رُشد و ہدایت کی آخری آسمانی کتاب، قرآن مجید کے علوم و اسرار جاننے اور
فہم و تدبر کے لئے آسان انداز میں

تفسیر تعلیم القرآن

شیخ الحدیث والتفسیر، ابو صالح مفتی محمد قاسم قادری عطاری مدظلہ العالی

1

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ط بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

ابتدائی کلمات

ہر تعریف و ثنا اس ربِ لم یزل کے لیے ہے جس نے خاتم الانبیاء، احمدِ مجتبیٰ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے پاکیزہ ترین دل پر اپنا مقدس کلام قرآن نازل فرمایا اور بے شمار درود و سلام ہوں حبیب خدا، شافعِ روزِ جزا صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم پر جو اپنی امت کو قرآن، علمِ قرآن، فہمِ قرآن، اسرارِ قرآن، حکمت، طہارتِ نفس، تزکیۂ قلب، اصلاحِ ظاہر و باطن اور دنیا و آخرت کی ساری بھلائیاں دینے والے ہیں۔ قرآنِ مجید کی عظمت و شان بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

تَنْزِيْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَ السَّمٰوٰتِ الْعُلٰى (طٰہٰ:04) ترجمہ: اس کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے جس نے زمین اور اونچے آسمان بنائے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید کی عظمت بیان فرمائی کہ یہ قرآن اس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے جس نے زمینوں اور بلند آسمانوں کو پیدا فرمایا اور جس نے اتنی عظیم مخلوق پیدا فرمائی وہ خالق کتنا عظیم ہو گا اور جب ایسی عظیم ذات نے قرآن مجید نازل فرمایا ہے تو یہ قرآن کتنا عظمت والا ہو گا۔ یہاں قرآن کریم کی عظمت بیان کرنے سے مقصود یہ ہے کہ لوگ اس کے معانی اور حقائق میں غور و فکر کریں، انہیں سمجھیں اور احکامِ قرآن پر عمل کریں کیونکہ جس پیغام کو بھیجنے والا انتہائی عظیم ہو تو اس پیغام کو بہت اہمیت دی جاتی ہے اور پوری توجہ سے اسے سنا جاتا ہے اور بھرپور طریقے سے اس کی اطاعت کی جاتی ہے اور جب قرآن کریم کو نازل فرمانے والا سب سے بڑا عظیم ہے تو اس کی طرف سے بھیجے ہوئے قرآنِ عظیم کو سب سے زیادہ توجہ کے ساتھ سننا چاہیے اور اس میں انتہائی غور و فکر کرنا اور کامل طریقے سے اس کے دیئے گئے احکام پر عمل کرنا چاہیے۔ آج مسلمانوں کی ایک تعداد ایسی ہے جو اصل تلاوت ہی سے یا صحیح تلاوتِ قرآن کرنے سے ہی محروم ہے اور صحیح پڑھنے والوں کی بھی بڑی تعداد نہ قرآن مجید سمجھتی ہے اور نہ ہی اس کے اَحکام پر عمل کرتی ہے۔ ایسے مسلمانوں کی بہت کمی ہے جنہیں قرآن کے حلال و حرام کا علم اور محمدی اخلاق پر عمل ہو، آیاتِ الٰہی سن کر جن کے دل ڈر جاتے اور اعضا کانپ اٹھتے ہوں، جن کے دل و دماغ پر قرآن کے انوار چھائے ہوئے ہوں۔

حضرت محمد بن کعب قرظی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جس تک قرآن مجید پہنچ گیا تو گویا اللہ تعالیٰ نے اس سے کلام کیا۔ جب وہ اس بات پر قادر ہو جائے تو قرآن مجید پڑھنے ہی کو اپنا عمل قرار نہ دے بلکہ اس طرح پڑھے جس طرح کوئی غلام اپنے

مالک کے لکھے ہوئے خط کو پڑھتا ہے تا کہ وہ اس میں غور و فکر کر کے اس کے مطابق عمل کرے۔(احیاءعلوم الدین، 378/1)

لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ تلاوت قرآن کرے، خدا کے پیغام کو سمجھے، دل و جان سے اس پر ایمان رکھے اور ظاہر و باطن سے اس پر عمل کرے۔

فہمِ قرآن کا ایک بہترین ذریعہ:

قرآنِ مجید کو سمجھنے کا ایک اہم ذریعہ علماءِ کرام کی لکھی ہوئی تفاسیر پڑھنا بھی ہے انہی میں سے ایک تفسیر آپ کے ہاتھوں میں موجود ’’تفسیر تعلیم القرآن‘‘ ہے جس کی 10 خوبیاں یہ ہیں:

(1) نہ بہت زیادہ طویل اور نہ ہی بہت زیادہ مختصر بلکہ متوسط اور جامع تفسیر ہے۔

(2) اس کی اردو عبارت آسان اور عام فہم ہے تا کہ کم پڑھے لکھے مسلمان بھی اس سے با آسانی استفادہ کر سکیں۔

(3) بکثرت مقامات پر ایک ایک آیت سے متعلق مکمل کلام ذکر کیا گیا ہے البتہ جہاں مضمون دو یا اس سے زیادہ آیات پر مشتمل تھا وہاں ایک مضمون کی تمام آیات کی تفسیر ایک ساتھ ذکر کی گئی ہے۔

(4) اس میں علمی اور فنی باتوں، مشکل الفاظ اور دقیق جملوں سے گریز کیا گیا ہے۔

(5) ہر سورت کے شروع میں اس کا مختصر تعارف ذکر کیا گیا ہے۔

(6) آیات کی تفسیر میں ان کا مختصر اور جامع خلاصہ ذکر کیا گیا ہے۔

(7) آیت کے شانِ نزول کو ابتداء میں لکھا گیا کہ آیت کا پسِ منظر پڑھنے کے بعد تفسیر پڑھنا فہمِ قرآن میں مزید آسانی پیدا کرتا ہے۔

(8) ’’اہم بات‘‘ کے عنوان سے آیت اور تفسیر سے تعلق رکھنے والی ضروری باتوں کو جداگانہ مختصر اور جامع انداز میں بیان کیا گیا ہے تا کہ اصل تفسیر اور ضروری باتوں میں امتیاز رہے۔

(9) موقع محل کی مناسبت سے دیگر عنوانات بھی شامل کئے گئے ہیں۔

(10) ’’درس‘‘ کے عنوان سے ہدایت و نصیحت پر مشتمل مختصر اور جامع دروس بھی شامل کیے گئے ہیں۔

اللہ کریم سے دعا ہے کہ وہ اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول و منظور فرمائے اور اسے میری، میرے اہلِ خانہ، میرے خاندان، اساتذۂ کرام، شاگردوں، دوست احباب اور دیگر تمام متعلقین کی بے حساب مغفرت کا ذریعہ بنائے؛ آمین۔

مفتی محمد قاسم عطاری

تفسیر تعلیم القرآن (جلد:1)

از: شیخ الحدیث والتفسیر، ابو صالح مفتی محمد قاسم قادری عطاری مدظلہ العالی

ناشر

مکتبۃ المدینہ کراچی

مکتبۃ المدینہ
MAKTABA TUL MADINAH

المدینۃ العلمیۃ
(دعوتِ اسلامی)

نام کتاب	تفسیر تعلیم القرآن (جلد:1)
مصنف	شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مولانا الحاج مفتی ابو الصالح محمد قاسم القادری مدظلہ العالی
پہلی بار	جمادی الآخرہ ١٤٤٥ھ، دسمبر 2023ء تعداد: 5000 (پانچ ہزار)
دوسری بار	شوال المکرّم ١٤٤٥ھ، اپریل 2024ء تعداد: 5000 (پانچ ہزار)
تیسری بار	شوال المکرّم 1446ھ، اپریل 2025ء تعداد: 5000 (پانچ ہزار)

جملہ حقوق بحق مکتبۃ المدینہ محفوظ ہیں

مکتبۃ المدینہ

MAKTABA TUL MADINAH

دینی کتابوں کی اشاعت کا بین الاقوامی ادارہ

فیضانِ مدینہ، محلہ سوداگران، پرانی سبزی منڈی، کراچی

Faizan-E-Madina,Mohalla Sodagaran,Old Sabzi Mandi,Karachi

UAN: +922111111252692 , , :92-313-1139278

www.dawateislami.net www.maktabatulmadina.com

ilmia@dawateislami.net feedback@maktabatulmadina.com

پاکستان کے چند مکتبۃ المدینہ

اسلام آباد: شبیر شریف روڈ G-11 مرکز اسلام آباد	051-5553765	لاہور: داتا دربار مارکیٹ، گنج بخش روڈ	04237311679
ملتان: نزد پیپل والی مسجد، اندرون بوہڑ گیٹ	0614511192	فیصل آباد: امین پور بازار	0412632625
پشاور: مکتبۃ المدینہ پشاور ایئر پورٹ	0092 311 9677780	حیدرآباد: فیضانِ مدینہ، آفندی ٹاؤن	0222620122
سکھر: مکتبۃ المدینہ، فیضانِ مدینہ، بیراج روڈ سکھر	0092 312 2611826	میرپور آزاد کشمیر: چوک شہیداں	05827437212

دنیا بھر کے چند مکتبۃ المدینہ

سعودی عرب: 00971-525641947	متحدہ عرب امارات: 00971-45146911	انگلینڈ: 0044 7872 119618	جرمنی: 0049 1521 6972748
ملائیشیا: 0060 16-934 1591	آسٹریلیا: 0061 430 539 226	اٹلی: 0039-3392358897	امریکہ: 001 (847) 800-3865
جاپان: 0081-8097526831	ترکی: 0090-5318980786	بھارت: 0091 93703 84948	ساؤتھ افریقہ: 0027 79 271 9161
ساؤتھ کوریا: 0082 105517-2612	بنگلہ دیش: 00880 1934-457874	کویت: 00965-99972721	

المدینۃ العلمیۃ (دعوتِ اسلامی)

DAWAT-E-ISLAMI

مکتبۃ المدینہ MAKTABA TUL MADINAH

ایاتھا ۷ | سُوْرَۃُ الْفَاتِحَۃِ مَکِّیَّۃٌ ۵ | رکوعھا ۱

سورۂ فاتحہ مکیہ ہے اس میں سات آیتیں اور ایک رکوع ہے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝۱

سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہان والوں کا پالنے والا ہے ۝

سورۂ فاتحہ کا تعارف یہ سورت مکہ مکرمہ، یا مدینہ منورہ، یا دونوں جگہ نازل ہوئی ہے۔ اس میں 1 رکوع اور 7 آیتیں ہیں۔ اس سے قرآن پاک کی تلاوت اور لکھنے کی ابتدا کی جاتی ہے اس لیے اسے ''فاتحۃُ الکتاب'' یعنی کتاب کی ابتدا کرنے والی کہتے ہیں۔ **فضائل:** (1) سورۂ فاتحہ قرآنِ مجید کی سب سے عظمت والی سورت ہے۔ (بخاری، حدیث:5006) (2) سورۂ فاتحہ وہ نور ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے علاوہ اور کسی نبی کو عطا نہیں ہوا۔ (مسلم، حدیث:806) (3) سورۂ فاتحہ بہترین دم ہے، بخاری اور ابو داؤد کی احادیث میں ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سانپ کے ڈسے اور جنون کی بیماری میں مبتلا شخص پر سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کیا تو اسے زہر کے اثر اور جنون کے مرض سے شفا مل گئی۔ **خلاصۂ مضامین:** اس سورت میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا، عظمت و شان اور اوصاف کا بیان، اللہ تعالیٰ کے حقیقی معبود اور حقیقی مددگار ہونے کا ذکر اور صراطِ مستقیم پر چلنے کی دعا مانگنے کی تعلیم ہے۔ **مسئلہ:** نماز میں ''سورۂ فاتحہ'' پڑھنا واجب ہے، امام اور تنہا نماز پڑھنے والا اپنی زبان سے ''سورۂ فاتحہ'' پڑھے گا جبکہ مقتدی امام کے پیچھے خاموش رہے گا اور جہری نماز میں اس کی قراءت بھی سنے گا، اس کا یہی عمل پڑھنے کے حکم میں ہے۔

تسمیہ ''بِسْمِ اللّٰہ'' ہر سورت کے شروع کی نہیں بلکہ پورے قرآن کی ایک آیت ہے جسے دو سورتوں کے درمیان فاصلہ کرنے کے لیے ہر سورت کے شروع میں جداگانہ لکھ دیا گیا ہے۔ ہر سورت کے شروع میں لکھی ہوئی ''بِسْمِ اللّٰہ'' پوری آیت ہے اور ''سورۂ نمل'' کی آیت نمبر 30 میں مذکور ''بِسْمِ اللّٰہ'' اُس آیت کا ایک حصہ ہے۔ **مسئلہ:** تلاوت شروع کرنے سے پہلے ''اَعُوْذُ بِاللّٰہ'' پڑھنا سنت ہے اور سورت کی ابتداء میں ''بِسْمِ اللّٰہ'' پڑھنا سنت ورنہ مستحب ہے۔ **اہم بات:** حرام و ناجائز کام اور گفتگو سے پہلے ''بِسْمِ اللّٰہ'' ہرگز نہ پڑھی جائے۔ **درس:** ہر نیک و جائز کام کی ابتدا ''بِسْمِ اللّٰہ'' سے کرنی چاہیے۔ حدیث پاک میں ہے: جس اہم کام کی ابتدا ''بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم'' سے نہ کی گئی وہ ادھورا رہ جاتا ہے۔ (کنز العمال، حدیث:2488)

آیت 1 آیت کا معنی ہے کہ سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں اور جہان والوں کا پالنے والا اور مالک ہے۔ اس میں زمینی، آسمانی، عرشی، فرشی، ظاہر، پوشیدہ ہر طرح کی مخلوق داخل ہے۔ **اہم باتیں:** (1) تمام تعریفوں کا حقیقی حقدار اللہ تعالیٰ ہی ہے کیونکہ اپنی ذات و صفات میں تو وہ خود ہی کامل ہے جس پر وہ حمد کے لائق ہے، بقیہ مخلوق کے جملہ کمالات میں بھی حقیقتاً تعریف کا مستحق اللہ تعالیٰ ہی ہے کہ سب کمالات اور خوبیاں اسی کی عطا کردہ ہیں۔ (2) حمد کا عام معنی ہے کسی کی اختیاری خوبیوں کی بنا پر اُس کی تعریف

اَلرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۙ﴿۲﴾ مٰلِكِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ ؕ﴿۳﴾ اِیَّاكَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسۡتَعِیۡنُ ؕ﴿٤﴾

بہت مہربان رحمت والا○ جزا کے دن کا مالک○ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں○

کرنا۔(3)لفظ ”اللہ“ اس پاک ذات کاعظمت وبرکت والانام ہے جو کمال والی تمام صفات کی جامع ہے۔(4)لفظ ”رب“ کے کئی معانی ہیں جیسے آقا،مالک،پالنے والاو غیرہ اور یہ تمام معانی اللہ تعالیٰ پر مکمل طور پر سچے ہیں۔(5) ”العٰلَمِیۡنَ“ عالَم کی جمع ہے۔اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر موجود چیز کو عالَم کہتے ہیں۔ یہاں جمع کا لفظ ”العٰلَمِیۡنَ“ اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہر مخلوق کو ایک الگ جہان بولا جاتا ہے۔

فضیلت: کلمہ ”اَلۡحَمۡدُ للہ“ کی بہت فضیلت ہے، حدیث پاک میں ہے: اَلۡحَمۡدُ للہ میزان کو (ثواب سے) بھر دیتا ہے۔(مسلم، حدیث534)

درس: اللہ تعالیٰ کی حمد کرنا نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی سنت اور اس کی بہت فضیلت ہے، حدیث پاک میں ہے: اللہ تعالیٰ بندے کی اس بات سے خوش ہوتا ہے کہ بندہ کچھ کھائے تو اللہ تعالیٰ کی حمد کرے اور کچھ پیے تو اللہ تعالیٰ کی حمد کرے۔(مسلم،حدیث:7932)

آیت2 رحمٰن اور رحیم اللہ تعالیٰ کے دو صفاتی نام ہیں، رحمٰن کا معنٰی ہے ”نعمتیں عطا کرنے والی وہ حقیقی ذات جو بہت زیادہ رحم فرمائے“ اور رحیم کا معنی ہے ”بہت رحمت فرمانے والا۔“ **اہم بات:** لفظ ”رحمٰن“ اللہ تعالیٰ کا خاص نام ہے کسی دوسرے کے لئے نہیں بول سکتے۔ بعض لوگ عبد الرحمٰن کو رحمٰن بول دیتے ہیں، یہ حرام ہے، جبکہ ”رحیم“ کا لفظ دوسروں کے لئے بولا جاسکتا ہے، جیسے ہمارے آقا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ایک نام رحیم بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ رحمٰن ورحیم اور رب العالمین ہے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم رؤوف ورحیم اور رحمۃ للعالمین ہیں۔ **درس:** اللہ تعالیٰ کی رحمت بہت وسیع اور اس کے غضب پر غالب ہے، بخاری شریف کی حدیث قدسی ہے کہ لوح محفوظ میں لکھا ہے: میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔(بخاری،حدیث3194)

آیت3 فرمایا کہ اللہ اس دن کا مالک ہے جس میں بندوں کو ان کے اعمال کی جزا دی جائے گی۔ **اہم باتیں:** (1) جزا یعنی بدلے کے دن سے قیامت مراد ہے جس دن ایمان وکفر اور نیکی وگناہ کا بدلہ دیا جائے گا۔(2) اللہ تعالیٰ اگرچہ دنیا وآخرت دونوں کا حقیقی مالک ہے لیکن یہاں ”قیامت“ کی ملکیت کا بطورِ خاص ذکر اس لئے ہے کہ اس دن کسی کی ظاہری ملکیت بھی نہیں ہوگی جیسے دنیا میں تو ظاہری ملکیت مخلوق کو بھی حاصل ہے۔

آیت4 اس آیت سے بندوں کو سکھایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی بندگی کا اظہار یوں کرو کہ اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں کیونکہ عبادت کا مستحق صرف تو ہی ہے، تیرے علاوہ اور کوئی اس لائق ہی نہیں کہ اس کی عبادت کی جاسکے اور حقیقی مدد کرنے والا بھی تو ہی ہے، تیری اجازت ومرضی کے بغیر کوئی کسی کی کسی قسم کی ظاہری، باطنی، جسمانی روحانی، چھوٹی بڑی کوئی مدد نہیں کرسکتا۔ **اہم بات:** عبادت کا عام فہم مطلب یہ ہے کہ کسی کو عبادت کے لائق سمجھتے ہوئے اُس کی کسی بھی قسم کی تعظیم کرنا اور اگر عبادت کے لائق نہ سمجھیں تو وہ محض ”تعظیم“ ہوگی عبادت نہیں کہلائے گی۔ **درس:** عبادت صرف اللہ تعالیٰ ہی کی کرنی چاہئے، اسی طرح حقیقی مددگار بھی صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ماننا اور اسی سے مدد کا سوال کرنا چاہئے، اُس کے علاوہ کسی اور کی عبادت کرنا شرک ہے۔ یونہی مخلوق میں سے کسی کو عطائے الٰہی کے بغیر ذاتی طور پر مددگار ماننا شرک ہے، البتہ ظاہری اسباب ووسائل جو مخلوق کے ظاہری اختیار میں ہوتے ہیں یا ان چیزوں میں جن کا حقیقی اختیار اللہ تعالیٰ کے پاس ہے جیسے شفا دینا وغیرہ، ان میں کسی کو یوں مددگار

اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ ۙ﴿۵﴾ صِرَاطَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ ۙ۬ غَيۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَيۡهِمۡ

ہمیں سیدھے راستے پر چلا○ ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے احسان کیا○ نہ کہ ان کا راستہ جن پر غضب ہوا

وَلَا الضَّآلِّيۡنَ ﴿۷﴾ؑ

اور نہ بہکے ہوؤں کا○

ع ۱

ماننا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقت سے دے سکتے ہے تو یہ اللہ ہی کا مدد فرمانا ہے جیسا کہ قرآنِ پاک میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نے بیماروں، مادر زاد اندھوں، کوڑھ کے مریضوں کو شفا دی اور حضرت جبریل علیہ السّلام نے پاکیزہ بیٹا دیا، یونہی بخاری و مسلم اور دیگر کتابوں میں حدیثیں موجود ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے مریضوں کو شفا پہنچائی، کھانے پینے میں برکت دی وغیرہا۔

آیت 5 فرمایا کہ یوں دعا مانگو: اے اللہ! تو نے اپنی رحمت سے ہمیں صراطِ مستقیم دکھا دیا، اب اس راستے کی طرف ہماری ہدایت میں اضافہ فرما اور ہمیں اس پر ثابت قدم رکھ۔ **اہم بات:** صراطِ مستقیم سے مراد "رضائے الٰہی کا سیدھا راستہ" ہے، جس پر تمام انبیاء کرام علیہم السّلام چلے اور اب یہ اسلام کا وہ سیدھا راستہ ہے جس پر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم، بزرگانِ دین، علماء و محدثین اور ائمہ و مجتہدین رحمۃ اللہ علیہم چلے۔ نئے نئے راستے دکھانے والے صراطِ مستقیم سے دور ہیں۔ **درس:** (1) سیدھے راستے پر ثابت قدمی اور ایمان پر خاتمے کی دعا مانگتے رہنا چاہئے کہ نجات اسی پر موقوف ہے۔ (2) دعا سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد اور عبادت کرنی چاہئے۔ (3) عام دعائیں جیسے مغفرت، نجات، عافیت اور خوشی وغیرہا کی دعائیں صرف اپنے لئے نہیں بلکہ سب مسلمانوں کے لئے مانگنی چاہئیں۔

آیت 6،7 ان دو آیات میں مزید فرمایا گیا کہ یوں دعا مانگو: اے اللہ! ان لوگوں کے راستے پر چلا جن پر تو نے احسان و انعام فرمایا جبکہ ان لوگوں کے راستے پر نہ چلا جن پر تیرا غضب ہوا اور جو بہکے ہوئے ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) انعام یافتہ بندوں سے مراد انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں جن کا ذکر سورۂ نساء کی آیت نمبر 69 میں ہے۔ (2) غضب کے مستحق لوگوں سے مراد یہودی یا بد عمل لوگ اور بہکے ہوؤں سے مراد عیسائی یا بدعقیدہ افراد ہیں۔

اٰیاتھا ٢٨٦ — ٢ سُوْرَةُ البَقَرَةِ مَدَنِيَّةٌ ٨٧ — رکوعاتھا ٤٠

سورۂ بقرہ مدنیہ ہے، اس میں دو سو چھیاسی آیتیں اور چالیس رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

معانقة

الٓمّٓ ۝١ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛۚ فِيْهِ ۛۚ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝٢ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ

الٓمّٓ ○ وہ بلند رتبہ کتاب جس میں کسی شک کی گنجائش نہیں۔ اس میں ڈرنے والوں کے لئے ہدایت ہے ○ وہ لوگ جو بغیر دیکھے ایمان

سورۂ بقرہ کا تعارف یہ سورت مدینہ منورہ میں نازل ہوئی۔ اس میں 40 رکوع اور 286 آیتیں ہیں۔ اس میں بنی اسرائیل کی ایک گائے کا واقعہ بیان کیا گیا جس کی مناسبت سے اسے ”سورۂ بقرہ“ کہتے ہیں۔ **فضیلت:** سورۂ بقرہ پڑھتے رہنے میں برکت اور نہ پڑھنے میں (ثواب سے محروم رہ جانے پر) حسرت ہے اور جادوگر اس کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ (مسلم، حدیث:804) **خلاصہ مضامین:** سورۂ بقرہ میں اسلام کے بنیادی عقائد جیسے توحید، نبوت و رسالت اور حشر و نشر وغیرہ کا بیان، عبادات جیسے نماز، روزہ، حج اور زکوۃ وغیرہ کے احکام، معاملات جیسے نکاح، طلاق، ایلاء، عدت، رضاعت، قتلِ ناحق، قصاص، شراب، جوئے اور سود وغیرہ سے متعلق احکام، بنی اسرائیل کے مختلف احوال اور ان کی اجتماعی زندگی کی کثیر خرابیوں کا بیان ہے۔

آیت 1 قرآنِ کریم کی 29 سورتوں کے شروع میں اس طرح کے حروف ہیں، انہیں جدا جدا پڑھے جانے کی وجہ سے ”حروفِ مقطعات“ کہا جاتا ہے۔ ان حروف کی مراد اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم جانتے ہیں، ہم اس کے حق ہونے پر ایمان لاتے ہیں۔

آیت 2 فرمایا کہ قرآن ایسی بلند رتبہ اور عظیم الشان کتاب ہے جس کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونے میں کسی شک کی کوئی گنجائش نہیں۔ اس میں ان لوگوں کے لیے ہدایت ہے جو خدا سے ڈرنے کا راستہ اختیار کرتے ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) قرآنِ مجید کی حقانیت میں شک کی گنجائش نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کے کتابِ الٰہی ہونے کے انتہائی مضبوط اور واضح دلائل موجود ہیں جن پر غور کرنے کے بعد کوئی انصاف پسند اور عقلمند شخص قرآن کی حقانیت اور کتابِ الٰہی ہونے میں شک کر ہی نہیں سکتا، ضدی اور مخالف لوگوں کا شک کرنا ایسے ہے جیسے کوئی اندھا سورج کے وجود کا انکار کر دے۔ (2) تقویٰ کا لغوی معنیٰ ہے نفس کو خوف کی چیز سے بچانا اور اصطلاحِ شرع میں تقویٰ نفس کو ہر اس کام سے بچانے کا نام ہے جس سے بندہ عذابِ الٰہی کا مستحق ہو۔ کفر و شرک اور کبیرہ گناہوں سے بچنا اور فرائض و واجبات ادا کرنا تقویٰ کی معروف مثالیں ہیں۔ (3) قرآنِ پاک کی ہدایت و رہنمائی اگرچہ مومن و کافر ہر شخص کے لیے ہے لیکن قرآن سے حقیقی نفع چونکہ صرف متقی لوگ حاصل کرتے ہیں اس لیے یہاں اسے بطورِ خاص ”**متقین کے لئے ہدایت**“ فرمایا گیا۔

آیت 3 یہاں سے متقین کے اوصاف بیان کیے جا رہے ہیں کہ متقی وہ لوگ ہیں جو بغیر دیکھے ایمان لاتے ہیں اور تمام حقوق و آداب کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) ایمان، سچے دل سے ان سب باتوں کی تصدیق کرنے کا نام ہے جو ضروریاتِ دین میں داخل ہیں جبکہ کسی ایک ضرورتِ دینی کا انکار کفر کہلاتا ہے۔ (2) عمل اگرچہ ایمان کا حصہ نہیں لیکن فرائض و واجبات اور دیگر ضروری احکام پر عمل کرنا لازم ہے۔ (3) غیب وہ ہے جو ہم سے پوشیدہ ہو اور ہم اسے اپنے حواس جیسے دیکھنے، چھونے وغیرہ سے اور بدیہی طور پر عقل سے معلوم نہ کر سکیں، جیسے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جانا، قیامت

بِالْغَيْبِ وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۙ﴿۳﴾ وَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ

لاتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے کچھ (ہماری راہ میں) خرچ کرتے ہیں ○ اور وہ ایمان لاتے ہیں اس پر جو

اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَ مَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ؕ﴿۴﴾ اُولٰٓىِٕكَ عَلٰى هُدًى

تمہاری طرف نازل کیا اور جو تم سے پہلے نازل کیا گیا اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں ○ یہی لوگ اپنے رب کی طرف سے

مِّنْ رَّبِّهِمْ ۗ وَ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ

ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ کامیابی حاصل کرنے والے ہیں ○ بیشک وہ لوگ جن کی قسمت میں کفر ہے ان کے لئے برابر ہے کہ آپ انہیں ڈرائیں

قائم ہونا، اعمال کا حساب ہونا اور جنت و جہنم وغیرہ۔ انبیاء علیہم السلام پر اعتماد کرتے ہوئے اسے مان لینا **"غیب پر ایمان لانا"** ہے۔ (4) نماز کے حقوق و آداب میں یہ چیزیں داخل ہیں: ہمیشہ، ٹھیک وقت پر اور پابندی کے ساتھ نماز پڑھنا، نماز کے فرائض و واجبات، سنن و مستحبات کا خیال رکھنا، تمام مفسدات و مکروہات سے بچنا، بدن، دل اور خیالات سب نماز میں مشغول ہوں۔ (5) اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے مراد زکوٰۃ ادا کرنا ہے، یا اس سے تمام قسم کے صدقات مراد ہیں، جیسے غریبوں، مسکینوں، یتیموں، طلبہ، علماء اور مساجد و مدارس وغیرہا کو دینا اور کچھ خرچ کرنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ متقی لوگ خرچ کرنے میں اعتدال سے کام لیتے ہیں۔

آیت 4 فرمایا کہ متقی لوگ اس قرآن اور شریعت پر ایمان لاتے ہیں جو اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، آپ کی طرف نازل کیا گیا اور ان آسمانی کتابوں اور صحیفوں وغیرہ پر بھی ایمان لاتے ہیں جو آپ سے پہلے نازل کیے گئے اور وہ قیامت پر اور جو کچھ اس میں جزا و حساب وغیرہ ہے سب پر ایسا یقین رکھتے ہیں کہ اس میں انہیں ذرا بھی شک و شبہ نہیں ہے۔ **اہم بات:** قرآنِ کریم پر یوں ایمان رکھنا فرض ہے کہ ہمارے پاس موجود قرآن کا ایک ایک لفظ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور برحق ہے، بقیہ قرآن کی تفصیلات جاننا فرض کفایہ ہے، اگر ایسے علماء موجود ہوں جنہوں نے ان کا علم حاصل کر لیا ہو تو عوام پر ان کا علم حاصل کرنا فرض نہیں۔ سابقہ آسمانی کتابوں پر یوں ایمان رکھنا فرض ہے کہ اللہ تعالیٰ نے گزشتہ انبیاء و مرسلین علیہم السلام پر کتابیں اور صحیفے نازل فرمائے اور ان میں جو کچھ اس نے بیان فرمایا سب حق ہے۔ گزشتہ آسمانی کتابوں پر ایمان ہے لیکن عمل صرف اپنے دین کے مطابق کریں گے۔

آیت 5 فرمایا کہ بیان کردہ صفات سے متصف لوگ ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ ہدایت اور سیدھے راستے پر قائم ہیں اور یہی لوگ عذاب کے بغیر جنت میں داخل ہو کر کامل کامیابی حاصل کرنے والے ہیں۔ **اہم بات:** آخرت میں کامل کامیابی متقی لوگوں ہی کو حاصل ہو گی البتہ کسی نہ کسی درجے کی کامیابی ہر نیک و بد مسلمان کو حاصل ہو گی کیونکہ ہر مسلمان کو ایمان کی دولت حاصل ہے جس کی برکت سے بہر حال جنت میں داخلہ ضرور ہو گا اگرچہ عذابِ جہنم کے بعد ہو۔

آیت 6 یہاں سے ازلی کفار کا حال اور ان کا انجام بیان کیا جا رہا ہے کہ اے حبیب! بیشک وہ لوگ جن کی قسمت میں کفر ہے جیسے ابو جہل اور ابو لہب وغیرہ کفار، ان کے حق میں برابر ہے کہ آپ انہیں کفر پر عذابِ الٰہی سے ڈرائیں یا نہ ڈرائیں، یہ کسی صورت ایمان نہیں لائیں گے۔ **اہم باتیں:** (1) اس آیت میں چند خاص کفار کے ایمان نہ لانے کی خبر دی گئی ہے ورنہ عمومی طور پر تمام کفار کے حق میں ڈرانا اور نہ ڈرانا برابر نہیں کیونکہ بہت سے کفار بعد میں ایمان لے آئے تھے۔ (2) کفر کا لغوی معنی ہے چھپانا اور اصطلاحِ شرع میں ضروریاتِ دین

أَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ⑥ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ ؕ وَعَلٰٓى أَبْصَارِهِمْ

یا نہ ڈرائیں، یہ ایمان نہیں لائیں گے○ اللہ نے ان کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر مہر لگا دی ہے اور ان کی آنکھوں پر

غِشَاوَةٌ ۟ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ⑦ ع وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَاهُمْ

پردہ پڑا ہوا ہے اور ان کے لئے بہت بڑا عذاب ہے○ اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لے آئے ہیں حالانکہ وہ

بِمُؤْمِنِيْنَ ⑧ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَمَا يَخْدَعُوْنَ إِلَّآ أَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ⑨ ؕ

ایمان والے نہیں ہیں○ یہ لوگ اللہ کو اور ایمان والوں کو فریب دینا چاہتے ہیں حالانکہ یہ صرف اپنے آپ کو فریب دے رہے ہیں اور انہیں شعور نہیں○

فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ ۙ ۬ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ⑩

ان کے دلوں میں بیماری ہے تو اللہ نے ان کی بیماری میں اور اضافہ کر دیا اور ان کے لئے ان کے جھوٹ بولنے کی وجہ سے دردناک عذاب ہے○

ع-۲ — وقف لازم

میں سے کسی چیز کا انکار یا تحقیر و استہزاء کرنے کو کفر کہتے ہے۔ ضروریاتِ دین، اسلام کے وہ احکام ہیں، جنہیں ہر خاص و عام جانتے ہوں، خاص سے مراد علماء ہیں اور عام سے مراد وہ مسلمان ہیں جو علماء تو شمار نہ کئے جاتے ہوں لیکن علماء کی صحبت میں بیٹھتے اور علمی مسائل کا ذوق رکھتے ہوں۔ (3) مبلغ کا کام رضائے الٰہی کے لیے نیکی کی دعوت دینا ہے، قبول کرنے کی توفیق دینا اس کا کام نہیں، لہٰذا اسے چاہئے کہ رضائے الٰہی کے لیے نیکی کی دعوت دے اور نتائج اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے۔

آیت 7 یہاں ان کفار کے ایمان نہ لانے کا سبب بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کفار کے دلوں اور کانوں پر مہر لگا دی ہے، اب ان میں ایمان داخل ہونے اور ان سے کفر و گمراہی نکلنے کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہی اور قبولِ حق کی جو صلاحیت ہر شخص میں فطری طور پر رکھی گئی ہے وہ کفر پر اصرار کی وجہ سے اُن سے چھن چکی ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھوں پر ایسا پردہ ڈال دیا ہے جس سے وہ حق و ہدایت کی راہ اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر دلالت کرنے والی نشانیاں دیکھ نہیں سکتے اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔

آیت 8 کھلے کفار کا ذکر کرنے کے بعد یہاں سے چھپے کفار یعنی منافقوں کے احوال بیان کیے جا رہے ہیں، چنانچہ فرمایا کہ کچھ لوگ اپنی زبان سے کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن یعنی قیامت پر ایمان لے آئے حالانکہ وہ ہرگز ایمان والے نہیں کیونکہ ایمان کے لیے زبان سے اقرار کے ساتھ ساتھ دل سے تصدیق بھی ضروری ہے۔

آیت 9 اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ کوئی اسے فریب دے سکے، یہاں مراد یہ ہے کہ منافقین دل میں کفر چھپا کر اور زبان سے ایمان کا دعویٰ کر کے یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور ایمان والوں کو فریب دینے میں کامیاب ہو رہے ہیں لیکن حقیقت میں وہ خود کو فریب دے رہے ہیں کہ ایمان کا دعویٰ کرنے پر اگرچہ مسلمان قرار پا کر انہیں اسلامی حقوق مل گئے لیکن آخرت میں بہر حال وہ جہنم کے سب سے نچلے حصے میں ہوں گے لیکن انہیں اس حقیقت کا شعور ہی نہیں۔ درس: دھوکا دینا منافقوں کا کام ہے، اس سے بچنا چاہئے۔ حدیث پاک میں ہے: جس نے کسی مسلمان کو نقصان پہنچایا یا اس کے ساتھ دھوکا کیا وہ ملعون ہے۔ (ترمذی، حدیث:1948)

آیت 10 فرمایا کہ ان کے دلوں میں شک، منافقت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے عداوت کی بیماری ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی بیماری

Go To Index

وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ ۙ قَالُوْۤا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ⑪ اَلَاۤ اِنَّهُمْ

اور جب ان سے کہا جائے کہ زمین میں فساد نہ کرو تو کہتے ہیں ہم تو صرف اصلاح کرنے والے ہیں ○ سن لو: بیشک یہی لوگ

هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَ لٰكِنْ لَّا یَشْعُرُوْنَ ⑫ وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَاۤ اٰمَنَ النَّاسُ

فساد پھیلانے والے ہیں مگر انہیں (اس کا) شعور نہیں ○ اور جب ان سے کہا جائے کہ تم اسی طرح ایمان لاؤ جیسے اور لوگ ایمان لائے

قَالُوْۤا اَنُؤْمِنُ كَمَاۤ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ ؕ اَلَاۤ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَ لٰكِنْ لَّا یَعْلَمُوْنَ ⑬

تو کہتے ہیں: کیا ہم بیوقوفوں کی طرح ایمان لائیں؟ سن لو: بیشک یہی لوگ بیوقوف ہیں مگر یہ جانتے نہیں○

میں مزید اضافہ کر دیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا غلبہ بڑھایا جس سے ان کی عداوت وحسد کی بیماری اور بڑھی جبکہ شرعی احکام میں اضافے سے مزید تکلیف میں اضافہ ہو گیا اور انہوں نے اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان لانے کا جو جھوٹا دعویٰ کیا، اس کی سزا میں ان کے لیے جہنم کا دردناک عذاب ہے۔ **درس:** (1) منافقت خطرناک باطنی مرض ہے، اس سے دیگر بے شمار باطنی امراض جنم لیتے اور بڑھتے ہی چلے جاتے ہیں، جیسے جھوٹ، خیانت، وعدہ خلافی، بد عہدی، بدزبانی، فساد، خود پسندی، بیوقوفی، دورخی، بزدلی، طمع، بخل، جہاد سے فرار وغیرہ اور اگر نفاق کا مرض عقیدے میں سرایت کر جائے تو دائمی عذاب کا سبب ہے جبکہ عمل میں منافقت بھی جہنم میں داخلے کا سبب ہے۔ (2) جھوٹ بولنا حرام اور اس پر دردناک عذاب کی وعید ہے۔ حدیث پاک میں ہے: جھوٹ سے بچو، کیونکہ جھوٹ گناہ کی طرف لے جاتا ہے اور گناہ جہنم کا راستہ دکھاتا ہے اور آدمی برابر جھوٹ بولتا رہتا اور جھوٹ بولنے کی کوشش کرتا ہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کذاب یعنی بہت بڑا جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔ (مسلم، حدیث:6637)

آیت 11 منافقوں کا فساد یہ تھا کہ وہ دل میں کفر رکھتے اور اخلاص کے ساتھ ایمان نہ لاتے، دوسروں کو ایمان لانے سے روکتے، مسلمانوں کے راز کفار تک پہنچاتے اور انہیں مسلمانوں کے خلاف بھڑکاتے تھے۔ جب انہیں اس سے روکا گیا تو وہ اپنے فساد کو اصلاح کے نام سے مزین کرتے ہوئے کہنے لگے کہ ہمارا مقصد فساد پھیلانا ہرگز نہیں بلکہ ہم تو صرف اصلاح کرنے والے ہیں۔ **درس:** فساد پھیلانا اور اسے اصلاح کا نام دینا، عام فساد کے مقابلے میں بڑا فساد ہے۔ ہمارے معاشرے میں بھی اس کے مظاہر موجود ہیں۔

آیت 12 منافقوں کے دعویٰ کارد کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ اے ایمان والو! سن لو، یہ اصلاح کرنے والے نہیں بلکہ اپنی منافقت اور بری روش پر قائم رہ کر یہی لوگ فساد پھیلانے والے ہیں لیکن انہیں اس بات کا شعور نہیں کیونکہ ان میں یہ خرابی پہچاننے والی حس ختم ہو چکی ہے۔ **درس:** اصلاح اور فساد کا دارومدار زبانی دعوے پر نہیں بلکہ کام پر ہے۔ اگر وہ واقعی اصلاحی عمل اور شریعت کے مطابق ہے تو اسے کرنے والا مُصلِح ہے اور اگر وہ عمل فساد ہے تو اس کا مرتکب فسادی کہلائے گا اگرچہ اس کی نیت فساد کی نہ ہو۔

آیت 13 ایمان سے متعلق منافقوں کا طرزِ عمل بیان کیا گیا کہ جب ان سے کہا جائے کہ تم اس طرح ایمان لاؤ جیسے دوسرے لوگ یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایمان لائے تو وہ اپنی نجی محفلوں میں کہتے ہیں کہ کیا ہم بیوقوفوں کی طرح ایمان لائیں؟ ان کی تردید میں فرمایا: سن لو! صحیح ایمان لانا ترک کر کے یہ منافق ہی حماقت کے مرتکب ہیں اور انہیں اپنی اس بیوقوفی کا علم بھی نہیں۔ **اہم بات:** صحابہ کرام رضی اللہ عنہم چونکہ مفاد پرست نہیں بلکہ مخلص مومن تھے، راہِ خدا میں آنے والی مشکلات برداشت کرتے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ

وَ اِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْۤا اٰمَنَّا ۚۖ وَ اِذَا خَلَوْا اِلٰى شَیٰطِیْنِهِمْ ۙ قَالُوْۤا

اور جب یہ ایمان والوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں: ہم ایمان لاچکے ہیں اور جب اپنے شیطانوں کے پاس تنہائی میں جاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ

اِنَّا مَعَكُمْ ۙ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۱۴﴾ اَللّٰهُ یَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَ یَمُدُّهُمْ

ہم تمہارے ساتھ ہیں، ہم تو صرف ہنسی مذاق کرتے ہیں ○ اللہ ان کی ہنسی مذاق کا انہیں بدلہ دے گا اور (ابھی) وہ انہیں مہلت دے رہا ہے

فِیْ طُغْیَانِهِمْ یَعْمَهُوْنَ ﴿۱۵﴾ اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى ۪ فَمَا رَبِحَتْ

کہ یہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں ○ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خریدلی تو ان کی تجارت نے

تِّجَارَتُهُمْ وَ مَا كَانُوْا مُهْتَدِیْنَ ﴿۱۶﴾ مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِی اسْتَوْقَدَ نَارًا ۚ فَلَمَّاۤ

کوئی نفع نہ دیا اور یہ لوگ راہ جانتے ہی نہیں تھے ○ ان کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے آگ روشن کی پھر جب

والہ وسلم پر اپنی جان قربان کرنے کے لیے ہر وقت تیار رہتے تھے۔ یہ امور منافقوں کی نظر میں بیوقوفی تھے حالانکہ یہ بیوقوفی نہیں بلکہ سراسر دانائی تھی۔ **درس:** (1) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایمان بارگاہِ الٰہی میں قابلِ قبول ایمان کا ایک معیار ہے۔ (2) دین داروں کو بیوقوف اور دقیانوسی خیالات والا کہنا منافقوں کی بڑی پرانی عادت ہے۔

آیت 14 یہاں منافقوں کا ایک دوغلاپن بیان کیا گیا ہے کہ یہ جب کبھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ملتے تو کہتے کہ ہم تو آپ کی طرح پکے مومن ہیں لیکن جب اپنے گمراہ کُن سرداروں کے پاس تنہائی میں جاتے تو انہیں اپنے کفر کی یوں یقین دہانی کراتے کہ ہمارے عقیدے وہی ہیں جو تمہارے ہیں۔ مسلمانوں کے سامنے ہمارا اقرارِ ایمان تو محض ہنسی مذاق کے طور پر ہوتا ہے۔ **درس:** دوغلاپن منافقوں کا طرزِ عمل ہے، اس سے بچنا چاہیے، حدیث پاک میں ہے: تم بروزِ قیامت اللہ تعالیٰ کے نزدیک لوگوں میں بدترین اسے پاؤ گے جو دومنہ والا ہو گا جو ان کے پاس اور منہ سے جائے اور ان کے پاس اور منہ سے۔ (بخاری، حدیث: 6058)

آیت 15 اللہ تعالیٰ استہزاء (یعنی مذاق مسخری کرنے) اور تمام عیوب سے پاک ہے، یہاں جو اُس کی طرف استہزاء کی نسبت ہے اِس سے مراد منافقوں کے استہزاء کا بدلہ دینا ہے۔ منافقوں کو ان کے ہنسی مذاق کی اصل سزا تو آخرت میں ملے گی دنیا میں اللہ تعالیٰ نے ان کی فوری گرفت نہ فرمائی بلکہ انہیں مہلت دے کر ان کے حال پر چھوڑ دیا تاکہ وہ اپنے کفر و سرکشی میں بھٹکتے رہیں اور ان کی اخروی سزا بڑی ہو۔

آیت 16 فرمایا کہ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت یعنی ایمان کے بدلے کفر اختیار کرکے گمراہی خریدلی تو یہ تجارت ان کے لیے کسی طور پر بھی نفع مند ثابت نہ ہوئی بلکہ اس خریداری کی بنا پر وہ آخرت کے دائمی عذاب کے مستحق ٹھہرے اور سب سے بڑے نقصان کا شکار ہوئے۔ یہ لوگ ایمانی تجارت کے اصول جانتے ہی نہ تھے، اسی لئے نفع ہی نہیں اصل سرمایہ ایمان بھی تباہ کر بیٹھے۔

آیت 17 اس آیت میں ایک مثال کے ذریعے منافقوں کا حال مزید واضح کیا گیا ہے، چنانچہ فرمایا کہ منافقوں کی مثال اس شخص کی طرح

اَضَاءَتۡ مَا حَوۡلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوۡرِهِمۡ وَتَرَكَهُمۡ فِىۡ ظُلُمٰتٍ لَّا يُبۡصِرُوۡنَ ﴿١٧﴾

اس آگ نے اس کے آس پاس کو روشن کر دیا تو اللہ ان کا نور لے گیا اور انہیں تاریکیوں میں چھوڑ دیا، انہیں کچھ دکھائی نہیں دے رہا○

صُمٌّۢ بُكۡمٌ عُمۡىٌ فَهُمۡ لَا يَرۡجِعُوۡنَ ﴿١٨﴾ اَوۡ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِيۡهِ ظُلُمٰتٌ وَّرَعۡدٌ

بہرے، گونگے، اندھے ہیں پس یہ لوٹ کر نہیں آئیں گے○ یا (ان کی مثال) آسمان سے اترنے والی بارش کی طرح ہے جس میں تاریکیاں

وَّبَرۡقٌ ۚ يَجۡعَلُوۡنَ اَصَابِعَهُمۡ فِىۡٓ اٰذَانِهِمۡ مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الۡمَوۡتِ ‌ؕ وَاللّٰهُ

اور گرج اور چمک ہے۔ یہ زور دار کڑک کی وجہ سے موت کے ڈر سے اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس رہے ہیں حالانکہ اللہ

ہے جس نے اندھیرے میں آگ روشن کی تاکہ اس سے نفع حاصل کرے، پھر جب آگ نے اس کے آس پاس کی جگہ روشن کر دی تو اسے دکھائی دینے لگا، سردی کی تکلیف دور ہوئی اور موذی جانوروں وغیرہ سے امن بھی حاصل ہو گیا، اسی دوران روشن آگ کو بجھا کر اللہ تعالیٰ ان کا نور لے گیا اور انہیں تاریکیوں میں چھوڑ دیا، اب انہیں اپنے ارد گرد کچھ دکھائی نہیں دے رہا، وہ حیران، پریشان اور خوفزدہ ہیں۔ یہی حال منافقوں کا ہے کہ انہوں نے زبان سے کلمۂ ایمان کا اظہار کیا جس کے ذریعے اپنی جان و مال اور اولاد کو محفوظ کر لیا، غنیمتیں اور زکوٰۃ وصول کر کے ان سے نفع اٹھایا اور جب اللہ تعالیٰ انہیں موت دے کر ان کی زندگی کا نور لے جائے گا اور کفر، نفاق اور قبر کی تاریکیوں میں چھوڑ دے گا تو یہ ظلمت و خوف کی طرف لوٹ آئیں گے۔

آیت 18 کان کا مقصد یہ ہے کہ ان سے حق سنا اور قبول کیا جائے، زبان کا مقصد یہ ہے کہ اس کے ذریعے حق بولا جائے، آنکھوں کا مقصد یہ ہے کہ ان سے حق کی طرف دیکھا جائے اور جب ان اعضاء کو ان کے مقاصد میں استعمال نہ کیا جائے تو گویا کان بہرے، زبانیں گونگی اور آنکھیں اندھی ہیں۔ منافقوں کا یہی حال تھا کہ ان کے کان، زبانیں اور آنکھیں اگرچہ سلامت تھیں لیکن وہ حق بات سن کر قبول نہ کرتے، حق بات بیان کرنے اور راہ حق کی طرف دیکھنے سے رکتے تھے اس لئے وہ گویا کہ بہرے، گونگے اور اندھے تھے۔ ایسے لوگ ہدایت کی طرف نہیں آتے۔

آیت 19 فرمایا کہ یا ان منافقوں کی مثال بادل سے اترنے والی بارش میں گھرے ہوئے لوگوں کی طرح ہے، اس بادل میں تاریکیاں، گرج اور چمک ہے، جب بجلی زور سے کڑکتی ہے تو وہ اس ڈر سے اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے ہیں کہ کہیں اس کی آواز سن کر مر ہی نہ جائیں۔ یہی حال منافقوں کا ہے کہ جب قرآن میں کفر کا ذکر، اس کی وعید اور حق کے روشن دلائل کا بیان ہوتا ہے تو منافق اس ڈر سے اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے ہیں کہ کہیں ان آیات کو سن کر وہ اخلاص کے ساتھ ایمان لانے اور اپنے باطل عقائد چھوڑنے کی طرف مائل نہ ہو جائیں جو ان کے نزدیک موت کی مانند ہے۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کافروں کو گھیرے ہوئے ہے تو یہ اس کی پکڑ سے کسی بھی طرح بچ نہیں سکتے۔ **اہم بات:** یہاں گھیرنے سے مراد علم اور قدرت سے گھیرنا ہے یعنی کوئی کافر اللہ تعالیٰ کے علم اور قدرت کے احاطہ سے باہر نہیں۔ حسی طور پر گھیرنا یہاں مراد نہیں کیونکہ یہ جسم کا وصف ہے اور اللہ تعالیٰ جسم و جسمانیت سے پاک ہے۔

مُحِيْطٌ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۹﴾ يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ ؕ كُلَّمَآ اَضَآءَ لَهُمْ مَّشَوْا فِيْهِ ۙ

کافروں کو گھیرے ہوئے ہے○ بجلی یوں معلوم ہوتی ہے کہ ان کی نگاہیں اچک کرلے جائے گی۔ (حالت یہ کہ) جب کچھ روشنی ہوئی تو اس میں چلنے لگے

وَ اِذَآ اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوْا ؕ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَ اَبْصَارِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

اور جب ان پر اندھیرا چھا گیا تو کھڑے رہ گئے اور اگر اللہ چاہتا تو ان کے کان اور آنکھیں سلب کر لیتا۔ بیشک اللہ

عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۰﴾ ع يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ ع ۳ ۲

ہر شے پر قادر ہے○ اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا۔ یہ امید کرتے ہوئے (عبادت کرو)

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۲۱﴾ ۙ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّ السَّمَآءَ بِنَآءً ۪ وَّ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ

کہ تمہیں پرہیزگاری مل جائے○ جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا اور آسمان کو چھت بنایا اور اس نے آسمان سے

آیت 20 اس آیت میں سابقہ مثال کا ایک اور پہلو بیان کیا گیا ہے کہ جب بجلی چمکتی ہے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان کی نگاہیں اچک کر لے جائے گی اور بارش میں گھرنے والوں کا حال یہ ہوتا ہے کہ جب کچھ روشنی ہوئی تو اس میں چلنا شروع کر دیا اور جب ان پر اندھیرا چھا گیا تو کھڑے رہ گئے۔ یہی حال منافقوں کا ہے کہ وہ اسلام کے غلبہ، معجزات کی روشنی اور آرام کے وقت اسلام کی طرف راغب ہو جاتے ہیں اور جب کوئی مصیبت پیش آتی ہے تو کفر کی تاریکی میں کھڑے رہ جاتے اور اسلام سے دور ہونا شروع ہو جاتے ہیں اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کے باطنی کان اور آنکھیں سلب فرمالیں اسی طرح اگر وہ ان کے ظاہری کان اور آنکھیں بھی سلب فرمانا چاہتا تو ضرور انہیں سلب کر لیتا کیونکہ وہ اس پر قدرت رکھتا ہے اور اس کی شان یہ ہے کہ وہ ہر چیز پر خوب قادر ہے۔

آیت 21 اس آیت سے تقویٰ حاصل کرنے کا طریقہ بتایا جارہا ہے اور وہ اپنے اور سابقہ لوگوں کے خالق رب کی عبادت واطاعت کرنا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) عبادت اُس انتہائی تعظیم کا نام ہے جو بندہ اپنی عبدیت یعنی بندہ ہونے اور معبود کی اُلوہیت یعنی معبود ہونے کے اعتقاد اور اعتراف کے ساتھ بجالائے۔ (2) مومن کو عبادت کا حکم اس معنی میں ہے کہ وہ اپنی اطاعت وعبادت پر قائم رہے، گناہوں سے باز آئے اور کامل اطاعت کرے۔ کافر کو اس معنی میں ہے کہ پہلے وہ سب سے بنیادی عبادت یعنی ایمان لائے، پھر دیگر عبادات بجالائے، منافق کو اس معنی میں ہے کہ وہ نفاق چھوڑ کر اخلاص کے ساتھ ایمان لائے اور عبادت کرے۔

آیت 22 اس آیت میں رب تعالیٰ کے حقیقی معبود ہونے کے دو دلائل کا بیان ہے۔ (1) اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا اور آسمان کو چھت بنایا۔ زمین کو بچھونا بنانے سے مراد یہ ہے کہ اسے نہ تو پانی کی طرح نرم بنایا اور نہ پتھر، لوہے کی طرح سخت، بلکہ نرمی اور سختی کے درمیان ایسا بنایا کہ اسے عام ضروریات زندگی کے مطابق استعمال کیا جاسکے۔ زمین کو بچھونا بنانا اس کے گول ہونے کے منافی نہیں کیونکہ زمین ایک بہت بڑا کرہ ہے جو کہ گول ہونے کے باوجود دیکھنے میں ایک سطح معلوم ہوتا ہے۔ آسمان کو چھت بنانا یہ ہے کہ جیسے گھر کے لئے ایک چھت ہوتی ہے اسی طرح آسمان زمین کے لئے ایک چھت ہے۔ (2) اس نے آسمان سے پانی اتارا پھر اس پانی کے ذریعے

مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۲﴾

پانی اتارا پھر اس پانی کے ذریعے تمہارے کھانے کے لئے کئی پھل پیدا کئے تو تم جان بوجھ کر اللہ کے شریک نہ بناؤ○

وَ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۪ وَ ادْعُوْا

اور اگر تمہیں اس کتاب کے بارے میں کوئی شک ہو جو ہم نے اپنے خاص بندے پر نازل کی ہے تو تم اس جیسی ایک سورت بنالاؤ اور

شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۳﴾ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَ لَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ

اللہ کے علاوہ اپنے سب مددگاروں کو بلالو اگر تم سچے ہو○ پھر اگر تم یہ نہ کرسکو اور تم ہرگز نہ کرسکو گے تو اس آگ سے ڈرو

الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ ۚۖ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۴﴾ وَ بَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔ وہ کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے○ اور ان لوگوں کو خوشخبری دو جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے عمل کئے

تمہارے کھانے کے لئے کئی پھل پیدا کئے۔ لغت میں ہر اس چیز کو ”سماء“ کہتے ہیں جو اوپر اور بلند ہے، یہاں آیت میں ”سماء“ سے مراد بادل ہے۔ مزید فرمایا کہ جب تم جانتے ہو کہ تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کرنا، زمین کو بچھونا اور آسمان کو چھت بنانا، بارش کے پانی سے پھل اور دیگر نباتات نکالنا صرف اللہ تعالیٰ ہی کے کام ہیں اور جس کی یہ شان ہے وہی حقیقی معبود ہے۔

آیت 23 فرمایا کہ اگر تمہیں اس قرآن کے کلام الٰہی ہونے کے بارے میں شک ہے جو ہم نے اپنے خاص بندے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر نازل فرمایا اور تم اس بات میں سچے ہو کہ یہ قرآن نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اپنی طرف سے بنالیا ہے تو تم فصاحت و بلاغت، حسن ترتیب، غیب کی خبریں دینے اور دیگر امور میں اس قرآن جیسی ایک سورت بنا کر دکھادو اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ اپنے تمام مددگاروں کو بھی بلالو تاکہ اس کام میں وہ تمہاری مدد کریں کیونکہ تم بھی عربی ہو اور فصاحت وبلاغت میں تمہارا کوئی ثانی نہیں تو تمہاری نظر میں یہ کام مشکل نہ ہوگا۔ **اہم باتیں:** (1) رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اپنا خاص بندہ فرمانے میں آپ کی شانِ محبوبیت کی طرف بھی اشارہ ہے۔ (2) اس آیت میں دیا گیا چیلنج قیامت تک کے تمام انسانوں کے لئے بھی ہے، آج بھی جو لوگ قرآن کے کلامِ الٰہی ہونے کے منکر ہیں انہیں چیلنج ہے کہ پورا قرآن تو کیا اس جیسی ایک سورت ہی بنا کر دکھادیں۔

آیت 24 اس آیت میں واضح طور پر بتادیا گیا ہے کہ جنہیں قرآن جیسی سورت بنا کر دکھانے کا چیلنج کیا گیا ہے وہ اسے کسی صورت پورا نہ کرسکیں گے اور جب وہ قرآن جیسا کلام بنا ہی نہیں سکتے تو قرآن کے کتاب الٰہی ہونے پر ایمان لائیں اور جہنم کی اس آگ سے ڈریں جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں اور وہ کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔ **اہم باتیں:** (1) آدمی اور پتھر جہنم کا ایندھن ہیں۔ یہاں آدمی سے مراد کافر آدمی ہے اور پتھر سے وہ بت مراد ہیں جنہیں کفار پوجتے ہیں۔ (2) پتھروں کا جہنم میں جانا سزا پانے کے لئے نہیں بلکہ اپنے پجاریوں کو سزا دینے کے لئے ہوگا۔ (3) جہنم پیدا ہوچکی ہے اور اس وقت بھی موجود ہے کیونکہ یہاں ماضی کے الفاظ ہیں۔

آیت 25 کفار کو نارِ جہنم سے ڈرانے کے بعد اب ایمان لانے اور نیک اعمال کرنے والوں کو جنت کی بشارت دی جارہی ہے جو کہ آیت

اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُؕ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًاۙ قَالُوْا

کہ ان کے لئے ایسے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ جب انہیں ان باغوں سے کوئی پھل کھانے کو دیا جائے گا تو کہیں گے،

هٰذَا الَّذِیْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُۙ وَ اُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًاؕ وَ لَهُمْ فِیْهَاۤ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۙۗ

یہ تو وہی رزق ہے جو ہمیں پہلے دیا گیا تھا حالانکہ انہیں ملتا جلتا پھل (پہلے) دیا گیا تھا اور ان (جنتیوں) کے لئے ان باغوں میں پاکیزہ بیویاں ہوں گی

وَّ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۵﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَسْتَحْیٖۤ اَنْ یَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَاؕ

اور وہ ان باغوں میں ہمیشہ رہیں گے ○ بیشک اللہ اس سے حیا نہیں فرماتا کہ مثال سمجھانے کے لئے کیسی ہی چیز کا ذکر فرمائے مچھر ہو یا اس سے بڑھ کر۔

کے ترجمہ سے واضح ہے۔ **اہم باتیں:** (1) ایمان صحیح عقائد اختیار کرنے کا نام ہے اور نیکیاں وہ عمل ہیں جو شرعاً اچھے ہوں، ان میں فرائض و نوافل سبھی داخل ہیں، نیز یہاں ایمان اور عمل کا جدا جدا ذکر ہوا جس سے ظاہر ہے کہ عمل ایمان کا حصہ نہیں ہے۔ (2) جنتی پھل رنگت میں آپس میں ملتے جلتے مگر ذائقے میں جدا جدا ہوں گے، اس لیے جب دوسری بار پھل ملیں گے تو جنتی کہیں گے کہ یہ پھل تو ہمیں پہلے بھی مل چکا ہے، لیکن لذت نئی اور لطف زیادہ ہوگا، یا یہ معنی ہے کہ جنتی پھل شکل و صورت میں دنیاوی پھلوں کی طرح ہوں گے، جب یہ پھل انہیں ملیں گے تو وہ کہیں گے: یہ تو وہی پھل ہے جو اس سے پہلے ہمیں دنیا میں دیا گیا۔ ان پھلوں کی شکل و صورت ایک جیسی ہوگی لیکن جنتی پھل ذائقے میں دنیاوی پھلوں سے بہت اعلیٰ ہوں گے۔ (3) جنتی بیویاں خواہ حوریں ہوں یا دنیا کی عورتیں، سب کی سب تمام ظاہری و باطنی و اخلاقی گندگیوں سے پاک ہوں گی۔ (4) اہل جنت کو نہ کبھی موت آئے گی اور نہ ہی انہیں جنت سے نکالا جائے گا۔

آیت 26 ﴾ شانِ نزول: جب اللہ تعالیٰ نے "سورۂ بقرہ" (کے دوسرے رکوع) میں منافقوں کی دو مثالیں بیان فرمائیں تو منافقوں نے یہ اعتراض کیا کہ اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ وہ ایسی مثالیں بیان فرمائے اور بعض علماء نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے کفار کے معبودوں کی کمزوری کو مکڑی کے جال کی مثال سے بیان فرمایا تو کافروں نے اس پر اعتراض کیا کہ اللہ کی یہ شان نہیں کہ وہ ایسی کمتر چیزوں کا ذکر فرمائے۔ اس کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کوئی بات سمجھانے کے لئے مچھر یا اس سے بھی چھوٹی چیز کی مثال دینا ترک نہیں فرماتا۔ ان مثالوں کے متعلق مومن تو سمجھتے ہیں کہ مثالیں بیان کرنا ان کے رب کی جانب سے حق ہے کیونکہ بات سمجھانے کے لئے مثال بیان کرنا کلام کے ماہرین کا طریقہ ہے اور جیسی کمتر چیز ہو، اسی کے حساب سے مثال دی جاتی ہے مثلاً بے اختیار بتوں کے لئے کمزور مکڑی کی وغیرہ۔ اب جہاں تک کافروں کا تعلق ہے کہ وہ کہتے ہیں: اس مثال سے اللہ کی مراد کیا ہے؟ یعنی کفار ان مثالوں کے بیان پر اعتراض کرتے ہیں تو یہ سن لیں کہ مثالوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ بہت سے لوگوں کو گمراہ کرتا اور بہت سے لوگوں کو ہدایت عطا فرماتا ہے اور گمراہ وہی ہوتے ہیں جو جانتے بوجھتے کفر و انکار پر ڈٹے رہتے ہیں۔

فَاَمَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا فَیَعۡلَمُوۡنَ اَنَّهُ الۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّهِمۡ ۚ وَ اَمَّا الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا فَیَقُوۡلُوۡنَ

بہر حال ایمان والے تو جانتے ہیں کہ یہ ان کے رب کی طرف سے حق ہے اور رہے کافر تو وہ کہتے ہیں،

مَاذَاۤ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۘ یُضِلُّ بِهٖ كَثِیۡرًا ۙ وَّ یَهۡدِیۡ بِهٖ كَثِیۡرًا ؕ

وقف لازم

اس مثال سے اللہ کی مراد کیا ہے؟ اللہ بہت سے لوگوں کو اس کے ذریعے گمراہ کرتا ہے اور بہت سے لوگوں کو ہدایت عطا فرماتا ہے

وَ مَا یُضِلُّ بِهٖۤ اِلَّا الۡفٰسِقِیۡنَ ﴿۲۶﴾ۙ الَّذِیۡنَ یَنۡقُضُوۡنَ عَهۡدَ اللّٰهِ مِنۡۢ بَعۡدِ مِیۡثَاقِهٖ ۪

اور وہ اس کے ذریعے صرف نافرمانوں ہی کو گمراہ کرتا ہے ○ وہ لوگ جو اللہ کے وعدے کو پختہ ہونے کے بعد توڑ ڈالتے ہیں

وَ یَقۡطَعُوۡنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنۡ یُّوۡصَلَ وَ یُفۡسِدُوۡنَ فِی الۡاَرۡضِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الۡخٰسِرُوۡنَ ﴿۲۷﴾

اور اس چیز کو کاٹتے ہیں جس کے جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں تو یہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں ○

كَیۡفَ تَكۡفُرُوۡنَ بِاللّٰهِ وَ كُنۡتُمۡ اَمۡوَاتًا فَاَحۡیَاكُمۡ ۚ ثُمَّ یُمِیۡتُكُمۡ ثُمَّ یُحۡیِیۡكُمۡ ثُمَّ اِلَیۡهِ

تم کیسے اللہ کے منکر ہو سکتے ہو حالانکہ تم مردہ تھے تو اس نے تمہیں پیدا کیا پھر وہ تمہیں موت دے گا پھر تمہیں زندہ کرے گا پھر اسی کی طرف

آیت 27 یہاں کتابِ الٰہی سے ہدایت پانے کی بجائے گمراہ ہونے والے فاسقوں کی تین بری صفات ذکر کی گئی ہیں، چنانچہ فرمایا کہ فاسق وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے عہد کو مضبوط اور پختہ کرنے کے بعد اس کی خلاف ورزی کرکے اسے توڑ ڈالتے ہیں اور جس چیز کو جوڑنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا اسے وہ کاٹ دیتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں، تو ایمان سے محروم جن فاسقوں کی یہ بری صفات بیان کی گئیں یہی لوگ ہمیشہ کے لئے عذابِ جہنم میں مبتلا ہو کر حقیقی نقصان اٹھانے والے ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) یہاں عہد سے مراد وہ عہد ہے جو میثاق کے دن اللہ تعالیٰ نے لوگوں سے لیا کہ "کیا میں تمہارا رب نہیں" سب نے کہا "ہاں کیوں نہیں" پھر دنیا میں اللہ تعالیٰ پر ایمان نہ لا کر کافروں نے یہ عہد توڑ دیا۔ یا، اس سے مراد وہ عہد ہے جو اللہ تعالیٰ نے تورات میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان لانے سے متعلق یہودیوں سے لیا، اس کا اقرار کر لینے کے باوجود یہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان نہ لائے اور وہ عہد توڑ دیا۔ (2) جن چیزوں کو جوڑنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا وہ یہ ہیں: رشتہ داروں سے تعلقات برقرار رکھنا، مسلمانوں کے ساتھ دوستی و محبت کرنا، سب انبیاء علیہم السلام کو ماننا اور تمام آسمانی کتابوں کی تصدیق کرنا۔ انہیں کاٹنے کا مطلب ان کے خلاف عمل کرنا ہے۔

آیت 28 کفر کی خرابی اور برائی کفار کے دلوں میں بٹھانے کے لئے ان سے فرمایا گیا کہ تم کس طرح خدا کے منکر ہو سکتے ہو حالانکہ تم بدن میں روح ڈالے جانے سے پہلے تمام مراحل میں مردہ تھے یعنی کچھ نہ تھے یا بے جان جسم تھے، پھر اس نے تمہارے جسم میں روح ڈال کر تمہیں زندگی دی، پھر وہ تمہاری مدتِ حیات پوری ہونے پر تمہیں موت دے گا، پھر قبر میں سوال وجواب کے وقت یا قیامت کے دن تمہیں زندہ کرے گا، پھر حشر کے بعد تمہیں اسی کی طرف لوٹایا جائے گا اور وہ تمہیں تمہارے اعمال کی جزا دے گا۔ تمہارے

تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۸﴾ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ۗ ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ

تمہیں لوٹایا جائے گا○ وہی ہے جس نے جو کچھ زمین میں ہے سب تمہارے لئے بنایا پھر اس نے آسمان کے بنانے کا قصد فرمایا تو ٹھیک

سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ؕ وَ هُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۲۹﴾ وَ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓىٕكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ

ساتآسمان بنائے اور وہ ہر شے کا خوب علم رکھتا ہے○ اور یاد کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا: میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا

خَلِیْفَةً ؕ قَالُوْۤا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَ یَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۚ وَ نَحْنُ نُسَبِّحُ

ہوں تو انہوں نے عرض کیا: کیا تو زمین میں اسے نائب بنائے گا جو اس میں فساد پھیلائے گا اور خون بہائے گا حالانکہ ہم تیری حمد کرتے ہوئے

یہ احوال ایمان کا تقاضا کرتے ہیں، انہیں جان کر تمہارا کفر کرنا کتنا عجیب ہے۔

آیت 29 فرمایا کہ تم کس طرح اللہ تعالیٰ کا انکار کرسکتے ہو حالانکہ زمین میں جو کچھ دریا، پہاڑ، کانیں، کھیتی، سمندر وغیرہ ہیں سب کچھ اس نے تمہارے دینی و دنیوی فائدے کے لیے بنایا ہے، پھر اس نے آسمان بنانے کا قصد فرمایا تو ٹھیک سات آسمان بنائے اور وہ تمام کلیات وجزئیات کا خوب علم رکھتا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) زمین اور اس میں موجود چیزوں کا دینی فائدہ یہ ہے کہ زمین کے عجائبات دیکھ کر تمہیں اللہ تعالیٰ کی حکمت و قدرت کی معرفت نصیب ہو اور دنیوی فائدہ یہ ہے کہ اسی سے تمہیں ضروریاتِ زندگی ملتی ہیں۔ یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ اپنی اصل کے اعتبار سے ہر چیز مباح ہے البتہ جس چیز کو شریعت نے حرام قرار دے دیا وہ حرام اور جسے حلال قرار دیا وہ حلال ہے۔ (2) استوا کا لفظی معنی ہے سیدھا اور معتدل ہونا، یہاں علماء کی ایک جماعت کے نزدیک اس سے مراد "قصد کرنا" ہے۔ (3) آسمانوں کی تعداد سات ہے اور ٹھیک بنانے سے مراد یہ ہے کہ ان میں کوئی شگاف یا پھٹن نہیں ہے۔ (4) کائنات کی تخلیق اور اسے وجود میں لانا اللہ تعالیٰ کے کامل علم کی دلیل ہے کیونکہ ایسی حکمت سے بھری مخلوق کو پیدا کرنا ایک ایک شے کا علم رکھے بغیر ناممکن ہے۔

آیت 30 اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السّلام کی تخلیق سے پہلے فرشتوں سے فرمایا کہ میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں جو میرے احکام نافذ کرنے میں میرا نائب ہوگا۔ اس پر فرشتوں نے عرض کی: اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، کیا تو زمین میں اسے نائب بنائے گا جو اس میں گناہ ونافرمانی کے ذریعے فساد پھیلائے گا اور قتل وغارت گری کرکے خون بہائے گا حالانکہ ہم ہر وقت تیری حمد کرتے ہوئے تسبیح کرتے اور ہر اس چیز سے تیری پاکی بیان کرتے ہیں جو تیری شان کے لائق نہیں، لہٰذا تیری خلافت کے مستحق ہم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: حضرت آدم علیہ السّلام کو خلیفہ بنانے کی جو حکمت و مصلحت مجھے معلوم ہے وہ تم نہیں جانتے۔ **اہم باتیں:** (1) فرشتے محض نیکی کی قوتوں کا نام نہیں بلکہ انتہائی پاکیزہ صفات کی حامل ایک مستقل مخلوق ہیں۔ ان کے مستقل جداگانہ وجود کا انکار کرنے والا مسلمان نہیں۔ (2) خلیفہ اُسے کہتے ہیں جو احکامات جاری کرنے اور دیگر اختیارات میں اصل کا نائب ہو۔ (3) فرشتوں نے انسان کی طرف فساد پھیلانے اور خون ریزی کرنے کی جو نسبت کی تو ان چیزوں کا علم انہیں یا تو صراحت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیا گیا تھا یا انہوں نے لوحِ محفوظ سے پڑھا تھا یا زمین پر آباد جنوں کے عمل پر قیاس کرتے ہوئے انہوں نے یہ کہا تھا۔

بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ؕ قَالَ اِنِّیْۤ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ

تیری تسبیح کرتے ہیں اور تیری پاکی بیان کرتے ہیں۔ فرمایا: بیشک میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے ○ اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام اشیاء کے نام

كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ ۙ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِیْ بِاَسْمَآءِ هٰۤؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۳۱﴾

سکھا دیے پھر ان سب اشیاء کو فرشتوں کے سامنے پیش کر کے فرمایا: اگر تم سچے ہو تو ان کے نام تو بتاؤ○

قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَاۤ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ﴿۳۲﴾

(فرشتوں نے) عرض کی: (اے اللہ!) تو پاک ہے ہمیں تو صرف اتنا علم ہے جتنا تو نے ہمیں سکھا دیا، بیشک تو ہی علم والا، حکمت والا ہے○

قَالَ یٰۤاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۚ فَلَمَّاۤ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۙ قَالَ اَلَمْ

(پھر اللہ نے) فرمایا: اے آدم! تم انہیں ان اشیاء کے نام بتادو۔ تو جب آدم نے انہیں ان اشیاء کے نام بتادیئے تو (اللہ نے) فرمایا: (اے فرشتو!) کیا

اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّیْۤ اَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۙ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ

میں نے تمہیں نہ کہا تھا کہ میں آسمانوں اور زمین کی تمام چھپی چیزیں جانتا ہوں اور میں جانتا ہوں جو کچھ تم ظاہر کرتے اور جو کچھ تم

آیت 31 حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے بعد اللہ تعالیٰ نے تمام چیزیں ان کے سامنے کیں اور بطور الہام تمام چیزوں کے نام، کام، صفات، خصوصیات، اصولی علم اور صنعتیں انہیں سکھا دیں۔ پھر یہ تمام چیزیں فرشتوں کے سامنے کر کے فرمایا: اگر تم اپنے اس خیال میں سچے ہو کہ تم سے زیادہ علم والی کوئی مخلوق نہیں اور خلافت کے زیادہ حق دار تم ہو تو ان چیزوں کے نام بتادو کیونکہ خلیفہ کا کام اختیار استعمال کرنا، کاموں کی تدبیر کرنا اور عدل و انصاف کرنا ہے اور یہ ان تمام چیزوں کے علم کے بغیر ممکن نہیں۔ **درس:** حضرت آدم علیہ السلام فرشتوں سے افضل ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنا خلیفہ بنایا اور آپ علیہ السلام فرشتوں سے زیادہ علم رکھتے ہیں اور زیادہ علم والا افضل ہوتا ہے۔ اس سے علم کی فضیلت بھی ظاہر ہوئی کہ یہ خلوتوں اور تنہائیوں کی عبادت سے افضل ہے۔

آیت 32 جب فرشتے ان چیزوں کے نام نہ بتا سکے تو انہوں نے عرض کی: اے اللہ! تو پاک ہے، ہمیں صرف اتنا ہی علم حاصل ہے جتنا تو نے ہمیں سکھا دیا، بیشک تو ہی اپنی مخلوق کا علم رکھنے والا اور اپنے کام میں حکمت والا ہے۔

آیت 33 اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اے آدم! علیہ السلام، تم فرشتوں کو ان اشیاء کے نام بتادو۔ آپ علیہ السلام نے فرشتوں کو تمام اشیاء کے نام بتادیئے اور یہ بھی بتادیا کہ انہیں پیدا کرنے کی حکمت کیا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا: کیا میں نے تمہیں نہ کہا تھا کہ میں آسمانوں اور زمین کی تمام چھپی چیزیں جانتا ہوں اور وہ بھی جانتا ہوں جو کچھ تم ظاہر کرتے اور جو کچھ تم چھپاتے ہو۔ **اہم باتیں:** (1) اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کی وہ تمام چیزیں جانتا ہے جو ہم سے چھپی ہوئی ہیں، اللہ تعالیٰ سے کچھ بھی چھپا ہوا نہیں ہے۔ (2) فرشتوں کی ظاہر بات یہ تھی کہ انسان زمین میں فساد پھیلائے اور خون ریزی کرے گا اور چھپائی بات یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ ان سے زیادہ علم والی کوئی مخلوق پیدا نہ فرمائے گا اور خلافت کے زیادہ حقدار یہ ہیں۔

تَكْتُمُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓىٕكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْۤا اِلَّاۤ اِبْلِیْسَؕ اَبٰى وَ اسْتَكْبَرَ

چھپاتے ہو○ اور یاد کرو جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے علاوہ سب نے سجدہ کیا۔ اس نے انکار کیا اور تکبر کیا

وَ كَانَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۳۴﴾ وَ قُلْنَا یٰۤاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَ زَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَ كُلَا مِنْهَا

اور کافر ہوگیا○ اور ہم نے فرمایا: اے آدم! تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو اور بغیر روک ٹوک کے جہاں تمہارا

رَغَدًا حَیْثُ شِئْتُمَا۪ وَ لَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۳۵﴾ فَاَزَلَّهُمَا

جی چاہے کھاؤ البتہ اس درخت کے قریب نہ جانا ورنہ حد سے بڑھنے والوں میں شامل ہوجاؤ گے○ تو شیطان نے ان دونوں کو

آیت 34 فرمایا کہ وہ وقت یاد کرو جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ حضرت آدم علیہ السّلام کو سجدہ کرو تو ابلیس کے علاوہ سب فرشتوں نے سجدہ کیا۔ ابلیس نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا اور تکبر کے طور پر یہ سمجھتا رہا کہ وہ حضرت آدم علیہ السّلام سے افضل ہے اور اس جیسے انتہائی عبادت گزار، فرشتوں کے استاد اور مقربِ بارگاہِ الٰہی کو سجدہ کا حکم دینا حکمت کے خلاف ہے۔ یہ اپنے اس باطل عقیدے، حکمِ الٰہی سے انکار اور تعظیم نبی سے تکبر کے سبب کافر ہوگیا۔ **اہم باتیں:** (1) ابلیس کا اصل تعلق جنات سے تھا، یہ فرشتوں کے ساتھ رہتا اور اپنی عبادت و ریاضت اور علم کی بدولت فرشتوں کا استاد بن گیا۔ (2) فرشتوں کا سجدہ بطورِ تعظیم اور حضرت آدم علیہ السّلام کو تھا اور یہ سجدہ صرف سر جھکانا نہیں بلکہ باقاعدہ پیشانی زمین پر رکھنے کی صورت میں تھا۔ (3) پہلی شریعتوں میں سجدۂ تعظیمی جائز تھا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی شریعت میں اسے منسوخ کر دیا گیا ہے، لہٰذا پیر، ولی یا قبر کو تعظیمی سجدہ کرنا بھی حرام ہے (2) تکبر اتنا خطرناک عمل ہے کہ بعض اوقات کفر تک پہنچا دیتا ہے جیسے ابلیس کے ساتھ ہوا۔

آیت 35 حضرت آدم علیہ السّلام کی زوجہ کا نام حضرت حوا رضی اللہ عنہا ہے۔ حضرت آدم علیہ السّلام اور حضرت حوا رضی اللہ عنہا کو جنت میں رکھتے ہوئے فرمایا گیا کہ اے آدم! تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو اور کسی روک ٹوک کے بغیر جہاں سے، جب چاہو اور جیسے چاہو کھاؤ البتہ اس خاص درخت کا پھل نہ کھانا۔ اگر اس شجرِ ممنوعہ سے کھایا تو ایسا کام کر بیٹھو گے جو زیادتی شمار ہوگا۔ **اہم بات:** یہاں آیت میں ظلم خلافِ اولیٰ کے معنی میں ہے۔ **درس:** (1) حضرت آدم علیہ السّلام کو مخصوص درخت کے قریب جانے سے منع کیا گیا۔ کبھی اصل فعل کے ارتکاب سے بچانے کے لیے اس کے قریب جانے سے بھی روکنا چاہیے۔ (2) اللہ تعالیٰ مالک و مولیٰ ہے، وہ اپنے مقبول بندوں کے بارے میں جو چاہے فرمائے، کسی دوسرے کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ انبیاء کرام علیہم السّلام سے متعلق کوئی خلافِ ادب کلمہ زبان پر لائے۔

آیت 36 شیطان نے حضرت آدم علیہ السّلام اور حضرت حوا رضی اللہ عنہا سے کہا کہ میں تمہیں ایسے درخت کے بارے میں بتا دیتا ہوں جس کا پھل کھانے سے تم ہمیشہ زندہ رہنے والے بن جاؤ گے، پھر اس نے ان دونوں کا خیرخواہ ہونے پر اللہ تعالیٰ کی قسم بھی کھائی۔ قسم کی وجہ سے انہوں نے شیطان کو سچا گمان کر لیا، پھر دونوں نے اس درخت کا پھل کھا لیا۔ کھانے کی وجہ یہ بنی کہ آدم علیہ السّلام نے اجتہاد سے یہ سمجھا کہ ممانعت حرام قرار دینے کے لیے نہ تھی بلکہ محض ناپسندیدگی کا اظہار تھا۔ یوں انہوں نے کھا لیا لیکن اس ذریعے سے شیطان نے چال چل کر حضرت آدم علیہ السّلام اور حضرت حوا رضی اللہ عنہا کو جنت سے نکلوا دیا۔ جنت سے نکلنے کا حکم دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم

Go To Index

الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ ۪ وَ قُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ

جنت سے لغزش دی پس انہیں وہاں سے نکلوا دیا جہاں وہ رہتے تھے اور ہم نے فرمایا: تم نیچے اتر جاؤ۔ تم ایک دوسرے کے دشمن بنو گے

وَ لَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّ مَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۳۶﴾ فَتَلَقّٰۤى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ

اور تمہارے لئے ایک خاص وقت تک زمین میں ٹھکانہ اور (زندگی گزارنے کا) سامان ہے ○ پھر آدم نے اپنے رب سے کچھ کلمات سیکھ لئے

فَتَابَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۳۷﴾ قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا ۚ فَاِمَّا

تو اللہ نے اس کی توبہ قبول کی۔ بیشک وہی بہت توبہ قبول کرنے والا بڑا مہربان ہے ○ ہم نے فرمایا: تم سب جنت سے اتر جاؤ پھر اگر

يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۳۸﴾

تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت آئے تو جو میری ہدایت کی پیروی کریں گے انہیں نہ کوئی خوف ہو گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے ○

دونوں جنت سے زمین کی طرف نیچے اتر جاؤ اور تمہاری اولاد آپس میں اور شیطان کے ساتھ دشمنی کرے گی اور یاد رکھو کہ جنت سے زمین پر جاکر وہاں ہمیشہ نہیں رہنا بلکہ اپنی زندگی کی مدت پوری ہونے تک وہاں ٹھہرنا اور زندگی گزارنے کے ساز و سامان سے کام چلانا ہے۔
درس: نبی گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں اور حضرت آدم علیہ السّلام کا شجر ممنوعہ سے کھانا گناہ ہرگز نہ تھا، وہ اجتہادی خطا تھی جس میں معصیت کا کوئی عزم و ارادہ نہ تھا بلکہ شیطان نے دھوکے سے انہیں اس درخت کا پھل کھلا دیا تھا، لہٰذا اس معاملے میں منفی گفتگو سے بچنا فرض ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: غیرِ تلاوت میں اپنی طرف سے حضرت آدم علیہ السّلام کی طرف نافرمانی و گناہ کی نسبت حرام ہے۔ (فتاویٰ رضویہ 1/1119)

آیت 37 فرمایا کہ پھر حضرت آدم علیہ السّلام نے اپنے رب سے کچھ کلمات سیکھ لیے اور جب ان کلمات کے ذریعے آپ علیہ السّلام نے بارگاہِ الٰہی میں اپنی لغزش سے توبہ کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمالی۔ **اہم باتیں:** (1) ان کلمات سے مراد وہ کلمات ہیں جو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السّلام کو توبہ کرنے کے لیے الہام فرمائے۔ ایک قول کے مطابق وہ کلمات یہ ہیں "رَبَّنَا ظَلَمْنَاۤ اَنْفُسَنَا ٜ وَ اِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۲۳﴾" (اعراف: 23) اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپ علیہ السّلام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے وسیلے سے دعا مانگی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی توبہ قبول فرمالی۔ (مستدرک، حدیث: 4286) (2) توبہ کا لغوی معنی ہے رجوع کرنا۔ جب یہ لفظ اللہ تعالیٰ کے لئے آئے تو اس کا معنیٰ ہو گا: اللہ تعالیٰ کا اپنی رحمت کے ساتھ بندے پر رجوع کرنا یا بندے کی توبہ قبول کرنا۔

آیت 38 بطور تاکید دوبارہ فرمایا کہ تم سب جنت سے اتر جاؤ۔ مزید تمام انسانوں سے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی نبی یا رسول آئے یا اللہ تعالیٰ کوئی کتاب یا صحیفہ نازل فرمائے تو تم میں سے جو اس کی پیروی کرے گا اسے قیامت کے دن نہ تو بڑی گھبراہٹ کا خوف ہو گا اور نہ ہی وہ غمگین ہو گا بلکہ بے غم جنت میں داخل ہو گا۔ **اہم بات:** رسولوں کی آمد اور آسمانی کتب و صحائف کا نزول نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تشریف آوری اور نزولِ قرآن پر ختم ہو چکا ہے، اب ہدایت کے بنیادی ذرائع قرآن و حدیث ہیں۔

Go To Index

ع۴ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۳۹﴾ ع يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ

اور وہ جو کفر کریں گے اور ہماری آیتوں کو جھٹلائیں گے وہ دوزخ والے ہوں گے، وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے ○ اے یعقوب کی اولاد!

اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِيْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ ۚ وَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ﴿۴۰﴾

یاد کرو میرا وہ احسان جو میں نے تم پر کیا اور میرا عہد پورا کرو میں تمہارا عہد پورا کروں گا اور صرف مجھ سے ڈرو○

وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُوْنُوْٓا اَوَّلَ كَافِرٍۢ بِهٖ ۖ

اور ایمان لاؤ اس (کتاب) پر جو میں نے اتاری ہے وہ تمہارے پاس موجود کتاب کی تصدیق کرنے والی ہے اور سب سے پہلے اس کا انکار کرنے والے نہ بنو

آیت 39 فرمایا کہ انبیاء اور رسولوں کی تشریف آوری اور کتب الٰہیہ کے نزول کے بعد جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا تو وہ لوگ دوزخ والے ہوں گے اور ہمیشہ اس میں رہیں گے، نہ انہیں موت آئے گی اور نہ ہی اس سے کبھی نکل سکیں گے۔

آیت 40 یہاں سے لے کر آیت 150 تک کی اکثر آیات میں بنی اسرائیل کے عروج و زوال، عزت و ذلت، جزا و سزا، قومی اور اجتماعی اچھے برے کردار کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اتنی تفصیل سے ان کے احوال بیان فرمانے سے مقصود یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ و سلم کی امت کے لوگ ان جیسے برے اعمال کرنے سے بچیں اور ان کے نتائج سے ڈریں۔ چنانچہ فرمایا کہ اے بنی اسرائیل! میرا وہ احسان یاد کرو جو میں نے تمہارے آباؤ اجداد کو فرعون سے نجات دے کر، دریا پھاڑ کر اور بادل کا سایہ عطا کر کے تم پر کیا اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان لانے سے متعلق میں نے تم سے جو عہد لیا اسے پورا کرو میں تمہیں اس پر ثواب عطا کر کے تمہارا عہد پورا کروں گا اور عہد پورا نہ کرنے میں صرف مجھ ہی سے ڈرو کسی اور سے نہیں۔ **اہم باتیں:** (1) اسرائیل حضرت یعقوب علیہ السّلام کا لقب ہے اور ان کی اولاد کو بنی اسرائیل کہتے ہیں، جس کا معنیٰ ہوا یعقوب کی اولاد۔ (2) اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو اس کا شکر ادا کرنے کے لئے یاد کرنا بہت عمدہ عبادت ہے۔ (3) حکمِ الٰہی پر عمل کرنے میں مخلوق کا خوف، شرم اور لحاظ دل سے نکال کر صرف اللہ تعالیٰ کے خوف کو پیشِ نظر رکھنا چاہیے۔

آیت 41 اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو چار احکام دیئے ہیں: (1) اس قرآن پر ایمان لاؤ جسے میں نے اتارا اور وہ تمہارے پاس موجود کتاب تورات کی تصدیق کرنے والا ہے۔ قرآنِ کریم تورات کی توحید اور نبوت وغیرہ سے متعلق ان تمام باتوں کی تصدیق کرتا ہے جو قرآن کے موافق ہیں۔ (2) مزید فرمایا کہ قرآن کا انکار کر کے اہلِ کتاب میں سب سے پہلے قرآن کے منکر نہ بنو، ورنہ تمہارے پیچھے لگ کر کفر اختیار کرنے والوں کا وبال بھی تم پر ہو گا۔ (3) بنی اسرائیل کے علماء کو لوگوں سے نذرانے ملتے تھے جن سے ان کی زندگی مزے میں گزر رہی تھی، اب اگر وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان لاتے تو ان نذرانوں سے محروم ہونا پڑتا، لہٰذا اس ڈر سے وہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے متعلق تورات کی آیتوں میں تبدیلی کر کے کچھ کا کچھ بیان کرتے تھے، اس پر فرمایا گیا کہ لوگوں سے تھوڑا سا دنیوی مال لے کر اس کے بدلے اللہ تعالیٰ کی آیتوں میں تبدیلی نہ کرو۔

Go To Index

وَ لَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ٘ وَّ اِيَّايَ فَاتَّقُوْنِ ﴿۴۱﴾ وَ لَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ

اور میری آیتوں کے بدلے تھوڑی قیمت نہ وصول کرو اور مجھ ہی سے ڈرو○ اور حق کو باطل کے ساتھ نہ ملاؤ

وَ تَكْتُمُوا الْحَقَّ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۲﴾ وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ ارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴿۴۳﴾

اور جان بوجھ کر حق نہ چھپاؤ○ اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو○

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَ تَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَ اَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۴۴﴾

کیا تم لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھولتے ہو حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو تو کیا تمہیں عقل نہیں○

وَ اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوةِ ؕ وَ اِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ﴿۴۵﴾ ۙ

اور صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو اور بیشک نماز ضرور بھاری ہے مگر ان پر جو دل سے میری طرف جھکتے ہیں○

آیت 42 بنی اسرائیل کے علماء اپنے باطل مفادات اور نفسانی خواہشات کی بنا پر تورات میں کلامِ الٰہی کے ساتھ اپنی تراشیدہ باتیں لکھ دیتے اور عوام کے سامنے حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اوصاف بیان کرتے وقت اپنی طرف سے باطل باتیں ملا دیا کرتے تھے، یونہی یہ علماء جانتے تھے کہ تورات میں بیان کیے گئے تمام اوصاف نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر صادق آتے ہیں، اس کے باوجود وہ انہیں چھپاتے تھے، انہیں اس طرزِ عمل سے منع کیا گیا۔

آیت 43 فرمایا کہ تمام حقوق و شرائط اور آداب کے ساتھ نماز ادا کرو اور تمہارے مالوں میں جو زکوٰۃ تم پر فرض ہو اسے ادا کرو اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور ان کے صحابہ کے ساتھ باجماعت نماز ادا کرو۔ **اہم بات:** بنی اسرائیل کو یہ تینوں احکام اس طور پر ہیں کہ پہلے ایمان لائیں پھر نماز قائم کریں، زکوٰۃ دیں اور باجماعت نماز ادا کریں۔ **درس:** نماز قائم کرنے، زکوٰۃ دینے اور باجماعت نماز پڑھنے کو اسلامی عبادات میں بنیادی حیثیت حاصل ہے۔

آیت 44 **شانِ نزول:** بنی اسرائیل کے علماء اپنے مسلمان قریبی رشتہ داروں سے کہتے کہ تم محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے دین پر ثابت قدم رہو کیونکہ یہ حق ہے لیکن خود ایمان نہ لاتے تھے اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ کیا تم لوگوں کو تو بھلائی یعنی محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان لانے کا حکم دیتے ہو اور خود ایمان نہ لا کر اپنے آپ کو بھول جاتے ہو حالانکہ تم تورات پڑھتے ہو اور اس میں قول و عمل میں مخالفت پر وعید موجود ہے تو کیا تمہیں عقل نہیں کہ اپنے فعل کی برائی سمجھ سکو اور اس سے باز آ جاؤ۔ **درس:** دوسروں کو بھلائی کا حکم دینا اور خود کو بھول جانا بہت بڑی محرومی ہے، البتہ جہاں نیکی کی دعوت دینے کا موقع ہو وہاں اپنے بے عمل ہونے کے سبب رُکا نہ جائے، بلکہ نیکی کی دعوت دی جائے کیونکہ نیکی کی دعوت دینے اور باعمل ہونے سے متعلق جدا جدا حکم ہے، ایک پر عمل نہ کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ دوسرے پر بھی عمل نہ کیا جائے۔

آیت 45 فرمایا کہ اے بنی اسرائیل! اگر تمہیں منصب و مال کی محبت کے سبب ایمان لانا دشوار معلوم ہوتا ہے تو صبر سے مدد چاہو اور

الَّذِيۡنَ يَظُنُّوۡنَ اَنَّهُمۡ مُّلٰقُوۡا رَبِّهِمۡ وَاَنَّهُمۡ اِلَيۡهِ رٰجِعُوۡنَ ﴿٤٦﴾ ع يٰبَنِىۡٓ اِسۡرَآءِيۡلَ

جنہیں یقین ہے کہ انہیں اپنے رب سے ملنا ہے اور انہیں اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے ○ اے یعقوب کی اولاد!

اذۡكُرُوۡا نِعۡمَتِىَ الَّتِىۡٓ اَنۡعَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ وَاَنِّىۡ فَضَّلۡتُكُمۡ عَلَى الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿٤٧﴾ وَاتَّقُوۡا يَوۡمًا

یاد کرو میرا وہ احسان جو میں نے تم پر کیا اور یہ کہ میں نے تمہیں اس سارے زمانے پر فضیلت عطا فرمائی ○ اور اس دن سے ڈرو

لَّا تَجۡزِىۡ نَفۡسٌ عَنۡ نَّفۡسٍ شَيۡـًٔا وَّلَا يُقۡبَلُ مِنۡهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤۡخَذُ مِنۡهَا

جس دن کوئی جان کسی دوسرے کی طرف سے کچھ بدلہ نہ دے گی اور نہ اس (کافر) سے کوئی سفارش مانی جائے گی اور نہ اس سے

اگر صبر کے ساتھ ساتھ نماز سے بھی مدد حاصل کروگے تو سرداری اور منصب ومال کی محبت دل سے نکالنا تمہارے لئے آسان ہو جائے گا اور بیشک پابندی کے ساتھ نماز کی ادائیگی ایک دشوار عمل ہے لیکن یہ ان لوگوں پر دشوار نہیں جو دل سے اللہ تعالیٰ کی طرف جھکتے اور اس کی بارگاہ میں عاجزی کا اظہار کرتے ہیں۔ **اہم بات:** صبر سے مدد چاہنا یہ ہے کہ نفس کو لذتوں اور خواہشات سے روکا جائے اور نماز سے مدد چاہنا یہ ہے کہ صحیح نیت، حضور قلب، خشوع وخضوع اور تمام ارکان وشرائط اور آداب کے ساتھ نماز ادا کی جائے۔

درس: (1) صبر کی وجہ سے قلبی قوت میں اضافہ اور نماز کی برکت سے اللہ تعالیٰ سے تعلق مضبوط ہوتا ہے اور یہ دونوں چیزیں پریشانیاں برداشت کرنے اور انہیں دور کرنے میں سب سے بڑی معاون ہیں۔ (2) نماز کی پابندی اگرچہ ایک مشکل ذمہ داری ہے لیکن جن دلوں میں اللہ تعالیٰ کا خوف اور آخرت پر یقین ہے، ان پر یہ بھاری نہیں بلکہ نماز ان کے لیے لذت و سرور اور روحانی و قلبی معراج کا سبب بنتی ہے۔

آیت 46 فرمایا کہ دل سے بارگاہِ الٰہی میں جھکنے والے وہ لوگ ہیں جنہیں آخرت میں اپنے رب تعالیٰ سے ملاقات ہونے کا یقین ہے اور انہیں اس پر بھی یقین ہے کہ بروزِ قیامت وہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹ کر جائیں گے اور وہ انہیں ان کے اعمال کی جزا دے گا۔

آیت 47 یہاں سے دورِ رسالت کے یہودیوں کو ان کے چند تاریخی واقعات یاد دلا کر تنبیہ و نصیحت کی گئی ہے، یہ واقعات چونکہ ان میں بہت مشہور تھے اس لیے تفصیل بیان کرنے کی بجائے صرف ان کی طرف اشارہ کیا گیا، نیز ان یہودیوں کے نزدیک یہ واقعات باعث فخر تھے اس لیے قرآن میں انہیں اس طرح بیان کیا گیا ہے جیسے یہ انہی کے ساتھ پیش آئے ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) احسانِ الٰہی یاد کرنے سے مراد اس پر شکرِ الٰہی بجالانا ہے اور یہ کہ آخری نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا انکار کرکے ناشکری نہ کرو۔ (2) بنی اسرائیل کو ان کے اپنے زمانے میں تمام لوگوں پر فضیلت عطا کی گئی تھی، حضور پرنور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی آمد پر یہ فضیلت امتِ مسلمہ کی طرف منتقل ہو گئی جیسا کہ قرآن میں ہے: كُنۡتُمۡ خَيۡرَ اُمَّةٍ اُخۡرِجَتۡ لِلنَّاسِ تَاۡمُرُوۡنَ "(اے مسلمانو!) تم بہترین امت ہو جو لوگوں (کی ہدایت) کے لئے ظاہر کی گئی۔ (ال عمران:110)

آیت 48 فرمایا کہ قیامت کے اس دن سے ڈرو جس دن کوئی شخص دوسرے کا حساب کتاب اپنے ذمہ لے کر اسے چھڑا نہ سکے گا اور نہ ہی

عَدْلٌ وَّلَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَ اِذْ نَجَّیْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ یَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ

کوئی معاوضہ لیا جائے گا اور نہ ان کی مدد کی جائے گی ○ اور (یاد کرو) جب ہم نے تمہیں فرعونیوں سے نجات دی جو تمہیں بہت برا

الْعَذَابِ یُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَ یَسْتَحْیُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ وَ فِیْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ

عذاب دیتے تھے، تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے تھے اور تمہاری بیٹیوں کو زندہ چھوڑ دیتے اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے

مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِیْمٌ ﴿۴۹﴾ وَ اِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَیْنٰكُمْ وَ اَغْرَقْنَاۤ اٰلَ فِرْعَوْنَ

بڑی آزمائش تھی ○ اور (یاد کرو) جب ہم نے تمہارے لئے دریا کو پھاڑ دیا تو ہم نے تمہیں بچالیا اور فرعونیوں کو

کافر کے لئے کی گئی سفارش قبول ہوگی، نیز عذاب جہنم سے نجات کے لیے اگر کافر کوئی تاوان یا فدیہ دینا چاہے تو وہ نہیں لیا جائے گا اور اس دن ایسا کوئی نہ ہوگا جو عذابِ الٰہی سے بچا کر کفار کی مدد کر سکے۔ **درس:** (1) قیامت میں شفاعت پانے کے لئے ایمان پر خاتمہ ضروری ہے، لہٰذا ایمان کی حفاظت کی بہت فکر کرنی چاہیے۔ (2) قیامت کے دن کفار شفاعت و مدد سے مکمل طور پر محروم ہوں گے جبکہ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے گناہگار مسلمانوں کی شفاعت ہوگی۔

آیت 49 فرعون نے بنی اسرائیل کو اپنا خادم اور غلام بنا رکھا تھا اور ان پر انتہائی بے دردی سے محنت و مشقت کے دشوار کام لازم کر دیئے تھے۔ فرعون کے لوگ بنی اسرائیل پر طرح طرح کی سختیاں کرتے اور ان سے یہ کام کرواتے تھے، جیسے پتھروں کی بڑی بڑی چٹانیں کاٹنا، انہیں کندھوں پر اٹھا کر پہاڑوں سے دوسری جگہ منتقل کرنا، غریبوں سے روزانہ غروب آفتاب سے پہلے جبراً ٹیکس وصول کرنا، وغیرہ۔ مزید یہ کہ ایک خواب کی بنا پر فرعون نے بنی اسرائیل کے بیٹوں کو ذبح کر دینے اور بیٹیوں کو زندہ چھوڑ دینے کا حکم جاری کر دیا جس سے بنی اسرائیل اور سخت تکلیف میں مبتلا ہو گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ان مصائب سے نجات دے کر ان پر احسان فرمایا اور اسی احسان کی یاد دہانی یہاں دورِ رسالت کے یہودیوں کو کروائی گئی ہے۔ **اہم باتیں:** (1) مصر کے بادشاہوں کا لقب "فرعون" تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے زمانے میں موجود فرعون کا نام ولید بن مصعب بن ریان تھا، اس آیت میں اسی کا ذکر ہے اور "اٰلِ فِرْعَوْنَ" سے مراد اس کے پیروکار ہیں۔ (2) فرعون کے خواب کا مختصر واقعہ یہ ہے کہ ایک رات اس نے خواب دیکھا کہ بیت المقدس کی طرف سے آنے والی ایک آگ نے تمام قبطی جلا دیئے اور بنی اسرائیل کو کوئی نقصان نہ پہنچایا۔ کاہنوں نے تعبیر دی کہ بنی اسرائیل میں ایک لڑکا پیدا ہوگا جو تیری ہلاکت اور سلطنت کی تباہی کا سبب بنے گا۔ یہ سن کر فرعون نے حکم دیا کہ بنی اسرائیل میں پیدا ہونے والا ہر لڑکا ذبح کر دیا جائے اور لڑکی کو زندہ رہنے دیا جائے۔ بچوں کے قتل کا یہ سلسلہ کچھ عرصہ جاری رہا، پھر قبطی سرداروں کے کہنے پر فرعون نے ایک سال بچے قتل کرنے اور ایک سال چھوڑنے کا حکم دیا۔ چھوڑنے کے سال حضرت ہارون علیہ السّلام کی اور قتل کے سال حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی ولادت ہوئی اور انہیں فرعون کے شر سے محفوظ رکھا۔ (3) لفظ "بَلَآءٌ" کا معنی آزمائش و امتحان بھی ہے اور نعمت بھی، یہاں آیت میں اگر لفظ "ذٰلِكُمْ" سے اشارہ فرعونیوں کے مظالم کی طرف ہو تو لفظ "بَلَآءٌ" سے مراد آزمائش ہوگی اور اگر مظالم سے نجات دینے کی طرف اشارہ ہو تو "بَلَآءٌ" سے مراد نعمت ہوگی۔

آیت 50 بنی اسرائیل کے لیے دریا پھاڑنے کا واقعہ اس وقت ہوا جب حضرت موسیٰ علیہ السّلام مدتوں فرعون کو سمجھاتے رہے اور وہ راہ

وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿۵۰﴾ وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰۤى اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ

تمہاری آنکھوں کے سامنے غرق کر دیا○ اور یاد کرو جب ہم نے موسیٰ سے چالیس راتوں کا وعدہ فرمایا پھر اس کے پیچھے تم نے بچھڑے

بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۵۱﴾ ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَاِذْ اٰتَیْنَا

کی پوجا شروع کر دی اور تم واقعی ظالم تھے○ پھر اس کے بعد ہم نے تمہیں معافی عطا فرمائی تاکہ تم شکر ادا کرو○ اور یاد کرو جب ہم نے

مُوْسَى الْكِتٰبَ وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۵۳﴾ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ یٰقَوْمِ

موسیٰ کو کتاب عطا کی اور حق و باطل میں فرق کرنا تاکہ تم ہدایت پا جاؤ○ اور یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا: اے میری قوم!

راست پر نہ آیا تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ علیہ السّلام رات کے وقت بنی اسرائیل کو لے کر مصر سے روانہ ہوگئے۔ فرعون کو خبر ملی تو اس نے بھاری لشکر کے ساتھ ان کا پیچھا کیا اور دریا کے کنارے پر انہیں پالیا۔ حکم الٰہی سے حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے اپنا عصا دریا پر مارا تو اس میں بارہ راستے بن گئے اور بنی اسرائیل ان راستوں سے گزر کر دریا پار کر گئے۔ جب فرعون وہاں پہنچا اور وہ اپنے لشکر کے ساتھ ان راستوں میں داخل ہوگیا تو حکم الٰہی سے دریا اپنی اصلی حالت پر آیا اور فرعون اپنے لشکر کے ساتھ غرق ہوگیا اور بنی اسرائیل دریا کے کنارے ان کے غرق ہونے کا منظر دیکھ رہے تھے۔ **اہم بات:** فرعونیوں کا غرق ہونا محرم کی دسویں تاریخ کو ہوا اور حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے اس دن شکر کا روزہ رکھا۔ یہودی بھی آپ علیہ السّلام کی اس سنت پر عمل کرتے تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ان سے فرمایا: تمہارے مقابلے میں موسیٰ سے میرا تعلق زیادہ ہے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس دن روزہ رکھا اور اس دن روزہ رکھنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ (بخاری، حدیث 2004) انبیاء کرام علیہمُ السّلام پر جو انعام الٰہی ہو اس کی یادگار قائم کرنا اور شکر بجالانا جائز و پسندیدہ ہے۔

آیت 51، 52 فرعون اور اس کے لشکریوں کی ہلاکت کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السّلام بنی اسرائیل کو لے کر مصر کی طرف لوٹے تو ان کی درخواست پر اللہ تعالیٰ نے انہیں تورات عطا کرنے کا وعدہ فرمایا اور اس کے لیے پہلے تیس، پھر دس کے اضافے سے چالیس راتوں کی مدت مقرر ہوئی۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السّلام تورات لینے کے لیے کوہِ طور پر تشریف لے گئے تو پیچھے سے سامری نے جواہرات سے مزین سونے کا ایک بچھڑا بنایا اور اس میں حضرت جبریل علیہ السّلام کے گھوڑے کے قدموں کی خاک ڈالی تو وہ آواز نکالنے لگا۔ سامری کے بہکانے پر بنی اسرائیل نے اس بچھڑے کی پوجا شروع کر دی البتہ حضرت ہارون علیہ السّلام اور ان کے بارہ ہزار ساتھی اس شرک سے دور ہی رہے۔ اس کے بعد جب بنی اسرائیل نے حکم الٰہی کے مطابق بچھڑا پوجنے کے گناہ سے توبہ کی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں معافی عطا کر دی تاکہ وہ اس معافی پر شکر ادا کریں۔

آیت 53 فرمایا کہ یاد کرو جب ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو کتاب تورات دی جو حق و باطل اور حلال و حرام میں فرق کرنے والی ہے تاکہ اے بنی اسرائیل! تم اس پر عمل کر کے سیدھی راہ پر چلتے رہو۔ **اہم بات:** یہاں فرقان سے کفر و ایمان میں فرق کرنے والے معجزات جیسے لکڑی کے عصا کا اژدھا بن جانا اور ہاتھوں کا روشن ہونا وغیرہ بھی مراد ہو سکتے ہیں۔

آیت 54 اس آیت میں بچھڑے کی پوجا کرنے والوں کی توبہ کا طریقہ بیان کیا گیا ہے، چنانچہ ان لوگوں سے حضرت موسیٰ علیہ السّلام

اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوْبُوْۤا اِلٰى بَارِىٕكُمْ فَاقْتُلُوْۤا

تم نے بچھڑے (کو معبود) بنا کر اپنی جانوں پر ظلم کیا لہٰذا (اب) اپنے پیدا کرنے والے کی بارگاہ میں توبہ کرو (یوں) کہ تم اپنے لوگوں کو

اَنْفُسَكُمْؕ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِىٕكُمْؕ فَتَابَ عَلَیْكُمْؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ

قتل کرو۔ یہ تمہارے پیدا کرنے والے کے نزدیک تمہارے لیے بہتر ہے تو اس نے تمہاری توبہ قبول کی بیشک وہی بہت توبہ قبول کرنے والا

الرَّحِیْمُ ﴿۵۴﴾ وَ اِذْ قُلْتُمْ یٰمُوْسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً

مہربان ہے ○ اور یاد کرو جب تم نے کہا: اے موسیٰ! ہم ہرگز تمہارا یقین نہ کریں گے جب تک اعلانیہ خدا کو نہ دیکھ لیں

فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَ اَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿۵۵﴾ ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ

تو تمہارے دیکھتے ہی دیکھتے تمہیں کڑک نے پکڑ لیا ○ پھر تمہاری موت کے بعد ہم نے تمہیں زندہ کیا تاکہ تم

نے فرمایا: اے میری قوم! تم نے بچھڑے کو معبود بنا کر اپنی جانوں پر ظلم کیا لہٰذا اب اپنے اس رب کی بارگاہ میں توبہ کرو جس نے تمہیں پیدا کیا اور تمہاری توبہ کی صورت یہ ہے کہ جنہوں نے بچھڑے کی پوجا نہیں کی وہ پوجا کرنے والوں کو قتل کر دیں اور مجرم راضی خوشی قتل ہو جائیں۔ تمہاری یہ توبہ تمہارے لیے بہتر ہے کیونکہ اس سے تم شرک کی نجاست سے پاک ہو جاؤ گے۔ یہ لوگ اس پر راضی ہو گئے اور صبح سے شام تک 70,000 افراد قتل کر دیئے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمالی اور حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السّلام کے عرض کرنے پر اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمادی کہ جو قتل ہو چکے وہ شہید ہیں اور جو باقی رہ گئے انہیں معاف کر دیا گیا۔ **درس:** (1) مرتد کو قتل کر دینا حکمت و مصلحت کے عین مطابق ہے کہ اس سے فتنہ و فساد کے دروازے بند ہوتے ہیں، البتہ یہ سزا دینے کا اختیار صرف حاکم اسلام کو ہے، عام لوگ کسی مرتد کو قتل نہیں کر سکتے۔ (2) مرتد کو قتل کرنا یونہی دیگر سنگین جرائم جیسے قتل اور بغاوت کی بنا پر قاتلوں اور باغیوں وغیرہ کا خاتمہ انسانی حقوق کی خلاف ورزی نہیں بلکہ یہ انسانی حقوق کے تحفظ کا ضامن ہے۔

آیت 55 یہاں آیت میں بیان کیا گیا واقعہ بعض مفسرین کے نزدیک اس وقت رونما ہوا جب حضرت موسیٰ علیہ السّلام 70 افراد کو ساتھ لے کر تورات لینے کوہِ طور پر گئے اور تورات ملنے کے بعد ان لوگوں نے کہا کہ اے موسیٰ! علیہ السّلام، ہم اللہ تعالیٰ کو اعلانیہ یعنی کھلم کھلا دیکھے بغیر آپ کی اس بات پر ہرگز یقین نہ کریں گے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ اور بعض مفسرین کے نزدیک اس وقت رونما ہوا جب بچھڑے کی پوجا سے توبہ کرنے اور کفارے میں جانیں دینے کے بعد بقیہ افراد میں سے 70 لوگ یا توبہ سے پہلے 70 لوگ کوہِ طور پر حاضر ہوئے، وہاں کلامِ الٰہی سن کر یا بچھڑا پوجنے کے کفارے میں قتل ہونے کا حکم سن کر انہوں نے کہا کہ اے موسیٰ! علیہ السّلام، ہم اللہ تعالیٰ کو اعلانیہ دیکھے بغیر تمہاری اس بات پر ہرگز یقین نہیں کریں گے کہ یہ کلام اللہ تعالیٰ نے کیا ہے یا قتل ہونے کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔ یہ کہتے ہی انہوں نے آسمان سے ایک ہولناک آواز سنی جس کی ہیبت سے دیکھتے ہی دیکھتے سب ہلاک ہو گئے۔ بنی اسرائیل کا مطالبہ چونکہ سرکشی اور حضرت موسیٰ علیہ السّلام پر بے اعتباری کی وجہ سے تھا، اس لیے انہیں ہولناک آواز سے ہلاک کر دیا گیا۔

آیت 56 اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی دعا کی برکت سے اُن مرنے والوں کو زندہ کر دیا تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے اس احسان کا

تَشْكُرُوْنَ ۝۵۶ وَ ظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَ السَّلْوٰى ؕ كُلُوْا

شکر ادا کرو○ اور ہم نے تمہارے اوپر بادل کو سایہ بنا دیا اور تمہارے اوپر من اور سلویٰ اتارا (کہ)ہماری دی ہوئی

مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ؕ وَ مَا ظَلَمُوْنَا وَ لٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝۵۷ وَ اِذْ قُلْنَا

پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور انہوں نے ہمارا کچھ نہ بگاڑا بلکہ اپنی جانوں پر ہی ظلم کرتے رہے○ اور جب ہم نے

ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَّ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا

انہیں کہا کہ اس شہر میں داخل ہوجاؤ پھر اس میں جہاں چاہو بے روک ٹوک کھاؤ اور دروازے میں سجدہ کرتے داخل ہونا

شکر ادا کریں۔ **اہم بات:** حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی دعا سے مردوں کو زندہ کر دیا گیا، اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کی دعا سے مردے بھی زندہ فرما دیتا ہے۔

آیت 57 فرعون کے غرق ہونے کے بعد بنی اسرائیل دوبارہ مصر میں آباد ہوئے، کچھ عرصے بعد انہیں بیت المقدس آزاد کروانے کے لیے عمالقہ قبیلے سے جہاد کرنے اور مصر چھوڑ کر شام میں بسنے کا حکم دیا گیا۔ شروع میں بنی اسرائیل نے ٹال مٹول سے کام لیا اور جب جائے بغیر کوئی چارہ کار نظر نہ آیا تو مجبوراً مصر سے روانہ ہوئے۔ جب یہ لوگ میدان تیہ میں پہنچے جہاں سبزہ، سایہ اور غلہ وغیرہ کچھ نہ تھا تو یہاں دھوپ کی تپش اور بھوک سے بچانے کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے ایک بادل بھیج دیا جو ان کے اوپر سائبان بن گیا، یہ انہیں سورج کی تپش سے بچاتا تھا اور کھانے کے لیے مَن و سلویٰ اتار دیا۔ ”مَنّ“ ترنجبین کی طرح ایک میٹھی چیز تھی جو روزانہ صبح صادق سے طلوع آفتاب تک اترتی اور بنی اسرائیل اسے چادروں میں لے کر دن بھر کھاتے رہتے تھے۔ ”سلویٰ“ ایک چھوٹا پرندہ تھا۔ یہ بھنا ہوا بنی اسرائیل کے پاس آتا تھا یا بنی اسرائیل اس کا شکار کر کے کھاتے تھے۔ بنی اسرائیل کو یہ حکم دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی حلال اور پاکیزہ چیزیں کھاؤ۔ اور حکم یہ تھا کہ آج کا کھانا آج ہی کھالو اسے کل کے لیے بچا کر نہ رکھو۔ بنی اسرائیل نے نافرمانی کرتے ہوئے کھانا ذخیرہ کرنا شروع کر دیا تو کھانے میں کیڑے پڑ گئے اور وہ خراب ہو گیا اور مَن و سلویٰ کی آمد بند کر دی گئی اور یہ نافرمانی کر کے انہوں نے اپنا ہی نقصان کیا۔

آیت 58 یہاں اس آیت سے متعلق چند باتیں ملاحظہ ہوں۔ (1) جس شہر میں بنی اسرائیل کو داخل ہونے کا حکم دیا گیا اس سے ”بیت المقدس“ یا اس کے قریب ایک گاؤں ”اریحا“ مراد ہے جس میں عمالقہ قوم کے لوگ آباد تھے اور وہ اسے خالی کر گئے تھے۔ (2) بنی اسرائیل کو یہ حکم تو اللہ تعالیٰ نے دیا تھا البتہ اس میں اختلاف ہے کہ کہاں اور کس کے ذریعے دیا گیا تھا۔ بعض مفسرین کے نزدیک یہ حکم میدان تیہ میں حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے ذریعے اور بعض کے نزدیک میدان تیہ سے نکلنے کے بعد حضرت یوشع علیہ السّلام کے ذریعے یہ حکم دیا گیا تھا۔ (3) سجدے کا لغوی معنی ہے جھکنا اور شرعی معنی ہے سر زمین پر رکھنا۔ یہاں اگر سجدے کا لغوی معنی مراد ہو تو آیت کا مطلب یہ ہو گا کہ تم اتراتے اور اکڑتے ہوئے داخل ہونے کی بجائے عاجزی کرتے اور جھکے ہوئے داخل ہونا اور اگر شرعی معنی مراد ہو تو آیت کا مطلب یہ ہو گا کہ دروازے میں داخل ہوتے وقت سجدہ کر لینا۔ (4) آیت میں مذکور لفظ ”حِطَّةٌ“ استغفار کا کلمہ

وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ ؕ وَسَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۸﴾ فَبَدَّلَ

اور کہتے رہنا، ہمارے گناہ معاف ہوں، ہم تمہاری خطائیں بخش دیں گے اور عنقریب ہم نیکی کرنے والوں کو اور زیادہ عطا فرمائیں گے ○ پھر ان

الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا

ظالموں نے جو اُن سے کہا گیا تھا اسے ایک دوسری بات سے بدل دیا تو ہم نے آسمان سے ان ظالموں پر عذاب

ع ۶/۳ مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۵۹﴾ ع وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ

نازل کردیا کیونکہ یہ نافرمانی کرتے رہے تھے ○ اور یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم کے لئے پانی طلب کیا تو ہم نے فرمایا کہ

بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ؕ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ؕ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ؕ

پتھر پر اپنا عصا مارو، تو فوراً اس میں سے بارہ چشمے بہہ نکلے (اور) ہر گروہ نے اپنے پانی پینے کی جگہ کو پہچان لیا

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۶۰﴾ وَاِذْ قُلْتُمْ

(اور ہم نے فرمایا کہ) اللہ کا رزق کھاؤ اور پیو اور زمین میں فساد نہ پھیلاتے پھرو ○ اور جب تم نے کہا:

ہے جس کے معنی ہیں ”اے اللہ! ہمارے گناہ معاف فرما“ آیت سے مراد یہ ہے کہ صرف بدنی عبادت پر اکتفا نہ کرنا بلکہ زبان سے یہ بھی کہتے رہنا کہ اے اللہ! ہمارے گناہ معاف فرما۔ مزید فرمایا کہ اے بنی اسرائیل! اگر تم نے ہمارے حکم پر عمل کیا تو ہم تمہارے گناہگار لوگوں کی خطائیں بخش دیں گے اور نیک لوگوں کے ثواب میں اضافہ کردیں گے۔

آیت 59 شہر میں داخلے کے وقت بنی اسرائیل پر دو پابندیاں لگائی گئی تھیں، ایک یہ کہ سجدہ کرکے داخل ہوں، دوسری یہ کہ ”حِطَّةٌ“ کہتے رہیں۔ انہوں نے دونوں کی خلاف ورزی کی، چنانچہ سجدہ کرکے داخل ہونے کی بجائے سرینوں کے بل گھسٹتے ہوئے داخل ہوئے اور ”حِطَّة“ کی بجائے بطور مذاق ”حَبَّةٌ فِيْ شَعْرَةٍ“ کہتے رہے جس کا معنی تھا بال میں دانہ۔ اس مذاق اور نافرمانی میں مبتلا ہونے والوں کا انجام یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے ان پر عذاب نازل کردیا۔ یہ عذاب طاعون کی صورت میں تھا جس سے ہزاروں اسرائیلی ہلاک ہوگئے۔

آیت 60 یہ واقعہ بھی میدانِ تیہ میں ہوا۔ یہاں پیاس لگنے پر جب بنی اسرائیل کو پانی نہ ملا تو انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام سے فریاد کی۔ آپ علیہ السّلام نے بارگاہِ الٰہی میں دعا کی تو انہیں ایک مخصوص پتھر پر اپنا عصا مارنے کا حکم دیا گیا، چنانچہ عصا مارتے ہی اس پتھر سے بارہ چشمے جاری ہوگئے۔ بنی اسرائیل کے بارہ گروہ تھے، سب نے پانی پینے کی اپنی اپنی جگہ کو پہچان لیا۔ اس کے بعد بنی اسرائیل کو حکم دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کا رزق مَن و سلویٰ کھاؤ اور پتھر سے جاری ہونے والا پانی پیو اور زمین میں فتنہ فساد نہ کرنا اور گناہوں میں نہ پڑنا۔ یہ حکم ہمیں بھی ہے۔ **اہم بات:** حضرت موسیٰ علیہ السّلام کا عصا مار کر پتھر سے پانی نکالنا عظیم معجزہ ہے، ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا اپنی انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری کردینا اس سے بھی بڑھ کر معجزہ ہے۔

آیت 61 یہ واقعہ بھی میدان تیہ میں ہوا، اس کا پس منظر یہ ہے کہ مَن و سلویٰ سے اکتا کر بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام

یٰمُوۡسٰی لَنۡ نَّصۡبِرَ عَلٰی طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادۡعُ لَنَا رَبَّکَ یُخۡرِجۡ لَنَا مِمَّا تُنۡۢبِتُ

اے موسیٰ! ہم ایک کھانے پر ہرگز صبر نہیں کر سکتے۔لہٰذا آپ اپنے رب سے دعا کیجئے کہ ہمارے لئے وہ چیزیں نکالے جو

الۡاَرۡضُ مِنۡۢ بَقۡلِهَا وَقِثَّآئِهَا وَفُوۡمِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا ؕ قَالَ اَتَسۡتَبۡدِلُوۡنَ الَّذِیۡ

زمین اگاتی ہے جیسے ساگ اور ککڑی اور گندم اور مسور کی دال اور پیاز۔ فرمایا: کیا تم بہتر چیز کے بدلے میں

هُوَ اَدۡنٰی بِالَّذِیۡ هُوَ خَیۡرٌ ؕ اِهۡبِطُوۡا مِصۡرًا فَاِنَّ لَکُمۡ مَّا سَاَلۡتُمۡ ؕ وَضُرِبَتۡ عَلَیۡهِمُ

گھٹیا چیزیں مانگتے ہو۔(اچھا پھر)ملکِ مصر یا کسی شہر میں قیام کرو،وہاں تمہیں وہ سب کچھ ملے گا جو تم نے مانگا ہے اور ان پر ذلت

الذِّلَّةُ وَالۡمَسۡکَنَةُ ۗ وَبَآءُوۡ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ؕ ذٰلِکَ بِاَنَّهُمۡ کَانُوۡا یَکۡفُرُوۡنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ

اور غربت مسلط کردی گئی اور وہ خدا کے غضب کے مستحق ہوگئے۔یہ ذلت وغربت اس وجہ سے تھی کہ وہ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے

سے درخواست کی کہ ہم ایک ہی قسم کے کھانے پر ہرگز صبر نہیں کرسکتے لہٰذا آپ اپنے رب سے دعا کریں کہ ہمیں زمین کی ترکاریاں ساگ، ککڑی، پیاز، گندم اور مسور کی دال ملے۔ آپ علیہ السّلام نے انہیں سمجھایا کہ تمہیں محنت ومشقت کے بغیر اتنا اچھا کھانا مل رہا ہے توکیا اس کے مقابلے میں ہلکی قسم کا کھانا لینا چاہتے ہو؟ وہ نہ مانے تو آپ علیہ السّلام نے بارگاہ الٰہی میں دعا کردی، اس پر حکم ہوا کہ اے بنی اسرائیل! اگر تمہارا یہی مطالبہ ہے تو مصر چلے جاؤ وہاں تمہیں تمہاری مطلوبہ چیزیں مل جائیں گی۔ مزید فرمایا کہ ان پر ذلت اور غربت مسلط کردی گئی اور وہ خدا کے غضب کے مستحق ہوگئے۔یہ ذلت وغربت اس وجہ سے تھی کہ وہ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے اور انبیاء علیہمُ السّلام کو ناحق شہید کرتے تھے اور یہ یعنی ذلت وغربت، یا، آیات الٰہی کا انکار اور انبیاء علیہمُ السّلام کو ناحق شہید کرنا اس وجہ سے تھا کہ یہودی پہلے ہی سے نافرمان اور اللہ تعالیٰ کی حدیں توڑ کر مسلسل سرکشی کرتے رہتے تھے۔ **اہم باتیں:**(1)یہاں مصر سے مراد ملکِ مصر یا مطلقاً کوئی بھی شہر ہے۔(2)ذلت مسلط کیے جانے سے مراد یہ ہے کہ یہودی ہمیشہ ذلیل وخوار ہوتے رہیں گے، انہیں دنیا میں اگر کوئی عزت ملی بھی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایمان کی توفیق ملنے یا دیگر اقوام کا سہارا ملنے کی صورت میں ملے گی اور غربت مسلط کیے جانے کا معنی یہ ہے کہ یہ دولت کے حریص رہیں گے، یا یہ معنی ہے کہ ان کے دل غریب رہیں گے۔ فی زمانہ یہودی اگرچہ دنیا کے امیر ترین لوگ ہیں لیکن دولت کے سب سے زیادہ حریص، سود خور اور دل کے غریب ہی ہیں۔(3)اللہ کی آیتوں سے مراد انبیاء کرام علیہمُ السّلام کے معجزات یا تورات کی آیتیں ہیں۔ نیز یہودیوں نے مختلف اوقات میں بہت سے انبیاء علیہمُ السّلام کو شہید کیا، ان میں حضرت زکریا، حضرت یحیٰ، حضرت شعیا علیہمُ السّلام جیسی جلیل القدر ہستیاں سرفہرست ہیں اور ان سب کو ناحق شہید کیا۔ **درس:** بنی اسرائیل بلند مراتب پر فائز ہونے کے بعد جن وجوہات کی بنا پر ذلت وغربت کی گہری کھائی میں گرے، کاش اسے سامنے رکھ کر عبرت کے لئے مسلمان بھی اپنے اعمال کا جائزہ لے لیں۔

ع ۷

وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿۶۱﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ

اور انبیاء کو ناحق شہید کرتے تھے۔(اور) یہ اس وجہ سے تھی کہ انہوں نے نافرمانی کی اور وہ مسلسل سرکشی کررہے تھے ○ بیشک ایمان

اٰمَنُوْا وَ الَّذِيْنَ هَادُوْا وَ النَّصٰرٰى وَ الصّٰبِـِٕيْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ

والوں نیز یہودیوں اور عیسائیوں اور ستاروں کی پوجا کرنے والوں میں سے جو بھی سچے دل سے اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لے آئیں

وَ عَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۶۲﴾

اور نیک کام کریں توان کے لیے ان کا ثواب ان کے رب کے پاس ہے اور ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے ○

وَ اِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَ رَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ؕ خُذُوْا مَاۤ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ

اور یاد کرو جب ہم نے تم سے عہد لیا اور تمہارے سروں پر طور پہاڑ کو معلق کردیا (اور کہا کہ) مضبوطی سے تھاموا س (کتاب) کو جو ہم نے تمہیں عطا کی ہے

آیت 62 یہاں ایمان والوں سے صرف زبانی طور پر ایمان لانے والے یعنی منافق، یا وہ لوگ مراد ہیں جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے گزشتہ انبیاء علیہم السلام پر ایمان لائے اور عقائد و اعمال میں خرافات سے بچے رہے، پھر انہوں نے حضور پر نور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے اعلانِ نبوت کا زمانہ پایا۔ یہودی حضرت موسیٰ علیہ السّلام پر اور عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السّلام پر ایمان لانے والوں کو کہتے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی تشریف آوری تک ان کے عقائد اعمال میں بہت بگاڑ آچکا تھا یہاں تک کہ انہوں نے اپنی اپنی آسمانی کتابوں میں تحریفات تک کردی تھیں۔ صٰبِئِیْن ایک گروہ ہے جو ستاروں کی پوجا کرتا تھا۔ ان سب کے بارے میں فرمایا کہ ان میں سے جو لوگ حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے زمانے میں سچے دل سے اللہ تعالیٰ کی قدرت و وحدانیت، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی رسالت، قیامت قائم ہونے اور اس کے جملہ احوال پر ایمان لائیں اور نیک اعمال کریں تو ان کے نیک اعمال کا ثواب ان کے رب کے پاس ہے اور آخرت میں ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ **اہم باتیں:** (1) حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی تشریف آوری کے بعد پچھلے تمام ادیان منسوخ ہوگئے اور اب ہر ایک کے لیے آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم پر ایمان لانا ضروری ہے اور ایمان نہ لانے والا ہمیشہ کے لیے جہنم میں جائے گا۔ حدیث پاک میں ہے "اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم) کی جان ہے، اس امت میں کوئی بھی شخص ایسا نہیں جو میری نبوت (کی خبر) سنے خواہ وہ یہودی ہو یا عیسائی، پھر وہ اس حال میں مرجائے کہ میرے لائے ہوئے دین پر ایمان نہ لایا تو وہ جہنم والوں میں سے ہوگا۔" (مسلم، حدیث: 385) (2) اخروی نجات کے لیے اخلاص کے ساتھ ایمان لانا اور نیک اعمال کرنا دونوں ضروری ہے۔ فقط ایمان کو ابتداء ہی سے نجات کے لیے کافی سمجھ کر عمل سے منہ پھیر لینا بہت بڑی نادانی ہے۔

آیت 63 حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے نزولِ تورات سے پہلے احکامِ تورات پر عمل کرنے کے بارے میں بنی اسرائیل سے عہد لیا۔ تورات ملنے کے بعد بنی اسرائیل نے اس کے احکام قبول کرنے سے انکار کرکے یہ عہد توڑ دیا تو حکمِ الٰہی سے حضرت جبریل علیہ السّلام نے

وَاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿٦٣﴾ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ۚ فَلَوْلَا

اور جو کچھ اس میں بیان کیا گیا ہے اسے یاد کرو اس امید پر کہ تم پرہیز گار بن جاؤ○ اس کے بعد پھر تم نے روگردانی اختیار کی تو اگر

فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿٦٤﴾ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا

تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جاتے○ اور یقیناً تمہیں معلوم ہیں وہ لوگ جنھوں نے

مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِئِيْنَ ﴿٦٥﴾ فَجَعَلْنٰهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا

تم میں سے ہفتہ کے دن میں سرکشی کی۔ تو ہم نے ان سے کہا کہ دھتکارے ہوئے بندر بن جاؤ○ تو ہم نے یہ واقعہ اس وقت کے لوگوں اور ان کے

طور پہاڑ کو اٹھا کر ان کے سروں کے اوپر ہوا میں معلق کر دیا۔ اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے ذریعے بنی اسرائیل سے فرمایا گیا کہ تم عہد پورا کرو اور جو کتاب اللہ تعالیٰ نے تمہیں دی ہے اسے مضبوطی سے تھام لو اور جو کچھ اس میں بیان کیا گیا ہے اسے پڑھو اور اس پر عمل کرو تاکہ تم پرہیز گار بن جاؤ اور دنیا و آخرت میں ہلاکت و عذاب سے بچ جاؤ، اگر ایسا نہ کیا تو یہ پہاڑ گرا کر تمہیں کچل دیا جائے گا۔ **اہم بات:** بنی اسرائیل پر یہ جبر دین قبول کرنے پر نہیں تھا بلکہ دین کے احکام پر عمل سے متعلق تھا اور یہ درست ہے، جیسے کوئی حکومت کسی غیر ملکی کو اپنے ملک میں آنے پر مجبور نہیں کرتی لیکن جب کوئی ملک میں آجائے تو حکومت اسے ملکی قانون پر عمل کرنے پر ضرور مجبور کرے گی۔

آیت 64 پہاڑ معلق ہونے پر بنی اسرائیل نے عہد پورا کرنے کا اقرار کر لیا لیکن اس کے بعد پھر انہوں نے عہد کی خلاف ورزی کی اور اسے پورا کرنے سے منہ پھیر لیا۔ فرمایا کہ اے بنی اسرائیل! اگر تمہیں توبہ کی توفیق دے کر اور تمہاری طرف نبیوں اور رسولوں علیہم السّلام کو بھیج کر اللہ تعالیٰ تم پر اپنا فضل و رحمت نہ فرماتا تو عہد کی خلاف ورزی کے سبب ضرور تم دنیا و آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جاتے۔

آیت 65، 66 یہاں جس واقعہ کی طرف اشارہ کیا گیا اس کا پس منظر یہ ہے کہ شہر ایلہ میں بنی اسرائیل آباد تھے، انہیں حکم تھا کہ ہفتے کا دن عبادت کے لیے خاص کر دیں، اس روز شکار نہ کریں اور دنیوی مشاغل ترک کر دیں۔ ان کے ایک گروہ نے یہ چال چلی کہ وہ جمعہ کے دن شام کے وقت دریا کے کنارے کنارے بہت سے گڑھے کھودتے اور ہفتہ کے دن ان گڑھوں تک نالیاں بناتے جن کے ذریعے پانی کے ساتھ آکر مچھلیاں گڑھوں میں قید ہو جاتیں، پھر اتوار کے دن انہیں نکالتے اور کہتے کہ ہم مچھلی کو پانی سے ہفتے کے دن تو نہیں نکالتے۔ یہ کہہ کر وہ اپنے دل کو تسلی دے لیتے۔ طویل عرصے تک ان کا یہی معمول رہا اور جب حضرت داؤد علیہ السّلام کی نبوت کا زمانہ آیا تو آپ علیہ السّلام نے انہیں اس سے منع کیا اور فرمایا کہ قید کرنا ہی شکار ہے جو تم ہفتے ہی کو کر رہے ہو۔ جب وہ باز نہ آئے تو آپ علیہ السّلام نے ان پر لعنت فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے انہیں بندروں کی شکل میں مسخ کر دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کے زمانے میں موجود یہودیوں میں یہ واقعہ بہت معروف تھا، یہاں اس کی طرف اشارہ کر کے انہیں تنبیہ کی گئی ہے۔ **اہم باتیں:** (1) بندر بننے کے تین دن بعد ہی یہ تمام لوگ ہلاک ہو گئے تھے، لہٰذا موجودہ بندر ان مسخ شدہ لوگوں کی نسل سے نہیں ہیں۔

وَ مَا خَلْفَهَا وَ مَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِیْنَ ﴿۶۶﴾ وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖۤ اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُكُمْ

بعد والوں کے لیے عبرت اور پرہیز گاروں کے لئے نصیحت بنادیا○ اور یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا: بیشک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے

اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً ؕ قَالُوْۤا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ؕ قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ

کہ ایک گائے ذبح کرو تو انہوں نے کہا کہ کیا آپ ہمارے ساتھ مذاق کرتے ہیں؟ موسیٰ نے فرمایا، ”میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ میں

مِنَ الْجٰهِلِیْنَ ﴿۶۷﴾ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ یُبَیِّنْ لَّنَا مَا هِیَ ؕ قَالَ اِنَّهٗ یَقُوْلُ اِنَّهَا

جاہلوں میں سے ہو جاؤں○ انہوں نے کہا کہ آپ اپنے رب سے دعا کیجئے کہ وہ ہمیں بتادے کہ وہ گائے کیسی ہے؟ فرمایا: اللہ فرماتا ہے کہ وہ

بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَّ لَا بِكْرٌ ؕ عَوَانٌۢ بَیْنَ ذٰلِكَ ؕ فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ ﴿۶۸﴾ قَالُوا

ایک ایسی گائے ہے جو نہ تو بوڑھی ہے اور نہ بالکل کم عمر بلکہ ان دونوں کے درمیان درمیان ہو۔ تو وہ کرو جس کا تمہیں حکم دیا جارہا ہے○ انہوں نے کہا:

ادْعُ لَنَا رَبَّكَ یُبَیِّنْ لَّنَا مَا لَوْنُهَا ؕ قَالَ اِنَّهٗ یَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَآءُ ۙ فَاقِعٌ

آپ اپنے رب سے دعا کیجئے کہ وہ ہمیں بتادے، اس گائے کا رنگ کیا ہے؟ فرمایا کہ اللہ فرماتا ہے کہ وہ پیلے رنگ کی گائے ہے جس کا رنگ بہت گہرا

لَّوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِیْنَ ﴿۶۹﴾ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ یُبَیِّنْ لَّنَا مَا هِیَ ۙ

ہے۔ وہ گائے دیکھنے والوں کو خوشی دیتی ہے○ انہوں نے کہا: آپ اپنے رب سے دعا کیجئے کہ ہمارے لئے واضح طور پر بیان کردے کہ وہ گائے کیسی ہے؟

اِنَّ الْبَقَرَ تَشٰبَهَ عَلَیْنَا ؕ وَ اِنَّاۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ لَمُهْتَدُوْنَ ﴿۷۰﴾ قَالَ اِنَّهٗ یَقُوْلُ اِنَّهَا

کیونکہ بیشک گائے ہم پر مشتبہ ہوگئی ہے اور اگر اللہ چاہے گا تو یقیناً ہم راہ پالیں گے○ (موسیٰ نے) فرمایا: اللہ فرماتا ہے کہ وہ

(2) حکمِ شرعی کو باطل کرنے کیلئے حیلہ کرنا حرام ہے اور حکمِ شرعی کو کسی دوسرے شرعی طریقے سے حاصل کرنے کیلئے حیلہ کرنا، جائز اور قرآن وحدیث سے ثابت ہے، البتہ کسی مستند مفتی سے رہنمائی لیے بغیر عام مسلمان کوئی حیلہ نہ کریں۔

آیت 67-71 ان پانچ آیات میں یہودیوں کو یاد دلائے گئے واقعے کا خلاصہ یہ ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک مالدار شخص عامیل کو اس کے ایک عزیز نے خفیہ طور پر قتل کرکے دوسرے محلہ میں ڈال دیا تاکہ اس کی میراث بھی لے اور خون بہا بھی۔ لوگ اس قتل کا الزام ایک دوسرے پر ڈالنے لگے لیکن اصلی قاتل تک نہ پہنچ پائے، پھر لوگوں کی درخواست پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی تو حکم ہوا کہ ایک گائے ذبح کرکے اس کا کوئی حصہ مقتول کو ماریں، وہ زندہ ہو کر قاتل کے بارے میں بتادے گا۔ لوگوں نے حیرانی سے کہا: کیا آپ علیہ السلام ہم سے مذاق کررہے ہیں؟ فرمایا: میں اس بات سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں کہ مذاق کرکے جاہلوں میں سے ہوجاؤں۔ جب بنی اسرائیل نے سمجھ لیا کہ گائے کا ذبح کرنا مذاق نہیں بلکہ باقاعدہ حکم ہے تو انہوں نے حضرت

بَقَرَةٌ لَّا ذَلُولٌ تُثِيرُ الْأَرْضَ وَلَا تَسْقِي الْحَرْثَ ۚ مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيهَا ۚ

ایک ایسی گائے ہے جس سے یہ خدمت نہیں لی جاتی کہ وہ زمین میں ہل چلائے اور نہ وہ کھیتی کو پانی دیتی ہے۔ بالکل بے عیب ہے اس میں کوئی داغ نہیں۔

قَالُوا الْآنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ ۚ فَذَبَحُوهَا وَمَا كَادُوا يَفْعَلُونَ ﴿٧١﴾ وَإِذْ ع ۸ ۸

(یہ سن کر) انہوں نے کہا: اب آپ بالکل صحیح بات لائے ہیں۔ پھر انہوں نے اس گائے کو ذبح کیا حالانکہ وہ ذبح کرتے معلوم نہ ہوتے تھے ○ اور یاد کرو جب

قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادَّارَأْتُمْ فِيهَا ۚ وَاللَّهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنتُمْ تَكْتُمُونَ ﴿٧٢﴾ ج

تم نے ایک شخص کو قتل کر دیا پھر اس کا الزام کسی دوسرے پر ڈالنے لگے حالانکہ اللہ ظاہر کرنے والا تھا اس کو جسے تم چھپا رہے تھے○

فَقُلْنَا اضْرِبُوهُ بِبَعْضِهَا ۚ كَذَٰلِكَ يُحْيِي اللَّهُ الْمَوْتَىٰ وَيُرِيكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿٧٣﴾

تو ہم نے فرمایا (کہ) اس مقتول کو اس گائے کا ایک ٹکڑا مارو۔ اسی طرح اللہ مردوں کو زندہ کرے گا۔ اور وہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے تاکہ تم سمجھ جاؤ○

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُم مِّن بَعْدِ ذَٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ أَوْ أَشَدُّ قَسْوَةً ۚ وَإِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ

پھر اس کے بعد تمہارے دل سخت ہوگئے تو وہ پتھروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ سخت ہیں اور پتھروں میں تو کچھ وہ ہیں

موسیٰ علیہ السّلام سے اس کے اوصاف دریافت کیے اور بار بار سوال کر کے وہ لوگ قیدیں بڑھاتے گئے اور بالآخر یہ حکم ہوا کہ ایسی گائے ذبح کرو جو نہ بوڑھی ہو اور نہ بہت کم عمر بلکہ درمیانی عمر کی ہو، بدن پر کوئی داغ نہ ہو، ایک ہی رنگ کی ہو، رنگ آنکھوں کو بھانے والا ہو، اس گائے نے کبھی کھیتی باڑی نہ کی ہو اور نہ ہی کبھی کھیتی کو پانی دیا ہو۔ یہ سن کر وہ بولے کہ ہاں اب آپ بالکل صحیح بات لائے ہیں۔ تسلی ہونے کے بعد انہوں نے گائے کی تلاش شروع کر دی اور انہیں اپنے اطراف میں صرف ایک گائے ایسی ملی جس میں بتائے گئے تمام اوصاف موجود تھے۔ یہ گائے انہیں انتہائی بھاری قیمت میں ملی۔ بنی اسرائیل کے مسلسل سوالات، اپنی رسوائی کے اندیشہ اور گائے کی بھاری قیمت سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ وہ ذبح کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے مگر جب ان کے سوالات تسلی بخش جوابوں سے ختم کر دیئے گئے تو انہیں ذبح کرنا ہی پڑا۔

آیت 72، 73 ان دو آیات میں اسی پہلے قتل کا ذکر ہے چنانچہ بنی اسرائیل نے گائے ذبح کر کے اس کے کسی عضو سے مردے کو مارا تو وہ بحکمِ الٰہی زندہ ہو گیا، اس کے حلق سے خون جاری تھا، اس نے اپنے چچازاد بھائی کو قاتل قرار دیدیا اور بھائی کو بھی اقرار کرنا پڑا، پھر حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے اس پر قصاص کا حکم فرمایا۔ آیت 73 میں قیامت میں دوبارہ زندہ کئے جانے پر دلیل ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے اس مردے کو زندہ کیا اسی طرح وہ قیامت کے دن بھی مردوں کو زندہ فرمائے گا۔

آیت 74 اس آیت میں یہودیوں کو مخاطب کر کے فرمایا گیا کہ اپنے آباء و اجداد کے عبرت انگیز واقعات سننے کے بعد تمہارے دل حق بات قبول کرنے کے معاملے میں سخت ہوگئے اور وہ شدت و سختی میں پتھروں کی طرح بلکہ ان سے بھی زیادہ سخت ہیں کیونکہ پتھر بھی اثر قبول کرتے ہیں کہ کچھ پتھروں سے ندیاں بہہ نکلتی ہیں اور کچھ ایسے ہیں کہ جب پھٹ جاتے ہیں تو ان سے پانی نکلتا ہے اور کچھ

لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ ؕ وَ اِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ ؕ وَ اِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ

جن سے ندیاں بہہ نکلتی ہیں اور کچھ وہ ہیں کہ جب پھٹ جاتے ہیں تو ان سے پانی نکلتا ہے اور کچھ وہ ہیں جو اللہ کے ڈر سے

مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ وَ مَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۷۴﴾ اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ يُّؤْمِنُوْا لَكُمْ

گر پڑتے ہیں اور اللہ تمہارے اعمال سے ہر گز بے خبر نہیں ○ تو اے مسلمانو! کیا تم یہ امید رکھتے ہو کہ یہ تمہاری وجہ سے ایمان لے آئیں گے

وَ قَدْ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُوْنَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ

حالانکہ ان میں ایک گروہ وہ تھا کہ وہ اللہ کا کلام سنتے تھے اور پھر اسے سمجھ لینے کے بعد جان بوجھ کر

وَ هُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۵﴾ وَ اِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْۤا اٰمَنَّا ۚۖ وَ اِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ

بدل دیتے تھے ○ اور جب یہ مسلمانوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لا چکے ہیں اور جب آپس میں اکیلے ہوتے ہیں

قَالُوْۤا اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ لِيُحَآجُّوْكُمْ بِهٖ عِنْدَ رَبِّكُمْ ؕ

تو کہتے ہیں: کیا ان کے سامنے وہ علم بیان کرتے ہو جو اللہ نے تمہارے اوپر کھولا ہے؟ تاکہ اس کے ذریعے یہ تمہارے رب کی بارگاہ میں تمہارے اوپر حجت قائم کریں۔

وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ڈر سے اوپر سے نیچے گر پڑتے ہیں جبکہ تمہارے دل اطاعت کے لئے جھکتے ہیں نہ نرم ہوتے ہیں، نہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور نہ ہی وہ کام کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے اور یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے ہر گز بے خبر نہیں بلکہ وہ تمہیں ایک خاص وقت تک کے لئے مہلت دے رہا ہے۔ بعض مفسرین کے نزدیک اس آیت میں حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے زمانے کے لوگ مراد ہیں کیونکہ انہوں نے بڑی بڑی نشانیاں اور معجزات دیکھ کر بھی عبرت حاصل نہ کی، ان کے دل پتھروں کی طرح بلکہ ان سے بھی زیادہ سخت ہو گئے۔ **درس:** دل کی سختی بہت تباہ کن ہے، حدیث پاک میں ہے: اللہ تعالیٰ کے ذکر کے علاوہ زیادہ کلام نہ کیا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے علاوہ کلام کی کثرت دل کو سخت کر دیتی ہے اور لوگوں میں اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ دور وہ شخص ہوتا ہے جس کا دل سخت ہو۔ (ترمذی، حدیث: 2419)

آیت 75 انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہودیوں کے اسلام قبول کرنے کی بہت حرص تھی کیونکہ وہ یہودیوں کے حلیف اور ان کے پڑوسی بھی تھے، اس پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے مسلمانو! کیا تم یہ امید رکھتے ہو کہ یہ یہودی تمہارا یقین کریں گے یا تمہاری تبلیغ کی وجہ سے ایمان لے آئیں گے حالانکہ ان میں ایک گروہ صرف علماء پر مشتمل تھا، وہ خدا کا کلام یعنی تورات سنتے، پھر اسے سمجھ لینے کے بعد جان بوجھ کر بدل دیتے تھے، جیسے رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تعریف کو بدل دیا، تو ایسے لوگ کہاں ایمان لائیں گے؟ لہٰذا تم ان کے ایمان کی امید نہ رکھو۔ **درس:** اس سے معلوم ہوا کہ عالم کا بگڑنا عوام کے بگڑنے سے زیادہ تباہ کن ہے۔

آیت 76، 77 یہودی منافق جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ملتے تو ان سے کہتے: جس پر تم ایمان لائے اس پر ہم بھی ایمان لائے، تم حق پر ہو اور محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم سچے نبی ہیں اور اِن کے اوصاف ہماری کتاب تورات میں موجود ہیں لیکن جب ان کے اپنے

أَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۷۶﴾ أَوَلَا يَعْلَمُوْنَ أَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿۷۷﴾

کیا تمہیں عقل نہیں؟ ○ کیا یہ اتنی بات نہیں جانتے کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ وہ چھپاتے ہیں اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں ○

وَمِنْهُمْ أُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ إِلَّآ أَمَانِيَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّوْنَ ﴿۷۸﴾ النصف

اور ان میں کچھ ان پڑھ ہیں جو کتاب کو نہیں جانتے مگر زبانی پڑھ لینا یا کچھ اپنی من گھڑت اور یہ صرف خیال و گمان میں پڑے ہوئے ہیں ○

فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِأَيْدِيْهِمْ ۗ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ

تو بربادی ہے ان لوگوں کے لئے جو اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھتے ہیں پھر کہتے ہیں: یہ خدا کی طرف سے ہے

لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ

کہ اس کے بدلے میں تھوڑی سی قیمت حاصل کرلیں تو ان لوگوں کے لئے ان کے ہاتھوں کے لکھے ہوئے کی وجہ سے ہلاکت ہے اور ان کے لئے ان کی

مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَقَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّآ أَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً ؕ قُلْ أَتَّخَذْتُمْ

کمائی کی وجہ سے تباہی و بربادی ہے ○ اور بولے: ہمیں تو آگ ہرگز نہ چھوئے گی مگر گنتی کے چند دن۔ اے حبیب! تم فرمادو: کیا تم نے

سردار انہیں ملامت کرتے کہ کیا تم مسلمانوں کے سامنے ان کے نبی کے بارے وہ باتیں بیان کرتے ہو جو تورات میں ہیں، یوں تو مسلمان خدا کے ہاں تمہارے خلاف دلیل قائم کریں گے کہ اِن لوگوں کو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا نبی برحق ہونا معلوم تھا لیکن یہ پھر بھی ایمان نہیں لائے۔ کیا تمہیں عقل نہیں کہ تمہیں یہ کام نہیں کرنا چاہئے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا ملامت کرنے والے یہ جانتے نہیں کہ اللہ تعالیٰ تو سب کچھ جانتا ہے جو وہ چھپاتے اور جو ظاہر کرتے ہیں تو اس ملامت سے انہیں کیا حاصل ہو گا۔

آیت 78 یہاں یہودیوں کے دوسرے یعنی ان پڑھ گروہ کا ذکر ہے کہ وہ کتاب یعنی تورات کو خود تو نہیں جانتے بلکہ اپنے بڑوں کے بیانات پر ہی الٹے سیدھے خیال و گمان میں پڑے ہوئے ہیں کہ ان کی تو بخشش ہو ہی جائے گی اور یہ انہی من گھڑت خیالات میں خوش ہیں۔

آیت 79 نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی مدینہ منورہ آمد پر علماءِ تورات اور یہودی سرداروں کو اندیشہ ہو گیا کہ اب ان کی روزی ختم اور سرداری مٹ جائے گی کیونکہ تورات میں موجود اوصاف کے مطابق پا کر لوگ فوراً آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان لے آئیں گے اور اپنے علماء و سرداروں کو چھوڑ دیں گے۔ اس اندیشہ سے انہوں نے تورات کی کئی باتیں چھپائیں اور کئی بدل دیں اور نفسانی مفادات کی خاطر کئی احکام میں بھی تبدیلیاں کر رکھی تھیں، پھر یہی تبدیل شدہ چیزیں عوام کو سناتے اور اسے تورات ہی کی بات قرار دیتے۔ اس پر فرمایا گیا کہ بربادی ہے ان لوگوں کے لئے جو اپنے ہاتھوں سے تورات میں من گھڑت باتیں لکھتے، پھر کہتے ہیں کہ یہ بھی خدا عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ہے، اور یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں تحریف صرف اس لئے کرتے ہیں کہ اس کے بدلے میں تھوڑی سی قیمت حاصل کرلیں۔ تو ان لوگوں کے لئے ان کے ہاتھوں کے لکھے ہوئے اور ان کی کمائی کی وجہ سے تباہی و بربادی ہے۔

آیت 80، 81 **شانِ نزول:** یہودی کہتے تھے کہ وہ دوزخ میں ہرگز داخل نہ ہوں گے مگر صرف اتنی مدت کے لئے جتنا عرصہ ان کے آباء واجداد نے بچھڑے کو پوجا تھا اور وہ چالیس دن ہیں، اس کے بعد وہ عذاب سے چھوٹ جائیں گے۔ اس پر فرمایا گیا کہ اے

عِنۡدَ اللّٰهِ عَهۡدًا فَلَنۡ يُّخۡلِفَ اللّٰهُ عَهۡدَهٗۤ اَمۡ تَقُوۡلُوۡنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۸۰﴾

خدا سے کوئی وعدہ لیا ہوا ہے؟ (اگر ایسا ہے، پھر) تو اللہ ہر گز وعدہ خلافی نہیں کرے گا بلکہ تم اللہ پر وہ بات کہہ رہے ہو جس کا تمہیں علم نہیں ○

بَلٰى مَنۡ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّاَحَاطَتۡ بِهٖ خَطِيْٓـئَتُهٗ فَاُولٰٓـئِكَ اَصۡحٰبُ النَّارِ‌ۚ هُمۡ فِيۡهَا خٰلِدُوۡنَ ﴿۸۱﴾

کیوں نہیں، جس نے گناہ کمایا اور اس کی خطا نے اس کا گھیراؤ کر لیا تو وہی لوگ جہنمی ہیں، وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے ○

ع ۹

وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓـئِكَ اَصۡحٰبُ الۡجَـنَّةِ‌ۚ هُمۡ فِيۡهَا خٰلِدُوۡنَ ﴿۸۲﴾ وَاِذۡ اَخَذۡنَا

اور جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے وہ جنت والے ہیں انہیں ہمیشہ اس میں رہنا ○ اور یاد کرو جب ہم نے

مِيۡثَاقَ بَنِىۡٓ اِسۡرَآءِيۡلَ لَا تَعۡبُدُوۡنَ اِلَّا اللّٰهَ وَبِالۡوَالِدَيۡنِ اِحۡسَانًا وَّذِى الۡقُرۡبٰى وَ

بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو اور رشتہ داروں اور

حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، تم ان سے پوچھو کہ کیا تم نے اللہ تعالیٰ سے کوئی وعدہ لیا ہوا ہے کہ وہ تمہیں چند دن کے لئے ہی جہنم میں ڈالے گا؟ اگر ایسا کوئی وعدہ ہے، پھر تو اللہ تعالیٰ ہر گز وعدہ خلافی نہیں کرے گا لیکن ایسا کچھ ہے نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھ رہے ہو اور اللہ تعالیٰ تم سے ایسا وعدہ کیوں کرے گا کہ تم جہنم میں زیادہ عرصہ نہیں رہو گے حالانکہ اس کا قانون یہ ہے کہ جس نے گناہ کا ارتکاب کیا اور اس کے گناہ نے اسے ہر طرح سے گھیر لیا یعنی وہ کفر میں جا پڑا تو وہ جہنم میں جائے گا اور ہمیشہ ہمیشہ وہاں رہے گا۔ **اہم بات:** آیت 81 میں گناہ سے شرک و کفر اور احاطہ کرنے سے مراد یہ ہے کہ نجات کی تمام راہیں بند ہو جائیں اور کفر و شرک ہی پر اسے موت آئے کیونکہ مومن خواہ کیسا بھی گنہگار ہو گناہوں سے گھرا نہیں ہوتا، اس لیے کہ سب سے بڑی نیکی یعنی ایمان اس کے ساتھ ہے۔

آیت 82 فرمایا کہ وہ لوگ جو توحید و رسالت پر سچے دل سے ایمان لائے، فرائض و واجبات ادا کیے اور گناہوں سے بچے، وہ جنت والے ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے کہ یہاں نہ انہیں موت آئے گی اور نہ ہی کبھی انہیں جنت سے نکالا جائے گا۔

آیت 83 فرمایا کہ اے یہودیو! وہ وقت یاد کرو جب ہم نے بنی اسرائیل سے تورات میں یہ عہد لیا کہ تم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو کیونکہ اس کے علاوہ اور کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور اپنے ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو، رشتہ داروں، یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو، لوگوں سے اچھی بات کہو، نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو، لیکن اسے قبول کرنے کے بعد ان میں سے چند آدمیوں کے علاوہ سب اس عہد سے پھر گئے اور تم بھی اپنے آباء و اجداد کی طرح اللہ تعالیٰ کے احکام سے منہ موڑنے والے ہو۔

اہم باتیں: (1) والدین کے ساتھ بھلائی یہ ہے کہ ایسی بات اور کام سے بچے جو اُن کے لئے باعثِ تکلیف ہو، اپنے بدن و مال سے ان کی خوب خدمت کرے، ان کا ادب کرے، ان کی وفات کے بعد ان کے لئے ایصالِ ثواب کرے اور جائز وصیتوں کو پورا کرے۔ (2) اچھی بات سے مراد نیکی کی دعوت اور برائیوں سے روکنا ہے، یونہی اللہ تعالیٰ کی عظمت، حضور پرنور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی شان، اولیاء و صالحین رحمۃ اللہ علیہم کے مقام و مرتبہ کا بیان، نیکیوں اور برائیوں کے متعلق سمجھانا سب اس میں شامل ہیں۔ **درس:** (1) دینِ اسلام میں

الْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ؕ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ

یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ (اچھا سلوک کرو) اور لوگوں سے اچھی بات کہو اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو (لیکن) پھر تم میں سے

اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿٨٣﴾ وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُوْنَ

چند آدمیوں کے علاوہ سب پھر گئے اور تم (ویسے ہی اللہ کے احکام سے) منہ موڑنے والے ہو○ اور یاد کرو جب ہم نے تم سے عہد لیا کہ آپس میں

دِمَآءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ﴿٨٤﴾

کسی کا خون نہ بہانا اور اپنے لوگوں کو اپنی بستیوں سے نہ نکالنا پھر تم نے اقرار بھی کر لیا اور تم (خود اس کے) گواہ ہو○

ثُمَّ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَتُخْرِجُوْنَ فَرِيْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِيَارِهِمْ ۫ تَظٰهَرُوْنَ

پھر یہ تم ہی ہو جو اپنے لوگوں کو قتل (بھی) کرنے لگے اور اپنے میں سے ایک گروہ کو ان کے وطن سے (بھی) نکالنے لگے، تم ان کے خلاف

حقوق العباد کی بہت زیادہ اہمیت ہے، حقوق اللہ پورا کرنے کے باوجود بہت سے لوگ حقوق العباد میں کمی کی وجہ سے جہنم کے مستحق ہوں گے۔(2) بنی اسرائیل سے لئے گئے عہد کے احکام ہم پر بھی نافذ ہیں۔ کاش کہ ہم غور کریں کہ کیا ہم بھی اسے پورا کرتے ہیں؟

آیت 84 فرمایا کہ اے یہودیو! وہ وقت یاد کرو جب ہم نے تمہارے آباؤ اجداد سے تورات میں یہ عہد لیا کہ تم آپس میں کسی کا خون نہ بہانا اور اپنے لوگوں کو اپنی بستیوں سے نہ نکالنا، پھر انہوں نے اس عہد کا اقرار کر لیا اور تم خود بھی اپنے آباؤ اجداد کے اس اقرار کے گواہ ہو۔

آیت 85 تورات میں بنی اسرائیل کو تین حکم دیئے گئے تھے: (1) ایک دوسرے کو قتل نہ کرنا۔ (2) ایک دوسرے کو جلا وطن نہ کرنا۔ (3) اگر وہ اپنی قوم کے کسی مرد کو غلام اور عورت کو لونڈی بنا ہوا پائیں تو اسے خرید کر آزاد کر دیں۔ نسل در نسل یہ عہد چلتا رہا یہاں تک کہ مدینہ منورہ کے گرد و نواح میں آباد یہودیوں کے دو قبائل بنی قُرَیْظَہ اور بنی نَضِیر میں منتقل ہوا، اس وقت مدینہ شریف میں مشرکوں کے دو قبیلے اَوس اور خَزرَج رہتے تھے، بنی قُرَیظَہ اوس قبیلے کے اور بنی نَضِیر خزرج قبیلے کے حلیف تھے اور ہر قبیلہ نے اپنے حلیف کے ساتھ قسم اٹھا رکھی تھی کہ اگر ہم میں سے کسی پر کوئی حملہ آور ہو تو دوسرا اس کی مدد کرے گا۔ جب اوس اور خزرج کے درمیان جنگ ہوتی تو بنی قُرَیظَہ اوس کی اور بنی نَضِیر خزرج کی مدد کے لیے آتے اور اپنے حلیف کے ساتھ ہو کر آپس میں ایک دوسرے پر تلوار چلاتے اور بنی قُرَیظَہ بنی نَضِیر اور وہ بنی قُرَیظَہ کو قتل کرتے، ان کے گھر ویران کر دیتے اور انہیں ان کی رہائش گاہوں سے نکال دیتے تھے، لیکن جب ان کی قوم کے لوگوں کو ان کے حلیف قید کر لیتے تو وہ انہیں مالی معاوضہ دے کر چھڑا لیتے تھے۔ لوگوں نے ان سے کہا: تم بھی عجیب لوگ ہو کہ ایک دوسرے کو قتل بھی کرتے ہو اور فدیہ دے کر چھڑا بھی لیتے ہو۔ یہودیوں نے کہا: اپنے لوگوں کو قتل اور جلا وطن کرنے سے ہمارا عہد تو ٹوٹ جاتا ہے لیکن ہمیں اس بات سے شرم آتی ہے کہ ہمارے حلیف ذلیل ہوں۔ اس حرکت پر انہیں اس آیت میں ملامت کی گئی کہ یہ کیا دورنگی ہے کہ تم ایک دوسرے کو قتل اور جلا وطن کرنے سے تو باز نہیں آتے

Go To Index

عَلَيْهِمْ بِالْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ ؕ وَ اِنْ يَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰى تُفٰدُوْهُمْ وَ هُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ

گناہ اورزیادتی کے کاموں میں مدد (بھی) کرتے ہواور اگر وہی قیدی ہو کر تمہارے پاس آئیں تو تم معاوضہ دے کر انہیں چھڑا لیتے ہو حالانکہ تمہارے اوپر

اِخْرَاجُهُمْ ؕ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَ تَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۚ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ

توان کا نکالنا ہی حرام ہے۔ تو کیا تم اللہ کے بعض احکامات کو مانتے ہو اور بعض سے انکار کرتے ہو؟ تو جو تم میں ایسا کرے اس کا بدلہ

مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰۤى اَشَدِّ الْعَذَابِ ؕ

دنیوی زندگی میں ذلت و رسوائی کے سوا اور کیا ہے اور قیامت کے دن انہیں شدید ترین عذاب کی طرف لوٹایا جائے گا

وَ مَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۸۵﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ٘

اور اللہ تمہارے اعمال سے بے خبر نہیں ○ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی خریدلی

فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَ لَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۸۶﴾ وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَ قَفَّيْنَا ع ۱۰

تو ان سے نہ تو عذاب ہلکا کیا جائے گا اور نہ ہی ان کی مدد کی جائے گی ○ اور بے شک ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا کی اور اس کے بعد

مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ ٘ وَ اٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَ اَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ

پے در پے رسول بھیجے اور ہم نے عیسیٰ بن مریم کو کھلی نشانیاں عطا فرمائیں اور پاک روح کے ذریعے ان کی مدد کی تو (اے بنی اسرائیل!)

لیکن جب کوئی گرفتار ہو جائے تو اسے فدیہ دے کر چھڑا لیتے ہو۔ کچھ احکام کو ماننا اور کچھ کو نہ ماننا بہت برا ہے اور ایسے لوگوں کا بدلہ دنیوی زندگی میں ذلت و رسوائی کے سوا کچھ نہیں اور روز قیامت انہیں شدید ترین عذاب کی طرف لوٹایا جائے گا اور اللہ تعالیٰ کسی عمل سے بے خبر نہیں۔ **اہم باتیں:** (1) شریعت کے تمام احکام پر ایمان رکھنا ضروری ہے اور تمام ضروری احکام پر عمل کرنا بھی ضروری ہے۔ کوئی شخص کسی وقت بھی شریعت کی پابندی سے آزاد نہیں ہو سکتا اور خود کو طریقت کا نام لے کر یا کسی بھی طریقے سے شریعت سے آزاد کہنے والے کافر ہیں۔ (2) عظمتِ توحید کو ماننا لیکن عظمتِ رسالت سے انکار کرنا یا اس کے برعکس کرنا بھی اسی زُمرے میں آتا ہے کہ کیا تم کتاب کے کچھ حصے کو مانتے ہو اور کچھ حصے کا انکار کرتے ہو۔

آیت 86 فرمایا کہ یہ کچھ احکام کو ماننے اور کچھ پر عمل نہ کرنے والے ہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے دنیا کی زندگی کو ترجیح دے کر آخرت کے بدلے میں اسے خرید لیا تو ان سے نہ تو عذاب ہلکا کیا جائے گا خواہ وہ دنیا میں ہو یا آخرت میں اور نہ ہی شفاعت وغیرہ کے ذریعے ان کی مدد کی جائے گی جس سے یہ عذاب سے بچ جائیں۔

آیت 87 فرمایا کہ بیشک ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو کتاب تورات عطا کی اور ان کے بعد پے در پے رسول بھیجے اور حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو روشن نشانیاں جیسے مُردوں کو زندہ کرنا، پیدائشی اندھے اور کوڑھ کے مریض کو شفا دینا وغیرہ عطا کیں اور روحُ القدس

أَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُولٌۢ بِمَا لَا تَهْوَىٰٓ أَنفُسُكُمُ ٱسْتَكْبَرْتُمْ ج

کیا(تمہارا یہ معمول نہیں ہے؟ کہ) جب کبھی تمہارے پاس کوئی رسول ایسے احکام لے کر تشریف لایا جنہیں تمہارے دل پسند نہیں کرتے تھے تو تم تکبر کرتے تھے

فَفَرِيقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِيقًا تَقْتُلُونَ ﴿٨٧﴾ وَقَالُوا۟ قُلُوبُنَا غُلْفٌۢ ط

پھر ان (انبیاء میں سے) ایک گروہ کو تم جھٹلاتے تھے اور ایک گروہ کو شہید کر دیتے تھے ○ اور یہودیوں نے کہا: ہمارے دلوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں

بَل لَّعَنَهُمُ ٱللَّهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيلًا مَّا يُؤْمِنُونَ ﴿٨٨﴾ وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتَٰبٌ

بلکہ اللہ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان پر لعنت کر دی ہے تو ان میں سے تھوڑے لوگ ہی ایمان لاتے ہیں ○ اور جب ان کے پاس اللہ کی

مِّنْ عِندِ ٱللَّهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ لا وَكَانُوا۟ مِن قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى ٱلَّذِينَ

وہ کتاب آئی جو ان کے پاس (موجود) کتاب کی تصدیق کرنے والی ہے اور اس سے پہلے یہ اسی نبی کے وسیلہ سے کافروں کے خلاف

كَفَرُوا۟ ج فَلَمَّا جَآءَهُم مَّا عَرَفُوا۟ كَفَرُوا۟ بِهِۦ ز فَلَعْنَةُ ٱللَّهِ عَلَى ٱلْكَٰفِرِينَ ﴿٨٩﴾

فتح مانگتے تھے تو جب ان کے پاس وہ جانا پہچانا نبی تشریف لے آیا تو اس کے منکر ہوگئے تو اللہ کی لعنت ہو انکار کرنے والوں پر ○

حضرت جبریل علیہ السّلام کے ذریعے ان کی مدد کی تو اے بنی اسرائیل! کیا تمہارا یہ معمول نہیں کہ جب کبھی تمہارے پاس کوئی رسول ایسے احکام لے کر تشریف لایا جنہیں تمہارے دل پسند نہ کرتے تھے تو تم اس کی اتباع کرنے سے تکبر کرتے، پھر ان میں سے ایک گروہ کو تم جھٹلاتے اور ایک گروہ کو شہید کر دیتے تھے۔ **اہم باتیں:** (1) حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے زمانہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السّلام تک جتنے انبیاء علیہم السّلام تشریف لائے، سب حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی شریعت کے محافظ اور اس کے احکام جاری کرنے والے تھے اور چونکہ ہمارے آقا، خاتَمُ الانبیاء صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بعد نبوت کسی کو نہیں مل سکتی اس لیے شریعتِ محمدیہ کی حفاظت و اشاعت کی خدمت علماء ربانی اور مجددین کو عطا ہوئی۔ (2) حضرت جبریل علیہ السّلام حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے آسمان پر اٹھائے جانے تک سفر و حضر میں کبھی آپ سے جدا نہ ہوئے۔

آیت 88 یہودی یہ جملہ یا تو مذاق کے طور پر کہتے تھے، یا وہ فخریہ کہتے تھے کہ ہمارے دل غلافوں میں لپٹے ہیں یعنی ہم اپنے عقیدہ پر اس قدر مضبوط ہیں کہ اے مسلمانو، تمہاری تبلیغ ہمارے دلوں پر کبھی اثر انداز نہیں ہوگی۔ سورہ حم السجدہ میں ہے: تم ہمیں جو دعوت دیتے ہو ہمارے قلوب اس سے پردوں میں ہیں۔ ایک تفسیر یہ ہے کہ یہودی کہتے تھے کہ ہمارے دلوں پر پردے ہیں یعنی یہ دل علم سے بھرپور ہیں اب اس نئے علم کی کوئی ضرورت نہیں اس کا جواب دیا کہ علم سے بھرے نہیں بلکہ ان پر لعنت ہے۔ ایک تفسیر یہ ہے کہ ہمارے دل علم کے برتن ہیں جو بات سنتے ہیں اس کو محفوظ کر لیتے ہیں مگر تمہاری بات کو نہ ہی سمجھتے ہیں اور نہ ہی محفوظ کرتے ہیں اس لیے کہ تمہاری بات میں نہ کوئی خیر ہے نہ بھلائی ورنہ ضرور محفوظ اور قبول کر لیتے اللہ تعالیٰ نے اس کا رد فرمایا۔

آیت 89 **شانِ نزول:** امام الانبیاء صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تشریف آوری اور نزولِ قرآن سے پہلے یہودی اپنی حاجات کے لیے حضور

بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖۤ اَنْفُسَهُمْ اَنْ یَّكْفُرُوْا بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بَغْیًا اَنْ یُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ

انہوں نے اپنی جانوں کا کتنا بُرا سودا کیا کہ اللہ نے جو نازل فرمایا ہے اس کا انکار کررہے ہیں اس حسد کی وجہ سے کہ اللہ اپنے فضل سے

عَلٰى مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۚ فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ ؕ وَ لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ ﴿۹۰﴾

اپنے جس بندے پر چاہتا ہے وحی نازل فرماتا ہے تو یہ لوگ غضب پر غضب کے مستحق ہوگئے اور کافروں کے لیے ذلت کا عذاب ہے ○

وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَاۤ اُنْزِلَ عَلَیْنَا

اور جب ان سے کہا جائے کہ اس پر ایمان لاؤ جو اللہ نے نازل فرمایا ہے تو کہتے ہیں: ہم اسی پر ایمان لاتے ہیں جو ہمارے اوپر نازل کیا گیا

وَ یَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ ۗ وَ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ ؕ قُلْ

اور وہ تورات کے علاوہ دیگر کا انکار کرتے ہیں حالانکہ وہ (قرآن) بھی حق ہے ان کے پاس موجود (کتاب) کی تصدیق کرنے والا ہے۔ اے محبوب! تم فرمادو کہ

پر نور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے نامِ پاک کے وسیلہ سے یوں دعا کرتے ''اَللّٰھُمَّ افْتَحْ عَلَیْنَا وَانْصُرْنَا بِالنَّبِیِّ الْاُمِّیِّ'' یارب! ہمیں نبی امی کے صدقہ میں فتح و نصرت عطا فرما اور اس دعا کی برکت سے کامیاب ہوتے تھے۔ اس آیت میں یہودیوں کو وہ واقعات یاد دلائے جارہے ہیں کہ پہلے تم ان کے نام کے طفیل دعائیں مانگتے تھے، اب جب وہ جانے پہچانے نبی تشریف لے آئے تو تم حسد اور ریاست کی حرص میں ان کے منکر ہوگئے تو انکار کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔

آیت 90 یہودیوں کی خواہش تھی کہ ختم نبوت کا منصب بنی اسرائیل میں سے کسی کو ملے، جب انہوں نے دیکھا کہ وہ اس منصب سے محروم رہے اور بنی اسماعیل کو یہ منصب مل گیا تو وہ حسد کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور قرآن کے منکر ہوگئے اور یوں اپنی جانوں کا انتہائی برا سودا کیا، مزید یہ کہ یہودی تورات میں تحریف کرکے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا انکار کرکے پہلے ہی غضب الٰہی کا شکار تھے اور اب دوبارہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور قرآن کا انکار کرکے غضب پر غضب کے مستحق ہوگئے ۔ ایسے کافروں کو رُسواکُن عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا۔ **اہم بات:** حسد کا معنیٰ ہے: کسی مسلمان بھائی کو ملنے والی نعمت چھن جانے کی آرزو کی جائے۔ منصب و مرتبے کی طلب انسان کے دل میں حسد پیدا ہونے کا ایک سبب ہے۔

آیت 91 اس آیت میں یہودیوں کا ایک اور قبیح فعل بیان کیا جارہا ہے کہ جب ان سے کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی تمام کتابوں پر ایمان لاؤ تو وہ کہتے ہیں: ہم صرف اپنی کتاب تورات پر ایمان لائیں گے۔ اِس سے ان کا مقصد دیگر آسمانی کتابوں اور قرآن مجید کا انکار کرنا تھا۔ اس پر فرمایا گیا کہ قرآن بھی حق ہے اور یہ قرآن تورات کی تصدیق کرنے والا ہے، نیز جب تورات میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نبوت کے بارے میں خبریں موجود ہیں اور تم تورات پر ایمان لانے کے دعویدار ہو تو پھر محمدِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نبوت اور ان پر نازل کی گئی کتاب قرآن مجید کا انکار کیوں کرتے ہو۔ مزید فرمایا کہ ان یہودیوں سے کہو کہ اگر تم تورات پر ایمان رکھنے کے اتنے ہی بڑے دعویدار ہو تو یہ بتاؤ کہ تم انبیاء کرام علیہمُ السّلام کو کیوں شہید کرتے تھے۔ **اہم بات:** تمام آسمانی کتابوں، تمام

فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْۢبِيَآءَ اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝٩١ وَلَقَدْ جَآءَكُمْ مُّوْسٰى

(اے یہودیو!) اگر تم ایمان والے تھے تو پھر پہلے تم اللہ کے نبیوں کو کیوں شہید کرتے تھے؟○ اور بیشک تمہارے پاس موسیٰ

بِالْبَیِّنٰتِ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝٩٢ وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ

روشن نشانیاں لے کر تشریف لائے پھر تم نے اس کے بعد بچھڑے کو معبود بنالیا اور تم ظالم تھے○ اور (یاد کرو) جب ہم نے تم سے عہد لیا

وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ؕ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاسْمَعُوْا ؕ قَالُوْا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا ق

اور کوہِ طور کو تمہارے سروں پر بلند کردیا (اور فرمایا) مضبوطی سے تھام لو اس کو جو ہم نے تمہیں عطا کی ہے اور سنو۔ انہوں نے کہا: ہم نے سنا اور نہ مانا

وَاُشْرِبُوْا فِىْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ ؕ قُلْ بِئْسَمَا يَاْمُرُكُمْ بِهٖٓ اِيْمَانُكُمْ اِنْ كُنْتُمْ

اور ان کے کفر کی وجہ سے ان کے دلوں میں تو بچھڑا رچا ہوا تھا۔ اے محبوب! تم فرمادو: اگر تم ایمان والے ہو تو تمہارا ایمان تمہیں

انبیاء کرام علیہم السّلام اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم پر ایمان لانا ضروری ہے اور ان میں سے ایک کا بھی انکار کفر ہے اور انبیاء کرام علیہم السّلام کی تعظیم ایمان کا رکنِ اعلیٰ ہے۔

آیت 92 حضرت موسیٰ علیہ السّلام بنی اسرائیل کے پاس روشن معجزات لے کر تشریف لائے اور جب آپ علیہ السّلام کوہِ طور پر تشریف لے گئے تو ان کے بعد بنی اسرائیل نے سامری کے بہکانے سے گائے کو معبود بنالیا اور گائے کی پوجا کر کے انہوں نے کفر کیا۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی روشن نشانیاں دیکھ کر بنی اسرائیل بچھڑے کی پوجا میں مبتلا ہو گئے تو ان یہودیوں کا سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ساتھ کفر کرنا ان کے لئے کونسی بڑی بات ہے؟ **اہم بات:** گائے کی عبادت قدیم عرصے سے چلتی آرہی ہے۔ مسلمانوں کو گائے ذبح کرنے کا حکم ہے، اس کی تعظیم کی اجازت نہیں۔

آیت 93 فرمایا کہ اے یہودیو! وہ وقت یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے تورات پر عمل کرنے کا عہد لیا لیکن انہوں نے حسبِ عادت نافرمانی کی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر کوہِ طور کو ہوا میں بلند کردیا اور ان سے فرمایا کہ چلو اب مضبوطی سے اس تورات کو تھام لو جو ہم نے تمہیں عطا کی ہے اور ہمارے احکام دھیان سے سنو۔ بنی اسرائیل نے ڈر کے مارے دوبارہ اطاعت کا اقرار تو کرلیا لیکن ان کے دل کی حالت پہلے جیسی ہی رہی اور درحقیقت ان کے کفر کی وجہ سے ان کے دلوں میں تو بچھڑے کی محبت گھسی ہوئی تھی۔ اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، آپ ان سے فرمائیں کہ اے یہودیو! تم اپنے اسلاف کی اس حرکت کو جانتے ہو لیکن تم نہ اس سے نفرت کا اظہار کرتے ہو اور نہ ہی اس سے اپنی براءت ظاہر کرتے ہو تو خود بتاؤ کہ کیا تورات پر ایمان لانے کے یہ تقاضے ہیں؟ اگر اس کے یہی تقاضے ہیں تو تمہارا ایمان تمہیں کتنا برا حکم دیتا ہے۔ **درس:** اللہ تعالیٰ کی کتاب پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے تمام احکام اور سب تقاضوں پر عمل کیا جائے۔ ہم بھی غور کریں کہ جیسے ہمارے اعمال ہیں، کیا ہمارا ایمان ہمیں ایسے اعمال کا حکم دیتا ہے یا ہمارے ایمان کے تقاضے کچھ اور ہیں؟

مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٩٣﴾ قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ

کتنا برا حکم دیتا ہے ۝ اے محبوب! تم فرمادو: اگر دوسرے لوگوں کو چھوڑ کر آخرت کا گھر اللہ کے نزدیک خالص تمہارے ہی لئے ہے

فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٩٤﴾ وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ

تو اگر تم سچے ہو تو موت کی تمنا تو کرو ۝ اور اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے یہ ہرگز کبھی موت کی تمنا نہ کریں گے اور اللہ

مُعانقة٢

عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿٩٥﴾ وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ ۚ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ

ظالموں کو خوب جانتا ہے ۝ اور بیشک تم ضرور انہیں پاؤ گے کہ سب لوگوں سے زیادہ جینے کی ہوس رکھتے ہیں اور مشرکوں میں سے ایک (گروہ)

يَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ ۚ وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ يُّعَمَّرَ ؕ

تمنا کرتا ہے کہ کاش اسے ہزار سال کی زندگی دیدی جائے حالانکہ اتنی عمر کا دیا جانا بھی اسے عذاب سے دور نہ کرسکے گا

ع ١١

وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿٩٦﴾ ع قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ

اور اللہ ان کے تمام اعمال کو خوب دیکھ رہا ہے ۝ اے محبوب! تم فرمادو: جو کوئی جبرئیل کا دشمن ہو (تو ہو) پس بیشک اس نے تو تمہارے دل پر

آیت 94 یہودیوں کا ایک باطل دعویٰ یہ تھا کہ جنت میں صرف وہی جائیں گے، یہاں اس کا رد فرمایا جارہا ہے کہ اگر تمہارے گمان میں جنت تمہارے لیے خاص ہے اور آخرت کی طرف سے تمہیں اطمینان ہے، اعمال کی حاجت نہیں تو جنتی نعمتوں کے مقابلہ میں دنیوی مصائب کیوں برداشت کرتے ہو، موت کی تمنا کرو تاکہ عیش و آرام والی جنت میں پہنچ جاؤ اور اگر تم نے موت کی تمنا نہ کی تو یہ تمہارے جھوٹا ہونے کی دلیل ہے۔ **اہم بات:** اہلِ ایمان آخرت کی رغبت اور اللہ تعالیٰ کی ملاقات کے شوق میں موت سے محبت کرتے ہیں اور اگر لمبی عمر کی تمنا بھی کریں تو اس لیے کہ نیکیوں کے لیے کچھ اور عرصہ مل جائے۔ دنیوی مصائب سے تنگ آکر موت کی تمنا یا دعا گناہ ہے کہ ایسی صورت میں موت کی دعا کرنا صبر و رضا و تسلیم و توکل کے خلاف ہے۔

آیت 95 یہ غیب کی خبر اور معجزہ ہے کہ وہ یہودی نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور اسلام کی شدید مخالفت کے باوجود بھی موت کی تمنا کا لفظ زبان پر نہ لاسکے۔

آیت 96 مشرکین کا ایک گروہ مجوسی ہے، یہ آپس میں سلام کے موقع پر کہتے ہیں "زِہ ہزار سال" یعنی ہزار برس جیو۔ ان کے اس قول کے پیشِ نظر آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، مجوسی مشرک ہزار برس جینے کی تمنا رکھتے ہیں اور یہودی ان سے بھی بڑھ گئے کہ انہیں جینے کی ہوس سب سے زیادہ ہے حالانکہ اتنی عمر کا دیا جانا بھی اسے جہنم کے عذاب سے دور نہ کرسکے گا۔ **اہم بات:** کفار دنیوی زندگی پر حریص ہوتے اور موت سے بہت بھاگتے ہیں جبکہ مومن کامل کی شان یہ ہے کہ وہ اگر زندگی چاہتا ہے تو نیکیاں کرکے آخرت کا زادِ راہ جمع کرنے کے لیے اور یہ حقیقت میں زندگی کی ہوس نہیں بلکہ آخرت کی تیاری ہے۔

آیت 97 **شانِ نزول:** یہودیوں کے ایک گروہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے کہا: آپ کے پاس آسمان سے کون فرشتہ آتا

بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۹۷﴾ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ

اللہ کے حکم سے یہ اتارا ہے، جو اپنے سے پہلے موجود کتابوں کی تصدیق فرمانے والا ہے اور ایمان والوں کے لئے ہدایت اور بشارت ہے ○ جو کوئی اللہ

وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰىلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۹۸﴾ وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ

اور اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں اور جبرائیل اور میکائیل کا دشمن ہو تو اللہ کافروں کا دشمن ہے ○ اور بیشک ہم نے تمہاری طرف

اِلَيْكَ اٰيٰتٍ بَيِّنٰتٍ ۚ وَمَا يَكْفُرُ بِهَآ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ ﴿۹۹﴾ اَوَكُلَّمَا عٰهَدُوْا عَهْدًا نَّبَذَهٗ

روشن آیتیں نازل کیں اور ان کا انکار صرف نافرمان ہی کرتے ہیں ○ اور جب کبھی انہوں نے کوئی عہد کیا تو ان میں سے ایک گروہ نے

فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ وَلَمَّا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ

اس عہد کو پھینک دیا بلکہ ان میں سے اکثر مانتے ہی نہیں ○ اور جب ان کے پاس اللہ کی طرف سے ایک رسول تشریف لایا

ہے؟ ارشاد فرمایا ”حضرت جبریل علیہ السلام۔ ابنِ صوریا یہودی پیشوا نے کہا: وہ ہمارا دشمن ہے، عذاب، شدت اور زمین میں دھنسانا وہی اتارتا ہے اور پہلے بھی کئی مرتبہ ہم سے دشمنی کر چکا ہے اگر آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے پاس حضرت میکائیل علیہ السلام آتے تو ہم آپ پر ایمان لے آتے۔ یہودیوں کی یہ بات سراسر جہالت تھی کیونکہ حضرت جبریل علیہ السلام تو جو چیز بھی لائے وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھی تو حقیقت میں یہ اللہ تعالیٰ سے دشمنی تھی۔

آیت 98 اللہ تعالیٰ کے رسولوں، نبیوں، فرشتوں، خصوصاً حضرت جبریل اور میکائیل علیہم السلام اور فرشتوں سے دشمنی کفر اور غضبِ الٰہی کا سبب ہے اور خدا کے نیک، پیارے بندوں سے دشمنی خدا عَزَّوَجَلَّ سے دشمنی کرنا ہے۔ **اہم بات:** ایک فرشتے سے عداوت سارے فرشتوں سے عداوت ہے، یہی حال انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء عظام رحمۃ اللہ علیہم سے عداوت رکھنے کا ہے۔ حدیث قدسی میں ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو میرے کسی ولی سے دشمنی کرے، اسے میں نے لڑائی کا اعلان کر دیا۔ (بخاری، حدیث:6502)

آیت 99 فرمایا: اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، ہم نے آپ کی طرف روشن آیتیں نازل فرمائی ہیں جن میں حلال، حرام اور حدود وغیرہ کے احکام واضح اور تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں اور ان آیتوں کا انکار وہی کرتا ہے جو ہمارے احکامات کی اطاعت نہیں کرتا۔

اہم بات: یہاں آیت میں فاسقوں سے مراد کافر اور منافق ہیں۔

آیت 100 جب نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے یہودیوں کو اللہ تعالیٰ کے وہ عہد یاد دلائے جو آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان لانے کے متعلق تھے تو مالک بن صیف نے کہا: خدا کی قسم! آپ کے بارے میں ہم سے کوئی عہد نہیں لیا گیا۔ اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی کہ یہودیوں نے جب کبھی کوئی عہد کیا تو ان میں سے ایک گروہ نے اس عہد کو ویسے ہی پیٹھ پیچھے پھینک دیا بلکہ ان میں سے اکثر یہودیوں کو تورات پر ایمان ہی نہیں۔

آیت 101 یہاں رسول سے مراد سرکارِ دوعالم، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہیں اور چونکہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم تورات، زبور وغیرہ

مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ۙ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ

جو ان کی کتابوں کی تصدیق فرمانے والا ہے تو اہل کتاب میں سے ایک گروہ نے اللہ کی کتاب کو پیٹھ پیچھے یوں پھینک دیا

كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ۚ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ

گویاوہ کچھ جانتے ہی نہیں ہیں ○ اور یہ سلیمان کے عہدِ حکومت میں اس جادو کے پیچھے پڑ گئے جو شیاطین پڑھا کرتے تھے اور سلیمان نے کفر نہ کیا

وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ۗ وَمَا اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ

بلکہ شیطان کافر ہوئے جو لوگوں کو جادو سکھاتے تھے اور (یہ تو اس جادو کے پیچھے بھی پڑ گئے تھے) جو بابل شہر میں دو فرشتوں ہاروت و

هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ ؕ وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَاۤ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ؕ

ماروت پر اتارا گیا تھا اور وہ دونوں کسی کو کچھ نہ سکھاتے جب تک یہ نہ کہہ لیتے کہ ہم تو صرف (لوگوں کا) امتحان ہیں تو (اے لوگو!) تم اپنا ایمان ضائع نہ کرو۔

کی تصدیق فرماتے تھے اور خود ان کی کتابوں میں بھی حضور پر نور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تشریف آوری کی بشارت اور اوصاف و احوال کا بیان تھا اس لیے یہ آمد ان کتابوں کی تصدیق ہے، لہٰذا اس بات کا تقاضا تو یہ تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی آمد پر اہل کتاب کا ایمان اپنی کتابوں کے ساتھ اور زیادہ پختہ ہوتا مگر اس کے برعکس انہوں نے اپنی کتابوں کے ساتھ بھی کفر کیا اور ان سے ایسے بے رخی کی جیسے وہ کچھ جانتے ہی نہ ہوں۔ **درس:** (1) یہودی تورات کی بہت تعظیم کرتے تھے مگر تورات کے حکم پر عمل نہ کیا اور حضور پر نور صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان نہ لائے تو گویا اسے پسِ پشت ڈال دیا۔ قرآن مجید کے تعلق سے فی زمانہ مسلمانوں کو بھی اپنے طرز عمل پر غور کرنے کی حاجت ہے کہ عمل کی دنیا میں قرآن ہمارا امام و پیشوا ہے یا پیٹھ پیچھے چھوڑا ہوا ہے؟ (2) قرآن شریف کی طرف پیٹھ نہیں کرنی چاہیے کہ یہ بے رخی اور بے توجہی کی علامت ہے۔

آیت 102 اس آیت مبارکہ میں چند باتیں بیان ہوئی ہیں: (1) حضرت سلیمان علیہ السّلام کے زمانہ میں بنی اسرائیل جادو سیکھنے میں مشغول ہوئے۔ آپ علیہ السّلام نے انہیں اس سے روکا اور ان کی کتابیں لے کر دفن کر دیں۔ آپ علیہ السّلام کی وفات کے بعد شیاطین نے وہ کتابیں نکال کر لوگوں سے کہا: حضرت سلیمان علیہ السّلام اسی کے زور سے سلطنت کرتے تھے۔ بنی اسرائیل کے نیک لوگوں اور علماء نے تو اس کا انکار کیا لیکن یہودیوں کی ایک بڑی تعداد نے حضرت سلیمان علیہ السّلام کو جادوگر مان لیا اور یوں معاذ اللہ ان کو کافر مانا اور ملامت شروع کر دی۔ ہمارے آقا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے زمانے تک یہی حال رہا اور اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ذریعے حضرت سلیمان علیہ السّلام کی جادو سے براءت کا اظہار فرمایا کہ حضرت سلیمان علیہ السّلام کے عہدِ حکومت میں بنی اسرائیل کتاب الٰہی چھوڑ کر اس جادو کے پیچھے پڑ گئے تھے جو جادو کی کتابوں سے شیاطین پڑھا کرتے تھے اور جادو سیکھ کر حضرت سلیمان علیہ السّلام نے کفر نہیں کیا بلکہ جادو سیکھ کر اور اس پر عمل کر کے وہ شیطان کافر ہوئے جو لوگوں کو جادو سکھاتے تھے۔ (2) بنی اسرائیل اس جادو کے بھی پیچھے پڑ گئے تھے جو بابل شہر میں دو فرشتوں ہاروت اور ماروت پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں کی آزمائش کے لیے اتارا

فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَ زَوْجِهٖ ؕ وَ مَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ

وہ لوگ ان فرشتوں سے ایسا جادو سیکھتے جس کے ذریعے مرد اور اس کی بیوی میں جدائی ڈال دیں حالانکہ وہ اس کے ذریعے کسی کو

مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَ يَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَ لَا يَنْفَعُهُمْ ؕ وَ لَقَدْ عَلِمُوْا

اللہ کے حکم کے بغیر کوئی نقصان نہیں پہنچاسکتے تھے اور یہ ایسی چیز سیکھتے تھے جو انہیں نقصان دے اور انہیں نفع نہ دے اور یقیناً انہیں معلوم ہے

لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ؕ قف وَ لَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ ؕ لَوْ كَانُوْا

کہ جس نے یہ سودا لیا ہے آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں اور انہوں نے اپنی جانوں کا کتنا برا سودا کیا ہے، کیا ہی اچھا ہوتا

يَعْلَمُوْنَ ﴿١٠٢﴾ وَ لَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا وَ اتَّقَوْا لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ ؕ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿١٠٣﴾ ع ١٢/١٢

اگر یہ جانتے ○ اور اگر وہ ایمان لاتے اور پرہیزگاری اختیار کرتے تو اللہ کے یہاں کا ثواب بہت اچھا ہے، اگر یہ جانتے ○

گیا تھا۔ ان کے پاس جو شخص جادو سیکھنے آتا تو یہ سکھانے سے پہلے اسے نصیحت کرتے ہوئے فرماتے: ہم تو آزمائش کے لئے مقرر ہوئے ہیں، لہٰذا جادو سیکھ کر، اس پر عمل کر کے اور اسے جائز و حلال سمجھ کر اپنا ایمان ضائع نہ کرو۔ اگر وہ سیکھنے کے لئے آنے والا شخص ان کی بات نہ مانتا تو یہ اسے جادو سکھا دیتے۔ (3) نصیحت کرنے کے باوجود لوگ ان فرشتوں سے ایسا جادو سیکھتے تھے جس پر عمل کر کے وہ میاں بیوی میں جدائی ڈال سکیں لیکن بہر حال موثر حقیقی اللہ تعالیٰ ہی ہے کہ اس کے حکم کے بغیر کسی کو کوئی بھی نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے۔ (4) جس نے کتاب الٰہی کی بجائے جادو پر عمل کرنا اختیار کیا اس کا آخرت میں کچھ حصہ نہیں اور انہوں نے آخرت کے بدلے جادوگری کو منتخب کر کے اپنی جانوں کا کتنا برا سودا کیا ہے، کیا ہی اچھا ہوتا اگر یہ جادوگروں کو پہنچنے والے عذاب کی حقیقت جانتے تو کسی صورت جادو نہ سیکھتے۔ **اہم باتیں:** (1) پیغمبروں سے دشمنوں کے الزام دور کرنا اللہ تعالیٰ کی سنت ہے جیسا کہ لوگوں نے حضرت سلیمان علیہ السّلام پر جادوگری کی تہمت لگائی اور اللہ تعالیٰ نے اس تہمت کو دور فرمایا۔ (2) ہاروت، ماروت دو فرشتے ہیں جنہیں بنی اسرائیل کی آزمائش کے لئے اللہ تعالیٰ نے بھیجا تھا۔ ان کے بارے میں غلط قصے بہت مشہور ہیں اور وہ سب باطل ہیں۔ (3) فرشتے تمام گناہوں سے معصوم ہیں۔ (4) جادو کی ایک تعریف یہ ہے کہ کسی شریر اور بدکار شخص کا مخصوص عمل کے ذریعے عام عادت کے خلاف کوئی کام کرنا جادو کہلاتا ہے۔ (شرح المقاصد، 332/3) (5) جادو میں ایمان کے خلاف کلمات اور افعال ہوں تو کفر ہے اور اگر کفریہ کلمات و افعال نہ ہوں تو عمومی طور پر حرام ہے۔ (6) مؤثرِ حقیقی اللہ تعالیٰ ہے اور اسباب کی تاثیر اللہ تعالیٰ کی مَشِیَّت یعنی چاہنے کے تحت ہے۔ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ چاہے تو ہی کوئی شے اثر کر سکتی ہے ورنہ نہیں۔ جب جادو میں نقصان کی تاثیر ہے تو قرآنی آیات میں ضرور شفا کی تاثیر ہے۔ یونہی جب کفار جادو سے نقصان پہنچا سکتے ہیں تو خدا کے بندے بھی کرامت کے ذریعے نفع پہنچا سکتے ہیں۔

آیت 103 فرمایا کہ اگر سابقہ زمانے کے یہودی جادو کی بجائے ایمان و تقویٰ کی روِش اختیار کرتے اور زمانہ نبوی کے مخاطب یہودی نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور قرآن پر ایمان لاتے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں کا ثواب ان کے لیے بہت اچھا ہوتا کیونکہ آخرت کی تھوڑی سی نعمت دنیا کی بڑی سے بڑی نعمت سے اعلیٰ ہے، اگر یہ اس حقیقت کو جانتے تو کبھی بھی آخرت پر جادو کو ترجیح نہ دیتے۔

يَاۤ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَ قُوْلُوا انْظُرْنَا وَ اسْمَعُوْا ؕ وَ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۰۴﴾

اے ایمان والو! راعنانہ کہو اور یوں عرض کرو کہ حضور ہم پر نظر رکھیں اور پہلے ہی سے بغور سنو اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے ○

مَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَ لَا الْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ خَيْرٍ مِّنْ

(اے مسلمانو!) نہ تو اہلِ کتاب کے کافر چاہتے ہیں اور نہ ہی مشرک کہ تمہارے اوپر تمہارے رب کی طرف سے کوئی بھلائی

رَّبِّكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۰۵﴾ مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ

اتاری جائے حالانکہ اللہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ خاص فرمالیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے ○ جب ہم کوئی آیت منسوخ کرتے ہیں

آیت 104 **شانِ نزول:** جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کچھ تعلیم و تلقین فرماتے تو وہ کبھی کبھی درمیان میں عرض کیا کرتے۔ "رَاعِنَا یَا رَسُوْلَ اللہ" اس کے یہ معنی تھے کہ یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، ہمارے حال کی رعایت فرمائیے یعنی کلامِ اقدس کو اچھی طرح سمجھ لینے کا موقع دیجئے۔ یہودیوں کی لغت میں یہ کلمہ بے ادبی کا معنی رکھتا تھا اور انہوں نے اسی بری نیت سے کہنا شروع کر دیا۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ یہودیوں کی اصطلاح سے واقف تھے۔ ایک دن یہ کلمہ ان کی زبان سے سن کر آپ نے فرمایا: اے دشمنانِ خدا! تم پر اللہ کی لعنت، اگر میں نے اب کسی کی زبان سے یہ کلمہ سنا تو اس کی گردن اڑا دوں گا۔ یہودیوں نے کہا: ہم پر تو آپ برہم ہوتے ہیں جبکہ مسلمان بھی تو یہی کہتے ہیں، اس پر آپ رنجیدہ ہو کر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے ہی تھے کہ یہ آیت نازل ہوئی جس میں "رَاعِنَا" کہنے کی ممانعت فرمادی گئی اور اس معنی کا دوسرا لفظ "اُنْظُرْنَا" کہنے کا حکم ہوا اور یہ تاکید بھی کر دی کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے کلام فرمانے کے وقت ہمہ تن گوش ہو جاؤ تاکہ یہ عرض کرنے کی ضرورت ہی نہ رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم توجہ فرمائیں کیونکہ دربارِ نبوت کا یہی ادب ہے اور جو یہودی سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی توہین اور ان کے بارے میں بے ادبی والے الفاظ استعمال کر رہے ہیں، ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ **اہم باتیں:** (1) انبیاء کرام علیہم السلام کی تعظیم و توقیر اور ان کی جناب میں ادب کا لحاظ کرنا فرض ہے اور جس کلمہ میں ترکِ ادب کا معمولی سا بھی اندیشہ ہو وہ زبان پر لانا ممنوع ہے۔ (2) انبیاء کرام علیہم السلام کی جناب میں بے ادبی کفر ہے۔

آیت 105 **شانِ نزول:** بعض یہودی مسلمانوں کے ساتھ دوستی کا اظہار کرتے تھے۔ اس پر مسلمانوں کو متنبہ کیا گیا کہ اہل کتاب اور مشرکین اپنی خیر خواہی کے دعوے میں جھوٹے ہیں، تم سے حسد کی وجہ سے دونوں ہی یہ نہیں چاہتے کہ تمہارے اوپر تمہارے رب کی طرف سے کوئی بھلائی اتاری جائے اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نبوت کا انکار بھی رحمتِ خداوندی پر حسد کی وجہ سے ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ خاص فرمالیتا ہے اور خداوندِ کریم نے نبوت اور ختمِ نبوت کے ساتھ اپنے نبی پر اپنا فضل فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

آیت 106 قرآن کریم نے گزشتہ شریعتوں اور کتابوں کو منسوخ فرمایا تو کفار نے اس پر اعتراضات کئے، اس پر یہ آیتِ مبارکہ نازل

اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا ؕ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۰۶﴾

یا لوگوں کو بھلا دیتے ہیں تو اس سے بہتر یا اس جیسی اور آیت لے آتے ہیں۔ (اے مخاطب!) کیا تجھے معلوم نہیں کہ اللہ ہر شے پر قادر ہے ○

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ

کیا تجھے معلوم نہیں کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کے لئے ہے اور اللہ کے مقابلے میں تمہارا نہ کوئی حمایتی ہے

وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۱۰۷﴾ اَمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَسْـَٔلُوْا رَسُوْلَكُمْ كَمَا سُئِلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ؕ وَمَنْ

اور نہ ہی مددگار ○ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ تم اپنے رسول سے ویسے ہی سوال کرو جیسے اس سے پہلے موسیٰ سے کئے گئے اور جو

يَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴿۱۰۸﴾ وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ

ایمان کے بدلے کفر اختیار کرے تو وہ سیدھے راستے سے بھٹک گیا ○ اہلِ کتاب میں سے بہت سے لوگوں نے

ہوئی اور بتایا گیا کہ منسوخ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور ناسخ بھی، دونوں عین حکمت ہیں اور ناسخ کبھی منسوخ سے زیادہ آسان اور نفع بخش ہوتا ہے لہٰذا جو خدا کی قدرت اور اختیارات کو جانتا اور مانتا ہے، اسے اس میں تَرَدُّد کی کوئی گنجائش نہیں۔ **اہم باتیں:** (1) نسخ کا معنیٰ ہے: سابقہ حکم کو کسی بعد والی دلیلِ شرعی سے اٹھا دینا۔ (2) نسخ درحقیقت سابقہ حکم کی مدت کا بیان ہوتا ہے کہ وہ حکم اس مدت کے لیے تھا اور اب وہ مدت پوری ہو گئی۔ صرف یہ تھا کہ ہمیں وہ مدت معلوم نہ تھی اور ناسخ کے آنے سے معلوم ہو گئی۔

آیت 107 اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے کہ اپنے ملک میں جو چاہے جب چاہے قانون جاری کرے، جب کائنات میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے، دن جاتا ہے رات آتی ہے اور سارے جہان میں ہر طرح تبدیلی ہوتی رہتی ہے تو شرعی قانون میں بھی تبدیلی ہو سکتی ہے اور یہ تبدیلی مخلوق کی مصلحت کی وجہ سے ہے۔ خدا کے تمام احکام اور اختیارات ماننے میں ہی نجات ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کوئی کسی کی مدد نہیں کر سکتا۔

آیت 108 یہودیوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے مطالبہ کیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح آپ بھی ہمارے پاس ایک ہی مرتبہ سارا قرآن لے آئیں یا بعض نے کہا کہ ہم تب تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک آپ اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کو ہمارے سامنے نہیں لے آتے۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ کفار مکہ نے ہی دونوں مطالبے کئے یا کہا کہ کوہِ صفا کو سونے کا بنا دیں۔ ان کے جواب میں فرمایا گیا کہ تم بھی اپنے رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے اسی طرح فضول سوال کر رہے ہو جس طرح ان سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے ان سے کہا تھا کہ ہمیں اعلانیہ خدا دکھا دو، حالانکہ آیاتِ قرآنیہ کے نزول کے بعد دوسری نشانیوں کا مطالبہ کرنا سیدھے راہ سے بھٹکنا ہے۔ جب محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نبوت کا درست ہونا دلائل اور معجزات سے ثابت ہو چکا تو پھر ایسے لایعنی سوال کیوں کر رہے ہو؟ **درس:** کسی صحیح مقصد کے بغیر اور فضول سوال کرنا ممنوع ہے۔

آیت 109 تورات میں اسلام کی حقانیت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی عظمت و شان خوب ظاہر ہونے کے باوجود یہودی اپنے دلی

لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا ۚۖ حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ

اس کے بعد کہ ان پر حق خوب ظاہر ہوچکا ہے اپنے دلی حسد کی وجہ سے یہ چاہا کہ کاش وہ تمہیں ایمان کے بعد کفر کی طرف

الثلثۃ

لَهُمُ الْحَقُّ ۚ فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۗ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۱۰۹ وَ

پھیر دیں۔تو تم (انہیں) چھوڑدو اور (ان سے) درگزر کرتے رہو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے ○ اور

اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۗ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ ۗ

نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور اپنی جانوں کے لئے جو بھلائی تم آگے بھیجو گے اسے اللہ کے یہاں پاؤ گے

اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۱۱۰ وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ۗ

بیشک اللہ تمہارے سب کام دیکھ رہا ہے ○ اور اہلِ کتاب نے کہا: ہرگز جنت میں داخل نہ ہوگا مگر وہی جو یہودی ہو یا عیسائی۔

تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ ۗ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۱۱۱ بَلٰى ۚ مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ

یہ ان کی من گھڑت تمنائیں ہیں۔تم فرمادو: اگر تم سچے ہو تو اپنی دلیل لاؤ ○ ہاں کیوں نہیں ؟ جس نے اپنا چہرہ اللہ کے لئے جھکا دیا

حسد کی وجہ سے یہ چاہتے اور مختلف انداز میں کوشش کرتے رہتے تھے کہ مسلمانوں کو ایمان کے بعد کفر کی طرف پھیر دیں۔اس پر فرمایا کہ جہاد کا حکم آنے سے پہلے تم انہیں کچھ نہ کہو اور ان کی حرکتوں سے درگزر کرتے رہو۔آج بھی کفار کی سازشیں جاری ہیں۔ مسلمانوں کو دین سے پھیرنا، علماء کو بدنام کرنا اور اسلامی تعلیمات کا مذاق اڑانے کا کلچر پیدا کرنا اِنہی سازشوں کی مختلف صورتیں ہیں۔

اہم بات: کفار کے ساتھ جنگ نہ کرنے اور صرف نرمی کرنے کی تمام آیات کا یہ حکم ہے کہ وہ جہاد کی آیتوں سے منسوخ ہیں جیسا اس حکم کے آخر میں خود فرمادیا ”یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے“ اور وہ حکم جہاد و قتال کا ہے۔

آیت 110 یہاں مسلمانوں کو اپنی اِصلاحِ نفس کا حکم دیا جارہا ہے کہ تمام حقوق و شرائط کے ساتھ نماز قائم رکھو اور اپنے مالوں میں فرض ہونے والی زکوٰۃ ادا کرتے رہو اور تم اپنی جانوں کی بھلائی کے لیے جو کچھ اپنی آخرت کے لئے آگے بھیجو گے تو اس کا ثواب و جزا اللہ تعالیٰ کے پاس پاؤ گے۔بیشک اللہ تعالیٰ تمہارے سب کام دیکھ رہا ہے۔ **درس:** آدمی کسی بھی دینی یا دنیوی اہم کام میں مصروف ہو اسے اپنے نفس کی اصلاح سے غافل نہیں ہونا چاہیے۔عین حالت جہاد میں بھی نمازِ خوف کا حکم موجود ہے۔

آیت 111 یہودی مسلمانوں سے کہتے تھے کہ جنت میں صرف یہودی جائیں گے اور عیسائی کہتے تھے کہ صرف وہی داخل جنت ہوں گے۔یہ گفتگو مسلمانوں کو بہکانے کے لئے تھی، ان کی تردید میں یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی کہ یہ بات ان کی اپنی من گھڑت تمنا تو ہو سکتی ہے، خدا کا وعدہ نہیں۔اگر یہ لوگ سچے ہیں تو اپنی اس بات پر کوئی دلیل لائیں۔

آیت 112 یہودیوں اور عیسائیوں کے جواب میں فرمایا گیا کہ ان کے علاوہ کوئی جنت میں کیوں داخل نہیں ہوگا جبکہ اللہ تعالیٰ کا قانون یہ ہے کہ جو بھی ایمان صحیح اور عمل صالح لے کر آئے گا تو جنت کی صورت میں اس کا اجر اس کے رب کے پاس ہے اور ان پر نہ

وَ هُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗۤ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ۪ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ ع ۱۳ ۹ ۱۴

اور وہ نیکی کرنے والا بھی ہو تو اس کا اجر اس کے رب کے پاس ہے اور ان پر نہ کوئی خوف ہو گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے ○

وَ قَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ۪ وَّ قَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ ۙ

اور یہودیوں نے کہا: عیسائی کسی شے پر نہیں اور عیسائیوں نے کہا: یہودی کسی شے پر نہیں

وَّ هُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ ۚ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ

حالانکہ یہ کتاب پڑھتے ہیں اسی طرح جاہلوں نے ان (پہلوں) جیسی بات کہی تو اللہ قیامت کے دن ان میں اس بات کا فیصلہ

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ

کردے گا جس میں یہ جھگڑ رہے ہیں ○ اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہو گا جو اللہ کی مسجدوں کو اس بات سے روکے کہ ان میں

کوئی خوف ہو گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ **اہم بات:** جنت میں داخلے کا حقیقی معیار ایمانِ صحیح اور عملِ صالح ہے اور کسی بھی زمانے اور کسی بھی نسل و قوم کا آدمی اگر صحیح ایمان و عمل رکھتا ہے تو وہ جنت میں جائے گا، البتہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اعلانِ نبوت کے بعد آپ کی نبوت نہ ماننے والے کا ایمان قطعاً صحیح نہیں ہو سکتا۔

آیت 113 ایک بار نجران کے عیسائی اور مدینہ منورہ کے یہودی علماء بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ والہ وسلم میں حاضر تھے، یہودی کہنے لگے کہ عیسائیوں کا دین کچھ نہیں اور عیسائی کہنے لگے کہ یہودیوں کا دین کچھ نہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ علم ہونے کے باوجود یہودیوں اور عیسائیوں نے ایسی جاہلانہ گفتگو کی حالانکہ انجیل میں تورات اور حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی تصدیق ہے اور تورات میں حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی تصدیق ہے۔ مزید فرمایا کہ اہلِ کتاب کے علماء کی طرح عرب کے مشرکوں اور آتش پرستوں نے بھی ہر دین کو جھٹلانا شروع کر دیا اور کہنے لگے کہ دین کچھ نہیں تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان میں دین کی اس بات کا فیصلہ کر دے گا جس میں یہ جھگڑ رہے ہیں۔

آیت 114 ایک قول یہ ہے کہ روم کے عیسائیوں نے یہودیوں پر حملہ کر کے ان کے جنگجو مردوں کو قتل کر دیا، ان کے بیوی بچے قید کر لیے، تورات جلادی، بیت المقدس کو ویران کر دیا، یوں بیت المقدس خلافتِ فاروقی تک اسی ویرانی میں رہا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ آیت ان مشرکین مکہ کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے ابتدائے اسلام میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور آپ کے اصحاب رَضِیَ اللہ عنہم کو کعبہ میں نماز پڑھنے سے روکا اور صلح حدیبیہ کے وقت اس میں نماز و حج سے منع کیا تھا۔ چنانچہ فرمایا کہ اس سے بڑھ کر ظالم کوئی نہیں جو اللہ تعالیٰ کی مسجدوں میں نماز و تسبیح وغیرہ کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا نام لینے سے روکے اور ان مسجدوں کو منہدم کر کے یا لوگوں کو ان میں داخل ہونے سے روک کر انہیں ویران کرنے کی کوشش کرے، ان لوگوں کے لیے یہی مناسب تھا کہ مسجدوں میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے داخل ہوں، ان کے لئے دنیا میں ذلت و رسوائی اور آخرت میں نارِ جہنم کا بڑا عذاب ہے۔ **اہم باتیں:** (1) ذکر میں نماز، خطبہ، تسبیح، وعظ، نعت شریف اور صالحین کے حالات کا بیان سب داخل ہیں۔ (2) مسجد کو کسی بھی طرح ویران کرنے والا ظالم ہے۔ بلاوجہ لوگوں کو مسجد میں آنے سے روکے یا مسجد کی تعمیر سے روکے۔

فِيهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَآئِفِيْنَ ؕ

اللہ کا نام لیا جائے اوران کو ویران کرنے کی کوشش کرے۔انہیں مسجدوں میں داخل ہونا مناسب نہ تھا مگر ڈرتے ہوئے۔

لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۱۴﴾ وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۗ

ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لئے آخرت میں بڑا عذاب ہے○ اور مشرق و مغرب سب اللہ ہی کا ہے

فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۱۵﴾ وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ

توتم جدھر منہ کرو ادھر ہی اللہ کی رحمت تمہاری طرف متوجہ ہے۔بیشک اللہ وسعت والا علم والا ہے○ اور مشرکوں نے کہا: اللہ نے اپنے لئے اولاد

وَلَدًا ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ لَّهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ﴿۱۱۶﴾

بنا رکھی ہے،وہ پاک ذات ہے بلکہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اسی کی ملکیت میں ہے۔سب اس کے حضور گردن جھکائے ہوئے ہیں○

بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ

(وہ)بغیر کسی سابقہ مثال کے آسمانوں اور زمین کو نیا پیدا کرنے والا ہے اور جب وہ کسی کام (کووجود میں لانے)کا فیصلہ فرماتا ہے تو اس سے صرف یہ فرماتا ہے

آیت 115 **شانِ نزول:** اس آیت کے کئی شانِ نزول ہیں، ایک یہ ہے کہ ایک مرتبہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم تاریک رات میں سفر میں تھے، قبلہ کی سمت معلوم نہ ہو سکی، ہر شخص نے جس طرف اس کا دل جما، نماز پڑھ لی، صبح کو بارگاہِ رسالت میں صورت حال عرض کی تو یہ آیت نازل ہوئی اور ارشاد فرمایا: مشرق و مغرب ہر سمت کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے تو تم نماز میں جدھر منہ کرو ادھر ہی اللہ تعالیٰ کی رحمت تمہاری طرف متوجہ ہے، بیشک اللہ تعالیٰ وسعت والا علم والا ہے۔ **اہم بات:** قبلہ کی سمت معلوم نہ ہو سکے تو جس طرف دل جمے کہ خانہ کعبہ اسی سمت ہو گا تو اسی طرف منہ کر کے نماز پڑھے۔ البتہ یہ یاد رہے کہ خانہ کعبہ ہی قبلہ ہے، آیت میں جس اجازت کا ذکر ہے وہ مخصوص صورتوں میں ہے۔

آیت 116 **شانِ نزول:** عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا جبکہ مشرکینِ عرب فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے۔ ان سب کی تردید میں یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا: اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ اس کی کوئی اولاد ہو، اس کی شان تو یہ ہے کہ آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کا وہی خالق و مالک ہے اور ملکیت ہونا اولاد ہونے کے منافی ہے نیز اولاد حقیقت میں ماں باپ کا جز ہوتی ہے اور آدمی اپنے جز کا مالک نہیں ہوتا، لہٰذا جب آسمانوں اور زمین کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے تو اس کی اولاد کیسے ہو سکتی ہے؟

آیت 117 یہاں اس آیت سے متعلق دو باتیں ملاحظہ ہوں: (1) بدیع کا معنیٰ ہے کسی چیز کو بغیر کسی سابقہ مثال کے نئے طور پر بنانے والا۔ اللہ تعالیٰ کے آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے سے پہلے نہ کوئی آسمان تھا اور نہ زمین تو اللہ تعالیٰ نئے طور پر اسے عدم سے وجود میں لایا۔ (2) فیصلہ فرمانے سے مراد ارادہ کرنا ہے، اور اس آیت سے اصل مراد یہ ہے کہ ایسا ہونا ممکن نہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی شے کا ارادہ فرمائے اور وہ نہ ہو بلکہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ قطعی طور پر نافذ ہوتا ہے اور کسی شے کو وجود میں لانے کے لئے اللہ تعالیٰ کو انسانوں کی طرح

كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۱۱۷﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِيْنَاۤ اٰيَةٌؕ

کہ "ہو جا" تو وہ فوراً ہو جاتا ہے○ اور جاہلوں نے کہا: اللہ ہم سے کیوں نہیں کلام کرتا یا ہمارے پاس کوئی نشانی کیوں نہیں آجاتی۔

كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْؕ تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْؕ قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ

ان سے پہلے لوگوں نے بھی ایسی ہی بات کہی تھی توان کے دل آپس میں ایک جیسے ہو گئے۔ بیشک ہم نے یقین کرنے والوں کے لئے نشانیاں کھول کر

لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًاۙ وَّلَا تُسْـَٔلُ عَنْ

بیان کر دیں○ اے حبیب! بیشک ہم نے تمہیں حق کے ساتھ خوشخبری دینے والا اور ڈر کی خبریں دینے والا بنا کر بھیجا اور آپ سے جہنمیوں کے

اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ ﴿۱۱۹﴾ وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْؕ

بارے میں سوال نہیں کیا جائے گا○ اور یہودی اور عیسائی ہرگز آپ سے راضی نہ ہوں گے جب تک آپ ان کے دین کی پیروی نہ کرلیں۔

محنت و مشقت کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا اس چیز کے وجود کا ارادہ فرمالینا ہی کافی ہے۔

آیت 118 یہودیوں نے حضور پر نور صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے کہا: اگر آپ اپنے قول کے مطابق اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں تو خدا سے کہیے کہ وہ ہم سے کلام کرے تاکہ ہم خود اس کا فرمان سن لیں۔ ان کے مطالبے پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ان سے پہلے یہودیوں نے بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ایسی ہی بات کہی تھی۔ آیت کی ایک تفسیر یہ بھی ہے کہ یہ مطالبہ مشرکین مکہ نے کیا تھا اس پر فرمایا گیا کہ ان مشرکوں سے پہلے کفار نے بھی اپنے رسولوں سے ایسی ہی بات کہی تھی۔ یہ ان کفار کا کمال تکبر اور نہایت سرکشی تھی کہ انہوں نے اپنے آپ کو انبیاء کرام علیہم السلام اور فرشتوں کے برابر سمجھا۔ **اہم باتیں:** (1) یہود و نصاریٰ اور مشرکین کے اقوال کا گزشتہ منکرین کے اقوال کے مطابق ہونا ان کے دلوں کی سختی اور کفر کے ایک دوسرے سے مشابہ ہونے کی علامت ہے۔ (2) کفار سے معاشرت، لباس اور وضع قطع میں بھی مشابہت منع ہے کہ ظاہر، باطن کی علامت ہے اور ظاہر کا باطن پر اثر ہوتا ہے۔ حدیث میں فرمایا: جو جس قوم سے مشابہت کرے وہ انہی میں سے ہے۔

آیت 119 حضور پر نور صلی اللہ علیہ والہ وسلم جنت کی خوش خبری اور جہنم سے ڈرانے کی خبریں دینے والے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تبلیغ کے باوجود اگر کوئی ایمان نہ لاکر جہنم کی راہ پر چلتا ہے تو اس کے بارے میں آپ سے سوال نہ ہوگا کہ وہ کیوں ایمان نہیں لایا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اپنا فرض تبلیغ پورے طور پر ادا فرمادیا۔

آیت 120 فرمایا جارہا ہے کہ اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، یہودی اور عیسائی ہرگز آپ سے راضی نہ ہوں گے جب تک آپ ان کے دین کی پیروی نہ کرلیں اور یقیناً یہ بات ناممکن ہے کہ آپ ان کے دین کی پیروی کریں کیونکہ وہ باطل ہیں۔ ان کے مقابلے میں آپ جواب دیں کہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہی حقیقی ہدایت ہے جو اس نے مجھے عطا فرما رکھی ہے۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ذریعے امت سے فرمایا کہ حق و ہدایت آنے کے بعد تم ہرگز کفار کی خواہشات کی پیروی نہ کرنا، اگر ایسا کیا تو تمہیں عذابِ الٰہی سے

قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِیْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ

تم فرما دو: اللہ کی ہدایت ہی حقیقی ہدایت ہے اور (اے مخاطب!) اگر تیرے پاس علم آجانے کے بعد بھی تو ان کی خواہشات کی پیروی کرے گا

مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ ﴿۱۲۰﴾ اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَتْلُوْنَهٗ حَقَّ

وقف منزل

تو تجھے اللہ سے کوئی بچانے والا نہ ہوگا اور نہ کوئی مددگار ہوگا ○ وہ لوگ جنہیں ہم نے کتاب دی ہے تو وہ اس کی تلاوت کرتے ہیں جیسا

تِلَاوَتِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ وَمَنْ یَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۲۱﴾ یٰبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ

ع ۱۴

تلاوت کرنے کا حق ہے یہی لوگ اس پر ایمان رکھتے ہیں اور جو اس کا انکار کریں تو وہی نقصان اٹھانے والے ہیں ○ اے یعقوب کی اولاد!

اذْكُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْۤ اَنْعَمْتُ عَلَیْكُمْ وَاَنِّیْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۲۲﴾ وَاتَّقُوْا یَوْمًا

میرا احسان یاد کرو جو میں نے تم پر کیا اور وہ جو میں نے اس زمانہ کے سب لوگوں پر تمہیں فضیلت عطا فرمائی ○ اور اس دن سے ڈرو

بچانے والا کوئی نہیں۔ **اہم بات:** کفار بحیثیتِ مجموعی مسلمانوں سے کبھی راضی نہیں ہو سکتے اگرچہ ظاہری طور پر کبھی حالات مختلف ہو جائیں۔ افسوس کہ ہزاروں تجربات کے بعد بھی مسلمان سبق نہیں سیکھتے۔ مسلمان ممالک کے ساتھ پچھلے دو سو سال سے کیا کچھ ہو رہا ہے، یہ سب اِس آیت کا مفہوم سمجھانے کے لئے کافی ہے۔

آیت 121 **شانِ نزول:** حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ آیت ان لوگوں کے متعلق نازل ہوئی جو حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے تھے، ان کی تعداد چالیس تھی، بتیس اہلِ حبشہ اور آٹھ شامی راہب تھے، ان میں بحیرا راہب بھی تھے جنہوں نے بچپن میں سفر شام میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو پہچانا تھا۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ حقیقت میں تورات شریف پر ایمان لانے والے وہی ہیں جو اس کی تلاوت کا حق ادا کرتے، تحریف و تبدیلی کئے بغیر پڑھتے، اس کے معنی کو سمجھتے، مانتے اور اس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نعت و صفت دیکھ کر آپ پر ایمان لاتے ہیں اور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا انکار کرتے ہیں وہ تورات پر ایمان نہیں رکھتے اور وہی لوگ حقیقت میں نقصان اٹھانے والے ہیں کہ روزِ قیامت ہمیشہ کے لیے نارِ جہنم میں داخل ہوں گے۔ **اہم بات:** کتاب اللہ کے بہت سے حقوق بھی ہیں، قرآن کا حق یہ ہے کہ اس کی تعظیم، اس سے محبت اور اس کی تلاوت کی جائے، اسے سمجھا، اس پر ایمان رکھا، اس پر عمل کیا اور اسے دوسروں تک پہنچایا جائے۔

آیت 122 یہاں سے ایک بار پھر بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں یاد دلائی جا رہی ہیں کہ تم پر بے شمار انعام فرمائے اور تمہیں اپنے زمانے میں تمام لوگوں پر فضیلت دی۔ ان نعمتوں کا شکر ادا کرو اور خدا کے حکم کی اطاعت کرو اور آخری نبی محمد مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان لانا بھی اسی کا حکم ہے۔

آیت 123 یہاں بنیادی طور پر ان یہودیوں کو تنبیہ ہے جو کہتے تھے: ہمارے باپ دادا بڑے بزرگ تھے وہ ہمیں شفاعت کرکے چھڑا لیں گے۔ انہیں فرمایا جا رہا ہے کہ شفاعت کافر کے لیے نہیں ہے۔ گویا یہاں کافر کا بیان ہے کہ کافر کی طرف سے کوئی بدلہ نہ بنے گا اور نہ اس

لَّا تَجۡزِیۡ نَفۡسٌ عَنۡ نَّفۡسٍ شَیۡـًٔا وَّلَا یُقۡبَلُ مِنۡهَا عَدۡلٌ وَّلَا تَنۡفَعُهَا شَفَاعَةٌ

جب کوئی جان کسی دوسری جان کی طرف سے کوئی بدلہ نہ دے گی اور نہ اس سے کوئی معاوضہ لیا جائے گا اور نہ کافر کو سفارش نفع دے گی

وَّلَا هُمۡ یُنۡصَرُوۡنَ ﴿۱۲۳﴾ وَاِذِ ابۡتَلٰۤی اِبۡرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ

اور نہ ہی ان کی مدد کی جائے گی ○ اور یاد کرو جب ابراہیم کو اس کے رب نے چند باتوں کے ذریعے آزمایا تو اس نے انہیں پورا کردیا (اللہ نے) فرمایا:

اِنِّیۡ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ ؕ قَالَ لَا یَنَالُ عَهۡدِی الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۱۲۴﴾

میں تمہیں لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں۔ (ابراہیم نے) عرض کی اور میری اولاد میں سے بھی۔ فرمایا: میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچتا ○

وَاِذۡ جَعَلۡنَا الۡبَیۡتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمۡنًا ؕ وَاتَّخِذُوۡا مِنۡ مَّقَامِ اِبۡرٰهٖمَ مُصَلًّی ؕ وَعَهِدۡنَاۤ

اور (یاد کرو) جب ہم نے اس گھر کو لوگوں کے لئے مرجع اور امان بنایا اور (اے مسلمانو!) تم ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کا مقام بناؤ اور ہم نے

اِلٰۤی اِبۡرٰهٖمَ وَاِسۡمٰعِیۡلَ اَنۡ طَهِّرَا بَیۡتِیَ لِلطَّآئِفِیۡنَ وَالۡعٰكِفِیۡنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوۡدِ ﴿۱۲۵﴾

ابراہیم واسماعیل کو تاکید فرمائی کہ میرا گھر طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لئے خوب پاک صاف رکھو ○

سے کوئی معاوضہ لے کر اسے چھوڑا جائے گا اور نہ کوئی اس کی شفاعت کرے گا اور بالفرض اگر کوئی کرے تو کافر کے حق میں نہ تو شفاعت قبول کی جائے گی اور نہ ہی اس کی مدد کی جائے گی۔ **اہم بات:** مسلمانوں کی شفاعت بھی ہوگی جیسے قرآن پاک میں آیت الکرسی میں ہے۔

آیت 124 یہودی، عیسائی اور مشرکین عرب سب حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے فضل و شرف کے معترف اور آپ کی نسل میں ہونے پر فخر کرتے ہیں۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السّلام کے وہ حالات بیان فرمائے ہیں جن سے ان سب پر اسلام قبول کرنا لازم ہو جاتا ہے کیونکہ جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السّلام پر واجب کیں وہ اسلام کی خصوصیات میں سے ہیں۔ یہاں اس آیت سے متعلق چند باتیں ملاحظہ ہوں (1) ”ابتلاء“ یعنی آزمائش سے آدمی کے کھرے کھوٹے ہونے کا اظہار کیا جاتا ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ نے آزمائش کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السّلام پر کچھ شرعی احکام لازم کئے اور مزید راہِ خدا میں آپ علیہ السّلام کی ہجرت، بیوی بچوں کا بیابان میں تنہا چھوڑنا اور فرزند کی قربانی وغیرہ بھی اس آزمائش میں شامل ہیں۔ (3) آپ علیہ السّلام تمام امتحانوں میں پورا اترے اور اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السّلام کو لوگوں کا دینی پیشوا بنادیا۔ (4) یہاں امامت سے مراد نبوت نہیں کیونکہ نبوت تو پہلے ہی مل چکی تھی بلکہ اس سے مراد دینی پیشوائی ہے۔ (5) مقامِ امامت عطا ہونے پر آپ علیہ السّلام نے اللہ تعالیٰ سے اپنی نسل کے لئے بھی اس مقام کی عرض کی۔ اس پر فرمایا گیا کہ آپ کی نسل میں سے جو ظالم ہوں گے وہ امامت کا منصب نہ پائیں گے۔

آیت 125 یہاں اس آیت سے متعلق چند باتیں ملاحظہ ہوں (1) بیت سے کعبہ شریف مراد ہے اور اس میں تمام حرم شریف داخل ہے۔ (2) ”مَثَابَةً“ سے مراد بار بار لوٹنے کی جگہ ہے۔ یہاں مسلمان بار بار لوٹ کر حج و عمرہ وزیارت کے لئے جاتے ہیں اور جو نہ جاسکے وہ اس کی تمنا ضرور کرتے ہیں۔ (3) امن بنانے سے یہ مراد ہے کہ حرم کعبہ میں قتل و غارت حرام ہے بلکہ وہاں شکار تک کو

وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّ ارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ

اور یاد کرو جب ابراہیم نے عرض کی: اے میرے رب اس شہر کو امن والا بنادے اور اس میں رہنے والے جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان

مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِؕ قَالَ وَ مَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِیْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗۤ

رکھتے ہوں انہیں مختلف پھلوں کا رزق عطا فرما۔(اللہ نے) فرمایا: اور جو کافر ہو تو میں اسے بھی تھوڑی سی مدت کے لئے نفع اٹھانے دوں گا پھر اسے دوزخ کے

اِلٰى عَذَابِ النَّارِؕ وَ بِئْسَ الْمَصِیْرُ ﴿۱۲۶﴾ وَ اِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَ اِسْمٰعِیْلُؕ

عذاب کی طرف مجبور کردوں گا اور وہ پلٹنے کی بہت بری جگہ ہے ○ اور جب ابراہیم اور اسماعیل اس گھر کی بنیادیں بلند کررہے تھے (یہ دعا

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّاؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿۱۲۷﴾ رَبَّنَا وَ اجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَكَ

کرتے ہوئے) اے ہمارے رب! ہم سے قبول فرما، بیشک تو ہی سننے والا جاننے والا ہے ○ اے ہمارے رب! اور ہم دونوں کو اپنا فرمانبردار رکھ

امن ہے۔(4) مقامِ ابراہیم وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے تعمیرِ کعبہ فرمائی۔ اس میں آپ کے قدم مبارک کا نشان تھا اور اسے نماز کا مقام بنانا مستحب ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اس نماز سے طواف کے بعد پڑھی جانے والی دو واجب رکعتیں مراد ہیں۔ **درس:** (1) خانہ کعبہ اور مسجدِ حرام شریف کو حاجیوں، عمرہ کرنے والوں، طواف کرنے والوں، اعتکاف کرنے والوں اور نمازیوں کیلئے پاک و صاف رکھا جائے، یہی حکم دیگر مسجدوں کو پاک و صاف رکھنے کا ہے، وہاں گندگی اور بدبودار چیز نہ لائی جائے، یہ سنتِ انبیاء ہے۔(2) مقامِ ابراہیم ایک پتھر ہے اور جب پتھر نبی علیہ السّلام کی نسبت سے عظمت والا ہو گیا تو حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے صحابہ کرام، اہلِ بیت اور ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کی عظمت کا کیا کہنا۔

آیت 126 حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے تعمیرِ کعبہ کے بعد ایک دعا یہ بھی مانگی: اے میرے رب! اس شہر مکہ کو امن والا بنادے اور اس میں رہنے والے اہلِ ایمان کو مختلف پھلوں کا رزق عطا فرما۔ اللہ تعالیٰ نے کرم کیا، دعا قبول فرمائی اور ارشاد فرمایا: رزق سب کو دیا جائے گا خواہ وہ مومن ہو یا کافر، البتہ جو کافر ہو گا اسے صرف دنیوی زندگی میں رزق ملے گا، پھر قیامت کے دن اسے عذابِ جہنم کی طرف مجبور کر دیا جائے گا اور جہنم پلٹنے کی بہت بری جگہ ہے۔ **اہم بات:** (1) حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے اہلِ حرم کے لئے رزق کی فراوانی کی دعا مانگی تھی، اُس دعا کی قبولیت ہر شخص اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتا ہے کہ دنیا بھر کے پھل اور کھانے یہاں بکثرت ملتے ہیں۔

آیت 127 پہلی مرتبہ خانہ کعبہ کی بنیاد حضرت آدم علیہ السّلام نے رکھی اور طوفانِ نوح کے بعد پھر حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے اسی بنیاد پر تعمیر فرمایا۔ یہ تعمیر خاص آپ علیہ السّلام کے دستِ مبارک سے ہوئی، اس کے لیے پتھر اٹھا کر لانے کی سعادت حضرت اسماعیل علیہ السّلام کو میسر ہوئی، دونوں حضرات نے اس وقت یہ دعا کی کہ یارب! عَزَّوَجَلَّ، ہماری یہ طاعت و خدمت قبول فرما، بیشک تو ہی ہماری دعا سننے والا اور ہمارا عمل جاننے والا ہے۔ **درس:** اس آیت سے معلوم ہوا کہ مسجدوں کی تعمیر نہایت اعلیٰ عبادت اور سنتِ انبیاء ہے۔ حضور پر نور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے مسجدِ نبوی شریف کی تعمیر میں بذاتِ خود حصہ لیا تھا۔ (بخاری، حدیث: 3906)

آیت 128 اس دعا کی چند باتیں ملاحظہ ہوں: (1) حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السّلام اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار اور مخلص بندے تھے پھر

وَ مِنۡ ذُرِّيَّتِنَاۤ اُمَّةً مُّسۡلِمَةً لَّكَ ۪ وَ اَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَ تُبۡ عَلَيۡنَا ۚ

اور ہماری اولاد میں سے ایک ایسی امت بنا جو تیری فرمانبردار ہو اور ہمیں ہماری عبادت کے طریقے دکھادے اور ہم پر اپنی رحمت کے ساتھ رجوع فرما

اِنَّكَ اَنۡتَ التَّوَّابُ الرَّحِيۡمُ ﴿۱۲۸﴾ رَبَّنَا وَ ابۡعَثۡ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ

بیشک تو ہی بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے ○ اے ہمارے رب! اور ان کے درمیان انہیں میں سے ایک رسول بھیج جو اِن پر تیری آیتوں کی

اٰيٰتِكَ وَ يُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَ الۡحِكۡمَةَ وَ يُزَكِّيۡهِمۡ ؕ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ ﴿۱۲۹﴾ ع وَ مَنۡ ع ۱۵ ۸ ۱۵

تلاوت فرمائے اور انہیں تیری کتاب اور پختہ علم سکھائے اور انہیں خوب پاکیزہ فرمادے۔ بیشک تو ہی غالب حکمت والا ہے ○ اور

بھی یہ دعا اس لیے مانگ رہے ہیں کہ مزید اطاعت، عبادت، اخلاص اور کمال نصیب ہو، سبحان اللہ۔ (2) حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السّلام معصوم ہیں، آپ کی طرف سے توبہ، تواضع یعنی عاجزی ہے اور اس میں اللہ والوں کے لیے تعلیم ہے کہ وہ گناہوں سے بچنے کے باوجود بارگاہِ الٰہی میں توبہ و استغفار کرتے رہیں۔ **درس:** عبادت کے طریقے سیکھنا حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی سنت ہے۔ اس کے لئے دعا بھی کرنی چاہیے اور کوشش بھی۔ بغیر طریقہ سیکھے عبادت کرنا اکثر عبادت ضائع کردیتا ہے۔

آیت 129 حضرت ابراہیم اور اسماعیل علیہما السّلام کی یہ دعا ہمارے نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے لیے تھی۔ تعمیر کعبہ کی عظیم خدمت بجالانے اور توبہ و استغفار کرنے کے بعد حضرت ابراہیم اور اسماعیل علیہما السّلام نے یہ دعا کی: یارب! عَزَّوَجَلَّ، رسول عظیم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو ہماری نسل میں ظاہر فرما اور یہ شرف ہمیں عنایت فرما۔ یہ دعا قبول ہوئی اور ان دونوں بزرگوں کی نسل میں حضور پرنور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تشریف آوری ہوئی۔ **اہم باتیں:** (1) کتاب سے مراد قرآن پاک اور اس کی تعلیم سے اس کے حقائق و معانی کا سکھانا مراد ہے۔ (2) حکمت میں سنّت، احکامِ شریعت اور اسرار وغیرہ سب داخل ہیں۔ (3) حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی دعائیں قبول ہوئیں۔ حضور پرنور صلی اللہ علیہ والہ وسلم صاحبِ کتاب ہوئے، آیات کی تلاوت فرمائی، امت کو کتابُ اللہ سکھائی، حکمت عطا فرمائی، ان کے نفسوں کا تزکیہ کیا، اسرارِ الٰہی پر مطلع کیا۔ (4) ستھرا کرنے کے یہ معنی ہیں کہ نفس کو گناہوں کی آلودگیوں، شہوات و خواہشات کی آلائشوں اور ارواح کی کدورتوں سے پاک و صاف کرکے آئینہ دل کو تجلیات و انوارِ الٰہیہ دیکھنے کے قابل کردے تاکہ اسرارِ الٰہی اور انوارِ باری تعالیٰ اس میں جلوہ گر ہوسکیں۔ تمام غوث، قطب، ابدال، اولیاء، اصفیاء، صوفیاء، فقہاء اور علماء کا تزکیہ اِسی مقدس بارگاہ سے ہوتا ہے۔ (5) صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی شان بہت بلند ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے جن کو کتاب و حکمت سکھائی اور جنہیں پاک و صاف کیا ان کے اوّلین مصداق صحابہ ہی تو تھے۔

آیت 130 علماءِ یہود میں سے حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے اسلام لانے کے بعد اپنے دو بھتیجوں مہاجر و سلمہ کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی تو سلمہ ایمان لے آئے اور مہاجر نے اسلام قبول کرنے سے انکار کردیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے خود اس رسول معظم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے مبعوث ہونے کی دعا فرمائی تو جو اُن کے دین سے پھرے وہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے دین سے پھر گیا۔ **اہم بات:** اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو چن لیا یعنی آپ کو اپنا رسول اور خلیل بنایا اور آپ

يَّرۡغَبُ عَنۡ مِّلَّةِ اِبۡرٰهٖمَ اِلَّا مَنۡ سَفِهَ نَفۡسَهٗ ؕ وَ لَقَدِ اصۡطَفَيۡنٰهُ فِی الدُّنۡيَا ۚ وَ اِنَّهٗ

ابراہیم کے دین سے وہی منہ پھیرے گا جس نے خود کو احمق بنا رکھا ہو اور بیشک ہم نے اسے دنیا میں چن لیا اور بیشک وہ

فِی الۡاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيۡنَ ﴿۱۳۰﴾ اِذۡ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗۤ اَسۡلِمۡ ۙ قَالَ اَسۡلَمۡتُ

آخرت میں ہمارا خاص قرب پانے والوں میں سے ہے○ یاد کرو جب اس کے رب نے اسے فرمایا: فرمانبرداری کر، تو اس نے عرض کی: میں نے فرمانبرداری کی

لِرَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۱۳۱﴾ وَوَصّٰى بِهَاۤ اِبۡرٰهٖمُ بَنِيۡهِ وَ يَعۡقُوۡبُ ؕ يٰبَنِىَّ اِنَّ اللّٰهَ اصۡطَفٰى

اس کی جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے○ اور ابراہیم اور یعقوب نے اپنے بیٹوں کو اسی دین کی وصیت کی کہ اے میرے بیٹو! بیشک اللہ نے یہ دین

لَـكُمُ الدِّيۡنَ فَلَا تَمُوۡتُنَّ اِلَّا وَاَنۡتُمۡ مُّسۡلِمُوۡنَ ﴿۱۳۲﴾ اَمۡ كُنۡتُمۡ شُهَدَآءَ اِذۡ حَضَرَ يَعۡقُوۡبَ

تمہارے لئے چن لیا ہے تو تم ہرگز نہ مرنا مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو○ (اے یہودیو!) کیا تم اس وقت موجود تھے جب یعقوب کے وصال کا

الۡمَوۡتُ ۙ اِذۡ قَالَ لِبَنِيۡهِ مَا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡۢ بَعۡدِىۡ ؕ قَالُوۡا نَعۡبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ

وقت آیا، جب انہوں نے اپنے بیٹوں سے فرمایا: (اے بیٹو!) میرے بعد تم کس کی عبادت کروگے؟ تو انہوں نے کہا: ہم آپ کے معبود اور آپ کے آباؤ اجداد

آخرت میں خاص قربِ الٰہی پانے والوں میں سے ہیں۔

آیت 131 فرمایا کہ ہم نے اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو رسالت و خلت کے لئے چن لیا جب اس کے رب نے اسے فرمایا: تو اپنا دین اپنے رب کے لئے خالص رکھ اور اس پر ثابت قدم رہ، تو اس نے عرض کی: میں نے اس رب کے لیے اپنا دین خالص رکھا جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔

آیت 132 حضرت ابراہیم اور حضرت یعقوب علیہما السّلام نے اپنی اولاد کو دینِ حق پر ثابت قدمی کی وصیت فرمائی، اس سے معلوم ہوا کہ والدین کو صرف مال کے متعلق ہی نہیں بلکہ اولاد کو عقائدِ صحیحہ، اعمالِ صالحہ، دین کی عظمت، دین پر استقامت، نیکیوں پر مداومت اور گناہوں سے دور رہنے کی وصیت بھی کرنی چاہیے۔ حدیث پاک میں ہے: اپنی اولاد کے ساتھ نیک سلوک کرو اور انہیں اچھے ادب سکھانے کی کوشش کرو۔ (ابن ماجہ، حدیث: 3671) اچھے ادب سے مراد بچے کو دیندار، متقی، پرہیزگار بنانا ہے۔

آیت 133 **شانِ نزول:** یہودیوں نے کہا تھا کہ حضرت یعقوب علیہ السّلام نے اپنی وفات کے دن اپنی اولاد کو یہودی رہنے کی وصیت کی تھی۔ ان کے اس دعوے کی تردید میں یہ آیت نازل ہوئی۔ جس کے معنی ہیں کہ اے بنی اسرائیل! کیا تم لوگ حضرت یعقوب علیہ السّلام کے آخری وقت ان کے پاس موجود تھے جس وقت انہوں نے اپنے بیٹوں کو بلا کر وصیت کی تھی۔ تم تو وہاں نہیں تھے لہٰذا ہم تمہیں بتاتے ہیں کہ کیا وصیت کی تھی اور وہ یہ کہ حضرت یعقوب علیہ السّلام نے ان سے توحید اور اسلام و اطاعتِ الٰہی کا اقرار لیا تھا۔

اہم بات: حضرت اسماعیل علیہ السّلام کو حضرت یعقوب علیہ السّلام کے آباء یعنی باپوں میں داخل کیا حالانکہ آپ چچا ہیں اور چچا بمنزلہ باپ کے ہوتا ہے۔

اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚۖ وَّ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۝۱۳۳ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ

ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق کے معبود کی عبادت کریں گے جو ایک معبود ہے اور ہم اس کے فرمانبردار ہیں ○ وہ ایک امت ہے جو گزر چکی ہے۔

لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ لَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَ لَا تُسْــَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۱۳۴ وَ قَالُوْا

ان کے اعمال ان کے لئے ہیں اور تمہارے اعمال تمہارے لئے ہیں اور تم سے اُن کے کاموں کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا○ اور اہلِ کتاب نے کہا:

كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا ؕ قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِيْفًا ؕ وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝۱۳۵

یہودی یا نصرانی ہو جاؤ ہدایت پا جاؤ گے۔ تم فرماؤ: (ہرگز نہیں) بلکہ ہم تو ابراہیم کا دین اختیار کرتے ہیں جو ہر باطل سے جدا تھے اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھے○

قُوْلُوْۤا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلٰۤى اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ

(اے مسلمانو!) تم کہو: ہم اللہ پر اور جو ہماری طرف نازل کیا گیا ہے اس پر ایمان لائے اور اس پر جو ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب

وَ الْاَسْبَاطِ وَ مَاۤ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَ عِيْسٰى وَ مَاۤ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ

اور ان کی اولاد کی طرف نازل کیا گیا اور موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا گیا اور جو باقی انبیاء کو ان کے رب کی طرف سے عطا کیا گیا۔ ہم ایمان لانے میں

آیت 134 یہودی ان خیالات کی دنیا میں بھی رہتے تھے کہ اگر ہمارے عقائد و اعمال غلط بھی ہوئے تو ہمارے باپ دادا کے اعمال ہمارے کام آجائیں گے اور ان سے ہماری نجات ہو جائے گی، ان کی تردید میں یہ آیت آئی کہ وہ سب گزر چکے، ان کے اعمال ان کے لئے ہیں اور تمہارے اعمال تمہارے لئے، تمہیں ان کے اعمال کام نہ آئیں گے۔ **اہم بات:** آخرت میں اپنے اعمال کام آئیں گے اور اگر عقیدہ خراب ہو تو کسی کو دوسرے کے عمل سے فائدہ نہ ہوگا۔

آیت 135 یہودیوں کا دعویٰ تھا کہ یہودی دین تمام ادیان سے اعلیٰ ہے اور ہدایت و نجات اسی میں ہے جبکہ یہی دعویٰ عیسائی بھی کرتے تھے کہ ہدایت و نجات عیسائیت میں ہے اس پر آیت میں فرمایا کہ اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، آپ یہودیوں اور عیسائیوں کو جواب دیں کہ جب پیروی ہی کرنی ہے تو ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کی پیروی کرتے ہیں جو تمام فضائل کا جامع ہے، آپ علیہ السلام ہر باطل سے جدا تھے اور مشرکوں میں سے نہ تھے۔

آیت 136 آیت مبارکہ کا مضمون ترجمہ سے واضح ہے، البتہ یہاں انبیاء کرام علیہمُ السّلام سے متعلق چند باتیں یاد رکھیں: (1) تمام انبیاء علیہمُ السّلام اور تمام کتابوں پر ایمان لانا ضروری ہے، جو کسی ایک نبی علیہ السّلام یا ایک کتاب کا بھی انکار کرے وہ کافر ہے، البتہ انبیاء کرام علیہمُ السّلام کی تعداد مقرر نہ کی جائے کیونکہ انبیاء کرام علیہمُ السّلام کی تعداد کسی قطعی دلیل سے ثابت نہیں۔ (2) انبیاء کرام علیہمُ السّلام کے درجوں میں فرق ہے جیسا کہ تیسرے پارے کے شروع میں ہے مگر ان کی نبوت میں فرق نہیں۔ (3) انبیاء کرام علیہمُ السّلام میں اس طرح فرق کرنا منع ہے کہ بعض نبیوں کو مانیں اور بعض کا انکار کریں۔ (4) سارے نبی نبوت میں یکساں ہیں۔ سب اصلی نبی ہوتے ہیں۔ عارضی، ظلی یا بروزی قسم کا کوئی نبی نہیں ہوتا جیسے قادیانی جھوٹا دعویٰ کرتے ہیں۔

Go To Index

بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۫ وَ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۶﴾ فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَاۤ اٰمَنْتُمْ بِهٖ

ان میں سے کسی کے درمیان فرق نہیں کرتے اور ہم اللہ کے حضور گردن رکھے ہوئے ہیں ○ پھر اگر وہ بھی یونہی ایمان لے آئیں جیسا تم ایمان لائے ہو

فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَ اِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ ۚ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَ هُوَ

جب تو وہ ہدایت پاگئے اور اگر منہ پھیریں تو وہ صرف مخالفت میں پڑے ہوئے ہیں۔ تو اے حبیب! عنقریب اللہ ان کی طرف سے تمہیں کافی ہوگا اور وہی

السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۳۷﴾ صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَ مَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ۫ وَّ نَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ﴿۱۳۸﴾

سننے والا جاننے والا ہے ○ ہم نے اللہ کا رنگ اپنے اوپر چڑھالیا اور اللہ کے رنگ سے بہتر کس کا رنگ ہے؟ اور ہم اسی کی عبادت کرنے والے ہیں ○

قُلْ اَتُحَآجُّوْنَنَا فِي اللّٰهِ وَ هُوَ رَبُّنَا وَ رَبُّكُمْ ۚ وَ لَنَاۤ اَعْمَالُنَا وَ لَكُمْ

تم فرماؤ: کیا تم اللہ کے بارے میں ہم سے جھگڑتے ہو حالانکہ وہ ہمارا بھی رب ہے اور تمہارا بھی اور ہمارے اعمال ہمارے لئے ہیں اور تمہارے اعمال

آیت 137 اِس آیت میں یہودیوں کے متعلق فرمایا گیا کہ اگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی طرح صحیح، سچا اور کھرا ایمان لے آتے ہیں تو یہ یہودی بھی ہدایت پاجائیں گے کیونکہ صحابہ کا ایمان حقیقی اور مثالی ہے اور اگر یہودی ایسا ایمان لانے سے منہ پھیریں تو صرف ڈھٹائی اور نفسانی مخالفت ہے۔ مزید فرمایا کہ ''اے نبی! صلی اللہ علیہ والہ وسلم عنقریب اللہ ان لوگوں کے مقابلے میں تمہیں کافی ہوگا''یعنی غلبہ عطا فرمائے گا۔ یہ غیبی خبر صادق ہو کر رہی، کفار کے حسد و دشمنی اور ان کی مکاریوں سے حضور پر نور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو کوئی ضرر نہ پہنچا۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو فتح نصیب ہوئی، بنی قُریظہ قتل ہوئے جبکہ بنی نَضِیر جلاوطن کئے گئے اور یہودیوں، عیسائیوں پر جزیہ مقرر ہوا۔

آیت 138 یعنی جس طرح رنگ کپڑے کے ظاہر و باطن میں سرایت کر جاتا ہے اس طرح اللہ تعالیٰ کے دین کے سچے عقائد ہمارے رگ و پے میں سما گئے ہیں، ہمارا ظاہر و باطن اس کے رنگ میں رنگ گیا ہے۔ ہمارا رنگ ظاہری رنگ نہیں جو کچھ فائدہ نہ دے بلکہ یہ نفوس کو پاک کرتا ہے۔ ظاہر میں اس کے آثار ہمارے اعمال سے نمودار ہوتے ہیں۔ عیسائیوں کا طریقہ تھا کہ جب اپنے دین میں کسی کو داخل کرتے یا ان کے یہاں کوئی بچہ پیدا ہوتا تو پانی میں زرد رنگ ڈال کر اس میں اس شخص یا بچہ کو غوطہ دیتے اور کہتے کہ اب یہ سچا عیسائی ہو گیا۔ اس کا اس آیت میں رد فرمایا کہ یہ ظاہری رنگ کسی کام کا نہیں۔

آیت 139 **شانِ نزول:** یہودیوں نے مسلمانوں سے کہا کہ ہم پہلی کتاب والے ہیں، ہمارا قبلہ پرانا ہے، ہمارا دین قدیم ہے، انبیاء کرام علیہم السلام ہم میں سے ہوئے ہیں لہٰذا اگر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نبی ہوتے تو ہم میں سے ہی ہوتے۔ اس پر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ذریعے ان سے فرمایا گیا کہ ہمارا اور تمہارا سب کا رب اللہ تعالیٰ ہے، اسے اختیار ہے کہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے نبی بنائے، عرب میں سے ہو یا دوسروں میں سے۔ ہمارے اعمال ہمارے لیے ہیں اور تمہارے اعمال تمہارے لیے اور ہم کسی دوسرے کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک نہیں کرتے اور عبادت و طاعت خالص اسی کے لئے کرتے ہیں تو عزت کے مستحق ہیں۔

اَعْمَالُكُمْ ۚ وَنَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ ﴿۱۳۹﴾ۙ اَمْ تَقُوْلُوْنَ اِنَّ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ

تمہارے لئے ہیں اور ہم خالص اسی کے ہیں ○ (اے اہلِ کتاب!) کیا تم یہ کہتے ہو کہ ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحاق اور یعقوب

وَالْاَسْبَاطَ كَانُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ؕ قُلْ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ ؕ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ

اور ان کی اولاد یہودی یا نصرانی تھے۔ تم فرماؤ: کیا تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ؟ اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جس کے پاس اللہ کی

شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۰﴾ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ

طرف سے کوئی گواہی ہو اور وہ اسے چھپائے اور اللہ تمہارے اعمال سے بے خبر نہیں ○ وہ ایک امت ہے جو گزر چکی ہے۔

لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۱﴾ ع ۱۶ ۱۲ ۱۶

ان کے اعمال ان کے لئے ہیں اور تمہارے اعمال تمہارے لئے ہیں اور تم سے اُن کے کاموں کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا۔

آیت 140 فرمایا کہ اے اہلِ کتاب! کیا تم یہ کہتے ہو کہ حضرت ابراہیم، اسماعیل، اسحاق اور یعقوب علیہم السّلام اور ان کے بیٹے یہودی یا عیسائی تھے۔ اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، آپ ان سے فرمادیں: کیا تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ؟ اس کا قطعی جواب یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی زیادہ جانتا ہے تو جب اس نے فرمادیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام نہ یہودی تھے نہ عیسائی تو تمہارا یہ دعویٰ باطل ہوا اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جس کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی گواہی ہو اور وہ اسے لوگوں سے چھپائے۔ گواہی چھپانے کا معاملہ یہودیوں کا تھا جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی وہ شہادتیں چھپائیں جو تورات شریف میں مذکور تھیں کہ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم اس کے نبی ہیں اور ان کے یہ اوصاف ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السّلام مسلمان ہیں اور دینِ مقبول اسلام ہے نہ کہ یہودیت و عیسائیت۔

آیت 141 اس آیت میں یہودیوں کو ایک بار پھر تنبیہ کی گئی کہ تم اپنے اسلاف کی فضیلت پر بھروسہ نہ کرو کیونکہ ہر ایک سے اسی کے اعمال کی پوچھ گچھ کی جائے گی۔ اس میں ان مسلمانوں کے لئے بھی نصیحت ہے جو اپنے ماں باپ یا پیر و مرشد وغیرہ کے نیک اعمال پر بھروسہ کرکے خود نیکیوں سے دور اور گناہوں میں مصروف ہیں۔ نسبت اچھی چیز ہے لیکن نسبت کی وجہ سے بے عمل بننا برا ہے۔

سَيَقُوْلُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰىهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِيْ كَانُوْا عَلَيْهَا ؕ

اب بیوقوف لوگ کہیں گے: اِن مسلمانوں کو اِن کے اُس قبلے سے کس نے پھیر دیا جس پر یہ پہلے تھے؟

قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَ الْمَغْرِبُ ؕ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۴۲﴾ وَ كَذٰلِكَ

تم فرما دو: مشرق و مغرب سب اللہ ہی کا ہے، وہ جسے چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے O اور اسی طرح

جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَ يَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ؕ

ہم نے تمہیں بہترین امت بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو اور یہ رسول تمہارے نگہبان و گواہ ہوں

وَ مَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِيْ كُنْتَ عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ

اور اے حبیب! تم پہلے جس قبلہ پر تھے ہم نے وہ اسی لئے مقرر کیا تھا کہ دیکھیں کون رسول کی پیروی کرتا ہے اور کون

آیت 142 مکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے اور جب مدینہ منورہ ہجرت فرمائی تو بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا، یہ حکم قرآن میں تو نہیں تھا البتہ قرآن کے علاوہ وحی کے ذریعے تھا پھر کچھ عرصے بعد اوپر والی آیت کے ذریعے بتادیا گیا کہ عنقریب کعبہ کو قبلہ بنایا جائے گا تو اس پر اعتراض ہو گا۔ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ عنقریب بیوقوف لوگ کہیں گے کہ مسلمانوں کو اُس قبلہ سے کس نے پھر دیا جس کی طرف رخ کر کے یہ پہلے نماز پڑھا کرتے تھے۔ جب وہ یہ اعتراض کریں تو آپ فرما دیں: مشرق و مغرب ہر سمت کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے، وہ جس سمت کی طرف چاہے منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیدے، کسی کو اس پر اعتراض کا کوئی حق نہیں۔ وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے۔ یہاں سیدھے راستے سے مراد دین اسلام یا کعبہ کو قبلہ ماننا ہے۔

آیت 143 اس آیت مبارکہ میں 4 باتیں فرمائی گئی ہیں: (1) فرمایا کہ اے مسلمانو! جس طرح تمہیں صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت دی اسی طرح ہم نے تمہیں بہترین امت بنایا تاکہ لوگوں پر گواہ بنو اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم تم پر گواہ ہوں۔ (2) قبلہ کی تبدیلی کی حکمت بتائی کہ ہم دیکھیں کہ کون سمت و جہت میں پڑا رہتا ہے اور کون رسول کی پیروی کر کے سچا مومن ہونے کا ثبوت دیتا ہے۔ (3) لوگوں پر قبلہ کی یہ تبدیلی ضرور بہت بھاری تھی اسی لئے کئی کمزور ایمان والے اسلام سے پھر گئے۔ (4) بیت المقدس کی طرف نماز پڑھنے کے زمانہ میں جن صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے وفات پائی، اُن کے رشتہ داروں نے قبلہ تبدیل ہونے کے بعد اُن کی نمازوں کا حکم دریافت کیا جس پر اِس آیت کریمہ سے انہیں اطمینان دلایا گیا کہ اللہ کی یہ شان نہیں کہ تمہارا ایمان یعنی نمازیں ضائع کر دے۔ **اہم بات:** مسلمان گواہ ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بتانے کی وجہ سے قیامت میں انبیاء علیہم السلام کے حق میں گواہی دیں گے کہ اُن انبیاء نے خدا کا پیغام اپنی امتوں تک صحیح طریقے سے پہنچا دیا تھا۔ گواہی کا ایک معنی یہ ہے کہ مسلمان تمام دنیا کے لوگوں تک اسلام کا پیغام پہنچا کر حق کی گواہی دیں اور ان پر خدا کی حجت پوری کریں کہ انہیں خدا کا پیغام مل گیا تھا اور یونہی رسول اللہ

يَّنۡقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيۡهِ ؕ وَاِنۡ كَانَتۡ لَكَبِيۡرَةً اِلَّا عَلَى الَّذِيۡنَ هَدَى اللّٰهُ ؕ وَمَا كَانَ

الٹے پاؤں پھر جاتا ہے اور بیشک وہ لوگ جنہیں اللہ نے ہدایت دی تھی ان کے علاوہ (لوگوں) پر یہ بہت بھاری تھی اور

اللّٰهُ لِيُضِيۡعَ اِيۡمَانَكُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوۡفٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۱۴۳﴾ قَدۡ نَرٰى تَقَلُّبَ

اللہ کی یہ شان نہیں کہ تمہارا ایمان ضائع کردے بیشک اللہ لوگوں پر بہت مہربان، رحم والا ہے ○ ہم تمہارے چہرے کا آسمان کی طرف

وَجۡهِكَ فِى السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبۡلَةً تَرۡضٰٮهَا ۖ فَوَلِّ وَجۡهَكَ شَطۡرَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَـرَامِ ؕ

بار بار اٹھنا دیکھ رہے ہیں تو ضرور ہم تمہیں اس قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جس میں تمہاری خوشی ہے تو ابھی اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر دو

وَحَيۡثُ مَا كُنۡتُمۡ فَوَلُّوۡا وُجُوۡهَكُمۡ شَطۡرَهٗ ؕ وَاِنَّ الَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡكِتٰبَ لَيَعۡلَمُوۡنَ

اور اے مسلمانو! تم جہاں کہیں ہو اپنے منہ اسی کی طرف کرلو اور بیشک وہ لوگ جنہیں کتاب عطا کی گئی ہے وہ ضرور جانتے ہیں

صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم بھی امت تک خدا کا پیغام پہنچا کر گواہی دینے والے ہیں۔ نیز رسول کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نورِ نبوت سے ہر شخص کے حال، اس کے ایمان کی حقیقت، اچھے برے اعمال اور اخلاص و نفاق سب پر مطلع ہیں۔

آیت 144 شانِ نزول: نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی دلی خواہش تھی کہ خانہ کعبہ مسلمانوں کا قبلہ بنا دیا جائے کیونکہ یہ حضرت ابراہیم اور کثیر انبیاء علیہمُ السّلام کا قبلہ تھا، چنانچہ ایک دن نمازِ ظہر کی ادائیگی کے دوران رسول کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم بار بار آسمان کی طرف دیکھ رہے تھے کہ کعبہ کو قبلہ بنانے کا حکم دے دیا جائے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور ارشاد فرمایا: اے حبیب صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم! ہم تمہارے چہرے کا بار بار آسمان کی طرف اٹھنا دیکھ رہے ہیں، ضرور ہم تمہیں اسی قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جس میں تمہاری خوشی ہے، تو ابھی اپنا چہرہ کعبہ کی طرف پھیر دو۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے دورانِ نماز ہی اپنا رخ کعبہ کی طرف کر دیا اور آپ کی پیروی میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی اپنا رخ اسی طرف پھیر لیا، یوں ظہر کی دو رکعتیں بیت المقدس کی طرف اور دو خانہ کعبہ کی طرف منہ کرکے ادا ہوئیں۔ یہی حکم مسلمانوں کو بھی دیا گیا کہ تم جہاں بھی ہو، جب نماز پڑھنے لگو تو اپنے منہ کعبے کی طرف کرلو اور قبلہ تبدیل ہونے کی یہ حقانیت اہلِ کتاب خوب جانتے ہیں کیونکہ ان کی کتابوں میں حضور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کا یہ وصف بھی مذکور ہے کہ آپ مختلف اوقات میں نماز کے لئے دو قبلوں کی طرف رخ کریں گے اور ان کے انبیا علیہمُ السّلام نے بھی آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی ایک نشانی یہی بتائی تھی۔ اب اگرچہ اہلِ کتاب اس کا انکار کررہے ہیں لیکن یاد رکھیں کہ خدا ان کے اعمال سے بے خبر نہیں۔ **اہم باتیں:** (1) اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حضور سید دوعالم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی شان اتنی بلند ہے کہ آپ کی رضا و خوشی کے لیے قبلہ تبدیل فرمادیا۔ (2) تبدیلیٔ قبلہ کا واقعہ ہجرت مدینہ کے 16 یا 17 ماہ بعد نمازِ ظہر کی ادائیگی کے دوران ہوا۔ جس مسجد میں نماز پڑھتے ہوئے یہ حکم نازل ہوا اسے ''مسجدِ قبلتین'' کہتے ہیں۔ نماز میں کعبہ کی طرف منہ کرنا شرط ہے۔

اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ؕ وَ مَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۴﴾ وَ لَىِٕنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا

کہ یہ تبدیلی ان کے رب کی طرف سے حق ہے اور اللہ ان کے اعمال سے بے خبر نہیں ○ اور اگر تم ان کتابیوں کے پاس

الْكِتٰبَ بِكُلِّ اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ ۚ وَ مَاۤ اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ ۚ وَ مَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ

ہر نشانی لے آؤ تو بھی وہ تمہارے قبلہ کی پیروی نہ کریں گے اور نہ تم ان کے قبلہ کی پیروی کرو اور وہ آپس میں بھی ایک

بَعْضٍ ؕ وَ لَىِٕنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ اِنَّكَ اِذًا

دوسرے کے قبلہ کے تابع نہیں ہیں اور (اے سننے والے!) اگر تیرے پاس علم آجانے کے بعد تو ان کی خواہشوں پر چلا تو اس وقت تو

لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۵﴾ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ؕ وقف لازم

ضرور زیادتی کرنے والوں میں سے ہوگا ○ وہ لوگ جنہیں ہم نے کتاب عطا فرمائی ہے وہ اس نبی کو ایسا پہچانتے ہیں جیسے وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں

وَ اِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَ هُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۴۶﴾ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ وقف منزل

اور بیشک ان میں ایک گروہ ضرور جان بوجھ کر حق چھپاتے ہیں ○ (اے سننے والے!) حق وہی ہے جو تیرے رب کی طرف سے ہو۔

آیت 145 ارشاد فرمایا کہ اے حبیب صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم! اگر تم ان اہل کتاب کے پاس قبلہ کے متعلق اپنے حق پر ہونے کی تمام نشانیاں لے آؤ تب بھی یہ آپ کے قبلہ کی پیروی نہیں کریں گے کیونکہ ان کی مخالفت کی وجہ محض حسد و دشمنی ہے اور آپ بھی ان کے ایمان لانے کی خواہش میں ان کے قبلہ کی پیروی نہ کیجئے گا اور یہود و نصاریٰ کا حال یہ ہے کہ قبلہ کے معاملے میں یہ ایک دوسرے کے خود بھی مخالف ہیں جیسے یہودی صخرۂ بیت المقدس کو اور عیسائی اس کے مشرقی مکان کو قبلہ مانتے ہیں اور دونوں میں سے کوئی بھی ایک دوسرے کے قبلہ کی پیروی کرنے کو تیار نہیں۔ خانہ کعبہ قبلہ ہوجانے کے بعد اب اگر کوئی بھی شخص اہل کتاب کی خواہش پر بیت المقدس کو قبلہ بنائے گا تو اپنی جان پر زیادتی کرے گا کہ خود کو عذاب کا مستحق بنائے گا۔

آیت 146 ارشاد فرمایا کہ سابقہ آسمانی کتابوں کا علم رکھنے والے محمد صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کا رسول ہونا ایسے پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں کیونکہ ان کی کتابوں میں آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی آمد اور اوصاف کا تذکرہ وضاحت سے لکھا ہوا ہے۔ مزید فرمایا کہ اہلِ کتاب کا ایک بڑا گروہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے متعلق تورات و انجیل کی اِن باتوں کو جان بوجھ کر چھپاتا ہے تاکہ لوگ اُن کا مذہب چھوڑ کر اسلام قبول نہ کرلیں۔ **اہم باتیں:** (1) یہودی نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو پہچانتے تو تھے لیکن مانتے نہیں تھے، کیونکہ صرف پہچاننا ایمان نہیں بلکہ ماننا ایمان ہے۔ (2) بغیر کسی صحیح مقصد کے جان بوجھ کر حق بات چھپانا گناہ ہے۔

آیت 147 اس آیت میں حضور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے ذریعے آپ کی امت سے خطاب ہے، فرمایا: اے سننے والے! حق وہی ہے جو تیرے رب کی طرف سے ہو، لہٰذا تو ہرگز اس میں شک کرنے والوں میں سے نہ ہونا۔ قبلہ کی تبدیلی بھی چونکہ رب تعالیٰ کی طرف سے ہے لہٰذا یہ بھی حق ہے اور یونہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والا ہر حکم حق ہے اگرچہ ہمارا فہم اس کی گہرائی تک نہ پہنچ پائے اور

ع ۱۷ وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم

فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ ﴿١٤٧﴾ وَلِكُلٍّ وِجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ ۗ

پس تو ہرگز شک کرنے والوں میں سے نہ ہونا○ اور ہر ایک کے لئے توجہ کی ایک سمت ہے جس کی طرف وہ منہ کرتا ہے تو تم نیکیوں میں آگے نکل جاؤ۔

أَيْنَ مَا تَكُونُوا يَأْتِ بِكُمُ اللَّهُ جَمِيعًا ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿١٤٨﴾ وَمِنْ حَيْثُ

تم جہاں کہیں بھی ہوگے اللہ تم سب کو اکٹھا کر لائے گا۔ بیشک اللہ ہر شے پر قدرت رکھنے والا ہے○ اور (اے حبیب!) تم

خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۖ وَإِنَّهُ لَلْحَقُّ مِن رَّبِّكَ ۗ وَمَا اللَّهُ

جہاں سے آؤ تو اپنا منہ مسجد حرام کی طرف کرو اور بیشک یہ یقیناً تمہارے رب کی طرف سے حق ہے اور اللہ

بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿١٤٩﴾ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ

تمہارے کاموں سے غافل نہیں○ اور اے حبیب! تم جہاں سے آؤ اپنا منہ مسجد حرام کی طرف کرو

اس کی حکمت ہماری سمجھ میں نہ آئے، مسلمان کا کام شک وشبہ اور اعتراض کے بغیر اسے ماننا اور اس پر عمل کرنا ہے۔

آیت 148 یہاں قبلہ تبدیل کرنے کی ایک اور حکمت کا بیان ہے کہ ہر امت کا ایک قبلہ مقرر کیا گیا جس کی طرف منہ کرکے وہ نماز ادا کرتے تھے، اسی طرح امتِ محمدیہ کے خصوصی امتیاز کے لیے ان کا قبلہ دوسروں سے جدا بنا دیا گیا اور یہ کبھی تبدیل نہ ہوگا، تو اب اسی بحث میں نہ رہو بلکہ عبادت واطاعتِ الٰہی اور دین کے کاموں میں ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی کوشش کرو۔ تم دنیا میں جہاں کہیں بھی ہوگے، سبھی کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جزا وسزا کے لیے اکٹھا کر لائے گا۔ بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر خوب قادر ہے۔ **درس:** مال، منصب، شہرت وغیرہ میں نہیں بلکہ اللہ کریم کی فرمانبرداری میں آگے نکلنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرت میں اس کے بہت واقعات ہیں جیسے غزوہ تبوک کے موقع پر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ آدھا تو صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ گھر کا سارا سامان راہِ خدا میں دینے کے لئے لے آئے۔

آیت 149 فرمایا کہ اے حبیب! تم کہیں سے بھی سفر یا کسی اور کام سے نکلو تو نماز پڑھتے وقت اپنا منہ مسجدِ حرام (یعنی کعبہ) کی طرف کرلو اور بیشک اس کی طرف منہ کرنا حق اور حکمت کے عین مطابق ہے اور اے مسلمانو! اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے ہرگز غافل نہیں اور وہی تمہیں ان کی جزا دے گا۔

آیت 150 اسلامی احکام میں چونکہ سب سے پہلے قبلہ کا حکم منسوخ ہوا اور خانہ کعبہ کو قبلہ بنایا گیا، اس لیے تاکید کے لئے ایک بار پھر فرمایا گیا: اے حبیب! تم اور تمام مسلمان دنیا میں جہاں کہیں بھی ہو اور نماز پڑھنے لگو تو اپنے منہ مسجد حرام کی ہی طرف کرو تاکہ یہودی یہ اعتراض نہ کر سکیں کہ ہماری کتابوں میں تو قبلہ کی تبدیلی کا لکھا تھا لیکن انہوں نے ایسا کیا ہی نہیں، یا یہ کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم ہمارے دین کے مخالف ہیں لیکن قبلہ ہمارا ہی مانتے ہیں اور مشرکین کا یہ اعتراض بھی نہ ہو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے قریش کی مخالفت میں حضرت ابراہیم واسماعیل علیہما السلام کا قبلہ بھی چھوڑ دیا۔ لہٰذا اے مسلمانو! کعبہ کی طرف منہ کرکے نماز پڑھو تاکہ

وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ۙ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ ۗ اِلَّا

اور اے مسلمانو! تم جہاں کہیں ہو اپنے منہ اسی کی طرف کرو تاکہ لوگوں کو تم پر کوئی حجت نہ رہے مگر

الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ ۗ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِيْ ۗ وَلِاُتِمَّ نِعْمَتِيْ عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿١٥٠﴾ۛ

جو اُن میں سے ناانصافی کریں تو ان سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو اور تاکہ میں اپنی نعمت تم پر مکمل کردوں اور تاکہ تم ہدایت پاؤ○

كَمَاۤ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ

جیسا کہ ہم نے تمہارے درمیان تم میں سے ایک رسول بھیجا جو تم پر ہماری آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور تمہیں پاک کرتا اور تمہیں کتاب

معانقة٣ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿١٥١﴾ۛ فَاذْكُرُوْنِيْۤ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ

اور پختہ علم سکھاتا ہے اور تمہیں وہ تعلیم فرماتا ہے جو تمہیں معلوم نہیں تھا○ تو تم مجھے یاد کرو، میں تمہیں یاد کروں گا اور میرا شکر ادا کرو

کسی کو اعتراض کا موقع نہ ملے البتہ جو قبلہ کی تبدیلی کے حق ہونے کو جاننے کے باوجود صرف مخالفت، ضد اور دشمنی کی وجہ سے اعتراض کرتے ہیں ان سے ڈرنے کی کوئی حاجت نہیں، ان کے اعتراضات سے تمہیں کوئی نقصان نہیں، بس مجھ سے ڈرو اور میرے حکم کی مخالفت نہ کرو کہ یہ تمہارے لئے نقصان دہ ہے۔ مزید فرمایا کہ کعبہ کو مستقل طور پر قبلہ بنانے میں یہ بھی حکمت ہے کہ میں تم پر اپنی نعمت واحسان مکمل کروں کہ جیسے تمہارے دین کو آخری دین بنایا ایسے ہی تمہارے قبلے کو آخری اور حتمی قبلہ بنادوں اور اپنے احکام کی طرف تمہاری رہنمائی کروں۔

آیت 151 ﴾ اس سے پہلی آیات میں قبلہ سے متعلق کلام جاری تھا، اب اسے سب سے بڑی نعمت سید الانبیاء، محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کے ذکر پر ختم فرمایا جارہا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا: اے مسلمانو! تم پر اپنی نعمت پوری کرنے کے لیے کعبہ کو اسی طرح مستقل قبلہ بنادیا جس طرح ہم نے رسالت کی تکمیل کے لیے تمہارے درمیان تم میں سے ایک رسول محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کو بھیجا جن کی صفات یہ ہیں وہ تمہارے سامنے قرآن کی آیتیں تلاوت فرماتے، تمہیں شرک اور گناہوں کی گندگی سے پاک کرتے، قرآن کے معانی و احکام سکھاتے، اپنی سنت و حدیث سے دین کی تعلیم دیتے ہیں نیز تمہیں وہ باتیں سکھاتے ہیں جو تم نہیں جانتے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم صرف ظاہری مضامینِ قرآن اور احکامِ الٰہیہ ہی نہیں بلکہ ظاہر و باطن، شریعت و طریقت اور اولین و آخرین کے متعلق تمہیں وہ علم سکھاتے ہیں جو تم نہیں جانتے تھے کیونکہ آپ کو تمام اولین و آخرین کے علوم حاصل ہیں۔

آیت 152 ﴾ ذکرِ نعمت کے بعد یادِ الٰہی کی ترغیب، نعمت پر شکر کرنے اور ناشکری سے بچنے کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: تم نماز اور تسبیح و استغفار وغیرہ کے ذریعے مجھے یاد کرو میں مغفرت، نعمت اور اپنا قرب عطا فرمانے کی صورت میں تمہیں یاد کروں گا اور اطاعت و عبادت کے ذریعے میری عطا کردہ نعمتوں پر میرا شکر ادا کرو اور گناہ و نافرمانی کرکے میری ناشکری نہ کرو۔ بخاری شریف میں ہے، اللہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے: جب میرا بندہ میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں، اگر بندہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی

وَلَا تَكْفُرُوْنِ ﴿١٥٢﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

اور میری ناشکری نہ کرو ○ اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد مانگو، بیشک اللہ

مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿١٥٣﴾ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ

صابروں کے ساتھ ہے ○ اور جو اللہ کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں

اسے اکیلا ہی یاد کرتا ہوں اور اگر وہ مجھے مجمع میں یاد کرتا ہے تو میں اسے بہتر مجمع میں یاد کرتا ہوں۔(بخاری:حدیث7405) **اہم باتیں:** (1) ذکر کی تین قسمیں ہیں: **زبانی** جیسے حمد وثنا اور تسبیح واستغفار اور وعظ ونصیحت اور نیکی کی دعوت بھی اسی میں داخل ہے۔ **قلبی** جیسے اللہ کریم کی نعمتوں اور اس کی عظیم شانوں کے مظاہر اور دلائل میں غور وفکر۔ علمائے کرام کا شرعی مسائل پر غور وخوض کرنا بھی اس ذکر میں داخل ہے۔ **اعضاءِ بدن کے ساتھ**، جیسے اعضا سے قیام، رکوع، سجدہ، طواف وغیرہا عبادات کرنا اور اعضا کو اطاعتِ الٰہی میں استعمال کرنا اور انہیں نافرمانی سے بچانا۔ قرآن وحدیث میں بیان کردہ عمومی فضائل، ذکر کی تمام قسموں کو شامل ہیں۔ (2) شکر کا مطلب یہ ہے کہ کسی کے احسان ونعمت کی وجہ سے زبان، دل یا اعضاء کے ساتھ اس کی تعظیم کی جائے۔ (3) جب کفر کا لفظ شکر کے مقابلے میں آئے تو اس کا معنی ناشکری اور جب اسلام یا ایمان کے مقابل ہو تو اس کا معنی بے ایمانی ہوتا ہے۔ یہاں آیت میں کفر سے مراد ناشکری ہے۔

آیت 153 نماز، ذکر اللہ اور صبر وشکر سے مسلمان کی زندگی کامل ہوتی ہے اس لئے ذکر وشکر کے بعد صبر ونماز کا بیان کیا جارہا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا: اے ایمان والو! نفس پر دشوار کاموں میں صبر اور نماز سے مدد مانگو، بیشک اللہ تعالیٰ اپنی مدد ونصرت سے صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو کوئی سخت معاملہ پیش آتا تو نماز میں مشغول ہو جاتے۔(ابوداود، حدیث:1319) اور نماز کی برکت سے وہ معاملہ آسان اور مکمل ہو جاتا تھا۔ **اہم باتیں:** (1) عقل وشریعت کے تقاضے کے مطابق کسی چیز پر نفس کو لگائے رکھنے یا کسی چیز سے نفس کو باز رکھنے کا نام صبر ہے۔ (2) صبر سے مدد لینا یہ ہے کہ عبادات کی ادائیگی، گناہوں سے رکنے اور نفسانی خواہشات کو پورا نہ کرنے پر خود کو ثابت قدم رکھا جائے اور مصیبت پر واویلا کرنے سے بچا جائے۔ نماز چونکہ تمام عبادات کی اصل، اہل ایمان کی معراج اور صبر کرنے میں بہترین معاون ہے، اس لئے اس سے بھی مدد طلب کرنے کا حکم دیا گیا۔ ان دونوں کا خصوصی ذکر اس لئے کیا گیا کہ بدن پر باطنی اعمال میں سب سے سخت صبر اور ظاہری اعمال میں سب سے مشکل نماز ہے۔ (3) صبر ونماز سے مدد طلب کرنے کا مطلب انہیں وسیلہ بنانا ہے اور بارگاہِ خداوندی میں وسیلہ بنانا عمدہ عمل ہے خواہ نیک اعمال کے ذریعے ہو یا نیک بندوں کے ذریعے۔ **درس:** نماز کی پوری برکتیں تبھی ملتی ہیں جب اسے ظاہری وباطنی آداب کے ساتھ ادا کیا جائے۔

آیت 154 **شانِ نزول:** جب مشرکوں اور منافقوں نے شہدائے بدر کے بارے میں یہ کہا کہ یہ لوگ شہید ہو کر دنیاوی زندگی اور اس کی لذتوں سے محروم ہو گئے تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ راہِ خدا میں جانوں کا نذرانہ دینے والوں کو مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تمہیں ان کی زندگی کا شعور نہیں کہ وہ کیسی ہے۔ **اہم باتیں:** (1) فقہ کی تعریف کے مطابق جو شہید ہو اس پر

وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ﴿١٥٤﴾ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ

لیکن تمہیں اس کا شعور نہیں ○ اور ہم ضرور تمہیں کچھ ڈر اور بھوک سے اور کچھ مالوں

وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ ﴿١٥٥﴾ الَّذِیْنَ اِذَاۤ اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ ۙ قَالُوْۤا

اور جانوں اور پھلوں کی کمی سے آزمائیں گے اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری سنا دو ○ وہ لوگ کہ جب ان پر کوئی مصیبت آتی ہے تو کہتے ہیں:

دنیا میں یہ احکام ہیں کہ نہ اسے غسل دیا جائے نہ کفن، اپنے کپڑوں میں ہی رکھا جائے، اسی طرح اس پر نماز پڑھی جائے اور اسی حالت میں دفن کیا جائے۔(2)بعض شہداء وہ ہیں جن پر دنیا کے یہ احکام تو جاری نہیں ہوتے لیکن آخرت میں ان کے لئے شہادت کا درجہ ہے، جیسے ڈوب کر یا جل کر یا دیوار کے نیچے دب کر مرنے والا، طلب علم یا سفر حج میں مرنے والا اور جمعہ کے دن مرنے والا وغیرہ۔احادیث میں ایسے شہداء کی تعداد 40 سے زائد ہے۔(3)شہید کو زبان سے مردہ کہنا اور دل میں مردہ سمجھنا دونوں ناجائز و حرام ہیں۔(4)شہید کی حیات کیسی ہے اس کا ہمیں شعور نہیں، اسی لئے ان پر بہت سے شرعی احکام عام میت کی طرح ہی جاری ہوتے ہیں جیسے قبر، دفن، تقسیم میراث، ان کی بیویوں کا عدت گزارنا، عدت کے بعد کسی دوسرے سے نکاح کر سکنا وغیرہ۔ **فضیلت:** شہادت کے بہت فضائل ہیں: موت کے فوراً بعد اللہ تعالیٰ شہیدوں کو زندگی عطا فرما دیتا ہے، ان کی روحوں کو رزق دیا جاتا ہے، انہیں راحتیں دی جاتی ہیں۔جب شہداء کی زندگی کا یہ حال ہے تو انبیاء علیہم السلام کی بعدِ وصال زندگی کی شان کتنی اعلیٰ ہوگی جو مقام و مرتبہ میں شہیدوں سے بالاتفاق کروڑوں درجے اعلیٰ ہیں۔

آیت 155 فرمایا کہ اے مسلمانو!ہم تمہیں مختلف انداز سے آزمائیں گے مثلاً تمہیں خوف یا بھوک کا سامنا کرنا پڑے گا یا تم مالی یا جانی نقصان اٹھاؤ گے یا تمہیں پھلوں کی کمی ہوگی۔ آزمائش سے فرمانبردار اور نافرمان کا حال ظاہر ہو جاتا ہے اور صبر کرنے والوں کو جنت کی بشارت ہے۔ **اہم بات:** حقیقی زندگی میں دشمنوں کا خوف، قحط، غربت، چوری، ڈاکہ اور مال ضائع ہونے جیسی چیزیں کبھی پیش آجاتی ہیں یونہی بیماری، قتل سے موت اور آندھی، طوفان، برفباری یا کیڑوں کے حملے وغیرہ سے پھلوں اور پھل دار درختوں کا خراب ہو جانا بھی واقع ہو جاتا ہے۔ان تمام احوال میں صبر کا حکم ہے۔

آیت 156 صبر کرنے والوں کو جنت کی بشارت دینے کے بعد اِس آیت میں صبر کرنے والوں کی ایک علامت بتائی گئی کہ اِن لوگوں پر جب کوئی مصیبت آتی ہے تو یہ کہتے ہیں: ہم تو اللہ تعالیٰ ہی کی مِلک ہیں اور اسی کے بندے ہیں، وہ ہمارے ساتھ جو چاہے کرے۔ آخرت میں ہمیں اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ **اہم باتیں:**(1)مصیبت پر صبر یہ ہے کہ خود کو قابو میں رکھتے ہوئے شریعت کی مقرر کردہ حدود میں رہا جائے اور خلافِ شرع اقوال و افعال سے بچا جائے۔ آنسو نکلنا اور رنگت میں تبدیلی صبر کے خلاف نہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک آنکھیں بھی اپنے فرزند حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات پر آنسوؤں سے تر ہوئی تھیں۔(2) جب مصیبت پہنچے تو اسی وقت صبر سے کام لیا جائے۔(3)مصیبت کے وقت ”اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ“ پڑھا جائے کہ حدیث کے مطابق اس سے رحمتِ الٰہی کا نزول ہوتا ہے۔(کنزالعمال،حدیث:6646)

اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿١٥٦﴾ اُولٰٓىٕكَ عَلَیْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ رَحْمَةٌ قف وَ اُولٰٓىٕكَ

ہم اللہ ہی کے ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں ○ یہ وہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے درود ہیں اور رحمت اور یہی لوگ

هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ﴿١٥٧﴾ اِنَّ الصَّفَا وَ الْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآىٕرِ اللّٰهِ ج فَمَنْ حَجَّ الْبَیْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ

ہدایت یافتہ ہیں ○ بیشک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں تو جو اس گھر کا حج یا عمرہ کرے اس پر کچھ گناہ نہیں

عَلَیْهِ اَنْ یَّطَّوَّفَ بِهِمَا ط وَ مَنْ تَطَوَّعَ خَیْرًا لا فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِیْمٌ ﴿١٥٨﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ یَكْتُمُوْنَ

کہ ان دونوں کے چکر لگائے اور جو کوئی اپنی طرف سے بھلائی کرے تو بیشک اللہ نیکی کا بدلہ دینے والا، علم والا ہے ○ بیشک وہ لوگ جو

آیت 157 صبر کرنے والوں کے لئے رب کریم کی طرف سے بخشش و رحمت ہے اور یہ لوگ حق و ہدایت پر ہیں۔ صبر کی ایک بہت عمدہ صورت یہ ہے کہ مصیبت زدہ کو دیکھ کر اندازہ ہی نہ ہو کہ یہ مصیبت میں ہے۔

آیت 158 **شانِ نزول:** صفا اور مروہ مکہ مکرمہ کے دو پہاڑ ہیں جو کعبہ معظمہ کے بالمقابل مشرقی جانب واقع ہیں، زمانہ جاہلیت میں صفا پر "اُساف" اور مروہ پر "نائلہ" نامی دو بت نصب تھے۔ کفار جب صفا و مروہ کے درمیان سعی کرتے تو ان بتوں کی تعظیم کرتے ہوئے ان پر ہاتھ پھیرتے تھے، زمانۂ اسلام میں یہ دونوں بت تو توڑ دیئے گئے لیکن چونکہ کفار یہاں مشرکانہ فعل کرتے تھے اس لیے مسلمانوں کو صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنا بھاری محسوس ہوتا تھا کیونکہ اس میں کفار کے مشرکانہ فعل کے ساتھ کچھ مشابہت لگتی تھی، اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کے دین کی نشانیوں میں سے ہیں لٰہذا حج یا عمرہ کرتے ہوئے یہاں چکر لگانے میں تم پر کچھ گناہ نہیں کیونکہ تمہاری نیت خالص عبادت الٰہی کی ہے اور یہ کام دینی احکام میں سے ہے جس پر عمل کرنے میں تمہیں نیکی ملے گی۔ **اہم باتیں:** (1) شعائر اللہ سے دین کی نشانیاں مراد ہیں خواہ وہ مکانات ہوں جیسے کعبہ، صفا، مروہ، عرفات، مُزدلفہ، منیٰ وغیرہ، یا وہ شعائر زمانے ہوں جیسے رمضان، حرمت والے مہینے وغیرہ، یا وہ شعائر کوئی دوسری علامات ہوں جیسے اذان، اقامت، نمازِ باجماعت وغیرہ، یہ سب شعائرِ دین ہیں۔ (2) صفا و مروہ پہاڑوں کو حاصل ہونے والی عظمت کا پس منظر یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنی زوجہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا اور فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ان دونوں پہاڑوں کے قریب اس مقام پر جہاں زمزم کا کنواں ہے، چھوڑ کر تشریف لے گئے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام بہت کم عمر تھے، انہیں پیاس لگی اور جب اس کی شدت زیادہ ہوئی تو حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا بے تاب ہو کر کوہِ صفا پر تشریف لے گئیں وہاں بھی پانی نہ پایا تو اُتر کر نیچے کے میدان میں دوڑتی ہوئی مروہ تک پہنچیں۔ اس طرح سات چکر لگائے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے صبر و اخلاص کی برکت سے ان دونوں پہاڑوں کو اپنے دین کی نشانیاں بنا دیا اور تا قیامت حج و عمرہ کرنے والوں پر ان دونوں پہاڑوں کے درمیان اسی طرح اور اتنی ہی تعداد میں چکر لگانا لازم کر دیا۔ (3) صالحین سے نسبت رکھنے والی چیزیں باعظمت ہوتی ہیں اور ان کی تعظیم کرنا پسندیدہ عمل ہے۔

آیت 159 **شانِ نزول:** یہ آیت ان یہودی علماء کے بارے میں نازل ہوئی جو تورات میں موجود حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی عظمت و شان، اوصاف، آیتِ رجم اور تورات کے دوسرے احکام چھپایا کرتے تھے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے یہ سب چیزیں تورات میں بڑی

مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِى الْكِتٰبِۙ اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ

ہماری اتاری ہوئی روشن باتوں اور ہدایت کو چھپاتے ہیں حالانکہ ہم نے اسے لوگوں کے لئے کتاب میں واضح فرمادیا ہے، تو یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ لعنت

وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ ۙ﴿١٥٩﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَبَيَّنُوْا فَاُولٰٓئِكَ اَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ۚ

فرماتا ہے اور لعنت کرنے والے ان پر لعنت کرتے ہیں ○ مگر وہ لوگ جو توبہ کریں اور اصلاح کرلیں اور (چھپی ہوئی باتوں کو) ظاہر کردیں تو میں ان کی

وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿١٦٠﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ

توبہ قبول فرماؤں گا اور میں ہی بڑا توبہ قبول فرمانے والا مہربان ہوں ○ بیشک وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور کافر ہی مرے، یہی وہ لوگ ہیں جن پر

لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ۙ﴿١٦١﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ

اللہ اور فرشتوں اور انسانوں کی، سب کی لعنت ہے ○ وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے، ان پر سے عذاب ہلکا نہ کیا جائے گا

وضاحت سے بیان فرمائی ہوئی تھیں۔ حق کی باتیں چھپانے کے جرم میں اِن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے دور کردیا اور فرشتے، مومنین اور دیگر تمام بندے ان پر لعنت کرتے ہیں۔ **اہم بات:** دینی مسائل چھپانا گناہ ہے جبکہ اسے بیان کرنا شرعاً ضروری ہو، بلامقصد علم چھپانے والے کو قیامت کے دن آگ کی لگام ڈالی جائے گی۔ البتہ بغیر علم کے جواب دینا حرام ہے، حدیث پاک میں ہے: جو علم کے بغیر فتویٰ دے اس پر زمین و آسمان کے فرشتے لعنت کرتے ہیں۔ (ابن عساکر، ج52، ص20) **درس:** ضروری تقاضوں کے ساتھ پڑھے بغیر صرف ڈگری یا لفاظی سے عالم و مفتی و محدث و مفسر واسکالر کہلانے والے اور قرآن و حدیث کی غلط تشریحات و توضیحات کرنے والے سب مذکورہ آیت و احادیث کی وعید میں داخل ہیں۔ یونہی شرعی معاملات میں بے جا مداخلت کرنے والے مضمون نگار، کالم نویس اور ادیب بھی اسی وعید میں شامل ہیں۔

آیت 160 وہ لوگ جو حق چھپانے کے جرم سے سچی توبہ کرلیں، اپنی اصلاح کرلیں اور جو اوصافِ مصطفیٰ اور تورات کے دیگر احکام چھپائے تھے انہیں صاف صاف بیان کردیں تو خداوندِ کریم ان کی توبہ قبول فرمائے گا کیونکہ وہ بہت توبہ قبول فرمانے والا اور بڑا مہربان ہے۔

آیت 161 ایمان پر خاتمہ اہم ترین چیز ہے اور کفر پر موت دائمی عذاب اور رحمتِ الٰہی سے دوری کا سبب ہے چنانچہ ایسے لوگوں کے متعلق فرمایا کہ جن کی موت کفر کی حالت میں ہوئی اِن پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور انسانوں سب کی لعنت ہے۔ **اہم باتیں:** (1) جس شخص کے کفر پر مرنے کا یقین ہو اس پر لعنت کرنا جائز ہے اور یقین نہ ہو تو اس پر لعنت نہ کی جائے۔ (2) گناہگار مسلمان کا نام لے کر لعنت کرنا جائز نہیں جیسے کہا جائے ”فلاں شخص پر لعنت ہو“ البتہ وصف کے ساتھ لعنت کرسکتے ہیں جیسے احادیث میں جھوٹوں، سود خوروں، چوروں اور شرابیوں وغیرہ پر لعنت کی گئی ہے۔ **درس:** مرتے وقت ایمان کا سلامت رہ جانا بہت بڑی سعادت ہے۔ برے خاتمے سے ڈرنا اور اس سے پناہ مانگنا ہمیشہ سے بزرگانِ دین کا طریقہ رہا ہے۔

آیت 162 فرمایا: کفر پر مرنے والے ہمیشہ کے لئے لعنت اور عذابِ جہنم میں رہیں گے، ایک لمحے کے لئے بھی ان سے نہ تو عذاب

وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿١٦٢﴾ وَ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴿١٦٣﴾ ع اِنَّ فِيْ خَلْقِ ع ١٩ ١١ ٣

اور نہ انہیں مہلت دی جائے گی○ اور تمہارا معبود ایک معبود ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں، بڑی رحمت والا، مہربان ہے ○ بیشک

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِيْ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ

آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات اور دن کی تبدیلی میں اور کشتی میں جو دریا میں لوگوں کے فائدے لے کر چلتی ہے

النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيْهَا

اور اس پانی میں جو اللہ نے آسمان سے اتارا پھر اس کے ساتھ مردہ زمین کو زندگی بخشی اور زمین میں ہر قسم کے جانور پھیلائے

مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ۪ وَّتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ

اور ہواؤں کی گردش اور وہ بادل جو آسمان اور زمین کے درمیان حکم کے پابند ہیں ان سب میں یقیناً عقلمندوں کے لئے

ہلکا کیا جائے گا اور نہ ہی انہیں نیک اعمال یا توبہ کی مہلت دی جائے گی۔

آیت 163 آیت میں اللہ تعالیٰ کی شان وصفت بیان کی گئی کہ تمہاری عبادت کا مستحق وہ ایک ہی معبود ہے، جس کا کوئی شریک نہیں، وہ اپنی ذات وصفات اور افعال میں یکتا ہے۔ چھوٹی بڑی تمام تر نعمتیں عطا فرما کر بڑی رحمت کرنے والا اور بہت مہربان ہے۔

آیت 164 یہ آیت اللہ تعالیٰ کے وجود اور قدرت و عظمت کے شاندار دلائل پر مشتمل ہے کہ فرمایا: آسمان وزمین کی تخلیق، آسمان کی بلندی، اس میں چمکتے ہوئے ستارے، اس کا بغیر ستونوں کے قائم ہونا، سورج چاند، ستاروں کے ذریعے اس کی زینت، سب قدرتِ الٰہی کی نشانیاں ہیں۔ یونہی زمین اور اس کی وسعت، اس میں موجود پہاڑ، معدنیات، جواہر، اس میں رواں سمندر، دریا، چشمے، اس سے اُگنے والے درخت، سبزہ، پھل، پھول، نباتات، شب وروز کا آنا جانا، دن رات کا چھوٹا بڑا ہونا، سمندر میں بھاری بوجھ کے باوجود کشتیوں کا تیرنا، لوگوں کا اس میں سوار ہونا، سمندری عجائبات، ہواؤں کا چلنا، سمندر کے ذریعے مشرق ومغرب میں تجارت کرنا، سمندر سے بخارات کا اٹھنا، بارش کی صورت میں برسنا، بارش سے خشک اور بنجر زمین کا سرسبز وشاداب ہو جانا، اس پانی اور اس کے ثمرات سے زندگی میں باغ و بہار آنا، زمین میں کروڑوں قسم کے حیوانات کا ہونا، ہواؤں کی گردش، ان کے خواص و عجائبات، ان تمام چیزوں میں عقلمندوں کے لیے اللہ تعالیٰ کے وجود، علم و حکمت اور اس کی قدرت و وحدانیت پر عظیم دلیلیں موجود ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) دہریوں پر افسوس ہے کہ کائنات کے ایسے عظیم نظام کو بہت گہرائی سے جان کر بھی کہتے ہیں کہ یہ سب چیزیں خود ہی بن گئیں حالانکہ ان سے ایک سوئی جیسی چھوٹی چیز کے متعلق بھی پوچھیں تو کہتے ہیں کہ یہ تو کسی کے بنانے سے ہی بنتی ہے لیکن بے انتہا وسیع کائنات پھر بھی بغیر کسی بنانے والے کے بنی ہے۔ ایسی عقل پر افسوس ہی کیا جا سکتا ہے۔ (2) سائنسی علوم بھی معرفتِ الٰہی کا ذریعہ بنتے ہیں۔ جتنا سائنسی علم زیادہ ہوگا اتنا ہی اللہ تعالیٰ کی عظمت و قدرت کو پہچاننا آسان ہوگا، خدمتِ اسلام و معرفتِ الٰہی کی نیت سے سائنسی علوم سیکھنا عظیم عبادت ہے اور کائنات میں غور و فکر کے حکم کی تعمیل بھی۔

لِّقَوۡمٍ يَّعۡقِلُوۡنَ ﴿۱۶۴﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّتَّخِذُ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اَنۡدَادًا يُّحِبُّوۡنَهُمۡ كَحُبِّ اللّٰهِ ؕ

نشانیاں ہیں○ اور کچھ لوگ اللہ کے سوا اور معبود بنالیتے ہیں انہیں اللہ کی طرح محبوب رکھتے ہیں

وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ؕ وَلَوۡ يَرَى الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡۤا اِذۡ يَرَوۡنَ الۡعَذَابَ ۙ اَنَّ الۡقُوَّةَ

اور ایمان والے سب سے زیادہ اللہ سے محبت کرتے ہیں اور اگر ظالم دیکھتے جب وہ عذاب کو آنکھوں سے دیکھیں گے کیونکہ تمام قوت

لِلّٰهِ جَمِيۡعًا ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ شَدِيۡدُ الۡعَذَابِ ﴿۱۶۵﴾ اِذۡ تَبَرَّاَ الَّذِيۡنَ اتُّبِعُوۡا مِنَ الَّذِيۡنَ اتَّبَعُوۡا وَرَاَوُا

اللہ ہی کی ہے اور اللہ سخت عذاب دینے والا ہے○ جب پیشوا اپنے پیروی کرنے والوں سے بیزار ہوں گے اور عذاب دیکھیں گے

آیت 165 اللہ تعالیٰ کی قدرت کے دلائل دیکھنے کے باوجود شرک کرنے والوں کا دنیاوی عمل اور اُخروی حال بیان فرمایا کہ کچھ لوگ ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے شریک مقرر کرتے، اِنہیں خدا جیسا سمجھتے اور ان کی خاطر مرمٹنے کو تیار ہو کر ان سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسی اللہ تعالیٰ سے محبت ہونی چاہئے لیکن ایمان والے اس سے کہیں زیادہ بلکہ سب سے زیادہ محبت اللہ تعالیٰ سے کرتے ہیں اور یہ خدا سے انعام واکرام پائیں گے جبکہ مشرکوں کا انجام بہت برا ہو گا کہ اگر یہ مشرک وہ عذاب دنیا میں ہی دیکھ لیتے جسے یہ قیامت کے دن دیکھیں گے تو بڑا ہولناک منظر دیکھتے اور انہیں یقین ہو جاتا کہ تمام قوت اور قدرت و غلبہ اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے اور اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے۔ **اہم بات:** مسلمانوں کا نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم اور صحابہ و اولیاء سے محبت کرنا بھی اللہ تعالیٰ سے محبت ہی کی صورت ہے کیونکہ ان سے محبت اسی لئے ہے کہ یہ خدا کے پیارے بندے ہیں۔ **درس:** محبتِ الٰہی میں جینا اور محبتِ الٰہی میں مرنا، یادِ الٰہی میں رونا، رضائے الٰہی کے لئے تڑپنا، نعمت پر شکر، مصیبت میں صبر اور ہر حال میں خدا پر توکل کرنا، دل کو غیر کی محبت سے پاک رکھنا، اللہ تعالیٰ کے محبوبوں سے محبت اور دشمنوں سے نفرت کرنا، اللہ تعالیٰ کے پیاروں کا نیاز مند رہنا، اللہ تعالیٰ کے سب سے پیارے رسول و محبوب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو دل و جان سے محبوب رکھنا، اللہ تعالیٰ کے مقرب بندوں کو اپنے دلوں کے قریب اور ان سے محبت رکھنا وغیرہ، یہ تمام امور اور ان کے علاوہ سینکڑوں کام ایسے ہیں جو محبت الٰہی کی دلیل بھی ہیں اور اس کے تقاضے بھی، اللہ تعالیٰ ہمیں ان پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

آیت 166 یہاں قیامت کے دن کفار کے حال کی منظر کشی ہے کہ جب مشرکین اور انہیں کفر و شرک کی ترغیب دینے والے سردار ایک جگہ جمع ہوں گے اور عذاب نازل ہوتا ہوا دیکھیں گے تو سردار اپنے پیروکاروں کو گمراہ کرنے کا انکار کر کے ان سے نفرت و بیزاری کا اظہار کردیں گے اور اس دن ان کے وہ تمام تعلقات اور رشتے ناتے کٹ جائیں گے جو دنیا میں ان کے درمیان تھے، وہاں ان میں سے ہر کوئی اپنے اعمال کا جوابدہ ہو گا، کوئی کسی کا مددگار نہ بن سکے گا۔ **اہم بات:** روزِ قیامت کفار کے باہمی رشتے تو ٹوٹ جائیں گے لیکن اولیاء، متقین و صالحین کے ساتھ مسلمانوں کا رشتہ باقی رہے گا، جیسا کہ سورۂ زخرف، آیت 67 میں ہے، ترجمہ: پرہیزگاروں کے علاوہ اس دن گہرے دوست ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے۔

Go To Index

الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْأَسْبَابُ ﴿١٦٦﴾ وَقَالَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا لَوْ أَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّأَ مِنْهُمْ كَمَا

اور ان کے سب رشتے ناتے کٹ جائیں گے ○ اور پیروکار کہیں گے اگر ہمیں ایک مرتبہ لوٹ کر جانا مل جائے تو ہم ان پیشواؤں سے ایسے ہی بیزار

تَبَرَّءُوا مِنَّا ۗ كَذَٰلِكَ يُرِيهِمُ اللَّهُ أَعْمَالَهُمْ حَسَرَاتٍ عَلَيْهِمْ ۖ وَمَا هُمْ بِخَارِجِينَ مِنَ النَّارِ ﴿١٦٧﴾ ع ٢٠ ٤ ٤

ہو جاتے جیسے یہ ہم سے بیزار ہوئے ہیں۔ اللہ اسی طرح انہیں ان کے اعمال ان پر حسرت بنا کر دکھائے گا اور وہ دوزخ سے نکلنے والے نہیں ○

يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ ۚ إِنَّهُ

اے لوگو! جو کچھ زمین میں حلال پاکیزہ ہے اس میں سے کھاؤ اور شیطان کے راستوں پر نہ چلو، بیشک وہ

لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ ﴿١٦٨﴾ إِنَّمَا يَأْمُرُكُمْ بِالسُّوءِ وَالْفَحْشَاءِ وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ

تمہارا کھلا دشمن ہے ○ وہ تمہیں صرف برائی اور بے حیائی کا حکم دے گا اور یہ (حکم دے گا) کہ تم اللہ کے بارے میں وہ کچھ کہو

آیت 167 مشرک سرداروں کی بیزاری دیکھ کر پیروکار کہیں گے کہ اگر ہمیں ایک بار دنیا میں لوٹ جانا نصیب ہو جائے تو ہم بھی ان سرداروں سے ایسے بیزار ہو جائیں گے جیسے یہ آج ہم سے بیزار ہوئے ہیں، جیسے کفار کو عذاب کی شدت اور آپس میں بیزاری دکھائی جائے گی، ایسے ہی اللہ تعالیٰ انہیں ان کے اعمال حسرت بنا کر دکھائے گا کہ کافروں کو برے اعمال پر جنت کے عالیشان محلوں اور نعمتوں سے دائمی محرومی پر حسرت ہوگی اور یہ کفار جہنم کی آگ میں داخل ہونے کے بعد اس سے کبھی باہر نکل نہ سکیں گے۔

اہم بات: ایمان اور اعمال صالحہ کی اصل حسرت تو کافر ہی کو ہوگی لیکن مسلمان بھی قیامت میں نیکیوں کی کمی اور گناہوں میں ملوث ہونے پر حسرت کا اظہار کریں گے۔ الامان والحفیظ۔

آیت 168 مشرکوں نے اپنی مرضی سے بہت سے جانوروں اور کھانے پینے کی چیزوں وغیرہ کو حرام قرار دے رکھا تھا، اس پر فرمایا کہ اے لوگو! جو کچھ زمین میں حلال اور پاکیزہ ہے اس میں سے کھاؤ اور اپنی طرف سے کسی حلال کو حرام اور حرام کو حلال قرار دے کر شیطان کے راستوں پر نہ چلو، بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ **اہم باتیں:** (1) حلال وطیب وہ ہے جو خود بھی حلال ہو جیسے بکرے کا گوشت، سبزی، دال اور حاصل بھی جائز ذریعے سے ہو یعنی چوری، رشوت، ڈکیتی وغیرہ کے ذریعے نہ ہو۔ (2) اللہ تعالیٰ کی حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام قرار دینا اس کی رزاقیت سے بغاوت ہے۔ **درس:** رزقِ حلال کمانا اور اسی کمائی سے حلال و پاکیزہ چیزیں کھانا پینا، پہننا اور راہِ خدا میں خرچ کرنا چاہیے۔ حدیث پاک میں ہے: جس شخص نے حلال مال کمایا پھر اسے خود کھایا یا اس کمائی سے لباس پہنا اور اپنے علاوہ اللہ تعالیٰ کی دیگر مخلوق (جیسے اپنے اہل وعیال اور دیگر لوگوں) کو کھلایا اور پہنایا تو اس کا یہ عمل اس کے لئے برکت و پاکیزگی ہے۔

(صحیح ابن حبان، حدیث:4222)

آیت 169 اس آیت میں لوگوں کو متنبہ فرمایا کہ شیطان تمہیں صرف برائی اور بے حیائی کا حکم دے گا اور یہ کہے گا کہ مختلف چیزوں کو خود ہی حلال و حرام قرار دے کر اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دو حالانکہ تمہیں اس کا علم ہی نہیں ہے۔ **اہم بات:** سوء اور فحشاء کو

مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (١٦٩) وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَاۤ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ

جو خود تمہیں معلوم نہیں ○ اور جب ان سے کہا جائے کہ اس کی پیروی کرو جو اللہ نے نازل کیا ہے تو کہتے ہیں: بلکہ ہم تو اس کی پیروی کریں گے

اٰبَآءَنَا ؕ اَوَ لَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْـًٔا وَّ لَا يَهْتَدُوْنَ (١٧٠) وَ مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔ کیا اگرچہ ان کے باپ دادا نہ کچھ عقل رکھتے ہوں نہ وہ ہدایت یافتہ ہوں؟○ اور کافروں کی مثال

كَمَثَلِ الَّذِيْ يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّ نِدَآءً ؕ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ (١٧١)

اس شخص کی طرح ہے جو کسی ایسے کو پکارے جو خالی چیخ و پکار کے سوا کچھ نہیں سنتا۔ (یہ کفار) بہرے، گونگے، اندھے ہیں تو یہ سمجھتے نہیں○

مُترادف یعنی ہم معنیٰ بھی قرار دیا گیا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ سوء سے مراد مطلقاً گناہ ہے اور فَحشاء سے مراد کبیرہ گناہ ہیں۔

درس: شیطان کا کام ہی لوگوں کو برے کاموں مثلاً: جھوٹ، غیبت، چغلی، وعدہ خلافی، بہتان، لڑائی فساد، وغیرہ اور بے حیائی کے کاموں مثلاً: گانے باجے، فلمیں ڈرامے، وغیرہ گناہوں کی طرف بلانا اور لوگوں کو کفر و شرک، حلال کردہ کو حرام اور حرام کردہ کو حلال کہنے کی طرف راغب کرنا ہے۔ افسوس! آج کل ان برائیوں میں سے بہت سی چیزوں کی طرف بلانے میں گھر والوں، دوست احباب، گھر، بازار، معاشرہ، افسر وغیرہ کا تعاون یا ترغیب ہوتی ہے بلکہ اگر کوئی آدمی نیکیوں کی طرف آنے کا سوچتا بھی ہے تو یہ افراد اسے کھینچ کر گناہوں کی طرف لے جاتے ہیں۔

آیت 170 ارشاد فرمایا کہ جب مشرکوں کو توحید، اسلام، قرآن اور خدائی احکام کی طرف دعوت دی جاتی ہے تو مشرک جواب دیتے ہیں کہ ہم تو اپنے باپ دادا کے طریقے پر ہی چلیں گے۔ انہیں فرمایا گیا کہ کیا وہ اپنے باپ دادا کی پیروی کریں گے اگرچہ وہ نہ دین سمجھتے ہوں اور نہ راہِ راست پر ہوں۔ ایسی پیروی تو حماقت و گمراہی ہے۔ **اہم باتیں:** (1) شریعت کے خلاف باپ دادا کسی کی بھی پیروی کرنا حرام ہے۔ ہمارے ہاں شادی مرگ اور دیگر کئی مواقع پر شریعت پر چلنے کا کہا جائے تو لوگ آگے سے یہی باپ دادا، خاندان اور برادری کے رسم و رواج کا عذر پیش کرتے ہیں یہ بھی سراسر غلط و باطل ہے۔ (2) بُروں کی پیروی بری ہے اور اچھوں کی پیروی اچھی جیسے ہم بزرگانِ دین، صحابہ، تابعین، ائمہ مجتہدین، اولیاء و صالحین کی پیروی کرتے ہیں تو یہ بہت اچھی ہے کہ اس کا حکم خود قرآن نے دیا ہے۔

آیت 171 دینِ حق کی مسلسل دعوت کے باوجود کافروں کے ایمان نہ لانے پر فرمایا کہ ان کے دعوتِ دین سننے کی مثال یہ ہے کہ جس طرح جانوروں کا ایک ریوڑ ہو اور ان کا مالک انہیں آواز دے تو وہ محض ایک آواز تو سنتے ہیں لیکن مالک کے کلام کا مفہوم نہیں سمجھتے، یونہی کافروں کا حال ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم انہیں حق کی طرف بلاتے ہیں، یہ ان کا کلام سن کر جواب میں جانوروں جیسا طرزِ عمل ظاہر کرتے ہیں۔ ایسی آنکھ، کان، زبان کا کیا فائدہ جس سے کوئی نفع نہ اٹھایا جاسکے اور اس اعتبار سے یہ بہرے، گونگے اور اندھے ہیں اور نصیحت کو سمجھتے نہیں۔ **درس:** نیکی کی دعوت سن کر ہمارا طرزِ عمل کیا ہوتا ہے؟ اِس پر غور کرنے کی حاجت ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ

اے ایمان والو! ہماری دی ہوئی ستھری چیزیں کھاؤ اور اللہ کا شکر ادا کرو اگر تم اسی کی

تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۷۲﴾ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ

عبادت کرتے ہو۔ اس نے تم پر صرف مردار اور خون اور سُور کا گوشت اور وہ جانور حرام کئے ہیں جس کے ذبح کے وقت غیرُ اللہ کا نام بلند کیا گیا

لِغَيْرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَاۤ اِثْمَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۷۳﴾

توجو مجبور ہو جائے حالانکہ وہ نہ خواہش رکھنے والا ہو اور نہ ضرورت سے آگے بڑھنے والا ہو تو اس پر کوئی گناہ نہیں، بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

آیت 172 فرمایا کہ ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے حلال اور پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور کھا پی کر غافل ہونے کی بجائے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو۔ خداوند کریم نے کھانے پینے اور اس سے لطف اندوز ہونے کی اجازت دی لیکن شرط یہ ہے کہ حرام چیزیں نہ کھاؤ، حرام طریقے سے حاصل کرکے نہ کھاؤ، کھا کر غافل اور اطاعتِ الٰہی سے دور نہ ہو جاؤ اور خدا کی عطا پر شکر ادا کرو۔

آیت 173 کفار نے اپنی طرف سے بہت جانور حرام قرار دے رکھے تھے، ان کی اس حرکت پر فرمایا کہ بحیرہ وغیرہ جن جانوروں کو تم نے حرام سمجھ رکھا ہے وہ حرام نہیں، بلکہ حرام وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا اور اس نے تم پر صرف مردار، خون، سُور کا گوشت اور وہ جانور حرام کیا ہے جسے ذبح کرتے وقت غیرُ اللہ کا نام لیا گیا ہو تو جو کسی حرام چیز کو کھانے پر مجبور ہو جائے حالانکہ وہ نہ اس کی خواہش رکھنے والا ہو اور نہ ضرورت سے آگے بڑھنے والا، تو وہ چیز کھا لینے کی صورت میں اس پر کوئی گناہ نہیں، بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور بہت مہربان ہے، مجبوری کی حالت میں بقدرِ ضرورت حرام کھانے کی اجازت دینا اور اسے معاف رکھنا اس کی کرم نوازی کی دلیل ہے۔ **اہم باتیں:** (1) مردار کا کھانا حرام ہے البتہ مردار کا دباغت کیا ہوا چمڑا کام میں لانا اور اس کے بال سینگ ہڈی، پٹھے سے فائدہ اٹھانا جائز ہے۔ (2) بہنے والا خون حرام ہے اور ذبح کے بعد جو خون حلال جانور کے گوشت اور رگوں میں باقی رہ جاتا ہے وہ ناپاک نہیں۔ (3) خنزیر (یعنی سُور) نَجِس العین ہے، اس کا گوشت پوست بال ناخن وغیرہ تمام اجزاء نجس و حرام ہیں، کسی کو کام میں لانا جائز نہیں۔ (4) "مَاۤ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ" کا معنی یہ ہے کہ جانور ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کا نام لے کر ذبح کیا جائے، ایسا جانور حرام و مردار ہے، البتہ اگر شرعی طریقے کے مطابق ذبح کے وقت فقط اللہ تعالیٰ کا نام لیا اور اس سے پہلے یا بعد میں غیر کا نام لیا مثلاً یہ کہا کہ عقیقہ کا بکرا یا جس کی طرف سے وہ جانور ذبح کیا جارہا ہے اسی کا نام لیا، یا جن اولیاء کے لیے ایصالِ ثواب مقصود ہے ان کا نام لیا تو یہ جائز ہے، اس میں کچھ حرج نہیں۔ (5) مُضطر یعنی مجبور جسے حرام چیزیں کھانے کی رخصت ہے، وہ ہے جو حرام چیز کے کھانے پر مجبور ہو اور اسے نہ کھانے سے جان چلی جانے کا خوف ہو اور کوئی حلال چیز موجود نہ ہو۔ خواہ بھوک یا غربت کی وجہ سے یہ حالت ہو یا کوئی شخص حرام کھانے پر مجبور کرتا ہو اور نہ کھانے کی صورت میں جان کا اندیشہ ہو، ایسی حالت میں جان بچانے کے لیے حرام چیز کا قدرِ ضرورت یعنی اتنا کھا لینا جائز ہے کہ ہلاکت کا خوف نہ رہے بلکہ اتنا کھانا فرض ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۙ اُولٰٓئِكَ

بیشک وہ لوگ جو اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب کو چھپاتے ہیں اور اس کے بدلے ذلیل قیمت لیتے ہیں وہ

مَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ۚۖ

اپنے پیٹ میں آگ ہی بھرتے ہیں اور اللہ قیامت کے دن ان سے نہ کلام فرمائے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا

وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿١٧٤﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى وَالْعَذَابَ

اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے○ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی اور بخشش کے بدلے

بِالْمَغْفِرَةِ ۚ فَمَآ اَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ ﴿١٧٥﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ نَزَّلَ الْكِتٰبَ

عذاب خرید لیا تو یہ کتنا آگ کو برداشت کرنے والے ہیں○ یہ (سزا) اس لئے ہے کہ اللہ نے حق کے ساتھ کتاب نازل فرمائی

آیت 174 اس آیت میں یہودیوں کا تذکرہ ہے۔ **شانِ نزول:** یہودی سردار اور علماء یہ امید رکھتے تھے کہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم انہی میں سے مبعوث ہوں گے، لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم دوسری قوم میں مبعوث ہوئے تو انہیں یہ اندیشہ ہوا کہ لوگ تورات میں آپ کے اوصاف دیکھ کر آپ کے فرمانبردار بن جائیں گے اور ہمارے ہدیے نذرانے بند اور حکومت چلی جائے گی۔ اس بنا پر ان میں حسد پیدا ہوا اور انہوں نے تورات میں مذکور آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے اوصاف وغیرہ لوگوں سے چھپا دیئے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی کتاب میں موجود محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے اوصاف چھپاتے اور اس کے بدلے لوگوں سے رشوت لے کر دنیا کا حقیر مال لیتے ہیں، یہ اپنے پیٹوں میں جہنم کی آگ بھر رہے ہیں کیونکہ یہ حرکت انہیں جہنم میں لے جائے گی، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نہ ان سے کلام فرمائے گا اور نہ ہی انہیں کفر و شرک اور گناہوں کی گندگی سے پاک کرے گا اور ان کے لیے جہنم کا دردناک عذاب ہے۔

آیت 175 احکام خدا چھپانے والے ہدایت چھوڑ کر گمراہی اور مغفرت و نجات کی بجائے جہنم کا عذاب مول لینے والے ہیں، تو عقلِ انسانی کے اعتبار سے یہ تعجب و حیرت کی بات ہے کہ یہ لوگ آگ پر کتنا صبر کریں گے۔

آیت 176 آیت میں بتایا کہ اِن لوگوں کو جہنم کی سزا اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کتاب کو حق کے ساتھ نازل فرمایا لیکن انہوں نے اس میں اختلاف کیا کہ اس کے کچھ حصے پر ایمان لے آئے اور کچھ کو چھپا کر اس کا انکار کر دیا۔ ایسے لوگ یقیناً حق سے بہت دور ہیں۔ ایک قول کے مطابق یہ آیت مشرکین کے متعلق نازل ہوئی، اس صورت میں کتاب سے مراد قرآنِ کریم اور اختلاف سے مراد ان میں سے بعض کا قرآن کو شعر، بعض کا جادو اور بعض کا کہانت کہنا ہے۔

بِالْحَقِّ ؕ وَ اِنَّ الَّذِیْنَ اخْتَلَفُوْا فِی الْكِتٰبِ لَفِیْ شِقَاقٍۭ بَعِیْدٍ ﴿۱۷۶﴾ لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا ع ربع ۲۱ ۵

اور بیشک کتاب میں اختلاف کرنے والے ضرور دور کی مخالفت و ضد میں ہیں ○ اصل نیکی یہ نہیں کہ تم

وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ وَ لٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ الْمَلٰٓىٕكَةِ

اپنے منہ مشرق یا مغرب کی طرف کرلو بلکہ اصلی نیک وہ ہے جو اللہ اور قیامت اور فرشتوں

وَ الْكِتٰبِ وَ النَّبِیّٖنَ ۚ وَ اٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِی الْقُرْبٰى وَ الْیَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِیْنَ وَ ابْنَ السَّبِیْلِ ۙ

اور کتاب اور پیغمبروں پر ایمان لائے اور اللہ کی محبت میں عزیز مال رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں

وَ السَّآىٕلِیْنَ وَ فِی الرِّقَابِ ۚ وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَ الْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ

اور سائلوں کو اور (غلام لونڈیوں کی) گردنیں آزاد کرانے میں خرچ کرے اور نماز قائم رکھے اور زکوٰۃ دے اور وہ لوگ جو عہد کرکے اپنا عہد پورا

وَ الصّٰبِرِیْنَ فِی الْبَاْسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ حِیْنَ الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا ؕ وَ اُولٰٓىٕكَ

کرنے والے ہیں اور مصیبت اور سختی میں اور جہاد کے وقت صبر کرنے والے ہیں یہی لوگ سچے ہیں اور یہی

آیت 177 **شانِ نزول:** یہودیوں نے بیت المقدس کے مشرقی حصے اور عیسائیوں نے مغربی حصے کو قبلہ بنا رکھا تھا اور ہر گروہ کا گمان یہ تھا کہ صرف اس قبلہ ہی کی طرف منہ کرنا نیکی ہے، ان کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی۔ بعض مفسرین کے نزدیک اس آیت میں اہل کتاب اور اہل ایمان سب کو خطاب ہے اور معنی یہ ہے کہ اصل نیکی یہ نہیں کہ تم دورانِ نماز اپنے منہ مشرق یا مغرب کی طرف کرلو بلکہ اصل نیکی تو اس کی ہے جس کے عقائد درست ہوں اور وہ دل سے تصدیق اور زبان سے اقرار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ، آخرت کے دن، تمام فرشتوں، تمام کتابوں اور تمام پیغمبروں پر ایمان لائے اور اللہ تعالیٰ کی محبت میں اپنا پسندیدہ مال رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں، سائلوں اور غلام لونڈیاں آزاد کرانے پر خرچ کرے۔ اس کے ساتھ نماز و زکوٰۃ کی پابندی سے ادائیگی کرے نیز جب وہ کسی سے عہد کرے تو اسے پورا کرے بیماری وغیرہ کی مصیبت و سختی اور راہ خدا میں ہونے والے جہاد میں سخت لڑائی کے وقت صبر کرے۔ یہی لوگ سچے مومن و متقی ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) ایمان اہم ترین چیز ہے، اس کے بغیر اعمال کا ثواب نہیں، اس آیت میں ضروریاتِ دین کی اہم بنیادوں کو ذکر کیا گیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ، قیامت، فرشتوں، آسمانی کتابوں اور پیغمبروں پر ایمان لانا۔ (2) لوگوں پر مال خرچ کرنے کے مقابلے میں قریبی رشتے داروں کو دینے میں زیادہ ثواب ہے کہ صدقہ اور صلہ رحمی دونوں کا ثواب ملتا ہے۔ (3) عہد کی پابندی نیکی، ایمان کی نشانی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی سنت ہے۔

هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿۱۷۷﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الْقِصَاصُ فِی الْقَتْلٰىؕ اَلْحُرُّ

پرہیزگار ہیں۔ اے ایمان والو! تم پر مقتولوں کے خون کا بدلہ لینا فرض کردیا گیا، آزاد کے بدلے

بِالْحُرِّ وَ الْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَ الْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰىؕ فَمَنْ عُفِیَ لَهٗ مِنْ اَخِیْهِ شَیْءٌ فَاتِّبَاعٌۢ

آزاد اور غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت، تو جس کے لئے اس کے بھائی کی طرف سے کچھ معافی دیدی جائے تو اچھے طریقے

بِالْمَعْرُوْفِ وَ اَدَآءٌ اِلَیْهِ بِاِحْسَانٍؕ ذٰلِكَ تَخْفِیْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ رَحْمَةٌؕ فَمَنِ

سے مطالبہ ہو اور وارث کو اچھے طریقے سے ادائیگی ہو۔ یہ تمہارے رب کی طرف سے آسانی اور رحمت ہے۔ تو اس کے بعد جو

اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۱۷۸﴾ وَ لَكُمْ فِی الْقِصَاصِ حَیٰوةٌ یّٰۤاُولِی الْاَلْبَابِ

زیادتی کرے اس کے لئے دردناک عذاب ہے۔ اور اے عقل مندو! خون کا بدلہ لینے میں تمہاری زندگی ہے

آیت 178 زمانہ جاہلیت میں طاقت ور قبیلہ قتل کا بدلہ لینے میں حد سے بڑھ جاتا تھا۔ اس طرح کے معاملات میں یہ آیت نازل ہوئی جس میں ظلم وزیادتی سے بچنے اور عدل و مساوات کا حکم دیا گیا کہ تم پر مقتولوں کے خون کا بدلہ لینا فرض کردیا گیا اور جو قتل کرے اسی کو قتل کیا جائے، آزاد کے بدلے آزاد، غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت کو اور جس قاتل کو مقتول کے وارث کچھ معاف کردیں جیسے مال کے بدلے معاف کرنے کا کہیں تو وارث شدت و سختی کے بغیر اچھے انداز میں مطالبہ کریں اور قاتل خون بہا کی ادائیگی میں اچھا طریقہ اختیار کرے، ادائیگی میں تاخیر اور مال میں کمی نہ کرے۔ یہ معافی اور دیت کا حکم تمہارے رب کی طرف سے آسانی اور رحمت ہے کہ قصاص اور معافی و دیت میں کسی کو بھی چن لینے کا اختیار دیا ہے تو اب بھی جو دستورِ جاہلیت کے مطابق غیر قاتل کو قتل کرے یا دیت قبول کرنے اور معاف کرنے کے بعد قتل کرے تو اس کے لئے دنیا میں قتل اور آخرت میں جہنم کا دردناک عذاب ہے۔

اہم باتیں: (1) علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس آیت میں خطاب مسلم حکمرانوں اور ان کے قائم مقام ہونے کی حیثیت سے قصاص نافذ کرنے کا اختیار رکھنے والوں کو ہے۔ (روح البیان 1/ 283) اس سے معلوم ہوا کہ قصاص کے حکم پر عمل کرنا حاکم اسلام یا اس کے مقرر کردہ فرد کی ذمہ داری ہے، از خود قصاص لینے کی ہرگز اجازت نہیں۔ (2) آیت میں قاتل اور مقتول کے وارث کو بھائی کہا گیا، اس سے معلوم ہوا کہ قتل اگرچہ بڑا گناہ ہے مگر اس سے ایمانی بھائی چارہ ختم نہیں ہوتا اور یہ بھی پتا چلا کہ گناہِ کبیرہ کا مرتکب فاسق ہے کافر نہیں۔ (3) مقتول کے وارث کو اختیار ہے کہ قاتل کو بغیر عوض معاف کردے یا مال پر صلح کرے۔

آیت 179 یہاں قصاص کا حکم دینے کی حکمت بیان فرمائی کہ اے عقل مندو! قتل کے بدلے قتل کرنے میں تمہاری زندگی ہے، وہ اس طرح کہ قصاص میں قتل ہونے کے ڈر سے آدمی دوسرے کو قتل کرنے سے رکے گا اور یوں دو جانیں قتل سے محفوظ رہیں گی، نیز جب قاتل کو قصاص میں قتل کیا جائے گا تو دوسرے لوگ اس سے عبرت پکڑتے ہوئے اقدامِ قتل سے باز رہیں گے اور یوں انسانی جانوں کا تحفظ ہوگا۔

Go To Index

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿١٧٩﴾ كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرًا ۖۚ الْوَصِيَّةُ

تاکہ تم بچو○ تم پر فرض کیا گیا ہے کہ جب تم میں سے کسی کو موت آئے (تو) اگر وہ کچھ مال چھوڑے تو اپنے ماں باپ اور قریب کے

لِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ﴿١٨٠﴾ فَمَنْۢ بَدَّلَهٗ بَعْدَ مَا سَمِعَهٗ

رشتہ داروں کے لئے اچھے طریقے سے وصیت کر جائے۔ یہ پرہیزگاروں پر واجب ہے○ پھر جو وصیت کو سننے کے بعد اسے تبدیل کر دے

فَاِنَّمَآ اِثْمُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يُبَدِّلُوْنَهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿١٨١﴾ فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا

تو اس کا گناہ ان بدلنے والوں پر ہی ہے، بیشک اللہ سننے والا جاننے والا ہے○ پھر جس کو وصیت کرنے والے کی طرف سے جانبداری

اَوْ اِثْمًا فَاَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿١٨٢﴾ ع يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ع ٢٢ ٦

یا گناہ کا اندیشہ ہو تو وہ ان کے درمیان صلح کرادے تو اس پر کچھ گناہ نہیں۔ بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے○ اے ایمان والو!

آیت 180 وراثت کی آیت اترنے سے پہلے یہ حکم نازل ہوا کہ جب کسی کی موت قریب آنے کی نشانیاں ظاہر ہوں، اوراس کے پاس مال ہو تو اس پر فرض ہے کہ اپنے ماں باپ اور قریبی رشتہ داروں کے لئے عدل وانصاف کے ساتھ وصیت کر جائے۔ **اہم باتیں:** (1) میراث کے احکام نازل ہونے کے بعد اس آیت میں مذکور وصیت واجب ہونے کا حکم منسوخ ہو گیا البتہ وصیت جائز ہونے کا حکم اب بھی باقی ہے۔ اس مسئلے کی تفصیل کے لیے کتب فقہ کا مطالعہ فرمائیں۔ (2) کثیر مال ہو تو وصیت کرنا افضل اور قلیل ہو تو نہ کرنا، نیز تہائی مال سے کم میں ہی کرنا افضل ہے۔

آیت 181 فرمایا کہ وصیت کو سننے کے بعد جو اسے تبدیل کر دے تو اس کا گناہ ان بدلنے والوں پر ہی ہے کیونکہ انہوں نے خیانت، حق تلفی اور شریعت کی مخالفت کی اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے سب اقوال و افعال کو سننے جاننے والا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) وصیت میں تبدیلی کی عام صورت یہ ہے کہ وصیت کی تحریر میں ردوبدل کر دینا تاکہ کسی کو نقصان پہنچایا جائے۔ (2) اپنی زندگی میں خود اپنی وصیت تبدیل کرنے کا اختیار ہے۔

آیت 182 اس آیت کا معنی یہ ہے کہ کسی عالم، حاکم، وصی یا رشتے دار وغیرہ کو یہ اندیشہ ہو کہ وصیت کرنے والا جانبداری سے کام لیتے ہوئے کسی پر زیادتی کر رہا ہے یا وصیت کے شرعی احکام کی پابندی نہیں کر رہا تو اِس نے اُسے سمجھا بجھا کر وصیت درست کرا دی، یونہی اگر کوئی شخص غلط وصیت کر کے فوت ہو گیا اور اِس نے جس کے لیے وصیت کی، اُس کے اور وارثوں کے درمیان شریعت کے مطابق صلح کرا دی تو یہ گنہگار نہیں کیونکہ اِس نے حق کی حمایت کے لیے باطل کو بدلا ہے، بیشک خلافِ شرع وصیت کی اصلاح کرنے والے کو اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور اس پر مہربان ہے۔

آیت 183 اس آیت میں روزوں کی فرضیت کا بیان ہے کہ اے ایمان والو! تم پر ویسے ہی روزے فرض کیے گئے ہیں جیسے تم سے پہلے انبیاء علیہم السلام اور ان کی امتوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ کیونکہ روزہ شہوت کو ختم کرتا اور نفسانی خواہشات میں کمی لاتا ہے۔

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿١٨٣﴾ اَيَّامًا

تم پر روزے فرض کیے گئے جیسے تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تا کہ تم پرہیز گار بن جاؤ○ گنتی کے چند

مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ وَعَلَى الَّذِيْنَ

دن ہیں تو تم میں جو کوئی بیمار ہو یا سفر میں ہو تو اتنے روزے اور دنوں میں رکھے اور جنہیں اس کی

يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ؕ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ ؕ وَاَنْ تَصُوْمُوْا

طاقت نہ ہو اُن پر ایک مسکین کا کھانا فدیہ ہے پھر جو اپنی طرف سے نیکی زیادہ کرے تو وہ اس کے لئے بہتر ہے اور اگر تم جانو تو روزہ رکھنا

خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿١٨٤﴾ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ

تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے○ رمضان کا مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا جو لوگوں کے لئے ہدایت

اہم باتیں: (1) صبح صادق سے لے کر غروبِ آفتاب تک روزہ کی نیت سے کھانے پینے اور ہم بستری سے بچنا "روزہ" ہے۔ (2) روزہ بہت قدیم عبادت ہے، حضرت آدم علیہ السّلام سے لے کر تمام شریعتوں میں روزے فرض رہے ہیں اگرچہ ان کے دن اور احکام مختلف ہوتے تھے۔ (3) تقویٰ کا عُمومی معنٰی یہ ہے کہ عذاب کا سبب بننے والی چیز یعنی ہر چھوٹے بڑے گناہ سے نفس کو بچایا جائے۔ **درس:** روزوں کی کامل برکت تب حاصل ہوتی ہے جب روزے کے ظاہری آداب کے ساتھ اِس کے باطنی آداب بھی پورے کئے جائیں۔

آیت 184 فرض روزے ماہِ رمضان کے گنتی کے انیتس یا تیس دن ہوتے ہیں، ان دنوں میں اگر کوئی بیمار یا مسافر ہو اور روزہ نہ رکھے تو اس پر بعد میں اتنے روزوں کی قضا لازم ہے اور شیخ فانی یعنی بہت ہی بوڑھے وہ لوگ جنہیں روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو اور نہ آئندہ طاقت ملنے کی امید ہو تو وہ روزے کے بدلے میں ایک مسکین کا کھانا فدیہ میں دیں اور اگر فدیہ زیادہ دے کر اپنی طرف سے نیکی زیادہ کرے تو یہ اس کے لیے بہتر ہے۔ مزید فرمایا کہ شرعی رخصت کے باوجود روزے کی طاقت ہونے کی صورت میں روزہ چھوڑنے کی بجائے روزہ رکھ لینا تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم روزہ کی فضیلت و اہمیت جان لو۔ **اہم باتیں:** (1) وہ مریض جسے مرض بڑھ جانے، یا دیر سے ٹھیک ہونے، یا تندرست کو بیمار ہو جانے کا غالب گمان ہو تو اسے ابھی روزہ نہ رکھنے کی اجازت اور بعد میں اس کی قضا فرض ہے۔ (2) روزہ نہ رکھنے کی اجازت کے لیے مرض بڑھنے وغیرہ کا غالب گمان ہونا ضروری ہے محض وہم کافی نہیں۔ غالب گمان اس صورت میں حاصل ہو گا کہ مرض بڑھنے وغیرہ کی کوئی ظاہری علامت موجود ہے، یا اس شخص کا ذاتی تجربہ ہے، یا اسے کسی ماہر ڈاکٹر نے بتایا ہے اور اچھی طرح غور کرنے کے بعد اسے بھی روزہ نہ رکھنا ہی سمجھ آیا ہے۔ (3) مسافر اس صورت میں روزہ چھوڑ سکتا ہے جب وہ 92 کلو میٹر یا اس سے زیادہ دور جانے کے لئے طلوع فجر کے وقت ہی مسافر ہو۔ (4) روزے کا فدیہ دو وقت صبح و شام ایک مسکین کو پیٹ بھر کر کھانا کھلانا ہے یا ہر روزہ کے بدلے میں صدقہ فطر کی مقدار مسکین کو دیدے۔

آیت 185 اس آیت میں ماہِ رمضان کی عظمت و فضیلت کا بیان ہے کہ گنتی کے وہ چند دن رمضان کا مہینہ ہے جس کی شبِ قدر میں لوح محفوظ سے آسمانِ دنیا کے ایک مقدس مقام "بیت العزت" پر قرآن نازل کیا گیا۔ قرآن مجید لوگوں کو گمراہی سے راہِ حق کی

وَ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَ الْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ؕ وَ مَنْ كَانَ

اور رہنمائی ہے اور فیصلے کی روشن باتوں (پر مشتمل ہے۔) تو تم میں جو کوئی یہ مہینہ پائے تو ضرور اس کے روزے رکھے اور جو

مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَ لَا يُرِيْدُ بِكُمُ

بیمار ہو یا سفر میں ہو تو اتنے روزے اور دنوں میں رکھے۔ اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے اور تم پر دشواری نہیں چاہتا اور (یہ آسانیاں اس لئے ہیں)

الْعُسْرَ ۫ وَ لِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۸۵﴾ وَ اِذَا

تاکہ تم (روزوں کی) تعداد پوری کرلو اور تاکہ تم اس بات پر اللہ کی بڑائی بیان کرو کہ اس نے تمہیں ہدایت دی اور تاکہ تم شکر گزار بن جاؤ○ اور

سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ؕ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ

اے حبیب! جب تم سے میرے بندے میرے بارے میں سوال کریں تو بیشک میں نزدیک ہوں، میں دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں جب

طرف ہدایت دینے والا، سچے احکام کی طرف رہنمائی کرنے والی آیتوں اور حق و باطل کے درمیان فرق کر دینے والی باتوں پر مشتمل ہے۔ یہ مہینہ دیکھنا جسے نصیب ہو تو وہ ضرور اس کے روزے رکھے البتہ جو بیمار یا مسافر روزہ نہ رکھے تو وہ دوسرے دنوں میں قضا کرلے۔ اللہ تعالیٰ تم پر آسانی چاہتا ہے، دشواری نہیں چاہتا۔ قضا روزے رکھنے کی آسانی اس لئے ہے تاکہ تم روزوں کی تعداد (29 یا 30 دن) پوری کرلو اور تعداد پوری ہوتے وقت تم اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرو کہ اس نے اپنے دین کے طریقوں کی طرف تمہاری رہنمائی کی اور تاکہ تم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔ **اہم باتیں:** (1) بیت العزت سے وقتاً فوقتاً حکمت کے مطابق اللہ تعالیٰ کے حکم سے جبریلِ امین علیہ السّلام قرآن لاتے رہے اور یہ نزول 23 سال کے عرصہ میں پورا ہوا۔ (2) رمضان واحد مہینہ ہے جس کا نام قرآن پاک میں مذکور ہوا۔ (3) قرآن مجید سے نسبت سے ماہِ رمضان کو عظمت و شرافت ملی۔ یونہی نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم کی ولادت اور معراج سے نسبت رکھنے والے دنوں کو بھی عظمت و شرافت مل گئی۔

آیت 186 **شانِ نزول:** صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے جذبۂ عشقِ الٰہی میں سید عالم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم سے دریافت کیا: ہمارا رب کہاں ہے؟ اس پر فرمایا گیا: اے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم! جب میرے بندے آپ سے میرے بارے میں سوال کریں تو انہیں بتا دیں کہ میں اپنی شان کے لائق اور اپنے علم و قدرت سے ان کے قریب ہوں۔ جب کوئی مجھ سے دعا کرے تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں، انہیں چاہئے کہ میرا حکم مانیں اور ایمان پر ثابت قدم رہیں تاکہ وہ دین و دنیا کی بھلائیوں کی طرف ہدایت پائیں۔

اہم باتیں: (1) اللہ تعالیٰ مکان و جگہ سے پاک ہے، اس کا قرب اس کی شان کے لائق ہے اور وہ اپنے علم و قدرت سے ہمارے قریب ہے۔ (2) دعا کا معنی ہے اپنی حاجت پیش کرنا اور قبولیت کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی دعا پر لَبَّيْكَ عَبْدِيْ فرماتا ہے۔

وَ لْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ﴿۱۸۶﴾ اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ

وہ مجھ سے دعا کرے تو انہیں چاہیے کہ میرا حکم مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ ہدایت پائیں ○ تمہارے لئے روزوں کی راتوں میں

اِلٰى نِسَآئِكُمْ ؕ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَ اَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ؕ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ

اپنی عورتوں کے پاس جانا حلال کر دیا گیا، وہ تمہارے لئے لباس ہیں اور تم ان کے لئے لباس ہو۔ اللہ کو معلوم ہے کہ تم اپنی جانوں کو خیانت

اَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَ عَفَا عَنْكُمْ ۚ فَالْـٰٔنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَ ابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ ۠

میں ڈالتے تھے تو اس نے تمہاری توبہ قبول کی اور تمہیں معاف فرمادیا تو اب ان سے ہم بستری کرلو اور جو اللہ نے تمہارے نصیب میں لکھا ہوا ہے

وَ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۠ ثُمَّ

اسے طلب کرو اور کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ تمہارے لئے فجر سے سفیدی (صبح) کا ڈورا سیاہی (رات) کے ڈورے سے ممتاز ہو جائے پھر

آیت 187 **شانِ نزول:** شروعِ اسلام میں افطار کے بعد کھانا پینا، جماع کرنا نمازِ عشاتک حلال تھا، وقتِ عشا شروع ہونے اور سونے کے بعد یہ چیزیں حرام ہو جاتی تھیں اگرچہ ابھی وقتِ عشا شروع نہ ہوا ہو۔ بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے رمضان کی راتوں میں ہم بستری کا فعل سرزد ہوا، اس پر وہ نادم ہوئے اور بارگاہِ رسالت میں صورتِ حال عرض کی، نیز حضرت صرمہ بن قیس رضی اللہ عنہ حالتِ روزہ میں دن بھر کام کاج کر کے گھر آئے، تھکاوٹ کے باعث کھانا پکنے کے انتظار میں ہی آنکھ لگ گئی، چونکہ اب کھانا پینا منع ہو گیا تھا لہٰذا اسی حالت میں دوسرے دن کا روزہ رکھ لیا اور کمزوری کے باعث دوپہر کے وقت بیہوش ہو گئے۔ اس کے بعد یہ آیت اتری اور پہلا حکم منسوخ کر دیا اور کئی رخصتیں اور احکام عطا فرمائے۔ پہلی رخصت یہ کہ اب تمہارے لئے رمضان کی راتوں میں مغرب سے صبح صادق تک اپنی بیویوں سے صحبت کرنا حلال کر دیا گیا، وہ تمہارے لیے لباس ہیں اور تم ان کے لیے لباس ہو۔ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ تم نے رمضان کی رات میں بیویوں سے صحبت کر کے اپنی جانوں کو خیانت میں ڈال لیا تھا، لیکن اب تم نے جو توبہ کی تو اللہ تعالیٰ نے اسے قبول کر کے تمہیں معاف فرمادیا ہے، تو اب ان سے صحبت کرنا تمہارے لیے حلال ہے اور لوحِ محفوظ میں جو اولاد و غیرہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نصیب میں لکھی ہوئی ہے اسے طلب کرو۔ دوسری رخصت یہ ہے کہ دن کی روشنی رات کی سیاہی سے جدا ہونے یعنی صبحِ صادق تک جب چاہو کھاؤ پیو۔ اور روزے کا حکم یہ ہے کہ صبحِ صادق سے غروبِ آفتاب تک روزوں کو پورا کرو۔ دوسرا حکم یہ ہے کہ جب تم مسجدوں میں اعتکاف کی نیت سے بیٹھے ہو تو اپنی بیویوں سے صحبت نہ کرو۔ یہ روزے اور اعتکاف کے بارے میں ذکر کیے گئے احکام اللہ تعالیٰ کی حدیں ہیں تو ان ممنوعات کے پاس نہ جاؤ۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے یہ احکام بیان فرمائے یونہی وہ لوگوں کے لئے اپنی آیتیں کھول کر بیان فرماتا ہے تاکہ وہ اس کی منع کردہ چیزوں سے بچ کر عذاب سے نجات پاجائیں۔ **اہم باتیں:** (1) شوہر اور بیوی کا ایک دوسرے کے لئے لباس ہونے کا مطلب یہ ہے کہ لباس کی طرح دونوں ایک دوسرے کے لیے سکون کا ذریعہ ہیں یا یہ مطلب ہے کہ دونوں ایک دوسرے کا حال چھپا لیتے ہیں اور گناہوں، بے حیائی کے کاموں اور بدکاری میں پڑنے سے ایک دوسرے کو

اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ ۚ وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ ۙ فِي الْمَسٰجِدِ ؕ تِلْكَ

رات آنے تک روزوں کو پورا کرو اور عورتوں سے ہم بستری نہ کرو جبکہ تم مسجدوں میں اعتکاف سے ہو۔ یہ

حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۷﴾

اللہ کی حدیں ہیں تو ان کے پاس نہ جاؤ۔ اللہ یونہی لوگوں کے لئے اپنی آیات کھول کر بیان فرماتا ہے تاکہ وہ پرہیزگار ہوجائیں○

وَلَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَاۤ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ

اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ اور نہ حاکموں کے پاس ان کا مقدمہ اس لئے پہنچاؤ کہ لوگوں کا کچھ مال

اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۸﴾ ع يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ؕ قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ ع ۲۳ ۷

ناجائز طور پر جان بوجھ کر کھالو○ تم سے نئے چاند کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ تم فرمادو، یہ لوگوں اور حج

لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ؕ وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى ۚ

کے لئے وقت کی علامتیں ہیں اور یہ کوئی نیکی نہیں کہ تم گھروں میں پچھلی دیوار توڑ کر آؤ، ہاں اصل نیک تو پرہیزگار ہوتا ہے

روک لیتے ہیں۔(2)خیانت امانت کی ضد ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو جو احکام دیئے وہ انہیں پورا کرنے پر امین ہیں اور تنہائی میں جو حکم کی خلاف ورزی ہوئی تو یہ اپنی جان کو خیانت میں ڈالنا ہے۔(3)مرد کا اعتکاف شرعی مسجد میں ہی ہوگا جبکہ عورت مسجدِ بیت یعنی اپنے گھر میں نماز کے لیے مقرر کردہ جگہ میں اعتکاف کر سکتی ہے، اسے مسجد میں اعتکاف کی اجازت نہیں۔

آیت 188 یہاں باطل طور پر کسی کا مال کھانے سے منع کیا جارہا ہے کہ کسی بھی حرام ذریعے جیسے چوری اور غصب وغیرہ سے حاصل کرکے ایک دوسرے کا مال نہ کھاؤ اور نہ اس لئے کسی کا مقدمہ حکام تک لے جاؤ تاکہ ان سے فیصلہ کرواکر لوگوں کا کچھ مال ناجائز طور پر جان بوجھ کر کھالو۔ **اہم بات:** کسی کا مال ناحق کھانا خواہ لوٹ کر ہو یا چھین کر، چوری سے یا جوئے سے یا حرام تماشوں یا حرام کاموں یا حرام چیزوں کے بدلے یا رشوت یا جھوٹی گواہی سے یہ سب ممنوع و حرام ہے۔ اسی طرح ناجائز فائدے کے لیے کسی پر مقدمہ بنانا، اسے حکام تک لے جانا، نیز جھوٹی وکالت، جھوٹے مقدمہ کی پیروی وکوشش کی اجرت لینا حرام ہے۔

آیت 189 اس آیت میں دو باتیں بیان کی گئی ہیں: (1)حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور ایک دوسرے صحابی نے بارگاہِ رسالت میں چاند کے گھٹنے بڑھنے سے متعلق سوال کیا تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے چاند کے گھٹنے بڑھنے کے سبب کی بجائے اس کے فوائد بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: چاند کا گھٹنا بڑھنا لوگوں اور حج کے لئے وقت کی علامتیں ہیں، اور آدمیوں کے ہزارہا دینی و دنیوی کام اس سے متعلق ہیں کیونکہ چاند کے باریک اور پورا روشن ہونے اور چھپ جانے سے مہینے کی ابتدا، درمیان اور انتہا کا علم ہو جاتا ہے اور پھر مہینوں سے سال کا حساب ہوتا ہے۔ (2)زمانۂ جاہلیت میں حج کا احرام باندھنے کے بعد اگر کسی کو اپنے مکان میں داخل ہونے کی ضرورت ہوتی تو نیکی سمجھتے ہوئے پچھلی دیوار توڑ کر آتا، اس پر ارشاد فرمایا: یہ کوئی نیکی نہیں کہ تم اپنے گھروں میں پچھلی دیوار توڑ کر آؤ

وَ اۡتُوا الۡبُیُوۡتَ مِنۡ اَبۡوَابِہَا ۪ وَ اتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ ﴿۱۸۹﴾ وَ قَاتِلُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ

اور گھروں میں ان کے دروازوں سے آؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو اس امید پر کہ تم فلاح پاؤ○ اور اللہ کی راہ میں ان سے لڑو

الَّذِیۡنَ یُقَاتِلُوۡنَکُمۡ وَ لَا تَعۡتَدُوۡا ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الۡمُعۡتَدِیۡنَ ﴿۱۹۰﴾ وَ اقۡتُلُوۡہُمۡ حَیۡثُ

جو تم سے لڑتے ہیں اور حد سے نہ بڑھو، بیشک اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا○ اور (دورانِ جہاد) کافروں کو جہاں پاؤ

ثَقِفۡتُمُوۡہُمۡ وَ اَخۡرِجُوۡہُمۡ مِّنۡ حَیۡثُ اَخۡرَجُوۡکُمۡ وَ الۡفِتۡنَۃُ اَشَدُّ مِنَ الۡقَتۡلِ ۚ

قتل کرو اور انہیں وہاں سے نکال دو جہاں سے انہوں نے تمہیں نکالا تھا اور فتنہ قتل سے زیادہ شدید ہوتا ہے

وَ لَا تُقٰتِلُوۡہُمۡ عِنۡدَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ حَتّٰی یُقٰتِلُوۡکُمۡ فِیۡہِ ۚ فَاِنۡ قٰتَلُوۡکُمۡ

اور مسجد حرام کے پاس ان سے نہ لڑو جب تک وہ تم سے وہاں نہ لڑیں اور اگر وہ تم سے لڑیں

بلکہ اصل نیکی تقویٰ وپرہیز گاری ہے، تم گھروں میں ان کے دروازوں سے آؤ اور اس امید پر اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو کہ تمہیں فلاح و کامیابی مل جائے۔ **اہم باتیں:** (1) بہت سے احکام میں چاند کا حساب رکھنا ضروری ہے جیسے بالغ ہونے کی عمر کے اعتبار سے، یونہی روزہ، عیدین، حج کے مہینوں اور دنوں کے بارے میں اور زکوٰۃ میں جو سال گزرنے کا اعتبار ہے وہ بھی چاند کے حساب سے ہے۔ (2) بغیر دلیلِ شرعی کسی چیز کو ناجائز سمجھنا جہلا کا کام ہے، بلکہ اہلِ علم سے پوچھنا اور سیکھنا چاہیے۔

آیت 190 **شانِ نزول:** سن 6 ہجری کو مشرکین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو عمرہ کرنے سے روکا اور اس بات پر صلح ہوئی کہ آئندہ سال مسلمان عمرہ کے لئے آئیں گے اور تین روز کے لئے مکہ مکرمہ خالی کر دیا جائے گا چنانچہ اگلے سال 7 ہجری میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم 1400 صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ عمرہ قضا کرنے کے لئے حاضر ہوئے۔ مسلمانوں کو اندیشہ ہوا کہ اگر کفار نے عہد شکنی کرتے ہوئے حرم مکہ اور حرمت والے مہینے ذوالقعدہ میں ہی مسلمانوں سے جنگ کی تو ان سے جنگ کرنا بڑا مشکل ہو گا کیونکہ ابتدائے اسلام میں حرم اور حرمت والے مہینوں میں جنگ جائز نہ تھی، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور اجازت دی گئی کہ اے مسلمانو! ان کفار سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں البتہ ان کے خلاف جنگ کی ابتداء کر کے حد سے نہ بڑھو کیونکہ اللہ تعالیٰ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔

آیت 191 اوپر بیان کیے گئے سیاق وسباق میں یہاں فرمایا جارہا ہے کہ کفار نے تمہیں مکہ سے بے دخل کیا تھا اور اب بھی آمادۂ جنگ ہیں لہٰذا تمہیں بھی دورانِ جہاد ان سے لڑنے، میدان جنگ میں جہاں ملیں وہیں قتل کرنے اور مکہ مکرمہ سے نکالنے کی اجازت ہے جہاں سے انہوں نے تمہیں نکالا تھا۔ انہیں قتل کرنے کا حکم ان کے جرم سے زیادہ بڑا نہیں کیونکہ یہ لوگ شرک کرکے اور مسلمانوں کو مکہ مکرمہ سے نکال کر فتنہ برپا کرنے والے ہیں اور فتنہ قتل سے زیادہ شدید ہوتا ہے۔ مسجد حرام کے پاس یعنی حرم کی حدود میں ان سے نہ لڑو کیونکہ یہ حرم کی حرمت کے خلاف ہے، ہاں اگر وہ مسلمانوں سے جنگ کی ابتداء کر دیں تو انہیں جواب دینے کے لیے وہاں

فَاقْتُلُوهُمْ ۭ كَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۹۱﴾ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۹۲﴾

تو انہیں قتل کرو۔ کافروں کی یہی سزا ہے ○ پھر اگر وہ باز آجائیں تو بیشک اللہ بخشنے والا، مہربان ہے ○

وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ ۭ فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا

اور ان سے لڑتے رہو یہاں تک کہ کوئی فتنہ نہ رہے اور عبادت اللہ کے لئے ہوجائے پھر اگر وہ باز آجائیں تو صرف ظالموں پر

عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۹۳﴾ اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ ۭ فَمَنِ اعْتَدٰى

سختی کی سزا باقی رہ جاتی ہے ○ ادب والے مہینے کے بدلے ادب والا مہینہ ہے اور تمام ادب والی چیزوں کا بدلہ ہے۔ تو جو تم پر زیادتی

عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ

کرے اس پر اتنی ہی زیادتی کرو جتنی اس نے تم پر زیادتی کی ہو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ

مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۹۴﴾ وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ۚۖ وَاَحْسِنُوْا ۚ

ڈرنے والوں کے ساتھ ہے ○ اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں خود کو ہلاکت میں نہ ڈالو اور نیکی کرو

لڑنے کی اجازت ہے، یہ قتل واخراج ہی کافروں کی سزا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) مسجدِ حرام کے اردگرد کئی کلو میٹر کا علاقہ حرم کہلاتا ہے۔ (2) آیت میں یہ نہیں فرمایا کہ امن ہو یا جنگ، ہر حال میں کافروں کو قتل کرنے میں لگے رہو بلکہ صرف دورانِ جہاد قتل کرنے کا حکم ہے۔

آیت 192 ارشاد فرمایا کہ پھر اگر وہ لوگ کفر سے باز آجائیں اور اسلام قبول کرلیں تو بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا، مہربان ہے، وہ اپنے فضل سے انہیں معاف فرمادے گا۔

آیت 193 کفارِ عرب کے متعلق فرمایا گیا کہ ان سے لڑتے رہو حتی کہ ان کا فتنہ یعنی شرک ختم ہوجائے، ان کا دین بھی "دینِ اسلام" ہوجائے اور سرزمینِ عرب پر صرف ایک اللہ کی عبادت ہو لہٰذا اگر وہ کفر و شرک سے باز آجائیں تو ان سے نہ لڑو کیونکہ صرف ظالموں پر سختی کی سزا ہے اور اب یہ ظالم نہیں رہے۔

آیت 194 چار مہینے حرمت والے ہیں: رجب، ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم۔ ان مہینوں میں جنگ کی اجازت کے متعلق فرمایا کہ یہ جنگ کی اجازت اللہ تعالیٰ نے کفار کی طرف سے حرمت پامال کرنے کی وجہ سے دی ہے، لہٰذا یہ لڑائی ان مہینوں کی بے حرمتی نہیں بلکہ کفار سے بے حرمتی کا بدلہ لینا ہے کیونکہ انہوں نے فتنہ و فساد کرکے اس کی بے ادبی کی ہے، لیکن بدلہ لینے میں جس نے جتنی زیادتی تم پر کی تم اس سے اتنا ہی بدلہ لو، اس سے زائد کی اجازت نہیں، لہٰذا بدلہ لینے میں تقویٰ و خوفِ خدا کو پیشِ نظر رکھو اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ کا قرب اور معیت اسی کو نصیب ہوگی جو ہر حال میں تقویٰ اختیار کرنے والا ہے۔

آیت 195 فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں یعنی جہاد، رشتے داروں سے حسنِ سلوک، کمزور و غریب لوگوں کی مدد وغیرہ اطاعت و رضائے الٰہی کے کاموں میں جان و مال خرچ کرو، فضول خرچی کرکے یا راہِ خدا میں خرچ اور جہاد چھوڑ کر اپنے ہاتھوں خود کو ہلاکت میں

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١٩٥﴾ وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ؕ فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ

بیشک اللہ نیکی کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے○ اور حج اور عمرہ اللہ کے لئے پورا کرو پھر اگر تمہیں (مکہ سے) روک دیا جائے تو (حرم میں) قربانی

مِنَ الْهَدْيِ ۚ وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ

کا جانور بھیجو جو میسر آئے اور اپنے سر نہ منڈاؤ جب تک قربانی اپنے ٹھکانے پر نہ پہنچ جائے پھر جو تم میں

مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖۤ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ ۚ فَاِذَآ

بیمار ہو یا اس کے سر میں کچھ تکلیف ہے تو روزے یا خیرات یا قربانی کا فدیہ دے پھر جب

اَمِنْتُمْ ۠ وقفة فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ

تم اطمینان سے ہو تو جو حج سے عمرہ ملانے کا فائدہ اٹھائے اس پر قربانی لازم ہے جیسی میسر ہو پھر جو (قربانی کی قدرت) نہ پائے

فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِى الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ ؕ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ؕ ذٰلِكَ

تو تین روزے حج کے دنوں میں رکھے اور سات روزے (اس وقت رکھو) جب تم اپنے گھر لوٹ کر جاؤ، یہ مکمل دس ہیں۔ یہ حکم

لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِى الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ

اس کے لئے ہے جو مکہ کا رہنے والا نہ ہو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ

نہ ڈالو اور نیکی کو اپنا شیوہ بناؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ یقیناً نیکی کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔ **اہم بات:** خود کو ہلاکت میں ڈالنا حرام ہے خواہ خودکشی کے ذریعے ہو یا بغیر مہارت کے خطرناک کام کرنے کے ذریعے ہو یا کسی اور طریقے سے۔

آیت 196 احکام جہاد کے بعد یہاں سے حج و عمرہ کے چند احکام بیان کیے جارہے ہیں: (1) حج و عمرہ دونوں کو ان کے فرائض و شرائط کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے لیے بغیر سستی اور کوتاہی کے مکمل کرو۔ (2) اگر حج یا عمرہ کا احرام باندھ لینے کے بعد ان کی ادائیگی میں تمہیں کوئی رکاوٹ پیش آجائے جیسے دشمن کا خوف ہو یا مرض لاحق ہو جائے تو ایسی حالت میں تم احرام سے باہر آجاؤ البتہ حدودِ حرم میں قربانی کا جانور اونٹ یا گائے یا بکری، جو میسر ہو اسے ذبح کروانا تم پر واجب ہے اور جب تک قربانی کا جانور ذبح نہ ہو جائے تب تک تم سر نہ منڈواؤ۔ (3) جسے بیماری یا سر میں زخم وغیرہ کسی تکلیف کی بنا پر قربانی سے پہلے سر منڈانا پڑ جائے وہ گنہگار تو نہ ہوگا مگر فدیے کے طور پر 3 روزے رکھے یا 6 مسکینوں کو ایک ایک صدقہ دیدے یا انہیں دونوں وقت پیٹ بھر کھانا کھلائے یا قربانی کرے۔ (4) جب تمہیں دشمن اور مرض سے امن ہو تو جو شخص ایک ہی سفر میں حج تمتع یا قران والا حج کرے یعنی پہلے عمرہ پھر حج کرے تو اس پر بطورِ شکرانہ قربانی لازم ہے جیسی میسر ہو اور اگر اسے قربانی کی طاقت نہ ہو تو وہ 10 روزے رکھے، ان میں سے 3 روزے احرام باندھنے کے بعد 2 شوال سے 9 ذوالحجہ تک اور 7 روزے 13 ذوالحجہ کے بعد رکھے۔ (5) حج تمتع یا قران کا جائز ہونا صرف آفاقی یعنی میقات سے باہر

ع ٢٤/٨/٨

شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿١٩٦﴾ اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ۚ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا

شدید عذاب دینے والا ہے ○ حج چند معلوم مہینے ہیں تو جو اِن میں حج کی نیت کرے تو حج میں نہ عورتوں کے سامنے صحبت کا تذکرہ ہو اور نہ

فُسُوْقَ ۙ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ ؕ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ

وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم

کوئی گناہ ہو اور نہ کسی سے جھگڑا ہو اور تم جو بھلائی کرو اللہ اسے جانتا ہے اور زادِ راہ ساتھ لے لو پس

خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى ۫ وَاتَّقُوْنِ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿١٩٧﴾ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا

سب سے بہتر زادِ راہ یقیناً پرہیز گاری ہے اور اے عقل والو! مجھ سے ڈرتے رہو ○ تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم اپنے رب کا فضل

فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ۠

تلاش کرو، تو جب تم عرفات سے واپس لوٹو تو مشعر حرام کے پاس اللہ کو یاد کرو

والوں کے لئے ہے۔ **اہم باتیں:** (1) احرام باندھ کر 9 ذوالحجہ کو عرفات میں ٹھہرنے اور کعبہ معظمہ کے طواف کا نام حج ہے۔ اس کے لیے خاص وقت مقرر ہے جس میں یہ افعال کئے جائیں تو حج ہے۔ (2) حج 9 ہجری کو فرض ہوا، اس کی فرضیت کا منکر کافر ہے۔

آیت 197 حج کے چند مزید احکام و آداب بیان کئے جارہے ہیں: (1) حج کے چند مشہور و معروف مہینے ہیں، ان مہینوں سے مراد شوال، ذوالقعدہ اور ذی الحجہ کے دس دن ہیں۔ (2) جو شخص احرام باندھ کر یا ہَدی کا جانور چلا کر حج اپنے اوپر لازم کرلے، اس پر یہ چیزیں لازم ہیں: (۱) رَفَث یعنی ہم بستری کرنے یا عورتوں کے سامنے اس کا ذکر یا فحش کلام کرنے سے بچنا۔ (۲) فسوق یعنی گناہ اور برائی کے کام سے بچنا۔ (۳) جدال یعنی اپنے ہم سفروں یا خادموں سے یا غیروں کے ساتھ جھگڑنے سے بچنا۔ گناہ کے کام اور لڑائی جھگڑا تو ہر جگہ ہی ممنوع ہے لیکن حج کی عظمت کی وجہ سے ان سے بچنے کی بطورِ خاص تاکید کی ہے۔ (3) بعض یمنی لوگ حج کے لیے سامانِ سفر کے بغیر روانہ ہوتے اور خود کو متوکل یعنی ''توکل کرنے والا'' کہتے، لیکن مکہ مکرمہ جاکر بھیک مانگتے اور کبھی چوری وغیرہ کرلیتے۔ اس کے متعلق یہ آیت اتری کہ سفر کا سامان لے کر چلو اور دوسروں پر بوجھ نہ بنو کہ یہ توکل اور تقویٰ کے خلاف ہیں اور تقویٰ بہترین زادِ راہ ہے۔ نیز یہ بھی سمجھا دیا گیا کہ جس طرح دنیوی سفر کے لیے سامانِ سفر ضروری ہے ایسے ہی سفر آخرت کے لیے پرہیز گاری کا سامان لازم ہے۔ (4) فرمایا کہ اے عقل والو! مجھ سے ڈرتے رہو۔ عقل کا تقاضا خوفِ الٰہی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ سے نہ ڈرے اس میں عقل کی کمی ہے۔

آیت 198 **شانِ نزول:** بعض مسلمانوں کا خیال تھا کہ راہِ حج میں جس نے تجارت کی یا اونٹ کرائے پر دیا اس کا حج ضائع ہوگیا اس پر آیت میں بتایا گیا کہ دورانِ حج تجارت کرکے اپنے رب کا فضل یعنی رزق تلاش کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ مزید یہ حکم ہے کہ جب تم عرفات سے واپس لوٹو تو مزدلفہ میں مشعرِ حرام کے پاس اللہ تعالیٰ کو یاد کرو۔ اے لوگو! تم ذکر و عبادت کا طریقہ نہ جانتے تھے، اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے ذریعے تمہیں طریقے سکھائے لہٰذا اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔ **اہم باتیں:** (1) جب

وَاذۡكُرُوۡهُ كَمَا هَدٰىكُمۡ‌ۚ وَاِنۡ كُنۡتُمۡ مِّنۡ قَبۡلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّيۡنَ ﴿۱۹۸﴾ ثُمَّ اَفِيۡضُوۡا

اور اس کا ذکر کرو کیونکہ اس نے تمہیں ہدایت دی ہے اگرچہ اس سے پہلے تم یقیناً بھٹکے ہوئے تھے O پھر (اے قریشیو!) تم بھی وہیں سے پلٹو

مِنۡ حَيۡثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَاسۡتَغۡفِرُوا اللّٰهَ‌ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۱۹۹﴾ فَاِذَا قَضَيۡتُمۡ

جہاں سے دوسرے لوگ پلٹتے ہیں اور اللہ سے مغفرت طلب کرو، بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے O پھر جب اپنے حج کے کام

مَّنَاسِكَكُمۡ فَاذۡكُرُوا اللّٰهَ كَذِكۡرِكُمۡ اٰبَآءَكُمۡ اَوۡ اَشَدَّ ذِكۡرًا‌ؕ فَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّقُوۡلُ

پورے کرلو تو اللہ کا ذکر کرو جیسے اپنے باپ دادا کا ذکر کرتے تھے بلکہ اس سے زیادہ (ذکر کرو) اور کوئی آدمی یوں کہتا ہے کہ

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِى الدُّنۡيَا وَمَا لَهٗ فِى الۡاٰخِرَةِ مِنۡ خَلَاقٍ ﴿۲۰۰﴾ وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّقُوۡلُ رَبَّنَآ

اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں دیدے اور آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں O اور کوئی یوں کہتا ہے کہ اے ہمارے رب!

تک تجارت سے افعالِ حج کی ادائیگی میں فرق نہ آئے اس وقت تک تجارت کی اجازت ہے۔(2)عرفات حج میں وقوف یعنی ٹھہرنے کی جگہ ہے۔(3)مشعرِ حرام مزدلفہ میں وہ جگہ ہے جہاں امامِ حج وقوفِ مزدلفہ کرتا ہے۔ (4) مزدلفہ میں وقوف کے دوران تلبیہ، کلمہ، تکبیر اور ثنا و دعا وغیرہ میں مشغول رہنا چاہیے۔ **مسائل:** (1)حاجی کے لئے 9 ذوالحجہ کے زوالِ آفتاب سے لے کر 10 ذوالحجہ کی صبحِ صادق سے پہلے تک کم از کم ایک لمحے کے لئے عرفات میں وقوف فرض ہے۔(2)مزدلفہ میں رات گزارنا سنت ہے اور نمازِ فجر کے پورے وقت کے دوران کم از کم ایک لمحے کے لئے وہاں ٹھہرنا واجب ہے۔

آیت 199 قبیلہ قریش کے لوگ مزدلفہ میں ٹھہرے رہتے اور عرفات نہ جاتے۔جب دوسرے لوگ عرفات سے پلٹتے تو یہ مزدلفہ سے پلٹتے اور اس میں اپنی بڑائی سمجھتے۔اس آیت میں انہیں حکم دیا گیا کہ وہ بھی سب کے ساتھ عرفات میں وقوف کرکے لوٹیں اور اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کریں۔

آیت 200 زمانۂ جاہلیت میں اہلِ عرب حج کے بعد کعبہ کے قریب اپنے باپ دادا کے فضائل بیان کرتے تھے۔دینِ اسلام میں بتایا گیا کہ یہ شہرت کی بیکار باتیں ہیں، تم جب اپنے حج کے ارکان وغیرہ پورے کرلو تو پہلے جیسے اپنے باپ دادا کا ذکر کرتے تھے اسی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ اللہ کا ذکر کرو۔اس کے بعد آخرت پر ایمان نہ رکھنے والے کی دعا کا ذکر ہے کہ وہ صرف دنیا مانگتا ہے اور یوں کہتا ہے: اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں دیدے، اس کے متعلق فرمایا کہ آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں۔

آیت 201 اس آیت میں مذکور دعا بہت جامع دعا ہے اور تھوڑے الفاظ میں دین و دنیا کی تمام بھلائیاں اس میں مانگی گئی ہیں۔دنیا کی بھلائی میں ہر اچھی اور مفید چیز داخل ہے خواہ کفایت کرنے والا رزق حلال ہو یا اچھا گھر یا اچھی بیوی یا اچھی سواری یا اچھا پڑوس وغیرہ اور آخرت کی بھلائی سے مراد جنت ہے۔

النصف

اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۲۰۱﴾ اُولٰٓىٕكَ لَهُمْ

ہمیں دنیا میں بھلائی عطا فرما اور ہمیں آخرت میں (بھی) بھلائی عطا فرما اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔ ان لوگوں کے لئے

نَصِیْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ وَ اللّٰهُ سَرِیْعُ الْحِسَابِ ﴿۲۰۲﴾ وَ اذْكُرُوا اللّٰهَ فِیْۤ اَیَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ

ان کے کمائے ہوئے اعمال سے حصہ ہے اور اللہ جلد حساب کرنے والا ہے۔ اور گنتی کے دنوں میں اللہ کا ذکر کرو

فَمَنْ تَعَجَّلَ فِیْ یَوْمَیْنِ فَلَاۤ اِثْمَ عَلَیْهِ ۚ وَ مَنْ تَاَخَّرَ فَلَاۤ اِثْمَ عَلَیْهِ ۙ لِمَنِ اتَّقٰى ؕ وَ اتَّقُوا

توجو جلدی کرکے دو دن میں (منیٰ سے) چلا جائے اس پر کچھ گناہ نہیں اور جو پیچھے رہ جائے تو اس پر (بھی) کوئی گناہ نہیں۔ (یہ بشارت) پرہیزگار کے

اللّٰهَ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّكُمْ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۲۰۳﴾ وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ یُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِی الْحَیٰوةِ

لئے ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ تم اسی کی طرف اٹھائے جاؤ گے۔ اور لوگوں میں سے کوئی وہ ہے کہ دنیا کی زندگی میں اس کی بات

آیت 202 فرمایا کہ دنیا کے علاوہ آخرت بھی مانگنے والے چونکہ مومن ہیں اس لئے انہیں ان کی کمائیوں سے حصہ یعنی اعمال کا ثواب ملے گا اور اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ جب حساب فرماتا ہے تو اس میں کوئی دیر نہیں لگتی۔

آیت 203 اس آیت میں حج کے متعلق احکام دیئے گئے: (1) گنتی کے دنوں میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو۔ گنتی کے دنوں سے مراد اَیّامِ تشریق ہیں اور ذکر اللہ سے نمازوں کے بعد اور جمرات کی رمی کے وقت تکبیر کہنا مراد ہے اور اس حکم سے مراد یہ ہے کہ منیٰ میں قیام کے دوران اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہو۔ (2) جو جلدی کرکے 10 ذوالحجہ کے بعد دو دن میں یعنی بارہ ذوالحجہ کو منیٰ سے چلا جائے اس پر کچھ گناہ نہیں اور جو پیچھے رہ جائے تو اس پر بھی کوئی گناہ نہیں۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ 10، 11، 12 اور 13 ذوالحج، ان چار دنوں میں منیٰ میں جمرات پر رمی کی جاتی ہے۔ 10 تاریخ کو صرف ایک جمرہ کی اور بقیہ تاریخوں میں تینوں جمرات کی۔ 13 تاریخ کو بھی رمی تو ہے لیکن اگر کوئی شخص 12 تاریخ کی رمی کرکے منیٰ سے واپس آجائے تو اس پر کوئی گناہ نہیں اگرچہ 13 کو رمی کرکے واپس آنا افضل ہے۔ (3) فرمایا کہ تم تمام کاموں میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ تم اپنی قبروں سے اسی کی طرف اٹھائے جاؤ گے۔ آخرت کی یہ فکر تقویٰ کے حصول کا بنیادی ذریعہ ہے۔

آیت 204 **شانِ نزول:** اخنس بن شریق منافق (محدثین کے نزدیک بعد میں انہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا) بارگاہِ رسالت میں بڑی میٹھی باتیں کرتا، اپنے اسلام اور حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے محبت ہونے پر قسمیں کھاتا، لیکن درپردہ فساد انگیزی میں مصروف رہتا تھا، یہاں تک کہ ایک بار اس نے مسلمانوں کے مویشی ہلاک کر دیئے اور ان کی کھیتیاں جلا دیں۔ اس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا: لوگوں میں سے کوئی وہ ہے کہ ظاہری طور پر بڑی اچھی باتیں کرتا اور دل میں اسلام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی محبت ہونے پر اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتا اور قسمیں کھاتا ہے حالانکہ وہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور مسلمانوں کے ساتھ سب سے زیادہ جھگڑا کرنے والا ہے۔ **درس:** آج کل بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو ظاہراً بڑی عاجزی اور نرمی والی باتیں کرتے ہیں لیکن درپردہ دین کے مسائل، یا خاندانوں میں فساد پھیلانے اور ہلاکت و بربادی کا ذریعہ بنتے

الدُّنْيَا وَ يُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِیْ قَلْبِهٖ ۙ وَ هُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ﴿۲۰۴﴾ وَ اِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِی الْاَرْضِ

تمہیں بہت اچھی لگتی ہے اور وہ اپنے دل کی بات پر اللہ کو گواہ بناتا ہے حالانکہ وہ سب سے زیادہ جھگڑا کرنے والا ہے○ اور جب پیٹھ پھیر کر جاتا

لِیُفْسِدَ فِیْهَا وَ یُهْلِكَ الْحَرْثَ وَ النَّسْلَ ؕ وَ اللّٰهُ لَا یُحِبُّ الْفَسَادَ ﴿۲۰۵﴾ وَ اِذَا قِیْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ

ہے تو کوشش کرتا ہے کہ زمین میں فساد پھیلائے اور کھیت اور مویشی ہلاک کرے اور اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا○ اور جب اس سے کہا جائے کہ

اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ؕ وَ لَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۲۰۶﴾ وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْرِیْ

اللہ سے ڈرو تو اسے ضد مزید گناہ پر ابھارتی ہے تو ایسے کو جہنم کافی ہے اور وہ ضرور بہت برا ٹھکانا ہے○ اور لوگوں میں سے کوئی وہ ہے جو اللہ کی رضا

نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۲۰۷﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا

تلاش کرنے کے لئے اپنی جان بیچ دیتا ہے اور اللہ بندوں پر بڑا مہربان ہے○ اے ایمان والو! اسلام میں

ہیں اور یہ منافق کی نشانی ہے۔

آیت 205 فرمایا کہ جب وہ منافق (محدثین کے نزدیک بعد میں انہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا) پیٹھ پھیر کر جاتا ہے تو کوشش کرتا ہے کہ رشتہ داریاں توڑ کر اور مسلمانوں کا خون بہا کر زمین میں فساد پھیلائے اور کھیت اور مویشی ہلاک کرے۔ فساد پھیلانا حرام ہے اور اللہ تعالیٰ کو فساد ہر گز پسند نہیں۔

آیت 206 یہاں منافق کی ایک اور خرابی بیان ہو رہی ہے کہ جب اسے کہا جائے "فتنہ و فساد پھیلانے اور مسلمانوں کے اموال ہلاک کرنے کے معاملے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو" تو ضد اور ہٹ دھرمی اسے مزید گناہ کرنے پر ابھارتی ہے، تو ایسے آدمی کی سزا کے لئے جہنم کافی ہے اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔

آیت 207 **شانِ نزول:** حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کے لئے چلے تو مشرکینِ قریش کی ایک جماعت نے آپ کا تعاقب کیا، پھر آپ نے اس شرط پر انہیں مکہ میں مدفون اپنے مال کا پتا بتا دیا کہ وہ آپ کا راستہ نہ روکیں۔ جب آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا: لوگوں میں سے کوئی وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا تلاش کرنے کے لئے اطاعتِ الٰہی میں اپنی جان بیچ دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بندوں پر بڑا مہربان ہے کہ اس نے بندوں کو اپنی رضا والے کاموں کی ہدایت فرمائی۔

آیت 208 **شانِ نزول:** حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی ایمان لانے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے کچھ احکام پر قائم رہے کہ اونٹ کے گوشت اور دودھ نیز بروز ہفتہ شکار کرنے سے پرہیز کرتے اور یہ خیال کرتے کہ اسلام میں یہ چیزیں مباح ہیں جبکہ تورات میں ان سے بچنا ضروری قرار دیا گیا ہے لہٰذا اجتناب کرنے سے اسلام کی مخالفت بھی نہیں ہوتی اور تورات پر عمل بھی ہو جاتا ہے۔ اس پر یہ فرمایا گیا کہ اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ یعنی مکمل طور پر اسلامی احکام کی اتباع کرو، اور شیطان کے وساوس پر نہ چلو، بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ **اہم بات:** مسلمان کا دوسرے دینوں کی رعایت کرنا شیطانی

فِي السِّلْمِ كَآفَّةً ۪ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۲۰۸﴾ فَاِنْ زَلَلْتُمْ

پورے پورے داخل ہوجاؤ اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے ○ اور اگر تم اپنے پاس روشن دلائل

مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ الْبَيِّنٰتُ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۰۹﴾ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ

آجانے کے بعد بھی لغزش کھاؤ تو جان لو کہ اللہ زبردست حکمت والا ہے ○ لوگ تو اسی چیز کا انتظار کررہے ہیں کہ

ع ٢٥ ١٤ ٩ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۲۱۰﴾ ع

بادلوں کے سایوں میں ان کے پاس اللہ کا عذاب اور فرشتے آجائیں اور فیصلہ کردیا جائے اور اللہ ہی کی طرف سب کام لوٹائے جاتے ہیں ○

سَلْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ كَمْ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ اٰيَةٍۭ بَيِّنَةٍ ؕ وَمَنْ يُّبَدِّلْ نِعْمَةَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ

بنی اسرائیل سے پوچھو کہ ہم نے انہیں کتنی روشن نشانیاں دیں اور جو اللہ کی نعمت کو اپنے پاس آنے کے بعد بدل دے

دھوکے میں آنا ہے۔ اونٹ کا گوشت کھانا اسلام میں فرض نہیں مگر یہودیت کی رعایت کرتے ہوئے نہ کھانا، اسی طرح کافروں کو راضی کرنے کے لئے گائے کی قربانی یا اذان بند کرنا یا آہستہ آواز سے اذان دینا اسی میں داخل اور بڑے سخت جرم ہیں۔ **درس:** مسلمان کو چاہئے کہ سیرت وصورت،، عبادات ومعاملات، ہر بات میں صرف دین اسلام کا لحاظ کرے، داڑھی منڈوانا، کفار ومشرکین جیسا لباس پہننا، اپنی معاشرت بے دینوں جیسی کرنا سب ایمانی کمزوری کی علامت ہے۔

آیت 209 فرمایا کہ اگر تم اپنے پاس واضح دلائل آجانے کے بعد بھی اسلام میں پورے پورے داخل ہونے سے دور رہو اور راہِ اسلام کے خلاف روش اختیار کرو تو جان لو کہ اللہ تعالیٰ غالب ہے، اسے کوئی چیز تمہیں عذاب دینے سے روک نہیں سکتی اور وہ حکمت والا ہے تو اس کا عذاب دینا خلافِ حق نہیں۔

آیت 210 فرمایا کہ دین اسلام چھوڑنے والے اور شیطان کے فرمانبردار اسی چیز کا انتظار کررہے ہیں کہ بادلوں کے سایوں میں ان کے پاس اللہ تعالیٰ کا عذاب اور عذاب کے فرشتے اتر آئیں اور ان کا قصہ تمام کردیا جائے۔ فرشتوں یا عذاب کے آنے، مخلوق کے حساب لینے کے سب معاملات اللہ تعالیٰ ہی طرف لوٹتے ہیں۔

آیت 211 فرمایا کہ بنی اسرائیل سے پوچھو کہ ہم نے ان کے آباؤ اجداد کو معجزات اور کتابوں کی صورت میں کتنی روشن نشانیاں عطا فرمائیں لیکن انہوں نے احکامِ الٰہی چھپا کر اور بدل کر نعمت کو ناشکری میں بدل دیا اور جو ایسا کرے اللہ تعالیٰ اسے سخت سزا دینے والا ہے۔ آیت میں اللہ کی نعمت سے مراد آیاتِ الٰہیہ ہیں، انہی میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت وصفت اور نبوت ورسالت والی آیات بھی ہیں اور یہود ونصاریٰ کا اپنی کتابوں میں تحریف کرنا ”اللہ کی نعمت کو تبدیل کرنا“ ہے۔

مَا جَآءَتْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۱۱﴾ زُیِّنَ لِلَّذِیْنَ كَفَرُوا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا وَ یَسْخَرُوْنَ

تو بیشک اللہ کا عذاب سخت ہے○ کافروں کی نگاہ میں دنیا کی زندگی کو خوشنما بنادیا گیا اور وہ مسلمانوں پر

مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ۘ وَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ وَ اللّٰهُ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ

وقف لازم

ہنستے ہیں اور (اللہ سے) ڈرنے والے قیامت کے دن ان کافروں سے اوپر ہوں گے اور اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب

بِغَیْرِ حِسَابٍ ﴿۲۱۲﴾ كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۫ فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِیّٖنَ مُبَشِّرِیْنَ وَ مُنْذِرِیْنَ ۠

رزق عطا فرماتا ہے○ تمام لوگ ایک دین پر تھے تو اللہ نے انبیاء بھیجے خوشخبری دیتے ہوئے اور ڈر سناتے ہوئے

وَ اَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِیَحْكُمَ بَیْنَ النَّاسِ فِیْمَا اخْتَلَفُوْا فِیْهِ ؕ وَ مَا اخْتَلَفَ

اور ان کے ساتھ سچی کتاب اتاری تاکہ وہ لوگوں کے درمیان ان کے اختلافات میں فیصلہ کردے اور جن لوگوں کو کتاب دی گئی

فِیْهِ اِلَّا الَّذِیْنَ اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَیِّنٰتُ بَغْیًۢا بَیْنَهُمْ ۚ فَهَدَى اللّٰهُ

انہوں نے ہی اپنے باہمی بغض وحسد کی وجہ سے کتاب میں اختلاف کیا (یہ اختلاف) اس کے بعد (کیا) کہ ان کے پاس روشن احکام آچکے تھے تو اللہ

الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِیْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ

نے ایمان والوں کو اپنے حکم سے اُس حق بات کی ہدایت دی جس میں لوگ جھگڑ رہے تھے اور اللہ جسے چاہتا ہے

آیت 212 فرمایا کہ کافروں کی نظر میں دنیوی زندگی کو آراستہ کر دیا گیا۔ انہیں یہی زندگی پسند ہے، وہ اسی کی قدر کرتے اور اسی پر مرتے ہیں جبکہ غریب مسلمانوں کا مذاق اڑا کر ان کی تحقیر کرتے اور دولتِ دنیا کے غرور میں خود کو اونچا سمجھتے ہیں حالانکہ بروزِ قیامت اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے یہ اہل ایمان کافروں سے اوپر ہوں گے اور مالِ دنیا پر کفار کا تکبر کرنا حماقت ہے کہ مال تو اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے دنیا میں بے حساب عطا فرماتا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) دنیا کی زندگی وہ ہے جو نفس کی خواہشات میں صَرف ہو اور جو توشۂ آخرت جمع کرنے میں خرچ ہو وہ بفضلہٖ تعالیٰ دینی زندگی ہے۔ (2) غریب مسلمانوں کا مذاق اڑانا یا کسی مومن کو ذلیل جاننا کافروں کا طریقہ ہے۔

آیت 213 حضرت آدم علیہ السّلام کے زمانہ سے حضرت نوح علیہ السّلام کے عہد تک سب لوگ ایک دین پر تھے، پھر ان میں اختلاف ہوا کہ بعض مومن اور بعض کافر ہو گئے۔ ان کی ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السّلام کو مبعوث فرمایا، پھر ان کے بعد مزید انبیاءِ کرام علیہمُ السّلام بھیجے اور ان میں متعدد پیغمبروں پر اللہ تعالیٰ نے کتابیں اور صحیفے نازل فرمائے تاکہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے درمیان اختلافی عقائد میں صحیح عقیدے کا فیصلہ فرمادے، لیکن صاف واضح احکام آجانے کے بعد بھی کتاب میں انہی لوگوں نے اختلاف ڈالا جنہیں وہ کتاب دی گئی تھی، یہ اختلاف کتاب میں تبدیلی، تحریف اور ایمان و کفر کی صورت میں تھا اور یہ نادانی سے نہ تھا پھر آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حق بات کی رہنمائی فرمادی اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے سیدھے راستے کی

اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٢١٣﴾ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ

سیدھی راہ دکھاتا ہے○ کیا تمہارا یہ گمان ہے کہ جنت میں داخل ہوجاؤ گے حالانکہ ابھی تم پر پہلے لوگوں جیسی

خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ؕ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ

حالت نہ آئی۔ انہیں سختی اور شدت پہنچی اور انہیں زور سے ہلا ڈالا گیا یہاں تک کہ رسول اور اس کے ساتھ ایمان والے

اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ﴿٢١٤﴾ يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ؕ قُلْ

کہہ اٹھے: اللہ کی مدد کب آئے گی؟ سن لو! بیشک اللہ کی مدد قریب ہے○ آپ سے سوال کرتے ہیں کیا خرچ کریں؟ تم فرماؤ:

مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ؕ

جو کچھ مال نیکی میں خرچ کرو تو وہ ماں باپ اور قریب کے رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافر کے لئے ہے

وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿٢١٥﴾ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ

اور تم جو بھلائی کرو بیشک اللہ اسے جانتا ہے○ تم پر جہاد فرض کیا گیا ہے حالانکہ وہ تمہیں ناگوار ہے

طرف ہدایت دیتا ہے۔

آیت 214 **شانِ نزول:** یہ آیت غزوۂ احزاب کے متعلق نازل ہوئی جہاں مسلمانوں کو سردی اور بھوک وغیرہ کی سخت تکلیفیں پہنچی تھیں، اس میں انہیں صبر کی تلقین کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ راہِ خدا میں تکالیف برداشت کرنا ہمیشہ سے خاصانِ خدا کا معمول رہا ہے، ابھی تو تمہیں پہلے لوگوں جیسی تکلیفیں پہنچی بھی نہیں ہیں۔ سابقہ امتوں کی تکالیف کی شدت تو ایسی ہوتی تھی کہ فرمانبردار مومن اور ان کے اصرار پر ان کے رسول بھی مدد طلب کرنے میں فریاد کرنے لگتے حالانکہ رسول اور ان کے اصحاب بڑے صابر ہوتے ہیں لیکن انتہائی مصیبتوں کے باوجود وہ لوگ اپنے دین پر قائم رہے اور کوئی مصیبت ان کا حال تبدیل نہ کر سکی۔ ان کی فریاد پر بارگاہ الٰہی سے جواب ملا کہ سن لو! بیشک اللہ تعالیٰ کی مدد قریب ہے۔ اس جواب سے انہیں تسلی دی گئی اور یہی تسلی مسلمانوں کو دی گئی۔

آیت 215 **شانِ نزول:** حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی کہ کیا چیز اور کس جگہ خرچ کریں؟ اس پر فرمایا گیا کہ جس قسم کا اور جس قدر مال قلیل یا کثیر خرچ کرو اس میں ثواب ہے اور خرچ کرنے کی جگہیں یہ ہیں: والدین، رشتے دار، یتیم، مسکین اور مسافر۔ اور تم جو بھلائی کرو بیشک اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے اور وہی تمہیں اس کی جزا دے گا۔ **اہم بات:** اس آیت میں صدقۂ نافلہ کا بیان ہے، ماں باپ کو زکوٰۃ وصدقاتِ واجبہ دینا جائز نہیں۔

آیت 216 فرمایا گیا کہ تم پر کفار کے خلاف جہاد کرنا فرض کر دیا گیا ہے، یہ اگرچہ اپنی مشقت اور سختی کی وجہ سے تمہیں طبعی طور پر ناگوار ہے اگرچہ ہو سکتا ہے کہ کوئی شے تمہیں ناپسند ہو حالانکہ وہ تمہارے حق میں بہتر ہو، یونہی کوئی بات تمہیں پسند ہو حالانکہ وہ تمہارے حق میں بری ہو، اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے کہ تمہارے حق میں کیا بہتر ہے اور کیا نہیں۔ **اہم بات:** جہاد اس وقت

وَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْــٴًـا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰۤى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْــٴًـا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ؕ

اور قریب ہے کہ کوئی بات تمہیں ناپسند ہو حالانکہ وہ تمہارے حق میں بہتر ہو اور قریب ہے کہ کوئی بات تمہیں پسند آئے حالانکہ وہ تمہارے حق

ع ۲۶ ۱۰ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۱۶﴾ يَسْــٴَـلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ؕ قُلْ قِتَالٌ

میں بری ہو اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ○ آپ سے ماہِ حرام میں جہاد کرنے کے بارے میں سوال کرتے ہیں، تم فرماؤ: اس مہینے میں لڑنا

فِيْهِ كَبِيْرٌ ؕ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌۢ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۗ وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ

بڑا گناہ ہے اور اللہ کی راہ سے روکنا اور اس پر ایمان نہ لانا اور مسجد حرام سے روکنا اور اس کے رہنے والوں کو وہاں سے نکال دینا

اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ؕ وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ

اللہ کے نزدیک اس سے بھی زیادہ بڑا گناہ ہے اور فتنہ قتل سے بڑا جرم ہے اور وہ ہمیشہ تم سے لڑتے رہیں گے یہاں تک کہ اگر ان سے ہو سکے تو

عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا ؕ وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ

تمہیں تمہارے دین سے پھیر دیں اور تم میں جو کوئی اپنے دین سے مرتد ہو جائے پھر کافر ہی مر جائے تو ان لوگوں کے تمام اعمال

فرض ہے جب اس کی شرائط پائی جائیں، اگر کافر مسلمانوں کے ملک پر حملہ کر دیں تو جہاد فرضِ عین ہو جاتا ہے ورنہ فرضِ کفایہ ہے۔ اس کی مزید تفصیل فقہی کتابوں میں ملاحظہ فرمائیں۔

آیت 217 شانِ نزول: نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں مجاہدین کی ایک جماعت روانہ فرمائی جس نے مشرکین سے جہاد کیا۔ ان کا خیال تھا کہ لڑائی کا دن جمادی الاُخریٰ کا آخری دن ہے جبکہ حقیقت میں چاند 29 کو ہو گیا تھا اور اس دن رجب کی پہلی تاریخ تھی۔ اس پر کفار نے مسلمانوں کو ملامت کی کہ تم نے ماہِ حرام میں جنگ کی ہے اور قید ہو کر آنے والے کفار قریش نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے اس کے بارے میں سوال کیا تو یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا: اے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم! کفار آپ سے حرمت والے مہینے میں جہاد کے بارے میں سوال کر رہے ہیں، آپ ان سے فرمادیں کہ ماہِ حرام میں جنگ کرنا اگرچہ بہت بڑی بات ہے مگر کفر و شرک، لوگوں کو اسلام قبول کرنے سے روکنا، نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور مسلمانوں کو مسجدِ حرام میں نماز سے روکنا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو ستانا یہاں تک کہ ہجرت پر مجبور کر دینا یہ ماہِ حرام میں لڑائی سے بھی بڑھ کر ہیں۔ تمہارے یہ افعال مسلمانوں کے فعل سے زیادہ شدید ہیں کیونکہ کفر و ظلم کسی صورت جائز نہیں ہوتے جبکہ لڑائی بعض صورتوں میں جائز ہو جاتی ہے نیز مسلمانوں کا ماہِ حرام میں جنگ کرنا چاند کی تاریخ مشکوک ہونے کی بنا پر غلط فہمی سے تھا لیکن کفار کا کفر اور مسلمانوں کو ایذائیں دینا تو کوئی قابلِ شک فعل نہیں بلکہ وہ تو واضح طور پر ظلم و سرکشی تھا۔ مزید مسلمانوں کو خبر دیتے ہوئے فرمایا گیا کہ اے مسلمانو! کفار ہمیشہ تم سے لڑتے رہیں گے اور وہ تمہیں مرتد کرنے کی کوشش کرتے رہیں گے اور تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے مرتد ہو جائے، پھر کفر کی حالت میں ہی مر جائے تو ان لوگوں کے تمام اعمال دنیا و آخرت میں برباد ہو گئے، دنیا میں اس طرح کہ شریعت حکومتِ اسلامیہ کو مرتد کے قتل

اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ۚ وَ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۱۷﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ

دنیا و آخرت میں برباد ہوگئے اور وہ دوزخ والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے ○ بیشک وہ لوگ جو

اٰمَنُوْا وَ الَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ؕ

ایمان لائے اور وہ جنہوں نے اللہ کے لئے اپنے گھر بار چھوڑ دیئے اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا وہ رحمت الٰہی کے امیدوار ہیں

وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۱۸﴾ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَ الْمَيْسِرِ ؕ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّ مَنَافِعُ

اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ○ آپ سے شراب اور جوئے کے متعلق سوال کرتے ہیں۔ تم فرمادو: ان دونوں میں کبیرہ گناہ ہے اور لوگوں کے لئے

لِلنَّاسِ ؗ وَ اِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ؕ وَ يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ؕ۬ قُلِ الْعَفْوَ ؕ كَذٰلِكَ

کچھ دنیوی منافع بھی ہیں اور ان کا گناہ ان کے نفع سے زیادہ بڑا ہے۔ اور آپ سے سوال کرتے ہیں کہ (اللہ کی راہ میں) کیا خرچ کریں؟ تم فرماؤ: جو زائد

کا حکم دیتی ہے، بیوی سے نکاح ختم اور آخرت میں اس طرح کہ انہیں نیک اعمال کا کوئی اجر و ثواب نہ ملے گا اور یہی لوگ جہنم والے ہیں اور دیگر کفار کی طرح ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ **اہم باتیں:** (1) حرمت والے مہینوں میں جنگ کی ممانعت سورۂ توبہ کی آیت نمبر 5 سے منسوخ ہے۔ (2) فتنہ انگیزی قتل سے بڑھ کر جرم ہے۔ آیت میں تو فتنہ سے مراد کفر و شرک ہے لیکن اس سے ہٹ کر بھی فتنہ انگیزی کوئی معمولی جرم نہیں ہے۔

آیت 218 **شانِ نزول:** حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں جو مجاہدین بھیجے گئے تھے، ان کے بارے میں بعض لوگوں نے کہا: چونکہ انہیں خبر نہ تھی کہ یہ دن رجب کا ہے اس لئے اس دن جنگ کرنا گناہ تو نہ ہوا لیکن اس جہاد کا کچھ ثواب بھی نہ ملے گا۔ اس پر یہ فرمایا گیا کہ جو لوگ ایمان لائے، ہجرت کی اور راہِ خدا میں جہاد کیا، انہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت یعنی ثواب کا امیدوار رہنا چاہئے۔

آیت 219 اس آیت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دو سوالات اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے جوابات کا ذکر ہے: (1) حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے شراب اور جوئے کا حکم پوچھا تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم! آپ ان سے ارشاد فرمادیں: ان دونوں میں کبیرہ گناہ ہے اور لوگوں کے لیے کچھ دنیوی منافع بھی ہیں لیکن ان کا گناہ ان کے نفع سے زیادہ بڑا ہے۔ نفع تو یہی ہے کہ شراب سے کچھ فرحت و سرور اور اس کی خرید و فروخت سے کچھ تجارتی فائدہ حاصل ہوتا ہے جبکہ جوئے سے کبھی مفت کا مال ہاتھ آجاتا ہے لیکن ان دونوں کی وجہ سے ہونے والے گناہ اور فسادات بے شمار ہیں۔ (2) نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے صدقہ دینے کی رغبت دلائی تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: کتنا مال راہِ خدا میں دیا جائے؟ اس پر فرمایا: ان سے فرمادیں: تمہاری ضرورت کے بعد جو اضافی بچ جائے اسے راہ خدا میں خرچ کردو۔ مزید فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم سے اپنی آیتیں وضاحت سے بیان فرماتا ہے تاکہ تم غور و فکر کرو۔ **اہم بات:** ہر وہ معاملہ یا کھیل جس میں اپنا کل یا بعض مال چلے جانے کا اندیشہ ہو یا مزید مل جانے کی امید ہو وہ "جوا" ہے چنانچہ شطرنج، تاش، کرکٹ وغیرہ ہار جیت کے کھیل جن پر بازی لگائی جائے سب جوئے میں داخل اور حرام ہیں۔

Go To Index

يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱۹﴾ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ

بیچے۔ اسی طرح اللہ تم سے آیتیں بیان فرماتا ہے تاکہ تم غور و فکر کرو ○ دنیا اور آخرت کے کاموں میں (غور و فکر کر لیا کرو) اور تم سے یتیموں کا

عَنِ الْيَتٰمٰى ؕ قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ؕ وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ

مسئلہ پوچھتے ہیں۔ تم فرماؤ: ان کا بھلا کرنا بہتر ہے اور اگر ان کے ساتھ اپنا خرچ ملالو تو وہ تمہارے بھائی ہیں اور اللہ بگاڑنے والے کو

الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۲۰﴾ وَلَا تَنْكِحُوا

سنوارنے والے سے جدا خوب جانتا ہے اور اگر اللہ چاہتا تو تمہیں مشقت میں ڈال دیتا۔ بیشک اللہ زبردست حکمت والا ہے ○ اور مشرکہ عورتوں سے

الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ؕ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ۚ وَلَا تُنْكِحُوا

نکاح نہ کرو جب تک مسلمان نہ ہو جائیں اور بیشک مسلمان لونڈی مشرکہ عورت سے اچھی ہے اگرچہ وہ تمہیں پسند ہو اور (مسلمان عورتوں کو)

آیت 220 اس آیت کے پہلے حصے کا تعلق پچھلی آیت کے آخری حصے سے ہے اور معنی یہ ہو گا: تاکہ تم دنیا و آخرت کے معاملے میں غور و فکر کرو۔ یعنی جتنا تمہاری دنیوی ضرورت کے لیے کافی ہو وہ لے کر باقی سب مال اپنی آخرت کے نفع کے لیے خیرات کر دو۔ **شانِ نزول:** جب یہ آیت "اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا" (النساء:10) نازل ہوئی کہ یتیموں کا مال کھانے والا اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھرنے والا ہے، تو لوگوں نے یتیموں کا مال اور کھانا جدا کر دیا، اس میں کبھی ان کے کھانے سے کچھ بچ جاتا تو پڑا خراب ہو جاتا، یوں یتیموں کا نقصان ہونے لگا۔ یہ دیکھ کر حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: یتیم کا سرپرست حفاظت کی نیت سے اس کا کھانا اپنے کھانے سے ملالے تو کیا حکم ہے؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا: یتیموں کے فائدے کے لئے ان کا خرچہ اپنے خرچے سے ملانا بہتر ہے، اگر ان کے ساتھ اپنا خرچہ ملالو تو وہ تمہارے بھائی ہیں یعنی تمہیں ملانے کا اختیار ہے لیکن یاد رکھو کہ یہ ملانا اچھی نیت سے ہے یا بری نیت سے اللہ تعالیٰ اسے خوب جانتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو یتیموں کا مال ملانا حرام قرار دے کر تمہیں مشقت میں ڈال دیتا، وہ خدا غالب ہے اور وہ حکمت والا بھی ہے اسی لیے بندوں کی طاقت سے زیادہ ان پر بوجھ نہیں ڈالتا۔ **اہم باتیں:** (1) "یتیم" وہ نابالغ بچہ یا بچی ہے جس کا باپ فوت ہو گیا ہو۔ (2) یتیم کے پاس مال ہو اور ولی کی پرورش میں ہو تو ولی اس کا مال اپنے مال کے ساتھ ملا کر یا علیحدہ رکھ کر جس میں یتیم کی بہتری ہو اس طرح خرچ کر سکتا ہے لیکن ملانا خراب نیت سے نہ ہو۔

آیت 221 **شانِ نزول:** حضرت مرثد غنوی رضی اللہ عنہ کو ایک حسین و مالدار عورت نے نکاح کی پیشکش کی تو آپ نے فرمایا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی اجازت پر موقوف ہے۔ بعد میں پوچھنے پر یہ آیت نازل ہوئی کہ مشرکہ عورتیں جب تک ایمان نہ لے آئیں ان سے نکاح نہ کرو اور مسلمان باندی مشرکہ عورت سے بہتر ہے خواہ وہ مشرکہ آزاد ہو اور مال و خوبصورتی کی وجہ سے تمہیں اچھی معلوم ہوتی ہو نیز مسلمان عورتوں کو مشرکوں کے نکاح میں نہ دو جب تک وہ ایمان نہ لے آئیں، مسلمان غلام مشرک سے بہتر

الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا ؕ وَ لَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ

مشرکوں کے نکاح میں نہ دوجب تک وہ ایمان نہ لے آئیں اور بیشک مسلمان غلام مشرک سے اچھا ہے اگرچہ وہ مشرک تمہیں پسند ہو، وہ

يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۖۚ وَ اللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَ الْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ ۚ وَ يُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ

دوزخ کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ اپنے حکم سے جنت اور بخشش کی طرف بلاتا ہے اور اپنی آیتیں لوگوں کے لئے

لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿٢٢١﴾ ع وَ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ ؕ قُلْ هُوَ اَذًى ۙ فَاعْتَزِلُوا ‏ ع ٢٧ ‏ ١١

بیان کرتا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں ○ اور تم سے حیض کے بارے میں پوچھتے ہیں تم فرماؤ: وہ ناپاکی ہے تو حیض کے دنوں میں

النِّسَآءَ فِى الْمَحِيْضِ ۙ وَ لَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ ۚ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ

عورتوں سے الگ رہو اور ان کے قریب نہ جاؤ جب تک پاک نہ ہوجائیں پھر جب خوب پاک ہوجائیں تو ان کے پاس وہاں سے جاؤ جہاں سے

اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَ يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ﴿٢٢٢﴾

تمہیں اللہ نے حکم دیا ہے، بیشک اللہ بہت توبہ کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے اور خوب صاف ستھرے رہنے والوں کو پسند فرماتا ہے ○

ہے اگرچہ مال وجمال کی وجہ سے وہ مشرک تمہیں اچھا معلوم ہوتا ہو۔ کفار ومشرکین تو تمہیں جہنم کی آگ کی طرف بلاتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے حکم کے ذریعے جنت اور مغفرت کی طرف بلاتا ہے اور تمہیں نصیحت فرمانے کے لئے تم پر اپنے احکام نازل فرماتا ہے۔ **اہم بات:** مسلمان عورت کا نکاح کسی کافر سے جائز نہیں اور مسلمان مرد کا نکاح کسی مشرکہ عورت سے جائز نہیں۔ مغربی طرزِ زندگی اور مخلوط تعلیم کی دیگر تباہیوں کے ساتھ مسلمان اور مشرکین کے درمیان شادیوں کا سلسلہ بھی جاری ہے حالانکہ یہ زندگی بھر کی بدکاری ہے اور قرآن نے بہت وضاحت سے اس سے منع کیا ہے۔

آیت 222 **شانِ نزول:** یہودیوں اور مجوسیوں کی طرح اہلِ عرب بھی حائضہ عورتوں کے ساتھ کھانا پینا، ایک مکان میں رہنا حتی کہ انہیں دیکھنا اور ان سے بات کرنا تک گوارا نہ کرتے جبکہ عیسائی ان دنوں میں عورتوں سے ملاپ میں مبالغہ کرتے۔ مسلمانوں کے اس کے متعلق پوچھنے پر آیت نازل ہوئی اور انہیں اعتدال کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا گیا: حیض ناپاکی ہے، لہٰذا ان دنوں میں عورتوں سے الگ رہو یہاں تک کہ جب وہ ایامِ حیض ختم ہونے کے بعد غسل کرکے خوب پاک ہوجائیں تو اب ان کے پاس جانے کی اجازت ہے، جہاں سے جانے کی اللہ تعالیٰ نے اجازت دی ہے یعنی اگلے مقام سے۔ بیشک اللہ تعالیٰ بہت توبہ کرنے والوں سے محبت کرتا اور خوب صاف ستھرے رہنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) حالتِ حیض میں عورتوں سے ہمبستری حرام اور اسے جائز جاننا کفر اور حرام جان کر کرنے والا سخت گنہگار اور اس پر توبہ فرض ہے۔ (2) ان دنوں میں ناف سے لے کر گھٹنے کے نیچے تک کے بدن سے لذت حاصل کرنا بھی منع ہے۔ (3) عورت کے پچھلے مقام میں جماع کرنا حرام ہے۔

نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ۪ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ ۫ وَ قَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ

تمہاری عورتیں تمہارے لئے کھیتیاں ہیں تو اپنی کھیتیوں میں جس طرح چاہو آؤ اور اپنے فائدے کا کام پہلے کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو

وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ ؕ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۲۲۳﴾ وَ لَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَیْمَانِكُمْ

اور جان رکھو کہ تم اس سے ملنے والے ہو اور اے حبیب! ایمان والوں کو بشارت دو ○ اور اپنی قسموں کی وجہ سے اللہ کے نام کو احسان کرنے اور

اَنْ تَبَرُّوْا وَ تَتَّقُوْا وَ تُصْلِحُوْا بَیْنَ النَّاسِ ؕ وَ اللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿۲۲۴﴾ لَا یُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ

پرہیزگاری اختیار کرنے اور لوگوں میں صلح کرانے میں آڑ نہ بنالو اور اللہ سننے والا، جاننے والا ہے ○ اور اللہ ان قسموں میں تمہاری گرفت نہیں

آیت 223 فرمایا کہ تمہاری عورتیں تمہارے لیے کھیتیاں ہیں جن سے تمہیں اولاد کا پھل ملتا ہے تو جس طرح کھیتی سے مقصود اناج اور غلے کا حصول ہے اسی طرح اپنی بیویوں سے ہم بستری میں صرف جسمانی لذت نہیں بلکہ انسانیت کی بقا اور حصولِ اولاد کا ارادہ کرو اور بیوی سے ہمبستری کا کوئی طریقہ خاص نہیں، لیٹ کر، بیٹھ کر، کھڑے کھڑے جس طرح چاہو ہمبستری جائز ہے البتہ شرط یہ ہے کہ صحبت اگلے مقام میں ہو کیونکہ یہی راستہ اولاد کا پھل حاصل کرنے کا ہے، اور اپنے فائدے کا کام جیسے اعمال صالحہ یا جماع سے قبل بِسْمِ اللہ پڑھنا وغیرہ پہلے کرلو اور اللہ تعالیٰ کے احکامات و ممنوعات میں اس سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہو کر تم اس سے ملنے والے ہو اور وہ تمہیں تمہارے اعمال کا بدلہ دے گا اور اے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! ایمان والوں کو جنت کی بشارت دو۔

آیت 224 **شانِ نزول:** حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے قسم کھائی کہ اپنے بہنوئی حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے نہ کلام کروں گا، نہ ان کے گھر جاؤں گا اور نہ مخالفین سے ان کی صلح کراؤں گا۔ جب اس کے متعلق ان سے کہا جاتا تو وہ کہتے کہ میں قسم کھا چکا ہوں اس لئے یہ کام نہیں کر سکتا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ اپنی قسموں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے نام کو احسان کرنے، پرہیزگاری اختیار کرنے اور لوگوں میں صلح کرانے میں آڑ نہ بنالو، اللہ تعالیٰ تمہاری قسموں کو سننے والا اور تمہاری نیتوں کو جاننے والا ہے۔ **اہم بات:** اگر کوئی کسی اچھے کام سے باز رہنے کی قسم کھالے تو قسم پوری نہ کرے بلکہ وہ اچھا کام کرلے پھر قسم کا کفارہ دے۔

آیت 225 فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان قسموں میں تمہاری گرفت نہیں فرمائے گا جو بے ارادہ زبان سے نکل جائیں، ہاں! ان قسموں پر تمہاری گرفت فرمائے گا جن میں تمہارے دل قصداً جھوٹ بولنے کے مرتکب ہوئے اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا، بڑا حلم والا ہے کہ بے ارادہ زبان سے نکلی ہوئی قسموں پر گرفت نہیں فرماتا۔ **اہم بات:** قسم کی تین اقسام ہیں: **لغو** کہ کسی چیز کو صحیح جان کر قسم کھائی اور درحقیقت وہ اس کے خلاف ہو، یہ معاف ہے اور اس پر کفارہ نہیں۔ **غموس** کہ کسی گزری ہوئی چیز پر جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھائی، یہ حرام ہے۔ **منعقدہ** کہ کسی آیندہ چیز پر قسم کھائی، یہ قسم توڑنے پر بعض صورتوں میں گنہگار بھی ہے اور کفارہ بھی لازم ہوتا ہے۔

فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿٢٢٥﴾

فرمائے گا جو بے ارادہ زبان سے نکل جائے ہاں اس پر گرفت فرماتا ہے جن کا تمہارے دلوں نے قصد کیا ہو اور اللہ بہت بخشنے والا، بڑا حلم والا ہے ○

لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَاۗىِٕهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ ۚ فَاِنْ فَاۗءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ

اور وہ جو اپنی بیویوں کے پاس نہ جانے کی قسم کھا بیٹھیں ان کے لئے چار مہینے کی مہلت ہے، پس اگر اس مدت میں وہ رجوع کرلیں تو اللہ بخشنے والا

رَّحِيْمٌ ﴿٢٢٦﴾ وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿٢٢٧﴾ وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ

مہربان ہے ○ اور اگر وہ طلاق کا پختہ ارادہ کرلیں تو اللہ سننے والا، جاننے والا ہے ○ اور طلاق والی عورتیں اپنی جانوں کو

بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْۗءٍ ۭ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ

تین حیض تک روکے رکھیں اور انہیں حلال نہیں کہ اس کو چھپائیں جو اللہ نے ان کے پیٹ میں پیدا کیا ہے

اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا

اگر اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتی ہیں اور ان کے شوہر اس مدت کے اندر انہیں پھیر لینے کا حق رکھتے ہیں اگر وہ اصلاح کا

آیت 226 یہ قسم کھانا کہ میں اپنی بیوی سے 4 ماہ تک یا کبھی صحبت نہ کروں گا، اسے شریعت کی اصطلاح میں "اِیلا" کہتے ہیں۔ اس کا حکم یہ ہے کہ اگر قسم توڑ دے اور چار ماہ کے اندر صحبت کرلے تب تو اس پر قسم کا کفارہ واجب ہے ورنہ چار ماہ کے بعد عورت کو طلاق بائنہ پڑ جائے گی۔ اس آیت میں یہی مسئلہ بیان ہوا ہے کہ جو لوگ ایسی قسم کھا بیٹھیں، تو ان کے لئے چار مہینے کی مہلت ہے۔ اگر اس مدت کے اندر رجوع کرلیں تو نکاح باقی ہے اور قسم کا کفارہ دیں اور اگر وہ طلاق کا پختہ ارادہ کرلیں تو مدت پوری ہونے تک انتظار کریں کیونکہ مدت پوری ہونے پر عورت کو طلاقِ بائنہ پڑ جائے گی۔

آیت 227 جاہلیت میں لوگ اپنی عورتوں سے مال طلب کرتے اور انکار پر کئی سال کے لیے ان سے صحبت ترک کرنے کی قسم کھالیتے اور انہیں پریشانی میں چھوڑ دیتے نہ تو وہ بیوہ ہوتیں کہ کہیں اور شادی کرلیں اور نہ شوہر والی ہوتیں کہ شوہر سے کچھ سکون حاصل کرلیں۔ اسلام نے اس ظلم کو مٹایا اور ایسی قسم کھانے والوں کے لیے 4 ماہ کی مدت معین فرمادی۔ اس عرصے میں رجوع کرلیا تو نکاح باقی اور قسم کا کفارہ لازم ہے، نہ کیا تو بائنہ طلاق پڑ جائے گی۔ یہ حکم بھی عورتوں پر اسلام کا ایک احسان ہے۔

آیت 228 اس آیت میں طلاق یافتہ عورتوں کی عدت اور میاں بیوی کے حقوق بیان کئے گئے ہیں: (1) طلاق والی عورتیں اپنے آپ کو تین بار حیض آنے تک کسی اور کے ساتھ نکاح کرنے سے روک کر رکھیں۔ یہ عدت اس عورت کے لیے ہے جو حاملہ نہ ہو، اسے حیض آتا ہو اور خلوتِ صحیحہ کے بعد شوہر نے اسے طلاق دی ہو۔ (2) ایسی عورتیں اگر اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہیں تو ان کے رحم میں اللہ تعالیٰ نے جو حمل یا حیض کا خون پیدا کیا ہے، اسے چھپانا ان کے لیے حرام ہے۔ یہ اس لئے حرام ہے کہ ان کے چھپانے سے رجوع کرنے اور اولاد کے بارے میں شوہر کا حق ضائع ہو جائے گا۔ (3) اگر شوہر اصلاح کا ارادہ رکھتے ہوں تو وہ اس مدت

اِصْلَاحًا ؕ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۪ وَلِلرِّجَالِ عَلَیْهِنَّ دَرَجَةٌ ؕ

ارادہ رکھتے ہوں اور عورتوں کے لئے بھی مردوں پر شریعت کے مطابق ایسے ہی حق ہے جیسا (ان کا) عورتوں پر ہے اور مردوں کو ان پر فضیلت

۲۸ ع ۷ ۱۲ وَاللّٰهُ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ﴿۲۲۸﴾ اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۪ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْحٌۢ بِاِحْسَانٍ ؕ

حاصل ہے اور اللہ غالب، حکمت والا ہے○ طلاق دو بار تک ہے پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا اچھے طریقے سے چھوڑ دینا ہے

وَلَا یَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّاۤ اٰتَیْتُمُوْهُنَّ شَیْــًٔا اِلَّاۤ اَنْ یَّخَافَاۤ اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ

اور تمہارے لئے جائز نہیں کہ تم نے جو کچھ عورتوں کو دیا ہو اس میں سے کچھ واپس لو مگر اس صورت میں کہ دونوں کو اندیشہ ہو کہ وہ اللہ کی حدیں قائم

فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِمَا فِیْمَا افْتَدَتْ بِهٖ ؕ تِلْكَ

نہ رکھ سکیں گے تو اگر تمہیں خوف ہو کہ میاں بیوی اللہ کی حدوں کو قائم نہ کر سکیں گے تو ان پر اُس (مالی معاوضے) میں کچھ گناہ نہیں جو عورت

کے اندر عورت سے رجوع کر لینے کا حق رکھتے ہیں۔ یہ حق اس صورت میں ہے جب شوہر نے طلاق رجعی دی ہو کیونکہ طلاق رجعی میں رجوع کے لئے عورت کی مرضی ضروری نہیں صرف مرد کا رجوع کافی ہے۔(4) جس طرح عورتوں پر شوہروں کے حقوق کی ادائیگی واجب ہے اسی طرح شوہروں پر عورتوں کے حقوق پورے کرنا لازم ہے لیکن شوہر کو بہر حال بیوی پر فضیلت حاصل ہے اور اس کے حقوق بیوی سے زیادہ ہیں۔ حقوق کی یہ تقسیم ہی حکمت کے مطابق ہے۔ **اہم باتیں:** (1) جس عورت کو کم سنی یا بڑھاپے کی وجہ سے حیض نہیں آتا اس کی عدت 3 ماہ ہوتی ہے اور جس کا شوہر فوت ہو جائے اس کی عدت 4 ماہ 10 دن ہے اور حاملہ کی عدت ہر صورت میں بچہ جننا ہی ہے اور جسے شوہر کے پاس جانے یا خلوتِ صحیحہ سے پہلے ہی طلاق ہو گئی اس پر عدت نہیں۔(2) شوہر پر بیوی کے حقوق میں خرچہ دینا، اچھی باتوں کی تعلیم، ہر جائز بات میں دلجوئی وغیرہ شامل ہے اور بیوی پر شوہر کے حقوق میں ازدواجی تعلقات میں مطلقاً شوہر کی اطاعت شامل ہے۔

آیت 229 **شانِ نزول:** ایک شخص نے اپنی عورت سے کہا کہ وہ اسے طلاق دے گا جب طلاق کی عدت گزرنے کے قریب ہو گی تو رجوع کر لے گا اور پھر طلاق دیدے گا اسی طرح عمر بھر قید رکھے گا۔ اس عورت نے بارگاہِ رسالت میں یہ معاملہ عرض کیا تو یہ آیت نازل ہوئی جس میں طلاق اور خلع سے متعلق احکام بیان کیے گئے۔ (1) طلاق دینے کا اختیار دو بار تک ہے، اگر تیسری طلاق دے دی تو عورت شوہر پر حرام ہو جائے گی لہٰذا ایک یا دو طلاق کے بعد عدت کے اندر رجوع کر کے اچھے طریقے سے اسے رکھ لو یا طلاق دے کر چھوڑ دو۔(2) اگر میاں بیوی دونوں کو اندیشہ ہو کہ وہ احکامِ شرعیہ کی پابندی نہیں کر سکیں گے تو خلع میں مضائقہ نہیں، عورت مال دے کر شوہر سے طلاق لے سکتی ہے۔ مزید فرمایا کہ بیان کردہ احکام اللہ تعالیٰ کی حدیں یعنی احکام و ممنوعات ہیں تو ان کی مخالفت کر کے یا ان پر عمل چھوڑ کر ان سے آگے نہ بڑھو کہ احکامِ الٰہی چھوڑنے والے خود کو عذاب کا مستحق بنا کر اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) مال کے بدلے نکاح زائل کرنے کو خلع کہتے ہیں، اس میں شرط

حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا ۚ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿٢٢٩﴾

بدلے میں دے کر چھٹکارا حاصل کرلے، یہ اللہ کی حدیں ہیں، ان سے آگے نہ بڑھو اور جو اللہ کی حدوں سے آگے بڑھے تو وہی لوگ ظالم ہیں ○

فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ؕ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ

پھر اگر شوہر بیوی کو (تیسری) طلاق دیدے تو اب وہ عورت اس کیلئے حلال نہ ہوگی جب تک دوسرے خاوند سے نکاح نہ کرے، پھر وہ دوسرا

اَنْ يَّتَرَاجَعَآ اِنْ ظَنَّآ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ

شوہر اگر اسے طلاق دیدے تو ان دونوں پر ایک دوسرے کی طرف لوٹ آنے میں کچھ گناہ نہیں اگر وہ یہ سمجھیں کہ (اب) اللہ کی حدوں کو قائم

يَّعْلَمُوْنَ ﴿٢٣٠﴾ وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ

رکھ لیں گے اور یہ اللہ کی حدیں ہیں جنہیں وہ دانش مندوں کے لئے بیان کرتا ہے ○ اور جب تم عورتوں کو طلاق دو اور وہ اپنی (عدت کی اختتامی)

ہے کہ عورت اسے قبول کرے۔(2) زیادتی اگر مرد کی طرف سے ہو تو خلع میں مال لینا مکروہ اور اگر عورت کی طرف سے ہو تو مال لینا درست ہے لیکن مہر کی مقدار سے زیادہ لینا پھر بھی مکروہ ہے۔(3) خلع کرنے سے طلاقِ بائن واقع ہو جائے گی اور طے شدہ مال کی ادائیگی عورت پر لازم ہو گی۔ **درس:** شریعت نے طلاق دینے اور نہ دینے دونوں صورتوں میں بھلائی اور خیرخواہی کا فرمایا ہے مگر افسوس! لوگوں کی بڑی تعداد دونوں صورتوں میں الٹا چلتی ہے۔

آیت 230 یہاں فرمایا کہ اگر شوہر نے بیوی کو تیسری طلاق دے دی تو عورت شوہر پر حرمتِ غلیظہ کے ساتھ حرام ہو جائے گی، اب نہ اس سے رجوع ہو سکتا ہے اور نہ دوبارہ نکاح جب تک عورت عدت گزار کر دوسرے مرد سے نکاح نہ کرے پھر وہ دوسرا شوہر صحبت کے بعد طلاق دیدے یا فوت ہو جائے اور عورت اس دوسرے شوہر کی عدت بھی گزار لے، اس کے بعد اگر یہ سمجھتے ہیں کہ حقوقِ زوجیت کی پابندی کرلیں گے تو نکاح کرکے ایک دوسرے کی طرف لوٹ آنے میں دونوں پر کچھ گناہ نہیں، یہ احکام اللہ تعالیٰ کی حدیں ہیں جنہیں وہ ان لوگوں کے لئے بیان فرماتا ہے جو انہیں سمجھتے اور ان کے تقاضوں کے مطابق ان پر عمل کرتے ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) 3 طلاقیں 3 ماہ میں دی جائیں یا ایک ماہ یا ایک دن یا ایک نشست یا ایک جملے میں بہر صورت تینوں واقع ہو جاتی ہیں اور عورت مرد پر حرام ہو جاتی ہے۔(2) تین طلاقوں کے بعد مرد و عورت کا ہمبستری وغیرہ کرنا صریح حرام و ناجائز ہے اور ان میں صلح کی کوشش کروانے والے بھی گناہ میں برابر کے شریک ہیں۔

آیت 231 یہاں طلاق کے مزید احکام بیان فرمائے کہ جب تم عورتوں کو طلاق رجعی دو تو عدت ختم ہونے سے پہلے انہیں اچھے طریقے سے روک لو یا اچھے طریقے سے چھوڑ دو۔ اِس اختیار کو ظلم و زیادتی کا حیلہ نہ بناؤ کہ مختلف طریقوں سے عورتوں کو تنگ کرو۔ ایسا کرنے والا خدا کی ناراضی مول لے کر اپنی ہی جان پر ظلم کرنے والا ہے اور اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو ٹھٹھا مذاق نہ بنالو اور اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کا احسان یاد کرو کہ تمہیں اسلام کی دولت عطا کی، سید الانبیا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا امتی بنایا، عبادات، معاملات اور معاشرت کے

بِمَعْرُوْفٍ ۪ وَلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ

مدت (کے قریب) تک پہنچ جائیں تواس وقت انہیں اچھے طریقے سے روک لو یا اچھے طریقے سے چھوڑ دو اور انہیں نقصان پہنچانے کے لئے نہ روک

وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا ۡ وَّاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ

رکھو تاکہ تم (ان پر) زیادتی کرو اور جو ایسا کرے تواس نے اپنی جان پر ظلم کیا اور اللہ کی آیتوں کو ٹھٹھا مذاق نہ بنالو اور اپنے اوپر اللہ کا احسان یاد کرو اور

مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۲۳۱﴾ ع ۲۹ ۳ ۱۳

اس نے تم پر جو کتاب اور حکمت اتاری ہے (اسے یاد کرو) اس کے ذریعے وہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ سب کچھ جاننے والا ہے ○

وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا

اور جب تم عورتوں کو طلاق دو اور ان کی (عدت کی) مدت پوری ہو جائے تو اے عورتوں کے والیو! انہیں اپنے شوہروں سے

بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكُمْ

نکاح کرنے سے نہ روکو جب کہ آپس میں شریعت کے موافق رضامند ہو جائیں۔ یہ نصیحت اسے دی جاتی ہے جو تم میں سے اللہ اور قیامت پر ایمان

اَزْكٰى لَكُمْ وَاَطْهَرُ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۲﴾ وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ

رکھتا ہو۔ یہ تمہارے لئے زیادہ ستھرا اور پاکیزہ کام ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ○ اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ

طریقے سکھائے نیز اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ کتاب و حکمت کو یاد کرو اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ تمہیں نصیحت فرماتا ہے اور زندگی کے تمام معاملات میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ تمہارے اپنی بیویوں پر ظلم اور احکامِ شرعیہ کی مخالفت کو اور کوئی نہ بھی جانتا ہو مگر اللہ تعالیٰ تو سب کچھ جاننے والا ہے۔

آیت 232 **شانِ نزول:** حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی بہن کا نکاح حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا تھا، انہوں نے ایک طلاق دیدی اور عدت گزرنے کے بعد پھر نکاح کی درخواست کی تو حضرت معقل رضی اللہ عنہ مانع ہوئے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور ارشاد فرمایا: جب کسی عورت کی عدت گزر جائے اور اس کے بعد وہ کسی سے نکاح کا ارادہ کرے، تو اگر وہ مرد و عورت رضامند ہیں تو عورت کے سرپرستوں کو بلاوجہ منع کرنے کا حق نہیں۔ اس حکم کی اہمیت واضح کرنے کے لئے فرمایا کہ یہ ہر اس آدمی کو نصیحت کی جارہی ہے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے۔ مزید فرمایا کہ اس حکم پر عمل کرنا تمہارے لئے زیادہ پاکیزگی و طہارت کا باعث ہے تمہاری حقیقی حکمت و مصلحت کو تم نہیں جانتے اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ **اہم بات:** اگر عورت غیر کفو میں بغیر اجازتِ ولی نکاح کرے تو اولیا کو روکنے کا حق ہوتا ہے۔

آیت 233 بچے کی پرورش کے متعلق چند احکام کا بیان ہے کہ بچوں کو دودھ پلانے کی شرعی جائز پوری مدت دو سال ہے۔ اس سے

حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ؕ وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ

پلائیں، (یہ حکم) اس کے لئے (ہے) جو دودھ پلانے کی مدت پوری کرنا چاہے اور بچے کے باپ پر رواج کے مطابق عورتوں کے کھانے اور پہننے کی

بِالْمَعْرُوْفِ ؕ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا ۚ لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌۢ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ

ذمہ داری ہے۔ کسی جان پر اتنا ہی بوجھ رکھا جائے گا جتنی اس کی طاقت ہو۔ ماں کو اس کی اولاد کی وجہ سے تکلیف نہ دی جائے اور نہ باپ کو اس کی اولاد

بِوَلَدِهٖ ۗ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ ۚ فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ

کی وجہ سے تکلیف دی جائے اور جو باپ کا قائم مقام ہے اس پر بھی ایسا ہی (حکم) ہے پھر اگر ماں باپ دونوں آپس کی رضامندی اور مشورے سے

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ؕ وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْٓا اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِذَا

دودھ چھڑانا چاہیں تو ان پر گناہ نہیں اور اگر تم چاہو کہ (دوسری عورتوں سے) اپنے بچوں کو دودھ پلواؤ تو بھی تم پر کوئی مضائقہ نہیں جب کہ

سَلَّمْتُمْ مَّآ اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿٢٣٣﴾

جو معاوضہ دینا تم نے مقرر کیا ہو وہ بھلائی کے ساتھ ادا کر دو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے ○

پہلے چھڑوا تو سکتے ہیں لیکن اس کے بعد ماں کا دودھ پلانا جائز نہیں۔ بچے کے باپ پر اس کی طاقت سے زائد نہیں بلکہ اس کی حیثیت کے مطابق بچے کی ماں کو کھانا پینا اور لباس فراہم کرنے کی ذمہ داری ہے۔ ماں باپ کو اس کی اولاد کی وجہ سے تکلیف نہ دی جائے مثلاً جس صورت میں ماں پر دودھ پلانا ضروری نہیں اس میں اسے دودھ پلانے پر مجبور نہ کیا جائے، اسی طرح باپ پر اس کی طاقت سے زیادہ ذمہ داری نہ ڈالی جائے یا یہ معنی ہے کہ نہ ماں بچے کو تکلیف دے نہ باپ، اس طرح کہ ماں وقت پر بچے کو دودھ نہ پلائے، اس کی نگرانی نہ رکھے، اسے اپنے ساتھ مانوس کر لینے کے بعد چھوڑ دے اور باپ مانوس بچے کو ماں سے چھین لے اور بچے کی ماں کے حق میں کوتاہی کرے جس سے بچے کو نقصان پہنچے۔ باپ فوت ہونے کے بعد جو اس کا قائم مقام ہے اس پر بھی یہی ذمہ داریاں ہیں۔ پھر اگر ماں باپ دونوں باہمی رضامندی اور مشورے سے دو سال سے پہلے دودھ چھڑانا چاہیں تو ان پر گناہ نہیں اور اگر یہ باہمی مشورے سے کسی اور عورت سے بچے کو دودھ پلوانا چاہیں تو اس میں بھی حرج نہیں البتہ اس صورت میں دودھ پلانے والی عورت کو اس کی اجرت صحیح طریقے سے ادا کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے کام دیکھ رہا ہے **اہم باتیں:** (1) دو سال بعد بچے کو دودھ پلانا ناجائز ہے البتہ اڑھائی سال تک دودھ پلانے سے حرمتِ رضاعت ثابت ہو جاتی ہے۔ (2) بچے کا نسب باپ سے ہوتا ہے۔ آیت میں اللہ تعالیٰ نے بچے کو باپ کی طرف منسوب کیا ہے۔

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ

اور تم میں سے جو مرجائیں اور بیویاں چھوڑیں تو وہ بیویاں چار مہینے اور دس دن اپنے آپ کو روکے رہیں

وَّعَشْرًا ۚ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ

تو جب وہ اپنی (اختتامی) مدت کو پہنچ جائیں تو اے والیو! تم پر اس کام میں کوئی حرج نہیں جو عورتیں اپنے معاملہ میں شریعت

بِالْمَعْرُوْفِ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝۲۳۴ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا عَرَّضْتُمْ بِهٖ مِنْ

کے مطابق کرلیں اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے ○ اور تم پر اس بات میں کوئی گناہ نہیں جو اشارے کنائے سے تم

خِطْبَةِ النِّسَآءِ اَوْ اَكْنَنْتُمْ فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ۭ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ سَتَذْكُرُوْنَهُنَّ وَلٰكِنْ

عورتوں کو نکاح کا پیغام دو یا اپنے دل میں چھپا رکھو۔ اللہ کو معلوم ہے کہ اب تم ان کا تذکرہ کرو گے لیکن

لَّا تُوَاعِدُوْهُنَّ سِرًّا اِلَّآ اَنْ تَقُوْلُوْا قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ڛ وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى

ان سے خفیہ وعدہ نہ کر رکھو مگر یہ کہ شریعت کے مطابق کوئی بات کہہ لو اور عقدِ نکاح کو پختہ نہ کرنا جب تک (عدت کا)

يَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ ۭ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوْهُ ۚ وَاعْلَمُوْٓا

لکھا ہوا (حکم) اپنی (اختتامی) مدت کو نہ پہنچ جائے اور جان لو کہ اللہ تمہارے دل کی جانتا ہے تو اس سے ڈرو اور جان لو کہ

آیت 234 اس آیت میں فوت شدہ آدمی کی بیوی کی عدت کا بیان ہے کہ شوہر کے فوت ہونے پر بیوی چار ماہ دس دن تک عدت گزارے گی۔ عدت میں عورت کا کسی سے نکاح کرنا، بناؤ سنگھار کرنا جیسے تیل، سرمہ، مہندی وغیرہ لگانا نیز گھر سے باہر جانا، ناجائز و گناہ ہے۔ البتہ عدت ختم ہونے کے بعد عورت جائز طریقے سے سنگھار یا نکاح وغیرہ جو کرے تو اس عورت کے سرپرستوں یا عورت کے لئے کوئی ممانعت نہیں۔ **عدت کی مدت:** بیوہ کی عدت 4 ماہ 10 دن اس صورت میں ہے جب شوہر کا انتقال چاند کی پہلی تاریخ کو ہوا ہو ورنہ عورت 130 دن پورے کرے گی اور اگر عورت حاملہ ہو تو اس کی عدت بہر صورت اسی وقت پوری ہو گی جب وہ بچے کو جنم دے گی۔

آیت 235 عدتِ وفات گزارنے والی عورت کے متعلق فرمایا کہ اے لوگو! تمہارے لئے اشارے کنائے سے انہیں نکاح کا پیغام دینے یا نکاح کا ارادہ اپنے دل میں چھپا رکھنے میں حرج نہیں۔ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ عنقریب تم ان کا تذکرہ کرو گے، اسی لئے اشارے کنائے سے پیغام دینا تمہارے لیے مباح فرمایا کہ شریعت کے مطابق چھپے لفظوں میں اشارے کنائے سے کوئی ایسی بات کہہ سکتے ہو لیکن ان سے نکاح کا کوئی خفیہ وعدہ نہ کرنا اور نہ ہی نکاح کرنا جب تک کہ عدت پوری نہ ہو جائے اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ وہ سب کچھ جانتا ہے جو تمہارے دلوں میں ہے تو اس سے ڈرو اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ ڈرنے والے کو بہت بخشنے والا

ع ١٤
اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿٢٣٥﴾ لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ

اللہ بہت بخشنے والا، حلم والا ہے ○ اگر تم عورتوں کو طلاق دیدو تو جب تک تم نے ان کو چھوا نہ ہو یا کوئی مہر نہ مقرر کر لیا ہو تب تک تم پر

تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً ۖۚ وَّمَتِّعُوْهُنَّ ۚ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ ۚ

کچھ مطالبہ نہیں اور ان کو (ایک جوڑا) برتنے کو دو۔ مالدار پر اس کی طاقت کے مطابق اور تنگدست پر اس کی طاقت کے مطابق دینا لازم ہے۔

مَتَاعًا بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٢٣٦﴾ وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ

شرعی دستور کے مطابق انہیں فائدہ پہنچاؤ، یہ بھلائی کرنے والوں پر واجب ہے ○ اور اگر تم عورتوں کو انہیں چھونے سے پہلے طلاق دیدو

وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِلَّآ اَنْ يَّعْفُوْنَ اَوْ يَعْفُوَا الَّذِيْ بِيَدِهٖ

اور تم ان کے لئے کچھ مہر بھی مقرر کر چکے ہو تو جتنا تم نے مقرر کیا تھا اس کا آدھا واجب ہے مگر یہ کہ عورتیں کچھ مہر معاف کر دیں یا وہ (شوہر) زیادہ

عُقْدَةُ النِّكَاحِ ۭ وَاَنْ تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۭ وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ

دیدے جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے اور اے مردو! تمہارا زیادہ دینا پرہیز گاری کے زیادہ نزدیک ہے اور آپس میں ایک دوسرے پر احسان کرنا نہ

اور سزا کے حقدار سے سزا مؤخر فرما کر حلم والا ہے۔ **اہم بات:** عدتِ وفات گزارنے والی عورت سے نکاح کرنا، نکاح کا کھلا پیغام دینا یا نکاح کا وعدہ کر لینا حرام ہے البتہ پردے کے ساتھ خواہشِ نکاح کا اظہار گناہ نہیں مثلاً یہ کہنا کہ تم بہت نیک عورت ہو، یونہی اگر صرف دل میں ارادہ رکھے تو بھی گناہ نہیں۔

آیت 236 یہاں سے مہر کے چند مسائل کا بیان ہے۔ جن عورتوں کا مہر مقرر کئے بغیر نکاح کر دیا گیا ہو، انہیں اگر چھونے یعنی ہم بستری کرنے سے پہلے طلاق دیدی تو شوہروں پر کوئی مہر لازم نہیں، البتہ انہیں ایک جوڑا استعمال کے لیے دینا ہوگا، یہ جوڑا امیر و غریب دونوں پر ان کی حیثیت کے مطابق لازم ہے، نیز جوڑا دینے میں مروت، عزت، رواج اور شریعت کو پیش نظر رکھو اور یہ جوڑا دینا حکم الٰہی کی اطاعت کر کے اپنی جانوں کے ساتھ بھلائی کرنے والوں پر واجب ہے۔ **اہم باتیں:** (1) خلوت صحیحہ یعنی میاں بیوی کو ایسی تنہائی میسر آنا جس میں انہیں ہمبستری سے شرعی، طبعی یا حسی طور پر کوئی چیز مانع نہ ہو، یہ بھی ہمبستری کے حکم میں ہے۔ (2) اگر خلوتِ صحیحہ سے پہلے طلاق دی تو تین کپڑوں یعنی کرتا، شلوار اور دوپٹے پر مشتمل ایک جوڑا یا اس کی قیمت دینا واجب ہے۔ (3) اگر مرد و عورت دونوں مالدار ہوں تو اعلیٰ درجے کا، دونوں محتاج ہوں تو معمولی درجے کا اور ایک مالدار اور دوسرا محتاج ہو تو درمیانے درجے کا جوڑا دینا واجب ہے۔

آیت 237 مزید فرمایا کہ اگر مہر طے ہو چکا ہو لیکن ہمبستری یا خلوتِ صحیحہ سے پہلے طلاق دے دو تو طے شدہ مہر کا آدھا حصہ دینا واجب ہے جیسے بیس ہزار روپے ہوں تو دس ہزار روپے دینے ہوں گے، ہاں اگر عورت اپنی مرضی سے معاف کرنا چاہے یا شوہر زیادہ دینا چاہے تو اجازت ہے۔ پھر مردوں سے فرمایا کہ تمہارا اپنی خوشی سے آدھے سے زیادہ مہر دینا تقویٰ و پرہیز گاری کے زیادہ قریب ہے کہ

بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿٢٣٧﴾ حٰفِظُوا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ۗ وَقُومُوا لِلّٰهِ قٰنِتِينَ ﴿٢٣٨﴾

بھولو بیشک اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے ○ تمام نمازوں کی پابندی کرو اور خصوصاً درمیانی نماز کی اور اللہ کے حضور ادب سے کھڑے ہوا کرو ○

فَإِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا أَوْ رُكْبَانًا ۚ فَإِذَا أَمِنتُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا

پھر اگر تم خوف کی حالت میں ہو تو پیدل یا سوار (جیسے ممکن ہو نماز پڑھ لو) پھر جب حالتِ اطمینان میں ہو جاؤ تو اللہ کو یاد کرو جیسا اس نے تمہیں سکھایا

تَعْلَمُونَ ﴿٢٣٩﴾ وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا ۚ وَصِيَّةً لِّأَزْوَاجِهِم

ہے جو تم نہ جانتے تھے ○ اور جو تم میں مر جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں وہ اپنی عورتوں کے لئے (انہیں گھروں سے) نکالے بغیر

مَّتَاعًا إِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ إِخْرَاجٍ ۚ فَإِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِي مَا فَعَلْنَ فِي أَنفُسِهِنَّ

سال بھر تک خرچہ دینے کی وصیت کر جائیں پھر اگر وہ خود نکل جائیں تو تم پر اس معاملے میں کوئی گرفت نہیں جو وہ اپنے بارے میں شریعت کے

طلاق دینے کے باوجود اچھے انداز سے پیش آرہے ہو اور طلاق کے باوجود میاں بیوی آپس میں احسان کرنا نہ بھولیں یعنی طلاق کے بعد ان کا آپس میں میل ملاقات کرنا تو منع ہے لیکن آپس میں کینہ وعداوت نہ رکھیں۔ اللہ تعالیٰ تمام اعمال دیکھ رہا ہے۔

آیت 238 نکاح و طلاق کے مسائل کے دوران نماز کی تاکید فرمائی گئی کہ پانچوں فرض نمازیں ان کے اوقات پر اور ارکان و شرائط کے ساتھ ادا کرنے کی پابندی کرو اور بطور خاص درمیانی نماز یعنی نمازِ عصر کی پابندی کرو اور دورانِ نماز اللہ تعالیٰ کے حضور ادب سے کھڑے ہوا کرو۔ **اہم باتیں:** (1) ”نماز کی پابندی“ میں ہمیشہ، باجماعت، درست اور صحیح وقت پر پڑھنا سب داخل ہیں۔ (2) نمازِ عصر کی بطور خاص تاکید ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ سمجھ آتی ہے کہ یہ وقت کاروبار کی مصروفیت و غفلت کا ہے تو اس میں نماز کی پابندی زیادہ اہم ہے۔ (3) بارگاہِ الٰہی میں ادب سے کھڑے ہونے کا حکم ہے لہٰذا بے ادبی والے انداز میں کھڑے ہونا منع ہے۔

آیت 239 یہاں خوف کی ایک صورت میں نماز کا حکم اور طریقہ بیان کیا جارہا ہے کہ اگر تمہیں دشمن یا درندے وغیرہ کا خوف ہو جس میں ایک جگہ ٹھہر کر نماز پڑھنا ممکن ہو جائے تو پیدل چلتے ہوئے یا سواری پر جیسے ممکن ہو، قبلہ کی شرط کا لحاظ کئے بغیر نماز پڑھ لو، پھر جب خوف کی حالت ختم ہو جائے اور تم امن و سکون میں آجاؤ تو معمول کے مطابق ویسے نماز پڑھو جیسے اس نے تمہیں نماز کا طریقہ سکھایا ہے جو تم نہیں جانتے تھے۔ اس نماز کو بعد میں دہرانا بھی نہیں ہوگا۔

آیت 240 ابتدائے اسلام میں بیوہ کی عدت ایک سال تھی اور اس ایک سال میں وہ شوہر کے یہاں رہ کر نان و نفقہ کی مستحق ہوتی تھی، اس آیت میں ہے کہ فوت ہونے سے پہلے شوہر اپنی بیویوں کے لیے قریبی رشتہ داروں کو یہ وصیت کر جائیں کہ انہیں گھروں سے نکالے بغیر ایک سال تک خرچہ دیں، پھر اگر وہ خود گھر سے نکل جائیں تو شوہر کے اہلِ خانہ پر عورتوں کے ساتھ شریعت کے مطابق کئے جانے والے معاملے میں کوئی گرفت نہیں۔ **اہم بات:** ایک سال عدت سورۂ بقرہ، آیت 234 سے منسوخ ہے جس میں بیوہ کی عدت 4 ماہ 10 دن مقرر کی گئی اور سال بھر کا نفقہ سورۂ نساء، آیت 12 سے منسوخ ہے، لہٰذا اب اس وصیت کا حکم باقی نہیں۔

مِنۡ مَّعۡرُوۡفٍؕ وَاللّٰهُ عَزِيۡزٌ حَكِيۡمٌ ﴿٢٤٠﴾ وَلِلۡمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالۡمَعۡرُوۡفِؕ حَقًّا عَلَى الۡمُتَّقِيۡنَ ﴿٢٤١﴾

مطابق کریں اور اللہ زبردست، حکمت والا ہے ○ اور طلاق والی عورتوں کے لئے بھی شرعی دستور کے مطابق خرچہ ہے، یہ پرہیزگاروں پر واجب ہے ○

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَـكُمۡ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ ﴿٢٤٢﴾ ع اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِيۡنَ خَرَجُوۡا مِنۡ دِيَارِهِمۡ ع ٣١/٧ ١٥

اللہ اسی طرح تمہارے لئے اپنی آیتیں کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم سمجھو ○ اے حبیب! کیا تم نے ان لوگوں کو نہ دیکھا تھا جو موت کے

وَهُمۡ اُلُوۡفٌ حَذَرَ الۡمَوۡتِ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوۡتُوۡا ثُمَّ اَحۡيَاهُمۡؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوۡ فَضۡلٍ

ڈر سے ہزاروں کی تعداد میں اپنے گھروں سے نکلے تو اللہ نے ان سے فرمایا: مر جاؤ پھر انہیں زندہ فرما دیا، بیشک اللہ لوگوں پر فضل

عَلَى النَّاسِ وَلٰـكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا يَشۡكُرُوۡنَ ﴿٢٤٣﴾ وَقَاتِلُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّ

کرنے والا ہے مگر اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے ○ اور اللہ کی راہ میں لڑو اور جان لو کہ

اللّٰهَ سَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌ ﴿٢٤٤﴾ مَنۡ ذَا الَّذِىۡ يُقۡرِضُ اللّٰهَ قَرۡضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗۤ اَضۡعَافًا كَثِيۡرَةً ؕ

اللہ سننے والا، جاننے والا ہے ○ ہے کوئی جو اللہ کو اچھا قرض دے تو اللہ اس کے لئے اس قرض کو بہت گنا بڑھا دے

آیت 242،241 مطلقہ عورتوں کے لئے دورانِ عدت شوہر پر نان نفقہ دینا لازم و واجب ہے۔ اس کی تفصیل مختلف ہے۔

آیت 243 مجاہدین کے دلوں کو ہمت و حوصلہ دینے کے لئے یہاں واقعہ بیان کیا گیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک مرتبہ طاعون پھیلا تو وہ موت کے ڈر سے اپنے گھر بار چھوڑ کر جنگلوں کی طرف بھاگ گئے، یہ ہزاروں کی تعداد میں تھے، حکمِ الٰہی سے سب وہیں مر گئے۔ کچھ عرصہ بعد حضرت حزقیل علیہ السّلام کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ فرمادیا اور یہ مدتوں زندہ رہے۔ یہ اللہ کریم کا خصوصی فضل تھا اور بیشک اللہ تعالیٰ بندوں پر بڑا فضل فرمانے والا ہے، کچھ لوگوں پر خصوصی فضل ہوتا ہے جیسے آیت میں مذکور ہے جبکہ عمومی فضل و کرم کائنات کے ایک ایک فرد پر ہے لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے۔ **درس:** موت کے ڈر سے بھاگ کر جان نہیں بچائی جاسکتی، موت اپنے مقررہ وقت پر پہنچ کر ہی رہے گی، یونہی مجاہدین کو بھی دل مضبوط رکھنا چاہئے کیونکہ جہاد چھوڑ کر بیٹھے رہنا موت کو دور نہیں کر سکتا۔

آیت 244 جب موت سے فرار ممکن نہیں تو راہِ خدا میں دینِ اسلام کی سربلندی کے لئے جہاد کرو، اس سے منہ پھیر کر موت سے نہ بھاگو جیسے بنی اسرائیل بھاگے تھے۔

آیت 245 جو اخلاص کے ساتھ راہِ خدا میں اپنا مال خرچ کر کے اللہ تعالیٰ کو اچھا قرض دے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے اس قرض کو کئی گنا بڑھا دے گا اور رزق کی تنگی اور وسعت اُسی خدا کے اختیار میں ہے اور وہی اپنی راہ میں خرچ کرنے والے سے وسعت کا وعدہ کرتا ہے تو راہِ خدا میں خرچ کرنے سے مت ڈرو، جس کی راہ میں خرچ کر رہے ہو وہ کریم ہے، اس کے خزانے بھرے ہوئے ہیں اور آخرت میں تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ **اہم بات:** آیت میں سوالیہ انداز میں فرمایا: ”ہے کوئی جو خدا کو اچھا قرض دے؟“ یہ خوبصورت

وَاللّٰهُ يَقْبِضُ وَيَبْصُۜطُ ۠ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۴۵﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ مِنْۢ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ مِنْۢ بَعْدِ

اور اللہ تنگی دیتا ہے اور وسعت دیتا ہے اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے ○ اے حبیب! کیا تم نے بنی اسرائیل کے ایک گروہ کو نہ دیکھا جو موسیٰ

مُوْسٰی ۘ اِذْ قَالُوْا لِنَبِیٍّ لَّهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ قَالَ هَلْ عَسَیْتُمْ اِنْ كُتِبَ

وقف لازم

کے بعد ہوا، جب انہوں نے اپنے ایک نبی سے کہا کہ ہمارے لیے ایک بادشاہ مقرر کر دیں تا کہ ہم اللہ کی راہ میں لڑیں، اس نبی نے فرمایا: کیا ایسا تو

عَلَیْكُمُ الْقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوْا ؕ قَالُوْا وَمَا لَنَاۤ اَلَّا نُقَاتِلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَقَدْ اُخْرِجْنَا

نہیں ہوگا کہ اگر تم پر جہاد فرض کیا جائے تو پھر تم جہاد نہ کرو؟ انہوں نے کہا: ہمیں کیا ہوا کہ ہم اللہ کی راہ میں نہ لڑیں حالانکہ ہمیں ہمارے وطن

مِنْ دِیَارِنَا وَاَبْنَآىِٕنَا ؕ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَیْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا اِلَّا قَلِیْلًا مِّنْهُمْ ؕ وَاللّٰهُ

اور ہماری اولاد سے نکال دیا گیا ہے تو پھر جب ان پر جہاد فرض کیا گیا تو ان میں سے تھوڑے سے لوگوں کے علاوہ (بقیہ) نے منہ پھیر لیا اور اللہ

انداز جوش دلانے اور ایمان و ضمیر کو جھنجھوڑ کر جگانے والا ہے۔ راہِ خدا میں مال خرچ کرنے کو قرض سے تعبیر کرنا اللہ تعالیٰ کا انتہائی لطف و کرم ہے کیونکہ بندہ اور بندے کا مال سب کچھ اسی کا ہے، نیز اس میں یہ حکمت بھی ہے کہ جیسے قرض دینے والا اطمینان رکھتا ہے کہ اس کا مال ضائع نہیں ہوگا اور وہ واپسی کا مستحق ہے، ایسے ہی راہِ خدا میں خرچ کرنے والے کو اطمینان رکھنا چاہیے کہ وہ اس خرچ کرنے کا بدلہ یقیناً پائے گا اور وہ بھی معمولی نہیں بلکہ خداوند قدوس تو کئی گنا زیادہ بدلہ عطا فرمائے گا۔

آیت 246 حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے بعد جب بنی اسرائیل کی اعتقادی و عملی حالت نہایت خراب ہو گئی تو ان پر قومِ جالوت مسلط کر دی گئی جسے عمالقہ کہتے ہیں، اس نے بنی اسرائیل کے شہر چھین لئے، انہیں گرفتار کیا اور طرح طرح کی سختیاں کیں۔ اس وقت بنی اسرائیل میں کوئی نبی موجود نہ تھے۔ کچھ عرصے بعد حضرت شمویل علیہ السّلام کی ولادت ہوئی اور جب یہ بڑے ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں منصبِ نبوت عطا فرمایا۔ بنی اسرائیل نے آپ سے مطالبہ کیا کہ آپ ہمارے لئے ایک بادشاہ مقرر کریں تا کہ ہم راہِ خدا میں جہاد کریں۔ حضرت شمویل علیہ السّلام نے فرمایا: ایسا نہ ہو کہ تم پر بادشاہ مقرر کیا جائے اور تم جہاد کرنے سے انکار کر دو۔ قوم نے کہا: یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم جہاد سے انکار کریں حالانکہ قومِ جالوت نے ہمارے لوگوں کو وطن سے نکالا اور ان کی اولاد قتل کی ہے۔ یہ سن کر حضرت شمویل علیہ السّلام نے بارگاہِ الٰہی میں دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ایک بادشاہ مقرر کر دیا اور انہیں جہاد کا حکم دیا لیکن پھر بنی اسرائیل کی بہت معمولی تعداد جو اہل بدر کے برابر یعنی 313 افراد تھے، جہاد کے لئے تیار رہے جبکہ باقی سب نے منہ پھیر لیا لہٰذا ان کے لئے یہ وعید بیان کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔ **اہم بات:** جب قوم کی اعتقادی و عملی حالت خراب ہو جاتی ہے تو ان پر ظالم و جابر قوموں کو مسلط کر دیا جاتا ہے۔ **درس:** نعرے مارنے میں آگے آگے ہونا اور عملی میدان میں پیٹھ دکھانا بزدل قوموں کا وطیرہ ہے، کامل لوگ گفتار کے نہیں بلکہ کردار کے غازی ہوتے ہیں۔

Go To Index

عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۴۶﴾ وَ قَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا ؕ قَالُوْۤا

ظالموں کوخوب جانتا ہے ○ اور ان سے ان کے نبی نے فرمایا: بیشک اللہ نے طالوت کو تمہارا بادشاہ مقرر کیا ہے۔ وہ کہنے لگے:

اَنّٰى يَكُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَ نَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَ لَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ ؕ قَالَ

اسے ہمارے اوپر کہاں سے بادشاہی حاصل ہوگئی حالانکہ ہم اس سے زیادہ سلطنت کے مستحق ہیں اور اسے مال میں بھی وسعت نہیں دی گئی۔ اس

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىهُ عَلَيْكُمْ وَ زَادَهٗ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَ الْجِسْمِ ؕ وَ اللّٰهُ يُؤْتِيْ مُلْكَهٗ مَنْ يَّشَآءُ ؕ

نبی نے فرمایا: اسے اللہ نے تم پر چن لیا ہے اور اسے علم اور جسم میں کشادگی زیادہ دی ہے اور اللہ جس کو چاہے اپنا ملک دے

وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۴۷﴾ وَ قَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖۤ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ

اور اللہ وسعت والا، علم والا ہے ○ اور ان سے ان کے نبی نے فرمایا: اس کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس وہ تابوت آجائے گا جس میں

مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ بَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَ اٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

تمہارے رب کی طرف سے دلوں کا چین ہے اور معزز موسیٰ اور معزز ہارون کی چھوڑی ہوئی چیزوں کا بقیہ ہے، فرشتے اسے اٹھائے ہوئے ہوں گے۔

آیت 247 حضرت شمویل علیہ السّلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے طالوت کو تمہارا بادشاہ مقرر کیا ہے۔ بنی اسرائیل کے سرداروں نے کہا کہ سلطنت تو یہود بن یعقوب کی اولاد میں چلی آتی ہے جبکہ طالوت اس خاندان سے نہیں نیز اس کے پاس مال و دولت بھی نہیں ہے لہٰذا ہم اس سے زیادہ بادشاہت کے حقدار ہیں۔ اس پر انہیں بتایا گیا کہ سلطنت کا دارومدار کسی نسل اور خاندان پر نہیں بلکہ فضلِ الٰہی پر ہے۔ طالوت کو اللہ تعالیٰ نے تم پر بادشاہ مقرر کیا ہے نیز وہ علم و قوت میں تم سے بڑھ کر ہے اور چونکہ علم و قوت سلطنت کے لئے بڑے معاون ہوتے ہیں اس لئے بھی وہ بادشاہت کا مستحق ہے اور اللہ تعالیٰ جسے چاہے اپنا ملک دے، اس کا فضل بہت وسیع ہے اور وہ بادشاہت کے لائق شخص کو خوب جانتا ہے۔ **درس:** علم، مال سے افضل ہے اور حکمران ہونے کا معیار مال و دولت نہیں بلکہ علم و قوت اور قابلیت وصلاحیت ہے۔

آیت 248 بنی اسرائیل نے طالوت کی بادشاہی پر نشانی مانگی تو حکمِ الٰہی سے حضرت شمویل علیہ السّلام نے فرمایا: طالوت کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس تمہارا وہ مشہور وبابرکت تابوت آجائے گا جس سے تمہیں تسکین ملتی تھی اور جس میں حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السّلام کے تبرکات تھے۔ اسے فرشتے اٹھائے ہوئے ہوں گے، اس کے واپس آنے میں تمہارے لئے طالوت کی بادشاہی کی بڑی نشانی ہے اگر تم اس پر یقین کرو اور اس کی تصدیق کرو۔ **اہم باتیں:** (1) یہ تابوت اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السّلام پر نازل فرمایا تھا، اس میں تمام انبیا علیہمُ السّلام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی اور ان کے مبارک مکانات کی تصویریں تھیں، یہ تصویریں کسی آدمی کی بنائی ہوئی نہ تھیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی تھیں۔ نسل در نسل منتقل ہوتا ہوا یہ تابوت حضرت موسیٰ علیہ السّلام تک پہنچا، آپ اس میں تورات اور کچھ دیگر چیزیں بھی رکھتے چنانچہ اس میں تورات کی تختیوں کے ٹکڑے، حضرت موسیٰ علیہ السّلام کا عصا،

Go To Index

ع ۳۲ ۱۶ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۴۸﴾ فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوْتُ بِالْجُنُوْدِ ۙ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيْكُمْ

بیشک اس میں تمہارے لئے بڑی نشانی ہے اگر تم ایمان والے ہو○ پھر جب طالوت لشکروں کو لے کر شہر سے جدا ہوا تو اس نے کہا: بیشک اللہ

بِنَهَرٍ ۚ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَاِنَّهٗ مِنِّيْٓ اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةًۢ

تمہیں ایک نہر کے ذریعے آزمانے والا ہے تو جو اس نہر سے پانی پئے گا وہ میرا نہیں ہے اور جو نہ پئے گا وہ میرا ہے سوائے اس کے جو ایک چلو اپنے ہاتھ

بِيَدِهٖ ۚ فَشَرِبُوْا مِنْهُ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ ؕ فَلَمَّا جَاوَزَهٗ هُوَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۙ قَالُوْا لَا طَاقَةَ

سے بھر لے تو ان میں سے تھوڑے سے لوگوں کے علاوہ سب نے اس نہر سے پانی پی لیا پھر جب طالوت اور اس کے ساتھ والے مسلمان نہر سے پار

لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ ؕ قَالَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوا اللّٰهِ ۙ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ

ہو گئے تو انہوں نے کہا: ہم میں آج جالوت اور اس کے لشکروں کے ساتھ مقابلے کی طاقت نہیں ہے۔ (لیکن) جو اللہ سے ملنے کا یقین رکھتے تھے

کپڑے اور نعلین شریفین نیز حضرت ہارون علیہ السلام کا عمامہ، عصا اور بنی اسرائیل پر نازل ہونے والا تھوڑا سا مَن بھی تھا۔ (2) تبرکات کا احترام لازم ہے، ان کی برکت سے دعائیں قبول اور حاجتیں پوری ہوتی ہیں جبکہ ان کی بے ادبی و گستاخی گمراہی کا راستہ اور بربادی ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ کے پیاروں سے نسبت رکھنے والی ہر چیز بابرکت ہوتی ہے۔

آیت 249 یہاں بنی اسرائیل کا عمالقہ کے ساتھ جہاد کا واقعہ بیان کیا جا رہا ہے کہ جب طالوت اپنا لشکر لے کر بیت المقدس سے روانہ ہوا تو گرمی کی وجہ سے مجاہدین کو سخت پیاس لگی اس پر طالوت نے انہیں خبر دی کہ ایک نہر سے تمہارا امتحان کیا جائے گا، اس نہر سے صرف چلو بھر پانی پینے کی اجازت ہے، زیادہ نہیں۔ جو زیادہ پئے گا وہ میری جماعت میں نہیں رہے گا کیونکہ شدتِ پیاس کے باوجود حکم کی تعمیل کرنے والا آئندہ بھی ثابت قدم رہ سکے گا اور جو اس وقت اپنی خواہش پر غالب نہیں آسکا وہ آئندہ کی سختیاں کیسے برداشت کرے گا پس جب نہر آئی تو اکثریت امتحان میں ناکام ہو گئی اور انہوں نے جی بھر کر پانی پیا، صرف 313 افراد ثابت قدم رہے اور ایک چلو پر صبر کر لیا، اس سے ان کے دل اور ایمان کو قوت حاصل ہوئی اور وہ سلامتی کے ساتھ نہر سے گزر گئے جبکہ سیر ہو کر پینے والوں کے ہونٹ سیاہ ہو گئے، پیاس مزید بڑھی اور وہ بزدل ہو گئے چنانچہ لشکرِ جالوت کی کثرت وطاقت دیکھ کر کہنے لگے: آج تو ہم جالوت اور اس کے لشکر کے ساتھ نہیں لڑ سکتے۔ ان کے برعکس لقائے ربانی اور رضائے الٰہی کے مشتاق بندوں نے عرض کی: ایسا تو کتنی مرتبہ ہوا کہ چھوٹا گروہ اپنے سے بڑے گروہ پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے غالب آجاتا ہے، اللہ تعالیٰ تو صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ **اہم باتیں:**

(1) جہاد سے پہلے آزمائش و تربیت کر لینی چاہیے۔ حالتِ امن میں فوج کی تربیت اور محنت و مشقت اسی مقصد کے لئے ہوتی ہے۔

(2) بڑے امتحان سے پہلے چھوٹے امتحان سے گزر لینا چاہئے اس سے دل میں قوت پیدا ہوتی ہے۔ **درس:** بڑی چیزوں پر صبر کرنا مشکل ہو تو چھوٹی چھوٹی چیزوں پر صبر کا خود کو عادی بنائیں۔ قرآن کا یہ اصول علمِ نفسیات میں بھرپور طریقے سے استعمال ہوتا ہے، اس کے ذریعے سینکڑوں معمولات پر قابو پایا جا سکتا ہے۔

قَلِیْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِیْرَةًۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ﴿۲۴۹﴾ وَ لَمَّا بَرَزُوْا لِجَالُوْتَ

انہوں نے کہا: بہت دفعہ چھوٹی جماعت اللہ کے حکم سے بڑی جماعت پر غالب آئی ہے اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے○ پھر جب وہ

وَ جُنُوْدِهٖ قَالُوْا رَبَّنَاۤ اَفْرِغْ عَلَیْنَا صَبْرًا وَّ ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَ انْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۲۵۰﴾ؕ

جالوت اور اس کے لشکروں کے سامنے آئے تو انہوں نے عرض کی: اے ہمارے رب! ہم پر صبر ڈال دے اور ہمیں ثابت قدمی عطا فرما اور کافر قوم

فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۙ۫ وَ قَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ وَ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَ الْحِكْمَةَ وَ عَلَّمَهٗ

کے مقابلے میں ہماری مدد فرما○ تو انہوں نے اللہ کے حکم سے دشمنوں کو بھگا دیا اور داؤد نے جالوت کو قتل کر دیا اور اللہ نے اسے سلطنت اور حکمت

مِمَّا یَشَآءُ ؕ وَ لَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ ۙ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ

عطا فرمائی اور اسے جو چاہا سکھا دیا اور اگر اللہ لوگوں میں ایک کے ذریعے دوسرے کو دفع نہ کرے تو ضرور زمین تباہ ہو جائے مگر اللہ سارے جہان پر

ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِیْنَ ﴿۲۵۱﴾ تِلْكَ اٰیٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَیْكَ بِالْحَقِّ ؕ وَ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۲۵۲﴾

فضل کرنے والا ہے○ یہ اللہ کی آیتیں ہیں جو اے حبیب! ہم آپ کے سامنے حق کے ساتھ پڑھتے ہیں اور بیشک تم رسولوں میں سے ہو○

آیت 250 فرمایا کہ پھر جب لشکر آمنے سامنے آئے تو لشکرِ مومنین کے ثابت قدم مجاہدوں نے بارگاہِ الٰہی میں دعا کی: اے اللہ! ہمیں دشمن کے مقابلے میں میدانِ جنگ میں صبر کی توفیق دے، ہمیں ثابت قدمی نصیب فرما اور کافروں کے مقابلے میں ہمیں اپنی حمایت و نصرت عطا فرما۔

آیت 251 اللہ تعالیٰ کے حکم سے بنی اسرائیل نے عمالقہ کو شکست دی۔ جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے تو جالوت نے بنی اسرائیل کو مقابلہ کے لئے للکارا لیکن وہ اس کی قوت و جسامت دیکھ کر گھبرا گئے۔ طالوت نے اعلان کیا کہ جو جالوت کو قتل کرے میں اپنی بیٹی اس کے نکاح میں دوں گا اور آدھا ملک بھی دے دوں گا۔ لشکر میں حضرت داود علیہ السّلام بھی موجود تھے۔ طالوت کے کہنے پر آپ علیہ السّلام اپنے دستِ مبارک میں گوپھن یعنی پتھر پھینکنے والی رسی لے کر جالوت کے سامنے آ گئے، پھر آپ نے اپنی اس رسی میں پتھر رکھ کر مارا تو اس کی پیشانی توڑ کر پیچھے سے نکل گیا۔ آپ علیہ السّلام نے اس کی لاش طالوت کے سامنے لا کر ڈال دی اور طالوت نے حسبِ وعدہ آپ علیہ السّلام کو آدھا ملک دیا اور اپنی بیٹی کا آپ سے نکاح کر دیا۔ جب طالوت نے وفات پائی تو پورے ملک پر آپ علیہ السّلام کی سلطنت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت داود علیہ السّلام کو حکومت اور حکمت یعنی نبوت دونوں عطا فرمائیں اور آپ کو جو چاہا سکھایا، اس میں زرہ بنانا اور جانوروں کا کلام سمجھنا بھی شامل ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کفار کے مقابلے میں مسلمانوں کی مدد نہ فرمائے تو کفار کے غلبے، مسلمانوں کے قتل اور مساجد کی ویرانی سے زمین تباہ ہو جائے مگر اللہ تعالیٰ سارے جہان پر فضل کرنے والا ہے۔ **اہم بات:** جہاد کی ایک حکمت یہ ہے کہ اس کے ذریعے مغروروں، باغیوں اور سرکشوں کو دبایا جائے۔

آیت 252 فرمایا کہ گزشتہ آیتوں میں جو واقعات بیان ہوئے یہ اللہ تعالیٰ کی آیتیں ہیں جو اے حبیب صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم! ہم آپ سے بیان کرتے ہیں اور یقیناً تم اللہ کے رسول ہو کہ تم نے علم تاریخ حاصل کیے اور مؤرخین کی صحبت میں بیٹھے بغیر گزشتہ قوموں کے حالات درست بیان فرمائے جو تم پر وحی نازل ہونے کی دلیل ہے۔

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ؕ

یہ رسول ہیں ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر فضیلت عطا فرمائی، ان میں کسی سے اللہ نے کلام فرمایا اور کوئی وہ ہے جسے سب پر درجوں

وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ

بلندی عطا فرمائی اور ہم نے مریم کے بیٹے عیسیٰ کو کھلی نشانیاں دیں اور پاکیزہ روح سے اس کی مدد کی اور اگر اللہ چاہتا تو ان کے

الَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ

بعد والے آپس میں نہ لڑتے جبکہ ان کے پاس کھلی نشانیاں آچکی تھیں لیکن انہوں نے آپس میں اختلاف کیا تو ان میں کوئی مومن رہا

وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا ۫ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ﴿٢٥٣﴾ ع يٰٓاَيُّهَا

اور کوئی کافر ہوگیا اور اگر اللہ چاہتا تو وہ نہ لڑتے مگر اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے ○ اے

آیت 253 اس آیت میں انبیاء و مرسلین علیہم السلام کی عظمت کا بیان ہے کہ کچھ رسولوں کو خصوصی مناقب اور ممتاز خصوصیات عطا فرما کر انہیں دوسرے رسولوں سے افضل بنایا گیا جیسے اللہ تعالیٰ نے بغیر واسطے کے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا اور کسی کو سب رسولوں پر درجوں بلندی عطا فرمائی۔ وہ عظیم ہستی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم ہیں، آپ خصائص و کمالات میں تمام انبیاء سے افضل ہیں، تمام مخلوقات حتیٰ کہ جمادات، فرشتے اور جنات کے بھی رسول ہیں، آخری نبی ہیں، آپ کو تمام انبیاء سے زیادہ معجزات دیئے گئے، حوضِ کوثر اور مقام محمود عطا کئے گئے۔ مزید فرمایا کہ ہم نے حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کی صداقت پر دلالت کرنے والی کھلی نشانیاں جیسے مردے کو زندہ کرنا، کوڑھ اور برص کے مریضوں کو شفا دینا، مٹی سے پرندہ بنا کر اس میں جان ڈال دینا اور غیبی خبریں دینا وغیرہ عطا کیں اور روح القدس حضرت جبریل علیہ السلام سے ان کی مدد فرمائی جو ہمیشہ آپ کے ساتھ رہتے تھے۔ اگر اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کو ہدایت دینا چاہتا تو ان رسولوں کے بعد ان کی امتوں کے لوگ دین میں اختلاف کر کے آپس میں نہ لڑتے حالانکہ راہِ حق کی کھلی نشانیاں اور روشن دلائل ان کے پاس پہنچ چکے تھے، لیکن انہوں نے ایک دوسرے سے اختلاف کیا جس کے بعد کوئی تو اپنے ایمان پر ثابت قدم رہا اور کوئی کافر ہو گیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزات کے بعد بھی ان کی امتیں ایمان و کفر میں مختلف رہیں، یہ نہ ہوا کہ ساری امت اطاعت گزار اور فرمانبردار ہو جاتی، یہ اللہ تعالیٰ کا نظامِ حکمت ہے۔ اگر وہ چاہتا تو کوئی بھی آپس میں نہ لڑتا لیکن اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے، اور اس نے اپنی مرضی سے اس دنیا کو امتحان گاہ بنایا ہے اور بندوں کو ماننے، نہ ماننے کا اختیار دیا ہے اور جبراً لوگوں کو ہدایت دینے کا سلسلہ نہیں رکھا۔ **اہم بات:** اصلِ نبوت یعنی نبی ہونے میں تمام انبیاءِ کرام علیہم السلام برابر ہیں البتہ ان کے درجات میں فرق ہیں، بعض بعض سے اعلیٰ ہیں اور ہمارے آقا صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سب سے اعلیٰ ہیں۔

آیت 254 یہاں آخرت کی تیاری کرنے کا فرمایا گیا ہے کہ اے مومنو! قیامت آنے سے پہلے پہلے راہِ خدا میں مال خرچ کر لو اور یاد رکھو کہ قیامت کے دن دنیا کا مال کام نہیں آئے گا اور دنیوی دوستیاں بھی بیکار ہوں گی بلکہ باپ بیٹے بھی ایک دوسرے سے جان چھڑا رہے ہوں گے اور کافروں کو کسی کی سفارش کام نہ دے گی اور اس دن کے منکر کافر ہیں اور کافر ہی سب سے بدتر ظالم ہیں کہ انہوں نے ایمان کی

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا

ایمان والو! ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے اللہ کی راہ میں اس دن کے آنے سے پہلے خرچ کرلو جس میں نہ کوئی خرید و فروخت ہوگی اور نہ

خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ؕ وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۵۴﴾ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَيُّ

کافروں کے لئے دوستی اور نہ شفاعت ہوگی اور کافر ہی ظالم ہیں ○ اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ خود زندہ ہے،

الْقَيُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ؕ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ مَنْ ذَا الَّذِيْ

دوسروں کو قائم رکھنے والا ہے، اسے نہ اونگھ آتی ہے اور نہ نیند، جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں سب اسی کا ہے۔ کون ہے جو

يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا يُحِيْطُوْنَ

اس کے ہاں اس کی اجازت کے بغیر سفارش کرے؟ وہ جانتا ہے جو کچھ ان کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے اور لوگ اس کے علم میں سے

جگہ کفر، طاعت کی جگہ معصیت اور شکر کی جگہ ناشکری کو اختیار کیا اور اپنی جانوں کو عذابِ جہنم کے لئے پیش کر کے ان پر ظلم کیا۔ **اہم باتیں:** (1) بروزِ قیامت مال دنیا کی طرح کام نہ آئے گا البتہ دنیا میں نیک کاموں میں ایمان و اخلاص سے خرچ کیا گیا مال فائدہ دے گا۔ (2) روزِ قیامت نیک و پرہیز گار مسلمانوں سے تعلقات اور دوستیاں کام آئیں گی کہ یہ اپنے گناہگار متعلقین کی مقبول شفاعت کریں گے۔

آیت 255 اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے اکیلے معبود ہونے اور اس کی عظمت و شان کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ وہ ہے جس کے سوا اور کوئی معبود ہے ہی نہیں اور اس کی شان یہ ہے کہ وہ خود زندہ اور عالَم کی تدبیر فرمانے والا ہے، اسے نہ اونگھ آتی ہے نہ نیند، کیونکہ یہ چیزیں عیب ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر نقص و عیب سے پاک ہے، آسمان و زمین میں موجود ہر ہر چیز کا وہی حقیقی مالک ہے اور ساری کائنات میں اسی کا حکم چلتا ہے، آسمان و زمین اور جو کچھ ان میں ہے سب کا مالک اللہ تعالیٰ ہے تو یہ چیزیں پوجے جانے کے کیسے قابل ہوسکتی ہیں۔ اس کی اجازت کے بغیر کوئی اس کی بارگاہ میں شفاعت نہیں کرسکتا، وہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے خواہ اس کا تعلق لوگوں کے ماقبل سے ہو یا مابعد سے، امورِ دنیا سے ہو یا امورِ آخرت سے اور اللہ تعالیٰ کے علم سے کسی کو کچھ نہیں مل سکتا جب تک وہ نہ چاہے اور وہ عطا نہ فرمائے اور اتنا ہی مل سکتا ہے جتنا وہ چاہے۔ اس کی کرسی آسمانوں اور زمین کو اپنی وسعت میں لئے ہوئے ہے اور ان دونوں کی حفاظت اسے تھکا نہیں سکتی اور وہی بلند شان اور عظمت والا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) بروزِ قیامت جنہیں شفاعت کی اجازت ہوگی وہ انبیاءِ کرام علیہم السلام، ملائکہ، اولیا اور مومنین ہیں جبکہ کفار کے لئے کوئی شفاعت نہیں کرے گا۔ (2) ذاتی علمِ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے، اس کے دینے سے کسی کو عطائی علم ہوسکتا ہے چنانچہ وہ اپنی مشیت سے لوگوں کو اسرارِ کائنات اور انبیاو رسل علیہم السلام کو غیب پر مطلع فرماتا ہے۔ (3) اس آیت میں جس کرسی کا ذکر ہے اس کی حقیقت و ماہیت اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے، ہم اس کے حق ہونے پر ایمان رکھتے ہیں۔ (4) اس آیت کو آیۃ الکرسی کہتے ہیں، اس کی فضیلت یہ ہے کہ یہ قرآن کی سب سے عظیم آیت ہے۔ (مسلم، حدیث: 258(810)) اور جو سوتے وقت آیۃ الکرسی پڑھے صبح تک اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت فرمائے گا اور شیطان اس کے قریب نہ آسکے گا۔ (بخاری، حدیث: 5010)

بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا يَـُٔوْدُهٗ

اتنا ہی حاصل کرسکتے ہیں جتنا وہ چاہے، اس کی کرسی آسمان اور زمین کو اپنی وسعت میں لئے ہوئے ہے اور ان کی حفاظت اسے

حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ﴿٢٥٥﴾ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۙ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ

تھکا نہیں سکتی اور وہی بلند شان والا، عظمت والا ہے ○ دین میں کوئی زبردستی نہیں، بیشک ہدایت کی راہ گمراہی سے خوب جدا ہوگئی ہے

فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۚ لَا انْفِصَامَ لَهَا ۭ

تو جو شیطان کو نہ مانے اور اللہ پر ایمان لائے اس نے بڑا مضبوط سہارا تھام لیا جس سہارے کو کبھی کھلنا نہیں

وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿٢٥٦﴾ اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۙ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۬ ۭ وَالَّذِيْنَ

اور اللہ سننے والا، جاننے والا ہے ○ اللہ مسلمانوں کا والی ہے انہیں اندھیروں سے نور کی طرف نکالتا ہے اور جو

كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰۗـــــُٔھُمُ الطَّاغُوْتُ ۙ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ

کافر ہیں ان کے حمایتی شیطان ہیں وہ انہیں نور سے اندھیروں کی طرف نکالتے ہیں۔ یہی لوگ دوزخ والے ہیں،

آیت 256 اسلام کا ایک بنیادی اصول یہاں بیان کیا گیا کہ دین اسلام قبول کرنے کے لیے کسی پر کوئی زبردستی نہیں کیونکہ قرآن و اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد ہدایت اور گمراہی میں فرق بالکل واضح ہوگیا، تو اب عقلمند آدمی کے لیے قبولِ حق میں تاخیر کی کوئی وجہ باقی نہیں رہی، لہٰذا جو شیطان کا انکار کرے اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آئے تو اس نے بڑا مضبوط سہارا تھام لیا جو سہارا اسے خدا اور جنت تک پہنچا دے گا۔ **اہم باتیں:** (1) کفار کو نرمی اور حسن اخلاق کے ساتھ دین اسلام کی دعوت دی جائے گی البتہ اس قوت و شوکت کو توڑنا ضروری ہے جو اسلام قبول کرنے میں رکاوٹ بنے۔ (2) کسی کافر کو جبراً مسلمان بنانا جائز نہیں مگر مسلمان کو جبراً مسلمان رکھنا ضروری ہے کیونکہ مرتد ہونا دینِ اسلام کی توہین اور دوسروں کے لیے بغاوت کا راستہ کھولنا ہے جسے بند کرنا ضروری ہے۔ (3) اسلامی احکام کا نفاذ اسلامی حکمرانوں کی ذمہ داری ہے اور برائی کا خاتمہ ہر مسلمان کو اپنی طاقت کے مطابق کرنا ضروری ہے، ہاتھ یا زبان یا دل سے جیسے ممکن ہو۔ (4) اسلام کا سہارا مضبوطی سے تھامے رکھنا تبھی ممکن ہے جبکہ آدمی بے دینوں کی صحبت، الفت، کتابیں دیکھنے، باتیں سننے سے دور رہے اور جو اپنے ایمان کی رسی پر خود ہی چھریاں چلائے تو اس کا کٹنے سے بچنا مشکل ہے۔

آیت 257 اللہ تعالیٰ مومنوں کا دوست ہے کہ انہیں کفر و گمراہی کی تاریکیوں سے ایمان وہدایت کی روشنی کی طرف لاتا ہے جو انبیاء و صالحین کا راستہ ہے جبکہ کافروں کے حمایتی اور دوست شیطان ہیں جو انہیں فطرتِ صحیحہ کی روشنی سے کفر کی تاریکیوں کی طرف لے جاتے ہیں۔ یہی لوگ دوزخ والے ہیں، یہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔ **اہم بات:** حق کی راہ روشن کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ، شمعِ بزمِ ہدایت یعنی مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ذات پاک ہے۔

هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۵۷﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِيْ رَبِّهٖٓ

یہ ہمیشہ اس میں رہیں گے ○ اے حبیب! کیا تم نے اس کو نہ دیکھا تھا جس نے ابراہیم سے اس کے رب کے بارے میں اس بنا پر جھگڑا کیا

اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ ۘ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّيَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۙ قَالَ اَنَا اُحْيٖ

کہ اللہ نے اسے بادشاہی دی ہے، جب ابراہیم نے فرمایا: میرا رب وہ ہے جو زندگی دیتا ہے اور موت دیتا ہے۔ اس نے کہا: میں بھی زندگی

وَاُمِيْتُ ؕ قَالَ اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ يَاْتِيْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ

دیتا ہوں اور موت دیتا ہوں۔ ابراہیم نے فرمایا: تو اللہ سورج کو مشرق سے لاتا ہے پس تو اسے مغرب سے لے آ۔ تو اس کافر کے ہوش

الَّذِيْ كَفَرَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۵۸﴾ اَوْ كَالَّذِيْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ وَّهِيَ

اڑ گئے اور اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا ○ یا (کیا تم نے) اس شخص کو (نہ دیکھا) جس کا ایک بستی پر گزر ہوا اور وہ

آیت 258 نور اور تاریکی والوں کا ذکر کرکے اب ان کی ایک مثال بیان کی جارہی ہے، نور والوں کے پیشوا حضرت ابراہیم علیہ السّلام تھے اور تاریکی والوں کا پیشوا نمرود تھا۔ نمرود کو اللہ تعالیٰ نے عظیم سلطنت عطا کی لیکن اس نے شکر وطاعت کی بجائے تکبر و سرکشی اختیار کی حتی کہ رب ہونے کا دعویٰ کرنے لگا۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے اسے توحید کی دعوت دی تو کہنے لگا: تمہارا رب کون ہے جس کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو؟ حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے جواب دیا: میرا رب وہ ہے جو زندگی اور موت دیتا ہے یعنی اجسام میں موت و حیات پیدا کرتا ہے۔ نمرود سے اس زبردست دلیل کا جواب نہ بن پڑا لیکن شرمندگی مٹانے کے لئے اس نے دو آدمی بلائے، ایک کو قتل کر دیا اور دوسرا چھوڑ دیا اور کہنے لگا: میں بھی زندگی اور موت دیتا ہوں یعنی کسی کو گرفتار کرکے چھوڑ دینا اسے زندہ کرنا ہے اور بے قصور کو مار دینا موت دینا ہے۔ یہ اس کی حماقت تھی، کہاں قتل کرنا اور چھوڑنا اور کہاں موت و حیات پیدا کرنا؟ عقل و شعور والوں پر تو واضح ہو گیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی دلیل برحق ہے اور نمرود کا جواب بے کار ہے لیکن چونکہ نمرود نے شرم مٹانے کیلئے کچھ نہ کچھ جواب دے دیا تھا اس لیے حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے اگلی دلیل سے اسے لاجواب کر دیا کہ سورج جو مشرق سے طلوع ہوتا ہے اسے مغرب سے طلوع کر دے۔ یہ سن کر نمرود ہکا بکا رہ گیا اور کوئی جواب نہ دے سکا۔ **اہم باتیں:** (1) عقائد میں اچھے انداز سے مناظرہ کرنا سنتِ انبیاء ہے لہٰذا یہ برا نہیں البتہ اس میں اگر تکبر و سرکشی اور حق قبول نہ کرنے کا پہلو داخل ہو جائے تو وہ برا ہے۔ (2) علمِ مناظرہ کے ماہر عُلَما ہی کسی اہم مقصد اور فائدے کے پیشِ نظر مناظرہ کر سکتے ہیں عوام کو بحث و مباحثے کی اجازت نہیں بلکہ ناجائز اور انتہائی خطرناک ہے۔

آیت 259 اکثر مفسرین کے بقول اس آیت میں بیان کیا گیا واقعہ حضرت عزیر علیہ السّلام کا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ بخت نصر بادشاہ کے بیت المقدس کو ویران کرنے کے بعد ایک مرتبہ حضرت عزیر علیہ السّلام کا وہاں سے گزر ہوا۔ آپ کے ساتھ ایک برتن کھجور اور ایک پیالہ انگور کا رس تھا اور آپ ایک گدھے پر سوار تھے۔ پوری بستی میں چکر لگایا لیکن کسی کو وہاں زندہ نہ پایا اور بستی کی عمارتیں گری

خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا ۚ قَالَ اَنّٰى يُحْيٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ

بستی اپنی چھتوں کے بل گری پڑی تھی تو اس شخص نے کہا: اللہ انہیں ان کی موت کے بعد کیسے زندہ کرے گا؟ تو اللہ نے اسے

مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ ؕ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ؕ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا

سو سال موت کی حالت میں رکھا پھر اسے زندہ کیا، (پھر اس شخص سے) فرمایا: تم یہاں کتنا عرصہ ٹھہرے ہو؟ اس نے عرض کی: میں ایک دن

اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ؕ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ

یا ایک دن سے بھی کچھ کم وقت ٹھہرا ہوں گا۔ اللہ نے فرمایا: (نہیں) بلکہ تو یہاں سو سال ٹھہرا ہے اور اپنے کھانے اور پانی کو دیکھ کہ اب تک

لَمْ يَتَسَنَّهْ ۚ وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ ۚ وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ

بدبودار نہیں ہوا اور اپنے گدھے کو دیکھ (جس کی ہڈیاں تک سلامت نہ رہیں) اور یہ (سب) اس لئے (کیا گیا ہے) تاکہ ہم تمہیں لوگوں کے لئے

وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا ؕ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ ۙ

ایک نشانی بنادیں اور ان ہڈیوں کو دیکھ کہ ہم کیسے انہیں اٹھاتے (زندہ کرتے) ہیں پھر انہیں گوشت پہناتے ہیں تو جب یہ معاملہ اس پر ظاہر

ہوئی تھیں اس پر آپ نے تعجب سے کہا: اللہ تعالیٰ انہیں ان کی موت کے بعد کیسے زندہ کرے گا۔ پھر گدھے کو ایک طرف باندھ کر آرام فرمانے لگے، اسی حالت میں آپ کی روح قبض کرلی گئی اور گدھا بھی مر گیا۔ اس کے 70 برس بعد ایران کے ایک بادشاہ نے بیت المقدس کو پہلے سے بھی بہتر طریقے پر آباد کیا اور بنی اسرائیل کے باقی ماندہ لوگ دوبارہ بیت المقدس اور اس کے گردونواح میں آباد ہوگئے۔ اس عرصے میں حضرت عزیر علیہ السّلام کو کوئی دیکھ نہ سکا۔ سو سال بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو زندہ کیا اور فرمایا: تم یہاں کتنا عرصہ ٹھہرے ہو؟ آپ نے اندازے سے عرض کی: ایک دن یا اس سے کچھ کم وقت کیونکہ جب آپ آرام کرنے کے لئے تشریف فرما ہوئے اور آپ کی روح قبض ہوئی وہ صبح کا وقت تھا اور اب سورج غروب ہونے کے قریب تھا اس لئے آپ نے خیال فرمایا کہ یہ اسی دن کی شام ہے جس کی صبح کو سوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم یہاں سو سال ٹھہرے ہو۔ اپنے کھانے اور پانی یعنی کھجور اور انگور کا رس دیکھو کہ ویسا ہی صحیح سلامت باقی ہے، اس میں بو تک پیدا نہیں ہوئی اور گدھے کو دیکھو! جس کا بدن تک گل سڑ کر ختم ہوگیا اور صرف سفید ہڈیاں چمک رہی ہیں۔ یہ سب اس لئے کیا گیا تاکہ ہم تمہیں لوگوں کے لئے بعدِ موت زندہ کئے جانے کی ایک نشانی بنا دیں۔ گدھے کی ان ہڈیوں کو دیکھو کہ کیسے ہم انہیں زندہ کرتے اور گوشت پہناتے ہیں۔ حضرت عزیر علیہ السّلام نے دیکھا، آپ کے سامنے اس کے اعضا جمع ہوئے، اعضا اپنی اپنی جگہ پر آئے، ہڈیوں پر گوشت چڑھا، گوشت پر کھال آئی، بال نکلے پھر اس میں روح پھونکی گئی اور وہ کھڑا ہو کر آواز نکالنے لگا۔ یہ دیکھ کر آپ نے فرمایا: میں خوب جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے یعنی یقین تو پہلے ہی تھا، اب عین الیقین ہوگیا۔

قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۲۵۹﴾ وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ

ہو گیا تو وہ بول اُٹھا: میں خوب جانتا ہوں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے ○ اور جب ابراہیم نے عرض کی: اے میرے رب!

اَرِنِیْ كَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی ؕ قَالَ اَوَ لَمْ تُؤْمِنْ ؕ قَالَ بَلٰی وَ لٰكِنْ

تو مجھے دکھادے کہ تو مُردوں کو کس طرح زندہ فرمائے گا؟ اللہ نے فرمایا: کیا تجھے یقین نہیں؟ ابراہیم نے عرض کی: یقین کیوں نہیں مگر یہ

لِّیَطْمَىِٕنَّ قَلْبِیْ ؕ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّیْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَیْكَ ثُمَّ

(چاہتا ہوں) کہ میرے دل کو قرار آجائے۔ اللہ نے فرمایا: تو پرندوں میں سے کوئی چار پرندے پکڑ لو پھر انہیں اپنے ساتھ مانوس کرلو پھر

اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ یَاْتِیْنَكَ سَعْیًا ؕ وَ اعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ

ان سب کا ایک ایک ٹکڑا ہر پہاڑ پر رکھ دو پھر انہیں پکارو تو وہ تمہارے پاس دوڑتے ہوئے چلے آئیں گے اور جان رکھو کہ اللہ غالب

حَكِیْمٌ ﴿۲۶۰﴾ ع مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ ٣٥ ع ٣

حکمت والا ہے ○ ان لوگوں کی مثال جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اس دانے کی طرح ہے جس نے سات بالیاں اگائیں،

آیت 260 اس آیت میں قدرتِ الٰہی پر اور خصوصاً مردوں کو زندہ کرنے پر قدرت کا ایک اور واقعہ بیان کیا جارہا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ سمندر کے کنارے ایک مردہ آدمی پڑا تھا، جب پانی چڑھا تو مچھلیوں نے اس کی لاش کھائی، جب پانی اترا تو درندوں نے کھایا اور جب درندے چلے گئے تو پرندوں نے کھایا۔ یہ ملاحظہ فرما کر حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو مردے زندہ ہوتے دیکھنے کا شوق پیدا ہوا یا ایک قول کے مطابق جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو اپنا خلیل بنایا تو نشانی کے طور پر آپ نے عرض کی: اے اللہ! مجھے دکھا کہ تو مردوں کو کیسے زندہ کرتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا تمہیں اس پر یقین نہیں؟ عرض کی: یقین کیوں نہیں، مگر میں چاہتا ہوں کہ یہ چیز آنکھوں سے دیکھوں تاکہ دل کو قرار آجائے اور عین الیقین حاصل ہو جائے۔ اس پر حکمِ خداوندی ہوا کہ چار پرندے لے کر انہیں اپنے ساتھ خوب مانوس کرلو پھر انہیں ذبح کرکے ان کا قیمہ آپس میں ملا کر مختلف پہاڑوں پر رکھ دو، پھر انہیں آواز دو تو وہ اپنی پہلی شکل وصورت میں بن کر تمہارے پاس آجائیں گے چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے چار پرندے لئے۔ پھر حکمِ الٰہی کے مطابق ذبح کرکے قیمہ بنا کر ان کے اجزا ملا دیئے اور اس مجموعہ کے کئی حصے کرکے ایک ایک حصہ ایک ایک پہاڑ پر رکھ دیا اور سب کے سر اپنے پاس رکھ لیے۔ پھر ان پرندوں کو آواز دے کر بلایا تو حکمِ الٰہی سے فوراً وہ اجزا اڑے، ہر جانور کے اجزا علیحدہ ہو کر اپنی ترتیب سے جمع ہوئے، دوبارہ وہی پرندے بن کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور اپنے سروں سے مل کر پہلے کی طرح مکمل ہو گئے۔ یہ واقعہ خدا کے علم وحکمت وقدرت کی دلیل ہے۔

آیت 261 اس آیت میں راہِ خدا میں خرچ کرنے والوں کی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ جیسے کوئی آدمی زمین میں ایک دانہ بیج ڈالتا ہے جس سے سات بالیاں اگتی ہیں اور ہر بالی میں سو دانے پیدا ہوتے ہیں اسی طرح جو راہِ خدا میں خرچ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے اس کے

فِیْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍؕ وَ اللّٰهُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُؕ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ﴿۲۶۱﴾ اَلَّذِیْنَ

ہر بالی میں سو دانے ہیں اور اللہ اس سے بھی زیادہ بڑھائے جس کے لئے چاہے اور اللہ وسعت والا، علم والا ہے۔ وہ لوگ جو

یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا یُتْبِعُوْنَ مَاۤ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّ لَاۤ اَذًىۙ لَّهُمْ اَجْرُهُمْ

اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں پھر اپنے خرچ کرنے کے بعد نہ احسان جتاتے ہیں اور نہ تکلیف دیتے ہیں ان کا انعام

عِنْدَ رَبِّهِمْۚ وَ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۲۶۲﴾ قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّ مَغْفِرَةٌ خَیْرٌ مِّنْ

ان کے رب کے پاس ہے اور ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ اچھی بات کہنا اور معاف کر دینا اس خیرات سے بہتر ہے

صَدَقَةٍ یَّتْبَعُهَاۤ اَذًىؕ وَ اللّٰهُ غَنِیٌّ حَلِیْمٌ ﴿۲۶۳﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ

جس کے بعد ستانا ہو اور اللہ بے پرواہ، حلم والا ہے۔ اے ایمان والو! احسان جتا کر اور تکلیف پہنچا کر اپنے صدقے

اخلاص کے اعتبار سے 700 گنا زیادہ ثواب عطا فرماتا ہے اور یہ بھی کوئی حد نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے خزانے بھرے ہوئے ہیں اور وہ کریم و جواد ہے جسے چاہے اس سے بھی زیادہ ثواب عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ وسعت والا، علم والا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) راہِ خدا میں خرچ کرنا نیکی کی تمام صورتوں کو شامل ہے خواہ واجب ہو یا نفل چنانچہ کسی غریب کو کھانا کھلانا، کپڑے پہنانا، دوائی فراہم کرنا، راشن دلانا، طالبِ علم کو کتاب خرید کر دینا، کوئی شفاخانہ بنانا یا فوت شدگان کے ایصالِ ثواب کے لئے فقرا و مساکین کو تیجے، چالیسویں وغیرہ پر کھلانا راہِ خدا میں خرچ کرنا ہے۔ (2) نیک اعمال میں جتنی اچھی نیت اور اخلاص ہوتا ہے اتنا ہی زیادہ ثواب ملتا ہے۔

آیت 262 اس آیت میں راہِ خدا میں خرچ کرنے کے آداب اور فضیلت کا بیان ہے۔ آداب یہ ہیں کہ خرچ کرنے کے بعد نہ احسان جتایا جائے اور نہ لینے والے کو تکلیف دی جائے۔ احسان جتلانا یہ ہے کہ دینے کے بعد دوسروں کے سامنے اظہار کرے کہ ہم نے تیرے ساتھ ایسے ایسے سلوک کئے اور تکلیف دینا یہ ہے کہ اسے غربت اور مجبوری پر شرم دلائے کہ تو ایسا تھا ہم نے تیری خبر گیری کی یا اور طرح اس پر دباؤ ڈالے۔ احسان جتانے اور تکلیف دینے سے ثواب ضائع ہو جاتا ہے جیسا کہ آگے آیت نمبر 264 میں ہے اور جو آداب کا خیال کرکے اللہ کی راہ میں دیتے ہیں ان کا انعام ان کے رب کے پاس ہے اور آخرت میں ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

آیت 263 سائل کو کچھ نہ دینے کی صورت میں اس سے اچھی بات کہنا اور اس کی زیادتی کو معاف کر دینا اس صدقے سے بہتر ہے جس کے بعد اسے عار دلائی جائے یا احسان جتایا جائے یا کسی دوسرے طریقے سے تکلیف پہنچائی جائے۔ اللہ تعالیٰ بندوں کے صدقات سے بے پرواہ اور گنہگاروں کو جلد سزا نہ دے کر حلم فرمانے والا ہے۔ **درس:** اس آیت میں نصیحت ہے کہ اللہ تعالیٰ غنی و بے پرواہ ہو کر بھی حلیم ہے کہ گناہوں سے درگزر فرماتا ہے اور تم تو ثواب کے محتاج ہو لہٰذا تم بھی فقرا و مساکین اور اپنے ماتحتوں کی خطاؤں سے درگزر کیا کرو۔ حلم سنتِ الٰہیہ بھی ہے اور سنتِ مصطفویہ بھی۔

آیت 264 فرمایا کہ اے ایمان والو! جس پر خرچ کرو اس پر احسان جتا کر اور اسے تکلیف پہنچا کر اپنے صدقے کا ثواب برباد نہ کردو

بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى ۙ كَالَّذِىْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ

برباد نہ کردو اس شخص کی طرح جو اپنا مال لوگوں کے دکھلاوے کے لئے خرچ کرتا ہے اور اللہ اور قیامت پر ایمان نہیں لاتا

فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا ؕ لَا يَقْدِرُوْنَ

تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک چکنا پتھر ہو جس پر مٹی ہے تو اس پر زوردار بارش پڑی جس نے اسے صاف پتھر کر چھوڑا، ایسے لوگ

عَلٰى شَىْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٢٦٤﴾ وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ

اپنے کمائے ہوئے اعمال سے کسی چیز پر قدرت نہ پائیں گے اور اللہ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا○ اور جو لوگ اپنے مال اللہ کی خوشنودی

اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍۢ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ

چاہنے کے لئے اور اپنے دلوں کو ثابت قدم رکھنے کے لئے خرچ کرتے ہیں ان کی مثال اس باغ کی سی ہے جو کسی اونچی زمین پر ہو اس پر زوردار

فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ۚ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿٢٦٥﴾ اَيَوَدُّ

بارش پڑی تو وہ باغ دگنا پھل لایا پھر اگر زوردار بارش نہ پڑے تو ہلکی سی پھوار ہی کافی ہے اور اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے○ کیا تم میں کوئی

کیونکہ جس طرح منافق آدمی لوگوں کو دکھانے اور اپنی واہ واہ کے لئے مال خرچ کرتا ہے لیکن اسے ثواب کچھ نہیں ملتا یونہی فقیر پر احسان جتانے اور اسے تکلیف پہنچانے والے کا ثواب بھی ضائع ہو جاتا ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھو کہ جیسے ایک چکنا پتھر ہو جس پر مٹی پڑی ہوئی ہو، اگر اس پر زوردار بارش ہو جائے تو پتھر بالکل صاف ہو جاتا ہے اور اس پر مٹی کا نام ونشان بھی باقی نہیں رہتا۔ یہی حال منافق کے عمل کا ہے کہ دیکھنے والوں کو معلوم ہوتا ہے کہ عمل ہے اور روزِ قیامت وہ تمام عمل باطل ہوں گے کیونکہ وہ رضائے الٰہی کے لیے نہ تھے۔ **اہم باتیں:** (1) اعلانیہ اور پوشیدہ دونوں طرح صدقہ دینے کی اجازت ہے لیکن قلبی حالت پر نظر رکھ کر عمل کرے، جہاں ریاکاری یا فقیر کی بدنامی ہو تو چھپا کر صدقہ دے۔ ریاکاری سے اعمال کا ثواب باطل ہو جاتا ہے۔ افسوس! ہمارے ہاں ریاکاری، احسان جتانا اور ایذا دینا تینوں بد اعمال کی بھرمار ہے۔ (2) کافر کا کوئی عمل بارگاہِ الٰہی میں مقبول نہیں۔

آیت 265 رضائے الٰہی کے حصول اور دلوں کی استقامت کے ساتھ جو خرچ کرتے ہیں ان کی مثال اس باغ جیسی ہے جو کسی اونچی زمین پر ہو، اگر اس پر زوردار بارش پڑے تو دگنا پھل لاتا ہے اور بارش کم ہو تو پھل لانے کے لیے ہلکی سی پھوار ہی کافی ہے، ایسے ہی مخلص مومن کا صدقہ ہے کہ وہ کم ہو یا زیادہ اللہ تعالیٰ اس کا ثواب بڑھاتا ہے۔ دلوں کی استقامت یہ ہے کہ دیتے ہوئے تردد و پریشانی اور بعد میں افسوس نہ ہو۔ **اہم بات:** بارگاہِ الٰہی میں دل کی کیفیت دیکھی جاتی ہے نہ کہ فقط مال کی مقدار۔ حدیث پاک میں ہے: اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دلوں اور تمہارے عملوں کو دیکھتا ہے۔ (مسلم، حدیث:34(2564))

آیت 266 فرمایا کہ کوئی شخص یہ پسند نہیں کرے گا کہ اس کا قسم قسم کے درختوں اور رنگ برنگے پھلوں سے لدا ہوا خوبصورت باغ ہو جسے آدمی اپنی حاجت اور بڑھاپے کے زمانے کا سہارا سمجھتا ہو اور اس بڑھاپے میں اس کے چھوٹے چھوٹے بچے ہوں جو پرورش کے

اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّ اَعْنَابٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ لَهٗ فِيْهَا مِنْ

یہ پسند کرے گا کہ اس کے پاس کھجور اور انگوروں کا ایک باغ ہو جس کے نیچے ندیاں بہتی ہوں، اس کے لئے اس میں

كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۙ وَاَصَابَهُ الْكِبَرُ وَلَهٗ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَآءُ ۖ فَاَصَابَهَآ اِعْصَارٌ فِيْهِ نَارٌ

ہر قسم کے پھل ہوں اور اسے بڑھاپا آجائے اور حال یہ ہو کہ اس کے کمزور وناتواں بچے ہوں پھر اس پر ایک بگولا آئے جس میں آگ ہو

٣٦ ع ٤ فَاحْتَرَقَتْ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿٢٦٦﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا

تو سارا باغ جل جائے۔ اللہ تم سے اسی طرح اپنی آیتیں کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم غور وفکر کرو○ اے ایمان والو!

اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ ۪ وَلَا تَيَمَّمُوا

اپنی پاک کمائیوں میں سے اور اس میں سے جو ہم نے تمہارے لئے زمین سے نکالا ہے (اللہ کی راہ میں) کچھ خرچ کرو اور خرچ کرتے ہوئے

الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّاۤ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ ؕ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ

خاص ناقص مال (دینے) کا ارادہ نہ کرو حالانکہ (اگر وہی تمہیں دیا جائے تو) تم اسے چشم پوشی کئے بغیر قبول نہیں کروگے اور جان رکھو کہ اللہ

محتاج ہوں پھر شدید قسم کی آگ پر مشتمل بگولوں والی آندھی چلے جو باغ کو جلا کر راکھ کر دے، تو اس وقت آدمی کے رنج و غم اور حسرت و یاس کا کیا عالَم ہوگا؟ یہی حال اس شخص کا ہے جس نے دکھاوے کے لئے نیک اعمال کئے اور اس گمان میں ہو کہ میرے پاس نیکیوں کا ذخیرہ ہے مگر جب شدتِ حاجت کا وقت یعنی قیامت کا دن آئے تو اللہ تعالیٰ یہ اعمال رد کر دے۔ غور کرو کہ اس وقت اسے کتنا رنج اور کتنی حسرت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ یہ آیات اس لئے بیان فرماتا ہے تاکہ اے لوگو! تم غور و فکر کرو اور سمجھو۔ **درس:** کس قدر دل دہلا دینے والی مثال ہے۔ کاش! ہم سمجھ جائیں اور نماز، ذکر ودرود، تلاوت ونعت خوانی، حج وعمرہ، زکوۃ صدقات وغیرہ تمام اعمال ریاکاری سے پاک کرلیں۔

آیت 267 بعض لوگ صدقہ میں خراب مال دیا کرتے تھے، ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنا کمایا ہوا پاکیزہ اور صاف ستھرا مال دیا کرو نیز زمین کی پیداوار سے بھی راہِ خدا میں خرچ کیا کرو اور راہِ خدا میں ناقص، گھٹیا اور ردی مال نہ دیا کرو، جب تم اللہ تعالیٰ سے اچھی جزا چاہتے ہو تو اس کی راہ میں مال بھی اچھا دیا کرو۔ غور کرو کہ جس طرح کا گھٹیا مال تم راہِ خدا میں دیتے ہو اگر وہی مال تمہیں دیا جائے تو کیا تم قبول کروگے! پہلے تو قبول ہی نہ کروگے اور اگر قبول کر بھی لو تو کبھی خوشدلی سے نہیں بلکہ دل میں برا مناتے ہوئے لوگے تو جب اپنے لئے اچھا لینے کا سوچتے ہو تو راہِ خدا میں خرچ کئے جانے والے کے بارے میں بھی اچھا ہی سوچو اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے خرچ سے بے پرواہ اور حمد کے لائق ہے۔ **اہم باتیں:** (1) جو چیز فی نفسہٖ اچھی ہو لیکن آدمی کو خود پسند نہیں تو یہ دینے میں حرج نہیں۔ (2) زمین کی پیداوار سے بھی راہِ خدا میں دیا جائے خواہ پیداوار کم ہو یا زیادہ۔

غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴿٢٦٧﴾ اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ ۚ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ

بے پرواہ، حمد کے لائق ہے ○ شیطان تمہیں محتاجی کا اندیشہ دلاتا ہے اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے اور اللہ تم سے اپنی طرف سے بخشش

وَفَضْلًا ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿٢٦٨﴾ ۖۙ يُّؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ

اور فضل کا وعدہ فرماتا ہے اور اللہ وسعت والا، علم والا ہے ○ اللہ جسے چاہتا ہے حکمت دیتا ہے اور جسے حکمت دی جائے تو بیشک

اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ۭ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿٢٦٩﴾ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَةٍ اَوْ نَذَرْتُمْ

اسے بہت زیادہ بھلائی مل گئی اور عقل والے ہی نصیحت مانتے ہیں ○ اور تم جو خرچ کرو یا کوئی نذر مانو

آیت 268 اس آیت میں صدقہ وخیرات کرنے میں پیش آنے والے ایک بڑے وسوسے کا بیان ہے کہ راہِ خدا میں خرچ کرنے پر شیطان تمہیں فقیر ونادار ہو جانے کا وسوسہ دلاتا اور بخل وکنجوسی کی طرف بلاتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ تم سے وعدہ فرماتا ہے کہ اگر تم اس کی راہ میں خرچ کروگے تو وہ تمہیں اپنے فضل ومغفرت سے نوازے گا۔ یاد رکھو کہ وہ پاک پروردگار بڑی وسعت والا ہے، صدقہ سے تمہارا اموال گھٹنے نہ دے گا بلکہ اور برکت سے نوازے گا اور وہ خرچ کرنے والے کو جانتا ہے۔ **درس:** آج بھی ایسے لوگ ہیں جو تنگدستی و محتاجی کے خوف سے راہِ خدا میں خرچ نہیں کرتے لیکن شادی بیاہ میں جائز وناجائز رسومات اور عام زندگی میں بے دریغ خرچ کررہے ہوتے ہیں، انہیں غور کرنا چاہئے۔

آیت 269 فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے حکمت دیتا ہے اور جسے حکمت دی جائے تو بیشک اسے بہت زیادہ بھلائی مل گئی کیونکہ یہ اسے ابدی سعادت کی طرف لے جائے گی اور عقل والے ہی نصیحت مانتے ہیں۔ **اہم بات:** یہاں حکمت سے قرآن، حدیث اور فقہ کا علم، تقویٰ اور نبوت مراد ہو سکتے ہیں کیونکہ قرآن وحدیث سراپا حکمت ہیں اور فقہ اسی سرچشمہ حکمت وہدایت سے فیض یافتہ علم ہے اور تقویٰ حکمت کا تقاضا ہے جبکہ نبوت سراسر حکمت ہے البتہ یہ بات قطعی ہے کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے بعد اب کسی کو نبوت نہیں ملے گی۔

آیت 270 فرمایا کہ تم نیکی یا بدی میں جو خرچ کرو یا خرچ کرنے کی نذر مانو، اللہ تعالیٰ سب جانتا ہے، وہ تمہیں اچھے عمل، خرچ اور نذر پر ثواب جبکہ گناہ کے عمل، خرچ اور نذر پر سزا دے گا۔ گناہ کرکے خود پر ظلم کرنے والوں کا کوئی مددگار نہیں جو انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا سکے۔ **اہم باتیں:** (1) شریعت میں نذر عبادت ہے اور عبادت صرف اللہ تعالیٰ کی ہو سکتی ہے، اسے نذرِ شرعی کہتے ہیں البتہ عرف میں ہدیہ اور پیش کش کو بھی نذر کہہ دیتے ہیں جیسے کسی بڑے کو تحفہ دیتے ہوئے کہہ دیا جائے کہ یہ آپ کی نذر کرتا ہوں۔ یہ نذرِ عرفی کہلاتی ہے۔ (2) شرعی نذر صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہو سکتی ہے کیونکہ اس کے معنی ہیں: غیر لازم عبادت کو لازم کر لینا۔ نذرِ عرفی بمعنی نذرانہ، تحفہ، ہدیہ مخلوق کے لئے بھی ہو سکتی ہے جیسے بزرگانِ دین کے لئے نذر ونیاز کرنا، اس طرح کی نذروں کا پورا کرنا ضروری نہیں البتہ بہتر ہے۔ (3) کسی گناہ کے کام کی نذر مانی تو وہ صحیح نہیں۔

مِّنْ نَّذْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُهٗ ؕ وَ مَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۲۷۰﴾ اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِیَ ۚ

اللہ اسے جانتا ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ○ اگر تم اعلانیہ خیرات دو گے تو وہ کیا ہی اچھی بات ہے

وَ اِنْ تُخْفُوْهَا وَ تُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ ؕ وَ یُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَیِّاٰتِكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ

اور اگر تم چھپا کر فقیروں کو دو تو یہ تمہارے لئے سب سے بہتر ہے اور اللہ تم سے تمہاری کچھ برائیاں مٹا دے گا اور اللہ

بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ﴿۲۷۱﴾ لَیْسَ عَلَیْكَ هُدٰىهُمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَ مَا

تمہارے کاموں سے خبردار ہے ○ لوگوں کو ہدایت دے دینا تم پر لازم نہیں، ہاں اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دے دیتا ہے اور تم جو

تُنْفِقُوْا مِنْ خَیْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ ؕ وَ مَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ ؕ وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَیْرٍ

اچھی چیز خرچ کرو تو وہ تمہارے لئے ہی فائدہ مند ہے اور تم اللہ کی خوشنودی چاہنے کیلئے ہی خرچ کرو اور جو مال تم خرچ کرو گے وہ تمہیں

یُّوَفَّ اِلَیْكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ﴿۲۷۲﴾ لِلْفُقَرَآءِ الَّذِیْنَ اُحْصِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ

پورا پورا دیا جائے گا اور تم پر کوئی زیادتی نہیں کی جائے گی ○ ان فقیروں کے لئے جو اللہ کے راستے میں روک دیئے گئے،

آیت 271 فرمایا کہ اگر تم اعلانیہ نفلی صدقات دو تو وہ کیا ہی اچھی بات ہے اور اگر تم چھپا کر فقیروں کو دو تو یہ تمہارے لئے سب سے بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ تم سے تمہارے کچھ گناہِ صغیرہ مٹا دے گا، تم خواہ اعلانیہ صدقہ دو یا چھپا کر بہر صورت اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔ **اہم باتیں:** (1) صدقہ خواہ فرض ہو یا نفل جب اخلاص کے ساتھ دیا جائے تو اعلانیہ یا چھپا کر دونوں طرح بہتر ہے مگر فرض صدقہ اعلانیہ اور نفلی چھپا کر دینا افضل ہے، اگر نفلی بھی دوسروں کی ترغیب کے لئے ہو تو اظہار افضل ہے۔ (2) اکثر اعمال میں یہی قاعدہ ہے کہ خفیہ و اعلانیہ دونوں طرح جائز لیکن ریاکاری کے لئے اعلانیہ حرام اور دوسروں کی ترغیب کے لئے ثواب ہے۔ علماء و مشائخ بہت سے اعمال اعلانیہ اسی لئے کرتے ہیں کہ ان کے مریدین و متعلقین کو ترغیب ہو۔ (3) صدقہ غضبِ الٰہی کو بجھاتا، بری موت دور کرتا، گناہ مٹاتا، برائی کے ستر دروازے بند کرتا، بری قضا ٹالتا، عمر بڑھاتا اور آفتیں دور کرتا ہے۔

آیت 272 نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا کام صرف حق کی دعوت دینا ہے اس سے زیادہ نہیں جبکہ ہدایت قبول کروا دینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے، وہ اپنی حکمت و مشیت سے جسے چاہے، ہدایت دیدے۔ مزید فرمایا: اے لوگو! تم جو خرچ کرتے ہو اس کا فائدہ تمہیں ہی ہو گا کہ دنیا کے اندر مال میں برکت اور آخرت میں ثواب کا ذخیرہ ہے لہٰذا جب اس میں تمہارا ہی فائدہ ہے تو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کے لئے خرچ کرو، اخلاص والے عمل کا پورا صلہ دیا جائے گا بلکہ فضلِ الٰہی سے وہ صلہ 700 گنا سے لے کر کروڑوں گنا تک ہو سکتا ہے۔

آیت 273 فرمایا کہ صدقات کا بہترین مصرف وہ فقراء ہیں جنہوں نے اپنی جانوں کو جہاد اور طاعتِ الٰہی کیلئے روک رکھا ہے اور ان میں مشغولیت کی وجہ سے یہ تجارت و روزگار کے لئے زمین میں چل پھر نہیں سکتے۔ سوال کرنے سے کترانے کی وجہ سے ناواقف لوگ

لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ ۡ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ۚ تَعْرِفُهُمْ

وہ زمین میں چل پھر نہیں سکتے۔ ناواقف انہیں سوال کرنے سے بچنے کی وجہ سے مالدار سمجھتے ہیں۔ تم انہیں ان کی علامت سے

بِسِيْمٰهُمْ ۚ لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿۲۷۳﴾ ع اَلَّذِيْنَ

پہچان لو گے۔ وہ لوگوں سے لپٹ کر سوال نہیں کرتے اور تم جو خیرات کرو اللہ اسے جانتا ہےO وہ لوگ جو

يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا

رات میں اور دن میں، پوشیدہ اور اعلانیہ اپنے مال خیرات کرتے ہیں ان کے لئے ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے۔ ان پر

خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۲۷۴﴾ اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا

نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گےO جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ قیامت کے دن نہ کھڑے ہوں گے مگر اس شخص کے

انہیں مالدار سمجھتے ہیں لیکن غور کرو تو تم انہیں ان کی علامات جیسے چہرے پر ضعف کے آثار، بھوک کی وجہ سے رنگ زرد ہونے اور مزاج میں تواضع وانکساری سے پہچان لوگے، وہ لوگوں سے لپٹ کر سوال نہیں کرتے اور تم جو خیرات کرو تو یقیناً اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے اور وہ اس کی جزا عطا فرمائے گا۔ **اہم بات:** یہ آیت اصحاب صفہ کے حق میں نازل ہوئی تھی۔ ان حضرات کی تعداد چار سو کے قریب تھی اور یہ ہجرت کرکے مدینہ طیبہ حاضر ہوئے تھے۔ یہاں نہ ان کا مکان تھا، نہ کنبہ قبیلہ اور نہ ان حضرات نے شادی کی تھی، ان کے تمام اوقات عبادت میں صرف ہوتے تھے۔ قرآنِ کریم سیکھنا اور جہاد کے لئے تیار رہنا اور حکم پر جہاد کے لئے جانا ان کا شب و روز کا معمول تھا۔ یہ صدقات کا بہترین مصرف ہیں۔ انہی حضرات کی صف میں وہ علماء و مشائخ اور طلبہ و مبلغین بھی داخل ہیں جو دینی کاموں میں مشغولیت کی وجہ سے کمانے کی فرصت نہیں پاتے۔ **درس:** اصحابِ صفہ کی حالت پر اس آیت کا نزول ہمیں سمجھانے، نصیحت کرنے اور ترغیب دلانے کے لئے ہے۔ علماء و مبلغین کی مالی پریشانیاں ختم کردیں پھر دیکھیں کہ دین کا کام کیسی تیزی سے ہوتا ہے۔

آیت 274 **شانِ نزول:** راہِ خدا میں خرچ کرنے کا جذبہ رکھنے والے رات اور دن، پوشیدہ اور اعلانیہ جب گنجائش ہوتی ہے یا حاجت سامنے آتی ہے وہ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ ان لوگوں کے سچے جذبے، اخلاص کے ساتھ مالی قربانی کا اجر و ثواب ان کے رب کے پاس ہے۔ یہ لوگ مال خرچ کرنے سے پہلے ڈرتے نہیں کہ بعد میں کیا ہوگا اور خرچ کرکے غم نہیں کرتے کہ مال چلا گیا، ایسے لوگ قیامت میں خوف و غم سے امن میں ہوں گے۔

آیت 275 گزشتہ آیات میں مال خرچ کرکے رضائے الٰہی اور جنت کمانے والوں کا بیان تھا، اب اسی مال کے ذریعے غضبِ الٰہی اور جہنم کمانے والوں کا بیان کیا جارہا ہے، ان میں ایک بڑا طبقہ سود خوروں کا ہے، چنانچہ ان کے بارے میں فرمایا کہ سود کھانے والے قیامت کے دن قبروں سے ایسے بدحواس اور گرتے پڑتے کھڑے ہوں گے جیسے دنیا میں وہ شخص کھڑا ہوتا ہے جسے آسیب نے چھو کر پاگل بنادیا ہو۔ اس سزا کا سبب ان کا مسلمانوں سے یہ کہنا ہے کہ تجارت بھی تو سود کی طرح ہے کہ جیسے تجارت میں نفع لیا جاتا ہے ایسے

يَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْۤا اِنَّمَا الْبَیْعُ مِثْلُ

کھڑے ہونے کی طرح جسے آسیب نے چھو کر پاگل بنادیا ہو۔ یہ سزا اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے کہا: خرید وفروخت بھی تو سود ہی کی

الرِّبٰواۘ وَ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰواؕ فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى

وقف لازم

طرح ہے حالانکہ اللہ نے خرید وفروخت کو حلال کیا اور سود کو حرام کیا تو جس کے پاس اس کے رب کی طرف سے نصیحت آئی پھر وہ باز آگیا

فَلَهٗ مَا سَلَفَؕ وَ اَمْرُهٗۤ اِلَى اللّٰهِؕ وَ مَنْ عَادَ فَاُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِۚ هُمْ فِیْهَا

تو اس کیلئے حلال ہے وہ جو پہلے گزر چکا اور اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے اور جو دوبارہ ایسی حرکت کریں گے تو وہ دوزخی ہیں، وہ اس میں

خٰلِدُوْنَ ﴿۲۷۵﴾ یَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَ یُرْبِی الصَّدَقٰتِؕ وَ اللّٰهُ لَا یُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِیْمٍ ﴿۲۷۶﴾

مدتوں رہیں گے ○ اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے اور اللہ کسی ناشکرے، بڑے گنہگار کو پسند نہیں کرتا ○

ہی سود میں بھی ہوتا ہے، پھر تم تجارت کو حلال اور سود کو حرام کیوں کرتے ہو؟ ان کے جواب میں فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال اور سود کو حرام کیا ہے، تم ہوتے کون ہو اعتراض کرنے والے، بندے ہو، سرِ بندگی خم کرو، حکم سب کو دیئے جاتے ہیں لیکن حکمتیں بتانے کے لئے سب نہیں ہوتے، لہٰذا حکمِ الٰہی نازل ہونے کے بعد اب جو آئندہ سود لینے سے باز آگیا تو پہلے جو وہ لیتا رہا اُس پر اِس کی گرفت نہ ہوگی اور اس کی معافی کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے اور جو دوبارہ سود کھائے تو وہ جہنم کا مستحق ہے اور اس میں مدتوں رہے گا اور اگر حلال سمجھ کر سود کھایا تو کافر ہے کیونکہ کسی بھی حرامِ قطعی کو حلال جاننے والا مسلمان نہیں رہتا اور ایسا شخص کفر پر موت کی صورت میں ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ **اہم بات:** غور کریں تو واضح ہوتا ہے کہ تجارت معاشی اور اقتصادی ترقی کے لیے انتہائی اہم ہے۔ اس سے تاجر میں اپنے ہاتھ کی محنت سے کما کر کھانے، غریبوں اور محنت کش مزدوروں کا احساس کرنے، اوروں کی ترقی پر خوش ہونے اور سخاوت سے کام لینے جیسی اخلاقی اچھائیاں پیدا ہوتی ہیں جبکہ سود میں بغیر کسی نقصان کے دوسرے سے صرف نفع نچوڑنا ہوتا ہے جو بلاشک وشبہ معاشی استحصال، مفت خوری، سستی وکاہلی، حرص وطمع، خود غرضی اور مفاد پرستی کو جنم دیتا ہے۔ جو مجبور کو بھی سود کے بغیر قرض نہ دے تو سخاوت وامداد کے طور پر دوسرے کو مال کہاں دے گا۔ اسی لئے آپ کو حقیقی تاجر تو غریبوں پر مفت خرچ کرتے بہت ملیں گے لیکن صرف سود کا لین دین کرنے والے افراد اور کمپنیاں بہت مشکل ہی سے غریبوں پر مفت خرچ کرتی نظر آئیں گی۔ **درس:** جب سود کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے تو ایک مسلمان کی ذمہ داری اس سے بہر صورت بچنا ہے خواہ کوئی کچھ بھی کہے اور کوئی کتنا ہی کفار کی ترقی اور مسلمانوں کی تنزلی کی مثالیں دے۔ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: آج دنیا بھر کے ممالک میں کسی کی مجال ہے کہ قانونِ ملکی کی کسی دفعہ پر حرف گیری کرے کہ یہ بیجا ہے، یہ کیوں ہے؟ یوں نہ چاہئے، یوں ہونا چاہئے تھا۔ جب جھوٹی فانی مجازی سلطنتوں کے سامنے چون وچرا کی مجال نہیں ہوتی تو اس ملک الملوک، بادشاہِ حقیقی، ازلی، ابدی کے حضور ”کیوں“ اور ”کس لئے“ کا دم بھرنا کیسی سخت نادانی ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، 17/ 359)

آیت 276 فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے کہ کچھ عرصے کے لئے مال بڑھ جاتا ہے لیکن برکت اور نیکی وسخاوت وہمدردی کے قیمتی

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ

بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے اور نماز قائم کی اور زکوٰۃ دی ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے

رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۲۷۷﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا

اور ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے ○ اے ایمان والو! اگر تم ایمان والے ہو تو اللہ سے ڈرو اور جو

مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۷۸﴾ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ

سود باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو ○ پھر اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو اللہ اور اللہ کے رسول کی طرف سے لڑائی کا یقین کرلو

اوصاف مٹ جاتے ہیں اور ایک وقت کے بعد مال بھی زوال کا شکار ہو جاتا ہے اور قیامت میں تو سود مٹ کر عذاب کا سبب بن ہی جائے گا جبکہ صدقہ و خیرات سے دنیا میں برکت اور نیکی و سخاوت و نیک نامی بڑھتی ہے اور قیامت میں تو یقیناً اجر و ثواب بہت بڑھ جاتا ہے۔ مزید بتایا کہ خدا کے دیئے مال سے اس کے محتاج بندوں پر خرچ نہ کرنے والے ناشکرے اور حق تلفی کرکے گناہ کے مرتکب ہیں، ایسے لوگ خدا کو پسند نہیں۔

آیت 277 فرمایا کہ بیشک وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور اس کی لائی ہوئی شریعت پر ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے، خصوصاً تمام حقوق و شرائط کے ساتھ نماز قائم کی اور اپنے مال میں واجب زکوٰۃ دی، ان کا اجر و ثواب ان کے رب کے پاس ہے اور ان پر قیامت کے دن نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

آیت 278 **شانِ نزول:** یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جو سود حرام ہونے سے پہلے سودی لین دین کرتے تھے اور ان کی کافی بھاری سودی رقمیں دوسروں کے ذمہ باقی تھیں۔ چنانچہ فرمایا گیا کہ اے ایمان والو! اگر سود حرام ہونے سے پہلے مقروض پر سود لازم ہو گیا تھا اور اب تک کچھ سود لے لیا تھا اور کچھ باقی تھا کہ سود کے حرام ہونے کا حکم آگیا تو اب جو سود اس سے پہلے لیا تھا وہ واپس نہ کیا جائے لیکن اگر تم ایمان والے ہو تو اللہ سے ڈرو اور جو سود باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو۔

آیت 279 فرمایا کہ سود حرام ہونے کے بعد اب بھی اگر تم نے سودی لین دین جاری رکھا تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی طرف سے جنگ کا یقین کرلو، اور اگر تم توبہ کرو تو جو تمہارا دیا ہوا اصل قرض واپس لینا تمہارے لئے جائز ہے، اس کا مطالبہ کرسکتے ہو اور یاد رکھو کہ نہ تم مقروض سے زیادہ لے کر اسے نقصان پہنچاؤ اور نہ اصل قرضے کی رقم سے محروم ہو کر خود کو نقصان پہنچے دو۔ **اہم باتیں:** (1) اللہ اور اس کے رسول سے لڑائی کی شدید ترین وعید کے بعد سودی معاملے والوں نے اپنے سودی مطالبات چھوڑ دیئے اور عرض کی کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے لڑائی کی ہمیں کیا تاب۔ یہ کہہ کر وہ تائب ہو گئے۔ لیکن افسوس! آج کل کے نام نہاد دانشور سود سے توبہ کی بجائے سود کی اہمیت و ضرورت پر کتابیں، آرٹیکل، مضامین اور کالم لکھ کر خدا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے اعلانِ جنگ کر رہے ہیں۔ (2) سود حرام ہونے سے پہلے جو سود لیا گیا وہ حلال تھا، وہ رقم اصل قرض سے نہ کٹے گی بلکہ پورا قرض لینا جائز ہوگا۔ **درس:** اگرچہ یہ آیت سود کے حوالے سے ہے لیکن عمومی زندگی میں بھی شریعت و عقل کا تقاضا

وَرَسُوْلِهٖ ۚ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ ۚ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ ﴿٢٧٩﴾ وَاِنْ كَانَ

اور اگر تم توبہ کرو تو تمہارے لئے اپنا اصل مال لینا جائز ہے۔ نہ تم کسی کو نقصان پہنچاؤ اور نہ تمہیں نقصان ہو○ اور اگر مقروض

ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ ؕ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٢٨٠﴾

تنگدست ہو تو اسے آسانی تک مہلت دو اور تمہارا قرض کو صدقہ کردینا تمہارے لئے سب سے بہتر ہے اگر تم جان لو○

٣٨ ع ٦ وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ۛ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿٢٨١﴾ ع

اور اس دن سے ڈرو جس میں تم اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے پھر ہر جان کو اس کی کمائی بھرپور دی جائے گی اور ان پر ظلم نہیں ہوگا○

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ ؕ وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ

اے ایمان والو! جب تم ایک مقرر مدت تک کسی قرض کا لین دین کرو تو اسے لکھ لیا کرو اور تمہارے درمیان کسی لکھنے والے کو

یہی ہے کہ نہ ظلم کیا جائے اور نہ ظلم برداشت کیا جائے بلکہ ظلم ختم کرنے کی کوشش کی جائے، ہاں! جہاں عفو ودرگزر کی صورت بنتی ہو وہاں اسے اختیار کیا جائے۔

آیت 280 فرمایا کہ اگر قرض دار تنگدستی کی وجہ سے قرض ادا نہ کرسکے تو تنگدستی دور ہونے تک اسے مہلت دو اور اگر تم معاف کر کے تنگدست پر قرض صدقہ کردو تو یہ تمہارے لئے سب سے بہتر ہے کیونکہ یہ دنیا میں نیک نامی اور آخرت میں اجرِ عظیم ملنے کا سبب ہے۔ تنگدست قرض دار کو مہلت دینا یا قرض کا کچھ حصہ یا پورا قرض معاف کردینا بہت بڑا ثواب کا کام ہے۔ حدیث پاک میں ہے: جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن کی تکلیفوں سے نجات دے وہ کسی مفلس کو مہلت دے یا اس کا قرض معاف کردے۔(مسلم، حدیث:32(1563))

آیت 281 فرمایا کہ قیامت کے اس دن سے ڈرو جس میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹایا جائے گا، پھر تمام لوگوں کو ان کے اچھے برے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہ کیا جائے گا کہ بلاوجہ کسی کی نیکیاں کم کردی جائیں یا گناہ بڑھادیئے جائیں۔

اہم بات: ایک روایت کے مطابق یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم پر نازل ہونے والی سب سے آخری آیت ہے اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم 21 روز، ایک قول کے مطابق 9 راتیں اور ایک قول کے مطابق 7 دن دنیا میں تشریف فرما رہے۔

آیت 282 اس آیت میں تجارت اور باہمی لین دین سے متعلق انتہائی اہم اصول بیان کیا گیا اور مجموعی طور پر یہ احکام دیئے گئے ہیں: (1) جب ادھار کا کوئی معاملہ ہو، خواہ قرض کا لین دین ہو یا خرید وفروخت کا یا کوئی بھی مالی معاملہ ہو تو اس کا معاہدہ لکھ لیا جائے۔ یہ حکم واجب نہیں لیکن اس پر عمل کرنا بہت سی تکالیف سے بچاتا ہے۔ (2) معاہدہ لکھنے والا انصاف سے لکھے کہ کوئی کمی بیشی یا ہیرا پھیری نہ کرے۔ (3) اگر کسی کو خود لکھنا نہیں آتا تو دوسرے سے لکھوا لے اور جسے لکھنے کا کہا جائے وہ مدد کرے اور لکھنے سے انکار نہ کرے۔ (4) لکھنے میں یہ چاہئے کہ جس پر قرض کی ادائیگی لازم آرہی ہے وہ لکھے یا لکھوائے اور لکھنے لکھانے کے معاملے میں اپنے رب سے ڈرے اور کوئی کمی نہ کرے۔ (5) جس پر قرض ادا کرنا لازم ہے، وہ اگر بے عقل یا کمزور ہو جیسے چھوٹا بچہ یا بہت بوڑھا

كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ ۪ وَلَا يَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ ۚ وَلْيُمْلِلِ الَّذِيْ

انصاف کے ساتھ (معاہدہ) لکھنا چاہئے اور لکھنے والا لکھنے سے انکار نہ کرے جیسا کہ اسے اللہ نے سکھایا ہے تو اسے لکھ دینا چاہئے

عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْـًٔا ؕ فَاِنْ كَانَ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ

اور جس شخص پر حق لازم آتا ہے وہ لکھاتا جائے اور اللہ سے ڈرے جو اس کا رب ہے اور اس حق میں سے کچھ کمی نہ کرے پھر جس پر حق

سَفِيْهًا اَوْ ضَعِيْفًا اَوْ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يُّمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهٗ بِالْعَدْلِ ؕ وَاسْتَشْهِدُوْا

آتا ہے اگر وہ بے عقل یا کمزور ہو یا لکھوا نہ سکتا ہو تو اس کا ولی انصاف کے ساتھ لکھوا دے اور اپنے مردوں میں سے

شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ

دو گواہ بنالو پھر اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ان گواہوں میں سے (منتخب کرلو) جنہیں تم پسند کرو

مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى ؕ وَلَا يَاْبَ الشُّهَدَآءُ

تاکہ (اگر) ان میں سے ایک عورت بھولے تو دوسری اسے یاد دلادے، اور جب گواہوں کو بلایا جائے تو وہ آنے سے انکار نہ کریں

اِذَا مَا دُعُوْا ؕ وَلَا تَسْـَٔمُوْٓا اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِيْرًا اَوْ كَبِيْرًا اِلٰٓى اَجَلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ

اور قرض چھوٹا ہو یا بڑا اسے اس کی مدت تک لکھنے میں اکتاؤ نہیں۔ یہ اللہ کے نزدیک زیادہ انصاف کی بات ہے اور اس میں گواہی خوب

عِنْدَ اللّٰهِ وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَاَدْنٰٓى اَلَّا تَرْتَابُوْٓا اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً

ٹھیک رہے گی اور یہ اس سے قریب ہے کہ تم (بعد میں) شک میں نہ پڑو (ہر معاہدہ لکھا کرو) مگر یہ کہ کوئی ہاتھوں ہاتھ سودا ہو جس کا تم

ہے یا کسی وجہ سے لکھوا نہ سکتا ہو تو اس معاملے میں اس کا ولی، سرپرست معاہدے کی عبارت لکھوا دے۔(6) معاہدے پر اپنے مردوں میں سے دو گواہ بنالو، پھر اگر دو مرد موجود نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ان گواہوں میں سے منتخب کرلو جنہیں تم دین اور عادل ہونے کے اعتبار سے پسند کرو تاکہ اگر ان میں سے ایک عورت بھول جائے تو دوسری اسے یاد دلا دے۔(7) جب گواہوں کو گواہی کے لئے بلایا جائے تو وہ آنے سے انکار نہ کریں۔(8) قرض چھوٹا ہو یا بڑا، اسے اس کی مدت تک لکھنے میں اکتاؤ نہیں یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ انصاف کی بات ہے اور اس سے گواہی دینے میں بھی آسانی رہتی ہے۔(9) ہر معاہدہ لکھا کرو مگر جب کوئی ہاتھوں ہاتھ کا معاملہ ہو کہ رقم دی اور سودا لے لیا تو اسے نہ لکھنے میں حرج نہیں۔(10) جب بھی کوئی خرید و فروخت کرو تو اس پر گواہ بنالیا کرو تاکہ اختلاف کی صورت میں اسے بآسانی دور کیا جاسکے۔ اس پر عمل کرنا مستحب ہے۔(11) نہ تو کسی لکھنے والے کو نقصان پہنچایا جائے اور نہ گواہ کو کہ لکھنے والے کو اپنی ضرورتوں میں مشغول ہونے کے وقت لکھنے پر مجبور کیا جائے، لکھنے کا معاوضہ نہ دیا جائے اور گواہ دوسرے شہر سے آیا ہوا سے سفر کا خرچہ نہ دیا جائے اور یہ معنی بھی ہوسکتے ہیں کہ نہ تو لکھنے والا نقصان پہنچائے اور نہ گواہ کہ فرصت اور

تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا ؕ وَ اَشْهِدُوْۤا اِذَا تَبَايَعْتُمْ ۪

آپس میں لین دین کرو تو اس کے نہ لکھنے میں تم پر کوئی حرج نہیں اور جب خرید و فروخت کرو تو گواہ بنالیا کرو اور نہ کسی لکھنے والے کو کوئی

وَ لَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّ لَا شَهِيْدٌ ۬ؕ وَ اِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ بِكُمْ ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ

نقصان پہنچایا جائے اور نہ گواہ کو (یا نہ لکھنے والا کوئی نقصان پہنچائے اور نہ گواہ) اور اگر تم ایسا کروگے تو یہ تمہاری نافرمانی ہوگی اور اللہ سے ڈرو

وَ يُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ ؕ وَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝۲۸۲ وَ اِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّ لَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ

اور اللہ تمہیں سکھاتا ہے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے ○ اور اگر تم سفر میں ہو اور لکھنے والا نہ پاؤ تو (قرض خواہ کے) قبضے میں گروی چیز ہو

مَّقْبُوْضَةٌ ؕ فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِي اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ وَ لْيَتَّقِ اللّٰهَ

اور اگر تمہیں ایک دوسرے پر اطمینان ہو تو وہ (مقروض) جسے امانت دار سمجھا گیا تھا وہ اپنی امانت ادا کردے اور اللہ سے ڈرے

رَبَّهٗ ؕ وَ لَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ؕ وَ مَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗۤ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ۝۲۸۳ ع ۳۹ ع ۷

جو اس کا رب ہے اور گواہی نہ چھپاؤ اور جو گواہی چھپائے گا تو اس کا دل گنہگار ہے اور اللہ تمہارے کاموں کو خوب جاننے والا ہے ○

فراغت کے باوجود نہ آئیں اور لکھنے میں گڑبڑ کریں۔ اگر تم نے ایسا کیا تو یہ تمہاری نافرمانی ہوگی۔ (12) اللہ تعالیٰ کے احکامات اور ممنوعات کے معاملے میں اس سے ڈرو، اس کے احکام کی مخالفت نہ کرو اور ممنوعات سے بچو، اللہ تعالیٰ تمہیں تمہارے معاملات کے صحیح اور مفید ترین طریقے سکھاتا ہے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے۔ **اہم بات:** تجارت اور قرض وغیرہ معاملات سے متعلق دین اسلام کی یہ تعلیمات اتنی شاندار ہیں کہ اگر ان پر صحیح طریقے سے عمل کرلیا جائے تو کاروبار میں پیش آنے والی بہت سی پریشانیاں ختم ہوجائیں۔

آیت 283 یہاں گروی رکھنے کا مسئلہ بیان کیا جارہا ہے کہ اگر تم سفر میں ہو اور قرض کی ضرورت پیش آجائے اور تمہیں کوئی لکھنے والا یا لکھنے کا موقع نہ ملے کہ اوپر بیان کیے گئے حکم پر عمل ہوسکے تو مقروض قرض خواہ کے قبضے میں کوئی چیز گروی رکھوادے۔ ہاں! اگر تمہیں ایک دوسرے پر اعتماد ہو اور اس وجہ سے نہ تحریر لکھو، نہ گواہ بناؤ اور نہ کوئی چیز گروی رکھو تو اب مقروض کو چاہئے کہ جب اسے امانت دار سمجھا گیا ہے تو وہ اس حسن ظن کو پورا کرے اور اپنی امانت یعنی قرض وقت پر ادا کرے اور اس ادائیگی میں اللہ تعالیٰ سے ڈرے جو اس کا رب ہے اور گواہی نہ چھپاؤ کیونکہ گواہی چھپانا حرام اور دل کے گنہگار ہونے کی علامت ہے کہ اس سے صاحبِ حق کا حق ضائع ہوجاتا ہے اور یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو خوب جاننے والا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) حالتِ اقامت میں بھی رہن رکھا جاسکتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے مدینہ طیبہ میں اپنی زرہ مبارک یہودی کے پاس گروی رکھ کر 20 صاع جو لئے تھے۔ (بخاری، حدیث: 2069، ترمذی، حدیث: 1219) (2) گواہی چھپانا کبیرہ گناہ ہے۔ (3) حساب کتاب کا علم سیکھنا بہت مفید ہے لہٰذا اگر کوئی حسنِ نیت سے اکاؤنٹنگ سیکھتا ہے تو ثواب کا مستحق ہے جبکہ سود وغیرہ کا حساب کتاب رکھنے سے بچے۔

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ

جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اللہ ہی کا ہے اور جو کچھ تمہارے دل میں ہے اگر تم اسے ظاہر کرو یا چھپاؤ، اللہ تم سے

بِهِ اللّٰهُ ؕ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٢٨٤﴾ اٰمَنَ

اس کا حساب لے گا تو جسے چاہے گا بخش دے گا اور جسے چاہے گا سزا دے گا اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے ○ رسول اس پر ایمان لایا

الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ

جو اس کے رب کی طرف سے اس کی طرف نازل کیا گیا اور مسلمان بھی۔ سب اللہ پر اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور

وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۣ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۣ وَقَالُوْا

اس کے رسولوں پر یہ کہتے ہوئے ایمان لائے کہ ہم اس کے کسی رسول پر ایمان لانے میں فرق نہیں کرتے اور انہوں نے عرض کی:

سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۗ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ﴿٢٨٥﴾ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا

اے ہمارے رب! ہم نے سنا اور مانا، (ہم پر) تیری معافی ہو اور تیری ہی طرف پھرنا ہے ○ اللہ کسی جان پر اس کی طاقت کے برابر ہی بوجھ

آیت 284 فرمایا کہ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب کا خالق، حقیقی مالک اور ان میں تصرف کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے اور دلوں میں موجود برائی کے پختہ ارادے کو ظاہر کیا جائے یا چھپایا جائے، بہر صورت اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا حساب لے گا، پھر وہ اپنے فضل سے جس مسلمان کو چاہے بخش دے گا اور اپنے عدل سے جس مسلمان یا کافر کو سزا دینا چاہے سزا دے گا اور کافر کو سزا ضرور ملے گی، اس کی کوئی بخشش نہیں۔ **اہم باتیں:** (1) انسان کے دل میں دو طرح کے خیالات آتے ہیں: (۱) بطورِ وسوسہ، (۲) بطورِ عزم و ارادہ۔ وسوسوں سے دل کو خالی کرنا انسان کے بس میں نہیں، لیکن آدمی انہیں برا سمجھتا ہے اور ان پر عمل کرنے کا ارادہ نہیں کرتا۔ یہ وسوسے اس آیت میں داخل نہیں، یعنی ان پر مؤاخذہ نہیں ہو گا جبکہ وہ خیالات جنہیں انسان اپنے دل میں جگہ دیتا اور انہیں عمل میں لانے کا ارادہ کرتا ہے، ان پر مؤاخذہ ہو گا اور اس آیت میں انہیں کا بیان ہے۔ (2) کفر کا عزم کفر ہے لہٰذا اگر کسی نے سو سال بعد بھی کفر کا ارادہ کیا وہ ارادہ کرتے ہی کافر ہو جائے گا۔

آیت 285 رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم ہر اس چیز پر ایمان لائے جو ان کے رب کی طرف سے ان پر نازل کی گئی اور مسلمان بھی اس پر ایمان لائے۔ یہ سب اللہ تعالیٰ پر، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر یہ کہتے ہوئے ایمان لائے کہ ہم اس کے کسی رسول پر ایمان لانے میں فرق نہیں کرتے کہ بعض کو مانیں اور بعض کا انکار کر دیں، اور انہوں نے عرض کی: اے ہمارے رب! ہم نے وہ حکم سنا جو ہمیں دیا گیا اور ہم نے اطاعت کی، ہم تیری بخشش و مغفرت کے سوالی ہیں اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہو کر تیری ہی طرف پھرنا ہے۔ **اہم بات:** اللہ تعالیٰ، اس کی کتابوں، رسولوں، فرشتوں اور اس کے علاوہ آخرت پر ایمان لانا، ایمان کی بنیادوں میں سے ہے۔

آیت 286 اللہ تعالیٰ کسی پر طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا لہٰذا غریب پر زکوٰۃ نہیں، نادار پر حج نہیں، بیمار پر نماز میں قیام فرض

Go To Index

وُسْعَهَا ؕ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ؕ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَاۤ اِنْ نَّسِيْنَاۤ اَوْ

ڈالتا ہے۔ کسی جان نے جو اچھا کمایا وہ اسی کیلئے ہے اور کسی جان نے جو برا کمایا اس کا وبال اسی پر ہے۔ اے ہمارے رب! اگر ہم بھولیں یا

اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَاۤ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا

خطا کریں تو ہماری گرفت نہ فرما، اے ہمارے رب! اور ہم پر بھاری بوجھ نہ رکھ جیسا تو نے ہم سے پہلے لوگوں پر رکھا تھا، اے ہمارے رب!

وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا ۥ وقفة وَاغْفِرْ لَنَا ۥ وقفة وَارْحَمْنَا ۥ وقفة اَنْتَ مَوْلٰىنَا

اور ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جس کی ہمیں طاقت نہیں اور ہمیں معاف فرمادے اور ہمیں بخش دے اور ہم پر مہربانی فرما، تو ہمارا مالک ہے

ع ۴۰ ۸

فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٢٨٦﴾ ع

پس کافر قوم کے مقابلے میں ہماری مدد فرماO

اٰیاتھا ۲۰۰ | ۳ سُوْرَةُ اٰلِ عِمْرٰنَ مَدَنِيَّةٌ ۸۹ | رکوعاتھا ۲۰

سورۂ آل عمران مدنیہ ہے ف، اس میں دو سو آیتیں اور بیس رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

نہیں، معذور پر جہاد نہیں وغیرہ، آدمی اگر نیکی کرے گا تو اس کا صلہ وہی پائے گا اور اگر برائی کرے گا تو اس کا وبال بھی اسی پر ہے۔ پھر آیت میں خوبصورت دعا ذکر کی گئی ہے جو ترجمہ سے واضح ہے۔ **اہم باتیں:** (1) حدیث پاک میں ہے: اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرہ کو ان دو آیتوں پر ختم فرمایا ہے جو مجھے اس کے عرش کے خزانہ سے عطا ہوئیں لہٰذا انہیں سیکھو اور اپنی عورتوں کو سکھاؤ کہ یہ نماز (یعنی نماز میں ان کی قراءت کی جاتی ہے)، قرآن اور دعا ہیں۔ (دارمی، حدیث:3390) (2) بنی اسرائیل پر کئی احکام ہم سے زیادہ سخت تھے جبکہ ہم پر بہت آسانیاں ہیں اور یہ کرم نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کے صدقے میں ہے۔

سورۂ آل عمران کا تعارف یہ سورت مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی۔ اس میں 20 رکوع اور 200 آیات ہیں۔ عمران حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے والد کا نام ہے۔ اس سورت میں حضرت عمران کی زوجہ اور بیٹی اور خاندان کے سیرت و فضائل کا ذکر ہے، اس مناسبت سے اس سورت کا نام "آلِ عمران" رکھا گیا ہے۔ **فضائل:** (1) سورۂ بقرہ اور سورۂ آلِ عمران اپنے پڑھنے والوں کی شفاعت کریں گی۔ (مسلم، حدیث:253(805)) (2) جو شخص رات میں سورۂ آلِ عمران کی آخری آیتیں پڑھے گا تو اس کے لئے پوری رات عبادت کرنے کا ثواب لکھا جائے گا۔ (دارمی، حدیث:3396) **خلاصۂ مضامین:** سورۂ آلِ عمران میں حضرت مریم کی ولادت، پرورش، حضرت زکریا علیہ السّلام کی اولاد کے لئے دعا، حضرت مریم کو حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی بشارت، اسلام کے بنیادی عقائد جیسے توحید، نبوت و رسالت، قرآن کی صداقت، دین اسلام ہی مقبول دین ہونے اور روزِ میثاق انبیاءِ کرام علیہمُ السّلام سے سید المرسلین صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کے بارے میں لئے

الٓمّٓ ﴿١﴾ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ﴿٢﴾ؕ نَزَّلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ

الٓمّٓ ○ اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں (وہ) خود زندہ، دوسروں کو قائم رکھنے والا ہے ○ اس نے تم پر یہ سچی کتاب اتاری جو

مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ وَ اَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَ الْاِنْجِیْلَ ﴿٣﴾ۙ مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ اَنْزَلَ

پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور اس نے اس سے پہلے تورات اور انجیل نازل فرمائی ○ لوگوں کو ہدایت دیتی اور (اللہ نے) حق وباطل

جانے والے عہد کا بیان، مکہ مکرمہ، کعبہ اور امتِ مصطفٰی کی فضیلت کا ذکر، جہاد اور سود کے متعلق شرعی احکام کا بیان، غزوۂ بدر و احد کا تذکرہ نیز زمین و آسمان کے اسرار و عجائبات میں غور و فکر کرنے کی دعوت ہے۔

آیت 1 یہ حروف، حروفِ مقطعات میں سے ہیں، ان کی مراد اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

آیت 2 **شانِ نزول:** نجران سے عیسائیوں کا وفد نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم سے مناظرہ کرنے کے ارادے سے مدینہ منورہ حاضر ہوا۔ اس میں عیسائیوں کا سب سے بڑا پیشواء ابو حارثہ بن علقمہ بھی تھا۔ جب انہوں نے گفتگو شروع کی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے انہیں اسلام کی دعوت دی۔ انہوں نے جواب دیا: ہم آپ سے پہلے اسلام لا چکے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے فرمایا: تمہارا اسلام کا دعویٰ غلط ہے کیونکہ تم اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد مانتے، صلیب کی پوجا کرتے اور خنزیر کھاتے ہو۔ جواب میں عیسائیوں نے کہا: اگر حضرت عیسیٰ علیہ السّلام خدا کے بیٹے نہیں تو بتائیے ان کا باپ کون ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے ان سے چند سوالات کئے کہ کیا تم نہیں جانتے کہ بیٹا باپ سے ضرور مشابہ یعنی ملتا جلتا ہوتا ہے؟ کیا تم نہیں جانتے کہ ہمارا رب حَیٌّ لَّا یَمُوْتُ ہے، اس کے لئے موت ناممکن ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السّلام پر موت آنے والی ہے؟ کیا تم نہیں جانتے کہ ہمارا رب بندوں کا کارساز، حقیقی حفاظت کرنے اور روزی دینے والا ہے جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام ایسے نہیں ہیں؟ کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ پر آسمان و زمین کی کوئی شے پوشیدہ نہیں جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام اللہ تعالیٰ کے بتائے بغیر اس میں سے کچھ نہیں جانتے؟ کیا تم نہیں جانتے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام حمل میں رہے، پیدا ہونے والوں کی طرح پیدا ہوئے، بچوں کی طرح انہیں غذا دی گئی، وہ کھاتے پیتے تھے اور ان میں بھی بشری تقاضے تھے؟ عیسائیوں نے سب باتوں کا اقرار کیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے فرمایا: اس سب کے باوجود حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کیسے خدا ہو سکتے ہیں جیسا کہ تمہارا گمان ہے؟ یہ سن کر وہ سب خاموش رہ گئے اور ان سے کوئی جواب نہ بن سکا۔ اس پر سورۂ آلِ عمران کی شروع سے تقریباً 80 آیتیں نازل ہوئیں۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی دو صفات بیان کی گئی ہیں کہ اللہ تعالیٰ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ خود زندہ ہے اور دوسروں کو قائم رکھنے والا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) صحیح عقائد کے اثبات اور دفاع کے لئے مناظرہ کرنا سنت ہے۔ (2) یہاں حَیّ کا معنی ہے: "ایسا ہمیشہ رہنے والا جس کی موت ممکن نہ ہو" اور قیّوم وہ ہے جو قائم بالذات یعنی بغیر دوسرے کی محتاجی اور تصرف کے خود قائم ہو اور مخلوق کو قائم رکھنے والا ہو۔

آیت 3،4 ان دونوں آیات میں فرمایا کہ اے حبیب! اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ کتاب آہستہ آہستہ اتاری جس کے احکام عدل و انصاف کے عین مطابق اور اس میں دی گئی خبریں اور وعدہ و وعید حق اور سچ ہیں، یہ اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن سے پہلے لوگوں کی ہدایت کے لئے تورات اور انجیل ایک ہی بار میں نازل فرمائیں لیکن پچھلی امتوں نے ان کتابوں

الْفُرْقَانَ ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ ؕ وَ اللّٰهُ عَزِیْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ④

میں فرق اتارا۔ بیشک وہ لوگ جنہوں نے اللہ کی آیتوں کا انکار کیا ان کے لئے سخت عذاب ہے اور اللہ غالب، بدلہ لینے والا ہے ○

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَخْفٰى عَلَیْهِ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَ لَا فِی السَّمَآءِ ؕ⑤ هُوَ الَّذِیْ یُصَوِّرُكُمْ فِی الْاَرْحَامِ

بیشک اللہ پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں، نہ زمین میں اور نہ ہی آسمان میں ○ وہی ہے جو ماؤں کے پیٹوں میں جیسی چاہتا ہے تمہاری صورت

كَیْفَ یَشَآءُ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ⑥ هُوَ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰیٰتٌ

بناتا ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں (وہ) زبردست ہے، حکمت والا ہے ○ وہی ہے جس نے تم پر یہ کتاب اتاری اس کی کچھ آیتیں

میں تبدیلی کی اور اپنی طرف سے باطل بھی اس میں ملا دیا تو اللہ تعالیٰ نے حق و باطل میں فرق کرنے والا قرآن اتارا جس نے حق و باطل کو جدا کر دیا۔ مزید فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے منکروں کے لئے سخت عذاب ہے۔ **اہم بات:** قرآن کے بعد نہ کوئی کتاب آنے والی ہے اور نہ کوئی نیا نبی تشریف لانے والا ہے کیونکہ قرآن مجید نے گزشتہ کتابوں کی تصدیق کی ہے، بعد میں کسی کتاب کے آنے کی بشارت نہیں دی جبکہ قرآن پاک کو چونکہ تورات و انجیل کے بعد آنا تھا اس لئے ان کتابوں میں قرآن کی بشارت پہلے سے دیدی گئی تھی۔

آیت 5 فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ پر نہ زمین میں کوئی چیز پوشیدہ ہے اور نہ آسمان میں، اس کی شان یہ ہے کہ وہ آسمان و زمین کی ہر چیز کو ہر وقت، تمام تر تفصیلات کے ساتھ، کسی کے سکھائے اور خبر دیئے بغیر جانتا ہے۔ **اہم بات:** مخلوق کا تمام علم خدا کے بتانے سے ہے، اسے علمِ عطائی کہتے ہیں۔

آیت 6 اللہ تعالیٰ ہی ہے جو ماؤں کے پیٹوں میں جیسی چاہتا ہے تمہاری صورت بناتا ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اپنی سلطنت میں زبردست اور اپنی صنعت میں حکمت والا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) ایک بے قدر چیز کو انسانی شکل میں ڈھال دینا، اسے مرد یا عورت، گورا یا کالا، خوب صورت یا بدصورت بنانا اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ہے۔ (2) قرآن و حدیث کے مطابق ماں کے پیٹ میں بچے کی شکل بنانا، اس میں روح پھونکنا، اس کی تقدیر لکھنا یہ سب کچھ فرشتہ کرتا ہے لیکن فرشتہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور اختیار سے کرتا ہے اس لئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جو ماؤں کے پیٹوں میں تمہاری صورت بناتا ہے۔

آیت 7 اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر قرآن نازل فرمایا، اس کی آیتیں دو طرح کی ہیں: (1) **مُحْکَم**۔ یہ وہ آیات ہیں جن کے معانی میں کوئی اشتباہ نہیں بلکہ قرآن سمجھنے کی اہلیت رکھنے والے کو آسانی سے سمجھ آ جاتی ہیں۔ یہ آیتیں کتاب کی اصل ہیں، یعنی احکامِ شرعیہ میں ان کی طرف رجوع کیا جاتا اور حلال و حرام میں انہیں پر عمل کیا جاتا ہے۔ (2) **متشابہ**۔ یہ وہ آیات ہیں جن کے معنی میں اشتباہ ہے کہ یا تو ظاہری معنی معلوم ہی نہیں جیسے حروف مقطعات یا ظاہری معنی جو معلوم ہیں وہ مراد نہیں، جیسے اللہ تعالیٰ کے لئے یَد یعنی ہاتھ اور وَجہ یعنی چہرے والی آیات، ان کے ظاہری معنی معلوم تو ہیں یعنی گوشت پوست کا بنا ہوا مخصوص جسمانی عضو لیکن یہ معنی مراد نہیں جبکہ حقیقی مرادی معنی و کیفیت اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ البتہ اب تو وہ دین دشمن لوگ پیدا ہو گئے جو محکم آیات کے

مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَ اُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌؕ فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ

صاف معنی رکھتی ہیں وہ کتاب کی اصل ہیں اور دوسری وہ ہیں جن کے معنی میں اِشتباہ ہے تو وہ لوگ جن کے دلوں میں ٹیڑھا پن ہے

فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَ ابْتِغَآءَ تَاْوِیْلِهٖ ؔج وَ مَا یَعْلَمُ — وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم

وہ (لوگوں میں) فتنہ پھیلانے کی غرض سے اور ان آیات کا (غلط) معنیٰ تلاش کرنے کے لئے ان متشابہ آیتوں کے پیچھے پڑتے ہیں حالانکہ

تَاْوِیْلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ ؔم وَ الرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَاۚ وَ — وقف لازم، وقف منزل

ان کا صحیح مطلب اللہ ہی کو معلوم ہے اور پختہ علم والے کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے، یہ سب ہمارے رب کی طرف سے ہے اور

مَا یَذَّكَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَیْتَنَا وَ هَبْ لَنَا

عقل والے ہی نصیحت مانتے ہیں ○ اے ہمارے رب! تو نے ہمیں ہدایت عطا فرمائی ہے، اس کے بعد ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کر اور ہمیں

معانی میں بھی تحریف کرتے ہیں جیسے کہتے ہیں کہ خاتم النبیین کا معنیٰ آخری نبی نہیں۔ فرشتے اور شیطان سے مراد کوئی حقیقی وجود نہیں بلکہ صرف نیکی اور بدی کی قوت ہے۔ جنت و دوزخ سے مراد بھی کوئی حقیقی مقامات نہیں بلکہ صرف انسان کے اندر کی کیفیات ہیں۔ معاذاللہ۔ یہ سب معانی صاف صاف قرآن کے انکار کے برابر ہیں۔ متشابہ آیات سے متعلق لوگوں کے دو گروہ ہیں، (1) گمراہ اور بدمذہب لوگ۔ یہ ناواقف لوگوں کے دلوں میں شبہات ڈال کر کفر و گمراہی کا فتنہ پھیلانے کی غرض سے متشابہ آیات کے ظاہری معنی مراد لیتے ہیں یا ان کی غلط تاویل کرنے کے لیے ان میں سوچ بچار کرتے ہیں حالانکہ ان کے مرادی معنی کا صحیح علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ (2) پختہ علم والے۔ یہ ان سچے مومنوں کا گروہ ہے جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ محکم و متشابہ سارا قرآن ہی ہمارے رب کی طرف سے ہے، متشابہ آیات کے جو بھی مرادی معنی ہیں ان پر ہمارا ایمان ہے اور ان آیات کو نازل فرمانا حکمت کے عین مطابق ہے۔ مزید فرمایا کہ حقیقی طور پر نصیحت وہی مانتے ہیں جو عقل والے ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) متشابہات کا علم اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو عطا فرمایا ہے اور آپ کے صدقے اولیاءِ کرام کو بھی ملتا ہے۔ حضرت مجاہد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: میں ان میں سے ہوں جو متشابہ کی تاویل جانتے ہیں۔ (2) ”پختہ علم والے“ وہ عالم ہیں جو اپنے علم پر عمل کرتے ہوں۔ ایک قول کے مطابق یہ وہ لوگ ہیں جن میں تقویٰ، تواضع، زہد اور مجاہدۂ نفس کی صفات ہوں۔ (3) عقل کی بڑی فضیلت ہے کیونکہ اس کے ذریعے ہدایت ملتی ہے لیکن جس عقل سے ہدایت نہ ملے وہ بدترین حماقت ہے جیسے طاقت اچھی چیز ہے لیکن جو طاقت ظلم کے لئے استعمال ہو وہ کمزوری سے بدتر ہے۔

آیت 8 متشابہ آیات کے پیچھے پڑنا گمراہی کا سبب بنتا ہے اس لئے پختہ علم والے یوں دعا کرتے ہیں: اے ہمارے رب! تو نے ہمیں ہدایت عطا فرمائی ہے، اس کے بعد ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کرنا اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت اور ثابت قدمی عطا فرما، بیشک تو بڑا عطا فرمانے والا ہے۔ **درس:** صحیح اسلامی عقیدے پر مرتے دم تک قائم رہنا بہت ضروری ہے۔ اگر خاتمہ غلط عقیدے پر ہوا تو بربادی ہے۔ حدیث پاک میں ہے: اعمال کا دار و مدار خاتموں پر ہے۔ (بخاری، حدیث: 6607) اس لیے ہر شخص اپنے خاتمے کے بارے میں فکر مند رہے

مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿٨﴾ رَبَّنَآ اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ

اپنے پاس سے رحمت عطا فرما، بیشک تو بڑا عطا فرمانے والا ہے ○ اے ہمارے رب! بیشک تو سب لوگوں کو اس دن جمع کرنے والا ہے

١ ع ٩ فِيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴿٩﴾ؑ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَاۤ

جس میں کوئی شبہ نہیں، بیشک اللہ وعدہ خلافی نہیں کرتا○ بیشک کافروں کے مال اور ان کی اولاد اللہ کے عذاب سے انہیں

اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ وَقُوْدُ النَّارِ ﴿١٠﴾ۙ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ

کچھ بھی بچا نہ سکیں گے اور وہی دوزخ کا ایندھن ہیں○ جیسا فرعون کے ماننے والوں اور ان سے پہلے لوگوں کا طریقہ تھا،

مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿١١﴾

انہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تو اللہ نے ان کے گناہوں پر انہیں پکڑ لیا اور اللہ کا عذاب بڑا سخت ہے○

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿١٢﴾

ان کافروں سے کہہ دو کہ عنقریب تم مغلوب ہوجاؤ گے اور دوزخ کی طرف ہانکے جاؤ گے اور وہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے○

اور لمحہ بھر کے لئے بھی برے خاتمے سے بے خوف نہ ہو۔ آیت میں مذکور دعا بکثرت مانگتے رہنا بھی خاتمہ بالخیر کے لئے مفید ہے۔

آیت 9 اے ہمارے رب! بیشک تو سب لوگوں کو ان کی موت کے بعد قیامت کے اس دن جمع کرنے والا ہے جس کے آنے میں کسی طرح کا کوئی شبہ نہیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ **اہم بات:** اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹ بولنے کی نسبت کرنا قطعی کفر ہے اور یہ کہنا کہ "جھوٹ بول سکتا ہے" بھی کفر ہے۔

آیت 10 فرمایا کہ بیشک وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا، انہیں ان کے مال اور ان کی اولاد اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کچھ بھی نہ بچا سکیں گے اور وہ کفار ہی دوزخ کا ایندھن ہیں جس کے ذریعے اسے مزید بھڑکایا جائے گا۔

آیت 11 فرمایا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے زمانے کے کافروں کا طریقہ ویسا ہی ہے جیسا فرعون کے ماننے والوں اور ان سے پہلے لوگوں عاد اور ثمود وغیرہ کا تھا کہ انہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور اِن کافروں نے بھی، تو جس طرح اللہ تعالیٰ نے اُن کے گناہوں پر ان کی پکڑ فرمائی اسی طرح اِن کے گناہوں پر اِن کی بھی پکڑ فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ کی آیتوں اور رسولوں کو جھٹلانے والوں پر اللہ تعالیٰ کا عذاب بڑا سخت ہے۔

آیت 12 فرمایا گیا: اے حبیب! صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم، آپ ان کافروں سے فرمادیں کہ عنقریب تم دنیا میں مغلوب ہوجاؤ گے اور آخرت میں تمہیں جہنم کی طرف ہانکا جائے گا اور وہ بہت ہی برا ٹھکانہ ہے۔ یہ غیبی خبر پوری ہوئی اور کچھ ہی عرصے میں یہودی قتل و قید ہوئے اور اہلِ خیبر پر جزیہ مقرر کیا گیا اور اس کے علاوہ کثیر مواقع پر مشرکین بھی مغلوب ہوئے اور اب قیامت کے دن ان سب کو جہنم کی طرف ہانکا جائے گا۔

قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰیَةٌ فِیْ فِئَتَیْنِ الْتَقَتَا ؕ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ

بیشک تمہارے لئے ان دو گروہوں میں بڑی نشانی ہے جنھوں نے آپس میں جنگ کی۔ (اُن میں) ایک گروہ تو اللہ کی راہ میں لڑ رہا تھا اور

اُخْرٰى كَافِرَةٌ یَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَیْهِمْ رَاْیَ الْعَیْنِ ؕ وَ اللّٰهُ یُؤَیِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ یَّشَآءُ ؕ

دوسرا گروہ کافروں کا تھا جو کھلی آنکھوں سے مسلمانوں کو خود سے دگنا دیکھ رہے تھے اور اللہ اپنی مدد کے ساتھ جس کی چاہتا ہے تائید

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ ﴿۱۳﴾ زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ

فرماتا ہے۔ بیشک اس میں عقلمندوں کے لئے بڑی عبرت ہے○ لوگوں کے لئے ان کی خواہشات کی محبت کو آراستہ کر دیا گیا یعنی عورتوں

وَ الْبَنِیْنَ وَ الْقَنَاطِیْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَ الْفِضَّةِ وَ الْخَیْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَ الْاَنْعَامِ

اور بیٹوں اور سونے چاندی کے جمع کئے ہوئے ڈھیروں اور نشان لگائے گئے گھوڑوں اور مویشیوں اور کھیتیوں کو (ان کے لئے آراستہ کر دیا

آیت 13 **شانِ نزول:** یہ آیت غزوۂ بدر کے متعلق نازل ہوئی اور اس میں یہودیوں یا تمام کافروں یا مسلمانوں یا ان سب کو خطاب ہے کیونکہ غزوۂ بدر میں مسلمانوں اور کافروں سب کے لئے عبرت و نصیحت تھی۔ چنانچہ فرمایا کہ بیشک تمہارے لئے ان دو گروہوں میں عبرت و نصیحت کی بڑی نشانی ہے جنہوں نے میدانِ بدر میں ایک دوسرے سے جنگ کی۔ ان میں ایک گروہ راہِ خدا میں لڑ رہا تھا، یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم اور ان کے صحابہ تھے جن کی کل تعداد 313 تھی اور دوسرا گروہ کافروں کا تھا جن کی تعداد 950 تھی۔ یہ گروہ کھلی آنکھوں سے مسلمانوں کو خود سے یا مسلمانوں کی اصل تعداد سے دگنا دیکھ رہا تھا۔ اس معرکے میں قلیل تعداد کے باوجود مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی مدد و تائید سے کئی گنا بڑے لشکر پر فتح نصیب ہوئی اور اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ اپنی مدد کے ساتھ جس کی چاہتا ہے تائید فرماتا ہے خواہ اس کی تعداد قلیل اور سر و سامان کتنا ہی کم ہو۔ بیشک اس واقعہ میں عقلمندوں کے لئے بڑی عبرت ہے۔

آیت 14 لوگوں کے لئے من پسند چیزوں کی محبت کو خوشنما بنا دیا گیا چنانچہ عورتوں، بیٹوں، سونے چاندی کے جمع کئے ہوئے ڈھیروں، نشان لگائے گئے گھوڑوں، مویشیوں اور کھیتیوں کی محبت لوگوں کے دلوں میں رچی ہوئی ہے اور اس خوشنما بنائے جانے اور ان چیزوں کی محبت پیدا کئے جانے کا مقصد یہ ہے کہ خواہش پرستوں اور خدا پرستوں کے درمیان فرق ظاہر ہو جائے، چنانچہ یہ چیزیں ایسی مرغوب ہوئیں کہ کافر تو بالکل ہی آخرت سے غافل ہو گئے اور کفر میں جا پڑے جبکہ دوسرے لوگ بھی انہی چیزوں کی محبتوں کے اسیر ہو گئے حالانکہ یہ تو دنیوی زندگی گزارنے کا سامان ہے، کچھ عرصہ نفع دیتا ہے پھر فنا ہو جاتا ہے اور اچھا ٹھکانہ صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور وہ جنت ہے لہٰذا اس کی رغبت اور اس کے حصول کی کوشش کرنی چاہئے۔ **اہم بات:** جو چیز دنیا کے لئے ہو وہ دنیا ہے اور جو اطاعتِ الٰہی میں مدد کے لئے ہو وہ دین بن جاتی ہے جیسے بیوی، اولاد، مال، سواری، زمین وغیرہ چیزیں اگر حفاظتِ دین اور اطاعتِ الٰہی میں مدد کے لئے ہوں تو قربِ الٰہی کا ذریعہ ہیں۔ **درس:** اکثر مسلمان انہیں چیزوں کی محبت میں مبتلا ہیں۔ بینک بیلنس، بہترین لباس، عمدہ مکانات اور شاندار گاڑی ہی کو مقصود و مطلوب بنا رکھا ہے۔ اس آیت کو سامنے رکھ کر ہمیں اپنی زندگی پر غور کرنا چاہئے۔

وَالْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ﴿۱۴﴾ قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ

گیا۔) یہ سب دنیوی زندگی کا سازوسامان ہے اور صرف اللہ کے پاس اچھا ٹھکانہ ہے○(اے حبیب!) تم فرماؤ، کیا میں تمہیں

بِخَیْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ لِلَّذِیْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

ان چیزوں سے بہتر چیز بتادوں؟ (سنو، وہ یہ ہے کہ) پرہیز گاروں کے لئے ان کے رب کے پاس جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں

خٰلِدِیْنَ فِیْهَا وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِیْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۱۵﴾ ۚ اَلَّذِیْنَ

ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور (ان کیلئے) پاکیزہ بیویاں اور اللہ کی خوشنودی ہے اور اللہ بندوں کو دیکھ رہا ہے○ وہ جو

یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اِنَّنَاۤ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۶﴾ ۚ اَلصّٰبِرِیْنَ

کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہم ایمان لائے ہیں، تو تو ہمارے گناہ معاف فرما اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے○ صبر کرنے والے

وَالصّٰدِقِیْنَ وَالْقٰنِتِیْنَ وَالْمُنْفِقِیْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِیْنَ بِالْاَسْحَارِ ﴿۱۷﴾ شَهِدَ اللّٰهُ

اور سچے اور فرمانبردار اور راہِ خدا میں خرچ کرنے والے اور رات کے آخری حصے میں مغفرت مانگنے والے (ہیں)○ اور اللہ نے گواہی دی

آیت 15 یہاں انتہائی حسین اور دلکش انداز میں جنت اور رضائے الٰہی کی طرف دعوت دی جارہی ہے کہ اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، دنیا کی حقیقت اور فنائیت سمجھانے کے بعد تم لوگوں سے فرمادو، کیا میں تمہیں عورتوں، بیٹوں، مال و اولاد، سونا چاندی، کاروبار، باغات، عمدہ سواریوں اور بہترین مکانات سے اچھی، عمدہ اور بہتر چیز بتادوں؟ سنو، وہ اللہ عزوجل کے قرب کا گھر یعنی جنت ہے جس میں دودھ، شہد، شراب کی نہریں بہہ رہی ہیں، جس میں ایسی پاکیزہ بیویاں ہوں گی جو ہر قسم کے زنانہ عوارض اور ہر ناپسند و قابلِ نفرت چیز سے پاک ہوں گی، اور اس جنت میں پرہیز گاروں کو ہمیشہ رہنا ہے اور ان سب سے بڑھ کر یہ کہ وہاں اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی ہے جو سب سے اعلیٰ نعمت ہے۔

آیت 16 دنیا کے طلبگاروں کا ذکر کرنے کے بعد یہاں سے متقی لوگوں کے چند اوصاف بیان کئے جارہے ہیں کہ متقی وہ ہیں جو بارگاہِ الٰہی میں عرض کرتے ہیں: اے ہمارے رب! بیشک ہم ایمان لائے، تیری اور تیرے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تصدیق کی، تو تو ہمارے گناہ معاف فرما اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔

آیت 17 متقی لوگ طاعتوں اور مصیبتوں پر صبر کرتے، گناہوں سے بچنے پر ڈٹے رہتے، اپنے قول، ارادے اور نیتوں کے سچے، اللہ تعالیٰ کے سچے فرمانبردار، راہِ خدا میں مال خرچ کرنے والے اور رات کے آخری حصے میں اُٹھ اُٹھ کر اپنے رب عزوجل کی عبادت کرتے، نماز پڑھتے، توبہ و استغفار کرتے، رب تعالیٰ کے حضور گریہ وزاری اور مناجات کرتے ہیں۔ **اہم بات:** رات کا آخری پہر انتہائی فضیلت والا اور دعاؤں کی قبولیت کا وقت ہے۔ اس وقت عبادت کرنا اولیاء وصالحین کا طریقہ ہے۔

آیت 18 آیت میں فرمایا گیا کہ نظامِ کائنات کو عدل سے قائم رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتابوں، رسولوں اور کائناتی دلائل کے

Go To Index

اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَ الْمَلٰٓىٕكَةُ وَ اُولُوا الْعِلْمِ قَآىٕمًۢا بِالْقِسْطِ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِیْزُ

کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتوں نے اور عالموں نے انصاف سے قائم ہو کر، اس کے سوا کسی کی عبادت نہیں عزت والا

الْحَكِیْمُ ؕ﴿۱۸﴾ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ۫ قف وَ مَا اخْتَلَفَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ

حکمت والا ○ بیشک اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے اور جنہیں کتاب دی گئی انہوں نے آپس میں اختلاف نہ کیا

اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْیًۢا بَیْنَهُمْ ؕ وَ مَنْ یَّكْفُرْ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ

مگر اپنے پاس علم آجانے کے بعد، اپنے باہمی حسد کی وجہ سے۔ اور جو اللہ کی آیتوں کا انکار کرے تو بیشک اللہ جلد حساب

سَرِیْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۹﴾ فَاِنْ حَآجُّوْكَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِیَ لِلّٰهِ وَ مَنِ اتَّبَعَنِ ؕ

لینے والا ہے ○ پھر اے حبیب! اگر وہ تم سے جھگڑا کریں تو تم فرمادو: میں تو اپنا منہ اللہ کی بارگاہ میں جھکائے ہوئے ہوں اور میری پیروی

وَ قُلْ لِّلَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَ الْاُمِّیّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ ؕ فَاِنْ اَسْلَمُوْا

کرنے والے بھی۔ اور اے حبیب! اہلِ کتاب اور اَن پڑھوں سے فرمادو کہ کیا تم (بھی) اسلام قبول کرتے ہو؟ پھر اگر وہ اسلام قبول کرلیں

ذریعے یہ واضح کردیا اور بتادیا کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہی گواہی فرشتوں کی بھی ہے اور تعصب سے پاک علم رکھنے والے بھی دلائل اور حقائق کائنات کے مشاہدے کے بعد اسی بات کی گواہی دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ **اہم باتیں:** (1) اہلِ علم بڑی عزت والے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے ساتھ اپنی توحید کا گواہ بنایا۔ (2) علماءِ دین سے مراد علماءِ ربانی ہیں یعنی صحیح العقیدہ اور صالح علماء ورنہ جس عالم کی صحبت سے خوفِ خدا اور عشق مصطفیٰ میں کمی آئے وہ عالم نہیں، ظالم ہے۔

آیت 19 اسلام ہی وہ دین ہے جو خدا نے اپنے نبیوں کے ذریعے بھیجا اور جس کا سلسلہ پچھلی شریعتوں کو منسوخ کرکے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم پر ختم کردیا تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول دین صرف اسلام ہے۔ اب جو بھی آخری نبی صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے اِس دین کو نہیں مانے گا وہ اسلام کا منکر قرار پائے گا اور جہاں تک خدا کی کتاب تورات و انجیل کا علم رکھنے والے یہودیوں اور عیسائیوں کے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی نبوت میں اختلاف کا تعلق ہے تو یہ اختلاف ان لوگوں کے پاس علم آجانے کے بعد تھا کیونکہ وہ اپنی کتابوں تورات اور انجیل میں مذکور اوصاف آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم میں دیکھ کر پہچان چکے تھے کہ یہی وہ نبی ہیں جن کی کتبِ الٰہیہ میں خبریں دی گئی ہیں اور اس انکار و اختلاف کا سبب ان کا باہمی حسد اور دنیوی منافع کی طمع تھی۔

آیت 20 دینِ اسلام کی حقانیت بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ اے حبیب! صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم، اگر وہ تم سے اسلام کے حق ہونے کے بارے میں بحث کریں تو تم انہیں جواب دو کہ تم لوگ مانو یا نہ مانو، مجھے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا، میں نے خود کو خدا کی بارگاہ میں جھکادیا ہے اور میری پیروی کرنے والوں کا بھی یہی عمل ہے اور اِن کتابیوں اور اَن پڑھ مشرکوں سے فرمادو کہ کیا ہماری طرح تم بھی اسلام قبول کرتے ہو؟ اگر اسلام قبول کرلیں تب تو یہ بھی ہدایت یافتہ ہوگئے لیکن اگر اس سے منہ پھیریں تو تمہیں کوئی فرق نہیں

ع ٢ ۱۱ ۱۰

فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَ اِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ ؕ وَ اللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿٢٠﴾ ع

جب توانہوں نے بھی سیدھا راستہ پالیا اور اگر یہ منہ پھیریں تو تمہارے اوپر تو صرف حکم پہنچا دینا لازم ہے اور اللہ بندوں کو دیکھ رہا ہے ○

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ يَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّ يَقْتُلُوْنَ الَّذِيْنَ

بیشک وہ لوگ جو اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں اور نبیوں کو ناحق شہید کرتے ہیں اور انصاف کا حکم کرنے والوں کو

يَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿٢١﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ

قتل کرتے ہیں انہیں دردناک عذاب کی خوش خبری سنادو○ یہی وہ لوگ ہیں جن کے اعمال

فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ز وَ مَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿٢٢﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا

دنیا و آخرت میں برباد ہوگئے اور ان کا کوئی مددگار نہیں ○ کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں کتاب کا کچھ حصہ دیا گیا

مِّنَ الْكِتٰبِ يُدْعَوْنَ اِلٰى كِتٰبِ اللّٰهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ وَ هُمْ

(کہ جب انہیں) اللہ کی کتاب کی طرف بلایا جاتا ہے تا کہ وہ ان کا فیصلہ کردے تو پھر ان میں سے ایک گروہ بے رخی کرتے ہوئے

پڑتا کیونکہ تمہاری ذمہ داری تو صرف خدا کا پیغام انہیں پہنچانا تھا۔ باقی ان کا معاملہ اللہ عزوجل کے حوالے کردو، وہ انہیں اور اپنے سب بندوں کو دیکھ رہا ہے۔

آیت 21 دورِ رسالت کے یہودی تورات اور قرآن کی آیتوں کا انکار کرتے جبکہ ان کے آباؤ اجداد نے بہت سے انبیاء علیہم السّلام کو ظلم کرتے ہوئے شہید کیا نیز اپنے قوم کے اُن مصلحین و مبلغین کو بھی شہید کیا جو انہیں حق و انصاف اختیار کرنے اور اپنے اخلاق و معاملات میں اعتدال کا راستہ اپنانے کی تلقین کرتے اور زمانہ رسالت کے اہلِ کتاب اپنے آباؤ اجداد کے ان بدترین افعال سے راضی تھے۔ ان کے بارے میں فرمایا گیا کہ انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سنادو۔ حدیث پاک میں ہے کہ بنی اسرائیل نے ایک ساعت کے اندر تینتالیس نبیوں کو شہید کردیا پھر جب ان میں سے ایک سو بارہ عابدوں نے اٹھ کر انہیں نیکی کا حکم دیا اور برائی سے منع کیا تو ان سب کو بھی قتل کردیا۔ (مسند بزار، حدیث: 1285) الامان والحفیظ۔

آیت 22 فرمایا کہ یہی وہ لوگ ہیں جن کے نیک اعمال جیسے صدقہ و خیرات اور صلہ رحمی وغیرہ دنیا و آخرت میں برباد ہوگئے، دونوں جہان میں انہیں ان اعمال کا کوئی صلہ نہ ملے گا بلکہ یہ دنیا میں ذلت و رسوائی اور آخرت میں دردناک عذاب کے حقدار ٹھہرے اور ان کا کوئی مددگار نہیں جو انہیں عذابِ الٰہی سے بچا سکے۔

آیت 23 بعض روایات کے مطابق رجم کے ایک واقعہ کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی اور بہت سی تفاسیر میں مطلقاً اسے بیان کیا گیا ہے کہ جن لوگوں کو تورات و انجیل عطا کی گئی اور اس کے علوم و احکام سکھائے گئے، یہ کتنے عجیب لوگ ہیں کہ انہیں اللہ کی کتاب یعنی قرآن کی طرف بلایا جاتا ہے تا کہ اِن لوگوں نے اپنی کتابوں میں تحریفیں کرکے اور اپنی طرف سے عقائد ایجاد کرکے جو آپس میں

مُّعْرِضُوْنَ ﴿٢٣﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّاۤ اَیَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ۪ وَ

منہ پھیر لیتا ہے ○ یہ جرأت انہیں اس لئے ہوئی کہ وہ کہتے ہیں: ہرگز ہمیں آگ نہ چھوئے گی مگر گنتی کے چند دن اور انہیں ان کی (ایسی ہی)

غَرَّهُمْ فِیْ دِیْنِهِمْ مَّا كَانُوْا یَفْتَرُوْنَ ﴿٢٤﴾ فَكَیْفَ اِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِیَوْمٍ لَّا رَیْبَ

من گھڑت باتوں نے ان کے دین کے بارے میں دھوکے میں ڈالا ہوا ہے ○ تو کیسی حالت ہوگی جب ہم انہیں اس دن کے لئے اکٹھا

فِیْهِ۫ وَ وُفِّیَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَ هُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ﴿٢٥﴾ قُلِ اللّٰهُمَّ

کریں گے جس میں کوئی شک نہیں اور ہر جان کو اس کی پوری کمائی دی جائے گی اور ان پر ظلم نہ ہوگا ○ یوں عرض کرو، اے اللہ!

مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ٘ وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ

مُلک کے مالک! تو جسے چاہتا ہے سلطنت عطا فرماتا ہے اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے اور تو جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے

اختلافات پیدا کئے ہوئے ہیں، تو یہ قرآن ان میں حق و باطل کا فیصلہ کر دے لیکن اِن لوگوں میں سے ایک گروہ بے رخی کرتے ہوئے اِس دعوت کو قبول کرنے سے منہ پھیر لیتا ہے۔

آیت 24 ﴾ فرمایا کہ یہودیوں کو کتابِ الٰہی اور اس کے احکام سے منہ پھیرنے کی جرأت اس لئے ہوئی کہ انہوں نے اپنی نجات و بخشش کے من گھڑت خیالات پال رکھے ہیں جیسے یہ کہ ہمیں جہنم کی آگ صرف گنتی کے چند دن یعنی 40 دن یا ایک ہفتہ ہی چھوئے گی، اس کے بعد کچھ غم نہیں۔ ان کی ایسی ہی من گھڑت باتوں نے انہیں ان کے دین کے بارے میں دھوکے میں ڈالا ہوا ہے۔ **درس:** کسی بھی قوم کی تباہی اسی صورت میں ہوتی ہے جب وہ عمل سے منہ پھیر کر صرف آرزو اور امید کی دنیا میں گھومتی رہتی ہے، یونہی جو لوگ اطاعتِ الٰہی اور اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کے قریب بھی نہ آئیں اور اپنی نسبتوں پر پھولتے پھریں اور اسے بے عملی کا ذریعہ بنالیں وہ بھی احمقوں کی دنیا کے باسی ہیں اور افسوس یہ ہے کہ ہمارے ہاں ایسوں کی کثرت ہے۔

آیت 25 ﴾ جو لوگ صحیح عقائد سے لاتعلق اور اعمالِ صالحہ سے دور ہونے کے باوجود خواب و خیال میں اپنے آپ کو جنت کے بلند و بالا محلات میں قیام پذیر سمجھتے ہیں ان کے متعلق فرمایا کہ ان کی کیسی حالت ہوگی جب ہم انہیں قیامت کے یقینی دن کے لیے اکٹھا کریں گے اور اس دن ہر جان کو اس کے اچھے برے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور لوگوں کی نیکیاں کم اور گناہ زیادہ کرکے ان پر ظلم نہ ہوگا۔

آیت 26 ﴾ **شانِ نزول:** نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے صحابہ کرام کو ایران و روم کی سلطنت کی بشارت دی کہ یہ مسلمانوں کے ہاتھ آئے گی۔ اس پر یہودی اور منافق تعجب کرتے ہوئے کہنے لگے، کہاں محمد صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم اور کہاں فارس و روم کے ملک؟ یہ تو بڑے زبردست اور محفوظ ملک ہیں اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی اور آخر کار حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کا وہ وعدہ پورا ہو کر رہا۔ فرمایا: یوں عرض کرو: اے اللہ! مُلک کے مالک! تو اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا ہے سلطنت عطا فرماتا اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے، تو جسے چاہتا ہے دنیا و آخرت میں عزت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلت دیتا ہے، ہر بھلائی تیرے ہی ہاتھ میں ہے، یقیناً تو ہر چیز پر خوب قدرت

Go To Index

وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ؕ بِیَدِكَ الْخَیْرُ ؕ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۲۶﴾ تُوْلِجُ

اور جسے چاہتا ہے ذلت دیتا ہے، تمام بھلائی تیرے ہی ہاتھ میں ہے، بیشک تو ہر شے پر قدرت رکھنے والا ہے ○ تو رات کا

الَّیْلَ فِی النَّهَارِ وَ تُوْلِجُ النَّهَارَ فِی الَّیْلِ٘ وَ تُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَ تُخْرِجُ

کچھ حصہ دن میں داخل کردیتا ہے اور دن کا کچھ حصہ رات میں داخل کردیتا ہے اور تو مردہ سے زندہ کو نکالتا ہے اور

الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ٘ وَ تَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ﴿۲۷﴾ لَا یَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ

زندہ سے مردہ کو نکالتا ہے اور جسے چاہتا ہے بے شمار رزق عطا فرماتا ہے ○ مسلمان مسلمانوں کو چھوڑ کر

الْكٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ ۚ وَ مَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَیْسَ مِنَ اللّٰهِ فِیْ شَیْءٍ اِلَّاۤ

کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں اور جو کوئی ایسا کرے گا تو اس کا اللہ سے کوئی تعلق نہیں مگر یہ کہ

اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ؕ وَ یُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ؕ وَ اِلَى اللّٰهِ الْمَصِیْرُ ﴿۲۸﴾

تمہیں ان سے کوئی ڈر ہو اور اللہ تمہیں اپنے غضب سے ڈراتا ہے اور اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے ○

رکھنے والا ہے۔ **اہم بات:** تاریخ گواہ ہے کہ کتنی بڑی بڑی سلطنتیں گزریں جن کے زمانے میں کوئی تصور بھی نہ کر سکتا تھا کہ یہ کبھی فنا ہوں گی لیکن اللہ تعالیٰ کی زبردست قوت و قدرت کا ایسا ظہور ہوا کہ آج ان کے نام ونشان تک مٹ گئے، یونہی دور دراز کے گاؤں اور غریب خاندان سے تعلق رکھنے والے تخت حکومت پر بیٹھے، غلام بادشاہ بنے اور معزز ترین بلکہ دوسروں کو عزتیں بخشنے والے ذلت و گمنامی کے عمیق گڑھوں میں پڑے۔

آیت 27 اے اللہ! تُو رات کا کچھ حصہ دن میں داخل کر دیتا ہے جس سے رات چھوٹی اور دن بڑا ہو جاتا ہے اور دن کا کچھ حصہ رات میں داخل کر دیتا ہے جس سے دن چھوٹا اور رات بڑی ہو جاتی ہے، یہ تیرا ہی بنایا ہوا نظام ہے اور اسے چلانے والا بھی تو ہی ہے اور اے اللہ! تو مردہ سے زندہ کو نکالتا ہے جیسے بے جان نطفے سے جاندار انسان اور بے روح انڈے سے زندہ بچے وغیرہ اور تو ہی زندہ سے مردہ کو نکالتا ہے جیسے جاندار انسان سے بے جان نطفہ اور زندہ پرندے سے بے جان انڈا وغیرہ اور تو جسے چاہتا ہے بے شمار رزق عطا فرماتا ہے، تو جس کے ہاتھ میں کائنات کا اتنا بڑا انظام ہو اور اس کی قدرت کی یہ شان ہو تو اس کے لئے فارس و روم کی سلطنت غلامانِ مصطفیٰ کو عطا کر دینا کیا بعید ہے۔

آیت 28 آیت میں فرمایا گیا کہ مسلمان مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں کیونکہ کافر خدا کے دشمن ہیں اور ایک مومن اپنے محبوب رب کے دشمنوں سے دوستی نہیں کر سکتا اور جو کوئی ان سے دوستی کرے گا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس کا اللہ تعالیٰ سے کوئی تعلق نہیں البتہ اگر تمہیں ان سے جان یا مال کا ڈر ہو تو صرف ظاہری اچھا برتاؤ کر سکتے ہو۔ اسی طرح اسلام کی تبلیغ کے لئے مدارات یعنی خوش خلقی سے پیش آنے کی اجازت ہے۔

قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِیْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ یَعْلَمْهُ اللّٰهُ ؕ وَ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا

تم فرما دو کہ تم اپنے دل کی بات چھپاؤ یا ظاہر کرو اللہ کو سب معلوم ہے اور وہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ

فِی الْاَرْضِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۲۹﴾ یَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَیْرٍ

زمین میں ہے اور وہ ہر شے پر قدرت رکھنے والا ہے ○ (یاد کرو) جس دن ہر شخص اپنے تمام اچھے اور برے اعمال اپنے سامنے

مُّحْضَرًا ۖۚ وَّ مَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ ۚۛ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَیْنَهَا وَ بَیْنَهٗۤ اَمَدًۢا بَعِیْدًا ؕ معانقۃ ۲

موجود پائے گا تو تمنا کرے گا کہ کاش اس کے درمیان اور اس کے اعمال کے درمیان کوئی دور دراز کی مسافت (حائل) ہو جائے

وَ یُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ؕ وَ اللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۳۰﴾ ع قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ ركوع ٣

اور اللہ تمہیں اپنے عذاب سے ڈراتا ہے اور اللہ بندوں پر بڑا مہربان ہے ○ اے حبیب! فرمادو کہ اے لوگو! اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو

آیت 29 فرمایا کہ اے حبیب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ان سے فرمادو کہ تم اپنے دل کی بات چھپاؤ یا ظاہر کرو اللہ تعالیٰ کو سب معلوم ہے۔ تمہارے دلوں کا ایمان و نفاق، طہارت و خباثت، اچھے برے خیالات، نیک و بد ارادے، صحیح و فاسد منصوبے ساری دنیا سے چھپ سکتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کے حضور سب ظاہر ہے اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اسے سب معلوم ہے اور جب اس کی یہ شان ہے تو تمہارے احوال اس سے کیسے پوشیدہ رہ سکتے ہیں اور یہ بھی یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ ہر شے پر قدرت رکھنے والا ہے تو وہ تمہیں سزا دینے پر بھی قادر ہے۔

آیت 30 آیت میں قیامت کے دن حساب سے ڈرایا گیا ہے، وہ دن ایسا ہے کہ اس میں ہر شخص اپنے تمام اچھے برے اعمال اپنے سامنے موجود پائے گا، خلوتوں، جلوتوں میں کئے ہوئے اعمال، پہاڑوں، سمندروں، غاروں، صحراؤں، جزیروں اور کائنات کے کسی بھی کونے میں کئے گئے اعمال کا ایک ایک ذرہ آدمی کے سامنے موجود ہو گا اور اس وقت برے اعمال والا تمنا کرے گا کہ کاش! اس کے اور ان اعمال کے درمیان کوئی دور دراز کی مسافت حائل ہو جائے اور کسی طرح ان اعمال سے چھٹکارا مل جائے مگر ایسا نہ ہو سکے گا۔ اے لوگو! اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے عذاب سے ڈراتا ہے اور اللہ تعالیٰ بندوں پر بڑا مہربان ہے اسی لیے اس نے تمہیں پہلے ہی اپنے عذاب سے ڈرادیا اور اپنے علم و قدرت کی پہچان کروادی، ابھی تمہارے پاس مہلت ہے لہٰذا برے اعمال سے توبہ کر کے نیک اعمال میں مشغول ہو جاؤ۔ **اہم بات:** آیت 29 اور 30 میں بیان کردہ قیامت کی حاضری، اعمال کی پیشی، زندگی کا حساب، گناہوں پر حسرت و افسوس کا بیان ہر شخص کی اصلاح کے لئے کافی ہیں، ان پر جتنا زیادہ غور کریں اتنا زیادہ دل میں خوفِ خدا پیدا ہو گا اور گناہوں سے نفرت نصیب ہو گی۔

آیت 31 یہودی، عیسائی اور مشرک سب خدا سے محبت کا دعویٰ کرتے تھے خصوصاً یہود و نصاریٰ تو خود کو خدا کے پیارے اور بیٹے قرار دیتے تھے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا: اے نبی! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ان سے کہہ دو کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ اس لئے اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کے دعوے دار ہو تو میری اتباع کرو اور میرے احکام پر عمل کرو، ایسا کرو گے تو اللہ تعالیٰ تم سے محبت فرمائے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ **اہم بات:** اللہ تعالیٰ سے محبت کے دعوے میں سچائی کے لئے حضور

فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۳۱﴾ قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰهَ

تو میرے فرمانبردار بن جاؤ اللہ تم سے محبت فرمائے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے○ تم فرمادو کہ اللہ

وَ الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۳۲﴾ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤی اٰدَمَ وَ نُوْحًا وَّ

اور رسول کی فرمانبرداری کرو پھر اگر وہ منہ پھیریں تو اللہ کافروں کو پسند نہیں کرتا○ بیشک اللہ نے آدم اور نوح اور

اٰلَ اِبْرٰهِیْمَ وَ اٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِیْنَ ﴿۳۳﴾ ذُرِّیَّةًۢ بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ ؕ وَ اللّٰهُ سَمِیْعٌ

ابراہیم کی اولاد اور عمران کی اولاد کو سارے جہان والوں پر چن لیا○ یہ ایک نسل ہے جو ایک دوسرے سے ہے اور اللہ سننے والا،

عَلِیْمٌ ﴿۳۴﴾ ۚ اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِیْ بَطْنِیْ

جاننے والا ہے○ (یاد کرو) جب عمران کی بیوی نے عرض کی: اے میرے رب! میں تیرے لئے نذر مانتی ہوں کہ میرے پیٹ میں جو

اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اتباع ضروری ہے، اس کے بغیر محبتِ الٰہی کا کوئی دعویٰ بارگاہِ الٰہی میں مقبول نہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی محبت کی علامت آپ کے طریقے کی پیروی ہے۔

آیت 32 ویسے تو اتباع میں حکم ماننا بھی داخل ہے لیکن اسے جداگانہ صراحت سے بھی بیان کردیا کہ اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، آپ ان سے فرمادیں کہ اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو کہ جو وہ فرمائیں اسی کے مطابق عمل کرو اور اگر اس واضح، صریح، صاف حکم کے بعد بھی وہ لوگ اطاعت سے منہ پھیریں اور انکار کریں تو پھر یہ کافر ہیں اور خدا کافروں کو پسند نہیں کرتا۔ **اہم بات:** اطاعتِ مصطفیٰ ہی محبتِ الٰہی کی دلیل اور اسی پر نجات کا دارومدار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جنت کا حصول، اپنی خوشنودی اور قرب کو حضور پرنور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی غیر مشروط اطاعت کے ساتھ جوڑ دیا ہے۔

آیت 33 فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم، حضرت نوح علیہما السّلام کو اور حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی اولاد میں سے بعض جیسے حضرت اسماعیل، حضرت اسحاق، حضرت یعقوب اور تمام انبیاء بنی اسرائیل علیہم السّلام کو اور حضرت عمران کی اولاد میں سے بعض کو ان کے زمانے میں سارے جہان والوں پر نبوت و رسالت کے لیے منتخب فرمالیا۔ **اہم بات:** آیت میں اگر عمران سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے والد ہیں تو اولاد سے مراد حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السّلام ہیں اور اگر حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے والد عمران مراد ہیں تو اولاد سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السّلام ہیں۔

آیت 34 فرمایا کہ ان برگزیدہ بندوں میں باہم نسلی تعلقات بھی ہیں اور دین کے اندر یہ حضرات ایک دوسرے کے معاون و مددگار بھی ہیں۔ **اہم بات:** ان آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں کا حسین تذکرہ سنتِ الٰہیہ ہے اور اس سے ایمان کو قوت ملتی ہے۔

آیت 35 یہاں حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی والدہ حضرت حنہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ بیان ہو رہا ہے۔ بنی اسرائیل میں بعض لوگ اپنے

مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّيْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۳۵﴾ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا

اولاد ہے وہ خاص تیرے لئے آزاد (وقف) ہے تو تو مجھ سے (یہ) قبول کرلے بیشک تو ہی سننے والا جاننے والا ہے ○ پھر جب عمران کی بیوی نے

قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَاۤ اُنْثٰی ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ ؕ وَلَیْسَ الذَّكَرُ

بچی کو جنم دیا تو اس نے کہا اے میرے رب! میں نے تو لڑکی کو جنم دیا ہے حالانکہ اللہ بہتر جانتا ہے جو اس نے جنا اور وہ لڑکا (جس کی خواہش تھی)

كَالْاُنْثٰی ۚ وَاِنِّیْ سَمَّیْتُهَا مَرْیَمَ وَاِنِّیْۤ اُعِیْذُهَا بِكَ وَذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ

اس لڑکی جیسا نہیں (جو اسے عطا کی گئی) اور (اس نے کہا کہ) میں نے اس بچی کا نام مریم رکھا اور میں اسے اور اس کی اولاد کو شیطان مردود کے

الرَّجِیْمِ ﴿۳۶﴾ فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّ اَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ۙ وَّ كَفَّلَهَا زَكَرِیَّا ؕ

شر سے تیری پناہ میں دیتی ہوں ○ تو اس کے رب نے اسے اچھی طرح قبول کیا اور اسے خوب پروان چڑھایا اور زکریا کو اس کا نگہبان بنادیا،

بیٹوں کو رضائے الٰہی کے لئے اپنی خدمت سے آزاد کرکے بیت المقدس کی خدمت کے لئے وقف کردیا کرتے تھے چنانچہ اسی طور پر حضرت حنہ رضی اللہ عنہا نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی: اے میرے رب! میں تیرے لئے نذر مانتی ہوں کہ میرے پیٹ میں جو اولاد ہے وہ خاص تیرے لئے وقف ہے، تیری عبادت اور بیت المقدس کی خدمت کے سوا کوئی کام اس کے متعلق نہ ہو تو تو مجھ سے یہ قبول فرما لے، بیشک تو ہی دعاؤں کو سننے والا اور نیتوں کو جاننے والا ہے۔ نذر مان لینے کے بعد جب ان کے شوہر حضرت عمران بن ماثان رضی اللہ عنہ کو پتا چلا تو انہوں نے فرمایا: یہ تم نے کیا کیا، اگر لڑکی پیدا ہوئی تو وہ اس قابل کہاں ہوگی؟

آیت 36 حضرت عمران رضی اللہ عنہ کی بیوی کو بیٹا پیدا ہونے کی امید تھی لیکن ان کے ہاں بیٹی کی ولادت ہوئی تو آپ رضی اللہ عنہا نے اظہارِ افسوس کے طور پر عرض کی: اے میرے رب! میں نے تو لڑکی کو جنم دیا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا کا یہ عرض کرنا منت پوری نہ کرسکنے پر افسوس کی وجہ سے تھا، اس وجہ سے نہیں کہ لڑکی پیدا ہونے کا افسوس تھا کیونکہ یہ کفار کا طریقہ ہے۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے جو حضرت حنہ رضی اللہ عنہا نے جنم دیا اور جس لڑکے کی اس نے خواہش کی تھی وہ اس لڑکی جیسا نہیں جو اسے عطا کی گئی کیونکہ یہ تمام جہان کی عورتوں سے افضل ہوگی، روح اللہ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ماں ہوں گی اور یہ رب عزوجل کی خاص عطا ہیں۔ حضرت حنہ رضی اللہ عنہا نے مزید عرض کی: میں اس بچی کا نام مریم رکھتی ہوں اور اسے اور اس کی اولاد کو شیطان مردود کے شر سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔

اہم باتیں: (1) بعض عورتیں بعض مردوں سے افضل ہوسکتی ہیں۔ (2) حضرت مریم رضی اللہ عنہا اپنے زمانے میں تمام جہان کی عورتوں سے افضل تھیں، یہ نہیں کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت خدیجۃ الکبریٰ اور حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہن سے بھی بڑھ کر ہوں۔ (3) حضرت حنہ رضی اللہ عنہا نے اپنی بیٹی حضرت مریم رضی اللہ عنہا اور ان کی اولاد کے لیے شیطان کے شر سے پناہ مانگی اور اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول فرمائی۔ لہٰذا یہ مقبول الفاظ ہیں، اپنی اولاد کے لیے ان الفاظ کے ساتھ دعا مانگتے رہنا چاہیے، اِن شاءَ اللہ عزوجل کرم ہوگا۔

آیت 37 اللہ تعالیٰ نے نذر میں حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو اچھی طرح قبول فرمالیا اور انہیں احسن انداز میں پروان چڑھایا اور جب

كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ

جب کبھی زکریا اس کے پاس اس کی نماز پڑھنے کی جگہ جاتے تو اس کے پاس پھل پاتے۔(زکریا نے) سوال کیا، اے مریم! یہ تمہارے پاس

هٰذَا ؕ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۷﴾ هُنَالِكَ

کہاں سے آتا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: یہ اللہ کی طرف سے ہے، بیشک اللہ جسے چاہتا ہے بے شمار رزق عطا فرماتا ہے○ وہیں

دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ ﴿۳۸﴾

زکریا نے اپنے رب سے دعا مانگی، عرض کی: اے میرے رب! مجھے اپنی بارگاہ سے پاکیزہ اولاد عطا فرما، بیشک تو ہی دعا سننے والا ہے○

فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ ۙ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى

تو فرشتوں نے اسے پکار کر کہا جبکہ وہ اپنی نماز کی جگہ کھڑے نماز پڑھ رہے تھے کہ بیشک اللہ آپ کو یحییٰ کی خوشخبری دیتا ہے

حضرت حنہ رضی اللہ عنہا نے انہیں بیت المقدس کے علماء کے سامنے کفالت کے لیے پیش کیا تو سب نے اس سعادت کے حصول میں رغبت ظاہر کی لیکن پھر قرعہ اندازی کے ذریعے آپ حضرت زکریا علیہ السّلام کے زیرِ کفالت چلی گئیں۔ جب حضرت زکریا علیہ السّلام محراب میں حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے پاس جاتے تو وہاں بے موسمی پھل پاتے۔ ایک بار آپ علیہ السّلام نے ان سے پوچھا: تمہارے پاس یہ پھل کہاں سے آتا ہے؟ حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے بغیر مشقت کے بے شمار رزق عطا فرماتا ہے۔

آیت 38 حضرت زکریا علیہ السّلام بڑھاپے کی عمر کو پہنچ چکے تھے لیکن اس کے باوجود آپ کے ہاں اولاد نہیں تھی۔ جب آپ علیہ السّلام نے یہ دیکھا تو توجہ اس طرف گئی کہ جو پاک ذات حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو بے وقت بے موسم اور بغیر ظاہری سبب کے پھل عطا فرمانے پر قادر ہے وہ بیشک اس پر بھی قادر ہے کہ مجھے اس بڑھاپے میں اولاد کی ظاہری امید ختم ہو جانے کے باوجود فرزند عطا فرمادے۔ چنانچہ آپ علیہ السّلام نے اسی جگہ دعا مانگتے ہوئے عرض کی: اے میرے رب! مجھے اپنی بارگاہ سے پاکیزہ اولاد عطا فرما، بیشک تو ہی دعا سننے والا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) جس جگہ رحمتِ الٰہی کا نزول ہوا ہو وہاں دعا مانگنی چاہئے، جیسے حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو غیب سے رزق ملنے کی جگہ حضرت زکریا علیہ السّلام نے دعا مانگی، لہٰذا خانہ کعبہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا روضہ شریف اور مزاراتِ اولیاء پر دعا مانگنے میں زیادہ فائدہ ہے کہ یہ مقامات رحمتِ الٰہی کی بارش برسنے کے ہیں۔ (2) جس جگہ کسی کی دعا قبول ہوئی ہو وہ مقبولیت کے مقامات سے ہے لہٰذا جہاں اولیاءِ کرام کا وجود ہو یا جہاں وہ رہے ہوں وہاں دعا کرنی چاہئے کیونکہ یہ حضرات بکثرت دعا کرتے ہیں اور ان کی دعائیں بھی قبول ہوتی ہیں۔ (3) صرف اولاد کی نہیں بلکہ پاکیزہ کردار و عمل والی اولاد کی دعا کرنی چاہئے تاکہ اس سے دنیا و آخرت کا سکون ملے۔

آیت 39 ایک دن حضرت زکریا علیہ السّلام مسجد کا دروازہ بند کر کے محراب میں نماز پڑھ رہے تھے کہ اچانک آپ علیہ السّلام نے ایک سفید پوش جوان دیکھا، وہ حضرتِ جبریل علیہ السّلام تھے، انہوں نے عرض کی: اللہ تعالیٰ آپ کو حضرت یحییٰ علیہ السّلام کی خوشخبری دیتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ایک کلمہ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی تصدیق کرے گا اور وہ سردار، ہمیشہ عورتوں سے بچنے والا اور صالحین میں سے

مُصَدِّقًۢا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ سَيِّدًا وَّ حَصُوْرًا وَّ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿٣٩﴾

جو اللہ کی طرف کے ایک کلمہ کی تصدیق کرے گا اور وہ سردار ہوگا اور ہمیشہ عورتوں سے بچنے والا اور صالحین میں سے ایک نبی ہوگا○

قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّ قَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَ امْرَاَتِيْ عَاقِرٌ ؕ قَالَ

عرض کی: اے میرے رب میرے ہاں لڑکا کیسے پیدا ہوگا حالانکہ مجھے بڑھاپا پہنچ چکا ہے اور میری بیوی بھی بانجھ ہے؟ اللہ نے فرمایا:

كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ﴿٤٠﴾ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْۤ اٰيَةً ؕ قَالَ اٰيَتُكَ

اللہ یوں ہی جو چاہتا ہے کرتا ہے○ عرض کی: اے میرے رب! میرے لئے کوئی نشانی مقرر فرمادے۔ اللہ نے فرمایا: تیری نشانی یہ ہے کہ

اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ؕ وَ اذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّ سَبِّحْ بِالْعَشِيِّ

تم تین دن تک لوگوں سے صرف اشارہ سے بات چیت کرسکو گے اور اپنے رب کو کثرت سے یاد کرو اور صبح و شام اس کی تسبیح

وَ الْاِبْكَارِ ﴿٤١﴾ وَ اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓىٕكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىكِ وَ طَهَّرَكِ وَ اصْطَفٰىكِ ع ٤ / ١٢

کرتے رہو○ اور (یاد کرو) جب فرشتوں نے کہا، اے مریم! بیشک اللہ نے تمہیں چن لیا ہے اور تمہیں خوب پاکیزہ کردیا ہے اور تمہیں

ایک نبی ہوگا۔ **اہم باتیں:** (1) حضرت یحییٰ علیہ السّلام کی ولادت کی خبر کا تعلق مستقبل کے غیب سے تھا اور حضرت زکریا علیہ السّلام اور جبرئیل علیہ السّلام دونوں کو معلوم ہوگیا کیونکہ اللہ تعالیٰ چاہے تو اپنے بندوں کو غیب کا علم عطا فرمادیتا ہے۔ (2) حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو کَلِمَۃُ اللّٰہ اس لئے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں کلمہ کُنْ فرما کر بغیر باپ کے پیدا کیا۔ (3) حضرت عیسیٰ علیہ السّلام پر سب سے پہلے ایمان لانے اور ان کی تصدیق کرنے والے حضرت یحییٰ علیہ السّلام ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السّلام سے عمر میں 6 ماہ بڑے تھے۔ (4) حَصُوْر یعنی عورتوں سے بچنے والا وہ ہے جو قوت کے باوجود عورت کی طرف راغب نہ ہو۔

آیت 40 بیٹے کی بشارت سن کر حضرت زکریا علیہ السّلام نے بطورِ تعجب عرض کی: اے میرے رب! میرے ہاں لڑکا کیسے پیدا ہوگا حالانکہ میں بوڑھا ہوچکا ہوں اور میری بیوی بھی بانجھ ہے، آیا میری جوانی واپس لوٹائی جائے گی اور زوجہ کا بانجھ ہونا دور کیا جائے گا یا ہم دونوں اپنے حال پر رہیں گے؟ فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ یوں ہی جو چاہتا ہے کرتا ہے، بڑھاپے میں فرزند عطا کرنا اس کی قدرت سے کچھ بعید نہیں لہٰذا اس بڑھاپے کی حالت میں فرزند ملے گا۔

آیت 41 حضرت زکریا علیہ السّلام نے عرض کی: اے میرے رب! میرے لیے میری بیوی کے حاملہ ہونے کی کوئی نشانی مقرر فرمادے تاکہ اس وقت اور زیادہ شکر و عبادت میں مصروف ہوجاؤں۔ ارشاد فرمایا: تمہاری نشانی یہ ہے کہ تم تین دن تک لوگوں سے صرف اشارہ سے بات چیت کرسکوگے اور اپنے رب کو کثرت سے یاد کرو اور صبح وشام اس کی تسبیح کرتے رہو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جب آپ علیہ السّلام کی زوجہ کو حمل ٹھہرا تو آدمیوں کے ساتھ گفتگو کرنے سے زبان مبارک تین دن تک بند رہی اور تسبیح و ذکر پر آپ قادر رہے۔

آیت 42 اس آیت میں حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی عظمت و شان کا بیان ہے کہ وہ وقت یاد کرو جب فرشتوں نے کہا: اے مریم!

عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۴۲﴾ یٰمَرْیَمُ اقْنُتِیْ لِرَبِّكِ وَ اسْجُدِیْ وَ ارْكَعِیْ مَعَ

سارے جہان کی عورتوں پر منتخب کرلیا ہے O اے مریم! اپنے رب کی فرمانبرداری کرو اور اس کی بارگاہ میں سجدہ کرو اور رکوع والوں

الرّٰكِعِیْنَ ﴿۴۳﴾ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهِ اِلَیْكَ ؕ وَ مَا كُنْتَ لَدَیْهِمْ اِذْ

کے ساتھ رکوع کرو O یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم خفیہ طور پر تمہیں بتاتے ہیں اور تم ان کے پاس موجود نہ تھے جب وہ

یُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَیُّهُمْ یَكْفُلُ مَرْیَمَ ۪ وَ مَا كُنْتَ لَدَیْهِمْ اِذْ یَخْتَصِمُوْنَ ﴿۴۴﴾

اپنی قلموں سے قرعہ ڈالتے تھے کہ ان میں کون مریم کی پرورش کرے گا اور تم ان کے پاس نہ تھے جب وہ جھگڑ رہے تھے O

بیشک اللہ تعالیٰ نے تمہیں عورت ہونے کے باوجود بیت المقدس کی خدمت کے لیے قبول اور جنّتی رزق عطا فرما کر چن لیا ہے اور تمہیں مردوں کے چھونے اور حیض و نفاس وغیرہ سے خوب پاکیزہ کر دیا ہے اور تمہیں سارے جہان کی عورتوں پر منتخب کر لیا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے پاس فرشتے حضرت جبریل علیہ السّلام کے ساتھ تشریف لائے تھے اور جبریل علیہ السّلام کا حضرت مریم رضی اللہ عنہا سے کلام فرمانا آپ کی انتہائی عظمت کا اظہار ہے لیکن یہ کلام بطورِ وحیِ نبوت نہ تھا کیونکہ نبوت کا منصب اللہ تعالیٰ نے صرف مردوں ہی کو عطا فرمایا، کوئی عورت اس منصب پر فائز نہ ہوئی۔ (2) سارے جہان کی عورتوں پر منتخب کرنے سے مراد یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا کو آپ کے زمانے کی تمام عورتوں سے افضل بنایا اور مجموعی طور پر آپ سارے جہان کی افضل خواتین میں سے ہیں۔

آیت 43 رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرنے سے مراد جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا ہے۔ اس حکم پر عمل کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا باپردہ اور مردوں کی صف سے جدا کھڑے ہو کر نماز ادا کرتی ہوں، یہ بھی ممکن ہے کہ نماز کے وقت مزید عورتیں بھی حاضر ہوتی ہوں اور آپ رضی اللہ عنہا ان کے ساتھ کھڑے ہو کر نماز پڑھتی ہوں۔

آیت 44 فرمایا کہ حضرت زکریا علیہ السّلام اور حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے واقعات ان غیب کی خبروں میں سے ہیں جو اے حبیب! صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم، ہم نے تمہیں وحی کے ذریعے بتائی ہیں اور تم ان لوگوں کے پاس جسمانی طور پر موجود نہ تھے جو اس لیے اپنے قلم پانی میں ڈال کر قرعہ اندازی کر رہے تھے کہ ان میں سے کون حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی پرورش کرے گا اور تم اس وقت بھی ان لوگوں کے پاس نہ تھے جب وہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی کفالت کے مسئلے میں جھگڑ رہے تھے، لہٰذا تمہارا یہ غیبی واقعات بیان فرمانا دلیل ہے کہ یہ تمہیں وحیِ الٰہی سے معلوم ہوئے ہیں اور تم سچے نبی ہو۔ **اہم باتیں:** (1) تمام انبیا علیہم السّلام کے واقعات جو قرآن و حدیث میں آئے سب غیب کی خبریں ہیں اور ان کا بیان کرنا نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم کی صداقت و نبوت و علمِ وسیع کی دلیل ہے۔ (2) بہت سے لوگ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی پرورش کے امیدوار تھے۔ اس لئے قرعہ اندازی پر فیصلہ چھوڑا گیا چنانچہ طے یہ پایا کہ ہر کوئی اپنا قلم پانی میں رکھے، جس کا قلم پانی کے بہاؤ کے الٹی طرف بہنا شروع کر دے وہ کفالت کا حقدار ہو گا۔ سب نے اپنا اپنا قلم پانی میں ڈال دیا تو حضرت زکریا علیہ السّلام کا قلم الٹی طرف بہنا شروع ہو گیا، اس طرح حضرت مریم رضی اللہ عنہا آپ علیہ السّلام کی کفالت میں آگئیں۔ (تفسیر کبیر، 3/219) عام معاملات میں قرعہ اندازی سے فیصلہ کیا جا سکتا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم سفر میں ساتھ لے جانے

Go To Index

اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓىِٕكَةُ یٰمَرْیَمُ اِنَّ اللّٰهَ یُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ۙ اسْمُهُ الْمَسِیْحُ

اور یاد کرو جب فرشتوں نے مریم سے کہا، اے مریم! اللہ تجھے اپنی طرف سے ایک خاص کلمے کی بشارت دیتا ہے جس کا نام مسیح ،

عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ وَجِیْهًا فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ مِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ ﴿۴۵﴾ وَ یُكَلِّمُ

عیسیٰ بن مریم ہوگا۔ وہ دنیا و آخرت میں بڑی عزت والا ہوگا اور اللہ کے مقرب بندوں میں سے ہوگا ○ اور وہ

النَّاسَ فِی الْمَهْدِ وَ كَهْلًا وَّ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۴۶﴾ قَالَتْ رَبِّ اَنّٰى یَكُوْنُ لِیْ وَلَدٌ

لوگوں سے جھولے میں اور بڑی عمر میں بات کرے گا اور خاص بندوں میں سے ہوگا ○ (مریم نے) عرض کیا: اے میرے رب! میرے ہاں

وَّ لَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ ؕ قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ ؕ اِذَا قَضٰۤى اَمْرًا

بچہ کیسے ہوگا؟ مجھے تو کسی شخص نے ہاتھ بھی نہیں لگایا۔ اللہ نے فرمایا: یوں ہی، اللہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، جب وہ کسی کام کا فیصلہ فرمالیتا

فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ﴿۴۷﴾ وَ یُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ التَّوْرٰىةَ وَ الْاِنْجِیْلَ ﴿۴۸﴾ وَ

ہے تو اسے صرف اتنا فرماتا ہے، "ہو جا" تو وہ کام فوراً ہو جاتا ہے ○ اور اللہ اسے کتاب اور حکمت اور توریت اور انجیل سکھائے گا ○ اور

کے لئے ازواجِ مطہرات کے درمیان قرعہ اندازی فرمایا کرتے تھے۔

آیت 45 فرمایا کہ وہ وقت یاد کرو جب چند فرشتوں کے ساتھ جبریل علیہ السّلام آئے اور انہوں نے کہا: اے مریم! اللہ تعالیٰ تجھے ایک خاص کلمہ کی بشارت دیتا ہے جو اس کی طرف سے عطا ہوگا، اس کا نام مسیح، عیسیٰ بن مریم ہوگا، وہ دنیا میں نبوت و رسالت کے منصب پر فائز ہو کر اور آخرت میں بلند درجات اور منصبِ شفاعت پا کر بڑی عزت و وجاہت والا ہوگا اور اللہ تعالیٰ کے مقرب بندوں میں سے ہوگا۔

اہم بات: آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی نسبت باپ کی بجائے ماں کی طرف کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام بغیر باپ کے صرف ماں سے پیدا ہوئے ہیں اور یہیں اگلی آیات میں اور سورۂ مریم میں اس کی تفصیل موجود ہے۔

آیت 46 حضرت جبریل علیہ السّلام نے مزید کہا کہ عیسیٰ علیہ السّلام جھولے میں یعنی بات کرنے کی عام عمر سے پہلے ہی اور پختہ عمر میں لوگوں سے کلام کریں گے اور اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں میں سے ہوں گے۔

آیت 47 بیٹے کی بشارت سن کر حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے حیرت سے عرض کی: اے میرے رب! میرے ہاں بچہ کیسے ہوگا حالانکہ مجھے تو کسی شخص نے ہاتھ بھی نہیں لگایا اور دستور یہ ہے کہ بچہ مرد و عورت کے ملاپ سے ہوتا ہے تو مجھے بچہ نکاح سے عطا ہوگا یا یونہی بغیر مرد کے چھوئے؟ اس کے جواب میں فرمایا گیا کہ اسی حالت میں یعنی تم کنواری ہی رہو گی اور فرزند پیدا ہو جائے گا کیونکہ وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور وہ بڑی قدرت والا ہے، جب وہ کسی کام کا فیصلہ فرمالیتا ہے تو اسے صرف اتنا فرماتا ہے، "ہو جا" تو وہ کام ہو جاتا ہے۔

آیت 48، 49 اس عظیم فرزند سے متعلق مزید فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اسے کتاب یعنی لکھنا، حکمت یعنی حلال و حرام کا بیان، تورات اور انجیل سکھائے گا اور وہ بنی اسرائیل کی طرف رسول ہوگا۔ پھر جب آپ رسول بن کر بنی اسرائیل کے پاس تشریف لائے تو ان سے

Go To Index

رَسُوْلًا اِلٰى بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ۙ۬ اَنِّیْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰیَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۙ اَنِّیْۤ اَخْلُقُ

(وہ عیسیٰ) بنی اسرائیل کی طرف رسول ہوگا کہ میں تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس ایک نشانی لایا ہوں، وہ یہ کہ میں تمہارے

لَكُمْ مِّنَ الطِّیْنِ كَهَیْـٴَـةِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْهِ فَیَكُوْنُ طَیْرًۢا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَ اُبْرِئُ

لئے مٹی سے پرندے جیسی ایک شکل بناتا ہوں پھر اس میں پھونک ماروں گا تو وہ اللہ کے حکم سے فوراً پرندہ بن جائے گی اور میں

الْاَكْمَهَ وَ الْاَبْرَصَ وَ اُحْیِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَ اُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ

پیدائشی اندھوں کو اور کوڑھ کے مریضوں کو شفا دیتا ہوں اور میں اللہ کے حکم سے مردوں کو زندہ کرتا ہوں اور تمہیں غیب کی خبر دیتا

وَ مَا تَدَّخِرُوْنَ ۙ فِیْ بُیُوْتِكُمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۚ﴿۴۹﴾

ہوں جو تم کھاتے ہو اور جو اپنے گھروں میں جمع کرتے ہو، بیشک ان باتوں میں تمہارے لئے بڑی نشانی ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو○

وَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَ لِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِیْ

اور مجھ سے پہلے جو توریت کتاب ہے اس کی تصدیق کرنے والا بن کر آیا ہوں اور اس لئے کہ تمہارے لئے کچھ وہ چیزیں حلال کردوں جو

حُرِّمَ عَلَیْكُمْ وَ جِئْتُكُمْ بِاٰیَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۫ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِ ﴿۵۰﴾

تم پر حرام کی گئی تھیں اور میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نشانی لے کر آیا ہوں تو اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو○

فرمایا: میں تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس اپنے سچا رسول ہونے کی یہ نشانی لایا ہوں کہ تمہارے ایمان لانے کے لئے مٹی سے پرندے جیسی ایک شکل بنا کر اس میں پھونک ماروں گا تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے فوراً پرندہ بن جائے گی اور میں پیدائشی اندھوں اور کوڑھ کے مریضوں کو شفا دیتا ہوں، اللہ تعالیٰ کے حکم سے مردے زندہ کرتا ہوں اور تمہیں اس کی غیبی خبر دیتا ہوں جو تم کھاتے اور جو دوسرے دن کے لئے اپنے گھروں میں جمع کرتے ہو، یقیناً ان باتوں میں میری رسالت سچی ہونے پر تمہارے لئے بڑی نشانی ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو تو ان سے نفع اٹھاؤ۔ **اہم باتیں:** (1) حضرت عیسیٰ علیہ السّلام بطورِ خاص بنی اسرائیل کے نبی اور رسول تھے۔ (2) آپ علیہ السّلام کا شفا دینے، مشکلات دور کرنے، مردوں کو زندہ کرنے، غیب جاننے کی نسبت اپنی طرف کرنا اللہ تعالیٰ کی اجازت سے تھا کہ اس کی عطا ہی سے یہ سب قدرتیں تھیں۔ (3) انبیاء و اولیاء کے ایسے تمام واقعات میں یہ پہلو ملحوظ رہنا چاہیے کہ ان کا علم، تصرف، قدرت، مشکل دور کرنا سب عطائے الٰہی سے ہے۔

آیت 50 حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نے بنی اسرائیل سے مزید فرمایا کہ میں اپنے سے پہلی کتاب تورات کی تصدیق کرنے والا بن کر آیا ہوں اور اس لئے بھی آیا ہوں کہ کچھ وہ چیزیں حلال کردوں جو حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی شریعت میں تم پر حرام کی گئی تھیں جیسے اونٹ کا گوشت، چربی اور کچھ پرندے وغیرہ، یونہی میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے اپنی رسالت صحیح ہونے پر نشانی لے کر آیا ہوں تو خدا سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔

اِنَّ اللّٰهَ رَبِّیْ وَ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ ﴿۵۱﴾ فَلَمَّاۤ اَحَسَّ عِیْسٰى

بیشک اللہ میرا اور تمہارا سب کا رب ہے تو اسی کی عبادت کرو۔ یہی سیدھا راستہ ہے○ پھر جب عیسیٰ نے

مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِیْۤ اِلَى اللّٰهِؕ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ

ان (بنی اسرائیل) سے کفر پایا تو فرمایا: اللہ کی طرف ہو کر کون میرا مدد گار ہوتا ہے؟ مخلص ساتھیوں نے کہا: ہم اللہ کے دین کے مدد گار

اللّٰهِۚ اٰمَنَّا بِاللّٰهِۚ وَ اشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿۵۲﴾ رَبَّنَاۤ اٰمَنَّا بِمَاۤ اَنْزَلْتَ

ہیں۔ ہم اللہ پر ایمان لائے ہیں اور آپ اس پر گواہ ہو جائیں کہ ہم یقیناً مسلمان ہیں○ اے ہمارے رب! ہم اس کتاب پر ایمان لائے

وَ اتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِیْنَ ﴿۵۳﴾ وَ مَكَرُوْا وَ مَكَرَ اللّٰهُؕ

جو تو نے نازل فرمائی اور ہم نے رسول کی اِتّباع کی پس ہمیں گواہی دینے والوں میں سے لکھ دے○ اور کافروں نے خفیہ منصوبہ بنایا اور

آیت 51 حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نے اپنی عبدیت یعنی بندہ ہونے کا اقرار کرتے ہوئے گویا فرمایا کہ میں اتنی قدرتوں اور علم کے باوجود بھی خدا نہیں بلکہ خدا کا بندہ ہوں، وہی میرا اور تم سب کا رب ہے تو تم اسی کی عبادت کرو اور اس کی نافرمانی سے بچو، یہ ایمان و اطاعت ہی سیدھا راستہ ہے جو جنت تک لے جاتا ہے۔ **درس:** انبیاء علیہمُ السّلام واولیاء اپنے تمام تر معجزات و کرامات و علوم و قدرت کے باوجود خدا کے بندے ہی ہیں اور انہیں اِسی بندگی پر فخر ہے۔

آیت 52 پھر جب حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نے محسوس کیا کہ میری رسالت سچی ہونے کی اتنی روشن نشانیاں اور معجزات دیکھ کر بھی یہودیوں پر کوئی اثر نہیں ہوا بلکہ یہ اپنے کفر پر ہی قائم ہیں اور مجھے شہید کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں تو اس وقت آپ علیہ السّلام نے فرمایا: کون ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف ہو کر میرا مدد گار بنے؟ یہ سن کر حواریوں نے عرض کی: ہم اللہ تعالیٰ کے دین کے مدد گار ہیں، ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے ہیں اور آپ اس پر گواہ ہو جائیں کہ ہم یقیناً مخلص مسلمان ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) حواری وہ مخلص حضرات ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے دین کے مدد گار تھے اور آپ پر سب سے پہلے ایمان لائے، ان کی تعداد 12 تھی۔ (2) حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نے بندوں سے مدد مانگی کیونکہ مخلوق سے مدد مانگنا خدا کے بنائے ہوئے اسباب میں سے ہے، اس لئے یہ توحید و توکل کے خلاف نہیں۔

آیت 53 حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو مدد کی یقین دہانی کروانے کے بعد حواریوں نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی: اے ہمارے رب! ہم اس کتاب انجیل پر ایمان لائے جو تو نے نازل فرمائی اور ہم نے تیرے رسول حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی اتباع کی پس تو ہمیں توحید اور حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے سچے رسول ہونے کی گواہی دینے والوں میں سے لکھ دے۔

آیت 54 بنی اسرائیل کے یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے ساتھ مکر کیا کہ دھوکے سے آپ علیہ السّلام کو شہید کرنے کا منصوبہ بنایا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے مکر کا یہ بدلہ دیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو زندہ آسمان پر اٹھا لیا اور آپ کی شباہت اس شخص پر ڈال دی جو

وَ اللّٰهُ خَیْرُ الْمٰكِرِیْنَ ۝۵۴ اِذْ قَالَ اللّٰهُ یٰعِیْسٰۤى اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَ رَافِعُكَ ع ۱۳/۱۳ ۵ الثلثة

اللہ نے خفیہ تدبیر فرمائی اور اللہ سب سے بہتر خفیہ تدبیر فرمانے والا ہے ○ یاد کرو جب اللہ نے فرمایا: اے عیسیٰ! میں تمہیں پوری عمر

اِلَیَّ وَ مُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ جَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِیْنَ

تک پہنچاؤں گا اور تجھے اپنی طرف اٹھالوں گا اور تجھے کافروں سے نجات عطا کروں گا اور تیری پیروی کرنے والوں کو قیامت تک تیرے

كَفَرُوْۤا اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ ۚ ثُمَّ اِلَیَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَیْنَكُمْ فِیْمَا كُنْتُمْ فِیْهِ

منکروں پر غلبہ دوں گا پھر تم سب میری طرف پلٹ کر آؤ گے تو جن باتوں میں تم جھگڑتے تھے ان باتوں کا میں تمہارے درمیان

آپ کو شہید کرنے آیا تھا، چنانچہ یہودیوں نے اس کو اسی شبہ پر قتل کر دیا۔ **اہم بات:** مکر کا معنی پوشیدگی ہے اس لئے خفیہ تدبیر کو بھی مکر کہتے ہیں، تدبیر اگر اچھے مقصد کے لئے ہو تو محمود اور قبیح غرض سے ہو تو مذموم ہوتی ہے مگر اردو زبان میں مکر کا لفظ فریب کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، بلکہ عربی میں بھی اب یہ لفظ دھوکے کے معنی میں معروف ہو گیا ہے، لہٰذا ہرگز شانِ الٰہی میں نہ کہا جائے، آیت میں جہاں کہیں ذکر ہوا وہاں وہ خفیہ تدبیر کے معنی میں ہے۔

آیت 55 فرمایا کہ وہ وقت یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السّلام سے فرمایا کہ اے عیسیٰ! میں تجھے پوری عمر تک پہنچاؤں گا کہ کفار کے نرغے سے بچالوں گا اور وہ تجھے شہید نہ کر سکیں گے اور ابھی میں تجھے اپنی طرف اٹھالوں گا کہ بغیر موت کے زمین سے اٹھا کر آسمان پر عزت کی جگہ اور فرشتوں کی جائے قرار میں پہنچادوں گا اور تجھے کافروں کے برے پڑوس سے نجات عطا کر دوں گا اور تیری پیروی کرنے والوں کو قیامت تک تیرے منکروں پر دلیل و حجت وغیرہ کے ذریعے غلبہ دوں گا پھر اے پیروکارو اور منکرو! تم سب آخرت میں میری طرف پلٹ کر آؤ گے تو اس دن میں تمہارے درمیان دین کی ان باتوں کا فیصلہ کر دوں گا جن میں تم جھگڑتے تھے۔ **اہم باتیں:** (1) تَوَفّی کا حقیقی معنی ہے: پورا کرنا اور مجازی معنی ہے موت اور اصول یہ ہے کہ جب تک کوئی واضح قرینہ موجود نہ ہو تب تک لفظ کا حقیقی معنی چھوڑ کر مجازی معنی مراد نہیں لیا جا سکتا اور یہاں آیت میں ایسا کوئی قرینہ نہیں کہ اس کا معنی موت لیا جائے بلکہ اس کا حقیقی معنی مراد لینے پر واضح قرائن بھی موجود ہیں اور یہ قرائن وہ احادیث ہیں جن میں حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے زندہ آسمان پر اٹھائے جانے اور قربِ قیامت میں واپس تشریف لانے کا ذکر ہے، لہٰذا ان الفاظ کو بنیاد بنا کر یہودیوں اور عیسائیوں کی پیروی میں قادیانیوں کا حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی وفات کا دعویٰ کرنا سراسر غلط ہے۔ (2) حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی پیروی کرنے اور انہیں ماننے والوں سے "صحیح پیروی کرنے اور صحیح طور پر ماننے والے" مراد ہیں اور یہ لوگ یقیناً صرف مسلمان ہیں کیونکہ انہوں نے ہی یہ گواہی دی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول اور اس کا خاص کلمہ ہیں جبکہ یہودی تو ویسے ہی آپ علیہ السّلام کے دشمن ہیں اور عیسائی انہیں خدا مانتے ہیں تو یہ "ماننا" تو بدترین قسم کا "نہ ماننا" ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام فرمائیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کسی کو معبود نہ مانو اور یہ کہیں، نہیں، ہم تو آپ کو بھی معبود مانیں گے۔

تَخْتَلِفُوْنَ ﴿٥٥﴾ فَاَمَّا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَاُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِیْدًا فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ٘

فیصلہ کردوں گا ○ پس جو لوگ کافر ہیں تو میں انہیں دنیا و آخرت میں سخت عذاب دوں گا

وَ مَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ ﴿٥٦﴾ وَ اَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَیُوَفِّیْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ط

اور ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا ○ اور جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے تو اللہ انہیں ان کا پورا پورا اجر عطا فرمائے گا

وَ اللّٰهُ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ ﴿٥٧﴾ ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَیْكَ مِنَ الْاٰیٰتِ وَ الذِّكْرِ الْحَكِیْمِ ﴿٥٨﴾ اِنَّ

اور اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا ○ یہ جو ہم تمہارے سامنے پڑھتے ہیں کچھ نشانیاں ہیں اور حکمت والی نصیحت ہے ○ بیشک

مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ط خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ﴿٥٩﴾ اَلْحَقُّ

عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک آدم کی طرح ہے جسے اللہ نے مٹی سے بنایا پھر اسے فرمایا: ''ہوجا'' تو وہ فوراً ہوگیا ○ اے سننے والے! حق

آیت 56، 57 ان دو آیات میں فرمایا کہ بہر حال وہ لوگ جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عبدیت اور نبوت کا انکار کرکے کفر کیا تو میں انہیں دنیا میں قتل، قید اور ذلت و رسوائی سے دوچار کرکے اور آخرت میں نارِ جہنم میں ڈال کر سخت عذاب دوں گا اور ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا جو انہیں ہمارے عذاب سے بچاسکے جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر جو لوگ ایمان لائے اور ان کے اللہ تعالیٰ کا بندہ، رسول اور خاص کلمہ ہونے کی تصدیق کی اور انہوں نے فرائض وواجبات وغیرہ پر عمل کرکے اچھے کام کیے تو اللہ تعالیٰ انہیں ان کے اعمال کا پورا پورا اجر عطا فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ ظلم کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔

آیت 58 فرمایا کہ اے حبیب! صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام، ان کی والدہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا اور حواریوں وغیرہ کے جو واقعات بیان ہوئے، یہ آپ کی نبوت و رسالت پر دلالت کرنے والی کچھ نشانیاں اور حکمت والی نصیحت ہے کیونکہ بغیر کوئی کتاب پڑھے یا کسی سے سنے یہ واقعات وہی جان سکتا ہے جس پر وحی اترتی ہو تو یقیناً یہ وحی کے ذریعے ہی آپ کو معلوم ہوئے ہیں اور وحی کسی نبی یا رسول پر ہی نازل ہوتی ہے کسی اور پر نہیں۔

آیت 59 **شانِ نزول:** نجران کے کچھ عیسائی بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بندہ جانتے ہیں؟ فرمایا: ہاں! وہ اس کے بندے، رسول اور اس کا کلمہ ہیں جو اس نے کنواری پاک مریم کو عطا فرمایا۔ اس پر انہوں نے اعتراض کیا کہ کیا کبھی آپ نے بغیر باپ کے بھی انسان دیکھا ہے؟ اس سے ان کا مطلب یہ تھا کہ وہ خدا کے بیٹے ہیں (معاذ اللہ) اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور بتایا گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو صرف باپ کے بغیر پیدا ہوئے جبکہ حضرت آدم علیہ السلام کو تو ماں اور باپ دونوں کے بغیر مٹی سے بنایا، اور کُن ''ہوجا'' کے کلمے سے پیدا فرمایا، جب تم انہیں اللہ تعالیٰ کی مخلوق اور بندہ مانتے ہو تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مخلوقِ خدا اور بندۂ الٰہی ماننے میں کیا تعجب ہے؟

آیت 60 فرمایا کہ اے سننے والے! حق وہی ہے جو تیرے رب کی طرف سے ہو اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا واقعہ بھی چونکہ اللہ تعالیٰ

مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ ۝۶۰ فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ

تیرے رب کی طرف سے ہے پس تم شک کرنے والوں میں سے نہ ہونا○ پھر اے حبیب! تمہارے پاس علم آجانے کے بعد جو تم سے

مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ

عیسیٰ کے بارے میں جھگڑا کریں تو تم ان سے فرمادو: آؤ ہم اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو اور اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو

وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ۣ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ۝۶۱ اِنَّ

اور اپنی جانوں کو اور تمہاری جانوں کو (مقابلے میں) بلا لیتے ہیں پھر مباہلہ کرتے ہیں اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ڈالتے ہیں○ بیشک

هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ ۚ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۶۲

یہی سچا بیان ہے اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بیشک اللہ ہی غالب ہے حکمت والا ہے○

نے بیان فرمایا لہٰذا یہ حق ہے اور تم اس میں کوئی شک نہ کرنا۔

آیت 61 عیسائیوں کے نجرانی وفد سے کئی دن گفتگو جاری رہی لیکن وہ راہِ راست پر نہ آئے تو یہ آیت نازل ہوئی کہ اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم، تمہارے پاس علم آجانے کے بعد عیسائیوں میں سے جو لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے بارے میں بحث کریں تو تم انہیں یہ چیلنج کردو کہ آؤ! ہم اپنے اپنے بیٹوں، عورتوں اور جانوں کو مقابلے میں مباہلہ کے لئے بلاتے ہیں اور جھوٹوں پر لعنت بھیجتے ہیں، یوں کہ اے اللہ! حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے معاملے میں جو جھوٹا ہو اس پر لعنت فرما۔ جب نجران کے عیسائیوں کو یہ آیت پڑھ کر سنا کر دعوتِ مباہلہ دی گئی تو وہ کہنے لگے: ہم مشورہ کرکے کل جواب دیں گے۔ پھر اگلے دن عیسائی بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے یہ منظر دیکھا کہ حضورانور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی گود میں امام حسین اور دستِ مبارک میں امام حسن کا ہاتھ ہے، حضرت فاطمہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہم حضور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے پیچھے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم ان سب سے فرمارہے ہیں کہ جب میں دعا کروں تو تم آمین کہنا۔ جب نجران کے سب سے بڑے عیسائی پادری نے ان حضرات کو دیکھا تو کہنے لگا: اے عیسائیو! میں ایسے چہرے دیکھ رہا ہوں کہ اگر یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے پہاڑ ہٹانے کی دعا کریں تو وہ پہاڑ کو اس کی جگہ سے ہٹادے، ان سے مباہلہ نہ کرنا ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے اور قیامت تک روئے زمین پر کوئی عیسائی باقی نہ رہے گا۔ یہ سن کر عیسائیوں نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: ہم مباہلہ نہیں کریں گے، آخر کار انہوں نے جزیہ دینا منظور کیا مگر مباہلہ کے لئے تیار نہ ہوئے۔ **اہم باتیں:** (1) مباہلہ کا عمومی مفہوم یہ ہے کہ دو مدمقابل افراد آپس میں یوں دعا کریں: اگر تم حق پر اور میں باطل پر ہوں تو اللہ تعالیٰ مجھے ہلاک کرے اور اگر میں حق پر اور تم باطل پر ہو تو اللہ تعالیٰ تجھے ہلاک کرے پھر یہی بات دوسرا فریق کہے۔ (2) مباہلہ دین کے یقینی مسائل میں ہی ہونا چاہئے لہٰذا اسلام کی حقانیت پر تو مباہلہ ہوسکتا ہے حنفی شافعی اختلافی مسائل میں نہیں۔

آیت 62 فرمایا کہ یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السّلام اور ان کی والدہ کے بارے میں جو باتیں بیان کی گئیں یقیناً! یہی سچا بیان ہے نہ کہ وہ

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌۢ بِالْمُفْسِدِیْنَ ﴿۶۳﴾ ع قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ

پھر اگر وہ منہ پھیریں تو اللہ فساد کرنے والوں کو جانتا ہے ○ اے حبیب! تم فرمادو، اے اہلِ کتاب! ایسے کلمہ کی طرف آؤ جو ہمارے

سَوَآءٍۭ بَیْنَنَا وَ بَیْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَ لَا نُشْرِكَ بِهٖ شَیْــٴًـا وَّ لَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا

اور تمہارے درمیان برابر ہے وہ یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں کوئی ایک

بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿۶۴﴾

اللہ کے سوا کسی دوسرے کو رب نہ بنائے پھر (بھی) اگر وہ منہ پھیریں تو اے مسلمانو! تم کہہ دو: ”تم گواہ رہو کہ ہم سچے مسلمان ہیں“ ○

یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تُحَآجُّوْنَ فِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ وَ مَاۤ اُنْزِلَتِ التَّوْرٰىةُ وَ الْاِنْجِیْلُ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِهٖؕ

اے اہلِ کتاب! تم ابراہیم کے بارے میں کیوں جھگڑتے ہو؟ حالانکہ توریت اور انجیل تو اتری ہی ان کے بعد ہے۔

باتیں جو عیسائیوں نے اپنی طرف سے گھڑ کر ان کے حوالے سے پھیلا دی ہیں۔ حضرت عیسٰی علیہ السّلام ہرگز خدا نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی معبود ہے ہی نہیں اور بیشک اللہ تعالیٰ ہی اپنی سلطنت میں غالب اور اپنے ہر کام میں حکمت والا ہے۔

آیت 63 فرمایا کہ اگر وہ لوگ پھر بھی توحید اور حق بات سے منہ پھیریں حالانکہ وہ اس کے متعلق روشن دلائل اور مضبوط ترین حجتوں کا معاینہ بھی کر چکے ہیں، تو آپ ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیں، وہ یقیناً فساد کرنے والوں کو خوب جانتا ہے۔ وہی انہیں سزا دے گا۔

آیت 64 دعوتِ دین کا ایک اسلوب یہ ہے کہ پہلے مشترکہ اور متفقہ باتیں طے کر لی جائیں کہ اس سے اختلافی امور ممتاز اور کم ہو جائیں گے اور اپنی بات سمجھانا آسان ہو جائے گا اسی طور پر فرمایا گیا کہ یہود و نصاریٰ سے یوں بات کرو کہ اے اہلِ کتاب! ایسے کلمہ کی طرف آ جاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے، اس میں نہ تو کسی نبی اور رسول کا اختلاف ہے اور نہ ہی کسی آسمانی کتاب کا، وہ کلمہ یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کی بھی عبادت نہ کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں خواہ وہ حضرت عیسٰی علیہ السّلام ہوں یا کوئی اور، اور ہم میں سے کوئی بھی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کو اپنا رب نہ بنائے جیسے پادریوں وغیرہ کے احکام کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے برابر نہ سمجھیں کہ انہوں نے اپنی طرف سے جو چیزیں حلال یا حرام کر دیں اسے اللہ تعالیٰ کے حلال و حرام کردہ کے برابر سمجھ لیں اور اس میں ان کی ویسے ہی پیروی کرنے لگ جائیں جیسے حکمِ الٰہی کی کی جاتی ہے۔ اب اگر اس دعوتِ توحید کے بعد بھی وہ لوگ حق سے منہ پھیریں تو ان سے کہہ دو کہ تم گواہ رہو کہ ہم سچے مسلمان ہیں جو خالص توحید پر قائم ہیں۔ **اہم بات:** خدا اور سول عزوجل و صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے حکم کے مقابلے میں کسی کی بات کو شریعت ماننا حرام ہے جبکہ قرآن و حدیث سے استدلال کرنے والے سچے مجتہدین کی پیروی کرنا بالکل درست، حکم قرآنی اور پوری امت مسلمہ کا ہمیشہ سے معمول ہے۔

آیت 65 عیسائی اور یہودی بلکہ مشرکین بھی حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو اپنے اپنے دین پر قرار دیتے تھے مثلاً عیسائیوں کا کہنا تھا کہ ابراہیم علیہ السّلام عیسائی تھے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ یہودیت حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے بعد اور عیسائیت حضرت عیسٰی علیہ السّلام

Go To Index

اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝٦٥ هٰۤاَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ حَاجَجْتُمْ فِيْمَا لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَآجُّوْنَ

توکیا تمہیں عقل نہیں ؟○ سن لو: تم وہی لوگ ہو جو پہلے اس معاملے میں جھگڑتے تھے جس کا تمہیں علم تھا تو (اب) اس میں کیوں

فِيْمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝٦٦ مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا

جھگڑتے ہو جس کا تمہیں علم ہی نہیں؟ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ○ ابراہیم نہ یہودی تھے اور نہ

نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝٦٧ اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ

عیسائی بلکہ وہ ہر باطل سے جدا رہنے والے مسلمان تھے اور مشرکوں میں سے نہ تھے ○ بیشک سب لوگوں سے زیادہ

بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝٦٨ وَدَّتْ

ابراہیم کے حق دار وہ ہیں جو ان کی اتباع کرنے والے ہیں اور یہ نبی اور ایمان والے اور اللہ ایمان والوں کا مددگار ہے ○ کتابیوں کا

طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يُضِلُّوْنَكُمْ ؕ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۝٦٩

ایک گروہ دل سے چاہتا ہے کہ کسی طرح تمہیں گمراہ کردیں اور وہ صرف خود کو گمراہ کررہے ہیں اور انہیں شعور نہیں ○

کے بعد جاری ہوئیں اور حضرت ابراہیم علیہ السّلام ان دونوں انبیاء سے کئی سو سال پہلے ہوئے ہیں تو وہ یہودی یا عیسائی کیسے ہوسکتے ہیں؟ حالانکہ تورات و انجیل تو اُتری ہی ان کے بعد ہے۔ تو کیا تمہیں اتنی بھی عقل نہیں کہ کئی سو سال پہلے والا شخص بعد والے گروہ میں شامل نہیں ہوسکتا۔ **اہم بات:** علم تاریخ بہت مفید ہے یہاں تاریخ کی بنیاد پر ہی جواب دیا گیا ہے نیز قوموں کے عروج وزوال اور اس کے اسباب تاریخ ہی سے معلوم ہوتے ہیں، البتہ تاریخ میں غلط بیانی، ہیر پھیر اور اپنے مطلب کے نتائج نکالنے کی بھرمار ہے، اس لئے کسی مستند عالم کی رہنمائی میں پڑھنی چاہیے۔

آیت 67،66 ان دونوں آیات میں فرمایا کہ اے یہودیو اور عیسائیو! سن لو، یہ تم ہی ہو کہ اپنی کتابوں میں نبی آخر الزّمان صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کا سچا بیان پڑھنے کے باوجود ایمان نہ لائے بلکہ بحث کرنے لگے توجب معلوم باتوں میں تم جھگڑا کرتے ہو تو ان باتوں میں کیوں جھگڑتے ہو جن کا ذکر نہ تمہاری کتابوں میں ہے اور نہ تمہیں ان کا علم ہے، یعنی حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو یہودی یا عیسائی قرار دینا تورات و انجیل دونوں میں نہیں ہے۔ حقیقتِ حال اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام نہ یہودی تھے، نہ عیسائی اور نہ مشرک بلکہ ہر باطل سے جدا، خالصتاً اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار مسلمان بندے تھے۔

آیت 68 زمانہ رسالت کے یہودی، عیسائی اور مشرک حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے قریب نہیں بلکہ ان کے سب سے زیادہ قریب وہ ہیں جو ان کے زمانۂ نبوت میں ان پر ایمان لائے اور ان کی شریعت پر عمل پیرا رہے، پھر حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے قریب یہ نبی محمدِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم اور ان پر ایمان لانے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا مددگار ہے۔

آیت 69 اہل کتاب کا ایک گروہ مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لئے کوششیں کرتا رہتا تھا، کبھی مسلمانوں کو وسوسے ڈال کر، کبھی یوں

يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ اَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ﴿۷۰﴾ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ

اے کتابیو! اللہ کی آیتوں کے ساتھ کیوں کفر کرتے ہو حالانکہ تم خود گواہ ہو○ اے کتابیو! حق کو باطل کے ساتھ

تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَ تَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۷۱﴾ ع وَ قَالَتْ طَّآىِٕفَةٌ مِّنْ ع ۸/۱۵

کیوں ملاتے ہو اور حق کیوں چھپاتے ہو حالانکہ تم جانتے ہو○ اور کتابیوں کے ایک گروہ نے کہا:

اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِیْۤ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَ اكْفُرُوْۤا

جو ایمان والوں پر نازل ہوا ہے صبح کو اس پر ایمان لاؤ اور شام کو انکار کردو۔ ہوسکتا ہے (کہ اس طرح مسلمان بھی اسلام سے

اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَ لَا تُؤْمِنُوْۤا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِیْنَكُمْ ؕ قُلْ

پھر جائیں○ اور (مزید آپس میں کہا کہ) صرف اسی کا یقین کرو جو تمہارے دین کی پیروی کرنے والا ہو۔ اے حبیب! تم فرمادو کہ ہدایت

کہ صبح کلمہ پڑھ کر شام کو انکار کردو تاکہ مسلمانوں کے دلوں میں بھی شک پیدا ہوجائے وغیرہا۔ اس پر فرمایا کہ یہ لوگ صرف خود کو گمراہ کررہے ہیں کیونکہ مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کا گناہ انہیں ہی ملے گا جبکہ مسلمان ان کی بات نہیں مانیں گے لیکن ان اہل کتاب کو اس کا شعور ہی نہیں۔ **درس:** آج بھی کفر وارتداد کی تحریکیں چلتی رہتی ہیں اور اب تو فلموں، ڈراموں، مزاحیہ پروگراموں اور گانوں نے تباہی مچا رکھی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ایمان کی حفاظت فرمائے، اٰمین۔

آیت 70 فرمایا کہ اے کتابیو! تم اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے ساتھ کیوں کفر کرتے ہو حالانکہ تم خود اپنی کتابوں تورات وانجیل سے پڑھ کر قرآن اور محمدِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی حقانیت کو جانتے ہو اور آج بھی قرآن کی سو فیصد اصلی صورت میں موجودگی، اس کی تعلیم کی آفاقیت اور محمدِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے کردار کی عظمت اور تعلیمات کی جامعیت ان کی حقانیت کی دلیل ہے۔

آیت 71 اے کتابیو! اپنی کتابوں میں تحریف وتبدیلی کرکے حق کو باطل کے ساتھ کیوں ملاتے ہو اور ذاتی مفادات کے لئے حق کیوں چھپاتے ہو حالانکہ تم جانتے ہو کہ یہ نبی حق ہیں اور تم غلطی پر ہو۔

آیت 72 **شانِ نزول:** یہودی اس طرح کی سازشیں بھی کرتے کہ ان کے کچھ لوگ صبح کو اسلام لائیں اور شام کو یہ کہہ کر مرتد ہوجائیں کہ محمدِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم وہ نبی نہیں جن کی ہماری کتابوں میں خبر ہے تاکہ اس حرکت سے مسلمانوں کو اپنے دین میں شبہ پیدا ہو اور وہ مرتد ہوجائیں لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرماکر ان کا راز فاش کردیا اور مسلمان پہلے سے ہی خبردار ہوگئے، یوں ان کی سازش ناکام ہوگئی۔ **درس:** آج بھی ایسی سازشیں جاری ہیں کہ جھوٹی فلموں، رپورٹس اور تصویروں کے ذریعے لوگوں کو اسلام سے متنفر کیا جاتا ہے، کفار میڈیا کو اس مقصد کے لئے بطورِ خاص استعمال کررہے ہیں، مسلمانوں کو ان کے مکروفریب سے ہوشیار رہنا چاہئے۔

آیت 73 یہ بھی یہودیوں کی کارستانی کا بیان ہے کہ انہوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ صرف اسی کی بات پر یقین کرو جو تمہارے دین کی پیروی کرنے والا ہو اور اِس بات کا کبھی یقین نہ کرو کہ کسی اور کو بھی ویسی ہدایت، دین، کتاب وحکمت اور شرافت وفضیلت مل

اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ ۙ اَنْ يُّؤْتٰۤى اَحَدٌ مِّثْلَ مَاۤ اُوْتِيْتُمْ اَوْ يُحَآجُّوْكُمْ

تو صرف اللہ ہی کی ہدایت ہے۔ (اور یہ سازشی آپس میں کہتے ہیں کہ اس کا بھی یقین نہ کرو) کہ کسی اور کو بھی ویسا مل سکتا ہے جو تمہیں دیا گیا

عِنْدَ رَبِّكُمْ ؕ قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ

یا کوئی تمہارے رب کے پاس تمہارے اوپر غالب آسکتا ہے۔ اے حبیب! تم فرمادو کہ فضل تو یقیناً اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے وہ جسے چاہتا ہے

وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۟ۙ ﴿٧٣﴾ يَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿٧٤﴾

عطا فرمادیتا ہے اور اللہ وسعت والا، علم والا ہے ○ وہ اپنی رحمت کے ساتھ جسے چاہتا ہے خاص فرمالیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے ○

وَمِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ يُّؤَدِّهٖۤ اِلَيْكَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ

اور اہلِ کتاب میں کوئی تو وہ ہے کہ اگر تم اس کے پاس ایک ڈھیر بھی امانت رکھ دو تو وہ تمہیں (پورا پورا) ادا کردے گا اور انہی میں سے کوئی

اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ لَّا يُؤَدِّهٖۤ اِلَيْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَآئِمًا ؕ ذٰلِكَ

وہ ہے کہ اگر تم اس کے پاس ایک دینار بھی امانت رکھ دو تو جب تک تم اس کے سر پر کھڑے نہیں رہو گے وہ تمہیں ادا نہیں کرے گا۔

سکتی ہے جو تم یہودیوں کو دی گئی ہے یا بروزِ قیامت کوئی تمہارے رب کے پاس تمہارے اوپر غالب آسکتا ہے۔ اس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ نبوت بنی اسرائیل کے سوا کسی قبیلہ کو نہیں مل سکتی اور چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم بنی اسرائیل سے نہیں لہٰذا آپ نبی نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے نبی! آپ ان سے فرمادیں کہ فضل یعنی نبوت تو یقیناً اللہ تعالیٰ ہی کے دستِ قدرت میں ہے، وہ جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔ **اہم بات:** نبوت اعمال سے نہیں ملتی، یہ محض فضلِ الٰہی ہے اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس خاص فضل کا سلسلہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم پر ختم فرمادیا ہے لہٰذا اب تا قیامت کوئی نیا نبی نہیں آئے گا۔

آیت 74 اللہ تعالیٰ نبوت و رسالت کے ساتھ اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا خاص فرمالیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے اور خداوند قدوس نے قصرِ نبوت میں آخری نبی محمد مصطفی صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی صورت میں آخری اینٹ لگا کر اس محل کو مکمل کردیا، جس میں اب کوئی نئی نبوت شامل نہیں ہوسکتی اور جو نبوت کا دعویٰ کرکے نقب زنی کی کوشش کرے، امت مسلمہ اسے کان سے پکڑ کر باہر دھکیل دے گی۔

آیت 75 نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی صداقت کا بیان سابقہ کتب میں موجود تھا اور اُس بیان کو آگے پہنچانا اور موقع پر بیان کرنا اُن پر فرض تھا اور یہ ذمہ داری اُن پر علمی اور ایمانی امانت تھی لیکن اکثریت خائن تھی۔ اِس آیت میں ان کی مالی خیانت کو بیان کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اِن خائنوں کی اکثریت سے علمی دیانت کی توقع نہیں کی جاسکتی چنانچہ مالی حوالے سے فرمایا کہ اہلِ کتاب میں مالی دیانت کے اعتبار سے اچھے لوگ بھی ہیں اور برے بھی کہ کوئی تو ایسا ہے کہ اگر تم اس کے پاس ایک ڈھیر برابر مال بھی امانت رکھ دو تو وہ تمہیں وقت پر پورا پورا مال ادا کردے گا جبکہ ان میں ایسے بھی ہیں کہ اگر تم ایک دینار بھی ان کے پاس بطورِ امانت رکھو تو جب تک تم اس کے سر پر کھڑے رہ کر بار بار تقاضا نہیں کرو گے تب تک وہ تمہیں ادا نہیں کرے گا گویا اللہ تعالیٰ کے ڈر سے نہیں بلکہ

Go To Index

بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ

(ان کی) یہ بد دیانتی اس وجہ سے ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ اَن پڑھوں کے معاملے میں ہم سے کوئی پوچھ گچھ نہیں ہوگی اور یہ اللہ پر جان بوجھ کر

وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿٧٥﴾ بَلٰى مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ﴿٧٦﴾

جھوٹ باندھتے ہیں ○ کیوں نہیں، جو اپنا وعدہ پورا کرے اور پرہیزگاری اختیار کرے تو بیشک اللہ پرہیزگاروں سے محبت فرماتا ہے ○

اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ

بیشک وہ لوگ جو اللہ کے وعدے اور اپنی قسموں کے بدلے تھوڑی سی قیمت لیتے ہیں، اِن لوگوں کے لئے آخرت میں کچھ حصہ نہیں اور اللہ

وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ۠ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٧٧﴾

قیامت کے دن نہ توان سے کلام فرمائے گا اور نہ ان کی طرف نظر کرے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے ○

لوگوں کے ڈر سے اور بار بار کے تقاضا کرنے پر ہی امانت ادا کرے گا۔ یہودیوں کی اس بد دیانتی کی وجہ ان کا یہ باطل گمان تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتابوں میں اَن پڑھوں یعنی دوسرے دین والوں کا مال ہضم کر جانے کی انہیں اجازت دی ہے اور اس معاملے میں ان سے کوئی پوچھ گچھ نہیں ہوگی حالانکہ وہ خوب جانتے ہیں کہ آسمانی کتابوں میں ایسا کوئی حکم موجود نہیں اور ان کی یہ بات اللہ تعالیٰ پر بہتان ہے۔ ایسا ہی سبب اُن کی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی تصدیق نہ کرنے میں ہے اور وہ ان کا یہ باطل گمان ہے کہ اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل سے ہٹ کر کسی کو نبی نہیں بنائے گا اور محمد صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم تو بنی اسماعیل سے تھے۔ **درس:** رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی دیانت داری کو کفار بھی تسلیم کرکے آپ کو صادق و امین کہتے تھے۔ اے کاش! ہم مسلمان اپنی عملی حالت پر غور کریں کہ ہم اپنے نبی صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی دیانت والی سنت پر عمل پیرا ہیں یا دشمنوں کے طریقے پر؟

آیت 76 اس سے پہلی آیت میں یہودیوں کی یہ بات بیان ہوئی کہ ”دوسرے مذہب والوں سے بد دیانتی کرنے پر ان سے کوئی پوچھ گچھ نہیں ہوگی“ اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنا قانون بیان فرمادیا کہ دوسروں سے بد دیانتی کرنے پر پوچھ گچھ کیوں نہیں ہوگی؟ ضرور ہوگی کیونکہ وعدہ پورا کرنا اور امانت ادا کرنا دونوں چیزیں پرہیزگاری سے تعلق رکھتی ہیں اور پرہیزگاری اللہ تعالیٰ کو پسند ہے تو جو اللہ تعالیٰ کی پسند پر چلے گا وہ اللہ تعالیٰ کا محبوب بنے گا اور جو اللہ تعالیٰ کی پسند کی مخالفت کرے گا، اس سے ضرور مؤاخذہ کیا جائے گا۔

آیت 77 **شانِ نزول:** یہ آیت یہودی علماء اور ان کے کچھ سرداروں مثلاً ابو رافع، کعب بن اشرف، حیی بن اخطب وغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے اللہ تعالیٰ کا وہ عہد چھپایا جو ان سے نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم پر ایمان لانے کے متعلق تورات میں لیا گیا تھا، انہوں نے اسے بدل کر وہاں اپنے ہاتھوں سے کچھ کا کچھ لکھ دیا اور جھوٹی قسم کھائی کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ یہ سب کچھ انہوں نے اپنی جماعت کے جاہلوں سے رشوتیں اور مال و دولت حاصل کرنے کے لئے کیا۔ اس آیت میں ان کے لیے سخت وعید بیان کی گئی کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے وعدے اور اپنی قسموں کے بدلے تھوڑی سی قیمت لیتے ہیں، ان لوگوں کے لئے آخرت میں کچھ حصہ نہیں، ان پر اللہ تعالیٰ کا غضب اس قدر ہوگا کہ قیامت کے دن نہ وہ ان سے کلام فرمائے گا، نہ ان کی طرف رحمت کی نظر کرے

وَ اِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِیْقًا یَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَ مَا هُوَ مِنَ

اور یقیناً ان اہلِ کتاب میں سے کچھ وہ ہیں جو زبان کو مروڑ کر کتاب پڑھتے ہیں تاکہ تم سمجھو کہ یہ بھی کتاب کا حصہ ہے حالانکہ وہ

الْكِتٰبِ ۚ وَ یَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَ مَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَ یَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ

کتاب کا حصہ نہیں ہے اور یہ لوگ کہتے ہیں: یہ اللہ کی طرف سے ہے حالانکہ وہ ہرگز اللہ کی طرف سے نہیں ہے اور یہ لوگ جان بوجھ کر

وَ هُمْ یَعْلَمُوْنَ ﴿۷۸﴾ مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّؤْتِیَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَ الْحُكْمَ وَ النُّبُوَّةَ ثُمَّ یَقُوْلَ

اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں ○ کسی آدمی کو یہ حق حاصل نہیں کہ اللہ اسے کتاب و حکمت اور نبوت عطا کرے پھر وہ لوگوں سے کہے کہ

لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّیْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ لٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِیّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ

اللہ کو چھوڑ کر میری عبادت کرنے والے بن جاؤ بلکہ وہ یہ کہے گا کہ اللہ والے ہو جاؤ کیونکہ تم کتاب کی تعلیم دیتے ہو

وَ بِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَ لَا یَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓىِٕكَةَ وَ النَّبِیّٖنَ اَرْبَابًا ؕ

اور اس لئے کہ تم خود بھی اسے پڑھتے ہو ○ اور نہ تمہیں یہ حکم دے گا کہ فرشتوں اور نبیوں کو رب بنالو،

گا اور نہ انہیں پاک کرے گا اور اس گناہ پر ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ **اہم بات:** جھوٹی قسم کھا کر مال لینے والے، رشوت لے کر جھوٹی گواہی دینے، جھوٹے فیصلے یا جھوٹی وکالت کرنے والے سب اس آیت کی وعید میں داخل ہیں۔ حدیث پاک میں ہے: جو کسی مسلمان کا حق مارنے کے لئے قسم کھائے اللہ تعالیٰ اس پر جنت حرام اور دوزخ لازم کر دیتا ہے۔ ایک شخص نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، اگرچہ تھوڑی سی چیز ہو؟ فرمایا: اگرچہ پیلو کی شاخ ہی کیوں نہ ہو۔ (مسلم، حدیث: 218(137))

آیت 78 ﴾ یہودیوں کے بارے میں فرمایا کہ وہ تورات پڑھتے ہوئے اپنی طرف سے کچھ باتیں شامل کر کے اس انداز میں پڑھتے ہیں کہ لوگ سمجھیں کہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا کلام ہے حالانکہ وہ کتابُ اللہ کا حصہ نہیں ہوتا اور بعض اوقات تو صراحت بھی کر دیتے ہیں کہ یہ کلام بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی نازل ہوا ہے حالانکہ وہ ہرگز اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں بلکہ ان کا اپنا تحریف شدہ کلام ہوتا ہے۔ یہ بات انہیں اچھی طرح معلوم ہے اس کے باوجود یہ بدبخت لوگ جان بوجھ کر اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں۔ یہ وہ مقامات تھے جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی صداقت کا بیان تھا یا جہاں اُن کی نفسانی خواہشات کے برخلاف احکام دیئے گئے تھے۔

آیت 79، 80 ﴾ بہت سے لوگ اپنی غلط حرکتوں اور باطل عقیدوں کو مقدس ہستیوں کی طرف منسوب کر دیتے ہیں کہ ہمیں تو انہوں نے ایسا کرنے کا کہا تھا ایسے لوگوں کی تردید میں فرمایا کہ کسی آدمی کو یہ حق حاصل نہیں کہ اللہ تعالیٰ اسے کتاب جیسے تورات، انجیل اور قرآن سے نوازے، علم و عمل میں کمال اور نبوت سے سرفراز فرمائے، پھر اتنا عظیم شرف ملنے کے بعد وہ لوگوں سے یوں کہنے لگے کہ تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر میری عبادت کرنے والے بن جاؤ۔ یہ کسی بھی نبی علیہ السلام سے ناممکن اور اس کی طرف ایسی نسبت بہتان ہے۔ خدا کا پیغمبر تو یہی کہے گا کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اللہ والے بن جاؤ کیونکہ تم کتاب کی تعلیم دیتے اور خود بھی اسے پڑھتے ہو،

Go To Index

اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۸۰﴾ ع وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ ع ۸ ۹ ۱۲

کیا وہ تمہیں تمہارے مسلمان ہونے کے بعد کفر کا حکم دے گا؟○ اور یاد کرو جب اللہ نے نبیوں سے وعدہ لیا کہ میں تمہیں کتاب اور حکمت

النَّبِيّٖنَ لَمَاۤ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ

عطا کروں گا پھر تمہارے پاس وہ عظمت والا رسول تشریف لائے گا جو تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمانے والا ہو گا تو تم ضرور ضرور اس پر

لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَ لَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَ اَخَذْتُمْ عَلٰى

ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا۔ (اللہ نے) فرمایا: (اے انبیاء!) کیا تم نے (اس حکم کا) اقرار کر لیا اور اس (اقرار) پر میرا بھاری ذمہ

ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ ؕ قَالُوْۤا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَ اَنَا مَعَكُمْ مِّنَ

لے لیا؟ سب نے عرض کی، ”ہم نے اقرار کر لیا“ (اللہ نے) فرمایا: تو (اب) ایک دوسرے پر (بھی) گواہ بن جاؤ اور میں خود (بھی) تمہارے ساتھ

الشّٰهِدِيْنَ ﴿۸۱﴾ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۸۲﴾ اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ

گواہوں میں سے ہوں ○ پھر جو کوئی اس اقرار کے بعد روگردانی کرے گا تو وہی لوگ نافرمان ہوں گے ○ کیا لوگ اللہ کے دین کے علاوہ

یونہی وہ تمہیں ہرگز یہ حکم نہیں دے گا کہ تم فرشتوں اور نبیوں کو رب بنا کر ان کی عبادت کرنے لگ جاؤ، کیا وہ تمہارے مسلمان ہونے کے بعد تمہیں کفر کا حکم دے گا؟ ایسا ہرگز ممکن نہیں۔ **اہم باتیں:** (1) رَبّانی کے معنی نہایت دیندار، عالمِ باعمل اور فقیہ کے ہیں۔ (2) علم و تعلیم کا ثمرہ یہ ہونا چاہئے کہ آدمی اللہ والا ہو جائے، جسے علم سے یہ فائدہ نہ ہو اس کا علم ضائع اور بے کار ہے۔ (3) قرآن و سنت کے برخلاف کسی کی بات شریعت کا حکم نہیں ہو سکتی، البتہ مجتہدین کرام کا قرآن و حدیث سے استدلال کر کے امت کو بتانا اور امت کا اسے قبول کرنا خود حکمِ خدا ہے کہ علماء سے پوچھنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔

آیت 81، 82 ان دو آیات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم اور انبیاء علیہم السلام کی عظمت کا بیان ہے۔ ان آیات کا ایک معنی یہ ہے کہ تمام نبیوں سے یہ عہد لیا گیا کہ اگر ان کے زمانے میں کوئی دوسرا نبی ظاہر ہو تو یہ اس کی تصدیق اور مدد کریں گے۔ یوں تمام انبیاء علیہم السلام ایک دوسرے کے مصدق و معاون ہوں گے۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ یہ عہد بطورِ خاص ہمارے آقا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے متعلق لیا گیا اور آپ کی شان، رب العالمین نے بیان فرمائی اور انبیاء علیہم السلام نے اس کا اقرار فرمایا اور یوں کائنات وجود میں آنے سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کا ذکر جاری ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو تمام نبیوں کا نبی بنایا کہ تمام انبیاء علیہم السلام کو بطورِ خاص آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم پر ایمان لانے اور مدد کرنے کا حکم دیا۔ پھر ان سے باقاعدہ اس کا اقرار لیا، ان سے اِس اقرار کا باقاعدہ اعلان کروایا اور اِس پر ان سب کو ایک دوسرے پر گواہ بنایا اور پھر اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا کہ تمہارے اس اقرار پر میں خود بھی گواہ ہوں۔ انبیاء علیہم السلام سے اقرار کرنے کے بعد پھر جانا مُتَصَوَّر نہیں لیکن پھر بھی فرمایا کہ اس اقرار کے بعد جو پھرے وہ نافرمانوں میں شمار ہو گا۔

آیت 83 فرمایا کہ کیا لوگ اللہ تعالیٰ کے دین اسلام کے علاوہ کوئی اور دین چاہتے ہیں حالانکہ آسمانوں اور زمینوں میں جو کوئی بھی ہے

يَبْغُوْنَ وَلَهٗۤ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّ كَرْهًا وَّ اِلَيْهِ

کوئی اور دین چاہتے ہیں حالانکہ آسمانوں اور زمینوں میں جو کوئی بھی ہے وہ سب خوشی سے یا مجبوری سے اسی کی بارگاہ میں گردن جھکائے

يُرْجَعُوْنَ ﴿۸۳﴾ قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ مَاۤ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَ مَاۤ اُنْزِلَ عَلٰۤى اِبْرٰهِيْمَ

ہوئے ہیں اور سب کو اسی کی طرف لوٹایا جائے گا○ اور تم یوں کہو کہ ہم اللہ پر اور جو ہمارے اوپر نازل کیا گیا ہے اس پر اور جو ابراہیم اور

وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطِ وَ مَاۤ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَ عِيْسٰى

اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کی اولاد پر نازل کیا گیا ہے اس پر ایمان لاتے ہیں اور جو موسیٰ اور عیسیٰ اور نبیوں کو ان کے رب کی طرف

وَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۪ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۫ وَ نَحْنُ لَهٗ

سے دیا گیا (اس پر بھی ایمان لاتے ہیں۔ نیز) ہم ایمان لانے میں ان میں سے کسی کے درمیان فرق نہیں کرتے اور ہم اسی کی بارگاہ میں

مُسْلِمُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَ مَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَ هُوَ فِي الْاٰخِرَةِ

گردن جھکائے ہوئے ہیں○ اور جو کوئی اسلام کے علاوہ کوئی اور دین چاہے گا تو وہ اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں

فرشتے، انسان اور جنات سب خوشی سے یا مجبوری سے اسی کی بارگاہ میں گردن جھکائے ہوئے ہیں اور یاد رکھو کہ روزِ قیامت سب کو اسی کی طرف لوٹایا جائے گا۔ **اہم بات:** فرشتے تو خوشی سے فرمانبردار ہیں کہ ان کی تخلیق ہی معصومیت پر ہے اور مسلمان جن اور انسان دلائل میں نظر کر کے فرمانبردار ہیں جبکہ کافر کسی خوف یا موت کے وقت عذاب دیکھ کر گردن جھکا دیتا ہے لیکن اس وقت کا ایمان نفع نہ دے گا اور قیامت میں تو سب مان ہی جائیں گے۔

آیت 84 یہودیوں اور عیسائیوں نے تو یہ کیا کہ کچھ انبیاء علیہم السّلام پر ایمان لائے اور کچھ پر نہیں، ان کے مقابلے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلّم اور مسلمانوں سے فرمایا گیا کہ تم یوں کہو کہ ہم اللہ تعالیٰ پر اور جو قرآن ہمارے اوپر نازل کیا گیا اور جو صحیفے حضرت ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب علیہم السّلام اور ان کی اولاد پر نازل کیے گئے، ان پر ایمان لاتے ہیں اور جو حضرت موسیٰ، عیسیٰ علیہما السّلام کو دیا گیا جیسے تورات، انجیل اور معجزات وغیرہ اور جو کتابیں اور معجزات دیگر نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے دیئے گئے اس پر بھی ایمان لاتے ہیں، نیز ہم ایمان لانے میں ان میں سے کسی کے درمیان کوئی فرق نہیں کرتے جیسے یہودیوں اور عیسائیوں نے کیا بلکہ ایمان کے تمام تر تقاضوں کے مطابق ان پر ایمان لاتے ہیں اور ہم خدا کی بارگاہ میں ہی گردن جھکائے ہوئے ہیں۔ **اہم بات:** سب نبیوں اور ان پر نازل ہوئی کتابوں، صحیفوں اور ان کے معجزات وغیرہ پر ایمان لانا ضروری ہے البتہ ہمارا عمل صرف قرآن پر اور اطاعت و اتباع صرف ہمارے نبی محمدِ مصطفٰی صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلّم کی ہوگی۔

آیت 85 اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صاف صاف فرما دیا کہ جو کوئی اسلام کے علاوہ کوئی اور دین چاہے گا تو وہ اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں ثواب سے محروم ہو کر اور ہمیشہ کے لیے عذاب جہنم کا حقدار ٹھہر کر نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔

مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۸۵﴾ كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَشَهِدُوْٓا

نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا○ اللہ ایسی قوم کو کیسے ہدایت دے گا جنہوں نے ایمان کے بعد کفر کو اختیار کیا اور وہ اس بات کی

اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّجَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۸۶﴾

گواہی دے چکے تھے کہ (یہ) رسول سچا ہے اور ان لوگوں کے پاس روشن نشانیاں بھی آچکی تھیں اور اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا○

اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿۸۷﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ

یہی وہ لوگ ہیں جن کا بدلہ یہ ہے کہ ان پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور انسانوں سب کی لعنت ہے○ ہمیشہ اس میں رہیں گے،

لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۸۸﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۫

نہ ان سے عذاب ہلکا ہوگا اور نہ انہیں مہلت دی جائے گی○ سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے کفر کے بعد توبہ کر لی اور اپنی اصلاح کر لی

اہم باتیں: (1) بارگاہِ الٰہی میں مقبول دین صرف اسلام ہے اس کے علاوہ کوئی دین وہاں مقبول نہیں۔ (2) اسلام کے علاوہ کوئی کسی دین کی اخلاقی باتوں پر جتنا چاہے عمل کرلے جب تک وہ مکمل طور پر بطورِ عقیدہ اسلام کو اختیار نہیں کرے گا اس کا کوئی عمل بھی بارگاہِ الٰہی میں مقبول نہیں۔ آخرت کی نجات صرف اِسلام میں ہے اور اِس وقت اسلام وہ دین ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم لے کر آئے۔

آیت 86 یہودی اور عیسائی علماء نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے لوگوں کو ان کی خوشخبریاں دیتے اور ان کے طفیل دعائیں مانگتے تھے لیکن آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی تشریف آوری کے بعد ذاتی مفادات اور بنی اسماعیل میں نبوت آنے پر حسد کی وجہ سے آپ کے مخالف ہوگئے، ان کے بارے میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ایسی قوم کو کیوں ایمان کی توفیق دے گا جنہوں نے ایمان کے بعد کفر کو اختیار کیا اور جو پہلے گواہی دے چکے تھے کہ یہ رسول سچا ہے نیز ان لوگوں کے پاس قرآن کی حقانیت اور رسول کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی صداقت پر دلالت کرنے والی روشن نشانیاں بھی آچکی تھیں اور وہ روشن معجزات دیکھ چکے تھے اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا جنہوں نے ایمان کے بعد کفر اختیار کر کے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔

آیت 87، 88 ان دو آیات میں جان بوجھ کر کفر اختیار کرنے والے یہودی اور عیسائی علماء کی سزا کا بیان ہے، چنانچہ فرمایا کہ ایمان کے بعد کفر اختیار کرنے والے ہی وہ لوگ ہیں جن پر ان کے عمل کے بدلے میں اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور انسانوں سب کی لعنت ہے، یہ ہمیشہ لعنت و عذاب میں رہیں گے، نہ ان سے عذاب ہلکا ہوگا اور نہ ایک وقت سے دوسرے وقت تک عذاب مؤخر کر کے انہیں مہلت دی جائے گی۔

آیت 89 فرمایا کہ لعنت و دائمی عذاب کی سزا ان لوگوں کے لیے نہیں جنہوں نے کفر سے توبہ کر لی اور اپنے اعمال کی اصلاح کر لی، بیشک اللہ تعالیٰ انہیں بخشنے والا اور ان پر مہربانی کرنے والا ہے۔

فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۸۹﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِیْمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوْا

تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے○ بیشک وہ لوگ جو ایمان لانے کے بعد کافر ہوگئے پھر کفر میں اور بڑھ گئے

كُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ ۚ وَ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الضَّآلُّوْنَ ﴿۹۰﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا

تو ان کی توبہ ہرگز قبول نہ کی جائے گی اور یہی لوگ گمراہ ہیں○ بیشک وہ لوگ جو کافر ہوئے

وَ مَاتُوْا وَ هُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا

اور کافر ہی مرگئے ، ان میں سے کوئی اگرچہ اپنی جان چھڑانے کے بدلے میں پوری زمین کے برابر سونا بھی دے

وَّ لَوِ افْتَدٰى بِهٖ ؕ اُولٰٓىٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ وَّ مَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ ﴿۹۱﴾ ع

ع ۹ / ۱۱ / ۱۷

تو ہرگز اس سے قبول نہ کیا جائے گا۔ ان کے لئے دردناک عذاب ہے اور ان کا کوئی مددگار نہیں ہوگا○

آیت 90 جو یہودی حضرت موسیٰ علیہ السلام اور تورات پر ایمان لائے لیکن بعد میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور انجیل کے ساتھ کفر کیا پھر کفر میں مزید بڑھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم اور قرآن کے ساتھ بھی کفر کیا یا وہ یہود و نصاریٰ جو اپنی کتابوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی نعت وصفت دیکھ کر آپ پر ایمان رکھتے تھے لیکن تشریف آوری کے بعد کافر ہوگئے پھر اپنے کفر پر قائم رہ کر اور لوگوں کو دین اسلام سے روک کر یہ کفر میں اور شدید ہوگئے۔ ان کے بارے میں فرمایا گیا کہ ان کی توبہ ہرگز قبول نہ کی جائے گی۔ یہاں توبہ قبول نہ ہونے کا یہ معنی ہے کہ انہیں معافی نہیں ملے گی کیونکہ یہ توبہ ہی نہیں کرتے، یا یہ معنی کہ چونکہ یہ دل سے نہیں بلکہ منافقانہ طور پر فقط زبان سے توبہ کرتے ہیں ایسی توبہ ہرگز قبول نہیں اور یہی لوگ مکمل طور پر گمراہ ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) ایمان و کفر میں شدت کی کیفیت کے اعتبار سے کمی زیادتی ہوتی ہے یعنی کسی کا ایمان زیادہ قوی اور مضبوط جبکہ کسی کا کمزور اور کسی کا کفر زیادہ شدید جبکہ کسی کا کم شدت والا ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی محبت جتنی زیادہ اتنا ہی ایمان مضبوط اور معاذ اللہ آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے جتنا کسی کو بغض زیادہ، اُتنا ہی اُس کا کفر شدید ہے۔ (2) خلوصِ دل سے کی جانے والی توبہ ضرور مقبول ہے۔

آیت 91 اس آیت میں کفر پر مرنے والوں کے لیے شدید وعید کا بیان ہے کہ ایسے لوگ اگر بالفرض اپنی جان چھڑانے کے لئے زمین بھر سونا بھی دیدیں تب بھی ان کی خلاصی نہ ہوگی، ان کے لیے جہنم کا دردناک عذاب ہے اور روزِ قیامت ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا جو انہیں عذاب سے بچا سکے۔ الامان والحفیظ۔ آخرت کی نجات کا دارومدار ایمان پر خاتمے پر ہے، اگر کوئی شخص تمام عمر مومن رہا اور مرتے وقت کافر ہوگیا تو وہ اس آیت میں شامل ہے اور اگر کوئی شخص ساری عمر کافر رہا لیکن مرتے وقت مومن ہو کر مرا تو وہ اس آیت سے خارج ہے۔ اسی لئے صالحین سب سے زیادہ فکر، ایمان پر خاتمے ہی کی کرتے اور اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے ڈرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے ایمان کی فکر کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰى تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ ؕ وَمَا تُنۡفِقُوۡا مِنۡ شَیۡءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیۡمٌ ﴿۹۲﴾

تم ہرگز بھلائی کو نہیں پاسکو گے جب تک راہِ خدا میں اپنی پیاری چیز خرچ نہ کرو اور تم جو کچھ خرچ کرتے ہو اللہ اسے جانتا ہے○

كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسۡرَآءِیۡلُ عَلٰی نَفۡسِهٖ مِنۡ

تمام کھانے بنی اسرائیل کے لئے حلال تھے سوائے ان کھانوں کے جو یعقوب نے تورات نازل کئے جانے سے پہلے

قَبۡلِ اَنۡ تُنَزَّلَ التَّوۡرٰىةُ ؕ قُلۡ فَاۡتُوۡا بِالتَّوۡرٰىةِ فَاتۡلُوۡهَاۤ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ ﴿۹۳﴾

اپنے اوپر حرام کرلئے تھے۔ تم فرماؤ، تورات لاؤ اور اسے پڑھو اگر تم سچے ہو○

فَمَنِ افۡتَرٰی عَلَی اللّٰهِ الۡكَذِبَ مِنۡۢ بَعۡدِ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوۡنَ ﴿۹۴﴾

پھر اس کے بعد بھی جو اللہ پر جھوٹ باندھے تو وہی لوگ ظالم ہیں○

آیت 92 فرمایا کہ تم ہرگز بھلائی کو نہیں پاسکو گے جب تک راہِ خدا میں اپنی پیاری چیز خرچ نہ کرو اور یاد رکھو! اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تم اس کی راہ میں عمدہ اور پسندیدہ چیز خرچ کرتے ہو یا ناکارہ اور ناپسندیدہ چیز، جیسی خرچ کرو گے اسی کے مطابق جزا ملے گی۔ یہاں بھلائی سے مراد تقویٰ یا فرمانبردار بندہ بننا یا نیکی کا ثواب یعنی جنت ہے اور خرچ میں واجب اور نفلی تمام صدقات داخل ہیں۔

(خازن، 1/ 271،272)

آیت 93 **شانِ نزول:** مدینہ منورہ کے یہودیوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر اعتراض کیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام نہ تو اونٹ کا گوشت کھاتے اور نہ اونٹنی کا دودھ پیتے تھے جبکہ آپ یہ دونوں چیزیں استعمال کرتے ہیں تو آپ ملتِ ابراہیمی پر کیسے ہوئے؟ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: یہ چیزیں حضرت ابراہیم علیہ السّلام پر حلال تھیں۔ یہودی بولے: یہ حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہما السّلام پر حرام تھیں اور ہم تک حرام ہی چلی آئی ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور بتایا گیا کہ یہودیوں کا دعویٰ غلط ہے، یہ چیزیں حضرت نوح، ابراہیم اور یعقوب علیہمُ السّلام پر حلال تھیں، البتہ حضرت یعقوب علیہ السّلام نے کسی سبب سے انہیں اپنے اوپر حرام فرمایا اور یہ حرمت ان کی اولاد میں باقی رہی۔ یہودیوں نے اس کا انکار کیا تو حکم ہوا: ان سے فرمادیجئے کہ تورات میں یہ مضمون موجود ہے، اگر تمہیں اس سے انکار ہے اور تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو تو تورات لے آؤ۔ یہودی تورات میں یہ نہ دکھا سکے اور ان کا جھوٹ ظاہر ہوگیا۔
اہم باتیں: (1) احکام کا منسوخ ہونا ہمیشہ سے ہوتا آرہا ہے۔ (2) نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے تورات و انجیل پڑھے بغیر اس کے مضمون کی خبر دی، یہ دلیل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا علم شریف اللہ تعالیٰ کی خاص عطا ہے۔

آیت 94 فرمایا کہ بنی اسرائیل پر کچھ کھانے حرام ہونے کی حقیقت واضح ہو جانے کے بعد بھی جو اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹی بات منسوب کرے اور کہے کہ ملتِ ابراہیمی میں اونٹ کا گوشت اور اونٹنی کا دودھ حرام تھے تو وہی لوگ حق کی بجائے باطل کو اختیار کرکے اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) علم کے باوجود گناہ کرنا زیادہ سخت ہے۔ (2) حلال کو اپنی طرف سے بلا دلیل حرام کہنا اللہ تعالیٰ پر افترا ہے۔

قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ ۫ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا ؕ وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۹۵﴾

اے محبوب! تم فرماؤ، اللہ نے سچ فرمایالہٰذا تم ابراہیم کے دین پر چلو جو ہر باطل سے جدا تھے اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھے ○

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّ هُدًى لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۹۶﴾ج

بیشک سب سے پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کے لئے بنایا گیاوہ ہے جو مکہ میں ہے برکت والا ہے اور سارے جہان والوں کے لئے ہدایت ہے ○

فِیْهِ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِیْمَ ۚ۬ وَ مَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ؕ وَ لِلّٰهِ عَلَى

اس میں کھلی نشانیاں ہیں، ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے اور جو اس میں داخل ہوا امن والا ہو گیا اور اللہ کے لئے لوگوں پر اس گھر

النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْهِ سَبِیْلًا ؕ وَ مَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ

کا حج کرنا فرض ہے جو اس تک پہنچنے کی طاقت رکھتا ہے اور جو انکار کرے تو اللہ سارے جہان سے

آیت 95 بنی اسرائیل پر کچھ کھانے حرام ہونے کی حقیقت اللہ تعالیٰ نے سچ بیان فرمائی جیسا کہ اس کی ہر بات سچی ہی ہے، لہٰذا تم حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے دین پر چلو جو ہر باطل سے جدا تھے اور مشرک نہ تھے۔ **اہم بات:** دینِ ابراہیمی پر چلنے سے مراد اسلام پر چلنا ہے کیونکہ اس کی پیروی ہی ملتِ ابراہیمی کی پیروی ہے کہ یہ اُس ملت کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔

آیت 96 **شانِ نزول:** ایک بار یہودیوں نے کہا: بیت المقدس ہمارا قبلہ ہے، یہ کعبہ سے افضل اور اس سے پہلے کا ہے، نیز یہ انبیاء علیہم السلام کا مقامِ ہجرت اور قبلۂ عبادت رہا ہے۔ مسلمانوں نے کہا کہ کعبہ افضل ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور بتادیا گیا کہ سب سے پہلا مکان جسے اللہ تعالیٰ کی طاعت و عبادت کے لیے مقرر کیا گیا، نماز کا قبلہ اور حج و طواف کی جگہ بنایا گیا وہ خانہ کعبہ ہے جو مکہ معظمہ میں واقع ہے، برکت والا اور سارے جہان والوں کے لیے ہدایت ہے کیونکہ یہ ان کا قبلہ ہے اور یہاں اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت و حکمت پر دلالت کرنے والی حیرت انگیز نشانیاں موجود ہیں۔ خانہ کعبہ کی بہت سی خصوصیات ہیں، جیسے یہ سب سے پہلی عبادت گاہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السّلام نے اس کی طرف نماز پڑھی، تمام لوگوں کی عبادت کے لئے بنایا گیا، یہاں ایک نیکی کا ثواب ایک لاکھ ہے۔

آیت 97 خانہ کعبہ کی عظمت وشان کا بیان چل رہا ہے، اسی ضمن میں یہاں تین باتیں ارشاد فرمائی گئی ہیں: (1) کعبہ میں بہت سی کھلی نشانیاں ہیں جو اس کی فضیلت و حرمت پر دلالت کرتی ہیں، ان میں سے ایک مقامِ ابراہیم ہے۔ (2) جو حرم میں داخل ہوا، امن والا ہو گیا کہ یہاں کسی کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ (3) جو یہاں آنے کی استطاعت رکھتا ہو اس پر اللہ تعالیٰ کے لئے اس گھر کا حج کرنا فرض ہے۔ جو کوئی اللہ تعالیٰ کا یا حج کی فرضیت کا انکار کرے تو اللہ تعالیٰ اس سے بلکہ سارے جہان اور ان کی عبادت سے بے نیاز ہے۔ **اہم باتیں:** (1) مقامِ ابراہیم وہ پتھر ہے جس پر حضرت ابراہیم علیہ السّلام تعمیرِ کعبہ کے وقت کھڑے ہوئے۔ ابھی تک اس میں حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے قدم مبارک کے کچھ نشان باقی ہیں۔ (2) نبی کے قدم چھونے سے پتھر بابرکت اور خدا کی نشانی بن گیا تو خود نبی کی عظمت و شان کا کیا عالم ہو گا۔ (3) کعبہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے پورا حرم امن والا بنادیا ہے، یہاں تک کہ اگر کوئی قتل و جرم کرکے حدودِ حرم

Go To Index

عَنِ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۹۷﴾ قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ ۖ وَ اللّٰهُ شَهِیْدٌ

بے پرواہ ہے○تم فرماؤ: اے اہلِ کتاب!تم اللہ کی آیتوں کا انکار کیوں کرتے ہو حالانکہ اللہ تمہارے اعمال پر

عَلٰى مَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۸﴾ قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ

گواہ ہے؟○تم فرماؤ : اے اہلِ کتاب! تم ایمان لانے والوں کو اللہ کے راستے سے کیوں

مَنْ اٰمَنَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَّ اَنْتُمْ شُهَدَآءُ ؕ وَ مَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۹﴾

روکتے ہو ؟تم اس میں بھی ٹیڑھا پن چاہتے ہو حالانکہ تم خود اس پر گواہ ہو اور اللہ تمہارے اعمال سے بے خبر نہیں○

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تُطِیْعُوْا فَرِیْقًا مِّنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ

اے ایمان والو! اگر تم اہلِ کتاب میں سے کسی گروہ کی اطاعت کرو تو وہ

میں داخل ہو جائے تو وہاں نہ اسے قتل کیا جائے گا اور نہ ہی اس پر حد قائم کی جائے گی۔(4)حرم سے مراد خانہ کعبہ کے ارد گرد کئی کلو میٹر کا علاقہ ہے، جہاں نشانات لگا کر باقاعدہ اسے ممتاز کر دیا گیا ہے۔(5) حج فرض ہونے کے لئے استطاعت شرط ہے اور اس سے مراد زادِ راہ اور سواری ہے۔ کھانے پینے کا انتظام اس قدر ہونا چاہئے کہ جا کر واپس آنے تک اس کے لئے کافی ہو اور یہ واپسی کے وقت تک اہل وعیال کے خرچے کے علاوہ ہونا چاہئے، نیز راستے کا امن بھی ضروری ہے کیونکہ اس کے بغیر حج کی ادائیگی لازم نہیں ہوتی۔

آیت 98 یہاں اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے مراد قرآن کی آیات اور تورات وانجیل میں موجود نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی نبوت کے شواہد ہیں نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی صداقت پر دلالت کرنے والے عقلی دلائل بھی آیات کے مفہوم میں شامل ہیں۔اس آیت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے ذریعے اہل کتاب سے فرمایا گیا کہ تم اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا کیوں انکار کرتے ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ تمہارے تمام اعمال پر گواہ ہے اور وہ تمہیں ان کا بدلہ دینے پر بھی خوب قادر ہے۔

آیت 99 یہاں بھی اہل کتاب سے فرمایا گیا کہ تم نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی شان میں تورات کی آیتیں چھپا کر اور یہ کہہ کر کمزور ایمان والوں کو دین خدا سے کیوں بہکاتے ہو کہ یہ وہ نبی نہیں جن کی خبر تورات وانجیل میں ہے،اس طریقے سے تم اللہ کے دین میں ٹیڑھا پن چاہتے ہو حالانکہ تم خود اس بات کے گواہ ہو کہ تورات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی شان لکھی ہوئی ہے اور بارگاہِ الٰہی میں مقبول دین صرف اسلام ہے۔یادرکھو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے ہرگز بے خبر نہیں،بس وہ تمہیں ایک وقت تک مہلت دے رہا ہے۔

آیت 100 **شانِ نزول:** مرشاس بن قیس یہودی کو انصار کے قبیلوں اوس اور خزرج کی باہمی محبت،اچھا سلوک اور اتفاق دیکھ کر بڑی تکلیف ہوئی، اس نے ایک نوجوان یہودی کے ذریعے انہیں گزشتہ جنگیں یاد دلا کر آپس میں لڑا دیا۔ قریب تھا کہ خونریزی ہو جاتی لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم تشریف لائے اور فرمایا: یہ جاہلیت کی حرکتیں کرتے ہو حالانکہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں۔ یہ سن کر انہوں نے ہتھیار پھینک دیئے اور روتے ہوئے ایک دوسرے کے گلے لگ گئے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ **اہم باتیں:** (1) یہاں کفر سے مراد کافروں والے کام ہیں یعنی اپنی انا کے لئے آپس میں جنگ کرنا۔(2)فتنہ فساد برپا کرنا اور مسلمانوں کو آپس میں

يَرُدُّوكُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ كٰفِرِينَ ﴿١٠٠﴾ وَكَيْفَ تَكْفُرُونَ وَأَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ اٰيٰتُ

تمہیں تمہارے ایمان کے بعد کفر کی حالت میں لوٹا دیں گے ○ اور (ایمان والو! اب) تم کیوں کفر کرو گے حالانکہ تمہارے سامنے اللہ کی آیتیں

اللهِ وَفِيكُمْ رَسُولُهٗ ؕ وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللهِ فَقَدْ هُدِيَ إِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿١٠١﴾ ع ١٠

پڑھی جاتی ہیں اور تم میں اس کا رسول تشریف فرما ہے اور جس نے اللہ کا سہارا مضبوطی سے تھام لیا تو اسے یقیناً سیدھا راستہ دکھا دیا گیا○

يٰۤاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُّسْلِمُونَ ﴿١٠٢﴾

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے اور ضرور تمہیں موت صرف اسلام کی حالت میں آئے○

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللهِ جَمِيعًا وَّلَا تَفَرَّقُوا ۠ وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللهِ عَلَيْكُمْ

اور تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی کے ساتھ تھام لو اور آپس میں تفرقہ مت ڈالو اور اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو

لڑانا کافروں کا کام ہے جبکہ آپس میں پیار محبت پیدا کرنا اور صلح کروانا نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی سنت ہے۔

آیت 101 یہاں ابتداءً صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے خطاب ہے کہ اے صحابہ! تم کافروں کی طرح آپس میں کیسے لڑ سکتے ہو جبکہ تم نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے صحبت یافتہ اور ان کی زبان مبارک سے قرآن مجید سنتے ہو۔ مزید فرمایا کہ جس نے اللہ تعالیٰ کا سہارا یعنی اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور اس کے دین کو مضبوطی سے تھام لیا اور زندگی کے جملہ امور میں اسی کی طرف رجوع کیا تو اللہ تعالیٰ کے کرم سے وہ ضرور ہدایت پا جائے گا۔ **درس:** یہاں ہمارے لئے بھی نصیحت ہے کہ ہمارے درمیان قرآن اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تعلیمات موجود ہیں تو پھر آپس میں نفسانی لڑائی کیوں ہوتی ہے؟

آیت 102 فرمایا کہ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ایسا ڈرو جیسا ڈرنے کا حق ہے اور اپنی طرف سے ہر لمحہ اسلام پر ہی رہنے کی کوشش کرو تاکہ جب تمہیں موت آئے تو حالتِ اسلام پر ہی آئے۔ ایمان پر خاتمہ سب سے بڑی چیز ہے، اس کی بہت فکر کی حاجت ہے۔ آیت میں فرمایا، اللہ سے ایسے ڈرو جیسے ڈرنے کا حق ہے، اس سے مراد ہے کہ جتنی تم طاقت رکھتے ہو اتنا اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔

آیت 103 یہاں مسلمانوں کے درمیان تفریق پیدا کرنے والے افعال و حرکات سے منع کیا جا رہا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا: تم سب مل کر اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور آپس میں فرقوں میں تقسیم نہ ہو جاؤ جیسے یہودیوں اور عیسائیوں نے فرقے بنا لئے۔ مزید فرمایا کہ اے مسلمانو! اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمتیں یاد کرو جن میں سے ایک یہ ہے کہ جب تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن تھے اور تمہارے درمیان طویل عرصے سے جنگیں جاری تھیں تو اسلام کی بدولت عداوت و دشمنی دور ہو کر آپس میں دینی محبت پیدا ہوئی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے تمہاری دشمنیاں مٹا دیں، جنگ کی آگ ٹھنڈی کر دی اور آپس میں الفت و محبت پیدا کر دی اور تمہیں ایک دوسرے کا بھائی بھائی بنا دیا ورنہ تم لوگ اپنے کفر کی وجہ سے جہنم کے گڑھے کے کنارے پر پہنچے ہوئے تھے اور اگر اسی حال پر مر جاتے تو جہنم میں جاتے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے صدقے دولتِ ایمان عطا کر کے تمہیں اس تباہی سے بچا لیا۔ اللہ تعالیٰ تم سے اسی طرح اپنی آیتیں بیان فرماتا ہے تاکہ تم ہدایت پا جاؤ۔ **اہم باتیں:** (1) اصل راستہ اور

اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا ۚ

جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں ملاپ پیدا کر دیا پس اس کے فضل سے تم آپس میں بھائی بھائی بن گئے

وَ كُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ

اور تم تو آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے تو اس نے تمہیں اس سے بچا لیا۔ اللہ تم سے

اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿١٠٣﴾ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ

یوں ہی اپنی آیتیں بیان فرماتا ہے تاکہ تم ہدایت پاجاؤ○ اور تم میں سے ایک گروہ ایسا ہونا چاہئے جو

اِلَى الْخَيْرِ وَ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَ اُولٰٓئِكَ

بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھی بات کا حکم دیں اور بری بات سے منع کریں اور یہی لوگ

طریقہ مذہب اہل سنت ہے، اس کے سوا کوئی راہ اختیار کرنا دین میں تفریق کرنا ہے اور یہ ممنوع ہے۔ بعض لوگ اس آیت سے اہل سنت سمیت سب کو غلط قرار دیتے ہیں یہ سراسر غلط ہے کیونکہ حکم یہ ہے کہ جس طریقے پر مسلمان چلتے آرہے ہیں، جو صحابہ رضی اللہ عنہم سے جاری اور سنت سے ثابت ہے اس سے نہ ہٹو۔ اہل سنت و جماعت سنتِ رسول اور جماعتِ صحابہ کے طریقے پر ہی چلتے آرہے ہیں تو سمجھایا ان لوگوں کو جائے گا جو اس سے ہٹے نہ کہ اصل طریقے پر چلنے والوں کو کہا جائے کہ تم اپنا طریقہ چھوڑ دو۔ (2) حَبْلُ اللّٰہ یعنی اللہ تعالیٰ کی رسی سے مراد قرآن ہے یا جماعت اور جماعت مسلمانوں کی اکثریت کو کہتے ہیں، یہ نہیں کہ تین آدمی مل کر جماعۃ المسلمین نام رکھ لیں اور بولیں کہ قرآن نے ہماری ٹولی میں داخل ہونے کا کہا ہے۔ (3) نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم اللہ تعالیٰ کی سب سے اعلیٰ نعمت اور ہمارے لئے نجات کا سب سے بڑا وسیلہ ہیں۔ (4) اللہ تعالیٰ کی نعمتیں یاد کرنا اور ایک دوسرے کو یاد دلانا بہت عمدہ عبادت ہے۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم ہمارے لئے کائنات کی سب سے بڑی نعمت ہیں۔ میلاد شریف یا سیرت طیبہ یا محفل معراج وغیرہ سب نعمتِ خداوندی یاد کرنے کے اسی حکم الٰہی پر عمل کی صورتیں ہیں۔

آیت 104 فرمایا گیا کہ یہ تو ممکن نہیں ہے کہ تمام مسلمان ایک ہی کام میں لگ جائیں لیکن اتنا ضرور ہونا چاہئے کہ مسلمانوں کا ایک گروہ ایسا ہو جو لوگوں کو بھلائی کی طرف بلائے، اچھی بات کا حکم دے اور بری بات سے منع کرے اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

اہم باتیں: (1) مجموعی طور پر تبلیغِ دین فرضِ کفایہ ہے۔ اس کی بہت صورتیں ہیں جیسے تصنیف، تقریر، انفرادی طور پر نیکی کی دعوت وغیرہ۔ (2) جہاں کوئی شخص کسی برائی کو روکنے پر قادر ہو وہاں اس پر برائی سے روکنا فرضِ عین ہو جاتا ہے۔ حدیث پاک میں ہے: تم میں سے جو برائی دیکھے تو اسے ہاتھ سے روک دے، اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے روکے، اگر اس کی بھی قدرت نہ ہو تو دل میں برا جانے اور یہ کمزور ایمان والا ہے۔ (مسلم، حدیث:177) **درس:** ہمارے معاشرے میں نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کے حوالے سے مجموعی طور پر صورتِ حال افسوس ناک ہے۔ والدین اپنی اولاد، اساتذہ اپنے شاگردوں اور افسر اپنے نوکروں کے برے اعمال سے چشم

هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿١٠٤﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا

فلاح پانے والے ہیں ○ اور ان لوگوں کی طرح نہ ہونا جو آپس میں مُتَفَرِّق ہو گئے اور انہوں نے اپنے پاس

مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ؕ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿١٠٥﴾ يَّوْمَ

روشن نشانیاں آجانے کے بعد (بھی) آپس میں اختلاف کیا اور اُن کے لئے بڑا عذاب ہے ○ جس دن

تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ ۣ

کئی چہرے روشن ہوں گے اور کئی چہرے سیاہ ہوں گے تو وہ لوگ جن کے چہرے سیاہ ہوں گے

پوشی کرتے ہیں، اسی طرح شوہر بیوی، بھائی بہن اور عزیز رشتہ دار ایک دوسرے کو نیک کاموں کی ترغیب دیتے ہیں نہ قدرت کے باوجود برائی سے روکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج مسلم قوم دنیا بھر میں ذلت و رسوائی کا شکار اور رفتہ رفتہ تباہی کی طرف بڑھتی جارہی ہے۔

آیت 105 ارشاد فرمایا کہ اے مسلمانو! تم ان یہودیوں اور عیسائیوں کی طرح نہ ہو جانا جو دین سے متعلق فرقہ بندی میں پڑ گئے اور انہوں نے ایک کلمہ حق پر متفق کرنے والی روشن نشانیاں اپنے پاس آجانے کے بعد بھی ایک دوسرے سے اختلاف کیا، تورات و انجیل کی آیتیں چھپائیں اور دنیا کا حقیر مال حاصل کرنے کے لیے ان میں تحریفات کیں اور یہی وہ لوگ ہیں جن کئے لیے بڑا عذاب ہے۔ اس آیت کا دوسرا معنی یہ ہو سکتا ہے کہ اے مسلمانو! آپس میں اس طرح اختلاف اور پھوٹ میں نہ پڑ جانا جیسے تم دورِ جاہلیت کے وقت متفرق اور ایک دوسرے سے بغض و عناد میں بھرے پڑے تھے۔ پہلا معنی عقیدے اور دوسرا معنی عمل کے اعتبار سے ہے۔

اہم باتیں: (1) اس آیت میں مسلمانوں کو آپس میں اتفاق و اجتماع کا حکم دیا گیا، اختلاف اور اس کے اسباب پیدا کرنے کی ممانعت فرمائی گئی ہے۔ (2) نااتفاقی اور پھوٹ کا مجرم وہ شخص ہے جو سنتِ نبوی اور طریقہِ صحابہ کو چھوڑ کر نئی راہ نکالے اور اس صحیح راستے کی علامت حدیث میں فرمائی کہ جس عقیدے پر مسلمانوں کی اکثریت ہو۔ حدیث پاک میں ہے: میری امت گمراہی پر کبھی جمع نہ ہو گی، جب تم اختلاف دیکھو تو بڑی جماعت کو لازم پکڑ لو۔ (ابن ماجہ، حدیث: 3950)

آیت 106 یہاں قیامت کے دن کا منظر بیان ہوا ہے کہ اس دن کچھ چہرے روشن ہوں گے جو یقیناً اہل ایمان کے ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ ہوں گے جو یقیناً کفار کے ہوں گے اور کافروں سے کہا جائے گا کہ کیا تم ایمان لانے کے بعد کافر ہوئے تھے؟ تو اب اپنے کفر کے بدلے میں عذاب کا مزہ چکھو۔ **اہم باتیں:** (1) چہرے روشن اور سیاہ ہونے سے یا تو ان کے حقیقی معنیٰ مراد ہیں یا مجازی طور۔ مجازی معنیٰ کی تفصیل یہ ہے کہ چہرے روشن ہونے سے مراد یہ ہے کہ فضل و نعمت الٰہی ملنے پر خوشی و مسرت کے آثار ان کے چہروں پر نمایاں ہوں گے اور چہرے سیاہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ خوف اور حزن و ملال کی شدت سے ان کے چہروں کا رنگ اڑا ہو گا۔ (2) آیت کے اس حصے "کیا تم ایمان لانے کے بعد کافر ہوئے تھے" میں خطاب یا تو تمام کفار سے ہے، اس صورت میں معنی یہ ہے کہ کیا تم روزِ میثاق ایمان لا کر دنیا میں کافر ہو گئے تھے۔ یا یہاں خطاب منافقین سے ہے جنھوں نے زبان سے اظہارِ ایمان کیا اور دل سے منکر رہے یا وہ اہل کتاب مخاطب ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی بعثت سے پہلے آپ پر ایمان لائے لیکن بعد میں کافر ہو گئے یا

اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿١٠٦﴾

(ان سے کہا جائے گا کہ) کیا تم ایمان لانے کے بعد کافر ہوئے تھے؟ تو اب اپنے کفر کے بدلے میں عذاب کا مزہ چکھو○

وَاَمَّا الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿١٠٧﴾

اور وہ لوگ جن کے چہرے سفید ہوں گے وہ اللہ کی رحمت میں ہوں گے، وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے○

تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ؕ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿١٠٨﴾ وَلِلّٰهِ

یہ اللہ کی آیتیں ہیں جو ہم حق کے ساتھ تمہارے سامنے پڑھتے ہیں اور اللہ جہان والوں پر ظلم نہیں چاہتا○ اور اللہ ہی کا ہے

مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿١٠٩﴾ ع كُنْتُمْ خَيْرَ ع ١١/٢

جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، اور سب کام اللہ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں○ (اے مسلمانو!) تم بہترین

مخاطب وہ مرتدین ہیں جو اسلام سے پھر گئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قیامت کی رُوسیاہی سے بچائے۔

آیت 107 فرمایا کہ وہ لوگ جن کے چہرے روشن اور سفید ہوں گے یعنی اطاعت گزار مومن، تو وہ رحمت الٰہی کی جگہ جنت میں ہوں گے اور ہمیشہ اس میں رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس گروہ میں شامل فرمائے۔

آیت 108 فرمایا کہ نیک لوگوں کو انعام ملنے اور کفار کو عذاب ہونے کے بیان پر مشتمل یہ آیتیں اللہ تعالیٰ کی آیتیں ہیں جنہیں ہم حق کے ساتھ تمہارے سامنے پڑھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ جہان والوں پر ظلم نہیں چاہتا کہ نہ کسی کو بے جرم عذاب دیتا ہے اور نہ کسی کی نیکی کا ثواب کم کرتا ہے، لوگ اپنے برے اعمال کی وجہ سے جہنم میں جائیں گے۔

آیت 109 فرمایا کہ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، سب کا خالق و مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے اور بندوں کے تمام امور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں تو جو جیسی جزاو سزا کا مستحق ہو گا ویسی ہی پائے گا۔

آیت 110 **شانِ نزول:** کچھ یہودیوں نے حضرت عبد اللہ بن مسعود وغیرہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے کہا: ہم تم سے افضل ہیں اور ہمارا دین تمہارے دین سے بہتر ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا: اے مسلمانو! تم بہترین امت ہو جو لوگوں کی ہدایت کے لئے ظاہر کی گئی، تم بھلائی کا حکم دیتے، برائی سے منع کرتے اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو اور اگر اہلِ کتاب بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان لے آتے تو ان کے لئے بہتر ہوتا لیکن ان میں کچھ ہی لوگ ایمان لائے جیسے یہودیوں میں سے حضرت عبد اللہ بن سلام اور ان کے ساتھی، عیسائیوں میں سے حضرت نجاشی اور ان کے ساتھی رضی اللہ عنہم۔ اس کے برعکس یہود و نصاریٰ کی اکثریت نے اسلام قبول نہ کیا۔ **اہم باتیں:** (1) اس آیت میں امتِ محمدیہ کو تمام امتوں سے افضل فرمایا گیا اور بعض آیات میں بنی اسرائیل کو بھی عَالَمِین یعنی تمام جہانوں سے افضل فرمایا گیا ہے، دونوں میں فرق یہ ہے کہ بنی اسرائیل کا افضل ہونا ان کے زمانے کے وقت ہی تھا جبکہ امتِ محمدیہ کا افضل ہونا دائمی ہے۔ (2) چونکہ یہ بہترین امت ہے اس لئے اس امت کا اتفاق و اتحاد بہت بڑی دلیلِ شرعی ہے جو اس سے ہٹ کر چلے وہ گمراہی کے راستے پر ہے۔ حدیث شریف میں ہے: اللہ تعالیٰ میری امت کو گمراہی پر جمع نہ کرے گا اور اللہ تعالیٰ کا

Go To Index

أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ

امت ہو جو لوگوں (کی ہدایت) کے لئے ظاہر کی گئی، تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر

بِاللّٰهِ ؕ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ

ایمان رکھتے ہو اور اگر اہلِ کتاب ایمان لے آتے تو ان کے لئے بہتر تھا، ان میں کچھ مسلمان ہیں

وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿١١٠﴾ لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّآ اَذًى ؕ وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ

اور ان کی اکثریت نافرمان ہیں ○ یہ تمہیں ستانے کے علاوہ کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے اور اگر تم سے لڑیں گے تو تمہارے سامنے سے

الْاَدْبَارَ ۫ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿١١١﴾ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا بِحَبْلٍ

پیٹھ پھیر جائیں گے پھر ان کی مدد نہیں کی جائے گی ○ یہ جہاں بھی پائے جائیں ان پر ذلت مُسَلَّط کر دی گئی سوائے اس کے کہ انہیں

دستِ رحمت جماعت پر ہے اور جو جماعت سے جدا ہوا وہ دوزخ میں گیا۔ (ترمذی، حدیث: 2173) **درس:** نیکی کی دعوت دینا وہ عظیم منصب ہے جو اللہ تعالیٰ نے انبیاءِ کرام علیہم السلام کو عطا فرمایا اور جب اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو مبعوث فرما کر نبوت کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند کر دیا تو امتِ محمدیہ کو اس منصبِ تبلیغ پر فائز فرما کر انہیں سب سے بہترین امت قرار دیا۔

آیت 111 **شانِ نزول:** جو لوگ یہودیت چھوڑ کر مسلمان ہوئے، یہودی سردار اُن کے دشمن ہو گئے اور انہیں تکلیف پہنچانے کی فکر میں رہتے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو مطمئن کر دیا کہ زبانی طعن و تشنیع اور دھمکیوں کے علاوہ یہ ان مسلمانوں کو کوئی تکلیف نہیں پہنچا سکیں گے اور اگر یہ اہل کتاب مسلمانوں کے مقابلے میں آئے تو پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے، مقابلہ نہ کر سکیں گے اور انہیں کہیں سے مدد بھی نہ ملے گی۔ یہ تمام غیبی خبریں پوری ہوئیں چنانچہ بعد میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے شام، روم وغیرہ تمام علاقوں میں فتح حاصل کی۔

آیت 112 اس آیت میں بتایا گیا کہ یہودی کسی جگہ اور کسی بھی زمانے میں ہوں، یہ ذلت وخواری سے کسی صورت نہیں بچ سکتے سوائے دو صورتوں کے، ایک یہ کہ انہیں خدائی سہارا مل جائے یعنی مسلمان ہو جائیں تو حقیقی عزت حاصل کر سکتے ہیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ انہیں لوگوں کی طرف سے سہارا مل جائے جیسے ان سے معاہدہ کر لیں، اسلامی حکومت کے ذمی بن جائیں یا کافر حکومتوں سے بھیک مانگیں اور تعاون حاصل کریں تو دنیوی عزت پا سکتے ہیں اور ایسی صورت میں ان کی سلطنت بھی بن سکتی ہے۔ مزید فرمایا کہ یہودی غضب الٰہی کے مستحق ہیں اور ہر طرف سے ان پر محتاجی مسلط کر دی گئی، یہ سب اس وجہ سے ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے ساتھ کفر کرتے اور نبیوں کو ناحق شہید کرتے تھے اور نافرمانی اور سرکشی کرنے والے تھے۔ **اہم باتیں:** (1) کفار کے تعاون سے یہودی سلطنت کا موجودہ وجود قرآن کی صداقت کے خلاف نہیں بلکہ صداقت کی بڑی صاف دلیل ہے کہ وہ دیگر کافر حکومتوں کے تعاون سے ہی قائم ہوئی ہے۔ (2) یہودیوں پر محتاجی مسلط کیے جانے کا ایک معنیٰ یہ ہے کہ ان کے دل حریص و فقیر و محتاج رہیں گے اگرچہ یہ ظاہری طور

مِّنَ اللّٰهِ وَ حَبۡلٍ مِّنَ النَّاسِ وَ بَآءُوۡ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ ضُرِبَتۡ عَلَيۡهِمُ الۡمَسۡكَنَةُ ؕ

اللہ کی طرف سے سہارا مل جائے یا لوگوں کی طرف سے سہارا مل جائے۔ یہ اللہ کے غضب کے مستحق ہیں اور ان پر محتاجی مسلط کر دی گئی۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمۡ كَانُوۡا يَكۡفُرُوۡنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ يَقۡتُلُوۡنَ الۡاَنۡۢبِيَآءَ بِغَيۡرِ حَقٍّ ؕ ذٰلِكَ

یہ اس وجہ سے ہے کہ وہ اللہ کی آیتوں کے ساتھ کفر کرتے تھے اور نبیوں کو ناحق شہید کرتے تھے،

بِمَا عَصَوۡا وَّ كَانُوۡا يَعۡتَدُوۡنَ ﴿۱۱۲﴾ لَيۡسُوۡا سَوَآءً ؕ مِنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ يَّتۡلُوۡنَ

اور اس لئے کہ وہ نافرمان اور سرکش تھے ○ یہ سب ایک جیسے نہیں، اہلِ کتاب میں کچھ وہ لوگ بھی ہیں جو حق پر قائم ہیں، وہ رات کے

اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيۡلِ وَ هُمۡ يَسۡجُدُوۡنَ ﴿۱۱۳﴾ يُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَ الۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ

لمحات میں اللہ کی آیتوں کی تلاوت کرتے ہیں اور سجدہ کرتے ہیں ○ یہ اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں

وَ يَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَ يَنۡهَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡكَرِ وَ يُسَارِعُوۡنَ فِي الۡخَيۡرٰتِ ؕ

اور بھلائی کا حکم دیتے اور برائی سے منع کرتے ہیں اور نیک کاموں میں جلدی کرتے ہیں

وَ اُولٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِيۡنَ ﴿۱۱۴﴾ وَ مَا يَفۡعَلُوۡا مِنۡ خَيۡرٍ فَلَنۡ يُّكۡفَرُوۡهُ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيۡمٌۢ

اور یہ لوگ (اللہ کے) خاص بندوں میں سے ہیں ○ اور یہ لوگ جو نیک کام کرتے ہیں ہر گز اس نیکی پر اِن کی ناقدری نہیں کی جائے گی اور اللہ

پر کتنے ہی مالدار اور خوشحال ہوں۔

آیت 113 **شانِ نزول:** جب حضرت عبد اللہ بن سلام اور ان کے ساتھی ایمان لائے تو یہودیوں نے کہا: یہ برے لوگ ہیں اگر برے نہ ہوتے تو اپنے باپ دادا کا دین نہ چھوڑتے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ اہلِ کتاب سب ایک جیسے نہیں، ان میں سے کچھ وہ لوگ بھی ہیں جو حق پر قائم ہیں جیسے حضرت عبد اللہ بن سلام اور ان کے ساتھی رضی اللہ عنہم، وہ رات کے لمحات میں قرآن کی آیتیں تلاوت کرتے اور سجدہ کرتے ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) نمازِ تہجد اعلیٰ عبادت ہے۔ یہاں رات کو اٹھ کر عبادت کرنے والوں کی بطور خاص تعریف کی گئی ہے۔ (2) رات کی عبادت، نماز اور تلاوت دن کی اِن عبادات سے افضل ہیں کیونکہ جو دل کی یکسوئی رات میں میسر ہوتی ہے دن میں نہیں ہوتی۔

آیت 114 حق پر قائم لوگوں کے مزید اوصاف بیان کئے جارہے ہیں کہ یہ شریعت کے تقاضے کے مطابق اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے، بھلائی کا حکم دیتے، برائی سے منع کرتے اور نیک کاموں میں جلدی کرتے ہیں اور یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں میں سے ہیں۔

آیت 115 **شانِ نزول:** یہودیوں نے حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں سے کہا کہ تم دینِ اسلام قبول کر کے خسارے میں پڑے، اس پر فرمایا گیا کہ یہ لوگ جو نیک کام کرتے ہیں ہر گز اس نیکی پر ان کی ناقدری نہیں کی جائے گی بلکہ یہ تو بارگاہِ

بِالْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۱۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ

ڈرنے والوں کو جانتا ہے○ وہ لوگ جو کافر ہوئے ان کے مال اور ان کی اولاد ان کو اللہ کے عذاب سے

مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا ؕ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۱۶﴾ مَثَلُ مَا يُنْفِقُوْنَ

کچھ بچا نہ سکیں گے اور یہی لوگ جہنمی ہیں ، یہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے○ اس دنیاوی زندگی میں جو خرچ کرتے ہیں

فِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيْحٍ فِيْهَا صِرٌّ اَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوْٓا

اس کی مثال اس ہوا جیسی ہے جس میں شدید ٹھنڈ ہو، وہ ہوا کسی ایسی قوم کی کھیتی کو جاپہنچے جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہو

اَنْفُسَهُمْ فَاَهْلَكَتْهُ ؕ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۱۷﴾

تو وہ ہوا اس کھیتی کو ہلاک کردے اور اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں○

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ؕ

اے ایمان والو! غیروں کو راز دار نہ بناؤ، وہ تمہاری برائی میں کمی نہیں کریں گے۔ وہ تو چاہتے ہیں کہ

الٰہی میں بلند درجات کے مستحق ہوئے اور اپنی نیکیوں کی جزا پائیں گے، یہودیوں کی بات فضول ہے۔ مزید فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ڈرنے والوں کو جانتا ہے۔ اس میں متقی لوگوں کے لیے ثواب کی بشارت ہے۔

آیت 116 اپنے مال و اولاد پر ناز کرنے والے اور مال کی وجہ سے ایمان قبول نہ کرنے والوں سے فرمایا کہ مال و اولاد میں سے کوئی بھی ان کے کام آنے والا اور انہیں عذاب الٰہی سے بچانے والا نہیں۔ نجات صرف حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے دامن سے وابستہ ہونے میں ہے۔

آیت 117 اس آیت میں کافر کے خرچ اور ریا کاری کے طور پر خرچ کرنے والے کی مثال بیان فرمائی گئی کہ ان کے خرچ کو ان کا کفر یا ریاکاری ایسے تباہ کر دیتے ہیں جیسے برفانی ہوا کھیتی کو برباد کر دیتی ہے اور ان کے ساتھ یہ معاملہ ظلم نہیں بلکہ ان کے کفر، نفاق یا ریاکاری کا انجام ہے تو یہ خود ان کا اپنی جانوں پر ظلم ہے۔ **اہم بات:** ریاکار کو چونکہ رضائے الٰہی مقصود نہیں ہوتی لہٰذا ریاکاری کے طور پر کئے گئے عمل کا آخرت میں کوئی ثواب نہیں جبکہ کافر کے تمام اعمال برباد ہیں، وہ ثواب آخرت کی نیت سے عمل کرے تب بھی ثواب نہیں پاسکتا کہ خدا نے ایمان کو قبولیتِ اعمال کی شرط قرار دیا ہے۔

آیت 118 **شانِ نزول:** بعض مسلمان اپنے پڑوسی اور رشتہ دار یہودیوں سے پڑوس یا رشتہ داری کی بنا پر دوستی اور میل جول رکھتے تھے۔ ان کے بارے یہ آیت نازل ہوئی اور انہیں فرمایا گیا کہ اے ایمان والو! غیروں یعنی یہودیوں، عیسائیوں اور منافقین کو اپنا رازدار نہ بناؤ کیونکہ یہ لوگ تمہاری برائی چاہنے میں کوئی کمی نہیں کریں گے، ان کی تو خواہش ہی یہ ہے کہ مسلمان تکلیف و مشقت میں پڑے رہیں۔ ان کی دشمنی ان کے الفاظ نیز کردار سے ظاہر ہو چکی ہے اور ان کے دلوں میں چھپا بغض و عداوت تو اس سے بھی بڑھ کر ہے۔

وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۚۖ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ ؕ

تم مشقت میں پڑ جاؤ۔ بیشک (ان کا) بغض تو ان کے منہ سے ظاہر ہو چکا ہے اور جو ان کے دلوں میں چھپا ہوا ہے وہ اس سے بھی بڑھ کر ہے۔

قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿١١٨﴾ هٰۤاَنْتُمْ اُولَآءِ تُحِبُّوْنَهُمْ وَلَا يُحِبُّوْنَكُمْ

بیشک ہم نے تمہارے لئے کھول کر آیتیں بیان کر دیں اگر تم عقل رکھتے ہو○ خبردار: یہ تم ہی ہو جو انہیں چاہتے ہو اور وہ تمہیں پسند نہیں کرتے

وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ ۚ وَاِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْۤا اٰمَنَّا ۚۖ وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ

حالانکہ تم تمام کتابوں پر ایمان رکھتے ہو اور جب وہ تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لا چکے ہیں اور جب تنہائی میں ہوتے ہیں تو غصے

الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ ؕ قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿١١٩﴾ اِنْ

کے مارے تم پر انگلیاں چباتے ہیں۔ اے حبیب! تم فرمادو، اپنے غصے میں مر جاؤ۔ بیشک اللہ دلوں کی بات کو خوب جانتا ہے○ اگر تمہیں

اللہ تعالیٰ نے تمہارے سامنے اپنی آیتیں بہت واضح طور پر بیان فرمادی ہیں۔ اگر تم عقل رکھتے ہو تو ان سے دوستی نہ کرو۔ **اہم باتیں:** (1) کفار سے دوستانہ تعلقات، دلی محبت واخلاص حرام اور انہیں رازدار بنانا ناجائز ہے اور تجربات سے بھی یہی ثابت ہے کہ وہ مسلمانوں کو نقصان پہنچانے میں کوئی کمی نہیں کرتے۔ (2) مسلمان حکمرانوں کو چاہیے کہ کافروں اور مرتدوں کو اہم عہدوں پر نہ لگائیں جس سے انہیں غداری کا موقعہ ملے۔ **درس:** قرآن پاک کی جامعیت اور حقانیت سمجھنا ہو تو پچھلی ایک صدی میں اسلامی ملکوں اور مسلمانوں کے ساتھ کفار نے کیا سلوک کیا اور کیسے انہیں برباد کیا ہے اس پر غور کرلیں۔ سو فیصد واضح ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ بیان فرمایا وہ قطعی طور پر حق اور سچ ہے اور یہی حقیقت ماضی بعید سے قریب تک کی تاریخ سے سامنے آتی ہے۔ لیکن افسوس! ابھی بھی ہماری آنکھیں خواب غفلت میں ہیں، ہمارے لوگ ابھی بھی انہیں کو اپنا مشکل کشا و حاجت روا مانتے ہیں جنہیں اپنا رازدار بنانے سے بھی اللہ تعالیٰ منع فرما رہا ہے۔

آیت 119 فرمایا کہ اے مسلمانو! خبردار! یہ صرف تم ہو جو رشتہ داری اور دوستی وغیرہ تعلقات کی بنا پر ان سے محبت کرتے ہو جبکہ وہ تمہیں پسند نہیں کرتے اور دینی مخالفت کی بنا پر تم سے دشمنی رکھتے ہیں حالانکہ تم قرآن کے علاوہ ان کی کتابوں پر بھی ایمان رکھتے ہو لیکن وہ تمہاری کتاب پر ایمان نہیں رکھتے تو جب وہ اپنے کفر میں اتنے پختہ ہیں تو تم اپنے ایمان میں پختہ کیوں نہیں ہوتے اور ان میں سے منافقین کا حال یہ ہے کہ جب تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں: ہم ایمان لا چکے ہیں اور جب تنہائی میں ہوتے ہیں تو غصے کے مارے تم پر انگلیاں چباتے ہیں لہٰذا اے مسلمانو! ان سے بچو۔ اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، ان کے اس غیظ و غضب پر آپ ان سے فرمادیں کہ تم مرتے دم تک اپنے غصے پر قائم رہو اور اس جلن میں جلتے رہو لیکن یاد رکھو! اس سے اسلام اور مسلمانوں کا کچھ نہیں بگڑے گا بلکہ تمہارے لئے ہی یہ غصہ عذاب کا باعث ہوگا کیونکہ تمہاری یہ قلبی حالت اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے جو دلوں کی باتیں بھی خوب جانتا ہے۔

آیت 120 اے مسلمانو! کفار کی عمومی حالت یہ ہے کہ اگر دشمنوں پر غلبے، غنیمت اور مسلسل لوگوں کے دین اسلام قبول کرنے کی صورت میں تمہیں کوئی بھلائی پہنچے تو حسد کی وجہ سے انہیں برا لگتا ہے اور اگر دشمنوں کی طرف سے تمہیں کوئی تکلیف پہنچے تو اس پر خوش ہوتے ہیں، جب ان کا یہ حال ہے تو پھر ان سے محبت دوستی کیوں رکھتے ہو، تمہیں ان سے بچنا چاہئے اور اگر تم صبر واستقامت کا

تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۫ وَ اِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا بِهَا ؕ وَ اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا

کوئی بھلائی پہنچے تو انہیں برا لگتا ہے اور اگر تمہیں کوئی برائی پہنچے تو اس پر خوش ہوتے ہیں اور اگر تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو تو ان کا

ع ۱۲ لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ؑ ﴿۱۲۰﴾ وَ اِذْ غَدَوْتَ

مکروفریب تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ بیشک اللہ ان کے تمام کاموں کو گھیرے میں لئے ہوئے ہے ○ اور یاد کرو اے حبیب! جب صبح کے وقت

مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ؕ وَ اللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۙ ﴿۱۲۱﴾ اِذْ هَمَّتْ

تم اپنے دولت خانہ سے نکل کر مسلمانوں کو لڑائی کے مورچوں پر مقرر کر رہے تھے اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے ○ جب تم میں سے

طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا ۙ وَ اللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲۲﴾

دو گروہوں نے ارادہ کیا کہ بزدلی دکھائیں اور اللہ ان کو سنبھالنے والا تھا اور اللہ ہی پر مسلمانوں کو بھروسہ کرنا چاہیے ○

راستہ اپناؤ اور ان سے محبت و دوستی وغیرہ کے معاملے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو تو خدا کی مدد تمہارے شاملِ حال ہوگی جس سے ان کافروں کا کوئی مکروفریب تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکے گا کیونکہ ان کفار کے تمام اعمال خدا کی قدرت و علم کے احاطے میں ہیں۔

آیت 121 یہاں سے غزوہ احد کا بیان ہو رہا ہے، جس کا مختصر واقعہ یہ ہے کہ جنگِ بدر میں شکست کھانے سے کفار کو بڑا رنج تھا اور انتقام کے لیے بے تاب تھے، اسی سلسلے میں انہوں نے ایک بڑا بھاری لشکر تیار کر لیا۔ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو خبر ملی کہ لشکرِ کفار اُحد میں پہنچا ہوا ہے تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہ سے مشورہ فرمایا اور بالآخر یہ طے پایا کہ مدینہ طیبہ سے باہر نکل کر کفار سے لڑنا چاہیے۔ مشرکین دو تین دن سے اُحد میں پہنچے ہوئے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نمازِ جمعہ کے بعد ایک انصاری کی نمازِ جنازہ پڑھ کر روانہ ہوئے اور 15 شوال 3 ہجری بروز اتوار اُحد میں پہنچے۔ یہاں لشکرِ اسلام کے پیچھے پہاڑ کا ایک درہ تھا، اس طرف سے اندیشہ تھا کہ کسی وقت دشمن پیچھے سے آکر حملہ نہ کر دے، اس لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن جُبیر رضی اللہ عنہ کو پچاس تیر اندازوں کے ساتھ وہاں مقرر فرمادیا کہ اگر دشمن اس طرف سے حملہ آور ہو تو تیروں کے ذریعے اس کا حملہ ناکام کر دیا جائے اور حکم دیا کہ کسی حال میں یہاں سے نہ ہٹنا اور یہ جگہ نہ چھوڑنا، خواہ فتح ہو یا شکست۔

آیت 122 یہ دونوں گروہ انصار میں سے تھے، ایک قبیلہ بنی سلمہ جس کا تعلق خَزرَج سے تھا اور ایک بنی حارثہ جس کا تعلق اَوس سے تھا، یہ دونوں لشکر کے بازو تھے۔ یہ واقعہ کچھ یوں ہوا کہ معرکے میں شریک عبد اللہ بن ابی منافق مشورے میں اپنی رائے قبول نہ ہونے پر برہم تھا، اس نے مسلمانوں کے لشکر میں افراتفری پھیلانے کے لیے اپنے ساتھیوں کے ساتھ یہ منصوبہ بنایا کہ جب کفار کا لشکر سامنے آئے تو سب بھاگ جائیں، چنانچہ منصوبے کے مطابق جب عبد اللہ بن اُبی اپنے ساتھیوں کے ساتھ بھاگا تو انصار کے ان قبیلوں نے بھی واپسی کا ارادہ کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے انہیں بھاگنے سے محفوظ رکھا اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہے۔ مزید فرمایا کہ مسلمانوں کو اپنے تمام امور میں صرف اللہ تعالیٰ پر ہی بھروسہ کرنا چاہیے۔ **اہم بات:** توکل کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حقیقی کارساز ہونے کا یقین رکھتے ہوئے اپنے کام اس کے سپرد کر دینا۔ خدا کے بنائے ہوئے اسباب اختیار کرنا توکل کے خلاف نہیں۔

وَ لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّ اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿١٢٣﴾

اور بیشک اللہ نے بدر میں تمہاری مدد کی جب تم بالکل بے سر و سامان تھے تو اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم شکر گزار بن جاؤ○

اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ

یاد کرو اے حبیب! جب تم مسلمانوں سے فرمارہے تھے کیا تمہیں یہ کافی نہیں کہ تمہارا رب تین ہزار فرشتے اتار کر

مُنْزَلِيْنَ ﴿١٢٤﴾ بَلٰٓى ۙ اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا وَ يَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ

تمہاری مدد کرے○ ہاں کیوں نہیں، اگر تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو اور کافر اسی وقت تمہارے اوپر حملہ آور ہو جائیں تو تمہارا

رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ ﴿١٢٥﴾ وَ مَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ

رب پانچ ہزار نشان والے فرشتوں کے ساتھ تمہاری مدد فرمائے گا○ اور اللہ نے اس امداد کو صرف تمہاری خوشی کے لئے کیا اور اس لئے کہ

آیت 123 یہاں اللہ تعالیٰ اپنا عظیم احسان بیان فرمارہا ہے کہ غزوۂ بدر میں مسلمانوں کی تعداد اور ہتھیار کم جبکہ کفار تعداد اور جنگی قوت میں مسلمانوں سے کئی گنا زیادہ تھے تو اس بے سر و سامانی کی حالت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد کی اور انہیں کفار پر فتح عطا فرمائی لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہیں تاکہ شکر گزار بن جائیں۔ **اہم باتیں:** (1) جنگ بدر 17 رمضان 2 ہجری میں جمعہ کے دن ہوئی۔ مسلمان 313 جبکہ کفار تقریباً ایک ہزار تھے۔ (2) جنگ بدر میں فرشتوں نے مسلمانوں کی مدد کی، ان کے مدد کرنے کو اللہ تعالیٰ نے اپنی مدد کرنا فرمایا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کا مدد کرنا در حقیقت اللہ تعالیٰ کا ہی مدد کرنا ہے۔

آیت 124 یہاں وہ وقت یاد دلایا جارہا ہے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو حوصلہ دیتے ہوئے فرمایا: اپنی ہمت بلند رکھو، کیا تمہیں یہ کافی نہیں کہ تمہارا رب تین ہزار فرشتے اتار کر تمہاری مدد فرمائے۔

آیت 125 مزید فرمایا کہ صرف تین ہزار فرشتوں کے ساتھ ہی نہیں بلکہ اگر تم صبر و استقامت و تقویٰ اختیار کرو اور اسی وقت کافر تم پر حملہ آور ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ پانچ ہزار ممتاز فرشتوں کے ساتھ تمہاری مدد فرمائے گا۔ یہ خدائی وعدہ پورا ہوا اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے صبر و تقویٰ کی بدولت اللہ تعالیٰ نے پانچ ہزار فرشتے اتار کر میدانِ بدر میں مسلمانوں کی مدد کی۔ اس وعدے کے پورا ہونے سے معلوم ہوا کہ بدر میں شریک تمام صحابہ صابر و متقی تھے۔

آیت 126 فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو اتار کر تمہاری مدد صرف تمہاری خوشی کے لئے کی اور اس لئے کی کہ اس سے تمہارے دلوں کو اطمینان ہو، دشمن کی کثرت سے پریشانی اور بے قراری نہ ہو اور مسلمانوں کو ویسے ہی یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ حقیقی مدد اسباب سے نہیں بلکہ اس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے جو زبردست ہے اور حکمت والا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی خوشی اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے۔ (2) حقیقی مدد اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے لہٰذا بندہ صرف اَسباب پر نہیں بلکہ مُسَبِّبُ الاسباب

وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ ۗ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴿١٢٦﴾ لِيَقْطَعَ طَرَفًا

اس سے تمہارے دلوں کو چین ملے اور مدد صرف اللہ کی طرف سے ہوتی ہے جو زبردست ہے حکمت والا ہے ○ اس لئے کہ وہ کافروں

مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوْا خَآئِبِيْنَ ﴿١٢٧﴾ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ

کا ایک حصہ کاٹ دے یا انہیں ذلیل ورسوا کردے تو وہ نامراد ہو کر لوٹ جائیں ○ اے حبیب! آپ کا اس معاملے سے کوئی تعلق نہیں،

اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿١٢٨﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا

اللہ چاہے تو انہیں توبہ کی توفیق دیدے اور چاہے تو انہیں عذاب میں ڈال دے کیونکہ یہ ظالم ہیں ○ اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے

ع ١٣ ٩ ٤ فِي الْاَرْضِ ۗ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿١٢٩﴾ ع

اور جو کچھ زمین میں ہے۔ جسے چاہے بخشے اور جسے چاہے عذاب کرے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ○

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ۪ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ

اے ایمان والو! دُگنا دَر دُگنا سود نہ کھاؤ اور اللہ سے ڈرو اس امید پر کہ تمہیں

پر نظر رکھے اور اسی پر توکل کرے۔

آیت 127 فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد اس لئے بھی فرمائی کہ کافروں کے بڑے بڑے سردار مارے جائیں، گرفتار کئے جائیں یوں ان کی قوت ختم ہو یا انہیں شکست سے ذلیل ورسوا کردے تو وہ نامراد ہو کر لوٹ جائیں، چنانچہ میدان بدر میں ایسا ہی ہوا۔

آیت 128 **شانِ نزول:** ہجرت کے چوتھے سال ماہِ صفر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے 70 قاری صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم مکہ اور عصفان کے درمیان ایک جگہ بئر معونہ کی طرف بھیجے تاکہ وہ لوگوں کو قرآن پاک اور دینی مسائل سکھائیں۔ عامر بن طفیل نامی شخص نے دھوکے سے انہیں شہید کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے ان کافروں کے لئے بربادی کی دعا کرنے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی حکمت سے روک دیا، چنانچہ فرمایا گیا کہ اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم، آپ ان کے خلاف کوئی دعا نہ کریں بلکہ ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیں۔ اللہ تعالیٰ چاہے تو انہیں توبہ کی توفیق دے اور چاہے تو عذاب میں ڈال دے کیونکہ وہ ظالم ہیں۔ **اہم بات:** یہ حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی وہ مبارک تربیت ہے جو ربُّ العالمین نے خود فرمائی اور ہر جگہ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی کامل رہنمائی فرمائی۔

آیت 129 فرمایا کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب کا خالق ومالک اللہ تعالیٰ ہی ہے لہٰذا اسی کے پاس اختیار ہے کہ جسے چاہے ایمان وتوبہ کی توفیق دے کر بخش دے اور جسے چاہے اس کے کفر وبدعملی پر عذاب دے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو بخشنے والا اور ان پر مہربان ہے۔

آیت 130 اس آیت میں سود کھانے کی حرمت کا بیان ہے، فرمایا کہ اے ایمان والو! دُگنا دَر دُگنا سود نہ کھاؤ اور اسے کھانے کے

تُفْلِحُوْنَ ﴿١٣٠﴾ وَ اتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْٓ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِیْنَ ﴿١٣١﴾ وَ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ

کامیابی مل جائے ○ اور اس آگ سے بچو جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے ○ اور اللہ اور رسول کی فرمانبرداری کرتے رہو

لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿١٣٢﴾ وَ سَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ

تاکہ تم پر رحم کیا جائے ○ اور اپنے رب کی بخشش اور اس جنت کی طرف دوڑو جس کی وسعت آسمانوں اور زمین کے

وَ الْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِیْنَ ﴿١٣٣﴾ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ فِی السَّرَّآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ الْكٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ

برابر ہے۔ وہ پرہیزگاروں کے لئے تیار کی گئی ہے ○ وہ جو خوشحالی اور تنگدستی میں اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور غصہ پینے والے

معاملے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اسے چھوڑ دو تاکہ اس کا ثواب پاکر آخرت میں تمہیں کامیابی مل جائے۔ **اہم باتیں:** (1) سود اس اضافہ کو کہتے ہیں جو کسی سے بطورِ شرط طے کر کے اصل سے زائد لیا جائے جیسے ایک لاکھ قرض دے کر ایک لاکھ دس ہزار واپس لینا۔ (2) یہاں دُگنادَرْدُگنا سود کھانے سے منع کیا گیا اس کا پس منظر یہ ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں قرض پر سود لیا جاتا اور قرض و سود کی ادائیگی کے لیے الگ الگ مدت مقرر کی جاتی، اگر مقروض وقت پر سود ادا نہ کر پاتا تو قرض دینے والا تقاضا کرتا کہ تم سود کی مقدار بڑھادو تو میں قرض ادائیگی کی مدت بڑھادوں گا، سود دینے کی مدت پوری ہونے پر یہ عمل بار بار کیا جاتا، اس لیے اسے دُگنادَرْدُگنا کہا گیا ہے۔ سود کی یہ صورت بھی حرام ہے اور صرف ایک مرتبہ سود والی صورت بھی حرام ہے۔ جدید دور کے بعض لوگ اس معاملے میں وسوسے ڈالتے ہیں، وہ سب باطل ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے سود کھانے والے، کھلانے والے، سود لکھنے والے اور اس کی گواہی دینے والے پر لعنت کی اور فرمایا: یہ سب اس گناہ میں برابر ہیں۔ (مسلم، حدیث: 4093)

آیت 131 فرمایا کہ کسی حرامِ قطعی کو حلال نہ جان کر اس آگ سے بچو جو کافروں کو عذاب دینے کے لیے تیار کی گئی ہے۔ **اہم باتیں:** سود حرامِ قطعی ہے، اسے حلال جاننے والا کافر ہے۔

آیت 132 فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے جو تمہیں حکم دیا اور جس چیز سے منع کیا اس میں ان کی فرمانبرداری کرتے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ اپنی دعاؤں میں ہم رحم کی دعائیں مانگتے ہیں اور اس آیت میں خدا کا رحم پانے کا طریقہ بتایا گیا کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اطاعت کرو۔

آیت 133 فرمایا گیا کہ صحیح عقائد، گناہوں سے توبہ، فرائض کی ادائیگی، نیک اعمال اور ان میں اخلاص پیدا کر کے اپنے رب کی بخشش اور جنت کی طرف جلدی کرو۔ پھر جنت کی وسعت اس طرح بیان فرمائی کہ لوگ سمجھ سکیں کیونکہ لوگ جو سب سے وسیع چیز دیکھتے ہیں وہ آسمان اور زمین ہے اس سے وہ اندازہ کرسکتے ہیں کہ اگر تمام آسمانوں اور زمین کو ترتیب سے ایک لائن میں رکھ کر جوڑ دیا جائے تو جو وسعت بنے گی اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ وہ کتنی وسیع ہے۔ مزید فرمایا کہ جنت پرہیزگاروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔

اہم بات: آیت میں جنت کے تیار ہوجانے کا ذکر ماضی کے الفاظ سے کیا گیا ہے۔ اسی لئے اہلِ سنت کا عقیدہ ہے کہ جنت و دوزخ پیدا ہوچکی ہیں اور شبِ معراج نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے جنت کی سیر اور جہنم کا مشاہدہ بھی کیا تھا۔

آیت 134 پرہیزگاروں کے لئے جنت ہے اور پرہیزگار وہ لوگ ہیں جو خوشحالی و تنگدستی دونوں حالتوں میں راہِ خدا میں خرچ

وَ الْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۚ﴿۱۳۴﴾ وَ الَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً

اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں اور اللہ نیک لوگوں سے محبت فرماتا ہے ○ اور وہ لوگ کہ جب کسی بے حیائی کا ارتکاب کرلیں

اَوْ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۪ وَ مَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۪۫

یا اپنی جانوں پر ظلم کرلیں تو اللہ کو یاد کرکے اپنے گناہوں کی معافی مانگیں اور اللہ کے علاوہ کون گناہوں کو معاف کر سکتا ہے

وَ لَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَ هُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۵﴾ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ

اور یہ لوگ جان بوجھ کر اپنے برے اعمال پر اصرار نہ کریں ○ یہ وہ لوگ ہیں جن کا بدلہ ان کے رب کی طرف سے بخشش ہے

وَ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَ نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ؕ﴿۱۳۶﴾ قَدْ

اور وہ جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ (یہ لوگ) ہمیشہ ان (جنتوں) میں رہیں گے اور نیک اعمال کرنے والوں کا کتنا اچھا بدلہ ہے ○ تم سے

کرتے، غصہ دکھادینے کی قدرت کے باوجود غصہ پی لیتے ہیں اور ظلم و زیادتی کرنے والوں کو معاف کردیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نیک لوگوں سے محبت فرماتا ہے، وہ انہیں ان کی نیکیوں کا ثواب عطا فرمائے گا۔ **درس:** جنت میں جانا ہے تو ان اوصاف کو زندگی کا حصہ بنالیں، دنیا کا سکون بھی ملے گا اور آخرت کا بھی۔

آیت 135 یہاں پرہیزگاروں کا وصف بیان فرمایا کہ اگر ان سے کوئی کبیرہ یا صغیرہ گناہ سرزد ہوجائے تو وہ فوراً اللہ تعالیٰ کو یاد کرکے اس گناہ سے توبہ کرتے، گناہ پر شرمندہ ہوتے، اسے چھوڑ دیتے، آئندہ کے لیے اس سے باز رہتے اور جان بوجھ کر برے اعمال پر اصرار نہیں کرتے۔ یہی سچی توبہ کی شرائط ہیں۔ **درس:** آیت میں فرمایا گیا کہ ”اللہ کے علاوہ کون گناہوں کو معاف کر سکتا ہے“ اس میں سچی توبہ کرنے والوں کے لیے تسلی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان کے گناہ معاف فرمادے گا اور گناہگاروں کے لیے توبہ کی ترغیب بھی ہے کہ وہ مایوسی چھوڑ کر سچی توبہ کرلیں۔

آیت 136 فرمایا کہ ان صفات کے حامل پرہیزگاروں کے لئے ان کے رب کی طرف سے بخشش اور ایسے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، یہ لوگ ہمیشہ ان جنتوں میں رہیں گے اور یہ نیک عمل والوں کا کتنا اچھا بدلہ ہے۔

آیت 137 فرمایا گیا کہ اے لوگو! انبیاء و مرسلین علیہم السلام کی تبلیغ کے آغاز میں کافروں کو مہلت دینے، پھر ان کی گرفت کرنے کے حوالے سے سابقہ امتوں میں بھی کئی طریقے گزر چکے ہیں، انبیاء علیہم السلام کی مخالفت کے باوجود انہیں بارگاہِ الٰہی سے مہلت ملی اور جب وہ کسی صورت راہِ راست پر نہ آئے تو انہیں مختلف عذابوں سے ہلاک کردیا گیا تو اے لوگو! اُن زمینوں کی طرف سفر کرو جہاں پہلے وہ کفار آباد تھے جن پر اپنے رسولوں کی مخالفت کے سبب عذابِ الٰہی آیا، ان کی تباہ حال اور اجڑی بستیاں دیکھ کر ان کے انجام سے عبرت پکڑو اور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی مخالفت سے بچ کر ان پر ایمان لاؤ۔ **اہم باتیں:** (1) عذابِ الٰہی کا شکار ہونے والی گزشتہ امتوں کے کچھ آثار اب بھی باقی ہیں جیسے مدائنِ صالح، قومِ لوط کی بستیاں، بحر مردار، مدین والوں اور قومِ عاد کی ہلاکت کی

خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ ۙ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۳۷﴾

پہلے کئی طریقے گزر چکے ہیں تو زمین میں چل پھر کر دیکھو جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا؟○

هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۳۸﴾ وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا

یہ لوگوں کے لئے ایک بیان اور رہنمائی ہے اور پرہیزگاروں کے لئے نصیحت ہے○ اور تم ہمت نہ ہارو اور غم نہ کھاؤ،

وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۹﴾ اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ

اگر تم ایمان والے ہو تو تم ہی غالب آؤ گے ○ اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچی ہے تو وہ لوگ بھی ویسی ہی تکلیف

قَرْحٌ مِّثْلُهٗ ؕ وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ ۚ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

پا چکے ہیں اور یہ دن ہیں جو ہم لوگوں کے درمیان پھیرتے رہتے ہیں اور یہ اس لئے ہوتا ہے کہ اللہ ایمان والوں کی پہچان کرادے

وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۰﴾ ۙ وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ

اور تم میں سے کچھ لوگوں کو شہادت کا مرتبہ عطا فرما دے اور اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا○ اور اس لئے کہ اللہ

جگہ وغیرہ، عبرت ونصیحت کے حصول کے لیے یہاں کا سفر مفید ہے۔(2) جیسے نزولِ عذاب کی جگہ جاکر عبرت ملتی ہے ایسے ہی نزولِ رحمت کی جگہ جاکر برکت ونصیحت بھی حاصل ہوتی ہے، اس کے حصول کے لیے مزاراتِ اولیاء کی طرف سفر بھی مفید ہے۔

آیت 138 فرمایا کہ یہ قرآن تمام لوگوں کے لئے اعمال کے انجام کا ایک بیان اور صراطِ مستقیم کی طرف رہنمائی ہے اور پرہیزگاروں کے لئے نصیحت ہے۔ دورانِ تلاوت ہدایت وعبرت لینے کی نیت ذہن میں رکھی جائے اور اس نیت سے قرآن میں مذکور نافرمان قوموں کا انجام، قیامت کی سختیاں اور جہنم کے دردناک عذابات وغیرہ کو پڑھا جائے۔

آیت 139 غزوۂ احد میں نقصان اٹھانے کے بعد مسلمان بہت غمزدہ تھے اور اس کی وجہ سے بعض کے دل سستی کی طرف مائل تھے، ان کی اصلاح کے لیے یہاں فرمایا گیا کہ غزوۂ احد میں تمہارے ساتھ جو پیش آیا اس کی وجہ سے سستی کا مظاہرہ نہ کرو، ہمت جواں رکھو اور غم نہ کھاؤ۔ اگر تم سچے ایمان والے اور اللہ تعالیٰ پر کامل بھروسہ رکھنے والے ہو تو بالآخر تم ہی کامیاب ہوگے اور کفار پر غالب آؤ گے۔

آیت 140 فرمایا گیا کہ اے مسلمانو! اگر اس وقت میدانِ احد میں تمہیں کوئی تکلیف پہنچی ہے تو وہ لوگ بھی ویسی ہی تکلیف اس سے پہلے میدانِ بدر میں پا چکے ہیں اور یہ قانونِ الٰہی ہے کہ وہ دنوں کو لوگوں کے درمیان پھیرتا رہتا ہے کہ کبھی ایک کی فتح ہوتی ہے تو کبھی دوسرے کی، نیز یہ بھی یاد رکھو کہ کبھی کفار کو غلبہ اس لئے حاصل ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اہلِ ایمان کی پہچان کروانا چاہتا ہے کہ ان میں کون ہر حال میں صبر واستقامت کا پیکر رہتا ہے اور کون بزدل بنتا ہے، نیز کافروں کی فتح کے ذریعے اللہ تعالیٰ تم میں سے کچھ لوگوں کو شہادت کا مرتبہ عطا فرمانا چاہتا ہے۔ کافروں کے غلبے میں بھی بہت سی حکمتیں ہیں لہٰذا ہر حال میں رضائے الٰہی پر راضی رہو۔

آیت 141 یہاں جہاد کی ایک اور حکمت بیان کی جارہی ہے کہ کفار سے مسلمانوں کو پہنچنے والی تکلیفیں مسلمانوں کے لئے گناہوں

اٰمَنُوْا وَ يَمْحَقَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿١٤١﴾ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ

مسلمانوں کو نکھار دے اور کافروں کو مٹا دے ○ کیا تم اس گمان میں ہو کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ ابھی اللہ نے تمہارے

الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿١٤٢﴾ وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ

مجاہدوں کا امتحان نہیں لیا اور نہ (ہی) صبر والوں کی آزمائش کی ہے ○ اور تم موت کا سامنا کرنے سے پہلے تو اس کی

اَنْ تَلْقَوْهُ ۪ فَقَدْ رَاَيْتُمُوْهُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿١٤٣﴾ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ

ع ١٤/١٤ ٥

تمنا کیا کرتے تھے، اب تم نے اسے آنکھوں کے سامنے دیکھ لیا ○ اور محمد ایک رسول ہی ہیں، ان سے پہلے بھی

مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ

کئی رسول گزر چکے ہیں تو کیا اگر وہ وصال کر جائیں یا انہیں شہید کر دیا جائے تو تم الٹے پاؤں پلٹ جاؤ گے؟ اور جو

سے پاکیزگی کا ذریعہ بنتی ہیں جبکہ مسلمانوں کا غلبہ کفار اور کفر کی طاقت کی بربادی کا ذریعہ بنتا ہے۔

آیت 142 یہاں مسلمانوں پر آنے والی آزمائشوں کی ایک حکمت کا بیان ہے کہ اگر تمہیں آزمائشیں آتی ہیں تو اس پر بے قرار ہونے کی ضرورت نہیں کہ ہم تو مسلمان ہیں، ہمیں اللہ تعالیٰ کیوں تکلیفوں میں مبتلا فرما رہا ہے؟ یاد رکھو! تمہارا امتحان کیا جائے گا اور تمہیں ایمان کی کسوٹی پر پرکھا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کتنی تکلیف اٹھاتے اور کتنا ثابت قدم رہتے ہو۔ جنت میں داخلہ مطلوب ہے تو ان آزمائشوں پر پورا اترنا پڑے گا۔

آیت 143 شہداءِ بدر کے فضائل و درجات سن کر دوسرے مسلمانوں نے بھی جہاد میں حاضر ہونے اور شہادت پانے کی تمنا کی اور انہی حضرات نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے احد پر جانے کا اصرار کیا تھا۔ ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ تم موت کا سامنا کرنے سے پہلے تو شہادت کی موت پانے کی تمنا کرتے تھے، اب تم نے اسے آنکھوں کے سامنے دیکھ لیا تو بھاگنے کیوں لگے ہو۔

آیت 144 **شانِ نزول:** جنگ احد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی شہادت کی افواہ سن کر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو بہت اضطراب ہوا اور کچھ لوگ میدانِ جنگ سے بھاگ نکلے پھر سلامتی کی خبر سن کر ایک جماعت واپس آ گئی۔ اس پر انہیں جب ملامت کی گئی تو انہوں نے عرض کی: ہمارے ماں باپ آپ پر قربان! آپ کی شہادت کی خبر سن کر ہمارے دل ٹوٹ گئے اور ہم ٹھہر نہ سکے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ انبیاء علیہم السلام کے بعد بھی امتوں پر ان کے دین کی پیروی لازم رہتی ہے اگر ایسا ہوتا بھی کہ محمدِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم شہید ہو جاتے یا ان کا وصال ہو جاتا تب بھی آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے دین کی پیروی اور حمایت لازم رہتی کیونکہ رسولوں کی بعثت کا مقصد اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانا ہوتا ہے نہ کہ اپنی قوم کے درمیان ہمیشہ موجود رہنا تو جیسے پہلے رسول گزر گئے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم بھی تشریف لے جائیں گے اور جو آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے بعد دینِ اسلام سے پھرے گا وہ اللہ تعالیٰ کا کچھ نہیں بگاڑے گا بلکہ اپنا ہی نقصان کرے گا اور جو دینِ اسلام پر ثابت قدم رہا وہ شکر گزاروں میں شمار کیا جائے گا کیونکہ اس نے اپنی ثابت

عَلٰى عَقِبَيۡهِ فَلَنۡ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيۡـًٔا ؕ وَسَيَجۡزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيۡنَ ﴿۱۴۴﴾ وَمَا كَانَ

الٹے پاؤں پھرے گا وہ اللہ کا کچھ نہ بگاڑے گا اور عنقریب اللہ شکر ادا کرنے والوں کو صلہ عطا فرمائے گا○اور کوئی

لِنَفۡسٍ اَنۡ تَمُوۡتَ اِلَّا بِاِذۡنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ؕ وَمَنۡ يُّرِدۡ ثَوَابَ الدُّنۡيَا

جان اللہ کے حکم کے بغیر نہیں مرسکتی ،سب کا وقت لکھا ہوا ہے اور جو شخص دنیا کا انعام چاہتا ہے ہم اسے دنیا کا کچھ انعام

نُؤۡتِهٖ مِنۡهَا ۚ وَمَنۡ يُّرِدۡ ثَوَابَ الۡاٰخِرَةِ نُؤۡتِهٖ مِنۡهَا ؕ وَسَنَجۡزِى الشّٰكِرِيۡنَ ﴿۱۴۵﴾

دیدیں گے اور جو آخرت کا انعام چاہتا ہے ہم اسے آخرت کا انعام عطا فرمائیں گے اور عنقریب ہم شکر ادا کرنے والوں کو صلہ عطا کریں گے ○

وَكَاَيِّنۡ مِّنۡ نَّبِىٍّ قٰتَلَ ۙ مَعَهٗ رِبِّيُّوۡنَ كَثِيۡرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوۡا لِمَاۤ اَصَابَهُمۡ

اور کتنے ہی انبیاء نے جہاد کیا، ان کے ساتھ بہت سے اللہ والے تھے تو انہوں نے اللہ کی راہ میں پہنچنے والی تکلیفوں کی وجہ سے

فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوۡا وَمَا اسۡتَكَانُوۡا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيۡنَ ﴿۱۴۶﴾

نہ تو ہمت ہاری اور نہ کمزوری دکھائی اور نہ (دوسروں سے) دبے اور اللہ صبر کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے○

قدمی سے نعمت اسلام کا شکر ادا کیا، ایسے لوگ اللہ تعالیٰ سے ثواب و جزا کے امیدوار ہیں۔

آیت 145 اس آیت میں جہاد کی ترغیب ہے اور کفار کے مقابلے میں ہمت کا مظاہرہ کرنے کے لیے مسلمانوں کو بتایا جارہا ہے کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر نہیں مرسکتا، چاہے وہ کتنی ہی ہلاکت خیز لڑائی میں شرکت کرے اور کتنے ہی تباہ کن میدانِ جنگ میں چلا جائے، اس کے برعکس جب موت کا وقت آجائے تو کوئی تدبیر بچا نہیں سکتی خواہ وہ ہزاروں پہرے دار اور محافظ مقرر کرلے اور مضبوط قلعوں میں جا چھپے، کیونکہ ہر ایک کی موت کا وقت لکھا ہوا ہے اور وہ وقت آگے پیچھے نہیں ہوسکتا۔ مزید فرمایا کہ جو شخص اپنے عمل سے صرف دنیا کی نعمتیں اور آسائشیں چاہتا ہے تو ہم اسے دنیا دے دیتے ہیں، یعنی اس کے عمل پر اسے دنیا کا فائدہ مل جاتا ہے اور چونکہ آخرت اس کا مطلوب نہیں اس لیے ثواب آخرت سے محروم رہتا ہے اور جو شخص اپنے عمل سے آخرت کا طالب ہوتا ہے اسے اخروی ثواب عطا فرمایا جاتا ہے جبکہ دنیا تو سب کو مل ہی جاتی ہے اور شکر گزار بندے جو اپنے اعمال سے رضائے الٰہی اور آخرت کے طالب ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں اس کی جزا عطا فرمائے گا۔

آیت 146 یہاں سابقہ امتوں کا جذبۂ جہاد سنا کر مسلمانوں کا حوصلہ بڑھایا جارہا ہے کہ تم سے پہلے بہت سے انبیا علیہم السّلام نے جہاد کیا، ان کے ساتھ ان کے صحابہ بھی ہوتے تھے۔ انہوں نے راہِ خدا میں جہاد کی تکالیف کے باوجود نہ ہمت ہاری، نہ کمزوری دکھائی اور نہ کافروں کے سامنے پسپائی کا مظاہرہ کیا بلکہ ڈٹ کر کفار کا مقابلہ کیا اور صبر و استقامت کے ساتھ تمام تکالیف کو برداشت کیا، تو اے مسلمانو! تم تو ان تمام امتوں سے افضل ہو لہٰذا تمہاری بہادری، استقامت، ہمت و حوصلہ اور صبر سب سے زیادہ ہونا چاہئے اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔

وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا

اور وہ اپنی اس دعا کے سوا کچھ بھی نہ کہتے تھے کہ اے ہمارے رب! ہمارے گناہوں کو اور ہمارے معاملے میں جو ہم سے زیادتیاں ہوئیں

فِيْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿١٤٧﴾ فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ

انہیں بخش دے اور ہمیں ثابت قدمی عطا فرما اور کافر قوم کے مقابلے میں ہماری مدد فرما○ تو اللہ نے

ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١٤٨﴾ ع

انہیں دنیا کا انعام (بھی) عطا فرمایا اور آخرت کا اچھا ثواب بھی اور اللہ نیکی کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے○

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَرُدُّوْكُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ

اے ایمان والو! اگر تم کافروں کے کہنے پر چلے تو وہ تمہیں الٹے پاؤں پھیر دیں گے

فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿١٤٩﴾ بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ النّٰصِرِيْنَ ﴿١٥٠﴾

پھر تم نقصان اٹھا کر پلٹو گے○ بلکہ اللہ ہی تمہارا مددگار ہے اور وہی سب سے بہترین مددگار ہے○

آیت 147 یعنی رسولوں کے ساتھی تکالیف پر بے صبری نہ دکھاتے اور دین کی حمایت اور جنگ کے مقامات میں ان کی زبان پر کوئی ایسا کلمہ نہ آتا جس میں گھبراہٹ، پریشانی اور ڈگمگانے کا شائبہ بھی ہوتا، بلکہ وہ ثابت قدم رہتے اور مغفرت، ثابت قدمی اور کفار کے مقابلے میں فتح و نصرت کی دعا کرتے۔ انبیاءِ کرام علیہم السلام کے ساتھیوں نے دعا میں خود کو گنہگار کہا، یہ عاجزی وانکساری اور بارگاہِ الٰہی کے آداب میں سے ہے۔

آیت 148 انبیاء کرام علیہم السلام کی معیت میں دین خدا کے لیے جدوجہد کرنے والوں کے متعلق فرمایا گیا کہ ان کے حسنِ عمل اور حسنِ نیت کے سبب اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیا کا انعام بھی عطا فرمایا اور آخرت کا اچھا ثواب بھی کہ دنیا میں انہیں فتح و نصرت سے نوازا اور دشمنوں پر غلبہ عطا فرمایا جبکہ آخرت میں ان کے لئے مغفرت، جنت اور رضائے الٰہی کا انعام رکھا۔ معلوم ہوا کہ دین کی خدمت کرنے والے کو دنیا بھی ملتی ہے۔

آیت 149 یہاں مسلمانوں کو سمجھایا جارہا ہے کہ اگر تم کافروں کے کہنے پر یا ان کے پیچھے چلو گے خواہ وہ یہودی ہوں یا عیسائی، منافق ہوں یا مشرک، تو وہ تمہیں کفرو بے دینی اور بدعملی کی طرف لے جائیں گے اور اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ تم آخرت کے ساتھ ساتھ اپنی دنیا بھی تباہ کر بیٹھو گے۔ لیکن افسوس! ہم پھر بھی اپنے نظام، کردار، کلچر، گھریلو معاملات، کاروبار وغیرہ ہر جگہ کافروں کے کہنے اور خلافِ شرع طریقے پر چل رہے ہیں۔

آیت 150 مزید فرمایا کہ یہ کافر تمہارے مددگار نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ ہی تمہارا مددگار ہے اور وہی سب سے بہترین مددگار ہے لہٰذا تم اسی کی اطاعت کرو۔

سَنُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَاۤ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ

عنقریب ہم کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دیں گے کیونکہ انہوں نے اللہ کے ساتھ ایسی چیز کو شریک ٹھہرایا جس کی اللہ نے کوئی

سُلْطٰنًا ۚ وَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ وَ بِئْسَ مَثْوَى الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۵۱﴾ وَ لَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗۤ

دلیل نہیں اتاری اور ان کا ٹھکانہ آگ ہے اوروہ ظالموں کا کتنا برا ٹھکانہ ہے ○ اور بیشک اللہ نے تمہیں اپنا وعدہ سچاکر دکھایا

اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰۤى اِذَا فَشِلْتُمْ وَ تَنَازَعْتُمْ فِی الْاَمْرِ وَ عَصَیْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ

جب تم اس کے حکم سے کافروں کو قتل کررہے تھے یہاں تک کہ جب تم نے بزدلی دکھائی اور حکم میں آپس میں اختلاف کیااور تم نے اس کے

مَاۤ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ؕ مِنْكُمْ مَّنْ یُّرِیْدُ الدُّنْیَا وَ مِنْكُمْ مَّنْ یُّرِیْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ

بعد نافرمانی کی جب اللہ تمہیں وہ کامیابی دکھا چکا تھا جو تمہیں پسند تھی ۔تم میں کوئی دنیا کا طلبگار ہے اور تم میں کوئی آخرت کا طلبگار ہے۔ پھر

آیت 151 یہ آیت جنگِ اُحد کے موقع پر نازل ہوئی جس میں ایک غیبی خبر دی گئی کہ عنقریب ہم کفار کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب ڈال دیں گے کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ بتوں کو شریک ٹھہرایا جنہیں شریک ٹھہرانے پر اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نہیں اتاری، روزِ قیامت ان کفار کا ٹھکانہ جہنم کی آگ ہے اور وہ کفر کرکے اپنی جانوں پر ظلم کرنے والوں کا کتنا برا ٹھکانہ ہے۔ یہ غیبی خبر اس طرح پوری ہوئی کہ جنگ اُحد کے دن کفار کے دلوں پر خوف طاری ہوا اور مسلمانوں پر غالب آجانے اور انہیں ختم کرنے کی طاقت رکھنے کے باوجود کفار نے لڑنا چھوڑ دیا اور واپس لوٹ گئے۔ راستے میں مسلمانوں کو ختم کرنے کا خیال آیا اور اس ارادے سے واپس لوٹنے لگے تو پھر ان سب کے دلوں پر مسلمانوں کا ایسا رعب طاری ہوا کہ دوبارہ حملے کی ہمت نہ ہوئی اور لوٹنے کی بجائے مکہ چلے گئے۔

آیت 152 یہاں غزوۂ اُحد ہی کی بات ہورہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنگِ احد میں اپنا یہ وعدہ پورا فرمادیا کہ تم ہی غالب ہوگے اگر تم سچے مسلمان ہو چنانچہ مسلمان غالب رہے لیکن مزید فرمایا کہ پھر جب تم نے بزدلی دکھائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے جس پہاڑی درے پر قائم رہنے کا حکم دیا تھا اس کے متعلق آپس میں اختلاف کیا اور اس حکم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی مخالفت کی حالانکہ اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری پسندیدہ کامیابی دکھا چکا تھا، اس کے باوجود تم میں سے بعض نے مالِ غنیمت کی خاطر دنیا طلبی کے لیے وہ درہ چھوڑ دیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ تمہیں بہت زیادہ نقصان اٹھانا پڑا۔ آیت کے آخر میں فرمایا کہ غزوہ اُحد میں اس مقام پر جن لوگوں سے خطا ہوئی بیشک اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف فرمادیا ہے اور اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر بڑا فضل فرمانے والا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) یہاں دنیا طلب کرنے والوں سے وہ لوگ مراد ہیں جنہوں نے وہ درہ چھوڑ دیا اور مالِ غنیمت حاصل کرنے میں مشغول ہوگئے اور آخرت کے طلبگاروں سے وہ لوگ مراد ہیں جو اپنے امیر حضرت عبد اللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ اپنی جگہ پر قائم رہے یہاں تک کہ شہید ہوگئے۔ (2) غزوۂ اُحد میں جن سے خطا ہوئی انہیں اللہ تعالیٰ نے معاف فرمایا دیا، لہٰذا جو اس طرح کے واقعات کو لے کر صحابۂ کرام

صَرَفَكُمۡ عَنۡهُمۡ لِيَبۡتَلِيَكُمۡ ۚ وَلَقَدۡ عَفَا عَنۡكُمۡ ؕ وَاللّٰهُ ذُوۡ فَضۡلٍ عَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۱۵۲﴾

اس نے تمہارا منہ ان سے پھیر دیا تاکہ تمہیں آزمائے اور بیشک اس نے تمہیں معاف فرمادیا ہے اور اللہ مسلمانوں پر بڑا فضل فرمانے والا ہے ○

اِذۡ تُصۡعِدُوۡنَ وَلَا تَلۡوٗنَ عَلٰٓى اَحَدٍ وَّالرَّسُوۡلُ يَدۡعُوۡكُمۡ فِىۡۤ اُخۡرٰٮكُمۡ

جب تم منہ اٹھائے چلے جارہے تھے اور کسی کو پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھتے تھے اور تمہارے پیچھے رہ جانے والی دوسری جماعت میں ہمارے رسول

فَاَثَابَكُمۡ غَمًّاۢ بِغَمٍّ لِّـكَيۡلَا تَحۡزَنُوۡا عَلٰى مَا فَاتَكُمۡ وَلَا مَاۤ اَصَابَكُمۡ ؕ

تمہیں پکار رہے تھے تو اللہ نے تمہیں غم کے بدلے غم دیا اور معافی اس لئے سنادی تاکہ جو تمہارے ہاتھ سے نکل گیا نہ تو اس پر غم کرو

وَاللّٰهُ خَبِيۡرٌۢ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۵۳﴾ ثُمَّ اَنۡزَلَ عَلَيۡكُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ الۡغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا

اور نہ ہی اس تکلیف پر جو تمہیں پہنچی ہے اور اللہ تمہارے اعمال سے خبردار ہے ○ پھر اس نے تم پر غم کے بعد چین کی نیند اتاری

رضی اللہ عنہم کی شان میں گستاخی کرے وہ بدبخت ہے کہ ان کی معافی کا اعلان خود اللہ تعالیٰ فرما چکا ہے۔

آیت 153 جنگِ احد میں کفار نے درہ خالی دیکھ کر پیچھے سے حملہ کیا تو مسلمان گھبرا کر بھاگ پڑے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم اور کچھ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اپنی جگہ سے نہ ہٹے۔ یہاں اس کا ذکر فرمایا جارہا ہے کہ اے مسلمانو! یاد کرو جب تم افراتفری میں منہ اٹھائے چلے جارہے تھے اور کسی کو پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھتے تھے اور تمہارے پیچھے ثابت قدم رہ جانے والی دوسری جماعت میں ہمارے رسول تمہیں پکار رہے تھے لیکن تم سن ہی نہ رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے تمہیں غم دیا اس لئے کہ تم نے اس کے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی بات نہ مان کر انہیں غم پہنچایا تھا لیکن اس کے ساتھ معافی کی بشارت بھی سنادی تاکہ راہِ خدا میں اخلاص کے ساتھ کوشش کرنے کے باوجود جو مالِ غنیمت تمہارے ہاتھ سے نکل گیا، تمہارے بہت سے ساتھی شہید ہوئے اور تمہیں زخم آئے ان پر غم نہ کرو اور یہ معافی کا اعلان تمہارے دلوں پر مرہم ہو جائے اور یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال اور تمہارے ارادوں سے خبردار ہے۔

اہم بات: اس آیت و واقعہ میں اللہ کریم کی بارگاہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے مقام و مرتبہ کا بھی اظہار ہے اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی جاں نثاری و اخلاص کی عزت افزائی بھی کہ ان کی دلجوئی کے لئے ان کی معافی کا اعلان فرمادیا۔

آیت 154 غزوۂ احد میں تکالیف اٹھانے کے بعد مخلص مؤمنوں پر اللہ تعالیٰ کی خاص کرم نوازی ہوئی اور وہ یہ کہ ان کی پریشانی دور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان پر غم کے بعد چین کی نیند اتاری جس سے ان مخلص مومنوں کے دلوں پر طاری رعب وہیبت ختم ہو گیا اور وہ سکون و اطمینان کی کیفیت میں آگئے۔ دوسری طرف منافقوں کا گروہ تھا جنہیں اپنی جان کی فکر پڑی تھی، وہ اللہ تعالیٰ پر بدگمانیاں کر رہے تھے کہ وہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی مدد نہ فرمائے گا یا یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم شہید ہو گئے اور اب آپ کا دین باقی نہ رہے گا، یہ صرف جاہلیت کے گمان تھے۔ پھر منافقین کے بارے میں فرمایا کہ یہ اپنے دلوں میں کفر، اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر بے اعتمادی اور جہاد میں مسلمانوں کے ساتھ آنے پر افسوس چھپائے ہوئے ہیں لیکن یہ باتیں مسلمانوں کے سامنے ظاہر نہیں کرسکتے۔ یہ کہتے ہیں کہ

یَغۡشٰی طَآئِفَۃً مِّنۡکُمۡ ۙ وَ طَآئِفَۃٌ قَدۡ اَهَمَّتۡهُمۡ اَنۡفُسُهُمۡ یَظُنُّوۡنَ بِاللّٰهِ غَیۡرَ الۡحَقِّ

جو تم میں سے ایک گروہ پر چھاگئی اور ایک گروہ وہ تھا جسے اپنی جان کی فکر پڑی ہوئی تھی وہ اللہ پر ناحق گمان کرتے تھے،

ظَنَّ الۡجَاهِلِیَّةِ ؕ یَقُوۡلُوۡنَ هَلۡ لَّنَا مِنَ الۡاَمۡرِ مِنۡ شَیۡءٍ ؕ قُلۡ اِنَّ الۡاَمۡرَ کُلَّهٗ لِلّٰهِ ؕ

جاہلیت کے سے گمان۔ وہ کہہ رہے تھے کہ کیا اس معاملے میں کچھ ہمارا بھی اختیار ہے ؟ تم فرمادو کہ اختیار تو سارا اللہ ہی کا ہے۔

یُخۡفُوۡنَ فِیۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ مَّا لَا یُبۡدُوۡنَ لَکَ ؕ یَقُوۡلُوۡنَ لَوۡ کَانَ لَنَا مِنَ الۡاَمۡرِ شَیۡءٌ

یہ اپنے دلوں میں وہ باتیں چھپا کر رکھتے ہیں جو آپ پر ظاہر نہیں کرتے۔ کہتے ہیں، اگر ہمیں بھی اس معاملے میں کچھ اختیار ہوتا تو ہم یہاں

مَّا قُتِلۡنَا هٰهُنَا ؕ قُلۡ لَّوۡ کُنۡتُمۡ فِیۡ بُیُوۡتِکُمۡ لَبَرَزَ الَّذِیۡنَ کُتِبَ عَلَیۡهِمُ الۡقَتۡلُ اِلٰی

نہ مارے جاتے۔ اے حبیب! تم فرمادو کہ اگر تم اپنے گھروں میں بھی ہوتے جب بھی جن کا مارا جانا لکھا جاچکا تھا وہ اپنی قتل گاہوں کی طرف

مَضَاجِعِهِمۡ ۚ وَ لِیَبۡتَلِیَ اللّٰهُ مَا فِیۡ صُدُوۡرِکُمۡ وَ لِیُمَحِّصَ مَا فِیۡ قُلُوۡبِکُمۡ ؕ وَ اللّٰهُ

نکل کر آجاتے اور اس لئے ہوا کہ اللہ تمہارے دلوں کی بات آزمائے اور جو کچھ تمہارے دلوں میں پوشیدہ ہے اسے کھول کر رکھ دے اور اللہ

عَلِیۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ ﴿۱۵۴﴾ اِنَّ الَّذِیۡنَ تَوَلَّوۡا مِنۡکُمۡ یَوۡمَ الۡتَقَی الۡجَمۡعٰنِ ۙ اِنَّمَا

دلوں کی بات جانتا ہے ○ بیشک تم میں سے وہ لوگ جو اس دن بھاگ گئے جس دن دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا، انہیں شیطان ہی

اگر ہماری بھی کچھ چلتی ہوتی اور جنگِ احد کے بارے میں ہمارا مشورہ مان لیا جاتا تو ہم یہاں نہ مارے جاتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے رد میں فرمایا: اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم، آپ فرمادیں کہ اگر تم اپنے گھروں میں بھی ہوتے جب بھی جن کا مارا جانا تقدیر میں لکھا جاچکا تھا وہ اپنی قتل گاہوں کی طرف نکل کر آجاتے کیونکہ جس نے جہاں، جیسے مرنا ہے وہ وہاں، ویسے ہی مرے گا، تقدیر کے سامنے ساری تدبیریں بے کار ہوجاتی ہیں۔ آیت کے آخر میں غزوۂ اُحد کی حکمت بیان فرمائی کہ غزوۂ احد میں جو کچھ ہوا، وہ اس لئے ہوا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کے اخلاص اور منافقت آزمائے اور جو کچھ تمہارے دلوں میں پوشیدہ ہے اسے سب کے سامنے کھول کر رکھ دے۔

اہم باتیں: (1) آزمائش کے وقت کھرے کھوٹے کی پہچان ہوتی ہے۔ (2) مسلمان کو سب سے زیادہ فکر دین اور منافق کو اپنی دنیا کی ہوتی ہے۔ (3) مومن ہر حال میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ اور حسنِ ظن رکھتا ہے جبکہ منافق معمولی سی تکلیف پر بدگمانیوں کا شکار ہوجاتا ہے۔

آیت 155 جنگِ اُحد میں 14 اصحاب میدانِ جنگ میں ڈٹے رہے جن میں حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم بھی شامل تھے، ان کے علاوہ باقی سب اصحاب کے قدم اکھڑ گئے خصوصاً وہ حضرات جنہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے پہاڑی مورچے پر مقرر کیا اور ہر حال میں وہیں ڈٹے رہنے کا حکم دیا تھا لیکن پہلے حملے میں مسلمانوں کو غالب دیکھ کر یہ وہاں سے ہٹ گئے اور سمجھے کہ فتح ہوچکی ہے اب ٹھہرنے کی کیا ضرورت ہے۔ بھاگتے ہوئے کفار نے درہ خالی دیکھ کر اس طرف سے مسلمانوں

ع ١٦ / ٧ اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا ۚ وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ ۗ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿١٥٥﴾

نے ان کے بعض اعمال کی وجہ سے لغزش میں مبتلا کیا اور بیشک اللہ نے انہیں معاف فرمادیا ہے، بیشک اللہ بڑا بخشنے والا، بڑا حلم والا ہے ○

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَقَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ اِذَا ضَرَبُوْا

اے ایمان والو! ان کافروں کی طرح نہ ہونا جنہوں نے اپنے بھائیوں کے بارے میں کہا جب وہ سفر میں یا جہاد میں گئے

فِي الْاَرْضِ اَوْ كَانُوْا غُزًّى لَّوْ كَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا وَمَا قُتِلُوْا ۚ لِيَجْعَلَ اللّٰهُ

کہ اگر یہ ہمارے پاس ہوتے تو نہ مرتے اور نہ قتل کئے جاتے ۔ (ان کی طرح یہ نہ کہو) تاکہ اللہ ان کے دلوں میں اس بات کا

ذٰلِكَ حَسْرَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۗ وَاللّٰهُ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿١٥٦﴾

افسوس ڈال دے اور اللہ ہی زندہ رکھتا اور مارتا ہے اور اللہ تمہارے تمام اعمال کو خوب دیکھ رہا ہے ○

وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿١٥٧﴾

اور بیشک اگر تم اللہ کی راہ میں شہید کردیے جاؤ یا مرجاؤ تو اللہ کی بخشش اور رحمت اس دنیا سے بہتر ہے جو یہ جمع کررہے ہیں ○

پر حملہ کردیا جس سے جنگ کا نقشہ بدل گیا۔ یہاں اسی کا ذکر فرمایا گیا کہ انہیں شیطان ہی نے وسوسے کے ذریعے ان کے بعض اعمال جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے حکم کے خلاف درہ چھوڑنے کی وجہ سے لغزش میں مبتلا کیا۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف فرمادیا ہے، بیشک اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا اور بڑا حلم والا ہے۔ **اہم بات:** ان حضرات سے لغزش ضرور سرزد ہوئی لیکن چونکہ یہ مخلص مومن اور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے سچے جانثار تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ان کی معافی کا اعلان فرمادیا تاکہ اگر ان کی لغزش سامنے آئے تو بارگاہِ الٰہی میں ان کی عظمت بھی سامنے رہے۔

آیت 156 یہاں کافروں سے کافر اصلی اور منافق دونوں مراد ہوسکتے ہیں، ہم منافقین والا معنی سامنے رکھ تفسیر کرتے ہیں، چنانچہ فرمایا گیا کہ اے ایمان والو! عبد اللہ بن اُبَی اور اس جیسے منافقوں کی طرح نہ ہونا جن کے نسبی یا منافقت میں بھائی بند سفر یا جہاد میں مر گئے تو انہوں نے کہا کہ اگر وہ ہمارے پاس رہتے اور سفر و جہاد میں نہ جاتے تو نہ مرتے اور نہ مارے جاتے، اے ایمان والو! تم ان کی طرح کوئی بات نہ کہنا تاکہ ان کی یہ بات اور عقیدہ ان کے دلوں میں باعثِ حسرت بن جائے۔ حقیقی مسلمان تو یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ موت وحیات اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے وہ چاہے تو مسافر اور غازی کو سلامت لے آئے اور محفوظ گھر میں بیٹھے ہوئے کو موت دیدے اور اگر مجاہد کو موت آ بھی جائے تو شہادت کے سبب یہ گھر کی موت سے کئی درجے بہتر ہے۔

آیت 157 فرمایا: اگر تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید کردیئے جاؤ یا وہاں تمہیں طبعی موت آئے تو یہ موت مغفرت اور رحمت کا سبب ہو گی اور ایسی موت دنیا کے جمع کردہ مال ودولت سے بہتر ہے۔ **اہم بات:** راہِ خدا میں مرنا یہ ہے کہ جہاد کے راستے میں یا دورانِ جہاد موت آئے نیز عبادت، ذکر، علمی خدمت یا تبلیغ دین کرتے ہوئے مرنا اسی حکم میں داخل ہے۔

وَلَئِنْ مُّتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ لَاِالَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿١٥٨﴾ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ

اور اگر تم مرجاؤ یامارے جاؤ (بہر حال) تمہیں اللہ کی بارگاہ میں جمع کیا جائے گا○ تواے حبیب! اللہ کی کتنی بڑی مہربانی ہے کہ آپ ان کے لئے نرم دل ہیں

وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِیْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۠ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ

اور اگر آپ تُرش مزاج، سخت دل ہوتے تو یہ لوگ ضرور آپ کے پاس سے بھاگ جاتے تو آپ ان کو معاف فرماتے رہو اوران کی مغفرت کی دعاکرتے رہو

وَشَاوِرْهُمْ فِی الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِیْنَ ﴿١٥٩﴾

اور کاموں میں ان سے مشورہ لیتے رہو پھر جب کسی بات کا پختہ ارادہ کرلو تو اللہ پر بھروسہ کرو بیشک اللہ توکل کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے ○

اِنْ یَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ یَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِیْ یَنْصُرُكُمْ مِّنْ بَعْدِهٖ ؕ

اگر اللہ تمہاری مدد کرے تو کوئی تم پر غالب نہیں آسکتا اور اگر وہ تمہیں چھوڑ دے تو پھر اس کے بعد کون تمہاری مدد کر سکتا ہے ؟

آیت 158 فرمایا کہ اگر تم طبعی طور پر مر جاؤ یا جہاد وغیرہ میں شہید کر دیئے جاؤ بہر حال تمہیں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہی کی بارگاہ میں جمع کیا جائے گا اور وہ تمہیں تمہارے اعمال کی جزا دے گا۔

آیت 159 یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے اخلاقِ کریمہ کا بیان ہو رہا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم، اللہ تعالیٰ کی آپ پر کتنی بڑی رحمت ہے کہ اس نے آپ کو نرم دل، شفیق اور رحیم و کریم بنایا حتیٰ کہ غزوۂ اُحد جیسے موقع پر بھی آپ نے غضب کا اظہار نہ فرمایا حالانکہ اس میں آپ کو بہت اَذِیَّت و تکلیف پہنچی تھی اور اگر آپ سخت مزاج ہوتے اور میل برتاؤ میں سختی سے کام لیتے تو یہ لوگ آپ سے دور ہو جاتے تو اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم، آپ ان کی غلطیوں کو معاف کر دیں اور ان کے لئے دعائے مغفرت فرما دیں نیز اہم کاموں میں ان سے مشورہ لیتے رہیں کیونکہ اس میں ان کی دلجوئی اور عزت افزائی بھی ہے اور یہ فائدہ بھی کہ مشورہ سنت ہو جائے اور آئندہ امت اس سے نفع اٹھاتی رہے، مشورے کے بعد جب آپ کسی بات کا پختہ ارادہ کر لیں تو اپنا کام پورا کرنے میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں بیشک اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں سے محبت فرماتا، ان کی مدد کرتا اور انہیں اس چیز کی طرف ہدایت دیتا ہے جو ان کے لئے بہتر ہو۔ **اہم بات:** توکل کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرنا اور کاموں کو اس کے سپرد کر دینا۔ اس کا مطلب اسباب کو ترک کرنا نہیں بلکہ یہ ہے کہ اسباب تو اختیار کئے جائیں لیکن دلی اعتماد خدا پر ہو۔

آیت 160 ارشاد فرمایا کہ اگر دشمنوں کے خلاف اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے جیسا کہ بدر کے دن کی، تو کوئی تم پر غالب نہیں آسکتا اور اگر اللہ تعالیٰ تمہیں چھوڑ دے جیسا کہ اُحد کے دن ہوا تو اس کے چھوڑنے کے بعد کون تمہاری مدد کر سکتا ہے، یقیناً کوئی نہیں کر سکتا اور جب حقیقت یہی ہے تو مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ کرنا چاہئے۔ **اہم بات:** اللہ تعالیٰ کی مدد وہی پاتا ہے جو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے۔ غزوۂ بدر میں کفار تعداد، اسلحہ اور جنگی طاقت میں مسلمان سے کہیں زیادہ تھے مگر مسلمانوں کا پورا بھروسہ اللہ تعالیٰ پر تھا چنانچہ یہ غالب آئے اور غزوۂ حنین میں بعض مسلمانوں نے اپنی عددی کثرت پر فخر کا اظہار کیا تو مسلمانوں کو سخت نقصان اٹھانا پڑا۔

وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿١٦٠﴾ وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ ؕ وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ

اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے ○ اور کسی نبی کا خیانت کرنا ممکن ہی نہیں اور جو خیانت کرے تو وہ قیامت کے دن اس

بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿١٦١﴾

چیز کو لے کر آئے گا جس میں اس نے خیانت کی ہوگی پھر ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا ○

اَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ كَمَنْۢ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ

کیا وہ شخص جو اللہ کی خوشنودی کے پیچھے چلا وہ اس شخص کی طرح ہے جو اللہ کے غضب کا مستحق ہوا اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہو؟

وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿١٦٢﴾ هُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٦٣﴾ لَقَدْ

اور وہ کیا ہی برا ٹھکانہ ہے ○ لوگوں کے اللہ کی بارگاہ میں مختلف درجات ہیں اور اللہ ان کے تمام اعمال کو دیکھ رہا ہے ○ بیشک

مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ

اللہ نے ایمان والوں پر بڑا احسان فرمایا جب ان میں ایک رسول مَبعوث فرمایا جو انہی میں سے ہے۔ وہ ان کے سامنے اللہ کی

آیت 161 **شانِ نزول:** ایک جنگ میں مالِ غنیمت کی ایک چادر گم ہوگئی۔ بعض منافقوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے اپنے لئے رکھ لی ہوگی۔ اس پر یہ آیت اتری اور فرمایا گیا: کسی نبی کا خیانت کرنا ممکن نہیں کیونکہ یہ شانِ نبوت کے خلاف ہے اور جو کسی چیز میں خیانت کرے وہ قیامت کے دن اسے اپنی گردن پر اٹھائے ہوئے لے کر آئے گا، پھر ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ثواب کم کرکے یا عذاب میں اضافہ کرکے ان پر کچھ بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔ **اہم بات:** نبی گناہوں سے معصوم ہیں اور اللہ تعالیٰ ان پر سے لوگوں کی تہمتیں دور فرما کر ان کی ناموس کی حفاظت کرتا ہے اور عظمت وشان وناموسِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم اور عقیدۂ ختم نبوت کا تحفظ کرنے والے مسلمان بہت عظیم ہیں کہ عظیم فریضہ سرانجام دیتے ہیں۔

آیت 162 ان دو آیات میں فرمایا کہ جو شخص صحیح عقیدہ اپنانے اور تقویٰ وپرہیزگاری کی زندگی گزارنے کی صورت میں اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی حاصل کرنے کی کوشش میں ہے کیا وہ اس شخص کی طرح ہے جو اپنے گناہوں کے سبب اللہ تعالیٰ کے عظیم غضب کا مستحق ہوا اور قیامت کے دن اس کا ٹھکانہ جہنم ہو، یقیناً یہ دونوں برابر نہیں ہوسکتے۔

آیت 163 فرمایا کہ لوگوں کے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مختلف درجات اور ہر ایک کی منزلیں اور مقامات جداگانہ ہیں، بُروں کے مقام الگ اور اچھوں کے الگ ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کے تمام اعمال دیکھ رہا ہے اور انہیں ان کے اعمال کے مطابق جزا وسزا دے گا۔

آیت 164 ارشاد فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں پر عظیم احسان فرمایا کہ انہیں اپنا سب سے عظیم رسول عطا فرمایا جو انہی میں سے ہے تاکہ وہ سہولت کے ساتھ ان کا مبارک کلام سمجھ سکیں اور صدق و امانت وغیرہ ان کے احوال جان سکیں، وہ ان کے سامنے قرآن کی آیتیں تلاوت فرماتا، برے عقائد و اعمال کی گندگی سے انہیں پاک کرتا اور کتاب وحکمت یعنی قرآن وسنت کی تعلیم

اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ۚ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ

آیتیں تلاوت فرماتا ہے اورانہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے اگرچہ یہ لوگ اس سے پہلے یقیناً

ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۶۴﴾ اَوَ لَمَّاۤ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا ۙ قُلْتُمْ

النصف

کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے ○ کیا جب تمہیں کوئی ایسی تکلیف پہنچی جس سے دگنی تکلیف تم پہنچا چکے تھے تو تم کہنے لگے

اَنّٰى هٰذَا ؕ قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۶۵﴾

کہ یہ کہاں سے آگئی؟ اے حبیب! تم فرمادو کہ اے لوگو! یہ تمہاری اپنی ہی طرف سے آئی ہے۔ بیشک اللہ ہر شے پر قادر ہے ○

وَ مَاۤ اَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَ لِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۶۶﴾ ۙ

اور دو گروہوں کے مقابلے کے دن تمہیں جو تکلیف پہنچی تو وہ اللہ کے حکم سے تھی اور اس لئے (پہنچی) کہ اللہ ایمان والوں کی پہچان کرادے ○

وَ لِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ نَافَقُوْا ۖۚ وَ قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

اور اس لئے (پہنچی) کہ اللہ منافقوں کی پہچان کرادے اور (جب) ان سے کہا گیا کہ آؤ اللہ کی راہ میں جہاد کرو یا دشمنوں سے

دیتا ہے، اگرچہ ان کی تشریف آوری اور تزکیہ و تعلیم سے پہلے یہ لوگ یقیناً کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔ حضور پرنور صلی اللہ علیہ والہ وسلم اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا احسان ہیں اور دنیا و آخرت کی ہر نعمت آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ہی وسیلے سے ہے اور حکمت و پاکیزگی آپ ہی کی نظرِ کرم کا صدقہ ہے۔

آیت 165 میدانِ احد میں 70 مسلمان شہید ہوئے جبکہ میدانِ بدر میں کفار کے 70 آدمی مارے گئے اور 70 گرفتار ہوئے تو کفار کا دگنا نقصان ہوا، اس پر فرمایا گیا کہ احد میں جب تمہیں ایسی تکلیف پہنچی جس سے دگنی تکلیف تم کافروں کو بدر میں پہنچا چکے تھے تو تم کہنے لگے کہ ہمیں یہ تکلیف کیسے آگئی جبکہ ہم مسلمان ہیں اور ہم میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، آپ ان سے فرمادیں کہ یہ تمہاری اپنی ہی طرف سے آئی ہے کیونکہ تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی مرضی کے خلاف مدینہ طیبہ سے باہر نکل کر جنگ کرنے پر اصرار کیا پھر آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی شدید ممانعت کے باوجود غنیمت کے لئے مرکز کو چھوڑا، یہی بات تمہارے قتل و نقصان کا سبب بنی۔ بیشک اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے، وہ مدد کرنے اور روک لینے پر بھی قدرت رکھتا ہے۔

آیت 166 فرمایا کہ میدانِ احد میں کافروں اور مسلمانوں کے مقابلے کے دن تمہیں جو تکلیف پہنچی وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھی اور اس لئے پہنچی کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کی پہچان کروادے لہٰذا اپنے رب کے فیصلے پر راضی رہو۔

آیت 167 یہاں مزید حکمت بیان فرمائی جارہی ہے کہ مسلمان لشکر کو میدانِ اُحد میں اس لیے تکلیف پہنچی تاکہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو منافقوں کی پہچان کروادے، کیونکہ منافقوں کی حالت یہ تھی کہ جب جنگ شروع ہونے سے پہلے عبد اللہ بن اُبَی وغیرہ منافقوں سے کہا گیا: آؤ! راہِ خدا میں جہاد کرو یا صرف ساتھ مل کر ہماری تعداد بڑھاؤ جس سے دفاع مضبوط ہوگا تو وہ کہنے لگے: اگر ہم اچھے طریقے

اَوِ ادۡفَعُوۡا ؕ قَالُوۡا لَوۡ نَعۡلَمُ قِتَالًا لَّا تَّبَعۡنٰكُمۡ ؕ هُمۡ لِلۡكُفۡرِ يَوۡمَئِذٍ

دفاع کرو تو کہنے لگے: اگر ہم اچھے طریقے سے لڑنا جانتے (یا کہنے لگے کہ اگر ہم اس لڑائی کو صحیح سمجھتے) تو ضرور تمہارا ساتھ دیتے، یہ لوگ اس دن

اَقۡرَبُ مِنۡهُمۡ لِلۡاِيۡمَانِ ۚ يَقُوۡلُوۡنَ بِاَفۡوَاهِهِمۡ مَّا لَيۡسَ فِىۡ قُلُوۡبِهِمۡ ؕ وَاللّٰهُ

ظاہری ایمان کی نسبت کھلے کفر کے زیادہ قریب تھے ۔ اپنے منہ سے وہ باتیں کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہیں اور اللہ

اَعۡلَمُ بِمَا يَكۡتُمُوۡنَ ۚ ﴿۱۶۷﴾ اَلَّذِيۡنَ قَالُوۡا لِاِخۡوَانِهِمۡ وَقَعَدُوۡا لَوۡ اَطَاعُوۡنَا

بہتر جانتا ہے جو باتیں یہ چھپارہے ہیں ○ وہ جنہوں نے اپنے بھائیوں کے بارے میں کہا اور خود بیٹھے رہے کہ اگر وہ ہماری بات مان لیتے

مَا قُتِلُوۡا ؕ قُلۡ فَادۡرَءُوۡا عَنۡ اَنۡفُسِكُمُ الۡمَوۡتَ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ﴿۱۶۸﴾

تو نہ مارے جاتے۔ اے حبیب! تم فرمادو اگر تم سچے ہو تو اپنے سے موت دور کر کے دکھادو○

وَلَا تَحۡسَبَنَّ الَّذِيۡنَ قُتِلُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ اَمۡوَاتًا ؕ بَلۡ اَحۡيَآءٌ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ يُرۡزَقُوۡنَ ۙ﴿۱۶۹﴾

اور جو اللہ کی راہ میں شہید کئے گئے ہرگز انہیں مردہ خیال نہ کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں، انہیں رزق دیا جاتا ہے ○

سے لڑنا جانتے، یا کہنے لگے: اگر ہم اس لڑائی کو صحیح سمجھتے تو ضرور تمہارا ساتھ دیتے۔ درحقیقت اس دن یہ لوگ اپنے ظاہری ایمان کی نسبت کھلے کفر کے زیادہ قریب تھے۔ یہ اپنے منہ سے وہ باتیں کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہیں یعنی منہ سے تو کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں لیکن ہم جنگ کرنا نہیں جانتے جبکہ دل میں کہتے ہیں کہ کفار کو اپنا دشمن نہ بناؤ مسلمانوں کو ان کے ہاتھوں تباہ ہو جانے دو۔ انہیں یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ان باتوں کو بہتر جانتا ہے جو یہ چھپارہے ہیں۔

آیت 168 منافقوں نے شہدائے اُحد کے بارے میں کہا کہ اگر یہ ہماری بات مان کر ہماری طرح گھر بیٹھے رہتے تو نہ مارے جاتے۔ اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم، آپ فرمادیں کہ اگر تم سچے ہو تو اپنے آپ سے موت کو دور کر کے دکھادو۔ یقیناً موت تو آکر ہی رہے گی خواہ آدمی کہیں بھی ہو، تو یہ کہنا سراسر غلط ہے کہ اگر لوگ ہماری بات مان کر جہاد میں نہ جاتے تو نہ مارے جاتے۔

آیت 169 **شانِ نزول:** اکثر مفسرین کا قول ہے کہ یہ آیت شہدائے اُحد کے حق میں نازل ہوئی، حدیث پاک میں ہے: اللہ تعالیٰ نے شہداءِ احد کی ارواح کو سبز پرندوں کے جسم عطا فرمائے، وہ جنتی نہروں پر سیر کرتے، جنتی میوے کھاتے اور عرش کے نیچے لٹکنے والی سونے کی قندیلوں میں رہتے ہیں۔ جب ان شہداءِ کرام نے کھانے، پینے اور رہنے کے پاکیزہ عیش پائے تو کہا کہ پیچھے دنیا میں رہ جانے والے ہمارے بھائیوں کو کون خبر دے کہ ہم جنت میں زندہ ہیں تاکہ وہ جہاد سے بے رغبتی نہ کریں اور جنگ سے بیٹھ نہ رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں انہیں تمہاری خبر پہنچاؤں گا چنانچہ یہ آیت نازل کی۔ (ابو داؤد، حدیث: 2520) اور فرمایا کہ وہ لوگ جو راہِ خدا میں شہید کئے گئے، انہیں ہرگز مردہ خیال نہ کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں اور دوسرے زندہ لوگوں کی طرح انہیں بھی رزق دیا جاتا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) ارواح باقی ہیں، یہ جسم کے فنا ہونے کے ساتھ فنا نہیں ہوتیں۔ (2) شہیدوں کی حیات عام مومنین سے بلند تر ہے اور نبیوں کی حیات شہیدوں سے بڑھ کر ہے۔

فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ

(وہ) اس پر خوش ہیں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا ہے اور اپنے پیچھے (رہ جانے والے) اپنے بھائیوں پر بھی خوش ہیں جو ابھی ان سے

مِّنْ خَلْفِهِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۱۷۰﴾ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وقف لازم

نہیں ملے کہ ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے ○ وہ اللہ کی نعمت اور فضل پر خوشیاں منا رہے ہیں

وَ فَضْلٍ ۙ وَّ اَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷۱﴾ ۚ اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ ع ۱۷/۸

اور اس بات پر کہ اللہ ایمان والوں کا اجر ضائع نہیں فرمائے گا ○ وہ لوگ جو اللہ اور رسول کے بلانے پر

مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۛؕ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَ اتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۲﴾ ۚ مع

زخمی ہونے کے باوجود (فوراً) حاضر ہو گئے ان نیک بندوں اور پرہیزگاروں کے لئے بڑا ثواب ہے ○

اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا ۖۗ

یہ وہ لوگ ہیں جن سے لوگوں نے کہا کہ لوگوں نے تمہارے لئے (ایک لشکر) جمع کر لیا ہے سو ان سے ڈرو تو ان کے ایمان میں اور اضافہ ہو گیا

آیت 170، 171 ان دو آیات میں شہدا کے بارے میں فرمایا جارہا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم پر خوش ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنا مقرب بنایا، انہیں شہادت کی توفیق، موت کے بعد اعلیٰ قسم کی زندگی، جنتی رزق اور اس کی نعمتیں عطا فرمائیں نیز وہ اس بات پر بھی خوش ہیں کہ ان کے بعد دنیا میں رہ جانے والے ان کے مسلمان بھائی ایمان و تقویٰ پر قائم ہیں اور جب وہ بھی شہید ہو کر ان کے ساتھ ملیں گے تو وہ بھی یہ کرم نوازیاں پائیں گے اور قیامت کے دن امن اور چین کے ساتھ اٹھائے جائیں گے۔ شہدا اللہ تعالیٰ کے فضل و نعمت اور اس بات پر خوشیاں منارہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا اجر ضائع نہیں فرمائے گا۔

آیت 172 **شانِ نزول:** جب احد سے واپسی پر کفار ”روحا“ نامی جگہ پہنچے تو انہیں افسوس ہوا کہ مسلمانوں کو مکمل طور پر ختم کیوں نہ کر دیا چنانچہ انہوں نے یہیں سے واپس ہونے کا ارادہ کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کو خبر پہنچی تو آپ نے ان کے تعاقب کے لئے روانگی کا ارادہ فرمایا۔ اس پر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت جن کی تعداد 70 تھی، زخموں سے چُور ہونے کے باوجود حاضر ہو گئی اور آپ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم ان کے ساتھ کفار کے تعاقب پر روانہ ہوئے۔ جب حَمْرَاءُ الْاَسَد کے مقام پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ کفار خوفزدہ ہو کر بھاگ گئے ہیں۔ اس واقعہ کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا: وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کے بلانے پر زخمی ہونے کے باوجود فوراً حاضر ہو گئے، ان نیک بندوں اور پرہیزگاروں کے لئے جنت کی صورت میں بڑا ثواب ہے۔

آیت 173، 174 **شانِ نزول:** جنگ احد سے واپسی پر ابو سفیان نے نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کو پکار کر کہہ دیا تھا کہ اگلے سال ہماری آپ کی مقامِ بدر میں جنگ ہو گی۔ آپ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے فرمادیا: اِنْ شَآءَ اللّٰہ۔ جب وہ وقت آیا اور ابوسفیان اہلِ مکہ کو لے کر جنگ کے لئے روانہ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں خوف ڈال دیا اور انہوں نے واپس ہونے کا ارادہ کر لیا۔ اس موقع پر ابوسفیان کی نعیم

وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ﴿۱۷۳﴾ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ

اور کہنے لگے: ہمیں اللہ کافی ہے اور کیا ہی اچھا کارساز ہے ○ پھر یہ اللہ کے احسان اور فضل کے ساتھ واپس لوٹے،

لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ ۙ وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۷۴﴾ اِنَّمَا ذٰلِكُمُ

انہیں کوئی تکلیف نہ پہنچی اور انہوں نے اللہ کی رضا کی پیروی کی اور اللہ بڑے فضل والا ہے ○ بیشک وہ تو

الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ اَوْلِيَآءَهٗ ۪ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷۵﴾

شیطان ہی ہے جو اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے تو تم ان سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو اگر تم ایمان والے ہو○

بن مسعود سے ملاقات ہوئی جو عمرہ کرنے آیا تھا۔ ابوسفیان نے اس سے کہا: اے نعیم! اس زمانہ میں میری لڑائی مقام بدر میں محمد مصطفی صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے ساتھ طے ہے اور اب مجھے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ میں جنگ میں نہ جاؤں لہٰذا اگر تم مدینے جاکر کسی تدبیر سے مسلمانوں کو میدانِ جنگ میں جانے سے روک دو تو میں تجھے دس اونٹ دوں گا۔ نُعیم نے مدینہ پہنچ کر مسلمانوں سے کہا: تم جنگ کے لئے جانا چاہتے ہو حالانکہ اہلِ مکہ نے تمہارے لئے بڑے لشکر جمع کئے ہیں۔ خدا کی قسم! تم میں سے ایک بھی سلامت واپس نہ آئے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا: خدا کی قسم! میں ضرور جاؤں گا چاہے میرے ساتھ کوئی بھی نہ ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم 70 صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو لے کر حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ پڑھتے ہوئے روانہ ہوئے اور بدر میں پہنچ کر 8 دن قیام کیا۔ مالِ تجارت ساتھ تھا اسے فروخت کیا اور خوب نفع ہوا، پھر سلامتی کے ساتھ مدینہ طیبہ واپس آئے اور جنگ نہ ہوئی۔ اس واقعہ کے متعلق یہ دو آیات نازل ہوئیں اور فرمایا گیا: یہ وہ لوگ ہیں جن سے ایک شخص نعیم بن مسعود نے کہا: ”بیشک ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں نے تمہارے لئے ایک لشکر جمع کر لیا ہے تاکہ تمہیں جڑ سے اکھاڑ پھینکیں، لہٰذا تم ان سے ڈرو اور جنگ کے لئے میدان میں نہ نکلو۔“ اس کی بات سن کر ڈرنے کی بجائے ان کے اللہ تعالیٰ پر یقین و ایمان میں مزید اضافہ ہو گیا اور کہنے لگے: ہمارے معاملے میں اللہ تعالیٰ ہمیں کافی ہے اور وہ کیا ہی اچھا کارساز ہے۔ پھر یہ بدر گئے اور وہاں سے اللہ تعالیٰ کے احسان اور فضل کے ساتھ واپس لوٹے، انہیں قتل و زخم کی صورت میں کوئی تکلیف نہ پہنچی اور انہوں نے جہاد کے لیے نکلنے میں اللہ تعالیٰ کی رضا کی پیروی کی اور اللہ تعالیٰ اپنے اطاعت گزاروں پر بڑے فضل والا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) اس واقعہ کو بدرِ صغریٰ کہتے ہیں۔ (2) اس واقعے سے بھی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت واضح ہوتی ہے کہ جب انہیں کفار کے بڑے بڑے لشکروں سے ڈرایا جارہا تھا تو ڈرنے اور بزدلی دکھانے کی بجائے ان کی ہمت و حوصلہ مزید بڑھ جاتا ہے۔

آیت 175 یہاں پچھلے واقعے کا ہی بیان ہے کہ بیشک وہ تو شیطان ہی ہے جو مسلمانوں کو مشرکین کی کثرت سے ڈراتا ہے جیسا کہ نعیم بن مسعود نے کیا، لیکن اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ ان منافقین و مشرکین سے نہ ڈرو جو شیطان کے دوست ہیں بلکہ صرف اللہ تعالیٰ سے ڈرو کیونکہ ایمان کا تقاضا ہے کہ بندے کو خدا کا خوف ہو اور جب یہ خوف پیدا ہو جائے تو کوئی اور خوف باقی نہیں رہتا۔ **درس:** کافروں سے ڈرانے کے لئے ان کے سامنے کفار کی طاقت بڑھا چڑھا کر پیش کرنا کفار و منافقین کا طریقہ ہے۔ ہمارے ہاں بھی اخبار و مضامین کے ذریعے یہ حرکت کرنے والوں کی کمی نہیں جنہیں مسلمانوں کو تو حوصلہ دینے کی توفیق نہیں لیکن کفار کی طاقت خوب بڑھا چڑھا کر پیش کریں گے۔

وَلَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ ۚ اِنَّهُمْ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ يُرِيْدُ اللّٰهُ

اور اے حبیب!تم ان کا کچھ غم نہ کرو جو کفر میں دوڑے جاتے ہیں وہ اللہ کا کچھ نہیں بگاڑسکیں گے۔ اللہ یہ چاہتا ہے

اَلَّا يَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا فِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝۱۷۶ اِنَّ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْكُفْرَ

کہ ان کا آخرت میں کوئی حصہ نہ رکھے اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے ۝ بیشک وہ لوگ جنھوں نے ایمان کی بجائے

بِالْاِيْمَانِ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۱۷۷ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا

کفر اختیار کیا وہ ہرگز اللہ کا کچھ نہیں بگاڑسکیں گے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے ۝ اور کافر ہرگز یہ گمان نہ رکھیں

اَنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ خَيْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ ؕ اِنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْٓا اِثْمًا ۚ وَلَهُمْ

کہ ہم انہیں جو مہلت دے رہے ہیں یہ ان کے لئے بہتر ہے ، ہم تو صرف اس لئے انہیں مہلت دے رہے ہیں کہ ان کے گناہ اور زیادہ ہوجائیں اور

عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝۱۷۸ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ

ان کے لئے ذلت کا عذاب ہے ۝ اللہ کی یہ شان نہیں کہ مسلمانوں کو اس حال پر چھوڑے جس پر (ابھی) تم ہو جب تک وہ ناپاک کو

آیت 176 یہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم ، آپ ان لوگوں کا غم نہ کریں جو کفر میں دوڑے جاتے اور اس کے لیے کوشش کرتے ہیں خواہ وہ کفارِ قریش ہوں یا منافقین، یہودیوں کے سردار ہوں یا مرتدین، یہ سب آپ کے مقابلہ کے لیے کتنے ہی لشکر جمع کرلیں، کامیاب نہ ہوں گے۔ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کو ملنے والے ثواب میں ان کا کوئی حصہ نہ رکھے، اسی لیے انہیں کفر و سرکشی میں بھٹکتا چھوڑ دیا اور اخروی ثواب سے محرومی کے علاوہ ان کے لئے جہنم کا بڑا عذاب بھی ہے تو اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، جن کے لئے ناکامی، محرومی اور دردناک عذاب مقدر ہوچکا ان سے کوئی اندیشہ کرنے کی ضرورت نہیں۔

آیت 177 ارشاد فرمایا کہ وہ منافقین جو ایمان لانے کے بعد کافر ہوئے یا وہ لوگ جو ایمان پر قادر ہونے کے باوجود کافر ہی رہے، یہ ہرگز اللہ تعالیٰ کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے بلکہ ان کے کفر کا وبال انہی کے سر آئے گا اور ان کے لئے آخرت میں دردناک عذاب ہے۔

آیت 178 عموماً اللہ تعالیٰ گناہ پر فوراً گرفت نہیں فرماتا، بلکہ مہلت دیتا اور دنیوی آسائشوں کا سلسلہ جاری رکھتا ہے، اس سے بہت لوگ اس دھوکے میں رہتے ہیں کہ ان کا کفر و سرکشی کچھ نقصان دہ نہیں، یہاں ان کے بارے میں فرمایا گیا کہ کافروں کو لمبی عمر ملنا، انہیں فوری عذاب نہ ہونا اور مہلت دیا جانا ایسی چیز نہیں جسے وہ اپنے حق میں بہتر سمجھیں بلکہ توبہ نہ کرنے کی صورت میں یہی مہلت ان کے گناہوں میں اضافے اور تباہی و بربادی کا سبب بننے والی ہوتی ہے۔ **درس:** لمبی عمر پانا اچھا بھی ہوسکتا ہے اور برا بھی جیسا کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے دریافت کیا کہ کون شخص اچھا ہے؟ فرمایا: جس کی عمر دراز اور عمل اچھے ہوں۔ عرض کیا: اور بدتر کون ہے؟ فرمایا جس کی عمر دراز اور عمل خراب ہوں۔ (ترمذی، حدیث:2337)

آیت 179 **شانِ نزول:** رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: میری امت پیدائش سے پہلے جب مٹی کی شکل میں تھی، اس وقت وہ

مِنَ الطَّيِّبِ ؕ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ

پاک سے جدا نہ کردے اور (اے عام لوگو!) اللہ تمہیں غیب پر مطلع نہیں کرتا البتہ اللہ اپنے رسولوں کو منتخب فرمالیتا ہے

مَنْ يَّشَآءُ ۠ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ ۚ وَ اِنْ تُؤْمِنُوْا وَ تَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۹﴾

جنہیں پسند فرماتا ہے تو تم اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور اگر تم ایمان لاؤ اور متقی بنو تو تمہارے لئے بہت بڑا اجر ہے ○

وَ لَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ؕ

اور جو لوگ اس چیز میں بخل کرتے ہیں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دی ہے وہ ہرگز اسے اپنے لئے اچھا نہ سمجھیں بلکہ یہ بخل ان کے لئے برا ہے۔

سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَ لِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ

عنقریب قیامت کے دن ان کے گلوں میں اسی مال کا طوق بنا کر ڈالا جائے گا جس میں انہوں نے بخل کیا تھا اور اللہ ہی آسمانوں اور زمین کا

میرے سامنے اپنی صورتوں میں پیش کی گئی جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام پر پیش کی گئی اور مجھے علم دیا گیا کہ کون مجھ پر ایمان لائے گا اور کون کفر کرے گا۔ اس پر منافقین نے استہزا کے طور پر کہا: محمد مصطفیٰ ان لوگوں کو جاننے کا گمان کرتے ہیں ہے جو ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے کہ کون ان پر ایمان لائے گا اور کون کفر کرے گا جبکہ ہم ان کے ساتھ رہتے ہیں اور وہ ہمیں پہچانتے نہیں۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا: ان لوگوں کا کیا حال ہے جو میرے علم میں طعن کرتے ہیں، آج سے قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے اس میں سے کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس کا تم مجھ سے سوال کرو اور میں تمہیں اس کی خبر نہ دے دوں۔ حضرت عبد اللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! میرا باپ کون ہے؟ فرمایا: حذافہ۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! ہم اللہ تعالیٰ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے، قرآن کے امام و پیشوا ہونے اور آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے نبی ہونے پر راضی ہوئے، ہم آپ سے معافی چاہتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا: کیا تم باز آؤ گے؟ پھر منبر سے اتر آئے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا: اے صحابہ! یہ حال نہیں رہے گا کہ منافق و مومن ملے جلے رہیں بلکہ عنقریب اللہ تعالیٰ اپنے رسول کے ذریعے مسلمانوں اور منافقوں کو جدا جدا کر دے گا اور اے عام لوگو! اللہ تعالیٰ تمہیں غیب پر مطلع نہیں کرتا البتہ وہ اپنے رسولوں کو منتخب فرمالیتا اور ان برگزیدہ رسولوں کو غیب کا علم دیتا ہے اور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم چونکہ رسولوں میں سب سے افضل و اعلیٰ ہیں، اس لیے انہیں سب سے بڑھ کر غیب کا علم عطا فرمایا گیا ہے۔ تمہارا کام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ۔ ایمان لانے میں اس بات کی تصدیق بھی داخل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ رسولوں کو غیب پر مطلع کیا ہے اور اگر تم ایمان لاؤ اور متقی بنو تو تمہارے لئے بہت بڑا اجر ہے۔ **اہم باتیں:** (1) نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو قیامت تک کی تمام چیزوں کا علم عطا فرمایا گیا ہے جو بکثرت آیات واحادیث سے ثابت ہے۔ (2) آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے علم غیب پر اعتراض کرنا منافقین کا طریقہ ہے۔

آیت 180 یہاں بخل کرنے والوں کے بارے میں سخت وعید بیان کی گئی ہے کہ وہ لوگ جو اس مال میں بخل کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل سے دیا، وہ ہرگز یہ نہ سمجھیں کہ راہِ خدا میں مال خرچ کرنے کے مقابلے میں بخل کرنا ان کے لیے اچھا ہے، بلکہ یہ

وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿١٨٠﴾ ع لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ ع ١٨

وارث ہے اور اللہ تمہارے تمام کاموں سے خبردار ہے○ بیشک اللہ نے ان کا قول سن لیا جنہوں نے کہا کہ اللہ محتاج ہے

وَّنَحْنُ اَغْنِيَآءُ ۘ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا وَقَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّنَقُوْلُ وقف لازم

اور ہم مالدار ہیں۔ اب ہم ان کی کہی ہوئی بات اور ان کا انبیاء کو ناحق شہید کرنا لکھ رکھیں گے اور کہیں گے:

ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿١٨١﴾ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ

جلادینے والے عذاب کا مزہ چکھو○ یہ ان اعمال کا بدلہ ہے جو تمہارے ہاتھوں نے آگے بھیجے اور اللہ بندوں پر ظلم

لِّلْعَبِيْدِ ﴿١٨٢﴾ ج اَلَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَيْنَآ اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰى يَاْتِيَنَا

نہیں کرتا○ وہ لوگ جو کہتے ہیں (کہ) اللہ نے ہم سے وعدہ لیا تھا کہ ہم کسی رسول کی اس وقت تک تصدیق نہ کریں جب تک وہ ایسی

بخل ان کے لئے برا ہے کیونکہ ان کے مال ان کے پاس نہ رہیں گے جبکہ بخل کا وبال ان پر باقی رہے گا۔ عنقریب قیامت کے دن ان کے گلوں میں اسی مال کا طوق بنا کر ڈال دیا جائے گا جس میں انہوں نے بخل کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ ہی آسمانوں اور زمین کا وارث ہے، وہی ہمیشہ باقی رہنے والا اور ساری مخلوق فانی ہے، ایک دن ان سب لوگوں کی ملک باطل ہونے والی ہے، تو انتہائی نادانی ہے کہ اس مالِ ناپائیدار پر بخل کیا جائے اور راہ خدا میں نہ دیا جائے اور اے لوگو! یاد رکھو! اللہ تعالیٰ تمہارے تمام کاموں سے خبردار ہے، تمہارا راہِ خدا میں خرچ کرنا اور بخل کرنا دونوں اسے معلوم ہیں اور وہ تمہیں ان کی جزا و سزا دے گا۔ **اہم باتیں:** (1) اکثر مفسرین نے فرمایا کہ یہاں بخل سے زکوٰۃ نہ دینا مراد ہے۔ (2) بخل یہ ہے کہ جہاں شرعاً یا عرف وعادت کے اعتبار سے خرچ کرنا واجب ہو وہاں خرچ نہ کرے۔ زکوٰۃ، صدقۂ فطر وغیرہ میں خرچ کرنا شرعاً واجب ہے اور دوست احباب، عزیز رشتہ داروں پر خرچ کرنا عرف وعادت کے اعتبار سے واجب ہے۔ شرعی واجب کا ترک گناہ ہوتا ہے اور عرفی واجب کا ترک اخلاقی برائی اور گھٹیا پن ہوتا ہے۔

آیت 181 **شانِ نزول:** جب آیت "مَنۡ ذَا الَّذِیۡ یُقۡرِضُ اللّٰهَ قَرۡضًا حَسَنًا" نازل ہوئی کہ کون ہے جو رب تعالیٰ کو اچھا قرض دے، تو یہودیوں نے کہا: اللہ تعالیٰ ہم سے قرض مانگ رہا ہے تو ہم غنی ہوئے اور اللہ تعالیٰ فقیر۔ اس پر فرمایا گیا کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے اُن گستاخوں کی بات سن لی ہے جنہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ محتاج ہے اور ہم مالدار۔ اب ہم ان کے اعمال ناموں میں ان کی کہی ہوئی بات اور ان کے دوسرے کفریات جیسے انبیاء علیہم السّلام کو شہید کرنا لکھ رکھیں گے اور قیامت کے دن ان کی ان گستاخیوں کے بدلے میں کہیں گے کہ اب جلا دینے والے عذاب کا مزہ چکھو۔ **اہم بات:** اللہ تعالیٰ کی گستاخی اور انبیاء علیہم السّلام کو شہید کرنا بدترین جرم ہیں نیز شانِ انبیاء میں گستاخی کرنے والا، شانِ الٰہی میں گستاخی کرنے والے کی طرح جہنم کا مستحق ہے۔

آیت 182 فرمایا کہ یہ عذاب کفر و شرک وغیرہ ان گناہوں کا بدلہ ہے جو تمہارے ہاتھوں نے آگے بھیجے اور اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ بغیر گناہ کے عذاب دے کر بندوں پر ہر گز ظلم نہیں کرتا۔

آیت 183 **شانِ نزول:** یہودیوں کی ایک جماعت نے کہا: ہم سے تورات میں عہد لیا گیا ہے کہ دعویٰ نبوت کرنے والا شخص اگر ایسی

بِقُرۡبَانٍ تَاۡكُلُهُ النَّارُ ؕ قُلۡ قَدۡ جَآءَكُمۡ رُسُلٌ مِّنۡ قَبۡلِىۡ بِالۡبَيِّنٰتِ وَبِالَّذِىۡ

قربانی پیش نہ کرے جسے آگ کھا جائے۔ اے حبیب! تم فرمادو (کہ) بیشک مجھ سے پہلے بہت سے رسول تمہارے پاس کھلی نشانیاں اور وہی

قُلۡتُمۡ فَلِمَ قَتَلۡتُمُوۡهُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ﴿۱۸۳﴾ فَاِنۡ كَذَّبُوۡكَ فَقَدۡ كُذِّبَ

(معجزات) لے کر آئے جو تم نے کہے تھے پھر اگر تم سچے ہو تو تم نے انہیں کیوں شہید کیا؟○ تو اے حبیب! اگر وہ تمہاری تکذیب کرتے ہیں

رُسُلٌ مِّنۡ قَبۡلِكَ جَآءُوۡ بِالۡبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ وَالۡكِتٰبِ الۡمُنِيۡرِ ﴿۱۸۴﴾ كُلُّ نَفۡسٍ ذَآئِقَةُ

تو تم سے پہلے رسولوں کی بھی تکذیب کی گئی ہے جو صاف نشانیاں اور صحیفے اور روشن کتاب لے کر آئے تھے ○ ہر جان موت کا

الۡمَوۡتِ ؕ وَاِنَّمَا تُوَفَّوۡنَ اُجُوۡرَكُمۡ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ ؕ فَمَنۡ زُحۡزِحَ عَنِ النَّارِ

مزہ چکھنے والی ہے اور قیامت کے دن تمہیں تمہارے اجر پورے پورے دیئے جائیں گے تو جسے آگ سے بچا لیا گیا

وَاُدۡخِلَ الۡجَنَّةَ فَقَدۡ فَازَ ؕ وَمَا الۡحَيٰوةُ الدُّنۡيَاۤ اِلَّا مَتَاعُ الۡغُرُوۡرِ ﴿۱۸۵﴾

اور جنت میں داخل کردیا گیا تو وہ کامیاب ہوگیا اور دنیا کی زندگی تو صرف دھوکے کا سامان ہے ○

قربانی پیش نہ کر سکے جسے آسمان سے سفید آگ اتر کر کھائے تو اس پر ہم ایمان نہ لائیں۔ اس پر فرمایا گیا کہ ان سے فرمادو کہ مجھ سے پہلے بہت سے رسول تمہارے پاس کھلی نشانیاں اور تمہارے مطالبہ والے معجزات لے کر آئے اس کے باوجود تم نے انہیں نہ مانا بلکہ بہت سے انبیاء علیہم السلام کو شہید کر دیا، اگر تم سچے تھے تو انہیں کیوں شہید کیا؟ تمہارا سابقہ کردار اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ تمہارا مقصد صرف حیلے بہانے کر کے اسلام قبول کرنے سے بچنا اور جاہلوں کو ورغلانہ ہے۔ **اہم بات:** نبی کی صداقت کے لئے کوئی بھی معجزہ دکھادینا کافی ہے، اس کے باوجود کسی خاص معجزے کا اصرار خواہ مخواہ کی ضد ہے۔

آیت 184 یہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا گیا کہ اے حبیب! اگر یہ کفار تمہاری تکذیب کرتے ہیں تو تم غمزدہ نہ ہو کیونکہ تم سے پہلے ان رسولوں کی بھی تکذیب کی گئی ہے جو صاف نشانیاں، صحیفے اور روشن کتاب لے کر آئے تھے، لہٰذا آپ بھی ان کی طرح صبر واستقامت سے خدا کا پیغام پہنچاتے رہیں۔

آیت 185 فرمایا کہ ہر جان خواہ وہ انسان ہو، جن ہو یا فرشتہ، الغرض اللہ تعالیٰ کے سوا ہر زندہ کو موت آنی اور ہر چیز فانی ہے اور قیامت کے دن تمہارے اچھے برے اعمال کی جزا تمہیں پوری پوری دی جائے گی تو اس دن جسے جہنم کی آگ سے بچا لیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا اسی نے حقیقی کامیابی حاصل کی اور دنیا کی لذتیں، خواہشات اور رعنائیاں صرف دھوکے کا سامان ہے کیونکہ ان کا ظاہر تو بہت خوبصورت نظر آتا ہے لیکن باطن فساد سے بھرپور ہے۔ دنیا کی عیش وعشرت اور زیب وزینت کتنی ہی زیادہ ہو، یہ دھوکے کے سامان کے علاوہ کچھ نہیں۔ آدمی دنیا کی رنگینیوں سے ہرگز دھوکہ نہ کھائے اور حقیر دنیا کو حاصل کرنے کے لئے اپنی قیمتی ترین آخرت ہرگز تباہ نہ کرے۔ **اہم باتیں:** (1) "موت" روح کے جسم سے جدا ہونے کا نام ہے۔ (2) دنیوی کامیابی آخرت میں نقصان کا سبب ہو تو پھر حقیقت میں یہ خسارہ ہے۔

لَتُبْلَوُنَّ فِیْۤ اَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ ۫ وَ لَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ مِنَ

بیشک تمہارے مالوں اور تمہاری جانوں کے بارے میں تمہیں ضرور آزمایا جائے گا اور تم ضرور ان لوگوں سے جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی

الَّذِیْنَ اَشْرَكُوْۤا اَذًى كَثِیْرًا ؕ وَ اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۱۸۶﴾

اور مشرکوں سے بہت سی تکلیف دہ باتیں سنو گے اور اگر تم صبر کرتے رہو اور پرہیز گار بنو تو یہ بڑی ہمت کے کاموں میں سے ہے ○

وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَیِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَ لَا تَكْتُمُوْنَهٗ ٘

اور یاد کرو جب اللہ نے ان لوگوں سے عہد لیا جنہیں کتاب دی گئی کہ تم ضرور اس کتاب کو لوگوں سے بیان کرنا اور اسے چھپانا نہیں

فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَ اشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِیْلًا ؕ فَبِئْسَ مَا یَشْتَرُوْنَ ﴿۱۸۷﴾

تو انہوں نے اس عہد کو اپنی پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا اور اس کے بدلے تھوڑی سی قیمت حاصل کر لی تو یہ کتنی بری خریداری ہے ○

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَفْرَحُوْنَ بِمَاۤ اَتَوْا وَّ یُحِبُّوْنَ اَنْ یُّحْمَدُوْا بِمَا

ہر گز گمان نہ کرو ان لوگوں کو جو اپنے اعمال پر خوش ہوتے ہیں اور پسند کرتے ہیں کہ ان کی ایسے کاموں پر تعریف کی جائے جو

آیت 186 یہاں مسلمانوں سے خطاب ہے کہ مختلف اعمال فرض کر کے، بیماریوں، پریشانیوں اور مصیبتوں کا سامنا کرنے کے ذریعے تمہارے مالوں اور جانوں کے بارے میں تمہیں ضرور آزمایا جائے گا، لہٰذا تم اس کے لیے تیار رہنا اور ان تمام امتحانات میں کامیابی حاصل کرنا، نیز دینی معاملات میں کافروں کی طرف سے تمہیں بہت تکالیف پہنچیں گی تو اگر تمام معاملات میں تم صبر کرتے رہو، اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور پرہیز گاری اختیار کئے رہو تو یہ تمہارے لئے نہایت بہتر رہے گا کیونکہ یہ بڑی ہمت کے کام ہیں۔ مصیبتوں کو برداشت کرنا اور ایسی حالت میں بھی نیکیاں نہ چھوڑنا اور گناہوں کی طرف نہ جانا اور بدلہ لینے میں زیادتی نہ کرنا بڑی ہمت والے کام ہیں۔

آیت 187 اللہ تعالیٰ نے تورات وانجیل کے علما سے عہد لیا تھا کہ ان کتابوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی نبوت کے دلائل لوگوں کو اچھی طرح واضح کر کے سمجھا دیں اور ہرگز نہ چھپائیں لیکن انہوں نے اس عہد پر عمل کرنے کی بجائے اسے پسِ پشت ڈال دیا اور رشوتیں لے کر آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے اوصاف کو چھپایا تو ان کی یہ کتنی بری خریداری ہے۔ **اہم باتیں:** (1) بلا اجازتِ شرعی علمِ دین چھپانا گناہ ہے۔ حدیث پاک میں ہے: جس سے کچھ پوچھا گیا جسے وہ جانتا ہے اور اس نے اسے چھپایا تو روزِ قیامت اسے آگ کی لگام ڈالی جائے گی۔ (ترمذی، حدیث: 2658) (2) علما کی ذمہ داری ہے کہ اپنے علم سے فائدہ پہنچائیں، حق ظاہر کریں۔

آیت 188 یہ آیت ان یہودیوں کے بارے میں نازل ہوئی جو لوگوں کو دھوکا دینے اور گمراہ کرنے پر خوش ہوتے اور نادان و جاہل ہونے کے باوجود یہ پسند کرتے کہ انہیں عالم کہا جائے۔ ان کے بارے میں فرمایا گیا کہ انہیں آخرت میں ہرگز عذاب سے دور نہ سمجھو بلکہ یہ ایک مکان یعنی جہنم میں ہوں گے جس میں انہیں عذاب دیا جائے گا اور ایسی حرکتوں کے سبب ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ **درس:** اس آیت میں خود پسندی کرنے والوں اور حبِّ جاہ یعنی عزت، تعریف، شہرت کی تمنا میں مبتلا لوگوں کے لئے وعید ہے۔

لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿١٨٨﴾ وَلِلّٰهِ مُلْكُ

انہوں نے کئے ہی نہیں، انہیں ہرگز عذاب سے دور نہ سمجھو اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے ○ اور اللہ ہی کے لئے

ع ۱۹ / ۱۰ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿١٨٩﴾ ع اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے○ بیشک آسمانوں اور زمین کی

وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ﴿١٩٠﴾ ۙ الَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا

پیدائش اور رات اور دن کی باہم تبدیلی میں عقلمندوں کے لئے نشانیاں ہیں○ جو کھڑے اور بیٹھے

وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَیَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا

اور پہلوؤں کے بل لیٹے ہوئے اللہ کو یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے ہیں ۔ اے ہمارے رب!

مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿١٩١﴾ رَبَّنَاۤ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ

تونے یہ سب بیکار نہیں بنایا۔ تو پاک ہے، توہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے ○ اے ہمارے رب! بیشک جسے تو دوزخ میں داخل کرے گا

جب کسی شخص کے دل میں یہ آرزو پیدا ہونے لگے کہ لوگ اس کے شیدائی ہوں، اس کی تعریف کریں، اسے عزت دیں، ملک و قوم کے لئے کچھ کئے بغیر ہی اسے معمارِ قوم، محسنِ قوم قرار دیا جائے وغیرہ تو یہ خود پسندی کی واضح علامت ہے۔

آیت 189 اس آیت میں ان گستاخوں کا رد ہے جنہوں نے کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ فقیر ہے، چنانچہ فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کے دائرے میں آنے والی ہر چیز کا مالک ہے لہٰذا اس کی طرف فقر کی نسبت کس طرح کی جاسکتی ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر خوب قادر ہے تو وہ ان گستاخوں کو سزا دینے پر بھی قدرت رکھتا ہے۔

آیت 190 فرمایا کہ بیشک آسمانوں اور زمین کی پیدائش، ان میں موجود عجائبات اور رات دن کے آنے جانے، چھوٹا اور بڑا ہونے میں عقل مندوں کے لئے قدرتِ الٰہی پر دلالت کرنے والی نشانیاں ہیں۔ **اہم بات:** اچھی نیت جیسے مسلمانوں کی خدمت یا عظمتِ الٰہی کی معرفت کے لئے علمِ جغرافیہ و سائنس حاصل کرنا ثواب ہے لیکن یہ شرط ہے کہ اسلامی عقائد کے خلاف نہ ہو۔

آیت 191، 192 ان دو آیات میں عقل مندوں کے بارے میں بتایا جارہا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو کھڑے، بیٹھے، بستر پر لیٹے ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں، آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور کائنات کے دیگر عجائبات میں غور و فکر کرتے ہیں تاکہ ان کے خالق کی عظمت و قدرت کی پہچان ہو۔ کائنات میں غور و فکر کرنے کے بعد عظمتِ الٰہی ان پر آشکار ہوجاتی ہے اور وہ یوں کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! تونے یہ سب بیکار نہیں بنایا بلکہ کائنات کا ذرہ ذرہ تیرے کمالِ قدرت پر دلالت کرتا ہے، تُو اس سے پاک ہے کہ کسی چیز کو بیکار بنائے، بس تو ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔ اے ہمارے رب! بیشک جسے تو ہمیشہ کے لئے دوزخ میں داخل کرے گا اسے تو نے ضرور رسوا کردیا اور کفر کرکے اپنی جانوں پر ظلم کرنے والوں کا کوئی مددگار نہیں جو ان سے عذابِ الٰہی دور کرسکے۔ **اہم بات:** اللہ

فَقَدْ اَخْزَیْتَهٗؕ وَ مَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۱۹۲﴾ رَبَّنَاۤ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیْ

اسے تو نے ضرور رسوا کر دیا اور ظالموں کا کوئی مدد گار نہیں ہے O اے ہمارے رب! بیشک ہم نے ایک ندا دینے والے کو ایمان کی ندا (یوں) دیتے

لِلْاِیْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ۖ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ كَفِّرْ عَنَّا سَیِّاٰتِنَا

ہوئے سنا کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ تو ہم ایمان لے آئے پس اے ہمارے رب! تو ہمارے گناہ بخش دے اور ہم سے ہماری برائیاں مٹا دے

وَ تَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ﴿۱۹۳﴾ ج رَبَّنَا وَ اٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَ لَا تُخْزِنَا

اور ہمیں نیک لوگوں کے گروہ میں موت عطا فرما O اے ہمارے رب! اور ہمیں وہ سب عطا فرما جس کا تو نے اپنے رسولوں کے ذریعے ہم سے وعدہ فرمایا

یَوْمَ الْقِیٰمَةِؕ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ﴿۱۹۴﴾ فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّیْ لَاۤ اُضِیْعُ عَمَلَ

ہے اور ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کرنا۔ بیشک تو وعدہ خلافی نہیں کرتا O تو ان کے رب نے ان کی دعا قبول فرمالی کہ میں تم میں سے عمل کرنے

عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى ج بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ج فَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَ اُخْرِجُوْا

والوں کے عمل کو ضائع نہیں کروں گا وہ مرد ہو یا عورت ۔ تم آپس میں ایک ہی ہو،پس جنہوں نے ہجرت کی اور اپنے گھروں سے

تعالیٰ کی عظمت، قدرت، حکمت، وحدانیت اور اس کے علم کی پہچان حاصل کرنے کا بہت بڑا ذریعہ اس کی پیدا کی ہوئی یہ کائنات ہے، اس میں موجود تمام چیزیں اپنے خالق کی وحدانیت پر دلالت کرتی اور اس کے جلال و کبریائی کو ظاہر کرتی ہیں۔

آیت 193،194 ان دو آیات میں عقلمندوں کی مزید دعاؤں کا ذکر ہے، چنانچہ فرمایا کہ وہ یوں دعا مانگتے ہیں: اے ہمارے رب! بیشک ہم نے ایک ندا دینے والے کو ایمان کی ندائیں دیتے ہوئے سنا کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ، تو ہم اس پر ایمان لے آئے۔ اے ہمارے رب! بس تو ہمارے گناہ بخش دے، ہم سے ہماری برائیاں مٹا دے، ان پر سزا دے کر انہیں ظاہر مت فرما اور ہمیں انبیاء و صالحین کے گروہ میں موت عطا فرما۔ اے ہمارے رب! ہمیں اپنے فضل و رحمت سے وہ سب عطا فرما جس کا تو نے اپنے رسولوں کے ذریعے ہم سے وعدہ فرمایا ہے اور ہمیں عذاب دے کر قیامت کے دن رسوا نہ کرنا، بیشک تو وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ **اہم بات:** ندا دینے والے سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم یا قرآنِ کریم ہے۔ **درس:** (1) پہلی آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے سکھایا ہے کہ نیک لوگوں کے ساتھ یعنی ان کی فرمانبرداری کرتے ہوئے موت آنے کی دعا کرو۔ آدمی کو چاہیے کہ زندگی میں نیک لوگوں کے ساتھ رہے اور انہی کے گروہ میں موت ملنے کی دعا کرے تاکہ ان کے صدقے جنت کی اعلیٰ ترین نعمتیں نصیب ہوں، نیز موت کے بعد نیک لوگوں کے قرب میں دفن ہونے کی وصیت کرے۔ (2) ”رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا“ سے لے کر ”اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ“ تک بہت پیاری دعا ہے۔ اسے اپنے معمولات میں شامل کر لینا چاہئے۔

آیت 195 ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمالی اور انہیں وہ عطا کر دیا جو انہوں نے مانگا تھا اور ان سے فرمایا کہ اے ایمان والو! میں تم میں سے کسی مرد یا عورت کا عمل ضائع نہیں کروں گا بلکہ اس عمل پر ثواب عطا فرماؤں گا۔ تم سب آپس میں ایک ہی

مِنۡ دِيَارِهِمۡ وَاُوۡذُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِىۡ وَقٰتَلُوۡا وَقُتِلُوۡا لَاُكَفِّرَنَّ عَنۡهُمۡ سَيِّاٰتِهِمۡ

نکالے گئے اور میری راہ میں انہیں ستایا گیا اور انہوں نے جہاد کیا اور قتل کر دیئے گئے تو میں ضرور ان کے سب گناہ ان سے مٹادوں گا

وَلَاُدۡخِلَنَّهُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ‌ۚ ثَوَابًا مِّنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ‌ؕ

اور ضرور انہیں ایسے باغات میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں(یہ) اللہ کی بارگاہ سے اجر ہے

وَاللّٰهُ عِنۡدَهٗ حُسۡنُ الثَّوَابِ ﴿۱۹۵﴾ لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا فِى الۡبِلَادِؕ ﴿۱۹۶﴾

اور اللہ ہی کے پاس اچھا ثواب ہے○ اے مخاطب! کافروں کا شہروں میں چلنا پھرنا ہرگز تجھے دھوکا نہ دے ○

مَتَاعٌ قَلِيۡلٌ ثُمَّ مَاۡوٰٮهُمۡ جَهَنَّمُ‌ؕ وَبِئۡسَ الۡمِهَادُ ﴿۱۹۷﴾ لٰكِنِ الَّذِيۡنَ اتَّقَوۡا رَبَّهُمۡ

(یہ تو زندگی گزارنے کا) تھوڑا سا سامان ہے پھر ان کا ٹھکانہ جہنم ہوگا اور وہ کیا ہی برا ٹھکانہ ہے○ لیکن وہ لوگ جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں

لَهُمۡ جَنّٰتٌ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا نُزُلًا مِّنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ‌ؕ

ان کے لئے جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، ہمیشہ ان میں رہیں گے (یہ) اللہ کی طرف سے مہمان نوازی کا سامان ہے

ہو یعنی حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا رضی اللہ عنہا کی اولاد ہی ہو یا یہ معنی ہے کہ اطاعت پر ثواب ملنے اور نافرمانی پر سزا ملنے میں تم سب ایک ہی ہو۔ مزید فرمایا کہ وہ لوگ جنہوں نے میرے رسول صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی خدمت کے لئے اپنے وطنوں سے ہجرت کی اور وہ مشرکوں کی طرف سے پہنچنے والی اذیتوں کے سبب اپنے پسندیدہ گھروں سے نکلنے پر مجبور ہو گئے اور مجھ پر ایمان لانے کی وجہ سے انہیں مشرکوں کی طرف سے ستایا گیا اور انہوں نے میری راہ میں کافروں کے ساتھ جہاد کیا اور شہید کر دیئے گئے تو میں ضرور ان کے سب گناہ ان سے مٹادوں گا اور ضرور انہیں ایسے باغات میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے ان کے لئے اجر ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کے پاس اچھا ثواب ہے۔ **اہم بات:** سابقہ آیات میں جو دعا گزری اس میں پانچ بار ''رَبَّنَا'' آیا ہے اور یہاں دعا قبول ہونے کا بیان ہے، اس لئے علمانے فرمایا ہے کہ اگر دعا میں پانچ مرتبہ ''یَارَبَّنَا'' کہہ دیا جائے تو قبولیت کی امید ہے۔

آیت 196، 197 **شانِ نزول:** مسلمانوں کی ایک جماعت نے کہا: اللہ تعالیٰ کے دشمن کفار و مشرکین تو آرام میں جبکہ ہم تنگی و مشقت میں ہیں۔ اس پر فرمایا گیا کہ اے مخاطب! کافروں کا شہروں میں چلنا پھرنا، ان کا وسیع مال و دولت اور سکون وراحت کے دنیوی اسباب ہرگز تجھے دھوکا نہ دیں۔ ان کا یہ عیش وآرام دنیوی زندگی گزارنے کا تھوڑا سا سامان ہے، اس کی ان نعمتوں کے مقابلے میں کوئی حیثیت ہے ہی نہیں جو اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کے لیے تیار کر رکھی ہیں، پھر ان کفار کا انجام بہت برا ہے کہ تھوڑے سے سامان کے ساتھ ساتھ قیامت کے دن ان کا ٹھکانہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم ہوگا اور وہ کافروں کا کیا ہی برا ٹھکانہ ہے۔

آیت 198 ارشاد فرمایا کہ البتہ وہ لوگ جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور اس کے حکم و ممانعت کی خلاف ورزی نہیں کرتے، ان کے

Go To Index

وَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ ﴿۱۹۸﴾ وَ اِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ مَآ

اور جو اللہ کے پاس ہے وہ نیکوں کے لئے بہترین چیز ہے ○ اور بیشک کچھ اہلِ کتاب ایسے ہیں جو اللہ پر اور جو تمہاری طرف

اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ ۙ لَا يَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ

نازل کیا گیا اُس پر اور جو اُن کی طرف نازل کیا گیا اُس پر اِس حال میں ایمان لاتے ہیں کہ ان کے دل اللہ کے حضور جھکے ہوئے ہیں وہ اللہ کی آیتوں

ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۹۹﴾

کے بدلے ذلیل قیمت نہیں لیتے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کا ثواب ان کے رب کے پاس ہے اور اللہ جلد حساب کرنے والا ہے ○

ع ۲۰ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَ صَابِرُوْا وَ رَابِطُوْا ۟ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۲۰۰﴾

اے ایمان والو! صبر کرو اور صبر میں دشمنوں سے آگے رہو اور اسلامی سرحد کی نگہبانی کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو اس امید پر کہ تم کامیاب ہو جاؤ ○

لئے جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، ہمیشہ ان میں رہیں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی مہمان نوازی کا سامان ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے پاس دائمی و کثیر سامان ہے وہ نیکوں کے لئے اُس فانی و قلیل سامان سے بہتر ہے جس میں کفار کو تصرف کا اختیار دیا گیا ہے۔

آیت 199 **شانِ نزول:** جب شاہِ حبشہ حضرت اصحمہ نجاشی رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم اپنے اصحاب کو لے کر جنت البقیع میں تشریف لائے۔ یہاں سرزمینِ حبشہ آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے سامنے کی گئی اور حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ کا جنازہ سامنے ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے ان پر چار تکبیروں کے ساتھ نماز جنازہ پڑھی اور ان کے لئے استغفار فرمایا۔ منافقین نے اعتراض کیا کہ دیکھو! حبشہ کے نصرانی پر نماز پڑھتے ہیں جس کو آپ نے نہ کبھی دیکھا اور نہ وہ آپ کے دین پر تھا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور اُن کی شان میں فرمایا گیا کہ منافق جنہیں عیسائی کہہ رہے ہیں وہ حقیقت میں مسلمان ہیں کیونکہ کچھ اہلِ کتاب ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ، پچھلی کتابوں، نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم اور آپ پر نازل ہونے والے قرآن پر ایمان رکھتے ہیں اور ان کی حالت یہ ہے کہ ان کے دل عاجزی وانکساری اور تواضع واخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور جھکے ہوئے ہیں۔ وہ یہودی سرداروں کی طرح اللہ تعالیٰ کی آیتیں بیچ کر ذلیل قیمت نہیں لیتے بلکہ سچے دل سے ایمان رکھتے ہیں تو ان لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اجر وثواب کا خزانہ ہے اور اللہ تعالیٰ جلد حساب کرنے والا ہے۔

آیت 200 ارشاد فرمایا کہ اے ایمان والو! نیکیاں کرنے، گناہوں سے بچنے کی مشقت، دنیوی مصیبتوں اور آفتوں پر صبر کرو اور جنگ کی سختیوں کے موقع پر صبر کرنے میں کفار پر غالب رہو، صبر واستقامت میں ان سے کم تر ثابت نہ ہونا اور اسلامی سرحد پر اپنے جسموں اور گھوڑوں کو کفار سے جہاد کے لئے تیار رکھو، یا ''رَابِطُوْا'' کا یہ معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر کمربستہ رہو اور تمام احوال میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اس امید پر کہ تم جہنم سے نجات پا کر جنت حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاؤ۔

٤ سُورَةُ النِّسَآءِ مَدَنِيَّةٌ ٩٢

اٰیاتھا ١٧٦ | رکوعاتھا ٢٤

سورۂ نساء مدنیہ ہے، اس میں ایک سو چھتر آیتیں اور چوبیس رکوع ہیں

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوۡا رَبَّكُمُ الَّذِىۡ خَلَقَكُمۡ مِّنۡ نَّفۡسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنۡهَا زَوۡجَهَا

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی میں سے اس کا جوڑا پیدا کیا

وَبَثَّ مِنۡهُمَا رِجَالًا كَثِيۡرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِىۡ تَسَآءَلُوۡنَ بِهٖ وَالۡاَرۡحَامَ ؕ

اور ان دونوں سے کثرت سے مرد و عورت پھیلا دیئے اور اللہ سے ڈرو جس کے نام پر ایک دوسرے سے مانگتے ہو اور رشتوں (کو توڑنے سے بچو۔)

سورۂ نساء کا تعارف سورۂ نساء مدینہ منورہ میں نازل ہوئی۔ عربی میں عورتوں کو ''نساء'' کہتے ہیں اور اس سورت میں بہ کثرت عورتوں سے متعلق احکام بیان ہوئے ہیں، اس لئے اس کا نام ''سورۂ نساء'' ہے۔ **فضیلت:** حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: سورۂ بقرہ، سورۂ نساء، سورۂ مائدہ، سورۂ حج اور سورۂ نور سیکھو کیونکہ ان سورتوں میں فرض علوم بیان کئے گئے ہیں۔ (مستدرک، حدیث:3545) **خلاصۂ مضامین:** اس سورت میں یتیم بچوں اور عورتوں کے حقوق، مہر سے متعلق چند مسائل، مالِ وراثت میں عورتوں کے حصوں کا تقرر، جن عورتوں سے نکاح حرام ہے ان کا بیان، والدین، رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، پڑوسیوں، مسافروں اور لونڈی غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم، کبیرہ گناہوں سے بچنے کی فضیلت، جہاد، قتل اور ہجرت کے احکام، نمازِ خوف کا طریقہ، اخلاقی و ملکی معاملات کے اصول، منافقوں، عیسائیوں اور یہودیوں کے خطرات سے مسلمانوں کو آگاہی وغیرہ کا ذکر ہے۔

آیت 1 یہاں تمام انسانوں سے خطاب ہے اور انہیں تقویٰ کا حکم دیا جارہا ہے، چنانچہ فرمایا گیا کہ اے لوگو! اپنے اس رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان یعنی حضرت آدم علیہ السّلام سے پیدا کیا اور حضرت آدم علیہ السّلام کے وجود سے ان کا جوڑا یعنی حضرت حوا رضی اللہ عنہا کو پیدا کیا اور انہی دونوں حضرات سے زمین میں نسل در نسل کثرت سے مرد و عورت کا سلسلہ جاری کیا اور اس اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس کے نام پر ایک دوسرے سے مانگتے ہو یعنی کہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے مجھے یہ دو، وہ دو۔ نیز رشتے داری توڑنے سے بچو اور اس معاملے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ تم سے صادر ہونے والے تمام اقوال و افعال اور دلوں میں موجود خیالات تک جانتا ہے اور وہ تمہیں ان کے مطابق جزا عطا فرمائے گا۔ **اہم باتیں:** (1) کافروں کے لئے تقویٰ یہ ہے کہ وہ ایمان لائیں اور اعمالِ صالحہ کریں اور مسلمانوں کے لئے تقویٰ یہ ہے کہ ایمان پر ثابت قدم رہیں، گناہوں سے بچیں اور اچھے کام کریں۔ (2) انسانوں کی ابتدا حضرت آدم علیہ السّلام سے ہوئی۔ اسی لئے آپ علیہ السّلام کو ابو البشر یعنی انسانوں کا باپ کہتے ہیں۔ **درس:** قرآن و حدیث میں رشتہ داری توڑنے کی شدید مذمت اور رشتے داروں سے تعلق رکھنے کے فضائل بیان کئے گئے ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ۝١ وَاٰتُوا الْيَتٰمٰۤى اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ

بیشک اللہ تم پر نگہبان ہے۔ اور یتیموں کو ان کے مال دیدو اور پاکیزہ مال کے بدلے گندا

بِالطَّيِّبِ ۪ وَلَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَهُمْ اِلٰۤى اَمْوَالِكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا ۝٢

مال نہ لو اور ان کے مالوں کو اپنے مالوں میں ملا کر نہ کھا جاؤ بیشک یہ بڑا گناہ ہے۔

وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ

اور اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ یتیم لڑکیوں میں انصاف نہ کر سکو گے تو ان عورتوں سے نکاح کرو جو تمہیں پسند ہوں، دو دو اور تین تین اور

وَرُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ ذٰلِكَ

چار چار پھر اگر تمہیں اس بات کا ڈر ہو کہ تم انصاف نہیں کر سکو گے تو صرف ایک (سے نکاح کرو) یا لونڈیوں (پر گزارا کرو) جن کے تم مالک ہو۔ یہ

آیت 2 **شانِ نزول:** ایک شخص کی نگرانی میں اس کے یتیم بھتیجے کا بہت زیادہ مال تھا۔ جب یتیم بالغ ہوا اور اپنا مال طلب کیا تو اس شخص نے دینے سے انکار کر دیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا: جب یتیم اپنا مال طلب کریں تو ان کا مال ان کے حوالے کر دو جبکہ دیگر شرعی تقاضے پورا کر لئے ہوں اور اپنے حلال مال کے بدلے یتیم کا مال نہ لو جو تمہارے لئے حرام ہے، اس کی ایک صورت یہ ہے کہ اپنا گھٹیا مال یتیم کو دے کر اس کا عمدہ مال لے لو۔ تمہارا گھٹیا مال تمہارے لئے عمدہ ہے کیونکہ یہ تمہارے لئے حلال ہے اور یتیم کا عمدہ مال تمہارے لئے گھٹیا اور خبیث ہے کیونکہ وہ تمہارے لئے حرام ہے نیز یتیموں کا مال اپنے مالوں میں ملا کر ہڑپ نہ کر جاؤ، بیشک یہ بڑا گناہ ہے لہٰذا اس سے بچو۔ **اہم باتیں:** (1) یتیم اس نابالغ لڑکے یا لڑکی کو کہتے ہیں جس کا باپ فوت ہو جائے۔ (2) یتیم کو تحفہ دے سکتے ہیں مگر اس کا تحفہ لے نہیں سکتے۔ (3) کوئی شخص فوت ہوا اور اس کے ورثا میں یتیم بچے بھی ہیں تو ختم، چالیسویں، نیاز، فاتحہ میں یتیم کا حصہ ہرگز نہیں ہونا چاہیے۔

آیت 3 اس آیت کے معنی میں چند اقوال ہیں: (1) پہلے زمانہ میں اہلِ مدینہ اپنے زیرِ سرپرستی یتیم لڑکیوں سے ان کے مال کی وجہ سے نکاح کر لیتے لیکن ان کے حقوق پورے نہ کرتے اور مال کے وارث بننے کے لئے ان کی موت کے منتظر رہتے، اس آیت میں انہیں اس حرکت سے روکا گیا۔ (2) لوگ یتیموں کی سرپرستی کرنے سے گھبراتے تھے لیکن زنا کی پروا نہ کرتے، انہیں بتایا گیا کہ اگر تم ناانصافی کے ڈر سے یتیموں کی سرپرستی سے گریز کرتے ہو تو زنا سے بھی خوف کرو اور اس سے بچنے کے لئے جو عورتیں تمہارے لئے حلال ہیں ان سے نکاح کرو اور حرام کے قریب مت جاؤ۔ (3) لوگ یتیموں کی سرپرستی میں تو ناانصافی کرنے سے ڈرتے تھے لیکن کثرت سے نکاح کرنے میں کچھ خطرہ محسوس نہ کرتے، انہیں بتایا گیا کہ جب زیادہ عورتیں نکاح میں ہوں تو ان کے حق میں ناانصافی سے بھی ڈرو جیسے یتیموں کے حق میں ناانصافی سے ڈرتے ہو اور اتنی ہی عورتوں سے نکاح کرو جن کے حقوق ادا کر سکو۔ (4) قریش دس بلکہ اس سے بھی زیادہ عورتیں کرتے اور جب ان کا بوجھ نہ اٹھا سکتے تو اپنی زیرِ سرپرست یتیم لڑکیوں کے مال خرچ کر

اَدْنٰۤى اَلَّا تَعُوْلُوْا ۳ؕ وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ؕ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَیْءٍ مِّنْهُ

اس سے زیادہ قریب ہے کہ تم سے ظلم نہ ہو○ اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے دو پھر اگر وہ خوش دلی سے مہر میں سے تمہیں کچھ

نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِیْٓــًٔا مَّرِیْٓــًٔا ۴ وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِیْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ

دے دیں تو اسے پاکیزہ، خوشگوار (سمجھ کر) کھاؤ○ اور کم عقلوں کو ان کے وہ مال نہ دو جسے اللہ نے تمہارے لئے

ڈالتے، انہیں فرمایا گیا کہ اپنی مالی پوزیشن دیکھ لو اور چار سے زیادہ نکاح نہ کرو تا کہ تمہیں یتیموں کا مال خرچ کرنے کی حاجت پیش نہ آئے۔ اس کے ساتھ مزید فرمایا کہ اگر تمہیں اس بات کا ڈر ہو کہ ایک سے زیادہ شادیاں کرنے کی صورت میں سب کے درمیان عدل نہیں کر سکو گے تو صرف ایک سے شادی کرو یا ان لونڈیوں پر گزارا کرو جن کے تم مالک ہو کیونکہ ان کے وہ حقوق نہیں ہیں جو بیویوں کے ہیں۔ یہ اس سے زیادہ قریب ہے کہ تم سے ظلم نہ ہو۔ **اہم باتیں:** (1) مرد کے لئے ایک وقت میں چار عورتوں تک سے نکاح جائز ہے۔ (2) ایک سے زائد بیویاں ہوں تو ان کے درمیان عدل کرنا فرض ہے۔ اس میں نئی، پرانی، کنواری، دوسرے کی مطلقہ یا بیوہ سب برابر ہیں۔ یہ عدل لباس، کھانے پینے، رہنے کی جگہ اور رات کو ساتھ رہنے میں ہے۔ ان امور میں سب کے ساتھ یکساں سلوک ہو۔ (3) اگر کوئی چار میں عدل نہیں کر سکتا لیکن تین میں کر سکتا ہے تو تین شادیاں کر سکتا ہے اور یہی معاملہ تین، دو میں ہے۔

آیت 4 اس آیت میں شوہروں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنی بیویوں کو ان کے مہر خوشی سے ادا کریں، پھر اگر ان کی بیویاں خوش دلی سے مہر کا کچھ حصہ انہیں تحفے کے طور پر دے دیں تو وہ اسے پاکیزہ اور خوشگوار سمجھ کر کھائیں، اس میں ان کا کوئی دنیوی یا اخروی نقصان نہیں ہے۔ **اہم باتیں:** (1) مہر کی مستحق عورت ہے، اس کا سرپرست نہیں، لہٰذا اگر سرپرست نے مہر وصول کر لیا ہو تو اس پر لازم ہے کہ عورت تک پہنچا دے۔ (2) مہر بوجھ سمجھ کر نہیں بلکہ عورت کا شرعی حق سمجھ کر اور اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کی نیت سے خوشی خوشی دینا چاہئے۔ (3) عورت سے زبردستی مہر واپس لینا جائز نہیں البتہ اگر عورت اپنی خوشی سے پورا یا کچھ مہر دیدے تو وہ حلال ہے۔ ہمارے ہاں لوگ عورت کو مہر واپس دینے یا معاف کرنے کا مطالبہ تو نہیں کرتے لیکن حیلے بہانے، غصہ، ناراضگی، منہ بگاڑ کر مختلف طریقوں سے عورت کو اس پر مجبور کر دیتے ہیں، یہ بھی ممنوع ہے۔

آیت 5 یہاں سرپرستوں سے فرمایا ہے کہ جن بچوں کی پرورش تمہارے ذمہ اور اُن کا مال تمہارے پاس ہے اور ابھی وہ بچے اتنی سمجھ نہیں رکھتے کہ مال کا مصرف پہچانیں، اگر ان کا مال ان پر چھوڑ دیا جائے تو وہ اسے جلد ضائع کر دیں گے، تو جب تک انہیں مال کی اچھی طرح سمجھ بوجھ حاصل نہ ہو جائے تب تک ان کے مال ان کے حوالے نہ کرو بلکہ ان کی ضروریات جیسے کھانے پینے اور پہننے کے اخراجات ان کے مال سے پورے کرتے رہو اور ان سے اچھی بات کہتے رہو جس سے ان کے دل کو تسلی رہے مثلاً ان سے کہو کہ بھائی! مال تمہارا ہی ہے، جب تم ہوشیار، سمجھ دار ہو جاؤ گے تو یہ تمہارے حوالے کر دیا جائے گا۔ **اہم بات:** اچھی بات کہنے کا معنی یہاں مفسرین نے وہ لیا ہے جو اوپر بیان ہوا البتہ مطلقاً اچھی بات میں یہ بھی داخل ہے کہ انہیں آدابِ زندگی یعنی کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے، بات چیت کرنے وغیرہ کے آداب سکھاؤ اور سب کاموں میں ان کی تربیت کرو۔

قِيٰمًا وَّارْزُقُوْهُمْ فِيْهَا وَاكْسُوْهُمْ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝٥ وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى

گزر بسر کا ذریعہ بنایا ہے اور انہیں اس مال میں سے کھلاؤ اور پہناؤ اور ان سے اچھی بات کہو ○ اور یتیموں (کی سمجھداری) کو آزماتے رہو

حَتّٰىٓ اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۚ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْٓا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ ۚ

یہاں تک کہ جب وہ نکاح کے قابل ہوں تو اگر تم ان کی سمجھداری دیکھو تو ان کے مال ان کے حوالے کردو

وَلَا تَاْكُلُوْهَآ اِسْرَافًا وَّبِدَارًا اَنْ يَّكْبَرُوْا ۭ وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۚ

اور ان کے مال فضول خرچی سے اور (اس ڈر سے) جلدی جلدی نہ کھاؤ کہ وہ بڑے ہو جائیں گے اور جسے حاجت نہ ہو

وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ

تو وہ بچے اور جو حاجت مند ہو وہ بقدر مناسب کھا سکتا ہے پھر جب تم ان کے مال ان کے حوالے کرو

فَاَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ۝٦ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ

تو ان پر گواہ کرلو اور حساب لینے کے لئے اللہ کافی ہے ○ مردوں کے لئے اس (مال) میں سے (وراثت کا) حصہ ہے جو ماں باپ

وَالْاَقْرَبُوْنَ ۠ وَلِلنِّسَاۗءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ

اور رشتے دار چھوڑ گئے اور عورتوں کے لئے اس میں سے حصہ ہے جو ماں باپ اور رشتے دار چھوڑ گئے، مال وراثت تھوڑا ہو

آیت 6 اس آیت میں یتیموں سے متعلق 4 بہت واضح احکام دیئے گئے ہیں، (1) جن یتیموں کا مال تمہارے پاس ہو ان کی سمجھداری آزماتے رہو جس کی ایک صورت یہ ہے کہ ان کا مال دے کر وقتاً فوقتاً انہیں دیکھو کہ کیسے خرچ کرتے ہیں، یہاں تک کہ جب وہ نکاح کی عمر کو پہنچ جائیں یعنی بالغ ہو جائیں تو اگر تم ان میں سمجھداری کے آثار دیکھو کہ وہ مالی معاملات اچھے طریقے سے کر لیتے ہیں تو ان کے مال ان کے حوالے کر دو۔(2) ان کے مال فضول خرچی سے استعمال نہ کرو اور اس ڈر سے جلدی جلدی نہ کھاؤ کہ جب وہ بڑے ہو جائیں گے تو سب واپس کرنا پڑے گا، اس ڈر سے زیادہ زیادہ کھا جانا حرام ہے۔(3) یتیم کا سرپرست اگر خود مالدار ہو اور اسے یتیم کا مال استعمال کرنے کی حاجت نہ ہو تو وہ اس کا مال استعمال کرنے سے بچے اور جو حاجت مند ہو وہ بقدر مناسب کھا سکتا ہے یعنی جتنی معمولی سی ضرورت ہو اور اس میں بھی کوشش کرے کہ کم سے کم کھائے۔(4) جب تم یتیموں کے مال ان کے حوالے کرنے لگو تو اس پر گواہ بنالو تاکہ بعد میں کوئی جھگڑا نہ ہو اور حساب لینے کے لئے اللہ تعالیٰ کافی ہے۔

آیت 7 زمانۂ جاہلیت میں عورتوں کو وراثت میں سے حصہ نہیں دیا جاتا تھا، ان کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا: مردوں اور عورتوں دونوں کا ان کے والدین اور رشتے داروں کی وراثت میں حصہ ہے، چاہے مال کم ہو یا زیادہ۔ اللہ تعالیٰ نے یہ مقرر حصہ بنایا ہے۔ **اہم بات:** بیٹا بیٹی دونوں میراث کے حق دار ہیں، بیٹیوں کو میراث سے محروم رکھنا صریح ظلم اور قرآن کے خلاف ہے۔ عورتوں

اَوْ كَثُرَ ؕ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ۝۷ وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنُ

یا زیادہ۔ (اللہ نے یہ) مقرر حصہ (بنایا ہے۔)○ اور جب تقسیم کرتے وقت رشتہ دار اور یتیم اور مسکین آجائیں

فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝۸ وَلْيَخْشَ الَّذِيْنَ لَوْ تَرَكُوْا

تو اس مال میں سے انہیں بھی کچھ دیدو اور ان سے اچھی بات کہو○ اور وہ لوگ ڈریں جو اگر اپنے پیچھے

مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا خَافُوْا عَلَيْهِمْ ۠ فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ وَلْيَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۝۹

کمزور اولاد چھوڑتے تو ان کے بارے میں کیسے اندیشوں کا شکار ہوتے تو انہیں چاہئے کہ اللہ سے ڈریں اور درست بات کہیں○

پر ہونے والے اس قسم کے مظالم سے اسلام نے انہیں نجات عطا فرمائی۔ وراثت کے حصے کی مقدار آیت نمبر ۱۱ میں ہے۔

آیت 8 یہاں محتاجوں اور ان رشتے داروں کے متعلق فرمایا جارہا ہے جن کا وراثت میں حصہ نہیں کہ وراثت تقسیم کرنے سے پہلے مال میں سے کچھ ان افراد کو بھی دیدیا کرو اور ان سے اچھی بات کہو جیسے یہ کہ یہ مال تو شرعی طور پر تو صرف وارثوں کا حصہ ہے لیکن تمہیں ویسے ہی تھوڑا سا دیا گیا ہے یونہی ان کے لئے دعا کر دی جائے۔ **اہم بات:** اس آیت میں غیر وارثوں کو وراثت کے مال میں سے کچھ دینے کا حکم مستحب ہے۔ اس پر عمل کی ایک صورت یہ ہے کہ بعض اوقات کوئی بیٹا یتیم بچے چھوڑ کر فوت ہو جاتا ہے اور اس کے بعد باپ کا انتقال ہوتا ہے تو وہ یتیم بچے چونکہ پوتے بنتے ہیں اور چچا یعنی فوت ہونے والے کا دوسرا بیٹا موجود ہونے کی وجہ سے یہ پوتے دادا کی میراث سے محروم ہوتے ہیں تو دادا کو چاہئے کہ ایسے پوتوں کو وصیت کرکے مال کا مستحق بنادے اور اگر دادا نے ایسا نہ کیا ہو تو وارثوں کو چاہئے کہ اوپر والے حکم پر عمل کرتے ہوئے اپنے حصہ میں سے انہیں کچھ دے دیں البتہ نابالغ اور غیر موجود وارث کے حصہ میں سے دینے کی اجازت نہیں۔

آیت 9 یتیموں کے سرپرستوں سے فرمایا جارہا ہے کہ وہ یتیموں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور یہ سمجھ کر ان کی پرورش کریں کہ اگر ہمارے بچے یتیم رہ جائیں اور کوئی دوسرا ان کی پرورش کرے تو وہ کیسی پرورش چاہتے ہیں؟ تو ایسی ہی پرورش وہ دوسرے کے یتیموں کی کریں۔ ان سرپرستوں کو چاہئے کہ وہ یتیموں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور ان سے اچھی اور صحیح بات کہیں مثلاً یہ کہ تم فکر نہ کرو ہم بھی تمہارے باپ جیسے ہیں، تمہیں پریشانی نہیں آنے دیں گے۔ **اہم بات:** ہمیشہ دوسرے کے ساتھ وہ معاملہ کرنا چاہئے جو اپنے ساتھ پسند ہے۔ حدیث مبارک میں ہے کہ تم میں کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں ہوسکتا جب تک اپنے بھائی کے لئے وہ پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ (بخاری، حدیث:13)

اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْكُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ؕ
بیشک وہ لوگ جو ظلم کرتے ہوئے یتیموں کا مال کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں بالکل آگ بھرتے ہیں
وَ سَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا ؑ﴿۱۰﴾ یُوْصِیْكُمُ اللّٰهُ فِیْۤ اَوْلَادِكُمْۗ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِۚ ع ١/١٠ ١٢
اور عنقریب یہ لوگ بھڑکتی ہوئی آگ میں جائیں گے ○ اللہ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں حکم دیتا ہے، بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں کے برابر ہے
فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَیْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَۚ وَ اِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ؕ
پھر اگر صرف لڑکیاں ہوں اگرچہ دو سے اوپر تو ان کے لئے ترکے کا دو تہائی حصہ ہو گا اور اگر ایک لڑکی ہو تو اس کے لئے آدھا حصہ ہے
وَ لِاَبَوَیْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌۚ فَاِنْ لَّمْ
اور اگر میت کی اولاد ہو تو میت کے ماں باپ میں سے ہر ایک کے لئے ترکے سے چھٹا حصہ ہو گا پھر اگر میت کی اولاد نہ ہو
یَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّ وَرِثَهٗۤ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُۚ فَاِنْ كَانَ لَهٗۤ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ
اور ماں باپ چھوڑے تو ماں کے لئے تہائی حصہ ہے پھر اگر اس (میت) کے کئی بہن بھائی ہوں تو ماں کا چھٹا حصہ ہو گا، (یہ سب احکام) اس وصیت
مِنْۢ بَعْدِ وَصِیَّةٍ یُّوْصِیْ بِهَاۤ اَوْ دَیْنٍ ؕ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ لَا تَدْرُوْنَ
(کو پورا کرنے) کے بعد (ہوں گے) جو وہ (فوت ہونے والا) کر گیا اور قرض (کی ادائیگی) کے بعد (ہوں گے۔) تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے تمہیں

آیت 10 یتیموں کا مال ناحق کھانے سے منع کرنے کے بعد اب اس کی سخت وعید بیان کی جارہی ہے کہ جو لوگ ظلم کرتے ہوئے یتیموں کا مال کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں بالکل آگ بھرتے ہیں یعنی یتیموں کا مال ناحق کھانا گویا آگ کھانا ہے کیونکہ یہ مال کھانا جہنم کی آگ میں جانے کا سبب ہے اور عنقریب یہ لوگ بھڑکتی ہوئی آگ میں جائیں گے۔ **اہم باتیں:** (1) یتیم کا مال ناحق کھانا کبیرہ گناہ اور سخت حرام ہے۔ (2) بعض لوگ لاعلمی کی وجہ سے بھی مالِ یتیم کھا جاتے ہیں مثلاً جب میت کے ورثا میں کوئی یتیم ہو تو اس کے مال سے یا اس کے مال سمیت مشترک مال سے فاتحہ وغیرہ کا کھانا حرام ہوتا ہے کہ اس میں یتیم کا حق شامل ہے۔

آیت 11 اس آیت میں وارثوں کے حصوں کی مقدار بیان کرتے ہوئے چند باتیں ارشاد فرمائی گئی ہیں: (1) اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں حکم دیتا ہے کہ بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں کے برابر ہے۔ (2) اگر اولاد میں صرف لڑکیاں ہوں اور وہ دو یا دو سے زیادہ ہوں تو ان کے لئے چھوڑے ہوئے مال کا دو تہائی (2/3) اور اگر ایک لڑکی ہو تو اس کے لئے آدھا (1/2) حصہ ہے۔ (3) اگر میت کی اولاد ہو تو میت کے ماں باپ میں سے ہر ایک کے لئے چھوڑے ہوئے مال کا چھٹا (1/6) حصہ اور اگر اولاد نہ ہو اور ماں باپ زندہ ہیں تو ماں کے لیے ایک تہائی (1/3) حصہ ہے۔ (4) اگر اس میت کے کئی بھائی بہن ہوں (خواہ سگے ہوں یا ماں، یا باپ کی طرف سے) تو ماں کا چھٹا (1/6) حصہ ہے۔ (5) یہ سب احکام قرض کی ادائیگی اور اس وصیت کو پورا کرنے کے بعد ہوں گے جو فوت ہونے والا کر گیا

اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ؕ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۱﴾

معلوم نہیں کہ ان میں کون تمہیں زیادہ نفع دے گا، (یہ) اللہ کی طرف سے مقرر کردہ حصہ ہے۔ بیشک اللہ بڑے علم والا، حکمت والا ہے ○

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ

اور تمہاری بیویاں جو (مال) چھوڑ جائیں اگر ان کی اولاد نہ ہو تو اس میں سے تمہارے لئے آدھا حصہ ہے، پھر اگر ان کی اولاد ہو تو ان کے ترکہ

فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْنَ بِهَاۤ اَوْ دَيْنٍ ؕ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ

میں سے تمہارے لئے چوتھائی حصہ ہے۔ (یہ حصے) اس وصیت کے بعد (ہوں گے) جو انہوں نے کی ہو اور قرض (کی ادائیگی) کے بعد (ہوں گے) اور اگر

مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ

تمہارے اولاد نہ ہو تو تمہارے ترکہ میں سے عورتوں کے لئے چوتھائی حصہ ہے، پھر اگر تمہارے اولاد ہو تو ان کا تمہارے ترکہ میں سے آٹھواں

مِّنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَاۤ اَوْ دَيْنٍ ؕ وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً

حصہ ہے (یہ حصے) اس وصیت کے بعد (ہوں گے) جو وصیت تم کر جاؤ اور قرض (کی ادائیگی) کے بعد (ہوں گے۔) اور اگر کسی ایسے مرد یا عورت کا ترکہ تقسیم

اَوِ امْرَاَةٌ وَّلَهٗۤ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ ۚ

کیا جانا ہو جس نے ماں باپ اور اولاد (میں سے) کوئی نہ چھوڑا اور (صرف) ماں کی طرف سے اس کا ایک بھائی یا ایک بہن ہو تو ان میں سے ہر ایک کے لئے چھٹا حصہ ہوگا

فَاِنْ كَانُوْۤا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِى الثُّلُثِ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَاۤ

پھر اگر وہ (ماں کی طرف والے) بہن بھائی ایک سے زیادہ ہوں تو سب تہائی میں شریک ہوں گے (یہ دونوں صورتیں بھی) میت کی اس وصیت اور قرض (کی

ہے۔ (6) تمہیں معلوم نہیں کہ تمہارے وارثوں میں کون تمہیں دنیا و آخرت میں زیادہ نفع دے گا۔ اسے جاننے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے، اسی لیے اس نے تم پر میراث کے حصے مقرر فرمادیئے ہیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ بڑے علم والا، حکمت والا ہے۔

آیت 12 اس آیت میں وراثت کے مزید احکام بیان کیے گئے ہیں: (1) تمہاری فوت ہونے والی بیویاں جو مال چھوڑ جائیں اور ان کی اولاد نہ ہو تو تمہارے (یعنی شوہروں) کے لیے اس مال کا آدھا (1/2) حصہ ہے اور اگر ان کی اولاد ہو تو تمہارے لیے چوتھائی (1/4) حصہ ہے۔ یہ حصے قرض کی ادائیگی اور ان کی وصیت پوری کرنے کے بعد ہوں گے۔ (2) (تمہارے فوت ہونے کی صورت میں) بیویوں کے لیے تمہارے ترکے کا چوتھائی (1/4) حصہ ہے جبکہ تمہاری اولاد نہ ہو اور اگر اولاد ہو تو بیویوں کا آٹھواں (1/8) حصہ ہے۔ یہ حصے بھی قرض کی ادائیگی اور وصیت پوری کرنے کے بعد ہوں گے۔ (3) اگر کسی ایسے مرد یا عورت کا ترکہ تقسیم کیا جانا ہو جس نے ماں باپ اور اولاد میں سے کوئی نہ چھوڑا اور صرف ماں کی طرف سے اس کا ایک بھائی یا بہن ہو تو ان میں سے ہر ایک کے لئے چھٹا (1/6) حصہ ہوگا اور اگر یہ ماں کی طرف والے بہن بھائی ایک سے زیادہ ہوں تو سب تہائی (1/3) حصے میں شریک ہوں گے اور یہ دونوں صورتیں بھی قرض

Go To Index

اَوۡ دَيۡنٍ ۙ غَيۡرَ مُضَآرٍّ ۚ وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌ حَلِيۡمٌ ؕ ﴿۱۲﴾ تِلۡكَ

ادائیگی) کے بعد ہوں گی جس (وصیت) میں اس نے (ورثاء کو) نقصان نہ پہنچایا ہو۔ یہ اللہ کی طرف سے حکم ہے اور اللہ بڑے علم والا، بڑے حلم والا ہے ۞ یہ

حُدُوۡدُ اللّٰهِ ؕ وَمَنۡ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ يُدۡخِلۡهُ جَنّٰتٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ

اللہ کی حدیں ہیں اور جو اللہ اور اللہ کے رسول کی اطاعت کرے تو اللہ اسے جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔

خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا ؕ وَذٰلِكَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِيۡمُ ﴿۱۳﴾ وَمَنۡ يَّعۡصِ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوۡدَهٗ

ہمیشہ ان میں رہیں گے، اور یہی بڑی کامیابی ہے ۞ اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کی (تمام) حدوں سے گزر جائے

يُدۡخِلۡهُ نَارًا خَالِدًا فِيۡهَا ۖ وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيۡنٌ ﴿۱۴﴾ ع وَالّٰتِىۡ يَاۡتِيۡنَ الۡفَاحِشَةَ مِنۡ نِّسَآئِكُمۡ ع ٢ ١٣

تو اللہ اسے آگ میں داخل کرے گا جس میں (وہ) ہمیشہ رہے گا اور اس کے لئے رسوا کُن عذاب ہے ۞ اور تمہاری عورتوں میں سے جو بدکاری کر لیں

فَاسۡتَشۡهِدُوۡا عَلَيۡهِنَّ اَرۡبَعَةً مِّنۡكُمۡ ۚ فَاِنۡ شَهِدُوۡا فَاَمۡسِكُوۡهُنَّ فِى الۡبُيُوۡتِ حَتّٰى

ان پر اپنوں میں سے چار مردوں کی گواہی لو پھر اگر وہ گواہی دے دیں تو ان عورتوں کو گھر میں بند کر دو یہاں تک کہ

کی ادائیگی اور میت کی وصیت کے بعد ہوں گی جس میں اس نے ورثا کو نقصان نہ پہنچایا ہو (جس کی صورت یہ ہے کہ تہائی (1/3) سے زیادہ کی یا وارث کے لئے وصیت کر جائے۔)(4) یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والا، بڑے حلم والا ہے۔

اہم باتیں: (1) احکامِ وراثت میں بہت تفصیل ہے، بیان کردہ حصوں کے ساتھ بہت سے اصول و قواعد ملا کر میراث کا مسئلہ حل کیا جاتا ہے، لہٰذا عام مسلمانوں کو چاہئے کہ وراثت کا مسئلہ از خود حل کرنے کی بجائے کسی علم میراث کے ماہر عالم سے حل کروا کر اس پر عمل کریں۔ (2) ان آیات میں تمام ورثا کے حالات بیان نہیں کئے گئے، لہٰذا تفصیل کے لئے میراث کی کتابوں کا مطالعہ یا علماء کی طرف رجوع کریں۔

آیت 13،14 ﴾ ان دو آیات میں فرمایا کہ یتیم، وصیت اور وراثت کے مذکورہ احکام اللہ تعالیٰ کی حدیں ہیں جو اس نے اپنے بندوں کے لئے مقرر کی ہیں تاکہ وہ ان پر عمل کریں اور ان سے تجاوز نہ کریں تو جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی اطاعت کرے گا اللہ تعالیٰ اسے جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ یہ ہمیشہ ان میں رہیں گے اور یہی بڑی کامیابی ہے اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی نافرمانی کرے اور اس کی تمام حدوں سے گزر جائے تو اللہ تعالیٰ اسے آگ میں داخل کرے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کے لئے رسوا کن عذاب ہے۔ **اہم بات:** کسی بھی حدِ شرعی کو توڑنا حرام جبکہ تمام حدود کو توڑنے والا کافر ہے یعنی جو ایمان کی حد بھی توڑ دے۔ **درس:** بیٹیوں، بہنوں وغیرہا کو وراثت سے محروم کرنا حرام ہے۔ حدیثِ پاک میں ہے: جو اپنے وارث کو میراث سے محروم کرے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے جنت میں اس کے حصے سے محروم کر دے گا۔ (ابن ماجہ، حدیث: 2703)

آیت 15 ﴾ ارشاد فرمایا کہ اے مسلمانو! تمہاری جو عورتیں زنا کر بیٹھیں تو ان پر زنا کے ثبوت کے لئے چار مسلمان مردوں کا گواہ ہونا

يَتَوَفّٰىهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا ﴿١٥﴾ وَالَّذٰنِ يَاْتِيٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا ج

موت ان (کی زندگی) کو پورا کردے یا اللہ ان کے لئے کوئی راستہ بنادے ○ اور تم میں جو مرد عورت ایسا کام کریں ان کو تکلیف پہنچاؤ

فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا ط اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿١٦﴾ اِنَّمَا التَّوْبَةُ

پھر اگر وہ توبہ کرلیں اور اپنی اصلاح کرلیں تو ان کا پیچھا چھوڑ دو۔ بیشک اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا، مہربان ہے ○ وہ توبہ جس کا قبول کرنا

عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ

اللہ نے اپنے فضل سے لازم کرلیا ہے وہ انہیں کی ہے جو نادانی سے برائی کر بیٹھیں پھر تھوڑی دیر میں توبہ کرلیں ایسوں پر

ضروری ہے جو ان کے زنا کرنے کی گواہی دیں۔ ایک قول کے مطابق یہاں حکام سے خطاب ہے کہ وہ چار مردوں سے گواہی لیں، پھر اگر وہ ان کے زنا کرنے کی گواہی دے دیں تو ان عورتوں کو گھروں میں بند کردو یہاں تک کہ موت ان کی زندگی پوری کردے یا اللہ تعالیٰ ان کے لئے اس قید وبند کی صعوبت سے نکلنے کا کوئی راستہ بنادے۔ **اہم باتیں:** (1) گواہی سے زنا کے ثبوت کے لئے ضروری ہے کہ گواہ چار، عاقل، بالغ، مسلمان مرد، نیک و متقی ہوں، سب نے ایک وقتِ معین میں زنا کا یوں مشاہدہ کیا ہو جیسے سرمہ دانی میں سلائی، نیز چاروں حلفِ شرعی کے ساتھ گواہی دیں۔ اگر ان میں سے ایک بات بھی کم ہوئی تو گواہی سے زنا ثابت نہ ہوگا اور گواہی دینے والے شرعاً 80،80 کوڑوں کے مستحق ہوں گے۔ (2) زانیہ عورت کو موت تک گھر میں قید رکھنے کا حکم کوڑوں اور رجم کی سزا مقرر ہونے سے پہلے کا ہے، جب یہ سزا مقرر ہوئی تو قید کا یہ حکم منسوخ ہوگیا۔

آیت 16 بے حیائی کا ارتکاب کرنے والوں کے متعلق سزا کا بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ تم میں سے جو مرد و عورت بے حیائی کا ارتکاب کریں انہیں جھڑک کر، شرم دلا کر، جوتیاں وغیرہ مار کر زبانی اور بدنی دونوں طرح سے ایذا دو، پھر اگر وہ پچھلے گناہوں پر نادم ہو کر سچی توبہ اور آئندہ کے لئے اپنی اصلاح کرلیں تو ان کا پیچھا چھوڑ دو۔ بیشک اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کی توبہ بہت قبول کرنے والا، مہربان ہے۔ **اہم باتیں:** (1) یہ آیت بھی حدِ زنا کی آیت سے منسوخ ہے کیونکہ زنا کی سزا پہلے ”ایذا دینا“ مقرر ہوئی پھر قید کرنا پھر کوڑے مارنا یا سنگسار کرنا۔ بعض علما کے نزدیک پچھلی آیت میں فاحشہ سے مراد مساحقت (یعنی عورت کا عورت سے جنسی تسکین لینا) ہے اور اس آیت میں مراد مرد کا مرد سے لواطت کرنا ہے۔ اس صورت میں یہ آیت منسوخ نہیں۔ (2) لواطت اور مساحقت میں حد (معین سزا) نہیں بلکہ تعزیر ہے یعنی قاضی اپنی صوابدید کے مطابق جو چاہے سزا دے سکتا ہے۔ (3) تعزیر کا مستحق مجرم تعزیر سے پہلے سچی توبہ کرلے تو اس پر تعزیر لگانا ضروری نہیں۔ (4) توبہ کے معنی ہیں: رجوع کرنا، لوٹنا۔ اگر یہ بندے کی صفت ہو تو معنی ہوں گے: گناہ یا ارادۂ گناہ سے رجوع کرنا اور اگر رب تعالیٰ کی صفت ہو تو معنی ہوں گے: بندے کی توبہ قبول فرمانا یا اپنی رحمت کو بندے کی طرف متوجہ کرنا۔

آیت 17 پچھلی آیت میں توبہ قبول کرنے کا جو وعدہ گزرا یہاں اس کی وضاحت کی جارہی ہے کہ وہ توبہ جس کا قبول کرنا اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے لازم کرلیا ہے وہ انہیں کی ہے جو نادانی سے برائی کر بیٹھیں پھر تھوڑی دیر میں یعنی موت کے وقت غیب کا معاملہ ظاہر

Go To Index

يَتُوبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝١٧ وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ

اللہ اپنی رحمت سے رجوع کرتا ہے اور اللہ علم و حکمت والا ہے○ اور ان لوگوں کی توبہ نہیں جو گناہوں میں

السَّيِّاٰتِ ۚ حَتّٰٓى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّىْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَلَا الَّذِيْنَ

لگے رہتے ہیں یہاں تک کہ جب ان میں کسی کو موت آئے تو کہنے لگے اب میں نے توبہ کی اور نہ ان لوگوں کی (کوئی توبہ ہے)

يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِـيْمًا ۝١٨ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

جو کفر کی حالت میں مریں۔ ان کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے○ اے ایمان والو! تمہارے لئے

لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَاۗءَ كَرْهًا ۭ وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ

حلال نہیں کہ تم زبردستی عورتوں کے وارث بن جاؤ اور عورتوں کو اس نیت سے روکو نہیں کہ جو مہر تم نے انہیں دیا تھا اس میں سے کچھ لے لو

ہونے سے پہلے توبہ کرلیں، ایسوں پر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے رجوع کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو جاننے والا اور اپنی صنعت میں حکمت والا ہے۔ **اہم بات:** اسلام میں توبہ کا قانون عین حکمت پر مبنی ہے۔ جن دینوں میں توبہ نہیں ان کے ماننے والے گناہ پر زیادہ دلیر ہوتے ہیں کیونکہ مایوسی جرم پر دلیر کردیتی اور معافی کی امید توبہ پر ابھارتی ہے۔

آیت 18 یہاں ان لوگوں کے بارے میں بتایا جارہا ہے جن کی توبہ قبول نہیں چنانچہ فرمایا گیا کہ جو لوگ کفر کے علاوہ دیگر گناہوں میں ملوث رہے، وہ موت کے وقت غیب کا مشاہدہ کرلینے اور روح حلق تک آپہنچنے کے بعد توبہ کریں تو ان کی توبہ مقبول نہیں اور نہ ہی ان لوگوں کی توبہ قبول ہے جو حالت کفر میں مرجائیں۔ ایک قول کے مطابق آیت میں سیئات سے مراد کفر ہے، اس صورت میں معنی یہ ہوگا کہ وہ کفار جو غیب کا مشاہدہ کرنے کے بعد کفر سے توبہ کرکے ایمان لائیں ان کی یہ توبہ اور ایمان لانا قبول نہیں یونہی جو لوگ حالتِ کفر میں مرگئے یعنی بوقتِ موت بھی کفر سے توبہ نہ کی تو وہ ہمیشہ کے لیے جہنم کی سزا پائیں گے۔ ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے دردناک عذاب تیار کررکھا ہے۔ **اہم بات:** مسلمانوں کی ناقص توبہ مقبول نہ بھی ہو تب بھی وہ ہمیشہ جہنم میں نہ رہیں گے، اللہ تعالیٰ چاہے تو آخرت میں بخش دے اور چاہے تو سزا دے لیکن پھر جنت میں جائیں گے البتہ کافر ہمیشہ عذاب میں مبتلا رہیں گے۔ **مسئلہ:** جو کافر کے لئے اس کے مرنے کے بعد اس کے کفر کا علم ہونے کی صورت میں دعائے مغفرت کرے یا کسی مردہ مرتد کو مغفور کہے وہ خود کافر ہے۔

آیت 19 اسلام سے پہلے اہلِ عرب مال کی طرح اپنے رشتہ داروں کی بیویوں کے بھی وارث بن جاتے، پھر اگر چاہتے تو مہر کے بغیر انہیں اپنی زوجیت میں رکھتے، یا کسی اور کے ساتھ شادی کردیتے اور مہر خود لے لیتے، یا انہیں آگے کسی سے شادی نہ کرنے دیتے تاکہ وہ وراثت میں ملا ہوا مال ان لوگوں کو دیدیں تب ان کی جان چھوڑیں، یا اس لئے روک رکھتے کہ ان کے مرنے کے بعد یہ روکنے والے لوگ ان کے وارث بن جائیں۔ الغرض عورتیں ان کے ہاتھوں میں بالکل مجبور، بے بس اور بے اختیار تھیں، اس رسم کو مٹانے کے لیے یہ آیت نازل فرمائی گئی اور فرمایا گیا: اے ایمان والو! تمہارے لیے حلال نہیں کہ تم زبردستی عورتوں کے وارث بن جاؤ۔ آیت

اِلَّاۤ اَنْ یَّاْتِیْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍۚ وَ عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِۚ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰۤى

سوائے اس صورت کے کہ وہ کھلی بے حیائی کا ارتکاب کریں اور ان کے ساتھ اچھے طریقے سے گزر بسر کرو پھر اگر تمہیں وہ ناپسند ہوں

اَنْ تَكْرَهُوْا شَیْــٴًـا وَّ یَجْعَلَ اللّٰهُ فِیْهِ خَیْرًا كَثِیْرًا ﴿۱۹﴾ وَ اِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ

تو ہوسکتا ہے کہ کوئی چیز تمہیں ناپسند ہو اور اللہ اس میں بہت بھلائی رکھ دے ○ اور اگر تم ایک بیوی کے بدلے

مَّكَانَ زَوْجٍۙ وَّ اٰتَیْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَیْــٴًـاؕ اَتَاْخُذُوْنَهٗ

دوسری بیوی بدلنا چاہو اور تم اسے ڈھیروں مال دے چکے ہو تو اس میں سے کچھ واپس نہ لو۔ کیا تم کوئی جھوٹ باندھ کر

کے اگلے حصے کے بارے میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ آیت اس شخص کے متعلق ہے جو اپنی بیوی کو ناپسند رکھتے ہوئے اس لئے بدسلوکی کرے کہ وہ پریشان ہو کر مہر واپس یا معاف کر دے۔ ایک قول یہ ہے کہ لوگ عورت کو بار بار طلاق دے کر رجوع کرتے رہتے اس طرح عورت نہ ان کے پاس آرام پاسکتی نہ دوسری جگہ شادی کر سکتی۔ انہیں اس سے منع کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ عورتوں کو اس نیت سے نہ روکو کہ جو مہر تم نے انہیں دیا تھا اس میں سے کچھ لے لو سوائے اس صورت کے کہ وہ کھلی بے حیائی کا ارتکاب کریں مثلاً شوہر کی نافرمانی کرے اور بدکلامی کرکے شوہر اور اس کے گھر والوں کو ایذا دے، اگر وہ ایسا کرے تو تم خلع (مال لے کر طلاق دینے) میں معذور ہو۔ مزید فرمایا کہ ان کے ساتھ اچھے طریقے سے گزر بسر کرو پھر اگر بد خُلقی یا صورت اچھی نہ ہونے کی وجہ سے تمہیں وہ پسند نہ ہو تو صبر کرو اور طلاق دینے میں جلدی نہ کرو کیونکہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اسی بیوی سے تمہیں ایسی اولاد دے جو نیک و فرماں بردار ہو، بڑھاپے کی بیکسی میں تمہارا سہارا بنے۔ **اہم بات:** اگر کسی کام یا چیز میں خرابی کی صورت پائی جارہی ہو تو اس کے اچھے پہلوؤں پر بھی غور کرلینا چاہئے، ہوسکتا ہے کہ اچھے پہلو زیادہ ہوں یا اچھا پہلو زیادہ فائدے مند ہو۔ اس طریقے کو مثبت ذہنی سوچ کہتے ہیں۔ اس سے زندگی کی بہت سی تلخیاں خود بخود ختم ہو جائیں گی۔ **درس:** زمانۂ جاہلیت کے بیان کئے گئے حالات پر غور کیجئے، ظلم و ستم کی ایسی کئی صورتیں ہمارے معاشرے میں بھی پائی جاتی ہیں جیسے بیویوں کو مارنا، ان سے جبراً مہر معاف کروانا، بات چیت بند کر دینا، دوسروں کے سامنے ڈانٹ ڈپٹ کرنا وغیرہ۔ اللہ کرے قرآن کی یہ آیتیں ان لوگوں کو سمجھ آجائیں اور وہ اپنی بُری رَوِش سے باز آجائیں نیز جو لوگ کہتے ہیں کہ اسلام میں عورتوں پر بہت سختیاں ہیں وہ دیکھیں کہ اسلام میں عورتوں پر سختیاں کی گئی ہیں یا انہیں سختیوں سے نجات دلائی گئی ہے؟

آیت 20 اہلِ عرب میں ایک طریقہ یہ بھی رائج تھا کہ جب کوئی عورت پسند آجاتی تو اپنی بیوی پر تہمت لگاتے تاکہ وہ پریشان ہو کر جو کچھ لے چکی ہے اسے واپس کرکے طلاق حاصل کرلے، اس سے منع کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ اگر تمہارا ارادہ پہلی بیوی کو چھوڑ کر دوسری بیوی کرنے کا ہو تو مہر کی صورت میں جو ڈھیروں مال تم پہلی بیوی کو دے چکے ہو اس میں سے کچھ واپس نہ لو۔ کیا تم کوئی بہتان باندھ کر اور کھلا گناہ کرکے ان سے مال مہر واپس لوگے۔ **اہم بات:** زیادہ مہر مقرر کرنا جائز ہے اگرچہ بہتر کم مہر ہے یا اتنا جس کی ادائیگی آسان ہو۔

بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِيْنًا ۝۲۰ وَ كَيْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ وَ قَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ وَّ اَخَذْنَ

اور کھلے گناہ کے مرتکب ہو کر وہ لوگے ○ اور تم وہ (مال) کیسے واپس لے سکتے ہو حالانکہ تم (تنہائی میں) ایک دوسرے سے مل چکے ہو اور وہ

مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ۝۲۱ وَ لَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ

تم سے مضبوط عہد (بھی) لے چکی ہیں ○ اور اپنے باپ دادا کی منکوحہ سے نکاح نہ کرو البتہ جو پہلے ہو چکا (وہ معاف ہے۔)

اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّ مَقْتًا ؕ وَ سَآءَ سَبِيْلًا ۝۲۲ ع حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَ بَنٰتُكُمْ ع ۳/۱۴

بیشک یہ بے حیائی اور غضب کا سبب ہے، اور یہ بہت برا راستہ ہے ○ تم پر حرام کردی گئیں تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں

وَ اَخَوٰتُكُمْ وَ عَمّٰتُكُمْ وَ خٰلٰتُكُمْ وَ بَنٰتُ الْاَخِ وَ بَنٰتُ الْاُخْتِ وَ اُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْۤ اَرْضَعْنَكُمْ

اور تمہاری بہنیں اور تمہاری پھوپھیاں اور تمہاری خالائیں اور تمہاری بھتیجیاں اور تمہاری بھانجیاں اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ

آیت 21 مہر کی واپسی سے منع کرتے ہوئے مزید فرمایا کہ تم وہ مال عورتوں سے کیسے واپس لے سکتے ہو حالانکہ تم تنہائی میں ایک دوسرے سے مل چکے ہو اور وہ تم سے اچھے طریقے سے رکھنے اور اچھے طریقے سے چھوڑنے کا مضبوط عہد بھی لے چکی ہیں۔ میاں بیوی کے درمیان کو مضبوط عہد قرار دیا کیونکہ نکاح کے ذریعے ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی کا پکا وعدہ کیا جاتا ہے نیز عہد کو آسانی سے توڑا نہیں جاتا۔ یہ الفاظ نکاح کی حکمتوں کی طرف بھی اشارہ ہیں۔ **اہم بات:** خلوتِ صحیحہ ہو جانے سے پورا مہر دینا پڑتا ہے۔ خلوتِ صحیحہ یہ ہے کہ میاں بیوی کسی ایسی جگہ جمع ہو جائیں جہاں ہم بستری کرنے میں کوئی چیز رکاوٹ نہ ہو۔

آیت 22 زمانۂ جاہلیت میں باپ کے انتقال کے بعد بیٹا اپنی سوتیلی ماں (یعنی باپ کی دوسری بیوی) سے شادی کر لیتا تھا، یہاں اس سے منع کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ اپنے باپ دادا کی منکوحہ سے نکاح نہ کرو البتہ زمانۂ جاہلیت میں تم نے جو ایسے نکاح کر لئے اور اب وہ عورتیں بھی مر چکیں اس کا تم پر گناہ نہیں کیونکہ وہ گناہ قانون بننے سے پہلے تھے۔ بیشک ان عورتوں (یعنی اپنی سوتیلی ماؤں) سے نکاح کرنا بے حیائی اور غضبِ الٰہی کا سبب ہے اور یہ بہت بُرا راستہ ہے۔ **اہم باتیں:** (1) یہاں آیت میں نکاح سے "عقدِ نکاح" مراد ہو تو معلوم ہوا کہ سوتیلی ماں سے نکاح حرام ہے اگرچہ باپ نے خلوت سے پہلے طلاق دے دی ہو، اور اگر نکاح سے "صحبت کرنا" مراد ہو تو معلوم ہوا کہ جس عورت سے اپنا باپ صحبت کرے خواہ نکاح کر کے ہو یا زنا کی صورت میں یا لونڈی بنا کر بہر صورت وہ عورت بیٹے پر حرام ہے کیونکہ یہ بیٹے کی ماں کی طرح ہے۔ (2) مجوسی اسلام لایا اور اس کے نکاح میں اپنی ماں یا بہن ہے تو اسے چھوڑ دینا فرض ہے لیکن زمانۂ کفر میں جو نکاح کئے اور ان سے جو اولاد ہو چکی وہ حلالی ہو گی کیونکہ کفار پر اس طرح کے شرعی احکام جاری نہیں۔

آیت 23 اس آیت میں ان عورتوں کا بیان ہے جن سے نکاح کرنا مرد کے لیے حرام ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ تم پر حرام کردی گئیں تمہاری مائیں اور بیٹیاں، تمہاری بہنیں، تمہاری پھوپھیاں اور خالائیں، تمہاری بھتیجیاں اور بھانجیاں اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا اور رضاعی بہنیں، تمہاری بیویوں کی مائیں، تمہاری بیویوں کی وہ بیٹیاں جو تمہاری پرورش میں ہیں اور یہ ان بیویوں سے

وَ اَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَ اُمَّهٰتُ نِسَآىٕكُمْ وَ رَبَآىٕبُكُمُ الّٰتِیْ فِیْ حُجُوْرِكُمْ

پلایا اور دودھ (کے رشتے) سے تمہاری بہنیں اور تمہاری بیویوں کی مائیں اور تمہاری بیویوں کی وہ بیٹیاں جو تمہاری گود میں ہیں

مِّنْ نِّسَآىٕكُمُ الّٰتِیْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ٘ فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ

(جو اُن بیویوں سے ہوں)جن سے تم ہمبستری کر چکے ہو پھر اگر تم نے ان (بیویوں) سے ہمبستری نہ کی ہو

فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ٘ وَ حَلَآىٕلُ اَبْنَآىٕكُمُ الَّذِیْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ١ۙ وَ اَنْ تَجْمَعُوْا

تو ان کی بیٹیوں سے نکاح کرنے میں تم پر کوئی حرج نہیں اور تمہارے حقیقی بیٹوں کی بیویاں

بَیْنَ الْاُخْتَیْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ١ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًاۙ ﴿٢٣﴾

اور دو بہنوں کو اکٹھا کرنا (حرام ہے۔) البتہ جو پہلے گزر گیا۔ بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے○

ہیں جن سے تم ہم بستری کر چکے ہو اور اگر تم نے ان بیویوں سے ہم بستری نہ کی ہو تو ان کی بیٹیوں سے نکاح کرنے میں تم پر کوئی حرج نہیں اور تمہارے حقیقی بیٹوں کی بیویاں اور دو بہنوں کو اکٹھا کرنا حرام ہے البتہ زمانۂ جاہلیت میں جو تم نے ایسا نکاح کیا اس کا تم پر گناہ نہیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ **اہم باتیں:** (1) وہ عورتیں جس کی طرف باپ یا ماں کے ذریعے نسب بنتا ہے یعنی دادیاں، نانیاں خواہ قریب کی ہوں یا دور کی سب مائیں ہیں۔ بیٹیوں میں پوتیاں اور نواسیاں داخل ہیں اور بہنوں میں سوتیلی بہنیں بھی شامل۔ یونہی پھوپھی اور خالہ میں ماں باپ کی پھوپھیاں اور خالائیں شامل ہیں اور بھانجیوں اور بھتیجیوں میں ان کی اولاد بھی داخل ہے اور ان سب عورتوں سے نکاح کرنا ہمیشہ کے لیے حرام ہے۔ (2) رضاعی ماں اور بہن کے ساتھ ساتھ رضاعی بھتیجے، بھانجے، خالہ اور ماموں وغیرہ سے بھی نکاح حرام ہے۔ (3) منہ بولے بیٹے کی بیوی سے نکاح جائز اور رضاعی بیٹے کی بیوی سے حرام ہے کیونکہ یہ نسبی بیٹے کے حکم میں ہے۔ (4) بیٹوں میں پوتے پڑپوتے داخل ہیں لہٰذا ان کی بیویوں سے نکاح حرام ہے۔ (5) دو بہنوں کو اکٹھا کرنا یعنی ایک کے نکاح میں ہوتے ہوئے دوسری سے بھی نکاح کر لینا حرام ہے اور حدیث شریف میں عورت کی بھتیجی یا بھانجی کو بھی اس کے ساتھ نکاح میں جمع کرنا حرام فرمایا گیا ہے۔ (بخاری، حدیث:5109) البتہ یہ آخری والی حرمت ہمیشہ کے لیے نہیں، جب بیوی کا انتقال ہو جائے یا اسے طلاق دیدے تو عدت گزرنے کے بعد اس کی بہن، بھتیجی یا بھانجی سے نکاح کر سکتا ہے۔

وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۚ كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ۚ وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ

اور شوہر والی عورتیں تم پر حرام ہیں سوائے کافروں کی عورتوں کی جو تمہاری ملک میں آجائیں۔ یہ تم پر اللہ کا لکھا ہوا ہے اور ان عورتوں کے علاوہ

ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ ؕ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ

سب تمہیں حلال ہیں کہ تم انہیں اپنے مالوں کے ذریعے نکاح کرنے کو تلاش کرو نہ کہ زنا کرنے کے لئے تو ان میں سے جن عورتوں سے نکاح کرنا چاہو

فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً ؕ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ ؕ

ان کے مقررہ مہر انہیں دیدو اور مقررہ مہر کے بعد اگر تم آپس میں (کسی مقدار پر) راضی ہو جاؤ تو اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿٢٤﴾ وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ

بیشک اللہ علم والا، حکمت والا ہے ○ اور تم میں سے جو کوئی اتنی قدرت نہ رکھتا ہو کہ آزاد مسلمان عورتوں سے نکاح کرسکے

آیت 24 ان عورتوں کا بیان جاری ہے جن سے نکاح حرام ہے، چنانچہ فرمایا گیا: جو عورت پہلے ہی کسی کے نکاح میں ہے وہ تم پر حرام ہے البتہ کافروں کی وہ عورتیں تمہارے لیے حلال ہیں جن کے تم مالک بن جاؤ اور حرام کردہ عورتوں کے علاوہ باقی عورتوں سے نکاح کرنا تمہارے لیے حلال ہے کہ مہر کے بدلے نکاح کرلو، نہ کہ بدکاری کے لئے عورتیں تلاش کرو، تو ان عورتوں میں جن سے تم شرعی نکاح کرکے جماع وغیرہ کا فائدہ حاصل کرنا چاہو تو انہیں ان کے مقرر کردہ مہر ادا کرو اور مقررہ مہر کے بعد اگر تم باہم رضامندی سے مہر میں کمی یا زیادتی کرنا چاہو تو اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی مصلحت کا خوب علم رکھنے والا اور انہیں شرعی احکام دینے میں حکمت والا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) شوہر والی عورت دوسرے مرد پر اس وقت تک حرام ہے جب تک پہلے کے نکاح یا طلاق و وفات کی عدت میں ہے۔ (2) کافرہ عورتوں کا مالک بننے کی صورت یہ ہے کہ وہ میدانِ جنگ سے گرفتار ہوں اور ان کے شوہر دار الحرب میں ہوں، پھر بادشاہِ اسلام یا لشکر کا مجاز امیر یہ عورتیں مجاہدین میں تقسیم کردے تو جو قیدی عورت جس مجاہد کے حصے میں آئے وہ اس کے لئے حلال ہے کیونکہ ملک مختلف ہونے کی وجہ سے ان کا سابقہ نکاح ختم ہوگیا۔ اب اگر وہ عورت حاملہ ہے تو وضع حمل کے بعد ورنہ ایک ماہواری آجانے کے بعد اس سے ہم بستری جائز ہے۔ (3) نکاح سے مقصود محض شہوت پوری کرنا نہیں بلکہ نفس کو حرام سے بچانا، اولاد کا حصول اور نسل کی بقا ہونا چاہئے۔ اس میں زانی کو تنبیہ ہے کیونکہ اس کا مقصود صرف نفسانی خواہش کی تکمیل ہوتا ہے۔ **مسائل:** (1) مہر کی کم از کم مقدار 10 درہم ہے۔ چاندی میں اس کا وزن 2 تولے 7.5 ماشے ہے، اس کی جو قیمت ہو وہ مہر کی کم از کم مقدار ہے، زیادہ کی کوئی حد نہیں۔ (2) آیت میں مال کے بدلے نکاح کا فرمایا، معلوم ہوا کہ مہر کا مال ہونا ضروری ہے لہٰذا شوہر کا بیوی کو قرآنِ مجید یا علم دین پڑھانا وغیرہ مہر نہیں بن سکتا۔

آیت 25 اس آیت میں نکاح سے متعلق مزید احکام بیان فرمائے گئے جو ترجمے سے واضح ہیں کہ آزاد عورت سے نکاح کی قدرت نہ ہو تو کسی مومنہ کنیز کے ساتھ اس کے مالک کی اجازت سے نکاح کرلے۔ مزید فرمایا کہ تم سب آپس میں ایک جیسے ہو۔ اس کا ایک معنیٰ

فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ ؕ بَعْضُكُمْ

تو ان مسلمان کنیزوں سے نکاح کرلے جو تمہاری ملک ہیں اور اللہ تمہارے ایمان کو خوب جانتا ہے۔ تم سب آپس میں

مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنٰتٍ

ایک جیسے ہو توان کے مالکوں کی اجازت سے ان سے نکاح کرلو اوراچھے طریقے سے انہیں ان کے مہر دیدو اس حال میں کہ وہ نکاح کرنے والی ہوں،

غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ ۚ فَاِذَآ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ

نہ زنا کرنے والی اور نہ پوشیدہ آشنا بنانے والی۔ پھر جب ان کا نکاح ہوجائے تو اگر وہ کسی بے حیائی کا اِرتکاب کریں تو ان پر آزاد عورتوں کی نسبت

مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ ؕ وَاَنْ تَصْبِرُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ

آدھی سزا ہے۔ یہ تم میں سے اس شخص کے لئے مناسب ہے جسے بدکاری (میں پڑجانے) کا اندیشہ ہے اور تمہارا صبر کرنا تمہارے لئے بہتر ہے

ع ۴ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۵﴾ يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ

اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ○ اللہ چاہتا ہے کہ اپنے احکام تمہارے لئے بیان کردے اور تمہیں تم سے پہلے لوگوں کے طریقے بتادے

یہ ہے کہ تم سب حضرت آدم علیہ السّلام کی اولاد ہو، لہٰذا کنیزوں سے نکاح کرنا باعثِ شرم نہیں۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ تم سب ایمان میں مشترک ہو کہ تمہارا دین اسلام ہے۔ اس لئے جب کنیزوں سے نکاح کی حاجت ہو تو شرماؤ نہیں، ان کا ایمان والا ہونا کافی ہے البتہ کتابیہ باندی سے بھی نکاح جائز ہے۔ نیز زمانہ جاہلیت میں یہ بھی ہوتا تھا کہ باقاعدہ نکاح کیے بغیر کوئی شخص اجرت دے کر اعلانیہ عورت کے ساتھ رہتا اور وہ دونوں میاں بیوی والے تمام معاملات کرتے، یونہی مرد وعورت خفیہ آشنائی قائم کرکے بدکاری کرتے۔ اسلام نے دونوں صورتوں کو حرام قرار دے کر فرمایا کہ کنیزوں سے باقاعدہ نکاح کرو نہ یہ کہ وہ علانیہ زنا کرنے والی ہوں یا پوشیدہ آشنا بنانے والی۔ افسوس کہ آج جدید زمانے میں بھی وہ قدیم جہالت موجود ہے۔ بڑے بڑے پیسے والے لوگ طوائفوں یا اداکاراؤں کو بغیر نکاح کئے بنگلے، کوٹھیاں دے کر رکھتے اور بدکاری کرتے ہیں جس کی خبریں منظر عام پر آتی رہتی ہیں۔ **اہم بات:** لونڈی چاہے کنواری ہو یا شادی شدہ، اگر زنا کرے تو اس کی سزا 50 کوڑے ہے، شادی شدہ لونڈی کو آزاد عورت کی طرح رجم نہیں کیا جائے گا کیونکہ رجم کو آدھا کرنا ممکن نہیں۔ **مسئلہ:** جو شخص آزاد عورت سے نکاح کی قدرت رکھتا ہوا سے بھی مسلمان کنیز سے نکاح جائز ہے البتہ اگر آزاد عورت نکاح میں ہو تو اب باندی سے نکاح نہیں کر سکتا۔

آیت 26 ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اپنے احکام تمہارے لئے بیان کردے اور تمہیں تم سے پہلے لوگوں کے طریقے بتادے۔ اس کا ایک معنی یہ ہے کہ عورتوں کے حرام یا حلال ہونے کے معاملے میں تمہیں پہلے کے انبیاء وصالحین کے طریقے بتادے کیونکہ یہی عورتیں پچھلی شریعتوں میں بھی اسی طرح حرام وحلال تھیں۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ تمہارے لئے جس کام میں بہتری ہے اللہ تعالیٰ وہ بیان کردے جیسے پہلے لوگوں سے بیان کیا تھا۔ مزید فرمایا: اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم میں سے جو اپنے گناہوں سے توبہ

Go To Index

وَيَتُوْبَ عَلَيْكُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۶﴾ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْكُمْ ۫ وَيُرِيْدُ الَّذِيْنَ

اور تم پر اپنی رحمت سے رجوع فرمائے اور اللہ علم و حکمت والا ہے ○ اور اللہ تم پر اپنی رحمت سے رجوع فرمانا چاہتا ہے اور جو لوگ اپنی

يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوٰتِ اَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلًا عَظِيْمًا ﴿۲۷﴾ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ ۚ وَخُلِقَ

خواہشات کی پیروی کررہے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تم سیدھی راہ سے بہت دور ہو جاؤ ○ اللہ چاہتا ہے کہ تم پر آسانی کرے اور آدمی

الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا ﴿۲۸﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ

کمزور بنایا گیا ہے ○ اے ایمان والو! باطل طریقے سے آپس میں ایک دوسرے کے مال نہ کھاؤ البتہ یہ (ہو) کہ تمہاری

کرے تو اپنی رحمت سے اس کی توبہ قبول فرمائے۔ اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا اور حکمت والا ہے۔ **اہم بات:** گزشتہ انبیاء علیہمُ السّلام کے جو شرعی احکام قرآن یا حدیث میں بلاتردید منقول ہوئے وہ ہمارے لئے بھی لائقِ عمل ہیں اور جس سے ہماری شریعت میں منع کردیا گیا ان پر ہمیں عمل جائز نہیں۔

آیت 27 کفار و مشرکین نے نفسانی خواہشات کی وجہ سے بہت سی حرام عورتوں سے بھی نکاح حلال قرار دیا ہوا تھا، جیسے مجوسیوں نے سگی بہنوں سے اور مشرکوں نے سوتیلی ماں سے نکاح کو جائز قرار دے رکھا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے مسلمانو! اللہ تعالیٰ تو تم پر اپنی رحمت فرمانا چاہتا ہے جبکہ نفسانی خواہشات کے غلام یہودی، عیسائی اور مشرک چاہتے ہیں کہ تم بھی ان کی طرح گندی خواہشات میں پڑ کر سیدھی راہ سے بہت دور ہو جاؤ۔ اب تو دنیا بھر میں کفار کا معاملہ پہلے سے بھی بدتر ہو چکا ہے کہ تقریباً تمام ممالک نے نکاح تو ایک سے زائد منع کر رکھا ہے لیکن سینکڑوں عورتوں سے بدکاری کی اجازت دے رکھی ہے، بغیر نکاح کے مرد و عورت رہتے اور بچے پیدا کرتے ہیں، یونہی ہم جنس پرستی کو قانوناً جائز قرار دیا ہوا ہے اور چاہتے ہیں کہ اپنی عالمی طاقت کے زور اور حقوقِ انسانی کے نام پر مسلمانوں میں بھی یہی قانون رائج کردیں۔

آیت 28 ارشاد فرمایا کہ اے مسلمانو! اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ وہ تم پر آسانی کرے، اسی لیے وہ تمہیں نرم احکام دیتا اور مشکل معاملات میں رخصتیں عطا فرماتا ہے جیسے نکاح کے معاملے میں کتنی آسانیاں دی ہیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت کے ایک پہلو کو بیان فرمایا کہ آدمی کمزور بنایا گیا ہے، اسی لیے وہ نفسانی خواہش کی مخالفت کرنے سے عاجز ہو جاتا اور اس کا مقابلہ کرنے پر کمزور پڑ جاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر رحم فرماتے ہوئے انہیں احکامِ شریعت کے مطابق عورتوں سے نفع اٹھانے کی اجازت دی اور صرف ان عورتوں سے منع کیا جن سے نفع اٹھانے میں انفرادی یا معاشرتی طور پر فسادِ عظیم کا خدشہ تھا۔ انسان کی اس کمزوری کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اسے ایمان کی طاقت، بلند ہمتی، قوت ارادی، صبر و استقامت اور تعلیم و ہدایت کی نعمتیں فراہم کی ہیں کہ اگر انسان ان خوبیوں کو اپنائے تو اپنی کمزوری پر غالب آسکتا ہے۔

آیت 29 نکاح کے ذریعے نفس میں تصرف کی وضاحت کے بعد مال میں تصرف کا شرعی طریقہ بتایا جا رہا ہے، چنانچہ فرمایا گیا: اے ایمان والو! باطل یعنی شرعاً حرام طریقے سے آپس میں ایک دوسرے کا مال حاصل نہ کرو، ہاں باہمی رضامندی کے ساتھ آپس میں

تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ۟ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ﴿٢٩﴾ وَمَنْ

باہمی رضامندی سے تجارت ہو اور اپنی جانوں کو قتل نہ کرو۔ بیشک اللہ تم پر مہربان ہے○ اور جو

يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿٣٠﴾ اِنْ

ظلم و زیادتی سے ایسا کرے گا تو عنقریب ہم اسے آگ میں داخل کریں گے اور یہ اللہ پر بہت آسان ہے○ اگر

تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا ﴿٣١﴾

کبیرہ گناہوں سے بچتے رہو جن سے تمہیں منع کیا جاتا ہے تو ہم تمہارے دوسرے گناہ بخش دیں گے اور تمہیں عزت کی جگہ داخل کریں گے○

خرید و فروخت کرو تو اب ایک دوسرے کا مال لینا تمہارے لیے حلال ہے۔ مزید فرمایا کہ اپنی جانوں کو قتل نہ کرو۔ اس کے تین مطلب ہیں، ایک یہ کہ لین دین میں ناجائز طریقے نہ برتو اور جھوٹ دھوکہ وغیرہ نہ دو کہ اس کا نتیجہ لڑائی اور قتل وغارت ہی ہوتا ہے۔ دوسرا معنی یہ کہ کسی کو قتل نہ کرو کہ یہ خود ہی کو قتل کرنا ہے کہ قتل کا قصاص قتل ہے یا قتل کا نتیجہ لڑائی، جنگ اور قتل ہی ہوتا ہے۔ تیسرا معنیٰ کہ خودکشی نہ کرو۔ ان تمام تعلیمات سے بہت واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر مہربان ہے اسی لیے اس نے تمہیں ان چیزوں سے منع فرمایا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) جس طریقے سے بھی مال حاصل کرنا شرعاً حرام ہے جیسے سود، چوری، جوا، جھوٹی قسم، جھوٹی وکالت، خیانت اور غصب وغیرہ وہ سب طریقے باطل ہیں، اگرچہ دنیا کے کچھ قوانین ان کی اجازت دیں جیسے سود کی دنیا بھر میں اجازت ہے لیکن خدا کے ہاں یہ باطل و مردود و حرام ہے۔ (2) حرام کمائی آخرت کی تباہی ہے۔ حدیث پاک میں ہے: اللہ تعالیٰ نے اس جسم پر جنت حرام فرمادی ہے جو حرام غذا سے پلا بڑھا ہو۔ (کنزالعمال، حدیث: 9257)

آیت 30 فرمایا کہ جو ظلم وزیادتی کے طور پر حرام کاموں کا ارتکاب اور اپنی یا کسی کی جان لے گا تو عنقریب قیامت کے دن اسے جہنم میں داخل کیا جائے گا جس میں وہ جلتا رہے گا اور یہ سزا دینا خدا کے لئے بہت آسان ہے۔

آیت 31 بعض کبیرہ گناہوں پر وعید سنانے کے بعد اس آیت میں کبیرہ گناہوں سے بچنے پر صغیرہ گناہ بخشنے اور عزت کی جگہ داخل کرنے کا وعدہ ذکر کیا گیا ہے، چنانچہ فرمایا کہ اگر تم کبیرہ گناہوں سے بچتے رہو جن سے تمہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے منع فرمایا ہے اور دیگر عبادات بجالاتے رہو تو ہم تمہارے دوسرے صغیرہ گناہ اپنے فضل سے معاف فرمادیں گے اور تمہیں عزت کی جگہ جنت میں داخل کریں گے۔ **اہم باتیں:** (1) کبیرہ گناہ وہ ہے جس کا مرتکب قرآن و سنت میں بیان کی گئی کسی خاص سخت وعید کا مستحق ہو، جیسے اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرانا، جان بوجھ کر نماز چھوڑ دینا، زکوۃ ادا نہ کرنا، رمضان کا روزہ چھوڑ دینا، قدرت کے باوجود حج نہ کرنا، شراب بنانا، بیچنا، پینا، ناپ تول میں کمی کرنا اور یتیم کا مال ناحق کھانا وغیرہ۔ (2) کبیرہ گناہ سچی توبہ سے ہی معاف ہوتے ہیں البتہ حج مقبول پر بھی کبیرہ گناہ معاف ہونے کی بشارت ہے۔ (3) گناہوں کی معافی اور جنت میں داخلہ اللہ تعالیٰ کی مشیت و مرضی پر ہے، وہ جس مسلمان کے چاہے گناہ معاف کردے اور جس کے چاہے نہ کرے، جسے چاہے جنت میں داخل کرے اور جسے چاہے نہ کرے، ہاں اس نے جس عمل پر جو وعدہ فرمایا ہے اسے وہ اپنے فضل و کرم سے پورا فرمائے گا کیونکہ وعدے کی خلاف ورزی اس کی شان کے لائق نہیں۔

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ؕ

اور تم اس چیز کی تمنا نہ کرو جس سے اللہ نے تم میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے۔ مردوں کے لئے ان کے اعمال سے حصہ ہے،

وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ؕ وَسْـَٔلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمًا ﴿۳۲﴾

اور عورتوں کے لئے ان کے اعمال سے حصہ ہے اور اللہ سے اس کا فضل مانگو۔ بیشک اللہ ہر شے کو جاننے والا ہے ○

وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِیَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ؕ وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ

اور ماں باپ اور رشتے دار جو کچھ مال چھوڑیں ہم نے سب کے لئے (اُس مال میں) مستحق بنا دیے ہیں اور جن سے تمہارا معاہدہ ہو چکا ہے

آیت 32 اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے مختلف لوگوں کو مختلف خوبیوں سے نوازا ہے جن میں کچھ تبدیل نہیں ہو سکتیں جیسے رنگ، روپ، آواز، قد، مرد و عورت کا فرق وغیرہ اور کچھ چیزیں وہ ہیں جن میں انسانی کوشش سے تبدیلی ہو سکتی ہے جیسے مال و منصب وغیرہ۔ جہاں کوشش کام کر دیتی ہے، حسد تو وہاں بھی نہیں کیا جائے گا لیکن وہاں جائز طریقے سے کوشش کی جا سکتی ہے، لیکن جہاں جائز طریقے سے تبدیلی نہیں ہو سکتی جیسے عورت خود کو مرد بنا لے تو ایسی جگہ ایک دوسرے پر نہ تو حسد کیا جائے اور نہ ہی اپنے دل میں فضول تمنائیں پالی جائیں کہ اس سے احساس کمتری، خدا کے فیصلے پر راضی نہ ہونا اور زندگی تکلیف میں پڑ جانے کا اندیشہ ہے۔ ان صورتوں میں راہِ عافیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جسے جو فضیلت دی اسے عین حکمت سمجھتے ہوئے بندہ اللہ کی رضا پر راضی رہے۔ **مزید فرمایا:** مردوں کے لیے ان کے اعمال سے حصہ ہے۔ آیت کے اس حصے کا شانِ نزول یہ ہے کہ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اگر ہم بھی مرد ہوتے تو جہاد کرتے اور مردوں کی طرح جان فدا کرنے کا ثوابِ عظیم پاتے، اس پر ان کی تسکین کے لئے فرمایا گیا کہ میاں بیوی میں سے ہر ایک کو اس کے اپنے نیک اعمال کی جزا ملے گی، مرد جہاد سے ثواب حاصل کر سکتے ہیں تو عورتیں شوہروں کی فرمانبرداری اور پاکدامنی سے ثواب حاصل کر سکتی ہیں اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگو کہ حقیقت میں سب سے بڑی چیز اس کا فضل و کرم ہے۔ اعمال میں کسی کو لاکھ گنا زیادہ ثواب ملے تب بھی وہ فضلِ الٰہی کا محتاج ہے کیونکہ جنت میں داخلہ محض فضلِ الٰہی سے ہو گا۔ بیشک اللہ تعالیٰ ہر شے کو جاننے والا ہے، وہ جانتا ہے کہ کون دوسرے پر فضیلت کا مستحق ہے اور اسے یہ بھی معلوم ہے کہ مانگنے والے کے لیے کیا بہتر ہے اور کیا نہیں۔ **اہم باتیں:** (1) کسی کے پاس کوئی نعمت دیکھ کر تمنا کرنا کہ یہ نعمت اس سے چھن کر مجھے مل جائے، حسد ہے اور حسد حرام ہے۔ اگر اس سے نعمت چھن جانے کی تمنا نہ ہو بلکہ یہ آرزو ہو کہ اس جیسی مجھے بھی مل جائے تو یہ غبطہ ہے، یہ مذموم نہیں۔ (2) دل کے صبر و قرار کا نسخہ رضائے الٰہی پر راضی رہنا ہے اگر دل کو آرزوؤں اور تمناؤں کا مرکز بنائے رکھا تو ہزاروں نعمتیں پاس ہو کر بھی دل کو قرار نہیں مل سکتا۔ حدیث پاک میں ہے: تم اپنے سے نیچے والے کو دیکھو اور جو تم سے اوپر ہو اسے نہ دیکھو، یہ اس سے بہتر ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی اپنے اوپر نعمت کو حقیر جانو۔ (مسلم، حدیث:7430)

آیت 33 فرمایا کہ ماں باپ اور رشتے دار جو کچھ مال چھوڑ جائیں ہم نے سب کے لئے اس مال میں حقدار بنا دیئے ہیں اور جن سے تمہارا معاہدہ یعنی عقدِ موالات ہو چکا ہے انہیں میراث میں سے ان کا حصہ دو۔ بیشک اللہ تعالیٰ تمہارے معاہدوں سمیت ہر شے پر گواہ ہے۔

Go To Index

ع ٥ ٨/ ٢

فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ﴿٣٣﴾ ع اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ

انہیں ان کا حصہ دو۔ بیشک اللہ ہر شے پر گواہ ہے○ مرد عورتوں پر نگہبان ہیں اس وجہ سے کہ اللہ نے ان میں

بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ؕ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ

ایک کو دوسرے پر فضیلت دی اور اس وجہ سے کہ مرد عورتوں پر اپنا مال خرچ کرتے ہیں تو نیک عورتیں (شوہروں کی) اطاعت کرنے والی (اور) ان کی

حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ؕ وَالّٰتِيْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَ

عدم موجودگی میں اللہ کی حفاظت و توفیق سے حفاظت کرنے والی ہوتی ہیں اور جن عورتوں کی نافرمانی کا تمہیں اندیشہ ہو تو انہیں سمجھاؤ اور (نہ سمجھنے کی

اهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ؕ

صورت میں) ان سے اپنے بستر الگ کرلو اور (پھر نہ سمجھنے پر) انہیں مارو پھر اگر وہ تمہاری اطاعت کرلیں تو (اب) ان پر (زیادتی کرنے کا) راستہ تلاش نہ کرو۔

اہم بات: عقدِ موالات کی صورت یہ ہے کہ ایسا شخص جس کا نسب معلوم نہیں، وہ دوسرے سے کہے: تُو میرا مولیٰ ہے، میں مر جاؤں تو تو میرا وارث ہو گا اور میں کوئی جرم کروں تو تجھے دیت دینی ہو گی۔ دوسرا اسے قبول کرلے تو یہ عقد صحیح ہو جاتا ہے اور قبول کرنے والا وارث اور دیت کا ذمہ دار بن جاتا ہے۔ اگر پہلا شخص بھی اسی طرح کا ہو اور دوسرا بھی یہی کہے اور یہ قبول کرلے تو ان میں سے ہر ایک دوسرے کا وارث اور دیت کا ذمہ دار ہو گا۔

آیت 34 شانِ نزول: حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو کسی خطا پر طمانچہ مارا جس سے ان کے چہرے پر نشان پڑ گیا، یہ اپنے والد کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں شکایت لے کر حاضر ہوئیں تو آپ نے قصاص لینے کا حکم فرمایا، تب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے قصاص سے منع فرمادیا۔ اس میں بتایا گیا کہ عورت کی ضروریات، حفاظت، ادب سکھانے اور دیگر کئی امور میں مرد کو عورت پر برتری حاصل ہے، گویا کہ عورت رعایا اور مرد بادشاہ ہے، اس لیے عورت پر مرد کی اطاعت لازم ہے اور مرد کو عورت پر جو حکمرانی عطا ہوئی اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مرد کو عورت پر فضیلت بخشی ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ مرد عورتوں پر مہر اور نان نفقہ کی صورت میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔ اس کے بعد نیک عورتوں کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ نیک عورتیں اپنے شوہر کی موجودگی میں ان کی اطاعت کرتی، نافرمانی سے بچتی اور ان کے حقوق کی ادائیگی میں مصروف رہتی ہیں اور جب وہ موجود نہ ہوں تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کے مال و عزت کی حفاظت کرتی ہیں۔ مزید نافرمان عورت کی اصلاح کا طریقہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اگر تمہیں بیوی کی نافرمانی کا اندیشہ ہو تو سب سے پہلے اسے اپنی اطاعت کے فوائد، نافرمانی کے نقصانات اور قرآن و حدیث میں اس تعلق سے بیان کردہ فضائل اور وعیدیں بتا کر سمجھاؤ، اگر اس کے بعد بھی نہ مانے تو اس سے اپنا بستر الگ کرلو، پھر بھی نہ مانے تو مناسب انداز میں مارو، پھر اگر وہ اپنے قصور کی معافی طلب کرے اور نافرمانی چھوڑ کر اطاعت گزار بن جائے تو اس کی معذرت قبول کرلو اور اس پر زیادتی کرنے کا راستہ تلاش نہ کرو۔ بیشک اللہ تعالیٰ بہت بلند، بہت بڑا ہے لہٰذا اس بات سے ڈرو کہ اگر تم نے عورت پر ظلم کیا تو اللہ تعالیٰ تمہیں اس کی سزا دے گا۔ **اہم باتیں:** (1) میاں بیوی کے حقوق ایک جیسے نہیں بلکہ

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا ﴿۳۴﴾ وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَ

بیشک اللہ بہت بلند، بہت بڑا ہے ○ اور اگر تم کو میاں بیوی کے جھگڑے کا خوف ہو تو ایک مُنْصِف مرد کے گھر والوں کی طرف سے بھیجو اور

حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ

ایک مُنْصِف عورت کے گھر والوں کی طرف سے (بھیجو) یہ دونوں اگر صلح کرانا چاہیں گے تو اللہ ان کے درمیان اتفاق پیدا کر دے گا۔ بیشک اللہ

عَلِيْمًا خَبِيْرًا ﴿۳۵﴾ وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ

خوب جاننے والا، خبر دار ہے ○ اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ سے اچھا سلوک کرو اور

بِذِی الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ

رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور قریب کے پڑوسی اور دور کے پڑوسی اور پاس بیٹھنے والے ساتھی

اللہ تعالیٰ نے شوہر کے حقوق بیوی سے زیادہ رکھے ہیں اور ایسا ہونا بیوی کے ساتھ ناانصافی یا ظلم نہیں بلکہ عین انصاف اور تقاضائے حکمت کے مطابق ہے۔ (2) مناسب انداز سے مارنے کا مطلب یہ ہے کہ ہاتھ یا مسواک جیسی چیز سے چہرے اور نازک اعضا کے علاوہ دیگر بدن پر ایک دو ضربیں لگا دے۔ جو مار ہمارے ہاں جاہلوں میں رائج ہے کہ مار مار کر لہولہان کر دیتے ہیں یہ حرام و ناجائز اور گناہِ کبیرہ ہے۔ **درس:** اس آیت سے وہ لوگ نصیحت حاصل کریں جو عورت کے ہزار بار معذرت کرنے، گڑگڑانے اور پاؤں پڑنے کے باوجود اپنی ناک نیچی نہیں کرتے اور صنفِ نازک کو مشقِ ستم بنا کر اپنی بزدلی کو بہادری سمجھتے ہیں اور یہ بھی ذہن میں رکھیں کہ شوہر کو بیوی پر حاکم بنایا ہے، فرعون نہیں۔ بعض لوگ یہ سمجھ بیٹھتے ہیں کہ فرعونیت کی اجازت ملی ہوئی ہے اور وہ بھی صرف بیوی پر نہیں بلکہ پورے سسرال پر۔ معاذ اللہ

آیت 35 جب بیوی کو سمجھانے، الگ رکھنے اور مارنے کے باوجود اصلاح کی صورت نہ بن رہی ہو تو نہ مرد طلاق دینے میں جلدی کرے اور نہ عورت خُلع کے مطالبے پر اِصرار کرے بلکہ دونوں کے خاندان کے خاص قریبی رشتہ داروں میں سے ایک ایک شخص کو منصف مقرر کر لیا جائے، یہ مناسب طریقے سے اس مسئلے کا حل نکال لیں گے اور اگر یہ منصف میاں بیوی میں صلح کروانے کا ارادہ رکھتے ہوں تو اللہ تعالیٰ ان کے مابین اتفاق پیدا کر دے گا۔ بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا اور ظاہر کی طرح باطن سے بھی خبر دار ہے۔ **اہم بات:** منصف کو چاہئے کہ جہاں تک ممکن ہو یہ معاملہ صلح کے ذریعے حل کرے لیکن یہ یاد رکھے کہ اسے میاں بیوی میں جدائی کروا دینے کا اختیار نہیں یعنی یہ جدائی کا فیصلہ کرے اور شرعاً ان میں جدائی ہو جائے ایسا نہیں ہو سکتا۔

آیت 36 اس آیت میں اللہ تعالیٰ اور بندوں کے حقوق ادا کرنے کی تعلیم دی گئی ہے، چنانچہ فرمایا کہ اے لوگو! تم صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ، رشتہ داروں، یتیموں، محتاجوں، دور و نزدیک کے پڑوسی، پاس بیٹھنے والے ساتھی، مسافر اور اپنے لونڈی غلاموں کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ بیشک اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو پسند نہیں کرتا جو متکبر اور لوگوں پر فخر کرنے والا ہو۔ **اہم باتیں:** (1) حسنِ سلوک مختلف لوگوں سے مختلف ہے؛ والدین سے یہ ہے کہ ان کا ادب و اطاعت کرے، نافرمانی

وَابۡنِ السَّبِيۡلِ ۙ وَمَا مَلَكَتۡ اَيۡمَانُكُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنۡ كَانَ مُخۡتَالًا فَخُوۡرَا ۙ ۝٣٦

اور مسافر اور اپنے غلام لونڈیوں (کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔) بیشک اللہ ایسے شخص کو پسند نہیں کرتا جو متکبر، فخر کرنے والا ہو ○

الَّذِيۡنَ يَبۡخَلُوۡنَ وَيَاۡمُرُوۡنَ النَّاسَ بِالۡبُخۡلِ وَيَكۡتُمُوۡنَ مَاۤ اٰتٰٮهُمُ اللّٰهُ مِنۡ فَضۡلِهٖ ؕ

وہ لوگ جو خود بخل کرتے ہیں اور دیگر لوگوں کو بخل کا کہتے ہیں اور اللہ نے جو انہیں اپنے فضل سے دیا ہے اسے چھپاتے ہیں (ان کے لئے شدید وعید ہے)

وَاَعۡتَدۡنَا لِلۡكٰفِرِيۡنَ عَذَابًا مُّهِيۡنًا‌ ۚ ۝٣٧ وَالَّذِيۡنَ يُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَهُمۡ رِئَآءَ النَّاسِ

اور کافروں کے لئے ہم نے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے ○ اور وہ لوگ جو اپنے مال لوگوں کے دکھاوے کے لئے خرچ کرتے ہیں

سے بچے، ہر وقت خدمت کے لئے تیار رہے اور ان پر خرچ کرنے میں بخل نہ کرے، رشتہ داروں سے یہ ہے کہ صلۂ رحمی کرے اور قطع رحمی سے بچے، یتیموں سے یہ ہے کہ ان کی پرورش کرے، نرمی سے پیش آئے، مسکین سے یہ ہے کہ ان کی امداد کرے، خالی ہاتھ نہ لوٹائے، لونڈی غلام سے یہ ہے کہ انہیں طاقت سے زیادہ تکلیف نہ دے، سخت کلامی نہ کرے، بقدرِ ضرورت کھانا کپڑا وغیرہ دے۔ (2) قریبی ہمسایہ وہ ہے جس کا گھر اپنے گھر سے ملا ہوا ہو اور دور کا ہمسایہ وہ ہے جو محلہ دار تو ہو مگر گھر اپنے گھر سے ملا ہوا نہ ہو یا جو پڑوسی بھی ہو اور رشتہ دار بھی وہ قریب کا ہمسایہ ہے اور جو پڑوسی ہو رشتہ دار نہیں وہ دور کا ہمسایہ یا جو پڑوسی بھی ہو اور مسلمان بھی وہ قریب کا ہمسایہ ہے اور جو پڑوسی ہو مسلمان نہیں وہ دور کا ہمسایہ ہے۔ (3) پاس بیٹھنے والے سے مراد بیوی ہے یا وہ جو صحبت میں رہے جیسے رفیقِ سفر، ساتھ پڑھنے یا مجلس و مسجد میں برابر بیٹھنے والا حتی کہ لمحہ بھر کے لئے بھی جو پاس بیٹھے اس کے ساتھ بھی حسنِ سلوک کا حکم ہے۔

آیت 37 بخل کا شرعی معنی یہ ہے کہ جو چیز ذمہ میں واجب ہو اسے ادا نہ کرنا۔ بخل ایک مذموم صفت ہے کیونکہ اسی کی وجہ سے انسان گھٹیا خصلتوں کا اظہار کرتا اور اپنے رشتے داروں سے تعلق توڑ لیتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: بخل سے بچو، کیونکہ اس نے تم سے پہلے لوگوں کو تباہ و برباد کر دیا تھا۔ بخل نے انہیں قطع رحمی پر آمادہ کیا تو انہوں نے قطع رحمی شروع کر دی اور اس نے ان کو گناہوں پر ابھارا تو وہ گناہوں کا ارتکاب کرنے لگے۔ (ابوداؤد، حدیث:1698) یہودی لوگ انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بطور نصیحت کہتے تھے کہ تم مہاجر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر اپنے مال خرچ نہ کرو، ہمیں ڈر ہے کہ کہیں تم فقیر و محتاج نہ ہو جاؤ۔ ان کے بارے میں فرمایا کہ وہ لوگ جو خود بخل کرتے اور دوسروں کو بخل کا حکم دیتے ہیں۔ بخل میں علم کا بخل بھی شامل ہے کہ یہودی علماء نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تورات میں بیان کردہ عظمت و شان بیان کرنے میں بخل کرتے تھے۔ آیت میں مزید اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور نعمتوں کو بلا مقصد صحیح چھپانے کی مذمت کی گئی ہے۔ **اچھے مقصد** سے اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اظہار شکر ہے اور اسی لئے آدمی کو اپنی حیثیت کے لائق جائز لباس پہننا مستحب ہے۔

آیت 38 شہرت اور ناموری کا شوق ایک مذموم صفت ہے جو دنیا و آخرت دونوں میں انسان کے لئے نقصان دہ ہے۔ ایسے لوگ شیطان کے زیر اثر ہوتے ہیں۔ فرمایا گیا کہ جو لوگ اپنے مال دکھاوے کے لئے خرچ کرتے ہیں اور وہ خدا و آخرت پر ایمان نہیں رکھتے جیسے منافقین اور کفارِ مکہ تو شیطان ایسوں کا ساتھی بن جاتا ہے اور جس کا ساتھی شیطان بن جائے تو کتنا برا ساتھی ہوگا اور ان سے کس قدر شیطانی کام کروائے گا۔ **اہم بات:** دنیا میں شیطان کا ساتھی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی شیطانی کام کر کے اسے خوش کرے اور

وَلَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ وَمَنْ يَّكُنِ الشَّيْطٰنُ لَهٗ قَرِيْنًا فَسَآءَ قَرِيْنًا ﴿۳۸﴾

اور نہ اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور نہ ہی آخرت کے دن پر (تو ان کے لئے شدید وعید ہے۔) اور جس کا ساتھی شیطان بن جائے تو کتنا برا ساتھی ہو گیا ○

وَمَاذَا عَلَيْهِمْ لَوْ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِهِمْ

اور اگر وہ اللہ اور قیامت پر ایمان لاتے اور اللہ کے دیے ہوئے رزق میں سے اس کی راہ میں خرچ کرتے تو ان کا کیا نقصان تھا اور اللہ انہیں

عَلِيْمًا ﴿۳۹﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ

جانتا ہے ○ بیشک اللہ ایک ذرہ برابر ظلم نہیں فرماتا اور اگر کوئی نیکی ہو تو وہ اسے کئی گنا بڑھا دیتا ہے اور اپنے پاس سے بہت بڑا ثواب

اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۴۰﴾ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا ﴿۴۱﴾ وقف النبی علیہ السلام

عطا فرماتا ہے ○ تو کیسا حال ہو گا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور اے حبیب! تمہیں ان سب پر گواہ اور نگہبان بنا کر لائیں گے ○

يَوْمَئِذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَعَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ ؕ وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ

اس دن کفار اور رسول کی نافرمانی کرنے والے تمنا کریں گے کہ کاش انہیں مٹی میں دبا کر زمین برابر کر دی جائے اور وہ کوئی بات اللہ سے

شیطان اس کے ساتھ رہے حتی کہ کھانے پینے، رات گزارنے اور دیگر کئی معاملات میں شریک ہو جاتا ہے، اسی لئے حکم ہے کہ ہر جائز کام بِسْمِ اللہ پڑھ کر شروع کیا جائے تا کہ شیطان کے لئے روک ہو اور آخرت میں شیطان کا ساتھی ہونا یہ ہے کہ وہ ایک شیطان کے ساتھ آتشی زنجیر میں جکڑا ہو گا۔

آیت 39 یہاں ریاکاروں کو تنبیہ ہے کہ اگر یہ اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر صحیح ایمان لاتے اور اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے مال میں سے اس کی رضا حاصل کرنے کے لئے خرچ کرتے تو اس میں ان کا نقصان نہیں بلکہ سراسر نفع ہی تھا۔ اللہ تعالیٰ انہیں خوب جانتا ہے، وہ انہیں ان کے اعمال کا بدلہ دے گا۔

آیت 40 اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ وہ کسی پر ظلم فرمائے، یہاں ذرہ برابر بھی ظلم نہ کرنے کا معنی یہ ہے کہ کسی کے نیک اعمال بلاوجہ ضائع کر کے جزا سے محروم کر دینا یا مجرم کو جرم سے زیادہ سزا دینا اس کی شان کے لائق نہیں بلکہ وہ اپنے فضل و رحمت سے نیکی کا ثواب عمل کے مقابلے میں کئی گنا بڑھا دیتا اور اپنے پاس سے بہت بڑا ثواب عطا فرماتا ہے۔ **اہم بات:** اللہ تعالیٰ کی طرف ظلم کی نسبت کرنا اور اسے ظالم کہنا کفر ہے۔

آیت 41 اس آیت میں کفار و منافقین اور یہود و نصاریٰ کے لئے شدید وعید ہے کہ بروزِ قیامت تمام انبیا علیہمُ السّلام اپنی امت کے ہر نیک و بد کے ایمان، کفر، نفاق اور تمام اچھے برے اعمال کی گواہی دیں گے، پھر ان سب پر حضور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو گواہ بنایا جائے گا تو اس وقت ان کا انجام کیا ہو گا۔

آیت 42 قیامت کی ہولناکی اور اپنے اعمال کا بدلہ دیکھ کر کفار تمنا کریں گے کہ کاش! زمین پھٹ جائے اور ہم اس میں دفن ہو جائیں یا

ع ٦ ٤

حَدِيْثًا ﴿٤٢﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ

چھپا نہ سکیں گے ○ اے ایمان والو! نشہ کی حالت میں نماز کے پاس نہ جاؤ جب تک سمجھنے نہ لگو وہ بات جو تم کہو

وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِيْ سَبِيْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا ۭ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰي سَفَرٍ

اور نہ ناپاکی کی حالت میں (نماز کے قریب جاؤ) حتی کہ تم غسل کرلو سوائے اس کے کہ تم حالتِ سفر میں ہو (تو تیمّم کرلو) اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو

اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا

یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے آیا ہو یا تم نے عورتوں سے ہم بستری کی ہو اور پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمّم کرو

ہمیں مٹی بنا کر ختم کر دیا جاتا۔ قیامت میں ان کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی اور ان کے اعضا سب اعمال بیان کر دیں گے اور وہ کوئی بات چھپا نہ سکیں گے۔ **درس:** یہ آیت اگرچہ کافروں کے متعلق نازل ہوئی لیکن ہر آدمی کو عذابِ الٰہی سے ڈرنا چاہیے۔ ہمارے اسلاف قیامت کی ہولناکی اور عذابِ جہنم کی شدت سے خوفزدہ رہتے اور بعض تمنا کرتے کہ کاش انہیں پیدا ہی نہ کیا گیا ہوتا۔

آیت 43 شانِ نزول: شروع اسلام میں جب شراب حرام نہیں تھی تو بعض حضرات نے کسی دعوت میں کھانے کے بعد شراب پی لی، پھر مغرب کی نماز پڑھی تو امام نے نشے کی حالت میں سورۂ کافرون کی تلاوت کی تو کلمہ "لَا" چھوڑ گئے جس سے "نہ" کی جگہ "ہاں" بن گیا اور معنی غلط ہو گئے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا: اے ایمان والو! نشہ کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ جب تک اپنی کہی ہوئی بات سمجھنے نہ لگ جاؤ۔ اسی طرح جب تم جنابت کی حالت میں ہو تو جب تک غسل نہ کر لو، نماز کے قریب نہ جاؤ۔ ہاں! اگر سفر کی حالت میں ہو اور پانی نہ ملے تو تیمم کر کے نماز پڑھ لو۔ مزید فرمایا: اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو۔ آیت کے اس حصے کا شانِ نزول یہ ہے کہ غزوۂ بنی مصطلق کے سفر میں ایک مقام پر ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہار گم ہو گیا جس کی تلاش کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے وہاں قیام فرمایا۔ جب صبح ہوئی تو پانی نہ تھا اس پر آیتِ تیمم نازل ہوئی، یہ دیکھ کر حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے آلِ ابو بکر! یہ تمہاری پہلی برکت نہیں یعنی تمہاری برکت سے مسلمانوں کو بہت آسانیاں اور فوائد ملے، پھر جب اونٹ اٹھایا گیا تو اس کے نیچے سے ہار بھی مل گیا۔ آیت میں فرمایا گیا کہ اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو اور تمہیں وضو یا غسل کی حاجت ہو یا قضائے حاجت سے فارغ ہو کر آؤ اور وضو کی حاجت ہو یا عورتوں سے ہم بستری کی جس سے غسل فرض ہو گیا، ان تمام صورتوں میں اگر تم پانی موجود نہ ہونے، دور ہونے، حاصل کرنے کا سامان نہ ہونے یا سانپ، درندہ، دشمن وغیرہ کے ڈر کے باعث پانی کے استعمال پر قادر نہ ہو تو پاک مٹی سے تیمم کرتے ہوئے اپنے منہ اور ہاتھوں کا مسح کر لو۔ بیشک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے گناہ معاف کرنے والا اور انہیں بخشنے والا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) اس آیت کے بعد مسلمانوں نے نماز کے اوقات میں شراب ترک کر دی، پھر سورۂ مائدہ میں شراب کو بالکل حرام کر دیا گیا۔ (2) اگر حالتِ نشہ میں کوئی شخص کفریہ کلمہ بول دے تو وہ کافر نہیں ہوتا۔ (3) تیمم کی اجازت سفر کے ساتھ خاص نہیں، آیت میں سفر کی قید اس لیے ہے کہ پانی نہ ملنا اکثر سفر میں ہی ہوتا ہے، ورنہ سفر میں پانی میسر ہو تو تیمم کی اجازت نہیں، یونہی اگر سفر کی حالت میں نہیں لیکن ایسی بیماری میں مبتلا ہے جس میں پانی کا استعمال نقصان دہ ہے تو تیمم کی

فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا ﴿۴۳﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ

تو اپنے منہ اور ہاتھوں کا مسح کرلیا کرو بیشک اللہ معاف کرنے والا، بخشنے والا ہے ○ کیا تم نے ان لوگوں کو نہ دیکھا جنہیں

اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يَشْتَرُوْنَ الضَّلٰلَةَ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ تَضِلُّوا السَّبِيْلَ ؕ ﴿۴۴﴾ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ

کتاب سے ایک حصہ ملا کہ وہ گمراہی خریدتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ تم بھی راستے سے بھٹک جاؤ ○ اور اللہ تمہارے دشمنوں کو

بِاَعْدَآئِكُمْ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَلِيًّا ۙ وَّكَفٰى بِاللّٰهِ نَصِيْرًا ﴿۴۵﴾ مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ

خوب جانتا ہے اور حفاظت کے لئے اللہ ہی کافی ہے اور اللہ ہی کافی مددگار ہے ○ یہودیوں میں کچھ وہ ہیں جو کلمات کو ان کی

اجازت ہے۔(4) تیمم کا طریقہ یہ ہے کہ تیمم کرنے والا پاکی حاصل کرنے کی نیت کرے اور جو چیز مٹی کی جنس سے ہو جیسے گرد، ریت، پتھر، مٹی کا فرش وغیرہ اس پر دو مرتبہ ہاتھ مارے، ایک مرتبہ ہاتھ مار کر چہرے پر پھیر لے اور دوسری مرتبہ کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں پر پھیر لے۔(5) ہار گم ہونے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے نہ بتانے میں بہت سی حکمتیں تھیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ہار کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا وہاں قیام فرمانا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت و مرتبہ ظاہر کرتا ہے اور صحابۂ کرام کے ہار تلاش کرنے میں اس بات کی ہدایت ہے کہ امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کی خدمت مسلمانوں کے لئے سعادت ہے نیز اس واقعے سے تیمم کا حکم بھی معلوم ہو گیا جس سے قیامت تک مسلمان نفع اٹھاتے رہیں گے۔

آیت 44 یہاں یہودیوں کے متعلق فرمایا گیا کہ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی کتاب یعنی تورات ملی جس سے انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کو تو پہچانا لیکن امام الانبیاء صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے متعلق جو کچھ تورات میں بیان تھا اس حصہ سے محروم رہے اور آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نبوت کے منکر ہو گئے، یہ کتابِ الٰہی رکھنے کے باوجود ہدایت کے بجائے گمراہی کے پیروکار ہوئے اور اس کے ساتھ اے مسلمانو! تمہیں بھی گمراہ کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔

آیت 45 فرمایا کہ اے مسلمانو! اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کو خوب جانتا ہے اور اس نے تمہیں بھی ان کی دشمنی پر خبردار کر دیا ہے لہٰذا ان سے بچتے رہو۔ تمہاری ان سے حفاظت کے لئے اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے اور ان کی سازشیں ناکام بنانے میں اللہ تعالیٰ ہی کافی مددگار ہے۔ **اہم بات:** یقیناً اللہ تعالیٰ ہم سے زیادہ ہمارے دشمنوں کو جانتا ہے لہٰذا جسے وہ دشمن فرمادے وہ یقیناً ہمارا دشمن ہے جیسے شیطان اور کفار و منافقین۔

آیت 46 اس آیت کا خلاصۂ کلام یہ ہے کہ یہودیوں کی بری عادتوں میں سے ایک یہ ہے کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی شان میں مذکور تورات کے کلمات بدل دیتے ہیں۔ دوسری یہ ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم انہیں کچھ حکم فرمائیں تو زبان سے کہتے ہیں: ہم نے مان لیا لیکن دل سے کہتے ہیں: ہم نے نہیں مانا۔ تیسری یہ ہے کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں ایسے ذو معنی جملے کہتے ہیں جس کا ایک معنی برا ہو، تاثر اچھے معنی کا دیتے ہیں لیکن دل میں خبیث معنی مراد لیتے ہیں جیسے کہتے ہیں کہ سنئے اور آپ کو نہ سنایا جائے۔ ”نہ سنایا جائے“ کا ظاہری معنی ہے کہ کوئی ناگوار بات آپ کے سننے میں نہ آئے اور دوسرا معنی جو وہ مراد لیتے یہ ہے کہ آپ کو سننا نصیب نہ ہو، اسی کی دوسری مثال ”رَاعِنَا“ کا کلمہ ہے، جس کا ظاہری معنی ہے: ہماری رعایت فرمائیے جبکہ یہودی اس کا معنی وہ لیتے جو شانِ

الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَّرَاعِنَا لَيًّا بِاَلْسِنَتِهِمْ

جگہ سے بدل دیتے ہیں اور کہتے ہیں: ہم نے سنا اور مانا نہیں اور آپ سنیں، آپ کو نہ سنایا جائے اور ”راعنا“ کہتے ہیں زبانیں مروڑ کر

وَطَعْنًا فِي الدِّيْنِ ؕ وَلَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ

اور دین میں طعنہ کے لئے، اور اگر وہ کہتے کہ ہم نے سنا اور مانا اور حضور ہماری بات سنیں اور ہم پر نظر فرمائیں تو یہ ان کے لئے بہتر

وَاَقْوَمَ ۙ وَلٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۴۶﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا

اور زیادہ درست ہوتا لیکن ان پر تو اللہ نے ان کے کفر کی وجہ سے لعنت کر دی تو وہ بہت تھوڑا یقین رکھتے ہیں ○ اے کتاب والو!

الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا

جو ہم نے تمہارے پاس موجود کتاب کی تصدیق کرنے والا (قرآن) اتارا ہے اُس پر ایمان لے آؤ، اِس سے پہلے کہ ہم چہرے بگاڑ دیں پھر انہیں

عَلٰۤى اَدْبَارِهَاۤ اَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّاۤ اَصْحٰبَ السَّبْتِ ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ﴿۴۷﴾

ان کی پیٹھ کی صورت پھیر دیں یا ان پر بھی ایسے ہی لعنت کریں جیسے ہفتے والوں پر لعنت کی تھی اور اللہ کا حکم ہو کر ہی رہتا ہے ○

مبارک کے لائق نہ ہو، حالانکہ اس لفظ کے استعمال سے منع فرما دیا گیا تھا، پھر یہ دین پر طعنہ کرتے ہوئے اپنے ساتھیوں سے کہتے کہ ہم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو برا بھلا کہتے ہیں، اگر آپ نبی ہوتے تو اسے جان لیتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر یہ لوگ بھی اہلِ ادب کا طریقہ اختیار کرتے ہوئے انہی کی طرح کہتے کہ یارسول اللہ! ہم نے سنا اور دل وجان سے تسلیم کیا، حضور! ہماری بات سنئے اور ہم پر نظرِ کرم فرمائیے، تو یہ ان کے لئے دنیا و آخرت میں ہر اعتبار سے بہتر ہوتا لیکن چونکہ یہ ملعون ہیں لہٰذا انہیں ادب کی توفیق نہیں ہوگی۔

آیت 47 یہاں یہودیوں سے خطاب ہے کہ اے اہلِ کتاب! ہم نے تمہارے پاس موجود کتاب تورات کی تصدیق کرنے والا قرآن اتارا ہے، اس پر ایمان لے آؤ ورنہ ایسا نہ ہو کہ ہم آنکھ، ناک، کان، ابرو وغیرہ مٹا کر تمہارے چہرے بگاڑ دیں اور سر کے پچھلے حصے کی طرح آگے سے بھی ایک کھال کی طرح کر دیں یا ان پر بھی ایسے ہی لعنت کریں جیسے ہفتہ کے دن نافرمانی کرنے والے یہودی گروہ پر کی تھی اور یاد رکھو! اللہ تعالیٰ کا حکم ہو کر ہی رہتا ہے، لہٰذا اگر ایمان نہ لائے تو ان دونوں میں سے ایک بات یعنی چہرے بگڑنا یا ہفتے کے روز نافرمانی کرنے والوں کی طرح لعنت ضرور واقع ہوگی۔ **اہم باتیں:** (1) اس وعید سے متعلق مفسرین کے مختلف اقوال ہیں، بعض مفسرین کے نزدیک یہ وعید دنیا کے اعتبار سے ہے اور بعض کے نزدیک آخرت کے اعتبار سے۔ بعض کہتے ہیں کہ واقع ہو چکی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ابھی انتظار ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ چہرے بگڑنے کی وعید اس صورت میں تھی جبکہ کوئی یہودی ایمان نہ لاتا چونکہ بہت سے یہودی ایمان لے آئے اس لئے وعید اٹھ گئی۔ (2) جب یہ آیت نازل ہوئی تو اسے سن کر ایک بہت بڑے یہودی عالم حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کر لیا۔ اسی طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں یہ آیت سن کر حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ نے بھی اسلام قبول کر لیا۔

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ

بیشک اللہ اس بات کو نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور اس سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہتا ہے معاف فرما دیتا ہے اور جس نے اللہ کا شریک

بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰۤى إِثْمًا عَظِيْمًا ﴿٤٨﴾ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ أَنْفُسَهُمْ ۗ بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّيْ

ٹھہرایا تو بیشک اس نے بہت بڑے گناہ کا بہتان باندھا ○ کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو خود اپنی پاکیزگی بیان کرتے ہیں بلکہ اللہ جسے چاہتا ہے

مَنْ يَّشَآءُ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ﴿٤٩﴾ اُنْظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ۗ وَكَفٰى بِهٖۤ

پاکیزہ بنا دیتا ہے اور ان پر کھجور کے اندر کی جھلی کے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا ○ دیکھو یہ اللہ پر کیسے جھوٹ باندھ رہے ہیں اور کھلے گناہ کے لئے

إِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿٥٠﴾ ع أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِيْنَ أُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ ع ٧ ٨ ٤

یہی جھوٹ کافی ہے ○ کیا تم نے ان لوگوں کو نہ دیکھا جنہیں کتاب کا ایک حصہ ملا وہ بت اور شیطان پر ایمان لاتے ہیں

آیت 48 اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائے اور اسی حالتِ کفر و شرک میں مر جائے تو اللہ تعالیٰ اسے نہیں بخشے گا، وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے عذاب میں ہی مبتلا رہے گا اور جس نے کفر و شرک نہ کیا وہ خواہ کتنا ہی گناہگار اور کبیرہ گناہوں میں ملوث ہو اور توبہ کیے بغیر بھی مر جائے تب بھی وہ ہمیشہ کے لیے داخلِ جہنم نہ ہوگا بلکہ اس کی مغفرت و بخشش اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے، چاہے تو وہ کریم معاف فرما دے اور چاہے تو اسے اس کے گناہوں پر عذاب دینے کے بعد اپنی رحمت سے جنت میں داخل فرما دے اور جس نے کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرایا تو بیشک اس نے بہت بڑے گناہ کا بہتان باندھا۔ **اہم بات:** گناہ بخشے جانے کی امید پر گناہوں میں پڑنا بہت خطرناک ہے بلکہ اگر گناہ کو ہلکا سمجھا تو کفر ہے۔

آیت 49 **شانِ نزول:** یہ آیت ان یہودیوں اور عیسائیوں کے بارے میں نازل ہوئی جو خود کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا اور اس کا پیارا بتاتے اور کہتے تھے کہ ہمارے سوا کوئی جنت میں نہ جائے گا۔ یوں یہ اپنی تعریف کرتے اور وہ بھی جھوٹی۔ چنانچہ فرمایا کہ کیا تم نے ان لوگوں کو نہ دیکھا جو خود اپنی پاکیزگی بیان کرتے ہیں، یہ اپنی ان باتوں سے خود کو پاکیزہ نہیں بنا سکتے بلکہ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے ایمان عطا فرما کر پاکیزہ بنا دیتا ہے۔ یہود و نصاریٰ اپنی ان جھوٹی باتوں پر پوری پوری سزا پائیں گے اور ان پر کھجور کے اندر کی جھلی کے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔

اہم بات: جسے اللہ تعالیٰ کوئی دینی یا دنیوی نعمت عطا کرے اور وہ اسے اپنی ذاتی کاوش کا نتیجہ سمجھے اور اس پر ناز کرے، یہ خود پسندی ہے۔

حدیث پاک میں ہے: جس نے کسی نیک عمل پر اپنی تعریف کی تو اس کا شکر ضائع ہوا اور عمل برباد ہو گیا۔ (کنزالعمال، حدیث: 7674)

آیت 50 فرمایا کہ اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، ان یہودیوں اور عیسائیوں کو دیکھئے کہ یہ کیسی بے باکی سے خود کو بے گناہ اور مقبولِ بارگاہ بتا کر اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھ رہے ہیں اور کھلے گناہ کے لئے یہی جھوٹ کافی ہے۔

آیت 52،51 **شانِ نزول:** کعب بن اشرف کے ساتھ 70 یہودیوں نے مشرکین مکہ کو مسلمانوں سے جنگ کے لئے آمادہ کیا اور انہیں اپنی طرف سے اطمینان دلانے کے لئے بتوں کو سجدہ بھی کر لیا۔ ابوسفیان نے کہا: بتاؤ! ہم ٹھیک راستے پر ہیں یا محمد (صلی اللہ علیہ والہ وسلم)؟ کعب بن اشرف نے کہا: تم ٹھیک راہ پر ہو۔ اس پر یہ آیت اتری اور فرمایا گیا کہ کیا تم نے ان لوگوں یعنی یہودیوں کو نہ دیکھا جنہیں

وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰۤؤُلَاۤءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا ﴿٥١﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ

اور کافروں کو کہتے ہیں کہ یہ (مشرک) مسلمانوں سے زیادہ ہدایت یافتہ ہیں ○ یہی وہ لوگ ہیں جن پر

لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ؕ وَمَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا ﴿٥٢﴾ ؕ اَمْ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّنَ الْمُلْكِ

اللہ نے لعنت کی اور جس پر اللہ لعنت کر دے تو ہرگز تم اس کے لئے کوئی مددگار نہ پاؤ گے ○ کیا ان کے لئے سلطنت کا کچھ حصہ ہے؟

فَاِذًا لَّا يُؤْتُوْنَ النَّاسَ نَقِيْرًا ﴿٥٣﴾ ۙ اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ

ایسا ہو تو یہ لوگوں کو تِل برابر بھی کوئی شے نہ دیتے ○ بلکہ یہ لوگوں سے اس چیز پر حسد کرتے ہیں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے عطا فرمائی ہے

فَقَدْ اٰتَيْنَاۤ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا ﴿٥٤﴾ فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ بِهٖ

پس بیشک ہم نے ابراہیم کی اولاد کو کتاب اور حکمت عطا فرمائی اور انہیں بہت بڑی سلطنت دی ○ پھر ان میں کوئی تو اس پر ایمان لے آیا

وَمِنْهُمْ مَّنْ صَدَّ عَنْهُ ؕ وَكَفٰى بِجَهَنَّمَ سَعِيْرًا ﴿٥٥﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ

اور کسی نے اس سے منہ پھیرا اور عذاب کے لئے جہنم کافی ہے ○ بیشک وہ لوگ جنہوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا عنقریب ہم ان کو

کتاب کا ایک حصہ ملا، وہ بت اور شیطان پر ایمان لاتے اور کافروں کو کہتے ہیں کہ مشرک مسلمانوں سے زیادہ ہدایت یافتہ ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی اور جس پر اللہ تعالیٰ لعنت کر دے تو ہرگز تم اس کے لئے کوئی مددگار نہ پاؤ گے جو اس سے اللہ تعالیٰ کا عذاب روک سکے۔ **اہم بات:** اس آیت میں طاغوت کا لفظ آیا ہے۔ طاغوت وہ ہے جو رب تعالیٰ سے سرکش ہو اور دوسروں کو سرکش بنائے خواہ شیطان ہو یا انسان۔

آیت 53 یہودی کہتے تھے کہ ہم سلطنت و نبوت کے زیادہ حق دار ہیں تو ہم کیسے عربوں کی اتباع کریں! ان کے اس دعوے کی تردید میں فرمایا گیا کہ ان کا سلطنت میں کوئی حصہ نہیں ہے، اگر بالفرض ایسا ہوتا تو یہ اپنے بُخل کی وجہ سے لوگوں کو تِل برابر بھی کوئی شے نہ دیتے۔

آیت 54 اس آیت میں یہودیوں کا اصل مرض بیان کرتے ہوئے فرمایا: حقیقت حال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو نبوت اور ان کے غلاموں کو جو نصرت، غلبہ، عزت وغیرہ نعمتیں عطا فرمائی ان پر یہ لوگ حسد کرتے ہیں۔ یہ فعل سراسر جہالت و حماقت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد پر فضل فرمایا، کسی کو کتاب، کسی کو نبوت، کسی کو حکومت اور کسی کو اکٹھی کئی چیزیں عطا فرمائیں تو اگر وہ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو کتاب اور نبوت و رسالت عطا فرماتا ہے تو اے یہودیو! تم اس سے کیوں جلتے اور حسد کرتے ہو۔

آیت 55 یہودیوں میں سے کسی کو تو آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان لانے کی توفیق ملی جیسے حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور کئی محروم رہے جیسے کعب بن اشرف، تو جو ایمان نہ لایا اس کے لئے جہنم کی بھڑکتی آگ کافی ہے۔

آیت 56 یہاں کافروں کے سخت عذاب اور عذابِ جہنم کی شدت بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ جن لوگوں نے ہماری آیتوں کا انکار

Go To Index

نَارًا ؕ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ ؕ

آگ میں داخل کریں گے۔ جب کبھی ان کی کھالیں خوب جل جائیں گی تو ہم ان کی کھالوں کو دوسری کھالوں سے بدل دیں گے کہ عذاب کا مزہ چکھ لیں۔

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿٥٦﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ

بیشک اللہ زبردست ہے، حکمت والا ہے○ اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے عمل کئے عنقریب ہم اُنہیں اُن

جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ لَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ز

باغوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں (وہ) ان میں ہمیشہ رہیں گے، ان کے لیے وہاں پاکیزہ بیویاں ہیں

وَّنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيْلًا ﴿٥٧﴾ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا ۙ وَاِذَا

اور ہم انہیں وہاں داخل کریں گے جہاں سایہ ہی سایہ ہوگا○ بیشک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں جن کی ہیں ان کے سپرد کرو اور یہ کہ جب

حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًا

تم لوگوں میں فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو بیشک اللہ تمہیں کیا ہی خوب نصیحت فرماتا ہے، بیشک اللہ سننے والا،

بَصِيْرًا ﴿٥٨﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ

دیکھنے والا ہے○ اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور ان کی جو تم میں سے حکومت والے ہیں۔

کیا، عنقریب ہم انہیں آگ میں داخل کریں گے اور جہنم میں جل کر آدمی چھوٹ نہیں جائے گا بلکہ عذاب ہوتا رہے گا، کھالیں جلتی رہیں گی اور اللہ تعالیٰ نئی کھالیں پیدا فرماتا رہے گا تاکہ عذاب کی شدت میں کمی نہ آئے۔ بیشک اللہ تعالیٰ زبردست ہے اسے کوئی چیز عاجز نہیں کر سکتی اور لوگوں کو ان کے اعمال کی سزا دینے میں حکمت والا ہے۔

آیت 57 قرآن پاک میں کافروں کے افعال و عذاب ذکر کرنے کے ساتھ عموماً مؤمنین کے اعمال و جزا کا ذکر بھی ہوتا ہے، چنانچہ یہاں مؤمنین کے متعلق فرمایا کہ عنقریب انہیں ایسے باغوں میں داخل کیا جائے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، انہیں وہاں پاکیزہ بیویاں ملیں گے۔ وہاں دھوپ نہیں ہوگی بلکہ نورِ الٰہی کی تجلی سے روشنی ہوگی، درخت ہوں گے اور ایسی راحت و آسائش ہوگی جو انسانی فہم اور بیان سے بالاتر ہے۔

آیت 58 اس آیت میں دو حکم بیان کئے گئے ہیں: (1) امانتیں ان کے حوالے کر دو جن کی ہیں۔ (2) جب فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ کرو اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں جس عدل و انصاف اور امانتیں ادا کرنے کا حکم فرما رہا ہے یہ بہت اچھی چیزیں ہیں، بیشک اللہ تعالیٰ ہر بات سننے والا اور ہر فعل دیکھنے والا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) یہ دونوں حکم امن و امان کے قیام اور حقوق کی ادائیگی میں مرکزی حیثیت رکھتے ہیں۔ (2) حدیث پاک میں ہے: انصاف کرنے والوں کو قربِ الٰہی میں نور کے منبر عطا کئے جائیں گے۔ (مسلم، حدیث: 4721)

آیت 59 اس آیت میں اللہ تعالیٰ، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور اپنے حکمرانوں کی اطاعت کا حکم دیا گیا، اس کے بعد فرمایا کہ اگر

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ

پھر اگر کسی بات میں تمہارا اختلاف ہو جائے تو اگر اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو تو اس بات کو اللہ اور رسول کی بارگاہ میں

ع ۸/۵ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۠ ﴿۵۹﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا

پیش کرو۔ یہ بہتر ہے اور اس کا انجام سب سے اچھا ہے ○ کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کا دعویٰ ہے کہ وہ اُس پر ایمان لے آئے ہیں

بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْۤا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْۤا

جو تمہاری طرف نازل کیا گیا اور جو تم سے پہلے نازل کیا گیا، وہ چاہتے ہیں کہ فیصلے شیطان کے پاس لے جائیں حالانکہ انہیں تو یہ حکم دیا گیا تھا

اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ ؕ وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ﴿۶۰﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا

کہ اسے بالکل نہ مانیں اور شیطان یہ چاہتا ہے کہ انہیں دور کی گمراہی میں بھٹکاتا رہے ○ اور جب ان سے کہا جائے کہ اللہ کی

کسی بات میں اختلاف ہو جائے تو اگر اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اسے اللہ تعالیٰ اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کرو یعنی کتاب وسنت کی طرف رجوع کرو، یہ آپس میں جھگڑنے اور ذاتی رائے کے ذریعے فیصلہ کرنے سے بہتر اور اس کا انجام سب سے اچھا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) آیت میں ''اُولِی الْاَمْر'' کی اطاعت کا حکم ہے، اس میں امام، امیر، بادشاہ، حاکم، قاضی، علما سب داخل ہیں۔ ہاں! اگر یہ حق کے خلاف حکم دیں تو ان کی اطاعت نہیں کی جائے گی۔ (2) اس آیت سے معلوم ہوا کہ احکام 3 طرح کے ہیں، (1) جو ظاہر کتاب یعنی قرآن سے ثابت ہوں۔ (2) جو ظاہر حدیث سے ثابت ہوں۔ (3) جو قرآن و حدیث کی طرف قیاس کے ذریعے رجوع کرنے سے معلوم ہوں۔

آیت 60، 61 **شانِ نزول:** بشر نامی منافق کا ایک یہودی سے جھگڑا ہوا۔ یہودی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے فیصلہ کرانے کا کہا لیکن منافق نے یہ سوچ کر کہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کسی کی رعایت نہیں فرمائیں گے، کعب بن اشرف یہودی کو پنچ بنانا چاہا۔ یہودی جانتا تھا کہ کعب بن اشرف رشوت خور ہے لہٰذا وہ اسے پنچ بنانے پر راضی نہ ہوا۔ ناچار منافق کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں آنا پڑا۔ معاملہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے جو فیصلہ دیا وہ یہودی کے موافق ہوا اور منافق کے مخالف۔ یہاں سے فیصلہ سننے کے بعد منافق یہودی کو مجبور کر کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لے آیا۔ یہودی نے عرض کی: میرا اور اس کا معاملہ آپ کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم طے فرما چکے ہیں لیکن یہ ان کے فیصلے پر راضی نہیں بلکہ آپ سے فیصلہ چاہتا ہے۔ منافق سے اس بات کی تصدیق کرنے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں! میں ابھی آکر فیصلہ کرتا ہوں، پھر گھر تشریف لے گئے اور تلوار لا کر اسے قتل کر دیا اور فرمایا: جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے فیصلے سے راضی نہیں، اس کا میرے پاس یہی فیصلہ ہے۔ منافق کے وارث قصاص کا مطالبہ لے کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو یہ آیات نازل ہو گئیں جن میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عمل کی تائید ہو رہی تھی اس لیے وارثوں کا مطالبہ مسترد کر دیا گیا۔ **اہم بات:** آیات کا مفہوم ترجمے سے

إِلَىٰ مَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ وَإِلَى ٱلرَّسُولِ رَأَيْتَ ٱلْمُنَٰفِقِينَ يَصُدُّونَ عَنكَ صُدُودًا ﴿٦١﴾ فَكَيْفَ

اتاری ہوئی کتاب اور رسول کی طرف آؤ تو تم دیکھو گے کہ منافق تم سے منہ موڑ کر پھر جاتے ہیں ○ تو کیسی (حالت) ہوگی

إِذَآ أَصَٰبَتْهُم مُّصِيبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ ثُمَّ جَآءُوكَ يَحْلِفُونَ بِٱللَّهِ إِنْ أَرَدْنَآ إِلَّآ

جب ان پر ان کے اپنے اعمال کی وجہ سے کوئی مصیبت آپڑے پھر اے حبیب! قسمیں کھاتے ہوئے تمہارے حضور حاضر ہوتے ہیں کہ ہمارا مقصد

إِحْسَٰنًا وَتَوْفِيقًا ﴿٦٢﴾ أُو۟لَٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ يَعْلَمُ ٱللَّهُ مَا فِى قُلُوبِهِمْ فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ

تو صرف بھلائی اور اتفاق کرانا تھا○ ان کے دلوں کی بات تو اللہ جانتا ہے پس تم ان سے چشم پوشی کرتے رہو اور انہیں سمجھاتے رہو

وَقُل لَّهُمْ فِىٓ أَنفُسِهِمْ قَوْلًۢا بَلِيغًا ﴿٦٣﴾ وَمَآ أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ ٱللَّهِ

اور ان کے بارے میں ان سے پُر اثر کلام کرتے رہو○ اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس لئے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذ ظَّلَمُوٓا۟ أَنفُسَهُمْ جَآءُوكَ فَٱسْتَغْفَرُوا۟ ٱللَّهَ وَٱسْتَغْفَرَ لَهُمُ

اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے تو اے حبیب! تمہاری بارگاہ میں حاضر ہو جاتے پھر اللہ سے معافی مانگتے اور رسول (بھی) ان کی مغفرت کی

واضح ہے البتہ پہلی آیت میں شیطان کے پاس فیصلہ لے کر جانے سے مراد کعب بن اشرف یہودی کے پاس فیصلہ لے کر جانا ہے۔

آیت 63،62 منافقوں کے بارے میں فرمایا کہ اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، ویسے تو یہ آپ سے منہ پھیرتے ہیں لیکن جب ان پر اپنے اعمال کی وجہ سے ملامت یا سزا کی صورت میں کوئی مصیبت آپڑے تو اس وقت اپنے کرتوتوں کی تاویلیں کرنے کے لئے قسمیں کھاتے ہوئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں کہ ہمارا مقصد تو صرف بھلائی اور دو فریقوں میں اتفاق کرانا تھا، اس لئے ہمارا آدمی یہودیوں کے پاس فیصلے کے لئے جانے لگا تھا۔ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کا نفاق اور جھوٹے عذر جانتا ہے پس اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، آپ ان سے چشم پوشی کرتے رہیں، اللہ تعالیٰ کا خوف دلا کر انہیں سمجھاتے رہیں اور ان سے ان کی جانوں کے بارے میں ترغیب و ترہیب پر مشتمل ایسا کلام کرتے رہیں جو ان کے دلوں میں اتر جائے، تاکہ یہ کفر و نفاق چھوڑ کر سچے مسلمان بن جائیں۔

آیت 64 یہاں رسولوں کی تشریف آوری کا مقصد بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ رسولوں کو بھیجتا ہی اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان کی اطاعت کی جائے۔ مزید فرمایا: اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے۔ آیت کے اس حصے میں اگرچہ ایک خاص واقعے کے اعتبار سے کلام ہے لیکن اس میں موجود حکم قیامت تک ہر مسلمان کے لئے ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا: اگر یہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں تو اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، آپ کی بارگاہ میں آجائیں اور اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی طلب کرنے کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں بھی شفاعت کے لئے عرض کریں اور آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ان کی سفارش فرمادیں تو ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت کی بارشیں برسنا شروع ہو جائیں گی اور اس پاک بارگاہ میں آکر یہ خود بھی گناہوں سے پاک ہو جائیں گے۔

اہم باتیں: (1) انبیا و رسل علیہم السلام گناہوں سے معصوم ہیں کیونکہ اگر یہ خود گناہ کریں گے تو دوسرے ان کی اتباع کیا کریں گے۔

الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا ﴿۶۴﴾ فَلَا وَ رَبِّكَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى یُحَكِّمُوْكَ

دعا فرماتے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا، مہربان پاتے ○ تو اے حبیب! تمہارے رب کی قسم، یہ لوگ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے

فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَ یُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ﴿۶۵﴾

آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنالیں پھر جو کچھ تم حکم فرمادو اپنے دلوں میں اس سے کوئی رکاوٹ نہ پائیں اور اچھی طرح دل سے مان لیں ○

وَ لَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَیْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِیَارِكُمْ مَّا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِیْلٌ مِّنْهُمْؕ

اور اگر ہم ان پر فرض کردیتے کہ اپنے آپ کو قتل کردو یا اپنے گھر بار چھوڑ کر نکل جاؤ تو ان میں تھوڑے ہی ایسا کرتے

وَ لَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا یُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَیْرًا لَّهُمْ وَ اَشَدَّ تَثْبِیْتًا ﴿۶۶﴾ۙ وَّ اِذًا لَّاٰتَیْنٰهُمْ

اور اگر وہ ہر وہ کام کرلیتے جس کی انہیں نصیحت کی جاتی ہے تو ان کے لئے بہت بہتر اور ثابت قدمی کا ذریعہ ہوتا ○ اور ایسا ہوتا تو ہم ضرور انہیں

(2) اطاعتِ الٰہی کا طریقہ ہی یہ ہے کہ رسول کی اطاعت کی جائے، لہٰذا جو رسول کی اطاعت کا انکار کرے وہ کافر ہے اگرچہ ساری زندگی سر پر قرآن اٹھا کر پھرتا رہے۔ (3) رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی حیاتِ ظاہری میں آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہونا ظاہر تھا مگر اب آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے مزارِ پُرانوار پر حاضر ہوا جائے جیسا کہ ہمیشہ سے اولیاء و علماء کا معمول چلتا آرہا ہے۔

آیت 65 **شانِ نزول:** ایک انصاری کا حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے اس بات پر جھگڑا ہوا کہ کون پہلے اپنے باغ کو پانی دے گا۔ یہ معاملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں پیش ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو پہلے پانی دینے کی اجازت عطا فرمائی کیونکہ ان کا کھیت پہلے آتا تھا، نیز انصاری سے احسان کرنے کا حکم فرمایا لیکن مجموعی فیصلہ انصاری کو ناگوار گزرا اور ان کی زبان سے نکلا کہ زبیر آپ کے پھوپھی زاد بھائی ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور بتادیا گیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے فیصلے کو تسلیم کرنا فرض قطعی اور تسلیم نہ کرنے کی کوئی گنجائش ہی نہیں۔ **اہم باتیں:** (1) رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا حکم، خدا ہی کا حکم ہے۔ (2) رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا حکم دل و جان سے ماننا ضروری ہے، اسی لیے آیت کے آخر میں فرمایا کہ جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم حکم فرمادیں اس کے متعلق اپنے دلوں میں کوئی رکاوٹ نہ پائیں اور اچھی طرح دل سے مان لیں۔ (3) اسلامی احکام ماننا فرض اور نہ ماننا، ان پر اعتراض کرنا اور ان کا مذاق اڑانا کفر ہے۔

آیت 66-68 ان تین آیات میں مخلص و منافق سب کے اعتبار سے فرمایا گیا کہ یہ کہنا تو آسان ہے لیکن واقعی اپنے آپ کو قتل کرنے، اپنے کافر رشتے داروں کے مقابلے میں تلوار اٹھانے اور اپنے گھروں سے نکل جانے کا حکم دے دیا جاتا تو ایک بڑی تعداد اس حکم پر عمل نہ کرتی، البتہ اگر وہ ہر اس حکم پر عمل کریں جو انہیں دیا جائے خواہ خود کو جان سے ماردینے کا ہو یا گھروں سے نکل جانے کا تو یہ ان کے لئے بہت بہتر اور ایمان پر ثابت قدمی کا ذریعہ ہوتا اور اس پر ہم انہیں عظیم اجر و ثواب عطا فرماتے اور انہیں صراطِ مستقیم کی اعلیٰ درجے کی ہدایت عطا فرماتے۔ **اہم بات:** یہاں جو بتایا گیا کہ اگر خود کو قتل کرنے یا گھر چھوڑ کر نکل جانے کا حکم ہوتا تو بڑی تعداد عمل نہ کرتی

مِّنْ لَّدُنَّآ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿٦٧﴾ وَّلَهَدَيْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿٦٨﴾ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ

اپنے پاس سے بہت بڑا ثواب عطا فرماتے ○ اور ہم انہیں ضرور سیدھے راستے کی ہدایت دیتے ○ اور جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرے

فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ

تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین

وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ﴿٦٩﴾ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ﴿٧٠﴾ ع يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ع ۹/۱۱

اور یہ کتنے اچھے ساتھی ہیں ○ یہ اللہ کا فضل ہے، اور اللہ جاننے والا کافی ہے ○ اے ایمان والو!

اس میں بطورِ خاص منافقین یا کچھ نئے نئے مسلمان ہونے والے داخل ہیں چنانچہ منافقین اکثر جہاد سے راہِ فرار اختیار کرتے تھے اور نئے نئے مسلمان ہونے والے بھی کچھ حضرات جنگوں میں ثابت قدم نہ رہ سکے اور جہاں تک جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم کا تعلق ہے تو کتنے ہی صحابہ نے مختلف جنگوں میں خود کو نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے آگے کر دیا اور آپ پر اپنی جانیں قربان کر دیں۔

آیت 69 **شانِ نزول:** ایک دن حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ اس قدر غمگین حاضر ہوئے کہ چہرے کا رنگ بدلا ہوا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس کا سبب پوچھا تو عرض کیا: مجھے نہ کوئی بیماری ہے اور نہ درد سوائے اس کے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم سامنے نہیں ہوتے تو انتہا درجے کی وحشت و پریشانی ہو جاتی ہے۔ جب آخرت کو یاد کرتا ہوں تو اندیشہ ہوتا ہے کہ وہاں میں کس طرح دیدار کر سکوں گا، آپ اعلیٰ ترین مقام میں ہوں گے اور مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے جنت بھی دی تو اس مقامِ عالی تک رسائی کہاں؟ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں اور انہیں تسکین دیتے ہوئے فرمایا گیا کہ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا فرمانبردار ہے تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ تعالیٰ نے فضل کیا یعنی انبیا، صدیقین، شہدا اور صالحین اور یہ کتنے اچھے ساتھی ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) انبیا علیہم السلام کے مخلص فرمانبردار جنت میں ان کی صحبت و دیدار سے محروم نہ ہوں گے، مقام و مرتبہ کے فرق کے باوجود انہیں انبیا علیہم السلام کی بارگاہ میں حاضری اور قرب کی نعمت حاصل ہوگی۔ (2) **صدیقین**، انبیا علیہم السلام کے ان سچے پیروکاروں کو کہتے ہیں جو اخلاص کے ساتھ ان کی راہ پر قائم رہیں۔ یہاں صدیقین سے اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم سب سے پہلے مراد ہیں جیسے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ **شہداء** سے مراد وہ حضرات ہیں جنہوں نے راہِ خدا میں جانیں دیں اور **صالحین** سے مراد وہ دیندار لوگ ہیں جو حقُ العباد اور حقّ اللہ دونوں ادا کریں اور ان کے احوال و اعمال اور ظاہر و باطن اچھے اور پاک ہوں۔ **درس:** اس واقعہ سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے محبت بھی معلوم ہوئی اور یہ بھی کہ جو آخرت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا قرب چاہتا ہے وہ آپ کی محبت اور اطاعت کا راستہ اختیار کرے۔

آیت 70 ارشاد فرمایا کہ اطاعت گزاروں کا ان مقرب ہستیوں کے ساتھ ہونا فضلِ خداوندی ہے۔

آیت 71 یہاں مسلمانوں سے فرمایا جا رہا ہے کہ دنیا کے دیگر معاملات کی طرح دشمن کے مقابلے میں بھی ہوشیاری اور سمجھداری سے کام لو، دشمن کی گھات سے بچو، اسے اپنے اوپر موقع نہ دو اور اپنی حفاظت کا سامان ساتھ رکھو، پھر موقع محل کی مناسبت سے دشمن

خُذُوْا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِيْعًا ﴿٧١﴾ وَ اِنَّ مِنْكُمْ لَمَنْ لَّيُبَطِّئَنَّ ۚ

ہوشیاری سے کام لو پھر دشمن کی طرف تھوڑے تھوڑے ہو کر نکلو یا اکٹھے چلو○ اور تم میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو ضرور دیر لگائیں گے

فَاِنْ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالَ قَدْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيَّ اِذْ لَمْ اَكُنْ مَّعَهُمْ شَهِيْدًا ﴿٧٢﴾ وَ

پھر اگر تم پر کوئی مصیبت آ پڑے تو دیر لگانے والا کہے گا: بیشک اللہ نے مجھ پر بڑا احسان کیا کہ میں ان کے ساتھ موجود نہ تھا○ اور

لَئِنْ اَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللّٰهِ لَيَقُوْلَنَّ كَاَنْ لَّمْ تَكُنْۢ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَهٗ مَوَدَّةٌ

اگر تمہیں اللہ کی طرف سے فضل ملے تو (تکلیف پہنچنے والی صورت میں تو) گویا تمہارے اور اس کے درمیان کوئی دوستی ہی نہ تھی

يّٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ مَعَهُمْ فَاَفُوْزَ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴿٧٣﴾ فَلْيُقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ

(جبکہ اب) ضرور کہے گا: اے کاش میں (بھی) ان کے ساتھ ہوتا تو بڑی کامیابی حاصل کر لیتا○ پس جو لوگ دنیا کی زندگی کو

يَشْرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ؕ وَ مَنْ يُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ

آخرت کے بدلے میں بیچ دیتے ہیں انہیں چاہیے کہ اللہ کی راہ میں لڑیں اور جو اللہ کی راہ میں لڑے پھر شہید کر دیا جائے یا غالب آ جائے

کی طرف تھوڑے تھوڑے ہو کر نکلو یا اکٹھے چلو یعنی جہاں جو مناسب ہو امیر کی اطاعت میں رہتے ہوئے اور تجربات و عقل کی روشنی میں مفید تدبیریں اختیار کرو۔ **اہم باتیں:** (1) اسباب اختیار کرنا ضروری ہے، توکل ترکِ اسباب کا نام نہیں بلکہ اسباب اختیار کر کے امیدیں اللہ تعالیٰ سے وابستہ کرنے کا نام ہے۔ (2) یہ آیت جنگی تیاریوں، جنگی چالوں، دشمنوں کی حربی طاقت کے اندازے لگانے، معلومات رکھنے، ان کے مقابلے میں بھرپور تیاری اور بہترین جنگی حکمتِ عملی کے جملہ اصولوں کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔

آیت 72، 73 ان دو آیات میں منافقوں کا بیان ہے کہ یہ حتی الامکان میدانِ جنگ کی طرف جانے میں دیر لگائیں گے تاکہ کسی طرح ان کی جان چھوٹ جائے۔ پھر اگر واقعی ایسا ہو جائے کہ مسلمانوں کو کوئی مصیبت آ پہنچے اور منافقین وہاں موجود نہ ہوں تو یہ بڑی خوشی سے کہیں گے: اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ میں وہاں موجود نہ تھا ورنہ میں بھی مصیبت میں پڑ جاتا اور اگر اس کی بجائے مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل یعنی فتح اور مالِ غنیمت حاصل ہو جائے تو اب وہی تکلیف کے وقت اجنبی اور بیگانے بننے والے کہیں گے: اے کاش! ہم بھی ان کے ساتھ ہوتے تو ہمیں بھی کچھ مال مل جاتا۔ **درس:** خود غرضی، موقع شناسی، مفاد پرستی اور مال کی ہوس منافقوں کا طریقہ ہے۔ دنیا میں وہ شخص کبھی کامیاب نہیں ہوتا جو تکلیف کے موقع پر تو کسی کا ساتھ نہ دے لیکن اپنے مفاد کے موقع پر آگے آگے ہوتا پھرے۔

آیت 74 یہاں اہلِ ایمان کا بیان ہے کہ جن لوگوں کی نگاہیں اخروی زندگی پر لگی ہوئی ہیں اور وہ آخرت کی خاطر دنیا کی زندگی قربان کرنے کو تیار ہیں انہیں کسی دنیوی نفع کا خیال دل میں لائے بغیر محض اللہ تعالیٰ کی رضا، دینِ اسلام کی سربلندی اور حق کا بول بالا کرنے کے لئے راہِ خدا میں لڑنا چاہئے۔ جب اس نیت سے کوئی جہاد کرے پھر شہید ہو جائے یا بچ کر آ جائے بہر صورت بارگاہِ الٰہی میں مقبول اور عظیم اجر و ثواب کا مستحق ہو جائے گا۔

Go To Index

فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿٧٤﴾ وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ

تو عنقریب ہم اسے بہت بڑا ثواب عطا فرمائیں گے ○ اور تمہیں کیا ہو گیا کہ تم اللہ کے راستے میں نہ لڑو اور کمزور

الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَآ أَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ

مردوں اور عورتوں اور بچوں کی خاطر (نہ لڑو جو) یہ دعا کررہے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمیں اس شہر سے نکال دے جس کے باشندے

أَهْلُهَا ۚ وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا ۙ وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ نَصِيرًا ﴿٧٥﴾ اَلَّذِينَ اٰمَنُوا

ظالم ہیں اور ہمارے لئے اپنے پاس سے کوئی حمایتی بنادے اور ہمارے لئے اپنی بارگاہ سے کوئی مددگار بنادے ○ ایمان والے

يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِينَ كَفَرُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ الطَّاغُوتِ فَقَاتِلُوا أَوْلِيَآءَ

اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں اور کفار شیطان کی راہ میں لڑتے ہیں تو تم شیطان کے دوستوں سے

الشَّيْطٰنِ ۚ إِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيفًا ﴿٧٦﴾ ع أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ قِيلَ لَهُمْ كُفُّوا أَيْدِيَكُمْ

جہاد کرو بیشک شیطان کا مکرو فریب کمزور ہے ○ کیا تم نے ان لوگوں کو نہ دیکھا جن سے کہا گیا اپنے ہاتھ روکے رکھو

آیت 75 ارشاد فرمایا کہ جہاد فرض ہے اور اسے چھوڑ دینے کا تمہارے پاس کوئی عذر نہیں تو تمہیں کیا ہو گیا کہ تم راہِ خدا میں جہاد نہ کرو حالانکہ دوسری طرف مسلمان مرد، عورتیں اور بچے ظلم کی چکی میں پس رہے ہیں، ان کا کوئی پرسانِ حال نہیں اور وہ دعائیں مانگ رہے ہیں کہ اے اللہ! ہمیں اس بستی کے ظالموں سے نجات عطا فرما اور ہمیں اپنے پاس سے کوئی حمایتی اور مددگار عطا فرما۔ تو جب مسلمان مظلوم ہیں اور تم انہیں بچانے کی طاقت رکھتے ہو تو ان کی مدد کے لیے کیوں نہیں اٹھتے۔ **اہم باتیں:** (1) جہاد فرض ہے، البتہ فرضیتِ جہاد کی کچھ شرائط ہیں جن میں اہم شرط استطاعت یعنی جنگ کی طاقت ہونا ہے۔ (2) اس آیت میں کمزوروں سے مراد مکہ مکرمہ کے وہ مسلمان ہیں جنہیں مشرکین نے مکے میں روکا ہوا تھا اور انہیں ایذائیں دیتے تھے۔ (3) حقیقی ولی و ناصر یعنی مددگار تو اللہ تعالیٰ ہی ہے لیکن ظاہری و باطنی اسباب کی دنیا میں فرشتے وغیرہ بھی ولی اور ناصر یعنی مددگار ہیں۔

آیت 76 فرمایا کہ ایمان والے رضائے الٰہی پانے اور دینِ اسلام کی سربلندی کے لئے راہِ خدا میں جہاد کرتے ہیں اور کفار شیطان کی راہ میں لڑتے ہیں، تو اے مسلمانو! تم شیطان کے دوستوں سے جہاد کرو اور ان پر غالب آؤ۔ بیشک مؤمنین کے ساتھ شیطان کا مکر و فریب کمزور ہے، لہٰذا تم شیطان کے دوستوں سے نہ ڈرو کیونکہ ان کا اعتماد ایک کمزور چیز پر ہے۔

آیت 77 **شانِ نزول:** مشرکین مکہ مکرمہ میں مسلمانوں کو بہت ایذائیں دیتے تھے، اس لیے ہجرت سے پہلے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے کفار کے ساتھ لڑنے کی اجازت طلب کی، اس وقت انہیں جہاد کی اجازت نہ دی گئی اور نماز و زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم ہوا۔ اسی کے متعلق فرمایا گیا کہ کیا تم نے ان لوگوں کو نہ دیکھا جن سے شروعِ اسلام میں مکہ مکرمہ میں کہا گیا کہ ابھی جہاد سے اپنے ہاتھ روک کر رکھو اور ابھی صرف نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو۔ پھر جب مدینہ منورہ میں جہاد فرض ہوا تو اس وقت ایک عرصے تک

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۚ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ

اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو پھر جب ان پر جہاد فرض کیا گیا تو ان میں ایک گروہ لوگوں سے ایسے ڈرنے لگا جیسے اللہ سے

كَخَشْيَةِ اللّٰهِ اَوْ اَشَدَّ خَشْيَةً ۚ وَقَالُوْا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ ۚ لَوْلَاۤ اَخَّرْتَنَاۤ

ڈرنا ہوتا ہے یا اس سے بھی زیادہ اور کہنے لگے: اے ہمارے رب! تو نے ہم پر جہاد کیوں فرض کر دیا؟ تھوڑی سی مدت تک ہمیں اور مہلت کیوں نہ

اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ؕ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ ۚ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى ۫ وَلَا تُظْلَمُوْنَ

عطا کر دی؟ اے حبیب! تم فرما دو کہ دنیا کا ساز و سامان تھوڑا سا ہے اور پرہیزگاروں کے لئے آخرت بہتر ہے اور تم پر ایک دھاگے کے برابر بھی

فَتِيْلًا ﴿۷۷﴾ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ ؕ وَاِنْ تُصِبْهُمْ

ظلم نہ کیا جائے گا○ تم جہاں کہیں بھی ہو گے موت تمہیں ضرور پکڑ لے گی اگرچہ تم مضبوط قلعوں میں ہو اور ان (منافقوں) کو کوئی

تکالیف میں مبتلا رہنے کے بعد کچھ سکون ملنے پر فوراً ہی حکمِ جہاد نازل ہونے کی وجہ سے وہ طبعی خوف کا شکار ہو گئے جو انسانی فطرت ہے اور حالت یہ تھی کہ ان میں ایک گروہ لوگوں سے ایسے ڈرنے لگا جیسے اللہ تعالیٰ سے ڈرنا ہوتا ہے یا اس سے بھی کچھ زیادہ ہی خوف زدہ تھا اور کہنے لگے: اے ہمارے رب! تو نے ہم پر جہاد کیوں فرض کر دیا، اس کی حکمت کیا ہے؟ تھوڑی سی مدت تک ہمیں اور مہلت کیوں نہ عطا کر دی؟ اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، آپ ان سے فرما دیں: دنیا کا ساز و سامان تھوڑا سا ہے، فنا ہونے والا ہے جبکہ پرہیز گاروں کے لئے آخرت تیار کی گئی ہے اور وہی ان کے لئے بہتر ہے اور تم پر ایک دھاگے کے برابر بھی ظلم نہ کیا جائے گا لہٰذا جہاد میں خوشی سے شرکت کرو۔ **اہم بات:** ان حضرات کا یہ سوال حکمت دریافت کرنے یا طلبِ سہولت کے لئے تھا، اعتراض کے لئے نہیں، اسی لئے انہیں اس سوال پر زجر و توبیخ نہ فرمائی گئی بلکہ تسلی بخش جواب دیا گیا۔

آیت 78 ﴾ فرمایا گیا کہ اے جہاد سے ڈرنے والو! موت سے رہائی پانے کی کوئی صورت ہے ہی نہیں، تم جہاں کہیں بھی ہو گے؛ موت تمہیں ضرور پکڑ لے گی اگرچہ تم مضبوط قلعوں میں ہو، لہٰذا جب موت ناگزیر ہے تو بستر پر مرنے سے راہِ خدا میں جان دینا بہتر ہے کیونکہ یہ آخرت کی کامیابی کا سبب ہے۔ اس کے بعد منافقین کے متعلق بتایا گیا کہ اگر انہیں کوئی بھلائی پہنچے جیسے مال میں کثرت یا پیداوار میں اضافہ ہو جائے؛ تو کہتے ہیں: یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اگر انہیں کوئی برائی پہنچے جیسے قحط یا کوئی اور مصیبت آ جائے؛ تو کہتے ہیں: اے محمد! یہ آپ کی وجہ سے آئی ہے، جب سے آپ آئے ہیں تب سے ایسی ہی سختیاں پیش آ رہی ہیں۔ محبوب کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے دفاع میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، تم ان سے فرما دو کہ رزق میں کمی بیشی، قحط یا خوشحالی، رنج یا راحت، فتح یا شکست سب حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں کہ اس کے ارادہ فرمانے سے آتی ہے، ہاں! بندے اس کے اسباب مہیا کر لیتے ہیں۔ جب اصل حقیقت یہی ہے تو ان لوگوں کو کیا ہوا کہ کسی بات کو سمجھنے کے قریب ہی نہیں آتے۔ **درس:** موت سے فرار ممکن نہیں بلکہ اس کا آنا قطعی اور یقینی ہے لیکن یہ کس سال، کس مہینے، کس دن، کس وقت اور کس طرح آئے گی یہ ہمیں معلوم نہیں ہے لہٰذا ہر وقت اس کے لیے تیار رہنا اور اسے یاد رکھنا چاہیے۔ حدیث میں فرمایا: لذتوں کو ختم کر دینے والی یعنی موت کا بکثرت

حَسَنَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَ اِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ ؕ

بھلائی پہنچے تو کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے اور اگر انہیں کوئی برائی پہنچے تو کہتے ہیں: (اے محمد!) یہ آپ کی وجہ سے آئی ہے۔

قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ فَمَالِ هٰۤؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا ﴿۷۸﴾ مَاۤ اَصَابَكَ

اے حبیب! تم فرمادو: سب اللہ کی طرف سے ہے تو ان لوگوں کو کیا ہوا کہ کسی بات کو سمجھنے کے قریب ہی نہیں آتے ○ اے سننے والے! تجھے جو

مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ٝ وَ مَاۤ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ ؕ وَ اَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ

بھلائی پہنچتی ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے اور تجھے جو برائی پہنچتی ہے وہ تیری اپنی طرف سے ہے اور اے حبیب! ہم نے تمہیں سب لوگوں کے لئے

رَسُوْلًا ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿۷۹﴾ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَ مَنْ تَوَلّٰى

رسول بنا کر بھیجا ہے اور گواہی کے لئے اللہ ہی کافی ہے ○ جس نے رسول کا حکم مانا بیشک اس نے اللہ کا حکم مانا اور جس نے منہ موڑا

فَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ﴿ؕ۸۰﴾ وَ يَقُوْلُوْنَ طَاعَةٌ ٝ فَاِذَا بَرَزُوْا مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ

تو ہم نے تمہیں انہیں بچانے کے لئے نہیں بھیجا ○ اور کہتے ہیں: ہم نے فرمانبرداری کی پھر جب تمہارے پاس سے نکل کر جاتے ہیں تو ان میں

ذکر کرتے رہا کرو۔ (ترمذی، حدیث: 2314)

آیت 79 فرمایا کہ اے سننے والے! تمہیں جو بھلائی پہنچتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کا فضل و رحمت ہے اور جو برائی پہنچتی ہے وہ تیری اپنی وجہ سے ہے کہ اپنے گناہوں کے سبب تو اس کا مستحق ہوا اور اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، آپ صرف اہل عرب کے رسول نہیں بلکہ ہم نے آپ کو عرب و عجم سب لوگوں کے لئے رسول بنا کر بھیجا ہے اور اس پر گواہی کے لئے اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے۔ **اہم باتیں:** (1) یہاں بھلائی کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف اور برائی کی نسبت بندے کی طرف کی گئی جبکہ اس سے پہلی آیت میں دونوں کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہے، خلاصہ یہ ہے کہ بندہ جب مؤثرِ حقیقی کی طرف نظر کرے تو ہر چیز کو اسی کی طرف سے جانے اور جب اسباب پر نظر کرے تو برائیوں کو اپنی شامتِ اعمال سمجھے۔ (2) آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم تمام انسانوں کے رسول ہیں اور تمام لوگ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے امتی ہیں۔

آیت 80 **شانِ نزول:** رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی اُس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی اُس نے اللہ تعالیٰ سے محبت کی۔ اِس پر بعض منافقوں نے کہا: محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم چاہتے ہیں کہ ہم انہیں رب مان لیں جیسے عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو رب مانا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے رد میں یہ آیت نازل فرما کر اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے کلام کی تصدیق فرمادی کہ بیشک رسول کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے اور فرمایا: جس نے آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اطاعت سے منہ موڑا تو اس کا وبال اسی پر ہے کیونکہ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اس لئے نہیں بھیجا کہ بہر صورت انہیں جہنم سے بچائیں بلکہ صرف تبلیغ کے لئے بھیجا ہے۔

آیت 81 **شانِ نزول:** یہ آیت ان منافقوں کے بارے میں نازل ہوئی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے سامنے کہتے کہ ہم آپ پر

طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ غَيْرَ الَّذِيْ تَقُوْلُ ؕ وَاللّٰهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُوْنَ ۚ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ

ایک گروہ آپ کے فرمان کے برخلاف رات کو منصوبے بناتا ہے اور اللہ ان کے رات کے منصوبے لکھ رہا ہے تو اے حبیب! تم ان سے چشم پوشی کرو

وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۸۱﴾ اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ؕ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ

اور اللہ پر بھروسہ رکھو اور اللہ کافی کارساز ہے ○ تو کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے اور اگر یہ قرآن اللہ کے علاوہ

غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ﴿۸۲﴾ وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ

کسی اور کی طرف سے ہوتا تو ضرور اس میں بہت زیادہ اختلاف پاتے ○ اور جب امن یا خوف کی کوئی بات ان کے پاس آتی ہے

ایمان لائے اور آپ کی اطاعت ہم پر فرض ہے لیکن وہاں سے اٹھ کر جانے کے بعد اس کے برخلاف حرکتیں کرتے تھے۔ ان کے بارے میں فرمایا گیا کہ ان کے سب منصوبے ان کے نامۂ اعمال میں لکھے جارہے ہیں اور انہیں اس کا بدلہ بھی ملے گا، لیکن چونکہ یہ ظاہری طور پر کلمہ پڑھتے اور اعلانیہ کفر سے باز رہتے تھے اس لئے اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، آپ ان سے چشم پوشی کریں یعنی دنیا میں ان کے کافروں والے احکام نہیں، ہاں! چونکہ ان کی طرف سے خطرہ پایا جاتا ہے تو اس میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھیں اور ان کی طرف سے اللہ تعالیٰ آپ کو کفایت کرے گا۔

آیت 82 یہاں قرآن کی حقانیت کا بیان ہے، چنانچہ فرمایا کہ کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے اور اس کے علوم و حکمتوں کو نہیں دیکھتے کہ اس نے اپنی فصاحت سے تمام مخلوق کو مقابلے سے عاجز کر دیا، غیبی خبروں سے منافقین کے احوال اور مکر و فریب کھول کر رکھ دیئے اور اولین و آخرین کی خبریں دے دیں، اگر یہ قرآن میں غور کریں تو یقیناً اس نتیجے پر پہنچ جائیں گے کہ یہ کلامِ الٰہی اور اسے لانے والا اللہ کا رسول ہے۔ یہ حقانیتِ قرآن پر ایک عام فہم دلیل دی جارہی ہے کہ اگر قرآن اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس کی دی ہوئی غیبی خبریں سو فیصد پوری نہ ہوتیں۔ اسی طرح اس کے مضامین میں بھی اختلاف ہوتا کہ کہیں کوئی بات کہہ دی اور کہیں اس کے برخلاف، یونہی فصاحت و بلاغت ہمیشہ معیاری نہ رہتی لیکن ایسا کچھ نہیں ہوا۔ یہ تمام شواہد اس بات کی روشن دلیل ہیں کہ قرآن پاک کلامِ الٰہی ہے، کسی انسان کا بنایا ہوا کلام ہرگز نہیں۔ **اہم بات:** قرآنِ پاک میں غور و فکر کرنا اعلیٰ درجے کی عبادت ہے لیکن قرآن میں وہی غور و فکر قابلِ اعتبار ہے جو صاحبِ قرآن کے فرامین، صحابہ کرام اور ان سے تربیت یافتہ تابعین رضی اللہ عنہم کے علوم کی روشنی میں ہو، جو غور و فکر اس کے برخلاف ہے وہ گمراہی ہے۔

آیت 83 یہاں اگرچہ خاص سیاق و سباق میں ایک حکم بیان کیا گیا ہے لیکن یہ ہماری زندگی کے ہزاروں گوشوں میں اصلاح کے لیے کافی ہے، اس کا خلاصہ کلام یہ ہے کہ جب کبھی امن مثلاً مسلمانوں کی فتح یا خوف مثلاً مسلمانوں کی شکست کی کوئی بات لوگوں کے پاس آتی ہے جو فساد کا باعث بن سکتی ہے تو وہ فوراً اسے پھیلانے لگتے ہیں حالانکہ اگر اس بات کو یہ لوگ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور صاحبِ رائے و بصیرت اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کی خدمت میں پیش کرتے اور خود کچھ دخل نہ دیتے تو سمجھ دار لوگ ضرور اپنی عقل و دانش یا تحقیق کی روشنی میں اس خبر کی حقیقت جان لیتے اور یوں بات کا بتنگڑ بننے کے بجائے حقیقتِ حال کھل کر سامنے آجاتی۔ اگر اللہ

اَذَاعُوْا بِهٖ ؕ وَ لَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَ اِلٰۤى اُولِی الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِیْنَ

تو اسے پھیلانے لگتے ہیں حالانکہ اگر اس بات کو رسول اور اپنے بااختیار لوگوں کی خدمت میں پیش کرتے تو ضرور اُن میں سے نتیجہ نکالنے کی صلاحیت

یَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ؕ وَ لَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّیْطٰنَ

رکھنے والے اُس (خبر کی حقیقت) کو جان لیتے اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو ضرور تم میں سے چند ایک کے علاوہ سب شیطان کے پیچھے

اِلَّا قَلِیْلًا ﴿۸۳﴾ فَقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۚ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ وَ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِیْنَ ۚ

لگ جاتے○ تو اے حبیب! اللہ کی راہ میں جہاد کریں۔ آپ کو آپ کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دی جائے گی اور مسلمانوں کو (جہاد کی) ترغیب دیتے رہو۔

عَسَى اللّٰهُ اَنْ یَّكُفَّ بَاْسَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ؕ وَ اللّٰهُ اَشَدُّ بَاْسًا وَّ اَشَدُّ تَنْكِیْلًا ﴿۸۴﴾

عنقریب اللہ کافروں کی طاقت روک دے گا اور اللہ کی طاقت سب سے زیادہ مضبوط ہے اور اس کا عذاب سب سے زیادہ شدید ہے ○

تعالیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو بھیج کر اور قرآن نازل فرما کر تم پر اپنا فضل نہ فرماتا اور تمہیں ہدایت دے کر تم پر اپنی رحمت نہ فرماتا تو ضرور تم میں سے چند ایک کے علاوہ سب شیطان کے پیچھے لگ جاتے۔ **اہم باتیں:** (1) امورِ دینیہ میں ہر شخص کو دخل جائز نہیں، جو اہل ہو وہی ان میں غور کرے۔ (2) یہ آیت قیاس جائز ہونے کی ایک دلیل ہے، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک علم وہ ہے جو قرآن وحدیث سے صراحت کے ساتھ حاصل ہوتا ہے اور ایک وہ ہے جو استنباط و قیاس کے ذریعے حاصل ہوتا ہے۔ **درس:** اس آیت کو سامنے رکھ کر ہم اپنے گھروں، ملکی، بین الاقوامی اور صحافتی معاملات کو جانچ سکتے ہیں۔ ہمارے ہاں جھوٹی باتیں، مسلمانوں اور اسلام کو بدنام کرنے کے لیے افواہیں اور جھوٹی خبریں دن رات پھیلائی جاتی ہیں۔ یہی معاملہ گھروں میں ہے کہ کسی نے کچھ بات کہی، وہ پھیلتے پھیلتے دس گُنا اضافوں کے ساتھ ایسی ہو گئی کہ خاندانوں میں لڑائیاں چھڑ گئیں۔ ان سب کے لیے قرآن نے یہ اصول دیا ہے کہ جب بھی ایسی کوئی بات پہنچے تو اہلِ دانش اور سمجھ دار لوگوں تک پہنچا دی جائے، وہ غور و فکر اور تحقیق سے اس کی حقیقت معلوم کر لیں گے اور یوں بات کا بتنگڑ اور رائی کا پہاڑ نہیں بنے گا۔

آیت 84 **شانِ نزول:** جب ابو سفیان سے طے شدہ بدرِ صغریٰ یعنی چھوٹے غزوۂ بدر کی جنگ کا وقت آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس کے لئے لوگوں کو بلایا، کچھ افراد کو یہ بات بھاری محسوس ہوئی تو یہ آیت نازل ہوئی اور حکم دیا گیا کہ اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، آپ جہاد کے لئے جائیں، آپ کو آپ کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دی جائے گی خواہ کوئی آپ کا ساتھ دے یا نہ دے۔ ہاں! مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دیتے رہیں۔ عنقریب اللہ تعالیٰ کافروں کی طاقت روک دے گا اور اللہ تعالیٰ کی طاقت سب سے زیادہ مضبوط اور اس کا عذاب سب سے زیادہ شدید ہے۔ یہ حکم پا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم بدرِ صغریٰ کی جنگ کے لئے روانہ ہوئے اور 70 سوار ہمراہ تھے۔ **اہم باتیں:** (1) اس آیت میں بیان کردہ غیبی خبر بھی پوری ہوئی اور کفار مسلمانوں کے چھوٹے سے لشکر سے ایسے مرعوب ہوئے کہ مقابلے میں ہی نہ آئے۔ (2) رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم شجاعت میں بھی سب سے اعلیٰ ہیں کہ آپ کو تنہا کفار کے

مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا ۚ وَ مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ
جو اچھی سفارش کرے اس کے لئے اس کا اجر ہے اور جو بری سفارش کرے اس کے لئے اس میں سے
كِفْلٌ مِّنْهَا ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ مُّقِیْتًا ﴿۸۵﴾ وَ اِذَا حُیِّیْتُمْ بِتَحِیَّةٍ فَحَیُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَاۤ
حصہ ہے اور اللہ ہر شے پر قادر ہے ○ اور جب تمہیں کسی لفظ سے سلام کیا جائے تو تم اس سے بہتر لفظ سے جواب دو
اَوْ رُدُّوْهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ حَسِیْبًا ﴿۸۶﴾ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَیَجْمَعَنَّكُمْ
یا وہی الفاظ کہہ دو۔ بیشک اللہ ہر چیز پر حساب لینے والا ہے ○ اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور وہ ضرور تمہیں
اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ لَا رَیْبَ فِیْهِ ؕ وَ مَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِیْثًا ﴿۸۷﴾ؑ فَمَا لَكُمْ فِی الْمُنٰفِقِیْنَ
قیامت کے دن اکٹھا کرے گا جس میں کوئی شک نہیں اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی ○ تو تمہیں کیا ہوا کہ منافقوں کے بارے میں

النصف
ع ۸

مقابل تشریف لے جانے کا حکم ہوا اور آپ آمادہ ہو گئے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ و الہ وسلم سے زیادہ بہادر، طاقتور، سخی اور پسندیدہ کسی کو نہیں دیکھا۔(الشفاء، 116/1)

آیت 85 فرمایا کہ جو لوگوں کے درمیان اچھی سفارش کرے اس کے لئے اس سفارش کا ثواب ہے اور جو بری سفارش کرے اس کے لئے اس کے بوجھ میں سے حصہ ہے اور اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے چنانچہ وہ ہر ایک کو اس کے کئے کا بدلہ دے گا۔ **اہم بات:** اچھی سفارش وہ ہے جس میں کسی کو جائز نفع پہنچایا جائے یا تکلیف سے بچایا جائے، اس پر ثواب ہے اور بری سفارش وہ ہے جس میں غلط سفارش کی جائے، ظالم کو غلط طریقے سے بچایا جائے یا کسی کی حق تلفی کی جائے یا ناجائز کام میں سفارش کی جائے۔ یہ سب حرام ہے۔

آیت 86 ارشاد فرمایا: جب تمہیں کسی لفظ سے سلام کیا جائے مثلاً کوئی کہے: اَلسَّلَامُ عَلَیْكُمْ تو تم اس سے بہتر لفظ سے جواب دو مثلاً یہ کہو: وَعَلَیْكُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ، یا وہی الفاظ کہہ دو جو سلام کرنے والے نے کہے تھے۔ بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر حساب لینے والا ہے چنانچہ وہ اس کی بھی جزا عطا فرمائے گا۔ **اہم بات:** اسلام سے پہلے اہلِ عرب ایک دوسرے سے ملتے وقت یہ کہتے تھے: حَیَّاكَ اللّٰهُ یعنی اللہ تعالیٰ تجھے زندہ رکھے۔ دینِ اسلام میں اس کلمے کو سلام سے تبدیل کر دیا گیا اور سلام ان الفاظ کی نسبت زیادہ کامل ہے کیونکہ جو سلامت ہو گا وہ زندہ بھی ہو گا جبکہ زندہ شخص سلامت بھی ہو یہ ضروری نہیں۔ **مسئلہ:** سلام کرنا سنّت ہے اور جواب دینا فرض۔ جواب میں افضل یہ ہے کہ سلام کرنے والے کے سلام پر کچھ بڑھائے مثلاً پہلا شخص اَلسَّلَامُ عَلَیْكُمْ کہے تو دوسرا شخص وَعَلَیْكُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ کہے اور اگر پہلے نے وَرَحْمَةُ اللّٰهِ بھی کہا تو یہ وَبَرَكَاتُهٗ بڑھائے۔ اس سے زیادہ سلام و جواب میں کوئی اضافہ نہیں ہے۔

آیت 87 فرمایا کہ اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور وہ ضرور تمہیں تمہاری قبروں سے قیامت کے دن اکٹھا کرے گا جس میں کوئی شک نہیں اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ سچا کوئی نہیں کیونکہ اس کا جھوٹ بولنا ناممکن و محال ہے کہ جھوٹ عیب ہے اور اللہ تعالیٰ ہر عیب سے پاک ہے۔

آیت 88 **شانِ نزول:** اہلِ مکہ کی ایک جماعت کھلم کھلا مرتد ہو کر مشرکین سے جاملی یا پھر منافقوں کے ایک گروہ نے یہ حرکت کی۔

فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا ؕ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَهْدُوْا مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ؕ

دو گروہ ہوگئے حالانکہ اللہ نے ان کے اعمال کے سبب ان (کے دلوں) کو الٹا دیا ہے۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ تم اسے راہ دکھاؤ جسے اللہ نے گمراہ کردیا

وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ﴿۸۸﴾ وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا

اور جسے اللہ گمراہ کردے تو ہرگز تو اس کے لئے (ہدایت کا) راستہ نہ پائے گا۔ وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ جیسے وہ کافر ہوئے کاش کہ تم بھی ویسے ہی کافر ہو جاؤ

فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ اَوْلِيَآءَ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا

پھر تم سب ایک جیسے ہو جاؤ۔ تو تم ان میں سے کسی کو اپنا دوست نہ بناؤ جب تک وہ اللہ کی راہ میں ہجرت نہ کریں پھر اگر وہ منہ پھیریں

فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ ۪ وَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۸۹﴾ اِلَّا

تو انہیں پکڑو اور جہاں پاؤ قتل کرو اور ان میں کسی کو نہ دوست بناؤ اور نہ ہی مددگار۔ مگر (ان لوگوں کو قتل نہ کرو)

الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ اِلٰى قَوْمٍۭ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ اَوْ جَآءُوْكُمْ حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ

جو ایسی قوم سے تعلق رکھتے ہوں کہ تمہارے اور ان کے درمیان (امن کا) معاہدہ ہو یا تمہارے پاس اس حال میں آئیں کہ ان کے دل تنگ آچکے ہوں

ان کے بارے میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے دو گروہ ہوگئے، ایک گروہ انہیں قتل کرنے پر اصرار اور دوسرا اس سے منع کر رہا تھا۔ اس معاملے میں یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا: اے ایمان والو! تمہیں کیا ہو گیا کہ تم منافقوں کے بارے میں دو گروہ بن گئے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ارتداد اور مشرکوں کے ساتھ جاملنے کی وجہ سے ان کے دلوں کو الٹا دیا ہے، کیا تم یہ چاہتے ہو کہ جسے اللہ تعالیٰ نے گمراہ کردیا اسے ہدایت کی راہ دکھادو! یہ محال ہے کیونکہ جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کردے تم ہرگز اس کے لئے ہدایت کا کوئی راستہ نہ پاؤ گے۔ اس آیت میں مزید تفسیری اقوال بھی ہیں۔

آیت 89 منافقوں کی سرکشی کے بارے میں بتایا جارہا ہے کہ اے مسلمانو! منافق تو یہ چاہتے ہیں کہ جیسے وہ کافر ہوئے، کاش کہ تم بھی ویسے ہی کافر ہو جاؤ؛ پھر تم سب کفر میں ایک جیسے ہو جاؤ۔ جب ان کا یہ حال ہے تو تم ان میں سے کسی کو اس وقت تک اپنا دوست نہ بناؤ جب تک وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت نہ کرلیں جس سے اس بات کا ثبوت مل جائے کہ یہ واقعی مومن ہیں لیکن اگر وہ ہجرت نہ کریں تو اے مسلمانو! (دورانِ جہاد) انہیں پکڑو اور جہاں پاؤ قتل کردو اور اگر وہ تم سے دوستی کا دعویٰ کریں اور دشمنوں کے خلاف تمہاری مدد کے لئے تیار ہوں تو انہیں دوست و مددگار نہ بناؤ کیونکہ یہ بھی دشمن ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ اہلِ مکہ میں جو مسلمان ہوئے اور قدرت کے باوجود مکے سے ہجرت نہ کی جو اس وقت فرض تھی تو وہ اس حکم کا مصداق ہیں اور انہیں ہجرت نہ کرنے کی صورت میں کفار کے حکم میں رکھ کر ان سے ایسا برتاؤ کرنے کا حکم دیا گیا۔

آیت 90 گزشتہ آیت میں قتل کا جو حکم دیا گیا، یہاں اس حکم سے خارج لوگوں کے متعلق بتایا جارہا ہے، چنانچہ فرمایا کہ ان لوگوں کو قتل نہ کرو جن کا ایسی قوم سے تعلق ہو جن سے تمہارا امن کا معاہدہ ہو چکا ہو یا جن کے دل تنگ آچکے ہوں کہ تم سے لڑائی کریں یا

Go To Index

اَنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ اَوْ يُقَاتِلُوْا قَوْمَهُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ فَلَقٰتَلُوْكُمْ ۚ فَاِنِ اعْتَزَلُوْكُمْ
کہ تم سے لڑائی کریں یا اپنی قوم سے لڑیں اور اللہ اگر چاہتا تو ضرور انہیں تم پر مسلط کر دیتا تو وہ بے شک تم سے لڑتے پھر اگر وہ تم سے دور رہیں
فَلَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ وَاَلْقَوْا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ ۙ فَمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيْلًا ﴿٩٠﴾ سَتَجِدُوْنَ
اور نہ لڑیں اور تمہاری طرف صلح کا پیغام بھیجیں تو (صلح کی صورت میں) اللہ نے تمہیں ان پر (لڑائی) کا کوئی راستہ نہیں رکھا ○ عنقریب تم کچھ
اٰخَرِيْنَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّاْمَنُوْكُمْ وَيَاْمَنُوْا قَوْمَهُمْ ؕ كُلَّمَا رُدُّوْٓا اِلَى الْفِتْنَةِ
دوسروں کو پاؤ گے جو چاہتے ہیں کہ وہ تم سے بھی امن میں رہیں اور اپنی قوم سے بھی امن میں رہیں (لیکن) جب کبھی انہیں فتنے کی طرف پھیرا جاتا ہے
اُرْكِسُوْا فِيْهَا ۚ فَاِنْ لَّمْ يَعْتَزِلُوْكُمْ وَيُلْقُوْٓا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ وَيَكُفُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ
تو اس میں اوندھے جا پڑتے ہیں۔ پھر اگر وہ تم سے کنارہ کشی نہ کریں اور تمہارے ساتھ صلح نہ کریں اور اپنے ہاتھ تم (سے لڑنے) سے نہ روکیں
ع ١٢/٤/٩ فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ ؕ وَاُولٰٓئِكُمْ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿٩١﴾ ع
تو تم انہیں پکڑ لو اور جہاں پاؤ انہیں قتل کر دو اور یہی وہ لوگ ہیں جن کے خلاف ہم نے تمہیں کھلا اختیار دیا ہے ○

تمہارے ساتھ مل کر اپنی قوم سے لڑیں یعنی دونوں میں سے کسی کے ساتھ جنگ نہیں کرنا چاہتے۔ مزید اپنا احسان بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ضرور انہیں تم پر مسلط کر دیتا تو وہ یقیناً تم سے لڑتے اور تم پر غالب بھی آجاتے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا اور مسلمانوں کو ان کے شر سے محفوظ رکھا؛ پھر اگر کفار تم سے دور رہیں اور لڑنے کی بجائے صلح کا پیغام بھیجیں تو اس صورت میں تمہیں ان سے جنگ کرنے کی اجازت نہیں۔ **اہم بات:** بعض مفسرین کے نزدیک یہ آیت منسوخ ہے اور اب سلطانِ اسلام کو صلح کرنے، نہ کرنے کا اختیار ہے۔

آیت 91 **شانِ نزول:** مدینہ منورہ کے دو قبیلوں اسد اور غطفان کے لوگ مسلمانوں کے سامنے کلمہ پڑھتے اور خود کو مسلمان ظاہر کرتے لیکن جب اپنی قوم سے ملتے اور وہ لوگ پوچھتے کہ تم کس چیز پر ایمان لائے ہو؟ تو یہ اسلام کا مذاق اڑاتے اور نہایت غلیظ جملے کہتے۔ اس انداز سے ان کا مقصد یہ تھا کہ دونوں طرف تعلقات رکھیں اور کسی جانب سے انہیں نقصان نہ پہنچے۔ یہ لوگ منافق تھے، ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا: یہ لوگ تم سے بھی امن چاہتے ہیں اور اپنی قوم سے بھی لیکن در حقیقت تمہارے ساتھ نہیں ہیں کیونکہ جب انہیں کسی فتنے مثلاً شرک یا مسلمانوں سے جنگ کی طرف بلایا جاتا ہے تو یہ مسلمانوں کے دشمنوں ہی کے ساتھ ہوتے ہیں۔ اگر یہ لوگ تمہارے ساتھ جنگ کرنے سے باز آکر ایک طرف نہ ہو جائیں اور تمہارے ساتھ صلح نہ کریں تو ان کے کفر، غداری اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے سبب ہم نے تمہیں ان کو قتل کرنے کا کھلا اختیار دیا ہے، تو تم انہیں پکڑ لو اور جہاں پاؤ قتل کر دو۔

وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـًٔا ۚ وَ مَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا فَتَحْرِيْرُ

اور کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے کہ کسی مسلمان کو قتل کرے مگر یہ کہ غلطی سے ہوجائے اور جو کسی مسلمان کو غلطی سے قتل کردے تو ایک مسلمان

رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّ دِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰۤى اَهْلِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا ؕ فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ

غلام کو آزاد کرنا اور دیت دینا لازم ہے جو مقتول کے گھر والوں کے حوالے کی جائے گی سوائے اس کے کہ وہ معاف کردیں پھر اگر وہ مقتول تمہاری دشمن

عَدُوٍّ لَّكُمْ وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ؕ وَ اِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَ

قوم سے ہو اور وہ مقتول خود مسلمان ہو تو صرف ایک مسلمان غلام کا آزاد کرنا لازم ہے اور اگر وہ مقتول اس قوم میں سے ہو کہ تمہارے اور ان کے

بَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰۤى اَهْلِهٖ وَ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ

درمیان معاہدہ ہو تو اس کے گھر والوں کے حوالے دیت کی جائے اور ایک مسلمان غلام یا لونڈی کو آزاد کیا جائے پھر جسے (غلام) نہ ملے تو

آیت 92 ﴿ شانِ نزول: یہ آیت عیاش بن ربیعہ مخزومی کے بارے میں نازل ہوئی، اس کا مختصر واقعہ یہ ہے کہ آپ ہجرت سے پہلے مسلمان ہوئے اور گھر والوں کے خوف سے مدینہ منورہ میں رہائش اختیار کرلی۔ ماں نے آپ کے سوتیلے بھائیوں حارث اور ابو جہل سے کہا: جب تک تم اسے واپس نہ لاؤ گے میں کچھ بھی کھاؤں، پیوں گی نہیں۔ یہ دونوں حارث بن زید کو ساتھ لے کر گئے اور دین سے متعلق چھیڑ چھاڑ نہ کرنے کی یقین دہانی کرواکر عیاش کو واپسی پر راضی کرلیا۔ مدینہ منورہ سے باہر نکلتے ہی آپ کو کوڑے مار کر باندھا اور مکہ مکرمہ پہنچ کر ایسے ہی تپتی دھوپ میں ڈال دیا گیا۔ ان مصیبتوں میں مبتلا ہوکر عیاش نے اپنا دین ترک کردیا۔ اس پر حارث بن زید نے اسے ملامت کی تو اس نے انہیں قتل کرنے کی قسم کھالی۔ اس کے کچھ عرصہ بعد پہلے عیاش نے، پھر حارث بن زید نے بھی اسلام قبول کرلیا اور دونوں مدینہ منورہ ہجرت کرگئے۔ جب حارث بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اس وقت وہاں حضرت عیاش رضی اللہ عنہ موجود نہ تھے اس لیے انہیں حضرت حارث رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کی خبر نہ ہوئی۔ قبا کے قریب انہوں نے حضرت حارث رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو انہیں قتل کردیا اور جب ان کے قبولِ اسلام کا پتا چلا تو بہت افسوس ہوا اور بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوکر واقعہ عرض کیا، اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔ اس آیت میں قتل کی چار صورتوں کا اور تین صورتوں میں کفارے کا بیان ہے۔ (1) ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان کو ناحق قتل کرنا حرام ہے۔ (2) کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کو غلطی سے قتل کردے (جیسے شکار کو مار رہا ہو مگر گولی مسلمان کو لگ جائے یا کسی کو حربی کافر سمجھ کر مارا بعد میں پتا چلا کہ مقتول مسلمان ہے) تو قاتل پر ایک غلام یا لونڈی آزاد کرنا لازم ہے اور وہ دیت بھی دے گا جو مقتول کے وارثوں کو دی جائے گی، ہاں اگر مقتول کے وارث دیت معاف کردیں تو وہ معاف ہوجائے گی۔ (3) اگر مقتول کا تعلق دشمن قوم سے ہو لیکن وہ بذات خود مسلمان ہو تو صرف ایک مسلمان غلام کا آزاد کرنا لازم ہے، دیت وغیرہ کچھ لازم نہ ہوگی۔ (4) اگر مقتول کا تعلق اس قوم سے ہو جن کے ساتھ تمہارا باہمی معاہدہ ہے (جیسے وہ کافر ہو جس کے جان ومال کی حفاظت کا بادشاہِ اسلام نے جزیہ کے بدلے ذمہ لیا ہو، یا وہ کافر ہو جو مسلمان حکومت کی اجازت سے مسلم ملک میں آیا ہو۔ پہلے کو اصطلاح میں ذمی اور دوسرے کو مستامن کہتے ہیں۔) تو اس کے گھر والوں کو دیت دی جائے گی اور ایک مسلمان غلام یا لونڈی کو آزاد کیا جائے گا، البتہ اگر

شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ ۫ تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۹۲﴾ وَ مَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا

دو مہینے کے مسلسل روزے (لازم ہیں۔یہ) اللہ کی بارگاہ میں توبہ (ہے) اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے ○ اور جو کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کردے

فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ لَعَنَهٗ وَ اَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ﴿۹۳﴾

تو اس کا بدلہ جہنم ہے عرصہ دراز تک اس میں رہے گا اور اللہ نے اس پر غضب کیا اور اس پر لعنت کی اور اس کے لئے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے ○

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰۤى اِلَيْكُمُ

اے ایمان والو! جب تم اللہ کے راستے میں چلو تو خوب تحقیق کرلیا کرو اور جو تمہیں سلام کرے اسے یہ نہ

السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا ۚ تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۫ فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ ؕ كَذٰلِكَ

کہو کہ تو مسلمان نہیں۔ تم دنیوی زندگی کا سامان چاہتے ہو پس اللہ کے پاس بہت سے غنیمت کے مال ہیں۔ پہلے تم بھی

غلام لونڈی نہ ملے (جیسے ہمارے زمانے میں ہے) تو پھر دو مہینے کے مسلسل روزے رکھنا لازم ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کی توبہ ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو جاننے والا اور انہیں حکم دینے میں حکمت والا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) دیت مقتول کے ترکہ کے حکم میں ہے، یعنی یہ وراثت کی طرح تقسیم ہوگی، اس سے مقتول کا قرضہ بھی ادا کیا جائے گا اور وصیت بھی پوری کی جائے گی۔ (2) قتلِ خطا کے کفارے میں کافر غلام آزاد نہ کیا جائے گا۔ باقی کفارات میں حنفی مذہب کے مطابق ہر طرح کا غلام آزاد کرسکتے ہیں جیسے روزے یا ظہار کا کفارہ ہو۔

آیت 93 گزشتہ آیت میں مسلمان کے غلطی سے قتل کا حکم بیان ہوا اور یہاں جان بوجھ کر قتل کی اخروی وعید بیان کی جارہی ہے جو آیت کے ترجمہ سے واضح ہے۔ **اہم بات:** مسلمانوں کا قتل حلال سمجھ کر کرنا کفر ہے جس کی سزا ہمیشہ جہنم میں رہنا ہے اور اگر حرام جانتے ہوئے قتل کیا تو یہ شدید ترین کبیرہ گناہ ہے، ایسا شخص مدتِ دراز تک جہنم میں رہے گا۔ **درس:** افسوس! فی زمانہ غنڈہ گردی، دہشت گردی، ڈکیتی اور چھوٹی چھوٹی باتوں پر قتل کے واقعات عام ہیں۔ حدیث پاک میں ہے: بڑے کبیرہ گناہوں میں سے ایک کسی جان کو (ناحق) قتل کرنا ہے۔ (بخاری، حدیث: 6871)

آیت 94 **شانِ نزول:** فدک کے رہنے والوں میں سے صرف مرداس بن نہیک رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا تھا۔ جب اس قوم کو لشکرِ اسلام اپنی طرف آنے کی خبر ملی تو حضرت مرداس کے علاوہ سب لوگ بھاگ گئے۔ لشکرِ اسلام کی آمد کا یقین ہونے پر یہ اپنی بکریاں لے کر ان کے پاس آئے اور کہنے لگے: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ۔ مسلمانوں نے سمجھا کہ یہ دھوکہ دینے کے لئے ایمان ظاہر کر رہے ہیں کیونکہ اہلِ فدک تو سب کافر ہیں۔ اس خیال سے حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے انہیں قتل کردیا اور ان کی بکریاں لے آئے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کو بتایا گیا تو آپ کو بہت رنج ہوا۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے بکریاں ان کے اہلِ خانہ کو واپس کرنے کا حکم دیا۔ فرمایا گیا کہ اے ایمان والو! جب تم اللہ تعالیٰ کے راستے میں چلو تو خوب تحقیق کرلیا کرو اور جو تمہیں سلام کرے یا جس میں اسلام کی علامت پاؤ تو جب تک اس کا کفر ثابت نہ ہو جائے اس پر

كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿٩٤﴾ لَا يَسْتَوِي

ایسے ہی تھے تو اللہ نے تم پر احسان کیا تو خوب تحقیق کرلو بیشک اللہ تمام اعمال سے خبردار ہے ○ عذر والوں کے علاوہ

الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ

جو مسلمان جہاد سے بیٹھے رہے وہ اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرنے والے برابر نہیں۔

فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ

اپنی جانوں اور مالوں کے ساتھ جہاد کرنے والوں کو بیٹھے رہنے والوں پر اللہ نے درجے کے اعتبار سے فضیلت عطا فرمائی ہے اور اللہ نے سب سے بھلائی کا

الْحُسْنٰى ؕ وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿٩٥﴾ دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَ

وعدہ فرمایا ہے اور اللہ نے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر بہت بڑے اجر کی فضیلت عطا فرمائی ہے ○ اس کی طرف سے بہت سے درجات اور

ہاتھ نہ ڈالو اور اسے یہ نہ کہو کہ تو مسلمان نہیں۔ تم دنیوی زندگی کا سامان چاہتے ہو پس اللہ تعالیٰ کے پاس بہت سے غنیمت کے مال ہیں۔ مسلمانوں کو سمجھانے کے لیے مزید فرمایا کہ پہلے تم بھی ایسے ہی تھے یعنی جب تم اسلام لائے تو تمہارا اظہارِ ایمان بے اعتبار نہ سمجھا گیا بلکہ زبان سے کلمۂ شہادت سن کر تمہارے جان ومال محفوظ کر دیئے گئے، تمہیں بھی اسلام میں داخل ہونے والوں کے ساتھ یہی سلوک کرنا چاہئے اور یہ تم پر اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ تمہیں اسلام پر استقامت بخشی اور تمہارا مومن ہونا مشہور کیا لہٰذا خوب تحقیق کر لیا کرو کہ کہیں تمہارے ہاتھوں کوئی مسلمان نہ قتل ہو۔ بیشک اللہ تعالیٰ تمام اعمال سے خبردار ہے اور وہ تمہیں ان کا بدلہ دے گا۔

آیت 95 اس آیت میں جہاد کی ترغیب دیتے ہوئے 4 باتیں ارشاد فرمائی گئی ہیں: (1) عذر والوں کے علاوہ جہاد نہ کرنے والے اور راہِ خدا میں اپنے مال و جان کے ساتھ جہاد کرنے والے اجر و ثواب میں برابر نہیں ہیں۔ (2) اپنے جان ومال کے ساتھ جہاد کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے عذر کی وجہ سے جہاد میں شریک نہ ہونے والوں پر درجے کے اعتبار سے فضیلت عطا فرمائی ہے کیونکہ شرکتِ جہاد کی نیت میں اگرچہ دونوں برابر ہیں لیکن عملی طور پر جہاد کرنے کی وجہ سے مجاہدین کا درجہ بڑا ہے۔ (3) ان دونوں گروہوں سے ان کے اچھے عقیدے اور سچی نیت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے بھلائی یعنی جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔ (4) اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو جہاد نہ کرنے والوں پر بہت بڑے اجر کی فضیلت عطا فرمائی ہے۔ **اہم باتیں:** (1) جب اس آیت کا ابتدائی حصہ نازل ہوا تو حضرت عبد اللہ بن اُمِّ مکتوم رضی اللہ عنہ عرض کرنے لگے: یا رسول اللہ! میں نابینا ہوں، جہاد میں کیسے جا سکتا ہوں۔ اس پر یہ حصہ "غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ" نازل ہوا، جس میں بتایا گیا کہ جو لوگ بیماری، بڑھاپے، نابینائی، ہاتھ پاؤں ناکارہ ہونے وغیرہ عذر کی وجہ سے جہاد میں حاضر نہ ہو سکیں انہیں اجر و ثواب سے محروم نہ کیا جائے گا۔ (2) نیت بہت عظیم عمل ہے کہ عمل کئے بغیر بھی سچی نیت ہونے کی صورت میں ثواب مل جاتا ہے۔

آیت 96 یہاں مجاہدین کا اجر بیان فرمایا گیا کہ ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنت کے بہت سے درجات، گناہوں کی بخشش اور جنت کی نعمتیں ہیں اور اللہ تعالیٰ جہاد کرنے والوں کو بخشنے والا اور ان پر مہربان ہے۔ حدیث پاک میں ہے: اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کے لئے جنت میں 100 درجے مہیا فرمائے، ہر دو درجوں میں اتنا فاصلہ ہوگا جتنا آسمان و زمین کے درمیان ہے۔ (بخاری، حدیث: 2790)

ع ١٣ ٥ ١٠ مَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿٩٦﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ

بخشش اور رحمت (ہے) اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ○ بیشک وہ لوگ جن کی جان فرشتے اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ وہ اپنی جانوں پر

اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ ؕ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْاَرْضِ ؕ قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ

ظلم کرنے والے ہوتے ہیں ان سے (فرشتے) کہتے ہیں: تم کس حال میں تھے؟ وہ کہتے ہیں کہ ہم زمین میں کمزور تھے۔ تو فرشتے کہتے ہیں: کیا اللہ کی زمین

وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا ؕ فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ﴿٩٧﴾ اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ

کشادہ نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے؟ تو یہ وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ کتنی بری لوٹنے کی جگہ ہے ○ مگر وہ مجبور

مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً وَّلَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا ﴿٩٨﴾ فَاُولٰٓئِكَ

مرد اور عورتیں اور بچے جو نہ تو کوئی تدبیر کرنے کی طاقت رکھتے ہوں اور نہ راستہ جانتے ہوں ○ تو عنقریب

عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّعْفُوَ عَنْهُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا ﴿٩٩﴾ وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

اللہ ان لوگوں سے درگزر فرمائے گا اور اللہ معاف فرمانے والا، بخشنے والا ہے ○ اور جو اللہ کی راہ میں ہجرت کرے

آیت 97 **شان نزول:** یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے زبان سے کلمۂ اسلام تو پڑھا مگر فرض ہونے کے باوجود ہجرت نہ کی پھر جنگ بدر میں کفار کے ساتھ آئے اور ساتھ ہی مارے گئے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ بیشک وہ لوگ جن کی روح فرشتے اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ وہ فرض ہجرت ترک کر کے اور کافروں کا ساتھ دے کر اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہوتے ہیں، ان کی موت کے وقت فرشتے انہیں جھڑکتے ہوئے کہتے ہیں: تم اپنے دین کے معاملے میں کس حال میں تھے؟ وہ عذر پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں: ہم زمین میں کمزور لوگ تھے اور کافروں کی سرزمین میں رہنے کی وجہ سے دین کے احکام پر عمل کرنے سے عاجز تھے۔ تو فرشتے ان کا عذر رد کرتے اور ڈانٹتے ہوئے کہتے ہیں: کیا اللہ تعالیٰ کی زمین کشادہ نہ تھی کہ تم سرزمینِ کفر سے ایسی جگہ ہجرت کر کے چلے جاتے جہاں تم دین کے احکام پر عمل کر سکتے؟ تو جن کے یہاں برے احوال بیان ہوئے یہ وہ لوگ ہیں جن کا آخرت میں ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ کتنی بری لوٹنے کی جگہ ہے۔ **اہم بات:** جو شخص کسی جگہ اپنے دینی فرائض ادا نہیں کر سکتا جبکہ دوسری جگہ کر سکتا ہے تو اس پر وہ جگہ چھوڑ کر دوسری جگہ چلے جانا فرض ہے۔ کفار کے درمیان رہنے والے وہ مسلمان اس آیت میں غور کریں جو کفار کے خوف سے اپنے دینی فرائض ادا نہیں کر سکتے۔

آیت 98، 99 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ مجبور مرد، عورتیں اور بچے جو نہ ہجرت کرنے کی طاقت رکھتے ہوں، نہ ان کے پاس اخراجات ہوں اور نہ وہ ہجرت گاہ کا راستہ جانتے ہوں تو ایسے عاجز و مجبور لوگ ہجرت نہ کرنے پر قابلِ گرفت نہیں، عنقریب اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے درگزر فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ معاف فرمانے والا، بخشنے والا ہے۔

آیت 100 فرمایا کہ جو راہِ خدا میں ہجرت کرے تو وہ رزق پانے یا اپنا دین ظاہر کرنے کے تعلق سے زمین میں بہت جگہ اور وسعت

يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً ؕ وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ

تو وہ زمین میں بہت جگہ اور گنجائش پائے گا اور جو اپنے گھر سے اللہ و رسول کی طرف ہجرت

وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۰۰﴾ ع ۱۴

کرتے ہوئے نکلا پھر اسے موت نے آلیا تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ پر ہوگیا اور اللہ بخشنے والا، مہربان ہے○

وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ ۖۗ اِنْ خِفْتُمْ

اور جب تم زمین میں سفر کرو تو تم پر گناہ نہیں کہ بعض نمازیں قصر سے پڑھو اگر تمہیں یہ اندیشہ ہو

اَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ اِنَّ الْكٰفِرِيْنَ كَانُوْا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ﴿۱۰۱﴾ وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ

کہ کافر تمہیں ایذا دیں گے بیشک کفار تمہارے کھلے دشمن ہیں○ اور اے حبیب! جب تم ان میں تشریف فرما ہو

پائے گا۔ مزید فرمایا: جو اپنے گھر سے اللہ و رسول کی طرف ہجرت کرتے ہوئے نکلا تو اگرچہ ہجرت مکمل نہ کرسکے اور راستے ہی میں اسے موت آجائے پھر بھی اسے ثواب ملے گا۔ آیت کے اس حصے کا شانِ نزول یہ ہے کہ حضرت جُندَع بن ضمرہ لیثی رضی اللہ عنہ بہت بوڑھے تھے، لوگ انہیں چارپائی پر ہجرت کے لئے لے کر چلے لیکن مکہ کے قریب ہی مقام تنعیم میں انتقال فرما گئے۔ یہ خبر سن کر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے فرمایا: کاش وہ مدینہ پہنچتے تو ان کا اجر کتنا بڑا ہوتا اور مشرک ہنستے ہوئے کہنے لگے: جس مطلب کے لئے نکلے تھے وہ نہ ملا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور ان کی شان بیان فرمائی کہ جو راہِ خدا میں ہجرت کرے پھر منزل تک پہنچنے سے پہلے اسے موت آجائے تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے وعدے اور فضل و کرم سے اس کے ذمۂ کرم پر ہے اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا، مہربان ہے۔

آیت 101 اس آیت میں نماز کو قصر کرنے کا مسئلہ بیان کیا گیا ہے، یعنی سفر کی حالت میں ظہر، عصر اور عشاء میں چار فرضوں کی بجائے دو پڑھیں گے۔ **اہم بات:** کافروں کا خوف قصر کے لئے شرط نہیں۔ آیت نازل ہونے کے وقت چونکہ سفر اندیشہ سے خالی نہ ہوتے تھے اس لئے آیت میں اس کا ذکر ہوا ہے ورنہ خوف اور اندیشہ ہونا قصر کے لئے شرط نہیں ہے۔ **مسائل:** (1) سفر میں چار رکعت والی نماز کو پورا پڑھنا جائز نہیں، ہاں اگر مقیم امام کی اقتدا میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھ رہا ہے تو اب چار رکعتیں پوری پڑھنی ہوں گی۔ (2) جس سفر میں نماز قصر کی جائے گی، فی زمانہ ہمارے زمینی، میدانی سفر کے اعتبار سے اس کی کم از کم مسافت 92 کلومیٹر ہے۔ (3) قصر صرف فرضوں میں ہے، سنتوں میں نہیں اور سفر میں سنتیں پڑھنی چاہئیں۔

آیت 102 **شانِ نزول:** غزوۂ ذات الرقاع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ نمازِ ظہر باجماعت ادا فرمائی۔ یہ دیکھ کر مشرکین کو افسوس ہوا کہ انہوں نے اس وقت حملہ کیوں نہ کیا۔ بعض کفار نے کہا: اس کے بعد ایک اور نماز ہے جو مسلمانوں کو اپنے ماں باپ سے زیادہ پیاری ہے یعنی نمازِ عصر، لہٰذا جب مسلمان اس نماز کے لئے کھڑے ہوں تو پوری قوت سے حملہ کرکے انہیں قتل کردو۔ اس وقت حضرت جبریلِ امین علیہ السلام یہ آیت لے کر نازل ہوئے اور عرض کی: یہ نمازِ خوف ہے، یعنی اب اس طرح نماز پڑھیں کہ حاضرین کو دو جماعتوں میں تقسیم کردیا جائے، ایک آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ساتھ رہے اور آپ انہیں نماز

فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَلْيَاْخُذُوْٓا اَسْلِحَتَهُمْ ۫ قف فَاِذَا سَجَدُوْا

پھر نماز میں ان کی امامت کرو تو چاہیے کہ ان میں ایک جماعت تمہارے ساتھ ہو اور وہ اپنے ہتھیار لیے رہیں پھر جب وہ سجدہ کر لیں

فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآئِكُمْ ۠ وَلْتَاْتِ طَآئِفَةٌ اُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ وَ

تو ہٹ کر تم سے پیچھے ہو جائیں اور اب دوسری جماعت آئے جو اس وقت تک نماز میں شریک نہ تھی اب وہ تمہارے ساتھ نماز پڑھیں اور

لْيَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ ۚ وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ وَاَمْتِعَتِكُمْ

(انہیں بھی) چاہیے کہ اپنی حفاظت کا سامان اور اپنے ہتھیار لیے رہیں۔ کافر چاہتے ہیں کہ اگر تم اپنے ہتھیاروں اور اپنے سامان سے غافل ہو جاؤ

فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَّاحِدَةً ؕ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ

تو ایک ہی دفعہ تم پر حملہ کر دیں اور اگر تمہیں بارش کے سبب تکلیف ہو یا بیمار ہو تو تم پر کوئی مضائقہ نہیں

مَّرْضٰۤى اَنْ تَضَعُوْۤا اَسْلِحَتَكُمْ ۚ وَخُذُوْا حِذْرَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۱۰۲﴾

کہ اپنے ہتھیار کھول رکھو اور اپنی حفاظت کا سامان لئے رہو۔ بیشک اللہ نے کافروں کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے ○

فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ ۚ فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ

پھر جب تم نماز پڑھ لو تو کھڑے اور بیٹھے اور کروٹوں پر لیٹے اللہ کو یاد کرو پھر جب تم مطمئن ہو جاؤ

پڑھائیں اور دوسری دشمن کے مقابلے میں کھڑی رہے۔ پہلی جماعت ایک رکعت پڑھ کر اور مغرب میں دو رکعتیں پڑھ کر دشمن کے سامنے چلی جائے اور دوسری جماعت آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے پیچھے آ جائے پھر بعد میں وہ اپنی ایک ایک بقیہ رکعت پڑھ لیں اور جن کی دو باقی ہیں وہ دو پڑھ لیں اور دونوں جماعتیں ہر وقت اسلحہ ساتھ رکھیں یعنی نماز میں بھی مسلّح رہیں۔ **مزید فرمایا:** کافر چاہتے ہیں کہ اگر تم اپنے ہتھیاروں اور سامان سے غافل ہو جاؤ تو ایک ہی دفع تم پر حملہ کر دیں۔ **مزید فرمایا:** اگر تمہیں تکلیف ہو۔ آیت میں حکم یہ تھا اپنی حفاظت کا سامان ہر وقت اپنے ساتھ رکھو لیکن حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے لئے زخمی ہونے کے باعث ہتھیار رکھنا بہت تکلیف دہ تھا، ان کے حق میں آیت کا یہ حصہ نازل ہوا اور حالت عذر میں ہتھیار کھول کر رکھنے کی اجازت دی گئی۔ **اہم بات:** نماز کی جماعت ایسی اَہم ہے کہ سخت جنگ میں بھی جماعت کا طریقہ سکھایا گیا۔ افسوس ان پر جو بلا وجہ جماعت چھوڑ دیتے ہیں حالانکہ اس میں 27 گنا زیادہ ثواب ہے۔

آیت 103 فرمایا کہ پھر جب تم بتائے ہوئے طریقے کے مطابق نمازِ خوف پڑھ کر فارغ ہو جاؤ تو تسبیح و تہلیل کے ذریعے کھڑے، بیٹھے، کروٹوں پر لیٹے ہر حال میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرو اور ذکرِ الٰہی میں غفلت سے بچو، اور جب تمہارے دل پر سکون ہو جائیں اور جنگ ختم ہونے کے بعد امن و امان ہو جائے تو پہلے کی طرح ارکان و شرائط کی رعایت کرتے ہوئے نماز ادا کرو۔ بیشک نماز مسلمانوں پر مقررہ وقت میں فرض ہے، لہٰذا اسے اس کے وقت سے ہرگز مؤخر نہ کیا جائے۔ **اہم باتیں:** (1) نماز کے بعد ذکرِ الٰہی کرنا چاہیے جیسا

فَاَقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ ۚ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتۡ عَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ كِتٰبًا مَّوۡقُوۡتًا ﴿١٠٣﴾ وَلَا تَهِنُوۡا فِى ابۡتِغَآءِ

تو حسبِ معمول نماز قائم کرو بیشک نماز مسلمانوں پر مقررہ وقت میں فرض ہے○ اور کافروں کی تلاش میں

الۡقَوۡمِ ؕ اِنۡ تَكُوۡنُوۡا تَاۡلَمُوۡنَ فَاِنَّهُمۡ يَاۡلَمُوۡنَ كَمَا تَاۡلَمُوۡنَ ۚ وَتَرۡجُوۡنَ مِنَ اللّٰهِ

سستی نہ کرو۔ اگر تمہیں دکھ پہنچتا ہے تو جیسے تمہیں دکھ پہنچتا ہے ویسے ہی انہیں بھی دکھ پہنچتا ہے حالانکہ تم اللہ سے وہ امید رکھتے ہو

مَا لَا يَرۡجُوۡنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيۡمًا حَكِيۡمًا ﴿١٠٤﴾ ع اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَيۡكَ الۡكِتٰبَ بِالۡحَـقِّ لِتَحۡكُمَ ع ١٥ ٤ ١٢

جو وہ نہیں رکھتے۔ اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے○ اے حبیب! بیشک ہم نے تمہاری طرف سچی کتاب اتاری تاکہ تم لوگوں میں

بَيۡنَ النَّاسِ بِمَاۤ اَرٰٮكَ اللّٰهُ ؕ وَلَا تَكُنۡ لِّـلۡخَآئِنِيۡنَ خَصِيۡمًا ۙ ﴿١٠٥﴾ وَّاسۡتَغۡفِرِ اللّٰهَ ؕ

اس (حق) کے ساتھ فیصلہ کرو جو اللہ نے تمہیں دکھایا ہے اور تم خیانت کرنے والوں کی طرف سے جھگڑا نہ کرنا○ اور اللہ کی بارگاہ میں استغفار کریں۔

کہ آیت میں ہے اور یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے بخاری و مسلم میں ثابت ہے اور یہی اب بھی مسلمانوں میں رائج ہے۔(2)دو نمازیں ایک وقت میں جمع نہیں ہو سکتیں یعنی یہ نہیں ہو سکتا کہ ظہر اور عصر ایک ہی وقت میں ادا کر لی جائیں اگرچہ نمازی مسافر ہو کیونکہ ہر نماز کا اپنا اپنا وقت مقرر ہے۔ جن احادیث میں دو نمازیں جمع کرنے کا ذکر ہے وہاں ”جمع صوری“ مراد ہے یعنی پہلی نماز آخری وقت اور دوسری اول وقت میں ادا کی گئی۔

آیت 104 **شانِ نزول:** ابوسفیان اور اس کے ساتھی جنگِ احد سے واپس ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ان کا تعاقب کرنے کا حکم فرمایا۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے زخموں کی شکایت کی، جس پر یہ آیت نازل ہوئی، اور فرمایا گیا: اگر تمہیں تکلیف پہنچی ہے تو انہیں بھی پہنچی ہے، نیز تمہیں تکلیف اٹھانے پر اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید ہے جبکہ کافروں کو ایسی کوئی امید نہیں لہٰذا تم ان کا پیچھا کرنے میں سستی نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں پہنچنے والی تکلیف کو جاننے والا اور تمہارے کاموں کی تدبیر کرنے میں حکمت والا ہے۔

آیت 105، 106 **شانِ نزول:** انصار کے قبیلہ بنی ظفر کے ایک شخص طعمہ بن اُبیرِق نے اپنے ہمسائے قتادہ بن نعمان کی زرہ چرا کر آٹے کے تھیلے میں چھپائی اور اسے ایک یہودی کے ہاں رکھ دیا۔ جب زرہ کی تلاش شروع ہوئی اور طعمہ پر شبہ ظاہر کیا گیا تو اس نے صاف انکار کر دیا۔ اتفاق یہ ہوا کہ آٹے کی بوری پھٹی ہوئی تھی جس سے آٹا گرتا رہا۔ اسے دیکھ کر چلتے چلتے لوگ یہودی کے گھر پہنچ گئے، وہاں آٹے کی بوری مل گئی جس میں زرہ موجود تھی۔ پوچھنے پر یہودی نے بتادیا کہ یہ بوری طعمہ اس کے پاس رکھ کر گیا تھا، چند یہودیوں نے اس بات کی گواہی بھی دے دی۔ رسوائی سے بچنے کے لیے طعمہ کی قوم نے یہ ارادہ کر لیا کہ یہودی کو چور قرار دے کر اس پر قسم کھا لیں گے۔ چنانچہ جب معاملہ بارگاہِ رسالت میں پیش ہوا تو بنی ظفر نے طعمہ کے حق میں اور یہودی کے خلاف جھوٹی گواہی دی، جس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ ان دونوں آیات کا مفہوم ترجمہ سے واضح ہے۔ **اہم بات:** اس آیت میں بظاہر خطاب حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے ہے لیکن در حقیقت قیامت تک کے تمام حکام کو سنانا مقصود ہے کہ فیصلہ کرنے میں کوتاہی نہ کریں اور بغیر رعایت مجرم کو پوری سزا دیں۔ **درس:** صحیح غلط ہر معاملے میں اپنی قوم کی تائید کرنے کی اسلام میں گنجائش نہیں بلکہ حق کی پیروی

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿١٠٦﴾ وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے○ اور ان لوگوں کی طرف سے نہ جھگڑنا جو اپنی جانوں کو خیانت میں ڈالتے ہیں۔ بیشک اللہ

لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا اَثِيْمًا ﴿١٠٧﴾ يَّسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ وَهُوَ

پسند نہیں کرتا اُسے جو بہت خیانت کرنے والا، بڑا گناہگار ہو○ وہ لوگوں سے شرماتے ہیں اور اللہ سے نہیں شرماتے حالانکہ اللہ

مَعَهُمْ اِذْ يُبَيِّتُوْنَ مَا لَا يَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطًا ﴿١٠٨﴾

اس وقت بھی ان کے ساتھ ہوتا ہے جب وہ رات کو ایسی بات کا مشورہ کرتے ہیں جو اللہ کو پسند نہیں اور اللہ ان کے کاموں کو گھیرے ہوئے ہے○

هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ جٰدَلْتُمْ عَنْهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا قف فَمَنْ يُّجَادِلُ اللّٰهَ عَنْهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

(اے لوگو!) سن لو، یہ تم ہی ہو جو دنیا کی زندگی میں ان کی طرف سے جھگڑے تو قیامت کے دن ان کی طرف سے اللہ سے کون جھگڑے گا

ضروری ہے۔ اس میں رنگ و نسل، قوم و علاقہ، ملک و صوبہ، زبان و ثقافت ہر قسم کے تعصب کا رد ہے۔

آیت 107 فرمایا کہ ان لوگوں کی طرف سے نہ جھگڑنا جو گناہ کرکے اپنی جانیں خیانت میں ڈالتے ہیں کیونکہ ان کی خیانت کا وبال انہی پر پڑے گا۔ بیشک اللہ تعالیٰ اُسے پسند نہیں کرتا جو بہت خیانت کرنے والا، بڑا گنہگار ہو۔ **درس:** اس آیت مبارکہ کو سامنے رکھ کر وکالت کا پیشہ کرنے والے غور کریں، بارہا وکیل کو معلوم ہوتا ہے کہ اس کا مؤکل مجرم و خائن ہے لیکن وہ مال بٹورنے کے چکر میں ظالم کی طرف داری کرتا، جھوٹ بولتا، دوسرے فریق کا حق مارتا اور طرح طرح کے حرام کاموں کا مرتکب ہو کر ظالم کو مظلوم اور مظلوم کو ظالم بنا دیتا ہے۔ **مسئلہ:** جھوٹی وکالت کی اجرت حرام ہے۔

آیت 108 یعنی طعمہ اور اس کی قوم کے افراد لوگوں سے حیا کی بنا پر اور نقصان پہنچنے کے ڈر سے اُن سے تو چھپتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ سے حیا نہیں کرتے حالانکہ وہ اس بات کا زیادہ حق دار ہے کہ اس سے حیا کی جائے اور اس کے عذاب سے ڈرا جائے کیونکہ وہ ان کے سب احوال جانتا ہے اور اس سے ان کا کوئی عمل چھپا نہیں حتی کہ وہ ان کے اس عمل سے بھی واقف ہے جب وہ رات کے وقت ایسی بات کا مشورہ کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں جیسے بے گناہ پر الزام لگانا، جھوٹی قسم کھانا اور جھوٹی گواہی دینا۔ اللہ تعالیٰ ان کے ظاہری و باطنی تمام اعمال کا احاطہ کئے ہوئے ہے، ان کا کوئی عمل علمِ الٰہی سے باہر نہیں۔ **درس:** یہ آیت تقویٰ و طہارت کی بنیاد ہے۔ اگر انسان یہ خیال رکھے کہ میرا کوئی حال اللہ تعالیٰ سے چھپا نہیں تو گناہ کرنے کی ہمت نہ کرے۔ قرآن پاک میں جگہ جگہ اسی چیز کے ذریعے لوگوں کو گناہوں سے رکنے کا حکم دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے۔ اس جملے کا اگر کوئی مراقبہ کرلے اور اسے اپنے دل و دماغ میں بٹھالے تو اس کے لیے گناہوں کا علاج آسان ہو جائے گا۔

آیت 109 یہاں عام لوگوں سے اور بطور خاص طعمہ کی قوم سے خطاب فرمایا گیا کہ اے لوگو! تم جو آج دنیا کی زندگی میں ان خیانت کرنے والوں کی طرف سے جھگڑتے ہو تو جب قیامت کے دن خیانت کرنے والے مجرم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش ہوں گے اور وہ ان کے عذاب کا فیصلہ فرما دے گا تو اس وقت کون ان کی طرف سے اللہ تعالیٰ سے جھگڑے گا یا کون ان کا وکیل و کارساز ہوگا یعنی جیسے دنیا

اَمْ مَّنْ يَّكُوْنُ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا ﴿١٠٩﴾ وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ

یا کون ان کا کارساز ہوگا؟○ اور جو کوئی برا کام کرے یا اپنی جان پر ظلم کرے پھر اللہ سے مغفرت طلب کرے

يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿١١٠﴾ وَمَنْ يَّكْسِبْ اِثْمًا فَاِنَّمَا يَكْسِبُهٗ عَلٰى نَفْسِهٖ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ

تو اللہ کو بخشنے والا مہربان پائے گا○ اور جو گناہ کمائے تو وہ اپنی جان پر ہی گناہ کما رہا ہے اور اللہ

عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿١١١﴾ وَمَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْٓـَٔةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْٓـًٔا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا

علم و حکمت والا ہے○ اور جو کوئی غلطی یا گناہ کا ارتکاب کرے پھر کسی بے گناہ پر اس کا الزام لگا دے تو یقیناً اس نے بہتان

ع ١٦ ٨ ١٣ وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿١١٢﴾ ع وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهٗ لَهَمَّتْ طَّآىِٕفَةٌ مِّنْهُمْ

اور کھلا گناہ اٹھایا○ اور اے حبیب! اگر تمہارے اوپر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو ان میں ایک گروہ نے آپ کو (صحیح فیصلہ کرنے سے)

میں تم فیصلہ کرنے والے کو دھوکہ دیدیتے ہو اس طرح دھوکہ دینے کے لئے بارگاہِ الٰہی میں جھگڑنا ناممکن ہے۔ **اہم بات:** اس آیت میں شفاعت کا انکار نہیں کیونکہ بارگاہِ الٰہی کے محبوب بندوں کی شفاعت اور چھوٹے بچوں کا اپنے ماں باپ کی بخشش کے لئے بارگاہِ الٰہی میں ناز کے طور پر جھگڑنا آیات واحادیث سے ثابت ہے مگر یہ جھگڑا ناز کا ہوگا نہ کہ مقابلے کا۔

آیت 110 فرمایا کہ جو شخص کوئی برا عمل کرے یا گناہ کرکے اپنی جان پر ظلم کرلے، پھر اللہ تعالیٰ سے معافی کا طلبگار ہو اور توبہ کے تقاضے پورے کرتے ہوئے سچے دل سے اس برے عمل و گناہ سے توبہ کرے تو وہ اللہ تعالیٰ کو بخشنے والا مہربان پائے گا۔

آیت 111 فرمایا کہ گناہ کرنے والا ہی اپنے گناہ کا وبال اٹھائے گا، یہ نہ ہوگا کہ گناہ کوئی کرے اور وبال کسی دوسرے کی گردن پر رکھ دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ علم و حکمت والا ہے لہٰذا وہ کسی کو دوسرے کے گناہ کی سزا نہیں دے گا۔ **اہم بات:** جو بندہ گناہِ جاریہ کا سبب بنا اسے گناہ کرنے والوں کے گناہ سے بھی حصہ ملے گا جیسے کسی نے سینما، شراب خانہ یا بے حیائی کا اڈا کھولا، یا کسی کو غلط راہ پر لگا دیا تو گناہ کرنے والے اور اسے اس راہ پر لگانے والے دونوں کو گناہ ہوگا۔ حدیث پاک میں ہے: جو گمراہی کی طرف بلائے تو اسے ویسا ہی گناہ ملے گا جیسا اس کی پیروی کرنے والے کو ملے گا اور ان پیروی کرنے والوں کے گناہ میں کوئی کمی نہ ہوگی۔ (مسلم، حدیث:6804)

آیت 112 فرمایا کہ جو کوئی غلطی یا گناہ یعنی گناہِ صغیرہ یا کبیرہ کا ارتکاب کرے، پھر کسی بے گناہ پر اس کا الزام لگا دے تو یقیناً اس نے بہتان اور بہت بڑے گناہ کا بوجھ اٹھایا۔ **اہم بات:** (1) بے گناہ خواہ مسلمان ہو یا کافر اس پر تہمت لگانا سخت جرم ہے کیونکہ طعمہ نے یہودی کو بہتان لگایا تھا جس پر اللہ تعالیٰ نے اس کی مذمت فرمائی۔ (2) اسلام میں انسانی حقوق کا بہت زیادہ لحاظ رکھا گیا ہے حتیٰ کہ کافر تک کے حقوق اسلام میں بیان کئے گئے ہیں۔

آیت 113 یہاں سابقہ واقعہ کے اعتبار سے فرمایا گیا کہ اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، اللہ تعالیٰ نے آپ پر بڑا فضل فرمایا اور رحمت کی کہ آپ کو نبی معصوم بنایا اور رازوں پر مطلع فرمایا۔ اگر پروردگار عالَم نے آپ کو معصوم نہ بنایا ہوتا اور پوشیدہ باتیں وحی کے ذریعے آپ پر ظاہر نہ کی ہوتیں تو یہ لوگ آپ کو بہکا دیتے کیونکہ ان میں سے ایک گروہ نے آپ کو صحیح فیصلہ کرنے سے ہٹانے کا ارادہ کرلیا تھا

الثلثة

اَنْ يُّضِلُّوْكَ ؕ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّوْنَكَ مِنْ شَيْءٍ ؕ وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ

ہٹانے کا ارادہ کیا تھا حالانکہ وہ اپنے آپ ہی کو گمراہ کررہے تھے اور آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اور اللہ نے آپ پر

الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ﴿۱۱۳﴾ لَا خَيْرَ

کتاب اور حکمت نازل فرمائی اور آپ کو وہ سب کچھ سکھا دیا جو آپ نہ جانتے تھے اور آپ پر اللہ کا فضل بہت بڑا ہے ○ اُن کے اکثر

فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍۭ بَيْنَ النَّاسِ ؕ وَمَنْ

خفیہ مشوروں میں کوئی بھلائی نہیں ہوتی مگر ان لوگوں (کے مشوروں) میں جو صدقے کا یا نیکی کا یا لوگوں میں باہم صلح کرانے کا مشورہ کریں اور جو

يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۱۴﴾ وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ

اللہ کی رضامندی تلاش کرنے کے لئے یہ کام کرتا ہے تو اسے عنقریب ہم بڑا ثواب عطا فرمائیں گے ○ اور جو اس کے بعد کہ اس کے لئے

حالانکہ جو لوگ آپ کو دھوکا دینا چاہتے ہیں وہ اپنے آپ کو ہی گمراہ کررہے ہیں کیونکہ اس کا وبال انہیں پر ہے۔ یہ لوگ آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہمیشہ کے لیے معصوم بنایا ہے۔ اور اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب و حکمت نازل فرمائی اور آپ کو احکامِ شریعت اور وہ عُلومِ غیبیہ عطا فرمادیئے جو آپ نہ جانتے تھے اور ان کے علاوہ آپ پر اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے۔ **اہم باتیں:** (1) اللہ تعالیٰ کے دیئے سے انبیاء کرام علیہم السلام کو کثیر غیبوں کا علم ہے جیسے دنیا و آخرت کے امور کی کتنی غیبی باتیں قرآن و حدیث میں موجود ہیں۔ (2) اللہ تعالیٰ نے پوری مخلوق کو جو علم دیا اسے ”قلیل“ بہت تھوڑا کہا، اسی طرح پوری دنیا کے ساز و سامان کو بھی قلیل کہا جبکہ اپنے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو علم عطا فرمانے کا ذکر کرکے فرمایا کہ آپ پر اللہ تعالیٰ کا فضل ”عظیم“ بہت بڑا ہے، تو جس کے سامنے پوری دنیا کا علم اور خود ساری دنیا قلیل ہے وہ جس کے علم کو عظیم فرمادے اس کی عظمتوں کا اندازہ کون لگا سکتا ہے۔

آیت 114 یہاں عام لوگوں کے حوالے سے فرمایا گیا کہ ان کے زیادہ تر کلام اور مشوروں میں کوئی بھلائی نہیں ہوتی کیونکہ یہ زیادہ تر فضولیات پر مشتمل اور بے فائدہ مغزماری پر مبنی ہوتے ہیں جن کا نتیجہ کچھ نہیں ہوتا؛ جبکہ وہ لوگ جو آپس میں اچھے کاموں جیسے صدقہ دینے، نیکی کا کام کرنے یا لوگوں میں صلح کروانے کے متعلق مشورہ کرتے ہیں تو ان کے مشوروں میں خیر و بھلائی ہے اور جو اللہ تعالیٰ کی رضا پانے کے لئے یہ کام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اجرِ عظیم عطا فرمائے گا ورنہ اگر ریاکاری، اپنی واہ واہ کروانے، نیک نامی، خود کو بڑا لیڈر، مصلح، بڑا عالم، مبلغ یا متحرک کہلوانے کے لئے یہ عمل کئے تو سراسر تباہی اور خسارہ ہے۔ **درس:** اس آیت میں ان لوگوں کے لئے درسِ عبرت ہے جو فضول کاموں یا گناہ کو پروان چڑھانے جیسے سینما، بے حیائی کے سینٹر اور فلمی صنعت کی ترقی کیلئے مشورے کرتے ہیں جبکہ وہ لوگ جو نیکی کے کاموں جیسے مسلمانوں کی پریشانیاں دور کرنے، میاں بیوی اور دیگر رشتے داروں کے جھگڑے ختم کرانے اور نیکی کی دعوت عام کرنے کے لئے مشورے کرتے ہیں ان کے مشورے خیر و بھلائی سے بھرپور ہوتے ہیں۔

آیت 115 فرمایا کہ جس کے سامنے ہدایت کی راہ بالکل واضح ہو چکی، اس کے بعد بھی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی مخالفت

مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى

ہدایت بالکل واضح ہو چکی رسول کی مخالفت کرے اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے تو ہم اسے ادھر ہی پھیر دیں گے جدھر وہ پھرتا ہے

وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۭ وَ سَآءَتْ مَصِيْرًا ﴿۱۱۵﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ

اور اسے جہنم میں داخل کریں گے اور وہ کتنی بری لوٹنے کی جگہ ہے O اللہ اس بات کو نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے اور

مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۭ وَ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ﴿۱۱۶﴾ اِنْ

اس سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرما دیتا ہے اور جو اللہ کا شریک ٹھہرائے وہ دور کی گمراہی میں جا پڑاO یہ شرک

يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اِنٰثًا ۚ وَ اِنْ يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا ﴿۱۱۷﴾ لَّعَنَهُ اللّٰهُ ۘ

کرنے والے اللہ کے سوا عبادت نہیں کرتے مگر چند عورتوں کی اور یہ عبادت نہیں کرتے مگر سرکش شیطان کیO جس پر اللہ نے لعنت کی

ع ۱۷ ۳ ۱۴ — وقف لازم

کرے اور مسلمان جس طریقے پر چل رہے ہیں ؛ یہ اس سے جدا طریقے پر چلنے لگے تو ہم اسے ادھر ہی پھیر دیں گے جدھر وہ پھرتا ہے اور آخرت میں اسے جہنم میں داخل کریں گے جس میں وہ جلتا رہے گا اور وہ کتنی بری لوٹنے کی جگہ ہے۔ **اہم باتیں:** (1) مسلمانوں کے راستے سے ہٹ کر چلنا جائز نہیں کیونکہ مسلمانوں کا راستہ اطاعتِ رسول کا راستہ ہے تو اس سے ہٹنا اطاعتِ رسول سے ہٹنا ہو گا۔ (2) مسلمانوں کا اجماع واتفاق حجت ہے، کتاب وسنّت کی طرح اس کی بھی مخالفت جائز نہیں۔

آیت 116 کفر وشرک کی حالت میں مرنے والا کسی صورت بخشا نہیں جائے گا، ہاں کافر ومشرک زندگی میں سچی توبہ کر لے تو اس کی توبہ یقیناً مقبول ہے۔ آخرت میں کفر وشرک کے علاوہ تمام گناہ قابلِ مغفرت ہیں خواہ وہ کبیرہ ہوں یا صغیرہ، حقوق اللہ سے متعلق ہوں یا حقوق العباد سے، لیکن یاد رکھیں کہ ہر ایک کے لیے ان گناہوں کی بخشش یقینی نہیں بلکہ بخشش کی امید ہے کیونکہ فرمایا ہے ”جسے چاہے بخشے“ اور یہ معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ کس کی مغفرت فرمانا چاہے گا، لہٰذا یہ آیت گناہوں پر دلیر نہیں کرتی بلکہ گناہ سے روکتی ہے۔

آیت 117 یہاں مشرکین کے متعلق فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی بجائے چند عورتوں یعنی مؤنث بتوں کو پوجتے ہیں اور یہ در حقیقت انہیں نہیں بلکہ شیطان مردود کو پوجتے ہیں کیونکہ اسی کے بہکانے سے بت پرستی کرتے ہیں۔ مفسرین نے مشرکین کے بتوں کو عورتیں کہنے کی مختلف وجوہات بیان کی ہیں۔ (1) مشرکین کے کئی بتوں کے نام مونث والے تھے جیسے لات، عُزّٰی اور منات۔ (2) مشرکینِ عرب بتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے اور ان بتوں کو زیور وغیرہ پہنا کر عورتوں کی طرح سجاتے تھے، اس لیے انہیں عورتیں فرمایا گیا۔

آیت 118 فرمایا کہ شیطان پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی یعنی اسے اپنی رحمت سے دور کر دیا۔ تب اس مردود نے کہا: میں تیرے بندوں سے مقررہ حصہ ضرور لوں گا یعنی انہیں اپنا اطاعت گزار بناؤں گا۔ ہر وہ چیز جس میں شیطان مردود کی پیروی کی جائے وہ اس کا مقررہ حصہ ہے مثلاً شادی میں جو ناجائز رسومات کی جائیں وہ شیطان کا حصہ ہوتا ہے۔

وَ قَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ﴿١١٨﴾ وَّ لَاُضِلَّنَّهُمْ وَ لَاُمَنِّيَنَّهُمْ

اور اس نے کہا: میں ضرور تیرے بندوں سے مقررہ حصہ لوں گا○ اور میں ضرور انہیں گمراہ کروں گا اور انہیں امیدیں دلاؤں گا میں

وَ لَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَ لَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ؕ وَ مَنْ

اور انہیں ضرور حکم دوں گا تو یہ ضرور جانوروں کے کان چیریں گے اور میں انہیں ضرور حکم دوں گا تو یہ اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزیں بدل دیں گے اور جو

يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا ﴿١١٩﴾ يَعِدُهُمْ وَ يُمَنِّيْهِمْ ؕ

اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو دوست بنائے تو وہ کھلے نقصان میں جا پڑا○ شیطان انہیں وعدے دیتا ہے اور آرزوئیں دلاتا ہے

وَ مَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿١٢٠﴾ اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۡ وَ لَا يَجِدُوْنَ عَنْهَا مَحِيْصًا ﴿١٢١﴾

اور شیطان انہیں صرف فریب کے وعدے دیتا ہے○ ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور یہ اس سے بچنے کی جگہ نہ پائیں گے○

آیت 119 شیطان مردود نے مزید کہا: میں ضرور لوگوں کو راہِ حق سے گمراہ کروں گا، انہیں لمبی عمر، لذاتِ دنیا، باطل خواہشات وغیرہ کی امیدیں دلاؤں گا، وہ ان امیدوں کی دنیا میں کھو کر تجھ سے غافل رہیں گے اور میں انہیں حکم دوں گا تو وہ بتوں کے نام پر جانوروں کے کان چیریں اور اس طرح کی دوسری حرکتیں کریں گے اور انہیں حکم دوں گا تو وہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی چیزیں بدل دیں گے۔ ارشاد فرمایا: جو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر شیطان کو دوست بنائے اور شیطان کی پیروی کرے تو وہ کھلے نقصان میں جا پڑا کیونکہ اس نے اپنی جنتی جگہ کے بدلے جہنم میں اپنے لیے جگہ بنالی۔ **اہم باتیں:** (1) مشرکینِ عرب مخصوص صورتوں میں اونٹنیوں کے کان چیر کر انہیں بتوں کے لئے وقف کر دیتے۔ یہ عمل شیطان کے اسی دعوے والی صورت میں داخل ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں خلافِ شرع تبدیلی حرام ہیں جیسے آج کل ٹیٹو بنانے کا رواج ہے، یہ حرام ہے۔ حدیث میں ایسوں پر لعنت فرمائی گئی ہے۔

(مسلم، حدیث: 5571)

آیت 120 یہاں شیطان مردود کا طریقہ واردات بتایا ہے کہ یہ انسان کے دل میں لمبے عرصے تک زندہ رہنے کی سوچ بٹھا کر نیک اعمال، توبہ اور موت سے غافل رکھتا اور گناہوں میں مشغول رکھتا ہے۔ لمبی امیدیں شیطان کا بہت بڑا وار ہیں۔ لوگوں کو طرح طرح کی امیدیں دلاتا اور وسوسے ڈالتا ہے تاکہ وہ گمراہی میں پڑے رہیں جیسے مشرکوں کو ان کا شرک، منافقوں کو ان کی منافقت، گناہ کے کام مثلاً فلمیں بنانے اور گانے بجانے والوں کو ان کے کام کلچر، تہذیب، روشن خیالی وغیرہ ناموں سے اچھے کرکے دکھاتا ہے لیکن حقیقت میں یہ اس کا دھوکہ ہے کیونکہ وہ جس چیز کے فائدے کی امید دلاتا ہے درحقیقت اس میں سخت نقصان ہوتا ہے۔

آیت 121 یعنی جو لوگ شیطان کو دوست بناتے اور اس کی باتوں پر عمل کرتے ہیں ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور یہ لوگ اس سے بچنے کی کوئی جگہ نہ پائیں گے بلکہ ضرور اس میں داخل ہوں گے اور ہمیشہ وہیں رہیں گے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ

اور جو ایمان لائے اور اچھے کام کرے تو عنقریب ہم انہیں ایسے باغوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں ، ان میں

فِيْهَآ اَبَدًا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا ﴿۱۲۲﴾ لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَ

ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے ، (یہ) اللہ کا سچا وعدہ ہے اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی ہے ؟ ○ نہ تمہاری جھوٹی امیدوں کی کوئی حیثیت ہے اور

لَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ ؕ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ ۙ وَلَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا

نہ ہی اہلِ کتاب کی جھوٹی امیدوں کی۔ جو کوئی برائی کرے گا اسے اس کا بدلہ دیا جائے گا اور اللہ کے سوا نہ کوئی اپنا حمایتی پائے گا

وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۱۲۳﴾ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ

اور نہ مددگار ○ اور جو کوئی مرد ہو یا عورت اچھے عمل کرے اور وہ مسلمان بھی ہو تو یہی لوگ جنت میں داخل ہوں گے

وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا ﴿۱۲۴﴾ وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ

اور ان پر تِل کے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا ○ اور اُس سے بہتر کس کا دین جس نے اپنا چہرہ اللہ کے لئے جھکا دیا اور وہ نیکی کرنے والا ہو

آیت 122 کفار کے بارے میں وعید بیان کرنے کے بعد یہاں باعمل اہلِ ایمان کے لیے جنت کا وعدہ ذکر کیا جارہا ہے، آیت کا مفہوم ترجمہ سے واضح ہے کہ ایمان اور نیک اعمال دونوں ضروری ہیں اور اس پر رب کریم اپنے فضل و کرم کے سچے وعدے سے ابدی جنتوں میں داخلہ عطا فرمائے گا۔ یہ آیت بہت امید افزا ہے کیونکہ یہ خدا کا وعدہ ہے اور خدا سے زیادہ کسی کی بات سچی نہیں ہوسکتی۔

آیت 123، 124 ان دو آیات میں فرمایا گیا کہ اے مشرکو! نجات کا دارومدار نہ تمہاری جھوٹی امیدوں پر ہے کہ بت تمہیں نفع پہنچائیں گے اور نہ اہلِ کتاب کی جھوٹی امیدوں پر جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں، ہمیں آگ چند دن سے زیادہ نہ جلائے گی، یہ سب باطل ہے کیونکہ قانونِ الٰہی یہ ہے کہ جو برائی کرے گا اسے اس کا بدلہ دیا جائے گا خواہ وہ مشرکین میں سے ہو یا یہود و نصاریٰ میں سے اور کافر اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کوئی حمایتی پائے گا اور نہ مددگار، البتہ جو مرد یا عورت نیک عمل کرے اور وہ مسلمان بھی ہو تو یہی باعمل مسلمان جنت میں داخل ہوں گے اور یہ اپنے عمل کی جس جزا کے مستحق ہیں اس میں سے تِل کے برابر بھی کم کرکے ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ **درس:** روزِ قیامت کفار کا تو یقینی طور پر کوئی حمایتی اور مددگار نہ ہوگا جبکہ مسلمانوں کے لئے بھی شفاعت کرنے والی ہستیاں اذنِ الٰہی کے بغیر سفارش نہ کرسکیں گی تو وہ بھی حقیقت میں خدا ہی کی مدد ہے۔

آیت 125 مشرکین و اہلِ کتاب کی خام خیالیوں کے بعد اہلِ ایمان کے قائد و رہنما حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا ذکر کیا جارہا ہے کہ اس سے بہتر کسی کا دین نہیں جو اطاعت و اخلاص اختیار کرے، نیک کام کرے اور ہر باطل سے جدا حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے دین کی پیروی کرے جو کہ دینِ اسلام کے موافق ہے۔ آپ علیہ السّلام کی شان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنا خلیل یعنی گہرا دوست بنالیا۔

اہم باتیں: (1) حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی شریعت و ملت سید الانبیاء، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ملت میں داخل ہے اور دین محمدی

وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا ﴿۱۲۵﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ

اور وہ ابراہیم کے دین کا پیروکار ہو جو ہر باطل سے جدا تھے اور اللہ نے ابراہیم کو اپنا گہرا دوست بنالیا ○ اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے

ع ١٨ ١١ ١٥ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطًا ﴿۱۲۶﴾ وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَآءِ ؕ قُلِ

اور جو کچھ زمین میں اور اللہ ہر شے کو گھیرے ہوئے ہے ○ اور آپ سے عورتوں کے بارے میں فتویٰ مانگتے ہیں: تم فرماؤ کہ

اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ ۙ وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ فِيْ يَتٰمَى النِّسَآءِ الّٰتِيْ

اللہ اور جو کتاب تمہارے سامنے تلاوت کی جاتی ہے وہ تمہیں ان (عورتوں) کے بارے میں فتویٰ دیتے ہیں (کہ ان کے حقوق ادا کرو) اور (وہ تمہیں فتویٰ دیتا ہے)

لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ

ان یتیم لڑکیوں کے بارے میں جنہیں تم ان کا مقرر کیا ہوا (میراث کا) حصہ نہیں دیتے اور ان سے نکاح کرنے سے بے رغبتی کرتے ہو (حکم یہ دیتا ہے کہ تم

مِنَ الْوِلْدَانِ ۙ وَاَنْ تَقُوْمُوْا لِلْيَتٰمٰى بِالْقِسْطِ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ

یہ کام نہ کرو۔) اور کمزور بچوں کے بارے میں (فتویٰ دیتا ہے کہ ان کے حقوق ادا کرو) اور یتیموں کے حق میں انصاف پر قائم رہو اور تم جو نیکی کرتے ہو تو اللہ

کی اپنی خصوصیات جدا ہیں، لہٰذا دینِ محمدی کی اتباع کرنے سے شریعتِ ابراہیمی کی پیروی بھی ہو جاتی ہے۔ (2) خُلَّت اس گہری دوستی کو کہتے ہیں جس میں دوست کے غیر سے جدائی ہو جائے۔ ایک معنی یہ ہے کہ خلیل وہ محب ہے جس کی محبت کامل ہو اور اس میں کوئی خلل اور نقصان نہ ہو۔ (3) ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم اللہ تعالیٰ کے خلیل بھی ہیں اور حبیب بھی۔ آپ کا مرتبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بڑا ہے۔

آیت 126 فرمایا کہ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، سب کا خالق و مالک اللہ تعالیٰ ہے اور وہ مالکِ حقیقی اپنے علم اور قدرت سے ہر شے کا احاطہ کیے ہوئے ہے کہ کسی شے کے جتنے پہلو ہو سکتے ہیں وہ تمام کے تمام اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں، کوئی اس سے خارج نہیں۔

آیت 127 **شانِ نزول:** اہلِ عرب عورتوں اور چھوٹے بچوں کو وارث قرار نہ دیتے تھے، جب آیتِ میراث نازل ہوئی تو انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم! کیا عورت اور چھوٹے بچے وارث ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرما کر انہیں جواب دیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: زمانہ جاہلیت میں دستور تھا کہ اگر یتیم لڑکی حسین و مالدار ہوتی تو سرپرست اس سے تھوڑے مہر پر نکاح کر لیتے، اگر حسین و مالدار نہ ہوتی تو چھوڑ دیتے اور اگر حسین تو نہ ہوتی مگر ہوتی مالدار تو نہ اس سے نکاح کرتے اور نہ دوسرے کے نکاح میں دیتے کہ کہیں وہ مال میں حصہ دار نہ ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر انہیں ان عادتوں سے منع فرما دیا۔ آیت میں دیئے گئے احکام ترجمہ سے واضح ہیں اور اس آیت سے معلوم ہوا کہ یتیموں، بیواؤں، عورتوں، کمزوروں اور محروم لوگوں کو ان کے حقوق دلانا سنّتِ الٰہیہ ہے اور اس کے لئے کوشش کرنا اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے۔ حدیث پاک

كَانَ بِهٖ عَلِيْمًا ﴿١٢٧﴾ وَ اِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ

اسے جانتا ہے○ اور اگر کسی عورت کو اپنے شوہر کی زیادتی یا بے رغبتی کا اندیشہ ہو تو ان پر کوئی حرج نہیں

اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ؕ وَ الصُّلْحُ خَيْرٌ ؕ وَ اُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ ؕ وَ اِنْ تُحْسِنُوْا وَ

کہ آپس میں صلح کر لیں اور صلح بہتر ہے اور دلوں کو لالچ کے قریب کر دیا گیا ہے۔ اور اگر تم نیکی اور

تَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿١٢٨﴾ وَ لَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ

پرہیز گاری اختیار کرو تو اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے○ اور تم سے ہرگز نہ ہوسکے گا کہ عورتوں کو برابر رکھو

میں ہے: بیواؤں اور مسکینوں پر خرچ کرنے والا راہِ خدا میں جہاد کرنے والے، رات کو قیام کرنے اور دن کو روزہ رکھنے والے کی طرح ہے۔ (ابن ماجہ، حدیث: 2140) **اہم بات:** یہ آیت مبارکہ بچوں اور عورتوں سے متعلق اسلامی تعلیمات کا ایک شاندار نمونہ ہے، بچوں اور عورتوں کے حقوق کو بنیاد بنا کر دینِ اسلام پر طعن و تشنیع کرنے والے اس آیت کو بغور پڑھیں اور انصاف کی نظر سے دیکھ کر فیصلہ کریں کہ ان کے حقوق کا جیسا احساس اور خیال دین اسلام نے رکھا ہے ویسا دنیا کے کسی اور مذہب میں موجود ہے بھی سہی؟

آیت 128 قرآنِ پاک نے گھریلو زندگی اور معاشرتی برائیوں کی اصلاح پر بہت زور دیا ہے، اسی لیے جو گناہ معاشرتی بگاڑ کا سبب بنتے اور جو چیزیں خاندانی نظام کی تباہی اور خرابیوں کو جنم دینے کا سبب بنتی ہیں، ان کی قرآن میں بار بار اصلاح فرمائی گئی ہے جیسا کہ یہاں فرمایا گیا: اگر کسی عورت کو اپنے شوہر کی طرف سے زیادتی کا اندیشہ ہو کہ شوہر اس سے علیٰحدہ رہے، کھانے اور پہننے کو نہ دے یا کم دے، مارے، بدزبانی کرے۔ یا اسے شوہر کی جانب سے بے رغبتی کا اندیشہ ہو کہ وہ اس سے محبت نہ رکھے، بول چال ترک یا کم کر دے تو میاں بیوی پر کچھ حرج نہیں کہ آپس میں افہام و تفہیم سے صلح کر لیں جس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ عورت شوہر سے اپنے مطالبات اور کچھ حقوق کا بوجھ کم کر دے اور شوہر رغبت کم ہونے کے باوجود بیوی سے اچھا برتاؤ کرے، یوں نہ ہو کہ صرف عورت کو ہی قربانی دینے پر مجبور کیا جائے۔ مرد و عورت کا یوں آپس میں صلح کر لینا زیادتی اور جدائی سے بہتر ہے کیونکہ طلاق اگرچہ بعض صورتوں میں جائز ہے مگر بارگاہِ الٰہی میں سخت ناپسندیدہ ہے۔ مزید فرمایا: دل لالچ کے پھندے میں پھنسے ہوئے ہیں اور اے مردو! اگر تم نیکی اور خوفِ خدا اختیار کرو، رغبت نہ ہونے کے باوجود اپنی موجودہ عورتوں پر صبر کرو، ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو، انہیں ایذا دینے اور جھگڑا پیدا کرنے والی باتوں سے بچتے رہو تو اللہ تعالیٰ تمہیں تمہارے اعمال کی جزا دے گا۔ **درس:** دل لالچ کے پھندے میں پھنسے ہوئے ہیں، اکثر لوگ اپنی راحت و آسائش چاہتے ہیں اور کچھ مشقت برداشت کر کے دوسرے کی سہولت کو ترجیح نہیں دیتے، جو شخص دوسرے کی راحت مقدم رکھے اور خود تکلیف اٹھا کر اسے سکون پہنچائے وہ بہت باہمت ہے۔

آیت 129 یعنی اگر تمہاری ایک سے زیادہ بیویاں ہوں تو یہ تمہاری قدرت میں نہیں کہ طبعی میلان، محبت، رغبت اور نظر و توجہ وغیرہ ہر چیز میں انہیں برابر رکھو اگرچہ تم اس کی کتنی ہی کوشش کر لو، اس لیے ان تمام پابندیوں کا بوجھ تم پر نہیں رکھا گیا لیکن یوں تو نہ کرو کہ ایک ہی بیوی کی طرف پورے پورے جھک جاؤ اور دوسری بیوی کے لازمی حقوق بھی ادا نہ کرو بلکہ تم پر لازم ہے کہ اپنی

وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ؕ وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَ

اگرچہ تم کتنی ہی (اس کی) حرص کرو تو یہ نہ کرو کہ (ایک ہی بیوی کی طرف) پورے پورے جھک جاؤ اور دوسری لٹکتی ہوئی چھوڑ دو اور اگر تم نیکی اور

تَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿١٢٩﴾ وَاِنْ يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ

پرہیز گاری اختیار کرو تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے ○ اور اگر وہ (میاں بیوی) دونوں جدا ہو جائیں تو اللہ اپنی وسعت سے ہر ایک کو دوسرے سے بے نیاز کر دے گا

وَكَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِيْمًا ﴿١٣٠﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ

اور اللہ وسعت والا، حکمت والا ہے ○ اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں اور بیشک ہم نے ان لوگوں کو جنہیں

اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَاِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ

تم سے پہلے کتاب دی گئی اور تمہیں بھی تاکید فرمادی ہے کہ اللہ سے ڈرتے رہو اور اگر نہ مانو تو بیشک اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے

وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَنِيًّا حَمِيْدًا ﴿١٣١﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ

اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ بے نیاز ہے، خوبیوں کا مالک ہے ○ اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں

قدرت و اختیار میں موجود چیزوں میں ان کے ساتھ ایک جیسا سلوک کرو، محبت اختیاری شے نہیں تو بات چیت، حسنِ اخلاق، کھانے پینے، پہننے اور دیگر اختیاری امور میں سب کے ساتھ یکساں سلوک کرو اور اگر تم نیکی و پرہیز گاری اختیار کرتے ہوئے ظلم و زیادتی سے بچتے رہو تو بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور تم پر مہربان ہے۔ بیوی کو بالکل لٹکتے چھوڑ دینا دو بیویوں ہی کی صورت میں نہیں بلکہ ایک بیوی کی صورت میں بھی حرام ہے کہ اس سے سلام، کلام، ادائے حقوق ترک کر کے اسے ذلیل کرتا رہے۔

آیت 130 فرمایا کہ اگر میاں بیوی میں صلح نہ ہو سکے اور طلاق واقع ہو جائے تو دونوں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں، اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے عورت کو اچھا شوہر اور مرد کو اچھی بیوی عطا فرما کر دونوں کو ایک دوسرے سے بے نیاز کر دے گا اور اللہ تعالیٰ وسعت و حکمت والا ہے۔ نکاح و طلاق کی اجازت دینے میں وسعت بھی ہے اور حکمت بھی۔ **اہم باتیں:** (1) مرد و عورت ایک دوسرے کے کلی محتاج نہیں ہیں۔ دونوں کا ایک دوسرے کے بغیر کام چل سکتا ہے یعنی طلاق کے بعد بھی زندگی گزر جاتی ہے، ختم نہیں ہو جاتی۔ (2) عموماً طلاق کے بعد عورت اور اس کے گھر والے بہت غمزدہ ہوتے ہیں، ایسے موقع پر اگر یہ آیت بار بار پڑھی جائے تو ان شاء اللہ! دل کو تسکین ملے گی اور اللہ تعالیٰ کوئی مناسب حل بھی عطا کر دے گا۔ **درس:** اس آیت میں شوہر کو بھی ہدایت ہے کہ وہ یہ نہ سمجھے کہ اگر اس نے بیوی کو چھوڑ دیا تو کائنات میں کوئی اس کا سہارا نہ ہوگا۔ ایسا ہرگز نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ اسے سہارا دے گا۔

آیت 131، 132 ان دو آیات میں فرمایا گیا: (1) جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب کا خالق و مالک اللہ تعالیٰ ہے، لہٰذا میاں بیوی میں جدائی کے بعد انہیں ایک دوسرے سے بے نیاز کر دینا اللہ تعالیٰ کے لیے کچھ بھی مشکل نہیں۔ (2) اللہ تعالیٰ نے یہودیوں، عیسائیوں، ان سے پہلی امتوں اور امتِ محمدیہ سب کو یہ تاکید فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ (3) فرمایا کہ اگر تم

وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿١٣٢﴾ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ وَيَاْتِ بِاٰخَرِيْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى ذٰلِكَ

اور اللہ کافی کارساز ہے ○ اے لوگو! اگر وہ چاہے تو تمہیں لے جائے اور دوسروں کو لے آئے اور اللہ اس پر

قَدِيْرًا ﴿١٣٣﴾ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ

قادر ہے ○ جو دنیا کا انعام چاہتا ہے تو دنیا و آخرت کا انعام اللہ ہی کے پاس ہے اور اللہ ہی

سَمِيْعًۢا بَصِيْرًا ﴿١٣٤﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ ع ١٩ ٨ ١٢

سنتا دیکھتا ہے ○ اے ایمان والو! اللہ کے لئے گواہی دیتے ہوئے انصاف پر خوب قائم ہو جاؤ چاہے تمہارے اپنے یا والدین یا

اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ ۚ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا ۫ فَلَا تَتَّبِعُوا

رشتے داروں کے خلاف ہی (گواہی) ہو۔ جس پر گواہی دو وہ غنی ہو یا فقیر بہر حال اللہ ان کے زیادہ قریب ہے تو (نفس کی) خواہش کے

الْهَوٰۤى اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ وَاِنْ تَلْوٗۤا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿١٣٥﴾

پیچھے نہ چلو کہ عدل نہ کرو اور اگر تم ہیر پھیر کرو یا منہ پھیرو تو اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے ○

خدا، اس کے احکام یا نعمتوں کو نہ مانو تو آسمانوں اور زمین میں موجود ہر چیز اللہ تعالیٰ کی ہی ہے، اسے نہ تو تمہاری ناشکری اور گناہ کا کوئی نقصان ہے اور نہ ہی شکر و تقویٰ سے کوئی فائدہ، بلکہ اس کے احکام میں سراسر تمہارا ہی فائدہ ہے، اللہ تعالیٰ کی تو شان یہ ہے کہ وہ اپنی مخلوق اور ان کی عبادت سے بے نیاز اور ذاتی طور پر تمام خوبیوں کا مالک ہے۔

آیت 133 فرمایا کہ اے لوگو! اللہ تعالیٰ غنی، بے پرواہ ہے، وہ چاہے تو تم سب کو فنا کر کے دوسرے لوگ لے آئے، تمہیں موت دے کر دوسری قوم یہاں آباد کر دے جیسے فرعون کے ملک کا دوسروں کو مالک بنا دیا۔ اس کی شان بلند ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔

آیت 134 اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جو اپنے عمل سے دنیا کا انعام چاہتا ہے وہ اسے پا تو لے گا لیکن ثوابِ آخرت سے محروم ہو جائے گا اور جس نے رضائے الٰہی اور ثوابِ آخرت کے لیے عمل کیا ہو تو اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت دونوں میں ثواب دینے والا ہے اور اللہ تعالیٰ سب کی باتیں سننے والا اور سب کے کام دیکھنے والا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) اللہ تعالیٰ سے دونوں جہاں کی بھلائی مانگی جائے، فقط دنیا کا طالب ہونا نادانی ہے۔ (2) نہ تو دنیا کو اصل مقصود بنایا جائے کہ آخرت کو فراموش کر دے اور نہ ہی بالکل ترکِ دنیا کرنی چاہیے۔

آیت 135 یہاں عدل و انصاف کا اہم ترین حکم دیتے ہوئے وہ چیزیں وضاحت سے بیان کی گئی ہیں جو ناانصافی کی طرف مائل کرنے کا سبب بن سکتی ہیں، چنانچہ فرمایا گیا کہ اے ایمان والو! گواہی دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے انصاف پر خوب قائم ہو جاؤ اگرچہ وہ گواہی تمہارے اپنے یا والدین اور رشتے داروں کے خلاف ہی ہو۔ جس پر گواہی دو وہ غنی ہو یا فقیر بہر حال اللہ تعالیٰ ان کے زیادہ قریب ہے، تم گواہی دینے میں نفس کی خواہش کے پیچھے نہ چلو کہ کسی کی امیری کی وجہ سے اس کی حمایت کرو یا کسی کی غریبی پر ترس کھا کر دوسرے فریق پر زیادتی کرو اور عدل سے ہٹ جاؤ۔ اگر تم گواہی میں ہیر پھیر کر دو یا گواہی دینے سے منہ پھیر و تو یاد رکھو! اللہ تعالیٰ کو

Go To Index

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول پر اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسول پر اتاری اور اس کتاب پر

وَالْكِتٰبِ الَّذِيْۤ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ

جو اس سے پہلے نازل کی (ان سب پر ہمیشہ) ایمان رکھو اور جو اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں

وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ﴿١٣٦﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا

اور قیامت کو نہ مانے تو وہ ضرور دور کی گمراہی میں جا پڑا ○ بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے پھر کافر ہو گئے پھر ایمان لائے پھر کافر ہو گئے

ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيْلًا ؕ ﴿١٣٧﴾ بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ

پھر کفر میں اور بڑھ گئے تو اللہ ہرگز نہ انہیں بخشے گا اور نہ انہیں راہ دکھائے گا ○ منافقوں کو خوشخبری دو

تمہارے کاموں کی خبر ہے، وہ تمہیں اس کا بدلہ دے گا۔

آیت 136 اس آیت میں خطاب حقیقی مسلمانوں سے بھی ہو سکتا ہے، یہودیوں اور عیسائیوں سے بھی اور منافقون سے بھی۔ پہلی صورت میں آیت کا معنی یہ ہے کہ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر، اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسول پر اتاری اور اس کتاب پر جو اس نے اس سے پہلے نازل کی، ان سب پر ہمیشہ ایمان رکھو اور اپنے ایمان میں ثابت قدم رہو۔ دوسری صورت میں معنی یہ ہے کہ اے بعض کتابوں اور بعض رسولوں پر ایمان لانے والو! سب کتابوں اور سب رسولوں پر ایمان لاؤ جن میں قرآن اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم بھی داخل ہیں۔ تیسری صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ اے ایمان کا ظاہری دعویٰ کرنے والو! اخلاص کے ساتھ ایمان لے آؤ۔ مزید فرمایا: جو اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، کتابوں، رسولوں اور قیامت کو نہ مانے تو وہ ضرور دور کی گمراہی میں جا پڑا کیونکہ ان میں سے کسی ایک کا انکار سب کا انکار ہے۔ **اہم باتیں:** (1) اس آیت میں کتاب سے مراد قرآنِ پاک اور رسول سے مراد سید الانبیاء صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہیں۔ (2) اہلِ ایمان کا لفظ حقیقی معنی کے اعتبار سے صرف مسلمانوں پر بول سکتے ہیں کسی اور مذہب والے پر نہیں۔

آیت 137 **شانِ نزول:** یہودی حضرت موسیٰ علیہ السّلام پر ایمان لائے پھر بچھڑے کی پوجا کر کے کافر ہوئے، پھر ایمان لائے اور حضرت عیسیٰ علیہ السّلام اور انجیل کا انکار کر کے کافر ہوئے، پھر محمدِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور قرآن کا انکار کر کے کفر میں اور بڑھ گئے، ان کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔ ایک قول کے مطابق یہ آیت منافقین کے بارے میں نازل ہوئی جو مسلمانوں کے سامنے ایمان لاتے یعنی ایمان کا اظہار کرتے اور بعد میں کفر کرتے، پھر کفر میں اور بڑھے یعنی کفر پر مر گئے، ان کے بارے میں فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ انہیں ہرگز نہ بخشے گا اور نہ انہیں نجات یا جنت کی راہ دکھائے گا۔

آیت 138، 139 ان دو آیات میں ارشاد فرمایا گیا: اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، منافقوں کو خوشخبری دے دو کہ ان کے لئے جہنم کا دردناک عذاب ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں کیونکہ ان کا خیال تھا کہ اسلام غالب نہ ہو گا، اس لئے وہ کفار کو صاحبِ قوت و شوکت سمجھ کر ان سے دوستی کرتے اور ان سے ملنے میں عزت جانتے تھے حالانکہ کفار سے

بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمَاۙ (۱۳۸) الَّذِیْنَ یَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَؕ

کہ ان کے لئے دردناک عذاب ہے ○ وہ جو مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں۔

اَیَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِیْعًاؕ (۱۳۹) وَقَدْ نَزَّلَ عَلَیْكُمْ فِی الْكِتٰبِ

کیا یہ ان کے پاس عزت ڈھونڈتے ہیں؟ تو تمام عزتوں کا مالک اللہ ہے ○ اور بیشک اللہ تم پر کتاب میں یہ حکم نازل فرماچکا ہے

اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰیٰتِ اللّٰهِ یُكْفَرُ بِهَا وَیُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى یَخُوْضُوْا

کہ جب تم سنو کہ اللہ کی آیتوں کا انکار کیا جارہا ہے اور ان کا مذاق اڑایا جارہا ہے تو ان لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو جب تک وہ کسی دوسری

فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِهٖ ۚۖ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْؕ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِیْنَ وَالْكٰفِرِیْنَ فِیْ جَهَنَّمَ جَمِیْعَاۙ (۱۴۰)

بات میں مشغول نہ ہوجائیں ورنہ تم بھی انہیں جیسے ہو جاؤ گے۔ بیشک اللہ منافقوں اور کافروں سب کو جہنم میں اکٹھا کرنے والا ہے ○

دوستی ممنوع اور ان سے ملنے میں عزت سمجھنا باطل ہے۔ ان کے بارے میں فرمایا کہ کیا یہ کافروں کے پاس جاکر عزت تلاش کرتے ہیں حالانکہ تمام عزتوں کا مالک اللہ تعالیٰ ہے اور جنہیں اللہ تعالیٰ عزت عطا فرمائے وہی عزت والے ہیں جیسے انبیاء علیہم السّلام اور مومنین۔ **درس:** آج کل یہ مرض بکثرت پایا جاتا ہے، اپنوں کو چھوڑ کر بیگانوں سے دوستیاں، مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں سے پیار، باہمی اتحاد کے بجائے کفار کے قدموں میں بیٹھ کر عزت حاصل کرنے کی کوشش مسلمان قوم میں بری طرح سرایت کئے ہوئے ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عقل سلیم عطا فرمائے۔

آیت 140 مشرکین مکہ آیات قرآنی پر طعن و تشنیع کرتے اور اپنی مجلسوں میں ان کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ انعام کی آیت 68 میں ان کا طرز عمل ذکر فرماکر ان سے منہ پھیر لینے کا حکم دیا تھا۔ پھر مدینہ منورہ میں یہودیوں نے مشرکوں کے اس فعل کو اپنالیا اور منافق لوگ ان کے ساتھ بیٹھتے اور باطل باتوں میں ان کی موافقت کرتے تھے، جس پر یہاں فرمایا گیا کہ بیشک اللہ تعالیٰ تم پر کتاب میں یہ حکم نازل فرماچکا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کرتے اور ان کا مذاق اڑاتے ہیں، جب وہ اس خبیث فعل میں مصروف ہوں تو ان کے پاس نہ بیٹھو یہاں تک کہ وہ کسی دوسری بات میں مشغول ہوجائیں ورنہ تم بھی ان جیسے ہو جاؤ گے۔ بیشک اللہ تعالیٰ کفار و منافقین سب کو جہنم میں اکٹھا کرنے والا ہے جیسے وہ دنیا میں انکارِ قرآن اور مذاق اڑانے میں اکٹھے ہوتے ہیں۔

اہم باتیں: (1) جہاں آیاتِ قرآنی اور دین و شریعت کا مذاق اڑایا جارہا ہو وہاں جانا ہی حرام ہے اور اگر جانا پڑ جائے تو حکم یہ ہے کہ انہیں ہاتھ سے روکنا ممکن ہو تو ہاتھ سے روکا جائے، ورنہ زبان سے روکا جائے اور یہ بھی ممکن نہ ہو تو دل میں اس حرکت سے نفرت کرتے ہوئے وہاں سے اٹھ جائیں۔ (2) دین کا مذاق اڑانے والوں کے پاس بیٹھے رہنے کا نقصان یہ ہے کہ بندہ یا تو خود اس فعل میں مبتلا ہوجائے گا یا ان کی صحبت کی نحوست سے متاثر ہوگا، یا اتنا تو ثابت ہو ہی جائے گا کہ اس شخص کے دل میں بھی دین کی قدر و قیمت نہیں ہے۔ **درس:** اس آیت سے وہ لوگ سبق لیں جو فلموں، ڈراموں، گانوں، تھیٹروں، دوستوں کی گپ شپ اور بدمذہبوں کی صحبت میں دین کا مذاق اڑتا دیکھتے اور پھر بھی وہاں بیٹھے رہتے بلکہ مَعَاذَ اللہ ان کی ہاں میں ہاں ملا رہے ہوتے ہیں۔

Go To Index

الَّذِيْنَ يَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ ۚ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللّٰهِ قَالُوْٓا اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ۖ

وہ جو تمہارے اوپر (گردشِ زمانہ) کا انتظار کرتے رہتے ہیں پھر اگر اللہ کی طرف سے تمہیں فتح ملے تو کہتے ہیں: کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟

وَاِنْ كَانَ لِلْكٰفِرِيْنَ نَصِيْبٌ ۙ قَالُوْٓا اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ وَنَمْنَعْكُمْ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ

اور اگر کافروں کے لئے (فتح کا) حصہ ہو تو (ان سے) کہتے ہیں: کیا ہم تم پر غالب نہ تھے؟ اور (کیا) ہم نے مسلمانوں کو تم سے روکے (نہ) رکھا؟

ع ٢٠ ١٧

فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا ﴿١٤١﴾ ع

تو اللہ تمہارے درمیان قیامت کے دن فیصلہ کر دے گا اور اللہ کافروں کو مسلمانوں پر کوئی راہ نہ دے گا ○

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۚ وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ

بیشک منافق لوگ اپنے گمان میں اللہ کو فریب دینا چاہتے ہیں اور وہی انہیں غافل کر کے مارے گا اور جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو بڑے سست ہو کر

يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿١٤٢﴾ ۙ مُّذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ ۖ لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ

لوگوں کے سامنے ریاکاری کرتے ہوئے کھڑے ہوتے ہیں اور اللہ کو بہت تھوڑا یاد کرتے ہیں ○ درمیان میں ڈگمگا رہے ہیں، نہ ان کی طرف ہیں

آیت 141 یہاں منافقوں کی حالت کا بیان ہے کہ اے مسلمانو! یہ منافق تمہارے اوپر گردشِ زمانہ کا انتظار کرتے ہیں، پھر اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہیں فتح ملے تو کہتے ہیں: کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟ لہٰذا ہمیں بھی مالِ غنیمت دو اور اگر کافروں کو فتح مل جائے تو ان سے کہتے ہیں: کیا ہم تم پر غالب نہ تھے کہ تمہیں پکڑ سکتے تھے مگر پھر بھی ہم نے تمہیں نہ پکڑ کر تمہاری مدد کی اور ہم نے مسلمانوں کو تم سے روکے رکھا لہٰذا ہمارا حصہ دو۔ اللہ تعالیٰ تمہارے اور ان کے درمیان قیامت کے دن فیصلہ کر دے گا کہ منافقین کو جہنم اور مؤمنین کو جنت میں داخل فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ کافروں کو مسلمانوں پر ایسی کوئی راہ نہ دے گا جس سے وہ ہمیشہ کے لئے مسلمانوں کو ختم کر دیں۔ **اہم بات:** منافق کی زندگی صرف اپنے مفاد کے گرد گھومتی ہے، وہ کسی کے ساتھ بھی حقیقی طور پر مخلص نہیں ہوتا۔

آیت 142 یہاں منافقوں کی ایک اور بری خصلت کا بیان ہے کہ یہ منافق اپنے دل میں کفر چھپا کر اور ایمان ظاہر کر کے اپنے گمان میں اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں اور وہی انہیں ان کے فریب کا جواب دے گا کہ انہیں غافل کر کے مارے گا، دنیا میں انہیں رسوا اور بروزِ قیامت عذاب میں مبتلا کرے گا۔ ان منافقوں کی ایک علامت یہ ہے کہ جب مومنوں کے ساتھ نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو مرے دل اور سستی کے ساتھ اور محض لوگوں کو دکھانے کے لئے کھڑے ہوتے ہیں کیونکہ ان کے دلوں میں ایمان تو ہے ہی نہیں جس سے انہیں عبادت کا ذوق اور بندگی کا لطف حاصل ہو اور یہ اللہ تعالیٰ کو بہت تھوڑا یاد کرتے اور کبھی کبھار ہی نماز پڑھتے ہیں۔
اہم باتیں: (1) اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دینا ناممکن ہے، یہاں مراد مسلمانوں کو دھوکہ دینے کی کوشش کرنا ہے۔ (2) نماز میں سستی منافق کی علامت ہے۔ (3) نماز نہ پڑھنا، یا لوگوں کے سامنے پڑھنا مگر تنہائی میں ترک کر دینا، یا لوگوں کے سامنے خشوع و خضوع سے اور تنہائی میں جلدی جلدی پڑھنا، یا نماز میں دل جمعی کی کوشش نہ کرنا وغیرہ سستی کی علامتیں ہیں۔

آیت 143 فرمایا کہ منافق لوگ ایمان و کفر کے درمیان ڈگمگا رہے ہیں کیونکہ نہ تو حقیقی طور پر ایمان والوں کے ساتھ ہیں اور نہ واضح

وَلَاۤ اِلٰى هٰۤؤُلَاۤءِ ؕ وَ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ﴿۱۴۳﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

نہ اُن کی طرف اور جسے اللہ گمراہ کرے تو تم اس کے لئے کوئی راستہ نہ پاؤ گے ○ اے ایمان والو!

لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ

مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بناؤ۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اپنے اوپر اللہ کے لئے صریح حجت

سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿۱۴۴﴾ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِى الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا ﴿۱۴۵﴾

قائم کرلو ○ بیشک منافق دوزخ کے سب سے نچلے طبقے میں ہیں اور تو ہرگز ان کا کوئی مددگار نہ پائے گا ○

اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَاَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ

مگر وہ لوگ جنہوں نے توبہ کی اور اپنی اصلاح کرلی اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیا اور اپنا دین خالص اللہ کے لئے کرلیا تو یہ

الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ وَسَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۴۶﴾ مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ

مسلمانوں کے ساتھ ہیں اور عنقریب اللہ مسلمانوں کو بڑا ثواب دے گا ○ اور اگر تم شکر گزار بن جاؤ اور ایمان لاؤ

اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا ﴿۱۴۷﴾

تو اللہ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا اور اللہ قدر کرنے والا، جاننے والا ہے ○

طور پر کفر و شرک کرنے والوں کے ساتھ اور اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، آپ ان منافقین کے راہِ راست پر آنے کی امید نہ رکھیں کیونکہ جسے ہدایت و توفیق کی لیاقت نہ ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ گمراہ کردے؛ آپ اس کے لئے ہدایت کا کوئی راستہ نہ پائیں گے۔

آیت 144 فرمایا کہ اے ایمان والو! مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بناؤ، یہ منافقوں کی خصلت ہے۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ کافروں کو دوست بنا کر منافقت کی راہ اختیار کرو اور یوں اپنے خلاف اللہ تعالیٰ کی صریح حجت قائم کرلو۔

آیت 145، 146 ان دو آیات میں فرمایا کہ بیشک منافق دوزخ کے سب سے نچلے طبقے میں ہوں گے اور ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا البتہ وہ لوگ جو توبہ کرکے اپنے فاسد احوال کی اصلاح کرلیں، اللہ تعالیٰ کے دین کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیں اور اپنا دین خالص اللہ تعالیٰ کے لئے کرلیں تو ایسے لوگ مسلمانوں کے ساتھ جنت میں ہوں گے اور عنقریب اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو بڑا ثواب دے گا جس میں نفاق سے سچی توبہ کرنے والے بھی شریک ہوں گے۔

آیت 147 ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! اگر تم اللہ تعالیٰ کے شکر گزار بندے بن جاؤ اور اس پر ایمان لاؤ تو اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا، اس کی شان یہ ہے کہ وہ شکر گزار مسلمانوں کی قدر فرمانے والا اور انہیں جاننے والا ہے۔

لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا عَلِيْمًا ﴿۱۴۸﴾ اِنْ

بری بات کا اعلان کرنا اللہ پسند نہیں کرتا مگر مظلوم سے اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے○ اگر

تُبْدُوْا خَيْرًا اَوْ تُخْفُوْهُ اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيْرًا ﴿۱۴۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ

تم کوئی بھلائی اعلانیہ کرو یا چھپ کر یا کسی کی برائی سے درگزر کرو تو بیشک اللہ معاف کرنے والا قدرت والا ہے○ وہ لوگ جو

يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ يَقُوْلُوْنَ

اللہ اور اس کے رسولوں کو نہیں مانتے اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں میں فرق کریں اور کہتے ہیں

نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّ نَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۙ وَّ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ﴿۱۵۰﴾ ۙ اُولٰٓئِكَ

ہم کسی پر تو ایمان لاتے ہیں اور کسی کا انکار کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ایمان و کفر کے بیچ میں کوئی راہ نکال لیں○ تو یہی

هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ وَ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۱۵۱﴾ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ

لوگ پکے کافر ہیں اور ہم نے کافروں کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے○ اور وہ جو اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائے

آیت 148 کسی کی برائی بیان کرنا اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں البتہ مظلوم کو اجازت ہے کہ ظالم کا ظلم بیان کرے مثلاً مظلوم حاکم کے سامنے ظالم کی برائی بیان کر سکتا ہے، یہ غیبت میں داخل نہیں، جیسے چور یا غاصب کی شکایت کرنا اور غداروں کی حکومت کو اطلاع دینا وغیرہ۔ کسی کی پیٹھ پیچھے اس کی پوشیدہ برائی بیان کرنا غیبت ہے اور عموماً گناہ میں داخل ہے البتہ شرعی مقصدِ صحیح کے لئے بیان کی اجازت ہے۔

آیت 149 فرمایا کہ اگر تم کوئی نیک کام اعلانیہ کرو یا چھپ کر، یا کسی کی برائی سے درگزر کرو تو یہ افضل ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ سزا دینے پر ہر طرح قادر ہونے کے باوجود اپنے بندوں کے گناہوں سے درگزر کرتا اور انہیں معاف فرماتا ہے، لہٰذا تم بھی اپنے اوپر ظلم و ستم کرنے والوں کو معاف کر دو اور لوگوں کی غلطیوں سے درگزر کرو۔ **درس:** ظالم سے بدلہ لینا اگرچہ جائز ہے لیکن بدلہ لینے پر قادر ہونے کے باوجود ظلم پر صبر کرنا اور ظالم کو معاف کر دینا بہتر اور اجر و ثواب کا باعث ہے اور مخلوقِ خدا پر شفقت و رحم کرنا اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے، حدیث پاک میں ہے: رحم کرنے والوں پر رحمٰن رحم فرماتا ہے۔ (ترمذی، حدیث: 1931)

آیت 150، 151 **شانِ نزول:** یہودی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے مگر عیسیٰ علیہ السلام اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ساتھ کفر کیا جبکہ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے مگر حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ساتھ کفر کیا، یہاں اس پر فرمایا گیا کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کو نہیں مانتے اور ان پر ایمان لانے میں فرق کرنا چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو مانیں لیکن اس کے رسولوں کو نہیں تو حقیقت میں یہ لوگ ایمان و کفر کے بیچ میں کوئی راہ نکالنا چاہتے ہیں اور یہ راہ باطل ہے اور یہ لوگ پکے کافر ہیں کیونکہ ایک نبی کا انکار تمام انبیاء علیہم السلام کے انکار کے برابر ہے لہٰذا ایسے لوگ کافر ہیں اور کافروں کے لئے جہنم میں ذلت کا عذاب تیار ہے۔

آیت 152 یہاں ایمان والوں سے اجر و ثواب کا وعدہ کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے تمام رسولوں پر ایمان لائے اور

Go To Index

وَ لَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓىِٕكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا

اور ان میں سے کسی (پر ایمان لانے) میں فرق نہ کرے تو عنقریب اللہ انہیں ان کے اجر عطا فرمائے گا اور اللہ بخشنے والا

رَّحِيْمًا ﴿١٥٢﴾ ع يَسْـَٔلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰٓى ٢١ ع ١١

مہربان ہے (اے حبیب!) اہلِ کتاب آپ سے سوال کرتے ہیں کہ آپ ان پر آسمان سے ایک کتاب اتار دیں تو یہ لوگ تو موسیٰ سے اس سے بھی

اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالُوْٓا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ ۚ ثُمَّ اتَّخَذُوا

بڑا سوال کر چکے ہیں جو انہوں نے کہا تھا: (اے موسیٰ!) اللہ ہمیں اعلانیہ دکھادو تو ان کے ظلم کی وجہ سے انہیں کڑک نے پکڑ لیا پھر ان کے پاس

الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ فَعَفَوْنَا عَنْ ذٰلِكَ ۚ وَ اٰتَيْنَا مُوْسٰى سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿١٥٣﴾

روشن نشانیاں آجانے کے باوجود وہ بچھڑے کو (معبود) بنا بیٹھے۔ پھر ہم نے یہ معاف کر دیا اور ہم نے موسیٰ کو روشن غلبہ عطا فرمایا

کافروں کی طرح نہ کرے کہ کسی نبی کو مانے اور کسی کا انکار کرے بلکہ سب کو مانے تو یہ مومن ہیں جنہیں بخشش و رحمت والا خدا اجر عطا فرمائے گا۔ **اہم بات:** معتزلہ فرقے والوں کا عقیدہ ہے کہ گناہِ کبیرہ کرنے والا ہمیشہ کے لئے داخل جہنم ہو گا، اس آیت سے ان کا عقیدہ غلط ہونا بھی ثابت ہوتا ہے کیونکہ آیت میں صرف ایمان لانے پر ہی جنت کا وعدہ فرمایا گیا ہے۔ نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری شفاعت میری امت کے ان لوگوں کے لیے ہے جو کبیرہ گناہوں کے مرتکب ہوں۔ (ترمذی، حدیث 2444)

آیت 153 شانِ نزول: کچھ یہودیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے کہا: اگر آپ نبی ہیں تو ہمارے پاس آسمان سے ایک ہی بار میں کتاب لایئے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام تورات لائے تھے۔ یہ مطالبہ ہدایت حاصل کرنے کے لیے نہیں بلکہ سرکشی و بغاوت کے طور پر تھا جس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ اے نبی! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، آپ ان کے ایسے مطالبے پر تعجب نہ کریں۔ یہ ان کی پرانی عادت ہے جو ان کے باپ دادا سے چلی آرہی ہے جیسے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایک ہی مرتبہ میں پوری تورات نازل ہوئی تب بھی یہودیوں نے ماننے کی بجائے الٹا یہ سوال کر دیا کہ ہمیں خدا کا اعلانیہ دیدار کراؤ تب مانیں گے۔ یہ مطالبہ کر کے انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا، جس کی سزا میں انہیں ایک زوردار آواز سنائی دی اور یہ مر گئے۔ ان کی سرکشی اور جہالت کی ایک اور دلیل یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کوہِ طور پر جانے کے بعد بچھڑے کو اپنا معبود بنا لیا حالانکہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی روشن دلیلیں ان کے پاس آچکی تھیں، لیکن پھر بھی ہم نے اپنے فضل سے ان کا یہ گناہ معاف کر دیا اور عذابِ عام نازل کر کے انہیں مکمل طور پر تباہ و برباد نہ کیا۔ مزید فرمایا: ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو روشن غلبہ عطا فرمایا۔ یہی وجہ ہے کہ جب آپ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو حکم دیا کہ توبہ کے لئے خود کو قتل کریں تو وہ انکار نہ کر سکے اور انہیں اس حکم پر عمل کرنا پڑا۔

وَ رَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ بِمِیْثَاقِهِمْ وَ قُلْنَا لَهُمُ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّ قُلْنَا لَهُمْ

پھر ہم نے ان سے عہد لینے کے لئے ان پر کوہِ طور کو بلند کر دیا اور ان سے فرمایا کہ دروازے میں سجدہ کرتے داخل ہو اور ان سے فرمایا کہ

لَا تَعْدُوْا فِی السَّبْتِ وَ اَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّیْثَاقًا غَلِیْظًا ﴿۱۵۴﴾ فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّیْثَاقَهُمْ وَ كُفْرِهِمْ

ہفتہ کے دن میں حد سے نہ بڑھو اور ہم نے ان سے مضبوط عہد لیا○ تو (ہم نے ان پر لعنت کی) ان کے عہد کو توڑنے اور اللہ کی آیات کے ساتھ

بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَ قَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِیَآءَ بِغَیْرِ حَقٍّ وَّ قَوْلِهِمْ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَیْهَا

کفر کرنے اور انبیاء کو ناحق شہید کرنے اور ان کے یہ کہنے کی وجہ سے (کہ) ہمارے دلوں پر غلاف ہیں بلکہ اللہ نے ان کے کفر کے سبب

بِكُفْرِهِمْ فَلَا یُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِیْلًا ﴿۱۵۵﴾ ۪ وَّ بِكُفْرِهِمْ وَ قَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْیَمَ بُهْتَانًا عَظِیْمًا ﴿۱۵۶﴾ ۙ

ان کے دلوں پر مہر لگادی ہے تو (ان میں سے) بہت تھوڑے ایمان لاتے ہیں○ اور (ان پر لعنت کی) ان کے کفر اور مریم پر بڑا بہتان لگانے کی وجہ سے○

وَّ قَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِیْحَ عِیْسَى ابْنَ مَرْیَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۚ وَ مَا قَتَلُوْهُ وَ مَا صَلَبُوْهُ

اور ان کے اس کہنے کی وجہ سے کہ ہم نے مسیح عیسیٰ بن مریم اللہ کے رسول کو شہید کیا حالانکہ انہوں نے نہ تو اسے قتل کیا اور نہ اسے سولی دی

آیت 154 اس آیت میں یہودیوں سے متعلق مزید 3 باتیں ارشاد فرمائی گئی ہیں: (1) اللہ تعالیٰ نے ان سے تورات پر عمل کا عہد لینے کے لئے کوہِ طور ان کے سروں پر معلق کر دیا۔ (2) انہیں بیت المقدس یا اریحا نامی بستی کے دروازے سے سجدہ کرتے ہوئے گزرنے کا حکم دیا۔ (3) ہفتے کے دن مچھلی کا شکار کرنے سے منع فرمایا؛ لیکن انہوں نے تینوں باتوں پر عمل نہ کیا اور اللہ تعالیٰ سے مضبوط عہد کر کے توڑ دیا۔

آیت 155 یہاں سے اہلِ کتاب کے جرائم کی فہرست اور ان پر غضبِ الٰہی کا بیان شروع ہے۔ اس آیت میں یہودیوں کے 4 جرائم بیان کیے گئے ہیں جن کے سبب اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت فرمائی: (1) انہوں نے اللہ تعالیٰ سے کیا ہوا عہد توڑ دیا۔ (2) اللہ تعالیٰ کی نشانیوں یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا انکار کیا۔ (3) انبیاء علیہمُ السلام کو شہید کیا حالانکہ وہ خود سمجھتے تھے کہ انہیں شہید کرنا ناحق ہے۔ (4) دورِ رسالت کے یہودیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے یہ کہا کہ ہمارے دلوں پر غلاف چڑھے ہوئے ہیں اس لیے ہمیں آپ کی باتیں سمجھ نہیں آتیں۔ اس کے جواب میں فرمایا گیا: اصل فطرت کے حساب سے ان کے دلوں پر غلاف نہیں چڑھے ہوئے بلکہ ان کے کفر کے سبب اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگادی ہے؛ اس لیے وعظ و نصیحت کا انہیں کچھ اثر نہیں ہو رہا اور ان میں سے بہت تھوڑے لوگ ایمان لاتے ہیں۔ **اہم بات:** کفر اور گناہوں کی کثرت سے دلوں پر مہر لگ جاتی ہے۔

آیت 156–158 ان تین آیات میں یہودیوں کے مزید 3 جرائم بیان کیے گئے ہیں: (1) انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کفر کیا۔ (2) حضرت مریم رضی اللہ عنہا پر بدکاری کا بڑا بہتان لگایا۔ (3) یہ دعویٰ کیا کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو شہید کر دیا ہے اور عیسائیوں نے اس کی تصدیق کی۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں کا رد فرمادیا کہ انہوں نے نہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو شہید کیا اور نہ اسے سولی دی ہے بلکہ جو منافق، یہودیوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پتہ دینے کے لئے آپ کے گھر میں داخل ہوا تھا، اسے آپ علیہ السلام کا ہم شکل بنا

Go To Index

وَ لٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ؕ وَ اِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ؕ مَا لَهُمْ بِهٖ

بلکہ ان (یہودیوں) کے لئے (عیسیٰ سے) ملتا جلتا (ایک آدمی) بنا دیا گیا اور بیشک یہ (یہودی) جو اس عیسیٰ کے بارے میں اختلاف کر رہے ہیں ضرور اس کی طرف سے شبہ میں

مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَ مَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًۢا ۙ﴿۱۵۷﴾ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ؕ وَ كَانَ

پڑے ہوئے ہیں (حقیقت یہ ہے کہ) سوائے گمان کی پیروی کے ان کو اس کی کچھ بھی خبر نہیں اور بیشک انہوں نے اس کو قتل نہیں کیا○ بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف

اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۵۸﴾ وَ اِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَ

اٹھالیا تھا اور اللہ غالب حکمت والا ہے○ کوئی کتابی ایسا نہیں جو اس کی موت سے پہلے ان پر ایمان نہ لے آئے گا اور

دیا گیا جبکہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے آسمان پر اٹھا لیا۔ یہودیوں نے اسی منافق کو حضرت عیسیٰ علیہ السّلام سمجھ کر سولی پر چڑھا دیا لیکن پھر خود حیران ہو گئے کہ ہمارا آدمی کہاں گیا، نیز اس کا چہرہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السّلام سے ملتا جلتا ہے مگر ہاتھ پاؤں مختلف ہیں۔ اسی وجہ سے وہ شک میں پڑ گئے اور یقینی طور پر کچھ نہیں کہہ سکتے تھے کہ یہ مقتول کون ہے؟ بعض نے کہا کہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام ہیں اور بعض کہنے لگے کہ چہرہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کا ہے لیکن جسم حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کا نہیں، لہٰذا یہ عیسیٰ علیہ السّلام نہیں ہے۔ آیت کے آخر میں ارشاد فرمایا کہ یہودیوں نے یقینی طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو شہید نہیں کیا۔ **اہم باتیں:** (1) پاکدامن عورت پر تہمت لگانا سخت گناہ ہے اور بطورِ خاص کسی مقدس نسبت رکھنے والی پر تہمت لگانا زیادہ سنگین ہے، اسی لئے قرآنِ پاک میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے والوں کی مذمت زیادہ بیان کی گئی ہے۔ (2) یہودیوں کی طرح قادیانی بھی اسی جہالت میں گرفتار اور یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو معاذ اللہ شہید کر دیا گیا تھا۔ (3) قرآن پاک کے علاوہ کثیر احادیث میں بھی حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے زندہ اور صحیح سلامت آسمان پر اٹھائے جانے کا ذکر موجود ہے۔

آیت 159 اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کے چند اقوال ہیں: (1) یہودی اور عیسائی اپنی موت کے وقت عذاب کے فرشتے دیکھ کر حضرت عیسیٰ علیہ السّلام پر ایمان لے آتے ہیں، لیکن اس وقت لایا ہوا ایمان قابل قبول نہیں۔ یہ قول ضعیف ہے۔ (2) آیت کا معنی یہ ہے کہ ہر کتابی اپنی موت سے پہلے اللہ تعالیٰ یا نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان لے آئے گا لیکن موت کے وقت کا ایمان مقبول نہیں۔ (3) قربِ قیامت میں جب حضرت عیسیٰ علیہ السّلام آسمان سے زمین پر اتریں گے تو آپ کی وفات سے پہلے ہر یہودی، عیسائی اور غیر خدا کی عبادت کرنے والا آپ پر ایمان لے آئے گا اور اس وقت صرف ایک ہی دین، دینِ اسلام ہوگا۔ یہ اس وقت ہوگا جب آخری زمانے میں آپ علیہ السّلام آسمان سے زمین پر نزول فرمائیں گے۔ مزید فرمایا: حضرت عیسیٰ علیہ السّلام قیامت کے دن ان پر گواہ ہوں گے۔ اس گواہی کی تفصیل یہ ہے کہ آپ علیہ السّلام روزِ قیامت یہودیوں کے خلاف یہ گواہی دیں گے کہ انہوں نے آپ کو جھٹلایا اور آپ پر اعتراضات کئے۔ عیسائیوں پر یہ گواہی دیں گے کہ انہوں نے آپ کو اپنا رب ٹھہرا لیا اور خدا کا شریک جانا جبکہ اہلِ کتاب میں سے ایمان لانے والوں کے ایمان کی بھی گواہی دیں گے۔ **اہم باتیں:** (1) قربِ قیامت میں حضرت عیسیٰ علیہ السّلام شریعتِ محمدیہ کے امام کی حیثیت سے تشریف لائیں گے، اسی کی اشاعت کریں گے اور عیسائیوں نے آپ کے متعلق جو گمان باندھ رکھے ہیں انہیں

Go To Index

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ۚ ﴿۱۵۹﴾ فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ

قیامت کے دن وہ (عیسیٰ) ان پر گواہ ہوں گے ○ تو یہودیوں کے بڑے ظلم کی وجہ سے اور ان کے بہت سے لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکنے کی

اُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا ۙ ﴿۱۶۰﴾ وَّاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَقَدْ نُهُوْا

وجہ سے ہم نے ان پر وہ بعض پاکیزہ چیزیں حرام کردیں جو ان کے لئے حلال تھیں ○ اور اس لئے (حرام کیں) کہ وہ سود لیتے حالانکہ انہیں اس سے

عَنْهُ وَاَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ ؕ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۶۱﴾

منع کیا گیا تھا اور وہ باطل طریقے سے لوگوں کا مال کھاجاتے تھے اور ان میں سے کافروں کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے ○

لٰكِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَالْمُؤْمِنُوْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ

لیکن اُن میں علم میں پختگی والے اور ایمان والے ایمان لاتے ہیں اُس پر جو، اے حبیب! تمہاری طرف نازل کیا گیا اور جو تم سے

باطل فرمائیں گے۔ اس وقت یہود و نصاریٰ یا تو اسلام قبول کریں گے یا قتل کرڈالے جائیں گے۔ (2) تیسرے قول سے معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی وفات واقع نہیں ہوئی کیونکہ آپ کی وفات سے پہلے سب اہلِ کتاب آپ پر ایمان لائیں گے جبکہ ابھی یہودی ایمان نہیں لائے۔

آیت 160 یہودیوں کے جرائم کا بیان ہوا اور اب ان پر سزا کی ایک صورت بیان کی جارہی ہے کہ یہودیوں سے صادر ہونے والے بڑے ظلم اور اپنے بہت سے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا دین اسلام قبول کرنے سے روکنے کے سبب خدا نے ان پر بعض وہ پاکیزہ چیزیں جیسے اونٹ کا گوشت، اونٹنیوں کا دودھ اور گائے بکری کی چربی وغیرہ حرام کردیں جو پہلے ان کے لئے حلال تھیں۔

آیت 161 یہودیوں پر بعض حلال وطیب چیزیں حرام کی جانے کی وجہ ان کی عملی خرابیاں بھی تھیں کہ وہ سود لیتے حالانکہ تورات میں انہیں اس سے منع کیا گیا تھا اور فیصلہ کرنے میں رشوت لے کر لوگوں کا مال کھاجاتے حتی کہ رشوت لے کر شرعی احکام بھی بدل دیتے تھے اور ان میں سے کافروں کے لئے اللہ تعالیٰ نے آخرت میں دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ **درس:** سود اور رشوت وہ گناہ ہیں جو پچھلی امتوں میں بھی ممنوع و حرام تھے اور دین اسلام نے بھی ان کی حرمت بہت وضاحت و شدت سے بیان فرمائی ہے۔ افسوس! ہمارے زمانے میں سود اور رشوت جیسے سنگین گناہ بہت عام ہو چکے ہیں۔

آیت 162 یہودیوں کی اکثریت گمراہ وبدکردار تھی لیکن ان میں کچھ لوگ اچھے بھی تھے، جیسے حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی جو گزشتہ انبیاء علیہم السّلام پر ایمان، راسخ و مضبوط علم، صاف عقل اور کامل بصیرت رکھتے تھے، انہوں نے اپنے علم سے دینِ اسلام کی حقانیت کو جانا اور سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان لائے، یہ حضرات قرآن اور سابقہ آسمانی کتابوں پر ایمان لاتے، نماز قائم رکھتے، زکوٰۃ دیتے، اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان لاتے ہیں، انہیں اللہ تعالیٰ بروزِ قیامت جنت کی صورت میں بڑا ثواب عطا فرمائے گا۔ **اہم باتیں:** (1) رَاسِخٌ فِي الْعِلْمِ وہ عالم ہے جس کا علم اس کے دل میں اتر گیا ہو جیسے مضبوط درخت وہ ہے جس کی

Go To Index

مِنْ قَبْلِكَ وَالْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ

پہلے نازل کیا گیا اور نماز قائم رکھنے والے اور زکوٰۃ دینے والے اور اللہ اور قیامت پر ایمان لانے والے

اُولٰٓئِكَ سَنُؤْتِيْهِمْ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿١٦٢﴾ ع اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ ع ٢٢ / ٢

ایسوں کو عنقریب ہم بڑا ثواب دیں گے ○ بیشک اے حبیب! ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی جیسے ہم نے نوح اور اس کے بعد

مِنْۢ بَعْدِهٖ ۚ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَعِيْسٰى وَاَيُّوْبَ وَ

پیغمبروں کی طرف بھیجی اور ہم نے ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کے بیٹوں اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور ہارون

يُوْنُسَ وَهٰرُوْنَ وَسُلَيْمٰنَ ۚ وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ﴿١٦٣﴾ ۚ وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ

اور سلیمان کی طرف وحی فرمائی اور ہم نے داؤد کو زبور عطا فرمائی ○ اور (ہم نے بھیجے) بہت سے ایسے رسول جن کا ذکر ہم تم سے پہلے فرما چکے

جڑیں زمین میں جگہ پکڑ چکی ہوں، اس سے مراد خوش عقیدہ اور با عمل علماء ہیں۔ (2) با عمل عالم کا ثواب دوسروں سے زیادہ ہے کیونکہ یہ خود نیک اور دوسروں کو نیک بنادیتا ہے اور اس سے اشارۃً معلوم ہوا کہ بے دین یا بے عمل عالم کا عذاب دوسروں سے زیادہ ہے کیونکہ وہ گمراہ بھی ہے اور گمراہ کن بھی اور اس کی بد عملی دوسروں کو بد عمل بنادے گی۔ **درس:** عالم کا عمل سنتِ نبوی کا نمونہ اور اس کی ہر ادا تبلیغ دین کا باعث ہونی چاہیے۔

آیت 163 **شانِ نزول:** یہود و نصاریٰ نے مطالبہ کیا کہ ان کے لئے آسمان سے یکبار گی کتاب نازل ہو تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان لے آئیں گے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور ان پر حجت قائم کی گئی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی طرف ویسے ہی وحی بھیجی جیسے اس نے حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے بعد پیغمبروں کی طرف بھیجی اور حضرت ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب، ان کے بیٹوں، عیسیٰ، ایوب، یونس، ہارون اور سلیمان علیہم السلام کی طرف وحی بھیجی اور حضرت داؤد علیہ السلام کو زبور عطا فرمائی۔ اے یہودیو! تم ان سب کی نبوت کا اعتراف کرتے ہو حالانکہ ان میں سے کسی پر بھی اس طرح یکبار گی کتاب نازل نہیں کی گئی جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر کی گئی ہے تو جب یکبار گی کتاب نازل نہ ہونے کے باعث ان کی نبوت تسلیم کرنے میں تمہیں کوئی اعتراض نہیں تو امام الانبیا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نبوت تسلیم کرنے میں کیا عذر ہے۔ **اہم بات:** رسول بھیجنے کا مقصد مخلوق کی ہدایت، انہیں توحید و معرفتِ الٰہی کا درس دینا، ایمان کی تکمیل اور عبادت کے طریقوں کی تعلیم ہے۔ کتاب کے متفرق طور پر نازل ہونے سے یہ مقصد کامل طور پر حاصل ہو جاتا ہے کیونکہ تھوڑا تھوڑا بہ آسانی دل نشین ہوتا چلا جاتا ہے۔ اس حکمت کو نہ سمجھنا اور اعتراض کرنے لگ جانا کمال درجے کی حماقت ہے۔

آیت 164 ارشاد فرمایا کہ بہت سے رسول وہ ہیں جن کا قرآن میں نام لے کر ذکر ہو چکا اور بہت سے وہ ہیں جن کا اب تک ان کے ناموں کی تفصیل کے ساتھ قرآن میں ذکر نہیں ہوا لیکن سب انبیا علیہم السلام پر یکبار گی کتاب نہیں اتری تو پھر نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ

Go To Index

وَ رُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ؕ وَ كَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا ﴿۱۶۴﴾ رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ

اور بہت سے وہ رسول جن کا ذکر تم سے نہ فرمایا اور اللہ نے موسیٰ سے حقیقتاً کلام فرمایا○ (ہم نے) رسول خوشخبری دیتے اور ڈر سناتے (بھیجے)

لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۶۵﴾ لٰكِنِ اللّٰهُ

تا کہ رسولوں (کو بھیجنے) کے بعد اللہ کے یہاں لوگوں کے لئے کوئی عذر (باقی) نہ رہے اور اللہ زبردست ہے، حکمت والا ہے○ لیکن اے حبیب! اللہ

يَشْهَدُ بِمَاۤ اَنْزَلَ اِلَيْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ ۚ وَ الْمَلٰٓىِٕكَةُ يَشْهَدُوْنَ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿۱۶۶﴾ؕ

گواہی دیتا ہے اس کی جو اس نے تمہاری طرف نازل کیا، اس نے اسے اپنے علم کے ساتھ نازل فرمایا ہے اور فرشتے گواہی دیتے ہیں اور اللہ کافی گواہ ہے○

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ صَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَدْ ضَلُّوْا ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ﴿۱۶۷﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ

بیشک وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا بیشک وہ دور کی گمراہی میں جا پڑے○ بیشک وہ لوگ جنہوں نے

والہ وسلم پر یکبارگی کتاب نہ اترنا یہودیوں کے لئے باعثِ اعتراض کیوں ہے، نیز اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام سے حقیقتاً کلام فرمایا تو جیسے ان سے بے واسطہ کلام فرمانا ان انبیا علیہمُ السّلام کی نبوت کے انکار کا ذریعہ نہیں ہو سکتا جن سے اس طرح کلام نہیں فرمایا؛ ایسے ہی حضرت موسیٰ علیہ السّلام پر کتاب کا یکبارگی نزول دوسرے انبیا علیہمُ السّلام کی نبوت کے انکار کا ذریعہ نہیں ہو سکتا۔ **اہم بات:** اللہ تعالیٰ نے بعض انبیا علیہمُ السّلام کو خاص عظمتیں بخشی ہیں، ایک نبی کی خصوصیت تمام نبیوں میں ڈھونڈنا غلطی ہے، جیسے ہر نبی کلیم اللہ نہیں۔

آیت 165 ﴾ فرمایا کہ اللہ کے رسول ایمان اور نیکیوں پر ثواب کی بشارت جبکہ کفر اور گناہوں پر عذاب کی وعیدیں سناتے ہیں۔ ان کی تشریف آوری کی ایک حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں لوگوں کے لئے کوئی حیلہ بہانہ باقی نہ رہے اور وہ یہ نہ کہہ سکیں کہ اگر ہمارے پاس رسول آتے تو ہم بھی ان کا حکم مانتے اور مطیع و فرمانبردار ہوتے، رسولوں کو بھیج کر اللہ تعالیٰ نے ان کا یہ عذر ختم کر دیا اور اللہ تعالیٰ زبردست ہے، حکمت والا ہے۔

آیت 166 ﴾ فرمایا کہ یہودی اگرچہ قرآن کے آسمانی کتاب ہونے کو نہ مانیں لیکن قرآن کی حقانیت کی گواہی اللہ تعالیٰ دیتا ہے اور فرشتے بھی اس کے گواہ ہیں اور خدا کی گواہی کافی ہے۔

آیت 167 ﴾ یہاں یہودیوں کی حالت کا بیان ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نبوت کا انکار کر کے کفر کیا اور تورات میں مذکور آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نعت وصفت چھپا کر اور لوگوں کے دلوں میں شبہ ڈال کر انہیں اللہ تعالیٰ کا دین اسلام قبول کرنے سے روکا، بیشک وہ ان حرکتوں کے باعث اس گمراہی میں جا پڑے جو حق سے بہت دور ہے کیونکہ ان میں گمراہ ہونا اور گمراہ کرنا دونوں چیزیں جمع ہو گئیں۔

آیت 169،168 ﴾ ان دو آیات میں بھی یہودیوں کے بارے میں فرمایا جا رہا ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا اور تورات میں موجود نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اوصاف بدل کر، آپ کی نبوت و رسالت کا انکار کر کے اور لوگوں کو دین اسلام قبول کرنے

كَفَرُوْا وَ ظَلَمُوْا لَمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَ لَا لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيْقًا ۟ۙ﴿۱۶۸﴾ اِلَّا طَرِيْقَ

کفر کیا اور ظلم کیا، اللہ ہرگز انہیں نہ بخشے گا اور نہ انہیں کسی راستے کی ہدایت فرمائے گا ○ مگر جہنم کے

جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ؕ وَ كَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۱۶۹﴾ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ

راستے (کی) جس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ اللہ پر بہت آسان ہے ○ اے لوگو! تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس

الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ؕ وَ اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا

یہ رسول حق کے ساتھ تشریف لائے تو ایمان لاؤ، تمہارے لئے بہتر ہو گا اور اگر تم کفر کرو گے تو بیشک اللہ ہی کا ہے جو

فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۷۰﴾ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا

کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور اللہ علم والا، حکمت والا ہے ○ اے کتاب والو! اپنے دین میں

فِيْ دِيْنِكُمْ وَ لَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ

حد سے نہ بڑھو اور اللہ پر سچ کے سوا کوئی بات نہ کہو۔ بیشک مسیح، مریم کا بیٹا عیسیٰ صرف

سے روک کر ظلم کیا، اللہ تعالیٰ انہیں ہرگز نہیں بخشے گا اور نہ ہی انہیں کسی صحیح راستے کی ہدایت دے گا، البتہ جہنم کا راستہ ان کے لئے ضرور کھلا ہوا اور بالکل واضح ہو گا، یہ جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور انہیں ہمیشہ جہنم میں رکھنا اللہ تعالیٰ پر بہت آسان ہے۔

آیت 170 اس آیت میں تمام بنی نوعِ انسان کو خوشخبری سنائی گئی کہ اے لوگو! محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم حق کے ساتھ تشریف لا چکے؛ وہ خود بھی حق ہیں اور ان کی تعلیم و شریعت بھی حق ہے، یہاں باطل کا گزر تک نہیں، لہٰذا ان پر ایمان لاؤ؛ اس میں تمہارے لئے خیر ہی خیر ہے اور اگر تم ان کی نبوت و رسالت کا انکار کرو گے تو اس میں ان کا کوئی نقصان نہیں اور اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ آسمانوں اور زمین میں موجود ہر چیز کا خالق و مالک ہے، لہٰذا وہ بھی تمہارے ایمان سے بے نیاز ہے، نہ اسے تمہارا کفر کوئی نقصان پہنچا سکتا ہے نہ ایمان نفع، ہاں کفر کا تمہیں نقصان ضرور ہو گا کہ اسی حالت میں مر گئے تو ہمیشہ کے لیے جہنم کے دردناک عذاب میں مبتلا کر دیئے جاؤ گے۔

آیت 171 یہودیوں کے بعد یہاں عیسائیوں کی دین میں زیادتی اور حد سے بڑھنے کا بیان کیا جا رہا ہے کہ اے انجیل والو! حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے بارے میں افراط و تفریط کا شکار ہو کر اپنے دین میں حد سے نہ بڑھو، انہیں خدا یا خدا کا بیٹا نہ کہو بلکہ یہ عقیدہ رکھو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے بیٹے ہیں، ان کے لیے اس کے سوا اور کوئی نسب نہیں، صرف اللہ تعالیٰ کے رسول اور اس کا ایک کلمہ ہیں جو خدا نے حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی طرف بھیجا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک خاص روح ہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور یہ نہ کہو کہ معبود تین یعنی اللہ، عیسیٰ اور مریم ہیں، اس سے باز رہو، یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ صرف اللہ تعالیٰ ہی اکیلا معبود ہے، وہ اس سے پاک ہے کہ اس کی کوئی اولاد ہو۔ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب کا خالق و مالک

رَسُوْلُ اللّٰهِ وَ كَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰهَآ اِلٰى مَرْيَمَ وَ رُوْحٌ مِّنْهُ ۡ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ ۫ قف

اللہ کا رسول اور اس کا ایک کلمہ ہے جو اس نے مریم کی طرف بھیجا اور اس کی طرف سے ایک خاص روح ہے تو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ

وَ لَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ؕ اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ؕ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ سُبْحٰنَهٗۤ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ

اور نہ کہو (کہ معبود) تین ہیں۔ (اس سے) باز رہو، (یہ) تمہارے لئے بہتر ہے۔ صرف اللہ ہی ایک معبود ہے، وہ پاک ہے اس سے کہ اس کی

وَلَدٌ ۘ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ؑ ﴿۱۷۱﴾ لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ — ع ٢٣ ٤ وقف لازم

کوئی اولاد ہو۔ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ کافی کارساز ہے ○ نہ تو مسیح

اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَ لَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ ؕ وَ مَنْ يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَ يَسْتَكْبِرْ

اللہ کا بندہ بننے سے کچھ عار کرتا ہے اور نہ مقرب فرشتے اور جو اللہ کی بندگی سے نفرت اور تکبر کرے

فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ جَمِيْعًا ﴿۱۷۲﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ

تو عنقریب وہ ان سب کو اپنے پاس جمع کرے گا ○ تو وہ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے عمل کئے تو (اللہ) انہیں ان کے پورے اجر عطا فرمائے گا

وَ يَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۚ وَ اَمَّا الَّذِيْنَ اسْتَنْكَفُوْا وَ اسْتَكْبَرُوْا فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ

اور انہیں اپنے فضل سے اور زیادہ دے گا اور وہ جنہوں نے نفرت اور تکبر کیا تھا انہیں دردناک سزا دے گا

اللہ تعالیٰ ہی ہے تو جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم رضی اللہ عنہا سمیت سب اللہ تعالیٰ کے بندے اور مملوک ہیں تو ان کا بیٹا اور بیوی ہونا کیسے متصور ہو سکتا ہے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان سب بیہودہ باتوں سے پاک ہے اور اللہ تعالیٰ کافی کارساز ہے۔ **اہم بات:** عیسائیوں کے چار بڑے فرقے تھے، ان میں سے یعقوبیہ اور ملکانیہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا، جبکہ نسطوریہ خدا کا بیٹا اور مرقوسیہ "تین میں تیسرا" کہتے تھے۔ اس کے معنی میں بھی ان میں اختلاف تھا، بعض تین وجود مانتے اور کہتے کہ باپ، بیٹا اور روح القدس تین ہیں، باپ سے ذات، بیٹے سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور روح القدس سے ان میں حلول کرنے والی حیات مراد لیتے گویا کہ ان کے نزدیک الٰہ تین تھے اور اس تین کو ایک بتاتے تھے۔

آیت 172 **شانِ نزول:** نجران کے عیسائیوں کا وفد بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا اور کہا: آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بندہ کہہ کر انہیں عیب لگاتے ہیں۔ اس پر یہ آیت اتری اور فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کا بندہ بننا باعث فخر ہے نہ کہ باعث شرم، نیز خدا کی عبادت سے نفرت کرنا مسلمان کا کام نہیں اور جو عبادتِ الٰہی سے نفرت و تکبر کرے تو روزِ قیامت اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنے پاس جمع کرے گا اور انہیں ان کی نفرت و تکبر کی سزا دے گا۔

آیت 173 یہاں خدا کی بندگی کو اپنا اعزاز اور سر کا تاج سمجھنے والوں کے لئے بشارت اور بندگی سے نفرت و تکبر کرنے والوں کے لئے

وَّلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿١٧٣﴾ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ

اور وہ اللہ کے سوا نہ اپنا کوئی حمایتی پائیں گے نہ مددگار○ اے لوگو! بیشک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے واضح

مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا ﴿١٧٤﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَاعْتَصَمُوْا بِهٖ

دلیل آگئی اور ہم نے تمہاری طرف روشن نور نازل کیا○ تو وہ جو اللہ پر ایمان لائے اور انہوں نے اس کی رسی مضبوطی سے تھام لی

فَسَيُدْخِلُهُمْ فِيْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ ۙ وَّيَهْدِيْهِمْ اِلَيْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿١٧٥﴾ؕ يَسْتَفْتُوْنَكَ ؕ

تو عنقریب اللہ انہیں اپنی رحمت اور اپنے فضل میں داخل کرے گا اور انہیں اپنی طرف سیدھی راہ دکھائے گا○ اے حبیب! تم سے فتویٰ پوچھتے ہیں

قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ ؕ اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗۤ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ

تم فرمادو کہ اللہ تمہیں کلالہ کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے۔ اگر کسی مرد کا انتقال ہو جس کی اولاد نہ ہو اور اس کی ایک بہن ہو تو ترکہ میں اس کی بہن کا آدھا ہے

وعید کا بیان ہے، پہلا گروہ صالح مومنوں کا ہے، انہیں بارگاہِ الٰہی سے اپنے اعمال کا بھرپور اجر و ثواب ملے گا اور اس کے ساتھ ان پر فضلِ الٰہی کی مزید بارش برسے گی جس میں دیدارِ الٰہی بھی شامل ہے، اس کے برعکس جن لوگوں نے عبادتِ الٰہی سے نفرت اور تکبر کیا تھا انہیں اللہ تعالیٰ جہنم کا دردناک عذاب دے گا اور وہ خدا کے سوا نہ اپنا کوئی حمایتی پائیں گے نہ مددگار جو انہیں عذابِ الٰہی سے بچا سکے۔

آیت 174 یہاں تمام انسانوں سے خطاب ہے، خواہ وہ کہیں بھی اور کبھی بھی ہوں، کہ اے لوگو! تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ عظیم ہستی تشریف لائی جو خود سرتاپا معرفتِ الٰہی کی دلیل ہیں اور ان کی صداقت پر ان کے معجزے گواہ ہیں جو منکرین کی عقلوں کو حیران کر دیتے ہیں اور ہم نے تمہاری طرف روشن نور نازل کیا۔ اس سے مراد قرآن پاک ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ذریعے ہمیں ملا۔ **اہم باتیں:** (1) امام الانبیا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نبوت کسی زمانے، جگہ اور قوم سے خاص نہیں۔ (2) نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم خود اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور ذات و صفات کی دلیل ہیں چنانچہ آپ کے مبارک بال، آنکھیں، انگلیاں، پاؤں، پسینہ سب سے معجزات کا ظہور ہوا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سراپا معجزہ ہیں۔ (3) جس قدر معجزے پہلے انبیا علیہم السلام کو عطا ہوئے ان سے زیادہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو عطا فرمائے۔

آیت 175 اس آیت میں ایمان لا کر دینِ اسلام کی رسی مضبوطی سے تھامنے والوں کو رحمت، فضل اور سیدھے راستے کی بشارت دی گئی ہے، رحمت سے مراد جنت، فضل سے مراد جنت میں کرم بالائے کرم والے امور اور سیدھے راستے سے دینِ اسلام مراد ہے جو قربِ الٰہی تک لے جاتا ہے۔

آیت 176 **شانِ نزول:** نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لئے تشریف لائے۔ یہ اس وقت بے ہوش تھے، آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے وضو فرما کر اس کا پانی ان پر ڈالا تو انہیں افاقہ ہوا۔ آنکھ کھول کر دیکھا تو سامنے رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم جلوہ فرما تھے۔ عرض کی: یارسول اللہ! میں اپنے مال کا کیا انتظام کروں؟ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ اس میں جو مسائل بیان ہوئے ان کا خلاصہ یہ ہے: (1) اگر کوئی شخص فوت ہوا اور اس کے وارثوں میں باپ اور اولاد نہ ہو تو سگی بہن کو مالِ

وَهُوَ يَرِثُهَآ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ ؕ فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ ؕ وَاِنْ

اور مرد اپنی بہن کا وارث ہوگا اگر بہن کی اولاد نہ ہو پھر اگر دو بہنیں ہوں ترکہ میں ان کا دو تہائی (حصہ ہوگا) اور اگر بھائی

كَانُوْٓا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا ؕ

بہن ہوں (جن میں) مرد بھی (ہوں) اور عورتیں بھی تو مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہوگا۔ اللہ تمہارے لئے صاف بیان فرماتا ہے تاکہ تم بھٹک نہ جاؤ

وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۧ ١٧٦

اور اللہ ہر چیز جانتا ہے ○

ع ٢٤

المنزل الثانی 2

اٰياتها ١٢٠ | ٥ سُوْرَةُ الْمَآئِدَةِ مَدَنِيَّةٌ ١١٢ | رکوعاتها ١٦

سورۂ مائدہ مدنیہ ہے، اس میں ایک سو بیس آیات اور سولہ رکوع ہیں ۝

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ؕ اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ

اے ایمان والو! تمام عہد پورے کیا کرو۔ تمہارے لئے چوپائے جانور حلال کردیے گئے سوائے ان کے جو (آگے) تمہارے سامنے بیان کئے جائیں گے

وراثت کا آدھا حصہ ملے گا جبکہ اکیلی بہن ہو اور یہی حکم باپ شریک بہن کا ہے اور اگر دو یا اس سے زیادہ بہنیں ہوں تو انہیں دو تہائی حصہ ملے گا۔ (2) اگر بہن فوت ہوئی اور وارثوں میں نہ باپ ہو نہ اولاد تو بھائی اس کے کل مال کا وارث ہوگا۔ (3) اگر فوت ہونے والے نے بہن بھائی دونوں چھوڑے تو بھائی کو بہن سے دگنا حصہ ملے گا۔ مزید فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہارے لئے تمہارے دین کے احکام صاف بیان فرماتا ہے تاکہ تم بھٹک نہ جاؤ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز جانتا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) کلالہ اسے کہتے ہیں جو اپنے بعد نہ باپ چھوڑے نہ اولاد۔ (2) وراثت کے مسائل میں بہت وسعت اور قیود ہیں لہٰذا اگر وراثت کا مسئلہ درپیش ہو تو اس کا ازخود حل نہ نکالیں بلکہ کسی میراث کے ماہر عالم سے رجوع کرکے مسئلہ حل کروائیں۔

سورۂ مائدہ کا تعارف یہ سورت مدینہ منورہ میں نازل ہوئی، البتہ یہ آیت اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ حجۃ الوداع کے موقع پر مکہ مکرمہ میں اتری۔ اس میں 16 رکوع اور 120 آیتیں ہیں۔ اس سورت میں حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے حواریوں پر آسمان سے مائدہ یعنی دسترخوان نازل ہونے کا بیان ہے، اس مناسبت سے اس کا نام "سورۂ مائدہ" رکھا گیا۔ **فضائل:** حدیثِ پاک میں ہے: تم اپنے مَردوں کو سورۂ مائدہ اور عورتوں کو سورۂ نور سکھاؤ۔ (شعب الایمان، حدیث: 2428) **خلاصۂ مضامین:** اس سورت میں جائز معاہدے پورے کرنے اور ناانصافی سے بچنے کا حکم، وضو، غسل، تیمم اور حالتِ احرام میں شکار کے احکام، شراب، جوئے اور کفار سے دوستی کی حرمت، حلال وحرام جانوروں، قسم کے کفارے، بنی اسرائیل سے عہد لینے، چوری اور ڈاکہ کی سزا؛ نیز عبرت و نصیحت کے لئے حضرت موسیٰ و بنی اسرائیل اور قابیل وہابیل کے واقعات، کھانے کا دسترخوان اترنے اور نبوتِ مصطفیٰ ساری مخلوق کو عام ہونے کا بیان ہے۔

آیت 1 فرمایا کہ اے ایمان والو! تمام عہد پورے کیا کرو خواہ وہ عہد خدا سے کئے ہوں یا مخلوق سے۔ مزید حلال و حرام جانوروں سے

غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَ اَنْتُمْ حُرُمٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ ① يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا

لیکن احرام کی حالت میں شکار حلال نہ سمجھو۔ بیشک اللہ جو چاہتا ہے حکم فرماتا ہےO اے ایمان والو! اللہ کی نشانیاں

شَعَآئِرَ اللّٰهِ وَ لَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَ لَا الْهَدْيَ وَ لَا الْقَلَآئِدَ وَ لَاۤ اٰمِّيْنَ الْبَيْتَ

حلال نہ ٹھہرالو اور نہ ادب والے مہینے اور نہ حرم کو بھیجی گئی قربانیاں اور نہ (حرم میں لائے جانے والے وہ جانور) جن کے گلے میں علامتی پٹے ہوں اور نہ ادب

متعلق فرمایا گیا کہ جن کی حرمت شریعت میں بیان ہوئی ہے ان کے علاوہ تمام چوپائے جانور تمہارے لئے حلال کر دیئے گئے ہیں البتہ حالتِ احرام میں خشکی کا شکار حلال نہ سمجھا جائے۔ بیشک اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے حکم فرماتا ہے، اس کے حکم پر اعتراض کرنے کا کسی کو کوئی حق نہیں۔ **مسئلہ:** احرام کی حالت میں خشکی کا شکار حرام جبکہ دریائی شکار جائز ہے۔ پہلی صورت میں شکار کیا ہوا جانور نہ احرام والے کو حلال ہے نہ کسی اور کو، احرام خواہ حج کا ہو یا عمرہ کا۔

آیت 2 اس آیت میں اہلِ ایمان کو 9 چیزوں کا حکم دیا گیا ہے: (1) اللہ تعالیٰ کی نشانیاں حلال نہ ٹھہرالو۔ اس کا معنی یہ ہے کہ جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے فرض کیں اور جن سے منع فرمایا، سب کی حرمت کا لحاظ رکھا جائے، نیز جو چیزیں خدا کی نشانیاں قرار پا جائیں ان کا احترام لازم ہے۔ (2) اور ادب والے مہینوں کی حرمت کے خلاف نہ کرو۔ ان مہینوں سے مراد رجب، ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم کے مہینے ہیں، دورِ جاہلیت میں کفار ان کا ادب کرتے تھے، اسلام نے بھی ان کا احترام بدستور باقی رکھا ہے۔ (3) اور نہ حرم کی اور علامتی پٹے والی قربانیوں کو۔ اہلِ عرب قربانیوں کے گلے میں حرم شریف کے درختوں کی چھال وغیرہ کے ہار ڈالتے تھے تاکہ دیکھنے والے جان لیں کہ یہ حرم کو بھیجی ہوئی قربانیاں ہیں اور وہ ان سے لوٹ مار کی بجائے ان کا احترام کریں۔ (4) اور نہ ادب والے گھر کا قصد کرکے آنے والوں (کے مال و عزت) کو پامال کرو۔ ان سے مراد حج و عمرہ کے لیے آنے والے لوگ ہیں۔ اس کا پس منظر یہ ہے کہ قبیلہ ربیعہ کا ایک بدبخت شریح بن ہند بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا اور لوگوں کی دی جانے والی دعوتِ دین کے بارے میں گفتگو کی۔ اس نامراد کے آنے سے پہلے ہی حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے صحابہ کو خبر دے دی اور جانے کے بعد بھی بتادیا کہ یہ اسلام نہیں لائے گا۔ جاتے ہوئے اس نے دھوکا دیا اور مدینہ منورہ کے مویشی و دیگر اموال ساتھ لے گیا۔ اگلے سال یہ یمامہ کے حاجیوں کے ساتھ کثیر سامانِ تجارت اور مخصوص ہار والی قربانیاں لے کر حج کے ارادے سے نکلا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم بھی اپنے اصحاب کے ساتھ تشریف لے جارہے تھے کہ راستے میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے شریح کو دیکھ کر اس سے مویشی لینا چاہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے منع فرمادیا۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی اور حکم دیا گیا کہ جو حج کے ارادے سے نکلا ہو اسے کچھ نہ کہا جائے۔ (5) جب تم احرام سے باہر جاؤ تو شکار کرسکتے ہو۔ احرام سے فارغ ہو کر حرم سے باہر شکار کرنا مباح (یعنی جائز) ہے، لازم نہیں۔ (6) تمہیں کسی قوم کی دشمنی اس وجہ سے زیادتی کرنے پر نہ ابھارے کہ انہوں نے تمہیں مسجدِ حرام سے روکا تھا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور صحابہ کرام کو حدیبیہ کے دن کفارِ مکہ نے عمرہ کرنے سے روکا تھا لیکن تم ان سے اس حرکت کا انتقام نہ لو۔ (7) نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو۔ آیت کے لفظ بِرّ سے مراد ہر وہ نیک کام ہے جسے کرنے کا شریعت نے حکم دیا اور تقویٰ یہ ہے کہ ہر اس کام سے بچا جائے جس سے شریعت نے روکا ہے۔ (8) گناہ اور زیادتی پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔ لفظ اِثم سے مراد گناہ اور عُدْوَان سے مراد اللہ

الْحَرَامَ یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ رِضْوَانًا ؕ وَ اِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا ؕ

والے گھر کا قصد کرکے آنے والوں (کے مال وعزت) کو جو اپنے رب کا فضل اور اس کی رضا تلاش کرتے ہیں اور جب احرام سے باہر جاؤ تو شکار کرسکتے ہو

وَ لَا یَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا ۘ وَ تَعَاوَنُوْا (وقف لازم)

اور تمہیں کسی قوم کی دشمنی اس وجہ سے زیادتی کرنے پر ہرگز نہ ابھارے کہ انہوں نے تمہیں مسجدِ حرام سے روکا تھا اور نیکی اور

عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى ۪ وَ لَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ ۪ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ

(الربع) شَدِیْدُ الْعِقَابِ ۝۲ حُرِّمَتْ عَلَیْكُمُ الْمَیْتَةُ وَ الدَّمُ وَ لَحْمُ الْخِنْزِیْرِ وَ مَاۤ اُهِلَّ

شدید عذاب دینے والا ہے ○ تم پر حرام کردیا گیا ہے مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جانور جس کے ذبح کے وقت غیرُ اللّٰہ کا نام پکارا

تعالیٰ کی حدود میں حد سے تجاوز کرنا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اِثم سے مراد کفر اور عُدْوان سے مراد ظلم یا بدعت ہے۔ (9) اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، بیشک اللہ تعالیٰ شدید عذاب دینے والا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) شعائرُ اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں خانہ کعبہ، قرآن پاک، مساجد، اذان، بزرگوں کے مزارات وغیرہ سب داخل ہیں۔ مقبول بندوں سے نسبت والی چیزوں کی بڑی شان ہے، جیسے صفا و مروہ پہاڑوں پر حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے قدم پڑے تو وہ شعائرُ اللہ بن گئے۔ (2) اب کافر کو مسجد حرام میں داخل ہونے سے روکا جائے گا کیونکہ بعد میں سورۂ توبہ کی آیت 28 میں ممانعت کا حکم نازل ہو گیا تھا۔ یاد رہے کہ مسجد حرام کی طرح حدودِ حرم میں بھی کفار کا داخلہ ممنوع ہے۔ **درس:** اشاعتِ علمِ دین کے لئے وقت اور مال دینا، درس و تدریس، تحریر، نیکی کی دعوت دینا اور برائی سے منع کرنا اور ملک و ملت کے اجتماعی مفادات کے لئے کام کرنا وغیرہ سب نیکی اور پرہیزگاری میں ایک دوسرے کی مدد کرنے میں داخل اور باعثِ ثواب ہے، جبکہ کسی کا حق مارنا، رشوت لے کر فیصلہ بدل دینا، جھوٹی گواہی دینا، بلاوجہ کسی مسلمان کو پھنسا دینا، حرام و ناجائز کاروبار کرنے والی کمپنیوں میں کسی بھی طرح شریک ہونا، بدی کے اڈوں میں نوکری کرنا، گناہ و زیادتی میں باہم مدد کرنے میں داخل اور ناجائز و حرام ہے۔ سبحٰن اللہ! قرآنِ پاک کی تعلیمات کتنی عمدہ اور اعلیٰ ہیں! ان سے صحیح فائدہ اسی وقت حاصل کیا جا سکتا ہے جب ان پر عمل کیا جائے، مگر افسوس! فی زمانہ مسلمانوں کی ایک تعداد عملی طور پر قرآنی تعلیمات سے بہت دور ہو چکی ہے۔

آیت 3 اس سورت کی پہلی آیت میں فرمایا تھا کہ تم پر چوپائے حلال ہیں، سوائے ان کے جو آگے تم سے بیان کیے جائیں گے، یہاں انہیں بیان کرتے ہوئے 11 حرام چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے: (1) مردار۔ اس سے مراد وہ جانور ہے جسے شریعت میں ذبح کرنے کا حکم دیا گیا اور وہ ذبح ہوئے بغیر مر جائے۔ (2) بہنے والا خون۔ (3) سور کا گوشت اور اس کے تمام اجزا۔ (4) وہ جانور جسے غیرِ خدا کا نام لے کر ذبح کیا گیا۔ (5) گلا گھونٹ کر مارا ہوا جانور۔ (6) بغیر دھار والی چیز جیسے لاٹھی، پتھر، ڈھیلے وغیرہ کی چوٹ سے مارا ہوا جانور۔ (7) وہ جانور جو بلندی سے گر کر مرا، خواہ پہاڑ سے گرا ہو یا کنویں میں۔ (8) وہ جانور جسے کسی دوسرے جانور نے سینگ مارا اور اس کی چوٹ سے مر گیا۔ (9) جسے کسی درندے نے تھوڑا سا کھایا اور وہ اس زخم سے مر گیا۔ البتہ اگر یہ جانور ایسے واقعات میں زندہ بچ گئے ہوں پھر

لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ

گیا ہو اور وہ جو گلا گھونٹنے سے مرے اور وہ جو بغیر دھاری دار چیز (کی چوٹ) سے مارا جائے اور جو بلندی سے گر کر مرا ہو اور جو کسی جانور کے سینگ مارنے سے مرا ہو

وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ ۫ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا

اور وہ جسے کسی درندے نے کھالیا ہو مگر (درندوں کا شکار کیا ہوا) وہ جانور جنہیں تم نے (زندہ پاکر) ذبح کر لیا ہو اور جو کسی بت کے آستانے پر ذبح کیا گیا ہو اور (حرام

بِالْاَزْلَامِ ؕ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ ؕ اَلْيَوْمَ يَىِٕسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ ؕ

ہے) کہ پانسے ڈال کر قسمت معلوم کرو یہ گناہ کا کام ہے۔ آج تمہارے دین کی طرف سے کافر ناامید ہو گئے تو اُن سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو۔

انہیں احکامِ شرع کے مطابق ذبح کر لیا گیا تو یہ حلال ہیں۔ (10) وہ جانور جو کسی بت کے تھان پر بطورِ عبادت ذبح کیا گیا۔ (11) کسی کام وغیرہ کا حکم معلوم کرنے کے لئے پانسا ڈالنا۔ یہ سب گناہ کے کام ہیں۔ مزید فرمایا: آج تمہاری شان و شوکت اور قوت دیکھ کر کفار تمہارا دین جڑ سے ختم کر دینے اور اس پر غالب آنے سے مایوس ہو گئے لہٰذا تم اپنے دلوں سے اس بات کا ڈر نکال دو کہ وہ تم پر غالب آ جائیں گے اور صرف مجھ سے ہی ڈرتے رہو۔ آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا کہ حلال و حرام کے احکام اور قیاس کے قانون سب مکمل کر دیئے اور مکہ مکرمہ کی فتح عطا فرما کر تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو بطورِ دین پسند کر لیا کہ اس کے سوا کوئی دین قبول نہیں۔ مزید فرمایا: تو جو بھوک پیاس کی شدت سے مجبور ہو۔ آیت کے اس حصے کا معنی یہ ہے کہ اوپر حرام چیزوں کا بیان کر دیا گیا لیکن جب کھانے پینے کو کوئی حلال چیز ملے ہی نہیں اور بھوک پیاس کی شدت سے جان پر بن جائے؛ اس وقت جان بچانے کے لئے کھانے پینے کی اجازت ہے مگر اس طرح کے گناہ کی طرف مائل نہ ہو یعنی ضرورت سے زیادہ نہ کھائے اور ضرورت اتنے سے ہی پوری ہو جاتی ہے جس سے خطرۂ جان جاتا رہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے، تم سے اس کے متعلق مؤاخذہ نہ فرمائے گا۔ **اہم باتیں:** (1) وہ جانور جسے ذبح کرتے وقت تو اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا مگر دوسرے اوقات میں وہ غیرِ خدا کی طرف منسوب رہا، وہ حرام نہیں۔ (2) تکمیلِ دین سے متعلق آیت حجۃ الوداع میں عرفہ کے روز، بعدِ عصر، جمعہ کے دن نازل ہوئی۔ اس آیت سے متعلق ایک یہودی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: اگر یہ ہم پر نازل ہوئی ہوتی تو ہم اس کے نزول کے دن عید مناتے۔ آپ نے فرمایا: میں اس دن کو جانتا ہوں جس میں یہ نازل ہوئی اور اس کے نزول کی جگہ بھی پہچانتا ہوں، وہ مقامِ عرفات کا تھا اور دن جمعہ کا۔ (بخاری، حدیث:45) آپ کی مراد یہ تھی کہ ہمارے لئے وہ دن عید ہے۔ ایمانی جذبے کا تقاضا ہی یہ ہے کہ کسی دینی کامیابی کے دن کو عید اور خوشی کا دن بنایا جائے جیسے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ (3) تکمیلِ دین کا ایک معنی اوپر بیان ہوا اور بعض مفسرین کا قول ہے کہ اس کا معنی اسلام کو غالب کرنا، دشمن سے امن دینا ہے اور ایک قول کے مطابق دین مکمل کرنا یہ ہے کہ وہ پچھلی شریعتوں کی طرح منسوخ نہ ہو گا بلکہ قیامت تک باقی رہے گا۔ (4) صرف اسلام اللہ تعالیٰ کو پسند ہے جو اب دینِ محمدی کی صورت میں ہے، باقی سب دین بارگاہِ الٰہی میں اب قابل قبول نہیں۔ (5) سید الانبیا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں بن سکتا کیونکہ دین کامل ہو چکا لہٰذا قادیانی جھوٹے، بے دین، خدا کے کلام اور دین کو ناقص سمجھنے والے ہیں۔ (6) اسلام چھوڑ کر کوئی لاکھوں نیکیاں کرے خدا کو پیارا

اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ؕ

آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور میں نے تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام دین پسند کیا

فَمَنِ اضْطُرَّ فِیْ مَخْمَصَةٍ غَیْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ③

تو جو بھوک پیاس کی شدت میں مجبور ہو اس حال میں کہ گناہ کی طرف مائل نہ ہو (تو وہ کھا سکتا ہے۔) تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے ○

یَسْــٴَـلُوْنَكَ مَا ذَاۤ اُحِلَّ لَهُمْ ؕ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّیِّبٰتُ ۙ وَ مَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ

اے حبیب! تم سے پوچھتے ہیں کہ اُن کے لئے کیا حلال ہوا؟ تم فرما دو کہ حلال کی گئیں تمہارے لئے پاک چیزیں اور ان شکاری جانوروں (کا شکار) جنہیں تم نے

الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِیْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ ٘ فَكُلُوْا مِمَّاۤ اَمْسَكْنَ عَلَیْكُمْ

شکار پر دوڑاتے ہوئے شکار کرنا سکھا دیا ہے۔ تم انہیں وہ سکھاتے ہو جس کی اللہ نے تمہیں تعلیم دی ہے تو اس میں سے کھاؤ جو وہ شکار کر کے تمہارے لئے روک دیں

وَ اذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَیْهِ ۪ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ ④ اَلْیَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّیِّبٰتُ ؕ

اور (شکاری جانور کو چھوڑتے وقت) اس پر اللہ کا نام لو اور اللہ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے ○ آج تمہارے لئے پاک چیزیں حلال کر دی گئیں

نہیں؛ کیونکہ اسلام جڑ ہے اور اعمال شاخیں اور پتے، جڑ کٹ جانے کے بعد شاخوں اور پتوں کو پانی دینا بے کار ہے۔

آیت 4 **شانِ نزول:** حضرت عدی بن حاتم اور حضرت زید بن مُہلہل رضی اللہ عنہما نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: ہم لوگ کتے اور باز کے ذریعے شکار کرتے ہیں، کیا یہ ہمارے لئے حلال ہے؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں دو چیزوں کے حلال ہونے کا ذکر کیا گیا۔ (1) طَیِّبات۔ اس سے مراد وہ چیزیں ہیں جن کا حرام ہونا قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس کسی سے ثابت نہ ہو اور ایک قول کے مطابق اس سے مراد وہ چیزیں ہیں جنہیں سلیم الطبع لوگ پسند کرتے ہیں۔ (2) شکاری جانوروں کا کیا ہوا شکار۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ شکاری جانور درندوں میں سے ہوں جیسے کتا اور چیتا، یا پرندوں میں سے جیسے شکرا، باز اور شاہین وغیرہ۔ جب اس طرح سدھا کر ان کی تربیت کر دی جائے کہ شکار میں سے کچھ نہ کھائیں اور جب شکاری انہیں چھوڑے تب جائیں اور جب بلائے تو واپس آ جائیں تو ان کا شکار کیا ہوا جانور حلال ہے اگرچہ وہ مر گیا ہو، ہاں اگر انہوں نے اس میں سے کچھ کھا لیا تو اب حلال نہیں کیونکہ یہ انہوں نے اپنے لیے شکار کیا ہے۔ مزید فرمایا کہ شکاری جانور کو چھوڑتے وقت اس پر اللہ تعالیٰ کا نام لو، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے اور ان تمام امور میں اس کے حکم کی مخالفت سے بچتے رہو بیشک اللہ تعالیٰ بہت جلد تمہارے اعمال کا حساب لینے والا ہے۔ **اہم بات:** آیت سے جو معلوم ہوتا ہے اس کا خلاصہ کلام یہ ہے کہ شکاری جانور کے ذریعے کیا ہوا شکار چند شرطوں سے حلال ہے: (1) شکاری جانور مسلمان یا کتابی کا چھوڑا ہوا ہو اور سکھایا ہوا ہو۔ (2) اس نے شکار کو زخم لگا کر مارا ہو۔ (3) شکاری جانور بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَر کہہ کر چھوڑا گیا ہو۔ (4) اگر شکاری کے پاس شکار زندہ پہنچا تو اسے بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَر کہہ کر ذبح کیا ہو۔ اگر ان شرطوں میں سے کوئی شرط نہ پائی گئی تو حلال نہ ہو گا۔

آیت 5 یہاں اس آیت سے متعلق چند باتیں ملاحظہ ہوں: (1) اہلِ کتاب کا ذبح کیا ہوا جانور حلال ہے خواہ یہودی ذبح کرے یا

وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ ۪ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ۫ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ

اور اہلِ کتاب کا کھانا تمہارے لئے حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کے لئے حلال ہے اور پاکدامن مسلمان عورتیں

وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَاۤ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ

اور جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب دی گئی ان کی پاکدامن عورتیں (تمہارے لئے حلال کردی گئیں) جبکہ تم ان سے نکاح کرتے ہوئے انہیں ان کے مہر دو،

غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْۤ اَخْدَانٍ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ ۫ وَهُوَ

نہ زنا کرتے ہوئے اور نہ انہیں پوشیدہ آشنا بناتے ہوئے اور جو ایمان سے پھر کر کافر ہو جائے تو اس کا ہر عمل برباد ہو گیا اور وہ

فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝۵ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ ع ١ ٥

آخرت میں خسارہ پانے والوں میں ہوگا ○ اے ایمان والو! جب تم نماز کی طرف کھڑے ہونے لگو تو اپنے چہروں کو

عیسائی، ان کا مرد ذبح کرے یا عورت، لیکن یہ ضروری ہے کہ وہ واقعی اہلِ کتاب ہوں، دہریے اور خدا کے منکر نہ ہوں۔(2) اہلِ کتاب کی عورتوں سے نکاح حلال ہے مگر اس میں بھی دو چیزوں کا خیال رکھنا ضروری ہے (۱) وہ عورتیں دہریہ اور خدا کی منکر نہ ہوں۔ (۲) اہل کتاب کی عورت دار الاسلام میں رہنے والی ذمیہ ہو۔ موجودہ زمانے کے اہل کتاب حربی ہیں، ان کی عورتوں کے ساتھ نکاح مکروہِ تحریمی ہے۔(3) اچھے کردار والی کتابیہ سے نکاح کیا جائے۔ یہ حکم مستحب ہے۔(4) کتابیہ عورت سے ازدواجی تعلقات نکاح کے ذریعے ہی قائم کیے جائیں، پوشیدہ دوستیاں لگانا، پوشیدہ یا اعلانیہ زنا کرنا ان کے ساتھ بھی حرام ہے۔(5) کتابیہ عورت کو بھی مہر دیا جائے گا۔(6) آیت کے آخر میں دینِ اسلام چھوڑ کر مرتد ہو جانے والے کے بارے میں فرمایا کہ اس کے تمام نیک اعمال برباد ہو گئے اور اگر یہ کفر پر ہی مرا تو آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گا۔ **اہم بات:** حقیقی اہل کتاب سے نکاح کی اجازت صرف مسلمان مردوں کو ہے مسلمان عورت کا کتابی مرد سے نکاح قطعی حرام ہے۔

آیت 6 یہاں وضو اور تیمم کا طریقہ اور ان کی حاجت کب ہوتی ہے، اسے بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ اے ایمان والو! جب تم نماز کے لئے کھڑے ہونے کا ارادہ کرو اور وضو نہ ہو تو اپنے چہروں کو اور اپنے ہاتھ کہنیوں تک دھو لو، سروں کا مسح کرو اور پاؤں ٹخنوں تک دھو لو اور اگر تم پر غسل فرض ہو تو غسل کر کے خوب پاک ہو جاؤ اور اگر تم کسی ایسی بیماری میں مبتلا ہو جس میں پانی کا استعمال نقصان دے یا سفر میں ہو اور وضو یا غسل کی حاجت پڑے لیکن پانی میسر نہ ہو تو پاک مٹی سے اس طرح تیمم کرو کہ اپنے چہروں اور کہنیوں تک دونوں ہاتھوں کا مسح کر لو۔ پانی نہ ملنے کے باوجود تیمم کی اجازت نہ ہونے کی صورت میں تم پر تنگی ہو گی اور اللہ تعالیٰ تم پر تنگی نہیں چاہتا بلکہ وہ تو چاہتا ہے کہ تمہیں بے وضو و بے غسل ہونے کی حالت سے اور گناہوں سے خوب پاک کر دے اور دین کے احکام بیان کر کے اپنی نعمت تم پر پوری کر دے تاکہ تم اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرو۔ **مسائل:** (1) اس آیت سے ثابت ہوا کہ وضو کے چار فرض ہیں: (۱) چہرہ دھونا۔ (۲) کہنیوں تک دونوں ہاتھ دھونا۔ اس حکم میں کہنیاں بھی داخل ہیں۔ (۳) سر کا مسح کرنا۔ احناف کے نزدیک مسح سر کے چوتھائی حصے کا فرض ہے۔ (۴) ٹخنوں تک دونوں پاؤں دھونا۔ اس حکم میں ٹخنے بھی داخل ہیں۔ مزید تفصیل فقہی کتابوں میں ملاحظہ فرمائیں۔

وَ اَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَ امْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ؕ وَ اِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا

اور اپنے ہاتھ کہنیوں تک دھولو اور سروں کا مسح کرو اور ٹخنوں تک پاؤں دھولو اور اگر تم بے غسل ہو

فَاطَّهَّرُوْا ؕ وَ اِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ

تو خوب پاک ہو جاؤ اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی بیت الخلاء سے آیا ہو یا تم نے عورتوں سے صحبت کی ہو

فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَ اَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ ؕ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ

اور ان صورتوں میں پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمم کرلو تو اپنے چہروں اور ہاتھوں کا اس سے مسح کرلو۔ اللہ نہیں چاہتا کہ

لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّ لٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَ لِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝٦

تم پر کچھ تنگی رکھے لیکن وہ یہ چاہتا ہے کہ تمہیں خوب پاک کردے اور اپنی نعمت تم پر پوری کردے تاکہ تم شکر ادا کرو○

وَ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ مِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖۤ ۙ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا٘

اور اپنے اوپر اللہ کا احسان اور اس کا وہ عہد یاد کرو جو اس نے تم سے لیا تھا جب تم نے کہا: ہم نے سنا اور مانا

وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝٧ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ

اور اللہ سے ڈرو۔ بیشک اللہ دلوں کی بات جانتا ہے○ اے ایمان والو! انصاف کے ساتھ گواہی دیتے ہوئے

(2) جہاں دھونے کا حکم ہے وہاں دھونا ہی ضروری ہے مسح نہیں کرسکتے، جیسے پاؤں کو دھونا ضروری ہے، ان کا مسح نہیں کرسکتے، ہاں! اگر موزے پہنے ہوں تو شرائط پائی جانے کی صورت میں موزوں پر مسح کرسکتے ہیں کہ یہ احادیثِ مشہورہ سے ثابت ہے۔ (3) جب عورت حیض و نفاس کی حالت سے نکل آئے تو اس پر غسل فرض ہے۔ (4) جنابت کا عام فہم مطلب یہ ہے کہ شہوت کے ساتھ منی خارج ہو۔ اس کے اسباب کی تفصیل فقہی کتابوں میں ملاحظہ کریں۔

آیت 7 اس آیت میں بیعتِ عقبہ یا بیعتِ رضوان کی طرف اشارہ ہے، مجموعی طور پر آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے صحابہ! اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کا احسان یاد کرو کہ اس نے تمہیں مسلمان بنایا، تمہارے لیے آسان احکام بھیجے، ساری زمین کو مسجد اور پاک کرنے والا بنایا نیز اس معاہدے کو یاد کرو جو تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے بیعت کرتے وقت بیعتِ عقبہ کی رات اور بیعتِ رضوان میں کیا تھا، اس میں تم نے کہا تھا کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ہر حکم ہر حال میں سنیں اور مانیں گے، اور اے صحابہ! خدا کی نعمتیں بھول جانے اور عہد توڑنے کے معاملے میں اس سے ڈرتے رہو، بیشک اللہ تعالیٰ دلوں میں چھپی ہر بات جانتا ہے۔

آیت 8 اس آیت میں اہلِ ایمان کو عدل و انصاف کے متعلق بار بار مختلف انداز میں تاکید فرمائی، جیسے فرمایا کہ گواہی دیتے ہوئے حکمِ خدا کے مطابق انصاف پر خوب قائم رہو اور حق و انصاف کا دامن کبھی نہ چھوڑو یہاں تک کہ دشمنوں سے بھی انصاف کا رویہ اختیار

شُهَدَآءَ بِالۡقِسۡطِ ۫ وَلَا يَجۡرِمَنَّكُمۡ شَنَاٰنُ قَوۡمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعۡدِلُوۡا ؕ اِعۡدِلُوۡا ۟ هُوَ اَقۡرَبُ

اللہ کے حکم پر خوب قائم ہو جاؤ اور تمہیں کسی قوم کی عداوت اس پر نہ اُبھارے کہ تم انصاف نہ کرو (بلکہ) انصاف کرو، یہ پرہیز گاری کے

لِلتَّقۡوٰى ۫ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيۡرٌۢ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۸﴾ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا

زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرو، بیشک اللہ تمہارے تمام اعمال سے خبردار ہے ○ اللہ نے ایمان والوں اور اچھے عمل

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ لَهُمۡ مَّغۡفِرَةٌ وَّاَجۡرٌ عَظِيۡمٌ ﴿۹﴾ وَالَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا وَكَذَّبُوۡا بِاٰيٰتِنَاۤ

کرنے والوں سے وعدہ فرمایا ہے کہ ان کے لئے بخشش اور بڑا ثواب ہے ○ اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا

اُولٰٓئِكَ اَصۡحٰبُ الۡجَحِيۡمِ ﴿۱۰﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اذۡكُرُوۡا نِعۡمَتَ اللّٰهِ عَلَيۡكُمۡ اِذۡ هَمَّ قَوۡمٌ

وہی دوزخ والے ہیں ○ اے ایمان والو! اپنے اوپر اللہ کا احسان یاد کرو جب ایک قوم نے ارادہ کیا

کرو اور کسی قوم جیسے غیر مسلموں سے دشمنی بھی تمہیں اس بات پر ہرگز نہ ابھارے کہ تم انصاف کرنا چھوڑ دو اور حرام کاموں جیسے قتل وغارت گری میں مبتلا ہو جاؤ اور بہر صورت عدل سے کام لینا کیونکہ یہ پرہیز گاری کے زیادہ قریب ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا اور اپنے ہر عمل میں یہ ذہن میں رکھنا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے تمام اعمال سے خبردار ہے۔ **درس:** امن وسکون کے حصول اور ظلم وجبر کے خاتمہ کے لئے عدل وانصاف سب سے بنیادی چیز ہے، اور اس کے لئے اسلامی نظامِ عدل سب سے زیادہ موثر ومفید ہے۔

آیت 9،10 آیات کا مفہوم ترجمہ سے واضح ہے۔ مزید دو باتیں ملاحظہ ہوں: (1) اچھے اعمال سے مراد ہر وہ عمل ہے جو رضائے الٰہی کا سبب بنے۔ اس میں فرائض وواجبات، سنتیں، مستحبات، جانی ومالی عبادتیں، حقوق اللہ اور حقوق العباد وغیرہ سب داخل ہیں۔ (2) دائمی جہنمی صرف کافر ہیں، مسلمان ہمیشہ کے لئے جہنم میں نہ رہیں گے۔

آیت 11 اس آیت میں یا تو اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ مشرکین نے مقام عسفان پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ایک ساتھ ظہر کی نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا، جب انہوں نے نماز مکمل کرلی تو مشرکین کو اس موقع سے فائدہ اٹھا کر حملہ نہ کرنے کا افسوس ہوا، پھر انہوں نے نمازِ عصر کے وقت حملہ کرنے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے نمازِ خوف کا طریقہ ارشاد فرما کر ان کی سازش کو ناکام بنا دیا۔ یا یہاں اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے کسی منزل پر قیام فرمایا اور اپنی تلوار درخت پر لٹکا دی۔ ایک اعرابی موقع پا کر آیا اور تلوار لے کر کہنے لگا: آپ کو مجھ سے کون بچائے گا؟ فرمایا: اللہ۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے اس کے ہاتھ سے تلوار گرا دی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے تلوار پکڑ کر فرمایا: اب تجھے مجھ سے کون بچائے گا؟ اس نے عرض کی: مجھے کوئی نہیں بچا سکتا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اسے معاف فرما دیا۔ (بخاری، حدیث: 2910) اس صورت میں واقعہ اگرچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ساتھ ہوا لیکن آپ چونکہ مسلمانوں کے سردار ہیں اور سردار کا نفع نقصان پوری قوم کا نفع نقصان ہوتا ہے اس لیے آیت میں خطاب مسلمانوں سے ہوا۔ مزید فرمایا کہ اے مسلمانو! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیئے کیونکہ ہر طرح کی بھلائی پہنچانے اور ہر قسم کا شر دور کرنے کے لئے وہی کافی ہے۔

اَنْ يَّبْسُطُوْۤا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ

کہ تمہاری طرف اپنے ہاتھ دراز کریں تو اللہ نے ان کے ہاتھ تم پر سے روک دیئے اور اللہ سے ڈرو اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر

الْمُؤْمِنُوْنَ ۧ ﴿۱۱﴾ وَ لَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِیْۤ اِسْرَآءِيْلَ ۚ وَ بَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَیْ عَشَرَ نَقِيْبًا ؕ ع ٦/٢ ٦

بھروسہ کرنا چاہیے ○ اور بیشک اللہ نے بنی اسرائیل سے عہد لیا اور ہم نے ان میں بارہ سردار قائم کیے

وَ قَالَ اللّٰهُ اِنِّیْ مَعَكُمْ ؕ لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَ اٰمَنْتُمْ بِرُسُلِیْ وَ عَزَّرْتُمُوْهُمْ

اور اللہ نے فرمایا: بیشک میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اگر تم نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دیتے رہو اور میرے رسولوں پر ایمان لاؤ اور ان کی تعظیم کرو

وَ اَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَ لَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا

اور اللہ کو قرض حسن دو تو بیشک میں تم سے تمہارے گناہ مٹادوں گا اور ضرور تمہیں ان باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں

الْاَنْهٰرُ ۚ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴿۱۲﴾ فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ

جاری ہیں تو اس (عہد) کے بعد تم میں سے جس نے کفر کیا تو وہ ضرور سیدھی راہ سے بھٹک گیا ○ تو ان کے عہد توڑنے کی وجہ سے

آیت 12 اوپر آیت نمبر سات میں مسلمانوں سے عہد و میثاق کا بیان ہوا اور یہاں یہ بیان فرمایا کہ ایسا ہی عہد بنی اسرائیل سے بھی کیا گیا تھا۔ بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں میں ہر قبیلے کا سردار مقرر کیا گیا اور ان سے اوپر والا عہد لیا تھا پھر فرعون کی ہلاکت کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو حکمِ الٰہی ہوا کہ بنی اسرائیل کو بیت المقدس کی طرف لے جائیں اور وہاں موجود دشمن سے جہاد کریں، پھر حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے حکمِ الٰہی کے مطابق بنی اسرائیل کے بارہ گروہوں میں سے ایک ایک کو اپنے اپنے گروہ کا سردار منتخب کیا اور بنی اسرائیل کو لے کر روانہ ہوئے۔ اریحا کے قریب پہنچنے پر ان سرداروں کو دشمن کے حالات معلوم کرنے کے لئے بھیجا گیا۔ یہ ان لوگوں کی عظیم جسامت اور طاقت و قوت سے ہیبت زدہ ہو کر واپس آئے اور اپنی قوم سے سب حال بیان کر دیا حالانکہ انہیں اس سے منع کیا گیا تھا لیکن دو حضرات کالب بن یوقنا اور یوشع بن نون اپنے عہد پر قائم رہے۔ اس سیاق و سباق میں آیت کا مفہوم یہ بنتا ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور تورات کے احکام کی پیروی کریں پھر قوم جَبّارین سے جہاد کے لئے ان میں 12 سردار بنائے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں فرمایا کہ میں اپنے علم و قدرت اور مدد و نصرت سے تمہارے ساتھ ہوں، میں تمہارا کلام سن رہا، تمہارے اعمال دیکھ رہا اور تمہارے دلوں کے خیالات جانتا ہوں۔ اے بنی اسرائیل! اگر تم نماز قائم رکھو، زکوٰۃ دیتے رہو، میرے رسولوں پر ایمان لاؤ، ان کی تعظیم کرو اور اللہ تعالیٰ کو قرضِ حَسَن دو یعنی اس کی راہ میں خرچ کرو تو میں تمہارے گناہ معاف کر دوں گا اور تمہیں ان باغوں میں داخل کروں گا جن کے درختوں اور رہائشگاہوں کے نیچے نہریں جاری ہیں تو اس عہد کے بعد تم میں سے جس نے کفر کیا تو وہ ضرور سیدھی راہ سے بھٹک گیا۔

آیت 13 بنی اسرائیل نے عہدِ الٰہی توڑا اور حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے بعد آنے والے انبیا علیہم السّلام کی تکذیب کی، انہیں شہید کیا اور تورات کے احکام کی مخالفت کی نیز تورات کی وہ آیات بدل دیں جن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نعت و صفت کا بیان تھا اور اللہ

لَعَنّٰهُمْ وَ جَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِیَةً ۚ یُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ۙ وَ نَسُوْا حَظًّا

ہم نے ان پر لعنت کی اور ان کے دل سخت کردیئے۔ وہ اللہ کی باتوں کو ان کے مقامات سے بدل دیتے ہیں اور انہوں نے ان نصیحتوں کا بڑا حصہ بھلادیا

مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ وَ لَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ اِلَّا قَلِیْلًا مِّنْهُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ

جو انہیں کی گئی تھیں اور تم ان میں سے چند ایک کے علاوہ سب کی کسی نہ کسی خیانت پر مطلع ہوتے رہو گے تو انہیں معاف کردو

وَ اصْفَحْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۳﴾ وَ مِنَ الَّذِیْنَ قَالُوْۤا اِنَّا نَصٰرٰۤى اَخَذْنَا مِیْثَاقَهُمْ

اور ان سے درگزر کرو بیشک اللہ احسان کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے O اور جنہوں نے دعویٰ کیا کہ ہم نصاریٰ ہیں ان سے ہم نے عہد لیا

فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۪ فَاَغْرَیْنَا بَیْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَ الْبَغْضَآءَ اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ ؕ

تو وہ ان نصیحتوں کا بڑا حصہ بھلا بیٹھے جو انہیں کی گئی تھیں تو ہم نے ان کے درمیان قیامت کے دن تک کے لئے دشمنی اور بغض ڈال دیا

تعالیٰ کی بہت سی ہدایات فراموش کردیں جو انہیں تورات میں دی گئی تھیں کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی پیروی کریں اور ان پر ایمان لائیں۔ ان حرکتوں کے سبب اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی رحمت سے دور کردیا اور ان کے دل سخت کردیئے کہ اب اللہ تعالیٰ کی گرفت اور اس کے عذاب کا سن کران پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ مزید رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے فرمایا گیا کہ آپ ہمیشہ ان لوگوں کی خیانتوں پر مطلع ہوتے رہیں گے کیونکہ دغابازی، خیانت اور بدعہدی ان کی اور ان کے آباواجداد کی قدیم عادت ہے۔ ہاں! ان میں سے جو ایمان لانے والوں کی تھوڑی سی تعداد ہے وہ خائن نہیں، تو ان لوگوں سے جو کچھ پہلے سرزد ہوا اس پر انہیں معاف کردیں اور ان سے درگزر کریں، بیشک اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔ بعض مفسرین کا قول ہے: ایک قوم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے عہد کرنے کے بعد توڑ دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اس پر مطلع فرمایا اور یہ آیت نازل کی۔ اس صورت میں معنی یہ ہیں کہ ان کی اس عہد شکنی سے درگزر کیجئے جب تک کہ وہ جنگ سے باز رہیں اور جزیہ ادا کرنے سے منع نہ کریں۔

اہم بات: بداعمالیوں کی وجہ سے دل سخت ہوجاتے ہیں۔

آیت 14 یہودیوں کے بعد عیسائیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: وہ لوگ جنہوں نے دعویٰ کیا کہ ہم نصاریٰ یعنی دینِ خدا کے مددگار ہیں، ان سے بھی ہم نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لانے کا عہد لیا لیکن وہ بھی انجیل میں دی گئی نصیحتوں کا بڑا حصہ بھلا بیٹھے اور اُنہوں نے بھی عہد شکنی کی تو ہم نے ان کے درمیان روزِ قیامت تک کے لئے دشمنی اور بغض ڈال دیا اور عنقریب آخرت میں اللہ تعالیٰ انہیں ان کے اعمال بتادے گا اور انہیں ان کا بدلہ دے گا۔ آیت میں یا تو یہودیوں اور عیسائیوں کے درمیان دشمنی اور بغض ڈالنا مراد ہے یا یہ مراد ہے کہ عیسائیوں کے درمیان آپس میں دشمنی اور بغض ڈال دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ مختلف فرقوں میں تقسیم ہو گئے اور ہر فرقہ دوسرے کو کافر قرار دے کر اسے تباہ کرنے میں لگ گیا۔ **درس:** کتابِ الٰہی پر عمل نہ کرنا، اللہ تعالیٰ کے رسول کی نافرمانی کرنا، اس کے فرائض کی بجاآوری سے منہ موڑنا اور حلال و حرام سے متعلق اس کی مقرر کردہ حدوں کو توڑنا آپس میں دشمنی اور بغض پیدا ہوجانے کا ایک بہت بڑا سبب ہے۔

وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿۱۴﴾ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ

اور عنقریب اللہ انہیں بتادے گا جو کچھ وہ کرتے تھے ○ اے اہلِ کتاب! بیشک تمہارے پاس ہمارے رسول تشریف لائے، وہ تم پر بہت سی

لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ۬ؕ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ

وہ چیزیں ظاہر فرماتے ہیں جو تم نے (اللہ کی) کتاب سے چھپا ڈالی تھیں اور بہت سی معاف فرما دیتے ہیں، بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے

نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ

ایک نور آگیا اور ایک روشن کتاب ○ اللہ اس کے ذریعے اسے سلامتی کے راستوں کی ہدایت دیتا ہے جو اللہ کی مرضی کا تابع ہو جائے

وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۶﴾ لَقَدْ كَفَرَ

اور انہیں اپنے حکم سے تاریکیوں سے روشنی کی طرف لے جاتا ہے اور انہیں سیدھی راہ کی طرف ہدایت دیتا ہے ○ بیشک وہ لوگ کافر ہوگئے

الَّذِيْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ؕ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا اِنْ اَرَادَ

جنہوں نے کہا کہ اللہ ہی مسیح بن مریم ہے۔ تم فرما دو: اگر اللہ مسیح بن مریم کو اور اس کی ماں اور تمام زمین والوں کو

آیت 15 یہاں یہودیوں اور عیسائیوں سب سے خطاب ہے کہ اے اہلِ کتاب! تمہارے پاس ہمارے رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم تشریف لے آئے، جن کی شان یہ ہے کہ وہ تمہارے سامنے بہت سی وہ باتیں ظاہر فرما دیتے ہیں جنہیں تم نے کتابِ الٰہی میں چھپا دیا تھا جیسے رجم کی آیات اور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اوصاف، جو تم نے تو چھپا دیئے لیکن آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے انہیں بیان فرما دیا۔ تمہاری چھپائی باتیں بیان کرنے کے ساتھ ساتھ بہت سی باتیں یہ رحیم و کریم نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم معاف فرما دیتے ہیں، نہ ان کا ذکر کرتے ہیں اور نہ ہی ان پر مؤاخذہ فرماتے ہیں۔ مزید فرمایا: بیشک تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نور آگیا اور ایک روشن کتاب۔ اکثر مفسرین کے نزدیک یہاں نور سے مراد حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہیں اور بعض نے اس سے اسلام بھی مراد لیا ہے جبکہ روشن کتاب سے مراد قرآن کریم ہے۔ نور سے متعلق مزید تفصیل اسی آیت کے تحت صراط الجنان میں دیکھی جا سکتی ہے۔

آیت 16 یہاں قرآن کی شان کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ قرآن کے ذریعے اُس بندے کو سلامتی کے راستے دکھاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے پیچھے چلے اور ہر کام اس کی رضا کے لیے کرے۔ ان طالبانِ رضائے مولیٰ کو رب کریم اپنے حکم سے کفر، شرک اور گناہ کی تاریکیوں سے نکال کر ایمان اور نیک اعمال کے نور کی طرف لے جاتا اور انہیں سیدھے راستے یعنی دینِ اسلام کی طرف ہدایت دیتا ہے۔ بعض مفسرین کے نزدیک لفظ "بِہٖ" کی ضمیر سے حضور پر نور صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہی مراد ہیں، اس صورت میں معنی یہ بنے گا کہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ذریعے ہدایت عطا فرماتا ہے۔ معنوی اعتبار سے یہ بات قطعاً درست ہے۔

آیت 17 نجران کے عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو "اللہ" قرار دیا جس کے رد میں فرمایا گیا کہ بیشک وہ لوگ کافر ہو گئے جنہوں نے کہا کہ "اللہ" مسیح بن مریم ہی ہے۔ اُن عیسائیوں سے کہا گیا کہ اگر تمہارا دعویٰ درست ہے تو ایک بات کا جواب دو: اگر اللہ

اَنْ یُّهْلِكَ الْمَسِیْحَ ابْنَ مَرْیَمَ وَ اُمَّهٗ وَ مَنْ فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًاؕ وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ

ہلاک کرنے کا ارادہ فرمالے تو کون ہے جو اللہ سے بچانے کی طاقت رکھتا ہے؟ اور آسمانوں اور زمین کی اور جو کچھ

وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَیْنَهُمَاؕ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۱۷﴾ وَ قَالَتِ الْیَهُوْدُ

ان کے درمیان ہے سب کی بادشاہت اللہ ہی کے لئے ہے۔ وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور اللہ ہر شے پر قادر ہے○ اور یہودیوں

وَ النَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَ اَحِبَّآؤُهٗؕ قُلْ فَلِمَ یُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْؕ

اور عیسائیوں نے کہا: ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں۔ اے حبیب! تم فرمادو: (اگر ایسا ہے تو) پھر وہ تمہیں تمہارے گناہوں پر عذاب کیوں دیتا ہے؟

بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَؕ یَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَ یُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُؕ وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ

بلکہ تم (بھی) اس کی مخلوق میں سے (عام) آدمی ہو۔ وہ جسے چاہتا ہے بخش دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے سزا دیتا ہے اور آسمانوں اور زمین اور جو کچھ

تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام، ان کی ماں حضرت مریم رضی اللہ عنہا اور تمام زمین والوں کو ہلاک کرنے کا ارادہ فرمالے تو ایسا کون ہے جو انہیں اللہ تعالیٰ کی قدرت و ارادے سے بچالینے کی تھوڑی سی بھی طاقت رکھتا ہے؟ اس کا جواب یہی ہے کہ یقیناً ایسا کوئی نہیں اور کوئی کچھ بھی نہیں کر سکتا تو اس سے ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو ''اللہ'' ماننا صریح باطل ہے۔ اللہ کی تو شان یہ ہے کہ آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے، سب کی بادشاہت اسی کے لیے ہے، وہ جو چاہتا اور جیسے چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، اسی نے آسمانوں اور زمین کو کسی سابقہ مثال کے بغیر بنایا، حضرت آدم علیہ السّلام کو ماں باپ کے بغیر مٹی سے، اور حوا رضی اللہ عنہا کو بھی ماں باپ کے بغیر اور حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو باپ کے بغیر پیدا فرمایا، حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے ہاتھ سے بنے مٹی کے پرندے کو حقیقی پرندہ بنادیا اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر خوب قادر ہے۔ **اہم باتیں:** (1) عیسائیوں کے فرقے یعقوبیہ اور ملکانیہ کا یہی مذہب ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام اللہ ہیں اور اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السّلام میں حلول کیا ہوا ہے جیسے پھول میں خوشبو اور آگ میں گرمی نے۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ (2) اس آیت میں کئی طرح سے ان کے اس باطل عقیدے کا رد ہے جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو موت آسکتی ہے، آپ ماں کے شکم سے پیدا ہوئے، آپ اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں، خالق نہیں ہیں اور جس کی یہ صفات ہوں وہ ہرگز ''اللہ'' نہیں ہو سکتا۔

آیت 18 **شانِ نزول:** ایک بار کچھ اہلِ کتاب بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور دین کے معاملے میں حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے گفتگو کرنے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے انہیں اسلام کی دعوت دی اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے پر اس کے عذاب سے ڈرایا تو وہ کہنے لگے: آپ ہمیں کیا ڈراتے ہیں ہم تو اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں۔ اس بات سے ان کا مطلب یہ تھا کہ جیسے بیٹا خواہ کتنا ہی برا ہو مگر باپ کو پیارا ہوتا ہے ایسے ہی ہم خدا کو پیارے ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا: اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، آپ ان سے فرمادیں: اگر تم بیٹوں کی طرح اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو تو وہ تمہارے گناہوں کی وجہ سے دنیا میں تمہیں عذاب کیوں دیتا ہے اور آخرت میں نارِ جہنم کی سزا کیوں دے گا حالانکہ خود تمہارا عقیدہ ہے کہ تم بچھڑے کو پوجنے کی مدت کے برابر جہنم میں رہو گے، ذرا سوچو کہ کوئی باپ اپنے بیٹے یا کوئی شخص اپنے پیارے کو آگ میں جلاتا ہے؟ لہٰذا تمہارا دعویٰ جھوٹا اور باطل ہے۔ تم بھی خدا کی مخلوق

وَالۡاَرۡضِ وَمَا بَيۡنَهُمَا ؕ وَاِلَيۡهِ الۡمَصِيۡرُ ﴿۱۸﴾ يٰۤاَهۡلَ الۡكِتٰبِ قَدۡ جَآءَكُمۡ رَسُوۡلُنَا

اس کے درمیان ہے سب کی سلطنت اللہ ہی کے لئے ہے اور اسی کی طرف پھرنا ہے ○ اے کتاب والو! بیشک تمہارے پاس ہمارے رسول تشریف لائے،

يُبَيِّنُ لَـكُمۡ عَلٰى فَتۡرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنۡ تَقُوۡلُوۡا مَا جَآءَنَا مِنۡۢ بَشِيۡرٍ وَّ

وہ رسولوں کی تشریف آوری بند ہو جانے کے عرصہ بعد تم پر ہمارے احکام ظاہر فرمارہے ہیں تاکہ تم یہ نہ کہو کہ ہمارے پاس تو کوئی خوشخبری دینے والا اور

ع ۳ / ۸ / ۸ لَا نَذِيۡرٍ ؗ فَقَدۡ جَآءَكُمۡ بَشِيۡرٌ وَّنَذِيۡرٌ ‌ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ ﴿۱۹﴾ ع

ڈر سنانے والا آیا ہی نہیں تو بیشک تمہارے پاس خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا تشریف لا چکا اور اللہ ہر شے پر قادر ہے ○

وَاِذۡ قَالَ مُوۡسٰى لِقَوۡمِهٖ يٰقَوۡمِ اذۡكُرُوۡا نِعۡمَةَ اللّٰهِ عَلَيۡكُمۡ اِذۡ جَعَلَ فِيۡكُمۡ اَنۡۢبِيَآءَ

اور یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا: اے میری قوم! اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو جب اس نے تم میں سے انبیاء پیدا فرمائے

میں سے عام آدمی ہو اور تمہیں تمہارے برے اعمال کی سزا ملے گی۔ خدا کی شان یہ ہے کہ وہ جسے چاہتا ہے اپنے فضل سے بخش دیتا اور جسے چاہتا ہے اپنے عدل سے سزا دیتا ہے۔ آسمانوں، زمین اور جو کچھ ان کے درمیان موجود ہے سب کی سلطنت و بادشاہی اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے اور آخرت میں سبھی کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ **اہم بات:** خود کو اعمال سے بے پرواجاننا عیسائیوں کا عقیدہ ہے۔ آج کل بہت سے رنگ برنگے دعویداروں اور جاہل فقیروں کا یہی عقیدہ ہے۔ ایسا عقیدہ باطل ہے کیونکہ قرآنِ کریم نے ایمان کے ساتھ نیک اعمال کا بکثرت ذکر فرمایا ہے۔

آیت 19 اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اہلِ کتاب کو اپنے عظیم ترین احسان کی طرف توجہ دلائی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام سے پہلے مسلسل انبیاء ومرسلین علیہمُ السّلام تشریف لاتے رہے اور ان کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے زمانہ تک کی مدت کسی بھی نبی کی آمد سے خالی رہی اور ایک طویل عرصہ وحی کے نزول کا سلسلہ بند رہا، سب لوگ کسی رسول کے ایسے حاجت مند تھے جیسے شدید پیاس کے وقت خوشگوار، ٹھنڈے پانی کی، یا شدید گرمی، تپش اور حبس میں خوشگوار بارش کی حاجت ہوتی ہے، اس انتہائی حاجت کے وقت اللہ تعالیٰ نے رحمت کا دروازہ کھولا اور تمہارے پاس اپنے رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو بھیج دیا، وہ تمہارے سامنے شریعت کے قوانین، دین کے احکام، جنت کی خوشخبری اور جہنم کی وعید بیان فرمارہے ہیں تاکہ دین کے احکام پر عمل نہ کرنے کی صورت میں جب تمہاری گرفت کی جائے تو اس وقت تم یہ نہ کہہ سکو کہ ہمارے پاس کوئی تنبیہ کرنے والا تشریف ہی نہیں لایا۔ بیشک تمہارے پاس جنت کی خوشخبری دینے اور ہمارے عذاب کا ڈر سنانے والا تشریف لا چکا ہے لہٰذا اب تمہارے پاس کوئی عذر باقی نہیں رہا اور یاد رکھو! اللہ تعالیٰ ہر شے پر خوب قادر ہے، اگر تم نے سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اتباع نہ کی تو وہ تمہیں عذاب دینے پر بھی قدرت رکھتا ہے۔ **اہم بات:** حضرت عیسیٰ علیہ السّلام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے درمیانی زمانے کا نام "زمانۂ فترت" ہے۔ اس زمانہ کے لوگوں کو صرف عقیدۂ توحید کافی تھا جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے والدین کریمین۔

آیت 20 حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے اپنی قوم کو شکرِ الٰہی ادا کرنے کی تلقین کی اور اس ضمن میں ان کے سامنے بطورِ خاص اللہ تعالیٰ کی

وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا ۖۗ وَّاٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۰﴾ يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ

اور تمہیں بادشاہ بنایا اور تمہیں وہ کچھ عطا فرمایا جو سارے جہان میں کسی کو نہ دیا○(موسیٰ نے فرمایا:) اے میری قوم! اس پاک سرزمین میں

الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰۤى اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۲۱﴾

داخل ہو جاؤ جو اللہ نے تمہارے لئے لکھ دی ہے اور اپنے پیٹھ پیچھے نہ پھرو کہ تم نقصان اٹھاتے ہوئے پلٹو گے○

قَالُوْا يٰمُوْسٰۤى اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ ۖۗ وَاِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰى يَخْرُجُوْا مِنْهَا ۚ

(قوم نے) کہا: اے موسیٰ! اس (سرزمین) میں تو بڑے زبردست لوگ ہیں اور ہم اس میں ہرگز داخل نہ ہوں گے جب تک وہ وہاں سے نکل نہ جائیں،

تین نعمتیں بیان فرمائیں: (1) اللہ تعالیٰ نے تم میں سے انبیاء علیہمُ السّلام پیدا فرمائے۔ (2) تمہیں بادشاہ بنایا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ بنی اسرائیل کو حکومت و سلطنت عطا کی، یا یہاں بادشاہ سے مراد خادموں اور سواریوں کا مالک ہونا ہے۔ (3) تمہیں وہ نعمتیں عطا کیں جو سارے جہان میں سے کسی کو نہ ملیں۔ ان نعمتوں سے مراد مَن و سلویٰ کا اترنا، دریا کا پھٹ جانا اور پتھر سے پانی کے چشمے جاری ہو جانا، وغیرہ ہے۔ **اہم بات:** پیغمبروں کی تشریف آوری نعمت ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے اپنی قوم کو اس کا تذکرہ کرنے کا حکم دیا کہ یہ برکات و ثمرات کا سبب ہے۔ سبحان اللہ، جب انبیاءِ بنی اسرائیل کی آمد نعمت اور اسے یاد کرنے کا حکم ہے تو سید الانبیاء صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی آمد تو اس سے بڑھ کر نعمت ہے۔ **درس:** حکومت و سلطنت اور اقتدار بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے، اس کا شکر ادا کرنا چاہئے اور شکر کا ایک ضروری طریقہ یہ ہے کہ حکومت و سلطنت اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق چلائی جائے، غریبوں کی مدد، لوگوں کے حقوق کی ادائیگی، ظلم کا خاتمہ اور ملک کے باشندوں کو امن و سکون کی زندگی گزارنے کے مواقع فراہم کئے جائیں۔ حدیث پاک میں ہے: جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے کسی رعایا کا حکمران بنایا ہو اور وہ خیر خواہی کے ساتھ ان کی نگہبانی کا فریضہ ادا نہ کرے تو وہ جنت کی خوشبو تک نہ پا سکے گا۔ (بخاری، حدیث:7150)

آیت 21 نعمتیں یاد دلانے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے دشمن سے جہاد کا حکم دیا اور فرمایا: اے میری قوم! اس مقدس سرزمین میں داخل ہو جاؤ جو اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ میں تمہارے لیے لکھ دی ہے کہ اگر تم ایمان لائے اور اطاعت کی تو یہ تمہارا مسکن ہو گی اور دشمن سے ڈر کر بزدلی دکھاتے ہوئے الٹے پاؤں نہ پھر جانا، اگر تم نے ایسے کیا تو نقصان اٹھاتے ہوئے پلٹو گے کہ دنیا کی نعمت چھوٹنے کے ساتھ آخرت کے ثواب سے بھی محروم ہو جاؤ گے۔ **اہم بات:** اس زمین کو مقدس اس لئے کہا گیا کہ وہ انبیا علیہمُ السّلام کی رہائش گاہ تھی۔ معلوم ہوا کہ انبیا علیہمُ السّلام کی سکونت سے زمین کو بھی شرف حاصل ہوتا اور وہ دوسروں کے لئے باعثِ برکت ہوتی ہے۔

آیت 22 مقدس سرزمین میں داخلے کا حکم سن کر قوم نے بزدلی کا مظاہرہ شروع کر دیا اور کہنے لگے: اے موسیٰ! علیہ السّلام، اس سرزمین میں تو بڑے جابر، لمبے قد والے اور طاقتور لوگ ہیں، ہم اس میں ہرگز داخل نہ ہوں گے جب تک وہ لوگ وہاں سے نکل نہ جائیں کیونکہ ہمارے اندر انہیں نکال باہر کرنے کی طاقت نہیں، اگر وہ وہاں سے خود ہی نکل جائیں تب ہم اس سرزمین میں داخل ہو جائیں گے۔

فَاِنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ ﴿٢٢﴾ قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمَا

تو اگر وہ وہاں سے نکل جائیں تو ہم (شہر میں) داخل ہوں گے ○ اللہ سے ڈرنے والوں میں سے وہ دو مرد جن پر اللہ نے احسان کیا تھا

ادْخُلُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ ۚ فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْۤا اِنْ كُنْتُمْ

انہوں نے کہا: (شہر کے) دروازے سے ان پر داخل ہو جاؤ تو جب تم دروازے میں داخل ہو جاؤ گے تو تم ہی غالب ہو گے اور اگر تم ایمان والے ہو تو

مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٢٣﴾ قَالُوْا يٰمُوْسٰۤى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَاۤ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِيْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ

اللہ ہی پر بھروسہ کرو ○ (پھر قوم نے) کہا: اے موسیٰ! بیشک ہم تو وہاں ہرگز کبھی نہیں جائیں گے جب تک وہ وہاں ہیں تو آپ اور آپ کا رب دونوں جاؤ

فَقَاتِلَاۤ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ﴿٢٤﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّىْ لَاۤ اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِىْ وَاَخِىْ فَافْرُقْ بَيْنَنَا

اور لڑو، ہم تو یہیں بیٹھے ہوئے ہیں ○ موسیٰ نے عرض کی: اے میرے رب! مجھے صرف اپنی جان اور اپنے بھائی کا اختیار ہے تو تو ہمارے

آیت 23 بنی اسرائیل نے تو بزدلی دکھادی مگر اللہ تعالیٰ کا خوف رکھنے والوں میں سے دو حضرات کالب بن یوقنا اور یوشع بن نون رضی اللہ عنہما نے ہمت و جرأت کا مظاہرہ کیا۔ یہ دونوں ان سرداروں میں سے تھے جنہیں حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے قومِ جبارین کا حال معلوم کرنے کے لئے بھیجا تھا، دوسرے سرداروں کی طرح انہوں نے جبارین کا حال قوم کو نہ بتایا، انہوں نے قوم کو جوش دلاتے ہوئے فرمایا: اے لوگو! شہر کے دروازے سے جبارین پر داخل ہو جاؤ، اگر تم ہمت کر کے داخل ہو جاؤ تو تم ہی غالب ہو گے اور اگر تم ایمان والے ہو تو اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مدد کا وعدہ کیا ہے اور اس کا وعدہ ضرور پورا ہونا ہے۔ جبارین کے بڑے بڑے جسموں سے خوف نہ کھاؤ، ان کے جسم بڑے اور دل کمزور ہیں۔ ان دونوں کی بات سن کر بنی اسرائیل بہت برہم ہوئے اور بجائے جوش میں آنے کے الٹا انہی کے خلاف ہو گئے۔

آیت 24 بنی اسرائیل نے جہاد میں جانے سے صاف انکار کرتے ہوئے کہا: اے موسیٰ! جب تک قوم جبارین وہاں مقیم ہے ہم ہرگز وہاں نہ جائیں گے، لہٰذا آپ اور آپ کا رب دونوں جاؤ اور ان سے لڑو، ہم تو یہیں بیٹھے ہوئے ہیں۔ **اہم بات:** یہ بنی اسرائیل کی محرومی اور بزدلی تھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام جیسے جلیل القدر، شجاع، باہمت، صاحبِ معجزات اور اولوا العزم رسول کی موجودگی اور قیادت کے باوجود بے ہمتی اور بزدلی دکھائی اور اسی سے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے صحابہ کرام کی عظمت و شان بھی معلوم ہوئی کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے سخت سے سخت موقع پر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ساتھ نہیں چھوڑا اور ایسا روکھا جواب نہیں دیا بلکہ اپنا سب کچھ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر نثار کر دیا۔ اس کی ایک مثال یہ ہے کہ جنگِ بدر کے موقع پر حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسولَ اللہ! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، ہم حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی قوم کی طرح یہ نہ کہیں گے کہ آپ اور آپ کا خدا جا کر لڑیں بلکہ ہم لوگ آپ کے دائیں سے، بائیں سے، آگے سے، پیچھے سے لڑیں گے۔ یہ سن کر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا چہرۂ انور خوشی سے چمک اٹھا۔ (بخاری، حدیث 3952)

آیت 25 قوم کے جواب سے غمزدہ ہو کر حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی: اے میرے رب! مجھے صرف اپنی جان

وَ بَيْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿٢٥﴾ قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۚ يَتِيْهُوْنَ

اور نافرمان قوم کے درمیان جدائی ڈال دے○ (اللہ نے) فرمایا: پس چالیس سال تک وہ زمین ان پر حرام ہے یہ زمین میں بھٹکتے

فِي الْاَرْضِ ۭ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿٢٦﴾ وَ اتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ ۘ ع ٧ ٨ ٤ وقف لازم

پھریں گے تو (اے موسیٰ!) تم (اس) نافرمان قوم پر افسردہ نہ ہو○ اور (اے حبیب!) انہیں آدم کے دو بیٹوں کی سچی خبر پڑھ کر سناؤ

اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَ لَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ ۭ قَالَ

جب دونوں نے ایک ایک قربانی پیش کی تو ان میں سے ایک کی طرف سے قبول کرلی گئی اور دوسرے کی طرف سے قبول نہ کی گئی، تو (وہ دوسرا) بولا:

لَاَقْتُلَنَّكَ ۭ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿٢٧﴾ لَىِٕنْ بَسَطْتَّ اِلَيَّ يَدَكَ النصف

میں ضرور تجھے قتل کردوں گا۔ (پہلے نے) کہا: اللہ صرف ڈرنے والوں سے قبول فرماتا ہے○ بیشک اگر تو مجھے قتل کرنے کے لئے میری طرف اپنا ہاتھ

اور اپنے بھائی ہارون کا اختیار ہے، تو تو ہمارے اور نافرمان قوم کے درمیان جدائی ڈال دے، ہمیں ان کی صحبت اور قرب سے بچا اور یہ کہ ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ فرمادے۔ **اہم بات:** بروں سے علیحدگی اچھی چیز ہے جس کی حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے دعا فرمائی۔

آیت 26 اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السّلام کی دعا قبول کی اور ارشاد فرمایا: بیشک وہ زمین چالیس سال تک ان پر حرام کردی گئی ہے، لہٰذا اب یہ اتنی مدت تک وہاں داخل نہ ہوسکیں گے اور ان کا حال یہ ہوگا کہ یہ زمین میں بھٹکتے پھریں گے تو اے موسیٰ! تم اس نافرمان قوم پر افسردہ نہ ہو کیونکہ یہ لوگ اپنی نافرمانی کے سبب اسی کے مستحق تھے۔ **اہم باتیں:** (1) کئی لاکھ افراد پر مشتمل یہ قوم تقریباً 27 میل کی زمین میں یوں بھٹکتی رہی کہ بارہا کوششوں کے باوجود چالیس سال تک انہیں باہر نکلنے کا راستہ نہ ملا۔ (2) بروں کی برائی سے بعض اوقات نیک لوگ بھی مشقت میں پڑجاتے ہیں جیسا کہ ان نافرمانوں کی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو بھی مقامِ تیہ میں قیام فرمانا پڑا اگرچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے آسانی فرمادی تھی۔ (3) اچھوں کی صحبت سے برے بھی فیض پاتے ہیں چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی برکت سے بنی اسرائیل کو مقامِ تیہ میں مَن وسلویٰ، پتھر سے پانی کے 12 چشمے اور وہ لباس عطا ہوا جو اتنے عرصے تک نہ گلا نہ میلا ہوا۔

آیت 27-29 ان آیات میں جو واقعہ بیان کیا گیا اس کا پس منظر یہ ہے کہ حضرت حوا رضی اللہ عنہا کے ہر حمل میں ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوتے تھے اور نکاح سے متعلق دستور یہ تھا کہ ایک حمل کے لڑکے کا دوسرے حمل کی لڑکی کے ساتھ نکاح کیا جاتا تھا کیونکہ انسان صرف حضرت آدم علیہ السّلام کی اولاد میں منحصر تھے، لہٰذا آپس میں نکاح کرنے کے علاوہ اور کوئی صورت نہ تھی۔ اسی دستور کے مطابق حضرت آدم علیہ السّلام نے قابیل کا نکاح لیودا سے جو ہابیل کے ساتھ پیدا ہوئی تھی اور ہابیل کا اقلیما سے جو قابیل کے ساتھ پیدا ہوئی تھی، کرنا چاہا۔ قابیل اس پر راضی نہ ہوا اور چونکہ اقلیما زیادہ خوبصورت تھی اس لئے اس کا طلبگار ہوا۔ حضرت آدم علیہ السّلام نے فرمایا: وہ تیرے ساتھ پیدا ہوئی ہے لہٰذا تیری بہن ہے، اس کے ساتھ تیرا نکاح حلال نہیں۔ قابیل کہنے لگا: یہ تو آپ کی رائے ہے، اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نہیں دیا۔ فرمایا: اگر تم یہ سمجھتے ہو تو دونوں اپنی قربانیاں لاؤ، جس کی قربانی مقبول ہوجائے وہی اقلیما کا حق دار

لِتَقْتُلَنِيْ مَآ اَنَا بِبَاسِطٍ يَّدِيَ اِلَيْكَ لِاَ قْتُلَكَ ۚ اِنِّيْۤ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٢٨﴾

بڑھائے گا تو میں تجھے قتل کرنے کے لئے اپنا ہاتھ تیری طرف نہیں بڑھاؤں گا۔ میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو سارے جہانوں کا مالک ہے○

اِنِّيْۤ اُرِيْدُ اَنْ تَبُوْٓاَ بِاِثْمِيْ وَاِثْمِكَ فَتَكُوْنَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ۚ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ ﴿٢٩﴾ ۚ

میں تو یہ چاہتا ہوں کہ میرا اور تیرا گناہ دونوں تیرے اوپر ہی پڑجائیں تو تو دوزخی ہو جائے اور ظلم کرنے والوں کی یہی سزا ہے○

فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِيْهِ فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿٣٠﴾ فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا

تو اس کے نفس نے اسے اپنے بھائی کے قتل پر راضی کرلیا تو اس نے اسے قتل کر دیا پھر وہ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگیا○ پھر اللہ نے ایک کوابھیجا

يَّبْحَثُ فِي الْاَرْضِ لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِيْ سَوْءَةَ اَخِيْهِ ؕ قَالَ يٰوَيْلَتٰۤى اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ

جو زمین کرید رہا تھا تا کہ وہ اسے دکھادے کہ وہ اپنے بھائی کی لاش کیسے چھپائے۔(کوے کا واقعہ دیکھ کر قاتل نے) کہا: ہائے افسوس، میں اس کوے

ہے۔ اس زمانہ میں جو قربانی مقبول ہوتی اسے آسمان سے ایک آگ اتر کر کھالیا کرتی تھی۔ قربانی کے لیے ہابیل نے ایک بکری اور قابیل نے ایک انبار گندم پیش کی تو ہابیل کی قربانی قبول کر لی گئی جبکہ قابیل کی قبول نہ ہوئی۔ اس سے قابیل کے دل میں بغض و حسد پیدا ہوا اور جب حضرت آدم علیہ السّلام حج کے لئے مکہ تشریف لے گئے تو اس نے ہابیل سے کہا: میں تجھے قتل کردوں گا۔ پوچھا: کیوں؟ کہنے لگا: اس لئے کہ تیری قربانی قبول ہوئی اور میری نہ ہوئی جس سے تو اقلیما کا مستحق ٹھہرا، اس میں میری ذلت ہے۔ ہابیل نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ صرف ڈرنے والوں کی قربانی قبول فرماتا ہے یعنی قربانی قبول کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے وہ متقی لوگوں کی قربانی قبول فرماتا ہے، تو متقی ہوتا تو تیری قربانی قبول ہوتی، یہ خود تیرے افعال کا نتیجہ ہے اس میں میرا کیا قصور! اب اگر تو مجھے قتل کرنے کے لئے اپنا ہاتھ میری طرف بڑھائے گا تو میں تجھے قتل کرنے کے لئے اپنا ہاتھ تیری طرف نہیں بڑھاؤں گا کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ میری طرف سے ابتدا ہو حالانکہ میں تجھ سے زیادہ طاقتور ہوں، یہ صرف اس لئے کہ میں اس اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں جو سارے جہانوں کا مالک ہے اور میں یہ چاہتا ہوں کہ میرے قتل کرنے کا گناہ اور تیرا گناہ یعنی جو اس سے پہلے تو نے والد کی نافرمانی کی، حسد کیا اور خدائی فیصلہ نہ مانا، دونوں تیرے اوپر ہی پڑجائیں تو تو دوزخی ہو جائے اور ظلم کرنے والوں کی یہی سزا ہے۔ **اہم بات:** اس واقعہ کو بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ حسد کی برائی معلوم ہو اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے حسد کرنے والوں کو اس سے سبق حاصل کرنے کا موقع ملے۔

آیت 30 اس گفتگو کے بعد بھی قابیل "ہابیل" کو قتل کرنے کے ارادے پر ڈٹا رہا اور اس کے نفس نے اُسے اس پر راضی کرلیا چنانچہ اس نے کسی طریقے سے ہابیل کو قتل کر دیا پھر وہ دنیا میں اپنے والد کی ناراضی مول لے کر اور آخرت میں سخت سزا کا مستحق بن کر نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گیا۔

آیت 31 قتل کرنے کے بعد قابیل حیران ہوا کہ لاش کا کیا کرے کیونکہ اس وقت تک کوئی انسان مرا ہی نہ تھا۔ مدت تک لاش کو پشت پر لادے پھرتا رہا۔ جب کوئی بات سمجھ نہ آئی تو لاش چھپانے کا طریقہ دکھانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک کوا بھیجا جس نے لڑائی

معانقة ۵ وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم

مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِیَ سَوْءَةَ اَخِیْ ۚ فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِیْنَ ﴿٣١﴾ ۚۛ مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۛۚ كَتَبْنَا عَلٰی

جیسا بھی نہ ہوسکا کہ اپنے بھائی کی لاش چھپا لیتا تو وہ پچھتانے والوں میں سے ہوگیا○ اس کے سبب ہم نے بنی اسرائیل پر

بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَیْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِی الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ

لکھ دیا کہ جس نے کسی جان کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کے بدلے کے بغیر کسی شخص کو قتل کیا تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل

جَمِیْعًا ؕ وَ مَنْ اَحْیَاهَا فَكَاَنَّمَاۤ اَحْیَا النَّاسَ جَمِیْعًا ؕ وَ لَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَیِّنٰتِ ۫

کردیا اور جس نے کسی ایک جان کو (قتل سے بچاکر) زندہ رکھا اس نے گویا تمام انسانوں کو زندہ رکھا اور بیشک ان کے پاس ہمارے رسول روشن دلیلوں کے ساتھ آئے

ثُمَّ اِنَّ كَثِیْرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِی الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ ﴿٣٢﴾ اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ

پھر بیشک ان میں سے بہت سے لوگ اس کے بعد (بھی) زمین میں زیادتی کرنے والے ہیں○ بیشک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے

کرکے ایک دوسرے کوے کو مار ڈالا پھر اپنی چونچ اور پنجوں سے زمین کرید کر گڑھا کھودا اور اس میں مرے ہوئے کوے کو ڈال کر مٹی سے دبا دیا۔ یہ دیکھ کر قابیل نے کہا: ہائے افسوس! میں اس کوے جیسا بھی نہ ہوسکا کہ اپنے بھائی کی لاش چھپا لیتا تو وہ اسے اٹھائے پھرنے پر پچھتانے والوں میں سے ہوگیا، پھر اس نے زمین کھود کر ہابیل کو دفن کر دیا۔ **اہم بات:** اس واقعہ سے تین چیزوں حسد، قتل اور حسن پرستی کی مذمت ظاہر ہوئی۔ حسد کے بارے حدیثِ پاک میں ہے: تم میں پچھلی امتوں کی بیماری سرایت کر گئی، حسد اور بغض۔ یہ مونڈ دینے والی ہے، میں نہیں کہتا کہ بال مونڈتی ہے لیکن یہ دین کو مونڈ دیتی ہے۔ (ترمذی، حدیث:2518) قتل کے بارے میں ہے: ناحق حرام خون بہانا ہلاک کرنے والے ان امور میں سے ہے جن سے نکلنے کی کوئی راہ نہیں۔ (بخاری، حدیث:6863) حسن پرستی کے بارے میں ہے: عورت کے محاسن کی طرف نظر کرنا ابلیس کے زہر میں بجھے ہوئے تیروں میں سے ایک تیر ہے۔ (نوادر الاصول، حدیث:213) اللہ کریم ہمیں ان سب سے محفوظ رکھے، اٰمین۔

آیت 32 فرمایا کہ ناحق قتل کے مفاسد کی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر لکھ دیا کہ جس نے شرعی اجازت کے بغیر جیسے کسی جان یا زمین میں فساد پھیلانے کے بدلے کے بغیر کسی شخص کو قتل کیا تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا کہ انسانی جان کی قدر و قیمت کو پامال کیا اور جس نے کسی ایک جان کو زندہ رکھا جیسے قتل ہونے، ڈوبنے، جلنے یا بھوک سے مرنے وغیرہ اسبابِ ہلاکت سے بچا کر اس کی زندگی بچالی تو اس نے گویا تمام انسانوں کو زندہ رکھا۔ مزید فرمایا: بیشک بنی اسرائیل کے پاس ہمارے رسول شرعی قوانین اور دینی احکام بیان کرنے کے لیے روشن دلیلوں کے ساتھ آئے، اس کے بعد بھی ان میں بہت سے لوگ کفر، قتل اور حدود شریعت کی پامالی کے ذریعے زمین میں زیادتی کرنے والے ہیں۔ **درس:** سُبْحٰنَ اللہ! اسلام کس قدر امن و سلامتی کا مذہب ہے اور اسلام کی نظر میں انسانی جان کی کس قدر اہمیت ہے۔

آیت 33 یہاں سے قتل کی دوسری نوعیت کا ذکر ہے یعنی جن صورتوں میں جان لینے کی اجازت ہے۔ **شانِ نزول:** قبیلہ عُرینہ کے کچھ

Go To Index

اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ

لڑتے ہیں اور زمین میں فساد برپا کرنے کی کوشش کرتے ہیں ان کی سزا یہی ہے کہ انہیں خوب قتل کیا جائے یا انہیں سولی دیدی جائے یا ان کے

اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ؕ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا

ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹ دیئے جائیں یا (ملک کی سر) زمین سے (جلاوطن کرکے) دور کردیئے جائیں۔ یہ ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے

وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۙ﴿۳۳﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهِمْ ۚ فَاعْلَمُوْٓا

اور آخرت میں ان کے لیے بڑا عذاب ہے ○ مگر وہ کہ جنہوں نے توبہ کرلی اس سے پہلے کہ تم ان پر قابو پاؤ تو جان لو

ع ٥ ٨ اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۴﴾ ع يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ

کہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے ○ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو

لوگ مدینہ منورہ آکر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے۔ انہیں وہاں کی آب وہوا موافق نہ آئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ان سے فرمایا: صدقہ کی اونٹنیوں کی چراگاہ میں جاؤ، ان کا دودھ اور پیشاب پیو۔ انہوں نے اسی طرح کیا تو تندرست ہوگئے۔ پھر مرتد ہوئے، چرواہوں کو قتل کردیا اور اونٹ لے کر بھاگ گئے۔ انہیں گرفتار کرکے بارگاہِ رسالت میں لایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ان کے ہاتھ پاؤں کٹوا دیئے، آنکھوں میں گرم سلائیاں پھروائیں اور تپتے ہوئے میدان میں چھوڑ دیا یہاں تک کہ مرگئے۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا: جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور ڈاکے ڈال کر زمین میں فساد برپا کرنے کی کوشش کرتے ہیں ان کی سزا یہی ہے کہ انہیں خوب قتل کیا جائے یا سولی دیدی جائے یا ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹ دیئے جائیں یا ملک کی سرزمین سے جلاوطن کرکے دور کردیئے جائیں۔ یہ ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور اس کے علاوہ آخرت میں ان کے لئے نارِ جہنم کا بڑا عذاب ہے۔ **اہم بات:** آیت میں بیان کردہ صورتیں ڈکیتی اور زمین میں فساد برپا کرنے کی مختلف صورتوں کے اعتبار سے مختلف ہیں۔ **درس:** امنِ عامہ کے قیام کے لئے اسلام نے ہر جرم کی سزا اس کی نوعیت کے اعتبار سے مختلف رکھی ہے، چھوٹے جرم کی سزا ہلکی اور بڑے کی اس کی حیثیت کے مطابق سخت۔ ڈکیتیاں اور لوٹ مار نہ ہو تو تجارتی قافلے قیمتی سازوسامان کے ساتھ بے خوف وخطر سفر کرتے ہیں، جس سے تجارت کو فروغ ملتا اور نظامِ زندگی چلتا ہے لیکن جب سزاؤں پر عمل درآمد رک جائے تو ہر طرف تباہی وبربادی ڈیرے جمالیتی ہے۔ اگر ڈاکہ زنی کی بیان کردہ سزا پر صحیح طریقے سے عمل ہو تو ان سب کا دماغ چند دنوں میں ٹھکانے پر آجائے گا۔

آیت 34 سابقہ آیت میں ڈاکہ زنی کی شرعی سزا بیان ہوئی لیکن جنہوں نے گرفتاری سے پہلے توبہ کرکے اس کے تقاضے پورے کر لئے تو وہ دنیا میں اس کی شرعی سزا اور آخرت کی رسوائی سے بچ جائیں گے لیکن لوٹے ہوئے مال کی واپسی اور قصاص کا تعلق بندوں کے حقوق سے ہے اس لئے ان کا تقاضا باقی رہے گا۔ اس تقاضے کا حق رکھنے والے چاہیں تو معاف کردیں اور چاہیں تو تقاضا کرلیں۔

آیت 35 ارشاد فرمایا: اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرو، اس کی نافرمانی سے بچو اور اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو جس کی

وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝۳۵ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا

اور اس کی راہ میں جہاد کرو اس امید پر کہ تم فلاح پاؤ ○ بیشک اگر کافر لوگ جو کچھ زمین میں ہے وہ سب اور اس کے برابر اتنا ہی

وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لِيَفْتَدُوْا بِهٖ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۳۶

اور اس کے ساتھ (ملاکر) قیامت کے دن کے عذاب سے چھٹکارے کے لئے دیں تو ان سے قبول نہیں کیا جائے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے ○

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنْهَا ۫ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ۝۳۷ وَالسَّارِقُ

وہ دوزخ سے نکلنا چاہیں گے اور وہ اس سے نکل نہ سکیں گے اور ان کے لئے ہمیشہ کا عذاب ہے ○ اور جو مرد

وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْۤا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝۳۸

یا عورت چور ہو تو اللہ کی طرف سے سزا کے طور پر ان کے عمل کے بدلے میں ان کے ہاتھ کاٹ دو اور اللہ غالب حکمت والا ہے ○

بدولت تمہیں اس کا قرب نصیب ہو اور دینِ خدا کی سربلندی اور اس کی رضا پانے کے لیے اس کی راہ میں کفار سے جہاد کرو اس امید پر کہ ہمیشہ کے لیے داخلِ جنت ہو کر تمہیں کامل فلاح و کامیابی مل جائے۔ **اہم باتیں:** (1) یہاں "تقویٰ" سے مراد ممنوعات کو چھوڑ دینا اور وسیلہ تلاش کرنے سے مراد فرائض و واجبات کی ادائیگی ہے اور اگر تقویٰ سے فرائض و واجبات کی ادائیگی اور حرام و ناجائز چیزوں کو چھوڑ دینا سبھی مراد لیں تو "وسیلہ" سے مطلقاً ہر وہ چیز مراد لی جائے جو قربِ الٰہی کا سبب بنے جیسے انبیاء علیہم السلام اور اولیاء رحمۃ اللہ علیہم سے محبت، صدقات کی ادائیگی، دعا کی کثرت، صلہ رحمی، ذکر اللہ میں مشغولیت وغیرہ۔ (2) بارگاہِ الٰہی میں نیک بندوں کو وسیلہ بنانا، جائز اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا طریقہ رہا ہے۔ صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب لوگ قحط میں مبتلا ہو جاتے تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے وسیلے سے بارش کی دعا کرتے اور عرض کرتے: اے اللہ! ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا وسیلہ پکڑا کرتے تھے تو تو ہم پر بارش برسا دیتا تھا اور اب ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے چچا جان کو وسیلہ بناتے ہیں کہ ہم پر بارش برسا۔ (بخاری، حدیث:1010)

آیت 36، 37 ان دو آیات میں فرمایا گیا کہ اگر کافروں میں سے ہر ایک، زمین میں موجود ہر طرح کے مال، پوری زمین کے وسائل و ذخائر اور نفع مند تمام چیزوں کا مالک ہو اور یہ سب کچھ اور ان کے برابر اتنا ہی مزید بطورِ فدیہ دیدے تاکہ روزِ قیامت کے عذاب سے اس کی جان چھوٹ جائے تو اس کا یہ فدیہ کسی صورت قبول نہیں کیا جائے گا۔ وہ جہنم سے نکلنا چاہیں گے لیکن یہ ان کے لئے ممکن نہ ہو گا اور ہمیشہ عذاب ہی میں رہیں گے۔ حدیث پاک میں ہے کہ قیامت کے دن جب کافر سے کہا جائے گا کہ اگر تیرے پاس اتنا سونا ہو جس سے زمین بھر جائے تو کیا تو اسے اپنی جان عذاب سے چھڑانے کے لئے دیدیتا؟ وہ کہے گا، "ہاں" تو اسے کہا جائے گا: تم سے اس کے مقابلے میں بہت آسان چیز (یعنی ایمان) کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ (بخاری، حدیث:6538) **درس:** ایمان ہو گا تو ہی بروزِ قیامت اعمال کا اجر و نجات و جنت ملے گی۔

آیت 38 اس آیت میں چور کی سزا بیان کی گئی ہے کہ جس مرد یا عورت کا چور ہونا ثابت ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سزا کے

فَمَنْ تَابَ مِنْۢ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَ اَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ یَتُوْبُ عَلَیْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۳۹﴾

تو جو اپنے ظلم کے بعد توبہ کرلے اور اپنی اصلاح کرلے تو اللہ اپنی مہربانی سے اس پر رجوع فرمائے گا۔ بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے ○

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ یُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ وَ یَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ ؕ

کیا تجھے معلوم نہیں کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کے لئے ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے سزا دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے بخش دیتا ہے

وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۴۰﴾ یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ لَا یَحْزُنْكَ الَّذِیْنَ یُسَارِعُوْنَ فِی الْكُفْرِ مِنَ

اور اللہ ہر شے پر قادر ہے ○ اے رسول! جو کفر میں دوڑے جاتے ہیں تمہیں غمگین نہ کریں (یہ وہ ہیں)

طور پر اس کے عمل کے بدلے میں اس کا ہاتھ کاٹ دو اور یاد رکھو! اللہ تعالیٰ غالب ہے، کوئی اس کے حکم پر نکتہ چینی نہیں کرسکتا اور وہ چور کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دینے میں حکمت والا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) چوری کی شرعی تعریف یہ ہے کہ عاقل بالغ شخص چھپ کر بغیر کسی شبہ و تاویل کے 10 درہم یا اتنی مالیت کی کوئی چیز ایسی محفوظ جگہ سے اٹھالے جس کی حفاظت کا انتظام کیا گیا ہو اور وہ چیز جلدی خراب ہونے والی نہ ہو۔ (2) چوری کے ثبوت کے دو طریقے ہیں: (۱) چور خود اقرار کرلے اگرچہ ایک بار ہی ہو۔ (۲) دو مرد گواہی دیں۔ (3) یہ سزا دینا حاکم اسلام یا اس کے مقرر کردہ نمائندے کا کام ہے، عوام کو قانون ہاتھ میں لینے کی شرعاً اجازت نہیں۔ (4) چوری ثابت ہوجانے پر بطورِ سزا چور کا ہاتھ کاٹ دینا جرم سے روکنے، دوسروں کو ظلم سے بچانے اور مظالم سے پیدا ہونے والے معاشرتی بگاڑ کو روکنے کا موثر ترین ذریعہ ہے۔

آیت 39 فرمایا کہ جو شخص چوری کرکے اپنی جان پر ظلم کرنے کے بعد بارگاہِ الٰہی میں سچی توبہ کرلے اور چوری کردہ چیز اس کے مالک کو لوٹا کر اور آئندہ کے لیے چوری نہ کرنے کا پختہ عزم کرکے اپنی اصلاح کرلے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالے گا اور آخرت میں اسے عذاب نہ دے گا۔ بیشک اللہ تعالیٰ بندوں کے گناہ بخشنے والا اور ان پر مہربان ہے۔ **اہم بات:** گناہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو، اگر اس سے سچی توبہ کرلی جائے تو اللہ تعالیٰ اپنا حق معاف فرمادیتا اور عذابِ آخرت سے نجات دے دیتا ہے لیکن جس گناہ میں کسی بندے کا حق بھی شامل ہو وہاں توبہ کے لئے ضروری ہے کہ اس بندے کے حق کی ادائیگی بھی ہوجائے۔

آیت 40 ارشاد فرمایا کہ اے انسان! کیا تجھے معلوم نہیں کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے، وہ ان دونوں میں موجود ہر چیز کا خالق و مالک ہے، وہ جو چاہے کرے، کسی کو اس پر اعتراض کرنے کی مجال نہیں، وہ جسے چاہے سزا دیتا ہے اگرچہ اس کا گناہ چھوٹا ہی کیوں نہ اور یہ اس کا عدل ہے اور جسے چاہے بخش دیتا ہے اگرچہ اس کا گناہ بڑا ہی کیوں نہ ہو اور یہ اس کا فضل ہے اور اللہ تعالیٰ ہر شے پر خوب قادر ہے تو وہ عذاب دینے اور مغفرت کرنے پر بھی قدرت رکھتا ہے۔ **اہم بات:** اللہ تعالیٰ نے مغفرت و عذاب کو اپنی مشیت یعنی چاہنے پر موقوف فرمایا، لہٰذا تقدیر کے منکروں یعنی قدریہ اور معتزلہ فرقے کا یہ عقیدہ کہ **"نیک پر رحمت کرنا اور گناہگار کو عذاب دینا اللہ تعالیٰ پر واجب ہے"** باطل ہے، کیونکہ واجب ہونا مشیت کے منافی ہے۔

آیت 41 اس آیت سے منافقوں کی حرکتیں اور یہودیوں کا کردار بیان کیا گیا ہے، یہاں ان سے متعلق 4 باتیں ذکر کی گئی ہیں۔

Go To Index

معٓ الوقف علی الاول اجوز ۱۲

الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ ۛ وَمِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا ۛ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ

جو اپنے منہ سے کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے حالانکہ ان کے دل مسلمان نہیں اور کچھ یہودی بہت جھوٹ سنتے ہیں،

سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ۙ لَمْ يَاْتُوْكَ ؕ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ ۚ

اُن دوسرے لوگوں کی (بھی) خوب سنتے ہیں جو آپ کی بارگاہ میں نہیں آئے۔ یہ اللہ کے کلام کو اس کے مقامات کے بعد بدل دیتے ہیں۔

يَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا ؕ وَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ

یہ (آپس میں) کہتے ہیں: اگر تمہیں یہ (تحریف والا) حکم ملے تو اسے لے لینا اور اگر تمہیں یہ نہ ملے تو بچنا اور جسے اللہ گمراہ کرنا چاہے

فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَمْ يُرِدِ اللّٰهُ اَنْ يُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ ؕ

تو (اے مخاطب!) تو ہرگز اسے اللہ سے بچانے کا کچھ اختیار نہیں رکھتا۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو پاک کرنے کا اللہ نے ارادہ نہیں فرمایا۔

لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ ۖۚ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿٤١﴾ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ ؕ

ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لئے آخرت میں بڑا عذاب ہے ○ بہت جھوٹ سننے والے، بڑے حرام خور ہیں

(1) رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو ''یٰاَیُّھَا الرَّسُوْلُ'' کے خطاب سے عزت دے کر تسلی دی کہ آپ ان کی حرکتوں سے غمزدہ نہ ہوں، ان کے خلاف آپ کی مدد کرنے کے لئے اللہ کافی ہے۔ یہ لوگ منافق ہیں جنہوں نے اپنی زبان سے تو کہہ دیا کہ ہم ایمان لائے لیکن ان کے دل ایمان نہیں لائے۔ (2) کچھ یہودیوں کا حال یہ ہے کہ وہ اپنے سرداروں کی جھوٹی باتیں خوب سنتے اور ان کے غلط الزامات قبول کرتے ہیں اور اس کے ساتھ دوسرے لوگوں یعنی خیبر کے یہودیوں کی باتیں بھی خوب مانتے ہیں جو آپ کی بارگاہ میں حاضر نہیں ہوئے۔ (3) یہودی تورات میں موجود کلامِ الٰہی کو اس جگہ سے بدل دیتے ہیں جہاں اسے اللہ تعالیٰ نے رکھا تھا اور آپس میں کہتے ہیں کہ اگر تمہیں یہ تحریف والا حکم ملے تو اس پر عمل کر لینا اور اگر یہ نہ ملے تو قبول کرنے سے بچنا۔ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔ (4) جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کرنا چاہے تو اے مخاطب! تو ہرگز اسے اللہ تعالیٰ سے بچانے کا کچھ اختیار نہیں رکھتا۔ یہ منافق اور یہودی ہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو کفر سے پاک کرنے کا اللہ تعالیٰ نے ارادہ نہیں فرمایا۔ ان کے لئے دنیا میں ذلت و رسوائی اور روزِ قیامت ہمیشہ کے لیے نارِ جہنم کی صورت میں بڑا عذاب ہے۔

آیت 42 پچھلی آیت میں عام یہودیوں کا کردار بیان ہوا اور یہاں یہودی حکمرانوں اور پادریوں کے متعلق بتایا جا رہا ہے کہ یہ بہت جھوٹ سننے والے اور بڑے حرام خور ہیں کہ رشوتیں لے کر حرام کو حلال کرتے اور شریعت کے احکام بدل دیتے ہیں، لہٰذا اے نبی! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، اگر اہلِ کتاب آپ کے پاس کوئی مقدمہ لائیں تو آپ کو اختیار ہے کہ فیصلہ کریں یا نہ کریں اور اگر آپ ان سے منہ پھیر لیں گے تو یہ آپ کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے اور اگر آپ کو فیصلہ کرنا ہو تو انصاف کے ساتھ کر دیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے

فَاِنْ جَآءُوْكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ ۚ وَ اِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ يَّضُرُّوْكَ

تو اگر یہ تمہارے حضور حاضر ہوں تو ان میں فیصلہ فرماؤ یا ان سے منہ پھیر لو (دونوں کا آپ کو اختیار ہے) اور اگر آپ ان سے منہ پھیر لوگے تو وہ تمہارا

شَيْـًٔا ؕ وَ اِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ﴿۴۲﴾

کچھ نہ بگاڑ سکیں گے اور اگر آپ ان میں فیصلہ فرمائیں تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کردیں۔ بیشک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے ○

وَ كَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وَ عِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ

اور یہ آپ کو کیسے حاکم بنائیں گے حالانکہ ان کے پاس تورات موجود ہے جس میں اللہ کا حکم موجود ہے۔ اس کے باوجود یہ منہ پھیرتے ہیں

ع ٩ ٦ ١٠ وَ مَاۤ اُولٰٓىِٕكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۳﴾ ع اِنَّاۤ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّ نُوْرٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ

اور یہ ایمان لانے والے نہیں ہیں ○ بیشک ہم نے تورات نازل فرمائی جس میں ہدایت اور نور ہے، فرمانبردار نبی

الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَ الْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَ كَانُوْا

اور ربانی علماء اور فقہاء یہودیوں کو اسی کے مطابق حکم دیتے تھے کیونکہ انہیں (اللہ کی اس) کتاب کا محافظ بنایا گیا تھا اور وہ اس کے

والوں کو پسند کرتا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) رشوت لینا دینا حرام اور گناہِ کبیرہ ہے۔ (2) جس نے کوئی مال رشوت سے حاصل کیا اس پر فرض ہے کہ جس جس سے وہ مال لیا انہیں واپس کرے، اگر وہ لوگ زندہ نہ رہے ہوں تو ان کے وارثوں کو دے، اگر دینے والوں کا یا ان کے وارثوں کا پتا نہ چلے تو فقیروں پر صدقہ کردے۔

آیت 43 ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، یہ یہودی آپ سے کیوں فیصلہ چاہتے ہیں حالانکہ ان کے پاس تورات موجود ہے جس میں اللہ تعالیٰ کا یہ حکم لکھا ہوا ہے کہ شادی شدہ مرد اور شوہر والی عورت اگر زنا کریں تو ان کی سزا سنگسار (یعنی پتھر مار مار کر ہلاک) کرنا ہے، اس کے باوجود یہ اسی حکم سے منہ پھیرتے ہیں اور تورات پر ایمان لانے کا دعویٰ بھی کرتے ہیں اور انہیں یہ بھی معلوم ہے کہ تورات میں رجم کا حکم لکھا ہوا ہے، اسے نہ ماننا اور آپ کی نبوت کے منکر ہوتے ہوئے آپ سے فیصلہ چاہنا کتنے تعجب کی بات ہے اور یہ لوگ اپنی کتاب پر ہرگز ایمان لانے والے نہیں۔

آیت 44 یہاں تورات کی عظمت وشان کا بیان کرتے اور یہودیوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان لانے کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا کہ بیشک ہم نے تورات نازل فرمائی جس میں گمراہی سے ہدایت اور احکامِ شرعیہ کا بیان ہے، حضرت موسیٰ علیہ السّلام اور ان کے بعد کثیر انبیاء علیہمُ السّلام نیز علماء وفقہاء اسی کے مطابق فیصلے کرتے اور اس کی تعلیمات پر عمل کرتے تھے کیونکہ ان سے تورات کے متعلق عہد لیا گیا تھا کہ وہ اسے اپنے سینوں میں محفوظ رکھیں اور اس کے درس میں مشغول رہیں تاکہ یہ کتاب فراموش نہ ہو اور اس کے احکام ضائع نہ ہوں۔ وہ انبیاء، علماء اور فقہاء خود گواہ تھے کہ یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور حق ہے۔ تو اے یہودیو! تورات میں مذکور سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نعت وصفت اور رجم کا حکم ظاہر کرنے میں لوگوں سے نہ ڈرو بلکہ صرف مجھ ہی سے

Go To Index

عَلَيۡهِ شُهَدَآءَ ۚ فَلَا تَخۡشَوُا النَّاسَ وَاخۡشَوۡنِ وَلَا تَشۡتَرُوۡا بِاٰيٰتِىۡ ثَمَنًا قَلِيۡلًا ؕ وَمَنۡ لَّمۡ يَحۡكُمۡ

خود گواہ تھے، تولوگوں سے خوف نہ کرو اور مجھ سے ڈرو اور میری آیتوں کے بدلے تھوڑی ذلیل قیمت نہ لو اور جو اس کے مطابق فیصلہ نہ کریں

بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡكٰفِرُوۡنَ ﴿۴۴﴾ وَكَتَبۡنَا عَلَيۡهِمۡ فِيۡهَاۤ اَنَّ النَّفۡسَ بِالنَّفۡسِ ۙ وَالۡعَيۡنَ

جو اللہ نے نازل کیا تو وہی لوگ کافر ہیں ○ اور ہم نے تورات میں ان پر لازم کردیا تھا کہ جان کے بدلے جان آنکھ کے بدلے

بِالۡعَيۡنِ وَالۡاَنۡفَ بِالۡاَنۡفِ وَالۡاُذُنَ بِالۡاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ ۙ وَالۡجُرُوۡحَ قِصَاصٌ ؕ

آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت (کا قصاص لیا جائے گا) اور تمام زخموں کا قصاص ہوگا

فَمَنۡ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ ؕ وَمَنۡ لَّمۡ يَحۡكُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ

پھر جو دل کی خوشی سے (خود کو) قصاص کے لئے پیش کردے تو یہ اس کا کفارہ بن جائے گا اور جو اس کے مطابق فیصلہ نہ کرے جو اللہ نے نازل کیا تو

هُمُ الظّٰلِمُوۡنَ ﴿۴۵﴾ وَقَفَّيۡنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمۡ بِعِيۡسَى ابۡنِ مَرۡيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيۡنَ يَدَيۡهِ مِنَ

وہی لوگ ظالم ہیں ○ اور ہم نے ان نبیوں کے پیچھے ان کے نقشِ قدم پر عیسیٰ بن مریم کو بھیجا اُس تورات کی تصدیق کرتے ہوئے جو

ڈرو اور میری آیتوں کو چھپانے کے بدلے میں دنیا کا تھوڑا سا ذلیل مال نہ لو اور جو لوگ حقیر جان کر اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب کے مطابق فیصلہ نہ کریں تو وہی لوگ کافر ہیں۔

آیت 45 **شانِ نزول:** حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ لوگ مرد کو عورت کے بدلے قتل نہ کرتے تھے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا: ہم نے تورات میں یہودیوں پر لازم کر دیا تھا کہ جان کے بدلے جان لی جائے گی، آنکھ کے بدلے آنکھ پھوڑی جائے گی، ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان کاٹا جائے گا، دانت کے بدلے دانت توڑا جائے گا اور تمام زخموں کا ان کے مطابق قصاص لیا جائے گا، پھر جو مجرم نادم ہو کر گناہ کے وبال سے بچنے کے لئے خوشی سے اپنے اوپر حکمِ شرعی جاری کرائے تو قصاص اس کے جرم کا کفارہ ہو جائے گا اور آخرت میں اس پر عذاب نہ ہوگا۔ بعض مفسرین کے نزدیک ”فَمَنۡ تَصَدَّقَ بِهٖ“ کا یہ معنی ہے کہ جو صاحبِ حق قصاص معاف کردے تو یہ معافی اس کے لئے کفارہ بن جائے گی۔ مزید فرمایا کہ جو قصاص وغیرہ میں اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلہ نہ کرے تو وہی لوگ ظالم ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) اس آیت میں اگرچہ یہ بیان ہوا کہ تورات میں یہودیوں پر قصاص کے یہ احکام تھے مگر چونکہ ہمیں ان احکام کو ترک کرنے کا حکم نہیں دیا گیا اس لئے ہم پر بھی یہ احکام لازم رہیں گے۔ (2) اعضا اور زخموں کے قصاص میں تفصیل ہے جس کے لئے فقہی کتابوں کا مطالعہ ضروری ہے اور جان کے قصاص کا حکم یہ ہے کہ قاتل کو مقتول کے بدلے قتل کیا جائے گا خواہ وہ مقتول مرد ہو یا عورت۔

آیت 46 تورات کے بعد انجیل کے احکام کا ذکر شروع ہوا اور فرمایا کہ ہم نے ان نبیوں کے پیچھے ان کے نقشِ قدم پر حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو بھیجا جو ان سے پہلے موجود کتاب تورات کی تصدیق کرنے والے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب ہے، پھر فرمایا کہ ہم

التَّوْرٰىةِ ۪ وَاٰتَیْنٰهُ الْاِنْجِیْلَ فِیْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ ۙ وَّمُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ

اس سے پہلے موجود تھی اور ہم نے اسے انجیل عطا کی جس میں ہدایت اور نور تھا اور وہ (انجیل) اس سے پہلے موجود تورات کی تصدیق فرمانے والی تھی

وَهُدًى وَّمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِیْنَ ﴿۴۶﴾ وَلْیَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِیْلِ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِیْهِ ؕ

اور پرہیز گاروں کے لئے ہدایت اور نصیحت تھی ○ اور انجیل والوں کو بھی اسی کے مطابق حکم کرنا چاہیے جو اللہ نے اس میں نازل فرمایا ہے

وَمَنْ لَّمْ یَحْكُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَاَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ

اور جو اس کے مطابق فیصلہ نہ کرے جو اللہ نے نازل کیا تو وہی لوگ نافرمان ہیں ○ اور اے حبیب! ہم نے تمہاری طرف سچی کتاب اتاری

مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَیْمِنًا عَلَیْهِ فَاحْكُمْ بَیْنَهُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ

جو پہلی کتابوں کی تصدیق فرمانے والی اور ان پر نگہبان ہے تو ان (اہلِ کتاب) میں اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ کرو اور

لَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ ؕ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ؕ

اے سننے والے! اپنے پاس آیا ہوا حق چھوڑ کر ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرنا۔ ہم نے تم سب کے لیے ایک ایک شریعت اور راستہ بنایا ہے

نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل عطا فرمائی جس میں تورات کی طرح ہدایت اور نور تھا اور وہ انجیل، تورات کی تصدیق فرمانے والی اور پرہیز گاروں کے لئے ہدایت و نصیحت تھی۔ **اہم بات:** یہاں دو جگہ انجیل کے لیے "ہدایت" کا لفظ ذکر ہوا، پہلی جگہ ہدایت سے مراد گمراہی و جہالت سے بچانے کے لیے رہنمائی کرنا اور دوسری جگہ ہدایت سے سیدُ الانبیاء صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تشریف آوری کی بشارت کے ذریعے آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نبوت کی طرف لوگوں کی رہنمائی ہے۔

آیت 47 اس آیت کا ایک معنی یہ ہے کہ انجیل والوں کو بھی اسی کے مطابق حکم کرنا چاہئے جو اللہ تعالیٰ نے انجیل میں نازل فرمایا یعنی سید الانبیا صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان لانا چاہئے کیونکہ انجیل میں اس کا حکم دیا گیا ہے۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ جب انجیل نازل ہوئی اس وقت عیسائیوں کو حکم دیا گیا کہ وہ ان احکام کے مطابق عمل کریں جو اللہ تعالیٰ نے انجیل میں نازل فرمائے ہیں اور مزید فرمادیا گیا کہ جو اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ نہ کرے تو وہی لوگ نافرمان ہیں۔ **اہم بات:** نزولِ قرآن کے بعد انجیل پر عمل کے حوالے سے تحقیقی حکم یہی ہے کہ یہ حکم اس وقت دیا گیا تھا جب انجیل نازل ہوئی، نزولِ قرآن کے بعد قرآنِ مجید کے علاوہ کسی آسمانی کتاب پر عمل جائز نہیں، اور اسلام کے علاوہ کوئی اور دین مقبول نہیں۔

آیت 48 تورات و انجیل کے بعد اب قرآن کا تذکرہ ہو رہا ہے، اور اس آیت میں 6 باتیں ارشاد فرمائی گئی ہیں: (1) اے نبی! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، ہم نے تمہاری طرف سچی کتاب اتاری جو گزشتہ کتابوں کی تصدیق کرتی اور ان پر محافظ و گواہ ہے، لہٰذا جب اہلِ کتاب اپنے مقدمات میں آپ کی طرف رجوع کریں تو آپ قرآنِ پاک کے مطابق ان میں فیصلہ فرمادیں۔ (2) اے سننے والے! اپنے پاس آیا ہوا حق یعنی قرآن میں بیان کردہ اللہ تعالیٰ کے احکام چھوڑ کر ان یہودیوں کی خواہشوں کی پیروی نہ کرنا۔ (3) ہم نے تم سب کے لئے ایک ایک شریعت اور راستہ بنایا ہے یعنی فروعی اعمال ہر ایک کے خاص اور جدا جدا ہیں جیسے نمازوں، روزوں کی تعداد وغیرہ، لیکن اصل دین

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ

اور اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی امت بنا دیتا مگر (اس نے ایسا نہیں کیا) تا کہ جو (شریعتیں) اس نے تمہیں دی ہیں ان میں تمہیں آزمائے

فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ؕ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ

تو نیکیوں کی طرف دوسروں سے آگے بڑھ جاؤ، تم سب کو اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے تو وہ تمہیں بتادے گا وہ بات جس میں تم

تَخْتَلِفُوْنَ ۙ﴿۴۸﴾ وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ

جھگڑتے تھے ○ اور (اے مسلمان!) یہ کہ ان (لوگوں) کے درمیان اس کے مطابق فیصلہ کرو جو اللہ نے نازل فرمایا ہے اور ان کی خواہشات کے پیچھے

وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْۢ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ

نہ چلو اور ان سے بچتے رہو کہ کہیں وہ تمہیں اس کے بعض احکام سے ہٹا نہ دیں جو اللہ نے تمہاری طرف نازل کیا ہے۔ پھر اگر وہ منہ پھیریں تو جان لو

اَنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّصِيْبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ ﴿۴۹﴾

کہ اللہ انہیں ان کے بعض گناہوں کی سزا پہنچانا چاہتا ہے اور بیشک بہت سے لوگ نافرمان ہیں ○

یعنی توحید و رسالت، عقیدۂ آخرت اور بنیادی اخلاقیات سب کے مشترک ہیں۔(4) اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سب کو ایک ہی امت بنا دیتا مگر اس نے ایسا نہیں کیا تا کہ جو شریعتیں اس نے تمہیں دی ہیں ان میں تمہیں تمہارے زمانے کے اعتبار سے آزمائے کہ تم خدا کی حکمت و مشیت پر ایمان رکھتے ہو یا نہیں اور احکامِ خداوندی پر عمل کرتے ہو یا تم نفسانی خواہشات کی پیروی کرتے ہو۔(5) جب معاملہ یہ ہے تو شریعتوں کے اختلاف کی وجوہات میں پڑنے کی بجائے طاعت و بندگی اور نیک اعمال میں ایک دوسرے سے آگے بڑھ جاؤ۔(6) مومن و کافر، سب کو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹنا ہے تو وہ تمہیں دین و شریعت کی وہ بات بتادے گا جس کے بارے دنیا میں تم جھگڑتے تھے اور ہر ایک کو اس کے عمل کے مطابق بدلہ دے گا۔ **درس:** یہ قرآنِ پاک کا حکیمانہ انداز ہے کہ جن معاملات سے دنیا و آخرت کا کوئی قابلِ قبول فائدہ متعلق نہیں ہوتا ان میں بحث و مقابلہ کے بجائے رِضائے الٰہی کے کاموں میں مقابلہ کرنے کی دعوت دیتا ہے، چنانچہ یہاں بھی شریعتوں کے اختلاف کی وجوہات میں فلسفیانہ بحثیں کرنے کے بجائے نیکیوں کی طرف آنے کی دعوت دی۔ فی زمانہ خواہ مخواہ کی باریکیاں نکالنے کو مہارت و قابلیت شمار کیا جاتا ہے۔ یاد رکھیں! بحث صرف وہاں کی جائے جہاں اس کا فائدہ ہو۔ وقت گزاری، لوگوں کو متوجہ کرنے، طلبِ شہرت اور قابلیت دکھانے کے لئے اپنا اور لوگوں کا وقت ضائع کرنا جبکہ عملی دنیا میں تنکا تک نہ توڑنا عقل، دین اور اسلام سب کے منافی ہے۔ حدیثِ پاک میں ہے: آدمی کے اسلام کے حسن سے ہے کہ وہ فضول چیزیں چھوڑ دے۔ (ترمذی، حدیث:2324)

آیت 49 یہاں مسلمان فیصلہ کرنے والوں سے فرمایا کہ اہلِ کتاب کے درمیان ان کی خواہشات کے مطابق نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ کرو اور ان سے بچتے رہو کہ کہیں یہ تمہیں کسی غلطی میں مبتلا کر کے اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ بعض احکام سے ہٹا نہ دیں اور اگر اہلِ کتاب حکمِ الٰہی سے منہ پھیر کر کوئی دوسرا حکم چاہیں تو سمجھ جاؤ کہ اللہ تعالیٰ انہیں ان کے بعض گناہوں کی سزا دینا چاہتا ہے جو دنیا میں قتل، گرفتاری اور جلاوطنی کے ساتھ ہوگی جبکہ ویسے تمام گناہوں کی سزا آخرت میں دے گا اور بیشک بہت

اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ ؕ وَ مَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿٥٠﴾ ع

تو کیا یہ لوگ جاہلیت کا حکم چاہتے ہیں اور یقین والوں کے لیے اللہ سے بہتر کس کا حکم ہوسکتا ہے؟ ○

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَ النَّصٰرٰۤى اَوْلِيَآءَ ؔ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ

اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ، وہ (صرف) آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں

وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٥١﴾

اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا تو وہ انہیں میں سے ہے بیشک اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا○

ع ٧ ، ١٣

وقف لازم / وقف منزل عند البعض / وقف غفران

سے لوگ نافرمان ہیں اسی لیے وہ حکم الٰہی سے منہ پھیرتے ہیں۔

آیت 50 شانِ نزول: دو یہودی قبیلوں بنی قریظہ اور بنی نضیر کی آپس میں قتل و غارتگری رہتی تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے مدینہ تشریف لانے کے بعد یہ اپنا مقدمہ بارگاہِ رسالت میں لائے۔ بنی قریظہ نے کہا: بنی نضیر ہمارے بھائی ہیں، ہم اور وہ ایک نسل سے ہیں، ایک دین رکھتے اور ایک کتاب (تورات کو) مانتے ہیں، لیکن بنی نضیر ہم میں سے کسی کو قتل کریں تو وہ اس کے خون بہا میں 70 وسق (ایک بڑا وزن) کھجوریں دیتے ہیں اور ہم میں سے کوئی ان کا آدمی قتل کر دے تو ہم سے 140 وسق لیتے ہیں، آپ اس کا فیصلہ فرمادیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے حکم دیا کہ دونوں قبیلوں کے افراد کا خون برابر ہے، کسی کو دوسرے پر فضیلت نہیں۔ اس پر بنی نضیر بہت برہم ہوئے اور کہنے لگے: ہم آپ کے فیصلہ سے راضی نہیں، آپ ہمارے دشمن اور ہمیں ذلیل کرنا چاہتے ہیں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ کیا یہ جاہلیت کا حکم چاہتے ہیں جو سراسر گمراہی، ظلم اور احکامِ الٰہی کے مخالف ہوتا تھا؟ جو حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے دیا وہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور یقین کرنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ کے حکم سے بڑھ کر کس کا حکم اچھا ہو سکتا ہے۔

آیت 51 شانِ نزول: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے مشہور منافق عبد اللہ بن ابی سے فرمایا: یہودیوں میں میرے بہت دوست ہیں جو بڑی شوکت و قوت والے ہیں، اب میں ان کی دوستی سے بیزار ہوں اور میرے دل میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے سوا کسی کی محبت کی گنجائش نہیں۔ عبد اللہ بن اُبَی نے کہا: میں تو یہودیوں کی دوستی سے بیزار نہیں ہو سکتا، مجھے آیندہ پیش آنے والے واقعات کا اندیشہ ہے، لہٰذا ان کے ساتھ تعلقات ضروری ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ یہودیوں کی دوستی کا دم بھرنا تیرا ہی کام ہے، عبادہ کا یہ کام نہیں۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا: اے ایمان والو! یہودیوں اور عیسائیوں کو دوست نہ بناؤ، یہ مسلمانوں کے مقابلے میں آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں تمہارے دوست ہرگز نہیں، کیونکہ کافر کوئی بھی ہو اور ان میں باہم کتنے ہی اختلاف ہوں مسلمانوں کے مقابلے میں سب ایک ہیں اور تم میں سے جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا وہ انہیں میں سے ہے، بیشک اللہ تعالیٰ اُن ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا جنہوں نے کفار سے دوستی کر کے خود اپنی جانوں پر ظلم کیا۔ **اہم باتیں:** (1) یہودیوں، عیسائیوں سے دوستی اور محبت کے روابط رکھنا ناجائز ہے۔ (2) یہودیوں، عیسائیوں سے دوستی رکھنے پر سخت وعید ارشاد فرمائی جس میں تاکید ہے کہ ان سے اور دینِ اسلام کے ہر مخالف سے علیحدگی اور جدا رہنا واجب ہے۔ (3) کفار سے دوستی خود پر ظلم کرنا ہے، لہٰذا اسلامی حکومت میں کفار کو کلیدی آسامیاں نہ دی جائیں تاکہ وہ مسلمانوں کو نقصان نہ پہنچا سکیں۔ **درس:** یہ آیت مسلمانوں کی

Go To Index

فَتَرَى الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يُّسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ يَقُوْلُوْنَ نَخْشٰۤى اَنْ تُصِيْبَنَا دَآىِٕرَةٌ ؕ

تو جن کے دلوں میں مرض ہے تم انہیں دیکھو گے کہ یہود و نصاریٰ کی طرف دوڑے جاتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہمیں اپنے اوپر گردش آنے کا

فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ فَيُصْبِحُوْا عَلٰى مَاۤ اَسَرُّوْا فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ

ڈر ہے تو قریب ہے کہ اللہ فتح یا اپنی طرف سے کوئی خاص حکم لے آئے پھر یہ لوگ اس پر پچھتائیں گے جو اپنے دلوں میں

نٰدِمِيْنَ ؕ ﴿٥٢﴾ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَهٰۤؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ اِنَّهُمْ

چھپاتے تھے ○ اور ایمان والے کہیں گے: کیا یہی ہیں وہ لوگ جنہوں نے اللہ کی بڑی پکی قسمیں کھائی تھیں کہ وہ تمہارے

لَمَعَكُمْ ؕ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَاَصْبَحُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿٥٣﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ

ساتھ ہیں۔ تو ان کے تمام اعمال برباد ہو گئے پس یہ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گئے ○ اے ایمان والو! تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے

الثلثة

ہزاروں معاملات میں رہنمائی کرتی اور اس کی حقانیت روزِ روشن کی طرح عیاں ہے۔ یہ تاریخی حقیقت ہے کہ مسلمانوں کی ذلت و بربادی کا بڑا سبب یہ بنا کہ انہوں نے آپس میں نفرت و دشمنی کا شکار ہو کر کفار کو اپنا خیر خواہ سمجھا اور ان سے دوستیاں لگائیں۔

آیت 52 پچھلی آیت میں مسلمانوں کو یہودیوں اور عیسائیوں سے دوستی سے منع فرمایا گیا اور اس آیت میں منافقوں کا حال بیان فرمایا کہ اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، جن کے دلوں میں نفاق اور عقیدے کی کمزوری کا مرض ہے جیسے عبد اللہ بن اُبَی منافق، تم انہیں دیکھو گے کہ یہودیوں اور عیسائیوں سے دوستی کے لئے دوڑے جا رہے ہیں اور اپنی زبان سے بھی یہ کہتے ہیں کہ ہمیں اپنے اوپر زمانے کی گردش آنے کا ڈر ہے، اگر کبھی حالات یوں بدل گئے کہ مسلمان مغلوب اور کافر غالب ہوئے، تب کفار سے دوستی ہمیں فائدہ دے گی۔ منافقوں کا یہ نظریہ اس وجہ سے تھا کہ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی دی ہوئی اسلام غالب ہونے کی خبر پر یقین نہیں تھا، اگر یقین ہوتا تو ڈٹ کر اسلام کی حمایت کرتے۔ اللہ تعالیٰ بشارت دیتا ہے: قریب ہے کہ وہ مسلمانوں کو فتح عطا فرمائے، اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو کامیاب و کامران فرمائے اور ان کا دین تمام دینوں پر غالب کر دے یا اپنی طرف سے کوئی خاص حکم لے آئے جیسے سر زمینِ حجاز کو یہودیوں سے پاک کرنا، وہاں ان کا نام و نشان تک باقی نہ رکھنا، یا منافقین کے راز کھول کر انہیں رسوا کرنا، تو جب اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ پورا فرمائے گا تب یہ اپنی منافقت کا پردہ چاک ہونے پر یا اس خیال پر کہ دو عالم کے سردار کفار کے مقابلے میں کامیاب نہ ہوں گے؛ پچھتاتے رہ جائیں گے۔ یہ خبر سچ ثابت ہوئی اور اللہ تعالیٰ کے کرم سے مکہ مکرمہ اور یہودیوں کے علاقے فتح ہوئے۔

آیت 53 فرمایا کہ جب منافقوں کا پردہ کھل جائے گا اور ان کی منافقت پوری طرح ظاہر ہو جائے گی تو مسلمان تعجب کرتے ہوئے کہیں گے: کیا یہی ہیں وہ لوگ جنہوں نے دل سے مسلمانوں کے ساتھ ہونے پر اللہ تعالیٰ کی بڑی پکی قسمیں کھائی تھیں جبکہ حقیقت میں ایسا تھا نہیں۔ ان کے نفاق اور یہودیوں سے دوستی کی وجہ سے ان کے تمام نیک اعمال برباد ہو گئے اور انہوں نے دنیا میں اپنی ذلت و رسوائی کی وجہ سے نقصان اٹھایا جبکہ آخرت میں ثواب سے محرومی اور ہمیشہ کے لیے عذابِ جہنم کے حق دار ٹھہر کر نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گئے۔

آیت 54 کفار سے دوستی، محبت اور دلی تعلق بعض اوقات بے دینی اور مرتد ہو جانے کا سبب بن جاتے ہیں، اس لئے کفار سے دوستی کی ممانعت کے بعد دینِ اسلام چھوڑ کر کفر اختیار کرنے والوں کا ذکر فرمایا اور پہلے ہی سے کچھ لوگوں کے مرتد ہو جانے کی خبر دی،

عَنْ دِیْنِهٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰهُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّهُمْ وَ یُحِبُّوْنَهٗۤ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّةٍ عَلَی

پھرے گا تو عنقریب اللہ ایسی قوم لے آئے گا جن سے اللہ محبت فرماتا ہے اور وہ اللہ سے محبت کرتے ہیں مسلمانوں پر نرم اور کافروں پر

الْكٰفِرِیْنَ ٘ یُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ لَا یَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآىٕمٍ ؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ

سخت ہیں، اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے۔ یہ (اچھی سیرت) اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے

مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ﴿۵۴﴾ اِنَّمَا وَلِیُّكُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ

عطا فرمادیتا ہے اور اللہ وسعت والا، علم والا ہے ○ تمہارے دوست صرف اللہ اور اس کا رسول اور ایمان والے ہیں

یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ یُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ هُمْ رٰكِعُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَ مَنْ یَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ

جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے حضور جھکے ہوئے ہیں ○ اور جو اللہ اور اس کے رسول

چنانچہ فرمایا: اے ایمان والو! تم میں سے جو کوئی اپنا سچا دین اسلام چھوڑ کر کوئی اور دین اختیار کرلے گا تو اس میں اللہ تعالیٰ کا ہرگز کوئی نقصان نہیں بلکہ اس نے سراسر اپنے آپ کو ہی نقصان پہنچایا۔ یہ لوگ یاد رکھیں کہ عنقریب اللہ تعالیٰ ان کے بدلے ایسی قوم لے آئے گا جن سے اللہ تعالیٰ محبت فرماتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں، مسلمانوں کے ساتھ نرمی و شفقت کا سلوک کرنے والے اور کافروں کے ساتھ سختی سے پیش آنے والے ہوں گے، راہِ خدا میں جہاد کریں گے اور حق بیان کرنے میں کسی کی ملامت کی پرواہ نہ کریں گے بلکہ حق گوئی میں بیباک ہوں گے۔ یہ اچھی سیرت اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، وہ جسے چاہے عطا فرمادیتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل میں وسعت والا اور اس فضل کے حق دار کو خوب جاننے والا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) اس آیت میں جن لوگوں کی صفات بیان کی گئیں، وہ یا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی ہیں جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بعد مرتد ہونے والوں اور زکوٰۃ کے منکروں سے جہاد کیا، یا حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی قوم ہے، یا اہلِ یمن ہیں جن کی تعریف بخاری و مسلم کی حدیثوں میں آئی، یا انصار ہیں جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت کی۔ بیان کردہ سب حضرات کا ان صفات کے ساتھ متصف ہونا صحیح ہے۔ (2) اس آیت میں پہلے سے ہی لوگوں کے مرتد ہونے کی خبر دی گئی ہے۔ یہ خبر سچ ثابت ہوئی اور بہت سے لوگ مرتد ہوئے۔

درس: یہاں ایک کامل مسلمان کا نمونہ پیش کردیا گیا ہے، ہمیں بھی بیان کردہ صفات کی روشنی میں اپنے اوپر غور کرلینا چاہئے۔

آیت 55 جن لوگوں سے دلی دوستی کرنا حرام ہے ان کا ذکر فرمانے کے بعد اب ان کا بیان ہو رہا ہے جن کے ساتھ موالات واجب ہے۔

شانِ نزول: حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کی: یا رسول اللہ! ہماری قوم نے ہمیں چھوڑ دیا، قسمیں کھالیں کہ وہ ہمارے پاس نہیں بیٹھیں گے اور دوری کی وجہ سے ہم آپ کے اصحاب کی صحبت میں بھی نہیں بیٹھ سکتے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ تمہارے دوست صرف اللہ تعالیٰ، اس کا رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور ایمان والے ہیں جو نماز قائم کرتے، زکوٰۃ دیتے اور اللہ تعالیٰ کے حضور جھکے ہوئے ہیں۔ یہ آیت نازل ہونے پر حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم اللہ تعالیٰ کے رب ہونے پر، اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے نبی ہونے پر اور مومنین کے دوست ہونے پر راضی ہیں۔ (قرطبی، 3/131)

آیت 56 فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ، اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور مسلمانوں کو اپنا دوست بنائے، ان کے ساتھ تعاون اور ان کی مدد

ع ٨ ١٢

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿٥٦﴾ ع يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا

اور مسلمانوں کو اپنا دوست بنائے تو بیشک اللہ ہی کا گروہ غالب ہے○ اے ایمان والو! جن لوگوں کو

الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّ لَعِبًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ

تم سے پہلے کتاب دی گئی ان میں سے وہ لوگ جنہوں نے تمہارے دین کو مذاق اور کھیل بنالیا ہے انہیں اور کافروں کو

اَوْلِيَآءَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٥٧﴾ وَاِذَا نَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا

اپنا دوست نہ بناؤ اور اگر ایمان رکھتے ہو تو اللہ سے ڈرتے رہو○ اور جب تم نماز کے لئے اذان دیتے ہو تو یہ اس کو ہنسی مذاق

وَّلَعِبًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ﴿٥٨﴾ قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّاۤ

اور کھیل بنالیتے ہیں۔ یہ اس لئے ہے کہ وہ بالکل بے عقل لوگ ہیں○ تم فرماؤ: اے اہلِ کتاب! تمہیں ہماری طرف سے یہی برا لگا ہے

کرے تو بیشک اللہ تعالیٰ ہی کا گروہ غالب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ دشمنوں کے مقابلے میں ان کا مددگار ہے۔

آیت 57 **شانِ نزول:** کچھ لوگ اظہارِ اسلام کے بعد منافق ہوگئے۔ بعض مسلمان ان سے محبت رکھتے تھے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا: اے ایمان والو! جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب دی گئی؛ ان کے وہ لوگ جنہوں نے زبان سے اسلام کا اظہار اور دل میں کفر رکھ کر تمہارے دین کو ہنسی مذاق اور کھیل بنالیا ہے اور باقی سب کفار؛ ان میں سے کسی کو اپنا دوست نہ بناؤ اور اگر ایمان رکھتے ہو تو ان کے ساتھ دوستی کرنے کے معاملے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو کیونکہ خدا کے دشمنوں سے دوستی کرنا ایمان والے کا کام نہیں۔

اہم بات: افسوس! فی زمانہ یہودیوں، عیسائیوں اور دیگر کفار کی طرف سے دینِ اسلام اور بطورِ خاص سید الانبیاء، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے معاذ اللہ خاکے بنا کر ان کی شخصیت کو مذاق بنانے کا سلسلہ بڑی ہٹ دھرمی سے جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت دے اور اگر ان کے نصیب میں ہدایت نہیں تو انہیں نیست و نابود کردے۔

آیت 58 **شانِ نزول:** جب رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا مؤذن نماز کے لیے اذان دیتا اور مسلمان (اپنے کام کاج چھوڑ کر) نماز کے لیے اٹھتے تو کچھ یہودی ہنستے اور نماز و اذان کا مذاق اڑاتے تھے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا: اے مسلمانو! جب تم نماز کے لئے اذان دیتے ہو تو یہ لوگ اسے (یعنی نماز یا اذان کو) ہنسی مذاق اور کھیل بنالیتے ہیں۔ ان کی یہ حرکت انتہائی بے عقلی کی وجہ سے ہے کیونکہ عقل کا تقاضا تو یہ ہے کہ اذان سنتے ہی سب کچھ چھوڑ کر نماز کے لئے چل پڑنا نعمتیں عطا کرنے والے خالق کے شکر اور تعظیم کا اعلیٰ اور خوبصورت عمل ہے۔ **اہم بات:** دین کی مقدس چیزوں کا مذاق اڑانا دنیا و آخرت دونوں کے لئے تباہ کُن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اذان کا مذاق اڑانے والوں کو کافر قرار دیا؛ اس سے معلوم ہوا کہ دین کی کسی چیز کا مذاق اڑانا کفر ہے۔ **درس:** اس آیت میں دینی چیزوں کا مذاق اڑانے والوں کا کتنا شدید رد ہے۔ افسوس! جو کام یہودی اور منافق کرتے تھے اب وہ مسلمان کہلانے والے سیکولر، لبرل بھی کرنے لگے ہیں۔ نماز، روزہ، فرشتے، جنت، حوریں، دوزخ، دینی لباس وغیرہا کا اس زمانے میں کھلے عام فلموں، مزاحیہ ڈراموں اور باہمی گپ شپ میں مذاق اڑایا جاتا ہے۔

آیت 59 **شانِ نزول:** یہودیوں کی ایک جماعت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے پوچھا: آپ نبیوں میں کس کس کو مانتے ہیں؟ ان

اِلَّاۤ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ ۙ وَاَنَّ اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ ۵۹

کہ ہم اللہ پر اور جو ہماری طرف نازل کیا گیا اس پر اور جو پہلے نازل کیا گیا اس پر ایمان لائے ہیں اور بیشک تمہارے اکثر لوگ فاسق ہیں ○

قُلْ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ مَثُوْبَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ

اے محبوب! تم فرماؤ: کیا میں تمہیں وہ لوگ بتاؤں جو اللہ کے ہاں اس سے بدتر درجہ کے ہیں، یہ وہ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی اور ان پر غضب فرمایا

وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوْتَ ؕ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ

اور ان میں سے بہت سے لوگوں کو بندر اور سور بنا دیا اور جنہوں نے شیطان کی عبادت کی، یہ لوگ بدترین مقام والے اور سیدھے راستے سے

عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ۶۰ وَاِذَا جَآءُوْكُمْ قَالُوْۤا اٰمَنَّا وَقَدْ دَّخَلُوْا بِالْكُفْرِ وَهُمْ

سب سے زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں ○ اور جب تمہارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں حالانکہ وہ آتے وقت بھی کافر تھے اور

کا مقصد تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو نہ مانیں، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے جواب دیا: میں اللہ تعالیٰ پر اور جو اس نے ہم پر نازل فرمایا اور جو پہلے نبیوں پر نازل فرمایا اور جو حضرت عیسیٰ اور موسیٰ علیہما السّلام کو دیا یعنی تورات و انجیل سب پر ایمان رکھتا ہوں۔ یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو بھی ماننے کو ناپسند کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نبوت کا بھی انکار کر دیا ور کہنے لگے: جو حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو مانے ہم اس پر ایمان نہ لائیں گے، اس پر فرمایا گیا کہ آپ ان سے فرما دیں کہ اے کتابیو! کیا تمہیں ہماری طرف سے یہی برا لگا کہ ہم اللہ تعالیٰ اور قرآن اور پچھلے نبیوں کی کتابوں کو بھی مانتے ہیں۔ اس وجہ سے تو تمہیں ہمارے ساتھ ہونا چاہئے کہ ہم تمہارے تمام پیغمبروں اور کتابوں کو حق مانتے ہیں نہ کہ ہمارے خلاف۔ بیشک تمہارے اکثر لوگ نافرمان ہیں کہ خدا نے تو سارے نبیوں کو ماننے کا حکم دیا ہے اور تم نافرمانی کر رہے ہو۔

آیت 60 یہودیوں نے مسلمانوں سے کہا: تمہارے دین سے بدتر کوئی دین ہم نہیں جانتے۔ اس پر فرمایا گیا کہ اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، آپ ان سے فرمادیں: مسلمانوں کو تو تم صرف اپنے بغض و کینہ اور دشمنی کی وجہ سے ہی برا کہتے ہو جبکہ حقیقت میں اصل بدتر تو تم لوگ ہو، اپنے حالات دیکھ کر خود فیصلہ کرلو کہ تم اللہ تعالیٰ کے محبوب ہو یا مردود؟ پچھلے زمانہ میں صورتیں تمہاری مسخ ہوئیں، سور، بندر تم بنائے گئے، بچھڑے کو تم نے پوجا، اللہ تعالیٰ کی لعنت تم پر ہوئی، غضبِ الٰہی کے مستحق تم ہوئے تو حقیقی بدنصیب، بدتر اور سیدھے راستے سے سب سے زیادہ بھٹکے ہوئے تو تم ہو اور تم ہی بدترین مقام یعنی جہنم میں جاؤ گے۔

آیت 61 **شانِ نزول:** یہودیوں کی ایک جماعت نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر اپنے ایمان و اخلاص کا اظہار کیا اور کفر و گمراہی کو چھپائے رکھا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو ان کے حال کی خبر دی اور فرمایا: جب یہ یہودی آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں: ہم مسلمان ہیں حالانکہ وہ یہاں آتے وقت بھی کافر تھے اور جاتے وقت بھی کافر ہی تھے، ایمان ان کے دلوں کو چھو کر بھی نہیں گزرا اور اللہ تعالیٰ ان کے اس کفر و نفاق کو خوب جانتا ہے جسے وہ چھپا رہے ہیں۔ **اہم بات:** منافق "بداعتقادی" کے ساتھ آتے تو خالی جاتے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عقیدت و محبت کے ساتھ آتے تو فیض کے دریا سمیٹ کر جاتے۔ معلوم ہوا کہ بداعتقادی کے ساتھ کسی کے پاس جانے والا کبھی اس سے فیض نہیں اٹھا سکتا۔

Go To Index

قَدْ خَرَجُوْا بِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا یَكْتُمُوْنَ ﴿۶۱﴾ وَ تَرٰى كَثِیْرًا مِّنْهُمْ یُسَارِعُوْنَ

جاتے وقت بھی کافر ہی تھے اور اللہ خوب جانتا ہے جو وہ چھپا رہے ہیں ○ اور تم ان میں سے بہت سے لوگوں کو دیکھو گے کہ گناہ

فِی الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ وَ اَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۶۲﴾ لَوْ لَا یَنْهٰىهُمُ

اور زیادتی اور حرام خوری کے کاموں میں دوڑے جاتے ہیں۔ بیشک یہ بہت ہی برے کام کرتے ہیں ○ ان کے درویش

الرَّبّٰنِیُّوْنَ وَ الْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَ اَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا یَصْنَعُوْنَ ﴿۶۳﴾ وَ

اور علماء انہیں گناہ کی بات کہنے اور حرام کھانے سے کیوں نہیں منع کرتے۔ بیشک یہ بہت ہی برے کام کررہے ہیں ○ اور

قَالَتِ الْیَهُوْدُ یَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ ؕ غُلَّتْ اَیْدِیْهِمْ وَ لُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا ۘ بَلْ یَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ ۙ

وقف لازم

یہودیوں نے کہا: اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے۔ ان کے ہاتھ باندھے جائیں اور ان پر اس کہنے کی وجہ سے لعنت ہے بلکہ اللہ کے ہاتھ کشادہ ہیں

یُنْفِقُ كَیْفَ یَشَآءُ ؕ وَ لَیَزِیْدَنَّ كَثِیْرًا مِّنْهُمْ مَّاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْیَانًا

جیسے چاہتا ہے خرچ فرماتا ہے اور اے حبیب! یہ جو تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے یہ ان میں سے بہت سے لوگوں کی سرکشی

آیت 62 ارشاد فرمایا: اور تم ان یہودیوں میں سے بہت سے لوگوں کو دیکھو گے کہ گناہ، زیادتی اور حرام خوری کے کاموں میں دوڑے جاتے ہیں۔ بیشک یہ یہودی جو کام کررہے ہیں وہ بہت ہی برے ہیں۔ **اہم بات:** لفظ ”الْاِثْمِ“ ہر گناہ ونافرمانی کو شامل ہے۔ بعض مفسرین کے نزدیک یہاں گناہ سے مراد تورات میں مذکور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی عظمت و شان والی آیات چھپانا ہے اور زیادتی سے مراد تورات میں اپنی طرف سے اضافہ کرنا اور حرام خوری سے مراد وہ رشوتیں ہیں جنہیں لے کر یہ تورات کے احکام بدل دیتے تھے۔ **درس:** یہاں ظاہری لفظی معنی کے اعتبار سے گناہ، زیادتی اور حرام خوری کے کاموں میں بھاگ بھاگ کر جانا یہودیوں کی صفت بیان کی گئی ہے مگر افسوس! ہمارے ہاں کتنے ہی لوگ ہیں کہ نیکی کے کام میں تاخیر بلکہ ترک کر دیں گے؛ لیکن گناہ کے کام میں جلدی کریں گے، کسی کی مدد کرنے اور ظلم سے بچانے میں کترائیں گے؛ لیکن ظلم وزیادتی میں اپنی قوم، علاقے یا تحریک کے جھنڈے تلے موجود ہوں گے، حلال گلے میں اٹکے گا لیکن جہاں سود ورشوت وغیرہ حرام مال کی توقع ہوگی؛ وہاں بھاگ کر جائیں گے۔

آیت 63 فرمایا کہ ان کے درویش اور علماء انہیں گناہ کی بات کہنے اور حرام کھانے سے کیوں نہیں منع کرتے حالانکہ وہ ان چیزوں کی قباحت جانتے ہیں۔ بیشک یہ بہت ہی برا کام کررہے ہیں کہ لوگوں کو گناہوں اور برے کاموں سے نہیں روکتے۔ **اہم بات:** اس آیت میں ”الرَّبّٰنِیُّوْنَ“ سے عیسائیوں کے اور ”الْاَحْبَارُ“ سے یہودیوں کے علماء مراد ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ پہلے لفظ سے یہودیوں کے درویش اور دوسرے سے یہودیوں ہی کے علماء مراد ہیں۔ **درس:** گناہ ہوتے دیکھ کر قدرت کے باوجود منع نہ کرنے پر بھی آدمی کی پکڑ ہوگی خواہ وہ عالمِ دین ہی کیوں نہ ہو کہ اس کی تو زیادہ ذمہ داری ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: قرآنِ پاک میں یہ آیت (علماء کے بارے میں) بہت سخت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے برائی سے منع نہ کرنے والے کو برائی کرنے والے کی وعید میں داخل فرمایا ہے۔ (مدارک، ص:292)

آیت 64 **شانِ نزول:** یہودی بہت خوش حال اور دولت مند تھے۔ جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان نہ لائے اور آپ صلی

Go To Index

وَّ كُفْرًا ؕ وَ اَلْقَیْنَا بَیْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَ الْبَغْضَآءَ اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ ؕ كُلَّمَاۤ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ

اور کفر میں اضافہ کرے گا اور ہم نے قیامت تک ان میں دشمنی اور بغض ڈال دیا۔ جب کبھی یہ لڑائی کی آگ بھڑکاتے ہیں

اَطْفَاَهَا اللّٰهُ ۙ وَ یَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا ؕ وَ اللّٰهُ لَا یُحِبُّ الْمُفْسِدِیْنَ ﴿۶۴﴾ وَ لَوْ اَنَّ

تو اللہ اسے بجھا دیتا ہے اور یہ زمین میں فساد پھیلانے کے لئے کوشش کرتے ہیں اور اللہ فساد پھیلانے والوں کو پسند نہیں کرتا ○ اور اگر

اللہ علیہ والہ وسلم کی مخالفت کی تو ان کی روزی کم ہوگئی۔ اس وقت فنحاص یہودی نے کہا: اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے۔ یعنی معاذ اللہ وہ رزق دینے میں بخل کرتا ہے۔ اس کی یہ بات سن کر کسی یہودی نے منع نہ کیا بلکہ سب اس پر راضی رہے، اس لئے یہاں آیت میں یہ سب کی بات قرار دی گئی اور اس کے جواب میں فرمایا گیا: اللہ تعالیٰ تو جواد و کریم ہے، وہ اپنی حکمت کے مطابق جیسے، جسے اور جتنا چاہے عطا فرماتا ہے؛ اس میں کسی کو اعتراض کی مجال نہیں۔ خدا کے خزانے کھلے ہیں، ہاں! ان یہودیوں کے ہاتھ باندھے جائیں اور اِن پر وہ بات کہنے کی وجہ سے لعنت ہے۔ یا اس فرمان کا معنی یہ ہے کہ اُن کی اِس گستاخی کی سزا میں اُن کے ہاتھ باندھ کر انہیں جہنم کی بھڑکتی آگ میں ڈالا جائے گا۔ مزید فرمایا: اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، قرآنِ پاک جو تمہاری طرف تمہارے رب کی جانب سے نازل کیا گیا؛ یہ جتنا نازل ہوتا جائے گا اتنا ہی یہودی اپنے حسد و عناد کی وجہ سے کفر و سرکشی میں بڑھتے رہیں گے اور ہم نے قیامت تک ان میں دشمنی اور بغض ڈال دیا، ان کے دل کبھی آپس میں نہ ملیں گے اگرچہ اوپر سے کبھی کبھار مسلمانوں کے خلاف متحد ہو جائیں۔ مزید فرمایا: جب کبھی یہ لڑائی کی آگ بھڑکاتے ہیں تو اللہ اسے بجھا دیتا ہے، چنانچہ جب بھی انہوں نے فساد، شرانگیزی اور حکمِ الٰہی کی مخالفت کی تو اللہ تعالیٰ نے کسی ایسے شخص کو ان پر مسلط کر دیا جس نے انہیں ہلاکت اور بربادی سے دوچار کیا؛ یا یہ معنی ہے کہ جب بھی یہودی نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے جنگ کا ارادہ کرتے ہوئے اسباب تیار کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے منصوبے ناکام بنا دے گا۔ مزید فرمایا: یہ لوگ خدا کی نافرمانی، دینِ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں کر کے زمین میں فساد پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ فساد پھیلانے والوں کو پسند نہیں کرتا، اسی لیے وہ انہیں ان کے فساد کی سزا دے گا۔ **اہم باتیں:** (1) اللہ تعالیٰ کے ہاتھ کشادہ ہونے سے مراد بے حد کرم اور مہربانی ہے ورنہ اللہ تعالیٰ جسمانی ہاتھ اور ہاتھ کے کھلنے سے پاک ہے۔ (2) قرآنِ پاک کے نزول سے یہودیوں کا کفر و سرکشی میں بڑھنے کی مثال ایسے ہے جیسے سورج کی روشنی چمگادڑ کو اندھا کر دیتی ہے تو اس میں سورج کا نہیں بلکہ چمگادڑ کی آنکھ کا قصور ہے۔ (3) جس دل میں عظمتِ مصطفیٰ نہ ہو اس کے لئے قرآن و حدیث کفر میں زیادتی کا سبب ہیں جیسے آج کل بہت سے بے دینوں کو دیکھا جا رہا ہے۔ (4) کفر میں کیفیت کے اعتبار سے کمی زیادتی ہوتی ہے جیسے ایمان میں کمی زیادتی ہوتی ہے یعنی کوئی زیادہ مضبوط ایمان والا اور کوئی کمزور ایمان والا ہوتا ہے۔ (5) جب یہودیوں نے فتنہ وفساد شروع کیا اور احکامِ تورات کی مخالفت کی تو اللہ تعالیٰ نے بخت نصر کو ان پر مسلط کیا جس نے انہیں تباہ کر کے رکھ دیا پھر جب انہوں نے سر اٹھایا تو طیطوس رومی نے ان کی اینٹ سے اینٹ بجادی پھر کچھ عرصہ بعد جب انہوں نے شرانگیزی کی تو فارسی مجوسیوں نے ان کا حشر نشر کر دیا اور پھر جب فساد کا بازار گرم کیا تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ان پر تسلط اور غلبہ عطا فرمایا۔

آیت 65 یہاں ایمان لانے کی اخروی جزا بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اگر یہ یہودی اور عیسائی محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) پر

اَهۡلَ الۡكِتٰبِ اٰمَنُوۡا وَاتَّقَوۡا لَكَفَّرۡنَا عَنۡهُمۡ سَيِّاٰتِهِمۡ وَلَاَدۡخَلۡنٰهُمۡ جَنّٰتِ النَّعِيۡمِ ﴿٦٥﴾ وَلَوۡ

اہلِ کتاب ایمان لاتے اور پرہیز گاری اختیار کرتے تو ضرور ہم ان کے گناہ مٹادیتے اور ضرور انہیں نعمتوں کے باغوں میں داخل کرتے ○ اور اگر

اَنَّهُمۡ اَقَامُوا التَّوۡرٰىةَ وَالۡاِنۡجِيۡلَ وَمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡهِمۡ مِّنۡ رَّبِّهِمۡ لَاَكَلُوۡا مِنۡ فَوۡقِهِمۡ وَمِنۡ

وہ تورات اور انجیل اور جو کچھ ان کی طرف ان کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا اسے قائم کرلیتے تو انہیں ان کے اوپر سے اور

تَحۡتِ اَرۡجُلِهِمۡ ؕ مِنۡهُمۡ اُمَّةٌ مُّقۡتَصِدَةٌ ؕ وَكَثِيۡرٌ مِّنۡهُمۡ سَآءَ مَا يَعۡمَلُوۡنَ ﴿٦٦﴾ؑ يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوۡلُ ع ٩ ١٠ ١٣

ان کے قدموں کے نیچے سے رزق ملتا۔ ان میں ایک گروہ اعتدال کی راہ والا ہے اور ان میں اکثر بہت ہی برے کام کررہے ہیں ○ اے رسول!

بَلِّغۡ مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡكَ مِنۡ رَّبِّكَ ؕ وَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلۡ فَمَا بَلَّغۡتَ رِسٰلَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَعۡصِمُكَ

جو کچھ آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا اس کی تبلیغ فرمادیں اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اُس کا کوئی پیغام بھی نہ پہنچایا اور اللہ

ایمان لاتے اور جھوٹ، رشوت خوری وغیرہ گناہوں سے بچ کر پرہیز گاری اختیار کرتے تو ضرور ہم ان کے گناہ بخش دیتے اور ضرور انہیں نعمتوں کے باغات میں داخل کرتے۔ **اہم بات:** اسلام قبول کرنا سابقہ تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے اگرچہ وہ کتنے ہی بڑے کیوں نہ ہوں البتہ مالی حقوق جیسے قرض وغیرہ ادا کرنا پڑیں گے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اب یہودی اور عیسائی جب تک اسلام قبول نہ کریں تب تک کسی صورت جنت میں داخل نہ ہو سکیں گے۔

آیت 66 اس آیت میں ایمان لانے کی دنیوی جزا کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر اہل کتاب تورات، انجیل اور جو کچھ اِن کے رسولوں کی طرف اِن کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا؛ اُن پر اس طرح عمل کرتے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان لاتے اور آپ کی پیروی کرتے کیونکہ ان سب کتابوں میں امام الانبیا صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان لانے کا حکم ہے، تو انہیں اوپر سے بارش اور نیچے زمین سے پیداوار وغیرہ کے ذریعے ہر طرف سے رزق ملتا۔ مزید فرمایا کہ سارے اہل کتاب ایک جیسے نہیں بلکہ بعض اہلِ کتاب اعتدال پسند ہیں اور حد سے تجاوز نہیں کرتے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان لائے جیسے حضرت عبد اللہ بن سلام اور نجاشی رضی اللہ عنہما۔ جبکہ ان کے اکثر لوگ بہت ہی برے کام کر رہے ہیں جیسے کفر پر قائم رہنا، حق سے منہ موڑنا، سرکشی کرنا وغیرہ۔ **اہم بات:** اس آیت سے معلوم ہوا کہ دین کی پابندی کرنے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کرنے سے رزق میں وسعت ہوتی ہے۔

آیت 67 ارشاد فرمایا کہ اے رسول! بندوں کی مصلحت اور فائدے کے لیے جو کچھ آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا؛ وہ سب لوگوں تک پہنچادیں اور اپنے دل میں کوئی ڈر خوف نہ لائیں۔ اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے خدا کا کوئی پیغام بھی نہ پہنچایا کیونکہ بعض کو چھپانا حکم پر عمل کرنے کے خلاف ہی ہے کہ حکم تو سب کچھ پہنچانے کا ہے۔ کافروں کی طرف سے قتل کا خوف دل سے نکال دیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کفار سے آپ کی حفاظت فرمائے گا۔ بیشک اللہ تعالیٰ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا۔ **اہم بات:** کفار سے خطرے کے باعث دورانِ سفر رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی حفاظت کے لئے پہرہ دیا جاتا تھا جب یہ آیت نازل ہوئی تو پہرہ ہٹا دیا گیا اور حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے پہرے داروں سے فرمایا کہ تم لوگ چلے جاؤ، اللہ تعالیٰ نے میری حفاظت کا فرما دیا ہے۔ (ترمذی، حدیث 3057)

مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٦٧﴾ قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَيْءٍ

لوگوں سے آپ کی حفاظت فرمائے گا۔ بیشک اللہ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا ○ تم فرمادو اے کتابیو! جب تک تم

حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا

تورات اور انجیل اور جو کچھ تمہاری طرف تمہارے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے اسے قائم نہیں کرلیتے تم کسی شے پر نہیں ہو اور اے حبیب! یہ جو

مِّنْهُمْ مَّاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ۚ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٦٨﴾

تمہاری طرف تمہارے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے یہ ان میں سے بہت سے لوگوں کی سرکشی اور کفر میں اضافہ کرے گا تو تم کافر قوم پر کچھ غم نہ کھاؤ ○

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِـُٔوْنَ وَالنَّصٰرٰى مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ

بیشک (وہ جو اپنے آپ کو) مسلمان (کہتے ہیں) اور یہودی اور ستاروں کی پوجا کرنے والے اور عیسائی (ان میں سے) جو (سچے دل سے) اللہ اور قیامت پر

الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٦٩﴾ لَقَدْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ

ایمان لائے اور اچھے عمل کرے تو ان پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے ○ بیشک ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا

آیت 68 ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، آپ فرمادیں کہ اے کتابیو! تم اس وقت تک کسی سچے دین وملت پر نہیں ہو جب تک تم تورات، انجیل اور اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ دیگر کتابوں کے حکم پر صحیح طریقے سے عمل نہیں کرتے۔ ان تمام کتابوں میں چونکہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان لانے کا حکم ہے اس لیے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان لائے بغیر تورات وانجیل پر صحیح طریقے سے عمل نہیں ہو سکتا۔ مزید فرمایا: اے حبیب! قرآن کے نازل ہونے سے اہلِ کتاب کے علما اور سرداروں کی سرکشی اور کفر میں اضافہ ہی ہوگا کیونکہ جب کوئی آیت اترتی ہے، یہ اس کا انکار کر دیتے ہیں جو کفر وسرکشی میں اضافہ ہی ہے۔ لٰہذا جو یہودی آپ کی نبوت نہیں مان رہے، ان کی وجہ سے آپ غمزدہ نہ ہوں کیونکہ ان کے کفر کا وبال انہی پر پڑے گا۔

آیت 69 ایمان لانے کا حکم سب کو ہے، چنانچہ فرمایا گیا کہ جو لوگ زبان سے اسلام کا دعویٰ کرتے لیکن دل میں کفر چھپائے ہوئے ہیں یعنی منافقین، نیز یہودیوں، ستاروں کی پوجا کرنے والوں اور عیسائیوں میں سے جو سچے دل سے اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان لائے اور رضائے الٰہی کے لئے نیک عمل کرے تو ان لوگوں پر آخرت میں نہ کچھ خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ **اہم بات:** اللہ پر ایمان لانے میں ہر اُس شے پر ایمان لانا داخل ہے جس پر ایمان لانے کا اللہ نے حکم دیا ہے جیسے تمام انبیاء پر ایمان لانا لٰہذا نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان لانا اس معنی کے اعتبار سے اللہ پر ایمان لانے میں داخل ہے۔ اب آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان لائے بغیر کوئی دعویِ ایمان مقبول نہیں۔

آیت 70 ارشاد فرمایا کہ بیشک ہم نے تورات میں بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائیں اور حکمِ الٰہی کے مطابق عمل کریں۔ ہم نے ان کی طرف رسول بھیجے تو جب کبھی ان کے پاس کوئی رسول ایسی بات لے کر آیا جو ان کے نفس

وَ اَرْسَلْنَاۤ اِلَیْهِمْ رُسُلًا ؕ كُلَّمَا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰۤى اَنْفُسُهُمْ ۙ فَرِیْقًا كَذَّبُوْا

اوران کی طرف رسول بھیجے (تو) جب کبھی ان کے پاس کوئی رسول وہ بات لے کر آیا جوان کے نفس کو پسند نہ تھی توانہوں نے (انبیاء کے) ایک گروہ کو جھٹلایا

وَ فَرِیْقًا یَّقْتُلُوْنَ ﴿۷۰﴾ وَ حَسِبُوْۤا اَلَّا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ فَعَمُوْا وَ صَمُّوْا ثُمَّ تَابَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ

اور ایک گروہ کو شہید کرتے رہے ○ اور انہوں نے یہ گمان کیا کہ انہیں کوئی سزا نہ ہوگی تو یہ اندھے اور بہرے ہوگئے پھر اللہ نے ان کی توبہ قبول کی

ثُمَّ عَمُوْا وَ صَمُّوْا كَثِیْرٌ مِّنْهُمْ ؕ وَ اللّٰهُ بَصِیْرٌۢ بِمَا یَعْمَلُوْنَ ﴿۷۱﴾ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْۤا

پھر ان میں سے بہت سے اندھے اور بہرے ہوگئے اور اللہ ان کے کام دیکھ رہا ہے ○ بیشک وہ لوگ کافر ہوگئے جنہوں نے کہا

اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ ؕ وَ قَالَ الْمَسِیْحُ یٰبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّیْ وَ

کہ اللہ وہی مسیح مریم کا بیٹا ہے حالانکہ مسیح نے تو یہ کہا تھا: اے بنی اسرائیل! اللہ کی بندگی کرو جو میرا بھی رب ہے اور

کو پسند نہ تھی اور انہوں نے رسولوں کے احکام کو اپنی خواہشوں کے خلاف پایا تو ان میں سے ایک گروہ کو بنی اسرائیل نے جھٹلا دیا اور ایک گروہ کو شہید کرتے رہے۔ **اہم باتیں:** (1) انبیا علیہم السّلام کو جھٹلانے میں تو یہودی اور عیسائی سب شریک ہیں مگر قتل کرنا خاص یہودیوں کا فعل ہے۔ انہوں نے بہت سے انبیا علیہم السّلام کو شہید کیا جن میں سے حضرت زکریا اور حضرت یحیٰ علیہما السّلام بھی ہیں۔ (2) نفس کی پیروی بہت خطرناک ہے کہ اسی وجہ سے یہودیوں نے انبیاء علیہم السّلام کو شہید کیا۔

آیت 71 ارشاد فرمایا: بنی اسرائیل نے یہ گمان کیا کہ انہیں کوئی سزا نہ ہوگی اور اتنے سنگین جرموں کا ارتکاب کرنے پر بھی انہیں عذاب نہیں دیا جائے گا تو یہ حق دیکھنے سے اندھے اور حق سننے سے بہرے ہوگئے، پھر جب انہوں نے توبہ کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کی لیکن دوبارہ ان میں بہت سے لوگ اندھے اور بہرے ہوگئے اور یہ کسی خوش فہمی میں نہ رہیں؛ اللہ ان کے کام دیکھ رہا ہے اور وہ انہیں ان کے اعمال کے مطابق سزا دے گا۔ **اہم بات:** دو مرتبہ اندھا اور بہرہ ہونے کے متعلق چند اقوال ہیں: (1) یہودی پہلے حضرت زکریا، حضرت یحیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السّلام کے زمانے میں عقل کے اندھے اور بہرے ہوئے پھر ان میں سے بعض کی توبہ اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی کہ انہیں انبیا علیہم السّلام پر ایمان لانے کی توفیق دی اور پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے زمانۂ مبارکہ میں آپ کی نبوت ورسالت کا انکار کر کے بہت سے یہودی دل کے اندھے اور بہرے ہوگئے۔ (2) دو مرتبہ بصیرت کے اندھے اور بہرے ہونے کی تفسیر سورۂ بنی اسرائیل کی 4 سے 7 تک کی وہ آیات ہیں جن میں یہودیوں کے دو مرتبہ زمین میں فساد کرنے کی خبر دی گئی ہے۔

آیت 72 ارشاد فرمایا کہ بیشک وہ لوگ کافر ہوگئے جنہوں نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام ہی "اللہ" ہیں حالانکہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نے تو انہیں مخاطب کر کے یہ فرمایا تھا: اے بنی اسرائیل! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی۔ بیشک جو کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرائے تو اس پر جنت حرام ہے، اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور شرک کر کے اپنی جانوں پر ظلم کرنے والوں کا جہنم سے بچانے کے لئے کوئی مددگار نہیں۔ **اہم باتیں:** (1) عیسائیوں کے بہت فرقے ہیں جن میں سے یعقوبیہ اور ملکانیہ کہتے تھے کہ مریم نے اِلٰہ یعنی معبود کو جنا، وہ یہ بھی کہتے تھے کہ اِلٰہ یعنی معبود نے عیسیٰ کی ذات میں حلول کر لیا اور ان کے ساتھ متحد ہوگیا تو عیسیٰ اِلٰہ

رَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ

تمہارا بھی رب ہے۔ بیشک جو اللہ کا شریک ٹھہرائے تو اللہ نے اس پر جنت حرام کردی اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور ظالموں کا کوئی

مِنْ اَنْصَارٍ ﴿٧٢﴾ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ

وقف لازم

مدد گار نہیں ○ بیشک وہ لوگ کافر ہوگئے جنہوں نے کہا: بیشک اللہ تین (معبودوں) میں سے تیسرا ہے حالانکہ عبادت کے لائق تو صرف ایک ہی معبود ہے

وَاِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٧٣﴾ اَفَلَا يَتُوْبُوْنَ

اور اگر یہ لوگ اس سے باز نہ آئے جو یہ کہہ رہے ہیں تو ان میں کافر رہیں گے ان کو ضرور دردناک عذاب پہنچے گا ○ تو یہ کیوں اللہ کی بارگاہ میں

اِلَى اللّٰهِ وَيَسْتَغْفِرُوْنَهٗ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٧٤﴾ مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ

توبہ نہیں کرتے اور کیوں اس سے مغفرت طلب نہیں کرتے؟ حالانکہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے ○ مسیح بن مریم تو صرف ایک رسول ہے۔

ہوگئے۔(2)عیسائیوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی بھی توہین کی کہ وہ خود کو رب کا بندہ کہتے تھے اور یہ انہیں جھٹلا کر انہی کو رب کہنے لگے۔

آیت 73 عیسائیوں میں فرقہ مرقوسیہ اور نسطوریہ کا عقیدہ یہ ہے کہ الٰہ تین ہیں، باپ بیٹا روح القدس، اللہ تعالیٰ کو باپ اور حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو اس کا بیٹا اور حضرت جبریل علیہ السّلام کو رُوحُ القُدُس کہتے ہیں۔ علم کلام کے ماہر علماء فرماتے ہیں کہ عیسائی کہتے ہیں کہ باپ بیٹا روحُ القدس یہ تینوں ایک الٰہ ہیں۔ معاذ اللہ۔ ان کا رد کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، نہ اس کا کوئی ثانی ہے نہ ثالث۔ وہ وحدانیت کے ساتھ مَوصوف ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، باپ بیٹے بیوی سب سے پاک ہے۔ اگر یہ کفار اس عقیدے سے باز نہ آئے اور تثلیث (یعنی تین خدا ماننے) کے معتقد رہے اور توحید اختیار نہ کی تو آخرت میں دردناک عذاب سے دوچار ہوں گے۔

آیت 74 ارشاد فرمایا کہ یہ اپنے اس گناہِ عظیم یعنی تین خدا ماننے کے عقیدے سے بارگاہِ الٰہی میں توبہ کیوں نہیں کرتے اور کیوں اس سے مغفرت طلب نہیں کرتے حالانکہ اللہ تعالیٰ مغفرت طلب کرنے اور توبہ کرنے والے کو بخشنے والا اور اس پر مہربان ہے۔

آیت 75 حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے ”خدا“ نہ ہونے کی دلیل بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السّلام صرف ایک رسول ہیں، خدا نہیں۔ ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں، وہ رسول بھی معجزات رکھتے تھے، یہ معجزات ان کی نبوت سچی ہونے کی دلیل تھے نہ کہ خدا ہونے کی، اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السّلام بھی رسول ہیں اور ان کے معجزات بھی ان کی نبوت کی دلیل ہیں، انہیں رسول ہی ماننا چاہئے اور جیسے دیگر انبیا علیہم السّلام کو معجزات کی بنا پر خدا نہیں مانتے تو انہیں بھی خدا نہ مانو۔ مزید فرمایا کہ ان کی ماں یعنی حضرت مریم رضی اللہ عنہا بہت سچی ہیں جو اپنے رب کے کلمات اور کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہیں تم بھی ان کی پیروی کرو نیز حضرت عیسیٰ علیہ السّلام اور ان کی والدہ دونوں کھانا کھاتے تھے۔ اس میں عیسائیوں کا رد ہے کہ معبود غذا وغیرہ کسی بھی چیز کا محتاج نہیں ہو سکتا لہٰذا جو غذا کھائے، جسم رکھے، اس جسم میں تحلیل واقع ہو اور غذا اس کا بدل بنے وہ کیسے معبود ہو سکتا ہے؟ مزید فرمایا: دیکھو تو! عقیدہ باطل ہونے پر کیسی صاف دلیلیں ہم بیان کرتے ہیں، پھر دیکھو وہ کیسے حق بات سننے سے پھرے جارہے ہیں۔

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ وَ اُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ ؕ كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ

اس سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں اور اس کی ماں صدیقہ (بہت سچی) ہے۔ وہ دونوں کھانا کھاتے تھے دیکھو تو ہم ان کے لئے کیسی

نُبَيِّنُ لَهُمُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۷۵﴾ قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ

صاف نشانیاں بیان کرتے ہیں پھر دیکھو وہ کیسے پھرے جاتے ہیں؟O تم فرماؤ، کیا تم اللہ کے سوا اس کی عبادت کرتے ہو جو نہ تمہارے نقصان کا

لَكُمْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا ؕ وَ اللّٰهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۷۶﴾ قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ

مالک ہے اور نہ نفع کا اور اللہ ہی سننے والا، جاننے والا ہےO تم فرماؤ، اے کتاب والو! اپنے دین میں ناحق غلو (زیادتی)

غَيْرَ الْحَقِّ وَ لَا تَتَّبِعُوْۤا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّ ضَلُّوْا

نہ کرو اور ان لوگوں کی خواہشات پر نہ چلو جو پہلے خود بھی گمراہ ہو چکے ہیں اور بہت سے دوسرے لوگوں کو بھی گمراہ کر چکے ہیں

عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ﴿۷۷﴾ ع لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَ عِيْسَى ع ۱۰/۱۴

اور سیدھی راہ سے بھٹک چکے ہیںO بنی اسرائیل میں سے کفر کرنے والوں پر داؤد اور عیسیٰ بن مریم کی زبان پر سے

آیت 76 یہاں شرک کے باطل ہونے پر ایک اور دلیل بیان کی گئی، چنانچہ فرمایا: عیسائیوں سے کہہ دو کہ کیا تم اللہ تعالیٰ کے سوا اس کی عبادت کرتے ہو جو نہ تمہارے نقصان کا ذاتی طور پر مالک ہے اور نہ نفع کا حالانکہ عبادت کا مستحق تو وہی ہو سکتا ہے جو نفع و نقصان وغیرہ ہر چیز پر ذاتی قدرت واختیار رکھتا ہو اور وہ صرف اللہ تعالیٰ ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے بارے میں الٰہ اور معبود ہونے کا عقیدہ باطل ہے اور اللہ تعالیٰ ہی تمہارے اقوال سننے والا اور تمہارے دلوں میں چھپی باتیں جاننے والا ہے۔ **اہم بات:** حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نفع و نقصان پہنچانے کے ذاتی طور پر مالک نہیں تھے بلکہ خدا کے دیئے اختیار سے تھے۔ اس لئے جہاں آپ نے مردے زندہ کرنے، بیماروں کو شفا دینے، اندھوں کو بینائی دینے اور کوڑھ کے مریضوں کو تندرست کرنے کا ذکر کیا وہاں ہر جگہ یہ فرمایا کہ میں یہ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے کرتا ہوں۔

آیت 77 نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے فرمایا گیا کہ آپ فرما دیں: اے کتاب والو! اپنے دین میں ناحق زیادتی نہ کرو جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی شان کم نہ کرو یا ان کی شان بیان کرنے میں حد سے نہ بڑھو کہ انہیں معبود ہی قرار دے بیٹھو اور دین میں ناحق زیادتی کے معاملے میں ان لوگوں کی پیروی نہ کرو جو پہلے خود بھی گمراہ ہو چکے، بہت سے دوسرے لوگوں کو بھی گمراہ کر چکے اور سیدھی راہ سے بھٹک چکے ہیں۔ **اہم بات:** یہودیوں کی زیادتی یہ ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو نبی ہی نہیں مانتے اور عیسائیوں کی زیادتی یہ ہے کہ وہ انہیں معبود ٹھہراتے ہیں۔ **درس:** اولیاءِ کرام رحمۃ اللہ علیہم کی تعظیم اور ان کے مزارات پر حاضری جائز اور پسندیدہ عمل ہے لیکن اس میں زیادتی سے بچنا چاہیے کہ نہ تو مزارات پر حاضری کو شرک وبت پرستی قرار دیا جائے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے تو زیارتِ قبور کا حکم دیا ہے اور نہ ہی مزاروں کی تعظیم میں شرعی حد پار کی جائے کہ مزار کا طواف یا قبر کو سجدہ کیا جائے۔

آیت 78 بنی اسرائیل میں سے ایلہ کے رہنے والوں کو ہفتہ کے دن شکار کرنا منع تھا لیکن وہ اس سے باز نہ آئے تو حضرت داود علیہ السّلام نے ان کے خلاف دعا فرمائی اور وہ بندروں کی شکل میں مسخ ہو گئے اور اصحابِ مائدہ نے نازل شدہ دستر خوان کی نعمتیں کھا کر ممانعت کے باوجود انہیں ذخیرہ کیا اور ایمان نہ لائے تو حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نے ان کے خلاف دعا فرمائی اور وہ بندر و خنزیر بن گئے۔ بعض مفسرین کا

ابْنِ مَرْيَمَ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿٧٨﴾ كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ

لعنت کی گئی۔ یہ لعنت اس وجہ سے تھی کہ انہوں نے نافرمانی کی اور وہ سرکشی کرتے رہتے تھے○ وہ ایک دوسرے کو کسی برے کام سے منع نہ کرتے تھے

فَعَلُوْهُ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿٧٩﴾ تَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ لَبِئْسَ

جو وہ کیا کرتے تھے۔ بیشک یہ بہت ہی برے کام کرتے تھے○ تم ان میں سے بہت سے لوگوں کو دیکھو گے کہ کافروں سے دوستی کرتے ہیں تو ان کی

مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَ فِي الْعَذَابِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿٨٠﴾ وَ لَوْ كَانُوْا

جانوں نے ان کے لئے کتنی بری چیز آگے بھیجی کہ ان پر اللہ نے غضب کیا اور یہ لوگ ہمیشہ عذاب میں ہی رہیں گے○ اور اگر یہ

قول ہے کہ یہودی اپنے آباواجداد پر فخر کرتے اور کہتے: ہم انبیا علیہمُ السّلام کی اولاد ہیں۔ انہیں بتایا گیا کہ ان انبیا علیہمُ السّلام نے تو ان پر لعنت کی ہے۔ مزید فرمایا: یہ لعنت اس وجہ سے تھی کہ انہوں نے نافرمانی کی اور وہ سرکشی کرتے رہتے تھے۔ اس فرمان کے ذریعے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو تسلی دی گئی کہ آپ ان یہودیوں کی سرکشی سے غمزدہ نہ ہوں، یہ عادی مجرم ہیں حتی کہ سرکشی و نافرمانی کی سزا میں بندر اور سور بھی بن چکے ہیں۔ اب ان کا امن میں رہنا صرف اس لئے ہے کہ آپ رَحْمَةٌ لِّلْعٰلَمِيْن ہیں، آپ کی موجودگی میں ان پر عذاب نہ آئے گا۔ **اہم بات:** مقبولانِ بارگاہِ الٰہی کے منہ سے نکلی ہوئی دعائے ضرر دنیا و آخرت میں رسوائی و بربادی کا سبب بن سکتی ہے لہٰذا ایسے کاموں سے بچتے رہنا چاہئے جو ان کی ناراضی کا سبب بنیں۔

آیت 79 یہودیوں کی ایک سرکشی یہ تھی کہ انہوں نے برائی ہوتی دیکھ کر ایک دوسرے کو اس سے منع کرنا چھوڑ دیا تھا بیشک یہ گناہ و سرکشی میں مبتلا ہو کر بہت ہی برے کام کرتے تھے۔ **اہم باتیں:** اس آیت سے معلوم ہوا کہ لوگوں کو برائی سے روکنا واجب اور روکنے سے باز رہنا سخت گناہ ہے۔ حدیثِ پاک میں ہے: جب بنی اسرائیل گناہوں میں مبتلا ہوئے تو ان کے علما نے پہلے تو انہیں منع کیا جب وہ باز نہ آئے تو پھر وہ علما بھی ان سے مل گئے اور کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے میں ان کے ساتھ شامل ہو گئے۔ ان کی اسی نافرمانی و سرکشی کا یہ نتیجہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ علیہما السّلام کی زبان سے ان پر لعنت اتاری۔ (ترمذی، حدیث: 3058) **درس:** اس سے علما اور پیروں کو غور و فکر کی حاجت ہے کہ ان کے مریدین و معتقدین کھلم کھلا گناہوں میں پڑے ہوں تو ضرور انہیں منع کریں۔

آیت 80 گزشتہ زمانے کے یہودیوں کے عیب و نقائص بیان کرنے کے بعد اب عہدِ رسالت کے یہودیوں کی برائیوں اور سازشوں کا ذکر ہو رہا ہے۔ **شانِ نزول:** کعب بن اشرف یہودی اور اس کے ساتھی مشرکینِ مکہ کے پاس پہنچے اور انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے جنگ کرنے پر ابھارا لیکن ناکام رہے، اس واقعے کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے فرمایا گیا کہ آپ یہودیوں میں سے بہت سے لوگوں کو دیکھیں گے کہ وہ آپ سے بغض کی وجہ سے مشرکینِ مکہ سے دوستی کرتے ہیں تو ان لوگوں نے اپنے حشر کے لیے کتنی بری چیز آخرت میں بھیجی کہ مشرکوں سے دوستی کے سبب ان پر اللہ تعالیٰ نے غضب کیا اور آخرت میں یہ لوگ ہمیشہ عذاب میں ہی رہیں گے۔ **درس:** یہ آیت ان مسلمانوں کے لئے تازیانۂ عبرت ہے جو کفار کی مسلمانوں سے کھلی دشمنی آنکھوں سے دیکھنے کے باوجود صرف اپنے مفادات کی خاطر ان سے دوستی کرتے ہیں۔

آیت 81 فرمایا کہ کفار و مشرکین سے دوستی کا رشتہ بنانے والے یہودی اگر اللہ تعالیٰ، اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور ان پر نازل کردہ کتاب قرآن پاک پر صدق و اخلاص کے ساتھ ایمان لائے ہوتے تو کسی صورت ان کے ساتھ دوستی کا رشتہ قائم نہ کرتے لیکن ان

يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِيِّ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ

اللہ اور نبی پر اور اُس پر جو نبی کی طرف نازل کیا گیا ہے ایمان لاتے تو کافروں کو دوست نہ بناتے لیکن ان میں بہت زیادہ

فٰسِقُوْنَ ﴿٨١﴾ لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ وَلَتَجِدَنَّ

فاسق ہیں○ضرور تم مسلمانوں کا سب سے زیادہ شدید دشمن یہودیوں اور مشرکوں کو پاؤ گے اور ضرور تم

اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ

مسلمانوں کی دوستی میں سب سے زیادہ قریب ان کو پاؤ گے جو کہتے تھے: ہم نصاریٰ ہیں۔ یہ اس لئے ہے کہ ان میں علماء

وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿٨٢﴾

اور عبادت گزار موجود ہیں اور یہ تکبر نہیں کرتے○

میں بہت زیادہ لوگ فاسق اور دین و ایمان سے خارج ہیں۔ **درس:** آیات کے پس منظر پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ریاست و منصب کے حصول کے لئے ہی یہودی سب کچھ کرتے تھے اور اب کچھ ایسی صورت حال مسلمانوں میں عام ہو چکی ہے کہ اپنی کرسی بچانے کے چکر میں کفار کے سامنے گھٹنے ٹیکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں عقلِ سلیم عطا فرمائے۔

آیت 82 یہاں ان عیسائیوں کی تعریف کی گئی ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے زمانۂ اقدس تک دینِ عیسوی پر قائم رہے اور آپ کی بعثت معلوم ہونے کے بعد آپ پر ایمان لائے۔ **شانِ نزول:** ابتدائے اسلام میں کفارِ قریش نے مسلمانوں کو بہت ایذائیں دیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے حکم سے کچھ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ جب قریش کو علم ہوا تو انہوں نے چند افراد تحائف دے کر شاہِ حبشہ کے پاس بھیجے۔ انہوں نے بادشاہ سے کہا: ہمارے ملک میں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا اور لوگوں کو نادان بنا ڈالا ہے۔ اُن پر ایمان لانے والے جو حضرات آپ کے ملک میں آئے ہیں وہ یہاں فساد پھیلا کر آپ کی رعایا کو باغی بنا دیں گے۔ ہم آپ کو خبر دینے آئے ہیں اور ہماری قوم درخواست کرتی ہے کہ آپ انہیں ہمارے حوالے کیجئے۔ بادشاہ نے کہا: ہم پہلے ان لوگوں سے گفتگو کر لیں، باقی بات بعد میں دیکھیں گے۔ چنانچہ اس نے مسلمانوں کو طلب کر کے کئی سوالات کئے جن کے حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے جوابات دیئے۔ جوابات سن کر بادشاہ نجاشی نے زمین سے ایک لکڑی کا ٹکڑا اٹھا کر کہا: خدا کی قسم! تمہارے آقا نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کلام میں اتنا بھی نہیں بڑھایا جتنی یہ لکڑی ہے (یعنی حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد کلامِ عیسیٰ کے بالکل مطابق ہے)۔ پھر نجاشی نے قرآن سننے کی خواہش کی تو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے سورۂ مریم تلاوت کی جس سے دربار میں موجود نصرانی عالم اور درویش بے اختیار رونے لگے۔ پھر نجاشی نے مسلمانوں سے کہا: تمہارے لئے میری سلطنت میں کوئی خطرہ نہیں۔ مشرکینِ مکہ اپنے مقصد میں ناکام ہو کر لوٹے اور مسلمان حبشہ میں بہت عزت و آسائش کے ساتھ رہے، نیز فضلِ الٰہی سے نجاشی کو ایمان نصیب ہو گیا۔ اس واقعہ کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، ضرور آپ مسلمانوں کا سب سے زیادہ شدید دشمن یہودیوں اور مشرکوں کو پاؤ گے کہ یہ لوگ اپنے کفر و جہالت میں بہت آگے بڑھ چکے اور نفسانی خواہشات کی پیروی میں حد درجہ منہمک ہیں اور ضرور آپ مسلمانوں کی دوستی میں سب سے زیادہ قریب ان کو پاؤ گے جو کہتے تھے: ہم نصاریٰ ہیں۔ ان کی یہ قربت اس لئے ہے کہ ان میں علماء اور عبادت گزار موجود ہیں اور یہ یہودیوں اور مشرکین کی طرح حق کی پیروی کرنے میں تکبر نہیں کرتے۔

وَ اِذَا سَمِعُوْا مَاۤ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰۤى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا

اور جب یہ سنتے ہیں وہ جو رسول کی طرف نازل کیا گیا تو تم دیکھو گے کہ ان کی آنکھیں آنسوؤں سے ابل پڑتی ہیں اس لیے کہ وہ حق کو پہچان

مِنَ الْحَقِّ ۚ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۸۳﴾ وَ مَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ

گئے۔ کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہم ایمان لائے پس تو ہمیں (حق کے) گواہوں کے ساتھ لکھ دے ○ اور ہمیں کیا ہے کہ ہم اللہ پر اور اس حق

وَ مَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ ۙ وَ نَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۴﴾ فَاَثَابَهُمُ

پر ایمان نہ لائیں جو ہمارے پاس آیا اور ہم طمع کرتے ہیں کہ ہمیں ہمارا رب نیک لوگوں کے ساتھ (جنت میں) داخل کردے ○ تو اللہ نے اُن کے

اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَ ذٰلِكَ جَزَآءُ

اِس کہنے کے بدلے انہیں وہ باغات عطا فرمائے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، ہمیشہ ان میں رہیں گے اور یہ نیک لوگوں کی

الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۸۵﴾ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَاۤ اُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۸۶﴾ ع

جزا ہے○ اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا تو وہ دوزخ والے ہیں○

آیت 83 گزشتہ آیت میں جن لوگوں کا بیان ہوا یہاں ان کے دل کی نرمی، خوف خدا کی شدت اور حق قبول کرنے کی طرف جلدی کرنے کا بیان ہے؛ چنانچہ فرمایا کہ جب وہ قرآن کریم کے دل میں اثر کرنے والے مضامین سنتے ہیں تو تم دیکھو گے کہ ان کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے ہیں کیونکہ وہ حق کو پہچان گئے اور اس موقع پر دعا کرتے ہوئے کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم اور قرآن پر ایمان لائے اور ہم نے ان کے بر حق ہونے کی گواہی دی، تو ہمیں حق کے گواہوں کے ساتھ لکھ دے اور اس حبیب صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی امت میں داخل کر جو روزِ قیامت تمام امتوں کے گواہ ہوں گے۔ (اور یہ بات انہیں انجیل سے معلوم ہو چکی تھی۔) **اہم باتیں:** (1) جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے نجاشی کے دربار میں سورۂ مریم اور سورۂ طٰہٰ کی چند آیات تلاوت کیں تو نجاشی کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ اسی طرح جب حبشہ کا وفد نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے ان کے سامنے سورۂ یٰسین تلاوت فرمائی تو وہ لوگ بھی زار و قطار رونے لگے۔ اس آیت میں انہی واقعات کی طرف اشارہ ہے۔ (2) ذکرِ الٰہی کے وقت عشق و محبت میں رونا اعلیٰ عبادت ہے۔ اسی طرح عذابِ الٰہی کے خوف اور رحمتِ الٰہی کی امید میں رونا بھی عبادت ہے۔ یونہی تلاوتِ قرآن کے وقت رونا مستحب اور مقبول بندوں کا طریقہ ہے۔

آیت 84 جب حبشہ کا وفد اسلام سے مشرف ہو کر واپس گیا تو یہودیوں نے انہیں ایمان لانے پر ملامت کی۔ اس پر انہوں نے کہا کہ حق واضح ہونے کے بعد ہم اللہ تعالیٰ اور قرآن پر کیوں ایمان نہ لاتے، ایسی حالت میں ایمان نہ لانا قابلِ ملامت ہے نہ کہ ایمان لانا۔ ہم تو اس بات کی طرف رغبت رکھتے ہیں کہ ہمیں ہمارا رب نیک لوگوں کے ساتھ جنت میں داخل کر دے۔

آیت 85، 86 ان دو آیات میں ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے سچے ایمان کے بدلے مومنوں کو ہمیشہ کی زندگی کے لئے شان دار باغات عطا فرمائے جبکہ کافروں اور خدا کی آیات کو جھٹلانے والوں کا ٹھکانہ جہنم بنایا۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَ لَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ

اے ایمان والو! ان پاکیزہ چیزوں کو حرام نہ قرار دو جنہیں اللہ نے تمہارے لئے حلال فرمایا ہے اور حد سے نہ بڑھو۔ بیشک اللہ حد سے بڑھنے

لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۪ وَّ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْۤ اَنْتُمْ

والوں کو ناپسند فرماتا ہے ○ اور جو کچھ تمہیں اللہ نے حلال پاکیزہ رزق دیا ہے اس میں سے کھاؤ اور اس اللہ سے ڈرو جس پر تم

بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْۤ اَيْمَانِكُمْ وَ لٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ

ایمان رکھنے والے ہو ○ اللہ تمہیں تمہاری فضول قسموں پر نہیں پکڑے گا البتہ ان قسموں پر گرفت فرمائے گا جنہیں تم مضبوط کرلو

الْاَيْمَانَ ۚ فَكَفَّارَتُهٗۤ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ

تو ایسی قسم کا کفارہ دس مسکینوں کو اس طرح کا درمیانے درجے کا کھانا دینا ہے جو تم اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو یا

آیت 87،88 **شانِ نزول:** صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے آپس میں ترکِ دنیا کا عہد کیا اور ارادہ کیا کہ وہ ٹاٹ پہنیں گے، ہمیشہ دن میں روزے رکھیں گے اور رات عبادت میں گزاریں گے، بستر پر نہ لیٹیں گے، گوشت اور چکنائی نہ کھائیں گے، عورتوں سے جدا رہیں گے اور خوشبو نہ لگائیں گے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور انہیں اس ارادے سے روکتے ہوئے فرمایا: اے ایمان والو! ان پاکیزہ چیزوں کو اپنے اوپر حرام نہ قرار دو جنہیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے حلال فرمایا ہے اور چیزوں کے حلال و حرام ہونے میں اللہ تعالیٰ نے جو حدیں مقرر فرمائی ہیں انہیں توڑ کر حد سے نہ بڑھو۔ بیشک اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں فرماتا اور جو کچھ تمہیں اللہ تعالیٰ نے حلال پاکیزہ رزق عطا فرمایا ہے اس میں سے کھاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔ **اہم باتیں:** (1) احادیث میں بھی اعتدال کا حکم آیا اور عبادت میں خود کو بہت زیادہ تکلیف میں ڈالنے سے منع فرمایا گیا ہے (2) حلال چیز کو حرام کی طرح گناہ و نافرمانی سمجھ کر ترک کرنے کی اجازت نہیں۔ (3) صوفیاءِ کرام کے کچھ چیزیں ترک کرنے کے جو واقعات ملتے ہیں وہ اپنے نفس کو بری خواہشات سے بچانے کا عادی بنانے کے لئے بطورِ علاج ہیں جیسے بیمار آدمی بہت سی غذاؤں کو حلال سمجھنے کے باوجود اپنی صحت کی خاطر پرہیز کرتا ہے۔

آیت 89 **شانِ نزول:** اس سے پہلی آیت میں بیان ہوا کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے چند حلال چیزیں اور کچھ لباس اپنے اوپر حرام کر لیے اور مزید یہ کہ اِس پر انہوں نے قسمیں بھی کھالی تھیں۔ جب انہیں اس سے منع فرمایا گیا تو انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! اب ہم اپنی قسموں کا کیا کریں؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں قسم کے احکام بیان ہوئے کہ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری فضول قسموں پر نہیں پکڑے گا؛ البتہ ان قسموں پر گرفت فرمائے گا جنہیں تم اپنے قصد و ارادے سے مضبوط کرلو؛ تو ایسی قسم توڑنے کا کفارہ 10 مسکینوں کو اِس طرح کا درمیانے درجے کا کھانا دینا ہے جو تم اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو، یا ان دس کو کپڑے دینا ہے، یا ایک غلام یا لونڈی کو آزاد کرنا ہے اور جو ان تینوں میں سے کسی کام کی بھی طاقت نہ پائے تو تین دن کے روزے رکھنا اس کا کفارہ ہے۔ جب تم قسم کھاؤ اور پوری نہ کرو تو یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے اور اپنی قسمیں پوری کر کے ان کی حفاظت کرو جب تک کہ انہیں پورا کرنے میں شرعاً کوئی حرج نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح تم سے اپنی شریعت کے احکام بیان فرماتا ہے تاکہ تم ان پر شکر گزار ہو جاؤ۔ **اہم باتیں:** (1) جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھانا حرام

كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ؕ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ؕ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ

اُن دس کو کپڑے دینا ہے یا ایک مملوک (غلام یا لونڈی) آزاد کرنا ہے تو جو نہ پائے تو تین دن کے روزے یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے

اِذَا حَلَفْتُمْ ؕ وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۸۹

جب قسم کھاؤ اور اپنی قسموں کی حفاظت کرو۔ اسی طرح اللہ تم سے اپنی آیتیں بیان فرماتا ہے تاکہ تم شکر گزار ہو جاؤ○

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ

اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بت اور قسمت معلوم کرنے کے تیر ناپاک شیطانی کام ہی ہیں

الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۹۰ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ

تو ان سے بچتے رہو تاکہ تم فلاح پاؤ○ شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے تمہارے درمیان دشمنی

ہے اور اسے یمین غموس کہتے ہیں، اپنے خیال میں صحیح سمجھ کر حقیقت کے برخلاف قسم کھانا یمین لغو ہے اور یمین منعقدہ یہ ہے کہ کسی آئندہ کے معاملے پر اسے پورا کرنے یا نہ کرنے کی قسم کھائے۔ صحیح معاملے پر کھائی گئی قسم کی حفاظت کا حکم ہے اور اسے توڑنا منع ہے اور اسی قسم کو توڑنے پر کفارہ لازم ہوتا ہے۔ (2) قسم کی حفاظت میں یہ بھی داخل ہے کہ بات بات پر قسم نہ کھائی جائے۔

آیت 90 یہاں چار چیزوں کی نجاست وخباثت کا بیان کر کے ان سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے، چنانچہ فرمایا کہ اے ایمان والو! شراب، جوا، بت اور قسمت معلوم کرنے کے لئے تیر ڈالنا ناپاک اور شیطانی کام ہی ہیں کیونکہ شیطان ہی ان کاموں پر اکساتا ہے تو ان سے بچتے رہو تاکہ تم فلاح و کامیابی پا جاؤ۔ **اہم باتیں:** (1) شراب پینا حرام ہے اور اس کے باعث بہت سے گناہ پیدا ہوتے ہیں۔ حدیثِ پاک میں ہے: شراب ہرگز نہ پیو کہ یہ ہر بدکاری کی اصل ہے۔ (مسند احمد، حدیث: 22136) (2) جوئے کا روپیہ قطعی حرام ہے۔ (3) اَنْصَاب سے مراد وہ پتھر ہیں جن کے پاس کفار اپنے جانور ذبح کرتے تھے یا اس سے مراد بت ہیں کیونکہ انہیں نصب کر کے (گاڑ کر) ان کی پوجا کی جاتی تھی۔ (4) زمانۂ جاہلیت میں کفار نے تین تیر بنائے ہوئے تھے، ان میں سے ایک پر "ہاں" اور دوسرے پر "نہیں" لکھا تھا جبکہ تیسرا خالی تھا۔ جب انہیں کوئی سفر یا اہم کام درپیش ہوتا تو وہ ان تیروں سے پانسے ڈالتے اور جو ان پر لکھا ہوتا اس کے مطابق عمل کرتے۔ پرندوں اور وحشی جانوروں سے برا شگون لینا اور کتابوں وغیرہ سے فال نکالنا بھی اسی میں داخل ہے۔ حدیثِ پاک میں ہے: خط کھینچنا، فال نکالنا اور پرندے اڑا کر شگون لینا جِبْت (یعنی شیطانی کاموں) میں سے ہے۔ (ابو داؤد، حدیث: 3907) (5) کامیابی کے لئے نیک اعمال کرنے کے ساتھ برے اعمال سے بچنا بھی ضروری ہے۔ **درس:** جوا اور شراب تباہی ہیں۔ شراب کی وجہ سے کروڑوں افراد مختلف نقصانات اٹھاتے ہیں، نشے میں ٹریفک حادثات اور مار دھاڑ عام ہے۔ لاکھوں عورتیں شرابی شوہروں کے ظلم و ستم کا نشانہ بنتی ہیں جبکہ جوا بازی اپنی یا دوسرے کی معاشی بربادی کا دوسرا نام ہے۔

آیت 91 یہاں شراب اور جوئے کی تباہی بیان کی ہے کہ شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے تمہارے درمیان دشمنی اور بغض و کینہ ڈال دے کیونکہ یہ دونوں چیزیں شر اور فتنے کا سبب بنتی ہیں، اور شیطان چاہتا ہے کہ تمہیں ان کاموں میں مشغول

وَالْبَغْضَآءَ فِی الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ وَیَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ ۚ فَهَلْ

اور بغض وکینہ ڈال دے اور تمہیں اللہ کی یاد سے اور نماز سے روک دے تو کیا

اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ﴿۹۱﴾ وَاَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا ۚ فَاِنْ تَوَلَّیْتُمْ

تم باز آتے ہو؟○ اور اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور ہوشیار رہو پھر اگر تم پھر جاؤ

فَاعْلَمُوْۤا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ﴿۹۲﴾ لَیْسَ عَلَى الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

تو جان لو کہ ہمارے رسول پر تو صرف واضح طور پر تبلیغ فرما دینا لازم ہے○ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے

الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِیْمَا طَعِمُوْۤا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا

ان پر کھانے میں کوئی گناہ نہیں جب کہ ڈریں اور ایمان رکھیں اور اچھے عمل کریں پھر ڈریں

وَّاٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا ؕ وَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۹۳﴾ ع یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَیَبْلُوَنَّكُمُ ع ۱۲/۲

اور ایمان رکھیں پھر ڈریں اور نیکیاں کریں اور اللہ نیکی کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے○ اے ایمان والو! ضرور اللہ ان شکاروں کے ذریعے

کر کے اللہ تعالیٰ کی یاد اور نماز سے محروم کر دے، تو کیا تم باز آتے ہو؟ (یعنی لوگو! باز آؤ۔) **اہم بات:** جو چیز ذکرِ الٰہی اور نماز سے روکے وہ بری اور چھوڑنے کے قابل ہے۔

آیت 92 ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا حکم مانو اور احکامات و ممنوعات میں ان کی مخالفت کرنے سے ڈرو۔ اگر تم نافرمانی کرو گے تو ہمارے رسول صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا کوئی نقصان نہیں کہ ان کی ذمہ داری حکمِ خدا پہنچانا تھا اور وہ انہوں نے پہنچا دیا البتہ تمہارا نقصان ضرور ہے کہ تم منہ موڑنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی ناراضی اور عذاب کے مستحق ٹھہرو گے۔

آیت 93 **شانِ نزول:** جب شراب حرام کی گئی تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو ان وفات پا جانے والوں کی فکر ہوئی جو شراب حرام نہ ہونے کی وجہ سے پی لیا کرتے تھے، نیز جو صحابہ دیگر شہروں میں موجود ہیں اور انہیں شراب حرام ہونے کا علم نہیں ہوا؛ اب اگر وہ اس لاعلمی کے کچھ عرصہ میں شراب پی لیں تو ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟ اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے وہ اس کھانے پینے پر گنہگار نہیں جو انہوں نے حرمت کا حکم آنے سے پہلے کھایا پیا، اسی طرح جنہیں حرمت کا علم نہیں ہوا وہ بھی حکم کی معلومات ہونے سے پہلے شراب پی لینے کی صورت میں گنہگار نہیں جبکہ وہ شرک سے بچیں، اللہ تعالیٰ پر ایمان لائیں اور اچھے عمل کریں پھر حرمت کے بعد ان چیزوں سے بچیں اور ان کے حرام ہونے پر ایمان رکھیں پھر سارے حرام کاموں سے بچیں اور نیکیاں کریں اور اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔ **اہم بات:** یہاں ''اِتَّقَوْا'' جس کے معنی ڈرنا اور پرہیز کرنا ہیں، تین مرتبہ آیا ہے اور مراد ہے کہ شرک سے بچنا، تمام حرام کاموں اور گناہوں سے بچنا اور شبہات سے بچنا اور یہ بھی مراد ہو سکتا ہے کہ وہ لوگ پہلے بھی گناہوں سے بچتے رہے ہوں، اب بھی بچیں اور آئندہ بھی بچتے رہیں۔

آیت 94 حدیبیہ کے سال جب مسلمان حالتِ احرام میں تھے تب ان کی یہ آزمائش ہوئی کہ شکار کئے جانے والے جانور اور پرندے

اللّٰهُ بِشَیْءٍ مِّنَ الصَّیْدِ تَنَالُهٗۤ اَیْدِیْكُمْ وَ رِمَاحُكُمْ لِیَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ یَّخَافُهٗ بِالْغَیْبِ ۚ

جن تک تمہارے ہاتھ اور نیزے پہنچ سکیں گے تمہارا امتحان کرے گا تاکہ اللہ ان لوگوں کی پہچان کرادے جو اس سے بن دیکھے ڈرتے ہیں

فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۹۴﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا

پھر اس (ممانعت) کے بعد جو حد سے بڑھے تو اس کے لئے درد ناک عذاب ہے○ اے ایمان والو! حالتِ احرام میں

الصَّیْدَ وَ اَنْتُمْ حُرُمٌ ؕ وَ مَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ

شکار کو قتل نہ کرو اور تم میں جو اسے قصداً قتل کرے تو اس کا بدلہ یہ ہے کہ مویشیوں میں سے اسی طرح کا وہ جانور دیدے جس کے شکار کی مثل

یَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْیًۢا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِیْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ

ہونے کا تم میں سے دو معتبر آدمی فیصلہ کریں، یہ کعبہ کو پہنچتی ہوئی قربانی ہو یا چند مسکینوں کا کھانا کفارے میں دے یا اس کے برابر

بڑی کثرت سے آئے اور سواریوں پر چھاگئے حتی کہ انہیں ہاتھ سے پکڑ لینا اختیار میں تھا، اس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا کہ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ ضرور ان شکاروں کے ذریعے تمہارا امتحان کرے گا جن تک تمہارے ہاتھ اور نیزے پہنچ سکیں گے تا کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی پہچان کرادے جو اللہ تعالیٰ کو دیکھے بغیر اس سے ڈرتے اور حالتِ احرام میں شکار سے باز رہتے ہیں پھر اس ممانعت کے بعد جس نے حالتِ احرام میں شکار کیا تو اس کے لئے دردناک عذاب ہے۔ **اہم باتیں:** (1) صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم حکمِ الٰہی کی پابندی میں ثابت قدم رہے اور حالتِ احرام میں شکار نہ کیا اور یہ ان کی عظمت ہے۔ (2) گناہ کے اسباب و مواقع جتنے زیادہ ہوں ان سے بچنے کا ثواب بھی اتنا ہی کثیر ہے، جیسے نوجوان کو پرہیز گاری و پارسائی کا ثواب بوڑھے کی نسبت زیادہ ہے، یونہی جو بُروں کے درمیان نیک رہے وہ نیکوں کے درمیان نیک رہنے والے سے بہتر ہے، لیکن یاد رہے کہ حتی الامکان ایسی صحبت اور مقام سے بچنا ہی چاہیے تا کہ زیادہ تقویٰ کی امید میں کہیں اصل سے ہی نہ چلے جائیں۔

آیت 95 یہاں حالتِ احرام میں شکار کرنے کی ممانعت اور کرنے پر کفارے کا بیان ہو رہا ہے، چنانچہ فرمایا گیا کہ اے ایمان والو! حالتِ احرام میں شکار کو قتل نہ کرو اور تم میں سے جو اسے جان بوجھ کر قتل کردے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ تم میں سے دو عادل شخص وہاں کے حساب سے جو اس کی قیمت بتائیں اس قیمت کا کوئی مویشی یعنی بھیڑ بکری وغیرہ حرم میں ذبح کر کے فقرا میں تقسیم کر دے یا اس قیمت کا غلہ خرید کر مساکین پر صدقہ کر دے، اس صورت میں ہر مسکین کو صدقۂ فطر کی مقدار دے یا اس قیمت کے غلہ میں جتنے صدقے ہو سکتے ہوں ہر صدقہ کے بدلے ایک روزہ رکھے۔ یہ اس لئے لازم ہے تا کہ وہ اپنے کام (یعنی احرام کی تعظیم و حرمت کا پاس نہ رکھنے) کا وبال چکھے۔ احرام والے پر شکار حرام ہونے سے پہلے جس نے شکار کیا اسے تو اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دیا البتہ اب ممانعت کے بعد جو شکار کو قتل کرے گا تو اللہ تعالیٰ اُس سے اِس کا انتقام لے گا اور اللہ تعالیٰ غالب ہے، نافرمانی پر قائم رہنے اور سرکشی کرنے والوں سے بدلہ لینے والا ہے۔ **مسائل:** (1) حالتِ احرام میں خشکی کے وحشی جانور کا شکار کرنا حرام ہے، یونہی شکاری کے لیے اس کی طرف اشارہ کرنا یا کسی بھی طرح شکاری کو بتانا بھی شکار میں داخل اور ممنوع ہے۔ (2) کاٹنے والا کتا، کوا، بچھو، چوہا، اور سانپ کو احادیث میں فَوَاسِق فرمایا گیا اور انہیں مارنے کی اجازت ہے؛ نیز مچھر، پسو، چیونٹی، مکھی وغیرہ کو مارنا جائز ہے۔

صِيَامًا لِّيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ ؕ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ ؕ وَ مَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ ؕ

روزے تاکہ وہ اپنے کام کا وبال چکھے۔ اللہ نے پہلے جو کچھ گزرا اسے معاف فرمادیا اور جو دوبارہ کرے گا تو اللہ اس سے انتقام لے گا

وَ اللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿۹۵﴾ اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَ طَعَامُهٗ مَتَاعًا لَّكُمْ وَ لِلسَّيَّارَةِ ۚ

اور اللہ غالب ہے، بدلہ لینے والا ہے ○ تمہارے اور مسافروں کے فائدے کے لئے تمہارے لئے سمندر کا شکار اور اس کا کھانا حلال کردیا گیا

وَ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْۤ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۹۶﴾

اور جب تک تم احرام کی حالت میں ہو تب تک تم پر خشکی کا شکار حرام کردیا گیا اور اللہ سے ڈرو جس کی طرف تمہیں اٹھایا جائے گا ○

جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ وَ الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَ الْهَدْيَ وَ الْقَلَآئِدَ ؕ

اللہ نے ادب والے گھر کعبہ کو اور حرمت والے مہینے کو اور حرم کی طرف لیجائے جانے والی قربانی کو اور ان جانوروں کو جن کے گلے میں (حج کی قربانی ہونے کی) نشانی لٹکائی ہوئی ہو

ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ وَ اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ

(ان سب کو) لوگوں کے قیام کا ذریعہ بنادیا۔ یہ اس لیے ہیں تاکہ تم یقین کرلو کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور یقین کرلو کہ

شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۹۷﴾ اِعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ وَ اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۹۸﴾ ؕ

اللہ سب کچھ جانتا ہے ○ جان رکھو کہ اللہ سخت عذاب دینے والا بھی ہے اور اللہ بخشنے والا، مہربان بھی ہے ○

آیت 96 یہاں احرام والے کے لئے سمندر (اور دریا) کا شکار حلال ہونے کا بیان ہے، چنانچہ فرمایا کہ مقیم اور مسافر کے فائدے کے لئے تمہارے لئے سمندر (اور دریا) کے ہر شکار سے نفع اٹھانا اور مچھلی پکڑ کر کھانا حلال کردیا گیا، ہاں! جب تک تم حالتِ احرام میں ہو تب تک خشکی کا شکار حرام کردیا گیا ہے۔ شکار کے معاملے میں اس اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس کی طرف تمہیں اٹھایا جائے گا تو وہ تمہیں تمہارے اعمال کا بدلہ دے گا۔ **اہم باتیں:** (1) سمندر (اور دریا) کا شکار وہ ہے جس کی پیدائش سمندر (اور دریا) میں ہو اور خشکی کا وہ جس کی پیدائش خشکی میں ہو۔ (2) احرام کی وجہ سے حرام ہونے والے شکار کی حرمت احرام ختم ہونے پر ختم ہو جاتی ہے مگر حرم کا شکار ہمیشہ ہر شخص کے لئے حرام ہے۔

آیت 97 ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ادب والے گھر کعبہ، حرمت والے مہینے ذوالحج، حرم کی طرف لیجائے جانے والی قربانی اور وہ جانور جن کے گلے میں حج کی قربانی ہونے کی نشانی لٹکائی ہوئی ہو؛ ان سب کو لوگوں کے قیام کا ذریعہ بنایا کہ ان کے ساتھ ان کے دینی اور دنیوی امور قائم ہوتے ہیں کہ دنیوی کاروبار، رزق، روزگار اور دینی عبادات کی ادائیگی ہوتی ہے۔ یہ اس لئے ہیں تاکہ تم یقین کرلو کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب کی مصلحتیں اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور یقین کرلو کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے۔

آیت 98 اس آیت میں وعدہ وعید دونوں ہیں اور آیت کے سیاق و سباق میں معنیٰ یہ بنتا ہے کہ اے لوگو! جان لو کہ اللہ تعالیٰ حرم اور احرام کی حرمت کا لحاظ نہ رکھنے والوں کو سخت عذاب دینے والا ہے اور حرمت کا خیال رکھنے والوں کو بخشنے والا مہربان ہے لہٰذا حرم اور احرام کی حرمت کا لحاظ رکھو۔ **اہم بات:** اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت ''شَدِيْدُ الْعِقَاب'' ذکر کی تاکہ خوف پیدا ہو، پھر صفت ''غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ'' بیان فرمائی تاکہ امید پیدا ہو اور خوف و امید ایمانِ کامل کی نشانیاں ہیں۔

مَاعَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَ مَا تَكْتُمُوْنَ ﴿۹۹﴾ قُلْ لَّا يَسْتَوِي

رسول پر صرف تبلیغ لازم ہے اور اللہ جانتا ہے جو تم ظاہر کرتے اور جو تم چھپاتے ہو○ تم فرمادو کہ گندا اور پاکیزہ

الْخَبِيْثُ وَ الطَّيِّبُ وَ لَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ

برابر نہیں ہیں اگرچہ گندے لوگوں کی کثرت تمہیں تعجب میں ڈالے تو اے عقل والو!تم اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم

ع ۱۳/۳ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ ۚ وَ اِنْ

فلاح پاؤ○ اے ایمان والو! ایسی باتیں نہ پوچھو جو تم پر ظاہر کی جائیں تو تمہیں بری لگیں اور اگر تم انہیں اس وقت

آیت 99 ارشاد فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر جزاء وسزا کے معاملے میں تمہارے سامنے صرف رسالت کی تبلیغ کر دینا لازم ہے اور انہوں نے یہ کام سر انجام دے دیا ہے، لہٰذا حجت پوری اور تم پر ان کی اطاعت لازم ہو چکی ہے اور اب تمارے پاس عذر کی کوئی گنجائش باقی نہ رہی اور یاد رکھو کہ جو کچھ تم ظاہر کرتے اور جو کچھ چھپاتے ہو ان سب کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے لہٰذا جیسے تمہارے اعمال ہوں گی ویسی بارگاہِ الٰہی سے تمہیں جزا ملے گی۔

آیت 100 ارشاد فرمایا کہ اے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم! آپ فرمادیں: گندا اور پاکیزہ برابر نہیں اگرچہ گندے کی کثرت تمہیں بھائے اور تعجب میں ڈالے تو اے عقل والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور کثیر ہونے کے باوجود گندے کو چھوڑ دو اور کم ہونے کے باوجود پاکیزہ کو اختیار کرو تاکہ تم اخروی سعادت حاصل کر کے فلاح پاجاؤ۔ بعض مفسرین نے گندے کی کثرت تعجب میں ڈالنے کا معنی یہ بیان فرمایا ہے کہ دنیاداروں کو مال و دولت کی کثرت اور دنیا کی زیب وزینت بھاتی ہے حالانکہ جو نعمتیں اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں وہ سب سے اچھی اور سب سے زیادہ باقی رہنے والی ہیں کیونکہ دنیا کی زینت و آرائش اور نعمتیں ختم ہو جائیں گی جبکہ وہ نعمتیں ہمیشہ باقی رہیں گی جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں۔

آیت 101 اس آیت کے شان نزول سے متعلق تین روایات ہیں: (1) ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: جسے جو پوچھنا ہو پوچھے۔ حضرت عبد اللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کی: میرا باپ کون ہے؟ فرمایا: حذافہ۔ پھر فرمایا: اور پوچھو! تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اُٹھ کر ایمان و رسالت کا اقرار کیا اور معذرت پیش کی۔ (بخاری، حدیث:540) (2) ایک روایت یہ ہے کہ کچھ لوگ بطورِ استہزا سوال کرتے تھے، کوئی کہتا: میرا باپ کون ہے؟ کوئی پوچھتا: میری اونٹنی گم ہو گئی ہے، وہ کہاں ہے؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (بخاری، حدیث:4622) (3) رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے خطبہ میں حج فرض ہونے کا بیان فرمایا۔ اس پر ایک شخص نے کہا: کیا ہر سال فرض ہے؟ آپ نے سکوت فرمایا۔ سائل نے سوال کی تکرار کی تو ارشاد فرمایا: جو میں بیان نہ کروں اس کے درپے نہ ہو، اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال حج فرض ہو جاتا اور تم نہ کر سکتے۔ (مسلم، حدیث:3257) اس آیت میں فرمایا گیا کہ اے ایمان والو! ایسی باتیں نہ پوچھو جو تم پر ظاہر کی جائیں تو مشقت میں پڑنے کی وجہ سے تمہیں بری لگیں، اگر تم انہیں اس وقت پوچھو گے جبکہ قرآن نازل کیا جارہا ہے یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے زمانہ مبارکہ میں، تو وہ تم پر ظاہر کر دی جائیں گی اور جب ظاہر کی جائیں گی تو تمہیں بری لگیں گی۔ اللہ تعالیٰ تمہارے گزشتہ سوالوں کو معاف کر چکا ہے، دوبارہ اس قسم کے سوال نہ کرو اور اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو بخشنے والا اور حلم والا ہے اسی لیے فوراً سزا نہیں دیتا۔ **اہم باتیں:** (1) رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم خدا کے بتانے سے غیب

تَسْـَٔلُوْا عَنْهَا حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ ؕ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۰۱﴾

پوچھو گے جبکہ قرآن نازل کیا جارہا ہے تو تم پر وہ چیزیں ظاہر کردی جائیں گی اور اللہ ان کو معاف کرچکا ہے اور اللہ بخشنے والا، حلم والا ہے ○

قَدْ سَاَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ اَصْبَحُوْا بِهَا كٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۲﴾ مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ

بیشک تم سے پہلے ایک قوم نے ان اشیاء کے بارے میں سوال کیا تھا پھر اس کا انکار کرنے والے ہوگئے ○ اللہ نے بحیرہ

وَّ لَا سَآئِبَةٍ وَّ لَا وَصِيْلَةٍ وَّ لَا حَامٍ ۙ وَّ لٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ

اور سائبہ اور وصیلہ اور حام کو مقرر نہیں کیا لیکن کافر لوگ اللہ پر جھوٹا بہتان لگاتے ہیں

جانتے ہیں کیونکہ کسی کا حقیقی باپ کون ہے، اس کا تعلق غیب سے ہے نیز آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا بلاقید فرمانا کہ "جو پوچھنا ہو پوچھو" اور پوچھنے والوں کا بھی ہر طرح کی بات پوچھ لینا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ سب کچھ جانتے ہیں اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم بھی یہی سمجھتے تھے۔(2) اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اختیار دیا ہے کہ جس چیز کو فرض فرمائیں وہ فرض ہو جائے گی۔(3) آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم امت پر نہایت شفیق ہیں۔ اگر ایک مرتبہ "ہاں" فرمادیتے تو ہر سال حج کرنا فرض ہو جاتا لیکن امت پر آسانی کے لئے "ہاں" نہیں فرمایا۔(4) جس امر کی شریعت میں ممانعت نہ ہو وہ مباح و جائز ہے۔ حدیثِ پاک میں ہے: حلال وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حلال فرمایا، حرام وہ ہے جسے اس نے اپنی کتاب میں حرام فرمایا اور جس سے سکوت کیا وہ معاف ہے۔(ترمذی، حدیث:1732)

آیت 102 یہاں سابقہ امتوں کے واقعات کی طرف اشارہ کرکے سمجھایا کہ پہلی قوموں نے بھی اپنے انبیا علیہم السلام سے بے ضرورت سوالات کئے اور جب انبیا علیہم السلام نے احکام بیان فرمائے تو وہ انہیں بجانہ لاسکے؛ تو تم سوالات کرنے ہی سے بچو کیونکہ اگر تمہیں تمہارے ہر سوال کا جواب دے دیا گیا تو ہو سکتا ہے کہ کسی سوال کا جواب تمہیں برا لگے۔ **درس:** بے ضرورت سوالات کرنے سے بچنا چاہئے۔

آیت 103 زمانۂ جاہلیت کا دستور تھا کہ جو اونٹنی 5 مرتبہ بچے جنتی اور آخری مرتبہ نر ہوتا تو اس کا کان چیر دیتے، پھر نہ اس پر سواری کرتے، نہ ذبح کرتے اور نہ چارے پانی سے ہنکاتے، اسے بَحِیرَہ کہتے تھے۔ جب سفر درپیش ہوتا یا کوئی بیمار ہوتا تو نذر مانتے کہ اگر سفر سے بخیریت واپس آؤں یا تندرست ہو جاؤں تو میری اونٹنی سائِبَہ ہے، اس اونٹنی سے بھی نفع اُٹھانا حرام جانتے۔ بکری جب سات مرتبہ بچے جنتی اور ساتواں بچہ نر ہوتا تو اسے مرد کھاتے، اگر مادہ ہوتا تو بکریوں میں چھوڑ دیتے اور اگر نر مادہ دونوں ہوتے تو کہتے کہ یہ اپنے بھائی سے مل گئی، اسے وَصِیلَہ کہتے۔ جب نر اونٹ سے 10 مرتبہ اونٹنی کو گابھن کروالیا جاتا تو اسے چھوڑ دیتے، نہ اس پر سواری کرتے نہ کوئی کام لیتے اور نہ چارے پانی سے روکتے، اسے اَلْحَامِی کہتے۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ بَحِیرَہ وہ ہے جس کا دودھ بتوں کے لئے روکتے تھے کوئی اس کا دودھ نہ نکالتا اور سائِبَہ وہ جسے اپنے بتوں کے لئے چھوڑ دیتے تھے کوئی اس سے کام نہ لیتا۔(بخاری، حدیث:3521- مسلم، حدیث:7193) یہ رسمیں زمانۂ جاہلیت سے ابتدائے عہدِ اسلام تک چلی آرہی تھیں اور کفار کا کہنا یہ تھا کہ ہمیں ایسا کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔ اس آیت میں ان رسموں کو باطل کیا گیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسا کرنے کا حکم نہیں دیا بلکہ کفار اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی نسبت کرکے اس پر جھوٹ باندھتے ہیں۔ ان میں سے اکثر بیوقوف ہیں جو اپنے سرداروں کے کہنے سے انہیں حرام سمجھتے اور اتنا شعور نہیں رکھتے کہ جو اللہ اور اس کے رسول نے حرام نہ کیا اسے کوئی حرام نہیں کرسکتا۔ **اہم باتیں:**

وَ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿١٠٣﴾ وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ اِلَى الرَّسُوْلِ

اور ان میں اکثر بے عقل ہیں ○ اور جب ان سے کہا جائے کہ جو اللہ نے نازل فرمایا ہے اس کی طرف اور رسول کی طرف آؤ

قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَ لَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا

تو کہتے ہیں کہ ہمیں وہی کافی ہے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔ کیا اگرچہ ان کے باپ دادا نہ کچھ جانتے ہوں

وَّ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴿١٠٤﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا

اور نہ انہیں ہدایت ہو ○ اے ایمان والو! تم اپنی جانوں کی فکر کرو جب تم ہدایت پر ہو تو گمراہ ہونے والا

اهْتَدَيْتُمْ ؕ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿١٠٥﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

تمہارا کچھ نہ بگاڑے گا اللہ ہی کی طرف تم سب کا لوٹنا ہے پھر وہ تمہیں بتادے گا جو تم کرتے تھے ○ اے ایمان والو!

(1) جانور کی زندگی میں اس پر کسی کا نام پکارنا اسے حرام نہیں کر دیتا۔ ہاں! وقتِ ذبح غیر خدا کا نام پکارنا حرام کر دے گا۔ (2) حلال جانور کو خواہ مخواہ حرام کہنا مشرکین کا طریقہ اور سراسر جہالت ہے۔

آیت 104 ارشاد فرمایا: جب نصیحت کرتے ہوئے مشرکوں سے کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں جو حلال و حرام کے احکام نازل فرمائے ان پر عمل کرو اور رسول اللہ کی بارگاہ میں حاضری دو تاکہ تمہیں حقیقت حال پتا چلے اور تم حلال و حرام میں تمیز کر سکو تو وہ اپنے عناد و سرکشی پر قائم رہتے ہوئے کہتے ہیں: ہمیں وہی دین کافی ہے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔ اس پر فرمایا کہ کیا وہی دین انہیں کافی ہے اگرچہ ان کے باپ دادا دین کی کوئی بات نہ جانتے ہوں اور نہ وہ راہِ ہدایت پر ہوں۔ **درس:** شریعت کے مقابلے میں باپ دادا کی ناجائز و حرام رسم اختیار کرنا کفار کا طریقہ ہے۔ ہمارے ہاں بھی خوشی غمی پر ناجائز و حرام رسمیں یہ کہہ کر کی جاتی ہیں کہ یہ ہمارے خاندان کی روایت ہے۔ ایسے بہانے حرام کو حلال نہیں کر دیتے۔

آیت 105 مسلمان کو کفار کی اسلام سے محرومی پر رنج اور افسوس ہوتا تھا کہ یہ عناد میں مبتلا ہو کر دولتِ اسلام سے محروم رہے ہیں، اس پر اللہ تعالیٰ نے انہیں تسلی دی اور ارشاد فرمایا: اے ایمان والو! تم اپنے آپ کی اصلاح کرنے کی فکر کرو اور اپنی جانوں کو ان کاموں سے بچاؤ جو اللہ تعالیٰ کی ناراضی اور عذابِ آخرت کا سبب بنتے ہیں۔ جب تم خود ہدایت پر ہو اور دوسروں کو نیکی کا حکم دے کر اور برائی سے منع کر کے اپنا فریضہ ادا کر چکے تو تم بری الذمہ ہو؛ گمراہ ہونے والوں کی گمراہی اور جاہلوں کی جہالت تمہارا کچھ نہ بگاڑے گی اور سن لو! کوئی فرمانبردار ہو یا نافرمان، گمراہ ہو یا ہدایت یافتہ تم سب کو روزِ قیامت اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹنا ہے پھر وہ تمہیں تمہارے دنیوی اعمال کے بارے میں بتادے گا اور جیسے اعمال ہوں گے ویسی جزا دے گا۔ **اہم بات:** اس آیت مبارکہ میں جو فرمایا کہ "اپنی جانوں کی فکر کرو" اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ استطاعت کے باوجود دوسروں کو نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

آیت 106 **شانِ نزول:** حضرت بُدَیل رضی اللہ عنہ دو عیسائیوں تمیم بن اَوس داری اور عدی بن بدا کے ساتھ تجارت کے ارادے سے ملکِ شام گئے۔ وہاں پہنچتے ہی بیمار ہو گئے پھر اپنے سامان کی فہرست لکھ کر سامان میں ڈال دی مگر ہمراہیوں کو اطلاع نہ دی۔ جب مرض

Go To Index

شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِيْنَ الْوَصِيَّةِ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ

جب تم میں کسی کو موت آنے لگے تو وصیت کرتے وقت تمہاری آپس کی گواہی (دینے والے) تم میں سے دو معتبر شخص ہوں

اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَيْرِكُمْ اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةُ الْمَوْتِ ط

یا اگر تم زمین میں سفر کر رہے ہو پھر تمہیں موت کا حادثہ آپہنچے تو تمہارے غیروں میں سے دو آدمی (گواہ ہوں)۔

تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْ بَعْدِ الصَّلٰوةِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ اِنِ ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِيْ بِهٖ ثَمَنًا وَّلَوْ كَانَ

تم ان دونوں گواہوں کو نماز کے بعد روک لو پھر اگر تمہیں کچھ شک ہو تو وہ دونوں اللہ کی قسم کھائیں کہ ہم قسم کے بدلے کوئی مال نہ لیں گے اگرچہ

ذَا قُرْبٰى لا وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ اللّٰهِ اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ فَاِنْ عُثِرَ عَلٰٓى اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّآ

قریبی رشتے دار ہو اور ہم اللہ کی گواہی نہ چھپائیں گے۔ (اگر ہم ایسا کریں تو) اس وقت ہم ضرور گنہگاروں میں ہوں گے○ پھر اگر اس بات پر اطلاع ملے کہ وہ

اِثْمًا فَاٰخَرٰنِ يَقُوْمٰنِ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِيْنَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْاَوْلَيٰنِ فَيُقْسِمٰنِ

دونوں گواہ (گواہی میں جھوٹ بول کر) کسی گناہ کے مستحق ہوئے ہیں تو ان کی جگہ ان لوگوں میں سے جن کا حق دبایا گیا میت کے زیادہ قریبی دو (آدمی قسم

کی شدت ہوئی تو تمیم اور عدی کو وصیت کی کہ ان کا تمام سرمایہ مدینہ شریف پہنچ کر اُن کے گھر والوں کے حوالے کر دیں۔ اس کے بعد وفات پا گئے۔ ان دونوں نے سامان دیکھا تو اس میں ایک چاندی کا جام پایا جس پر سونے کا کام کیا ہوا تھا۔ اس میں 300 مثقال چاندی تھی۔ انہوں نے یہ جام غائب کر دیا اور اپنے کام سے فارغ ہونے کے بعد جب مدینہ طیبہ پہنچے تو حضرت بُدَیل رضی اللہ عنہ کا سامان ان کے گھر والوں کے سپرد کر دیا۔ گھر والوں نے سامان کو فہرست کے مطابق چیک کیا لیکن جام نہ ملا۔ اب وہ تمیم اور عدی کے پاس پہنچے اور ان سے جام کے متعلق پوچھا تو انہوں نے لاعلمی ظاہر کی۔ مقدمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے دربار میں پیش ہوا لیکن یہ دونوں انکار پر جمے رہے اور قسم کھالی۔ پھر وہ جام مکہ مکرمہ میں پکڑا گیا، جس شخص کے پاس تھا اُس نے کہا کہ میں نے یہ جام تمیم وعدی سے خریدا ہے۔ جام کے مالک کے گھر والوں میں سے دو شخصوں نے کھڑے ہو کر قسم کھائی کہ ہماری شہادت ان کی شہادت سے زیادہ قبول کی جانے کی مستحق ہے، یہ جام ہمارے فوت ہونے والے شخص کا ہے۔ اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا: اے ایمان والو! جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت قریب آئے اور زندگی کی امید نہ رہے تو اپنوں میں سے دو آدمیوں کو وصیت کا گواہ بنالو، اگر سفر میں ہو اور اپنے آدمی یعنی مسلمان نہ ملیں تو غیر مسلموں کو گواہ بنالو، پھر اگر میت کے ورثا کو وصیت کی گواہی میں شک گزرے تو وہ نمازِ عصر کے بعد گواہوں سے گواہی لیں اور دونوں گواہ یہ اقرار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی قسم کھائیں کہ ہم گواہی کے بدلے کسی سے کوئی مال نہ لیں گے اگرچہ وہ قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو اور نہ ہم گواہی چھپائیں گے یعنی جھوٹی قسم نہ کھائیں گے اور نہ کسی کی خاطر ایسا کریں گے، اگر ہم ایسا کریں تو اس وقت ہم ضرور گنہگاروں میں سے ہوں گے۔ **اہم بات:** آیت میں نماز سے مراد نمازِ عصر ہے۔ سب لوگ چاہے ان کا تعلق کسی بھی دین ومذہب سے ہو اس وقت کی تعظیم کرتے اور اس میں جھوٹی قسم کھانے سے بچتے تھے۔

آیت 107 فرمایا گیا کہ قسم کھانے کے بعد اگر وصیت کے گواہوں کا جھوٹ ثابت ہو جائے جیسے یہاں تمیم وعدی کا ثابت ہوا کہ پیالہ مکہ

بِاللّٰهِ لَشَهَادَتُنَآ اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَمَا اعْتَدَيْنَآ ۖ اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٠٧﴾ ذٰلِكَ

کھانے کے لئے) کھڑے ہوجائیں پھر وہ اللہ کی قسم کھائیں کہ ہماری گواہی (یعنی ہماری قسم) ان کی گواہی سے زیادہ درست ہے اور ہم حد سے نہیں بڑھے (اور

اَدْنٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰى وَجْهِهَآ اَوْ يَخَافُوْٓا اَنْ تُرَدَّ اَيْمَانٌۢ بَعْدَ اَيْمَانِهِمْ ۗ

اگر ایسا کریں تو) اس وقت ہم ظالموں میں ہوں گے ○ یہ اس کے زیادہ قریب ہے کہ وہ گواہ صحیح طریقے سے گواہی ادا کریں یا وہ اس بات سے ڈریں کہ ان کی قسموں

ع ١٤ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاسْمَعُوْا ۗ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿١٠٨﴾ يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ

کے بعد قسموں کو (ورثاء کی طرف) لوٹا دیا جائے گا اور اللہ سے ڈرو اور حکم سنو اور اللہ نافرمانوں کو ہدایت نہیں دیتا ○ جس دن اللہ رسولوں کو جمع فرمائے گا

فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ ۗ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا ۗ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿١٠٩﴾ اِذْ قَالَ اللّٰهُ

پھر فرمائے گا: تمہیں کیا جواب دیا گیا؟ وہ عرض کریں گے، ہمیں کچھ علم نہیں۔ بیشک تو ہی سب غیبوں کا جاننے والا ہے ○ جب اللہ فرمائے گا:

میں پکڑا گیا اور جس شخص کے پاس تھا اس نے بتایا کہ یہ اس نے تمیم وعدی سے خریدا ہے، تو اس صورت میں میت کے وارثوں میں سے دو آدمی قسم کھا کر کہیں کہ یہ دونوں امین جھوٹے ہیں، ہماری گواہی یعنی قسم ان کی گواہی سے زیادہ درست ہے اور ہم حد سے نہیں بڑھے، اگر ہم ایسا کریں گے تو اس وقت ہم ظالموں میں ہوں گے۔ چنانچہ پھر بُدَیل کے ورثا میں سے دو شخص کھڑے ہوئے اور انہوں نے قسم کھائی کہ یہ جام ہمارے مُورِث کا ہے اور ہماری گواہی ان دونوں کی گواہی سے زیادہ ٹھیک ہے۔ اس کے بعد پیالے کا فیصلہ ان کے حق میں کر دیا گیا۔

آیت 108 سابقہ آیت میں جو حکم بیان ہوا کہ گواہ جھوٹے ثابت ہونے کی صورت میں میت کے ورثا قسمیں کھائیں، اس کی حکمت بتائی جارہی ہے کہ گواہ اس طرح کے واقعے میں بغیر خیانت صحیح طور پر گواہی دیں گے یا انہیں اس بات کا خوف ہو گا کہ اگر ہم نے جھوٹی قسمیں کھائیں اور علامات سے ہمارا جھوٹا ہونا ظاہر ہو گیا تو قسمیں میت کے ورثا کی طرف منتقل کر دی جائیں گی اور انہوں نے ہمارے خلاف قسمیں کھالیں تو ہماری قسمیں مسترد ہو جائیں گی یوں ذلت و رسوائی کا سامنا ہو گا۔ اس خوف سے وہ جھوٹی قسمیں نہیں کھائیں گے۔ مزید فرمایا: جھوٹی قسمیں کھانے یا امانت میں خیانت کرنے کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو، حکم سنو اور قبول کرو اور یاد رکھو! اللہ تعالیٰ نافرمانوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ **درس:** فی زمانہ لوگوں کی حالت اتنی ابتر ہے کہ ان کے نزدیک جھوٹی قسم کھانا، جھوٹی گواہی دینا، جھوٹے مقدمات میں پھنسوا کر مسلمان بھائی پر ظلم کرنا عام بات ہے حالانکہ یہ حرام ہے۔ حدیثِ پاک میں ہے: جھوٹے گواہ کے قدم ہٹنے بھی نہ پائیں گے کہ اللہ تعالیٰ اُس کے لیے جہنم واجب کر دے گا۔ (ابن ماجہ، حدیث: 2373)

آیت 109 یہاں روزِ قیامت کا ایک معاملہ بیان ہو رہا ہے کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ تمام رسولوں علیہم السلام کو جمع کرے گا، پھر فرمائے گا: جب تم نے اپنی امتوں کو ایمان کی دعوت دی تھی تو انہوں نے تمہیں کیا جواب دیا تھا؟ رسول علیہم السلام کمالِ ادب کا مظاہرہ کرتے ہوئے علمِ الٰہی کے حضور اپنے علم کو بالکل نظر میں نہ لائیں گے اور معاملہ اللہ تعالیٰ کے علم وعدل کے سپرد کر کے عرض کریں گے: جتنا تو جانتا ہے اس کے مقابلے میں ہمیں کچھ علم نہیں۔ بیشک تو ہی سب غیبوں کا جاننے والا ہے۔

آیت 110 یہاں بھی روزِ قیامت کا ایک معاملہ بیان ہوا، چنانچہ فرمایا گیا: یاد کریں جس دن اللہ تعالیٰ رسولوں کو جمع کرے گا اور جب

يٰعِيۡسَى ابۡنَ مَرۡيَمَ اذۡكُرۡ نِعۡمَتِىۡ عَلَيۡكَ وَعَلٰى وَالِدَتِكَ‌ۘ اِذۡ اَيَّدْتُّكَ بِرُوۡحِ الۡقُدُسِ قف

اے مریم کے بیٹے عیسیٰ ! اپنے اوپر اور اپنی والدہ پر میرا وہ احسان یاد کر، جب میں نے پاک روح سے تیری مدد کی۔

تُكَلِّمُ النَّاسَ فِى الۡمَهۡدِ وَكَهۡلًا‌ ۚ وَاِذۡ عَلَّمۡتُكَ الۡـكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَالتَّوۡرٰٮةَ وَالۡاِنۡجِيۡلَ‌ ۚ

تو گھوارے میں اور بڑی عمر میں لوگوں سے باتیں کرتا تھا اور جب میں نے تجھے کتاب اور حکمت اور توریت اور انجیل سکھائی

وَاِذۡ تَخۡلُقُ مِنَ الطِّيۡنِ كَهَيۡـئَةِ الطَّيۡرِ بِاِذۡنِىۡ فَتَـنۡفُخُ فِيۡهَا فَتَكُوۡنُ طَيۡرًاۢ بِاِذۡنِىۡ

اور جب تو میرے حکم سے مٹی سے پرندے جیسی صورت بناکر اس میں پھونک مارتا تھا تو وہ میرے حکم سے پرندہ بن جاتی

وَتُبۡرِئُ الۡاَكۡمَهَ وَالۡاَبۡرَصَ بِاِذۡنِىۡ‌ ۚ وَاِذۡ تُخۡرِجُ الۡمَوۡتٰى بِاِذۡنِىۡ‌ ۚ وَاِذۡ كَفَفۡتُ

اور تو میرے حکم سے پیدائشی نابینا اور سفید داغ کے مریض کو شفا دیتا تھا اور جب تو میرے حکم سے مردوں کو زندہ کر کے نکالتا اور جب میں نے

بَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ عَنۡكَ اِذۡ جِئۡتَهُمۡ بِالۡبَيِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا مِنۡهُمۡ اِنۡ هٰذَاۤ اِلَّا

بنی اسرائیل کو تم سے روک دیا۔ جب تو ان کے پاس روشن نشانیاں لے کر آیا تو ان میں سے کافروں نے کہا: یہ تو

سِحۡرٌ مُّبِيۡنٌ‏ ﴿۱۱۰﴾ وَاِذۡ اَوۡحَيۡتُ اِلَى الۡحَـوَارِيّٖنَ اَنۡ اٰمِنُوۡا بِىۡ وَبِرَسُوۡلِىۡ‌ ۚ قَالُوۡۤا اٰمَنَّا

کھلا جادو ہے ○ اور جب میں نے حواریوں کے دل میں یہ بات ڈالی کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ تو انہوں نے کہا: ہم ایمان لائے

اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام سے فرمائے گا: اے مریم کے بیٹے عیسیٰ ! اپنے اوپر اور اپنی والدہ پر میرا وہ احسان یاد کر جب میں نے پاک روح یعنی حضرت جبریل علیہ السّلام سے تیری مدد کی اور تو گھوارے میں اور بڑی عمر میں لوگوں سے باتیں کرتا تھا اور جب میں نے تجھے کتاب، حکمت، تورات اور انجیل سکھائی اور جب تو میرے حکم سے مٹی سے پرندے جیسی صورت بنا کر اس میں پھونک مارتا تھا تو وہ میرے حکم سے پرندہ بن جاتی اور تو میرے حکم سے پیدائشی نابینا اور سفید داغ کے مریض کو شفا دیتا تھا اور جب تو میرے حکم سے مردوں کو زندہ کر کے قبروں سے نکالتا اور جب میں نے بنی اسرائیل کے یہودیوں کو تمہیں تکلیف پہنچانے اور قتل کرنے سے روک دیا۔ جب تو ان کے پاس روشن معجزات لے کر آیا تو ان میں سے کافروں نے کہا: جو تم لے کر آئے ہو، یہ تو کھلا جادو ہے۔

آیت 111 مزید فرمایا: وہ وقت یاد کرو کہ جب میں نے حواریوں کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ مجھ پر اور میرے رسول حضرت عیسیٰ علیہ السّلام پر ایمان لاؤ تو انہوں نے کہا: ہم ان دونوں پر ایمان لائے اور اے عیسیٰ ! آپ گواہ ہو جائیں کہ ہم مسلمان ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) حواری حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے مخصوص اور مخلص حضرات کو کہتے ہیں۔ (2) یہاں لفظ ”وحی“ کی نسبت غیر نبی کی طرف ہے اور جب اس کی نسبت غیر نبی کی طرف ہو تو مراد دل میں بات ڈالنا ہوتا ہے اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بعد کسی پر شرعی وحی نہیں آسکتی۔

وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ اِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيْعُ

اور (اے عیسیٰ!) آپ گواہ ہوجائیں کہ ہم مسلمان ہیں ○ یاد کرو جب حواریوں نے کہا: اے عیسیٰ بن مریم! کیا آپ کا رب ایسا کرے گا

رَبُّكَ اَنْ يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ ؕ قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾

کہ ہم پر آسمان سے ایک دستر خوان اُتار دے؟ فرمایا: اللہ سے ڈرو، اگر ایمان رکھتے ہو○

قَالُوْا نُرِيْدُ اَنْ نَّاْكُلَ مِنْهَا وَتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُنَا وَنَعْلَمَ اَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا وَنَكُوْنَ

(حواریوں نے) کہا: ہم یہ چاہتے ہیں کہ اس میں سے کھائیں اور ہمارے دل مطمئن ہوجائیں اور ہم آنکھوں سے دیکھ لیں کہ آپ نے ہم سے سچ فرمایا ہے اور ہم

عَلَيْهَا مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۱۱۳﴾ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ

اس پر گواہ ہوجائیں○ عیسیٰ بن مریم نے عرض کی: اے اللہ! اے ہمارے رب! ہم پر آسمان سے ایک دستر خوان

آیت 112 ارشاد فرمایا: وہ وقت یاد کریں جب حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے عرض کی: اے عیسیٰ! کیا آپ کا رب ہم پر آسمان سے نعمتوں سے بھرپور دستر خوان اتار دے گا؟ ان کی مراد یہ تھی کہ کیا اللہ تعالیٰ اس بارے میں آپ کی دعا قبول فرمائے گا؟ یہ مراد نہیں تھی کہ کیا آپ کا رب ایسا کر سکتا ہے یا نہیں؟ کیونکہ وہ حضرات اللہ تعالیٰ کی قدرت پر ایمان رکھتے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نے ان سے فرمایا: اگر ایمان رکھتے ہو تو اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور تقویٰ اختیار کرو تاکہ یہ مراد حاصل ہو جائے۔ ایک معنی یہ ہے کہ تمام امتوں سے نرالا سوال کرنے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو یا یہ معنی ہے کہ جب قدرتِ الٰہی پر ایمان رکھتے ہو تو ایسے سوال نہ کرو جن سے تردُّد کا شبہ گزر سکتا ہو۔

آیت 113، 114 ان دو آیات میں ذکر ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نے جب حواریوں کو خدا خوفی کا حکم دیا تو انہوں نے عرض کی: ہم تو صرف یہ چاہتے ہیں کہ حصولِ برکت کے لئے آسمانی دستر خوان سے کچھ کھائیں، ہمارا یقین قوی ہو جائے اور قدرتِ الٰہی کو دلیل سے جاننے کے بعد مشاہدے سے اپنے یقین کو مزید پختہ کرلیں۔ حواریوں کی اس درخواست پر حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نے انہیں 30 روزے رکھنے کا حکم دیا اور فرمایا: جب تم ان روزوں سے فارغ ہو جاؤ تو اللہ تعالیٰ سے جو دعا کرو گے، قبول ہو گی۔ انہوں نے روزے رکھ کر دستر خوان اترنے کی دعا کی۔ اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نے غسل کیا، موٹا لباس پہنا، دو رکعت نماز ادا کی اور سرِ مبارک کو جھکا کر روتے ہوئے عرض کی: اے اللہ! اے ہمارے رب! ہم پر آسمان سے ایک دستر خوان اتار دے جو ہمارے موجودہ اور بعد میں آنے والے لوگوں کے لئے عید ہو جائے یعنی ہم اس کے اترنے کے دن کو عید بنائیں نیز وہ تیری طرف سے تیری قدرت اور تیرے رسول (یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السّلام) کے سچے ہونے کی ایک دلیل ہو جائے اور ہمیں رزق عطا فرما اور تو سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔ **اہم بات:** جس روز اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت نازل ہو اس دن کو عید بنانا، خوشیاں منانا، عبادتیں کرنا اور شکرِ الٰہی بجالانا صالحین کا طریقہ ہے اور بیشک نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی تشریف آوری عظیم ترین نعمتِ الٰہی ہے؛ لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی ولادتِ مبارکہ کے دن عید منانا، میلاد شریف پڑھ کر شکرِ الٰہی بجالانا اور فرحت و سرور کا اظہار بہت اچھا، قابلِ تعریف اور اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کا طریقہ ہے۔

السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنْكَ ۚ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ

اُتار دے جو ہمارے لئے اور ہمارے بعد میں آنے والوں کے لئے عید اور تیری طرف سے ایک نشانی ہو جائے اور ہمیں رزق عطا فرما اور تو سب سے بہتر

الرّٰزِقِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ قَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَاِنِّيْٓ اُعَذِّبُهٗ

رزق دینے والا ہے○ اللہ نے فرمایا: بیشک میں وہ تم پر اُتارتا ہوں پھر اس کے بعد جو تم میں سے کفر کرے گا تو بیشک میں اسے وہ عذاب دوں گا

عَذَابًا لَّآ اُعَذِّبُهٗٓ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۱۵﴾ ع وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ ۱۵ ع ۵

کہ سارے جہان میں کسی کو نہ دوں گا○ اور جب اللہ فرمائے گا: اے مریم کے بیٹے عیسیٰ! کیا تم نے لوگوں سے

قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ

کہا تھا کہ اللہ کے سوا مجھے اور میری ماں کو معبود بنالو؟ تو وہ عرض کریں گے: (اے اللہ!) تو پاک ہے۔ میرے لئے ہرگز جائز نہیں

اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ ۗ بِحَقٍّ ؕ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ؕ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَآ وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم

کہ میں وہ بات کہوں جس کا مجھے کوئی حق نہیں۔ اگر میں نے ایسی بات کہی ہوتی تو تجھے ضرور معلوم ہوتی۔ تو جانتا ہے جو میرے دل میں ہے اور میں نہیں

اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۱۱۶﴾ مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِيْ بِهٖٓ اَنِ

جانتا جو تیرے علم میں ہے ۔بیشک تو ہی سب غیبوں کا خوب جاننے والا ہے○ میں نے تو ان سے وہی کہا تھا جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ

آیت 115 اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا قبول کرتے ہوئے فرمایا: بیشک میں وہ دسترخوان تم پر اتارتا ہوں لیکن اس کے نازل ہونے کے بعد تم میں سے جو کفر کرے گا تو بیشک میں اسے وہ عذاب دوں گا کہ سارے جہان میں کسی کو نہ دوں گا۔ چنانچہ آسمان سے دسترخوان نازل ہوا پھر ان میں سے جنھوں نے کفر کیا تو ان کی صورتیں مسخ کر کے انہیں خنزیر بنا دیا گیا اور تین روز میں ہلاک ہو گئے۔

آیت 116 اس آیت میں بھی قیامت کے ایک واقعہ کا بیان ہے کہ بروزِ قیامت عیسائیوں کی سرزنش کے لئے جب اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے فرمائے گا: اے مریم کے بیٹے عیسیٰ! کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا مجھے اور میری ماں کو معبود بنالو؟ یہ خطاب سن کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کانپتے ہوئے عرض کریں گے: اے اللہ! تو ہر عیب اور شریک سے پاک ہے۔ میرے لئے ہرگز جائز نہیں کہ اپنی اور اپنی ماں کی عبادت کی دعوت دوں اور تیرے ساتھ شرک کرنے کا کہوں۔ اگر میں نے ایسی بات کہی ہوتی تو تجھے ضرور معلوم ہوتی کیونکہ تو میرے دل میں چھپی بات تک کو جانتا ہے جبکہ تیرے علم و ارادہ میں موجود چیز کو میں نہیں جانتا۔ بیشک تو ہی سب غیبوں کا خوب جاننے والا ہے۔ **اہم بات:** خود سے علم کی نفی کر کے علم کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنا اور سارا معاملہ اسی کے سپرد کر دینا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عاجزی اور شانِ ادب ہے۔

آیت 117 بارگاہِ الٰہی میں عاجزی کے اظہار کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام عرض کریں گے: میں نے تو ان سے وہی کہا تھا جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا رب ہے؛ نیز میں جب تک ان میں رہا تب تک ان کے احوال سے واقف رہا، انہیں

اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّیْ وَ رَبَّكُمْ ۚ وَ كُنْتُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا مَّا دُمْتُ فِیْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ

اللہ کی عبادت کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے اور میں ان پر مطلع رہا جب تک ان میں رہا، پھر جب تو نے مجھے اٹھالیا

كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْهِمْ ؕ وَ اَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ ﴿۱۱۷﴾ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ

تو تُو ہی ان پر نگاہ رکھتا تھا اور تو ہر شے پر گواہ ہے○ اگر تو انہیں عذاب دے تو وہ

عِبَادُكَ ۚ وَ اِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۱۱۸﴾ قَالَ اللّٰهُ هٰذَا یَوْمُ یَنْفَعُ

تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے تو بیشک تو ہی غلبے والا، حکمت والا ہے○ اللہ نے فرمایا: یہ (قیامت) وہ دن ہے جس میں سچوں کو ان کا سچ

تیرے حکم پر عمل کرنے اور نافرمانی سے باز رہنے کا کہتا رہا، پھر جب تو نے مجھے آسمان کی طرف اٹھالیا تو تُو ہی ان پر نگاہ رکھتا اور ان کے اعمال کا نگہبان تھا اور تو جانتا ہے، جو میں نے اِن سے کہا اور جو کچھ اِنہوں نے میرے بعد کہا اور کیا۔ **اہم بات:** آیت میں لفظ ''تَوَفَّیْتَنِیْ'' سے قادیانی حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی وفات پر استدلال کرتے ہیں۔ ان کا یہ استدلال غلط ہے کیونکہ لفظ ''تَوَفّی'' موت کے لئے خاص نہیں بلکہ کسی شے کو پورے طور پر لینے کو کہتے ہیں خواہ وہ موت کے بغیر ہو، نیز جب یہ سوال وجواب روزِ قیامت کا ہے تو اگر لفظ ''تَوَفّی'' موت کے معنی میں بھی فرض کرلیا جائے پھر بھی حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کا آسمان سے زمین پر تشریف لانے سے پہلے وفات پانا اس سے ثابت نہیں ہوسکتا۔

آیت 118 حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو معلوم ہوگا کہ قوم میں بعض لوگ کفر پر قائم رہے، اس لئے آپ عرض کریں گے: اے اللہ! ان میں سے جو کافر رہے؛ انہیں اگر تو عذاب دے تو وہ تیرے بندے اور تو ان کا حقیقی مالک ہے، تیرا انہیں عذاب دینا بالکل حق اور عدل ہے کیونکہ انہوں نے پوری طرح سمجھا دینے کے بعد کفر کیا اور ان میں سے جو ایمان لائے؛ اگر تو انہیں بخش دے تو یہ تیرا فضل و رحمت ہے۔ بیشک تو ہی غلبے والا ہے کہ جس کے عذاب کو کوئی روک نہیں سکتا اور تیرا ہر کام حکمت سے بھرپور ہے۔ **اہم بات:** اس آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی اپنی امت پر شفقت کا ذکر ہے، اسی مناسبت سے یہاں سید المرسلین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی اپنی امت پر شفقت کا حال ملاحظہ ہو، چنانچہ مسلم شریف کی حدیث میں ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے یہ آیت پڑھی ''اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ''، پھر دست دعا بلند کیے اور روتے ہوئے عرض کی: اے اللہ! میری امت، میری امت۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے جبریل! محمد کے پاس جاؤ اور ان سے معلوم کرو (حالانکہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے) کہ ان پر اس قدر گریہ کیوں طاری ہے؟ حضرت جبریل علیہ السّلام حاضر ہوئے اور معلوم کرکے بارگاہِ الٰہی میں جواب عرض کردیا (حالانکہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے)۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے جبریل! محمد کے پاس جاؤ اور ان سے کہو: آپ کی امت کی بخشش کے معاملے میں ہم آپ کو راضی کر دیں گے اور آپ کو رنجیدہ نہیں کریں گے۔ (مسلم، حدیث:499)

آیت 119 حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی عرض کے بعد اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: یہ قیامت کا دن؛ وہ دن ہے جس میں (دنیا کے اندر) سچ بولنے والوں کو ان کا سچ نفع دے گا (کیونکہ عمل کا مقام دنیا ہے اور آخرت جزا ملنے کا دن ہے۔) مزید فرمایا: ان کے لئے وہ باغ ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، وہ ہمیشہ ہمیشہ اِن میں رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اطاعت وفرمانبرداری سے راضی ہوا اور وہ اللہ تعالیٰ کے ثواب سے راضی ہوئے اور رب کی رضا پالینا ہی بڑی کامیابی ہے۔

الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ ؕ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ

نفع دے گا ان کے لئے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، وہ ہمیشہ ہمیشہ اس میں

اَبَدًا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۱۹﴾ لِلّٰهِ

رہیں گے، اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔ یہی بڑی کامیابی ہے○ آسمانوں

ع ١٦ ٥ ٦ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا فِيْهِنَّ ؕ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۲۰﴾ ع

اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے سب کی سلطنت اللہ ہی کے لئے ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے○

اٰیاتها ١٦٥ | ٦ سُوْرَةُ الْاَنْعَامِ مَكِّيَّةٌ ٥٥ | رکوعاتها ٢٠

سورۂ انعام مکیہ ہے، اس میں ایک سو پینسٹھ آیتیں اور بیس رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

آیت 120 ارشاد فرمایا کہ آسمانوں، زمین اور جو کچھ ان میں ہے سب کا بادشاہ صرف اللہ تعالیٰ ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السّلام اور ان کی والدہ بھی اسی بادشاہت میں خدا کے محتاج اور بندے ہیں تو جو کسی کے تابع ہو اور بندہ ہو؛ وہ خدا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ مزید فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے، اس لئے وہ سچوں کو ثواب اور جھوٹوں کو عذاب دینے پر بھی قدرت رکھتا ہے۔

سورۂ انعام کا تعارف یہ ایک لمبی سورت ہے لیکن پوری کی پوری ایک ہی رات میں مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اور ایک روایت کے مطابق اس کی 6 آیات مدینہ منورہ میں اور باقی سورت ایک ہی مرتبہ مکہ میں نازل ہوئی۔ اس میں 165 آیتیں اور 20 رکوع ہیں۔ اس سورت میں ان مشرکین کا رد ہے جو اپنے مویشیوں میں بتوں کو حصہ دار ٹھہراتے اور خود سے کچھ جانوروں کو حلال اور کچھ کو حرام سمجھتے تھے اور چونکہ عربی میں مویشیوں کو اَنْعَام کہتے ہیں اس مناسبت سے اس سورت کا نام ''سُوْرَۃُ الْاَنْعَام'' رکھا گیا ہے۔ **سورۂ انعام سے متعلق حدیث:** حدیثِ پاک میں ہے: سورۂ انعام نازل ہوئی اور اس کے ساتھ بلند آواز سے تسبیح کرتی ہوئی فرشتوں کی ایک جماعت تھی جس سے زمین و آسمان کے کنارے بھر گئے اور زمین ان فرشتوں کی وجہ سے ہلنے لگی۔ (شعب الایمان، حدیث: 2433) **خلاصۂ مضامین:** اس سورت میں بنیادی عقائد جیسے اللہ تعالیٰ کے وجود، وحدانیت، صفات، قدرت، وحی، رسالت، مرنے کے بعد زندہ کئے جانے، بروزِ قیامت اعمال کا حساب ہونے اور جزا ملنے کو دلائل سے ثابت کیا گیا؛ نیز سابقہ امتوں کی اجڑی بستیاں اور ان پر نازل کئے گئے عذاب کے آثار دیکھ کر عبرت حاصل کرنے، ذبح کے احکام، والدین کے ساتھ بھلائی کرنے، ظاہری و باطنی بے حیائیوں اور قتلِ ناحق سے بچنے کا حکم، حضرت ابراہیم علیہ السّلام اور ان کی قوم کا واقعہ نیز قرآن اور دینِ اسلام کی فضیلت کا بیان ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ جَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَ النُّوْرَ ۬ؕ ثُمَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے آسمان اور زمین پیدا کئے اور اندھیروں اور نور کو پیدا کیا پھر (بھی) کافر لوگ

بِرَبِّهِمْ یَعْدِلُوْنَ ۝۱ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِیْنٍ ثُمَّ قَضٰۤی اَجَلًا ؕ وَ اَجَلٌ مُّسَمًّی

اپنے رب کے برابر ٹھہراتے ہیں ○ وہی ہے جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر ایک مدت کا فیصلہ فرمایا اور ایک مقررہ مدت

عِنْدَهٗ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ ۝۲ وَ هُوَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ وَ فِی الْاَرْضِ ؕ یَعْلَمُ سِرَّكُمْ

اسی کے پاس ہے پھر تم لوگ شک کرتے ہو ○ اور وہی اللہ آسمانوں میں اور زمین میں (لائقِ عبادت) ہے۔وہ تمہاری ہر پوشیدہ اور ظاہر بات کو

وَ جَهْرَكُمْ وَ یَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ ۝۳ وَ مَا تَاْتِیْهِمْ مِّنْ اٰیَةٍ مِّنْ اٰیٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا

جانتا ہے اور وہ تمہارے سب کام جانتا ہے ○ اور ان کے پاس ان کے رب کی نشانیوں میں سے کوئی بھی نشانی نہیں آتی مگر یہ اس

آیت 1 فرمایا: تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے آسمانوں اور زمین، اندھیروں اور نور کو پیدا کیا جو قدرتِ الٰہی کی عظیم نشانیوں پر مشتمل ہیں لیکن یہ سب جاننے اور دیکھنے کے باوجود کفار کا حال یہ ہے کہ وہ صرف خدائے واحد کی عبادت کرنے کی بجائے پتھروں وغیرہا کو پوجتے اور انہیں رب تعالیٰ کے برابر ٹھہراتے ہیں حالانکہ یہ خود اقرار کرتے ہیں کہ آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ **اہم باتیں:** (1) ہر اندھیرا خواہ وہ رات کا ہو، کفر کا ہو یونہی ہر روشنی خواہ وہ دن کی ہو، ایمان وہدایت کی ہو، سب کو اللہ تعالیٰ ہی نے پیدا فرمایا ہے اور اگرچہ اچھی بری ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہے لیکن حکم یہ ہے کہ جو اچھا کام کرے اسے اللہ تعالیٰ کی جانب سے کہے اور جو برائی سرزد ہو اسے اپنے نفس کی کرتوت تصور کرے۔(2) ظُلُمَات یعنی اندھیرے جمع اور نور واحد ذکر فرمانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ باطل کی راہیں بہت زیادہ اور راہِ حق صرف ایک دینِ اسلام ہے۔

آیت 2 مشرک کہتے تھے کہ جب ہم گل کر مٹی ہو جائیں گے پھر کیسے زندہ کئے جائیں گے! انہیں بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہی تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا فرمایا جن کی نسل سے تم پیدا ہوئے؛ پھر اسی نے پیدائش سے موت تک کی تمہاری مدت مقرر کر دی جس کے پورا ہونے پر تم مر جاؤ گے اور مرنے کے بعد اٹھائے جانے کی ایک مقررہ مدت بھی اسی کے پاس ہے، زندگی موت کے اس چلتے ہوئے سلسلے کو دیکھنے کے باوجود اے کافرو! پھر بھی تم قیامت میں دوبارہ زندہ کئے جانے میں شک کرتے ہو حالانکہ جو پہلی بار پیدا کرنے پر قادر ہے وہ دوبارہ زندہ کرنے پر بدرجہ اولیٰ قادر ہے۔

آیت 3 اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کے بعد یہاں اس کے تنہا حقیقی معبود ہونے اور خدا کے کامل علم کا ذکر ہے، چنانچہ فرمایا کہ وہی اللہ آسمانوں اور زمین میں عبادت کا حق دار ہے۔ آیت کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمینوں میں رہتا ہے؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ مکان میں رہنے، اس میں محدود ہونے سے پاک ہے بلکہ یہ مراد ہے کہ زمین و آسمان، ہر جگہ اس کی عبادت ہو رہی ہے، ہر جگہ وہی معبودِ حقیقی ہے اور ہر جگہ اسی کی سلطنت و حکومت ہے اور اس کے علم کی شان یہ ہے کہ وہ تمہاری ہر پوشیدہ اور ظاہر بات اور تمہارے کیے ہوئے اچھے برے سب کام جانتا ہے۔

آیت 4 مشرکین مکہ خدا کے ساتھ بھی کفر کرتے تھے اور خدا کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور نشانیوں کے ساتھ بھی۔ یہاں دوسری قسم

عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ﴿۴﴾ فَقَدْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ؕ فَسَوْفَ يَاْتِيْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا

سے منہ پھیر لیتے ہیں ○ تو بیشک انہوں نے حق کو جھٹلایا جب ان کے پاس آیا تو عنقریب ان کے پاس اس کی خبریں آنے والی ہیں جس کا یہ

بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۵﴾ اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ

مذاق اڑاتے تھے ○ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی قوموں کو ہلاک کر دیا، انہیں ہم نے زمین میں وہ قوت وطاقت عطا فرمائی تھی

مَا لَمْ نُمَكِّنْ لَّكُمْ وَاَرْسَلْنَا السَّمَآءَ عَلَيْهِمْ مِّدْرَارًا ۪ وَّجَعَلْنَا الْاَنْهٰرَ تَجْرِيْ

جو تمہیں نہیں دی اور ہم نے ان پر موسلا دھار بارش بھیجی اور ان کے نیچے نہریں بہا دیں

کے متعلق فرمایا: کفارِ مکہ کا حال یہ ہے کہ جب بھی ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے قرآنِ مجید کی کوئی آیت آتی ہے؛ یا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے معجزات میں سے کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو یہ اسے جھٹلاتے اور اس کا مذاق اڑاتے ہوئے اس سے منہ پھیر لیتے ہیں۔

آیت 5 ارشاد فرمایا: **تو بیشک انہوں نے حق کو جھٹلایا۔** یہاں حق سے مراد قرآنِ مجید کی آیات ہیں یا نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی رسالت اور آپ کے معجزات ہیں کہ جب بھی قرآن کی آیتیں کفارِ مکہ کے سامنے آتیں یا نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم انہیں معجزات دکھاتے یا کچھ سمجھاتے تو وہ آپ کو جھٹلا دیتے۔ اس پر فرمایا کہ عنقریب ان کافروں کے پاس قیامت یا دنیا کے عذاب کی خبریں حقیقت بن کر سامنے آجائیں گی جن کا یہ مذاق اڑاتے تھے اور انہیں معلوم ہو جائے گا کہ وہ کیسی سچی اور بڑی خبر ہے اور اس کی ہنسی بنانے، مذاق اڑانے کا انجام کیسا خوفناک ہے۔

آیت 6 یہاں سے کفارِ مکہ کو سابقہ قوموں کا عبرتناک انجام بتا کر نصیحت کی جا رہی ہے، چنانچہ فرمایا: کیا شام اور دیگر ممالک کی طرف سفر کے دوران کفارِ مکہ نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی قوموں کو ہلاک کر دیا۔ اے اہلِ مکہ! ہم نے انہیں زمین میں وہ قوت وطاقت عطا فرمائی تھی جو تمہیں نہیں دی اور جب ضرورت کے وقت ہم نے ان پر موسلا دھار بارش بھیجی جس سے ان کی کھیتیاں سرسبز وشاداب ہوئیں، نیز ان کے درختوں، رہائش گاہوں اور محلات کے قریب نہریں جاری کر دیں جس سے باغوں نے پرورش پائی، پھلوں کی کثرت ہوئی اور دنیاوی زندگی کے لئے عیش وراحت کے اسباب مسلسل دستیاب ہوتے رہے لیکن جب انہوں نے انبیا علیہم السّلام کو جھٹلایا اور ان کی نبوت کا انکار کیا تو ہم نے ان کے گناہوں کی وجہ سے انہیں ہلاک کر دیا، ان کی یہ شان وشوکت اور ساز وسامان انہیں ہلاکت سے نہ بچا سکے اور ان کے بعد ہم نے دوسری قومیں پیدا کر دیں اور اِنہیں اُن کا جانشین بنا دیا۔ ان کا عبرت ناک انجام دیکھ کر تم بھی کچھ نصیحت حاصل کرو اور سابقہ کفار کی روش اختیار نہ کرو ورنہ تم پر بھی ان جیسا ہی عذاب آسکتا ہے۔ **درس:** اس آیت میں نصیحت ہے کہ سابقہ قوموں سے عبرت حاصل کر کے خوابِ غفلت سے بیدار ہوں اور ایمان، اطاعت، عبادت اور نیک کاموں میں مصروف ہو جائیں۔ نیز معلوم ہوا کہ مال ودولت اور سہولیات کی کثرت رضائے الٰہی کی علامت نہیں، اس سے ان لوگوں کو درس حاصل کرنا چاہئے جو مسلمانوں کے مقابلے میں کفار کی دنیوی ترقی، سائنسی مہارت، سہولیات کی کثرت، مال ودولت کی فراوانی دیکھ کر انہیں بارگاہِ الٰہی میں مقبول اور مسلمانوں کو مردود سمجھتے اور اخلاق و کردار میں مسلمانوں کو ان کی تقلید کا مشورہ دیتے ہیں۔ کفار کی یہ دنیوی کامیابی مقبولیت کی نہیں بلکہ مہلت کی دلیل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کہ وہ کافروں کی جلد پکڑ نہیں فرماتا بلکہ انہیں مہلت اور آسائشیں دیتا، پھر انہیں اپنے عذاب میں مبتلا کرتا ہے۔

مِنْ تَحْتِهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ ۝۶ وَلَوْ نَزَّلْنَا

پھر ان کے گناہوں کی وجہ سے انہیں ہلاک کردیا اور ان کے بعد دوسری قومیں پیدا کردیں ○ اور اگر ہم کاغذ میں کچھ لکھا ہوا

عَلَیْكَ كِتٰبًا فِیْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَیْدِیْهِمْ لَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ۝۷

آپ پر اتار دیتے پھر یہ اسے چھو لیتے تب بھی کافر کہہ دیتے کہ یہ تو کھلا جادو ہے ○

وَقَالُوْا لَوْلَاۤ اُنْزِلَ عَلَیْهِ مَلَكٌ ؕ وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِیَ الْاَمْرُ ثُمَّ

اور (کافروں نے) کہا: ان پر آسمان سے کوئی فرشتہ کیوں نہ اتار دیا گیا حالانکہ اگر ہم کوئی فرشتہ اتارتے تو فیصلہ کردیا جاتا پھر انہیں

لَا یُنْظَرُوْنَ ۝۸ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّ لَلَبَسْنَا عَلَیْهِمْ مَّا یَلْبِسُوْنَ ۝۹

مہلت نہ دی جاتی ○ اور اگر ہم نبی کو فرشتہ بنادیتے تو بھی اسے مرد ہی بناتے اور ان پر وہی شبہ ڈال دیتے جس میں اب پڑے ہیں ○

آیت 7 **شانِ نزول:** نضر بن حارث، عبد اللہ بن اُمَیَّہ اور نوفل بن خویلد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے کہا: ہم آپ پر ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک آپ ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے کتاب نہ لائیں جس کے ساتھ چار فرشتے ہوں، وہ گواہی دیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور آپ اس کے رسول ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور بتایا گیا کہ یہ سب ان کے حیلے بہانے ہیں۔ اگر ہم کاغذ پر لکھی ہوئی کتاب بھی آپ پر اتار دیتے اور وہ اسے اپنے ہاتھوں سے چھو کر دیکھ لیتے تب بھی یہی کہتے کہ ان کی نظر بندی کر دی گئی ہے، کتاب اترتی نظر تو آئی لیکن حقیقت میں کچھ نہیں تھا؛ جیسے انہوں نے چاند دو ٹکڑے ہونے کے معجزے کو جادو بتایا اور ایمان نہ لائے۔

آیت 8 مشرکین نے مزید کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم پر آسمان سے کوئی فرشتہ کیوں نہ اتار دیا گیا جسے ہم دیکھتے؟ اس پر فرمایا گیا کہ اگر اللہ تعالیٰ فرشتہ اتار دیتا اور کافر پھر بھی ایمان نہ لاتے تو ان پر عذاب لازم ہو جاتا؛ پھر انہیں مہلت نہ ملتی کیونکہ سنتِ الٰہیہ ہے کہ جب کفار اجتماعی طور پر کوئی نشانی طلب کریں اور نشانی کے ظاہر ہونے کے بعد بھی ایمان نہ لائیں تو انہیں ہلاک کر دیا جاتا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) نبی پاک صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم پر ایک کیا بہت سے فرشتے نازل ہوتے تھے اور بسا اوقات انسانی شکل میں حاضر ہوتے جنہیں صحابہ بھی دیکھتے تھے۔ کفار کا مطالبہ خود دیکھنے اور اصلی حالت میں دیکھنے کا تھا۔ (2) اگر سب لوگ کسی عام نشانی کا مطالبہ کریں تو اس کے پورا ہونے کے بعد ایمان نہ لانے کی صورت میں عذاب نازل ہوتا، نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے معجزات کو مختلف مواقع پر سب نے نہیں بلکہ مختلف لوگوں ہی نے دیکھا، اس لئے ان کے انکار پر عذاب نہ اترا جیسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے چاند کے دو ٹکڑے ہونے کا مطالبہ مخصوص لوگوں نے کیا جو پورا ہوا لیکن یہ نشانی سب نے نہیں دیکھی کہ یہ رات کا واقعہ ہے۔ اس لئے مطالبہ کرنے والوں پر عذاب نازل نہ ہوا۔

آیت 9 بہت سے کافر رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو اپنی طرح کا بشر کہہ کر ایمان سے محروم رہے اور انہوں نے کہا کہ کوئی فرشتہ ہی رسول بن کر کیوں نہیں آجاتا۔ اِس پر انہیں انسانوں میں سے رسول بھیجنے کی حکمت بتائی گئی کہ خدا کے رسول سے فیض اٹھانے کی یہی صورت ہے کہ وہ انسانی صورت میں آئے کیونکہ فرشتے کو اس کی اصل صورت میں دیکھنے کی تو لوگوں میں طاقت نہیں، دیکھتے ہی ہیبت سے بے ہوش ہو جاتے یا مر جاتے؛ اس لئے اگر بالفرض رسول فرشتہ ہی بنایا جاتا تو بھی اسے مرد ہی بنایا جاتا اور صورتِ انسانی ہی میں بھیجا جاتا تاکہ یہ لوگ اسے دیکھ سکیں، اور اسے سن سکیں اور جب فرشتہ صورتِ بشری میں آتا تو انہیں پھر وہی کہنے کا موقع باقی رہتا کہ یہ تو ہماری طرح بشر ہے۔

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ

اور اے حبیب! بیشک تم سے پہلے رسولوں کے ساتھ بھی مذاق کیا گیا تو وہ جو ان میں سے (رسولوں کا) مذاق اڑاتے تھے ان پر ان کا

يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۱۰﴾ قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۱﴾

مذاق ہی اتر آیا۔ تم فرمادو: زمین میں سیر کرو پھر دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا؟

قُلْ لِّمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلْ لِّلّٰهِ ؕ كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ؕ لَيَجْمَعَنَّكُمْ

تم فرماؤ کس کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے؟ فرمادو: اللہ ہی کا ہے اس نے اپنے ذمۂ کرم پر رحمت لکھ لی ہے۔ بیشک وہ ضرور تمہیں قیامت کے

اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲﴾

دن جمع کرے گا جس میں کچھ شک نہیں۔ وہ جنہوں نے اپنی جانوں کو نقصان میں ڈالا ہوا ہے تو وہ ایمان نہیں لاتے

آیت 10 کفار نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مذاق اڑاتے جس پر فرمایا گیا کہ آپ رنجیدہ نہ ہوں، کفار کا پہلے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ بھی یہی دستور تھا، ان کا بھی مذاق اڑایا گیا تو جو مذاق اڑاتے تھے ان کا نہایت بھیانک انجام ہوا اور وہ مبتلائے عذاب ہوئے۔ کفار مکہ کے ساتھ بھی یہی ہوا کہ جنہوں نے توبہ نہ کی وہ مختلف مواقع پر ہلاک ہو گئے۔

آیت 11 ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! آپ عذاب کا مذاق اڑانے والوں سے فرما دیں: عبرت حاصل کرنے کے لئے تم لوگ زمین کے ان خطوں کی طرف جاؤ جہاں پچھلی قومیں عذاب کا شکار ہوئیں، پھر وہ جگہیں دیکھو کہ ان لوگوں کا کیسا برا انجام ہوا جنہوں نے اپنے رسولوں کو جھٹلایا۔ **اہم بات:** خوفِ خدا حاصل کرنے کے لئے عذاب والی جگہ بہتر موثر ثابت ہوتی ہے کیونکہ مشاہدے کا اثر زیادہ ہوتا ہے نیز جیسے عذاب کی جگہ دیکھنے سے خوف پیدا ہوتا ہے اسی طرح رحمت کی جگہ دیکھنے سے عبادت کی رغبت اور اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہوتی ہے لہٰذا رحمتِ الٰہی دیکھنے کے لئے بزرگوں کے آستانوں اور مزارات پر جاکر دیکھنا بھی بہتر ہے تاکہ اطاعتِ الٰہی کا شوق پیدا ہو۔

آیت 12 فرمایا کہ اے حبیب! آپ ان سے پوچھیں کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، اس کا حقیقی مالک کون ہے؟ اولاً تو وہ خود ہی یہ کہیں گے کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کا ہے کیونکہ ان کا بھی یہی عقیدہ تھا اور اگر وہ یہ جواب نہ دیں تو آپ خود ا نہیں جواب دیں کہ سب کا حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے کیونکہ اس کے علاوہ دوسرا کوئی جواب ہو ہی نہیں سکتا اور نہ ہی وہ اس جواب کی مخالفت کر سکتے ہیں کیونکہ جن بتوں کی وہ پوجا کرتے ہیں وہ تو بے جان اور بے اختیار ہیں، جبکہ آسمان وزمین کا مالک وہی ہو سکتا ہے جو حی و قیوم، ازلی وابدی، قادرِ مطلق، ہر شے پر متصرف اور حکمران ہو اور تمام چیزیں اس کے پیدا کرنے سے وجود میں آئی ہوں اور وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں۔ مزید فرمایا: اس نے اپنے فضل واحسان سے بندوں پر رحمت کا وعدہ فرمالیا ہے اسی لیے وہ گناہگاروں کی سچی توبہ قبول فرماتا ہے اور توبہ کے لئے مہلت دیتا ہے۔ **بیشک وہ ضرور تمہیں تمہارے اعمال کی جزا دینے کے لئے بروزِ قیامت جمع فرمائے گا جس میں کسی طرح کا کوئی شک نہیں** اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کو اختیار کیا اور اسی پر اصرار کر کے اپنی جانوں کو نقصان میں ڈالا ہوا ہے تو وہ ایمان نہیں لاتے۔

Go To Index

وَلَهٗ مَا سَكَنَ فِي الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ؕ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿١٣﴾ قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا

اور سب کچھ اسی کا ہے جو رات اور دن میں بستا ہے اور وہی سننے والا جاننے والا ہے ○ تم فرماؤ: کیا کسی اور کو اس اللہ کے سوا والی بنالوں

فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ ؕ قُلْ اِنِّيْۤ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ

جو آسمانوں اور زمین کا پیدا فرمانے والا ہے؟ اور وہ کھلاتا ہے اور وہ خود کھانے سے پاک ہے۔ تم فرماؤ: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلے

مَنْ اَسْلَمَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿١٤﴾ قُلْ اِنِّيْۤ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ

فرمانبرداری کے لئے گردن جھکاؤں اور تو ہرگز شرک کرنے والوں میں سے نہ ہونا○ تم فرماؤ: اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو مجھے بڑے دن کے

يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿١٥﴾ مَنْ يُّصْرَفْ عَنْهُ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمَهٗ ؕ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ ﴿١٦﴾

عذاب کا ڈر ہے○ اس دن جس سے عذاب پھیر دیا گیا تو ضرور اس پر اللہ نے رحم فرمایا اور یہی کھلی کامیابی ہے○

وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ؕ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ

اور اگر اللہ تجھے کوئی برائی پہنچائے تو اس کے سوا اس برائی کو کوئی دور کرنے والا نہیں اور اگر اللہ تجھے بھلائی پہنچائے تو وہ ہر

آیت 13 یہاں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی ایک اور دلیل بیان کی گئی ہے کہ رات اور دن میں بسنے والی یا سکون حاصل کرنے والی کائنات کی ہر چیز یعنی تمام موجودات اسی کی ملک ہیں۔ وہ سب کا خالق، مالک اور رب ہے۔ وہی ان کی ہر بات اور آواز سننے والا اور ان کا ہر پوشیدہ کام اور تمام احوال جاننے والا ہے، اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔

آیت 14 **شانِ نزول:** کفارِ عرب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے کہا کہ آپ اپنے ملک والوں یعنی اہلِ عرب کے دین کی طرف آجائیں اور توحید کا ذکر چھوڑ دیں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا کہ اے حبیب! آپ ان کفار کو جواب دیں: کیا میں اس اللہ کے علاوہ کسی اور کو اپنا والی بنالوں جو آسمانوں اور زمین کو سابقہ کسی مثال کے بغیر ابتداء سے پیدا فرمانے والا ہے اور اس کی شان یہ ہے کہ وہ سب کو کھلاتا ہے جبکہ خود کھانے سے پاک ہے، ساری مخلوق اس کی محتاج ہے اور وہ سب سے بے نیاز ہے؛ لٰہذا ایسے خالق ومالک، رحیم و کریم کو میں تو ہرگز نہیں چھوڑ سکتا۔ اس نے تو مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں سب سے پہلے فرمانبرداری کے لئے گردن جھکاؤں کیونکہ نبی اپنی اُمت سے دین میں آگے ہوتے ہیں اور اس نے یہ حکم دیا ہے کہ میں شرک سے پاک رہوں۔

آیت 15 مزید فرمایا: اے حبیب! آپ ان کفار سے کہہ دیں کہ اگر میں اپنے رب کے حکم پر عمل نہ کرکے اور اس کے منع کردہ کام کو سر انجام دے کر اس کی نافرمانی کروں تو مجھے بڑے دن یعنی قیامت کے عذاب کا ڈر ہے۔

آیت 16 فرمایا کہ اس دن جسے عذاب سے نجات دے دی گئی تو ضرور اس پر اللہ تعالیٰ نے رحم فرمایا اور یہ عذاب سے نجات ہی کھلی کامیابی ہے۔ **اہم بات:** اس آیت سے معلوم ہوا کہ بروزِ قیامت عذاب سے نجات اللہ تعالیٰ کے رحم وکرم سے ہی ملے گی، صرف اپنے اعمال اس کے لئے کافی نہیں کیونکہ اعمال سبب ہیں۔

آیت 17 فرمایا کہ اے انسان! اگر اللہ تعالیٰ تجھے کسی طرح کی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا کوئی اسے دور کرنے والا نہیں ہے اور اگر وہ

شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۱۷﴾ وَ هُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ ؕ وَ هُوَ الْحَكِیْمُ الْخَبِیْرُ ﴿۱۸﴾ قُلْ اَیُّ شَیْءٍ

شے پر قادر ہے ○ اور وہی اپنے بندوں پر غالب ہے اور وہی حکمت والا خبردار ہے ○ تم فرماؤ: سب سے بڑی گواہی

اَكْبَرُ شَهَادَةً ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ شَهِیْدٌۢ بَیْنِیْ وَ بَیْنَكُمْ ۙ وَ اُوْحِیَ اِلَیَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ

کس کی ہے؟ فرمادو کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ گواہ ہے اور میری طرف اِس قرآن کی وحی کی گئی ہے

لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَ مَنْۢ بَلَغَ ؕ اَىِٕنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰى ؕ قُلْ

تاکہ میں اس کے ذریعے تمہیں اور جن کو یہ پہنچے انہیں ڈرسناؤں۔ کیا تم یہ گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے ساتھ دوسرے معبود بھی ہیں؟ تم فرماؤ

لَّاۤ اَشْهَدُ ۚ قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّ اِنَّنِیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿۱۹﴾ اَلَّذِیْنَ

وقف لازم
باتفاق

کہ میں یہ گواہی نہیں دیتا۔ تم فرماؤ کہ وہ تو ایک ہی معبود ہے اور میں ان سے بیزار ہوں جنہیں تم (اللہ کا) شریک ٹھہراتے ہو ○ وہ لوگ جنہیں

اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ۘ اَلَّذِیْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ

وقف لازم

ہم نے کتاب عطا فرمائی وہ اس نبی کو ایسے پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں (لیکن) جو اپنی جانوں کو نقصان میں ڈالنے والے ہیں تو وہ

تجھے کوئی بھلائی مثلاً صحت اور دولت وغیرہ پہنچائے تو یہ بھی اسی خدا کی قدرت سے ہے کیونکہ وہ ہر شے پر خوب قادر ہے، کوئی اس کی مشیت کے خلاف کچھ نہیں کر سکتا اور جب اس کی یہ شان ہے تو اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق بھی ہرگز نہیں ہے کیونکہ حقیقی معبود وہی ہے جو پوری قدرت رکھتا ہو اور ایسا سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی ہے ہی نہیں۔ **اہم بات:** اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف اس کا عذاب کوئی ٹال نہیں سکتا، باقی نیک اعمال، ماں، باپ، بزرگوں کی دعا سے مصیبت ٹلنا تو خود ربِّ کریم ہی کے فضل و کرم کی صورت ہے۔

آیت 18 فرمایا کہ وہی اپنے بندوں پر غالب ہے، اسے کوئی چیز عاجز نہیں کر سکتی اور وہی اپنے ہر کام میں حکمت والا اور بندوں کے ظاہری و باطنی تمام اعمال و احوال سے خبردار ہے، تو جس کی ایسی عظیم الشان صفات ہوں؛ لازم ہے کہ اس کا کوئی شریک نہ ٹھہرایا جائے۔

آیت 19 **شانِ نزول:** اہلِ مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم سے کہا: ہمیں کوئی ایسا دکھایئے جو آپ کی رسالت کی گواہی دیتا ہو، اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ اے حبیب! آپ ان سے فرمادیں: سب سے بڑی گواہی اللہ تعالیٰ کی ہے اور وہ میرے اور تمہارے درمیان گواہ ہے کیونکہ اس نے میری طرف دلیل کے طور پر اس قرآن کی وحی فرمائی جو ایسا عظیم معجزہ ہے کہ تم فصیح و بلیغ اور صاحبِ زبان ہونے کے باوجود اس کا مقابلہ کرنے سے عاجز ہو اور مجھ پر قرآن اتارنے کا مقصد یہ ہے کہ میں اس کے ذریعے تمہیں اور قیامت تک انسانوں، جنوں کو حکمِ الٰہی کی مخالفت سے ڈراؤں۔ اے مشرکو! کیا تم یہ گواہی دیتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرے معبود بھی ہیں؟ اے حبیب! تم یہ جواب دو کہ میں یہ گواہی نہیں دیتا بلکہ وہ تو ایک ہی معبود ہے اور میں ان جھوٹے خداؤں سے بیزار ہوں جنہیں تم اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے ہو۔ **اہم بات:** جو شخص اسلام قبول کرے تو وہ توحید و رسالت کی شہادت کے ساتھ اسلام کے ہر مخالف عقیدہ و دین سے بیزاری کا اظہار کرے، یونہی مومن کو چاہیے کہ اپنی صورت، سیرت اور رفتار و گفتار سے اپنے ایمان کا اعلان کرے۔

آیت 20 فرمایا کہ یہودیوں اور عیسائیوں کے وہ علماء جن کے پاس تورات و انجیل ہے؛ یہ اپنی کتابوں میں مذکور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ

ع ٢ / ٨

لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٢٠﴾ وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ

ایمان نہیں لاتے○ اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا اس کی آیتوں کو جھٹلائے۔ بیشک ظالم

الظّٰلِمُوْنَ ﴿٢١﴾ وَ يَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْۤا اَيْنَ شُرَكَآؤُكُمُ الَّذِيْنَ

فلاح نہ پائیں گے○ اور جس دن ہم سب کو اٹھائیں گے پھر مشرکوں سے کہیں گے، تمہارے وہ شریک کہاں ہیں جنہیں تم (خدا کا شریک)

كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿٢٢﴾ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْا وَ اللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ ﴿٢٣﴾

گمان کرتے تھے؟○ پھر ان کی اس کے سوا کوئی معذرت نہ ہوگی کہ کہیں گے، ہمیں اپنے رب اللہ کی قسم کہ ہم ہرگز مشرک نہ تھے○

اُنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ وَ ضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿٢٤﴾ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ

اے حبیب! دیکھو اپنے اوپر انہوں نے کیسا جھوٹ باندھا؟ اور ان سے غائب ہوگئیں وہ باتیں جن کا یہ بہتان باندھتے تھے○ اور ان میں سے کوئی وہ ہے جو

وسلم کے اوصاف سے آپ کو ایسے پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں، یعنی بغیر کسی شک شبہ کے، لیکن جن لوگوں نے حسد کی وجہ سے نبوتِ مصطفٰی کا انکار کر کے اپنی جانوں کو نقصان میں ڈالا ہوا ہے تو وہ آپ پر ایمان نہیں لاتے۔ **اہم باتیں:** (1) حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ فرمایا: میں نے جیسے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو دیکھا تو پہچان گیا بلکہ اپنے بیٹے کے مقابلے میں زیادہ جلدی پہچانا۔ (2) نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو جاننا پہچاننا ایمان نہیں بلکہ ماننا ایمان ہے۔

آیت 21 فرمایا کہ اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرائے یا غلط بات خدا کی طرف منسوب کر کے اس پر جھوٹ باندھے یا قرآن کی آیتوں کو جھٹلائے؛ یقیناً اس سے بڑا ظالم کوئی نہیں ہے، بیشک ظالم لوگ فلاح نہیں پائیں گے۔ **اہم باتیں:** (1) کسی چیز کو اس کی اصل جگہ سے ہٹا کر دوسری جگہ رکھنا ظلم ہے تو جو بات اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہ ہو اسے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا یقیناً سب سے بڑا ظلم ہوگا۔ (2) اس وعید میں مشرکین کے علاوہ فلموں ڈراموں وغیرہ سے کفریات بولنے، سکھانے والے، نیز وہ اسکالرز، دانشور اور مفکرین بھی شامل ہیں جو دیدہ دانستہ قرآن کی غلط تفسیریں یا نااہل ہوتے ہوئے قرآن کی تفسیر کرتے ہیں۔

آیت 22-24 ان تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جس دن ہم سب مخلوق کو اٹھائیں گے، پھر مشرکوں سے کہیں گے: تمہارے وہ باطل معبود کہاں ہیں جنہیں تم خدا سمجھتے تھے؟ اس سوال پر مشرکوں کے پاس اپنے کفر و شرک سے معذرت کی کوئی صورت نہ ہوگی سوائے اس کے کہ جھوٹ بولتے ہوئے کہہ دیں کہ ہمیں اپنے رب اللہ کی قسم! ہم ہرگز مشرک نہ تھے۔ قیامت کی اس خبر کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم! دیکھو کہ ان مشرکوں نے خود پر کیسا جھوٹ باندھا کہ عمر بھر کے شرک ہی سے مکر گئے اور دیکھو کہ کیسے ان سے وہ باتیں غائب ہوگئیں جن کا یہ اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھتے تھے۔ **اہم بات:** مشرکین شروع میں تو اپنے جرموں کا انکار کریں گے لیکن دوسرے وقت اقرار کریں گے اور پھر ایک دوسرے پر الزام لگائیں گے کہ ہمیں ہمارے بڑوں نے گمراہ کیا تھا۔

آیت 25 **شانِ نزول:** ایک مرتبہ ابوسفیان، ولید، نضر اور ابوجہل وغیرہ جمع ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تلاوتِ قرآن سننے لگے۔ نضر سے اس کے ساتھیوں نے کہا کہ محمد کیا کہتے ہیں؟ کہنے لگا: میں نہیں جانتا، زبان کو حرکت دیتے ہیں اور پہلوں کے قصے کہہ

اِلَيْكَ ۚ وَجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ

تمہاری طرف کان لگا کر سنتا ہے اور ہم نے ان کے دلوں پر غلاف کر دیئے ہیں کہ اس کو نہ سمجھیں اور ان کے کانوں میں بوجھ ڈال دیا ہے اور اگر ساری نشانیاں

اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْكَ يُجَادِلُوْنَكَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّاۤ

(بھی) دیکھ لیں تو ان پر ایمان نہ لائیں گے حتی کہ جب تمہارے پاس تم سے جھگڑتے ہوئے آتے ہیں تو کافر کہتے ہیں یہ تو پہلے لوگوں

اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٢٥﴾ وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْـَٔوْنَ عَنْهُ ۚ وَاِنْ يُّهْلِكُوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ

کی داستانیں ہیں ○ اور وہ (دوسروں کو) اس سے روکتے اور خود اس سے دور بھاگتے ہیں اور وہ اپنے آپ ہی کو ہلاکت میں ڈالتے ہیں

وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٢٦﴾ وَلَوْ تَرٰۤى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ

اور انہیں شعور نہیں ○ اور اگر آپ دیکھیں جب انہیں آگ پر کھڑا کیا جائے گا پھر یہ کہیں گے اے کاش کہ ہمیں واپس بھیج دیا جائے اور ہم اپنے رب کی

رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٢٧﴾ بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ؕ

آیتیں نہ جھٹلائیں اور مسلمان ہو جائیں ○ بلکہ پہلے جو یہ چھپا رہے تھے وہ ان پر کھل گیا ہے

رہے ہیں جیسے میں تمہیں سنایا کرتا ہوں۔ ابوسفیان نے کہا: مجھے ان کی باتیں حق معلوم ہوتی ہیں، تو ابوجہل کہنے لگا کہ اس کا اقرار کرنے سے مر جانا بہتر ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں فرمایا گیا کہ اے حبیب! کچھ کافر وہ ہیں جو تمہاری تلاوت بغور سنتے ہیں لیکن قبول نہیں کرتے کیونکہ ان کی سرکشی اور ضد کی وجہ سے ہم نے ان کے دلوں پر غلاف کر دیئے ہیں تاکہ وہ قرآن کو سمجھ نہ سکیں اور ان کے کانوں میں بوجھ ڈال دیا ہے تاکہ وہ ایسے نہ سن سکیں جیسے سننے کا حق ہے اور اگر یہ ساری نشانیاں بھی دیکھ لیں تو بھی سرکشی کی وجہ سے ان پر ایمان نہ لائیں گے حتی کہ اب ان کی حالت یہ ہے کہ جب یہ تمہارے پاس آکر جھگڑتے ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ قرآن تو پہلے لوگوں کی جھوٹی داستانوں کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔ (معاذاللہ)

آیت 26 **شانِ نزول:** یہ آیت کفارِ مکہ کے بارے میں نازل ہوئی جو لوگوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے قریب آنے اور قرآنِ کریم سننے سے روکتے اور خود بھی دور رہتے تھے کہ کہیں کلامِ مبارک ان کے دل میں اثر نہ کر جائے؛ اس پر فرمایا کہ یہ لوگ دوسروں کو روکتے ہیں اور خود بھی دور رہتے ہیں اور یوں خود ہی کو ہلاکت میں ڈالتے ہیں کیونکہ اس کا وبال انہیں پر پڑے گا اور حال یہ ہے کہ انہیں اس کا شعور ہی نہیں۔

آیت 27 فرمایا کہ اے حبیب! اگر آپ کافروں کی وہ حالت دیکھیں جب انہیں آگ پر کھڑا کیا جائے گا تو آپ بڑی خوفناک حالت دیکھیں گے کہ اس وقت یہ کہیں گے کہ کاش! کسی طرح ہمیں واپس دنیا میں بھیج دیا جائے اور ہم اپنے رب کی آیتیں نہ جھٹلائیں اور مسلمان ہو جائیں تاکہ اس ہولناک عذاب سے بچ سکیں۔

آیت 28 کافر جو آگ پر کھڑے ہونے کے بعد دنیا میں لوٹنے اور ایمان لانے کی تمنا کریں گے، اس پر فرمایا کہ ان کی تمنا سچی نہیں ہے بلکہ اصل بات یہ ہے کہ پہلے جو یہ اپنا مشرک ہونا چھپا رہے تھے وہ ان کے سامنے کھل گیا ہے کیونکہ ان کے اعضا نے ان کے کفرو

وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَقَالُوْٓا اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا

اور اگر انہیں لوٹا دیا جائے تو پھر وہی کریں گے جس سے انہیں منع کیا گیا تھا اور بیشک یہ ضرور جھوٹے ہیں○ اور انہوں نے کہا تھا کہ زندگی تو صرف

الدُّنْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ﴿۲۹﴾ وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ؕ قَالَ اَلَيْسَ هٰذَا

دنیاوی زندگی ہی ہے اور ہمیں اٹھایا نہیں جائے گا○ اور اگر تم دیکھو جب انہیں ان کے رب کی بارگاہ میں کھڑا کیا جائے گا تو وہ فرمائے گا: کیا یہ حق نہیں؟

ع ۱۰ ۳ ۹ بِالْحَقِّ ؕ قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا ؕ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۳۰﴾ع قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ

تو کہیں گے: کیوں نہیں، ہمیں اپنے رب کی قسم۔ فرمائے گا تو اب اپنے کفر کے بدلے میں عذاب کا مزہ چکھو○ بیشک ان لوگوں نے نقصان اٹھایا

كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوْا يٰحَسْرَتَنَا عَلٰى مَا فَرَّطْنَا

جنہوں نے اپنے رب سے ملنے کو جھٹلایا یہاں تک کہ جب ان پر اچانک قیامت آئے گی تو کہیں گے: ہائے افسوس اس پر جو ہم نے اس کے ماننے میں

شرک کی گواہیاں دیں اور جہاں تک دنیا میں دوبارہ لوٹانے کی آرزو ہے تو حقیقت یہ ہے کہ اگر انہیں دنیا میں لوٹا بھی دیا جائے تو یہ پھر عذاب اور آخرت کو بھلا کر شرک میں پڑ جائیں گے۔ یہ لوگ اپنے وعدۂ ایمان میں یقیناً جھوٹے ہیں۔

آیت 29 جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے لوگوں سے آخرت کی زندگی کا ذکر کیا تو کفار نے کہا کہ زندگی تو بس دنیا ہی کی ہے اور جب ہم مر جائیں گے تو ہمیں دوبارہ زندہ نہیں کیا جائے گا۔ **درس:** کافر آخرت کے انکار کی وجہ ہی سے غفلت کا شکار تھے جبکہ مسلمانوں کا قطعی عقیدہ ہے کہ مرنے کے بعد اٹھایا جائے گا اور اعمال کا حساب دینا پڑے گا، لیکن افسوس! پھر بھی غفلت میں پڑے ہیں۔

آیت 30 کفار کا نظریہ بیان کرکے یہاں فرمایا گیا کہ اے حبیب! اگر تم وہ منظر دیکھو جب ان کفار کو ان کے رب کی بارگاہ میں کھڑا کیا جائے گا تو بہت بڑا منظر دیکھو گے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ ان کافروں سے فرمائے گا: کیا یہ حق نہیں کہ تمہیں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا گیا ہے؟ وہ عرض کریں گے: ہمیں اپنے رب کی قسم! کیوں نہیں، بیشک یہ ضرور حق ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو اب اپنے اس کفر کے بدلے میں عذاب کا مزہ چکھو جو تم دنیا میں کرتے تھے۔

آیت 31 فرمایا کہ جن کافروں نے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے اور اعمال کے حساب کے لئے بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہونے کو جھٹلایا؛ انہوں نے اپنی جانوں کا ہی نقصان کیا کہ وہ لازوال نعمتوں کے گھر جنت سے محروم ہو کر جہنم کے طبقات میں دردناک عذاب میں مبتلا ہوں گے یہاں تک کہ جب ان منکروں پر اچانک قیامت آئے گی اور یہ اپنی ذلت و رسوائی دیکھیں گے تو کہیں گے: ہائے افسوس! ہمیں اِس پر بہت ندامت ہے جو ہم نے دنیا میں قیامت کو ماننے میں کوتاہی کی اور اس دن پر ایمان لا کر اس کے لئے تیاری نہ کی اور نیک اعمال سے دور رہے۔ وہ اپنی خطاؤں اور گناہوں کے بوجھ اپنی پیٹھ پر لادے ہوئے ہوں گے۔ خبردار! وہ کتنا برا بوجھ اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ **اہم بات:** حدیثِ پاک میں ہے: (قیامت میں کافر کا عمل کافر سے کہے گا) میں تیرا خبیث عمل ہوں، دنیا میں تو مجھ پر سوار رہا آج میں تجھ پر سوار ہوں گا اور تجھے تمام مخلوق میں رسوا کروں گا پھر وہ اس پر سوار ہو جائے گا۔ (تفسیر طبری، 5/178)

فِيْهَا ۙ وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ ﴿۳۱﴾ وَمَا الْحَيٰوةُ

کوتاہی کی اور وہ اپنے گناہوں کے بوجھ اپنی پیٹھوں پر لادے ہوئے ہوں گے۔ خبر دار، وہ کتنا برا بوجھ اٹھائے ہوئے ہیں ○ اور دنیا کی

الدُّنْيَآ اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ؕ وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۳۲﴾

زندگی صرف کھیل کود ہے اور بیشک آخرت والا گھر ڈرنے والوں کے لئے بہتر ہے تو کیا تم سمجھتے نہیں؟○

قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ

ہم جانتے ہیں کہ ان کی باتیں تمہیں رنجیدہ کرتی ہیں تو بیشک یہ تمہیں نہیں جھٹلاتے بلکہ ظالم

بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا

اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں ○ اور آپ سے پہلے رسولوں کو جھٹلایا گیا تو انہوں نے جھٹلائے جانے اور تکلیف دیئے جانے پر صبر کیا

آیت 32 فرمایا کہ دنیا کی زندگی اور اس میں مشغولیت صرف کھیل کود ہے جسے بقا نہیں، بہت جلد گزر جاتی ہے اور بیشک آخرت والا گھر یعنی جنت ان لوگوں کے لیے بہتر ہے جو کفر و شرک اور دیگر گناہوں سے بچتے ہیں تو کیا تم سمجھتے نہیں کہ جب آخرت دنیا سے بہتر ہے تو اس کے لئے عمل کرو۔ **اہم بات:** مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: دنیا کی زندگی وہ ہے جو نفس کی خواہشات میں گزر جائے اور جو زندگی آخرت کے لئے توشہ جمع کرنے میں صَرف ہو وہ ''دنیا میں زندگی'' تو ہے مگر ''دنیا کی زندگی'' نہیں؛ لہٰذا انبیاء و صالحین کی زندگی دنیا کی نہیں بلکہ دین کی ہے، غرضیکہ غافل اور عاقل کی زندگیوں میں بڑا فرق ہے۔

آیت 33 **شانِ نزول:** (1) ایک بار اخنس بن شریق نے تنہائی میں ابوجہل سے کہا: یہاں میرے سوا کوئی تیری بات سننے والا نہیں، اب تو مجھے ٹھیک ٹھیک بتا کہ محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم سچے ہیں یا نہیں؟ ابوجہل نے کہا: اللہ کی قسم! محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم بیشک سچے ہیں، کبھی کوئی جھوٹا حرف اُن کی زبان پر نہیں آیا مگر بات یہ ہے کہ یہ قُصَیّ کی اولاد ہیں، حج اور خانہ کعبہ کے متعلق سارے اعزاز انہیں حاصل ہی ہیں، اب نبوت بھی انہیں میں ہو جائے تو باقی قریشیوں کے لئے کیا اعزاز رہ گیا۔ (2) ابوجہل نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے کہا: ہم آپ کی نہیں بلکہ اس کتاب کی تکذیب کرتے ہیں جو آپ لائے ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا: اے حبیب! ہم جانتے ہیں کہ ان کافروں کی باتیں آپ کو رنجیدہ کرتی ہیں لیکن آپ تسلی رکھیں، انہیں آپ کی صداقت معلوم ہے اس لئے یہ پوشیدہ طور پر آپ کو نہیں جھٹلاتے البتہ حسد و عناد کے باعث ظالم اعلانیہ طور پر آیاتِ الٰہیہ کا انکار کرتے ہیں۔ آیت کے آخری حصے کے ایک معنی یہ بھی ہیں کہ آپ کی تکذیب آیاتِ الٰہیہ کی تکذیب ہے اور تکذیب کرنے والے ظالم ہیں یعنی آپ کو جھٹلانا اللہ تعالیٰ کو جھٹلانا ہے۔

آیت 34 نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے قلب اطہر کی تسلی کے لئے مزید فرمایا گیا: اے حبیب! بیشک آپ سے پہلے رسولوں کو جھٹلایا گیا تو انہوں نے جھٹلائے جانے اور تکلیف دیئے جانے پر صبر کیا یہاں تک کہ ان کے پاس ہماری مدد آگئی اور جھٹلانے والوں کو ہلاک کر دیا گیا، لہٰذا آپ بھی صبر کریں۔ کوئی اللہ تعالیٰ کی باتوں کو بدلنے والا نہیں ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے رسولوں کی نصرت اور ان

وَ اُوْذُوْا حَتّٰۤى اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا ۚ وَ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ وَ لَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِی

یہاں تک کہ ان کے پاس ہماری مدد آگئی اور کوئی اللہ کی باتوں کو بدلنے والا نہیں اور بیشک تمہارے پاس رسولوں کی خبریں

الْمُرْسَلِیْنَ ﴿٣٤﴾ وَ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَیْكَ اِعْرَاضُهُمْ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِیَ نَفَقًا

آچکی ہیں ○ اور اگر ان کا منہ پھیرنا آپ پر شاق گزرتا ہے تو اگر تم سے ہوسکے تو زمین میں کوئی سرنگ یا آسمان میں کوئی سیڑھی

فِی الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِی السَّمَآءِ فَتَاْتِیَهُمْ بِاٰیَةٍ ؕ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى

تلاش کرکے ان کے پاس کوئی نشانی لے آؤ اور اگر اللہ چاہتا تو انہیں ہدایت پر اکٹھا کردیتا

فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِیْنَ ﴿٣٥﴾ اِنَّمَا یَسْتَجِیْبُ الَّذِیْنَ یَسْمَعُوْنَ ؕ وَ الْمَوْتٰى یَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ

النصف
وقف غفران

تو اے سننے والے! ہر گز بے خبر نہ بن ○ صرف وہ لوگ مانتے ہیں جو سنتے ہیں اور اللہ ان مردہ دلوں کو اٹھائے گا

ثُمَّ اِلَیْهِ یُرْجَعُوْنَ ﴿٣٦﴾ وَ قَالُوْا لَوْ لَا نُزِّلَ عَلَیْهِ اٰیَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰۤى

وقف منزل
عندالبعض
علی یسمعون

پھر اس کی طرف انہیں لوٹایا جائے گا ○ اور کہا: ان پر ان کے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہیں اتری؟ تم فرمادو کہ بیشک اللہ کسی نشانی کے اتارنے

کی تکذیب کرنے والوں کی ہلاکت جس وقت طے فرمائی ہے ضرور ہوگی اور بیشک دلی اطمینان کے لئے آپ کے پاس رسولوں کی خبریں آچکی ہیں، ان سے اپنے دل کو تسلی دیں۔ اس آیت میں مبلغین کے لئے بھی تسلی ہے کہ اگر راہِ تبلیغ میں مشقتیں آئیں تو انبیا علیہم السّلام کی تکالیف یاد کرکے صبر اختیار کریں۔

آیت 35 نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی شدید خواہش تھی کہ سب لوگ اسلام لے آئیں اور کافروں کا ایمان قبول نہ کرنا آپ پر بہت شاق (تکلیف دہ) رہتا تھا۔ اس پر آپ کو رنج و تکلیف سے بچانے کے لئے کچھ مختلف انداز میں کلام فرمایا گیا تاکہ آپ سب لوگوں کے ایمان لانے کی امید ختم کرکے رنج و غم سے نجات پائیں، چنانچہ فرمایا: اے حبیب! اگر ان کافروں کا منہ پھیرنا آپ کی بے پناہ رحمت و شفقت کی وجہ سے آپ پر شاق گزرتا ہے تو آپ ان کے ایمان لانے کی خاطر زمین میں کوئی سرنگ یا آسمان میں کوئی سیڑھی تلاش کر کے ان کافروں کے پاس ان کی کوئی مطلوبہ نشانی لاسکتے ہیں تو لا کر دیکھ لیں، یہ پھر بھی ایمان نہیں لائیں گے؛ لہٰذا آپ تسلیم و رضا کے مقام پر رہ کر معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیں، وہ جو چاہے، اپنی مشیت و حکمت سے کرے اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو انہیں ہدایت پر اکٹھا کر دیتا لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں کیا اور اس کی حکمت خدا ہی بہتر جانتا ہے۔

آیت 36 ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! دینِ حق کی دعوت صرف وہ لوگ قبول کرتے ہیں جو توجہ اور غور و فکر کے ساتھ سمجھنے کیلئے کلام سنتے ہیں جبکہ یہ کفار تو مردہ دل ہیں یہ کیا مانیں گے؟ آخرت میں اللہ تعالیٰ ان دل کے مردوں کو اٹھائے گا، پھر حساب اور بدلے کے لئے اسی رب کی طرف انہیں لوٹایا جائے گا۔ **اہم بات:** وعظ و نصیحت کا اثر تبھی ہوتا ہے جب آدمی ماننے اور عمل کرنے کے جذبے سے توجہ کے ساتھ سنے؛ ورنہ بے توجہی سے سننے کا نتیجہ عام طور پر کچھ بھی برآمد نہیں ہوتا۔

آیت 37 کفارِ مکہ نے کہا: محمد صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم پر ان کے رب کی طرف سے ایسی نشانی کیوں نہیں اتری جس کا ہم مطالبہ کرتے

اَنْ يُّنَزِّلَ اٰيَةً وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ

پر قادر ہے لیکن اکثر لوگ بے علم ہیں○ اور زمین میں چلنے والا کوئی جاندار نہیں ہے اور نہ ہی اپنے پروں کے ساتھ اڑنے والا

يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ ؕ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ

کوئی پرندہ ہے مگر وہ تمہاری جیسی امتیں ہیں۔ ہم نے اس کتاب میں کسی شے کی کوئی کمی نہیں چھوڑی، پھر یہ اپنے رب کی طرف ہی

يُحْشَرُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا صُمٌّ وَّبُكْمٌ فِي الظُّلُمٰتِ ؕ مَنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يُضْلِلْهُ ؕ

اٹھائے جائیں گے○ اور جنہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں وہ بہرے اور گونگے ہیں، اندھیروں میں (ہیں۔) اللہ جسے چاہے، اسے گمراہ کرے

وَمَنْ يَّشَاْ يَجْعَلْهُ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۳۹﴾ قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ اَوْ

اور جسے چاہے، اسے سیدھے راستے پر ڈال دے○ تم فرماؤ، بھلا بتاؤ کہ اگر تم پر اللہ کا عذاب آجائے یا

ہیں۔ اس پر فرمایا گیا کہ تم انہیں جواب دو کہ بیشک اللہ تعالیٰ ہر قسم کی نشانی اتارنے پر قادر ہے لیکن اکثر لوگ اس بات سے بے علم ہیں کہ اگر مطلوبہ کوئی نشانی اتار دی گئی تو اس کے بعد نہ ماننے کی صورت میں فوراً ہلاک کر دیئے جائیں گے۔ **اہم بات:** ان معجزات کا نہ اتارنا بھی حضور صلی اللہ علیہ والٖہ وسلم کی رحمت کی وجہ سے ہے کہ ہلاکت سے بچا کر انہیں مہلت ملتی رہی۔

آیت 38 فرمایا کہ زمین میں چلنے والے جاندار اور اپنے پروں کے ساتھ اڑنے والے پرندے، سب تمہاری طرح اُمتیں ہیں۔ ہم نے اس کتاب یعنی لوحِ محفوظ یا قرآن میں کسی شے کی کوئی کمی نہیں چھوڑی، جملہ علوم کا اس میں بیان ہے۔ پھر یہ سب انسان، جانور اور پرندے بروزِ قیامت اپنے رب کی طرف ہی اٹھائے جائیں گے تو وہ ان کے درمیان فیصلہ فرمائے گا۔ **اہم باتیں:** (1) یہاں انسانوں اور جانوروں میں جو مماثلت بیان ہوئی یہ بعض چیزوں میں ہے جیسے حیوانات انسان کی طرح اللہ تعالیٰ کو پہچانتے، اس کی تسبیح و عبادت کرتے ہیں۔ وہ مخلوق ہونے اور آپس میں الفت رکھنے میں نیز روزی طلب کرنے، ہلاکت سے بچنے، نر مادہ کا امتیاز رکھنے میں انسان کی مثل ہیں۔ (2) قرآن کے علوم کھول کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ والٖہ وسلم کو سکھائے گئے تو جب سارے علوم لوحِ محفوظ یا قرآن میں ہیں اور یہ کتابیں حضور صلی اللہ علیہ والٖہ وسلم کے علم میں ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ والٖہ وسلم کا علم بھی اتنا ہی وسیع ہوا۔ (3) بروزِ قیامت انسانوں اور جنوں کے علاوہ جانوروں کا بھی حساب ہوگا۔ انسان حساب کے بعد جنت یا جہنم میں جائیں گے جبکہ جانور خاک کر دیئے جائیں گے۔

آیت 39 فرمایا کہ جنہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں وہ بہرے اور گونگے ہیں کیونکہ حق ماننا اور بولنا انہیں میسر نہیں نیز وہ جہالت، حیرت اور کفر کے اندھیروں میں پڑے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہے گمراہ کرے اور جسے چاہے سیدھے راستے پر ڈال دے اور اسلام کی توفیق عطا فرمائے اور یہ سب اس کی مشیت و حکمت سے ہے۔

آیت 41،40 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ ان مشرکوں سے پوچھو کہ اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب یا قیامت آجائے تو بھلا بتاؤ کہ کیا اس وقت بھی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو پکارو گے؟ اگر تم اپنے بتوں کو معبود ماننے کے دعویٰ میں سچے ہو تو اس وقت انہیں پکارو، مگر تم ایسا نہ کرو گے بلکہ تمام ہولناکیوں اور تکلیفوں میں اللہ تعالیٰ ہی کو پکارو گے تو اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو تم سے دنیا کی مصیبت ہٹا دے جس کو

اَتَتْكُمُ السَّاعَةُ اَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ ۚ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٤٠﴾ بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ فَيَكْشِفُ

تم پر قیامت آجائے تو کیا اللہ کے سوا کسی اور کو پکارو گے؟ اگر تم سچے ہو○ بلکہ تم اسی (اللہ) کو پکارو گے تو اگر اللہ چاہے تو وہ مصیبت ہٹادے

مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ اِنْ شَآءَ وَتَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُوْنَ ﴿٤١﴾ ع وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ

جس کی طرف تم اسے پکارو گے اور تم شریکوں کو بھول جاؤ گے○ اور بیشک ہم نے تم سے پہلی اُمتوں کی طرف رسول بھیجے

فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ ﴿٤٢﴾ فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا

تو انہیں سختی اور تکلیف میں گرفتار کردیا تاکہ وہ کسی طرح گڑگڑائیں○ تو کیوں ایسا نہ ہوا کہ جب ان پر ہمارا عذاب آیا تو گڑگڑاتے

وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٤٣﴾ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ

لیکن ان کے تو دل سخت ہوگئے تھے اور شیطان نے ان کے اعمال ان کے لئے آراستہ کردیئے تھے○ پھر جب انہوں نے ان نصیحتوں کو بھلا دیا جو انہیں کی گئی تھیں

دور کرنے کی طرف تم اسے پکارو گے اور اگر چاہے تو نہ ہٹائے۔ اس وقت تم ان بتوں کو بھول جاؤ گے جنہیں خدا کا شریک ٹھہراتے تھے، ان کی طرف التفات بھی نہ کرو گے کیونکہ تم جانتے ہو کہ وہ تمہارے کسی کام نہیں آسکتے۔

آیت 42 فرمایا کہ بیشک ہم نے تم سے پہلے کثیر اُمتوں کی طرف رسول بھیجے لیکن لوگوں نے ان پر ایمان لانے کی بجائے انہیں جھٹلایا اور نبوت و رسالت کا انکار کیا تو ہم نے انہیں فقر و فاقہ اور بیماری وغیرہ کی سختی اور تکلیف میں گرفتار کردیا تاکہ وہ ان مصیبتوں سے نجات پانے کے لیے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں گڑگڑائیں اور اس کی طرف رجوع اور توبہ کریں۔ **اہم بات:** دنیوی مصائب و تکالیف بعض اوقات رحمت بن جاتی ہیں کہ ان کی وجہ سے گناہگار بندہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا اور اپنے گناہوں سے توبہ کرتا ہے اور ان مصائب کی وجہ سے صالحین کے درجات بلند ہوتے ہیں۔

آیت 43،44 ان دو آیات میں مجموعی طور پر یہ فرمایا گیا ہے کہ ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب ان پر ہمارا عذاب آیا تو وہ گڑگڑاتے تاکہ ہم انہیں توبہ کا موقع دیتے لیکن ان کے تو دل سخت ہوگئے تھے اور شیطان نے ان کے اعمال ان کے لئے آراستہ کردیئے تھے؛ پھر جب انہوں نے ان نصیحتوں کو بھلا دیا جو انہیں کی گئی تھیں اور وہ پیش آنے والی مصیبتوں اور انبیا علیہم السّلام کے نصیحتیں فرمانے کے باوجود کسی طرح نصیحت قبول کرنے کی طرف نہ آئے تو ہم نے ان پر صحت و سلامتی اور وسعتِ رزق وغیرہ ہر چیز کے دروازے کھول دیئے، یہاں تک کہ جب وہ اس عیش و عشرت پر خوش ہوگئے، خود کو اس کا مستحق سمجھنے اور قارون کی طرح تکبر کرنے لگے تو ہم نے اچانک انہیں پکڑ لیا اور مبتلائے عذاب کیا، اب وہ ہر بھلائی سے مایوس ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) نعمتِ الٰہی پر خوشی اگر فخر و تکبر اور شیخی کے طور پر ہو تو بری اور کفار کا طریقہ ہے اور اگر شکر کے طور پر ہو تو صالحین کا طریقہ بلکہ حکمِ الٰہی ہے۔ (2) کفر اور گناہوں کے باوجود دنیوی راحتیں ملنا در اصل اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈھیل اور اس کا غضب ہے کیونکہ اس سے انسان اور زیادہ غافل ہو کر گناہ پر دلیر ہوجاتا ہے۔ **درس:** اس سے ان نام نہاد دانشوروں کو بھی سبق لینا چاہئے جو کافروں کی ترقی دیکھ کر اسلام سے ہی ناراض ہوجاتے، مسلمانوں کی معیشت کا رونا روتے ہوئے انہیں کفار کی اندھی تقلید کا درس دیتے اور اسلامی شرم و حیا اور تجارت کے شرعی قوانین کو لات مارنے کا مشورہ دیتے ہیں۔

فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ؕ حَتّٰۤى اِذَا فَرِحُوْا بِمَاۤ اُوْتُوْۤا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا

توہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے یہاں تک کہ جب وہ اس پر خوش ہوگئے جو انہیں دی گئی تو ہم نے اچانک انہیں پکڑ لیا پس اب

هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ﴿٤٤﴾ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ؕ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٤٥﴾

وہ مایوس ہیں○ پس ظالموں کی جڑ کاٹ دی گئی اور تمام خوبیاں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کو پالنے والا ہے○

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ مَّنْ اِلٰهٌ غَيْرُ

تم فرماؤ، (اے لوگو!) بھلا بتاؤ کہ اگر اللہ تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں لے لے اور تمہارے دلوں پر مہر لگادے تو اللہ کے سوا کون معبود ہے جو

اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِهٖ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُوْنَ ﴿٤٦﴾ قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ

تمہیں یہ چیزیں لادے گا؟ دیکھو ہم کیسے بار بار نشانیاں بیان کرتے ہیں پھر (بھی) یہ لوگ منہ پھیر تے ہیں○ تم فرماؤ، بھلا بتاؤ

اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً هَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿٤٧﴾

اگر تم پر اچانک یا کھلم کھلا اللہ کا عذاب آجائے تو ظالموں کے سوا کون تباہ کیا جائے گا؟○

آیت 45 فرمایا کہ ایمان کے بجائے کفر اختیار کرنے اور اطاعت وفرمانبرداری کے بجائے گناہوں میں مصروف ہونے کی وجہ سے ظالموں کی جڑ کاٹ دی گئی، سب کے سب ہلاک کر دیئے گئے اور ان میں کوئی باقی نہ چھوڑا گیا اور اِس پر اُس اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جو تمام جہانوں کو پالنے والا ہے۔ **اہم بات:** ظالموں کی ہلاکت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ ظلم کا خاتمہ ہوا چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے دس محرم کا روزہ رکھا کیونکہ اس دن فرعون ہلاک ہوا تھا۔ (مسلم، حدیث: 2658) نیز آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے ابوجہل کی ہلاکت پر سجدۂ شکر ادا کیا۔ (سیرت حلبیہ، 2/236)

آیت 46 یہاں توحیدِ باری تعالیٰ کی ایک دلیل مذکور ہے کہ اے حبیب! لوگوں سے پوچھو کہ اگر اللہ تعالیٰ تمہارے کان اور آنکھیں لے کر تمہیں بہرا اور اندھا کر دے اور تمہارے دلوں پر مہر لگادے، تو اللہ تعالیٰ کے سوا کون معبود ہے جو تمہیں یہ چیزیں لادے گا؟ یقیناً کوئی نہیں، لہٰذا جو حقیقتاً قادرِ مطلق ہے وہی معبود ہونے کا مستحق ہے۔ مزید فرمایا کہ دیکھو ہم کیسے بار بار اپنی قدرت واُلوہیت کی نشانیاں بیان کرتے ہیں کہ کبھی اپنی نعمتیں یاد دلا کر، کبھی سابقہ امتوں کے عذاب بتا کر اور کبھی اس بات سے ڈرا کر کہ ہم چاہیں تو ان کے کان، آنکھیں اور دل بے کار کر دیں؛ ان سب نشانیوں کے بیان کے باوجود یہ لوگ منہ پھیر لیتے ہیں اور ایمان نہیں لاتے۔

آیت 47 ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! آپ فرمادیں: اے مشرکو! بھلا بتاؤ؛ اگر تم پر اچانک یا کھلم کھلا اللہ تعالیٰ کا عذاب آجائے تو کفر کر کے اپنی جانوں پر ظلم کرنے والوں کے سوا کون تباہ کیا جائے گا؟ یعنی صرف ایسے ظالم ہی تباہ کئے جائیں گے۔ اچانک عذاب وہ ہے جو پیشگی علامتوں کے بغیر آتا ہے اور کھلم کھلا عذاب وہ ہے جس کے آنے سے پہلے اس کی علامتیں نمودار ہوتی ہیں تا کہ اگر لوگ بچنا چاہیں تو کفر وسرکشی سے توبہ کر کے بچ جائیں ورنہ عذاب میں مبتلا کر کے تباہ کر دیئے جائیں۔

وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۚ فَمَنْ اٰمَنَ وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ

اور ہم رسولوں کو اسی حال میں بھیجتے ہیں کہ وہ خوشخبری دینے والے اور ڈر سنانے والے ہوتے ہیں تو جو ایمان لائیں اور اپنی اصلاح کرلیں تو ان پر نہ کچھ خوف

عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوْا

ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے O اور جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تو انہیں ان کی مسلسل نافرمانی کے سبب عذاب

يَفْسُقُوْنَ ﴿۴۹﴾ قُلْ لَّاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَاۤ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَاۤ اَقُوْلُ

پہنچے گاO(اے حبیب!) تم فرمادو: میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں خود غیب جان لیتا ہوں اور نہ تم سے یہ کہتا

لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰۤى اِلَيَّ ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ؕ

ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔ میں تو صرف اس وحی کا پیروکار ہوں جو میری طرف آتی ہے۔ تم فرماؤ، کیا اندھا اور دیکھنے والا برابر ہوسکتے ہیں؟

آیت 49,48 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم اپنے رسولوں کو اس لئے نہیں بھیجتے کہ کفار ان سے اپنی مرضی کے معجزات طلب کرتے پھریں بلکہ اس لئے بھیجتے ہیں کہ وہ اپنی قوم کو اطاعت پر ثواب کی بشارت اور نافرمانی پر عذاب کی وعید سنائیں تو جو ایمان و طاعت اختیار کرلیں انہیں عذاب کا کوئی خوف نہیں اور نہ ثواب ضائع ہونے کا اندیشہ جبکہ منکروں، کافروں کو ان کی مسلسل نافرمانی کے سبب عذاب پہنچے گا۔

اہم بات: اخروی نجات کے لئے ایمان اور نیک اعمال دونوں کی ضرورت ہے، البتہ مسلمان خواہ بے عمل ہو، کافر سے قطعی طور پر بہتر ہے۔

آیت 50 کافر لوگ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے طرح طرح کے مطالبے کرتے تھے؛ کبھی کہتے: آپ رسول ہیں تو ہمیں کثیر مال و دولت دیں، یا ہمیں ہمارے مستقبل کی خبر دیں، یا ہمیں قیامت کا وقت بتائیں، یا کبھی کہتے: آپ کیسے رسول ہیں جو کھاتے پیتے اور نکاح کرتے ہیں۔ اِن تمام باتوں کا جواب دیا گیا کہ جو شخص جس چیز کا دعویٰ کرتا ہو اُس سے اسی کے متعلق مطالبہ کیا جاتا ہے جبکہ رسول صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے تو اس قسم کے دعوے ہی نہیں کئے، ان کا تو دعویٰ نبوت و رسالت کا ہے تو اسی کے متعلق باتیں پوچھو۔ چنانچہ ارشاد ہوا: اے حبیب! آپ ان سے فرمادیں کہ میں یہ دعویٰ تو نہیں کرتا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں جو تم مجھ سے مال و دولت کا سوال کرو اور پورا نہ ہو تو رسالت کے منکر ہو جاؤ، نہ یہ دعویٰ کرتا ہوں کہ میں خود ہی غیب جان لیتا ہوں کہ اگر تمہیں گزشتہ یا آئندہ کی خبریں نہ بتاؤں تو میری نبوت ماننے میں بہانہ کرسکو اور نہ یہ دعویٰ کرتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں کہ کھانا پینا اور نکاح قابلِ اعتراض ہو۔ میرا دعویٰ تو نبوت و رسالت کا ہے اور جب اس پر قرآن، خدائی تعلیمات اور معجزات کے ذریعے زبردست دلیلیں قائم ہو چکیں تو غیر متعلق باتیں پیش کرنا کیا معنی رکھتا ہے اور میں تو صرف اس وحی کا پیروکار ہوں جو میری طرف آتی ہے اور یہی نبی کا کام ہے، لہٰذا میں تمہیں وہی عطا کروں گا اور وہی بتاؤں گا جس کی اجازت ہوگی اور وہی کروں گا جس کا مجھے حکم ملا ہو۔ مزید فرمایا کہ اے حبیب! آپ فرمادیں: اندھا اور دیکھنے والا یعنی مؤمن و کافر اور عالم و جاہل ہرگز برابر نہیں ہیں، تو کیا تم اس کلام میں غور نہیں کرتے تاکہ ہدایت پاجاؤ؟ **اہم بات:** رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے ہزاروں غیب کی باتیں بتائیں جو احادیث میں موجود ہیں، لہٰذا جن آیتوں میں علم غیب کا انکار ہوتا ہے اس سے مراد ذاتی علم ہے، خدا کے عطا کرنے اور بتانے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو علم غیب حاصل ہونا تو قرآن و حدیث میں بکثرت موجود ہے۔

ع ٥ ٩ ١١ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ۠ ﴿۵۰﴾ وَاَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْ يُّحْشَرُوْۤا اِلٰى رَبِّهِمْ لَيْسَ

تو کیا تم غور نہیں کرتے ؟○ اور اس قرآن سے ان لوگوں کو ڈراؤ جو اس بات سے ڈرتے ہیں کہ انہیں ان کے رب کی طرف یوں اٹھایا جائے گا کہ اللہ کے سوا

لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۵۱﴾ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ

نہ ان کا کوئی حمایتی ہوگا اور نہ کوئی سفارشی۔(انہیں اس) امید پر (ڈراؤ) کہ یہ پرہیزگار ہوجائیں ○ اور ان لوگوں کو دور نہ کرو جو صبح وشام

بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ؕ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ

اپنے رب کو اس کی رضا چاہتے ہوئے پکارتے ہیں۔ آپ پر ان کے حساب سے کچھ نہیں اور ان پر تمہارے حساب سے کچھ نہیں۔

عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۲﴾ وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ

پھر آپ انہیں دور کریں تو یہ کام انصاف سے بعید ہے ○ اور یونہی ہم نے ان میں بعض کی دوسروں کے ذریعے آزمائش کی

آیت 51 نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی شان، بشیر ونذیر ہے، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو حکم دیا گیا کہ آپ اس قرآن میں ذکر کئے گئے عذابات سے ان لوگوں کو ڈرائیں جو اس بات سے ڈرتے ہیں کہ انہیں خدا کی بارگاہ کی طرف یوں اٹھایا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں ان کا کوئی حمایتی اور سفارشی نہ ہوگا۔ انہیں اس امید پر ڈرائیں کہ یہ کفر اور گناہوں کو چھوڑ کر پرہیزگار بن جائیں۔ **اہم بات:** بروزِ قیامت اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کوئی کسی کا حمایتی وسفارشی نہ ہوگا۔ہاں! اللہ تعالیٰ کی اجازت سے حمایتی وسفارشی ہوں گے جیسے انبیا، اولیا، شہدا، صلحا اور علما وغیرہ۔ حدیثِ پاک میں ہے: بروزِ قیامت تین جماعتیں شفاعت کریں گی: انبیا پھر علما پھر شہید۔(ابنِ ماجہ، حدیث:4313)

آیت 52 **شانِ نزول:** کفار کی ایک جماعت بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے اردگرد غریب صحابہ رضی اللہ عنہم کو دیکھ کر کہا: ہمیں ان لوگوں کے پاس بیٹھتے شرم آتی ہے، اگر آپ انہیں اپنی مجلس سے نکال دیں تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں اور آپ کی خدمت میں حاضر رہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے یہ مطالبہ منظور نہ فرمایا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ اِن مخلص وغریب صحابہ رضی اللہ عنہم کو اپنی بارگاہ سے دور نہ کریں جو صبح وشام اپنے رب کو اس کی رضا چاہتے ہوئے پکارتے ہیں۔ ان کا رزق آپ پر نہیں کہ غربت کی وجہ سے انہیں دور کر دیا جائے اور نہ آپ کی ذمہ داری ان پر ہے بلکہ سب کا حساب اللہ تعالیٰ پر ہے اور وہی ساری مخلوق کو روزی دینے والا ہے۔ اس آیت کا دوسرا معنی یہ بیان کیا گیا ہے کہ کفار نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر اعتراض کیا تھا کہ یہ غریب صحابہ مخلص نہیں بلکہ غربت کی وجہ سے آپ کے پاس بیٹھتے ہیں کہ یہاں کچھ روزی روٹی کا انتظام ہو جاتا ہے۔ اس پر پہلے تو صحابۂ کرام کا اِخلاص بیان فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتے ہوئے دن رات اس کی عبادت کرتے ہیں پھر فرمایا: اے حبیب! آپ پر ان کے احوال کی تفتیش لازم نہیں کہ یہ مخلص ہیں یا نہیں بلکہ آپ انہیں اپنے فیضِ صحبت سے نوازتے رہیں اور خلاصہ کلام یہ ہے کہ وہ غریب صحابہ کرام جن کا اوپر ذکر ہوا؛ یہ آپ کے دربار میں قرب پانے کے مستحق ہیں، انہیں دور نہ کرنا ہی بجا ہے۔

آیت 53 یہاں سابقہ آیت کے حوالے سے فرمایا گیا کہ غریبوں کے ذریعے امیروں کی آزمائش ہوتی رہتی ہے، گزشتہ امتوں میں بھی مالدار کافر، غریب مسلمانوں کو حقارت سے دیکھتے تھے، یونہی اس امت میں بھی امیروں کی غریبوں کے ذریعے آزمائش کی گئی کہ غریب لوگوں کو

Go To Index

لِّیَقُوْلُوْۤا اَهٰۤؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنْۢ بَیْنِنَا ؕ اَلَیْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِیْنَ ۵۳

کہ یہ کہیں: کیا یہ لوگ ہیں جن پر ہمارے درمیان میں سے اللہ نے احسان کیا ؟ کیا اللہ شکر گزاروں کو خوب نہیں جانتا؟○

وَ اِذَا جَآءَكَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاٰیٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ

اور جب آپ کی بارگاہ میں وہ لوگ حاضر ہوں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں تو ان سے فرماؤ: ”تم پر سلام“ تمہارے رب نے اپنے ذمۂ کرم پر رحمت لازم

الرَّحْمَةَ ۙ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَ اَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ

کرلی ہے کہ تم میں سے جو کوئی نادانی سے کوئی برائی کرلے پھر اس کے بعد توبہ کرے اور اپنی اصلاح کرلے تو بیشک اللہ بخشنے والا

ع ۵ ۱۲ رَّحِیْمٌ ۵۴ وَ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ وَ لِتَسْتَبِیْنَ سَبِیْلُ الْمُجْرِمِیْنَ ۵۵ ع قُلْ اِنِّیْ

مہربان ہے ○ اور اسی طرح ہم آیتوں کو مفصل بیان فرماتے ہیں اور اس لیے کہ مجرموں کا راستہ واضح ہو جائے ○ تم فرماؤ: مجھے

نُهِیْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قُلْ لَّاۤ اَتَّبِعُ اَهْوَآءَكُمْ ۙ قَدْ

منع کیا گیا ہے کہ میں اس کی عبادت کروں جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو۔ تم فرماؤ، میں تمہاری خواہشوں پر نہیں چلتا۔ (اگر یوں ہوتا) تو جبھی

امیروں سے پہلے ایمان لانے کی سعادت ملی تاکہ مالدار کافر غریب مسلمانوں کو دیکھ کر کہیں: کیا اللہ تعالیٰ نے ہم میں سے ان فقرا پر احسان کیا کہ انہیں ہدایت نصیب کی حالانکہ یہ فقیر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا رد کرتے ہوئے فرمایا کہ کیا اللہ تعالیٰ اپنے شکر گزار بندوں کو خوب نہیں جانتا؟ یقیناً جانتا ہے اسی لیے وہ انہیں ہدایت دیتا ہے۔ **درس:** ہمارے زمانے میں بھی یہ رجحان موجود ہے کہ امیر آدمی کی تعظیم جبکہ غریب کو حقیر جان کر اس کی دل شکنی کی جاتی ہے۔ اسلامی اخلاقیات میں کسی کو غربت کی وجہ سے حقارت کی نظر سے نہیں دیکھا جاسکتا۔

آیت 54 فرمایا کہ اے حبیب! جب آپ کی بارگاہ میں مسلمان حاضر ہوں تو آپ ان کی عزت افزائی کرتے ہوئے ان کے ساتھ سلام کی ابتدا فرمائیں اور انہیں یہ بشارت دیں کہ تمہارے رب نے فضل و احسان کرتے ہوئے اپنے ذمۂ کرم پر رحمت لازم کرلی ہے کہ تم میں سے جو کوئی نادانی سے کوئی برائی کرلے پھر اس کے بعد توبہ کرے اور اپنی اصلاح کرلے تو بیشک اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخشنے والا اور اس پر مہربانی فرمانے والا ہے۔ **اہم بات:** نیک مسلمانوں کا احترام اور تعظیم کرنی چاہئے اور سلام میں پہل کرنا نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی سنت ہے۔

آیت 55 ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! جیسے ہم نے اس سورت میں اپنی وحدانیت کے دلائل بیان کئے ہیں، اسی طرح باقی ہر اہم معاملے میں ہم دلائل تفصیل سے بیان کرتے ہیں نیز قرآنِ مجید میں نیکوں کے اوصاف اور مجرموں کی کرتوتیں بیان کرتے ہیں تاکہ مجرموں کا راستہ واضح ہو جائے اور اس سے بچا جائے۔

آیت 56 فرمایا: اے حبیب! کافروں سے کہہ دو کہ مجھے منع کیا گیا ہے کہ میں اس کی عبادت کروں جن کی تم اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کرتے ہو اور تمہارا بتوں کو پوجنا کسی دلیل و دانش سے نہیں بلکہ باپ دادا کی اندھی پیروی اور نفس امارہ کی خواہش کی وجہ سے ہے جو میں کر نہیں سکتا کیونکہ اگر میں نے تمہاری خواہشوں کی پیروی کی ہوتی تو راہِ حق سے بھٹک جاتا اور ہدایت یافتہ لوگوں سے نہ ہوتا۔

ضَلَلْتُ اِذًا وَّمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ﴿٥٦﴾ قُلْ اِنِّيْ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَ كَذَّبْتُمْ بِهٖ ؕ

میں بھٹک جاتا اور ہدایت یافتہ لوگوں سے نہ ہوتا۔ تم فرماؤ: میں تو اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہوں اور تم نے اسے جھٹلایا ہے۔

مَا عِنْدِيْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ يَقُصُّ الْحَقَّ وَ هُوَ خَيْرُ

جس (عذاب کے آنے) کی تم جلدی مچارہے ہو وہ میرے پاس نہیں، حکم صرف اللہ ہی کا ہے۔ وہ حق بیان فرماتا ہے اور وہ سب سے بہتر

الْفٰصِلِيْنَ ﴿٥٧﴾ قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِيْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِيَ الْاَمْرُ بَيْنِيْ وَ بَيْنَكُمْ ؕ

فیصلہ کرنے والا ہے۔ تم فرماؤ: اگر وہ (عذاب) میرے پاس ہوتا جس کی تم جلدی مچارہے ہو تو میرے اور تمہارے درمیان معاملہ ختم ہو چکا ہوتا

وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿٥٨﴾ وَ عِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ ؕ وَ يَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ

اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔ اور غیب کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں۔ ان کو صرف وہی جانتا ہے اور جو کچھ خشکی اور تری میں ہے وہ سب جانتا ہے

آیت 57 ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! آپ فرمائیں کہ میں تو اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہوں، مجھے اس کی معرفت حاصل ہے اور میں جانتا ہوں کہ اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق ہے ہی نہیں جبکہ تم اس کے ساتھ اوروں کو شریک کر کے اسے جھٹلاتے ہو۔ یہاں روشن دلیل قرآن شریف، معجزات اور توحید کے واضح دلائل سب کو شامل ہے۔ مزید بتایا گیا کہ کفار مذاق اڑانے کے طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے کہتے تھے: جس عذاب سے آپ ہمیں ڈراتے ہو وہ جلدی لے آؤ۔ اس پر فرمایا گیا کہ تم ان کافروں سے کہہ دو کہ جس عذاب کے آنے کی تم جلدی مچارہے ہو اسے نازل کرنا میرا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے اور حکم کا حقیقی اختیار صرف اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے، تو وہ جب چاہے گا عذاب کا حکم فرمادے گا۔ وہ اپنے تمام احکام میں حق ہی بیان فرماتا ہے اور حق و باطل کے درمیان وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔ **اہم بات:** عذاب نازل کرنا اللہ تعالیٰ ہی کا کام ہے، ہاں! اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم دعا کر دیتے تو آپ کی دعا سے کفارِ مکہ برباد ہو جاتے جیسے حضرت نوح علیہ السّلام کی دعا سے قومِ نوح، حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی دعا سے فرعون اور اس کی قوم اور دیگر انبیاء علیہمُ السّلام کی دعاؤں سے ان کی قومیں تباہ ہوئیں۔

آیت 58 مزید فرمایا کہ اے حبیب! آپ ان سے فرمادیں: اگر وہ عذاب میرے پاس ہوتا جس کی تم جلدی مچارہے ہو تو میرے اور تمہارے درمیان معاملہ ختم ہو چکا ہوتا کیونکہ تمہیں ایک لمحے کی مہلت نہ دیتا اور رب کا مخالف دیکھ کر بے دریغ ہلاک کر ڈالتا؛ لیکن اللہ تعالیٰ حلیم و کریم ہے، وہ اپنے بندوں کو سزا دینے میں جلدی نہیں فرماتا تو تم اس کی بارگاہ میں رجوع کرو، نہ کہ اس کے حلم و کرم کی وجہ سے اس کی نافرمانی اور اس کے شریک ٹھہرانے پر بے باک ہو جاؤ اور یاد رکھو! اللہ تعالیٰ ظالموں کا حال اور ان کا عبرتناک انجام خوب جانتا ہے۔

آیت 59 ارشاد فرمایا کہ غیب کی کنجیاں اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہیں۔ اس کا ایک معنیٰ یہ ہے کہ غائب اور مخفی اشیاء کے سب خزانے اور ان کی چابیاں اللہ ہی کے پاس ہیں خواہ وہ رزق، نعمت، اشیاء، علم ہو یا کچھ اور، تو ان خزانوں کو کھول کر عطا کرنا رب ہی کے اختیار میں ہے، یعنی غیب سے مراد مطلق غیبی اشیاء جو عدم سے وجود میں آتی ہیں اور جنہیں خدا مخلوق کو فراہم کرتا ہے۔ دوسرا معنیٰ غیبی امور کا علم ہے، اس کی چابیاں بھی اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہیں، اس معنیٰ میں نہیں کہ جب چاہے وہ معلوم کر لے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو تو پہلے ہی سے ہر ظاہر و غیب

وَالْبَحْرِ ؕ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ

اور کوئی پتہ نہیں گرتا مگر وہ اسے جانتا ہے اور نہ زمین کی تاریکیوں میں کوئی دانہ ہے اور نہ کوئی تر

وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿۵۹﴾ وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ

اور نہ ہی کوئی خشک چیز مگر (یہ سب) ایک روشن کتاب میں ہے ○ اور وہی ہے جو رات کو تمہاری روحیں قبض کرلیتا ہے اور جو کچھ تم دن میں کماتے ہو اسے جانتا

بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ لِيُقْضٰۤى اَجَلٌ مُّسَمًّى ۚ ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ

ہے پھر تمہیں دن کے وقت اٹھاتا ہے تاکہ مقررہ مدت پوری ہوجائے پھر اسی کی طرف تمہارا لوٹنا ہے پھر وہ بتادے گا جو کچھ

تَعْمَلُوْنَ ﴿۶۰﴾ ع وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ ع ۷ ۵ ۱۳

تم کرتے تھے ○ اور وہی اپنے بندوں پر غالب ہے اور وہ تم پر نگہبان بھیجتا ہے یہاں تک کہ جب تم میں کسی کو موت آتی ہے

کا کامل لامتناہی علم ہے، لہٰذا مراد یہ ہے کہ غیب کے خزانوں کی چابیاں اسی کے پاس ہیں تو وہ جسے جتنا چاہے غیب کا علم عطا فرمادے جیسے انبیاء علیہم السلام، فرشتوں اور ولیوں کو عطا فرماتا ہے۔ **اور اس کے اپنے علم کی یہ شان ہے کہ** خشکی وتری میں جو کچھ ہے وہ سب جانتا ہے اور کسی بھی درخت سے کوئی پتہ گرتا ہے تو وہ اسے جانتا ہے کہ کب گرا اور کہاں گرا اور کتنی دیر ہوا میں رہا اور نہ زمین کے تاریک حصوں میں کوئی دانہ ہے اور نہ کوئی تر اور نہ ہی کوئی خشک چیز ہے مگر یہ سب ایک روشن کتاب لوحِ محفوظ میں لکھے ہوئے ہیں۔

آیت 60 گزشتہ آیت میں اللہ تعالیٰ کے کمالِ علم کا بیان ہوا اور یہاں کمالِ قدرت کا بیان ہو رہا ہے، چنانچہ فرمایا: اے لوگو! اللہ وہی ہے جو رات کے وقت تمہاری روحیں قبض کرلیتا اور تمہاری قوتِ احساس زائل کر کے تمہیں نیند میں ڈال کر مردے کی طرح کر دیتا ہے اور جو کچھ تم دن میں کماتے ہو وہ اسے جانتا ہے۔ پھر وہ تمہیں دن کے وقت اٹھاتا ہے تاکہ تمہاری زندگی کی مقررہ مدت پوری ہو جائے، پھر مرنے کے بعد آخرت میں اسی کی طرف تمہیں لوٹ کر جانا ہے، پھر وہ تمہیں ان اعمال کی جزا دے گا جو کچھ تم دن رات کیا کرتے تھے۔ **اہم بات:** نیند کے بعد بیداری بھی گویا موت کے بعد زندگی کی ایک صورت ہے اور یہ قیامت میں دوبارہ زندہ کئے جانے پر خدا کی قدرت کی ایک دلیل ہے۔

آیت 61 فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہی اپنے بندوں پر غالب ہے۔ یعنی ان کے تمام امور میں تصرف کرتا ہے۔ مخلوق کو دینا، نہ دینا، نفع و نقصان پہنچانا، عزت وذلت اور زندگی موت دینا سب اسی کے اختیار میں ہے، اس کے فیصلے کو رد کرنے والا کوئی نہیں اور اس کے علاوہ اور کوئی جائے پناہ نہیں۔ مزید فرمایا کہ وہ تم پر نگہبان فرشتے یعنی کراماً کاتبین بھیجتا ہے جو تمہارے اعمال شمار کرتے ہیں، یہاں تک کہ جب تم میں کسی کی موت کا وقت آجاتا ہے تو ہمارے فرشتے یعنی حضرت ملکُ الموت علیہ السلام اپنے مددگار فرشتوں کے ساتھ اس کی روح قبض کرلیتے ہیں اور وہ فرشتے خدا کے حکم پر عمل کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں کرتے۔ **درس:** تمام اعمال لکھے جارہے ہیں اور روزِ قیامت نامۂ اعمال تمام مخلوق کے سامنے پڑھا جائے گا تو اس وقت گناہ کتنی رسوائی کا سبب ہوں گے، اس پر غور کرنا چاہیے۔

الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ ﴿٦١﴾ ثُمَّ رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ ؕ اَلَا

تو ہمارے فرشتے اس کی روح قبض کرتے ہیں اور وہ کوئی کوتاہی نہیں کرتے۔ پھر انہیں اللہ کی طرف لوٹایا جائے گا جو ان کا مالکِ حقیقی ہے۔ سن لو،

لَهُ الْحُكْمُ ۫ وَهُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ ﴿٦٢﴾ قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ

اسی کا حکم ہے اور وہ سب سے جلد حساب کرنے والا ہے۔ تم فرماؤ: وہ کون ہے جو تمہیں خشکی اور سمندر کی ہولناکیوں سے نجات دیتا ہے؟

تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۚ لَئِنْ اَنْجٰىنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿٦٣﴾ قُلِ

تم اسے گڑگڑا کر اور پوشیدہ طور پر پکارتے ہو (اور تم کہتے ہو کہ) اگر وہ ہمیں اس سے نجات دیدے تو ہم ضرور شکرگزاروں میں سے ہوجائیں گے۔ تم فرماؤ:

اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ﴿٦٤﴾ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ

اللہ تمہیں ان ہولناکیوں سے اور ہر بے چینی سے نجات دیتا ہے پھر بھی تم شرک کرتے ہو۔ تم فرماؤ: وہی اس پر قادر ہے کہ

آیت 62 فرمایا کہ جب لوگ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہوں گے تو فرشتے انہیں حساب کی جگہ میں اس اللہ تعالیٰ کے حکم اور جزا کی طرف لوٹائیں گے جو ان کے تمام امور کا حقیقی مالک ہے۔ اے لوگو! سن لو، قیامت کے دن بندوں کے درمیان اسی کا فیصلہ نافذ ہے، اور وہ سب سے جلد حساب نمٹا دینے والا ہے کیونکہ اسے سوچنے، جانچنے اور شمار کرنے کی حاجت ہی نہیں کہ اس وجہ سے دیر ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم فرمائے اور قیامت کے حساب میں ہم پر نرمی فرمائے۔ آمین۔

آیت 63 اس آیت میں شرک کی تردید ہے، کہ اے حبیب! ان کافروں سے پوچھیں: وہ کون ہے جو تمہیں زمینی اور سمندری سفر کی ہولناکیوں سے نجات دیتا ہے؟ جب ہولناکیوں سے دل کانپتے ہوئے بے چین ہو جاتے ہیں تب تم لوگ بھی بتوں کو بھول کر اللہ تعالیٰ کو گڑگڑا کر اور پوشیدہ طور پر پکارتے ہو اور اس وقت کہتے ہو کہ اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ان ہولناکیوں اور سختیوں سے نجات دیدے تو ہم ضرور شکرگزاروں میں سے ہو جائیں گے اور اس کا حقِ نعمت بجالائیں گے لیکن ہوتا کیا ہے؟ اسے اگلی آیت میں بیان فرمایا۔

آیت 64 فرمایا کہ اے حبیب! آپ انہیں بتا دیں کہ اللہ تعالیٰ کے تمہیں ہولناکیوں اور زندگی کی ہر بے چینی سے نجات دینے کے بعد بھی تم لوگ شرک کرتے ہو، یہ کتنی بڑی گمراہی ہے۔ **اہم بات:** دنیا میں کفار کی بعض دعائیں قبول ہو جاتی ہیں جیسے مصیبت میں پھنسے کفار نجات کی دعا کرتے تو اللہ تعالیٰ انہیں نجات دے دیتا تھا، یونہی شیطان نے اپنی درازیٔ عمر کی دعا کی؛ جو قبول ہوئی۔

آیت 65 فرمایا: اے حبیب! آپ ان کافروں سے فرما دیں: اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ تمہارے شرک کی وجہ سے تم پر تمہارے اوپر سے عذاب نازل فرما دے جیسے حضرت نوح اور حضرت لوط علیہما السلام کی قوموں اور ابرہہ کے لشکر پر نازل کیا؛ یا تمہارے قدموں کے نیچے سے عذاب بھیجے جیسے فرعون کو غرق کیا اور قارون کو زمین میں دھنسا دیا؛ یا مختلف گروہوں اور فرقوں میں تقسیم کرکے آپس میں لڑا دے اور تمہیں ایک دوسرے کی لڑائی کا مزہ چکھا دے۔ دیکھو، ہم کس طرح قرآنِ مجید میں بار بار مختلف انداز سے وعدہ اور وعید کی آیتیں بیان کرتے ہیں تاکہ وہ لوگ سمجھ جائیں اور سرکشی و عناد سے باز آجائیں۔ صحیح بخاری میں ہے: جب آیت کا یہ حصہ

يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّ يُذِيْقَ

تم پر تمہارے اوپر سے یا تمہارے قدموں کے نیچے سے عذاب بھیجے یا مختلف گروہ بنا کر آپس میں لڑا دے اور تمہارے ایک کو دوسرے کی لڑائی

بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ ﴿۶۵﴾ وَ كَذَّبَ بِهٖ

کا مزہ چکھا دے۔ دیکھو ہم کس طرح بار بار آیتیں بیان کرتے ہیں تاکہ وہ لوگ سمجھ جائیں○ اور تمہاری قوم نے اس کو

قَوْمُكَ وَ هُوَ الْحَقُّ ؕ قُلْ لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ﴿ؕ۶۶﴾ لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ ۫ وَّ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۷﴾

جھٹلایا حالانکہ یہی حق ہے۔ تم فرماؤ: میں تم پر نگہبان نہیں ہوں○ ہر خبر کے لئے ایک وقت مقرر ہے اور عنقریب تم جان جاؤ گے○

وَ اِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْۤ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ

اور اے سننے والے! جب تو انہیں دیکھے جو ہماری آیتوں میں بیہودہ گفتگو کرتے ہیں تو ان سے منہ پھیر لے جب تک وہ کسی اور بات میں

غَيْرِهٖ ؕ وَ اِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۶۸﴾

مشغول نہ ہو جائیں اور اگر شیطان تمہیں بھلا دے تو یاد آنے کے بعد ظالموں کے پاس نہ بیٹھ○

نازل ہوا: ”وہ قادر ہے تم پر عذاب بھیجے تمہارے اوپر سے“ تو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا: تیری ہی پناہ مانگتا ہوں، جب یہ حصہ نازل ہوا: ”یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے“ تو فرمایا: میں تیری ہی پناہ مانگتا ہوں اور جب یہ حصہ نازل ہوا: ”یا تمہیں لڑوا دے مختلف گروہ کرکے اور ایک کو دوسرے کی سختی چکھائے“ تو فرمایا: یہ آسان ہے۔ (بخاری، حدیث: 4628)

آیت 66 ارشاد فرمایا کہ آپ کی قوم کے سرکش لوگوں نے اسے یعنی قرآن یا نزولِ عذاب کو جھٹلایا حالانکہ یہی حق ہے تو اے حبیب! آپ ان سے فرما دیں: میں تم پر نگہبان نہیں ہوں بلکہ میرا کام رہنمائی کرنا ہے جو میں نے احسن طریقے سے پورا کر دیا ہے؛ دلوں کی ذمہ داری مجھ پر نہیں کہ اگر تم ہدایت نہ پاؤ تو مجھ سے باز پرس ہو۔

آیت 67 فرمایا کہ ہر خبر کے لیے ایک وقت مقرر ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے قرآن میں جو خبریں دیں اُن کے اوقات معین ہیں، ہر خبر ٹھیک وقت پر واقع ہوگی اور عنقریب تم دنیا و آخرت میں ان کا درست ہونا جان لوگے۔

آیت 68 یہاں کافروں اور بے دینوں کی صحبت میں بیٹھنے سے منع کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ اے مخاطب! جب تم لوگوں کو دیکھو کہ ہماری آیتوں میں بیہودہ گفتگو کرتے یعنی قرآن پاک کا مذاق اڑاتے ہیں تو ان سے منہ پھیر لو اور ان کے پاس نہ بیٹھو جب تک وہ کسی اور بات میں مشغول نہ ہو جائیں اور اگر شیطان تمہیں یہ حکم بھلا دے اور تم ان کے پاس بیٹھ جاؤ تو یاد آنے کے بعد ظالموں کے پاس بیٹھے نہ رہو بلکہ اٹھ جاؤ۔ **اہم باتیں:** (1) بے دینوں کی جس مجلس میں دین کا احترام نہ کیا جاتا ہو مسلمان کو وہاں بیٹھنا جائز نہیں۔ (2) برے عقیدے والوں کی محفل میں جانا اور ان کی تقریر سننا حرام اور خود کو بد مذہبی و گمراہی پر پیش کرنے والا کام ہے۔ اچھی باتیں چننے کا زعم رکھ کر بھی سننا جائز نہیں۔ لوگوں کی بڑی تعداد اسی چکر میں گمراہ ہو جاتی ہے۔

Go To Index

وَمَا عَلَى الَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّلٰكِنْ ذِكْرٰى لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿٦٩﴾

اور پرہیزگاروں پر گمراہوں کے حساب سے کچھ نہیں لیکن نصیحت کرنا ہے تاکہ وہ بچیں ○

وَذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَعِبًا وَّلَهْوًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَذَكِّرْ بِهٖٓ اَنْ تُبْسَلَ

اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جنہوں نے اپنا دین ہنسی مذاق اور کھیل بنالیا اور جنہیں دنیا کی زندگی نے دھوکے میں ڈال دیا اور قرآن کے ذریعے نصیحت کرو تاکہ کوئی

نَفْسٌۢ بِمَا كَسَبَتْ ۖ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ ۚ وَاِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ

جان اپنے اعمال کی وجہ سے ہلاکت کے سپرد نہ کردی جائے، اللہ کے سوا نہ اس کا کوئی مددگار ہوگا اور نہ ہی سفارشی اور اگر وہ اپنے بدلے میں سارے معاوضے

لَّا يُؤْخَذْ مِنْهَا ۗ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اُبْسِلُوْا بِمَا كَسَبُوْا ۚ لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ

دیدے تو اس سے نہ لیے جائیں گے۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہیں ان کے اعمال کی وجہ سے ہلاکت کے سپرد کردیا گیا۔ ان کے لئے ان کے کفر کے سبب کھولتے

اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ﴿٧٠﴾ ع قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا وَنُرَدُّ ع ٨ ١٠ ١٤

ہوئے پانی کا مشروب اور دردناک عذاب ہے○ تم فرماؤ: کیا ہم اللہ کے سوا اس کی عبادت کریں جو نہ ہمیں نفع دے سکتا ہے اور نہ ہمیں نقصان پہنچا سکتا ہے؟ اور کیا

آیت 69 **شانِ نزول:** مسلمانوں نے کہا تھا: ہمیں اندیشہ ہے کہ اگر ہم ان گمراہوں کو چھوڑ دیں گے اور منع نہ کریں گے تو گنہگار ہوں گے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا کہ پرہیزگاروں پر ان مذاق اڑانے والوں کے حساب سے کوئی پکڑ نہیں بلکہ طعن واستہزا کرنے والوں کے گناہ انہی پر ہیں اور انہی سے ان کا حساب ہوگا۔ ہاں! پرہیزگار انہیں نصیحت کرتے رہیں تاکہ وہ اپنی حرکتوں سے باز آئیں۔

اہم بات: وعظ و نصیحت اور اظہارِ حق کے لئے بدمذہب کے پاس علماء کو بیٹھنا جائز ہے لیکن نہایت احتیاط لازم ہے۔

آیت 70 ارشاد فرمایا کہ تم ان لوگوں سے معاشرتی تعلقات اور میل جول چھوڑ دو جنہوں نے اپنے دین کو ہنسی مذاق اور کھیل بنالیا، اس کی وجہ یہ ہے کہ انہیں دنیا کی زندگی نے دھوکے میں ڈالا ہوا ہے اور تم قرآن کے ذریعے انہیں نصیحت کرو تاکہ کوئی جان اپنے دنیوی برے اعمال کی وجہ سے آخرت میں ثواب سے محروم اور ہلاکت کے سپرد نہ کردی جائے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سوا ان کا نہ کوئی مددگار ہوگا اور نہ سفارشی، اور اگر وہ پکڑے جانے والا شخص عذاب سے چھٹکارے کے بدلے میں ہر قسم کا معاوضہ دیدے تو بھی اس سے نہ لیا جائے گا۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہیں ان کے گناہوں کی وجہ سے ہلاکت کے سپرد کردیا گیا اور ان کے لئے ان کے کفر کے سبب کھولتے ہوئے پانی کا مشروب اور دردناک عذاب ہے۔ **درس:** دنیوی زندگی کا دھوکا یہ ہے کہ دل پر دنیا کی محبت غالب آجائے اور بندہ اپنی آخرت سے غافل ہوجائے۔ کفار اس دھوکے میں بری طرح مبتلا ہیں اور فی زمانہ مسلمان بھی اسی کا شکار نظر آرہے ہیں۔

آیت 71، 72 ان دو آیات میں ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! شرک کی طرف بلانے والوں سے کہہ دیں کہ کیا ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی ایسے بت کی عبادت کریں جو عاجز و مجبور ہے کہ نہ ہمیں نفع دے سکتا ہے اور نہ نقصان، اور خدا نے ہمیں ہدایت اور اسلام و توحید کی نعمت دی ہے تو کیا اس کے بعد ہم الٹے پاؤں پھر جائیں؟ اس شخص کی طرح جسے جنگل میں شیطانوں نے راستے سے بہکا دیا اور کہا منزل

عَلٰٓى اَعْقَابِنَا بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ كَالَّذِى اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِيْنُ فِى الْاَرْضِ حَيْرَانَ ص

اس کے بعد ہم الٹے پاؤں پھر جائیں جب کہ ہمیں اللہ نے ہدایت دی ہے اس شخص کی طرح (الٹے پاؤں پھر جائیں) جسے شیطانوں نے زمین میں راستہ بھلا دیا ہو

لَهٗٓ اَصْحٰبٌ يَّدْعُوْنَهٗٓ اِلَى الْهُدَى ائْتِنَا ؕ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ؕ وَاُمِرْنَا

وہ حیران ہے، اس کے ساتھی اسے راستے کی طرف بلا رہے ہیں کہ ادھر آؤ۔ تم فرماؤ کہ اللہ کی ہدایت ہی ہدایت ہے اور ہمیں حکم ہے کہ

لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۱﴾ وَاَنْ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّقُوْهُ ؕ وَهُوَ الَّذِىْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۷۲﴾

ہم اس کے لیے گردن رکھ دیں جو سارے جہانوں کا پالنے والا ہے○ اور یہ کہ نماز قائم رکھو اور اس سے ڈرو اور وہی ہے جس کی طرف تمہیں اٹھایا جائے گا○

الثّلث

وَهُوَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ وَيَوْمَ يَقُوْلُ كُنْ فَيَكُوْنُ ۬ؕ قَوْلُهُ الْحَقُّ ؕ

اور وہی ہے جس نے حق کے ساتھ آسمان و زمین بنائے اور جس دن وہ فرمائے گا: "ہو جا" تو وہ فوراً ہو جائے گی۔ اس کی بات سچی ہے

وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِى الصُّوْرِ ؕ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ؕ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ﴿۷۳﴾

جس دن صور میں پھونکا جائے گا اس دن اسی کی سلطنت ہے (وہ) ہر چھپے اور ظاہر کو جاننے والا ہے اور وہی حکمت والا، خبردار ہے○

مقصود کی یہی راہ ہے جبکہ اس کے رفیق اسے راہِ راست کی طرف بلا رہے ہیں کہ ادھر آؤ، اور اب وہ شخص حیران ہے کہ کدھر جائے۔ اس کا انجام یہی ہو گا کہ اگر بھوتوں کی راہ پر چل پڑا تو ہلاک ہو جائے گا اور رفیقوں کا کہا مانا تو سلامت رہے گا اور منزل پر پہنچ جائے گا۔ یہی حال اس شخص کا ہے جو طریقۂ اسلام سے بہکا اور شیطان کی راہ چلا، مسلمان اس کو راہِ راست کی طرف بلاتے ہیں تو اگر اُن کی بات مانے گا راہ پائے گا ورنہ ہلاک ہو جائے گا۔ مزید فرمایا کہ اے حبیب! آپ فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہی ہدایت ہے اور دینِ اسلام کا جو طریقہ اُس نے اپنے بندوں کے لئے مقرر کیا ہے، وہی ہدایت و نور ہے اور جو اس کے سوا ہے وہ دینِ باطل ہے اور ہمیں حکم ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے لئے گردن رکھ دیں، اسی کی اطاعت و فرمانبرداری کریں اور خاص اسی کی عبادت کریں جو سارے جہانوں کا پالنے والا ہے اور ہمیں نماز قائم رکھنے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا حکم دیا گیا ہے اور وہی ہے جس کی طرف تمہیں بروزِ قیامت اٹھایا جائے گا تو وہ تمہیں تمہارے اعمال کی جزا دے گا۔ **اہم بات:** نماز قائم کرنے سے مراد یہ ہے کہ نماز کے ظاہری و باطنی حقوق ادا کرتے ہوئے نماز پڑھی جائے۔ نماز کے ظاہری حقوق یہ ہیں کہ ہمیشہ، ٹھیک وقت پر پابندی کے ساتھ نماز پڑھی جائے اور فرائض، سنن و مستحبات کا خیال رکھا جائے نیز تمام مفسدات و مکروہات سے بچا جائے جبکہ باطنی حقوق یہ ہیں کہ دل کو غیر اللہ کے خیال سے فارغ کر کے ظاہر و باطن کے ساتھ بارگاہِ حق میں متوجہ ہو اور بارگاہِ الٰہی میں عرض و نیاز اور مناجات میں محو ہو جائے۔

آیت 73 اس آیت میں 6 باتیں ارشاد فرمائی گئی ہیں (1) وہی ہے جس نے حق کے ساتھ آسمان و زمین بنائے جن سے اس کی کامل قدرت، اس کا کمالِ علم، حکمت اور صنعت ظاہر ہے۔ (2) قیامت کا وہ دن یاد کرو جس دن اللہ تعالیٰ فنا کی ہوئی ہر چیز کو فرمائے گا: "ہو جا" تو وہ فوراً ہو جائے گی۔ (3) اللہ تعالیٰ کی بات ہی سچی ہے اور اس کا دیا ہوا ہر وعدہ حق ہے۔ (4) جس دن صور میں پھونکا جائے گا: اس دن اسی کی سلطنت ہے کہ نام کو بھی سلطنت کا دعویٰ کرنے والا کوئی نہ ہو گا۔ (5) اللہ تعالیٰ ہر اس چیز کو جاننے والا ہے جو چھپی ہوئی اور جو ظاہر ہے۔ (6) اللہ تعالیٰ ہی اپنی ہر تخلیق میں حکمت والا اور اشیاء کے ظاہر کی طرح ان کے باطن سے بھی خبردار ہے۔

وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ لِاَبِیْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً ۚ اِنِّیْۤ اَرٰىكَ وَ قَوْمَكَ فِیْ ضَلٰلٍ

اور یاد کرو جب ابراہیم نے اپنے باپ آزر سے فرمایا، کیا تم بتوں کو (اپنا) معبود بناتے ہو۔ بیشک میں تمہیں اور تمہاری قوم کو کھلی گمراہی میں

مُّبِیْنٍ ﴿۷۴﴾ وَ كَذٰلِكَ نُرِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ لِیَكُوْنَ

دیکھ رہا ہوں ○ اور اسی طرح ہم ابراہیم کو آسمانوں اور زمین کی عظیم سلطنت دکھاتے ہیں اور اس لیے کہ وہ عین الیقین والوں

مِنَ الْمُوْقِنِیْنَ ﴿۷۵﴾ فَلَمَّا جَنَّ عَلَیْهِ الَّیْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ۚ قَالَ هٰذَا رَبِّیْ ۚ فَلَمَّاۤ اَفَلَ قَالَ

میں سے ہوجائے ○ پھر جب ان پر رات کا اندھیرا چھایا تو ایک تارا دیکھا، فرمایا: کیا اسے میرا رب ٹھہراتے ہو؟ پھر جب وہ ڈوب گیا تو فرمایا:

لَاۤ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ ﴿۷۶﴾ فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّیْ ۚ فَلَمَّاۤ اَفَلَ قَالَ لَىٕنْ

میں ڈوبنے والوں کو پسند نہیں کرتا ○ پھر جب چاند چمکتا دیکھا تو فرمایا: کیا اسے میرا رب کہتے ہو؟ پھر جب وہ ڈوب گیا تو فرمایا: اگر مجھے

آیت 74 یہ آیت ان مشرکینِ عرب پر حجت ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو قابلِ تعظیم جانتے اور آپ کی فضیلت مانتے تھے، چنانچہ فرمایا کہ اے حبیب! کفارِ مکہ کے سامنے وہ وقت بیان کریں کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے اپنے عرفی باپ (یعنی چچا) آزر سے فرمایا: کیا تم بتوں کو اپنا معبود بناتے ہو! بیشک میں تمہیں اور تمہاری مشرک قوم کو کھلی گمراہی میں دیکھ رہا ہوں۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السّلام بتوں سے اس قدر نفرت کرتے ہیں تو اے اہلِ مکہ! اگر تم حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو مانتے ہو تو تم بھی بت پرستی چھوڑ دو۔ **اہم بات:** اس آیت میں آزر کے لئے اَب کا لفظ ذکر ہوا۔ اس کا ایک معنی ہے: باپ، اور دوسرا معنی ہے: چچا۔ یہاں اس سے مراد چچا ہے جیسا کہ قاموس اور امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب مَسَالِكُ الْحُنَفَاء میں ہے، نیز چچا کو باپ کہنا تمام ممالک بالخصوص عرب میں معمول ہے اور قرآن وحدیث میں چچا کو باپ کہنے کی مثالیں موجود ہیں۔

آیت 75 ارشاد فرمایا کہ جیسے ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو دین میں بصیرت عطا فرمائی ایسے ہی ہم انہیں آسمانوں اور زمین کی عظیم سلطنت دکھاتے ہیں تاکہ وہ اس کے ذریعے ہماری وحدانیت پر استدلال کرے اور اس لیے کہ وہ دیکھ کر یقین کرنے والوں میں سے ہوجائے کیونکہ ہر ظاہر اور پوشیدہ چیز ان کے سامنے کردی گئی اور مخلوق کے اعمال میں سے کچھ بھی ان کے سامنے چھپا نہ رہا۔ **اہم باتیں:** (1) آسمانوں اور زمین کی سلطنت سے مراد آسمانوں اور زمین کی مخلوق ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو صخرۂ بیت المقدس پر کھڑا کیا گیا اور آپ کو آسمانوں کا مشاہدہ عطا کیا گیا حتی کہ آپ نے عرش و کرسی، آسمانوں کے عجائبات اور جنت میں اپنا مقام دیکھ لیا، پھر آپ کے لئے زمین کھول دی گئی حتی کہ آپ نے سب سے نیچے کی زمین تک نظر کی اور زمینوں کے تمام عجائبات دیکھے۔ مفسرین کا اس میں اختلاف ہے کہ یہ دیکھنا باطنی نگاہ سے تھا یا سر کی آنکھوں سے۔ (2) حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو عظیم معراج ہوئی مگر ہمارے آقا حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اس سے بہت بڑھ کر معراج ہوئی۔

آیت 76-78 انبیا علیہم السّلام یقینی طور پر معصوم، معرفتِ الٰہی سے شناسا اور پہلے دن ہی سے توحید پر ہوتے ہیں۔ یہ عقیدہ ذہن میں رکھتے ہوئے ان تین آیات کا خلاصہ پڑھئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے ابتدا ہی سے عمدہ دلائل کے ذریعے توحید کی حمایت اور شرک کا رد شروع

لَمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ ﴿٧٧﴾ فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا

میرے رب نے ہدایت نہ دی ہوتی تو میں بھی گمراہ لوگوں میں سے ہوتا○ پھر جب سورج کو چمکتا دیکھا تو فرمایا: کیا اسے میرا

رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿٧٨﴾ اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ

رب کہتے ہو؟ یہ توان سب سے بڑا ہے پھر جب وہ ڈوب گیا تو فرمایا: اے میری قوم! میں ان چیزوں سے بیزار ہوں جنہیں تم (اللہ کا) شریک ٹھہراتے ہو○ میں نے

لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿٧٩﴾ ۚ وَحَآجَّهٗ قَوْمُهٗ ؕ قَالَ

ہر باطل سے جدا ہو کر اپنا منہ اس کی طرف کیا جس نے آسمان اور زمین بنائے اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں○ اور ان کی قوم ان سے جھگڑنے لگی (ابراہیم

اَتُحَآجُّوْٓنِّيْ فِي اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنِ ؕ وَلَآ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ رَبِّيْ شَيْئًا ؕ

نے) فرمایا: کیا تم اللہ کے بارے میں مجھ سے جھگڑتے ہو حالانکہ وہ تو مجھے ہدایت عطا فرما چکا اور مجھے ان کا (کوئی) ڈر نہیں جنہیں تم شریک بتاتے ہو البتہ یہ کہ میرا

فرما دیا تھا اور چونکہ اس زمانے میں لوگ بتوں اور ستاروں کی پوجا کرتے تھے اس لیے آپ نے دل نشین پیرائے میں غور و فکر کی طرف رہنمائی کی تاکہ وہ سمجھ جائیں کہ جب سارا جہان عدم سے وجود میں آنے والا، پھر ختم ہونے والا ہے، تو یہ کسی صورت معبود نہیں ہو سکتا، چنانچہ جب رات کے وقت آپ نے زہرہ یا مشتری ستارہ دیکھا تو فرمایا: کیا اسے میرا رب کہتے ہو؟ پھر جب وہ ڈوب گیا تو فرمایا: میں ڈوبنے والوں کی عبادت کرنا پسند نہیں کرتا کیونکہ جو چیز تبدیلی کا شکار ہوتی ہو وہ خدا نہیں ہو سکتی۔ اس کے بعد آپ نے چاند کو چمکتے دیکھا تو فرمایا: کیا اسے میرا رب کہتے ہو؟ پھر جب وہ ڈوب گیا تو فرمایا: اگر مجھے میرے رب نے ہدایت دے کر ثابت قدم نہ رکھا ہوتا تو میں بھی گمراہوں میں سے ہو جاتا۔ اس میں قوم کو یہ تنبیہ فرمائی کہ جو چاند کو معبود ٹھہرائے وہ گمراہ ہے کیونکہ چاند کی حالتیں بدلنا بھی اس کے حادث ہونے یعنی عدم سے وجود میں آنے کی دلیل ہے اور جو حادث ہو وہ ہرگز خدا نہیں ہو سکتا۔ اس کے بعد جب آپ نے سورج کو جگمگاتے دیکھا تو فرمایا: کیا اسے میرا رب کہتے ہو؟ یہ تو ان ستاروں اور چاند سے بڑا ہے، پھر جب وہ بھی ڈوب گیا اور ستارے، چاند اور سورج کے معبود نہ ہونے پر مضبوط ترین دلیل قائم ہو گئی تو آپ نے فرمایا: اے میری قوم! میں سب جھوٹے خداؤں سے بیزار ہوں جنہیں تم اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے ہو۔

آیت 79 حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے جھوٹے معبودوں سے بیزاری کے بعد اپنے متعلق فرمایا کہ میں نے ہر باطل سے جدا ہو کر اپنا منہ اس اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کی طرف کیا جس نے آسمان اور زمین بنائے اور میں ہرگز مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔ یعنی اسلام کے سوا باقی تمام دینوں سے جدا رہ کر صرف اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکنے والا ہوں۔ **اہم بات:** حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے خود کو حنیف فرمایا۔ حنیف کے معنی ہیں: تمام جھوٹے دینوں سے پاک صاف اور ہر باطل سے جدا۔

آیت 80 جب حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے جھوٹے معبودوں کا رد شروع کیا تو قوم جھگڑتے ہوئے کہنے لگی: اے ابراہیم! بتوں سے ڈرو، اُنہیں برا کہنے سے خوف کھاؤ، کہیں تمہیں نقصان نہ پہنچ جائے۔ حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے فرمایا: کیا تم اللہ تعالیٰ کے بارے میں مجھ سے جھگڑتے ہو حالانکہ وہ تو مجھے اپنی توحید و معرفت کی ہدایت عطا فرما چکا اور مجھے اِن بتوں کا کوئی ڈر نہیں اور مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا البتہ میرا رب کوئی بات چاہے تو وہ ہو سکتی ہے کیونکہ وہ قادرِ مطلق ہے نہ یہ کہ تمہارے بتوں کے چاہنے سے کچھ ہو گا۔ میرے

وَسِعَ رَبِّیۡ کُلَّ شَیۡءٍ عِلۡمًا ؕ اَفَلَا تَتَذَکَّرُوۡنَ ﴿۸۰﴾ وَ کَیۡفَ اَخَافُ مَاۤ اَشۡرَکۡتُمۡ وَلَا تَخَافُوۡنَ

رب کوئی بات چاہے۔میرے رب کا علم ہر چیز کو محیط ہے تو کیا تم نصیحت نہیں مانتے ؟O اور میں تمہارے شریکوں سے کیوں ڈروں؟ اور تم اس بات سے

اَنَّکُمۡ اَشۡرَکۡتُمۡ بِاللّٰہِ مَا لَمۡ یُنَزِّلۡ بِہٖ عَلَیۡکُمۡ سُلۡطٰنًا ؕ فَاَیُّ الۡفَرِیۡقَیۡنِ اَحَقُّ بِالۡاَمۡنِ ۚ

نہیں ڈرتے کہ تم نے اللہ کا شریک اس کو ٹھہرایا جس کی کوئی دلیل اللہ نے تم پر نہیں اتاری تو دونوں گروہوں میں امان کا زیادہ حقدار کون ہے؟

اِنۡ کُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ﴿ۘ۸۱﴾ اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ لَمۡ یَلۡبِسُوۡۤا اِیۡمَانَہُمۡ بِظُلۡمٍ اُولٰٓئِکَ لَہُمُ الۡاَمۡنُ وقف لازم

اگر تم جانتے ہوO وہ جو ایمان لائے اور اپنے ایمان میں شرک کو نہ ملایا تو انہی کے لیے امان ہے

وَ ہُمۡ مُّہۡتَدُوۡنَ ﴿٪۸۲﴾ وَ تِلۡکَ حُجَّتُنَاۤ اٰتَیۡنٰہَاۤ اِبۡرٰہِیۡمَ عَلٰی قَوۡمِہٖ ؕ نَرۡفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنۡ نَّشَآءُ ؕ ع ٩ ١٥

اور یہی ہدایت یافتہ ہیںO اور یہ ہماری مضبوط دلیل ہے جو ہم نے ابراہیم کو اس کی قوم کے مقابلے میں عطا فرمائی۔ہم جس کے چاہتے ہیں درجات بلند کردیتے ہیں۔

رب کا علم ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے جس کو جو نفع یا نقصان پہنچتا ہے سب اس کے علم میں ہے، تو کیا تم نصیحت نہیں مانتے؟ **اہم بات:** حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے ایسے خطرناک موقع پر بھی ایمان نہ چھپایا بلکہ ایمان ظاہر فرمایا؛ اس سے معلوم ہوا کہ پیغمبروں علیہم السّلام کے دل میں مخلوق کی ایسی ہیبت نہیں آسکتی جو انہیں فرائض کی ادائیگی سے روک دے۔

آیت 81 حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے مزید فرمایا: میں تمہارے شریکوں سے کیوں ڈروں جو بے جان، عاجز اور بے بس ہیں، مجھے ڈرانے کے بجائے تمہیں ڈرنا چاہیے کیونکہ تم نے ان بتوں کو بغیر کسی دلیل کے خدا کا شریک ٹھہرایا۔ یہ بات سامنے رکھ کر غور کرو کہ امان کا مستحق کون ہے؟ وہ مومن جس کے پاس اپنے عقیدے کی حقانیت کے دلائل ہیں یا وہ مشرک جس کے پاس اپنے عقیدے کی کوئی معقول اور قابلِ قبول دلیل نہیں؟ اگر تم امان کے حقدار کو جانتے ہو اور وہ یقینی طور پر مومن ہی ہے تو تم بھی ایمان لے آؤ۔

آیت 82 ارشاد فرمایا کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان میں شرک کو نہ ملایا تو انہی کے لئے عذاب سے امان ہے اور یہی ہدایت یافتہ ہیں اور ان کے علاوہ سب کھلی گمراہی میں ہیں۔ **اہم بات:** اس آیت میں ایمان سے مراد اللہ تعالیٰ کو ماننا اور ظلم سے مراد شرک ہے۔ معتزلہ فرقہ والے اس آیت میں ظلم سے گناہ مراد لیتے ہیں، جو صحیح احادیث کے خلاف ہے۔ بخاری شریف میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم بہت پریشان ہوئے اور بارگاہِ رسالت میں عرض کی: ہم میں سے کون ہے جو اپنی جان پر ظلم نہیں کرتا۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس سے یہ مراد نہیں بلکہ اس سے مراد شرک ہے۔ کیا تم نے وہ بات نہیں سنی جو حضرت لقمان رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہی تھی کہ اے میرے بیٹے! اللہ تعالیٰ کا کسی کو شریک نہ کرنا، بیشک شرک بڑا ظلم ہے۔ (بخاری، حدیث:3429)

آیت 83 فرمایا کہ ستارے، چاند اور سورج کی آفاقی نشانیوں سے استدلال کرکے توحیدِ الٰہی ثابت کرنے کے مضبوط دلائل ہم نے ہی ابراہیم علیہ السّلام کو عطا فرمائے تھے جن کے ذریعے وہ اپنی قوم پر غالب آئے۔ ہم جس کے چاہتے ہیں علم، عقل، فہم اور فضیلت کے ساتھ درجات بلند کردیتے ہیں جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے دنیا میں علم و حکمت اور نبوت کے ساتھ اور آخرت میں قرب و ثواب کے ساتھ درجے بلند فرمائے۔ بیشک تمہارا رب اپنے تمام افعال میں حکمت والا اور مخلوق کے تمام احوال جاننے والا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) اس

اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۸۳﴾ وَ وَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ ؕ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَ نُوْحًا هَدَيْنَا

بیشک تمہارا رب حکمت والا، علم والا ہے ○ اور ہم نے انہیں اسحاق اور یعقوب عطا کیے۔ ان سب کو ہم نے ہدایت دی اور ان سے پہلے نوح کو ہدایت

مِنْ قَبْلُ وَ مِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَ سُلَيْمٰنَ وَ اَيُّوْبَ وَ يُوْسُفَ وَ مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ ؕ وَ كَذٰلِكَ

دی اور اس کی اولاد میں سے داؤد اور سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون کو (ہدایت عطا فرمائی) اور ایسا ہی

نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۸۴﴾ۙ وَ زَكَرِيَّا وَ يَحْيٰى وَ عِيْسٰى وَ اِلْيَاسَ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۵﴾ۙ

ہم نیک لوگوں کو بدلہ دیتے ہیں ○ اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس کو (ہدایت یافتہ بنایا) یہ سب ہمارے خاص بندوں میں سے ہیں ○

وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ الْيَسَعَ وَ يُوْنُسَ وَ لُوْطًا ؕ وَ كُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۶﴾ۙ وَ مِنْ

اور اسماعیل اور یَسَع اور یونس اور لوط کو (ہدایت دی) اور ہم نے سب کو تمام جہان والوں پر فضیلت عطا فرمائی ○ اور ان کے

اٰبَآىِٕهِمْ وَ ذُرِّيّٰتِهِمْ وَ اِخْوَانِهِمْ ۚ وَ اجْتَبَيْنٰهُمْ وَ هَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۸۷﴾

باپ دادا اور ان کی اولاد اور ان کے بھائیوں میں سے (بھی) بعض کو (ہدایت دی) اور ہم نے انہیں چن لیا اور ہم نے انہیں سیدھے راستے کی طرف ہدایت دی ○

آیت سے واضح ہو گیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا ستارے، چاند اور سورج کو رب کہنا بطورِ عقیدہ نہیں بلکہ قوم کے سامنے ان کے عقیدے اور تردید کی دلیل کے طور پر تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ باتیں ہم نے انہیں بطورِ دلیل عطا فرمائیں۔ (2) انبیاء علیہم السّلام کا کثرت سے ذکر اور محفلوں کو اُن کے ذِکرِ پاک سے آراستہ کرنا اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ہے، نیز یہ ایمانی طاقت بڑھانے اور عقیدۂ توحید کو مضبوط کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔

آیت 84-87 ﴾ ان چار آیات میں فرمایا گیا کہ ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو بیٹا حضرت اسحاق اور پوتا حضرت یعقوب علیہما السّلام عطا فرمائے۔ ان سب کو ہم نے ہدایت دی اور حضرت ابراہیم علیہ السّلام سے پہلے حضرت نوح علیہ السّلام کو ہدایت دی۔ حضرت نوح علیہ السّلام کی اولاد میں حضرت داود، حضرت سلیمان، حضرت ایوب، حضرت یوسف، حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہمُ السّلام کو ہدایت عطا فرمائی، جیسا ہم نے انہیں بدلہ دیا ایسا ہی ہم نیک لوگوں کو بدلہ دیتے ہیں اور ہم نے حضرت زکریا، حضرت عیسیٰ اور حضرت الیاس علیہمُ السّلام کو ہدایت یافتہ بنایا، یہ سب ہمارے خاص بندوں میں سے ہیں اور ہم نے حضرت اسمٰعیل، حضرت یَسَع، حضرت یونس اور حضرت لوط علیہمُ السّلام کو ہدایت دی اور ان سب کو ان کے وقت میں نبوت و رسالت کے ساتھ تمام جہان والوں پر فضیلت عطا فرمائی، ان کے باپ دادا، اولاد اور بھائیوں میں سے بھی بعض کو ہدایت دی، ہم نے انہیں چن لیا اور انہیں سیدھے راستے کی طرف ہدایت دی۔ **اہم باتیں:** (1) حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے بعد تمام انبیاء علیہمُ السّلام آپ ہی کی اولاد سے ہوئے۔ لہٰذا مرزا قادیانی ہرگز نبی نہیں کیونکہ اگر یہ نبی ہوتا تو حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی اولاد سے ہوتا۔ (2) یہاں اللہ تعالیٰ نے اٹھارہ انبیاءِ کرام علیہمُ السّلام کا ذکر فرمایا اور ان کے ذکر کی ترتیب زمانہ اور فضیلت کے اعتبار سے نہیں بلکہ اس ترتیب میں ان کی عظمت و شان اور خصوصیات کی ترتیب و جامعیت ہے۔ (3) یہاں انبیاء علیہمُ السّلام کو تمام جہان والوں سے افضل فرمایا گیا اور جہان میں اللہ تعالیٰ کے سوا سب داخل ہیں لہٰذا ثابت ہوا کہ انبیاءِ کرام علیہمُ السّلام فرشتوں اور اماموں سے بھی افضل ہیں۔

ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا

یہ اللہ کی ہدایت ہے وہ اپنے بندوں میں جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور اگر وہ (بھی بالفرض) شرک کرتے تو ضرور ان کے تمام اعمال

كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٨٨﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ۚ فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا

ضائع ہوجاتے○ یہی وہ ہستیاں ہیں جنہیں ہم نے کتاب اور حکمت اور نبوت عطا کی تو اگر کفار ان چیزوں کا انکار کرتے ہیں تو ہم نے اس کے لئے ایسی

هٰۤؤُلَآءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ ﴿٨٩﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ

قوم مقرر کر رکھی ہے جو ان چیزوں کا انکار کرنے والی نہیں○ یہی وہ (مقدس) ہستیاں ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت کی تو تم ان کی ہدایت کی

اقْتَدِهْ ؕ قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ ﴿٩٠﴾ ع وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ ع ١٠ ٨ ١٦

پیروی کرو۔ تم فرماؤ: میں اس پر تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا۔ یہ صرف سارے جہان والوں کے لئے نصیحت ہے○ اور یہودیوں نے اللہ کی قدر نہ کی

آیت 88 فرمایا کہ یہ اللہ کی ہدایت ہے یعنی ان عقائد کی پہچان خدا کی ہدایت ہے کہ اللہ تعالیٰ واحد و یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور اس معرفت کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اپنے دین، اپنی طاعت و بندگی کی اور باطل معبودوں سے بیزاری کا اظہار کرنے کی ہدایت دیتا ہے۔ آیت کے اگلے حصے میں عوام و خواص سب لوگوں کو ڈرایا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے بے خوف نہ ہوں کیونکہ جب فضیلت اور بلند مقام رکھنے والے انبیاءِ کرام علیہم السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ ”اگر وہ (بھی بالفرض) شرک کرتے تو ضرور ان کے تمام اعمال ضائع ہوجاتے۔“ تو ان کے مقابلے میں اور لوگوں کا حال کیا ہوگا۔

آیت 89 ارشاد فرمایا کہ جن انبیا علیہم السلام کا ذکر کیا گیا؛ یہی وہ ہستیاں ہیں جنہیں ہم نے کتاب، حکمت اور نبوت عطا کی ہے تو اگر کفارِ مکہ کتاب، حکمت اور نبوت کا انکار کرتے ہیں تو ہم نے ان چیزوں کے حقوق ادا کرنے کے لئے ایسی قوم مقرر کر رکھی ہے جو ان چیزوں کا انکار کرنے والی نہیں۔ حقوق ادا کرنے والی قوم سے انصار، مہاجرین، تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم یا وہ سب مسلمان مراد ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ خدمتِ دین کی توفیق بخشے، جیسے مبلغین، علماء، اولیا، سلاطین وغیرہ۔

آیت 90 جلیل القدر انبیا علیہم السلام کے تذکرے کے بعد فرمایا: یہی وہ مقدس ہستیاں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے حق اور صراطِ مستقیم کی ہدایت کی تو اے حبیب! آپ تمام اچھے اخلاق، پسندیدہ افعال اور کامل صفات میں ان کی پیروی کریں۔ آپ کفارِ مکہ سے فرمائیں کہ میں اس یعنی قرآن یا تبلیغِ رسالت اور دعوتِ توحید پر تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا۔ یہ قرآن تو سارے جہان والوں کے لئے نصیحت ہے۔ **اہم باتیں:** (1) اس آیت سے علماء نے استدلال کیا ہے کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم تمام انبیاء سے افضل ہیں کیونکہ کمال و شرف کی جو صفات انبیاء علیہم السلام کو جدا جدا عطا فرمائی گئیں تھیں اللہ تعالیٰ نے ان تمام صفات کو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم میں جمع فرما دیا ہے تو جب آپ تمام انبیا کی صفاتِ کمال کے جامع ہیں تو یقیناً سب سے افضل ہوئے۔ (2) قرآن سارے جہان والوں کے لیے نصیحت ہے تو صاحبِ قرآن یعنی ہمارے آقا صلی اللہ علیہ والہ وسلم بھی یقیناً تمام مخلوق کے رسول ہیں اور کل جہان آپ کی اُمت ہے۔

آیت 91 **شانِ نزول:** یہودیوں کے ایک بڑے عالم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے بحث میں غضبناک ہو کر کہا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی آدمی

حَقَّ قَدْرِهٖۤ اِذْ قَالُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَیْءٍ ؕ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِیْ

جیسا اس کی قدر کرنے کا حق تھا جب انہوں نے کہا: اللہ نے کسی انسان پر کوئی چیز نہیں نازل کی۔ تم فرماؤ: وہ کتاب کس نے اتاری تھی جسے

جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا وَّهُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِیْسَ تُبْدُوْنَهَا وَتُخْفُوْنَ كَثِیْرًا ۚ

موسیٰ لے کر آئے تھے؟ نور اور لوگوں کے لیے ہدایت تھی، جس کے تم نے الگ الگ کاغذ بنا لیے تھے، کچھ ظاہر کرتے ہو اور بہت کچھ چھپا لیتے ہو

وَعُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْۤا اَنْتُمْ وَلَاۤ اٰبَآؤُكُمْ ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِیْ خَوْضِهِمْ یَلْعَبُوْنَ ﴿۹۱﴾

اور تمہیں وہ سکھایا جاتا ہے جو نہ تم کو معلوم تھا اور نہ تمہارے باپ دادا کو۔ تم کہو: ”اللہ“ پھر انہیں ان کی بیہودگی میں کھیلتے ہوئے چھوڑ دو○

وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى

اور یہ برکت والی کتاب ہے جسے ہم نے نازل فرمایا ہے، پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے اور اس لئے (اتری) تاکہ تم اس کے ذریعے مرکزی شہر اور اس کے

وَمَنْ حَوْلَهَا ؕ وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَهُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ ﴿۹۲﴾

ارد گرد والوں کو ڈر سناؤ اور جو آخرت پر ایمان لاتے ہیں وہی اس کتاب پر ایمان لاتے ہیں اور وہ اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں○

پر کچھ نہیں اُتارا۔ اس پر یہ فرمایا گیا کہ یہودیوں نے اللہ تعالیٰ کی ویسے قدر نہ کی جیسے اس کی قدر کرنے کا حق تھا کہ خدا نے مخلوق تو پیدا فرمائی لیکن ان کی رہنمائی کے لئے کسی انسان پر کوئی چیز نہیں نازل کی۔ معاذ اللہ۔ نیز اے حبیب! آپ ان سے پوچھیں کہ اگر اللہ تعالیٰ نے کوئی کتاب نہیں اتاری تو وہ کتاب کس نے اتاری تھی جسے حضرت موسیٰ علیہ السلام لے کر آئے تھے؟ جو سراپا نور اور لوگوں کے لیے ہدایت تھی، وہ بھی تو ایک انسان یعنی موسیٰ علیہ السلام ہی پر اتری تھی جس کتاب کے تم نے الگ الگ کاغذ بنا لئے تھے، ان میں سے کچھ وہ ظاہر کر دیتے ہو جس کا اظہار اپنی خواہش کے مطابق سمجھتے ہو جبکہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور ان کے دین کے متعلق بہت کچھ چھپا لیتے ہو اور اے یہودیو! تمہیں محمدِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تعلیم اور قرآنِ کریم کے ذریعے وہ کچھ سکھایا جاتا ہے جو نہ تم کو معلوم تھا اور نہ تمہارے باپ دادا کو۔ اے حبیب! پھر اگر یہودی آپ کے سوال کا جواب نہ دے سکیں تو آپ خود فرما دیں کہ تورات اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی اور جیسے اس نے تورات نازل فرمائی ایسے ہی قرآن بھی اسی نے نازل فرمایا، اس جواب کے بعد آپ انہیں ان کی باطل باتوں اور بحثوں میں مشغول چھوڑ دیں کیونکہ آپ نے وعظ و نصیحت کا حق ادا کر دیا، اب اس پر بھی وہ باز نہ آئیں تو انہیں ان کے حال پر ہی چھوڑ دینا چاہئے۔

آیت 92 فرمایا کہ یہ قرآن برکت والی کتاب ہے جسے ہم نے نازل فرمایا ہے۔ یہ پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہے اور قرآن اس لئے نازل فرمایا ہے کہ اے حبیب! آپ اس کے ذریعے مرکزی شہر مکہ مکرمہ اور اس کے ارد گرد والوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب کا خوف دلائیں۔ مزید فرمایا کہ جو لوگ آخرت کو مانتے ہیں وہی اس کتاب پر ایمان رکھتے ہیں کیونکہ وہ برے انجام سے ڈرتے ہیں اور قیامت کا ڈر انسان کو ایمان و اعمال صالحہ پر ابھارتا ہے نیز فرمایا کہ قرآن و آخرت پر ایمان رکھنے والے اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں۔ **درس:** یہاں بطور خاص نماز کا ذکر ہوا کیونکہ یہ ایمان کے بعد سب سے اعلیٰ اور خدا کی بارگاہ میں سب سے پیاری عبادت ہے اور نماز کی پابندی کرنا قرآن و آخرت پر ایمان رکھنے کا اہم تقاضا بھی ہے۔

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ قَالَ أُوحِيَ إِلَيَّ وَلَمْ يُوحَ إِلَيْهِ شَيْءٌ وَمَنْ

اور اس سے بڑھ کر ظالم کون؟ جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا کہے: میری طرف وحی کی گئی حالانکہ اس کی طرف کسی شے کی وحی نہیں بھیجی گئی اور جو

قَالَ سَأُنْزِلُ مِثْلَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ ۗ وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الظَّالِمُونَ فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ

کہے: میں بھی ابھی ایسا اُتار دوں گا جیسا اللہ نے اتارا ہے۔ اور اگر تم دیکھو جب ظالم موت کی سختیوں میں ہوتے ہیں اور فرشتے اپنے ہاتھ

بَاسِطُوا أَيْدِيهِمْ أَخْرِجُوا أَنْفُسَكُمُ ۖ الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُولُونَ

پھیلاتے ہوئے کہتے ہیں کہ اپنی جانیں نکالو۔ آج تمہیں ذلت کا عذاب دیا جائے گا اس کے بدلے میں جو تم اللہ پر ناحق باتیں کہتے

آیت 93 **شانِ نزول:** آیت کے ابتدائی حصے کا شانِ نزول یہ ہے کہ یمن کے علاقے یمامہ میں مسیلمہ کذاب نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا۔ اس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے یا نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرے اور کہے کہ میری طرف وحی کی گئی حالانکہ اس کی طرف کسی شے کی وحی نہیں بھیجی گئی۔ **آیت کے اگلے حصے کا شانِ نزول:** عبد اللہ بن ابی سرح کاتبِ وحی تھا۔ جب آیت وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ نازل ہوئی، وہ اسے لکھنے لگا، آخر تک پہنچتے پہنچتے انسانی پیدائش کی تفصیل جان کر حیرت زدہ ہوا اور آخری حصہ فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ بے اختیار اس کی زبان پر جاری ہو گیا اور یہی آیت کا اختتامی حصہ بھی تھا، اس پر اس کا دماغ خراب ہو گیا کہ مجھ پر بھی وحی آنے لگی ہے اور یوں وہ مرتد ہو گیا۔ وہ یہ نہ سمجھا کہ نورِ وحی اور زورِ کلام کی وجہ سے آیت کا آخری کلمہ خود ہی اس کی زبان پر آ گیا ہے جس میں اُس کی قابلیت کا کوئی دخل نہیں۔ زورِ کلام بعض اوقات خود اپنا آخر بتا دیا کرتا ہے جیسے کوئی شاعر نفیس مضمون پڑھے تو مضمون خود قافیہ بتا دیتا ہے اور سننے والے لوگ، شاعر سے پہلے قافیہ پڑھ دیتے ہیں، ان میں ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو ہر گز ویسا شعر کہنے پر قادر نہیں ہوتے تو قافیہ بتانا ان کی قابلیت نہیں بلکہ کلام کی قوت ہے اور یہاں تو نورِ وحی اور نورِ نبی سے سینہ میں روشنی آتی تھی چنانچہ مجلس شریف سے جدا ہونے اور مرتد ہو جانے کے بعد پھر ایک جملہ بھی ایسا نہ بنا سکا جو نظمِ قرآنی سے ملتا جلتا ہو لیکن بالآخر فتحِ مکہ سے پہلے اس نے دوبارہ اسلام قبول کر لیا تھا۔ اُس کے بارے میں آیت کا اگلا حصہ نازل ہوا جس میں فرمایا گیا کہ اس سے بڑھ کر ظالم کون جو کہے: عنقریب میں بھی ایسی ہی کتاب اُتار دوں گا جیسی اللہ تعالیٰ نے نازل کی ہے۔ **اس کے بعد کافروں کے مرتے وقت کے حالات بیان کرتے ہوئے فرمایا:** اگر تم کافروں کی حالت دیکھو تو بڑی خوفناک حالت دیکھو گے جب ظالم موت کی سختیوں میں ہوتے ہیں اور فرشتے ارواح قبض کرنے کے لئے جھڑکتے اور کہتے ہیں کہ اپنی جانیں نکالو۔ آج تم کافروں کو ذلت کا عذاب دیا جائے گا اُس وجہ سے جو تم نبوت اور وحی کے جھوٹے دعوے کر کے یا اللہ تعالیٰ کے لئے شریک اور بیوی بچے بتا کر اللہ تعالیٰ پر ناحق باتیں کہتے اور اس کی آیتوں کے مقابلے میں تکبر کرتے تھے، اسی لیے نہ تو آیتوں میں غور کرتے اور نہ ہی ان پر ایمان لاتے تھے۔ **اہم بات:** اس آیت میں مرزا قادیانی کا بھی رد ہے کیونکہ وہ بھی اپنی طرف وحی آنے کا دعوے دار تھا۔ آج کل قادیانی مختلف طریقوں سے لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں۔ کچھ کہتے ہیں کہ مرزا قادیانی نے نبوت کا نہیں بلکہ مجدد ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ کچھ کہتے ہیں کہ مرزا نے مطلق نبوت کا نہیں بلکہ ظلی و بروزی نبوت کا دعویٰ کیا تھا حالانکہ مرزا قادیانی کی کتابوں میں کئی جگہ مطلق دعوئ نبوت موجود ہے بہر حال ظلی و بروزی نبوت کا دعویٰ بھی باطل و مردود ہے۔

عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَ كُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۹۳﴾ وَ لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا

تھے اور اس کی آیتوں سے تکبر کرتے تھے O اور بیشک تم ہمارے پاس اکیلے آئے جیسا ہم نے تمہیں پہلی مرتبہ

خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّ تَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ ۚ وَ مَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ

پیدا کیا تھا اور تم اپنی پیٹھ پیچھے وہ سب مال ومتاع چھوڑ آئے جو ہم نے تمہیں دیا تھا اور (آج) ہم تمہارے ساتھ تمہارے ان سفارشیوں کو نہیں دیکھتے

ع ۱۱/۱۷ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰٓؤُا ؕ لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَ ضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۹۴﴾ ع

جنہیں تم گمان کرتے تھے کہ وہ تم میں (ہمارے) شریک ہیں۔ بیشک تمہارے درمیان جدائی ہوگئی اور تم سے وہ غائب ہوگئے جن (کے معبود ہونے) کا تم دعویٰ کرتے تھے O

اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَ النَّوٰى ؕ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ مُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ ؕ

بیشک اللہ دانے اور گٹھلی کو چیرنے والا ہے، زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور مردہ کو زندہ سے نکالنے والا ہے،

آیت 94 کافروں کی موت کے بعد اب قیامت کے احوال کا بیان ہے، چنانچہ فرمایا کہ قیامت کے دن کافروں سے کہا جائے گا: بیشک تم ہمارے پاس حساب و جزا کے لئے ایسے اکیلے آئے جیسے ہم نے تمہیں پہلی بار اکیلا پیدا کیا تھا، نہ تمہارے ساتھ مال ہے، نہ جاہ و مرتبہ، نہ وہ اولاد ہے جن کی محبت میں تم عمر بھر گرفتار رہے اور نہ ہی وہ بت جنہیں تم پوجتے رہے۔ آج اُن میں سے کوئی تمہارے کام نہ آیا بلکہ تم وہ سب مال ومتاع اپنے پیچھے چھوڑ آئے جو ہم نے تمہیں دیا تھا اور آج ہم تمہارے ساتھ تمہارے ان سفارشیوں کو نہیں دیکھتے جنہیں تم گمان کرتے تھے کہ وہ عبادت کے حق دار ہونے میں اللہ کے شریک ہیں۔ بیشک تمہارے درمیان جدائی ہوگئی اور تمہاری جماعت منتشر ہوگئی اور تم سے وہ بت غائب ہوگئے جن کے معبود ہونے کا تم دعویٰ کرتے تھے اور تمہارے وہ تمام جھوٹے دعوے باطل ہوگئے جو تم دنیا میں کرتے تھے۔ **درس:** مرنے کے بعد انسان قبر و حشر نیز بارگاہِ الٰہی میں اعمال کا حساب دینے کے وقت تنہا ہوگا۔ مال ومتاع، اہل و عیال، عزیز رشتہ دار اور دوست احباب میں سے کوئی اس کے ساتھ نہ ہوگا؛ لہٰذا دنیا کی زندگی میں وہ ساتھی بنالیں جو قبر کی وحشت انگیز تنہائی اور قیامت کے دن تسکین کا باعث ہوں اور وہ ساتھی نیک اعمال ہیں۔

آیت 95 یہاں اللہ تعالیٰ کی کمالِ قدرت و علم کا بیان ہے کیونکہ مقصودِ اعظم اللہ تعالیٰ کی صفات وافعال کی معرفت ہے اور یہ کہ وہی تمام چیزوں کو پیدا کرنے والا ہے اور جو ایسی شان کا مالک ہے وہی عبادت کا حق دار ہو سکتا ہے۔ خشک دانہ اور گٹھلی کو چیر کر ان سے سبزہ اور درخت پیدا کرنا اور ایسی سنگلاخ زمینوں میں ان کے نرم ریشوں کو جاری کر دینا جہاں آہنی میخ بھی کام نہ کر سکے اس کی قدرت کے کیسے عجائبات ہیں۔ وہی اللہ کریم دانے اور گٹھلی کو چیر کر سبزہ اور درخت بنا دیتا ہے اور زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے جیسے جاندار سبزہ کو بے جان دانے اور گٹھلی سے اور انسان و حیوان کو نطفہ سے اور پرندے کو انڈے سے؛ یونہی وہی ربِ عظیم مردہ کو زندہ سے نکالنے والا ہے جیسے جاندار درخت سے بے جان گٹھلی اور دانہ کو اور انسان و حیوان سے نطفہ کو اور پرندے سے انڈے کو۔ یہ سب اس کی قدرت و حکمت کے عجائبات ہیں تو اے کافرو! یہ ہے اللہ، تو تم کہاں اوندھے جاتے ہو؟ اور ایسے دلائل کے بعد کیوں خدا پر اور موت کے بعد اٹھنے پر ایمان نہیں لاتے؟ جو بے جان نطفہ سے جاندار حیوان کو پیدا کرتا ہے اس کی قدرت سے مردہ کو زندہ کرنا کیا بعید ہے۔

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿٩٥﴾ فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ۚ وَجَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ

یہ اللہ ہے تو تم کہاں پھرے جاتے ہو؟○(۹۵) تاریکی کو چاک کرکے صبح نکالنے والا (ہے) اور اس نے رات کو آرام (کا ذریعہ) بنایا اور اس نے سورج اور چاند کو (اوقات

حُسْبَانًا ۭ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿٩٦﴾ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا

کے) حساب (کا ذریعہ بنایا) یہ زبردست، علم والے کا مقرر کیا ہوا اندازہ ہے○ اور وہی ہے جس نے تمہارے لیے ستارے بنائے تاکہ تم ان کے ذریعے

فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۭ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿٩٧﴾ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ

خشکی اور سمندر کی تاریکیوں میں راستہ پاؤ۔ بیشک ہم نے علم والوں کے لیے تفصیل سے نشانیاں بیان کردیں○ اور وہی ہے جس نے تم کو ایک جان سے پیدا

مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ ۭ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّفْقَهُوْنَ ﴿٩٨﴾ وَهُوَ

کیا پھر کہیں ٹھکانہ ہے اور کہیں امانت رکھے جانے کی جگہ ہے۔ بیشک ہم نے سمجھنے والوں کے لیے نشانیاں تفصیل سے بیان کردیں○ اور وہی ہے

الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ

جس نے آسمان سے پانی اُتارا پھر ہم نے اس کے ذریعے ہر اُگنے والی چیز نکالی تو ہم نے اس سے سرسبز کھیتی نکالی جس میں سے ہم ایک دوسرے پر چڑھے

آیت 96 ﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی تین شانیں بیان فرمائی ہیں: (1) وہ تاریکی کو چاک کرکے صبح نکالنے والا ہے چنانچہ صبح کے وقت مشرق کی طرف روشنی دھاگے کی طرح یوں نمودار ہوتی ہے جیسے اس خط نے تاریکی چاک کر دی۔ (2) اس نے رات کو آرام کا ذریعہ بنایا کہ مخلوق اس میں چین پاتی اور دن کی تھکاوٹ کو آرام کرکے دور کرتی اور شب بیدار عابد و زاہد لوگ تنہائی میں اپنے رب کی عبادت سے چین پاتے ہیں۔ (3) اللہ تعالیٰ نے سورج اور چاند کو اوقات کے حساب کا ذریعہ بنایا کہ ان کی گردش سے عبادات و معاملات کے اوقات معلوم ہوتے ہیں۔ یہ سب زبردست، علم والے کا مقرر کیا ہوا اندازہ ہے۔ **اہم بات:** علمِ ریاضی، نباتات، فلکیات اور حیوانات بہت اعلیٰ علوم ہیں کہ ان سے رب تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ ظاہر ہوتی ہے۔

آیت 97 ﴾ ارشاد فرمایا کہ وہی اللہ ہے جس نے اپنی قدرتِ کاملہ سے تمہارے لئے ستارے بنائے تاکہ تم خشکی اور سمندر میں سفر کے دوران رات کی تاریکیوں میں راستہ پاؤ۔ بیشک ہم نے علم والوں کے لئے تفصیل سے اپنی قدرت کی نشانیاں بیان کر دی ہیں۔ **اہم بات:** یہاں علم والوں کا بطورِ خاص اس لیے ذکر کیا گیا ہے کہ ان نشانیوں سے وہی فائدہ اٹھاتے ہیں ورنہ یہ نشانیاں سب کے لیے عام ہیں۔

آیت 98 ﴾ اس آیت میں ایک جان سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں، ٹھکانہ سے مراد ماں کے رحم میں یا زمین کے اوپر ٹھکانہ ہے اور امانت رکھے جانے کی جگہ سے مراد باپ کی پشت یا زمین کے اندر بطورِ امانت رکھا جانا ہے۔ آخر میں فرمایا کہ بیشک ہم نے ان لوگوں کے لیے اپنی قدرت کی نشانیاں تفصیل سے بیان کر دی ہیں جو اپنی ذہانت اور باریک بینی سے تحقیق کرنے کی صلاحیت کے سبب سمجھ بوجھ رکھتے ہیں۔

آیت 99 ﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ وہی اللہ ہے جس نے آسمان سے پانی اتارا، پھر اُسی نے اِس پانی کے ذریعے ہر اگنے والی چیز نکالی، تو تم دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے اس پانی سے سرسبز کھیتی نکالی جس میں سے وہ ایک دوسرے پر چڑھے ہوئے دانے نکالتا ہے جیسے گندم کی

مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۚ وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَّجَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ

ہوئے دانے نکالتے ہیں اور کھجور کے ابتدائی کچے شگوفوں سے (کھجور کے) خوشے (نکلتے ہیں جو پھلوں کی کثرت سے) لٹکے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور انگور کے باغ

وَّالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ؕ اُنْظُرُوْٓا اِلٰى ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَيَنْعِهٖ ؕ

اور زیتون اور انار (نکالتے ہیں جو) کسی وصف میں ایک دوسرے سے ملتے ہوتے ہیں اور کسی وصف میں جدا ہوتے ہیں۔ تم درخت کے پھل اور اس کے پکنے کی

اِنَّ فِيْ ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۹۹﴾ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوْا لَهٗ

طرف دیکھو جب وہ پھل دے۔ بیشک اس میں ایمان والوں کے لیے نشانیاں ہیں ○ اور لوگوں نے جنوں کو اللہ کا شریک بنالیا حالانکہ اللہ نے توان جنوں کو پیدا کیا ہے اور لوگوں

بَنِيْنَ وَبَنٰتٍۭ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَنّٰى ع ١٢/١٨

نے اللہ کے لئے جہالت سے بیٹے اور بیٹیاں گڑھ لیں حالانکہ اللہ ان کی بیان کی ہوئی چیزوں سے پاک اور بلند ہے ○ وہ بغیر کسی نمونے کے آسمانوں اور زمین کا

يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ؕ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۰۱﴾

بنانے والا ہے۔ اس کے لئے اولاد کیسے ہوسکتی ہے؟ حالانکہ اس کی بیوی (ہی) نہیں ہے اور اس نے ہر شے کو پیدا کیا ہے اور وہ ہر شے کو جاننے والا ہے ○

بالیاں وغیرہ اور کھجور کے ابتدائی کچے شگوفوں سے کھجور کے خوشے نکلتے ہیں جو پھلوں کی کثرت سے لٹکے ہوئے ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ انگور کے باغ، زیتون اور انار نکالتا ہے جو کسی وصف میں ایک دوسرے سے ملتے ہوتے ہیں اور کسی وصف میں جدا ہوتے ہیں اور اے لوگو! جب درخت پھل دے تو تم اس کے پھل اور ان پھلوں کے پکنے کی طرف دیکھو اور غور کرو۔ بیشک اس میں ایمان والوں کے لئے قدرتِ الٰہی کی نشانیاں ہیں کہ پانی ایک ہے اور جس زمین سے یہ سب کچھ اگ رہا ہے وہ بھی ایک ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس سے جو چیزیں اگائی ہیں وہ قسم قسم اور رنگارنگ کی ہیں تو جو رب ایک پانی سے اتنی قسم کی سبزیاں پیدا فرمانے پر قادر ہے تو وہ ایک صور کی پھونک سے سارے عالم کو مارنے اور زندہ کرنے پر بھی قادر ہے؛ لہٰذا قیامت برحق ہے۔

آیت 100 ارشاد فرمایا کہ سابقہ آیات میں بیان کردہ دلائلِ قدرت، نعمتوں کے پیدا کرنے اور عطا فرمانے کا تقاضا یہ تھا کہ لوگ اس کریم کارساز پر ایمان لاتے لیکن اِس کی بجائے بُت پرستوں نے اپنے اوپر یہ ستم کیا کہ جنوں کو خدا کا شریک قرار دیا اور جنوں کے نام پر دیوی دیوتا بنالئے اور اللہ تعالیٰ کے لیے معاذاللہ اپنی طرف سے ہی بیٹے اور بیٹیاں گھڑلیں حالانکہ اللہ تعالیٰ ان کی بیان کی ہوئی چیزوں سے پاک اور بلند ہے اور یہ چیزیں اس کی شان کے لائق ہی نہیں۔

آیت 101 اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی عظمت وشان اور پاکی کا بیان ہے، چنانچہ فرمایا: اس کی شان یہ ہے کہ وہ بغیر کسی نمونے اور سابقہ مثال کے آسمانوں اور زمین کو بنانے والا ہے۔ اس کی دوسری شان یہ ہے کہ وہ اولاد سے پاک ہے کیونکہ اولاد عورت کے بغیر نہیں ہوتی اور بیوی سے پاک ہے تو اس کی اولاد کیسے ہوسکتی ہے؟ کوئی عورت اس کی بیوی ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ کوئی شے اس کی مثل ہی نہیں اور اولاد نہ ہونے کی ایک دلیل یہ ہے کہ اس نے ہر شے کو پیدا کیا ہے تو جو کچھ ہے سب اُس کی مخلوق ہے اور مخلوق اولاد نہیں ہوسکتی، لہٰذا کسی مخلوق کو اس کی اولاد بتانا باطل ہے اور وہ ہر شے کو خوب جاننے والا ہے لہٰذا اس پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ۚ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ

یہ اللہ تمہارا رب ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، ہر شے کو پیدا فرمانے والا ہے تو تم اس کی عبادت کرو اور وہ ہر چیز پر

وَّكِیْلٌ ﴿۱۰۲﴾ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ۫ وَ هُوَ یُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ وَ هُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ ﴿۱۰۳﴾

نگہبان ہے ○ آنکھیں اس کا احاطہ نہیں کر سکتیں اور وہ تمام آنکھوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے اور وہی ہر باریک چیز کو جاننے والا، بڑا خبردار ہے ○

قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآىٕرُ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَ مَنْ عَمِیَ فَعَلَیْهَا ؕ وَ مَاۤ اَنَا

بیشک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے آنکھیں کھولنے والی دلیلیں آگئیں تو جس نے (انہیں) دیکھ لیا تو اپنے فائدے کے لئے ہی (کیا) اور جو (دیکھنے

آیت 102 فرمایا کہ اے مشرکو! جس کی ایسی عظیم الشان صفات بیان ہوئیں وہی اللہ تمہارا رب اور صرف وہی عبادت کا مستحق ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق ہے ہی نہیں، وہ ہر شے کو پیدا فرمانے والا ہے لہٰذا تم صرف اسی کی عبادت کرو اور ان صفات کے ساتھ وہ ہر چیز پر نگہبان بھی ہے، لہٰذا اسی پر بھروسہ کرو اور دنیوی و اخروی معاملات کے حل کے لیے اسی کی عبادت کو وسیلہ بناؤ۔

آیت 103 فرمایا کہ اس کی شان یہ ہے کہ آنکھیں اس کی ذات کا احاطہ نہیں کر سکتیں اور وہ تمام آنکھوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے اور وہی ہر باریک چیز کو جاننے والا، اپنی مخلوق اور اس کے اعمال پر بڑا خبردار ہے۔ **اہم باتیں:** (1) ادراک کے معنیٰ ہیں: دیکھی جانے والی چیز کی تمام طرفوں اور حدوں پر واقف ہونا کہ یہ چیز فلاں جگہ سے شروع ہو کر فلاں جگہ ختم ہو گئی، جیسے انسان کو ہم کہیں کہ سر سے شروع ہو کر پاؤں پر ختم ہو گیا۔ اسی کو اِحاطہ (گھیراؤ) کہتے ہیں اور احاطہ اسی چیز کا ہو سکتا ہے جس کی حدیں اور جہتیں ہوں جبکہ اللہ تعالیٰ کے لئے حد اور جہت محال ہے تو اس کا ادراک و احاطہ بھی نا ممکن ہے اور یہی اہلِ سنت کا مذہب ہے۔ (2) آخرت میں مؤمنین کو دیدارِ الٰہی ہو گا اور یہ عقیدہ قرآن و حدیث سے ثابت ہے، چنانچہ قرآنِ مجید میں ہے: ﴿وُجُوْهٌ یَّوْمَىٕذٍ نَّاضِرَةٌ ﴿۲۲﴾ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴿۲۳﴾﴾ (القیامۃ: 22، 23) ترجمہ: "کچھ چہرے اس دن تروتازہ ہوں گے، اپنے رب کو دیکھتے ہوں گے۔" اسی طرح حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی بارگاہ میں حاضر تھے کہ رات کے وقت آپ نے چاند کی طرف دیکھ کر فرمایا: عنقریب تم اپنے رب کو دیکھو گے جیسے اس چاند کو دیکھتے ہو اور اسے دیکھنے میں کوئی دقت محسوس نہ کرو گے۔ (بخاری، حدیث: 554)
(3) آخرت میں مؤمنین کے لیے دیدارِ الٰہی کا انکار گمراہی ہے۔

آیت 104 ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! آپ لوگوں سے فرما دیں کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے توحید، نبوت، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے اور حساب و جزا سے متعلق دل کی آنکھیں کھول دینے والی دلیلیں آگئیں؛ تو جس نے دل کی آنکھ سے حق دیکھا اور اس پر ایمان لے آیا تو اس میں اس کا اپنا ہی فائدہ ہے اور جو حق ظاہر ہونے کے باوجود اسے دیکھنے سے اندھا رہا اور اس پر ایمان نہ لایا تو اس میں نقصان بھی اس کا اپنا ہے اور میں تم پر نگہبان نہیں کہ تمہارے اعمال و افعال کی نگہبانی کرتا پھروں بلکہ میں تمہاری طرف تمہارے رب کا رسول ہوں تاکہ اس کا پیغام تم تک پہنچا دوں۔

عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ﴿١٠٤﴾ وَ كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ وَلِيَقُوْلُوْا دَرَسْتَ وَلِنُبَيِّنَهٗ لِقَوْمٍ

سے) اندھا رہا تو یہ بھی اسی پر ہے اور میں تم پر نگہبان نہیں ۞ اور ہم اسی طرح بار بار آیتیں بیان کرتے ہیں اور اس لیے تاکہ کافر بول اٹھیں کہ تم نے پڑھ لیا ہے

يَّعْلَمُوْنَ ﴿١٠٥﴾ اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ وَ اَعْرِضْ عَنِ

اور اس لیے تاکہ ہم اسے علم والوں کے لئے واضح کردیں ۞ تم اس وحی کی پیروی کرو جو تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے بھیجی گئی ہے، اس کے سوا

الْمُشْرِكِيْنَ ﴿١٠٦﴾ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكُوْا ۗ وَمَا جَعَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۚ وَمَآ اَنْتَ

کوئی معبود نہیں اور مشرکوں سے منہ پھیر لو ۞ اور اگر اللہ چاہتا تو وہ شرک نہ کرتے اور ہم نے تمہیں ان پر نگہبان نہیں بنایا اور نہ آپ

عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ﴿١٠٧﴾ وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًۢا بِغَيْرِ

ان پر نگران ہیں ۞ اور اُنہیں برا بھلا نہ کہو جنہیں وہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں کہ وہ زیادتی کرتے ہوئے جہالت کی وجہ سے اللہ کی شان میں بے ادبی کریں گے

آیت 105 فرمایا کہ جیسے ہم نے پہلے آیتیں بیان کیں اسی طرح ہم بار بار اپنی آیتیں بیان کرتے ہیں تاکہ لوگ عبرت حاصل کریں، نیز ان پر اللہ کی حجت قائم ہو جائے لیکن کافر عبرت نہیں لیتے بلکہ ان آیات کے نازل ہونے کے نتیجے میں کافر بول اٹھتے ہیں: اے محمد! تم نے گزشتہ کتابوں کو پڑھ لیا ہے اور وہی پڑھ کر ہمیں بتا رہے ہو اور اس لئے بار بار آیتیں بیان کرتے ہیں تاکہ قرآن کو علم والوں کے لئے واضح کر دیں کیونکہ وہی اس سے حقیقی فائدہ اٹھاتے ہیں۔

آیت 106 ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! آپ اس وحی کی پیروی کرتے رہیں جو رب کی طرف سے بھیجی گئی ہے۔ وہی خدا تنہا معبود ہے؛ لہٰذا کفار کی باطل باتوں سے رنجیدہ نہ ہوں، یہ ان کی بدنصیبی ہے کہ آپ کی رسالت پر واضح دلیلوں کے باوجود یہ ایمان نہیں لا رہے۔

آیت 107 مزید فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو وہ شرک نہ کرتے لیکن خدا کی اپنی مشیت و حکمت ہے اور ہم نے آپ کو ان پر نگہبان نہیں بنایا کہ آپ انہیں ان کے اعمال کی جزا دیں اور نہ ہی آپ ہماری طرف سے ان پر نگران ہیں کہ انہیں ایمان لانے پر مجبور کر دیں۔ **اہم بات:** کوئی کام اللہ تعالیٰ کی مشیت اور ارادے کے بغیر نہیں ہو سکتا، کافر کا کفر اور گنہگاروں کے گناہ اللہ تعالیٰ کے ارادے اور مشیت سے ہیں، ہاں! اللہ تعالیٰ کفر و شرک اور گناہ سے راضی نہیں اور نہ اس نے ان چیزوں کا حکم دیا ہے۔

آیت 108 **شانِ نزول:** مسلمان بتوں کی بُرائیاں بیان کرتے تھے تاکہ کفار کو سمجھ آئے مگر ان جاہلوں نے بجائے نصیحت حاصل کرنے کے اللہ تعالیٰ کی شان میں بے ادبی کے جملے بولنا شروع کر دیئے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ بتوں کی حقیقی برائیاں بیان کرنے کے ثواب ہونے کے باوجود بتوں کو برا نہ کہو تاکہ جاہل کفار، جھوٹے معبودوں کی باطل محبت میں اپنی جہالت سے اللہ تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی شان میں بے ادبی کرنا شروع نہ کر دیں۔ مزید فرمایا کہ جیسے ہم نے ان کفار کی نگاہ میں ان کے عمل آراستہ کئے ہیں، یونہی ہر امت کی نگاہ میں اس کے اچھے برے عمل کو آراستہ کر دیا تھا۔ وہ یہ عمل کریں گے پھر انہیں آخرت میں اپنے رب کی طرف پھرنا ہے تو وہ انہیں ان کے اعمال بتا دے گا اور انہیں بدلہ بھی دے گا۔ **اہم باتیں:** (1) ابنِ انباری کا قول ہے کہ ”یہ حکم اسلام کے ابتدائی زمانہ میں تھا، جب مسلمانوں میں طاقت آگئی کہ کفار کو رب کی شان میں گستاخی سے روک سکیں تو انہیں

Go To Index

عِلْمٍ ۖ كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ۠ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا

یونہی ہم نے ہر اُمت کی نگاہ میں اس کے عمل کو آراستہ کر دیا پھر انہیں اپنے رب کی طرف پھرنا ہے تو وہ انہیں بتادے گا جو

يَعْمَلُوْنَ ۝١٠٨ وَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا ۖ قُلْ اِنَّمَا

وہ کرتے تھے ○ اور انہوں نے بڑی تاکید سے اللہ کی قسم کھائی کہ اگر ان کے پاس کوئی نشانی آئی تو ضرور اس پر ایمان لائیں گے۔ تم فرمادو کہ نشانیاں تو

الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَ مَا يُشْعِرُكُمْ ۙ اَنَّهَآ اِذَا جَآءَتْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝١٠٩ وَ نُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ

اللہ کے پاس ہیں اور تمہیں کیا خبر کہ جب وہ (نشانیاں) آئیں گی تو (بھی) یہ ایمان نہیں لائیں گے ○ اور ہم ان کے دلوں اوران کی

وَ اَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّ نَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۝١١٠ ع ١٣ ١٩

آنکھوں کو پھیر دیں گے جیسا کہ یہ پہلی بار اس پر ایمان نہ لائے تھے اور انہیں ان کی سرکشی میں بھٹکتے ہوئے چھوڑ دیں گے ○

اس کی اجازت مل گئی ورنہ تو خود قرآن میں شیطان، بتوں اور سردارانِ قریش کی برائیاں بکثرت بیان کی گئی ہیں۔ (2) اس آیت سے معلوم ہوا کہ اگر غیر ضروری عبادت ایسے فساد کا ذریعہ بنے جو ہم سے مٹ نہ سکے تو اسے چھوڑ دیا جائے۔ واعظ وعالم اس طریقے سے وعظ نہ کرے جس سے لوگوں میں ضد پیدا ہو، فساد اور مار پیٹ تک نوبت پہنچ جائے۔

آیت 109 **شانِ نزول:** کفارِ مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے عرض کی: آپ حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کے معجزات بیان فرماتے ہیں۔ اگر ہمیں ہماری منہ مانگی نشانیاں دکھا دیں تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے۔ ارشاد فرمایا: تم کیا چاہتے ہو؟ انہوں نے عرض کی: صفا پہاڑ سونے کا ہو جائے، یا ہمارے بعض مردے زندہ ہو کر آپ کی گواہی دے دیں، یا فرشتے ہمارے سامنے آ جائیں۔ ارشاد فرمایا: اگر میں ان میں سے کچھ دکھا دوں تو تم ایمان لے آؤ گے؟ وہ قسمیں کھا کر بولے کہ ضرور ایمان لے آئیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے دعا کرنے کا ارادہ فرمایا تو حضرت جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کی: آپ جو دعا کریں گے وہ قبول ہو گی لیکن اگر یہ لوگ ایمان نہ لائے تو ابھی ہلاک کر دیئے جائیں گے اور اگر زندہ رہے تو شاید ان میں سے کوئی ایمان لے آئے۔ تب آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے دعا کرنے کا ارادہ ترک کر دیا اور اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا: کفارِ مکہ نے بڑی تاکید سے اللہ تعالیٰ کی قسم کھائی کہ اگر ان کے پاس ان کی مانگی ہوئی کوئی نشانی آئی تو وہ ضرور اس پر ایمان لائیں گے۔ اے حبیب! آپ ان سے فرما دیں کہ نشانیاں تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں، وہ جب چاہتا ہے اپنی حکمت کے تقاضے کے مطابق نازل فرماتا ہے اور اے مسلمانو! تمہیں کیا خبر کہ جب وہ نشانیاں آئیں گی تو بھی یہ ایمان نہیں لائیں گے۔

آیت 110 ارشاد فرمایا کہ ہم ان کافروں کے دلوں کو حق ماننے اور ان کی آنکھوں کو حق دیکھنے سے پھیر دیں گے تو جس طرح پہلے ان لوگوں کے سامنے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے دستِ اقدس پر اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ظاہر ہوئی تھیں جیسے چاند دو ٹکڑے ہوا لیکن یہ ان پر ایمان نہ لائے یونہی اب بھی ایمان نہ لائیں گے، ان کے ایمان لانے کے سب وعدے جھوٹے ہیں اور ہم انہیں ان کی گمراہی و سرکشی میں بھٹکتا ہوا چھوڑ دیں گے اور انہیں ویسے ہدایت نہ دیں گے جیسے ایمان والوں کو ہدایت دی۔

وَ لَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَاۤ اِلَیْهِمُ الْمَلٰٓىِٕكَةَ وَ كَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَ حَشَرْنَا عَلَیْهِمْ كُلَّ شَیْءٍ قُبُلًا

اور اگر ہم ان کی طرف فرشتے اُتار دیتے اور مردے ان سے باتیں کرتے اور ہم ہر چیز ان کے سامنے جمع کر دیتے جب بھی

مَّا كَانُوْا لِیُؤْمِنُوْۤا اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ یَجْهَلُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ

وہ ایمان لانے والے نہ تھے مگر یہ کہ خدا چاہتا لیکن ان میں اکثر لوگ جاہل ہیں ○ اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کا

نَبِیٍّ عَدُوًّا شَیٰطِیْنَ الْاِنْسِ وَ الْجِنِّ یُوْحِیْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًاؕ

دشمن بنایا انسانوں اور جنوں کے شیطانوں کو ان میں ایک دوسرے کو دھوکا دینے کے لئے بناوٹی باتوں کے وسوسے ڈالتا ہے

وَ لَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَ مَا یَفْتَرُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ وَ لِتَصْغٰۤى اِلَیْهِ اَفْـٕدَةُ

اور اگر تمہارا رب چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے تو تم انہیں اور ان کی بناوٹی باتوں کو چھوڑ دو ○ اور تاکہ آخرت پر ایمان نہ لانے والوں کے دل

الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَ لِیَرْضَوْهُ وَ لِیَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ ﴿۱۱۳﴾

ان بناوٹی باتوں کی طرف مائل ہو جائیں اور تاکہ وہ ان باتوں کو پسند کرلیں اور وہ اُسی گناہ کا ارتکاب کریں جس کے یہ خود مرتکب ہیں ○

آیت 111 **شانِ نزول:** کفارِ مکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے مذاقاً کہا کرتے کہ اگر آپ سچے ہیں تو ہمارے مُردوں کو زندہ کر دیجئے اور ہمیں فرشتے دکھایئے جو آپ کے رسول ہونے کی گواہی دیں۔ ان کے جواب میں یہ آیت اتری، کہ اے حبیب! اگر ہم کفار کے مطالبے پر تمام مخلوق کو ان کے سامنے جمع کر دیتے اور وہ سب آپ کے لائے ہوئے پیغام کی سچائی کی گواہی دیتے تب بھی یہ لوگ ایمان نہ لاتے، ہاں! اللہ تعالیٰ کا ارادہ جس کے ایمان کے متعلق ہوتا وہ ایمان لاتا۔ **اہم بات:** بندوں کے تمام افعال اللہ تعالیٰ کی مشیت و ارادے سے وجود پذیر ہوتے ہیں لیکن اس نے انسان کو مجبور اور بالکل بے اختیار نہیں بنایا بلکہ ایک قسم کا اختیار دیا ہے، اس کے ساتھ عقل اور قوت بھی عطا فرمائی ہے، اسی اختیار کے اعتبار سے وہ جزا و سزا کا مستحق قرار پاتا ہے۔

آیت 112، 113 ان دو آیات میں اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو کفار کی ایذاء رسانی پر تسلی دیتے ہوئے فرمایا: اے حبیب! جیسے یہ کفار آپ کے دشمن ہیں ایسے ہی ہر نبی کی قوم کے کافر خواہ انسان ہوں یا جن، ان کے دشمن تھے۔ یہ ایک آزمائش ہے لہٰذا آپ اس پر رنجیدہ نہ ہوں۔ یہ ایک دوسرے کو دھوکے میں رکھنے کے لئے نت نئی باتیں گھڑتے اور وسوسے ڈالتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے لیکن ایمان و کفر اور خیر و شر کے مدِ مقابل رہنے میں اللہ کی کچھ حکمتیں ہیں لہٰذا آپ انہیں چھوڑ دیں اور صبر کریں۔ ان کے وسوسوں کا مقصد یہ ہے کہ آخرت پر ایمان نہ لانے والوں کے دل ان بناوٹی باتوں کی طرف مائل ہو کر ان کو پسند کر لیں اور انہی جیسے گناہ کا ارتکاب کریں۔ **اہم باتیں:** (1) معلوم ہوا کہ تمام نبیوں کے دشمن ضرور ہوئے ہیں ایسے ہی علما و اولیا کے دشمن بھی ضرور ہی ہوتے ہیں۔ (2) شَیٰطِیْنَ الْاِنْسِ وَ الْجِنِّ کی تفسیر میں دو قول ہیں: (۱) شیطان ہر سرکش و نافرمان کو کہتے ہیں چاہے انسان ہو یا جن۔ (۲) اس سے مراد ابلیس کی اولاد ہے۔ اسکی اولاد کا ایک گروہ انسانوں کو وسوسہ ڈالتا ہے اور ایک جنوں کو۔

اَفَغَیْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِیْ حَكَمًا وَّ هُوَ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ اِلَیْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا ؕ وَ الَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ

تو کیا میں اللہ کے سوا کسی کو حاکم بنالوں ؟ حالانکہ وہی ہے جس نے تمہاری طرف مفصل کتاب اُتاری اور جن لوگوں کو ہم نے

الْكِتٰبَ یَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَ تَمَّتْ

کتاب دی وہ جانتے ہیں کہ یہ تیرے رب کی طرف سے حق کے ساتھ نازل شدہ ہے تو اے سننے والے تو ہرگز شک والوں میں نہ ہو ○ اور سچ

كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّ عَدْلًا ؕ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿۱۱۵﴾ وَ اِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ

اور انصاف کے اعتبار سے تیرے رب کے کلمات کامل ہیں۔اس کے کلمات کو کوئی بدلنے والا نہیں اور وہی سننے والا، جاننے والا ہے ○ اور اے سننے والے!

مَنْ فِی الْاَرْضِ یُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ اِنْ هُمْ اِلَّا یَخْرُصُوْنَ ﴿۱۱۶﴾

زمین میں اکثر وہ ہیں کہ تو ان کے کہے پر چلے تو تجھے اللہ کی راہ سے بہکا دیں، یہ صرف گمان کی پیروی کرتے ہیں اور یہ صرف اندازے لگا رہے ہیں ○

آیت 114 **شانِ نزول:** کفارِ مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے کہا کہ آپ اپنے اور ہمارے درمیان یہود و نصاریٰ کے پادریوں کو پنچ بنالیں جو یہ فیصلہ کریں کہ ہم حق پر ہیں یا آپ؟ اس پر فرمایا گیا: اے حبیب! آپ ان مشرکوں سے فرمادیں کہ کیا میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو حاکم بنالوں حالانکہ وہی ہے جس نے یہ مفصل کتاب مجھ پر نازل کر کے میرے نبی ہونے کا فیصلہ فرمادیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فیصلے سے بڑھ کر کسی کا فیصلہ نہیں۔ جن لوگوں کو آسمانی کتابوں کا صحیح فہم نصیب ہوا جیسے حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور عام علماءِ اہلِ کتاب، وہ تورات و انجیل میں مذکور نشانیوں سے جانتے ہیں کہ یہ قرآن حق کے ساتھ نازل شدہ ہے تو اے سننے والے! تُو اس میں شک نہ کرنا۔

آیت 115 آیت کا معنیٰ ہے کہ تیرے رب کے کلمات وعدہ و وعید میں سچا ہونے اور احکامِ دین میں انصاف کے اعتبار سے کامل ہیں۔ اس کے کلمات کو کوئی بدلنے والا نہیں اور وہی ہر بات کو سننے والا اور ہر فعل کو جاننے والا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) رب کی بات سے وہ فیصلۂ الٰہیہ ہے جو کافر و مومن کے متعلق ہو چکا اور تمام آسمانی کتابیں اور قرآن مجید سب اس میں شامل ہیں۔ (2) قرآن مجید مراد ہو تو یہاں چار شانیں بیان ہوئیں: (۱) یہ مکمل ہے، کوئی پہلو نا تمام نہیں۔ (۲) اس کی بیان کردہ تمام باتیں حق اور سچائی پر مبنی (۳) اور شرعی احکام ہر اعتبار سے عدل و انصاف پر مشتمل ہیں۔ (۴) یہ ہمیشہ کے لئے ہر طرح کی تبدیلی اور تحریف سے محفوظ ہے۔

آیت 116 گمراہوں کی پیروی سے منع کرتے ہوئے فرمایا: اے سننے والے! اگر کفار کے کہنے پر یا نفسانی خواہشات کے پیچھے چلنے والوں کے نقشِ قدم پر چلے گا تو یہ تجھے اللہ تعالیٰ کے راستے سے بھٹکا دیں گے۔ پھر فرمایا کہ یہ کفار جو آپ سے دین کے متعلق جھگڑ رہے ہیں یہ صرف گمان کی پیروی کرتے اور بصیرت و حق شناسی سے محروم ہیں۔ نیز یہ لوگ دین کے بارے میں غلط اندازے لگا رہے ہیں کہ یہ حلال ہے یہ حرام؛ جبکہ اٹکل سے کوئی چیز حلال یا حرام نہیں ہوتی۔ **اہم باتیں:** (1) اس آیت میں "ظن" سے مراد کفار کا اپنا مذہب ثابت کرنے میں باپ دادا کی تقلید کرنا ہے۔ (2) مجتہد کا قیاس باطل گمان پر نہیں بلکہ دلیل شرعی کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ (3) مجتہدین کی پیروی درحقیقت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی پیروی ہے۔

إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ مَن يَضِلُّ عَن سَبِيلِهِ ۖ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ﴿١١٧﴾ فَكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ

بیشک تیرا رب خوب جانتا ہے کہ کون اس کی راہ سے بھٹکا ہوا ہے اور وہ ہدایت والوں کو (بھی) خوب جانتا ہے ○ تو اس میں سے کھاؤ جس پر

اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ إِن كُنتُم بِآيَاتِهِ مُؤْمِنِينَ ﴿١١٨﴾ وَمَا لَكُمْ أَلَّا تَأْكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ

اللہ کا نام لیا گیا اگر تم اس کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہو ○ اور تمہیں کیا ہے کہ تم اس میں سے نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہے

وَقَدْ فَصَّلَ لَكُم مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ إِلَيْهِ ۗ وَإِنَّ كَثِيرًا لَّيُضِلُّونَ

حالانکہ وہ تمہارے لئے وہ چیزیں تفصیل سے بیان کرچکا ہے جو اس نے تم پر حرام کی ہیں سوائے ان چیزوں کے جن کی طرف تم مجبور ہو جاؤ اور بیشک بہت سے لوگ

بِأَهْوَائِهِم بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِينَ ﴿١١٩﴾ وَذَرُوا ظَاهِرَ الْإِثْمِ وَبَاطِنَهُ ۚ

لاعلمی میں اپنی خواہشات کی وجہ سے گمراہ کرتے ہیں۔ بیشک تیرا رب حد سے بڑھنے والوں کو خوب جانتا ہے ○ اور ظاہری اور باطنی سب گناہ چھوڑ دو

آیت 117 فرمایا کہ کفار جو دوسروں سے فیصلہ کروانے کی بات کرتے ہیں، انتہائی نادان ہیں۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ لوگوں میں سے کون گمراہ ہے اور وہ ہدایت والوں کو بھی خوب جانتا ہے تو جو جس جزا کا مستحق ہے اسے وہ جزا دے گا۔

آیت 118 مشرکین نے مسلمانوں پر اعتراض کیا کہ تم اپنا قتل کیا ہوا جانور تو کھاتے ہو اور اللہ تعالیٰ کا مارا ہوا یعنی جو طبعی موت مرا اسے حرام جانتے ہو، اس پر مسلمانوں سے فرمایا گیا کہ اگر تم آیاتِ الٰہیہ پر ایمان رکھتے ہو تو اس جانور کو کھاؤ جسے اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کیا گیا اور جو طبعی موت مرا یا بتوں کے نام پر ذبح کیا گیا اسے نہ کھاؤ کیونکہ جانور کے حلال ہونے کا تعلق اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح ہونے سے ہے۔ رہا یہ کہ ذبح شدہ حلال اور دوسرا حرام کیوں تو یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے، وہ خالق ومالک جو چاہے حکم فرمائے۔ خدا کے نام پر ذبح شدہ جانور کے حلال ہونے میں ایک حکمت نامِ الٰہی کی تعظیم اور خدا کے خالق و حاکمِ حقیقی ہونے کا عملی اقرار ہے کہ اس کے نام پر ذبح کردہ جانور حلال اور اس کے علاوہ حرام ہے۔

آیت 119 فرمایا کہ اس جانور کا گوشت کھانے میں تمہیں کیا رکاوٹ ہے جسے اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کیا گیا ہے حالانکہ جو چیزیں اس نے حرام کیں وہ تفصیل سے بیان فرمادی ہیں۔ ہاں! جس حرام چیز کے کھانے کی طرف تم مجبور ہو جاؤ تو وہ تمہارے لئے اس مجبوری کے وقت مباح ہے۔ بیشک بہت سے لوگ لاعلمی میں اپنی خواہشات سے حلال کو حرام اور حرام کو حلال ٹھہرا کر گمراہ کرتے ہیں لہٰذا ان کی بات نہ مانو۔ **اہم بات:** قانون یہ ہے کہ حرام چیزوں کا مفصل ذکر ہوتا ہے اور جو چیز حرام نہ کی گئی وہ حلال ہے۔ حرام چیزوں کا تفصیلی بیان قرآن وحدیث میں ہوتا ہے۔

آیت 120 فرمایا کہ ظاہری گناہ یعنی جو اعلانیہ کئے جائیں یا ظاہری اعضا سے کئے جائیں اور باطنی گناہ یعنی چھپ کر یا دل سے کئے ہوئے سب گناہ ترک کردو، تبھی عذابِ آخرت سے نجات ملے گی ورنہ جو لوگ گناہوں کے مرتکب ہیں انہیں آخرت میں اُن کے گناہوں کی سزا دی جائے گی۔ **اہم بات:** مسلمانوں کے عذابِ آخرت کے متعلق فائنل بات یہ ہے کہ جس مسلمان نے مرنے سے پہلے گناہوں سے سچی توبہ کرلی اسے آخرت میں سزا نہ ہوگی اور جو مسلمان توبہ کئے بغیر مرگیا اس کا معاملہ مشیتِ الٰہی پر موقوف ہے، چاہے

اِنَّ الَّذِیْنَ یَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ سَیُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوْا یَقْتَرِفُوْنَ ﴿۱۲۰﴾ وَ لَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ یُذْكَرِ

بیشک جو لوگ گناہ کماتے ہیں انہیں عنقریب ان گناہوں کا بدلہ دیا جائے گا جن کا وہ ارتکاب کرتے تھے ○ اور جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا

اسْمُ اللّٰهِ عَلَیْهِ وَ اِنَّهٗ لَفِسْقٌ ؕ وَ اِنَّ الشَّیٰطِیْنَ لَیُوْحُوْنَ اِلٰۤى اَوْلِیٰٓـٕهِمْ لِیُجَادِلُوْكُمْ ۚ وَ اِنْ

ہو اسے نہ کھاؤ اور بیشک یہ نافرمانی ہے اور بیشک شیطان اپنے دوستوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتے ہیں تاکہ وہ تم سے جھگڑیں اور اگر

اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ ﴿۱۲۱﴾ ع اَوَ مَنْ كَانَ مَیْتًا فَاَحْیَیْنٰهُ وَ جَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا یَّمْشِیْ بِهٖ ع ١١

تم ان کا کہنا مانو گے تو اس وقت تم بھی یقیناً مشرک ہوگے ○ اور کیا وہ جو مردہ تھا پھر ہم نے اسے زندہ کردیا اور ہم نے اس کے لیے ایک نور بنادیا جس کے ساتھ وہ

فِی النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِی الظُّلُمٰتِ لَیْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ؕ كَذٰلِكَ زُیِّنَ لِلْكٰفِرِیْنَ مَا كَانُوْا

لوگوں میں چلتا ہے (کیا) وہ اس جیسا ہوجائے گا جو اندھیروں میں (پڑا ہوا) ہے (اور) ان سے نکلنے والا بھی نہیں۔ یونہی کافروں کے لئے ان کے اعمال آراستہ

تو سزا دے اور چاہے تو اپنے فضل و کرم سے معاف کردے۔

آیت 121 جس جانور پر ذبح کرتے وقت جان بوجھ کر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا گیا ہو، اس کے متعلق فرمایا کہ اس کا گوشت نہ کھاؤ، یہ فسق یعنی نافرمانی ہے۔ بقیہ مشرکوں کی تم سے اس معاملے میں بحث کی وجہ یہ ہے کہ شیاطین، ان کے دلوں میں وسوسے ڈالتے رہتے ہیں تاکہ وہ مردار کھانے کے معاملے میں تم سے جھگڑا کریں اور اے مسلمانو! اگر تم نے اللہ تعالیٰ کے حرام کردہ کو حلال کہنے میں ان کافروں کی بات مانی تو تم بھی یقیناً مشرک ہوگے کیونکہ دین میں حکمِ الٰہی کو چھوڑ کر دوسرے کا حکم ماننا اور اسے حاکم جاننا شرک ہے۔

اہم بات: بغیر علم دینی مسائل میں جھگڑنا یا محض جھگڑے کی نیت سے مناظرہ کرنا شیطانی لوگوں کا کام ہے البتہ تحقیقِ حق کے لئے مناظرہ کرنا عبادت ہے۔ **مسئلہ:** جس جانور پر مسلمان یا کتابی نے جان بوجھ کر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا وہ حرام ہے اور اگر بھول کر نام لینا رہ گیا تو حلال ہے۔ مسلمان و کتابی کے علاوہ دوسرے کا ذبح کیا ہوا مطلقاً حرام ہے اور یہاں کتابی سے مراد وہ اہلِ کتاب ہیں جو اپنے نبی اور کتاب پر ایمان رکھتے ہیں۔ محض نام کے عیسائی اور حقیقت میں دہریہ مراد نہیں۔

آیت 122 **شانِ نزول:** ایک روز ابوجہل نے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر کوئی ناپاک چیز پھینکی۔ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو اگرچہ ابھی تک ایمان نہ لائے تھے لیکن اسے سنتے ہی طیش میں آگئے اور ابوجہل کے پاس پہنچ کر اسے مارنے لگے۔ ابوجہل عاجزی و خوشامد کرتے ہوئے کہنے لگا: اے ابویعلیٰ! آپ نے نہیں دیکھا کہ انہوں نے دین کے معاملے میں ہمارے باپ دادا کی مخالفت کی اور ہمیں بدعقل بتایا۔ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم جیسا بدعقل کون ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر پتھروں کو پوجتے ہو، پھر اسی وقت حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ اسلام لے آئے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ دوسرے قول کے مطابق یہ آیت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور ابوجہل کے بارے میں اور تیسرے قول کے مطابق حضرت عمار رضی اللہ عنہ اور ابوجہل کے بارے میں نازل ہوئی۔ اس میں اسلام قبول کرنے والے اور کفر پر قائم رہنے والے کی مثال بیان کی گئی، فرمایا: کیا وہ جسے ہم نے نورِ ایمان عطا کیا وہ اس جیسا ہے جو کفر و جہالت کے اندھیروں میں پڑا ہوا ہے اور ان سے نکلنے والا نہیں۔ جیسے مؤمنین کے لئے اس کا ایمان آراستہ کیا گیا ایسے ہی کافروں

يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ اَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا لِيَمْكُرُوْا فِيْهَا ؕ وَمَا يَمْكُرُوْنَ

کر دیئے گئے○اور ویسے ہی ہم نے ہر بستی میں اس کے مجرموں کو (ان کا) سردار بنادیا تاکہ اس میں وہ اپنی سازشیں کریں اور وہ صرف اپنے خلاف سازشیں

اِلَّا بِاَنْفُسِهِمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ وَاِذَا جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى

کر رہے ہیں اور انہیں شعور نہیں○اور جب ان کے پاس کوئی نشانی آئے تو کہتے ہیں کہ ہم ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک ہمیں بھی ویسا ہی نہ ملے

مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ ؔۘ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسٰلَتَهٗ ؕ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا صَغَارٌ

وقف منزل
وقف لازم

جیسا اللہ کے رسولوں کو دیا گیا۔ اللہ اسے خوب جانتا ہے جہاں وہ اپنی رسالت رکھے۔ عنقریب مجرموں کو ان کے مکروفریب کے بدلے میں

عِنْدَ اللّٰهِ وَعَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا كَانُوْا يَمْكُرُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ

اللہ کے ہاں ذلت اور شدید عذاب پہنچے گا○ اور جسے اللہ ہدایت دینا چاہتا ہے تو اس کا سینہ اسلام کے لیے

کے لئے ان کا کفر اور گناہ آراستہ کر دیئے گئے۔ **اہم بات** حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے واقعے سے پتا چلا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی محبت اور تائید و نصرت بہت خیر و خوبی کا ذریعہ بنتی ہے جیسے یہاں ان کے لئے ایمان کی دولت حاصل کرنے کا ذریعہ بن گئی۔

آیت 123 اس آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے لئے تسلی ہے کہ آپ مکہ کے کافر سرداروں کی دشمنی سے پریشان نہ ہوں، آپ سے پہلے انبیا علیہم السلام کو بھی یہی معاملات درپیش ہوئے تھے اور خدائی حکمت یہی رہی کہ اللہ تعالیٰ نے ہر بستی میں غریبوں کو رسولوں کی پیروی کرنے والا اور نافرمانوں کو بستی کا سردار بنایا اور یہ سردار اپنی بستیوں میں نبیوں کے خلاف سازشیں کرتے تھے۔ اسی روِش پر چلتے ہوئے کفارِ مکہ نے بھی مکہ مکرمہ کے راستوں پر چند افراد بٹھائے ہوئے تھے تاکہ یہ مکہ آنے والوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان لانے سے روکیں، اس پر فرمایا گیا کہ حقیقت میں یہ صرف اپنے خلاف سازشیں کر رہے ہیں اور انہیں اس کا شعور نہیں۔

آیت 124 **شانِ نزول:** (1) ولید بن مغیرہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے کہا: اگر نبوت حق ہے تو میں آپ سے زیادہ اس کا حق دار ہوں کیونکہ میں عمر میں بڑا اور آپ سے زیادہ مالدار ہوں۔ (2) ابوجہل نے کہا: اللہ کی قسم! ہم محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر کبھی ایمان نہ لائیں گے حتی کہ ہمارے پاس بھی ویسے ہی وحی آئے جیسے انکے پاس آتی ہے۔ اس پر یہ آیت اتری کہ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ رسالت کا مستحق کون ہے؟ نیز نبوت مطالبہ کرنے پر نہیں ملتی۔ مزید فرمایا کہ عنقریب ان بڑے دعوے دار مجرموں کو ان کی سازشوں اور حرکتوں کے بدلے اللہ تعالیٰ کے ہاں ذلت اور شدید عذاب ملے گا۔ **اہم بات:** آدمی عبادت و ریاضت کے ذریعے نبوت حاصل نہیں کر سکتا، یہ محض عطائے الٰہی ہے، اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنے فضل سے نبوت عطا فرماتا ہے۔ ہاں! دیتا اسی کو ہے جسے اس عظیم منصب کے قابل بناتا ہے، جو نبوت کو کسبی یعنی محنت سے قابلِ حصول مانے، وہ کافر ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ختمِ نبوت کے بعد تو اب کسی بھی طور پر نبوت نہیں مل سکتی۔

آیت 125 آیت میں شرحِ صدر سے مراد بندے کے دل میں روشنی پیدا فرمانا ہے جس کے سبب بندے کا ہر عمل اللہ تعالیٰ کی مرضی

Go To Index

لِلْاِسْلَامِۚ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِؕ

کھول دیتا ہے اور جسے گمراہ کرنا چاہتا ہے اس کا سینہ تنگ، بہت ہی تنگ کردیتا ہے گویا کہ وہ زبردستی آسمان پر چڑھ رہا ہے۔

كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲۵﴾ وَهٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيْمًاؕ قَدْ

اسی طرح اللہ ایمان نہ لانے والوں پر عذاب مسلط کر دیتا ہے○ اور یہ تمہارے رب کی سیدھی راہ ہے بیشک

فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۲۶﴾ لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ

ہم نے نصیحت ماننے والوں کے لیے تفصیل سے آیتیں بیان کردیں○ ان کے لیے ان کے اعمال کے بدلے میں ان کے رب کے حضور سلامتی کا گھر ہے

بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًاۚ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِۚ

اور وہ ان کا مددگار ہے○ اور (یاد کرو) وہ دن جب وہ اُن سب کو اٹھائے گا (اور فرمائے گا) اے جنوں کے گروہ! تم نے بہت سے لوگوں کو اپنا تابع بنالیا

کے مطابق ہو جاتا ہے اور دل کی تنگی سے مراد یہ ہے کہ اس میں علم اور دلائلِ توحید و ایمان کی گنجائش نہ رہے پھر جب اسے اسلام کی طرف بلایا جائے تو اسے اتنا دشوار معلوم ہو کہ گویا زبردستی آسمان پر چڑھ رہا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ ایمان نہ لانے والوں پر عذاب مسلط کر دیتا ہے۔ **اہم بات:** رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: اس سے مراد وہ نور ہے جو مومن کے دل میں ڈالا جاتا ہے جس سے اس کا دل کھل جاتا ہے۔ عرض کی گئی: کیا اس کی کوئی نشانی ہے جس سے اس کی پہچان ہو سکے؟ فرمایا: ہاں! (اس کی تین علامتیں ہیں:) (1) آخرت کی طرف رغبت (2) دنیا سے نفرت (3) موت سے پہلے اس کی تیاری۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث: 14)

آیت 126 فرمایا گیا کہ "یہ" یعنی قرآنِ مجید یا نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تعلیم وہ راستہ ہے جو بلا تکلف رب تک پہنچا دیتا ہے جیسے سیدھا راستہ منزلِ مقصود تک پہنچاتا ہے۔ بیشک ہم نے نصیحت ماننے والوں کے لئے تفصیل سے آیتیں بیان کر دیں۔

آیت 127 فرمایا کہ نصیحت ماننے والوں کے لئے ان کے اعمال کے بدلے میں ان کے رب کے حضور سلامتی کا گھر جنت ہے اور اللہ تعالیٰ ان کا مددگار ہے۔ **اہم بات:** "سلام" اللہ تعالیٰ کا نام ہے تو دارُ السّلام کا معنیٰ ہوا: "اللہ تعالیٰ کا گھر"، اس صورت میں "دار" کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف عزت افزائی کے لئے ہے جیسے بَیْتُ اللّٰہ ہے۔ اور یہ معنیٰ بھی ہو سکتا ہے کہ "سلامتی والا گھر" اور جنت کو "سلامتی والا گھر" اس لئے فرمایا گیا کہ اس میں ہر قسم کے عیبوں، تکلیفوں اور مشقتوں سے سلامتی ہے نیز جنتیوں کو جنت میں داخل ہوتے وقت اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور اہلِ اعراف کی طرف سے سلام کہا جائے گا اور جنتی بھی ایک دوسرے کو سلام کہیں گے۔

آیت 128 اللہ تعالیٰ بروز قیامت فرمائے گا: اے جنوں کے گروہ! تم نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر کے اپنا تابع بنالیا اور انسانوں میں سے جو جنات کے دوست ہوں گے کہ سرکش جنات نے ان کے لئے بد عملیوں کو آسان کیا وہ حسرت سے کہیں گے: اے ہمارے رب! ہم نے ایک دوسرے سے فائدہ اٹھایا اور آج ہم اپنی اس مدت کو پہنچ گئے۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں کی زبانی ان سے فرمائے گا: آگ تمہارا ٹھکانہ ہے، تم ہمیشہ اس میں رہو گے مگر جسے خدا چاہے یعنی قبر سے حشر تک اور میدانِ حشر میں حساب سے لے کر جہنم میں داخل

وَ قَالَ اَوْلِيٰٓؤُهُمْ مِّنَ الْاِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَّ بَلَغْنَآ اَجَلَنَا الَّذِيْٓ

اور انسانوں میں سے جو ان کے دوست ہوں گے وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! ہم نے ایک دوسرے سے فائدہ اٹھایا اور ہم اپنی اس مدت کو پہنچ گئے جو

اَجَّلْتَ لَنَا ؕ قَالَ النَّارُ مَثْوٰىكُمْ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ

تو نے ہمارے لیے مقرر فرمائی تھی۔ اللہ فرمائے گا: آگ تمہارا ٹھکانہ ہے، تم ہمیشہ اس میں رہو گے مگر جسے خدا چاہے۔ بیشک تمہارا رب حکمت والا،

عَلِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾ وَ كَذٰلِكَ نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًۢا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۲۹﴾ ع يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ ١٥ ع ٨ ٢

علم والا ہے ○ اور یونہی ہم ظالموں میں ایک کو دوسرے پر ان کے اعمال کے سبب مسلط کر دیتے ہیں ○ اے جنوں اور آدمیوں کے گروہ!

اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ وَ يُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ؕ

کیا تمہارے پاس تم میں سے وہ رسول نہ آئے تھے جو تم پر میری آیتیں پڑھتے تھے اور تمہیں تمہارے آج کے اس دن کی حاضری سے ڈراتے تھے؟

قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰٓى اَنْفُسِنَا وَ غَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَ شَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا

وہ کہیں گے: ہم اپنی جانوں کے خلاف گواہی دیتے ہیں اور انہیں دنیا کی زندگی نے دھوکے میں ڈال دیا اور وہ خود اپنی جانوں کے خلاف گواہی دیں گے کہ وہ

ہونے تک جہنم میں نہ رہیں گے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ اوقات ہیں جن میں انہیں ایک عذاب سے دوسرے عذاب میں منتقل کیا جائے گا، جمہور مفسرین نے ایک یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں رب تعالیٰ کے علم میں ہے کہ انہوں نے اسلام قبول کیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تصدیق کی، انہیں آگ سے نکال لیا جائے گا۔ آخر میں فرمایا کہ بیشک تمہارا رب حکمت والا، علم والا ہے۔

آیت 129 اس آیت میں فرمایا گیا کہ ہم ظالموں میں سے ایک کو دوسرے پر ان کے اعمال کی وجہ سے مسلط کر دیتے ہیں اور ظالم کی ظالم کے ذریعے پکڑ فرماتے ہیں۔ یہاں ظالموں کو تنبیہ ہے کہ اگر وہ ظلم سے باز نہ آئے تو ان پر دوسرا ظالم مسلط کر دیا جائے گا۔ لہٰذا قوم کے افراد ظلم چھوڑ دیں ورنہ ان پر ظالم حکمران مقرر کر دیئے جائیں گے۔

آیت 130 ارشاد فرمایا: اے جنوں اور آدمیوں کے گروہ! کیا تمہارے پاس تمہیں میں سے وہ رسول نہ آئے تھے جو تمہیں میری آیتیں پڑھ کے سناتے تھے اور تمہیں روزِ قیامت کی حاضری اور عذاب سے ڈراتے تھے؟ کافر جن و انسان دونوں گروہ، رسولوں کی تشریف آوری اور اپنے ایمان نہ لانے کا اقرار کریں گے اور خود اپنی جانوں کے خلاف گواہی دیں گے کہ وہ کافر تھے۔ **اہم باتیں:** (1) رسول صرف انسانوں سے ہوتے ہیں جنات سے نہیں چونکہ یہاں جن و انس دونوں سے خطاب ہے اس لئے جنوں کو انسانوں کے ماتحت شمار کرتے ہوئے مِنْكُمْ فرمایا۔ (2) دنیا کی لذات و خواہشات میں ڈوبنا ایمان سے دور اور کفر کے قریب کر دیتا ہے اور اسی کا کفار قیامت میں اقرار کریں گے۔

كٰفِرِيْنَ ﴿۱۳۰﴾ ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّ اَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ ﴿۱۳۱﴾ وَ لِكُلٍّ دَرَجٰتٌ

کافر تھے○ یہ اس لیے ہے کہ تیرا رب بستیوں کو ظلم سے تباہ نہیں کرتا جبکہ ان کے لوگ بے خبر ہوں○ اور ہر ایک کے لیے ان کے

مِّمَّا عَمِلُوْا ؕ وَ مَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ وَ رَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ ؕ اِنْ

اعمال سے درجات ہیں اور تیرا رب ان کے اعمال سے بے خبر نہیں○ اور اے حبیب! تمہارا رب بے پرواہے، رحمت والا ہے۔ اے لوگو! اگر

يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَ يَسْتَخْلِفْ مِنْۢ بَعْدِكُمْ مَّا يَشَآءُ كَمَاۤ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ ؕ

وہ چاہے تو تمہیں لے جائے اور جسے چاہے تمہاری جگہ لے آئے جیسے اس نے تمہیں دوسرے لوگوں کی اولاد سے پیدا کیا○

اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ لَاٰتٍ ۙ وَّ مَاۤ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۱۳۴﴾ قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ

بیشک جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ ضرور آنے والی ہے اور تم (اللہ کو) عاجز نہیں کر سکتے○ تم فرماؤ، اے میری قوم! تم اپنی جگہ پر عمل کرتے رہو،

آیت 131 رب تعالیٰ بستیوں کو ان کی معصیت کی وجہ سے لوگوں کی بے خبری میں تباہ نہیں کرتا بلکہ عذاب سے پہلے رسول بھیجتا ہے جو انہیں ہدایت و دلائل دیتے ہیں، اس پر بھی وہ سرکشی کریں تو ہلاک کر دیئے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بد عملی کے بغیر عذاب نہیں بھیجتا نیز نبی کی تبلیغ پہنچے بغیر کسی کو بد عملیوں کی سزا نہیں ملتی۔

آیت 132 ارشاد فرمایا: **اور ہر ایک کے لیے ان کے اعمال سے درجات ہیں۔** اس کے معنی یہ ہیں کہ جنتیوں کو جنت میں ان کے نیک اعمال کے مطابق درجے ملیں گے اور جہنمیوں کو جہنم میں ان کے برے اعمال کے مطابق یا یہ معنی ہے کہ نیک اعمال کے درجے مختلف ہیں۔ ایک ہی عمل ایک شخص کے لئے زیادہ اور دوسرے کے لئے کم ثواب کا باعث ہوتا ہے **اہم باتیں:** (1) عمل کا صلہ اخلاص، نیت، جگہ، وقت، موقعہ اور ضرورت کے لحاظ سے مختلف ہو جاتا ہے۔ (2) اس آیت میں دلیل ہے کہ جنات بھی جنت میں جائیں گے کیونکہ یہاں سب کے لئے "دَرَجٰتٌ" فرمایا گیا۔

آیت 133 فرمایا کہ اے حبیب! آپ کا رب اپنے بندوں سے اور ان کی بندگی سے بے پرواہ ہے، وہ رحمت والا ہے اس لئے اے لوگو! تمہیں نصیحت فرماتا ہے ورنہ اگر وہ چاہے تو تم سب کو فنا کر کے تمہاری جگہ دوسرے لوگوں کو لے آئے جیسے بہت سی قوموں کو اس نے فنا کر دیا یا جیسے تم دوسروں کے بعد اس دنیا میں آئے اسی طرح تمہارے بعد دوسرے آجائیں گے تو اس دنیوی زندگی پر غرور نہ کرو۔

آیت 134 فرمایا کہ بیشک وہ چیز جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے جیسے قیامت، حساب، جزا و سزا، سب اپنے وقت پر ضرور آئیں گی کیونکہ خدا کو وعدہ پورا کرنے سے کوئی عاجز نہیں کر سکتا۔

آیت 135 ارشاد فرمایا: اے حبیب! تم کفارِ مکہ سے کہہ دو کہ تم اپنی مرضی سے کفر و سرکشی کے وہی اعمال کرتے رہو جو کر رہے ہو

اِنِّیْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ؕ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۱۳۵﴾

میں اپنا کام کرتا ہوں تو عنقریب تم جان لوگے کہ آخرت کے گھر کا (اچھا) انجام کس کے لئے ہے؟ بیشک ظالم فلاح نہیں پاتے ○

وَ جَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَ الْاَنْعَامِ نَصِیْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ

اور اللہ نے جو کھیتی اور مویشی پیدا کیے ہیں یہ مشرک ان میں سے ایک حصہ اللہ کے لئے قرار دیتے ہیں پھر اپنے گمان سے کہتے ہیں کہ یہ حصہ تو اللہ کے لئے ہے

وَ هٰذَا لِشُرَكَآىِٕنَا ۚ فَمَا كَانَ لِشُرَكَآىِٕهِمْ فَلَا یَصِلُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَ مَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ یَصِلُ اِلٰى

اور یہ ہمارے شریکوں کے لئے ہے توجو ان کے شریکوں کے لئے ہے وہ تو اللہ تک نہیں پہنچتا اور جو اللہ کے لئے ہے وہ ان کے شریکوں کو

شُرَكَآىِٕهِمْ ؕ سَآءَ مَا یَحْكُمُوْنَ ﴿۱۳۶﴾ وَ كَذٰلِكَ زَیَّنَ لِكَثِیْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِیْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ

پہنچ جاتاہے۔ کتنا برا یہ فیصلہ کرتے ہیں ○ اور یوں ہی بہت سے مشرکوں کی نگاہ میں ان کے شریکوں نے اولاد کا قتل

جبکہ میں تکالیف پر صبر اور اسلام پر قائم رہ کر اپنا کام کرتا ہوں۔ **اہم بات:** آیت میں کفر و سرکشی کی اجازت نہیں بلکہ یہ اظہارِ غضب کا کلام ہے۔

آیت 136 زمانۂ جاہلیت میں مشرکین کا طریقہ تھا کہ کھیتیوں، پھلوں، چوپایوں اور دیگر مالوں سے ایک حصہ اللہ تعالیٰ کے لئے اور ایک بتوں کے لئے مقرر کرتے، جو حصہ اللہ تعالیٰ کے لئے مقرر کرتے اسے مہمانوں اور مسکینوں پر خرچ کرتے، اگر اس میں سے کچھ بتوں والے حصہ میں مل جاتا تو اسے چھوڑ دیتے اور جو حصہ بتوں کے لئے مقرر کرتے وہ بتوں اور ان کے خادموں پر خرچ کرتے لیکن اگر اس میں سے کچھ اللہ تعالیٰ کے لئے مقرر کردہ حصے میں مل جاتا تو نکال کر پھر بتوں کے حصہ میں شامل کر دیتے۔ ان کی اس جہالت کا ذکر فرمایا گیا کہ انہیں خالق و منعمِ حقیقی کے عزت و جلال کی ذرا بھی معرفت نہیں، کہ بے جان بتوں کو کارسازِ عالم کے برابر کر دیا۔ بیشک یہ بہت ہی برا فعل ہے۔

آیت 137 یہاں کفار کی دوسری جہالت بیان کی گئی کہ بہت سے مشرکوں کی نگاہ میں ان کے شریکوں نے اولاد کا قتل عمدہ کر دکھایا کہ وہ انہیں ہلاک کریں اور ان کا دین اُن پر مشتبہ کر دیں۔ اگر اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا تو وہ ایسا نہ کرتے۔ اے حبیب! آپ انہیں اور ان کے بہتانوں کو چھوڑ دیں۔ **اہم باتیں:** (1) یہاں شریکوں سے مراد شیاطین ہیں جن کے غربت و مفلسی و جاہلانہ غیرت کے وسوسوں سے مشرکین جانوروں سے بدتر ہو گئے کیونکہ جانور بھی اولاد سے پیار کرتے ہیں لیکن یہ کفار خود اپنی بیٹیوں کا خون بہا دیتے۔ (2) اہلِ عرب حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے بعد عمرو بن لحی کے زمانے تک دینِ ابراہیمی پر قائم رہے۔ عمرو بن لحی نے مقامِ بلقا سے بُت لا کر مکہ میں نصب کئے، لوگوں کو ان کی پوجا و تعظیم کی دعوت دی اور طرح طرح کی گمراہیاں عرب میں شروع کیں۔ (3) ہر کام اللہ تعالیٰ کے ارادے سے ہوتا ہے یعنی بندہ اپنے اختیار سے جو کچھ کرنا چاہتا ہے اللہ تعالیٰ اس فعل کو پیدا فرما دیتا ہے لیکن راضی صرف نیکیوں سے ہوتا ہے۔

شُرَكَآؤُهُمْ لِيُرْدُوْهُمْ وَلِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ

عمدہ کر دکھایا ہے تاکہ وہ انہیں ہلاک کریں اور ان کا دین اُن پر مشتبہ کر دیں اور اگر اللہ چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے تو تم انہیں اور ان کے

وَمَا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۳۷﴾ وَقَالُوْا هٰذِهٖۤ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ ۖۗ لَّا يَطْعَمُهَاۤ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ وَ

بہتانوں کو چھوڑ دو○ اور مشرک اپنے خیال سے کہتے ہیں: یہ مویشی اور کھیتی ممنوع ہے، اسے وہی کھائے جسے ہم چاہیں اور کچھ مویشی ایسے

اَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا وَاَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا افْتِرَآءً عَلَيْهِ ؕ

ہیں جن کی پیٹھوں (پر سواری) کو حرام کر دیا گیا اور کچھ مویشی وہ ہیں جن کے ذبح پر اللہ کا نام نہیں لیتے، (یہ باتیں) اللہ پر جھوٹ باندھتے ہوئے (کہتے ہیں)

سَيَجْزِيْهِمْ بِمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ وَقَالُوْا مَا فِيْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا

عنقریب وہ انہیں ان کے بہتانوں کا بدلہ دے گا○ اور کہتے ہیں: ان مویشیوں کے پیٹ میں جو ہے وہ خالص ہمارے مردوں کیلئے ہے

وَمُحَرَّمٌ عَلٰۤى اَزْوَاجِنَا ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مَّيْتَةً فَهُمْ فِيْهِ شُرَكَآءُ ؕ سَيَجْزِيْهِمْ وَصْفَهُمْ ؕ

اور ہماری عورتوں پر حرام ہے اور اگر وہ مرا ہوا ہو تو پھر سب اس میں شریک ہیں۔ عنقریب اللہ انہیں اِن کی باتوں کا بدلہ دے گا۔

اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۳۹﴾ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْۤا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًۢا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّحَرَّمُوْا

بیشک وہ حکمت والا، علم والا ہے○ بیشک وہ لوگ تباہ ہوگئے جو اپنی اولاد کو جہالت سے بیوقوفی کرتے ہوئے قتل کرتے ہیں اور اللہ نے جو رزق

آیت 138، 139 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ مشرکین اپنے بعض مویشیوں اور کھیتیوں کو اپنے باطل معبودوں کے ساتھ نامزد کر کے اپنے زعم میں کہنے لگے کہ ان مویشیوں اور کھیتیوں سے فائدہ اٹھانا ممنوع ہے، اسے وہی کھائے گا جسے ہم چاہیں گے اور کچھ مویشی ایسے ہیں جن پر سواری کو حرام کر دیا گیا جیسے بحیرہ اور سائبہ، اور کچھ مویشی وہ ہیں جن کے ذبح پر اللہ تعالیٰ کا نہیں بلکہ اپنے بتوں کا نام لیتے ہیں اور یہ باتیں اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہوئے کہتے ہیں۔ نیز مشرکین کہتے ہیں: ان بحیرہ وسائبہ وغیرہ مویشیوں کے پیٹ میں جو ہے اگر زندہ پیدا ہو تو وہ خالص ہمارے مردوں کے لئے ہے، عورتوں پر حرام ہے اور اگر مرا ہوا ہو تو سب اس میں شریک ہیں۔ عنقریب اللہ تعالیٰ انہیں ان کی باتوں کا بدلہ دے گا۔ بیشک وہ حکمت والا، علم والا ہے۔ **اہم بات:** یہاں کفار کی چند بد عملیاں بیان کی گئی ہیں۔ (1) بتوں کے نام پر جانور چھوڑنا جیسے بحیرہ، سائبہ وغیرہ جن سے کوئی کام نہ لیا جائے یہ کام شرک ہے مگر ان کا کھانا حرام نہیں۔ (2) بتوں کے نام پر ذبح کرنا، یہ شرک ہے اور اس کا کھانا بھی حرام ہے اور یہ ”مَاۤ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ“ میں داخل ہے۔

آیت 140 زمانہ جاہلیت میں ربیعہ اور مضر وغیرہ قبائل میں لڑکیوں کو زندہ در گور کرنے کا رواج تھا۔ بعض لوگ لڑکوں کو بھی قتل کر دیتے۔ ان کے متعلق یہ فرمایا گیا کیونکہ اولاد نعمت ہے، اس کی ہلاکت سے اپنی تعداد کم ہوتی اور نسل مٹتی ہے، یہ دنیا کا خسارہ ہے اور آخرت میں اس پر عذاب عظیم ہے اور اللہ تعالیٰ نے جو رزق (بحیرہ سائبہ وغیرہ) انہیں عطا فرمایا ہے اسے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے

مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ ؕ قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴿١٤٠﴾ وَهُوَ الَّذِيْٓ ع ١٦ ١١ ٢

انہیں عطا فرمایا ہے اسے اللہ پر جھوٹ باندھتے ہوئے حرام قرار دیتے ہیں۔ بیشک یہ لوگ گمراہ ہوئے اور یہ ہدایت والے نہیں ہیں O اور وہی ہے جس نے

اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّغَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وَّالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ وَالزَّيْتُوْنَ

کچھ باغات زمین پر پھیلے ہوئے اور کچھ نہ پھیلے ہوئے (تنوں والے) اور کھجور اور کھیتی کو پیدا کیا جن کے کھانے مختلف ہیں اور زیتون

وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ؕ كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ

اور انار (کو پیدا کیا، یہ سب) کسی بات میں آپس میں ملتے ہیں اور کسی میں نہیں ملتے۔ جب وہ درخت پھل لائے تو اس کے پھل سے کھاؤ اور اس کی کٹائی

يَوْمَ حَصَادِهٖ ۖ وَلَا تُسْرِفُوْا ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿١٤١﴾ وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً

کے دن اس کا حق دو اور فضول خرچی نہ کرو بیشک وہ فضول خرچی کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا O اور مویشیوں میں سے کچھ بوجھ اٹھانے والے

ہوئے حرام قرار دیتے ہیں۔ بیشک یہ لوگ گمراہ ہوئے اور یہ ہدایت والے نہیں ہیں۔ **اہم بات:** ہر چیز میں اصل اباحت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: حلال وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حلال کیا اور حرام وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حرام کیا اور جس سے خاموشی فرمائی تو وہ اس میں سے ہے جس سے معافی دی۔ (ترمذی، حدیث:1732) **درس:** دورِ جاہلیت میں اولاد کو قتل کرنے کا ایک بنیادی سبب تنگدستی کا خوف تھا۔ فی زمانہ بھی کفار اور بعض مسلمان لڑکیوں کو ماں کے پیٹ میں یا دنیا میں آتے ہی تنگدستی کے ڈر سے قتل کروا دیتے ہیں۔

آیت 141 فرمایا کہ اللہ تعالیٰ وہی ہے جس نے کچھ باغات زمین پر پھیلے ہوئے پیدا فرمائے جیسے خربوزہ اور تربوز اور کچھ تنے والے پیدا فرمائے جو زمین پر پھیلے ہوئے نہیں جیسے آم، امرود اور مالٹا نیز کھجور اور کھیتی، زیتون اور انار کو پیدا فرمایا، ان میں اللہ تعالیٰ کی عجیب قدرت ہے کہ پھلوں میں تاثیر اور ذائقے کے اعتبار سے تو فرق ہے لیکن رنگ اور پتوں کے اعتبار سے بہت مشابہت ہے۔ جب وہ درخت پھل لائے تو اس کے پھل سے کھاؤ اور اس کی کٹائی کے دن اس کا حق دو اور فضول خرچی نہ کرو بیشک وہ فضول خرچی کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ **اہم باتیں:** (1) یہاں فصلوں کا حق ادا کرنے کا حکم ہے، اس میں عشر یا نصف عشر یعنی پیداوار کا 10واں یا 20واں حصہ اور مساکین کو کچھ پھل وغیرہ دینا داخل ہے۔ (2) ہر پیداوار میں زکوٰۃ ہے چاہے پیداوار کم ہو یا زیادہ، اس کے پھل سال تک رہیں یا نہ رہیں۔ (3) اطاعتِ الٰہی کے سوا اور کام میں جو مال خرچ کیا جائے وہ قلیل بھی ہو تو اسراف ہے۔

آیت 142 فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مویشیوں میں سے کچھ بوجھ اٹھانے والے پیدا کئے جیسے اونٹ، خچر اور گھوڑے اور کچھ زمین پر بچھے ہوئے پیدا فرمائے جو بوجھ اٹھانے کے قابل نہیں جیسے بکری۔ ان میں سے جو اللہ تعالیٰ نے حلال کئے انہیں کھاؤ اور اہلِ جاہلیت کی طرح اللہ تعالیٰ کی حلال فرمائی ہوئی چیزوں کو حرام ٹھہرا کر شیطان کے راستوں پر نہ چلو۔ بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

وَّ فَرْشًا ؕ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۙ﴿۱۴۲﴾

اور کچھ زمین پر بچھے ہوئے جانور (پیدا کئے)۔ اللہ نے تمہیں جو رزق عطا فرمایا ہے اس میں سے کھاؤ اور شیطان کے راستوں پر نہ چلو۔ بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے ○

ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ۚ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَ مِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ ؕ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ

(اللہ نے) آٹھ نر و مادہ جوڑے (پیدا کئے۔) ایک جوڑا بھیڑ سے اور ایک جوڑا بکری سے۔ تم فرماؤ، کیا اس نے دونوں نر حرام کیے یا دونوں مادہ

اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ نَبِّـُٔوْنِيْ بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۙ﴿۱۴۳﴾ وَ مِنَ الْاِبِلِ

یا وہ جسے دونوں مادہ جانور پیٹوں میں لئے ہوئے ہیں؟ اگر تم سچے ہو تو علم کے ساتھ بتاؤ○ اور (اللہ نے نر اور مادہ کا) ایک جوڑا

اثْنَيْنِ وَ مِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ ؕ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ

اونٹ سے اور ایک جوڑا گائے سے (پیدا فرمایا۔) تم فرماؤ، کیا اس نے دونوں نر حرام کیے یا دونوں مادہ یا وہ جسے دونوں مادہ جانور

اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ وَصّٰىكُمُ اللّٰهُ بِهٰذَا ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى

اپنے پیٹوں میں لئے ہوئے ہیں؟ کیا تم اس وقت موجود تھے جب اللہ نے تمہیں یہ حکم دیا؟ تو اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ

اللّٰهِ كَذِبًا لِّيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۴﴾ قُلْ لَّاۤ اَجِدُ فِيْ ع

پر جھوٹ باندھے؟ تاکہ لوگوں کو اپنی جہالت سے گمراہ کرے۔ بیشک اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا○ تم فرماؤ، جو میری طرف

آیت 143، 144 **شانِ نزول:** جب اسلام میں احکام کا بیان ہوا تو مشرکین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے جھگڑا کیا اور ان کا خطیب مالک بن عوف آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا: اے محمد! ہم نے سنا ہے کہ آپ ان چیزوں کو حرام کرتے ہیں جو ہمارے باپ دادا کرتے چلے آئے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: تم نے بغیر کسی اصل کے چوپایوں کی چند قسمیں حرام کر لیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے یہ آٹھ نر و مادہ اپنے بندوں کے کھانے اور نفع اٹھانے کے لئے پیدا کئے۔ ان میں حرمت کہاں سے آئی، نر کی طرف سے یا مادہ کی طرف سے؟ مالک بن عوف یہ سن کر ساکت و متحیر رہ گیا اور کچھ نہ بول سکا کیونکہ اگر کہتا کہ نر کی طرف سے حرمت آئی تو لازم ہوتا کہ تمام نر حرام ہوں، اگر کہتا کہ مادہ کی طرف سے آئی تو ضروری ہوتا کہ تمام مادائیں حرام ہوں اور اگر کہتا پیٹ کا بچہ حرام ہے تو سب نر و مادہ حرام ہوتے کیونکہ وہ بچہ یا نر ہو گا یا مادہ۔ ان دو آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان کے اس دعوے کا رد کیا چنانچہ یہاں نر و مادہ آٹھ جانوروں کا بیان فرمایا یعنی نر و مادہ اونٹ، گائے، بھیڑ اور بکری، اور فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے بھیڑ، بکری، گائے اور اونٹ کے نہ نر حرام کئے، نہ اُن کی مادائیں حرام کیں اور نہ اُن کی اولاد۔ تمہارا یہ فعل کہ کبھی نر حرام ٹھہراؤ کبھی مادہ کبھی اُن کے بچے، سب تمہاری اپنی اِختراع ہے جس کی کوئی بنیاد نہیں۔ ان جانوروں کو تم حرام مانتے ہو، اگر اس میں سچے ہو تو اس حرمت کی قطعی یقینی دلیل لاؤ۔ **اہم بات:** دلیل پیش کرنا حلت کا دعویٰ کرنے والے پر نہیں بلکہ حرمت کا دعویٰ کرنے پر لازم ہے۔

آیت 145 ارشاد فرمایا: اے حبیب! آپ ان جاہل مشرکوں سے فرمائیں جو حلال چیزوں کو اپنی مرضی سے حرام کر لیتے ہیں کہ جو

مَآ اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ یَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ یَّكُوْنَ مَیْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ

وحی کی جاتی ہے، اُس میں کسی کھانے والے پر میں کوئی کھانا حرام نہیں پاتا مگر یہ کہ مردار ہو یا رگوں میں بہنے والا خون ہو یا سور کا گوشت

خِنْزِیْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ وَّ

ہو کیونکہ وہ ناپاک ہے یا وہ نافرمانی کا جانور ہو جس کے ذبح میں غیرُ اللہ کا نام پکارا گیا ہو تو جو مجبور ہو جائے (اور اس حال میں کھائے کہ) نہ خواہش (سے کھانے) والا ہو اور

لَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۴۵﴾ وَ عَلَی الَّذِیْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِیْ ظُفُرٍ ۚ

نہ ضرورت سے بڑھنے والا تو بے شک آپ کا رب بخشنے والا مہربان ہے○ اور ہم نے یہودیوں پر ہر ناخن والا جانور حرام کردیا

وَ مِنَ الْبَقَرِ وَ الْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَیْهِمْ شُحُوْمَهُمَآ اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَآ اَوِ الْحَوَایَآ

اور ہم نے ان پر گائے اور بکری کی چربی حرام کردی سوائے اس چربی کے جو ان کی پیٹھ کے ساتھ یا انتڑیوں سے لگی ہو

اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ؕ ذٰلِكَ جَزَیْنٰهُمْ بِبَغْیِهِمْ ۖ٘ وَ اِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۱۴۶﴾ فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ رَّبُّكُمْ

یا جو چربی ہڈی سے ملی ہوئی ہو۔ ہم نے یہ ان کی سرکشی کا بدلہ دیا اور بیشک ہم ضرور سچے ہیں○ پھر اگر وہ تمہیں جھٹلائیں تو تم فرماؤ کہ تمہارا رب

میری طرف وحی کی جاتی ہے میں اس میں ان چار کے سوا کسی کھانے والے پر کوئی کھانا حرام نہیں پاتا: (۱) مردار (۲) رگوں میں بہنے والا خون (۳) سور کا گوشت کیونکہ یہ ناپاک ہے (۴) وہ نافرمانی کا جانور جس کو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے نام پر ذبح کیا گیا ہو لہٰذا تمہارا دوسری چیزوں کو حرام کہنا باطل ہے۔ حرام چیزوں کے متعلق مزید اصول یہ ہے کہ اگر کوئی ان چیزوں میں سے کسی کے کھانے پر شدید مجبور ہو جائے کہ نہ کھانے سے جان جانے یا عضو ضائع ہو جانے کا ظنِ غالب ہو تو کھالے لیکن نہ خواہش سے کھائے اور نہ ضرورت سے زیادہ۔ ایسی صورت میں اللہ تعالیٰ رحم و کرم فرما کر اس پر مؤاخذہ نہ فرمائے گا۔ **شرعی احکام:** (1) جما ہوا خون یعنی تلی کلیجی حلال ہے کیونکہ یہ بہتا ہوا خون نہیں، اس کے علاوہ ہر بہتا خون حرام ہے۔ (2) ہر نجس چیز حرام ہے۔ (3) جانور کے ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیا تو حرام ہے، زندگی میں کسی کا نام پکارنے کا اعتبار نہیں۔

آیت 146 اس آیت میں بتایا گیا کہ یہودیوں پر ان کی سرکشی کے باعث یہ چیزیں حرام کر دی گئیں: (۱) ہر ناخن یعنی انگلی والا جانور خواہ انگلیاں بیچ سے پھٹی ہوں جیسے کتا اور درندے یا پھٹی نہ ہوں بلکہ کھر کی صورت میں ہوں جیسے اونٹ، شتر مرغ اور بطخ وغیرہ۔ بعض مفسرین کا قول ہے کہ یہاں بطورِ خاص شتر مرغ، بطخ اور اونٹ مراد ہیں۔ (۲) گائے بکری کی چربی، البتہ جو چربی گائے بکری کی پیٹھ میں لگی ہو یا آنت یا ہڈی سے ملی ہو وہ ان کے لئے حلال تھی۔ **اہم بات:** گزشتہ شریعتوں کے وہ احکام جو بطور سزا جاری کئے گئے تھے وہ ہمارے لئے نہیں ہیں۔

آیت 147 ارشاد فرمایا: اے حبیب! ہم نے یہودیوں پر جن چیزوں کے حلال و حرام ہونے کی آپ کو خبر دی اگر وہ اسے جھٹلائیں تو آپ فرما دیں کہ تمہارا رب وسیع رحمت والا ہے، جھٹلانے والوں کو عذاب دینے میں جلدی نہیں فرماتا بلکہ مہلت دیتا ہے تاکہ انہیں

ذُوْ رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ ۚ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُهٗ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۴۷﴾ سَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا

وسیع رحمت والا ہے اور اس کا عذاب مجرموں پر سے نہیں ٹالا جاتاO اب مشرک کہیں گے کہ

لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَیْءٍ ؕ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ

اگر اللہ چاہتا تو نہ ہم شرک کرتے اور نہ ہمارے باپ دادا اور نہ ہی ہم کسی چیز کو حرام قرار دیتے۔ ان سے پہلے لوگوں نے بھی ایسے ہی

قَبْلِهِمْ حَتّٰى ذَاقُوْا بَاْسَنَا ؕ قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا ؕ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ

جھٹلایا تھا یہاں تک کہ ہمارا عذاب چکھا۔ تم فرماؤ، کیا تمہارے پاس کوئی علم ہے تو اسے ہمارے لئے نکالو۔ تم تو صرف جھوٹے خیال کے پیروکار ہو

وَاِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ ﴿۱۴۸﴾ قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ۚ فَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۴۹﴾

اور تم یونہی غلط اندازے لگا رہے ہوO تم فرماؤ تو کامل دلیل اللہ ہی کی ہے تو اگر وہ چاہتا تو تم سب کو ہدایت دے دیتاO

قُلْ هَلُمَّ شُهَدَآءَكُمُ الَّذِيْنَ يَشْهَدُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ هٰذَا ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا

تم فرماؤ، اپنے وہ گواہ لے آؤ جو گواہی دیں کہ اللہ نے اس چیز کو حرام کیا ہے (جسے تم حرام کہتے ہو) پھر اگر وہ گواہی دے بیٹھیں

ایمان لانے کا موقع ملے ورنہ بہر حال جن پر عذابِ الٰہی کا فیصلہ ہو جاتا ہے تو ان سے ٹالا نہیں جاتا، اپنے وقت پر آ ہی جاتا ہے۔

آیت 148 مشرکوں نے اپنے مختلف حرام کاموں کے درست ہونے پر یہ دلیل دی کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو نہ ہم شرک کرتے نہ ہمارے باپ دادا اور ہم بحیرہ وسائبہ وغیرہ کو حرام قرار نہ دیتے۔ ہم نے جو کچھ کیا اور کرتے ہیں سب مشیتِ الٰہی سے ہے، یہ اس کی دلیل ہے کہ وہ ان کاموں سے راضی ہے۔ اس بات کا رد یوں کیا گیا کہ اگر ان کی یہ بات درست ہوتی اور ان کے شرک نیز حلال کو حرام اور حرام کو حلال ٹھہرانے سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا تو ہونا یہ چاہئے تھا کہ ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا لطف وعنایت ہوتا حالانکہ ان سے پہلے جن لوگوں نے اس گمراہی کو اپنایا ان پر غضبِ الٰہی نازل ہوا اور انہیں بعد والوں کے لئے نشانِ عبرت بنا دیا گیا۔ تو ان سے کہہ دیں کہ تمہارے پاس اپنے اس دعوے کی کوئی یقینی دلیل نہیں بلکہ یہ تمہارے بے دلیل خیالات اور فضول قسم کے تخمینے ہیں۔

آیت 149 ارشاد فرمایا: اے حبیب! تم فرماؤ کہ ایسی کامل دلیل جو تمام شکوک وشبہات جڑ سے اکھاڑ دے وہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے اور وہ دلیل اس پر ہے کہ اللہ تعالیٰ واحد ہے، اس نے رسولوں کو معجزات دے کر بھیجا اور ہر مکلف پر اپنے احکام لازم کئے۔ اگر وہ چاہتا تو جبراً سب انسانوں کو مومن بنا دیتا لیکن اس قسم کا جبری ایمان اللہ تعالیٰ کا مطلوب نہیں۔ اس کی حکمت یہی ہے کہ لوگ اپنی عقل سے کام لیں، حق وباطل کو جانچیں، انبیاءِ کرام علیہمُ السّلام کی تعلیمات اور شیطان کے وسوسوں میں فرق کریں، اپنے اختیار سے برے کام ترک کریں اور شیطان کا انکار کر کے اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا اختیار کریں۔ وہ جو چیز اختیار کریں گے اللہ تعالیٰ اس چیز کو پیدا کر دے گا۔

آیت 150 یہاں بیان ہوا کہ کافروں کے پاس اپنے حلال وحرام پر کوئی دلیل نہیں، چنانچہ فرمایا: اے حبیب! ان سے کہیں کہ اپنے

فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ

تواے سننے والے! تو ان کے ساتھ گواہی نہ دینا اور ان لوگوں کی خواہشوں کے پیچھے نہ چلنا جو ہماری آیتوں کو جھٹلاتے ہیں اور جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے

وَهُمْ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۵۰﴾ ع قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ ع ۱۸ ۶ ۵

اور وہ اپنے رب کے برابر ٹھہراتے ہیں○ تم فرماؤ، آؤ میں تمہیں پڑھ کر سناؤں جو تم پر تمہارے رب نے حرام کیا وہ یہ کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک

شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۚ

نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو اور مفلسی کے باعث اپنی اولاد قتل نہ کرو، ہم تمہیں اور انہیں سب کو رزق دیں گے

وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۚ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ

اور ظاہری و باطنی بے حیائیوں کے پاس نہ جاؤ اور جس جان (کے قتل) کو اللہ نے حرام کیا ہے اسے ناحق نہ مارو۔

ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۵۱﴾ وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ

تمہیں یہ حکم فرمایا ہے تاکہ تم سمجھ جاؤ○ اور یتیموں کے مال کے پاس نہ جاؤ مگر بہت اچھے طریقے سے

وہ گواہ لے آؤ جو گواہی دیں کہ اللہ تعالیٰ نے وہ چیزیں حرام کی ہیں جنہیں تم حرام قرار دیتے ہو پھر اگر مشرکین اپنی جھوٹی بات پر کوئی گواہ لے ہی آئیں تو اے سننے والے! تو ان کے ساتھ گواہی نہ دینا اور ان لوگوں کی خواہشوں کے پیچھے نہ چلنا جو ہماری آیتوں کو جھٹلاتے ہیں اور جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے اور بتوں کو اپنے رب کے برابر ٹھہراتے یعنی انہیں معبود مانتے ہیں۔ **اہم بات:** جھوٹی گواہی، اس کی تصدیق و تائید اور جھوٹے آدمی کی وکالت حرام ہے۔

آیت 151 یہاں حلت و حرمت کے وہ احکام بیان ہو رہے ہیں جو خود رب تعالیٰ نے عطا فرمائے، ارشاد فرمایا: اے حبیب! آپ ان مشرکین سے فرمائیں جو کھیتیوں اور جانوروں کو اپنی طرف سے حرام قرار دیتے ہیں کہ آؤ! میں تمہیں پڑھ کر سناؤں جو تم پر تمہارے رب نے حرام کیا، وہ یہ ہے: (1) اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، یہ کائنات کا بدترین جھوٹ اور صریح ناشکری و احسان فراموشی ہے۔ (2) ماں باپ کے ساتھ بھلائی نہ کرنا، کیونکہ تم پر ان کے بہت حقوق ہیں، انہوں نے تمہاری پرورش کی، تمہارے ساتھ شفقت و مہربانی کا سلوک کیا اور تمہاری ہر خطرے سے نگہبانی کی۔ (3) مفلسی کے باعث اولاد قتل کرنا جیسا کہ اہلِ جاہلیت بارہا اولاد کو مار ڈالتے تھے، انہیں بتایا کہ روزی دینے والا اللہ ہے جو تمہیں اور انہیں سب کو روزی دے گا پھر تم کیوں قتل جیسے شدید جرم کا ارتکاب کرتے ہو (4) بے حیائی کے کام کرنا، چاہے ظاہری ہوں یا باطنی (5) ناحق قتل کرنا، اور فرمایا کہ تمہیں یہ حکم فرمایا ہے تاکہ تم سمجھ جاؤ۔

آیت 152 فرمایا کہ یتیم کے مال کے پاس اس طریقے سے جاؤ جس سے اس کا فائدہ ہو حتی کہ جب وہ جوانی کی عمر کو پہنچ جائے تو اس کا مال اس کے سپرد کر دو اور ناپ تول انصاف کے ساتھ پورا کرو۔ اپنی طرف سے پوری دیانت کے ساتھ ناپ تول صحیح کر لیا تو بھول

حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۚ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ ۚ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۚ

حتّٰی کہ وہ اپنی جوانی (کی عمر) کو پہنچ جائے اور ناپ اور تول انصاف کے ساتھ پورا کرو۔ ہم کسی جان پر اس کی طاقت کے برابر ہی بوجھ ڈالتے ہیں

وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۚ وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ

اور جب بات کرو تو عدل کرو اگرچہ تمہارے رشتے دار کا معاملہ ہو اور اللہ ہی کا عہد پورا کرو۔ (اللہ نے) تمہیں یہ تاکید فرمائی ہے تاکہ

تَذَكَّرُوْنَ ﴿١٥٢﴾ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ

نصیحت حاصل کرو ○ اور یہ کہ یہ میرا سیدھا راستہ ہے تو اس پر چلو اور دوسری راہوں پر نہ چلو ورنہ وہ راہیں تمہیں اس کے راستے سے جدا

عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿١٥٣﴾ ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ تَمَامًا عَلَى

کردیں گی۔ تمہیں یہ حکم فرمایا ہے تاکہ تم پرہیزگار ہوجاؤ ○ پھر ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا فرمائی تاکہ نیک آدمی پر

الَّذِيْٓ اَحْسَنَ وَتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ﴿١٥٤﴾ ع

احسان پورا ہو اور ہر شے کی تفصیل ہو اور ہدایت و رحمت ہو کہ کہیں وہ اپنے رب سے ملنے پر ایمان لائیں ○

چوک معاف ہے کیونکہ ہم کسی جان پر اس کی طاقت کے برابر ہی بوجھ ڈالتے ہیں اور جب بات کرو یعنی گواہی دو یا فتویٰ دو یا حاکم بن کر فیصلہ کرو تو ہر حال میں انصاف سے کام لو، قرابت اور وجاہت کا لحاظ نہ ہو۔ صرف اللہ تعالیٰ کے عہد پورے کرو، اس کے خلاف کسی عہد کو پورا نہ کرو۔ یہاں عہدِ الٰہی سے مراد وہ احکام ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ذریعے بندوں کو ملے یا وہ عہد ہے جو انسان اپنے اوپر لازم کرلے جیسے منت، ان سب کو پورا کرنے کا حکم ہے۔ **اہم بات:** بندوں کے ساتھ کئے گئے جائز عہد پورا کرنا بھی عہدِ الٰہی کو پورا کرنے میں داخل ہے۔

آیت 153 یہاں مذکور آیتوں میں اسلام اور شریعتِ اسلامیہ کے جو احکام بیان ہوئے یہ سب اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا سیدھا راستہ ہے تو اس پر چلو اور مخالفِ اسلام راستوں پر نہ چلو خواہ یہودیت ہو یا نصرانیت یا اور کوئی ملت، اگر تم ان پر چلے تو اللہ تعالیٰ کے راستے سے الگ ہو جاؤ گے۔ تمہیں یہ حکم اس لئے فرمایا ہے تاکہ تم پرہیزگار ہو جاؤ۔ **اہم بات:** عقائد کی درستی، عبادت کی بجا آوری، معاملات کی صفائی اور حقوق کی ادائیگی سیدھا راستہ ہے۔ جو ان میں سے کسی میں کوتاہی کرے وہ سیدھے راستے پر نہیں۔

آیت 154 ارشاد فرمایا: پھر ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات عطا فرمائی تاکہ نیک آدمی پر احسان پورا ہو یا نیک آدمی سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں، آپ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے علم کے مطابق نیک کام کرتے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ پر نعمت پوری کرنے کے لئے تورات عطا فرمائی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے تورات میں رکھی ہوئی دینی نعمتوں کا بیان فرمایا کہ اس میں دین کے تمام احکام، عقائد اور مسائل کی تفصیل ہے لہٰذا اس میں حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نبوت و رسالت کا بیان اور دلائل بھی ہیں اور یہ کتاب ہدایت اور رحمت ہے تاکہ بنی اسرائیل بروزِ قیامت اللہ تعالیٰ سے ملاقات پر ایمان لے آئیں۔ **اہم بات:** سب سے پہلے

Go To Index

وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿١٥٥﴾ اَنْ تَقُوْلُوْٓا

اور یہ برکت والی کتاب ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے، تو تم اس کی پیروی کرو اور پرہیز گار بنو تا کہ تم پر رحم کیا جائے ○ (اس لئے اترا) تا کہ تم یہ (نہ) کہو

اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآئِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا ۪ وَاِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِيْنَ ﴿١٥٦﴾ اَوْ تَقُوْلُوْا

کہ کتاب تو ہم سے پہلے دو گروہوں پر اُتری تھی اور ہمیں ان کے پڑھنے پڑھانے کی کچھ خبر نہ تھی ○ یا (تا کہ تم یہ نہ) کہو کہ

لَوْ اَنَّآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتٰبُ لَكُنَّآ اَهْدٰى مِنْهُمْ ۚ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّ

اگر ہم پر کتاب اُترتی تو ہم ان سے زیادہ ہدایت یافتہ ہوتے تو تمہارے پاس تمہارے رب کی روشن دلیل اور ہدایت اور رحمت

رَحْمَةٌ ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَصَدَفَ عَنْهَا ؕ سَنَجْزِى الَّذِيْنَ يَصْدِفُوْنَ

آگئی ہے تو اس سے زیادہ ظالم کون جو اللہ کی آیتوں کو جھٹلائے اور ان سے منہ پھیرے۔ عنقریب وہ لوگ جو ہماری آیتوں سے

عَنْ اٰيٰتِنَا سُوْٓءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يَصْدِفُوْنَ ﴿١٥٧﴾ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ

منہ پھیرتے ہیں ہم انہیں ان کے منہ پھیرنے کی وجہ سے برے عذاب کی سزا دیں گے ○ وہ صرف اسی چیز کا انتظار کر رہے ہیں کہ ان کے پاس

کتابِ الٰہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عطا ہوئی، آپ سے پہلے پیغمبروں کو صحیفے ملتے تھے۔

آیت 155 فرمایا کہ قرآن شریف برکت والی کتاب ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے۔ اسے مبارک فرشتہ، مبارک مہینے رمضان میں مبارک ذات پر لے کر آیا، اسے دیکھنا، چھونا، پڑھنا، سمجھنا، سمجھانا سب برکت کے کام ہیں، اس کی تعلیمات اور ان پر عمل سراسر برکت ہے، تو تم قرآن کریم میں مذکور احکام مانو، اس پر عمل کرو تا کہ اس کی برکت سے تم پر رحم کیا جائے۔

آیت 156 فرمایا گیا کہ قرآن اس لئے نازل کیا گیا ہے تا کہ تمہیں یہ کہنے کی گنجائش باقی نہ رہے کہ اللہ تعالیٰ کی کتابیں جیسے تورات و انجیل تو ہم سے پہلے کے دو گروہوں یہودیوں اور عیسائیوں پر اتری تھیں، سرزمینِ عرب میں نہ کوئی رسول آیا اور نہ کوئی کتاب پھر جو کتابیں تورات و انجیل آئیں وہ ہماری زبان میں نہ تھیں اور نہ ہمیں کسی نے ان کے معنیٰ بتائے پھر ہم ہدایت پر کیسے آتے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم نازل فرما کر تمہارا کوئی عذر باقی نہ چھوڑا۔

آیت 157 آیت میں نزولِ قرآن کی ایک حکمت بیان کرتے ہوئے فرمایا: یہ قرآن اس لئے نازل کیا گیا ہے تا کہ تم یہ نہ کہو کہ اگر ہم پر کتاب اترتی تو ہم اپنی ذہانت اور فہم و فراست کی وجہ سے ان سے زیادہ ہدایت یافتہ ہوتے۔ اگر تم اپنے اس بیان میں سچے ہو تو تمہارے پاس تمہارے رب کی روشن دلیل، ہدایت اور رحمت آگئی اور تمہارا عذر ختم ہو گیا ہے تو جو نبی کے معجزات اور ان کی کتابوں کا انکار کرتا ہے وہ سب سے بڑا ظالم ہے کیونکہ وہ اپنی جان پر ظلم کرتا ہے کہ اسے دائمی عذاب کا مستحق بناتا ہے۔ پھر فرمایا کہ جو لوگ ہماری آیتوں سے منہ پھیرتے ہیں ہم انہیں ان کے منہ پھیرنے کی وجہ سے برے عذاب کی سزا دیں گے۔

آیت 158 جب وحدانیت اور نبوت کے دلائل نیز کفریہ عقائد کا باطل ہونا ظاہر کر دیا گیا تو اب ایمان لانے میں کس بات کا انتظار

الْمَلٰٓىِٕكَةُ اَوْ یَاْتِیَ رَبُّكَ اَوْ یَاْتِیَ بَعْضُ اٰیٰتِ رَبِّكَؕ یَوْمَ یَاْتِیْ بَعْضُ اٰیٰتِ رَبِّكَ لَا یَنْفَعُ

فرشتے آجائیں یا تمہارے رب کا عذاب آجائے یا تمہارے رب کی کچھ نشانیاں آجائیں۔ جس دن تیرے رب کی بعض نشانیاں آجائیں گی اس دن کسی شخص کو

نَفْسًا اِیْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِیْۤ اِیْمَانِهَا خَیْرًاؕ قُلِ انْتَظِرُوْۤا

اس کا ایمان قبول کرنا نفع نہ دے گا جو اس سے پہلے ایمان نہ لایا ہو گا یا جس نے اپنے ایمان میں کوئی بھلائی نہ حاصل کی ہو گی۔ تم فرمادو: تم بھی انتظار کرو

اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَهُمْ وَ كَانُوْا شِیَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِیْ شَیْءٍؕ

اور ہم بھی منتظر ہیں○ بیشک وہ لوگ جنہوں نے اپنے دین کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے اور خود مختلف گروہ بن گئے اے حبیب! آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں۔

ہے، اب تو کفار صرف اس چیز کا انتظار کر رہے ہیں کہ ان کے پاس ان کی روح قبض کرنے کے لئے موت کے فرشتے آجائیں یا خدا کا عذاب آجائے یا قیامت کی خبر دینے والی خاص نشانی آجائے یعنی سورج مغرب سے طلوع ہو اور یوں مشاہدے کے طور پر ہر چیز ان کے لئے ظاہر ہو جائے لیکن انہیں معلوم نہیں کہ جس دن غیب کے معاملات ظاہر ہو جائیں گے یا عذاب سامنے آچکا ہو گا اس دن کافر کو ایمان لانا نفع نہ دے گا یا جس نے اپنے ایمان میں کوئی بھلائی نہ حاصل کی ہو گی یعنی جس گنہگار مومن نے توبہ نہ کی ہو گی تو اب اس کی توبہ قبول نہ ہو گی کیونکہ یہ ایسی حالت ہے جس نے انہیں ایمان لانے اور گناہوں سے توبہ کرنے پر مجبور کر دیا لہٰذا جس طرح عذابِ الٰہی دیکھ کر کفار کا ایمان لانا بے فائدہ ہے یونہی قربِ قیامت کے ہولناک مناظر دیکھ کر بھی ایمان اور توبہ قبول نہیں۔ تم فرمادو: اے کافرو! تم موت کے فرشتوں کی آمد، عذاب یا نشانی میں سے کسی ایک کے آنے کا انتظار کرو، ہم بھی تم پر عذاب کے منتظر ہیں اور جلد معلوم ہو جائے گا کہ کس کا انتظار درست تھا یعنی کافر ہلاک اور مغلوب جبکہ مسلمان غالب ہوں گے، یونہی بروزِ قیامت کفار ہلاک اور مومن کامیاب ہوں گے۔

آیت 159 ﴾ فرمایا کہ بیشک وہ لوگ جنہوں نے اپنے دین کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اور خود مختلف گروہ بن گئے یعنی یہود و نصاریٰ ایک دوسرے سے اختلاف کرتے تھے اور بعد میں مختلف فرقوں میں تقسیم ہو گئے یا اس سے مراد تمام مشرکین ہیں کیونکہ ان میں سے بعض نے بتوں کی پوجا کی اور کہا کہ یہ ہماری سفارش کریں گے، بعض نے فرشتوں کی عبادت کی اور کہا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں اور بعض نے ستاروں کی پرستش کی، یہ ان کی دین میں تفریق ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے فرمایا کہ آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں۔ ان کا معاملہ صرف اللہ تعالیٰ کے حوالے ہے پھر وہ انہیں بتادے گا جو کچھ وہ کیا کرتے تھے۔ **اہم بات:** اس آیت میں مسلمانوں کو دین میں فرقہ بندی اور بدعات اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ مسلمانوں میں بھی فرقے ہیں لیکن سب مسلمان گمراہ نہ ہوں گے کیونکہ فرمانِ نبوی ہے: یہ امت کبھی گمراہی پر جمع نہ ہو گی۔ (ابن ماجہ، حدیث:3950) اور حق پر صرف ایک فرقہ ہے چنانچہ فرمان نبوی ہے: میری امت 73 فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی (ان میں سے) ایک جنت میں جائے گا اور 72 جہنم میں جائیں گے۔ عرض کی گئی: یارسول اللہ! وہ جنتی کون ہوں گے؟ ارشاد فرمایا: وہ جماعت ہے۔ (ابن ماجہ، حدیث:3992) جنتی گروہ اکثریت والا ہو گا چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: جب تم اختلاف دیکھو تو سب سے بڑی جماعت کو لازم پکڑ لو۔ (ابن ماجہ، حدیث:3950)

Go To Index

اِنَّمَاۤ اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿١٥٩﴾ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ

ان کا معاملہ صرف اللہ کے حوالے ہے پھر وہ انہیں بتا دے گا جو کچھ وہ کیا کرتے تھے○ جو ایک نیکی لائے

فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰۤى اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿١٦٠﴾

تو اس کے لیے اس جیسی دس نیکیاں ہیں اور جو کوئی برائی لائے تو اسے صرف اتنا ہی بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا○

قُلْ اِنَّنِيْ هَدٰىنِيْ رَبِّيْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۚ دِيْنًا قِيَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۚ وَمَا كَانَ

تم فرماؤ، بیشک مجھے میرے رب نے سیدھے راستے کی طرف ہدایت فرمائی، (یہ) مضبوط دین ہے جو ہر باطل سے جدا ابراہیم کی ملت ہے اور وہ مشرکوں

مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿١٦١﴾ قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٦٢﴾ۙ

میں سے نہیں تھے○ تم فرماؤ، بیشک میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ کے لیے ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے○

لَا شَرِيْكَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿١٦٣﴾ قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْ رَبًّا

اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں○ تم فرماؤ، کیا اللہ کے سوا اور رب طلب کروں

آیت 160 ایک نیکی کرنے والے کے لئے دس نیکیوں کی جزا ہے اور یہ کوئی انتہائی مقدار نہیں بلکہ فضلِ الٰہی کی ابتدا ہے۔ اللہ تعالیٰ جس کے لئے جتنا چاہے اس کی نیکیوں کو بڑھائے، ایک کے سات سو کرے یا بے حساب عطا فرمائے جبکہ ایک برائی کرنے والے کے لئے صرف اس ایک برائی ہی کا بدلہ ہے اور اطاعت گزار کے ثواب میں کمی کر کے یا گناہ گار کو جرم سے زیادہ سزا دے کر یا جرم کئے بغیر سزا دے کر ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ **اہم بات:** ظلم کے دو معنی ہیں: (۱) غیر کی چیز میں بلا اجازت تصرف کرنا (۲) بے قصور کو سزا دے دینا یا کام لے کر اس کی اجرت نہ دینا۔ ان جیسی آیات میں ظلم کے دوسرے معنی مراد ہیں۔

آیت 161 ارشاد فرمایا کہ تم فرماؤ: بیشک مجھے میرے رب نے سیدھے راستے کی طرف ہدایت فرمائی، یہ مضبوط دین ہے جو ہر باطل سے جدا حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی ملت ہے اور اے کفارِ قریش! حضرت ابراہیم علیہ السّلام مشرک و بت پرست نہ تھے لہٰذا تمہارا ملتِ ابراہیمی پر ہونے کا دعویٰ باطل ہے۔

آیت 162، 163 ان دو آیات میں مسلمان کی زندگی کا محور و مرکز متعین کر دیا گیا، چنانچہ فرمایا کہ اے حبیب! تم فرماؤ کہ بیشک میری نماز، میری قربانیاں، میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔ **اہم بات:** حضور سیّدِ دوعالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْن ہیں کیونکہ آپ کا نور تمام مخلوق سے پہلے پیدا ہوا، یَوْمِ اَلَسْتُ میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار آپ نے کیا اور امت کے لئے بھی ایمان و اسلام کا اول نمونہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ہی ذات ہے۔

آیت 164 کفار نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے کہتے کہ آپ ہمارے دین میں داخل ہو کر ہمارے معبودوں کی عبادت کریں، اس پر

وَهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ ؕ وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَيْهَا ۚ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۚ

حالانکہ وہ ہر چیز کا رب ہے اور ہر شخص جو عمل کرے گا وہ اسی کے ذمہ ہے اور کوئی بوجھ اٹھانے والا آدمی کسی دوسرے آدمی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا

ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿١٦٤﴾ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ

پھر تمہیں اپنے رب کی طرف لوٹنا ہے تو وہ تمہیں بتادے گا جس میں اختلاف کرتے تھے ○ اور وہی ہے جس نے زمین میں تمہیں

خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ ؕ

نائب بنایا اور تم میں ایک کو دوسرے پر کئی درجے بلندی عطا فرمائی تاکہ وہ تمہیں اس چیز میں آزمائے جو اس نے تمہیں عطا فرمائی ہے

اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ ۖ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿١٦٥﴾ ع النصف ع ٢٠ ١١

بیشک تمہارا رب بہت جلد عذاب دینے والا ہے اور بیشک وہ ضرور بخشنے والا مہربان ہے ○

فرمایا گیا کہ اے حبیب! ان کافروں کو جواب دو کہ کیا میں اللہ تعالیٰ کے سوا اور رب طلب کروں حالانکہ وہ ہر چیز کا رب ہے یعنی خدا شناس کس طرح گوارا کر سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو خدا مانے۔ **دوسرے حصے کا شانِ نزول:** ولید بن مغیرہ کہتا تھا کہ میرا راستہ اختیار کرو، اس میں اگر کچھ گناہ ہے تو میری گردن پر، اس کے جواب میں فرمایا گیا کہ مجرم گناہ سے بالکل بَری ہو جائے اور کسی دوسرے پر اس کے گناہ ڈال دیئے جائیں یا ایک آدمی کے گناہ دوسرے پر بغیر کسی سبب کے ڈال دیئے جائیں یہ نہیں ہو سکتا البتہ جو آدمی گناہ کا طریقہ ایجاد کرے یا کسی کو گناہ کے راستے پر لگائے تو اس کی وجہ سے جتنے لوگوں نے جتنے گناہ کئے ان سب کے وہ گناہ اس آدمی پر بھی ڈال دیئے جائیں گے جو حقیقت میں اس کے اپنے ہی اعمال کا انجام ہے۔ مزید فرمایا کہ پھر قیامت کے روز تمہیں اپنے رب کی طرف لوٹنا ہے تو وہ تمہیں بتادے گا جس میں اختلاف کرتے تھے۔

آیت 165 یہاں امت محمدیہ سے فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے زمین میں تمہیں نائب بنایا کیونکہ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم آخری نبی ہیں، اور آپ کی اُمت سب امتوں میں آخری امت ہے، اس لئے ان کو زمین میں پہلوں کا خلیفہ کیا کہ اس کے مالک ہوں اور اس میں تصرف کریں۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے شکل وصورت، حسن وجمال، رزق ومال، علم وعقل اور قوت وکمال میں تم میں سے ایک کو دوسرے پر درجوں بلندی دی، اس کا مقصد تمہاری آزمائش کرنا ہے کہ کون نعمتوں کے ملنے پر شکر ادا کرتا اور کون ظلم وزیادتی کی راہ پر چلتا ہے۔ بیشک تمہارا رب فاسق وفاجر اور گنہگار کو بہت جلد سزا دینے والا ہے اور بیشک وہ ضرور مؤمنین کو بخشنے والا اور ان پر مہربان ہے۔ **اہم بات:** یقینی کام کو بھی قریب ہی کہہ دیا جاتا ہے اسی لئے یہاں فرمایا کہ تمہارا رب بہت جلد عذاب دینے والا ہے، یا اس سے مراد یہ ہے کہ عذاب کے وقت اللہ تعالیٰ کو عذاب نازل کرنے میں دیر نہیں لگتی۔

اٰیاتھا ٢٠٦ | ٧ سُوْرَۃُ الْاَعْرَافِ مَكِّيَّةٌ ٣٩ | رکوعاتھا ٢٤

سورۂ اعراف مکیہ ہے اس میں دو سو چھ آیتیں اور چوبیس رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

الٓمّٓصٓ ﴿١﴾ كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ لِتُنْذِرَ بِهٖ وَذِكْرٰى

الٓمّٓصٓ ○ اے حبیب! (یہ) ایک کتاب ہے جو آپ کی طرف نازل کی گئی ہے تاکہ آپ اس کے ذریعے ڈرسنائیں اور مومنوں کے لئے نصیحت ہے پس آپ کے دل میں

لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٢﴾ اِتَّبِعُوْا مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ ؕ

اس کی طرف سے کوئی تنگی نہ ہو○ اے لوگو! تمہارے رب کی جانب سے تمہاری طرف جو نازل کیا گیا ہے اس کی پیروی کرو اور اسے چھوڑ کر اور حاکموں کے پیچھے نہ جاؤ۔

سورۂ اعراف کا تعارف یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی۔ ایک روایت کے مطابق پانچ آیتوں کے علاوہ بقیہ سورت مکہ میں نازل ہوئی، ان پانچ میں سے پہلی آیت وَسْـَٔلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ ہے۔ یہ مکی سورتوں میں سب سے بڑی سورت ہے۔ اس میں 24 رکوع اور 206 آیتیں ہیں۔ اس کی آیت 46 میں جنت اور دوزخ کے درمیان ایک جگہ اَعْراف کا ذکر ہے، اس مناسبت سے اس سورۃ کا نام اَعْراف رکھا گیا۔ **فضیلت:** حدیث پاک میں ہے: جس نے قرآنِ پاک کی پہلی 7 بڑی سورتوں کو حفظ کیا اور ان کی تلاوت کرتا رہا تو یہ اس کے لئے کثیر ثواب کا باعث ہے۔ (مستدرک، حدیث: 2114) ان میں سے ایک سورۂ اعراف ہے۔ **خلاصۂ مضامین:** اس سورت میں اسلام کے بنیادی عقائد جیسے وحدانیتِ الٰہی، وحی، رسالت، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے، اعمال کی جزا ملنے، قرآن کے کلامِ الٰہی ہونے، اس کی پیروی ضروری ہونے، بروزِ قیامت اعمال کا وزن ہونے کا بیان، شرک کارد، مکارمِ اخلاق کی تعلیم نیز حضرت آدم علیہ السّلام ور ابلیس، حضرت نوح علیہ السّلام اور ان کی قوم، حضرت ہود علیہ السّلام اور ان کی قوم، حضرت صالح علیہ السّلام اور ان کی قوم، حضرت لوط علیہ السّلام اور ان کی قوم، حضرت شعیب علیہ السّلام اور ان کی قوم، حضرت موسیٰ علیہ السّلام اور فرعون، حضرت موسیٰ علیہ السّلام اور بلعم بن باعور کے واقعات اور کفار و مشرکین کے اخروی انجام، بروزِ قیامت ایمان والوں کے حالات، جہنمیوں اور اہلِ اعراف سے ہونے والی گفتگو اور جہنمیوں کی آپسی گفتگو کا بیان ہے۔

آیت 1 یہ حروفِ مقطعات ہیں، ان کی مراد اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

آیت 2 فرمایا کہ اے حبیب! یہ کتاب یعنی قرآن پاک آپ کی طرف اس لئے نازل کیا گیا کہ آپ اس کے ذریعے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرائیں اور یہ قرآن مومنوں کے لئے نصیحت ہے، اس خیال سے کہ لوگ نہ مانیں گے، اعتراض کریں گے اور اسے جھٹلانے لگیں گے اس کی تبلیغ فرمانے سے کوئی تنگی نہ آئے۔ **درس:** اس آیت میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو تسلی ہے اور اس کے ذریعے تمام مبلغین کو درس ہے کہ لوگوں کے نہ ماننے یا تکلیفیں دینے کی وجہ سے تبلیغِ دین میں دل تنگ نہیں ہونا چاہیے۔ یہ قرآن مومنوں کیلئے نصیحت ہے، یہاں آج کے مسلمانوں کو بھی غور کرنا چاہئے کہ کیا یہ قرآن سے نصیحت حاصل کر رہے ہیں یا انہیں قرآن کھولنے، پڑھنے، سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق ہی نہیں ہوتی؟

آیت 3 فرمایا کہ اے حبیب! اپنی قوم سے فرماؤ کہ اے لوگو! قرآنِ مجید کی پیروی کرو جو تمہارے رب کی جانب سے تمہاری طرف

قَلِيۡلًا مَّا تَذَكَّرُوۡنَ ۝۳ وَكَمۡ مِّنۡ قَرۡيَةٍ اَهۡلَكۡنٰهَا فَجَآءَهَا بَاۡسُنَا بَيَاتًا اَوۡ هُمۡ

تم بہت ہی کم سمجھتے ہو○ اور کتنی ہی ایسی بستیاں ہیں جنہیں ہم نے ہلاک کر دیا تو ان پر ہمارا عذاب رات کے وقت آیا، یا (جب) وہ

قَآئِلُوۡنَ ۝۴ فَمَا كَانَ دَعۡوٰىهُمۡ اِذۡ جَآءَهُمۡ بَاۡسُنَاۤ اِلَّاۤ اَنۡ قَالُوۡۤا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيۡنَ ۝۵

دوپہر کو سو رہے تھے○ تو جب ان پر ہمارا عذاب آیا تو ان کی پکار اس کے سوا اور کچھ نہ تھی کہ بیشک ہم (ہی) ظالم تھے○

فَلَنَسۡـَٔلَنَّ الَّذِيۡنَ اُرۡسِلَ اِلَيۡهِمۡ وَلَنَسۡـَٔلَنَّ الۡمُرۡسَلِيۡنَ ۝۶ فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيۡهِمۡ

تو بیشک ہم ضرور ان لوگوں سے سوال کریں گے جن کی طرف (رسول) بھیجے گئے اور بیشک ہم ضرور رسولوں سے سوال کریں گے○ تو ضرور ہم ان کو اپنے

بِعِلۡمٍ وَّمَا كُنَّا غَآئِبِيۡنَ ۝۷ وَالۡوَزۡنُ يَوۡمَئِذِ ٱلۡحَقُّ ۚ فَمَنۡ ثَقُلَتۡ مَوَازِيۡنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ

علم سے بتادیں گے اور ہم غائب نہ تھے○ اور اس دن وزن کرنا ضرور برحق ہے تو جن کے پلڑے بھاری ہوں گے تو وہی لوگ

نازل کیا گیا ہے۔ اس کی پیروی چھوڑ کر دوسروں کے پیچھے نہ جاؤ۔ تم بہت ہی کم سمجھتے ہو۔

آیت 4 سابقہ آیت میں قرآنِ پاک کی پیروی کا حکم دیا گیا اب حکمِ الٰہی کی پیروی چھوڑنے اور اس سے اعراض کرنے کے نتائج پچھلی قوموں کے انجام کی صورت میں بتائے جا رہے ہیں، چنانچہ فرمایا کہ اور کتنی ہی ایسی بستیاں ہیں جنہیں ہم نے ہلاک کر دیا تو ان پر ہمارا عذاب رات کے وقت آیا یا دن میں قیلولہ کے وقت آیا، انہیں اس کا خیال بھی نہ تھا وہ عذاب اچانک آیا اور وہ بھاگنے کی کوشش بھی نہ کر سکے۔

آیت 5 فرمایا کہ بستی والوں پر جب اللہ تعالیٰ کا عذاب اچانک آیا تو وہ اسے اپنے اوپر سے دور نہ کر سکے، اس وقت ان کی پکار اس کے سوا اور کچھ نہ تھی کہ بیشک ہم ہی ظالم تھے، اس وقت انہوں نے اپنے جرم کا اعتراف کیا لیکن اس وقت کا اعتراف فائدہ نہیں دیتا۔ **اہم بات:** عذاب دیکھ کر توبہ کرنا یا ایمان لانا قبول نہیں ہوتا۔

آیت 6 فرمایا کہ ان امتوں سے پوچھا جائے گا جن کی طرف رسول بھیجے گئے کہ تمہیں تمہارے رسولوں نے تبلیغ کی یا نہیں اور تم نے رسولوں کی دعوت کا کیا جواب دیا، ان کے حکم کی کیا تعمیل کی اور رسولوں سے دریافت کیا جائے گا کہ کیا تم نے اپنی اُمتوں کو ہمارے پیغام پہنچائے اور تمہاری قوم نے تمہیں کیا جواب دیا تھا۔ **اہم بات:** علما فرماتے ہیں کہ یہ سوال و جواب ہمارے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے متعلق نہ ہوگا اور نہ کوئی بدباطن کافر یہ کہہ سکے گا کہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے تبلیغ نہیں فرمائی۔

آیت 7 فرمایا کہ بروزِ قیامت ہمارا کفار سے اور ان کے انبیاء علیہمُ السّلام سے پوچھ گچھ فرمانا قانونی کارروائی کے لئے ہوگا نہ کہ اس لئے کہ ہمیں اصل واقعہ کی خبر نہیں۔

آیت 8، 9 اس آیت میں قیامت کا ایک اور حال بیان ہو رہا ہے کہ اس دن میزان کے ذریعے اعمال کا وزن کرنا ضرور برحق ہے تو جن کے نیکیوں کے پلڑے بھاری ہوں گے وہی لوگ فلاح پانے والے ہوں گے اور جن کے نیکیوں کے پلڑے ہلکے ہوں گے اور ان میں

هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۸ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُهٗ فَاُولٰٓىِٕكَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا

فلاح پانے والے ہوں گے ○ اور جن کے پلڑے ہلکے ہوں گے تو وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنی جانوں کو خسارے میں ڈالا اس وجہ سے کہ وہ

بِاٰیٰتِنَا یَظْلِمُوْنَ ۝۹ وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِی الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِیْهَا مَعَایِشَ ؕ

ہماری آیتوں پر ظلم کیا کرتے تھے ○ اور بیشک ہم نے تمہیں زمین میں ٹھکانہ دیا اور تمہارے لئے اس میں زندگی گزارنے کے اسباب بنائے،

ع ۱ / ۸ قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝۱۰ ع وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓىِٕكَةِ اسْجُدُوْا

تم بہت ہی کم شکر ادا کرتے ہو○ اور بیشک ہم نے تمہیں پیدا کیا پھر تمہاری صورتیں بنائیں پھر ہم نے فرشتوں سے فرمایا کہ آدم کو

کوئی نیکی نہ ہوگی تو یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے ہماری آیتوں کا انکار کر کے اپنی جانوں کو خسارے میں ڈالا۔ **اہم باتیں:** (1) وزن کرنے کا معنی ہے: کسی چیز کی مقدار کی معرفت حاصل کرنا۔ عرف میں ترازو سے تولنے کو وزن کرنا کہتے ہیں اور جس آلے سے وزن کیا جائے اسے میزان کہتے ہیں۔ (2) صحیح اور متواتر احادیث سے ثابت ہے کہ بروزِ قیامت ایک میزان لا کر رکھی جائے گی جس میں دو پلڑے اور ایک ڈنڈی ہوگی۔ اس پر ایمان لانا اور اسے حق سمجھنا ضروری ہے۔ رہی یہ بات کہ اس کے پلڑوں کی نوعیت اور کیفیت کیا ہوگی اور اس سے وزن معلوم کرنے کا طریقہ کیا ہوگا؟ تو یہ ہماری عقل و فہم کے دائرے سے باہر ہے اور ہم اسے جاننے کے مکلف نہیں۔ غیب کی چیزوں پر ایمان لانا فرض ہے، ان کی نوعیت اور کیفیت اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم بہتر جانتے ہیں۔ (3) تحقیق یہ ہے کہ جن کافروں کو اللہ تعالیٰ جلد دوزخ میں ڈالنا چاہے گا انہیں اعمال کے وزن کے بغیر دوزخ میں ڈال دے گا اور بقیہ کافروں کے اعمال کا وزن کیا جائے گا، اسی طرح بعض مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ اعمال کا وزن کئے بغیر بے حساب جنت میں داخل فرمادے گا۔

آیت 10 یہاں سے اللہ تعالیٰ اپنی وہ عظیم نعمتیں یاد دلا رہا ہے جن کی وجہ سے اس کا شکر ادا کرنا لازم ہے، فرمایا کہ ہم نے تمہیں زمین میں ٹھکانہ دیا اور تمہارے لئے اس میں زندگی گزارنے کے اسباب بنائے، اپنے فضل سے تمہیں غذا، پانی، ہوا، سورج کی روشنی سب یہیں مہیا کیں، تمہیں ان کے لئے آسمان پر یا سمندر میں جانے کی حاجت نہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی عظیم ترین نعمتیں ہے اس کے باوجود لوگوں میں ناشکری غالب ہے **اہم بات:** شکر کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی نعمت کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرے اور نعمت کا اظہار کرے جبکہ ناشکری یہ ہے کہ آدمی نعمت کو بھول جائے اور اسے چھپائے۔

آیت 11 یہاں سے ایک اور عظیم نعمت یاد دلائی جارہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی تمام اولاد پر فرمائی، فرمایا کہ بیشک ہم نے تمہیں پیدا کیا۔ یہاں یا تو یہ مراد ہے کہ ہم نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور ان کی پشت میں ان کی اولاد کی صورتیں بنائیں یا یہ مراد ہے کہ ہم نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا، ان کی صورت بنائی اور پھر فرشتوں کو حکم دیا کہ انہیں سجدہ کریں۔ اور فرمایا کہ ابلیس کے سوا سب نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا، وہ سجدہ کرنے والوں میں سے نہ ہوا۔ **اہم بات:** یہ واقعہ سورۂ بقرہ آیت 34 میں بھی بیان ہوا ہے۔ یہاں اس کے بیان کا مقصد ایک مرتبہ پھر عظیم نعمتِ الٰہی کو یاد دلانا، شرفِ انسانیت کو بیان کرنا اور اللہ تعالیٰ کے دوست و دشمن کی روش دکھانا ہے۔

لِاٰدَمَ ۖ فَسَجَدُوْۤا اِلَّاۤ اِبْلِيْسَ ؕ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ۝١١ قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ

سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا، وہ سجدہ کرنے والوں میں سے نہ ہوا○ اللہ نے فرمایا: جب میں نے تجھے حکم دیا تھا تو تجھے سجدہ کرنے سے

اِذْ اَمَرْتُكَ ؕ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ۝١٢ قَالَ فَاهْبِطْ

کس چیز نے روکا؟ ابلیس نے کہا: میں اس سے بہتر ہوں۔ تو نے مجھے آگ سے بنایا اور اسے مٹی سے بنایا○ اللہ نے فرمایا: تو یہاں سے اُتر

مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ ۝١٣ قَالَ اَنْظِرْنِيْۤ

جا، پس تیرے لئے جائز نہیں کہ تو اس مقام میں تکبر کرے، نکل جا، بیشک تو ذلت والوں میں سے ہے○ شیطان نے کہا: تو مجھے اس دن تک مہلت دیدے

اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۝١٤ قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ۝١٥ قَالَ فَبِمَاۤ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ

جس میں لوگ اٹھائے جائیں گے○ اللہ نے فرمایا: تجھے مہلت ہے○ شیطان نے کہا: مجھے اِس کی قسم کہ تو نے مجھے گمراہ کیا، میں ضرور تیرے

آیت 12 **”تو نے مجھے آگ سے بنایا“** اس سے ابلیس کی مراد یہ تھی کہ آگ مٹی سے افضل واعلیٰ ہے تو جس کی اصل آگ ہو وہ اس سے افضل ہو گا جس کی اصل مٹی ہو۔ اس خبیث کا یہ خیال غلط وباطل تھا کیونکہ افضل وہ ہے جسے مالک ومولیٰ فضیلت دے، فضیلت کا مدار اصل پر نہیں بلکہ مالک کی اطاعت وفرمانبرداری پر ہے۔ آگ کا مٹی سے افضل ہونا بھی صحیح نہیں کیونکہ آگ میں طیش، تیزی اور بلندی چاہنا ہے اور یہ چیزیں تکبر کا سبب بنتی ہیں جبکہ مٹی سے وقار، حلم اور صبر حاصل ہوتا ہے، نیز شیطان نے صریح حکمِ الٰہی کے مقابلے میں قیاس کیا اور جو قیاس نص کے خلاف ہو وہ مردود ہے۔

آیت 13 فرمایا: تو جنت سے اتر جا، پس تیرے لئے جائز نہیں کہ تو اس مقام میں تکبر کرے کیونکہ یہ جگہ منکر وسرکش کی نہیں بلکہ اطاعت وتواضع کرنے والوں کی ہے۔ نکل جا، بیشک تو ذلت والوں میں سے ہے کہ انسان تیری مذمت کرے گا۔ **درس:** تکبر ایسا مذموم وصف ہے کہ ہزاروں برس کا عبادت گزار اور فرشتوں کا استاد کہلانے والا ابلیس بھی اس کی وجہ سے بارگاہِ الٰہی میں مردود ٹھہرا اور قیامت تک کے لئے ذلت ورسوائی کا شکار ہو گیا۔

آیت 14، 15 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ شیطان نے کہا: تو مجھے اس دن تک مہلت دیدے جس میں لوگ اٹھائے جائیں گے یعنی جب دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تجھے مہلت ہے یعنی پہلی مرتبہ صور پھونکنے تک کہ جب سب لوگ مر جائیں گے۔ **اہم بات:** شیطان مردود نے دوسری مرتبہ صور پھونکنے یعنی مُردوں کے دوبارہ زندہ ہونے تک مہلت چاہی تھی تاکہ موت کی سختی سے بچ جائے مگر اسے پہلی مرتبہ صور پھونکنے تک کی مہلت دی گئی۔

آیت 16 شیطان نے کہا: مجھے اس کی قسم کہ تو نے مجھے گمراہ کیا، میں ضرور تیرے سیدھے راستہ پر بنی آدم کی تاک میں بیٹھوں گا، ان کے دلوں میں وسوسے ڈالوں گا، انہیں باطل کی طرف مائل کروں گا، گناہوں کی رغبت دلاؤں گا، تیری اطاعت وعبادت سے روکوں گا بعض کو کافر ومشرک بنادوں گا۔ **اہم بات:** شیطان نے یہاں گمراہ کرنے کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی، اِس میں یا تو شیطان نے خود کو مجبورِ محض مان کر یہ کہا یا پھر اللہ تعالیٰ کی بے ادبی کے طور پر کہا۔

لَهُمۡ صِرَاطَكَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ ۙ ﴿۱۶﴾ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمۡ مِّنۡۢ بَيۡنِ اَيۡدِيۡهِمۡ وَمِنۡ خَلۡفِهِمۡ وَعَنۡ

سیدھے راستہ پر لوگوں کی تاک میں بیٹھوں گا○ پھر ضرور میں ان کے آگے اور ان کے پیچھے اور ان کے دائیں اور

اَيۡمَانِهِمۡ وَعَنۡ شَمَآئِلِهِمۡ ؕ وَلَا تَجِدُ اَكۡثَرَهُمۡ شٰكِرِيۡنَ ﴿۱۷﴾ قَالَ اخۡرُجۡ مِنۡهَا مَذۡءُوۡمًا

ان کے بائیں سے ان کے پاس آؤں گا اور تو ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہ پائے گا○ اللہ نے فرمایا: تو یہاں سے ذلیل و مردود

مَّدۡحُوۡرًا ؕ لَمَنۡ تَبِعَكَ مِنۡهُمۡ لَاَمۡلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنۡكُمۡ اَجۡمَعِيۡنَ ﴿۱۸﴾ وَيٰۤاٰدَمُ اسۡكُنۡ اَنۡتَ وَ

ہو کر نکل جا۔ بیشک ان میں سے جو تیری پیروی کرے گا تو میں ضرور تم سب سے جہنم بھر دوں گا○ اور اے آدم! تم اور تمہاری بیوی

زَوۡجُكَ الۡجَنَّةَ فَكُلَا مِنۡ حَيۡثُ شِئۡتُمَا وَلَا تَقۡرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوۡنَا مِنَ الظّٰلِمِيۡنَ ﴿۱۹﴾

جنت میں رہو پھر اُس میں سے جہاں چاہو کھاؤ اور اُس درخت کے پاس نہ جانا ورنہ حد سے بڑھنے والوں میں سے ہو جاؤ گے○

آیت 17 ﴾ شیطان نے اپنے عزم کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ پھر میں ضرور بنی آدم کے آگے پیچھے اور دائیں بائیں یعنی چاروں طرف سے ان کے پاس آؤں گا اور اُنہیں گھیر کر راہِ راست سے روکوں گا تاکہ وہ تیرے راستے پر نہ چلیں اور تو ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہ پائے گا۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: سامنے سے مراد یہ ہے کہ میں ان کی دنیا کے متعلق وسوسے ڈالوں گا، پیچھے سے مراد یہ ہے کہ ان کی آخرت کے متعلق وسوسے ڈالوں گا، دائیں سے مراد یہ ہے کہ ان کے دین میں شبہات ڈالوں گا اور بائیں سے مراد یہ ہے کہ ان کو گناہوں کی طرف راغب کروں گا۔ **اہم بات:** چونکہ شیطان بنی آدم کو گمراہ کرنے نیز شہوتوں اور قبیح افعال میں مبتلا کرنے میں اپنی انتہائی کوشش کرنے کا عزم کر چکا تھا یا وہ انسان کی اچھی بری صفات سے واقف تھا یا اس نے فرشتوں سے سن رکھا تھا، اس لئے اسے گمان تھا کہ وہ بنی آدم کو بہکا لے گا اور انہیں فریب دے کر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے شکر اور اس کی طاعت و فرمانبرداری سے روک دے گا۔

آیت 18 ﴾ اللہ تعالیٰ نے ابلیس سے فرمایا: تو یہاں سے ذلیل و مردود ہو کر نکل جا کہ آج فرشتوں میں اور آیندہ ہر جگہ ذلیل و خوار ہو، بیشک بنی آدم میں سے جو تیری پیروی کرے گا تو میں تجھ سے، تیری اولاد سے اور تیری اطاعت کرنے والے آدمیوں سے جہنم کو بھر دوں گا۔ **اہم باتیں:** (1) پیغمبر کی دشمنی تمام کفروں سے بڑھ کر ہے، شیطان عالم و زاہد ہونے کے باوجود تعظیمِ نبی سے انکار پر ذلیل و رسوا ہوا۔ (2) دوزخ میں شیطان، جنات اور انسان سب جائیں گے۔

آیت 19 ﴾ شیطان کو ذلیل و رسوا کر کے جنت سے نکال دینے کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السّلام سے فرمایا کہ تم اور تمہاری بیوی حضرت حوا رضی اللہ عنہا جنت میں رہو اور جنتی پھلوں میں سے جہاں چاہو کھاؤ لیکن اس درخت کے قریب نہ جانا ورنہ حد سے بڑھنے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔

فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَاوٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهٰىكُمَا

پھر شیطان نے انہیں وسوسہ ڈالا تاکہ ان پر ان کی چھپی ہوئی شرم کی چیزیں کھول دے اور کہنے لگا تمہیں تمہارے رب نے

رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ۝۲۰ وَقَاسَمَهُمَاۤ اِنِّيْ

اس درخت سے اسی لیے منع فرمایا ہے کہ کہیں تم فرشتے نہ بن جاؤ یا تم ہمیشہ زندہ رہنے والے نہ بن جاؤ○ اور ان دونوں سے قسم کھا کر کہا کہ بیشک میں

لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ۝۲۱ فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ ۚ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا

تم دونوں کا خیر خواہ ہوں○ تو وہ دھوکا دے کر ان دونوں کو اُتار لایا پھر جب انہوں نے اس درخت کا پھل کھایا تو ان کی شرم کے مقام ان پر کھل گئے

وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ؕ وَنَادٰىهُمَا رَبُّهُمَاۤ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ

اور وہ جنت کے پتے ان پر ڈالنے لگے اور انہیں ان کے رب نے فرمایا: کیا میں نے تمہیں اس درخت سے منع نہیں کیا تھا؟

وَاَقُلْ لَّكُمَاۤ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝۲۲ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَاۤ اَنْفُسَنَا ٚ وَاِنْ

اور میں نے تم سے یہ نہ فرمایا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے؟○ دونوں نے عرض کی: اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اور اگر

آیت 21،20 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ شیطان نے حضرت آدم علیہ السّلام اور حضرت حوا رضی اللہ عنہا کو وسوسہ ڈالا تاکہ ان پر ان کی چھپی ہوئی شرم کی چیزیں کھول دے۔ کہنے لگا: اس درخت میں یہ تاثیر ہے کہ اس کا پھل کھانے والا فرشتہ بن جاتا یا ہمیشہ کی زندگی حاصل کر لیتا ہے، تمہیں تمہارے رب نے اس درخت سے اسی لیے منع فرمایا ہے کہ کہیں تم فرشتے یا ہمیشہ زندہ رہنے والے نہ بن جاؤ اور شیطان نے ان دونوں سے اللہ تعالیٰ کی جھوٹی قسم کھا کر کہا کہ بیشک میں تم دونوں کا خیر خواہ ہوں۔

آیت 22 شیطان نے جھوٹی قسم کھا کر ان دونوں کو دھوکا دیا اور ممانعت کی تاویلیں کر کے انہیں اس درخت سے کھانے کی طرف لے آیا۔ حضرت آدم علیہ السّلام کے دل میں چونکہ اللہ تعالیٰ کے نام کی عظمت انتہا درجے کی تھی اس لئے آپ علیہ السّلام کو گمان بھی نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کوئی جھوٹ بول سکتا ہے نیز جنت قربِ الٰہی کا مقام ہے اور حضرت آدم علیہ السّلام کو بھی اس مقامِ قرب میں رہنے کا اشتیاق تھا اور فرشتہ بننے یا دائمی بننے سے یہ مقام حاصل ہو سکتا ہے لہٰذا آپ نے شیطان کی قسم کا اعتبار کر لیا اور ممانعت کو تنزیہی سمجھتے ہوئے یا خاص درخت کی ممانعت سمجھتے ہوئے اسی جنس کے دوسرے درخت سے کھا لیا۔ اس کے کھاتے ہی جنتی لباس جسم سے جدا اور پوشیدہ اعضا ظاہر ہو گئے۔ جب بے ستری ہوئی تو ان بزرگوں نے انجیر کے پتے اپنے جسم شریف پر ڈالنے شروع کر دیئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا: کیا میں نے تمہیں اس درخت سے منع نہیں کیا تھا اور میں نے تم سے یہ نہ فرمایا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے؟ **اہم بات:** پوشیدہ اعضاء کا چھپانا انسانی فطرت میں داخل ہے، جو شخص ننگے ہونے کو فطرت سمجھتا ہے جیسے مغربی ممالک میں ایک طبقے کا رجحان ہے تو وہ ان لوگوں میں سے ہے جن کی فطرتیں مسخ ہو چکی ہیں۔

آیت 23 فرمایا کہ دونوں نے عرض کی: اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اور اگر تو نے ہماری مغفرت نہ فرمائی اور ہم

Go To Index

لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿٢٣﴾ قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ

تونے ہماری مغفرت نہ فرمائی اور ہم پر رحم نہ فرمایا تو ضرور ہم نقصان والوں میں سے ہو جائیں گے ○ اللہ نے فرمایا: تم اتر جاؤ، تم میں ایک دوسرے کا دشمن ہے

وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿٢٤﴾ قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ

اور تمہارے لئے زمین میں ایک وقت تک ٹھہرنا اور نفع اٹھانا ہے ○ (اللہ نے) فرمایا: تم اسی میں زندگی بسر کروگے اور اسی میں مروگے

ع ٢ ١٥ ٩ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ ﴿٢٥﴾ ع يٰبَنِيْۤ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ؕ وَ

اور اسی سے اٹھائے جاؤ گے ○ اے آدم کی اولاد! بیشک ہم نے تمہاری طرف ایک لباس وہ اُتارا جو تمہاری شرم کی چیزیں چھپاتا ہے اور

پر رحم نہ فرمایا تو ضرور ہم نقصان والوں میں سے ہو جائیں گے۔ **اہم بات:** یہاں اپنی جانوں پر زیادتی کرنے سے مراد گناہ کرنا نہیں بلکہ اپنا نقصان کرنا ہے، اس طرح کہ جنت کے بجائے زمین پر آنا پڑا اور وہاں کی آرام کی زندگی کی جگہ یہاں مشقت کی زندگی اختیار کرنا پڑی۔

درس: حضرت آدم علیہ السّلام نے لغزش کے بعد دعا مانگی اس میں مسلمانوں کے لئے تربیت ہے کہ جب کوئی گناہ سرزد ہو تو بارگاہِ الٰہی میں ندامت کا اظہار کرتے ہوئے اس کا اعتراف کریں اور اس سے مغفرت و رحمت کا سوال کریں تاکہ اللہ تعالیٰ ان کا گناہ بخش دے۔

آیت 24 چونکہ حضرت آدم علیہ السّلام کی تخلیق کا اصل مقصد انہیں زمین میں خلیفہ بنانا تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی تخلیق سے پہلے ہی فرشتوں سے فرمادیا تھا نیز اولادِ آدم نے آپس میں عداوت و دشمنی بھی کرنا تھی اور جنت جیسی مقدس جگہ ان چیزوں کے لائق نہیں لہٰذا حضرت آدم علیہ السّلام کو زمین پر اتارا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم و حوا! تم اپنی ذریت کے ساتھ جو تمہاری پیٹھ میں ہے جنت سے اتر جاؤ، تمہاری اولاد میں بعض دوسرے بعض کے دشمن ہیں اور تمہارے لئے زمین میں ایک وقت تک ٹھہرنا اور دنیوی زندگی سے نفع اٹھانا ہے۔

آیت 25 اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم زمین ہی میں زندگی بسر کروگے، اسی میں تمہاری وفات ہوگی اور اسی سے بروزِ قیامت جزو سزا کے لئے اٹھائے جاؤ گے۔

آیت 26 جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السّلام اور حضرت حوا رضی اللہ عنہا کو جنت سے زمین پر اترنے کا حکم دیا اور زمین کو ان کے ٹھہرنے کی جگہ بنایا تو وہ تمام چیزیں بھی اتاریں جن کی دین یا دنیا کے اعتبار سے حاجت تھی۔ ان میں سے ایک چیز لباس ہے جس کی طرف دین و دنیا دونوں کے اعتبار سے حاجت ہے کیونکہ لباس ستر ڈھانپنے کے کام آتا ہے اور ستر عورت نماز میں شرط ہے نیز لباس گرمی سردی روکنے کے کام آتا ہے۔ آیت میں فرمایا گیا: اے اولادِ آدم! بیشک ہم نے تمہاری طرف ایک لباس وہ اتارا جو تمہاری شرم کی چیزیں چھپاتا ہے، ایک لباس وہ جو زیب و زینت کے کام آتا ہے اور پرہیزگاری کا لباس یعنی ایمان، تقویٰ، حیا اور نیک خصلتیں سب سے بہتر ہیں۔ یہ بندوں پر اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت کی نشانیوں میں سے ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔ **اہم باتیں:** (1) لباس صرف انسانوں کے لئے بنایا گیا لہٰذا جانور بے لباس ہی ہوتے ہیں۔ (2) لباس بہت بڑی نعمت ہے اس کے پہننے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ **مسئلہ:** ستر عورت چھپانے کے قابل لباس پہننا فرض ہے اور لباسِ زینت پہننا مستحب ہے۔

لِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ ذٰلِكَ خَيْرٌ ؕ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۲۶﴾ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ

(ایک لباس وہ جو) زیب وزینت ہے اور پرہیزگاری کا لباس سب سے بہتر ہے۔ یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں ○ اے آدم کی اولاد!

لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا

تمہیں شیطان فتنہ میں نہ ڈالے جیسے اس نے تمہارے ماں باپ کو جنت سے نکال دیا، ان دونوں سے ان کے لباس اتروا دیئے تا کہ انہیں ان کی

سَوْاٰتِهِمَا ؕ اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ؕ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ

شرم کی چیزیں دکھادے۔ بیشک وہ خود اور اس کا قبیلہ تمہیں وہاں سے دیکھتے ہیں جہاں سے تم انہیں نہیں دیکھتے۔ بیشک ہم نے شیطانوں کو ایمان

لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۲۷﴾ وَاِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْهَآ اٰبَآءَنَا وَاللّٰهُ

نہ لانے والوں کا دوست بنادیا ہے ○ اور جب کوئی بے حیائی کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی پر پایا تھا اور اللہ نے (بھی)

اَمَرَنَا بِهَا ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ ؕ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸﴾

ہمیں اسی کا حکم دیا ہے۔ (اے حبیب!) تم فرماؤ: بیشک اللہ بے حیائی کا حکم نہیں دیتا۔ کیا تم اللہ پر وہ بات کہتے ہو جس کی تمہیں خبر نہیں؟ ○

آیت 27 یہاں سے بنی آدم کو ہوشیار کیا جا رہا ہے کہ وہ شیطان کی مکاریوں سے بچتے رہیں چنانچہ ارشاد فرمایا: اے اولادِ آدم! تمہیں شیطان فتنہ میں نہ ڈالے جیسے اس نے تمہارے ماں باپ کو جنت سے نکال دیا، ان دونوں سے ان کے لباس اتروا دیئے تا کہ انہیں ان کی شرم کی چیزیں دکھادے۔ بیشک شیطان اور اس کی ذریت سارے جہان کے لوگوں کو دیکھتے ہیں جبکہ لوگ انہیں نہیں دیکھتے۔ جہاں کسی نے کسی اچھے کام کا ارادہ کیا، اُسے اُس کی نیت کی خبر ہوگئی اور فوراً بہکا دیا۔ اور فرمایا: بیشک ہم نے شیطانوں کو ایمان نہ لانے والوں کا دوست بنادیا ہے یعنی شیطان بظاہر کفار کا دوست ہے اور کفار دل سے شیطان کے دوست ہیں ورنہ حقیقت میں شیطان کفار کا بھی دوست نہیں، وہ تو ہر انسان کا دشمن ہے کہ سب کو اپنے ساتھ جہنم میں لے جانے کی کوشش میں ہے۔ **اہم باتیں:** (1) جو دشمن تمہیں دیکھ رہا ہے اور تم اسے نہیں دیکھ رہے اس سے اللہ تعالیٰ کے بچائے بغیر خلاصی ممکن نہیں؛ تو تم اس کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ سے مدد چاہو۔ (2) اس آیت میں مومن، کافر، ولی، عالم، پرہیزگار سب سے خطاب ہے، کوئی اپنے آپ کو شیطان سے محفوظ نہ جانے۔ (3) شیطان کا علم وقدرت بہت وسیع ہے کہ ہر زبان میں، ہر جگہ، ہر آدمی کو وسوسے ڈالنے کی طاقت رکھتا ہے۔ **درس:** مسلمان کو ہر وقت شیطان کے مقابلے کے لئے تیار رہنا چاہئے۔

آیت 28 زمانۂ جاہلیت میں کفار ننگے ہو کر طوافِ کعبہ کرتے تھے۔ ایسی بے حیائی پر جب ان کی مذمت کی گئی تو انہوں نے اس کے دو عذر بیان کئے: (1) ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی پر پایا تھا لہٰذا ان کی اتباع میں یہ کرتے ہیں۔ (2) اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان افعال کا حکم دیا ہے۔ یہ محض بہتان تھا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے حبیب! تم جواب میں فرماؤ: بیشک اللہ تعالیٰ بے حیائی کا حکم نہیں دیتا۔ کیا تم اللہ تعالیٰ پر وہ بات کہتے ہو جس کی تمہیں خبر نہیں۔ **اہم بات:** اگرچہ یہ آیت خاص ننگے ہو کر طواف کرنے کے بارے میں آئی مگر اس میں ہر قبیح فعل اور تمام صغیرہ کبیرہ گناہ داخل ہیں۔

قُلْ اَمَرَ رَبِّیْ بِالْقِسْطِ ۟ وَ اَقِیْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّ ادْعُوْهُ مُخْلِصِیْنَ

تم فرماؤ: میرے رب نے عدل کا حکم دیا ہے اور (یہ کہ) ہر نماز کے وقت تم اپنے منہ سیدھے کرو اور عبادت کو اسی کے لئے خالص کر کے

لَهُ الدِّیْنَ ۬ؕ كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ ؕ۲۹ فَرِیْقًا هَدٰى وَ فَرِیْقًا حَقَّ عَلَیْهِمُ الضَّلٰلَةُ ؕ

اس کی بندگی کرو۔ اس نے جیسے تمہیں پیدا کیا ہے ویسے ہی تم پلٹو گے ○ ایک گروہ کو ہدایت دی اور ایک فرقے پر گمراہی ثابت ہو گئی،

اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّیٰطِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ یَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۳۰ یٰبَنِیْۤ اٰدَمَ خُذُوْا

انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر شیطانوں کو دوست بنالیا ہے اور سمجھتے یہ ہیں کہ یہ ہدایت یافتہ ہیں ○ اے آدم کی اولاد! ہر

آیت 29 بری باتوں سے منع کرنے کے بعد اب ان چیزوں کا بیان ہو رہا ہے جن کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے، فرمایا: اے حبیب! ان کافروں سے فرماؤ کہ میرے رب نے عدل کا حکم دیا ہے اور یہ حکم دیا ہے کہ ہر نماز کے وقت تم اپنے منہ سیدھے کرو یعنی جہاں بھی ہو نماز کے وقت اپنے چہرے کعبہ کی طرف سیدھے کر لو یا یہ معنی ہے کہ جب نماز کا وقت آئے اور تم مسجد کے پاس ہو تو مسجد میں نماز ادا کرو اور کوئی یہ نہ کہے کہ میں اپنی مسجد میں یا اپنی قوم کی مسجد میں نماز ادا کروں گا یا یہ معنی ہے کہ تم اپنے سجدے خالص اللہ تعالیٰ کے لئے کر لو، اور یہ حکم فرمایا ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے یا اس کے حکم کی بجا آوری کی نیت سے عبادت کرو، اس میں کسی کو دکھانے یا سنانے کی نیت ہو نہ عبادت میں کسی اور کو شریک کیا جائے۔ اس نے جیسے تمہیں پیدا کیا ہے ویسے ہی تم پلٹو گے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے ابتدا ہی سے بنی آدم میں سے بعض کو مومن اور بعض کو کافر پیدا فرمایا پھر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انہیں ویسے ہی لوٹائے گا جیسے ابتدا میں پیدا فرمایا تھا مومن مومن بن کر اور کافر کافر بن کر۔ ایک قول یہ ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ نے ابتدا ہی سے شقی اور بدبخت لوگوں میں سے پیدا کیا ہے وہ قیامت کے دن اہلِ شقاوت سے اٹھے گا خواہ پہلے نیک کام کرتا ہو۔ ایک معنی یہ ہے کہ جس طرح انسان ماں کے پیٹ سے ننگے پاؤں، ننگے بدن اور ختنہ کے بغیر پیدا ہوتا تھا قیامت کے دن بھی اسی طرح ننگے پاؤں، ننگے بدن اور ختنہ کے بغیر اٹھے گا۔ **اہم باتیں:** (1) قِسط کے کئی معنی ہیں: (۱) حصہ (۲) عدل وانصاف (۳) ظلم (۴) درمیانی چیز یعنی جس میں افراط و تفریط یعنی کمی زیادتی نہ ہو۔ یہ لفظ بہت سی چیزوں کو شامل ہے، عقائد میں عدل، عبادات میں عدل، معاملات میں عدل، بادشاہ کا عدل کرنا، فقیر کا انصاف کرنا، اولاد، رشتہ داروں اور اپنے نفس کے معاملے میں عدل وغیرہ سب اس میں داخل ہیں۔ (2) اخلاص کی حقیقت یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی عبادت (اور اس کی رضاجوئی) کے علاوہ ہر ایک کی عبادت (اور اس کی رضاجوئی) سے بری ہو جائے۔

آیت 30 فرمایا کہ کچھ لوگ ایسے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ایمان و معرفت کی ہدایت اور طاعت و عبادت کی توفیق دی۔ ان کے مقابلے میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو گمراہ ہوئے، یہ کفار ہیں، انہوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر شیطانوں کو دوست بنالیا یعنی شیطانوں کے حکم سے کفر و معاصی کو اختیار کیا اور اس کے باوجود سمجھتے ہیں کہ ہم ہدایت یافتہ ہیں۔ **اہم بات:** عمومی گمراہی سے بدتر گمراہی یہ ہے کہ آدمی گمراہ ہونے کے باوجود خود کو ہدایت یافتہ سمجھے۔

آیت 31 فرمایا گیا کہ اے اولادِ آدم! ہر نماز کے وقت اپنی زینت لے لو یعنی ستر عورت کے لئے کفایت کرنے والے لباس کے ساتھ زینت والا لباس بھی ہو، عمدہ لباس میں اپنے رب کے حضور حاضری دو۔ ایک قول یہ ہے کہ خوشبو لگانا زینت میں داخل ہے یعنی نماز کے

Go To Index

زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا وَ لَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۳۱﴾ ع ۳/۱۰

نماز کے وقت اپنی زینت لے لو اور کھاؤ اور پیو اور حد سے نہ بڑھو بیشک وہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں فرماتا ○

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْۤ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَ الطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ؕ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ

تم فرماؤ: اللہ کی اس زینت کو کس نے حرام کیا جو اس نے اپنے بندوں کے لئے پیدا فرمائی ہے؟ اور پاکیزہ رزق کو (کس نے حرام کیا؟) تم فرماؤ: یہ دنیا میں

اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۳۲﴾

ایمان والوں کے لئے ہے، قیامت میں تو خاص انہی کے لئے ہوگا۔ ہم اسی طرح علم والوں کے لئے تفصیل سے آیات بیان کرتے ہیں ○

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ مَا بَطَنَ وَ الْاِثْمَ وَ الْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَ اَنْ

تم فرماؤ، میرے رب نے تو ظاہری باطنی بے حیائیاں اور گناہ اور ناحق زیادتی کو حرام قرار دیا ہے اور اسے کہ

لئے ان چیزوں کا بھی اہتمام رکھو۔ **شانِ نزول:** بنی عامر زمانۂ حج میں اپنی خوراک بہت کم کر دیتے، گوشت اور چکنائی تو بالکل نہ کھاتے اور اسے حج کی تعظیم جانتے۔ مسلمانوں نے انہیں دیکھ کر عرض کیا: یارسول اللہ! ہمیں ایسا کرنے کا زیادہ حق ہے۔ اس پر فرمایا گیا کہ کھاؤ اور پیو، گوشت ہو خواہ چکنائی اور اسراف نہ کرو۔ بیشک اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ **اہم باتیں:** (1) اسراف یہ ہے کہ سیر ہو چکنے کے بعد بھی کھاتے رہو یا حرام کی پروانہ کرو اور یہ بھی اسراف ہے کہ جو چیز اللہ تعالیٰ نے حرام نہیں کی اسے حرام کر لو۔ (2) ستر عورت نماز، طواف بلکہ ہر حال میں واجب ہے۔ (3) جہاں تک ہو سکے اچھے لباس میں نماز پڑھے اور مسجد میں اچھی حالت میں آئے۔ (4) (اس آیت میں دلیل ہے کہ کھانے پینے کی تمام چیزیں حلال ہیں سوائے اُن کے جن پر شریعت میں دلیلِ حرمت قائم ہو۔

آیت 32 فرمایا کہ اے حبیب! آپ ان جاہلوں سے فرمادیجئے جو ننگے ہو کر طوافِ کعبہ کرتے ہیں کہ تم پر اللہ تعالیٰ کی اس زینت کو کس نے حرام کیا جو اس نے اپنے بندوں کے لئے اسی لئے پیدا فرمائی کہ وہ اس سے زینت حاصل کریں اور نماز و طواف اور دیگر اوقات میں اسے پہنیں اور اس پاکیزہ رزق اور کھانے پینے کی لذیذ چیزوں کو کس نے حرام کیا جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے نکالیں۔ تم فرماؤ کہ یہ دنیا و آخرت کی نعمتیں صرف اہلِ ایمان ہی کے لئے ہیں لیکن چونکہ دنیا میں اللہ تعالیٰ نے ایک مہلت اور امتحان بھی رکھا ہے اس لئے کفار کو بھی اس میں سے مل جاتا ہے بلکہ مہلت کی وجہ سے مسلمانوں سے زیادہ ہی ملتا ہے۔ اور فرمایا: ہم اسی طرح ان لوگوں کے لئے حلال و حرام کو تفصیل سے بیان کرتے ہیں جو جانتے ہیں کہ میں اللہ اکیلا ہوں، میرا کوئی شریک نہیں تو وہ میرے حلال کئے ہوئے کو حلال اور حرام کئے ہوئے کو حرام جانتے ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) جمہور مفسرین کے نزدیک یہاں زینت سے مراد وہ لباس ہے جو ستر پوشی کے کام آئے۔ ایک قول کے مطابق یہ زینت کی تمام اقسام کو شامل ہے، اسی میں لباس اور سونا چاندی بھی داخل ہے۔ (2) اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ جس چیز کو شریعت حرام نہ کرے وہ حلال ہے۔ حرمت کے لئے دلیل کی ضرورت ہے جبکہ حلت کے لئے کوئی دلیلِ خاص ضروری نہیں۔

آیت 33 اس آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ذریعے ان مشرکین سے خطاب ہے جو برہنہ ہو کر طوافِ کعبہ کرتے اور اللہ

تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّ اَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَ لِكُلِّ

تم اللہ کے ساتھ اس چیز کو شریک قرار دو جس کی اللہ نے کوئی دلیل نہیں اتاری اور یہ کہ تم اللہ پر وہ باتیں کہو جس کا تم علم نہیں رکھتے ○ اور ہر

اُمَّةٍ اَجَلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ لَا یَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۳۴﴾ یٰبَنِیْۤ اٰدَمَ

گروہ کے لئے ایک مدت مقرر ہے تو جب ان کی وہ مدت آجائے گی تو ایک گھڑی نہ پیچھے ہوگی اور نہ ہی آگے ○ اے آدم کی اولاد!

اِمَّا یَاْتِیَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ یَقُصُّوْنَ عَلَیْكُمْ اٰیٰتِیْ ۙ فَمَنِ اتَّقٰى وَ اَصْلَحَ

اگر تمہارے پاس تم میں سے وہ رسول تشریف لائیں جو تمہارے سامنے میری آیتوں کی تلاوت کریں تو جو پرہیزگاری اختیار کرے گا اور اپنی اصلاح کرلے گا

فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَ اسْتَكْبَرُوْا عَنْهَاۤ

تو ان پر نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے ○ اور جو ہماری آیتیں جھٹلائیں گے اور ان کے مقابلے میں تکبر کریں گے

تعالیٰ کی حلال کی ہوئی پاک چیزیں حرام کرلیتے تھے، ان سے فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ چیزیں حرام نہیں کیں بلکہ اس نے جو چیزیں حرام فرمائیں، وہ یہ ہیں: (1) بے حیائیاں، چاہے ظاہری ہوں یا باطنی، یہاں فواحش سے مراد ہر کبیرہ گناہ ہے، جو علانیہ ہو مَا ظَهَرَ یعنی ظاہری ہے اور جو خفیہ ہو وہ مَا بَطَنَ یعنی باطنی ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد زنا ہے، جو عَلَی الاعلان ہو جیسے اجرت دے کر پیشہ ور عورتوں سے بدکاری کرنا مَا ظَهَرَ ہے اور جو خفیہ طور پر ہو جیسے کسی جوان لڑکی یا عورت سے عشق و محبت کے نتیجے میں یا پیار کا جھانسا دے کر کیا تو یہ مَا بَطَنَ ہے۔ (2) اِثْم یعنی گناہ، یہاں ہر صغیرہ گناہ مراد ہے یا وہ گناہ کہ جس پر شرعی سزا لازم نہ ہو یا ہر گناہ چاہے صغیرہ ہو یا کبیرہ۔ (3) ناحق زیادتی یعنی کسی شخص کا وہ چیز طلب کرنا جو اس کا حق نہیں۔ (4) ہر طرح کا کفر و شرک (5) یہ کہ تم اللہ تعالیٰ پر وہ باتیں کہو جس کا تم علم نہیں رکھتے جیسے اللہ تعالیٰ کے حلال کئے ہوئے کو حرام ٹھہرانا۔ **اہم بات:** حدیث پاک میں ہے: اللہ تعالیٰ سے زیادہ کوئی غیور نہیں، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے تمام ظاہری اور باطنی بے حیائیوں کو حرام کردیا۔ (مسلم، حدیث: 6991)

آیت 34 یہاں مقررہ مدت سے یا تو یہ مراد ہے کہ انبیاء علیہم السّلام کی نافرمانی کرنے والی امتوں کے لئے عذاب کا ایک وقت مقرر ہے، جب وہ وقت آئے گا تو عذاب ضرور آئے گا یا یہ مراد ہے کہ ہر کسی کی موت کا وقت مقرر ہے، جب وہ وقت آئے گا تو موت کا تلخ گھونٹ پینا پڑے گا۔ **درس:** چونکہ موت کا وقت کسی کو معلوم نہیں اس لئے ہر وقت موت کے لئے تیار، گناہوں سے دور اور نیک اعمال میں مصروف رہنا چاہیے۔

آیت 35 فرمایا کہ اے اولادِ آدم! تمہارے پاس تم میں سے ہی رسول تشریف لائیں گے جو تمہیں اللہ تعالیٰ کی کتاب پڑھ کر سنائیں گے، اُسے سن کر جو پرہیزگاری اختیار کرے گا اور ممنوعات سے بچتے ہوئے عبادت و اطاعت کا راستہ اختیار کرے گا تو قیامت کے دن اس پر عذاب کا نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ دنیا میں کچھ چھوڑ دینے کی وجہ سے غمگین ہوگا بلکہ حسبِ مرتبہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بہرہ ور ہوں گے۔

آیت 36 اور فرمایا کہ جو ہماری آیتیں جھٹلائیں گے اور ان کے مقابلے میں تکبر کریں گے، انہیں تسلیم نہیں کریں گے تو یہ لوگ جہنمی ہیں،

اُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٣٦﴾ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا

تو یہ لوگ جہنمی ہیں، اس میں ہمیشہ رہیں گے ○ تو اس سے بڑھ کر ظالم کون جس نے اللہ پر جھوٹ باندھا

اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اُولٰٓىِٕكَ يَنَالُهُمْ نَصِيْبُهُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا

یا اس کی آیتیں جھٹلائیں؟ تو انہیں ان کا لکھا ہوا حصہ پہنچتا رہے گا حتّٰی کہ جب ان کے پاس ان کی جان قبض کرنے کے لئے ہمارے بھیجے ہوئے

يَتَوَفَّوْنَهُمْ ۙ قَالُوْۤا اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا

(فرشتے) آتے ہیں تو وہ (فرشتے ان سے) کہتے ہیں: وہ کہاں ہیں جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کیا کرتے تھے؟ وہ (جواباً) کہتے ہیں: وہ ہم سے غائب ہوگئے

وَ شَهِدُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ﴿٣٧﴾ قَالَ ادْخُلُوْا فِيْۤ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ

اور اپنی جانوں پر آپ گواہی دیتے ہیں کہ وہ کافر تھے ○ اللہ ان سے فرمائے گا کہ تم سے پہلے جو جنوں اور آدمیوں کے گروہ آگ میں

مِّنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ فِي النَّارِ ؕ كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ؕ حَتّٰۤى اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا

گئے ہیں تم بھی ان میں داخل ہو جاؤ۔ جب ایک گروہ (جہنم میں) داخل ہو گا تو دوسرے (گروہ) پر لعنت کرے گا حتّٰی کہ جب سب اس میں جمع

جَمِيْعًا ۙ قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰۤؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ؕ

ہو جائیں گے تو ان میں بعد والے پہلے والوں کے لئے کہیں گے: اے ہمارے رب! انہوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا تو انہیں آگ کا دگنا عذاب دے۔

اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ **اہم بات:** تکبر کی بہت بڑی قباحت یہ ہے کہ آدمی جب تکبر کا شکار ہوتا ہے تو نصیحت قبول کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔

آیت 37 ﴾ فرمایا کہ اس سے بڑا ظالم کون ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف وہ بات منسوب کرے جو اس نے نہیں فرمائی یا جو اس نے فرمایا ہے اسے جھٹلائے یعنی قرآنِ پاک کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ کتاب نہ مانے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نبوت کا انکار کرے۔ لوحِ محفوظ یا نَوِشتۂ تقدیر میں جتنی عمر اور روزی اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے لئے لکھ دی ہے وہ ان کو پہنچے گی حتی کہ جب اِن کے پاس اِن لوگوں کی عمریں اور روزیاں پوری ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے فرشتے ملک الموت اور اُن کے معاونین ان کی جان قبض کرنے کے لئے آتے ہیں تو وہ فرشتے ان مشرکین سے کہتے ہیں: تمہارے وہ جھوٹے معبود کہاں ہیں جن کی تم اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کیا کرتے تھے؟ مشرکین اس کے جواب میں کہتے ہیں: وہ ہم سے غائب ہوگئے، ان کا کہیں نام و نشان ہی نہیں اور موت کے وقت مشرکین اپنی جانوں پر آپ گواہی دیتے ہیں کہ وہ کافر تھے۔ **اہم بات:** اللہ تعالیٰ پر افترا کی مختلف صورتیں ہیں: (۱) بتوں یا ستاروں کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرانا۔ (۲) یزدان اور اہرمن دو خدا اقرار دینا۔ (۳) اللہ تعالیٰ کے لئے بیٹے یا بیٹیاں ٹھہرانا۔ (۴) باطل احکام کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا۔

آیت 38، 39 ﴾ ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ بروزِ قیامت اللہ تعالیٰ ان کافروں سے فرمائے گا کہ تم سے پہلے جو جنوں اور آدمیوں کے گروہ آگ میں گئے ہیں تم بھی ان میں داخل ہو کر جہنم میں چلے جاؤ۔ جب ایک دین سے تعلق رکھنے والا ایک گروہ جہنم میں داخل

Go To Index

قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ﴿٣٨﴾ وَقَالَتْ اُوْلٰىهُمْ لِاُخْرٰىهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ

اللہ فرمائے گا: سب کے لئے دُگنا ہے لیکن تمہیں معلوم نہیں ○ اور پہلے والے دوسروں سے کہیں گے تو تمہیں ہم پر کوئی برتری نہ رہی

ع ٤/٨ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿٣٩﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا

تو اپنے اعمال کے بدلے عذاب کا مزہ چکھو ○ بیشک وہ لوگ جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ان کے مقابلے میں تکبر کیا

لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ ؕ

توان کے لیے آسمان کے دروازے نہ کھولے جائیں گے اور وہ جنت میں داخل نہ ہوں گے حتّٰی کہ سوئی کے سوراخ میں اونٹ داخل ہو جائے

وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِيْنَ ﴿٤٠﴾ لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ؕ وَكَذٰلِكَ

اور ہم مجرموں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں ○ ان کے لئے آگ بچھونا ہے اور ان کے اوپر سے (اسی کا) اوڑھنا ہو گا اور ہم ظالموں کو

ہو گا تو اپنے ہم دین دوسرے گروہ پر لعنت کرے گا یعنی ہر قسم کا کافر اپنی قسم کے کافر پر لعنت کرے گا مشرک مشرکوں پر، یہودی یہودیوں پر، عیسائی عیسائیوں پر لعنت کرے گا حتی کہ جب سب جہنم میں جمع ہو جائیں گے تو بعد والے یعنی پیروکار پہلے والوں یعنی گمراہ کرنے والوں کے لئے بارگاہِ الٰہی میں عرض کریں گے: اے ہمارے رب! انہوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا تو انہیں آگ کا دُگنا عذاب دے۔ جواب ملے گا سب کے لئے دُگنا عذاب ہے اور سب کو مسلسل عذاب ہوتا رہے گا لیکن تمہیں ایک دوسرے کا عذاب معلوم نہیں۔ یہ جواب سن کر گمراہی کے پیشوا پیروی کرنے والوں سے کہیں گے کہ تمہیں ہم پر عذاب سے چھٹکارے میں کوئی برتری نہ رہی، کفرو بد عملی، پیغمبروں کی اہانت، مسلمانوں کو ستانا ہم تم دونوں کرتے تھے تو تم اپنے کفر اور برے اعمال کا مزہ چکھو۔

آیت 40 سابقہ ایک آیت میں اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلانے اور ان سے تکبر کرنے والوں کی سزا بیان ہوئی کہ وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے اب اس ہمیشگی کی کیفیت بیان کی، ایک یہ کہ ان کے اعمال اور ارواح کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے یعنی نہ زندگی میں ان کا عمل آسمان پر جاسکتا ہے نہ موت کے بعد ان کی روح جاسکتی ہے کیونکہ ان کے اعمال وارواح دونوں خبیث ہیں۔ کفار کے لئے آسمان کے دروازے نہ کھولے جانے کا دوسرا معنی یہ ہے کہ وہ خیر وبرکت اور رحمت کے نزول سے محروم رہتے ہیں۔ ہمیشگی کی دوسری کیفیت یہ بیان کی کہ وہ تب تک جنت میں داخل نہ ہوں گے جب تک سوئی کے سوراخ میں اونٹ داخل نہ ہو جائے اور یہ محال ہے لہٰذا کفار کا جنت میں داخل ہونا بھی محال ہے۔ اور فرمایا کہ ہم مجرموں یعنی کفار کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔ **اہم بات:** اس آیت سے ثابت ہوا کہ کفار کا جنت سے محروم رہنا قطعی ہے۔

آیت 41 فرمایا کہ ان کے لئے آگ بچھونا ہے اور ان کے اوپر سے اسی کا اوڑھنا ہو گا یعنی اوپر نیچے ہر طرف سے آگ انہیں گھیرے ہوئے ہوگی اور فرمایا کہ ہم ظالموں یعنی کافروں کو ان کے کفر کا ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔

نَجْزِی الظّٰلِمِیْنَ ﴿٤١﴾ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَاۤ٘ اُولٰٓىٕكَ

ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں ○ اور وہ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے اعمال کئے ہم کسی پر طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں رکھتے، وہ

اَصْحٰبُ الْجَنَّةِۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٤٢﴾ وَنَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمُ

جنت والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے ○ اور ہم نے ان کے سینوں سے بغض و کینہ کھینچ لیا، ان کے نیچے نہریں بہیں

الْاَنْهٰرُۚ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰىنَا لِهٰذَا۫ وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَاۤ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُۚ

گی اور وہ کہیں گے: تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمیں اس کی ہدایت دی اور ہم ہدایت نہ پاتے اگر اللہ ہمیں ہدایت نہ دیتا۔

لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّؕ وَنُوْدُوْۤا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٤٣﴾ الثلثة

بیشک ہمارے رب کے رسول حق لائے اور انہیں ندا کی جائے گی کہ یہ جنت ہے، تمہیں تمہارے اعمال کے بدلے میں اس کا وارث بنادیا گیا ○

آیت 42 کفار کے لئے وعید اور اخروی سزاؤں کے بیان کے بعد ایمان والوں کے لئے آخرت کے انعامات کا ذکر ہو رہا ہے، فرمایا کہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے عمل کئے، تو وہ جنت والے ہیں اور وہ جنت میں ہمیشہ رہیں گے۔ **اہم باتیں:** (1) ایمان اعمال پر مقدم ہے، پہلے ایمان قبول کیا جائے پھر نیک کام کئے جائیں۔ (2) کوئی شخص نیک اعمال سے بے نیاز نہیں۔ **درس:** یہاں اِس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جنت میں جانے کے لئے کوئی بہت زیادہ مشقت برداشت نہ کرنا پڑے گی بلکہ اکثر و بیشتر احکام وہ ہیں جن پر آدمی نہایت سہولت کے ساتھ عمل کرلیتا ہے جیسے نماز، روزہ اور دیگر عبادات تو جنت میں جانے کا راستہ نہایت آسان ہے، صرف ہمت کا مسئلہ ہے۔

آیت 43 اللہ تعالیٰ نے جنتیوں اور جہنمیوں کے درمیان کیسا پیارا تقابل بیان فرمایا کہ جہنمیوں کے گروہ ایک دوسرے پر لعنت کریں گے اور جنتیوں کے دلوں سے اللہ تعالیٰ نے بغض و کینہ نکال دیا، یہ سب پاکیزہ دل والے ہوں گے، نیز جہنمیوں کے نیچے آگ کے بچھونے ہوں گے اور جنتیوں کے محلات کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور یہ جنت میں داخل ہوتے وقت کہیں گے: تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے ہمیں ایسے عمل کی توفیق وہدایت دی جس کا یہ ثواب ہے، اور اگر اللہ تعالیٰ ہمیں اس عمل کی توفیق و ہدایت نہ دیتا تو ہم ہدایت نہ پاتے اور جنتی نعمتیں دیکھ کر کہیں گے کہ بیشک ہمارے رب کے رسول حق لائے۔ انہیں ندا کی جائے گی کہ یہ جنت ہے جس کا رسول تم سے دنیا میں وعدہ کرتے تھے، تمہیں تمہارے اعمال کے بدلے میں اس کا وارث بنادیا گیا۔ جنت کو دو وجہ سے میراث فرمایا گیا: (1) کفار کے حصہ کی جنت یعنی کافروں کے لئے ایمان لانے کی صورت میں جو جنتی محلات تیار تھے وہ ان کے کفر کے باعث اہلِ ایمان کو دے دیئے جائیں گے تو گویا یہ ان کی میراث ہوئی۔ (2) جیسے میراث اپنی محنت وکمائی سے نہیں ملتی اسی طرح جنت کا ملنا بھی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہوگا، اعمال ظاہری سبب ہیں اور وہ بھی جنت میں داخلے کا سبب بننے کے قابل نہیں کیونکہ ہمارے اعمال ناقص ہیں، یہ سابقہ نعمتوں کا شکرانہ یا جہنم سے چھٹکارے کا ذریعہ بن جائیں تو بھی بہت ہے۔ **اہم باتیں:** (1) پاکیزہ دل ہونا جنتیوں کا وصف ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے امید ہے کہ جو یہاں اپنا دل بغض و کینہ اور حسد سے پاک رکھے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے جنتیوں میں داخل فرمائے گا۔ جنت میں جانے سے پہلے سب کے دلوں کو کینہ سے پاک کردیا جائے گا (2) کینہ کا مفہوم یہ

Go To Index

وَنَادٰۤى اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبَ النَّارِ اَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُّمْ

اور جنتی جہنم والوں کو پکار کر کہیں گے کہ ہمارے رب نے جو ہم سے وعدہ فرمایا تھا ہم نے اسے سچا پایا تو کیا تم نے بھی اس وعدے کو سچا پایا

مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّاؕ قَالُوْا نَعَمْۚ فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَیْنَهُمْ اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِیْنَۙ(۴۴)

جو تم سے تمہارے رب نے کیا تھا؟ وہ کہیں گے: ہاں، پھر ایک ندا دینے والا ان کے درمیان پکارے گا کہ ظالموں پر اللہ کی لعنت ہو ○

وقف لازم
باختلاف

الَّذِیْنَ یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ یَبْغُوْنَهَا عِوَجًاۚ وَ هُمْ بِالْاٰخِرَةِ كٰفِرُوْنَۘ(۴۵) وَ بَیْنَهُمَا

جو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور اسے ٹیڑھا (کرنا) چاہتے ہیں اور وہ آخرت کا انکار کرنے والے ہیں ○ اور جنت و دوزخ کے درمیان میں

حِجَابٌۚ وَ عَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ یَّعْرِفُوْنَ كُلًّۢا بِسِیْمٰىهُمْۚ وَ نَادَوْا اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ

ایک پردہ ہے اور اعراف پر کچھ مرد ہوں گے جو سب کو ان کی پیشانیوں سے پہچانیں گے اور وہ جنتیوں کو پکاریں گے کہ

ہے کہ کسی کو بھاری جاننا، اس سے نفرت کرنا اور دشمنی رکھنا اور یہ بات ہمیشہ دل میں رکھنا۔(3) اللہ تعالیٰ کی حمد اور شکر جنت میں بھی ہوگا(4) علم و عمل اور ہدایت کی توفیق اللہ تعالیٰ ہی کی عطا سے ہے(5) یہاں مفسرین نے فرمایا کہ جنتی جنت میں داخل ہوں گے تو اپنے عمل کی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل کی بات کریں گے اور اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تمہیں تمہارے اعمال کے سبب جنت کا وارث بنادیا گیا۔ گویا بندہ اپنے عمل کو ناچیز سمجھ کر صرف اللہ کریم کے فضل پر بھروسا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس کے ناقص عمل کو بھی شرفِ قبولیت عطا فرما کر قابلِ ذکر بنادیتا ہے۔

آیت 44 جب جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم میں چلے جائیں گے تو جنت والے جہنمیوں کو پکار کر کہیں گے کہ ہمارے رب نے ہم سے جو وعدہ فرمایا تھا اور رسولوں نے جو فرمایا تھا کہ ایمان و طاعت پر اجر و ثواب پاؤ گے ہم نے اسے سچا پایا، کیا تم لوگوں نے بھی اُس وعدے کو سچا پایا جو تم سے رب تعالیٰ نے کفر و نافرمانی پر عذاب کا کیا تھا؟ وہ جواب میں کہیں گے: ہاں! ہم نے بھی اسے سچا پایا۔ پھر ایک ندا دینے والا ان کے درمیان پکارے گا کہ ظالموں یعنی کافروں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ **اہم باتیں:** (1) یہاں جہنمیوں سے مراد کفار ہیں نہ کہ گنہگار مومن۔(2) جنتیوں کا جہنمیوں سے کلام ان کی ذلت و رسوائی میں اضافہ کرنے کے لئے ہوگا کیونکہ دنیا میں عموماً کافر مسلمانوں کا مذاق اڑاتے، انہیں طعنے دیتے اور ان پر پھبتیاں کستے تھے، آج اس کا بدلہ ہو رہا ہوگا۔(3) یہ ندا کرنے والے حضرت اسرافیل علیہ السلام ہوں گے یا دوسرا فرشتہ جس کی یہ ڈیوٹی ہوگی۔

آیت 45 یہاں جہنمیوں کے اوصاف بیان ہوئے کہ وہ دوسروں کو اللہ تعالیٰ کے دین سے روکتے اور اسے ٹیڑھا کرنا چاہتے تھے کہ جو طریقہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے مقرر فرمایا ہے اس کو بدل دیں اور وہ قیامت کا انکار کرنے والے تھے۔ **اہم بات:** یہاں یہ وعیدیں بطورِ خاص کافروں کے متعلق ہیں لیکن جو مسلمان کہلانے والے بھی دوسروں کو دین پر عمل کرنے سے منع کرتے اور جو دین میں تحریف و تبدیلی چاہتے ہیں وہ بھی کم مجرم نہیں بلکہ وہ بھی جہنم کے مستحق ہیں۔

آیت 46 فرمایا کہ جنت و دوزخ کے درمیان میں ایک پردہ ہے تاکہ دوزخ کا اثر جنت اور جنت کا اثر دوزخ میں نہ آسکے، یہ پردہ

سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ قف لَمْ يَدْخُلُوْهَا وَهُمْ يَطْمَعُوْنَ ﴿٤٦﴾ وَاِذَا صُرِفَتْ اَبْصَارُهُمْ تِلْقَآءَ

تم پر سلام ہو۔ یہ اعراف والے خود جنت میں داخل نہ ہوئے ہوں گے اور اس کی طمع رکھتے ہوں گے ○ اور جب ان اعراف والوں کی آنکھیں

اَصْحٰبِ النَّارِ لا قَالُوْا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٤٧﴾ ع وَنَادٰۤى اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ ع ٥/٨ ١٢

جہنمیوں کی طرف پھیری جائیں گی تو کہیں گے: اے ہمارے رب! ہمیں ظالموں کے ساتھ نہ کرنا ○ اور اعراف والے کچھ مردوں کو

رِجَالًا يَّعْرِفُوْنَهُمْ بِسِيْمٰىهُمْ قَالُوْا مَاۤ اَغْنٰى عَنْكُمْ جَمْعُكُمْ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿٤٨﴾ اَهٰۤؤُلَآءِ

پکار کر کہیں گے جنہیں ان کی پیشانیوں سے پہچانتے ہوں گے: تمہاری جماعت اور جو تم تکبر کرتے تھے وہ تمہیں کام نہ آیا ○ کیا یہی وہ لوگ ہیں

الَّذِيْنَ اَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ ط اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ

جن کے متعلق تم قسمیں کھا کر کہتے تھے کہ اللہ ان پر رحمت نہیں کرے گا (ان سے تو فرمایا گیا ہے کہ) تم جنت میں داخل ہو جاؤ تم پر نہ کوئی خوف ہے

اعراف ہے چونکہ یہ بہت اونچا ہو گا اس لئے اسے اعراف کہتے ہیں کیونکہ اعراف کا معنی ہے: بلند جگہ۔ مزید فرمایا کہ اعراف پر کچھ مرد ہوں گے جو جنتیوں اور جہنمیوں سب کو ان کی پیشانیوں سے پہچانیں گے کہ جنتیوں کے چہرے سفید اور تر و تازہ ہوں گے اور دوزخیوں کے چہرے سیاہ اور آنکھیں نیلی ہوں گی، وہ جنتیوں کو پکاریں گے کہ تم پر سلام ہو۔ یہ اعراف والے خود جنت میں داخل نہ ہوئے ہوں گے اور اس کی طمع رکھتے ہوں گے۔ **اہم باتیں:** (1) اعراف والے کس طبقے کے ہوں گے اس بارے میں مختلف اقوال ہیں: (۱) جن کی نیکیاں اور بدیاں برابر ہوں گی وہ اعراف پر ٹھہرے رہیں گے پھر آخر کار جنت میں داخل کئے جائیں گے۔ (۲) جو لوگ جہاد میں شہید ہوئے مگر اُن کے والدین اُن سے ناراض تھے وہ اعراف میں ٹھہرائے جائیں گے۔ (۳) جن کے والدین میں سے ایک اُن سے راضی ہو ایک ناراض، وہ اعراف میں رکھے جائیں گے۔ ان اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ اہلِ اعراف کا مرتبہ اہلِ جنت سے کم ہے۔ (2) فرمایا گیا: اعراف والے جنتیوں کو پکاریں گے۔ جنت و جہنم میں لاکھوں میل کا فاصلہ ہے اس کے باوجود وہ ایک دوسرے کی آواز سن لیں گے۔ اللہ کی عطا سے کسی کو ایسی طاقت ملنا ممکن ہے۔

آیت 47 جب اعراف والوں کی آنکھیں جہنمیوں کی طرف پھیر دی جائیں گی اور وہ اس میں جہنمیوں کو ہونے والے عذاب دیکھیں گے تو کہیں گے: اے ہمارے رب! ہمیں جہنم میں ظالموں کے ساتھ نہ کرنا جنہوں نے شرک و کفر کرکے خود اپنی جانوں پر ظلم کیا۔

آیت 48، 49 اہلِ اعراف جہنمیوں میں سے کفار کے سرداروں کو جنکی پیشانیوں پر جہنمی ہونے کی علامت ہو گی پکار کر ان سے کہیں گے: تمہاری جماعت اور تکبر تمہیں کچھ کام نہ آیا۔ اور غریب جنتی مسلمانوں کی طرف اشارہ کر کے کہیں گے: کیا یہ وہی ہیں جنہیں تم دنیا میں حقیر اور رحمت الٰہی سے دور سمجھتے تھے۔ اب خود دیکھ لو! ان سے تو بلا خوف و غم جنت میں داخل ہونے کا فرمایا گیا جبکہ تم کس بڑی مصیبت میں مبتلا ہو۔ **درس:** دنیا میں مومن کی فقیری یا کافر کی امیری سے دھوکا نہیں کھانا چاہیے نیز مسلمان کو غربت کے طعنے دینا کفار کا طریقہ، ایذاءِ مسلم اور حرام فعل ہے۔

وَلَاۤ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَ نَادٰۤى اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ

اور نہ تم غمگین ہو گے ○ اور جہنمی جنتیوں کو پکاریں گے کہ ہمیں کچھ پانی دے دو یا

مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ؕ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۰﴾ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ

اس رزق سے کچھ دے دو جو اللہ نے تمہیں دیا ہے۔ جنتی کہیں گے: بیشک اللہ نے یہ دونوں چیزیں کافروں پر حرام کردی ہیں ○ جنہوں نے اپنے دین کو

لَهْوًا وَّ لَعِبًا وَّ غَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ نَنْسٰىهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا ۙ

کھیل تماشا بنالیا اور دنیا کی زندگی نے انہیں دھوکا دیا تو آج ہم انہیں چھوڑ دیں گے کیونکہ انہوں نے اپنے اِس دن کی ملاقات کو بھلا رکھا تھا

وَ مَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴿۵۱﴾ وَ لَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ هُدًى وَّ رَحْمَةً

اور وہ ہماری آیتوں سے انکار کرتے تھے ○ اور بیشک ہم ان کے پاس ایک کتاب لائے جسے ہم نے ایک عظیم علم کی بنا پر بڑی تفصیل سے بیان کیا، ایمان لانے

لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِيْلَهٗ ؕ يَوْمَ يَاْتِيْ تَاْوِيْلُهٗ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ نَسُوْهُ

والوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے ○ وہ تو صرف قرآن کے کہے ہوئے آخری انجام کا انتظار کررہے ہیں۔ جس دن وہ آخری انجام آئے گا تو جو اِس سے

آیت 50 اہل اعراف کے جنت میں جانے کے بعد دوزخی عرض کریں گے: یارب! جنت میں ہمیں اپنے رشتہ داروں کو دیکھنے اور ان سے بات کرنے کی اجازت عطا فرما تو انہیں اجازت دی جائے گی اور وہ اپنے رشتہ داروں کو جنت کی نعمتوں میں دیکھ کر پہچان لیں گے اور پکار کر کہیں گے: ہمیں کچھ پانی اور اللہ کی نعمتوں میں سے کھانے کو دو۔ جنتی کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ دونوں چیزیں کافروں پر حرام کردی ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) حرام سے مراد شرعی حرام نہیں کیونکہ وہاں شرعی احکام جاری نہ ہوں گے بلکہ مراد کامل محرومی ہے (2) جنتیوں کا جہنمیوں کی مدد نہ کرنا کافر جہنمیوں کے متعلق ہے ورنہ جہنم کے مستحق مسلمانوں میں سے بہت سے گناہگاروں کو نیک رشتے داروں کی شفاعت نصیب ہوگی۔

آیت 51 یہاں کفار کی ایک بری صفت بیان ہوئی کہ انہوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا بنالیا اس طرح کہ اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی میں جسے چاہا حرام اور جسے چاہا حلال قرار دیا اور ایمان کی دعوت ملنے پر ایمان والوں سے مذاق مسخری کرنے لگے، چونکہ انہوں نے دنیاوی لذتوں میں مشغول ہو کر رب تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری کو بھلا رکھا تھا اور آیاتِ الٰہیہ کا انکار کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ انہیں ان کے کاموں کا بدلہ دے گا۔

آیت 52 یہاں کتاب سے مراد قرآن ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے کامل علم کی بنا پر بڑی تفصیل سے بیان کیا کہ ہدایت کے لئے تمام ضروری چیزیں اس میں بیان فرمادیں، جس چیز کی دعوت دی اس کی حقانیت کے زبردست دلائل قائم فرمائے! اس کی رحمتِ عامہ تو سارے عالم کے لئے ہے کہ ساری دنیا کو ایک ہدایت نامہ مل گیا مگر رحمتِ خاصہ صرف مومنوں کے لئے ہے کیونکہ اس سے نفع صرف وہی اٹھاتے ہیں۔

آیت 53 جنہوں نے آیاتِ الٰہیہ کو جھٹلایا وہ صرف آخری انجام کا انتظار کر رہے ہیں۔ قیامت کے دن جب اس قرآن کا بتایا ہوا

مِنْ قَبْلُ قَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۚ فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَآءَ فَيَشْفَعُوْا لَنَآ

پہلے ہوئے تھے بول اٹھیں گے کہ بیشک ہمارے رب کے رسول حق کے ساتھ تشریف لائے تھے، تو ہیں کوئی ہمارے سفارشی جو ہماری شفاعت کر دیں؟

اَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ؕ قَدْ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ

یا ہمیں واپس بھیج دیا جائے تو ہم جو پہلے عمل کیا کرتے تھے اس کے برخلاف اعمال کر لیں۔ بیشک انہوں نے اپنی جانیں نقصان میں ڈالیں اور ان سے کھو گئے

مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۟ؑ ٥٣ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ع ۱۴

جو یہ بہتان باندھتے تھے ○ بیشک تمہارا رب اللہ ہے جس نے آسمان اور زمین چھ دن میں بنائے

ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۫ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا ۙ وَّالشَّمْسَ

پھر عرش پر استواء فرمایا جیسا اس کی شان کے لائق ہے، رات دن کو ایک دوسرے سے ڈھانپ دیتا ہے کہ (ایک) دوسرے کے پیچھے جلد جلد چلا آرہا ہے اور اس نے سورج

وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ ؕ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ؕ تَبٰرَكَ اللّٰهُ

اور چاند اور ستاروں کو بنایا اس حال میں کہ سب اس کے حکم کے پابند ہیں۔ سن لو! پیدا کرنا اور تمام کاموں میں تصرف کرنا اسی کے لائق ہے۔ اللہ بڑی برکت والا ہے

آخری انجام آئے گا تو کافر اقرار کرتے ہوئے بول اٹھیں گے کہ بیشک ہمارے رب کے رسول کی تعلیمات یعنی حشر و نشر، قیامت کے دن اٹھنا اور ثواب و عذاب وغیرہ سب حق ہے لیکن اس وقت ان کا اقرار کوئی فائدہ نہ دیگا، جب یہ مسلمانوں کی شفاعت ہوتی دیکھیں گے کہ انبیا، اولیا، علما، صلحا، چھوٹے بچے، ماہِ رمضان اور خانہ کعبہ وغیرہ شفاعت کر رہے ہیں تب کفِ افسوس ملتے ہوئے کہیں گے: ہے کوئی جو ہماری بھی سفارش کرے یا ہمیں دنیا میں ہی واپس بھیج دیا جائے تاکہ کفر کے بجائے ایمان لائیں مگر انکی خواہش پوری نہ ہوگی کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ایمان اور عمل کا وقت ضائع کر دیا اور یہ جو کہتے تھے کہ بت اپنے پجاریوں کی شفاعت کریں گے اب انہیں معلوم ہو گیا کہ ان کے یہ دعوے جھوٹے تھے۔ **درس:** یاد رہے! یہ بات طے شدہ ہے کہ کچھ گنہگار مسلمان ضرور جہنم میں جائیں گے لہٰذا ہمیں اپنی آخرت کی فکر کرنی اور عذابِ جہنم سے ڈرتے رہنا چاہیے۔

آیت 54 قیامت کے تفصیلی احوال کے بعد یہاں سے اللہ تعالیٰ کی عظمت، قدرت، وحدانیت اور وقوعِ قیامت پر دلائل بیان ہو رہے ہیں۔ فرمایا گیا: بیشک تمہارا رب اللہ ہے، اس کی قدرت و وحدانیت کی ایک دلیل یہ ہے کہ اس نے آسمان اور زمین کو دنیا کے چھ دن کی مقدار میں پیدا کیا۔ اگر یہ ایک لمحے میں پیدا ہوتے تو کسی کو شبہ ہو سکتا تھا کہ یہ اتفاقی حادثہ ہے لیکن جب ان کی تخلیق ایک مخصوص مدت و طریقہ کار سے ہوئی تو معلوم ہوا کہ انہیں کسی اور نے وجود بخشا ہے۔ بعض نے فرمایا کہ چھ دن سے مراد چھ ادوار ہیں، اور فرمایا: پھر اس نے عرش پر استوا فرمایا جیسا اس کی شان کے لائق ہے۔ اللہ رات دن کو ایک دوسرے سے ڈھانپ دیتا ہے یعنی رات کے اندھیرے سے دن کی روشنی کو اور دن کی روشنی سے رات کے اندھیرے کو دور فرما دیتا ہے۔ رات دن میں سے ہر ایک دوسرے کے پیچھے تسلسل سے چلا آرہا ہے اور سورج، چاند، ستاروں کو ایسا بنایا کہ نہ کبھی خراب ہوں اور نہ انہیں تبدیل کیا جا سکے مگر

رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۵۴﴾ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْیَةً ؕ اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ﴿۵۵﴾

جو سارے جہانوں کا رب ہے ○ اپنے رب سے گڑگڑاتے ہوئے اور آہستہ آواز سے دعا کرو۔ بیشک وہ حد سے بڑھنے والے کو پسند نہیں فرماتا ○

وَ لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَ ادْعُوْهُ خَوْفًا وَّ طَمَعًا ؕ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ

اور زمین میں اس کی اصلاح کے بعد فساد برپانہ کرو اور اللہ سے دعا کرو ڈرتے ہوئے اور طمع کرتے ہوئے۔ بیشک اللہ کی رحمت

قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۵۶﴾ وَ هُوَ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ بُشْرًۢا بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖ ؕ

نیک لوگوں کے قریب ہے ○ اور وہی ہے جو ہواؤں کو اس حال میں بھیجتا ہے کہ اس کی رحمت کے آگے آگے خوشخبری دے رہی ہوتی ہیں

حَتّٰۤی اِذَاۤ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّیِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ

یہاں تک کہ جب وہ ہوائیں بھاری بادل کو اٹھالاتی ہیں تو ہم اس بادل کو کسی مردہ شہر کی طرف چلاتے ہیں پھر اس مردہ شہر میں پانی اتارتے ہیں تو اس پانی

جب اللہ تعالیٰ چاہے۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کے حکم کے پابند ہیں۔ سن لو! کائنات میں تخلیق اور تصرُّف کا حقیقی اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہے اور اسی کی ذات خیر وبرکت والی ہے۔ **اہم باتیں:** (1) کم مدت میں آسمان و زمین کی تخلیق کی قدرت کے باوجود اتنے عرصے میں اُن کی پیدائش فرمانے میں بندوں کے لئے تعلیم ہے کہ جلد بازی سے بچیں۔ (2) یہ آیت متشابہات میں سے ہے، اللہ تعالیٰ کے عرش پر استوا فرمانے سے در حقیقت کیا مراد ہے، اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے اور ہم اس کے حق ہونے پر ایمان لاتے ہیں۔

آیت 55 فرمایا کہ اپنے رب سے گڑگڑاتے ہوئے اور آہستہ آواز سے دعا کرو۔ لوگوں کو دعا وغیرہ جن چیزوں کا حکم دیا گیا اللہ تعالیٰ ان میں حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ **اہم باتیں:** (1) اللہ تعالیٰ سے خیر طلب کرنے کو دعا کہتے ہیں چونکہ دُعا کرنے والا اپنے آپ کو عاجز و محتاج اور اپنے پروردگار کو حقیقی قادر و حاجت روا اعتقاد کرتا ہے۔ اسی لئے حدیث شریف میں وارد ہوا: اَلدُّعَآءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ دعا عبادت کا مغز ہے۔ (ترمذی، حدیث: 3382) (2) دعا میں حد سے بڑھنے کی مختلف صورتیں ہیں، جیسے انبیا علیہمُ السّلام کا مرتبہ مانگنا، اسی طرح جو چیزیں محال یا قریب بہ محال ہیں ان کی دعا کرنا، ایسے کام کے بدلنے کی دعا مانگنا جس پر قلم جاری ہو چکا، اسی طرح گناہ کی دعا مانگنا وغیرہ۔

آیت 56 فرمایا کہ اے لوگو! انبیا علیہمُ السّلام کے تشریف لانے اور دعوتِ حق دینے کے بعد تم کفر و شرک کرکے زمین میں فساد برپا نہ کرو اور جب بھی دعا کرو تو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے ہوئے اور اس کی رحمت کی طمع کرتے ہوئے دعا کرو۔ بیشک اللہ تعالیٰ کی رحمت نیک لوگوں کے قریب ہے۔ **اہم بات:** دعا اور عبادات میں خوف و امید دونوں ہونے چاہئیں، اس سے دعا جلد قبول ہوتی ہے۔

آیت 57 یہاں قدرتِ خداوندی اور وقوعِ قیامت پر مزید دلائل بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا: اللہ تعالیٰ اپنی عظیم قدرت سے پہلے ہوا پھر ہوا کے ذریعے بادل اور بادلوں سے اس مردہ زمین پر بارش اتارتا ہے جو خشک پڑی ہوتی ہے اور سبزے کا نشان تک نہیں ہوتا پھر اس پانی کے ذریعے وہاں غلہ پیدا ہوتا ہے چنانچہ وہ مردہ زمین زندہ ہو جاتی ہے اور اس کی پیداوار کے ذریعے لوگوں کو زندگی کا سامان مہیا ہو جاتا ہے۔ یہ دلیلِ قدرت اس بات کو ماننے پر مجبور کرتی ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ مردہ زمین کو ویرانی کے بعد زندگی عطا فرما

مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۭ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿٥٧﴾ وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ

کے ذریعے ہر طرح کے پھل نکالتے ہیں۔اسی طرح ہم مُردوں کو نکالیں گے۔(یہ بیان اس لئے ہے) تاکہ تم نصیحت حاصل کرو○ اور جو اچھی زمین ہوتی ہے

يَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۚ وَالَّذِيْ خَبُثَ لَا يَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا ۭ كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ

اس کا سبزہ تو اپنے رب کے حکم سے نکل آتا ہے اور جو خراب ہو اس کا سبزہ بڑی مشکل سے تھوڑا سا نکلتا ہے۔ہم اسی طرح شکر کرنے والے لوگوں

الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّشْكُرُوْنَ ﴿٥٨﴾ لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ ع ٥/١٤

کے لئے تفصیل سے آیات بیان کرتے ہیں○ بیشک ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا تو اس نے کہا: اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو۔

مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ اِنِّىْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿٥٩﴾ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖٓ

اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔بے شک میں تم پر بڑے دن کے عذاب کا خوف کرتا ہوں○ اس کی قوم کے سردار بولے:

اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٦٠﴾ قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ ضَلٰلَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ

بیشک ہم تمہیں کھلی گمراہی میں دیکھتے ہیں○ فرمایا: اے میری قوم! مجھ میں کوئی گمراہی نہیں لیکن میں تو ربُّ العالمین کا

کر سرسبز و شاداب کر دیتا ہے، ایسے ہی مُردوں کو قبروں سے زندہ کر کے اُٹھائے گا۔یہ بیان اس لئے ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔

آیت 58 عمدہ زمین سے مومن کی تمثیل ہے کہ جس طرح عمدہ زمین پانی سے نفع پاتی اور اس میں پھول پھل پیدا ہوتے ہیں یونہی جب مومن کے دل پر قرآنی انوار اور نورِ نبوت کی بارش ہوتی ہے تو وہ اس سے نفع پاتا، ایمان لاتا اور طاعات وعبادات سے پھلتا پھولتا ہے۔اور خراب زمین سے کافر کی تمثیل ہے کہ جیسے خراب زمین بارش سے نفع نہیں پاتی ایسے ہی کافر قرآنِ پاک اور فیضان نبوت سے نفع نہیں پاتا اور اس سے محروم رہتا ہے۔اور فرمایا: ہم اسی طرح شکر کرنے والے لوگوں یعنی مسلمانوں کے لئے تفصیل سے آیات بیان کرتے ہیں۔

آیت 59 یہاں سے انبیا علیہمُ السّلام کے اپنی امتوں کو توحید و رسالت اور عقیدۂ قیامت کی دعوت دینے کا بیان ہے کہ یہ دعوت نئی نہیں بلکہ ہمیشہ سے انبیا علیہمُ السّلام ان چیزوں کی دعوت دیتے آئے ہیں۔سب سے پہلے حضرت نوح علیہ السّلام کا ذکر ہوا کیونکہ آپ علیہ السّلام کفار کی طرف بھیجے جانے والے پہلے رسول ہیں، فرمایا گیا کہ بیشک ہم نے حضرت نوح علیہ السّلام کو اس کی قوم کی طرف بھیجا تو انہوں نے اپنی قوم کو عبادتِ الٰہی کی دعوت دی اور نہ ماننے کی صورت میں روزِ قیامت یا روزِ طوفان کے عذاب سے ڈرایا۔ **اہم بات:** انبیا علیہمُ السّلام کے ان تذکروں میں سیدِ عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نبوت پر زبردست دلیل ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا اُمّی ہونے کے باوجود ان واقعات کو بیان فرمانا اس بات کی صریح دلیل ہے کہ آپ نبی برحق ہیں اور پروردگارِ عالم نے آپ پر علوم کے دروازے کھول دیئے ہیں۔

آیت 60 حضرت نوح علیہ السّلام کے اپنی قوم کو نصیحت فرمانے پر قوم کے سردار بولے: اے نوح! بیشک ہم تمہیں کھلی گمراہی میں دیکھتے ہیں۔

آیت 61-63 ان تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السّلام نے کمال خلق کا مظاہرہ کرتے ہوئے فرمایا: اے میری قوم!

الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿٦١﴾ اُبَلِّغُكُمۡ رِسٰلٰتِ رَبِّىۡ وَ اَنۡصَحُ لَـكُمۡ وَ اَعۡلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿٦٢﴾

رسول ہوں O میں تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچاتا ہوں اور تمہاری خیر خواہی کرتا ہوں اور میں اللہ کی طرف سے وہ علم رکھتا ہوں جو تم نہیں رکھتے O

اَوَ عَجِبۡتُمۡ اَنۡ جَآءَكُمۡ ذِكۡرٌ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ عَلٰى رَجُلٍ مِّنۡكُمۡ لِيُنۡذِرَكُمۡ

اور کیا تمہیں اس بات پر تعجب ہے کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے تمہیں میں سے ایک مرد کے ذریعے نصیحت آئی تاکہ وہ تمہیں ڈرائے

وَلِتَتَّقُوۡا وَلَعَلَّكُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ ﴿٦٣﴾ فَكَذَّبُوۡهُ فَاَنۡجَيۡنٰهُ وَالَّذِيۡنَ مَعَهٗ فِى الۡـفُلۡكِ وَاَغۡرَقۡنَا

اور تاکہ تم ڈرو اور تاکہ تم پر رحم کیا جائے O تو انہوں نے نوح کو جھٹلایا تو ہم نے اسے اور جو اس کے ساتھ کشتی میں تھے سب کو نجات دی اور ہماری

٨ ع ١٥ الَّذِيۡنَ كَذَّبُوۡا بِاٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهُمۡ كَانُوۡا قَوۡمًا عَمِيۡنَ ﴿٦٤﴾ ۧ وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمۡ هُوۡدًا ؕ قَالَ يٰقَوۡمِ

آیتیں جھٹلانے والوں کو غرق کر دیا بیشک وہ اندھے لوگ تھے O اور قومِ عاد کی طرف ان کے ہم قوم ہود کو بھیجا۔ (ہود نے) فرمایا: اے میری قوم!

اعۡبُدُوا اللّٰهَ مَا لَـكُمۡ مِّنۡ اِلٰهٍ غَيۡرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوۡنَ ﴿٦٥﴾ قَالَ الۡمَلَاُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا مِنۡ قَوۡمِهٖۤ

اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ تو کیا تم ڈرتے نہیں؟ O اس کی قوم کے کافر سردار بولے،

میں تو اپنے رب کی طرف سے تمہاری ہدایت کے لیے رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں، جب دنیوی بادشاہ کسی ناتجربہ کار اور جاہل کو کوئی اہم عہدہ نہیں سونپتا تو اللہ تعالیٰ جو سب بادشاہوں کا بادشاہ ہے وہ کیسے کسی بے وقوف یا کم علم کو منصبِ نبوت سے سرفراز فرمائیگا۔ میں تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچاتا اور تمہاری خیر خواہی کرتا ہوں اور میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ علم رکھتا ہوں جو تم نہیں رکھتے۔ کیا تمہیں تمہی میں سے ایک شخص کے ذریعے اللہ سے ڈرنے کی نصیحت آنے پر تعجب ہے کہ اس کے سبب اللہ سے ڈرو اور مستحق رحم ٹھہرو۔ **اہم بات:** نبوت اور گمراہی جمع نہیں ہو سکتیں۔

آیت 64 جب حضرت نوح علیہ السّلام کی قوم نے آپ کی نبوت کو جھٹلایا اور اپنی بات پر ڈٹے رہے تو ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوا۔ جو مومنین حضرت نوح علیہ السّلام کے ساتھ کشتی میں سوار تھے انہیں اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھا اور باقی سب کو غرق کر دیا، بیشک وہ اندھے لوگ تھے۔ یہاں اندھے سے دل کا اندھا ہونا مراد ہے جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ان کے دل اندھے تھے، معرفت کا نور ان کی قسمت میں نہ تھا۔ **اہم بات:** اللہ تعالیٰ کے دشمنوں پر اس وقت تک دنیوی عذاب نہیں آتا جب تک وہ پیغمبر کی نافرمانی نہ کریں۔

آیت 65 "عاد" نام کی دو قومیں ہیں، پہلی حضرت ہود علیہ السّلام کی قوم، اور دوسری حضرت صالح علیہ السّلام کی قوم، اسی کو ثمود کہتے ہیں۔ اس آیت میں پہلی قوم عاد کا بیان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت کے لئے ان کے ہم قوم حضرت ہود علیہ السّلام کو ان کی طرف بھیجا۔ حضرت ہود علیہ السّلام نے ان کو ایک اللہ کی عبادت کی طرف بلایا اور شرک پر عذاب الٰہی سے ڈرایا۔

آیت 66 قوم کے کافر سرداروں نے گستاخی کرتے ہوئے حضرت ہود علیہ السّلام کو جواب دیا: ہم تمہیں بے وقوف سمجھتے اور تمہیں دعویٰ رسالت میں جھوٹا گمان کرتے ہیں۔

Go To Index

اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ سَفَاهَةٍ وَّاِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۶۶﴾ قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ

بیشک ہم تمہیں بیوقوف سمجھتے ہیں اور بیشک ہم تمہیں جھوٹوں میں سے گمان کرتے ہیں۝ (ہود نے) فرمایا: اے میری قوم! میرے ساتھ بے وقوفی کا

سَفَاهَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۷﴾ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِيْنٌ ﴿۶۸﴾

کوئی تعلق نہیں۔ میں تو ربُّ العالمین کا رسول ہوں۝ میں تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچاتا ہوں اور میں تمہارے لئے قابلِ اعتماد خیر خواہ ہوں۝

اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ ؕ وَاذْكُرُوْۤا

اور کیا تمہیں اس بات پر تعجب ہے کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے تمہیں میں سے ایک مرد کے ذریعے نصیحت آئی تاکہ وہ تمہیں ڈرائے اور یاد کرو

اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّزَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَصْۜطَةً ۚ فَاذْكُرُوْۤا اٰلَآءَ اللّٰهِ

جب اس نے تمہیں قومِ نوح کے بعد جانشین بنایا اور تمہاری جسامت میں قوت اور وسعت زیادہ کی تو اللہ کی نعمتیں یاد کرو

لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۶۹﴾ قَالُوْۤا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ

تاکہ تم فلاح پاؤ۝ قوم نے کہا: کیا تم ہمارے پاس اس لیے آئے ہو کہ ہم ایک اللہ کی عبادت کریں اور جن چیزوں کی عبادت ہمارے باپ دادا کیا

اٰبَآؤُنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۷۰﴾ قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ

کرتے تھے انہیں چھوڑ دیں۔ اگر تم سچے ہو تو لے آؤ وہ (عذاب) جس کی تم ہمیں وعیدیں سناتے ہو۝ فرمایا: بیشک تم پر تمہارے رب کا

آیت 67، 68 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ قوم کے جواب پر حضرت ہود علیہ السّلام نے بڑے تحمل سے فرمایا: اے میری قوم! بے وقوفی کا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ میں تو ربُّ العالمین کا رسول ہوں اور رسول علیہمُ السّلام کامل عقل والے اور ہمیشہ ہدایت پر ہوتے ہیں۔ میں تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچاتا ہوں اور تمہارے لئے قابلِ اعتماد خیر خواہ ہوں۔ **اہم باتیں:** (1) تمام جہان کی عقل نبی کی عقل کے مقابلے میں ایسی ہے جیسے سمندر کا ایک قطرہ کیونکہ نبی تو وحی کے ذریعے علم و عقل حاصل کرتے ہیں اور اس کے برابر کوئی دوسری چیز محال ہے۔ (2) اہلِ علم و کمال کو بوقتِ ضرورت اپنے منصب و کمال کا اظہار جائز ہے۔

آیت 69 حضرت ہود علیہ السّلام نے قوم سے مزید فرمایا کہ کیا تمہیں تمہی میں سے ایک مرد کے ذریعے نصیحت آنے میں تعجب ہے! تم اللہ تعالیٰ کے یہ احسان یاد کرو کہ اس نے تمہیں قومِ نوح کے بعد ان کا جانشین بنایا اور تمہیں عظیم جسمانی قوت سے نوازا، لہٰذا اس پر ایمان لاکر بندگی اختیار کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔ **اہم بات:** اللہ تعالیٰ نے قومِ عاد کو سلطنت اور بدنی قوت عطا فرمائی تھی، چنانچہ شداد ابنِ عاد جیسا بڑا بادشاہ ان ہی میں ہوا۔

آیت 70 حضرت ہود علیہ السّلام کی قوم آپ کی دعوت کے جواب میں کہتی کہ کیا ہم اپنے باپ دادا کے معبودوں کو چھوڑ دیں اگر تم سچے ہو تو ہم پر وہ عذاب لے آؤ جس سے ہمیں ڈراتے ہو۔

آیت 71 قوم کی سرکشی پر حضرت ہود علیہ السّلام نے فرمایا کہ تم نے فضول گھڑے ہوئے ناموں یعنی بتوں کی جن کی کوئی اصل اور

رِجْسٌ وَّ غَضَبٌ ؕ اَتُجَادِلُوْنَنِیْ فِیْۤ اَسْمَآءٍ سَمَّیْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا

عذاب اور غضب لازم ہو گیا۔ کیا تم مجھ سے ان ناموں کے بارے میں جھگڑ رہے ہو جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں، جن کی کوئی دلیل

مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ فَانْتَظِرُوْۤا اِنِّیْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِیْنَ ﴿۷۱﴾ فَاَنْجَیْنٰهُ وَ الَّذِیْنَ مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا

اللہ نے نہیں اتاری تو تم بھی انتظار کرو اور میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں ۝ تو ہم نے اسے اور اس کے ساتھیوں کو اپنی رحمت کے ساتھ نجات دی

وَ قَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَ مَا كَانُوْا مُؤْمِنِیْنَ ﴿۷۲﴾ ع وَ اِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ

ع ۸ ۱۲ وقف لازم

اور جو ہماری آیتیں جھٹلاتے تھے ان کی جڑ کاٹ دی اور وہ ایمان والے نہ تھے ۝ اور قومِ ثمود کی طرف ان کے ہم قوم صالح کو بھیجا۔

قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَیِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ

صالح نے فرمایا: اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ بیشک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے روشن نشانی آ گئی۔

هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰیَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِیْۤ اَرْضِ اللّٰهِ وَ لَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ

تمہارے لئے نشانی کے طور پر اللہ کی یہ اونٹنی ہے۔ تو تم اسے چھوڑے رکھو تا کہ اللہ کی زمین میں کھائے اور اسے برائی کے ساتھ ہاتھ نہ لگاؤ

حقیقت نہیں؛ کے بارے میں جھگڑ کر اپنے آپ پر رب کا عذاب اور غضب لازم کر لیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی الوہیت پر کوئی دلیل نہیں اتاری، تو تم بھی عذاب نازل ہونے کا انتظار کرو اور میں بھی تمہارے ساتھ تم پر عذاب نازل ہونے کا انتظار کرتا ہوں۔

آیت 72 اس آیت میں قومِ عاد پر عذاب نازل ہونے کا ذکر ہے جس کی صورت یہ ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر بارش روک دی، تین سال بارش نہ ہوئی تو ان میں سے کچھ لوگوں نے بیت اللہ جا کر دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے سفید، سرخ اور سیاہ تین قسم کے بادل بھیجے۔ اس کے ساتھ آسمان سے ندا ہوئی کہ اپنے اور اپنی قوم کے لئے ان میں سے ایک بادل اختیار کرو، اُنہوں نے اِس خیال سے سیاہ بادل اختیار کیا کہ اس سے بہت پانی برسے گا چنانچہ وہ بادل قومِ عاد کی طرف چلا، اسے دیکھ کر لوگ بہت خوش ہوئے مگر اس سے اتنی شدت کی ہوا چلی کہ اونٹوں اور آدمیوں کو اُڑا اُڑا کر کہیں سے کہیں لے جاتی تھی۔ اس ہوا نے گھر اکھیڑ دیئے اور انہیں ہلاک کر دیا پھر قدرتِ الٰہی سے سیاہ پرندے نمودار ہوئے جنہوں نے اُن کی لاشیں اُٹھا کر سمندر میں پھینک دیں۔ حضرت ہود علیہ السّلام مؤمنین کو لے کر قوم سے جدا ہو گئے تھے وہ سلامت رہے۔

آیت 73 ثمود عرب کا قبیلہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت کے لئے ان کے ہم قوم حضرت صالح علیہ السّلام کو ان کی طرف بھیجا۔ آپ نے اپنی قوم کو ایک اللہ کی عبادت کرنے کا حکم دیا اور اپنے دعوائے نبوت کی سچائی پر روشن نشانی پیش کی اور فرمایا یہ اللہ کی اونٹنی ہے تو تم اس کے ساتھ برائی کرنے سے باز رہو ورنہ تمہیں دردناک عذاب پکڑ لے گا۔ قومِ ثمود کے سردار جندع بن عمرو نے عرض کی تھی: اگر آپ سچے نبی ہیں تو پہاڑ کے اس پتھر سے فلاں فلاں صفات کی اونٹنی ظاہر کریں۔ حضرت صالح علیہ السّلام نے ایمان کا وعدہ لے کر رب سے دعا کی۔ سب کے سامنے وہ پتھر پھٹا اور اسی شکل وصورت کی جوان اونٹنی نمودار ہوئی اور پیدا ہوتے ہی اپنے برابر بچہ جنا۔ یہ معجزہ دیکھ کر جندع تو اپنے خاص لوگوں کے ساتھ ایمان لے آئے جبکہ باقی لوگ کفر پر قائم رہے۔ **اہم بات:** اس اونٹنی کی

فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٧٣﴾ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْ بَعْدِ عَادٍ وَّبَوَّاَكُمْ فِي الْاَرْضِ

ورنہ تمہیں دردناک عذاب پکڑ لے گا○ اور یاد کرو جب اس نے تمہیں قومِ عاد کے بعد جانشین بنایا اور اس نے تمہیں زمین میں ٹھکانہ دیا،

تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُوْلِهَا قُصُوْرًا وَّتَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُيُوْتًا ۚ فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا

تم نرم زمین میں محلات بناتے تھے اور پہاڑوں کو تراش کر مکانات بناتے تھے تو اللہ کی نعمتیں یاد کرو اور

فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿٧٤﴾ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا

زمین میں فساد مچاتے نہ پھرو○ اس کی قوم کے متکبر سردار کمزور مسلمانوں سے کہنے

لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلَ بِهٖ

لگے: کیا تم جانتے ہو کہ صالح اپنے رب کا رسول ہے؟ انہوں نے کہا: بیشک ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں جس کے ساتھ انہیں

مُؤْمِنُوْنَ ﴿٧٥﴾ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا بِالَّذِيْٓ اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿٧٦﴾ فَعَقَرُوا النَّاقَةَ

بھیجا گیا ہے○ متکبر بولے: بیشک ہم اس کا انکار کرنے والے ہیں جس پر تم ایمان لائے ہو○ پس (کافروں نے) اونٹنی کی ٹانگوں کی رگوں کو کاٹ دیا

وَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ وَقَالُوْا يٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿٧٧﴾

اور اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی اور کہنے لگے: اے صالح! اگر تم رسول ہو تو ہم پر وہ عذاب لے آؤ جس کی تم ہمیں وعیدیں سناتے رہتے ہو○

پیدائش سے حضرت صالح علیہ السلام کے کئی معجزات کا ظہور ہوا: (1) وہ اونٹنی نہ کسی پیٹھ میں رہی نہ پیٹ میں بلکہ طریقۂ عادیہ کے خلاف پہاڑ کے ایک پتھر سے پیدا ہوئی، اس کی یہ پیدائش معجزہ ہے۔ (2) ایک دن قبیلے کا سارا پانی پی جانا اور اس پینے کے دن اتنا دودھ دینا جو کہ تمام قبیلہ کو کافی ہو یہ بھی ایک معجزہ ہے۔

آیت 74 حضرت صالح علیہ السلام نے قومِ ثمود کو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں یاد دلا کر بھی سمجھایا کہ اے قوم! اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کو یاد کرو اور زمین میں کفر اور گناہ کرنے سے بچو کہ ان کے سبب زمین میں فساد پھیلتا ہے اور ربِّ قہار کے عذاب آتے ہیں۔ **اہم بات:** قومِ ثمود نے گرمیوں کے لئے بستیوں میں محل اور سردیوں کے لئے پہاڑوں میں گرم مکانات تعمیر کئے ہوئے تھے۔

آیت 75، 76 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کے متکبر سردار کمزور مسلمانوں سے کہنے لگے: کیا تم یہ عقیدہ رکھتے ہو کہ حضرت صالح علیہ السلام اپنے رب کے رسول ہیں؟ انہوں نے کہا: بیشک ہمارا یہی عقیدہ ہے، ہم انہیں اور ان کی تعلیمات کو حق سمجھتے ہیں۔ سرداروں نے کہا: جس پر تم ایمان رکھتے ہو، ہم تو اُس کا انکار کرتے ہیں۔

آیت 77 قومِ ثمود میں ایک صدوق نامی عورت نے مصدع ابن دہر اور قیدار سے کہا کہ اگر اونٹنی کو ذبح کردو تو میری جس لڑکی سے چاہے نکاح کرلینا۔ یہ دونوں اونٹنی کی تلاش میں نکلے اور اسے ایک جگہ پا کر قیدار نے اس کی ٹانگوں کی رگیں کاٹ دیں جس پر مصدع نے اس کی مدد کی اور سرکشی کرتے ہوئے حضرت صالح علیہ السلام سے کہنے لگے: اے صالح! اگر تم رسول ہو تو ہم پر وہ عذاب

فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ ﴿۷۸﴾ فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَ قَالَ یٰقَوْمِ

تو انہیں زلزلے نے پکڑ لیا تو وہ صبح کو اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے ○ تو صالح نے ان سے منہ پھیر لیا اور فرمایا: اے میری قوم!

لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّیْ وَ نَصَحْتُ لَكُمْ وَ لٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِیْنَ ﴿۷۹﴾ وَ لُوْطًا

بیشک میں نے تمہیں اپنے رب کا پیغام پہنچادیا اور میں نے تمہاری خیر خواہی کی لیکن تم خیر خواہوں کو پسند نہیں کرتے ○ اور (ہم نے) لوط کو بھیجا،

اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۸۰﴾ اِنَّكُمْ

جب اس نے اپنی قوم سے کہا: کیا تم وہ بے حیائی کرتے ہو جو تم سے پہلے جہان میں کسی نے نہیں کی ○ بیشک تم

لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ﴿۸۱﴾ وَ مَا كَانَ

عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے پاس شہوت سے جاتے ہو بلکہ تم لوگ حد سے گزرے ہوئے ہو ○ اور ان کی

لے آؤ جس کی تم ہمیں وعیدیں سناتے رہتے ہو۔

آیت 78 اونٹنی کے قتل کے تین دن بعد اولاً وہ لوگ ہولناک آواز میں گرفتار ہوئے جس سے ان کے جگر پھٹ گئے پھر سخت زلزلہ قائم کیا گیا تو وہ صبح کو اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔

آیت 79 قوم کی ہلاکت سے پہلے حضرت صالح علیہ السّلام مومنوں کے ساتھ بستی سے نکل کر جنگل میں چلے گئے تھے پھر ان کی ہلاکت کے بعد ان کی لاشوں پر گزرے تو اس وقت ان سے یہ خطاب فرمایا۔

آیت 80، 81 حضرت لوط علیہ السّلام حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے بھتیجے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اہلِ سُدوم کی طرف مبعوث کیا۔ اس قوم کی بستیاں نہایت سرسبز وشاداب تھیں اور وہاں غلّے اور پھل بکثرت پیدا ہوتے تھے۔ اس لئے جابجا سے لوگ یہاں آتے اور انہیں پریشان کرتے تھے۔ ایسے وقت میں ابلیس لعین ایک بوڑھے کی صورت میں نمودار ہوا اور ان سے کہا کہ اگر تم مہمانوں کی اس کثرت سے نجات چاہتے ہو تو جب وہ لوگ آئیں تو ان کے ساتھ بدفعلی کرو، اس طرح یہ فعلِ بد ان میں رائج ہوا۔ ان دو آیات میں ذکر ہے کہ حضرت لوط علیہ السّلام نے انہیں دینِ حق کی دعوت دی اور فعلِ بد سے روکا کہ جن عورتوں کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے حلال کیا ہے انہیں چھوڑ کر مردوں سے بدفعلی کرتے ہو، یقیناً تم حد سے گزر چکے ہو۔ **اہم باتیں:** (1) اغلام بازی حضرت لوط علیہ السّلام کی قوم کی ایجاد ہے اسی لئے اسے ”لواطت“ کہتے ہیں۔ (2) لڑکوں سے بدفعلی حرامِ قطعی ہے اور اس کا منکر کافر ہے۔ ایک حدیث میں ہے: اس شخص پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو جو قومِ لوط والا عمل کرے۔ (سنن الکبریٰ للنسائی، حدیث: 7337) (3) انسان کو شہوت اس لئے دی گئی کہ نسلِ انسانی باقی رہے اور معروف طریقے کے مطابق اولاد حاصل کی جائے، جب آدمیوں نے مردوں سے شہوت پوری کرنا چاہی تو وہ حد سے گزر گئے اور اس قوت کے مقصدِ صحیح کو فوت کر دیا کیونکہ مرد کو نہ حمل ہوتا ہے اور نہ وہ بچہ جنتا ہے تو اس کے ساتھ مشغول ہونا سوائے شیطانیت کے اور کچھ نہیں۔

آیت 82 حضرت لوط علیہ السّلام کے سمجھانے پر ان کی قوم کے لوگ کہنے لگے کہ ان پاکیزگی چاہنے والوں کو اپنی بستی سے نکال دو؛ گویا

جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ﴿۸۲﴾

قوم کا اس کے سوا کوئی جواب نہ تھا کہ انہوں نے کہا: ان کو اپنی بستی سے نکال دو۔ یہ لوگ بڑے پاک بنتے پھرتے ہیں ○

فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۖ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۸۳﴾ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ؕ

تو ہم نے اسے اور اس کے گھر والوں کو نجات دی سوائے اس کی بیوی کے۔ وہ باقی رہنے والوں میں سے تھی ○ اور ہم نے ان پر بارش برسائی

فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۸۴﴾ ع وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ ع ۱۰ ۱۲ ۱۷

تو دیکھو، مجرموں کا کیسا انجام ہوا؟ ○ اور مدین کی طرف ان کے ہم قوم شعیب کو بھیجا۔ انہوں نے فرمایا: اے میری قوم!

اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَوْفُوا الْكَيْلَ

اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے روشن دلیل آگئی تو ناپ

وَالْمِيْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ؕ

اور تول پورا پورا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم کر کے نہ دو اور زمین میں اس کی اصلاح کے بعد فساد نہ پھیلاؤ۔

پاکیزگی ان کے لیے استہزاء بن گئی اور اس قوم کا ذوق اتنا خراب ہو گیا تھا کہ انہوں نے اس اچھی صفت کو عیب قرار دیا۔ **درس:** جب کسی کے دن برے آتے ہیں تو اسے اوندھی سوجھتی ہے، اچھی چیزیں بری جبکہ بری چیزیں اچھی معلوم ہونے لگتی ہیں۔ فی زمانہ بھی ایک تعداد میں یہ وباعام ہے، یہ لوگ جب کسی کو دین کے احکام پر عمل کرتا دیکھتے ہیں تو ان کی طبیعت خراب ہو جاتی اور خلافِ شرع امور دیکھ کر انہیں تسکین حاصل ہوتی ہے۔

آیت 83 اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السّلام، آپ کی دو بیٹیوں اور سارے مسلمانوں کو نازل ہونے والے عذاب سے بچا لیا البتہ حضرت لوط علیہ السّلام کی بیوی جس کا نام واہلہ تھا وہ آپ پر ایمان نہ لائی تھی بلکہ کافرہ ہی رہی، اپنی قوم سے محبت رکھتی اور ان کے لئے جاسوسی کرتی تھی، یہ عذاب میں مبتلا ہوئی۔

آیت 84 حضرت لوط علیہ السّلام کی قوم پر اس طرح عذاب آیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر گندھک اور آگ سے مرکب پتھروں کی خوفناک بارش برسائی۔ امام مجاہد علیہ الرحمۃ کا قول ہے کہ حضرت جبریل علیہ السّلام نے اپنا بازو قومِ لوط کی بستیوں کے نیچے ڈال کر اس خطہ کو اکھاڑ لیا اور آسمان کے قریب پہنچ کر اوندھا کر کے گرا دیا، اس کے بعد پتھروں کی بارش ہوئی۔ **اہم بات:** بدکاری تمام جرموں سے بڑا جرم ہے کہ اس جرم کی وجہ سے قومِ لوط پر ایسا عذاب آیا جو دوسری عذاب پانے والی قوموں پر نہ آیا۔

آیت 85 "مَدیَن" مصر سے اَسّی دن کے سفر پر ایک بستی تھی۔ اہلِ مَدیَن شرک کے علاوہ ناپ تول میں کمی کرنے کے گناہ میں مبتلا تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت کے لئے ان کے ہم قوم حضرت شعیب علیہ السّلام کو ان کی طرف بھیجا۔ آپ علیہ السّلام نے اپنی قوم کو ایمان و طاعت قبول کرنے کی دعوت دی اور ایسے احکام بیان فرمائے جو ان کی اصلاح کا سب سے قوی ذریعہ تھے۔ **اہم بات:** بعض

ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۚ﴿٨٥﴾ وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ وَتَصُدُّوْنَ

یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم ایمان لاؤ ○ اور ہر راستے پر یوں نہ بیٹھو کہ راہگیروں کو ڈراؤ اور اللہ کے راستے سے

عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ وَتَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ كُنْتُمْ قَلِيْلًا فَكَثَّرَكُمْ ۠

ایمان لانے والوں کو روکو اور تم اس میں ٹیڑھا پن تلاش کرو اور یاد کرو جب تم تھوڑے تھے تو اس نے تمہاری تعداد میں اضافہ کر دیا

وَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿٨٦﴾ وَاِنْ كَانَ طَآىِٕفَةٌ مِّنْكُمْ اٰمَنُوْا بِالَّذِيْٓ

اور دیکھو، فسادیوں کا کیسا انجام ہوا؟ ○ اور اگر تم میں ایک گروہ اس پر ایمان لائے جس کے ساتھ مجھے بھیجا گیا

اُرْسِلْتُ بِهٖ وَطَآىِٕفَةٌ لَّمْ يُؤْمِنُوْا فَاصْبِرُوْا حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ بَيْنَنَا ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿٨٧﴾

ہے اور ایک گروہ (اس پر) ایمان نہ لائے تو تم انتظار کرو حتّٰی کہ اللہ ہمارے درمیان فیصلہ کردے اور وہ سب سے بہترین فیصلہ فرمانے والا ہے ○

احکام کے کفار بھی مکلف ہیں کیونکہ حضرت شعیب علیہ السّلام نے اپنی کافر قوم کو ناپ تول درست کرنے کا حکم دیا اور نہ ماننے پر عذابِ الٰہی آگیا اور قیامت میں کافروں کو نماز چھوڑنے پر بھی عذاب ہوگا۔

آیت 86 یہ لوگ مدین کے راستوں پر بیٹھ جاتے اور راہ گیروں سے کہتے کہ اس شہر میں ایک جادوگر ہے اور ان کے بعض لوگ مسافروں پر ڈکیتیاں ڈالتے تھے۔ حضرت شعیب علیہ السّلام نے انہیں اس سے منع فرمایا اور ان کو رب کی نعمتیں یاد دلائیں اور فسادیوں کے انجام سے ڈرایا۔ **اہم بات:** قوموں کے تاریخی حالات معلوم کرنا اور نزولِ عذاب کے مقامات کو دیکھنا عبرت حاصل کرنے کے لئے بہت مفید ہے، اس سے خوفِ خدا اور عبادات کی ترغیب ملتی ہے۔

آیت 87 حضرت شعیب علیہ السّلام نے اہلِ مدین کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر تم میری رسالت میں اختلاف کرکے دو فرقے ہو گئے کہ ایک فرقے نے مانا اور ایک منکر ہوا تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہمارے درمیان فیصلہ کردے کہ تصدیق کرنے والے ایمانداروں کو عزت دے اور ان کی مدد فرمائے اور جھٹلانے والے منکرین کو ہلاک کرے اور انہیں عذاب دے اور اللہ تعالیٰ سب سے بہترین فیصلہ فرمانے والا ہے۔

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَنُخْرِجَنَّكَ يٰشُعَيْبُ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ

اس کی قوم کے متکبر سردار کہنے لگے: اے شعیب! ہم ضرور تمہیں اور تمہارے ساتھ والے مسلمانوں کو اپنی بستی سے

مِنْ قَرْيَتِنَاۤ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ؕ قَالَ اَوَ لَوْ كُنَّا كٰرِهِيْنَ ﴿۸۸﴾ قَدِ افْتَرَيْنَا عَلَى اللّٰهِ

نکال دیں گے یا تم ہمارے دین میں آجاؤ۔ فرمایا: کیا اگرچہ ہم بیزار ہوں؟○ بیشک (پھر تو) ضرور ہم اللہ پر جھوٹ باندھیں گے

كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِيْ مِلَّتِكُمْ بَعْدَ اِذْ نَجّٰىنَا اللّٰهُ مِنْهَا ؕ وَ مَا يَكُوْنُ لَنَاۤ اَنْ نَّعُوْدَ فِيْهَاۤ

اگر اس کے بعد بھی ہم تمہارے دین میں آئیں جبکہ اللہ نے ہمیں اس سے بچایا ہے اور ہم مسلمانوں میں کسی کا کام نہیں کہ تمہارے دین میں آئے

اِلَّاۤ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّنَا ؕ وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ؕ عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ؕ رَبَّنَا افْتَحْ

مگر یہ کہ ہمارا رب اللہ چاہے۔ ہمارے رب کا علم ہر چیز کو محیط ہے، ہم نے اللہ ہی پر بھروسہ کیا۔ اے ہمارے رب! ہم میں اور ہماری

آیت 88 حضرت شعیب علیہ السّلام کی نصیحت سن کر قوم کے وہ سردار جنہوں نے ایمان لانے اور حضرت شعیب علیہ السّلام کی پیروی سے تکبر کیا تھا، کہنے لگے: اے شعیب! ہم ضرور تمہیں اور تمہارے ساتھ ایمان والوں کو اپنی بستی سے نکال دیں گے یا تم ہمارے دین میں آجاؤ۔ حضرت شعیب علیہ السّلام نے فرمایا: کیا اگرچہ ہم بیزار ہوں؟ **اہم بات:** ”اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا“ کا لفظی معنی ہے: ”یا تم ہمارے دین میں لوٹ آؤ۔“ اس سے شبہ ہوتا ہے کہ مَعَاذَ اللہ حضرت شعیب علیہ السّلام پہلے ان کے دین میں داخل تھے تبھی انہوں نے آپ کو لوٹ آنے کی دعوت دی، اس کے چند جواب ہیں: (1) حضرت شعیب علیہ السّلام پر ایمان لانے والے پہلے کافر تھے تو جب قوم نے ان مؤمنین کو مخاطب کیا تو اس خطاب میں آپ علیہ السّلام کو شامل کر کے آپ پر بھی وہی حکم جاری کر دیا حالانکہ آپ ان کے دین میں کبھی داخل نہ ہوئے تھے۔ (2) کافر سرداروں نے عوام کو شک میں ڈالنے کے لئے اس طرح کہا تاکہ لوگ سمجھیں کہ آپ علیہ السّلام پہلے ان کے دین پر ہی تھے۔ حضرت شعیب علیہ السّلام کا جواب کہ ”کیا اگرچہ ہم بیزار ہوں“ ان کے اس اِشْتِباہ کے رد میں تھا۔ **درس:** سردار قوم کی ہلاکت کا باعث بنتے ہیں، اگر یہ درست ہو جائیں تو قوم کو اعلیٰ درجے پر پہنچا دیتے ہیں اور بگڑ جائیں تو ذلت کی گہری کھائیوں میں گرا دیتے ہیں۔

آیت 89 حضرت شعیب علیہ السّلام نے اپنی قوم کا جواب سن کر ان سے فرمایا تھا کہ کیا ہم تمہارے دین میں آئیں اگرچہ ہم اس سے بیزار ہوں؟ اس پر انہوں نے کہا: ہاں! پھر بھی آجاؤ، تو آپ علیہ السّلام نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے تمہارے باطل دین کی قباحت اور فساد کا علم دے کر مجھے شروع ہی سے بچائے رکھا اور میرے ساتھیوں کو کفر سے نکال کر ایمان کی توفیق دی، اس کے بعد بھی ہم تمہارے دین میں آئیں تو پھر بیشک ضرور ہم اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے والوں میں سے ہوں گے اور ہم میں کسی کا کام نہیں کہ تمہارے دین میں آئے مگر یہ کہ ہمارا رب اللہ تعالیٰ کسی کو گمراہ کرنا چاہے تو کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ ہمارے رب کا علم ہر چیز کو محیط ہے یعنی جو ہو چکا اور جو آئندہ ہو گا سب کچھ اللہ تعالیٰ ازل سے جانتا ہے ہم نے ایمان پر ثابت قدم رہنے اور شریر لوگوں سے خلاصی پانے میں اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسا کیا۔ جب حضرت شعیب علیہ السّلام کو قوم کے ایمان لانے کی امید نہ رہی تو آپ نے یوں دعا کی: اے ہمارے رب! ہم میں اور ہماری قوم میں حق کے

بَیْنَنَا وَ بَیْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَ اَنْتَ خَیْرُ الْفٰتِحِیْنَ ﴿۸۹﴾ وَ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا

قوم میں حق کے ساتھ فیصلہ فرمادے اور تو سب سے بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے ○ اور اس کی قوم کے کافر سردار بولے

مِنْ قَوْمِهٖ لَىٕنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَیْبًا اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۹۰﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا

کہ اگر تم شعیب کے تابع ہوئے تو ضرور نقصان میں رہو گے ○ تو انہیں شدید زلزلے نے اپنی گرفت میں لے لیا تو صبح کے وقت وہ

فِیْ دَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ ﴿۹۱﴾ۚۖ اَلَّذِیْنَ كَذَّبُوْا شُعَیْبًا كَاَنْ لَّمْ یَغْنَوْا فِیْهَا ۛۚ اَلَّذِیْنَ مع

اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے ○ وہ جنہوں نے شعیب کو جھٹلایا ایسے ہوگئے گویا ان گھروں میں کبھی رہے ہی نہ تھے۔ شعیب کو

ساتھ فیصلہ فرمادے اور تو سب سے بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے۔ زجاج نے کہا کہ اس کے یہ معنی ہوسکتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمارے امر کو ظاہر فرمادے یعنی ان پر ایسا عذاب نازل فرما جس سے ان کا باطل پر ہونا اور حضرت شعیب علیہ السّلام اور ان کے متبعین کا حق پر ہونا ظاہر ہو جائے۔ **اہم باتیں:** (1) انبیا علیہمُ السّلام قطعی طور پر معصوم ہیں، شیطان انہیں گمراہ نہیں کرسکتا۔ حضرت شعیب علیہ السّلام کا فرمان کہ ”ہمارا رب اللہ چاہے تو کچھ بھی ہوسکتا ہے۔“ درحقیقت مَشِیَّتِ الٰہی کے آگے سرِ تسلیم خم کرنا ہے۔ (2) یہ آیت ”وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا“ ان آیات کی تفسیر ہے جن میں فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا علم اور قدرت گھیرے ہوئے ہے ورنہ اللہ تعالیٰ جسم و مکان سے اور اس اعتبار سے گھیرنے اور گھرنے سے پاک ہے۔

آیت 90 قوم کے سرداروں نے جب حضرت شعیب علیہ السّلام اور ان پر ایمان لانے والوں کی دین میں مضبوطی دیکھی تو انہیں خوف لاحق ہوا کہ کہیں اور لوگ بھی ان پر ایمان نہ لے آئیں چنانچہ جو لوگ ابھی تک ایمان نہ لائے تھے انہیں معاشی بدحالی سے ڈراتے ہوئے کہنے لگے کہ اگر تم حضرت شعیب علیہ السّلام پر ایمان لائے، ان کے دین کی پیروی کی اور اپنا آبائی دین نیز کم تولنا، کم ناپنا وغیرہ ترک کردیا تو تم ضرور نقصان میں رہو گے۔ **درس:** حضرت شعیب علیہ السّلام کی قوم کے سرداروں کی یہ روش ان کی بیمار ذہنیت کا پتا دیتی ہے۔ اس طرح کے بیمار ذہنیت افراد کی ہمارے معاشرے میں کمی نہیں، اسلام کے اصول و قوانین کو اہمیت نہ دینے والوں، شریعت کے قوانین میں تبدیلی کی رٹ لگانے والوں، زکوٰۃ کو ٹیکس تصور کرنے والوں، رشوت کو اپنا حق سمجھنے والوں، ناپ تول میں کمی کرنے والوں، پردے کو عورت کی آزادی کے خلاف قرار دینے والوں کو چاہیے کہ اہلِ مدین کے حالات اور ان کے انجام پر غور کریں۔

آیت 91 جب قومِ شعیب ہر طرح سمجھانے اور عذابِ الٰہی سے ڈرانے کے باوجود کفر و سرکشی سے باز نہ آئی تو ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا اور انہیں شدید زلزلے نے اپنی گرفت میں لے لیا تو صبح کے وقت وہ اپنے گھروں میں مرے ہوئے اوندھے پڑے رہ گئے۔

اہم بات: اس آیت میں ہے کہ اہلِ مدین کو ”شدید زلزلے نے اپنی گرفت میں لے لیا“ جبکہ سورۂ ہود میں ہے کہ انہیں ”خوفناک چیخ نے پکڑ لیا۔“ ممکن ہے کہ زلزلے کی ابتدا اس چیخ سے ہوئی ہو؛ اس لئے ایک جگہ ہلاکت کی نسبت سببِ قریب یعنی خوفناک چیخ کی طرف اور دوسری جگہ سببِ بعید یعنی زلزلے کی طرف کی گئی۔

آیت 92 حضرت شعیب علیہ السّلام کو جھٹلانے والوں پر جب مسلسل نافرمانی اور سرکشی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا تو ان کے

كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَانُوْا هُمُ الْخٰسِرِيْنَ ﴿٩٢﴾ فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ

جھٹلانے والے ہی نقصان اٹھانے والے ہوئے ○ تو شعیب نے ان سے منہ پھیر لیا اور فرمایا، اے میری قوم! بیشک میں نے تمہیں اپنے

رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ ۚ فَكَيْفَ اٰسٰى عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ﴿٩٣﴾ ع وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ

رب کے پیغامات پہنچا دیئے اور میں نے تمہاری خیر خواہی کی تو کافر قوم پر میں کیسے غم کروں؟○ اور ہم نے کسی بستی میں

مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّآ اَخَذْنَآ اَهْلَهَا بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَضَّرَّعُوْنَ ﴿٩٤﴾ ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ

کوئی نبی نہ بھیجا مگر ہم نے اس کے رہنے والوں کو سختی اور تکلیف میں پکڑا تا کہ وہ گڑگڑائیں ○ پھر ہم نے بدحالی کی جگہ خوشحالی بدل دی

شاندار محلات ایسے ویران ہو گئے کہ گویا وہاں کبھی کوئی آباد ہی نہیں ہوا۔ یہ لوگ معاشی بدحالی کے خوف سے حضرت شعیب علیہ السّلام پر ایمان نہ لائے تھے لیکن ان کا یہ خوف درست ثابت نہ ہوا؛ انہوں نے کفر و نافرمانی کو اختیار کیا تو ان کی دنیا و آخرت دونوں برباد ہو گئیں چنانچہ آپ علیہ السّلام کو جھٹلانے والے ہی نقصان اٹھانے والے ہوئے۔ **درس:** اہلِ مدین کے حالات میں ان لوگوں کے لئے بہت عبرت ہے جو بے بنیاد اقتصادی زبوں حالی کے خوف سے شریعتِ اسلامیہ کے واضح احکام میں رد و بدل کرنے کے لئے پیچ و تاب کھاتے نظر آتے ہیں، انہیں چاہئے کہ مدین والوں کے حالات کا بغور مطالعہ کریں اور اپنی اس روش کو بدل کر صحیح اسلامی سوچ اپنائیں۔

آیت 93 جب حضرت شعیب علیہ السّلام کی قوم پر عذاب آیا تو آپ نے ان سے منہ پھیر لیا اور قوم کی ہلاکت کے بعد جب ان کی بے جان نعشوں پر گزرے تو ان سے فرمایا: اے میری قوم! بیشک میں نے تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچا دیئے اور میں نے تمہاری خیر خواہی کی لیکن تم کسی طرح ایمان نہ لائے تو اب کافر قوم پر میں کیسے غم کروں۔ **اہم بات:** کفار کی ہلاکت کے بعد حضرت شعیب علیہ السّلام نے ان سے جو کلام فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ مردے سنتے ہیں۔ **درس:** سابقہ امتوں کے احوال اور ان پر آنے والے عذابات کے بیان سے مقصود امتِ محمدیہ کو جھنجوڑنا ہے کہ اگر تم نے بھی انکار اور سرکشی کی تو یاد رکھو! تمہارا انجام بھی وہی ہو گا جو پہلے منکرین کا ہوا۔

آیت 94 سابقہ آیات میں حضرت نوح، حضرت ہود، حضرت صالح، حضرت لوط اور حضرت شعیب علیہم السّلام کی قوموں کے تفصیلی حالات اور ان کے کفر و سرکشی کی وجہ سے ان پر نازل ہونے والے عذاب کا ذکر ہوا، اب تمام امتوں کے اِجمالی حالات اور ایک عام اصول بیان ہو رہا ہے جس کے تحت سب قوموں سے برتاؤ ہوتا ہے، فرمایا گیا کہ جب بھی ہم نے کسی علاقے یا شہر میں کوئی نبی علیہ السّلام مبعوث کیا تو وہ اس جگہ بسنے والوں کو شرک سے بچنے، اللہ تعالیٰ کو ایک ماننے، صرف اسی کی عبادت کرنے اور اس کی بھیجی ہوئی شریعت پر عمل کرنے کی دعوت دیتے۔ اپنی صداقت کے اظہار کے لئے روشن معجزات دکھاتے اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈراتے۔ اس کے باوجود جب لوگ اللہ تعالیٰ کے نبی علیہ السّلام کی دعوت قبول کرنے سے انکار کر دیتے تو فوراً ہی ان پر عذاب نازل نہ کیا جاتا بلکہ پہلے طرح طرح کی سختیوں اور تکالیف میں مبتلا کیا جاتا تا کہ اس طرح ان کا دماغ ٹھکانے آئے اور باطل مذہب چھوڑ کر حق مذہب کے سایۂ رحمت میں آ جائیں۔

آیت 95 فرمایا کہ سختی و تکلیف میں مبتلا ہونے کے باوجود اگر وہ لوگ ایمان نہ لاتے تو پھر ان پر انعام و اکرام کے دروازے کھول دیئے

السَّیِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتّٰى عَفَوْا وَّ قَالُوْا قَدْ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ وَ السَّرَّآءُ فَاَخَذْنٰهُمْ

یہاں تک کہ وہ بہت بڑھ گئے اور وہ کہنے لگے: بیشک ہمارے باپ دادا کو (بھی) تکلیف اور راحت پہنچتی رہی ہے تو ہم نے انہیں اچانک

بَغْتَةً وَّ هُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ﴿۹۵﴾ وَ لَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰۤى اٰمَنُوْا وَ اتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَیْهِمْ

پکڑلیا اور انہیں اس کا کچھ علم نہ تھا۝ اور اگر بستیوں والے ایمان لاتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ضرور ہم ان پر آسمان اور زمین سے

بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ وَ لٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ﴿۹۶﴾ اَفَاَمِنَ

برکتیں کھول دیتے مگر انہوں نے تو جھٹلایا تو ہم نے انہیں ان کے اعمال کی وجہ سے پکڑلیا۝ کیا بستیوں والے اس بات سے بے خوف

جاتے، ہر طرح کی آسائشیں مہیا کر دی جاتیں تا کہ اس طرح وہ اپنے حقیقی محسن کو پہچانیں اور اس کی اطاعت کو اختیار کرلیں اس کے باوجود اگر ان کے دل اپنے کریم پروردگار کی اطاعت کی طرف مائل نہ ہوتے یہاں تک کہ وہ بہت بڑھ گئے اور یہ کہہ کر دل کو منانے لگے کہ یہ تباہ کن بارش، قحط سالی، زلزلہ یا آندھی طوفان جس نے تباہی و بربادی مچادی اور سب کچھ نیست و نابود کر دیا اس میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا کوئی دخل نہیں بلکہ یہ سب موسمی تغیرات کا نتیجہ ہیں کہ کبھی تکلیف ہوتی ہے کبھی راحت، ہمارے باپ دادا کو بھی ایسے ہی تکلیف اور راحت پہنچتی رہی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے انہیں عذاب کے ساتھ اچانک پکڑ لیا اور پہلے سے انہیں عذاب آنے کا کچھ علم نہ تھا۔

اہم بات: یہ سب بیان کرنے سے مقصود کفار کو خوف دلانا ہے تا کہ وہ کفر و سرکشی سے باز آ کر اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے فرماں بردار بن جائیں۔ **درس:** گزشتہ امتوں کے حالات سامنے رکھتے ہوئے ہمیں اپنا محاسبہ کرنا چاہئے کہ ہم بھی طوفان، زلزلے، سیلاب اور دیگر مصائب میں مبتلا ہوتے ہیں تو کیا انہیں دیکھ کر نصیحت حاصل کرتے ہیں یا ہمارا حال کچھ اور ہی نظر آتا ہے۔

آیت 96 اب یہاں سے یہ بتایا جا رہا ہے کہ اگر وہ اطاعت کرتے تو انہیں کیا کیا برکتیں نصیب ہوتیں، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اگر بستیوں والے اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور قیامت کے دن پر ایمان لاتے نیز خدا اور رسول کی اطاعت اختیار کرتے، جس چیز سے اللہ تعالیٰ اور رسول علیہ السلام نے منع فرمایا اس سے باز رہتے تو ضرور ہم ان پر آسمان و زمین سے برکتیں کھول دیتے اور ہر طرف سے انہیں خیر پہنچتی، وقت پر نافع اور مفید بارشیں ہوتیں، زمین سے کھیتی پھل بکثرت پیدا ہوتے، رزق کی فراخی ہوتی، امن و سلامتی رہتی اور آفتوں سے محفوظ رہتے لیکن وہ ایمان نہ لائے اور اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو جھٹلانے لگے تو ہم نے انہیں ان کے اعمال کی وجہ سے عذاب میں گرفتار کر دیا۔ **اہم باتیں:** (1) تقویٰ دنیا و آخرت میں رحمتِ الٰہی کا ذریعہ ہے۔ (2) دنیوی مصائب دور کرنے کے لئے نیک اعمال کرنے جائز ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے عمل کیا جائے تا کہ وہ اپنی رحمت سے ہماری حاجت پوری کر دے، اسی لئے بارش کے لئے نمازِ اِستسقا اور گرہن میں نمازِ کسوف پڑھتے ہیں۔

آیت 97، 98 یہاں بستیوں والوں سے مراد مکہ مکرمہ اور آس پاس کی بستیوں والے یا ہر اس بستی کے افراد مراد ہیں جنہوں نے کفر کیا، انہیں عذابِ الٰہی سے ڈرایا جا رہا ہے، چنانچہ ان دو آیات میں فرمایا کہ کیا بستیوں والے اس بات سے بے خوف ہو گئے کہ ان پر ہمارا

اَهْلُ الْقُرٰۤى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا بَيَاتًا وَّهُمْ نَآىِٕمُوْنَ ﴿۹۷﴾ اَوَ اَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰۤى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ

ہو گئے کہ ان پر ہمارا عذاب رات کو آئے جب وہ سو رہے ہوں ○ یا بستیوں والے اس بات سے بے خوف ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب دن

بَاْسُنَا ضُحًى وَّهُمْ يَلْعَبُوْنَ ﴿۹۸﴾ اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ ۚ فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ

کے وقت آجائے جب وہ کھیل میں پڑے ہوئے ہوں ○ کیا وہ اللہ کی خفیہ تدبیر سے بے خوف ہیں تو اللہ کی خفیہ تدبیر سے صرف تباہ

الْخٰسِرُوْنَ ﴿۹۹﴾ ع اَوَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ اَهْلِهَاۤ اَنْ لَّوْ نَشَآءُ ع ١٢/٢

ہونے والے لوگ ہی بے خوف ہوتے ہیں ○ اور کیا وہ لوگ جو زمین والوں کے بعد اس کے وارث ہوئے اُنہیں اِس بات نے بھی ہدایت نہ

اَصَبْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ ۚ وَنَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ تِلْكَ الْقُرٰى

دی کہ اگر ہم چاہیں تو ان کے گناہوں کے سبب انہیں پکڑ لیں اور ہم ان کے دلوں پر مہر لگا دیتے ہیں تو وہ کچھ نہیں سنتے ○ یہ بستیاں ہیں

عذاب رات کو آئے جب وہ سو رہے ہوں یا اس بات سے بے خوف ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب دن کے وقت آجائے جب وہ کھیل میں پڑے ہوئے ہوں کیونکہ عذابِ الٰہی اکثر غفلت کے وقت آتا ہے اور غفلت زیادہ تر رات کے آخری حصے میں یا پورے دن چڑھے ہوتی ہے۔ **درس:** ان آیات میں مسلمانوں کو بھی نیک اعمال کرنے اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے رہنے کی ترغیب ہے۔

آیت 99 اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے خاص غضب کا ذکر ہے، چنانچہ فرمایا گیا: کیا کفار اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے بے خوف ہیں اور اس کے ڈھیل دینے اور دُنیوی نعمتیں دینے پر مغرور ہو کر اس کے عذاب سے بے فکر ہو گئے ہیں، سن لو! اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے صرف تباہ ہونے والے لوگ ہی بے خوف ہوتے ہیں۔ **اہم بات:** مکر کے لغوی معنیٰ ہیں: خفیہ تدبیر جبکہ عام محاورہ میں دھوکا اور فریب کو مکر کہا جاتا ہے، یہاں اس کا لغوی معنیٰ یعنی "خفیہ تدبیر" مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کسی بندے کو گناہ پر نہ پکڑنا اور ڈھیل دینا اس کی خفیہ تدبیر ہے۔ **درس:** اللہ تعالیٰ کا خوف دل سے نکل جانا سخت نقصان کا سبب ہے؛ ہر وقت اس کی خفیہ تدبیر سے ڈرتے رہنا چاہئے۔

آیت 100 گزشتہ امتوں کے حالات بیان کرکے اب ان کی حکمت بتائی گئی کہ یہ واقعات اس لئے بیان ہوئے ہیں کہ موجودہ کافر عبرت پکڑیں اور ایمان لائیں، چنانچہ فرمایا گیا کہ کیا مشرکینِ مکہ جو قومِ نوح، قومِ ثمود اور قومِ شعیب کے بعد ان علاقوں میں آباد ہوئے، اتنے کم فہم اور نادان ہیں کہ گزشتہ قوموں پر آئے ہوئے عذاب کے آثار دیکھ کر بھی عبرت نہیں لیتے۔ مزید فرمایا: ہم ان کے دلوں پر مہر لگا دیتے ہیں تو وہ کچھ نہیں سنتے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ جس کے سامنے اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے راستے واضح فرما دیئے اس کے بعد بھی وہ کفر و سرکشی پر قائم رہے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر لگا دیتا ہے جس کے سبب وہ حق بات قبول کرنے کے لئے سنتا ہی نہیں۔ **اہم بات:** یہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے لئے تسلی ہے کہ آپ کے ہر طرح سے نصیحت کرنے کے باوجود بھی لوگ ایمان نہیں لاتے تو آپ غم نہ کریں۔

آیت 101 نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا گیا: اے حبیب! قومِ نوح، قومِ ہود، قومِ صالح، قومِ لوط اور قومِ

نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآئِهَا ۚ وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانُوْا

جن کے احوال ہم تمہیں سناتے ہیں اور بیشک ان کے پاس ان کے رسول روشن دلائل لے کر تشریف لائے تو وہ اس قابل نہ ہوئے کہ

لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ ؕ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۱﴾ وَمَا

اس پر ایمان لے آتے جسے پہلے جھٹلا چکے تھے۔ اللہ یونہی کافروں کے دلوں پر مہر لگادیتا ہے○ اور ہم نے ان کے

وَجَدْنَا لِاَكْثَرِهِمْ مِّنْ عَهْدٍ ۚ وَاِنْ وَّجَدْنَاۤ اَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِيْنَ ﴿۱۰۲﴾ ثُمَّ بَعَثْنَا

اکثر لوگوں کو عہد پورا کرنے والا نہ پایا اور بیشک ہم نے ان میں اکثر کو نافرمان ہی پایا○ پھر ان کے بعد ہم نے موسیٰ کو

شعیب کی بستیاں وہ بستیاں ہیں جن کے احوال اور وہاں کے لوگوں کے اپنے رسولوں کے ساتھ کئے گئے معاملات کی ہم تمہیں خبر دیتے ہیں تاکہ آپ جان لیں کہ ہم رسولوں اور ان پر ایمان لانے والوں کی کفار کے مقابلے میں کیسی مدد فرماتے ہیں اور کفار کو ان کے کفر و سرکشی کی سزا میں کس طرح ہلاک کرتے ہیں اور بیشک اُن بستیوں والوں کے پاس ان کے رسول روشن معجزات لے کر تشریف لائے جو ان کے دعویٔ نبوت میں سچے ہونے کی دلیل تھے تو وہ لوگ اس قابل نہ ہوئے کہ اس پر ایمان لے آتے جسے پہلے جھٹلا چکے تھے یعنی عالَمِ ارواح میں میثاق کے دن وہ لوگ جس چیز کو دل سے جھٹلا چکے تھے کہ صرف زبان سے ''بَلٰی'' کہہ کر اقرار کرلیا اور دل سے انکار کیا تھا اسے نبی سے سن کر بھی نہ مانے بلکہ اسی انکار پر قائم رہے یا یہ معنی ہے کہ ہم ان لوگوں کو ہلاک کرنے اور عذاب کا معاینہ کروانے کے بعد دوبارہ زندہ کرکے دنیا میں بھیج دیتے تب بھی وہ اس چیز کو نہ مانتے جسے وہ پہلی زندگی میں جھٹلا چکے تھے۔ اے حبیب! جس طرح اللہ تعالیٰ نے سابقہ امتوں کے کفار کے دلوں پر مہر لگادی اور انہیں ہلاک کردیا اسی طرح آپ کی قوم کے ان کافروں کے دلوں پر اللہ تعالیٰ مہر لگادیتا ہے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ لکھ چکا کہ یہ ایمان نہیں لائیں گے۔

آیت 102 فرمایا: ہم نے ان کے اکثر لوگوں کو روزِ میثاق کا عہد پورا کرنے والا نہ پایا اور بیشک ہم نے ان میں اکثر کو نافرمان ہی پایا۔ ایک قول کے مطابق یہاں وہ عہد مراد ہے جو وہ مصیبت کے وقت کرتے کہ یارب! اگر تو ہمیں اس سے نجات دے تو ہم ضرور ایمان لائیں گے، پھر جب نجات پاتے تو اس عہد سے پھر جاتے اور ایمان نہ لاتے۔ **درس:** اگر ہم اپنے احوال پر غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے اندر بھی عملی اعتبار سے ایسی کمزوریاں پائی جاتی ہیں کہ کوئی مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ سے عہد کرتا ہے کہ اے اللہ! ایک مرتبہ اس مصیبت سے چھٹکارا دیدے پھر ساری زندگی تیری فرمانبرداری میں گزاروں گا مگر جیسے ہی مصیبت دور ہوتی ہے تو یہ سب عہد و پیمان پسِ پشت ڈال دیئے جاتے ہیں اور وہی پرانی غفلت و معصیت کی زندگی لوٹ آتی ہے۔

آیت 103 یہاں سے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کا تذکرہ شروع ہو رہا ہے، فرمایا گیا کہ ان (انبیاء کرام علیہم السّلام) کے بعد ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو صداقت پر دلالت کرنے والی نشانیوں جیسے روشن ہاتھ اور عصا وغیرہ معجزات کے ساتھ فرعون اور اس کی قوم کی طرف بھیجا، ایسی واضح نشانیوں کے باوجود فرعون اور اس کے درباریوں نے انکار کیا تو انہوں نے اقرار کی جگہ انکار اور ایمان کی جگہ کفر

مِنْ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى بِاٰیٰتِنَاۤ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ مَلَاۡىٕهٖ فَظَلَمُوْا بِهَاۚ فَانْظُرْ كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

اپنی نشانیوں کے ساتھ فرعون اور اس کی قوم کی طرف بھیجا تو انہوں نے ان نشانیوں پر زیادتی کی تو دیکھو فسادیوں کا کیسا

الْمُفْسِدِیْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَ قَالَ مُوْسٰى یٰفِرْعَوْنُ اِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۰۴﴾ۙ حَقِیْقٌ

انجام ہوا؟○ اور موسیٰ نے فرمایا: اے فرعون! میں ربُّ العالمین کا رسول ہوں○ میری شان کے لائق یہی ہے کہ

عَلٰۤى اَنْ لَّاۤ اَقُوْلَ عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّؕ قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَرْسِلْ مَعِیَ

اللہ کے بارے میں سچ کے سوا کچھ نہ کہوں۔ بیشک میں تم سب کے پاس تمہارے رب کی طرف سے نشانی لے کر آیا ہوں تو بنی اسرائیل کو

بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ﴿۱۰۵﴾ؕ قَالَ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰیَةٍ فَاْتِ بِهَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۱۰۶﴾ فَاَلْقٰى

میرے ساتھ چھوڑ دے○ کہا: اگر تم کوئی نشانی لے کر آئے ہو تو اسے پیش کرو اگر تم سچے ہو○ تو موسیٰ نے اپنا عصا

رکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی نشانیوں کے ساتھ زیادتی کی تو اے حبیب! آپ نگاہِ بصیرت سے دیکھیں کہ فسادیوں کا کیسا انجام ہوا اور ہم نے انہیں کس طرح ہلاک کیا۔ **اہم باتیں:** (1) حضرت موسیٰ علیہ السّلام حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی اولاد سے ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السّلام کی وفات کے 400 سال بعد پیدا ہوئے اور 120 برس عمر پائی۔ (2) فرعون ایک شخص کا نام تھا پھر دورِ جاہلیت میں مصر کے ہر بادشاہ کا لقب بن گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے زمانے کے فرعون کا نام ولید بن مصعب بن ریان تھا۔

آیت 104 جب حضرت موسیٰ علیہ السّلام حکمِ الٰہی سے فرعون کے پاس تشریف لے گئے تو اسے اللہ تعالیٰ کی رُبُوبِیَّت کا اقرار کرنے اور ایمان لانے کی دعوت دی اور اس سے فرمایا: میں ربُّ العٰلمین کی طرف سے تیری اور تیری قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

آیت 105 حضرت موسیٰ علیہ السّلام کا کلام سن کر فرعون نے کہا: تم جھوٹ بولتے ہو۔ اس پر آپ نے ارشاد فرمایا: میری شان کے لائق یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں سچ کے سوا کچھ نہ کہوں کیونکہ رسول کی یہی شان ہے کہ وہ کبھی غلط بات نہیں کہتے۔ بیشک میں تم سب کے پاس تمہارے رب کی طرف سے نشانیاں یعنی معجزات لے کر آیا ہوں۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السّلام اپنی رسالت کی تبلیغ فرما چکے اور فرعون پر آپ کی اطاعت فرض ہو چکی تو آپ علیہ السّلام نے فرعون کو حکم فرمایا کہ تو بنی اسرائیل کو غلامی سے آزاد کر کے میرے ساتھ بھیج دے تاکہ یہ اپنے آبائی وطن میں آباد ہوں۔

آیت 106 جب حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے اپنی رسالت کی تبلیغ فرمائی تو فرعون نے آپ سے کہا: اگر آپ کے پاس اپنی صداقت کی کوئی نشانی ہے تو اسے میرے سامنے ظاہر کریں تاکہ پتا چل جائے کہ آپ اپنے دعوے میں سچے ہیں یا نہیں۔

آیت 107 فرعون کا مطالبہ سن کر حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے اپنا عصا زمین پر ڈال دیا تو وہ فوراً ظاہر اژدہا بن گیا۔ اس کے دونوں جبڑوں کے درمیان تقریباً 120 فٹ کا فاصلہ تھا؛ ایک جبڑا زمین پر تھا اور دوسرا فرعون کے محل کی دیوار پر۔ اژدہا فرعون کو پکڑنے کے

ع ١٣ / ٩ / ٣

عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ﴿١٠٧﴾ وَّ نَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿١٠٨﴾ قَالَ الْمَلَاُ

ڈال دیا تو وہ فوراً ایک ظاہر اژدہا بن گیا○ اور اپنا ہاتھ گریبان میں ڈال کر نکالا تو وہ دیکھنے والوں کے سامنے جگمگانے لگا○ قومِ فرعون کے سردار

مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ﴿١٠٩﴾ يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ فَمَاذَا

بولے: بیشک یہ تو بڑے علم والا جادوگر ہے○ یہ تمہیں تمہارے ملک سے نکالنا چاہتا ہے تو تم کیا مشورہ

تَاْمُرُوْنَ ﴿١١٠﴾ قَالُوْۤا اَرْجِهْ وَ اَخَاهُ وَ اَرْسِلْ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴿١١١﴾ يَاْتُوْكَ بِكُلِّ

دیتے ہو؟○ انہوں نے کہا: انہیں اور ان کے بھائی کو کچھ مہلت دو اور شہروں میں جمع کرنے والوں کو بھیج دو○ وہ تمہارے پاس ہر علم والے

سٰحِرٍ عَلِيْمٍ ﴿١١٢﴾ وَ جَآءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوْۤا اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿١١٣﴾

جادوگر کو لے آئیں گے○ اور (پھر) جادوگر فرعون کے پاس آگئے تو کہنے لگے: اگر ہم غالب آگئے تو (کیا) ہمارے لئے یقینی طور پر کوئی انعام ہوگا○

لئے دوڑا تو فرعون اپنا تخت چھوڑ کر بھاگ گیا۔

آیت 108 حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے دوسرا معجزہ یہ دکھایا کہ اپنا ہاتھ گریبان میں ڈال کر نکالا تو وہ دیکھنے والوں کے سامنے جگمگانے لگا اور اس کی روشنی اور چمک نورِ آفتاب پر غالب ہوگئی۔

آیت 109 جب حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے اپنی صداقت ظاہر کرنے کے لئے دو معجزات دکھائے تو قومِ فرعون کے سردار بولے: بیشک یہ تو بڑے علم والا جادوگر ہے اس نے جادو سے نظر بندی کردی ہے جس سے لوگوں کو عصاء اژدہا نظر آنے لگا اور گندمی رنگ کا ہاتھ آفتاب سے زیادہ روشن معلوم ہونے لگا۔

آیت 110 درباریوں نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے معجزات دیکھ کر انہیں بہت ماہر جادوگر سمجھا اور خدشہ ظاہر کیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام اپنے جادو کے زور سے لوگوں کو اپنا گرویدہ بنا کر مملکت پر قبضہ جمانا چاہتے ہیں تو فرعون نے درباریوں سے کہا: تم اس کے بارے میں کیا مشورہ دیتے ہو؟

آیت 111، 112 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ درباریوں نے فرعون سے کہا کہ تم حضرت موسیٰ علیہ السّلام اور ان کے بھائی حضرت ہارون علیہ السّلام کو چند روز کی مہلت دو اور شہروں میں اپنے خاص آدمی بھیج دو جو فن کے ماہر اور سب پر فائق جادوگروں کو جمع کر کے لائیں تاکہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام سے مقابلہ کر کے انہیں شکست دیں۔

آیت 113 پھر فرعون کی مملکت کے تمام ماہر جادوگر فرعون کے پاس آگئے۔ یہ جانتے تھے کہ انہیں بڑے اہم مقصد کے لئے طلب کیا گیا ہے چنانچہ انہوں نے فرعون سے کہا: اگر ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو شکست دی اور غالب آگئے تو کیا ہمیں یقینی طور پر کوئی شاہانہ انعام ملے گا۔

قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿١١٤﴾ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ

(فرعون نے) کہا: ہاں اور بیشک تم تو (میرے) قریبی لوگوں میں سے ہو جاؤ گے ○ (جادوگروں نے) کہا: اے موسیٰ! یا تو آپ (اپنا عصا) ڈالیں یا ہم

نَحْنُ الْمُلْقِيْنَ ﴿١١٥﴾ قَالَ اَلْقُوْا ۚ فَلَمَّآ اَلْقَوْا سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ وَجَآءُوْ

(کچھ) ڈالتے ہیں ○ فرمایا: تم ہی ڈالو۔ جب انہوں نے ڈالیں تو لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا اور انہیں خوف زدہ کر دیا اور وہ بہت بڑا

بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ ﴿١١٦﴾ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ۚ فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ﴿١١٧﴾ ۚ

جادو لے کر آئے ○ اور ہم نے موسیٰ کو وحی فرمائی کہ تم اپنا عصا ڈال دو تو اچانک وہ عصا ان کی بناوٹی چیزوں کو نگلنے لگا ○

فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١١٨﴾ ۚ فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوْا صٰغِرِيْنَ ﴿١١٩﴾ ۚ وَاُلْقِيَ

تو حق ثابت ہو گیا اور جو کچھ وہ کر رہے تھے سب باطل ہو گیا ○ تو وہ وہیں مغلوب ہو گئے اور ذلیل ہو کر پلٹے ○ اور جادوگر سجدے

آیت 114 فرعون جادوگروں کے تسلی آمیز الفاظ سن کر بہت خوش ہوا اور کہنے لگا: ہاں! تمہیں انعام واکرام سے نوازا جائے گا اور صرف یہی نہیں بلکہ تمہیں میرے خاص قریبی لوگوں میں داخل کر لیا جائے گا۔

آیت 115 یہ جادوگر 70 ہزار تھے جن میں چند سردار تھے۔ جب مقابلے کا دن آیا تو سب مقررہ جگہ پر جمع ہوئے اور مقابلے کے وقت جادوگروں نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام سے کہا: اے موسیٰ! یا تو آپ پہلے اپنا عصا زمین پر ڈالیں یا ہم اپنے پاس موجود چیزیں ڈالتے ہیں۔

آیت 116 آپ علیہ السّلام نے جادوگروں سے فرمایا: تم ہی پہلے ڈالو کیونکہ آپ علیہ السّلام کو کامل اعتماد تھا کہ معجزے کے سامنے سحر ناکام و مغلوب ہو گا۔ جب انہوں نے اپنا سامان ڈالا جس میں بڑے بڑے رسے اور لکڑیاں تھیں تو انہوں نے لوگوں کی نگاہوں پر اثر ڈال دیا جس سے وہ رسے اور لکڑیاں اژدہے نظر آنے لگے ایک قول یہ ہے کہ جادوگروں نے رسیوں پر پارہ مَل دیا اور لاٹھیوں میں بھی پارہ ڈال دیا پھر انہیں زمین پر پھینکا، جب ان پر سورج کی روشنی پڑی تو ایسے محسوس ہونے لگا کہ یہ دوڑتے ہوئے سانپ ہیں۔

آیت 117 اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو وحی فرمائی کہ تم اپنا عصا ڈال دو۔ حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے اپنا عصا ڈالا تو وہ عصا اچانک ایک بہت بڑا اژدہا بن گیا اور جادوگروں کی سحر کاریوں کو ایک ایک کر کے نگل گیا۔ تمام رسے اور لٹھے جو 300 اونٹوں کا بار تھے، سب کا خاتمہ کر دیا۔

آیت 118 ارشاد فرمایا کہ تو حق ظاہر ہو گیا جو حضرت موسیٰ علیہ السّلام لے کر آئے تھے اور جو کچھ جادو وہ کر رہے تھے سب باطل ہو گیا۔

آیت 119 فرمایا کہ تو وہیں فرعون اور اس کی قوم مغلوب ہو گئے اور ذلیل ہو کر پلٹے۔

آیت 120 جادوگروں نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کا یہ عظیم الشان معجزہ دیکھ کر پہچان لیا کہ عصائے موسیٰ سحر نہیں ہے اور قدرتِ بشری ایسا کرشمہ نہیں دکھا سکتی یہ معجزہ دیکھ کر ان پر ایسا اثر ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لئے سجدے میں گر گئے اور ان کا حال ایسے معلوم

السَّحَرَةُ سٰجِدِیْنَ ﴿۱۲۰﴾ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۲۱﴾ رَبِّ مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ قَالَ فِرْعَوْنُ

میں گرادیئے گئے ○ وہ کہنے لگے: ہم تمام جہانوں کے رب پر ایمان لائے ○ جو موسیٰ اور ہارون کارب ہے ○ فرعون نے کہا:

اٰمَنْتُمْ بِهٖ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِی الْمَدِیْنَةِ لِتُخْرِجُوْا مِنْهَاۤ

تم اس پر ایمان لے آئے قبل اس کے کہ میں تمہیں اجازت دوں۔ یہ تو بہت بڑا دھوکا ہے جو تم نے اس شہر میں کیا ہے تاکہ تم شہر کے لوگوں کو اس

اَهْلَهَا ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ لَاُقَطِّعَنَّ اَیْدِیَكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ ثُمَّ لَاُصَلِّبَنَّكُمْ

سے نکال دو تو اب تم جان جاؤ گے ○ میں ضرور تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹ دوں گا پھر تم سب کو پھانسی

اَجْمَعِیْنَ ﴿۱۲۴﴾ قَالُوْۤا اِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ﴿۱۲۵﴾ وَ مَا تَنْقِمُ مِنَّاۤ اِلَّاۤ اَنْ اٰمَنَّا بِاٰیٰتِ رَبِّنَا

دے دوں گا ○ (جادوگر) کہنے لگے: بیشک ہم اپنے رب کی طرف پلٹنے والے ہیں ○ اور تجھے ہماری طرف سے یہی بات بری لگی ہے کہ ہم اپنے رب کی نشانیوں پر

ہوتا تھا کہ کسی نے پیشانیاں پکڑ کر زمین پر لگا دی ہیں۔

آیت 122، 121 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جادوگر کہنے لگے: ہم تمام جہانوں کے رب پر ایمان لائے۔ فرعون نے کہا: کیا اس سے مراد میں ہی ہوں؟ جادوگروں نے جواب دیا: نہیں، بلکہ جو حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کا رب ہے۔ **اہم بات:** جادوگروں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ادب کیا کہ آپ کو مقدم کیا اور آپ کی اجازت کے بغیر اپنے عمل میں مشغول نہ ہوئے، اس ادب کی بدولت انہیں ایمان و ہدایت نصیب ہوئی۔

آیت 123 جب جادوگر ایمان لے آئے تو فرعون نے ان سے کہا کہ تم میری اجازت کے بغیر ایمان کیوں لے آئے؟ یہ تو بڑا دھوکا ہے جو تم نے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مل کر اس شہر میں کیا ہے۔ تم جان بوجھ کر ہار گئے تاکہ شہر کے لوگوں کو اس سے نکال دو اور خود اس پر مسلط ہو جاؤ تو اب تم جان جاؤ گے کہ میں تمہیں کیا سزا دیتا ہوں۔

آیت 124 فرعون نے جادوگروں سے مزید کہا کہ میں ضرور تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹ دوں گا پھر تم سب کو دریائے نیل کے کنارے پھانسی دے دوں گا۔ **اہم بات:** حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ دنیا میں پہلا سولی دینے والا اور پہلا ہاتھ پاؤں کاٹنے والا فرعون ہے۔

آیت 125 ایسی ہوش ربا سزا سن کر بھی ان جادوگروں کے قدم نہیں ڈگمگائے بلکہ انہوں نے بڑی جرأت سے اس دھمکی کا جواب دیتے ہوئے فرعون سے کہا کہ بیشک ہم اپنے رب کی طرف پلٹنے والے ہیں تو ہمیں موت کا کوئی غم نہیں؛ کیونکہ مرنے کے بعد ہمیں رب تعالیٰ کی لقا اور رحمت نصیب ہوگی اور ہم سب کو اسی کی طرف لوٹنا ہے۔ **اہم بات:** مومن کے دل میں جذبۂ ایمانی کے غلبے کے وقت غیر اللہ کا خوف نہیں ہوتا۔

آیت 126 جادوگروں نے فرعون سے مزید کہا کہ تجھے ہماری طرف سے یہی بات بری لگی کہ ہم اپنے رب کی نشانیوں پر ایمان لے

ع ١٤

لَمَّا جَآءَتْنَا ؕ رَبَّنَاۤ اَفْرِغْ عَلَیْنَا صَبْرًا وَّ تَوَفَّنَا مُسْلِمِیْنَ ﴿۱۲۶﴾ ع وَ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ

ایمان لے آئے جب وہ ہمارے پاس آئیں۔ اے ہمارے رب! ہم پر صبر انڈیل دے اور ہمیں حالتِ اسلام میں موت عطا فرما○ اور قومِ فرعون کے سردار بولے:

فِرْعَوْنَ اَتَذَرُ مُوْسٰی وَ قَوْمَهٗ لِیُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ وَ یَذَرَكَ وَ اٰلِهَتَكَ ؕ قَالَ سَنُقَتِّلُ

کیا تو موسیٰ اور اس کی قوم کو اس لئے چھوڑ دے گا تاکہ وہ زمین میں فساد پھیلائیں اور وہ موسیٰ تجھے اور تیرے مقرر کئے ہوئے معبودوں کو چھوڑے رکھے۔

اَبْنَآءَهُمْ وَ نَسْتَحْیٖ نِسَآءَهُمْ ۚ وَ اِنَّا فَوْقَهُمْ قٰهِرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهِ اسْتَعِیْنُوْا

(فرعون نے) کہا: اب ہم ان کے بیٹوں کو قتل کریں گے اور ان کی بیٹیاں زندہ رکھیں گے اور بیشک ہم ان پر غالب ہیں○ موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا:

بِاللّٰهِ وَ اصْبِرُوْا ۚ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ ۙ۫ یُوْرِثُهَا مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَ الْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ ﴿۱۲۸﴾

اللہ سے مدد طلب کرو اور صبر کرو۔ بیشک زمین کا مالک اللہ ہے، وہ اپنے بندوں میں جسے چاہتا ہے وارث بنادیتا ہے اور اچھا انجام پرہیزگاروں کیلئے ہی ہے○

آئے جب وہ ہمارے پاس آئیں۔ اس کے بعد انہوں نے بارگاہِ الٰہی میں صبر کی دعا کرتے ہوئے عرض کی: اے ہمارے رب! ہم پر صبر انڈیل دے اور ہمیں حالتِ اسلام میں موت عطا فرما۔ **اہم باتیں:** (1) حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی صحبت نے پرانے کافروں کو ایک دن میں ایمان، صحابیت، شہادت تمام مدارج طے کرا دیئے۔ (2) ایک قول یہ ہے کہ فرعون انہیں شہید نہ کر سکا تھا۔

آیت 127 جادوگروں کے ساتھ چھ لاکھ آدمی بھی ایمان لے آئے تھے یہ دیکھ کر سرداروں نے فرعون کو حضرت موسیٰ علیہ السّلام اور آپ کی قوم کے قتل پر ابھارنے کے لئے کہا: اے فرعون! کیا تو حضرت موسیٰ علیہ السّلام اور ان کی قوم کو اس لیے چھوڑ دے گا تاکہ وہ سرزمینِ مصر کے باشندوں کا دین بدل دیں اور یوں فساد پھیلائیں نیز وہ موسیٰ تجھے اور تیرے مقرر کئے ہوئے معبودوں کو چھوڑے رکھے یعنی نہ تیری عبادت کریں اور نہ تیرے مقرر کئے ہوئے معبودوں کی۔ فرعون اپنی قوم کی خواہش پوری کرنے پر قادر نہیں تھا کیونکہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے معجزے کی قوت سے مرعوب ہو چکا تھا اس لئے اس نے اپنی قوم سے کہا: اب ہم بنی اسرائیل کے لڑکوں کو قتل جبکہ لڑکیوں کو چھوڑ دیں گے، اس طرح حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی قوم کی تعداد گھٹا کر اُن کی قوت کم کریں گے۔ اور فرعون نے عوام میں اپنا بھرم رکھنے کے لئے یہ بھی کہہ دیا کہ ہم بے شک اُن پر غالب ہیں۔

آیت 128 فرعون کے بنی اسرائیل کے لڑکوں کو قتل کرنے کی بات سن کر بنی اسرائیل میں کچھ پریشانی پیدا ہو گئی اور اُنہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام سے اس کی شکایت کی۔ حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے انہیں تسلی دیتے ہوئے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرو، وہ تمہیں کافی ہے اور آنے والی مصیبتوں اور بلاؤں سے گھبراؤ نہیں بلکہ صبر کرو۔ بیشک مصر سمیت ساری زمین کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ وہ اپنے بندوں میں جسے چاہتا ہے وارث بنادیتا ہے۔ یہ فرما کر حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے بنی اسرائیل کو توقع دلائی کہ فرعون اور اس کی قوم ہلاک ہو گی اور بنی اسرائیل اُن کی زمینوں اور شہروں کے مالک ہوں گے اور انہیں بشارت دیتے ہوئے فرمایا: اچھا انجام پرہیزگاروں کے لئے ہی ہے۔

Go To Index

قَالُوْۤا اُوْذِیْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِیَنَا وَ مِنْۢ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا ؕ قَالَ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ یُّهْلِكَ

(قوم نے) کہا: ہمیں آپ کے تشریف لانے سے پہلے بھی اور تشریف آوری کے بعد بھی ستایا گیا ہے۔(موسیٰ نے) فرمایا: عنقریب تمہارا رب

۱۵ ع ۵ عَدُوَّكُمْ وَ یَسْتَخْلِفَكُمْ فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرَ كَیْفَ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۹﴾ ع وَ لَقَدْ اَخَذْنَاۤ اٰلَ فِرْعَوْنَ

تمہارے دشمنوں کو ہلاک کردے گا اور تمہیں زمین میں جانشین بنادے گا پھر وہ دیکھے گا کہ تم کیسے کام کرتے ہو○ اور بیشک ہم نے فرعونیوں کو

بِالسِّنِیْنَ وَ نَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ یَذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۳۰﴾ فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ ج

کئی سال کے قحط اور پھلوں کی کمی میں گرفتار کردیا تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں○ تو جب انہیں بھلائی ملتی تو کہتے یہ ہمارے لئے ہے

وَ اِنْ تُصِبْهُمْ سَیِّئَةٌ یَّطَّیَّرُوْا بِمُوْسٰى وَ مَنْ مَّعَهٗ ؕ اَلَاۤ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ

اور جب برائی پہنچتی تو اسے موسیٰ اور ان کے ساتھیوں کی نحوست قرار دیتے۔ سن لو! ان کی نحوست اللہ ہی کے پاس ہے

آیت 129 حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی قوم نے فرعون کی دھمکی سے خوفزدہ ہو کر دوسری مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام سے عرض کی: ہمیں آپ کے تشریف لانے سے پہلے بھی ستایا گیا کہ فرعون اور فرعونیوں نے طرح طرح کی مصیبتوں میں مبتلا کر رکھا تھا اور لڑکوں کو بہت زیادہ قتل کیا تھا اور آپ کے تشریف لانے کے بعد اب پھر ستایا جائے گا کہ اب وہ دوبارہ ہماری اولاد کے قتل کا ارادہ رکھتا ہے تو ہماری مدد کب ہوگی اور یہ مصیبتیں کب دور کی جائیں گی؟ فرمایا: عنقریب تمہارا رب تمہارے دشمنوں کو ہلاک کردے گا اور تمہیں زمین میں جانشین بنادے گا پھر وہ دیکھے گا کہ تم کیسے کام کرتے اور کس طرح شکرِ نعمت بجالاتے ہو۔

آیت 130 یہاں روشن نشانیوں کو جھٹلانے کے سبب فرعون اور اس کی قوم کی ہلاکت کے ابتدائی واقعات کا بیان ہو رہا ہے چنانچہ پہلے اللہ تعالیٰ نے انہیں کئی سال کے قحط اور پھلوں کی کمی میں گرفتار کیا۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: دیہات میں رہنے والے فرعونی قحط اور شہروں میں رہنے والے پھلوں کی کمی کی مصیبت میں مبتلا ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر یہ سختیاں اس لئے نازل فرمائیں تاکہ وہ ان سے عبرت حاصل کرتے ہوئے سرکشی و عناد کا راستہ چھوڑیں اور اللہ تعالیٰ کی بندگی کی طرف آئیں۔ **اہم بات:** کہتے ہیں کہ فرعون اپنی 400 برس کی عمر میں کبھی درد، بخار یا بھوک میں مبتلا ہی نہ ہوا۔ اگر اس کے ساتھ ایسا ہوتا تو وہ کبھی رُبُوبِیَّت کا دعویٰ نہ کرتا۔ **درس:** اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجی ہوئی آفتوں میں ایک حکمت یہ ہے کہ ان کے باعث انسان غفلت سے بیدار ہو اور اللہ تعالیٰ کا فرماں بردار بندہ بن جائے لہٰذا زلزلہ، طوفان، سیلاب یا کسی اور مصیبت کا سامنا ہو تو اس سے عبرت حاصل کرتے ہوئے غفلت کی نیند سے بیدار ہونے کی کوشش کرنی چاہئے۔

آیت 131 فرمایا کہ جب انہیں سرسبزی و شادابی، پھلوں، اور رزق میں وسعت، صحت و عافیت وغیرہ بھلائی ملتی تو یہ اس بھلائی کو اللہ تعالیٰ کا فضل نہ جانتے بلکہ کہتے: یہ تو ہمیں ملنا ہی تھا کیونکہ ہم اس کے اہل ہیں اور جب انہیں قحط، مرض، تنگی اور آفت وغیرہ کوئی برائی پہنچتی تو اسے حضرت موسیٰ علیہ السّلام اور ان کے ساتھیوں کی نحوست قرار دیتے کہ یہ بلائیں اُن کی وجہ سے پہنچیں، آیت میں فرمایا

وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۱﴾ وَ قَالُوْا مَهْمَا تَاْتِنَا بِهٖ مِنْ اٰیَةٍ لِّتَسْحَرَنَا بِهَا ۙ فَمَا

لیکن ان میں اکثر نہیں جانتے○ اور (فرعونیوں نے) کہا: (اے موسیٰ!) تم ہمارے اوپر جادو کرنے کے لئے ہمارے پاس کیسی بھی نشانی لے آؤ، ہم

نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۳۲﴾ فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمُ الطُّوْفَانَ وَ الْجَرَادَ وَ الْقُمَّلَ وَ الضَّفَادِعَ

ہرگز تم پر ایمان لانے والے نہیں○ تو ہم نے ان پر طوفان اور ٹڈی اور پِسّو (یا جوئیں) اور مینڈک

گیا: سن لو! ان کی نحوست اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے لیکن ان میں اکثر نہیں جانتے کہ انہیں جو مصیبتیں پہنچتی ہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ **درس:** مشرکین میں مختلف چیزوں سے برا شگون لینے کی رسم بہت پرانی ہے ہمارے معاشرے میں بھی بدشگونی عام ہے۔ اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا۔

آیت 132 قومِ فرعون کی ایک اور جہالت بیان ہو رہی ہے کہ یہ لوگ معجزہ اور سحر میں فرق نہیں کرتے تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے معجزے کو سحر کہتے تھے۔ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام سے صاف کہہ دیا: اے موسیٰ! تم ہمارے اوپر جادو کرنے کے لئے کیسی بھی نشانی ہمارے پاس لے آؤ، ہم ہرگز تم پر ایمان نہیں لائیں گے۔

آیت 133 جب فرعونیوں کی سرکشی اس حد کو پہنچ گئی کہ کسی بھی نشانی کو دیکھ کر ایمان لانے سے صاف انکار کر دیا تو حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے ان کے خلاف دعا فرمائی: یارب! فرعون زمین میں بہت سرکش ہو گیا ہے اور اس کی قوم نے بھی عہد شکنی کی ہے، انہیں ایسے عذاب میں گرفتار کر جو ان کے لئے سزا ہو اور میری قوم اور بعد والوں کے لئے عبرت و نصیحت ہو تو اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کی قوم پر طوفان بھیجا کہ کثرت سے بارش ہوئی کہ پانی اُن کی گردنوں کی ہنسلیوں تک آ گیا۔ اب یہ نہ ہل سکتے تھے نہ کچھ کام کر سکتے تھے۔ ہفتہ سے ہفتہ تک سات دن یہ اسی مصیبت میں مبتلا رہے پھر ایمان لانے اور بنی اسرائیل کو چھوڑ دینے کے وعدے پر حضرت موسیٰ علیہ السّلام سے دعا کی درخواست کی۔ آپ نے دعا فرمائی تو طوفان کی مصیبت دور ہو گئی یہ دیکھ کر فرعونی کہنے لگے: یہ پانی تو نعمت تھا اور ایمان نہ لائے۔ ایک مہینہ عافیت سے گزرا، پھر اللہ تعالیٰ نے ٹڈی بھیجی جو کھیتیاں، پھل، درختوں کے پتے، مکان کے دروازے، حتیٰ کہ لوہے کی کیلیں تک کھا گئیں اور قبطیوں کے گھروں میں بھر گئیں قبطیوں نے پھر حضرت موسیٰ علیہ السّلام سے دعا کی درخواست کی اور ایمان لانے کا وعدہ کیا۔ ہفتہ سے ہفتہ تک سات دن بعد حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی دعا سے اس مصیبت سے بھی نجات پائی لیکن باقی بچی ہوئی کھیتیوں اور پھلوں کو دیکھ کر کہنے لگے: یہ ہمیں کافی ہیں، ہم اپنا دین نہیں چھوڑتے۔ ایک مہینہ عافیت سے گزرا پھر اللہ تعالیٰ نے قُمّل یعنی گھن یا جوں یا ایک اور چھوٹا سا کیڑا بھیجا جس نے باقی بچی ہوئی کھیتیاں اور پھل کھا لئے۔ یہ کیڑے فرعونیوں کے بال، بھویں اور پلکیں چاٹ گئے۔ ان کے جسم پر چیچک کی طرح بھر جاتے حتیٰ کہ اُن کا سونا دشوار کر دیا۔ اس پر انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام سے عرض کی: ہم توبہ کرتے ہیں، آپ اس بلا کے دور ہونے کی دعا فرمایئے۔ سات روز بعد یہ مصیبت بھی حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی دعا سے دور ہوئی لیکن فرعونیوں نے پھر عہد شکنی کی۔ ایک مہینہ امن میں گزرا پھر اللہ تعالیٰ نے مینڈک بھیجے اور یہ حال ہوا کہ آدمی بیٹھتا تو اس کی مجلس میں مینڈک بھر جاتے، بات کرنے کے لئے منہ کھولتا تو مینڈک کود کر منہ میں چلا جاتا، لیٹتے تھے تو مینڈک

Go To Index

وَالدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ ۣ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ

اور خون کی جدا جدا نشانیاں بھیجیں تو انہوں نے تکبر کیا اور وہ مجرم قوم تھی ○ اور جب ان پر عذاب واقع ہوتا تو کہتے، اے موسیٰ!

قَالُوْا يٰمُوْسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ لَىٕنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ

ہمارے لئے اپنے رب سے دعا کرو اس عہد کے سبب جو اس کا تمہارے پاس ہے۔ بیشک اگر آپ ہم سے عذاب اٹھادو گے تو ہم ضرور آپ پر ایمان

وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۳۴﴾ ۚ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ اِلٰۤى اَجَلٍ هُمْ بٰلِغُوْهُ

لائیں گے اور ضرور ہم بنی اسرائیل کو تمہارے ساتھ کر دیں گے ○ پھر جب ہم ان سے اس مدت تک کے لئے عذاب اٹھالیتے جس تک انہیں پہنچنا

اوپر سوار ہوتے۔ فرعونیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام سے عرض کی کہ اب کی بار ہم پکی توبہ کرتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے اُن سے عہد لے کر دعا کی۔ سات روز بعد یہ مصیبت بھی دور ہوئی اور ایک مہینہ عافیت سے گزرا لیکن پھر اُنہوں نے عہد توڑ دیا تو تمام کنوؤں، نہروں، چشموں، دریائے نیل وغیرہ کا پانی اُن کے لئے تازہ خون بن گیا اُنہوں نے فرعون سے شکایت کی۔ فرعون نے کہا: حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے جادو سے تمہاری نظر بندی کر دی ہے۔ اُنہوں نے کہا: تم کس نظر بندی کی بات کر رہے ہو؟ ہمارے برتنوں میں خون کے سوا پانی کا نشان ہی نہیں۔ یہ سن کر فرعون نے حکم دیا کہ قبطی بنی اسرائیل کے ساتھ ایک ہی برتن سے پانی لیں لیکن جب بنی اسرائیل نکالتے تو پانی نکلتا، قبطی نکالتے تو خون نکلتا فرعون خود پیاس سے مضطر ہوا تو اس نے تر درختوں کی رطوبت چوسی، وہ رطوبت منہ میں پہنچتے ہی خون ہو گئی۔ سات روز تک خون کے سوا کوئی چیز پینے کی میسر نہ آئی تو پھر حضرت موسیٰ علیہ السّلام سے دعا کی درخواست کی اور ایمان لانے کا وعدہ کیا۔ آپ کی دعا سے یہ مصیبت بھی دور ہوئی مگر وہ ایمان نہ لائے۔ آیت میں مزید فرمایا کہ فرعونیوں نے ایمان لانے سے تکبر کیا اور وہ مجرم قوم تھی۔

آیت 134 فرعون اور اس کی قوم پر جب طوفان، ٹڈیوں، قمل، مینڈک اور خون یا طاعون کی صورت میں عذاب نازل ہوتا تو حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے پاس حاضر ہو کر کہتے: اے موسیٰ! ہمارے لیے اپنے رب سے اس عہد کے سبب دعا کرو جو اس کا تمہارے پاس ہے کہ ہمارے ایمان لانے کی صورت میں وہ ہمیں عذاب نہ دے گا۔ اگر آپ نے ہم سے یہ عذاب دور کر دیا تو ہم وعدہ کرتے ہیں کہ ضرور آپ پر ایمان لائیں گے اور آپ کا مطالبہ پورا کرتے ہوئے ضرور بنی اسرائیل کو آپ کے ساتھ روانہ کر دیں گے۔ **اہم باتیں:** (1) رِجز کا معنی عذاب ہے۔ اس کی تفسیر میں ایک قول یہ ہے کہ اس سے وہی پانچ قسم کا عذاب مراد ہے جو طوفان، ٹڈیوں، قمل، مینڈک اور خون کی صورت میں ان پر مسلط کیا گیا اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد طاعون ہے اور یہ پہلے پانچ عذابوں کے بعد چھٹا عذاب ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ کے کام اس کے مقبول بندوں کی طرف منسوب کئے جاسکتے ہیں جیسے عذاب دور کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے جبکہ فرعون اور اس کی قوم نے عذاب دور کرنے کی نسبت حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی طرف کی۔

آیت 135 فرمایا کہ پھر جب ہم حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی دعا سے ان سے اس مدت تک عذاب اٹھالیتے جس تک انہیں پہنچنا تھا تو وہ فوراً اپنا عہد توڑ دیتے اور کفر پر جمے رہتے۔

اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ ﴿۱۳۵﴾ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِى الْيَمِّ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا

تھا تو وہ فوراً (اپنا عہد) توڑ دیتے ○ تو ہم نے ان سے بدلہ لیا تو انہیں دریا میں ڈبو دیا کیونکہ انہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ان سے بالکل

عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ﴿۱۳۶﴾ وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ

غافل رہے ○ اور ہم نے اس قوم کو جسے دبایا گیا تھا اُس زمین کے مشرقوں اور مغربوں کا مالک بنادیا جس میں ہم نے

وَمَغَارِبَهَا الَّتِىْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ؕ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۬ۙ بِمَا

برکت رکھی تھی اور بنی اسرائیل پر ان کے صبر کے بدلے میں تیرے رب کا اچھا وعدہ پورا ہو گیا

صَبَرُوْا ؕ وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ وَمَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ ﴿۱۳۷﴾ وَجٰوَزْنَا بِبَنِىْٓ

اور ہم نے وہ سب تعمیرات برباد کردیں جو فرعون اور اس کی قوم بناتی تھی اور وہ عمارتیں جنہیں وہ بلند کرتے تھے ○ اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا سے

اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتَوْا عَلٰى قَوْمٍ يَّعْكُفُوْنَ عَلٰٓى اَصْنَامٍ لَّهُمْ ۚ قَالُوْا يٰمُوْسَى اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا

پار کردیا تو ان کا گزر ایک ایسی قوم کے پاس سے ہوا جو اپنے بتوں کے آگے جم کر بیٹھے ہوئے تھے۔(بنی اسرائیل نے) کہا: اے موسیٰ! ہمارے لئے بھی ایسا ہی ایک معبود بنادو

آیت 136 فرمایا کہ بار بار عذابوں سے نجات ملنے کے باوجود جب فرعونی ایمان نہ لائے اور کفر پر جمے رہے تو جو میعاد اُن کے لئے مقرر تھی وہ پوری ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان سے اس طرح بدلہ لیا کہ انہیں دریائے نیل میں غرق کردیا۔ وہ اس لئے ہلاک کئے گئے کہ انہوں نے آیاتِ الٰہیہ کو جھٹلایا اور ان سے بالکل غافل رہے۔

آیت 137 فرعون کے غرق ہو جانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو زمین کے مشرق و مغرب یعنی مصر و شام کا مالک بنادیا۔ اس سرزمین میں اللہ تعالیٰ نے نہروں، درختوں، پھلوں، اور پیداوار کی کثرت سے برکت رکھی تھی اس طرح بنی اسرائیل پر ان کے صبر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا اچھا وعدہ پورا ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے اُن تمام عمارتوں، اور باغوں کو برباد کردیا جو فرعون اور اس کی قوم نے بنائے اور بلند کئے تھے **اہم بات:** بنی اسرائیل کو ان کے صبر کی وجہ سے عزت، غلبہ، خوشحالی اور حکمرانی نصیب ہوئی۔

آیت 138 یہاں سے بنی اسرائیل کی نعمت پر ناشکری، ان کے برے افعال اور دیگر واقعات کا بیان ہو رہا ہے، فرمایا گیا کہ فرعون اور اس کی قوم کو غرق کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو دریا سے پار کردیا تو ان کا گزر ایک ایسی قوم کے پاس سے ہوا جو اپنے بتوں کے آگے جم کر بیٹھے ہوئے تھے اور اُن کی عبادت کرتے تھے۔ اُن کو دیکھ کر بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام سے کہا: اے موسیٰ! جس طرح ان کے لئے کئی معبود ہیں ہمارے لئے بھی ایسا ہی ایک معبود بنادو تاکہ ہم بھی اس کی عبادت کریں، آپ علیہ السّلام نے ان کا مطالبہ رد کرتے ہوئے فرمایا: بیشک تم جاہل لوگ ہو کہ اتنی نشانیاں دیکھ کر بھی نہ سمجھے کہ اللہ تعالیٰ واحد ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور اس کے سوا کسی کی عبادت جائز نہیں۔ **اہم باتیں:** (1) حضرت موسیٰ علیہ السّلام سے معبود بنانے کی بات سب بنی اسرائیل نے نہ کی تھی بلکہ انہوں نے کی تھی جو ابھی تک راسخ الایمان نہ ہوئے تھے۔ (2) بنی اسرائیل نے جن بتوں کو دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السّلام سے معبود بنانے کی تمنا کی، یہ بُت گائے کی شکل

كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ؕ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِيْهِ وَ بٰطِلٌ

جیسے ان کے لئے کئی معبود ہیں۔(موسیٰ نے) فرمایا: تم یقیناجاہل لوگ ہو○ بیشک یہ لوگ جس کام میں پڑے ہوئے ہیں وہ سب برباد ہونے والا ہے اور جو کچھ یہ کررہے ہیں

مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۹﴾ قَالَ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْكُمْ اِلٰهًا وَّ هُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۴۰﴾

وہ سب باطل ہے○(موسیٰ نے) فرمایا: کیا تمہارے لئے اللہ کے سوا کوئی اور معبود تلاش کروں حالانکہ اس نے تمہیں سارے جہان والوں پر فضیلت عطا فرمائی ہے○

وَ اِذْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ۚ يُقَتِّلُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَ

اور یاد کرو جب ہم نے تمہیں فرعونیوں سے نجات دی جو تمہیں بہت بری سزا دیتے، تمہارے بیٹوں کو قتل کرتے اور

ع ١٦ ‏ يَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ وَ فِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴿۱۴۱﴾ ع وَ وٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّ

تمہاری بیٹیوں کو زندہ رکھتے اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے بڑی آزمائش تھی○ اور ہم نے موسیٰ سے تیس راتوں کا وعدہ فرمایا اور

کے تھے اور یہیں سے بنی اسرائیل کے دل میں بچھڑا پوجنے کا شوق پیدا ہوا جس کا نتیجہ گائے پرستی کی شکل میں نمودار ہوا۔

آیت 139 حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے بنی اسرائیل سے مزید فرمایا: عنقریب یہ بت پرست اور ان کے بت ہمارے ہاتھوں ہلاک کئے جائیں گے اور جو کچھ یہ کررہے ہیں یعنی بتوں کی پوجا سب باطل ہے اور تم بت پرست نہیں بلکہ بت شکن ہو۔ **اہم بات:** اس میں غیب کی خبر ہے اور بعد میں وہی ہوا جو حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے فرمایا تھا۔

آیت 140 حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے معبود بنانے کا مطالبہ کرنے والے لوگوں کی جہالت کو مزید واضح کرتے ہوئے فرمایا: کیا میں تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور معبود تلاش کروں حالانکہ اس نے تمہیں سارے جہان والوں پر فضیلت عطا فرمائی ہے یعنی خدا وہ نہیں جو تراش کر بنالیا جائے بلکہ خدا وہ ہے جس نے تمہیں فضیلت دی۔

آیت 141 فرمایا کہ اور یاد کرو جب ہم نے تمہیں فرعونیوں سے نجات دی جو تمہیں بہت بری سزا دیتے، تمہارے بیٹوں کو قتل کرتے اور تمہاری بیٹیوں کو زندہ رکھتے اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے بڑی آزمائش تھی۔ **اہم بات:** اس مقام پر یہ آیت ذکر کرنے سے مقصود یہ بتانا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی نے تم پر یہ عظیم انعام فرمایا تو تمہیں کسی اور کی عبادت میں مشغول ہونا ہرگز روا نہیں۔

آیت 142 حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے مصر میں بنی اسرائیل سے وعدہ فرمایا تھا کہ جب اللہ تعالیٰ فرعون کو ہلاک فرمادے گا تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک کتاب لائیں گے، فرعون کی ہلاکت کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے اللہ تعالیٰ سے کتاب نازل فرمانے کی درخواست کی۔ حکم ملا کہ 30 روزے رکھیں۔ یہ ذوالقعدہ کا مہینہ تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ذی الحجہ میں 10 روزے اور رکھنے کا حکم دیا۔ یہاں آیت میں اس واقعے کا بیان ہے، فرمایا کہ ہم نے موسیٰ علیہ السّلام سے 30 راتوں کا وعدہ فرمایا اور ان میں 10 راتوں کا اضافہ کرکے پورا کردیا تو اس کے رب کا وعدہ 40 راتوں کا پورا ہوگیا اور موسیٰ علیہ السّلام نے پہاڑ پر مناجات کے لئے جاتے وقت اپنے بھائی ہارون علیہ السّلام سے فرمایا: میرے واپس آنے تک تم میری قوم میں میرے نائب بن کر رہنا، نرمی سے پیش آنا، بھلائی کرنا، انہیں اللہ تعالیٰ کی

اَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖۤ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ۚ وَ قَالَ مُوْسٰى لِاَخِيْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِيْ فِيْ قَوْمِيْ

ان میں دس (راتوں) کا اضافہ کرکے پورا کردیا تو اس کے رب کا وعدہ چالیس راتوں کا پورا ہوگیا اور موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہا: تم میری قوم میں

وَ اَصْلِحْ وَ لَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۱۴۲﴾ وَ لَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَ كَلَّمَهٗ رَبُّهٗ ۙ

میرا نائب رہنا اور اصلاح کرنا اور فسادیوں کے راستے پر نہ چلنا○ اور جب موسیٰ ہمارے وعدے کے وقت پر حاضر ہوا اور اس کے رب نے اس سے کلام فرمایا،

قَالَ رَبِّ اَرِنِيْۤ اَنْظُرْ اِلَيْكَ ؕ قَالَ لَنْ تَرٰىنِيْ وَ لٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ

تو اس نے عرض کی: اے میرے رب! مجھے اپنا جلوہ دکھا تاکہ میں تیرا دیدار کرلوں۔ (اللہ نے) فرمایا: تو مجھے ہرگز نہ دیکھ سکے گا البتہ اس پہاڑ کی طرف دیکھ، یہ اگر

مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِيْ ۚ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّ خَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا ۚ فَلَمَّاۤ

اپنی جگہ پر ٹھہرا رہا تو عنقریب تو مجھے دیکھ لے گا پھر جب اس کے رب نے پہاڑ پر اپنا نور چمکایا تو اسے پاش پاش کردیا اور موسیٰ بے ہوش ہو کر گر گئے پھر جب

اطاعت پر ابھارنا اور بنی اسرائیل کے ان لوگوں کے طریقے پر نہ چلنا جو اپنے رب کی نافرمانی کرکے زمین میں فساد برپا کرتے ہیں۔ **اہم بات:** حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے حضرت ہارون علیہ السّلام سے جو اصلاح اور صحیح راستے پر چلنے کا فرمایا وہ حقیقت میں آپ کے واسطے سے بنی اسرائیل کو فرمایا تھا ورنہ انبیا علیہمُ السّلام تو فسادیوں کے راستے پر چلنے سے معصوم ہیں یا یہ فرمانا تاکید و اِستقامت کے طور پر ہے۔

آیت 143 جب حضرت موسیٰ علیہ السّلام طورِ سینا پر حاضر ہوئے جس میں اللہ تعالیٰ نے آپ سے کلام فرمانے کا وعدہ کیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے بلاواسطہ آپ سے کلام فرمایا تو کلامِ ربانی کی لذت نے آپ کو دیدارِ الٰہی کا مشتاق بنا دیا اور آپ نے بارگاہِ ربُّ العزّت میں عرض کی: اے میرے رب! مجھے اپنا جلوہ دکھا تاکہ میں تیرا دیدار کرلوں یعنی آنکھ کا دیدار چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: تم دنیا میں میرا دیدار کرنے کی طاقت نہیں رکھتے البتہ اس پہاڑ کی طرف دیکھ، یہ اگر اپنی جگہ پر ٹھہرا رہا تو عنقریب تو مجھے دیکھ لے گا پھر جب اس کے رب نے پہاڑ پر اپنا نور چمکایا تو اسے پاش پاش کردیا اور حضرت موسیٰ علیہ السّلام بے ہوش ہو کر گر گئے پھر جب ہوش آیا تو عرض کی: تو پاک ہے، میں تیری طرف رجوع لایا اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔ **اہم باتیں:** (1) کتابوں میں مذکور ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے طہارت کی، پاکیزہ لباس پہنا اور روزہ رکھ کر طورِ سینا میں حاضر ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک بادل نازل فرمایا جس نے پہاڑ کو ہر طرف سے چار فرسنگ (12 میل) کی مقدار ڈھک لیا۔ شیاطین اور زمین کے جانور حتی کہ ساتھ رہنے والے فرشتے تک علیحدہ کر دیئے گئے۔ آپ کے لئے آسمان کھولا گیا تو آپ نے عرشِ الٰہی کو صاف دیکھا حتی کہ اَلواح پر قلموں کی آواز سنی اور اللہ تعالیٰ نے آپ سے کلام فرمایا۔ (2) اس آیت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار ناممکن ہے کیونکہ اگر یہ ناممکن ہوتا تو حضرت موسیٰ علیہ السّلام ہرگز اس کی دعا نہ کرتے کہ محال کی دعا کرنا جائز نہیں نیز اللہ تعالیٰ نے دنیا کے اندر حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے دیکھنے کی نفی کی ہے، یہ نہ فرمایا کہ میرا دیکھنا ممکن نہیں۔ (3) بروزِ قیامت مؤمنین کا دیدارِ الٰہی کرنا ثابت ہے۔

اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۴۳﴾ قَالَ يٰمُوْسٰۤى اِنِّي

ہوش آیا تو عرض کی: تو پاک ہے، میں تیری طرف رجوع لایا اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں ○ (اللہ نے) فرمایا: اے موسیٰ! میں نے

اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِيْ وَ بِكَلَامِيْ ۫ۖ فَخُذْ مَاۤ اٰتَيْتُكَ وَ كُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۴﴾

اپنی رسالتوں اور اپنے کلام کے ساتھ تجھے لوگوں پر منتخب کرلیا تو جو میں نے تمہیں عطا فرمایا ہے اسے لے لو اور شکر گزاروں میں سے ہو جاؤ ○

وَ كَتَبْنَا لَهٗ فِي الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْعِظَةً وَّ تَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ۚ فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ

اور ہم نے اس کے لئے (تورات کی) تختیوں میں ہر چیز کی نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل لکھ دی (اور فرمایا) اسے مضبوطی سے پکڑ لو

وَّ اْمُرْ قَوْمَكَ يَاْخُذُوْا بِاَحْسَنِهَا ؕ سَاُورِيْكُمْ دَارَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۱۴۵﴾ سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِيَ

اور اپنی قوم کو حکم دو کہ وہ اس کی اچھی باتیں اختیار کریں۔ عنقریب میں تمہیں نافرمانوں کا گھر دکھاؤں گا ○ اور میں اپنی آیتوں سے ان لوگوں کو

آیت 144 اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام پر کئے گئے انعامات بیان کر کے انہیں تسلی دی کہ آپ دیدار سے منع کئے جانے پر اپنا سینہ تنگ نہ کریں بلکہ ان نعمتوں کی طرف دیکھیں جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خاص کیا ہے چنانچہ فرمایا: اے موسیٰ! میں نے اپنی رسالتوں اور اپنے کلام کے ساتھ تمہیں تمہارے زمانے کے لوگوں پر منتخب کر لیا کہ تمہیں مجھ سے بلاواسطہ ہم کلامی کا شرف عطا ہوا اسے لے لو اور شکر گزاروں میں سے ہو جاؤ۔ **اہم بات:** حضرت موسیٰ علیہ السّلام اپنے زمانے کے لوگوں میں اور محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم اور حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے بعد ساری مخلوق میں سب سے زیادہ عزت و مرتبے والے، شرافت و وجاہت والے ہیں۔

آیت 145 فرمایا کہ ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے لئے تورات کی تختیوں میں ہر اس چیز کی نصیحت لکھ دی جس کی حضرت موسیٰ علیہ السّلام اور ان کی قوم کو اپنے دین میں حلال حرام اور اچھی بری چیزوں سے متعلق ضرورت تھی اور ان تمام احکام کی تفصیل لکھ دی جو بنی اسرائیل کو دیئے گئے تھے۔ ہم نے کہا کہ اسے مضبوطی سے پکڑ لو یعنی بڑے شوق سے احکام پر عمل کا عزم کر کے اسے ہاتھ میں لو اور اپنی قوم کو حکم دو کہ وہ اس کی اچھی باتیں اختیار کریں یعنی تورات میں مذکور احکام میں سے عزیمت والے بہترین حکم پر عمل کرنے کی ترغیب دو۔ ایک قول یہ ہے کہ تورات میں فرائض، نوافل اور مباح کاموں کے احکام ہیں۔ فرائض و نوافل پر عمل کرنا بہترین عمل ہے تو جو عمل بہترین ہے اس کے کرنے کا حکم دو۔ مزید فرمایا: **عنقریب میں تمہیں نافرمانوں کا گھر دکھاؤں گا۔** مفسرین نے اس کے کئی معنی بیان کئے ہیں: (1) نافرمانوں کے گھر سے مراد جہنم ہے (2) نافرمانوں کے گھر سے مراد فرعون اور اس کی قوم کے مکانات ہیں جو مصر میں ہیں (3) اس سے عاد و ثمود اور ہلاک شدہ اُمتوں کے منازل مراد ہیں جن پر عرب کے لوگ اپنے سفروں میں ہو کر گزرا کرتے تھے۔ **اہم بات:** آیت میں خطاب اگرچہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام سے ہے لیکن اس سے مراد آپ کے ساتھ آپ کی قوم بھی ہے۔

آیت 146 فرمایا کہ جو لوگ میرے بندوں پر تکبر کرتے اور میرے اولیاء سے لڑتے ہیں میں انہیں اپنی آیتیں قبول کرنے اور ان کی تصدیق کرنے سے پھیر دوں گا تاکہ وہ مجھ پر ایمان نہ لائیں۔ یہ اُن کے عناد کی سزا ہے کہ انہیں ہدایت سے محروم کیا گیا اور اگر وہ

الَّذِیْنَ یَتَكَبَّرُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ ؕ وَ اِنْ یَّرَوْا كُلَّ اٰیَةٍ لَّا یُؤْمِنُوْا بِهَا ۚ

پھیر دوں گا جو زمین میں ناحق اپنی بڑائی چاہتے ہیں اور اگر وہ سب نشانیاں دیکھ لیں تو بھی ان پر ایمان نہیں لاتے

وَ اِنْ یَّرَوْا سَبِیْلَ الرُّشْدِ لَا یَتَّخِذُوْهُ سَبِیْلًا ۚ وَ اِنْ یَّرَوْا سَبِیْلَ الْغَیِّ یَتَّخِذُوْهُ

اور اگر وہ ہدایت کی راہ دیکھ لیں تو اسے اپنا راستہ نہیں بناتے اور اگر گمراہی کا راستہ دیکھ لیں تو اسے اپنا راستہ

سَبِیْلًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَ كَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِیْنَ ﴿۱۴۶﴾ وَ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا

بنالیتے ہیں۔ یہ اس لئے کہ انہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ان سے غافل رہے ○ اور جنہوں نے ہماری آیتوں اور آخرت کی

وَ لِقَآءِ الْاٰخِرَةِ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ؕ هَلْ یُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۷﴾ ع

ملاقات کو جھٹلایا تو ان کے تمام اعمال برباد ہوئے، انہیں ان کے اعمال ہی کا بدلہ دیا جائے گا○

وَ اتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰى مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ حُلِیِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ ؕ اَلَمْ یَرَوْا

اور موسیٰ کے پیچھے اس کی قوم نے اپنے زیورات سے ایک بے جان بچھڑے کو (معبود) بنالیا جس کی گائے جیسی آواز تھی۔ کیا انہوں نے یہ نہ دیکھا کہ

سب نشانیاں دیکھ لیں تو بھی ان پر ایمان نہیں لاتے اور اگر وہ ہدایت کی راہ دیکھ لیں تو اسے اپنا راستہ نہیں بناتے اور اگر گمراہی کا راستہ دیکھ لیں تو اسے اپنا راستہ بنالیتے ہیں۔ یہ اس لئے کہ انہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور بطورِ عناد ان سے غافل رہے۔ **اہم بات:** تکبر یہ ہے کہ دوسروں کو حقیر جانے۔ **درس:** آیت سے معلوم ہوا کہ غرور وہ آگ ہے جو دل کی تمام قابلیتوں کو برباد کر دیتی ہے خصوصاً جبکہ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کے مقابلے میں ہو۔ اسی نے ابلیس کے دل میں حسد کی آگ بھڑکائی اور اس کی تمام عبادات برباد کر دیں۔ اس میں تکبر کرنے والوں کے لئے بڑی عبرت ہے۔

آیت 147 فرمایا کہ جنہوں نے ہماری آیتوں اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا تو ان کے دنیا میں کیے ہوئے تمام نیک اعمال برباد ہوئے اور انہیں ان کے گناہوں کے اعمال کا بدلہ ملے گا۔

آیت 148 جب حضرت موسیٰ علیہ السّلام اللہ تعالیٰ سے کلام کرنے کے لئے کوہِ طور پر تشریف لے گئے تو 30 دن بعد سامری نے بنی اسرائیل سے وہ تمام زیوارت جمع کئے جو انہوں نے اپنی عید کے دن قبطیوں سے استعمال کی خاطر لئے تھے۔ سامری سونے کو ڈھالنے کا کام کرتا تھا۔ اس نے تمام سونے چاندی کو ڈھال کر اس سے ایک بے جان بچھڑا بنایا۔ پھر حضرت جبریل علیہ السّلام کے گھوڑے کے سُم کے نیچے سے لی ہوئی خاک اس میں ڈالی تو وہ گوشت اور خون میں تبدیل ہو گیا۔ دوسرے قول کے مطابق وہ سونے ہی کا رہا اور گائے کی طرح ڈکارنے لگا۔ 12 ہزار کے علاوہ بنی اسرائیل کے سب لوگوں نے سامری کے بہکانے پر اس بچھڑے کی پوجا کی اور اتنی بات بھی نہ سمجھ سکے کہ یہ بچھڑا نہ تو ان سے سوال جواب کی صورت میں کلام کر سکتا ہے اور نہ انہیں ہدایت کی راہ دکھا سکتا ہے تو یہ معبود کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ بنی اسرائیل جانتے تھے کہ رب وہ ہے جو قادرِ مطلق، علیم، خبیر اور ہادی ہو۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت سے

وقف لازم

اَنَّهٗ لَا يُكَلِّمُهُمْ وَلَا يَهْدِيْهِمْ سَبِيْلًاۘ اِتَّخَذُوْهُ وَكَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ﴿۱٤۸﴾ وَلَمَّا سُقِطَ

وہ (بچھڑا) ان سے نہ کلام کرتا ہے اور نہ انہیں کوئی ہدایت دیتا ہے؟ انہوں نے اسے (معبود) بنالیا اور وہ ظالم تھے ۞ اور جب شرمندہ ہوئے

فِيْۤ اَيْدِيْهِمْ وَرَاَوْا اَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوْاۙ قَالُوْا لَىٕنْ لَّمْ يَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَيَغْفِرْ لَنَا لَنَكُوْنَنَّ

اور سمجھ گئے کہ وہ یقیناً گمراہ ہوگئے تھے تو کہنے لگے: اگر ہمارے رب نے ہم پر رحم نہ فرمایا اور ہماری مغفرت نہ فرمائی تو ہم ضرور تباہ

مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۱٤۹﴾ وَلَمَّا رَجَعَ مُوْسٰۤى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًاۙ قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُوْنِيْ

ہوجائیں گے ۞ اور جب موسیٰ اپنی قوم کی طرف بہت زیادہ غم وغصے میں بھرے ہوئے لوٹے تو فرمایا: تم نے میرے بعد کتنا برا کام کیا،

مِنْۢ بَعْدِيْۚ اَعَجِلْتُمْ اَمْرَ رَبِّكُمْۚ وَاَلْقَى الْاَلْوَاحَ وَاَخَذَ بِرَاْسِ اَخِيْهِ يَجُرُّهٗۤ اِلَيْهِؕ

کیا تم نے اپنے رب کے حکم میں جلدی کی؟ اور موسیٰ نے تختیاں (زمین پر) ڈال دیں اور اپنے بھائی کے سر کے بال پکڑ کر اپنی طرف کھینچنے لگے۔

قَالَ ابْنَ اُمَّ اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِيْ وَكَادُوْا يَقْتُلُوْنَنِيْ ۫ فَلَا تُشْمِتْ بِيَ الْاَعْدَآءَ

(ہارون نے) کہا: اے میری ماں کے بیٹے! بیشک قوم نے مجھے کمزور سمجھا اور قریب تھا کہ مجھے مار ڈالتے تو تم مجھ پر دشمنوں کو ہنسنے کا موقع نہ دو

اِعراض کرکے ایسے عاجز وناقص بچھڑے کو پوجا تو وہ ظالم ٹھہرے۔

آیت 149 فرمایا کہ پھر جب اپنے اس کرتوت پر شرمندہ ہوئے اور سمجھ گئے کہ وہ یقیناً گمراہ ہوگئے تھے تو کہنے لگے: اگر ہمارے رب نے ہم پر رحم نہ فرمایا اور ہماری مغفرت نہ فرمائی تو ہم ضرور تباہ ہوجائیں گے۔

آیت 150 جب حضرت موسیٰ علیہ السّلام اپنے رب کی مناجات سے مشرف ہوکر کوہِ طور سے واپس قوم کے پاس تشریف لائے تو بہت زیادہ غم وغصے میں بھرے ہوئے تھے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خبر دے دی تھی کہ سامری نے اُن کی قوم کو گمراہ کردیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے قوم سے فرمایا کہ تم نے میرے بعد کتنا برا کام کیا کہ شرک کرنے لگے اور میرے تورات لے کر آنے کا انتظار بھی نہ کیا۔ دوسرے قول کے مطابق آیت کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے حضرت ہارون علیہ السّلام اور اپنی قوم کے ان لوگوں سے جنہوں نے بچھڑے کی پوجا نہ کی تھی، فرمایا: تم نے میرے بعد کتنا برا کام کیا کہ لوگوں کو بچھڑا پوجنے سے نہ روکا۔ کیا تم نے اپنے رب کے حکم میں جلدی کی اور میرے تورات لے کر آنے کا انتظار نہ کیا؟ اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے تورات کی تختیاں زمین پر ڈال دیں اور اپنے بھائی کے سر کے بال پکڑ کر اپنی طرف کھینچنے لگے کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو اپنی قوم کا ایسی بدترین معصیت میں مبتلا ہونا نہایت شاق ہوا، تب حضرت ہارون علیہ السّلام نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام سے کہا: اے میری ماں کے بیٹے! میں نے قوم کو روکنے اور وعظ ونصیحت کرنے میں کمی نہیں کی لیکن قوم نے مجھے کمزور سمجھا اور قریب تھا کہ مجھے مار ڈالتے تو تم مجھ پر دشمنوں کو ہنسنے کا موقع نہ دو اور میرے ساتھ ایسا سلوک نہ کرو جس سے وہ خوش ہوں اور مجھے ظالموں کے ساتھ نہ شمار کرو۔ **اہم باتیں:** (1) حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے جب اپنی قوم کو بچھڑے کی پوجا کرتے دیکھا تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک پر غیرت کی وجہ سے شدید غضبناک ہوئے اور

وَلَا تَجْعَلْنِیْ مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۵۰﴾ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَلِاَخِیْ وَاَدْخِلْنَا

اور مجھے ظالموں کے ساتھ نہ ملا ○ عرض کی: اے میرے رب! مجھے اور میرے بھائی کو بخش دے اور ہمیں اپنی رحمت میں داخل فرما

فِیْ رَحْمَتِكَ ۖ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ﴿۱۵۱﴾ ع اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَیَنَالُهُمْ غَضَبٌ ع ۱۸ ۸

اور تو سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم فرمانے والا ہے ○ بیشک وہ لوگ جنہوں نے بچھڑے کو (معبود) بنالیا عنقریب انہیں دنیا کی زندگی میں

مِّنْ رَّبِّهِمْ وَذِلَّةٌ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُفْتَرِیْنَ ﴿۱۵۲﴾ وَالَّذِیْنَ عَمِلُوا

ان کے رب کا غضب اور ذلت پہنچے گی اور ہم بہتان باندھنے والوں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں ○ اور وہ لوگ جنہوں نے برے اعمال کئے

جلدی میں تورات کی تختیاں زمین پر رکھ دیں تاکہ ان کا ہاتھ جلدی فارغ ہو جائے اور اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السّلام کا سر پکڑ سکیں۔ اسے قرآنِ پاک میں ”ڈالنے“ سے تعبیر کیا گیا۔ اس میں کسی بھی طرح تورات کی تختیوں کی بے حرمتی مقصود نہ تھی (2) حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو غصہ سامری پر تھا نہ کہ حضرت ہارون علیہ السّلام پر کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو پہلے سے بتادیا تھا کہ قوم کو سامری نے گمراہ کیا ہے۔ **درس:** کسی کی تکلیف پر خوشی ظاہر کرنا ”شماتت“ ہے اور یہ گناہ ہے۔

آیت 151 حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے اپنے بھائی کا عذر قبول کر کے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی: اے میرے رب! اگر ہم میں سے کسی سے کوئی اِفراط یا تفریط ہو گئی تو مجھے اور میرے بھائی کو بخش دے اور ہمیں اپنی خاص رحمت میں داخل فرما اور تو رحم کرنے والوں میں سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے یہ دعا اس لئے کی تاکہ دوسرے لوگ یہ سن کر خوش نہ ہوں کہ بھائیوں میں لڑائی ہو گئی ہے اور یہ وجہ بھی تھی کہ حضرت ہارون علیہ السّلام کا غم غلط ہو جائے۔ (2) یہ دعائے مغفرت امت کی تعلیم کے لئے ہے، ورنہ انبیا علیہمُ السّلام گناہوں سے پاک ہوتے ہیں۔

آیت 152 فرمایا کہ بیشک وہ لوگ جنہوں نے بچھڑے کو معبود بنالیا عنقریب انہیں دنیا کی زندگی میں ان کے رب کا غضب اور ذلت پہنچے گی اور جس طرح ہم نے ان بچھڑے کی پوجا کرنے والوں کو بدلہ دیا اسی طرح ہم ہر اس شخص کو بدلہ دیں گے جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے اور غیرِ خدا کی عبادت کرے۔ **اہم باتیں:** (1) اس آیت کے بارے میں مفسرین کے اقوال مختلف ہیں: (ا) اس سے مراد وہ بچھڑا پوجنے والے لوگ ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے کوہِ طور سے واپس آنے سے پہلے ہی مر گئے۔ (۲) اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے قتل ہو کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کی۔ اس صورت میں غضب سے مراد قتل ہونا اور ذلت سے مراد گمراہی کا اعتراف کرنا اور قتل ہونے کا حکم تسلیم کرنا ہے۔ (۳) عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو پایا اور اُن کے آباو اَجداد بچھڑے کی پوجا کرتے تھے اور غضب سے مراد آخرت کا عذاب اور دنیا میں ذلت سے مراد جزیہ دینا ہے۔ عطیہ عوفی کا قول ہے کہ غضب سے مراد بنو نضیر اور بنو قریظہ کا مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہونا اور ذلت سے مراد انہیں حجاز سے جلاوطن کرنا ہے۔ (2) ابو قلابہ کہتے ہیں: اللہ کی قسم! یہ قیامت تک ہر بہتان باندھنے والے کی جزا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے ذلیل کرے گا۔

آیت 153 فرمایا گیا کہ وہ لوگ جنہوں نے برے اعمال کئے حتی کہ کفر تک کا اِرتکاب کیا پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سچی توبہ کرلی اور

السَّیِّاٰتِ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِهَا وَ اٰمَنُوْۤا٘ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۵۳﴾

پھر ان کے بعد توبہ کرلی اور ایمان لے آئے تو بیشک اس توبہ و ایمان کے بعد تمہارا رب بخشنے والا مہربان ہے○

وَ لَمَّا سَكَتَ عَنْ مُّوْسَى الْغَضَبُ اَخَذَ الْاَلْوَاحَ ۚۖ وَ فِیْ نُسْخَتِهَا هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّلَّذِیْنَ

اور جب موسیٰ کا غصہ تھم گیا تو اس نے تختیاں اٹھالیں اور ان کی تحریر میں ہدایت اور رحمت ہے ان کے لئے جو

هُمْ لِرَبِّهِمْ یَرْهَبُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ وَ اخْتَارَ مُوْسٰى قَوْمَهٗ سَبْعِیْنَ رَجُلًا لِّمِیْقَاتِنَا ۚ فَلَمَّاۤ اَخَذَتْهُمُ

اپنے رب سے ڈرتے ہیں○ اور موسیٰ نے ہمارے وعدے کے لئے اپنی قوم سے ستر مرد منتخب کرلیے پھر جب انہیں زلزلہ نے پکڑ لیا

الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَ اِیَّایَ ؕ اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ

توموسیٰ نے عرض کی: اے میرے رب! اگر تو چاہتا تو پہلے ہی انہیں اور مجھے ہلاک کر دیتا۔ کیا تو ہمیں اس کام کی وجہ سے ہلاک فرمائے گا جو ہمارے

ایمان لے آئے اور توبہ پر قائم رہے تو بیشک اس توبہ وایمان کے بعد تمہارا رب توبہ قبول فرمائے گا اور گناہ بخش دے گا۔ **اہم بات:** جب بندہ گناہ سے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے معاف فرمادیتا ہے۔

آیت 154 جب حضرت موسیٰ علیہ السّلام پر قوم میں آکر تحقیق کرنے سے بھی ظاہر ہو گیا کہ ان کے بھائی حضرت ہارون علیہ السّلام سے کوئی کوتاہی سرزد نہ ہوئی تھی اور ان کا عذر درست تھا تو آپ کا غصہ جاتا رہا اور آپ نے تورات کی تختیاں زمین سے اٹھالیں۔ ان تختیوں کی تحریر میں اپنے رب سے ڈرنے والوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے۔ **اہم بات:** جب حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو غصہ آیا تو آپ نے دو کام کئے تھے: (1) تورات کی تختیاں زمین پر ڈال دیں۔ (2) حضرت ہارون علیہ السّلام کو سر سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔ جب غصہ ٹھنڈا ہوا تو اس کی تلافی میں بھی دو کام کئے: (1) تورات کی تختیاں زمین سے اٹھالیں۔ (2) اپنے بھائی کے لئے دعا کی۔

آیت 155 حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے گائے کی پوجا کرنے والوں کو معافی دلوانے کے لئے اپنی قوم سے 70 افراد منتخب کئے۔ آپ نے ہر گروہ سے 6 افراد منتخب کئے تھے چونکہ بنی اسرائیل کے 12 گروہ تھے اس طرح دو افراد بڑھ گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے ان سے فرمایا کہ مجھے 70 افراد لانے کا حکم ہوا ہے اور تم 72 ہو گئے اس لئے تم میں سے دو یہیں رہ جائیں تو حضرت کالب اور حضرت یوشع علیہما السّلام رہ گئے۔ یہ 70 افراد ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے بچھڑے کی پوجا نہ کی تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے انہیں روزہ رکھنے، بدن اور کپڑے پاک کرنے کا حکم دیا پھر ان کے ساتھ طورِ سینا کی طرف چلے، جب پہاڑ کے قریب پہنچے تو انہیں ایک بادل نے ڈھانپ لیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السّلام ان کے ساتھ اس میں داخل ہو گئے اور سب نے سجدہ کیا پھر قوم نے وہ کلام سنا جو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام سے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے بارے میں جو حکم دیا وہ توبہ کے لئے اپنی جان دینا تھا۔ کلام کا سلسلہ ختم ہونے کے بعد بادل اٹھالیا گیا تو یہ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی طرف متوجہ ہوئے اور کہنے لگے: توبہ میں اپنی جانوں کو قتل کرنے کا جو حکم ہم نے سنا اس کی تصدیق ہم اس وقت تک نہ کریں گے جب تک کہ اللہ تعالیٰ کو اعلانیہ دیکھ نہ لیں۔ اس پر انہیں شدید زلزلے نے آلیا اور وہ سب ہلاک

Go To Index

مِنَّا ۚ اِنْ هِیَ اِلَّا فِتْنَتُكَ ؕ تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَآءُ وَ تَهْدِیْ مَنْ تَشَآءُ ؕ اَنْتَ وَلِیُّنَا فَاغْفِرْ

بے عقلوں نے کیا۔ یہ تو نہیں ہے مگر تیری طرف سے آزمانا تو اس کے ذریعے جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ تو ہمارا مولیٰ

لَنَا وَ ارْحَمْنَا وَ اَنْتَ خَیْرُ الْغٰفِرِیْنَ ﴿۱۵۵﴾ وَ اكْتُبْ لَنَا فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ

ہے، تو ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما اور تو سب سے بہتر بخشنے والا ہے ○ اور ہمارے لئے اس دنیا میں اور آخرت میں بھلائی لکھ دے،

اِنَّا هُدْنَاۤ اِلَیْكَ ؕ قَالَ عَذَابِیْۤ اُصِیْبُ بِهٖ مَنْ اَشَآءُ ۚ وَ رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ ؕ

بیشک ہم نے تیری طرف رجوع کیا۔ فرمایا: میں جسے چاہتا ہوں اپنا عذاب پہنچاتا ہوں اور میری رحمت ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے

فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ وَ یُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ الَّذِیْنَ هُمْ بِاٰیٰتِنَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۵۶﴾ ۚ

تو عنقریب میں اپنی رحمت ان کے لئے لکھ دوں گا جو پرہیز گار ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں ○

اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ

وہ جو اس رسول کی اتباع کریں جو غیب کی خبریں دینے والے ہیں، جو کسی سے پڑھے ہوئے نہیں ہیں، جسے یہ (اہلِ کتاب) اپنے پاس تورات اور انجیل

ہو گئے۔ یہ دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے گڑ گڑا کر بارگاہِ الٰہی میں عرض کی: اے میرے رب! اگر تو چاہتا تو یہاں حاضر ہونے سے پہلے ہی انہیں اور مجھے ہلاک کر دیتا تاکہ بنی اسرائیل ان سب کی ہلاکت اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتے اور انہیں مجھ پر قتل کی تہمت لگانے کا موقع نہ ملتا۔ اب جو میں اکیلا واپس جاؤں گا تو بنی اسرائیل کہیں گے کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام انہیں مروا آئے ہیں۔ اے مولیٰ! کیا تو ہمیں اس کام کی وجہ سے ہلاک فرمائے گا جو ہمارے بے عقلوں نے کیا۔ انہوں نے جو کیا یہ تو تیری ہی طرف سے آزمائش ہے تو اس کے ذریعے جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ تو ہمارا مولیٰ ہے، تو ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما اور تو سب سے بہتر بخشنے والا ہے۔ **اہم بات:** شفاعتِ نبی برحق ہے حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے ان سب کی شفاعت فرمائی جو اُن کے کام آئی۔

آیت 156 حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے زلزلے کے وقت دعا کرتے ہوئے مزید عرض کی: اے اللہ! ہمارے لیے اس دنیا میں اور آخرت میں بھلائی لکھ دے بیشک ہم نے تیری طرف رجوع کیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی دعا کے بعد فرمایا: میری شان یہ ہے کہ میں جسے چاہتا ہوں اپنا عذاب پہنچاتا ہوں، کوئی اس میں دخل اندازی کر نہیں سکتا اور میری رحمت کی شان یہ ہے کہ میری رحمت ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے، دنیا میں ہر بندہ میری نعمتوں سے بہرہ مند ہوتا ہے۔ تو عنقریب میں اپنی رحمت آخرت میں ان کے لئے لکھ دوں گا جو پرہیز گار ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں اور ہماری تمام آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔ **اہم بات:** دنیا کی بھلائی سے مراد پاکیزہ زندگی اور نیک اعمال ہیں اور آخرت کی بھلائی سے مراد جنت، دیدارِ الٰہی اور دنیا کی نیکیوں پر ثواب ہے۔

آیت 157 سابقہ آیت میں بتایا گیا کہ آخرت میں رحمتِ الٰہی کے حق دار وہ ہوں گے جو پرہیز گار ہیں، زکوٰۃ دیتے اور آیاتِ الٰہیہ پر ایمان لاتے ہیں۔ یہودیوں نے یہ سن کر کہا: ہم پرہیز گار ہیں، زکوٰۃ دیتے اور اپنے رب کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ اس آیت میں اللہ

Go To Index

وَالْاِنْجِيْلِ ؗ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ

میں لکھا ہوا پاتے ہیں، وہ انہیں نیکی کا حکم دیتے ہیں اور انہیں برائی سے منع کرتے ہیں اور ان کیلئے پاکیزہ چیزیں حلال فرماتے ہیں

وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ؕ

اور گندی چیزیں ان پر حرام کرتے ہیں اور ان کے اوپر سے وہ بوجھ اور قیدیں اتارتے ہیں جو ان پر تھیں

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰٓئِكَ

تو وہ لوگ جو اس نبی پر ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں اور اس کی مدد کریں اور اس نور کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ نازل کیا گیا تو وہی لوگ

ع ١٩ ٦ ٩ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿١٥٧﴾ ع قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا ِۨ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ

فلاح پانے والے ہیں ○ تم فرماؤ: اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں جس کے لئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے،

تعالیٰ نے واضح فرما دیا کہ یہ فضائل امتِ محمد یہ کے ساتھ خاص ہیں جو اس رسول یعنی محمدِ مصطفی صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی پیروی کریں جو غیب کی خبریں دینے والے ہیں، کسی سے پڑھے ہوئے نہیں ہیں جن کی نعت وصفت اور نبوت اہلِ کتاب اپنے پاس تورات وانجیل میں لکھی ہوئی پاتے ہیں، وہ انہیں نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے منع کرتے ہیں اور جو حلال وطیب چیزیں بنی اسرائیل پر ان کی نافرمانی کی وجہ سے حرام ہوگئی تھیں وہ چیزیں ان کے لئے حلال فرماتے ہیں اور بہت سی خبیث وگندی چیزوں کو حرام کرتے ہیں اور ان کے اوپر سے وہ سخت تکلیفیں جیسے توبہ میں خود کو قتل کرنا، نیز مشقت والے احکام جو ان پر تھے جیسے بدن اور کپڑے کے جس مقام کو نجاست لگے اسے قینچی سے کاٹ ڈالنا، وغیرہ اتارتے ہیں تو ان میں سے وہ لوگ جو اس نبی پر ایمان لائیں، ان کی تعظیم اور مدد کریں اور قرآن پاک کی پیروی کریں جو ان کے ساتھ نازل کیا گیا تو وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) مفسرین کا اجماع ہے کہ اس آیت میں رسول سے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم مراد ہیں۔ (2) اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے لفظ ''نبی'' کا ترجمہ ''غیب کی خبریں دینے والے'' کیا ہے اور یہ نہایت صحیح ترجمہ ہے کیونکہ نَبَأ ''خبر'' کے معنی میں ہے اور نبی کی منفرد خبر بطورِ خاص غیب ہی کی خبر ہوتی ہے۔ (3) اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے لفظ ''اُمّی'' کا ترجمہ ''بے پڑھے'' فرمایا۔ یہ بالکل حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے ارشاد کے مطابق ہے اور یقیناً اُمّی ہونا بھی آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کا ایک معجزہ ہے کہ دنیا میں کسی سے پڑھا نہیں اور کتاب وہ لائے جس میں اوّلین و آخرین اور غیبوں کے علوم ہیں۔ (4) حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی تعظیم اعتقادی، عملی، قولی، فعلی، ظاہری، باطنی ہر طرح لازم ہے بلکہ رکنِ ایمان ہے۔

آیت 158 فرمایا کہ اے حبیب! آپ فرمادیجئے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں، ایسا نہیں کہ بعض کا تو رسول ہوں اور بعض کا نہیں۔ جس خدا کے لئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے اور وہی ان کے تمام امور کا مالک ہے، اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہی مخلوق کو زندہ کرنے اور موت دینے پر قدرت رکھتا ہے اور جس کی ایسی شان ہو وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ مخلوق کی طرف کسی رسول کو بھیج دے تو تم اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول محمد مصطفی صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم پر ایمان لاؤ جن کی شان یہ ہے کہ وہ نبی ہیں، کسی سے پڑھے ہوئے نہیں ہیں، اللہ تعالیٰ اور اس کی تمام باتوں پر ایمان لاتے ہیں اور اے لوگو! وہ تمہیں

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۪ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ

اس کے سوا کوئی معبود نہیں ، وہی زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول پر جو نبی ہیں ، (کسی سے) پڑھے ہوئے

الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰۤى

نہیں ہیں ، اللہ اور اس کی تمام باتوں پر ایمان لاتے ہیں اور ان کی پیروی کرو تاکہ تم ہدایت پالو ○ اور موسیٰ کی قوم سے

اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۵۹﴾ وَقَطَّعْنٰهُمُ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا اُمَمًا ؕ

ایک گروہ وہ ہے جو حق کی راہ بتاتا ہے اور اسی کے مطابق انصاف کرتا ہے ○ اور ہم نے انہیں بارہ قبیلوں میں تقسیم کرکے الگ الگ جماعت بنادیا

وَاَوْحَيْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰۤى اِذِ اسْتَسْقٰىهُ قَوْمُهٗۤ اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۚ فَانْۢبَجَسَتْ مِنْهُ

اور ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی جب اُس سے اس کی قوم نے پانی مانگا کہ اس پتھر پر اپنا عصا مارو تو اس میں سے بارہ

اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ؕ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ؕ وَظَلَّلْنَا عَلَيْهِمُ الْغَمَامَ

چشمے جاری ہوگئے ، ہر گروہ نے اپنے پینے کی جگہ کو پہچان لیا اور ہم نے ان پر بادلوں کا سایہ کیا

وَاَنْزَلْنَا عَلَيْهِمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ؕ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ؕ وَمَا ظَلَمُوْنَا

اور ان پر من و سلویٰ اتارا (اور فرمایا) ہماری دی ہوئی پاک چیزیں کھاؤ اور انہوں نے (ہماری نافرمانی کرکے) ہمارا کچھ نقصان نہ کیا

جس کام کا حکم دیں اسے کرو اور جس سے منع فرمائیں اس سے باز آجاؤ تاکہ تم ان کی پیروی کرکے ہدایت پا جاؤ۔ **اہم بات:** یہ آیت دلیل ہے کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم تمام مخلوق کے لئے رسول ہیں اور کُل جہاں آپ کی اُمت ہے۔ مسلم کی ایک حدیث میں یہ بھی ہے کہ مجھے تمام مخلوق کی طرف مبعوث کیا گیا اور مجھ پر نبوت ختم کر دی گئی۔ (مسلم، حدیث:1167)

آیت 159 فرمایا گیا کہ بنی اسرائیل کی سرکشیوں اور نافرمانیوں کے باوجود ان میں سے ایک جماعت حق پر قائم رہی، لوگوں کو حق کی راہ بتاتی اور اسی کے مطابق انصاف کرتی ہے۔ **اہم بات:** حق پر قائم رہنے والوں سے مراد بنی اسرائیل کے وہ لوگ ہیں جنہوں نے اسلام قبول کر لیا جیسے حضرت عبد اللہ بن سلام اور ان کے ساتھی رضی اللہ عنہم، کیونکہ یہ پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور تورات پر، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم اور قرآن پر ایمان لائے۔ اس کے علاوہ اور بھی اقوال ہیں۔

آیت 160 اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو 12 قبیلوں میں تقسیم کرکے الگ الگ جماعت بنا دیا کیونکہ یہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے 12 بیٹوں کی اولاد سے پیدا ہوئے تھے اور انہیں ایک دوسرے سے ممتاز کر دیا تاکہ یہ باہم حسد نہ کریں اور ان میں لڑائی جھگڑے اور قتل و غارت کی نوبت نہ آئے اور میدانِ تیہ میں جب حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ان کی قوم نے پانی مانگا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ اس پتھر پر اپنا عصا مارو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پتھر پر عصا مارا تو اس میں سے

وَلٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿١٦٠﴾ وَ اِذْ قِيْلَ لَهُمُ اسْكُنُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ وَ كُلُوْا مِنْهَا

لیکن اپنی ہی جانوں کا نقصان کرتے رہے ○ اور یاد کرو جب ان سے فرمایا گیا کہ اِس شہر میں سکونت اختیار کرو اور اس میں جو چاہو کھاؤ

حَيْثُ شِئْتُمْ وَ قُوْلُوْا حِطَّةٌ وَّ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطِيْٓـٰٔتِكُمْ ؕ سَنَزِيْدُ

اور یوں کہو "ہماری بخشش ہو" اور (شہر کے) دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو جاؤ تو ہم تمہاری خطائیں معاف کر دیں گے (اور) نیکی کرنے والوں

الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١٦١﴾ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَرْسَلْنَا

کو عنقریب اور زیادہ عطا فرمائیں گے ○ تو ان میں سے ظالموں نے جو بات ان سے کہی گئی تھی اسے دوسری بات سے بدل دیا تو ہم نے ان پر آسمان

ع ۲۰ / ۱۰

عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ﴿١٦٢﴾ۧ وَ سْـَٔلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ

سے عذاب بھیجا کیونکہ وہ ظلم کرتے تھے ○ اور ان سے اُس بستی کا حال پوچھو جو دریا کے

بنی اسرائیل کے 12 قبیلوں کی تعداد کے برابر 12 چشمے جاری ہو گئے، ہر قبیلے نے اپنے پینے کی جگہ کو پہچان لیا اور اللہ تعالیٰ نے ان پر میدان تیہ میں بادلوں کا سایہ کیا تاکہ وہ انہیں دھوپ کی گرمی سے بچائے اور ان پر مَن و سلویٰ اتارا اور ان سے فرمایا کہ ہماری دی ہوئی پاک چیزیں کھاؤ، اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے اللہ تعالیٰ کا کچھ نقصان نہ کیا لیکن اپنی ہی جانوں کا نقصان کرتے رہے۔

آیت 161 فرمایا کہ یاد کرو جب بنی اسرائیل سے فرمایا گیا کہ اِس شہر یعنی بیت المقدس میں سکونت اختیار کرو، اس کے پھلوں، کھیتیوں اور سبزیوں میں سے میں جو چاہو کھاؤ اور یوں کہو: ہماری بخشش ہو، اور شہر کے دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو جاؤ تو ہم تمہاری خطائیں معاف کر دیں گے اور نیکی کرنے والوں کو عنقریب اور زیادہ ثواب عطا فرمائیں گے۔

آیت 162 ان بنی اسرائیل کو حکم تو تھا کہ "حِطَّةٌ" کہتے ہوئے دروازے میں داخل ہوں، حِطَّةٌ توبہ و استغفار کا کلمہ ہے لیکن وہ اس کے بجائے براہِ تمسخر حِنْطَةٌ فِيْ شَعِيْرَةٍ کہتے ہوئے داخل ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر آسمان سے عذاب بھیجا کیونکہ وہ ظلم کرتے تھے۔ وہ عذاب طاعون کی وبا تھی جس سے ایک ساعت میں 24 ہزار اسرائیلی فوت ہو گئے۔

آیت 163 **شانِ نزول:** رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم مدینہ میں رہنے والے یہودیوں کو ان کے کفر پر سرزنش کرتے اور فرماتے کہ تم اپنے باپ دادا کے نقشِ قدم پر ہو، انہوں نے ہمیشہ پچھلے نبیوں کی مخالفت کی (اور تم میری مخالفت کر رہے ہو)۔ اس پر یہودی بولے: ہمارے باپ دادا اپنے رب کے فرمانبردار اور اپنے نبیوں کے اطاعت گزار تھے حالانکہ وہ جانتے تھے کہ واقعی ان کے باپ دادا اپنے نبیوں کی مخالفت کرتے رہے ہیں مگر ان کا خیال تھا کہ ان واقعات کی کسی کو خبر نہیں، تب یہ آیت نازل ہوئی جس میں ان کے پول کھول دیئے گئے اور وہ لوگ حیران رہ گئے۔ آیت میں خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے ہے کہ آپ اپنے قریب رہنے والے یہودیوں سے سرزنش کے طور پر اس بستی والوں کا حال دریافت فرمائیں جو دریا کے کنارے پر تھی۔ مشہور قول کے مطابق وہ بستی ایلہ ہے۔ اُس بستی میں رہنے والے بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے ہفتے کا دن عبادت کے لیے خاص کرنے اور اس دن تمام دنیوی مشاغل ترک کرنے کا حکم

حَاضِرَةَ الْبَحْرِ ۘ اِذْ يَعْدُوْنَ فِي السَّبْتِ اِذْ تَاْتِيْهِمْ حِيْتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وقف لازم

کنارے پر تھی، جب وہ ہفتے کے بارے میں حد سے بڑھنے لگے، جب ہفتے کے دن تو مچھلیاں پانی پر تیرتی ہوئی ان کے سامنے آتیں

وَّيَوْمَ لَا يَسْبِتُوْنَ ۙ لَا تَاْتِيْهِمْ ۚ كَذٰلِكَ ۚ نَبْلُوْهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۱۶۳﴾ وَاِذْ قَالَتْ اُمَّةٌ معانقة النصف

اور جس دن ہفتہ نہ ہوتا اس دن مچھلیاں نہ آتیں۔اسی طرح ہم ان کی نافرمانی کی وجہ سے ان کی آزمائش کرتے تھے○ اور جب ان میں سے ایک گروہ

مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمَا ۙ اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ اَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ قَالُوْا مَعْذِرَةً

نے کہا: تم ان لوگوں کو کیوں نصیحت کرتے ہو جنہیں اللہ ہلاک کرنے والا ہے یا انہیں سخت عذاب دینے والا ہے؟ انہوں نے کہا: تمہارے رب کے

اِلٰى رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۱۶۴﴾ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖٓ اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ

حضور عذر پیش کرنے کے لئے اور شاید یہ ڈریں○ پھر جب انہوں نے اس نصیحت کو بھلا دیا جو انہیں کی گئی تھی تو ہم نے برائی سے منع کرنے والوں

عَنِ السُّوْٓءِ وَاَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍۭ بَئِيْسٍۭ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۱۶۵﴾ فَلَمَّا عَتَوْا

کو نجات دی اور ظالموں کو ان کی نافرمانی کے سبب برے عذاب میں گرفتار کر دیا○ پھر جب انہوں نے ممانعت کے حکم سے

دیا نیز ان پر ہفتے کے دن شکار حرام فرما دیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان کی آزمائش کا ارادہ فرمایا تو ہوا یوں کہ ہفتے کے دن دریا میں خوب مچھلیاں آتیں، جب اتوار کا دن آتا تو مچھلیاں نہ آتیں۔ شیطان نے ان کے دل میں وسوسہ ڈالا تم ایسا کرو کہ دریا کے کنارے بڑے بڑے حوض بنا لو اور ہفتے کے دن دریا سے ان حوضوں کی طرف نالیاں نکال لو، یوں ہفتے کو مچھلیاں حوض میں آ جائیں گی اور اتوار کے دن انہیں پکڑ لینا چنانچہ ان کے ایک گروہ نے ایسا ہی کیا اور یہ کہہ کر دل کو تسلی دی کہ ہم نے ہفتے کے دن تو مچھلی پانی سے نہیں نکالی۔ ایک عرصے تک یہ لوگ اس فعل میں مبتلا رہے۔ بستی کے ایک تہائی لوگ ایسے بھی تھے جو انہیں اس فعل سے منع کرتے تھے۔

آیت 164 ہفتے کو مچھلی کا شکار کرنے کی وجہ سے اس بستی میں بسنے والے افراد تین گروہوں میں تقسیم ہو گئے تھے: (1) ایک گروہ وہ خطاکار لوگ تھے جنہوں نے حکمِ الٰہی کی مخالفت کی اور ہفتے کے دن شکار کیا، اسے کھایا اور بیچا۔ (2) ایک تہائی لوگ اس سے باز رہے اور شکار کرنے والوں کو منع کرتے تھے۔ (3) ایک تہائی افراد خود تو باز رہتے لیکن دوسروں کو منع نہ کرتے تھے۔ اس آیت میں اس تیسرے گروہ کا ذکر ہے۔ ان کے جواب میں منع کرنے والے گروہ نے کہا کہ ہم انہیں اس لئے منع کرتے ہیں کہ رب تعالیٰ کے حضور عذر پیش کر سکیں اور برائی سے منع کرنے میں کوتاہی کے مرتکب نہ ہوں اور شاید یہ شکار کرنے سے ڈریں۔ **اہم بات:** تیسرے گروہ کے لوگ مچھلی کے شکار پر بالکل راضی نہ تھے بلکہ ان سے متنفر تھے اور سمجھاتے اس لئے نہیں تھے کہ ان کے ماننے کی امید نہ تھی۔ اس سے بظاہر سمجھ آتا ہے کہ یہ لوگ بھی نجات پا گئے تھے کیونکہ جب کسی کے ماننے کی امید نہ ہو تو امر بالمعروف فرض نہیں رہتا، ہاں! افضل ضرور ہوتا ہے نیز امر بالمعروف فرضِ کفایہ ہے لہٰذا جب ایک گروہ کر ہی رہا تھا تو ان پر بِعَینِہٖ فرض نہ رہا۔

آیت 165،166 ان دو آیات میں فرمایا: پھر جب انہوں نے اس نصیحت کو بھلا دیا جو انہیں کی گئی تھی تو ہم نے برائی سے منع کرنے والوں کو نجات دی اور ظالموں کو ان کی نافرمانی کے سبب برے عذاب میں گرفتار کر دیا۔ پھر جب انہوں نے ممانعت کے حکم سے سرکشی

Go To Index

عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـِٕیْنَ ﴿۱۶۶﴾ وَ اِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ لَیَبْعَثَنَّ

سرکشی کی ہم نے ان سے فرمایا: دھتکارے ہوئے بندر بن جاؤ○ اور جب تمہارے رب نے اعلان کردیا کہ وہ ضرور قیامت کے دن تک ان پر

عَلَیْهِمْ اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ مَنْ یَّسُوْمُهُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ؕ اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِیْعُ الْعِقَابِ ۚۖ وَ اِنَّهٗ

ایسوں کو بھیجتا رہے گا جو انہیں برا عذاب دیتے رہیں گے بیشک تمہارا رب ضرور جلد عذاب دینے والا ہے اور بیشک وہ

لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۶۷﴾ وَ قَطَّعْنٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اُمَمًا ۚ مِنْهُمُ الصّٰلِحُوْنَ وَ مِنْهُمْ دُوْنَ ذٰلِكَ ٞ

بخشنے والا مہربان ہے○ اور ہم نے انہیں زمین میں مختلف گروہوں میں تقسیم کردیا، ان میں کچھ صالحین ہیں اور کچھ اس کے علاوہ ہیں

وَ بَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ وَ السَّیِّاٰتِ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ﴿۱۶۸﴾ فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ

اور ہم نے انہیں خوشحالیوں اور بدحالیوں سے آزمایا تاکہ وہ لوٹ آئیں○ پھر ان کے بعد ایسے برے جانشین آئے جو

کی اور ہفتے کے دن مچھلی کا شکار کرنے اور کھانے کو حلال جانا جسے اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا: دھتکارے ہوئے بندر بن جاؤ اور بالآخر وہ سب ہلاک ہوگئے اور منع کرنے والے سلامت رہے۔ **اہم باتیں:** (1) نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اُمّی ہونے اور پچھلی کتابیں پڑھی ہوئی نہ ہونے کے باوجود اِن واقعات کی خبر دینا معجزہ ہے۔ (2) حکمِ شرعی کو باطل کرنے کے لئے حیلہ کرنا حرام ہے جیسا کہ یہاں مذکور ہوا البتہ حکمِ شرعی کو کسی دوسرے شرعی طریقے سے حاصل کرنے کے لئے حیلہ کرنا جائز ہے۔

آیت 167 یہودیوں کی سرکشی، گناہ پر دلیری اور مسخ کرکے بندر بنا دیئے جانے کا ذکر کرکے اب بتایا جارہا ہے کہ ان کے لئے قیامت تک ذلت و غلامی مقدر کردی گئی ہے۔ فرمایا گیا کہ اے حبیب! آپ کے رب نے یہودیوں کے آبا و اَجداد کو ان کے انبیا علیہم السلام کی زبان سے یہ خبر دی تھی کہ اللہ تعالیٰ قیامت تک یہودیوں پر ایسے افراد مسلط کرتا رہے گا جو انہیں ذلت اور غلامی کا مزہ چکھاتے رہیں گے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہودیوں پر بخت نصر، سنجاریب اور رومی عیسائی بادشاہوں کو مسلط فرمایا جو اپنے اپنے زمانوں میں یہودیوں کو سخت ایذائیں پہنچاتے رہے۔ کوئی سلطنت انہیں اپنے ملک میں رکھنے پر آمادہ نہیں ہوتی، موجودہ دور میں بھی کسی سلطنت نے اجتماعی طور پر انہیں اپنے ملک میں نہ رکھا بلکہ فلسطین میں آباد کیا۔ آیت میں مزید فرمایا گیا کہ بیشک تمہارا رب کافروں کو ضرور جلد عذاب دینے والا ہے اور اور بیشک وہ مؤمنین کو بخشنے والا مہربان ہے۔

آیت 168 فرمایا کہ اے حبیب! ہم نے یہودیوں کی جمعیت کو منتشر کردیا، موجودہ یہودیوں میں کچھ نیک بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان لائے اور دین پر ثابت رہے، ان کے علاوہ کچھ ایسے ہیں جنہوں نے کفر و سرکشی کی اور دین کو بدل ڈالا اور ہم نے انہیں خوشحالیوں اور بدحالیوں سے آزمایا تاکہ وہ نافرمانیوں سے لوٹ آئیں۔

آیت 169 یہاں بنی اسرائیل کے ناخلف جانشینوں کے چند عیب بیان ہو رہے ہیں، وہ رشوت لے کر تورات کے احکام بدل دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہماری مغفرت کردی جائے گی، اس پر ہماری پکڑ نہ ہوگی حالانکہ اگر ویسا ہی مال ان کے پاس مزید آجائے تو اسے بھی لے لیں گے۔ کیا تورات میں ان رشوت خوروں سے یہ عہد نہیں لیا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں حق بات کے سوا کچھ نہ کہیں گے

وَّرِثُوا الْكِتٰبَ يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى وَيَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا ۚ وَاِنْ يَّاْتِهِمْ عَرَضٌ

کتاب کے وارث ہوئے وہ اس دنیا کا مال لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہماری مغفرت کر دی جائے گی حالانکہ اگر ویسا ہی مال ان کے پاس مزید آجائے تو

مِّثْلُهٗ يَاْخُذُوْهُ ؕ اَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ مِّيْثَاقُ الْكِتٰبِ اَنْ لَّا يَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ

اسے (بھی) لے لیں گے۔ کیا کتاب میں ان سے یہ عہد نہیں لیا گیا تھا؟ کہ اللہ کے بارے میں حق بات کے سوا کچھ نہ کہیں گے

وَدَرَسُوْا مَا فِيْهِ ؕ وَالدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ وَالَّذِيْنَ

اور وہ پڑھ چکے ہیں جو اس کتاب میں ہے اور بیشک آخرت کا گھر پرہیزگاروں کے لئے بہتر ہے، تو کیا تمہیں عقل نہیں؟ ○ اور وہ جو

يُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِيْنَ ﴿۱۷۰﴾ وَاِذْ نَتَقْنَا

کتاب کو مضبوطی سے تھامتے ہیں اور انہوں نے نماز قائم رکھی، بیشک ہم اصلاح کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے ○ اور یاد کرو جب ہم نے پہاڑ ان

الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ وَّظَنُّوْا اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۚ خُذُوْا مَاۤ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا

کے اوپر بلند کر دیا گویا وہ سائبان ہے اور انہوں نے سمجھ لیا کہ یہ ان پر گرنے ہی والا ہے (اور ہم نے کہا) جو ہم نے تمہیں دیا ہے اسے مضبوطی سے تھام لو اور

اور وہ پڑھ چکے ہیں جو اس کتاب میں ہے اور بیشک آخرت کا گھر پرہیزگاروں کے لئے بہتر ہے، تو کیا تمہیں عقل نہیں کہ اسے دنیا کے مقابلے میں ترجیح دو!! **درس:** یہودیوں کی سرکشی کی بنیاد ان کا اس زعم میں مبتلا ہونا تھا کہ ہم انبیا علیہم السلام کی اولاد اور اللہ تعالیٰ کے پیارے ہیں لہٰذا ان گناہوں پر ہم سے کچھ مؤاخذہ نہ ہو گا۔ فی زمانہ بھی ایسے لوگوں کی کمی نہیں جو اپنی بد اعمالیوں کے باوجود خود کو آخرت کے اجر و ثواب کا حق دار سمجھتے ہیں۔ اولیا و صالحین سے نسبت کی وجہ سے بشرطِ ایمان قیامت میں شفاعت کی امید برحق ہے لیکن اس وجہ سے اپنی بخشش کا یقین کر لینا اور اعمالِ صالحہ سے خود کو بے نیاز سمجھنا سراسر باطل و مردود ہے۔

آیت 170 یہ آیت اہلِ کتاب میں سے حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ وغیرہ ایسے اصحاب کے حق میں نازل ہوئی جنہوں نے پہلی کتاب کی اتباع کی اور اس میں کوئی تحریف نہ کی جس کی بدولت اُنہیں قرآنِ پاک پر ایمان نصیب ہوا، فرمایا گیا کہ وہ جو کتاب کو مضبوطی سے تھامتے ہیں یعنی اس کے تمام احکام مانتے، اس کے مطابق عمل کرتے اس میں کسی طرح کی تبدیلی روا نہیں رکھتے ہیں نیز انہوں نے نماز قائم رکھی ہے بیشک ہم ان اصلاح کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔ **اہم بات:** کتاب کو مضبوطی سے تھامنے میں نماز بھی داخل ہے لیکن اسے جداگانہ ذکر کرنے سے مقصود اس کی عظمت کا اظہار ہے۔

آیت 171 فرمایا کہ اے حبیب! یاد کرو کہ جب ہم نے پہاڑ کو زمین سے اکھاڑ کر بنی اسرائیل کے اوپر سائبان کی طرح بلند کر دیا اور انہوں نے سمجھ لیا کہ یہ ان پر گرنے ہی والا ہے اور ہم نے ان سے کہا کہ جو تورات ہم نے تمہیں دی ہے اسے مضبوطی سے تھام لو اور جو کچھ احکام اس میں ہیں ان پر عمل کرو تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔ **اہم باتیں:** (1) بنی اسرائیل نے تکالیفِ شاقّہ کے باعث تورات کے احکام قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت جبریل علیہ السلام نے ایک پہاڑ اُٹھا کر سائبان کی طرح اُن کے سروں

مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۱﴾ ع وَ اِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ

جو کچھ اس میں ہے اسے یاد کرو تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤO اور اے محبوب! یاد کرو جب تمہارے رب نے اولادِ آدم کی پشت سے ان کی نسل نکالی

وَ اَشْهَدَهُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى ۛۚ شَهِدْنَا ۛۚ اَنْ تَقُوْلُوْا

اور انہیں خود ان پر گواہ بنایا (اور فرمایا) کیا میں تمہارا رب نہیں؟ سب نے کہا: کیوں نہیں، ہم نے گواہی دی۔ (یہ اس لئے ہوا) تاکہ تم

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ﴿۱۷۲﴾ لا اَوْ تَقُوْلُوْۤا اِنَّمَاۤ اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ

قیامت کے دن یہ نہ کہو کہ ہمیں اس کی خبر نہ تھیO یا یہ کہنے لگو کہ شرک تو پہلے ہمارے باپ دادا نے کیا

وَ كُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ ۚ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۱۷۳﴾ وَ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ

اور ہم ان کے بعد (ان کی) اولاد ہوئے تو کیا تو ہمیں اس پر ہلاک فرمائے گا جو اہلِ باطل نے کیاO اور ہم اسی طرح تفصیل سے آیات بیان کرتے

ع ۲۱ / ۹ — معانقة

کے قریب کر دیا اور اُن سے کہا گیا کہ تورات کے احکام قبول کرو ورنہ یہ تم پر گرا دیا جائے گا۔ پہاڑ کو سروں پر دیکھ کر سب کے سب سجدے میں گر گئے۔ (2) قرآن کا 23 سال کے عرصے میں آہستہ آہستہ اترنا بھی اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت ہے کہ اس طرح مسلمانوں کو تمام احکام پر عمل آسان ہو گیا۔

آیت 173،172 عالمِ ارواح میں اللہ تعالیٰ نے تمام اولادِ آدم سے اپنی ربوبیت کا اقرار کروایا، ان دو آیات میں اسی کا بیان ہے اور یہ اقرار اس لئے تھا کہ اے لوگو! تم قیامت کے دن یہ نہ کہہ سکو کہ اے اللہ! ہم جو شرک و کفر میں مبتلا رہے اس میں ہمارا قصور نہیں کیونکہ ہمیں خبر ہی نہ تھی کہ تو ہی ہمارا رب ہے، تیرے سوا کوئی رب نہیں اور اے ربِّ کریم! تو بے خبر کو نہیں پکڑتا لہٰذا ہمیں عذاب نہ دے اور یہ بھی نہ کہہ سکو کہ کفر و شرک تو پہلے ہمارے باپ دادا نے کیا اور ہم ان کے بعد ان کی اولاد ہوئے تو ہم نے ان کی پیروی کی، ہم ان کی وجہ سے شرک میں مبتلا ہوئے لہٰذا ہم بے قصور ہیں۔ تو کیا تو ہمیں اس پر عذاب دے گا جو ہمارے باپ دادا میں سے اہلِ باطل نے کیا۔ انہیں یہ باتیں کہنے کا حق اس لئے نہ ہو گا کہ جب اُن سے عہدِ میثاق لے لیا گیا اور یہ بات ان کے دلوں کی تہہ میں رکھ دی گئی اور اس عہد کی یاد دہانی کے لئے اُن کے پاس رسول آئے اور انہوں نے اس عہد کو یاد دلایا، کتابیں اتریں اور ان کے سامنے حق بیان کر دیا گیا تو اب یہ عذر پیش کرنے کا ان کے پاس موقع نہ رہا۔ یَوْمِ اَلَسْتُ اسی ترتیب سے اللہ تعالیٰ نے ذریت نکالی جس ترتیب سے دنیا میں انہوں نے ایک دوسرے سے پیدا ہونا تھا یعنی حضرت آدم علیہ السّلام کی پشت سے ان کی اولاد اور اولاد کی پشت سے ان کی اولاد، اسی طرح قیامت تک پیدا ہونے والے لوگ۔

آیت 174 فرمایا کہ اے حبیب! جس طرح ہم نے آپ کی قوم کے سامنے اس سورت کی آیات تفصیل سے بیان کیں ہم ان کے علاوہ آیات بھی اسی طرح تفصیل سے بیان کرتے ہیں تاکہ بندے تدَبُّر و تفکر کر کے حق و ایمان قبول کریں اور اس لئے تفصیل سے آیات بیان کرتے ہیں تاکہ وہ شرک و کفر سے توحید و ایمان کی طرف رجوع کر لیں، صاحبِ معجزات نبی کے بتانے سے اپنے عہدِ میثاق کو یاد کریں اور اس کے مطابق عمل کریں۔

وَ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۱۷۴﴾ وَ اتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْۤ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ

ہیں اور اس لیے کہ وہ رجوع کرلیں○ اور اے محبوب! انہیں اس آدمی کا حال سناؤ جسے ہم نے اپنی آیات عطا فرمائیں تو وہ ان سے صاف نکل گیا پھر

الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ﴿۱۷۵﴾ وَ لَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَ لٰكِنَّهٗۤ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ

شیطان اس کے پیچھے لگ گیا تو وہ آدمی گمراہوں میں سے ہو گیا○اور اگر ہم چاہتے تو آیتوں کے سبب اسے بلند مرتبہ کر دیتے مگر وہ تو دنیا کی طرف مائل

وَ اتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ؕ ذٰلِكَ

ہو گیا اور اپنی خواہش کا تابع ہو گیا تو اس کا حال کتے کی طرح ہے تو اس پر سختی کرے تو زبان نکالے اور تو اسے چھوڑ دے تو (بھی) زبان نکالے۔ یہ

آیت 175 فرمایا کہ اے حبیب! آپ یہودیوں کو اُس آدمی کا حال سناؤ جسے ہم نے اپنی آیات عطا فرمائیں تو وہ اپنے کفر کی وجہ سے ان سے صاف نکل گیا جیسے سانپ اپنی کھال سے نکلتا ہے پھر شیطان اس کے پیچھے لگ گیا اور اس کا ہم نشین ہو گیا تو وہ آدمی گمراہوں میں سے ہو گیا۔ وہ آدمی بلعم بن باعورا یا امیہ بن ابو صلت یا ابو عامر بن صیفی ہے۔ **اہم بات:** جب حضرت موسیٰ علیہ السلام جَبّارین سے جنگ کے ارادے سے سرزمینِ شام تشریف لائے تو بلعم بن باعوراء کی قوم اس کے پاس آئی اور اسے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے خلاف دعا کرنے کا کہا۔ اس نے پہلے تو انکار کیا لیکن قوم کے مسلسل اصرار پر اور ان سے ہدیے قبول کر کے تیار ہو گیا۔ پھر وہ بد دعا کرنے کے لئے اپنی قوم کے ساتھ ایک پہاڑ پر چڑھا۔ اب جو بد دعا کرتا اللہ تعالیٰ اس کی زبان کو اس کی قوم کی طرف پھیر دیتا اور اپنی قوم کے لئے جو دعائے خیر کرتا تو بنی اسرائیل کا نام اُس کی زبان پر آتا۔ یہ دیکھ کر قوم نے کہا: اے بلعم! یہ کیا کر رہا ہے؟ کہا: یہ میرے اختیار کی بات نہیں، میری زبان میرے قبضہ میں نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کی قدرت مجھ پر غالب آ گئی ہے۔ اتنا کہنے کے بعد اس کی زبان نکل کر سینے پر لٹک گئی۔ پھر اس نے قوم سے کہا: میری تو دنیا و آخرت دونوں برباد ہو گئیں۔

آیت 176 اس آیت میں بلعم بن باعوراء کا حال بیان ہوا، یہ شخص گزشتہ کتابوں کا عالم تھا، اس کے باوجود جب نفسانی خواہش کی پیروی کرنے لگا اور دنیا کی طرف مائل ہو گیا اور اس نے دنیا اور اس کی لذتوں کو آخرت اور اس کی نعمتوں پر ترجیح دینے میں اپنی خواہش کی پیروی کی تو انجام کار جو کچھ اسے عطا ہوا اس سے چھین لیا گیا اور اس کا ایمان برباد ہو گیا، یہ ان لوگوں کا حال ہے جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تو اے حبیب! تم یہ واقعات اپنی قوم کو بیان کرو تا کہ وہ اس میں غور و فکر کریں اور ایمان لائیں۔ **اہم باتیں:** (1) نبی کا گستاخ عالم اللہ تعالیٰ کے نزدیک کتے کی طرح ہے، کیونکہ بلعم اللہ تعالیٰ کا منکر نہ تھا، وہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کا مخالف ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اسے کتے کی بدترین حالت سے تشبیہ دی۔ (2) ذلیل تر کتا وہ ہے جو تھکاوٹ، شدت کی گرمی اور پیاس ہونے یا نہ ہونے کے باوجود ہر وقت زبان نکال کر ہانپتا رہتا ہو۔ جس شخص کو اللہ تعالیٰ علمِ دین کی عزت و کرامت سے سرفراز فرمائے پھر بھی وہ کسی حاجت کے بغیر محض قلبی خساست کے باعث دنیا کے مال و منصب کے حصول میں حلال و حرام کی پرواہ نہ کرے تو وہ ہانپنے والے کتے کی طرح ہے۔ **درس:** بلعم بن باعورا گزشتہ آسمانی کتابوں کا عالم تھا، اپنی جگہ پر بیٹھے بیٹھے عرش کو دیکھ لیتا، اتنا بڑا مرتبہ پانے کے باوجود جب اس نے نفسانی خواہش کی پیروی کی، دنیا کے مال کی طرف راغب ہوا، آخرت اور اس کی نعمتوں کو پسِ پشت ڈال دیا تو جو کچھ اسے عطا ہوا تھا سب چھین لیا گیا، اس کا ایمان برباد ہو گیا۔

مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۷۶﴾

ان لوگوں کا حال ہے جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تو تم یہ واقعات بیان کرو تاکہ وہ غور و فکر کریں○

سَآءَ مَثَلَا ۨالْقَوْمُ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاَنْفُسَهُمْ كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۷۷﴾ مَنْ يَّهْدِ

کتنی بری مثال ہے ان لوگوں کی جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور وہ اپنی جانوں پر ہی ظلم کیا کرتے تھے○ جسے اللہ ہدایت دے

اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِيْ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۷۸﴾ وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ

تو وہی ہدایت یافتہ ہوتا ہے اور جنہیں اللہ گمراہ کردے تو وہی نقصان اٹھانے والے ہیں○ اور بیشک ہم نے جہنم کے لیے بہت سے

كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۖ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا ۡ وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا ۡ

جنات اور انسان پیدا کئے ہیں ان کے ایسے دل ہیں جن کے ذریعے وہ سمجھتے نہیں اور ان کی ایسی آنکھیں ہیں جن کے ساتھ وہ دیکھتے نہیں اور ان کے ایسے

وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ۭ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ۭ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ﴿۱۷۹﴾

کان ہیں جن کے ذریعے وہ سنتے نہیں، یہ لوگ جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ بھٹکے ہوئے، یہی لوگ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں○

آیت 177 فرمایا کہ کتنی بری مثال ہے ان لوگوں کی جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور وہ ہماری آیات کو جھٹلا کر اپنی جانوں پر ہی ظلم کیا کرتے تھے۔

آیت 178 ارشاد فرمایا: جسے اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے تو وہی ہدایت یافتہ ہوتا ہے اور جنہیں اللہ تعالیٰ گمراہ کردے تو وہی آخرت میں نقصان اٹھانے والے ہیں۔ **اہم بات:** ہدایت و گمراہی دونوں کو پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جبکہ ان میں سے کسی کو اختیار کرنا بندے کی طرف سے ہے۔ بندہ اگر ہدایت اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس میں ہدایت پیدا فرمادیتا ہے اور گمراہی اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس میں گمراہی پیدا فرمادیتا ہے۔

آیت 179 فرمایا کہ بیشک ہم نے جہنم کے لئے بہت سے جنات اور انسان پیدا کئے ہیں یعنی ان کا انجام جہنم میں داخلہ ہوگا اور یہ جہنم کا ایندھن اس لئے بنے کہ ان کے ایسے دل ہیں جن کے ذریعے وہ حق سے اعراض کرکے آیاتِ الٰہیہ میں تدبر کرنے سے محروم ہو گئے اور ان کی ایسی آنکھیں ہیں کہ جن کے ساتھ وہ حق وہدایت کا راستہ، اللہ تعالیٰ کی روشن نشانیاں اور توحید کے دلائل نہیں دیکھتے اور ان کے ایسے کان ہیں جن کے ذریعے وہ قرآنی آیات اور اس کی نصیحتیں قبول کرنے کے لئے نہیں سنتے لہٰذا یہ لوگ جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں کیونکہ جانوروں میں اللہ تعالیٰ کی آیات سمجھنے، دیکھنے اور سننے کی قوت ہی نہیں اگر وہ نہ سمجھیں تو معذور ہیں لیکن کفار کے اعضا میں یہ قوت ہے پھر بھی وہ اس سے کام نہیں لیتے نیز جانور بھی اپنے مالک کے کہنے پر چلتے ہیں جبکہ کافر اپنے مالک حقیقی خداوند قدوس کے احکام کی مخالفت کرتے ہیں، یہی لوگ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔ **اہم بات:** امام عبد اللہ بن احمد نسفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: آدمی روحانی، شہوانی، سماوی، ارضی ہے، جب اس کی روح شہوت پر غالب ہوجاتی ہے تو ملائکہ سے فائق ہوجاتا ہے اور جب شہوت روح پر غلبہ پاجاتی ہیں تو زمین کے جانوروں سے بدتر ہوجاتا ہے۔

وَ لِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ۪ وَ ذَرُوا الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْۤ اَسْمَآىٕهٖ ؕ سَیُجْزَوْنَ

اور بہت اچھے نام اللہ ہی کے ہیں تو اسے ان ناموں سے پکارو اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے ناموں میں حق سے دور ہوتے ہیں، عنقریب انہیں ان کے

مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸۰﴾ وَ مِمَّنْ خَلَقْنَاۤ اُمَّةٌ یَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَ بِهٖ یَعْدِلُوْنَ ﴿۱۸۱﴾ ع وَ الَّذِیْنَ

اعمال کا بدلہ دیا جائے گا○ اور ہماری مخلوق میں سے ایک ایسا گروہ ہے جو حق کی ہدایت دیتا ہے اور اسی کے مطابق عدل کرتے ہیں○ اور جنہوں نے

كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَیْثُ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۲﴾ ۚۖ وَ اُمْلِیْ لَهُمْ ؕ ۫ اِنَّ كَیْدِیْ

ہماری آیتوں کو جھٹلایا تو عنقریب ہم انہیں آہستہ آہستہ (عذاب کی طرف) لے جائیں گے جہاں سے انہیں خبر بھی نہ ہوگی○ اور میں انہیں ڈھیل دوں گا

آیت 180 شانِ نزول: ابوجہل نے کہا تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) اور ان کے اصحاب کا ایک پروردگار کی عبادت کرنے کا دعویٰ ہے پھر وہ اللہ اور رحمٰن دو کو کیوں پکارتے ہیں؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور بتایا گیا کہ معبود تو ایک ہی ہے، نام اس کے بہت ہیں، ارشاد فرمایا: اور بہت اچھے نام اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں تو اسے ان ناموں سے پکارو اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے ناموں میں حق سے دور ہوتے ہیں، عنقریب آخرت میں انہیں ان کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔ اہم بات: اسماءِ الٰہیہ میں حق سے دور ہونے کی کئی صورتیں ہیں، مثلاً اس کے ناموں کو کچھ بگاڑ کر غیروں پر اطلاق کرنا جیسے مشرکین نے اِلٰہ کا "لات"، عزیز کا "عُزّیٰ" اور منّان کا "مَنات" کر کے اپنے بتوں کے نام رکھے تھے، اللہ تعالیٰ کے لئے ایسا نام مقرر کرنا جو قرآن و حدیث میں نہ آیا ہو یا نام میں حسنِ ادب کی رعایت نہ کرنا یا اللہ تعالیٰ کے لئے فاسد معنی والا نام مقرر کرنا جیسے لفظ رام یا غیرُ اللہ پر اللہ تعالیٰ کے ان ناموں کا اِطلاق کرنا جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں جیسے کسی کا نام رحمٰن، قدوس، خالق، قدیر رکھنا یا کہہ کر پکارنا، یہ حرام بلکہ بعض صورتوں میں کفر ہے، اس سے بچنا لازم ہے۔

آیت 181 فرمایا: ہماری مخلوق میں سے ایک ایسا گروہ ہے جو حق کی ہدایت دیتا ہے اور اسی کے مطابق عدل کرتا ہے۔ اہم باتیں: (1) یہ گروہ اہلِ حق علما اور ہادیانِ دین کا ہے۔ (2) آیت سے ثابت ہوا کہ ہر زمانہ کے اہلِ حق کا اجماع حجت ہے اور کوئی زمانہ حق پرستوں اور ہادیانِ دین سے خالی نہ ہو گا۔

آیت 182 فرمایا کہ جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہم انہیں اس طرح ہلاکت وعذاب کے قریب کر دیں گے کہ انہیں پتا بھی نہ چل سکے گا کیونکہ یہ لوگ جب کوئی جرم یا گناہ کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان پر دنیوی نعمت کے دروازے کھول دیتا ہے اسے دیکھ کر یہ بہت خوش ہوتے ہیں اور سرکشی و گمراہی کا بازار مزید گرم کر دیتے ہیں پھر اچانک عین غفلت کی حالت میں اللہ تعالیٰ انہیں اپنی گرفت میں لے لیتا ہے۔ درس: اس آیت میں ان مسلمانوں کے لئے بڑی عبرت ہے جو دن رات گناہوں میں مصروف رہنے کے باجود عیش و فراوانی کی زندگی گزار رہے ہیں اور آئے دن ان نعمتوں میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے، انہیں ڈر جانا چاہئے کہ کہیں یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے لئے ڈھیل نہ ہو۔

آیت 183 فرمایا: اور میں انہیں ڈھیل دوں گا یعنی ان کی عمر لمبی کروں گا تاکہ یہ کفر اور گناہوں میں بڑھتے جائیں اور گناہوں کی وجہ سے ان پر جلدی عذاب نازل نہیں کروں گا تاکہ ان کی توبہ کی کوئی صورت نہ رہے، بیشک میری خفیہ تدبیر بہت مضبوط اور میری گرفت سخت ہے۔ درس: کفر اور گناہوں کے باوجود لمبی عمر ملنا، فوری عذاب نہ ہونا اور مَصائب و آلام نہ آنا ایسی چیز نہیں کہ جسے اپنے

مَتِيْنٌ ﴿۱۸۳﴾ اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا ٚ مَا بِصَاحِبِهِمْ مِّنْ جِنَّةٍ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۸۴﴾ اَوَلَمْ

بیشک میری خفیہ تدبیر بہت مضبوط ہے○ کیا وہ غور و فکر نہیں کرتے کہ ان کے صاحب کے ساتھ جنون کا کوئی تعلق نہیں، وہ تو صاف ڈر سنانے والے ہیں○

يَنْظُرُوْا فِيْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۙ وَّاَنْ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنَ

کیا انہوں نے آسمانوں اور زمین کی سلطنت اور جو چیز اللہ نے پیدا کی ہے اس میں غور نہیں کیا؟ اور اس بات میں کہ شاید ان کی

قَدِ اقْتَرَبَ اَجَلُهُمْ ۚ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۭ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۸۵﴾ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ ؕ

مدت نزدیک آگئی ہو تو اس (قرآن) کے بعد اور کونسی بات پر ایمان لائیں گے؟○ جسے اللہ گمراہ کرے اسے کوئی راہ دکھانے والا نہیں

حق میں بہتر سمجھا جائے بلکہ توبہ نہ کرنے کی صورت میں یہی مہلت گناہوں میں اضافے اور بربادی کا سبب بن جاتی ہے۔

آیت 184 کفارِ مکہ میں بعض جاہل قسم کے لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی طرف جنون کی نسبت کرتے تھے، اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کفار کے افعال سے جدا تھے کیونکہ آپ دنیا اور اس کی لذتوں سے منہ پھیر کر آخرت کی طرف متوجہ تھے، اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے اور اس کا خوف دلانے میں شب و روز مشغول تھے۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ وحی نازل ہوتے وقت آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم پر عجیب حالت طاری ہوتی، چہرہ متغیر ہو جاتا، اور یوں محسوس ہوتا جیسے غشی طاری ہو۔ یہ دیکھ کر جاہل لوگ آپ کی طرف جنون کی نسبت کرتے۔ اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی اور ان کفار کو نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے معمولات میں غور و فکر کرنے کی دعوت دی گئی، فرمایا گیا کہ کیا وہ غور و فکر نہیں کرتے کہ ان کے صاحب یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے ساتھ جنون کا کوئی تعلق نہیں، یہ تو انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے ہیں، ان کے اخلاق بہت عمدہ اور مُعاشرت بڑی پاکیزہ ہے، ہمیشہ اچھے کام کرتے ہیں اور تمام عقل مندوں کے مقتدا و پیشوا ہیں اور یہ بالکل بدیہی بات ہے کہ جو انسان عمدہ اور پاکیزہ شخصیت کا حامل ہو اسے مجنون قرار دینا کسی طرح درست نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے صاف ڈر سنانے والے ہیں۔

آیت 185 ارشاد فرمایا: کیا ان کفار نے آسمانوں اور زمین کی سلطنت اور جو چیز اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے اس میں غور نہیں کیا تاکہ ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی قدرت و وحدانیت پر اِستدلال کرتے کیونکہ ان سب میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور حکمت و قدرت کے کمال کی بے شمار دلیلیں موجود ہیں اور کیا انہوں نے اس بات میں غور نہیں کیا کہ شاید ان کی موت کی مدت نزدیک آگئی ہو اور وہ حالتِ کفر میں مرنے کے بعد ہمیشہ کے لئے جہنمی ہو جائیں؟ ایسے حال میں عقل مند پر لازم ہے کہ وہ سوچے، سمجھے اور دلائل پر نظر کرے اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی رسالت اور قرآنِ عظیم کے کتابِ الٰہی ہونے پر ایمان لائے کیونکہ قرآنِ پاک کے بعد کوئی کتاب اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں جس کا انتظار ہو، اگر ان پر ایمان نہ لایا تو پھر کس پر ایمان لائیں گے؟

آیت 186 فرمایا کہ جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کرے اسے کوئی راہ دکھانے والا نہیں یعنی جب کفریہ عقائد پر جمے رہنے کی وجہ سے کفار کے دلوں میں گمراہی راسخ ہو گئی اور انہوں نے اپنے اختیار سے اس چیز کو ضائع کر دیا جو انہیں ہدایت اور ایمان کی دعوت دیتی تو ان کے دل و دماغ سے دعوتِ حق قبول کرنے کی اِستعداد جاتی رہی اور وہ اس طرح ہو گئے گویا اللہ تعالیٰ نے انہیں گمراہی پر پیدا کیا ہے۔ آیت میں مزید فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ انہیں چھوڑتا ہے کہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں۔ **اہم بات:** اللہ تعالیٰ کا کسی بندے کو اس کے کفر و سرکشی کے باوجود چھوڑے رکھنا اور اس کی گرفت نہ کرنا عذاب ہے اس کے برعکس معمولی بات پر گرفت ہو جانا رحمتِ الٰہی ہے۔

وَ يَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۸۶﴾ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا

اور وہ انہیں چھوڑتا ہے کہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں○ آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں کہ اس کے قائم ہونے کا وقت کب ہے؟ تم فرماؤ:

عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ ۚ لَا یُجَلِّیْهَا لِوَقْتِهَاۤ اِلَّا هُوَ ؔۘ ثَقُلَتْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ لَا تَاْتِیْكُمْ

وقف منزل / وقف لازم

اس کا علم تو میرے رب کے پاس ہے، اسے وہی اس کے وقت پر ظاہر کرے گا، وہ آسمانوں اور زمین میں بھاری پڑ رہی ہے، تم پر وہ اچانک

اِلَّا بَغْتَةً ؕ یَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِیٌّ عَنْهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ

ہی آجائے گی۔ آپ سے ایسا پوچھتے ہیں گویا آپ اس کی خوب تحقیق کر چکے ہیں، تم فرماؤ: اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے، لیکن اکثر لوگ

لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۷﴾ قُلْ لَّاۤ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَ لَوْ كُنْتُ

جانتے نہیں○ تم فرماؤ، میں اپنی جان کے نفع اور نقصان کا خود مالک نہیں مگر جو اللہ چاہے اور اگر میں غیب جان

آیت 187 **شانِ نزول:** یہودیوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے کہا: اگر آپ نبی ہیں تو ہمیں بتائیے کہ قیامت کب قائم ہوگی کیونکہ ہمیں اس کا وقت معلوم ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا: اے حبیب! آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں کہ اس کے قائم ہونے کا وقت کب ہے؟ تم ان سے فرماؤ: اس کا علم تو میرے رب کے پاس ہے، اسے وہی اس کے وقت پر ظاہر کرے گا، تم پر وہ اچانک ہی آجائے گی جبکہ تم اس سے غافل ہوگے۔ یہ آپ سے ایسا پوچھتے ہیں گویا آپ اس کی خوب تحقیق کر چکے ہیں، تم فرماؤ: اس کا علم تو اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے لیکن اکثر لوگ یہ بات جانتے نہیں۔ **اہم باتیں:** (1) قیامت کے مُعَیَّن وقت کی خبر دینا رسول کی ذمہ داری نہیں کیونکہ یہ علمِ شریعت نہیں جس کی اشاعت کی جائے بلکہ قیامت کا علم اللہ تعالیٰ کے اَسرار میں سے ہے جس کا چھپانا ضروری ہے اگر اس کو ہر طرح سے ظاہر کر دیا جائے تو پھر قیامت کا اچانک آنا باقی نہ رہے گا، عوام سے قیامت کا علم مخفی رکھنے کی وجہ سے متعلق علما فرماتے ہیں: تاکہ لوگ قیامت سے ڈرتے رہیں کیونکہ جب انہیں معلوم نہ ہوگا کہ قیامت کس وقت آئے گی تو وہ اس سے بہت زیادہ ڈریں گے، ہر وقت گناہوں سے بچنے کی کوشش کریں گے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کوشاں رہیں گے (2) رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو قیامت کا علم عطا کیا گیا ہے اور آپ نے بڑی تفصیل کے ساتھ قیامت سے پہلے اور اس کے قریب ترین اوقات کے بارے میں بتایا ہے حتی کہ قیامت کا دن، تاریخ، مہینا اور وہ گھڑی بھی بتادی جس میں قیامت واقع ہوگی البتہ سال نہیں بتایا کیونکہ اگر سن بھی بتادیتے تو قیامت کے اچانک آنے کا جو ذکر قرآنِ پاک میں ہے وہ ثابت نہ ہوتا۔

آیت 188 اس آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو کمال درجے کی عاجزی نیز عقیدۂ توحید اور عظمتِ الٰہی کے اظہار کا حکم فرمایا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے پاس جو قدرت و اختیار اور علم ہے، سب اللہ تعالیٰ کی عطا سے ہے اور آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا اولین و آخرین سے افضل ہونا، دنیا و آخرت کے اُمور میں تصرُّف فرمانا، صحابہ رضی اللہ عنہم کو شفا عطا فرمانا بلکہ جنت عطا فرمانا، وغیرہا جتنی چیزیں ہیں سب اللہ تعالیٰ کے چاہنے سے ہیں، چنانچہ فرمایا گیا کہ اے حبیب! تم فرماؤ: میں اپنی جان کے نفع اور نقصان کا خود مالک نہیں مگر جس چیز کا اللہ تعالیٰ چاہے مجھے مالک بنادے اور اگر میں غیب جان لیا کرتا تو میں بہت سی بھلائی جمع کر لیتا اور مجھے کوئی برائی نہ پہنچتی۔ میں تو اللہ تعالیٰ کی طرف

معانقة

اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۖۚ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ ۚ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ

لیا کرتا تو میں بہت سی بھلائی جمع کرلیتا اور مجھے کوئی برائی نہ پہنچتی۔ میں تو ایمان والوں کو صرف ڈراور خوشخبری

لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۱۸۸﴾ ع ٢٣ ١٤ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا

سنانے والا ہوں ○ وہی ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی میں سے اس کی بیوی بنائی

لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا ۚ فَلَمَّا تَغَشّٰىهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ ۚ فَلَمَّآ اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ

تاکہ اس سے سکون حاصل کرے پھر جب مرد اس عورت پر چھایا تواسے ایک ہلکے سے بوجھ کا حمل ہو گیا تو وہ اسی کو لے کر چلتی رہی پھر جب حمل کا وزن بڑھ گیا

رَبَّهُمَا لَئِنْ اٰتَيْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۸۹﴾ فَلَمَّآ اٰتٰىهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ

تو دونوں اپنے رب سے دعا کرنے لگے: اگر تو ہمیں صحیح سالم بچہ عطا فرمادے تو ہم یقیناً شکر گزار ہوں گے ○ پھر جب اس نے انہیں صحیح سالم بچہ عطا فرمادیا تو

سے رسول ہوں، ایمان والوں کو صرف ڈر اور خوش خبری سنانے والا ہوں۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بھلائی جمع کرنا اور برائی نہ پہنچنا اسی کے اختیار میں ہو سکتا ہے جو ذاتی قدرت رکھے اور ذاتی قدرت وہی رکھے گا جس کا علم بھی ذاتی ہو کیونکہ جس کی ایک صفت ذاتی ہے اس کے تمام صفات ذاتی، تو معنی یہ ہوئے کہ اگر مجھے غیب کا علم ذاتی ہوتا تو قدرت بھی ذاتی ہوتی اور میں بھلائی جمع کرلیتا اور برائی نہ پہنچنے دیتا۔ بھلائی سے مراد راحتیں اور کامیابیاں اور دشمنوں پر غلبہ ہے اور برائیوں سے تنگی و تکلیف اور دشمنوں کا غالب آنا ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بھلائی سے مراد سرکشوں کا مطیع اور کافروں کا مومن کرلینا ہو اور برائی سے بدبخت لوگوں کا باوجودِ دعوت کے محروم رہ جانا تو حاصلِ کلام یہ ہو گا کہ اگر میں نفع و ضرر کا ذاتی اختیار رکھتا تو اے منافقین و کافرین! تم سب کو مومن کر ڈالتا۔ **اہم بات:** قرآن و حدیث سے حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو خدا تعالیٰ کے بتانے سے غیب معلوم ہونا قطعاً ثابت ہے۔ آیت میں علمِ غیب کی نفی کی توجیہات یہ ہیں: (1) یہاں عطائی کی نہیں بلکہ ذاتی علم کی نفی ہے۔ (2) یہ کلام ادب و تواضع کے طور پر ہے۔ (3) حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے غیب پر مطلع ہونے سے پہلے یہ کلام فرمایا پھر جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو علمِ غیب کی اطلاع دی تو آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے اس کی خبر دی۔

آیت 189، 190 ان دو آیات کی مختلف تفسیریں بیان کی گئی ہیں، ان میں سے دو یہ ہیں: (1) مشرکین کہتے تھے کہ معاذ اللہ حضرت آدم علیہ السلام بتوں کی عبادت کرتے تھے نیز بھلائی طلب کرنے اور برائی دور ہونے کے سلسلے میں انہیں کی طرف رجوع کرتے تھے، ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا رضی اللہ عنہا کا واقعہ بیان فرمایا کہ انہوں نے تو اللہ تعالیٰ سے اس طرح دعا کی تھی: اے اللہ! اگر تو ہمیں صحیح سالم اور تندرست بچہ عطا فرمائے گا تو ہم ضرور تیری اس نعمت کا شکر ادا کریں گے۔ جب اللہ تعالیٰ نے انہیں صحیح سالم بچہ عطا کر دیا تو کیا ان دونوں نے اللہ تعالیٰ کی عطا میں اس کا شریک ٹھہرایا؟ اللہ تعالیٰ ان مشرکوں کے شرک اور حضرت آدم علیہ السلام کی طرف منسوب ان کی بات سے بَری ہے۔ (2) یہ واقعہ بطورِ مثال بیان ہوا ہے اور اس میں مشرکوں کی جہالت و شرک کا حال بیان کیا گیا ہے۔ اس صورت میں آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ وہی ہے جس نے تم میں سے ہر ایک کو ایک جان یعنی ماں اور باپ سے پیدا کیا اور یہ دونوں انسان ہونے میں یکساں ہیں پھر جب شوہر اور بیوی میں ملاپ ہوا اور حمل ظاہر ہوا تو ان دونوں نے اپنے رب سے دعا کی کہ اگر تو

شُرَكَآءَ فِيْمَاۤ اٰتٰىهُمَا ۚ فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿١٩٠﴾ اَيُشْرِكُوْنَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْئًا

انہوں نے اس کی عطا میں شریک ٹھہرا دیئے تو اللہ ان کے شرک سے بلند وبالا ہے○ کیا وہ اسے (اللہ کا) شریک بناتے ہیں جو کوئی چیز نہیں بنا سکتا

وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ﴿١٩١﴾ وَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ لَهُمْ نَصْرًا وَّلَاۤ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ﴿١٩٢﴾ وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ

اور خود انہیں بنایا جاتا ہے○ اور نہ وہ ان کی کوئی مدد کرنے کی طاقت رکھتے ہیں اور نہ اپنی جانوں کی مدد کرسکتے ہیں○ اور اگر تم انہیں رہنمائی کرنے

اِلَى الْهُدٰى لَا يَتَّبِعُوْكُمْ ؕ سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ اَدَعَوْتُمُوْهُمْ اَمْ اَنْتُمْ صَامِتُوْنَ ﴿١٩٣﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ

کے لئے بلاؤ تو تمہارے پیچھے نہیں آئیں گے۔تم پر برابر ہے کہ تم انہیں پکارو یا تم خاموش رہو○ بیشک وہ جنہیں

ہمیں صحیح اور تندرست بچہ عطا کرے گا تو ہم ضرور تیری نعمتوں کا شکر ادا کرنے والوں میں سے ہوں گے پھر جب اللہ تعالیٰ نے اُنہیں ویسا ہی بچہ عنایت فرمایا تواُن کا حال یہ ہوا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عطا میں اس کے شریک ٹھہرانے لگ گئے کیونکہ کبھی تو وہ اس بچے کو انسانی فطرت کے تقاضے کی طرف منسوب کرتے ہیں جیسے دہریوں کا حال ہے، کبھی ستاروں کی طرف نسبت کرتے ہیں جیسے ستارہ پرستوں کا طریقہ ہے اور کبھی بتوں کی طرف منسوب کرتے ہیں جیسے بت پرستوں کا دستور ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ اُن کے اِس شرک سے برتر ہے۔

آیت 191 یہاں سے بتوں کے معبود ہونے کی نفی پر دلیلیں قائم کی جارہی ہیں،اس آیت میں فرمایا گیا کہ کیا مشرکین اُسے اللہ تعالیٰ کا شریک بناتے ہیں جو کسی چیز کو پیدا کرنے کی اصلاً قدرت نہیں رکھتا بلکہ وہ خود اپنے بنائے جانے میں کسی کا محتاج ہے حالانکہ معبود تو وہ ہوسکتا ہے جس نے اپنے عبادت گزار کو پیدا کیا ہو۔

آیت 192 مشرکین کی جہالت اور بتوں کی بے بسی کا مزید بیان ہورہا ہے کہ مشرکین جن بتوں کو پوجتے ہیں ان کی بے بسی اس درجے کی ہے کہ وہ کسی کی مدد نہیں کرسکتے، اور خود انہیں ضرر پہنچے تو وہ اسے بھی دور نہیں کرسکتے الغرض جو چاہے کرے وہ بت اس سے اپنی حفاظت نہیں کرسکتے لہٰذا ایسے مجبور وبے اختیار کو پوجنا انتہا درجے کا جہل ہے۔

آیت 193 فرمایا کہ اے مشرکو! اگر تم ان بتوں کو بلاؤ تاکہ وہ تمہاری اس چیز کی طرف رہنمائی کریں جس سے تم اپنے مقاصد حاصل کرلو تو یہ تمہاری مراد کی طرف نہیں آئیں گے۔ تم ان بتوں کو پکارو یا خاموش رہو دونوں صورتیں برابر ہیں کیونکہ نہ تو انہیں پکارنے کی صورت میں تمہیں کوئی فائدہ ہوگا اور نہ خاموش رہنے کی صورت میں۔

آیت 194 ارشاد فرمایا: اے کافرو! صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کے بجائے جن بتوں کی تم عبادت کرتے اور انہیں اپنا معبود کہتے ہو یہ بھی اسی طرح اللہ تعالیٰ کے مملوک اور مخلوق ہیں جس طرح تم ہو لہٰذا کسی طرح پوجے جانے کے قابل نہیں، اس کے باوجود اگر تم انہیں اپنا معبود کہتے ہو تو تم نفع پہنچانے اور نقصان دور کرنے کے سلسلے میں انہیں پکارو پھر اگر تم اپنے گمان کے مطابق سچے ہو کہ یہ اس چیز کی قدرت رکھتے ہیں جس سے تم عاجز ہو تو ان بتوں کو چاہیے کہ وہ تمہیں جواب دیں۔ **اہم بات:** آیت میں لفظ تَدْعُوْنَ کا معنی ہے: تَعْبُدُوْنَ یعنی جن کی تم عبادت کرتے ہو۔ **درس:** اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کسی کی بھی عبادت شرک ہے۔ اسی طرح مخلوق میں سے کسی کو معبود مان کر پکارنا، حاجتیں اور مدد طلب کرنا بھی شرک ہے البتہ اگر کوئی معبود مان کر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کو اس

تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۹۴﴾

تم اللہ کے سوا پوجتے ہو وہ تمہاری طرح بندے ہیں تو تم انہیں پکارو پھر اگر تم سچے ہو تو انہیں چاہیے کہ وہ تمہیں جواب دیں ○

اَلَهُمْ اَرْجُلٌ يَّمْشُوْنَ بِهَآ٘ اَمْ لَهُمْ اَيْدٍ يَّبْطِشُوْنَ بِهَآ٘ اَمْ لَهُمْ اَعْيُنٌ يُّبْصِرُوْنَ بِهَآ٘

کیا ان کے پاؤں ہیں جن سے یہ چلتے ہیں؟ یا ان کے ہاتھ ہیں جن سے یہ پکڑتے ہیں؟ یا ان کی آنکھیں ہیں جن سے یہ دیکھتے ہیں؟

اَمْ لَهُمْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ؕ قُلِ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ كِيْدُوْنِ فَلَا تُنْظِرُوْنِ ﴿۱۹۵﴾

یا ان کے کان ہیں جن سے یہ سنتے ہیں؟ تم فرمادو کہ اپنے شریکوں کو بلالو پھر میرے اوپر اپنا داؤ چلاؤ اور مجھے مہلت نہ دو ○

اِنَّ وَلِیِّ َۧ اللّٰهُ الَّذِيْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ ۖ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۹۶﴾ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ

بیشک میرا مددگار اللہ ہے جس نے کتاب اتاری اور وہ صالحین کی مدد کرتا ہے ○ اور اللہ کے سوا جن کی تم عبادت کرتے ہو

مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَكُمْ وَلَاۤ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ﴿۱۹۷﴾ وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى

وہ تمہاری مدد کرنے کی طاقت نہیں رکھتے اور نہ ہی وہ اپنی مدد کرسکتے ہیں ○ اور اگر تم انہیں رہنمائی کرنے کے لئے بلاؤ

کی عطا سے مشکلات دور کرنے والا مان کر استمداد کرے تو جائز ہے جیسے قرآن میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام بیماروں، اندھوں، کوڑھیوں کی مدد کرتے تھے اور احادیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کا لوگوں کے بھوک، پیاس، قحط، مصیبت، بیماری اور زخموں کے وقت لعابِ دہن اور دعاؤں سے مدد کرنا بیان ہوا ہے۔

آیت 195 **شانِ نزول:** رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے بت پرستی کی مذمت کی اور ان کی بے بسی کا بیان فرمایا تو مشرکین نے دھمکایا اور کہا کہ بتوں کو برا کہنے والے تباہ ہو جاتے ہیں اور یہ بت اُنہیں ہلاک کر دیتے ہیں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی، بتایا گیا کہ انسان کی قدرت کا دارومدار ان چار اعضا پر ہے: ہاتھ، پاؤں، کان اور آنکھ جبکہ بتوں کے یہ اعضا نہیں ہیں لہٰذا انسان ان سے افضل ہوا جب ان میں وہ قوت و طاقت بھی نہیں جو تم میں ہے پھر تم ان اپنے سے کمتر کو پوج کر کیوں ذلیل ہوتے ہو۔ مزید فرمایا گیا کہ اے حبیب! آپ ان سے فرمادیں کہ اگر تم بتوں میں کچھ قدرت سمجھتے ہو تو انہیں پکارو، تم بھی جو مکر و فریب کر سکتے ہو میرے مقابلے میں کرو اور اس میں دیر نہ کرو، مجھے تمہاری اور تمہارے معبودوں کی کچھ پرواہ نہیں اور تم سب میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔

آیت 196 بیشک میری حفاظت کرنے والا اور میرا مددگار وہ رب ہے جس نے مجھ پر قرآن نازل کر کے مجھے عظمت عطا کی اور وہ اپنے نیک بندوں کی مدد فرماتا ہے۔

آیت 197 اے بت پرستو! اللہ تعالیٰ کے سوا جن کی تم عبادت کرتے ہو وہ اپنی مدد اور تمہاری مدد کرنے کی طاقت نہیں رکھتے تو میں پھر ان کی کس طرح پرواہ کروں۔

آیت 198 اے بت پرستو! یہ بت تمہاری مدد کیا کریں گے! ان کا اپنا حال یہ ہے کہ اگر تم انہیں اپنے مقاصد کے حصول کی طرف

لَا يَسْمَعُوْا ؕ وَ تَرٰىهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَ هُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۹۸﴾ خُذِ الْعَفْوَ وَ اْمُرْ بِالْعُرْفِ

تو وہ نہ سنیں گے اور تم انہیں دیکھو(تو یوں لگے گا) کہ وہ تمہاری طرف دیکھ رہے ہیں حالانکہ انہیں کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ اے حبیب! معاف کرنا اختیار کرو اور

وَ اَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۱۹۹﴾ وَ اِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ

بھلائی کا حکم دو اور جاہلوں سے منہ پھیر لو۔ اور اے سننے والے! اگر شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ تجھے ابھارے تو (فوراً) اللہ کی پناہ مانگ، بیشک وہی

سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۰۰﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ

سننے والا جاننے والا ہے۔ بیشک پرہیزگاروں کو جب شیطان کی طرف سے کوئی خیال آتا ہے تو وہ (حکمِ خدا) یاد کرتے ہیں پھر اسی وقت ان کی

رہنمائی کرنے کے لئے بلاؤ تو وہ تمہاری پکار نہ سنیں گے اور تم انہیں دیکھو تو یوں لگے گا کہ وہ تمہاری طرف دیکھ رہے ہیں حالانکہ انہیں کچھ دکھائی نہیں دیتا کیونکہ وہ دیکھنے سے ہی عاجز ہیں۔ **اہم بات:** اس آیت میں بتوں کا جو حال بیان ہوا انبیا علیہم السلام اور اولیاء رحمۃ اللہ علیہم کا حال ان کے برخلاف ہے کہ بت مردود اور مقربینِ بارگاہِ الٰہی مقبول ہیں، بت بے بس اور محبوبانِ خدا اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کے مظاہر، اس کے انوار کی جلوہ گاہیں اور ظاہری و باطنی امور میں اس کی بارگاہ میں سفارشی ہیں۔ فرشتوں کا میدانِ بدر و حنین میں مدد کرنا اور عیسیٰ علیہ السلام کا اپنے امتیوں کی مدد کرنا قرآن میں مذکور ہے۔

آیت 199 اس آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو تین باتوں کا حکم فرمایا گیا: (1) جو مجرم معذرت طلب کرتا ہوا حاضر ہو اس پر شفقت کرتے ہوئے اسے معاف کر دیجئے۔ (2) مفید کام کرنے کا لوگوں کو حکم دیجئے۔ (3) ناسمجھ لوگ آپ کو برا بھلا کہیں تو ان سے الجھئے نہیں بلکہ حِلم کا مظاہرہ فرمائیں۔ **اہم باتیں:** (1) مذکورہ حکم ہر مسلمان کے لئے ہے کہ عفو و درگزر اختیار کرے، نیکی کا حکم دے اور جاہلوں سے منہ پھیر لے۔ (2) رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پوری زندگی عفو و درگزر سے عبارت تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ابوسفیان کو معاف کر دیا، اپنے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے والے غلام وحشی اور کلیجہ چبانے والی عورت ہند بنتِ عتبہ کو معاف کر دیا۔

آیت 200 اس آیت میں خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ہے اور مراد اور لوگ ہیں کیونکہ شیطان آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر مسلط نہیں ہو سکتا۔ معنی یہ ہے کہ اے انسان! اگر شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ تجھے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر ابھارے تو اس کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ اور اپنے آپ سے اس وسوسے کو دور کئے جانے سے متعلق اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجا کر، بے شک وہ تیری دعا کو سننے والا اور تیرے حال کو جاننے والا ہے۔ **اہم بات:** شیطان سے لڑنے اور اسے مغلوب کرنے کے چند طریقے یہ ہیں: (1) اللہ تعالیٰ کی پناہ لی جائے۔ (2) اس کی تردید و مخالفت کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہے۔ (3) اس کے مکروفریب اور حیلہ سازی سے باخبر ہو جائے۔

آیت 201 فرمایا کہ وہ لوگ جو متقی اور پرہیزگار ہیں جب شیطان کی طرف سے انہیں گناہ کرنے کا کوئی وسوسہ آتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کے انعامات میں غور کرتے اور اس کے عذاب اور ثواب کو یاد کرتے ہیں پھر اسی وقت گناہ کرنے سے رک جاتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے گناہ سے رکنے کا حکم دیا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) آیت میں مذکور لفظ ”طٰٓئِف“ کے بارے میں علامہ راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: انسان کو ورغلانے کے لئے اس کے گرد گردش کرنے والے شیطان کو طائف کہتے ہیں۔ (2) جب بھی شیطان

مُّبْصِرُوْنَ ۚ﴿۲۰۱﴾ وَ اِخْوَانُهُمْ یَمُدُّوْنَهُمْ فِی الْغَیِّ ثُمَّ لَا یُقْصِرُوْنَ ﴿۲۰۲﴾ وَ اِذَا لَمْ تَاْتِهِمْ

آنکھیں کھل جاتی ہیں○ اور وہ جو شیطانوں کے بھائی ہیں شیطان انہیں گمراہی میں کھینچتے ہیں پھر وہ کمی نہیں کرتے○ اور اے حبیب! جب تم ان کے پاس

بِاٰیَةٍ قَالُوْا لَوْ لَا اجْتَبَیْتَهَا ؕ قُلْ اِنَّمَاۤ اَتَّبِعُ مَا یُوْحٰۤی اِلَیَّ مِنْ رَّبِّیْ ۚ هٰذَا بَصَآىٕرُ

نشانی نہیں لاتے تو کہتے ہیں کہ تم نے خود ہی کیوں نہ بنالی؟ تم فرماؤ: میں تو اسی کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف میرے رب کی طرف سے وحی بھیجی جاتی ہے۔

مِنْ رَّبِّكُمْ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ﴿۲۰۳﴾ وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا

یہ تمہارے رب کی طرف سے آنکھیں کھول دینے والے دلائل ہیں اور مسلمانوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے○ اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے غور سے

لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۲۰۴﴾ وَ اذْكُرْ رَّبَّكَ فِیْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّ خِیْفَةً وَّ دُوْنَ

سنو اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے○ اور اپنے رب کو اپنے دل میں یاد کرو گڑگڑاتے ہوئے اور ڈرتے ہوئے اور بلندی سے کچھ کم

گناہ کرنے پر اکسائے تو بندے کو چاہئے کہ اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی قدرت، اسکے انعامات، نافرمانی پر ملنے والی سزا کو یاد کرے تو اِن شاءَ اللہ! وسوسہ دور ہو جائے گا۔

آیت 202 ارشاد فرمایا کہ شیطانوں کے بھائی یعنی مشرکوں کو شیطان گمراہی میں کھینچتے ہیں یہاں تک کہ وہ گمراہی پر پکے ہو جاتے ہیں، پھر نہ تو شیاطین انہیں گمراہ کرنے سے رکتے ہیں اور نہ یہ گمراہی کو چھوڑتے ہیں۔ **اہم بات:** یہاں سے متقی مسلمان اور کافر کا حال واضح ہوا کہ مسلمان کو جب شیطان کی طرف سے کوئی خیال آتا ہے تو وہ پہچان جاتا ہے کہ یہ شیطان کا وار ہے، پھر اس سے رک جاتا اور توبہ کرلیتا ہے جبکہ کافر اپنی گمراہی میں پختہ ہوتا چلا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کا حکم یاد کرتا اور نہ گمراہی سے رجوع کرتا ہے۔

آیت 203 ارشاد فرمایا: اے حبیب! جب تم کفارِ مکہ کے پاس ان کی طلب کی ہوئی نشانی نہیں لاتے تو وہ کہتے ہیں کہ تم نے خود ہی کیوں نہ بنا لی جیسے اس سے پہلے بنائی ہیں؟ آپ ان مشرکین سے فرمائیں: میں تو اسی کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف میرے رب کی طرف سے وحی بھیجی جاتی ہے۔ یہ قرآن تمہارے رب کی طرف سے آنکھیں کھول دینے والے دلائل ہیں اور مسلمانوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔

آیت 204 اس آیت سے قرآنِ مجید کی عظمت وشان کا تقاضا بتایا جارہا ہے، ارشاد فرمایا کہ جب قرآن پڑھا جائے تو اسے غور سے سنو اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ **اہم باتیں:** (1) اس آیت کے بارے میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں: (۱) اس میں خطبہ کو بغور سننے اور خاموش رہنے کا حکم ہے۔ (۲) نماز وخطبہ دونوں میں بغور سننے اور خاموش رہنے کا وجوب ثابت ہوتا ہے۔ (۳) جمہور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اس طرف ہیں کہ یہ آیت مقتدی کے سننے اور خاموش رہنے کے باب میں ہے (2) علامہ عبد اللہ بن احمد نسفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس آیت سے ثابت ہوا کہ جب قرآنِ کریم پڑھا جائے خواہ نماز میں یا خارجِ نماز اُس وقت سننا اور خاموش رہنا واجب ہے۔

آیت 205 اس آیت میں خطاب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے ہے اور حکم تمام مکلفین کو عام ہے۔ فرمایا گیا کہ صبح وشام عاجزی اور خوف کے ساتھ دل میں یا درمیانی آواز کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو، حد سے زیادہ بلند آواز میں چیختے ہوئے نہ کرو اور ذکر اللہ کو ترک کرکے غافلوں میں سے نہ ہونا۔ **اہم باتیں:** (1) یہاں ذکر سے مراد نماز میں قراءت کرنا ہے یا اس میں تلاوتِ قرآن، دعا اور تسبیح

الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ﴿۲۰۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ

آواز میں، صبح و شام، اور غافلوں میں سے نہ ہونا○ بیشک وہ جو

عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيُسَبِّحُوْنَهٗ وَلَهٗ يَسْجُدُوْنَ ﴿۲۰۶﴾ السجدة ع ۲۴ | الثلاثة ۱۸ | ۱۴ السجدة

تیرے رب کے پاس ہیں وہ اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے اور اس کی پاکی بیان کرتے ہیں اور اسی کو سجدہ کرتے ہیں○

سُوْرَةُ الْاَنْفَالِ ٨ مَدَنِيَّةٌ ٨٨

اٰیاتھا ٧٥ | رکوعاتھا ١٠

سورہ انفال مدنیہ ہے، اس میں پچھتر آیتیں اور دس رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

وتہلیل وغیرہ تمام اَذکار شامل ہیں۔(2)بلند اور آہستہ دونوں طرح ذکر کرنے کے بارے میں احادیث موجود ہیں، اگر ذکر کرنے والے کو ریاکاری یا نمازیوں اور آرام کرنے والوں کو تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہو تو آہستہ ذکر کرے ورنہ بلند آواز سے کرنے میں حرج نہیں۔(3) صبح و شام دونوں اوقات میں ذکر کرنا افضل ہے، اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ صبح کے وقت انسان نیند سے بیدار ہوتا ہے تو اس وقت ذکر کرنے سے اس کے نامۂ اعمال میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا لکھا جائے گا اور شام کے وقت انسان سوتا ہے اور نیند ایک طرح کی موت ہے لہٰذا اس وقت بھی ذکر کرنا مناسب ہے۔

آیت 206 اس آیت میں بتایا جارہا ہے کہ فرشتے، معصوم ہونے نیز شہوت، غضب، کینہ اور حسد سے پاک ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے، ہمیشہ اس کی عبادت کرتے ہیں، تمام عیوب ونقائص سے اس کی پاکی بیان کرتے ہیں اور خشوع وخضوع کے ساتھ اس کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوتے ہیں تو انسان جو جسمانی ظلمتوں، اور شہوت وغضب کی آماجگاہ ہے، وہ زیادہ حق دار ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت زیادہ کرے۔ **اہم بات:** یہ پہلی آیتِ سجدہ ہے۔ **مسائل:**(1) آیتِ سجدہ پڑھنے یا سننے سے سجدہ واجب ہو جاتا ہے۔ پڑھنے میں اتنی آواز ہونا شرط ہے کہ اگر کوئی عذر نہ ہو تو خود سن سکے۔(2) سجدہ واجب ہونے کے لیے ایک قول کے مطابق پوری آیت پڑھنا ضروری ہے اور ایک قول کے مطابق پوری آیت پڑھنا ضروری نہیں بلکہ جس لفظ میں سجدہ کا مادہ پایا جاتا ہے اسے پہلے یا بعد کے کسی لفظ سے ملا کر پڑھنا کافی ہے۔(3) فارسی یا کسی اور زبان میں آیت کا ترجمہ پڑھا تو پڑھنے اور سننے والے پر سجدہ واجب ہو گیا۔ **سجدۂ تلاوت کا طریقہ:** اس کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ کھڑا ہو کر بغیر ہاتھ اٹھائے اَللّٰہُ اَکْبَر کہتا ہوا سجدے میں جائے اور کم سے کم تین بار سُبْحٰنَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کہے پھر اَللّٰہُ اَکْبَر کہتا ہوا کھڑا ہو جائے۔ کھڑے ہو کر سجدے میں جانا اور سجدے کے بعد کھڑا ہونا، دونوں قیام مستحب ہیں۔

سورۂ انفال کا تعارف صحیح قول کے مطابق یہ سورت مدنی ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ آیت 30 تا 36 مکہ مکرمہ میں نازل ہوئیں۔ اس میں 10 رکوع اور 75 آیتیں ہیں۔ اس سورت کی پہلی آیت میں مالِ غنیمت کے متعلق مسلمانوں کے سوال اور انہیں دیئے جانے والے جواب کا ذکر ہے، عربی میں غنیمتوں کو اَنْفال کہتے ہیں، اس مناسبت سے اس سورۃ کا نام انفال رکھا گیا۔ **خلاصۂ مضامین:** اس سورت میں

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ؕ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَصْلِحُوْا ذَاتَ

اے محبوب! تم سے اموالِ غنیمت کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ تم فرماؤ، غنیمت کے مالوں کے مالک اللہ اور رسول ہیں تو اللہ سے ڈرتے رہو اور آپس میں صلح

بَیْنِكُمْ ۪ وَ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ① اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا

صفائی رکھو اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو اگر تم مومن ہو○ ایمان والے وہی ہیں کہ جب اللہ کو یاد کیا جائے تو

ذُكِرَ اللّٰهُ وَ جِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ اِذَا تُلِیَتْ عَلَیْهِمْ اٰیٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِیْمَانًا وَّ عَلٰى رَبِّهِمْ

ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب ان پر اس کی آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو ان کے ایمان میں اضافہ ہو جاتا ہے اور وہ اپنے رب پر ہی

مالِ غنیمت اور قیدیوں کے بارے میں احکام، غزوۂ بدر کا تفصیلی واقعہ، اس کی حکمتیں، مسلمانوں کو جنگی اصولوں کی تعلیم، اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی اطاعت، اسباب اختیار کر کے اللہ تعالیٰ پر توکل، کفار سے کئے ہوئے معاہدے پورے کرنے، کفار کے معاہدہ توڑنے کی صورت میں ان پر سختی کرنے اور مسلمانوں کو جنگی ساز و سامان کی بھرپور تیاری کا حکم، خوفِ خدا کی فضیلت، کفار سے جہاد کے مقاصد اور مہاجرین و انصار کے مجاہدوں کے فضائل بیان کئے گئے ہیں۔

آیت 1 **شانِ نزول:** اس آیت کے شانِ نزول سے متعلق مختلف روایات ہیں، ان میں سے دو یہ ہیں: (1) حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت ہم اہلِ بدر کے حق میں نازل ہوئی، جب غنیمت کے معاملہ میں ہمارے درمیان اختلاف ہوا اور بدمزگی کی نوبت آگئی تو اللہ تعالیٰ نے معاملہ ہمارے ہاتھ سے نکال کر اپنے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے سپرد کر دیا اور آپ نے وہ مال مسلمانوں میں برابر تقسیم کر دیا۔ (2) رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے غزوۂ بدر کے دن فرمایا: جو تم میں سے یہ کام کر دکھائے اسے مالِ غنیمت میں سے یہ انعام ملے گا چنانچہ نوجوان آگے بڑھ گئے اور عمر رسیدہ حضرات جھنڈوں کے پاس کھڑے رہے اور وہاں سے نہ ہٹے۔ جب اللہ تعالیٰ نے کافروں پر فتح عطا فرمائی تو بوڑھوں نے فرمایا: ہم تمہارے پشت پناہ تھے، اگر تمہیں شکست ہو جاتی تو تم ہماری طرف آتے لہٰذا یہ نہیں کہ غنیمت تم لے جاؤ اور ہم خالی ہاتھ رہ جائیں۔ جوانوں نے اس بات سے انکار کیا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے ہمارا یہ حق مقرر فرمایا ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا: اے حبیب! تم سے اموالِ غنیمت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ یہ کس کے لئے ہیں؟ تم فرماؤ کہ غنیمت کے مالوں کے مالک اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم ہیں، جہاں چاہیں انہیں رکھیں۔ تو تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور آپس میں صلح صفائی رکھو اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا حکم مانو اگر تم کامل مومن ہو۔ **اہم بات:** اَنفال، نَفَل کی جمع ہے اور اس سے مراد مالِ غنیمت ہے۔ نَفَل کو غنیمت اس لئے کہتے ہیں کہ یہ بھی محض اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی عطا ہے۔

آیت 2 یہاں سے کامل ایمان والوں کے اوصاف بتائے جا رہے ہیں، چنانچہ ارشاد فرمایا: کامل ایمان والے وہی ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کو یاد کیا جائے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب ان پر اس کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو ان کے ایمان میں اضافہ ہو جاتا ہے اور وہ اپنے تمام کام اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیتے ہیں، اس کے علاوہ کسی سے امید نہیں رکھتے ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) اللہ تعالیٰ کا خوف دو طرح کا ہے: (۱) عذاب کے خوف سے گناہ ترک کر دینا۔ (۲) اللہ تعالیٰ کے جلال، عظمت اور بے نیازی سے ڈرنا۔ پہلی قسم کا خوف عام مسلمانوں میں سے پرہیزگاروں کو اور دوسری قسم کا خوف انبیاء و مرسلین، اولیائے کاملین اور مُقرَّب فرشتوں کو ہوتا ہے، (2) ایمان میں زیادتی

يَتَوَكَّلُوْنَ ۝٢ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝٣ اُولٰٓئِكَ هُمُ

بھروسہ کرتے ہیں ○ وہ جو نماز قائم رکھتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں ○ یہی سچے

الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝٤ كَمَآ اَخْرَجَكَ

مسلمان ہیں، ان کے لیے ان کے رب کے پاس درجات اور مغفرت اور عزت والا رزق ہے ○ جیسے تمہیں تمہارے رب نے تمہارے گھر

رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ ۠ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ ۝٥ يُجَادِلُوْنَكَ

سے حق کے ساتھ برآمد کیا حالانکہ یقیناً مسلمانوں کا ایک گروہ اس پر ناخوش تھا ○ یہ حق بات کے بارے میں اس کے

سے ایمان کی مقدار میں نہیں بلکہ کیفیت میں زیادتی مراد ہے۔(3)توکل یہ ہے کہ انسان ظاہری اسباب کو اختیار کرے لیکن دل سے ان اسباب پر بھروسہ نہ کرے بلکہ اللہ تعالیٰ کی نصرت اور حمایت پر بھروسا کرے۔

آیت 3 سابقہ آیت میں کامل ایمان والوں کے وہ اوصاف بیان ہوئے جن کا تعلق دل سے تھا یہاں ان اوصاف کا ذکر ہے جن کا تعلق ظاہری اعضاء سے ہے، چنانچہ فرمایا کہ وہ جو نماز قائم رکھتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں یعنی اپنے مال اس جگہ خرچ کرتے ہیں جہاں خرچ کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے جیسے زکوٰۃ، حج، جہاد اور دیگر نیک کاموں میں خرچ کرنا۔ **اہم بات:** فرض نمازوں کو تمام شرائط وارکان کے ساتھ اُن کے اوقات میں ادا کرنا نماز قائم کرنا ہے۔

آیت 4 فرمایا کہ یہی سچے مسلمان ہیں جن کے سابقہ دو آیات میں اوصاف بیان ہوئے۔ ان کے لئے ان کے رب کے پاس جنت میں مراتب ہیں نیز ان کے گناہوں کی بخشش اور جنت میں عزت والا رزق ہے کیونکہ انہیں یہ رزق ہمیشہ تعظیم واکرام کے ساتھ اور محنت ومشقت کے بغیر عطا ہوگا۔ **اہم بات:** انہیں سچے مسلمان کا لقب اس لئے عطا ہوا کہ جہاں ان کے دل خشیتِ الٰہی، اخلاص اور توکل جیسی صفات سے متصف ہیں وہیں ان کے ظاہری اعضا بھی رکوع وسجود اور راہِ خدا میں مال خرچ کرنے میں مصروف ہیں۔

آیت 6،5 یہاں سے غزوۂ بدر کے کچھ حالات وواقعات کا بیان ہو رہا ہے، چنانچہ فرمایا گیا کہ اے حبیب! مالِ غنیمت کا مسلمانوں کے اختیار سے نکال کر آپ کے اختیار میں دے دینا ایسے ہی حق ہے جیسے آپ کا غزوۂ بدر کے لئے اپنے گھر سے نکلنا برحق تھا اگرچہ دونوں چیزیں طبعی طور پر بعض مسلمانوں کی طبیعت پر گراں گزر رہی ہیں۔ یہ حق بات واضح ہو جانے کے بعد تم سے جھگڑتے تھے گویا انہیں آنکھوں دیکھی موت کی طرف ہانکا جارہا ہے۔ اس واقعے کا خلاصہ یہ ہے کہ ملک شام سے ابوسفیان کے ایک تجارتی قافلہ کے ساتھ آنے کی خبر پاکر سیدِ عالم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ ان سے مقابلے کے لئے روانہ ہوئے تو مکہ سے ابوجہل قریش کا لشکرِ گراں لے کر قافلے کی امداد کے لئے چلا۔ ابوسفیان توراستے سے کترا کر ساحلِ سمندر کے راستے پر چل پڑے اور ابوجہل نے جنگ کے ارادے سے بدر کا رخ کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا اور فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ کفار کے دونوں گروہوں یعنی تجارتی قافلے یا لشکر میں سے ایک پر مسلمانوں کو فتح عطا فرمائے گا۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی موافقت کی لیکن بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عذر پیش کیا کہ ہم اس تیاری سے نہیں چلے تھے، نہ ہماری تعداد اتنی ہے اور نہ ہمارے پاس اسلحے کا کافی سامان ہے۔ یہ عذر رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو گراں گزرا اور آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

فِی الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَیَّنَ كَاَنَّمَا یُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ وَ هُمْ یَنْظُرُوْنَ ﴿٦﴾ وَ اِذْ یَعِدُكُمُ اللّٰهُ

روشن ہوجانے کے بعد تم سے جھگڑتے تھے گویا انہیں آنکھوں دیکھی موت کی طرف ہانکا جارہا ہے ○ اور یاد کرو جب اللہ نے تم سے وعدہ کیا

اِحْدَى الطَّآىٕفَتَیْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَ تَوَدُّوْنَ اَنَّ غَیْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَ یُرِیْدُ اللّٰهُ

کہ ان دونوں گروہوں میں ایک تمہارے لیے ہے اور تم یہ چاہتے تھے کہ تمہیں وہ ملے جس میں کانٹے کا کھٹکا نہ ہو اور اللہ یہ چاہتا تھا کہ

اَنْ یُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَ یَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِیْنَ ﴿٧﴾ لِیُحِقَّ الْحَقَّ وَ یُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَ لَوْ

اپنے کلام سے سچ کو سچ کر دکھائے اور کافروں کی جڑ کاٹ دے ○ تاکہ سچ کو سچا کر دکھائے اور جھوٹ کو جھوٹا کر دکھائے اگرچہ

كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿٨﴾ اِذْ تَسْتَغِیْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّیْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓىٕكَةِ

مجرم ناپسند کریں ○ یاد کرو جب تم اپنے رب سے فریاد کرتے تھے تو اس نے تمہاری فریاد قبول کی کہ میں ایک ہزار لگاتار آنے والے فرشتوں کے ساتھ

قافلہ تو ساحل کی طرف نکل گیا جبکہ ابو جہل سامنے آرہا ہے۔ اس پر ان لوگوں نے پھر عرض کی: یارسولَ اللہ! قافلے ہی کا تعاقب کیجئے اور دشمن کے لشکر کو چھوڑ دیجئے۔ یہ بات خاطرِ اقدس پہ ناگوار ہوئی تو حضرت صدیقِ اکبر اور حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہما نے کھڑے ہو کر اپنے اخلاص و فرمانبرداری اور رضا جوئی و جاں نثاری کا اظہار کیا اور بڑی قوت و استحکام کے ساتھ عرض کی کہ وہ کسی طرح مرضیٔ مبارک کے خلاف سستی کرنے والے نہیں ہیں۔ پھر اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی عرض کی کہ اللہ تعالیٰ نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو جو حکم فرمایا اس کے مطابق تشریف لے چلیں، ہم آپ کے ساتھ ہیں، کبھی پیچھے نہ ہٹیں گے، ہم آپ پر ایمان لائے ہیں، ہم نے آپ کی تصدیق کی اور ہم نے آپ کی پیروی کے عہد کئے ہیں۔ ہمیں آپ کی اتباع میں سمندر کے اندر کود جانے سے بھی کوئی عذر نہیں ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا: چلو! اللہ تعالیٰ کی برکت پر بھروسا کرو، اس نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے اور میں تمہیں بشارت دیتا ہوں کہ مجھے دشمنوں کے گرنے کی جگہ نظر آرہی ہے۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے کفار کے مرنے اور گرنے کی جگہ ہر ایک کے نام کے ساتھ بتا کر نشان لگادیئے اور یہ معجزہ دیکھا گیا کہ ان میں سے جو مر کر گرا اسی نشان پر گرا۔

آیت 7،8 ان دو آیات میں فرمایا گیا کہ یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے تم سے وعدہ کیا کہ ان دونوں گروہوں یعنی تجارتی قافلے یا لشکر میں ایک تمہارے لیے ہے اور تم یہ چاہتے تھے کہ تمہیں وہ ملے جس میں کانٹے کا کھٹکا نہ ہو یعنی تمہاری خواہش تھی کہ تمہیں تجارتی قافلہ ملے جس میں جنگ ہو اور نہ تمہیں اپنے مقابلے میں طاقت و قوت کا سامنا ہو اور اللہ تعالیٰ یہ چاہتا تھا کہ اسلام کو غالب کر کے اپنے کلام سے سچ کو سچ کر دکھائے اور کافروں کی جڑ کاٹ دے تو اس نے تمہیں لشکرِ کفار سے لڑنے کا حکم دیا تاکہ سچ یعنی اسلام کو دلیل سے ثابت وواضح کر دکھائے اور جھوٹ یعنی کفر کی تردید کر دے اگرچہ مشرک اسے ناپسند کریں۔

آیت 9 **شانِ نزول:** غزوۂ بدر کے دن رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے دعا فرمائی: یارب! تو نے جو مجھ سے وعدہ کیا ہے اسے پورا فرما۔ یارب! تو نے مجھ سے جو وعدہ کیا ہے وہ عنایت فرما۔ یارب! اگر تو اہلِ اسلام کی اس جماعت کو ہلاک کر دے گا تو زمین میں تیری پرستش نہ ہوگی۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم اسی طرح دعا کرتے رہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا: اے حبیب! یاد کرو جب تم اپنے

مُرْدِفِيْنَ ۝۹ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى وَلِتَطْمَىِٕنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ ۚ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا

تمہاری مدد کرنے والا ہوں ○ اور اللہ نے اس کو خوشخبری کیلئے ہی بنایا اور اس لیے کہ تمہارے دل مطمئن ہو جائیں اور مدد صرف

مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝۱۰ ع اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ ع ۱۵/۱

اللہ ہی کی طرف سے ہوتی ہے۔بیشک اللہ غالب حکمت والا ہے○ یاد کرو جب اس نے اپنی طرف سے تمہاری تسکین کے لئے تم پر اونگھ ڈال دی اور تم پر آسمان

عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ وَلِيَرْبِطَ عَلٰى

سے پانی اتارا تاکہ اس کے ذریعے وہ تمہیں پاک کردے اور تم سے شیطان کی ناپاکی کو دور کردے اور تمہارے دلوں کو

رب سے فریاد کرتے تھے اور اس سے مدد طلب کرتے تھے تو اس نے تمہاری فریاد قبول کی کہ میں ایک ہزار لگاتار آنے والے فرشتوں کے ساتھ تمہاری مدد کرنے والا ہوں چنانچہ پہلے ایک ہزار فرشتے آئے پھر تین ہزار پھر پانچ ہزار۔

آیت 10 فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے لگاتار آنے کو خوش خبری کے لئے ہی بنایا اور اس لیے کہ تمہارے دل مطمئن ہو جائیں اور مدد صرف اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوتی ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ ہر شے پر غالب ہے کوئی اس پر غالب نہیں آسکتا اور وہ حکمت والا ہے جس کی چاہتا ہے مدد فرماتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بے یار و مددگار چھوڑ دیتا ہے۔

آیت 11 ارشاد فرمایا: یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے تمہاری تسکین کے لئے تم پر اونگھ ڈال دی اور تم پر آسمان سے پانی اتارا تاکہ اس کے ذریعے وہ تمہیں بے وضوئی اور جنابت سے پاک کردے اور تم سے شیطان کا یہ وسوسہ دور کردے کہ اگر تم حق پر ہوتے تو پیاسے اور جنبی جبکہ مشرکین پانی پر قابض نہ ہوتے اور تمہارے دلوں کو یقین و صبر سے مضبوط کردے اور اس سے تمہارے قدم جمادے کہ وہ ریت میں نہ دھنسے۔ **اہم باتیں:** (1) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: غنودگی اگر جنگ میں ہو تو امن اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور نماز میں ہو تو شیطان کی طرف سے ہے۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ جب مسلمانوں کو دشمنوں کی کثرت اور اپنی قلت کے باعث جانوں کا خوف ہوا اور بہت زیادہ پیاس لگی تو ان پر غنودگی ڈال دی گئی جس سے انہیں راحت حاصل ہوئی، تھکان اور پیاس دور ہوئی اور وہ دشمن سے جنگ کرنے پر قادر ہوئے۔ یہ اونگھ اُن کے حق میں نعمت تھی۔ بعض علمانے فرمایا: یہ اونگھ معجزہ کے حکم میں ہے کیونکہ یکبارگی سب کو اونگھ آئی، یکبارگی اونگھ آجانا خلافِ عادت ہے۔ (2) غزوۂ بدر کے دن مسلمان ریگستان میں اُترے تو پاؤں ریت میں دھنسے جاتے تھے جبکہ مشرکین پہلے ہی پانی کی جگہوں پر قبضہ کر چکے تھے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے بعض کو وضو اور بعض کو غسل کی ضرورت تھی اور اس کے ساتھ پیاس کی شدت بھی تھی۔ شیطان نے ان کے دل میں وسوسہ ڈالا کہ تمہارا گمان ہے کہ تم حق پر ہو اور تم میں اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں جبکہ مشرکین غالب ہو کر پانی پر پہنچ گئے اور تم وضو اور غسل کئے بغیر نمازیں پڑھ رہے ہو تو تمہیں دشمن پر فتح یابی کی کس طرح امید ہے؟ یہ وسوسہ یوں زائل ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے بارش بھیجی جس سے وادی سیراب ہو گئی اور مسلمانوں نے اس سے پانی پیا، غسل اور وضو کئے، سواریوں کو پانی پلایا، بارش کی وجہ سے غبار بھی بیٹھ گیا اور زمین پر قدم جمنے لگے۔

قُلُوْبِكُمْ وَ یُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ ﴿۱۱﴾ اِذْ یُوْحِیْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓىٕكَةِ اَنِّیْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا

مضبوط کردے اور اس سے تمہارے قدم جمادے۔ یاد کرواے حبیب! جب تمہارا رب فرشتوں کو وحی بھیجتا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تم مسلمانوں

الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ؕ سَاُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ

کو ثابت رکھو۔ عنقریب میں کافروں کے دلوں میں ہیبت ڈال دوں گا تو تم کافروں کی گردنوں کے اوپر مارو

وَ اضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ﴿۱۲﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ۚ وَ مَنْ یُّشَاقِقِ

اور ان کے ایک ایک جوڑ پر ضربیں لگاؤ۔ یہ عذاب اس لیے ہوا کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی اور جو اللہ اور اس کے رسول

اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ﴿۱۳﴾ ذٰلِكُمْ فَذُوْقُوْهُ وَ اَنَّ لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابَ

سے مخالفت کرے تو بیشک اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔ یہ (سزا ہے) تو اس کا مزہ چکھو اور اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ کافروں کے لئے آگ کا

النَّارِ ﴿۱۴﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِیْتُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ ﴿۱۵﴾

عذاب ہے۔ اے ایمان والو! جب کافروں کے لشکر سے تمہارا مقابلہ ہو تو ان سے پیٹھ نہ پھیرو۔

آیت 12 ارشاد فرمایا: یاد کرواے حبیب! جب تمہارا رب فرشتوں کو وحی بھیجتا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تم مسلمانوں کو ثابت رکھو یعنی جب فرشتے مسلمانوں کی مدد کر رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی طرف وحی فرمائی کہ میں تمہارے ساتھ ہوں یا یہ معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی طرف وحی فرمائی کہ میں مسلمانوں کے ساتھ ہوں تم ان کی مدد کرو اور انہیں ثابت قدم رکھو۔ دوسرا معنی زیادہ قوی ہے کیونکہ اس کلام سے مقصود خوف زائل کرنا ہے اور فرشتے کفار سے نہیں ڈرتے۔ آیت میں مزید فرمایا کہ عنقریب میں کافروں کے دلوں میں ہیبت ڈال دوں گا تو تم کافروں کی گردنوں کے اوپر مارو اور ان کے ایک ایک جوڑ پر ضربیں لگاؤ۔ ایک قول کے مطابق یہ خطاب مسلمانوں سے اور ایک قول کے مطابق فرشتوں سے ہے۔ **اہم باتیں:** (1) غزوۂ بدر 2 ہجری 17 رمضان، بروز جمعہ ہوا (2) فرشتوں کے مسلمانوں کو ثابت قدم رکھنے کا معنی یہ ہے کہ فرشتوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو مددِ الٰہی کی خبر دی اور آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے مسلمانوں کو، جس سے مسلمانوں کے دل مطمئن ہو گئے اور وہ ثابت قدم رہے۔

آیت 13 فرمایا گیا کہ غزوۂ بدر کے دن کفار کے دلوں میں رعب ڈالے جانے، قتل اور قید ہونے کے عذاب کا سبب یہ تھا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے مخالفت کی اور انہیں پہنچنے والا یہ عذاب اُس عذاب کے مقابلے میں بہت تھوڑا ہے جو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے تیار کر رکھا ہے۔

آیت 14 ارشاد فرمایا: اے کفار! غزوۂ بدر میں تمہارا قتل اور قید ہونا تو دنیا کی سزا ہے، تم اس کا مزہ چکھو اور اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ آخرت میں کافروں کے لئے آگ کا عذاب ہے۔

آیت 15 ارشاد فرمایا: اے ایمان والو! جب کافروں کے لشکر سے تمہارا مقابلہ ہو تو شکست کھا کر ان سے پیٹھ نہ پھیرو۔ **اہم بات:** یہ اس وقت ہے کہ جب کفار مسلمانوں سے تعداد میں ڈبل سے زیادہ نہ ہوں اور اگر کفار کی تعداد مسلمانوں کے مقابلے میں ڈبل سے زیادہ ہو تو پھر مسلمانوں کا پیٹھ پھیر کر بھاگنا حرام نہیں لیکن صبر کے ساتھ ڈٹے رہنا بہتر ہے۔

وَ مَنْ یُّوَلِّهِمْ یَوْمَىٕذٍ دُبُرَهٗۤ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَیِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ

اور جو اس دن لڑائی میں ہنر مندی کا مظاہرہ کرنے یا اپنے لشکر سے ملنے کے علاوہ کسی اور صورت میں انہیں پیٹھ دکھائے گا تو وہ اللہ کے غضب کا

مِّنَ اللّٰهِ وَ مَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ وَ بِئْسَ الْمَصِیْرُ ﴿۱۶﴾ فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ۪

مستحق ہوگا اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور بہت بری لوٹنے کی جگہ ہے ۝ تو تم نے انہیں قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے انہیں قتل کیا

وَ مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ وَ لِیُبْلِیَ الْمُؤْمِنِیْنَ مِنْهُ بَلَآءً حَسَنًا ؕ اِنَّ

اور اے حبیب! جب آپ نے خاک پھینکی تو آپ نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی تھی اور اس لئے تاکہ مسلمانوں کو اپنی طرف سے اچھا انعام عطا فرمائے۔

اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿۱۷﴾ ذٰلِكُمْ وَ اَنَّ اللّٰهَ مُوْهِنُ كَیْدِ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۱۸﴾ اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ

بیشک اللہ سننے والا جاننے والا ہے ۝ یہ حق ہے اور یہ کہ اللہ کافروں کے مکروفریب کو کمزور کرنے والا ہے ۝ اے کافرو! اگر تم فیصلہ مانگتے ہو تو یہ فیصلہ

آیت 16 فرمایا کہ جو مسلمان جنگ میں کسی حکمتِ عملی کی وجہ سے پیچھے ہٹا مثلاً پیچھے ہٹ کر حملہ کرنا زیادہ مؤثر ہو نیز جو اپنی جماعت میں ملنے کے لئے پیچھے ہٹا مثلاً فوجیوں کا کوئی فرد یا گروہ مرکزی جماعت سے بچھڑ گیا اور وہ اپنے بچاؤ کے لئے پسپا ہو کر مرکزی جماعت سے ملا تو یہ دونوں پیٹھ دکھا کر بھاگنے والوں میں شمار نہ ہوں گے ان کے علاوہ جو مسلمان جنگ میں کفار کے مقابلے سے بھاگا تو وہ غضبِ الٰہی میں گرفتار ہوگا اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ **اہم بات:** جنگِ احد اور حنین میں جن صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے قدم اکھڑ گئے تھے وہ اس آیت کی وعید میں داخل نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں جنگِ احد میں پسپائی اختیار کرنے والے صحابہ کی عام معافی کا اعلان فرمایا ہے۔

آیت 17، 18 **شانِ نزول:** جب مسلمان جنگِ بدر سے واپس ہوئے تو ان میں سے ایک کہتا: میں نے فلاں کو قتل کیا، دوسرا کہتا: میں نے فلاں کو قتل کیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا کہ تم نے انہیں اپنے زورِ بازو اور طاقت و قوت سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری مدد فرما کر انہیں قتل کیا۔ **شانِ نزول:** جمہور مفسرین کا مختار قول یہ ہے کہ جب کفار اور مسلمانوں کی فوجیں آمنے سامنے ہوئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے ایک مٹھی خاک کافروں کے چہرے پر ماری اور فرمایا: شَاهَتِ الْوُجُوْهُ یعنی ان لوگوں کے چہرے بگڑ جائیں۔ وہ خاک تمام کافروں کی آنکھوں میں پڑی اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم انہیں قتل اور گرفتار کرنے لگے۔ کفارِ قریش کی شکست کا اصل سبب خاک کی یہی مٹھی تھی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا: اے حبیب! جب آپ نے خاک پھینکی تو آپ نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکی تھی اور اس لئے تاکہ مسلمانوں کو اپنی طرف سے مدد، غنیمت اور اجر و ثواب سے نواز کر اچھا انعام عطا فرمائے۔ بیشک اللہ تعالیٰ تمہاری دعائیں سننے والا اور تمہارے احوال جاننے والا ہے۔ دوسری آیت میں فرمایا کہ یہ انعام حق ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کافروں کے فریب کو کمزور کرنے والا ہے۔ **اہم بات:** نیک کام پر فخر کرنے کے بجائے اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنی چاہیے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہے۔

آیت 19 **شانِ نزول:** جنگِ بدر کے موقع پر ابوجہل نے دُعا کی: اے اللہ! ہم میں جو تیرے نزدیک اچھا ہے اس کی مدد کر۔ ایک روایت میں ہے کہ مشرکینِ مکہ نے بدر کی طرف چلتے وقت خانہ کعبہ کے پردوں سے لپٹ کر دعا کی کہ یارب! اگر محمد (صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم) حق پر ہیں تو ان کی اور اگر ہم حق پر ہیں تو ہماری مدد کر۔ اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا کہ اے کافرو! جو فیصلہ تم نے

Go To Index

جَآءَكُمُ الْفَتْحُ ۚ وَ اِنْ تَنْتَهُوْا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَ اِنْ تَعُوْدُوْا نَعُدْ ۚ وَ لَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ

تم پر آچکا اور اگر تم باز آجاؤ تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اور اگر تم پھر یہی کروگے تو ہم بھی پھر وہی کریں گے اور تمہارا گروہ تمہیں کوئی فائدہ نہ دے گا

شَيْـًٔا وَّ لَوْ كَثُرَتْ ۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۟ ﴿۱۹﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ٢ ع ٩ ١٦

اگرچہ بہت زیادہ ہو اور مزید یہ کہ اللہ مسلمانوں کے ساتھ ہے ○ اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کیا کرو

وَ لَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَ اَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ۚۖ ﴿۲۰﴾ وَ لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ هُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۲۱﴾

اور سن کر اس سے منہ نہ پھیرو ○ اور ان لوگوں کی طرح نہ ہونا جنہوں نے کہا: ہم نے سن لیا حالانکہ وہ نہیں سنتے ○

اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَ لَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيْهِمْ

بیشک سب جانوروں میں بدتر اللہ کے نزدیک وہ ہیں جو بہرے گونگے ہیں جن کو عقل نہیں ○ اور اگر اللہ ان میں کچھ بھلائی جانتا

چاہا تھا وہ کر دیا گیا اور جو گروہ حق پر تھا اس کو فتح دی گئی۔ آسمانی فیصلے سے بھی اسلام کی حقانیت ثابت ہوئی اور ابوجہل جنگ میں ذلت و رسوائی کے ساتھ مارا گیا۔ اگر تم میرے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے دشمنی رکھنے، انہیں جھٹلانے اور ان کے خلاف جنگ کرنے سے باز آگئے تو یہ دین اور دنیا دونوں میں تمہارے لئے بہتر ہے کہ اس طرح تم دائمی عذاب سے بچ جاؤ گے اور دنیا میں قتل کئے جانے، قیدی بنائے جانے اور غنیمت کے طور پر اَموال لے لئے جانے سے بچ جاؤ گے اور اگر تم نے مسلمانوں سے دوبارہ جنگ کی تو ہم پھر مسلمانوں کو تم پر مسلط کر دیں گے جیسا کہ تم بدر میں دیکھ چکے۔ **اہم بات:** یہاں غیبی خبر ہے کہ مسلمانوں کے مقابلے میں کفار کے بھاری لشکر بھی مغلوب ہو جائیں گے، یہ خبر پوری ہوئی کہ تھوڑے مسلمان بہت سے کافروں پر غالب آئے۔

آیت 20 ارشاد فرمایا: اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اطاعت کیا کرو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے حکم کی مخالفت کر کے آپ سے منہ نہ پھیرو حالانکہ تم قرآن سنتے ہو جو آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اطاعت لازم ہونے کا بیان فرماتا ہے۔ **اہم بات:** اس آیت سے مقصود نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اطاعت کا حکم دینا اور نافرمانی سے روکنا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا ذکر اس بات پر مُتَنَبِّہ کرنے کے لئے ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔

آیت 21 ارشاد فرمایا: اور منافقین و مشرکین کی طرح نہ ہونا جنہوں نے کہا: ہم نے سن لیا حالانکہ وہ نہیں سنتے کیونکہ جو سن کر فائدہ نہ اُٹھائے اور نصیحت حاصل نہ کرے اُس کا سننا سننا ہی نہیں ہے۔

آیت 22 **شانِ نزول:** بنی عبد الدار بن قُصَی کی ایک جماعت کہتی تھی کہ جو کچھ محمد (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) لائے ہم اُس سے بہرے گونگے اندھے ہیں، ان کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ مخلوقِ خدا میں روئے زمین پر اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدتر وہ ہیں جو حق بات نہ سنتے ہیں نہ بولتے ہیں اور نہ سمجھتے ہیں۔

آیت 23 اہلِ مکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے فرمائش کرتے تھے کہ آپ ہمارے سامنے قصی کو زندہ کر دیں، اگر انہوں نے آپ کے نبی ہونے کی گواہی دی تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے۔ اس پر فرمایا گیا کہ اگر اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں قبولِ حق کا سچا جذبہ اور

خَيْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ ؕ وَ لَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّ هُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۲۳﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا

تو انہیں سنا دیتا اور اگروہ انہیں سنا دیتا تو بھی وہ روگردانی کرتے ہوئے پلٹ جاتے۔ اے ایمان والو!

اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ۚ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ

اللہ اور اس کے رسول کی بارگاہ میں حاضر ہوجاؤ جب وہ تمہیں اس چیز کے لئے بلائیں جو تمہیں زندگی دیتی ہے اور جان لو کہ اللہ کا حکم آدمی اور اس کے دل کے

الْمَرْءِ وَ قَلْبِهٖ وَ اَنَّهٗۤ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَ اتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ

درمیان حائل ہوجاتا ہے اور یہ کہ اسی کی طرف تمہیں اٹھایا جائے گا۔ اور اس فتنے سے ڈرتے رہو جو ہرگز تم میں خاص ظالموں کو ہی نہیں

خَآصَّةً ۚ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۵﴾ وَ اذْكُرُوْۤا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ

پہنچے گا اور جان لو کہ اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔ اور یاد کرو جب تم زمین میں تھوڑے تھے، دبے ہوئے تھے،

رغبت پاتا تو ان کے مطلوبہ معجزات انہیں دکھادیتا اور حق سنادیتا لیکن چونکہ ان کے دلوں میں وہ صدق و رغبت موجود ہی نہیں لہٰذا انہیں ان کے مطلوبہ معجزات نہ دکھائے اور اگر اللہ تعالیٰ انہیں دکھا بھی دیتا تو بھی وہ روگردانی کرتے ہوئے پلٹ جاتے۔

آیت 24 ارشاد فرمایا: اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں ان کی اطاعت کرتے ہوئے حاضر ہو جاؤ جب وہ تمہیں اس چیز کے لئے بلائیں جو تمہیں زندگی دیتی ہے۔ اس چیز کے بارے میں مختلف اقوال ہیں: (1) اس سے مراد ایمان ہے کیونکہ کافر مردہ ہوتا ہے، ایمان سے اسے زندگی ملتی ہے۔ (2) وہ چیز قرآن ہے کیونکہ اس سے دِلوں کی زندگی اور دونوں جہان کی حفاظت ہے۔ (3) وہ چیز جہاد ہے کیونکہ اس کی بدولت اللہ تعالیٰ ذلت کے بعد عزت عطا فرماتا ہے، آیت میں مزید فرمایا: جان لو کہ اللہ تعالیٰ کا حکم آدمی اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے تو وہ بغیر ارادۂ الٰہی نہ ایمان لا سکتا ہے اور نہ کفر کر سکتا ہے اور یہ کہ اسی کی طرف تمہیں اٹھایا جائے گا تو وہ ہر عمل کرنے والے کو اس کے عمل کی جزا و سزا دے گا۔ **اہم باتیں:** (1) یہاں واحد کا صیغہ ''دَعَا'' اس لئے ذکر کیا گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا بلانا اللہ تعالیٰ ہی کا بلانا ہے۔ (2) اس آیت سے ثابت ہوا کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم جب کسی کو بلائیں تو اس پر لازم ہے کہ آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو جائے چاہے وہ نماز و عبادت ہی میں مصروف ہو۔

آیت 25 یہاں مسلمانوں کو عام فتنے اور عذاب سے ڈرایا جارہا ہے کہ اگر ظالموں پر عذاب نازل ہوا تو وہ صرف ظالموں تک محدود نہ رہے گا بلکہ نیک و بد سب لوگوں کو عام ہو گا۔ اور فرمایا: **جان لو کہ اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔** **اہم بات:** حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اس آیت میں مؤمنین کو حکم ہے کہ وہ اپنی طاقت و قدرت کے مطابق برائیوں کو روکیں اور گناہ کرنے والوں کو گناہ سے منع کریں، اگر انہوں نے ایسا نہ کیا تو عذاب ان سب کو عام ہو گا۔ **درس:** جو قوم قدرت کے باوجود برائیوں سے منع کرنا چھوڑ دیتی ہے تو وہ اپنے اس ترکِ فرض کی شامت میں مبتلائے عذاب ہوتی ہے۔

آیت 26 سابقہ آیات میں مؤمنین کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اطاعت کا حکم دیا گیا اور فتنے سے ڈرایا گیا، اب نعمتیں یاد دلائی جارہی ہیں، فرمایا گیا: اے مہاجرین کے گروہ! یاد کرو، جب نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بعثت سے پہلے تم تعداد میں کم

فِي الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ

تم ڈرتے تھے کہ کہیں لوگ تمہیں اچک کر نہ لے جائیں تو اللہ نے تمہیں ٹھکانہ دیا اور اپنی مدد سے تمہیں قوت دی اور تمہیں پاکیزہ چیزوں کا

الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۲۶﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْۤا

رزق دیا تاکہ تم شکر ادا کرو ○ اے ایمان والو! اللہ اور رسول سے خیانت نہ کرو اور نہ جان بوجھ کر

اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۷﴾ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّمَاۤ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۙ وَّاَنَّ

اپنی امانتوں میں خیانت کرو ○ اور جان لو کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد ایک امتحان ہے اور یہ کہ

تھے، ابتدائے اسلام میں مکہ کی سرزمین پر تمہیں کمزور سمجھا جاتا تھا اور تم سفر کرنے سے ڈرتے تھے کہ کہیں کفار تمہیں لوٹ نہ لیں تو اللہ تعالیٰ نے تمہیں مکہ سے مدینہ منتقل کر کے ٹھکانہ دیا اور تم کفار کے شر سے محفوظ ہو گئے نیز اپنی مدد سے تمہیں قوت عطا کی کہ بدر کی جنگ میں کفار پر تمہاری ہیبت ڈال دی جس کے نتیجے میں تم اپنے سے تین گنا بڑے لشکر پر غالب آئے اور تمہیں پاکیزہ چیزوں کا رزق دیا کہ تمہارے لئے مالِ غنیمت کو حلال کیا جبکہ پہلی امتوں پر وہ حرام تھا تاکہ تم اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں پر شکر ادا کرو۔ **درس:** ہر دور میں اسی طرح اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو طرح طرح کی نعمتوں سے نوازتا ہے۔ جب مسلمان اللہ تعالیٰ کی ناشکری کرتے، یادِ خدا سے غفلت کو اپنا شعار بنالیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان سے اپنی نعمتیں واپس لے لیتا ہے۔

آیت 27 **شانِ نزول:** جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے بنو قریظہ کے یہودیوں کا محاصرہ فرمایا تو انہوں نے صلح کی درخواست کی۔ آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے اس کے سوا کوئی بات منظور نہ فرمائی کہ اپنے حق میں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا فیصلہ منظور کریں۔ اس پر اُنہوں نے کہا: ہمارے پاس ابو لبابہ (رضی اللہ عنہ) کو بھیج دیجئے۔ حضرت ابو لبابہ رضی اللہ عنہ سے اُن کے تعلقات تھے اور ان کا مال، اولاد اور عیال سب بنو قریظہ کے پاس تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو بھیج دیا۔ بنو قریظہ نے اُن سے پوچھا کہ کیا ہم اپنے حق میں سعد بن معاذ (رضی اللہ عنہ) کا فیصلہ کرنا قبول کرلیں۔ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے اپنی گردن پر ہاتھ پھیر کر اشارہ کیا کہ یہ تو گلے کٹوانے کی بات ہے۔ اس کے بعد ان کے دل میں یہ بات جم گئی کہ مجھ سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی خیانت واقع ہوئی ہے۔ یہ سوچ کر سیدھے مسجد شریف پہنچے اور خود کو ایک ستون سے بندھوالیا اور اللہ تعالیٰ کی قسم کھائی کہ نہ کچھ کھائیں گے نہ پئیں گے حتی کہ مر جائیں یا اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمالے۔ وقتاً فوقتاً انہیں نمازوں اور طبعی حاجتوں کے لئے کھول دیا جاتا تھا۔ 7 روز بندھے رہے، اس دوران نہ کچھ کھایا نہ پیا حتی کہ بے ہوش ہو کر گر گئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمالی۔ ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا کہ اے ایمان والو! اللہ اور رسول سے خیانت نہ کرو اور نہ جان بوجھ کر اپنی امانتوں میں خیانت کرو۔ **اہم باتیں:** (1) فرائض چھوڑنا اللہ تعالیٰ سے اور سنت ترک کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے خیانت ہے۔ (2) اپنی قوم کے راز دوسری قوم تک پہنچانا سخت جرم ہے۔

آیت 28 مسلمانوں سے فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے مال و دولت اور اولاد کی جو نعمتیں تمہیں عطا کی ہیں وہ تمہارے لئے ایک آزمائش ہیں

ع ٣ ١٧

اللّٰهَ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ عَظِیْمٌ ﴿۲۸﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا

اللہ کے پاس بڑا ثواب ہے ○ اے ایمان والو! اگر تم اللہ سے ڈرو گے تو تمہیں حق و باطل میں فرق کر دینے والا نور عطا فرما دے گا

وَّ یُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَیِّاٰتِكُمْ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ﴿۲۹﴾ وَ اِذْ یَمْكُرُ بِكَ

اور تمہارے گناہ مٹا دے گا اور تمہاری مغفرت فرما دے گا اور اللہ بڑے فضل والا ہے ○ اور اے حبیب! یاد کرو جب کافروں نے تمہارے خلاف

الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْكَ اَوْ یَقْتُلُوْكَ اَوْ یُخْرِجُوْكَ ؕ وَ یَمْكُرُوْنَ وَ یَمْكُرُ اللّٰهُ ؕ وَ اللّٰهُ

سازش کی کہ تمہیں باندھ دیں یا تمہیں شہید کر دیں یا تمہیں نکال دیں اور وہ اپنی سازشیں کر رہے تھے اور اللہ اپنی خفیہ تدبیر فرما رہا تھا اور اللہ سب سے

تا کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے یہ ظاہر فرما دے کہ احکامِ الٰہیہ پر عمل کرنے میں مال و اولاد کی محبت تمہارے لئے رکاوٹ بنتی ہے یا نہیں اور اس بات پہ یقین رکھو کہ اپنے مال اور اولاد میں جتنا تم اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق عمل کرتے ہو اس کا ثواب اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے لہٰذا تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو تا کہ آخرت میں تمہیں بے شمار اجر دیا جائے۔

آیت 29 مسلمانوں سے فرمایا گیا کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو گے اور اس کے حکم پر چلو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کو ایسا نور اور توفیق عطا فرمائے گا جس سے تم حق و باطل کے درمیان فرق کر لیا کرو گے اور تمہارے سابقہ گناہ مٹا دے گا اور تمہارے عیبوں کو چھپا لے گا کہ دنیا اور آخرت میں رسوا نہ کرے گا اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

آیت 30 اس آیت میں ہجرت کے وقت کے واقعے کا بیان ہے کہ کفارِ قریش دارُ النَّدوہ (کمیٹی گھر) میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بارے میں مشورے کے لئے جمع ہوئے، ابلیس لعین بھی ایک بڈھے کی صورت میں آکر ان میں شامل ہو گیا اور کہا کہ میں نجد کا شیخ ہوں، اور اس معاملہ میں بہتر رائے سے تمہاری مدد کروں گا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق رائے زنی شروع ہوئی۔ ابوالبختری نے کہا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو ایک مکان میں قید کر دو اور مضبوط بندشوں سے باندھ کر دروازہ بند کر دو، صرف ایک سوراخ چھوڑ دو جس سے کبھی کبھی کھانا پانی دیا جائے۔ اس پر ابلیس لعین بہت ناخوش ہوا اور کہا: بڑی ناقص رائے ہے، جب یہ خبر مشہور ہوگی تو اُن کے اصحاب آکر تم سے مقابلہ کریں گے اور انہیں چھڑا لیں گے۔ پھر ہشام بن عمرو نے کہا کہ آپ کو اونٹ پر سوار کر کے اپنے شہر سے نکال دو، پھر وہ جو کچھ بھی کریں اس سے تمہیں کچھ ضرر نہیں۔ شیطان نے اسے بھی ناپسند کیا اور کہا: اگر تم نے ایسا کیا تو وہ دوسری قوم کے دلوں کو تسخیر کر کے ان لوگوں کے ساتھ تم پر چڑھائی کر دیں گے۔ اس پر ابوجہل نے رائے دی کہ قریش کے ہر خاندان سے ایک ایک عالی نسب جوان منتخب کر کے انہیں تیز تلواریں دی جائیں، وہ سب یکبارگی حملہ آور ہوں تو بنی ہاشم قریش کے تمام قبائل سے نہ لڑ سکیں گے۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہو گا کہ انہیں خون کا معاوضہ دینا پڑے گا اور وہ دے دیا جائے گا۔ ابلیس لعین نے یہ تجویز پسند کی اور اسی پر سب کا اتفاق ہو گیا۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ واقعہ پیش کیا اور عرض کی کہ حضور! رات کے وقت اپنی خواب گاہ میں نہ رہیں، اللہ تعالیٰ نے اِذن دیا ہے، آپ مدینہ طیبہ کا عزم فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنی خواب گاہ میں رہنے کا حکم دیا اور دولت سرائے اقدس سے باہر تشریف لائے۔ دستِ مبارک میں ایک

خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ﴿٣٠﴾ وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا قَالُوْا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ

بہتر خفیہ تدبیر فرمانے والا ہے○ اور جب ان کے سامنے ہماری آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو کہتے ہیں: بیشک ہم نے سن لیا، اگر ہم چاہتے تو ایسا (کلام) ہم

هٰذَاۤ ۙ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٣١﴾ وَ اِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ

بھی کہہ دیتے، یہ صرف پہلے لوگوں کی داستانیں ہیں ○ اور جب انہوں نے کہا: اے اللہ اگر یہ (قرآن) ہی تیری طرف سے حق ہے

مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿٣٢﴾ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ

تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا دے یا کوئی دردناک عذاب ہم پر لے آ ○ اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ

مشت خاک لی اور آیت ﴿اِنَّا جَعَلْنَا فِيْۤ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا﴾ پڑھ کر مُحاصرہ کرنے والوں پر ماری۔ سب کی آنکھوں اور سروں پر پہنچی۔ سب اندھے ہوگئے اور آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو دیکھ نہ سکے۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ غارِ ثور میں تشریف لے گئے۔ مشرکین تلاش کرتے غارِ ثور پر پہنچے تو مکڑی کے جالے دیکھ کر کہنے لگے کہ اگر اس میں داخل ہوتے تو یہ جالے باقی نہ رہتے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم اس غار میں تین دن ٹھہرے پھر مدینہ طیبہ روانہ ہوئے۔

آیت 31 **شانِ نزول:** نضر بن حارث تجارت کے لئے فارس اور حیرہ وغیرہ ممالک کا سفر کرتا تھا، اس نے وہاں کے باشندوں سے رستم، اسفندیار اور دیگر عجمیوں کے قصے سن رکھے تھے نیز یہودی اور عیسائی عبادت گزاروں کو تورات وانجیل کی تلاوت، رکوع، سجدے اور گریہ وزاری کرتے دیکھا تھا۔ اس نے کہا کہ جو کلام محمد (صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم) پیش کرتے ہیں اس جیسا تو ہم نے سنا ہوا ہے۔ اگر ہم چاہیں تو ہم بھی ایسا کلام کہہ سکتے ہیں۔ اس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔ **اہم بات:** کفار کا اس باطل دعویٰ سے حق کا انکار کرنا ڈھیٹ پن ہے کیونکہ فصحائے عرب کو اس کی مثل ایک سورت بنالانے کی دعوتیں دینے اور ان سب کے عاجز رہ جانے کے بعد ایسا دعویٰ کرنا نہایت ذلیل حرکت ہے۔

آیت 32 جب رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے گزشتہ امتوں کے واقعات بیان فرمائے تو نضر بن حارث نے کہا: اگر میں چاہوں تو اس جیسے واقعات کہہ سکتا ہوں۔ اس پر حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا: اللہ سے ڈر، رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم حق بات ارشاد فرماتے ہیں۔ نضر نے کہا: میں بھی سچی بات کہتا ہوں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم ”لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ“ کہتے ہیں۔ نضر نے کہا: میں بھی یہ کہتا ہوں لیکن یہ بت اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ پھر نضر نے دعا مانگی جس کا ذکر اس آیت میں کیا گیا ہے، اس نے کہا: اے اللہ! جو قرآن محمد (صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم) لائے ہیں اگر یہ ہی تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا دے یا کوئی دردناک عذاب ہم پر لے آ۔ **اہم بات:** (1) نضر بن حارث وہ بدبخت کافر ہے جس کی مذمت میں قرآنِ پاک کی 10 آیات نازل ہوئیں اور غزوۂ بدر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے دستِ اقدس سے جہنم واصل ہوا۔ (2) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہ دعا ابوجہل نے مانگی تھی۔ (بخاری، حدیث: 4648)

آیت 33 ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ جس عذاب کا کفار نے سوال کیا وہ عذاب انہیں دے جب تک اے حبیب! تم ان میں تشریف فرما ہو کیونکہ آپ رحمۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن بنا کر بھیجے گئے ہو اور سنتِ الٰہیہ یہ ہے کہ جب تک کسی قوم میں اس کے نبی موجود ہوں

لِيُعَذِّبَهُمْ وَ اَنْتَ فِيْهِمْ ؕ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَ مَا

انہیں عذاب دے جب تک اے حبیب! تم ان میں تشریف فرما ہو اور اللہ انہیں عذاب دینے والا نہیں جبکہ وہ بخشش مانگ رہے ہیں○ اور انہیں کیا

لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَ هُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَ مَا كَانُوْۤا اَوْلِيَآءَهٗ ؕ اِنْ

ہے کہ اللہ انہیں عذاب نہ دے حالانکہ یہ مسجدِ حرام سے روک رہے ہیں اور یہ اِس کے اہل ہی نہیں، اس کے اہل تو

اَوْلِيَآؤُهٗۤ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَ مَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ

پرہیز گار ہی ہیں مگر ان میں اکثر جانتے نہیں○ اور بَیْتُ اللہ کے پاس ان کی نماز

اِلَّا مُكَآءً وَّ تَصْدِيَةً ؕ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۳۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

صرف سیٹیاں بجانا اور تالیاں بجانا ہی تھا تو اپنے کفر کے بدلے عذاب کا مزہ چکھو○ بیشک کافر اپنے مال

ان پر عام بربادی کا عذاب نہیں بھیجتا کہ جس سے سب کے سب ہلاک ہو جائیں اور کوئی نہ بچے۔ آیت کا یہ حصہ اس وقت نازل ہوا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم مکہ مکرمہ میں مقیم تھے۔ جب آپ نے ہجرت فرمائی اور کچھ مسلمان رہ گئے جو اِستغفار کرتے تھے تو آیت کا دوسرا حصہ نازل ہوا، فرمایا گیا کہ جب تک استغفار کرنے والے ایمان دار موجود ہیں اس وقت تک بھی عذاب نہ آئے گا۔ جب وہ حضرات بھی مدینہ طیبہ کو روانہ ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے فتحِ مکہ کا اذن دیا اور وہ عذابِ مَوعود آ گیا جس کا بیان اگلی آیت میں آرہا ہے **اہم بات:** استغفار عذاب سے امن میں رہنے کا ذریعہ ہے۔

آیت 34 ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! آپ کے ان کے بیچ سے چلے جانے کے بعد انہیں کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں عذاب نہ دے۔ اس آیت میں عذاب سے مراد (قتل اور قید ہونے کا) وہ عذاب ہے جو بدر کے دن انہیں پہنچا۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اس سے آخرت کا عذاب مراد ہے اور (سابقہ آیت میں) جس عذاب کی نفی کی گئی اس سے دنیوی عذاب مراد ہے۔ ان کفار کو عذاب دیئے جانے کا سبب یہ ہے کہ یہ مسجدِ حرام سے روک رہے ہیں اور مؤمنین کو طوافِ کعبہ کے لئے نہیں آنے دیتے جیسا کہ حُدَیبیہ کے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم اور آپ کے اصحاب کو روکا۔ کفار دعویٰ کرتے تھے کہ ہم خانہ کعبہ اور حرم شریف کے مُتَولّی ہیں لہٰذا ہم جسے چاہیں اس میں داخل ہونے دیں اور جسے چاہیں روک دیں۔ ان کا رد کرتے ہوئے آیت میں فرمایا گیا کہ یہ مسجدِ حرام کے اہل نہیں اور نہ کعبہ کے اُمور میں تَصَرُّف و انتظام کا کوئی اختیار رکھتے ہیں کیونکہ یہ مشرک ہیں، مسجدِ حرام کے متولی ہونے کے اہل تو پرہیز گار ہی ہیں مگر اکثر مشرکین یہ جانتے نہیں۔

آیت 35 کفارِ قریش ننگے ہو کر خانہ کعبہ کا طواف کرتے نیز سیٹیاں اور تالیاں بجاتے تھے۔ ان کا یہ فعل یا تو اس باطل عقیدے کی وجہ سے تھا کہ سیٹی اور تالی بجانا عبادت ہے یا اس لئے کہ شور سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو نماز میں پریشانی ہو۔ آیت میں ان سے فرمایا گیا کہ اپنے کفر کے بدلے دنیا میں قتل اور قید کئے جانے کے عذاب کا مزہ چکھو۔

آیت 36 **شانِ نزول:** اس آیت کے شانِ نزول میں مختلف اقوال ہیں: (1) جنگِ بدر کے موقع پر 12 افراد نے لشکرِ کفار کا کھانا اپنے

Go To Index

يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ فَسَيُنْفِقُوْنَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً

اس لئے خرچ کرتے ہیں کہ اللہ کی راہ سے روکیں تو اب مال خرچ کریں گے پھر وہی مال ان پر حسرت و ندامت ہو جائیں گے

ثُمَّ يُغْلَبُوْنَ ؕ۬ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِلٰى جَهَنَّمَ يُحْشَرُوْنَ ﴿٣٦﴾ لِيَمِيْزَ اللّٰهُ الْخَبِيْثَ مِنَ

پھر یہ مغلوب کردیے جائیں گے اور کافروں کو جہنم کی طرف چلایا جائے گا ○ تاکہ اللہ خبیث کو پاکیزہ سے جدا کردے

الطَّيِّبِ وَيَجْعَلَ الْخَبِيْثَ بَعْضَهٗ عَلٰى بَعْضٍ فَيَرْكُمَهٗ جَمِيْعًا فَيَجْعَلَهٗ فِيْ جَهَنَّمَ ؕ

اور خبیثوں کو ایک دوسرے کے اوپر کر کے سب کو ڈھیر بناکر جہنم میں ڈال دے،

ع ١٨ ۔ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿٣٧﴾ قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ ۚ

وہی نقصان پانے والے ہیں ○ تم کافروں سے فرماؤ کہ اگر وہ باز آگئے تو جو پہلے گزرچکا وہ انہیں معاف کردیا جائے گا

ذمہ لیا تھا، ان میں سے ہر شخص روزانہ دس اونٹ ذبح کرکے لشکر کو کھلاتا تھا۔ (2) جنگِ احد کے موقع پر ابوسفیان نے دو ہزار کفار کو کرایہ پر جنگ کے لئے تیار کیا اور ان پر 40 اوقیہ سونا خرچ کیا۔ آیت میں فرمایا گیا کہ کفار اپنا مال اس لئے خرچ کرتے ہیں تاکہ قوت حاصل کرکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم اور مسلمانوں کے خلاف جنگ کریں اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم پر ایمان لانے سے روکیں تو اب مال اس لئے خرچ کریں گے پھر ان کا یہی مال ان کے لئے ندامت کا سبب ہوگا کیونکہ ان کے اموال خرچ ہوجائیں گے لیکن ان کی اللہ تعالیٰ کے نور کو بجھانے اور کفر کے کلمے کو اللہ تعالیٰ کے کلمے پر بلند کرنے کی آرزو پوری نہ ہوگی پھر اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ان پر غلبہ عطا فرمائے گا اور آخرت میں کافروں کو جہنم میں جمع فرمائے گا اور انہیں عذاب دے گا۔ **اہم بات:** جن 12 افراد کا اوپر ذکر ہوا ان میں سے دو اشخاص حضرت عباس بن عبد المطلب اور حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہما نیز حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ بعد میں ایمان لے آئے تھے۔

آیت 37 فرمایا کہ کافروں کو جہنم میں اس لئے جمع کیا جائے گا تاکہ اللہ تعالیٰ کافر کو مومن سے جدا کردے اور کافروں کو ایک دوسرے کے اوپر کرکے سب کو ڈھیر بناکر جہنم میں ڈال دے، وہی دنیا و آخرت میں نقصان پانے والے ہیں۔ **اہم بات:** اس آیت میں کفار کو خبیث اور مؤمنین کو طیب کہہ کر دونوں میں فرق کیا گیا۔

آیت 38 ارشاد فرمایا: اے حبیب! آپ ابو سفیان اور اس کے ساتھیوں سے فرمادیجئے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کرنے اور مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے سے باز آجائیں اور دینِ اسلام میں داخل ہوجائیں تو اللہ تعالیٰ ان کا سابقہ کفر اور گناہ معاف فرمادے گا اور اگر وہ اپنے کفر پر قائم رہے، آپ کے اور مسلمانوں کے خلاف پھر جنگ کی تو اس معاملے میں اللہ تعالیٰ کی سنت گزر چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے دشمنوں کو ہلاک فرمادیتا ہے جیسے پچھلی امتوں کے کفار نے جب اللہ تعالیٰ کے رسولوں

وَ اِنْ یَّعُوْدُوْا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۳۸﴾ وَ قَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ

اور اگر وہ دوبارہ (لڑائی) کریں گے تو پہلے لوگوں کا دستور گزر چکا○ اور ان سے لڑو یہاں تک کہ کوئی فساد باقی نہ رہے

وَّ یَكُوْنَ الدِّیْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۚ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا یَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ﴿۳۹﴾

اور سارا دین اللہ ہی کا ہوجائے پھر اگر وہ باز آجائیں تو اللہ ان کے کام دیکھ رہا ہے○

وَ اِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ ؕ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَ نِعْمَ النَّصِیْرُ ﴿۴۰﴾

اور اگر یہ روگردانی کریں تو جان لو کہ اللہ تمہارا مددگار ہے، کیا ہی اچھا مولیٰ اور کیا ہی اچھا مددگار○

کو جھٹلایا، اور سرکشی کا راستہ اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں عبرتناک عذاب میں مبتلا کر دیا یونہی جنگِ بدر میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد کی اور مشرکوں کو شکست و رسوائی سے دوچار کیا، وہ پھر ایسا ہی کرے گا۔ **اہم بات:** کافر جب کفر سے باز آئے اور اسلام قبول کرلے تو کفر سمیت اس کے سابقہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

آیت 39، 40 ارشاد فرمایا: اے ایمان والو! ان کافروں سے لڑو یہاں تک کہ شرک کا غلبہ نہ رہے اور اللہ تعالیٰ کا دین اسلام غالب ہو جائے، پھر اگر وہ اپنے کفر سے باز آجائیں تو اللہ تعالیٰ ان کے کام دیکھ رہا ہے، وہ انہیں اس کی اور ان کے اسلام لانے کی جزا دے گا اور اگر یہ لوگ ایمان لانے سے روگردانی کریں تو جان لو کہ اللہ تعالیٰ تمہارا مددگار ہے، تم اسی کی مدد پر بھروسا رکھو اور ان کی دشمنی کی پرواہ نہ کرو اور اللہ تعالیٰ کیا ہی اچھا مولیٰ اور کیا ہی اچھا مددگار ہے۔

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی

اور جان لو کہ تم جو مالِ غنیمت حاصل کرو تو اس کا پانچواں حصہ خاص اللہ کے لئے اور رسول کے لئے اور (رسول کے) رشتے داروں کیلئے اور یتیموں

وَالْمَسٰكِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ ۙ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَاۤ اَنْزَلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا یَوْمَ الْفُرْقَانِ

اور مسکینوں اور مسافروں کے لئے ہے، اگر تم اللہ پر اور اس پر ایمان رکھتے ہو جو ہم نے اپنے خاص بندے پر فیصلے کے دن اتارا

یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعٰنِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿٤١﴾ اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْیَا وَهُمْ

جس دن دونوں فوجیں آمنے سامنے ہوئی تھیں اور اللہ ہر شے پر قادر ہے○ جب تم قریب والی جانب تھے اور وہ کافر

بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰی وَالرَّكْبُ اَسْفَلَ مِنْكُمْ ؕ وَلَوْ تَوَاعَدْتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِی الْمِیْعٰدِ ۙ

دور والی جانب تھے اور قافلہ تم سے نیچے والی طرف تھا اور اگر تم آپس میں کوئی وعدہ کرتے تو ضرور مدت کے بارے میں تمہارا اختلاف ہو جاتا

آیت 41 یہاں مالِ غنیمت کا حکم اور اس کی تقسیم کا طریقہ بیان ہو رہا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا: جان لو کہ تم جو مالِ غنیمت حاصل کرو تو اس کا پانچواں حصہ خاص اللہ تعالیٰ، اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم، رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے رشتے داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لئے ہے۔ اگر تم اللہ تعالیٰ پر اور اس پر ایمان رکھتے ہو جو ہم نے اپنے خاص بندے محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر بدر کے دن اتارا جس دن مسلمانوں اور کافروں کی فوجیں آمنے سامنے ہوئی تھیں تو اس کے مطابق عمل کرو اور اس تقسیم پر راضی رہو۔ اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے، اس پر بھی قادر ہے کہ زیادہ تعداد کے مقابلے میں کم تعداد کی مدد فرمائے جیسا کہ اس نے بدر کے دن تمہاری مدد فرمائی۔ **اہم باتیں:** (1) وہ مال جسے مسلمان کفار سے جنگ میں قہر و غلبہ کے طور پر حاصل کریں اسے غنیمت کہتے ہیں۔ (2) مالِ غنیمت حلال ہونا امتِ محمدیہ کی خصوصیات میں سے ہے، پہلے کسی امت کے لئے غنیمت کا مال حلال نہیں ہوا۔ (3) رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بعد اب آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور آپ کے اہلِ قرابت کے حصے ساقط ہو گئے۔ اب مالِ غنیمت کا جو پانچواں حصہ نکالا جائے تو اس کے تین حصے کئے جائیں گے۔ ایک حصہ یتیموں، ایک مسکینوں اور ایک مسافروں کے لئے اور اگر تینوں حصے ایک ہی قسم مثلاً یتیموں یا مسکینوں پر خرچ کر دیئے جب بھی جائز ہے اور مجاہدین کو حاجت ہو تو ان پر خرچ کرنا بھی جائز ہے۔

آیت 42 فرمایا کہ اے مسلمانو! اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت یاد کرو کہ جب تمہارا لشکر بدر کی اس جانب تھا جو مدینہ طیبہ سے قریب تھی اور کفار کا لشکر دوسری جانب تھا جو مدینہ طیبہ سے دور تھی جبکہ ابوسفیان کا تجارتی قافلہ وادیٔ بدر کی نچلی جانب تین میل کے فاصلے پر ساحلِ سمندر کی طرف تھا۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں پہلے سے وقت مقرر کئے بغیر کفار کے مقابلے میں لا کھڑا کیا، اس میں حکمت یہ تھی کہ اگر تم اور کفار جنگ کا وقت معین کر لیتے پھر تم اپنی قلیل تعداد، بے سروسامانی، کفار کی کثیر تعداد اور ان کے سامان کی کثرت دیکھتے تو ہیبت و خوف کی وجہ سے ہمت ہار بیٹھتے اور میدانِ جنگ سے کترا کر نکل جاتے لیکن کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسلام و مسلمین کی مدد اور دشمنانِ دین کی ہلاکت کا کام پورا کرنا تھا جسے ہو کر ہی رہنا تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے تمہیں وقت مقرر کئے بغیر ہی جمع کر دیا۔ یہ اس لئے کیا تاکہ جس نے کفر اختیار کر کے ہلاک ہونا ہے وہ دلیل قائم ہونے اور حجت پوری ہو جانے کے بعد ہلاک ہو اور جو اسلام قبول کر کے زندہ رہے

وَ لٰكِنْ لِّیَقْضِیَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ۙ لِّیَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَیِّنَةٍ وَّ یَحْیٰى مَنْ حَیَّ

لیکن کیونکہ اللہ نے اس کام کو پورا کرنا تھا جسے ہو کر ہی رہنا تھا تاکہ جسے ہلاک ہونا ہے وہ واضح دلیل سے ہلاک ہو اور جو زندہ رہے وہ بھی واضح

عَنْۢ بَیِّنَةٍؕ-وَ اِنَّ اللّٰهَ لَسَمِیْعٌ عَلِیْمٌۙ(۴۲) اِذْ یُرِیْكَهُمُ اللّٰهُ فِیْ مَنَامِكَ قَلِیْلًاؕ-وَ لَوْ

دلیل سے زندہ رہے اور بیشک اللہ ضرور سننے والا جاننے والا ہے ○ (اے حبیب! یاد کرو) جب اللہ نے یہ کافر تمہاری خواب میں تمہیں تھوڑے کرکے دکھائے

اَرٰىكَهُمْ كَثِیْرًا لَّفَشِلْتُمْ وَ لَتَنَازَعْتُمْ فِی الْاَمْرِ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَؕ-اِنَّهٗ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ

اور اگر وہ ان کو زیادہ کرکے تمہیں دکھاتا تو اے مسلمانو! تم ضرور بزدل ہوجاتے اور تم ضرور معاملے میں اختلاف کرتے لیکن اللہ نے سلامت رکھا، بیشک وہ

الصُّدُوْرِ(۴۳) وَ اِذْ یُرِیْكُمُوْهُمْ اِذِ الْتَقَیْتُمْ فِیْۤ اَعْیُنِكُمْ قَلِیْلًا وَّ یُقَلِّلُكُمْ فِیْۤ اَعْیُنِهِمْ

دلوں کی باتیں جانتا ہے ○ اور (اے مسلمانو! یاد کرو) جب لڑتے وقت اللہ تمہیں وہ کافر تمہاری نگاہوں میں تھوڑے کرکے دکھا رہا تھا اور تمہیں ان کی نگاہوں

وہ بھی دلیل قائم ہونے کے بعد زندہ رہے اور بیشک اللہ تعالیٰ ضرور سننے والا جاننے والا ہے۔ **اہم بات:** غزوۂ بدر میں بظاہر حالات کافروں کے موافق اور مسلمانوں کے مخالف تھے لیکن جب جنگ ہوئی تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے مسلمانوں کو بہت بڑی فتح نصیب ہوئی اور کفار بدترین شکست سے دوچار ہوئے۔ مسلمانوں کی فتح اور کفار کی شکست نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا عظیم معجزہ ہے کیونکہ جنگ شروع ہونے سے پہلے ہی آپ نے مسلمانوں کو فتح کی بشارت دے دی تھی حالانکہ اس وقت ظاہری اور مادی طور پر مسلمانوں کی فتح کے کوئی آثار نہ تھے۔ اس لئے اس آیت میں فرمایا گیا کہ اب جو کفر اختیار کرکے ہلاکت میں پڑے گا تو دلیل قائم ہونے اور حجت پوری ہوجانے کے بعد ہلاکت میں پڑے گا اور جو اسلام قبول کرکے زندگی حاصل کرے گا تو وہ دلیل قائم ہونے کے بعد کرے گا۔

آیت 43 فرمایا کہ اے حبیب! اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے یہ کافر تمہارے خواب میں تمہیں تھوڑے کر کے دکھائے، آپ نے اپنا یہ خواب صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو بیان کیا اس سے ان کی ہمتیں بڑھیں، اپنے ضعف و کمزوری کا اندیشہ نہ رہا، دشمن پر جرأت پیدا ہوئی اور دل مضبوط ہوئے۔ اگر اللہ تعالیٰ ان کو زیادہ کرکے تمہیں دکھاتا تو اے مسلمانو! تم ضرور بزدل ہوجاتے اور تم ضرور جنگ کے معاملے میں اختلاف کرتے لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان باتوں سے سلامت رکھا، بیشک اللہ تعالیٰ دلوں کی باتیں جانتا ہے۔ **اہم بات:** انبیاء علیہم السلام کا خواب حق ہوتا ہے، آپ کو کفار تھوڑے دکھائے گئے اور ایسے کفار جو کفر ہی پر مرے وہ تھوڑے ہی تھے کیونکہ مقابل لشکر میں کثیر لوگ وہ تھے جنہیں بعد میں ایمان نصیب ہوا نیز خواب میں قِلَّت کی تعبیر ضُعف سے ہے اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو غالب فرما کر کفار کا ضعف ظاہر کر دیا۔

آیت 44 ارشاد فرمایا: اور اے مسلمانو! یاد کرو جب لڑتے وقت اللہ تعالیٰ تمہیں وہ کافر تمہاری نگاہوں میں تھوڑے کرکے دکھا رہا تھا اور تمہیں ان کی نگاہوں میں تھوڑا کر دیا۔ مسلمانوں کو مشرکین تھوڑے دکھانے میں حکمت یہ تھی کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے خواب کی صداقت ظاہر ہو، ان کے دل مضبوط ہوں اور کفار پر ان کی جرأت بڑھ جائے جبکہ مشرکین کو مسلمانوں کی تعداد تھوڑی دکھانے میں یہ حکمت تھی کہ یہ مقابلہ پر جم جائیں، بھاگ نہ پڑیں اور یہ بات ابتدا میں تھی، جنگ بھڑکنے کے بعد انہیں مسلمان بہت

ع ٥/٧ ١

لِيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ؕ وَ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۴۴﴾ ع يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا

میں تھوڑا کر دیا تاکہ اللہ اس کام کو پورا کرے جسے ہو کر ہی رہنا ہے اور اللہ ہی کی طرف تمام کاموں کا رجوع ہے ○ اے ایمان والو!

اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَ اذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۴۵﴾ ج وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ

جب کسی فوج سے تمہارا مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو کثرت سے یاد کرو تاکہ فلاح پاؤ ○ اور اللہ اور اس کے رسول

وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَ تَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَ اصْبِرُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۴۶﴾ ج

کی اطاعت کرو اور آپس میں بے اتفاقی نہ کرو ورنہ تم بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا (قوت) اکھڑ جائے گی اور صبر کرو، بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے ○

وَ لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَّ رِئَآءَ النَّاسِ وَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ

اور ان لوگوں جیسا نہ ہونا جو اپنے گھروں سے اتراتے ہوئے اور لوگوں کو دکھاوا کرتے ہوئے نکلے اور وہ اللہ کے راستے سے روک رہے تھے

اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿۴۷﴾ وَ اِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ وَ قَالَ لَا غَالِبَ

اور اللہ ان کے تمام اعمال کو گھیرے ہوئے ہے ○ اور (یاد کرو) جب شیطان نے ان کی نگاہ میں ان کے اعمال خوبصورت کر کے دکھائے اور شیطان نے کہا: آج لوگوں

زیادہ نظر آنے لگے۔ آیت میں مزید فرمایا: یہ اس لئے کیا تاکہ اللہ تعالیٰ اس کام کو پورا کرے جسے ہو کر ہی رہنا ہے یعنی اسلام کا غلبہ، مسلمانوں کی نصرت، شرک کا ابطال، مشرکین کی ذلت اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اس معجزے کا اظہار کہ جو فرمایا تھا وہی ہوا، قلیل جماعت بھاری لشکر پر فتح یاب ہوئی۔ اور فرمایا: اللہ تعالیٰ ہی کی طرف تمام کاموں کا رجوع ہے۔

آیت 45 اس آیت میں مسلمانوں کو جنگ کے دو آداب تعلیم فرمائے گئے: (1) جب کسی فوج سے مقابلہ ہو تو جنگ میں ثابت قدم رہو۔ (2) اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرو تاکہ فلاح پاؤ۔ استقامت ہر عمل میں کامیابی کی شرط ہے اور ذکرِ الٰہی کی کثرت حصولِ رحمت و تائیدِ الٰہی کا ذریعہ ہے۔

آیت 46 فرمایا گیا کہ تمام معاملات میں خصوصاً جہاد اور دشمن سے مقابلے کے وقت ثابت قدمی کا مظاہرہ کرنے میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اطاعت کرو اور آپس میں نااتفاقی نہ کرو ورنہ تم بزدل ہو جاؤ گے کیونکہ باہمی تنازع ضعف و کمزوری اور بے وقاری کا سبب ہے اور اس سے تمہاری قوت اکھڑ جائے گی اور دشمن کے ساتھ جنگ وغیرہ میں صبر کرو، بیشک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے، ان کی مدد و نصرت فرماتا ہے۔

آیت 47 فرمایا کہ اے مسلمانو! ابوجہل اور اس کے ساتھیوں جیسے نہ ہونا جو قافلے کی حمایت کے لئے اپنے گھروں سے اتراتے ہوئے اور لوگوں کو دکھاوا کرتے ہوئے نکلے اور وہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روک رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کو فرمایا کہ وہ اس واقعہ سے عبرت حاصل کریں اور سمجھ لیں کہ فخر و تکبر اور ریا کا انجام انتہائی خراب ہے۔ آیت میں مزید فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان کے تمام اعمال کو گھیرے ہوئے ہے تو وہ انہیں ان کے اعمال کا بدلہ دے گا۔

آیت 48 شیطان نے کفار کی نگاہ میں ان کے اعمال خوبصورت کر کے دکھائے۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی عداوت اور مسلمانوں کی

لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّيْ جَارٌ لَّكُمْ ۚ فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَقَالَ

میں سے کوئی تم پر غالب آنے والا نہیں اور بیشک میں تمہارا مددگار ہوں پھر جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے تو شیطان الٹے پاؤں بھاگا اور کہنے لگا:

اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكُمْ اِنِّيْٓ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ ؕ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۴۸﴾ ع ۲

بیشک میں تم سے بیزار ہوں۔ میں وہ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ رہے۔ بیشک میں اللہ سے ڈرتا ہوں اور اللہ سخت سزا دینے والا ہے ○

اِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ غَرَّ هٰٓؤُلَآءِ دِيْنُهُمْ ؕ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ

جب منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے کہنے لگے کہ ان مسلمانوں کو ان کے دین نے دھوکے میں ڈالا ہوا ہے اور جو اللہ پر توکل کرے

مخالفت میں جو کچھ انہوں نے کیا تھا اس پر ان کی تعریفیں کیں۔ جب قریش نے بدر میں جانے پر اتفاق کر لیا تو انہیں یاد آیا کہ ان کے اور قبیلہ بنی بکر کے درمیان دشمنی ہے۔ ممکن تھا کہ وہ اس خیال سے واپسی کا ارادہ کرتے لیکن یہ شیطان کو منظور نہ تھا لہٰذا وہ بنی کنانہ کے سردار سراقہ بن مالک کی صورت میں ایک لشکر کے ساتھ مشرکین سے آ ملا اور کہنے لگا: میں تمہارا ذمہ دار ہوں، آج تم پر کوئی غالب آنے والا نہیں۔ جب مسلمانوں اور کافروں کے لشکر صف آرا ہوئے اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے ایک مشت خاک مشرکین کے منہ پر ماری تو وہ پیٹھ پھیر کر بھاگے اور حضرت جبریل علیہ السلام ابلیس لعین کی طرف بڑھے جو سراقہ کی شکل میں حارث بن ہشام کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھا۔ ابلیس ہاتھ چھڑا کر اپنے گروہ کے ساتھ بھاگا۔ حارث پکارتا رہ گیا کہ تم نے تو ہماری ضمانت لی تھی، اب کہاں جاتے ہو؟ ابلیس کہنے لگا: بیشک میں تم سے بیزار ہوں اور امن کی جو ذمہ داری لی تھی اس سے سبک دوش ہوتا ہوں۔ اس پر حارث نے کہا: ہم تیرے بھروسے پر آئے تھے، کیا تو اس حالت میں ہمیں رسوا کرے گا؟ کہنے لگا: میں وہ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ رہے، بیشک میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں، کہیں وہ مجھے ہلاک نہ کر دے اور اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔ جب کفار شکست کھا کر مکہ پہنچے تو انہوں نے مشہور کیا کہ ہماری شکست کی وجہ سراقہ بنا ہے لیکن سراقہ نے اس سے لاعلمی کا اظہار کیا پھر جب انہوں نے اسلام قبول کیا تو انہیں معلوم ہوا کہ وہ شیطان تھا۔

آیت 49 اس آیت میں ”منافقین“ سے مراد قبیلہ اوس و خزرج کے چند افراد ہیں اور ”جن کے دلوں میں بیماری ہے“ سے مراد مکہ کے وہ لوگ ہیں جنہوں نے کلمۂ اسلام تو پڑھ لیا مگر ان کے دلوں میں شک و تردُّد باقی تھا۔ جب کفارِ قریش سیدِ عالم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے جنگ کے لئے نکلے تو یہ بھی ان کے ساتھ آئے اور بدر میں مسلمانوں کی تعداد تھوڑی دیکھ کر ان کا شک مزید بڑھا اور وہ مرتد ہو گئے، کہنے لگے: مسلمان اتنی کم تعداد کے باوجود اپنے سے تین گنا بڑے لشکر سے جنگ کرنے لگے ہیں، انہیں ان کے دین نے دھوکے میں ڈالا ہوا ہے اور آخرت میں ثواب کی امید انہیں اپنی جانیں قربان کرنے پر ابھار رہی ہے۔ یہ تمام لوگ بدر میں مارے گئے تھے۔ ارشاد فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ پر توکل کرے اور اس کے فضل و احسان پر مطمئن ہو تو بیشک اللہ تعالیٰ اس کا حافظ و ناصر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ غالب ہے، اس پر کوئی غالب نہیں آ سکتا اور حکمت والا ہے، اپنے دشمنوں کو عذاب میں مبتلا کرتا اور اپنے اولیا کو رحمت و ثواب عطا فرماتا ہے۔ **اہم بات:** آیت میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی تعریف ہے کہ انہوں نے اپنے تمام معاملات اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیئے اور اس کی قضا پر راضی ہو گئے۔

عَلَى اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ﴿۴۹﴾ وَ لَوْ تَرٰۤی اِذْ یَتَوَفَّی الَّذِیْنَ كَفَرُوا ۙ الْمَلٰٓىٕكَةُ یَضْرِبُوْنَ

تو بیشک اللہ غالب حکمت والا ہے ○ اور اگر آپ دیکھتے جب فرشتے کافروں کی ان کے چہروں اور پیٹھوں

وُجُوْهَهُمْ وَ اَدْبَارَهُمْ ۚ وَ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِیْقِ ﴿۵۰﴾ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْكُمْ وَ اَنَّ

پر مارتے ہوئے جان نکالتے ہیں اور (کہتے ہیں) آگ کا عذاب چکھو ○ یہ بدلہ ہے ان اعمال کا جو تمہارے ہاتھوں نے آگے بھیجے ہیں اور

اللّٰهَ لَیْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ ﴿۵۱﴾ ۙ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ

اللہ بندوں پر ظلم نہیں کرتا ○ جیسا فرعونیوں اور ان سے پہلوں کا طریقہ وہ اللہ کی آیات کے ساتھ کفر کرتے تھے

اللّٰهِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِیٌّ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ﴿۵۲﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ

تو اللہ نے ان کے گناہوں کے سبب انہیں پکڑ لیا، بیشک اللہ بڑی قوت والا، سخت عذاب دینے والا ہے ○ یہ اس وجہ سے ہے کہ اللہ کسی نعمت کو

لَمْ یَكُ مُغَیِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰی قَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿۵۳﴾ ۙ

ہرگز نہیں بدلتا جو اس نے کسی قوم کو عطا فرمائی ہو جب تک وہ خود ہی اپنی حالت کو نہ بدلیں اور بیشک اللہ سننے والا جاننے والا ہے ○

كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ

جیسا فرعونیوں اور ان سے پہلوں کا طریقہ، انہوں نے اپنے رب کی آیتوں کو جھٹلایا تو ہم نے انہیں ان کے گناہوں کے سبب ہلاک کر دیا

آیت 50 فرمایا کہ اے حبیب! اگر آپ کافروں کی وہ حالت دیکھیں کہ جب موت کے وقت فرشتے ان کی روحیں نکالتے ہیں تو بڑا خوفناک منظر دیکھیں گے۔ فرشتے آگ میں سرخ کئے ہوئے لوہے کے گُرز کافروں کے چہروں اور پیٹھوں پر مارتے ہوئے کہتے ہیں کہ آگ کا عذاب چکھو اور گرزوں کی ضرب سے ہونے والے زخم میں آگ بھڑک اٹھتی ہے۔

آیت 51 فرمایا کہ یہ مصیبتیں اور عذاب تمہارے اپنے کئے ہوئے کفر اور گناہوں کا بدلہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کسی پر جرم کے بغیر عذاب نہیں کرتا۔ **اہم بات:** آیت میں ''بِظَلَّامٍ'' سے مراد ''بہت ظلم کرنے والا نہیں'' بلکہ مطلق ''ظلم کرنے والا'' ہے۔

آیت 52 یہاں بتایا جارہا ہے کہ یہ دنیوی واخروی عذاب ان کے ساتھ خاص نہیں بلکہ تمام کفار کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا یہی طریقہ ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: ان کافروں کی اپنے کفر و سرکشی میں عادت فرعون اور ان سے پہلوں کی طرح ہے وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ کفر کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر اور گناہوں کے سبب انہیں ہلاک کیا اسی طرح کفارِ قریش غزوۂ بدر کے دن قتل اور قید کئے گئے۔ اور فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ قوت والا اور کافروں کو سخت عذاب دینے والا ہے۔

آیت 53 فرمایا گیا کہ کافروں کو عذاب دینے کا سبب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی قوم کو جو نعمت عطا فرمائی ہے اسے ہرگز سزا سے نہیں بدلتا جب تک وہ خود ہی اپنی حالت کو بدل کر زیادہ بدتر حال میں مبتلا نہ ہوں۔ مزید فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے۔ **اہم بات:** یہ قانون کافر و مسلم سب کے لئے برابر ہے کہ اپنے احوال کا بدلنا اور اپنے اعمال کی وجہ سے ترقی یا تنزلی کا شکار ہونا خود اپنے ہی ہاتھ میں ہے۔

آیت 54 فرمایا گیا کہ جو کفارِ مکہ بدر میں قتل ہوئے ان کا اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کی گئی نعمت کو بدلنا ویسا ہی ہے جیسا فرعونیوں

وَ اَغْرَقْنَاۤ اٰلَ فِرْعَوْنَ ۚ وَ كُلٌّ كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ﴿۵۴﴾ اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

اور ہم نے فرعونیوں کو غرق کر دیا اور وہ سب ظالم تھے ○ بیشک جانوروں میں سب سے بد تر، اللہ کے نزدیک وہ ہیں جنہوں نے کفر کیا

فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۵﴾ اَلَّذِيْنَ عٰهَدْتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ فِيْ كُلِّ مَرَّةٍ وَّ هُمْ

تو وہ ایمان نہیں لاتے ○ وہ جن سے تم نے معاہدہ کیا تھا پھر وہ ہر بار اپنا عہد توڑ دیتے ہیں اور

لَا يَتَّقُوْنَ ﴿۵۶﴾ فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۵۷﴾

ڈرتے نہیں ○ تو اگر تم انہیں لڑائی میں پاؤ تو انہیں ایسی مار مارو جس سے ان کے پیچھے والے (بھی) بھاگ جائیں، اس امید پر (مارو) کہ شاید انہیں عبرت ہو ○

اور ان سے پہلوں کا طریقہ تھا، انہوں نے اپنے رب کی آیتوں کو جھٹلایا تو ہم نے ان کے گناہوں کے سبب بعض کو زلزلے سے، بعض کو زمین میں دھنسا کر، بعض پر پتھروں کی بارش برسا کر، بعض کو تیز آندھی سے اور بعض کی شکلیں بگاڑ کر ہلاک کر دیا جبکہ فرعونیوں کو غرق کر دیا اسی طرح ہم نے کفارِ قریش کو تلوار سے ہلاک کر دیا اور وہ سب کفر اور گناہوں کے ذریعے اپنے اوپر ظلم کرنے والے تھے۔

اہم بات: عبرت کے لئے مردودوں کے تاریخی حالات پڑھنا ضروری ہے؛ اسی طرح عبادت کا شوق پیدا کرنے کے لئے اولیاءِ کرام اور صالحین و متقین کے واقعات کا مطالعہ بہت اچھا ہے۔

آیت 55، 56 **شانِ نزول:** رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بنو قریظہ کے یہودیوں سے معاہدہ تھا کہ وہ نہ آپ سے لڑیں گے اور نہ آپ کے دشمنوں کی مدد کریں گے لیکن جب مشرکینِ مکہ نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنگ کی تو انہوں نے ہتھیاروں سے مشرکین کی مدد کی پھر معذرت کی کہ ہم بھول گئے تھے اور دوبارہ عہد کیا، پھر غزوۂ خندق کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف کفار کا ساتھ دے کر یہ عہد بھی توڑ دیا۔ ان کے بارے میں یہ اور اس کے بعد کی آیات نازل ہوئیں، ان دو آیات میں فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے علم اور اس کے فیصلے میں جانوروں سے بھی بدتر وہ لوگ ہیں جو اپنے کفر پر سختی سے قائم ہیں، کسی صورت کفر چھوڑنے پر تیار نہیں، جن سے تم نے معاہدہ کیا تھا پھر وہ ہر بار اپنا عہد توڑ دیتے ہیں، وہ نہ خدا سے ڈرتے ہیں نہ عہد شکنی کے خراب نتیجے سے حالانکہ عہد شکنی ہر عقل مند کے نزدیک شرمناک جرم ہے اور عہد شکنی کرنے والا سب کے نزدیک بے اعتبار ہو جاتا ہے۔ **اہم بات:** کفار کو جانوروں سے بدتر فرمانے کی وجہ یہ ہے کہ جانور اللہ تعالیٰ کی آیات سننے، سمجھنے اور دیکھنے کی قوت سے خالی ہیں، اپنا نفع و نقصان پہچانتے اور اپنے مالک کی اطاعت کرتے ہیں جبکہ کفار اپنے اعضا میں اللہ تعالیٰ کی آیات سننے، سمجھنے اور دیکھنے کی قوت رکھنے کے باوجود ان سے کام نہیں لیتے، کفر اختیار کر کے اپنا نقصان اور اپنے مالک حقیقی کی نافرمانی کرتے ہیں۔

آیت 57 فرمایا کہ وہ لوگ جنہوں نے عہد شکنی کی اگر تم انہیں لڑائی میں پاؤ تو انہیں ایسی مار مارو جس سے ان کے پیچھے والے بھی بھاگ جائیں، ان کی ہمتیں توڑ دو اور ان کی جماعتیں منتشر کر دو اور انہیں اس امید پر مارو کہ شاید انہیں عبرت ہو۔ **اہم بات:** جنگ میں ہر وہ جائز طریقہ استعمال کرنا درست ہے جو کفار کی ہمت توڑ دے۔

ع ٧/ ٣

وَ اِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِیَانَةً فَانْۢبِذْ اِلَیْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْخَآىٕنِیْنَ ﴿۵۸﴾

اور اگر تمہیں کسی قوم سے عہد شکنی کا اندیشہ ہو تو ان کا عہد ان کی طرف اس طرح پھینک دو کہ (دونوں علم میں) برابر ہوں بیشک اللہ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا ○

وَ لَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا سَبَقُوْا ؕ اِنَّهُمْ لَا یُعْجِزُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ

اور ہرگز کافر یہ خیال نہ کریں کہ وہ ہاتھ سے نکل گئے ہیں، بیشک وہ (اللہ کو) عاجز نہیں کرسکتے ○ اور ان کے لیے جتنی قوت ہوسکے تیار رکھو

مِّنْ قُوَّةٍ وَّ مِنْ رِّبَاطِ الْخَیْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَ عَدُوَّكُمْ وَ اٰخَرِیْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ

اور جتنے گھوڑے باندھ سکو تاکہ اس تیاری کے ذریعے تم اللہ کے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو اور جو اُن کے علاوہ ہیں انہیں ڈراؤ،

لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ یَعْلَمُهُمْ ؕ وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ یُوَفَّ اِلَیْكُمْ وَ اَنْتُمْ

تم انہیں نہیں جانتے اور اللہ انہیں جانتا ہے اور تم جو کچھ اللہ کی راہ میں خرچ کروگے تمہیں اس کا پورا بدلہ دیا جائے گا اور تم پر کوئی زیادتی

آیت 58 عام مسلمانوں اور مسلم حکمرانوں سے فرمایا جارہا ہے کہ معاہدے کے بعد جب کسی قوم کی طرف سے عہد شکنی کی علامات ظاہر ہوں تو عہد توڑنے کے لئے مسلمانوں کے امیر پر انہیں بتادینا لازم ہے کہ آج کے بعد ہمارا تم سے معاہدہ ختم ہے اور ان پر حملہ کرنے سے پہلے انہیں جنگ کی اطلاع دیدے تاکہ دونوں عہد ختم ہونے کے علم میں برابر ہوں اور یہ اس قوم سے بدعہدی کرنے والا شمار نہ ہو، بیشک اللہ تعالیٰ عہد شکنی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ **اہم بات:** اگر کفار کی عہد شکنی روزِ روشن کی طرح ظاہر ہو جائے تو عہد ختم ہونے اور جنگ کی اطلاع دینے کی ضرورت نہیں بلکہ ڈائریکٹ ان پر حملہ کردیا جائے۔ **درس:** دینِ اسلام کی تعلیم انتہائی شاندار ہے کہ کفار سے کئے ہوئے عہد کا بھی اسلام میں بہت لحاظ رکھا گیا ہے۔

آیت 59 فرمایا گیا کہ جو کفار جنگِ بدر سے بھاگ کر قتل اور قید سے بچ گئے اور مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل گئے وہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی قدرت اور پکڑ سے باہر نہ سمجھیں بیشک وہ اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کرسکتے، اللہ تعالیٰ ہر طرح انہیں پکڑنے پر قادر ہے۔

آیت 60 ارشاد فرمایا کہ اے مسلمانو! کفار سے جنگ کے لئے جتنی قوت ہو سکے تیار رکھو۔ یہاں قوت سے مراد اسلحہ اور وہ تمام آلات ہیں جن کے ذریعے جنگ میں قوت حاصل ہو یا اس سے مراد قلعے اور پناہ گاہیں ہیں۔ ایک قول کے مطابق اس سے مراد تیر اندازی ہے۔ اور فرمایا کہ جتنے گھوڑے باندھ سکو تاکہ اس تیاری کے ذریعے تم اللہ تعالیٰ کے دشمنوں اور اپنے دشمنوں یعنی کفارِ مکہ وغیرہ کو اور جو ان کے علاوہ ہیں یعنی بنو قریظہ کے یہودی یا فارس کے مجوسی، انہیں ڈراؤ۔ ایک قول کے مطابق اس سے مراد منافقین ہیں کیونکہ آگے آیت میں فرمایا جارہا ہے کہ "تم انہیں نہیں جانتے" کیونکہ وہ تمہارے ساتھ رہتے ہیں اور اپنی زبانوں سے کلمہ پڑھتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ وہ منافق ہیں۔ آیت میں مزید فرمایا کہ تم جو کچھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کروگے تمہیں اس کا پورا بدلہ دیا جائے گا اور تم پر کوئی زیادتی نہیں کی جائے گی۔ **اہم باتیں:** (1) جہاد کی تیاری بھی عبادت اور حسبِ موقع جہاد کی طرح فرض ہے، جیسے نماز کے لئے وضو ضروری ہے۔ (2) کفار کو ڈرانا دھمکانا، اپنی قوت دکھانا، بہادری کی باتیں کرنا جائز ہیں۔ (3) فی زمانہ چونکہ بری، بحری اور فضائی جنگیں ہوتی ہیں جن میں ٹینک، میزائل، جنگی جہاز اور آبدوز وغیرہ ہتھیاروں سے دشمن کے مقابلے میں قوت حاصل ہوتی ہے لہٰذا ان ہتھیاروں کی تیاری بھی اس آیت میں داخل ہوگی۔

لَا تُظْلَمُوْنَ ﴿۶۰﴾ وَ اِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَ تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ

نہیں کی جائے گی ○ اور اگر وہ صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی مائل ہوجاؤ اور اللہ پر بھروسہ رکھو بیشک وہی سننے والا

الْعَلِيْمُ ﴿۶۱﴾ وَ اِنْ يُّرِيْدُوْۤا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ ؕ هُوَ الَّذِيْۤ اَيَّدَكَ

جاننے والا ہے ○ اور (اے حبیب!) اگر وہ تمہیں دھوکا دینا چاہیں گے تو بیشک اللہ تمہیں کافی ہے۔ وہی ہے جس نے اپنی مدد اور مسلمانوں کے

بِنَصْرِهٖ وَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۲﴾ وَ اَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ؕ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا

ذریعے تمہاری تائید فرمائی ○ اور اس نے مسلمانوں کے دلوں میں الفت پیدا کردی۔ اگر تم زمین میں جو کچھ ہے سب خرچ کردیتے

مَّاۤ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ ؕ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۶۳﴾

تب بھی ان کے دلوں میں الفت پیدا نہ کرسکتے تھے لیکن اللہ نے ان کے دلوں کو ملادیا، بیشک وہ غالب حکمت والا ہے ○

آیت 61 اس آیت میں فرمایا جارہا ہے کہ اگر وہ صلح کی طرف مائل ہوں اور صلح کی درخواست کریں تو ان کی صلح قبول کرلو اور اللہ تعالیٰ پر بھروسا رکھو بیشک وہی سننے والا جاننے والا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) اگر صلح مسلمانوں کے حق میں بہتر ہو تو صلح جائز ہے اگرچہ کچھ مال لے یا دے کر کی جائے اور صلح کے بعد اگر مصلحت صلح توڑنے میں ہو تو ضروری ہے کہ پہلے انہیں اطلاع کردیں اور اطلاع کے بعد اتنی مہلت دیں کہ کافر بادشاہ اپنے تمام ممالک میں یہ خبر پہنچا سکے۔ یہ اس صورت میں ہے کہ صلح میں کوئی مدت معین نہ ہو، اگر مدت معین ہو تو مدت پوری ہونے پر اطلاع دینے کی حاجت نہیں۔ (2) جس مشرک سے معاہدہ کیا جائے وہ مشرکینِ عرب میں سے نہ ہو کیونکہ ان سے صرف اسلام قبول کیا جائے گا یا جنگ ہوگی۔

آیت 62 فرمایا کہ اے حبیب! اگر کفار دھوکا دینے کے لئے صلح کی پیش کش کریں تو اللہ تعالیٰ تمہیں ان کے فریب سے بچائے گا کہ تمہیں کسی طریقہ سے خبر دے دے گا۔ وہی ہے جس نے بدر اور باقی ایام میں اپنی مدد اور مہاجرین و انصار کے ذریعے تمہاری تائید فرمائی۔ **اہم باتیں:** (1) بدر میں اللہ تعالیٰ کی مدد وہ تھی جو فرشتوں کے ذریعے آئی۔ (2) اللہ تعالیٰ کی مدد فرشتوں کے ذریعے بھی ہوتی ہے اور نیک بندوں کے ذریعے بھی نیز ظاہری اسباب کے ساتھ بھی ہوتی ہے اور ظاہری اسباب سے ہٹ کر بھی۔

آیت 63 انصار کے قبیلوں اوس اور خزرج کے درمیان برسوں سے عداوت چلی آرہی تھی، انہیں ملادینے کی سب کوششیں بے کار ہوچکی تھیں، ذرا ذرا سی بات پر بگڑ جاتے اور برسہا برس تک جنگ رہتی۔ جب یہ ایمان لائے اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی اتباع کی تو دلوں سے دیرینہ عداوتیں اور کینے دور ہوئے اور ایمانی محبتیں پیدا ہوئیں۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کا روشن معجزہ ہے۔ آیت میں اس بارے میں فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے اوس اور خزرج کے دلوں میں 120 سال کی عداوت کے بعد الفت پیدا کردی۔ ان کی عداوت اس حد کو پہنچ گئی تھی کہ اگر کوئی ان میں صلح کرانے کے لئے جو کچھ زمین میں ہے سب خرچ کردیتا تب بھی ان کے دلوں میں الفت پیدا نہ کرسکتا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و رحمت سے ان کے دلوں کو ملادیا، باہم الفت و محبت پیدا کی اور نفرت و دشمنی کو دور کردیا، بیشک اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے۔

ع ۸

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَ مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۴﴾ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ

اے نبی! اللہ تمہیں کافی ہے اور جو مسلمان تمہارے پیروکار ہیں ۔ اے نبی! مسلمانوں کو جہاد

الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ ؕ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَ اِنْ

کی ترغیب دو، اگر تم میں سے بیس صبر کرنے والے ہوں گے تو دو سو پر غالب آئیں گے اور اگر

يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْۤا اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ﴿۶۵﴾ اَلْـٰٔنَ

تم میں سے سو ہوں گے تو ہزار کافروں پر غالب آئیں گے کیونکہ کافر سمجھ نہیں رکھتے ۔ اب اللہ نے

خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَ عَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا ؕ فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا

تم پر سے تخفیف فرمادی اور اسے علم ہے کہ تم کمزور ہو تو اگر تم میں سو صبر کرنے والے ہوں تو دو سو پر غالب آئیں گے

مِائَتَيْنِ ۚ وَ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ يَّغْلِبُوْۤا اَلْفَيْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۶۶﴾

اور اگر تم میں سے ہزار ہوں تو اللہ کے حکم سے دو ہزار پر غالب ہوں گے اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے ۔

آیت 64 سابقہ ایک آیت میں کفار کے دھوکا دینے کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی مدد و نصرت کا وعدہ فرمایا تھا یہاں ہر حال میں مدد و نصرت اور کامیابی کا وعدہ فرمایا ہے۔ **شانِ نزول:** (1) یہ آیت غزوۂ بدر میں جنگ سے پہلے نازل ہوئی اور مومنین سے انصار صحابۂ کرام یا انصار و مہاجرین دونوں مراد ہیں۔ (2) یہ آیت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے سے متعلق نازل ہوئی۔ اس قول کے مطابق یہ آیت مکی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے حکم سے مدنی سورت میں لکھی گئی۔ فرمایا گیا: اے حبیب! اللہ تعالیٰ آپ کو اور ان مسلمانوں کو کافی ہے جنہوں نے آپ کی پیروی کی یا یہ معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو کافی ہے اور آپ کی پیروی کرنے والے مسلمان آپ کو کافی ہیں۔

آیت 65 فرمایا کہ اے نبی! مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دو، اگر مسلمانوں میں سے 20 صبر کرنے والے ہوں گے تو 200 کفار پر غالب آئیں گے اور اگر 100 ہوں گے تو ہزار کافروں پر غالب آئیں گے کیونکہ کافر جاہل ہیں، ان کی جنگ سے غرض نہ حصولِ ثواب ہے نہ خوفِ عذاب، جانوروں کی طرح لڑتے بھڑتے ہیں تو وہ للّٰہیت کے ساتھ لڑنے والوں کے مقابل نہیں ٹھہر سکتے۔ **اہم باتیں:** (1) اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعدہ اور بشارت ہے کہ مسلمانوں کی جماعت صابر رہے تو مددِ الٰہی سے 10 گنا کافروں پر غالب رہے گی۔ (2) جب یہ آیت نازل ہوئی تو مسلمانوں پر فرض کر دیا گیا کہ مسلمانوں کا ایک فرد 10 افراد کے مقابلہ سے نہ بھاگے، پھر آیت ﴿اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ﴾ نازل ہوئی تو یہ لازم کیا گیا کہ 100 مجاہدین 200 لوگوں کے مقابلے میں قائم رہیں۔ (بخاری، حدیث: 4653)

آیت 66 اس آیت سے 10 گنا سے مقابلہ کی فرضیت منسوخ ہوئی اور دو گنا کے مقابلہ سے بھاگنا ممنوع رکھا گیا، فرمایا کہ اب اللہ تعالیٰ نے تم پر سے تخفیف فرمادی اور اسے علم ہے کہ تمہارے بدن کمزور ہیں تو اگر تم میں 100 صبر کرنے والے ہوں تو 200 پر غالب آئیں گے اور اگر ہزار ہوں تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے دو ہزار پر غالب ہوں گے اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ ۭ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ڰ

کسی نبی کے لائق نہیں کہ کافروں کو زندہ قید کرلے جب تک زمین میں ان کا خون خوب نہ بہالے۔ تم لوگ دنیا کا مال و اسباب چاہتے ہو

وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝٦٧ لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ

اور اللہ آخرت چاہتا ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے○ اگر اللہ کی طرف سے پہلے سے ایک حکم لکھا ہوا نہ ہوتا، تو اے مسلمانو! تم نے کافروں سے جو مال لیا

فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝٦٨ فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا ڮ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ

ہے اس کے بدلے تمہیں بڑا عذاب پکڑلیتا○ تو اس سے کھاؤ جو حلال پاکیزہ غنیمت تمہیں ملی ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ

آیت 67 **شانِ نزول:** حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے غزوۂ بدر کے قیدیوں سے متعلق مشورہ طلب فرمایا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یہ آپ کی قوم و قبیلے کے لوگ ہیں، میری رائے میں انہیں فِدیَہ لے کر چھوڑ دیا جائے۔ اس سے مسلمانوں کو قوت پہنچے گی اور کیا عجب کہ اللہ تعالیٰ انہیں اسلام نصیب کرے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ان لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی تکذیب کی، آپ کو مکہ میں نہ رہنے دیا نیز یہ کفر کے سردار اور سرپرست ہیں، ان کی گردنیں اڑادی جائیں۔ بالآخر فدیہ لینے کی رائے قرار پائی اور جب فدیہ لیا گیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ فرمایا گیا: کسی نبی کے لائق نہیں کہ اپنے ہاں کافروں کو قید رکھے جب تک زمین میں ان کا خون خوب بہاکر کفر کی ذلت اور اسلام کی شوکت کا اظہار نہ کردے۔ اے مسلمانو! تم دنیا کا مالِ واسباب یعنی فدیہ چاہتے ہو اور اللہ تعالیٰ تمہارے لئے آخرت کا ثواب چاہتا ہے جو کفار کے قتل اور اسلام کے غلبے کی صورت میں تمہیں ملے گا اور اللہ تعالیٰ دشمنوں پر غالب اور اپنے اولیا کو عتاب فرمانے میں حکمت والا ہے۔ **اہم بات:** حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ حکم بدر میں تھا جبکہ مسلمان تھوڑے تھے۔ جب مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہوئی اور وہ فضلِ الٰہی سے قوی ہوئے تو قیدیوں کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی: ﴿فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً﴾ (محمد:۴) اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم اور مؤمنین کو اختیار دیا کہ خواہ کافروں کو قتل کریں، غلام بنائیں، فدیہ لیں یا آزاد کردیں۔

آیت 68 فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہلے سے ایک حکم لکھا ہوا نہ ہوتا کہ اجتہاد پر عمل کرنے والے سے مؤاخذہ نہ فرمائے گا یا یہ کہ اہلِ بدر پر عذاب نہ فرمائے گا یا تمہارے لئے غنیمتیں حلال فرمائے گا تو اے مسلمانو! تم نے کافروں سے جو مال لیا ہے اس کے بدلے تمہیں بڑا عذاب پکڑلیتا۔ **اہم باتیں:** (1) یہاں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اجتہاد ہی کیا تھا، انہوں نے سوچا کہ کافروں کو زندہ چھوڑ دینے میں ان کے اسلام لانے کی امید ہے اور فدیہ سے دین کو تقویت ہوگی اور اس طرف توجہ نہ گئی کہ قتل میں اسلام کا غلبہ اور کفار کی تہدید ہے۔ (2) اس سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی عظمت و شان ظاہر ہوئی، بارگاہِ الٰہی میں آپ کا مقام ایسا بلند ہے کہ آپ کی رائے کے مطابق قرآنِ مجید کی آیات نازل ہوئیں۔ (3) سیدِ عالم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا اس دینی معاملہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی رائے دریافت فرمانا مشروعیت اجتہاد کی دلیل ہے۔

آیت 69 **شانِ نزول:** جب اس سے پہلی آیت اتری تو جو فدیئے لئے جاچکے تھے ان سے ہاتھ روک لیا گیا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا کہ تمہارے لئے غنیمتیں حلال کردی گئی ہیں تو جو حلال پاکیزہ غنیمت تمہیں ملی ہے اس سے کھاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٦٩﴾ ع يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَنْ فِيْٓ اَيْدِيْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰٓى ۙ اِنْ يَّعْلَمِ اللّٰهُ

بخشنے والا مہربان ہے ○ اے نبی! جو قیدی تمہارے ہاتھ میں ہیں ان سے فرماؤ، اگر اللہ تمہارے دل میں بھلائی

فِيْ قُلُوْبِكُمْ خَيْرًا يُّؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّآ اُخِذَ مِنْكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٧٠﴾

دیکھے گا تو جو مال تم سے لیا گیا اس سے بہتر تمہیں عطا فرمائے گا اور تمہیں بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے○

وَاِنْ يُّرِيْدُوْا خِيَانَتَكَ فَقَدْ خَانُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ فَاَمْكَنَ مِنْهُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿٧١﴾

اور اے حبیب! اگر وہ تم سے خیانت کرنا چاہتے ہیں تو بیشک یہ اس سے پہلے اللہ سے خیانت کرچکے ہیں جس پر اُس نے اِنہیں تمہارے قابو میں دے دیا اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے○

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا

بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کیا اور وہ جنہوں نے پناہ دی

آیت 70 **شانِ نزول:** حضرت عباس رضی اللہ عنہ جنگ بدر میں گرفتار ہوئے اور ان سے وہ 20 اوقیہ سونا لے لیا گیا جو لشکرِ کفار پر خرچ کرنے کے لئے لائے تھے۔ اس پر انہوں نے کہا کہ یہ سونا فدیہ میں شمار کرلیا جائے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے انکار فرما دیا۔ اس کے ساتھ ان کے دو بھتیجوں عقیل بن ابو طالب اور نوفل بن حارث کے فدیے کا بار بھی ان پر ڈالا گیا تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ آپ مجھے اس حال میں چھوڑیں گے کہ باقی عمر قریش سے مانگ کر بسر کروں۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا: پھر وہ سونا کہاں ہے جسے تمہارے مکہ سے چلتے وقت تمہاری بیوی اُمِّ فضل نے دفن کیا تھا اور تم ان سے کہہ آئے ہو کہ خبر نہیں مجھے کیا حادثہ پیش آئے، اگر میں جنگ میں کام آجاؤں تو یہ تیرا، عبد اللہ، عبید اللہ، فضل اور قثم کا ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کی: آپ کو کیسے معلوم ہوا؟ فرمایا: مجھے میرے رب نے خبردار کیا ہے۔ اس پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے اس راز پر اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مُطَّلع نہ تھا اور کلمہ پڑھ کر اسلام لے آئے نیز اپنے بھتیجوں عقیل اور نوفل کو حکم دیا اور وہ بھی اسلام لے آئے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔

آیت 71 فرمایا کہ اے حبیب! اگر وہ قیدی تمہاری بیعت سے پھر کر اور کفر اختیار کرکے تم سے خیانت کرنا چاہتے ہیں تو آپ اس پر غم نہ کریں کیونکہ یہ لوگ میثاق کے دن مجھ سے وعدہ کرکے دنیا میں پہنچ کر پھر گئے۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے کفار کو آزاد کرتے وقت ان سے دوبارہ جنگ نہ کرنے کا عہد لیا، اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے حبیب! اگر انہوں نے عہد کی خلاف ورزی کرکے آپ سے خیانت کی ہے تو آپ افسردہ نہ ہوں، یہ لوگ پہلے اللہ تعالیٰ سے بھی عہد کرکے توڑ چکے ہیں کہ مصیبت سے نجات کے لئے شکر گزار بندہ بننے کا عہد کیا اور مصیبت دور ہونے کے بعد کفر و معصیت میں مبتلا ہوگئے، اولاد ملنے پر شکر گزاری کا عہد کیا اور اولاد ملنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی عطا میں اس کے شریک ٹھہرا دیئے جس پر اللہ تعالیٰ نے انہیں تمہارے قابو میں دے دیا جیسا کہ وہ بدر میں قتل اور گرفتار ہوئے، آیندہ بھی اگر ان کے وہی اَطوار رہے تو انہیں اسی کا امیدوار رہنا چاہیے، اور اللہ تعالیٰ جاننے والا حکمت والا ہے۔

آیت 72 اس آیت میں دو گروہوں کا بیان فرمایا گیا: (1) **مہاجرینِ اَوَّلین:** وہ لوگ جو ایمان لائے اور اللہ تعالیٰ کے لئے اور اس کے رسول

وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ

اور مدد کی وہ سب ایک دوسرے کے وارث ہیں اور وہ جو ایمان لائے اور ہجرت نہ کی تمہارا ان سے میراث کا کوئی تعلق نہیں

وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا ۚ وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ

جب تک وہ ہجرت نہ کریں اور اگر وہ دین میں تم سے مدد مانگیں تو تم پر مدد کرنا واجب ہے

اِلَّا عَلٰى قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۷۲﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا

مگر یہ کہ ایسی قوم کے خلاف (مدد مانگیں) کہ تمہارے اور ان کے درمیان معاہدہ ہو اور اللہ تمہارے اعمال دیکھ رہا ہے○ اور کافر

بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ ﴿۷۳﴾ؕ

آپس میں ایک دوسرے کے وارث ہیں اگر تم ایسا نہ کرو گے تو زمین میں فتنہ اور بڑا فساد ہوگا○

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا

اور وہ جو ایمان لائے اور مہاجر بنے اور اللہ کی راہ میں لڑے اور جنہوں نے پناہ دی

صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی محبت میں اپنے گھر بار چھوڑے، اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کیا۔ (2) **اَنصار:** وہ لوگ جنہوں نے مسلمانوں کی مدد کی اور انہیں اپنے مکانوں میں ٹھہرایا۔ فرمایا کہ وہ سب ایک دوسرے کے یعنی مہاجرین انصار کے اور انصار مہاجرین کے وارث ہیں اور وہ جو ایمان لائے اور ہجرت نہ کی تمہارا ان سے میراث کا کوئی تعلق نہیں جب تک وہ ہجرت نہ کریں اور اگر وہ مسلمان دار الحرب سے رہائی حاصل کرنے کے لئے تم سے فوجی یا مالی مدد مانگیں تو تم پر فرض ہے کہ انہیں نامراد نہ کرو۔ ہاں! اگر وہ ایسی کافر قوم کے خلاف تم سے مدد طلب کریں جن کے ساتھ تمہارا معاہدہ ہو تو ان کے خلاف مسلمانوں کی مدد نہ کرو اور مدت پوری ہونے سے پہلے معاہدہ نہ توڑو اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال دیکھ رہا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) یہاں مہاجرین و انصار کو (دینی اخوت کی بنا پر) ایک دوسرے کا وارث قرار دیا گیا، بعد میں اُس آیت سے یہ حکم منسوخ ہو گیا جس میں نسبی رشتہ داروں کو ایک دوسرے کا وارث قرار دیا گیا ہے۔ (2) ہر مسلمان پر لازم ہے کہ اپنے مسلم بھائی کی دینی جنگ میں مدد کرے البتہ ایسی کافر قوم کے خلاف مدد نہ کرے جن سے معاہدہ ہو چکا ہے کیونکہ اس میں بدعہدی ہے۔ اس صورت میں کوشش کی جائے کہ ان کفار اور مسلمانوں میں صلح ہو جائے، اگر صلح ناممکن ہے تو غیر جانبدار رہے۔

آیت 73 فرمایا کہ کافر نصرت اور وراثت میں ایک دوسرے کے وارث ہیں لہٰذا تمہارے اور ان کے درمیان کوئی وراثت نہیں۔ اگر مسلمان آپس میں ایک دوسرے سے تعاون نہ کریں اور ایک دوسرے کے مددگار ہو کر ایک قوت نہ بن جائیں تو کفار مضبوط اور مسلمان کمزور ہو جائیں گے، اس صورت میں زمین میں فتنہ اور بڑا فساد برپا ہو گا۔

آیت 74 اس سے پہلے مہاجرین و انصار کے باہمی تعلقات اور ان کا دوسرے کے مددگار ہونے کا بیان ہوا یہاں ان دونوں کے ایمان کی تصدیق اور ان کی شان و عظمت کا بیان ہے۔ فرمایا گیا کہ وہ جو ایمان لائے اور اسلام کی خاطر اپنے آبائی وطن، عزیز، رشتہ دار، مال و دولت اور مکانات کو چھوڑ کر مہاجر بنے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑے، اسی طرح جنہوں نے مہاجرین کو مدینہ منورہ میں اس طرح ٹھہرایا کہ اپنے گھر

وَّنَصَرُوْۤا اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّاؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِیْمٌ ﴿۷۴﴾

اور مدد کی وہی سچے ایمان والے ہیں، ان کے لیے بخشش اور عزت کی روزی ہے O

وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا مَعَكُمْ فَاُولٰٓىٕكَ مِنْكُمْؕ وَ اُولُوا

اور جو اس کے بعد ایمان لائے اور ہجرت کی اور تمہارے ساتھ مل کر جہاد کیا وہ بھی تمہیں میں سے ہیں اور

ع ۱۰ الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۷۵﴾

رشتے دار اللہ کی کتاب میں (وراثت میں) ایک دوسرے کے زیادہ حقدار ہیں۔ بیشک اللہ سب کچھ جانتا ہے O

۹ سُوْرَةُ التَّوْبَةِ مَدَنِيَّةٌ ۱۱۳

اٰیاتھا ۱۲۹ — رکوعاتھا ۱۶

سورۂ توبہ مدنیہ ہے اس میں ایک سو انتیس آیتیں اور سولہ رکوع ہیں

اور مال و مَتاع میں برابر کا شریک کر لیا، یہ سچے اور کامل مومن ہیں۔ ان کے لئے گناہوں سے بخشش اور جنت میں عزت کی روزی ہے۔ **اہم بات:** حدیثِ پاک میں ہے: ایمان کی نشانی انصار سے محبت کرنا اور منافقت کی نشانی انصار سے بغض رکھنا ہے۔ (بخاری، حدیث:3784)

آیت 75 فرمایا کہ اے مہاجرین و انصار! جو لوگ پہلی ہجرت کے بعد ایمان لائے اور انہوں نے تمہاری ہجرت کے بعد ہجرت کی نیز کئی جنگوں میں انہوں نے تمہارے ساتھ مل کر جہاد کیا یہ بھی تمہیں میں سے ہیں اور تمہارے ہی حکم میں ہیں اور رشتے دار اللہ تعالیٰ کی کتاب میں وراثت میں ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ہجرت اور اُخُوَّت کی بنا پر ایک دوسرے کے وارث ہوتے تھے حتی کہ یہ آیت نازل ہوئی اور اس میں بیان کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم میں ہجرت اور اخوت کے مقابلے میں (نسبی) رشتے دار وراثت میں ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں۔ اس سے ہجرت اور اخوت کی وجہ سے وراثت میں حق داری منسوخ فرما دی گئی۔ **اہم باتیں:** (1) مہاجرین کے کئی طبقے ہیں: (۱) جنہوں نے پہلی مرتبہ مدینہ طیبہ کو ہجرت کی، انہیں مہاجرینِ اولین کہتے ہیں۔ (۲) جنہوں نے پہلے حبشہ کی طرف پھر مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی، انہیں اصحابُ الہجرتَین کہتے ہیں۔ (۳) جنہوں نے صلحِ حدیبیہ کے بعد فتحِ مکہ سے قبل ہجرت کی، یہ اصحابِ ہجرتِ ثانیہ کہلاتے ہیں۔ سابقہ آیت میں مہاجرینِ اولین کا ذکر ہوا اور یہاں اصحابِ ہجرتِ ثانیہ کا ذکر ہے۔ (2) اب وراثت کا دار و مدار نسبی قرابت داری پر ہے۔ رضاعی رشتے کی وجہ سے کوئی ایک دوسرے کا وارث نہیں اور سسرالی رشتے میں صرف شوہر اور بیوی ایک دوسرے کے وارث ہیں۔

سورۂ توبہ کا تعارف سورۂ توبہ مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی مگر بعض علما کے نزدیک اس کی آخری آیات ﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ﴾ سے آخر تک مکی ہیں۔ اس میں 129 آیتیں اور 16 رکوع ہیں۔ اس سورت میں کثرت سے توبہ کا ذکر ہے اس مناسبت سے اس کا نام "توبہ" اور اس کی پہلی آیت میں کفار سے براءَت کا اعلان ہے، اس مناسبت سے اس کا نام "بَرَآءَة" رکھا گیا۔ مروی ہے کہ سب سے آخری سورت "سورۂ توبہ" نازل ہوئی۔ (بخاری، حدیث:4605) **فضیلت:** حضرت عطیہ ہمدانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے لکھا: تم خود سورۂ براءت سیکھو اور اپنی عورتوں کو سورۂ نور سکھاؤ۔ (سنن سعید بن منصور، حدیث:1003) **سورۂ توبہ کے شروع**

بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝١ؕ فَسِيْحُوْا فِي الْاَرْضِ

یہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے ان مشرکوں کی طرف اعلانِ براءت ہے جن سے تمہارا معاہدہ تھا○ تو(اے مشرکو!) تم چار مہینے تک

اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مُخْزِي الْكٰفِرِيْنَ ۝٢

زمین میں چلو پھرو اور جان لو کہ تم اللہ کو تھکا نہیں سکتے اور یہ کہ اللہ کافروں کو ذلیل و رسوا کرنے والا ہے○

وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِيْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۙ۵

اور (یہ) اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے تمام لوگوں کی طرف بڑے حج کے دن اعلان ہے کہ اللہ مشرکوں سے بری ہے

وَرَسُوْلُهٗ ؕ فَاِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ ؕ

اور اس کا رسول بھی تو اگر تم توبہ کرو تو تمہارے لئے بہتر ہے اور اگر تم منہ پھیرو تو جان لو کہ تم اللہ کو تھکا نہیں سکتے

میں ”بِسمِ اللہ“ نہ لکھے جانے کی وجہ: اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ حضرت جبریل علیہ السّلام اس سورت کے ساتھ بِسمِ اللہ لے کر نازل ہی نہیں ہوئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے بھی بِسمِ اللہ لکھنے کا حکم نہیں فرمایا۔ (جلالین مع صاوی، سورۃ التوبہ، 3/783) **خلاصہ مضامین:** اس سورت میں مشرکین اور اہلِ کتاب سے جہاد کے احکام، منافقین کو غزوۂ تبوک سے روک کر مسلمانوں اور منافقوں میں فرق، بدعہدی کرنے والے مشرکین سے براءت کا اعلان، کفارِ مکہ کے مسلمانوں سے افضل ہونے کے دعوے نیز یہودیوں کا حضرت عزیر علیہ السّلام اور عیسائیوں کا حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا قرار دینے کا رد، حضرت کعب بن مالک، حضرت ہلال بن امیہ اور حضرت مرارہ بن ربیع رضی اللہ عنہم کی توبہ نیز غزوۂ حنین اور مسجد ضرار کا واقعہ، مسجد قبا کی فضیلت، ہجرت کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی غارِ ثور میں ہونے والی گفتگو اور زکوٰۃ کے مصارف کا بیان ہے۔

آیت 1 مشرکینِ عرب اور مسلمانوں کے درمیان عہد تھا مگر چند کے سوا سب مشرکین نے عہد شکنی کی تو ان کا عہد ساقط کر دیا گیا، فرمایا گیا کہ اے مسلمانو! جن مشرکین سے تمہارا معاہدہ تھا جب انہوں نے عہد شکنی کی تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم ان کا عہد پورا کرنے سے بریٔ الذمہ ہیں۔

آیت 2 فرمایا کہ اے مشرکو! تم چار مہینے تک زمین میں امن و امان سے چلو پھرو اور خوب سوچ سمجھ لو کہ تمہارے لئے کیا بہتر ہے اور اپنی احتیاطیں کر لو، اس کے بعد تمہارے لئے کوئی امان نہیں اور ساتھ ہی اس حقیقت کو ذہن نشین رکھنا کہ تم اللہ تعالیٰ کو تھکا نہیں سکتے اور اس مہلت کے باوجود اس کی گرفت سے نہیں بچ سکتے، یہ بھی جان لو کہ اللہ تعالیٰ کافروں کو دنیا میں قتل اور آخرت میں عذاب کے ساتھ رسوا کرنے والا ہے۔

آیت 3 فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی طرف سے تمام لوگوں کی طرف بڑے حج کے دن اعلان ہے کہ اللہ تعالیٰ مشرکوں اور ان کے عہدوں سے بَری ہے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم بھی بَری ہیں تو اے کافرو! اگر تم کفر و شرک سے توبہ کرو تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اور اگر تم ایمان سے منہ پھیرو تو جان لو کہ تم اللہ تعالیٰ کو تھکا نہیں سکتے اور اس کی گرفت سے نہیں بچ سکتے

وَ بَشِّرِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِیْمٍۙ(۳) اِلَّا الَّذِیْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِیْنَ ثُمَّ

اور کافروں کو دردناک عذاب کی خوشخبری سناؤ ○ مگر وہ مشرکین جن سے تمہارا معاہدہ تھا پھر

لَمْ یَنْقُصُوْكُمْ شَیْــٴًـا وَّ لَمْ یُظَاهِرُوْا عَلَیْكُمْ اَحَدًا فَاَتِمُّوْۤا اِلَیْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْؕ

انہوں نے تمہارے معاہدے میں کوئی کمی نہیں کی اور تمہارے مقابلے میں کسی کی مدد نہیں کی تو ان کا معاہدہ ان کی مقررہ مدت تک پورا کرو،

اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ(۴) فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِیْنَ حَیْثُ

بیشک اللہ پرہیزگاروں سے محبت فرماتا ہے○ پھر جب حرمت والے مہینے گزر جائیں تو مشرکوں کو مارو جہاں

وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَ خُذُوْهُمْ وَ احْصُرُوْهُمْ وَ اقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍۚ فَاِنْ تَابُوْا

تم انہیں پاؤ اور انہیں پکڑلو اور قید کرلو اور ہر جگہ ان کی تاک میں بیٹھو پھر اگر وہ توبہ کریں

وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِیْلَهُمْؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ(۵)

اور نماز قائم رکھیں اور زکوٰۃ دیں تو ان کا راستہ چھوڑ دو، بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے○

وَ اِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِیْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى یَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗؕ

اور اگر کوئی مشرک تم سے پناہ مانگے تو اسے پناہ دو حتّٰی کہ وہ اللہ کا کلام سنے پھر اسے اس کی امن کی جگہ پہنچا دو

اور کافروں کو دنیا میں قتل اور قید کی صورت میں اور آخرت میں آگ کے دردناک عذاب کی خوش خبری سناؤ۔ **اہم بات:** عمرہ ”حجِ اصغر“ ہے اور حج ”حجِ اکبر“ ہے۔ عوام میں مشہور ہے کہ جب یومِ عرفہ جمعہ کے دن ہو تو وہ حجِ اکبر ہوتا ہے۔ یہ کہنا غلط بھی نہیں۔

آیت 4 فرمایا گیا کہ جن لوگوں کے ساتھ تمہارا معاہدہ ہے اور انہوں نے معاہدے کو اس کی شرطوں کے ساتھ پورا کیا، تمہارے مقابلے میں تمہارے کسی دشمن کی مدد نہیں کی تو تم بھی ان کا معاہدہ ان کی مقررہ مدت تک پورا کرو۔ **اہم بات:** یہ لوگ بنی ضمرہ تھے، ان کی مدت کے 9 مہینے باقی تھے۔

آیت 5 فرمایا کہ پھر جب کفار کی امان کے چار مہینے گزر جائیں تو مشرکوں کو حرم اور حرم سے باہر جہاں پاؤ قتل کرو، انہیں پکڑ لو اور قید کرلو اور انہیں قتل اور قید کرنے کے لئے ہر جگہ ان کی تاک میں بیٹھو پھر اگر وہ کفر و شرک کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی نبوت کا اقرار کرلیں، بتوں کی پوجا چھوڑ کر اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں، نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کی فرضیت کو مان لیں تو ان کا راستہ چھوڑ دو اور ان کی جان و مال کے درپے نہ ہو۔ جو بندہ توبہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا اور اس کے گناہ چھپا دیتا ہے اور توبہ سے پہلے کئے ہوئے گناہوں پر سزا نہ دے کر اس پر رحم فرماتا ہے۔ **اہم بات:** یہاں یہ حکم نہیں ہے کہ جنگ کے دوران یا جنگ کے علاوہ جہاں کا فر نظر آ جائے قتل کر دیا جائے بلکہ یہاں صرف دورانِ جہاد قتل کا حکم ہے۔

آیت 6 فرمایا کہ اے حبیب! اگر کوئی مشرک مہلت کے مہینے گزرنے کے بعد آپ سے پناہ مانگے تاکہ آپ سے توحید کے مسائل اور

ع
ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ ﴿۶﴾ كَيْفَ يَكُوْنُ لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَ عِنْدَ رَسُوْلِهٖۤ

یہ اس لیے کہ وہ نادان لوگ ہیں ○ اللہ اور اس کے رسول کے پاس مشرکوں کے لئے کوئی عہد کیسے ہوگا؟

اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

سوائے ان لوگوں کے جن سے تم نے مسجد حرام کے نزدیک معاہدہ کیا تو جب تک وہ تمہارے لیے عہد پر قائم رہیں تو تم ان کے لیے قائم رہو۔ بیشک اللہ

يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۷﴾ كَيْفَ وَ اِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوْا فِيْكُمْ اِلًّا وَّ لَا ذِمَّةً ؕ يُرْضُوْنَكُمْ

پرہیزگاروں سے محبت فرماتا ہے ○ بھلا کیسے ہوسکتا ہے حالانکہ اگر وہ تم پر غالب آجائیں تو تمہارے بارے میں نہ کسی رشتے داری کا لحاظ کریں گے اور نہ ہی کسی معاہدے

بِاَفْوَاهِهِمْ وَ تَاْبٰى قُلُوْبُهُمْ ۚ وَ اَكْثَرُهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۸﴾ اِشْتَرَوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا

کا۔ وہ تمہیں اپنے منہ سے راضی کرتے ہیں اور ان کے دل انکار کرتے ہیں اور ان میں اکثر نافرمان ہیں ○ انہوں نے اللہ کی آیتوں کے بدلے تھوڑی سی قیمت لے لی

فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹﴾ لَا يَرْقُبُوْنَ فِيْ مُؤْمِنٍ اِلًّا

اور اس کے راستے سے روکا۔ بے شک یہ بہت برے عمل کرتے ہیں ○ کسی مسلمان کے بارے میں نہ رشتے داری کا لحاظ کرتے ہیں

قرآنِ پاک سنے تو اسے پناہ دے دیں حتی کہ وہ اللہ تعالیٰ کا کلام سنے اور اسے معلوم ہو جائے کہ ایمان قبول کرنے کی صورت میں اسے کیا ثواب ملے گا اور کفر پر قائم رہنے کی وجہ سے اس پر کیا عذاب ہو گا پھر اگر ایمان نہ لائے تو اُسے اُس کی امن کی جگہ پہنچا دیں، یہ اس لئے ہے کہ وہ ابھی اللہ تعالیٰ کے دین اسلام اور اس کی حقیقت کو جانتے نہیں لہٰذا انہیں امن دینا عین حکمت ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کا کلام سنیں اور سمجھیں۔

آیت 7 فرمایا کہ مشرکوں کے لئے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے پاس کوئی عہد نہیں ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے ساتھ کفر اور عہد شکنی کیا کرتے ہیں البتہ بنی کنانہ اور بنی ضمرہ وغیرہ جن لوگوں سے تم نے صلح حدیبیہ کے موقع پر مسجدِ حرام کے نزدیک معاہدہ کیا تھا اور ان سے کوئی عہد شکنی ظاہر نہ ہوئی تو ان کے معاہدے کی مدت پوری کرو اور معاہدے کی مدت کے اندر جب تک وہ اپنے عہد پر قائم رہیں، تم بھی قائم رہو اگر وہ اس دوران میں عہد توڑ دیں تو تم بھی ان سے جنگ کرو۔ بیشک اللہ تعالیٰ پرہیز گاروں سے محبت فرماتا ہے۔

آیت 8 ارشاد فرمایا: مشرکین اپنے قول پر قائم رہتے ہوئے عہد کیسے پورا کریں گے حالانکہ ان کا حال تو یہ ہے کہ اگر وہ تم پر غالب آ جائیں تو تمہارے بارے میں نہ کسی رشتے داری کا لحاظ کریں گے اور نہ کسی معاہدے کا۔ وہ تمہیں اپنے منہ سے ایمان لانے اور وفائے عہد کے وعدے کرکے راضی کر دیتے ہیں جبکہ ان کے دل ان چیزوں کا انکار کرتے ہیں اور ان میں اکثر نافرمان یعنی عہد شکن، کفر میں سرکش، بے مُرَوَّت اور جھوٹ سے نہ شرمانے والے ہیں۔

آیت 9 فرمایا کہ انہوں نے قرآنِ پاک کی آیات اور ان پر ایمان لانے کے بدلے دنیا کا تھوڑا سا مال لے لیا اور ان کے اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے مابین جو عہد تھا اسے ابو سفیان کے تھوڑے سے لالچ دینے سے توڑ دیا اور انہوں نے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے دین میں داخل ہونے سے روکا۔ بے شک یہ شرک، عہد شکنی اور لوگوں کو دینِ اسلام میں داخل ہونے سے روک کر بہت برے عمل کرتے ہیں۔

آیت 10 فرمایا کہ جن مشرکین نے معاہدے کی خلاف ورزی کی یہ کسی مسلمان کے بارے میں نہ رشتے داری کا لحاظ کرتے ہیں اور نہ

وَّلَا ذِمَّةً ؕ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُعْتَدُوْنَ ⑩ فَاِنْ تَابُوْا وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ

اور نہ کسی معاہدے کا اور یہی لوگ سرکش ہیں ۝ پھر اگر وہ توبہ کرلیں اور نماز قائم رکھیں اور زکوٰۃ دیں

فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ ؕ وَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ⑪ وَ اِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ

تو وہ تمہارے دین میں بھائی ہیں اور ہم جاننے والوں کے لیے تفصیل سے آیتیں بیان کرتے ہیں ۝ اور اگر معاہدہ کرنے کے بعد اپنی قسمیں

مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَ طَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ ۙ اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ

توڑیں اور تمہارے دین میں طعنہ زنی کریں تو کفر کے پیشواؤں سے لڑو، بیشک ان کی قسموں کا کوئی اعتبار نہیں (ان سے لڑو) تاکہ

يَنْتَهُوْنَ ⑫ اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ وَ هَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَ هُمْ

یہ باز آئیں ۝ کیا تم اس قوم سے نہیں لڑو گے جنہوں نے اپنی قسمیں توڑیں اور رسول کو نکالنے کا ارادہ کیا حالانکہ

بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ اَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ⑬

پہلی مرتبہ انہوں نے ہی تم سے ابتداء کی تھی تو کیا تم ان سے ڈرتے ہو؟ پس اللہ اس کا زیادہ حقدار ہے کہ تم اس سے ڈرو اگر ایمان رکھتے ہو ۝

کسی معاہدے کا بلکہ موقع پاکر قتل کر ڈالتے ہیں اور یہی مشرک لوگ عہد شکنی میں حد سے بڑھنے والے ہیں۔

آیت 11 ارشاد فرمایا: اگر وہ مشرکین شرک سے ایمان کی طرف اور عہد شکنی سے وفائے عہد کی طرف لوٹ آئیں نیز جو نمازیں ان پر فرض ہوں انہیں تمام شرائط و ارکان کے ساتھ ادا کریں اور جو زکوٰۃ ان پر فرض ہو اسے خوش ہو کر دیں تو وہ تمہارے اسلامی بھائی ہیں، ان کے لئے بھی وہی احکام ہیں جو تمہارے لئے ہیں، انہیں بھی وہی چیزیں منع ہیں جو تمہیں منع ہیں۔ عہد شکنی کرنے والے اور دیگر مشرکین کے احوال اور کفر و ایمان کی حالت میں ان کے احکام سے متعلق آیات ہم علم والوں کے لئے بیان کرتے ہیں۔

آیت 12 فرمایا کہ اگر کفار معاہدہ کرنے کے بعد اسے توڑ دیں اور تمہارے دین میں طعن و تشنیع کریں تو پھر کوئی عہد باقی نہیں رہا، ان سے لڑو تاکہ یہ تمہارے دین میں طعن و تشنیع سے باز آئیں اور کفر سے ایمان کی طرف لوٹ آئیں۔ **اہم باتیں:** (1) دین میں طعنہ زنی سے مراد دینِ اسلام کی طرف ایسی بات منسوب کرنا ہے جو اس کے شایانِ شان نہیں یا ضروریاتِ دین میں سے کسی چیز کو ہلکا جان کر اس پر اعتراض کرنا۔ اسی طرح نماز، حج، قرآن اور ذکرِ رسول پر طعنہ زنی کرنا یا رسولِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی شانِ پاک میں گستاخی کرنا سب اس میں داخل ہے۔ (2) کفار کے ساتھ جنگ کرنے سے مقصود انہیں کفر و بد اعمالی سے روکنا ہے اور یہی اسلامی جہاد کا سب سے اہم مقصد ہے۔

آیت 13 فرمایا کہ کیا تم اس قوم سے نہیں لڑو گے جنہوں نے اپنی قسمیں توڑیں، صلح حدیبیہ کا عہد توڑا اور مسلمانوں کے حلیف خزاعہ کے مقابل بنی بکر کی مدد کی نیز دار النَّدوہ میں مشورہ کر کے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو مکہ سے نکالنے کا ارادہ کیا حالانکہ پہلی مرتبہ انہوں نے ہی تم سے لڑائی کی ابتدا کی تھی تو کیا تم ان سے ڈرتے ہو، اس لئے ان سے جنگ ترک کرتے ہو؟ پس اگر تم اللہ تعالیٰ کے وعدے اور وعید پر ایمان رکھتے ہو تو اللہ تعالیٰ اس کا زیادہ حق دار ہے کہ تم کافروں سے جنگ ترک کرنے کے معاملے میں اس سے ڈرو۔ **اہم بات:** ایمانِ کامل کا تقاضا ہے کہ مومن اپنے رب کے سوا کسی سے نہ ڈرے اور نہ اس کے علاوہ کسی کی پروا کرے۔

قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ

تم ان سے لڑو، اللہ تمہارے ہاتھوں سے انہیں عذاب دے گا اور انہیں ذلیل ورسوا کرے گا اور ان کے خلاف تمہاری مدد فرمائے گا اور ایمان والوں کے دلوں کو

مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٤﴾ وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ ؕ وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿١٥﴾

ٹھنڈا کردے گا۔ اور ان کے دلوں کی گھٹن دور فرمائے گا اور اللہ جس پر چاہتا ہے اپنی رحمت سے رجوع فرماتا ہے اور اللہ علم والا، حکمت والا ہے۔

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ

کیا تم نے یہ گمان کرلیا کہ تمہیں ایسے ہی چھوڑ دیا جائے گا حالانکہ ابھی اللہ نے ان لوگوں کی پہچان نہیں کروائی جو تم میں سے جہاد کرنے والے ہیں اور وہ جنہوں

ع ٢/١٠/٨ دُوْنِ اللّٰهِ وَلَا رَسُوْلِهٖ وَلَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً ؕ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿١٦﴾ مَا كَانَ

نے اللہ اور اس کے رسول اور ایمان والوں کے علاوہ کسی کو اپنا رازدار نہیں بنایا اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔ مشرکوں کو کوئی

لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ ؕ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ۚۖ

حق نہیں کہ وہ اللہ کی مسجدوں کو آباد کریں جبکہ یہ خود اپنے کفر کے گواہ ہیں، ان کے تمام اعمال برباد ہیں

آیت 14 ارشاد فرمایا: تم ان سے لڑو، اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ تمہارے ہاتھوں سے قتل کے ذریعے انہیں عذاب دے گا اور انہیں قید میں مبتلا کرکے ذلیل ورسوا کرے گا نیز ان کے خلاف تمہاری مدد فرما کر تمہیں ان پر غلبہ عطا فرمائے گا اور ایمان والوں کے دلوں کو ٹھنڈا کردے گا۔ **اہم بات:** تاریخ شاہد ہے کہ یہ سارے وعدے پورے ہوئے۔

آیت 15 فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بنی خزاعہ کے دلوں کی گھٹن دور فرمائے گا، اللہ تعالیٰ جس پر چاہتا ہے اپنی رحمت سے رجوع فرماتا یعنی اسے شرک وکفر سے توبہ کی توفیق دے کر اسلام کی ہدایت عطا فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ علم والا ہے، جو کچھ ہوچکا اور جو آئندہ ہوگا سب جانتا ہے اور وہ توبہ قبول فرمانے میں حکمت والا ہے۔ **اہم بات:** اس آیت میں بعض اہلِ مکہ کے اسلام قبول کرنے کی خبر ہے اور یہ خبر بھی سچ ثابت ہوئی چنانچہ حضرت ابوسفیان، عکرمہ بن ابوجہل اور سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہم ایمان سے مشرف ہوئے۔

آیت 16 ارشاد فرمایا: اے ایمان والو! کیا تم نے یہ گمان کرلیا کہ تمہیں ایسے ہی چھوڑ دیا جائے گا حالانکہ ابھی اللہ تعالیٰ نے ان کو ممتاز نہیں کیا اور لوگوں کو ان کی پہچان نہیں کروائی جو تم میں سے اخلاص کے ساتھ راہِ خدا میں جہاد کرنے والے ہیں اور وہ جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم اور ایمان والوں کے علاوہ کسی کو اپنا رازدار نہیں بنایا۔ اللہ تعالیٰ تمہارے تمام کاموں سے خبردار ہے، وہ جانتا ہے کہ تم جہاد کرنے میں مخلص ہو یا نہیں۔

آیت 17 **شانِ نزول:** کفارِ قریش کے سرداروں کی ایک جماعت بدر میں گرفتار ہوئی ان میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے ان سرداروں کو شرک پر عار دلائی اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ خاص حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم تم سے افضل ہیں، ہم مسجدِ حرام کو آباد،

وَفِي النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿۱۷﴾ اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ

اور یہ ہمیشہ آگ ہی میں رہیں گے ○ اللہ کی مسجدوں کو وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لاتے ہیں

وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰۤى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا

اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے تو عنقریب یہ لوگ ہدایت والوں

مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ﴿۱۸﴾ اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ

میں سے ہوں گے ○ تو کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانے (والے) کو اور مسجدِ حرام کی خدمت کرنے (والے) کو اس شخص کے برابر ٹھہرالیا جو اللہ اور قیامت

وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجٰهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي

پر ایمان لایا اوراس نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا، یہ اللہ کے نزدیک برابر نہیں ہیں اور اللہ ظالموں کو ہدایت

کعبہ کی خدمت اور حاجیوں کو سیراب کرتے نیز اسیروں کو رہا کراتے ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ مسجدوں کو آباد کرنے کا کافروں کو کوئی حق نہیں کیونکہ مسجد اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے آباد کی جاتی ہے تو یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ آدمی کافر بھی ہو اور خاص اسلامی اور توحید کے عبادت خانہ کو آباد بھی کرے۔ ان کے تمام اعمال برباد ہیں اس لئے کہ کافر کا عمل اللہ تعالیٰ کے لئے ہوتا ہی نہیں ہے۔ **اہم باتیں:** (1) یہاں "مسجدوں" سے بطورِ خاص مسجدِ حرام، خانہ کعبہ مراد ہے اور بقیہ تمام مسجدوں کا بھی یہی حکم ہے کہ جو بھی مسجد ہو کافروں کو اسے آباد کرنے کی اجازت نہیں۔ (2) مسجد کو آباد کرنے سے مراد مسجد کا تعمیر کرنا، بلند کرنا اور مرمت کرنا ہے اور مسجد میں داخل ہونا اور بیٹھنا بھی اس میں شامل ہے۔

آیت 18 اس آیت میں بتایا گیا کہ مسجدیں آباد کرنے کے مستحق وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان لاتے ہیں نیز نماز قائم کرتے، زکوٰۃ دیتے اور دینی معاملات میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے اور کسی کی رضا کو رضائے الٰہی پر کسی اندیشہ سے بھی مقدم نہیں کرتے ہیں تو یہی لوگ ہدایت یافتہ اور طاعتِ الٰہی کو مضبوطی سے تھامے ہوئے ہیں جو انہیں جنت میں لے جائے گی۔ **اہم باتیں:** (1) جن چیزوں سے انسان فطری طور پر ڈرتا ہے ان سے ڈرنا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور سے نہ ڈرنے کے خلاف نہیں (2) مسجدوں کو آباد کرنے میں یہ اُمور بھی داخل ہیں: صفائی کرنا، روشنی کرنا، مسجدوں کو دنیا کی باتوں اور ایسی چیزوں سے محفوظ رکھنا جن کے لئے وہ نہیں بنائی گئیں۔

آیت 19 **شانِ نزول:** روزِ بدر حضرت عباس رضی اللہ عنہ گرفتار ہو کر آئے تو انہوں نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے کہا: اگر تم کو اسلام، ہجرت اور جہاد میں سبقت حاصل ہے تو ہمیں مسجدِ حرام کی خدمت اور حاجیوں کے لئے سبیلیں لگانے کا شرف حاصل ہے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا: کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانے اور مسجدِ حرام کی خدمت کرنے والے کو اس شخص کے برابر ٹھہرا لیا جو اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان لایا اور اس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا، یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک برابر نہیں کیونکہ جو عمل ایمان کے ساتھ نہ ہوں وہ بے کار ہیں اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔

Go To Index

وقف لازم

الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٩﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ

نہیں دیتا○ وہ جنہوں نے ایمان قبول کیا اور ہجرت کی اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں

وَاَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿٢٠﴾ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ

جہاد کیا اللہ کے نزدیک ان کا بہت بڑا درجہ ہے اور وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں○ ان کا رب انہیں اپنی رحمت

بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ ﴿٢١﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ اِنَّ

اور خوشنودی اور باغوں کی بشارت دیتا ہے، ان کے لئے ان باغوں میں دائمی نعمتیں ہیں○ وہ ہمیشہ ہمیشہ ان جنتوں میں رہیں گے بیشک

اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿٢٢﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ

اللہ کے پاس بہت بڑا اجر ہے○ اے ایمان والو! اپنے باپ اور اپنے بھائیوں کو دوست نہ سمجھو

اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿٢٣﴾

اگر وہ ایمان کے مقابلے میں کفر کو پسند کریں اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی کرے گا تو وہی ظالم ہیں○

آیت 20 فرمایا کہ وہ جنہوں نے ایمان قبول کیا، ہجرت کی اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا، اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کا بہت بڑا درجہ ہے اور وہی لوگ دنیا وآخرت میں کامیاب ہونے والے ہیں۔ **اہم بات:** جہاد کی تین صورتیں ہیں: (1) فقط جان سے جہاد جیسے مساکین کرتے تھے۔ (2) فقط مال سے جہاد جیسے معذور مالدار مؤمن کا عمل کہ غازی کو گھوڑا وغیرہ دے دیتے تھے۔ (3) جان ومال دونوں سے جہاد جیسے غنی قادر مسلمان جو دوسرے مسکین غازیوں کو سامان بھی دیتے اور خود بھی میدان میں جاتے اور ان کے اپنے جانے پر بھی خرچہ ہوتا۔ یہ آیت ان تینوں مجاہدوں کو شامل ہے۔

آیت 22،21 یہاں ایمان لانے کے بعد ہجرت کرنے اور اپنی جان ومال کے ساتھ راہِ خدا میں جہاد کرنے والوں کے لئے تین بڑی پیاری بشارتیں جمع کی گئی ہیں، چنانچہ ان دو آیات میں فرمایا: ان کا رب انہیں (1) اپنی رحمت، (2) خوشنودی (3) اور جنتوں کی بشارت دیتا ہے، ان کے لئے ان باغوں میں دائمی یعنی کبھی ختم نہ ہونے والی نعمتیں ہیں۔ وہ ہمیشہ ہمیشہ ان جنتوں میں رہیں گے بیشک اللہ تعالیٰ کے پاس اس کے لئے بہت بڑا اجر ہے جس نے اطاعتِ الٰہی کے کام کئے اور راہِ خدا میں جہاد کیا۔ **اہم بات:** یہ آیت بظاہر مہاجر صحابہ رضی اللہ عنہم کے لئے ہے۔ ان میں سے بعض کا تو نام لے کر جنتی ہونے کا اعلان فرمادیا گیا جیسے حضرات عشرہ مبشرہ وغیرہم۔ معلوم ہوا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی وہ عظمت ہے کہ ان کے لئے رحمت، جنت اور رضائے الٰہی کی بشارتیں بطورِ خاص قرآن میں دی گئی ہیں لہٰذا جو صحابہ رضی اللہ عنہم کے ایمان یا تقویٰ کا انکار کرے وہ اس آیت کا منکر ہے۔

آیت 23 **شانِ نزول:** جب مسلمانوں کو مشرکین سے ترکِ موالات کا حکم دیا گیا تو بعض لوگوں نے کہا: اپنے باپ بھائی وغیرہ قرابت داروں سے ترکِ تعلق کیسے ممکن ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا: اے ایمان والو! اپنے باپ اور اپنے بھائیوں کو دوست نہ سمجھو اگر وہ ایمان کے مقابلے میں کفر کو پسند کریں اور اس پر قائم رہیں، تم میں جو کوئی ان سے دوستی کرے گا تو حکمِ الٰہی کی مخالفت کر کے خود پر ہی ظلم کرے گا۔ **اہم بات:** کفار سے موالات یعنی قلبی محبت کا تعلق جائز نہیں چاہے ان سے کوئی بھی رشتہ ہو۔

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ٘

تم فرماؤ: اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارا خاندان اور تمہاری کمائی کے مال

اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ

اور وہ تجارت جس کے نقصان سے تم ڈرتے ہو اور تمہارے پسندیدہ مکانات تمہیں اللہ اور اس کے

وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ

رسول اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے اور اللہ نافرمان لوگوں کو

ع ٣ ٨/٩ الْفٰسِقِيْنَ ﴿٢٤﴾ ع لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ

ہدایت نہیں دیتا ○ بیشک اللہ نے بہت سے مقامات میں تمہاری مدد فرمائی اور حنین کے دن کو یاد کرو جب تمہاری کثرت نے تمہیں خود پسندی میں مبتلا کردیا

آیت 24 فرمایا کہ اے محبوب! جنھوں نے رشتہ داروں سے ترکِ تعلق کے بارے میں کلام کیا آپ ان سے فرمادیں کہ اگر تمہارے باپ، تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں، تمہارا خاندان، تمہاری کمائی کے مال اور وہ تجارت جس کے نقصان سے تم ڈرتے ہو اور تمہارے پسندیدہ مکانات تمہیں اللہ تعالیٰ، اس کے رسول صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہیں تو تم انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم لائے اور اللہ تعالیٰ مشرکین سے موالات کے معاملے میں نافرمانی کرنے والے لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم ساری کائنات سے بڑھ کر محبوب ہونے چاہییں اور آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی محبت کی علامات یہ ہیں: اقوال وافعال میں نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی پیروی، بکثرت آپ کا ذکرِ جمیل، درود پاک پڑھنا، سیرتِ طیبہ کا مطالعہ، ذکرِ پاک کے وقت تعظیم وتوقیر بجالانا، اسمِ گرامی سن کر انکساری کا اظہار، جس سے آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے محبت رکھی اس سے محبت کرنا اور جس سے دشمنی رکھی اس سے دشمنی رکھنا، قرآن مجید سے محبت رکھنا، آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی امت کے ساتھ شفقت ومہربانی سے پیش آنا۔

آیت 25 فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے بہت سے مقامات پر یعنی رسولِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے غزوات میں مسلمانوں کو کافروں پر غلبہ عطا فرمایا جیسے واقعۂ بدر، قریظہ، نضیر، حدیبیہ، خیبر اور فتحِ مکہ میں ہوا اور حنین کے دن کو یاد کرو جب تمہاری کثرت نے تمہیں خود پسندی میں مبتلا کردیا تو یہ کثرت تمہارے کسی کام نہ آئی اور تم پر زمین اپنی وسعت کے باوجود تنگ ہوگئی پھر تم پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے۔ اس واقعے کا خلاصہ یہ ہے کہ فتحِ مکہ کے بعد اہلِ عرب فوج در فوج اسلام میں داخل ہونے لگے اور باقی ماندہ کی اسلام کے مقابلے میں ہتھیار اٹھانے کی ہمت نہ رہی لیکن ہوازن اور ثقیف نام کے دو جنگجو قبیلے جو مکہ اور طائف کے درمیان ”حنین“ کے مقام پر آباد تھے، انہوں نے مکہ میں جمع مسلمانوں پر ایک زبردست حملہ کرنے کا منصوبہ بنایا۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے بھی شوال 8ھ میں 12 ہزار کا لشکر جمع فرمایا۔ 10 ہزار تو مہاجرین وانصار وغیرہ کا وہ لشکر تھا جو مدینہ سے آپ کے ساتھ آیا تھا اور دو ہزار وہ حضرات تھے جو فتحِ مکہ میں مسلمان ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے لشکر کو ساتھ لے کر اس شان وشوکت کے ساتھ حنین کا رُخ کیا کہ اسلامی افواج کی کثرت اور اس کے جاہ وجلال کو دیکھ کر بے اختیار بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی زبان سے یہ لفظ نکل گیا کہ آج بھلا ہم پر کون غالب آسکتا ہے۔ اللہ

Go To Index

فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْـًٔا وَّ ضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ﴿٢٥﴾

تو یہ کثرت تمہارے کسی کام نہ آئی اور تم پر زمین اپنی وسعت کے باوجود تنگ ہوگئی پھر تم پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے ○

ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِیْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ وَ اَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا

پھر اللہ نے اپنے رسول پر اور اہلِ ایمان پر اپنی تسکین نازل فرمائی اور اس نے ایسے لشکر اتارے جو تمہیں دکھائی نہیں دیتے تھے

وَ عَذَّبَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ؕ وَ ذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِیْنَ ﴿٢٦﴾ ثُمَّ یَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ

اور اس نے کافروں کو عذاب دیا اور کافروں کی یہی سزا ہے ○ پھر اس کے بعد اللہ جسے چاہے گا توبہ

تعالیٰ کو ان حضرات کا اپنی فوجوں کی کثرت پر ناز کرنا پسند نہ آیا چنانچہ اس کا انجام یہ ہوا کہ پہلے ہی حملہ میں قبیلہ ہوازن و ثقیف کے تیر اندازوں نے جو تیروں کی بارش کی اور ہزاروں کی تعداد میں تلواریں لے کر مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے تو وہ دو ہزار نو مسلم اور کفارِ مکہ جو لشکرِ اسلام میں شامل ہو کر مکہ سے آئے تھے، ایک دم سر پر پیر رکھ کر بھاگے۔ ان لوگوں کی بھگدڑ سے انصار و مہاجرین کے بھی پاؤں اکھڑ گئے۔ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے جو نظر اٹھا کر دیکھا تو گنتی کے چند جاں نثاروں کے سوا سب فرار ہو چکے تھے۔ تیروں کی بارش ہو رہی تھی مگر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نہ صرف پہاڑ کی طرح ڈٹے رہے بلکہ اپنے سفید خچر پر سوار برابر آگے بڑھتے رہے۔ پھر جب آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے حکم سے حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے جو یَامَعْشَرَ الْاَنْصَار اور یَاَلَلْمُهَاجِرِیْنَ کا نعرہ لگایا تو ایک دم تمام فوجیں پلٹ پڑیں اور لوگ اس طرح جانبازی سے لڑے کہ دم زَدَن میں جنگ کا پانسا پلٹ گیا، فتحِ مبین نے حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے قدموں کو چوما اور کثیر مالِ غنیمت ہاتھ آیا۔ **اہم باتیں:** (1) مسلمان کا حقیقی بھروسا اللہ تعالیٰ کی مدد پر ہونا چاہیے۔ (2) بعض اوقات چند لوگوں کی غلطی کا نتیجہ سب کو دیکھنا پڑتا ہے۔ (3) اپنے ہر کمال کو اللہ تعالیٰ کا فضل سمجھنا چاہیے۔

آیت 26 فرمایا گیا کہ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم پر تسکین نازل فرمائی کہ اطمینان کے ساتھ اپنی جگہ قائم رہے اور اہلِ ایمان پر تسکین نازل فرمائی کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے پکارنے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی خدمت میں واپس آئے۔ اس نے ایسے لشکر اتارے جو تمہیں دکھائی نہیں دیتے تھے یعنی فرشتے جنہیں کفار نے ابلق گھوڑوں پر سفید لباس پہنے عمامہ باندھے دیکھا، یہ فرشتے مسلمانوں کی شوکت بڑھانے کے لئے آئے تھے اور اللہ تعالیٰ نے قتل اور قید کے ذریعے کافروں کو عذاب دیا اور کافروں کی یہی سزا ہے۔ **اہم بات:** جنگِ حنین میں بھاگ جانے والے مسلمانوں کی معافی ہوگئی، ان پر رب تعالیٰ نے سکینہ اتارا۔ اب جو ان پر اعتراض کرے وہ ان آیات کا مخالف ہے نیز یہ بھاگ جانے والے ہی واپس ہوئے اور انہوں نے معرکہ فتح کیا لہٰذا یہ فتح گزشتہ خطا کا کفارہ ہوگئی۔

آیت 27 ارشاد فرمایا کہ پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ ان میں سے جسے چاہے گا توبہ کی توفیق دے گا اور اسلام کی طرف ہدایت فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو بخشنے والا اور اپنے بندوں پر مہربان ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ہوازن کے باقی لوگوں کو اسلام قبول کرنے کی توفیق دی اور وہ مسلمان ہو کر رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ نے ان کے اسیروں کو رہا فرما دیا۔

عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٢٧﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ

کی توفیق دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے○ اے ایمان والو! مشرک بالکل

نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا ۚ وَاِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ

ناپاک ہیں تو اس سال کے بعد وہ مسجد حرام کے قریب نہ آنے پائیں اور اگر تمہیں محتاجی کا ڈر ہے تو عنقریب

يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖٓ اِنْ شَآءَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿٢٨﴾ قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ

اللہ اپنے فضل سے اگر چاہے گا تو تمہیں دولت مند کردے گا بیشک اللہ علم والا حکمت والا ہے○ وہ لوگ جنہیں کتاب دی گئی ان میں سے جو اللہ پر

بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ

ایمان نہیں لاتے اور نہ ہی آخرت کے دن پر اور نہ وہ ان چیزوں کو حرام قرار دیتے ہیں جنہیں اللہ اور اس کے رسول نے حرام کیا ہے اور نہ وہ سچے دین پر

آیت 28 مسلمانوں سے فرمایا گیا کہ مشرک بالکل ناپاک ہیں کیونکہ ان کا باطن کفر و شرک کی نجاست سے آلودہ ہے تو اس سال یعنی سن 9 ہجری کے بعد وہ مسجدِ حرام کے قریب نہ آنے پائیں نہ حج کے لئے نہ عمرہ کے لئے۔ اور اگر تمہیں محتاجی کا ڈر ہے کہ مشرکین کو حج سے روک دینے سے تجارتوں کو نقصان پہنچے گا اور اہلِ مکہ کو تنگی پیش آئے گی تو عنقریب اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اگر چاہے گا تو تمہیں دولت مند کر دے گا۔ بیشک اللہ تعالیٰ علم والا ہے، وہ جانتا ہے جو تمہارے لئے بہتر ہے اور وہ حکمت والا ہے، اس کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایسا ہی ہوا، اللہ تعالیٰ نے انہیں غنی کر دیا، بارشیں خوب ہوئیں اور پیداوار کثرت سے ہوئی۔ **اہم بات:** مسجدِ حرام کی طرح باقی مسجدوں کے بارے میں بھی یہی حکم ہے کہ کفار ان میں نہیں آ سکتے۔ خصوصاً کفار کو عزت و احترام اور استقبال کے ساتھ مسجد میں لانا شدید حرام ہے۔

آیت 29 **شانِ نزول:** (1) یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو روم سے قتال کا حکم دیا گیا، اسی کے نازل ہونے کے بعد غزوۂ تبوک ہوا۔ (2) سیدِ عالم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے قبیلہ قریظہ اور نضیر سے صلح منظور فرمائی اور انہیں سے پہلا جزیہ مسلمانوں کو ملا اور ان کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا کہ وہ لوگ جنہیں کتاب دی گئی ان میں سے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتے اور نہ آخرت کے دن پر ایمان لاتے ہیں اور نہ وہ ان چیزوں کو حرام قرار دیتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے حدیث میں حرام کیا یا یہ معنی ہے کہ تورات و انجیل کے مطابق عمل نہیں کرتے، ان کی تحریف کرتے اور احکام اپنے دل سے گڑھتے ہیں، اور وہ سچے دین یعنی اسلام پر نہیں چلتے ہیں، ان سے جہاد کرتے رہو حتیٰ کہ وہ ذلیل ہو کر اپنے ہاتھوں سے جزیہ دیں۔ **اہم باتیں:** (1) یہودی اور عیسائی اگرچہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے دعویدار ہیں لیکن ان کا یہ دعویٰ باطل ہے۔ (2) اسلامی سلطنت کی جانب سے ذمی کافروں پر جو (مال) مقرر کیا جاتا ہے اسے جزیہ کہتے ہیں۔ عرب کے مشرکین سے جزیہ قبول نہیں، ان کے لئے دو ہی صورتیں ہیں: (۱) قبولِ اسلام (۲) جنگ۔ بقیہ دنیا بھر کے کافروں سے جزیہ پر صلح ہو سکتی ہے۔

ع ۱۰ ۵ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ﴿٢٩﴾

چلتے ہیں ان سے جہاد کرتے رہو حتّٰی کہ وہ ذلیل ہوکر اپنے ہاتھوں سے جزیہ دیں○

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ٟ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ

اور یہودیوں نے کہا: عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور عیسائیوں نے کہا: مسیح اللہ کا بیٹا ہے ۔ یہ ان کی اپنے منہ سے کہی ہوئی بات ہے،

بِاَفْوَاهِهِمْ ۚ يُضَاهِـُٔوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ؕ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ٘ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿٣٠﴾

یہ پہلے کے کافروں جیسی بات کرتے ہیں۔ اللہ انہیں مارے، کہاں اوندھے جاتے ہیں؟○

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَآ

انہوں نے اپنے پادریوں اور درویشوں کو اللہ کے سوا رب بنالیا اور مسیح بن مریم (کو بھی) حالانکہ انہیں صرف یہ حکم

اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿٣١﴾

دیا گیا تھا کہ وہ ایک معبود کی عبادت کریں، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ ان کے شرک سے پاک ہے○

آیت 30 اہلِ کتاب کی بے دینی کی تفصیل بیان ہو رہی ہے، فرمایا گیا کہ یہودیوں نے عزیر علیہ السّلام کو اور عیسائیوں نے مسیح علیہ السّلام کو اللہ کا بیٹا کہا۔ فرمایا: یہ ان کے اپنے منہ سے کہی ہوئی بات ہے، اس پر ان کے پاس کوئی دلیل نہیں۔ یہ شرک میں مشرکین کی طرح ہیں اگرچہ ان کے شرک کا طریقہ مختلف ہے یا یہ معنی ہے کہ عیسائیوں کی بات اپنے سے پہلے یہودیوں کے قول کے مشابہ ہے کہ جس طرح یہودیوں نے حضرت عزیر علیہ السّلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہا اسی طرح عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہہ دیا۔ آیت میں مزید فرمایا: اللہ تعالیٰ انہیں مارے، توحید پر واضح دلیل اور حجت قائم ہونے کے بعد حق سے اعراض کر کے یہ کہاں اوندھے جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے لئے بیٹا قرار دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند ہے۔ **اہم بات:** امام ابو بکر رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت عزیر علیہ السّلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا ماننے کا عقیدہ تمام یہودیوں کا نہیں بلکہ ان کے ایک خاص فرقے کا تھا۔ ہمارے علم میں اب اس فرقے کا کوئی وجود نہیں۔

آیت 31 فرمایا کہ یہودیوں نے اپنے پادریوں اور درویشوں کو اللہ تعالیٰ کے سوا رب بنالیا کہ حکمِ الٰہی کو چھوڑ کر ان کے حکم کے پابند ہوئے اور عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو خدا بنایا اور ان کی نسبت یہ باطل عقیدہ رکھا کہ وہ خدا یا خدا کے بیٹے ہیں یا خدا نے ان میں حُلول کیا ہے حالانکہ انہیں ان کی کتابوں میں اور ان کے انبیاء علیہمُ السّلام کی طرف سے صرف یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ ایک معبود کی عبادت کریں، اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ ان کے شرک سے پاک ہے۔ **اہم باتیں:** (1) یہودیوں اور عیسائیوں نے اپنے پادریوں اور علما کی باقاعدہ عبادت نہیں کی تھی بلکہ خدا کے حکم کو چھوڑ کر ان کے حکم کو اپنے لئے شریعت بنالیا تھا، اسی کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انہوں نے خدا بنالئے۔ (2) معلوم ہوا کہ اللہ و رسول کے مقابلے میں جس کی دینی اطاعت کی جائے گویا اسے رب بنانا ہے البتہ اللہ تعالیٰ کے فرمان کے ماتحت علماء، اولیا اور صالحین کی اطاعت عین اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی اطاعت ہے۔

يُرِيۡدُوۡنَ اَنۡ يُّطۡفِـُٔـوۡا نُوۡرَ اللّٰهِ بِاَفۡوَاهِهِمۡ وَيَاۡبَى اللّٰهُ اِلَّاۤ اَنۡ يُّتِمَّ نُوۡرَهٗ وَلَوۡ

یہ چاہتے ہیں کہ اپنے منہ سے اللہ کا نور بجھا دیں حالانکہ اللہ اپنے نور کو مکمل کئے بغیر نہ مانے گا اگرچہ

كَرِهَ الۡـكٰفِرُوۡنَ ﴿٣٢﴾ هُوَ الَّذِىۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰى وَدِيۡنِ الۡحَـقِّ لِيُظۡهِرَهٗ

کافر ناپسند کریں○ وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے تمام دینوں پر

عَلَى الدِّيۡنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوۡ كَرِهَ الۡمُشۡرِكُوۡنَ ﴿٣٣﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنَّ كَثِيۡرًا مِّنَ الۡاَحۡبَارِ

غالب کر دے اگرچہ مشرک ناپسند کریں○ اے ایمان والو! بیشک بہت سے پادری

وَالرُّهۡبَانِ لَيَاۡكُلُوۡنَ اَمۡوَالَ النَّاسِ بِالۡبَاطِلِ وَيَصُدُّوۡنَ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ‌ؕ وَالَّذِيۡنَ

اورروحانی درویش باطل طریقے سے لوگوں کا مال کھا جاتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور وہ لوگ

يَكۡنِزُوۡنَ الذَّهَبَ وَالۡفِضَّةَ وَلَا يُنۡفِقُوۡنَهَا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرۡهُمۡ بِعَذَابٍ اَلِيۡمٍۙ‏ ﴿٣٤﴾

جو سونا اور چاندی جمع کررکھتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سناؤ ○

النصف

آیت 32 فرمایا کہ یہودی اور عیسائی سردار چاہتے ہیں کہ اپنے باطل اقوال سے اللہ تعالیٰ کا دین مٹا دیں یا قرآن کو شائع نہ ہونے دیں یا رسولِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا ذکر روک دیں لیکن ان کی ان حرکتوں سے نہ دین مٹے گا، نہ اسلام کی شوکت میں کمی آئے گی اور نہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی شان میں فرق پڑے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کو بلند، اپنے کلمہ کو ظاہر اور اس حق کو پورا کئے بغیر نہ مانے گا جس کے ساتھ اس نے اپنے رسول حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو بھیجا ہے اگرچہ کافر اسے ناپسند کریں۔

آیت 33 ارشاد فرمایا: وہی ہے جس نے اپنے رسول حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو قرآن اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے دلائل اور قوت کے اعتبار سے تمام دینوں پر غالب کر دے اگرچہ مشرک یہ ناپسند کریں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو غالب فرمادیا کہ دینِ اسلام نے اپنی حقانیت پر جو دلائل پیش کئے اس سے مضبوط دلائل کوئی پیش نہ کر سکا اور ایک طویل عرصہ دنیا میں صرف اسلام ہی غالب رہا، آیندہ اس کا کامل ظہور اس وقت ہو گا جب حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ دنیا میں تشریف لائیں گے۔ **اہم بات:** سچا دین اور ہدایت حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے ساتھ ایسے وابستہ ہیں جیسے آفتاب کے ساتھ روشنی، اور آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو چھوڑ کر نہ ہدایت ملتی ہے نہ سچا دین۔

آیت 34 ارشاد فرمایا: اے ایمان والو! بیشک بہت سے پادری اور روحانی درویش باطل طریقے سے لوگوں کا مال کھا جاتے ہیں کہ دین کے احکام بدل کر لوگوں سے رشوتیں لیتے اور جن آیات میں سیدِ عالم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی نعت وصفت مذکور ہے مال حاصل کرنے کے لئے ان میں فاسد تاویلیں اور تحریفیں کرتے ہیں اور لوگوں کو آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم پر ایمان لانے اور دینِ اسلام میں داخل ہونے سے روکتے ہیں۔ وہ لوگ جو سونا اور چاندی جمع کر رکھتے ہیں اور بخل کرتے ہوئے مال کے حقوق ادا نہیں کرتے اور زکوٰۃ نہیں دیتے انہیں دردناک عذاب کی خوش خبری سناؤ۔ **اہم بات:** مال جمع کرنا مباح ہے جبکہ اس کے حقوق ادا کئے جائیں۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جس مال کی زکوٰۃ دی گئی وہ کنز نہیں (یعنی اس آیت کی وعید میں داخل نہیں) خواہ زمین میں دفن شدہ خزانہ ہی ہو اور جس کی زکوٰۃ نہ دی گئی وہ کنز ہے۔

يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَ جُنُوْبُهُمْ وَ ظُهُوْرُهُمْ ؕ هٰذَا

جس دن وہ مال جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا پھر اس کے ساتھ ان کی پیشانیوں اور ان کے پہلوؤں اور ان کی پشتوں کو داغا جائے گا (اور کہا جائے گا) یہ وہ

مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ﴿۳۵﴾ اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا

مال ہے جو تم نے اپنے لئے جمع کر رکھا تھا تو اپنے جمع کرنے کا مزہ چکھو ○ بیشک مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک اللہ کی کتاب میں

عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ؕ ذٰلِكَ

بارہ مہینے ہیں جب سے اس نے آسمان اور زمین بنائے، ان میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں۔ یہ

الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ۬ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ وَ قَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ

سیدھا دین ہے تو ان مہینوں میں اپنی جان پر ظلم نہ کرو اور مشرکوں سے ہر حال میں لڑو جیسا وہ تم سے ہر وقت لڑتے ہیں

كَآفَّةً ؕ وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۶﴾ اِنَّمَا النَّسِيْٓءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ يُضَلُّ بِهِ

اور جان لو کہ اللہ پرہیز گاروں کے ساتھ ہے ○ مہینوں کو آگے پیچھے کرنا کفر میں ترقی کرنا ہے، اِس کے ذریعے اُن کافروں کو گمراہ

آیت 35 فرمایا کہ قیامت کے دن وہ مال جس کی دنیا میں زکوٰۃ نہ دی تھی، جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا حتی کہ شدتِ حرارت سے سفید ہو جائے گا پھر اس کے ساتھ زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کی پیشانیوں، پہلوؤں اور پشتوں کو داغا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا: یہ وہ مال ہے جو تم نے اپنے لئے جمع کر رکھا تھا تو دنیا میں اپنا مال جمع کر کے رکھنے اور حق داروں کو ان کا حق ادا نہ کرنے کے عذاب کا مزہ چکھو۔ **زکوٰۃ نہ دینے کی وعید:** جو قوم زکوٰۃ نہ دے گی اللہ تعالیٰ اسے قحط میں مبتلا فرمائے گا۔ (معجم اوسط، حدیث: 4577)

آیت 36 ارشاد فرمایا: جب سے اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین بنائے اس کے نزدیک مہینوں کی گنتی اس کی کتاب یعنی لوحِ محفوظ یا قرآنِ مجید یا اللہ تعالیٰ کے بندوں پر لازم کئے ہوئے حکم میں 12 مہینے ہیں۔ یہاں یہ بیان فرمایا گیا کہ بکثرت احکامِ شرع کی بنا قمری مہینوں پر ہے جن کا حساب چاند سے ہے۔ ان میں سے 4 مہینے ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب حرمت والے ہیں۔ یہ سیدھا دین یعنی سیدھا اور صحیح حساب ہے یا یہ معنی ہے کہ 4 مہینوں کا حرمت والا ہونا وہی سیدھا دین ہے جو حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کا دین تھا اور اہلِ عرب ان دونوں سے اس حکم کے وارث ہوئے ہیں، تو ان مہینوں میں گناہوں کے مرتکب ہو کر اپنی جان پر ظلم نہ کرو اور مشرکین کے خلاف جنگ میں ایک دوسرے کی مدد کرو، بزدلی اور کم ہمتی کا مظاہرہ نہ کرو اور متحد ہو کر ان سے جنگ کرو جس طرح وہ متحد ہو کر تم سے جنگ کرتے ہیں اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ اپنی مدد و نصرت کے ذریعے پرہیز گاروں کے ساتھ ہے۔ **اہم باتیں:** (1) مذکورہ 4 حرمت والے مہینوں میں رجب کی تعظیم اس لئے ہے کہ لوگ اس میں عمرہ کرتے تھے اور بقیہ مہینوں کی اس لئے ہے کہ یہ حج کے لئے جانے، حج کرنے اور حج سے واپسی کے مہینے تھے۔ (2) بیشتر مفسرین کے نزدیک اس آیت سے حرمت والے مہینوں میں کفار سے جنگ کی ممانعت منسوخ ہو گئی ہے، اب ہر مہینے میں مشرکین سے جنگ کی جائے گی۔ **درس:** یہاں مسلمانوں کو کفار کے خلاف متحد ہو کر جنگ کرنے کا حکم دیا گیا۔

آیت 37 زمانۂ جاہلیت میں عرب حرمت والے مہینوں کی حرمت و عظمت کے معتقد تھے۔ جب کبھی لڑائی کے زمانے میں حرمت

اَلَّذِیْنَ كَفَرُوْا یُحِلُّوْنَهٗ عَامًا وَّ یُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا لِّیُوَاطِـُٔوْا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ

کیا جاتا ہے جو ایک سال کسی حرمت والے مہینے کو حلال قرار دے دیتے ہیں اور ایک سال اسے حرام قرار دیتے ہیں تاکہ اللہ کے حرام کئے ہوئے مہینوں کی گنتی

فَیُحِلُّوْا مَا حَرَّمَ اللّٰهُؕ زُیِّنَ لَهُمْ سُوْٓءُ اَعْمَالِهِمْؕ وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِیْنَ۠ ﴿۳۷﴾ ع ۱۱ ۱۰۸

پوری کردیں اور اللہ کے حرام کئے ہوئے کو حلال کرلیں۔ ان کے برے کام ان کے لئے خوشنما بنادیئے گئے اور اللہ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا ○

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِیْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِؕ

اے ایمان والو! تمہیں کیا ہوا؟ جب تم سے کہا جائے کہ اللہ کی راہ میں نکلو تو زمین کے ساتھ لگ جاتے ہو۔

والے مہینے آجاتے تو انہیں بہت شاق گزرتا، اس لئے وہ ایک مہینے کی حرمت دوسرے کی طرف ہٹانے لگے کہ محرم کی حرمت صفر کی طرف ہٹاکر محرم میں جنگ جاری رکھتے اور جب حاجت سمجھتے تو حرمت ربیع الاول کی طرف منتقل کرکے صفر میں جنگ حلال کرلیتے۔ اس طرح حرمت والے مہینوں کی تخصیص ختم ہوگئی۔ اس آیت میں کفار کے اس طرزِ عمل کو ممنوع قرار دیا گیا اور فرمایا کہ مہینوں کو آگے پیچھے کرنا کفر میں ترقی کرنا ہے کہ ایک تو ویسے ہی کافر تھے اور پھر مہینے آگے پیچھے کرکے حرام کو حلال سمجھنے کے کفر میں بھی پڑتے تھے تو یہ کفر میں اضافہ کرنا ہوا۔ مزید فرمایا کہ اِس کے ذریعے اُن کافروں کو گمراہ کیا جاتا ہے جو ایک سال کسی حرمت والے مہینے کو حلال قرار دے دیتے ہیں اور ایک سال اسے حرام قرار دیتے ہیں تاکہ اللہ کے حرام کئے ہوئے مہینوں کی گنتی پوری کردیں اور اللہ کے حرام کئے ہوئے کو حلال کرلیں یعنی ماہِ حرام تو چار ہی رہیں اس کی تو پابندی کرتے ہیں اور ان کی تخصیص ختم کرکے حکمِ الٰہی کی مخالفت کرتے ہیں کہ جو مہینہ حرام تھا اسے حلال کرلیا اس کی جگہ دوسرے کو حرام قرار دیا۔ فرمایا: ان کے برے کام ان کے لئے خوش نما بنادیئے گئے اور اللہ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا۔ **اہم بات:** حجۃ الوداع کے سال ذوالحجہ کا مہینہ وہی اصل ماہِ ذوالحجہ تھا جس میں حج کا حکم ہے۔

آیت 38 **شانِ نزول:** رجب 9 ہجری میں سیدِ عالم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو خبر پہنچی کہ شاہِ روم نے مسلمانوں پر حملے کے لئے لشکر جمع کیا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے مسلمانوں کو ان کے خلاف جہاد کا حکم فرمایا۔ اس زمانہ میں قحط سالی اور گرمی کی شدت تھی۔ سفر بھی دور کا تھا نیز دشمن تعداد میں زیادہ اور مضبوط تھے اس لئے لوگوں کو گھروں سے نکلنا مشکل محسوس ہورہا تھا اور منافقین جن کے نفاق کا راز فاش ہوچکا تھا، وہ خود بھی فوج میں شامل ہونے سے جی چراتے تھے اور دوسروں کو بھی منع کرتے تھے۔ اسکے باوجود 30 ہزار کا لشکر جمع ہوگیا، ان مجاہدین کے لیے سواریوں اور سامانِ جنگ کا انتظام بڑا کٹھن مرحلہ تھا کیونکہ لوگ قحط کی وجہ سے مفلوک الحال اور پریشان تھے بہرحال صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے دل کھول کر مال خرچ کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم لشکر کو ساتھ لے کر تبوک کے لئے روانہ ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے تبوک پہنچ کر قیام فرمایا مگر چونکہ ہرقل کو آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے سچے نبی ہونے کا یقین تھا اس لئے اسے خوف ہوا اور وہ مقابلہ میں نہ آیا پھر آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے اَطراف میں لشکر بھیجے اور حاکمِ دومۃ الجندل اور حاکمِ ایلہ سے جزیہ پر صلح فرمائی۔ واپسی پر جب مدینہ کے قریب تشریف لائے تو جو لوگ جہاد میں ساتھ ہونے سے رہ گئے تھے، وہ حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ ان میں سے کسی سے کلام کریں نہ پاس بٹھائیں جب تک ہم اجازت نہ دیں تو مسلمانوں نے ان سے اِعراض کیا اسی باب میں یہ آیات نازل ہوئیں۔ فرمایا گیا: اے ایمان والو! تمہیں کیا ہوا، جب تم سے کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں نکلو تو زمین کے ساتھ لگ جاتے

اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ ﴿۳۸﴾

کیا تم آخرت کی بجائے دنیا کی زندگی پر راضی ہوگئے؟ تو آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگی کا سازو سامان بہت ہی تھوڑا ہے○

اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ وَّ يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوْهُ شَيْـًٔا ؕ وَاللّٰهُ

اگر تم کوچ نہیں کروگے تووہ تمہیں دردناک سزادے گااور تمہاری جگہ دوسرے لوگوں کو لے آئے گااور تم اس کا کچھ نہیں بگاڑسکو گے اور اللہ

عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۳۹﴾ اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ

ہر شے پر قادر ہے○ اگر تم اس (نبی) کی مدد نہیں کروگے تواللہ ان کی مدد فرماچکا ہے جب کافروں نے انہیں (ان کے وطن سے) نکال دیا تھاجبکہ یہ دو میں سے

اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ

دوسرے تھے، جب دونوں غار میں تھے، جب یہ اپنے ساتھی سے فرمارہے تھے غم نہ کرو، بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے تو اللہ نے اُس پر اپنی تسکین

عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى ؕ وَكَلِمَةُ اللّٰهِ

نازل فرمائی اور اُن لشکروں کے ساتھ اُس کی مدد فرمائی جو تم نے نہ دیکھے اور اُس نے کافروں کی بات کو نیچے کردیا اور اللہ کی بات ہی

ہو یعنی تم دنیا اور اس کی لذات کی طرف مائل ہوتے ہو جبکہ سفر کی مشقتوں اور تھکاوٹ کو ناپسند کرتے ہو یا یہ معنی ہے کہ تم اپنی زمین اور اپنے شہروں میں رہنے کی طرف مائل ہو جاتے ہو۔ فرمایا: کیا تم آخرت کے بجائے دنیا کی زندگی پر راضی ہو گئے، تو آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگی کا سازوسامان بہت ہی تھوڑا ہے کہ دنیا کی لذتیں اور نعمتیں فنا ہونے والی ہیں اور آخرت کی نعمتیں ہمیشہ باقی رہیں گی۔

آیت 39 فرمایا کہ اے مسلمانو! اگر تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں کوچ نہیں کروگے تو اللہ تعالیٰ تمہیں دردناک سزا دے گا اور تمہاری جگہ دوسرے لوگوں کو لے آئے گا جو تم سے بہتر اور فرمانبردار ہوں گے اور اللہ تعالیٰ انہیں اپنے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے شرفِ خدمت سے سرفراز فرمائے گا اور تم مدد ترک کرکے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے کیونکہ اللہ تعالیٰ خود اپنے دین کا مددگار ہے اور اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے۔

آیت 40 یہاں ایک اور انداز سے مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دی جارہی ہے، فرمایا کہ اگر تم میرے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی مدد نہ کروگے تو اللہ تعالیٰ ان کی مدد فرمائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ اس وقت بھی ان کی مدد فرماچکا ہے جب کافروں نے انہیں ان کے وطن سے نکال دیا تھا اور اس وقت ان کے ساتھ صرف ایک شخص یعنی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے، تو یہاں بدرجہ اَولیٰ مدد فرمائے گا۔ مزید فرمایا کہ جب دونوں غارِ ثور میں تھے، جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مشرکین کو دیکھ کر عرض کیا کہ اگر ان میں کوئی اپنے پاؤں سے نیچے کی طرف دیکھے تو وہ ہمیں دیکھ لے گا، اس پر اپنے ساتھی سے فرمایا: کہ غم نہ کرو، بیشک اللہ تعالیٰ اپنی مدد و نصرت کے ذریعے ہمارے ساتھ ہے، تو اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنی تسکین نازل فرمائی اور فرشتے نازل فرما کر اپنے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی مدد فرمائی کہ فرشتوں نے کفار کے چہروں اور نگاہوں کو آپ کی طرف دیکھنے سے پھیر دیا۔ تیسری تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے دشمنوں کا مکر پھیر کر ان کی مدد فرمائی اور پھر میدانِ بدر میں فرشتوں کے ذریعے مدد فرمائی اور اس نے کافروں کی بات یعنی شرک یا دعوتِ کفر یا نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو شہید کرنے کی سازش کو نیچے

هِيَ الْعُلْيَا ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۴۰﴾ اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ

بلند و بالا ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے O تم مشقت اور آسانی ہر حال میں کوچ کرو اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ

وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۱﴾ لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا

اللہ کے راستے میں جہاد کرو۔ اگر تم جانو تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے O اگر آسانی سے ملنے والا مال ہوتا

وَّسَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوْكَ وَلٰكِنْۢ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ ؕ وَسَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَوِ

اور درمیانہ سا سفر ہوتا تو وہ ضرور تمہارے پیچھے چلتے لیکن مشقت والا سفر ان پر بہت دور پڑ گیا اور اب اللہ کی قسم کھائیں گے کہ

ع ۵ ۱۲ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ ۚ يُهْلِكُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۴۲﴾ ع عَفَا

ہمیں طاقت ہوتی تو ہم آپ کے ساتھ ضرور نکلتے۔ یہ اپنے آپ کو ہلاک کررہے ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ یہ بیشک جھوٹے ہیں O اللہ تمہیں

اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۴۳﴾

معاف کرے، آپ نے انہیں اجازت کیوں دے دی؟ جب تک آپ کے سامنے سچے لوگ ظاہر نہ ہوجاتے اور آپ جھوٹوں کو نہ جان لیتے O

کر دیا اور اللہ تعالیٰ کی بات یعنی توحید یا دعوتِ اسلام یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مدد کا وعدۂ الٰہیہ ہی بلند وبالا ہے اور اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے۔ **اہم بات:** اس آیت میں کئی اعتبار سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا بیان ہے مثلاً یہ کہ (1) آپ کا صحابی ہونا خود اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا، یہ شرف آپ کے علاوہ اور کسی صحابی کو عطا نہ ہوا (2) آپ نے غارِ ثور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا خاص الخاص قرب پایا (3) اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ثانی فرمایا یعنی حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد جن کا سب سے پہلا نمبر ہے۔

آیت 41 فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب تمہیں جہاد کے لئے بلائیں تو تم چاہے کسی بھی حال میں ہو، تمہارے لئے نکلنے میں آسانی ہو یا مشقت، اہل وعیال کم ہوں یا زیادہ، اسلحہ کم ہو یا زیادہ، سوار ہو کر نکلو یا پیدل، جوان ہو یا بوڑھے، طاقتور ہو یا کمزور،، صحت مند ہو یا مریض، خوشی سے نکلو یا ناخوشی سے،، فارغ ہو یا کسی کام میں مصروف ہر حال میں کوچ کرو اور اپنے مالوں اور جانوں سے اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرو۔ اگر تم جانو تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے لہٰذا تم اس میں دیر نہ کرو۔ **اہم بات:** جہاد کی تین صورتیں ہیں: (1) جان اور مال دونوں کے ساتھ (2) صرف جان کے ساتھ (3) صرف مال کے ساتھ۔

آیت 42 فرمایا کہ تبوک کا میدان اگر قریب ہوتا اور غنیمت آرام سے مل جانے کی امید ہوتی تو یہ بہانے بنانے والے منافق ضرور ان مَنافع کے حصول کے لالچ میں جہاد میں شریک ہوجاتے لیکن دور کے سفر اور رومیوں سے جنگ کو عظیم جاننے کی وجہ سے یہ پیچھے رہ گئے۔ یہ منافقین اب اللہ تعالیٰ کی قسم کھائیں گے اور اس طرح معذرت کریں گے کہ ہمیں طاقت ہوتی تو ہم آپ کے ساتھ ضرور نکلتے۔ ان جھوٹی قسموں اور نفاق سے یہ اپنے آپ کو ہلاک کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ یہ بیشک اپنی قسموں میں جھوٹے ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) دین میں ضروری مشقت سے گھبرانا اگرچہ فرض وواجب ترک ہوجائے لیکن صرف آسان کام اختیار کرنا منافقوں کی علامت ہے۔ (2) جھوٹی قسمیں کھانا سببِ ہلاکت ہے۔

آیت 43 فرمایا کہ اے حبیب! اللہ تعالیٰ آپ کو عافیت سے رکھے، آپ نے انہیں جہاد میں شامل نہ ہونے کی اجازت کیوں دی؟ حتی

لَا یَسْتَاْذِنُكَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ یُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْؕ

اور جو لوگ اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں وہ آپ سے اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کرنے سے بچنے کی چھٹی نہیں مانگیں گے

وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِالْمُتَّقِیْنَ ﴿۴۴﴾ اِنَّمَا یَسْتَاْذِنُكَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ

اور اللہ پرہیزگاروں کو خوب جانتا ہےO آپ سے چھٹی وہی لوگ مانگتے ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان نہیں رکھتے

وَ ارْتَابَتْ قُلُوْبُهُمْ فَهُمْ فِیْ رَیْبِهِمْ یَتَرَدَّدُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَ لَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوْا لَهٗ

اور ان کے دل شک میں پڑے ہوئے ہیں تو وہ اپنے شک میں حیران، پریشان ہیںO اور اگر ان کا نکلنے کا ارادہ ہوتا تو اس کے لئے کچھ تو سامان تیار کرتے

عُدَّةً وَّ لٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ انْۢبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ وَ قِیْلَ اقْعُدُوْا مَعَ الْقٰعِدِیْنَ ﴿۴۶﴾ لَوْ خَرَجُوْا فِیْكُمْ

لیکن اللہ کو ان کا اٹھنا ہی ناپسند ہے تو اس نے ان میں سستی پیدا کر دی اور کہہ دیا گیا: تم بیٹھے رہنے والوں کے ساتھ بیٹھے رہوO اگر وہ تمہارے ساتھ نکلتے

کہ آپ کو پتا چل جاتا کہ اپنے عذر میں کون سچا اور کون جھوٹا ہے۔ **اہم بات:** عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ سے خطاب شروع فرمانا مخاطب کی تعظیم وتوقیر میں مُبالغہ کے لئے ہے اور زبانِ عرب میں یہ عام ہے کہ مخاطب کی تعظیم کے موقع پر ایسے کلمے استعمال کئے جاتے ہیں۔

آیت 44 فرمایا کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں وہ آپ سے اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کرنے سے بچنے کی چھٹی نہیں مانگیں گے اور اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کو خوب جانتا ہے۔ **اہم بات:** اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم پر ایمان رکھنا بھی داخل ہے کیونکہ ایمان سے مراد ایمانِ صحیح ہے اور وہ وہی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم پر ایمان لانے کے ساتھ ہو۔

آیت 45 ارشاد فرمایا: اے حبیب! آپ سے جہاد کرنے سے بچنے کی چھٹی وہی لوگ مانگتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان نہیں رکھتے اور ان کے دل شک میں پڑے ہوئے ہیں اس طرح کہ اگر مسلمانوں کو فتح ہوئی تو بولے کہ شاید اسلام برحق ہے اور اگر کفار کو فتح ہوئی تو بولے کہ شاید یہ لوگ برحق ہیں ورنہ انہیں فتح کیوں ہوتی؟ یا یہ مطلب ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے وعدوں پر یقین اور حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی خبروں پر اطمینان نہیں تو وہ اپنے شک میں حیران پریشان ہیں، نہ کفار کے ساتھ رہ سکے اور نہ مسلمانوں کا ساتھ دے سکے۔ **اہم باتیں:** (1) رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا انکار درحقیقت رب تعالیٰ کا انکار ہے۔ (2) ایمان یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی ہر خبر میں آپ کی تصدیق کی جائے، تردد تصدیق کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتا ہے۔

آیت 46 فرمایا کہ منافقین ظاہر تو یہ کرتے ہیں کہ ہم غزوۂ تبوک میں جانے کو تیار تھے لیکن اچانک بیماری، لاچاری یا کسی مجبوری کی وجہ سے رک گئے، یہ جھوٹے ہیں کیونکہ انہوں نے سفر جہاد کی پہلے سے کوئی تیاری ہی نہیں کی۔ اگر ان کا جہاد میں جانے کا ارادہ ہوتا تو اس کے لئے کچھ تو تیاری کرتے لیکن اللہ تعالیٰ کو ان کا آپ حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے ساتھ جہاد میں جانا ہی ناپسند تھا تو اس نے ان میں سستی پیدا کر دی اور جب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے جہاد میں شریک نہ ہونے کی اجازت طلب کی تو ان سے کہہ دیا گیا کہ تم بیٹھے رہنے والوں یعنی عورتوں، بچوں، مریضوں اور معذوروں کے ساتھ بیٹھے رہو۔

آیت 47 فرمایا کہ اگر یہ منافقین تمہارے ساتھ جنگ کے لئے نکلتے تو شر اور فساد ہی پھیلاتے اس طرح کہ تمہارے سامنے کافروں کی قوت و کثرت اور سفر کی شدت بیان کر کے تمہیں ڈراتے نیز تمہارے درمیان چغل خوری اور جھوٹی باتوں کے ذریعے فتنہ انگیزی کے لئے

Go To Index

مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا وَّ لَاْاَوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ يَبْغُوْنَكُمُ الْفِتْنَةَ ۚ وَفِيْكُمْ سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ ؕ

تو یہ تمہارے نقصان میں اضافہ ہی کرتے اور تمہارے درمیان فتنہ انگیزی کرنے کے لئے دوڑتے پھرتے اور تمہارے اندر ان کے جاسوس موجود ہیں

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿٤٧﴾ لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ وَقَلَّبُوْا لَكَ الْاُمُوْرَ حَتّٰى جَآءَ

اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے○ بیشک انہوں نے پہلے ہی فتنہ وفساد چاہا تھا اور اے حبیب! انہوں نے پہلے بھی تمہارے لئے الٹی تدبیریں کی ہیں حتّٰی کہ حق آگیا

الْحَقُّ وَظَهَرَ اَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ﴿٤٨﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَلَا تَفْتِنِّيْ ؕ

اور اللہ کا دین غالب ہوگیا اگرچہ یہ ناپسند کرنے والے تھے○ اور ان میں کوئی آپ سے یوں کہتا ہے کہ مجھے رخصت دیدیں اور مجھے فتنے میں نہ ڈالیں۔

اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا ؕ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿٤٩﴾ اِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۚ

سن لو! یہ فتنے ہی میں پڑے ہوئے ہیں اور بیشک جہنم کافروں کو گھیرے ہوئے ہے ○ اگر تمہیں بھلائی پہنچتی ہے تو انہیں برا لگتا ہے

دوڑتے پھرتے، تمہارے درمیان ان کے جاسوس موجود ہیں جو تمہاری باتیں اور تمہارے راز کفار تک پہنچاتے ہیں۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ تم میں سے بعض ایسے ضعیف الاعتقاد ہیں کہ جب منافقین مختلف قسم کے شُبہات ظاہر کرتے ہیں تو وہ انہیں قبول کر لیتے ہیں۔ مزید فرمایا کہ اللہ تعالیٰ منافقوں کو خوب جانتا ہے۔ **درس:** مسلمانوں کو کافروں سے ڈرانا اور آپس میں لڑانا منافقوں کا کام ہے۔ فی زمانہ ایسے لوگوں کی کمی نہیں جو ہر وقت غیر مسلم حکومتوں کی طاقت، اسلحہ، فوج اور وسائل کا تذکرہ کرکے مسلمانوں کو ڈرانے میں لگے رہتے ہیں۔

آیت 48 منافقین کے جنگ میں شریک نہ ہونے پر تسلی دیتے ہوئے فرمایا گیا کہ اے حبیب! یہ منافقین غزوۂ تبوک سے پہلے ہی آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو دین سے روکنے، کفر کی طرف لوٹانے اور لوگوں کو آپ کا مخالف بنانے کی کوشش کرتے رہے ہیں جیسا کہ عبداللہ بن اُبَی بن سلول جنگِ اُحد کے دن مسلمانوں میں انتشار پھیلانے کے لئے اپنے گروہ کو لے کر واپس ہوگیا۔ اے حبیب! انہوں نے پہلے بھی آپ کے بارے میں، آپ کا کام بگاڑنے اور دین میں فساد ڈالنے کے لئے بہت حیلے سازیاں کی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس کی طرف سے تائید و نصرت آگئی اور اللہ تعالیٰ کا دین غالب ہوگیا اگرچہ یہ لوگ اسے ناپسند کرنے والے تھے۔

آیت 49 **شانِ نزول:** جب نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے غزوۂ تبوک کے لئے تیاری فرمائی تو جد بن قیس منافق نے یہ بہانہ تراشا کہ میں عورتوں کا بڑا شیدائی ہوں، مجھے اندیشہ ہے کہ میں رومی عورتوں کو دیکھ کر صبر نہ کرسکوں گا، لہٰذا آپ مجھے یہیں ٹھہر جانے کی اجازت دیجئے اور ان عورتوں کے فتنہ میں نہ ڈالئے، میں مال سے آپ کی مدد کروں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے اس سے منہ پھیر لیا اور اجازت دے دی، اس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا: ان میں کوئی آپ سے یوں کہتا ہے کہ مجھے ٹھہر جانے کی رخصت دے دیں اور مجھے فتنے میں نہ ڈالیں۔ سن لو! یہ تو اس وقت بھی فتنے میں ہی مبتلا ہیں کیونکہ اصل فتنہ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم پر دل سے ایمان نہ لانا، آپ کے ساتھ کفر کرنا اور آپ کے احکام قبول کرنے نیز آپ کے ساتھ راہ خدا میں تکلیفیں اٹھانے سے منہ پھیرنا ہے۔ مزید فرمایا: بیشک جہنم کافروں کو گھیرے ہوئے ہے، ان کے لئے اس سے بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں۔

آیت 50 ارشاد فرمایا: اے حبیب! اگر تمہیں بھلائی پہنچے، تم دشمن پر فتح یاب ہو جاؤ اور غنیمت تمہارے ہاتھ آئے تو منافقین غمزدہ ہو جاتے ہیں اور اگر تمہیں کوئی مصیبت پہنچے اور کسی طرح کی شدت کا سامنا ہو تو منافقین کہتے ہیں کہ ہم نے چالاکی کے ذریعے جہاد میں نہ

وَ اِنْ تُصِبْكَ مُصِيْبَةٌ يَّقُوْلُوْا قَدْ اَخَذْنَآ اَمْرَنَا مِنْ قَبْلُ وَ يَتَوَلَّوْا وَّ هُمْ فَرِحُوْنَ ﴿٥٠﴾

اور اگر تمہیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں: ہم نے پہلے ہی اپنا احتیاطی معاملہ اختیار کرلیا تھا اور خوشیاں مناتے ہوئے لوٹ جاتے ہیں۔

قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا ۚ هُوَ مَوْلٰىنَا ۚ وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿٥١﴾

تم فرماؤ: ہمیں وہی پہنچے گا جو اللہ نے ہمارے لیے لکھ دیا، وہ ہمارا مددگار ہے اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔

قُلْ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَآ اِلَّآ اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ ؕ وَ نَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ اَنْ يُّصِيْبَكُمُ

تم فرماؤ، تم ہمارے اوپر دو اچھی خوبیوں میں سے ایک کا انتظار کررہے ہو اور ہم تم پر انتظار کررہے ہیں کہ اللہ تمہیں

اللّٰهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهٖۤ اَوْ بِاَيْدِيْنَا ۖ٘ فَتَرَبَّصُوْۤا اِنَّا مَعَكُمْ مُّتَرَبِّصُوْنَ ﴿٥٢﴾

اپنی طرف سے یا ہمارے ہاتھوں سے عذاب دے تو تم انتظار کرو اور ہم (بھی) منتظر ہیں۔

جاکر اس مصیبت سے خود کو بچالیا، گویا ہم نے پہلے ہی اپنا احتیاطی معاملہ اختیار کرلیا تھا پھر مزید اس بات پر خوشیاں مناتے لوٹ جاتے ہیں کہ ہم جہاد کی مشقت و مصیبت سے محفوظ رہے۔ **اہم بات:** حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی مصیبت پر خوش ہونا کافروں کا کام ہے، اسی طرح مسلمانوں کی خوشی پر غم کرنا منافقوں کی نشانی ہے۔

آیت 51 فرمایا کہ اے حبیب! آپ ان لوگوں سے فرمادیں جو آپ کو مصیبت پہنچنے پر خوش ہوتے ہیں کہ ہمیں وہی فائدہ و نقصان پہنچے گا جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے مقدر فرمایا اور اسے لوحِ محفوظ میں لکھ دیا کیونکہ قیامت تک ہونے والا ہر اچھا برا کام لکھ کر قلم خشک ہو چکا، اب کوئی اس پر قادر نہیں کہ اپنی جان سے اس مصیبت کو دور کردے جو اس پر نازل ہونی ہے یا خود کو ایسا فائدہ پہنچائے جو اس کے مقدر میں نہیں، بے شک اللہ تعالیٰ ہی ہمارا حافظ و ناصر ہے اور وہ ہر حال میں ہماری جانوں سے زیادہ ہمارے قریب ہے اور مسلمانوں کو اپنے تمام اُمور میں اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسا کرنا چاہئے۔ **اہم بات:** تقدیر کا مسئلہ انتہائی نازک ہے۔ اس مسئلے میں الجھا کر شیطان لوگوں کا ایمان برباد کرنے کی کوشش کرتا ہے لہٰذا اس بارے میں بحث اور غوروفکر سے بچنا چاہئے۔ بہارِ شریعت میں ہے: قضاو قدر کے مسائل عام عقلوں میں نہیں آسکتے اور ان میں زیادہ غوروفکر کرنا ہلاکت کا سبب ہے۔ صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما اس مسئلہ میں بحث کرنے سے منع فرمائے گئے تو ہم اور آپ کس گنتی میں...!! اتنا سمجھ لیں کہ اللہ تعالیٰ نے آدمی کو پتھر اور دیگر جمادات کی طرح بے حس و حرکت پیدا نہیں کیا بلکہ اسے ایک طرح کا اختیار دیا ہے کہ ایک کام چاہے کرے چاہے نہ کرے اور اس کے ساتھ عقل بھی دی ہے کہ بھلے برے، نفع نقصان کو پہچان سکے اور ہر قسم کے سامان اور اَسباب مہیا کردیئے ہیں کہ بندہ جب کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو اسے اسی قسم کے سامان مہیا ہو جاتے ہیں اور اسی بنا پر اس پر مؤاخذہ ہے۔ اپنے آپ کو بالکل مجبور یا بالکل مختار سمجھنا دونوں گمراہی ہے۔ (بہار شریعت، 1/18-19، ملخصاً)

آیت 52 یہاں مسلمانوں کو مصیبت پہنچنے پر منافقوں کے خوش ہونے کا ایک اور جواب دیا جارہا ہے، فرمایا گیا کہ اے حبیب! آپ ان منافقوں سے فرمادیں کہ اے منافقو! تم ہمارے اوپر دو اچھی خوبیوں میں سے ایک کا انتظار کررہے ہو کہ یا ہمیں فتح و غنیمت ملے گی یا شہادت و مغفرت کیونکہ مسلمان جب جہاد میں جاتا ہے اگر غالب ہو تو فتح و غنیمت اور اجرِ عظیم پاتا ہے اور اگر راہِ خدا میں مارا جائے تو اسے شہادت حاصل ہوتی ہے اور ہم تم پر دو برائیوں میں سے ایک کا انتظار کررہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سابقہ اُمتوں کی طرح تمہیں بھی اپنی طرف سے عذاب دے کر ہلاک کردے یا ہمیں تم پر کامیابی و غلبہ عطا کرکے ہمارے ہاتھوں سے تمہیں عذاب دے اور جب یہ

قُلۡ اَنۡفِقُوۡا طَوۡعًا اَوۡ كَرۡهًا لَّنۡ يُّتَقَبَّلَ مِنۡكُمۡ ؕ اِنَّكُمۡ كُنۡتُمۡ قَوۡمًا فٰسِقِيۡنَ ﴿۵۳﴾

تم فرماؤ کہ تم خوشدلی سے خرچ کرو یا ناگواری سے (بہرصورت) تم سے ہر گز قبول نہیں کیا جائے گا۔ بیشک تم نافرمان قوم ہو○

وَمَا مَنَعَهُمۡ اَنۡ تُقۡبَلَ مِنۡهُمۡ نَفَقٰتُهُمۡ اِلَّاۤ اَنَّهُمۡ كَفَرُوۡا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوۡلِهٖ وَلَا يَاۡتُوۡنَ

اور ان کے صدقات قبول کئے جانے سے یہ بات مانع ہے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور وہ نماز کی طرف

الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمۡ كُسَالٰى وَلَا يُنۡفِقُوۡنَ اِلَّا وَهُمۡ كٰرِهُوۡنَ ﴿۵۴﴾ فَلَا تُعۡجِبۡكَ اَمۡوَالُهُمۡ

سستی و کاہلی سے ہی آتے ہیں اور ناگواری سے ہی مال خرچ کرتے ہیں○ تو تمہیں ان کے مال اور ان کی اولاد

وَلَاۤ اَوۡلَادُهُمۡ ؕ اِنَّمَا يُرِيۡدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمۡ بِهَا فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَتَزۡهَقَ اَنۡفُسُهُمۡ

تعجب میں نہ ڈالیں، اللہ یہی چاہتا ہے کہ اِن چیزوں کے ذریعے دنیا کی زندگی میں اِن سے راحت و آرام دور کر دے اور کفر کی حالت میں اِن

بات ہے تو تم ہمارے انجام کا انتظار کرو اور ہم بھی تمہارے انجام کے منتظر ہیں۔

آیت 53 **شانِ نزول:** جد بن قیس منافق نے جہاد میں نہ جانے کی اجازت طلب کرنے کے ساتھ کہا تھا کہ میں اپنے مال سے مدد کروں گا، اس کے جواب میں فرمایا گیا: اے حبیب! اس منافق اور اس جیسے دوسرے منافقین سے فرمادیں: تم خوشی سے دو یا ناخوشی سے، تمہارا مال قبول نہ کیا جائے گا یعنی رسولِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم اس کو نہ لیں گے کیونکہ تم کافر قوم ہو، تمہارا دینا اللہ تعالیٰ کے لئے نہیں ہے۔ **اہم بات:** ہر وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی رضا کی نیت سے خرچ نہ کرے بلکہ ریاکاری اور نام و نمود کی وجہ سے خرچ کرے تو وہ قبول نہ کیا جائے گا۔

آیت 54 فرمایا کہ منافقین کا راہِ خدا میں خرچ کرنا مردود ہے، وجہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے ساتھ کفر کرتے اور سستی کے ساتھ نماز پڑھنے آتے ہیں کیونکہ وہ نماز پڑھنے پر نہ ثواب کی امید رکھتے ہیں اور نہ چھوڑ دینے پر عذاب سے ڈرتے ہیں یونہی جو کچھ وہ خیرات کرتے ہیں، ناگواری سے ہی کرتے ہیں کیونکہ اس میں بھی وہ ثواب کے قائل نہیں، صرف اپنا نفاق چھپانے کے لئے خیرات کرتے ہیں۔ **اہم بات:** نماز میں سستی اور راہِ خدا میں خرچ کرنے سے تنگ دلی منافقوں کا طریقہ ہے۔

آیت 55 اس آیت میں اگرچہ خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے ہے لیکن مراد عام مسلمان ہیں، فرمایا کہ تم ان منافقوں کی مالداری اور اولاد پر یہ سوچ کر حیرت نہ کرو کہ جب یہ مردود ہیں تو انہیں اتنا مال کیوں ملا۔ اللہ تعالیٰ یہی چاہتا ہے کہ ان چیزوں کے ذریعے دنیا کی زندگی میں ان سے راحت و آرام دور کر دے کہ محنت سے جمع کریں، مشقت سے حفاظت کریں اور حسرت چھوڑ کر مریں نیز مال خرچ کرنے کے معاملے میں ان کا دل تنگ ہو گا اسی طرح اپنے بچوں کی تربیت کرنے میں طرح طرح کی مشقتوں میں پڑیں گے، ان کے کھانے پینے اور لباس وغیرہ کا انتظام کرنے میں پریشانیوں کا سامنا کریں گے، مر جائیں تو ان کی جدائی پر رنج و غم میں مبتلا ہوں گے اور جب یہ مریں گے تو ان کی روح کفر کی حالت میں نکلے گی اور آخرت میں اللہ تعالیٰ انہیں شدید عذاب دے گا۔ **اہم باتیں:**

(1) مسلمانوں کو کافروں کی مالی اور افرادی قوت پر تعجب نہیں کرنا چاہئے کیونکہ یہ ان کے لئے اللہ تعالیٰ کا دُنیوی عذاب ہے۔

(2) دنیادار مال دار کو جان کنی میں دُگنی تکلیف ہوتی ہے، ایک تو دنیا سے جانے کی اور دوسری مال چھوڑنے کی جبکہ مومن کامل کی جان

وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ۝۵۵ وَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ ؕ وَمَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَّفْرَقُوْنَ ۝۵۶

کی روح نکلے ○ اور (منافق) اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ وہ تم میں سے ہیں حالانکہ وہ تم میں سے نہیں ہیں لیکن وہ لوگ ڈرتے ہیں ○

لَوْ يَجِدُوْنَ مَلْجَاً اَوْ مَغٰرٰتٍ اَوْ مُدَّخَلًا لَّوَلَّوْا اِلَيْهِ وَهُمْ يَجْمَحُوْنَ ۝۵۷ وَمِنْهُمْ مَّنْ

اگر انہیں کوئی پناہ گاہ یا غار یا کہیں سما جانے کی جگہ مل جاتی تو جلدی کرتے ہوئے ادھر پھر جائیں گے ○ اور ان میں سے کوئی وہ ہے جو

يَّلْمِزُكَ فِي الصَّدَقٰتِ ۚ فَاِنْ اُعْطُوْا مِنْهَا رَضُوْا وَاِنْ لَّمْ يُعْطَوْا مِنْهَآ اِذَا هُمْ

صدقات تقسیم کرنے میں تم پر اعتراض کرتا ہے تو اگر انہیں اُن (صدقات) میں سے کچھ دیدیا جائے تو راضی ہو جاتے ہیں اور اگر انہیں اُن میں سے کچھ نہ دیا جائے تو

آسانی سے نکلتی ہے کہ وہ اسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے ملنے کا ذریعہ سمجھتا ہے۔

آیت 56 فرمایا کہ منافقین اس پر اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ وہ تمہارے دین وملت پر ہیں اور مسلمان ہیں لیکن وہ تم میں سے نہیں ہیں بلکہ تمہیں دھوکا دیتے اور جھوٹ بولتے ہیں۔ وہ صرف اس بات سے ڈرتے ہیں کہ اگر ان کا نفاق ظاہر ہو گیا تو مسلمان ان کے ساتھ وہی معاملہ کریں گے جو مشرکین کے ساتھ کرتے ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) تقیہ کرنا منافقوں کا کام ہے۔ (2) جب عمل قول کے مطابق نہ ہو تو قول کا اعتبار نہیں۔ (3) مسلمان دو طرح کے ہیں: (۱) حقیقی مسلمان (۲) ظاہری یعنی صرف دنیوی احکام کے اعتبار سے مسلمان۔ منافق ظاہری مسلمان تھے، اس لئے انہیں مسجد میں نماز پڑھنے کی اجازت تھی اور انہیں کفار کی طرح قتل نہ کیا گیا لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مومن نہ تھے۔

آیت 57 فرمایا کہ منافقین کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم اور مسلمانوں سے انتہا درجے کے بغض کی وجہ سے حال یہ ہے کہ اگر وہ تمہارے پاس سے کسی پناہ گاہ، غار یا کہیں سما جانے کی جگہ کی طرف بھاگ جانے پر قادر ہوتے تو بہت جلد ادھر پھر جاتے کیونکہ بزدل کا کام ہی بھاگ جانا ہوتا ہے۔

آیت 58 **شانِ نزول:** رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم مالِ غنیمت تقسیم فرما رہے تھے تو ذُوالخُوَیصِرَہ نے کہا: یارسول اللہ! عدل کیجئے۔ فرمایا: تجھے خرابی ہو، میں عدل نہ کروں گا تو کون کرے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: مجھے اجازت دیجئے کہ اس (منافق) کی گردن مار دوں۔ فرمایا: اسے چھوڑ دو، اس کے اور بھی ہمراہی ہیں کہ تم ان کی نمازوں کے سامنے اپنی نمازوں کو اور ان کے روزوں کے سامنے اپنے روزوں کو حقیر دیکھو گے، وہ قرآن پڑھیں گے اور ان کے گلوں سے نہ اترے گا، وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے۔ (بخاری، حدیث: 3610، مسلم، حدیث: 1064) یہی شخص خوارج کی اصل وبنیاد ہے، اس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا کہ منافقین میں سے کوئی وہ ہے جو صدقات تقسیم کرنے میں تم پر اعتراض کرتا ہے تو اگر انہیں ان صدقات میں سے کچھ دے دیا جائے تو راضی ہو جاتے ہیں اور اگر انہیں ان میں سے کچھ نہ دیا جائے تو اس وقت تم پر اعتراض کرتے اور ناراض ہو جاتے ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے کسی فعل شریف پر اعتراض کفر ہے۔ (2) دُنیوی نفع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے راضی ہو جانا اور نفع نہ ہونے کی صورت میں ناراض ہو جانا منافق کی خاص علامت ہے۔ **درس:** جب تک فائدہ ملتا رہے تب تک راضی رہنا اور جب فائدہ ملنا بند ہو جائے تو برائیاں کرنا اخلاص نہ ہونے کی علامت ہے۔

يَسْخَطُوْنَ ﴿۵۸﴾ وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۙ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ

اس وقت ناراض ہوجاتے ہیں○ اور (کیا اچھا ہوتا) اگر وہ اس پر راضی ہوجاتے جو اللہ اور اس کے رسول نے انہیں عطا فرمایا اور کہتے کہ ہمیں اللہ کافی ہے۔ عنقریب اللہ

ع ۱۴/۷ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗۤ ۙ اِنَّاۤ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ ﴿۵۹﴾ ع اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ

اور اس کا رسول ہمیں اپنے فضل سے اور زیادہ عطا فرمائیں گے۔ بیشک ہم اللہ ہی کی طرف رغبت رکھنے والے ہیں○ زکوٰۃ صرف فقیروں اور بالکل محتاجوں

وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ

اور زکوٰۃ کی وصولی پر مقرر کئے ہوئے لوگوں اور ان کیلئے ہے جن کے دلوں میں اسلام کی الفت ڈالی جائے اور غلام آزاد کرانے میں اور قرضداروں کیلئے اور اللہ کے

آیت 59 فرمایا کہ کیا ہی اچھا ہوتا اگر تقسیم پر اعتراض کرنے والے منافق اس پر راضی ہو جاتے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے انہیں عطا فرمایا اگرچہ کم ہی کیوں نہ ہو اور وہ کہتے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کا فضل اور جتنا اس نے عطا کیا وہ کافی ہے۔ عنقریب اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم ہمیں اپنے فضل سے اور زیادہ عطا فرمائیں گے۔ بیشک ہم اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رغبت رکھنے والے ہیں کہ وہ ہمیں اپنے فضل سے صدقہ اور اس کے علاوہ لوگوں کے اَموال سے غنی اور بے نیاز کر دے۔ **اہم باتیں:** (1) اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم عطا فرماتے ہیں اور آیندہ بھی عطا کریں گے بلکہ اللہ تعالیٰ جو دیتا ہے حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم ہی کے ذریعے دیتا ہے۔ (2) کسی کو نفع پہنچانے یا کسی سے نقصان دور کر دینے کی نسبت اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی طرف کرنا جائز ہے۔

آیت 60 جب منافقین نے صدقات کی تقسیم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم پر اعتراض کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان فرمایا کہ صدقات کے مستحق صرف یہ آٹھ قسم کے لوگ ہیں: (1) فقیر کہ جس کے پاس شرعی نصاب سے کم مال ہو (2) بالکل محتاج کہ جس کے پاس کچھ نہ ہو (3) زکوٰۃ کی وصولی پر مقرر کئے ہوئے لوگ (4) مُؤَلَّفَةُ الْقُلُوْب یعنی جن کے دلوں میں اسلام کی الفت ڈالی جائے (5) وہ غلام جن کو ان کے مالکوں نے ایک مقدار مال کی مقرر کر دی کہ اس قدر ادا کر دیں تو آزاد ہیں (6) قرض دار جو بغیر کسی گناہ کے مبتلائے قرض ہوئے اور اتنا مال نہیں رکھتے جس سے قرض ادا کریں (7) اللہ تعالیٰ کے راستے میں جانے والے یعنی مجاہدین اور نادار حاجی (8) وہ مسافر جس کے پاس اس وقت مال نہ ہو۔ ان کے سوا اور کوئی مستحق نہیں نیز رسولِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو اموالِ صدقہ سے کوئی واسطہ نہیں کیونکہ آپ پر اور آپ کی اولاد پر صدقات حرام ہیں تو طعن کرنے والوں کو اعتراض کا کیا موقع ہے۔ اور فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا مقرر کیا ہوا حکم ہے اور اللہ تعالیٰ علم والا اور حکمت والا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) اس آیت میں صدقہ سے زکوٰۃ مراد ہے اور یہاں زکوٰۃ کے مصارف بیان کئے گئے ہیں۔ (2) مُؤَلَّفَةُ الْقُلُوْب سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اسلام کی الفت ڈالنا اور انہیں اسلام کی طرف راغب کرنا یا اسلام پر ثابت قدم رکھنا مقصود ہو، یہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے اِجماع کی وجہ سے زکوٰۃ کے مستحق نہیں رہے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ عطا فرما دیا تو اس کی حاجت نہ رہی اور یہ اجماع حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں منعقد ہوا تھا۔ (3) زکوٰۃ دینے والے کو اختیار ہے کہ وہ مذکورہ تمام اَقسام کے لوگوں کو زکوٰۃ دے یا ان میں سے کسی ایک ہی قسم کو دے۔

السَّبِيْلِ ؕ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۞٦٠ وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ

راستے میں (جانے والوں کیلئے) اور مسافر کے لئے ہے۔ یہ اللہ کا مقرر کیا ہوا حکم ہے اور اللہ علم والا، حکمت والا ہے ○ اور ان میں کچھ وہ ہیں جو نبی کو ایذا دیتے ہیں

وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ ؕ قُلْ اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَرَحْمَةٌ

اور کہتے ہیں وہ تو کان ہیں۔ تم فرماؤ: تمہاری بہتری کے لئے کان ہیں، وہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور مسلمانوں کی بات پر یقین کرتے ہیں اور تم میں جو مسلمان ہیں

لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ؕ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۞٦١ يَحْلِفُوْنَ

ان کیلئے رحمت ہیں اور جو رسولُ اللہ کو ایذا دیتے ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے ○ (اے مسلمانو!) تمہارے سامنے اللہ کی

بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيُرْضُوْكُمْ ۚ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۞٦٢ | الثلثۃ

قسم کھاتے ہیں تاکہ تمہیں راضی کرلیں حالانکہ اللہ اور اس کا رسول اس بات کے زیادہ حقدار ہیں کہ لوگ اسے راضی کریں، اگر وہ ایمان والے ہیں ○

آیت 61 **شانِ نزول:** منافقین اپنی مجلسوں میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی شان میں ناشائستہ باتیں کرتے تھے، ان میں سے بعض نے کہا کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو خبر ہو گئی تو ہمارے حق میں اچھا نہ ہو گا۔ جلاس بن سوید نے کہا: ہم جو چاہیں کہیں، آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے سامنے مکر جائیں گے اور قسم کھالیں گے، وہ تو کان ہیں ان سے جو کہہ دیا جائے سن کر مان لیتے ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا کہ منافقوں کی جماعت میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو میرے حبیب کو ایذا دیتے ہیں اور کہتے ہیں: وہ تو کان ہیں۔ اے حبیب! آپ ان سے فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرے حبیب اگرچہ سننے والے ہیں لیکن ان کا سننا تمہارے لئے بہتر ہے۔ معنی یہ ہے کہ اگر وہ سننے والے بھی ہیں تو نیکی اور بھلائی کی بات سننے اور ماننے والے ہیں، شر اور فساد کی بات سننے والے نہیں اور ان کی شان یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں اور مسلمانوں کی بات پر یقین کرتے ہیں، منافقوں کی بات پر یقین نہیں کرتے اور وہ تم میں سے جو مسلمان ہیں ان کے لئے رحمت ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کے حبیب صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو ایذا دیتے ہیں ان کے لیے آخرت میں دردناک عذاب ہے۔ **اہم بات:** رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو ایذا دینا کفر ہے کیونکہ دردناک عذاب کی وعید عموماً کفار کو ہوتی ہے۔

آیت 62 **شانِ نزول:** منافقین اپنی مجلسوں میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم پر اعتراضات کرتے جبکہ مسلمانوں کے پاس آکر مکر جاتے اور قسمیں کھاکر اپنی بَرِیَّت ثابت کرتے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ اے مسلمانو! یہ منافق تمہارے سامنے اللہ تعالیٰ کی قسم کھاتے ہیں تاکہ تمہیں اس بارے میں راضی کرلیں جو ان کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو ایذا پہنچانے کی باتیں تمہیں پہنچی ہیں حالانکہ مسلمانوں کو راضی کرنے کے لئے قسمیں کھانے سے زیادہ اہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو راضی کرنا تھا، اگر ایمان رکھتے تھے تو ایسی حرکتیں کیوں کیں جو خدا تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی ناراضی کا سبب ہوں۔ **اہم باتیں:**

(1) آیت کے اس لفظ "اَنْ يُّرْضُوْهُ" میں واحد کی ضمیر اس لئے ذکر کی گئی کہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی رضا میں کوئی فرق نہیں، دونوں کی رضا کا ایک ہی حکم ہے۔ (2) معلوم ہوا کہ عبادت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو راضی کرنے کی نیت شرک نہیں بلکہ ایمان کا کمال ہے۔

اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ الْخِزْيُ

کیا انہیں معلوم نہیں کہ جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرے تو اس کے لیے جہنم کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔ یہی بڑی

الْعَظِيْمُ ﴿۶۳﴾ يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ

رسوائی ہے○ منافقین اس بات سے ڈرتے ہیں کہ ان کے خلاف کوئی ایسی سورت نازل کر دی جائے جو ان کے دلوں کی چھپی باتیں بتادے۔

قُلِ اسْتَهْزِءُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ ﴿۶۴﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ

تم فرماؤ: مذاق اڑالو، بیشک اللہ اس چیز کو ظاہر کرنے والا ہے جس سے تم ڈرتے ہو○ اور اے محبوب! اگر آپ ان سے پوچھیں تو کہیں گے کہ

اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ؕ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۶۵﴾

ہم تو صرف ہنسی کھیل کررہے تھے۔ تم فرماؤ: کیا تم اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ہنسی مذاق کرتے ہو○

آیت 63 فرمایا کہ کیا انہیں یہ بات معلوم نہیں کہ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی مخالفت کرے تو اس کے لیے جہنم کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔ یہ جہنم میں ہمیشہ کے لئے داخلہ ہی بڑی رسوائی ہے۔

آیت 64 فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے معجزات دیکھنے اور آپ کی غیبی خبریں سننے اور ان کو واقع کے مطابق پانے کے بعد منافقوں کو اندیشہ ہو گیا کہ کہیں اللہ تعالیٰ کوئی ایسی سورت نازل نہ فرمائے جس سے ان کا نفاق اور مسلمانوں سے بغض وعداوت ظاہر کر دیئے جائیں اور ان کی رسوائی ہو۔ مزید ارشاد فرمایا: اے حبیب! آپ ان منافقوں سے فرمادیں کہ تم نے جو مذاق اڑانا ہے اڑا لو، بیشک اللہ تعالیٰ اس چیز کو ظاہر کرنے والا ہے جس کے ظاہر ہونے سے تم ڈرتے ہو۔

آیت 65 **شانِ نزول:** (1) غزوۂ تبوک میں جاتے ہوئے منافقین کے تین گروہوں میں سے دو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے بارے میں مذاق اڑاتے ہوئے کہتے تھے: ان کا خیال ہے کہ یہ روم پر غالب آ جائیں گے، کتنا بعید خیال ہے اور ایک گروپ بولتا تو نہ تھا مگر ان باتوں کو سن کر ہنستا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے انہیں طلب کر کے فرمایا: تم ایسا ایسا کہہ رہے تھے؟ انہوں نے کہا: ہم راستہ طے کرنے کے لئے ہنسی کھیل کے طور پر دل لگی کی باتیں کررہے تھے۔ (2) کسی کی اونٹنی گم ہو گئی، اس کی تلاش تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا: اونٹنی فلاں جنگل میں فلاں جگہ ہے۔ اس پر ایک منافق بولا: محمد (صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم) بتاتے ہیں کہ اونٹنی فلاں جگہ ہے، محمد غیب کیا جانیں؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی، ارشاد فرمایا: اے حبیب! اگر آپ ان منافقین سے ان باتوں کے بارے میں پوچھیں جو وہ آپس میں کہتے تھے تو کہیں گے کہ ہم تو صرف ہنسی کھیل کررہے تھے تاکہ اس سے سفر کٹ جائے، ہمارا مقصد اعتراض نہ تھا۔ اے حبیب! آپ ان سے فرمائیں: کیا تم اللہ تعالیٰ، اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ہنسی مذاق کرتے ہو۔ **اہم باتیں:** (1) آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے غیب کا علم دیا ہے کہ جو تنہائی میں باتیں کی جائیں آپ کو ان کی خبر ہے۔ (2) کفر کی باتیں سن کر رضا کے طور پر خاموش رہنا یا ہنسنا بھی کفر ہے۔ (3) حضور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی توہین اللہ تعالیٰ کی توہین ہے کیونکہ ان منافقوں نے آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی توہین کی تھی مگر فرمایا گیا: ”اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ“ یعنی حضور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کا مذاق اڑانا اللہ تعالیٰ اور اس کی تمام آیتوں کا مذاق اڑانا ہے، لہٰذا آپ کی تعظیم اللہ تعالیٰ کی تعظیم ہے۔

لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ؕ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآىِٕفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَآىِٕفَةًۢ

بہانے نہ بناؤ تم ایمان ظاہر کرنے کے بعد کافر ہوچکے۔ اگر ہم تم میں سے کسی کو معاف کر دیں تو دوسروں کو عذاب دیں گے

بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۶۶﴾ اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ

کیونکہ وہ مجرم ہیں○ منافق مرد اور منافق عورتیں سب ایک ہی ہیں، برائی کا حکم دیتے

بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ ؕ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ ؕ اِنَّ

ہیں اور بھلائی سے منع کرتے ہیں اور اپنے ہاتھ بند رکھتے ہیں۔ انہوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اس نے انہیں چھوڑ دیا۔ بیشک

الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۶۷﴾ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ

منافقین ہی نافرمان ہیں○ اللہ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کافروں سے جہنم کی آگ کا وعدہ کیا ہے جس میں یہ ہمیشہ رہیں

آیت 66 اللہ تعالیٰ نے منافقین کی جانب سے پیش کردہ عذر قبول نہ کیا اور فرمایا کہ بہانے نہ بناؤ تم ایمان ظاہر کرنے کے بعد کافر ہو چکے۔ اگر ہم تم میں سے کسی کو اس کے توبہ کرنے اور اخلاص کے ساتھ ایمان لانے کی وجہ سے معاف کر بھی دیں تو توبہ نہ کرنے والے گروہ کو ضرور عذاب دیں گے کیونکہ وہ مجرم ہیں، اپنے نفاق پر قائم ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) یہاں جس شخص کی معافی کی بات ہو رہی ہے یہ وہی شخص ہے جو ہنستا تھا مگر اس نے اپنی زبان سے کوئی گستاخی کا کلمہ نہ کہا۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو اس نے توبہ کی اور اخلاص کے ساتھ ایمان لایا۔ یہ حضرت یحییٰ بن حمیر اشجعی رضی اللہ عنہ تھے۔ چونکہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بدگوئی سے زبان روکی تھی اس لئے انہیں توبہ و ایمان کی توفیق ملی۔ (2) ایمان ایسی چیز نہیں جو کبھی کسی سے ختم نہیں ہو سکتی کیونکہ یہاں اللہ تعالیٰ نے پہلے ان کے ایمان کا ذکر فرمایا پھر ان کا ایمان ختم ہو جانے کا ذکر فرمایا۔ (3) جس شخص نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی شان میں اِکراہِ شرعی کے بغیر ایسے کلمات کہے جو عرف میں توہین اور گستاخی کے لئے متعین ہوں تو وہ نیت اور عدمِ نیت کے فرق کے بغیر قضاءً اور دیانۃً دونوں طرح کافر ہے۔ (4) جس کا کفر ثابت ہو جائے اسے کافر ماننا شریعت کا حکم ہے اور حقیقی علما اسی حکمِ شریعت پر عمل کرتے ہوئے کسی کو کافر کہتے ہیں۔ البتہ کسی فردِ معین کو کافر قرار دینا بہت سنگین معاملہ ہے۔ جب تک کسی شخص سے صادر ہونے والے قول و فعل کی بنا پر اسے کافر قرار دینے کے تمام تقاضے پورے نہ ہو جائیں تب تک کافر قرار دینے کی ہرگز ہرگز اجازت نہیں۔ **درس:** ہنسی مذاق میں کفر کرنے سے بھی آدمی کافر ہو جاتا ہے، مذاق کا عذر مردود ہے۔ اس سے فلموں ڈراموں خصوصاً کامیڈی ڈراموں میں بولے جانے والے کفریات کا حکم سمجھا جا سکتا ہے۔

آیت 67 فرمایا کہ منافق مرد اور منافق عورتیں سب نفاق اور اَعمالِ خبیثہ میں یکساں ہیں ان کا حال یہ ہے کہ کفر و مَعصِیت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تکذیب کا حکم دیتے ہیں اور ایمان و طاعت اور تصدیقِ رسول سے منع کرتے ہیں اور راہِ خدا میں خرچ کرنے سے اپنے ہاتھ بند رکھتے ہیں، انہوں نے اللہ تعالیٰ کو بھلا دیا، اس کی اطاعت و رضا طلبی نہ کی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں چھوڑ دیا اور ثواب و فضل سے محروم کر دیا، بیشک منافقین ہی نافرمان ہیں۔ **درس:** برائی کا حکم دینا اور بھلائی سے منع کرنا منافق کا کام ہے۔ افسوس کہ فی زمانہ بہت سے مسلمان گھرانوں میں بھی گناہوں کی ترغیب دینا، نیکی سے روکنا پایا جاتا ہے۔ فلمیں ڈرامے دیکھنے اور کسی بھی طرح کا مذہبی حلیہ اپنانے سے منع کیا جاتا ہے۔

آیت 68 فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کافروں سے جہنم کی آگ کا وعدہ کیا ہے جس میں یہ ہمیشہ رہیں گے،

فِيْهَا ؕ هِيَ حَسْبُهُمْ ۚ وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿۶۸﴾ كَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوْٓا

گے، وہ (جہنم) انہیں کافی ہے اور اللہ نے ان پر لعنت فرمائی اور ان کے لیے ہمیشہ رہنے والا عذاب ہے○ (اے منافقو!) جس طرح تم سے پہلے لوگ تم سے

اَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَّاَكْثَرَ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ؕ فَاسْتَمْتَعُوْا بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ

قوت میں زیادہ مضبوط اور مال اور اولاد کی کثرت میں تم سے بڑھ کر تھے پھر انہوں نے اپنے (دنیا کے) حصے سے لطف اٹھایا تو تم بھی ویسے ہی اپنے حصے سے

كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ وَخُضْتُمْ كَالَّذِيْ خَاضُوْا ؕ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ

لطف اٹھالو جیسے تم سے پہلے والوں نے اپنے حصوں سے فائدہ حاصل کیا اور تم اسی طرح بیہودگی میں پڑ گئے جیسے وہ بیہودگی میں پڑے تھے۔ ان لوگوں کے

اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۶۹﴾ اَلَمْ يَاْتِهِمْ نَبَاُ الَّذِيْنَ مِنْ

تمام اعمال دنیا و آخرت میں برباد ہوگئے اور وہی لوگ گھاٹے میں ہیں○ کیا ان کے پاس ان سے پہلے لوگوں (یعنی)

قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ۬ۙ وَقَوْمِ اِبْرٰهِيْمَ وَاَصْحٰبِ مَدْيَنَ وَالْمُؤْتَفِكٰتِ ؕ

قومِ نوح اور عاد اور ثمود اور قومِ ابراہیم اور مدین اور الٹ جانے والی بستیوں کے مکینوں کی خبر نہ آئی؟

ان کے کفر، نفاق اور نافرمانی کے عذاب کے طور پر جہنم انہیں کافی ہے، اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی رحمت سے دور کر دیا اور ان کے لئے ہمیشہ رہنے والا عذاب ہے۔

آیت 69 منافقوں کو ڈانٹ ڈپٹ اور دھمکی کے طور پر فرمایا گیا کہ اے منافقو! تم گزشتہ زمانے کے ان لوگوں کی طرح ہو جو قوت میں تم سے زیادہ مضبوط اور مال واولاد کی کثرت میں تم سے بڑھ کر تھے پھر انہوں نے اپنی دنیوی لذتوں اور شہوتوں کے حصے سے لطف اٹھایا۔ اے منافقو! تم بھی ویسے ہی اپنے حصے سے لطف اٹھا لو اور جو موج مستی کرنی ہے کر لو جیسے تم سے پہلے والوں نے اپنے حصوں سے فائدہ حاصل کیا۔ مزید فرمایا کہ جیسے پہلے لوگ بیہودگی میں پڑے ہوئے تھے تم نے بھی اسی طرح بیہودگی میں پڑ کر باطل کی اتباع، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی تکذیب اور مؤمنین کے ساتھ اِستہزا کی رَوِش اختیار کی تو اس کے نتیجے میں جیسے اُن کفار کے اَعمال دنیا و آخرت میں برباد ہوگئے اور وہ خسارے میں پڑے اسی طرح اے منافقو! تم بھی گھاٹے میں ہو اور تمہارے عمل باطل ہیں۔

آیت 70 فرمایا کہ کیا منافقوں کو گزری ہوئی امتوں کا حال معلوم نہ ہوا کہ ہم نے انہیں کس طرح ہلاک کیا۔ قومِ نوح جو طوفان سے ہلاک کی گئی، قومِ عاد جو ہوا سے ہلاک کی گئی، قومِ ثمود جو زلزلہ سے ہلاک کی گئی، قومِ ابراہیم جو سلبِ نعمت سے اور نمرود مچھر سے ہلاک کیا گیا، اہلِ مدین یعنی حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم جو بادل والے دن کے عذاب سے ہلاک کی گئی اور قومِ لوط جن کی بستیاں الٹ دی گئیں ان کے پاس اُن کے رسول روشن نشانیاں لے کر تشریف لائے تھے اور ان لوگوں نے تصدیق کرنے کے بجائے اپنے رسولوں کی تکذیب کی جیسے اے منافقو! تم کر رہے ہو لہٰذا تم اس بات سے ڈرو کہ کہیں انہی کی طرح مبتلائے عذاب نہ کر دیئے جاؤ۔ اللہ تعالیٰ ان پر ظلم کرنے والا نہ تھا کیونکہ وہ بغیر جرم سزا نہیں فرماتا بلکہ وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کر رہے تھے کہ کفر کر کے اور انبیاء

اَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۷۰﴾

ان کے پاس بہت سے رسول روشن نشانیاں لے کر تشریف لائے تو اللہ ان پر ظلم کرنے والا نہ تھا بلکہ وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کررہے تھے ○

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ وقف لازم

اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایک دوسرے کے رفیق ہیں، بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے منع

الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ

کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانتے ہیں۔ یہ وہ ہیں

سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۷۱﴾ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ

جن پر عنقریب اللہ رحم فرمائے گا۔ بیشک اللہ غالب حکمت والا ہے ○ اللہ نے مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں سے جنتوں کا وعدہ فرمایا ہے

تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ وَرِضْوَانٌ

جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، ان میں ہمیشہ رہیں گے اور عدن کے باغات میں پاکیزہ رہائشوں کا (وعدہ فرمایا ہے) اور اللہ کی رضا

علیہم السّلام کو نہ مان کر عذاب کے مستحق بنے۔ **اہم بات:** اس آیت میں ان چھ قوموں کا ذکر ہوا جن کے علاقے عرب کے قریب ہیں، وہاں ان ہلاک شدہ قوموں کے نشان باقی ہیں اور عرب کے لوگ ان مقامات پر گزرتے رہتے ہیں۔

آیت 71 فرمایا گیا کہ مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایک دوسرے کے رفیق، آپس میں دینی محبت والفت رکھتے اور ایک دوسرے کے معین و مددگار ہیں۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم پر ایمان لانے اور شریعت کی اتباع کرنے کا حکم دیتے ہیں اور شرک و معصیت سے منع کرتے ہیں۔ فرض نمازیں ان کے حدود و اَرکان پورے کرتے ہوئے ادا کرتے ہیں۔ اپنے اوپر واجب ہونے والی زکوٰۃ دیتے ہیں اور ہر معاملے میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا حکم مانتے ہیں۔ ان صفات سے متصف مومن مرد اور عورتیں وہ ہیں جن پر عنقریب اللہ تعالیٰ رحم فرمائے گا اور انہیں دردناک عذاب سے نجات دے گا۔ بیشک اللہ تعالیٰ غالب اور حکمت والا ہے۔

آیت 72 یہاں اس ثواب اور جزا کا بیان ہے جس کا مؤمنین سے وعدہ ہے، فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں سے جنتوں کا وعدہ فرمایا ہے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، ان میں ہمیشہ رہیں گے نیز عدن کے باغات میں پاکیزہ رہائشوں کا وعدہ فرمایا ہے اور جنت کی نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت یہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ جنتیوں سے راضی ہوگا، کبھی ناراض نہ ہوگا۔ یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔ **اہم باتیں:** (1) ایک قول کے مطابق عَدن جنت میں ایک خاص جگہ کا نام ہے اور ایک قول یہ ہے کہ عدن جنت کی صفت ہے۔ (2) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت یہ ہے کہ جنتیں آٹھ ہیں اور ان کے نام یہ ہیں: (۱) دار الجلال (۲) دار القرار (۳) دار السّلام (۴) عدن (۵) مَاْویٰ (۶) خُلد (۷) فردوس (۸) نعیم۔ (3) اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کا دیدار کسی عمل کا بدلہ نہ ہوگا بلکہ یہ خاص رب تعالیٰ کا عطیہ ہوگا۔

ع ۱۵

مِّنَ اللّٰهِ اَكۡبَرُ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِيۡمُ ۞ يٰۤاَيُّهَا النَّبِىُّ جَاهِدِ الۡكُفَّارَ وَالۡمُنٰفِقِيۡنَ وَاغۡلُظۡ

سب سے بڑی چیز ہے۔ یہی بہت بڑی کامیابی ہے○ اے غیب کی خبریں دینے والے نبی! کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو اور ان پر سختی کرو

عَلَيۡهِمۡ ؕ وَمَاۡوٰٮهُمۡ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئۡسَ الۡمَصِيۡرُ ۞ يَحۡلِفُوۡنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوۡا ؕ وَلَقَدۡ قَالُوۡا

اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور کتنی بری پلٹنے کی جگہ ہے○ منافقین اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ انہوں نے کچھ نہ کہا حالانکہ انہوں نے یقیناً کفریہ

كَلِمَةَ الۡكُفۡرِ وَكَفَرُوۡا بَعۡدَ اِسۡلَامِهِمۡ وَهَمُّوۡا بِمَا لَمۡ يَنَالُوۡا ۚ وَمَا نَقَمُوۡۤا اِلَّاۤ اَنۡ اَغۡنٰٮهُمُ

کلمہ کہا اور وہ اپنے اسلام کے بعد کافر ہوگئے اور انہوں نے اس چیز کا قصد واِرادہ کیا جو انہیں نہ ملی اور انہیں یہی برا لگا کہ اللہ اور اس کے رسول نے

آیت 73 فرمایا کہ اے غیب کی خبریں دینے والے نبی! کافروں پر تلوار اور جنگ سے اور منافقوں پر حجت قائم کرنے سے جہاد کرو اور ان سب پر سختی کرو، ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور کتنی بری پلٹنے کی جگہ ہے۔ **اہم باتیں:** (1) حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو نام سے نہیں بلکہ اچھے القاب سے پکارا جائے جب خداوندِ قدوس ان کو نام سے نہیں پکارتا تو ہم کس شمار میں ہیں۔ (2) دین کے لئے کی جانے والی ہر کوشش جہاد ہے خواہ وہ زبان یا قلم سے ہو۔ حضرت عبد اللہ بن احمد نسفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہر وہ شخص جس کے عقیدے میں فساد ہو اس کے بارے میں بھی یہی حکم ہے کہ حجت و دلائل کے ساتھ اس سے جہاد کیا جائے اور جتنا ممکن ہو اس کے ساتھ سختی کا برتاؤ کیا جائے۔ چنانچہ جو "علماء" دینِ حق اور عقیدۂ صحیحہ کے تحفظ وبقا کے لئے تقریر و تحریر کے ذریعے کوشش کرتے ہیں وہ سب مجاہدین ہیں۔

درس: دین وایمان کے دشمنوں پر سختی کرنا عین اسلام کی تعلیمات اور اللہ تعالیٰ کا حکم ہے البتہ بے جا کی سختی یا اسلامی تعلیمات کے منافی قتل وغارت گری ضرور حرام ہے جیسے آج کل مسلک کے نام پر ایک دوسرے کو قتل کرنے کی مہم جاری ہے۔

آیت 74 **شانِ نزول:** رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے تبوک میں دورانِ خطبہ منافقین کی بدحالی اور برے انجام کا ذکر فرمایا۔ یہ سن کر جُلّاس بن سُوَید نے کہا: اگر محمد (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) سچے ہیں تو ہم گدھوں سے بدتر ہیں۔ مدینہ شریف آنے کے بعد حضرت عامر بن قیس رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے جُلّاس کا مقولہ بیان کیا۔ جُلّاس نے انکار کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے دونوں کو قسم کھانے کا حکم فرمایا۔ حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے قسم کھانے کے بعد ہاتھ اٹھا کر یہ دعا بھی کی: یارب! اپنے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر سچے آدمی کی تصدیق نازل فرما۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا کہ منافقین اللہ تعالیٰ کی قسم کھاتے ہیں کہ انہوں نے کچھ نہ کہا حالانکہ انہوں نے یقیناً کفریہ کلمہ کہا اور وہ اپنے اسلام کا اظہار کرنے کے بعد کافر ہوگئے اور انہوں نے اس چیز کا اِرادہ کیا جو انہیں نہ ملی۔ اس سے مراد منافقین کا نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو سواری سے گرا کر شہید کرنے کا ارادہ ہے جو انہوں نے تبوک سے واپسی پر کیا تھا لیکن ناکام ہوئے یا مراد یہ ہے کہ منافقین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی رضا کے بغیر عبد اللہ بن اُبی کی تاج پوشی کا ارادہ کیا تھا جو پورا نہ ہو سکا اور ایک قول یہ ہے کہ جُلّاس نے افشائے راز کے اندیشے سے حضرت عامر رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کا ارادہ کیا تھا اور وہ پورا نہ ہوا۔ آیت میں مزید فرمایا: انہیں یہی برا لگا کہ اللہ اور اس کے رسول نے انہیں اپنے فضل سے غنی کر دیا یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے مدینہ منورہ تشریف آوری سے پہلے منافق تنگدستی کی حالت میں زندگی بسر کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی آمد کے صدقے غنیمت میں مال پا کر خوشحال ہوگئے۔ ایک قول یہ ہے کہ جُلّاس کا غلام قتل کر دیا گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے 12 ہزار

Go To Index

اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَاِنْ يَّتُوْبُوْا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ وَاِنْ يَّتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ

انہیں اپنے فضل سے غنی کر دیا تو اگر وہ توبہ کریں تو ان کے لئے بہتر ہو گا اور اگر وہ منہ پھیریں تو اللہ انہیں

عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَمَا لَهُمْ فِي الْاَرْضِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿٧٤﴾

دنیا اور آخرت میں سخت عذاب دے گا اور ان کے لئے زمین میں نہ کوئی حمایتی ہو گا اور نہ مددگار ○

وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿٧٥﴾

اور ان میں کچھ وہ ہیں جنہوں نے اللہ سے عہد کیا ہوا ہے کہ اگر اللہ ہمیں اپنے فضل سے دے گا تو ہم ضرور صدقہ دیں گے اور ہم ضرور صالحین میں سے ہو جائیں گے ○

فَلَمَّآ اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿٧٦﴾ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ

پھر جب اللہ نے انہیں اپنے فضل سے عطا فرمایا تو اس میں بخل کرنے لگے اور منہ پھیر کر پلٹ گئے ○ تو اللہ نے انجام کے طور پر اس دن تک کے لئے

درہم اس کی دِیَت ادا کرنے کا حکم دیا تو دیت پا کر وہ غنی ہو گیا۔ مزید فرمایا: اگر وہ اپنے کفر و نفاق سے توبہ کریں اور اخلاص کے ساتھ ایمان لے آئیں تو ان کے لئے بہتر ہو گا اور اگر وہ اس سے منہ پھیریں اور نفاق پر قائم رہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں دنیا میں قتل اور آخرت میں آگ کا سخت عذاب دے گا اور ان کے لئے زمین میں نہ کوئی حمایتی ہو گا اور نہ مددگار جو انہیں عذاب سے بچا سکے۔ آیت میں توبہ کا حکم سن کر جُلَّاس نے اپنی کہی ہوئی بات کا اقرار کر کے توبہ کر لی۔ رحمتِ عالَم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور وہ توبہ پر قائم رہے۔ **اہم باتیں:** (1) اس آیت میں جمع کے صیغے ذکر کرنے سے یہ بتانا مقصود ہے کہ باقی منافق اس بات پر راضی ہونے کی وجہ سے کہنے والے کی طرح ہیں۔ (2) آیت میں غنی کرنے کی نسبت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی طرف کی گئی ہے۔

آیت 75، 76 **شانِ نزول:** ثعلبہ بن ابو حاطب نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے درخواست کی کہ اس کے لئے مال دار ہونے کی دعا فرمائیں۔ ارشاد فرمایا: اے ثعلبہ! تھوڑا مال جس کا تو شکر ادا کرے اس بہت سے بہتر ہے جس کا شکر ادا نہ کر سکے۔ اس نے دوبارہ پھر یہی درخواست کی اور قسم کھا کر کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے مال دے گا تو میں ہر حق دار کا حق ادا کروں گا۔ دعائے رسول کی برکت سے اسے بہت مال عطا ہوا۔ بعد میں اس نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں، فرمایا گیا کہ منافقین میں کچھ وہ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا ہوا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے فضل سے مال دے گا تو ہم اس مال سے صدقہ نکال کر ضرور صالحین میں سے ہو جائیں گے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل سے مال عطا فرمایا تو انہوں نے اپنا عہد پورا نہ کیا اور اللہ تعالیٰ کا حق روک کر اس میں بخل کرنے لگے اور اطاعتِ الٰہی سے منہ پھیر کر پلٹ گئے۔ جب ثعلبہ کے متعلق یہ آیات نازل ہوئیں تو یہ زکوٰۃ لے کر حاضر ہوا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے بحکمِ الٰہی اس کی زکوٰۃ قبول نہ فرمائی۔ وہ اپنے سر پر خاک ڈال کر واپس ہوا۔ **اہم باتیں:** (1) ثعلبہ کی توبہ صدقِ دل سے نہ تھی بلکہ لوگوں میں اس کی جو ذلت ہو رہی تھی اس سے بچنے کے لئے واویلا کر رہا تھا اس لئے اس کی توبہ مقبول نہ ہوئی۔ (2) "ثعلبہ بن حاطب" بدری صحابی ہیں اور جنگِ اُحد میں شہید ہوئے جبکہ یہ شخص "ثعلبہ بن ابو حاطب" ہے جو زمانۂ عثمانی میں مرا۔

آیت 77 ارشاد فرمایا: تو اللہ تعالیٰ نے انجام کے طور پر روزِ قیامت تک کے لئے ان کے دلوں میں منافقت ڈال دی جس دن وہ اس

قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ﴿٧٧﴾

ان کے دلوں میں منافقت ڈال دی جس دن وہ اس سے ملیں گے کیونکہ انہوں نے اللہ سے وعدہ کرکے وعدہ خلافی کی اور جھوٹ بولتے رہے ○

اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿٧٨﴾ ج

کیا انہیں معلوم نہیں تھا کہ اللہ ان کے دل کی ہر چھپی بات اور ان کی ہر سرگوشی کو جانتا ہے اور یہ کہ اللہ سب غیبوں کو خوب جاننے والا ہے ○

اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقٰتِ وَالَّذِيْنَ

اور وہ جو دل کھول کر خیرات دینے والے مسلمانوں پر اور ان پر جو اپنی محنت مشقت کی بقدر ہی پاتے ہیں

لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ ؕ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ ۡ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٧٩﴾

عیب لگاتے ہیں پھر ان کا مذاق اڑاتے ہیں تو اللہ انہیں ان کے مذاق اڑانے کی سزا دے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے ○

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ

(اے حبیب!) تم ان کی مغفرت کی دعا مانگو یا نہ مانگو، اگر تم ستر بار بھی ان کی مغفرت طلب کروگے تو اللہ ہرگز ان کی مغفرت نہیں فرمائے گا۔

سے ملیں گے کیونکہ انہوں نے صدقہ دینے اور راہِ خدا میں خرچ کرنے کا اللہ تعالیٰ سے وعدہ کر کے وعدہ خلافی کی اور جھوٹ بولتے رہے۔ **اہم باتیں:** (1) عہد شکنی اور وعدہ خلافی سے نفاق پیدا ہوتا ہے۔ (2) بعض گناہ کبھی بدعقیدگی تک پہنچا دیتے ہیں۔ (3) غریبی میں خدا کو یاد کرنا اور امیری میں بھول جانا عملی منافقت کی علامت ہے۔

آیت 78 ﴿ فرمایا کہ ان منافقین کو معلوم تھا کہ اللہ تعالیٰ پر کچھ مخفی نہیں، وہ ان کے دلوں کی بات بھی جانتا ہے اور جو وہ ایک دوسرے سے کہیں وہ بھی جانتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ ہر چیز کو جانتا ہے تو ان کا حال اللہ تعالیٰ سے کیسے مخفی رہ سکتا تھا۔

آیت 79 ﴿ **شانِ نزول:** (1) جب آیتِ صدقہ نازل ہوئی تو لوگ صدقہ لائے، بعض بہت زیادہ مال لائے انہیں منافقین نے ریاکار کہا اور کوئی تھوڑا سا مال لایا ان کے متعلق منافقین نے کہا: اللہ تعالیٰ کو اس کی کیا پرواہ (یعنی اتنا تھوڑا دینے کا کیا فائدہ)۔ (2) جب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے لوگوں کو صدقہ کی رغبت دلائی تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ چار ہزار درہم لائے ان پر منافقین نے ریاکاری کا الزام لگایا اور حضرت ابو عقیل انصاری رضی اللہ عنہ مزدوری کی اجرت میں ملنے والی دو صاع کھجوروں میں سے ایک صاع لائے ان کے متعلق منافقین نے کہا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم ابو عقیل کی صاع بھر کھجوروں سے غنی ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا کہ منافقین جو دل کھول کر خیرات دینے والے مسلمانوں اور ان مسلمانوں پر عیب لگاتے ہیں جو اپنی محنت مشقت کی بقدر ہی پاتے ہیں اور اسے لے آتے ہیں، پھر ان کا مذاق اڑاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں ان کے مذاق اڑانے کی سزا دے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ **اہم باتیں:** (1) بارگاہِ الٰہی میں مال کی مقدار نہیں بلکہ دلوں کا خلوص دیکھا جاتا ہے۔ (2) جو لوگ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی عبادت کو نفاق یا دکھلاوا قرار دیتے اور ان پر طعن کرتے ہیں وہ منافق ہیں۔

آیت 80 ﴿ **شانِ نزول:** سابقہ آیات نازل ہونے پر منافقین کا نفاق مسلمانوں پر ظاہر ہو گیا تو منافقین بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور

ع ٨/١٦ لَهُمْ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿٨٠﴾

یہ اس لیے کہ یہ اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا کرتے تھے اور اللہ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا○

فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْٓا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ

پیچھے رہ جانے والے اس بات پر خوش ہوئے کہ وہ اللہ کے رسول کے پیچھے بیٹھے رہے اور انہیں یہ بات ناپسند تھی کہ اپنے مالوں

وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ ۭ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ۭ لَوْ

اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کے راستے میں جہاد کریں اور انہوں نے کہا:اس گرمی میں نہ نکلو۔ تم فرماؤ: جہنم کی آگ شدید ترین گرم ہے۔کسی طرح

كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ ﴿٨١﴾ فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا ۚ جَزَاۗءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿٨٢﴾

یہ لوگ سمجھ لیتے○ تو انہیں چاہیے کہ تھوڑا سا ہنس لیں اور بہت زیادہ روئیں (یہ) ان کے اعمال کا بدلہ ہے○

معذرت کر کے کہنے لگے کہ ہمارے لئے استغفار کیجئے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا کہ اے حبیب! تم ان کی مغفرت کی دعا مانگو یا نہ مانگو، اگر تم ان کے لئے مغفرت کی دعا میں مبالغہ بھی کرو گے تو اللہ تعالیٰ ہرگز ان کی مغفرت نہ فرمائے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کے منکر ہیں اور جو ان کا منکر ہو اور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم اس کے لئے اپنی رحمتِ عامہ کی بنا پر دعا بھی کر دیں تب بھی اللہ تعالیٰ اسے نہ بخشے گا اور جو ایمان سے خارج ہوں جب تک کہ وہ کفر پر قائم رہیں اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت نہیں دیتا، ہدایت اسے ہی ملتی ہے جو اس کا ارادہ کرے، اللہ تعالیٰ جبراً کسی کو ہدایت نہیں دیتا۔ **اہم باتیں:** (1) کافر کو کسی کی دعائے مغفرت فائدہ نہیں دیتی، اس کی بخشش ناممکن ہے۔ (2) اِس نہ بخشنے میں حضور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی انتہائی عظمت کا اظہار ہے کہ آپ کا منکر جنت میں نہیں جا سکتا۔

آیت 81 غزوۂ تبوک میں گرمی کی شدت، سفر کی دوری، زادِ راہ کی کمی اور جان کے خوف کی وجہ سے منافقین کی بڑی تعداد جہاد میں نہ گئی۔ یہ لوگ اس بات پر بڑے خوش تھے کہ تکلیفوں سے جان چھوٹ گئی۔ ان کے متعلق فرمایا جا رہا ہے کہ غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ جانے والے اس بات پر خوش ہوئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کے پیچھے بیٹھے رہے اور بہانے بنا کر ساتھ نہ گئے اور انہیں یہ بات ناپسند تھی کہ اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کریں اور انہوں نے ایک دوسرے سے کہا: اس گرمی میں نہ نکلو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم سے فرمایا کہ آپ ان منافقوں سے فرما دیں: جہنم کی آگ شدید ترین گرم ہے۔ اگر یہ جانتے تو تھوڑی دیر کی گرمی برداشت کر لیتے اور ہمیشہ کی آگ میں جلنے سے اپنے آپ کو بچا لیتے۔ **اہم بات:** ایمان کی برکت سے نیک اعمال پر دلیری اور کفر و نفاق کی وجہ سے کم ہمتی پیدا ہوتی ہے۔ جس کو گناہ آسان اور نیک کام بھاری محسوس ہوں اور اس وجہ سے وہ گناہ کرے اور نیکیاں نہ کرے تو اس کے دل میں نفاق کی ایک علامت موجود ہے۔

آیت 82 اس آیت میں منافقین کی حالت کے بارے میں بتایا جا رہا ہے کہ منافقین اگرچہ ساری زندگی ہنسیں اور خوشیاں منائیں یہ کم ہے کیونکہ دنیا اپنی درازی کے باوجود قلیل ہے اور آخرت میں ان کا غم اور رونا بہت زیادہ ہو گا کیونکہ آخرت کی سزا کبھی ختم نہ ہو گی اور ختم ہو جانے والی چیز نہ ختم ہونے والی کے مقابلے میں تھوڑی ہی ہے۔ آخرت کا رونا دنیا میں ہنسنے اور خبیث عمل کرنے کا بدلہ ہے۔

Go To Index

فَاِنْ رَّجَعَكَ اللّٰهُ اِلٰى طَآىٕفَةٍ مِّنْهُمْ فَاسْتَاْذَنُوْكَ لِلْخُرُوْجِ فَقُلْ لَّنْ تَخْرُجُوْا مَعِیَ

پھر اے حبیب! اگر اللہ تمہیں ان میں سے کسی گروہ کی طرف واپس لے جائے اور وہ تم سے جہاد میں ساتھ نکلنے کی اجازت مانگیں تو تم فرمادینا کہ تم کبھی بھی

اَبَدًا وَّلَنْ تُقَاتِلُوْا مَعِیَ عَدُوًّا ؕ اِنَّكُمْ رَضِیْتُمْ بِالْقُعُوْدِ اَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقْعُدُوْا مَعَ

میرے ساتھ نہ چلو اور ہر گز میرے ساتھ کسی دشمن سے نہ لڑو۔ تم نے پہلی دفعہ بیٹھے رہنے کو پسند کیا تو (اب) پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ

الْخٰلِفِیْنَ ﴿۸۳﴾ وَلَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا

بیٹھ رہو○ اور ان میں سے کسی کی میت پر کبھی نماز جنازہ نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا۔ بیشک انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ

بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَاَوْلَادُهُمْ ؕ اِنَّمَا

کفر کیا اور نافرمانی کی حالت میں مرگئے○ اور ان کے مال اور اولاد تمہیں تعجب میں نہ ڈالیں۔ اللہ یہی چاہتا ہے کہ

آیت 83 فرمایا کہ اے حبیب! اب جو آپ غزوۂ تبوک سے واپس مدینہ منورہ پہنچیں گے تو منافقین دھوکا دہی کے لئے کہیں گے کہ حضور! ہمیں آیندہ جہاد میں اپنے ہمراہ چلنے کی اجازت دیں۔ اب اگر منافقین جہاد میں ساتھ چلنے کی اجازت مانگیں تو ان سے فرمادو کہ اب تم ہر گز کبھی بھی میرے ساتھ نہ چلو اور نہ میرے ساتھ کسی دشمن سے لڑو۔ تم نے پہلی دفعہ جہاد سے پیچھے بیٹھے رہنے کو پسند کیا تو اب بھی پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ بیٹھ رہو۔ **اہم بات:** جس شخص سے دھوکا ظاہر ہو اس سے علیحدگی اختیار کر لینی چاہیے اور محض اسلام کے مُدّعی ہونے سے کسی کو ساتھ ملالینے کی اجازت نہیں ہوتی۔ آج جو لوگ کہتے ہیں کہ ہر کلمہ گو کے ساتھ اتفاق کرو یہ اس حکمِ قرآنی کے بالکل خلاف ہے۔

آیت 84 **شانِ نزول:** جب منافقوں کا سردار عبد اللہ بن اُبَی بن سلول مرا تو اس کے بیٹے حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے جو مخلص اور کثیر العبادت صحابی تھے، خواہش کی کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم ان کے باپ کو کفن کے لئے اپنا قمیص مبارک عنایت فرمادیں اور اس کی نمازِ جنازہ پڑھائیں۔ چونکہ اس وقت تک ممانعت نہیں ہوئی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو معلوم تھا کہ آپ کا یہ عمل بہت سے منافقین کے صدقِ دل سے ایمان لانے کا باعث ہو گا۔ قمیص دینے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ جو بدر میں اسیر ہو کر آئے تھے عبد اللہ بن اُبَی نے اپنا کرتہ انہیں پہنایا تھا، آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو اس کا بدلہ دینا بھی منظور تھا لہٰذا قمیص بھی دیا اور جنازہ بھی پڑھایا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی فرمایا گیا کہ منافقین میں سے کسی کی میت پر کبھی نمازِ جنازہ نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے ساتھ کفر کیا اور کفر کی حالت میں مرگئے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے کسی منافق کے جنازے میں شرکت نہ فرمائی۔ آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی وہ مصلحت بھی پوری ہوئی اور منافقین کی بڑی تعداد صدقِ دل سے ایمان لے آئی۔ **اہم باتیں:** (1) کافر کی نمازِ جنازہ کسی حال میں جائز نہیں، اس کی قبر پر دفن و زیارت کے لئے کھڑے ہونا بھی ممنوع ہے۔ (2) کافر میت کا ولی مسلمان ہو تو اسے چاہیے کہ سنت طریقے کے مطابق اس کا غسل اور کفن دفن نہ کرے بلکہ پانی بہا کر اتنے کپڑے میں لپیٹ دے جس سے ستر چھپ جائے اور گڑھا کھود کر اندر رکھ دے۔ **درس:** آیت سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی کافر مر جائے تو مسلمان پر لازم ہے کہ نہ اس کے لئے دعا کرے اور نہ اس کی قبر پر کھڑا ہو خواہ وہ کسی ملک کا سربراہ ہو یا کچھ اور۔

آیت 85 فرمایا کہ منافقوں کے مال اور اولاد تمہیں تعجب میں نہ ڈالیں۔ اللہ تعالیٰ یہی چاہتا ہے کہ انہیں اس کے ذریعے دنیا میں سزا

يُرِيۡدُ اللّٰهُ اَنۡ يُّعَذِّبَهُمۡ بِهَا فِى الدُّنۡيَا وَتَزۡهَقَ اَنۡفُسُهُمۡ وَهُمۡ كٰفِرُوۡنَ ﴿۸۵﴾ وَاِذَآ

انہیں اس کے ذریعے دنیا میں سزا دے اور کفر کی حالت میں ان کی روح نکل جائے○ اور جب کوئی

اُنۡزِلَتۡ سُوۡرَةٌ اَنۡ اٰمِنُوۡا بِاللّٰهِ وَجَاهِدُوۡا مَعَ رَسُوۡلِهِ اسۡتَاۡذَنَكَ اُولُوا الطَّوۡلِ مِنۡهُمۡ

سورت نازل کی جاتی ہے کہ اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول کے ہمراہ جہاد کرو توان کے قوت وطاقت رکھنے والے تم سے رخصت مانگتے ہیں

وَقَالُوۡا ذَرۡنَا نَكُنۡ مَّعَ الۡقٰعِدِيۡنَ ﴿۸۶﴾ رَضُوۡا بِاَنۡ يَّكُوۡنُوۡا مَعَ الۡخَوَالِفِ وَطُبِعَ عَلٰى

اور کہتے ہیں ہمیں چھوڑ دیجیے تاکہ بیٹھے رہنے والوں کے ساتھ ہوجائیں○ انہیں یہ پسند آیا کہ پیچھے رہنے والی عورتوں کے ساتھ ہوجائیں اور ان کے دلوں پر

قُلُوۡبِهِمۡ فَهُمۡ لَا يَفۡقَهُوۡنَ ﴿۸۷﴾ لٰكِنِ الرَّسُوۡلُ وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَهٗ جٰهَدُوۡا بِاَمۡوَالِهِمۡ

مُہر لگادی گئی تو وہ کچھ سمجھتے نہیں○ لیکن رسول اور جو ان کے ساتھ ایمان لائے انہوں نے اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ

وَاَنۡفُسِهِمۡ ؕ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الۡخَيۡرٰتُ ۫ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ﴿۸۸﴾ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِىۡ

جہاد کیا اور انہیں کے لیے بھلائیاں ہیں اور یہی کامیاب ہونے والے ہیں○ اور اللہ نے ان کے لئے جنتیں تیار کر رکھی ہیں جن کے نیچے

دے اور کفر کی حالت میں ان کی روح نکل جائے۔ **اہم بات:** آیت نمبر 55 کے تحت اس آیت کی تفسیر گزر چکی ہے۔ ”منافقوں کے مال و اولاد پر تعجب نہ کرنے“ کو دوبارہ ذکر کرنے کی حکمتیں یہ ہیں: (1)لوگ اس بات کو بھول نہ جائیں اور یہ اعتقاد رکھیں کہ اس پر عمل انتہائی اہم ہے۔ (2)مال واولاد ایسی چیزیں ہیں جن میں مشغولیت کی وجہ سے دل بہت جلد دنیا کی طرف راغب ہو جاتا ہے اور جو چیز دنیا کی طرف زیادہ راغب کرنے والی ہو اس سے بار بار بچنے کا حکم دیا جاتا ہے۔

آیت 86، 87 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جب کوئی مکمل یا بعض سورت نازل کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے ہمراہ جہاد کرو تو ان کے قوت وطاقت رکھنے والے تم سے جہاد میں نہ جانے کی رخصت مانگتے ہیں اور کہتے ہیں ہمیں چھوڑ دیجیے تاکہ گھروں میں بیٹھے رہنے والے بچوں اور عورتوں کے ساتھ ہو جائیں۔ انہیں یہ پسند آیا کہ پیچھے رہنے والی عورتوں کے ساتھ ہو جائیں۔ ان کے کفر و نفاق اختیار کرنے کے باعث ان کے دلوں پر مہر لگادی گئی تو وہ کچھ سمجھتے نہیں کہ جہاد میں کیا کامیابی و سعادت اور بیٹھ رہنے میں کیسی ہلاکت و شقاوت ہے۔ **درس:** قدرت کے باوجود دینِ اسلام کی مدد نہ کرنا منافقوں کا عمل ہے لہٰذا جہاں بھی مسلمان مظلوم ہوں یا ان کا عقیدہ خراب کیا جارہا ہو وہاں قدرت رکھنے والے دوسرے مسلمانوں کو اپنی حیثیت کے مطابق بہتری کی بھرپور کوشش کرنی چاہیے۔

آیت 88، 89 اس آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا جذبۂ جہاد بتایا جارہا ہے، فرمایا کہ اگر منافق پیچھے رہ گئے ہیں اور جہاد میں نہیں گئے تو جو ان سے بہتر ہیں یعنی رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم اور جو ان کے ساتھ ایمان لائے انہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا کی طلب میں اور اس کی بارگاہ میں قرب حاصل کرنے کے لئے اپنے مال اور اپنی جانیں دونوں خرچ کردیں اور انہیں کے لیے دنیا وآخرت میں بھلائیاں ہیں اور یہی کامیاب ہونے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے جنتیں تیار کر رکھی ہیں جن کے نیچے

ع ۹ ۱۱

مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا ؕ ذٰلِكَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِيۡمُ ۝۸۹ وَجَآءَ الۡمُعَذِّرُوۡنَ مِنَ

نہریں بہتی ہیں، ہمیشہ ان میں رہیں گے۔ یہی بڑی کامیابی ہے ○ اور عذر پیش کرنے والے دیہاتی آئے

الۡاَعۡرَابِ لِيُؤۡذَنَ لَهُمۡ وَقَعَدَ الَّذِيۡنَ كَذَبُوا اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ ؕ سَيُصِيۡبُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا

تاکہ انہیں رخصت دے دی جائے اور اللہ اور اس کے رسول سے جھوٹ بولنے والے بیٹھے رہے۔ ان میں سے کافروں کو عنقریب

مِنۡهُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ ۝۹۰ لَيۡسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ وَلَا عَلَى الۡمَرۡضٰى وَلَا عَلَى الَّذِيۡنَ

دردناک عذاب پہنچے گا ○ کمزوروں پر اور بیماروں پر اور خرچ کرنے کی طاقت نہ رکھنے والوں پر کوئی

لَا يَجِدُوۡنَ مَا يُنۡفِقُوۡنَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوۡا لِلّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ ؕ مَا عَلَى الۡمُحۡسِنِيۡنَ مِنۡ

حرج نہیں جبکہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے خیرخواہ رہیں۔ نیکی کرنے والوں پر کوئی راہ نہیں

سَبِيۡلٍ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ۝۹۱ لا وَّلَا عَلَى الَّذِيۡنَ اِذَا مَاۤ اَتَوۡكَ لِتَحۡمِلَهُمۡ قُلۡتَ

اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ○ اور نہ ان پر کوئی حرج ہے جو آپ کے پاس اس لئے آتے ہیں تاکہ آپ انہیں سواری دیدیں (لیکن آپ) فرمادیتے ہیں:

نہریں بہتی ہیں، ہمیشہ ان میں رہیں گے۔ یہی بڑی کامیابی ہے۔ **اہم بات:** جنت اور وہاں کی نعمتیں پیدا ہو چکی ہیں۔

آیت 90 رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں عذر پیش کرنے کے لئے دیہاتی آئے تاکہ انہیں جہاد میں نہ جانے کی رخصت دے دی جائے۔ ایک قول کے مطابق یہ عامر بن طفیل کی جماعت تھی اور ان لوگوں نے باطل عذر بنا کر پیش کیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: مجھے اللہ تعالیٰ نے تمہارے حال سے خبردار کیا ہے اور وہ مجھے تم سے بے نیاز کرے گا۔ آیت میں دوسرے گروہ کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے جھوٹ بولنے والے بیٹھے رہے۔ یہ عرب کے دیہات میں رہنے والے منافق تھے، انہوں نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر عذر بھی پیش نہیں کیا جس سے ظاہر ہو گیا کہ انہوں نے ایمان کا دعویٰ جھوٹا کیا تھا۔ مزید فرمایا گیا کہ ان منافقوں میں سے جو کھلے کافر بن جائیں انہیں دنیا میں قتل وغارت کا عذاب ہو گا یا ان منافقوں مین سے جو آخر دم تک کفر پر قائم رہیں انہیں آخرت کا دردناک عذاب ہو گا۔ **اہم بات:** نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے جھوٹ بولنا اللہ تعالیٰ سے جھوٹ بولنا ہے کیونکہ ان بدنصیبوں نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے جھوٹ بولا، اس پر قرآنِ مجید میں فرمایا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے جھوٹ بولا۔

آیت 91 باطل عذر والوں کا ذکر فرما کر اب سچے عذر والوں کا بیان ہو رہا ہے، ان کے چند طبقے بیان فرمائے: (1) ضعیف جیسے بوڑھے، بچے، عورتیں اور پیدائشی کمزور و نحیف (2) بیمار، اس میں اندھے، لنگڑے اور اپاہج بھی داخل ہیں (3) وہ لوگ جنہیں خرچ کرنے کی قدرت نہ ہو اور سامانِ جہاد نہ کر سکیں۔ یہ لوگ رہ جائیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں جبکہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اطاعت کریں اور مجاہدین کے گھر والوں کی خبر گیری رکھیں۔ ان اطاعت گزار معذور لوگوں پر مؤاخذہ کی کوئی راہ نہیں اور اللہ تعالیٰ انہیں بخشنے والا اور ان پر مہربان ہے۔ **اہم بات:** آیت سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی نیکی نہ کر سکے مگر نیکیوں کا دل سے طالب ہو تب بھی نیکوں میں شمار ہو گا۔

آیت 92، 93 **شانِ نزول:** جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے جہاد کا حکم فرمایا تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت حاضرِ خدمت

لَاۤ اَجِدُ مَاۤ اَحۡمِلُكُمۡ عَلَيۡهِ ۪ تَوَلَّوۡا وَّاَعۡيُنُهُمۡ تَفِيۡضُ مِنَ الدَّمۡعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوۡا

میں تمہارے لئے کوئی ایسی چیز نہیں پاتا جس پر تمہیں سوار کردوں تو وہ اس حال میں لوٹ جاتے ہیں کہ ان کی آنکھوں سے اس غم میں آنسو بہہ رہے ہوں کہ وہ

مَا يُنۡفِقُوۡنَ ؕ ﴿۹۲﴾ اِنَّمَا السَّبِيۡلُ عَلَى الَّذِيۡنَ يَسۡتَاۡذِنُوۡنَكَ وَهُمۡ اَغۡنِيَآءُ ۚ رَضُوۡا

خرچ کرنے کی طاقت نہیں رکھتے ○ مواخذہ تو ان لوگوں پر ہے جو مالدار ہونے کے باوجود آپ سے رخصت مانگتے ہیں۔ انہیں یہ پسند ہے کہ

بِاَنۡ يَّكُوۡنُوۡا مَعَ الۡخَـوَالِفِ ۙ وَطَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوۡبِهِمۡ فَهُمۡ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۹۳﴾

عورتوں کے ساتھ پیچھے بیٹھ رہیں اور اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگادی تو وہ کچھ نہیں جانتے○

ہوئی، ان میں حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سواری عطا فرمانے کی درخواست کی۔ فرمایا: اللہ کی قسم! میرے پاس کوئی سواری نہیں جس پر تمہیں سوار کروں۔ وہ روتے ہوئے واپس چلے گئے۔ ان کی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت اور جہاد پر حرص کی وجہ سے ان کے عذر میں یہ آیتیں نازل ہوئیں اور ان دو آیات میں فرمایا گیا کہ ان معذورین پر بھی جہاد میں جانے سے رہ جانے کی وجہ سے کوئی حرج اور گناہ نہیں جو آپ کے پاس اس لئے آتے ہیں کہ آپ انہیں سواری دے دیں تاکہ وہ آپ کے ساتھ جہاد میں جائیں لیکن آپ فرمادیتے ہیں: میں تمہارے لئے کوئی ایسی چیز نہیں پاتا جس پر تمہیں سوار کردوں تو وہ اس حال میں لوٹ جاتے ہیں کہ ان کی آنکھوں سے اس غم میں آنسو بہہ رہے ہوں کہ وہ جہاد میں اپنے اوپر خرچ کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ مُؤاخذہ تو ان لوگوں پر ہے جو جہاد میں جانے کی قدرت رکھتے ہیں اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہ جانے کی رخصت مانگتے ہیں۔ انہیں یہ پسند ہے کہ عورتوں کے ساتھ پیچھے بیٹھ رہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگادی تو وہ کچھ نہیں جانتے کہ جہاد میں دنیا و آخرت کی کیا کیا بھلائیاں ہیں۔ **اہم بات:** اس سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے جذبۂ جہاد، شوقِ عبادت اور ذوقِ اطاعت کا پتہ چلتا ہے۔

يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْكُمْ اِذَا رَجَعْتُمْ اِلَيْهِمْ ؕ قُلْ لَّا تَعْتَذِرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكُمْ قَدْ نَبَّاَنَا

جب تم ان کے پاس لوٹ کر جاؤ گے تو یہ تم سے بہانے بنائیں گے۔ تم فرماؤ: بہانے نہ بناؤ ہم ہرگز تمہاری بات پر یقین نہیں کریں گے اللہ نے

اللّٰهُ مِنْ اَخْبَارِكُمْ ؕ وَ سَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَ رَسُوْلُهٗ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ

ہمیں تمہاری خبریں دیدی ہیں اور اب اللہ اور اس کا رسول تمہارے کام دیکھیں گے پھر تمہیں اس کی طرف لوٹایا جائے گا جو غیب اور ظاہر کو

وَ الشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۴﴾ سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ

جاننے والا ہے تو وہ تمہیں تمہارے اعمال بتادے گا ○ اب جب تم ان کی طرف لوٹ کر جاؤ گے تو یہ تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں

اِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ اِنَّهُمْ رِجْسٌ ؗ وَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا

کھائیں گے تاکہ تم ان سے درگزر کرو تو تم ان سے اعراض ہی کرو۔ یہ ناپاک ہیں اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ یہ ان کے اعمال کا

آیت 94 ارشاد فرمایا: اے حبیب! آپ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم جب غزوۂ تبوک سے واپس مدینہ منورہ پہنچیں گے تو غزوہ سے رہ جانے والے منافقین جھوٹے بہانے بنا کر اور باطل عذر پیش کر کے آپ سب کو راضی کرنے کی کوشش کریں گے۔ آپ ان سے فرما دینا کہ بہانے مت بناؤ، جو عذر تم پیش کر رہے ہو ہم اس کی ہرگز تصدیق نہیں کریں گے، تم نے جو کچھ کیا اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کی خبریں دے دی ہے اور اب اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم تمہارے کام دیکھیں گے کہ تم نفاق سے توبہ کرتے ہو یا اس پر قائم رہتے ہو۔ بعض مفسرین نے کہا: منافقین نے وعدہ کیا تھا کہ زمانہ مستقبل میں وہ مومنین کی مدد کریں گے، ہو سکتا ہے کہ اسی کے متعلق فرمایا گیا ہو کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم تمہارے کام دیکھیں گے کہ تم اپنے اس عہد کو بھی وفا کرتے ہو یا نہیں پھر قیامت میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹایا جائے گا جو غیب اور ظاہر کو جاننے والا ہے تو وہ تمہیں تمہارے اعمال بتادے گا۔ **اہم بات:** لفظ "عالم الغیب" کا استعمال اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے، اللہ تعالیٰ نے جن مقربینِ بارگاہ کو غیب کا علم عطا فرمایا ہے ان کے بارے میں یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عطا سے وہ غیب جانتے ہیں یا غیب پر مطلع ہیں یا غیب پر خبردار ہیں لیکن انہیں "عالم الغیب" نہیں کہا جا سکتا چنانچہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ہماری تحقیق میں لفظ "عالم الغیب" کا اطلاق حضرت عزت عَزَّجَلَالُہٗ کے ساتھ خاص ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم قطعاً بے شمار غیوب و ماکان ومایکون کے عالم ہیں مگر عالم الغیب صرف اللہ عَزَّوَجَلَّ کو کہا جائے گا۔ (فتاویٰ رضویہ، 29/405، ملتقطا)

آیت 95 **شانِ نزول:** (1) یہ آیت جد بن قیس، معتب بن قشیر اور ان کے 80 منافق ساتھیوں کے بارے میں نازل ہوئی۔ (2) عبد اللہ بن اُبی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے سامنے قسم کھائی کہ اب کبھی جہاد میں جانے سے سستی نہ کرے گا اور درخواست کی کہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم اس سے راضی ہو جائیں، اس پر یہ اور اس کے بعد والی آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا کہ اے حبیب! جب آپ اپنے سفر سے واپس مدینہ طیبہ غزوے میں شرکت نہ کرنے والے منافقین کی طرف لوٹ کر جائیں گے تو یہ آپ کے سامنے اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھائیں گے تاکہ آپ ان سے درگزر کریں اور پیچھے رہ جانے کی وجہ سے ان پر ملامت و عتاب نہ کریں تو آپ ان سے اعراض ہی کریں۔ بعض مفسرین نے فرمایا: اس سے مراد یہ ہے کہ اُن کے ساتھ بیٹھنا اور بات کرنا ترک کر دیں چنانچہ مدینہ منورہ تشریف

يَكۡسِبُوۡنَ ﴿۹۵﴾ يَحۡلِفُوۡنَ لَكُمۡ لِتَرۡضَوۡا عَنۡهُمۡ ۚ فَاِنۡ تَرۡضَوۡا عَنۡهُمۡ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرۡضٰى

بدلہ ہے ○ تمہارے سامنے قسمیں کھاتے ہیں تاکہ تم ان سے راضی ہوجاؤ تو اگر تم ان سے راضی ہو (بھی) جاؤ تو بیشک اللہ تو نافرمان

عَنِ الۡقَوۡمِ الۡفٰسِقِيۡنَ ﴿۹۶﴾ اَلۡاَعۡرَابُ اَشَدُّ كُفۡرًا وَّنِفَاقًا وَّاَجۡدَرُ اَلَّا يَعۡلَمُوۡا حُدُوۡدَ

لوگوں سے راضی نہیں ہوگا ○ دیہاتی (منافق) کفر اور منافقت میں زیادہ سخت ہیں اور اس قابل ہیں کہ اُن احکام سے جاہل رہیں

مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوۡلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌ حَكِيۡمٌ ﴿۹۷﴾ وَمِنَ الۡاَعۡرَابِ مَنۡ يَّتَّخِذُ مَا

جو اللہ نے اپنے رسول پر نازل فرمائے ہیں اور اللہ علم والا، حکمت والا ہے ○ اور کچھ دیہاتی وہ ہیں کہ وہ جو کچھ اللہ کی راہ میں خرچ

يُنۡفِقُ مَغۡرَمًا وَّيَتَرَبَّصُ بِكُمُ الدَّوَآئِرَ ؕ عَلَيۡهِمۡ دَآئِرَةُ السَّوۡءِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌ ﴿۹۸﴾

کرتے ہیں اسے تاوان سمجھتے ہیں اور تم پر گردشیں آنے کے انتظار میں رہتے ہیں۔ بری گردش انہی پر ہے اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے ○

لانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے مسلمانوں کو منافقین کے پاس بیٹھنے اور ان سے بات کرنے سے منع فرمادیا۔ مزید فرمایا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اُن کے باطن خبیث اور اعمال برے ہیں اور ان کے پاک ہونے کا کوئی طریقہ نہیں، آخرت میں ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور یہ ان کے دنیا میں کیے ہوئے خبیث اعمال کا بدلہ ہے۔

آیت 96 فرمایا کہ اے مسلمانو! منافقین تمہارے سامنے تمہیں راضی کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھاتے ہیں تاکہ اس طرح انہیں دنیا میں نفع حاصل ہو اگر تم ان کی قسموں کا اعتبار اور ان کے عذر قبول کرتے ہوئے ان سے راضی ہو بھی جاؤ تو انہیں کوئی فائدہ نہ ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ اُن کے دل کے کفر و نفاق کو جانتا ہے، وہ ان سے کبھی راضی نہ ہوگا۔

آیت 97 فرمایا کہ دیہات میں رہنے والے منافق کفر اور منافقت میں شہر میں رہنے والے منافقوں سے زیادہ سخت ہیں، اس کا سبب یہ ہے کہ وہ علم کی مجالس اور علما کی صحبت سے دور رہتے ہیں، قرآن و حدیث نہیں سنتے۔ وہ اسی قابل ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو اَحکام اپنے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر نازل فرمائے ہیں ان سے جاہل رہیں اور اللہ تعالیٰ علم والا، حکمت والا ہے۔ **اہم بات:** جہالت شدت پیدا کرتی ہے لہٰذا جو شخص بلاوجہ شدت کا عادی ہے وہ علم سے دور ہے۔ **درس:** دیہات والوں کو بھی چاہیے کہ علم حاصل کریں اور علماو صالحین کی صحبت اختیار کریں۔

آیت 98 یہ آیت قبیلہ اسد، غطفان اور تمیم کے کچھ دیہاتیوں کے متعلق نازل ہوئی اور فرمایا گیا: کچھ دیہاتی ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جو خرچ کرتے ہیں اسے تاوان سمجھتے ہیں کیونکہ وہ رضائے الٰہی کے لیے نہیں بلکہ ریاکاری کے طور پر اور مسلمانوں کے خوف سے خرچ کرتے ہیں۔ وہ مسلمانوں پر گردشیں آنے کے انتظار میں رہتے ہیں اور راہ دیکھتے ہیں کہ کب مسلمانوں کا زور کم ہو اور ان منافقین کو راہِ خدا میں خرچ نہ کرنا پڑے لیکن انہیں خبر نہیں کہ بُری گردش انہی پر ہے اور وہی رنج و بلا اور بدحالی میں گرفتار ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کی باتیں سننے والا اور ان کے دلوں میں چھپے نفاق کو جاننے والا ہے۔ **اہم بات:** یہاں منافقین کی مزید دو علامتیں بیان ہوئیں: (1) وہ راہِ خدا میں خرچ کرنے کو ٹیکس اور تاوان کی طرح سمجھتے ہیں (2) مسلمانوں کے نقصان کے خواہش مند ہوتے ہیں۔

وَ مِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ یُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ یَتَّخِذُ مَا یُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ

اور کچھ گاؤں والے وہ ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں اور جو خرچ کرتے ہیں اسے اللہ کے ہاں نزدیکیوں اور رسول کی

وَ صَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ ؕ اَلَاۤ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ ؕ سَیُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ فِیْ رَحْمَتِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

دعاؤں کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ سن لو! بیشک وہ ان کے لیے (اللہ کے) قرب کا ذریعہ ہیں۔ عنقریب اللہ انہیں اپنی رحمت میں داخل فرمائے گا، بیشک اللہ

ع ۱۲ ۱۰ ۱ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۟۹۹ وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِیْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ

بخشنے والا مہربان ہے ○ اور بیشک مہاجرین اور انصار میں سے سابقینِ اولین اور دوسرے وہ جو بھلائی کے ساتھ ان کی پیروی کرنے

بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ

والے ہیں ان سب سے اللہ راضی ہوا اور یہ اللہ سے راضی ہیں اور اس نے ان کیلئے باغات تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں،

آیت 99 یہاں سے ان دیہاتیوں کا ذکر ہے جو خوش دلی سے راہِ خدا میں خرچ کرتے ہیں، چنانچہ فرمایا گیا کہ دیہات میں رہنے والے بعض حضرات ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں اور وہ راہِ خدا میں جو کچھ خرچ کرتے ہیں اسے اللہ تعالیٰ کے ہاں نزدیکیوں اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی دعاؤں کا ذریعہ سمجھتے ہیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں صدقہ پیش کریں گے تو آپ ان کے لئے خیر و برکت اور مغفرت کی دعا فرمائیں گے۔ سن لو! بیشک ان کا خرچ کرنا ان کے لئے اللہ تعالیٰ کے قرب اور اس کی رضا کا ذریعہ ہے کیا انہوں نے اخلاص کے ساتھ اپنا مال خرچ کیا اور اپنے اس عمل کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی طرف وسیلہ بنایا۔ عنقریب اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت یعنی جنت میں داخل فرمائے گا، بیشک اللہ تعالیٰ اپنے اطاعت گزار بندوں کو بخشنے والا اور ان پر مہربان ہے۔

اہم باتیں: (1) اس آیت میں جن دیہاتیوں کا ذکر ہوا وہ قبیلہ مُزَیْنَہ میں سے بنی مُقَرّن ہیں یا اسلم، غِفار اور جُہَینہ کے قبیلے ہیں۔ (2) نیک اعمال میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے ساتھ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خوشنودی کی نیت قبولیت کی دلیل ہے نیز آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی دعائے مبارک ساری کائنات سے منفرد ہے کیونکہ آیت میں قربِ الٰہی کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی دعا کا حصول ایک مقصد کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔ (3) صدقہ وصول کرنے والے کے لئے سنّت ہے کہ صدقہ دینے والے کو دعائے خیر سے نوازے۔

آیت 100 فرمایا کہ بیشک مہاجرین اور انصار میں سے سابقینِ اولین اور دوسرے وہ جو بھلائی کے ساتھ ان کی پیروی کرنے والے ہیں ان سب سے اللہ تعالیٰ راضی ہوا کہ اسے ان کے نیک عمل قبول ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہیں کہ اس کے ثواب و عطا سے خوش ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے باغات تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور یہ حضرات ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں گے اور یہی بڑی کامیابی ہے۔ **اہم باتیں:** (1) سابقین مہاجرین سے مراد دونوں قبلوں کی طرف نمازیں پڑھنے والے یا اہلِ بدر یا اہلِ بیتِ رضوان ہیں، سابقین انصار سے مراد بیعتِ عقبہ اُولیٰ، بیعتِ عقبہ ثانیہ اور بیعتِ عقبہ ثالثہ میں شریک ہونے والے ہیں اور پیروی کرنے والوں سے مراد باقی تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔ ایک قول کے مطابق پیروی کرنے والوں سے قیامت تک کے وہ ایمان دار مراد ہیں جو ایمان، طاعت اور نیکی میں انصار و مہاجرین رضی اللہ عنہم کے راستے پر چلیں۔ (2) تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم عادل اور جنتی ہیں ان میں کوئی گنہگار

خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۰۰﴾ وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ؕ وَ

ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں گے، یہی بڑی کامیابی ہے○ اور تمہارے آس پاس دیہاتیوں میں سے کچھ منافق ہیں اور

مِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ۛؔ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ ۫ لَا تَعْلَمُهُمْ ؕ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ؕ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ مع ٥ وقف منزل

کچھ مدینہ والے (بھی) وہ منافقت پر اڑ گئے ہیں۔ تم انہیں نہیں جانتے، ہم انہیں جانتے ہیں۔ عنقریب ہم انہیں دو مرتبہ عذاب دیں گے

ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۰۱﴾ ج وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا

پھر انہیں بڑے عذاب کی طرف پھیرا جائے گا○ اور کچھ دوسرے لوگ جنہوں نے اپنے گناہوں کا اقرار کیا تو انہوں نے ایک اچھا عمل

اور فاسق نہیں۔ جو بدبخت کسی تاریخی واقعہ یا روایت کی وجہ سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی کو فاسق ثابت کرے، وہ مردود ہے کہ اس آیت کے خلاف ہے۔ (3) نیکی کرنا یقیناً بہت اچھی بات ہے لیکن نیکی میں پہل کرنا زیادہ فضیلت کا باعث ہے۔

آیت 101 یہاں مدینہ منورہ کے آس پاس کی بستیوں میں رہنے والے منافقین کا بیان ہے، فرمایا گیا کہ اے اہلِ مدینہ! تمہارے آس پاس دیہاتیوں میں سے کچھ منافق ہیں اور مدینہ طیبہ میں بھی کچھ منافقین ہیں جیسے عبد اللہ بن اُبی وغیرہ۔ وہ منافقت پر جم گئے ہیں۔ اے حبیب! آپ انہیں علم عطا کئے جانے سے پہلے نہیں جانتے تھے، پھر بعد میں اس کا علم عطا کر دیا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے خطبہ جمعہ میں نام لے لے کر منافقین کو مسجد شریف سے نکال دیا۔ آیت میں مزید فرمایا کہ عنقریب ہم انہیں دو مرتبہ عذاب دیں گے، ایک مرتبہ دنیا میں رسوائی اور قتل کے ساتھ اور دوسری مرتبہ قبر میں۔ پھر انہیں بڑے عذاب یعنی عذابِ دوزخ کی طرف پھیرا جائے گا جس میں ہمیشہ گرفتار رہیں گے۔ **اہم باتیں:** (1) اللہ تعالیٰ منافقین کو تین بار عذاب دے گا، پہلی بار دنیا میں، دوسری بار قبر میں اور تیسری بار آخرت میں۔ (2) اس آیت میں عذابِ قبر کا ثبوت ہے۔ (3) بعض بے علم لوگ اور منکرینِ حدیث عذابِ قبر کا انکار کرتے ہیں یہ صریح گمراہی ہے۔

آیت 102 **شانِ نزول:** کچھ مخلص مسلمان بھی غزوۂ تبوک میں حاضر نہ ہوئے تھے۔ اس کے بعد نادم ہوئے اور توبہ کی۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سفر سے واپسی پر مدینہ منورہ کے قریب پہنچے تو ان لوگوں نے قسم کھائی کہ ہم اپنے آپ کو مسجد کے ستونوں سے باندھ دیں گے اور ہرگز نہ کھولیں گے حتیٰ کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہی کھولیں۔ مدینہ منورہ تشریف لا کر آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے انہیں ملاحظہ کیا اور فرمایا میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھاتا ہوں کہ میں انہیں نہ کھولوں گا نہ اُن کا عذر قبول کروں جب تک کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُن کے کھولنے کا حکم نہ دیا جائے۔ تب یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا کہ پیچھے رہنے والوں میں کچھ دوسرے لوگ ایسے ہیں جنہوں نے منافقوں کی طرح جھوٹے عذر نہ کئے بلکہ اپنے گناہوں کا اقرار کیا اور اپنے فعل پر نادم ہوئے تو انہوں نے ایک اچھا عمل یعنی قصور کا اعتراف اور توبہ یا سابقہ غزوات میں شرکت اور دوسرا برا عمل یعنی غزوۂ تبوک میں شرکت کرنے سے رہ جانا ملا دیا۔ ان کے بارے میں فرمایا گیا کہ عنقریب اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمائے گا۔ بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ اس کے بعد رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے انہیں کھولا تو انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! یہ مال ہمارے رہ جانے کا سبب بنے۔ انہیں لیجئے اور صدقہ کیجئے اور ہمیں پاک کر دیجئے اور ہمارے لئے دُعائے مغفرت فرمائیے۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: مجھے تمہارے مال لینے کا حکم نہیں دیا گیا۔ اس پر اگلی آیت ”خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ“ نازل ہوئی۔ **اہم باتیں:** (1) اس آیت میں ان کی توبہ کا نہیں صرف گناہوں کا اعتراف کرنے کا ذکر ہے۔

وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۰۲﴾ خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ

اور دوسرا برا عمل ملادیا عنقریب اللہ ان کی توبہ قبول فرمائے گا۔ بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے ○ اے حبیب! تم ان کے مال سے زکوٰۃ

صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ؕ وَاللّٰهُ

وصول کرو جس سے تم انہیں ستھرا اور پاکیزہ کردو اور ان کے حق میں دعائے خیر کرو بیشک تمہاری دعا ان کے دلوں کا چین ہے اور اللہ

سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۰۳﴾ اَلَمْ يَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ

سننے والا، جاننے والا ہے ○ کیا انہیں معلوم نہیں کہ اللہ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور خود صدقات (اپنے دستِ قدرت میں) لیتا ہے

وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۰۴﴾ وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ

اور یہ کہ اللہ ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے ○ اور تم فرماؤ: تم عمل کرو، اب اللہ اور اس کے رسول اور مسلمان تمہارے

معلوم ہوا کہ گناہوں پر شرمندگی بھی توبہ ہے بلکہ توبہ کی اہم شرط ہے۔ حدیثِ پاک میں ہے: شرمندگی توبہ ہے۔ (ابن ماجہ، حدیث:4252) (2) اِس آیت میں گناہگاروں کے لیے بڑی امید ہے کہ اگرچہ ہمارے گناہ بے حد و حساب ہیں لیکن کچھ نہ کچھ نیک اعمال بھی کرہی لیتے ہیں اور اگر ہمارے اعمال ناقص ہیں تو ہمارا ایمان قطعی اور یقینی طور پر درست ہے اور وہ بھی نیک عمل ہے۔

آیت 103 ارشاد فرمایا: اے حبیب! تم ان کے مال سے زکوٰۃ وصول کرو جس سے تم انہیں ستھرا اور پاکیزہ کردو اور ان کے حق میں دعائے خیر کرو۔ بیشک آپ کی دعا ان کے لئے رحمت اور دلوں کا چین ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ خود حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم مومنوں کے دلوں کا چین ہیں۔ آیت کے آخر میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سننے والا، جاننے والا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) ایک قول کے مطابق یہاں صدقہ سے مراد وہ کفارہ ہے جو ان صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے دیا تھا جن کا ذکر اوپر کی آیت میں ہے اور یہ صدقہ ان پر واجب نہ تھا۔ دوسرا قول یہ ہے اس صدقہ سے مراد وہ زکوٰۃ ہے جو اُن کے ذمہ واجب تھی، انہوں نے توبہ کی اور زکوٰۃ ادا کرنی چاہی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے لینے کا حکم دیا۔ امام ابو بکر جصاص علیہ الرحمۃ نے اسی قول کو ترجیح دی ہے۔ (2) صدقہ پیش کرنے والے کے لئے دعائے خیر کرنا رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے معمولات میں شامل تھا۔

آیت 104 اس آیت میں توبہ کرنے والوں کے لیے بشارت ہے، فرمایا گیا: کیا انہیں معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی اپنے بندوں کی صدقِ دل سے کی ہوئی توبہ اور خلوصِ نیت سے دیئے ہوئے صدقات قبول فرماتا اور انہیں ان صدقات پر ثواب عطا فرماتا ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرنے والا اور ان پر مہربان ہے۔ بعض مفسرین کا قول ہے کہ اس آیت میں ان لوگوں کو توبہ اور صدقہ کی ترغیب دی گئی ہے جنہوں نے اب تک توبہ نہیں کی۔ **اہم بات:** مختلف جرموں کی توبہ مختلف ہے جیسے اگر حقوق اللہ تلف کئے مثلاً نمازیں یا روزے قضا کئے، تو ان سے توبہ نماز روزے کی قضا مکمل کرنا اور ندامت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی کوتاہی کی معافی مانگنا ہے جبکہ اگر بندوں کے حقوق ضائع کئے تو خدا کی بارگاہ میں معافی کے ساتھ بندوں کے حقوق ادا کرنا بھی ضروری ہیں یا صاحبِ حق معاف کردے۔

آیت 105 اس آیت میں اطاعت گزاروں کو عظیم ترغیب اور گناہگاروں کو بڑی ترہیب دی گئی ہے، فرمایا گیا: اے حبیب! آپ

وَالۡمُؤۡمِنُوۡنَ ؕ وَسَتُرَدُّوۡنَ اِلٰی عٰلِمِ الۡغَیۡبِ وَالشَّهَادَةِ فَیُنَبِّئُكُمۡ بِمَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۰۵﴾ۚ

کام دیکھیں گے اور جلد ہی تم اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے جو ہر غیب اور ظاہر کو جاننے والا ہے پھر وہ تمہیں تمہارے اعمال بتائے گا ○

وَاٰخَرُوۡنَ مُرۡجَوۡنَ لِاَمۡرِ اللّٰهِ اِمَّا یُعَذِّبُهُمۡ وَاِمَّا یَتُوۡبُ عَلَیۡهِمۡ ؕ وَاللّٰهُ عَلِیۡمٌ حَكِیۡمٌ ﴿۱۰۶﴾

اور اللہ کا حکم آنے تک کچھ دوسروں کو مؤخر کر دیا گیا ہے۔ یا تو اللہ انہیں عذاب دے گا اور یا ان کی توبہ قبول فرمالے گا اور اللہ علم والا حکمت والا ہے ○

وَالَّذِیۡنَ اتَّخَذُوۡا مَسۡجِدًا ضِرَارًا وَّ كُفۡرًا وَّ تَفۡرِیۡقًۢا بَیۡنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَاِرۡصَادًا

اور (کچھ منافق) وہ (ہیں) جنہوں نے نقصان پہنچانے کے لئے اور کفر کے سبب اور مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کے لئے اور اس شخص کے انتظار

لِّمَنۡ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ مِنۡ قَبۡلُ ؕ وَلَیَحۡلِفُنَّ اِنۡ اَرَدۡنَاۤ اِلَّا الۡحُسۡنٰی ؕ وَاللّٰهُ

کے لئے مسجد بنائی جو پہلے سے اللہ اور اس کے رسول کا مخالف ہے اور وہ ضرور قسمیں کھائیں گے کہ ہم نے تو صرف بھلائی کا ارادہ کیا تھا اور اللہ

فرمائیں کہ تم مستقبل کے لئے کوشش کرو کیونکہ تمہارے اعمال کا ایک ثمرہ دنیا میں ہے اور ایک آخرت میں، دنیا میں اللہ تعالیٰ، اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور مسلمان تمہارے اعمال دیکھ رہے ہیں، اگر اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اطاعت کرو گے تو دنیا وآخرت میں تمہیں عظیم اجر ملے گا اور اگر تم اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نافرمانی کرو گے تو دنیا میں تمہاری مذمت ہو گی اور آخرت میں شدید عذاب ہو گا۔ عنقریب تم قیامت کے دن اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے جو تمہاری خَلْوَت اور جَلْوَت کو جانتا ہے، تمہارے ظاہر وباطن میں سے کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں، تم دنیا میں جو اچھے برے اعمال کرتے تھے وہ تمہیں بتا دے گا اور تمہیں تمہارے اَعمال کی جزا دے گا۔

آیت 106 ارشاد فرمایا کہ غزوۂ تبوک سے رہ جانے والے کچھ لوگ وہ ہیں جنہیں موقوف رکھا گیا ہے یہاں تک کہ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا حکم ظاہر ہو جائے، اگر وہ اپنے جرم پر قائم رہے اور توبہ نہ کی تو اللہ تعالیٰ انہیں عذاب دے گا اور اگر توبہ کر لی تو اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمالے گا اور اللہ تعالیٰ علم والا حکمت والا ہے۔ **اہم بات:** غزوۂ تبوک سے رہ جانے والے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد 10 تھی۔ ان میں سے 7 نے ندامت وشرمندگی کی وجہ سے خود کو مسجد کے ستونوں سے بندھوا لیا تھا۔ ان کی قبولیتِ توبہ کا ذکر سابقہ آیات میں ہوا جبکہ بقیہ 3 صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے چونکہ اُن کی طرح ستونوں سے بندھ کر توبہ اور ندامت کا اظہار نہ کیا تھا اس لئے ان کی توبہ کی قبولیت مؤخر کر دی گئی۔ ان کی قبولیتِ توبہ کا ذکر اسی سورت کی آیت 118 میں ہے۔

آیت 107 **شانِ نزول:** ابوعامر راہب جو طویل عرصے تک مسلمانوں کے خلاف برسرِپیکار رہا، جنگِ حُنین میں جب ہوازن کو شکست ہوئی تو مایوس ہو کر ملکِ شام کی طرف بھاگ گیا اور منافقین کو خبر بھیجی کہ قوت واسلحہ تیار رکھیں اور ایک مسجد بنائیں، میں رومی لشکر لے کر آؤں گا۔ یہ خبر پا کر نیز مسجدِ قبا کو نقصان پہنچانے اور اس کی جماعت میں تفریق ڈالنے کے لئے منافقین نے اس کے قریب ہی ایک مسجد بنائی۔ غزوۂ تبوک سے واپسی پر جب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم مدینہ شریف کے قریب ایک مقام پر ٹھہرے تو منافقین نے آپ سے اُن کی مسجد میں تشریف لانے کی درخواست کی، اس پر یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا کہ کچھ منافق وہ ہیں جنہوں نے مسجدِ قبا والوں کو نقصان

يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿١٠٧﴾ لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا ؕ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ

گواہ ہے کہ وہ بیشک جھوٹے ہیں○(اے حبیب!) آپ اس مسجد میں کبھی کھڑے نہ ہوں۔ بیشک وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے دن سے پرہیزگاری پر

اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ

رکھی گئی ہے وہ اس کی حقدار ہے کہ تم اس میں کھڑے ہو۔ اس میں وہ لوگ ہیں جو خوب پاک ہونا پسند کرتے ہیں اور اللہ خوب پاک ہونے والوں سے

الْمُطَّهِّرِيْنَ ﴿١٠٨﴾ اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى تَقْوٰى مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ اَسَّسَ

محبت فرماتا ہے○ تو کیا جس نے اپنی عمارت کی بنیاد اللہ سے ڈرنے اور اس کی رضا پر رکھی وہ بہتر ہے یا وہ جس نے اپنی عمارت کی بنیاد

بُنْيَانَهٗ عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٠٩﴾

ایک کھائی کے کنارے پر رکھی جو گرنے والی ہے پھر وہ عمارت اس (اپنے بانی) کو لے کر جہنم کی آگ میں گر پڑے اور اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا○

پہنچانے کے لئے اور کفر کے سبب اور مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کے لئے اور اس شخص یعنی ابو عامر کے انتظار کے لئے مسجد بنائی جو پہلے سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا مخالف ہے اور وہ ضرور قسمیں کھائیں گے کہ ہم نے تو صرف بھلائی کا ارادہ کیا تھا اور اللہ تعالیٰ گواہ ہے کہ وہ بیشک جھوٹے ہیں۔ اس آیت سے ان کے فاسد ارادوں کا اظہار کر دیا گیا تو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ اس مسجد کو گرا دیں اور جلا دیں۔ ایسا ہی کیا گیا۔ **اہم بات:** مسلمانوں میں تفریق ڈالنے کی کوشش کرنا منافقین کا طریقہ ہے۔
درس: مسجد کے نام پر بھی مسلمانوں کو نقصان پہنچایا جا سکتا اور اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے دشمنی کی جا سکتی ہے لہٰذا ایسی مسجدوں سے بھی دور رہا جائے، آج بھی جو مسجد دین میں فساد اور مسلمانوں میں تفریق ڈالنے کے لئے بنائی جائے وہ مسجدِ ضرار ہے۔

آیت 108 ارشاد فرمایا: اے حبیب! آپ اس مسجد یعنی مسجدِ ضرار میں کبھی نماز نہ پڑھیں۔ البتہ مسجدِ قبا کہ جس کی بنیاد پہلے دن سے پرہیزگاری پر رکھی گئی ہے وہ اس کی حق دار ہے کہ آپ اس میں نماز پڑھیں۔ آیت میں مسجدِ قبا والوں کے حق میں فرمایا گیا کہ اس میں وہ لوگ ہیں جو خوب پاک ہونا پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ خوب پاک ہونے والوں سے محبت فرماتا ہے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ان سے فرمایا: اے گروہِ انصار! اللہ تعالیٰ نے تمہاری تعریف فرمائی ہے، تم وضو اور استنجے کے وقت کیا عمل کرتے ہو؟ عرض کی: یارسول اللہ! ہم بڑا استنجا تین ڈھیلوں سے کرتے ہیں، اس کے بعد پانی سے طہارت کرتے ہیں۔ **درس:** دینِ اسلام نے جہاں انسان کو کفر و شرک کی نجاستوں سے پاک کر کے عزت و رفعت عطا کی وہیں ظاہری طہارت، صفائی ستھرائی اور پاکیزگی کی اعلیٰ تعلیمات کے ذریعے انسانیت کا وقار بلند کیا۔ بدن کی پاکیزگی ہو یا لباس کی ستھرائی، ظاہری ہیئت کی عمدگی ہو یا طور طریقے کی اچھائی، مکان اور ساز و سامان کی بہتری ہو یا سواری کی دھلائی الغرض ہر چیز کو صاف ستھرا اور جاذبِ نظر رکھنے کی دینِ اسلام میں تعلیم اور ترغیب دی گئی ہے۔

آیت 109 فرمایا کہ جس شخص نے اپنے دین کی بنیاد تقویٰ اور رضائے الٰہی کی مضبوط سطح پر رکھی وہ بہتر ہے نہ کہ وہ جس نے اپنے دین کی بنیاد باطل و نفاق کے ٹوٹے ہوئے کناروں والے گڑھے پر رکھی۔ پھر وہ باطل اپنے بانی کو لے کر جہنم کی آگ میں گر پڑے اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔ مقصد یہ ہے کہ مسجدِ ضرار اور منافقین کے سارے اعمال اس عمارت کی طرح ہیں جو دریا کے

لَا یَزَالُ بُنْیَانُهُمُ الَّذِیْ بَنَوْا رِیْبَةً فِیْ قُلُوْبِهِمْ اِلَّاۤ اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ ﴿۱۱۰﴾ ع ۱۳

اُن کی تعمیر شدہ عمارت ہمیشہ اُن کے دلوں میں کھٹکتی رہے گی مگر یہ کہ ان کے دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔ اور اللہ علم والا، حکمت والا ہے ○

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ

بیشک اللہ نے مسلمانوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال اس بدلے میں خرید لئے کہ ان کے لیے جنت ہے، وہ اللہ کی راہ میں جہاد

اللّٰهِ فَیَقْتُلُوْنَ وَ یُقْتَلُوْنَ قف وَعْدًا عَلَیْهِ حَقًّا فِی التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِیْلِ وَ الْقُرْاٰنِ ؕ وَ مَنْ اَوْفٰى

کرتے ہیں تو قتل کرتے ہیں اور شہید ہوتے ہیں۔ یہ اس کے ذمۂ کرم پر سچا وعدہ ہے، توریت اور انجیل اور قرآن میں اور اللہ سے زیادہ

بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَیْعِكُمُ الَّذِیْ بَایَعْتُمْ بِهٖ ؕ وَ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ﴿۱۱۱﴾

اپنے وعدے کو پورا کرنے والا کون ہے ؟ تو اپنے اس سودے پر خوشیاں مناؤ جو سودا تم نے اللہ کے ساتھ کیا ہے اور یہی بڑی کامیابی ہے ○

نیچے سے کاٹی یا گلی ہوئی زمین پر بنادی جائے پھر وہ زمین عمارت کے ساتھ دریا میں گر جائے۔ ایسے ہی منافقین کی مسجدیں ہیں کہ ان کی مسجد بھی دوزخ میں ہے اور وہ خود بھی۔ **اہم باتیں:** (1) مسجد کی بنیاد تقویٰ اور رضائے الٰہی پر ہونی چاہیے۔ (2) برادری یا اپنے نام پر مسجد کا نام اگر ریاکاری اور فخر و تکبر کے اظہار کے لئے رکھا تو حرام ہے اور اگر یہ مقصود ہے کہ لوگوں کو مسجدیں بنانے کی ترغیب ملے یا جو اس کا نام پڑھے وہ اس کے لئے دعائے خیر کرے تو یہ جائز ہے، **درس:** ہر ایک کی میٹھی باتوں اور ظاہری نیکیوں کو دیکھ کر اس کے نیک ہونے کا یقین نہ کر لینا چاہیے، ہر چمکتی چیز سونا نہیں ہوتی۔

آیت 110 فرمایا کہ ان منافقوں نے جو عمارت تعمیر کی تھی وہ ہمیشہ اُن کے دلوں میں کھٹکتی رہے گی اور اسے گرائے جانے کا صدمہ باقی رہے گا حتی کہ قتل ہو کر یا مر کر، قبر میں یا جہنم میں ان کے دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں یعنی اُن کے دلوں کا غم و غصہ مرتے دم تک باقی رہے گا۔ یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ جب تک اُن کے دل اپنے قصور کی ندامت اور افسوس سے پارہ پارہ اور وہ اخلاص کے ساتھ تائب نہ ہوں اس وقت تک وہ اسی رنج و غم میں رہیں گے۔ آخر میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ علم والا، حکمت والا ہے۔

آیت 111 **شانِ نزول:** شبِ عقبہ انصار نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے بیعت کی تو آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ان پر یہ شرط کیا کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور جن چیزوں سے تم اپنے جان و مال کو بچاتے اور محفوظ رکھتے ہو اس کو میرے لئے بھی گوارا نہ کرو۔ انہوں نے عرض کی: ہم ایسا کریں تو ہمیں کیا ملے گا؟ ارشاد فرمایا: جنت۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال اس بدلے میں خرید لئے کہ ان کے لئے جنت ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں تو قتل کرتے ہیں اور شہید ہوتے ہیں۔ یہ اس کے ذمۂ کرم پر سچا وعدہ ہے اور یہ وعدہ جس طرح قرآن میں موجود ہے اسی طرح تورات اور انجیل میں بھی تھا اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ اپنے وعدے کو پورا کرنے والا کوئی نہیں، تو اے مسلمانو! اپنے اس سودے پر خوشیاں مناؤ جو سودا تم نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیا ہے کیونکہ تم نے فنا ہو جانے والی چیز کو ہمیشہ باقی رہنے والی چیز کے بدلے میں بیچ دیا اور یہی بڑی کامیابی ہے۔ **اہم باتیں:** (1) یہاں راہِ خدا میں جان و مال خرچ کر کے جنت پانے والے ایمان داروں کی ایک مثال بیان

اَلتَّآئِبُوۡنَ الۡعٰبِدُوۡنَ الۡحٰمِدُوۡنَ السَّآئِحُوۡنَ الرّٰكِعُوۡنَ السّٰجِدُوۡنَ الۡاٰمِرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ

توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، حمد کرنے والے، روزہ رکھنے والے، رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے، نیکی کا حکم دینے والے

وَالنَّاهُوۡنَ عَنِ الۡمُنۡكَرِ وَالۡحٰفِظُوۡنَ لِحُدُوۡدِ اللّٰهِ ؕ وَبَشِّرِ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۱۱۲﴾ مَا كَانَ لِلنَّبِىِّ

اور برائی سے روکنے والے اور اللہ کی حدوں کی حفاظت کرنے والے ہیں اور مسلمانوں کو (جنت کی) خوشخبری سنا دو○ نبی اور

وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَنۡ يَّسۡتَغۡفِرُوۡا لِلۡمُشۡرِكِيۡنَ وَلَوۡ كَانُوۡۤا اُولِىۡ قُرۡبٰى مِنۡۢ بَعۡدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمۡ

ایمان والوں کے لائق نہیں کہ مشرکوں کے لئے مغفرت کی دعا مانگیں اگرچہ وہ رشتہ دار ہوں جبکہ ان کے لئے واضح ہوچکا ہے

اَنَّهُمۡ اَصۡحٰبُ الۡجَحِيۡمِ ﴿۱۱۳﴾ وَمَا كَانَ اسۡتِغۡفَارُ اِبۡرٰهِيۡمَ لِاَبِيۡهِ اِلَّا عَنۡ مَّوۡعِدَةٍ وَّعَدَهَاۤ

کہ وہ دوزخی ہیں○ اور ابراہیم کا اپنے باپ کی مغفرت کی دعا کرنا صرف ایک وعدے کی وجہ سے تھا جو انہوں نے اس سے کر لیا

ہوئی، اللہ تعالیٰ نے جنت عطا فرمانا جان ومال کا عوض قرار دیا اور اپنے آپ کو خریدار فرمایا۔ یہ کمال عزت افزائی ہے کیونکہ جان ہے تو اس کی پیدا کی ہوئی اور مال ہے تو اس کا عطا فرمایا ہوا ہے۔ (2) نعمت ملنے پر خوشی منانا اچھا ہے جیسے اس آیت میں اس چیز کا حکم دیا گیا ہے۔

آیت 112 اس آیت کی دو تفسیریں ہیں: (1) جن ایمان والوں کا سابقہ آیت میں ذکر ہوا وہی کفر سے حقیقی توبہ کرنے والے، اسلام کی نعمت ملنے پر اللہ تعالیٰ کی حمد کرنے والے، روزہ رکھنے والے، پانچوں نمازیں پابندی سے ادا کرنے والے، ایمان معرفت اور اطاعت کا حکم دینے والے، شرک اور گناہوں سے روکنے والے اور اللہ تعالیٰ کی حدوں یعنی اس کے اَمر و نہی کی حفاظت کرنے والے ہیں، اے حبیب! ان صفات سے متصف ایمان والوں کو جنت کی خوش خبری سنا دو۔ (2) تمام گناہوں سے توبہ کرنے والے اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بندے جو اخلاص کے ساتھ اس کی عبادت کرتے ہیں، جو ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہیں، نمازوں کے پابند اور ان کو خوبی سے ادا کرنے والے ہیں، نیکی کا حکم دینے والے اور برائی سے روکنے والے اور اس کے احکام بجالانے والے یہ لوگ جنتی ہیں۔ اے حبیب! مسلمانوں کو خوش خبری سنا دو کہ وہ اللہ تعالیٰ کا عہد وفا کریں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں جنت میں داخل فرمائے گا۔ **اہم بات:** اللہ تعالیٰ نے بندوں کو جن اَحکام کا پابند کیا ہے وہ دو اقسام پر مشتمل ہیں: (1) عبادات جیسے نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج وغیرہ۔ (2) معاملات جیسے خرید وفروخت، نکاح اور طلاق وغیرہ۔ دونوں قسموں میں سے جن چیزوں کے کرنے کا حکم دیا ہے انہیں بجالانا اور جن سے منع کیا ہے ان سے رک جانا اللہ تعالیٰ کی حدوں کی حفاظت ہے۔ عام الفاظ میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کو پورا کرنے والے حُدودِ الٰہی کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ **درس:** اسلام میں حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کی اہمیت ہے۔ یہ نہیں کہ ایک میں مگن ہو کر دوسرے سے غافل ہو جائیں۔

آیت 113 **شانِ نزول:** نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اپنے چچا ابوطالب سے فرمایا تھا کہ میں تمہارے لئے استغفار کروں گا حتی کہ مجھے ممانعت نہ کی جائے تو یہ آیت نازل ہوئی: کہ نبی اور ایمان والوں کے لائق نہیں ہے کہ مشرکوں کے لئے مغفرت کی دعا مانگیں اگرچہ وہ رشتہ دار ہوں جب ان کے لئے ظاہر ہو چکا کہ وہ شرک پر مرے ہیں۔

آیت 114 **شانِ نزول:** جب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿سَاَسۡتَغۡفِرُ لَكَ رَبِّىۡ﴾ یعنی عنقریب میں تیرے لئے اپنے رب سے معافی مانگوں گا۔

Go To Index

اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗۤ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ؕ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ

تھا پھر جب ابراہیم کے لئے یہ بالکل واضح ہو گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو اس سے بیزار ہو گئے۔ بیشک ابراہیم بہت آہ وزاری کرنے والا،

حَلِيْمٌ ﴿١١٤﴾ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًۢا بَعْدَ اِذْ هَدٰىهُمْ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ

بہت برداشت کرنے والا تھا۞ اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ کسی قوم کو ہدایت دینے کے بعد اسے گمراہ کردے جب تک انہیں صاف نہ بتادے

مَّا يَتَّقُوْنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿١١٥﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ

کہ کس چیز سے انہیں بچنا ہے۔ بیشک اللہ سب کچھ جانتا ہے۞ بیشک اللہ ہی کے لیے آسمانوں اور زمین کی سلطنت ہے،

تو حضرت علی کرّم اللہ وجہہ الکریم نے ایک شخص کو اپنے والدین کے لئے دعائے مغفرت کرتے سنا حالانکہ وہ دونوں مشرک تھے۔ فرمایا: تو مشرکوں کے لئے دعائے مغفرت کرتا ہے؟ اس نے کہا: کیا حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے اپنے چچا آزر کے لئے دُعا نہ کی تھی؛ وہ بھی تو مشرک تھا۔ بارگاہِ رسالت میں اس واقعہ کا ذکر ہوا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور بتایا گیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا اِستغفار اسلام قبول کرنے کی امید کے ساتھ تھا جس کا آزر آپ سے وعدہ کر چکا تھا اور آپ علیہ السّلام آزر سے استغفار کا وعدہ کر چکے تھے۔ جب وہ اُمید منقطع ہو گئی تو آپ علیہ السّلام نے اس سے اپنا تعلق ختم کر دیا۔ آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی دو صفات بیان کی گئی کہ آپ بہت آہ وزاری کرنے والے اور بہت برداشت کرنے والے تھے۔ مقصود یہ ہے کہ جس میں یہ صفات پائی جائیں اس کا قلبی میلان اپنے باپ کے لئے مغفرت کی دعا کرنے میں بہت شدید ہوتا ہے **اہم بات:** ”اَوَّاہ“ صفت کی خوبی یہ ہے کہ جس میں یہ صفت پائی جائے وہ بکثرت دعائیں کرتا، ذکر و تسبیح میں مشغول رہتا، کثرت سے تلاوتِ قرآن کرتا، اُخروی ہولناکیوں اور دہشت انگیزیوں کے بارے میں سن کر گریہ و زاری کرتا، اپنے گناہوں کو یاد کرکے ان سے مغفرت طلب کرتا، نیکی اور بھلائی کی تعلیم دیتا اور اللہ تعالیٰ کے ناپسندیدہ ہر کام سے بچتا ہے۔ ”حلیم“ صفت کی خوبی یہ ہے جس میں یہ صفت پائی جائے وہ اپنے ساتھ برا سلوک کرنے والے پر بھی احسان کرتا، برائی کا بدلہ بھلائی سے دیتا، کسی سے تکلیف پہنچے تو صبر کرتا، اگر کسی سے بدلہ لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر۔ حضرت ابراہیم علیہ السّلام ان صِفات کے مظہرِ اَتم تھے البتہ مذکورہ وضاحت میں ذکر کی گئی گناہوں کو یاد کرکے مغفرت طلب کرنے کی بات دوسروں کے لئے ہے کیونکہ نبی گناہوں سے معصوم ہوتا ہے۔

آیت 115 **شانِ نزول:** جب مشرکین کے لئے اِستغفار سے منع کیا گیا تو مسلمانوں کو اندیشہ ہوا کہ ہم پہلے جو استغفار کر چکے ہیں کہیں اس پر گرفت نہ ہو، تو انہیں بتادیا گیا کہ جو چیز ممنوع ہے اور اس سے اِجتناب واجب ہے اس پر اللہ تعالیٰ اس وقت تک اپنے بندوں کی گرفت نہیں فرماتا جب تک کہ اس کی ممانعت کا صاف بیان نہ فرمادے لہٰذا مُمانَعت سے پہلے اس فعل کے کرنے میں حَرَج نہیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے۔ **اہم بات:** جس چیز کی شریعت میں ممانعت نہ ہو وہ جائز ہے۔

آیت 116 ارشاد فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ ہی کے لیے آسمانوں اور زمین کی سلطنت ہے، جو کچھ ہے سب اس کے مملوک ہیں، وہ جو چاہتا ہے حکم فرماتا ہے، وہ زندہ کرتا اور مارتا ہے۔ اے لوگو! اللہ تعالیٰ تمہارا حامی اور مددگار ہے اس کے سوا نہ تمہارا کوئی حامی ہے جو

يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ؕ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۱۱۶﴾ لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ

وہ زندہ کرتا ہے اور وہ مارتا ہے اور اللہ کے سوا نہ تمہارا کوئی حامی ہے اور نہ مددگار ○ بیشک اللہ کی رحمت متوجہ ہوئی نبی پر

وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ

اور ان مہاجرین اور انصار پر جنہوں نے مشکل وقت میں نبی کی پیروی کی حالانکہ قریب تھا کہ ان میں سے بعض لوگوں کے دل ٹیڑھے

فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۷﴾ وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ

ہو جاتے پھر اللہ کی رحمت ان پر متوجہ ہوئی۔ بیشک وہ ان پر نہایت مہربان، بڑا رحم فرمانے والا ہے ○ اور ان تین پر (بھی رحمت ہوئی) جن کا

خُلِّفُوْا ؕ حَتّٰۤى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْۤا

معاملہ موقوف کر دیا گیا تھا یہاں تک کہ جب زمین اپنی وسعت کے باوجود ان پر تنگ ہو گئی اور وہ اپنی جانوں سے تنگ آ گئے اور انہوں نے یقین کر لیا

دشمن سے تمہاری حفاظت کرے اور نہ مددگار ہے جو دشمن کے مقابلے میں تمہاری مدد کرے۔

آیت 117 فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ کی رحمت نبی پر اور ان مہاجرین وانصار پر متوجہ ہوئی جنہوں نے مشکل وقت یعنی غزوۂ تبوک میں نبی کی پیروی کی حالانکہ قریب تھا کہ ان میں سے بعض لوگوں کے دل شدت اور سختی پہنچنے کی وجہ سے حق سے اعراض کر جاتے اور وہ اس شدت و سختی میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے جدا ہونا گوارا کر لیتے لیکن انہوں نے صبر کیا، ثابت قدم رہے اور جو وسوسہ دل میں گزرا تھا اس پر نادم ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ان کی نیتوں کا اخلاص اور توبہ کی سچائی جانتا ہے تو اس نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔ بیشک وہ ان پر نہایت مہربان، بڑا رحم فرمانے والا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر رحمتِ الٰہی یوں متوجہ ہوئی کہ معصوم ہونے کے باوجود آپ کو بکثرت توبہ واستغفار کی توفیق عطا فرمائی گئی جو آپ کے بلندیٔ درجات اور مسلمانوں کے لئے تعلیم کا ذریعہ تھی اور مہاجرین وانصار پر یوں متوجہ ہوئی کہ بہت سے معاملات میں انہیں توبہ کی توفیق دی گئی اور اس توبہ کو اللہ تعالیٰ نے قبول بھی فرمایا۔ (2) غزوۂ تبوک کو غزوۂ عسرت بھی کہتے ہیں۔

آیت 118 فرمایا: ان تین پر بھی رحمت ہوئی جن کا معاملہ موقوف کر دیا گیا تھا۔ یہ تین صحابۂ کرام حضرت کعب بن مالک، ہلال بن اُمیہ اور مرارہ بن ربیع رضی اللہ عنہم ہیں۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے غزوۂ تبوک سے واپس ہو کر ان سے جہاد میں حاضر نہ ہونے کی وجہ دریافت فرمائی اور فرمایا: ٹھہرو! جب تک اللہ تعالیٰ تمہارے لئے کوئی فیصلہ فرمائے نیز مسلمانوں کو ان کے ساتھ ملنے جلنے اور کلام کرنے سے منع فرما دیا۔ اس پر ان کے رشتہ داروں اور دوستوں تک نے ان سے کلام ترک کر دیا اور ایسا معلوم ہونے لگا کہ انہیں کوئی پہچانتا ہی نہیں۔ اس حال پر انہیں 50 روز گزرے حتی کہ زمین اپنی وسعت کے باوجود ان پر تنگ ہو گئی، ہر وقت پریشانی، رنج و غم اور بے چینی میں مبتلا رہتے تھے اور رنج و غم کی شدت کی وجہ سے اپنی جانوں سے تنگ آ گئے اور انہوں نے یقین کر لیا کہ اللہ تعالیٰ کی ناراضی سے بچنے کے لئے اس کے سوا کوئی پناہ نہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان پر رحم فرمایا اور ان کی توبہ قبول فرمائی تاکہ آئندہ توبہ کرنے

اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّاۤ اِلَيْهِ ؕ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ

کہ اللہ کی ناراضگی سے (بچنے کیلئے) اس کے سوا کوئی پناہ نہیں تو اللہ نے ان کی توبہ قبول فرمالی تاکہ وہ تائب رہیں۔ بیشک اللہ ہی توبہ قبول کرنے والا

الرَّحِيْمُ ﴿۱۱۸﴾ ع يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ

مہربان ہے O اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ O اہلِ مدینہ اور ان کے اِرد گرد رہنے والے

وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ وَلَا يَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِهِمْ

دیہاتیوں کے لئے مناسب نہیں تھا کہ وہ اللہ کے رسول سے پیچھے بیٹھے رہیں اور نہ یہ کہ اُن کی جان سے زیادہ اپنی جانوں کو

عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ لَا يُصِيْبُهُمْ ظَمَاٌ وَّلَا نَصَبٌ وَّلَا مَخْمَصَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ

عزیز سمجھیں۔ یہ اس لئے ہے کہ اللہ کے راستے میں انہیں جو پیاس یا تکلیف یا بھوک پہنچتی ہے اور جہاں کفار کو غصہ

لَا يَطَـُٔوْنَ مَوْطِئًا يَّغِيْظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ ؕ

دلانے والی جگہ پر قدم رکھتے ہیں اور جو کچھ دشمن سے حاصل کرتے ہیں اس سب کے بدلے ان کے لیے نیک عمل لکھا جاتا ہے۔

والے ہی رہیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

آیت 119 ارشاد فرمایا: اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور ان لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ جو ایمان میں سچے ہیں، مخلص ہیں، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اِخلاص کے ساتھ تصدیق کرتے ہیں۔ ایک قول کے مطابق یہاں صادقین سے حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما مراد ہیں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مہاجرین مراد ہیں اور تیسرے قول کے مطابق اس سے وہ لوگ مراد ہیں جن کی نیتیں سچی رہیں، دل اور اَعمال سیدھے رہے اور وہ اخلاص کے ساتھ غزوۂ تبوک میں حاضر ہوئے۔ **اہم بات:** اس آیت سے ثابت ہوا کہ اجماع حجت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے صادقین کے ساتھ رہنے کا حکم فرمایا ہے، اس سے اُن کے قول کو قبول کرنا لازم آتا ہے۔ **درس:** اِس آیت سے نیک لوگوں کی صحبت میں بیٹھنے کا ثبوت ملتا ہے کیونکہ ان کے ساتھ ہونے کی ایک صورت ان کی صحبت اختیار کرنا ہے۔ نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرنے سے ان کی سیرت و کردار اور اچھے اعمال دیکھ کر خود بھی گناہوں سے بچنے اور نیکیاں کرنے کی توفیق ملتی، دل کی سختی ختم ہوتی اور اس میں رِقّت و نرمی پیدا ہوتی ہے۔

آیت 120 فرمایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم بذاتِ خود جہاد کے لئے تشریف لے گئے تو اہلِ مدینہ اور ان کے اِرد گرد رہنے والے دیہاتیوں میں کسی کے لئے جائز نہ تھا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے پیچھے بیٹھے رہیں اور جہاد میں حاضر نہ ہوں اور نہ یہ جائز تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی جان سے زیادہ اپنی جانوں کو عزیز سمجھیں بلکہ انہیں حکم تھا کہ شدت و تکلیف میں حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ساتھ نہ چھوڑیں۔ یہ مُمانَعت اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں انہیں جو پیاس، تکلیف یا بھوک پہنچتی ہے اور جہاں کفار کو غصہ دلانے والی جگہ پر قدم رکھتے ہیں اور جو کچھ دشمن کو قید یا قتل یا زخمی کر کے یا شکست دے کر حاصل کرتے

اِنَّ اللّٰهَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۲۰﴾ وَ لَا یُنْفِقُوْنَ نَفَقَةً صَغِیْرَةً وَّ لَا كَبِیْرَةً

بیشک اللہ نیکی کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں فرماتا ○ اور جو کچھ تھوڑا اور زیادہ وہ خرچ کرتے ہیں

وَّ لَا یَقْطَعُوْنَ وَادِیًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِیَجْزِیَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۱﴾

اور جو وادی وہ طے کرتے ہیں سب ان کے لیے لکھا جاتا ہے تاکہ اللہ ان کے بہتر کاموں کا انہیں بدلہ عطا فرمائے ○

وَ مَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِیَنْفِرُوْا كَآفَّةً ؕ فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآىٕفَةٌ

اور مسلمانوں سے یہ تو ہو نہیں سکتا کہ سب کے سب نکل جائیں تو ان میں ہر گروہ میں سے ایک جماعت کیوں نہیں نکل جاتی

لِّیَتَفَقَّهُوْا فِی الدِّیْنِ وَ لِیُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْۤا اِلَیْهِمْ لَعَلَّهُمْ یَحْذَرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ؑ یٰۤاَیُّهَا

تاکہ وہ دین میں سمجھ بوجھ حاصل کریں اور جب اِن کی طرف واپس آئیں تو وہ اِنہیں ڈرائیں تاکہ یہ ڈر جائیں ○ اے

ہیں اس سب کے بدلے ان کے لیے نیک عمل لکھا جاتا ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے اجر ضائع نہیں فرماتا جنہوں نے اچھے عمل کئے، جس چیز کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا اور جس چیز سے منع کیا اس میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی بلکہ انہیں ان کے نیک اعمال کی جزا عطا فرماتا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) یہاں اہلِ مدینہ سے مدینہ طیبہ میں رہنے والے مراد ہیں خواہ مہاجرین ہوں یا اَنصار اور اَعراب سے قرب و جوار کے تمام دیہاتی مراد ہیں۔ (2) جس شخص نے اطاعتِ الٰہی کا ارادہ کیا تو اس مقصد سے اس کا اُٹھنا بیٹھنا، چلنا، حرکت کرنا سب نیکیاں ہیں اور جس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا ارادہ کیا تو اس مقصد سے اس کا اُٹھنا بیٹھنا، چلنا، حرکت کرنا سب گناہ ہیں۔ (3) آیت میں جہاد کرنے اور راہِ خدا میں تکالیف برداشت کرنے کا ذکر ہوا۔

آیت 121 فرمایا کہ وہ جو کچھ تھوڑا مثلاً ایک کھجور یا زیادہ خرچ کرتے ہیں اور اپنے سفر میں آنے جانے کے دوران جو وادی طے کرتے ہیں تو ان کا راہِ خدا میں خرچ کرنا اور وادیاں عبور کرنا سب ان کے لیے لکھا جاتا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ ان کے کاموں کا انہیں بدلہ عطا فرمائے۔ **فضیلت:** جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں کچھ خرچ کرے تو اس کے لئے 700 گنا لکھا جاتا ہے۔

آیت 122 فرمایا کہ علم حاصل کرنے کے لئے سب مسلمانوں کا اپنے وطن سے نکل جانا درست نہیں کہ اس طرح شدید حَرَج ہوگا، تو ہر بڑی جماعت سے ایک چھوٹی جماعت جس کا نکلنا انہیں کافی ہو کیوں نہیں نکل جاتی تاکہ وہ دین میں فقاہت حاصل کریں، اور واپس آکر اپنی قوم کو وعظ و نصیحت کریں تاکہ ان کی قوم کے لوگ اس چیز سے بچیں جس سے بچنا انہیں ضروری ہے۔ **اہم باتیں:** (1) علمِ دین حاصل کرنا فرض ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ جو چیزیں بندے پر فرض وواجب ہیں اور جو ممنوع و حرام ہیں اور اسے درپیش ہیں ان کا سیکھنا فرضِ عین ہے اور اس سے زائد علم حاصل کرنا فرضِ کفایہ۔ (2) علم حاصل کرنے کے لئے سفر کی ضرورت پڑے تو سفر کیا جائے۔

آیت 123 ارشاد فرمایا: اے ایمان والو! ان کافروں سے جہاد کرو جو تمہارے قریب ہیں پھر جو ان سے قریب ہیں ایسے ہی درجہ بدرجہ، اور وہ تم میں جرأت و بہادری، صبر، قتل اور قید وغیرہ ہر قسم کی سختی پائیں اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً ؕ وَاعْلَمُوْۤا

ایمان والو! ان کافروں سے جہاد کرو جو تمہارے قریب ہیں اور وہ تم میں سختی پائیں اور جان رکھو کہ

اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۲۳﴾ وَاِذَا مَاۤ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ

اللہ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے ○ اور جب کوئی سورت اترتی ہے تو ان (منافقین) میں سے کوئی کہنے لگتا ہے کہ اس سورت نے تم میں کس کے

هٰذِهٖۤ اِيْمَانًا ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّهُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ

ایمان میں اضافہ کیا ہے؟ تو جو ایمان والے ہیں ان کے ایمان میں تو اس نے اضافہ کیا اور وہ خوشیاں منارہے ہیں ○ اور جن کے

فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ وَمَاتُوْا وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۲۵﴾ اَوَلَا يَرَوْنَ

دلوں میں مرض ہے تو ان کی ناپاکی پر مزید ناپاکی کا اضافہ کردیا اور وہ کفر کی حالت میں مر گئے ○ کیا وہ یہ نہیں دیکھتے

اَنَّهُمْ يُفْتَنُوْنَ فِيْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوْبُوْنَ وَلَا هُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۲۶﴾

کہ انہیں ہر سال ایک یا دو مرتبہ آزمایا جاتا ہے پھر (بھی) نہ وہ توبہ کرتے ہیں اور نہ ہی نصیحت مانتے ہیں ○

پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔ **اہم باتیں:** (1) جب جنگ کی شرعی اجازت متحقق ہو جائے تو اس کی ابتدا قریب میں رہنے والے کفار سے کی جائے پھر ان کے بعد جو قریب ہوں حتّٰی کہ مسلمان مجاہدین دور کی آبادیوں میں رہنے والے کفار تک پہنچ جائیں۔ (2) جو کفار اسلام کی راہ میں رکاوٹ بنیں ان سے سختی کے ساتھ نمٹنے کا حکم ہے۔ یہاں یہ نہیں فرمایا کہ ہر وقت سختی ہی کرتے رہیں۔

آیت 124 ارشاد فرمایا: جب قرآنِ پاک کی کوئی سورت نازل ہوتی ہے تو منافقین آپس میں مذاق اڑانے کے طور پر کہتے ہیں: اس سورت نے تم میں کس کے ایمان یعنی تصدیق اور یقین میں اضافہ کیا ہے؟ ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جو ایمان والے ہیں ان کی تصدیق، یقین میں اس نے اضافہ کیا ہے اور جب قرآن میں سے ایک کے بعد دوسری چیز اترتی ہے تو مومنین خوشیاں مناتے ہیں کیونکہ اس طرح ان کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے جس کی وجہ سے آخرت میں ان کا ثواب اور زیادہ ہو جاتا ہے۔

آیت 125 فرمایا کہ جن کے دلوں میں شک اور نفاق کا مرض ہے تو قرآن کی سورت کے نزول سے ان کے کفر پر مزید کفر چڑھ گیا کہ انہوں نے جب کبھی کسی سورت کے نزول کا انکار کیا یا اس کا مذاق اڑایا تو ان کے پہلے کفر کے ساتھ مزید کفر بڑھ گیا، وہ منافقین اپنے کفر پر قائم رہے یہاں تک کہ حالتِ کفر میں مر گئے۔

آیت 126 ارشاد فرمایا: کیا منافقین دیکھتے نہیں کہ ہر سال انہیں ایک یا دو مرتبہ بیماریوں، مصیبتوں اور قحط سالیوں وغیرہ سے آزمایا جاتا ہے پھر بھی وہ اپنے نفاق اور عہد شکنی سے توبہ کرتے ہیں نہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور نہ اللہ تعالیٰ کے وعدوں کی سچائی دیکھ کر نصیحت مانتے ہیں۔ **درس:** مومن ہر مصیبت کو عبرت کی نگاہ سے دیکھتا اور اسے اپنے گناہ کا نتیجہ یا آزمائش سمجھتا ہے جبکہ کافر کی نگاہ صرف موسم کی خرابیوں اور دنیاوی اَسباب پر ہوتی ہے۔

وَ اِذَا مَاۤ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ نَّظَرَ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍؕ هَلْ يَرٰىكُمْ مِّنْ اَحَدٍ ثُمَّ انْصَرَفُوْاؕ

اور جب کوئی سورت نازل کی جاتی ہے تو ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگتے ہیں کہ تمہیں کوئی دیکھ تو نہیں رہا پھر پلٹ جاتے ہیں

صَرَفَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ

تو اللہ نے ان کے دل پلٹ دیئے ہیں کیونکہ یہ لوگ سمجھتے نہیں ○ بیشک تمہارے پاس تم میں سے وہ عظیم رسول تشریف لے آئے جن پر تمہارا

عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾ فَاِنْ

مشقت میں پڑنا بہت بھاری گزرتا ہے، وہ تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے، مسلمانوں پر بہت مہربان، رحمت فرمانے والے ہیں ○ پھر اگر

ع ١٦ ٥ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰهُ ﳼ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَ هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۲۹﴾

وہ منہ پھیریں تو تم فرمادو کہ مجھے اللہ کافی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں، میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور وہ عرش عظیم کا مالک ہے ○

آیت 127 ارشاد فرمایا: جب کوئی ایسی سورت نازل کی جاتی ہے جس میں منافقین کو زَجر وتوبیخ اور ان کے نفاق کا بیان ہو تو وہ وہاں سے بھاگنے کے لیے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگتے ہیں اور آنکھوں کے اشارے سے کہتے ہیں کہ اگر تم اپنی جگہ سے اٹھتے ہو تو کوئی مسلمان تمہیں دیکھ تو نہیں رہا، اگر دیکھ رہا ہو تو بیٹھ گئے ورنہ نکل جاتے ہیں پھر اس نازل ہونے والی سورت کے سبب ایمان سے اپنے کفر کی طرف پلٹ جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل ایمان سے پلٹ دیئے ہیں کیونکہ یہ قوم سمجھتی ہی نہیں۔

آیت 128 فرمایا کہ اے اہلِ عرب! بے شک تمہارے پاس تم میں سے عظیم رسول محمدِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم تشریف لے آئے جن کے حسب نسب کو تم خوب پہچانتے ہو کہ وہ تم میں سب سے عالی نسب ہیں اور تم اُن کے صدق و امانت، زہد و تقویٰ، طہارت و تَقَدُّس اور اَخلاقِ حمیدہ کو بھی خوب جانتے ہو۔ تمہارا مشقت میں پڑنا ان پر بہت بھاری گزرتا ہے اور مشقتوں کو دور کرنے میں سب سے اہم عذابِ الٰہی کی مشقت کو دور کرنا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اسی مشقت کو دور کرنے کے لئے بھیجے گئے ہیں، وہ دنیا و آخرت میں تمہیں بھلائیاں پہنچانے پر حریص، مسلمانوں پر بہت مہربان، رحمت فرمانے والے ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) ایک قراءت میں ﴿اَنْفَسِكُمْ﴾ کی فا پر زبر ہے، اس کا معنی ہے کہ تم میں سب سے نفیس تر اور اشرف و افضل ہیں۔ (2) یہاں سیّدِ عالَم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تشریف آوری یعنی میلادِ مبارک کا بیان ہے۔ معلوم ہوا کہ محفلِ میلاد کی اصل قرآن سے ثابت ہے۔ (3) آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اپنے دو ناموں سے مشرف فرمایا۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی کمال تکریم ہے۔ آپ دنیا میں بھی رءوف و رحیم ہیں اور آخرت میں بھی۔

آیت 129 فرمایا کہ پھر اگر کفار و منافقین اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان لانے سے اِعراض کریں اور آپ سے جنگ کا اعلان کریں تو اے حبیب! تم فرمادو کہ مجھے اللہ تعالیٰ کافی ہے اور وہ تمہارے خلاف میری مدد فرمائے گا۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور وہ عرشِ عظیم کا مالک ہے۔ **وظیفہ:** حدیثِ پاک میں ہے: جس نے صبح و شام سات مرتبہ یہ پڑھا: ”حَسْبِیَ اللّٰهُ ﳼ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَ هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ“ اللہ تعالیٰ اس کے اہم کاموں میں اسے کافی ہو گا۔ (ابوداؤد، حدیث: 5081)

اٰيَاتُهَا ۱۰۹ | ۱۰ سُوۡرَةُ يُوۡنُس مَكِّيَّةٌ ۵۱ | رُكُوْعَاتُهَا ۱۱

سورہ یونس مکیہ ہے اس میں ایک سو نو آیتیں اور گیارہ رکوع ہیں

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

الٓرٰ ۚ تِلۡكَ اٰيٰتُ الۡكِتٰبِ الۡحَكِيۡمِ ① اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنۡ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلٰى رَجُلٍ مِّنۡهُمۡ

الٓرٰ، یہ حکمت والی کتاب کی آیتیں ہیں ○ کیا لوگوں کو اس بات پر تعجب ہے کہ ہم نے ان میں سے ایک مرد کی طرف یہ وحی بھیجی

اَنۡ اَنۡذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَنَّ لَهُمۡ قَدَمَ صِدۡقٍ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ ؕ قَالَ الۡكٰفِرُوۡنَ

کہ لوگوں کو ڈر سناؤ اور ایمان والوں کو خوشخبری دو کہ ان کے لیے ان کے رب کے پاس سچ کا مقام ہے۔ کافروں نے کہا:

سورۂ یونس کا تعارف یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے البتہ تین آیتیں "فَاِنۡ كُنۡتَ فِيۡ شَكٍّ" سے لے کر "لَا يُؤۡمِنُوۡنَ" تک مدینہ منورہ میں نازل ہوئیں۔ اس میں 11 رکوع اور اس سورت کی آیت 98 میں حضرت یونس علیہ السّلام کی قوم کا واقعہ بیان ہوا ہے اس مناسبت سے اس کا نام "یونس" رکھا گیا۔ **سورۂ یونس کے بارے میں حدیث:** ایک شخص نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم مجھے قرآن سکھا دیجئے۔ ارشاد فرمایا: الٓرٰ (سے شروع ہونے) والی تین سورتیں پڑھ لو۔ (ابو داود، حدیث: 1399) **خلاصۂ مضامین:** اس سورت میں قرآنِ مجید پر ایمان لانے کی دعوت، مشرکین کے عقائد کا بیان، نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نبوت کا انکار کرنے والوں کے 5 شبہات کا رد، اللہ تعالیٰ کی عظمت و قدرت پر دلالت کرنے والے آثار، کفار کو قرآنِ پاک جیسی ایک سورت بنا کر دکھانے کا چیلنج، کفار کی طرف سے پہنچنے والی اذیتوں پر حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو تسلی، حضرت نوح علیہ السّلام اور ان کی قوم، حضرت موسیٰ علیہ السّلام اور ان کی قوم، حضرت یونس علیہ السّلام اور ان کی قوم کے واقعات، شریعت پر عمل کرنے میں خود انسانوں کی بہتری ہونے کا بیان نیز اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نبوت، مرنے کے بعد زندہ کئے جانے اور اعمال کی جزا و سزا ملنے کو دلائل سے ثابت کیا گیا ہے۔

آیت 1 ارشاد فرمایا: "الٓرٰ"۔ یہ حروفِ مقطعات میں سے ہے۔ اس کی مراد اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ مزید فرمایا کہ اے حبیب! یہ آیات حکمت والی کتاب قرآن کی آیات ہیں جو آپ پر نازل کیا گیا۔

آیت 2 **شانِ نزول:** جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے رسالت کا اظہار کیا تو اہلِ عرب میں سے بعض کفار نے کہا: اللہ تعالیٰ اس سے برتر ہے کہ کسی بشر کو رسول بنائے، اس پر یہ آیات نازل ہوئیں، فرمایا گیا: کیا لوگوں کو اس بات پر تعجب ہے کہ ہم نے ان میں سے ایک مرد محمدِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی طرف یہ وحی بھیجی کہ کافروں کو عذاب کا ڈر سناؤ اور ایمان والوں کو خوش خبری دو کہ ان کے لیے ان کے رب کی بارگاہ میں بہترین مقام یا جنت میں بلند مرتبہ یا دنیا میں نیک اعمال کی توفیق یا رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی شفاعت ہے اور جب حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے معجزات دیکھ کر کافروں کو یقین ہوا کہ یہ بشر کی قدرت سے بالاتر ہیں تو انہوں نے کہا کہ یہ تو کھلا جادوگر ہے۔

Go To Index

اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ ۝٢ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ

بیشک یہ تو کھلا جادوگر ہے○ بیشک تمہارا رب اللہ ہے جس نے آسمان اور زمین چھ دن میں بنائے

ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ مَا مِنْ شَفِيْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ

پھر عرش پر استوا فرمایا جیسا اس کی شان کے لائق ہے، وہ کام کی تدبیر فرماتا ہے، اس کی اجازت کے بعد ہی کوئی سفارشی ہوسکتا ہے۔ یہ اللہ

رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝٣ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ اِنَّهٗ

تمہارا رب ہے تو تم اس کی عبادت کرو تو کیا تم سمجھتے نہیں ؟○ اسی کی طرف تم سب کو لوٹنا ہے (یہ) اللہ کا سچا وعدہ ہے۔ بیشک وہ

يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بِالْقِسْطِ ؕ

پہلی بار (بھی) پیدا کرتا ہے پھر فنا کرنے کے بعد دوبارہ بنائے گا تاکہ ایمان لانے والوں اور اچھے عمل کرنے والوں کو انصاف کے ساتھ بدلہ دے

آیت 3 سابقہ آیت میں وحی، بعثت اور رسالت پر کفار کے تعجب کا بیان ہوا یہاں ان کے اُس تعجب کو ختم کیا جارہا ہے، فرمایا گیا کہ بیشک تمہارا رب اللہ تعالیٰ ہے، وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا اور دنیا کے چھ دن کی مقدار میں پیدا کیا تو اس خالق ومالک کا تمہاری طرف رسول بھیجنا جو تمہیں نیک اعمال پر بشارت دے اور برے اعمال پر عذاب سے ڈرائے، کوئی بعید نہیں۔ آیت میں مزید فرمایا: پھر اس نے عرش پر استوا فرمایا جیسا اس کی شان کے لائق ہے، وہ تمام مخلوق کے امور کی تقاضائے حکمت کے مطابق تدبیر فرماتا ہے، اس کی اجازت کے بعد ہی کوئی سفارشی ہو سکتا ہے اور وہ صرف اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے ہوں گے جن کو شفاعت کرنے کی اجازت ملے گی۔ یہ اللہ تمہارا رب ہے جس نے ساری مخلوق کو پیدا فرمایا اور کاموں کی تدبیر فرماتا ہے، اس کے سوا کوئی رب نہیں اور وہی عبادت کے لائق ہے تو تم اس کی عبادت کرو، کیا تم سمجھتے نہیں۔ **اہم بات:** اللہ تعالیٰ ایک لمحے سے بھی کم مدت میں زمین وآسمان پیدا فرمانے پر قادر ہے لیکن اپنی حکمت کے مطابق چھ دن کی مقدار میں پیدا فرمایا، اس میں بندوں کے لئے تعلیم ہے کہ جلد بازی سے بچیں۔

آیت 4 ارشاد فرمایا: اے لوگو! قیامت کے دن تم سب کو اپنے رب کی طرف ہی لوٹنا ہے جس نے تمام مخلوقات کو پیدا فرمایا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا سچا وعدہ ہے۔ منکرین قیامت کے رد میں، دلیل قائم فرمائی کہ بیشک اللہ تعالیٰ پہلی بار بھی زندگی دیتا ہے، اَعضائے مرکبہ کو پیدا کرتا اور ترکیب دیتا ہے تو موت کے ساتھ اعضا کے منتشر ہو جانے کے بعد انہیں دوبارہ ترکیب دینا، اور اسی جان کو جو اس بدن سے تعلق رکھتی تھی، بدن کی درستی کے بعد پھر اس سے متعلق کر دینا اس کی قدرت سے کیا بعید ہے اور اس دوبارہ پیدا کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ایمان لانے والوں اور اچھے عمل کرنے والوں کو انصاف کے ساتھ بدلہ دے یعنی ان کے ثواب میں کمی نہ کی جائے گی یا مراد یہ ہے کہ نیکوں نے دنیا میں انصاف کیا کہ جن باتوں کا انہیں حکم دیا گیا ان پر عمل کیا اور جن سے روکا گیا اس سے باز رہے انہیں اس کا بدلہ دیا جائے گا اور کافروں کے لیے ان کے کفر کی وجہ سے شدید گرم پانی کا مشروب اور دردناک عذاب ہے۔

وَالَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا لَهُمۡ شَرَابٌ مِّنۡ حَمِیۡمٍ وَّعَذَابٌ اَلِیۡمٌۢ بِمَا كَانُوۡا یَكۡفُرُوۡنَ ۝۴ هُوَ الَّذِیۡ جَعَلَ

اور کافروں کے لیے ان کے کفر کی وجہ سے شدید گرم پانی کا مشروب اوردردناک عذاب ہےO وہی ہے جس نے سورج کو

الشَّمۡسَ ضِیَآءً وَّالۡقَمَرَ نُوۡرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعۡلَمُوۡا عَدَدَ السِّنِیۡنَ وَالۡحِسَابَ ؕ مَا خَلَقَ

روشنی اور چاند کو نور بنایا اور چاند کے لیے منزلیں مقرر کر دیں تاکہ تم سالوں کی گنتی اور حساب جان لو۔ اللہ نے

اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالۡحَقِّ ۚ یُفَصِّلُ الۡاٰیٰتِ لِقَوۡمٍ یَّعۡلَمُوۡنَ ۝۵ اِنَّ فِی اخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَالنَّهَارِ

یہ سب حق کے ساتھ پیدا فرمایا۔ وہ علم والوں کے لئے تفصیل سے نشانیاں بیان کرتا ہےO بیشک رات اور دن کی تبدیلی میں

وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّتَّقُوۡنَ ۝۶ اِنَّ الَّذِیۡنَ لَا یَرۡجُوۡنَ لِقَآءَنَا

اور جو کچھ اللہ نے آسمانوں اور زمین میں پیدا کیا ان میں ڈرنے والوں کے لیے نشانیاں ہیںO بیشک وہ لوگ جو ہم سے ملنے کی امید نہیں رکھتے

وَرَضُوۡا بِالۡحَیٰوةِ الدُّنۡیَا وَاطۡمَاَنُّوۡا بِهَا وَالَّذِیۡنَ هُمۡ عَنۡ اٰیٰتِنَا غٰفِلُوۡنَ ۝۷ ۙ اُولٰٓئِكَ مَاۡوٰىهُمُ

اور دنیا کی زندگی پسند کر بیٹھے ہیں اور اس پر مطمئن ہوگئے ہیں اور وہ جو ہماری آیتوں سے غافل ہیںO ان لوگوں کا ٹھکانہ

آیت 5 فرمایا کہ وہی ہے جس نے سورج کو روشنی اور چاند کو نور بنایا اور چاند کے لیے منزلیں مقرر کر دیں۔ ان منزلوں کو مقرر کرنے کی حکمت یہ ہے کہ تم سالوں کی گنتی اور مہینوں، دنوں اور ساعتوں کا حساب جان لو۔ اللہ تعالیٰ نے یہ سارا نظام بیکار نہیں بنایا بلکہ حق کے ساتھ پیدا فرمایا ہے تاکہ اس سے اس کی قدرت و وحدانیت کے دلائل ظاہر ہوں اور اللہ تعالیٰ علم والوں کے لئے تفصیل سے نشانیاں بیان کرتا ہے تاکہ وہ ان میں غور کر کے نفع اٹھائیں۔ **اہم باتیں:** (1) ضیاء سے مراد ذاتی روشنی اور نور سے مراد دوسرے سے حاصل کی ہوئی روشنی ہے۔ جب اس روشنی کا تعلق سورج سے ہو تو اسے ضیاء اور چاند سے ہو تو اسے نور کہتے ہیں۔ (2) چاند کی 28 منزلیں ہیں اور یہ 12 بُرجوں میں تقسیم ہیں۔ (3) ریاضی، ہیئت، فلکیات وغیرہ بڑے مفید علم ہیں کہ ان سے اللہ تعالیٰ کی قدرت معلوم ہوتی ہے۔ حسنِ نیت کے ساتھ ان علوم کا سیکھنا ثواب کا کام ہے۔

آیت 6 اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دن رات کے اختلاف سے وحدانیت پر دلیل قائم فرمائی۔ ارشاد فرمایا: بیشک دن اور رات کے آنے جانے، کم زیادہ ہونے میں اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں میں پیدا فرمایا جیسے فرشتے، سورج، چاند، ستارے اور جو کچھ زمین میں پیدا فرمایا جیسے حیوان، پہاڑ، دریا، نہریں اور درخت ان سب میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی قدرت و وحدانیت پر نشانیاں موجود ہیں۔ **اہم بات:** آیت میں فرمایا کہ متقیوں کے لیے ان چیزوں میں نشانیاں ہیں چونکہ ان چیزوں میں غور کر کے ایمان و عرفان صرف خوفِ خدا رکھنے والوں کو میسر ہوتا ہے اس لئے انہی کا ذکر فرمایا، جبکہ بہت سے کافر یہ چیزیں دیکھ کر سرکش ہو جاتے ہیں۔

آیت 7، 8 یہاں ان لوگوں کا ذکر ہو رہا ہے جو مرنے کے بعد اٹھنے پر ایمان نہیں رکھتے، فرمایا گیا: بیشک وہ لوگ جو بروزِ قیامت ہم سے ملنے کا خوف نہیں رکھتے اور ثواب و عذاب کو جھٹلا رہے ہیں یا یہ معنی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ثواب کی طمع نہیں رکھتے، آخرت کے

النَّارُ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝۸ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ يَهْدِيْهِمْ رَبُّهُمْ

ان کے اعمال کے بدلے میں دوزخ ہے ○ بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے اعمال کئے ان کا رب ان کے ایمان کے سبب

بِاِيْمَانِهِمْ ۚ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝۹ دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ

ان کی رہنمائی فرمائے گا۔ ان کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ (وہ) نعمتوں کے باغوں میں ہوں گے ○ ان کی دعا اس میں یہ ہوگی کہ اے اللہ! تو پاک

اللّٰهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ۚ وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۱۰ ع

ہے اور جنت میں ان کی ملاقات کا پہلا بول "سلام" ہوگا اور ان کی دعا کا خاتمہ یہ ہے کہ تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے ○

وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ لَقُضِيَ اِلَيْهِمْ اَجَلُهُمْ ط

اور اگر اللہ لوگوں پر عذاب اسی طرح جلدی بھیج دیتا جس طرح وہ بھلائی جلدی طلب کرتے ہیں تو ان کی مدت ان کی طرف پوری کردی جاتی

مقابلے میں دنیا کی زندگی کو پسند کر بیٹھے ہیں اور اس پر مطمئن ہو گئے ہیں، ان کا یہ قلبی اطمینان دنیا اور اس کی لذتوں کی طرف میلان کی وجہ سے ہے اس لئے ان کے دلوں سے ڈر اور خوف نکل گیا۔ اور فرمایا کہ وہ جو ہماری آیتوں یعنی رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور قرآنِ مجید سے اعراض کرتے ہیں ان لوگوں کا ٹھکانہ ان کے کفر، تکذیب اور خبیث اعمال کے بدلے میں دوزخ ہے۔ **درس:** آیت میں کفار کے عقیدے کے اعتبار سے یہ احوال بیان فرمائے گئے لیکن عملی طور پر مسلمان بھی ان میں سے بہت سی چیزوں میں مُلَوَّث ہیں جیسے دلوں سے قیامت کے حساب کتاب اور عذابِ الٰہی کا خوف نکل جانا، دنیا کی زندگی کو ہی پسند کرنا، اسی کے لیے کوشش کرنا اور اسی پر مطمئن ہو کر بیٹھ جانا، قرآن اور احکاماتِ الٰہیہ سے غفلت، دلوں کا سخت ہونا، شدید وعیدیں سن کر بھی گناہوں سے باز نہ آنا، یہ سب چیزیں ہمارے اندر اِس آیت کی روشنی میں افعالِ کفار کا عکس نہیں دِکھا رہیں تو اور کیا ہے؟

آیت 9 فرمایا کہ بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے اعمال کئے ان کا رب ان کے ایمان کے سبب ان کی رہنمائی فرمائے گا۔ ان کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ وہ نعمتوں کے باغوں میں ہوں گے۔ **اہم بات:** مومنین کی جنت کی طرف رہنمائی اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہوگی۔ وہ جنت میں جائیں گے اور ہمیشہ رہیں گے، ان کے محلات کے نیچے دودھ، شہد، شرابِ طہور اور خالص پانی کی نہریں جاری ہوں گی۔

آیت 10 ارشاد فرمایا: ان کی دعا جنت میں یہ ہوگی کہ اے اللہ! تو پاک ہے اور یہ ایک دوسرے کی تعظیم و تکریم سلام سے کریں گے یا ملائکہ انہیں بطورِ تحیت سلام عرض کریں گے یا ملائکہ رب کی طرف سے ان کے پاس سلام لائیں گے اور ان کی دعا کا خاتمہ یہ ہے کہ تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) اہلِ جنت اللہ تعالیٰ کی تسبیح، تحمید، تقدیس میں مشغول رہیں گے۔ (2) بوقتِ ملاقات سلام کرنا اور بوقتِ رخصت حمدِ الٰہی کرنا جنتی لوگوں کا مشغلہ ہے۔ ان کے کلام کی ابتدا اللہ تعالیٰ کی تعظیم و تنزیہ سے اور اختتام اس کی حمد و ثنا پر ہوگا اور اس کے دوران جو چاہیں گے آپس میں کلام کریں گے۔

آیت 11 **شانِ نزول:** نضر بن حارث نے کہا تھا: یارب! یہ دینِ اسلام اگر تیرے نزدیک حق ہے تو ہمارے اوپر آسمان سے پتھر برسا۔

فَنَذَرُ الَّذِیۡنَ لَا یَرۡجُوۡنَ لِقَآءَنَا فِیۡ طُغۡیَانِہِمۡ یَعۡمَہُوۡنَ ﴿۱۱﴾ وَ اِذَا مَسَّ الۡاِنۡسَانَ

تو جو لوگ ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے ہم انہیں ان کی سرکشی میں بھٹکتا ہوا چھوڑ دیتے ○ اور جب آدمی کو تکلیف پہنچتی

الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنۡۢبِہٖۤ اَوۡ قَاعِدًا اَوۡ قَآئِمًا ۚ فَلَمَّا کَشَفۡنَا عَنۡہُ ضُرَّہٗ مَرَّ کَاَنۡ

ہے تو لیٹے ہوئے اور بیٹھے ہوئے اور کھڑے ہوئے (ہر حالت میں) ہم سے دعا کرتا ہے پھر جب ہم اس کی تکلیف دور کر دیتے ہیں تو یوں چل دیتا ہے گویا

لَّمۡ یَدۡعُنَاۤ اِلٰی ضُرٍّ مَّسَّہٗ ؕ کَذٰلِکَ زُیِّنَ لِلۡمُسۡرِفِیۡنَ مَا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۲﴾ وَ لَقَدۡ اَہۡلَکۡنَا

کبھی کسی تکلیف کے پہنچنے پر ہمیں پکارا ہی نہیں تھا۔ حد سے بڑھنے والوں کے لئے ان کے اعمال اسی طرح خوشنما بنا دیئے گئے ○ اور بیشک ہم نے

الۡقُرُوۡنَ مِنۡ قَبۡلِکُمۡ لَمَّا ظَلَمُوۡا ۙ وَ جَآءَتۡہُمۡ رُسُلُہُمۡ بِالۡبَیِّنٰتِ وَ مَا کَانُوۡا

تم سے پہلی قوموں کو ہلاک کر دیا جب انہوں نے ظلم کیا اور ان کے پاس ہمارے رسول روشن دلائل لے کر تشریف لائے اور وہ ایسے تھے ہی نہیں

اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور بتایا گیا کہ لوگوں کی بد دعائیں جیسے وہ غصے میں اپنے اور اپنے اہل واولاد اور مال کے لئے کر لیتے ہیں، اگر اللہ تعالیٰ انہیں ایسی جلدی قبول کر لیتا جیسی جلدی وہ دعائے خیر کے قبول ہونے میں چاہتے ہیں تو وہ کب کے ہلاک ہو گئے ہوتے لیکن اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے دعائے خیر قبول فرمانے میں جلدی کرتا ہے دعائے بد کے قبول میں نہیں، یہ اس کی رحمت ہے۔ مزید فرمایا: تو جو لوگ ہمارے عذاب سے نہیں ڈرتے اور مرنے کے بعد اٹھائے جانے پر ایمان نہیں لاتے ہم انہیں ان کی سرکشی میں بھٹکتا ہوا چھوڑ دیتے ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) تمام دعائیں قبول نہ ہونا بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ ہم کبھی برائی کو بھلائی سمجھ لیتے ہیں۔ (2) غصہ میں خود کو یا اپنے بال بچوں کو کوسنا نہیں چاہیے، ہر وقت رب تعالیٰ سے خیر ہی مانگنی چاہیے نہ معلوم کون سی گھڑی قبولیت کی ہو۔

آیت 12 فرمایا کہ کافر کو جب تکلیف پہنچتی ہے تو وہ لیٹے، بیٹھے، کھڑے ہر حال میں ہم سے دعا کرتا ہے اور جب تک اُس کی تکلیف زائل نہ ہو دعا میں مشغول رہتا ہے پھر جب ہم اس کی تکلیف دور کر دیتے ہیں تو وہ ہم سے منہ موڑ کر اپنے پہلے طریقہ پر چل دیتا ہے اور وہی کفر کی راہ اختیار کرتا ہے اور تکلیف کے وقت کو بھول جاتا ہے گویا کبھی کسی تکلیف کے پہنچنے پر اس نے ہمیں پکارا ہی نہیں تھا۔ کافروں کے لئے ان کے اعمال اسی طرح خوشنما بنا دیئے گئے۔ **درس:** اس آیت سے مقصود یہ ہے کہ انسان مصیبت کے وقت بہت بے صبرا ہے اور راحت کے وقت نہایت ناشکرا، جب تکلیف پہنچتی ہے تو ہر حال میں دعا کرتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ تکلیف دور کر دے تو شکر ادا کرنے کے بجائے سابقہ حالت کی طرف لوٹ جاتا ہے۔ یہ حال غافل کا ہے۔ عقل مند مومن کا حال اس کے خلاف ہے، وہ مصیبت و بلا پر صبر اور راحت و آسائش میں شکر کرتا ہے اور تکلیف و راحت کے تمام احوال میں اللہ تعالیٰ کے حضور گریہ وزاری اور دعا کرتا ہے۔

آیت 13 فرمایا کہ اے کفارِ مکہ! تم سے پہلی قوموں نے جب شرک کر کے اپنی جانوں پر ظلم کیا تو ہم نے انہیں ہلاک کر دیا اور ان کے پاس ہمارے رسول روشن دلائل لے کر تشریف لائے جو ان کے صدق کی بہت واضح دلیلیں تھیں لیکن اُنہوں نے نہ مانا اور انبیاءِ کرام علیہم السلام کی تصدیق نہ کی اور وہ ایسے تھے ہی نہیں کہ رسولوں پر ایمان لاتے اور رسول جو کچھ اپنے رب کے پاس سے لائے تھے اس کی تصدیق کرتے تو جس طرح رسولوں کو جھٹلانے کے سبب ہم نے ان گزری ہوئی قوموں کو ہلاک کر دیا اسی طرح اے مشرکو!

لِيُؤْمِنُوْا ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۳﴾ ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ مِنْۢ بَعْدِهِمْ

کہ ایمان لاتے۔ ہم یونہی مجرموں کو بدلہ دیتے ہیں○ پھر ہم نے ان کے بعد تمہیں زمین میں جانشین بنایا

لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴﴾ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيَاتُنَا بَيِّنٰتٍ ۙ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ

تاکہ ہم دیکھیں کہ تم کیسے کام کرتے ہو؟○ اور جب ان کے سامنے ہماری روشن آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو ہم سے ملاقات کی امید نہ رکھنے والے

لِقَآءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ ؕ قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ ۚ

کہتے ہیں کہ اس کے علاوہ کوئی اور قرآن لے کر آؤ یا اسے تبدیل کر دو۔ تم فرماؤ: مجھے حق نہیں کہ میں اسے اپنی طرف سے تبدیل کر دوں۔

اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۚ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۵﴾ قُلْ

میں تو اسی کا تابع ہوں جو میری طرف وحی بھیجی جاتی ہے۔ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو مجھے بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے○ تم فرماؤ:

لَّوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ ۫ۖ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ؕ

اگر اللہ چاہتا تو میں تمہارے سامنے اس کی تلاوت نہ کرتا اور نہ وہ تمہیں اس سے خبردار کرتا تو بیشک میں اس سے پہلے تم میں اپنی ایک عمر گزار چکا ہوں

میں اپنے حبیب محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تکذیب کرنے پر تمہیں بھی ہلاک کر دوں گا۔

آیت 14 یہاں اہلِ مکہ سے خطاب ہے، کہ اے لوگو! گزشتہ امتیں جنہیں ہلاک کر دیا گیا ہم نے تمہیں زمین میں ان کا جانشین بنایا تاکہ ہم تمہارے اعمال کا امتحان لیں کہ تم اچھے یا برے کیسے عمل کرتے ہو اور تمہارے اعمال کے مطابق تم سے معاملہ فرمائیں۔

آیت 15 **شانِ نزول:** کچھ کفار نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے کہا: اگر آپ چاہتے ہیں کہ ہم آپ پر ایمان لے آئیں تو ایسا قرآن لائیے جس میں لات، عُزّٰی، مَنات وغیرہ بتوں کی عبادت چھوڑنے کا حکم اور ان کی برائی نہ ہو یا اسی قرآن کو بدل کر ہماری مرضی کے مطابق کر دیجئے۔ انہوں نے تمسخر واستہزا یا تجربہ وامتحان کے لئے ایسا کہا تھا کہ اگر یہ دوسرا قرآن بنا لائیں یا اس کو بدل دیں تو ثابت ہو جائے گا کہ قرآن کلامِ ربّانی نہیں۔ فرمایا گیا کہ اے حبیب! جب ان مشرکین کے سامنے ہماری روشن آیات تلاوت کی جاتی ہیں جو ہماری وحدانیت اور آپ کی نبوت پر دلالت کرتی ہیں تو یہ قیامت کے منکرین جو ہمارے عذاب کا خوف اور ثواب کی امید نہیں رکھتے، کہتے ہیں کہ اس کے علاوہ کوئی اور قرآن لے کر آؤ یا اسے تبدیل کر دو۔ اے حبیب! ان سے فرمادیں کہ میرے لئے حلال نہیں کہ میں اپنی طرف سے اس میں کوئی تبدیلی کروں۔ میں تو کمی زیادتی اور تبدیلی کے بغیر صرف اسی کا تابع ہوں جو اللہ تعالیٰ میری طرف وحی فرماتا ہے۔ اگر میں نے اپنی طرف سے اللہ تعالیٰ کے کلام میں کوئی تبدیلی کر کے اس کی نافرمانی کی تو مجھے بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے نیز دوسرا قرآن بنانا انسان کے بس کی بات نہیں کیونکہ انسان کا اس سے عاجز ہونا اچھی طرح ظاہر ہو چکا ہے۔ **اہم بات:** کفار کے ساتھ اسلام کی قطعی چیزوں میں سے کسی چیز پر معاہدہ نہیں ہو سکتا کہ ہم ان کی خوشی کے لئے اسلام کی کوئی قطعی چیز چھوڑ دیں جیسے سود کی اجازت دے دیں یا پردے کو ختم کر دیں۔

آیت 16 ارشاد فرمایا: اے حبیب! آپ ان مشرکین سے فرمادیں جنہوں نے قرآن میں تبدیلی کا مطالبہ کیا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ

اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۶﴾ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ

تو کیا تمہیں عقل نہیں ؟○ تو اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا اس کی آیتوں کو جھٹلائے ؟ بیشک مجرم فلاح نہیں

الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَ يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَ لَا يَنْفَعُهُمْ وَ يَقُوْلُوْنَ هٰۤؤُلَآءِ

پائیں گے ○ اور (یہ مشرک) اللہ کے سوا ایسی چیز کی عبادت کرتے ہیں جو نہ انہیں کوئی نقصان دے سکے اور نہ نفع دے سکے اور یہ کہتے ہیں کہ یہ

شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ؕ قُلْ اَتُنَبِّـُٔوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَ لَا فِي الْاَرْضِ ؕ سُبْحٰنَهٗ

(بت) اللہ کی بارگاہ میں ہمارے سفارشی ہیں۔ تم فرماؤ: کیا تم اللہ کو وہ بات بتاتے ہو جو اس کے علم میں نہ آسمانوں میں ہے اور نہ زمین میں۔ وہ ان کے

چاہتا تو مجھ پر نہ یہ قرآن نازل کیا جاتا نہ میں تمہارے سامنے اس کی تلاوت کرتا اور نہ تمہیں خبر دار کیا جاتا لہٰذا اس کی تلاوت محض اللہ تعالیٰ کی مرضی سے ہے نیز میں قرآن کے نازل ہونے سے پہلے تم میں 40 سال کا عرصہ گزار چکا ہوں اور اس زمانے میں تمہارے پاس کوئی کتاب نہیں لایا، تم نے میرے اَحوال کا خوب مُشاہدہ کیا ہے میں نے کسی سے ایک حرف نہیں پڑھا، اس کے باوجود یہ عظیم کتاب لایا ہوں، اس کتاب میں نفیس عُلوم، اُصول و فُروع کا بیان، اَحکام و آداب میں مکارمِ اَخلاق کی تعلیم اور غیبی خبریں ہیں، اس کی فصاحت و بلاغت نے فصیح و بلیغ افراد کو عاجز کر دیا ہے، کہ ایسا کلام وحیِ الٰہی کے بغیر ممکن نہیں تو کیا تمہیں عقل نہیں کہ اتنا سمجھ سکو کہ یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے مخلوق کو قدرت نہیں کہ اس کی مثل بنا سکے۔

آیت 17 مشرکین نے کہا تھا کہ قرآن رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا اپنا بنایا ہوا کلام ہے اور آپ نے اسے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر کے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا ہے، ان کے رد میں فرمایا گیا کہ اس سے بڑھ کر ظالم کون ہو گا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے یعنی بفرضِ محال اگر میرے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اپنے کلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا ہوتا تو آپ سب سے بڑے ظالم قرار پاتے لیکن جب دلائل سے ثابت ہو چکا کہ ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام اور اس کی وحی ہے تو اب جو مشرکین اسے اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں مانتے وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلانے والے اور لوگوں میں سب سے بڑے ظالم ہیں۔ بیشک مشرکین فلاح نہیں پائیں گے۔

آیت 18 آیت میں پہلے بتوں کی عبادت کرنے کا رد فرمایا کہ یہ مشرکین جن بتوں کی عبادت کرتے ہیں وہ نہ اپنے نافرمان کو نقصان پہنچا سکتے ہیں اور نہ اپنے عبادت گزار کو نفع دے سکتے ہیں کیونکہ وہ بے جان پتھر ہیں، نفع و نقصان پہنچانے کی قدرت نہیں رکھتے جبکہ عبادت تعظیم کی سب سے اعلیٰ قسم ہے تو اس کا مستحق وہی ہے جو نفع و نقصان پہنچانے، زندگی اور موت دینے پر قدرت رکھتا ہے پھر فرمایا: مشرکین کہتے ہیں کہ یہ بت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہمارے سفارشی ہیں۔ پھر ارشاد فرمایا: اے حبیب! آپ ان سے فرما دیں کہ بتوں کے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شفیع ہونے کی تم اللہ تعالیٰ کو وہ بات بتاتے ہو جو اس کے علم میں نہ آسمانوں میں ہے اور نہ زمین میں۔

اہم بات: مشرکین شفاعت کے چکر میں بتوں کی عبادت کرتے تھے اور یہ دونوں چیزیں ہی غلط تھیں۔ ایک تو شرک اور دوسرا بتوں کو شفیع ماننا جنہیں کوئی اختیار نہیں۔ مسلمانوں کا معاملہ بالکل جدا ہے کہ مسلمان انبیاء علیہم السلام اور اَولیاء و صالحین علیہم الرحمۃ کو اپنا شفیع مانتے ہیں لیکن ان کی عبادت نہیں کرتے، انہیں خدا نے شفاعت کی اجازت بھی دی ہے۔

وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿١٨﴾ وَمَا كَانَ النَّاسُ اِلَّاۤ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا ؕ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ
شرک سے پاک اور بلند و بالا ہے ○ اور سب لوگ ایک ہی امت تھے پھر مختلف ہوگئے اور اگر تیرے رب کی طرف سے ایک بات پہلے نہ
مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ فِيْمَا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿١٩﴾ وَيَقُوْلُوْنَ لَوْلَاۤ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ
ہو چکی ہوتی تو ان کے درمیان ان کے باہمی اختلافات کا فیصلہ ہو گیا ہوتا ○ اور کہتے ہیں، اس نبی پر ان کے رب کی طرف سے کوئی نشانی
مِّنْ رَّبِّهٖ ۚ فَقُلْ اِنَّمَا الْغَيْبُ لِلّٰهِ فَانْتَظِرُوْا ۚ اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿٢٠﴾ ع وَاِذَاۤ اَذَقْنَا
کیوں نہیں اترتی؟ تم فرماؤ: غیب تو صرف اللہ کے لیے ہے، تو تم انتظار کرو بیشک میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کر رہا ہوں ○ اور جب ہم لوگوں کو

آیت 19 فرمایا کہ سب لوگ ایک دین اسلام پر تھے جیسے حضرت آدم علیہ السّلام کے زمانے میں قابیل کے ہابیل کو قتل کرنے کے وقت تک حضرت آدم علیہ السّلام اور ان کی ذُرِّیَّت ایک ہی دین پر تھے، اس کے بعد ان میں اختلاف ہو گیا۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ لوگ پہلی مرتبہ پیدائش کے وقت فطرتِ سلیمہ پر تھے پھر ان میں اختلافات ہوئے۔ بظاہر پہلا قول ہی درست ہے۔ آیت میں مزید فرمایا کہ اگر تیرے رب کی طرف سے ایک بات پہلے نہ ہو چکی ہوتی کہ کفار کو مہلت دی جائے گی اور ہر اُمت کے لئے ایک میعاد مُعَیَّن نہ کر دی گئی ہوتی یا اَعمال کی جزا قیامت تک مُؤخّر نہ فرمائی گئی ہوتی تو دنیا میں ہی ان کے درمیان ان کے باہمی اختلافات کا نُزولِ عذاب سے فیصلہ ہو گیا ہوتا۔ **اہم بات:** اس مذہبی اختلاف کی ابتدا سے متعلق کئی اقوال ہیں: (1) حضرت نوح علیہ السّلام کے زمانہ تک لوگ ایک دین پر رہے پھر ان میں اختلاف ہوا تو حضرت نوح علیہ السّلام ان کی طرف مبعوث فرمائے گئے۔ (2) حضرت نوح علیہ السّلام کے کشتی سے اترنے کے وقت سب لوگ ایک دین اسلام پر تھے۔ (3) حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے زمانے سے سب لوگ ایک دین پر تھے یہاں تک کہ عَمرو بن لُحَی نے دین میں تبدیلی کی، اس قول کے مطابق "اَلنَّاسُ" سے مراد خاص عرب ہوں گے۔

آیت 20 فرمایا کہ اہلِ باطل کا طریقہ ہے کہ جب ان کے خلاف مضبوط دلیل قائم ہوتی ہے اور وہ جواب دینے سے عاجز ہو جاتے ہیں تو اس دلیل کا ذکر اس طرح چھوڑ دیتے ہیں کہ گویا وہ پیش ہی نہیں ہوئی اور یوں کہتے ہیں کہ دلیل لاؤ، تاکہ سننے والے اس مغالطہ میں پڑ جائیں کہ ان کے مقابلے میں اب تک کوئی دلیل قائم نہیں کی گئی۔ اسی طرح کفار نے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے معجزات بالخصوص قرآنِ کریم جو عظیم معجزہ ہے، کیونکہ آپ انہی لوگوں میں پیدا ہوئے، ان کے درمیان پلے بڑھے، آپ کے تمام زمانے ان کی آنکھوں کے سامنے گزرے، وہ خوب جانتے ہیں کہ آپ نے نہ کسی کتاب کا مطالعہ کیا، نہ کسی استاد کی شاگردی کی، یکبارگی قرآنِ کریم آپ پر ظاہر ہوا اور ایسی بے مثال اعلیٰ ترین کتاب کا ایسی شان کے ساتھ نزول بغیر وحی کے ممکن نہیں، یہ قرآنِ کریم کے معجزۂ قاہرہ ہونے کی دلیل ہے اور جب ایسی مضبوط دلیل قائم ہے تو اِثباتِ نبوت کے لئے کسی دوسری نشانی کا طلب کرنا قطعاً غیر ضروری ہے، ایسی حالت میں اس نشانی کا نازل کرنا نہ کرنا اللہ تعالیٰ کی مَشِیَّت پر ہے، چاہے کرے، چاہے نہ کرے، تو یہ امرِ غیب ہوا، لہٰذا اپنی مطلوبہ نشانی اترنے کا تم بھی انتظار کرو اور میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔

آیت 21 کفار کے قول کہ "اس نبی پر ان کے رب کی طرف سے کوئی خاص نشانی کیوں نہیں اترتی" یہاں اس کا ایک اور جواب دیا گیا

النَّاسَ رَحۡمَةً مِّنۡۢ بَعۡدِ ضَرَّآءَ مَسَّتۡهُمۡ اِذَا لَهُمۡ مَّكۡرٌ فِىۡۤ اٰيَاتِنَا ؕ قُلِ اللّٰهُ اَسۡرَعُ

انہیں تکلیف پہنچنے کے بعد رحمت کا مزہ دیتے ہیں تو اسی وقت ان کا کام ہماری آیتوں کے بارے میں سازش کرنا ہو جاتا ہے۔ تم فرماؤ: اللہ سب سے جلد

مَكۡرًا ؕ اِنَّ رُسُلَنَا يَكۡتُبُوۡنَ مَا تَمۡكُرُوۡنَ ﴿۲۱﴾ هُوَ الَّذِىۡ يُسَيِّرُكُمۡ فِى الۡبَرِّ وَالۡبَحۡرِ ؕ

خفیہ تدبیر فرمانے والا ہے۔ بیشک ہمارے فرشتے تمہارے مکر و فریب کو لکھ رہے ہیں ○ وہی ہے جو تمہیں خشکی اور تری میں چلاتا ہے

حَتّٰۤى اِذَا كُنۡتُمۡ فِى الۡفُلۡكِ ۚ وَجَرَيۡنَ بِهِمۡ بِرِيۡحٍ طَيِّبَةٍ وَّفَرِحُوۡا بِهَا جَآءَتۡهَا رِيۡحٌ

یہاں تک کہ جب تم کشتی میں ہوتے ہو اور وہ (کشتیاں) خوشگوار ہوا کے ساتھ انہیں لے کر چلتی ہیں اور وہ اس پر خوش ہوتے ہیں پھر ان پر شدید

عَاصِفٌ وَّجَآءَهُمُ الۡمَوۡجُ مِنۡ كُلِّ مَكَانٍ وَّظَنُّوۡۤا اَنَّهُمۡ اُحِيۡطَ بِهِمۡ ۙ دَعَوُا اللّٰهَ مُخۡلِصِيۡنَ

آندھی آنے لگتی ہے اور ہر طرف سے لہریں ان پر آتی ہیں اور وہ سمجھ جاتے ہیں کہ انہیں گھیر لیا گیا ہے تو اللہ کے لئے دین کو خالص کرتے ہوئے اس سے

ہے۔ اہلِ مکہ کو اللہ تعالیٰ نے سات سال قحط میں مبتلا رکھا پھر ان پر رحم فرمایا، بارش ہوئی، زمینیں سرسبز ہوئیں، اس تکلیف و راحت دونوں میں قدرت کی نشانیاں تھیں اور تکلیف کے بعد راحت بڑی عظیم نعمت تھی، اس پر شکر لازم تھا مگر انہوں نے اس سے نصیحت حاصل نہ کی اور فساد و کفر کی طرف پلٹ گئے۔ اسی کے متعلق آیت میں فرمایا گیا کہ جب ہم کفارِ مکہ کو تکلیف کے بعد رحمت کا مزا دیتے ہیں تو اسی وقت ان کا کام ہماری آیتوں کے بارے میں سازش کرنا ہو جاتا ہے۔ اے حبیب! آپ ان سے فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں بہت جلد سزا دینے والا ہے اور ان کی سازشوں کی گرفت پر بہت زیادہ قادر ہے اور اس کا عذاب دیر نہیں کرتا۔ آیت میں مزید فرمایا کہ بیشک ہمارے فرشتے تمہارے مکر و فریب کو لکھ رہے ہیں، تمہاری خفیہ تدبیریں کاتبِ اعمال فرشتوں پر بھی مخفی نہیں ہیں تو اللہ تعالیٰ علیم و خبیر سے کیسے چھپ سکتی ہیں۔ **اہم بات:** کراماً کاتبین اعمالِ کفار پر بھی مقرر ہیں جو ان کے ہر قول و عمل کو لکھتے ہیں۔

آیت 22 سابقہ آیت میں بتایا گیا کہ جب اللہ تعالیٰ لوگوں کو تکلیف پہنچنے کے بعد رحمت کا مزا دیتا ہے تو اسی وقت ان کا کام اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے بارے میں سازش کرنا ہو جاتا ہے، یہاں اس کی ایک مثال بیان کی گئی ہے۔ آیت میں پہلے بیان فرمایا کہ وہی اللہ تعالیٰ ہے جو تمہیں خشکی اور تری میں چلاتا اور تمہیں مسافت طے کرنے کی قدرت دیتا ہے، خشکی میں تم پیادہ اور سوار منزلیں طے کرتے ہو اور دریاؤں میں کشتیوں اور جہازوں سے سفر کرتے ہو۔ اس کے بعد فرمایا: یہاں تک کہ جب تم کشتی میں محوِ سفر ہوتے ہو اور وہ کشتیاں خوش گوار ہوا کے ساتھ لوگوں کو لے کر چلتی ہیں اور وہ لوگ اس بات پر خوش ہو رہے ہوتے ہیں کہ ہوا ان کے موافق ہے پھر اچانک ان پر شدید آندھی آنے لگتی ہے اور ہر طرف سے سمندر کی طوفانی لہریں اٹھتی ہیں تو وہ گرداب میں پھنس جاتے ہیں، اس وقت انہیں اپنی ہلاکت کا یقین ہو جاتا ہے، سخت خوف اور شدید مایوسی کا عالَم ہوتا ہے، اب تک جن باطل معبودوں کی عبادت کرتے رہے تھے ان کی بے چارگی بالکل عیاں ہو جاتی ہے اور تمام مخلوق سے امیدیں ختم ہو جاتی ہیں تو مشرکین اپنے جسم و روح کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتے اور اسی سے فریاد کرتے ہیں کہ اے اللہ! اگر تو ہمیں اس طوفان سے نجات دیدے تو ہم ضرور تجھ پر ایمان لاکر اور خاص تیری

لَهُ الدِّيْنَ ۚ لَئِنْ اَنْجَيْتَنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿٢٢﴾ فَلَمَّآ اَنْجٰىهُمْ اِذَا هُمْ

دعا مانگتے ہیں، (اے اللہ!) اگر تو ہمیں اس (طوفان) سے نجات دیدے تو ہم ضرور شکر گزار ہو جائیں گے ○ پھر جب اللہ انہیں بچالیتا ہے تو اس وقت

يَبْغُوْنَ فِى الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ ۙ مَّتَاعَ الْحَيٰوةِ

وہ زمین میں ناحق زیادتی کرنے لگتے ہیں۔ اے لوگو! تمہاری زیادتی صرف تمہارے ہی خلاف ہے۔ دنیا کی زندگی سے فائدہ

الدُّنْيَا ۟ ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٢٣﴾ اِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

اٹھالو پھر تمہیں ہماری طرف لوٹنا ہے تو اس وقت ہم تمہیں بتا دیں گے جو تم کیا کرتے تھے○ دنیا کی زندگی کی مثال

كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ مِمَّا يَاْكُلُ النَّاسُ وَالْاَنْعَامُ ؕ

تو اس پانی جیسی ہے جسے ہم نے آسمان سے اتارا تو اس کے سبب زمین سے اگنے والی چیزیں گھنی ہو کر نکلیں جن سے انسان اور جانور کھاتے ہیں

حَتّٰٓى اِذَآ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ وَظَنَّ اَهْلُهَآ اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَيْهَآ ۙ

یہاں تک کہ جب زمین نے اپنی خوبصورتی پکڑلی اور خوب آراستہ ہوگئی اور اس کے مالک سمجھے کہ (اب) وہ اس فصل پر قادر ہیں

عبادت کر کے تیری نعمتوں کے شکر گزار ہو جائیں گے۔

آیت 23 فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ طوفان کی موجوں میں پھنسے ہوؤں اور اپنی ہلاکت کو یقینی جاننے والوں کو اس مصیبت سے بچالیتا ہے تو اس وقت وہ زمین میں ناحق زیادتی کرنے لگتے اور وعدہ خلافی کر کے کفر و مَعصیت میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے لوگو! تمہاری زیادتی کا وبال تمہاری طرف ہی لوٹے گا، اللہ تعالیٰ کا اس میں کچھ نقصان نہیں۔ تم دنیا کی زندگی سے تھوڑا عرصہ فائدہ اٹھالو پھر تمہیں مرنے کے بعد ہماری طرف ہی لوٹنا ہے اس وقت ہم تمہیں بتادیں گے جو تم اچھے برے اعمال کیا کرتے تھے۔ **درس:** مصیبت میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا اور خوش حالی میں بھول جانا حقیقت میں کافروں کا طریقہ ہے۔ افسوس! آج کل مسلمان بھی عملی طور پر اس میں مبتلا ہیں۔

آیت 24 یہاں اس شخص کی مثال بیان ہوئی ہے جو دنیا کی لذتوں میں گم ہو کر آخرت سے بے پرواہ ہو جاتا ہے۔ فرمایا گیا کہ دنیا کی زندگی کی مثال تو اس پانی جیسی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے آسمان سے اتارا تو اس کے سبب زمین کی پیداوار بہت گھنی ہو گئیں کیونکہ جب بارش ہوتی ہے تو اس کے سبب زمین سے رنگ برنگے پھول، خوبصورت بیلیں، خوش ذائقہ پھل اور طرح طرح کی اَجناس پیدا ہوتی ہیں جن سے انسان اور جانور کھاتے ہیں حتی کہ جب زمین نے اپنی خوبصورتی پکڑلی، خوب آراستہ ہوگئی، باغات اور کھیتوں کا مالک پھلوں سے لدے درختوں اور ہری بھری لہلہاتی فصلوں کو دیکھ کر خوش ہو گیا اور اس پیداوار سے فوائد حاصل کرنے سے متعلق بڑے بڑے منصوبے بنانے لگا اسی حالت میں اللہ تعالیٰ دن یا رات میں ان پُرکشش باغوں اور کھیتوں پر ژالہ باری، آندھی یا طوفان وغیرہ کوئی بڑی آفت نازل فرمادیتا ہے جس سے باغات اور فصلیں ایسے تباہ ہو جاتے ہیں جیسے کبھی تھے ہی نہیں اور ان کا مالک شدید غم میں مبتلا ہو کر بس ہاتھ مَلتا رہ جاتا ہے۔ جس طرح ہم نے تمہارے سامنے دُنیوی زندگی کی مثال اور حکم بیان فرمایا اسی طرح ہم غور و فکر کرنے والوں کے لئے تفصیل سے

اَتٰىهَاۤ اَمۡرُنَا لَيۡلًا اَوۡ نَهَارًا فَجَعَلۡنٰهَا حَصِيۡدًا كَاَنۡ لَّمۡ تَغۡنَ بِالۡاَمۡسِ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ

تورات یادن کے وقت ہمارا حکم آیا تو ہم نے اسے ایسی کٹی ہوئی کھیتی کر دیا گویا وہ کل وہاں پر موجود ہی نہ تھی۔ ہم غور کرنے والوں کیلئے اسی طرح

الۡاٰيٰتِ لِقَوۡمٍ يَّتَفَكَّرُوۡنَ ﴿۲۴﴾ وَاللّٰهُ يَدۡعُوۡۤا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ ؕ وَيَهۡدِىۡ مَنۡ يَّشَآءُ اِلٰى

تفصیل سے آیات بیان کرتے ہیں○ اور اللہ سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے اور جسے چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف

صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ ﴿۲۵﴾ لِلَّذِيۡنَ اَحۡسَنُوا الۡحُسۡنٰى وَزِيَادَةٌ ؕ وَلَا يَرۡهَقُ وُجُوۡهَهُمۡ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ ؕ

ہدایت دیتا ہے○ بھلائی کرنے والوں کے لیے بھلائی ہے اور اس سے بھی زیادہ ہے اور ان کے منہ پر نہ سیاہی چھائی ہو گی اور نہ ذلت۔

اُولٰٓئِكَ اَصۡحٰبُ الۡجَنَّةِ ۚ هُمۡ فِيۡهَا خٰلِدُوۡنَ ﴿۲۶﴾ وَالَّذِيۡنَ كَسَبُوا السَّيِّاٰتِ جَزَآءُ سَيِّئَةٍ ۭ بِمِثۡلِهَا ۙ

یہی جنت والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے○ اور جنہوں نے برائیاں کمائیں تو برائی کا بدلہ اسی کے برابر ہے

وَتَرۡهَقُهُمۡ ذِلَّةٌ ؕ مَا لَهُمۡ مِّنَ اللّٰهِ مِنۡ عَاصِمٍ ۚ كَاَنَّمَاۤ اُغۡشِيَتۡ وُجُوۡهُهُمۡ قِطَعًا مِّنَ الَّيۡلِ

اور ان پر ذلت چھائی ہو گی، انہیں اللہ سے بچانے والا کوئی نہ ہو گا، گویا ان کے چہروں کو اندھیری رات کے ٹکڑوں سے ڈھانپ دیا گیا

اپنے دلائل بیان کرتے ہیں تاکہ وہ نفع حاصل کریں، شک و وہم کی ظلمتوں سے نجات پائیں اور دنیا کی بے ثباتی سے باخبر ہوں۔

آیت 25 دنیا کی بے ثباتی بیان فرمانے کے بعد باقی رہنے والے گھر جنت کی دعوت دی جا رہی ہے، فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کو اس گھر کی طرف بلاتا ہے جس میں ہر قسم کی تکلیف اور مصیبت سے سلامتی ہے اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے سیدھے راستے یعنی دینِ اسلام کی طرف ہدایت عطا فرماتا ہے۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دارُ السَّلام سے مراد جنت ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی بے انتہا رحمت اور کرم ہے کہ اس نے اپنے بندوں کو جنت کی دعوت دی۔

آیت 26 فرمایا کہ بھلائی کرنے والوں یعنی اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بندوں کے لئے جنت ہے اور اس سے بھی زیادہ یعنی دیدارِ الٰہی ہے اور ان کے منہ پر نہ سیاہی چھائی ہو گی اور نہ ذلت۔ یہی جنت والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ **اہم بات:** احادیث سے بھی ثابت ہے کہ اس آیت میں زیادت سے مراد دیدارِ الٰہی ہے۔ چنانچہ حدیث مبارک میں ہے: جنتیوں کے جنت میں داخل ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا: کیا تم چاہتے ہو کہ تم پر اور زیادہ عنایت کروں۔ وہ عرض کریں گے: یارب! کیا تونے ہمارے چہرے سفید نہیں کئے، کیا تونے ہمیں جنت میں داخل نہیں فرمایا، کیا تونے ہمیں دوزخ سے نجات نہیں دی۔ پھر پردہ اٹھا دیا جائے گا تو دیدارِ الٰہی انہیں ہر نعمت سے زیادہ پیارا ہو گا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ (مسلم، حدیث:449-450)

آیت 27 اب یہاں سے کفار کے چار اخروی احوال بیان ہو رہے ہیں، فرمایا گیا کہ جنہوں نے برائیاں کمائیں یعنی کفر اور دوسرے گناہ کئے تو برائی کا بدلہ اسی کے برابر ہے اور ان پر ذلت چھائی ہو گی، انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب اور اس کی ناراضی سے بچانے والا کوئی

مُظۡلِمًا ؕ اُولٰٓئِكَ اَصۡحٰبُ النَّارِ ۚ هُمۡ فِيۡهَا خٰلِدُوۡنَ ﴿۲۷﴾ وَيَوۡمَ نَحۡشُرُهُمۡ جَمِيۡعًا ثُمَّ نَقُوۡلُ

ہے۔ وہی دوزخ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے ○ اور جس دن ہم ان سب کو اٹھائیں گے پھر مشرکوں سے فرمائیں گے:

لِلَّذِيۡنَ اَشۡرَكُوۡا مَكَانَكُمۡ اَنۡتُمۡ وَشُرَكَآؤُكُمۡ ۚ فَزَيَّلۡنَا بَيۡنَهُمۡ وَقَالَ شُرَكَآؤُهُمۡ مَّا كُنۡتُمۡ

تم اور تمہارے شریک اپنی جگہ ٹھہرے رہو، تو ہم انہیں مسلمانوں سے جدا کر دیں گے اور ان کے شریک ان سے کہیں گے: تم ہماری

اِيَّانَا تَعۡبُدُوۡنَ ﴿۲۸﴾ فَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيۡدًا ۢ بَيۡنَنَا وَبَيۡنَكُمۡ اِنۡ كُنَّا عَنۡ عِبَادَتِكُمۡ لَغٰفِلِيۡنَ ﴿۲۹﴾

عبادت کرتے ہی نہیں تھے ○ تو ہمارے اور تمہارے درمیان گواہی کے لئے اللہ کافی ہے۔ بیشک ہم تمہاری عبادت سے بے خبر تھے ○

هُنَالِكَ تَبۡلُوۡا كُلُّ نَفۡسٍ مَّاۤ اَسۡلَفَتۡ وَرُدُّوۡۤا اِلَى اللّٰهِ مَوۡلٰهُمُ الۡحَقِّ وَضَلَّ عَنۡهُمۡ

وہاں ہر آدمی اپنے سابقہ اعمال کو جانچ لے گا اور انہیں اللہ کی طرف لوٹایا جائے گا جو ان کا سچا مولیٰ ہے اور ان کے سارے گھڑے ہوئے (شریک)

نہ ہو گا، گویا ان کے چہروں کو اندھیری رات کے ٹکڑوں سے ڈھانپ دیا گیا ہے۔ وہی دوزخ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ **اہم باتیں:** (1) نیکی اور گناہ میں فرق ہے۔ نیکی کا ثواب ایک سے لے کر 700 گنا تک بلکہ اس سے بھی زیادہ بڑھایا جاتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے اور گناہ کی سزا اتنی ہی دی جاتی ہے جتنا گناہ ہو اور یہ اللہ تعالیٰ کا عدل ہے۔ (2) بروزِ قیامت مومن و کافر چہروں ہی سے معلوم ہو جائیں گے البتہ کئی مسلمان بھی اپنے عذاب کی علامات لئے ہوئے ہوں گے جیسے پیشہ ور بھکاری کے منہ پر گوشت نہ ہو گا، بیویوں میں انصاف نہ کرنے والے کی ایک کروٹ ٹیڑھی ہو گی۔

آیت 29،28 ان دو آیات میں فرمایا کہ بروزِ قیامت اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کو اٹھائے گا اور حساب کی جگہ اکٹھا فرمائے گا، پھر مشرکوں سے فرمائے گا کہ تم اور تمہارے شریک یعنی وہ بت جن کو تم پوجتے تھے اپنی جگہ ٹھہرے رہو۔ یوں اللہ تعالیٰ مشرکوں کو مسلمانوں سے جدا کر دے گا اور جب مشرکوں سے سوال جواب ہو گا تو ایک ساعت ایسی شدت کی آئے گی کہ بت اپنے پجاریوں کی پوجا کا انکار کر دیں گے اور اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہیں گے کہ ہم نہ سنتے تھے، نہ دیکھتے تھے، نہ جانتے تھے، نہ سمجھتے تھے کہ تم ہمیں پوجتے ہو۔ اس پر بت پرست کہیں گے کہ اللہ کی قسم! ہم تمہیں کو پوجتے تھے۔ بت کہیں گے: اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تم ہمیں پوجتے تھے یا نہیں تو ہمارے اور تمہارے درمیان گواہی کے لئے اللہ تعالیٰ کافی ہے، ہم بہر حال تمہاری عبادت سے بے خبر تھے۔ **اہم بات:** قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بتوں کو قوتِ گویائی دے گا اور وہ اپنے پجاریوں کی مخالفت کریں گے۔

آیت 30 فرمایا کہ اس مَوقف میں سب کو معلوم ہو جائے گا کہ انہوں نے پہلے جو عمل کئے تھے وہ کیسے تھے، اچھے یا برے، مُضِر یا مفید، مقبول یا مردود اور مشرکوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹایا جائے گا جو اُن کا رب ہے اور اپنی رَبوبیت میں سچا ہے اور مشرک جن بتوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے تھے وہ ان سے غائب ہو جائیں گے یا جو جھوٹی باتیں مثلاً بتوں کا ان کی شفاعت کرنا گھڑتے تھے وہ سب باطل اور بے حقیقت ثابت ہوں گی۔

النصف ع ۴/۸

مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝۳۰ ع قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَ

ان سے غائب ہوجائیں گے ○ تم فرماؤ: آسمان اور زمین سے تمہیں کون روزی دیتا ہے؟ یا کان اور آنکھوں کا مالک

الْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ

کون ہے؟ اور زندہ کو مردے سے اور مردے کو زندہ سے کون نکالتا ہے؟ اور کون تمام کاموں کی تدبیر کرتا ہے؟

فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝۳۱ فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ ۚ فَمَاذَا بَعْدَ

تو اب کہیں گے: ”اللہ“۔ تو تم فرماؤ تو تم ڈرتے کیوں نہیں؟ ○ تو یہ اللہ ہے جو تمہارا سچا رب ہے۔ پھر حق کے بعد

الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ ۚۖ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ۝۳۲ كَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ فَسَقُوْۤا

گمراہی کے سوا اور کیا ہے؟ پھر تم کہاں پھیرے جاتے ہو؟ ○ یونہی نافرمانوں پر تیرے رب کے یہ کلمات ثابت ہوچکے

آیت 31 اس آیت میں مشرکوں کے مذہب کا باطل اور اسلام کا حق ہوناواضح کیا جارہا ہے، فرمایا گیا: اے حبیب! آپ ان مشرکوں سے فرمادیں کہ آسمان سے بارش برسا کر اور زمین سے سبزہ اُگا کر تمہیں کون روزی دیتا ہے، تمہیں یہ حواس کس نے دیئے ہیں جن کے ذریعے تم سنتے اور دیکھتے ہو، آفات کی کثرت کے باوجود کان اور آنکھ کو لمبے عرصے تک کون محفوظ رکھتا ہے حالانکہ یہ اتنے نازک ہیں کہ ذراسی چیز انہیں نقصان پہنچا سکتی ہے اور زندہ کو مردہ سے جیسے انسان کو نطفہ سے، یونہی مردہ کو زندہ سے جیسے نطفہ کو انسان سے کون نکالتا ہے نیز ساری کائنات کے تمام کاموں کی تدبیر کون کرتا ہے؟ آپ کے سوالات سن کر وہ کہیں گے کہ بے شک ان چیزوں پر قدرت رکھنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ جب وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کا اِعتراف کرلیں تو آپ ان سے فرمائیں: جب تم اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اعتراف کرتے ہو تو بتوں کو عبادت میں اس کا شریک ٹھہرانے سے اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے کیوں نہیں حالانکہ بت نہ نفع دے سکتے ہیں نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں تو تم ان کی عبادت کرکے ہمیشہ کے لئے جہنم میں جاؤ گے۔

آیت 32 فرمایا کہ جو اِن چیزوں کو سرانجام دیتا، آسمان وزمین، زندگی وموت سب کا مالک اور رزق وعطا پر قدرت رکھتا ہے وہی اللہ تعالیٰ تمہارا سچا رب ہے، اور جب ایسے قطعی دلائل سے ثابت ہوگیا کہ عبادت کا مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہے اس کے ماسوا سب معبود باطلِ محض ہیں تو پھر حق قبول کرنے سے کیوں اعراض کررہے ہو؟

آیت 33 فرمایا کہ جس طرح یہ مشرکین حق سے گمراہی کی طرف پھیر دیئے گئے اسی طرح اللہ تعالیٰ کے علمِ اَزلی میں اُس کا جو حکم اور قضا تھی وہ ان لوگوں پر ثابت ہوچکی جنہوں نے اپنے رب کی اطاعت کے بجائے نافرمانی کی اور اس سے کفر کیا۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی تصدیق کریں گے نہ اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی۔ **اہم بات:** اس آیت میں ”رب کی بات“ سے مراد تقدیرِ الٰہی ہے کہ وہ ایمان نہ لائیں گے یا اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ﴿لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ﴾ یعنی ہم ان سے دوزخ بھریں گے۔

اَنَّهُمۡ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ ﴿٣٣﴾ قُلۡ هَلۡ مِنۡ شُرَكَآئِكُمۡ مَّنۡ يَّبۡدَؤُا الۡخَلۡقَ ثُمَّ يُعِيۡدُهٗ ؕ قُلِ

کہ وہ ایمان نہیں لائیں گے ○ تم فرماؤ: کیا تمہارے شریکوں میں کوئی ایسا ہے جو پہلے مخلوق کو بنائے پھر ختم کرکے دوبارہ بنادے ؟تم فرمادو:

اللّٰهُ يَبۡدَؤُا الۡخَلۡقَ ثُمَّ يُعِيۡدُهٗ فَاَنّٰى تُؤۡفَكُوۡنَ ﴿٣٤﴾ قُلۡ هَلۡ مِنۡ شُرَكَآئِكُمۡ مَّنۡ يَّهۡدِىۡۤ

اللہ پہلے بناتا ہے پھرختم کرنے کے بعد دوبارہ بنادے گا تو تم کہاں اوندھے جارہے ہو؟ ○ تم فرماؤ: تمہارے شریکوں میں کوئی ایسا ہے جو حق کی طرف رہنمائی کرے؟

اِلَى الۡحَقِّ ؕ قُلِ اللّٰهُ يَهۡدِىۡ لِلۡحَقِّ ؕ اَفَمَنۡ يَّهۡدِىۡۤ اِلَى الۡحَقِّ اَحَقُّ اَنۡ يُّتَّبَعَ اَمَّنۡ لَّا يَهِدِّىۡۤ

تم فرماؤ! اللہ حق کی طرف ہدایت دیتا ہے، تو کیا جو حق کا راستہ دکھائے وہ اس کا حق دار ہے کہ اس کی پیروی کی جائے یا وہ (بت) جسے خود راستہ دکھائی نہ دے

اِلَّاۤ اَنۡ يُّهۡدٰى ۚ فَمَا لَكُمۡ ۗ كَيۡفَ تَحۡكُمُوۡنَ ﴿٣٥﴾ وَمَا يَتَّبِعُ اَكۡثَرُهُمۡ اِلَّا ظَنًّا ؕ اِنَّ الظَّنَّ

جب تک اسے راستہ دِکھانہ دیا جائے تو تمہیں کیا ہوا، تم کیسا فیصلہ کرتے ہو؟ ○ اور ان کی اکثریت تو صرف وہم وگمان پر چلتی ہے۔ بیشک گمان

آیت 34 توحید کی حقیقت اور شرک کے باطل ہونے پر ایک اور دلیل بیان کی جارہی ہے، فرمایا گیا: اے حبیب! آپ ان مشرکین سے فرمادیں کہ جن بتوں کو تم معبود مانتے ہو کیا ان میں کوئی ایسا ہے جو بغیر کسی مثال کے خود ہی مخلوق کو پیدا بھی کرلیتا ہو اور پھر موت کے بعد انہیں پہلے ہی کی طرح دوبارہ بنا بھی دے؟ اس کا جواب ظاہر ہے کہ ایسا کوئی نہیں کیونکہ مشرکین بھی جانتے ہیں کہ پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے اور بتوں میں پیدا کرنے کی قدرت نہیں۔ تو فرمایا گیا کہ جب بت کچھ نہیں کرسکتے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ کرسکتا ہے، وہ پہلی مرتبہ اور فنا کے بعد دوبارہ بنانے پر بھی قادر ہے تو تم ایسی روشن دلیلیں قائم ہونے کے بعد راہِ راست سے کیوں منحرف ہوتے ہو۔

آیت 35 ارشاد فرمایا: اے حبیب! آپ فرمادیں کہ تمہارے شریکوں میں کوئی ایسا ہے جو دلائل قائم کرکے، رسول بھیج کر، کتابیں نازل فرماکر اور مکلفین کو عقل و نظر عطا فرماکر حق کی طرف رہنمائی کرے؟ اس کا واضح جواب یہ ہے کہ ایسا کوئی نہیں، تو اے حبیب! تم فرماؤ: اللہ تعالیٰ حق کی طرف ہدایت دیتا ہے، تو کیا جو حق کا راستہ دکھائے وہ اِس کا حق دار ہے کہ اُس کی پیروی کی جائے یا وہ جسے خود اس وقت تک راستہ دکھائی نہ دے جب تک اسے راستہ دکھایا نہ جائے جیسا کہ تمہارے بت ہیں تو تمہیں کیا ہوا؟ ایسوں کو معبود قرار دے کر کیسا باطل فیصلہ کرتے ہو؟

آیت 36 فرمایا کہ مشرکین کی اکثریت بتوں کو معبود اور انہیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنا شفیع ماننے میں تو صرف وہم و گمان پر چلتی ہے جس کی ان کے پاس نہ کوئی دلیل ہے اور نہ اس کے صحیح ہونے کا یقین ہے بلکہ یہ صرف شک میں پڑے ہیں اور گمان کرتے ہیں کہ پہلے لوگ بھی بت پرستی کرتے تھے اور انہوں نے کچھ سمجھ کر ہی بت پرستی کی ہوگی۔ بیشک وہم و گمان حق کا کوئی فائدہ نہیں دیتا۔ بیشک اللہ تعالیٰ ان کے کاموں کو جانتا ہے کہ یہ وہم و گمان کی پیروی کرکے حق و یقین کو جھٹلاتے ہیں تو وہ انہیں اس کا بدلہ دے گا۔ **اہم باتیں:** (1) بعض بت پرست وہ بھی تھے جو جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہر نقص سے پاک اور ہر کمال سے متصف ہے لیکن عناد اور سرکشی کی وجہ سے کفر کرتے تھے۔ (2) آیت میں ظن سے مراد وہ گمان ہے جو خلافِ تحقیق ہو، اس میں شک اور وہم بھی داخل ہیں اور یہ کلام کفار کے بارے میں ہے

لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ۝۳۶ وَ مَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ

حق کا کوئی فائدہ نہیں دیتا۔ بیشک اللہ ان کے کاموں کو جانتا ہے○ اور اس قرآن کی یہ شان نہیں کہ

اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ لٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَ تَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ

اللہ کے نازل کئے بغیر کوئی اسے اپنی طرف سے بنالے، ہاں یہ اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق ہے اور لوحِ محفوظ کی تفصیل ہے،

لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۳۷ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ

اس میں کوئی شک نہیں ہے، یہ ربُّ العالمین کی طرف سے ہے○ کیا وہ یہ کہتے ہیں کہ اس (نبی) نے اسے خود ہی بنالیا ہے؟ تم فرماؤ: تو تم (بھی) اس

مِّثْلِهٖ وَ ادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝۳۸ بَلْ كَذَّبُوْا

جیسی کوئی ایک سورت لے آؤ اور اللہ کے سوا جو تمہیں مل سکیں سب کو بلا لاؤ اگر تم سچے ہو○ بلکہ انہوں نے اس کو جھٹلایا

جنہوں نے کفر اختیار کرنے میں اپنے آباؤ اَجداد کی پیروی اور تقلید کی۔ اس تقلید پر دنیا و آخرت میں ان کا کوئی عذر مقبول نہیں۔

آیت 37 کفارِ مکہ نے وہم کیا تھا کہ قرآنِ مجید نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے خود بنایا ہے، ان کا یہ وہم دور کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ اس قرآن کی یہ شان نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نازل کئے بغیر کوئی اسے اپنی طرف سے بنالے کیونکہ قرآن فصاحت و بلاغت اور علوم و اَسرار کے جس مرتبے پر ہے وہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کے شایانِ شان نہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی ہے جسے اس نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر نازل فرمایا۔ ہاں! قرآن تَورات اور انجیل وغیرہ کتابوں کی تصدیق کرتا ہے جنہیں قرآن سے پہلے اللہ تعالیٰ نے انبیاءِ کرام علیہم السلام پر نازل فرمایا اور قرآن میں لوحِ محفوظ میں لکھے ہوئے حلال و حرام اور فرائض و اَحکام کی تفصیل ہے اور یہ بات قطعی ہے کہ قرآن اللہ ربُّ العٰلمین کی طرف سے ہے۔ **اہم بات:** قرآن لوحِ محفوظ کی تفصیل ہے، لوحِ محفوظ میں مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ یعنی جو ہو چکا اور جو آیندہ ہو گا سب کچھ لکھا ہوا ہے تو جسے قرآن کے اَسرار میں سے کوئی چیز عطا ہوئی اسے لوحِ محفوظ پر لکھا ہوا جاننے کی حاجت نہیں بلکہ وہ جو چاہے قرآن ہی سے معلوم کر لیتا ہے۔

آیت 38 کافروں کی ہی بات کا جواب دیا جارہا ہے کہ کیا کفار یہ سمجھتے اور کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے قرآن خود ہی بنا لیا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں؟ اے حبیب! آپ ان سے فرما دیں کہ تم بھی عربی ہو، فصاحت و بلاغت کے دعوے دار ہو، لہٰذا اگر تمہارے گمان میں یہ انسانی کلام ہے تو تم بھی اس جیسی کوئی ایک سورت لے آؤ اور اللہ تعالیٰ کے سوا جو تمہیں مل سکیں سب کو بلا لاؤ، ان سے مدد لو اور سب مل کر قرآن جیسی ایک سورت تو بنا کر دکھاؤ۔ **اہم بات:** قرآنِ مجید کا یہ چیلنج 1400 سال سے زائد عرصے سے چلا آرہا ہے لیکن آج تک کوئی کافر اس کا جواب نہیں دے سکا۔

آیت 39 فرمایا کہ قرآنِ پاک کو سمجھنے اور جاننے کے بغیر انہوں نے اس کی تکذیب کی اور یہ انتہائی جہالت ہے کہ کسی شے کو جانے بغیر اس کا انکار کیا جائے اور قرآنِ کریم کا ایسے علوم پر مشتمل ہونا جن کا علم و خِرد کے دعوے دار احاطہ نہ کر سکیں اس کتاب کی عظمت ظاہر کرتا

بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ وَ لَمَّا يَاْتِهِمْ تَاْوِيْلُهٗ ؕ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَانْظُرْ

جس کے علم کا وہ احاطہ نہ کرسکے اور ان کے پاس اس کا انجام نہیں آیا۔ ایسے ہی ان سے پہلے لوگوں نے بھی جھٹلایا تھا تو دیکھو

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۳۹﴾ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ وَ مِنْهُمْ مَّنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهٖ ؕ وَ رَبُّكَ

ظالموں کا کیسا انجام ہوا؟ اور ان میں کوئی تو اس پر ایمان لاتا ہے اور ان میں کوئی اس پر ایمان نہیں لاتا اور تمہارا رب

ع ۱۰

اَعْلَمُ بِالْمُفْسِدِيْنَ ﴿۴۰﴾ وَ اِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ لِّيْ عَمَلِيْ وَ لَكُمْ عَمَلُكُمْ ۚ اَنْتُمْ بَرِيْٓـُٔوْنَ

فسادیوں کو خوب جانتا ہے اور اگر وہ تمہیں جھٹلائیں تو تم فرمادو کہ میرا عمل میرے لیے ہے اور تمہارا عمل تمہارے لئے ہے اور تم میرے عمل سے

مِمَّاۤ اَعْمَلُ وَ اَنَا بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ ؕ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ

الگ ہو اور میں تمہارے اعمال سے بیزار ہوں اور ان میں کچھ وہ ہیں جو تمہاری طرف کان لگاتے ہیں تو کیا تم بہروں کو

الصُّمَّ وَ لَوْ كَانُوْا لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۴۲﴾ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّنْظُرُ اِلَيْكَ ؕ اَفَاَنْتَ تَهْدِی الْعُمْیَ وَ لَوْ

سنا دو گے؟ اگرچہ وہ سمجھتے نہ ہوں اور ان میں کوئی تمہاری طرف دیکھتا ہے تو کیا تم اندھوں کو راستہ دکھا دو گے؟ اگرچہ

ہے تو ایسی اعلیٰ علوم والی کتاب کو ماننا چاہیۓ تھا نہ کہ انکار کرنا اور جس طرح انہوں نے قرآنِ مجید کو جھٹلایا ایسے ہی ان سے پہلے لوگوں نے بھی عناد کی وجہ سے اپنے رسولوں کے معجزات اور آیات دیکھ کر نظر وتدبُّر سے کام لئے بغیر انہیں جھٹلایا تھا تو تم دیکھ لو کہ ظالموں کا کیسا انجام ہوا اور پہلی امتیں اپنے انبیا علیہم السّلام کو جھٹلا کر عذابوں میں مبتلا ہوئیں، اس لئے اے حبیب! آپ کی تکذیب کرنے والوں کو بھی ڈرنا چاہیے۔

آیت 40 ارشاد فرمایا: اے حبیب! قریش میں سے بعض وہ لوگ ہیں جو قرآن پر عنقریب ایمان لے آئیں گے اور بعض وہ ہیں جو اس پر نہ کبھی ایمان لائیں گے اور نہ اس کا اقرار کریں گے، آپ کا رب ان جھٹلانے والوں کو خوب جانتا ہے۔ **اہم بات:** یہ غیبی خبر ہے کہ موجودہ مکہ والے نہ تو سارے ایمان لائیں گے اور نہ سارے ایمان سے محروم رہیں گے۔

آیت 41 ارشاد فرمایا: اے حبیب! اگر آپ کی قوم آپ کو جھٹلانے پر قائم رہے اور ان کے راہِ راست پر آنے کی امید ختم ہو جائے تو تم ان سے فرمادو کہ میرا عمل میرے لیے ہے اور تمہارا عمل تمہارے لئے ہے، ہم میں سے کسی کے عمل پر دوسرے کی پکڑ نہ ہو گی بلکہ جو پکڑا جائے گا خود اپنے عمل کی وجہ سے پکڑا جائے گا، تم میرے عمل سے الگ ہو اور میں تمہارے اعمال سے بیزار ہوں۔ **اہم بات:** یہ فرمانا بطورِ زجر ہے کہ تم نصیحت نہیں مانتے اور ہدایت قبول نہیں کرتے تو اس کا وبال خود تم پر ہو گا کسی اور کا اس سے نقصان نہیں۔

آیت 42 فرمایا کہ ان مشرکین میں سے بعض ایسے ہیں جو ظاہری کانوں کے ساتھ سننے کے لئے جھکتے اور آپ سے دین کے احکام سنتے ہیں لیکن شدید بغض وعداوت کی وجہ سے یہ سننا انہیں فائدہ نہیں دیتا تو جس طرح آپ بہرے کو نہیں سنا سکتے اسی طرح اسے بھی نہیں سنا سکتے جس کے دل کو اللہ تعالیٰ نے سننے سے بہرا اور قبول کرنے کی توفیق سے محروم کر دیا ہے **اہم باتیں:** (1) بغض وعناد کی وجہ سے آدمی کا دل اندھا اور بہرا ہو جاتا ہے۔ (2) کسی سے بات منوانی ہو تو پہلے اس کے دل میں اپنے لئے نرم گوشہ پیدا کرنا چاہیے۔

آیت 43 ارشاد فرمایا: اے حبیب! ان مشرکین میں سے بعض ایسے ہیں جو تمہاری طرف اپنی ظاہری آنکھوں سے دیکھتے ہیں، آپ

كَانُوۡا لَا يُبۡصِرُوۡنَ ﴿٤٣﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظۡلِمُ النَّاسَ شَيۡـًٔا وَّلٰـكِنَّ النَّاسَ اَنۡفُسَهُمۡ يَظۡلِمُوۡنَ ﴿٤٤﴾

وہ دیکھتے ہی نہ ہوں ○ بیشک اللہ لوگوں پر کوئی ظلم نہیں کرتا، ہاں لوگ ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں ○

وَيَوۡمَ يَحۡشُرُهُمۡ كَاَنۡ لَّمۡ يَلۡبَثُوۡۤا اِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُوۡنَ بَيۡنَهُمۡ ؕ

اور جس دن (اللہ) انہیں اٹھائے گا گویا وہ دنیا میں دن کی ایک گھڑی سے زیادہ ٹھہرے ہی نہیں تھے، آپس میں ایک دوسرے کو پہچان رہے ہوں گے۔

قَدۡ خَسِرَ الَّذِيۡنَ كَذَّبُوۡا بِلِقَآءِ اللّٰهِ وَمَا كَانُوۡا مُهۡتَدِيۡنَ ﴿٤٥﴾ وَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعۡضَ

بیشک اللہ کی ملاقات کو جھٹلانے والے نقصان میں رہے اور وہ ہدایت یافتہ نہیں تھے ○ اور ہم تمہیں اس چیز کا کچھ حصہ دکھادیں

الَّذِىۡ نَعِدُهُمۡ اَوۡ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيۡنَا مَرۡجِعُهُمۡ ثُمَّ اللّٰهُ شَهِيۡدٌ عَلٰى مَا يَفۡعَلُوۡنَ ﴿٤٦﴾

جس کا ہم ان سے وعدہ کررہے ہیں یا ہم تمہیں پہلے ہی اپنے پاس بلالیں بہرحال انہیں ہماری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے پھر اللہ ان کے کاموں پر گواہ ہے ○

کی نبوت کی نشانیوں کا مشاہدہ کرتے ہیں لیکن تصدیق نہیں کرتے تو کیا آپ دل کے اندھوں کو راستہ دکھادیں گے اگرچہ وہ دیکھتے ہی نہ ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دل کی نظروں کو اندھا کردیا ہے اسی لئے انہیں ہدایت کی کوئی چیز نظر ہی نہیں آتی۔

آیت 44 فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ لوگوں پر کوئی ظلم نہیں کرتا بلکہ لوگ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں جیسے کفار کا ہدایت سے محروم ہونا ان کے اپنے کرتوتوں اور ضد و عناد کے سبب ہے، اللہ تعالیٰ نے ان میں حق قبول کرنے کی صلاحیت پیدا کی تھی مگر انہوں نے خود اسے تباہ کردیا تو قصور خود ان کا ہے کسی اور کا نہیں۔

آیت 45 یہاں قیامت کا حال بیان کیا گیا ہے کہ اے حبیب! وہ وقت یاد کیجئے جس دن اللہ تعالیٰ ان مشرکوں کو قبروں سے حساب کی جگہ میں حاضر کرنے کے لئے اٹھائے گا تو اس روز کی ہیبت و وحشت سے یہ حال ہوگا کہ وہ دنیا میں رہنے کی مدت کو بہت تھوڑا سمجھیں گے اور خیال کریں گے کہ گویا وہ دنیا میں دن کی ایک گھڑی ٹھہرے تھے، قبروں سے نکلتے وقت ایک دوسرے کو ایسا پہچانیں گے جیسا دنیا میں پہچانتے تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ قیامت کے دن حالات مختلف ہوں گے کبھی ایک دوسرے کو پہچانیں گے اور کبھی نہ پہچانیں گے اور جب پہچانیں گے تو کہیں گے: جس نے اپنی باقی رہنے والی آخرت کو فانی دنیا کے بدلے بیچ دیا وہ نقصان میں رہا کیونکہ اس نے فانی کو باقی پر ترجیح دی۔ آیت کے آخر میں فرمایا کہ انہیں اس چیز کی ہدایت نہ تھی جو انہیں روزِ قیامت کے اس خسارے سے نجات دیتی۔

آیت 46 ارشاد فرمایا: اے حبیب! جس عذاب کا ہم نے کفار سے وعدہ کیا ہے اگر اس کا کچھ حصہ آپ کو دنیا میں ہی دکھادیں تو وہ ملاحظہ کیجئے اور اگر دنیا میں وہ عذاب دکھانے سے پہلے ہم آپ کو اپنے پاس بلالیں تو آخرت میں آپ دیکھ لیں گے کیونکہ آخرت میں انہیں ہماری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے اور کفار دنیا میں جو اعمال کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر گواہ ہے **اہم بات:** آیت سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ رَسُوْلُهُمْ قُضِیَ بَیْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ

اور ہر امت کے لئے ایک رسول ہوا ہے توجب ان کا رسول ان کے پاس تشریف لاتا تو ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کردیا جاتا اور ان پر

لَا یُظْلَمُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَیَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۴۸﴾ قُلْ لَّاۤ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ

کوئی ظلم نہیں کیا جاتا ہے ○ اور کہتے ہیں: اگر تم سچے ہو تو یہ وعدہ کب آئے گا ○ تم فرماؤ میں اپنی جان کیلئے نقصان اور نفع کا

ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ؕ اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلَا یَسْتَاْخِرُوْنَ

اتنا ہی مالک ہوں جتنا اللہ چاہے۔ ہر گروہ کے لئے ایک مدت ہے توجب وہ مدت آجائے گی تو وہ لوگ ایک گھڑی نہ تو اس سے پیچھے ہٹ سکیں

سَاعَةً وَّلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۴۹﴾ قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُهٗ بَیَاتًا اَوْ نَهَارًا مَّاذَا یَسْتَعْجِلُ

گے اور نہ آگے ہوسکیں گے ○ تم فرماؤ: بھلا بتاؤ تو کہ اگر اس کا عذاب تم پر رات کو آئے یا دن کو تو اس میں وہ کونسی چیز ہے جس کی مجرم

آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو کافروں کے بہت سے عذاب اور ان کی ذلت آپ کی حیاتِ دنیا ہی میں دکھائے گا چنانچہ بدر وغیرہ میں ذلت دکھائی گئی۔

آیت 47 اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ہر اُمت کے لئے دنیا میں ایک رسول ہوا ہے جو انہیں دینِ حق کی دعوت دیتا اور طاعت و ایمان کا حکم کرتا، جب ان کا رسول ان کے پاس تشریف لاتا اور تبلیغ کرتا تو کچھ لوگ ایمان لاتے اور کچھ تکذیب کرتے تب ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کردیا جاتا کہ رسول کو اور ان پر ایمان لانے والوں کو نجات دی جاتی اور تکذیب کرنے والوں کو عذاب سے ہلاک کردیا جاتا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس میں آخرت کا بیان ہے اور معنی یہ ہیں کہ روزِ قیامت ہر امت کے لئے ایک رسول ہوگا جس کی طرف وہ منسوب ہوگی جب وہ رسول مَوقف میں آئے گا اور مومن و کافر پر گواہی دے گا تب ان میں فیصلہ کیا جائے گا، مومنوں کو نجات نصیب ہوگی اور کافر عذاب میں گرفتار ہوں گے۔ آیت کے آخر میں فرمایا: ان کے اعمال کا بدلہ دینے میں ان پر کوئی ظلم نہیں کیا جاتا ہے بلکہ ہر ایک کو اس کے عمل کے مطابق جزا دی جاتی ہے۔

آیت 48، 49 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے کفار کو عذاب نازل ہونے سے ڈرایا اور ایک عرصہ گزرنے کے باوجود عذاب نہ آیا تو کفار نے کہا: اگر تم سچے ہو تو یہ عذاب کا وعدہ کب آئے گا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے حبیب! آپ ان کفار سے فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ کے قادر کئے بغیر میں اپنی جان پر بھی کسی نفع و نقصان کا اختیار نہیں رکھتا البتہ اللہ تعالیٰ جس چیز کا چاہے مجھے مالک و قادر بنادیتا ہے، دشمنوں پر عذاب نازل کرنے کی قدرت صرف اللہ تعالیٰ کو ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس وعدہ کو پورا کرنے کا ایک وقت مُعیَّن کردیا ہے اور جب وہ وقت آجائے گا تو لوگ ایک گھڑی بھی اس وقت سے آگے پیچھے نہیں ہوسکیں گے۔ **اہم بات:** اللہ تعالیٰ کی عطا کے بغیر کوئی بھی کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا، البتہ اس کی عطا سے نفع و نقصان وغیرہ کا مالک بنتا ہے جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی قدرت و اختیار کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ﴾ ترجمہ: اللہ اور اس کے رسول نے انہیں اپنے فضل سے غنی کردیا اور بخاری شریف کی حدیث میں ہے: وَاِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰهُ یُعْطِیْ بیشک میں تقسیم کرنے والا ہوں جبکہ اللہ تعالیٰ عطا کرتا ہے۔ (بخاری، حدیث: 71)

آیت 50 ارشاد فرمایا: اے حبیب! آپ اپنی قوم کے مشرکین سے فرمادیں کہ ذرا بتاؤ تو سہی کہ اگر اللہ تعالیٰ کا عذاب جس کے نازل

مِنْهُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۵۰﴾ اَثُمَّ اِذَا مَا وَقَعَ اٰمَنْتُمْ بِهٖ ؕ آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ كُنْتُمْ بِهٖ

جلدی مچارہے ہیں ؟○ تو کیا جب وہ (عذاب) واقع ہو جائے گا اس وقت اللہ پر ایمان لاؤ گے ؟ (ان سے کہا جائے گا کہ) کیا اب (تم ایمان لارہے ہو) حالانکہ اس سے پہلے تو

تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۵۱﴾ ثُمَّ قِيْلَ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ ۚ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا

تم اس کی بڑی جلدی مچارہے تھے ○ پھر ظالموں سے کہا جائے گا: ہمیشہ کے عذاب کا مزہ چکھو۔ تمہیں تمہارے کمائے ہوئے اعمال

بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَيَسْتَنْۢبِـُٔوْنَكَ اَحَقٌّ هُوَ ؕ قُلْ اِيْ وَرَبِّيْٓ اِنَّهٗ لَحَقٌّ ۚؔ وَمَآ وقف النبی علیہ السلام

ہی کا بدلہ دیا جارہا ہے ○ اور تم سے پوچھتے ہیں: کیا وہ حق ہے؟ تم فرماؤ: ہاں! میرے رب کی قسم! بیشک وہ ضرور حق ہے اور تم اللہ کو

اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۵۳﴾ ع وَلَوْ اَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا فِي الْاَرْضِ لَافْتَدَتْ بِهٖ ؕ وَ ع

عاجز نہیں کرسکو گے ○ اور زمین میں جو کچھ ہے اگر ہر ظالم جان اس سب کی مالک ہو جائے تو وہ یقیناً اپنی جان چھڑانے کے معاوضے میں دیدے اور

اَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ۚ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۵۴﴾

وہ جب عذاب دیکھیں گے تو دل میں چپکے چپکے پشیمان ہوں گے اور ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کردیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا ○

ہونے کی تم جلدی مچارہے ہو، تم پر رات میں آئے جب تم غافل سورہے ہو یا دن میں اس وقت آئے جب تم مَعاش کے کاموں میں مشغول ہو تو تمہارے لئے تو مہلک ہے تو پھر تم اس کے جلدی وُقوع کا مطالبہ کیوں کررہے ہو؟

آیت 51 فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ کا عذاب تم پر آجائے گا تو کیا اس کے نازل ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ گے ؟ اس وقت کا ایمان کچھ فائدہ نہ دے گا اور جب عذاب نازل ہونے کے بعد ایمان لائیں گے تو ان سے کہا جائے گا کہ تم اب ایمان لارہے ہو حالانکہ اس سے پہلے تو تم سرکشی اور استہزا کے طور پر اس کی بڑی جلدی مچارہے تھے۔

آیت 52 فرمایا کہ جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ سے شرک اور کفر کرکے اپنی جانوں پر ظلم کیا ان سے کہا جائے گا: عذاب کا مزہ چکھو، تم دنیا میں جو کفر اور انبیاءِ کرام علیہمُ السّلام کی تکذیب کرتے تھے یہ اسی کا بدلہ دیا جارہا ہے۔

آیت 53 ارشاد فرمایا: اے حبیب! وہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا قیامت اور وہ عذاب جس کے نازل ہونے کی آپ نے ہمیں خبر دی ہے، واقعی حق ہے؟ آپ ان سے فرمادیں: ہاں! میرے رب کی قسم! بیشک وہ ضرور حق ہے، اس میں کوئی شک نہیں اور تم اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بھاگ کر اسے عاجز نہیں کرسکتے، وہ عذاب تمہیں ضرور پہنچے گا۔

آیت 54 فرمایا کہ دنیا میں زمین کے اندر جو خزانہ اور مال و دولت ہے یہ سب اگر ہر کافر و مشرک کی مِلک میں ہوتا تو وہ یقیناً قیامت کے دن اپنی رہائی کے لئے اسے فِدیہ کرڈالتا لیکن یہ فدیہ قبول نہیں کہ اب رہائی ممکن نہیں۔ جب قیامت میں یہ منظر پیش آئے گا، کفار کی امیدیں ٹوٹ جائیں گی اور کافروں کے سردار عذاب دیکھیں گے تو دل ہی دل میں شرمندہ ہوں گے لیکن اپنی شرمندگی عام

اَلَاۤ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ وَعۡدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ لٰكِنَّ اَكۡثَرَهُمۡ

سن لو! بیشک اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے۔سن لو! بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے مگر ان میں اکثر

لَا یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۵۵﴾ هُوَ یُحۡیٖ وَ یُمِیۡتُ وَ اِلَیۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ ﴿۵۶﴾ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدۡ جَآءَتۡكُمۡ

نہیں جانتے ○ وہ زندہ کرتا ہے اور موت دیتا ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے ○ اے لوگو! تمہارے پاس

مَّوۡعِظَةٌ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ وَ شِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوۡرِ ۙ۬ وَ هُدًی وَّ رَحۡمَةٌ لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۵۷﴾ قُلۡ

تمہارے رب کی طرف سے نصیحت اور دلوں کی شفا اور مومنوں کیلئے ہدایت اور رحمت آگئی ○ تم فرماؤ:

بِفَضۡلِ اللّٰهِ وَ بِرَحۡمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلۡیَفۡرَحُوۡا ؕ هُوَ خَیۡرٌ مِّمَّا یَجۡمَعُوۡنَ ﴿۵۸﴾ قُلۡ اَرَءَیۡتُمۡ

اللہ کے فضل اور اس کی رحمت پر ہی خوشی منانی چاہیے، یہ اس سے بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں ○ تم فرماؤ: بھلا بتاؤ کہ

کافروں سے چھپانے کی کوشش کریں گے اور اس دن ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کردیا جائے گا اور ان پر کچھ بھی ظلم نہ ہوگا۔

اہم بات: اللہ تعالیٰ نے کفر و شرک کی سزا دائمی ہونے کا قانون بیان فرمادیا ہے اور قانون کے مطابق سزا دینا انصاف ہے۔

آیت 55 ارشاد فرمایا: سن لو! زمین و آسمان میں موجود ہر چیز کا مالک اللہ تعالیٰ ہے، اس میں اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں تو بروزِ قیامت کسی کافر کے پاس عذاب سے نجات پانے کے لئے فدیے میں دینے کو کوئی چیز نہ ہوگی بلکہ کافر خود بھی اللہ تعالیٰ کی ملک میں ہے تو اس کا فدیہ دینا کیسے ممکن ہے۔ سن لو! اللہ تعالیٰ نے جو ثواب اور عذاب کا وعدہ فرمایا ہے وہ سچا ہے اور ضرور پورا ہوگا لیکن ان میں سے اکثر لوگ اپنی کم عقلی اور غفلت کے غلبے کی وجہ سے اسے نہیں جانتے۔

آیت 56 فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ کسی کی دخل اندازی کے بغیر وہی دنیا میں زندہ کرتا اور موت دیتا ہے اور آخرت میں تم دوبارہ زندہ ہو کر اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

آیت 57 قرآنِ کریم کے آنے اور اس کے نصیحت، شفا، ہدایت اور رحمت ہونے کا بیان ہو رہا ہے، چنانچہ فرمایا گیا کہ اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت، مذموم اخلاق اور فاسد عقائد وغیرہ امراض سے دلوں کی شفا اور مؤمنوں کے لئے ہدایت اور رحمت آگئی۔ **اہم باتیں:** (1) ”مَّوۡعِظَةٌ“ کا معنی ہے: وعظ و نصیحت یعنی مکلف کے سامنے نیک اور برے اعمال بیان کر کے اسے نصیحت کرنا۔ (2) قرآنِ کریم کی صفت میں ”ایمان والوں کے لئے رحمت“ اس لئے فرمایا کہ وہی اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

آیت 58 ارشاد فرمایا: اے حبیب! آپ فرمائیں کہ ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت پر خوش ہونا چاہئے کہ اس نے انہیں نصیحتیں، سینوں کی شفا اور ایمان کے ساتھ دل کی راحت و سکون عطا فرمایا۔ **اہم باتیں:** (1) کسی پیاری اور محبوب چیز کے پانے سے دل کو جو لذت حاصل ہوتی ہے اسے ”فرح“ کہتے ہیں۔ (2) اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحمت میں اسلام، قرآن، حدیث، ذاتِ نبوی صلی اللہ علیہ والہ وسلم سب داخل ہیں۔ ان سب پر خوشی منانی چاہیے۔ شرعی حدود کا خیال رکھتے ہوئے محفلِ میلاد اور جشنِ ولادت سب اسی میں شامل ہیں۔

آیت 59 کفارِ عرب بحیرہ، سائبہ وغیرہ بتوں پر چھوڑے ہوئے جانوروں کو حرام سمجھتے تھے، ان پر عتاب کے لئے یہ آیت نازل

مَّاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ لَکُمۡ مِّنۡ رِّزۡقٍ فَجَعَلۡتُمۡ مِّنۡهُ حَرَامًا وَّ حَلٰلًا ؕ قُلۡ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَکُمۡ

اللہ نے تمہارے لیے جو رزق اتارا ہے تو تم نے اس میں سے خود ہی حرام اور حلال بنالیا، تم فرماؤ: کیا اللہ نے تمہیں اس کی اجازت دی ہے

اَمۡ عَلَی اللّٰهِ تَفۡتَرُوۡنَ ﴿۵۹﴾ وَمَا ظَنُّ الَّذِیۡنَ یَفۡتَرُوۡنَ عَلَی اللّٰهِ الۡکَذِبَ یَوۡمَ الۡقِیٰمَةِ ؕ

یا تم اللہ پر جھوٹ باندھتے ہو؟○ اور اللہ پر جھوٹ باندھنے والوں کا قیامت کے دن کے بارے میں کیا خیال ہے؟

اِنَّ اللّٰهَ لَذُوۡ فَضۡلٍ عَلَی النَّاسِ وَلٰکِنَّ اَکۡثَرَهُمۡ لَا یَشۡکُرُوۡنَ ﴿۶۰﴾ ع وَمَا تَکُوۡنُ فِیۡ شَاۡنٍ ع ۶ ۱۱

بیشک اللہ لوگوں پر فضل فرمانے والا ہے مگر اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے○ اور تم کسی کام میں ہو

وَّمَا تَتۡلُوۡا مِنۡهُ مِنۡ قُرۡاٰنٍ وَّلَا تَعۡمَلُوۡنَ مِنۡ عَمَلٍ اِلَّا کُنَّا عَلَیۡکُمۡ شُهُوۡدًا اِذۡ

اور تم اس کی طرف سے قرآن کی تلاوت کرتے ہو اور (اے لوگو!) تم کوئی بھی کام کر رہے ہو، ہم تم پر گواہ ہوتے ہیں جب

تُفِیۡضُوۡنَ فِیۡهِ ؕ وَمَا یَعۡزُبُ عَنۡ رَّبِّکَ مِنۡ مِّثۡقَالِ ذَرَّةٍ فِی الۡاَرۡضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ وَلَاۤ

تم اس میں مشغول ہوتے ہو اور زمین و آسمان میں کوئی ذرہ برابر چیز تیرے رب سے غائب نہیں اور ذرے سے

ہوئی، فرمایا گیا کہ اے حبیب! آپ ان کافروں سے فرمادیں: بھلا بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے جو رزق پیدا فرمایا ہے تو تم نے اس میں سے خود ہی حرام اور حلال بنالیا، ؟ کیا اللہ تعالیٰ نے تمہیں حرام اور حلال بنانے کی اجازت دی ہے، نہیں بلکہ تم اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہو۔ **درس:** کسی چیز کو اپنی طرف سے حلال یا حرام سمجھنا ممنوع اور اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنا ہے۔ آج کل، کچھ لوگ سود، عورتوں کی بے پردگیوں کو حلال ٹھہراتے اور کچھ محفلِ میلاد، فاتحہ، گیارہویں کو حرام قرار دیتے، یہ سب اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے کی صورتیں ہیں، ان سے بہر صورت بچنا چاہئے

آیت 60 فرمایا کہ یہ لوگ جو رزق اللہ تعالیٰ نے حرام نہیں فرمایا اس کے حرام ہونے کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں، کیا وہ یہ گمان رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں بخش دے گا، ہرگز نہیں! بلکہ وہ انہیں جہنم میں ہمیشہ کے لیے پہنچائے گا بیشک اللہ تعالیٰ، رسول بھیج کر اور کتابیں نازل فرما کر لوگوں پر فضل فرماتا ہے لیکن اکثر لوگ ناشکرے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نہ انبیاء علیہم السّلام کی دعوت قبول کرتے ہیں اور نہ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتابوں سے سن کر نفع اٹھاتے ہیں۔

آیت 61 اللہ تعالیٰ ہر چیز پر شاہد اور ہر چیز کو جاننے والا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی خالق ہے نہ ایجاد کرنے والا، تو نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اَعمال و اَحوال، تلاوتِ قرآن، اُمورِ دُنیویہ میں مصروفیت اور اسی کے ساتھ تمام لوگوں کے تمام اعمال اللہ تعالیٰ کو معلوم ہیں اور وہ ان سب پر گواہ ہے۔ پھر فرمایا کہ زمین و آسمان میں ایک ذرے کی مقدار بھی کوئی چیز اللہ تعالیٰ کے علم سے پوشیدہ نہیں اور اس ذرے سے چھوٹی یا بڑی کوئی چیز ایسی نہیں جو روشن کتاب یعنی لَوحِ محفوظ میں درج نہ ہو۔ **درس:** یہ آیت اللہ تعالیٰ کے علم، قدرت اور عظمت کے اظہار کے لئے ہے اور اس میں نصیحت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ ہمارے تمام اَعمال کو ہر لمحہ دیکھ رہا ہے تو اس

اَصۡغَرَ مِنۡ ذٰلِكَ وَلَاۤ اَكۡبَرَ اِلَّا فِىۡ كِتٰبٍ مُّبِيۡنٍ ﴿۶۱﴾ اَلَاۤ اِنَّ اَوۡلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ

چھوٹی اور بڑی کوئی چیز ایسی نہیں جو ایک روشن کتاب میں نہ ہو○ سن لو! بیشک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہو گا

وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ ﴿۶۲﴾ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَكَانُوۡا يَتَّقُوۡنَ ﴿۶۳﴾ لَهُمُ الۡبُشۡرٰى فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا

اور نہ وہ غمگین ہوں گے○ وہ جو ایمان لائے اور ڈرتے رہے○ ان کے لئے دنیا کی زندگی میں

وَفِى الۡاٰخِرَةِ ؕ لَا تَبۡدِيۡلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِيۡمُ ﴿۶۴﴾ وَلَا يَحۡزُنۡكَ قَوۡلُهُمۡ ۘ اِنَّ

وقف لازم

اور آخرت میں خوشخبری ہے، اللہ کی باتیں بدلتی نہیں، یہی بڑی کامیابی ہے○ اور تم ان کی باتوں کا غم نہ کرو بیشک

الۡعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيۡعًا ؕ هُوَ السَّمِيۡعُ الۡعَلِيۡمُ ﴿۶۵﴾ اَلَاۤ اِنَّ لِلّٰهِ مَنۡ فِى السَّمٰوٰتِ وَمَنۡ فِى الۡاَرۡضِ ؕ

تمام عزتوں کا مالک اللہ ہے، وہی سننے والا جاننے والا ہے○ سن لو! بیشک اللہ ہی مالک ہے سب کا جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں

کریم ذات کی حیا اور خوف سے ہمیں اس کی نافرمانی سے بچنا چاہیے۔

آیت 62 فرمایا کہ سن لو! بیشک اللہ تعالیٰ کے ولیوں کو مستقبل میں عذاب کا خوف نہ ہوگا اور نہ موت کے وقت وہ غمگین ہوں گے یا یہ معنی ہے کہ انہیں مستقبل میں کسی ناپسندیدہ چیز میں مبتلا ہونے کا خوف ہوگا نہ ماضی اور حال میں کسی پسندیدہ چیز کے چھوٹنے پر غمگین ہوں گے یا یہ معنی ہے کہ قیامت کے دن ان پر کوئی خوف ہوگا اور نہ اس دن یہ غمگین ہوں گے۔ **اہم بات:** لفظ ”ولی“ کا معنی قرب اور نصرت ہے۔ جو فرائض کی ادائیگی سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرے، اطاعتِ الٰہی میں مشغول رہے، اس کا دل اللہ تعالیٰ کے نورِ جلال کی معرفت میں مستغرق ہو، جب دیکھے قدرتِ الٰہی کے دلائل دیکھے، جب سنے اللہ تعالیٰ کی آیتیں ہی سنے، جب بولے اپنے رب کی ثناہی کے ساتھ بولے، جب حرکت کرے اطاعتِ الٰہی میں حرکت کرے، جب کوشش کرے تو اسی کام میں کوشش کرے جو قربِ الٰہی کا ذریعہ ہو۔

آیت 63 یہاں اولیا کی دو صفات بیان فرمائی گئیں کہ یہ وہ ہیں جو ایمان یعنی قطعی دلائل پر مبنی صحیح عقائد سے متصف ہیں اور متقی ہیں۔ **اہم بات:** تقویٰ کا معنی ہے کہ جن کاموں کو کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا انہیں کرنا اور جن کاموں سے منع کیا ان سے بچنا نیز ہر اس کام کے لئے کوشش کرنا جس میں اللہ تعالیٰ کی رضا ہو۔

آیت 64 فرمایا کہ ان کے لئے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں خوش خبری ہے۔ اللہ تعالیٰ کے وعدے غلط نہیں ہو سکتے۔ یہی بڑی کامیابی ہے۔ **اہم بات:** اس خوش خبری سے کیا مراد ہیں، اس بارے میں مختلف اقوال ہیں: (1) اس سے مراد وہ خوش خبری ہے جو پرہیز گاروں کو قرآنِ کریم میں جابجا دی گئی ہے۔ (2) اس سے اچھے خواب مراد ہیں جو مومن دیکھتا ہے یا اس کے لئے دیکھا جاتا ہے۔ (3) اس سے دنیا کی نیک نامی مراد ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو نیک عمل کرتا ہے اور لوگ اس کی تعریف کرتے ہیں؟ ارشاد فرمایا: یہ مومن کے لئے جلد خوش خبری ہے۔ (مسلم، حدیث: 6721)

آیت 65 اس آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو تسلی دی گئی کہ کفار جو آپ کی تکذیب کرتے اور آپ کے خلاف برے مشورے کرتے ہیں آپ اس کا کچھ غم نہ فرمائیں۔ بیشک تمام عزتوں کا مالک اللہ تعالیٰ ہے،، اے حبیب! اللہ تعالیٰ آپ کا ناصر و مددگار ہے، وہی سننے والا جاننے والا ہے۔

آیت 66 اس آیت میں ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور شریکوں کی عبادت کرنے والے کس دلیل کی بنا پر ان کی عبادت کررہے

وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِيۡنَ يَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ شُرَكَآءَ ؕ اِنۡ يَّتَّبِعُوۡنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنۡ هُمۡ

اور اللہ کے سوا اور شریکوں کی عبادت کرنے والے کس کی پیروی کر رہے ہیں ؟ وہ تو صرف گمان کے پیچھے چل رہے ہیں اور وہ

اِلَّا يَخۡرُصُوۡنَ ۝۶۶ هُوَ الَّذِىۡ جَعَلَ لَـكُمُ الَّيۡلَ لِتَسۡكُنُوۡا فِيۡهِ وَالنَّهَارَ مُبۡصِرًا ؕ

صرف جھوٹے اندازے لگارہے ہیں ۝ وہی ہے جس نے تمہارے لیے رات بنائی تاکہ اس میں سکون حاصل کرو اور دن کو آنکھیں کھولنے والا بنایا

اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوۡمٍ يَّسۡمَعُوۡنَ ۝۶۷ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبۡحٰنَهٗ ؕ هُوَ الۡغَنِىُّ ؕ

بیشک اس میں سننے والوں کے لیے نشانیاں ہیں ۝ (کافروں نے) کہا: اللہ نے اپنے لیے اولاد بنا رکھی ہے۔ وہ پاک ہے، وہی بے نیاز ہے،

لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الۡاَرۡضِ ؕ اِنۡ عِنۡدَكُمۡ مِّنۡ سُلۡطٰنٍۢ بِهٰذَا ؕ اَتَقُوۡلُوۡنَ

جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اسی کا ہے۔ تمہارے پاس اس کی کوئی بھی دلیل نہیں، کیا تم اللہ پر

عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ ۝۶۸ قُلۡ اِنَّ الَّذِيۡنَ يَفۡتَرُوۡنَ عَلَى اللّٰهِ الۡكَذِبَ لَا يُفۡلِحُوۡنَ ؕ ۝۶۹

وہ بات کہتے ہو جس کا تمہیں علم نہیں ۝ تم فرماؤ: بیشک اللہ پر جھوٹ باندھنے والے فلاح نہیں پائیں گے ۝

ہیں، ان کے پاس کوئی دلیل نہیں اور وہ صرف جھوٹے اندازے لگا رہے ہیں اور بے دلیل محض گمانِ فاسد سے اپنے باطل معبودوں کو خدا کا شریک ٹھہراتے ہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ کے سوا ہر ایک کی پرستش باطل ہے۔

آیت 67 ارشاد فرمایا: وہی ہے جس نے تمہارے لیے رات بنائی تاکہ اس میں راحت و سکون حاصل کرو اور آرام کر کے دن بھر کی تھکان دور کرو اور دن کو آنکھیں کھولنے والا بنایا تاکہ تم اس کی روشنی میں اپنی ضروریاتِ زندگی اور اَسبابِ مَعاش فراہم کر سکو۔ بیشک اس میں ان کے لیے نشانیاں ہیں جو سنیں اور سمجھیں کہ جس نے ان چیزوں کو پیدا کیا وہی معبود ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔

اہم بات: رات اور دن اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمتیں ہیں۔

آیت 68 کافروں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے اولاد بنا رکھی ہے۔ ان کا یہ کلمہ نہایت قبیح اور اِنتہا درجہ کے جہل کا حامل ہے۔ یہاں اس کے تین رد فرمائے گئے: (1) اللہ تعالیٰ اولاد سے پاک ہے کہ وہ واحدِ حقیقی ہے (2) وہ تمام مخلوق سے بے نیاز ہے اور اولاد یا کمزور چاہتا ہے جو اس سے قوت حاصل کرے یا فقیر چاہتا ہے جو اس سے مدد لے، تو جو غنی ہو، بے نیاز ہو، کسی کا محتاج نہ ہو، اس کے لئے اولاد کس طرح ہو سکتی ہے؟ (3) تمام مخلوق اس کی مملوک ہے اور مملوک ہونا بیٹا ہونے کے ساتھ جمع نہیں ہوتا لہٰذا کوئی اس کی اولاد نہیں ہو سکتا۔ آیت میں مزید فرمایا: اے کافرو! تم جو اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد قرار دیتے ہو اس کی تمہارے پاس کوئی دلیل نہیں بلکہ اس کے خلاف قطعی دلائل موجود ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اسی آیت میں بیان فرمائے ہیں۔ کیا تم اللہ تعالیٰ پر وہ بات کہتے ہو جس کی حقیقت اور اس کے صحیح ہونے کا تمہیں علم نہیں۔

آیت 69 آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے فرمایا گیا کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے لئے اولاد کا دعویٰ کر کے اس پر جھوٹ باندھتے ہیں آپ انہیں فرما دیں کہ ان کا انجام بہت برا ہوگا۔

مَتَاعٌ فِي الدُّنۡيَا ثُمَّ اِلَيۡنَا مَرۡجِعُهُمۡ ثُمَّ نُذِيۡقُهُمُ الۡعَذَابَ الشَّدِيۡدَ بِمَا كَانُوۡا يَكۡفُرُوۡنَ ﴿٧٠﴾ ع

دنیا میں تھوڑا سا فائدہ اٹھانا ہے پھر انہیں ہماری طرف واپس آنا ہے پھر ہم انہیں ان کے کفر کے بدلے میں شدید عذاب کا مزہ چکھائیں گے ○

وقف لازم

وَاتۡلُ عَلَيۡهِمۡ نَبَاَ نُوۡحٍ ۘ اِذۡ قَالَ لِقَوۡمِهٖ يٰقَوۡمِ اِنۡ كَانَ كَبُرَ عَلَيۡكُمۡ مَّقَامِيۡ وَ

اور انہیں نوح کی خبر پڑھ کر سناؤ جب اس نے اپنی قوم سے کہا: اے میری قوم! اگر میرا قیام کرنا اور میرا اللہ کی آیتوں کے ذریعے

تَذۡكِيۡرِيۡ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلۡتُ فَاَجۡمِعُوۡۤا اَمۡرَكُمۡ وَشُرَكَآءَكُمۡ ثُمَّ لَا يَكُنۡ

نصیحت کرنا تم پر بھاری ہے تو میں نے اللہ ہی پر بھروسہ کیا تو تم اپنا کام اور اپنے شریکوں کو جمع کرلو پھر تمہارا کام تم پر

اَمۡرُكُمۡ عَلَيۡكُمۡ غُمَّةً ثُمَّ اقۡضُوۡۤا اِلَيَّ وَلَا تُنۡظِرُوۡنِ ﴿٧١﴾ فَاِنۡ تَوَلَّيۡتُمۡ فَمَا سَاَلۡتُكُمۡ مِّنۡ اَجۡرٍ ؕ

پوشیدہ نہ رہے پھر میرے بارے میں جو کچھ کرسکتے ہو کرلو اور مجھے کوئی مہلت نہ دو ○ پھر اگر تم منہ پھیرو تو میں تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتا،

آیت 70 بعض لوگوں کا یہ شبہ کہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے والے بہت سے افراد عیش و عشرت کی زندگی گزارتے ہیں تو وہ ناکام ہوئے؟ اس کا جواب دیا گیا کہ یہ عارضی آرام ہے، اس کا کوئی اعتبار نہیں بلکہ اعتبار انجام کا ہے اور ان کا انجام خراب ہے۔ انہیں قیامت میں ہماری طرف واپس آنا ہے، پھر ہم انہیں ان کے کفر کے بدلے میں شدید عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔

آیت 71 یہاں سے انبیاء علیہمُ السّلام کے واقعات اور جو کچھ ان کی امتوں کے ساتھ پیش آیا اس کا بیان ہو رہا ہے، چونکہ سب سے پہلے قومِ نوح عذاب میں گرفتار ہوئی اس لئے پہلے ان کا ذکر ہوا، فرمایا: اے حبیب! کفارِ مکہ کو حضرت نوح علیہ السّلام کی خبر پڑھ کر سناؤ، جب حضرت نوح علیہ السّلام نے اپنی قوم سے فرمایا: اے میری قوم! اگر میرا تمہارے درمیان قیام کرنا اور آیاتِ الٰہیہ کے ذریعے نصیحت کرنا تمہیں ناگوار گزرا ہے اور اس لئے تم نے مجھے شہید کرنے اور اپنے علاقے سے نکال دینے کا ارادہ کیا ہے تو مجھے اللہ تعالیٰ ہی پر کامل بھروسا ہے اور تم میری مخالفت میں جس قدر اَسباب جمع کرسکتے ہو کرلو بلکہ اپنے باطل معبودوں کو بھی ملالو اور تمہاری یہ سازش پوشیدہ نہ رہے بلکہ علی الاعلان سب کچھ کرو، پھر میرے خلاف جو کچھ کرسکتے ہو کر گزرو اور مجھے کوئی مہلت نہ دو مجھے تمہاری کوئی پروا نہیں، **اہم باتیں:** (1) گزشتہ انبیا علیہمُ السّلام کے حالاتِ زندگی بتا کر حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو تسلی دینا مقصود ہے تاکہ کفارِ قریش کی طرف سے پہنچنے والی تکلیف آسان ہو (2) حضرت نوح علیہ السّلام دنیا میں چوتھے نبی اور پہلے رسول ہیں، آپ آدم ثانی کہلاتے ہیں کیونکہ طوفانِ نوح کے بعد آپ ہی سے نسلِ انسانی چلی۔ (3) انبیا علیہمُ السّلام نہایت بہادر، باہمت اور اُولُو العزم ہوتے ہیں (4) لوگوں کی ایذا کی وجہ سے تبلیغ سے کنارہ کشی نہیں کرنی چاہیے۔ حضرت نوح علیہ السّلام نے تکالیف برداشت کرنے کے باوجود 950 سال تک تبلیغ فرمائی۔

آیت 72 حضرت نوح علیہ السّلام نے قوم سے مزید فرمایا: پھر اگر تم میرے وعظ و نصیحت سے اِعراض کرو تو میں نے تم سے وعظ و نصیحت پر کوئی مُعاوضہ نہیں مانگا کہ تمہارے منہ پھیرنے کی وجہ سے مجھے اس کے نہ ملنے کا افسوس ہو، میرا اجر تو اللہ تعالیٰ کے ذمۂ کرم پر ہے، وہی مجھے جزا دے گا اور تم اسلام قبول کرو یا نہ کرو مجھے اس پر قائم رہنے کا حکم دیا گیا ہے اور میں اس پر قائم ہوں۔

اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَی اللّٰهِ ۙ وَ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ﴿۷۲﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَنَجَّیْنٰهُ

میرا اجر تو اللہ کے ذمۂ کرم پر ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں مسلمانوں میں سے ہوں ○ تو انہوں نے نوح کو جھٹلایا تو ہم نے اسے

وَ مَنْ مَّعَهٗ فِی الْفُلْكِ وَ جَعَلْنٰهُمْ خَلٰٓىِٕفَ وَ اَغْرَقْنَا الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا ۚ

اور کشتی میں اس کے ساتھ والوں کو نجات دی اور انہیں ہم نے جانشین بنایا اور جنہوں نے ہماری آیتوں کی تکذیب کی انہیں ہم نے غرق کر دیا

فَانْظُرْ كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِیْنَ ﴿۷۳﴾ ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ رُسُلًا اِلٰی قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ

تو دیکھو ان لوگوں کا کیسا انجام ہوا جنہیں ڈرایا گیا تھا ○ پھر اس کے بعد ہم نے ان کی قوموں کی طرف کئی رسول بھیجے تو وہ ان کے پاس

بِالْبَیِّنٰتِ فَمَا كَانُوْا لِیُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ؕ كَذٰلِكَ نَطْبَعُ عَلٰی قُلُوْبِ

روشن دلیلیں لائے (لیکن) وہ کفار ایسے نہ تھے کہ اس پر ایمان لے آئیں جسے پہلے جھٹلا چکے ہیں۔ ہم اسی طرح سرکشوں کے دلوں پر

الْمُعْتَدِیْنَ ﴿۷۴﴾ ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰی وَ هٰرُوْنَ اِلٰی فِرْعَوْنَ وَ مَلَا۟ىِٕهٖ بِاٰیٰتِنَا

مہر لگا دیتے ہیں ○ پھر ان کے بعد ہم نے موسیٰ اور ہارون کو فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف اپنی نشانیاں دے کر بھیجا

اہم بات: تبلیغِ دین پر اُجرت نہ لی جائے، ہاں! امامت و خطابت، تدریس اور تعلیمِ قرآن وغیرہ میں جہاں شریعت کی طرف سے اجازت ہے وہ جدا بات ہے لیکن اس میں بھی ممکن ہو تو بغیر پیسے کے کام کرے۔

آیت 73 قوم نے حضرت نوح علیہ السّلام کو جھٹلایا تو ہم نے حضرت نوح علیہ السّلام اور کشتی میں ان کے ساتھیوں کو کفار سے نجات دی اور انہیں ہم نے زمین میں ان کا جانشین بنایا اور جنہوں نے ہماری آیتوں کی تکذیب کی انہیں ہم نے غرق کر کے ہلاک کر دیا تو دیکھو ان لوگوں کا کیسا انجام ہوا جنہیں ڈرایا گیا تھا لیکن وہ ایمان نہیں لائے اس میں کفار کے لیے عبرت ہے کہ جو لوگ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو جھٹلائیں گے ان پر ویسا عذاب آسکتا ہے جیسا حضرت نوح علیہ السّلام کو جھٹلانے والوں پر آیا۔

آیت 74 حضرت نوح علیہ السّلام کے دور میں صرف مومن باقی رہ گئے اور کافر سب ہلاک ہو گئے مگر ان باقی ماندگان کی اولاد میں جب کفر و شرک پھیل گیا تو ان میں حضرت صالح، حضرت ہود، حضرت ابراہیم، حضرت لوط اور حضرت شعیب علیہم السّلام اپنے وقتوں میں بھیجے گئے۔ ان انبیاءِ کرام علیہم السّلام کو اللہ تعالیٰ نے ان کی صداقت پر دلالت کرنے والے واضح دلائل اور عظیم معجزات دے کر بھیجا لیکن ان کی قوم کے لوگ بھی اس پر ایمان لانے کے لئے تیار نہ ہوئے جسے پہلے یہ جھٹلا چکے تھے اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السّلام کی قوم کو تکذیب کی وجہ سے غرق کر دیا اسی طرح اللہ تعالیٰ ہر اس شخص کے دل پر مہر لگا دیتا ہے جو سرکش ہو اور تکذیب میں ان کی راہ اختیار کرے۔

آیت 75 فرمایا کہ پھر ان رسولوں کے بعد ہم نے حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السّلام کو فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف اپنی 9 نشانیاں دے کر بھیجا تو انہوں نے ان نشانیوں پر ایمان لانے سے تکبر کیا اور وہ کافر لوگ تھے۔

فَاسۡتَكۡبَرُوۡا وَكَانُوۡا قَوۡمًا مُّجۡرِمِيۡنَ ۝٧٥ فَلَمَّا جَآءَهُمُ الۡحَقُّ مِنۡ عِنۡدِنَا قَالُوۡۤا اِنَّ هٰذَا

تو انہوں نے تکبر کیا اور وہ مجرم لوگ تھے ○ تو جب ان کے پاس ہماری طرف سے حق آیا تو کہنے لگے: بیشک یہ

لَسِحۡرٌ مُّبِيۡنٌ ۝٧٦ قَالَ مُوۡسٰۤى اَتَقُوۡلُوۡنَ لِلۡحَقِّ لَمَّا جَآءَكُمۡ‌ؕ اَسِحۡرٌ هٰذَا ؕ وَلَا يُفۡلِحُ

کھلا جادو ہے ○ موسیٰ نے کہا: کیا تم حق کے بارے میں یہ کہتے ہو جب وہ تمہارے پاس آیا؟ کیا یہ جادو ہے؟ اور جادوگر فلاح

السّٰحِرُوۡنَ ۝٧٧ قَالُوۡۤا اَجِئۡتَنَا لِتَلۡفِتَنَا عَمَّا وَجَدۡنَا عَلَيۡهِ اٰبَآءَنَا وَتَكُوۡنَ

نہیں پاتے ○ انہوں نے کہا: آپ ہمارے پاس اس لئے آئے ہیں تاکہ ہمیں اس (دین) سے پھیر دیں جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے اور

لَكُمَا الۡكِبۡرِيَآءُ فِى الۡاَرۡضِ ؕ وَمَا نَحۡنُ لَكُمَا بِمُؤۡمِنِيۡنَ ۝٧٨ وَقَالَ فِرۡعَوۡنُ ائۡتُوۡنِىۡ

زمین میں تم دونوں کی بڑائی ہو جائے اور ہم تو تم پر ایمان لانے والے نہیں ○ اور فرعون نے کہا: ہر علم والے

بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيۡمٍ ۝٧٩ فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالَ لَهُمۡ مُّوۡسٰۤى اَلۡقُوۡا مَاۤ اَنۡتُمۡ مُّلۡقُوۡنَ ۝٨٠

جادوگر کو میرے پاس لے آؤ ○ پھر جب جادوگر آگئے تو ان سے موسیٰ نے کہا: ڈال دو جو تم ڈالنے والے ہو ○

آیت 76 فرمایا کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واسطے سے فرعون اور اس کی قوم کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق آیا اور فرعونیوں نے پہچان لیا کہ یہ حق ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو براہِ نفسانیت کہنے لگے: بیشک یہ کھلا جادو ہے حالانکہ انہیں علم تھا کہ جادو کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ **درس:** حق بات کے متعلق مختلف الزام لگا کر دلوں میں شکوک و شبہات پیدا کرنا، اہلِ باطل کا پرانا طریقہ ہے۔

آیت 77 حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: کیا تم حق کے بارے میں یہ کہتے ہو جب وہ تمہارے پاس آیا کہ وہ جادو ہے، کیا یہ جادو ہے؟ حالانکہ اسے لانے والے یعنی خود موسیٰ علیہ السلام کامیاب ہوئے اور حق و باطل کے ایسے معرکے میں کبھی جادوگر فلاح نہیں پاتے۔

آیت 78 فرعونیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا: آپ ہمارے پاس اس لئے آئے ہیں تاکہ ہمیں اس دین سے پھیر دیں جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے اور زمینِ مصر میں تم دونوں یعنی حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کی بادشاہت ہو جائے اور ہم تو تم پر ایمان لانے والے نہیں۔ **اہم باتیں:** (1) نبی پر بدگمانی کفر ہے۔ فرعونیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہ بدگمانی کی کہ آپ مصر کی بادشاہت چاہتے ہیں اور اسے حاصل کرنے کے لئے نبوت کا بہانہ بنا رہے ہیں۔ (2) حکمرانوں کی پرانی روش ہے کہ اصلاح قبول کرنے کے بجائے سمجھانے والے پر جھوٹے الزام لگا کر اور اِقتدار کا لالچی قرار دے کر اپنی جان چھڑانے کی کوشش کرتے ہیں۔

آیت 79 سرکش و متکبر فرعون نے چاہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ کا مقابلہ باطل سے کرے اور دنیا کو اس مُغالطہ میں ڈالے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات مَعَاذَ اللہ جادو کی قسم سے ہیں، اس لئے وہ بولا: حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ کے لیے ہر علم والے جادوگر کو میرے پاس لے آؤ۔

آیت 80 جب جادوگر آگئے تو ان سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: جادو کی جو چیزیں رسے شہتیر وغیرہ تم ڈالنے والے ہو میرے

فَلَمَّاۤ اَلۡقَوۡا قَالَ مُوۡسٰی مَا جِئۡتُمۡ بِهِ ۙ السِّحۡرُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَيُبۡطِلُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُصۡلِحُ

پھر جب انہوں نے ڈال دیا تو موسیٰ نے کہا: جو تم لائے ہو یہ جادو ہے۔ بیشک اب اللہ اسے باطل کردے گا، اللہ فساد والوں کے

عَمَلَ الۡمُفۡسِدِيۡنَ ﴿۸۱﴾ وَيُحِقُّ اللّٰهُ الۡحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَلَوۡ كَرِهَ الۡمُجۡرِمُوۡنَ ﴿۸۲﴾ ع فَمَاۤ اٰمَنَ ع ۸ ۱۲/۱۳

کام کو نہیں سنوارتا○ اور اللہ اپنے کلمات کے ذریعے حق کو حق کر دکھاتا ہے اگرچہ مجرموں کو ناگوار ہو○ تو فرعون اور اس کے

لِمُوۡسٰۤى اِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّنۡ قَوۡمِهٖ عَلٰى خَوۡفٍ مِّنۡ فِرۡعَوۡنَ وَمَلَا۟ئِهِمۡ اَنۡ يَّفۡتِنَهُمۡ ؕ

درباریوں کے خوف کی وجہ سے موسیٰ پر اس کی قوم میں سے چند لوگوں کے علاوہ کوئی ایمان نہ لایا (اس ڈر سے) کہ فرعون انہیں تکلیف میں ڈال دے گا۔

وَاِنَّ فِرۡعَوۡنَ لَعَالٍ فِى الۡاَرۡضِ ۚ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الۡمُسۡرِفِيۡنَ ﴿۸۳﴾ وَقَالَ مُوۡسٰى يٰقَوۡمِ

اور بیشک فرعون زمین میں تکبر کرنے والا تھا اور بیشک وہ حد سے گزرنے والوں میں سے تھا○ اور موسیٰ نے کہا: اے میری قوم!

سامنے ڈال دو اور جو تمہیں جادو کرنا ہے کرو۔ یہ آپ علیہ السّلام نے اس لئے فرمایا کہ حق و باطل ظاہر ہو جائے اور جادو کے کرشمے جو وہ کرنے والے ہیں ان کا فساد واضح ہو۔

آیت 81 پھر جب انہوں نے اپنے پاس موجود رسیاں اور شہتیر ڈال دیئے تو حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے فرمایا: جو تم لائے ہو یہ جادو ہے نہ کہ وہ آیاتِ الٰہیہ جن کو فرعون نے اپنی بے ایمانی سے جادو بتایا۔ بیشک اب اللہ تعالیٰ اسے باطل کر دے گا اور اللہ تعالیٰ فساد والوں کے کام کو نہیں سنوارتا۔

آیت 82 فرمایا کہ اللہ تعالیٰ، اپنی قضا اور اپنے اس وعدے سے حق کو حق کر دکھاتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو جادوگروں پر غالب کرے گا اگرچہ مجرموں کو ناگوار ہو۔

آیت 83 نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم لوگوں کے ایمان لانے کے لئے بہت کوشش فرماتے اور ان کے اِعراض کی وجہ سے مغموم ہوتے، آپ کی تسکین کے لئے اس آیت میں بیان فرمایا گیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے اتنا بڑا معجزہ دکھایا پھر بھی فرعون اور اس کے درباریوں کے خوف کی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السّلام پر ان کی قوم میں سے چند لوگوں کے علاوہ کوئی ایمان نہ لایا اس ڈر سے کہ فرعون انہیں تکلیف میں ڈال دے گا، ایسی حالتیں انبیاءِ کرام علیہم السّلام کو پیش آتی رہی ہیں، آپ اپنی امت کے اِعراض سے رنجیدہ نہ ہوں۔ مزید فرمایا کہ بیشک فرعون زمین میں تکبر کرنے والا تھا کیونکہ وہ خود کو خدا کہتا تھا اور اس سے بڑھ کر کیا تکبر ہو سکتا ہے اور بیشک وہ حد سے گزرنے والوں میں سے تھا کیونکہ اس نے بندہ ہو کر بندگی کی حد سے گزرنے کی کوشش کی اور الوہیت کا مدعی ہو گیا۔ **اہم باتیں:** (1) یہاں قوم کی ذریت سے کون لوگ مراد ہیں؟ اس بارے میں مفسرین کے دو قول ہیں: (۱) اس سے مراد بنی اسرائیل ہیں جن کی اولاد مصر میں آپ عَلَیۡہِ السَّلَام کے ساتھ تھی یا وہ لوگ ہیں جو قتل ہونے سے بچ رہے تھے (۲) اس سے مراد قوم فرعون کی ذریت ہے۔ (2) حد میں رہنا اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے۔ پانی حد سے بڑھ جائے تو طوفان بن جاتا ہے اور آدمی حد سے بڑھ جائے تو شیطان بن جاتا ہے۔

آیت 84 حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے اپنی قوم سے فرمایا: اے میری قوم! اگر تم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے ہو، اگر تم مسلمان ہو تو اسی پر

اِنۡ كُنۡتُمۡ اٰمَنۡتُمۡ بِاللّٰهِ فَعَلَيۡهِ تَوَكَّلُوۡۤا اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّسۡلِمِيۡنَ ﴿۸۴﴾ فَقَالُوۡا عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلۡنَا ۚ

اگر تم اللہ پر ایمان لائے ہو تو اسی پر بھروسہ کرو اگر تم مسلمان ہو۔ انہوں نے کہا: ہم نے اللہ ہی پر بھروسہ کیا۔

رَبَّنَا لَا تَجۡعَلۡنَا فِتۡنَةً لِّلۡقَوۡمِ الظّٰلِمِيۡنَ ﴿۸۵﴾ وَنَجِّنَا بِرَحۡمَتِكَ مِنَ الۡقَوۡمِ الۡكٰفِرِيۡنَ ﴿۸۶﴾

اے ہمارے رب! ہمیں ظالم لوگوں کے لیے آزمائش نہ بنا۔ اور اپنی رحمت فرما کر ہمیں کافروں سے نجات دے۔

وَاَوۡحَيۡنَاۤ اِلٰى مُوۡسٰى وَاَخِيۡهِ اَنۡ تَبَوَّاٰ لِقَوۡمِكُمَا بِمِصۡرَ بُيُوۡتًا وَّاجۡعَلُوۡا بُيُوۡتَكُمۡ قِبۡلَةً وَّ

اور ہم نے موسیٰ اور اس کے بھائی کو وحی بھیجی کہ مصر میں اپنی قوم کے لیے مکانات بناؤ اور اپنے گھروں کو نماز کی جگہ بناؤ اور

اَقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ ؕ وَبَشِّرِ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۸۷﴾ وَقَالَ مُوۡسٰى رَبَّنَاۤ اِنَّكَ اٰتَيۡتَ فِرۡعَوۡنَ وَمَلَاَهٗ

نماز قائم رکھو اور مسلمانوں کو خوشخبری سناؤ۔ اور موسیٰ نے عرض کی: اے ہمارے رب! تو نے فرعون اور اس کے سرداروں کو

بھروسا کرو، وہ اپنے فرمانبرداروں کی مدد کرتا اور دشمنوں کو ہلاک فرماتا ہے۔ **اہم بات:** اللہ تعالیٰ پر بھروسا کرنا کمالِ ایمان کا تقاضا ہے۔

آیت 85،86 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی قوم نے جواب دیتے ہوئے عرض کی: ہم نے اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسا کیا، اس کے سوا کسی پر بھروسا نہیں کرتے، پھر رب تعالیٰ سے یوں دعا کی: اے ہمارے رب! ہمیں ظالم لوگوں کے لیے آزمائش نہ بنا یعنی انہیں ہم پر غالب نہ کر اور ان کے گناہوں کی وجہ سے ہمیں ہلاک نہ فرما تاکہ وہ یہ گمان نہ کریں کہ وہ حق پر ہیں اور یوں سرکشی و کفر میں بڑھ جائیں اور اپنی رحمت فرما کر ہمیں قومِ فرعون کے کافروں کے قبضے سے نجات دے اور ان کے ظلم و ستم سے بچا۔

آیت 87 فرمایا کہ اور ہم نے موسیٰ اور ان کے بھائی ہارون علیہما السّلام کو وحی بھیجی کہ اپنی قوم کے لئے مکانات بناؤ اور اپنے گھروں کو نماز کی جگہ بناؤ اور اپنے گھروں میں نماز قائم رکھو تاکہ فرعونیوں کے شر و ایذا سے محفوظ رہو اور اے موسیٰ! مسلمانوں کو مدد و نصرت اور جنت کی خوش خبری سناؤ۔ **اہم باتیں:** (1) حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السّلام کا قبلہ، کعبہ شریف تھا۔ (2) گھر بنانا بھی سنتِ انبیاء ہے لیکن شرط یہ ہے کہ فخر کے لئے نہیں بلکہ ضرورت پوری کرنے کے لئے ہو۔ (3) رہنے سہنے کے گھروں میں گھریلو مسجد بنانا جسے مسجدِ بیت کہا جاتا ہے، ایک قدیم طریقہ ہے لہٰذا مسلمان کو گھر کا کوئی حصہ نماز کے لئے پاک و صاف رکھنا چاہئے اور اس میں عورت اِعتکاف کرے۔ (4) شریعتِ موسوی میں نماز فرض تھی۔

آیت 88 حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے عظیم معجزات دکھانے کے باوجود فرعونی کفر و عناد پر قائم رہے تو آپ نے ان کے خلاف دعا فرمائی: اے ہمارے رب! تو نے فرعون اور اس کے سرداروں کو دنیا کی زندگی میں آرائش، عمدہ لباس، قیمتی زیور اور طرح طرح کے سامان دیئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ مال و دولت کے ذریعے لوگوں کو تیرے راستے سے بھٹکانے لگے۔ اے ہمارے رب! ان کے مال برباد کر دے کیونکہ وہ تیری نعمتوں پر بجائے شکر کے مَعصِیَت کرتے ہیں۔ آپ علیہ السّلام کی یہ دعا قبول ہوئی اور فرعونیوں کے درہم و دینار وغیرہ پتھر ہو کر رہ گئے اور یہ ان 9 نشانیوں میں سے ایک ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو دی گئی تھیں۔ جب آپ علیہ السّلام ان لوگوں کے

زِيۡنَةً وَّ اَمۡوَالًا فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا ۙ رَبَّنَا لِيُضِلُّوۡا عَنۡ سَبِيۡلِكَ ۚ رَبَّنَا اطۡمِسۡ عَلٰۤى اَمۡوَالِهِمۡ

دنیا کی زندگی میں آرائش اور مال دیدیا، اے ہمارے رب! تاکہ وہ تیرے راستے سے بھٹکا دیں۔ اے ہمارے رب! ان کے مال برباد کر دے

وَ اشۡدُدۡ عَلٰى قُلُوۡبِهِمۡ فَلَا يُؤۡمِنُوۡا حَتّٰى يَرَوُا الۡعَذَابَ الۡاَ لِيۡمَ ﴿۸۸﴾ قَالَ قَدۡ اُجِيۡبَتۡ

اور ان کے دلوں کو سخت کر دے تاکہ وہ ایمان نہ لائیں جب تک دردناک عذاب نہ دیکھ لیں ○ (اللہ نے) فرمایا: تم دونوں کی

دَّعۡوَتُكُمَا فَاسۡتَقِيۡمَا وَلَا تَتَّبِعٰٓنِّ سَبِيۡلَ الَّذِيۡنَ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۸۹﴾ وَجٰوَزۡنَا بِبَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ

دعا قبول ہوئی پس تم ثابت قدم رہو اور نادانوں کے راستے پر نہ چلنا ○ اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا عبور

الۡبَحۡرَ فَاَتۡبَعَهُمۡ فِرۡعَوۡنُ وَجُنُوۡدُهٗ بَغۡيًا وَّعَدۡوًا ؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَدۡرَكَهُ الۡغَرَقُ ۙ قَالَ

کرا دیا تو فرعون اور اس کے لشکروں نے سرکشی اور ظلم سے ان کا پیچھا کیا یہاں تک کہ جب اسے غرق ہونے نے آلیا تو کہنے لگا:

ایمان لانے سے مایوس ہو گئے تب آپ نے ان کے لئے یہ دعا کی کہ ”ان کے دلوں کو سخت کر دے تاکہ وہ ایمان نہ لائیں جب تک دردناک عذاب نہ دیکھ لیں“ اور ایسا ہی ہوا کہ وہ غرق ہونے کے وقت تک ایمان نہ لائے۔ **اہم باتیں:** (1) مال عام طور پر غفلت کا سبب بنتا ہے، اس لئے مال دار کو اپنے مُحاسبے کی زیادہ حاجت ہے کہ اس کے مال نے اسے غافل تو نہیں کر دیا۔ (2) دل کی سختی بڑا عذاب ہے، اس کا معنی ہے کہ نصیحت دل پر اثر نہ کرے، گناہوں میں رغبت ہو، گناہ کرنے پر کوئی ندامت نہ ہو اور توبہ کی طرف توجہ نہ ہو۔

آیت 89 اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم دونوں کی دعا قبول ہوئی پس تم ثابت قدم رہو اور ان لوگوں میں سے نہ ہونا جو قبولیتِ دعا میں دیر ہونے کی حکمتیں نہیں جانتے۔ **اہم باتیں:** (1) حضرت موسیٰ علیہ السلام دعا کرتے اور حضرت ہارون علیہ السلام آمین کہتے تھے، معلوم ہوا کہ آمین کہنے والا بھی دعا کرنے والا ہی ہوتا ہے۔ (2) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا اور اس کی مقبولیت کے درمیان 40 برس کا فاصلہ ہوا۔ (3) دعا کی قبولیت میں ضروری نہیں کہ فوراً ہی اس کا اثر ہو جائے بلکہ بعض اوقات حکمتِ الٰہی سے اس میں تاخیر بھی ہو جاتی ہے۔

آیت 90 جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کی دعا قبول فرمالی تو بنی اسرائیل کو ایک معین وقت میں مصر سے روانہ ہونے کا حکم دیا۔ جب فرعون نے سنا کہ بنی اسرائیل اس کا ملک چھوڑنے کے عَزم سے نکل گئے ہیں تو وہ ان کے پیچھے روانہ ہوا، حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے ساتھ دریا کے کنارے پہنچے اور ادھر فرعون بھی اپنے لشکر کے ساتھ ان کے قریب پہنچ گیا جس سے بنی اسرائیل شدید خوف میں مبتلا ہو گئے کیونکہ سامنے دریا تھا اور پیچھے فرعون کا لشکر، اس حالت میں اللہ تعالیٰ نے ان پر اس طرح انعام فرمایا کہ دریا میں ان کے لئے راستہ ظاہر کر دیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی اس میں داخل ہو کر دریا کے پار چلے گئے اور جب فرعون اپنے لشکر سمیت اس دریائی راستے میں داخل ہوا تو اللہ تعالیٰ نے دریا میں پڑے شگاف کو ملا کر فرعون کو اس کے لشکر سمیت ڈبو دیا۔ ڈوبتے وقت فرعون اس امید پر اپنے ایمان کا اظہار کرنے لگا کہ اللہ تعالیٰ اسے نجات دیدے گا چنانچہ وہ

اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْۤ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْۤا اِسْرَآءِیْلَ وَ اَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ﴿۹۰﴾ آٰلْـٰٔنَ

میں اِس بات پر ایمان لایا کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اور میں مسلمان ہوں ○ (اُسے کہا گیا) کیا اب

وَ قَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ وَ كُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ ﴿۹۱﴾ فَالْیَوْمَ نُنَجِّیْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ

(ایمان لاتے ہو؟) حالانکہ اس سے پہلے تو نافرمان رہا اور تو فسادی تھا ○ آج ہم تیری لاش کو بچالیں گے تاکہ تو اپنے

ع ۱۴ ۹

خَلْفَكَ اٰیَةً ؕ وَ اِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰیٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ ﴿۹۲﴾ع وَ لَقَدْ بَوَّاْنَا بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ

بعد والوں کے لیے نشانی بن جائے اور بیشک لوگ ہماری نشانیوں سے ضرور غافل ہیں ○ اور بیشک ہم نے بنی اسرائیل کو عزت کی

مُبَوَّاَ صِدْقٍ وَّ رَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوْا حَتّٰى جَآءَهُمُ الْعِلْمُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ یَقْضِیْ

جگہ دی اور انہیں پاکیزہ رزق عطا کیا تو وہ اختلاف میں نہ پڑے مگر علم آنے کے بعد۔ بیشک تمہارا رب قیامت کے دن

کہنے لگا: میں اس بات پر ایمان لایا کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں مسلمان ہوں۔

آیت 91 ڈوبتے وقت جب فرعون نے ایمان کا اقرار کیا تو اس سے کہا گیا: کیا اب حالتِ اِضطرار میں ایمان لاتا ہے جبکہ غرق میں مبتلا ہوچکا ہے اور زندگی کی امید باقی نہیں رہی حالانکہ اس سے پہلے تو نافرمان رہا اور تو فسادی تھا، خود گمراہ تھا اور دوسروں کو گمراہ کرتا تھا۔ فرعون پر عذابِ الٰہی شروع ہوچکا تھا اور عذاب میں مبتلا ہو کر ایمان لانا معتبر نہیں ہوتا۔

آیت 92 فرمایا: آج ہم تیری لاش کو دریا سے نکال کر بچالیں گے تاکہ تو اپنے بعد والوں کے لئے عبرت بن جائے۔ جب اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کی قوم کو غرق کیا اور حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے اپنی قوم کو ان کی ہلاکت کی خبر دی لیکن فرعون کی ہیبت کے باعث انہیں اس کی ہلاکت کا یقین نہ آیا تو دریا نے فرعون کی لاش ساحل پر پھینک دی، بنی اسرائیل نے اسے دیکھ کر پہچانا۔ مزید فرمایا کہ بیشک لوگ ہماری نشانیوں سے ضرور غافل ہیں۔ لہٰذا بعد والے سب لوگ ان نشانیوں سے عبرت حاصل کریں کہ ان واقعات کو بیان کرنے کا یہی مقصد ہے۔

آیت 93 فرمایا کہ بنی اسرائیل کے دریا سے نکلنے اور فرعون کی ہلاکت کے بعد ہم نے انہیں عزت کی جگہ ٹھہرایا اور انہیں پاکیزہ رزق عطا کیا تو وہ اختلاف میں نہ پڑے مگر علم آنے کے بعد۔ اے حبیب! یہودی دنیا میں آپ کی نبوت کے معاملے میں جھگڑ رہے ہیں، قیامت کے دن آپ کا رب ان میں اس طرح فیصلہ کردے گا کہ آپ پر ایمان لانے والوں کو جنت میں داخل اور آپ کا انکار کرنے والوں کو جہنم کے عذاب میں مبتلا فرمائے گا۔ **اہم بات:** آیت میں عزت کی جگہ سے یا ملکِ مصر اور فرعون و فرعونیوں کے اَملاک مراد ہیں یا سرزمینِ شام، قُدس اور اُردن جو نہایت سرسبز و شاداب اور زرخیز ملک ہیں اور علم سے مراد یا توریت ہے جس کے معنی میں یہودی آپس میں اختلاف کرتے تھے یا سرکارِ دوعالَم صلی اللہ علیہ والہ وسلّم کی تشریف آوری ہے کہ

بَيۡنَهُمۡ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ فِيۡمَا كَانُوۡا فِيۡهِ يَخۡتَلِفُوۡنَ ﴿۹۳﴾ فَاِنۡ كُنۡتَ فِىۡ شَكٍّ مِّمَّاۤ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَيۡكَ

اُن میں اُس بات کا فیصلہ کردے گا جس میں وہ جھگڑتے تھے ○ تو اے سننے والے! اگر تجھے اس میں کوئی شک ہو جو ہم نے تیری طرف اتارا ہے

فَسۡـئَلِ الَّذِيۡنَ يَقۡرَءُوۡنَ الۡكِتٰبَ مِنۡ قَبۡلِكَ‌ ۚ لَقَدۡ جَآءَكَ الۡحَـقُّ مِنۡ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوۡنَنَّ

تو ان سے پوچھ لو جو تجھ سے پہلے کتاب پڑھنے والے ہیں، بیشک تیرے پاس تیرے رب کی طرف سے حق آیا تو تو ہرگز

مِنَ الۡمُمۡتَرِيۡنَ ۙ﴿۹۴﴾ وَلَا تَكُوۡنَنَّ مِنَ الَّذِيۡنَ كَذَّبُوۡا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَتَكُوۡنَ مِنَ الۡخٰسِرِيۡنَ ﴿۹۵﴾

شک والوں میں نہ ہو ○ اور ہرگز ان میں نہ ہونا جنہوں نے اللہ کی آیتوں کو جھٹلایا ورنہ تو نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائے گا ○

اِنَّ الَّذِيۡنَ حَقَّتۡ عَلَيۡهِمۡ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ ۙ﴿۹۶﴾ وَلَوۡ جَآءَتۡهُمۡ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى

بیشک جن لوگوں پر تیرے رب کی بات پکی ہوچکی ہے وہ ایمان نہیں لائیں گے ○ اگرچہ ان کے پاس ہر نشانی آجائے جب تک

يَرَوُا الۡعَذَابَ الۡاَلِيۡمَ ﴿۹۷﴾ فَلَوۡلَا كَانَتۡ قَرۡيَةٌ اٰمَنَتۡ فَنَفَعَهَاۤ اِيۡمَانُهَاۤ اِلَّا قَوۡمَ يُوۡنُسَ ؕ

دردناک عذاب نہ دیکھ لیں گے ○ تو کیوں ایسا نہ ہوا کہ کوئی قوم ایمان لے آتی تاکہ اس کا ایمان اسے نفع دیتا لیکن یونس کی قوم

اس سے پہلے تو سب یہودی آپ کی نبوت پر متفق تھے اور تورات میں جو آپ کی صفات مذکور تھیں ان کو مانتے تھے لیکن تشریف آوری کے بعد اختلاف کرنے لگے، بعض ایمان لائے اور بعض نے حسد و عداوت کی وجہ سے کفر کیا۔ ایک قول یہ ہے کہ علم سے قرآنِ مجید مراد ہے۔

آیت 94، 95 ان دو آیات میں فرمایا گیا کہ اے سننے والے! اگر تمہیں ان قصوں میں کچھ تردد ہو جو ہم نے اپنے رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے واسطے سے تمہیں بیان کئے ہیں تو تم علمائے اہلِ کتاب سے پوچھ لو تاکہ وہ تمہیں سیدِ عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نبوت کا اطمینان دلائیں اور آپ کی نعت و صفت جو تورات میں مذکور ہے وہ سنا کر شک دور کر دیں۔ بیشک تیرے پاس تیرے رب کی طرف سے وہ حق آیا جو اپنے واضح دلائل سے اتنا روشن ہے کہ اس میں شک کی مجال نہیں لہٰذا تو ہرگز شک کرنے والوں میں سے نہ ہو اور ہرگز ان لوگوں میں سے نہ ہونا جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی واضح دلیلوں کو جھٹلایا ورنہ تو اپنی جانوں کو خسارے میں ڈال کر نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائے گا۔

آیت 96، 97 ان دو آیات میں فرمایا گیا کہ بیشک جن لوگوں پر تیرے رب کی بات پکی ہو چکی یعنی وہ قول ان پر ثابت ہو چکا جو اللہ تعالیٰ نے لوحِ محفوظ میں لکھ دیا اور ملائکہ کو اس کی خبر دی ہے کہ یہ لوگ کافر مریں گے، وہ جب تک موت کے وقت یا قیامت میں دردناک عذاب نہ دیکھ لیں گے ایمان نہیں لائیں گے اگرچہ سب نشانیاں ان کے پاس آجائیں۔

آیت 98 فرمایا کہ ایسا کیوں نہ ہوا کہ ان بستیوں میں سے جنہیں ہم نے ہلاک کیا، کوئی قوم عذاب کا مشاہدہ کرنے سے پہلے کفر چھوڑ کر

لَمَّآ اٰمَنُوۡا كَشَفۡنَا عَنۡهُمۡ عَذَابَ الۡخِزۡيِ فِي الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَمَتَّعۡنٰهُمۡ اِلٰى حِيۡنٍ ﴿٩٨﴾

جب ایمان لائی تو ہم نے ان سے دنیا کی زندگی میں رسوائی کا عذاب ہٹا دیا اور ایک وقت تک انہیں فائدہ اٹھانے دیا۔

وَلَوۡ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنۡ فِي الۡاَرۡضِ كُلُّهُمۡ جَمِيۡعًا ؕ اَفَاَنۡتَ تُكۡرِهُ النَّاسَ حَتّٰى

اور اگر تمہارا رب چاہتا تو جتنے لوگ زمین میں ہیں سب کے سب ایمان لے آتے تو کیا تم لوگوں کو مجبور کرو گے یہاں تک کہ

يَكُوۡنُوۡا مُؤۡمِنِيۡنَ ﴿٩٩﴾ وَمَا كَانَ لِنَفۡسٍ اَنۡ تُؤۡمِنَ اِلَّا بِاِذۡنِ اللّٰهِ ؕ وَيَجۡعَلُ الرِّجۡسَ

مسلمان ہوجائیں؟ ۔اور کسی جان کو قدرت نہیں کہ وہ اللہ کے حکم کے بغیر ایمان لے آئے اور اللہ ان لوگوں پر

اِخلاص کے ساتھ توبہ کرکے ایمان لے آتی اور جیسے فرعون نے ایمان لانا مُؤخّر کیا وہ قوم ایسا نہ کرتی تا کہ اس کا ایمان اسے نفع دیتا کیونکہ اختیار کے وقت میں ایمان لانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کا ایمان قبول کر لیتا لیکن حضرت یونس علیہ السّلام کی قوم جب عذاب قریب ہونے کی نشانیاں دیکھ کر ایمان لائی تو ہم نے ان سے دنیا کی زندگی میں رسوائی کا عذاب ہٹا دیا اور ان کی مدتیں پوری ہونے تک انہیں فائدہ اٹھانے دیا۔ **اہم باتیں:** (1)حضرت یونس علیہ السّلام کی قوم موصل کے علاقے نینویٰ میں رہتی تھی۔ آپ علیہ السّلام نے انہیں بت پرستی چھوڑنے کا حکم دیا لیکن انہوں نے آپ کی تکذیب کی، پھر ایک وقت آپ نے انہیں عذاب نازل ہونے کی خبر دی۔ انہوں نے آپس میں کہا کہ حضرت یونس علیہ السّلام نے کبھی غلط بات نہیں کہی، دیکھو! اگر وہ رات کو یہاں رہے جب تو اندیشہ نہیں اور اگر انہوں نے رات یہاں نہ گزاری تو سمجھ لینا چاہیے کہ عذاب آئے گا۔ رات ہوئی تو حضرت یونس علیہ السّلام وہاں سے تشریف لے گئے اور صبح عذاب کے آثار نمودار ہوگئے، آسمان پر سیاہ رنگ کا ہیبت ناک بادل آیا، بہت سارا دھواں جمع ہوا اور تمام شہر پر چھا گیا۔ یہ دیکھ کر قوم کو عذاب آنے کا یقین ہوگیا اور وہ عورتوں، بچوں اور جانوروں کے ساتھ جنگل کی طرف نکل گئے، سب نے بارگاہِ الٰہی میں گریہ وزاری شروع کر دی اور عرض کی کہ جو دین حضرت یونس علیہ السّلام لائے ہیں ہم اس پر ایمان لاتے ہیں اور اخلاص کے ساتھ مغفرت کی دعائیں کیں، اللہ تعالیٰ نے ان پر رحم کیا، دعا قبول فرمائی اور عذاب اٹھا دیا گیا۔ (2)نزولِ عذاب کے بعد توبہ قبول نہیں البتہ نزولِ عذاب سے پہلے صرف علاماتِ عذاب کے ظہور کے بعد توبہ قبول ہوسکتی ہے۔

آیت 99 رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خواہش و کوشش کے باوجود جو لوگ ایمان سے محروم رہتے ان کا آپ کو غم ہوتا، اس پر فرمایا گیا: اے حبیب! اگر تمہارا رب چاہتا تو جتنے لوگ زمین میں ہیں سب ہی ایمان لے آتے لیکن خدا کی مشیت و حکمت یہ نہیں ہے لہٰذا جو لوگ ایمان سے محروم رہ جاتے ہیں ان کا غم نہ کریں۔ آیت میں مزید فرمایا: اے حبیب! آپ کو یہ روا نہیں کہ لوگوں کو ایمان قبول کرنے پر مجبور کریں کیونکہ ایمان تصدیق اور اِقرار کا نام ہے اور کسی پر جبر وزبردستی کرنے سے تصدیقِ قلبی حاصل نہیں ہوتی۔

اہم بات: کسی کو جبراً مسلمان بنانا درست نہیں۔

آیت 100 جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے تو بندہ اپنے اختیار سے ایمان قبول کرتا ہے، اپنے چاہنے کی وجہ سے وہ ثواب کا مستحق ہوتا ہے اور

عَلَى الَّذِيۡنَ لَا يَعۡقِلُوۡنَ ﴿۱۰۰﴾ قُلِ انۡظُرُوۡا مَاذَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ وَمَا تُغۡنِى

عذاب ڈالتا ہے جو سمجھتے نہیں ۝ تم فرماؤ: تم دیکھو کہ آسمانوں اور زمین میں کیا کیا (نشانیاں) ہیں اور نشانیاں اور رسول

الۡاٰيٰتُ وَالنُّذُرُ عَنۡ قَوۡمٍ لَّا يُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۱۰۱﴾ فَهَلۡ يَنۡتَظِرُوۡنَ اِلَّا مِثۡلَ اَيَّامِ الَّذِيۡنَ

ان لوگوں کو کوئی فائدہ نہیں دیتے جو ایمان نہیں لاتے ۝ تو انہیں ان لوگوں کے دنوں جیسے (دنوں) کا انتظار ہے جو

خَلَوۡا مِنۡ قَبۡلِهِمۡ ؕ قُلۡ فَانۡتَظِرُوۡۤا اِنِّىۡ مَعَكُمۡ مِّنَ الۡمُنۡتَظِرِيۡنَ ﴿۱۰۲﴾ ثُمَّ نُنَجِّىۡ رُسُلَنَا

ان سے پہلے گزرے ہیں۔ تم فرماؤ: تو انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار میں ہوں ۝ پھر ہم اپنے رسولوں

جب اللہ تعالیٰ ہدایت کا ارادہ نہ کرے تو بندہ اپنی رغبت سے کفر پر رہتا ہے اور اس رغبت کا عذاب پاتا ہے۔ آیت میں مزید فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر عذاب ڈالتا ہے جو آیاتِ الٰہیہ کو سمجھتے نہیں۔ **اہم بات:** اس آیت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ بندہ مجبور ہے۔ مجبور کرنے کی بات تب ہو جب آدمی کفر پر اس طرح مجبور ہو جیسے رعشے میں مبتلا آدمی کے ہاتھ کانپتے ہیں کہ وہ اسے کتنا ہی روکنا چاہے روک نہیں پاتا لیکن جب دل میں قبول کرنے کا اختیار موجود ہے لیکن پھر بھی کوئی ایمان قبول نہیں کرتا تو وہ ہرگز مجبور نہیں۔

آیت 101 یہاں سے اللہ تعالیٰ کی ذات اور قدرت پر زمین و آسمان میں موجود دلائل میں غور و فکر کا حکم دیا گیا، فرمایا کہ اے حبیب! آپ ان نشانیاں طلب کرنے والے مشرکین سے فرما دیں: تم دل کی آنکھوں سے دیکھو اور غور کرو کہ آسمانوں اور زمین میں توحیدِ باری تعالیٰ کی کیا کیا نشانیاں ہیں، اوپر سورج اور چاند ہیں جو دن اور رات کے آنے کی دلیل ہیں، ستارے ہیں جو طلوع و غروب ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش نازل فرماتا ہے، زمین میں پہاڑ، دریا، دفینے، نہریں، درخت، نباتات ہیں۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کے واحد اور ان کا خالق ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔ عظمتِ خداوندی، توحیدِ الٰہی اور قدرتِ ربّانی سمجھانے کے لئے یہ دلائل کافی ہیں، اب اگر ان سب دلائل کے باوجود کوئی ایمان نہیں لاتا تو اس کا ارادہ جہنم میں جانے کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے؟ یہ نشانیاں اور رسول ان لوگوں کو کوئی فائدہ نہیں دیتے جو ایمان نہیں لاتے۔

آیت 102 فرمایا کہ کفار کا طرزِ عمل بتاتا ہے کہ گویا یہ لوگ گزشتہ اُمتوں کے دنوں جیسے دنوں کا انتظار کر رہے ہیں۔ گزشتہ انبیاء علیہم السلام اپنے زمانوں میں کفار کو اُن دنوں کے آنے سے ڈراتے تھے جن میں مختلف قسم کے عذاب نازل ہوں جبکہ کفار اسے جھٹلاتے اور عذاب نازل ہونے کی جلدی مچاتے تھے اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے زمانے کے کفار بھی انہی کی رَوِش پر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے فرمایا: ان سے کہہ دو کہ تم انتظار کرو، میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔

آیت 103 فرمایا گیا کہ جب عذاب واقع ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ رسول کو اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں کو نجات عطا فرماتا ہے تو

ع ۱۰ ۱۱/۱۵

وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا كَذٰلِكَ ۚ حَقًّا عَلَیۡنَا نُنۡجِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۱۰۳﴾ ع قُلۡ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ

اور ایمان والوں کو نجات دیں گے۔ ہم پر اسی طرح حق ہے کہ ایمان والوں کو نجات دیں○ تم فرماؤ: اے لوگو!

اِنۡ كُنۡتُمۡ فِیۡ شَكٍّ مِّنۡ دِیۡنِیۡ فَلَاۤ اَعۡبُدُ الَّذِیۡنَ تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ

اگر تم میرے دین کی طرف سے کسی شبہ میں ہو تو (جان لو کہ) میں ان چیزوں کی عبادت نہیں کروں گا جن کی تم اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو

وَلٰكِنۡ اَعۡبُدُ اللّٰهَ الَّذِیۡ یَتَوَفّٰىكُمۡ ۖۚ وَاُمِرۡتُ اَنۡ اَكُوۡنَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۱۰۴﴾ لا

البتہ میں اس اللہ کی عبادت کرتا ہوں جو تمہاری جان نکالے گا اور مجھے حکم ہے کہ میں ایمان والوں میں سے رہوں○

وَاَنۡ اَقِمۡ وَجۡهَكَ لِلدِّیۡنِ حَنِیۡفًا ۚ وَلَا تَكُوۡنَنَّ مِنَ الۡمُشۡرِكِیۡنَ ﴿۱۰۵﴾ وَلَا تَدۡعُ

اور یہ کہ ہر باطل سے جدا رہ کر اپنا چہرہ دین کے لئے سیدھا رکھو اور ہرگز مشرکوں میں سے نہ ہونا○ اور اللہ کے سوا

مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مَا لَا یَنۡفَعُكَ وَلَا یَضُرُّكَ ۚ فَاِنۡ فَعَلۡتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۱۰۶﴾

اس کی عبادت نہ کر جو نہ تجھے نفع دے سکے اور نہ تجھے نقصان پہنچا سکے پھر اگر تو ایسا کرے گا تو اس وقت تو ظالموں میں سے ہوگا○

اے حبیب! جیسے ہم نے آپ سے پہلے رسولوں اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں کو نجات دی ایسے ہی آپ کو، آپ کے ساتھ ایمان لانے والوں اور آپ کی تصدیق کرنے والوں کو بھی نجات عطا فرمائیں گے۔

آیت 104، 105 ان دو آیات میں فرمایا گیا کہ اے حبیب! آپ اہلِ مکہ سے فرمادیں کہ اے لوگو! اگر تم میرے دین کی حقیقت اور صحت کی طرف سے کسی شُبہ میں مبتلا ہو اور اس وجہ سے غیر اللہ کی عبادت میں مشغول ہو تو میں تمہیں اپنے دین کی حقیقت بتا دیتا ہوں کہ میں بتوں کی عبادت نہیں کروں گا جن کی تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو کیونکہ بت خود مخلوق ہے اور عبادت کے لائق نہیں البتہ میں اس اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہوں جو قادر، مختار، برحق معبود اور مستحقِ عبادت ہے اور مجھے حکم ہے کہ میں ایمان والوں میں سے رہوں اور یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہر باطل سے جدا رہ کر دینِ حق پر اِستقامت کے ساتھ قائم رہوں اور ہرگز مشرکوں میں سے نہ ہوں۔

آیت 106 اس آیت میں بظاہر خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے ہے لیکن مراد آپ کا غیر ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کبھی کسی کی عبادت نہیں کی تو آیت کا معنی یہ ہے کہ اے انسان! اللہ تعالیٰ کے علاوہ اس کا شریک بنا کر عبادت نہ کر جو عبادت کرنے اور پکارنے کے باوجود تجھے کوئی نفع نہ دے سکے اور اگر تو اس کی عبادت کرنا، اسے پکارنا چھوڑ دے تو وہ تجھے کوئی نقصان نہ پہنچا سکے اور اگر میرے منع کرنے کے باوجود تو نے ایسا کیا تو، تو اپنی جان پر ظلم کرنے والوں میں سے ہوگا۔

وَ اِنۡ يَّمۡسَسۡكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ۚ وَ اِنۡ يُّرِدۡكَ بِخَيۡرٍ فَلَا رَآدَّ

اور اگر اللہ تجھے کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا کوئی تکلیف کو دور کرنے والا نہیں اور اگر وہ تیرے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمائے تو اس کے فضل کو

لِفَضۡلِهٖ ؕ يُصِيۡبُ بِهٖ مَنۡ يَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِهٖ ؕ وَ هُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِيۡمُ ﴿١٠٧﴾ قُلۡ يٰۤاَيُّهَا

کوئی رد کرنے والا نہیں۔ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اپنا فضل پہنچاتا ہے اور وہی بخشنے والا مہربان ہے ○ تم فرماؤ: اے

النَّاسُ قَدۡ جَآءَكُمُ الۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّكُمۡ ۚ فَمَنِ اهۡتَدٰى فَاِنَّمَا يَهۡتَدِىۡ لِنَفۡسِهٖ ۚ

لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے حق آیا تو جو ہدایت حاصل کرلے تو وہ اپنے فائدے کے لئے ہی ہدایت حاصل کررہا ہے

وَمَنۡ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيۡهَا ۚ وَمَاۤ اَنَا عَلَيۡكُمۡ بِوَكِيۡلٍ ؕ ﴿١٠٨﴾ وَاتَّبِعۡ مَا يُوۡحٰۤى اِلَيۡكَ

اور جو کوئی گمراہ ہوتا ہے تو اپنے ہی نقصان کو گمراہ ہوتا ہے اور میں تم پر کوئی نگران نہیں ○ اور اس وحی کی پیروی کرو جو آپ کی طرف بھیجی جاتی ہے

وَاصۡبِرۡ حَتّٰى يَحۡكُمَ اللّٰهُ ۚۖ وَهُوَ خَيۡرُ الۡحٰكِمِيۡنَ ﴿١٠٩﴾ ع ١١

اور صبر کرتے رہو حتّٰی کہ اللہ فیصلہ فرمادے اور وہ سب سے بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے ○

آیت 107 فرمایا گیا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کے نقصان کا ارادہ فرمائے تو کوئی اس نقصان کو ٹال کر نفع نہیں پہنچا سکتا اور اگر اللہ تعالیٰ وسعت و آسانی کا ارادہ فرمائے تو اس کے رزق کو روکنے والا کوئی نہیں، وہی نفع نقصان کا مالک ہے، تمام کائنات اسی کی محتاج ہے، وہی ہر چیز پر قادر اور جود و کرم والا ہے، بندوں کو اس کی طرف رغبت، اس کا خوف اور اسی پر بھروسا کرنا چاہیے، نفع و ضرر جو کچھ ہے وہی اسے اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے پہنچاتا ہے اور وہی اپنے بندوں کے گناہوں کو چھپانے والا اور ان پر مہربان ہے۔

آیت 108 ارشاد فرمایا: اے حبیب! تم فرماؤ کہ اے اہلِ مکہ! تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن اور اس کا رسول محمدِ مصطفٰی صلی اللہ علیہ والہ وسلم تشریف لائے ہیں تو ان سے جو ہدایت حاصل کرلے تو وہ اپنے فائدے کے لئے ہی ہدایت حاصل کررہا ہے کہ اس کی ہدایت کا ثواب اسے ہی ملے گا اور جو کوئی گمراہ ہوتا ہے تو وہ اپنے ہی نقصان کو گمراہ ہوتا ہے کیونکہ اس کی گمراہی کا عذاب اسے ہی ہوگا، میں تم پر کوئی نگران نہیں کہ تمہیں ہدایت حاصل کرنے پر مجبور کروں۔

آیت 109 ارشاد فرمایا: اے حبیب! اللہ تعالیٰ آپ کی طرف جو وحی فرماتا ہے آپ اسی کی پیروی کریں اور آپ کی قوم کے کفار کی طرف سے آپ کو جو اَذِیَّت پہنچتی ہے اس پر صبر کرتے رہیں حتّٰی کہ اللہ تعالیٰ آپ کے دین کو غلبہ عطا فرما کر ان کے خلاف آپ کی مدد کا فیصلہ فرمائے اور اللہ تعالیٰ سب سے بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے۔

اٰیاتها ١٢٣ — ١١ سُوْرَةُ هُوْدٍ مَكِّيَّةٌ ٥٢ — رکوعاتها ١٠

سورہ ہود مکیہ ہے، اس میں ایک سو تیئیس آیتیں اور دس رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

الٓرٰ ۟ كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ ۙ﴿۱﴾ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا

الٓرٰ، یہ ایک کتاب ہے جس کی آیتیں حکمت بھری ہیں پھر انہیں حکمت والے، خبردار کی طرف سے تفصیل سے بیان کیا گیا ہے○ کہ تم صرف اللہ کی

اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنَّنِيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ وَّ بَشِيْرٌ ۙ﴿۲﴾ وَّ اَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا

عبادت کرو۔ بیشک میں تمہارے لیے اس کی طرف سے ڈر اور خوشی کی خبریں دینے والا ہوں○ اور یہ کہ اپنے رب سے معافی مانگو پھر اس کی طرف

سورۂ ہود کا تعارف یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت ہے کہ آیت ”وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ“ کے علاوہ اور مقاتل نے کہا کہ آیت ”فَلَعَلَّكَ تَارِكٌ“، ”اُولٰٓىِٕكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ“ اور ”اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ“ کے علاوہ باقی پوری سورت مکی ہے۔ اس میں 10 رکوع اور 123 آیتیں ہیں۔ اس سورت کی آیت 50 تا 60 میں حضرت ہود علیہ السلام اور ان کی قوم عاد کا واقعہ ہے، اس مناسبت سے اس سورت کا نام ”ہود“ رکھا گیا۔ **سورۂ ہود کے بارے میں حدیث پاک:** ارشاد فرمایا کہ جمعہ کے دن سورۂ ہود پڑھا کرو۔ (شعب الایمان، حدیث: 2438) **خلاصۂ مضامین:** سورۂ ہود میں توحید، رسالت، مرنے کے بعد زندہ کئے جانے، بروزِ قیامت جزا ملنے، قرآن کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے کا دلائل سے بیان، آسمان وزمین میں موجود منافع پیدا کرنے کی حکمت، مصیبت اور آسانی میں مومن اور کافر کی فطرت کا موازنہ، دین پر استقامت، نماز کو اس کے اوقات میں قائم کرنے اور نیک اعمال پر صبر کرنے کا حکم، حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی قوم، حضرت ہود علیہ السلام اور ان کی قوم عاد، حضرت صالح علیہ السلام اور ان کی قوم ثمود، حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے مہمان فرشتوں، حضرت لوط علیہ السلام، حضرت شعیب علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے واقعات اور ان سے حاصل ہونے والی عبرت ونصیحت نیز دین کی دعوت سے اعراض کرنے والوں کو عذاب کی وعید اور متقی لوگوں کے اچھے انجام کا بیان ہے۔

آیت 1، 2 ارشاد فرمایا: ”الٓرٰ“۔ یہ حروفِ مُقَطَّعات میں سے ہے، اس کی مراد اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ مزید فرمایا: **یہ قرآن ایک کتاب ہے جس کی آیتیں حکمت بھری ہیں۔** بعض مفسرین نے اُحْكِمَتْ کے یہ معنی بیان فرمائے کہ ان کی عبارت مستحکم اور پائیدار ہے، اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ اس میں کوئی نقص اور خلل راہ نہیں پا سکتا جیسے کوئی مضبوط اور پختہ عمارت ہو۔ مزید فرمایا: **پھر انہیں حکمت والے اور خبردار کی طرف سے تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔** یعنی سورت سورت اور آیت آیت جدا جدا ذکر کی گئیں یا علیحدہ علیحدہ نازل ہوئیں یا عقائد واحکام، مواعظ، واقعات اور غیبی خبریں ان میں بہ تفصیل بیان فرمائی گئیں۔ دوسری آیت میں فرمایا کہ اے حبیب! لوگوں سے کہہ دیں کہ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور یہ بھی فرما دیں کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہیں کفر اور گناہوں پر ڈر کی خبریں سنانے اور ایمان لانے پر اجر وثواب کی خوش خبری دینے والا ہوں۔

آیت 3 فرمایا گیا کہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم لوگوں کو یہ حکم دیں کہ تم اللہ تعالیٰ سے اپنے گزشتہ گناہوں کی معافی مانگو اور آئندہ گناہ

اِلَيۡهِ يُمَتِّعۡكُمۡ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّيُؤۡتِ كُلَّ ذِىۡ فَضۡلٍ فَضۡلَهٗ ؕ وَاِنۡ تَوَلَّوۡا

توبہ کرو تو وہ تمہیں ایک مقررہ مدت تک بہت اچھا فائدہ دے گا اور ہر فضیلت والے کو اپنا فضل عطا فرمائے گا اور اگر تم منہ پھیرو

فَاِنِّىۡۤ اَخَافُ عَلَيۡكُمۡ عَذَابَ يَوۡمٍ كَبِيۡرٍ ۞ اِلَى اللّٰهِ مَرۡجِعُكُمۡ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ ۞

تو میں تم پر بڑے دن کے عذاب کا خوف کرتا ہوں ○ اللہ ہی کی طرف تمہارا لوٹنا ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے ○

اَلَاۤ اِنَّهُمۡ يَثۡنُوۡنَ صُدُوۡرَهُمۡ لِيَسۡتَخۡفُوۡا مِنۡهُ ؕ اَلَا حِيۡنَ يَسۡتَغۡشُوۡنَ ثِيَابَهُمۡ ۙ

سن لو! بیشک وہ لوگ اپنے سینوں کو دوہرا کرتے ہیں تاکہ اللہ سے چھپ جائیں۔ سن لو! جس وقت وہ اپنے کپڑوں سے سارا بدن ڈھانپ لیتے ہیں

يَعۡلَمُ مَا يُسِرُّوۡنَ وَمَا يُعۡلِنُوۡنَ ۚ اِنَّهٗ عَلِيۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ ۞

اس وقت بھی اللہ ان کا چھپا اور ظاہر سب کچھ جانتا ہے، بیشک وہ دلوں کی بات جاننے والا ہے ○

کرنے سے توبہ کرو، تو اللہ تعالیٰ تمہیں کثیر رزق اور وُسعتِ عیش عطا فرمائے گا جس کی وجہ سے تم امن وراحت کی حالت میں زندگی گزارو گے اور اللہ تعالیٰ تم سے راضی ہوگا، اگر دنیا میں تمہیں کسی مشقت کا سامنا ہوا بھی تو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہونے کی وجہ سے یہ تمہارے درجات کی بلندی کا سبب ہوگی۔ مزید فرمایا: **اور ہر فضیلت والے کو اپنا فضل عطا فرمائے گا۔** اس کے معنی یہ ہیں کہ جس نے دنیا میں نیک عمل کئے ہوں آخرت میں اللہ تعالیٰ اسے اجر وثواب عطا فرمائے گا یا یہ معنی ہیں کہ جس کی دنیا میں نیکیاں زیادہ ہوں گی اس کی نیکیوں کا ثواب اور جنت میں درجات بھی زیادہ ہوں گے کیونکہ اعمال کے مطابق جنت کے درجات ملیں گے۔ آخر میں فرمایا کہ اور اگر تم منہ پھیرو تو میں تم پر بڑے دن یعنی قیامت کے عذاب کا خوف کرتا ہوں۔ **اہم باتیں:** (1) پچھلے گناہوں سے معافی مانگنا استغفار ہے اور ان پر شرمندہ ہو کر آئندہ گناہ نہ کرنے کا عہد کرنا توبہ ہے۔ (2) اخلاص کے ساتھ توبہ واستغفار کرنا درازیٔ عمر اور رزق میں وسعت کے لئے بہتر عمل ہے۔

آیت 4 فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف آخرت میں تمہارا لوٹنا ہے، وہاں نیکیوں اور بدیوں کی جزا وسزا ملے گی اور وہ ہر شے جیسے دنیا میں تمہیں روزی دینے، موت دینے، موت کے بعد زندہ کرنے اور ثواب وعذاب سب پر قادر ہے۔

آیت 5 **شانِ نزول:** (1) اخنس بن شریق (محدثین کے نزدیک بعد میں انہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا) بہت شیریں گفتار شخص تھا، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے سامنے آتا تو بہت خوشامد کی باتیں کرتا اور دل میں بغض وعداوت چھپائے رکھتا، اس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی، اس صورت میں آیت کے معنی یہ ہیں کہ وہ اپنے سینوں میں عداوت چھپائے رکھتے ہیں جیسے کپڑے کی تہ میں کوئی چیز چھپائی جاتی ہے۔ (2) بعض منافقین کی عادت تھی کہ جب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا سامنا ہوتا تو سینہ اور پیٹھ جھکاتے، سر نیچا کرتے اور چہرہ چھپا لیتے تاکہ انہیں آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم دیکھ نہ پائیں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ؕ

اور زمین پر چلنے والا کوئی جاندار ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمۂ کرم پر نہ ہو اور وہ ہر ایک کے ٹھکانے اور سپرد کئے جانے کی جگہ کو جانتا ہے۔

كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝۶ وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّ

سب کچھ ایک صاف بیان کرنے والی کتاب میں موجود ہے ○ اور وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں بنایا اور

كَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ وَلَئِنْ قُلْتَ اِنَّكُمْ

اس کا عرش پانی پر تھا (تمہیں پیدا کیا) تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں کون اچھے عمل کرتا ہے اور اگر تم کہو:

مَّبْعُوْثُوْنَ مِنْۢ بَعْدِ الْمَوْتِ لَيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۷

(اے لوگو!) تمہیں مرنے کے بعد اٹھایا جائے گا تو کافر ضرور کہیں گے کہ یہ (قرآن) تو کھلا جادو ہے○

آیت 6 فرمایا کہ زمین پر چلنے والا کوئی جاندار خواہ انسان ہو یا حیوان، ایسا نہیں جس کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمۂ کرم پر نہ ہو اور وہ ہر ایک کے ٹھکانے اور سپرد کئے جانے کی جگہ کو جانتا ہے۔ جانداروں، ان کے رزق، ان کے ٹھہرنے اور سپرد کئے جانے کی جگہ یہ سب بیان کرنے والی کتاب یعنی لوحِ محفوظ میں موجود ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: مُسْتَقَرّ سے مراد وہ جگہ ہے جہاں بندہ دن یا رات گزارتا ہے اور مُسْتَوْدَع وہ جگہ ہے جہاں مرنے کے بعد دفن کیا جائے گا۔ **اہم باتیں:** (1) جانداروں کو رزق دینا اللہ تعالیٰ پر واجب نہیں۔ ہاں! انہیں رزق دینا اور ان کی کفالت کرنا اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمۂ کرم پر لازم فرمالیا ہے اور وہ اس کے خلاف نہیں فرماتا۔ (2) ”بھول جانا“ اللہ تعالیٰ کے لئے محال ہے، لوحِ محفوظ میں ہر چیز کا لکھنا بہت سی حکمتوں سے ہے جیسے یہ کہ لوحِ محفوظ دیکھنے والے فرشتے، اولیاء اس پر اطلاع پائیں۔ (3) آیت میں لوحِ محفوظ کو مُبِین یعنی بیان کرنے والی اس لئے فرمایا کہ وہ خاص بندوں پر عُلومِ غیبیہ بیان کرتی ہے۔

آیت 7 فرمایا کہ وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں بنایا۔ آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے پہلے عرشِ الٰہی پانی پر تھا یعنی عرش کے نیچے پانی کے سوا کوئی مخلوق نہ تھی۔ آسمان و زمین اور ان میں تمہارے جو مَنافع اور مَصالح ہیں، انہیں پیدا کرنے میں حکمت یہ ہے کہ ان نعمتوں کی وجہ سے نیک و بد میں اِمتیاز ہو جائے اور اے حبیب! اگر آپ اپنی قوم کے کفار سے فرمائیں کہ اے لوگو! تمہیں مرنے کے بعد حساب اور جزا کے لئے اٹھایا جائے گا تو کافر ضرور کہیں گے کہ یہ قرآن شریف جس میں مرنے کے بعد اُٹھائے جانے کا بیان ہے یہ تو کھلا جادو یعنی باطل اور دھوکا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) آسمانوں کی پیدائش دو دن میں، زمین کی پیدائش دو دن میں اور حیوانات، درخت وغیرہ کی پیدائش دو دن میں ہوئی اور دن سے مراد اتنا وقت ہے، ورنہ اس وقت دن نہ تھا، مفسرین نے یہ بھی فرمایا ہے کہ چھ دنوں سے مراد چھ اَدوار ہیں۔ (2) یہ آیت کئی اعتبار سے قدرتِ الٰہی کی عظمت اور کمال پر دلالت کرتی ہے مثلاً عرش جو کہ تمام مخلوقات سے بڑا ہے اسے اللہ تعالیٰ نے ساتویں آسمان کے اوپر قائم کیا ہوا ہے، اس کے نیچے کوئی ستون ہے نہ اوپر کوئی اور علاقہ۔

وَلَىِٕنْ اَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِلٰۤى اُمَّةٍ مَّعْدُوْدَةٍ لَّيَقُوْلُنَّ مَا يَحْبِسُهٗ ؕ اَلَا يَوْمَ

اور اگر ہم ان سے کچھ گنتی کی مدت تک کے لئے عذاب میں دیر کر دیں تو ضرور کہیں گے: کس چیز نے روکا ہوا ہے؟ خبردار! جس دن

يَاْتِيْهِمْ لَيْسَ مَصْرُوْفًا عَنْهُمْ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۸﴾ وَلَىِٕنْ ع ۸

وہ عذاب ان پر آئے گا تو ان سے پھیرا نہیں جائے گا اور جس (عذاب) کا وہ مذاق اڑاتے تھے وہی ان کو گھیرے ہوئے ہوگا○ اور اگر

اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنٰهَا مِنْهُ ۚ اِنَّهٗ لَيَـُٔوْسٌ كَفُوْرٌ ﴿۹﴾ وَلَىِٕنْ

ہم انسان کو اپنی کسی رحمت کا مزہ دیں پھر وہ رحمت اس سے چھین لیں تو بیشک وہ بڑا مایوس اور ناشکرا (ہو جاتا) ہے○ اور اگر

اَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّيْ ؕ اِنَّهٗ لَفَرِحٌ

ہم مصیبت کے بعد جو اسے پہنچی ہو اسے نعمت کا مزہ دیں تو ضرور کہے گا کہ برائیاں مجھ سے دور ہو گئیں بیشک وہ (اس وقت) بہت خوش

فَخُوْرٌ ﴿۱۰﴾ ۙ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ﴿۱۱﴾

ہونے والا، فخر و تکبر کرنے والا ہو جاتا ہے○ مگر جنہوں نے صبر کیا اور اچھے کام کیے ان کے لیے بخشش اور بڑا ثواب ہے○

آیت 8 یہاں کفار کی ایک باطل گفتگو کا ذکر ہے، جب ان سے وہ عذاب مؤخر ہوا جس کا نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے انہیں وعدہ دیا تھا تو وہ تکذیب واستہزا کے طور پر کہنے لگے کہ کس وجہ سے ہم سے عذاب روک دیا گیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے انہیں جواب دیا کہ جب وہ وقت متعین آجائے گا تو ہم وہ عذاب ان پر نازل کر دیں گے جس کا یہ مذاق اڑا رہے ہیں اور وہ عذاب ان سے پھیرا نہ جائے گا بلکہ ان سب کو گھیر لے گا۔

آیت 9 فرمایا کہ اگر ہم انسان کو اپنی کسی رحمت کا مزہ چکھائیں، صحت، امن، وسعتِ رزق اور دولت عطا کریں پھر یہ سب اس سے چھین لیں اور مَصائب میں مبتلا کر دیں تو بیشک وہ دوبارہ اس نعمت کے پانے سے مایوس ہو جاتا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اپنی اُمید ختم کر لیتا ہے، صبر و رضا پر ثابت قدم نہیں رہتا اور گزشتہ نعمت کی ناشکری کرتا ہے۔ **اہم بات:** ایک قول یہ ہے کہ اس آیت میں ”اَلْاِنْسَانَ“ سے مراد مُطلق انسان ہے پھر (آیت نمبر 11 میں) اس سے صبر کرنے والے اور نیک مسلمانوں کا اِستثنا فرمایا۔ اس صورت میں لفظ ”اَلْاِنْسَانَ“ میں مومن اور کافر دونوں داخل ہیں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ”اَلْاِنْسَانَ“ سے کافر انسان مراد ہے۔

آیت 10 ارشاد فرمایا: اگر ہم انسان کو اس مصیبت کے بعد جو اسے پہنچی ہو نعمت کا مزہ چکھائیں، بیماری کے بعد صحت، تنگی کے بعد آسانی اور فقیری کے بعد مال و دولت کی وسعت عطا کریں تو وہ یہ تو کہتا ہے کہ جو مصیبتیں مجھے پہنچیں وہ اب مجھ سے دور ہو گئیں لیکن شکر گزار ہونے اور حقِ نعمت ادا کرنے کے بجائے خوشی میں پھولتا پھرتا اور فخر و تکبر میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ **اہم بات:** شیخی کی خوشی منع ہے جبکہ شکریہ کی خوشی عبادت ہے کیونکہ شیخی کی خوشی میں نظر اپنی ذات پر اور شکریہ میں توجہ ربِّ کریم کی طرف ہوتی ہے۔

آیت 11 فرمایا: لیکن وہ لوگ جنہوں نے صبر کیا اور اچھے کام کئے تو وہ ان کی طرح نہیں ہیں، کیونکہ انہیں جب کوئی مصیبت پہنچی تو

Go To Index

فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعْضَ مَا يُوْحٰۤى اِلَيْكَ وَ ضَآئِقٌۢ بِهٖ صَدْرُكَ اَنْ يَّقُوْلُوْا لَوْ لَاۤ اُنْزِلَ

تو کیا تمہاری طرف جو وحی بھیجی جاتی ہے تم اس میں سے کچھ چھوڑ دو گے اور اس پر تمہارا دل اس وجہ سے تنگ ہو جائے گا کہ وہ کہتے ہیں:

عَلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ جَآءَ مَعَهٗ مَلَكٌؕ اِنَّمَاۤ اَنْتَ نَذِيْرٌؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌؕ ﴿۱۲﴾

ان پر کوئی خزانہ کیوں نہیں اترتا یا ان کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہیں آتا؟ تم تو ڈر سنانے والے ہو، اور اللہ ہر چیز پر نگہبان ہے ○

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُؕ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّ ادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ

کیا یہ کہتے ہیں: یہ قرآن نبی نے خود ہی بنالیا ہے۔ تم فرماؤ: (اگر یہ بات ہے) تو تم (بھی) ایسی بنائی ہوئی دس سورتیں لے آؤ اور اگر تم سچے ہو تو

انہوں نے صبر سے کام لیا اور کوئی نعمت ملی تو اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا، جو ایسے اَوصاف کے حامل ہیں ان کے لئے گناہوں سے بخشش اور بڑا ثواب یعنی جنت ہے۔ **درس:** نعمت چھن جانے پر صبر، راحت ملنے پر شکر اور بہر صورت اطاعتِ الٰہی میں رہنا مومن کی شان ہے۔ حدیثِ پاک میں ہے: جو صبر کرنا چاہے گا اللہ تعالیٰ اسے صبر کی توفیق عطا فرما دے گا اور صبر سے بہتر اور وسعت والی عطا کسی پر نہیں کی گئی۔ (مسلم، حدیث:1053)

آیت 12 **شانِ نزول:** عبد اللہ بن اُمیہ مخزومی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے کہا کہ اگر آپ سچے رسول اور آپ کا خدا ہر چیز پر قادر ہے تو اُس نے آپ پر خزانہ کیوں نہیں اُتارا یا آپ کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہیں بھیجا جو آپ کی رسالت کی گواہی دیتا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا: اے حبیب! تو کیا تمہاری طرف جو وحی بھیجی جاتی ہے تم اس میں سے کچھ چھوڑ دو گے اور کفار کے اسے ہلکا جاننے کی وجہ سے انہیں نہ پہنچاؤ گے اور کفار پر اس کی تلاوت کرنے میں تمہارا دل اس وجہ سے تنگ ہو جائے گا کہ وہ کہتے ہیں: ان پر کوئی خزانہ کیوں نہیں اترتا یا ان کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہیں آتا جو ان کی تصدیق کرے؟ تم تو ڈر سنانے والے ہو لہٰذا تم پر صرف پہنچا دینا لازم ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر نگہبان ہے تو وہ انہیں بدلہ دے گا۔ **اہم بات:** امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: تمام مسلمانوں کا اس پر اِجماع اور اتفاق ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کا وحی اور تنزیل میں خیانت کرنا اور وحی کی بعض چیزوں کو ترک کر دینا ممکن نہیں کیونکہ اگر یہ بات ممکن مانیں تو ساری شریعت مشکوک ہو جائے گی اور نبوت میں طعن لازم آئے گا نیز رسالت سے اصل مقصود ہی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام احکام بندوں تک پہنچا دیئے جائیں اور جب ایسا نہ ہو تو رسالت سے جو فائدہ مطلوب تھا وہ حاصل ہی نہ ہو گا، اس لئے اس آیت کا ظاہری معنی مراد نہیں ہے بلکہ مقصود یہ بتانا ہے کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم ساری وحی کی تبلیغ کریں گے تو کفار کی طرف سے طعن و تشنیع اور مذاق اڑانے کا خدشہ ہے اور اگر بتوں کی مذمت والی آیات نہ بیان کریں گے تو کفار آپ کا مذاق تو نہ اُڑائیں گے لیکن وحی میں خیانت لازم آئے گی، چونکہ وحی میں خیانت کرنے کے مقابلے میں کفار کے طعن و تشنیع کو برداشت کر لینا آسان ہے لہٰذا آپ وحی میں خیانت کی خرابی سے دور رہتے ہوئے کفار کے طعن و تشنیع کی خرابی کو برداشت کر لیں۔

آیت 13 فرمایا کہ کیا کفارِ مکہ قرآنِ کریم کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ محمدِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے یہ قرآن خود ہی بنالیا ہے۔ اے حبیب! آپ ان سے فرما دیں کہ اگر یہ بات ہے تو تم بھی ایسی بنائی ہوئی دس سورتیں لے آؤ کیونکہ انسان اگر ایسا کلام بنا سکتا ہے تو

مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۳﴾ فَاِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّمَاۤ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ

اللہ کے سوا جو مل سکیں سب کو بلالو○ تو اگر وہ تمہاری اس بات کا جواب نہ دے سکیں تو سمجھ لو کہ وہ اللہ کے علم ہی سے اتارا گیا ہے

وَ اَنْ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۴﴾ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا نُوَفِّ

اور (جان لو) کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں تو کیا اب تم مانو گے○ جو دنیا کی زندگی اوراس کی زینت چاہتا ہو توہم دنیا میں انہیں

اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَ هُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ﴿۱۵﴾ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ

ان کے اعمال کا پورا بدلہ دیں گے اور انہیں دنیا میں کچھ کم نہ دیا جائے گا○ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے آخرت میں

اس کے مثل بنانا تمہاری طاقت سے باہر نہ ہو گا، اگر تم اس بات میں سچے ہو کہ یہ کلام انسان کا بنایا ہوا ہے تو اللہ تعالیٰ کے سوا جو مل سکیں سب کو اپنی مدد کے لئے بلالو۔ **اہم بات:** قرآنِ مجید نے اپنی مثل کلام بنا کر پیش کرنے کا چیلنج کئی طرح سے دیا ہے: (1) پورے قرآن کی مثل لانے کا چیلنج (2) دس سورتوں کی مثل لانے کا چیلنج (3) ایک سورت کی مثل لانے کا چیلنج۔

آیت 14 ارشاد فرمایا: تو اے مسلمانو! اگر کفار تمہارے اس چیلنج کا جواب نہ دے سکیں اور دس سورتوں کی مثل پیش کرنے سے عاجز رہیں تو تم اپنے اس علم پر ثابت قدم رہو کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا ہی کلام ہے اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، تو کیا اب تم مانو گے اور یقین رکھو گے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ دوسری تفسیر کے مطابق یہاں کافروں سے فرمایا گیا کہ اے کافرو! اگر تمہارے مددگار تمہیں کوئی جواب نہ دے سکیں اور تمہاری کوئی مدد نہ کر سکیں تو سمجھ لو کہ یہ قرآن اللہ تعالیٰ کے علم ہی سے اتارا گیا ہے، کسی نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ نہیں باندھا بلکہ اللہ تعالیٰ نے ہی اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم پر اسے نازل فرمایا ہے اور جان لو کہ جس اللہ نے قرآن نازل فرمایا ہے وہی عبادت کے لائق ہے، جن بتوں کو تم پوجتے ہو وہ عبادت کے لائق ہرگز نہیں تو کیا تم اسلام قبول کرو گے اور اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو گے؟

آیت 15 فرمایا کہ جو اپنے نیک اعمال سے دنیا کی زندگی اور اس کی زینت چاہتا ہو اور اپنی کم ہمتی سے آخرت پر نظر نہ رکھتا ہو تو جو اعمال اُنہوں نے طلبِ دُنیا کے لئے کئے ہیں ہم ان کا اجر صحت، دولت، وسعتِ رزق وغیرہ سے دنیا ہی میں پورا کر دیں گے اور طلبِ دنیا کے لئے کئے ہوئے اعمال کے اجر میں کمی نہ کریں گے بلکہ ان اعمال کا پورا اور کامل اجر دیں گے۔ **اہم بات:** جو لوگ طلب دنیا کی خاطر نیک اعمال کرتے ہیں انہیں ان اعمال کا بدلہ دنیا میں ہی دے دیا جاتا ہے اور آخرت میں ان کا کوئی حصہ باقی نہیں رہتا۔

آیت 16 ارشاد فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے آخرت میں آگ کے سوا کچھ نہیں اور دنیا میں جو کچھ نیک اعمال انہوں نے کئے وہ سب آخرت میں برباد ہو گئے، ان کا کوئی ثواب نہیں اور ان کے اعمال باطل ہیں۔ امام ضحاک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ آیت مشرکین کے بارے میں ہے کہ اگر وہ صلہ رحمی کریں، محتاجوں کو دیں، پریشان حال کی مدد کریں یا اس طرح کی کوئی اور نیکی کریں تو اللہ تعالیٰ وسعتِ رزق وغیرہ سے اُن کے عمل کی جزا دنیا ہی میں دے دیتا ہے اور آخرت میں اُن کے لئے کوئی حصہ نہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت منافقین کے متعلق نازل ہوئی، منافقین رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے ساتھ جہادوں میں مالِ غنیمت حاصل کرنے کے لئے

اِلَّا النَّارُ ۖ٘ وَ حَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَ بٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶﴾ اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى

آگ کے سوا کچھ نہیں اور دنیا میں جو کچھ انہوں نے کیا وہ سب برباد ہوگیا اور ان کے اعمال باطل ہیں ○ تو کیا وہ جو اپنے رب کی

بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَ يَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ وَ مِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰۤى اِمَامًا وَّ رَحْمَةً ؕ

طرف سے روشن دلیل پر ہو اور اللہ کی طرف سے اس پر ایک گواہ آئے اور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب ہو جو پیشوا اور رحمت ہے۔

اُولٰٓىٕكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ وَ مَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ ۚ فَلَا تَكُ

وہ لوگ اس پر ایمان لاتے ہیں اور تمام گروہوں میں سے جو اس کا انکار کرے تو آگ اس کا وعدہ ہے۔ تو اے سننے والے! تجھے اس کے

فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ ۗ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَ مَنْ اَظْلَمُ

بارے میں کوئی شک نہ ہو۔ بیشک یہ تیرے رب کی طرف سے حق ہے لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے ○ اور اس سے بڑھ کر

شامل ہوتے تھے کیونکہ وہ آخرت کے ثواب کا یقین نہ رکھتے تھے۔ **اہم بات:** ایمان کے بغیر کوئی نیکی ربّ تعالیٰ کے نزدیک قبول نہیں، اعمال کے لئے ایمان شرطِ قبول ہے۔

آیت 17 ان لوگوں کا ذکر ہو رہا ہے جو اپنے اعمال سے اللہ کی رضا و خوشنودی کے طالب ہیں، فرمایا گیا کہ جو اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہو، اس روشن دلیل پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک گواہ بھی آئے اور اِس کی صحت کی گواہی دے، کیا وہ اُس کی طرح ہو سکتا ہے جو دنیا کی زندگی اور آرائش چاہتا ہو، نہیں! ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ مزید فرمایا: قرآن نازل ہونے اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو مبعوث فرمائے جانے سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی کتاب تورات ان کے لئے پیشوا اور رحمت تھی کہ وہ لوگ دینی اور شرعی معاملات میں اس کی طرف رجوع کرتے تھے نیز تورات گمراہوں کو ہدایت کی راہ دکھاتی تھی اور ان اَوصاف کے حامل افراد نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم اور قرآن پر ایمان لاتے ہیں اور یہودی، عیسائی، مجوسی، وغیرہ تمام کفار اور دیگر اَدیان کو ماننے والوں میں سے جو کوئی حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم اور قرآن پر ایمان نہ لائے گا تو آخرت میں آگ اس کا وعدہ ہے۔ بعض مفسرین کے نزدیک یہاں روشن دلیل سے وہ دلیلِ عقلی مراد ہے جو اسلام کی حقانیت پر دلالت کرے اور اس شخص سے جو اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہو وہ یہودی مراد ہیں جو اسلام سے مشرف ہوئے جیسے حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور گواہ سے مراد قرآنِ پاک ہے۔ آیت میں مزید فرمایا: اے سننے والے! اس دین کے صحیح ہونے اور قرآن کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے کے بارے میں شک نہ کر، بیشک یہ تیرے رب کی طرف سے حق ہے لیکن اکثر لوگ اس قرآن کی تصدیق نہیں کرتے۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ اے سننے والے! تو اس بات میں شک نہ کر کہ دیگر اَدیان کو ماننے والوں میں سے جو کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم پر ایمان نہ لائے گا تو آخرت میں اس کا وعدہ آگ ہے لیکن اکثر لوگ اس بات پر یقین نہیں رکھتے کہ کفار کے لئے آگ کا وعدہ ہے۔

آیت 18 کفارِ مکہ کہتے تھے کہ بارگاہِ الٰہی میں بت اُن کی شفاعت کریں گے اور یہ بت اللہ تعالیٰ کے شریک ہیں نیز وہ اللہ تعالیٰ کے

Go To Index

مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ؕ اُولٰٓىِٕكَ یُعْرَضُوْنَ عَلٰى رَبِّهِمْ وَ یَقُوْلُ الْاَشْهَادُ هٰۤؤُلَآءِ

ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے ؟ یہ لوگ اپنے رب کے حضور پیش کیے جائیں گے اور گواہی دینے والے کہیں گے : یہی وہ لوگ ہیں

الَّذِیْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ۚ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِیْنَ ۙ﴿۱۸﴾ الَّذِیْنَ یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ

جنہوں نے اپنے رب پر جھوٹ بولا تھا۔ خبردار! ظالموں پر اللہ کی لعنت ہو○وہ جو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں

وَ یَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ؕ وَ هُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۹﴾ اُولٰٓىِٕكَ لَمْ یَكُوْنُوْا مُعْجِزِیْنَ فِی الْاَرْضِ

اس میں ٹیڑھا پن تلاش کرتے ہیں اور وہی لوگ آخرت کا انکار کرنے والے ہیں ○ وہ زمین میں عاجز کرنے والے نہیں ہیں

وَ مَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِیَآءَ ۘ یُضٰعَفُ لَهُمُ الْعَذَابُ ؕ مَا كَانُوْا یَسْتَطِیْعُوْنَ

وقف لازم

اور اللہ کے سوا ان کے کوئی مددگار بھی نہیں ہیں۔ان کے لئے عذاب کو کئی گنا بڑھا دیا جائے گا۔ وہ نہ تو سن سکتے تھے

السَّمْعَ وَ مَا كَانُوْا یُبْصِرُوْنَ ﴿۲۰﴾ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ وَ ضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا

اور نہ دیکھتے تھے○یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنی جانوں کو خسارے میں ڈال دیا اور ان سے ان کے بہتان

لئے اولاد مانتے تھے اور یہ اللہ پر صریح جھوٹ تھا، اس پر ان کی مذمت میں فرمایا گیا کہ لوگوں میں سے اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے اور اس کے لئے شریک واولاد بتائے، یہ جھوٹ باندھنے والے لوگ جب قیامت کے دن اپنے رب کے حضور پیش کیے جائیں گے تو اُن سے اُن کے دنیوی اَعمال دریافت کئے جائیں گے، انبیاءِ کرام اور ملائکہ علیہم السّلام اُن کے خلاف گواہی دیں گے اور کہیں گے کہ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے دنیا میں اپنے رب پر جھوٹ بولا تھا۔ خبردار! ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔

آیت 19 فرمایا کہ ان ظالموں کا طریقہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکتے اور حق کی پیروی کرنے میں رکاوٹ بنتے ہیں۔ اسلام کے خلاف شکوک و شُبہات ڈالنے، واضح دلائل میں ٹیڑھا پن تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور وہ آخرت کا انکار کرتے ہیں۔ **اہم بات:** اس آیت میں وہ کفار و مشرکین بھی شامل ہیں جو ایمان کا سیدھا راستہ چھوڑ کر کفر والا ٹیڑھا راستہ اختیار کرتے ہیں اور وہ مُرتدّین بھی شامل ہیں جو قرآن کی معنوی تحریف کر کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور عام مسلمانوں کے خلاف راستہ اختیار کرتے ہیں۔

آیت 20 فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ ان پر عذاب کرنا چاہے تو وہ زمین میں اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے قبضہ اور ملک میں ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا ان کے کوئی مددگار بھی نہیں جو ان کی مدد کریں اور انہیں عذاب سے بچائیں۔ لوگوں کو راہِ خدا سے روکنے اور مرنے کے بعد اٹھائے جانے کا انکار کرنے کی وجہ سے ان کا عذاب کئی گنا بڑھا دیا جائے گا۔ وہ حق سننے سے بہرے ہو گئے تو کوئی بھلائی کی بات سن کر نفع نہیں اُٹھاتے اور نہ آیاتِ قدرت کو دیکھ کر فائدہ اُٹھاتے ہیں۔

آیت 21 کفارِ مکہ نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کے بدلے بتوں کی عبادت اختیار کر کے اور دین کو دنیا کے بدلے بیچ کر اپنی جانوں کو خسارے میں ڈال دیا کیونکہ انہوں نے عزت والی چیز دے کر ذلت والی چیز کو اپنایا، یہ دنیا کا خسارہ ہے اور آخرت کا خسارہ یہ ہو گا کہ وہ

يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۱﴾ لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ﴿۲۲﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ

گم ہوگئے O یہ لوگ لازمی طور پر آخرت میں سب سے زیادہ نقصان میں ہوں گے O بیشک جو ایمان لائے اور

عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ اَخْبَتُوْۤا اِلٰى رَبِّهِمْ ۙ اُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۳﴾

انہوں نے اچھے عمل کئے اور انہوں نے اپنے رب کی طرف رجوع کیا تو یہی لوگ جنتی ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے O

مَثَلُ الْفَرِيْقَيْنِ كَالْاَعْمٰى وَ الْاَصَمِّ وَ الْبَصِيْرِ وَ السَّمِيْعِ ؕ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ؕ

دونوں فریقوں کا حال ایسا ہے جیسے ایک اندھا اور بہرا ہو اور دوسرا دیکھنے والا اور سننے والا۔ کیا ان دونوں کی حالت برابر ہے؟ تو کیا تم

ع ۲ ۲ ۱۶
اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖۤ ۫ اِنِّيْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۲۵﴾ ۙ

نصیحت نہیں مانتے؟ O اور بے شک ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا (انہوں نے فرمایا) میں تمہارے لیے صریح ڈر سنانے والا ہوں O

ذلت والی چیز بھی ہلاک ہو جائے گی اور اس کا کوئی اثر باقی نہ رہے گا۔

آیت 22 فرمایا کہ کفارِ مکہ لازمی طور پر آخرت میں سب سے زیادہ نقصان میں ہوں گے کیونکہ عزت و رفعت عطا کرنے والا دین یعنی اسلام قبول کرنے پر آخرت میں انہیں جنت اور اس کی دائمی نعمتیں حاصل ہوتیں لیکن وہ بتوں کی عبادت پر راضی ہوئے، آخرت میں جنتی مَنازِل اور اس کی نعمتوں کو بیچ کر جہنمی منازل اور اس کے دائمی عذابات کو خرید لیا۔

آیت 23 اہلِ ایمان کے دنیوی حالات اور اخروی فوائد کا بیان ہو رہا ہے، فرمایا گیا کہ بیشک وہ لوگ جو ایمان لاتے، اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے اور عبادت کی ادائیگی کے وقت ان کے دل ذکرِ الٰہی سے مطمئن ہوتے ہیں اور اس وقت اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی طرف متوجہ نہیں ہوتے یا یہ معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ثواب و عذاب کا جو وعدہ فرمایا ہے اس کی سچائی پر ان کے دل مطمئن ہیں۔ آیت کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے عمل کئے اور اس بات سے ڈرتے رہے کہ کہیں ان کے اَعمال میں کوئی نقص یا کمی نہ رہ گئی ہو تو یہی لوگ جنتی ہیں اور وہ ہمیشہ جنت میں رہیں گے۔

آیت 24 کافر و مومن کا ذکر فرمانے کے بعد اب ایک مثال سے ان کی مزید وضاحت کی جا رہی ہے، فرمایا گیا کہ دونوں فریقوں یعنی کافر اور مومن کا حال ایسا ہے جیسے ایک اندھا اور بہرا ہو اور دوسرا دیکھنے اور سننے والا۔ کافر اس کی مثل ہے جو اندھا اور بہرا ہے اور یہ ناقص ہے جبکہ مومن اس کی مثل ہے جو دیکھتا اور سنتا ہے، یہ کامل ہے اور حق و باطل میں امتیاز رکھتا ہے، اس لئے ہرگز ان دونوں کی حالت برابر نہیں۔ تو کیا تم نصیحت نہیں مانتے؟

آیت 25 اس آیت سے حضرت نوح علیہ السّلام اور ان کی قوم کا واقعہ بیان ہو رہا ہے، فرمایا گیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السّلام کو ان کی قوم کی طرف بھیجا تو انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا: اے میری قوم! میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت اور اس کے علاوہ کسی اور کی عبادت کرنے پر اللہ تعالیٰ کے عذاب کا صریح ڈر سنانے والا ہوں۔ **اہم بات:** حضرت نوح علیہ السّلام کا واقعہ اس سے پہلے سورۂ اعراف اور سورۂ یونس میں گزر چکا ہے، یہاں مزید تفصیلات کے ساتھ دوبارہ بیان فرمایا گیا۔

اَنْ لَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ اَلِیْمٍ ﴿۲۶﴾ فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ

کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ بیشک میں تم پر ایک دردناک دن کے عذاب کا خوف کرتا ہوں ○ تو اس کی قوم کے کافر سردار

كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَ مَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِیْنَ هُمْ

کہنے لگے: ہم تو تمہیں اپنے ہی جیسا آدمی سمجھتے ہیں اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ تمہاری پیروی صرف ہمارے سب سے کمینے لوگوں نے

اَرَاذِلُنَا بَادِیَ الرَّاْیِ ۚ وَ مَا نَرٰى لَكُمْ عَلَیْنَا مِنْ فَضْلٍۭ بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِیْنَ ﴿۲۷﴾

سرسری نظر دیکھ کر بغیر سوچے سمجھے کرلی ہے اور ہم تمہارے لئے اپنے اوپر کوئی فضیلت نہیں پاتے بلکہ ہم تمہیں جھوٹا خیال کرتے ہیں○

قَالَ یٰقَوْمِ اَرَءَیْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَ اٰتٰىنِیْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِهٖ

فرمایا: اے میری قوم! بھلا بتاؤ کہ اگر میں اپنے رب کی طرف سے دلیل پر ہوں اور اس نے مجھے اپنے پاس سے رحمت عطا فرمائی ہو

آیت 26 حضرت نوح علیہ السّلام نے اپنی قوم سے فرمایا: اے میری قوم! اگر تم خالصتاً اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی وحدانیت کا اقرار نہ کروگے اور ان بتوں سے کنارہ کشی اختیار نہ کروگے تو مجھے خوف ہے کہ کہیں تم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے دردناک دن کا عذاب نہ آ جائے۔ **اہم باتیں:** (1) دردناک دن سے مراد قیامت کا دن یا طوفان آنے کا دن ہے۔ (2) آپ علیہ السّلام کی عمر ایک ہزار 50 سال ہوئی۔ اس کے علاوہ عمر شریف کے متعلق اور بھی قول ہیں۔

آیت 27 جب حضرت نوح علیہ السّلام نے قوم کو عبادتِ الٰہی کی دعوت دی تو قوم کے کافر سرداروں نے تین شُبہات وارد کر کے حضرت نوح علیہ السّلام کی نبوت میں طعن کیا، کہنے لگے: (1) ہم تو تمہیں اپنے ہی جیسا بشر سمجھتے ہیں (2) اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ تمہاری پیروی صرف کمینے لوگوں نے سرسری نظر دیکھ کر بغیر سوچے سمجھے کرلی ہے (3) اور ہم تمہارے لئے اپنے اوپر مال اور ریاست میں کوئی فضیلت نہیں پاتے بلکہ ہم تمہیں نبوت کے دعویٰ میں اور تمہاری پیروی کرنے والوں کو اس کی تصدیق میں جھوٹا خیال کرتے ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) نبی کو اپنے جیسا بشر کہنے کی گمراہی میں مبتلا ہو کر بہت سی امتیں اسلام سے محروم رہیں۔ (2) کمینوں سے مراد اُن کے وہ لوگ تھے جو اُن کی نظر میں گھٹیا پیشے رکھتے تھے۔ اُن کا یہ قول خالصتاً جہالت پر مبنی تھا کیونکہ انسان کا حقیقی مرتبہ دین کی پیروی اور رسول کی فرمانبرداری سے ہے جبکہ مال و منصب اور پیشے کو اس میں دخل نہیں۔ دین دار، نیک سیرت، پیشہ ور کو حقارت کی نظر سے دیکھنا اور حقیر جاننا جاہلانہ فعل ہے۔ (3) ان شُبہات کا تفصیلی جواب آیت نمبر 31 میں آ رہا ہے۔

آیت 28 جب حضرت نوح علیہ السّلام کو آپ کی قوم نے جھٹلایا تو آپ نے ان سے فرمایا: اے قوم! مجھے بتاؤ کہ اگر میں اپنے رب کی طرف سے واضح دلیل پر ہوں یعنی حق پر ہوں اور مجھے اپنی حقانیت کا قطعی یقین ہو نیز اللہ نے مجھے اپنے پاس سے نبوت عطا کی ہو جبکہ یہی حقیقت تم پر پوشیدہ ہو تو کیا میں تمہیں اپنی نبوت قبول کرنے اور اس پر ایمان لانے پر مجبور کروں حالانکہ تم اسے ناپسند کرتے اور انکار کرتے ہو، تو میں تمہیں قبول کروانے کی نہیں بلکہ اس بات کی طاقت رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا پیغام تم تک پہنچا دوں۔

فَعُمِّيَتْ عَلَيْكُمْ ؕ اَنُلْزِمُكُمُوْهَا وَاَنْتُمْ لَهَا كٰرِهُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَيٰقَوْمِ لَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ

پھر تم (خود ہی) اسے دیکھنے سے اندھے رہو تو کیا میں تمہیں اس (کو قبول کرنے) پر مجبور کروں حالانکہ تم اسے ناپسند کرتے ہو؟ اور اے قوم!

مَالًا ؕ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ اِنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ

میں تم سے اس پر کوئی مال نہیں مانگتا، میرا اجر تو اللہ ہی پر ہے اور میں مسلمانوں کو دور نہیں کروں گا بیشک یہ اپنے رب سے ملنے والے ہیں

وَلٰكِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ﴿۲۹﴾ وَيٰقَوْمِ مَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ طَرَدْتُّهُمْ ؕ

لیکن میں تم لوگوں کو بالکل جاہل قوم سمجھتا ہوں اور اے میری قوم! اگر میں انہیں دور کردوں تو مجھے اللہ سے کون بچائے گا؟

اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ

تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟ اور میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہ میں خود ہی غیب جان لیتا ہوں

آیت 29 حضرت نوح علیہ السّلام نے فرمایا کہ اور اے قوم! تمہارا گمان ہے کہ میں نے مال و دولت حاصل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانا شروع کیا ہے، تمہارا یہ گمان غلط ہے، میں رسالت کی تبلیغ پر تم سے کوئی اجرت طلب نہیں کرتا، میرا اجر تو اللہ ربُّ العٰلمین کے ذمۂ کرم پر ہے لہٰذا تم اس فاسد گمان کی وجہ سے خود کو اُخروی سعادتوں سے محروم نہ کرو۔ حضرت نوح علیہ السّلام کی قوم کے لوگ آپ سے کہتے تھے کہ گھٹیا لوگوں کو اپنی مجلس سے نکال دیجئے تا کہ ہمیں آپ کی مجلس میں بیٹھنے سے شرم نہ آئے۔ اس کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ میں تمہاری وجہ سے مسلمانوں کو اپنے پاس سے دور نہیں کروں گا، ان کی شان یہ ہے کہ یہ اپنے رب سے ملنے والے ہیں اور اس کے قرب سے سرفراز ہوں گے تو میں اُنہیں کیسے نکال دوں، جبکہ میں تم لوگوں کو بالکل جاہل سمجھتا ہوں کیونکہ تم ایمانداروں کو گھٹیا کہتے ہو، اُن کی قدر نہیں کرتے اور نہیں جانتے کہ وہ تم سے بہتر ہیں۔ **درس:** دین دار غریبوں کو حقیر سمجھنا کفار کا طریقہ ہے۔ اس میں ہمارے زمانے کے ان مال داروں کے لئے بڑی عبرت ہے جو غریب علماء، طلبہ اور مبلغین وغیرہ کو عزت دینے کو تیار نہیں۔

آیت 30 عقل اور شریعت اس بات پر متفق ہیں کہ نیک اور متقی مسلمان کی تعظیم کرنا جبکہ فاسق وفاجر اور کافر کی توہین کرنا ضروری ہے، اے میری قوم! بفرضِ محال اگر میں کافر اور فاجر کی تعظیم کے طور پر اسے اپنی بارگاہ میں قرب سے نوازوں اور متقی مومن کی توہین کے طور پر اسے اپنی مجلس سے نکال دوں تو یہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی صریح خلاف ورزی ہوگی اور اس کی وجہ سے میں اللہ تعالیٰ کے عذاب کا حق دار ٹھہروں گا، تو مجھے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کون بچائے گا؟ تو کیا تم اس بات سے نصیحت حاصل نہیں کرتے؟

آیت 31 سابقہ ایک آیت میں قومِ نوح کے حضرت نوح علیہ السّلام کی نبوت پر تین شبہات کا ذکر ہوا، ایک شبہ یہ تھا کہ ہم تم میں اپنے اوپر کوئی بڑائی نہیں پاتے یعنی تم مال و دولت میں ہم سے زیادہ نہیں ہو، اس کے جواب میں حضرت نوح علیہ السّلام نے فرمایا کہ میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں، میں نے کبھی مال کی فضیلت نہیں جتائی، نہ دنیوی دولت کی توقع رکھنے کا کہا ہے پھر تم یہ کہنے کے کیسے مستحق ہو کہ ہم تم میں کوئی مالی فضیلت نہیں پاتے۔ دوسرا شبہ یہ تھا کہ ہم نہیں دیکھتے کہ تمہاری کسی نے پیروی کی ہو

وَلَآ اَقُوْلُ اِنِّيْ مَلَكٌ وَّلَآ اَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ تَزْدَرِيْٓ اَعْيُنُكُمْ لَنْ يُّؤْتِيَهُمُ

اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں اور میں ان غریب مسلمانوں کے بارے میں جنہیں تمہاری نگاہیں حقیر سمجھتی ہیں یہ نہیں کہتا کہ اللہ ہر گز انہیں

اللّٰهُ خَيْرًا ۭ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ښ اِنِّيْٓ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۳۱

کوئی بھلائی نہیں دے گا۔ اللہ خوب جانتا ہے جو ان کے دلوں میں ہے۔ اگر میں ایسی بات کہوں تو ضرور میں ظالموں میں سے ہوں گا ○

قَالُوْا يٰنُوْحُ قَدْ جٰدَلْتَنَا فَاَكْثَرْتَ جِدَالَنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ

انہوں نے کہا: اے نوح! تم نے ہم سے جھگڑا کیا اور بہت زیادہ جھگڑا کر لیا ہے تو اگر تم سچے ہو تو وہ عذاب لے آؤ جس کی وعیدیں تم ہمیں

الصّٰدِقِيْنَ ۝۳۲ قَالَ اِنَّمَا يَاْتِيْكُمْ بِهِ اللّٰهُ اِنْ شَآءَ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ۝۳۳

دیتے رہتے ہو ○ (نوح نے) فرمایا: وہ عذاب تمہارے اوپر اللہ ہی لائے گا اگر وہ چاہے گا اور تم اللہ کو عاجز نہیں کر سکو گے ○

مگر ہمارے کمینوں نے سرسری نظر سے یعنی وہ بھی صرف ظاہر میں مومن ہیں باطن میں نہیں، اس کے جواب میں حضرت نوح علیہ السّلام نے فرمایا: میں نہیں کہتا کہ میں غیب جانتا ہوں اور میرے اَحکام غیب پر مبنی ہیں، جب میں نے یہ کہا ہی نہیں تو اعتراض بے جا ہے نیز شریعت میں ظاہر ہی کا اعتبار ہے۔ ﴿لَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ﴾ فرمانے میں قوم پر ایک لطیف اعتراض بھی ہے کہ کسی کے باطن پر حکم کرنا اس کا کام ہے جو غیب کا علم رکھتا ہو جبکہ میں نے اس کا دعویٰ نہیں کیا حالانکہ میں نبی ہوں تو تم کس طرح کہتے ہو کہ وہ دل سے ایمان نہیں لائے۔ تیسرا شبہ یہ تھا کہ ہم تمہیں اپنے ہی جیسا آدمی دیکھتے ہیں۔ اس کے جواب میں فرمایا کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میں فرشتہ ہوں یعنی میں نے اپنی دعوت کو اپنے فرشتہ ہونے پر موقوف نہیں کیا تھا لہٰذا تمہارا یہ اعتراض بھی باطل ہے۔ کفار نے چونکہ غریب مسلمانوں کو حقیر سمجھا تھا اس پر حضرت نوح علیہ السّلام نے قوم سے فرمایا: میں ان غریب مسلمانوں کے بارے میں جنہیں تمہاری نگاہیں حقیر سمجھتی ہیں یہ حکم نہیں لگاتا کہ اللہ تعالیٰ ہر گز انہیں دنیا و آخرت میں کوئی بھلائی نہ دے گا۔ نیکی یا بدی، اِخلاص یا نفاق جو کچھ ان کے دلوں میں ہے اسے اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ اگر میں اُن کے ظاہری ایمان کو جھٹلا کر اُن کے باطن پر الزام لگاؤں اور انہیں نکال دوں تو ضرور میں ظالموں میں سے ہوں گا اور بِحَمْدِ اللہ میں ظالموں میں سے ہر گز نہیں لہٰذا ایسا کبھی نہ کروں گا۔ **اہم بات:** مسلمان کو کسی دلیل کے بغیر منافق یا کافر کہنے والا ظالم ہے کہ شریعت کا حکم ظاہر پر ہے۔

آیت 32 حضرت نوح علیہ السّلام کے جوابات پر کفار نے دو اعتراض کئے: (1) کفار نے حضرت نوح علیہ السّلام کے جوابات کو بکثرت بحث اور جھگڑا کرنے سے تعبیر کیا اور کہا: اے نوح! تم نے ہم سے جھگڑا کیا اور بہت زیادہ جھگڑا کر لیا ہے۔ (2) حضرت نوح علیہ السّلام نے کفار کو جس عذاب کی وعید سنائی تھی، انہوں نے آپ سے، اس عذاب کے جلدی نازل ہونے کا مطالبہ کیا اور کہا: اگر تم سچے ہو تو اب وہ عذاب لے آؤ جس کی وعیدیں تم ہمیں دیتے رہتے ہو۔ **اہم بات:** حضرت نوح علیہ السّلام کی کفار کے ساتھ بحث اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، اپنی نبوت اور آخرت کو ثابت کرنے کے لئے تھی۔ معلوم ہوا کہ دلائل سے حق کا اثبات اور شبہات کا اِزالہ انبیاءِ کرام علیہمُ السّلام کی سنت ہے۔

آیت 33 کفار کے اعتراضات کے جواب میں حضرت نوح علیہ السّلام نے فرمایا: تم پر عذاب نازل کرنے کا اختیار اللہ تعالیٰ ہی کے پاس

وَلَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِيْۤ اِنْ اَرَدْتُّ اَنْ اَنْصَحَ لَكُمْ اِنْ كَانَ اللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يُّغْوِيَكُمْ ؕ هُوَ رَبُّكُمْ ۫

اور اگر میں تمہاری خیر خواہی کرنا چاہوں تو تب بھی میری نصیحت تمہیں نفع نہیں دے گی اگر اللہ تمہیں گمراہ کرنا چاہتا ہو۔ وہ تمہارا رب ہے

وَ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ؕ﴿۳۴﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَعَلَيَّ اِجْرَامِيْ

اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے ○ کیا یہ کہتے ہیں کہ یہ اس نے خود ہی بنالیا ہے۔ تم فرماؤ: اگر میں نے بنا (بھی) لیا ہو تو میرا جرم صرف

وَ اَنَا بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُجْرِمُوْنَ ﴿۳۵﴾ؑ وَ اُوْحِيَ اِلٰى نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ يُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا

ع ۳

مجھ پر ہے اور میں تمہارے جرم سے بیزار ہوں ○ اور نوح کی طرف وحی بھیجی گئی کہ تمہاری قوم میں سے مسلمان ہو جانے والوں کے

ہے، وہ جب چاہے گا اس عذاب کو تم پر نازل کر دے گا اور جب اس نے عذاب نازل کرنے کا ارادہ فرمالیا تو تم نہ اُس عذاب کو روک سکو گے اور نہ اُس سے بچ سکو گے۔

آیت 34 آیت کا ایک معنیٰ یہ ہے کہ جس دن تم پر عذاب نازل ہوا اور تم وہ عذاب دیکھ کر ایمان لائے تو اس دن میری نصیحت کوئی فائدہ نہ دے گی کیونکہ عذاب نازل ہوتے وقت کا ایمان قبول نہیں۔ دوسرا معنی مَشِیَّتِ الٰہی کے اعتبار سے بھی ہو سکتا ہے جو آیت کے الفاظ سے ظاہر ہے۔ مزید فرمایا: تمہارا خدا وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا، تمہاری پرورش کی، وہ تمہاری موت سے پہلے اور موت کے بعد دونوں حالتوں میں تم میں تَصَرُّف کا پورا پورا اختیار رکھتا ہے اور مرنے کے بعد تمہیں اسی کی طرف لوٹ کر آنا ہے۔

آیت 35 فرمایا کہ کیا حضرت نوح علیہ السّلام کی قوم کے لوگ یہ کہتے ہیں کہ جو بات حضرت نوح علیہ السّلام اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں وہ انہوں نے اپنے پاس سے بنالی ہے تو اے نوح! تم ان سے فرمادو کہ بالفرض اگر میں نے اپنے پاس سے بنالی ہے تو مجھے میرے گناہ کی سزا ملے گی لیکن حقیقت یہ ہے کہ تم نے میرے اوپر جو تہمت لگائی ہے میں تمہارے اس جرم سے بیزار ہوں۔ دوسری تفسیر کے مطابق اس آیت کا تعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم سے ہے اور معنی یہ ہے: کیا کفارِ مکہ یہ کہتے ہیں کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے قرآن خود ہی بنالیا ہے اور یہ کہہ کر کفار اسے اللہ تعالیٰ کا کلام اور اَحکام ماننے سے گریز کرتے، اس کے رسول پر بہتان باندھتے اور اُن کی طرف اِفترا کی نسبت کرتے ہیں جن کی سچائی روشن دلائل اور مضبوط حجتوں سے ثابت ہو چکی ہے لہٰذا اے حبیب! اب اُن سے فرمادو کہ اگر بالفرض میں نے بنا بھی لیا ہو تو میرا جرم صرف مجھ پر ہے جس کا وبال ضرور آئے گا لیکن بِحَمْدِ اللہ! میں سچا ہوں تو تم سمجھ لو کہ تمہاری تکذیب کا وبال تم پر پڑے گا اور تم نے میرے اوپر جو تہمت لگائی ہے میں تمہارے اس جرم سے بیزار ہوں۔ اس صورت میں یہ آیت حضرت نوح علیہ السّلام کے قصے کے دوران اس لئے ذکر کی گئی ہے تاکہ سننے والوں کا نَشاط برقرار رہے۔

آیت 36 اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السّلام کی طرف وحی بھیجی کہ آپ کی قوم کے جن لوگوں سے ایمان قبول کرنے کی توقع تھی وہ ایمان قبول کر چکے، جو لوگ کفر پر قائم ہیں وہ کسی صورت ایمان قبول نہیں کریں گے لہٰذا اس طویل مدت کے دوران کفار کی طرف سے آپ کو جس تکذیب، اِستہزا اور اَذِیَّت کا سامنا ہوا اس پر غم نہ کرو، ان کے کرتوت ختم ہو گئے اور اب ان سے انتقام لینے کا وقت آ گیا ہے۔ **اہم بات:** ایمان لانے والے حضرات کی تعداد مفسرین کے بیان کے مطابق تقریباً 80 تھی۔

مَنْ قَدْ اٰمَنَ فَلَا تَبْتَىِٕسْ بِمَا كَانُوْا یَفْعَلُوْنَ ﴿٣٦﴾ۚۖ وَ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْیُنِنَا وَ وَحْیِنَا

علاوہ کوئی اور (اب) مسلمان نہیں ہوگا تو تم اس پر غم نہ کھاؤ جو یہ کر رہے ہیں ○ اور ہمارے سامنے اور ہمارے حکم سے کشتی بناؤ

وَ لَا تُخَاطِبْنِیْ فِی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ﴿٣٧﴾ وَ یَصْنَعُ الْفُلْكَ ۟ وَ كُلَّمَا

اور (اب) ظالموں کے بارے میں مجھ سے بات نہ کرنا۔ بیشک انہیں ضرور غرق کیا جائے گا ○ اور نوح کشتی بناتے رہے اور ان کی قوم کے

مَرَّ عَلَیْهِ مَلَاٌ مِّنْ قَوْمِهٖ سَخِرُوْا مِنْهُ ؕ قَالَ اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ

سرداروں میں سے جب کبھی کوئی ان کے پاس سے گزرتا تو ان کا مذاق اڑاتا۔ (نوح نے) فرمایا: اگر تم ہمارے اوپر ہنستے ہو تو ایک وقت ہم بھی

مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُوْنَ ﴿٣٨﴾ؕ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ یَّاْتِیْهِ عَذَابٌ یُّخْزِیْهِ

تم پر ایسے ہی ہنسیں گے جیسے تم ہنستے ہو ○ تو عنقریب تمہیں پتہ چل جائے گا کہ کس پر وہ عذاب آتا ہے جو اسے ذلیل و رسوا کردے گا

وَ یَحِلُّ عَلَیْهِ عَذَابٌ مُّقِیْمٌ ﴿٣٩﴾ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَ فَارَ التَّنُّوْرُ ۙ قُلْنَا احْمِلْ

اور کس پر ہمیشہ رہنے والا عذاب اترتا ہے ○ یہاں تک کہ جب ہمارا حکم آگیا اور تنور اُبلنے لگا تو ہم نے فرمایا: ہر جنس میں سے (نر اور مادہ کا)

آیت 37 جب حضرت نوح علیہ السّلام کو بتایا گیا کہ ان کی قوم میں پہلے مسلمان ہو جانے والوں کے علاوہ اور کوئی مسلمان نہ ہو گا تو اس کا تقاضا یہ تھا کہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کافروں کو عذاب دینے والا ہے، چونکہ عذاب کئی طریقوں سے آسکتا تھا اس لئے بتادیا گیا کہ وہ عذاب ڈبو دیئے جانے کی صورت میں ہو گا اور ڈوبنے سے نجات کی صورت صرف کشتی کے ذریعے ممکن تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السّلام کو کشتی تیار کرنے کا حکم دیا، ارشاد فرمایا کہ ہماری حفاظت میں اور ہماری تعلیم سے کشتی بناؤ اور ظالموں کے بارے میں مجھ سے اُن کی شفاعت اور ان سے عذاب دور ہو جانے کی دعا نہ کرنا کیونکہ غرق ہونا اِن کا مقدر ہو چکا ہے۔

آیت 38 حضرت نوح علیہ السّلام کشتی بناتے رہے اور ان کی قوم کے سرداروں میں سے جب کبھی کوئی ان کے پاس سے گزرتا تو ان کا مذاق اڑاتا اور کہتا کہ اے نوح! کیا کر رہے ہو؟ آپ فرماتے: ایسا مکان بنا رہا ہوں جو پانی پر چلے۔ یہ سن کر وہ ہنستا کیونکہ آپ کشتی جنگل میں بنا رہے تھے جہاں دور دور تک پانی نہ تھا۔ وہ مذاق اڑانے کے طور پر یہ بھی کہتے کہ پہلے تو آپ نبی تھے اب بڑھئی ہو گئے۔ حضرت نوح علیہ السّلام نے ان سے فرمایا: اگر تم ہمارے اوپر ہنستے ہو تو ایک وقت ہم بھی تمہیں ہلاک ہوتا دیکھ کر تم پر ایسے ہی ہنسیں گے جیسے تم کشتی دیکھ کر ہنستے ہو۔ **اہم بات:** یہ کشتی دو سال میں تیار ہوئی۔ اس کی لمبائی 300 گز، چوڑائی 50 گز اور اُونچائی 30 گز تھی۔ اس میں اور بھی اَقوال ہیں۔

آیت 39 ارشاد فرمایا: تو عنقریب تمہیں پتہ چل جائے گا کہ کس پر دنیا میں غرق ہونے کا وہ عذاب آتا ہے جو اسے ذلیل و رسوا کر دے گا اور کس پر آخرت میں جہنم کا ہمیشہ رہنے والا عذاب اترتا ہے جو کبھی ختم نہ ہو گا۔

آیت 40 اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السّلام کو عذاب نازل ہونے کی یہ علامت بیان فرمائی تھی کہ جب تنور سے پانی جوش مارتا دیکھو

فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَ اَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَ مَنْ اٰمَنَ ؕ

ایک ایک جوڑا اور جن پر (عذاب کی) بات پہلے طے ہوچکی ہے ان کے سوا اپنے گھروالوں کو اور اہلِ ایمان کو کشتی میں سوار کرلو

وَ مَاۤ اٰمَنَ مَعَهٗۤ اِلَّا قَلِيْلٌ ۞۴۰ وَ قَالَ ارْكَبُوْا فِيْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَ مُرْسٰىهَا ؕ

قرء حفص بفتح المیم وامالۃ الراء ۱۲

اور ان کے ساتھ تھوڑے لوگ ہی ایمان لائے تھے ○ اور (نوح نے) فرمایا: اس میں سوار ہو جاؤ۔ اس کا چلنا اور اس کا ٹھہرنا اللہ ہی کے نام پر ہے۔

اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۞۴۱ وَ هِيَ تَجْرِيْ بِهِمْ فِيْ مَوْجٍ كَالْجِبَالِ ۫ وَ نَادٰى

بیشک میرا رب ضرور بخشنے والا مہربان ہے ○ اور وہ کشتی انہیں پہاڑ جیسی موجوں کے درمیان لے کر چل رہی تھی اور نوح نے

تو جان لینا کہ عذاب نازل ہونے کا وقت آ پہنچا ہے۔ حضرت نوح علیہ السّلام کشتی بنانے میں مصروف رہے یہاں تک کہ ان کی قوم پر عذاب نازل ہونے اور ہلاکت کا وقت آ گیا اور تنور سے پانی جوش مارنے لگا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السّلام کو تین طرح کی چیزیں کشتی میں سوار کرنے کا حکم فرمایا: (1) ہر جنس میں سے نر اور مادہ کا ایک ایک جوڑا (2) جن پر عذاب کی بات پہلے طے ہو چکی ہے یعنی حضرت نوح علیہ السّلام کی بیوی واعلہ اور بیٹا کنعان کے سوا آپ کے اہلِ خانہ (3) وہ لوگ جو حضرت نوح علیہ السّلام پر ایمان لائے۔ آیت میں مزید فرمایا: کہ ان کے ساتھ تھوڑے لوگ ہی ایمان لائے تھے۔ یہ کل 80 اَفراد تھے۔ ان کی تعداد کے بارے میں اور بھی اَقوال ہیں، صحیح تعداد اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کیونکہ اُن کی تعداد کسی صحیح حدیث میں وارد نہیں۔ **اہم باتیں:** (1) اس تنور سے روئے زمین مراد ہے یا یہی روٹی پکانے والا تنور، ایک قول کے مطابق یہ تنور پتھر کا تھا اور حضرت حوّا رضی اللہ عنہا کے ترکے میں سے آپ کو پہنچا تھا۔ (2) حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت نوح علیہ السّلام نے اپنے ساتھ ان تمام جانوروں کا ایک ایک جوڑا کشتی میں سوار کر لیا جو بچے جنتے یا انڈے دیتے ہوں البتہ جو مٹی سے پیدا ہوتے ہیں جیسے مچھر، ان میں سے کسی کو سوار نہ کیا۔ بعض بزرگوں سے مروی ہے کہ سانپ اور بچھو نے حضرت نوح علیہ السّلام کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کی کہ ہمیں بھی اپنے ساتھ سوار کر لیں۔ آپ علیہ السّلام نے ان سے فرمایا: تمہاری وجہ سے ہم کہیں مصیبت کا شکار نہ ہو جائیں اس لئے میں تمہیں سوار نہیں کروں گا۔ انہوں نے عرض کی: آپ ہمیں سوار کر لیں، ہم آپ کو ضمانت دیتے ہیں کہ جو آپ کا ذکر کرے گا ہم اسے نقصان نہ پہنچائیں گے۔ (3) حضرت نوح علیہ السّلام کے اہلِ خانہ کل سات افراد تھے: حضرت نوح علیہ السّلام، آپ کے تین بیٹے سام، حام، یافث اور ان تینوں کی بیویاں۔

آیت 41 حضرت نوح علیہ السّلام نے جن اَصحاب کو کشتی میں سوار کیا ان سے فرمایا: تم کشتی میں سوار ہو جاؤ، اس کا چلنا اور اس کا ٹھہرنا اللہ تعالیٰ ہی کے نام پر ہے۔ بیشک میرا رب ضرور بخشنے والا مہربان ہے۔ **اہم بات:** حضرت ضحاک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب حضرت نوح علیہ السّلام چاہتے کہ کشتی چلے تو بِسْمِ اللہ فرماتے تو کشتی چلنے لگتی اور جب چاہتے کہ ٹھہر جائے بِسْمِ اللہ فرماتے تو ٹھہر جاتی تھی۔

درس: آیت میں ہمارے لئے تعلیم ہے کہ جب کوئی کام کرنا چاہے تو بِسْمِ اللہ پڑھ کر شروع کریں۔

آیت 42 جب حضرت نوح علیہ السّلام کی قوم پر عذاب نازل ہوا تو 40 دن اور رات آسمان سے بارش برستی رہی اور زمین سے پانی اُبلتا رہا، پانی پہاڑوں سے اونچا ہو گیا یہاں تک کہ ہر چیز اس میں ڈوب گئی اور ہوا اس شدت سے چل رہی تھی کہ پہاڑوں کی مانند اونچی لہریں بلند

نُوْحُ ابْنَهٗ وَكَانَ فِیْ مَعْزِلٍ یّٰبُنَیَّ ارْكَبْ مَّعَنَا وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۴۲﴾

اپنے بیٹے کو پکارا اور وہ اس (کشتی) سے (باہر) ایک کنارے پر تھا: اے میرے بیٹے! تو ہمارے ساتھ سوار ہو جا اور کافروں کے ساتھ نہ ہو ○

قَالَ سَاٰوِیْۤ اِلٰى جَبَلٍ یَّعْصِمُنِیْ مِنَ الْمَآءِ ؕ قَالَ لَا عَاصِمَ الْیَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ

بیٹے نے کہا: میں ابھی کسی پہاڑ کی پناہ لے لیتا ہوں وہ مجھے پانی سے بچا لے گا۔ (نوح نے) فرمایا: آج اللہ کے عذاب سے کوئی بچانے والا نہیں

اِلَّا مَنْ رَّحِمَ ۚ وَحَالَ بَیْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِیْنَ ﴿۴۳﴾ وَقِیْلَ یٰۤاَرْضُ

مگر (وہی بچے گا) جس پر وہ رحم فرمادے اور ان کے درمیان میں لہر حائل ہو گئی تو وہ بھی غرق کئے جانے والوں میں سے ہو گیا ○ اور حکم

ابْلَعِیْ مَآءَكِ وَیٰسَمَآءُ اَقْلِعِیْ وَغِیْضَ الْمَآءُ وَقُضِیَ الْاَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِیِّ

فرمایا گیا کہ اے زمین! اپنا پانی نگل جا اور اے آسمان! تھم جا اور پانی خشک کر دیا گیا اور کام تمام ہو گیا اور وہ کشتی جودی پہاڑ پر ٹھہر گئی

وَقِیْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۴۴﴾ وَنَادٰى نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَهْلِیْ ربع

اور فرمادیا گیا: ظالموں کے لئے دوری ہے ○ اور نوح نے اپنے رب کو پکارا تو عرض کی: اے میرے رب! میرا بیٹا بھی تو میرے گھر والوں میں سے ہے

ہو رہی تھیں، وہ کشتی انہیں ان پہاڑ جیسی موجوں کے درمیان لے کر چل رہی تھی۔ حضرت نوح علیہ السّلام کا بیٹا کنعان کشتی سے باہر ایک کنارے پر تھا، حضرت نوح علیہ السّلام نے اسے پکارا: اے میرے بیٹے! تو ہمارے ساتھ کشتی میں سوار ہو جا اور سواری سے محروم رہنے والے کافروں کے ساتھ نہ ہو۔ **اہم باتیں:** (1) علما فرماتے ہیں کہ کنعان منافق تھا، جب طوفان آیا تو اس نے اپنا باطنی کفر ظاہر کر دیا۔

آیت 43 حضرت نوح علیہ السّلام کی پکار سن کر کنعان نے کشتی میں سوار ہونے کے بجائے یہ جواب دیا کہ میں ابھی کسی پہاڑ کی پناہ لے لیتا ہوں وہ مجھے پانی سے بچا لے گا۔ حضرت نوح علیہ السّلام نے اس سے فرمایا: آج کے دن اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کوئی بچانے والا نہیں لیکن جس پر اللہ تعالیٰ رحم فرمادے تو وہ ڈوبنے سے بچ سکتا ہے۔ پھر حضرت نوح علیہ السّلام اور کنعان کے درمیان ایک لہر حائل ہو گئی تو کنعان بھی غرق کئے جانے والوں میں سے ہو گیا۔

آیت 44 جب طوفان اپنی اِنتہا کو پہنچا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے زمین کو حکم فرمایا گیا کہ اے زمین! اپنا پانی نگل جا اور آسمان کو حکم فرمایا گیا کہ اے آسمان! تھم جا، پھر پانی خشک کر دیا گیا، حضرت نوح علیہ السّلام کی قوم کی ہلاکت کا کام پورا ہو گیا، کشتی چھ مہینے زمین میں گھوم کر جودی پہاڑ پر ٹھہر گئی اور فرمادیا گیا کہ ظالموں کے لئے دوری ہے۔ **اہم باتیں:** (1) جودی پہاڑ موصل یا شام کی حدود میں واقع ہے۔ حضرت نوح علیہ السّلام 10 رجب کو کشتی میں بیٹھے اور 10 محرم کو کشتی جودی پہاڑ پر ٹھہری تو آپ نے اس کے شکر کا روزہ رکھا اور اپنے تمام ساتھیوں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم فرمایا۔ (2) 10 محرم یعنی عاشورا کے دن روزہ رکھنا سنت ہے۔

آیت 45 جب حضرت نوح علیہ السّلام اور کنعان کے درمیان لہر حائل ہوئی تو آپ علیہ السّلام نے اس کی نجات طلب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے دعا کی: اے میرے رب! میرا بیٹا بھی تو میرے گھر والوں میں سے ہے اور تو نے مجھ سے میری اور میرے گھر والوں کی نجات

وَ اِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَ اَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِیْنَ ﴿۴۵﴾ قَالَ یٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ

اور بیشک تیرا وعدہ سچا ہے اور تو سب سے بڑا حاکم ہے○ (اللہ نے) فرمایا: اے نوح! بیشک وہ تیرے گھر والوں میں ہر گز نہیں ،

اِنَّهٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ ۖ٘ فَلَا تَسْـَٔلْنِ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنِّیْۤ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ

بیشک اس کا عمل اچھا نہیں، پس تم مجھ سے اس بات کا سوال نہ کرو جس کا تجھے علم نہیں۔ میں تجھے نصیحت فرماتا ہوں کہ تو ان لوگوں میں

مِنَ الْجٰهِلِیْنَ ﴿۴۶﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّیْۤ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَسْـَٔلَكَ مَا لَیْسَ لِیْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ

سے نہ ہو جو جانتے نہیں○ عرض کی: اے میرے رب ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں کہ تجھ سے وہ چیز مانگوں جس کا مجھے علم نہیں

کا وعدہ فرمایا ہے۔ بے شک تیرا وعدہ سچا ہے اور اس وعدے کے پورا ہونے میں کوئی شک نہیں۔ بے شک تو سب حاکموں سے بڑھ کر جاننے والا اور سب سے زیادہ عدل فرمانے والا ہے۔ **اہم بات:** شیخ ابو منصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کنعان منافق تھا، حضرت نوح علیہ السّلام کے سامنے خود کو مؤمن ظاہر کرتا تھا اگر اپنا کفر ظاہر کر دیتا تو آپ علیہ السّلام اللہ تعالیٰ سے اس کی نجات کی دعا نہ کرتے۔

آیت 46 اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے نوح! بیشک وہ تیرے گھر والوں یعنی آپ پر ایمان لانے والوں میں سے ہر گز نہ تھا یا یہ معنی ہے کہ وہ آپ کے ان گھر والوں میں سے نہ تھا جن کی آپ کے ساتھ نجات کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا تھا۔ مزید فرمایا: بیشک اس کا عمل اچھا نہیں، راجح قول یہ ہے کہ یہاں حضرت نوح علیہ السّلام کے بیٹے کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ اس کے عمل اچھے نہ تھے، وہ شرک کرتا تھا۔ آیت میں مزید فرمایا: تو جس بات کے درست یا غلط ہونے کا آپ کو علم نہیں اس بات کا مجھ سے سوال نہ کرو، میں تجھے نصیحت فرماتا ہوں کہ تم ان لوگوں میں سے نہ ہونا جو نہیں جانتے۔ علامہ صاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے حضرت نوح علیہ السّلام سے کئے گئے اس کلام میں نرمی و شفقت کا اِظہار ہے گویا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السّلام سے ارشاد فرمایا: اے پیارے نوح! آپ کا مقام بہت بلند ہے، اس لئے آپ کی شان کے لائق یہ بات ہے کہ آپ صرف اسی کی شفاعت فرمائیں جس کے بارے میں نجات کی امید ہے، وہ لوگ جن کے بارے میں آپ نہیں جانتے کہ ان کے بارے میں شفاعت قبول کی جائے گی یا نہیں تو ان کی نجات کے بارے میں آپ کا سوال کرنا آپ کے مقام و مرتبہ کے لائق نہیں۔ **اہم باتیں:** (1) نجات کے لئے صرف نسبی قرابت کا اعتبار نہیں بلکہ ایمان شرط ہے جیسے کنعان کو حضرت نوح علیہ السّلام سے نسبی قرابت حاصل تھی لیکن دینی قرابت یعنی ایمان حاصل نہ تھا (2) حضرت نوح علیہ السّلام کے کنعان کی نجات کے سوال سے منصبِ نبوت میں کوئی حَرَج واقع نہیں ہوتا کیونکہ آپ اس کے اظہارِ اسلام کی وجہ سے اسے مسلمان سمجھتے تھے اور انبیاءِ کرام علیہمُ السّلام ظاہر پر ہی حکم لگاتے تھے۔

آیت 47 جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت نوح علیہ السّلام کی تربیت ہوئی تو آپ نے عرض کی: اے میرے رب! میں اس بات سے تیری پناہ چاہتا ہوں کہ تجھ سے وہ چیز مانگوں جس کے بارے میں مجھے علم نہیں کہ اسے حاصل کرنا حکمت کے تقاضے کے مطابق ہے یا نہیں اور اگر تو نے میرے اُس سوال پر میری مغفرت نہ فرمائی اور میری عرض قبول فرما کر میرے اوپر رحم نہ فرمایا تو میرا شمار بھی نقصان اٹھانے والوں میں ہو جائے گا۔

وَ اِلَّا تَغْفِرْ لِیْ وَ تَرْحَمْنِیْۤ اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِیْنَ ﴿۴۷﴾ قِیْلَ یٰنُوْحُ اهْبِطْ

اور اگر تو میری مغفرت نہ فرمائے اور مجھ پر رحم نہ فرمائے تو میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤں گا○ فرمایا گیا: اے نوح! ہماری

بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَ بَرَكٰتٍ عَلَیْكَ وَ عَلٰۤى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ ؕ وَ اُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ

طرف سے اس سلامتی اور ان برکتوں کے ساتھ کشتی سے اتر و جو تم پر اور تمہارے ساتھیوں کی جماعتوں پر ہیں اور کچھ جماعتیں ایسی ہیں

ثُمَّ یَمَسُّهُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۴۸﴾ تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهَاۤ اِلَیْكَ ۚ

جنہیں ہم فائدے دیں گے پھر انہیں ہماری طرف سے دردناک عذاب پہنچے گا○ یہ کچھ غیب کی خبریں ہیں جو ہم تمہاری طرف وحی

مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَاۤ اَنْتَ وَ لَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا ؕۛ فَاصْبِرْ ؕۛ اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِیْنَ ﴿۴۹﴾ ع

کرتے ہیں۔ اس سے پہلے نہ تم انہیں جانتے تھے اور نہ تمہاری قوم جانتی تھی تو تم صبر کرو بیشک اچھا انجام پرہیزگاروں کے لئے ہے○

وَ اِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ؕ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ اِنْ اَنْتُمْ

اور عاد کی طرف ان کے ہم قوم ہود کو بھیجا۔ فرمایا: اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، تم تو صرف

معانقۃ ۹ الوقف علی فاصبر احسن والبق ۱۲

آیت 48 فرمایا گیا: اے نوح! ہماری طرف سے اس سلامتی اور ان برکتوں کے ساتھ کشتی سے اترو جو تم پر اور تمہارے ساتھیوں کی جماعتوں پر ہیں اور کچھ جماعتیں ایسی ہیں جنہیں ہم دنیا میں ان کی مقررہ مدتوں تک فراخیٔ عیش اور وسعتِ رزق عطا فرمائیں گے پھر انہیں آخرت میں ہماری طرف سے دردناک عذاب پہنچے گا۔ **اہم بات:** آیت میں مذکور "سلامتی" میں قیامت تک آنے والا ہر مومن مرد و عورت داخل ہے، "برکتوں" سے حضرت نوح علیہ السّلام کی ذُرِّیَّت اور آپ کی پیروی کرنے والوں کی کثرت مراد ہے کہ بکثرت انبیاء علیہم السّلام اور ائمۂ دین رحمۃ اللہ علیہم آپ کی نسلِ پاک سے ہوئے۔

آیت 49 اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے حبیب! حضرت نوح علیہ السّلام اور ان کی قوم کے جس واقعے کی ہم نے آپ کو خبر دی یہ غیب کی خبروں میں سے ہے جو ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں۔ آپ پر قرآن نازل ہونے سے پہلے آپ اور آپ کی قوم ان غیبی خبروں کو تفصیل سے نہیں جانتی تھی لہٰذا اے حبیب! جس طرح حضرت نوح علیہ السّلام نے اپنی قوم کی اذیتوں پر صبر کیا اسی طرح آپ بھی اپنی قوم کے مشرکین کی اذیتوں پر صبر کریں، بے شک اچھا انجام یعنی دشمنوں کے خلاف مدد، فتح اور اُخروی سعادتوں کے حصول کے ذریعے کامیابی ایمان والوں کے لئے ہے۔

آیت 50 فرمایا گیا: اور ہم نے قومِ عاد کی طرف ان کے ہم قوم ہود کو بھیجا۔ حضرت ہود علیہ السّلام نے اپنی قوم سے فرمایا: اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کرو، عبادت میں کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ، تمہارا معبود اللہ تعالیٰ ہی ہے، یہ بت جن کی تم پوجا کر رہے ہو معبود ہرگز نہیں کیونکہ یہ پتھر ہیں اور کوئی نفع نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ تمہارا یہ دعویٰ جھوٹا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے شریک ہیں۔ **اہم بات:** آیت میں حضرت ہود علیہ السّلام کو قومِ عاد کا بھائی فرمایا گیا، اس سے مراد نسب کے اعتبار سے بھائی ہونا ہے کیونکہ حضرت

اِلَّا مُفْتَرُوْنَ ﴿۵۰﴾ يٰقَوْمِ لَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ؕ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى الَّذِيْ فَطَرَنِيْ ؕ

بہتان لگانے والے ہو ○ اے میری قوم! میں اس پر تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا۔ میرا اجر تو اسی کے ذمہ ہے جس نے مجھے پیدا کیا۔

اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۵۱﴾ وَيٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ

تو کیا تمہیں عقل نہیں ؟○ اور اے میری قوم! تم اپنے رب سے معافی مانگو پھر اس کی بارگاہ میں توبہ کرو تو وہ تم پر موسلا دھار بارش

مِّدْرَارًا وَّيَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۵۲﴾ قَالُوْا يٰهُوْدُ

بھیجے گا اور تمہاری قوت کے ساتھ مزید قوت زیادہ کرے گا اور تم مجرم بن کر منہ نہ پھیرو ○ انہوں نے کہا: اے ہود! تم ہمارے پاس کوئی

مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ وَّمَا نَحْنُ بِتَارِكِيْۤ اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۳﴾

دلیل لے کر نہیں آئے اور ہم صرف تمہارے کہنے سے اپنے خداؤں کو چھوڑنے والے نہیں ہیں اور نہ ہی تمہاری بات پر یقین کرنے والے ہیں ○

ہود علیہ السّلام کا تعلق قبیلہ عاد سے تھا، یہ عرب کا قبیلہ تھا اور یمن کے قریب ان کی رہائش تھی۔

آیت 51 حضرت ہود علیہ السّلام نے مزید فرمایا: اے میری قوم! تمہیں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور تبلیغ کرنے سے میرا مقصد یہ نہیں کہ تم اس عمل پر مجھے مال وغیرہ کوئی اجرت دو، میرا اجر و ثواب تو اسی کے ذمہ ہے جس نے مجھے پیدا کیا تو کیا تمہیں عقل نہیں کہ اتنا سمجھ سکو کہ جو محض بے غرض نصیحت کرتا ہے وہ یقیناً خیر خواہ اور سچا ہے۔ **درس:** انبیاءِ کرام علیہم السّلام نے کسی لالچ کے بغیر دین کی تبلیغ کا فریضہ سر انجام دیا اور یہی خالص نصیحت ہے، لہٰذا مسلمانوں کو بھی چاہئے کہ کسی لالچ کے بغیر اور ممکن ہو تو کسی اجرت کے بغیر تبلیغِ دین کا فریضہ ادا کریں۔

آیت 52 جب قومِ عاد نے حضرت ہود علیہ السّلام کی دعوت قبول نہ کی تو اللہ تعالیٰ نے اُن پر تین سال تک بارش روک دی اور اُن کی عورتوں کو بانجھ کر دیا، جب یہ لوگ بہت پریشان ہوئے تو حضرت ہود علیہ السّلام نے وعدہ فرمایا کہ اگر تم اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ، اس کے رسول کی تصدیق کرو، شرک و کفر اور گزشتہ گناہوں سے اپنے رب کے حضور توبہ کرو تو اللہ تعالیٰ تم پر موسلا دھار بارش بھیجے گا اور مال و اولاد عطا فرما کر تمہاری قوت کے ساتھ مزید قوت زیادہ کرے گا اور تم مجرم ہونے اور گناہوں پر جمے رہ کر مجھ سے اور میری دعوت سے منہ نہ پھیرو۔ **اہم بات:** کثرتِ رزق اور حصولِ اولاد کے لئے بکثرت اِستغفار پڑھنا قرآنی عمل ہے۔

آیت 53 حضرت ہود علیہ السّلام کی قوم نے مذاق اڑانے اور عناد کے طور پر جواب دیا: اے ہود! تم ہمارے پاس کوئی دلیل لے کر نہیں آئے جو تمہارے دعوے کی صحت پر دلالت کرتی۔ یہ بات اُنہوں نے جھوٹ بولی تھی اور حضرت ہود علیہ السّلام کے معجزات سے مکر گئے تھے۔ وہ اس بات کے معترف تھے کہ نفع و نقصان پہنچانے کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہے، اس کے باوجود آپ علیہ السّلام سے کہا کہ ہم صرف تمہارے کہنے سے اپنے بتوں کی عبادت کرنا نہیں چھوڑیں گے اور نہ تمہاری بات پر یقین کرنے والے ہیں۔

اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰىكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ ؕ قَالَ اِنِّیْٓ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَ اشْهَدُوْٓا

ہم تو صرف یہ کہتے ہیں کہ ہمارے کسی معبود نے تم پر کوئی برائی پہنچادی ہے۔(ہود نے) فرمایا: میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں اور تم سب (بھی) گواہ ہو جاؤ

اَنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ۙ﴿۵۴﴾ مِنْ دُوْنِهٖ فَكِیْدُوْنِیْ جَمِیْعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ ﴿۵۵﴾

کہ میں ان سب سے بیزار ہوں جنہیں تم اللہ کے سوا اس کا شریک ٹھہراتے ہو۔ تم سب مل کر میرے اوپر داؤ چلاؤ پھر مجھے مہلت نہ دو۔

اِنِّیْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّیْ وَ رَبِّكُمْ ؕ مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِیَتِهَا ؕ

میں نے اللہ پر بھروسہ کرلیا ہے جو میرا اور تمہارا رب ہے۔ زمین پر چلنے والا کوئی جاندار ایسا نہیں جس کی پیشانی اس کے قبضۂ قدرت میں نہ ہو۔

اِنَّ رَبِّیْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۵۶﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ مَّاۤ اُرْسِلْتُ بِهٖۤ اِلَیْكُمْ ؕ

بیشک میرا رب سیدھے راستہ پر ملتا ہے۔ پھر اگر تم منہ پھیرو تو میں تمہیں اُس کی تبلیغ کرچکا ہوں جس کے ساتھ مجھے تمہاری طرف بھیجا گیا تھا

آیت 54 حضرت ہود علیہ السّلام کی قوم نے مزید کہا: بیشک اے ہود! تم جو ہماری مخالفت کرتے اور ہمارے بتوں کو برا کہتے ہو اس لئے ان بتوں نے تم سے اِنتقام لیتے ہوئے تمہیں دیوانہ کر دیا ہے۔ اس سے ان کی مراد یہ تھی کہ آپ جو کچھ کہتے ہیں یہ سب دیوانگی کی باتیں ہیں۔(مَعَاذَ اللہ) حضرت ہود علیہ السّلام نے انہیں جواب دیا: میں اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتا ہوں اور تم سب بھی میری اس بات پر گواہ ہو جاؤ کہ میں ان سب بتوں سے بیزار ہوں جنہیں تم اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے اور ان کی عبادت کرتے ہو۔

آیت 55 مزید فرمایا: تم اور وہ بت جنہیں تم معبود سمجھتے ہو سب مل کر مجھے نقصان پہنچانے کی کوشش کرو، پھر مجھے مہلت نہ دو، مجھے تمہاری اور تمہارے معبودوں کی مَکاریوں کی کچھ پروا نہیں نیز مجھے تمہاری قوت سے کچھ اندیشہ نہیں کیونکہ جنہیں تم معبود کہتے ہو وہ بے جان ہیں، نہ کسی کو نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان۔ **اہم بات:** یہ آپ علیہ السّلام کا معجزہ ہے کہ آپ نے ایک زبردست، صاحبِ قوت و شوکت قوم سے جو آپ کی جانی دشمن تھی، اس طرح کے کلمات بلاخوف فرمائے اور وہ قوم آپ کو نقصان پہنچانے سے عاجز رہی۔

آیت 56 مزید فرمایا: تم اگرچہ ہر طرح سے کوشش کر کے دیکھ لو مجھے ہرگز نقصان نہیں پہنچا سکتے کیونکہ مجھے اللہ تعالیٰ پر توکل اور اسی کی حفاظت پر بھروسا ہے، وہ میرا اور تمہارا دونوں کا مالک ہے، کوئی چیز مجھے پہنچ نہیں سکتی جب تک وہ اسے دور کر رہا ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ روئے زمین پر کوئی جاندار ایسا نہیں جس کا وہ مالک اور اس پر قادر نہ ہو، اللہ تعالیٰ جیسے چاہتا ہے اس میں تَصَرُّف فرماتا ہے۔ اور فرمایا: بیشک میرا رب حق اور انصاف کے راستہ پر ملتا ہے۔

آیت 57 مزید فرمایا: جس دین کے ساتھ میں تمہاری طرف بھیجا گیا ہوں اگر تم اس پر ایمان لانے سے اِعراض کرو تو میں تمہیں اس کی تبلیغ کرچکا ہوں اور اس میں مجھ سے کوئی کمی واقع نہیں ہوئی، اگر تم ایمان نہ لائے اور جو احکام میں تمہاری طرف لایا ہوں انہیں قبول نہ کیا تو اللہ تعالیٰ تمہیں ہلاک کر دے گا اور تمہاری جگہ دوسری قوم کو تمہارے شہروں اور اَموال کا مالک بنا دے گا جو اس کی وحدانیت کا اقرار کرنے والے نیز اسی کی عبادت کریں گے اور تم اس کا کچھ نہ بگاڑ سکو گے کہ وہ اس سے پاک ہے کہ اسے کوئی نقصان پہنچ سکے۔

وَيَسْتَخْلِفُ رَبِّيْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۚ وَلَا تَضُرُّوْنَهٗ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ ﴿۵۷﴾

اور میرا رب تمہاری جگہ دوسروں کو لے آئے گا اور تم اس کا کچھ نہ بگاڑ سکو گے بیشک میرا رب ہر شے پر نگہبان ہے○

وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا هُوْدًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا ۚ وَنَجَّيْنٰهُمْ مِّنْ عَذَابٍ

اور جب ہمارا حکم آگیا تو ہم نے اپنی رحمت کے ساتھ ہود اور اس کے ساتھ والے مسلمانوں کو بچالیا اور انہیں سخت عذاب سے

غَلِيْظٍ ﴿۵۸﴾ وَتِلْكَ عَادٌ ۟ۙ جَحَدُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَعَصَوْا رُسُلَهٗ وَاتَّبَعُوْۤا اَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ

نجات دی○ اور یہ عاد ہیں جنہوں نے اپنے رب کی آیتوں کا انکار کیا اور اس کے رسولوں کی نافرمانی کی اور ہر بڑے سرکش ہٹ دھرم کے

عَنِيْدٍ ﴿۵۹﴾ وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ عَادًا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ؕ

کہنے پر چلے○ اور اِس دنیا میں اور قیامت کے دن ان کے پیچھے لعنت لگادی گئی۔ سن لو! بیشک عاد نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا۔

بے شک میرا رب ہر شے پر نگہبان ہے، کسی کا قول یا فعل اس سے چھپا ہوا نہیں۔ **اہم باتیں:** (1) انبیاء علیہم السلام اپنی امت تک سارے شرعی اَحکام اپنی حیاتِ شریف میں پہنچا دیتے ہیں کوئی بات چُھپا نہیں رکھتے۔ (2) قانونِ الٰہی ہے کہ جو قوم دین کی خدمت نہ کرے اسے برباد کرکے اس کی جگہ دوسری قوم مقرر فرمادی جاتی ہے۔

آیت 58 حضرت ہود علیہ السّلام کی نصیحت قبول نہ کرنے کے باعث قوم پر عذاب کا حکم آیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ہود علیہ السّلام اور ان پر ایمان لانے والوں کو جن کی تعداد چار ہزار تھی، اپنی رحمت کے ساتھ عذاب سے بچالیا اور قومِ عاد کو ہوا کے عذاب سے ہلاک کردیا اور جیسے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو دنیا کے عذاب سے بچایا ایسے ہی انہیں آخرت کے سخت عذاب سے بھی نجات دے گا۔ **اہم بات:** ایمان اور نیک اعمال نجات کا سبب ہیں لیکن درحقیقت نجات صرف اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ملتی ہے۔

آیت 59 حضرت ہود علیہ السّلام کا واقعہ بیان فرمانے کے بعد یہاں امتِ محمدیہ سے خطاب فرمایا گیا ہے، "تِلْكَ" سے قومِ عاد کی قبروں اور آثار کی طرف اشارہ ہے اور مقصد یہ ہے کہ زمین میں چلو، اور ان سے عبرت حاصل کرو۔ پھر ان کا حال بیان فرمایا گیا کہ انہوں نے اپنے رب کی آیتوں یعنی ان معجزات کا انکار کیا جو حضرت ہود علیہ السّلام لے کر آئے اور انہوں نے اس کے رسولوں کی نافرمانی کی کیونکہ حضرت ہود علیہ السّلام کی نافرمانی تمام رسولوں کی نافرمانی ہے اور ان کے جاہلوں نے ہر بڑے، سرکش اور ہٹ دھرم سردار کی پیروی کی۔

آیت 60 فرمایا کہ دنیا اور آخرت دونوں جگہ لعنت ان کے ساتھ ہے۔ لعنت کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ کی رحمت اور ہر بھلائی سے دوری۔ اس کے بعد ان کے برے انجام کا اصلی سبب بیان فرمایا کہ قومِ عاد نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا اس لئے ان کا اتنا برا انجام ہوا، سن لو! حضرت ہود علیہ السّلام کی قومِ عاد کے لئے رحمتِ الٰہی سے دوری ہے۔

وقف لازم ع ۵

اَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ هُوْدٍ ﴿۶۰﴾ وَ اِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ

سن لو! ہود کی قوم عاد کے لئے دوری ہے ○ اور ثمود کی طرف ان کے ہم قوم صالح کو بھیجا۔ فرمایا: اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو،

مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَ اسْتَعْمَرَكُمْ فِيْهَا فَاسْتَغْفِرُوْهُ

اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں اس نے تمہیں زمین سے پیدا کیا اور اسی میں تمہیں آباد کیا تو اس سے معافی مانگو پھر اس کی طرف رجوع کرو۔

ثُمَّ تُوْبُوْا اِلَيْهِ اِنَّ رَبِّيْ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ ﴿۶۱﴾ قَالُوْا يٰصٰلِحُ قَدْ كُنْتَ فِيْنَا

بیشک میرا رب قریب ہے، دعا سننے والا ہے ○ انہوں نے کہا: اے صالح! اس سے پہلے تم ہمارے درمیان ایسے تھے کہ تم سے بڑی

مَرْجُوًّا قَبْلَ هٰذَاۤ اَتَنْهٰىنَاۤ اَنْ نَّعْبُدَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا وَ اِنَّنَا لَفِيْ شَكٍّ

امیدیں وابستہ تھیں۔ کیا تم ہمیں اُن کی عبادت کرنے سے منع کرتے ہو جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے رہے اور بیشک جس کی طرف

مِّمَّا تَدْعُوْنَاۤ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ ﴿۶۲﴾ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ

تم ہمیں بلارہے ہو اس کی طرف سے تو ہم بڑے دھوکے میں ڈالنے والے شک میں ہیں ○ فرمایا: اے میری قوم! بھلا بتاؤ کہ

آیت 61 فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے قومِ ثمود کی طرف ان کے نسبی بھائی حضرت صالح علیہ السّلام کو بھیجا، حضرت صالح علیہ السّلام نے ان سے فرمایا: اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کو ایک مانو، صرف اسی کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، وہی مستحقِ عبادت ہے جبکہ تمہارے یہ بت عبادت کے لائق نہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور کمالِ قدرت پر دلائل دیتے ہوئے فرمایا کہ معبود وہی ہے جس نے تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السّلام کو زمین سے پیدا کر کے پھر تمہیں زمین میں بسایا اور زمین کو تم سے آباد کیا تو اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگو پھر شرک سے کنارہ کشی کر کے اسی کی طرف رجوع کرو۔ بے شک میرا رب ایمان والوں کے قریب ہے اور ان کی سننے والا ہے۔ **اہم بات:** امام ضحاک نے ﴿اِسْتَعْمَرَكُمْ﴾ کے معنی یہ بیان کئے ہیں کہ تمہیں طویل عمریں دیں حتیٰ کہ ان کی عمریں 300 برس سے لے کر ہزار برس تک ہوئیں۔

آیت 62 جب حضرت صالح علیہ السّلام نے اپنی قوم کے سامنے پیغامِ توحید پیش کیا تو انہوں نے جواب دیا: اے صالح! اس تبلیغ سے پہلے تم ہمارے درمیان ایسے تھے کہ ہمیں تم سے بڑی امیدیں وابستہ تھیں، ہم امید کرتے تھے کہ تم ہمارے سردار بنو گے کیونکہ تم کمزوروں کی مدد کرتے اور فقیروں پر سخاوت کرتے تھے لیکن جب تم نے توحید کی دعوت دی اور بتوں کی برائیاں بیان کیں تو ہماری اُمیدیں تم سے ختم ہو گئیں۔ کیا تم ہمیں ان بتوں کی عبادت کرنے سے منع کرتے ہو جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے رہے اور بے شک جس توحید کی طرف تم ہمیں بلا رہے ہو اس کی طرف سے تو ہم بڑے دھوکے میں ڈالنے والے شک میں ہیں۔

آیت 63 حضرت صالح علیہ السّلام نے قوم کو جواب دیتے ہوئے فرمایا: اے میری قوم! مجھے بتاؤ کہ اگر میں اپنے رب کی طرف سے

Go To Index

مِّنْ رَّبِّيْ وَاٰتٰىنِيْ مِنْهُ رَحْمَةً فَمَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ عَصَيْتُهٗ ۫ قف

اگر میں اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہوں اور اس نے مجھے اپنے پاس سے رحمت عطا فرمائی ہو تو اگر میں اس کی نافرمانی کروں تو

فَمَا تَزِيْدُوْنَنِيْ غَيْرَ تَخْسِيْرٍ ﴿۶۳﴾ وَيٰقَوْمِ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا

مجھے اس سے کون بچائے گا؟ تم نقصان پہنچانے کے سوا میرا کچھ اور نہیں بڑھاؤ گے ○ اور اے میری قوم! یہ تمہارے لئے نشانی کے طور پر

تَاْكُلْ فِيْۤ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِيْبٌ ﴿۶۴﴾

اللہ کی اونٹنی ہے تو اسے چھوڑ دو تاکہ یہ اللہ کی زمین میں کھاتی رہے اور اسے برائی کے ساتھ ہاتھ نہ لگانا ورنہ قریب کا عذاب تمہیں پکڑ لے گا ○

فَعَقَرُوْهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ ؕ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ

تو انہوں نے اس کے پاؤں کی پچھلی جانب کے اوپر والی ٹانگوں کی رگیں کاٹ دیں تو صالح نے فرمایا: تم اپنے گھروں میں تین دن مزید فائدہ

مَكْذُوْبٍ ﴿۶۵﴾ فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا صٰلِحًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا

اٹھالو۔ یہ ایک وعدہ ہے جو جھوٹا نہ ہوگا ○ پھر جب ہمارا حکم آیا تو ہم نے صالح اور اس کے ساتھ والے مسلمانوں کو اپنی رحمت کے ذریعے

روشن دلیل پر ہوں اور اس نے مجھے اپنے پاس سے نبوت و حکمت عطا فرمائی ہو اس کے باوجود میں بالفرض تمہاری پیروی کروں اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کروں تو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے مجھے کوئی نہیں بچا سکتا اور اس طرح میں نقصان اٹھانے والا ہو جاؤں گا، کیا تم نے کبھی دیکھا ہے کہ کسی نبی علیہ السّلام نے کفر کیا ہو؟ تمہاری بات ماننا خسارے میں پڑنے کے سوا کچھ نہیں۔

آیت 64 قومِ ثمود نے حضرت صالح علیہ السّلام سے معجزہ طلب کیا، آپ نے دعا کی تو پتھر سے بحکمِ الٰہی اونٹنی پیدا ہوئی، یہ اونٹنی ان کے لئے آپ علیہ السّلام کی صداقت پر نشانی تھی، حضرت صالح علیہ السّلام نے اونٹنی کے متعلق قوم سے فرمایا: اے میری قوم! یہ تمہارے لئے نشانی کے طور پر اللہ تعالیٰ کی اونٹنی ہے تو اسے چھوڑ دو تاکہ یہ اللہ تعالیٰ کی زمین میں کھاتی رہے، اس کی خوراک تمہارے ذمے نہیں جبکہ اس کا نفع تمہارے لئے ہے اور اسے برائی کے ساتھ ہاتھ نہ لگانا ورنہ دنیا ہی میں گرفتارِ عذاب ہو جاؤ گے۔

آیت 65 قومِ ثمود نے حکمِ الٰہی کی مخالفت کی اور بدھ کے دن اونٹنی کی ایڑیوں کے اوپر ٹانگوں کی رگیں کاٹ دیں تو حضرت صالح علیہ السّلام نے ان سے فرمایا: اپنے گھروں میں تین دن یعنی جمعہ تک جو دنیا کا عیش کرنا ہے کر لو، ہفتے کے دن تم پر عذاب آجائے گا، اس کی علامت یہ ہے کہ پہلے دن تمہارے چہرے زرد، دوسرے دن سرخ اور تیسرے دن یعنی جمعہ کو سیاہ ہو جائیں گے، پھر ہفتے کے دن عذاب نازل ہوگا۔ یہ ایک وعدہ ہے جو جھوٹا نہ ہوگا۔ چنانچہ ایسے ہی ہوا۔

آیت 66 فرمایا کہ جب قومِ ثمود پر ہمارا عذاب کا حکم آیا تو ہم نے اپنے فضل و رحمت سے حضرت صالح علیہ السّلام اور ان پر ایمان لانے والوں کو اس عذاب اور اس دن کی رسوائی سے بچا لیا۔ بے شک تمہارا رب بڑی قوت والا، غلبے والا ہے۔

وَمِنْ خِزْيِ يَوْمِئِذٍ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ﴿٦٦﴾ وَاَخَذَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ

بچا لیا اور اس دن کی رسوائی سے بچا لیا ۔ بیشک تمہارا رب بڑی قوت والا، غلبے والا ہے ○ اور ظالموں کو چنگھاڑ نے پکڑ لیا

فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿٦٧﴾ ۙ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ؕ اَلَآ اِنَّ ثَمُوْدَاْ كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ؕ

تو وہ صبح کے وقت اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل پڑے رہ گئے ○ گویا وہ کبھی یہاں رہتے ہی نہ تھے۔ سن لو! بیشک ثمود نے اپنے رب کا

اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ ﴿٦٨﴾ ع وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ ع ٦ ٨ ٦

انکار کیا۔ خبر دار! لعنت ہو ثمود پر ○ اور بیشک ہمارے فرشتے ابراہیم کے پاس خوشخبری لے کر آئے۔ انہوں نے ”سلام“ کہا تو ابراہیم نے

سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ ﴿٦٩﴾ فَلَمَّا رَاٰۤ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ

”سلام“ کہا۔ پھر تھوڑی ہی دیر میں ایک بھنا ہوا بچھڑا لے آئے ○ پھر جب دیکھا کہ ان (فرشتوں) کے ہاتھ کھانے کی طرف نہیں بڑھ رہے

آیت 67 قومِ ثمود پر آنے والے عذاب کی کیفیت بیان کی گئی کہ کفر کرنے والے ظالموں کو چنگھاڑ نے پکڑ لیا تو وہ صبح کے وقت اپنے گھروں میں ہلاک ہوئے گھٹنوں کے بل پڑے رہ گئے۔ **اہم بات:** سورۂ اعراف میں اِن پر عذاب کی کیفیت یہ بیان ہوئی کہ ”انہیں زلزلے نے پکڑ لیا تو وہ صبح کو اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے“، دونوں کیفیتوں میں تضاد نہیں کیونکہ پہلے ہولناک چیخ کی آواز آئی پھر زلزلہ پیدا ہوا، اس لئے قومِ ثمود کی ہلاکت کو چیخ اور زلزلہ میں سے کسی کی طرف بھی منسوب کیا جا سکتا ہے۔

آیت 68 نزولِ عذاب کے بعد ان کا حال یہ ہوا کہ گویا وہ کبھی اپنے شہروں میں بسے ہی نہ تھے اور وہ زندہ تھے ہی نہیں، اے لوگو! سن لو! قومِ ثمود نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی نشانیوں کا انکار کیا جس کے نتیجے میں ان کا یہ انجام ہوا تو تم ان کے انجام سے عبرت حاصل کرو اور ان جیسے افعال سے بچو۔ خبردار! لعنت ہو ثمود پر۔

آیت 69 حسین شکلوں میں فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے پاس حضرت اسحٰق اور حضرت یعقوب علیہما السّلام کی پیدائش کی خوشخبری لے کر آئے۔ فرشتوں نے سلام کہا تو حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے بھی جواب میں فرشتوں کو سلام کہا، پھر تھوڑی ہی دیر میں حضرت ابراہیم علیہ السّلام ایک بھنا ہوا بچھڑا لے آئے۔ **اہم باتیں:** (1) حضرت ابراہیم علیہ السّلام بہت مہمان نواز تھے، بغیر مہمان کھانا تناوُل نہ فرماتے، اس وقت ایسا اتفاق ہوا کہ 15 روز سے کوئی مہمان نہ آیا تھا، آپ کو اس کا غم تھا اور جب ان مہمانوں کو دیکھا تو ان کے لئے کھانا لانے میں جلدی فرمائی چونکہ آپ کے یہاں گائے بکثرت تھیں اس لئے بچھڑے کا بھنا ہوا گوشت سامنے لایا گیا۔ (2) ملاقات کے وقت سلام کرنا سنتِ ملائکہ اور سنتِ انبیاء ہے نیز سنت یہ ہے کہ آنے والا سلام کرے۔

آیت 70 جب حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے دیکھا کہ مہمانوں کے ہاتھ بچھڑے کے بھنے ہوئے گوشت کی طرف نہیں بڑھ رہے تو کھانا نہ کھانے کی وجہ سے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو ان سے وحشت ہوئی اور دل میں ان کی طرف سے خوف محسوس کیا کہ کہیں یہ کوئی نقصان نہ پہنچا دیں۔ جب فرشتوں نے آپ علیہ السّلام پر خوف کے آثار دیکھے تو انہوں نے کہا: آپ نہ ڈریں کیونکہ ہم فرشتے ہیں اور حضرت لوط علیہ السّلام کی قوم پر عذاب نازل کرنے کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ **اہم بات:** فرشتے کھانے سے پاک ہیں۔

نَكِرَهُمْ وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّاۤ اُرْسِلْنَاۤ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ ؕ ﴿۷۰﴾

تو ان سے وحشت ہوئی اور ان کی طرف سے خوف محسوس کیا۔ انہوں نے کہا: آپ نہ ڈریں۔ بیشک ہم قومِ لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں ○

وَامْرَاَتُهٗ قَآىِٕمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ﴿۷۱﴾ قَالَتْ

اور ان کی بیوی (وہاں) کھڑی تھی تو وہ ہنسنے لگی تو ہم نے اسے اسحاق کی اور اسحاق کے پیچھے یعقوب کی خوشخبری دی ○ کہا: ہائے تعجب!

يٰوَيْلَتٰۤى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِيْ شَيْخًا ؕ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عَجِيْبٌ ﴿۷۲﴾

کیا میرے ہاں بیٹا پیدا ہوگا حالانکہ میں تو بوڑھی ہوں اور یہ میرے شوہر بھی بہت زیادہ عمر کے ہیں۔ بیشک یہ بڑی عجیب بات ہے ○

قَالُوْۤا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ؕ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ

فرشتوں نے کہا: کیا تم اللہ کے کام پر تعجب کرتی ہو؟ اے گھر والو! تم پر اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں۔ بیشک وہی سب خوبیوں والا،

آیت 71 حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجۂ محترمہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا پسِ پردہ کھڑی ان کی باتیں سن رہی تھیں تو آپ ہنسنے لگیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو ان کے بیٹے حضرت اسحٰق علیہ السلام کی خوش خبری دی اور حضرت اسحٰق علیہ السلام کے بعد ان کے بیٹے حضرت یعقوب علیہ السلام کی بھی خوش خبری دی۔ **اہم باتیں:** (1) مفسرین نے ان کی ہنسی کے مختلف اَسباب بیان کئے ہیں: (۱) قومِ لوط کی ہلاکت کی خوشخبری سن کر ہنسنے لگیں۔ (۲) بیٹے کی بشارت سن کر خوشی سے ہنسنے لگیں۔ (۳) بڑھاپے میں اولاد پیدا ہونے کا سن کر تعجب کی وجہ سے ہنسنے لگیں، اس کے علاوہ اور بھی اَقوال ہیں۔ (2) حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو خوشخبری دینے کی وجہ یہ تھی کہ اولاد کی خوشی عورتوں کو مردوں سے زیادہ ہوتی ہے نیز حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے ہاں کوئی اولاد نہ تھی جبکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فرزند حضرت اسمٰعیل علیہ السلام موجود تھے۔ اس بشارت کے ضمن میں ایک بشارت یہ بھی تھی کہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی عمر اتنی دراز ہوگی کہ پوتے کو بھی دیکھیں گی۔

آیت 72 حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے جب عادت کے خلاف معاملہ ہونے کا سنا تو تعجب کرتے ہوئے کہا: کیا میرے ہاں بیٹا پیدا ہوگا حالانکہ میں بوڑھی ہوں اور میری عمر 90 سال سے زیادہ ہوچکی ہے اور یہ میرے شوہر بھی بہت زیادہ عمر کے ہیں، ان کی عمر 120 سال ہوچکی ہے، اور زیادہ عمر والوں کے ہاں بیٹا پیدا ہونا بڑی عجیب بات ہے۔

آیت 73 فرشتوں نے کہا: اے سارہ! کیا آپ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حکمت پر تعجب کرتی ہیں؟ اے گھر والو! تم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں۔ فرشتوں کے اس کلام کا معنی یہ ہے کہ آپ کے لئے یہ تعجب کا مقام نہیں کیونکہ آپ کا تعلق اس گھرانے سے ہے جو عادت سے ہٹ کر کاموں کے سرانجام ہونے، اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور برکتوں کے نازل ہونے کی جگہ بنا ہوا ہے۔ مزید فرمایا: بے شک وہی سب خوبیوں والا، عزت والا ہے۔ **اہم بات:** اس آیت سے ثابت ہوا کہ انبیاءِ کرام علیہم السلام کی ازواج اہلِ بیت میں داخل ہیں کیونکہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو اہلِ بیت کہا گیا ہے لہٰذا ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن، نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اہلِ بیت میں شامل ہیں۔

مَّجِيۡدٌ ﴿۷۳﴾ فَلَمَّا ذَهَبَ عَنۡ اِبۡرٰهِيۡمَ الرَّوۡعُ وَجَآءَتۡهُ الۡبُشۡرٰى يُجَادِلُنَا فِىۡ قَوۡمِ لُوۡطٍؕ ﴿۷۴﴾

عزت والا ہے ○ پھر جب ابراہیم سے خوف زائل ہو گیا اور اس کے پاس خوشخبری آگئی تو ہم سے قومِ لوط کے بارے میں جھگڑنے لگے ○

اِنَّ اِبۡرٰهِيۡمَ لَحَلِيۡمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيۡبٌ ﴿۷۵﴾ يٰۤاِبۡرٰهِيۡمُ اَعۡرِضۡ عَنۡ هٰذَا ۚ اِنَّهٗ

بیشک ابراہیم بڑے تحمل والا، بہت آہیں بھرنے والا، رجوع کرنے والا ہے ○ (ہم نے فرمایا) اے ابراہیم! اس بات سے کنارہ کشی کر لیجیے، بیشک

آیت 74 فرشتوں کے کھانا نہ کھانے کی وجہ سے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے دل میں جو خوف پیدا ہوا تھا وہ جب بیٹے کی خوشخبری ملنے کی وجہ سے دور ہوا تو حضرت ابراہیم علیہ السّلام اللہ تعالیٰ سے حضرت لوط علیہ السّلام کی قوم کے بارے میں کلام اور سوال کرنے لگے۔ جمہور مفسرین کے نزدیک ”یُجَادِلُنَا فِیۡ قَوۡمِ لُوۡطٍ“ کا معنی ہے: حضرت ابراہیم علیہ السّلام ہمارے بھیجے ہوئے فرشتوں سے قومِ لوط کے بارے میں جھگڑنے لگے۔ **اہم بات:** حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا جھگڑنا یعنی کلام اور سوال یہ تھا کہ فرشتوں سے فرمایا: قومِ لوط کی بستیوں میں اگر 50 ایماندار ہوں تو بھی انہیں ہلاک کرو گے؟ فرشتوں نے کہا: نہیں۔ فرمایا: اگر 40 ہوں؟ انہوں نے کہا: جب بھی نہیں۔ آپ اسی طرح فرماتے رہے حتی کہ فرمایا: اگر ایک مرد مسلمان موجود ہو تب بھی ہلاک کر دو گے؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ تو آپ نے فرمایا: اس میں حضرت لوط علیہ السّلام ہیں۔ اس پر فرشتوں نے کہا: ہم حضرت لوط علیہ السّلام اور ان کے گھر والوں کو بچائیں گے سوائے ان کی بیوی کے۔

آیت 75 جب حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو معلوم ہوا کہ فرشتے حضرت لوط علیہ السّلام کی قوم کو ہلاک کرنے کے لئے آئے ہیں تو آپ کو بہت رنج ہوا اور اللہ تعالیٰ سے بہت زیادہ ڈرے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کی صفت میں ارشاد فرمایا کہ بیشک ابراہیم علیہ السّلام حَلِیۡم یعنی بڑے تحمل والے، اَوّٰہٌ یعنی اللہ تعالیٰ سے بہت زیادہ ڈرنے اور اس کے سامنے بہت آہ و زاری کرنے والے اور مُنِیۡب یعنی رجوع کرنے والے ہیں۔ **اہم بات:** حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی صفت میں مُنِیۡب اس لئے فرمایا کہ جو شخص دوسروں پر اللہ تعالیٰ کے عذاب کی بنا پر اللہ تعالیٰ سے ڈرتا اور اس کی طرف رجوع کرتا ہے تو وہ اپنے معاملے میں اللہ تعالیٰ سے کس قدر ڈرنے اور اس کی طرف رجوع کرنے والا ہو گا۔

آیت 76 جب حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا فرشتوں سے سلام اور کلام کا سلسلہ دراز ہوا تو فرشتوں نے عرض کی: اے ابراہیم! اب اس بحث کو ختم کر دیں کیونکہ آپ کے رب کی طرف سے قومِ لوط پر عذاب نازل ہونے کا فیصلہ ہو چکا ہے لہٰذا اس عذاب کے ٹلنے کی اب کوئی صورت نہیں۔ **اہم باتیں:** (1) انبیاءِ کرام علیہم السّلام کی بارگاہِ الٰہی میں وہ عزت ہے کہ رب تعالیٰ ان کو تقدیرِ مبرم کے خلاف دعا کرنے سے روک دیتا ہے تاکہ ان کی زبان خالی نہ جائے۔ (2) تقدیر کی تین قسمیں ہیں: (۱) مبرمِ حقیقی، کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں کسی شے پر مُعلق نہیں۔ (۲) معلق محض، کہ فرشتوں کے صحیفوں میں کسی چیز پر اس کا معلق ہونا ظاہر فرما دیا گیا ہے۔ (۳) معلق شبیہ بہ مبرم، کہ فرشتوں کے صحیفوں میں اُس کا معلق ہونا مذکور نہیں اور اللہ تعالیٰ کے علم میں کسی چیز پر معلق ہے۔ ان کا حکم یہ ہے کہ وہ تقدیر جو مبرمِ حقیقی ہے اس کی تبدیلی ناممکن ہے، وہ تقدیر جس کا معلق ہونا ظاہر ہے اس تک اکثر اولیا کی رسائی ہوتی ہے اور یہ ان کی دعا اور ہمت سے ٹل جاتی ہے اور وہ تقدیر جو متوسط حالت میں ہے جسے فرشتوں کے صحیفوں کے اعتبار سے مبرم بھی کہہ سکتے ہیں، اس تک خواص اکابر کی رسائی ہوتی ہے۔

قَدْ جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ۚ وَ اِنَّهُمْ اٰتِيْهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُوْدٍ ﴿۷۶﴾ وَ لَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا

تیرے رب کا حکم آچکا ہے اور بیشک ان پر ایسا عذاب آنے والا ہے جو پھیرا نہ جائے گا ○ اور جب لوط کے پاس ہمارے فرشتے آئے

سِيْٓءَ بِهِمْ وَ ضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّ قَالَ هٰذَا يَوْمٌ عَصِيْبٌ ﴿۷۷﴾ وَ جَآءَهٗ قَوْمُهٗ يُهْرَعُوْنَ اِلَيْهِ ؕ

توان کی وجہ سے لوط غمگین ہوئے اور ان کا دل تنگ ہوا اور فرمانے لگے یہ بڑا سخت دن ہے ○ اور ان کے پاس ان کی قوم دوڑتی ہوئی آئی

وَ مِنْ قَبْلُ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ قَالَ يٰقَوْمِ هٰۤؤُلَآءِ بَنَاتِيْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ

اور وہ (لوگ) پہلے ہی سے برے کاموں کے عادی تھے۔ لوط نے فرمایا: اے میری قوم! یہ میری قوم کی بیٹیاں ہیں یہ تمہارے لیے پاکیزہ ہیں

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ لَا تُخْزُوْنِ فِيْ ضَيْفِيْ ؕ اَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ ﴿۷۸﴾ قَالُوْا

تو اللہ سے ڈرو اور مجھے میرے مہمانوں میں رسوا نہ کرو۔ کیا تم میں کوئی ایک آدمی بھی نیک کردار والا نہیں ؟ ○ انہوں نے کہا:

آیت 77 حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے پاس سے ہو کر فرشتے خوبصورت لڑکوں کی شکل میں حضرت لوط علیہ السّلام کے پاس آئے، حضرت لوط علیہ السّلام نے جب ان کے حسن و جمال کو دیکھا تو قوم کی خباثت اور بدعملی کا خیال کر کے ان خوبصورت لڑکوں کی وجہ سے غمگین ہوئے اور ان کا دل تنگ ہوا کیونکہ ایک تو وہ مہمان تھے اور دوسرے انتہائی خوبصورت، اس لئے ان کے بارے میں آپ اپنی قوم کی طرف سے خوفزدہ ہوئے اور فرمانے لگے کہ یہ بڑا سختی کا دن ہے۔ **اہم بات:** مروی ہے کہ فرشتوں کو حکم تھا کہ قومِ لوط کو اس وقت تک ہلاک نہ کریں جب تک حضرت لوط علیہ السّلام خود قوم کی بدعملی پر چار مرتبہ گواہی نہ دیں، چنانچہ جب فرشتے حضرت لوط علیہ السّلام سے ملے تو آپ نے فرشتوں سے فرمایا: کیا تمہیں اس بستی والوں کا حال معلوم نہ تھا؟ فرشتوں نے کہا: ان کا کیا حال ہے؟ فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ عمل کے اعتبار سے روئے زمین پر یہ بدترین بستی ہے اور یہ بات آپ نے چار مرتبہ فرمائی۔

آیت 78 حضرت لوط علیہ السّلام کی بیوی جو کافرہ تھی، اس نے قوم کو حسین مہمانوں کے آنے کی خبر دی۔ آپ علیہ السّلام مہمانوں کے ساتھ گھر میں ہی تھے کہ قوم کے لوگ مہمانوں کے ساتھ بے حیائی کا کام کرنے کی غرض سے دوڑتے ہوئے آئے، وہ لوگ پہلے ہی برے کاموں کے عادی تھے، انہیں دیکھ کر حضرت لوط علیہ السّلام نے فرمایا: اے میری قوم! یہ جو میری قوم کی بیٹیاں ہیں، یہ تمہارے لئے نکاح کی صورت میں پاکیزہ ہیں تو اپنی بیویوں سے فائدہ حاصل کرو کہ وہ تمہارے لئے حلال ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میرے مہمانوں سے کوئی برا فعل سرانجام دے کر مجھے ان کے سامنے شرمندہ مت کرو، کیا تم میں ایک بھی ایسا نیک آدمی نہیں جس کی بات مان کر تم اس برے فعل سے باز آجاؤ؟ **اہم بات:** حضرت لوط علیہ السّلام نے بزرگانہ شفقت سے قوم کی عورتوں کو اپنی بیٹیاں فرمایا تاکہ اس حسنِ اخلاق سے وہ فائدہ اٹھائیں اور غیرت و حمیّت سیکھیں۔

آیت 79 قوم نے حضرت لوط علیہ السّلام کی نصیحت سے اعراض کرتے ہوئے کہا: آپ جانتے ہیں کہ آپ کی قوم کی بیٹیوں سے نکاح کرنے کی ہمیں کوئی حاجت نہیں اور نہ ہمیں ان کی طرف رغبت ہے اور جو ہماری خواہش ہے وہ آپ اچھی طرح جانتے ہیں۔

لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِيْ بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّ ۚ وَ اِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيْدُ ﴿۷۹﴾ قَالَ لَوْ

تمہیں معلوم ہے کہ تمہاری قوم کی بیٹیوں میں ہمارے لئے کوئی حاجت نہیں اور تم ضرور جانتے ہو جو ہم چاہتے ہیں O لوط نے فرمایا: اے کاش!

اَنَّ لِيْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِيْٓ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ ﴿۸۰﴾ قَالُوْا يٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ

تمہارے مدِمقابل میرے پاس کوئی قوت ہوتی یا میں کسی مضبوط سہارے کی پناہ لے سکتا O فرشتوں نے عرض کی: اے لوط! ہم تمہارے

لَنْ يَّصِلُوْٓا اِلَيْكَ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَ لَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ

رب کے بھیجے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ آپ تک ہرگز نہیں پہنچ سکیں گے تو آپ اپنے گھر والوں کو راتوں رات لے جائیں اور تم میں کوئی پیٹھ

اِلَّا امْرَاَتَكَ ؕ اِنَّهٗ مُصِيْبُهَا مَآ اَصَابَهُمْ ؕ اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ؕ اَلَيْسَ

پھیر کر نہ دیکھے سوائے تیری بیوی کے۔ بیشک اسے بھی وہی (عذاب) پہنچنا ہے جو ان (کافروں) کو پہنچے گا بیشک ان کا وعدہ صبح کے وقت کا ہے۔

الصُّبْحُ بِقَرِيْبٍ ﴿۸۱﴾ فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَ اَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ

کیا صبح قریب نہیں ؟ O پھر جب ہمارا حکم آیا تو ہم نے اس بستی کے اوپر کے حصے کو اس کا نیچے کا حصہ کر دیا اور اس پر لگاتار

آیت 80 جب حضرت لوط علیہ السّلام کو یقین ہو گیا کہ قوم اپنے ارادے سے باز نہیں آئے گی تو آپ نے افسوس کرتے ہوئے فرمایا: اے کاش! مجھے تم سے مقابلہ کرنے کی طاقت ہوتی یا میں ایسا قبیلہ رکھتا جو میری مدد کرتا تو میں تم سے مقابلہ اور جنگ کرتا۔

آیت 81 حضرت لوط علیہ السّلام نے مکان کا دروازہ بند کر لیا تھا اور اندر سے گفتگو فرما رہے تھے، قوم نے دیوار توڑنا چاہی، فرشتوں نے جب حضرت لوط علیہ السّلام کی بے چینی دیکھی تو عرض کی: اے لوط! ہم ان لوگوں کو عذاب کرنے کے لئے آئے ہیں، آپ دروازہ کھول دیں، پھر ہمیں اور انہیں چھوڑ دیں، یہ آپ تک ہرگز نہیں پہنچ سکیں گے اور نہ آپ کو کوئی نقصان پہنچا سکیں گے۔ حضرت لوط علیہ السّلام نے دروازہ کھول دیا تو لوگ مکان میں گھس آئے۔ حضرت جبریل علیہ السّلام نے حکمِ الٰہی سے اپنا بازو ان کے چہروں پر مارا تو وہ سب اندھے ہو گئے اور مکان سے نکل بھاگے۔ فرشتوں نے حضرت لوط علیہ السّلام سے کہا کہ آپ اپنے گھر والوں کو راتوں رات یہاں سے لے جائیں اور آپ میں سے کوئی پیٹھ پھیر کر نہ دیکھے لیکن آپ کی بیوی پیٹھ پھیر کر دیکھ لے گی یا یہ معنی ہے کہ اپنی بیوی کو ساتھ لے کر نہ جائیں۔ اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرشتوں نے کہا: کیونکہ اسے بھی وہی عذاب پہنچنا ہے جو ان کافروں کو پہنچے گا۔ حضرت لوط علیہ السّلام نے فرمایا: یہ عذاب کب ہو گا؟ فرشتوں نے جواب دیا: بے شک ان کے عذاب کا وعدہ صبح کے وقت کا ہے۔ آپ نے فرمایا: میں تو اس سے جلدی چاہتا ہوں۔ فرشتوں نے عرض کی: صبح قریب ہی ہے آپ اسے دور نہ سمجھیں۔

آیت 82 جب حضرت لوط علیہ السّلام اہل و عیال کے ساتھ بستی سے چلے تو انہیں حکم دیا کہ کوئی پیچھے مڑ کر نہ دیکھے، سب نے عمل کیا لیکن آپ کی بیوی نے جب قوم پر عذاب آنے کا سنا تو پیچھے مڑ کر چیخ کر کہا: ہائے میری قوم! تو اسے بھی ایک پتھر لگا اور وہ بھی ہلاک ہو گئی۔ قومِ لوط پر عذاب اس طرح آیا کہ ان کے شہر جس طبقۂ زمین میں تھے، حضرت جبریل علیہ السّلام نے اس کے نیچے اپنا بازو ڈالا اور

ع ۱۵/۷ النصف

سِجِّيْلٍ ۙ مَّنْضُوْدٍ ﴿٨٢﴾ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ ؕ وَمَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ ﴿٨٣﴾ وَاِلٰى مَدْيَنَ

کنکر کے پتھر برسائے ○ جن پر تیرے رب کی طرف سے نشان لگے ہوئے تھے اور وہ پتھر ظالموں سے کچھ دور نہیں ○ اور مدین کی طرف

اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ

ان کے ہم قوم شعیب کو بھیجا۔ انہوں نے کہا: اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں اور ناپ اور تول میں

پانچوں شہروں کو جن میں سب سے بڑا سدوم تھا اور ان میں چار لاکھ آدمی بستے تھے، ایسا آہستگی سے اٹھایا کہ کسی برتن کا پانی تک نہ گرا پھر بلندی سے اس کو اوندھا کر کے پلٹ دیا اور جو لوگ اس وقت بستی میں موجود نہ تھے وہ جہاں کہیں سفر میں تھے وہیں انہیں لگاتار پتھر برسا کر ہلاک کر دیا گیا۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ بستیاں الٹنے کے بعد ان ہی پر لگاتار پتھر برسائے گئے۔

آیت 83 ان پتھروں پر ایسا نشان تھا جس سے وہ دوسروں سے ممتاز تھے۔ ان پر سرخ خطوط تھے یا جس پتھر سے جس شخص کی ہلاکت منظور تھی اس کا نام اس پتھر پر لکھا تھا۔ آیت میں مزید فرمایا: اور وہ پتھر ظالموں سے کچھ دور نہیں۔ امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس میں کفارِ قریش کو ڈرایا گیا ہے، معنی یہ ہے کہ اے حبیب! وہ پتھر آپ کی قوم کے ظالموں سے کچھ دور نہیں۔ حضرت قتادہ اور حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اس کا معنی یہ ہے کہ اس امت کے ظالموں سے وہ پتھر کچھ دور نہیں۔ خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ کسی ظالم کو ان پتھروں سے نہیں بچائے گا۔ **اہم باتیں:** (1) بدفعلی کبیرہ گناہ ہے۔ ایسا شخص بروزِ قیامت اللہ تعالیٰ کی نظرِ رحمت سے محروم رہے گا۔ (2) شریعتِ مطہرہ میں بدفعلی کی سزا یہ ہے کہ اس کے اوپر دیوار گرا دی جائے یا اونچی جگہ سے اُسے اوندھا کر کے گرایا جائے اور اُس پر پتھر برسائے جائیں یا اُسے قید میں رکھا جائے یہاں تک کہ مر جائے یا توبہ کرے یا چند بار ایسا کیا ہو تو بادشاہِ اسلام اُسے قتل کر ڈالے لیکن یاد رہے کہ سزاؤں کے نفاذ کا اختیار صرف حاکمِ اسلام کو ہے۔

آیت 84 اس سورت میں ذکر کئے گئے واقعات میں سے یہ چھٹا واقعہ ہے، فرمایا: اور ہم نے مدین کی طرف ان کے ہم قوم شعیب علیہ السّلام کو بھیجا۔ آپ نے ان سے فرمایا: اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں اور ناپ اور تول میں کمی نہ کرو۔ بے شک میں تمہیں خوشحال دیکھ رہا ہوں اور ایسے حال میں تو آدمی کو چاہیے کہ نعمت کا شکر ادا کرے اور دوسروں کو اپنے مال سے فائدہ پہنچائے نہ کہ ان کے حقوق میں کمی کرے، ایسی حالت میں اس عادت سے اندیشہ ہے کہ کہیں اس خوشحالی سے محروم نہ کر دیئے جاؤ، اگر تم ناپ تول میں کمی سے باز نہ آئے تو بے شک مجھے تم پر گھیر لینے والے دن کے عذاب کا ڈر ہے جس سے سب کے سب ہلاک ہو جائیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس دن کے عذاب سے عذابِ آخرت مراد ہو۔ **اہم باتیں:** (1) حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے بیٹے مدین نے اس شہر "مدین" کی بنیاد ڈالی تھی۔ (2) انبیاء علیہم السّلام کو حکم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی دعوت دیں اور پھر جو کام زیادہ اہم ہو اس کی دعوت دیں پھر جو اہم ہو اس کی دعوت دیں۔ کفر کے بعد چونکہ مدین والوں کی سب سے بری عادت خرید و فروخت کے دوران ناپ تول میں کمی کرنا تھی، اس لئے حضرت شعیب علیہ السّلام نے انہیں توحید کی دعوت دینے کے بعد یہ بری عادت چھوڑنے کی دعوت دی۔ (3) سورۂ اعراف کی آیت 85 تا 93 میں حضرت شعیب علیہ السّلام کے قومِ مدین کے ساتھ معاملات کی بعض تفصیلات گزر چکی ہیں۔

وَالْمِيْزَانَ اِنِّیْۤ اَرٰىكُمْ بِخَيْرٍ وَّاِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيْطٍ ﴿۸۴﴾ وَيٰقَوْمِ

کمی نہ کرو۔ بیشک میں تمہیں خوشحال دیکھ رہاہوں اور بیشک مجھے تم پر گھیر لینے والے دن کے عذاب کا ڈر ہے○ اور اے میری قوم!

اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ

انصاف کے ساتھ ناپ اور تول پورا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں گھٹا کر نہ دو اور زمین میں فساد

مُفْسِدِيْنَ ﴿۸۵﴾ بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۚ۬ وَمَاۤ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ﴿۸۶﴾ قَالُوْا

نہ پھیلاتے پھرو○ اللہ کا دیاہوا جو بچ جائے وہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تمہیں یقین ہو اور میں تم پر کوئی نگہبان نہیں○ (قوم نے) کہا:

يٰشُعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَاۤ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِیْۤ اَمْوَالِنَا

اے شعیب! کیا تمہاری نماز تمہیں یہ حکم دیتی ہے کہ ہم اپنے باپ دادا کے خداؤں کو چھوڑ دیں یا اپنے مال میں اپنی مرضی کے مطابق

آیت 85 مزید فرمایا: اور اے میری قوم! انصاف کے ساتھ ناپ اور تول پورا کرو، لوگوں کو ان کی چیزیں گھٹا کر نہ دو، ناپ تول میں کمی اور لوگوں کو ان کے حقوق سے محروم کرکے زمین میں فساد نہ پھیلاتے پھرو۔

آیت 86 مزید فرمایا: حرام مال ترک کرنے کے بعد جس قدر حلال مال بچے وہی تمہارے لئے بہتر ہے اگر تمہیں یقین ہو۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اس کا معنی یہ ہے کہ پورا تولنے اور ناپنے کے بعد جو بچے وہ بہتر ہے۔ ان کے علاوہ اور معنی بھی مفسرین نے بیان فرمائے ہیں۔ مزید فرمایا: اور میں تم پر کوئی نگہبان نہیں یعنی تم سے صادر ہونے والے ہر معاملے میں میرا تمہارے پاس موجود رہنا ممکن نہیں تاکہ میں ناپ تول میں کمی بیشی پر تمہارا مُؤاخذہ کرسکوں۔ **اہم بات:** حلال میں برکت ہے اور حرام میں بے برکتی نیز حلال کی تھوڑی روزی حرام کی زیادہ روزی سے بہتر ہے۔

آیت 87 علما نے فرمایا کہ بعض انبیاء علیہم السّلام کو جنگ کی اجازت تھی جیسے حضرت موسیٰ، حضرت داود، حضرت سلیمان علیہم السّلام، اور بعض کو جنگ کا حکم نہ تھا، حضرت شعیب علیہ السّلام انہیں میں سے ہیں۔ آپ سارا دن وعظ فرماتے اور ساری رات نماز میں گزارتے، قوم آپ سے کہتی کہ اس نماز سے آپ کو کیا فائدہ؟ آپ فرماتے: نماز خوبیوں کا حکم دیتی اور برائیوں سے منع کرتی ہے تو اس پر وہ مذاق اڑاتے ہوئے کہتے کہ اے شعیب! کیا تمہاری نماز تمہیں یہ حکم دیتی ہے کہ ہم ان خداؤں کی عبادت کرنا چھوڑ دیں جن کی ہمارے باپ دادا عبادت کرتے رہے ہیں یا ہم اپنے مال میں اپنی مرضی کے مطابق عمل نہ کریں۔ ان کا مطلب یہ تھا کہ ہم اپنے مال میں پورا اختیار رکھتے ہیں، چاہے کم ناپیں چاہے کم تولیں۔ مدین والے اپنے گمان میں حضرت شعیب علیہ السّلام کو بے وقوف اور جاہل سمجھتے تھے اس لئے انہوں نے طنز کے طور پر حضرت شعیب علیہ السّلام سے کہا: واہ بھئی! تم تو بڑے عقل مند اور نیک چلن ہو۔ امام رازی فرماتے ہیں کہ حضرت شعیب علیہ السّلام اپنی قوم میں بڑے عقل مند اور نیک چلن آدمی کی حیثیت سے مشہور تھے لیکن جب آپ نے قوم کو بتوں کی پوجا چھوڑنے کا حکم دیا تو انہوں نے حیران ہو کر کہا کہ آپ تو بڑے عقل مند اور نیک چلن ہیں پھر آپ ہمیں کیسے یہ حکم دے رہے ہیں کہ ہم اپنے نسل در نسل

مَا نَشٰٓؤُا ؕ اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِیْمُ الرَّشِیْدُ ﴿۸۷﴾ قَالَ یٰقَوْمِ اَرَءَیْتُمْ اِنْ كُنْتُ

عمل نہ کریں۔ واہ بھئی! تم تو بڑے عقلمند، نیک چلن ہو ○ شعیب نے فرمایا: اے میری قوم! بھلا بتاؤ کہ اگر میں اپنے رب کی طرف سے

عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَ رَزَقَنِیْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا ؕ وَ مَاۤ اُرِیْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰی

ایک روشن دلیل پر ہوں اور اس نے مجھے اپنے پاس سے اچھی روزی دی ہو (تو میں کیوں نہ تمہیں سمجھاؤں) اور میں نہیں چاہتا کہ جس بات سے

مَاۤ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ ؕ اِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ؕ وَ مَا تَوْفِیْقِیْۤ اِلَّا

میں تمہیں منع کرتا ہوں خود اس کے خلاف کرنے لگوں، میں تو صرف اصلاح چاہتا ہوں جتنی مجھ سے ہو سکے اور میری توفیق اللہ ہی کی

بِاللّٰهِ ؕ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَ اِلَیْهِ اُنِیْبُ ﴿۸۸﴾ وَ یٰقَوْمِ لَا یَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِیْۤ اَنْ یُّصِیْبَكُمْ

مدد سے ہے میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں ○ اور اے میری قوم! میری مخالفت تم سے یہ نہ کروادے کہ

مِّثْلُ مَاۤ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ ؕ وَ مَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِیْدٍ ﴿۸۹﴾

تم پر بھی اسی طرح کا (عذاب) آپہنچے جو نوح کی قوم یا ہود کی قوم یا صالح کی قوم پر آیا تھا اور لوط کی قوم تو تم سے کوئی دور بھی نہیں ہے ○

چلتے ہوئے بتوں کی پوجا کے طریقے کو چھوڑ دیں۔ **اہم باتیں:** (1) مدین والوں کے جواب سے ظاہر ہوا کہ ان کے پاس بت پرستی کرنے پر دلیل محض اپنے آباؤ اَجداد کی اندھی تقلید تھی۔ (2) آیت میں مذکور لفظ ”صلاۃ“ سے دین و ایمان یا نماز مراد ہے۔

آیت 88 حضرت شعیب علیہ السّلام نے قوم کو ان کی باتوں کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: اے میری قوم! مجھے بتاؤ کہ اگر میں اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل یعنی علم، ہدایت، دین اور نبوت سے سرفراز کیا گیا ہوں اور اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے پاس سے بہت زیادہ حلال مال عطا فرمایا ہوا ہو تو پھر کیا میرے لئے جائز ہے کہ میں اس کی وحی میں خیانت کروں اور اس کا پیغام تم لوگوں تک نہ پہنچاؤں۔ یہ کس طرح روا ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اتنی کثیر نعمتیں عطا فرمائے اور میں اس کے حکم کی خلاف ورزی کروں اور میں نہیں چاہتا کہ جس بات سے میں تمہیں منع کرتا ہوں خود اس کے خلاف کرنے لگوں۔ مزید فرمایا، جس کا خلاصہ ہے کہ جب تم میرے کمالِ عقل کا اعتراف کر رہے ہو تو تمہیں یہ سمجھ لینا چاہیے کہ میں نے اپنے لئے جو بات پسند کی ہے وہ وہی ہو گی جو سب سے بہتر ہو اور وہ خدا تعالیٰ کی توحید اور ناپ تول میں خیانت نہ کرنا ہے اور میں چونکہ اس کا پابندی سے عامل ہوں تو تمہیں سمجھ لینا چاہیے کہ یہی طریقہ بہتر ہے۔ حضرت شعیب علیہ السّلام نے مزید فرمایا کہ میرا تمہیں نیکی کی دعوت دینے اور برائی سے منع کرنے سے مقصود یہ ہے کہ جہاں تک ہو سکے تمہاری اصلاح ہو جائے اور میں نے اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا کیونکہ مجھے اسی پر اعتماد اور تمام کاموں میں اسی پر بھروسا ہے، میں تمام نیک اعمال اور توبہ کرنے میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

آیت 89 حضرت شعیب علیہ السّلام نے قوم سے مزید فرمایا: اے میری قوم! مجھ سے تمہارا بغض و عداوت، میرے دین کی مخالفت، تمہارے اللہ تعالیٰ سے کفر اور بتوں کی پوجا پر قائم رہنے، لوگوں سے ناپ تول میں کمی کو نہ چھوڑنے اور بارگاہِ الٰہی میں توبہ سے اِعراض

وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَيْهِؕ اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ ﴿۹۰﴾ قَالُوْا يٰشُعَيْبُ

اور اپنے رب سے معافی چاہو پھر اس کی طرف رجوع لاؤ، بیشک میرا رب بڑا مہربان، محبت والا ہے ○ انہوں نے کہا: اے شعیب! تمہاری

مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ وَاِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْنَا ضَعِيْفًاۚ وَلَوْ لَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ٘

زیادہ تر باتیں تو ہماری سمجھ میں نہیں آرہیں اور بیشک ہم تمہیں اپنے درمیان کمزور دیکھتے ہیں اور اگر تمہارا قبیلہ نہ ہوتا تو ہم تمہیں پتھروں سے مارتے

وَمَاۤ اَنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيْزٍ ﴿۹۱﴾ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَهْطِيْۤ اَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِؕ

اور تم ہمارے نزدیک کوئی معزز آدمی نہیں ہو ○ شعیب نے فرمایا: اے میری قوم! کیا تم پر میرے قبیلے کا دباؤ اللہ سے زیادہ ہے

کی وجہ سے کہیں تم پر بھی ویسا ہی عذاب نازل نہ ہو جائے جیسا حضرت نوح علیہ السّلام کی قوم یا حضرت ہود علیہ السّلام کی قوم یا حضرت صالح علیہ السّلام کی قوم یا حضرت لوط علیہ السّلام کی قوم پر نازل ہوا اور حضرت لوط علیہ السّلام کی قوم کا زمانہ دوسروں کی نسبت تم سے زیادہ قریب ہے لہٰذا ان کے حالات سے عبرت حاصل کرو اور اس بات سے ڈرو کہ کہیں میری مخالفت کی وجہ سے تم بھی اسی طرح کے عذاب میں مبتلا نہ ہو جاؤ۔

آیت 90 مزید فرمایا: اور اپنے رب سے معافی چاہو پھر اس کی طرف رجوع لاؤ، بیشک میرا رب مؤمنین پر بڑا مہربان اور ان سے محبت فرمانے والا ہے۔ **اہم بات:** لفظ ”وَدُوْد“ ”وُدٌّ“ سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے: خالص محبت۔ اللہ تعالیٰ پر اس اسم کا اِطلاق دو طرح سے ہوتا ہے: (۱) ایک بمعنیٰ مُحِب کہ اللہ تعالیٰ اپنے اطاعت گزار بندوں سے محبت فرماتا ہے کہ وہ ان کے نیک اعمال سے راضی ہوتا، ان پر لطف و احسان فرماتا اور ان کی تعریف کرتا ہے۔ (۲) دوسرا بمعنیٰ محبوب کہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان کی کثرت کی وجہ سے اس سے محبت کرتے ہیں۔

آیت 91 جب حضرت شعیب علیہ السّلام نے مدین والوں کو سمجھانے کے لئے زیادہ گفتگو فرمائی تو انہوں نے جواب دیا: اے شعیب! آپ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار اور صرف اسی کی عبادت کرنے اور ناپ تول میں کمی حرام ہونے کی جو باتیں کر رہے ہیں اور ان باتوں پر جو دلائل دے رہے ہیں یہ ہماری سمجھ میں نہیں آتے نیز بیشک ہم تمہیں اپنے درمیان کمزور دیکھتے ہیں کہ اگر ہم آپ کے ساتھ کچھ ظلم و زیادتی کریں تو آپ میں دفاع کرنے کی طاقت نہیں۔ اگر آپ کا قبیلہ ہمارے دین پر ہونے کی وجہ سے ہم میں عزت دار نہ ہوتا تو ہم پتھر مار مار کر آپ کو قتل کر دیتے اور تم ہمارے نزدیک کوئی معزز آدمی نہیں ہو۔ **درس:** وہ لوگ جنہیں اسلام کے اَحکام پر کوفت ہوتی ہے، سود کی حرمت، پردے کی پابندی اور حقوق اللہ کی ادائیگی پر مذاق سوجھتا ہے، انہیں اپنے اَقوال و اَفعال کو قومِ شعیب کے بیان کردہ جملوں کے ساتھ ملا کر دیکھ لینا چاہیے کہ کیا یہ اسی کافر قوم کے نقشِ قدم پر نہیں چل رہے۔

آیت 92 جب مدین والوں نے حضرت شعیب علیہ السّلام کو قتل کرنے اور اذیت پہنچانے سے ڈرایا تو آپ نے انہیں جواب دیا: اے میری قوم! کیا تم پر میرے قبیلے کا دباؤ اللہ تعالیٰ سے زیادہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے تو تم میرے قتل سے باز نہ رہے جبکہ میرے قبیلے کی وجہ سے باز رہے اور تم نے اللہ تعالیٰ کے نبی کا تو احترام نہ کیا جبکہ قبیلے کا احترام کیا، تم نے حکمِ الٰہی کو اپنی پیٹھ پیچھے ڈال رکھا ہے اور اسے

وَاتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَآءَكُمْ ظِهْرِيًّا ۭ اِنَّ رَبِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِیْطٌ ﴿۹۲﴾ وَیٰقَوْمِ اعْمَلُوْا

اور اسے تم نے اپنی پیٹھ کے پیچھے ڈال رکھا ہے بیشک میرا رب تمہارے تمام اعمال کو گھیرے ہوئے ہے ○ اور اے میری قوم!

عَلٰی مَکَانَتِکُمْ اِنِّیْ عَامِلٌ ۭ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ یَّاْتِیْهِ عَذَابٌ یُّخْزِیْهِ وَمَنْ هُوَ کَاذِبٌ ۭ

تم اپنی جگہ اپنا کام کیے جاؤ، میں اپنا کام کرتا ہوں۔ عنقریب تم جان جاؤ گے کہ رسوا کر دینے والا عذاب کس پر آتا ہے اور کون جھوٹا ہے

وَارْتَقِبُوْٓا اِنِّیْ مَعَکُمْ رَقِیْبٌ ﴿۹۳﴾ وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّیْنَا شُعَیْبًا وَّالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ

اور تم انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار میں ہوں ○ اور جب ہمارا حکم آیا تو ہم نے شعیب اور اس کے ساتھ کے مسلمانوں کو اپنی

بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَاَخَذَتِ الَّذِیْنَ ظَلَمُوا الصَّیْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دِیَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ ﴿۹۴﴾ ۙ کَاَنْ

رحمت سے بچالیا اور ظالموں کو خوفناک چیخ نے پکڑ لیا تو وہ صبح کے وقت اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل پڑے رہ گئے ○ گویا وہ

لَّمْ یَغْنَوْا فِیْهَا ۭ اَلَا بُعْدًا لِّمَدْیَنَ کَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ ﴿۹۵﴾ ۧ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰی بِاٰیٰتِنَا وَ

ع ۸ ۱۲ ۸

کبھی وہاں رہتے ہی نہ تھے۔ خبردار! دور ہوں مدین والے جیسے قومِ ثمود دور ہوئی ○ اور بیشک ہم نے موسیٰ کو اپنی آیتوں اور

ایسے چھوڑ رکھا ہے جیسے وہ توجہ کے قابل ہی نہیں، بے شک میرا رب تمہارے سب حالات جانتا ہے، اس پر تمہاری کوئی بات پوشیدہ نہیں اور وہ قیامت کے دن تمہیں تمہارے عملوں کی جزا دے گا۔

آیت 93 حضرت شعیب علیہ السّلام نے قوم سے مزید فرمایا کہ جو برے اعمال کرنا اور مجھے شر پہنچانا تمہارے بس میں ہے تم وہ کرتے جاؤ اور جن اعمال کی اللہ تعالیٰ نے مجھے توفیق عطا کی ہے میں وہ کرتا رہتا ہوں، عنقریب تم جان جاؤ گے کہ رسوا کر دینے والا عذاب کس پر آتا ہے اور اپنے دعووں میں کون جھوٹا ہے، تمہیں جلد معلوم ہو جائے گا کہ میں حق پر ہوں یا تم اور عذابِ الٰہی سے شقی کی شقاوت ظاہر ہو جائے گی، بس تم اپنے انجام کا انتظار کرو اور میں بھی تمہارے ساتھ انتظار میں ہوں۔

آیت 94، 95 ان دو آیات میں فرمایا کہ جب مدین والوں پر عذاب نازل کرنے اور انہیں ہلاک کر دینے کا ہمارا حکم آیا تو ہم نے حضرت شعیب علیہ السّلام اور ان پر ایمان لانے والوں کو محض اپنے فضل و رحمت کی وجہ سے اس عذاب سے بچالیا اور جنہوں نے شرک اور ناپ تول میں کمی کر کے اپنی جانوں پر ظلم کیا انہیں خوفناک چیخ نے پکڑ لیا تو وہ صبح کے وقت اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل مرے ہوئے پڑے رہ گئے گویا وہ کبھی وہاں رہتے ہی نہ تھے۔ خبردار! مدین والوں کو بھی اسی طرح کے عذاب سے ہلاک کر دیا گیا جس طرح کے عذاب سے قومِ ثمود کو ہلاک کیا گیا۔ **اہم بات:** سورۂ اعراف میں مدین والوں پر عذاب کی کیفیت اس طرح بیان ہوئی ہے: ”تو انہیں شدید زلزلے نے اپنی گرفت میں لے لیا تو صبح کے وقت وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے“ ممکن ہے کہ زلزلے کی ابتدا چیخ سے ہوئی ہو، اس لئے ایک جگہ ہلاکت کی نسبت سببِ قریب یعنی خوفناک چیخ کی طرف اور دوسری جگہ سببِ بعید یعنی زلزلے کی طرف کی گئی۔

آیت 96 اس سورت میں ذکر کئے گئے واقعات میں سے یہ ساتواں اور آخری واقعہ ہے۔ یہاں ”آیات“ سے تورات اور اس کے تمام

سُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝۹۶ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَاتَّبَعُوْۤا اَمْرَ فِرْعَوْنَ ۚ وَمَاۤ اَمْرُ فِرْعَوْنَ

روشن غلبے کے ساتھ بھیجا○ فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف تو انہوں نے فرعون کی پیروی کی حالانکہ فرعون کا کام بالکل

بِرَشِيْدٍ ۝۹۷ يَقْدُمُ قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ ؕ وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ ۝۹۸

درست نہ تھا○ (فرعون) قیامت کے دن اپنی قوم کے آگے ہوگا پھر انہیں دوزخ میں لا اتارے گا اور وہ اترنے کا کیا ہی برا گھاٹ ہے○

وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهٖ لَعْنَةً وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ ۝۹۹ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْقُرٰى

اور اس دنیا میں اور قیامت کے دن ان کے پیچھے لعنت لگا دی گئی۔ کیا ہی برا انعام ہے جو انہیں ملا○ یہ بستیوں کی خبریں ہیں

مسائل واَحکام اور ''سُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ'' سے معجزات مراد ہیں اور معنی یہ ہے کہ ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو مسائل و احکام کے ساتھ بھیجا اور روشن معجزات کے ذریعے ان کی تائید کی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ آیات سے مراد معجزات ہیں اور معنی یہ ہے کہ ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو معجزات کے ساتھ بھیجا، ان میں حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی نبوت کی صداقت کے لئے روشن دلیل ہے۔ **اہم بات:** حضرت موسیٰ علیہ السّلام اور فرعون کے واقعات سورۂ بقرہ، سورۂ اَعراف اور سورۂ یونس کی متعدد آیات میں گزر چکے ہیں۔

آیت 97 فرمایا کہ ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو اپنی نشانیوں کے ساتھ فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف بھیجا تو درباریوں نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام اور ان کے معجزات کا انکار کرنے میں فرعون کی پیروی کی حالانکہ فرعون کا کام بالکل درست نہ تھا، وہ کھلی گمراہی میں مبتلا تھا کیونکہ وہ بشر ہونے کے باوجود خدائی کا دعویٰ کرتا تھا اور علانیہ ایسے ظلم و ستم کرتا تھا جس کا شیطانی کام ہونا ظاہر اور یقینی ہے جبکہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے ساتھ ہدایت اور سچائی تھی، آپ کی سچائی کی دلیلیں یعنی واضح آیات اور روشن معجزات وہ لوگ دیکھ چکے تھے۔

آیت 98 فرمایا کہ جس طرح فرعون دنیا میں اپنی قوم کے آگے تھا اور انہیں دریائے نیل میں لا ڈالا اسی طرح قیامت کے دن بھی اپنی قوم کے آگے ہوگا پھر انہیں دوزخ میں لا اتارے گا اور وہ اترنے کا کیا ہی برا گھاٹ ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح دنیا میں فرعون کفر و گمراہی میں اپنی قوم کا پیشوا تھا ایسے ہی جہنم میں ان کا پیشوا اور امام ہوگا۔

آیت 99 اللہ تعالیٰ، انبیاءِ کرام علیہمُ السّلام اور فرشتوں کی لعنت دنیا و آخرت دونوں جگہ فرعونیوں کے ساتھ ملی ہوئی ہے اور کبھی ان سے جدا نہ ہوگی کہ دنیا میں قیامت تک ہر آنے والی نسل انہیں برائی سے یاد کرے گی اور آخرت میں تمام اوّلین و آخرین ان پر لعنت کریں گے۔ کیا ہی برا انعام ہے جو انہیں ملا۔ **اہم بات:** دنیا کی رسوائی اور نیک لوگوں کا ہمیشہ کسی پر لعنت کرنا خدا کا عذاب ہے جبکہ ذکرِ خیر اور اچھا چرچا رحمت ہے۔

آیت 100 ارشاد فرمایا: یہ گزری ہوئی امتوں کی خبریں ہیں جو اے حبیب! ہم تمہیں اس لئے سناتے ہیں کہ تم اپنی امت کو ان کی خبریں دو تاکہ وہ عبرت حاصل کریں اور اپنے کفر سے باز آجائیں یا پھر ان پر بھی ویسا ہی عذاب نازل ہو جائے جیسا ان سابقہ قوموں پر نازل ہوا۔ جن قوموں کو ہم نے ہلاک کر دیا ان کی حالت کھیتیوں کی طرح ہے کہ ان میں سے کوئی ابھی قائم ہے یعنی اس کے مکانوں کی دیواریں موجود ہیں، کھنڈر پائے جاتے ہیں اور نشان ابھی باقی ہیں جیسے عاد و ثمود کے شہر اور کوئی روئے زمین سے کاٹ دی گئی ہے یعنی

نَقُصُّهٗ عَلَيْكَ مِنْهَا قَآىِٕمٌ وَّ حَصِيْدٌ ﴿۱۰۰﴾ وَ مَا ظَلَمْنٰهُمْ وَ لٰكِنْ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ

جو ہم تمہیں سناتے ہیں ان میں سے کوئی ابھی قائم ہے اور کوئی کاٹ دی گئی ○ اور ہم نے ان پر ظلم نہ کیا بلکہ خود انہوں نے اپنی جانوں پر

فَمَاۤ اَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمُ الَّتِیْ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ لَّمَّا جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ؕ وَ مَا

ظلم کیا تو اللہ کے سوا جن معبودوں کی عبادت کرتے تھے وہ ان کے کچھ کام نہ آئے جب تیرے رب کا حکم آیا اور انہوں نے

زَادُوْهُمْ غَیْرَ تَتْبِیْبٍ ﴿۱۰۱﴾ وَ كَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَاۤ اَخَذَ الْقُرٰى وَ هِیَ ظَالِمَةٌ ؕ

ان کے نقصان میں ہی اضافہ کیا ○ اور تیرے رب کی گرفت ایسی ہی ہوتی ہے جب وہ بستیوں کو پکڑتا ہے جبکہ وہ بستی والے ظالم ہوں

اِنَّ اَخْذَهٗۤ اَلِیْمٌ شَدِیْدٌ ﴿۱۰۲﴾ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِ ؕ ذٰلِكَ یَوْمٌ

بیشک اس کی پکڑ بڑی شدید دردناک ہے ○ بیشک اس میں اُس کیلئے نشانی ہے جو آخرت کے عذاب سے ڈرے۔ وہ ایسا دن ہے

کٹی ہوئی کھیتی کی طرح بالکل بے نام و نشان ہوگئی اور اس کا کوئی اثر باقی نہ رہا جیسے حضرت نوح علیہ السّلام کی قوم کے شہر۔

آیت 101 فرمایا کہ ہم نے انہیں عذاب اور ہلاکت میں مبتلا کر کے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ کفر اور گناہوں کا اِرتکاب کر کے انہوں نے خود اپنی جانوں پر ظلم کیا یا یہ معنی ہے کہ کسی قوم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب نازل ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کا ظلم نہیں بلکہ عدل و انصاف ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلے قوم کفر اور گناہوں میں مبتلا ہو کر اپنی جانوں پر ظلم کرتی ہے پھر ان برے اَعمال کی وجہ سے اپنے اوپر اس عذاب کو لازم کر لیتی ہے۔ آیت میں مزید فرمایا: تو اللہ تعالیٰ کے سوا جن معبودوں کی عبادت کرتے تھے وہ ان کے کچھ کام نہ آئے جب تیرے رب کا ان کو عذاب دینے کا حکم آیا اور انہوں نے ان کے نقصان میں ہی اضافہ کیا۔

آیت 102 سابقہ آیات میں بیان ہوا کہ گزشتہ امتوں نے جب اپنے انبیا علیہم السّلام کی نافرمانی کی تو ان پر ایسا عذاب نازل ہوا جس نے انہیں جڑ سے اکھاڑ کر رکھ دیا اور چونکہ انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا اس لئے دنیا میں ہی ان پر عذاب آیا اور اس آیت میں بیان فرمایا کہ وہ عذاب گزشتہ قوموں کے ساتھ ہی خاص نہیں تھا بلکہ اب بھی جو ان کی طرح ظلم کرے گا تو اس پر بھی ویسا ہی عذاب نازل ہوگا۔ مزید فرمایا: بے شک اس کی پکڑ بڑی شدید دردناک ہے۔ **اہم باتیں:** (1) علامہ صاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہر ظلم کرنے والے پر لازم ہے کہ ظلم سے توبہ کرے اور ظلم کرنا چھوڑ دے نیز جس کا جو حق مارا ہو وہ اسے لوٹا دے تاکہ اس عظیم وعید میں داخل نہ ہو کیونکہ یہ آیت ہر ظالم کو عام ہے البتہ امتِ محمدیہ پر نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی وجہ سے ایسا عذاب نازل نہ ہوگا جو اس امت کو جڑ سے اکھاڑ کر رکھ دے۔ (2) حدیثِ پاک میں ہے: بیشک اللہ تعالیٰ ظالم کو ڈھیل دیتا رہتا ہے اور جب اس کی پکڑ فرمالیتا ہے تو پھر اسے مہلت نہیں دیتا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ (بخاری، حدیث: 4686)

آیت 103 فرمایا کہ گزشتہ امتوں کے عذابات اور ان کی ہلاکت کا جو ذکر ہوا ان میں اس شخص کے لئے عبرت و نصیحت ہے جو اللہ تعالیٰ سے اور قیامت کے دن اس کے عذاب سے ڈرے کیونکہ جب وہ اس بات میں غور و فکر کرے گا کہ اللہ تعالیٰ نے گزشتہ امتوں

مَّجْمُوْعٌ ۙ لَّهُ النَّاسُ وَ ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ ﴿۱۰۳﴾ وَ مَا نُؤَخِّرُهٗۤ اِلَّا لِاَجَلٍ

جس میں سب لوگ اکٹھے ہوں گے اور وہ دن ایسا ہے جس میں ساری مخلوق موجود ہوگی ○ اور ہم اسے پیچھے نہیں ہٹاتے مگر ایک گنی ہوئی

مَّعْدُوْدٍ ؕ ﴿۱۰۴﴾ يَوْمَ يَاْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّ سَعِيْدٌ ﴿۱۰۵﴾

مدت کے لئے ○ جب وہ دن آئے گا تو کوئی شخص اللہ کے حکم کے بغیر کلام نہ کرسکے گا تو ان میں کوئی بدبخت ہوگا اور کوئی خوش نصیب ہوگا ○

فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا فَفِي النَّارِ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّ شَهِيْقٌ ﴿۱۰۶﴾ ۙ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ

تو جو بدبخت ہوں گے وہ تو دوزخ میں ہوں گے، وہ اس میں گدھے کی طرح چلائیں گے ○ وہ اس میں تب تک رہیں گے جب تک آسمان و

کے کفار پر دنیا میں ہی دردناک عذاب نازل فرمایا، انہیں سخت سزا دی اور دنیا کا عذاب گویا کفار کے لئے تیار کئے گئے عذابِ آخرت کا نمونہ ہے تو اس کے دل میں مزید خوفِ خدا پیدا ہوگا۔ قیامت کا دن وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کو ان کی قبروں سے اٹھائے گا اور حشر کے میدان میں حساب و کتاب، ثواب اور عذاب کے لئے جمع فرمائے گا، اس دن ساری مخلوق حاضر ہوگی، کوئی پیچھے نہ رہ سکے گا، اس دن اللہ تعالیٰ ہر اس شخص کو سزا دے گا جس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور اس کے رسولوں کی تکذیب کی ہوگی۔

آیت 104 فرمایا کہ ہم قیامت کے دن کو اس لئے مؤخر کر رہے ہیں تاکہ وہ مدت پوری ہو جائے جو ہم نے دنیا باقی رہنے کے لئے مقرر فرمائی ہے۔

آیت 105 ارشاد فرمایا: جب قیامت کا دن آئے گا تو ہر مخلوق خاموش ہوگی، اس دن کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کلام نہ کرسکے گا تو ان میں کوئی بدبخت ہوگا، یہ وہ لوگ ہوں گے جن پر وعید کے مطابق جہنم واجب ہوگی اور ان میں کوئی خوش نصیب ہوگا، یہ وہ لوگ ہوں گے جن کے لئے وعدے کے مطابق جنت واجب ہوگی۔ **اہم بات:** قیامت کے دن مختلف حالات ہوں گے، بعض حالات میں ہیبت کی شدت کی وجہ سے کسی کو اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر بات زبان پر لانے کی قدرت نہ ہوگی، بعض حالات میں اجازت دی جائے گی کہ لوگ اجازت سے کلام کریں گے اور بعض حالات میں گھبراہٹ اور دہشت کم ہوگی تو لوگ اپنے معاملات میں جھگڑیں گے اور اپنے مقدمات پیش کریں گے۔ **درس:** دنیا میں بھی سعادت اور بدبختی کی کئی علامات علمانے بیان فرمائی ہیں، ان میں سے سعادت کی پانچ علامتیں یہ ہیں: (۱) دل کی نرمی (۲) کثرت سے آنسو بہانا (۳) دنیا سے نفرت (۴) امیدوں کا چھوٹا ہونا (۵) حیا۔ اور بدبختی کی پانچ علامتیں یہ ہیں: (۱) دل کی سختی (۲) آنسو نہ بہانا (۳) دنیا کی رغبت (۴) لمبی امیدیں (۵) بے حیائی۔

آیت 106 فرمایا کہ جن پر بدبختی غالب آگئی اور ان کے لئے جہنم کا فیصلہ کر دیا گیا تو وہ جہنم میں رہیں گے اور جہنم میں ان کا حال یہ ہوگا کہ اس میں گدھے کی طرح چلائیں گے۔

آیت 107 مزید فرمایا: وہ جہنم میں تب تک رہیں گے جب تک آسمان و زمین رہیں گے مگر جو تمہارا رب چاہے۔ بے شک تمہارا رب خوش نصیب اور بدبخت کے ساتھ جو چاہتا ہے وہی کرنے والا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) اس آیت میں کفار کے جہنم میں قیام کو زمین و آسمان کے قائم رہنے کی مدت پر معلق کیا گیا، اس کا یہ مطلب نہیں کہ جس طرح زمین و آسمان کا قائم رہنا ہمیشہ کے لئے نہیں بلکہ وقتی اور

Go To Index

وَالْاَرْضُ اِلَّا مَاشَآءَ رَبُّكَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ﴿١٠٧﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا فَفِي

زمین رہیں گے مگر جو تمہارا رب چاہے بیشک تمہارا رب جو چاہتا ہے وہی کرنے والا ہے○ اور وہ جو خوش نصیب ہوں گے وہ

الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَادَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَاشَآءَ رَبُّكَ ؕ عَطَآءً غَيْرَ

جنت میں ہوں گے۔ ہمیشہ اس میں رہیں گے جب تک آسمان وزمین رہیں گے مگر جو تمہارا رب چاہے یہ ایسی بخشش ہے جو کبھی ختم

مَجْذُوْذٍ ﴿١٠٨﴾ فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّمَّا يَعْبُدُ هٰٓؤُلَآءِ ؕ مَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا كَمَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُهُمْ

نہ ہوگی○ تو ان بتوں کی عبادت کرنے والوں کے بارے میں شک میں نہ پڑنا۔ یہ ویسے ہی عبادت کرتے ہیں جیسے پہلے ان کے باپ دادا

عارضی ہے اسی طرح کفار کا جہنم میں رہنا بھی ہمیشہ کے لئے نہ ہوگا کیونکہ قرآنِ پاک کی دیگر کئی آیات سے کفار و مشرکین کی مغفرت نہ ہونا اور ان کا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہنا ثابت ہے۔ اسی وجہ سے مفسرین نے اس آیت کی کئی تاویلات بیان کی ہیں، ان میں سے دو یہ ہیں: (۱) یہاں زمین و آسمان سے دنیا کے زمین و آسمان نہیں بلکہ جنت و دوزخ کے زمین و آسمان مراد ہیں اور یہ چونکہ ہمیشہ رہیں گے اس لیے جنتی مسلمان اور جہنمی کفار بھی ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ (۲) عربوں کا طریقہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کی ہمیشگی بیان کرنے کا ارادہ کریں تو یوں کہتے ہیں: ”جب تک آسمان اور زمین قائم رہیں گے تو فلاں چیز رہے گی۔“ قرآنِ پاک چونکہ عربوں کے اسلوب کے موافق نازل ہوا ہے اس لئے ”جب تک زمین و آسمان رہیں گے“ سے مراد ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہے۔ (2) مفسرین نے آیت میں بیان کئے گئے اِستثنا کی بھی مختلف توجیہات بیان کی ہیں، ان میں سے چند یہ ہیں: (۱) اس میں وہ مسلمان داخل ہیں جنہیں کبیرہ گناہوں کی وجہ سے جہنم میں ڈال دیا جائے گا، اللہ تعالیٰ جب تک چاہے گا انہیں جہنم میں رکھے گا پھر جہنم سے نکال کر جنت میں داخل فرما دے گا۔ (۲) اہلِ جہنم ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہیں گے سوائے ان اَوقات کے جب وہ دنیا یا برزخ میں تھے یا حشر کے میدان میں حساب کے لئے کھڑے ہوئے تھے۔ (۳) جہنم میں آگ کا عذاب بھی ہوگا اور زَمْہریر کا بھی جس میں بہت سخت ٹھنڈک ہوگی۔ اس آیت سے مراد یہ ہے کہ جہنمی ہمیشہ کے لئے آگ کے عذاب میں رہیں گے لیکن جس وقت اللہ تعالیٰ چاہے گا انہیں آگ کے عذاب سے نکال کر ٹھنڈک کے عذاب میں ڈال دے گا۔

آیت 108 ارشاد فرمایا: اور وہ جو خوش نصیب ہوں گے وہ جنت میں ہوں گے۔ ہمیشہ اس میں رہیں گے جب تک آسمان و زمین رہیں گے مگر جو تمہارا رب چاہے۔ یہ ایسی بخشش ہے جو کبھی ختم نہ ہوگی۔ **اہم بات:** اس استثنا میں وہ اہلِ جنت داخل ہیں جو اپنے گناہوں کی وجہ سے کچھ عرصہ جہنم میں رہیں گے پھر انہیں جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کیا جائے گا کیونکہ امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جو جنت میں داخل ہوگا وہ اس سے کبھی نہیں نکلے گا۔

آیت 109 فرمایا کہ اے سننے والے! ان مشرکین کی بتوں کی عبادت اور ان کے برے انجام کے حوالے سے کسی شک میں نہ پڑنا۔ بیشک یہ بھی اس بت پرستی کی وجہ سے عذاب میں مبتلا ہوں گے جیسا کہ پہلی امتیں عذاب میں مبتلا ہوئیں۔ جن مشرکین کے واقعات تمہارے سامنے بیان ہوئے جس طرح وہ بتوں کی عبادت کرتے تھے اسی طرح یہ بھی بتوں کی عبادت کر رہے ہیں اور تمہیں معلوم ہو

Go To Index

مِّنْ قَبْلُ ؕ وَ اِنَّا لَمُوَفُّوْهُمْ نَصِیْبَهُمْ غَیْرَ مَنْقُوْصٍ ﴿۱۰۹﴾ ع وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ

عبادت کیا کرتے تھے اور بیشک ہم انہیں ان کا پورا پورا حصہ دیں گے جس میں کوئی کمی نہیں ہوگی ○ اور بیشک ہم نے موسیٰ کو کتاب دی

فَاخْتُلِفَ فِیْهِ ؕ وَ لَوْ لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِیَ بَیْنَهُمْ ؕ وَ اِنَّهُمْ

تو اس میں اختلاف کیا گیا اور اگر تمہارے رب کی ایک بات پہلے طے نہ ہو چکی ہوتی تو ان کا فیصلہ کر دیا جاتا اور بیشک وہ لوگ اس کی طرف

لَفِیْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِیْبٍ ﴿۱۱۰﴾ وَ اِنَّ كُلًّا لَّمَّا لَیُوَفِّیَنَّهُمْ رَبُّكَ اَعْمَالَهُمْ ؕ اِنَّهٗ بِمَا

سے دھوکے میں ڈالنے والے شک میں ہیں ○ اور بیشک ان سب کو تمہارا رب ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے گا۔ بیشک وہ ان کے

یَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ﴿۱۱۱﴾ فَاسْتَقِمْ كَمَاۤ اُمِرْتَ وَ مَنْ تَابَ مَعَكَ وَ لَا تَطْغَوْا ؕ

تمام اعمال سے خبردار ہے ○ تو تم ثابت قدم رہو جیسا تمہیں حکم دیا گیا ہے اور جو تمہارے ساتھ رجوع کرنے والا ہے اور اے لوگو! تم سرکشی نہ کرو

چکا کہ ان لوگوں کا کیا انجام ہوا اور عنقریب انہیں بھی ان کے جیسے انجام کا سامنا ہوگا اور بیشک ہم انہیں ان کے عذاب کا پورا پورا حصہ دیں گے جس میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔

آیت 110 نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا گیا کہ جیسے آپ کی قوم نے قرآن کے ساتھ کیا کہ بعض اس پر ایمان لائے اور بعض نے اس کا انکار کیا اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی قوم نے ان پر ہماری نازل کردہ کتاب تورات کے ساتھ کیا تھا کہ ان میں سے بعض نے تورات کی تصدیق کی اور بعض نے کفر کیا۔ اے حبیب! یہ اپنے کفر اور تکذیب کی بنا پر دنیا میں ہی جس عذاب کے جلدی حق دار تھے وہ عذاب اگر آپ کا رب قیامت کے دن تک کے لئے ان سے مؤخر نہ فرما چکا ہوتا تو دنیا میں ہی ان کی ہلاکت کا فیصلہ کر دیا جاتا اور بیشک وہ لوگ قرآن اور اس کے آپ پر نازل ہونے کی طرف سے دھوکے میں ڈالنے والے شک میں ہیں۔

آیت 111 فرمایا گیا کہ تصدیق کرنے والے ہوں یا تکذیب کرنے والے، ان سب کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کے اَعمال کی پوری پوری جزا دے گا، تصدیق کرنے والوں کو ان کی تصدیق کی بنا پر جنت اور منکروں کو ان کے انکار کی وجہ سے جہنم نصیب ہوگی، بیشک اللہ تعالیٰ ان کے تمام اعمال سے خبردار ہے، اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔

آیت 112 اے حبیب! آپ اپنے رب کے دین پر عمل کرنے اور اس کی دعوت دینے پر ایسے ثابت قدم رہیں جیسے آپ کے رب نے آپ کو حکم دیا ہے اور آپ کی امت میں سے جو آپ پر ایمان لایا ہے اسے بھی چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کے اَحکام کی بجا آوری پر ثابت قدم رہے۔ اے لوگو! جس کام سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں منع کیا ہے وہ نہ کرو، تمہارے اچھے برے سارے اعمال اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں، کوئی عمل اس سے پوشیدہ نہیں لہٰذا اس بات سے ڈرو کہ تمہارا رب تمہارے اعمال جانتا ہے جبکہ حال یہ ہے کہ تم اس کے حکم کی خلاف ورزی کر رہے ہو۔ **اہم بات:** ایمان اور احکامِ اسلام پر ثابت قدمی نہایت ضروری ہے۔ ترغیب کے لئے یہاں ثابت قدمی کے چند اسباب اور رکاوٹیں بیان کی جاتی ہیں۔ چنانچہ دینِ اسلام پر ثابت قدمی کے چند اسباب یہ ہیں: (1) علمِ دین کا حصول

اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ﴿۱۱۲﴾ وَ لَا تَرْكَنُوْۤا اِلَى الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُۙ وَ مَا لَكُمْ مِّنْ

بیشک وہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے○ اور ظالموں کی طرف نہ جھکو ورنہ تمہیں آگ چھوئے گی اور اللہ کے سوا تمہارا کوئی

دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِیَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَیِ النَّهَارِ وَ زُلَفًا مِّنَ الَّیْلِؕ

حمایتی نہیں پھر تمہاری مدد نہیں کی جائے گی○ اور دن کے دونوں کناروں اور رات کے کچھ حصے میں نماز قائم رکھو۔

(2) کثرت سے مسجد میں حاضری (3) زبان کی حفاظت (4) کفر اور گناہوں سے بچنا (5) کفار و بدمذہب اور فاسق و فاجر لوگوں سے قطع تعلقی (6) نفسانی خواہشات کی پیروی سے بچنا (7) مصائب و آلام پر صبر (8) رحمتِ الٰہی سے مایوس نہ ہونا (9) لمبی امیدیں نہ رکھنا (10) دنیا میں زہد و قناعت اختیار کرنا۔ اور ایمان و عمل پر ثابت قدمی میں رکاوٹ بننے والی چند چیزیں یہ ہیں: (1) علمِ دین سے بہرہ ور نہ ہونا (2) مسجد میں حاضری سے کترانا (3) زبان کی حفاظت نہ کرنا (4) کفر اور گناہوں کے ذریعے اپنی جانوں پر ظلم (5) کفار و بدمذہب اور فاسق و فاجر لوگوں کی صحبت (6) نفسانی خواہشات کی لذت حاصل کرنے کی حرص (7) مصائب و آلام پر صبر نہ کرنا (8) رحمتِ الٰہی سے مایوسی (9) لمبی امیدیں (10) دنیا میں رغبت۔

آیت 113 فرمایا کہ اور ظالموں کی طرف نہ جھکو ورنہ تمہیں آگ چھوئے گی اور اللہ تعالیٰ کے سوا تمہارا کوئی مددگار نہیں کہ تمہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا سکے اور نہ کل قیامت کے دن تمہیں کوئی ایسا ملے گا کہ جو تمہاری مدد کر سکے اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے تمہیں بچا لے۔ **اہم باتیں:** (1) یہ حال تو ان کا ہے جو ظالموں سے تعلقات اور میل جول رکھیں، ان کے اعمال سے راضی ہوں اور ان سے محبت رکھیں اور جو خود ظالم ہو تو اس کا حال ان سے کتنا بدتر ہو گا۔ (2) خدا کے نافرمانوں یعنی کافروں، بے دینوں، گمراہوں اور ظالموں کے ساتھ بلاضرورت میل جول، رسم و راہ، قلبی میلان، محبت، ان کی ہاں میں ہاں ملانا اور خوشامد میں رہنا سب ممنوع ہے۔ (3) طبعی میلان کی غیر اختیاری صورت اس آیت میں بیان کئے گئے حکم میں داخل نہیں، اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان کا خلاصہ ہے: طبعی میلان جیسے ماں باپ، اولاد یا خوبصورت بیوی کی طرف ہوتا ہے، اس کی جو صورت غیر اختیاری ہو وہ اس حکم کے تحت داخل نہیں، پھر بھی اس تصور سے کہ یہ اللہ و رسول کے دشمن ہیں ان سے دوستی حرام ہے اور اپنی قدرت کے مطابق اُسے دبانا یہاں تک کہ بن پڑے تو فنا کر دینا لازم ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، 14/465)

آیت 114 **شانِ نزول:** ایک شخص نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کی: یارسول اللہ! اس آدمی کا کیا حکم ہے جو اجنبی عورت سے علیحدگی میں جماع کے سوا سب کچھ کرتا ہے؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا: "اور دن کے دونوں کناروں یعنی صبح اور شام اور رات کے کچھ حصے میں نماز قائم رکھو۔ بے شک نیکیاں مثلاً پانچوں نمازیں صغیرہ گناہوں کو مٹا دیتی ہیں، یہ نصیحت ماننے والوں کے لئے نصیحت ہے۔" پھر آپ نے اسے وضو کرکے نماز پڑھنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا یہ اس شخص کے ساتھ خاص ہے یا تمام مومنوں کے لئے ہے؟ ارشاد فرمایا: نہیں، بلکہ تمام مومنوں کے لئے عام ہے۔ **اہم باتیں:** (1) زوال سے پہلے کا وقت صبح میں اور بعد کا وقت شام میں داخل ہے۔ صبح کی نماز فجر ہے، شام کی نمازیں ظہر و عصر ہیں اور رات کے

اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ۝۱۱۴ وَاصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ

بیشک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں ، یہ نصیحت ماننے والوں کیلئے نصیحت ہے ○ اور صبر کرو کیونکہ اللہ نیکی کرنے والے کا اجر

اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝۱۱۵ فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ اُولُوْا بَقِيَّةٍ يَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ

ضائع نہیں کرتا ○ تو تم سے پہلی گزری ہوئی قوموں میں سے کچھ ایسے فضیلت والے لوگ کیوں نہ ہوئے جو زمین میں فساد کرنے سے

فِي الْاَرْضِ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّنْ اَنْجَيْنَا مِنْهُمْ ۚ وَاتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَآ اُتْرِفُوْا فِيْهِ

منع کرتے البتہ ان میں تھوڑے سے ایسے تھے جنہیں ہم نے نجات دی اور ظالم لوگ اسی عیش و عشرت کے پیچھے پڑے رہے جو انہیں

وَكَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ۝۱۱۶ وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّ اَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ ۝۱۱۷

دیا گیا اور وہ مجرم تھے ○ اور تمہارا رب ایسا نہیں کہ بستیوں کو بلاوجہ ہلاک کردے حالانکہ ان کے رہنے والے اچھے لوگ ہوں ○

حصوں کی نمازیں مغرب وعشا ہیں۔(2) نیکیوں سے مراد پنج گانہ نمازیں یا مطلقاً نیک کام یا ''سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ'' پڑھنا ہے۔(3) نیکیاں صغیرہ گناہوں کے لئے کفارہ ہوتی ہیں خواہ وہ نیکیاں نماز ہوں یا صدقہ یا ذکر و استغفار یا اور کچھ۔

آیت 115 فرمایا کہ اے حبیب! اپنی قوم کی طرف سے پہنچنے والی تکلیفوں پر یا معنی ہے کہ نماز پر صبر کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کے اعمال کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

آیت 116 اس سے پہلی آیات میں گزشتہ امتوں پر جڑ سے اکھاڑ دینے والے عذابات نازل ہونے کا بیان ہوا، یہاں ان عذابات کے اسباب بتائے گئے، ارشاد فرمایا: اے میرے حبیب کی امت! تم سے پہلی امتوں میں سے جنہیں ہم نے ہلاک کر دیا تھا وہ کچھ ایسے فضیلت والے نہیں ہوئے جو لوگوں کو زمین میں فساد کرنے اور گناہوں سے منع کرتے، اسی لئے ہم نے انہیں ہلاک کر دیا البتہ ان میں تھوڑے سے ایسے تھے جنہیں ہم نے نجات دی اور وہ لوگ انبیاءِ کرام علیہم السّلام پر ایمان لائے اور ان کے اَحکام پر عمل کرتے اور لوگوں کو فساد سے روکتے رہے جبکہ ظالم لوگ اسی عیش و عشرت کے پیچھے پڑے رہے جو انہیں دیا گیا اور وہ نعمتوں، لذتوں، خواہشات اور شَہوات کے عادی ہو گئے، کفر اور گناہوں میں ڈوبے رہے اور وہ مجرم تھے۔ **اہم باتیں:** (1) ﴿اُولُوْا بَقِيَّةٍ﴾ سے مراد علماءِ ربانی ہیں، مقصد یہ ہے کہ گزشتہ قوموں کی عام گمراہی کا باعث یہ ہوا کہ ان میں علماءِ ربانی نہ رہے، اگر وہ رہتے تو اس طرح گمراہی نہ پھیلتی۔ عوام اس لئے مجرم تھے کہ بدکاریاں کرتے تھے اور علما اس لئے مجرم تھے کہ انہیں منع نہ کرتے تھے۔(2) آیت سے دو باتیں واضح ہوئیں: (۱) نیکی کی دعوت دینا اور گناہوں سے روکنا علما کا منصب ہے اگر وہ یہ فریضہ سرانجام نہ دیں گے تو مجرم ہوں گے۔ (۲) شروع سے اب تک یہی ہوتا آیا ہے کہ زیادہ تر مال و دولت والے ہی غفلت میں پڑتے ہیں، اس لئے عمومی طور پر مالدار لوگوں میں دینداروں کی کمی ہوتی ہے۔

آیت 117 فرمایا کہ اے حبیب! تمہارا رب ایسا نہیں کہ بستیوں کو بلاوجہ ہلاک کر دے حالانکہ ان کے رہنے والے اچھے لوگ ہوں لیکن وہ انہیں ان کے کفر اور گناہوں کی وجہ سے ہلاک کرتا ہے۔

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا یَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِیْنَ ﴿۱۱۸﴾ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ

اور اگر تمہارا رب چاہتا تو سب آدمیوں کو ایک ہی امت بنا دیتا اور لوگ ہمیشہ اختلاف میں رہیں گے ○ البتہ جن پر تمہارے رب نے رحم

رَبُّكَ ؕ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ ؕ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ

کیا اور اللہ نے انہیں اسی کے لئے پیدا فرمایا ہے اور تمہارے رب کی بات پوری ہوچکی کہ بیشک میں ضرور جہنم کو جنوں اور انسانوں سے ملا کر

اَجْمَعِیْنَ ﴿۱۱۹﴾ وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَیْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ۚ وَجَآءَكَ فِیْ

بھر دوں گا ○ اور رسولوں کی خبروں میں سے ہم سب تمہیں سناتے ہیں جس سے تمہارے دل کو قوت دیں اور اس سورت میں تمہارے

آیت 118 فرمایا کہ اگر تمہارا رب چاہتا تو سب آدمیوں کو ایک ہی امت بنا دیتا اور یوں سب کا ایک ہی دین ہوتا مگر اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے ایسا نہ چاہا اور سب کو ایک امت نہ بنایا اور لوگ ہمیشہ مختلف دینوں پر عمل پیرا رہیں گے۔ **اہم بات:** علامہ صاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس آیت سے ثابت ہوا کہ پہلی امتوں کی طرح اس امت میں بھی اختلاف رہے گا، کوئی مومن ہوگا اور کوئی کافر، کوئی نیک ہوگا اور کوئی گنہگار، اسی لئے حدیث میں ہے کہ یہودی 71 فرقوں میں تقسیم ہوگئے تھے اور عنقریب تم 73 فرقوں میں بٹ جاؤ گے، ان میں سے 72 فرقے جہنم میں اور ایک جنت میں جائے گا۔ وہ ایک جنتی فرقہ اہلِ سنت وجماعت ہے۔

آیت 119 فرمایا کہ البتہ وہ لوگ جن پر تمہارے رب نے رحم کیا اور انہیں اختلاف سے بچا لیا تو وہ دینِ حق پر متفق رہیں گے اور اس میں اختلاف نہ کریں گے اور اللہ تعالیٰ نے لوگ اسی لیے یعنی اختلاف والے اختلاف کے لئے اور رحمت والے اتفاق کے لئے پیدا کئے ہیں اور تمہارے رب کی بات پوری ہوچکی کہ وہ جہنم کو تمام کافر جنوں اور انسانوں سے بھر دے گا۔

آیت 120 سابقہ امتوں کے واقعات اور ان کی طرف سے انبیاءِ کرام علیہمُ السّلام کو جو کچھ پیش آیا، اس کے بیان کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم سے فرمایا: اے حبیب! ہم تمہیں رسولوں کی خبریں اور جو کچھ انہیں اپنی امتوں سے پیش آیا، سناتے ہیں تاکہ اس کے ذریعے ہم آپ کا دل مضبوط کریں اور اس طرح انبیاءِ کرام علیہمُ السّلام کے حالات اور ان کی امتوں کے سلوک دیکھ کر آپ کو اپنی قوم کی ایذا پر صبر فرمانا آسان ہو، اس سورت میں تمہارے پاس حق یعنی توحید و رسالت اور قیامت کے دلائل آئے اور مسلمانوں کے لئے وعظ و نصیحت آئی۔ **اہم باتیں:** (1)﴿مَوْعِظَةٌ﴾ کا معنی ہے جس کے ذریعے نصیحت حاصل کی جائے، یہاں اس سے مراد سابقہ امتوں کی ہلاکت کا بیان ہے جس کا ذکر اس سورت میں ہوا۔ ﴿ذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِیْنَ﴾ سے مراد یہ ہے کہ مسلمان سابقہ امتوں پر نازل ہونے والے عذاب کا سن کر عبرت حاصل کریں اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے گناہوں سے توبہ کریں۔ یہاں مسلمانوں کا بطورِ خاص اس لئے ذکر کیا گیا کہ انبیاءِ کرام علیہمُ السّلام کے واقعات سن کر مسلمان ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں۔ (2) اللہ والوں کے ذکر سے دل کو چین نصیب ہوتا ہے۔ **درس:** دل کی تقویت کا ایک اہم ذریعہ انبیاءِ کرام علیہمُ السّلام، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دیگر بزرگانِ دین کے حالات و واقعات کا مطالعہ کرنا بھی ہے۔

هٰذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَّذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ اعْمَلُوْا عَلٰى

پاس حق آیا اور مسلمانوں کے لئے وعظ و نصیحت (آئی)○ اور تم ایمان نہ لانے والوں سے فرماؤ: تم اپنی جگہ کام

مَكَانَتِكُمْ ؕ اِنَّا عٰمِلُوْنَ ﴿۱۲۱﴾ وَانْتَظِرُوْا ۚ اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

کئے جاؤ، ہم اپنا کام کرتے ہیں○ اور تم انتظار کرو، بیشک ہم بھی منتظر ہیں○ اور آسمانوں اور زمین کے غیب اللہ ہی کے لیے ہیں

وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ؕ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ ع ۱۰ ۱۴

اور اسی کی طرف ہر کام لوٹایا جاتا ہے تو اس کی عبادت کرو اور اس پر بھروسہ رکھو اور تمہارا رب تمہارے کاموں سے غافل نہیں○

اٰیاتها ۱۱۱ — ۱۲ سُوْرَةُ يُوْسُفَ مَكِّيَّةٌ ۵۳ — رکوعاتها ۱۲

سورۂ یوسف مکیہ ہے، اس میں ایک سو گیارہ آیتیں اور بارہ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

آیت 121 اس آیت میں وعید اور غضب کا اظہار ہے، فرمایا گیا: اے حبیب! آپ ایمان نہ لانے والوں سے فرمادیں کہ جو کام تم کر رہے ہو وہ کئے جاؤ عنقریب تم اس کام کا انجام جان جاؤ گے اور ہمیں ہمارے رب نے جس کام کا حکم دیا ہے ہم وہ کرتے ہیں۔

آیت 122 فرمایا کہ اور تم اس کا انتظار کرو جس کا شیطان نے تم سے وعدہ کیا ہے ہم بھی اس کے منتظر ہیں جو تم پر دنیا یا آخرت میں اللہ تعالیٰ کی ناراضی اور عذاب لازم ہو گا۔

آیت 123 فرمایا کہ تمام چیزیں خواہ خفیہ ہوں یا ظاہر، موجود ہوں یا معدوم سب اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں، زمین و آسمان کی کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں اور دنیا و آخرت میں مخلوق کا ہر کام اسی کی طرف لوٹتا ہے تو جس کی یہ شان ہے وہی عبادت کا مستحق ہے لہٰذا تم اسی کی عبادت کرو، اس کے علاوہ کسی کی عبادت میں مشغول نہ ہو اور اپنے تمام معاملات میں اسی پر بھروسا کرو کیونکہ وہ تمہیں کافی ہے اور اے حبیب! آپ کا رب بندوں کے تمام اَعمال سے خبردار ہے، کوئی عمل اس سے چھپا ہوا نہیں، وہ نیک بندوں کو ان کی نیکیوں کا ثواب اور گنہگاروں کو ان کے گناہوں کی سزا دے گا۔

سورۂ یوسف کا تعارف یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ یہودی علما نے عرب کے سرداروں سے کہا تھا کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے دریافت کرو کہ حضرت یعقوب علیہ السّلام کی اولاد ملکِ شام سے مصر میں کیسے پہنچی، اُن کے وہاں جا کر آباد ہونے کا سبب اور حضرت یوسف علیہ السّلام کا واقعہ کیا ہے؟ اس پر یہ سورۂ مبارکہ نازل ہوئی۔ اس میں 12 رکوع اور 111 آیتیں ہیں۔ اس سورت میں حضرت یوسف علیہ السّلام کے حالاتِ زندگی کا تفصیل سے بیان ہے اس مناسبت سے اس کا نام ”یوسف“ رکھا گیا۔ مروی ہے کہ یہودیوں میں سے ایک گروہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا، انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اَوصاف کو پہچانا، مُہرِ نبوت کی

الٓرٰ ۫ قف تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿١﴾ قف اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿٢﴾ نَحْنُ

الٓرٰ، یہ روشن کتاب کی آیتیں ہیں○ بیشک ہم نے اس قرآن کو عربی نازل فرمایا تاکہ تم سمجھو○ ہم نے

نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَاۤ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ ۖ ق وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ

تمہاری طرف اس قرآن کی وحی بھیجی اس کے ذریعے ہم تمہارے سامنے سب سے اچھا واقعہ بیان کرتے ہیں اگرچہ اس سے پہلے تم یقیناً

زیارت کی اور آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے سورۂ یوسف سن کر اسلام قبول کر لیا۔(دلائل النبوۃ للبیہقی، 6/276) **خلاصۂ مضامین:** اس سورت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی نبوت کی دلیل کے طور پر حضرت یوسف علیہ السّلام کے حالاتِ زندگی کی تفصیل، سب انبیاءِ کرام علیہمُ السّلام کے مرد ہونے اور کسی عورت کے نبی نہ ہونے، انبیاءِ کرام علیہمُ السّلام اور ان کی قوموں کے واقعات میں عقل مندوں کے لئے عبرت و نصیحت ہونے، قرآن مجید کے سابقہ آسمانی کتابوں کی تصدیق کرنے، قرآن میں ہر چیز کا مُفَصَّل بیان ہونے اور اس کا مسلمانوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہونے کا بیان ہے۔

آیت 1 ”الٓرٰ“ یہ حروفِ مقطعات میں سے ہے۔ اس کی مراد اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ ارشاد فرمایا: اس سورت میں جو آیات بیان ہوئیں یہ روشن کتاب قرآنِ مجید کی آیتیں ہیں۔ **اہم بات:** مُبین کا معنی ہے: روشن و ظاہر کر دینے والی۔ قرآنِ پاک کا مبین ہونا یوں ہے کہ اس کا اپنی مثل لانے سے عاجز کر دینے والا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونا واضح ہے، اس کے معانی اہلِ علم پر واضح ہیں اور اس میں حلال و حرام، حدود و تعزیرات کے اَحکام صاف بیان فرمائے گئے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ اس میں سابقہ امتوں، ان کے نبیوں اور رسولوں علیہمُ السّلام کے اَحوال روشن طور پر مذکور ہیں اور اس میں حق و باطل کو ممتاز کر دیا گیا ہے۔

آیت 2 اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم کو عربی زبان میں نازل فرمایا کیونکہ عربی زبان سب زبانوں سے زیادہ فصیح اور جنت میں جنتیوں کی زبان ہے اور اسے عربی میں نازل کرنے کی ایک حکمت یہ ہے کہ تم اس کے معنی سمجھ کر ان میں غور و فکر کرو اور یہ بھی جان لو کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ **اہم بات:** قرآنِ مجید کا مسلمانوں پر ایک حق یہ ہے کہ اسے سمجھیں اور اس کے لئے عربی زبان جاننا ضروری ہے کیونکہ یہ عربی زبان میں نازل ہوا ہے اس لئے جو لوگ عربی زبان سے ناواقف ہیں یا عربی زبان پر عبور نہیں رکھتے انہیں چاہئے کہ اہلِ حق کے مستند علما کے تراجم و تفاسیر کا مطالعہ کریں تاکہ قرآنِ مجید سمجھ سکیں۔ افسوس! فی زمانہ مسلمانوں کی کثیر تعداد قرآنِ مجید کو سمجھنے اور اس میں غور و فکر کرنے سے بہت دور ہے۔

آیت 3 فرمایا کہ اے حبیب! ہم نے تمہاری طرف اس قرآن کی وحی بھیجی اس کے ذریعے ہم آپ کے سامنے سابقہ امتوں اور گزشتہ زمانوں کا سب سے اچھا واقعہ بیان کرتے ہیں اگرچہ یہ سورت آپ کی طرف وحی کرنے سے پہلے آپ کو اس واقعے کی خبر نہ تھی اور نہ آپ نے اس واقعے کو کبھی سنا تھا۔ **اہم باتیں:** (1) علامہ صاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا معجزہ ہے کہ آپ نے سب سے اچھے انداز اور بہترین طریقے سے گزشتہ اور آیندہ لوگوں کی خبر دی ہے۔ (2) اس سورت کے ضمن میں ایک انسان کی زندگی کے جملہ مراحل کو بیان کر دیا گیا کہ زندگی کے کن مراحل پر کیا کیا چیزیں انسان کو پیش آسکتی ہیں اور وہ ان سے بہترین

لَمِنَ الْغٰفِلِیْنَ ﴿۳﴾ اِذْ قَالَ یُوْسُفُ لِاَبِیْهِ یٰۤاَبَتِ اِنِّیْ رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّ الشَّمْسَ

اس سے بے خبر تھے ○ یاد کرو جب یوسف نے اپنے باپ سے کہا: اے میرے باپ! میں نے گیارہ ستاروں اور سورج اور چاند کو دیکھا،

وَ الْقَمَرَ رَاَیْتُهُمْ لِیْ سٰجِدِیْنَ ﴿۴﴾ قَالَ یٰبُنَیَّ لَا تَقْصُصْ رُءْیَاكَ عَلٰۤى اِخْوَتِكَ فَیَكِیْدُوْا

میں نے انہیں اپنے لئے سجدہ کرتے ہوئے دیکھا ○ فرمایا: اے میرے بچے! اپنا خواب اپنے بھائیوں کے سامنے بیان نہ کرنا ورنہ تمہارے

انداز میں سبکدوش کیسے ہو سکتا ہے۔ (3) حضرت یوسف علیہ السّلام کے واقعے کو ''اَحْسَنَ الْقَصَص'' فرمانے کی مختلف وجوہات بیان کی گئی ہیں، ان میں سے تین یہ ہیں: (۱) اس میں جس قدر عبرتیں اور حکمتیں بیان کی گئی ہیں اتنی اور کسی سورت میں بیان نہیں کی گئیں۔ (۲) حضرت یوسف علیہ السّلام نے اپنے بھائیوں سے انتہائی اچھا سلوک فرمایا، ان کی طرف سے پہنچنے والی اذیتوں پر صبر کیا اور بدلہ لینے پر قادر ہونے کے باوجود معاف کر دیا۔ (۳) اس واقعے میں انبیاءِ کرام، صالحین، فرشتوں، شیطانوں، جنوں، انسانوں، جانوروں اور پرندوں کا ذکر نیز بادشاہوں، تاجروں، عالموں، جاہلوں، مَردوں اور عورتوں کے طرزِ زندگی اور عورتوں کے مکروفریب کا بیان ہے، اس کے علاوہ اس واقعے میں توحید، رسالت، فقہی اَحکام، خوابوں کی تعبیر، سیاست، مُعاشرت، تدبیرِ مَعاش اور ان تمام فوائد کا بیان ہے جن سے دین و دنیا کی اصلاح ممکن ہے۔

آیت 4 فرمایا کہ اے حبیب! اپنی قوم کے سامنے حضرت یوسف علیہ السّلام کی وہ بات بیان کریں جو انہوں نے اپنے باپ حضرت یعقوب علیہ السّلام سے کہی کہ اے میرے باپ! میں نے 11 ستاروں اور سورج اور چاند کو دیکھا، میں نے انہیں اپنے لئے سجدہ کرتے ہوئے دیکھا۔ **اہم باتیں:** (1) حضرت یوسف علیہ السّلام نے جمعہ کی رات کو خواب دیکھا تھا کہ آسمان سے گیارہ ستارے، سورج اور چاند اترے اور سب نے آپ کو سجدہ کیا۔ (2) خواب میں دیکھے گئے ستاروں کی تعبیر آپ کے 11 بھائی، سورج آپ کے والد اور چاند آپ کی والدہ ہیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام راحیل ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ چونکہ حضرت راحیل کا انتقال ہو چکا تھا اس لئے چاند سے آپ کی خالہ مراد ہیں۔ (3) سجدہ کرنے سے مراد تواضع کرنا اور فرمانبردار ہونا یا حقیقتاً سجدہ کرنا ہی مراد ہے کیونکہ اس زمانہ میں سلام کی طرح سجدۂ تحیت یعنی تعظیم کا سجدہ بھی جائز تھا۔

آیت 5 حضرت یعقوب علیہ السّلام نے جان لیا کہ اللہ تعالیٰ حضرت یوسف علیہ السّلام کو نبوت اور دونوں جہان کی نعمتیں اور شرف عطا فرمائے گا اس لئے آپ کو حضرت یوسف علیہ السّلام کے خلاف ان کے بھائیوں کی طرف سے حسد کا اندیشہ ہوا اور آپ نے حضرت یوسف علیہ السّلام سے فرمایا: اے میرے بچے! اپنا خواب اپنے بھائیوں کے سامنے بیان نہ کرنا کیونکہ وہ اس کی تعبیر کو سمجھ لیں گے تو تمہارے خلاف کوئی سازش کریں گے اور تمہاری ہلاکت کی تدبیر سوچیں گے۔ بے شک شیطان آدمی کا کھلا دشمن ہے۔ **اہم باتیں:** (1) آیت کے آخر میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السّلام کے بھائی اگر حضرت یوسف علیہ السّلام کو تکلیف پہنچانے کی کوشش کریں گے تو اس کا سبب شیطانی وسوسہ ہوگا۔ (2) جب کوئی اچھا خواب دیکھے تو اس کے متعلق صرف اس شخص کو خبر دے جو اس سے محبت رکھتا ہو یا عقل مند ہو اور اس سے حسد نہ کرتا ہو اور اگر برا خواب دیکھے تو اسے کسی سے بیان نہ کرے۔

لَكَ كَيْدًا ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝۵ وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ

خلاف کوئی سازش کریں گے۔ بیشک شیطان آدمی کا کھلا دشمن ہے ○ اور اسی طرح تیرا رب تمہیں منتخب فرمالے گا اور تجھے باتوں کا انجام

مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَعَلٰۤى اٰلِ يَعْقُوْبَ كَمَاۤ اَتَمَّهَا عَلٰۤى اَبَوَيْكَ

نکالنا سکھائے گا اور تجھ پر اور یعقوب کے گھر والوں پر اپنا احسان مکمل فرمائے گا جس طرح اس نے پہلے تمہارے باپ دادا ابراہیم اور

مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝۶ ؑ لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوْسُفَ وَاِخْوَتِهٖۤ

اسحٰق پر اپنی نعمت مکمل فرمائی بیشک تیرا رب علم والا، حکمت والا ہے ○ بیشک یوسف اور اس کے بھائیوں (کے واقعے) میں

ع ۱

آیت 6 حضرت یعقوب علیہ السّلام نے حضرت یوسف علیہ السّلام سے فرمایا: جس طرح اس عظمت و شرافت والے خواب کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تیرا مقام بلند کیا اسی طرح تیرا رب تمہیں نبوت و بادشاہت یا اہم کاموں کے لئے منتخب فرمالے گا اور تجھے باتوں کا انجام نکالنا سکھائے گا اور تجھ پر اور یعقوب کے گھر والوں پر اپنا احسان مکمل فرمائے گا جس طرح اس نے پہلے تمہارے باپ دادا حضرت ابراہیم اور حضرت اسحٰق علیہما السّلام پر اپنی نعمت مکمل فرمائی، بے شک تیرا رب علم والا، حکمت والا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) بعض مفسرین نے فرمایا کہ ''اِجْتِبَاء یعنی اللہ تعالیٰ کا کسی بندے کو چن لینے'' کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی بندے کو فیضِ رَبّانی کے ساتھ خاص کرے جس سے اس کو محنت و کوشش کے بغیر طرح طرح کی کرامات و کمالات حاصل ہوں، یہ مرتبہ انبیاءِ کرام علیہم السّلام کے ساتھ خاص ہے اور ان کی بدولت ان کے مقربین، صدّیقین، شہدا اور صالحین رحمۃ اللہ علیہم بھی اس نعمت سے سرفراز کئے جاتے ہیں۔ (2) آیت میں مذکور ﴿تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ﴾ سے خوابوں کی تعبیر نکالنا مراد ہے کیونکہ خواب اگر سچے ہوں تو فرشتوں کی باتیں ہیں اور اگر سچے نہ ہوں تو نفس یا شیطان کی باتیں ہیں۔ (3) اس آیت میں مذکور لفظ ﴿يَجْتَبِيْكَ﴾ سے نبوت کے لئے منتخب فرمانا مراد لیا جائے تو ''نعمت پوری کرنے'' سے مراد دنیا اور آخرت کی سعادتیں عطا فرمانا ہے اور اگر ﴿يَجْتَبِيْكَ﴾ سے بلند درجات تک پہنچانا مراد لیا جائے تو نعمت پوری کرنے سے مراد نبوت عطا فرمانا ہے۔

آیت 7 فرمایا کہ بیشک حضرت یوسف علیہ السّلام اور ان کے بھائیوں کے واقعے میں پوچھنے والوں کے لئے عظیم الشان نشانیاں ہیں جو اللہ تعالیٰ کی قدرتِ قاہرہ پر دلالت کرتی ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) حضرت یعقوب علیہ السّلام کی پہلی بیوی لِیا بنتِ لَیان آپ کے ماموں کی بیٹی ہیں، ان سے آپ کے 6 فرزند رُوبِیل، شمعون، لاوِی، یہوذا (یا یہودا)، زبولون، یَشْجُرُ اور دوسری دو بیویوں زلفہ اور بلہہ سے چار فرزند دَان، نَفتالی، جاد، آشر ہوئے۔ لیا کے انتقال کے بعد آپ نے ان کی بہن راحیل سے نکاح فرمایا، ان سے دو فرزند حضرت یوسف علیہ السّلام اور بنیامین ہوئے۔ یہ حضرت یعقوب علیہ السّلام کے 12 صاحبزادے ہیں انہیں کو اَسباط کہتے ہیں۔ (2) آیت میں پوچھنے والوں سے وہ یہودی مراد ہیں جنہوں نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے حضرت یوسف علیہ السّلام کا حال اور حضرت یعقوب علیہ السّلام کی اولاد کے کنعان سے سرزمینِ مصر کی طرف منتقل ہونے کا سبب دریافت کیا تھا۔

اٰیٰتٌ لِّلسَّآئِلِیْنَ ﴿۷﴾ اِذْ قَالُوْا لَیُوْسُفُ وَ اَخُوْهُ اَحَبُّ اِلٰۤی اَبِیْنَا مِنَّا وَ نَحْنُ

پوچھنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں ○ یاد کرو جب بھائی بولے: بیشک یوسف اور اس کا سگا بھائی ہمارے باپ کو ہم سے زیادہ محبوب ہیں

عُصْبَةٌ ؕ اِنَّ اَبَانَا لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنِ ﴿۸﴾ ۚۖ اقْتُلُوْا یُوْسُفَ اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا یَّخْلُ

حالانکہ ہم ایک جماعت ہیں بیشک ہمارے والد کھلی محبت میں ڈوبے ہوئے ہیں ○ یوسف کو مار ڈالو یا کہیں زمین میں پھینک آؤ تاکہ

لَكُمْ وَجْهُ اَبِیْكُمْ وَ تَكُوْنُوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ قَوْمًا صٰلِحِیْنَ ﴿۹﴾ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوْا یُوْسُفَ

تمہارے باپ کا چہرہ تمہاری طرف ہی رہے اور اس کے بعد تم پھر نیک ہو جانا ○ ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا: یوسف کو قتل نہ کرو

آیت 8 حضرت یوسف علیہ السّلام کے بھائیوں نے جب دیکھا کہ ان کے والِد محترم حضرت یعقوب علیہ السّلام حضرت یوسف علیہ السّلام اور ان کے سگے بھائی بِنیامین کی طرف بہت مائل اور ان پر بڑی شفقت فرماتے ہیں تو کہنے لگے: اللہ کی قسم! یوسف اور اس کا سگا بھائی ہمارے باپ کو ہم سے زیادہ پیارے ہیں حالانکہ وہ دونوں چھوٹے ہیں اور کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے جبکہ ہم 10 مرد ہیں، مضبوط ہیں، زیادہ کام آسکتے ہیں لہٰذا ان دونوں بھائیوں کے بجائے ہم محبت کے زیادہ حق دار ہیں، بے شک ہمارے والد ان کی کھلی محبت میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ **اہم بات:** حضرت یوسف علیہ السّلام کے بھائیوں کے خیال میں یہ بات نہ آئی تھی کہ حضرت یعقوب علیہ السّلام نے ان دونوں کو صرف محبت میں ان پر ترجیح دی ہے اور دلی محبت کو دور کر دینا انسان کے بس میں نہیں اور ممکن ہے کہ زیادہ محبت و شفقت کا سبب یہ ہو کہ حضرت یوسف علیہ السّلام کی والدہ ان کی کم عمری میں انتقال فرماگئی تھیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السّلام نے آپ میں ہدایت اور اچھی صفات کی وہ نشانیاں ملاحظہ فرمالیں جو دوسرے بھائیوں میں نہ تھیں۔

آیت 9 حضرت یوسف علیہ السّلام کے بھائیوں کو والدِ ماجد کا حضرت یوسف علیہ السّلام سے زیادہ محبت فرمانا شاق گزرا تو انہوں نے باہم مشورہ کیا کہ کوئی ایسی تدبیر سوچنی چاہیے جس سے والد صاحب ہماری طرف زیادہ مائل ہوں۔ مشورہ میں یہ گفتگو ہوئی کہ والد محترم کی محبت حاصل کرنے کی دو ہی صورتیں ہیں: (1) حضرت یوسف علیہ السّلام کو ایک ہی بار مار ڈالو (2) اگر مارنا نہیں تو کہیں دور دراز زمین میں پھینک آؤ جہاں بھیڑیے یا درندے کے کھا جانے یا اسی سرزمین میں انتقال کر جانے کی وجہ سے ان کا حضرت یعقوب علیہ السّلام کے پاس واپس آجانا ممکن نہ رہے۔ اگر ان میں سے کسی صورت پر عمل کر لیا تو حضرت یعقوب علیہ السّلام کی توجہ تمہاری طرف ہی رہے گی اور حضرت یوسف علیہ السّلام کو قتل کر دینے یا آبادیوں سے دور چھوڑ آنے کے بعد تم پھر توبہ کر کے نیک ہو جانا۔ **اہم باتیں:** (1) حضرت یوسف علیہ السّلام کے بھائیوں کی یہ ساری حرکات صرف حضرت یعقوب علیہ السّلام کو اپنی طرف مائل کرنے کے لئے تھیں، نفس کی خاطر نہ تھیں، اس لئے انہیں سچی توبہ نصیب ہوگئی، قابیل کی حرکات چونکہ نفسِ اَمّارہ کے لئے تھیں اس لئے توبہ سے محروم رہا۔ (2) کسی جائز بلکہ اعلیٰ ترین مقصد حاصل کرنے کے لئے بھی ناجائز ذریعہ اختیار کرنے کی اجازت نہیں جیسے حضرت یوسف علیہ السّلام کے بھائیوں کا مقصد والد جو منصبِ نبوت پر بھی فائز تھے، کی محبت کا حصول تھا لیکن اس کے لئے انہوں نے ناجائز ذریعہ اختیار کیا چنانچہ اس کی مذمت کی گئی۔

آیت 10 حضرت یوسف علیہ السّلام کے بھائیوں میں سے یہودا یا رُوبیل نے کہا کہ یوسف کو قتل نہ کرو کیونکہ قتل گناہِ عظیم ہے اور

Go To Index

وَ اَلْقُوْهُ فِیْ غَیٰبَتِ الْجُبِّ یَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّیَّارَةِ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِیْنَ ۝۱۰ قَالُوْا

اور اسے کسی تاریک کنویں میں ڈال دو کہ کوئی مسافر اسے اٹھالے جائے گا۔ اگر تم کچھ کرنے والے ہو ○ بھائیوں نے کہا:

یٰۤاَبَانَا مَا لَكَ لَا تَاْمَنَّا عَلٰی یُوْسُفَ وَ اِنَّا لَهٗ لَنٰصِحُوْنَ ۝۱۱ اَرْسِلْهُ مَعَنَا

اے ہمارے باپ! آپ کو کیا ہوا کہ یوسف کے معاملے میں آپ ہمارا اعتبار نہیں کرتے حالانکہ ہم یقیناً اس کے خیر خواہ ہیں ○ آپ کل اسے ہمارے ساتھ

غَدًا یَّرْتَعْ وَ یَلْعَبْ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝۱۲ قَالَ اِنِّیْ لَیَحْزُنُنِیْۤ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ وَ

بھیج دیجئے تاکہ وہ پھل کھائے اور کھیلے اور بیشک ہم اس کے محافظ ہیں ○ فرمایا: بیشک تمہارا اسے لے جانا مجھے غمگین کردے گا اور میں

اَخَافُ اَنْ یَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَ اَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ ۝۱۳ قَالُوْا لَئِنْ اَكَلَهُ الذِّئْبُ

اس بات سے ڈرتا ہوں کہ اسے بھیڑیا کھالے اور تم اس کی طرف سے بے خبر ہو جاؤ ○ انہوں نے کہا: اگر اسے بھیڑیا کھا جائے حالانکہ

اسے کسی تاریک کنویں میں ڈال دو کہ کوئی مسافر وہاں سے گزرے اور انہیں کسی دوسرے ملک میں لے جائے، اس سے مقصد بھی پورا ہو جائے گا کہ نہ وہ یہاں رہیں گے اور نہ والد صاحب کی نظرِ عنایت ان پر ہو گی لہٰذا اگر تم کچھ کرنے والے ہو تو یہ کرو۔ **اہم بات:** اس میں اشارہ ہے کہ چاہئے تو یہ کہ کچھ بھی نہ کرو لیکن اگر تم نے ارادہ کر ہی لیا ہے تو بس اتنے ہی پر اکتفا کرو۔

آیت 12،11 برادرانِ یوسف جب باہم مشورے سے حضرت یوسف علیہ السّلام اور حضرت یعقوب علیہ السّلام کے درمیان جدائی کروا دینے پر متفق ہو گئے تو اپنے والد حضرت یعقوب علیہ السّلام سے کہا: اے ہمارے باپ! آپ کو کیا ہوا کہ یوسف کے معاملے میں آپ ہمارا اعتبار نہیں کرتے اور جب ہم شہر سے باہر صحرا کی طرف جائیں تو یوسف کو ہمارے ساتھ نہیں بھیجتے حالانکہ ہم یقیناً اس کے خیر خواہ ہیں۔ آپ کل اسے ہمارے ساتھ بھیج دیجئے تاکہ وہ تفریح مثلاً شکار اور تیر اندازی وغیرہ کے ذریعے لطف اندوز ہوں، بے شک ہم اس کی پوری نگہداشت کریں گے۔

آیت 13 برادرانِ یوسف کے حضرت یوسف علیہ السّلام کو ساتھ بھیجنے کے مطالبے پر حضرت یعقوب علیہ السّلام نے انہیں نہ بھیجنے کی دو وُجوہات بیان فرمائیں، فرمایا: (1) تمہارا حضرت یوسف علیہ السّلام کو لے جانا اور ان کا تمہارے ساتھ چلے جانا مجھے غمگین کر دے گا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت یعقوب علیہ السّلام کو حضرت یوسف علیہ السّلام کا کچھ دیر کے لئے بھی جدا ہونا گوارا نہ تھا۔ (2) مجھے اس بات کا اندیشہ ہے کہ تم اپنے کھانے پینے اور کھیل کود میں مصروفیت کی وجہ سے حضرت یوسف علیہ السّلام کی طرف سے غافل ہو جاؤ گے اور کوئی بھیڑیا آکر انہیں کھا جائے گا۔ یہ وجہ آپ نے اس لئے بیان فرمائی تھی کہ اس سرزمین میں بھیڑیے اور درندے بہت تھے۔

آیت 14 حضرت یوسف علیہ السّلام کے بھائیوں نے جواب دیا: ہم 10 مردوں کے وہاں موجود ہوتے ہوئے اگر اسے بھیڑیا کھا جائے جب تو ہم کسی کام کے نہ ہوئے لہٰذا انہیں ہمارے ساتھ بھیج دیجئے۔ حضرت یعقوب علیہ السّلام نے اجازت دے دی اور حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی قمیص جو جنتی ریشم کی تھی اور جس وقت آپ کو آگ میں ڈالا گیا تو حضرت جبریل علیہ السّلام نے آپ کو پہنائی تھی، تعویذ بنا کر حضرت یوسف علیہ السّلام کے گلے میں ڈال دی۔

وَنَحْنُ عُصْبَۃٌ اِنَّآ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۱۴﴾ فَلَمَّا ذَهَبُوْا بِهٖ وَاَجْمَعُوْٓا اَنْ یَّجْعَلُوْهُ

ہم ایک جماعت (موجود) ہوں جب تو ہم کسی کام کے نہ ہوئے ○ پھر جب وہ اسے لے گئے اور سب نے اتفاق کر لیا کہ اسے تاریک

فِیْ غَیٰبَتِ الْجُبِّ ۚ وَاَوْحَیْنَآ اِلَیْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ﴿۱۵﴾

کنویں میں ڈال دیں اور ہم نے اسے وحی بھیجی کہ تم ضرور انہیں ان کی یہ حرکت یاد دلاؤ گے اور اس وقت وہ جانتے نہ ہوں گے ○

وَجَآءُوْٓ اَبَاهُمْ عِشَآءً یَّبْكُوْنَ ﴿۱۶﴾ قَالُوْا یٰٓاَبَانَآ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَتَرَكْنَا

اور رات کے وقت اپنے باپ کے پاس وہ روتے ہوئے آئے ○ کہنے لگے: اے ہمارے باپ! ہم دوڑ کا مقابلہ کرتے (دور) چلے گئے

یُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِیْنَ ﴿۱۷﴾

اور یوسف کو اپنے سامان کے پاس چھوڑ دیا تو اسے بھیڑیا کھا گیا اور آپ کسی طرح ہمارا یقین نہ کریں گے اگرچہ ہم سچے ہوں ○

الثلثۃ

آیت 15 برادرانِ یوسف حضرت یعقوب علیہ السّلام کے سامنے حضرت یوسف علیہ السّلام کو اپنے کندھوں پر سوار کئے ہوئے عزت و احترام کے ساتھ لے گئے، جب دور جا کر حضرت یعقوب علیہ السّلام کی نظروں سے غائب ہو گئے تو حضرت یوسف علیہ السّلام کو زمین پر دے پٹکا۔ آپ علیہ السّلام جس کی طرف جاتے وہ مارتا اور طعنے دیتا، اور خواب جو کسی طرح انہوں نے سن لیا تھا اس پر برا بھلا کہتے۔ جب سختیاں حد کو پہنچیں تو حضرت یوسف علیہ السّلام نے یہودا سے کہا: خدا سے ڈر اور ان لوگوں کو ان زیادتیوں سے روک۔ یہودا نے اپنے بھائیوں سے کہا: تم نے مجھ سے عہد کیا تھا کہ انہیں قتل نہیں کیا جائے گا۔ تب وہ ان حرکتوں سے باز آئے اور سب نے اتفاق کر لیا کہ حضرت یوسف علیہ السّلام کو تاریک کنویں میں ڈال دیں، چنانچہ انہوں نے حضرت یوسف علیہ السّلام کے ہاتھ پاؤں باندھ کر اور قمیص اتار کر کنویں میں اتارا، جب نصف گہرائی تک پہنچے تو رسی چھوڑ دی تاکہ آپ پانی میں گر کر شہید ہو جائیں۔ حکمِ الٰہی سے حضرت جبریل علیہ السّلام نے آپ کو کنویں میں موجود ایک پتھر پر بٹھا دیا اور ہاتھ کھول دیئے۔ اللہ تعالیٰ نے الہام یا حضرت جبریل علیہ السّلام کے ذریعے آپ کی طرف وحی فرمائی کہ آپ غمگین نہ ہوں، ہم آپ کو گہرے کنویں سے نکال کر بلند مقام پر پہنچائیں گے، تمہارے بھائیوں کو حاجت مند بنا کر تمہارے پاس لائیں گے، انہیں تمہارے زیرِ فرمان کریں گے اور ایک دن ایسا آئے گا کہ تم ضرور انہیں ان کا یہ ظالمانہ کام یاد دلاؤ گے اور اُس وقت وہ جانتے نہ ہوں گے کہ تم یوسف ہو کیونکہ اس وقت آپ کی شان بلند اور آپ سلطنت و حکومت کی مسند پر ہوں گے۔

آیت 16 حضرت یوسف علیہ السّلام کو کنویں میں ڈال کر ان کے بھائی رات کے وقت اپنے والد کی طرف لوٹے تاکہ اندھیرے میں جھوٹا عذر پیش کرنے میں پریشانی نہ ہو، مکان کے قریب پہنچ کر انہوں نے رونا اور چیخنا چلانا شروع کر دیا، حضرت یعقوب علیہ السّلام نے ان کے چیخنے کی آواز سنی تو گھبرا کر باہر تشریف لائے اور فرمایا: اے میرے بیٹو! میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں، کیا تمہیں بکریوں میں کچھ نقصان ہوا؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ فرمایا: تو کیا مصیبت پہنچی اور یوسف کہاں ہیں؟

آیت 17 حضرت یعقوب علیہ السّلام کے پوچھنے پر انہوں نے جواب دیا: اے ہمارے باپ! ہم ایک دوسرے کے ساتھ دوڑ لگا رہے

وَجَآءُوْ عَلٰى قَمِيْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ ؕ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ؕ فَصَبْرٌ

اور وہ اس کے کرتے پر ایک جھوٹا خون لگا لائے۔ یعقوب نے فرمایا: بلکہ تمہارے دلوں نے تمہارے لئے ایک بات گھڑلی ہے تو صبر

جَمِيْلٌ ؕ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ﴿۱۸﴾ وَجَآءَتْ سَيَّارَةٌ فَاَرْسَلُوْا وَارِدَهُمْ

اچھا اور تمہاری باتوں پر اللہ ہی سے مدد چاہتا ہوں ○ اور ایک قافلہ آیا تو انہوں نے اپنا پانی لانے والا آدمی بھیجا تو اس نے اپنا ڈول ڈالا۔

فَاَدْلٰى دَلْوَهٗ ؕ قَالَ يٰبُشْرٰى هٰذَا غُلٰمٌ ؕ وَاَسَرُّوْهُ بِضَاعَةً ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا

اس پانی لانے والے نے کہا: کیسی خوشی کی بات ہے، یہ تو ایک لڑکا ہے۔ اور انہوں نے اسے سامانِ تجارت قرار دے کر چھپالیا اور اللہ

ع ۲ ۱۲/۱۴ يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍۢ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ ۚ وَكَانُوْا فِيْهِ مِنَ الزّٰهِدِيْنَ ﴿۲۰﴾ ع

جانتا ہے جو وہ کر رہے تھے ○ اور بھائیوں نے بہت کم قیمت چند درہموں کے بدلے میں اسے بیچ ڈالا اور انہیں اس میں کچھ رغبت نہ تھی ○

تھے اور اس دوڑ کے چکر میں دور نکل گئے، یوسف کو ہم نے اپنے سامان کے پاس چھوڑ دیا تھا، جب ہم یوسف سے غافل ہوئے تو اسے بھیڑیا کھا گیا۔ ہمیں علم ہے کہ آپ حضرت یوسف علیہ السّلام سے شدید محبت کی وجہ سے کسی طرح ہمارا یقین نہ کریں گے اگرچہ ہم سچے ہوں اور ہمارے ساتھ کوئی گواہ ہے نہ ایسی کوئی دلیل وعلامت جس سے ہماری سچائی ثابت ہو۔

آیت 18 حضرت یوسف علیہ السّلام کا قمیص جو ان کے بھائیوں نے اتار لیا تھا اس پر ایک بکری کے بچے کا خون لگا لائے لیکن قمیص کو پھاڑنا بھول گئے، حضرت یعقوب علیہ السّلام وہ قمیص اپنے چہرہ مبارک پر رکھ کر بہت روئے اور فرمایا: عجیب قسم کا ہوشیار بھیڑیا تھا جو میرے بیٹے کو تو کھا گیا اور قمیص کو پھاڑا تک نہیں۔ مزید فرمایا: حقیقت یہ نہیں ہے بلکہ تمہارے دلوں نے تمہارے لئے ایک بات گھڑلی ہے تو میرا طریقہ عمدہ صبر ہے اور تمہاری باتوں پر اللہ تعالیٰ ہی سے مدد چاہتا ہوں۔

آیت 19 ایک قافلہ جو مدین سے مصر کی طرف جارہا تھا، راستہ بھٹک کر اُس جنگل کی طرف آنکلا جہاں آبادی سے بہت دور یہ کنواں تھا، انہوں نے اپنا پانی لانے والا آدمی کنویں کی طرف بھیجا، اس کا نام مالک بن ذعر خزاعی تھا، جب اس نے ڈول کنویں میں ڈالا تو حضرت یوسف علیہ السّلام نے ڈول کو پکڑ لیا اور اس طرح کنویں سے باہر تشریف لے آئے۔ جب اس آدمی نے حضرت یوسف علیہ السّلام کا عالَم افروز حسن دیکھا تو نہایت خوشی میں آکر اپنے ساتھیوں کو مُژدہ دیا کہ آہا! کیسی خوشی کی بات ہے، یہ تو بڑا حسین لڑکا ہے۔ مالک بن ذعر اور اس کے ساتھیوں نے انہیں سامانِ تجارت قرار دے کر چھپالیا تا کہ کوئی اس میں شرکت کا دعویٰ نہ کر دے۔ آیت میں مزید فرمایا: اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو وہ کر رہے تھے۔

آیت 20 حضرت یوسف علیہ السّلام کے بھائی اس جنگل میں بکریاں چراتے تھے اور حضرت یوسف علیہ السّلام کی نگرانی بھی کر رہے تھے، آج جو انہوں نے حضرت یوسف علیہ السّلام کو کنویں میں نہ دیکھا تو انہیں تلاش کرتے ہوئے قافلہ میں پہنچے اور مالک بن ذعر کے پاس حضرت یوسف علیہ السّلام کو دیکھ کر اس سے کہا کہ یہ غلام ہے، ہمارے پاس سے بھاگ آیا ہے، کسی کام کا نہیں اور نافرمان ہے، اگر خرید لو

وَقَالَ الَّذِی اشْتَرٰىهُ مِنْ مِّصْرَ لِامْرَاَتِهٖۤ اَكْرِمِیْ مَثْوٰىهُ عَسٰۤى اَنْ یَّنْفَعَنَاۤ اَوْ نَتَّخِذَهٗ

اور مصر کے جس شخص نے انہیں خریدا اس نے اپنی بیوی سے کہا: انہیں عزت سے رکھو شاید ان سے ہمیں نفع پہنچے یا ہم انہیں

وَلَدًا ؕ وَ كَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِیُوْسُفَ فِی الْاَرْضِ ٝ وَ لِنُعَلِّمَهٗ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ ؕ وَاللّٰهُ

بیٹا بنالیں اور اسی طرح ہم نے یوسف کو زمین میں ٹھکانہ دیا اور تاکہ ہم اسے باتوں کا انجام سکھائیں اور اللہ

غَالِبٌ عَلٰۤى اَمْرِهٖ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَ لَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗۤ اٰتَیْنٰهُ

اپنے کام پر غالب ہے مگر اکثر آدمی نہیں جانتے ○ اور جب یوسف بھرپور جوانی کی عمر کو پہنچے تو ہم نے اسے

حُكْمًا وَّ عِلْمًا ؕ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۲۲﴾ وَ رَاوَدَتْهُ الَّتِیْ هُوَ

حکمت اور علم عطا فرمایا اور ہم نیکوں کو ایسا ہی صلہ دیتے ہیں ○ اور وہ جس عورت کے گھر میں تھے اُس نے اُنہیں

تو ہم اسے سستا بیچ دیں گے، پھر اسے اتنی دور لے جانا کہ اس کی خبر بھی ہمارے سننے میں نہ آئے۔ حضرت یوسف علیہ السّلام ان کے خوف سے خاموش کھڑے رہے اور کچھ نہ فرمایا۔ بھائیوں نے انہیں بہت کم قیمت والے چند درہموں کے بدلے مالک بن ذعر خزاعی کے ہاتھ بیچ دیا اور وہ پہلے سے ہی ان میں کچھ رغبت نہ رکھتے تھے۔

آیت 21 مصر کے جس شخص نے آپ علیہ السّلام کو خریدا اسے لوگ عزیزِ مصر کہتے تھے، عزیزِ مصر آپ کو اپنے گھر لایا اور اپنی بیوی زلیخا سے کہا کہ حضرت یوسف علیہ السّلام کو عزت سے رکھو، ان کی قیام گاہ، لباس اور خوراک اعلیٰ قسم کی ہو، شاید ان سے ہمیں نفع پہنچے اور اپنے تدبر و دانائی سے ہمارے کاموں میں نفع مند اور بہتر مددگار ثابت ہو نیز ہو سکتا ہے کہ حکومت کے کاموں کو سرانجام دینے میں ہمارے کام آئے یا پھر ہم انہیں بیٹا بنالیں۔ عزیزِ مصر نے یہ اس لئے کہا کہ اس کے کوئی اولاد نہ تھی۔ آیت میں مزید فرمایا کہ جس طرح ہم نے قتل سے محفوظ کرکے اور کنویں سے سلامتی کے ساتھ باہر لاکر حضرت یوسف علیہ السّلام پر احسان فرمایا اسی طرح ہم نے انہیں مصر کی سرزمین میں ٹھکانا دیا تاکہ اسے مصر کے خزانوں پر تسلط عطا کریں اور خوابوں کی تعبیر نکالنا سکھائیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے کام پر غالب ہے، جو چاہے کرے۔

آیت 22 جب حضرت یوسف علیہ السّلام جوانی کی پوری قوت کو پہنچے، شباب اپنی انتہا پر آیا اور عمر مبارک 20 سال یا 30 سال یا 18 اور 30 کے درمیان ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں نبوت اور دین میں فقاہت عطا فرمائی۔ آیت میں مزید فرمایا کہ جس طرح ہم نے حضرت یوسف علیہ السّلام پر انعام فرمایا اسی طرح ہم نیکوں کو اچھا صلہ دیتے ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) آیت میں "حکم" سے درست بات اور علم سے "خواب کی تعبیر" مراد ہے یا چیزوں کی حقیقتوں کو جاننا "علم" اور علم کے مطابق عمل کرنا "حکمت" ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السّلام کو علمِ لدنی بخشا کہ استاد کے بغیر ہی علم و فقہ اور عملِ صالح عنایت کیا۔ انبیاء علیہم السّلام کا عمومی یا اکثر علم مبارک علمِ لدنی ہوتا ہے لہٰذا دنیا کا کوئی علم والا، نبی علیہ السّلام کے برابر نہیں ہو سکتا۔

آیت 23 حضرت یوسف علیہ السّلام کی انتہائی پاک دامنی کا بیان ہو رہا ہے۔ آپ انتہائی حسین تھے۔ جب زلیخا نے آپ کے حسن کو دیکھا

فِىۡ بَيۡتِهَا عَنۡ نَّفۡسِهٖ وَ غَلَّقَتِ الۡاَبۡوَابَ وَ قَالَتۡ هَيۡتَ لَكَ ؕ قَالَ

اُن کے نفس کے خلاف پھسلانے کی کوشش کی اور سب دروازے بند کر دیئے اور کہنے لگی: آؤ، (یہ) تم ہی سے کہہ رہی ہوں۔ یوسف نے جواب دیا:

مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّىۡۤ اَحۡسَنَ مَثۡوَاىَ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفۡلِحُ الظّٰلِمُوۡنَ ۝۲۳ وَ

(ایسے کام سے) اللہ کی پناہ۔ بیشک وہ مجھے خریدنے والا شخص میری پرورش کرنے والا ہے، اس نے مجھے اچھی طرح رکھا ہے۔ بیشک زیادتی کرنے والے فلاح نہیں پاتے ○ اور

لَقَدۡ هَمَّتۡ بِهٖ ۚ وَهَمَّ بِهَا لَوۡلَاۤ اَنۡ رَّاٰ بُرۡهَانَ رَبِّهٖ ؕ كَذٰلِكَ لِنَصۡرِفَ عَنۡهُ

بیشک عورت نے یوسف کا ارادہ کیا اور اگر وہ اپنے رب کی دلیل نہ دیکھ لیتا تو وہ بھی عورت کا ارادہ کرتا۔ ہم نے اسی طرح کیا تاکہ اس سے

السُّوۡۤءَ وَالۡفَحۡشَآءَ ؕ اِنَّهٗ مِنۡ عِبَادِنَا الۡمُخۡلَصِيۡنَ ۝۲۴ وَاسۡتَبَقَا الۡبَابَ وَ قَدَّتۡ

برائی اور بے حیائی کو پھیر دیں، بیشک وہ ہمارے چنے ہوئے بندوں میں سے ہے ○ اور وہ دونوں دروازے کی طرف دوڑے اور عورت نے

تو اس نے آپ کے بارے میں لالچ کیا۔ حضرت یوسف علیہ السّلام چونکہ اسی گھر میں رہائش پذیر تھے جہاں زلیخا رہتی تھی، اس لئے زلیخا نے موقع پا کر حضرت یوسف علیہ السّلام کو پھسلانے کی کوشش کی تاکہ وہ اس کے ساتھ مشغول ہو کر اس کی ناجائز خواہش پوری کریں۔ مکان میں یکے بعد دیگرے سات دروازے تھے، زلیخا نے ساتوں دروازے بند کر کے حضرت یوسف علیہ السّلام سے کہا: میری طرف آؤ! یہ میں تم ہی سے کہہ رہی ہوں۔ حضرت یوسف علیہ السّلام نے اس سے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں، مجھے اس قباحت سے بچائے جس کی تو طلبگار ہے۔ بے شک عزیزِ مصر میری پرورش کرنے والا ہے اور اس نے مجھے رہنے کے لئے اچھی جگہ دی ہے، اس کا بدلہ یہ نہیں کہ میں اس کے اہلِ خانہ میں خیانت کروں، جو ایسا کرے وہ ظالم ہے اور ظالم فلاح نہیں پاتے۔ **اہم بات:** نیکی کا بدلہ نیکی ہی ہونا چاہیے اور اپنے مربی کا احسان ماننا انبیاءِ کرام علیہمُ السّلام کا طریقہ ہے۔

آیت 24 فرمایا: زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السّلام سے برائی کا ارادہ کیا اور اگر حضرت یوسف علیہ السّلام اپنے رب کی برہان و دلیل نہ دیکھ لیتے تو انسانی فطرت کے تقاضے کے مطابق وہ بھی عورت کی طرف مائل ہو جاتے لیکن حضرت یوسف علیہ السّلام نے اپنے رب کی دلیل دیکھی اور اس فاسد ارادے سے محفوظ رہے اور وہ دلیل، عِصمتِ نبوت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاءِ کرام علیہمُ السّلام کے پاکیزہ نُفوس کو برے اَخلاق اور گندے اَفعال سے پاک پیدا کیا ہے اس لئے وہ ہر ایسے کام سے باز رہتے ہیں جس کا کرنا منع ہو۔ مزید فرمایا: جس طرح ہم نے حضرت یوسف علیہ السّلام کو دلیل دکھائی اسی طرح ہم اس سے بے حیائی کو پھیر دیں گے اور بے شک حضرت یوسف علیہ السّلام ہمارے ان بندوں میں سے ہیں جنہیں ہم نے نبوت کے لئے منتخب فرمالیا ہے اور دوسرے لوگوں پر انہیں اختیار کیا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) ایک روایت یہ ہے کہ جس وقت زلیخا حضرت یوسف علیہ السّلام کے درپے ہوئی تو آپ نے اپنے والدِ ماجد حضرت یعقوب علیہ السّلام کو دیکھا کہ انگشتِ مبارک دندانِ اَقدس کے نیچے دبا کر اِجتناب کا اشارہ فرماتے ہیں۔ (2) ان آیات میں ذکر کئے گئے واقعے سے متعلق بحث کرنے سے بچنا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کیونکہ معاملہ اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی کی عصمت کا ہے اور بحث کرنا کہیں ایمان کی بربادی کا سبب نہ بن جائے۔

آیت 25 جب زلیخا حضرت یوسف علیہ السّلام کے درپے ہوئی اور حضرت یوسف علیہ السّلام نے اپنے رب کی بُرہان دیکھی تو آپ دروازے

قَمِيْصَهٗ مِنْ دُبُرٍ وَّ اَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ ؕ قَالَتْ مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ

ان کی قمیص کو پیچھے سے پھاڑ دیا اور دونوں نے دروازے کے پاس عورت کے شوہر کو پایا تو عورت کہنے لگی۔ اس شخص کی کیا سزا ہے جو تمہاری

بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا اِلَّاۤ اَنْ یُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۲۵﴾ قَالَ هِیَ رَاوَدَتْنِیْ

گھر والی کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے؟ یہی کہ اسے قید کر دیا جائے یا دردناک سزا (دی جائے)○ یوسف نے فرمایا: اسی نے میرے دل کو

عَنْ نَّفْسِیْ وَ شَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ كَانَ قَمِیْصُهٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ

پھسلانے کی کوشش کی ہے اور عورت کے گھر والوں میں سے ایک گواہ نے گواہی دی کہ اگر ان کا کرتا آگے سے پھٹا ہوا ہو پھر تو عورت

وَ هُوَ مِنَ الْكٰذِبِیْنَ ﴿۲۶﴾ وَ اِنْ كَانَ قَمِیْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَ هُوَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۲۷﴾

سچی ہے اور یہ سچے نہیں○ اور اگر ان کا کرتا پیچھے سے چاک ہوا ہے تو عورت جھوٹی ہے اور یہ سچے ہیں○

کی طرف بھاگے اور زلیخا ان کے پیچھے انہیں پکڑنے کے لئے بھاگی اور آپ کی قمیص پیچھے سے پکڑ کر کھینچی تا کہ آپ نکل نہ پائیں لیکن قمیص پیچھے سے پھٹ گئی اور حضرت یوسف علیہ السّلام اور آپ کے پیچھے زلیخا جیسے ہی باہر نکلے تو انہوں نے زلیخا کے شوہر یعنی عزیزِ مصر کو دروازے کے پاس پایا، فوراً ہی زلیخا نے اپنی براءت ظاہر کرنے کے لئے حیلہ تراشا اور شوہر سے کہنے لگی: اس شخص کی کیا سزا ہے جو تمہاری گھر والی کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے؟ پھر زلیخا کو اندیشہ ہوا کہ کہیں عزیز آپ علیہ السّلام کے قتل کے درپے نہ ہو جائے اور یہ زلیخا کی شدّتِ محبت کب گوارا کر سکتی تھی اس لئے اس نے کہا: یہی کہ قید کر دیا جائے یا دردناک سزا دی جائے یعنی کوڑے لگائے جائیں۔

آیت 26، 27 ان دو آیات میں فرمایا گیا کہ جب حضرت یوسف علیہ السّلام نے دیکھا کہ زلیخا الٹا آپ پر الزام لگاتی ہے تو آپ نے اپنی براءت اور حقیقتِ حال کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: یہ مجھ سے برے فعل کی طلبگار ہوئی تو میں نے اس سے انکار کیا اور بھاگا۔ عزیز نے کہا: اس بات پر کیسے یقین کیا جائے؟ فرمایا: اس گھر میں ایک چار مہینے کا بچہ ہے، اس سے دریافت کرنا چاہیے۔ عزیز نے کہا: چار مہینے کا بچہ کیا جانے اور کیسے بولے؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ اس کو گویائی دینے اور اس سے میری بے گناہی کی شہادت ادا کرا دینے پر قادر ہے۔ عزیز نے بچے سے دریافت کیا تو اس نے کہا: اگر ان کا کرتا آگے سے پھٹا ہوا ہو پھر تو عورت سچی ہے اور یہ سچے نہیں اور اگر ان کا کرتا پیچھے سے چاک ہوا ہے تو عورت جھوٹی ہے اور یہ سچے ہیں یعنی اگر حضرت یوسف علیہ السّلام آگے بڑھے اور زلیخا نے ان کو ہٹایا تو کرتا آگے سے پھٹا ہوا ہو گا اور اگر حضرت یوسف علیہ السّلام اس سے بھاگ رہے تھے اور زلیخا پیچھے سے پکڑ رہی تھی تو کرتا پیچھے سے پھٹا ہوا ہو گا۔ **اہم بات:** اس واقعے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم کی شان بھی معلوم ہوئی کہ جب حضرت یوسف علیہ السّلام پر تہمت لگی تو ان کی پاکیزگی کی گواہی بچے سے دلوائی گئی اگرچہ یہ بھی عظیم چیز ہے لیکن جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگی تو چونکہ معاملہ سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم کی عزت کا بھی تھا، اس لئے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پاکیزگی کی گواہی اللہ تعالیٰ نے خود دی۔

Go To Index

فَلَمَّا رَاٰ قَمِیْصَهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ اِنَّهٗ مِنْ كَیْدِكُنَّ ؕ اِنَّ كَیْدَكُنَّ عَظِیْمٌ ﴿۲۸﴾ یُوْسُفُ

پھر جب عزیز نے اس کا کرتا پیچھے سے پھٹا ہوا دیکھا تو کہا: بیشک یہ تم عورتوں کا مکر ہے۔ بیشک تمہارا مکر بہت بڑا ہے ○ اے یوسف!

اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ٚ وَ اسْتَغْفِرِیْ لِذَنْۢبِكِ ۚۖ اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِـٕیْنَ ﴿۲۹﴾ؑ وَ قَالَ نِسْوَةٌ

ع ۳ ۱۲/۹

تم اس بات سے درگزر کرو اور اے عورت! تو اپنے گناہ کی معافی مانگ۔ بیشک تو ہی خطاکاروں میں سے ہے ○ اور شہر میں کچھ عورتوں نے

فِی الْمَدِیْنَةِ امْرَاَتُ الْعَزِیْزِ تُرَاوِدُ فَتٰىهَا عَنْ نَّفْسِهٖ ۚ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا ؕ اِنَّا لَنَرٰىهَا فِیْ

کہا: عزیز کی بیوی اپنے نوجوان کا دل لبھانے کی کوشش کرتی ہے، بیشک ان کی محبت اس کے دل میں سما گئی ہے، ہم تو اس عورت کو کھلی محبت

ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۳۰﴾ فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ اَرْسَلَتْ اِلَیْهِنَّ وَ اَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَاً وَّ

میں گم دیکھ رہے ہیں ○ تو جب اس عورت نے ان کی بات سنی تو ان عورتوں کی طرف پیغام بھیجا اور ان کے لیے تکیہ لگا کر بیٹھنے کی نشستیں

آیت 28 جب عزیز نے حضرت یوسف علیہ السّلام کا کرتا پیچھے سے پھٹا ہوا دیکھا اور جان لیا کہ آپ علیہ السّلام سچے اور زلیخا جھوٹی ہے تو زلیخا سے کہا: تمہاری یہ بات کہ اس شخص کی کیا سزا ہے جو تمہاری گھر والی کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے، یہ صرف تم عورتوں کا مکر ہے، بیشک تمہارا مکر بہت بڑا ہے جس کی وجہ سے تم مردوں پر غالب آجاتی ہو۔

آیت 29 زلیخا کی خیانت اور حضرت یوسف علیہ السّلام کی براءت ثابت ہونے کے بعد عزیز نے حضرت یوسف علیہ السّلام سے اس طرح معذرت کی: اے یوسف! تم اس بات سے درگزر کرو اور اس پر مغموم نہ ہو بے شک تم پاک ہو۔ اس کلام سے یہ مطلب بھی تھا کہ اس کا کسی سے ذکر نہ کریں تاکہ چرچا نہ ہو۔ اور عزیز نے زلیخا کی طرف متوجہ ہو کر کہا: اے عورت! تو اللہ تعالیٰ سے اپنے اس گناہ کی معافی مانگ جو تو نے حضرت یوسف علیہ السّلام پر تہمت لگائی حالانکہ وہ اس سے بَری ہیں نیز اپنے شوہر کے ساتھ خیانت کا ارادہ کرنے کی وجہ سے بے شک تو ہی خطاکاروں میں سے ہے۔ **اہم باتیں:** (1) کوئی شریف طبیعت انسان اپنے مُحسن کے ساتھ ایسی خیانت روا نہیں رکھتا تو حضرت یوسف علیہ السّلام اچھے اَخلاق کی بلندیوں پر فائز ہوتے ہوئے ایسا کیسے کر سکتے تھے (2) دیکھنے والوں نے آپ کو بھاگتے آتے دیکھا اور بھاگتا وہی ہے جو کسی بات پر مجبور کیا جائے۔

آیت 30 اس واقعہ کو دبانے کے باوجود چرچا ہو گیا، چنانچہ شہر میں شرفاءِ مصر کی عورتیں اس بارے میں باتیں کرتے ہوئے کہنے لگیں کہ عزیز کی بیوی زلیخا اپنے نوجوان کا دل لبھانے کی کوشش کرتی ہے، بے شک ان کی محبت اس کے دل میں سما گئی ہے، ہم تو اس عورت کو کھلی محبت میں گم دیکھ رہے ہیں کہ اس کو اپنی ناموس اور عفت کا لحاظ بھی نہ رہا۔

آیت 31 جب زلیخا نے سنا کہ اَشرافِ مصر کی عورتیں اسے حضرت یوسف علیہ السّلام کی محبت پر ملامت کرتی ہیں تو اس نے ان کے سامنے اپنا عذر ظاہر کرنے کے لئے دعوت کا اہتمام کیا اور اشرافِ مصر کی 40 عورتوں کو مدعو کر لیا، ان میں ملامت کرنے والی عورتیں بھی تھیں، زلیخا نے ان عورتوں کے لئے نہایت پُر تکلف نشستیں تیار کر دیں جن پر وہ عزت و آرام سے تکئے لگا کر بیٹھیں، دسترخوان

اٰتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّيْنًا وَّقَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ ۚ فَلَمَّا رَاَيْنَهٗۤ

تیار کر دیں اور ان میں سے ہر ایک کو ایک ایک چھری دیدی اور یوسف سے کہا: ان کے سامنے نکل آیئے تو جب عورتوں نے یوسف کو دیکھا

اَكْبَرْنَهٗ وَقَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا ؕ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ ﴿٣١﴾

تو اس کی بڑائی پکار اُٹھیں اور اپنے ہاتھ کاٹ لئے اور پکار اٹھیں سُبْحَانَ اللهِ، یہ کوئی انسان نہیں ہے یہ تو کوئی بڑی عزت والا فرشتہ ہے ○

قَالَتْ فَذٰلِكُنَّ الَّذِيْ لُمْتُنَّنِيْ فِيْهِ ؕ وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ ؕ

زلیخانے کہا: تو یہ ہیں وہ جن کے بارے میں تم مجھے طعنہ دیتی تھیں اور بیشک میں نے ان کا دل لبھانا چاہا تو انہوں نے اپنے آپ کو بچالیا

وَلَىِٕنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَاۤ اٰمُرُهٗ لَيُسْجَنَنَّ وَلَيَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ ﴿٣٢﴾

اور بیشک اگر یہ وہ کام نہ کریں گے جو میں ان سے کہتی ہوں تو ضرور قید میں ڈالے جائیں گے اور ضرور ذلت اٹھانے والوں میں سے ہوں گے ○

قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْۤ اِلَيْهِ ۚ وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّيْ

یوسف نے عرض کی: اے میرے رب! مجھے اس کام کی بجائے قید خانہ پسند ہے جس کی طرف یہ مجھے بلا رہی ہیں اور اگر تو مجھ سے ان کا

بچھائے گئے، طرح طرح کے کھانے اور میوے چنے گئے پھر زلیخا نے ہر ایک کو ایک ایک چھری دیدی تاکہ کھانے کے لئے گوشت کاٹیں اور میوے تراش لیں۔ اس کے بعد زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السّلام کو عمدہ لباس پہننے کے لئے دیا اور کہا: ان عورتوں کے سامنے نکل آیئے۔ آپ نے انکار فرمایا لیکن جب اِصرار و تاکید زیادہ ہوئی تو زلیخا کی مخالفت کے اندیشے سے آنا ہی پڑا۔ جب عورتوں نے حضرت یوسف علیہ السّلام کو دیکھا تو ان کی بڑائی پکار اُٹھیں کیونکہ انہوں نے اس عالَم افروز جمال کے ساتھ نبوت و رسالت کے اَنوار، عاجزی واِنکساری کے آثار، شاہانہ ہیبت واِقتدار، کھانے پینے کی لذیذ چیزوں اور حسین و جمیل صورتوں کی طرف سے بے نیازی کی شان دیکھی تو تعجب میں آ گئیں، حسن وجمال میں ایسی گم ہوئیں کہ پھل کاٹتے ہوئے اپنے ہاتھ کاٹ لئے اور تکلیف کا بالکل احساس نہ ہوا۔ وہ پکار اٹھیں کہ سُبْحٰنَ اللهِ! یہ کوئی انسان نہیں ہے، یہ تو کوئی بڑی عزت والا فرشتہ ہے کہ ایسا حسن وجمال انسانوں میں دیکھا ہی نہیں گیا۔

آیت 32 جب عورتیں آپ علیہ السّلام کے حسن وجمال میں گم ہو گئیں تو زلیخا نے ان سے کہا: یہ ہیں وہ جن کے بارے میں تم مجھے طعنہ دیتی تھیں، اب تم نے دیکھ لیا اور تمہیں معلوم ہو گیا کہ میں قابلِ ملامت نہیں اور بیشک میں نے ان کا دل لبھانا چاہا تو اِنہوں نے اپنے آپ کو بچالیا اور کسی طرح میری طرف مائل نہ ہوئے۔ اس پر مصری عورتوں نے حضرت یوسف علیہ السّلام سے کہا کہ آپ زلیخا کا کہنا مان لیجئے۔ ان کی بات سن کر زلیخا بولی: بیشک اگر یہ وہ کام نہ کریں گے جو میں ان سے کہتی ہوں تو ضرور قید میں ڈالے جائیں گے اور ضرور ذلت اٹھانے والوں میں سے ہوں گے۔ حضرت یوسف علیہ السّلام یہ سن کر مجلس سے اٹھ گئے۔

آیت 33 حضرت یوسف علیہ السّلام کو ان کی گفتگو بہت ناگوار ہوئی تو بارگاہِ الٰہی میں عرض کی: اے میرے رب! مجھے اس کام کے بجائے قید خانہ پسند ہے جس کی طرف یہ مجھے بلا رہی ہیں اور اگر تو مجھ سے ان کا مکر و فریب نہ پھیرے گا تو میں ان کی طرف مائل ہو

كَيْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَيْهِنَّ وَاَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۳۳﴾ فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ فَصَرَفَ

مکر و فریب نہ پھیرے گا تو میں ان کی طرف مائل ہو جاؤں گا اور میں نادانوں میں سے ہو جاؤں گا ○ تو اس کے رب نے اس کی سن لی اور

عَنْهُ كَيْدَهُنَّ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۳٤﴾ ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰيٰتِ

اس سے عورتوں کا مکر و فریب پھیر دیا، بیشک وہی سننے والا، جاننے والا ہے ○ پھر سب نشانیاں دیکھنے کے باوجود بھی انہیں یہی سمجھ آئی کہ وہ

لَيَسْجُنُنَّهٗ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۳۵﴾ ع وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيٰنِ ؕ قَالَ اَحَدُهُمَآ

ضرور ایک مدت تک کیلئے اسے قید خانہ میں ڈال دیں ○ اور یوسف کے ساتھ قید خانے میں دو جوان بھی داخل ہوئے۔ ان میں سے ایک نے

اِنِّيْٓ اَرٰىنِيْٓ اَعْصِرُ خَمْرًا ۚ وَقَالَ الْاٰخَرُ اِنِّيْٓ اَرٰىنِيْٓ اَحْمِلُ فَوْقَ رَاْسِيْ

کہا: میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں شراب کشید کر رہا ہوں اور دوسرے نے کہا: میں نے خواب دیکھا کہ میں اپنے سر پر کچھ روٹیاں

خُبْزًا تَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ ؕ نَبِّئْنَا بِتَاْوِيْلِهٖ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳٦﴾

اٹھائے ہوئے ہوں جن میں سے پرندے کھا رہے ہیں۔ (اے یوسف!) آپ ہمیں اس کی تعبیر بتائیے۔ بیشک ہم آپ کو نیک آدمی دیکھتے ہیں ○

جاؤں گا اور میں نادانوں میں سے ہو جاؤں گا۔

آیت 34 اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السّلام کی دعا قبول فرمائی اور آپ سے عورتوں کا مکر و فریب پھیر دیا، بیشک وہی حضرت یوسف علیہ السّلام وغیرہ کی دعا کو سننے والا اور ان کے حال کو جاننے والا ہے۔

آیت 35 جب حضرت یوسف علیہ السّلام سے امید پوری ہونے کی کوئی صورت نہ دیکھی تو مصری عورتوں نے زلیخا سے کہا کہ انہیں دو تین روز قید خانہ میں رکھا جائے تاکہ وہاں کی محنت و مشقت دیکھ کر انہیں نعمت و راحت کی قدر ہو اور وہ تیری درخواست قبول کر لیں۔ زلیخا نے اس رائے کو مانا اور عزیزِ مصر سے کہا کہ میں اس عبرانی غلام کی وجہ سے بدنام ہو گئی ہوں، تو مناسب یہ ہے کہ انہیں قید کیا جائے تاکہ لوگ سمجھ لیں کہ وہ خطاوار ہیں اور میں بَری ہوں۔ حضرت یوسف علیہ السّلام کی براءت کی سب نشانیاں دیکھ لینے کے باوجود عزیزِ مصر اور اس کے ساتھیوں کو یہی بات سمجھ آئی کہ وہ ایک مدت تک کے لئے حضرت یوسف علیہ السّلام کو قید خانہ میں ڈال دیں۔

آیت 36 حضرت یوسف علیہ السّلام کے ساتھ قید خانے میں دو جوان بھی داخل ہوئے۔ ان میں سے ایک مصر کے بادشاہ ریان بن ولید کے کچن کا انچارج اور دوسرا اس کا ساقی تھا، دونوں پر بادشاہ کو زہر دینے کا الزام تھا، آپ علیہ السّلام نے قید خانے میں فرمایا کہ میں خوابوں کی تعبیر کا علم رکھتا ہوں۔ جو بادشاہ کا ساقی تھا اس نے کہا: میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں ایک باغ میں ہوں، وہاں ایک انگور کی بیل میں تین خوشے لگے ہوئے ہیں، بادشاہ کا کاسہ میرے ہاتھ میں ہے اور میں نے ان انگوروں کا رس نچوڑ کر بادشاہ کو پلایا تو اس نے پی لیا۔ دوسرا یعنی کچن کا انچارج بولا: میں نے خواب دیکھا کہ میں بادشاہ کے کچن میں اپنے سر پر کچھ روٹیاں اٹھائے ہوئے ہوں جن میں سے پرندے کھا رہے ہیں۔ اے یوسف! آپ ہمیں اس کی تعبیر بتائیے۔ بیشک ہم آپ کو نیک لوگوں میں سے دیکھتے ہیں کہ آپ دن میں روزہ دار رہتے، ساری رات نماز میں گزارتے ہیں۔

Go To Index

قَالَ لَا يَاْتِيْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖۤ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِيْلِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَكُمَا ؕ

فرمایا: تمہیں جو کھانا دیا جاتا ہے وہ تمہارے پاس نہیں آئے گا مگر یہ کہ اس کے آنے سے پہلے میں تمہیں اس خواب کی تعبیر بتادوں گا۔

ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِیْ رَبِّیْ ؕ اِنِّیْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ هُمْ بِالْاٰخِرَةِ

یہ ان علموں میں سے ہے جو مجھے میرے رب نے سکھایا ہے۔ بیشک میں نے ان لوگوں کے دین کو نہ مانا جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور وہ

هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝٣٧ وَ اتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ وَ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ ؕ مَا كَانَ لَنَاۤ اَنْ

آخرت کا انکار کرنے والے ہیں ○ اور میں نے اپنے باپ دادا ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کے دین ہی کی پیروی کی۔ ہمارے لئے

نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ ؕ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَیْنَا وَ عَلَى النَّاسِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ

ہرگز جائز نہیں کہ ہم کسی چیز کو اللہ کا شریک ٹھہرائیں، یہ ہم پر اور لوگوں پر اللہ کا ایک فضل ہے مگر اکثر لوگ

لَا یَشْكُرُوْنَ ۝٣٨ یٰصَاحِبَیِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَیْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ؕ ۝٣٩

شکر نہیں کرتے ○ اے میرے قید خانے کے دونوں ساتھیو! کیا جدا جدا رب اچھے ہیں یا ایک اللہ جو سب پر غالب ہے؟ ○

آیت 37 آپ علیہ السّلام نے ان دونوں سے فرمایا: تمہارے گھروں سے جو کھانا تمہارے لئے آتا ہے اس کے آنے سے پہلے ہی میں تمہیں اس کی مقدار، رنگ، آنے کا وقت اور یہ کہ تم نے کیا کھایا، کتنا کھایا اور کب کھایا، بتادوں گا۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ تم نے خواب میں جو کھانا دیکھا اور اس کے بارے میں مجھے خبر دی ہے، میں حقیقت میں اس طرح ہونے سے پہلے ہی تمہیں اس کی تعبیر بتا دوں گا۔ حضرت یوسف علیہ السّلام کی بات سن کر انہوں نے کہا: یہ علم تو کاہنوں اور نجومیوں کو ہوتا ہے، فرمایا: میں تمہیں جس کے بارے میں خبر دوں گا وہ اللہ کی وحی ہے اور یہ وہ علم ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھے سکھایا ہے۔ بیشک میں نے ان لوگوں کے دین کو نہ مانا جو اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتے اور وہ آخرت کا انکار کرنے والے ہیں۔ **اہم بات:** حضرت یوسف علیہ السّلام نے اس وقت معجزے کا اظہار اس لئے فرمایا کہ ان میں سے ایک کو سولی دیئے جانے کا آپ کو علم تھا لہٰذا آپ نے چاہا کہ اسے کفر سے نکال کر اسلام میں داخل کریں اور جہنم سے بچا دیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر عالم اپنی علمی منزلت کا اس لئے اظہار کرے کہ لوگ اس سے نفع اٹھائیں تو یہ جائز ہے۔

درس: سُبْحٰنَ اللہ! حضرت یوسف علیہ السّلام کا جیل کی تنگ و تکلیف دِہ زندگی میں بھی انداز تبلیغ کس قدر پیارا اور دل نواز ہے۔

آیت 38 حضرت یوسف علیہ السّلام نے مزید فرمایا کہ میں نے اپنے باپ دادا حضرت ابراہیم، حضرت اسحٰق اور حضرت یعقوب علیہم السّلام کے دین ہی کی پیروی کی۔ ہمارے لئے ہرگز جائز نہیں کہ ہم کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرائیں، توحید اختیار کرنا اور شرک سے بچنا ہم پر اور لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا ایک فضل ہے مگر اکثر لوگ اُن نعمتوں پر شکر نہیں کرتے جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا کی ہیں اور ان کی ناشکری یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت بجا نہیں لاتے اور مخلوق پرستی کرتے ہیں۔

آیت 39 حضرت یوسف علیہ السّلام نے اپنے قید خانے کے دونوں ساتھیوں سے فرمایا کہ جیسے بت پرستوں نے سونے، چاندی، تانبے،

Go To Index

مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اَسْمَآءً سَمَّیْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ

تم اس کے سوا صرف ایسے ناموں کی عبادت کرتے ہو جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے تراش لیے ہیں، اللہ نے ان کی کوئی دلیل

سُلْطٰنٍؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِؕ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِیَّاهُؕ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ

نہیں اتاری۔ حکم تو صرف اللہ کا ہے۔اس نے حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، یہ سیدھا دین ہے لیکن اکثر

النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۴۰﴾ یٰصَاحِبَیِ السِّجْنِ اَمَّاۤ اَحَدُكُمَا فَیَسْقِیْ رَبَّهٗ خَمْرًاۚ وَ اَمَّا الْاٰخَرُ

لوگ نہیں جانتے○ اے قید خانے کے دونوں ساتھیو! تم میں ایک تو اپنے بادشاہ کو شراب پلائے گا اور جہاں تک دوسرے کا تعلق

فَیُصْلَبُ فَتَاْكُلُ الطَّیْرُ مِنْ رَّاْسِهٖؕ قُضِیَ الْاَمْرُ الَّذِیْ فِیْهِ تَسْتَفْتِیٰنِؕ ﴿۴۱﴾ وَ قَالَ

ہے تو اسے سولی دی جائے گی پھر پرندے اس کا سر کھالیں گے۔اس کام کا فیصلہ ہو چکا ہے جس کے بارے میں تم نے پوچھا تھا○ اور یوسف

لوہے، لکڑی، پتھر وغیرہ کے چھوٹے بڑے جدا جدا رب بنا رکھے ہیں مگر سب بے کار، نہ نفع دے سکیں نہ نقصان پہنچا سکیں، کیا ایسے جھوٹے معبود اچھے ہیں یا ایک اللہ تعالیٰ جو سب پر غالب ہے کہ کوئی اس کا مقابل نہیں ہو سکتا ہے۔ **اہم بات:** تبلیغ میں الفاظ نرم اور دلائل قوی استعمال کرنے چاہئیں آپ علیہ السّلام کے نرم الفاظ نے دو افراد کو اسلام قبول کرنے کی طرف مائل کیا۔

آیت 40 حضرت یوسف علیہ السّلام نے ان سے مزید فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ کے سوا صرف ایسے ناموں کی عبادت کرتے ہو جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے اپنی جہالت و گمراہی کی وجہ سے تراش لیے ہیں، تم جن کی عبادت کرتے ہو اللہ تعالیٰ نے ان کے درست ہونے پر کوئی دلیل نہیں اتاری۔ اللہ تعالیٰ ہی معبود ہے اور اس کا حکم ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور اللہ تعالیٰ کا عبادت کے لئے خاص ہونا ہی سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ دلائل سے جہالت کی وجہ سے نہیں جانتے کہ یہی سیدھا دین ہے جبکہ بتوں کے پجاری صرف فرضی ناموں کی پوجا میں لگے ہوئے ہیں۔

آیت 41 جب حضرت یوسف علیہ السّلام وحدانیتِ الٰہی کے اقرار اور صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کی دعوت دے کر فارغ ہوئے تو خواب کی تعبیر بیان کی، فرمایا: اے قید خانے کے دونوں ساتھیو! تم میں سے بادشاہ کو شراب پلانے والا اپنے عہدے پر بحال کیا جائے گا، وہ پہلے کی طرح بادشاہ کو شراب پلائے گا اور تین خوشے جو خواب میں بیان کئے گئے ہیں اس سے مراد تین دن ہیں، وہ تین دن قید خانے میں رہے گا پھر بادشاہ اسے بلالے گا اور جہاں تک کچن کے انچارج کا تعلق ہے تو اسے سولی دی جائے گی پھر پرندے اس کا سر کھا لیں گے۔ تعبیر سن کر دونوں نے حضرت یوسف علیہ السّلام سے کہا: ہم نے کچھ خواب نہیں دیکھا، ہم تو ہنسی کر رہے تھے۔ حضرت یوسف علیہ السّلام نے فرمایا: اس کام کا فیصلہ ہو چکا ہے جس کے بارے میں تم نے پوچھا تھا اور جو میں نے بتایا ہے یہ ضرور واقع ہو گا اگرچہ تم نے خواب نہ دیکھا ہو، یہ حکم ٹل نہیں سکتا۔

آیت 42 آپ علیہ السّلام نے اپنے علم سے ساقی کے بارے میں جان لیا تھا کہ وہ بچ جائے گا تو اس سے فرمایا: اپنے بادشاہ کے پاس میرا ذکر کرنا اور میرا حال بیان کرنا کہ قید خانے میں ایک مظلوم بے گناہ قیدی ہے اور اس کی قید کو ایک زمانہ گزر چکا ہے۔ شیطان نے اسے

لِلَّذِیۡ ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنۡهُمَا اذۡكُرۡنِیۡ عِنۡدَ رَبِّكَ ۫ فَاَنۡسٰىهُ الشَّيۡطٰنُ

نے جس کے بارے میں گمان کیا کہ ان دونوں میں سے وہ بچ جائے گا اسے فرمایا: اپنے بادشاہ کے پاس میرا ذکر کرنا تو شیطان نے اسے اپنے

ذِكۡرَ رَبِّهٖ فَلَبِثَ فِی السِّجۡنِ بِضۡعَ سِنِيۡنَ ؕ﴿۴۲﴾ وَقَالَ الۡمَلِكُ اِنِّیۡۤ اَرٰى سَبۡعَ بَقَرٰتٍ ع۱۵/۵

بادشاہ کے سامنے یوسف کا ذکر کرنا بھلا دیا تو یوسف کئی برس اور جیل میں رہے ○ اور بادشاہ نے کہا: میں نے خواب میں سات موٹی گائیں

سِمَانٍ يَّاۡكُلُهُنَّ سَبۡعٌ عِجَافٌ وَّسَبۡعَ سُنۡۢبُلٰتٍ خُضۡرٍ وَّاُخَرَ يٰبِسٰتٍ ؕ يٰۤاَيُّهَا الۡمَلَاُ

دیکھیں جنہیں سات دبلی پتلی گائیں کھا رہی ہیں اور سات سرسبز بالیاں اور دوسری خشک بالیاں دیکھیں۔ اے درباریو!

اَفۡتُوۡنِیۡ فِیۡ رُءۡيَایَ اِنۡ كُنۡتُمۡ لِلرُّءۡيَا تَعۡبُرُوۡنَ ﴿۴۳﴾ قَالُوۡۤا اَضۡغَاثُ اَحۡلَامٍ ۚ وَمَا نَحۡنُ

اگر تم خوابوں کی تعبیر جانتے ہو تو میرے خواب کے بارے میں مجھے جواب دو○ انہوں نے کہا: یہ جھوٹے خواب ہیں اور ہم

بِتَاۡوِيۡلِ الۡاَحۡلَامِ بِعٰلِمِيۡنَ ﴿۴۴﴾ وَقَالَ الَّذِیۡ نَجَا مِنۡهُمَا وَادَّكَرَ بَعۡدَ اُمَّةٍ اَنَا اُنَبِّئُكُمۡ

ایسے خوابوں کی تعبیر نہیں جانتے○ اور دو قیدیوں میں سے بچ جانے والے نے کہا اور اسے ایک مدت کے بعد یاد آیا: میں تمہیں اس کی

بِتَاۡوِيۡلِهٖ فَاَرۡسِلُوۡنِ ﴿۴۵﴾ يُوۡسُفُ اَيُّهَا الصِّدِّيۡقُ اَفۡتِنَا فِیۡ سَبۡعِ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ يَّاۡكُلُهُنَّ

تعبیر بتاؤں گا، تم مجھے (یوسف کے پاس) بھیج دو○ اے یوسف! اے صدیق! ہمیں ان سات موٹی گایوں کے بارے میں تعبیر بتائیں جنہیں

بادشاہ کے سامنے حضرت یوسف علیہ السّلام کا ذکر کرنا بھلا دیا جس کی وجہ سے حضرت یوسف علیہ السّلام کئی برس اور جیل میں رہے۔

اہم بات: اکثر مفسرین اس طرف ہیں کہ اس واقعہ کے بعد حضرت یوسف علیہ السّلام سات برس اور قید میں رہے۔

آیت 43 مصر کے شاہِ اعظم ریان بن ولید نے ایک عجیب خواب دیکھا جس سے اس کو بہت پریشانی ہوئی۔ اس نے ملک کے جادوگروں، کاہنوں اور تعبیر دینے والوں کو جمع کر کے ان سے کہا کہ میں نے خواب میں سات موٹی گائیں دیکھیں جنہیں سات دبلی پتلی گائیں کھا رہی ہیں اور سات سرسبز بالیاں اور سات خشک بالیاں دیکھیں، خشک بالیاں سرسبز بالیوں پر لپٹیں اور انہیں خشک کر دیا۔ اے درباریو! اگر تم خوابوں کی تعبیر جانتے ہو تو مجھے میرے خواب کی تعبیر بیان کرو۔

آیت 44 انہوں نے بادشاہ کو جواب دیا کہ یہ جھوٹے خواب ہیں اور ہم ایسے خوابوں کی تعبیر نہیں جانتے۔

آیت 45 شراب پلانے والا جس نے اپنے ساتھی کچن کے انچارج کی ہلاکت کے بعد قید سے نجات پائی تھی اور اسے ایک مدت کے بعد یاد آیا تھا کہ حضرت یوسف علیہ السّلام نے اس سے فرمایا تھا کہ اپنے آقا کے سامنے میرا ذکر کرنا، اس نے کہا: میں تمہیں اس کی تعبیر بتاؤں گا، تم مجھے قید خانے میں بھیج دو وہاں خواب کی تعبیر کے ایک عالم ہیں چنانچہ بادشاہ نے اسے بھیج دیا اور وہ قید خانہ میں پہنچ کر حضرت یوسف علیہ السّلام کی خدمت میں عرض کرنے لگا۔

آیت 46 اے یوسف! اے صدیق! ہمارے بادشاہ نے خواب دیکھا ہے کہ سات موٹی گائیں ہیں جنہیں سات دبلی گائیں کھا رہی

سَبْعٌ عِجَافٌ وَّ سَبْعِ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّ اُخَرَ يٰبِسٰتٍ ۙ لَّعَلِّيْۤ اَرْجِعُ اِلَى النَّاسِ

سات دبلی گائیں کھارہی تھیں اور سات سرسبز بالیوں اور دوسری خشک بالیوں کے بارے میں تاکہ میں لوگوں کی طرف لوٹ کر جاؤں

لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۶﴾ قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِيْنَ دَاَبًا ۚ فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِيْ سُنْۢبُلِهٖۤ

تاکہ وہ جان لیں ○ یوسف نے فرمایا: تم سات سال تک لگاتار کھیتی باڑی کروگے تو تم جو کاٹ لو اسے اس کی بالی کے اندر ہی رہنے دو سوائے

اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ ﴿۴۷﴾ ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ يَّاْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ

اس تھوڑے سے غلے کے جو تم کھالو ○ پھر اس کے بعد سات برس سخت آئیں گے جو اس غلے کو کھا جائیں گے جو تم نے ان سالوں کے لیے

لَهُنَّ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ ﴿۴۸﴾ ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِيْهِ يُغَاثُ

پہلے جمع کر رکھا ہوگا مگر تھوڑا سا (بچ جائے گا) جو تم بچالو گے ○ پھر ان سات سالوں کے بعد ایک سال ایسا آئے گا جس میں لوگوں کو بارش

تھیں اور سات سرسبز بالیاں ہیں اور دوسری خشک بالیاں، ملک کے تمام علماء و حکماء اس کی تعبیر بتانے سے عاجز ہیں، حضرت! آپ اس کی تعبیر ارشاد فرمادیں تاکہ میں اس خواب کی تعبیر کے ساتھ بادشاہ اور اس کے درباریوں کی طرف لوٹ کر جاؤں تو وہ اس کی تعبیر نیز آپ کے علم و فضل اور مقام و مرتبہ کو جان لیں اور آپ کو اس مشقت سے رہا کر کے اپنے پاس بلالیں۔

آیت 47 حضرت یوسف علیہ السّلام نے اسے خواب کی تعبیر بتادی، فرمایا: تم سات سال تک لگاتار کھیتی باڑی کروگے، اس زمانے میں خوب پیداوار ہوگی، سات موٹی گائیوں اور سات سبز بالیوں سے اسی کی طرف اشارہ ہے لہٰذا تم جو کاٹ لو اسے اس کی بالی کے اندر ہی رہنے دو تاکہ خراب نہ ہو البتہ کھانے کے لئے اپنی ضرورت کے مطابق تھوڑے سے غلے کو بھوسی اتار کر صاف کرلو اور باقی غلے کو ذخیرہ بنا کر محفوظ کرلو۔ **اہم بات:** آیت سے معلوم ہوا کہ نبی دینی و دنیوی تمام رازوں سے خبردار ہوتے ہیں کیونکہ حضرت یوسف علیہ السّلام نے کاشت کاری کا ایسا قاعدہ بیان فرمایا جو کامل کاشت کار کو ہی معلوم ہوتا ہے کہ بالی یا بھوسے میں گندم کی حفاظت ہے۔

آیت 48 مزید فرمایا کہ ان سات سرسبز سالوں کے بعد لوگوں پر سات سال سخت قحط کے آئیں گے جن کی طرف دبلی گائیوں اور سوکھی بالیوں میں اشارہ ہے، جو غلہ وغیرہ تم نے ان سات سالوں کے لئے جمع کر رکھا ہوگا وہ سب ان سالوں میں کھا لیا جائے گا البتہ تھوڑا سا بچ جائے گا جو تم بیج کے لئے بچالو گے تاکہ اس کے ذریعے کاشت کرو۔ **درس:** حفاظتی تدابیر کے طور پر آیندہ کے لئے کچھ بچا کر رکھنا توکل کے خلاف نہیں۔

آیت 49 فرمایا کہ سخت قحط والے سات سالوں کے بعد ایک سال ایسا آئے گا جس میں لوگوں کو بارش دی جائے گی، اس میں لوگ انگوروں کا رس نچوڑیں گے اور تل اور زیتون کا تیل نکالیں گے۔ مراد یہ ہے کہ یہ سال بڑی برکت والا ہوگا، زمین سرسبز و شاداب ہو گی اور درخت خوب پھلیں گے۔

ع ۷ | ۱۲

النَّاسُ وَفِيْهِ يَعْصِرُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ

دی جائے گی اور اس میں رس نچوڑیں گے ○ اور بادشاہ نے حکم دیا کہ انہیں میرے پاس لے آؤ تو جب ان کے پاس قاصد آیا تو

قَالَ ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَسْئَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِيْ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ ؕ اِنَّ

یوسف نے فرمایا: اپنے بادشاہ کی طرف لوٹ جاؤ پھر اس سے پوچھو کہ ان عورتوں کا کیا حال ہے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹے تھے۔ بیشک

رَبِّيْ بِكَيْدِهِنَّ عَلِيْمٌ ﴿۵۰﴾ قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ اِذْ رَاوَدْتُّنَّ يُوْسُفَ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ قُلْنَ

میرا رب ان کے مکر کو جانتا ہے ○ بادشاہ نے کہا: اے عورتو! تمہارا کیا حال تھا جب تم نے یوسف کا دل لبھانا چاہا۔ انہوں نے کہا:

حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوْٓءٍ ؕ قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ الْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ ۫ اَنَا

سُبْحَانَ اللہ! ہم نے ان میں کوئی برائی نہیں پائی۔عزیز کی عورت نے کہا: اب اصل بات کھل گئی۔ میں نے ہی

آیت 50 ساقی حضرت یوسف علیہ السلام سے تعبیر سن کر واپس آیا اور بادشاہ کو بیان کی۔ بادشاہ کو یہ تعبیر بہت پسند آئی اور اسے یقین ہوا کہ جیسا حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا ہے ضرور ویسا ہی ہو گا۔ بادشاہ کو شوق پیدا ہوا کہ خود حضرت یوسف علیہ السلام کی زبان مبارک سے تعبیر سنے چنانچہ اس نے حکم دیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو میرے پاس لے آؤ تاکہ میں ان کی زیارت کروں کیونکہ انہوں نے خواب کی اتنی اچھی تعبیر بیان کی ہے۔ قاصد حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس آیا اور حضرت یوسف علیہ السلام کی خدمت میں بادشاہ کا پیام عرض کیا۔ آپ نے فرمایا: اپنے بادشاہ کی طرف لوٹ جاؤ پھر اس سے درخواست کرو کہ وہ تفتیش کرے کہ ان عورتوں کا کیا حال ہے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹے تھے۔ بیشک میرا رب ان کے مکر کو جانتا ہے۔ یہ آپ نے اس لئے فرمایا تاکہ بادشاہ کے سامنے آپ کی براءت اور بے گناہی ظاہر ہو جائے اور اسے معلوم ہو کہ یہ لمبی قید بلاوجہ ہوئی تاکہ آیندہ حاسدوں کو الزام لگانے کا موقع نہ ملے۔ **اہم بات:** تہمت دور کرنے کی کوشش کرنا ضروری ہے۔

آیت 51 بادشاہ نے حضرت یوسف علیہ السلام کا پیام سن کر زلیخا اور ہاتھ کاٹ لینے والی عورتوں کو جمع کیا، پھر ان سے کہا: اے عورتو! اپنے صحیح حالات مجھے بتاؤ کہ کیا ہوا تھا، جب تم نے حضرت یوسف علیہ السلام کا دل لبھانا چاہا، کیا تم نے ان کی جانب سے اپنی طرف کوئی میلان پایا؟ عورتوں نے جواب دیا: سُبْحَانَ اللہ! ہم نے ان میں کوئی برائی نہیں پائی۔ عزیزِ مصر کی عورت زلیخا نے کہا: اب اصل بات ظاہر ہو گئی ہے، حقیقت یہ ہے کہ میں نے ہی ان کا دل لبھانا چاہا تھا اور بیشک وہ اپنی بات میں سچے ہیں۔ **اہم بات:** حضرت زلیخا رضی اللہ عنہا نے اپنے قصور کا اعتراف کر لیا اور قصور کا اقرار توبہ ہے لہٰذا اب انہیں برے لفظوں سے یاد کرنا حرام ہے کیونکہ وہ حضرت یوسف علیہ السلام کی صحابیہ اور عزیزِ مصر کی موت کے بعد ان کی قابلِ احترام بیوی بنی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے قصوروں کا ذکر فرما کر ان پر غضب ظاہر نہ فرمایا کیونکہ وہ توبہ کر چکی تھیں۔

رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۵۱﴾ ذٰلِكَ لِیَعْلَمَ اَنِّیْ لَمْ اَخُنْهُ

ان کا دل لبھانا چاہا تھا اور بیشک وہ سچے ہیں ○ یوسف نے فرمایا: یہ میں نے اس لیے کیا تاکہ عزیز کو معلوم ہو جائے کہ میں نے اس کی

بِالْغَیْبِ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِیْ كَیْدَ الْخَآىٕنِیْنَ ﴿۵۲﴾

عدمِ موجودگی میں کوئی خیانت نہیں کی اور اللہ خیانت کرنے والوں کا مکر نہیں چلنے دیتا ○

آیت 52 بادشاہ نے حضرت یوسف علیہ السّلام کے پاس پیام بھیجا کہ عورتوں نے آپ کی پاکی بیان کی اور عزیز کی عورت نے اپنے گناہ کا اقرار کرلیا ہے۔ اس پر حضرت یوسف علیہ السّلام نے فرمایا: میں نے قاصد کو بادشاہ کی طرف اس لیے لوٹایا تاکہ عزیز کو معلوم ہو جائے کہ میں نے اس کی غیر موجودگی میں اس کی بیوی میں کوئی خیانت نہیں کی اور اگر بالفرض میں نے کوئی خیانت کی ہوتی تو اللہ تعالیٰ مجھے اس قید سے رہائی عطا نہ فرماتا کیونکہ اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کا مکر نہیں چلنے دیتا۔ **اہم باتیں:** (1) جھوٹ کو فروغ نہیں ہوتا اور سانچ کو آنچ نہیں آتی۔ (2) اَخلاقی خیانت انتہائی مذموم وصف ہے اس سے ہر ایک کو بچنا چاہیے۔

وَمَاۤ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ ؕ اِنَّ

اور میں اپنے نفس کو بے قصور نہیں بتاتا بیشک نفس تو برائی کا بڑا حکم دینے والا ہے مگر جس پر میرا رب رحم کرے بیشک

رَبِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۵۳﴾ وَ قَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِیْ بِهٖۤ اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِیْ ۚ فَلَمَّا كَلَّمَهٗ

میرا رب بخشنے والا مہربان ہے○ اور بادشاہ نے کہا: انہیں میرے پاس لے آؤ تاکہ میں انہیں اپنے لیے منتخب کرلوں پھر جب بادشاہ نے یوسف سے بات کی

قَالَ اِنَّكَ الْیَوْمَ لَدَیْنَا مَكِیْنٌ اَمِیْنٌ ﴿۵۴﴾ قَالَ اجْعَلْنِیْ عَلٰى خَزَآىِٕنِ الْاَرْضِ ۚ اِنِّیْ

تو کہا۔ بیشک آج آپ ہمارے یہاں معزز، امانتدار ہیں○ یوسف نے فرمایا: مجھے زمین کے خزانوں پر مقرر کردو، بیشک میں

آیت 53 زلیخا کے اقرار اور اعتراف کے بعد حضرت یوسف علیہ السّلام نے جب یہ فرمایا کہ میں نے اپنی براءت کا اظہار اس لئے چاہا تھا تاکہ عزیز کو یہ معلوم ہو جائے کہ میں نے اس کی غیر موجودگی میں اس کے اہلِ خانہ کے متعلق خیانت نہیں کی، تو اس کے بعد اپنی طرف پاکی اور نیکی کی نسبت کی بجائے بارگاہِ الٰہی میں عاجزی سے یوں عرض کی: اے میرے اللہ! میں اپنے نفس کو بے قصور نہیں بتاتا اور نہ گناہ سے بچنے کو اپنے نفس کی خوبی قرار دیتا ہوں، نفس کی جنس کا یہ حال ہے کہ وہ برائی کا بڑا حکم دینے والا ہے لیکن میرا رب اپنے جس مخصوص بندے کو اپنے فضل و کرم سے معصوم کردے تو اس کا برائیوں سے بچنا اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت سے ہے۔ بیشک میرا رب اپنے بندوں کے گناہوں کو بخشنے والا اور ان پر مہربان ہے۔ **درس:** بندے کو اپنے نیک اعمال پر نازاں نہیں ہونا چاہیے بلکہ اسے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ اس نے نیک اعمال کرنے کی توفیق عطا کی۔

آیت 54 جب بادشاہ کو حضرت یوسف علیہ السّلام کے علم، امانت داری، صبر، قید خانے والوں کے ساتھ احسان اور مشقتوں پر ثابت قدمی کا حال معلوم ہوا تو اس کے دل میں آپ کی بہت عظمت پیدا ہوئی اور اس نے کہا: حضرت یوسف علیہ السّلام کو میرے پاس لے آؤ تاکہ میں انہیں اپنے لیے منتخب کرلوں۔ چنانچہ بادشاہ نے معززین کی ایک جماعت بہترین سواریاں، اور نفیس لباس دے کر قید خانے میں بھیجی تاکہ وہ حضرت یوسف علیہ السّلام کو انتہائی تعظیم و تکریم کے ساتھ ایوانِ شاہی میں لائیں۔ حضرت یوسف علیہ السّلام نے قید خانہ سے باہر تشریف لاکر غسل فرمایا اور پوشاک پہن کر ایوانِ شاہی کی طرف روانہ ہوئے، جب قلعہ میں داخل ہو کر بادشاہ کے سامنے پہنچے تو اس نے حضرت یوسف علیہ السّلام سے کہا: بیشک آج آپ ہمارے یہاں معزز، امانت دار ہیں، اور خواب کی تعبیر بیان کرنے کی درخواست کی۔ آپ نے خواب کی پوری تفصیل بھی بتادی کہ اس اس طرح سے خواب دیکھا تھا حالانکہ آپ سے خواب اس تفصیل کے ساتھ بیان نہ کیا گیا تھا، اور اس کی تعبیر بھی بیان کی۔

آیت 55 حضرت یوسف علیہ السّلام نے بادشاہ سے فرمایا: اپنی سلطنت کے تمام خزانے میرے سپرد کردے، بیشک میں خزانے کی حفاظت کرنے والا اور ان کے مصارف کو جاننے والا ہوں۔ بادشاہ نے کہا: آپ سے زیادہ اس کا مستحق کون ہو سکتا ہے، چنانچہ بادشاہ نے حضرت یوسف علیہ السّلام کے اس مطالبے کو منظور کرلیا۔ **اہم باتیں:** (1) احادیث میں مذکور مسائل میں امارت یعنی حکومت یا بڑا عہدہ طلب کرنے کی جو ممانعت آئی ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ جب ملک میں اہلیت رکھنے والے موجود ہوں اور اَحکامِ الٰہیہ نافذ کرنا کسی ایک شخص کے ساتھ خاص نہ ہو؛ اس وقت امارت طلب کرنا مکروہ ہے لیکن جب ایک ہی شخص اہلیت رکھتا ہو تو احکامِ الٰہیہ نافذ کرنے کے

حَفِيْظٌ عَلِيْمٌ ﴿۵۵﴾ وَ كَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ ۚ يَتَبَوَّاُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَآءُ ؕ

حفاظت والا، علم والا ہوں ○ اور ایسے ہی ہم نے یوسف کو زمین میں اقتدار عطا فرمایا، اس میں جہاں چاہے رہائش اختیار کرے،

نُصِيْبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَآءُ وَ لَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۶﴾ وَ لَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ

ہم جسے چاہتے ہیں اپنی رحمت پہنچادیتے ہیں اور ہم نیکوں کا اجر ضائع نہیں کرتے ○ اور بیشک آخرت کا ثواب ان کے لیے بہتر ہے جو

لئے امارت طلب کرنا جائز بلکہ اس کی تاکید ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا یہی حال تھا کہ آپ علیہ السلام رسول تھے، اُمت کی ضروریات سے واقف تھے، یہ جانتے تھے کہ شدید قحط ہونے والا ہے جس میں مخلوق کو راحت اور آسائش پہنچانے کی یہی صورت ہے کہ عنانِ حکومت اپنے ہاتھ میں لیں، اس لئے آپ نے امارت طلب فرمائی۔ (2) فخر اور تکبر کے لئے اپنی خوبیاں بیان کرنا ناجائز ہے لیکن نعمتِ خداوندی کے اظہار یا دوسروں کے فائدے کے لئے اپنی خوبیوں کا اظہار جائز بلکہ مستحب ہے۔

آیت 56 ارشاد فرمایا کہ جس طرح ہم نے اندھیرے کنویں سے نجات دے کر، قید خانے سے رہائی عطا فرما کر اور بادشاہ کی نگاہوں میں معزز بنا کر حضرت یوسف علیہ السلام پر انعام فرمایا اسی طرح ہم نے حضرت یوسف علیہ السلام کو مصر کی سرزمین میں اقتدار عطا فرمایا، وہ اس میں جہاں چاہیں رہائش اختیار کریں۔ ہم جسے چاہتے ہیں اپنی رحمت پہنچادیتے ہیں اور ہم نیکوں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔ **اہم بات:** امارت یعنی حکومت طلب کرنے کے ایک سال بعد بادشاہ نے حضرت یوسف علیہ السلام کی تاج پوشی کی اور اپنا ملک آپ کے سپرد کیا، اسی زمانہ میں عزیزِ مصر کا انتقال ہو گیا تو بادشاہ نے زلیخا کا نکاح آپ سے کر دیا۔ مروی ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے زلیخا سے دو فرزند اِفرائیم اور مِیشا پیدا ہوئے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے قحط سالی کے دنوں کے لئے ذخائر جمع کئے۔ جب قحط کا زمانہ آیا تو پہلے سال میں لوگوں کے پاس جو ذخیرے تھے سب ختم ہو گئے اور بازار خالی رہ گئے۔ اہلِ مصر حضرت یوسف علیہ السلام سے اپنے درہم و دینار کے بدلے غلے خریدنے لگے، دوسرے سال مصریوں نے زیور اور جواہرات، تیسرے سال چوپائے اور جانور، چوتھے سال اپنے تمام غلام اور باندیاں، پانچویں سال اپنی تمام اَراضی اور جاگیر دے کر غلے خریدے، چھٹے سال جب کوئی چیز باقی نہ رہی تو انہوں نے اپنی اولاد بیچ کر غلہ خریدا اور ساتویں سال خود بک گئے اور غلام بن گئے۔ اس طرح مصر میں کوئی آزاد مرد باقی رہا نہ عورت۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ مصر کے تمام مرد و عورت کو حضرت یوسف علیہ السلام کے خریدے ہوئے غلام اور کنیزیں بنانے میں اللہ تعالیٰ کی یہ حکمت تھی کہ کسی کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ حضرت یوسف علیہ السلام غلام کی شان میں آئے تھے اور مصر کے ایک شخص کے خریدے ہوئے ہیں بلکہ سب مصری اُن کے خریدے اور آزاد کئے ہوئے غلام ہوں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے جو اس حالت میں صبر کیا تھا اس کی یہ جزا دی گئی۔

آیت 57 فرمایا کہ بیشک آخرت کا اجر و ثواب ان کے لئے دنیا کے اجر سے بہتر ہے جو ایمان لائے اور پرہیزگار رہے۔ **اہم باتیں:** (1) اللہ تعالیٰ مومن کو دنیا میں بھی اجر عطا فرماتا ہے اور آخرت میں دنیوی اجر سے بہتر اجر عطا فرمائے گا۔ (2) آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اخروی اجر و ثواب حاصل کرنے کے لئے ایمان کے ساتھ ساتھ نیک اعمال ہونا بھی ضروری ہیں اس لئے فقط ایمان پر بھروسا کر کے خود کو نیک اعمال سے بے نیاز جاننا درست نہیں۔

ع ٨ | اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿٥٧﴾ وَ جَآءَ اِخْوَةُ يُوْسُفَ فَدَخَلُوْا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَ هُمْ

ایمان لائے اور پرہیز گار رہے ○ اور یوسف کے بھائی آئے تو ان کے پاس حاضر ہوئے پس یوسف نے تو انہیں پہچان لیا اور وہ بھائی

لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿٥٨﴾ وَ لَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُوْنِيْ بِاَخٍ لَّكُمْ مِّنْ اَبِيْكُمْ ۚ اَلَا

ان سے انجان رہے ○ اور جب یوسف نے ان کا سامان انہیں مہیا کر دیا تو فرمایا کہ اپنا سوتیلا بھائی میرے پاس لے آؤ، کیا تم یہ بات

تَرَوْنَ اَنِّيْۤ اُوْفِي الْكَيْلَ وَ اَنَا خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ﴿٥٩﴾ فَاِنْ لَّمْ تَاْتُوْنِيْ بِهٖ فَلَا كَيْلَ

نہیں دیکھتے کہ میں ناپ مکمل کرتا ہوں اور میں سب سے بہتر مہمان نواز ہوں○ تو اگر تم اس بھائی کو میرے پاس نہیں لاؤ گے تو تمہارے لیے میرے پاس کوئی

لَكُمْ عِنْدِيْ وَ لَا تَقْرَبُوْنِ ﴿٦٠﴾ قَالُوْا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ اَبَاهُ وَ اِنَّا لَفٰعِلُوْنَ ﴿٦١﴾

ماپ نہیں اور نہ تم میرے قریب پھٹکنا ○ انہوں نے کہا: ہم اس کے باپ سے اس کے متعلق ضرور مطالبہ کریں گے اور بیشک ہم ضرور یہ کریں گے○

آیت 58 جب قحط کی شدت ہوئی تو ہر جانب سے لوگ غلہ خریدنے کے لئے مصر پہنچنے لگے اور قحط کی جیسی مصیبت مصر اور دیگر ملکوں میں آئی ؛ایسی ہی کنعان میں بھی آئی لہٰذا حضرت یعقوب علیہ السّلام نے بنیامین کے سوا اپنے دسوں بیٹوں کو غلہ خریدنے مصر بھیجا۔ جب حضرت یوسف علیہ السّلام کے بھائی مصر میں حضرت یوسف علیہ السّلام کے پاس حاضر ہوئے تو آپ نے انہیں دیکھتے ہی پہچان لیا لیکن وہ آپ کو نہ پہچان سکے کیونکہ حضرت یوسف علیہ السّلام کو کنویں میں ڈالنے سے اب تک 40 سال کا طویل زمانہ گزر چکا تھا اور ان کا خیال تھا کہ حضرت یوسف علیہ السّلام کا انتقال ہو چکا ہو گا۔ انہوں نے آپ سے عبرانی زبان میں گفتگو کی۔ حضرت یوسف علیہ السّلام نے بھی اسی زبان میں جواب دیا، پھر فرمایا: تم کون لوگ ہو؟ انہوں نے عرض کی: ہم شام کے رہنے والے ہیں، فرمایا: کہیں تم جاسوس تو نہیں ہو؟ انہوں نے کہا: کہ ہم جاسوس نہیں ہیں، ہم سب بھائی ہیں، ایک باپ کی اولاد ہیں، ان کا نام نامی حضرت یعقوب علیہ السّلام ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السّلام نے فرمایا: تم کتنے بھائی ہو؟ انہوں نے جواب دیا: ہم 12 بھائی تھے لیکن ایک بھائی ہمارے ساتھ جنگل گیا تو وہ ہلاک ہو گیا، وہ والد صاحب کو بہت پیارا تھا۔ حضرت یوسف علیہ السّلام نے فرمایا: اب تم کتنے ہو؟ عرض کی: دس۔ فرمایا: گیارہواں کہاں ہے؟ جواب دیا: وہ والد صاحب کے پاس ہے کیونکہ ہمارا جو بھائی ہلاک ہو گیا تھا وہ اسی کا حقیقی بھائی ہے، اب والد صاحب کی اسی سے کچھ تسلی ہوتی ہے۔

آیت 59 حضرت یوسف علیہ السّلام نے بھائیوں کی بہت عزت کی، اُن کی میزبانی فرمائی، ہر ایک کا اونٹ غلے سے بھر دیا اور سفر کے دوران ضرورت کی چیزیں بھی عطا کر دی۔ جب آپ نے ان کا سامان مہیا کر دیا تو فرمایا کہ تم اپنے جس بھائی کو والدِ محترم کے پاس چھوڑ آئے ہو اسے میرے پاس لے آؤ، کیا تم یہ بات نہیں دیکھتے کہ میں ناپ مکمل کرتا ہوں اور اس میں کوئی کمی نہیں کرتا، اگر تم اس کو لے آؤ گے تو ایک اونٹ غلہ اس کے حصہ کا اور زیادہ دوں گا اور کیا تم دیکھتے نہیں کہ میں سب سے بہتر مہمان نواز ہوں۔

آیت 60 مزید فرمایا: اور اگر تم اس بھائی کو جو تمہارے والد کے پاس موجود ہے نہیں لاؤ گے تو تمہارے لیے میرے پاس کوئی غلہ نہیں اور نہ تم غلہ حاصل کرنے کے لئے میرے قریب پھٹکنا۔

آیت 61 حضرت یوسف علیہ السّلام کے بھائیوں نے کہا: ہم اس کے باپ سے اس کے متعلق ضرور مطالبہ کریں گے اور خوب کوشش کریں گے یہاں تک کہ ہم اسے لے آئیں اور بیشک ہم ضرور یہ کام کریں گے جس کا آپ نے ہمیں حکم دیا ہے۔

وَ قَالَ لِفِتْيٰنِهِ اجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ فِيْ رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُوْنَهَآ اِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمْ

اور یوسف نے اپنے غلاموں سے فرمایا: ان کی رقم (بھی) ان کی بوریوں میں واپس رکھ دو تاکہ جب یہ اپنے گھر واپس لوٹ کر جائیں تو اسے پہچان لیں

لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿٦٢﴾ فَلَمَّا رَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْهِمْ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ فَاَرْسِلْ

تاکہ یہ واپس آئیں ○ پھر جب وہ اپنے باپ کی طرف لوٹ کر گئے تو کہنے لگے: اے ہمارے باپ! ہم سے غلہ روک دیا گیا ہے لہٰذا ہمارے بھائی کو ہمارے ساتھ

مَعَنَآ اَخَانَا نَكْتَلْ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴿٦٣﴾ قَالَ هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَيْهِ اِلَّا كَمَآ اَمِنْتُكُمْ

بھیج دیجئے تاکہ ہم غلہ لاسکیں اور ہم ضرور اس کی حفاظت کریں گے ○ یعقوب نے فرمایا: کیا اس کے بارے میں تم پر ویسا ہی اعتبار کرلوں جیسا پہلے اس کے بھائی کے

عَلٰٓى اَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ ؕ فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا ۪ وَّ هُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿٦٤﴾ وَ لَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ

بارے میں کیا تھا تو اللہ سب سے بہتر حفاظت فرمانے والا ہے اور وہ ہر مہربان سے بڑھ کر مہربان ہے ○ اور جب انہوں نے اپنا سامان کھولا تو

آیت 62 حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے غلاموں سے فرمایا کہ ان لوگوں نے غلے کی جو قیمت دی ہے غلے کے ساتھ وہ رقم بھی ان کی بوریوں میں رکھ دو تاکہ جب وہ اپنے گھر لوٹ کر جائیں اور سامان کھولیں تو اپنی جمع شدہ رقم انہیں مل جائے اور قحط کے زمانے میں کام آئے نیز یہ رقم پوشیدہ طور پر اُن کے پاس پہنچے تاکہ اُنہیں لینے میں شرم بھی نہ آئے اور یہ کرم واحسان دوبارہ آنے کے لئے اُن کی رغبت کا باعث بھی ہو۔ **اہم باتیں:** (1) جب رشتہ داروں کو کسی چیز کی حاجت ہو تو اس میں ان کی مدد کرنی چاہیے۔ (2) رشتہ دار کی مالی یا کوئی اور مدد کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ اس انداز میں رقم یا کوئی اور چیز پہنچائی جائے جس میں اسے لیتے ہوئے شرم محسوس نہ ہو۔

آیت 63 جب حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی اپنے والدِ محترم حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس لوٹ کر گئے تو بادشاہ کے حسنِ سلوک اور احسان کا ذکر کیا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا: اب اگر تم بادشاہِ مصر کے پاس جاؤ تو میری طرف سے سلام پہنچانا اور کہنا کہ ہمارے والد تیرے حق میں تیرے اس سلوک کی وجہ سے دعا کرتے ہیں۔ انہوں نے عرض کی: اے ہمارے باپ! شاہِ مصر نے ہم سے کہہ دیا ہے کہ اگر ہم بنیامین کو نہ لے کر آئے تو آئندہ ہمیں غلہ نہیں ملے گا اس لئے اب بنیامین کا جانا ضروری ہے، آپ ہمارے بھائی بنیامین کو ہمارے ساتھ بھیج دیجئے تاکہ ہم غلہ لاسکیں، ہم ضرور اس کی حفاظت کریں گے اور انہیں بخیریت آپ کے پاس واپس لائیں گے۔

آیت 64 بیٹوں کی یہ بات سن کر حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا: میں اپنے بیٹے بنیامین کے بارے میں تمہارا اعتبار کیسے کرلوں حالانکہ اس کے بھائی حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ تم نے جو کچھ کیا وہ جانتے ہو اور اب بنیامین کے بارے میں بھی ویسی ہی بات کر رہے ہو، تمہارے بنیامین کی حفاظت کرنے کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کی حفاظت سب سے بہتر ہے اور وہ ہر مہربان سے بڑھ کر مہربان ہے۔ **درس:** یقیناً اللہ تعالیٰ کی حفاظت ہی سب سے بہتر ہے لہٰذا ہر مسلمان کو چاہیے کہ اپنی جان، مال، اولاد اور دین و ایمان وغیرہ کی حفاظت سے متعلق حقیقی بھروسہ اللہ تعالیٰ پر ہی کرے۔ البتہ جان ومال کی حفاظت کے ظاہری اسباب اختیار کرنا اللہ تعالیٰ کی حفاظت پر بھروسہ کرنے کے خلاف نہیں کیونکہ توکل کا معنی ہے کہ اسباب اختیار کرکے نتیجہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیا جائے۔

آیت 65 جب انہوں نے اپنا وہ سامان کھولا جو مصر سے لائے تھے تو اس میں اپنی رقم کو بھی موجود پایا جو انہیں واپس کردی گئی تھی۔ رقم

وَجَدُوْا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ اِلَیْهِمْ ؕ قَالُوْا یٰۤاَبَانَا مَا نَبْغِیْ ؕ هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَیْنَا ۚ

اپنی رقم کو بھی موجود پایا کہ انہیں وہ رقم بھی واپس کردی گئی ہے ۔ کہنے لگے: اے ہمارے باپ! اب ہمیں اور کیا چاہیے۔ یہ ہماری رقم ہے جو ہمیں واپس کردی گئی ہے

وَنَمِیْرُ اَهْلَنَا وَنَحْفَظُ اَخَانَا وَنَزْدَادُ كَیْلَ بَعِیْرٍ ؕ ذٰلِكَ كَیْلٌ یَّسِیْرٌ ﴿۶۵﴾ قَالَ لَنْ

اور ہم اپنے گھر کے لیے غلہ لائیں اور ہم اپنے بھائی کی حفاظت کریں گے اور ایک اونٹ کا بوجھ اور زیادہ پائیں، یہ بہت آسان بوجھ ہے۝ یعقوب نے فرمایا: میں ہرگز اسے

اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ حَتّٰى تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ لَتَاْتُنَّنِیْ بِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ یُّحَاطَ بِكُمْ ۚ فَلَمَّاۤ

تمہارے ساتھ نہ بھیجوں گا جب تک تم مجھے اللہ کا یہ عہد نہ دیدو کہ تم ضرور اسے (واپس) لے کر آؤ گے سوائے اس کے کہ تم (کسی بڑی مصیبت میں) گھر جاؤ پھر جب

اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِیْلٌ ﴿۶۶﴾ وَقَالَ یٰبَنِیَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ

انہوں نے یعقوب کو اپنا عہد دیدیا تو یعقوب نے فرمایا: جو ہم کہہ رہے ہیں اس پر اللہ نگہبان ہے۝ اور فرمایا: اے میرے بیٹو! ایک دروازے سے نہ داخل ہونا

وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ؕ وَمَاۤ اُغْنِیْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ

اور جدا جدا دروازوں سے جانا، میں تمہیں اللہ سے بچا نہیں سکتا، حکم تو اللہ ہی کا

دیکھ کر کہنے لگے: اے ہمارے والدِ محترم! اس سے زیادہ کرم و احسان اور کیا ہوگا کہ بادشاہ نے سامان کے ساتھ وہ رقم بھی واپس کردی ہے جو ہم نے سامان کی قیمت کے طور پر دی تھی لہٰذا آپ ہمارے بھائی کو ساتھ جانے کی اجازت دے دیں تاکہ ہم جائیں اور اپنے گھر والوں کے لیے غلہ خرید کر لائیں اور ہم اپنے بھائی بنیامین کی حفاظت کریں گے اور ہم اپنے بھائی کی وجہ سے اس کے حصے کا ایک اونٹ کا بوجھ اور زیادہ پائیں، یہ اونٹ کے بوجھ کا غلہ دینا بادشاہ کے لئے بہت آسان بوجھ ہے کیونکہ اس نے ہم پر اس سے زیادہ کرم و احسان فرمایا ہے۔

آیت 66 حضرت یعقوب علیہ السّلام نے ان سے فرمایا: میں اس وقت تک ہر گز بنیامین کو تمہارے ساتھ نہ بھیجوں گا جب تک تم اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر یہ عہد نہ دو کہ تم ضرور اسے واپس بھی لے کر آؤ گے سوائے اس کے کہ بنیامین کو لے کر آنا تمہاری طاقت سے باہر ہو جائے۔ جب انہوں نے حضرت یعقوب علیہ السّلام کو اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر عہد دے دیا تو حضرت یعقوب علیہ السّلام نے فرمایا: جو ہم کہہ رہے ہیں اس پر اللہ تعالیٰ نگہبان ہے۔ **اہم بات:** ظاہری اسباب اختیار کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا توکل کے خلاف نہیں۔ ہر انسان کو چاہئے کہ وہ موجود اسباب اختیار کرے اور صرف ان اسباب کو اختیار کرنے کو کافی نہ سمجھے بلکہ دل کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رکھے۔

آیت 67 جب حضرت یعقوب علیہ السّلام کے بیٹے مصر جانے کے ارادے سے نکلے تو آپ نے سب بیٹوں کو نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے میرے بیٹو! مصر میں ایک دروازے سے نہ داخل ہونا بلکہ جدا جدا دروازوں سے جانا تاکہ بری نظر لگنے سے محفوظ رہو۔ جس چیز کی طرف میں نے تمہیں اشارہ دیا وہ اگر اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے مقدر فرما دی ہے تو میں تمہیں اس سے بچا نہیں سکتا کیونکہ تدبیر تقدیر کو نہیں ٹال سکتی اور حکم تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کا چلتا ہے، میں نے اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا ہے، میں اسی پر بھروسہ کرتا ہوں اور بھروسہ کرنے والوں کو اسی پر بھروسہ کرنا چاہئے۔ **اہم باتیں:** (1) پہلی مرتبہ جب یہ لوگ مصر گئے اس وقت حضرت یعقوب علیہ السّلام نے یہ نہیں فرمایا تھا

اِلَّا لِلّٰهِ ؕ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ ۚ وَ عَلَیْهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۶۷﴾ وَ لَمَّا دَخَلُوْا مِنْ حَیْثُ اَمَرَهُمْ

چلتا ہے، میں نے اسی پر بھروسہ کیااور بھروسہ کرنے والوں کو اسی پر بھروسہ کرنا چاہیے ○ اور جب وہ وہیں سے داخل ہوئے جہاں سے ان کے باپ نے

اَبُوْهُمْ ؕ مَا كَانَ یُغْنِیْ عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ اِلَّا حَاجَةً فِیْ نَفْسِ یَعْقُوْبَ قَضٰىهَا ؕ

حکم دیا تھا، وہ انہیں اللہ سے کچھ بچا نہ سکتے تھے البتہ یعقوب کے دل میں ایک خواہش تھی جو اس نے پوری کرلی

ع ۸ ۱۱/۲ وَ اِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۶۸﴾ ع وَ لَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى یُوْسُفَ

اور بیشک وہ صاحب علم تھا کیونکہ ہم نے اسے تعلیم دی تھی مگر اکثر لوگ نہیں جانتے ○ اور جب وہ سب بھائی یوسف کے پاس گئے تو

اٰوٰۤى اِلَیْهِ اَخَاهُ قَالَ اِنِّیْۤ اَنَا اَخُوْكَ فَلَا تَبْتَىٕسْ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۶۹﴾ فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ

یوسف نے اپنے سگے بھائی کو اپنے پاس جگہ دی (اور) فرمایا: بیشک میں تیرا حقیقی بھائی ہوں تو اس پر غمگین نہ ہونا جو یہ کررہے ہیں ○ پھر جب انہیں ان کا سامان مہیا

کیونکہ اس وقت کوئی یہ نہ جانتا تھا کہ یہ سب بھائی اور ایک باپ کی اولاد ہیں۔(2) آفتوں اور مصیبتوں سے نجات حاصل کرنے کی تدبیر اور مناسب احتیاطیں اختیار کرنا انبیاءِ کرام علیہم السلام کا طریقہ ہے۔(3) بری نظر سے بچنے کے لئے کوشش کرنی چاہئے کیونکہ اس سے نقصان پہنچ سکتا ہے۔ **نظر لگنے کا علاج:** رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم جنوں اور انسانوں کی بری نظر سے پناہ طلب کرتے تھے حتی کہ سورۂ فلق اور سورۂ ناس نازل ہوئیں، جب یہ سورتیں نازل ہوئیں تو آپ نے ان دونوں کو اختیار فرمالیا اور دیگر دعاؤں کو چھوڑ دیا۔(ترمذی، حدیث:2065)

آیت 68 فرمایا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے شہر میں مختلف دروازوں سے داخل ہوئے جیسے انہیں ان کے باپ نے حکم دیا تھا، مختلف دروازوں سے شہر میں داخل ہونا اگرچہ ان سے وہ چیز دور نہیں کر سکتا تھا جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے مقدر فرمادی ہے لیکن بد نظری سے بچنے کی یہ تدبیر تھی جو انہوں نے پوری کرلی۔ بیشک حضرت یعقوب علیہ السلام صاحبِ علم تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں تعلیم دی تھی مگر اکثر لوگ وہ علم نہیں جانتے جو اللہ تعالیٰ اپنے چنے ہوئے بندوں کو دیتا ہے۔

آیت 69 جب وہ سب بھائی حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس گئے اور اُنہوں نے کہا کہ ہم آپ کے پاس اپنے بھائی بنیامین کو لے آئے ہیں تو حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: تم نے بہت اچھا کیا۔ پھر انہیں عزت کے ساتھ مہمان بنایا، جابجا دستر خوان لگائے گئے اور ہر دستر خوان پر دو دو بھائیوں کو بٹھایا گیا۔ بنیامین اکیلے رہ گئے تو وہ رو پڑے اور کہنے لگے: اگر میرے بھائی حضرت یوسف علیہ السلام زندہ ہوتے تو وہ مجھے اپنے ساتھ بٹھاتے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: تمہارا ایک بھائی اکیلا رہ گیا ہے، یہ فرما کر آپ نے بنیامین کو اپنے دستر خوان پر بٹھالیا اور اس سے فرمایا: تمہارے فوت شدہ بھائی کی جگہ میں تمہارا بھائی ہو جاؤں تو کیا تم پسند کرو گے؟ بنیامین نے کہا: آپ جیسا بھائی کس کو میسر آئے گا! لیکن حضرت یعقوب علیہ السلام کا فرزند اور (حضرت یوسف علیہ السلام کی والدہ) راحیل کا نورِ نظر ہونا آپ کو کیسے حاصل ہو سکتا ہے! یہ سن کر حضرت یوسف علیہ السلام رو پڑے، بنیامین کو گلے سے لگایا اور فرمایا: بیشک میں تیرا حقیقی بھائی یوسف ہوں، تم اس پر غمگین نہ ہونا جو یہ کر رہے ہیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان کیا اور ہمیں بھلائی کے ساتھ جمع فرمادیا اور ابھی اس راز کی اپنے بھائیوں کو اطلاع نہ دینا۔

آیت 70 حضرت یوسف علیہ السلام کی بات سن کر بنیامین فرطِ مُسرّت سے بے خود ہو گئے اور کہنے لگے: اب میں آپ سے جدا نہیں

بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِي رَحْلِ اَخِيهِ ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ اَيَّتُهَا الْعِيرُ اِنَّكُمْ لَسٰرِقُونَ ﴿۷۰﴾

کردیا تو اپنے بھائی کی بوری میں پیالہ رکھ دیا پھر ایک منادی نے ندا کی: اے قافلے والو! بیشک تم چور ہو○

قَالُوا وَاَقْبَلُوا عَلَيْهِمْ مَّاذَا تَفْقِدُونَ ﴿۷۱﴾ قَالُوا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ

انہوں نے پکارنے والوں کی طرف متوجہ ہوکر کہا: کیا چیز تمہیں نہیں مل رہی؟○ ندا کرنے والوں نے کہا: ہمیں بادشاہ کا پیمانہ نہیں مل رہا اور جو اُسے لائے گا اس کے

حِمْلُ بَعِيرٍ وَّاَنَا بِهٖ زَعِيمٌ ﴿۷۲﴾ قَالُوا تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِي الْاَرْضِ

لیے ایک اونٹ کا بوجھ (انعام) ہے اور میں اس کا ضامن ہوں○ انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! تمہیں خوب معلوم ہے کہ ہم زمین میں فساد کرنے نہیں آئے

وَمَا كُنَّا سٰرِقِينَ ﴿۷۳﴾ قَالُوا فَمَا جَزَآؤُهٗ اِنْ كُنْتُمْ كٰذِبِينَ ﴿۷۴﴾ قَالُوا جَزَآؤُهٗ مَنْ وُّجِدَ

اور نہ ہی ہم چور ہیں○ اعلان کرنے والوں نے کہا: اگر تم جھوٹے ہوئے تو اس کی سزا کیا ہوگی؟○ انہوں نے کہا: اِس کی سزا یہ ہے کہ جس کے سامان میں

ہوں گا۔ فرمایا: والد صاحب کو میری جدائی کا بہت غم پہنچ چکا ہے اگر میں نے تمہیں بھی روک لیا تو انہیں اور زیادہ غم ہوگا اور آپ کو روکنے کی اس کے علاوہ کوئی صورت بھی نہیں کہ آپ کی طرف کوئی ناپسندیدہ بات منسوب کی جائے۔ بنیامین نے کہا: اس میں کوئی مضایقہ نہیں۔ پھر جب حضرت یوسف علیہ السّلام نے انہیں ان کا سامان مہیا کر دیا، سب کو ایک ایک اونٹ کا بوجھ غلہ دے دیا اور ایک اونٹ کا بوجھ بنیامین کے لئے خاص کر دیا تو بنیامین کی بوری میں بادشاہ کا پانی پینے کا پیالہ رکھ دیا۔ یہ پیالہ سونے کا تھا، اس میں جواہرات لگے ہوئے تھے اور اس وقت اس سے غلہ ناپنے کا کام لیا جاتا تھا۔ قافلہ کنعان جانے کے ارادے سے روانہ ہو گیا۔ جب شہر سے باہر جا چکا تو کارکنوں کو معلوم ہوا کہ پیالہ نہیں ہے، اُن کے خیال میں یہی آیا کہ پیالہ قافلے والے لے گئے ہیں چنانچہ اُنہوں نے اس کی جستجو کے لئے آدمی بھیجے، ان میں سے ایک مُنادی نے ندا کی: اے قافلے والو! بیشک تم چور ہو۔

آیت 71 انہوں نے ندا کرنے والوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا: کیا چیز تمہیں نہیں مل رہی؟

آیت 72 ندا کرنے والوں نے انہیں جواب دیا کہ ہمیں بادشاہ کا پیمانہ نہیں مل رہا اور جو ہمارے تلاشی لینے سے پہلے اسے ظاہر کر دے گا یا اسے چوری کرنے والے کے بارے میں ہمیں بتائے گا تو اس کے لئے ایک اونٹ کا بوجھ انعام ہے اور اسے دلانے کا میں ضامن ہوں۔ **اہم بات:** آیت سے ثابت ہوا کہ کفالت جائز ہے۔ شریعت کی اصطلاح میں کفالت یہ ہے کہ ایک شخص اپنے ذمہ کو دوسرے کے ذمہ کے ساتھ مطالبہ میں ملا دے (یعنی مطالبہ ایک شخص کے ذمہ تھا اور دوسرے نے بھی مطالبہ اپنے ذمہ لے لیا)۔

آیت 73 حضرت یوسف علیہ السّلام کے بھائیوں نے کہا: اللہ کی قسم! تمہیں خوب معلوم ہے کہ ہم زمین میں فساد کرنے نہیں آئے اور نہ ہی ہم چور ہیں۔

آیت 74 اعلان کرنے والوں نے کہا: اگر تم اس بات میں جھوٹے ہوئے اور پیالہ تمہارے پاس نکلے تو اس کی سزا کیا ہو گی؟

آیت 75 حضرت یوسف علیہ السّلام کے بھائیوں نے کہا: اِس کی سزا یہ ہے کہ جس کے سامان میں وہ پیالہ ملے تو اِس کے بدلے میں وہ اپنی گردن چیز کے مالک کے سپرد کر دے اور وہ مالک ایک سال تک اسے غلام بنائے رکھے۔ حضرت یعقوب علیہ السّلام کی شریعت میں

فِیْ رَحْلِهٖ فَهُوَ جَزَآؤُهٗ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِی الظّٰلِمِیْنَ ۝۷۵ فَبَدَاَ بِاَوْعِیَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ اَخِیْهِ

(وہ پیالہ) ملے وہی خود اس کا بدلہ ہوگا۔ ہمارے یہاں ظالموں کی یہی سزا ہے ○ تو حضرت یوسف نے اپنے بھائی کے سامان کی تلاشی لینے سے پہلے دوسروں کی تلاشی لینا

ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَآءِ اَخِیْهِ ؕ كَذٰلِكَ كِدْنَا لِیُوْسُفَ ؕ مَا كَانَ لِیَاْخُذَ اَخَاهُ فِیْ

شروع کی پھر اس پیالے کو اپنے بھائی کے سامان سے نکال لیا۔ ہم نے یوسف کو یہی تدبیر بتائی تھی۔ بادشاہی قانون میں اس کیلئے درست نہیں تھا کہ

دِیْنِ الْمَلِكِ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ وَفَوْقَ كُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ ۝۷۶

اپنے بھائی کو لے لے مگر یہ کہ اللہ چاہے۔ ہم جسے چاہتے ہیں درجوں بلند کر دیتے ہیں اور ہر علم والے کے اوپر ایک علم والا ہے ○

قَالُوْۤا اِنْ یَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ ۚ فَاَسَرَّهَا یُوْسُفُ فِیْ نَفْسِهٖ وَلَمْ یُبْدِهَا

بھائیوں نے کہا: اگر اس نے چوری کی ہے تو بیشک اس سے پہلے اس کے بھائی نے بھی چوری کی تھی تو یوسف نے یہ بات اپنے دل میں چھپا رکھی اور ان پر ظاہر نہ کی

چونکہ چوری کی یہی سزا مقرر تھی اس لئے انہوں نے کہا کہ ہمارے یہاں ظالموں کی یہی سزا ہے۔ پھر قافلہ مصر لایا گیا اور انہیں حضرت یوسف علیہ السّلام کے دربار میں حاضر کیا گیا۔

آیت 76 حضرت یوسف علیہ السّلام نے اپنے بھائی بنیامین کے سامان کی تلاشی لینے سے پہلے دوسروں کے سامان کی تلاشی لینا شروع کی، تلاشی لیتے ہوئے جب بنیامین کے سامان تک پہنچے تو حضرت یوسف علیہ السّلام نے فرمایا: میرا گمان ہے کہ پیالہ اس کے ہی سامان میں ہوگا۔ بھائیوں نے کہا: خدا کی قسم! ہم اسے نہیں چھوڑیں گے جب تک کہ آپ اس کے سامان کی تلاشی نہ لے لیں، اسی میں آپ کے لئے اور ہمارے لئے بہتری ہے۔ جب حضرت یوسف علیہ السّلام نے بنیامین کے سامان کی تلاشی لی تو پیالے کو اس کے سامان سے برآمد کر لیا۔ آیت میں فرمایا گیا کہ اپنے بھائی کو لینے کی ہم نے حضرت یوسف علیہ السّلام کو یہی تدبیر بتائی تھی کہ اس معاملہ میں بھائیوں سے اِستفسار کریں تاکہ وہ حضرت یعقوب علیہ السّلام کی شریعت کا حکم بتائیں جس سے بھائی مل سکے۔ بادشاہی قانون میں حضرت یوسف علیہ السّلام کے لئے درست نہیں تھا کہ اپنے بھائی کو لے لیں کیونکہ بادشاہِ مصر کے قانون میں چوری کی سزا مارنا اور دُگنا مال لے لینا مقرر تھی۔ یہ بات اللہ تعالیٰ کی مَشِیَّت سے ہوئی کہ حضرت یوسف علیہ السّلام کے دل میں ڈال دیا کہ سزا بھائیوں سے دریافت کریں اور بھائیوں کے دل میں ڈال دیا کہ وہ اپنی سنت اور طریقے کے مطابق جواب دیں۔ مزید فرمایا: ہم جسے چاہتے ہیں علم میں درجوں بلند کر دیتے ہیں جیسے حضرت یوسف علیہ السّلام کا درجہ ان کے بھائیوں پر بلند کیا اور ہر علم والے کے اوپر ایک علم والا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) شرعی حیلہ درست ہے، حضرت یوسف علیہ السّلام نے بنیامین کو روکنے کا ایک حیلہ ہی اختیار فرمایا تھا۔ خیال رہے کہ حضرت یوسف علیہ السّلام نے اس حیلہ میں جھوٹ نہیں بولا۔ (2) مخلوق میں ہر علم والے سے اوپر ایک علم والا ہونے کے سلسلے کی اِنتہا تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ہے اور ان سے بے انتہا زیادہ خالق و مالک کا علم ہے، جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہر عالِم کے اُوپر اس سے زیادہ علم رکھنے والا عالم ہوتا ہے یہاں تک کہ یہ سلسلہ اللہ تعالیٰ تک پہنچتا ہے اور اس کا علم سب کے علم سے بلند تر ہے۔

آیت 77 جب پیالہ بنیامین کے سامان سے نکلا تو بھائی شرمندہ ہوئے، اُنہوں نے سر جھکائے اور کہا: سامان میں پیالہ نکلنے سے سامان

لَهُمْ ۚ قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا ۚ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ ﴿۷۷﴾ قَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الْعَزِيْزُ اِنَّ لَهٗٓ اَبًا

(اور دل میں) کہا تم انتہائی گھٹیا درجے کے آدمی ہو اور اللہ خوب جانتا ہے جو تم باتیں کر رہے ہو○ انہوں نے کہا: اے عزیز! بیشک اس کے بہت بوڑھے والد

شَيْخًا كَبِيْرًا فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۷۸﴾ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ

ہیں تو آپ اس کی جگہ ہم میں سے کسی کو لے لیں، بیشک ہم آپ کو احسان کرنے والا دیکھ رہے ہیں○ یوسف نے فرمایا: اللہ کی پناہ کہ

اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗۤ ۙ اِنَّآ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ ﴿۷۹﴾ ع فَلَمَّا اسْتَيْـَٔسُوْا ع ۹ ۱۲

جس کے پاس ہم نے اپنا سامان پایا ہے اس کے علاوہ کسی اور کو پکڑیں۔ (ایسا کریں) جب تو ہم ظالم ہوں گے○ پھر جب وہ بھائی اس سے مایوس ہوگئے تو

مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِيًّا ۭ قَالَ كَبِيْرُهُمْ اَلَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنَّ اَبَاكُمْ قَدْ اَخَذَ عَلَيْكُمْ مَّوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ

ایک طرف جا کر سرگوشی میں مشورہ کرنے لگے۔ ان میں بڑا بھائی کہنے لگا: کیا تمہیں معلوم نہیں کہ تمہارے باپ نے تم سے اللہ کا عہد لیا تھا

والے کا چوری کرنا تو یقینی نہیں لیکن اگر یہ فعل اس کا ہو تو بیشک اس سے پہلے اس کے بھائی حضرت یوسف علیہ السّلام نے بھی چوری کی تھی۔ حضرت یوسف علیہ السّلام نے بھائیوں کی طرف سے اپنے بارے میں کہی گئی بات دل میں ایسے چھپالی جیسے آپ نے سنی ہی نہ ہو اور اپنے قول یا فعل سے کسی طرح اس کا اظہار نہ ہونے دیا اور اپنے دل میں کہا: تم حضرت یوسف علیہ السّلام اور ان کے بھائی کے مقابلے میں انتہائی کم درجے کے آدمی ہو کیونکہ تم نے اپنے بھائی کو اپنے والد سے چرالیا اور اپنے بھائی پر ظلم کیا، تم اپنے بھائی کے معاملے میں جو کچھ کہہ رہے ہو اسے اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ **اہم بات:** جس کو انہوں نے چوری قرار دے کر حضرت یوسف علیہ السّلام کی طرف منسوب کیا وہ واقعہ یہ تھا کہ حضرت یوسف علیہ السّلام کے کسی رشتے دار کا ایک بت تھا جسے وہ پوجتے تھے۔ آپ نے چپکے سے وہ بت لیا اور توڑ کر راستے میں نجاست میں پھینک دیا تھا۔ یہ حقیقت میں چوری نہ تھی بلکہ بت پرستی کا مٹانا تھا۔ بھائیوں کا اس کے ذکر سے یہ مقصد تھا کہ ہم لوگ بنیامین کے سوتیلے بھائی ہیں اور یہ فعل ہو تو شاید بنیامین کا ہو، نہ ہماری اس میں شرکت نہ ہمیں اس کی اطلاع۔

آیت 78 حضرت یعقوب علیہ السّلام کی شریعت میں اگرچہ چور کی سزا یہ تھی کہ اسے غلام بنالیا جائے لیکن فدیہ لے کر معاف کر دینا بھی جائز تھا، اس لئے بھائیوں نے کہا: اے عزیز! اس کے والد عمر میں بہت بڑے ہیں، وہ اس سے محبت رکھتے ہیں اور اسی سے ان کے دل کو تسلی ہوتی ہے۔ آپ ہم میں سے کسی کو غلام بنا کر یا فدیہ ادا کرنے تک رہن کے طور پر رکھ لیں، بیشک ہم آپ کو احسان کرنے والا دیکھ رہے ہیں کہ آپ نے ہمیں عزت دی، کثیر مال عطا کیا، اور ہمارے غلے کی قیمت بھی ہمیں لوٹا دی۔

آیت 79 حضرت یوسف علیہ السّلام نے فرمایا: اس بات سے اللہ تعالیٰ کی پناہ کہ جس کے پاس ہم نے اپنا سامان پایا ہے اس کے علاوہ کسی اور کو پکڑیں کیونکہ تمہارے فیصلہ کے مطابق ہم اسی کو لینے کے مستحق ہیں جس کے کجاوے میں ہمارا مال ملا ہے، اگر ہم اس کے بجائے دوسرے کو لیں تو یہ ظلم ہوگا۔

آیت 80 جب وہ بھائی حضرت یوسف علیہ السّلام کی طرف سے مایوس ہوگئے اور انہیں یقین ہوگیا کہ بنیامین واپس نہیں ملیں گے تو لوگوں سے ایک طرف ہو کر کھڑے ہوگئے اور آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ اب والد صاحب کو بنیامین کے بارے میں کیا کہیں گے۔

وَ مِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُّمْ فِیْ یُوْسُفَ ۚ فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ حَتّٰى یَاْذَنَ لِیْۤ اَبِیْۤ اَوْ یَحْكُمَ اللّٰهُ

اور اس سے پہلے تم یوسف کے حق میں کوتاہی کر چکے ہو تو میں تو یہاں سے ہرگز نہ ہٹوں گا جب تک میرے والد مجھے اجازت نہ دیدیں یا اللہ مجھے کوئی حکم فرما

لِیْ ۚ وَ هُوَ خَیْرُ الْحٰكِمِیْنَ ﴿۸۰﴾ اِرْجِعُوْۤا اِلٰۤى اَبِیْكُمْ فَقُوْلُوْا یٰۤاَبَانَاۤ اِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ ۚ وَ مَا

دے اور وہ سب سے بہتر حکم دینے والا ہے ○ تم اپنے باپ کے پاس لوٹ کر جاؤ پھر عرض کرو: اے ہمارے باپ! بیشک آپ کے بیٹے نے چوری کی ہے اور ہم اتنی ہی

شَهِدْنَاۤ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَ مَا كُنَّا لِلْغَیْبِ حٰفِظِیْنَ ﴿۸۱﴾ وَ سْـَٔلِ الْقَرْیَةَ الَّتِیْ كُنَّا فِیْهَا

بات کے گواہ ہیں جتنی ہمیں معلوم ہے اور ہم غیب کے نگہبان نہ تھے ○ اور اس شہر والوں سے پوچھ لیجیے جس میں ہم تھے

وَ الْعِیْرَ الَّتِیْۤ اَقْبَلْنَا فِیْهَا ؕ وَ اِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۸۲﴾ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ؕ

اور اس قافلہ سے (معلوم کرلیں) جس میں ہم واپس آئے ہیں اور بیشک ہم سچے ہیں ○ یعقوب نے فرمایا: بلکہ تمہارے نفس نے تمہارے لئے کچھ حیلہ بنا دیا ہے

فَصَبْرٌ جَمِیْلٌ ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنْ یَّاْتِیَنِیْ بِهِمْ جَمِیْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ﴿۸۳﴾

تو عمدہ صبر ہے۔ عنقریب اللہ ان سب کو میرے پاس لے آئے گا بیشک وہی علم والا، حکمت والا ہے ○

ان میں سے علم و عقل یا عمر میں جو بھائی بڑا تھا وہ کہنے لگا: کیا تمہیں معلوم نہیں کہ تمہارے والد حضرت یعقوب علیہ السلام نے تم سے اللہ تعالیٰ کا عہد لیا تھا کہ تم اپنے بھائی کو واپس لے کر جاؤ گے اور اس سے پہلے تم نے حضرت یوسف علیہ السلام کے معاملے میں کوتاہی کی اور اپنے والد سے کئے ہوئے عہد کی پاس داری نہ کی۔ میں تو مصر کی سرزمین سے ہر گز نہ نکلوں گا حتی کہ میرے والد مجھے مصر کی سرزمین چھوڑنے کی اجازت دے کر مجھے اپنے پاس بلالیں یا اللہ تعالیٰ میرے بھائی کو خلاصی دے کر یا اس کو چھوڑ کر تمہارے ساتھ چلنے کا کوئی حکم فرمادے اور وہ سب سے بہتر حکم دینے والا ہے۔

آیت 82،81 ان دو آیات میں بیان ہوا کہ جس بھائی نے مصر میں ہی ٹھہرنے کا عزم کیا تھا اس نے بقیہ بھائیوں سے کہا کہ تم اپنے والد حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس لوٹ کر جاؤ اور ان سے عرض کرو: اے ہمارے باپ! بیشک آپ کے بیٹے کی طرف چوری کی نسبت کی گئی اور ہم اتنی ہی بات کے گواہ ہیں جتنی ہمیں معلوم ہے کہ پیالہ اُن کے کجاوے سے نکلا اور ہم غیب کے نگہبان نہ تھے اور ہمیں خبر نہ تھی کہ یہ صورت پیش آئے گی، حقیقتِ حال اللہ تعالیٰ ہی جانے کہ کیا ہے اور پیالہ کس طرح بنیامین کے سامان سے بر آمد ہوا۔ آپ مصر والوں کے پاس کسی کو بھیج کر پوچھ لیجئے اور اس قافلے والوں سے معلوم کر لیجئے جس میں ہم واپس آئے ہیں اور بیشک ہم اپنی بات میں سچے ہیں۔

درس: اعتبار نہیں کھونا چاہئے کیونکہ جب بندہ اعتبار کھو دیتا ہے تو اسے قسمیں کھا کر اور منت سماجت کر کے اپنی بات کا یقین دلانا پڑتا ہے۔

آیت 83 واپس آکر انہوں نے سب حالات اور بڑے بھائی نے جو کچھ بتایا تھا وہ والد صاحب سے عرض کیا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ چوری کی نسبت بنیامین کی طرف غلط ہے اور چوری کی سزا غلام بنانا بھی کسی کو کیا معلوم اگر تم نہ بتاتے، تمہارے نفس نے تمہارے لئے کچھ حیلہ بنا دیا ہے میرا عمل عمدہ صبر ہے۔ عنقریب اللہ تعالیٰ سب بھائیوں کو میرے پاس لے آئے گا۔ بیشک وہ میرے غم کی حالت کو جانتا ہے اور اس نے کسی حکمت سے ہی مجھے اس میں مبتلا کیا ہے۔

وَ تَوَلّٰی عَنْهُمْ وَ قَالَ یٰۤاَسَفٰی عَلٰی یُوْسُفَ وَ ابْیَضَّتْ عَیْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِیْمٌ ﴿۸۴﴾

اور یعقوب نے ان سے منہ پھیر اور کہا: ہائے افسوس! یوسف کی جدائی پر اور یعقوب کی آنکھیں غم سے سفید ہو گئیں تو وہ (اپنا) غم برداشت کرتے رہے○

قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ یُوْسُفَ حَتّٰی تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِیْنَ ﴿۸۵﴾ قَالَ

بھائیوں نے کہا: اللہ کی قسم! آپ ہمیشہ یوسف کو یاد کرتے رہیں گے یہاں تک کہ آپ مرنے کے قریب ہو جائیں گے یا فوت ہی ہو جائیں گے○ یعقوب نے کہا:

اِنَّمَاۤ اَشْكُوْا بَثِّیْ وَ حُزْنِیْۤ اِلَی اللّٰهِ وَ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۶﴾ یٰبَنِیَّ اذْهَبُوْا

میں تو اپنی پریشانی اور غم کی فریاد اللہ ہی سے کرتا ہوں اور میں اللہ کی طرف سے وہ بات جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے○ اے بیٹو! تم جاؤ

فَتَحَسَّسُوْا مِنْ یُّوْسُفَ وَ اَخِیْهِ وَ لَا تَایْــٴَـسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا یَایْــٴَـسُ مِنْ رَّوْحِ

اور یوسف اور اس کے بھائی کا سراغ لگاؤ اور اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو، بیشک اللہ کی رحمت سے کافر لوگ ہی

آیت 84 جب حضرت یعقوب علیہ السّلام نے بنیامین کی خبر سنی تو آپ کا حزن و ملال انتہا کو پہنچ گیا، اس وقت آپ نے اپنے بیٹوں سے منہ پھیر لیا اور فرمایا: ہائے افسوس! یوسف کی جدائی پر، آپ حضرت یوسف علیہ السّلام کے غم میں روتے رہے حتیٰ کہ آپ کی آنکھوں کی سیاہی کا رنگ جاتا رہا اور بینائی کمزور ہو گئی؛ آپ علیہ السّلام اپنا غم برداشت کرتے رہے اور کسی پر اپنا کرب ظاہر نہ فرمایا۔ **اہم باتیں:** (1) حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السّلام کی جدائی میں حضرت یعقوب علیہ السّلام 80 برس روتے رہے۔ (2) عزیزوں کے غم میں رونا اگر تکلیف اور نمائش سے نہ ہو نیز بارگاہِ الٰہی میں شکایت و بے صبری کا مظاہرہ نہ ہو تو رحمت ہے۔

آیت 85 حضرت یوسف علیہ السّلام کے بھائیوں نے اپنے والدِ محترم سے کہا: اللہ کی قسم! آپ ہمیشہ حضرت یوسف علیہ السّلام کو یاد کرتے رہیں گے اور ان سے آپ کی محبت کم نہ ہو گی یہاں تک کہ شدّتِ غم کی وجہ سے آپ مرنے کے قریب ہو جائیں گے یا فوت ہی ہو جائیں گے۔

آیت 86 حضرت یعقوب علیہ السّلام نے بیٹوں کی بات سن کر ان سے فرمایا: میری پریشانی اور غم کم ہو یا زیادہ، میں اس کی فریاد کسی اور سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ ہی سے کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ اپنی رحمت و احسان سے مجھے وہاں سے آسانی عطا کرے گا جہاں سے میرا گمان بھی نہ ہو گا اور میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ بات جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ **اہم باتیں:** (1) آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السّلام جانتے تھے کہ حضرت یوسف علیہ السّلام زندہ ہیں اور ان سے ملنے کی توقّع ہے اور یہ بھی جانتے تھے کہ اُن کا خواب حق ہے اور ضرور واقع ہو گا۔ (2) غم اور پریشانی میں اللہ تعالیٰ سے فریاد کرنا صبر کے خلاف نہیں۔

آیت 87 اے میرے بیٹو! تم مصر کی طرف جاؤ اور حضرت یوسف علیہ السّلام اور ان کے بھائی بنیامین کو تلاش کرو۔ بیٹوں نے کہا: ہم بنیامین کے معاملے میں کوشش کرنا تو نہیں چھوڑیں گے البتہ حضرت یوسف علیہ السّلام چونکہ اب زندہ نہیں اس لئے ہم انہیں تلاش نہیں کریں گے۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہو، بے شک اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کافر لوگ ہی ناامید ہوتے ہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات کو نہیں جانتے۔ **درس:** زندگی میں پے در پے آنے والی مصیبتوں، مشکلوں اور دشواریوں کی وجہ سے رحمتِ الٰہی سے مایوس نہیں ہونا چاہئے کیونکہ حقیقی طور پر دنیا و آخرت کی تمام مشکلات کو دور کرنے والا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں۔

اللّٰہِ اِلَّا الْقَوْمُ الْکٰفِرُوْنَ ﴿۸۷﴾ فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَیْہِ قَالُوْا یٰۤاَیُّہَا الْعَزِیْزُ مَسَّنَا وَ اَہْلَنَا

ناامید ہوتے ہیں○ پھر جب وہ یوسف کے پاس پہنچے تو کہنے لگے: اے عزیز! ہمیں اور ہمارے گھر والوں کو مصیبت پہنچی ہوئی ہے

الضُّرُّ وَ جِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ فَاَوْفِ لَنَا الْکَیْلَ وَ تَصَدَّقْ عَلَیْنَا ؕ اِنَّ اللّٰہَ یَجْزِی

اور ہم حقیر سا سرمایہ لے کر آئے ہیں تو آپ ہمیں پورا ناپ دیدیجئے اور ہم پر کچھ خیرات بھی کیجئے، بیشک اللہ خیرات دینے والوں کو

الْمُتَصَدِّقِیْنَ ﴿۸۸﴾ قَالَ ہَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِیُوْسُفَ وَ اَخِیْہِ اِذْ اَنْتُمْ جٰہِلُوْنَ ﴿۸۹﴾

صلہ دیتا ہے○ یوسف نے فرمایا: کیا تمہیں معلوم ہے جو تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا تھا جب تم نادان تھے○

قَالُوْۤا ءَاِنَّکَ لَاَنْتَ یُوْسُفُ ؕ قَالَ اَنَا یُوْسُفُ وَ ہٰذَاۤ اَخِیْ ۫ قَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَیْنَا ؕ

انہوں نے کہا: کیا واقعی آپ ہی یوسف ہیں؟ فرمایا: میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے۔ بیشک اللہ نے ہم پر احسان کیا۔

اِنَّہٗ مَنْ یَّتَّقِ وَ یَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۹۰﴾ قَالُوْا تَاللّٰہِ لَقَدْ اٰثَرَکَ

بیشک جو پرہیزگاری اور صبر کرے تو اللہ نیکوں کا اجر ضائع نہیں کرتا○ انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! بیشک اللہ نے آپ کو ہم پر

آیت 88 حضرت یعقوب علیہ السّلام کا حکم سن کر حضرت یوسف علیہ السّلام کے بھائی پھر مصر کی طرف روانہ ہوئے، جب حضرت یوسف علیہ السّلام کے پاس پہنچے تو کہنے لگے: اے عزیز! ہمیں اور ہمارے گھر والوں کو تنگی، بھوک کی سختی اور جسموں کے دبلا ہوجانے کی وجہ سے مصیبت پہنچی ہوئی ہے، ہم حقیر سا سرمایہ لے کر آئے ہیں جسے کوئی سوداگر اپنے مال کی قیمت میں قبول نہ کرے۔ آپ ہمیں پورا ناپ دے دیجئے جیسا کھرے داموں سے دیتے تھے اور یہ ناقص پونجی قبول کرکے ہم پر کچھ خیرات کیجئے بیشک اللہ تعالیٰ خیرات دینے والوں کو صلہ دیتا ہے۔ **اہم بات:** وہ سرمایا چند کھوٹے درہم اور گھر کی اشیا میں سے چند پرانی بوسیدہ چیزیں تھیں۔

آیت 89 بھائیوں کا یہ حال سن کر حضرت یوسف علیہ السّلام پر گریہ طاری ہوگیا، مبارک آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور فرمایا: کیا تمہیں یوسف کو مارنا، کنویں میں گرانا، بیچنا، والد صاحب سے جدا کرنا اور اُن کے بعد اُن کے بھائی کو تنگ رکھنا، پریشان کرنا یاد ہے جبکہ تم نادان تھے؟ یہ فرماتے ہوئے حضرت یوسف علیہ السّلام کو تبسم آگیا اور اُنہوں نے آپ کے گوہرِ دندان کا حسن دیکھ کر پہچانا کہ یہ تو جمالِ یوسفی کی شان ہے۔

آیت 90 حضرت یوسف علیہ السّلام کے بھائیوں نے کہا: کیا واقعی آپ ہی یوسف ہیں؟ حضرت یوسف علیہ السّلام نے فرمایا: ہاں! میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے، بیشک اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان کیا، ہمیں جدائی کے بعد سلامتی کے ساتھ ملایا اور دین و دنیا کی نعمتوں سے سرفراز فرمایا۔ بیشک جو اللہ تعالیٰ کے فرائض کی بجاآوری کرے اور حرام سے بچے تو اللہ تعالیٰ اس کی نیکیوں کا ثواب اور اس کی اطاعت گزاریوں کی جزا ضائع نہیں کرتا۔

آیت 91 بھائیوں نے اپنی خطاؤں کا اعتراف کرتے ہوئے کہا: خدا کی قسم! بیشک اللہ تعالیٰ نے آپ کو منتخب فرمایا اور آپ کو ہم پر علم، عقل، صبر، حلم اور بادشاہت میں فضیلت دی، بیشک ہم خطاکار تھے اور اسی کا نتیجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عزت دی، بادشاہ بنایا اور

اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِـِٕيْنَ ﴿۹۱﴾ قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ؕ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ز

فضیلت دی اور بیشک ہم خطاکار تھے ○ فرمایا: آج تم پر کوئی ملامت نہیں، اللہ تمہیں معاف کرے

وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۹۲﴾ اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ

اور وہ سب مہربانوں سے بڑھ کر مہربان ہے ○ میرا یہ کرتا لے جاؤ اور اسے میرے باپ کے منہ پر ڈال دینا وہ دیکھنے والے

بَصِيْرًا ۚ وَاْتُوْنِيْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۹۳﴾ ع وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيْرُ قَالَ اَبُوْهُمْ اِنِّيْ لَاَجِدُ ع ۱۴

ہوجائیں گے اور اپنے سب گھر بھر کو میرے پاس لے آؤ ○ اور جب قافلہ وہاں سے جدا ہوا تو ان کے باپ نے فرمادیا: بیشک میں یوسف کی خوشبو

رِيْحَ يُوْسُفَ لَوْلَاۤ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ ﴿۹۴﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ ﴿۹۵﴾ الربع

پا رہا ہوں۔ اگر تم مجھے کم سمجھ نہ کہو ○ حاضرین نے کہا: اللہ کی قسم! آپ اپنی اسی پرانی محبت میں گم ہیں ○

ہمیں مسکین بنا کر آپ کے سامنے لایا۔

آیت 92 حضرت یوسف علیہ السّلام نے فرمایا: آج اگرچہ ملامت کرنے کا دن ہے لیکن میری جانب سے تم پر آج اور آئندہ کوئی ملامت نہ ہو گی۔ پھر بھائیوں سے جو خطائیں سرزد ہوئی تھیں ان کی بخشش کے لئے دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ تمہیں معاف کرے اور وہ سب مہربانوں سے بڑھ کر مہربان ہے۔ **اہم بات:** برادرانِ یوسف کا ادب واحترام کرنے کا حکم ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس قدر میں شک نہیں کہ وہ اولیائے کرام سے ہیں اور جو کچھ ان سے واقع ہوا اپنے باپ کے ساتھ محبتِ شدیدہ کی غیرت سے تھا پھر وہ بھی ربُّ العزت نے معاف کردیا اور یوسف علیہ السّلام نے خود عفو فرمایا۔ مزید فرماتے ہیں: بہر حال ان کی توہین سخت حرام ہے اور باعثِ غضبِ ذوالجلال والاکرام ہے، ربِ عزّوجلّ نے کوئی کلمہ ان کی مذمت کا نہ فرمایا دوسرے کو کیا حق ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، 15/ 164-165، ملتقطاً)

آیت 93 تعارف کے بعد حضرت یوسف علیہ السّلام نے بھائیوں سے والدِ ماجد کا حال دریافت کیا۔ اُنہوں نے کہا: آپ کی جدائی کے غم میں روتے روتے اُن کی بینائی بحال نہیں رہی۔ حضرت یوسف علیہ السّلام نے فرمایا: میرا یہ کرتا لے جاؤ، اسے میرے باپ کے منہ پر ڈال دینا وہ دیکھنے والے ہو جائیں گے اور اپنے سب گھر بھر کو میرے پاس لے آؤ تاکہ جس طرح وہ میری موت کی خبر سن کر غمزدہ ہوئے اسی طرح میری بادشاہت کا نظارہ کر کے خوش ہو جائیں۔ **اہم بات:** آیت سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کے تبرکات اور ان کے مبارک جسموں سے چھوئی ہوئی چیزیں بیماریوں میں شفا کا ذریعہ ہیں۔

آیت 94 جب قافلہ مصر کی سرزمین سے نکلا اور کنعان کی طرف روانہ ہوا تو حضرت یعقوب علیہ السّلام نے اپنے بیٹوں اور پوتوں یا پوتوں اور پاس والوں سے فرمادیا: بے شک میں یوسف کی قمیص سے جنت کی خوشبو پارہا ہوں۔ اگر تم مجھے کم سمجھ نہ کہو تو تم ضرور میری بات کی تصدیق کروگے۔

آیت 95 حضرت یعقوب علیہ السّلام کی بات سن کر حاضرین نے کہا: اللہ کی قسم! آپ اپنی اسی پرانی شدید محبت میں گم ہیں ایک عرصہ گزر جانے کے باوجود آپ کو حضرت یوسف علیہ السّلام کے ملنے کی امید لگی ہوئی ہے۔ **اہم بات:** یہ بات ان حاضرین نے اس لئے کہی کہ ان کے گمان میں اب تک حضرت یوسف علیہ السّلام کی وفات ہو چکی ہو گی۔

فَلَمَّاۤ اَنْ جَآءَ الْبَشِیْرُ اَلْقٰىهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِیْرًا ۚ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ ۚۙ

پھر جب خوشخبری سنانے والا آیا تو اس نے وہ کرتا یعقوب کے منہ پر ڈال دیا، اسی وقت وہ دیکھنے والے ہو گئے۔ یعقوب نے فرمایا: میں نے تم سے نہ کہا تھا

اِنِّیْۤ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۹۶﴾ قَالُوْا یٰۤاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَاۤ اِنَّا كُنَّا خٰطِـٕیْنَ ﴿۹۷﴾

کہ میں اللہ کی طرف سے وہ بات جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے○ بیٹوں نے کہا: اے ہمارے باپ! ہمارے گناہوں کی معافی مانگئے، بیشک ہم خطا کار ہیں○

قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّیْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ﴿۹۸﴾ فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى یُوْسُفَ اٰوٰۤى

فرمایا: عنقریب میں تمہارے لئے اپنے رب سے مغفرت طلب کروں گا، بیشک وہی بخشنے والا، مہربان ہے○ پھر جب وہ سب یوسف کے پاس پہنچے تو اس نے اپنے

اِلَیْهِ اَبَوَیْهِ وَ قَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِیْنَ ﴿۹۹﴾ وَ رَفَعَ اَبَوَیْهِ عَلَى الْعَرْشِ

ماں باپ کو اپنے پاس جگہ دی اور کہا: تم مصر میں داخل ہو جاؤ، اگر اللہ نے چاہا (تو) امن وامان کے ساتھ○ اور اس نے اپنے ماں باپ کو تخت پر بٹھایا

آیت 96 ارشاد فرمایا: **پھر جب خوش خبری سنانے والا آیا۔** یہ حضرت یوسف علیہ السّلام کے بھائی یہودا تھے۔ یہودا نے کہا کہ حضرت یعقوب علیہ السّلام کے پاس خون آلود قمیص بھی میں ہی لے کر گیا تھا اور اُنہیں غمگین کیا تھا لہٰذا آج کُرتا بھی میں ہی لے کر جاؤں گا اور حضرت یوسف علیہ السّلام کی زندگی کی خبر سنا کر انہیں خوش کروں گا۔ چنانچہ یہودا نے نہایت شوق سے جذبات میں دوڑتے ہوئے سفر طے کیا اور حضرت یوسف علیہ السّلام کی قمیص حضرت یعقوب علیہ السّلام کے چہرے پر ڈالی دی، اسی وقت ان کی آنکھیں درست ہو گئیں اور کمزوری کے بعد قوت اور غم کے بعد خوشی لوٹ آئی، پھر حضرت یعقوب علیہ السّلام نے فرمایا: میں نے تم سے نہ کہا تھا کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ بات جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے کہ حضرت یوسف علیہ السّلام زندہ ہیں اور اللہ تعالیٰ ہمیں آپس میں ملا دے گا۔

آیت 97 حق بات ظاہر ہونے کے بعد بیٹوں نے حضرت یعقوب علیہ السّلام کے سامنے اپنی خطاؤں کا اعتراف کرتے ہوئے عرض کی: اے ہمارے باپ! آپ ہمارے رب سے ہمارے گناہوں کی بخشش طلب کیجئے، بیشک ہم خطا کار ہیں۔

آیت 98 حضرت یعقوب علیہ السّلام نے فرمایا کہ عنقریب میں تمہارے لئے اپنے رب سے مغفرت طلب کروں گا، بیشک وہی اپنے بندوں کے گناہ بخشنے والا اور اپنی تمام مخلوق پر مہربان ہے۔ آپ نے دعا اور استغفار کو سحری کے وقت تک مؤخر فرمایا کیونکہ یہ وقت دعا کے لئے سب سے بہترین ہے، چنانچہ سحری کے وقت حضرت یعقوب علیہ السّلام نے نماز پڑھنے کے بعد ہاتھ اٹھا کر بارگاہِ الٰہی میں اپنے صاحبزادوں کے لئے دعا کی جو قبول ہوئی۔

آیت 99 پھر وہ حضرت یوسف علیہ السّلام کے پاس اس رہائش گاہ میں داخل ہوئے جو آپ کے استقبال کے لئے نفیس خیمے وغیرہ نصب کر کے آراستہ کی گئی تھی تو حضرت یوسف علیہ السّلام نے اپنے ماں باپ کو اپنے پاس جگہ دی اور ان سے کہا: تم شہر مصر میں داخل ہو جاؤ، اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو ہر ناپسندیدہ چیز سے امن وامان کے ساتھ داخل ہو جاؤ گے۔ **اہم بات:** آیت میں ماں سے مراد خالہ ہے اور اس کے علاوہ بھی مفسرین کے کئی اقوال ہیں۔

آیت 100 جب حضرت یوسف علیہ السّلام اپنے والدین اور بھائیوں کے ساتھ مصر میں داخل ہوئے اور دربارِ شاہی میں اپنے تخت پر جلوہ

وَ خَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ۚ وَ قَالَ یٰۤاَبَتِ هٰذَا تَاْوِیْلُ رُءْیَایَ مِنْ قَبْلُ ٞ قَدْ جَعَلَهَا

اور سب اس کے لیے سجدے میں گر گئے اور یوسف نے کہا: اے میرے باپ! یہ میرے پہلے خواب کی تعبیر ہے، بیشک اسے

رَبِّیْ حَقًّا ؕ وَ قَدْ اَحْسَنَ بِیْۤ اِذْ اَخْرَجَنِیْ مِنَ السِّجْنِ وَ جَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْۢ بَعْدِ

میرے رب نے سچا کر دیا اور بیشک اس نے مجھ پر احسان کیا کہ مجھے قید سے نکالا اور آپ سب کو گاؤں سے لے آیا اس کے بعد

اَنْ نَّزَغَ الشَّیْطٰنُ بَیْنِیْ وَ بَیْنَ اِخْوَتِیْ ؕ اِنَّ رَبِّیْ لَطِیْفٌ لِّمَا یَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِیْمُ

کہ شیطان نے مجھ میں اور میرے بھائیوں میں ناچاقی کروادی تھی۔ بیشک میرا رب جس بات کو چاہے آسان کردے، بیشک وہی علم والا،

الْحَكِیْمُ ۝۱۰۰ رَبِّ قَدْ اٰتَیْتَنِیْ مِنَ الْمُلْكِ وَ عَلَّمْتَنِیْ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ ۚ فَاطِرَ

حکمت والا ہے ○ اے میرے رب! بیشک تو نے مجھے ایک سلطنت دی اور مجھے خوابوں کی تعبیر نکالنا سکھادیا۔ اے آسمانوں اور زمین

السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۫ اَنْتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّ اَلْحِقْنِیْ

کے بنانے والے! تو دنیا اور آخرت میں میرا مددگار ہے، مجھے اسلام کی حالت میں موت عطا فرما اور مجھے اپنے قرب کے لائق بندوں کے

افروز ہوئے تو آپ نے اپنے والدین کو بھی اپنے ساتھ تخت پر بٹھایا، اس کے بعد والدین اور سب بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السّلام کو سجدہ کیا۔ یہ سجدہ تعظیم اور عاجزی کے اظہار کے طور پر تھا اور اُن کی شریعت میں جائز تھا جیسے ہماری شریعت میں کسی عظمت والے کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا، مصافحہ کرنا اور دست بوسی کرنا جائز ہے۔ حضرت یوسف علیہ السّلام نے جب انہیں سجدہ کرتے دیکھا تو فرمایا: اے میرے باپ! یہ میرے اس خواب کی تعبیر ہے جو میں نے بچپن میں دیکھا تھا۔ بیشک وہ خواب میرے رب نے بیداری کی حالت میں سچا کر دیا اور بیشک اس نے قید سے نکال کر مجھ پر احسان کیا۔ مزید فرمایا کہ شیطان نے مجھ میں اور میرے بھائیوں میں حسد کی وجہ سے ناچاقی کروادی تھی تو اس کے بعد میرا رب آپ سب کو گاؤں سے لے آیا۔ بیشک میرا رب جس بات کو چاہے آسان کردے، بے شک وہی اپنے تمام بندوں کی ضروریات کو جاننے والا اور اپنے ہر کام میں حکمت والا ہے۔ **اہم بات:** سجدۂ عبادت اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے لئے کبھی جائز نہیں ہوا اور نہ ہو سکتا ہے کیونکہ یہ شرک ہے اور سجدۂ تعظیمی بھی ہماری شریعت میں جائز نہیں۔

آیت 101 حضرت یعقوب علیہ السّلام مصر میں 24 سال رہے۔ جب وفات ہوئی تو آپ علیہ السّلام کی تدفین کے بعد حضرت یوسف علیہ السّلام واپس مصر روانہ ہوئے اور یہ دعا کی: کہ اے میرے رب! بیشک تو نے مجھے مصر کی سلطنت دی اور مجھے خوابوں کی تعبیر نکالنا سکھادیا۔ اے آسمانوں اور زمین کے بنانے والے! تو دنیا اور آخرت میں میرا مددگار ہے، مجھے اسلام کی حالت میں موت عطا فرما اور مجھے اپنے قرب کے لائق بندوں کے ساتھ شامل فرما۔ **اہم باتیں:** (1) حضرت یوسف علیہ السّلام کی حالتِ اسلام میں وفات پانے کی دعا در اصل امت کی تعلیم کے لئے ہے کہ وہ حسنِ خاتمہ کی دعا مانگتے رہیں۔ (2) حضرت یوسف علیہ السّلام اپنے والد ماجد کے بعد 23 سال زندہ رہے۔

بِالصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۰۱﴾ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهِ اِلَیْكَ ۚ وَ مَا كُنْتَ لَدَیْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْۤا

ساتھ شامل فرما○ یہ کچھ غیب کی خبریں ہیں جو ہم تمہاری طرف وحی کرتے ہیں اور تم ان کے پاس نہ تھے جب انہوں نے پختہ ارادہ

اَمْرَهُمْ وَ هُمْ یَمْكُرُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَ مَاۤ اَكْثَرُ النَّاسِ وَ لَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَ مَا تَسْـَٔلُهُمْ

کرلیا تھا اور وہ سازش کررہے تھے○ اور اکثر لوگ ایمان نہیں لائیں گے اگرچہ آپ کو کتنی ہی خواہش ہو○ اور آپ اس (تبلیغ) پر ان سے

عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۰۴﴾ ع وَ كَاَیِّنْ مِّنْ اٰیَةٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ

ع ۱۱ ۵

کوئی اجرت نہیں مانگتے۔ یہ تو سارے جہان کے لئے صرف نصیحت ہے○ اور آسمانوں اور زمین میں کتنی

یَمُرُّوْنَ عَلَیْهَا وَ هُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ وَ مَا یُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَ هُمْ

نشانیاں ہیں جن کے پاس سے گزر جاتے ہیں اور ان سے بے خبر رہتے ہیں○ اور ان میں اکثر وہ ہیں جو اللہ پر یقین نہیں کرتے مگر

آیت 102 فرمایا کہ اے حبیب! حضرت یوسف علیہ السّلام کے جو واقعات ذکر کئے گئے یہ کچھ غیب کی خبریں ہیں جو وحی نازل ہونے سے پہلے آپ کو معلوم نہ تھیں کیونکہ آپ اس وقت حضرت یوسف علیہ السّلام کے بھائیوں کے پاس نہ تھے جب انہوں نے حضرت یوسف علیہ السّلام کو کنویں میں ڈالنے کا پختہ ارادہ کر لیا تھا اور وہ حضرت یوسف علیہ السّلام کے بارے میں سازش کر رہے تھے۔ اس کے باوجود نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کا ان تمام واقعات کو اس تفصیل سے بیان فرمانا غیبی خبر اور معجزہ ہے۔

آیت 103 یہودیوں اور کفارِ قریش نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے حضرت یوسف علیہ السّلام کا قصہ دریافت کیا تھا، آپ نے پوری تفصیل سے یہ قصہ ان کے سامنے بیان کر دیا مگر وہ ایمان نہ لائے، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو بہت دکھ ہوا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے حبیب! اکثر لوگ ایمان نہیں لائیں گے اگرچہ آپ کو ان کے ایمان کی کتنی ہی خواہش ہو۔ یہ معاملات اللہ تعالیٰ کی مشیت و حکمت پر چھوڑ دینے چاہییں۔

آیت 104 مزید فرمایا کہ آپ تبلیغِ رسالت اور اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے پر ان سے کوئی اجرت نہیں مانگتے اور یہ قرآن تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سارے جہان کے لئے صرف نصیحت ہے۔

آیت 105 فرمایا کہ اے حبیب! ان لوگوں کے آپ سے منہ موڑنے پر تعجب نہ کریں کیونکہ ان لوگوں کا اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور قدرت پر دلالت کرنے والی نشانیوں کا مشاہدہ کرنے کے باوجود ان سے منہ پھیر لینا اور غور و فکر کر کے عبرت حاصل نہ کرنا زیادہ عجیب ہے۔ **اہم بات:** آسمانی نشانیوں سے مراد اللہ تعالیٰ اور اس کی قدرت پر دلالت کرنے والی نشانیاں یعنی آسمان کا وجود، سورج، چاند اور ستارے ہیں اور زمینی نشانیوں سے مراد ہلاک شدہ امتوں کے آثار ہیں۔

آیت 106 جو لوگ اللہ تعالیٰ کے خالق و رازق ہونے کا اقرار کرنے کے باوجود بت پرستی کر کے دوسروں کو عبادت میں اللہ تعالیٰ کا شریک کرتے تھے ان کے رد میں فرمایا کہ ان میں اکثر وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ پر یقین نہیں کرتے مگر شرک کرتے ہوئے۔

مُّشْرِكُوْنَ ﴿۱۰۶﴾ اَفَاَمِنُوْٓا اَنْ تَاْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ اَوْ تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً

شرک کرتے ہوئے○ کیا وہ اس بات سے بے خوف ہیں کہ ان پر اللہ کے عذاب سے چھا جانے والی مصیبت آجائے یا ان پر اچانک قیامت آجائے

وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۰۷﴾ قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۛ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ؕ

وقف النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام

اور انہیں خبر بھی نہ ہو○ تم فرماؤ یہ میرا راستہ ہے میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں۔ میں اور میری پیروی کرنے والے کامل بصیرت پر ہیں

وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ

اور اللہ ہر عیب سے پاک ہے اور میں شرک کرنے والا نہیں ہوں○ اور ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول بھیجے وہ سب شہروں کے رہنے والے مرد ہی تھے جن کی

اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى ؕ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ

طرف ہم وحی بھیجتے تھے تو کیا یہ لوگ زمین پر نہیں چلے تاکہ دیکھ لیتے کہ ان سے پہلوں کا کیا

مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اتَّقَوْا ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۹﴾ حَتّٰٓى اِذَا اسْتَيْـَٔسَ

انجام ہوا اور بیشک آخرت کا گھر پرہیزگاروں کے لیے بہتر ہے۔ تو کیا تم سمجھتے نہیں؟○ یہاں تک کہ جب رسولوں کو ظاہری اسباب کی

آیت 107 فرمایا کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا انکار کرتے اور غیر اللہ کی عبادت کرتے ہیں کیا انہیں اس بات کا خوف نہیں کہ شرک و کفر کی وجہ سے ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہو جائے جو انہیں اپنی گرفت میں لے لے یا اسی حالت میں اچانک ان پر قیامت آجائے اور انہیں دوزخ میں ڈال دیا جائے اور انہیں قیامت کے آنے کی خبر بھی نہ ہو۔

آیت 108 ارشاد فرمایا: اے حبیب! آپ اِن مشرکین سے فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور دینِ اسلام کی دعوت دینا میرا راستہ ہے اور میں اسی کی طرف بلاتا ہوں۔ میں اور میری پیروی کرنے والے کامل یقین و معرفت پر ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر عیب سے پاک ہے اور میں شرک کرنے والا نہیں ہوں۔ **اہم بات:** حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم اور ان کے صحابہ احسن راستے اور افضل ہدایت پر ہیں، یہ علم کے معدن، ایمان کے خزانے اور رحمٰن کے لشکر ہیں۔

آیت 109 اہلِ مکہ نے کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو نبی کیوں نہ بنا کر بھیجا؟ انہیں جواب دیا گیا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے انسان ہونے پر حیران کیوں ہیں حالانکہ ان سے پہلے جتنے بھی اللہ تعالیٰ کے رسول تشریف لائے سب ان کی طرح انسان اور شہروں میں رہنے والے مرد ہی تھے، کسی فرشتے، جن، عورت اور دیہات میں رہنے والے کو نبوت کا منصب نہیں دیا گیا۔ کیا یہ جھٹلانے والے مشرکین زمین پر نہیں چلے تاکہ دیکھ لیتے کہ ان سے پہلے جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو جھٹلایا انہیں کس طرح ہلاک کیا گیا اور بیشک آخرت کا گھر یعنی جنت پرہیزگاروں کے لئے دنیا سے بہتر ہے تو کیا تم غور و فکر اور عبرت حاصل نہیں کرتے تاکہ ایمان قبول کر سکو۔

آیت 110 فرمایا گیا: لوگوں کو چاہیے کہ عذاب میں تاخیر اور عیش و آسائش کے دیر تک رہنے پر مغرور نہ ہو جائیں کیونکہ پہلی اُمتوں کو بھی بہت مہلتیں دی جاچکی ہیں یہاں تک کہ جب اُن کے عذابوں میں بہت تاخیر ہوئی اور ظاہری اسباب کے اعتبار سے رسولوں کو اپنی قوموں پر دنیا میں ظاہری عذاب آنے کی اُمید نہ رہی اور قوموں نے گمان کیا کہ رسولوں نے انہیں جو عذاب کے وعدے دیئے

الرُّسُلُ وَ ظَنُّوۡۤا اَنَّهُمۡ قَدۡ كُذِبُوۡا جَآءَهُمۡ نَصۡرُنَا ۙ فَنُجِّیَ مَنۡ نَّشَآءُ ؕ

امید نہ رہی اور لوگ سمجھے کہ ان سے جھوٹ کہا گیا ہے تو اس وقت ان کے پاس ہماری مدد آگئی تو جسے ہم نے چاہا اسے بچالیا گیا

وَ لَا یُرَدُّ بَاۡسُنَا عَنِ الۡقَوۡمِ الۡمُجۡرِمِیۡنَ ﴿۱۱۰﴾ لَقَدۡ كَانَ فِیۡ قَصَصِهِمۡ عِبۡرَةٌ

اور ہمارا عذاب مجرموں سے پھیرا نہیں جاتا○ بیشک ان رسولوں کی خبروں میں عقل مندوں کیلئے

لِّاُولِی الۡاَلۡبَابِ ؕ مَا كَانَ حَدِیۡثًا یُّفۡتَرٰی وَ لٰكِنۡ تَصۡدِیۡقَ الَّذِیۡ بَیۡنَ

عبرت ہے۔ یہ (قرآن) کوئی ایسی بات نہیں جو خود بنالی جائے لیکن (یہ قرآن) ان کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہے

ع ۱۲ / ۷ یَدَیۡهِ وَ تَفۡصِیۡلَ كُلِّ شَیۡءٍ وَّ هُدًی وَّ رَحۡمَةً لِّقَوۡمٍ یُّؤۡمِنُوۡنَ ﴿۱۱۱﴾

جو اس سے پہلے تھیں اور یہ ہر چیز کا مفصل بیان اور مسلمانوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے○

اٰیاتها ۴۳ | ۱۳ سُوۡرَةُ الرَّعۡدِ مَدَنِیَّةٌ ۹۶ | رکوعاتها ٦

سورۂ رعد مدنیہ ہے، اس میں تینتالیس آیتیں اور چھ رکوع ہیں

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

تھے وہ پورے ہونے والے نہیں تو اچانک انبیاءِ کرام علیہم السلام اور ان پر ایمان لانے والوں کے لئے ہماری مدد آگئی اور ہم نے اپنے بندوں میں سے اطاعت کرنے والے ایمانداروں کو بچالیا اور مجرمین اس عذاب میں مبتلا ہوگئے۔

آیت 111 ارشاد فرمایا: بیشک انبیاءِ کرام علیہم السلام اور ان کی قوموں کی خبروں میں عقل مندوں کے لئے عبرت ہے، جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ صبر کا نتیجہ سلامت و کرامت اور ایذا رسانی و بدخواہی کا انجام ندامت ہے اور اللہ تعالیٰ پر بھروسا رکھنے والا کامیاب ہوتا ہے۔ مزید فرمایا کہ یہ قرآن کوئی ایسی بات نہیں کہ جسے کسی انسان نے اپنی طرف سے بنالیا ہو کیونکہ اس کا عاجز کر دینے والا ہونا اس کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونے کو قطعی طور پر ثابت کرتا ہے البتہ یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی کتابوں تورات اور انجیل کی تصدیق کرنے والا ہے اور قرآن میں حلال و حرام، حدود و تعزیرات، واقعات، نصیحتوں اور مثالوں وغیرہ ہر چیز کا مفصل بیان ہے اور مسلمانوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے کیونکہ وہی اس سے نفع حاصل کرتے ہیں۔

سورۂ رعد کا تعارف سورۂ رعد مکیہ ہے۔ ایک روایت یہ ہے کہ آیت ﴿وَلَا یَزَالُ الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا تُصِیۡبُهُمۡ﴾ اور ﴿وَیَقُوۡلُ الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا لَسۡتَ مُرۡسَلًا ؕ﴾ کے سوا بقیہ سورت مکی ہے اور ایک قول کے مطابق یہ سورت مدنی ہے۔ اس میں 43 آیتیں اور 6 رکوع ہیں۔ ”رعد“ بادلوں سے پیدا ہونے والی گرج کو کہتے ہیں، بعض مفسرین کے نزدیک بادل پر مامور ایک فرشتے کا نام رعد ہے۔ آیت 13 میں مذکور لفظ ”اَلرَّعۡدُ“ کی مناسبت سے اس سورت کا نام ”رعد“ رکھا گیا ہے۔ **فضیلت:** حضرت جابر بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

الٓمّٓرٰ ۟ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ ؕ وَالَّذِيْۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ

الٓمّٓرٰ، یہ کتاب کی آیتیں ہیں اور وہ جو تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے وہ حق ہے لیکن اکثر

النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝۱ اَللّٰهُ الَّذِيْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰى

لوگ ایمان نہیں لاتے۔ اللہ وہی ہے جس نے آسمانوں کو ستونوں کے بغیر بلند کیا جنہیں تم دیکھ سکو پھر اس نے عرش پر اِستواء فرمایا جیسا اس کی

عَلَى الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ يُفَصِّلُ

شان کے لائق ہے اور سورج اور چاند کو کام میں لگادیا۔ ہر ایک، ایک مقرر کئے ہوئے وعدہ تک چلتا رہے گا، اللہ کام کی تدبیر فرماتا ہے، تفصیل سے نشانیاں

جب کسی انسان کی موت کا وقت قریب آئے تو اس کے پاس سورۂ رعد پڑھنا مستحب ہے کیونکہ یہ مرنے والے کے لئے آسانی اور روح قبض ہونے میں تخفیف کا سبب ہوگی۔ (در منثور، 4/599) **خلاصہ مضامین:** سورۂ رعد میں آسمان زمین، سورج چاند، دن رات، پہاڑ دریا، کھیتی نیز مختلف ذائقوں، خوشبوؤں اور رنگوں والے پھلوں کی پیدائش کے ذریعے تخلیق اور ایجاد، زندگی اور موت دینے، نفع اور ضرر پہنچانے میں اللہ تعالیٰ کی قدرت ووحدانیت کا بیان، مرنے کے بعد زندہ کئے جانے اور اعمال کی جزا ملنے پر دلائل، مشرکین کے شُبہات کارد، انسان کی حفاظت کے لئے فرشتوں کے موجود ہونے کی خبر، حق و باطل نیز بندگانِ خدا اور بتوں کے پجاریوں میں ایک مثال کے ذریعے فرق، متقی لوگوں کو جنّاتِ عَدن کی بشارت اور عہد توڑنے والوں اور زمین میں فساد پھیلانے والوں کو عذابِ جہنم کی وعید، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ذمہ داریوں کا بیان اور آپ کی نبوت ورسالت کی گواہی ہے۔

آیت 1 ارشاد فرمایا: "الٓمّٓرٰ" یہ حروفِ مقطعات میں سے ہے، اس کی مراد اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ مزید فرمایا: **یہ قرآن کی آیتیں ہیں۔** مشرکینِ مکہ کہتے تھے کہ یہ کلام محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے خود بنایا ہے، ان کے رد میں فرمایا گیا کہ یہ قرآن جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ان کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا حق ہے، اس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں لیکن اکثر اہلِ مکہ اس بات پر ایمان نہیں لاتے کہ قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

آیت 2 قدرت کے ان عجائب کا بیان ہو رہا ہے جو اللہ کی ربوبیت اور وحدانیت پر دلالت کرتے ہیں، فرمایا گیا کہ اللہ وہی ہے جس نے آسمانوں کو ستونوں کے بغیر بلند کیا جیسا کہ تم دیکھتے ہو یعنی حقیقت میں کوئی ستون ہی نہیں ہے یا یہ معنی ہے کہ ستون تو ہیں مگر تمہارے دیکھنے میں نہیں آتے۔ پہلا قول صحیح تر اور جمہور کا قول ہے۔ مزید فرمایا: پھر اللہ تعالیٰ نے عرش پر استوا فرمایا جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے اور اپنے بندوں کے مَنافع اور ان کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے سورج اور چاند کو کام پر لگا دیا اور وہ حکم کے مطابق گردش میں ہیں۔ سورج اور چاند میں سے ہر ایک، ایک مقرر کئے ہوئے وعدے یعنی دنیا کے فنا ہونے تک چلتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ کام کی تدبیر فرماتا ہے جو اس کے کمال قدرت اور رحمت کی دلیل ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی وحدانیت اور قدرت کے کمال پر دلالت کرنے والی نشانیاں تفصیل سے بیان فرماتا ہے، اس میں حکمت یہ ہے کہ تم اپنے رب کی ملاقات کا یقین کر لو اور جان لو کہ جو ذات انسان کے معدوم ہونے کے بعد اسے موجود کرنے پر قادر ہے وہ انسان کو موت دینے کے بعد زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔

الْاٰیٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ ۝۲ وَهُوَ الَّذِیْ مَدَّ الْاَرْضَ وَجَعَلَ فِیْهَا رَوَاسِیَ

بیان کرتا ہے تاکہ تم اپنے رب کی ملاقات کا یقین کرلو○ اور وہی ہے جس نے زمین کو پھیلایا اور اس میں پہاڑ

وَاَنْهٰرًا ؕ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِیْهَا زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ یُغْشِی الَّیْلَ النَّهَارَ ؕ اِنَّ

اور نہریں بنائیں اور زمین میں ہر قسم کے پھل دو دو طرح کے بنائے، وہ رات سے دن کو چھپا لیتا ہے، بیشک

فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ۝۳ وَفِی الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّنْ

اس میں غور و فکر کرنے والوں کیلئے نشانیاں ہیں○ اور زمین کے مختلف حصے ہیں جو ایک دوسرے کے قریب قریب ہیں اور انگوروں کے باغ ہیں

اَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ وَّنَخِیْلٌ صِنْوَانٌ وَّغَیْرُ صِنْوَانٍ یُّسْقٰی بِمَآءٍ وَّاحِدٍ ۫ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا

اور کھیتی اور کھجور کے درخت ہیں ایک جڑ سے اُگے ہوئے اور الگ الگ اُگے ہوئے، سب کو ایک ہی پانی دیا جاتا ہے اور پھلوں میں ہم ایک کو دوسرے سے بہتر

عَلٰی بَعْضٍ فِی الْاُكُلِ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ۝۴ وَاِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ

بناتے ہیں، بیشک اس میں عقل مندوں کے لیے نشانیاں ہیں ○ اور اگر تم تعجب کرو تو تعجب والی چیز تو ان کا یہ کہنا ہے

ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَاِنَّا لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ ؕ۬ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ

کہ کیا جب ہم مٹی ہو جائیں گے تو کیا ہم پھر نئے سرے سے بنائے جائیں گے۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کا انکار کیا اور یہی ہیں جن کی

آیت 3 فرمایا کہ وہی ہے جس نے زمین کو پانی کی سطح پر پھیلایا، اس میں مضبوط پہاڑ نصب فرمائے، مخلوق کے فائدے کے لئے نہریں جاری فرمائیں اور ہر قسم کے پھل دو دو طرح کے بنائے یعنی سیاہ اور سفید، کھٹے اور میٹھے، چھوٹے اور بڑے، گرم اور سرد، تر اور خشک وغیرہ، اللہ تعالیٰ دن کو رات کے اندھیرے سے اور رات کو دن کی روشنی سے چھپا دیتا ہے۔ بیشک ان عجیب صنعتوں میں غور و فکر کرنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں جنہیں دیکھ کر وہ سمجھ جائیں گے کہ یہ تمام آثار، رب تعالیٰ کے وجود پر دلالت کرتے ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) سارا جہان سمجھ دار کے لئے معرفتِ الٰہی کا دفتر ہے۔ (2) فکر اور غور و خوض اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے، ایک ساعت کی فکر ہزار برس کے ذکر سے افضل ہے۔

آیت 4 زمین کے مختلف حصے ہیں جو ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں، ان میں سے کوئی قابلِ زراعت ہے کوئی ناقابلِ زراعت، کوئی پتھریلا ہے کوئی ریتیلا اور انگوروں کے باغ ہیں اور کھیتی اور کھجور کے درخت ہیں ایک جڑ سے اگے ہوئے اور الگ الگ اگے ہوئے، سب کو ایک ہی پانی دیا جاتا ہے اور پھلوں میں ہم ایک کو دوسرے سے بہتر بناتے ہیں، بیشک اس میں عقل مندوں کے لیے نشانیاں ہیں۔ **اہم بات:** یہاں ایک منفرد انداز میں قدرتِ الٰہی کا بیان فرمایا کہ ایک ہی پانی اور ایک ہی زمین سے قریب قریب ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ مختلف رنگ، خوشبو، ذائقے، سائز اور قسم کے پھل پیدا فرماتا ہے پھر ایک ہی درخت پر اُگنے والا کوئی پھل چھوٹا، کوئی بڑا، کوئی میٹھا، کوئی کھٹا ہے۔

آیت 5 ارشاد فرمایا: اے حبیب! اگر تمہیں کفار کے جھٹلانے پر تعجب ہے تو اس سے بڑھ کر تعجب انگیز بات ان کا یہ کہنا ہے کہ جب ہم مرنے کے بعد مٹی ہو جائیں گے تو کیا ہم پھر نئے سرے سے ویسے ہی بنائے جائیں گے جیسے مرنے سے پہلے تھے۔ یہ بات ان کی سمجھ

اَلْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝٥ وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ

گردنوں میں طوق ہوں گے اور یہی جہنمی ہیں، اس میں ہمیشہ رہیں گے ○ اور رحمت سے پہلے تم سے عذاب کا

بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ ۭ وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ

جلدی مطالبہ کرتے ہیں حالانکہ ان سے پہلے عبرتناک سزائیں گزر چکی ہیں اور بیشک تمہارا رب تو لوگوں کے ظلم کے باوجود بھی انہیں ایک قسم کی

عَلٰي ظُلْمِهِمْ ۚ وَاِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝٦ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ

معافی دینے والا ہے اور بیشک تمہارے رب کا عذاب سخت ہے ○ اور کافر کہتے ہیں: ان پر ان کے رب کی طرف سے

میں نہ آئی کہ جس نے ابتداءً بغیر مثال کے پیدا کر دیا دوبارہ پیدا کرنا اس کے لئے کیا مشکل ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کا انکار کیا، ان کا انجام یہ ہوگا کہ بروزِ قیامت ان کی گردنوں میں طوق ہوں گے، یہی جہنمی ہیں، جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔

آیت 6 فرمایا کہ اے حبیب! مشرکینِ مکہ مذاق اڑاتے ہوئے آپ سے جلدی عذاب نازل ہونے کا مطالبہ کرتے ہیں حالانکہ ان سے پہلے اپنے رسولوں کو جھٹلانے والی امتوں کی عبرتناک سزائیں گزر چکی ہیں، ان کا حال دیکھ کر انہیں عبرت حاصل کرنی چاہئے اور اے حبیب! تمہارا رب تو لوگوں کے شرک کے باوجود بھی ایک طرح کی معافی دینے والا ہے کہ ان کے عذاب میں جلدی نہیں فرماتا اور انہیں مہلت دیتا ہے تو ان لوگوں کو تو اس مہلت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے توبہ کرنی چاہیے تھی اور کفر و شرک سے باز آجانا چاہیے تھا۔

درس: بڑے گناہ کے باوجود فوری پکڑ نہ ہونا اللہ تعالیٰ کا عفو و درگزر اور رحمت ہے۔ اس کے نتیجے میں ہونا یہ چاہئے کہ بندہ گناہوں سے تائب ہو کر اطاعتِ الٰہی کے کاموں میں مصروف ہو جائے اور اس کی رحمت دیکھ کر ہرگز غفلت کا شکار نہ ہو کیونکہ وہ رحیم و کریم ہے تو جبّار و قہار بھی ہے، عفو و درگزر کرنے والا ہے تو پکڑ فرمانے والا بھی ہے۔

آیت 7 کفارِ مکہ کہتے ہیں کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ان کے رب کی طرف سے ویسی نشانی کیوں نہیں اتری جیسی حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام پر نازل ہوئی اور فرمایا گیا: اے حبیب! اپنی نبوت کے دلائل پیش کرنے اور معجزات دکھا کر اپنی رسالت ثابت کر دینے کے بعد احکامِ الٰہیہ پہنچانے اور خدا تعالیٰ کا خوف دلانے کے سوا آپ پر کچھ لازم نہیں اور ہر شخص کے لئے اس کی طلب کردہ جدا جدا نشانیاں پیش کرنا آپ پر ضروری نہیں جیسا کہ آپ سے پہلے ہادیوں یعنی انبیاء علیہم السلام کا طریقہ رہا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا ایک قول یہ ہے کہ یہاں "ہادی" سے مراد اللہ تعالیٰ ہے۔ اس صورت میں معنی یہ ہے کہ اے حبیب! آپ کی ذمہ داری ڈر سنانا ہے جبکہ ہدایت دینے والا اللہ تعالیٰ ہے، وہ جسے چاہے ہدایت عطا فرمادے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ "ہادی" سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہیں اور معنی یہ ہے کہ اے حبیب! تم تو ڈر سنانے والے اور ہر قوم کے ہادی ہو۔ **اہم بات:** کافروں کا یہ قول نہایت بے ایمانی کا قول تھا کیونکہ جتنی آیات نازل ہو چکی تھیں اور جتنے معجزات دکھائے جا چکے تھے سب کو انہوں نے کالعدم قرار دے دیا، یہ انتہا درجہ کی ناانصافی اور حق دشمنی ہے۔ ایسے روشن دلائل، اور ظاہر معجزات کو دیکھ کر یہ کہہ دینا کہ کوئی نشانی کیوں نہیں اُترتی، روزِ روشن میں دن کا انکار کر دینے سے بھی زیادہ بدتر اور باطل تر ہے اور حقیقت میں یہ حق کو پہچان کر اس سے عناد اور فرار ہے۔

ع

اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّ لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ﴿۷﴾ اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَ مَا

کوئی نشانی کیوں نہیں اتری ؟(اے حبیب!) تم تو ڈر سنانے والے ہو اور ہر قوم کے ہادی ہو○ اللہ جانتا ہے جو ہر مادہ کے پیٹ میں ہے اور جو

تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَ مَا تَزْدَادُ ؕ وَ كُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ ﴿۸﴾ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ

پیٹ کم اور زیادہ ہوتے ہیں اور ہر چیز اس کے پاس ایک اندازے سے ہے○ وہ ہر غیب اور ظاہر کو جاننے والا،

الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ ﴿۹﴾ سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَ مَنْ جَهَرَ بِهٖ وَ مَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍۭ

سب سے بڑا، بلند شان والا ہے○ برابر ہیں تم میں جو آہستہ بات کرے اور جو بلند آواز سے کہے اور جو رات میں

بِالَّيْلِ وَ سَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ ﴿۱۰﴾ لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَ مِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ

چھپا ہے اور جو دن میں راستے پر چلتا ہے○ آدمی کے لیے اس کے آگے اور اس کے پیچھے بدل بدل کر باری باری آنے والے فرشتے ہیں جو اللہ کے حکم سے اس کی

آیت 8 سابقہ آیات میں کفارِ مکہ کا مزید نشانی طلب کرنے کا ذکر ہوا چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے انہیں اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت اور کمالِ علم کی خبر دیتے ہوئے فرمایا: کسی مادہ کے پیٹ میں جو کچھ ہے اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں جانتا ہے کہ وہ نر ہے یا مادہ، ایک ہے یا زیادہ اور اس کی تخلیق پوری ہو چکی ہے یا نہیں اور اللہ تعالیٰ یہ بھی جانتا ہے کہ کس کے پیٹ کا بچہ جلدی پیدا ہو گا اور کس کا دیر میں۔ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ پیٹ کے گھٹنے بڑھنے سے بچے کا مضبوط، خِلقت میں پورا اور ناقص ہونا مراد ہے۔ آیت میں مزید فرمایا کہ ہر چیز اس کے پاس ایک اندازے سے ہے یعنی ہر چیز کی ایک مقدار ہے اور کوئی چیز اپنی مقدار سے کم یا زیادہ نہیں ہو سکتی۔

آیت 9 جو چیزیں ہمارے لئے غیب اور ہمارے سامنے ظاہر ہیں اللہ تعالیٰ سب کو جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ازل سے ابد تک ہر کمال سے متصف اور ہر نقص سے پاک ہے۔

آیت 10 دل کی چھپی اور زبان سے اعلانیہ کہی ہوئی باتیں سب اللہ تعالیٰ جانتا ہے، کوئی اس کے علم سے باہر نہیں۔ **اہم بات:** علامہ صاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جس نے بھی اس آیت میں غور و فکر اور اس کے تقاضوں کے مطابق عمل کیا اس کے عمل میں اخلاص آ ہی جائے گا، پھر وہ عبادت چاہے اعلانیہ کرے یا پوشیدہ طور پر، دن میں کرے یا رات میں سب اس کے نزدیک برابر ہو گا کیونکہ جب وہ اپنے ذہن میں رکھے گا کہ میرا ہر حال اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اور اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں تو وہ اپنے ظاہر اور باطن میں کوئی ایسا کام کرنے کی جرأت نہ کرے گا جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔

آیت 11 فرمایا کہ آدمی کے لیے اس کے آگے اور اس کے پیچھے دن اور رات میں بدل بدل کر باری باری آنے والے فرشتے ہیں کہ جب رات کے فرشتے آتے ہیں تو دن کے فرشتے چلے جاتے ہیں اور جب دن کے فرشتے آتے ہیں تو رات کے فرشتے چلے جاتے ہیں، یہ فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم سے آدمی کی حفاظت کرتے ہیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ اس وقت تک کسی قوم سے نعمت واپس نہیں لیتا جب تک وہ قوم خود اپنے اچھے اعمال کو برے اعمال سے تبدیل نہ کر دے اور جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کے ساتھ برائی یعنی ہلاکت اور عذاب کا ارادہ فرماتا ہے تو کوئی اسے پھیرنے پر قادر نہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا ان کا کوئی حمایتی نہیں۔ **اہم باتیں:** (1) فرشتوں کی یہ تبدیلی نمازِ فجر اور

اَمۡرِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوۡمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوۡا مَا بِاَنۡفُسِهِمۡ ؕ وَاِذَاۤ اَرَادَ اللّٰهُ

نگہبانی کرتے ہیں۔ بیشک اللہ کسی قوم سے اپنی نعمت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدلیں اور جب اللہ کسی قوم کے ساتھ برائی کا ارادہ فرماتا ہے

بِقَوۡمٍ سُوۡۤءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَمَا لَهُمۡ مِّنۡ دُوۡنِهٖ مِنۡ وَّالٍ ﴿۱۱﴾ هُوَ الَّذِىۡ يُرِيۡكُمُ الۡبَرۡقَ

تو اسے کوئی پھیرنے والا نہیں اور اس کے سوا ان کا کوئی حمایتی نہیں ○ وہی ہے جو تمہیں بجلی دکھاتا ہے اس حال میں کہ

خَوۡفًا وَّطَمَعًا وَّيُنۡشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ﴿ۚ۱۲﴾ وَيُسَبِّحُ الرَّعۡدُ بِحَمۡدِهٖ وَالۡمَلٰۤئِكَةُ مِنۡ

تم ڈرتے ہو یا امید کرتے ہو اور وہ بھاری بادل پیدا فرماتا ہے ○ اور رعد اس کی حمد کے ساتھ تسبیح بیان کرتا ہے اور اس کے خوف سے فرشتے بھی

خِيۡفَتِهٖ ۚ وَيُرۡسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيۡبُ بِهَا مَنۡ يَّشَآءُ وَهُمۡ يُجَادِلُوۡنَ فِى اللّٰهِ ۚ وَهُوَ

(تسبیح کرتے ہیں۔) اور وہ کڑک بھیجتا ہے تو اسے جس پر چاہتا ہے ڈال دیتا ہے حالانکہ وہ لوگ اللہ کے بارے میں جھگڑ رہے ہوتے ہیں اور وہ

عصر کے وقت ہوتی ہے۔ (2) امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہر بندے کے ساتھ ایک فرشتہ حفاظت پر مامور ہے جو سوتے جاگتے جن و انس اور موذی جانوروں سے اس کی حفاظت کرتا ہے اور ہر ستانے والی چیز کو اس سے روک دیتا ہے سوائے اس کے جس کا پہنچنا مشیت میں ہو۔ (3) جسے اللہ تعالیٰ حفاظت کرنے کی قدرت عطا فرمائے وہ بھی حفاظت کر سکتے اور کرتے ہیں۔

آیت 12 یہاں آیت میں اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت کا بیان ہے جو ایک اعتبار سے نعمت اور ایک اعتبار سے عذاب ہے، فرمایا کہ رب وہی ہے جو اپنے بندوں کو بجلی دکھاتا ہے اس حال میں کہ بعض لوگ بجلی گرنے سے ڈر رہے ہوتے ہیں اور بعض بارش کی امید کر رہے ہوتے ہیں اور پانی سے بوجھل بادلوں کو پیدا فرمانا بھی اللہ تعالیٰ ہی کی قدرت ہے۔

آیت 13 ارشاد فرمایا: **اور رعد اس کی حمد کے ساتھ تسبیح بیان کرتا ہے۔** بادل سے پیدا ہونے والی آواز کو رعد کہتے ہیں، اس کے تسبیح کرنے کے معنی یہ ہیں کہ اس آواز کا پیدا ہونا خالق، قادر، ہر نقص سے پاک ذات کے وجود کی دلیل ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ رَعد کی تسبیح سے یہ مراد ہے کہ اس آواز کو سن کر اللہ تعالیٰ کے بندے اس کی تسبیح کرتے ہیں۔ بعض مفسرین کا قول ہے کہ ”رعد“ بادل پر مامور ایک فرشتہ ہے، بادل سے جو آواز سنی جاتی ہے وہ اس فرشتے کی تسبیح ہے۔ آیت میں مزید فرمایا: **اور اس کے خوف سے فرشتے بھی تسبیح کرتے ہیں۔** اس سے مراد وہ فرشتے ہیں جو بادلوں پر مامور فرشتے کے مددگار ہیں یا اس سے تمام ملائکہ مراد ہیں اور معنی یہ ہے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی ہیبت و جلال سے اس کی تسبیح کرتے ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) صاعِقہ وہ شدید آواز ہے جو آسمان و زمین کے درمیان سے اترتی ہے پھر اس میں آگ یا عذاب یا موت پیدا ہو جاتی ہے۔ (2) گرج اور کڑک کی آواز اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک وعید ہے لہٰذا جب اسے سنیں تو دنیوی گفتگو روک کر ذکرِ الٰہی میں مشغول ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے اس کی پناہ مانگیں۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم گرج اور کڑک کی آواز سنتے تو یہ دعا کرتے: ”اَللّٰهُمَّ لَا تَقْتُلْنَا بِغَضَبِكَ وَلَا تُهْلِكْنَا بِعَذَابِكَ وَعَافِنَا قَبْلَ ذٰلِكَ“ اے اللہ! ہمیں اپنے غضب سے نہ مارنا اور اپنے عذاب سے ہلاک نہ کرنا اور ہمیں اپنا عذاب نازل ہونے سے پہلے عافیت عطا فرما۔ (ترمذی، حدیث: 3461)

Go To Index

شَدِيْدُ الْمِحَالِ ﴿١٣﴾ لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ؕ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ

سخت پکڑنے والا ہے○ اسی کا پکارنا سچا ہے اور اُس کے سوا جن کو یہ (کافر) پکارتے ہیں وہ ان کی کچھ بھی نہیں

بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ؕ وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ

سنتے مگر اس کی طرح جو پانی کے سامنے اپنی ہتھیلیاں پھیلائے بیٹھا ہے کہ اس کے منہ میں پہنچ جائے حالانکہ وہ ہرگز اس تک نہ پہنچے گا اور کافروں کا پکارنا

ضَلٰلٍ ﴿١٤﴾ وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ

گمراہی میں ہی ہے○ اور جو آسمانوں اور زمین میں ہیں سب خوشی سے، خواہ مجبور ہو کر اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں اور ان کے سائے ہر

السجدۃ ۳ وَالْاٰصَالِ ﴿١٥﴾ السجدة قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلِ اللّٰهُ ؕ قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖٓ

صبح وشام○ تم فرماؤ: آسمانوں اور زمین کا رب کون ہے؟ تم خود ہی فرمادو: ''اللہ'' تم فرماؤ: تو (اے لوگو) کیا تم نے اس کے سوا مددگار

آیت 14 ارشاد فرمایا: **اسی کا پکارنا سچا ہے۔** یعنی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کی گواہی حق ہے یا یہ معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ دعا قبول کرتا ہے اور اُسی سے دعا کرنا سزاوار ہے اور کفار جو بتوں کی عبادت کرتے اور اُن سے مرادیں مانگتے ہیں وہ ان کی کچھ نہیں سنتے، ان کی مثال تو اس شخص کی طرح ہے جو پانی کے سامنے اپنی ہتھیلیاں پھیلائے بیٹھا ہے تاکہ پانی خود ہی اس کے منہ میں پہنچ جائے۔ اس طرح پانی کبھی اس کے منہ میں نہ آئے گا کیونکہ پانی کو نہ تو علم ہے، نہ شعور، جس کی وجہ سے وہ اس کی پیاس کو جان لے اور اس کے بلانے کو سمجھے، نہ پانی میں یہ قدرت ہے کہ اپنی طبعی عادت کے خلاف اُوپر چڑھ کر بلانے والے کے منہ میں پہنچ جائے، یہی حال بتوں کا ہے کہ نہ انہیں بت پرستوں کے پکارنے کی خبر ہے، نہ اُن کی حاجت کا شعور اور نہ وہ اُن کو نفع پہنچانے پر قادر ہیں اور کافروں کا بتوں کو پکارنا بے کار ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کو پکارنا بے کار نہیں بلکہ وہ اگر چاہے تو ان کی دعائیں قبول فرمالیتا ہے۔

آیت 15 فرمایا کہ آسمانوں میں جتنے فرشتے اور زمین میں جتنے اہلِ ایمان ہیں سب خوشی سے جبکہ کافر و منافق شدت اور تنگی کی حالت میں مجبور ہو کر اللہ تعالیٰ ہی کو سجدہ کرتے ہیں اور ان کے سائے ہر صبح وشام سجدہ کرتے ہیں۔ سجدہ کرنے کا ایک معنی یہاں یہ ہے کہ وہ حکمِ الٰہی کے سامنے بے بس ہیں، اللہ تعالیٰ جیسے چاہے ان میں تَصَرُّف فرماتا ہے اور سب اللہ تعالیٰ کے قانونِ فطرت کے پابند ہیں۔ **اہم بات:** اس آیت کو پڑھنے اور سننے سے سجدہ واجب ہو جاتا ہے۔

آیت 16 فرمایا کہ اے حبیب! آپ ان مشرکین سے فرمائیں جو بتوں کی عبادت کرتے ہیں کہ زمین و آسمان کا مالک کون ہے، اور ان کو پیدا کرنے والا کون ہے؟ اگر وہ جواب نہ دیں تو آپ خود فرمادیں کہ زمین و آسمان کا رب اللہ تعالیٰ ہے کیونکہ اس سوال کا اس کے سوا کوئی جواب نہیں اور مشرکین بھی غیر اللہ کی عبادت کرنے کے باوجود اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ آسمان و زمین کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ جب یہ بات تسلیم شدہ ہے تو اے حبیب! آپ مشرکین سے فرمادیں کہ کیا تم نے زمین و آسمان کے رب کے سوا بتوں کو مددگار بنا رکھا ہے حالانکہ بت تو اپنے لئے بھی نفع و نقصان کے مالک نہیں تو جب اُن کی بے بسی کا یہ عالَم ہے تو وہ دوسرے کو کیا نفع و نقصان پہنچا سکتے ہیں، ایسوں کو معبود بنانا جبکہ خالق، رازق، قادر کو چھوڑ دینا انتہا درجے کی گمراہی ہے۔ اے حبیب! آپ فرمادیں کیا اندھا اور آنکھ والا یا

اَوۡلِيَآءَ لَا يَمۡلِكُوۡنَ لِاَنۡفُسِهِمۡ نَفۡعًا وَّلَا ضَرًّا ؕ قُلۡ هَلۡ يَسۡتَوِى الۡاَعۡمٰى وَالۡبَصِيۡرُ ۙ

بنا رکھے ہیں جو اپنے لئے نفع اور نقصان کے مالک نہیں ہیں۔ تم فرماؤ: کیا اندھا اور آنکھ والا برابر ہوجائیں گے؟

اَمۡ هَلۡ تَسۡتَوِى الظُّلُمٰتُ وَالنُّوۡرُ ۚ اَمۡ جَعَلُوۡا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ خَلَقُوۡا كَخَلۡقِهٖ فَتَشَابَهَ الۡخَلۡقُ

یا کیا اندھیرے اور روشنی برابر ہوجائیں گے؟ یا کیا انہوں نے اللہ کے لیے ایسے شریک ٹھہرا لئے ہیں جنہوں نے اللہ کی تخلیق کی طرح کچھ پیدا کیا ہو؟ تو ان کافروں

عَلَيۡهِمۡ ؕ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَىۡءٍ وَّهُوَ الۡوَاحِدُ الۡقَهَّارُ ﴿١٦﴾ اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً

کو پیدا کرنے کا معاملہ ایک جیسا لگا ہو۔ تم فرماؤ: اللہ ہر شے کا خالق ہے اور وہ اکیلا سب پر غالب ہے ○ اس نے آسمان سے پانی اتارا

فَسَالَتۡ اَوۡدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا فَاحۡتَمَلَ السَّيۡلُ زَبَدًا رَّابِيًا ؕ وَمِمَّا يُوۡقِدُوۡنَ عَلَيۡهِ فِى النَّارِ

تو نالے اپنی اپنی گنجائش کی بقدر بہہ نکلے تو پانی کی رَو اُس پر ابھرے ہوئے جھاگ اٹھالائی اور زیور یا کوئی دوسرا سامان بنانے کیلئے جس پر وہ آگ

ابۡتِغَآءَ حِلۡيَةٍ اَوۡ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثۡلُهٗ ؕ كَذٰلِكَ يَضۡرِبُ اللّٰهُ الۡحَقَّ وَالۡبَاطِلَ ۬ؕ فَاَمَّا الزَّبَدُ

دہکاتے ہیں اس سے بھی ویسے ہی جھاگ اٹھتے ہیں۔ اللہ اسی طرح حق اور باطل کی مثال بیان کرتا ہے تو

فَيَذۡهَبُ جُفَآءً ۚ وَاَمَّا مَا يَنۡفَعُ النَّاسَ فَيَمۡكُثُ فِى الۡاَرۡضِ ؕ كَذٰلِكَ يَضۡرِبُ اللّٰهُ

جھاگ تو ضائع ہوجاتا ہے اور وہ (پانی) جو لوگوں کو فائدہ دیتا ہے وہ زمین میں باقی رہتا ہے۔ اللہ یوں ہی مثالیں

اندھیرے اور روشنی برابر ہو جائیں گے؟ جیسے اندھا اور آنکھ والا برابر نہیں ہو سکتے یونہی کافر اور مومن بھی برابر نہیں ہو سکتے۔ مزید فرمایا: یہ مشرکین جو بتوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک قرار دیتے ہیں کیا ان کے علم میں ہے کہ بتوں نے بھی کوئی مخلوق پیدا کی ہے جس کی وجہ سے انہیں شبہ ہو گیا کہ بت بھی خالق ہیں اور اللہ تعالیٰ بھی خالق ہے اور جب اللہ تعالیٰ اپنے خالق ہونے کی وجہ سے عبادت کا مستحق ہے تو یہ بت بھی اس وجہ سے عبادت کے مستحق ٹھہرے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ مشرکین یہ بات اچھی طرح جانتے ہیں کہ بتوں نے کسی بھی چیز کو پیدا نہیں کیا تو جب حق بات یہی ہے تو مشرکین کا بتوں کو عبادت میں اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرانا جہالت کے سوا کچھ نہیں۔ اے حبیب! آپ ان مشرکین سے فرما دیں کہ ہر شے کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور وہ اکیلا سب پر غالب ہے اور سب کچھ اسی کی قدرت و اختیار میں ہے۔

آیت 17 ایمان و کفر کی ایک اور مثال بیان ہو رہی ہے، فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے بادل سے بارش اتاری تو نالے اپنی اپنی گنجائش کی بقدر بہہ نکلے تو پانی کا ریلا اس پر ابھرے ہوئے جھاگ اٹھا لایا اور زیور یا کوئی دوسرا سامان بنانے کے لئے جس پر وہ آگ دہکاتے ہیں اس سے بھی ویسے ہی جھاگ اٹھتے ہیں۔ اللہ اسی طرح حق اور باطل کی مثال بیان کرتا ہے تو باطل اس جھاگ کی طرح ہے جو ندیوں میں ان کی وسعت کے مطابق بہتے پانی کی سطح پر ظاہر ہوتا ہے جبکہ حق جھاگ کے علاوہ باقی بچ جانے والی اصل چیز کی طرح ہے تو جس طرح بہتے پانی کی سطح پر جھاگ ظاہر ہو کر جلدی زائل ہو جاتا ہے ایسے ہی باطل اگرچہ کتنا ہی ابھر جائے اور بعض حالتوں اور وقتوں میں جھاگ کی طرح حد سے اُونچا ہو جائے لیکن انجام کار مٹ جاتا ہے اور حق اصل چیز اور صاف جوہر کی طرح باقی و ثابت رہتا ہے۔ مزید فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یوں ہی مثالیں بیان فرماتا ہے۔

وقف النبی علیہ السلام

الْاَمْثَالَ ﴿١٧﴾ لِلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰى ۭ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهٗ لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا

بیان فرماتا ہے○ جن لوگوں نے اپنے رب کا حکم مانا انہیں کے لیے بھلائی ہے اور جنہوں نے اس کا حکم نہ مانا (ان کا حال یہ ہو گا کہ) اگر زمین میں جو

فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ سُوْۗءُ الْحِسَابِ ڏ وَمَاْوٰىهُمْ

کچھ ہے وہ سب اور اس جیسا اور اِس کے ساتھ ہوتا تو اپنی جان چھڑانے کو دے دیتے۔ ان کے لئے برا حساب ہو گا اور ان کا ٹھکانہ

ع ٨ النصف

جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿١٨﴾ۧ اَفَمَنْ يَّعْلَمُ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ

جہنم ہے اور وہ کیا ہی برا ٹھکانہ ہے○ وہ آدمی جو یہ جانتا ہے کہ جو کچھ تمہاری طرف تمہارے رب کے پاس سے نازل کیا گیا ہے وہ حق ہے تو کیا وہ اس جیسا ہے

اَعْمٰى ۭ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿١٩﴾ۙ الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا يَنْقُضُوْنَ

جو اندھا ہے؟صرف عقل والے ہی نصیحت مانتے ہیں○ وہ جو اللہ کا عہد پورا کرتے ہیں اور معاہدے کو

آیت 18 فرمایا کہ جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کیا، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان لائے انہیں کے لئے بھلائی یعنی جنت ہے اور جو لوگ اپنے کفر و شرک پر قائم رہے، وہ اس قدر تکلیف دِہ حالت میں ہوں گے کہ اگر زمین میں جو کچھ ہے وہ سب اور اس جیسا اور ان کے ساتھ ہوتا تو بروزِ قیامت جہنم کے عذاب سے اپنی جانوں کو بچانے کے لئے فدیے کے طور پر دے دیتے لیکن ان کی جان پھر بھی نہ چھوٹتی۔ ان کے لئے بُرا حساب ہو گا کہ آخرت میں ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ کیا ہی برا ٹھکانہ ہے۔ حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: برا حساب یہ ہے کہ آدمی سے اس کے ہر گناہ کا حساب لیا جائے اور اس میں سے کچھ بھی بخشا نہ جائے۔ **اہم بات:** آیت میں اگرچہ کفار کے حساب میں سختی ہونے کا ذکر ہے لیکن جداگانہ طور پر مسلمانوں کو بھی حساب کی سختی کے معاملے میں ڈرنے کی ضرورت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم بعض نمازوں میں تعلیم امت کے لئے دعا کرتے: اَللّٰھُمَّ حَاسِبْنِیْ حِسَابًا یَّسِیْرًا اے اللہ! مجھ سے آسان حساب لینا۔ (مسند امام احمد، حدیث: 24270)

آیت 19 فرمایا کہ وہ آدمی جو یہ جانتا ہے کہ جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کیا گیا ہے، وہ حق ہے، اس پر ایمان لاتا اور اس کے مطابق عمل کرتا ہے تو کیا وہ اس جیسا ہے؟ جو دل کا اندھا ہے، نہ حق کو جانتا ہے نہ قرآن پر ایمان لاتا ہے اور نہ اس کے مطابق عمل کرتا ہے۔ قرآن کی نصیحتیں وہی قبول کرتے اور ان پر عمل کرتے ہیں جو عقل مند ہیں۔ یہ آیت حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ اور ابو جہل یا حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ اور ابو جہل کے بارے میں نازل ہوئی اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے لئے وعدے کی آیات میں قیامت تک آنے والے وہ تمام لوگ بھی شامل ہیں جو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے نقشِ قدم پر چلیں اور ان جیسی صفات اپنائیں یونہی ابو جہل کے لئے وعید کی آیات میں قیامت تک آنے والے وہ تمام افراد داخل ہیں جو ابو جہل کے نقشِ قدم پر چلیں۔

آیت 20 آخرت کا اچھا انجام انہیں کے لئے ہے جو اللہ تعالیٰ سے کیا ہوا عہد پورا کرتے ہیں کہ اس کی ربوبیت کی گواہی دیتے اور اس کا حکم مانتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے عہد اور ان معاہدوں کو توڑتے نہیں جو انہوں نے لوگوں کے ساتھ کئے ہیں۔

Go To Index

الْمِيْثَاقَ ﴿٢٠﴾ وَ الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنْ يُّوْصَلَ وَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَ يَخَافُوْنَ

توڑتے نہیں ○ اور وہ جواسے جوڑتے ہیں جس کے جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا اور اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور برے

سُوْٓءَ الْحِسَابِ ﴿٢١﴾ وَ الَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْفَقُوْا

حساب سے خوفزدہ ہیں ○ اور وہ جنہوں نے اپنے رب کی رضا کی طلب میں صبر کیا اور نماز قائم رکھی اور ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے

مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً وَّ يَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ﴿٢٢﴾

ہماری راہ میں پوشیدہ اور اعلانیہ خرچ کیا اور برائی کو بھلائی کے ساتھ ٹالتے ہیں انہیں کے لئے آخرت کا اچھا انجام ہے ○

جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَ مَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآىٕهِمْ وَ اَزْوَاجِهِمْ وَ ذُرِّيّٰتِهِمْ وَ الْمَلٰٓىٕكَةُ

وہ ہمیشہ رہنے کے باغات ہیں ان میں وہ لوگ داخل ہوں گے اور ان کے باپ دادا اور بیویوں اور اولاد میں سے جو لائق ہوں گے اور ہر دروازے سے فرشتے

آیت 21 فرمایا: **اور وہ جو اسے جوڑتے ہیں جس کے جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا۔** اس آیت کا ایک معنی یہ ہے کہ وہ رشتہ داری کے حقوق کی رعایت رکھتے ہیں اور رشتہ داری نہیں توڑتے، اپنے رب سے ڈرتے ہیں، خصوصی طور پر برے حساب سے خوف زدہ ہیں، اپنے نفسوں کا محاسبہ کرتے ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) اس میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی اور ایمانی قرابتیں نیز سادات کرام کا احترام، مسلمانوں کے ساتھ محبت واحسان، ان کی مدد، سلام اور دعا کرنا، مسلمان مریضوں کی عیادت، اپنے دوستوں، خادموں، ہمسایوں اور سفر کے ساتھیوں کے حقوق کی رعایت بھی داخل ہے۔ (2) قرآن و حدیث میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کے فضائل بکثرت بیان ہوئے ہیں۔ حدیث میں ہے: جس مومن بندے کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے آنسو نکلیں اگرچہ وہ مکھی کے سر کے برابر ہوں پھر وہ آنسو بہہ کر اس کے چہرے پر آ جائیں تو اللہ تعالیٰ اسے جہنم پر حرام کر دیتا ہے۔ (ابن ماجہ، حدیث: 4197) (3) عقل مند انسان وہی ہے جو اپنے اعمال کا محاسبہ کرتا رہے اور نفس و شیطان کے بہکاوے میں آکر اس سے غافل نہ ہو۔

آیت 22 فرمایا کہ وہ جنہوں نے دنیا کے ساز و سامان کے لئے نہیں بلکہ اپنے رب کی رضا کی طلب میں نیکیوں اور مصیبتوں پر صبر کیا اور گناہوں سے باز رہے، نماز قائم رکھی، ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے ہماری راہ میں پوشیدہ اور اعلانیہ خرچ کیا اور برائی کو بھلائی سے ٹالتے ہیں، بدکلامی کا جواب شیریں سخنی سے دیتے، جو انہیں محروم کرتا ہے اس پر عطا کرتے، جب ان پر ظلم کیا جاتا ہے تو معاف کرتے، جب ان سے تعلق توڑا جاتا ہے تو ملاتے، جب گناہ کر بیٹھیں تو توبہ کرتے اور ایذا کے بدلے صبر کرتے ہیں ان کے لئے آخرت کا اچھا انجام یعنی جنت ہے۔ **اہم باتیں:** (1) حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے فرمان کے مطابق یہاں پوشیدہ اور اعلانیہ خرچ کرنے سے مراد زکوٰۃ دینا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ چھپا کر زکوٰۃ دینے سے مراد وہ ہے جو اپنی ذاتی نکال رہا ہے اور اعلانیہ دینے سے مراد وہ ہے جو بادشاہ کو دے رہا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ چھپا کر دینے سے مراد نفلی صدقات اور اعلانیہ دینے سے مراد فرض زکوٰۃ ہے۔ (2) قابلِ تعریف صبر وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے ہو اور جو مصیبتیں نازل ہوئیں ان پر صبر کرنے کا اجر و ثواب اللہ تعالیٰ ہی سے طلب کیا جائے۔ یہی صبر اس آیت کے تحت داخل ہے۔

آیت 23، 24 ان دو آیات میں بیان ہوا کہ اوپر والی آیات میں مذکور اوصاف کے حامل حضرات ہمیشہ قائم و دائم رہنے والے باغات

يَدۡخُلُوۡنَ عَلَيۡهِمۡ مِّنۡ كُلِّ بَابٍ ﴿۲۳﴾ سَلٰمٌ عَلَيۡكُمۡ بِمَا صَبَرۡتُمۡ فَنِعۡمَ عُقۡبَى الدَّارِ ﴿۲۴﴾

ان کے پاس یہ کہتے آئیں گے ○ تم پر سلامتی ہو کیونکہ تم نے صبر کیا تو آخرت کا اچھا انجام کیا ہی خوب ہے ○

وَالَّذِيۡنَ يَنۡقُضُوۡنَ عَهۡدَ اللّٰهِ مِنۡۢ بَعۡدِ مِيۡثَاقِهٖ وَيَقۡطَعُوۡنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنۡ يُّوۡصَلَ

اور وہ جو اللہ کا عہد اسے پختہ کرنے کے بعد توڑ دیتے ہیں اور جسے جوڑنے کا اللہ نے حکم فرمایا ہے اسے کاٹتے ہیں

وَيُفۡسِدُوۡنَ فِى الۡاَرۡضِ ۙ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعۡنَةُ وَلَهُمۡ سُوۡٓءُ الدَّارِ ﴿۲۵﴾ اَللّٰهُ يَبۡسُطُ الرِّزۡقَ

اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں ان کیلئے لعنت ہی ہے اور اُن کیلئے برا گھر ہے ○ اللہ جس کیلئے چاہتا ہے رزق وسیع کردیتا ہے

لِمَنۡ يَّشَآءُ وَيَقۡدِرُ ؕ وَفَرِحُوۡا بِالۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا ؕ وَمَا الۡحَيٰوةُ الدُّنۡيَا فِى الۡاٰخِرَةِ اِلَّا

اور تنگ کردیتا ہے اور کافر دنیا کی زندگی پر خوش ہوگئے حالانکہ دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلے میں ایک حقیر سی

مَتَاعٌ ﴿۲۶﴾ ع وَيَقُوۡلُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا لَوۡلَاۤ اُنۡزِلَ عَلَيۡهِ اٰيَةٌ مِّنۡ رَّبِّهٖ ؕ قُلۡ اِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنۡ ع ۸ ۹

شے ہے ○ اور کافر کہتے ہیں: ان پر ان کے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہیں اتری؟ تم فرماؤ: بیشک اللہ جسے چاہتا ہے گمراہ

میں داخل ہوں گے اور ان کے باپ دادا، بیویوں اور اولاد میں سے وہ لوگ بھی ان باغات میں داخل ہوں گے جو ایمان لائے اگرچہ اُن لوگوں نے اِن حضرات جیسے عمل نہ کئے ہوں جب بھی اللہ تعالیٰ اِن کے اکرام کے لئے باپ دادا وغیرہ کو اِن کے درجے میں داخل فرمائے گا اور ان کے پاس فرشتے روزانہ دن اور رات میں تین بار رضائے الٰہی کی بشارتیں لے کر جنت کے ہر دروازے سے تعظیم و تکریم کرتے آئیں گے اور کہیں گے: تم پر سلامتی ہو، یہ اس کا ثواب ہے جو تم نے گناہوں سے بچنے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے پر صبر کیا تو آخرت کا اچھا انجام کیا ہی خوب ہے۔

آیت 25 فرمایا کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا اعتراف کرکے اور ایمان لانے کا عہد قبول کرکے اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی مخالفت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے جو صلہ رحمی کرنے اور رشتہ داری جوڑنے کا حکم دیا ہے اسے توڑتے ہیں، کفر اور گناہوں کا ارتکاب کرکے زمین میں فساد پھیلاتے ہیں ان کے لئے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دوری ہے اور اُن کے لئے برا گھر یعنی جہنم ہے۔

آیت 26 فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے بندوں میں سے جسے چاہے وسیع رزق دے کر غنی کردیتا ہے اور جسے چاہے اس کے رزق میں تنگی فرما کر اسے فقیر بنادیتا ہے اور مشرکین پر جب اللہ تعالیٰ نے رزق وسیع فرمایا تو انہوں نے شر پھیلانا شروع کردیا اور وہ تکبر میں مبتلا ہوگئے حالانکہ دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلے میں ایک حقیر سی شے ہے۔ **اہم باتیں:** (1) دُنیوی نعمتوں پر فخریہ خوش ہونا کفار کا طریقہ ہے اور ناجائز ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کے شکریہ کے طور پر خوش ہونا مومنوں کا طریقہ ہے۔ (2) دنیا کی زندگی وہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے غفلت میں گزرے، یہ بری ہے اور قرآن وحدیث میں اسی کی مذمت ہے اور جو زندگی، آخرت کی تیاری میں گزرے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اُخروی زندگی ہے۔

آیت 27 کفارِ مکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے کہتے تھے کہ آپ پر آپ کے رب کی طرف سے ویسی نشانی کیوں نہیں اتری جیسی حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام پر نازل ہوئی تاکہ وہ آپ کی صداقت پر نشانی اور دلیل ہوتی۔ فرمایا کہ: اے حبیب! آپ ان سے فرمادیں:

يَشَآءُ وَيَهۡدِيۡۤ اِلَيۡهِ مَنۡ اَنَابَ ۖ ۚ ﴿٢٧﴾ اَلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَتَطۡمَٮِٕنُّ قُلُوۡبُهُمۡ بِذِكۡرِ اللّٰهِ ؕ اَلَا

کرتا ہے اور اسے اپنی راہ دکھاتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے ○ (اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہدایت دیتا ہے) جو ایمان لائے اور ان کے دل اللہ کی یاد سے چین پاتے ہیں،

بِذِكۡرِ اللّٰهِ تَطۡمَٮِٕنُّ الۡقُلُوۡبُ ؕ ﴿٢٨﴾ اَلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوۡبٰى لَهُمۡ وَحُسۡنُ

سن لو! اللہ کی یاد ہی سے دل چین پاتے ہیں ○ وہ لوگ جو ایمان لائے اور اچھے عمل کئے ان کیلئے خوشی اور اچھا

مَاٰبٍ ﴿٢٩﴾ كَذٰلِكَ اَرۡسَلۡنٰكَ فِىۡۤ اُمَّةٍ قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِهَاۤ اُمَمٌ لِّتَتۡلُوَا۟ عَلَيۡهِمُ الَّذِىۡۤ

انجام ہے ○ اسی طرح ہم نے تمہیں اس امت میں بھیجا جس سے پہلے کئی امتیں گزر گئیں تاکہ تم انہیں پڑھ کر سناؤ جو ہم نے

بے شک اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے کہ ایسا آدمی نشانیاں اور معجزات نازل ہونے کے بعد بھی کہتا ہے کہ کوئی نشانی کیوں نہیں اُتری؟ کوئی معجزہ کیوں نہیں آیا؟ وہ کثیر معجزات دیکھنے کے باوجود گمراہ رہتا ہے لہٰذا اگر اللہ تعالیٰ ہدایت نہ دے تو اسے معجزات اور نشانیوں کی کثرت کوئی فائدہ نہ دے گی اور اللہ تعالیٰ اپنی راہ اسے دکھاتا ہے جو دل سے اور کامل طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے۔

آیت 28 اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہدایت دیتا ہے جو ایمان لائے اور ان کے دل اللہ تعالیٰ کی یاد سے چین پاتے ہیں۔ سن لو! اللہ تعالیٰ کی یاد ہی سے دل چین پاتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت و فضل کو یاد کرکے بے قرار دلوں کو قرار اور اطمینان حاصل ہوتا ہے یونہی اللہ تعالیٰ کی یاد، محبت و قربِ الٰہی کا عظیم ذریعہ ہے اور یہ چیزیں بھی دلوں کے قرار کا سبب ہیں، بلکہ اگر یہ کہا جائے تو یقیناً درست ہوگا کہ ذکرِ الٰہی کی طبعی تاثیر بھی دلوں کا قرار ہے، اسی لئے پریشان حال آدمی جب پریشانی میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے تو اس کے دل کو قرار آنا شروع ہوجاتا ہے یونہی قرآن بھی ذِکرُ اللہ ہے اور اس کے دلائل دلوں سے شکوک و شبہات دور کرکے چین دیتے ہیں۔ **اہم بات:** جس کا دل ذِکرُ اللہ میں نہیں لگتا اسے بعض اوقات شیطان وسوسہ ڈالتا ہے کہ جب تیرا دل ذِکرُ اللہ میں نہیں لگتا تو خاموش ہوجا کہ ایسا ذکر کرنا بے ادبی ہے۔ اس شیطانی وسوسے سے بچنا چاہیے۔

آیت 29 فرمایا کہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور اچھے عمل کئے ان کے لئے طوبیٰ یعنی خوشی اور اچھا انجام ہے۔ **اہم بات:** اس آیت میں مذکور لفظ ”طوبیٰ“ کے بارے میں مختلف اَقوال ہیں: (1) اس سے مراد راحت و نعمت اور شادمانی و خوش حالی کی بشارت ہے۔ (2) یہ حبشی زبان میں جنت کا نام ہے۔ (3) جنت کے ایک درخت کا نام ہے جو کہ جنّتِ عَدن میں ہے اس درخت کا سایہ تمام جنتوں میں پہنچے گا۔

آیت 30 ارشاد فرمایا: اے حبیب! جس طرح ہم نے آپ سے پہلے انبیاءِ کرام علیہم السّلام کو گزشتہ امتوں کی طرف بھیجا اسی طرح آپ کو اس امت کی طرف بھیجا تو آپ کی اُمت سب سے آخری اُمت ہے اور آپ خاتم الانبیاء ہیں، آپ کو بڑی شان سے رسالت عطا کی تاکہ آپ اپنی امت کو قرآنِ پاک اور وہ شرعی احکام پڑھ کر سنائیں جو ہم نے آپ کی طرف وحی فرمائے ہیں حالانکہ وہ رحمٰن کے منکر ہورہے ہیں۔ **شانِ نزول:** صلح حدیبیہ کے موقع پر جب صلح نامہ لکھا جانے لگا تو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: لکھو! بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔ کفار نے اس میں جھگڑا کیا اور کہا کہ آپ ہمارے دستور کے مطابق ”بِاسۡمِكَ اللّٰھُمَّ“ لکھوائیے، اس کے متعلق آیت میں فرمایا گیا کہ وہ رحمٰن کے منکر ہورہے ہیں۔ اے حبیب! آپ ان سے فرمادیں کہ رحمٰن تو وہی ہے جس کی معرفت سے تم انکار کررہے ہو، وہ میرا رب ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، میں نے اپنے تمام اُمور میں اسی پر بھروسا کیا اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں۔

اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ ؕ قُلْ هُوَ رَبِّيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ

تمہاری طرف وحی بھیجی ہے حالانکہ وہ رحمٰن کے منکر ہو رہے ہیں۔ تم فرماؤ: وہ میرا رب ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں، میں نے اسی پر بھروسہ کیا

وَ اِلَيْهِ مَتَابِ ﴿۳۰﴾ وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ

اور اسی کی طرف میرا رجوع ہے ○ اور اگر کوئی ایسا قرآن آتا جس سے پہاڑ ٹل جاتے یا زمین پھٹ جاتی یا مُردوں سے باتیں کی جاتیں (جب بھی یہ کافر

الْمَوْتٰى ؕ بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا ؕ اَفَلَمْ يَايْـَٔسِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَهَدَى

نہ مانتے) بلکہ سب کام اللہ ہی کے اختیار میں ہیں تو کیا مسلمان اس بات سے ناامید نہ ہوگئے کہ اگر اللہ چاہتا تو سب آدمیوں کو

النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا تُصِيْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ اَوْ تَحُلُّ قَرِيْبًا

ہدایت دیدیتا اور کافروں کو ان کے عمل کی وجہ سے ہمیشہ ہلا دینے والی مصیبت پہنچتی رہے گی یا آپ ان کے گھروں کے نزدیک اتریں گے

۴ ع۵ ۱۰ مِّنْ دَارِهِمْ حَتّٰى يَاْتِيَ وَعْدُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴿۳۱﴾ ع وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ

یہاں تک کہ اللہ کا وعدہ آجائے بیشک اللہ وعدہ خلافی نہیں کرتا ○ اور بیشک آپ سے پہلے رسولوں کا مذاق

آیت 31 **شانِ نزول:** کفارِ قریش نے حضور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے کہا کہ اگر آپ چاہتے ہیں کہ ہم آپ کی نبوت مانیں اور آپ کی پیروی کریں تو قرآن پڑھ کر اس کی تاثیر سے مکہ کے پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹا دیجئے تاکہ ہمیں کھیتی باڑی کے لئے وسیع میدان مل جائیں اور زمین پھاڑ کر چشمہ جاری کیجئے تاکہ ہم کھیتوں اور باغوں کو ان سے سیراب کریں اور قُصَی بن کلاب وغیرہ ہمارے مرے ہوئے باپ دادا کو زندہ کیجئے تاکہ وہ ہم سے کہہ جائیں کہ آپ نبی ہیں۔ اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی، بتایا گیا کہ یہ حیلے بہانے کرنے والے کسی حال میں بھی ایمان لانے والے نہیں۔ سب کام اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہیں تو ایمان وہی لائے گا جس کو اللہ تعالیٰ چاہے اور توفیق دے، اس کے سوا کوئی ایمان لانے والا نہیں اگرچہ انہیں وہی نشانیاں دکھادی جائیں جو وہ طلب کر رہے ہیں۔ جب زبردست نشانیاں آ چکیں اور دین کی حقانیت روزِ روشن سے زیادہ واضح ہو چکی، اس کے باوجود حق کا اِعتراف نہ کرنے سے ظاہر ہو گیا کہ وہ عناد کی وجہ سے ایسا کر رہے ہیں اور عناد رکھنے والا کسی بھی دلیل سے نہیں مانتا تو مسلمانوں کو اب ان سے حق قبول کرنے کی کیا امید! البتہ اب ان کے ایمان لانے کی یہی صورت ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کا اختیار سلب فرما کر انہیں مجبور کر دے لیکن اللہ تعالیٰ اس طرح کی ہدایت چاہتا تو سب آدمیوں کو عطا فرما دیتا اور کوئی کافر نہ رہتا مگر آزمائش اور امتحان کے گھر کی حکمت اس کا تقاضا نہیں کرتی۔ مزید فرمایا کہ کفار اپنے کفر اور خبیث اعمال کی وجہ سے قحط، قتل، قید وغیرہ طرح طرح کے حَوادث و مَصائب، آفتوں اور بلاؤں میں مبتلا رہیں گے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے زمانے کے کفار انہی چیزوں میں گرفتار ہوتے رہے۔ اور فرمایا: اے حبیب! آپ حدیبیہ کے دن ان کے گھروں کے نزدیک اپنے لشکر کے ساتھ اتریں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فتح و نصرت کا، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم اور دینِ اسلام کے غالب ہونے کا اور فتحِ مکہ کا وعدہ پورا ہو جائے، بے شک اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے خلاف نہیں فرماتا۔

آیت 32 کفارِ مکہ نے جب ان معجزات کا مطالبہ مذاق اڑانے کے طور پر کیا تو یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے قلبِ اطہر پر بہت

بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَمْلَيْتُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ قف فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ﴿٣٢﴾

اڑایا گیا تو میں نے کافروں کو ڈھیل دی پھر میں نے انہیں پکڑ لیا تو میرا عذاب کیسا تھا؟○

اَفَمَنْ هُوَ قَآىِٕمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ ج وَ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ ط قُلْ سَمُّوْهُمْ ط اَمْ

تو کیا وہ خدا جو ہر شخص پر اس کے اعمال کی نگرانی رکھتا ہے (وہ بتوں جیسا ہے؟ ہرگز نہیں) اور وہ لوگ اللہ کے شریک ٹھہراتے ہیں۔تم فرماؤ:تم ان کا نام تو لو (کہ وہ کون ہیں جو

تُنَبِّـــُٔوْنَهٗ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِى الْاَرْضِ اَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ ط بَلْ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا

خدا کے شریک ہیں) بلکہ تم اللہ کو وہ بات بتاتے ہو جسے وہ زمین میں جانتا ہی نہیں ہے، یا یونہی ایک اوپری بات بلکہ کافروں کیلئے ان کا فریب خوشنما

مَكْرُهُمْ وَ صُدُّوْا عَنِ السَّبِيْلِ ط وَ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿٣٣﴾ لَهُمْ عَذَابٌ فِى الْحَيٰوةِ

بنادیا گیا اور انہیں راستے سے روک دیا گیا اور جسے اللہ گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں○ ان کیلئے دنیا کی زندگی میں عذاب ہے

گراں گزرا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو تسلی دینے کے لئے یہ آیت نازل فرمائی کہ: اے حبیب! جس طرح آپ کی قوم نے آپ کا مذاق اڑانے کی نیت سے نشانیاں طلب کی ہیں اسی طرح باقی انبیاءِ کرام علیہم السلام کی قوموں نے بھی ان کا مذاق اُڑایا تھا، پھر میں نے کافروں کو کچھ دنوں کے لئے ڈھیل دینے کے بعد عذاب میں گرفتار کر دیا اور دنیا میں انہیں مختلف مصیبتوں میں مبتلا کر دیا اور آخرت میں اُن کے لئے جہنم کا عذاب ہے، تو ان کے لئے میرا عذاب کیسا تھا؟ **درس:** راہِ خدا میں تکالیف برداشت کرنا انبیاءِ کرام علیہم السلام کا طریقہ ہے لہٰذا علما و مبلغین کو چاہیے کہ اگر راہِ خدا میں کسی تکلیف و پریشانی کا سامنا ہو تو انبیاءِ کرام علیہم السلام کے حالات اور سیرت کو سامنے رکھتے ہوئے صبر و تحمل کا مظاہرہ کریں۔

آیت 33 مشرکینِ مکہ کا رد اور انہیں زجر و توبیخ کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ جو ہر شخص کا محافظ اور اس کے اچھے برے اعمال کو جانتا ہے، نیکیاں کرنے والے کو ثواب اور گنہگار کو سزا دینے والا ہے، کیا وہ اُن بتوں کی مثل ہو سکتا ہے؟ جو خود سے عاجز ہیں اور وہ دوسروں کو بھی نفع یا نقصان نہیں پہنچا سکتے لہٰذا عبادت کا مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہے نہ کہ وہ بت۔ اے حبیب! آپ ان سے فرمائیں کہ تم جن بتوں کو عبادت کا مستحق ٹھہراتے ہو ان کی حقیقت تو بیان کرو کہ ان کا تعلق کس جنس سے ہے اور وہ کس قسم سے تعلق رکھتے ہیں؟ پھر غور کرو کہ کیا وہ عبادت کے لائق ہو سکتے ہیں؟ یقیناً نہیں لہٰذا تمہارے اس شرک کا مطلب یہ نکلا کہ تم اللہ تعالیٰ کو اس کے شریک کی خبر دے رہے ہو جسے وہ زمین میں جانتا ہی نہیں ہے حالانکہ اگر اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک ہو سکتا تو اللہ تعالیٰ کو اس کا علم ضرور ہوتا کیونکہ اس کا علم ہر چیز کو محیط ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے علم میں نہ ہو وہ محض باطل ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ کے لئے شریک ہونا بھی باطل اور غلط ہے۔ مزید فرمایا: بلکہ کافروں کے لئے ان کا کفر خوش نما بنا دیا گیا اور انہیں ہدایت کے راستے سے روک دیا گیا اور جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔ **اہم بات:** اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے علم کی نہیں بلکہ اس کا شریک ہونے کی نفی کی گئی ہے۔

آیت 34 فرمایا کہ ان کے لئے دنیا کی زندگی میں قتل اور قید وغیرہ کا عذاب ہے اور آخرت کا عذاب یقیناً دنیا کے عذاب کے مقابلے میں زیادہ سخت ہے اور انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے والا کوئی نہیں۔ **اہم بات:** آیت میں بیان کی گئی وعید کافروں کے متعلق ہے۔

الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ﴿۳۴﴾ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِىْ وُعِدَ

اور آخرت کا عذاب یقیناً زیادہ سخت ہے اور انہیں اللہ سے بچانے والا کوئی نہیں ○ جس جنت کا پرہیز گاروں سے وعدہ

الْمُتَّقُوْنَ ؕ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ اُكُلُهَا دَآئِمٌ وَّظِلُّهَا ؕ تِلْكَ عُقْبَى الَّذِيْنَ اتَّقَوْا ۖ

کیا گیا ہے اس کا حال یہ ہے کہ اس کے نیچے نہریں جاری ہیں، اس کے پھل اور اس کا سایہ ہمیشہ رہنے والا ہے۔ یہ پرہیز گاروں کا انجام ہے

وَّعُقْبَى الْكٰفِرِيْنَ النَّارُ ﴿۳۵﴾ وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمِنَ

اور کافروں کا انجام آگ ہے ○ اور جنہیں ہم نے کتاب دی وہ اس پر خوش ہوتے جو آپ کی طرف نازل کیا گیا ہے اور ان گروہوں میں

الْاَحْزَابِ مَنْ يُّنْكِرُ بَعْضَهٗ ؕ قُلْ اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَآ اُشْرِكَ بِهٖ ؕ اِلَيْهِ

کچھ وہ ہیں جو اس قرآن کے بعض حصے کا انکار کرتے ہیں۔ تم فرماؤ: مجھے تو یہی حکم ہے کہ میں اللہ کی عبادت کروں اور اس کا شریک نہ ٹھہراؤں، میں اسی کی طرف

اَدْعُوْا وَاِلَيْهِ مَاٰبِ ﴿۳۶﴾ وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ

بلاتا ہوں اور اسی کی طرف مجھے پھرنا ہے ○ اور اسی طرح ہم نے اس قرآن کو عربی فیصلے کی صورت میں اتارا اور اے سننے والے! اگر تو ان کی خواہشوں پر چلے گا اس کے

آیت 35 فرمایا گیا کہ جس جنت کا پرہیز گاروں سے وعدہ کیا گیا ہے اس کا حال یہ ہے کہ اس کے نیچے نہریں جاری ہیں، اس کے پھل اور اس کا سایہ ہمیشہ رہنے والا ہے، ان میں سے کوئی ختم اور زائل ہونے والا نہیں۔ یہ جنت پرہیز گاروں کا انجام ہے اور کافروں کا انجام آگ ہے۔ **اہم بات:** جنت میں سورج اور چاند نہیں لیکن پھر بھی سایہ ہے۔

آیت 36 ارشاد فرمایا کہ **"جنہیں ہم نے کتاب دی وہ اس پر خوش ہوتے جو آپ کی طرف نازل کیا گیا ہے اور ان گروہوں میں کچھ وہ ہیں جو اس قرآن کے بعض حصے کا انکار کرتے ہیں"**۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ کتاب سے تورات و انجیل اور جنہیں کتاب دی گئی ان سے وہ یہودی اور عیسائی مراد ہیں جو اسلام سے مشرف ہوئے جیسے عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ وغیرہ اور حَبشہ و نَجران کے عیسائی۔ قرآن پاک نازل ہونے پر یہ اس لئے خوش ہوتے کہ یہ قرآن پر ایمان لائے اور اس کی تصدیق کی۔ احزاب سے ایمان لانے والوں کے علاوہ بقیہ یہودی، عیسائی اور وہ تمام مشرکین مراد ہیں جو قرآن کے بعض حصے کا انکار کرتے ہیں۔ مزید فرمایا: اے حبیب! آپ ان سے فرما دیں کہ مجھے تو یہی حکم ہے کہ میں صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کروں، کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤں، میں لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف اور اس پر ایمان لانے کی طرف ہی بلاتا ہوں اور بروزِ قیامت اسی کی طرف مجھے پھرنا ہے۔ **اہم بات:** یہودیوں اور عیسائیوں کو قرآن پاک کے بعض حصے کا انکار کرنے والا اس لئے کہا گیا کہ یہ قرآن کے ان واقعات اور بعض احکام کو مانتے تھے جو ابھی تک ان کی کتابوں میں موجود تھے البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نبوت سے متعلق جن اَحکام کو انہوں نے تبدیل کر دیا تھا ان کا انکار کرتے تھے۔

آیت 37 فرمایا کہ جس طرح پہلے انبیاءِ کرام علیہم السلام کو اُن کی زبانوں میں احکام دیئے تھے اسی طرح ہم نے یہ قرآن آپ کی زبان عربی میں نازل فرمایا اور اے سننے والے! مضبوط دلائل اور قطعی حجتوں کے ذریعے حق بات کا علم آ جانے کے باوجود اگر تو نے کافروں

ع ۵ ۱۱

مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا وَاقٍ ﴿۳۷﴾ ع وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا

بعد کہ تیرے پاس علم آچکا تو اللہ کے آگے نہ تیرا کوئی حمایتی ہوگا اور نہ کوئی بچانے والا ○ اور بیشک ہم نے تم سے پہلے رسول

مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً ؕ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ

بھیجے اور ان کے لیے بیویاں اور بچے بنائے اور کسی رسول کا کام نہیں کہ اللہ کی اجازت کے بغیر کوئی نشانی

اللّٰهِ ؕ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ﴿۳۸﴾ يَمْحُو اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ ۚۖ وَعِنْدَهٗۤ اُمُّ الْكِتٰبِ ﴿۳۹﴾

لے آئے۔ ہر وعدے کیلئے ایک لکھی ہوئی (مدت) ہے ○ اللہ جو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور برقرار رکھتا ہے اور اصل لکھا ہوا اسی کے پاس ہے ○

کی پیروی کی جو اپنے دین کی طرف بلاتے ہیں اور ان کی خواہشوں پر چلا تو اللہ تعالیٰ کے آگے نہ تیرا کوئی حمایتی ہوگا اور نہ اس سے کوئی بچانے والا۔ **اہم باتیں:** (1) قرآنِ کریم کو ”حکم“ اس لئے فرمایا کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی عبادت، توحید، اسلام کی طرف دعوت، تمام تکالیف و احکام اور حلال و حرام کا بیان ہے (2) اس آیت میں بظاہر خطاب حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے ہے لیکن مراد آپ کی امت ہے۔ **درس:** یہاں موجودہ دور کے ان لوگوں کے لئے بڑی عبرت و نصیحت ہے جو کافروں کی خواہشات پر چلتے ہوئے اسلام کے بنیادی اور ضروری احکام کی اہمیت کو مسلمانوں کی نظر میں کم کرنے اور قرآن و حدیث کی غلط تشریحات کر کے مسلمانوں کے دین و ایمان برباد کرنے کی کوششوں میں مصروف ہیں؛ تو انہیں غور کر لینا چاہیے۔

آیت 38 نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی نبوت پر کفار کے اعتراضات کے جواب دیئے جارہے ہیں، ان کا ایک اعتراض یہ تھا کہ رسول کا فرشتہ ہونا ضروری ہے اور دوسرا یہ تھا کہ اگر یہ رسول ہوتے تو کثیر عورتوں سے نکاح نہ کرتے۔ ان کا یہ جواب دیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے پہلے جتنے انبیاءِ کرام علیہم السلام گزرے ہیں سب انسان ہی تھے اور ان میں سے اکثر کی کثیر بیویاں اور اولاد تھی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی 300 بیویاں اور 700 باندیاں تھیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی 100 بیویاں تھیں۔ جب انسان ہونے کی وجہ سے اور بیویوں کی اتنی کثیر تعداد کے باوجود ان کی نبوت پر کوئی اعتراض نہیں تو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے انسان ہونے اور چند اَزواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کی وجہ سے آپ کی نبوت پر اعتراض کیوں ہے؟ ان کا ایک اعتراض یہ تھا کہ اگر یہ رسول ہیں تو ان سے جو معجزہ بھی طلب کیا جائے انہیں دکھانا چاہیے، اس کا جواب دیا گیا کہ دلیل دینے اور عذر زائل کرنے کے لئے ایک معجزہ دکھا دینا ہی کافی ہے، ایک یا ایک سے زیادہ معجزات دکھانا اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے، کفار کا یہ اعتراض بھی تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے کفار کو ڈرایا تھا کہ ان پر عذاب نازل ہوگا اور مسلمانوں کی مدد کی جائے گی لیکن جب وہ عذاب مُؤخر ہوا اور اس کی کوئی نشانی کفار کو نظر نہ آئی تو وہ کہنے لگے کہ اگر یہ سچے نبی ہوتے تو ان کا جھوٹ ظاہر نہ ہوتا۔ اس کا جواب دیا گیا کہ کفار پر عذاب نازل ہونا اور اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کے لئے فتح و نصرت کا ظاہر ہونا اللہ تعالیٰ نے مُعَیَّن اوقات کے ساتھ خاص فرما دیا ہے اور ہر نئے کام کا ایک وقت معین ہے، اس وقت سے پہلے وہ نیا کام ظاہر نہ ہوگا۔

آیت 39 اس آیت کی تفسیر میں کئی اقوال میں سے دو یہ ہیں: (1) اللہ تعالیٰ جن احکام کو چاہتا ہے منسوخ فرماتا اور جنہیں چاہتا ہے باقی رکھتا ہے۔ (2) بندوں کے گناہوں میں سے اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے مغفرت فرما دیتا اور جو چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے۔ مزید فرمایا: اور اُمُّ الکتاب یعنی اصل لکھا ہوا اسی کے پاس ہے۔ اُمُّ الکتاب سے مراد یا اللہ تعالیٰ کا علم ہے جو اَزل سے ہی ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے یا لوحِ محفوظ ہے جس میں عالَم میں ہونے والے جملہ حوادِث وواقعات اور تمام اَشیا لکھی ہوئی ہیں اور اس میں تبدیلی نہیں ہوتی۔

وَ اِنۡ مَّا نُرِیَنَّكَ بَعۡضَ الَّذِیۡ نَعِدُهُمۡ اَوۡ نَتَوَفَّیَنَّكَ فَاِنَّمَا عَلَیۡكَ الۡبَلٰغُ وَ عَلَیۡنَا

اور (اے حبیب!) اگر ہم تمہیں کوئی وعدہ دکھادیں جو ہم ان سے کر رہے ہیں یا ہم تمہیں پہلے ہی وفات دیدیں تو آپ پر تو بہر حال تبلیغ کرنا لازم ہے اور حساب لینا

الۡحِسَابُ ﴿۴۰﴾ اَوَ لَمۡ یَرَوۡا اَنَّا نَاۡتِی الۡاَرۡضَ نَنۡقُصُهَا مِنۡ اَطۡرَافِهَا ؕ وَ اللّٰهُ یَحۡكُمُ لَا مُعَقِّبَ

ہمارے ذمے ہے ۞ کیا یہ کافر دیکھتے نہیں کہ ہم ہر طرف سے ان کی زمین کم کر رہے ہیں اور اللہ حکم فرماتا ہے، اس کے حکم کو کوئی پیچھے کرنے

لِحُكۡمِهٖ ؕ وَ هُوَ سَرِیۡعُ الۡحِسَابِ ﴿۴۱﴾ وَ قَدۡ مَكَرَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ فَلِلّٰهِ الۡمَكۡرُ جَمِیۡعًا ؕ یَعۡلَمُ

والا نہیں اور وہ بہت جلد حساب لے لیتا ہے ۞ اور ان سے پہلے لوگ فریب کر چکے ہیں تو ساری خفیہ تدبیر کا مالک تو اللہ ہی ہے۔ وہ جانتا ہے

مَا تَكۡسِبُ كُلُّ نَفۡسٍ ؕ وَ سَیَعۡلَمُ الۡكُفّٰرُ لِمَنۡ عُقۡبَی الدَّارِ ﴿۴۲﴾ وَ یَقُوۡلُ الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا

جو کچھ کوئی جان عمل کمائے اور عنقریب کافر جان لیں گے کہ آخرت کا اچھا انجام کس کے لئے ہے؟ ۞ اور کافر کہتے ہیں:

آیت 40 ارشاد فرمایا: اے حبیب! ہم کافروں کو عذاب دینے کا جو وعدہ کر رہے ہیں، اس میں سے کوئی وعدہ آپ کو آپ کی زندگی میں ہی دکھا دیں یا وہ وعدہ دکھانے سے پہلے ہی آپ کو وفات دے دیں تو دونوں صورتیں ممکن ہیں لیکن آپ کی ذمہ داری بہر حال تبلیغ فرمانا ہے اور صرف یہی آپ کی ذمہ داری ہے اور قیامت کے دن ان کا حساب لینا اور ان کے اعمال کی جزا دینا ہمارے ذمے ہے لہٰذا آپ کافروں کے اِعراض کرنے سے رنجیدہ نہ ہوں اور ان کے عذاب کی جلدی نہ کریں۔

آیت 41 فرمایا کہ جن کفارِ مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے نشانیاں دکھانے کا مطالبہ کیا ہے، کیا وہ دیکھتے نہیں ہم ہر طرف سے ان کی آبادیاں کم کر رہے ہیں اور حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے لئے کفار کے گرد و پیش کی اَراضی یکے بعد دیگرے فتح ہوتی چلی جاتی ہے، یہ اس بات کی صریح دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی مدد فرماتا اور اُن کے دین کو غلبہ دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم نافذ ہے، جب وہ اسلام کو غلبہ دینا اور کفر کو پست کرنا چاہے تو کس کی مجال ہے کہ اس کے حکم میں دخل دے سکے اور وہ جس کا محاسبہ کرنا چاہے تو اس سے بہت جلد حساب لے لیتا ہے۔ **درس:** معلوم ہوا کہ اطاعتِ الٰہی سے منہ موڑنا دنیا میں بھی بربادی لاتا ہے اور نافرمانوں پر زمین اپنی وسعت کے باوجود تنگ ہوتی چلی جاتی ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ جب مسلمان اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری پر مضبوطی سے قائم ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں زمین میں غلبہ واِقتدار عطا فرمایا اور جب مسلمانوں نے اس سے منہ موڑا تو ان کی آبادیاں بھی ہر طرف کم ہونے لگ گئیں اور اسلامی سرزمین کی وسعت رفتہ رفتہ کم ہونے لگ گئی۔

آیت 42 آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا گیا کہ مشرکینِ مکہ سے پہلے گزری ہوئی اُمتوں کے کفار اپنے انبیاءِ کرام علیہم السلام کے ساتھ مقابلہ کر چکے ہیں جیسے نمرود نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ، فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کیا اور ان مقابلوں میں ہر طرح کی چالیں چلیں لیکن ناکام ہوئے کیونکہ اصل تدبیر کا مالک تو اللہ تعالیٰ ہی ہے اس کی مشیت کے بغیر کسی کی کیا چل سکتی ہے؟ تو جب حقیقت یہ ہے تو مخلوق کا کیا اندیشہ۔ مزید فرمایا: وہ جانتا ہے جو کچھ کوئی جان عمل کمائے اور عنقریب کافر جان لیں گے کہ آخرت کا اچھا انجام کس کے لئے ہے؟ کافروں کے لئے یا نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم اور آپ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے۔

آیت 43 اور کافر کہتے ہیں کہ تم رسول نہیں ہو۔ اے حبیب! آپ ان کافروں سے فرمادیں کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ

لَسْتَ مُرْسَلًا ؕ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَ بَيْنَكُمْ ۙ وَ مَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ ﴿٤٣﴾ ع ٦ ١٢

تم رسول نہیں ہو۔ تم فرماؤ: میرے اور تمہارے درمیان اللہ کافی گواہ ہے اور ہر وہ آدمی گواہ ہے جس کے پاس کتاب کا علم ہے ○

ایاتها ٥٢ | ١٤ سُوْرَةُ اِبْرٰهِيْم مَكِّيَّةٌ ٧٢ | ركوعاتها ٧

سورۂ ابراہیم مکیہ ہے، اس میں باون آیتیں اور سات رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

الٓرٰ ۟ قف كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ۬ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى

الٓرٰ، یہ ایک کتاب ہے جو ہم نے تمہاری طرف نازل کی ہے تاکہ تم لوگوں کو ان کے رب کے حکم سے اندھیروں سے اجالے کی طرف، اس (اللہ)

گواہ کافی ہے جس نے میرے ہاتھوں میں معجزات ظاہر فرما کر میرے نبی ہونے کی شہادت دی اور میری نبوت پر ہر اُس آدمی کی گواہی کافی ہے جس کے پاس کتاب کا علم ہے، خواہ وہ یہودیوں میں سے تورات کا عالم ہو یا عیسائیوں میں سے انجیل کا عالم، وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی رسالت کو اپنی کتابوں میں دیکھ کر جانتا ہے، اِن علما میں سے اکثر آپ کی رسالت کی گواہی دیتے ہیں۔

سورۂ ابراہیم کا تعارف یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی البتہ آیت ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا﴾ اور اس کے بعد والی آیت مکہ میں نازل نہیں ہوئی۔ اس میں 7 رکوع اور 52 آیتیں ہیں۔ اس سورت کی آیت 35 تا 41 میں حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی اطاعتِ الٰہی کے حسین واقعے اور آپ کی دعاؤں کا بیان ہے، اس مناسبت سے اس سورت کا نام "ابراہیم" رکھا گیا۔ **خلاصۂ مضامین:** سورۂ ابراہیم میں اللہ تعالیٰ، رسولوں، مرنے کے بعد زندہ کئے جانے اور اعمال کی جزا ملنے پر ایمان لانے کو دلائل سے ثابت، کفر پر شدید عذاب کی وعید، مسلمانوں سے ان کے نیک اعمال پر جنت کا وعدہ، تعمیر کعبہ کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی دعاؤں کا بیان، قیامت کی ہولناکیوں اور ظالموں کے مختلف قسم کے عذابات کا ذکر، قیامت تک عذاب مؤخر کرنے کی حکمت نیز حضرت نوح، حضرت ہود، حضرت صالح اور ان کے بعد والے انبیاءِ کرام علیہم السّلام اور ان کی قوموں کے واقعات سے تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو تسلی دی گئی اور اُن قوموں پر نازل ہونے والے عذابات سے کفارِ مکہ کو ڈرایا گیا ہے۔

آیت 1 ارشاد فرمایا: "الٓرٰ" یہ حروفِ مقطعات میں سے ہے، اس کی مراد اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ مزید فرمایا کہ قرآنِ پاک ایک کتاب ہے جو اے حبیب! ہم نے آپ کی طرف نازل فرمائی ہے، اس کو نازل کرنے کی حکمت یہ ہے کہ آپ لوگوں کو ان کے رب کے حکم سے کفر، گمراہی اور جہالت کے اندھیروں سے ایمان کے اجالے کی طرف اور اس اللہ تعالیٰ کے راستے یعنی دینِ اسلام کی طرف لاؤ جو عزت والا، سب خوبیوں والا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) ظُلُمٰت کو جمع اور نُور کو واحد ذکر فرمانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ دینِ حق کی راہ ایک اور کفر و گمراہی کے راستے کثیر ہیں۔ (2) نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم حکمِ الٰہی سے لوگوں کو ظلمتِ کفر سے نکال کر ایمان کی روشنی میں داخل کرتے ہیں، کوئی شخص حضور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے واسطے کے بغیر صرف قرآن سے ہدایت نہیں پا سکتا۔

صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۙ﴿۱﴾ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَوَيْلٌ

کے راستے کی طرف نکالو جو عزت والا، سب خوبیوں والا ہے ○ اللہ جس کی ملکیت میں ہر وہ چیز ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے

لِّلْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِيْدِ ۙ﴿۲﴾ الَّذِيْنَ يَسْتَحِبُّوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ

اور کافروں کیلئے ایک سخت عذاب کی خرابی ہے ○ جو آخرت کی بجائے دنیا کی زندگی کو پسند کرتے ہیں

وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ؕ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ ﴿۳﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا

اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور اس میں ٹیڑھا پن تلاش کرتے ہیں وہ دور کی گمراہی میں ہیں ○ اور ہم نے ہر رسول

مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ؕ فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ

اس کی قوم کی زبان کے ساتھ ہی بھیجا تا کہ وہ انہیں واضح کر کے بتادے، پھر اللہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہتا ہے اور راہ دکھاتا ہے جسے چاہتا ہے

آیت 2 فرمایا کہ اس اللہ تعالیٰ کے راستے کی طرف لاؤ جو عزت والا ہے نیز جس کی ملکیت میں ہر وہ چیز ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے، وہ سب کا خالق ومالک ہے، سب اسکے بندے اور مملوک ہیں تو اس کی عبادت سب پر لازم ہے اور اس کے سوا کسی کی عبادت روا نہیں اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت چھوڑ کر ان بتوں کی عبادت شروع کر دی جو کسی چیز کے مالک ہی نہیں بلکہ وہ خود مملوک ہیں تو آخرت میں ان کے لئے سخت عذاب تیار کیا گیا ہے۔

آیت 3 یہاں ان کفار کے چند اوصاف بیان ہو رہے ہیں جنہیں سابقہ آیت میں آخرت کے شدید عذاب کی وعید سنائی گئی، فرمایا گیا کہ جو دنیا کی زندگی کو پسند کرتے اور اسے اُخروی زندگی پر ترجیح دیتے ہیں، لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا دین قبول کرنے سے روکتے ہیں اور دین میں ٹیڑھا پن تلاش کرتے ہیں وہ حق سے دور کی گمراہی میں ہیں۔ **اہم بات:** دین میں ٹیڑھا پن تلاش کرنے کی دو صورتیں ہیں: (1) لوگوں کو سیدھا راستہ اختیار کرنے سے روکنا۔ (2) حق مذہب کے بارے میں لوگوں کے دلوں میں شکوک و شبہات ڈالنے اور جس قدر ہو سکے حیلوں وغیرہ کا سہارا لے کر حق مذہب میں برائیاں ظاہر کرنے کی کوشش کرنا۔ **درس:** جو آخرت کے بجائے دنیا کی زندگی کو پسند کرتے ہیں وہ عملی طور پر گمراہ ہیں اور جو لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے اور دین سے روکتے ہیں وہ گمراہ کرنے والے ہیں۔ اس سے ان لوگوں کو عبرت پکڑنی چاہیے جو علم کا لبادہ اوڑھ کر لوگوں کو مذہبِ حق سے دور کرنے کی کوششوں میں مصروف اور دین میں نئے نئے مذہب نکال کر، امت کی وحدت کا شیرازہ بکھیرنے کی سعی کر رہے ہیں۔

آیت 4 ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! ہم نے آپ سے پہلے گزشتہ امتوں میں جتنے رسول بھیجے وہ ان لوگوں کی زبان میں ہی کلام کرتے تھے تاکہ انہیں جو اَحکامات دیئے گئے وہ ترجمے کے بغیر ہی آسانی سے اور جلد سمجھ جائیں اور ان احکامات کے مطابق عمل کر سکیں۔ رسول کی ذمہ داری صرف تبلیغ کر دینا اور احکام پہنچا دینا ہے جبکہ ہدایت دینا اور گمراہ کرنا اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے اور اللہ تعالیٰ جسے چاہے ہدایت دیتا اور جسے چاہے گمراہ کرتا ہے، وہی غالب ہے اور وہی اپنے کاموں میں حکمت والا ہے۔ **اہم بات:** نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم تمام مخلوق کے رسول ہیں لیکن قرآن ہر زبان میں نازل نہیں کیا گیا بلکہ اس وقت کی روئے زمین کی سب سے مرکزی اور سب سے اعلیٰ زبان یعنی عربی میں قرآن پاک نازل کیا گیا تاکہ رسولِ عربی صلی اللہ علیہ والہ وسلم قرآنِ پاک کی اپنے قول و عمل سے بہترین تشریح

Go To Index

يَشَآءُ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ④ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَاۤ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ

اور وہی عزت والا، حکمت والا ہے ○ اور بیشک ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر بھیجا کہ اپنی قوم کو اندھیروں سے

الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ۬ وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ⑤

اجالے میں لاؤ اور انہیں اللہ کے دن یاد دلاؤ۔ بیشک اس میں ہر بڑے صبر کرنے والے ،شکر گزار کیلئے نشانیاں ہیں ○

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ اَنْجٰىكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ

اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا: اپنے اوپر اللہ کا احسان یاد کرو جب اس نے تمہیں فرعونیوں سے نجات دی

يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ وَيُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ وَفِيْ ذٰلِكُمْ

جو تمہیں بری سزا دیتے تھے اور تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے اور تمہاری بیٹیوں کو زندہ رکھتے تھے اور اس میں

فرمادیں اور پھر آپ کی امت دنیا بھر کی زبانوں میں ان تعلیمات کو منتقل کردے۔

آیت 5 ارشاد فرمایا: اور بیشک ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں جیسے عصا کا سانپ بن جانا، ہاتھ کا روشن ہو جانا اور دریا کا پھٹ جانا، دے کر بھیجا اور ان سے یہ فرمایا کہ اپنی قوم بنی اسرائیل کو کفر کے اندھیروں سے ہدایت اور ایمان کی روشنی میں لاؤ اور انہیں اللہ تعالیٰ کے دن یاد دلاؤ۔ بیشک ان اَیّامُ اللہ میں ہر اس شخص کے لئے اللہ تعالیٰ کی عظمت، قدرت اور وحدانیت پر دلالت کرنے والی نشانیاں ہیں جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور مصیبتوں پر بڑا صبر کرنے والا اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر بڑا شکر گزار ہے۔ **اہم باتیں:** (1) تمام انبیاءِ کرام علیہم السّلام کی بعثت کا مقصد ایک ہی ہے کہ وہ مخلوق کو کفر کے اندھیروں سے ہدایت اور ایمان کی روشنی کی طرف لانے کی کوشش کریں۔ (2) آیت میں اللہ تعالیٰ کے دنوں سے کیا مراد ہے، اس میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں: (۱) ان سے اللہ تعالیٰ کی نعمتیں مراد ہیں۔ (۲) وہ بڑے بڑے واقعات مراد ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے واقع ہوئے۔ (۳) وہ دن مراد ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر انعام کئے، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے لئے دریا میں راستہ بنانے کا دن۔ بظاہر یہی معنی زیادہ قوی ہے کہ اگلی آیت میں حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے اپنے عمل سے اسی کو واضح فرمایا۔ اس سے مسلمانوں کا نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ولادتِ مبارکہ کا جشن منانا بھی ثابت ہوتا ہے کہ اَیّامُ اللہ میں سب سے بڑی نعمت کا دن حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ولادت کا دن ہے لہٰذا اس کی یاد قائم کرنا بھی اس آیت کے حکم میں داخل ہے۔

آیت 6 ارشاد فرمایا: اے حبیب! اپنی قوم کو حضرت موسیٰ علیہ السّلام اور ان کی قوم کا واقعہ بتایئے تاکہ یہ نصیحت حاصل کریں، جب حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے اللہ تعالیٰ کے دن یاد دلانے کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے قوم سے فرمایا کہ اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کا احسان یاد کرو جب اس نے تمہیں فرعونیوں سے نجات دی جو تمہیں بری سزا دیتے تھے اور تمہارے نومولود بیٹوں کو ذبح کرتے اور تمہاری بیٹیوں کو زندہ رکھتے تھے اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے بڑی آزمائش تھی۔ **اہم باتیں:** (1) مسلمانوں پر کافر اور ظالم حکمرانوں کا تسلط اللہ تعالیٰ کا دنیوی عذاب اور ہمارے برے اعمال کا نتیجہ جبکہ اچھے حکمران اس کی رحمت اور نیک اعمال کا نتیجہ ہیں۔ (2) کافر و ظالم کی ہلاکت رحمت ہے۔

بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴿٦﴾ وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ

تمہارے رب کی طرف سے بڑی آزمائش تھی○ اور یاد کرو جب تمہارے رب نے اعلان فرمادیا کہ اگر تم میرا شکر ادا کرو گے تو میں تمہیں اور زیادہ عطا کروں گا اور اگر تم

اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ ﴿٧﴾ وَقَالَ مُوْسٰٓى اِنْ تَكْفُرُوْٓا اَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ

ناشکری کرو گے تو میرا عذاب سخت ہے○ اور موسیٰ نے فرمایا: (اے لوگو!) اگر تم اور زمین میں جتنے لوگ ہیں سب ناشکرے ہو جاؤ

فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴿٨﴾ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ۬ۛ

تو بیشک اللہ بے پرواہ، خوبیوں والا ہے○ کیا تمہارے پاس ان لوگوں کی خبریں نہ آئیں جو تم سے پہلے تھے (یعنی) نوح کی قوم اور عاد اور ثمود

وَالَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِهِمْ ۛؕ لَا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ ؕ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرَدُّوْٓا

اور جو ان کے بعد ہوئے جنہیں اللہ ہی جانتا ہے۔ ان کے پاس ان کے رسول روشن دلائل لے کر تشریف لائے تو وہ اپنے ہاتھ اپنے منہ کی طرف

آیت 7 حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے قوم سے فرمایا: اے بنی اسرائیل! یاد کرو جب تمہارے رب نے اعلان فرمادیا کہ اگر تم اپنی نجات اور دشمن کی ہلاکت کی نعمت پر میرا شکر ادا کرو گے اور ایمان و عملِ صالح پر ثابت قدم رہو گے تو میں تمہیں اور زیادہ نعمتیں عطا کروں گا اور اگر تم کفر و معصیت کے ذریعے میری نعمت کی ناشکری کرو گے تو میں تمہیں سخت عذاب دوں گا۔ **اہم بات:** شکر سے نعمت زیادہ ہوتی ہے۔ شکر کی حقیقت یہ ہے کہ نعمت دینے والے کی نعمت کا اس کی تعظیم کے ساتھ اعتراف کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو ہر نماز کے بعد یہ دعا مانگنے کی وصیت فرمائی: اَللّٰهُمَّ اَعِنِّيْ عَلٰى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ اے اللہ! تو اپنے ذکر، اپنے شکر اور اچھے طریقے سے اپنی عبادت کرنے پر میری مدد فرما۔ (ابوداؤد، حدیث:1522)

آیت 8 اور حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے اپنی قوم سے فرمایا: اے لوگو! اگر تم اور زمین میں جتنے لوگ ہیں سب ناشکرے ہو جاؤ تو بھلائی سے محروم ہونے کی وجہ سے اس کا نقصان صرف تمہیں ہی ہوگا، بیشک اللہ تعالیٰ اپنی تمام مخلوق سے بے پرواہ ہے اور اپنے تمام افعال میں خوبیوں والا ہے۔

آیت 9 فرمایا کہ کیا تمہارے پاس ان لوگوں کی خبریں نہ آئیں جو تم سے پہلے تھے یعنی حضرت نوح علیہ السّلام کی قوم، حضرت ہود علیہ السّلام کی قوم عاد اور حضرت صالح علیہ السّلام کی قوم ثمود اور جو امتیں ان تین امتوں کے بعد گزری ہیں جن کی تعداد اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے، ان کے پاس ان کے رسول اپنے صدق کے روشن دلائل لے کر تشریف لائے تو وہ اپنے ہاتھ اپنے منہ کی طرف لے گئے یعنی غصے میں آکر اپنے ہاتھ کاٹنے لگے یا انہوں نے کتاب اللہ سن کر تعجب سے اپنے منہ پر ہاتھ رکھے اور کہنے لگے: ہم اس کے ساتھ کفر کرتے ہیں جس کے ساتھ تمہارے خیال میں تمہیں بھیجا گیا ہے اور بے شک جس راہ یعنی اللہ تعالیٰ پر ایمان اور توحید کی طرف تم ہمیں بلا رہے ہو اس کی طرف سے ہم دھوکے میں ڈالنے والے شک میں ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) آیت سے مقصود یہ ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سابقہ قوموں کی ہلاکت و بربادی کے واقعات سے اپنی امت کو ڈرائیں تاکہ وہ عبرت حاصل کریں۔ (2) حضرت نوح علیہ السّلام کی قوم، قومِ عاد اور ثمود کی ہلاکت و بربادی کے واقعات سورۂ اَعراف اور سورۂ ہود میں گزر چکے ہیں۔

اَیۡدِیَهُمۡ فِیۡۤ اَفۡوَاهِهِمۡ وَ قَالُوۡۤا اِنَّا كَفَرۡنَا بِمَاۤ اُرۡسِلۡتُمۡ بِهٖ وَ اِنَّا لَفِیۡ شَكٍّ مِّمَّا

لے گئے اور کہنے لگے: ہم اس کے ساتھ کفر کرتے ہیں جس کے ساتھ تمہیں بھیجا گیا ہے اور بیشک جس راہ کی طرف تم ہمیں بلا رہے ہو اس کی طرف سے ہم

تَدۡعُوۡنَنَاۤ اِلَیۡهِ مُرِیۡبٍ ﴿۹﴾ قَالَتۡ رُسُلُهُمۡ اَفِی اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ؕ

دھوکے میں ڈالنے والے شک میں ہیں ○ ان کے رسولوں نے فرمایا: کیا اس اللہ کے بارے میں شک ہے جو آسمانوں اور زمین کا بنانے والا ہے۔

یَدۡعُوۡكُمۡ لِیَغۡفِرَ لَكُمۡ مِّنۡ ذُنُوۡبِكُمۡ وَ یُؤَخِّرَكُمۡ اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ قَالُوۡۤا اِنۡ اَنۡتُمۡ اِلَّا بَشَرٌ

وہ تمہیں بلاتا ہے تاکہ تمہارے گناہوں کو بخش دے اور ایک مقررہ مدت تک تمہیں مہلت دے۔ انہوں نے کہا: تم تو ہمارے جیسے آدمی ہو،

مِّثۡلُنَا ؕ تُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ تَصُدُّوۡنَا عَمَّا كَانَ یَعۡبُدُ اٰبَآؤُنَا فَاۡتُوۡنَا بِسُلۡطٰنٍ مُّبِیۡنٍ ﴿۱۰﴾

تم چاہتے ہو کہ ہمیں ان سے روک دو جن کی ہمارے باپ دادا عبادت کرتے رہے ہیں تو تم کوئی واضح دلیل لے کر آؤ ○

قَالَتۡ لَهُمۡ رُسُلُهُمۡ اِنۡ نَّحۡنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثۡلُكُمۡ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ یَمُنُّ عَلٰی مَنۡ یَّشَآءُ مِنۡ

ان کے رسولوں نے ان سے فرمایا: ہم تمہارے جیسے ہی انسان ہیں لیکن اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے احسان

عِبَادِهٖ ؕ وَ مَا كَانَ لَنَاۤ اَنۡ نَّاۡتِیَكُمۡ بِسُلۡطٰنٍ اِلَّا بِاِذۡنِ اللّٰهِ ؕ وَ عَلَی اللّٰهِ فَلۡیَتَوَكَّلِ

فرماتا ہے اور ہمیں کوئی حق نہیں کہ ہم اللہ کے حکم کے بغیر کوئی دلیل تمہارے پاس لے آئیں اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ

آیت 10 سابقہ قوموں کے رسولوں نے انہیں جواب دیتے ہوئے فرمایا: کیا تم اس اللہ تعالیٰ کی توحید کے بارے میں شک کر رہے ہو جو زمین و آسمان کا خالق ہے۔ یہ شک کیسے کیا جا سکتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی عقلی و نقلی دلیلیں انتہائی ظاہر ہیں۔ وہ تمہیں اپنی اطاعت اور ایمان کی طرف بلاتا ہے تاکہ جب تم ایمان لے آؤ تو حقوق العباد کے علاوہ تمہارے سابقہ گناہوں کو بخش دے اور تمہاری مقررہ مدت پوری ہونے تک تمہیں عذاب کے بغیر زندگی کی مہلت دے۔ قوموں نے جواب دیا: تم تو ظاہر میں ہمیں اپنی مثل معلوم ہوتے ہو، پھر کیسے مانا جائے کہ ہم تو نبی نہ ہوئے اور تمہیں یہ فضیلت مل گئی۔ تم اپنی باتوں سے یہ چاہتے ہو کہ ہم ان بتوں کی عبادت کرنے سے رک جائیں جن کی ہمارے باپ دادا عبادت کرتے رہے ہیں۔ تم کوئی واضح دلیل لے کر آؤ جس سے تمہارے دعوے کی صحت ثابت ہو۔ **اہم بات:** قوم کا یہ کلام سرکشی و عناد کی وجہ سے تھا اور انبیاءِ کرام علیہم السّلام کے معجزات دکھانے کے باوجود انہوں نے نئی دلیل مانگی اور پیش کئے ہوئے معجزات کو کالعدم قرار دیا۔

آیت 11 جب کافروں نے اپنے رسولوں علیہم السّلام سے کہا کہ تم تو ہمارے جیسے آدمی ہو، تو رسولوں نے انہیں جواب دیا: اچھا یہی مانو کہ ہم واقعی تمہارے جیسے ہی انسان ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے نبوت و رسالت کے ساتھ احسان فرماتا ہے اور ہمیں کوئی حق نہیں کہ ہم نبوت و رسالت کے منصب پر فائز ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر اپنی صداقت پر دلالت کرنے والی کوئی دلیل اور معجزہ تمہارے پاس لے آئیں اور مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسا کرنا چاہیے۔

الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿١١﴾ وَمَا لَنَآ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَا ؕ وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَآ

کرنا چاہیے○ اور ہمیں کیا ہے کہ ہم اللہ پر بھروسہ نہ کریں حالانکہ اس نے تو ہمیں ہماری راہیں دکھائی ہیں اور تم جو ہمیں ستارہے ہو ہم ضرور

اٰذَيْتُمُوْنَا ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿١٢﴾ ع وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ ع ٢ / ١٤

اس پر صبر کریں گے اور بھروسہ کرنے والوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے○ اور کافروں نے اپنے رسولوں سے کہا:

لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ؕ فَاَوْحٰۤى اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ

ہم ضرور تمہیں اپنی سرزمین سے نکال دیں گے یا تم ہمارے دین میں آجاؤ تو ان رسولوں کی طرف ان کے رب نے وحی بھیجی کہ ہم ضرور ظالموں کو

الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٣﴾ وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِيْ وَخَافَ

ہلاک کردیں گے○ اور ضرور ہم ان کے بعد تمہیں زمین میں اِقتدار دیں گے۔ یہ اس کیلئے ہے جو میرے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے اور میری وعید سے

وَعِيْدِ ﴿١٤﴾ وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ﴿١٥﴾ مِّنْ وَّرَآئِهٖ جَهَنَّمُ وَيُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ

خوفزدہ رہے○ اور انہوں نے فیصلہ طلب کیا اور ہر سرکش ہٹ دھرم ناکام ہوگیا○ جہنم اس کے پیچھے ہے اور اسے پیپ کا پانی پلایا

آیت 12 مزید کہا کہ ہم سے نہیں ہوسکتا کہ ہم اللہ تعالیٰ پر بھروسا نہ کریں کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ جو کچھ قضائے الٰہی میں ہے وہی ہو گا، اس نے تو ہمیں ہماری سعادت کی راہیں دکھائیں اور رُشد و نجات کے طریقے ہم پر واضح فرمادیئے خدا کی قسم! تم جو ہمیں ستارہے ہو ہم ضرور اس پر صبر کریں گے اور بھروسا کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسا کرنا چاہیے۔

آیت 13، 14 ان دو آیات میں فرمایا گیا کہ کافروں نے اپنے رسولوں علیہم السّلام سے کہا کہ ہم تمہیں اپنے شہروں اور اپنی سرزمین سے نکال دیں گے یا تم ہمارے دین میں آجاؤ۔ کافروں کی ان باتوں کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء اور رسولوں علیہم السّلام کی طرف وحی فرمائی کہ ہم ضرور ظالموں کو ہلاک کردیں گے یعنی ان کے کاموں کا انجام ہلاکت و بربادی ہے لہٰذا تم ان کی وجہ سے فکرمند نہ ہو اور ضرور ہم ان کی ہلاکت کے بعد ان کی سرزمین میں تمہیں اقتدار دیں گے۔ یہ بشارت اس کے لئے ہے جو بروزِ قیامت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش ہونے سے ڈرے اور اللہ تعالیٰ نے آخرت میں اپنے عذاب کے بارے میں جو بتایا ہے اس سے خوفزدہ رہے، اس کی اطاعت کرے اور اسے ناراض کرنے والے کاموں سے بچتا رہے۔

آیت 15 اس کا معنی یہ ہے کہ جب انبیاءِ کرام علیہم السّلام کو اپنی قوموں کے ایمان قبول کرنے کی امید نہ رہی تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے اپنی قوموں کے خلاف مدد طلب کی اور ان پر عذاب نازل ہونے کی دعا کی یا یہ معنی ہے کہ کافروں نے یہ گمان رکھتے ہوئے اپنے اور رسولوں علیہم السّلام کے درمیان اللہ تعالیٰ سے فیصلہ طلب کیا کہ انبیاء علیہم السّلام معاذ اللہ جھوٹے ہیں تو انبیاءِ کرام علیہم السّلام کی مدد فرمائی گئی، انہیں فتح دی گئی اور حق کے مخالف، سرکش کافر، نامراد ہوئے اور ان کی خلاصی کی کوئی صورت نہ رہی۔

آیت 16 فرمایا: حق کے مخالف سرکش کافر کے پیچھے جہنم ہے، وہ اس میں داخل ہوگا اور جہنم میں اسے پیپ کا پانی پلایا جائے گا۔

Go To Index

صَدِيۡدٍ ۙ﴿۱۶﴾ يَّتَجَرَّعُهٗ وَلَا يَكَادُ يُسِيۡغُهٗ وَيَاۡتِيۡهِ الۡمَوۡتُ مِنۡ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ

جائے گاO بڑی مشکل سے اس کے تھوڑے تھوڑے گھونٹ لے گا اور ایسا لگے گا نہیں کہ اسے گلے سے اتار لے اور اسے ہر طرف سے موت آئے گی اور وہ مرے

بِمَيِّتٍ ؕ وَمِنۡ وَّرَآئِهٖ عَذَابٌ غَلِيۡظٌ ﴿۱۷﴾ مَثَلُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا بِرَبِّهِمۡ اَعۡمَالُهُمۡ كَرَمَادِ

گا نہیں اور اس کے پیچھے ایک اور سخت عذاب ہوگاO اپنے رب کا انکار کرنے والوں کے اعمال راکھ کی طرح ہوں گے

اشۡتَدَّتۡ بِهِ الرِّيۡحُ فِيۡ يَوۡمٍ عَاصِفٍ ؕ لَا يَقۡدِرُوۡنَ مِمَّا كَسَبُوۡا عَلٰى شَيۡءٍ ؕ ذٰلِكَ

جس پر آندھی کے دن میں تیز طوفان آجائے تو وہ اپنی کمائیوں میں سے کسی شے پر بھی قادر نہ رہے۔ یہی

آیت 17 فرمایا کہ جب حق کے مخالف سرکش کافر کو پیپ کا پانی پلایا جائے گا تو وہ اس کی کڑواہٹ کی وجہ سے بڑی مشکل سے تھوڑے تھوڑے گھونٹ لے گا اور اس کی قباحت و کراہت کی بنا پر ایسا لگے گا نہیں کہ وہ اسے گلے سے اتار لے اور مختلف عذابات کی صورت میں ہر طرف سے موت کے اسباب اس کے پاس آئیں گے لیکن وہ مرے گا نہیں کہ مر کر ہی راحت پا لے اور اسے ہر عذاب کے بعد اس سے زیادہ شدید اور سخت عذاب ہو گا۔ **اہم باتیں:** (1) آیت میں جہنمیوں کے جس مشروب کا ذکر ہوا اس کی کیفیت ملاحظہ ہو، حدیثِ پاک میں ہے: جہنمی کو پیپ کا پانی پلایا جائے گا، جب وہ پانی منہ کے قریب آئے گا تو وہ اس کو بہت ناگوار معلوم ہو گا اور جب اور قریب ہو گا تو اس سے چہرہ بھن جائے گا اور سر تک کی کھال جل کر گر پڑے گی، جب وہ پانی پیئے گا تو اس کی آنتیں کٹ کر نکل جائیں گی۔ (ترمذی، حدیث: 2592) (2) جہنم میں شدید ترین عذابات میں مبتلا ہونے کے باوجود جہنمیوں کو موت نہیں آئے گی۔ حدیثِ پاک میں ہے: جب جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم میں چلے جائیں گے تو موت کو لایا جائے گا یہاں تک کہ اسے جنت اور جہنم کے درمیان رکھ دیا جائے گا، پھر اسے ذبح کر دیا جائے گا، اس کے بعد ایک اعلان کرنے والا اعلان کرے گا کہ اے اہلِ جنت! تمہیں موت نہیں اور اے اہلِ جہنم! تمہیں موت نہیں۔ چنانچہ اہلِ جنت کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہے گا اور اہلِ جہنم کے غم کا کوئی اندازہ نہ کر سکے گا۔ (بخاری، حدیث: 6548)

آیت 18 سابقہ آیت میں آخرت میں کفار کے مختلف عذابات کا بیان ہوا یہاں ان کے تمام اعمال ضائع ہونے کا بتایا جا رہا ہے، ارشاد فرمایا کہ جس طرح تیز آندھی راکھ کو اڑا کر لے جاتی ہے اور اُس راکھ کے اجزا اِس طرح منتشر ہو جاتے ہیں کہ اس کا کوئی نشان اور خبر باقی نہیں رہتی اسی طرح کافروں کے تمام اعمال کو ان کے کفر نے باطل کر دیا اور ان اعمال کو اس طرح ضائع کر دیا کہ ان کی کوئی خبر اور نشان باقی نہ رہا تو وہ آخرت میں اپنے اعمال کا ثواب نہیں پائیں گے۔ یہی دور کی گمراہی ہے۔ **اہم بات:** آخرت میں وہی نیک اعمال فائدہ دیں گے جو حالت ایمان میں کئے اور پھر موت بھی ایمان پر آئی جبکہ حالتِ کفر میں کئے گئے اچھے اعمال یا اگر اعمال کے بعد موت کفر کی حالت میں ہوئی تو اُن نیک اعمال کا آخرت میں کوئی فائدہ نہ ہو گا۔ حدیثِ پاک میں ہے: جس مومن کو دنیا میں کوئی نیکی دی جاتی ہے اللہ تعالیٰ اس پر ظلم نہیں کرے گا، اسے آخرت میں بھی جزا دی جائے گی اور رہا کافر تو اس نے دنیا میں جو اللہ تعالیٰ کے لئے نیکیاں کیں ان کا اجر اسے دنیا میں دے دیا جائے گا اور جب وہ آخرت میں پہنچے گا تو اس کے پاس کوئی ایسی نیکی نہ ہو گی جس کی اسے جزا دی جائے۔ (مسلم، حدیث: 2808)

هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ﴿۱۸﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ اِنْ يَّشَاْ

دور کی گمراہی ہے ○ کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللہ نے آسمان اور زمین حق کے ساتھ بنائے۔ وہ اگر چاہے تو اے لوگو!

يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴿۱۹﴾ وَّمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ﴿۲۰﴾ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ جَمِيْعًا فَقَالَ

تمہیں لے جائے اور ایک نئی مخلوق لے آئے ○ اور یہ اللہ پر کچھ دشوار نہیں ○ اور سب اللہ کے حضور اعلانیہ حاضر ہوں گے تو جو کمزور تھے

الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ

بڑے لوگوں سے کہیں گے: ہم تمہارے تابع تھے تو کیا تم اللہ کے عذاب میں سے کچھ ہم سے دور کر سکتے ہو۔

مِنْ شَيْءٍ ؕ قَالُوْا لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَهَدَيْنٰكُمْ ؕ سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا

وہ کہیں گے: اگر اللہ ہمیں ہدایت دیتا تو ہم تمہیں بھی ہدایت دیدیتے۔ (اب) ہم پر برابر ہے کہ بے قراری کا اظہار کریں یا صبر کریں۔ ہمارے لئے کہیں کوئی

آیت 19 فرمایا: کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین حق کے ساتھ بنائے یعنی انہیں باطل اور بیکار پیدا نہیں فرمایا بلکہ ان کی پیدائش میں بڑی حکمتیں ہیں۔ وہ اگر چاہے تو اے لوگو! تمہیں لے جائے اور ایک نئی مخلوق لے آئے جو تم سے زیادہ اس کی اطاعت گزار ہو کیونکہ واضح ہے آسمان و زمین پیدا کرنے والا نئی مخلوق بھی اسی طرح پیدا کر سکتا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اس آیت میں کفارِ مکہ سے خطاب ہے کہ اے گروہِ کفار! میں تمہیں ختم کر کے تمہاری جگہ اور مخلوق پیدا کر دوں گا جو میری فرمانبردار اور اطاعت گزار ہو گی۔

آیت 20 فرمایا کہ اور یہ نئی مخلوق لانا اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی مشکل نہیں کیونکہ جو سارے جہان کو فنا اور ایجاد کرنے پر قادر ہے اس کے لئے مخصوص لوگوں کو فنا اور پیدا کرنا کیا مشکل ہے۔

آیت 21 بروزِ قیامت کفار کے آپس میں اور شیطان کے ساتھ بحث کرنے کی خبر دی جا رہی ہے، فرمایا کہ قیامت کے دن سب اپنی قبروں سے نکل کر اللہ تعالیٰ کے حضور اعلانیہ حاضر ہوں گے تا کہ اللہ تعالیٰ ان سے حساب لے اور ان کے اعمال کے مطابق انہیں جزا دے، تو وہ لوگ جو کمزور تھے اور انہوں نے دولت مندوں اور با اثر لوگوں کی پیروی میں کفر اختیار کیا تھا، وہ بڑے لوگوں اور قائدین سے کہیں گے کہ دین اور اعتقاد میں ہم تمہارے تابع تھے تو کیا تم اس بات پر قادر ہو کہ اللہ تعالیٰ نے جو عذاب ہمارے لئے مقرر فرمایا اس میں سے کچھ ہم سے دور کر سکو۔ ان کا یہ کلام توبیخ اور عناد کے طور پر ہو گا کہ دنیا میں تم نے ہمیں گمراہ کیا اور راہِ حق سے روکا تھا، اب اس عذاب میں سے ذرا سا تو ٹال دو۔ کافروں کے سردار اس کے جواب میں کہیں گے: اگر اللہ تعالیٰ ہمیں دنیا میں ایمان کی ہدایت دیتا تو ہم تمہیں بھی ہدایت دے دیتے، جب خود ہی گمراہ ہو رہے تھے تو تمہیں کیا راہ دکھاتے، اب خلاصی کی کوئی صورت نہیں، آؤ! روئیں اور فریاد کریں، چنانچہ 500 برس فریاد اور گریہ وزاری کرتے رہیں گے جب یہ کچھ نہ کام آئے گی تو کہیں گے: اب صبر کر کے دیکھو، شاید اس سے کچھ کام نکلے، چنانچہ 500 برس صبر کریں گے، جب وہ بھی کام نہ آئے گا تو کہیں گے کہ اب ہم پر برابر ہے کہ بے قراری کا اظہار کریں یا صبر کریں، ہمارے لئے کہیں کوئی پناہ گاہ نہیں۔

ع ٣ ٩ ١٥

مِنْ مَّحِيْصٍ ﴿۲۱﴾ وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ

پناہ گاہ نہیں○ اور جب فیصلہ ہوجائے گا تو شیطان کہے گا: بیشک اللہ نے تم سے سچا وعدہ کیا تھا

وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ ؕ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّاۤ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ ۚ

اور میں نے جو تم سے وعدہ کیا تھا وہ میں نے تم سے جھوٹا کیا اور مجھے تم پر کوئی زبردستی نہیں تھی مگر یہی کہ میں نے تمہیں بلایا تو تم نے میری مان لی

فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ مَاۤ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَاۤ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ؕ اِنِّيْ كَفَرْتُ بِمَاۤ

تو اب مجھے ملامت نہ کرو اور اپنے آپ کو ملامت کرو۔ نہ میں تمہاری فریاد کو پہنچ سکتا ہوں اور نہ ہی تم میری فریاد کو پہنچنے والے ہو۔ وہ جو پہلے تم نے مجھے (اللہ کا) شریک

اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ؕ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۲﴾ وَاُدْخِلَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

بنایا تھا تو میں اس شرک سے سخت بیزار ہوں۔ بیشک ظالموں کے لیے دردناک عذاب ہے○ اور وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے وہ جنتوں میں داخل کیے جائیں گے

آیت 22 جب مخلوق کے درمیان فیصلہ ہو جائے گا اور حساب کتاب ختم ہو جائے گا، جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم میں داخل ہو جائیں گے اور جہنمی شیطان کو ملامت کرتے ہوئے کہیں گے کہ بدنصیب! تو نے ہمیں گمراہ کر کے اس مصیبت میں گرفتار کیا تو وہ جواب دے گا: بے شک اللہ تعالیٰ نے تم سے سچا وعدہ کیا تھا کہ مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنا ہے اور آخرت میں نیکیوں اور بدیوں کا بدلہ ملے گا، اللہ کا وعدہ سچا تھا اور سچا ثابت ہوا اور میں نے جو تم سے وعدہ کیا تھا کہ نہ مرنے کے بعد اٹھنا ہے، نہ جنت ہے اور نہ دوزخ، وہ میں نے تم سے جھوٹا وعدہ کیا تھا اور مجھے تم پر کوئی زبردستی نہیں تھی اور نہ میں نے اپنے وعدے پر تمہارے سامنے کوئی حجت و بُرہان پیش کی تھی، بس ہوا یہ کہ میں نے تمہیں وسوسے ڈال کر گمراہی کی طرف بلایا تو تم نے میری مان لی اور حجت و برہان کے بغیر میرے بہکاوے میں آگئے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تم سے فرمادیا تھا کہ شیطان کے بہکاوے میں نہ آنا اور اللہ تعالیٰ کے رسول اس کی طرف سے واضح دلائل لے کر تمہارے پاس آئے تھے تم پر خود لازم تھا کہ تم ان کی پیروی کرتے اور اُن کے روشن دلائل اور ظاہر معجزات سے منہ نہ پھیرتے اور میری بات نہ مانتے مگر تم نے ایسا نہ کیا، تو اب مجھے ملامت نہ کرو کیونکہ میں دشمن ہوں، میری دشمنی ظاہر ہے اور دشمن سے خیر خواہی کی اُمید حماقت ہے، تم اپنے آپ کو ملامت کرو۔ نہ میں تمہاری فریاد کو پہنچ سکتا ہوں اور نہ تم میری فریاد کو پہنچنے والے ہو اور وہ جو تم نے مجھے اللہ تعالیٰ کا اس کی عبادت میں شریک بنایا تھا تو میں اس شرک سے سخت بیزار ہوں۔ بے شک ظالموں کے لیے دردناک عذاب ہے۔ **درس:** اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے اعمال کا محاسبہ کرنے اور اپنے انجام کی فکر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آیت 23 کافر اور بدکار لوگوں کے حالات بیان کرنے کے بعد اب مومن اور نیکوکار لوگوں کے حالات بیان کئے جارہے ہیں، فرمایا گیا کہ وہ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے وہ جنتوں میں داخل کیے جائیں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، اپنے رب کے حکم سے ہمیشہ ان میں رہیں گے، وہاں ان کی ملاقات کی دعا "سلام" ہے کیونکہ وہ خود بھی ایک دوسرے کی تعظیم کرتے ہوئے ایک دوسرے کو سلام کریں گے، فرشتے بھی ان کی تعظیم کرتے ہوئے انہیں سلام کریں گے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی انہیں سلام کہا جائے گا۔ **اہم بات:** جنت میں سلام کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ دنیا کی آفتوں، حسرتوں یا دنیا کی بیماریوں، دردوں، غموں اور پریشانیوں سے سلامت ہو گئے۔

الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْؕ تَحِیَّتُهُمْ فِیْهَا

جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، اپنے رب کے حکم سے ہمیشہ ان میں رہیں گے، وہاں اُن کی ملاقات کی دعا،

سَلٰمٌ ﴿۲۳﴾ اَلَمْ تَرَ كَیْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَیِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَیِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ

سلام ہے○ کیا تم نے نہ دیکھا کہ اللہ نے کلمہ پاک کی کیسی مثال بیان فرمائی ہے جیسے ایک پاکیزہ درخت ہو جس کی جڑ قائم ہو

وَّ فَرْعُهَا فِی السَّمَآءِۙ ﴿۲۴﴾ تُؤْتِیْۤ اُكُلَهَا كُلَّ حِیْنٍۭ بِاِذْنِ رَبِّهَاؕ وَ یَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ

اور اس کی شاخیں آسمان میں ہوں○ ہر وقت اپنے رب کے حکم سے پھل دیتا ہے اور اللہ لوگوں کے لیے مثالیں

لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۵﴾ وَ مَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِیْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِیْثَةِ ﹰ اجْتُثَّتْ مِنْ

بیان فرماتا ہے تاکہ وہ سمجھیں○ اور گندی بات کی مثال اس گندے درخت کی طرح ہے جو زمین کے اوپر

فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ ﴿۲۶﴾ یُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَیٰوةِ

سے کاٹ دیا گیا ہو تو اب اسے کوئی قرار نہیں○ اللہ ایمان والوں کو حق بات پر دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں ثابت

آیت 25،24 ان دو آیات میں کلمۂ ایمان کی مثال بیان کی جارہی ہے، فرمایا گیا: کیا تم نے نہ دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے کلمۂ پاک کی کیسی مثال بیان فرمائی ہے، جس طرح کھجور کے درخت کی جڑیں زمین کی گہرائی میں موجود اور شاخیں آسمان میں پھیلی ہوئی ہوتی ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہر وقت پھل دیتا ہے، ایسے ہی کلمۂ ایمان ہے کہ اس کی جڑ مومن کے دل کی زمین میں ثابت اور مضبوط ہوتی ہے، شاخیں یعنی عمل آسمان میں پہنچتے ہیں اور ثمرات یعنی برکت و ثواب ہر وقت حاصل ہوتے ہیں۔ آیت میں مزید فرمایا کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے لئے مثالیں اس لئے بیان فرماتا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں اور ایمان لائیں کیونکہ مثالوں سے معنی اچھی طرح دل میں اتر جاتے ہیں۔ **اہم بات:** حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ (اس آیت میں) پاکیزہ بات سے لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللہ کہنا اور پاکیزہ درخت سے کھجور کا درخت مراد ہے۔ پاکیزہ درخت سے متعلق اور بھی اقوال ہیں۔

آیت 26 یہاں کفریہ کلام کی مثال بیان کی جارہی ہے کہ اس کی مثال اندرائن جیسے کڑوے اور بدبودار پھل کے درخت کی طرح ہے جو زمین کے اوپر سے کاٹ دیا گیا ہو تو اب اسے کوئی قرار نہیں کیونکہ اس کی جڑیں زمین میں ثابت و مستحکم نہیں اور نہ اس کی شاخیں بلند ہوتی ہیں، یہی حال کفریہ کلام کا ہے کہ اس کی کوئی اصل ثابت نہیں، نہ وہ کوئی دلیل و حجت رکھتا ہے جس سے اسے استحکام ملے اور نہ اس میں خیر و برکت ہے کہ قبولیت کی بلندی پر پہنچ سکے۔

آیت 27 اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو دنیا کی زندگی میں کلمۂ ایمان پر ثابت رکھتا ہے کہ وہ آزمائش اور مصیبت کے وقتوں میں بھی صبر کرتے اور ایمان پر قائم رہتے ہیں، راہِ حق اور سیدھے دین سے نہیں ہٹتے حتّٰی کہ ان کی زندگی کا خاتمہ ایمان پر ہوتا ہے اور آخرت یعنی قبر میں بھی منکر نکیر کے سوالات کے وقت اور دوسری جگہوں میں ثابت رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کافروں کو گمراہ کرتا ہے تو وہ درست جواب کی طرف ہدایت نہیں پاتے اور اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ **اہم بات:** قبر بھی آخرت میں سے ہے کیونکہ یہ آخرت کی سب سے پہلی منزل ہے۔

الدُّنْيَا وَ فِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَ يُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ ۙ وَ يَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ﴿۲۷﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى

رکھتا ہے اور اللہ ظالموں کو گمراہ کرتا ہے اور اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے ○ کیا تم نے انہیں نہ دیکھا

الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّ اَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ﴿۲۸﴾ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۭ

جنہوں نے اللہ کی نعمت کو ناشکری سے بدل دیا اور اپنی قوم کو تباہی کے گھر اتار ڈالا ○ جو دوزخ ہے اس میں داخل ہوں گے

وَ بِئْسَ الْقَرَارُ ﴿۲۹﴾ وَ جَعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ قُلْ تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ مَصِيْرَكُمْ

اور وہ کیا ہی ٹھہرنے کی بری جگہ ہے ○ اور انہوں نے اللہ کے لیے برابر والے قرار دیئے تاکہ اس کی راہ سے بھٹکا دیں، تم فرماؤ: فائدہ اٹھالو پھر بیشک تمہیں

اِلَى النَّارِ ﴿۳۰﴾ قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ يُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا

آگ کی طرف لوٹنا ہے ○ میرے ان بندوں سے فرماؤ جو ایمان لائے کہ نماز قائم رکھیں اور ہمارے دیئے ہوئے میں سے کچھ ہماری راہ میں پوشیدہ

وَّ عَلَانِيَةً مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَ لَا خِلٰلٌ ﴿۳۱﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ

اور اعلانیہ خرچ کریں اس دن کے آنے سے پہلے جس میں نہ کوئی تجارت ہوگی اور نہ دوستی ○ اللہ ہی ہے جس نے آسمان

آیت 28،29 یہاں کفار کے برے احوال کا ذکر ہو رہا ہے، چنانچہ ان دو آیات میں فرمایا گیا: کیا تم نے کفارِ مکہ کو نہ دیکھا جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کو ناشکری سے بدل دیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے وجود سے کفارِ قریش کو نوازا، اس لئے ان پر لازم تھا کہ وہ اس نعمتِ جلیلہ کا شکر بجالاتے اور آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی پیروی کر کے مزید کرم کے حق دار ہوتے لیکن انہوں نے ناشکری کی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کا انکار کیا اور اپنی قوم کو جو دین میں ان کے موافق تھے، ہلاکت کے گھر دوزخ میں پہنچا دیا، اس میں داخل ہوں گے اور وہ کیا ہی ٹھہرنے کی بری جگہ ہے۔ **درس:** برا ساتھی دوسرے کو جہنم کی طرف کھینچ کر لے جاتا ہے اور اسے تباہی کے گھر میں اتار دیتا ہے، اس لئے کافروں، منافقوں اور بدمذہبوں کی صحبت سے خود کو بچانا نہایت ضروری ہے۔

آیت 30 فرمایا کہ اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے لئے برابر والے قرار دیئے تاکہ لوگوں کو ہدایت کی راہ اور سچے دین سے بھٹکا دیں، اے حبیب! آپ ان کفار سے فرماؤ کہ تم دنیا میں چند دن فائدہ اٹھالو پھر اس کے بعد تمہیں جہنم ہی کی طرف جانا ہے۔

آیت 31 ارشاد فرمایا: اے حبیب! میرے ان بندوں سے فرما دیں جو ایمان لائے کہ فرض نمازیں ان کے تمام ارکان و شرائط کے ساتھ ادا کریں اور ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے کچھ ہماری راہ میں پوشیدہ اور اعلانیہ اس دن کے آنے سے پہلے خرچ کریں جس میں نہ کوئی تجارت ہوگی کہ خرید و فروخت یعنی مالی معاوضے اور فدیے سے ہی کچھ نفع اُٹھایا جاسکے اور نہ دوستی کہ اس سے نفع اٹھایا جائے بلکہ بہت سے دوست ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے۔ **اہم بات:** اس آیت میں نفسانی اور طبعی دوستی کی نفی ہے جبکہ ایمانی دوستی جو محبتِ الٰہی کے سبب ہو، وہ باقی رہے گی جیسا قرآن پاک میں فرمایا: اس دن گہرے دوست ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے سوائے پرہیزگاروں کے۔ (سورۂ زخرف:67)

آیت 32 سعادت کا حصول معرفتِ الٰہی سے ہوتا ہے اور بدبختی کا سبب اس معرفت سے محرومی ہے، اس لئے سعادت مندوں اور

وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ

اور زمین بنائے اور آسمان سے پانی اتارا تو اس کے ذریعے تمہارے کھانے کیلئے کچھ پھل نکالے اور کشتیوں کو تمہارے قابو

الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ ﴿٣٢﴾ وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ

میں دیدیا تاکہ اس کے حکم سے دریا میں چلے اور دریا تمہارے قابو میں دیدیئے ○ اور تمہارے لیے سورج اور چاند کو کام پر لگادیا جو

دَآئِبَيْنِ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ﴿٣٣﴾ وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ؕ وَاِنْ تَعُدُّوْا

برابر چل رہے ہیں اور تمہارے لیے رات اور دن کو مسخر کردیا ○ اور اس نے تمہیں وہ بھی بہت کچھ دیدیا جو تم نے اس سے مانگا اور اگر تم اللہ کی نعمتیں گنو

بدبختوں کے احوال کے بعد اس معرفت کے حصول کے دلائل بیان کئے گئے ہیں، فرمایا: اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے آسمان اور زمین کو بغیر کسی چیز کے پیدا فرمایا، آسمان سے بارش کا پانی نازل فرمایا جس کے ذریعے درختوں اور کھیتیوں کی نشوونما ہوئی تو ان پر تمہارے کھانے کے لئے پھل اُگے، کشتیوں کو تمہارے قابو میں دے دیا تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے دریا میں چلیں، تم ان کشتیوں پر سوار ہوتے ہو اور ان کے ذریعے ایک شہر سے دوسرے شہر اپنے سازوسامان کی نقل و حمل کرتے ہو اور دریاؤں کا پانی بھی تمہارے قابو میں دے دیا۔ تو اے مشرکو! عبادت اور اطاعت کا مستحق وہی ہے جس کے یہ اوصاف ہیں، تمہارے بت جو نہ خود کو نفع نقصان پہنچانے کی قدرت رکھتے ہیں اور نہ کسی دوسرے کو، وہ ہرگز عبادت کے لائق نہیں۔

آیت 33 ارشاد فرمایا: اے لوگو! اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے سورج اور چاند کو تمہارے لئے کام پر لگادیا، دن میں سورج طلوع ہوتا اور رات میں چاند نکل آتا ہے تاکہ تمہاری جانوں اور معاش کی درستی رہے، جب سے اللہ تعالیٰ نے سورج اور چاند کو پیدا فرمایا ہے تب سے وہ اپنے اپنے محل میں گردش کررہے ہیں اور اسی طرح قیامت تک گردش کرتے رہیں گے، گردش کی وجہ سے نہ کمزور پڑیں گے اور نہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوں گے اور اللہ تعالیٰ ہی نے تمہارے مَنافع کے لیے رات اور دن کو مسخر کردیا، رات جاتی ہے تو دن آجاتا ہے، دن ختم ہوتا ہے تو رات آجاتی ہے، دن میں تم اپنے معاش کے کام اور رات میں آرام کرتے ہو، یہ اللہ تعالیٰ کی تم پر رحمت ہے۔

آیت 34 سابقہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان عظیم ترین نعمتوں کا ذکر فرمایا جو اس نے اپنے بندوں پر فرمائیں یہاں بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو صرف یہی نعمتیں عطا نہیں کیں بلکہ ان کی بے شمار منہ مانگی مرادیں بھی پوری فرمائی ہیں، چنانچہ ارشاد فرمایا: "اور اس نے تمہیں وہ بھی بہت کچھ دے دیا جو تم نے اس سے مانگا" مفسرین نے اس کے مختلف معانی بیان فرمائے ہیں: (1) تم نے جو کچھ اللہ تعالیٰ سے مانگا اس میں سے کچھ اللہ تعالیٰ نے اپنی مشیت اور حکمت کے مطابق عطا فرمادیا۔ (2) اللہ تعالیٰ نے انسان کو ہر وہ چیز عطا کردی جس کی اسے حاجت اور ضرورت تھی، چاہے اس نے زبان سے سوال نہ کیا ہو بلکہ زبانِ حال سے مانگا ہو۔ آیت میں مزید فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر نعمتیں اتنی زیادہ ہیں کہ اگر کوئی انہیں شمار کرنا چاہے تو ان کی کثرت کی وجہ سے شمار ہی نہیں کرسکتا۔ بے شک انسان اپنی جان پر بڑا ظلم کرنے والا اور اپنے رب کی نعمت کا بڑا ناشکرا ہے۔ **اہم بات:** صرف پانی، آکسیجن، سورج، دل، جگر، گردے اور آنکھوں پر ہی غور کرلیں کہ ان میں اللہ تعالیٰ نے جو جو نعمتیں رکھی ہیں وہ شمار ہوسکتی ہیں یا نہیں، بقیہ نعمتوں کا معاملہ تو اس سے کہیں آگے ہے۔

نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ۳۴ ع وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ رَبِّ اجْعَلْ ۱۷

تو انہیں شمار نہ کر سکو گے، بیشک انسان بڑا ظالم ناشکرا ہے ○ اور یاد کرو جب ابراہیم نے عرض کی: اے میرے رب! اس شہر کو امن والا

هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّ اجْنُبْنِیْ وَ بَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ۳۵ ط رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِیْرًا

بنادے اور مجھے اور میرے بیٹوں کو بتوں کی عبادت کرنے سے بچائے رکھ ○ اے میرے رب! بیشک بتوں نے بہت سے لوگوں کو

مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّهٗ مِنِّیْ ۚ وَ مَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۳۶ رَبَّنَاۤ اِنِّیْۤ

گمراہ کردیا تو جو میرے پیچھے چلے تو بیشک وہ میرا ہے اور جو میری نافرمانی کرے تو بیشک تو بخشنے والا مہربان ہے ○ اے ہمارے رب! میں نے اپنی

آیت 35 فرمایا کہ اور یاد کرو جب حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے میرے رب! اس شہر مکہ مکرمہ کو امن والا شہر بنادے کہ قیامت کے قریب دنیا کے ویران ہونے کے وقت تک یہ شہر ویرانی سے محفوظ رہے یا اس شہر والے امن میں ہوں اور مجھے اور میرے بیٹوں کو بتوں کی عبادت کرنے سے بچائے رکھ۔ **اہم باتیں:** (1) حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی دعا قبول ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ کو ویران ہونے سے محفوظ فرمادیا، کوئی اس مقدس شہر کو ویران کرنے پر قادر نہ ہوا نیز اس شہر کو اللہ تعالیٰ نے حرم بنایا کہ اس میں نہ کسی انسان کا خون بہایا جائے، نہ کسی پر ظلم کیا جائے، نہ وہاں شکار مارا جائے اور نہ سبزہ کاٹا جائے۔ (2) انبیاء علیہم السّلام بت پرستی اور تمام گناہوں سے معصوم ہیں اور آپ کا یہ دعا کرنا بارگاہِ الٰہی میں عاجزی اور محتاجی کے اظہار کے لئے ہے کہ باوجود یہ کہ تو نے اپنے کرم سے معصوم کیا لیکن ہم تیرے فضل و رحمت کی طرف دستِ احتیاج دراز رکھتے ہیں۔

آیت 36 حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے دعا فرمائی کہ اے میرے رب! بیشک بتوں کی وجہ سے بہت سے لوگ ہدایت اور حق کے راستے سے دور ہو گئے حتّٰی کہ وہ بتوں کو پوجنے لگے اور تیرے ساتھ کفر کرنے لگ گئے تو جو میرے یعنی اطاعت و فرمانبرداری کے طریقے پر ہو تو بیشک وہ میری سنت پر عمل پیرا ہے اور جو میرا نافرمان ہو تو اس کا معاملہ تیرے ہی حوالے ہے، بیشک تو گنہگاروں کے گناہوں کو اپنے فضل سے بخشنے والا ہے اور اپنے بندوں پر رحم فرمانے والا ہے اور لوگوں میں سے جسے چاہے معاف فرمادے۔ **اہم بات:** دعائے مغفرت صرف مومن کے لئے ہو سکتی ہے، کافر کے لئے بخشش کی صورت نہیں سوائے اس کے کہ وہ ایمان لے آئے۔

آیت 37 حضرت اسمٰعیل علیہ السّلام سرزمینِ شام میں حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے بطنِ پاک سے پیدا ہوئے جبکہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے ہاں کوئی اولاد نہ تھی، اس وجہ سے ان کے دل میں کچھ جذبات پیدا ہوئے اور انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السّلام سے کہا کہ آپ ہاجرہ اور اُن کے بیٹے کو میرے پاس سے جدا کر دیجئے۔ حکمتِ الٰہی نے یہ ایک سبب پیدا کیا تھا چنانچہ وحی آئی کہ آپ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اسمٰعیل علیہ السّلام کو اس سرزمین میں لے جائیں جہاں اب مکہ مکرمہ ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السّلام انہیں مکہ مکرمہ میں خانہ کعبہ کے نزدیک لائے اور ایک توشہ دان میں کھجوریں اور ایک برتن میں پانی دے کر واپس ہوئے۔ یہاں اُس وقت نہ کوئی آبادی تھی نہ چشمہ۔ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: آپ کہاں جاتے ہیں اور ہمیں اس وادی میں انیس و رفیق کے بغیر چھوڑے جاتے ہیں؟ لیکن آپ نے کوئی جواب نہ دیا۔ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے چند مرتبہ یہی عرض کیا اور جواب نہ پایا تو کہا: کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے؟ فرمایا: ہاں۔ یہ سن کر انہیں اطمینان ہو گیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السّلام تشریف لے گئے اور بارگاہِ الٰہی میں ہاتھ اٹھا کر دعا کی: "اے ہمارے رب! میں

Go To Index

اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ

کچھ اولاد کو تیرے عزت والے گھر کے پاس ایک ایسی وادی میں ٹھہرایا ہے جس میں کھیتی نہیں ہوتی۔ اے ہمارے رب! تاکہ وہ نماز قائم

فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْۤ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ﴿۳۷﴾

رکھیں تو تو لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کردے اور انہیں پھلوں سے رزق عطا فرما تاکہ وہ شکر گزار ہوجائیں○

رَبَّنَاۤ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِيْ وَمَا نُعْلِنُ ؕ وَمَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا

اے ہمارے رب! تو جانتا ہے جو ہم چھپاتے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں اور اللہ پر زمین اور آسمان میں کوئی بھی

فِي السَّمَآءِ ﴿۳۸﴾ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبِّيْ لَسَمِيْعُ

شے پوشیدہ نہیں○ تمام تعریفیں اس اللہ کیلئے ہیں جس نے مجھے بڑھاپے میں اسماعیل و اسحاق دیئے۔ بیشک میرا رب دعا

نے اپنی کچھ اولاد کو تیرے عزت والے گھر کے پاس ایک ایسی وادی میں ٹھہرایا ہے جس میں کھیتی نہیں ہوتی۔ اے میرے رب! میں نے اپنی اولاد کو ناقابلِ زراعت وادی میں اس لئے ٹھہرایا تاکہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور اُن کی اولاد اس وادی میں تیرے ذکر و عبادت میں مشغول ہوں اور تیرے بیتِ حرام کے پاس نماز قائم کریں۔ اے اللہ! تو لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کردے تاکہ وہ اس وادی کے اَطراف اور دیگر شہروں سے یہاں آئیں اور ان کے دل اس پاکیزہ مکان کی زیارت کے شوق میں کھنچیں اور انہیں پھلوں سے رزق عطا فرما تاکہ وہ شکر گزار ہوجائیں۔'' حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا اپنے فرزند حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو دودھ پلانے لگیں، جب ان کے پاس موجود پانی ختم ہوگیا اور صاحب زادے کا حلق شریف پیاس سے خشک ہوگیا تو آپ پانی کی جستجو یا آبادی کی تلاش میں صفا و مروہ کے درمیان دوڑیں، ایسا سات مرتبہ ہوا حتی کہ فرشتے کے پر مارنے یا حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے قدم مبارک سے اس خشک زمین میں چشمہ زمزم نمودار ہوا۔ اہم باتیں: (1) حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا قبول ہوئی اور قبیلہ جُرہم یہاں آکر آباد ہوا، نیز حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا ثمرہ ہے کہ گرمی سردی، بہار خزاں کی مختلف فصلوں کے میوے وہاں بیک وقت موجود ملتے ہیں۔ (2) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آگ میں ڈالے جانے کے واقعہ میں دعا نہ فرمائی تھی جبکہ اس واقعہ میں دعا کی اور عاجزی کا اظہار کیا۔ اللہ تعالیٰ کی کارسازی پر اعتماد کرکے دعا نہ کرنا بھی توکل اور بہتر ہے لیکن مقام دعا اس سے افضل ہے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اس دوسرے واقعہ میں دعا فرمانا افضل کام کو اختیار کرنا ہے۔

آیت 38 عرض کی کہ اے ہمارے رب! تو ہمارے حالات، ہماری ضرورتوں اور ہمارے نقصانات کو جانتا ہے اور تو ہم پر ہم سے زیادہ رحم فرماتا ہے، اس لئے تیری بارگاہ میں ہمیں دعا کرنے کی حاجت تو نہیں لیکن ہم تیرے حضور دستِ دعا اس لئے بلند کرتے ہیں تاکہ ہم تیرے آگے اپنی بندگی کا اظہار کریں، تیری عظمت و جلال سے خوف کھائیں۔ آیت میں مزید فرمایا: ''اور اللہ پر زمین اور آسمان میں کوئی بھی شے پوشیدہ نہیں۔'' یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تصدیق کے طور اللہ تعالیٰ نے کلام فرمایا ہے یا یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہی کلام ہے اور معنی یہ ہے کہ جو ہر جگہ میں چھپی ہوئی چیزوں کو جانتا ہے اس سے کوئی بھی چیز پوشیدہ نہیں۔

آیت 39 حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک اور فرزند کی دعا کی تھی اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی تو آپ نے اس کا شکر ادا کرتے ہوئے عرض کیا: تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے مجھے بڑھاپے کے باوجود حضرت اسمٰعیل اور حضرت اسحاق علیہما السلام دیئے۔

Go To Index

الدُّعَآءِ ﴿۳۹﴾ رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ ۖ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ﴿۴۰﴾

سننے والا ہے○ اے میرے رب! مجھے اور کچھ میری اولاد کو نماز قائم کرنے والا رکھ، اے ہمارے رب اور میری دعا قبول فرما○

رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ ﴿۴۱﴾ ع وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ ع ٦/٧ ١٨

اے ہمارے رب! مجھے اور میرے ماں باپ کو اور سب مسلمانوں کو بخش دے جس دن حساب قائم ہوگا○ اور (اے سننے والے!) ہرگز اللہ کو ان کاموں سے

غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ؕ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ ﴿۴۲﴾

بے خبر نہ سمجھنا جو ظالم کررہے ہیں۔ اللہ انہیں صرف ایک ایسے دن کیلئے ڈھیل دے رہا ہے جس میں آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی○

مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَاَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ ﴿۴۳﴾ وَاَنْذِرِ

لوگ بے تحاشا اپنے سروں کو اٹھائے ہوئے دوڑتے جارہے ہوں گے، ان کی پلک بھی ان کی طرف نہیں لوٹ رہی ہوگی اور ان کے دل خالی ہوں گے○ اور لوگوں

بیشک میرا رب میری دعا قبول فرمانے والا ہے۔ **اہم بات:** حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی ولادت اس وقت ہوئی جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر 99 برس اور حضرت اسحاق علیہ السلام کی ولادت اس وقت ہوئی جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر مبارک 112 برس تھی۔

آیت 40 مزید عرض کی: اے میرے رب! مجھے اور کچھ میری اولاد کو نماز قائم کرنے والا رکھ، اے ہمارے رب اور میری دعا قبول فرما۔ **اہم بات:** حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بعض افراد کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے بتانے سے معلوم ہو چکا تھا کہ وہ کافر ہوں گے اس لئے آپ نے اپنی بعض اولاد کے لئے نمازوں کی پابندی اور محافظت کی دعا کی۔

آیت 41 مزید عرض کی: اے ہمارے رب! مجھے اور میرے ماں باپ کو اور سب مسلمانوں کو بخش دے جس دن حساب قائم ہو گا۔ **اہم باتیں:** (1) یہاں ماں باپ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حقیقی والدین مراد ہیں اور وہ دونوں مومن تھے، اسی لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے لئے دعا فرمائی۔ (2) اس آیت سے دعا کے چند آداب معلوم ہوئے: (۱) دعا اپنی ذات سے شروع کرے (۲) ماں باپ کو دعا میں شامل رکھے (۳) ہر مسلمان کے حق میں دعائے خیر کرے (۴) آخرت کی دعا ضرور مانگے، صرف دنیا کی حاجات پر قناعت نہ کرے۔

آیت 42 ارشاد فرمایا: اے سننے والے! تم یہ نہ سمجھنا کہ اللہ تعالیٰ ظلم کرنے والوں کو سزا نہیں دے گا اور نہ ظالموں سے عذاب مؤخر ہونے کی وجہ سے غمزدہ ہونا کیونکہ اللہ تعالیٰ انہیں بغیر عذاب کے صرف ایک ایسے دن کے لئے ڈھیل دے رہا ہے جس میں دہشت کے مارے آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی۔ **اہم بات:** اس آیت میں ہر مظلوم کے لئے تسلی اور ہر ظالم کے لئے وعید ہے۔

آیت 43 قیامت کے دن کی دہشت اور ہولناکی سے لوگوں کا حال یہ ہو گا کہ وہ اپنے سروں کو اٹھائے عرصۂ محشر کی طرف بلانے والے یعنی حضرت اسرافیل علیہ السلام کی طرف بے تحاشا دوڑتے جارہے ہوں گے اور ان کی پلک تک نہ جھپک رہی ہو گی کہ اپنے آپ کو ہی دیکھ سکیں اور ان کے دل حیرت کی شدت اور دہشت کے مارے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سے خالی ہوں گے۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن دل سینوں سے نکل کر گلوں میں آ پھنسیں گے، نہ باہر نکل سکیں گے نہ اپنی جگہ واپس جا سکیں گے۔

آیت 44 ارشاد فرمایا: اے حبیب! آپ لوگوں کو قیامت کے دن سے ڈرائیں، اس دن جب ان پر عذاب آئے گا تو شرک اور گناہ

النَّاسَ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَاۤ اَخِّرْنَاۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِيْبٍۙ

کو اس دن سے ڈراؤ جب ان پر عذاب آئے گا تو ظالم کہیں گے: اے ہمارے رب! تھوڑی دیر تک ہمیں مہلت دیدے

نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَ نَتَّبِعِ الرُّسُلَؕ اَوَ لَمْ تَكُوْنُوْۤا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍۙ ﴿۴۴﴾

تاکہ ہم تیری دعوت کو قبول کرلیں اور رسولوں کی غلامی کرلیں۔ (کہا جائے گا، اے کافرو!) تو کیا تم پہلے قسم نہ کھاچکے تھے کہ تمہیں (تو دنیا سے) ہٹنا ہی نہیں○

وَّ سَكَنْتُمْ فِیْ مَسٰكِنِ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ وَ تَبَیَّنَ لَكُمْ كَیْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَ ضَرَبْنَا

اور تم ان کے گھروں میں رہے جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا اور تمہارے لئے بالکل واضح ہوگیا تھا کہ ہم نے ان کے ساتھ کیسا سلوک کیا اور ہم نے تمہارے

لَكُمُ الْاَمْثَالَ ﴿۴۵﴾ وَ قَدْ مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ وَ عِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْؕ وَ اِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ

لئے مثالیں بیان کیں○ اور بیشک انہوں نے اپنی سازش کی اور ان کی سازش اللہ کے قابو میں تھی اور ان کی سازش کوئی ایسی نہیں تھی کہ

کرکے اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے کہیں گے: اے ہمارے رب! تھوڑی دیر کے لئے ہمیں دنیا میں واپس بھیج دے اور ہمیں مہلت دیدے تاکہ ہم سے جو قصور ہو چکے ان کی تلافی کرتے ہوئے تیری توحید کی دعوت کو قبول کرلیں اور تیرے رسولوں علیہم السلام کی غلامی کرلیں۔ اس پر انہیں ڈانٹ ڈپٹ کی جائے گی اور فرمایا جائے گا: کیا تم پہلے دنیا میں اس بات کی قسمیں نہ کھاچکے تھے کہ مرنے کے بعد بھی تم اسی حالت میں رہو گے اور آخرت کے گھر کی طرف منتقل نہ ہو گے؟

آیت 45 فرمایا کہ تم ان لوگوں کے گھروں میں رہے جنہوں نے کفر اور گناہوں کا ارتکاب کرکے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا جیسے قومِ نوح، عاد اور ثمود وغیرہ کہ تم انہی کی بستیوں میں دورانِ سفر ٹھہرتے تھے یا ان کے قرب وجوار سے گزرتے تھے اور تمہارے لئے بالکل واضح ہو گیا تھا کہ ہم نے ان کے ساتھ کیسا سلوک کیا، تم نے اپنی آنکھوں سے اُن کے گھروں میں عذاب کے آثار دیکھے اور تمہیں اُن کی ہلاکت وبربادی کی خبریں ملیں، یہ سب کچھ دیکھ اور جان کر تم نے عبرت کیوں نہ حاصل کی اور کفر سے کیوں باز نہ آئے۔ ہم نے تمہیں مثالیں دے کر بتادیا تاکہ تم تدبیر کرو اور سمجھو، عذاب اور ہلاکت سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ **درس:** یہاں ہمارے لئے بھی بڑی عبرت ونصیحت ہے کہ سابقہ عذاب یافتہ قوموں کے اعمال کو سامنے رکھتے ہوئے ہم اپنے اعمال کا جائزہ لیں اور دوسروں کے انجام سے عبرت پکڑتے ہوئے نافرمانی سے باز آجائیں۔

آیت 46 اہلِ مکہ نے اسلام کو مٹانے اور کفر کی تائید کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ساتھ سازش کرتے ہوئے یہ ارادہ کیا تھا کہ آپ کو شہید کردیا جائے یا قید کرلیا جائے یا مکہ سے نکال دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کی سازش اللہ کے علم میں تھی اور ان کی سازش کوئی ایسی نہیں تھی کہ اس سے پہاڑ ٹل جائیں یعنی اللہ تعالیٰ کی آیات اور شریعتِ مصطفیٰ کے اَحکام جو اپنی قوت وثبات میں مضبوط پہاڑوں کی مانند ہیں، محال ہے کہ کافروں کے مکر اور اُن کی حیلہ انگیزیوں سے وہ اپنی جگہ سے ٹل سکیں۔ کفارِ مکہ کی اس سازش کی تفصیل سورۂ اَنفال کی آیت 30 کی تفسیر میں گزر چکی ہے۔

لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ ﴿٤٦﴾ فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

اس سے پہاڑ ٹل جائیں○ تو تم ہر گز خیال نہ کرنا کہ اللہ اپنے رسولوں سے وعدہ خلافی کرے گا۔ بیشک اللہ

عَزِیْزٌ ذُوانْتِقَامٍ ؕ ﴿٤٧﴾ یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَیْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا

غالب بدلہ لینے والا ہے○ یاد کرو جس دن زمین کو دوسری زمین سے اور آسمانوں کو بدل دیا جائے گا اور تمام لوگ ایک اللہ کے حضور نکل کھڑے

لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿٤٨﴾ وَتَرَى الْمُجْرِمِیْنَ یَوْمَىٕذٍ مُّقَرَّنِیْنَ فِی الْاَصْفَادِ ﴿٤٩﴾ ج

ہوں گے جو سب پر غالب ہے○ اور اس دن تم مجرموں کو بیڑیوں میں ایک دوسرے سے بندھا ہوا دیکھو گے○

سَرَابِیْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّ تَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ ﴿٥٠﴾ لا لِیَجْزِیَ اللّٰهُ كُلَّ

ان کے کرتے تارکول کے ہوں گے اور ان کے چہروں کو آگ ڈھانپ لے گی○ تاکہ اللہ ہر جان کو اس کی کمائی کا

آیت 47 ارشاد فرمایا: اے سننے والے! تم ہر گز ایسا خیال نہ کرنا کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں علیہم السلام سے کئے ہوئے وعدے کے خلاف کرے گا، یہ ممکن ہی نہیں وہ ضرور وعدہ پورا کرے گا اور اپنے رسول کی مدد فرمائے گا، اُن کے دین کو غالب کرے گا اور اُن کے دشمنوں کو ہلاک کرے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ غالب ہے، اسے کوئی شے عاجز نہیں کر سکتی اور وہ اپنے نافرمانوں سے بدلہ لینے والا ہے۔

آیت 48 فرمایا کہ یاد کرو! جب قیامت کے دن زمین کو دوسری زمین سے اور آسمانوں کو بدل دیا جائے گا اور تمام لوگ اپنی قبروں سے ایک اللہ تعالیٰ کے حضور نکل کھڑے ہوں گے جو سب پر غالب ہے۔ **اہم بات:** زمین و آسمان کی تبدیلی کے متعلق دو قول ہیں: (1) ان کے اوصاف بدل دیئے جائیں گے مثلاً زمین ایک سطح ہو جائے گی، اُس پر پہاڑ، بلند ٹیلے، گہرے غار، درخت، عمارت اور بستی وغیرہ کا نشان اور آسمان پر کوئی ستارہ نہ رہے گا اور سورج و چاند کی روشنیاں معدوم ہو جائیں گی۔ (2) آسمان و زمین کی ذات ہی بدل دی جائے گی، اس زمین کی جگہ ایک دوسری چاندی کی زمین ہو گی، سفید و صاف ہو گی جس پر نہ کبھی خون بہایا گیا ہو گا نہ گناہ کیا گیا ہو گا اور آسمان سونے کا ہو گا۔ یہ دونوں قول ایک دوسرے کے مخالف نہیں وہ اس طرح کہ پہلی مرتبہ زمین و آسمان کی صفات تبدیل ہوں گی اور دوسری مرتبہ حساب کے بعد دوسری تبدیلی ہو گی، اس میں زمین و آسمان کی ذاتیں ہی بدل جائیں گی۔

آیت 49 ارشاد فرمایا: اے حبیب! آپ قیامت کے دن کافروں کو بیڑیوں میں اپنے شیطانوں کے ساتھ بندھا ہوا دیکھیں گے۔ **اہم بات:** محشر میں کفار و مومن ظاہری علامات سے ہی پہچان لئے جائیں گے کہ کافروں کے منہ کالے، ہاتھ پیچھے بندھے ہوئے اور پاؤں بیڑیوں میں بندھے ہوئے ہوں گے جبکہ مومنوں کا حال اس کے برعکس بہتر ہو گا۔

آیت 50 قیامت کے دن کافروں کے کرتے سیاہ رنگ اور بدبودار تارکول کے ہوں گے جن سے آگ کے شعلے اور زیادہ تیز ہو جائیں گے اور وہ شعلے اتنے بلند ہوں گے کہ آگ ان کے چہروں کو ڈھانپ لے گی۔ **اہم بات:** تفسیر بیضاوی میں ہے کہ ان کے بدنوں پر رال لیپ دی جائے گی تو وہ کرتے کی طرح ہو جائے گی، اس کی سوزش اور رنگ کی وحشت و بدبو سے تکلیف پائیں گے۔

آیت 51 اللہ تعالیٰ کافروں کو یہ سزا اس لئے دے گا تاکہ وہ ہر مجرم شخص کو اس کے کئے ہوئے کفر اور گناہوں کا ایسا بدلہ دے جو

نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۵۱﴾ هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا

بدلہ دے، بیشک اللہ بہت جلد حساب کرنے والا ہے○ یہ لوگوں کیلئے تبلیغ ہے اور اس لیے کہ انہیں اس کے ذریعے ڈرایا

بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْۤا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۵۲﴾ ع

ع ۱۹/۱۱

جائے اور تاکہ وہ جان لیں کہ وہ ایک ہی معبود ہے اور تاکہ عقل والے نصیحت حاصل کریں○

۱۵ سُوْرَةُ الْحِجْرِ مَكِّيَّةٌ ۵۴

اٰیاتھا ۹۹ — رکوعاتھا ۶

سورۂ حجر مکیہ ہے، اس میں ننانوے آیتیں اور چھ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

الٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ وَقُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱﴾

الٓرٰ، یہ کتاب اور روشن قرآن کی آیتیں ہیں○

اس کے جرم کے مطابق ہو۔ بیشک اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب کرنے والا ہے۔

آیت 52 نزولِ قرآن کی حکمتیں بیان کی جا رہی ہیں، فرمایا گیا کہ اس قرآن میں لوگوں کے لئے تبلیغ اور نصیحت ہے یعنی یہ لوگوں کو تبلیغ کے لئے نازل کیا گیا ہے اور اس لئے کہ اس میں موجود عبرت انگیز واقعات اور زجر و توبیخ کے ذریعے لوگوں کو ڈرایا جائے اور تاکہ لوگ اس کی آیات سے اللہ تعالیٰ کی توحید کی دلیلیں پائیں اور تاکہ عقل والے اور سمجھدار لوگ اس قرآن کے ذریعے نصیحت حاصل کریں۔

سورۂ حجر کا تعارف یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ اس میں 6 رکوع اور 99 آیتیں ہیں۔ ”حِجر“ مدینہ منورہ اور شام کے درمیان ایک وادی کا نام ہے، اِس سورت کی آیت 80 تا 84 میں اُس وادی میں رہنے والی قوم ثمود کا واقعہ بیان ہوا ہے، اس مناسبت سے اس سورت کا نام ”حِجر“ رکھا گیا۔ **خلاصۂ مضامین:** سورۂ حجر میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت و قدرت، نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی نبوت، مرنے کے بعد زندہ کئے جانے اور اعمال کی جزا ملنے کو دلائل سے ثابت، اللہ تعالیٰ کا قرآن پاک کی حفاظت کی ذمہ داری خود لینے کا بیان، انبیاءِ کرام علیہم السلام کے ساتھ کفار و مشرکین کا طرزِ عمل، متقی لوگوں کی اُخروی جزاء، آسمان کو مردود شیطانوں سے محفوظ کئے جانے کا ذکر، حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق، فرشتوں کے سجدہ کرنے، شیطان کے سجدہ نہ کرکے مردود ہونے اور شیطان کے مہلت طلب کرنے کا واقعہ، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مہمان فرشتوں کا واقعہ نیز رسولِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی تسلی کے لئے حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی قوم، حضرت شعیب علیہ السلام اور اصحاب ایکہ، حضرت صالح علیہ السلام اور قوم ثمود کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔

آیت 1 ارشاد فرمایا: ”الٓرٰ“ یہ حروفِ مقطعات میں سے ہے، اس کی مراد اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ مزید فرمایا کہ اس سورت کی آیات کتاب اور روشن قرآن کی آیتیں ہیں۔

رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ﴿٢﴾ ذَرْهُمْ يَاْكُلُوْا وَ يَتَمَتَّعُوْا

کافر بہت آرزوئیں کریں گے کہ کاش وہ مسلمان ہوتے○ تم چھوڑ دو انہیں کہ کھائیں اور مزے اڑائیں

وَ يُلْهِهِمُ الْاَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿٣﴾ وَ مَاۤ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا وَ لَهَا

اور امید انہیں غفلت میں ڈالے رکھے تو جلد وہ جان لیں گے○ اور ہم نے جو بستی ہلاک کی اس کیلئے ایک

كِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿٤﴾ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَ مَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ﴿٥﴾

مقرر مدت لکھی ہوئی ہے○ کوئی گروہ اپنی مدت سے نہ آگے بڑھے گا اور نہ پیچھے ہٹے گا○

آیت 2 نزع کے وقت عذاب دیکھ کر یا آخرت میں قیامت کی سختیاں، ہولناکیاں، اپنا دردناک انجام اور برا ٹھکانہ دیکھ کر یا جب گنہگار مسلمانوں کو جہنم سے نکالا جا رہا ہو گا تب کفار یہ تمنا کریں گے کہ کاش وہ بھی مسلمان ہوتے۔ ایک قول یہ ہے کہ کافر جب کبھی اپنے عذاب کے احوال اور مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت دیکھیں گے تو ہر مرتبہ یہ آرزو کریں گے۔ **اہم بات:** بروزِ قیامت مسلمان بھی تمنا کرے گا، گنہگار مسلمان تو تمنا کرے گا کہ کاش گناہوں کی جگہ نیکیاں کی ہوتیں جبکہ نیک مومن زیادہ نیکیوں کی تمنا کرے گا بلکہ اپنے نیک اعمال میں زیادتی کے لئے دنیا میں بھیجے جانے کی آرزو کرے گا جیسا کہ حدیثِ پاک میں ہے: اگر کوئی بندہ اپنی پیدائش کے دن سے اپنے چہرے کے بل گر جائے حتّٰی کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں بوڑھا ہو کر مر جائے تو اُس دن اِس عبادت کو حقیر سمجھے گا اور تمنا کرے گا کہ دنیا میں لوٹایا جائے تا کہ وہ اجر و ثواب اور زیادہ کرے۔ (مسند امام احمد، حدیث:17667)

آیت 3 ارشاد فرمایا: اے حبیب! آپ ان مشرکوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیں، اس دنیا میں جتنا انہوں نے کھانا ہے کھالیں اور دنیا کی لذتوں اور شہوتوں کے اس وقت تک مزے اڑالیں جو ان کے لئے مقرر ہے۔ دنیا کے فائدے حاصل کرنے کی لمبی امید نے انہیں ایمان، اطاعت و قربِ الٰہی تک لے جانے والے اعمال سے غافل کیا ہوا ہے۔ عنقریب جب وہ قیامت کے دن اپنے کفر و شرک کے عذاب کا مشاہدہ کریں گے تو خود جان جائیں گے کہ دنیا کی زندگی میں لذتوں اور شہوتوں میں مشغول رہ کر وہ کتنے بڑے نقصان کا شکار ہوئے۔ **اہم بات:** لمبی امیدوں میں گرفتار اور لذّاتِ دنیا کی طلب میں غرق ہو جانا ایماندار کی شان نہیں۔ حدیثِ پاک میں ہے: مجھے اپنی امت پر دو باتوں کا زیادہ خوف ہے: (1) خواہشات کی پیروی (2) لمبی امید۔ کیونکہ خواہشات کی پیروی کرنا حق سے روکتا ہے اور لمبی امیدیں آخرت کو بھلا دیتی ہیں۔ (شعب الایمان، حدیث:10616)

آیت 4 فرمایا کہ اے حبیب! آپ سے پہلے جن بستیوں کے باشندوں کو ہم نے ہلاک کیا ان کے لئے ایک مُعَیّن وقت لوحِ محفوظ میں لکھا ہوا تھا، ہم نے انہیں وہ وقت آنے سے پہلے ہلاک نہیں کیا اور جب وہ وقت آ گیا تو ہم نے انہیں تباہ و برباد کر دیا۔ اے حبیب! اسی طرح مشرکینِ مکہ کو بھی ہم اسی وقت ہلاک کریں گے جب ان کا لکھا ہوا معین وقت آ جائے گا کیونکہ میرا فیصلہ یہ ہے کہ میں معین وقت آنے سے پہلے کسی بستی کے باشندوں کو ہلاک نہیں فرماتا۔

آیت 5 فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے جس گروہ کی ہلاکت کا جو وقت معین کر دیا ہے وہ اسی وقت میں ہلاک ہو گا، اس معین وقت سے کوئی گروہ نہ آگے بڑھ سکے گا نہ پیچھے ہٹ سکے گا۔

وَ قَالُوْا یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْ نُزِّلَ عَلَیْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌؕ ﴿۶﴾ لَوْ مَا تَاْتِیْنَا

اور کافروں نے کہا: اے وہ شخص جس پر قرآن نازل کیا گیا ہے! بیشک تم مجنون ہو۔ اگر تم سچے ہو تو

بِالْمَلٰٓىٕكَةِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۷﴾ مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓىٕكَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ

ہمارے پاس فرشتے کیوں نہیں لاتے؟۔ ہم فرشتوں کو حق فیصلے کے ساتھ ہی اتارتے ہیں

وَ مَا كَانُوْۤا اِذًا مُّنْظَرِیْنَ ﴿۸﴾ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ

اور جب وہ اترتے ہیں تو لوگوں کو مہلت نہیں دی جاتی ۔ بیشک ہم نے اس قرآن کو نازل کیا ہے اور بیشک ہم خود اس کی

آیت 6 سابقہ آیات میں کفار کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا گیا؛ اب ان کے سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی نبوت کے متعلق شبہات ذکر کر کے جوابات دیئے جا رہے ہیں، فرمایا: کفارِ مکہ نے کہا: اے وہ شخص جس پر قرآن نازل کیا گیا ہے! بیشک تم مجنون ہو۔ **اہم بات:** مشرکینِ مکہ حضور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کا مذاق اڑاتے ہوئے آپ کی طرف جنون کی نسبت کرتے تھے، اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ عموماً لوگ جب کسی سے ایسا کلام سنتے ہیں جو ان کی عقل میں نہ آئے تو اس قائل کو مجنون سمجھتے ہیں یہی حال مشرکین مکہ کا تھا کیونکہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، اپنی رسالت، قرآن کی حقانیت اور قیامت کے وقوع کی خبر دی تو یہ ان کے لئے نہایت تعجب انگیز تھی، نیز ان کا یہ کلام انجان لوگوں کو حضور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے دور کرنے کے لئے پروپیگنڈا تھا۔ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی عظمت وشان کے لئے کفار کے اس بہتان کا جواب اللہ تعالیٰ نے سورہ قلم میں خود یوں دیا: تم اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں۔ (سورۂ قلم، آیت:2)

آیت 7 کفارِ مکہ نے حضور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے کہا: اگر آپ اپنی اس بات میں سچے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسول بنا کر ہماری طرف مبعوث فرمایا اور آپ پر کتاب نازل فرمائی ہے تو پھر آپ ہمارے پاس فرشتے کیوں نہیں لاتے تاکہ وہ آپ کے دعوے کی سچائی پر گواہی دیں کیونکہ جب اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہے تو آپ کی نبوت کو ثابت کرنے کے لئے فرشتہ بھی بھیج سکتا ہے۔

آیت 8 کفار کے اعتراض کا جواب دیا جا رہا ہے کہ قانونِ الٰہی یہ ہے کہ وہ فرشتوں کو ان لوگوں پر ظاہر فرماتا ہے جن کی طرف اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانا ہو یا جن پر عذاب نازل کرنا مقصود ہو، اگر مشرکین کے مطالبے کے مطابق اللہ تعالیٰ ان کی طرف رسول کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے ساتھ نشانی کے طور پر فرشتہ بھیج دیتا اور اس کے بعد بھی وہ کفر پر قائم رہتے تو پھر انہیں مہلت نہ دی جاتی بلکہ سابقہ قوموں کی طرح اسی وقت عذاب میں گرفتار کر دیئے جاتے لیکن چونکہ یہ امت قیامت تک باقی رہے گی، اسی میں بہت سے لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والے اور اس کی وحدانیت کا اقرار کرنے والے ہوں گے اس لئے کفار کا یہ مطالبہ منظور نہ کیا گیا۔

آیت 9 کفار کے اس قول "اے وہ شخص جس پر قرآن نازل کیا گیا ہے" کا جواب دیتے ہوئے فرمایا گیا: اے حبیب! بیشک ہم نے آپ پر قرآن نازل کیا ہے اور ہم خود تحریف، تبدیلی، زیادتی اور کمی سے اس کی حفاظت فرماتے ہیں۔ **اہم بات:** تمام جن وانس اور ساری مخلوق میں یہ طاقت نہیں کہ قرآنِ کریم میں سے ایک حرف کی کمی بیشی یا تبدیلی کر سکے اور یہ قرآن شریف کی خصوصیت ہے۔ قرآنِ کریم کی یہ حفاظت کئی طرح سے ہے: (1) قرآنِ کریم کو معجزہ بنایا کہ بشر کا کلام اس میں مل ہی نہ سکے۔ (2) اس کو معارضے اور

لَحٰفِظُوْنَ ﴿۹﴾ وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِیْ شِیَعِ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۱۰﴾ وَ مَا یَاْتِیْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ

حفاظت کرنے والے ہیں○ اور بیشک ہم نے تم سے پہلے گزشتہ امتوں میں رسول بھیجے○ اور ان کے پاس جو بھی رسول آتا وہ اس کا

اِلَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۱۱﴾ كَذٰلِكَ نَسْلُكُهٗ فِیْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِیْنَ ﴿۱۲﴾ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ

مذاق اڑاتے تھے○ ایسے ہی ہم اس ہنسی کو ان مجرموں کے دلوں میں ڈالتے ہیں○ وہ اس پر ایمان نہیں لاتے

وَ قَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۱۳﴾ وَ لَوْ فَتَحْنَا عَلَیْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوْا فِیْهِ

حالانکہ پہلے لوگوں کا طریقہ گزر چکا ہے○ اور اگر ہم ان کے لیے آسمان میں کوئی دروازہ کھول دیتے تاکہ دن کے وقت اس میں

یَعْرُجُوْنَ ﴿۱۴﴾ لَقَالُوْۤا اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ ﴿۱۵﴾ ع ۱۵ ۱

چڑھ جاتے○ جب بھی وہ یہی کہتے کہ ہماری نگاہوں کو بند کردیا گیا ہے بلکہ ہم ایسی قوم ہیں جن پر جادو کیا ہوا ہے○

مقابلے سے محفوظ کیا کہ کوئی اس کی مثل کلام بنانے پر قادر نہ ہو۔(3) ساری مخلوق کو اسے معدوم کرنے سے عاجز کر دیا کہ کفار شدید عداوت کے باوجود اس مقدس کتاب کو معدوم کرنے سے عاجز ہیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ اگر کسی نے قرآن کے نور کو بجھانے، اس میں کمی زیادتی، تحریف اور تبدیلی کرنے یا اس کے حروف میں شکوک و شبہات ڈالنے کی کوشش کی تو وہ کامیاب نہ ہو سکا۔

آیت 10، 11 ان دو آیات میں کفارِ مکہ کے جاہلانہ برتاؤ پر حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا گیا کہ آپ سے پہلے سابقہ امتوں میں ہم نے رسول بھیجے اور ان لوگوں کے پاس جو بھی رسول آتا وہ اس کا مذاق اڑاتے تھے۔ کفار کی اپنے انبیاء علیہم السّلام کے ساتھ یہ روش سابقہ زمانوں سے چلی آرہی ہے لہٰذا اے حبیب! آپ بھی دیگر انبیاء و مرسلین علیہم السّلام کی طرح اپنی قوم کی اَذِیّتوں پر صبر فرمائیں۔

آیت 12 فرمایا کہ جس طرح ہم نے سابقہ امتوں کے دلوں میں کفر، تکذیب اور اِستہزا داخل کر دیا تھا ایسے مشرکین مکہ کے دلوں میں بھی داخل کر دیا ہے۔

آیت 13 فرمایا کہ وہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم یا قرآن پر ایمان نہیں لاتے حالانکہ پہلے لوگوں کا طریقہ گزر چکا ہے کہ وہ انبیاءِ کرام علیہمُ السّلام کی تکذیب کر کے عذابِ الٰہی سے ہلاک ہوتے رہے ہیں، یہی حال ان کفارِ مکہ کا ہے تو انہیں عذابِ الٰہی سے ڈرنا چاہیے۔

آیت 14، 15 ان دو آیات میں بیان ہوا کہ کفارِ مکہ کا عناد اس درجہ پر پہنچ گیا ہے کہ اگر ان کے لئے آسمان میں دروازہ کھول دیا جائے اور انہیں اس میں چڑھنا میسر ہو اور دن میں اس سے گزریں اور آنکھوں سے دیکھیں جب بھی نہ مانیں گے اور یہ کہہ دیں گے کہ ہماری نظر بندی کی گئی اور ہم پر جادو ہوا تو جب خود اپنے معاینہ سے انہیں یقین حاصل نہ ہوا تو ملائکہ کے آنے اور گواہی دینے سے، جس کو یہ طلب کرتے ہیں انہیں کیا فائدہ ہو گا۔

وَ لَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّ زَيَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿۱۶﴾ وَ حَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ

اور بیشک ہم نے آسمان میں بہت سے برج بنائے اور اسے دیکھنے والوں کے لیے آراستہ کیا اور اسے ہم نے ہر شیطان مردود سے

رَّجِيْمٍ ﴿۱۷﴾ اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۸﴾ وَ الْاَرْضَ

محفوظ رکھا البتہ جو چوری چھپے سننے جائے تو اس کے پیچھے ایک روشن شعلہ پڑ جاتا ہے اور ہم نے زمین

مَدَدْنٰهَا وَ اَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَ اَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُوْنٍ ﴿۱۹﴾

کو پھیلایا اور ہم نے اس میں لنگر ڈال دیئے اور اس میں ہر چیز ایک معین اندازے سے اگائی

آیت 16 فرمایا کہ اور بیشک ہم نے آسمان میں بہت سے برج بنائے اور ہم نے آسمان کو سورج، چاند اور ستاروں سے آراستہ کیا تاکہ غور و فکر کرنے والے اس سے اللہ تعالیٰ کے واحد اور خالق ہونے پر اِستدلال کریں اور جان لیں کہ ہر چیز کو پیدا کرنے والا اور اسے شکل و صورت عطا کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ **اہم بات:** برج سات سیاروں کی منزلیں ہیں اور ان برجوں کی تعداد 12 ہے: حَمَل، ثَور، جَوزَاء، سَرطَان، اَسَد، سُنبُلَہ، میزان، عَقرَب، قَوس، جَدی، دَلو، حُوت۔

آیت 18،17 ان دو آیات میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانِ دنیا کو ہر مردود اور لعین شیطان سے محفوظ رکھا ہے لیکن جو شیطان آسمانوں میں ہونے والی گفتگو چوری کر کے ایک دوسرے کو بتاتے ہیں تو ان کے پیچھے ایک روشن شعلہ پڑ جاتا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: شیاطین آسمانوں میں داخل ہوتے تھے اور وہاں کی خبریں کاہنوں کے پاس لاتے تھے جب حضرت عیسیٰ علیہ السّلام پیدا ہوئے تو شیاطین تین آسمانوں سے روک دیئے گئے اور جب سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ولادت ہوئی تو تمام آسمانوں سے منع کر دیئے گئے۔ اس کے بعد ان میں سے جب کوئی باتیں چوری کرنے کے ارادے سے اوپر چڑھتا تو اسے شِہاب کے ذریعے مارا جاتا۔ (2) شہاب اس ستارے کو کہتے ہیں جو شعلے کی طرح روشن ہوتا ہے اور فرشتے اس سے شیاطین کو مارتے ہیں۔ شہاب ثاقب گرنے کے کئی اسباب ہوسکتے ہیں، یہاں ان میں سے ایک کا بیان ہے۔

آیت 19 سابقہ آیات میں وحدانیتِ الٰہی کے آسمانی دلائل کا بیان ہوا، یہاں سے زمینی دلائل بیان ہو رہے ہیں، ارشاد فرمایا کہ ہم نے زمین کو پھیلایا اور ہم نے اس میں مضبوط پہاڑوں کے لنگر ڈال دیئے تاکہ وہ زمین والوں کے ساتھ حرکت نہ کرے اور اللہ تعالیٰ نے زمین میں ہر چیز لوگوں کی ضروریات کے مطابق ایک معین اندازے سے پیدا فرمائی کیونکہ اللہ تعالیٰ وہ مقدار جانتا ہے جس کی لوگوں کو ضرورت ہو اور وہ اس سے نفع حاصل کر سکتے ہوں۔ بعض مفسرین نے یہ معنی بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین میں ہر چیز مناسب اگائی، عقلِ سلیم رکھنے والا ہر شخص اسے بہترین اور مصلحت کے مطابق سمجھتا ہے۔ اس کی اور تفاسیر بھی ہیں۔ **اہم بات:** حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پانی کی سطح پر پھیلایا تو یہ اپنے اوپر موجود چیزوں کے ساتھ ایک طرف ایسے جھک گئی جیسے کشتی جھکتی ہے پھر اللہ تعالیٰ نے اسے مضبوط پہاڑوں کے ذریعے اس طرح ٹھہرا دیا جیسے کشتی کو لنگر ڈال کر ٹھہرایا جاتا ہے۔

وَ جَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ وَ مَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِيْنَ ﴿٢٠﴾ وَ اِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا

اور تمہارے لیے اس میں زندگی گزارنے کے سامان بنائے اور وہ جاندار بنائے جنہیں تم رزق نہیں دیتے ○ اور ہمارے پاس ہر چیز کے

خَزَآئِنُهٗ ۫ وَ مَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿٢١﴾ وَ اَرْسَلْنَا الرِّيٰحَ لَوَاقِحَ

خزانے ہیں اور ہم اسے ایک معلوم اندازے سے ہی اتارتے ہیں ○ اور ہم نے ہوائیں بھیجیں جو بادلوں کو پانی سے بھر دیتی ہیں

فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَسْقَيْنٰكُمُوْهُ ۚ وَ مَاۤ اَنْتُمْ لَهٗ

تو ہم نے آسمان سے پانی اتارا پھر ہم نے وہ تمہیں پینے کو دیا اور تم اس کے

بِخٰزِنِيْنَ ﴿٢٢﴾ وَ اِنَّا لَنَحْنُ نُحْيٖ وَ نُمِيْتُ وَ نَحْنُ الْوٰرِثُوْنَ ﴿٢٣﴾ وَ لَقَدْ

خزانچی نہیں ہو ○ اور بیشک ہم ہی زندہ کرتے ہیں اور ہم ہی مارتے ہیں اور ہم ہی وارث ہیں ○ اور بیشک

آیت 20 فرمایا کہ اور ہم نے تمہارے لئے زمین میں زندگی گزارنے کے سامان بنائے اور تمہارے لئے وہ جاندار پیدا کئے جنہیں تم رزق نہیں دیتے بلکہ اللہ تعالیٰ رزق دیتا ہے۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ ہم نے تمہارے لئے اور ان جانداروں کے لئے زمین میں زندگی گزارنے کے سامان بنائے جنہیں تم رزق نہیں دیتے۔ **اہم بات:** آیت میں "زندگی گزارنے کے سامان" سے کھانے، پینے اور پہننے کی وہ تمام چیزیں مراد ہیں جن کی دنیوی زندگی پوری ہونے تک انسان کو ضرورت ہے اور "جنہیں تم رزق نہیں دیتے" میں اہل و عیال، لونڈی غلام، خدمت گار، چوپائے اور حشرات الارض داخل ہیں، ان کے بارے لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ انہیں رزق دیتے ہیں، یہ ان کی غلط فہمی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی اِنہیں اور اُنہیں سب کو رزق دیتا ہے۔

آیت 21 تمام ممکنات اللہ تعالیٰ کی قدرت کے تحت داخل اور اس کی ملک میں ہیں، وہ انہیں جیسے چاہے عدم سے وجود میں لے آئے اور ممکنات میں سے جس چیز کو اللہ تعالیٰ وجود عطا فرماتا ہے اسے اپنی حکمت اور مشیت کے تقاضے کے مطابق مُعَیَّن مقدار کے ساتھ وجود عطا فرماتا ہے۔

آیت 22 ارشاد فرمایا: اور ہم نے ہوائیں بھیجیں جو بادلوں کو پانی سے بھر دیتی ہیں تو ہم نے بادلوں سے بارش اتاری پھر ہم نے وہ تمہیں پینے کو دیا اور تم اس کے خزانچی نہیں ہو یعنی بادلوں میں پانی پیدا کرنے اور ان سے بارش نازل کر کے تمہیں سیراب کرنے پر صرف اللہ تعالیٰ قادر ہے، اس کے سوا اور کسی کو یہ قدرت حاصل نہیں۔

آیت 23 فرمایا کہ مخلوق کو زندگی اور موت دینا صرف ہمارے دستِ قدرت میں ہے اور تمام مخلوق فنا ہونے والی ہے اور ہم ہی باقی رہنے والے ہیں۔

آیت 24 رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ایک مرتبہ باجماعت نماز کی صفِ اول کے فضائل بیان فرمائے تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم صفِ اول حاصل کرنے کی بہت کوشش کرنے لگے اور جن حضرات کے مکان مسجد شریف سے دور تھے وہ اپنے مکان بیچ کر مسجد کے قریب مکان خریدنے پر آمادہ ہو گئے تاکہ صفِ اول میں جگہ ملنے سے کبھی محروم نہ ہوں، اس آیت سے انہیں تسلی دی گئی کہ ثواب نیتوں پر ہے اور اللہ تعالیٰ اگلوں کو بھی جانتا ہے اور جو عذر کی وجہ سے پیچھے رہ گئے ہیں اُن کو بھی جانتا ہے اور اُن کی نیتوں سے بھی خبردار ہے، اس پر کچھ

عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنْكُمْ وَ لَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَاْخِرِيْنَ ﴿۲۴﴾ وَ اِنَّ رَبَّكَ

ہم تم میں سے آگے بڑھنے والوں کو بھی جانتے ہیں اور بیشک ہم پیچھے رہنے والوں کو بھی جانتے ہیں○ اور بیشک تمہارا رب ہی

ع ۲
۲

هُوَ يَحْشُرُهُمْ ؕ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۵﴾ؑ وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ

انہیں اٹھائے گا بیشک وہی علم والا، حکمت والا ہے○ اور بیشک ہم نے انسان کو خشک بجتی ہوئی مٹی سے بنایا جو ایسے سیاہ گارے کی تھی

مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۲۶﴾ۚ وَ الْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ﴿۲۷﴾

جس سے بُو آتی تھی○ اور ہم نے اس سے پہلے جن کو بغیر دھویں والی آگ سے پیدا کیا○

مخفی نہیں۔ **اہم باتیں:** (1) آیت میں ”اَلْمُسْتَقْدِمِیْنَ آگے بڑھنے والوں“ اور ”اَلْمُسْتَاْخِرِیْنَ پیچھے رہنے والوں“ سے کون مراد ہیں، اس میں مختلف اقوال ہیں: (۱) اَلْمُسْتَقْدِمِیْنَ سے مراد وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمادیا ہے اور اَلْمُسْتَاْخِرِیْنَ سے وہ لوگ مراد ہیں جنہیں ابھی پیدا نہیں فرمایا۔ (۲) اَلْمُسْتَقْدِمِیْنَ سے سابقہ امتیں اور اَلْمُسْتَاْخِرِیْنَ سے امتِ محمدیہ مراد ہے۔ (۳) اَلْمُسْتَقْدِمِیْنَ سے وہ لوگ مراد ہیں جو نیکی اور بھلائی کے کاموں میں سبقت کرنے والے ہیں اور اَلْمُسْتَاْخِرِیْنَ سے وہ لوگ مراد ہیں جو ان کاموں میں (سستی کی وجہ سے) پیچھے رہ جانے والے ہیں۔ (۴) اَلْمُسْتَقْدِمِیْنَ سے وہ لوگ مراد ہیں جو صفِ اوّل میں نماز کی فضیلت حاصل کرنے کے لئے آگے بڑھنے والے ہیں اور اَلْمُسْتَاْخِرِیْنَ سے وہ لوگ مراد ہیں جو عذر کی وجہ سے پیچھے رہ جانے والے ہیں۔ (2) جماعت کے ساتھ پڑھی جانے والی نماز کی پہلی صف کی بہت فضیلت ہے، ایک حدیث میں ہے: اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اذان دینے اور پہلی صف میں بیٹھنے کا کتنا اجر ہے اور انہیں قرعہ اندازی کرنے کے سوا ان کاموں کا موقع نہ ملے تو وہ ضرور قرعہ اندازی کریں گے۔ (بخاری، حدیث: 2689)

آیت 25 اللہ تعالیٰ سب لوگوں پر موت طاری فرمائے گا پھر اوّلین و آخرین سب کو قیامت میں اسی حال پر اٹھائے گا جس پر وہ مرے ہوں گے، بیشک وہی علم والا، حکمت والا ہے۔ **اہم بات:** حدیثِ پاک میں ہے: ہر بندہ اسی حال پر اٹھایا جائے گا جس پر اسے موت آئی ہو گی۔ (مسلم، حدیث: 83(2878))

آیت 26 فرمایا کہ اور بیشک ہم نے انسان یعنی حضرت آدم علیہ السّلام کو خشک بجتی مٹی سے بنایا جو ایسے سیاہ گارے کی تھی جس سے بو آتی تھی۔ **اہم بات:** حضرت آدم علیہ السّلام کی پیدائش کی کیفیت کا ذکر قرآنِ پاک کی متعدد آیات میں مختلف انداز سے آیا ہے، خلاصہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو زمین سے ایک مشت خاک لی، پھر اس مٹی کو پانی سے تر کیا یہاں تک کہ وہ سیاہ گارا ہو گئی اور اُس میں بو پیدا ہوئی، پھر اس سیاہ رنگ اور بو والی مٹی سے انسان کی صورت بنائی، جب وہ سوکھ کر خشک ہو گئی تو جس وقت ہوا اس میں سے گزرتی تو وہ بجتی اور اس میں آواز پیدا ہوتی۔ جب سورج کی تپش سے وہ پختہ ہو گئی تو اس میں روح پھونکی۔

آیت 27 فرمایا کہ اور ہم نے حضرت آدم علیہ السّلام سے پہلے ابلیس کو اس آگ سے پیدا کیا جس میں دھواں نہیں۔ **اہم بات:** حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس آیت میں ”اَلْجَآنَّ“ سے ابلیس مراد ہے۔ یہ حضرت آدم علیہ السّلام سے پہلے پیدا کیا گیا، جب حضرت آدم علیہ السّلام کی پیدائش ہوئی تو ابلیس نے ان کے مقام و مرتبہ کی بنا پر ان سے حسد کیا۔ ”اَلْجَآنَّ“ سے متعلق مفسرین کے اور بھی اَقوال ہیں۔

وَ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓىِٕكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۲۸﴾

اور یاد کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں ایک آدمی کو بجتی ہوئی مٹی سے پیدا کرنے والا ہوں جو مٹی بدبودار سیاہ گارے کی ہے ○

فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَ نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ ﴿۲۹﴾ فَسَجَدَ الْمَلٰٓىِٕكَةُ

توجب میں اسے ٹھیک کرلوں اور میں اپنی طرف کی خاص معزز روح اس میں پھونک دوں تو اس کے لیے سجدے میں گر جانا ○ تو جتنے فرشتے تھے

كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ﴿۳۰﴾ اِلَّاۤ اِبْلِیْسَ ؕ اَبٰۤى اَنْ یَّكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِیْنَ ﴿۳۱﴾ قَالَ یٰۤاِبْلِیْسُ

سب کے سب سجدے میں گر گئے ○ سوائے ابلیس کے، اس نے سجدہ والوں کے ساتھ ہونے سے انکار کر دیا ○ اللہ نے فرمایا: اے ابلیس!

آیت 28 حضرت آدم علیہ السّلام کی پیدائش کا ذکر فرمانے کے بعد اب ان کی پیدائش کا واقعہ بیان کیا جارہا ہے، چنانچہ فرمایا: اے حبیب! یاد کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں ایک آدمی کو بجتی ہوئی مٹی سے پیدا کرنے والا ہوں جو مٹی بدبودار سیاہ گارے کی ہے۔ **اہم بات:** ان آیات میں مذکور واقعہ سورۂ بقرہ اور سورۂ اعراف وغیرہ میں بھی بیان کیا گیا ہے۔

آیت 29 ارشاد فرمایا: توجب میں اس کی تخلیق مکمل کر کے اسے روح پھونکنے کے لئے تیار کرلوں اور میں اپنی طرف کی خاص معزز روح اس میں پھونک دوں اور اسے زندہ کر دوں تو اس کے لئے سجدے میں گر جانا۔ **اہم بات:** آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السّلام کی روح کو اپنی طرف ان کی عزت و تکریم کے طور پر منسوب فرمایا جیسے خانہ کعبہ کو بَیْتُ اللہ یعنی اللہ کا گھر، کہا جاتا ہے اور حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو نَاقَةُ اللہ یعنی اللہ کی اونٹنی فرمایا گیا ہے۔

آیت 30 جب حضرت آدم علیہ السّلام کی تخلیق مکمل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے ان میں روح ڈال دی تو جتنے فرشتے تھے سب کے سب ایک ساتھ سجدے میں گر گئے۔ **اہم بات:** فرشتوں کا یہ سجدہ تعظیمی تھا۔ سجدۂ تعظیمی پہلی شریعتوں میں جائز تھا ہماری شریعت میں جائز نہیں اور سجدۂ عبادت پہلی شریعتوں میں بھی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے لئے جائز نہیں ہوا۔ حدیثِ پاک میں ہے: حضور انور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: کسی شخص کے لئے جائز نہیں کہ وہ دوسرے شخص کو سجدہ کرے، اگر کسی کا دوسرے کو سجدہ کرنا جائز ہوتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے عورت پر شوہر کا بڑا حق رکھا ہے۔

(ابن حبان، حدیث: 4150)

آیت 31 جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تو فرشتے سجدے میں گر گئے لیکن ابلیس نے ان سجدہ کرنے والے فرشتوں کے ساتھ ہونے سے انکار کر دیا اور حضرت آدم علیہ السّلام کو سجدہ نہ کیا۔

آیت 32 اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ابلیس! تجھے کیا ہوا کہ تو سجدہ کرنے والوں کے ساتھ نہ ہوا۔

مَالَكَ اَلَّا تَكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ لَمْ اَكُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهٗ

تجھے کیا ہوا کہ تو سجدہ کرنے والوں کے ساتھ نہ ہوا ○ اس نے کہا: میرے لائق نہیں کہ میں کسی انسان کو سجدہ کروں جسے تو نے

مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۳۳﴾ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ ﴿۳۴﴾

بجتی ہوئی مٹی سے بنایا جو سیاہ بدبودار گارے سے تھی ○ اللہ نے فرمایا: تو جنت سے نکل جا کیونکہ تو مردود ہے ○

وَّاِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۳۵﴾ قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِيْۤ اِلٰى يَوْمِ

اور بیشک قیامت تک تجھ پر لعنت ہے ○ اس نے کہا: اے میرے رب! تو مجھے اس دن تک مہلت دیدے جب

يُبْعَثُوْنَ ﴿۳۶﴾ قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ﴿۳۷﴾ اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ﴿۳۸﴾

لوگ اٹھائے جائیں ○ اللہ نے فرمایا: پس بیشک تو ان میں سے ہے جن کو معین وقت کے دن تک مہلت دی گئی ہے ○○

آیت 33 ابلیس نے کہا: میرے لائق نہیں کہ میں کسی انسان کو سجدہ کروں جسے تو نے بجتی ہوئی مٹی سے بنایا جو سیاہ بدبودار گارے سے تھی۔

اہم بات: اس کلام سے ابلیس کی مراد یہ تھی کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام سے افضل ہے کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام کی اصل مٹی ہے اور ابلیس کی اصل آگ ہے اور اس کے خیال میں آگ مٹی سے افضل ہے لیکن وہ خبیث یہ بھول گیا کہ افضل تو وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ فضیلت عطا کرے۔

آیت 34، 35 ان دو آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تو جنت سے نکل جا کیونکہ تو مردود ہے اور قیامت تک آسمان و زمین والے تجھ پر لعنت کریں گے اور جب قیامت کا دن آئے گا تو اس لعنت کے ساتھ ہمیشگی کے عذاب میں گرفتار کیا جائے گا جس سے کبھی رہائی نہ ہوگی۔ **اہم بات:** حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کرنے اور اس کی وجہ بیان کرنے میں شیطان نے تین گناہوں کا اِرتکاب کیا: (1) حکمِ الٰہی کی مخالفت (2) بارگاہِ الٰہی کی مقرب ہستیوں کی جماعت سے جدا راستے کا انتخاب (3) تکبر، ان تین گناہوں کا انجام یہ ہوا کہ اس کی ہزاروں برس کی عبادت و ریاضت برباد ہوگئی، فرشتوں کا استاد ہونے کی عظمت چھن گئی، بارگاہِ الٰہی سے مردود و رسوا کرکے نکال دیا گیا، قیامت تک کے لئے گلے میں لعنت کا طوق ڈال دیا گیا اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں جلنے کی سزا دے دی گئی۔ **درس:** شیطان کے گناہوں اور اس کے عبرت ناک انجام کو سامنے رکھتے ہوئے ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ عمومی طور پر تمام گناہوں اور خاص طور پر ان تین گناہوں سے بچے اور اپنے بارے میں اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے ڈرتا رہے۔

آیت 36 اپنے مردود اور لعنتی ہونے کے بارے میں سن کر شیطان نے کہا: اے میرے رب! مجھے قیامت کے دن تک مہلت دیدے۔ **اہم بات:** قیامت کے دن تک مہلت مانگنے سے شیطان کا مطلب یہ تھا کہ وہ کبھی نہ مرے کیونکہ قیامت کے بعد کوئی نہ مرے گا اور قیامت تک کی اُس نے مہلت مانگ ہی لی۔

آیت 37، 38 شیطان کی اس دعا کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح قبول کیا کہ اس سے فرمایا: بیشک تو ان میں سے ہے جن کو اس معین وقت کے دن تک مہلت دی گئی ہے جس میں تمام مخلوق مر جائے گی اور وہ وقت پہلے نفخہ کا ہے۔ **اہم بات:** شیطان کے مردہ رہنے کی مدت پہلے نفخہ سے دوسرے نفخہ تک 40 برس ہے اور اس قدر مہلت دینا اس کے اکرام کے لئے نہیں بلکہ اس کی بلا، شقاوت اور عذاب کی زیادتی کے لئے ہے۔

قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ

اس نے کہا: اے رب میرے! مجھے اس بات کی قسم کہ تو نے مجھے گمراہ کیا، میں ضرور زمین میں لوگوں کیلئے (نافرمانی) خوشنما بنادوں گا اور میں ضرور

اَجْمَعِيْنَ ﴿٣٩﴾ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿٤٠﴾ قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيْمٌ ﴿٤١﴾

ان سب کو گمراہ کردوں گا○ سوائے اُن کے جواِن میں سے تیرے چنے ہوئے بندے ہیں○ اللہ نے فرمایا: یہ میری طرف آنے والا سیدھا راستہ ہے○

اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ﴿٤٢﴾ وَ اِنَّ

بیشک میرے بندوں پر تیرا کچھ قابو نہیں سوائے ان گمراہوں کے جو تیرے پیچھے چلیں○ اور بیشک

جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿٤٣﴾ لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ ﴿٤٤﴾ ع ٣

جہنم ان سب کا وعدہ ہے○ اس کے سات دروازے ہیں، ہر دروازے کے لیے ان میں سے ایک ایک حصہ تقسیم کیا ہوا ہے○

آیت 40،39 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جب ابلیس کو معلوم ہوا کہ وہ حالتِ کفر میں مرے گا اور اس کی کبھی بخشش نہ ہوگی تو اس نے مخلوق کو کفر میں مبتلا کرکے گمراہ کردینے کی حرص کی اور کہا: اے میرے رب! مجھے اس بات کی قسم کہ تو نے مجھے گمراہ کیا، میں ضرور زمین میں حضرت آدم علیہ السّلام کی اولاد کے لئے دنیا کی محبت اور تیری نافرمانی کو خوش نما بنادوں گا اور میں ضرور ان سب کے دِلوں میں وسوسہ ڈال کر گمراہ کردوں گا البتہ تیرے چنے ہوئے بندوں پر میرا وسوسہ اور مکر نہ چلے گا۔ یہاں شیطان کا جملہ خباثت سے بھرا ہوا کہ اللہ تعالیٰ پر ہی الزام لگا دیا کہ تو نے مجھے گمراہ کیا، حالانکہ شیطان نے اپنی مرضی واختیار سے سجدے سے انکار کرکے گمراہی اختیار کی تھی۔

آیت 41 اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ میری طرف آنے والا سیدھا راستہ ہے۔ مفسرین نے اس کے مختلف معنی بیان فرمائے ہیں: (1) یہ راستہ اپنے اوپر چلنے والے کو سیدھا چلاتا ہے حتی کہ اس پر چل کر وہ جنت میں پہنچ جاتا ہے۔ (2) دلائل کے ساتھ لوگوں کی سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرنا ہمارے ذمے ہے۔ (3) اخلاص مجھ تک پہنچنے کا سیدھا راستہ ہے۔ (4) چنے ہوئے بندوں کا ابلیس کے بہکاوے سے بچ جانا وہ راستہ ہے جو سیدھا اللہ تعالیٰ تک پہنچا دیتا ہے۔

آیت 42 فرمایا کہ بیشک میرے بندوں پر تیرا کچھ قابو نہیں سوائے ان گمراہوں کے جو تیرے پیچھے چلیں۔ **اہم بات:** ابلیس نے جو یہ کہا کہ "میں ضرور ان سب کو گمراہ کردوں گا سوائے اُن کے جواِن میں سے تیرے چنے ہوئے بندے ہیں" اس کا مطلب بھی یہ نہیں کہ ابلیس انہیں زبردستی اپنا پیروکار بنالے گا بلکہ یہ ہے کہ لوگ خود اپنے اختیار سے اس کی پیروی کریں گے۔

آیت 43 ارشاد فرمایا: بیشک جہنم ابلیس، اس کی پیروی کرنے والوں اور اس کے گروہوں، سب کے عذاب کے وعدے کی جگہ ہے۔
اہم بات: کفار ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے اور جو گنہگار مومن دوزخ میں گئے وہ عارضی طور پر وہاں رہیں گے۔

آیت 44 جہنم کے سات طبقات ہیں اور ہر طبقے کا ایک دروازہ ہے۔ پہلا طبقہ جہنم، دوسرا لظی، تیسرا حطمہ، چوتھا سعیر، پانچواں سَقَر، چھٹا جحیم، ساتواں ہاوِیہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ابلیس کے پیروکاروں کو سات حصوں میں تقسیم فرمادیا ہے، ان میں سے ہر ایک کے لئے جہنم کا ایک طبقہ مُعیّن ہے کیونکہ کفر کے مراتب مختلف ہیں اس لئے جہنم میں بھی ان کے مرتبے مختلف ہوں گے۔

اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّ عُیُوْنٍ ؕ﴿۴۵﴾ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِیْنَ ﴿۴۶﴾

بیشک متقی لوگ باغوں اور چشموں میں ہوں گے ○ (حکم ہوگا) ان میں سلامتی کے ساتھ امن و امان سے داخل ہو جاؤ○

وَ نَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ ﴿۴۷﴾ لَا یَمَسُّهُمْ

اور ہم ان کے سینوں میں موجود کینہ کھینچ لیں گے، وہ آپس میں بھائی بھائی ہوں گے، وہ آمنے سامنے تختوں پر بیٹھے ہوں گے ○ انہیں جنت

فِیْهَا نَصَبٌ وَّ مَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِیْنَ ﴿۴۸﴾ نَبِّئْ عِبَادِیْۤ اَنِّیْۤ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ۙ﴿۴۹﴾

میں نہ کوئی تکلیف پہنچے گی اور نہ ہی وہ وہاں سے نکالے جائیں گے ○ میرے بندوں کو خبر دو کہ بیشک میں ہی بخشنے والا مہربان ہوں○

آیت 45 فرمایا کہ بیشک متقی یعنی جو لوگ کفر و شرک سے باز رہے اور ایمان لائے اگرچہ گنہگار ہوں وہ باغوں اور چشموں میں ہوں گے۔ **اہم بات:** گنہگار مومنین کا معاملہ مشیتِ الٰہی پر موقوف ہے، چاہے تو انہیں ایک مدت تک عذاب دے پھر اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی شفاعت کے صدقے معاف فرمادے اور چاہے تو عذاب ہی نہ دے۔

آیت 46 جب اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے جنت کے دروازوں پر پہنچیں گے یا جب جنتی جنت میں ایک جگہ سے دوسری جنت کی طرف متوجہ ہوں گے تو فرشتوں کی زبانی ان سے کہا جائے گا کہ سلامتی اور امن و امان کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ، نہ تم یہاں سے نکالے جاؤ گے، نہ تمہیں یہاں موت آئے گی اور نہ کوئی خوف اور پریشانی ہوگی۔

آیت 47 دنیا میں اگر ان ڈرنے والوں میں سے کسی کے دل میں دوسرے کے بارے میں کچھ کینہ ہوگا تو جنت میں داخل ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ اسے ان کے دلوں سے نکال دے گا اور اُن کے نُفوس کو بغض، حسد، عناد اور عداوت وغیرہ مذموم خصلتوں سے پاک کر دے گا، وہ ایک دوسرے سے محبت کرنے اور میل جول رکھنے میں ایسے ہوں گے جیسے سگے بھائی ہوتے ہیں، وہ ایک دوسرے کے سامنے جنت میں تختوں پر بیٹھے ہوں گے اور مجلس کا لطف اٹھائیں گے یا یہ معنی ہے کہ جب جنتی ایک جگہ جمع ہو کر ایک دوسرے سے ملاقات کریں گے اور فارغ ہونے کے بعد واپس لوٹنے کا ارادہ کریں گے تو ان میں سے ہر ایک کا تخت اس طرح گھوم جائے گا کہ اس پر سوار جنتی کا چہرہ اپنے ساتھی کے چہرے کے سامنے ہوگا اور اس کی پشت اس طرف ہوگی جدھر تخت اسے لے جا رہا ہوگا۔

آیت 48 فرمایا کہ انہیں جنت میں نہ کوئی تکلیف پہنچے گی اور نہ وہ کبھی جنت سے نکالے جائیں گے۔

آیت 49، 50 ان دو آیات میں لوگوں کو گناہ کرنے سے ڈرایا اور سابقہ گناہوں سے توبہ کا حکم دیا جا رہا ہے، چنانچہ فرمایا گیا: اے حبیب! میرے بندوں کو بتا دیں کہ جب وہ اپنے گناہوں سے توبہ کر لیں تو میں ہی ان کے گناہوں پر پردہ ڈال کر انہیں رسوائی اور عذاب سے بچاتا ہوں اور عذاب نہ دے کر ان پر رحم فرماتا ہوں اور یہ بھی بتا دیں کہ میرا عذاب ان کے لئے ہے جو گناہوں پر قائم رہیں اور توبہ نہ کریں اور وہ اتنا دردناک ہے کہ اس جیسا دردناک کوئی عذاب ہو ہی نہیں سکتا۔ **اہم باتیں:** (1) بندوں کو امید اور خوف کے درمیان رہنا چاہئے کہ رحمتِ الٰہی کی وسعت دیکھ کر گناہوں پر بے باک ہوں نہ عذاب کی شدت دیکھ کر رحمتِ الٰہی سے مایوس۔ حدیثِ پاک میں ہے: اگر کافر بھی یہ جان لے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس کتنی رحمت ہے تو وہ بھی جنت سے مایوس نہ ہو اور اگر مومن یہ جان جائے کہ اس کے پاس کتنا عذاب ہے تو وہ بھی جہنم سے بے خوف نہ ہو۔ (بخاری، حدیث:6469) (2) حالتِ کفر میں مرنے والا ہمیشہ

وقف لازم

وَاَنَّ عَذَابِيْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِيْمُ ﴿٥٠﴾ وَنَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ ﴿٥١﴾ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ

اور بیشک میرا ہی عذاب دردناک عذاب ہے ○ اور انہیں ابراہیم کے مہمانوں کا احوال سناؤ ○ جب وہ اس کے پاس آئے

فَقَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ اِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُوْنَ ﴿٥٢﴾ قَالُوْا لَا تَوْجَلْ اِنَّا نُبَشِّرُكَ

تو کہنے لگے: ''سلام'' ابراہیم نے فرمایا: ہم تم سے ڈر رہے ہیں ○ انہوں نے عرض کیا: آپ نہ ڈریں، بیشک ہم آپ کو ایک علم والے

بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ﴿٥٣﴾ قَالَ اَبَشَّرْتُمُوْنِيْ عَلٰٓى اَنْ مَّسَّنِيَ الْكِبَرُ فَبِمَ تُبَشِّرُوْنَ ﴿٥٤﴾

لڑکے کی بشارت دیتے ہیں ○ فرمایا: کیا تم مجھے بشارت دیتے ہو حالانکہ مجھے بڑھاپا پہنچ چکا ہے تو کس چیز کی بشارت دے رہے ہو؟ ○

جہنم کے دردناک عذاب میں مبتلا ہو گا البتہ جو گنہگار مسلمان گناہوں سے توبہ کئے بغیر انتقال کر گیا اس کا معاملہ مشیتِ الٰہی پر موقوف ہے، چاہے تو گناہوں کی سزا دے اور چاہے تو اپنی رحمت سے تمام گناہ بخش کر جنت عطا فرما دے۔

آیت 51 یہاں سے بعض انبیاءِ کرام علیہمُ السّلام کے واقعات بیان ہو رہے ہیں، سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا واقعہ بیان ہوا، فرمایا: اے حبیب! میرے بندوں کو حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے مہمانوں کا احوال سنائیں جنہیں ہم نے اس لئے بھیجا تھا کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو بیٹے کی بشارت دیں اور قومِ لوط کو ہلاک کریں تاکہ میرے بندے قومِ لوط پر آنے والے عذاب، اللہ تعالیٰ کی ناراضی اور مجرموں سے لئے گئے انتقام کو دیکھ کر عبرت حاصل کریں اور انہیں یقین ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب ہی سب سے سخت ہے۔ **اہم بات:** حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے مہمان کئی فرشتے تھے اور ان میں حضرت جبریل علیہ السّلام بھی تھے۔

آیت 52 فرشتے جب حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے پاس آئے تو انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو سلام کیا اور آپ کی تعظیم و توقیر کی۔ حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے ان سے فرمایا: ہم تم سے ڈر رہے ہیں۔ **اہم بات:** حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا مہمانوں سے خوف کھانے کی ایک وجہ یہ تھی کہ وہ اجازت کے بغیر اور بے وقت آئے تھے اور دوسری وجہ یہ تھی کہ مہمانوں نے ان کا پیش کردہ بھنا ہوا بچھڑا کھانے سے انکار کر دیا تھا اور اس دور میں مہمان کا کھانے سے انکار دشمنی کی علامت سمجھا جاتا تھا۔

آیت 53 مہمانوں نے عرض کی: آپ نہ ڈریں، بیشک ہم آپ کو ایک علم والے لڑکے حضرت اسحاق علیہ السّلام کی بشارت دیتے ہیں۔ **اہم بات:** فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کے بتانے سے معلوم تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے ہاں بیٹا پیدا ہو گا اور وہ علم والا اور نبی ہو گا، معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں میں سے جسے چاہے غیب کا علم عطا فرماتا ہے۔ **درس:** عالِم بیٹا اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے۔ اس میں ہر مسلمان کے لئے نصیحت ہے کہ وہ اپنی اولاد کو دین کا علم بھی سکھائے۔

آیت 54 جب فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو بیٹے کی بشارت دی تو آپ اپنے اور زوجہ کے بڑھاپے کی وجہ سے حیران ہوئے اور فرشتوں سے فرمایا: اتنی بڑی عمر میں اولاد ہونا عجیب و غریب ہے، ہمارے ہاں کس طرح اولاد ہو گی؟ کیا ہمیں پھر جوان کیا جائے گا یا اِسی حالت میں بیٹا عطا فرمایا جائے گا؟ **اہم بات:** حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا یہ تعجب اللہ تعالیٰ کی قدرت پر نہیں بلکہ عادت کے برخلاف کام ہونے پر تھا کہ عموماً بڑھاپے میں کسی کے ہاں اولاد نہیں ہوتی۔

قَالُوْا بَشَّرْنٰكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْقٰنِطِيْنَ ﴿۵۵﴾ قَالَ وَ مَنْ يَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖۤ

انہوں نے عرض کیا: ہم نے آپ کو سچی بشارت دی ہے، آپ ناامید نہ ہوں ○ ابراہیم نے کہا: گمراہوں کے سوا اپنے رب کی رحمت سے

اِلَّا الضَّآلُّوْنَ ﴿۵۶﴾ قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۵۷﴾ قَالُوْۤا اِنَّاۤ اُرْسِلْنَاۤ

کون ناامید ہوتا ہے؟○ فرمایا: اے فرشتو! تو تمہارا (ابھی آنے کا) کام کیا ہے؟○ انہوں نے عرض کیا: ہم ایک مجرم قوم

اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ﴿۵۸﴾ اِلَّاۤ اٰلَ لُوْطٍ ؕ اِنَّا لَمُنَجُّوْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۵۹﴾

کی طرف بھیجے گئے ہیں○ سوائے لوط کے گھر والوں کے (کہ) بیشک ان سب کو ہم بچالیں گے○

ع ۲

اِلَّا امْرَاَتَهٗ قَدَّرْنَاۤ ۙ اِنَّهَا لَمِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۶۰﴾ فَلَمَّا جَآءَ اٰلَ لُوْطِ ِۨ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۶۱﴾

سوائے اس کی بیوی کے، ہم طے کر چکے ہیں کہ وہ پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہے○ تو جب لوط کے گھر والوں کے پاس فرشتے آئے○

آیت 55 فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السّلام سے عرض کی: ہم نے آپ کو اللہ تعالیٰ کے اس فیصلے کی سچی بشارت دی ہے کہ آپ کے ہاں بیٹا پیدا ہوگا اور اس کی اولاد بہت پھیلے گی لہٰذا آپ ان لوگوں میں سے نہ ہوں جو بیٹے کی ولادت کی امید چھوڑ چکے۔

آیت 56 حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے فرشتوں سے فرمایا: میں رحمتِ الٰہی سے نااُمید نہیں کیونکہ رحمت سے نااُمید کافر ہوتے ہیں، ہاں! عالَم میں اللہ تعالیٰ کی جو سنت جاری ہے اس سے یہ بات عجیب معلوم ہوئی۔

آیت 57 حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے فرشتوں سے فرمایا: اے فرشتو! اس بشارت کے سوا اور کیا کام ہے جس کے لئے تم بھیجے گئے ہو۔

آیت 58-60 ان تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ فرشتوں نے عرض کی: ہم ایک مجرم قوم یعنی قومِ لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں تاکہ انہیں ہلاک کر دیں البتہ حضرت لوط علیہ السّلام کے گھر والوں کو بچالیں گے کیونکہ وہ ایمان دار ہیں مگر حضرت لوط علیہ السّلام کی بیوی کے بارے میں ہم طے کر چکے ہیں کہ وہ اپنے کفر کی وجہ سے پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہے۔ **اہم باتیں:** (1) آیت میں مذکور ''اٰلَ لُوْطٍ'' میں حضرت لوط علیہ السّلام کے سارے متبعین داخل ہیں۔ (2) اللہ تعالیٰ کے بعض کام اس کے محبوب بندوں کی طرف منسوب کئے جاسکتے ہیں جیسے عذاب سے بچالینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے مگر فرشتوں نے کہا: ''ان سب کو ہم بچالیں گے'' لہٰذا مسلمان یہ کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم حکمِ الٰہی سے عذاب سے بچائیں گے اور یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ یارسول اللہ! ہمیں دوزخ سے بچالیں۔ (3) نیک بختی اور بد بختی کا علم اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو دیا ہے اور فرشتے اللہ تعالیٰ کی عطا سے جانتے ہیں کہ کون مومن مرے گا اور کون کافر۔

آیت 61، 62 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی طرف سے ہو کر فرشتے حضرت لوط علیہ السّلام اور ان کی قوم کی طرف آئے۔ جب وہ خوبصورت نوجوانوں کی شکل میں حضرت لوط علیہ السّلام کے گھر آئے اور حضرت لوط علیہ السّلام کو اندیشہ ہوا کہ قوم اُن کے پیچھے پڑ جائے گی تو آپ نے فرشتوں سے فرمایا: تم نہ تو یہاں کے باشندے ہو اور نہ مسافرت کی کوئی علامت تم میں پائی جاتی ہے، تم کیوں آئے ہو؟

قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ﴿٦٢﴾ قَالُوْا بَلْ جِئْنٰكَ بِمَا كَانُوْا فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ﴿٦٣﴾

تو لوط نے فرمایا: تم اجنبی لوگ ہو○ انہوں نے کہا: بلکہ ہم تو آپ کے پاس وہ (عذاب) لائے ہیں جس میں یہ لوگ شک کرتے تھے○

وَاَتَيْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿٦٤﴾ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَاتَّبِعْ

اور ہم آپ کے پاس حق کے ساتھ آئے ہیں اور ہم بیشک سچے ہیں○ تو آپ رات کے کسی حصے میں اپنے گھر والوں کو لے چلیں اور آپ خود

اَدْبَارَهُمْ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ وَّامْضُوْا حَيْثُ تُؤْمَرُوْنَ ﴿٦٥﴾ وَقَضَيْنَآ اِلَيْهِ

ان کے پیچھے پیچھے چلیں اور تم لوگوں میں سے کوئی مڑ کر نہ دیکھے اور سیدھے چلتے رہو جہاں کا تمہیں حکم دیا جارہا ہے○ اور ہم نے اسے اس

ذٰلِكَ الْاَمْرَ اَنَّ دَابِرَ هٰٓؤُلَآءِ مَقْطُوْعٌ مُّصْبِحِيْنَ ﴿٦٦﴾ وَجَآءَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ

حکم کا فیصلہ سنادیا کہ صبح کے وقت ان کافروں کی جڑ کٹ جائے گی○ اور شہر والے خوشی خوشی

يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿٦٧﴾ قَالَ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ ضَيْفِيْ فَلَا تَفْضَحُوْنِ ﴿٦٨﴾ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ ﴿٦٩﴾

آئے○ لوط نے فرمایا: یہ میرے مہمان ہیں تو تم مجھے شرمندہ نہ کرو○ اور اللہ سے ڈرو اور مجھے رسوا نہ کرو○

آیت 64،63 ان دو آیات میں فرمایا گیا کہ فرشتوں نے عرض کی: بلکہ ہم تو آپ کے پاس وہ عذاب لائے ہیں جس سے آپ انہیں ڈراتے تھے اور یہ لوگ اس میں شک کرتے اور آپ کو جھٹلاتے تھے لہٰذا آپ پریشان نہ ہوں، ہم آپ کے لئے باعثِ پریشانی نہیں اور ہم آپ کے پاس یقین کے ساتھ آئے ہیں اور ان پر عذاب آنے کی خبر دینے میں ہم بیشک سچے ہیں۔

آیت 65 فرشتوں نے مزید عرض کی: تو آپ رات کے کسی حصے میں اپنے گھر والوں کو لے چلیں اور آپ خود ان کے پیچھے پیچھے چلیں تاکہ ان کی حالت پر مطلع رہیں اور تم لوگوں میں سے کوئی مڑ کر نہ دیکھے کہ قوم پر کیا بلا نازل ہوئی اور وہ کس عذاب میں مبتلا کئے گئے اور سیدھے اس طرف چلتے رہو جہاں جانے کا اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے۔ **اہم بات:** حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضرت لوط علیہ السلام کو ملکِ شام جانے کا حکم ہوا تھا۔

آیت 66 فرمایا کہ اور ہم نے حضرت لوط علیہ السلام کی طرف اُس حکم کی وحی کر دی جس کا فیصلہ ہم نے اس کی قوم کے بارے میں کیا تھا کہ صبح کے وقت ان کافروں کی جڑ کٹ جائے گی اور پوری قوم عذاب سے ہلاک کر دی جائے گی۔

آیت 67 قوم نے جب حضرت لوط علیہ السلام کے یہاں خوب صورت نوجوانوں کے آنے کی خبر سنی تو یہ لوگ فاسد ارادے اور ناپاک نیت کے ساتھ خوشی خوشی آئے۔

آیت 69،68 ان دو آیات میں بیان ہوا کہ حضرت لوط علیہ السلام نے قوم سے فرمایا: یہ میرے مہمان ہیں اور مہمان کا اکرام لازم ہوتا ہے، ان کی بے حرمتی کا قصد کر کے مجھے شرمندہ نہ کرو اور مہمانوں کے معاملے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میرے مہمانوں کے ساتھ برا ارادہ کر کے مجھے رسوانہ کرو۔ **اہم باتیں:** (1) مہمان کی عزت و احترام اور خاطر تواضع سنتِ انبیاء ہے اگرچہ میزبان اس سے واقف بھی نہ ہو۔ (2) جیسے مہمان کے احترام میں میزبان کی عزت ہے ایسے ہی مہمان کی بے عزتی میزبان کی رسوائی کا باعث ہے لہٰذا اگر کسی مسلمان پڑوسی یا رشتہ دار کے ہاں کوئی مہمان آیا ہو تو دوسرے مسلمان کو بھی اس کا احترام کرنا چاہیے۔

قَالُوْۤا اَوَلَمْ نَنْهَكَ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۰﴾ قَالَ هٰۤؤُلَآءِ بَنٰتِيْۤ اِنْ كُنْتُمْ

انہوں نے کہا: کیا ہم نے تمہیں دوسروں کے معاملے میں دخل دینے سے منع نہ کیا تھا؟○ فرمایا: یہ قوم کی عورتیں میری بیٹیاں ہیں (توان سے

فٰعِلِيْنَ ﴿۷۱﴾ لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۷۲﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ

نکاح کرلو) اگر تمہیں کرنا ہے○ اے حبیب! تمہاری جان کی قسم! بیشک وہ کافر یقیناً اپنے نشہ میں بھٹک رہے ہیں○ تو دن نکلتے ہی انہیں

مُشْرِقِيْنَ ﴿۷۳﴾ فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ﴿۷۴﴾

زوردار چیخ نے آپکڑا○ تو ہم نے اس بستی کا اوپر کا حصہ اس کے نیچے کا حصہ کردیا اور ان پر کنکر کے پتھر برسائے○

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ ﴿۷۵﴾ وَاِنَّهَا لَبِسَبِيْلٍ مُّقِيْمٍ ﴿۷۶﴾

بیشک اس میں غور کرکے عبرت حاصل کرنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں○ اور بیشک وہ بستیاں اس راستے پر ہیں جو اب تک قائم ہے○

آیت 70 قوم نے کہا: کیا ہم نے تمہیں دوسروں کے معاملے میں دخل دینے سے منع نہ کیا تھا؟

آیت 71 جب حضرت لوط علیہ السّلام نے دیکھا کہ یہ لوگ اپنے ارادے سے باز نہیں آئیں گے تو آپ نے ان سے فرمایا: یہ قوم کی عورتیں میری بیٹیاں ہیں اگر تمہیں اپنی خواہش پوری کرنی ہے تو ان سے نکاح کرکے پوری کرلو اور حرام سے باز رہو۔ **اہم بات:** حضرت لوط علیہ السّلام نے قوم کی بیٹیوں کو اپنی بیٹیاں اس لئے فرمایا کہ نبی علیہ السّلام پوری امت کے لئے باپ کی طرح ہوتے ہیں۔

آیت 72 اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے حبیب! آپ کی جان کی قسم! بیشک وہ کافر یقیناً اپنے نشہ میں بھٹک رہے ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہ کلام فرشتوں نے حضرت لوط علیہ السّلام سے کیا۔ (2) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: مخلوق میں کوئی جان بارگاہِ الٰہی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی جانِ پاک کی طرح عزت و حرمت نہیں رکھتی اور اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی عمر کے سوا کسی کی عمر اور زندگی کی قسم نہیں فرمائی، یہ مرتبہ صرف آپ ہی کا ہے۔

آیت 73 فرمایا گیا کہ سورج نکلتے وقت قومِ لوط کو حضرت جبریل علیہ السّلام کی زوردار چیخ نے آپکڑا۔

آیت 74 فرمایا کہ ہم نے قومِ لوط کی بستی کا اوپر کا حصہ اس کے نیچے کا حصہ کردیا اس طرح کہ حضرت جبریل علیہ السّلام زمین کے اس حصے کو اُٹھاکر آسمان کے قریب لے گئے اور وہاں سے اوندھا کرکے زمین پر ڈال دیا اور ہم نے ان پر کنکر کے پتھر برسائے۔

آیت 75 قومِ لوط کا مہمانوں کی بے حرمتی کا قصد کرنے، ان کی بستیوں کو الٹ دیئے جانے اور ان پر پتھروں کی بارش ہونے میں غور کرکے عبرت حاصل کرنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں جن کے ذریعے وہ حق کی حقیقت پر اِستدلال کرسکتے ہیں۔

آیت 76 کفار کو تنبیہ کی جارہی ہے کہ قومِ لوط کی بستیاں ملکِ شام کی طرف جانے والی گزرگاہ پر ہیں، لوگوں کے قافلے وہاں سے گزرتے ہیں اور غضبِ الٰہی کے آثار اُن کے دیکھنے میں آتے ہیں تو کیا وہ ان سے عبرت حاصل نہیں کرتے۔

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّلْمُؤْمِنِينَ ﴿٧٧﴾ وَإِن كَانَ أَصْحَابُ الْأَيْكَةِ لَظَالِمِينَ ﴿٧٨﴾ فَانتَقَمْنَا

بیشک اس میں ایمان والوں کیلئے نشانیاں ہیں ○ اور بیشک کثیر درختوں والی جگہ کے رہنے والے ضرور ظالم تھے○ تو ہم نے

مِنْهُمْ وَإِنَّهُمَا لَبِإِمَامٍ مُّبِينٍ ﴿٧٩﴾ وَلَقَدْ كَذَّبَ أَصْحَابُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِينَ ﴿٨٠﴾ وقف لازم ع ٥ ١٩ ٥

ان سے انتقام لیا اور بیشک وہ دونوں بستیاں صاف راستے پر ہیں○ اور بیشک حجر والوں نے رسولوں کو جھٹلایا○

وَآتَيْنَاهُمْ آيَاتِنَا فَكَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ ﴿٨١﴾ وَكَانُوا يَنْحِتُونَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا آمِنِينَ ﴿٨٢﴾

اور ہم نے انہیں اپنی نشانیاں دیں تو وہ ان سے منہ پھیرے رہے○ اور وہ بے خوف ہو کر پہاڑوں میں تراش تراش کر گھر بناتے تھے○

آیت 77 ان بستیوں کے آثار میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لانے والوں کے لئے نشانیاں ہیں، وہ انہیں دیکھ کر پہچان جاتے ہیں کہ یہ کوئی اتفاقی واقعہ نہیں بلکہ جس عذاب کی وجہ سے ان کے شہر اجڑ گئے وہ ان کے برے کاموں کی وجہ سے ان پر آیا تھا۔

اہم بات: ایمان اور دین، عقل اور فراست اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے کیونکہ اس سے تقویٰ اور طہارت نصیب ہوتی ہے۔ بے عقل، غافل اور کافر ایسے واقعات کو اتفاقی یا آسمانی تاثیرات سے مانتا ہے جیسا کہ آج بھی دیکھا جارہا ہے لیکن عقل مند مومن ان کو مخلوق کی بدعملی کا نتیجہ جان کر دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا کرتا ہے۔

آیت 78، 79 ان دو آیات میں فرمایا کہ اور بیشک کثیر درختوں والی جگہ کے رہنے والے ضرور ظالم تھے تو ہم نے عذاب بھیج کر انہیں ہلاک کردیا اور بیشک قومِ لوط اور اصحابِ اَیکہ کے شہر صاف راستے پر ہیں جہاں سے آدمی گزرتے اور دیکھتے ہیں تو اے اہلِ مکہ! تم اُنہیں دیکھ کر کیوں عبرت حاصل نہیں کرتے۔ **اہم بات:** اَیکہ جھاڑی کو کہتے ہیں، ان لوگوں کا شہر چونکہ سرسبز جنگلوں اور مرغزاروں کے درمیان تھا اس لئے انہیں جھاڑی والا فرمایا گیا۔ یہ حضرت شعیب علیہ السّلام کی قوم تھی۔

آیت 80 حجر مدینہ منورہ اور شام کے درمیان ایک وادی ہے جہاں قومِ ثمود آباد تھی، انہوں نے اپنے پیغمبر حضرت صالح علیہ السّلام کی تکذیب کی۔ **اہم باتیں:** (1) ایک رسول کی تکذیب تمام رسولوں کی تکذیب ہے کیونکہ ہر رسول تمام رسولوں پر ایمان لانے کی دعوت دیتا ہے تو جس نے کسی ایک رسول کو جھٹلایا گویا اس نے تمام رسولوں کو جھٹلایا۔ (2) قومِ ثمود کے واقعات تفصیل کے ساتھ سورۂ اَعراف اور سورۂ ہود میں گزر چکے ہیں۔

آیت 81 فرمایا کہ ہم نے قومِ ثمود کو اپنی نشانیاں دیں کہ پتھر سے اونٹنی پیدا کی جو بہت سے عجائبات پر مشتمل تھی مثلاً جسم بڑا ہونا، پیدا ہوتے ہی بچہ جننا، کثرت سے دودھ دینا کہ پوری قوم کو کافی ہو وغیرہ، یہ سب حضرت صالح علیہ السّلام کے معجزات اور قومِ ثمود کے لئے ہماری نشانیاں تھیں تو وہ ان نشانیوں سے اعراض کرتے رہے اور ایمان نہ لائے۔

آیت 82 مزید فرمایا کہ وہ لوگ بے خوف ہو کر پہاڑوں میں تراش تراش کر گھر بناتے تھے کیونکہ انہیں اس کے گرنے اور اس میں نقب لگائے جانے کا اندیشہ نہ تھا اور وہ سمجھتے تھے کہ یہ گھر تباہ نہیں ہوسکتے۔

فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُصْبِحِيْنَ ﴿٨٣﴾ فَمَاۤ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿٨٤﴾ وَ مَا خَلَقْنَا

تو انہیں صبح ہوتے زور دار چیخ نے پکڑ لیا ○ تو ان کی کمائی کچھ ان کے کام نہ آئی ○ اور ہم نے

السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَيْنَهُمَاۤ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ وَ اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ فَاصْفَحِ الصَّفْحَ

آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب حق کے ساتھ بنایا اور بیشک قیامت آنے والی ہے تو تم اچھی طرح درگزر

الْجَمِيْلَ ﴿٨٥﴾ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ﴿٨٦﴾ وَ لَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ

کرو ○ بیشک تمہارا رب ہی بہت پیدا کرنے والا، جاننے والا ہے ○ اور بیشک ہم نے تمہیں سات آیتیں دیں جو بار بار دہرائی جاتی ہیں

آیت 83 جب قومِ ثمود نے اونٹنی کی کونچیں کاٹیں تو حضرت صالح علیہ السّلام کے بتائے ہوئے تین دن گزرنے کے بعد صبح ہوتے ہی انہیں آسمان سے ایک زور دار چیخ سنائی دی اور زمین میں زلزلہ آگیا، یوں ان سب کو ہلاک کر دیا گیا۔

آیت 84 فرمایا گیا کہ وہ لوگ شرک اور جو برے کام کرتے تھے وہ ان کے کچھ کام نہ آئے اور اُن کے مال ومتاع اور مضبوط مکان انہیں عذاب سے نہ بچا سکے۔ **اہم بات:** قومِ ثمود کی بستیوں کے آثار عرب کی سرزمین میں آج بھی موجود ہیں اور وہ جگہ ”مدائنِ صالح“ کے نام سے معروف ہے۔ آج بھی لوگ ان آثار کو دیکھنے جاتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم جب مقامِ حجر کے پاس سے گزرے تو ارشاد فرمایا: ظالموں کے مکانات میں روتے ہوئے داخل ہونا، ایسا نہ ہو کہ تم پر بھی وہ عذاب آجائے جو ان پر آیا تھا۔ پھر سواری پر بیٹھے ہوئے اپنے چہرۂ انور پر چادر ڈال لی۔ (بخاری، حدیث:3380)

آیت 85 فرمایا گیا کہ آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کو اللہ تعالیٰ نے بامقصد اور حکمت سے بھرپور بنایا ہے اور بیشک قیامت آنے والی ہے، اس میں ہر ایک کو اس کے عمل کی جزا ضرور ملے گی تو اے حبیب! آپ اپنی قوم سے اچھی طرح درگزر کریں اور ان کی طرف سے پہنچنے والی ایذاؤں پر صبر و تحمل کریں۔ **اہم باتیں:** (1) ایک قول کے مطابق یہ حکم آیتِ قتال سے منسوخ ہو گیا اور دوسرا قول یہ ہے کہ منسوخ نہیں ہوا۔ (2) نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کو اپنی قوم کی طرف سے پہنچنے والی اذیتوں سے متعلق حدیثِ پاک میں ہے: میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں جتنا ڈرایا گیا ہوں اتنا کوئی نہیں ڈرایا گیا اور میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں جتنا ستایا گیا ہوں اتنا کوئی نہیں ستایا گیا۔ (ترمذی، حدیث:2480) اور ان کی اذیتوں کے مقابلے میں آپ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے انتہائی بردباری اور عفوودرگزر کا عظیم مظاہرہ فرمایا۔

آیت 86 ارشاد فرمایا: اے حبیب! آپ کا رب جس نے آپ کو کمال کی انتہا تک پہنچایا وہی آپ کو، ان کفار کو اور تمام موجودات کو پیدا کرنے والا ہے اور وہ آپ کے اور ان کفار کے احوال کو تمام تر تفصیلات کے ساتھ جانتا ہے، آپ کے اور ان کے درمیان ہونے والے معاملات میں سے کچھ بھی اس سے پوشیدہ نہیں لہٰذا آپ تمام امور میں اسی پر توکل کریں تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ فرمادے۔

آیت 87 یہاں ان عظیم نعمتوں کا ذکر ہو رہا ہے جو اللہ تعالیٰ نے صرف اپنے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کو عطا فرمائی ہیں کیونکہ انسان جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملی ہوئی کثیر نعمتوں کو یاد کرتا ہے تو اس کے لئے اذیتیں پہنچانے والوں سے درگزر اور سختیوں پر صبر آسان ہو جاتا ہے، فرمایا: بے شک ہم نے تمہیں سات آیتیں دیں جو بار بار دہرائی جاتی ہیں اور عظمت والا قرآن دیا۔ **اہم باتیں:** (1) آیت میں

وَ الْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ ﴿۸۷﴾ لَا تَمُدَّنَّ عَیْنَیْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ وَ لَا تَحْزَنْ

اور عظمت والا قرآن (دیا) ○ تم اپنی نگاہ اس مال واسباب کی طرف نہ اٹھاؤ جس کے ذریعے ہم نے کافروں کی کئی قسموں کو فائدہ اٹھانے دیا ہے اور ان کا کچھ غم

عَلَیْهِمْ وَ اخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۸۸﴾ وَ قُلْ اِنِّیْۤ اَنَا النَّذِیْرُ الْمُبِیْنُ ﴿۸۹﴾ كَمَاۤ

نہ کھاؤ اور مسلمانوں کیلئے اپنے بازو بچھا دو ○ اور تم فرماؤ کہ میں ہی صاف ڈر سنانے والا ہوں ○ جیسا

اَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِیْنَ ﴿۹۰﴾ الَّذِیْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِیْنَ ﴿۹۱﴾ فَوَ رَبِّكَ لَنَسْــٴَـلَنَّهُمْ

ہم نے تقسیم کرنے والوں پر اتارا ○ جنہوں نے کلامِ الٰہی کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے ○ تو تمہارے رب کی قسم ہم ضرور ان سب سے

سات آیتوں سے مراد سورۂ فاتحہ ہے۔ حدیثِ پاک میں ہے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (یعنی سورہ فاتحہ) ہی سبع مثانی اور قرآنِ عظیم (کے تمام علوم کی جامع) ہے جو مجھے عطا فرمایا گیا۔ (بخاری، حدیث: 4474) (2) سورۂ فاتحہ کو "مثانی یعنی بار بار دہرائے جانے والی" اس لئے کہا گیا کہ یہ نماز کی ہر رکعت میں پڑھی جاتی ہے نیز یہ اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان تقسیم کی گئی ہے، اس کے پہلے نصف میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا ہے اور دوسرے نصف میں دعا ہے اور یہ سورت دو مرتبہ نازل ہوئی، پہلی بار مکہ میں اور دوسری بار مدینہ میں۔

آیت 88 ارشاد فرمایا: اے حبیب! ہم نے آپ کو ایسی نعمتیں عطا فرمائیں جن کے سامنے دنیا کی نعمتیں حقیر ہیں تو آپ دنیا کے مال و متاع سے مستغنی رہیں جو یہودیوں اور عیسائیوں وغیرہ مختلف قسم کے کافروں کو دیا گیا ہے اور آپ اس وجہ سے غمزدہ نہ ہوں کہ وہ ایمان نہیں لائے اور مسلمانوں پر رحمت اور شفقت کرتے ہوئے ان کے لئے اپنے بازو بچھا کر رکھیں یعنی ان کے سامنے تواضع فرمائیں۔

اہم باتیں: (1) اس آیت میں بظاہر خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کو لیکن دنیا کے مال و متاع کی طرف نظر کرنے کی ممانعت امت کو ہے کیونکہ آپ تو پہلے سے ہی اس بات سے محفوظ تھے۔ (2) مسلمان کو چاہیے کہ کافر اور کافر کے مال و متاع کو کبھی عزت کی نگاہ سے نہ دیکھے۔ حدیثِ پاک میں ہے: تم کسی بد عمل پر کسی نعمت کی وجہ سے رشک نہ کرو کیونکہ تم نہیں جانتے کہ مرنے کے بعد وہ کس چیز سے ملے گا، اس کے لیے اللہ تعالیٰ کے پاس اذیت دینے والی ایسی چیز یعنی جہنم کی آگ ہے جو فنا نہ ہوگی۔ (شرح السنۃ، 7/324)

آیت 89-91 ان تین آیات میں فرمایا گیا کہ اے حبیب! مشرکین سے فرمادیں کہ میں ہی عذاب کا صاف ڈر سنانے والا ہوں کہ سرکشی میں تمہاری زیادتی کی وجہ سے کہیں تم پر بھی ویسا ہی عذاب نازل نہ ہو جائے جیسا اللہ تعالیٰ نے تقسیم کرنے والوں پر نازل کیا جنہوں نے کلامِ الٰہی کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ **اہم بات:** تقسیم کرنے والوں سے کون لوگ مراد ہیں، اس بارے میں مفسرین کے متعدد اقوال ہیں: (1) اس سے مراد یہودی اور عیسائی ہیں، انہوں نے قرآنِ پاک کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا کہ جو حصہ اُن کی کتابوں کے موافق تھا اس پر ایمان لائے اور باقی کے منکر ہو گئے۔ (2) اس سے مراد کفارِ قریش ہیں، ان میں سے بعض قرآن کو جادو، بعض کہانت اور بعض افسانہ کہتے تھے، اس طرح انہوں نے قرآنِ کریم کے بارے میں اپنے اقوال تقسیم کر رکھے تھے۔

آیت 92، 93 ان دو آیات میں ارشاد ہوا کہ اے حبیب! آپ کے رب کی قسم! ہم قیامت کے دن مُقْتَسِمِین سے ان کے اس عمل اور دیگر تمام گناہوں کے بارے میں ضرور پوچھیں گے یا یہ معنی ہے کہ ہم قیامت کے دن تمام مکلفین سے ان کے ایمان، کفر اور دیگر تمام اعمال کے بارے میں پوچھیں گے۔

أَجۡمَعِيۡنَ ﴿٩٢﴾ عَمَّا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ﴿٩٣﴾ فَاصۡدَعۡ بِمَا تُؤۡمَرُ وَاَعۡرِضۡ عَنِ الۡمُشۡرِكِيۡنَ ﴿٩٤﴾

پوچھیں گے ○ اُس کے بارے میں جو وہ کرتے تھے ○ پس وہ بات اعلانیہ کہہ دو جس کا آپ کو حکم دیا جارہا ہے اور مشرکوں سے منہ پھیر لو ○

اِنَّا كَفَيۡنٰكَ الۡمُسۡتَهۡزِءِيۡنَ ﴿٩٥﴾ الَّذِيۡنَ يَجۡعَلُوۡنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۚ فَسَوۡفَ يَعۡلَمُوۡنَ ﴿٩٦﴾

بیشک ان ہنسنے والوں کے مقابلے میں ہم تمہیں کافی ہوں گے ○ جو اللہ کے ساتھ دوسرا معبود ٹھہراتے ہیں تو عنقریب جان جائیں گے ○

وَلَقَدۡ نَعۡلَمُ اَنَّكَ يَضِيۡقُ صَدۡرُكَ بِمَا يَقُوۡلُوۡنَ ﴿٩٧﴾ فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّكَ

اور بیشک ہمیں معلوم ہے کہ ان کی باتوں سے آپ کا دل تنگ ہوتا ہے ○ تو اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی پاکی بیان کرو

وَكُنۡ مِّنَ السّٰجِدِيۡنَ ﴿٩٨﴾ وَاعۡبُدۡ رَبَّكَ حَتّٰى يَاۡتِيَكَ الۡيَقِيۡنُ ﴿٩٩﴾

اور سجدہ کرنے والوں میں سے ہو جاؤ ○ اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہو حتّٰی کہ تمہیں موت آجائے ○

آیت 94 رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو تبلیغِ رسالت اور دعوتِ اسلام کے اِظہار کا حکم دیا جارہا ہے، فرمایا گیا: اے حبیب! وہ بات اعلانیہ کہہ دو جس کا آپ کو حکم دیا جارہا ہے اور اس پر مشرکوں کی طرف سے ملامت کی پرواہ اور ان کے اِستہزا کا غم نہ کریں۔ **اہم بات:** یہ آیت نازل ہونے سے پہلے دعوتِ اسلام پوشیدہ طور پر کی جاتی تھی، جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم اعلانیہ طور پر دینِ اسلام کی تبلیغ فرمانے لگے اور شرک و بت پرستی کی کھلم کھلا برائی بیان فرمانے لگے۔

آیت 95 **شانِ نزول:** کفارِ قریش کے پانچ سردار عاص بن وائل سہمی، اسود بن مطلب، اسود بن عبد یغوث، حارث بن قیس اور ولید ابنِ مغیرہ مخزومی، یہ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو بہت ایذا دیتے اور آپ کا مذاق اڑاتے تھے، ایک روز آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم مسجد حرام میں تشریف فرما تھے کہ یہ پانچوں آئے اور حسبِ دستور طعن و مذاق کے کلمات کہے اور طواف میں مشغول ہو گئے۔ اسی دوران حضرت جبریل علیہ السلام حاضرِ خدمت ہوئے اور انہوں نے ولید بن مغیرہ کی پنڈلی، عاص کے قدموں، اسود بن مطلب کی آنکھوں، اسود بن عبد یغوث کے پیٹ اور حارث بن قیس کے سر کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ میں ان کا شر دفع کروں گا چنانچہ تھوڑے عرصہ میں یہ ہلاک ہو گئے، انہیں کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا: بیشک ان ہنسنے والوں کے مقابلے میں ہم تمہیں کافی ہوں گے۔

آیت 96 فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرا معبود ٹھہراتے ہیں تو عنقریب قیامت کے دن وہ اپنے برے کام کا انجام جان جائیں گے۔

آیت 97، 98 ان دو آیات میں ارشاد فرمایا: اے حبیب! بیشک ہمیں معلوم ہے کہ آپ کی قوم کے مشرکوں کا آپ کو جھٹلانے، آپ کا اور قرآن کا مذاق اڑانے کی وجہ سے آپ کو ملال ہوتا ہے تو آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی پاکی بیان کریں اور سجدہ کرنے والوں میں سے ہو جائیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والوں کے لئے تسبیح اور عبادت میں مشغول ہونا غم کا بہترین علاج ہے۔

آیت 99 ارشاد فرمایا: اے حبیب! جب تک موت آپ کی بارگاہ میں حاضر نہیں ہو جاتی اس وقت تک آپ اپنے رب کی عبادت میں مصروف رہیں۔ **درس:** بندہ خواہ کتنا ہی بڑا ولی بن جائے، عبادات سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ جب سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو آخری دم تک عبادت کرنے کا حکم دیا گیا تو ہم کیا چیز ہیں۔ اس سے ان لوگوں کو نصیحت حاصل کرنی چاہیے جو خود کو بڑے بلند مقام و مرتبہ پر فائز سمجھ کر عبادات کے معاملے میں خود کو بے نیاز جانتے ہیں۔

اٰیاتها ١٢٨ — ١٦ سُوۡرَةُ النَّحۡلِ مَكِّيَّةٌ ٧٠ — رکوعاتها ١٦

سورۂ نحل مکیہ ہے اس میں ایک سو اٹھائیس آیتیں اور سولہ رکوع ہیں

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

اَتٰۤى اَمۡرُ اللّٰهِ فَلَا تَسۡتَعۡجِلُوۡهُ ؕ سُبۡحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشۡرِكُوۡنَ ۝١ يُنَزِّلُ الۡمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوۡحِ

اللہ کا حکم قریب آ گیا تو تم اس کو جلدی طلب نہ کرو، (اللہ) ان کے شرک سے پاک اور بلند و بالا ہے ○ اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر

سورۂ نحل کا تعارف سورۂ نحل مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی البتہ آیت ﴿فَعَاقِبُوۡا بِمِثۡلِ مَا عُوۡقِبۡتُمۡ بِهٖ﴾ سے لے کر سورت کے آخر تک مدینہ طیبہ میں اتری، اس بارے میں اور اَقوال بھی ہیں۔ اس میں 16 رکوع اور 128 آیتیں ہیں۔ اس سورت کی آیت 68 میں شہد کی مکھی کا ذکر ہے اور عربی میں شہد کی مکھی کو "نحل" کہتے ہیں۔ اس مناسبت سے اس سورۃ کا نام "نحل" رکھا گیا۔ **سورۂ نحل کے بارے میں حدیث:** سورۂ نحل میں ایک آیت ہے جو تمام خیر و شر کے بیان کو جامع ہے اور وہ یہ آیت ہے: ﴿اِنَّ اللّٰهَ یَاۡمُرُ بِالۡعَدۡلِ وَالۡاِحۡسَانِ وَاِیۡتَآئِ ذِی الۡقُرۡبٰی وَیَنۡهٰی عَنِ الۡفَحۡشَآءِ وَالۡمُنۡكَرِ وَالۡبَغۡیِ یَعِظُكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تَذَكَّرُوۡنَ﴾ (نحل:90) ترجمہ: بیشک اللہ عدل اور احسان اور رشتے داروں کو دینے کا حکم فرماتا ہے اور بے حیائی اور ہر بری بات اور ظلم سے منع فرماتا ہے۔ وہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔ (معجم کبیر، حدیث:8658) **خلاصۂ مضامین:** سورۂ نحل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت، قدرت، حکمت اور وحدانیت پر کثیر دلائل، میدانِ حشر میں کفار کی بری حالت کا ذکر، عہد پورا کرنے اور قسمیں نہ توڑنے کا حکم، قرآنِ پاک کے بارے میں کفار کے شبہات کا رد، حالتِ اِکراہ میں کلمۂ کفر کہنے والے کا حکم، اپنی طرف سے چیزوں کو حلال یا حرام کہہ کر اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنے کی ممانعت نیز بیٹی کی ولادت پر کفار کے طرزِ عمل، جانوروں سے حاصل ہونے والے فوائد، فرشتوں کا کفار اور متقی مسلمانوں کی جان نکالنے کی کیفیت، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شان، نیکی کی دعوت دینے کے اہم اصولوں اور کثرت سے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا بیان ہے اور اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو اَذِیَّت دینے والے کفارِ مکہ کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا گیا ہے۔

آیت 1 **شانِ نزول:** جب کفار نے تکذیب اور اِستہزا کے طور پر اس عذاب کے نازل ہونے اور قیامت قائم ہونے کی جلدی کی جس کا ان سے وعدہ کیا گیا تھا تو یہ آیت نازل ہوئی اور بتا دیا گیا کہ جس کی تم جلدی کرتے ہو وہ بہت قریب ہے، اپنے وقت پر یقیناً واقع ہو گا اور جب واقع ہو گا تو تمہیں اس سے چھٹکارے کی کوئی راہ نہ ملے گی تو تم اس کے وقت سے پہلے اسے طلب نہ کرو۔ (خازن، 3/112) نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا: میں قیامت کے بالکل قریب بھیجا گیا ہوں تو مجھے قیامت سے صرف اتنی سبقت حاصل ہے جتنی اس انگلی یعنی درمیانی انگلی کو شہادت کی انگلی پر حاصل ہے۔ (ترمذی، حدیث:2220) مزید کافروں نے کہا کہ جن بتوں کی ہم عبادت کرتے ہیں یہ بارگاہِ الٰہی میں ہماری شفاعت کر دیں گے تو ہمیں عذاب سے نجات مل جائے گی، ان کے رد میں فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ ان کے شرک سے پاک اور بلند و بالا ہے۔

آیت 2 فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے جن بندوں کو نبوت، رسالت اور مخلوق کی طرف وحی کی تبلیغ کے لئے منتخب فرما لیا ہے ان پر وحی کے ساتھ فرشتوں کو نازل فرماتا ہے تاکہ وہ لوگوں کو میرا انکار کرنے اور عبادت کے لائق ہونے میں بتوں کو میرا شریک ٹھہرانے پر

مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖۤ اَنْ اَنْذِرُوْۤا اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاتَّقُوْنِ ﴿٢﴾

چاہتا ہے اس پر فرشتوں کو اپنے حکم سے روح یعنی وحی کے ساتھ نازل فرماتا ہے کہ تم ڈرسناؤ کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں تو مجھ سے ڈرو○

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿٣﴾ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ

اس نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ بنایا۔ وہ ان کے شرک سے بلندو بالا ہے○ اس نے انسان کو منی سے

نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ﴿٤﴾ وَ الْاَنْعَامَ خَلَقَهَا ۚ لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ

پیدا کیا پھر جبھی وہ کھلم کھلا جھگڑنے والا بن گیا○ اور اس نے جانور پیدا کئے، ان میں تمہارے لیے گرم لباس اور بہت سے فائدے

میرے قہر و غضب سے ڈرائیں۔ **اہم بات:** آیت میں ملائکہ سے مراد حضرت جبریل علیہ السّلام ہیں، ان کی تعظیم کے لئے جمع کا صیغہ "ملائکہ" ذکر فرمایا یا اس لئے کہ ان کے ساتھ وحی کی حفاظت کرنے والے دیگر فرشتے بھی ہوتے ہیں۔ اور روح سے مراد وحی ہے۔ وحی کو روح اس لئے فرمایا گیا کہ جس طرح روح کے ذریعے جسم زندہ ہوتا ہے اور روح نہ ہو تو جسم مردہ ہو جاتا ہے اسی طرح وحی کے ذریعے دل زندہ ہوتا ہے اور جو دل وحی سے دور ہو مردہ ہو جاتا ہے۔

آیت 3 ارشاد فرمایا: اے لوگو! تمہارے رب نے آسمانوں اور زمین کو باطل اور بے کار نہیں بلکہ حکمت و مصلحت کے ساتھ پیدا کیا ہے، انہیں عدم سے وجود میں لانے میں کوئی اس کا شریک نہیں اور نہ انہیں پیدا کرنے پر کسی نے اللہ تعالیٰ کی مدد کی ہے تو اللہ تعالیٰ کا شریک کہاں سے آ گیا؟ اللہ تعالیٰ تمہارے شرک اور تمہارے اس دعوے کہ "اللہ کے سوا اور بھی معبود ہیں" سے بلند و بالا ہے اور اس کی شان اتنی بلند ہے کہ کوئی اس کا مثل، شریک یا مددگار ہو ہی نہیں سکتا۔

آیت 4 **شانِ نزول:** اُبی بن خلف مرنے کے بعد زندہ ہونے کا انکار کرتا تھا، ایک بار کسی مردے کی گلی ہوئی ہڈی اٹھا لایا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے کہنے لگا: آپ کا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ اس ہڈی کو زندگی دے گا! اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور نہایت نفیس جواب دیا گیا کہ ہڈی تو کچھ نہ کچھ عُضو اور شکل رکھتی ہے اللہ تعالیٰ نے تو انسان کو منی کے چھوٹے سے نہایت معمولی قطرے سے پیدا کیا، اسے غذا اور رزق دیا اور اس کی پرورش کرتا رہا حتّٰی کہ جب وہ اپنے قدموں پر چلنے کے قابل ہو گیا تو ان میں سے کئی ایسے سرکش بنے کہ انہوں نے اپنے رب کی نعمتوں کی ناشکری کی، اپنے پیدا کرنے والے کا انکار کر دیا اور ان بتوں کی عبادت میں مصروف ہو گئے جو انہیں نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان اور کہنے لگے کہ "ایسا کون ہے جو ہڈیوں کو زندہ کر دے جبکہ وہ بالکل گلی ہوئی ہوں" اور اس ہستی کو بھول گئے جس نے گندے قطرے سے حسین صورتیں پیدا کر دیں۔

آیت 5 سابقہ آیات میں زمین و آسمان کی تخلیق اور انسان کی پیدائش کا ذکر ہوا اب ان چیزوں کا ذکر ہو رہا ہے جن سے انسان اپنی ضروریات میں نفع اٹھاتے ہیں، فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے اونٹ، گائے اور بکریاں وغیرہ جانور پیدا کئے، ان کی کھالوں اور اُون سے تمہارے لیے گرم لباس تیار ہوتے ہیں اور اس کے علاوہ بھی ان جانوروں میں بہت سے فائدے ہیں جیسے تم ان کی نسل سے دولت بڑھاتے ہو، اُن کے دودھ پیتے ہو، اُن پر سواری کرتے ہو اور تم ان کا گوشت بھی کھاتے ہو۔

Go To Index

وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝۵ وَلَكُمْ فِيْهَا جَمَالٌ حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ وَحِيْنَ

ہیں اور ان سے تم (غذا بھی) کھاتے ہو○ اور تمہارے لئے ان میں زینت ہے جب تم انہیں شام کو واپس لاتے ہو اور جب چرنے کیلئے

تَسْرَحُوْنَ ۝۶ وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ ؕ

چھوڑتے ہو○ اور وہ جانور تمہارے بوجھ اٹھا کر ایسے شہر تک لے جاتے ہیں جہاں تم اپنی جان کو مشقت میں ڈالے بغیر نہیں پہنچ سکتے،

اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝۷ وَّالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا

بیشک تمہارا رب نہایت مہربان رحم والا ہے○ اور (اس نے) گھوڑے اور خچر اور گدھے (پیدا کئے) تا کہ تم ان پر سوار ہو اور یہ تمہارے لئے

وَزِيْنَةً ؕ وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۸ وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَمِنْهَا

زینت ہے اور (ابھی مزید) ایسی چیزیں پیدا کرے گا جو تم جانتے نہیں○ اور درمیان کا سیدھا راستہ (دکھانا) اللہ کے ذمۂ کرم پر ہی ہے اور ان

آیت 6 فرمایا کہ جب تم ان جانوروں کو شام کے وقت چراگاہوں سے واپس لاتے ہو اور جب صبح کے وقت انہیں چرنے کے لئے چھوڑتے ہو تو اس وقت ان جانوروں کی کثرت اور بناوٹ دیکھ کر تمہیں خوشی حاصل ہوتی ہے اور لوگوں کی نگاہوں میں تمہاری عزت، وجاہت اور مقام و مرتبہ بڑھ جاتا ہے۔

آیت 7 فرمایا کہ وہ جانور تمہارا سامان اور سفر کے دوران کام آنے والے آلات اس شہر تک لے جاتے ہیں جہاں تم اپنی جان کو مشقت میں ڈالے بغیر نہیں پہنچ سکتے، بیشک تمہارا رب نہایت مہربان، رحم والا ہے کہ اس نے تمہارے لئے یہ نفع دینے والی چیزیں پیدا کیں۔ **اہم باتیں:** (1) جانوروں پر سواری کرنا اور ان پر سامان لادنا جائز ہے البتہ جتنی ان میں بوجھ برداشت کرنے کی قوت ہو اسی حساب سے ان پر سامان لادا جائے۔ (2) کثیر احادیث میں جانوروں کے ساتھ نرمی سے پیش آنے کا حکم دیا گیا ہے، چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم ایک ایسے اونٹ کے پاس سے گزرے جس کی پیٹھ پیٹ سے مل گئی تھی تو ارشاد فرمایا: ان بے زبان جانوروں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو، ان پر اچھی طرح سوار ہوا کرو اور انہیں اچھی طرح کھلایا کرو۔ (ابوداود، حدیث: 2548)

آیت 8 اللہ تعالیٰ نے گھوڑے، خچر اور گدھے بھی تمہارے نفع کے لئے پیدا کئے تاکہ تم ان پر سواری کرو اور ان میں تمہارے لئے سواری اور دیگر فوائد کے ساتھ ساتھ یہ تمہارے لئے زینت بھی ہیں اور جانوروں کی ان اقسام کے علاوہ ابھی مزید ایسی عجیب و غریب چیزیں اللہ تعالیٰ پیدا کرے گا جن کی حقیقت اور پیدائش کی کیفیت تم نہیں جانتے۔ **اہم بات:** آخری الفاظ مبارکہ **"اور (ابھی مزید) ایسی چیزیں پیدا کرے گا جو تم جانتے نہیں"** میں وہ تمام چیزیں آ گئیں جو آدمی کے فائدے اور راحت و آرام کے لئے اس وقت موجود نہیں تھیں لیکن اللہ تعالیٰ کو ان کا آئندہ پیدا کرنا منظور تھا جیسے بحری جہاز، ریل گاڑیاں، کاریں، بسیں، ہوائی جہاز اور اس طرح کی ہزاروں، لاکھوں سائنسی ایجادات۔ ابھی آئندہ زمانے میں نہ جانے کیا کیا ایجاد ہو گا لیکن جو بھی ایجاد ہو گا وہ اس آیت میں داخل ہے۔

آیت 9 رسول بھیج کر اور کتابیں نازل فرما کر سیدھے راستے کو بیان کرنا اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمۂ کرم پر لیا ہوا ہے اور ان راستوں میں

جَآىِٕرٌ ؕ وَ لَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِیْنَ۠ ﴿۹﴾ هُوَ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّكُمْ مِّنْهُ

راستوں میں سے کوئی ٹیڑھا راستہ بھی ہے اور اگر وہ چاہتا تو تم سب کو ہدایت دیدیتا○ وہی ہے جس نے آسمان سے پانی اتارا، اس سے تمہارا

شَرَابٌ وَّ مِنْهُ شَجَرٌ فِیْهِ تُسِیْمُوْنَ ﴿۱۰﴾ یُنْۢبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَ الزَّیْتُوْنَ وَ النَّخِیْلَ

پینا ہے اور اسی سے درخت (اگتے) ہیں جن سے تم (جانور) چراتے ہو○ اس پانی سے وہ تمہارے لیے کھیتی اور زیتون اور کھجور اور انگور

وَ الْاَعْنَابَ وَ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَ سَخَّرَ لَكُمُ

اور ہر قسم کے پھل اگاتا ہے، بیشک اس میں غور وفکر کرنے والوں کیلئے نشانی ہے○ اور اس نے تمہارے لیے

الَّیْلَ وَ النَّهَارَ ۙ وَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ ؕ وَ النُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمْرِهٖ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ

رات اور دن اور سورج اور چاند کو کام میں لگا دیا اور ستارے (بھی) اسی کے حکم کے پابند ہیں۔ بیشک اس میں عقل مندوں کیلئے

سے کچھ راستے صراطِ مستقیم سے منحرف ہیں، ان پر چلنے والا منزلِ مقصود تک نہیں پہنچ سکتا اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو تم سب کو سیدھے راستے تک پہنچا دیتا لیکن اس نے ایسا نہیں چاہا کیونکہ اللہ تعالیٰ ازل سے جانتا ہے کہ کچھ لوگ جنت کے قابل اور کچھ جہنم کے لائق ہیں لہٰذا سب کو ہدایت نصیب نہ ہوگی۔ **اہم بات:** "قَصْدُ السَّبِیْلِ" سے مراد دینِ اسلام اور اہلسنّت و جماعت ہے۔

آیت 10 سابقہ آیات میں اللہ تعالیٰ کے ان احسانات کا ذکر ہوا جو اس نے خاص انسانوں پر فرمائے اب ان نعمتوں کا بیان فرمایا جارہا ہے جو انسانوں کے ساتھ خاص نہیں بلکہ حیوانات کے لئے بھی ہیں وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی اتارا جو پینے کے لئے استعمال ہوتا ہے اور اس سے نباتات اگتی ہیں جن سے تمام جانور نفع اٹھاتے ہیں۔

آیت 11 حیوانات کے تفصیلی اور اِجمالی ذکر کے بعد اب پھلوں کا تفصیلی اور اجمالی ذکر ہو رہا ہے، ارشاد فرمایا: اس پانی سے وہ تمہارے لئے کھیتی، زیتون، کھجور، انگور اور ہر قسم کے پھل اگاتا ہے، پانی نازل کرنے اور اس سے طرح طرح کی اجناس پیدا کرنے میں ان لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ کے کمالِ علم، قدرت، حکمت اور صرف اسی کے معبود ہونے پر دلالت کرنے والی بڑی بڑی نشانیاں ہیں جو اس کی صنعتوں میں غور وفکر کرکے ایمان قبول کرلیتے ہیں۔ **اہم بات:** کھیتی سے مراد وہ دانہ ہے جس سے غذا حاصل کی جاتی ہے جیسے گندم، جَو اور ان جیسی دوسری چیزیں۔

آیت 12 سابقہ آیت میں ان نعمتوں کا ذکر ہوا جو عالَم سفلی یعنی زمین اور اس پر موجود چیزوں میں ہیں یہاں ان نعمتوں کا بیان ہے جو عالَم عُلوی یعنی بادلوں، آسمانوں اور ان میں موجود چیزوں میں ہیں، فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے رات اور دن اور سورج اور چاند کو کام میں لگا دیا اور ستارے بھی اسی کے حکم کے پابند ہیں، جو لوگ صحیح اور سلیم عقل رکھتے ہیں وہ ان چیزوں میں غور کرکے سمجھ جائیں گے کہ اللہ تعالیٰ ہی اپنے اختیار سے ہر کام کرنے والا ہے اور تمام مخلوق اسی کی قدرت کے تحت ہے۔ **اہم باتیں:** (1) دن رات، سورج چاند اور ستاروں کی تسخیر یہ ہے کہ ہمارے کاموں اور فائدوں کے لئے سارا نظام چل رہا ہے۔ (2) ہر ذرہ معرفتِ الٰہی کا دفتر ہے

لِّقَوۡمٍ يَّعۡقِلُوۡنَ ﴿۱۲﴾ وَمَا ذَرَاَ لَـكُمۡ فِى الۡاَرۡضِ مُخۡتَلِفًا اَلۡوَانُهٗ ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيَةً

نشانیاں ہیں ○ اور (اس نے تمہارے کام میں لگادیں) وہ مختلف رنگوں والی چیزیں جو اس نے تمہارے لیے زمین میں پیدا کیں۔ بیشک اس میں

لِّقَوۡمٍ يَّذَّكَّرُوۡنَ ﴿۱۳﴾ وَهُوَ الَّذِىۡ سَخَّرَ الۡبَحۡرَ لِتَاۡكُلُوۡا مِنۡهُ لَحۡمًا طَرِيًّا

نصیحت ماننے والوں کیلئے نشانی ہے ○ اور وہی ہے جس نے سمندر تمہارے قابو میں دیدیئے تا کہ تم اس میں سے تازہ گوشت کھاؤ

وَّتَسۡتَخۡرِجُوۡا مِنۡهُ حِلۡيَةً تَلۡبَسُوۡنَهَا ۚ وَتَرَى الۡـفُلۡكَ مَوَاخِرَ فِيۡهِ وَلِتَبۡتَغُوۡا مِنۡ فَضۡلِهٖ

اور تم اس میں سے زیور نکالو جسے تم پہنتے ہو اور تم اس میں کشتیوں کو دیکھتے ہو کہ پانی کو چیرتی ہوئی چلتی ہیں اور اس لئے کہ تم اس کا فضل تلاش

وَلَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُوۡنَ ﴿۱۴﴾ وَاَلۡقٰى فِى الۡاَرۡضِ رَوَاسِىَ اَنۡ تَمِيۡدَ بِكُمۡ وَاَنۡهٰرًا

کرو اور تا کہ تم شکر ادا کرو ○ اور اس نے زمین میں لنگر ڈالے تا کہ زمین تمہیں لے کر حرکت نہ کرتی رہے اور اس نے نہریں اور راستے

لیکن اس کے لئے صحیح عقل کی ضرورت ہے۔ (3) علمِ طب، ریاضی اور فلکیات وغیرہ بہت عمدہ واعلیٰ علوم ہیں کہ ان سے معرفتِ الٰہی میں مدد ملتی ہے۔

آیت 13 فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی تمہارے کام پر لگا دیا جو اس نے تمہارے لئے زمین میں حیوانات، درخت اور پھل وغیرہ پیدا کئے ہیں، وہ اپنی کثیر تعداد کے باوجود خلقت، ہیئت، کیفیت اور رنگ میں مختلف ہیں حتی کہ ان میں سے کوئی مکمل طور پر دوسرے کی طرح نہیں، اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے کمال پر بڑی مضبوط دلیل ہے۔ بیشک اس میں نصیحت ماننے والوں کے لئے نشانی ہے۔

آیت 14 فرمایا کہ اور وہی ہے جس نے سمندر تمہارے قابو میں دے دیئے تا کہ تم اس میں سے تازہ گوشت یعنی مچھلی کھاؤ اور تم اس میں سے زیور یعنی گوہر و مرجان نکالو جسے تم پہنتے ہو اور اگر تم میں سے کوئی سمندر پر جائے تو وہ دیکھے گا کہ ہوا کا رخ ایک طرف ہونے کے باوجود بادبانی کشتیاں پانی کو چیرتی ہوئی آ جا رہی ہیں اور سمندر کو تمہارے قابو میں اس لئے دیا تا کہ تم تجارت کی غرض سے سمندر میں سفر کرو اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے نفع حاصل کرو اور جب تم اللہ تعالیٰ کا فضل واحسان پاؤ تو تمہیں چاہئے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔ **اہم باتیں:** (1) سمندر کی تسخیر کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو سمندر سے نفع اٹھانے کی قدرت عطا کر دی، وہ کشتیوں اور بحری جہازوں کے ذریعے اس میں سفر کر سکتے ہیں، غوطے لگا کر اس کی تہہ میں پہنچ سکتے ہیں اور اس میں سے شکار کر سکتے ہیں۔ (2) زیور پہننے سے مراد عورتوں کا پہننا ہے کیونکہ زیور عورتوں کی زینت ہے اور چونکہ عورتوں کا زیوروں کے ذریعے سجنا سنورنا مردوں کی وجہ سے ہوتا ہے اس لئے گویا یہ مردوں کی زینت اور لباس ہے۔

آیت 15 زمین میں پیدا کی گئی نعمتوں میں سے بعض کا ذکر فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین میں مضبوط پہاڑوں کے لنگر ڈالے تا کہ وہ تمہیں لے کر حرکت نہ کرتی رہے اور اس نے زمین میں نہریں بنائیں اور راستے بنائے جن پر تم اپنے سفر کے دوران چلتے ہو اور اپنی

وَّ سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵﴾ وَ عَلٰمٰتٍ ؕ وَ بِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴿۱۶﴾ اَفَمَنْ يَّخْلُقُ

بنائے تاکہ تم راستہ پالو ○ اور (راستوں کیلئے) کئی نشانیاں بنائیں اور لوگ ستاروں سے راستہ پالیتے ہیں ○ تو کیا جو پیدا کرنے والا ہے

كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ

وہ اس جیسا ہے جو کچھ بھی نہیں بنا سکتا؟ تو کیا تم نصیحت نہیں مانتے؟ ○ اور اگر تم اللہ کی نعمتیں گنو تو انہیں شمار نہیں کرسکو گے،

اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۸﴾ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَ مَا تُعْلِنُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ

بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے ○ اور اللہ جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو تم ظاہر کرتے ہو ○ اور اللہ کے سوا جن کی یہ لوگ

ضروریات کی تکمیل کے لئے ایک شہر سے دوسرے شہر اور ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتے ہو تاکہ تم اپنی منزلوں تک راستہ پالو اور بھٹک نہ جاؤ۔

آیت 16 فرمایا کہ اور اللہ تعالیٰ نے راستوں کی پہچان کے لئے کئی نشانیاں بنائیں جیسے پہاڑ کہ دن میں لوگ ان کے ذریعے راستہ پاتے ہیں اور رات کے وقت خشکی اور تری میں ستاروں سے بھی راستہ پالیتے ہیں اور اس سے انہیں قبلہ کی پہچان ہوتی ہے۔

آیت 17 سابقہ آیات میں اللہ تعالیٰ کی قدرت، صنعت کے عجائبات اور انوکھی مخلوقات کا ذکر ہوا یہاں ان لوگوں سے کلام فرمایا جارہا ہے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت چھوڑ کر عاجز و ناکارہ بتوں کی عبادت میں مشغول ہیں، فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ جو اپنی قدرت و حکمت سے اِن تمام چیزوں کو پیدا کرنے والا ہے، کیا وہ ان بتوں جیسا ہے جو عاجز ہونے کی وجہ سے کچھ بھی نہیں بنا سکتے! جب اللہ تعالیٰ ان جیسا ہے ہی نہیں تو عقل مند کو کب سزاوار ہے کہ ایسے خالق و مالک کی عبادت چھوڑ کر عاجز و بے اختیار بتوں کی پرستش کرے یا انہیں عبادت میں اس کا شریک ٹھہرائے۔

آیت 18 اوپر بیان کردہ نعمتیں اور ان کے علاوہ بندے کی تخلیق میں اللہ تعالیٰ کی جتنی نعمتیں ہیں جیسے تندرست بدن، صحیح آنکھیں، عقلِ سلیم، ایسی سماعت جو چیزوں کو سمجھنے میں مددگار ہے، ہاتھوں کا پکڑنا، پاؤں کا چلنا وغیرہ اور جتنی نعمتیں بندے پر فرمائی ہیں جیسے بندے کی دینی و دنیوی ضروریات کی تکمیل کے لئے پیدا کی گئیں تمام چیزیں، یہ اتنی کثیر ہیں کہ اگر تم انہیں شمار کرنے کی کوشش کرو اور اس کام میں اپنی زندگیاں صرف کردو تو بھی اس پر قادر نہیں ہوسکتے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر جیسا شکر ادا کرنا تم پر لازم ہے اگر تم ویسا نہ کرسکو تو بیشک اللہ تعالیٰ تمہاری تقصیر معاف کرنے والا ہے، وہ شکر ادا کرنے میں تمہاری تقصیر کے باوجود تم پر نعمتیں وسیع فرماتا ہے اور گناہوں کی وجہ سے تمہیں اپنی نعمتوں سے محروم نہیں فرماتا۔

آیت 19 فرمایا کہ تم اپنے عقائد و اعمال میں سے جو چھپاتے اور ظاہر کرتے ہو وہ سب اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ **درس:** اس میں ہر اس شخص کے لئے بڑی عبرت و نصیحت ہے جو لوگوں سے چھپ کر برے اعمال کرتا اور ان کے لوگوں پر ظاہر ہونے سے ڈرتا ہے جبکہ اس رب سے نہیں ڈرتا جو تنہائیوں اور خَلْوَتوں کے اَعمال بھی جانتا ہے۔

آیت 20 فرمایا کہ کفار اللہ تعالیٰ کے سوا جن کی عبادت کرتے ہیں وہ اس بات پر قادر نہیں کہ کوئی چیز پیدا کرسکیں بلکہ وہ خود

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّ هُمْ يُخْلَقُوْنَ ؕ۝۲۰ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ ۚ وَ مَا يَشْعُرُوْنَ ۙ

عبادت کرتے ہیں وہ تو کسی شے کو پیدا نہیں کرتے بلکہ وہ تو خود بنائے جاتے ہیں ○ بے جان ہیں زندہ نہیں ہیں اور انہیں خبر نہیں

اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ۠۝۲۱ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ قُلُوْبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ

ع ٢/١٢ ٨

کہ لوگ کب اٹھائے جائیں گے ○ تمہارا معبود ایک معبود ہے تو وہ جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے ان کے دل منکر ہیں

وَّ هُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ۝۲۲ لَا جَرَمَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَ مَا يُعْلِنُوْنَ ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ

اور وہ متکبر ہیں ○ حقیقت یہ ہے کہ اللہ جانتا ہے جو وہ چھپاتے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں، بیشک وہ مغروروں کو پسند

پتھروں اور لکڑی وغیرہ سے بنائے جاتے ہیں۔ **اہم بات:** اس آیت میں ”یَدْعُوْنَ“ کا معنی عبادت کرنا ہے، قرآنِ پاک میں لفظ ”دُعَا“ عبادت کے معنی میں بکثرت استعمال ہوا ہے۔

آیت 21 جن بتوں کی کفار عبادت کرتے ہیں اگر یہ حقیقی معبود ہوتے تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرح زندہ ہوتے، انہیں کبھی موت نہ آتی حالانکہ سب جانتے ہیں کہ یہ بے جان ہیں، زندہ نہیں اور ان بتوں کو خبر نہیں کہ لوگ کب اٹھائے جائیں گے تو ایسے مجبور، بے جان اور بے علم معبود کیسے ہو سکتے ہیں۔ **اہم بات:** تمام مستند مفسرین نے اپنی تفاسیر میں لکھا ہے کہ ان سے مراد بت ہیں، کسی بھی مستند مفسر نے ان آیات کا مصداق انبیاء کرام علیہمُ السّلام اور اولیاء کو قرار نہیں دیا کیونکہ انبیاء تو اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے اجسام کھانا حرام کر دیا پس اللہ کا نبی زندہ ہے اور ان کو روزی دی جاتی ہے۔ (ابن ماجہ) نیز شبِ معراج تمام انبیاء علیہمُ السّلام کا مسجد اقصیٰ میں جمع ہونا، بعض کا آسمانوں پر ہونا بیسیوں احادیث صحیحہ میں موجود ہے۔

آیت 22 اس سے ماقبل آیات میں ذکر کئے گئے قطعی دلائل سے ثابت ہوا کہ عبادت کا مستحق ایک معبود یعنی اللہ تعالیٰ ہے، وہ اپنی ذات و صفات میں نظیر و شریک سے پاک ہے تو وہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے ان کے دل اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا انکار کرنے والے ہیں اور وہ متکبر ہیں کہ حق ظاہر ہو جانے کے باوجود اس کی پیروی نہیں کرتے۔ **اہم بات:** یہاں آیات میں نہایت نفیس ترتیب ہے کہ پہلے کثیر دلائل بیان فرمائے اور اب ان دلائل کا اہم ترین نتیجہ توحید باری تعالیٰ کی صورت میں بیان فرمایا اور دلائل و نتیجہ میں بھی کس قدر عمدہ کلام فرمایا کہ کوئی منطق کی باریکیاں اور فلسفے کی موشگافیاں نہیں بلکہ انتہائی عام فہم انداز میں فطرتِ انسانی کے قریب ترین دلائل کو جمع کرتے ہوئے بات کو سمجھا دیا گیا۔ یہی وہ قرآنی اُسلوب ہے جو دل و دماغ کو تسخیر کر دینے والا ہے۔

آیت 23 حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کے انکار اور ان کے غرور و تکبر کو جانتا ہے، بیشک اللہ تعالیٰ مغروروں کو پسند نہیں فرماتا، خواہ مومن ہو یا کافر۔ حدیث پاک میں ہے: قیامت کے دن تکبر کرنے والوں کو چیونٹیوں کی شکل میں اٹھایا جائے گا اور لوگ ان کو روندیں گے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کی کوئی قدر نہیں ہو گی۔ (رسائل ابن ابی دنیا، التواضع والخمول، 2/578، حدیث:224)

تکبر کی تعریف: حدیثِ پاک میں ہے: تکبر حق بات کو جھٹلانے اور دوسروں کو حقیر سمجھنے کا نام ہے۔ (مسلم، حدیث:147(91))

الْمُسْتَكْبِرِيْنَ ﴿٢٣﴾ وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ مَّاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ۙ قَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٢٤﴾ ۙ

نہیں فرماتا○اور جب ان سے کہا جائے: تمہارے رب نے کیا نازل فرمایا؟ تو کہتے ہیں: پہلے لوگوں کی داستانیں ہیں○

لِيَحْمِلُوْٓا اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۙ وَمِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ

اس لئے کہ قیامت کے دن اپنے پورے بوجھ اور کچھ ان لوگوں کے گناہوں کے بوجھ اٹھائیں جنہیں اپنی جہالت سے گمراہ کررہے ہیں۔

رکوع ۹

اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ ﴿٢٥﴾ ع قَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتَى اللّٰهُ بُنْيَانَهُمْ مِّنَ الْقَوَاعِدِ

سن لو! یہ کیا ہی برا بوجھ اٹھاتے ہیں○ بیشک ان سے پہلے لوگوں نے مکروفریب کیا تھا تو اللہ نے ان کی تعمیر کو بنیادوں سے اکھاڑ دیا

آیت 24 سابقہ آیات میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر اور بتوں کی پوجا کرنے والوں کے رد میں دلائل بیان ہوئے اب سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی نبوت کا انکار کرنے والوں کے شبہات اور ان کے جوابات بیان کئے جارہے ہیں۔ **شانِ نزول:** نضر بن حارث نے بہت کہانیاں یاد کرلی تھیں، اس سے جب کوئی قرآنِ کریم کی نسبت دریافت کرتا تو وہ لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے کہہ دیتا کہ یہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں، ایسی کہانیاں مجھے بہت یاد ہیں۔ اس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں اتری جنہوں نے مکہ مکرمہ کے داخلی راستوں کو باہم تقسیم کرلیا تھا، یہ لوگ حج کے لئے آنے والوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے متنفر کرنے کی کوشش کرتے اور جب کوئی شخص ان سے دریافت کرتا کہ تمہارے رب نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم پر کیا نازل فرمایا ہے؟ تو یہ کہتے: پہلے لوگوں کے جھوٹے افسانے ہیں، کوئی ماننے کی بات نہیں۔

آیت 25 جن کافروں نے لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے قرآنِ پاک کو پہلے لوگوں کی داستانیں کہا، ان کا انجام یہ ہے کہ وہ قیامت کے دن اپنے گناہوں اور گمراہی کے بوجھ پورے اٹھائیں گے اور اس کے ساتھ ان لوگوں کے گناہوں کے بوجھ اٹھائیں گے جنہیں اپنی جہالت سے گمراہ کررہے ہیں۔ سن لو! یہ کیا ہی برا بوجھ اٹھاتے ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) کافروں پر دنیا میں آنے والی مصیبتوں کی وجہ سے قیامت کے دن ان کے گناہوں میں کوئی کمی نہ ہوگی بلکہ انہیں تمام گناہوں کی سزا ملے گی جبکہ مومنوں پر دنیا میں آنے والی مصیبتیں ان کے گناہوں کو مٹادیں گی یا ان کے درجات بلند کردیں گی۔ (2) قوم کا امیر، سردار یا رہنما جو برا طریقہ ایجاد کرے اور لوگ اس کی پیروی کریں تو اُسے بُرا طریقہ ایجاد کرنے کا گناہ اور پیروی کرنے والوں کے گناہ کے برابر مزید گناہ ملے گا۔ حدیثِ پاک میں ہے: جس نے کسی گمراہی کی دعوت دی اسے اس گمراہی کی پیروی کرنے والوں کے برابر گناہ ہوگا اور پیروی کرنے والوں کے گناہوں میں کوئی کمی نہ ہوگی۔ (مسلم، حدیث:16(2674))

آیت 26 پچھلی اُمتوں نے اپنے رسولوں علیہمُ السّلام کے ساتھ مکر کرنے کے لئے کچھ منصوبے بنائے تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں خود اُنہیں کے منصوبوں میں ہلاک کردیا اور اُن کا حال ایسا ہوا جیسے کسی قوم نے کوئی بلند عمارت بنائی پھر وہ عمارت ان پر گر پڑی اور وہ ہلاک ہوگئے، اسی طرح کفار اپنی مکاریوں سے خود برباد ہوئے اور ان پر وہاں سے عذاب آیا جہاں سے انہیں گمان بھی نہ تھا۔

فَخَرَّ عَلَيۡهِمُ السَّقۡفُ مِنۡ فَوۡقِهِمۡ وَ اَتٰىهُمُ الۡعَذَابُ مِنۡ حَيۡثُ لَا يَشۡعُرُوۡنَ ﴿۲۶﴾

اور اوپر سے ان پر چھت گر پڑی اور ان پر وہاں سے عذاب آیا جہاں سے انہیں خبر بھی نہیں تھی ○

ثُمَّ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ يُخۡزِيۡهِمۡ وَيَقُوۡلُ اَيۡنَ شُرَكَآءِىَ الَّذِيۡنَ كُنۡتُمۡ تُشَآقُّوۡنَ فِيۡهِمۡ ؕ

پھر قیامت کے دن اللہ انہیں رسوا کرے گا اور فرمائے گا: کہاں ہیں میرے وہ شریک جن کے بارے میں تم جھگڑتے تھے؟

قَالَ الَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ اِنَّ الۡخِزۡىَ الۡيَوۡمَ وَالسُّوۡٓءَ عَلَى الۡكٰفِرِيۡنَ ۙ﴿۲۷﴾ الَّذِيۡنَ تَتَوَفّٰٮهُمُ

علم والے کہیں گے: بیشک آج ساری رسوائی اور برائی کافروں پر ہے ○ فرشتے ان کافروں کی جان اس حال میں

الۡمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِىۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ ۖ فَاَلۡقَوُا السَّلَمَ مَا كُنَّا نَعۡمَلُ مِنۡ سُوۡٓءٍ ؕ بَلٰٓى اِنَّ اللّٰهَ

نکالتے ہیں کہ وہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہوتے ہیں تو وہ صلح کی بات پیش کرتے ہیں کہ ہم تو کوئی برائی نہیں کیا کرتے تھے۔(فرشتے

عَلِيۡمٌۢ بِمَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۲۸﴾ فَادۡخُلُوۡۤا اَبۡوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا ؕ فَلَبِئۡسَ مَثۡوَى

کہتے ہیں:) ہاں کیوں نہیں، بیشک اللہ تمہارے اعمال کو خوب جانتا ہے ○ تو اب جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ، ہمیشہ اس میں رہو گے تو

آیت 27 کفار پر صرف دنیا میں ہی عذاب نہ ہو گا بلکہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بھی انہیں رسوا کرے گا اور انہیں سختی سے فرمائے گا: وہ کہاں ہیں جنہیں تم اپنے گمان میں میرا شریک سمجھتے تھے اور ان کے بارے میں تم مومنوں سے جھگڑتے تھے۔ بروزِ قیامت جب اہلِ ایمان کو طرح طرح کی عظمتوں اور شرافتوں سے نوازا جائے گا اور کافروں کو رسوائی کے ساتھ مختلف قسم کے عذابوں میں گرفتار کیا جائے گا تو انبیاء اور علما جو اُنہیں دنیا میں ایمان کی دعوت دیتے اور نصیحت کرتے تھے اور یہ لوگ اُن کی بات نہ مانتے تھے، وہ حضرات اِن کافروں سے کہیں گے: بے شک آج ساری رسوائی اور عذاب کافروں پر ہے۔ **اہم بات:** علما کا درجہ دنیا میں بھی اعلیٰ ہے اور آخرت میں بھی اعلیٰ ہو گا کہ اللہ تعالیٰ نے ان ہی کا قول بیان فرمایا ہے۔

آیت 28 فرمایا کہ فرشتے جب کافروں کی جان نکالتے ہیں تو اس وقت یہ گفتگو ہو گی یا جب قیامت کے دن عذاب کا مشاہدہ کریں گے تو خوف کی شدت سے اپنے دنیوی طرزِ عمل کے برخلاف اسلام کی حقانیت تسلیم کرتے ہوئے کہیں گے کہ ہم تو دنیا میں کوئی شرک نہیں کیا کرتے تھے، یوں وہ اپنے کفر و سرکشی سے مکر جائیں گے۔ انبیاءِ کرام علیہم السّلام اور علما ان کا رد کرتے ہوئے کہیں گے: ہاں، کیوں نہیں! بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو خوب جانتا ہے، وہ تمہیں ان کی سزا دے گا لہٰذا تمہارے انکار کا کوئی فائدہ نہیں۔

آیت 29 اور ان سے کہا جائے گا: تو اب جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ، ہمیشہ اس میں رہو گے تو ایمان سے تکبر کرنے والوں کا کیا ہی برا ٹھکانہ ہے۔

الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿٢٩﴾ وَ قِيْلَ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا مَاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ؕ قَالُوْا خَيْرًا ؕ

تکبر کرنے والوں کا کیا ہی برا ٹھکانہ ہے○ اور متقی لوگوں سے کہا جائے کہ تمہارے رب نے کیا نازل فرمایا؟ تو کہتے ہیں: بھلائی نازل فرمائی۔

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ؕ وَ لَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ ؕ وَ لَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِيْنَ ﴿٣٠﴾

جنہوں نے اس دنیا میں بھلائی کی، ان کے لیے بھلائی ہے اور بیشک آخرت کا گھر سب سے بہتر ہے اور بیشک پرہیز گاروں کا گھر کیا ہی اچھا ہے○

جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ ؕ

ہمیشہ رہنے کے باغات ہیں جن میں وہ داخل ہوں گے، ان کے نیچے نہریں جاری ہیں، ان کیلئے ان باغوں میں وہ تمام چیزیں ہیں جو وہ چاہیں گے۔

آیت 30 عرب کے قبائل حج کے دنوں میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے حال کی تحقیق کے لئے قاصد بھیجتے تھے، مکہ کے داخلی راستوں پر انہیں کفار کے کارندے ملتے جو انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے متعلق جھوٹی باتیں کہتے اور ملاقات سے روکتے، لیکن جب قاصد مکہ مکرمہ میں داخل ہو کر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے ملتے اور پوچھتے تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم انہیں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے حالات، کمالات اور قرآن کریم کے مضامین سے مطلع کرتے، ان کا ذکر اس آیت میں فرمایا گیا کہ جب ایمانداروں سے کہا جائے کہ تمہارے رب نے کیا نازل فرمایا؟ تو وہ اس کے جواب میں کہتے ہیں: ہمارے رب نے قرآن شریف نازل فرمایا جو تمام خوبیوں کا جامع، حسنات وبرکات کا منبع اور دینی و دنیوی، ظاہری و باطنی کمالات کا سرچشمہ ہے۔ جن لوگوں نے دنیا کی زندگی میں اچھے عمل کئے تو ان کے لئے آخرت میں اچھا اجر ہے یا یہ معنی ہے کہ جو لوگ ایمان لائے اور اچھے عمل کئے انہیں دنیا میں بھی اچھا اجر ملے گا۔ آیت میں مزید فرمایا: اور بے شک آخرت کا گھر سب سے بہتر ہے اور بے شک پرہیز گاروں کا گھر کیا ہی اچھا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) اچھے اجر سے مراد ثوابِ عظیم ہے یا یہ مراد ہے کہ ان کی نیکیوں کا ثواب 10 سے لے کر 700 گنا تک بڑھا دیا جائے گا یا بے حساب اجر عطا کیا جائے گا۔ (2) دنیا میں حاصل ہونے والے اچھے اجر کی ایک صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے دلوں میں ان کی محبت و عقیدت پیدا کر دے گا، مسلمان ان کے فضائل و مناقب بیان کریں گے اور ان کی عزت و تعظیم کریں گے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں دنیا میں پاکیزہ زندگی، فتح و کامیابی اور وسیع رزق وغیرہ نعمتیں عطا فرمائے گا۔ (3) رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے اوصاف چھپانا کفار کا جبکہ عظمت و شان بیان کرنا صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا طریقہ ہے۔

آیت 31 فرمایا کہ آخرت کا گھر ہمیشہ رہنے کے باغات ہیں جن میں پرہیز گار داخل ہوں گے، ان باغات میں جنتیوں کے گھروں، محلات اور رہائش گاہوں کے نیچے سے نہریں جاری ہیں، ان کے لئے ان باغوں میں وہ تمام چیزیں ہیں جو وہ چاہیں گے اور یہ بات جنت کے سوا کسی کو کہیں حاصل نہیں، اللہ تعالیٰ پرہیز گاروں کو ایسا ہی صلہ دیتا ہے۔

كَذٰلِكَ يَجْزِی اللّٰهُ الْمُتَّقِيْنَ ﴿٣١﴾ الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِيْنَ ۙ يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ ۙ

اللہ پرہیزگاروں کو ایسا ہی صلہ دیتا ہے○ فرشتے ان کی جان پاکیزگی کی حالت میں نکالتے ہوئے کہتے ہیں: تم پر سلامتی ہو،

ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٣٢﴾ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ

تم اپنے اعمال کے بدلے میں جنت میں داخل ہو جاؤ○ یہ کافر اس بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آجائیں یا تمہارے

اَمْرُ رَبِّكَ ؕ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ

رب کا عذاب آجائے۔ ان سے پہلے لوگوں نے بھی ایسے ہی کیا تھا اور اللہ نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا لیکن یہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم

يَظْلِمُوْنَ ﴿٣٣﴾ فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿٣٤﴾ ع ع ٤ ٩ ١٠

کرتے تھے○ تو ان کے اعمال کی برائیاں ان پر آپڑیں اور جس عذاب کا یہ مذاق اڑاتے تھے اس نے انہیں گھیر لیا○

وَقَالَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَیْءٍ نَّحْنُ وَلَآ اٰبَآؤُنَا

اور مشرک کہنے لگے: اگر اللہ چاہتا تو ہم اور ہمارے باپ دادا اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرتے

آیت 32 پرہیزگاروں کے بارے میں فرمایا گیا کہ فرشتے ان کی جان پاکیزگی کی حالت میں نکالتے ہیں کہ وہ شرک و کفر سے پاک ہوتے ہیں، ان کے اقوال، افعال، اخلاق اور خصلتیں پاکیزہ ہوتی ہیں، نیکیاں ان کے ساتھ ہوتی ہیں، حرام اور ممنوع اَفعال کے داغوں سے ان کا دامنِ عمل میلا نہیں ہوتا، روح قبض ہونے کے وقت اُن کو جنت و رِضوان اور رحمت و کرامت کی بشارتیں دی جاتی ہیں، اس حالت میں موت انہیں خوشگوار معلوم ہوتی ہے، جان فرحت و سُرور کے ساتھ جسم سے نکلتی ہے اور ملائکہ عزت کے ساتھ اس کو قبض کرتے ہیں۔ فرشتے ان سے کہتے ہیں: تم پر سلامتی ہو اور آخرت میں یا روح نکلتے وقت اُن سے کہا جائے گا کہ تم اپنے اعمال کے بدلے میں جنت میں داخل ہو جاؤ۔

آیت 33 ارشاد فرمایا: اے حبیب! جن لوگوں نے اللہ کے ساتھ شرک کیا اور آپ کی نبوت کو ماننے سے انکار کیا یہ اس بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ ان کے پاس فرشتے ان کی روحیں قبض کرنے آجائیں یا تمہارے رب کا دنیا میں یا روزِ قیامت والے عذاب کا حکم آجائے۔ ان سے پہلی امتوں کے کفار نے بھی ایسے ہی کیا تھا، انہوں نے اپنے رسولوں علیہم السّلام کو جھٹلایا تو وہ ہلاک کر دیئے گئے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں عذاب میں مبتلا کر کے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا بلکہ یہ خود ہی کفر اختیار کر کے اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔

آیت 34 فرمایا کہ انہوں نے اپنے خبیث اعمال کی سزا پائی اور جس عذاب کا یہ مذاق اڑاتے تھے وہ ان پر نازل ہو گیا۔

آیت 35 مشرکینِ مکہ مذاق کے طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے کہتے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ہم اور ہمارے باپ دادا اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرتے اور نہ اس کے حکم کے بغیر بحیرہ و سائبہ جانور وغیرہ کسی چیز کو حرام قرار دیتے۔ ان کی مراد یہ

وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَیْءٍ ؕ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ

اور نہ اس کے (حکم کے) بغیر ہم کسی چیز کو حرام قرار دیتے۔ ان سے پہلے لوگوں نے بھی ایسا ہی کیا تھا تو رسولوں پر تو

اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ﴿۳۵﴾ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا

صاف صاف تبلیغ کر دینا ہی لازم ہے○ اور بیشک ہر امت میں ہم نے ایک رسول بھیجا کہ (اے لوگو!) اللہ کی عبادت کرو اور شیطان سے

الطَّاغُوْتَ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَیْهِ الضَّلٰلَةُ ؕ فَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ

بچو تو ان میں کسی کو اللہ نے ہدایت دیدی اور کسی پر گمراہی ثابت ہوگئی تو تم زمین میں چل پھر کر

فَانْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِیْنَ ﴿۳۶﴾ اِنْ تَحْرِصْ عَلٰى هُدٰىهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِیْ مَنْ

دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا؟○ اگر تم ان کی ہدایت کی حرص کرتے ہو تو بیشک اللہ اسے ہدایت نہیں دیتا جسے

تھی کہ اُن کا شرک کرنا اور اُن چیزوں کو حرام قرار دینا اللہ تعالیٰ کی مشیت اور مرضی سے ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان سے پہلے لوگوں نے بھی ایسا ہی کیا تھا کہ اپنے رسولوں علیہم السلام کی تکذیب کی، حلال کو حرام کیا اور ایسی ہی مذاق اڑانے والی باتیں کہیں، رسولوں علیہم السلام پر تو صاف صاف تبلیغ کر دینا یعنی حق کو ظاہر کر دینا اور شرک کے باطل و قبیح ہونے پر مطلع کر دینا ہی لازم ہے، ہدایت دینا ان پر لازم نہیں۔ جبریہ فرقے کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ بندہ مجبورِ محض ہے اور یہ عقیدہ باطل ہے۔

آیت 36 فرمایا کہ جس طرح ہم نے تم میں محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو بھیجا اسی طرح ہر امت میں ہم نے ایک رسول بھیجا اور ہر رسول کو حکم دیا کہ وہ اپنی قوم سے فرمائیں کہ اے لوگو! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور شیطان کی پیروی کرنے سے بچو تو ان اُمتوں میں کسی کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دے دی تو وہ ایمان سے مشرف ہوئے اور کسی پر علمِ الٰہی میں گمراہی ثابت ہوگئی تو وہ اپنی ازلی شقاوت کی وجہ سے کفر پر مرے اور ایمان سے محروم رہے۔ اے کفارِ مکہ! تم زمین میں چل پھر کر دیکھو کہ رسولوں کو جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا؟ انہیں اللہ تعالیٰ نے ہلاک کر دیا، ان کی اجڑی ہوئی بستیاں اُن کی بربادی کی خبر دیتی ہیں، انہیں دیکھ کر سمجھو کہ اگر تم بھی اُن کی طرح کفر و تکذیب پر مُصِر رہے تو تمہارا بھی ایسا ہی انجام ہونا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) ہر امت میں رسول بھیجنے سے یہ مراد نہیں کہ ہر قبیلے یا ہر علاقے میں رسول بھیجا گیا بلکہ کسی جگہ رسول بھیجا گیا اور کسی جگہ اس کی رسالت کا پیغام پہنچا دیا گیا۔ (2) تاریخ و جغرافیہ بہت مفید علم ہیں کہ ان سے دل میں خوفِ خدا پیدا ہوتا ہے لیکن یہ جب ہی ہے کہ تاریخ و جغرافیہ صحیح ہو اور صحیح نیت سے پڑھے۔

آیت 37 ارشاد فرمایا: اے حبیب! یہ لوگ اُن میں سے ہیں جن کی گمراہی ثابت ہو چکی اور اُن کی شقاوت ازلی ہے۔ اس کے باوجود اگر آپ ان مشرکین کی ہدایت کی حرص کریں تو بے شک جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں لہٰذا اس بارے میں آپ کوشش نہ فرمائیں اور جس چیز کے ساتھ آپ کو بھیجا گیا ہے وہ ان تک پہنچا دیں تاکہ حجت تمام ہو جائے اور جب اللہ تعالیٰ ان کے عذاب کا ارادہ فرمائے گا تو کوئی ایسا نہیں جو اللہ تعالیٰ اور ان کے عذاب کے درمیان حائل ہو کر ان کی مدد کرے۔

يُّضِلُّ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۳۷﴾ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ ؕ

وہ گمراہ کرے اور ان کا کوئی مددگار نہیں ○ اور انہوں نے بڑی کوشش کرکے اللہ کی قسم کھائی کہ اللہ کسی مرنے والے کو نہ اٹھائے گا۔

بَلٰى وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۸﴾ ۙ لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِيْ يَخْتَلِفُوْنَ

کیوں نہیں؟ یہ سچا وعدہ اس کے ذمہ پر ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ○ تاکہ انہیں واضح کرکے وہ بات بتادے جس میں جھگڑتے

فِيْهِ وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰذِبِيْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ اِذَاۤ اَرَدْنٰهُ

تھے اور تاکہ کافر جان لیں کہ وہ جھوٹے تھے ○ جب ہم کوئی چیز چاہیں تو اسے ہمارا صرف یہی فرمانا ہوتا ہے کہ ہم اسے

اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۴۰﴾ ع وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ ع ٥ / ١١

کہیں ”ہوجا“ تووہ فوراً ہوجاتی ہے ○ اور جنہوں نے اللہ کی راہ میں اپنے گھر بار چھوڑے اس کے بعد کہ ان پر ظلم کیا گیا تو ہم ضرور انہیں

آیت 38 یہ مشرکوں کا عمومی انکار ہے کہ وہ بڑی پختگی اور یقین کے ساتھ قسم کھا کر کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی مرنے والے کو نہ اٹھائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے رد میں فرمایا: اللہ تعالیٰ کیوں مُردوں کو نہیں اٹھائے گا؟ یقیناً اٹھائے گا۔ یہ اس کا سچا وعدہ ہے لیکن اکثر لوگ اِس اُٹھائے جانے کی حکمت اور اُس کی قدرت نہیں جانتے۔

آیت 39 اللہ تعالیٰ انہیں اس لئے اٹھائے گا تاکہ انہیں واضح کرکے وہ بات بتادے جس میں وہ مسلمانوں سے جھگڑتے تھے کہ مرنے کے بعد اٹھایا جانا حق ہے اور اس لئے اٹھائے گا تاکہ کافر جان لیں کہ وہ جھوٹے تھے اور مردوں کو زندہ کئے جانے کا انکار غلط تھا۔

آیت 40 فرمایا کہ جب ہم کسی چیز کو وجود میں لانے کا ارادہ کریں تو اس سے ہم صرف اتنا کہہ دیتے ہیں کہ ”ہوجا“ تو وہ اسی وقت وجود میں آجاتی ہے۔ مراد یہ ہے کہ ہر مقدور چیز کو وجود میں لانا اللہ تعالیٰ کے لئے اتنا زیادہ آسان ہے تو مرنے کے بعد اٹھانا اس کے لئے کیا مشکل ہے۔

آیت 41 یہ آیت ان صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے حق میں اتری جن پر اہلِ مکہ نے بہت ظلم کئے اور انہیں دین کی خاطر وطن چھوڑنا پڑا، فرمایا گیا کہ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے گھر بار چھوڑے اس کے بعد کہ ان پر ظلم کیا گیا تو ہم ضرور انہیں دنیا میں اچھی جگہ یعنی مدینہ طیبہ دیں گے اور بے شک آخرت کا ثواب بہت بڑا ہے۔ اگر کافر یہ بات جانتے کہ آخرت کا ثواب دنیا کی تمام نعمتوں سے زیادہ بڑا ہے تو وہ اس کی طرف راغب ہوتے یا یہ معنی ہے کہ اگر مہاجرین کو معلوم ہوجائے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے آخرت میں کتنی بڑی نعمتیں تیار کی ہیں تو جو مصیبتیں اور تکلیفیں انہیں پہنچیں، ان پر صبر کرنے کی اور زیادہ کوشش کرتے، تیسرا معنی یہ ہے کہ جو لوگ ہجرت کرنے سے رہ گئے وہ اگر جانتے کہ ہجرت کا اجر کتنا عظیم ہے تو وہ بھی ہجرت کرنے والوں کے ساتھ ہوتے۔ **اہم باتیں:** (1) مہاجر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم بڑی فضیلت والے ہیں کہ ان کے لئے بڑے اجر کا وعدہ ہے اور ان کے خالصتاً رضائے الٰہی کے لئے ہجرت کرنے کی گواہی اللہ تعالیٰ نے خود دی ہے۔ (2) آیت سے شہر محبوب و دیار مرغوب، مدینہ منورہ کی فضیلت بھی معلوم ہوئی کہ یہاں اسے حَسَنَةً فرمایا گیا ہے۔ سبحان اللہ۔

فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ؕ وَ لَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿٤١﴾ۙ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَ عَلٰى

دنیا میں اچھی جگہ دیں گے اور بیشک آخرت کا ثواب بہت بڑا ہے۔ کسی طرح لوگ جانتے ○ وہ جنھوں نے صبر کیا اور اپنے

رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿٤٢﴾ وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْۤ اِلَيْهِمْ فَسْـَٔلُوْۤا اَهْلَ

رب ہی پر بھروسہ کرتے ہیں ○ اور ہم نے تم سے پہلے مرد ہی بھیجے جن کی طرف ہم وحی کرتے تھے اے لوگو! اگر تم نہیں جانتے تو

الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٤٣﴾ۙ بِالْبَيِّنٰتِ وَ الزُّبُرِ ؕ وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ

علم والوں سے پوچھو ○ (ہم نے) روشن دلیلوں اور کتابوں کے ساتھ (رسولوں کو بھیجا) اور اے حبیب! ہم نے تمہاری طرف یہ قرآن نازل فرمایا تاکہ

وقف لازم

آیت 42 عظیم ثواب کے حق دار وہ ہیں جنہوں نے اپنے وطن مکہ مکرمہ سے جدا ہونے پر صبر کیا حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کا حرم ہے اور سب کے دل میں اس کی محبت بسی ہوئی ہے، یونہی کفار کی طرف سے پہنچنے والی ایذاؤں اور جان و مال خرچ کرنے پر صبر کیا اور وہ اپنے رب ہی پر بھروسا کرتے ہیں اور مخلوق سے رشتہ منقطع کرکے بالکل حق کی طرف متوجہ ہیں۔

آیت 43 **شانِ نزول:** مشرکینِ مکہ نے سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی نبوت کا انکار کرتے ہوئے کہا: اللہ تعالیٰ کی شان اس سے برتر ہے کہ وہ کسی بشر کو رسول بنائے، ان کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی، بتایا گیا کہ سنتِ الٰہی اسی طرح جاری ہے، ہمیشہ اس نے انسانوں میں سے مَردوں ہی کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔ مزید فرمایا: اے لوگو! اگر تم نہیں جانتے تو علم والوں یعنی اہلِ کتاب سے پوچھو تاکہ وہ تمہیں بتائیں کہ اللہ تعالیٰ نے سابقہ امتوں میں انسانوں ہی کو بھیجا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) کفارِ مکہ کو اہلِ کتاب سے دریافت کرنے کا حکم اس لئے دیا گیا کہ وہ تسلیم کرتے تھے کہ اہلِ کتاب کے پاس سابقہ کتابوں کا علم ہے اور ان کی طرف اللہ تعالیٰ نے رسول بھیجے تھے۔ (2) آیت کے الفاظ کے عموم سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس مسئلے کا علم نہ ہو اس کے بارے میں علما کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے۔ یہ آیت تقلید کے جواز بلکہ حکم پر بھی دلالت کرتی ہے۔

آیت 44 فرمایا کہ ہم نے روشن دلیلوں اور کتابوں کے ساتھ رسولوں کو بھیجا اور اے حبیب! ہم نے آپ کی طرف یہ قرآن اس لئے نازل فرمایا تاکہ آپ اس کتاب میں موجود اَحکام، وعدہ اور وعید کو اپنے اَقوال اور اَفعال کے ذریعے لوگوں سے بیان کر دیں اور قرآن نازل کرنے کا ایک مقصد یہ ہے کہ لوگ اس کی آیتوں میں غور و فکر کریں، ان میں موجود حقائق اور عبرت انگیز چیزوں پر مطلع ہوں اور اُن کاموں سے بچیں جن کی وجہ سے سابقہ امتیں عذاب میں مبتلا ہوئیں۔ **اہم بات:** تبیینِ قرآن یعنی قرآن کو کھول کر بیان کر دینا نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی ذمہ داری تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرآنِ پاک کی طرح حدیثِ پاک بھی معتبر، قابلِ قبول اور لائقِ عمل ہے کیونکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو قرآنِ پاک میں موجود احکام وغیرہ کو اپنے اقوال و افعال کے ذریعے لوگوں سے بیان کرنے کا منصب عطا فرمایا ہے اور حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے اَقوال اور اَفعال ہی کا تو نام

النصف

لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيۡهِمۡ وَ لَعَلَّهُمۡ يَتَفَكَّرُوۡنَ ﴿٤٤﴾ اَفَاَمِنَ الَّذِيۡنَ مَكَرُوا السَّيِّاٰتِ

تم لوگوں سے وہ بیان کردو جو اُن کی طرف نازل کیا گیا ہے اور تاکہ وہ غوروفکر کریں ○ تو کیا بری سازشیں کرنے والے اس بات سے

اَنۡ يَّخۡسِفَ اللّٰهُ بِهِمُ الۡاَرۡضَ اَوۡ يَاۡتِيَهُمُ الۡعَذَابُ مِنۡ حَيۡثُ لَا يَشۡعُرُوۡنَ ۙ﴿٤٥﴾ اَوۡ يَاۡخُذَهُمۡ فِىۡ

بے خوف ہوگئے کہ اللہ انہیں زمین میں دھنسا دے یا ان پر وہاں سے عذاب آئے جہاں سے انہیں خبر بھی نہ ہو ○ یا انہیں چلتے پھرتے

تَقَلُّبِهِمۡ فَمَا هُمۡ بِمُعۡجِزِيۡنَ ۙ﴿٤٦﴾ اَوۡ يَاۡخُذَهُمۡ عَلٰى تَخَوُّفٍ ؕ فَاِنَّ رَبَّكُمۡ لَرَءُوۡفٌ رَّحِيۡمٌ ﴿٤٧﴾

پکڑلے تو وہ اللہ کو عاجز نہیں کرسکتے ○ یا انہیں آہستہ آہستہ نقصان پہنچاتے ہوئے پکڑلے تو بیشک تمہارا رب نہایت مہربان رحمت والا ہے ○

ہے۔ **درس:** قرآنِ کریم میں غوروفکر کرنا اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے لہٰذا ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ قرآنِ مجید کو سمجھ کر اور اس میں بیان کئے گئے احکام، عبرت انگیز واقعات، موت کے وقت کی آفات، گناہگاروں اور کافروں پر ہونے والے جہنم کے عذابات اور نیک مسلمانوں کو ملنے والے جنت کے انعامات وغیرہ میں غوروفکر کرتے ہوئے اس کی تلاوت کرے۔

آیت 45 نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے خلاف کفارِ مکہ سازشیں کرتے، انہیں ایذائیں پہنچانے کی کوشش میں رہتے اور چھپ چھپ کر فساد پھیلانے کی تدبیریں کرتے ہیں، کیا وہ اس بات سے بے خوف ہوگئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں زمین میں دھنسا دے جیسے قارون کو دھنسا دیا تھا یا ان پر آسمان سے اچانک عذاب نازل ہو جائے جیسے قومِ لوط پر ہوا تھا۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ "مِنۡ حَيۡثُ لَا يَشۡعُرُوۡنَ جہاں سے انہیں خبر بھی نہ ہو" سے مراد یومِ بدر ہے کیونکہ کفار کے بڑے بڑے سردار اس دن ہلاک کر دیئے گئے اور ان کا حال یہ تھا کہ وہ اپنی ہلاکت کا گمان بھی نہ رکھتے تھے۔

آیت 46 فرمایا کہ کیا وہ اس بات سے ڈرتے نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان پر کسی بھی حالت میں یا سفر میں عذاب نازل کر دے کیونکہ جس طرح اللہ تعالیٰ انہیں ان کے شہروں میں ہلاک کرنے پر قادر ہے اسی طرح سفر کے دوران بھی انہیں ہلاک کرنے پر قادر ہے، وہ کسی دور دراز کے علاقے میں جا کر اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کرسکتے۔

آیت 47 اللہ تعالیٰ شروع سے ہی انہیں عذاب میں گرفتار نہیں کرے گا بلکہ پہلے خوف میں اس کے بعد عذاب میں گرفتار کرے گا۔ خوف میں مبتلا کرنے کی صورت یہ ہو گی کہ اللہ تعالیٰ ایک گروہ کو ہلاک کر دے گا تو اس کے قریب والے اس خوف میں مبتلا ہو جائیں گے کہ کہیں ان پر بھی ویسا ہی عذاب نازل نہ ہو جائے۔ طویل عرصہ تک وہ اس خوف اور وحشت میں مبتلا رہیں گے، اس کے بعد ان پر عذاب آئے گا۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پر فوراً عذاب نازل نہیں کرے گا بلکہ ان کی جانوں اور مالوں کو تھوڑا تھوڑا کم کرتا رہے گا یہاں تک کہ سب ہلاک ہو جائیں گے۔ مزید فرمایا: اللہ تعالیٰ چونکہ بہت مہربان اور رحمت والا ہے اس لئے وہ اکثر اُمور میں مہلت دے دیتا ہے اور عذاب نازل کرنے میں جلدی نہیں فرماتا۔

اَوَلَمۡ یَرَوۡا اِلٰی مَا خَلَقَ اللّٰہُ مِنۡ شَیۡءٍ یَّتَفَیَّؤُا ظِلٰلُہٗ عَنِ الۡیَمِیۡنِ وَ الشَّمَآئِلِ سُجَّدًا لِّلّٰہِ

اور کیا انہوں نے اس طرف نہ دیکھا کہ اللہ نے جو چیز بھی پیدا فرمائی ہے اس کے سائے اللہ کو سجدہ کرتے ہوئے دائیں اور بائیں جھکتے ہیں

وَ ہُمۡ دٰخِرُوۡنَ ﴿۴۸﴾ وَ لِلّٰہِ یَسۡجُدُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الۡاَرۡضِ مِنۡ دَآبَّۃٍ وَّ الۡمَلٰٓئِکَۃُ

اور وہ سائے عاجزی کر رہے ہیں ○ اور جو کچھ آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں چلنے والا ہے اور فرشتے سب اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں

وَ ہُمۡ لَا یَسۡتَکۡبِرُوۡنَ ﴿۴۹﴾ یَخَافُوۡنَ رَبَّہُمۡ مِّنۡ فَوۡقِہِمۡ وَ یَفۡعَلُوۡنَ مَا یُؤۡمَرُوۡنَ ﴿۵۰﴾ السجدۃ ع ۱۲/۶ السجدۃ ۳

اور فرشتے غرور نہیں کرتے ○ وہ اپنے اوپر اپنے رب کا خوف کرتے ہیں اور وہی کرتے ہیں جو انہیں حکم دیا جاتا ہے ○

وَ قَالَ اللّٰہُ لَا تَتَّخِذُوۡۤا اِلٰـہَیۡنِ اثۡنَیۡنِ ۚ اِنَّمَا ہُوَ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ ۚ فَاِیَّایَ فَارۡہَبُوۡنِ ﴿۵۱﴾

اور اللہ نے فرما دیا: دو معبود نہ ٹھہراؤ وہ تو ایک ہی معبود ہے تو مجھ ہی سے ڈرو ○

آیت 48 اللہ تعالیٰ نے سایہ دار جو چیز بھی پیدا فرمائی ہے اس کا حال یہ ہے کہ سورج طلوع ہوتے وقت اُس کا سایہ دائیں طرف اور سورج غروب ہوتے وقت بائیں طرف جھک جاتا ہے، سائے کا ایک سے دوسری طرف منتقل ہونا اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرنا اور اس کی بارگاہ میں اپنی عاجزی وانکساری اور کمزوری کا اظہار کرنا ہے کیونکہ سایہ دائیں اور بائیں جھکنے میں اللہ تعالیٰ کے حکم کا پابند اور اسی کے آگے مسخر ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کمال ظاہر ہے اور جب کفار سایہ دار چیزوں کا یہ حال اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں تو انہیں چاہئے کہ وہ اس میں غور وفکر کر کے عبرت ونصیحت حاصل کریں کہ سایہ وہ چیز ہے جس میں عقل، فہم اور سماعت کی صلاحیت نہیں رکھی گئی تو جب وہ اللہ تعالیٰ کا اطاعت گزار ہے اور صرف اسی کو سجدہ کر رہا ہے تو انسان جسے عقل، فہم اور سماعت کی صلاحیت دی گئی ہے اسے زیادہ چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری کرے اور صرف اسی کے آگے سجدہ ریز ہو۔

آیت 49 ارشاد فرمایا: اور جو کچھ آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں چلنے والا ہے اور فرشتے سب اللہ تعالیٰ ہی کو سجدہ کرتے ہیں اور فرشتے غرور نہیں کرتے۔ **اہم باتیں:** (1) ہر چیز کا سجدہ اس کی حیثیت کے مطابق ہے، مسلمانوں اور فرشتوں کا سجدہ سجدۂ عبادت ہے اور ان کے ماسوا کا سجدہ سجدہ بہ معنی اطاعت اور عاجزی ہے اور اگر باقاعدہ سجدہ ہی مراد ہو تو بھی حق ہے کہ کسی چیز کی حقیقت ہمیں معلوم نہ ہونا ہمارے علم کی کمی کی دلیل ہے، اس بات کی نہیں کہ وہ چیز ہی نہیں ہو سکتی۔ (2) یہ آیت آیاتِ سجدہ میں سے ہے، اس کے پڑھنے اور سننے والے پر سجدۂ تلاوت لازم ہو جائے گا۔ (3) فرشتے تمام گناہوں سے معصوم ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ وہ غرور نہیں کرتے، اس بات کی دلیل ہے کہ فرشتے اپنے پیدا کرنے والے کے اطاعت گزار ہیں اور کسی کام میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے۔

آیت 50 فرمایا کہ فرشتے اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہونے سے ڈرتے ہیں اور وہی کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ انہوں نے کبھی اپنے رب کی نافرمانی نہیں کی بلکہ اس کے ہر حکم کو پورا کیا اور ممنوعہ کاموں سے باز رہے۔ **اہم بات:** اس آیت سے ثابت ہوا کہ فرشتے مکلف ہیں۔

آیت 51 سابقہ آیات میں بتایا گیا کہ تمام کائنات بارگاہِ الٰہی میں عاجزی، حکمِ الٰہی کی اطاعت اور صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والی ہے نیز سب اس کی ملکیت میں اور اسی کی قدرت وتصرف کے تحت ہیں اب یہاں شرک اور دو خدا ٹھہرانے سے ممانعت فرمائی جارہی ہے، ارشاد فرمایا: دو معبود نہ ٹھہراؤ وہ تو ایک ہی معبود ہے تو مجھ ہی سے ڈرو۔

وَلَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَهُ الدِّيْنُ وَاصِبًا ؕ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ ﴿۵۲﴾

اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اسی کا ہے اور فرمانبر داری (کا حق) ہمیشہ اسی کیلیے ہے۔ تو کیا تم اللہ کے سوا کسی اور سے ڈرو گے ؟O

وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَيْهِ تَجْـَٔرُوْنَ ﴿۵۳﴾ ج ثُمَّ اِذَا كَشَفَ

اور تمہارے پاس جو نعمت ہے سب اللہ کی طرف سے ہے پھر جب تمہیں تکلیف پہنچتی ہے تو تم اسی سے فریاد کرتے ہوO پھر جب وہ تم سے

الضُّرَّ عَنْكُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْكُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿۵۴﴾ لا لِيَكْفُرُوْا بِمَا اٰتَيْنٰهُمْ ؕ

برائی ٹال دیتا ہے تو اس وقت تم میں ایک گروہ اپنے رب کے ساتھ شرک کرنے لگتا ہےO تاکہ وہ ہماری دی ہوئی نعمتوں کی ناشکری کریں

آیت 52 آسمانوں اور زمین میں موجود ہر چیز کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے، ان میں سے کسی چیز میں اس کا کوئی شریک نہیں، اسی نے انہیں پیدا کیا، وہی انہیں رزق دیتا ہے، اسی کے دستِ قدرت میں ان کی زندگی اور موت ہے اور ہمیشہ کے لئے اطاعت و فرمانبر داری کا وہی مستحق ہے، تو اے لوگو! کیا تم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور سے خوف کھاؤ گے اور اس بات سے ڈرو گے کہ اگر تم نے صرف اپنے رب کی عبادت کی تو وہ تم سے اللہ تعالیٰ کی نعمتیں چھین نہ لے۔

آیت 53 ارشاد فرمایا: اے لوگو! تمہارے بدنوں میں جو عافیت، صحت اور سلامتی ہے اور تمہارے مالوں میں جو نَشو و نُما ہو رہی ہے، تمہارے پاس یہ سب نعمتیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں کیونکہ ساری نعمتیں اللہ تعالیٰ ہی کے دستِ قدرت میں ہیں اور جب تمہارے بدن کسی بیماری میں مبتلا ہوتے اور تمہاری عیش و عشرت میں کمی واقع ہوتی ہے تو تم صرف اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتے ہو اور اسی سے مدد طلب کرتے ہو تاکہ وہ تم سے یہ مصیبت دور کر دے۔

آیت 54 پھر جب اللہ تعالیٰ تمہاری بدنی بیماریاں دور کر کے تمہیں عافیت عطا کر دے، تمہاری معاشی پریشانی ختم کر دے اور تم پر آنے والی مصیبتیں ٹال دے تو تم میں سے ایک گروہ عبادت میں غیروں کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرانے لگ جاتا ہے، بتوں کی عبادت میں مشغول ہونے کے ساتھ بتوں کا شکر ادا کرتے ہوئے ان کے نام پر جانور ذبح کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کرتا جس نے اس کی مشکلات دور کر کے انہیں آسانیاں عطا کیں۔

آیت 55 لوگوں نے مصیبت دور کرنے میں بتوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرایا اور شریک ٹھہرانے سے ان کا مقصود یہ تھا کہ وہ اِن نعمتوں کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونے کا انکار کر دیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے فرماتا ہے کہ تم اس دنیا کی زندگی میں اپنی مدت پوری ہونے تک فائدہ اٹھا لو، جب تم زندگی کا وقت پورا کر کے اپنے رب سے ملو گے تو اپنے کئے ہوئے اعمال کا وبال جان جاؤ گے اور اپنے برے کاموں کا انجام دیکھ لو گے۔ اس وقت تمہیں ندامت تو بہت ہو گی لیکن وہ ندامت تمہیں کوئی فائدہ نہ دے گی۔ **درس:** فی زمانہ اگر لوگوں کے حالات کا جائزہ لیا جائے تو شاید لاکھوں میں ایک انسان بھی ایسا نظر نہ آئے جو بیماری، تکلیف اور پریشانی کی حالت میں اللہ تعالیٰ سے دعائیں نہ مانگتا ہو اور اپنے گناہوں سے توبہ کا ارادہ نہ کرتا ہو لیکن مصائب ختم ہو جانے کے بعد اس کا جو حال ہوتا ہے وہ سب کے سامنے ہے۔

Go To Index

فَتَمَتَّعُوا ۗ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ﴿٥٥﴾ وَيَجْعَلُونَ لِمَا لَا يَعْلَمُونَ نَصِيبًا مِّمَّا رَزَقْنَاهُمْ ۗ تَاللَّهِ

تو کچھ فائدہ اٹھالو تو عنقریب تم جان جاؤ گے ○ اور (کافر) ہماری دی ہوئی روزی میں سے انجانی چیزوں کیلئے حصہ مقرر کرتے ہیں۔ اللہ کی قسم!

لَتُسْأَلُنَّ عَمَّا كُنتُمْ تَفْتَرُونَ ﴿٥٦﴾ وَيَجْعَلُونَ لِلَّهِ الْبَنَاتِ سُبْحَانَهُ ۙ وَلَهُم

اے لوگو! تم سے اُس کے بارے میں ضرور پوچھا جائے گا جو تم جھوٹ باندھتے تھے ○ اور وہ اللہ کے لیے بیٹیاں قرار دیتے ہیں حالانکہ وہ پاک

مَّا يَشْتَهُونَ ﴿٥٧﴾ وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُم بِالْأُنثَىٰ ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا

ہے اور اپنے لیے وہ (مانتے ہیں) جو اپنا جی چاہتا ہے ○ اور جب ان میں کسی کو بیٹی ہونے کی خوشخبری دی جاتی ہے تو دن بھر اس کا منہ کالا رہتا ہے

وَهُوَ كَظِيمٌ ﴿٥٨﴾ يَتَوَارَىٰ مِنَ الْقَوْمِ مِن سُوءِ مَا بُشِّرَ بِهِ ۚ أَيُمْسِكُهُ عَلَىٰ هُونٍ أَمْ يَدُسُّهُ

اور وہ غصے سے بھرا ہوتا ہے ○ اس بشارت کی برائی کے سبب لوگوں سے چھپا پھرتا ہے۔ کیا اسے ذلت کے ساتھ رکھے گا یا اسے مٹی میں

آیت 56 مشرکین کو اللہ تعالیٰ نے جو فصلیں اور مویشی عطا فرمائے وہ اِن میں سے اُن بتوں کے لئے حصہ مقرر کرتے ہیں جنہیں وہ معبود کہتے ہیں اور ان کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ بت نفع اور نقصان پہنچاسکتے ہیں اور بارگاہِ الٰہی میں ان کی شفاعت کریں گے حالانکہ بتوں میں یہ اَوصاف موجود نہیں کیونکہ وہ تو پتھر ہیں، نفع یا نقصان پہنچانے کی قدرت کہاں سے رکھیں گے۔ مزید ارشاد فرمایا: اللہ کی قسم! اے لوگو! تم سے اُس کے بارے میں ضرور پوچھا جائے گا جو تم بتوں کو معبود، تقرب کے لائق اور بت پرستی کو خدا کا حکم بتا کر اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے تھے۔

آیت 57 فرمایا کہ مشرکین اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹیاں قرار دیتے ہیں جیسے بنو خزاعہ اور کنانہ کے لوگ فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہتے تھے حالانکہ اللہ تعالیٰ اولاد سے پاک ہے اور اس کی شان میں ایسا کہنا بے ادبی و کفر ہے۔ ان کافروں میں کفر کے ساتھ بدتمیزی کی انتہا یہ ہے کہ وہ اپنے لئے تو بیٹیاں ناپسند کرتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ جو مطلقاً اولاد سے پاک ہے اور اس کے لئے اولاد ثابت کرنا ہی عیب لگانا ہے، اس کے لئے اولاد میں بھی وہ ثابت کرتے ہیں جس کو اپنے لئے حقیر اور عار کا سبب جانتے ہیں۔

آیت 58 جو مشرکین اللہ تعالیٰ کے لئے بیٹیاں قرار دے رہے ہیں جب ان میں کسی کو بیٹی ہونے کی خوشخبری دی جاتی ہے تو غم، پریشانی اور ناپسندیدگی کی وجہ سے سارا دن اس کے چہرے کا رنگ بدلا ہوا رہتا ہے اور وہ غصے سے بھرا ہوتا ہے۔ **اہم بات:** لڑکی پیدا ہونے پر رنج کرنا کافروں کا طریقہ ہے، فی زمانہ مسلمانوں میں بھی کئی جگہ بیٹی پیدا ہونے پر غمزدہ ہو جانے، چہرے سے خوشی کا اظہار نہ ہونے، صرف بیٹیاں پیدا ہونے کی وجہ سے ماؤں پر ظلم و ستم کرنے اور انہیں طلاقیں دے دینے تک کی وباعام ہے حالانکہ بیٹی پیدا ہونے اور اس کی پرورش کی بہت فضیلت ہے، حدیثِ پاک میں ہے: جس شخص کے ہاں بیٹی پیدا ہو اور وہ اسے زندہ درگور نہ کرے، اُسے ذلیل نہ سمجھے اور اپنے بیٹے کو اس پر ترجیح نہ دے تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا۔ (ابو داؤد، حدیث:5146)

آیت 59 زمانۂ جاہلیت میں دستور تھا کہ جب کسی شخص کی بیوی کے ہاں بچہ پیدا ہونے کا وقت بالکل قریب آتا تو وہ بچہ پیدا ہو جانے

فِي التُّرَابِ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿۵۹﴾ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ مَثَلُ السَّوْءِ ۚ

دبا دے گا؟ خبردار! یہ کتنا برا فیصلہ کررہے ہیں۔ جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے ان کیلئے بری حالت ہے

وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۶۰﴾ ع وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَكَ ع ۱۳

اور اللہ کی سب سے بلند شان ہے اور وہی عزت والا، حکمت والا ہے۔ اور اگر اللہ لوگوں کو ان کے ظلم کی بنا پر پکڑ لیتا تو

عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ

زمین پر کوئی چلنے والا نہ چھوڑتا لیکن وہ انہیں ایک مقررہ مدت تک مہلت دیتا ہے پھر جب ان کی مدت آجائے گی تو وہ نہ ایک گھڑی

تک اپنی قوم سے چھپا رہتا، پھر اگر معلوم ہوتا کہ بیٹا پیدا ہوا ہے تو خوش ہوتا اور قوم کے سامنے آجاتا اور اگر پتا چلتا کہ بیٹی پیدا ہوئی ہے تو غمزدہ ہوتا اور شرم کے مارے کئی دن تک لوگوں کے سامنے نہ آتا۔ اس دوران غور کرتا رہتا کہ اس بیٹی کے ساتھ وہ کیا کرے؟ آیا ذلت برداشت کرکے اپنے پاس رکھے یا زندہ دفن کردے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: خبردار! یہ کتنا برا فیصلہ کررہے ہیں یعنی ان مشرکین نے جو فیصلہ کیا وہ کتنا برا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے بیٹیاں ثابت کرتے ہیں جو انہیں اپنے لئے انتہائی ناگوار ہیں اور یونہی یہ بات کتنی بری ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے رزق میں بتوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے ہیں حالانکہ وہ نفع یا نقصان پہنچانے کی قدرت ہی نہیں رکھتے اور جس رب نے انہیں پیدا کیا اور ان پر احسانات فرمائے اسے چھوڑ کر بتوں کی عبادت کرتے ہیں۔ **اہم بات:** زمانۂ جاہلیت میں کفار مختلف طریقوں سے بیٹیوں کو قتل کردیتے تھے، بعض گڑھا کھودتے اور بیٹی کو اس میں ڈال کر گڑھا بند کردیتے اور بعض پہاڑ کی چوٹی سے پھینک دیتے۔ یہ اسلام کا احسان ہے جس نے دنیا میں اس ظلم کا خاتمہ کرکے سب سے پہلے عورت کو حقوق عطا فرمائے اور اسے عزت و وقار سے نوازا۔

آیت 60 فرمایا کہ جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے ان کے لئے بری حالت ہے اور اللہ تعالیٰ کی سب سے بلند شان ہے اور وہی عزت والا اور اپنے تمام افعال میں حکمت والا ہے۔

آیت 61 فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کے گناہوں پر پکڑ لیتا اور عذاب میں جلدی فرماتا تو زمین پر کوئی چلنے والا یعنی کسی کافر کو نہ چھوڑتا بلکہ سب کو ہلاک کردیتا۔ بعض مفسرین نے یہ معنی بیان کیا ہے کہ روئے زمین پر کسی چلنے والے کو باقی نہ چھوڑتا جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں جو کوئی زمین پر تھا اُن سب کو ہلاک کردیا، صرف وہی باقی رہے جو زمین پر نہ تھے بلکہ حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ظالم باپ دادا کو ان کے ظلم کی وجہ سے ہلاک کردیتا تو اُن کی نسلیں منقطع ہوجاتیں اور زمین میں کوئی باقی نہ رہتا۔ فرمایا: لیکن اللہ تعالیٰ ان کے ظلم پر پکڑ نہیں فرماتا بلکہ اپنے فضل و کرم اور حِلم کی وجہ سے انہیں زندگی کا وقت پورا ہونے تک یا قیامت آنے تک مہلت دیتا ہے۔ پھر جب ان کی مقررہ مدت آجائے گی تو وہ اس مدت سے نہ ایک گھڑی پیچھے ہٹیں گے اور نہ آگے بڑھیں گے۔

سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿٦١﴾ وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ مَا يَكْرَهُوْنَ وَتَصِفُ اَلْسِنَتُهُمُ الْكَذِبَ

پیچھے ہٹیں گے اور نہ ہی آگے بڑھیں گے ○ اور اللہ کے لیے وہ ٹھہراتے ہیں جو (خود) ناپسند کرتے ہیں اور ان کی زبانیں جھوٹ بولتی ہیں

اَنَّ لَهُمُ الْحُسْنٰى ؕ لَا جَرَمَ اَنَّ لَهُمُ النَّارَ وَاَنَّهُمْ مُّفْرَطُوْنَ ﴿٦٢﴾ تَاللّٰهِ

کہ ان کے لیے بھلائی ہے۔ حقیقت میں ان کے لئے آگ ہے اور یہ کہ وہ (جہنمیوں کے) آگے آگے جانے والے ہوں گے ○ اللہ کی قسم!

لَقَدْ اَرْسَلْنَاۤ اِلٰۤى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ

ہم نے تم سے پہلے کتنی امتوں کی طرف رسول بھیجے تو شیطان نے لوگوں کیلئے ان کے اعمال کو خوشنما بنادیا تو آج وہی ان کا ساتھی ہے

وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٦٣﴾ وَمَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِى

اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے ○ اور ہم نے تم پر یہ کتاب اس لئے نازل فرمائی ہے تا کہ تم لوگوں کیلئے وہ بات واضح کردو جس میں

آیت 62 فرمایا کہ مشرکین اپنے لئے بیٹیاں اور یہ بات ناپسند کرتے ہیں کہ ان کی ملکیت میں کوئی دوسرا ان کا شریک بنے لیکن اللہ تعالیٰ کے لئے انہی چیزوں کا دعویٰ کرتے ہیں نیز وہ اللہ تعالیٰ کے لئے ناقص اور بتوں کے لئے اعلیٰ مال جدا کرتے ہیں، اس کے باوجود خود کو حق پر گمان کرتے اور کہتے ہیں کہ اگر محمد (صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم) سچے ہوں اور مخلوق مرنے کے بعد پھر اُٹھائی جائے تو جنت ہمیں ہی ملے گی کیونکہ ہم حق پر ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان کی جھوٹی بات کا کوئی اعتبار نہیں بلکہ حقیقت میں ان کے لئے آگ ہے اور یہ کہ وہ جہنمیوں کے آگے آگے جانے والے ہوں گے اور جہنم ہی میں چھوڑ دیئے جائیں گے۔

آیت 63 اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کی قسم بیان کرکے فرمایا: اے حبیب! ہم نے آپ سے پہلے سابقہ امتوں کی طرف جتنے رسول بھیجے، انہوں نے بھی آپ کی طرح اپنی امتوں کو توحید کی دعوت دی جبکہ شیطان نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنے اور بتوں کی عبادت پر قائم رہنے کو لوگوں کی نظروں میں خوشنما بنادیا حتی کہ انہوں نے اپنے رسولوں علیہم السلام کو جھٹلایا اور اللہ تعالیٰ کے اَحکامات کو رد کردیا تو دنیا یا آخرت میں شیطان ہی ان کا ساتھی ہے اور وہ نہایت برا ساتھی ہے۔ بروزِ قیامت شیطان ان کی کوئی مدد نہیں کرسکے گا بلکہ کافروں کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔

آیت 64 ارشاد فرمایا: اے حبیب! ہم نے آپ پر یہ قرآن اس لئے نازل فرمایا ہے تاکہ آپ لوگوں کے لئے اُمورِ دین سے وہ بات واضح کردیں جس میں انہیں اختلاف ہے جیسے توحید، عبادات اور معاملات کے اَحکام، یوں آپ کے بیان کے ذریعے ان پر حجت قائم ہو جائے اور ہم نے قرآن اس لئے نازل فرمایا ہے کہ یہ ایمان والوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے کیونکہ ایمان والے ہی اس سے نفع اٹھاسکتے ہیں۔ **اہم بات:** قرآنِ کریم کے اَحکام و حقائق بیان کرنے کا منصب اصلاً نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کا ہے اور ان کی پیروی میں ان کے وارثوں یعنی علماء حق کا ہے جو ظاہر و باطن، شریعت و طریقت کی پیچیدگیاں اور اختلافی امور کی وضاحت کردیتے ہیں۔

اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿٦٤﴾ وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ

انہیں اختلاف ہے اور یہ کتاب ایمان والوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے ○ اور اللہ نے آسمان سے پانی اتارا تو اس کے ذریعے

ع ٨ ٥ ١٤ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ﴿٦٥﴾ ع وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ

زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کر دیا۔ بیشک اس میں سننے والوں کے لئے نشانی ہے ○ اور بیشک تمہارے لیے مویشیوں میں غور و فکر

لَعِبْرَةً ؕ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا

کی باتیں ہیں (وہ یہ کہ) ہم تمہیں ان کے پیٹوں سے گوبر اور خون کے درمیان سے خالص دودھ (نکال کر) پلاتے ہیں جو پینے والے کے

لِّلشّٰرِبِيْنَ ﴿٦٦﴾ وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا ؕ

گلے سے آسانی سے اترنے والا ہے ○ اور کھجور اور انگور کے پھلوں میں سے کوئی پھل وہ ہے کہ اس سے تم نبیذ اور اچھا رزق بناتے ہو

آیت 65 اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور قدرت کے کمال کا بیان ہو رہا ہے، فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی اتارا تو اس کے ذریعے زمین کو خشک اور بے سبزہ ہونے کے بعد سرسبزی و شادابی بخش کر زندہ کر دیا۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے لیکن اس بات کو سمجھنا ان لوگوں کا کام ہے جو دل سے سنتے اور غور کر کے اس نتیجے تک پہنچتے ہیں کہ جو قادرِ برحق زمین کو اس کی موت یعنی خشک ہو جانے کے بعد زندگی دیتا ہے وہ انسان کو اس کے مرنے کے بعد بے شک زندہ کرنے پر قادر ہے۔

آیت 66 اللہ تعالیٰ کی عظمت و قدرت کی نشانیاں ہر چیز میں موجود ہیں حتّٰی کہ اگر تم اپنے مویشیوں میں غور کرو تو تمہیں غور و فکر کی بہت سی باتیں مل جائیں گی اور اللہ تعالیٰ کی حکمت کے عجائب اور اس کی قدرت کے کمال پر آگاہی حاصل ہو گی۔ غور کرو کہ ہم تمہیں ان جانوروں کے پیٹوں سے گوبر اور خون کے درمیان سے خالص دودھ نکال کر پلاتے ہیں جو پینے والے کے گلے سے آسانی سے اترنے والا ہے، جس میں کسی چیز کی آمیزش کا کوئی شائبہ نہیں حالانکہ ان کے جسم میں غذا کا ایک ہی مقام ہے جہاں چارا، گھاس، بھوسہ وغیرہ پہنچتا ہے اور دودھ، خون گوبر سب اسی غذا سے پیدا ہوتے ہیں اور ان میں سے ایک دوسرے سے ملنے نہیں پاتا۔ اس سے حکمتِ الٰہی کی عجیب کاریگری کا اِظہار ہے۔ **اہم بات:** کفار کا ایک شبہ یہ تھا کہ جب مرنے کے بعد آدمی کے جسم کے اجزا منتشر ہو کر خاک میں مل گئے، وہ اجزا کس طرح جمع کئے جائیں گے اور خاک کے ذروں سے انہیں کس طرح ممتاز کیا جائے گا؟ اس آیت میں جو صاف دودھ کا بیان فرمایا اس میں غور کرنے سے یہ شبہ بالکل ختم ہو جاتا ہے کہ قدرتِ الٰہی کی یہ شان روزانہ دیکھنے میں آتی ہے کہ وہ غذا کے مخلوط اجزا میں سے خالص دودھ نکالتا ہے اور اس کے قرب و جوار کی چیزوں کی آمیزش کا شائبہ بھی اس میں نہیں آتا تو اس حکیمِ برحق کی قدرت سے کیا بعید کہ انسانی جسم کے اجزا کو منتشر ہونے کے بعد پھر جمع فرما دے۔

آیت 67 یہاں رزقِ الٰہی کے ان خزانوں کا بیان ہے جنہیں ان کی اصل حالت اور انسانی محنت کے بعد والی حالت دونوں طرح استعمال کیا جاتا ہے، فرمایا کہ اے لوگو! تم جو کھجور اور انگور کے بعض پھلوں کے رس سے نبیذ بنا کر پیتے ہو اور اچھا رزق یعنی چھوہارے، کشمش، سرکہ اور منقی بناتے ہو اس میں بھی تمہارے لئے غور و فکر کا مقام ہے کہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی بندوں پر عظیم نعمت ہے اور یہی

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ﴿٦٧﴾ وَأَوْحَىٰ رَبُّكَ إِلَى النَّحْلِ أَنِ اتَّخِذِي مِنَ الْجِبَالِ

بیشک اس میں عقل مند لوگوں کیلئے نشانی ہے ○ اور تمہارے رب نے شہد کی مکھی کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ پہاڑوں میں

بُيُوتًا وَمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُونَ ﴿٦٨﴾ ثُمَّ كُلِي مِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ فَاسْلُكِي سُبُلَ رَبِّكِ

اور درختوں میں اور چھتوں میں گھر بناؤ ○ پھر ہر قسم کے پھلوں میں سے کھاؤ اور اپنے رب کے (بنائے ہوئے) نرم و آسان راستوں پر

ذُلُلًا ۚ يَخْرُجُ مِن بُطُونِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ فِيهِ شِفَاءٌ لِّلنَّاسِ ۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ

چلتی رہو۔ اس کے پیٹ سے ایک پینے کی رنگ برنگی چیز نکلتی ہے اس میں لوگوں کیلئے شفا ہے بیشک اس میں

لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴿٦٩﴾ وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفَّاكُمْ ۚ وَمِنكُم مَّن يُرَدُّ إِلَىٰ أَرْذَلِ

غور و فکر کرنے والوں کیلئے نشانی ہے ○ اور اللہ نے تمہیں پیدا کیا پھر وہ تمہاری جان قبض کرے گا اور تم میں کوئی سب سے گھٹیا عمر کی

اللہ تعالیٰ کی عظمت و شانِ تخلیق کی دلیل بھی ہے کہ وہی تمام چیزوں کا خالق ہے اور وہی ہر کام کی تدبیر فرمانے والا ہے۔

آیت 69،68 ارشاد فرمایا: اور تمہارے رب نے شہد کی مکھی کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ بعض پہاڑوں، درختوں اور چھتوں میں گھر بنائے، پھر میٹھے، کڑوے، پھیکے ہر قسم کے پھلوں اور پھولوں میں سے کھائے اور ان کی تلاش میں اپنے رب کے بنائے ہوئے نرم و آسان راستوں پر چلتی رہے جن کا اللہ تعالیٰ کے فضل سے اسے اِلہام کیا گیا ہے اور وہ کتنی ہی دور نکل جائے راستہ نہیں بھٹکتی، اپنے مقام پر واپس آجاتی ہے۔ اس کے پیٹ سے ایک پینے کی چیز یعنی شہد سفید، زَرد اور سُرخ رنگوں میں نکلتا ہے، اس میں لوگوں کے لئے شفا ہے، یہ نافع ترین دواؤں میں سے ہے اور بکثرت معجونوں میں شامل کیا جاتا ہے۔ بے شک اس میں غور و فکر کرنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی قدرت و حکمت پر نشانی ہے کہ اُس نے ایک کمزور سی مکھی کو ایسی دانائی عطا فرمائی اور ایسی پیچیدہ صنعتیں مَرحمت کیں، وہ پاک ہے اور اپنی ذات و صفات میں شریک سے مُنَزَّہ ہے نیز جو اپنی قدرتِ کاملہ سے ایک ادنیٰ کمزور سی مکھی کو یہ صفت عطا فرماتا ہے کہ وہ مختلف قسم کے پھولوں اور پھلوں سے ایسے لطیف (ملائم) اجزا حاصل کرے جن سے نہایت خوشگوار، طاہر و پاکیزہ نفیس شہد بنے جس میں ہمیشہ تازگی رہے، وہ قادر حکیم اگر مرے ہوئے انسان کے منتشر اَجزا کو جمع کر دے تو اس کی قدرت سے کیا بعید ہے۔

آیت 70 سابقہ آیات میں حیوانات کے عجیب و غریب اَفعال سے قدرتِ الٰہی کی دلیل بیان ہوئی اور اب قدرتِ الٰہی کے وہ آثار ظاہر فرمائے جارہے ہیں جو خود لوگوں اور اُن کے اَحوال میں نمایاں ہیں، فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں وجود بخشا حالانکہ تم کچھ بھی نہ تھے، پھر وہ اس وقت تمہاری جان قبض کرے گا جب تمہاری وہ مدت پوری ہو جائے جو اس نے مقرر فرمائی ہے، چاہے بچپن میں پوری ہو یا جوانی میں یا بڑھاپے میں، اور تم میں کوئی سب سے گھٹیا عمر کی طرف پھیرا جاتا ہے جس کا زمانہ انسانی عمر کے مَراتب میں 60 سال کے بعد آتا ہے کیونکہ اس وقت اعضا اور حواس سب ناکارہ ہونے کے قریب ہوتے ہیں اور انسان کی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ وہ جاننے کے بعد کچھ نہ جانے اور نادانی میں بچوں سے زیادہ بدتر ہو جائے۔ بے شک اللہ تعالیٰ جاننے والا، بہت قدرت والا ہے۔ **اہم بات:** حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس نے قرآن پڑھا وہ اس اَرذَل عمر کی حالت کو نہ پہنچے گا کہ علم کے بعد محض بے علم ہو جائے۔ **دعا:** رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

الْعُمُرِ لِکَیْ لَا یَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَیْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ قَدِیْرٌ ﴿۷۰﴾ ع وَ اللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَکُمْ عَلٰی ع ٩ ١٥

طرف پھیرا جاتا ہے تاکہ جاننے کے بعد کچھ نہ جانے۔ بیشک اللہ جاننے والا، بہت قدرت والا ہے ○ اور اللہ نے تم میں سے ایک کو دوسرے

بَعْضٍ فِی الرِّزْقِ ۚ فَمَا الَّذِیْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّیْ رِزْقِهِمْ عَلٰی مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُهُمْ فَهُمْ

پر رزق میں برتری دی ہے تو جنہیں رزق کی برتری دی گئی ہے وہ اپنا رزق اپنے غلاموں، باندیوں پر نہیں لوٹاتے کہ کہیں وہ اس رزق میں

فِیْهِ سَوَآءٌ ؕ اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ یَجْحَدُوْنَ ﴿۷۱﴾ وَ اللّٰهُ جَعَلَ لَکُمْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا

برابر نہ ہوجائیں تو کیا صرف اللہ کی نعمت سے مکرتے ہیں؟○ اور اللہ نے تمہارے لیے تمہاری جنس سے عورتیں بنائیں

وَّ جَعَلَ لَکُمْ مِّنْ اَزْوَاجِکُمْ بَنِیْنَ وَ حَفَدَةً وَّ رَزَقَکُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ ؕ اَفَبِالْبَاطِلِ

اور تمہارے لیے تمہاری عورتوں سے بیٹے اور پوتے نواسے پیدا کیے اور تمہیں ستھری چیزوں سے روزی دی تو کیا وہ باطل ہی پر

یُؤْمِنُوْنَ وَ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ یَکْفُرُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَ یَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَمْلِکُ لَهُمْ رِزْقًا

یقین کرتے ہیں؟ اور اللہ کے فضل ہی کے منکر ہوتے ہیں؟○ اور اللہ کے سوا ایسوں کی عبادت کرتے ہیں جو انہیں آسمان اور زمین سے

یوں دعا مانگا کرتے تھے: اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْبُخْلِ وَالْکَسَلِ وَاَرْذَلِ الْعُمُرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ وَفِتْنَةِ الدَّجَّالِ وَفِتْنَةِ الْمَحْیَا وَالْمَمَاتِ (اے اللہ!) میں بخل، سستی، نکمے پن کی عمر، عذابِ قبر، فتنۂ دجال اور زندگی و موت کے فتنے سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ (بخاری، حدیث: 4707)

آیت 71 بڑے نفیس اور دلنشین انداز میں بت پرستی کارد کیا جارہا ہے، فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم میں سے ایک کو دوسرے پر رزق میں برتری دی ہے، کوئی غنی ہے کوئی فقیر، کوئی مالک ہے کوئی مملوک، تو جنہیں رزق کی برتری دی گئی ہے وہ اپنا رزق اپنے غلاموں اور باندیوں کو نہیں دیتے کہ کہیں وہ اس رزق میں ان کے برابر نہ ہو جائیں اور جب تم اپنے غلاموں کو اپنا شریک بنانا گوارا نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ کے بندوں اور اس کے مملوکوں کو اس کا شریک ٹھہرانا کس طرح گوارا کرتے ہو، تو کیا صرف اللہ تعالیٰ کی نعمت کا انکار کرتے ہیں؟

آیت 72 فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے تمہاری جنس سے عورتیں بنائیں تاکہ تم ان سے انسیت حاصل کرو اور ان کے ذریعے اپنی ضروریات پوری کرو اور تمہارے لیے تمہاری عورتوں سے بیٹے اور پوتے، نواسے پیدا کیے جو ضرورت کے وقت تمہاری مدد کرتے ہیں اور تمہیں ستھری چیزوں یعنی طرح طرح کے غلوں، پھلوں اور کھانے پینے کی چیزوں سے روزی دی تو کیا وہ اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کے باوجود شرک و بت پرستی پر ایمان لاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے احسان کے ساتھ کفر کرتے ہیں۔ **اہم بات:** علامہ نسفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: آیت میں اللہ تعالیٰ کے فضل و نعمت سے مراد سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی ذاتِ گرامی یا وہ نعمتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے حلال کیں۔

آیت 73، 74 سابقہ آیات میں توحید پر دلالت کرنے والی مختلف چیزوں کا بیان ہوا، اب بتوں کی عبادت کرنے والوں کارد کیا جارہا

مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَيْـًٔا وَّلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿۷۳﴾ فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

کچھ بھی روزی دینے کا اختیار نہیں رکھتے اور نہ وہ کچھ کر سکتے ہیں ○ تو تم اللہ کے لیے مثل نہ ٹھہراؤ، بیشک اللہ

يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۷۴﴾ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّمَنْ

جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ○ اللہ نے ایک بندے کی مثال بیان فرمائی جو خود کسی کی ملکیت میں ہے، وہ کسی شے پر قادر نہیں اور ایک وہ ہے

رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّجَهْرًا ؕ هَلْ يَسْتَوٗنَ ؕ

جسے ہم نے اپنی طرف سے اچھی روزی عطا فرما رکھی ہے تو وہ اس میں سے پوشیدہ اور اعلانیہ خرچ کرتا ہے، کیا وہ سب برابر ہو جائیں گے؟

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۵﴾ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ اَحَدُهُمَآ اَبْكَمُ

تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں بلکہ ان میں اکثر جانتے نہیں ○ اور اللہ نے دو مردوں کی مثال بیان فرمائی، ان میں سے ایک گونگا ہے

لَا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّهُوَ كَلٌّ عَلٰى مَوْلٰىهُ ۙ اَيْنَمَا يُوَجِّهْهُّ لَا يَاْتِ بِخَيْرٍ ؕ هَلْ

جو کسی شے پر قدرت نہیں رکھتا اور وہ اپنے آقا پر (صرف) بوجھ ہے، (اس کا آقا) اسے جدھر بھیجتا ہے وہ کوئی خیر لے کر نہیں آتا تو کیا

ہے، فرمایا: مشرکین اللہ تعالیٰ کے سوا ایسے بتوں کی عبادت کر رہے ہیں جو انہیں آسمان اور زمین سے کچھ بھی روزی دینے کا اختیار نہیں رکھتے کیونکہ نہ وہ زمین کی خشکی دور کر کے اس میں شادابی لانے کے لئے آسمانوں سے پانی نازل کرنے پر قادر ہیں اور نہ زمین سے نباتات اور پھل نکالنے پر اور ان کے بت زمین و آسمان میں سے کسی چیز کے مالک نہیں بلکہ زمین، آسمان اور ان میں موجود ہر چیز کا حقیقی مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے تو تم اللہ تعالیٰ کے لیے شریک نہ ٹھہراؤ، بیشک اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ مخلوق میں اس کا کوئی مثل نہیں ہے اور تم یہ بات نہیں جانتے۔

آیت 75 یہاں دو شخصوں کی مثال بیان فرما کر شرک کا رد فرمایا جا رہا ہے کہ ایک شخص ایسا ہے جو خود کسی کی ملکیت میں ہے اور وہ مالک نہ ہونے کی وجہ سے کسی چیز پر قادر نہیں جبکہ ایک شخص ایسا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے اچھی روزی عطا فرما رکھی ہے تو وہ اس میں سے پوشیدہ اور اعلانیہ خرچ کرتا ہے، جیسے چاہتا ہے اس میں تصرف کرتا ہے، پہلا شخص عاجز، مملوک اور غلام ہے جبکہ دوسرا شخص آزاد، مالک اور صاحبِ مال ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے قدرت و اختیار بھی رکھتا ہے تو کیا یہ دونوں برابر ہو جائیں گے؟ ہر گز نہیں، جب غلام اور آزاد شخص برابر نہیں ہو سکتے حالانکہ دونوں اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں تو خالق، مالک اور قادر رب کے ساتھ قدرت و اختیار نہ رکھنے والے بت کیسے شریک ہو سکتے ہیں۔ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں بلکہ ان میں اکثر نہیں جانتے کہ تمام تعریفیں اور عبادت اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔

آیت 76 اللہ تعالیٰ مومن اور کافر کی مثال بیان فرما رہا ہے کہ ایک شخص گونگا ہے جو کسی شے پر قدرت نہیں رکھتا کیونکہ نہ وہ اپنی کسی سے کہہ سکتا ہے اور نہ دوسرے کی سمجھ سکتا ہے اور وہ اپنے آقا پر صرف بوجھ ہے، اس کا آقا اسے جہاں بھی کسی کام کے لئے بھیجتا ہے وہ اس کا کوئی کام کر کے نہیں آتا، یہ مثال کافر کی ہے اور دوسرا وہ شخص ہے جس کے حواس سلامت ہیں، بھلائی اور دیانت داری کی

ع ۱۶

يَسْتَوِيْ هُوَ ۙ وَ مَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ ۙ وَ هُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۷۶﴾ وَ لِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ

وہ اور دوسرا وہ جو عدل کا حکم کرتا ہے اور وہ سیدھے راستے پر بھی ہے کیا دونوں برابر ہیں؟ ○ اور آسمانوں اور زمین کی چھپی چیزوں کا علم

وَ الْاَرْضِ ؕ وَ مَاۤ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ

اللہ ہی کو ہے اور قیامت کا معاملہ صرف ایک پلک جھپکنے کی طرح ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ قریب ہے۔ بیشک اللہ ہر شے پر

قَدِيْرٌ ﴿۷۷﴾ وَ اللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ۙ وَّ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ

قادر ہے ○ اور اللہ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے اس حال میں پیدا کیا کہ تم کچھ نہ جانتے تھے اور اس نے تمہارے کان

وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْـِٕدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۸﴾ اَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِيْ جَوِّ

اور آنکھیں اور دل بنائے تاکہ تم شکر گزار بنو ○ کیا انہوں نے پرندوں کی طرف نہ دیکھا جو آسمان کی

وجہ سے بہت فائدہ مند ہے، وہ لوگوں کو عدل کا حکم کرتا ہے اور اس کی سیرت اچھی ہے، یہ مثال مومن کی ہے، تو کافر جو ناکارہ گونگے غلام کی طرح ہے وہ کسی طرح اس مسلمان کی مثل نہیں ہو سکتا جو عدل کا حکم کرتا ہے اور صراطِ مستقیم پر قائم ہے۔ بعض مفسرین کے نزدیک گونگے ناکارہ غلام سے بتوں کو تشبیہ دی گئی اور انصاف کا حکم دینے میں شانِ الٰہی کا بیان ہے، اس صورت میں معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بتوں کو شریک کرنا باطل ہے کیونکہ انصاف قائم کرنے والے بادشاہ کے ساتھ گونگے اور ناکارہ غلام کو کیا نسبت۔

آیت 77 اللہ تعالیٰ کے علم و قدرت کے کمال کا بیان ہو رہا ہے، فرمایا کہ آسمانوں اور زمین کی چھپی چیزوں کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے، اس پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں اور قیامت قائم کرنے کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی قدرت میں صرف ایک پلک جھپکنے کی طرح ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ قریب ہے کیونکہ پلک مارنا بھی زمانہ چاہتا ہے جس میں پلک کی حرکت حاصل ہو اور اللہ تعالیٰ جس چیز کا ہونا چاہے وہ کُنْ فرماتے ہی ہو جاتی ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے، اس پر بھی قادر ہے کہ قیامت قائم کرے اور مخلوق کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرے۔

آیت 78 قدرتِ الٰہی پر دلالت کرنے والے مزید مظاہر کا بیان ہوا، فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے اس حال میں پیدا کیا کہ تم کچھ نہ جانتے تھے، پیدائش کی ابتدا اور اوّل فِطرت میں علم و معرفت سے خالی تھے پھر اللہ تعالیٰ نے تمہارے کان، آنکھیں اور دل بنائے، یہ حواس اس لئے عطا کیے تاکہ تم ان سے اپنا پیدائشی جہل دور کرو، علم و عمل سے فیض یاب ہو جاؤ، نعمتیں عطا کرنے والے کا شکر بجالاؤ، اس کی عبادت میں مشغول ہو جاؤ اور اس کی نعمتوں کے حقوق ادا کرو۔ **اہم بات:** ہر عضو کا شکر یہ ہے کہ اسے اطاعتِ الٰہی میں لگایا جائے اور ناشکری یہ ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں استعمال کیا جائے۔

آیت 79 یہاں پرندوں کی پرواز سے قدرتِ الٰہی پر استدلال کیا گیا ہے، فرمایا: کیا لوگوں نے پرندوں کی طرف نہ دیکھا جو آسمان کی فضا میں اللہ تعالیٰ کے حکم کے پابند ہیں۔ انہیں ہوا میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی گرنے سے نہیں روکتا حالانکہ بھاری جسم اپنی طبیعت کے اعتبار سے گرنا چاہتا ہے۔ اس میں ایمان والوں کے لئے نشانیاں ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے پرندوں کو ایسا پیدا کیا کہ وہ ہوا میں پرواز کر سکتے

السَّمَآءِ ؕ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿٧٩﴾

فضا میں (اللہ کے) حکم کے پابند ہیں۔ انہیں (وہاں) اللہ کے سوا کوئی نہیں روکتا۔ بیشک اس میں ایمان والوں کے لئے نشانیاں ہیں ○

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْۢ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا

اور اللہ نے تمہارے گھروں کو تمہاری رہائش بنایا اور اس نے تمہارے لیے جانوروں کی کھالوں سے کچھ گھر بنائے جنہیں تم اپنے سفر کے

يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ ۙ وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا وَاَشْعَارِهَاۤ اَثَاثًا

دن اور اپنے قیام کے دن بڑا ہلکا پھلکا پاتے ہو اور بھیڑوں کی اُون اور اونٹوں کی پشم اور بکریوں کے بالوں سے گھریلو سامان

وَّمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ﴿٨٠﴾ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْجِبَالِ

اور ایک مدت تک فائدہ اٹھانے کے اسباب بنائے ○ اور اللہ نے تمہیں اپنی بنائی ہوئی چیزوں سے سائے دیئے اور تمہارے لیے پہاڑوں میں

اَكْنَانًا وَّجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ وَسَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ

چھپنے کی جگہیں بنائیں اور تمہارے لیے کچھ پہننے کے لباس بنائے جو تمہیں گرمی سے بچائیں اور کچھ لباس بنائے جو لڑائی کے وقت تمہاری

ہیں اور اپنے بھاری جسم کی طبیعت کے برخلاف ہوا میں ٹھہرے رہتے ہیں اور ہوا کو ایسا پیدا کیا کہ اس میں اُن کی پرواز ممکن ہے۔ **اہم بات:** فی زمانہ پرندوں سے کہیں بڑی اور وزنی چیز ہوائی جہاز کے ذریعے بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت پر دلیل حاصل کی جاسکتی ہے۔ اسے بنایا اگرچہ انسان نے ہے لیکن اس نے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی عقل، سمجھ اور قدرت سے ہی بنایا ہے، از خود کوئی کہاں اس قابل تھا کہ ایسی چیز بنا سکے، یونہی اس کا پرواز کرنا بظاہر مشینی آلات کی وجہ سے ہے لیکن در حقیقت یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اسی کے اثر سے ہوا میں محوِ پرواز ہے کیونکہ ہوا کو پرواز کے قابل اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے، کسی انسان نے نہیں بنایا۔

آیت 80 یہاں بھی توحید کے دلائل اور بندوں پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا بیان کیا گیا ہے، فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری رہائش کے لئے اینٹوں اور پتھروں سے تمہارے گھروں کو بنایا جن میں تم آرام کرتے ہو اور اس نے تمہارے لیے جانوروں کی کھالوں سے خیموں کی شکل میں کچھ گھر بنائے جنہیں تم اپنے سفر کے دنوں میں اٹھا کر چلتے وقت اور منزلوں پر قیام کے وقت لگانے کے لئے بڑا ہلکا پھلکا پاتے ہو اور اسی اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے بھیڑوں کی اُون، اونٹوں کی پشم اور بکریوں کے بالوں سے گھریلو سامان مثلاً بچھانے، اوڑھنے کی چیزیں اور ایک مدت تک فائدہ اٹھانے کے اَسباب بنائے۔

آیت 81 ارشاد فرمایا: اے لوگو! تم پر اللہ تعالیٰ کی یہ نعمتیں بھی ہیں کہ اس نے تمہیں اپنی بنائی ہوئی چیزوں مکانوں، دیواروں، چھتوں، درختوں اور بادل وغیرہ سے سائے دیئے جس میں تم آرام کرکے گرمی کی شدت سے بچتے ہو اور تمہارے لیے پہاڑوں میں غار وغیرہ چھپنے کی جگہیں بنائیں تاکہ امیر و غریب سب ان میں آرام کرسکیں اور تمہارے پہننے کے لیے کچھ لباس ایسے بنائے جو تمہیں گرمی سردی سے بچاتے ہیں اور کچھ لباس جیسے زرہ اور بازوبند وغیرہ ایسے بنائے جو لڑائی کے وقت تمہاری حفاظت کرتے ہیں اور تیر،

بِاْسَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ ﴿٨١﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا

حفاظت کرتے ہیں۔ اللہ اسی طرح تم پر اپنی نعمت پوری کرتا ہے تاکہ تم اسلام لے آؤ○ پھر اگر وہ منہ پھیریں تو اے حبیب!

فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿٨٢﴾ يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ يُنْكِرُوْنَهَا وَاَكْثَرُهُمُ

تم پر صرف صاف صاف تبلیغ کردینا لازم ہے○ وہ اللہ کی نعمت کو پہچانتے ہیں پھر اس کا انکار کردیتے ہیں اور ان میں اکثر

الْكٰفِرُوْنَ ﴿٨٣﴾ ع وَيَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا ثُمَّ لَا يُؤْذَنُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا

کافر ہی ہیں○ اور یاد کروجس دن ہم ہر امت سے ایک گواہ اٹھائیں گے پھر کافروں کو اجازت نہیں دی جائے گی

وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿٨٤﴾ وَاِذَا رَاَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الْعَذَابَ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ وَلَا هُمْ

اور نہ ان سے رجوع کرنا، طلب کیا جائے گا○ اور ظلم کرنے والے جب عذاب دیکھیں گے تو ان سے نہ عذاب ہلکا کیا جائے گا اور نہ ہی

تلوار، نیزے وغیرہ سے تمہارے بچاؤ کا سامان ہوتے ہیں۔ اے لوگو! جس طرح اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے یہ چیزیں پیدا فرمائیں اسی طرح دنیا میں تمہاری ضروریات کا سامان پیدا فرما کر وہ تم پر اپنی نعمت پوری کرتا ہے تاکہ تم اس کی اطاعت کرو، اس کی نعمتوں کا اعتراف کر کے اسلام لاؤ اور دینِ برحق قبول کرلو۔

آیت 82 فرمایا کہ اے حبیب! اگر کفارِ مکہ آپ پر ایمان لانے اور آپ کی تصدیق کرنے سے اعراض کریں اور اپنے کفر پر جمے رہیں تو آپ غمزدہ نہ ہوں، آپ پر صرف صاف صاف تبلیغ کردینا لازم ہے، جب آپ نے ان تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیا تو آپ کا کام پورا ہو چکا اور اب نہ ماننے کا وبال اُن کی گردن پر ہے۔

آیت 83 جو نعمتیں اس سورت میں ذکر کی گئیں کفارِ مکہ اُن سب کو پہچانتے ہیں اور جانتے ہیں کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں پھر بھی اس کا شکر بجا نہیں لاتے۔ ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت سے سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم مراد ہیں، اس صورت میں معنی یہ ہے کہ وہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو پہچانتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ آپ کا وجود اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے اس کے باوجود اس نعمت کا انکار کر دیتے ہیں یعنی آپ پر ایمان نہیں لاتے اور اس طرح ان میں اکثر کافر ہی ہیں۔

آیت 84 سابقہ آیت میں کفار کے متعلق بتایا گیا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو پہچاننے کے باوجود ان کا انکار کیا، اب ان کفار پر عذاب کی وعید اور قیامت کے دن ان کا جو حال ہو گا اس کا بیان ہو رہا ہے، فرمایا: اے حبیب! اپنی قوم کو قیامت کے اس دن کے بارے میں بتائیں جس دن ہم ہر امت سے ایک گواہ اٹھائیں گے جو اُن کی تصدیق و تکذیب اور ایمان و کفر کی گواہی دے گا اور یہ گواہ انبیاءِ کرام علیہم السلام ہیں، پھر کافروں کو معذرت کرنے یا کسی کلام یا دنیا کی طرف لوٹنے کی اجازت نہیں دی جائے گی اور نہ اس دن انہیں اس بات کا مکلف کیا جائے گا کہ وہ اپنے رب کو راضی کریں کیونکہ آخرت عمل کرنے کی جگہ نہیں۔

آیت 85 ارشاد فرمایا: اے حبیب! آپ کو جھٹلانے والے، آپ کی نبوت کا انکار کرنے والے اور وہ لوگ جو آپ کی قوم کی روش اختیار کئے ہوئے ہیں، جب وہ عذاب دیکھیں گے تو کوئی چیز انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات نہ دے سکے گی کیونکہ انہیں کلام کرنے کی

يُنظَرُوْنَ ﴿٨٥﴾ وَ اِذَا رَاَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا شُرَكَآءَهُمْ قَالُوْا رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ شُرَكَآؤُنَا الَّذِيْنَ

انہیں مہلت دی جائے گی ○ اور مشرک جب اپنے شریکوں کو دیکھیں گے تو کہیں گے: اے ہمارے رب! یہ ہمارے وہ شریک ہیں جن کی

كُنَّا نَدْعُوْا مِنْ دُوْنِكَ ۚ فَاَلْقَوْا اِلَيْهِمُ الْقَوْلَ اِنَّكُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿٨٦﴾ ۚ وَ اَلْقَوْا اِلَى اللّٰهِ

ہم تیرے سوا عبادت کیا کرتے تھے تو وہ ان کی طرف (اپنی) بات پھینک دیں گے کہ تم بیشک جھوٹے ہو ○ اور وہ مشرک اس دن اللہ کی طرف

يَوْمَئِذِ السَّلَمَ وَ ضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿٨٧﴾ اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ صَدُّوْا عَنْ

صلح کی پیشکش کریں گے اور ان کی خود ساختہ باتیں ان سے گم ہوجائیں گی ○ جنہوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے

سَبِيْلِ اللّٰهِ زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يُفْسِدُوْنَ ﴿٨٨﴾ وَ يَوْمَ نَبْعَثُ فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ

روکا ہم ان کے فساد کے بدلے میں عذاب پر عذاب کا اضافہ کردیں گے ○ اور جس دن ہم ہر امت میں

اجازت نہ ہوگی کہ کوئی عذر بیان کرسکیں اور ان سے عذاب ہلکا ہو اور نہ انہیں مہلت دی جائے گی کیونکہ توبہ کا وقت ختم ہوچکا۔

آیت 86 قیامت کے دن مشرکین جب بتوں وغیرہ ان چیزوں کو دیکھیں گے جن کی عبادت کرتے تھے تو کہیں گے: اے ہمارے رب! یہ ہمارے وہ شریک ہیں جن کی ہم تیرے سوا عبادت کیا کرتے تھے۔ وہ شریک کہیں گے: اے مشرکو! بے شک تم جھوٹے ہو، ہم نے تمہیں اپنی عبادت کی دعوت نہیں دی تھی۔

آیت 87 مشرکین دنیا میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے منہ موڑتے رہے جبکہ قیامت کے دن وہ اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار ہونا چاہیں گے لیکن یہ فرمانبرداری انہیں کوئی نفع نہ دے گی اور جب مشرکوں کے معبود انہیں جھوٹا قرار دے کر ان سے اپنی براءت کا اظہار کریں گے اس وقت مشرکین کی من گھڑت باتیں کہ یہ معبود اُن کے مددگار ہیں اور ان کی شفاعت کریں گے، بے کار اور باطل ہوجائیں گی۔

آیت 88 سابقہ آیت میں ان کافروں کی وعید بیان ہوئی جنہوں نے صرف خود کفر کیا اب ان کافروں کی وعید بیان ہورہی ہے جو خود بھی کافر تھے اور دوسروں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روک کر اور گمراہ کرکے انہیں کافر بناتے تھے، فرمایا: اے حبیب! جن لوگوں نے آپ کی نبوت کا انکار کیا اور جو آپ اپنے رب کے پاس سے لائے، اسے جھٹلایا اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم پر ایمان لانے سے روکا ہم قیامت کے دن جہنم میں انہیں اس عذاب سے زیادہ عذاب دیں گے جس کے وہ صرف اپنے کفر کی وجہ سے حق دار ہوئے تھے۔ انہیں دگنا عذاب اس لئے ہوگا کہ دنیا میں یہ خود بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے تھے اور دوسروں کو بھی اس کا حکم دیتے تھے۔

اہم بات: گمراہ گر کا عذاب گمراہ سے زیادہ ہے کیونکہ اس کا جرم بھی زیادہ ہے، ایک تو خود گمراہ ہونا اور دوسرا دوسروں کو گمراہ کرنا۔

آیت 89 فرمایا کہ اور جس دن ہم ہر امت میں انہیں میں سے ان پر ایک گواہ اٹھائیں گے اور اے حبیب! ہم تمہیں تمام اُمتوں اور اُن کے خلاف گواہی دینے والے انبیاءِ کرام علیہم السلام کا گواہ بنا کر لائیں گے اور ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا جو ہر چیز کا روشن بیان ہے، جس نے قرآن کی تصدیق کی، اس میں موجود اللہ تعالیٰ کی حدوں اور امر و نہی پر عمل کیا، قرآن نے جن چیزوں کو حلال کیا اسے حلال

شَهِيۡدًا عَلَيۡهِمۡ مِّنۡ اَنۡفُسِهِمۡ وَ جِئۡنَا بِكَ شَهِيۡدًا عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ ؕ وَ نَزَّلۡنَا عَلَيۡكَ الۡكِتٰبَ

انہیں میں سے ان پر ایک گواہ اٹھائیں گے اور اے حبیب! تمہیں ان سب پر گواہ بنا کر لائیں گے اور ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا

تِبۡيَانًا لِّكُلِّ شَىۡءٍ وَّهُدًى وَّرَحۡمَةً وَّبُشۡرٰى لِلۡمُسۡلِمِيۡنَ ﴿٨٩﴾ اِنَّ اللّٰهَ يَاۡمُرُ بِالۡعَدۡلِ ع ١٢ ١٨

جو ہر چیز کا روشن بیان ہے اور مسلمانوں کیلئے ہدایت اور رحمت اور بشارت ہے○ بیشک اللہ عدل

وَالۡاِحۡسَانِ وَاِيۡتَآئِ ذِى الۡقُرۡبٰى وَيَنۡهٰى عَنِ الۡفَحۡشَآءِ وَالۡمُنۡكَرِ وَالۡبَغۡىِ ۚ يَعِظُكُمۡ

اور احسان اور رشتے داروں کو دینے کا حکم فرماتا ہے اور بے حیائی اور ہر بری بات اور ظلم سے منع فرماتا ہے۔ وہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے

لَعَلَّكُمۡ تَذَكَّرُوۡنَ ﴿٩٠﴾ وَاَوۡفُوۡا بِعَهۡدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدۡتُّمۡ وَلَا تَنۡقُضُوا الۡاَيۡمَانَ بَعۡدَ

تاکہ تم نصیحت حاصل کرو○ اور اللہ کا عہد پورا کرو جب تم کوئی عہد کرو اور قسموں کو مضبوط کرنے کے بعد

سمجھا اور جن چیزوں کو حرام کیا انہیں حرام جانا تو اس کے لئے قرآن ہدایت اور رحمت ہے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے والے اور اس کی وحدانیت کا اقرار کرنے والے کو قرآن آخرت میں بہترین ثواب اور عظیم مرتبے کی بشارت دیتا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) اس آیت میں گواہ سے مراد انبیاء کرام علیہم السلام ہیں، یہ قیامت کے دن اپنی اپنی امتوں کے متعلق گواہی دیں گے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کا پیغام ان تک پہنچایا اور اِن لوگوں کو ایمان قبول کرنے کی دعوت دی۔ (2) آیت کے اس حصے ﴿تِبۡيَانًا لِّكُلِّ شَىۡءٍ﴾ سے معلوم ہوا کہ قرآنِ مجید وہ عظیم الشان کتاب ہے جو تمام علوم کی جامع ہے، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جو علم چاہے وہ قرآن کو لازم کرلے کیونکہ اس میں اوّلین و آخرین کی خبریں ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث: 107)

آیت 90 فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ عدل اور احسان اور رشتے داروں کے ساتھ صلہ رحمی اور نیک سلوک کرنے کا حکم دیتا ہے اور ہر شرمناک اور مذموم قول و فعل سے نیز شرک، کفر، گناہ اور تمام ممنوعاتِ شرعیہ سے منع فرماتا ہے۔ اس آیت میں جس چیز کا حکم دیا گیا اور جس سے منع کیا گیا اس میں حکمت یہ ہے کہ تم نصیحت حاصل کرو اور وہ کام کرو جس میں اللہ تعالیٰ کی رضا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) عدل اور انصاف کا عام فہم معنی یہ ہے کہ ہر حق دار کو اس کا حق دیا جائے اور کسی پر ظلم نہ کیا جائے، اسی طرح عقائد، عبادات اور معاملات میں اِفراط و تفریط سے بچ کر درمیانی راہ اختیار کرنا بھی عدل میں داخل ہے۔ (2) رشتے دار قریب کے ہوں یا دور کے، اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے رزق میں سے حاجت سے زائد کچھ مال انہیں دے کر ان کے ساتھ صلہ رحمی کرنا اور اگر اپنے پاس زائد مال نہ ہو تو رشتہ داروں کے ساتھ محبت سے پیش آنا اور ان کے لئے دعائے خیر کرنا مستحب ہے۔ (3) رشتے داروں سے حسنِ سلوک کی بڑی فضیلت ہے، حدیثِ پاک میں ہے: جس کو یہ پسند ہو کہ عمر میں درازی اور رزق میں وسعت ہو اور بری موت دفع ہو وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے اور رشتہ والوں سے سلوک کرے۔ (مستدرک، حدیث: 7262) (4) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت تمام خیر و شر کے بیان کو جامع ہے۔ (شعب الایمان، حدیث: 2440)

آیت 91 اس آیت سے عہد پورے کرنے کا حکم بہت تاکید کے ساتھ دیا گیا کہ فرمایا، اللہ تعالیٰ کا عہد پورا کرو جب تم کوئی عہد کرو

تَوْكِيْدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۹۱﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا

نہ توڑو حالانکہ تم اللہ کو اپنے اوپر ضامن بنا چکے ہو۔ بیشک اللہ تمہارے کام جانتا ہے○ اور تم اس عورت کی طرح

كَالَّتِيْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْكَاثًا ؕ تَتَّخِذُوْنَ اَيْمَانَكُمْ دَخَلًاۢ بَيْنَكُمْ

نہ ہونا جس نے اپنا سوت مضبوطی کے بعد ریزہ ریزہ کرکے توڑ دیا، (ایسا نہ ہو کہ) تم اپنی قسموں کو اپنے درمیان دھوکے اور فساد کا ذریعہ بنالو

اَنْ تَكُوْنَ اُمَّةٌ هِيَ اَرْبٰى مِنْ اُمَّةٍ ؕ اِنَّمَا يَبْلُوْكُمُ اللّٰهُ بِهٖ ؕ وَلَيُبَيِّنَنَّ لَكُمْ

کہ ایک گروہ دوسرے گروہ سے زیادہ (طاقت ومال والا) ہے۔ اللہ تو اس کے ذریعے تمہیں صرف آزماتا ہے اور وہ ضرور قیامت کے دن

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۹۲﴾ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ

تمہارے لئے صاف ظاہر کردے گا جس بات میں تم جھگڑتے تھے○ اور اگر اللہ چاہتا تو تمہیں ایک ہی امت بنادیتا لیکن

يُّضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَلَتُسْــَٔلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾

اللہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہتا ہے اور ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں ضرور پوچھا جائے گا○

اور قسموں کو اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کے ساتھ مضبوط کرلینے کے بعد نہ توڑو کہ نامِ خدا کی حرمت کے خلاف ہے، پھر یہ بھی ہے کہ اللہ کا نام لے کر تم اللہ تعالیٰ کو اپنے اوپر ضامن بھی بنا چکے ہوتے ہو تو بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے سارے کاموں کو جانتا ہے۔ **مسئلہ:** قسم کھانا جائز ہے مگر جہاں تک ہوسکے کم قسم کھانا بہتر ہے۔

آیت 92 مکہ مکرمہ میں کوئی عورت تھی جس کی طبیعت میں وہم اور عقل میں فتور تھا، وہ دوپہر تک سوت کاتتی، اپنی باندیوں سے بھی کتواتی اور دوپہر کے وقت توڑ کر ریزہ ریزہ کرڈالتی اور باندیوں سے بھی تڑوادیتی، آیت میں فرمایا گیا کہ ”تم اپنے معاہدے اور قسمیں توڑ کر اس عورت کی طرح بے وقوف نہ ہونا جس نے اپنا سوت مضبوطی کے بعد ریزہ ریزہ کرکے توڑ دیا۔“ لوگوں کا طریقہ تھا کہ وہ ایک قوم سے معاہدہ کرتے اور جب دوسری قوم اُس سے زیادہ تعداد، مال یا قوت میں پاتے تو پہلوں سے کئے ہوئے معاہدے توڑ دیتے اور دوسرے سے معاہدہ کرتے، اس سے منع کرتے ہوئے فرمایا گیا: ایسا نہ ہو کہ تم اپنی قسموں کو اپنے درمیان دھوکے اور فساد کا ذریعہ بنالو کہ ایک گروہ دوسرے گروہ سے زیادہ طاقت ومال والا ہے۔ تمہیں جو عہد پورا کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ تمہیں صرف آزماتا ہے تاکہ تم میں سے اطاعت گزاروں اور نافرمانوں کو ظاہر کردے اور تم دنیا کے اندر عہد وغیرہ کے بارے میں جو جھگڑتے تھے، اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن ضرور تمہارے لئے صاف ظاہر کردے گا کہ عہد توڑنے والے کو عذاب دے گا اور پورا کرنے والے کو ثواب سے نوازے گا۔

آیت 93 فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو تم سب ایک ہی دین پر ہوتے لیکن اللہ تعالیٰ کی اپنی مَشِیّت اور حکمت ہے جس کے مطابق وہ فیصلے فرماتا ہے تو وہ اپنے عدل سے جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا اور اپنے فضل سے جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے، اس میں کسی کو دخل کی ہمت ہے نہ اجازت، البتہ لوگ اس مشیت کو سامنے رکھ کر گناہوں پر جری نہ ہوجائیں کیونکہ قیامت کے دن لوگوں سے ان کے اعمال کے بارے میں ضرور پوچھا جائے گا لہٰذا مشیت کا معاملہ جدا ہے اور حکمِ الٰہی کا جدا۔

وَلَا تَتَّخِذُوۡۤا اَیۡمَانَكُمۡ دَخَلًۢا بَیۡنَكُمۡ فَتَزِلَّ قَدَمٌۢ بَعۡدَ ثُبُوۡتِهَا وَتَذُوۡقُوا السُّوۡٓءَ
اور تم اپنی قسموں کو اپنے درمیان دھوکے اور فساد کا ذریعہ نہ بناؤ ورنہ قدم ثابت قدمی کے بعد پھسل جائیں گے اور تم اللہ کے راستے سے
بِمَا صَدَدۡتُّمۡ عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ ۚ وَلَكُمۡ عَذَابٌ عَظِیۡمٌ ﴿۹۴﴾ وَلَا تَشۡتَرُوۡا بِعَهۡدِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِیۡلًا ؕ
روکنے کی وجہ سے سزا کا مزہ چکھو گے اور تمہارے لئے بہت بڑا عذاب ہوگا○ اور اللہ کے عہد کے بدلے تھوڑی سی قیمت نہ لو۔
اِنَّمَا عِنۡدَ اللّٰهِ هُوَ خَیۡرٌ لَّكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۹۵﴾ مَا عِنۡدَكُمۡ یَنۡفَدُ وَمَا عِنۡدَ اللّٰهِ
بیشک جو اللہ کے پاس ہے وہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو○ جو تمہارے پاس ہے وہ ختم ہو جائے گا اور جو اللہ کے پاس ہے
بَاقٍ ؕ وَلَنَجۡزِیَنَّ الَّذِیۡنَ صَبَرُوۡۤا اَجۡرَهُمۡ بِاَحۡسَنِ مَا كَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ ﴿۹۶﴾ مَنۡ عَمِلَ صَالِحًا
وہ باقی رہنے والا ہے اور ہم صبر کرنے والوں کو ان کے بہترین کاموں کے بدلے میں ان کا اجر ضرور دیں گے○ جو مرد یا عورت نیک
مِّنۡ ذَكَرٍ اَوۡ اُنۡثٰی وَهُوَ مُؤۡمِنٌ فَلَنُحۡیِیَنَّهٗ حَیٰوةً طَیِّبَةً ۚ وَلَنَجۡزِیَنَّهُمۡ اَجۡرَهُمۡ
عمل کرے اور وہ مسلمان ہو تو ہم ضرور اسے پاکیزہ زندگی دیں گے اور ہم ضرور انہیں ان کے بہترین کاموں

آیت 94 فرمایا کہ تم اپنی قسموں کو اپنے درمیان دھوکے اور فساد کا ذریعہ نہ بناؤ ورنہ تمہارے قدم اسلام کے صحیح راستے پر ثابت قدمی کے بعد پھسل جائیں گے اور تم خود عہد کی خلاف ورزی کرنے یا دوسروں کو عہد پورا کرنے سے روکنے کی وجہ سے دنیا میں عذاب کا مزہ چکھو گے کیونکہ تم عہد توڑ کر گناہ کا ایک طریقہ رائج کرنے کا ذریعہ بنے ہوگے اور تمہارے لئے آخرت میں بہت بڑا عذاب ہوگا۔ **اہم باتیں:** (1) بعض مفسرین کے نزدیک اس آیت میں بیعتِ اسلام توڑنے سے منع کیا گیا ہے کیونکہ ثابت قدمی کے بعد قدموں کے پھسل جانے کی وعید اسی کے مناسب ہے۔ (2) عہد اور قسمیں توڑنے سے دوبارہ تاکیداً منع فرمانے میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ معاہدہ اور قسمیں پورا کرنے کا معاملہ انتہائی اہم ہے کیونکہ عہد کی خلاف ورزی میں دنیا و آخرت سب کا نقصان ہے۔

آیت 95 ارشاد فرمایا: **اور اللہ کے عہد کے بدلے تھوڑی سی قیمت نہ لو۔** یعنی اسلام کا عہد توڑنے کی صورت میں اگر تمہیں دنیا کی کوئی بھلائی ملے تو اس کی طرف توجہ مت دو کیونکہ اسلام پر قائم رہنے کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے جو بھلائی تیار کی ہے وہ اس سے بہت بہتر ہے جو تم اسلام کا عہد توڑ کر دنیا میں پاؤ گے۔ اگر تم دنیا اور آخرت کی بھلائیوں کے مابین فرق جانتے تو یہ بات سمجھ جاتے۔

آیت 96 فرمایا کہ تمہارے پاس جو دنیا کا سامان ہے یہ سب فنا اور ختم ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ کے پاس جو خزانۂ رحمت اور آخرت کا ثواب ہے وہ باقی رہنے والا ہے اور ہم صبر کرنے والوں کو ان کے بہترین کاموں کے بدلے میں ان کا اجر ضرور دیں گے۔

آیت 97 فرمایا کہ جو مرد یا عورت نیک عمل کرے اور وہ مسلمان ہو تو ہم ضرور اسے دنیا میں حلال رزق اور قناعت عطا فرما کر اور آخرت میں جنت کی نعمتیں دے کر پاکیزہ زندگی دیں گے اور ہم ضرور انہیں ان کے بہترین کاموں کے بدلے میں ان کا اجر دیں گے۔ **اہم باتیں:** (1) بعض علما نے فرمایا کہ اچھی زندگی سے عبادت کی لذت مراد ہے۔ (2) مومن اگرچہ فقیر ہو اُس کی زندگانی دولت مند

بِاَحۡسَنِ مَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ﴿۹۷﴾ فَاِذَا قَرَاۡتَ الۡقُرۡاٰنَ فَاسۡتَعِذۡ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ

کے بدلے میں ان کا اجر دیں گے○ تو جب تم قرآن پڑھنے لگو تو شیطان مردود سے اللہ کی

الرَّجِيۡمِ ﴿۹۸﴾ اِنَّهٗ لَيۡسَ لَهٗ سُلۡطٰنٌ عَلَى الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَلٰى رَبِّهِمۡ يَتَوَكَّلُوۡنَ ﴿۹۹﴾ اِنَّمَا

پناہ مانگو ○ بیشک اسے ان لوگوں پر کوئی قابو نہیں جو ایمان لائے اور وہ اپنے رب ہی پر بھروسہ کرتے ہیں○ اس کا

سُلۡطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيۡنَ يَتَوَلَّوۡنَهٗ وَالَّذِيۡنَ هُمۡ بِهٖ مُشۡرِكُوۡنَ ﴿۱۰۰﴾ ع وَاِذَا بَدَّلۡنَاۤ اٰيَةً

قابو تو انہیں پر ہے جو اس سے دوستی کرتے ہیں اور وہ جو اس کو شریک ٹھہراتے ہیں○ اور جب ہم ایک آیت کی جگہ

مَّكَانَ اٰيَةٍ ۙ وَّاللّٰهُ اَعۡلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوۡۤا اِنَّمَاۤ اَنۡتَ مُفۡتَرٍ ؕ بَلۡ اَكۡثَرُهُمۡ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۱۰۱﴾

دوسری آیت بدل دیں اور اللہ خوب جانتا ہے جو وہ اتارتا ہے تو کافر کہتے ہیں: تم خود گھڑ لیتے ہو بلکہ ان میں اکثر جانتے نہیں○

ع ١٣ / ١٩

کافر کے عیش سے بہتر اور پاکیزہ ہے کیونکہ مومن جانتا ہے کہ اس کی روزی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، جو اُس نے مقدر کیا اس پر راضی ہوتا ہے اور اس کا دل حرص کی پریشانیوں سے محفوظ اور آرام میں رہتا ہے جبکہ کافر جو اللہ تعالیٰ پر نظر نہیں رکھتا، حریص رہتا اور ہمیشہ رنج، مشقت اور تحصیلِ مال کی فکر میں پریشان رہتا ہے۔ (3) آیت سے معلوم ہوا کہ نیک اعمال پر ثواب ملنے کے لئے مسلمان ہونا شرط ہے، کافر کے تمام نیک اعمال بے کار ہیں۔

آیت 98 ارشاد فرمایا: تو جب تم قرآن کریم کی تلاوت کرنے کا ارادہ کرو تو شیطان مردود سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو یعنی اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم پڑھو۔ یہ مستحب ہے۔

آیت 99 فرمایا کہ شیطان کو ان لوگوں پر تسلط حاصل نہیں جو ایمان لائے اور وہ اپنے رب ہی پر بھروسا کرتے ہیں۔ **اہم بات:** اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے والے مومن شیطانی وسوسے قبول نہیں کرتے یعنی شیطان کوشش بھی کرے تو اسے کامیابی نہیں ملتی۔

آیت 100 فرمایا کہ شیطان کو ان لوگوں پر تسلط حاصل ہے جو اسے اپنا دوست بناتے، اس کے وسوسوں کی پیروی کرتے اور اس کے وسوسوں کی وجہ سے مختلف چیزوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنالیتے ہیں۔ **اہم بات:** شیطان کوئی زور زبردستی نہیں کرتا بلکہ جو خود ہی اس کی طرف مائل ہوتا ہے اور اسے دوست بناتا ہے وہی اس کا اثر قبول کرتا ہے۔

آیت 101 **شانِ نزول:** مشرکینِ مکہ اپنی جہالت کی وجہ سے آیتیں منسوخ ہونے پر اعتراض کرتے اور کہتے کہ محمد (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) ایک روز ایک حکم دیتے ہیں اور دوسرے روز دوسرا، وہ اپنے دل سے باتیں بناتے ہیں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا کہ جب ہم ایک آیت کی جگہ دوسری آیت بدل دیتے ہیں اور اپنی حکمت سے ایک حکم کو منسوخ کرکے دوسرا حکم دیتے ہیں تو اس میں کوئی نہ کوئی حکمت ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو وہ اتارتا ہے کہ اس میں کیا حکمت اور اس کے بندوں کے لئے کیا مصلحت ہے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے کافر کہتے ہیں: تم خود گھڑ لیتے ہو بلکہ حقیقت یہ ہے کہ کافروں کی اکثریت جاہل ہے، وہ نسخ اور تبدیلی کی حکمت و فوائد سے خبردار نہیں اور یہ بھی نہیں جانتے کہ قرآنِ کریم کی طرف اِفترا کی نسبت ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ جس کلام کی مثل بنانا انسان کی طاقت سے باہر ہے وہ کسی انسان کا بنایا ہوا کیسے ہو سکتا ہے۔

قُلۡ نَزَّلَهٗ رُوۡحُ الۡقُدُسِ مِنۡ رَّبِّكَ بِالۡحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا

تم فرماؤ: اسے مقدس روح نے آپ کے رب کی طرف سے حق کے ساتھ نازل کیا ہے تاکہ وہ ایمان والوں کو ثابت قدم کردے

وَهُدًى وَّبُشۡرٰى لِلۡمُسۡلِمِيۡنَ ﴿۱۰۲﴾ وَلَقَدۡ نَعۡلَمُ اَنَّهُمۡ يَقُوۡلُوۡنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ ؕ

اور (یہ) مسلمانوں کیلئے ہدایت اور خوشخبری ہے ○ اور بیشک ہم جانتے ہیں کہ وہ کافر کہتے ہیں: اس نبی کو ایک آدمی سکھاتا ہے،

لِسَانُ الَّذِىۡ يُلۡحِدُوۡنَ اِلَيۡهِ اَعۡجَمِىٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِىٌّ مُّبِيۡنٌ ﴿۱۰۳﴾ اِنَّ الَّذِيۡنَ

جس آدمی کی طرف یہ منسوب کرتے ہیں اس کی زبان عجمی ہے اور یہ قرآن روشن عربی زبان میں ہے ○ بیشک جو

لَا يُؤۡمِنُوۡنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۙ لَا يَهۡدِيۡهِمُ اللّٰهُ وَلَهُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ ﴿۱۰۴﴾ اِنَّمَا يَفۡتَرِى

اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں لاتے اللہ انہیں راہ نہیں دکھاتا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے ○ جھوٹا بہتان

آیت 102 ارشاد فرمایا: اے حبیب! جو لوگ قرآن کے بارے میں آپ پر بہتان لگارہے ہیں آپ ان سے فرمادیں کہ اسے میرے رب کے پاس سے حضرت جبریل علیہ السّلام حق کے ساتھ لے کر آئے ہیں اور اس قرآن کے ناسخ و منسوخ کو میرے رب نے حضرت جبریل علیہ السّلام کے ذریعے مجھ پر نازل فرمایا ہے تاکہ وہ ایمان والوں کو ثابت قدم کردے اور ناسخ و منسوخ کی تصدیق کی وجہ سے ان کے ایمانوں کو اور مضبوط کردے اور یہ قرآن مسلمانوں کے لئے ہدایت اور خوش خبری ہے۔

آیت 103 کفارِ مکہ قرآنِ مجید کے خلاف جو باتیں کرتے تھے ان میں سے ایک یہ تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو ایک عجمی غلام قرآن سکھاتا ہے، اس کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا کہ ایسی باطل باتیں دنیا میں کون قبول کر سکتا ہے، جس غلام کی طرف کفار نسبت کرتے ہیں وہ تو عجمی ہے اور یہ قرآن روشن عربی زبان میں ہے، ایسا کلام بنانا اس کے لئے تو کیا ممکن ہوتا، تمہارے فصحا و بلغا جن کی زبان دانی پر اہلِ عرب کو فخر ہے، وہ سب کے سب حیران ہیں اور چند جملے قرآن کی مثل بنانا اُن کی قدرت سے باہر ہے تو ایک عجمی کی طرف ایسی نسبت کس قدر باطل ہے۔ **اہم بات:** خدا کی شان کہ جس غلام کی طرف کفار یہ نسبت کرتے تھے اس کو بھی اس کلام کے اِعجاز نے تسخیر کیا اور وہ صدق و اِخلاص کے ساتھ اسلام لے آیا۔

آیت 104 فرمایا کہ بیشک وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی حجتوں اور دلائل پر ایمان نہیں لاتے تاکہ ان پر ایمان لاکر اس کی تصدیق کرتے جس پر یہ حجتیں دلالت کرتی ہیں، اللہ تعالیٰ دنیا میں انہیں حق بات قبول کرنے کی توفیق اور سیدھے راستے کی ہدایت نہیں دیتا، بروزِ قیامت جب یہ بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہوں گے اس وقت ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔

آیت 105 رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم پر اپنی طرف سے قرآن بنالینے کے بہتان کارد کیا جارہا ہے، فرمایا کہ جھوٹا بہتان وہی باندھتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی آیتوں پر ایمان نہیں لاتے اور وہی جھوٹے ہیں۔ **اہم بات:** جھوٹ کبیرہ گناہوں میں بدترین گناہ ہے۔ حدیثِ پاک میں ہے: بڑی خیانت کی بات یہ ہے کہ تو اپنے بھائی سے کوئی بات کہے اور وہ تجھے اس بات میں سچا جان

الْكَذِبَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۚ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ

وہی باندھتے ہیں جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں لاتے اور وہی جھوٹے ہیں○ جو ایمان لانے کے بعد اللہ کے ساتھ

مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖۤ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَ قَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَ لٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا

کفر کرے سوائے اس آدمی کے جسے (کفر پر) مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر جما ہوا ہو لیکن وہ جو دل کھول کر کافر ہوں

فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۰۶﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا

ان پر اللہ کا غضب ہے اور ان کیلئے بڑا عذاب ہے○ یہ عذاب اس لئے ہے کہ انہوں نے آخرت کی بجائے دنیا کی زندگی کو

عَلَى الْاٰخِرَةِ ۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۷﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى

پسند کر لیا اور اس لئے کہ اللہ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا○ یہی وہ لوگ ہیں جن کے دل

رہا ہے اور تو اس سے جھوٹ بول رہا ہے۔ (ابو داود، حدیث: 4971)

آیت 106 **شانِ نزول:** حضرت عمار، ان کے والد حضرت یاسر اور والدہ حضرت سمیہ نیز حضرت صہیب، حضرت بلال، حضرت خباب اور حضرت سالم رضی اللہ عنہم کو کفار نے سخت سخت ایذائیں دیں تاکہ وہ اسلام سے پھر جائیں اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے والدین کو بڑی بے رحمی سے شہید کر دیا، حضرت عمار رضی اللہ عنہ ضعیف تھے جس کی وجہ سے بھاگ نہیں سکتے تھے، انہوں نے جب دیکھا کہ جان پر بن گئی تو مجبوراً کلمۂ کفر کا تَلَفُّظ کر دیا۔ پھر روتے ہوئے خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ بہت ہی برے کلمے میری زبان پر جاری ہوئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے دریافت فرمایا: اس وقت تیرے دل کا کیا حال تھا؟ عرض کی: دل ایمان پر خوب جما ہوا تھا۔ ارشاد فرمایا کہ اگر پھر ایسا اتفاق ہو تو یہی کرنا چاہیے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا کہ جو ایمان لانے کے بعد اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرے سوائے اس آدمی کے جسے کفر پر مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر جما ہوا ہو لیکن وہ جو دل کھول کر کافر ہوں ان پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے اور ان کے لئے آخرت میں بڑا عذاب ہے۔ **اہم باتیں:** (1) حالتِ اِکراہ میں اگر دل ایمان پر جما ہو تو کلمۂ کفر کا زبان پر جاری کرنا جائز ہے جبکہ آدمی کو کسی ظالم کی طرف سے اپنی جان یا کسی عضو کے تلف ہونے کا حقیقی خوف ہو اور اس میں یہ بھی ضروری ہے کہ اگر کوئی دو معنی والی بات کہنے میں گزارا چل سکتا ہو جس سے کفار اپنی مراد لیں اور کہنے والا اس کی درست مراد لے تو ضروری ہے کہ ایسی دو معنی والی بات ہی کہے جبکہ اس طرح کہنا جانتا ہو۔ (2) اگر اس حالت میں بھی صبر کرے اور قتل کر ڈالا جائے تو اسے اجر ملے گا اور وہ شہید ہو گا۔ (3) جس شخص کو مجبور کیا جائے اگر اس کا دل ایمان پر جما ہوا نہیں تو وہ کلمۂ کفر زبان پر لانے سے کافر ہو جائے گا۔

آیت 107 فرمایا کہ جو لوگ دل کھول کر کافر ہوں ان کے لئے اللہ تعالیٰ کے غضب اور بڑے عذاب کی وعید کا ایک سبب یہ ہے کہ انہوں نے آخرت کی بجائے دنیا کی زندگی کو پسند کر لیا اور دنیا کی محبت ان کے کفر کا سبب ہے۔ دوسرا سبب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے کافروں کو ہدایت نہیں دیتا جو سمجھ بوجھ کے باوجود کفر پر ڈٹے رہیں۔

آیت 108 فرمایا کہ یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں، کانوں اور آنکھوں پر اللہ تعالیٰ نے مہر لگا دی ہے، نہ وہ غور و فکر کرتے ہیں، نہ وعظ و

قُلُوْبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ﴿١٠٨﴾ لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ

اور کان اور آنکھوں پر اللہ نے مہر لگا دی ہے اور یہی غافل ہیں O حقیقت میں یہ لوگ آخرت میں

الْخٰسِرُوْنَ ﴿١٠٩﴾ ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ

برباد ہونے والے ہیں O پھر بیشک تمہارا رب ان لوگوں کے لیے جنہوں نے تکلیفیں دیئے جانے کے بعد اپنے گھر بار چھوڑے پھر

جٰهَدُوْا وَصَبَرُوْٓا ۙ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿١١٠﴾ ع يَوْمَ تَاْتِيْ كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ

رکوع ١٤ / ٢٠

انہوں نے جہاد کیا اور صبر کیا بیشک تمہارا رب اس کے بعد ضرور بخشنے والا مہربان ہے O یاد کرو جس دن ہر جان اپنی طرف سے جھگڑتی

عَنْ نَّفْسِهَا وَتُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿١١١﴾ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا

ہوئی آئے گی اور ہر جان کو اس کا عمل پورا پورا دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہ ہوگا O اور اللہ نے ایک بستی کی مثال بیان فرمائی

قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ

جو امن واطمینان والی تھی ہر طرف سے اس کے پاس اس کا رزق کثرت سے آتا تھا تو وہاں کے رہنے والے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کرنے لگے

نصیحت پر توجہ دیتے ہیں، نہ سیدھے اور ہدایت والے راستے کو دیکھتے ہیں اور یہی غفلت کی انتہا کو پہنچے ہوئے ہیں کہ اپنی عاقبت اور انجام کار کے بارے میں نہیں سوچتے۔ **اہم بات:** سب سے بڑی بد نصیبی دل کی غفلت اور سب سے بڑی خوش نصیبی دل کی بیداری ہے۔

آیت 109 فرمایا کہ حقیقت میں یہ لوگ آخرت میں برباد ہونے والے ہیں کہ ان کے لئے جہنم کا دائمی عذاب ہے۔

آیت 110 ارشاد فرمایا: اے حبیب! بیشک وہ لوگ جنہیں ہجرت سے پہلے ان کے دین کے بارے میں مشرکین کی طرف سے تکلیفیں دی گئیں، اس کے بعد انہوں نے ہجرت کی اور اپنے شہر، گھر اور خاندانوں کو چھوڑ کر اہلِ اسلام کے شہر مدینہ طیبہ منتقل ہو گئے پھر انہوں نے اپنے ہاتھوں، تلواروں اور زبانوں کے ساتھ مشرکین اور ان کے جھوٹے معبودوں کے خلاف جہاد کیا اور جہاد کرنے پر صبر کیا تو بیشک یہ بخشش کے مستحق ہیں، اس لئے اللہ تعالیٰ ان کی اس آزمائش کے بعد انہیں ضرور بخشنے والا مہربان ہے۔

آیت 111 ارشاد فرمایا: اے حبیب! اپنی قوم کو آخرت کے خطرات اور اس میں پیش آنے والے واقعات بتایئے جس دن ہر انسان اپنی ذات کے بارے جھگڑتا ہوا آئے گا، سب کو اپنی اپنی پڑی ہوگی اور ہر جان کو اس کے عمل کی جزا پوری پوری دی جائے گی اور ان پر کچھ ظلم نہ ہوگا۔ **اہم بات:** جھگڑے سے مراد یہ ہے کہ ہر ایک اپنے دنیوی عملوں کے بارے میں عذر بیان کرے گا۔

آیت 112 اللہ تعالیٰ نے ایک بستی کی مثال بیان فرمائی جس کے رہنے والے امن و اطمینان سے تھے، ان پر لٹیرے اور ڈاکو چڑھائی کرتے نہ وہ قتل اور قید کی مصیبت میں گرفتار کئے جاتے، ہر طرف سے ان کے پاس ان کا رزق کثرت سے آتا تھا تو وہ لوگ نافرمانیاں کر کے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کرنے لگے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی تکذیب کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال کے بدلے انہیں بھوک اور خوف کے لباس کا مزہ چکھایا کہ سات برس تک نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی دعائے ضَرَر کی وجہ

فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَ الْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ وَ لَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ

تو اللہ نے ان کے اعمال کے بدلے میں انہیں بھوک اور خوف کے لباس کا مزہ چکھایا ○ اور بیشک ان کے پاس انہیں میں سے ایک رسول

مِّنْهُمْ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَ هُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا

تشریف لایا تو انہوں نے اسے جھٹلایا تو انہیں عذاب نے پکڑ لیا اور وہ زیادتی کرنے والے تھے ○ تو اللہ کا دیا ہوا حلال پاکیزہ رزق کھاؤ

وَّ اشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۱۴﴾ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَ الدَّمَ

اور اللہ کی نعمت کا شکر ادا کرو اگر تم اس کی عبادت کرتے ہو ○ تم پر صرف مُردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ

وَ لَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَ مَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ

جس کے ذبح کرتے وقت اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا گیا سب حرام کر دیا ہے پھر جو مجبور ہو اس حال میں کہ نہ خواہش سے کھا رہا ہو

وَّ لَا عَادٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۵﴾ وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ

اور نہ حد سے بڑھ رہا ہو تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے ○ اور تمہاری زبانیں جھوٹ بولتی ہیں اس لئے نہ کہو کہ

سے قحط اور خشک سالی کی مصیبت میں گرفتار رہے حتی کہ مردار کھاتے تھے پھر امن واطمینان کے بجائے خوف وہراس ان پر مسلط ہوا اور ہر وقت مسلمانوں کے حملے اور لشکر کشی کا اندیشہ رہنے لگا، یہ ان کے اعمال کا بدلا تھا۔ **اہم بات:** اس آیت میں جس بستی کی مثال بیان فرمائی گئی، ممکن ہے کہ اس سے مراد مکہ مکرمہ ہو یا ممکن ہے کہ کوئی اور بستی مراد ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ سابقہ امتوں کی کوئی بستی مراد ہو۔ اکثر مفسرین کے نزدیک اس بستی سے مراد مکہ مکرمہ ہے۔

آیت 113 فرمایا کہ اہلِ مکہ کے پاس انہیں کی جنس سے ایک عظیم رسول یعنی انبیاء کے سردار، حضرت محمدِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم تشریف لائے، اہلِ مکہ نے انہیں جھٹلایا تو اللہ تعالیٰ نے اہلِ مکہ کو بھوک اور خوف کے عذاب میں مبتلا کر دیا اور ان کا حال یہ تھا کہ وہ کفر کرنے والے تھے۔

آیت 114 ارشاد فرمایا: اے ایمان والو! تم لوٹ، غصب اور خبیث پیشوں سے حاصل کئے ہوئے جو حرام اور خبیث مال کھایا کرتے تھے ان کے بجائے اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا حلال اور پاکیزہ رزق کھاؤ اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر ادا کرو اگر تم اس کی عبادت کرتے ہو۔

آیت 115 فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر صرف مردار، خون، سور کا گوشت اور وہ جس کے ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کا نام پکارا گیا، حرام کیا ہے نہ کہ بحیرہ، سائبہ وغیرہ جانور جنہیں کفار اپنے گمان کے مطابق حرام سمجھتے تھے پھر جو شخص ان حرام چیزوں میں سے کچھ کھانے پر مجبور ہو جائے تو وہ ان میں سے کچھ کھا لے اس حال میں کہ نہ خواہش سے کھا رہا ہو اور نہ ضرورت سے زیادہ کھا رہا ہو تو بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے، اس کے سبب اس کا مؤاخذہ نہیں فرمائے گا۔

آیت 116 زمانۂ جاہلیت کے لوگ اپنی طرف سے بعض چیزوں کو حلال اور بعض کو حرام کر لیا کرتے تھے اور اس کی نسبت اللہ

هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ

یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ تم اللہ پر جھوٹ باندھو۔ بیشک جو اللہ پر جھوٹ

عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ﴿١١٦﴾ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ۖ وَّلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿١١٧﴾

باندھتے ہیں وہ کامیاب نہ ہوں گے○ تھوڑا سا فائدہ اٹھانا ہے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے○

وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ ۚ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ

اور ہم نے صرف یہودیوں پر وہ چیزیں حرام کی تھیں جو ہم نے پہلے آپ کے سامنے بیان کی ہیں اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا لیکن

كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿١١٨﴾ ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ عَمِلُوا السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ

وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے○ پھر بیشک تمہارا رب ان لوگوں کے لئے (غفور رحیم ہے) جو نادانی سے برائی کر بیٹھیں

ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْٓا اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿١١٩﴾ ع ١٥ / ٢١

پھر اس کے بعد توبہ کریں اور اپنی اصلاح کرلیں بیشک تمہارا رب اس کے بعد ضرور بخشنے والا مہربان ہے○

اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا ؕ وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿١٢٠﴾ لا

بیشک ابراہیم تمام اچھی خصلتوں کے مالک (یا) ایک پیشوا، اللہ کے فرمانبردار اور ہر باطل سے جدا تھے اور وہ مشرک نہ تھے○

تعالیٰ کی طرف کر دیتے تھے، یہاں اس کی ممانعت کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ تمہاری زبانیں جھوٹ بولتی ہیں اس لئے نہ کہو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ تم اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھو۔ بے شک جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ کامیاب نہ ہوں گے۔

آیت 117 فرمایا کہ ان جاہلوں کے لئے تھوڑا سا فائدہ اٹھانا اور دنیا کی چند روزہ آسائش ہے جو باقی رہنے والی نہیں جبکہ ان کے لیے آخرت میں دردناک عذاب ہے۔

آیت 118 اللہ تعالیٰ نے صرف یہودیوں پر وہ چیزیں حرام کی تھیں جو اللہ تعالیٰ نے پہلے سورۂ انعام میں آیت ﴿وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ...الخ﴾ میں آپ کے سامنے بیان کی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کو حرام قرار دے کر ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود ہی بغاوت و معصیت کا اِرتکاب کر کے اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے جس کی سزا میں وہ چیزیں اُن پر حرام ہوئیں۔ **اہم بات:** اس آیت کی تفسیر سورۂ نساء، آیت 160 اور سورۂ انعام، آیت 146 میں گزر چکی ہے۔

آیت 119 کافروں کو اسلام میں داخل ہونے اور گنہگاروں کو گناہوں سے توبہ کی ترغیب دی جا رہی ہے، فرمایا گیا کہ جو لوگ نادانی سے کفر و معصیت کا اِرتکاب کر بیٹھیں، پھر ان سے توبہ کریں اور توبہ پر قائم رہ کر اپنے اعمال درست کرلیں تو اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرماتے ہوئے ان کی توبہ قبول فرمالے گا۔

آیت 120–122 ان تین آیات میں حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے اوصافِ حمیدہ کا بیان ہو رہا ہے، فرمایا کہ بیشک حضرت ابراہیم علیہ

Go To Index

شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهٖ ؕ اِجْتَبٰىهُ وَ هَدٰىهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۱۲۱﴾ وَ اٰتَیْنٰهُ فِی الدُّنْیَا

اس کے احسانات پر شکر کرنے والے، اللہ نے اسے چن لیا اور اسے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دی ○ اور ہم نے اسے دنیا میں

حَسَنَةً ؕ وَ اِنَّهٗ فِی الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۲۲﴾ ثُمَّ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ

بھلائی دی اور بیشک وہ آخرت میں قرب والے بندوں میں سے ہوگا ○ پھر ہم نے آپ کی طرف وحی بھیجی کہ (آپ بھی) دینِ

اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا ؕ وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۱۲۳﴾ اِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى الَّذِیْنَ

ابراہیم کی پیروی کریں جو ہر باطل سے جدا تھے اور وہ مشرک نہ تھے ○ ہفتہ صرف انہی لوگوں پر مقرر کیا گیا تھا جنھوں نے

السلام تمام اچھی خصلتوں اور پسندیدہ اخلاق کے مالک، اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار، دینِ اسلام پر قائم تھے اور مشرک نہ تھے۔ اللہ تعالیٰ کے احسانات پر شکر کرنے والے تھے، اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی نبوت و خُلَّت کے لئے منتخب فرمالیا تھا اور انہیں سیدھے راستے یعنی دینِ اسلام کی طرف ہدایت دی تھی اور اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیا میں بھلائی یعنی رسالت، اموال، اولاد، اچھی تعریف اور قبولیتِ عامہ دی کہ مسلمان، یہودی، عیسائی اور عرب کے مشرکین سب ان کی عظمت بیان کرتے اور ان سے محبت رکھتے ہیں اور بیشک وہ آخرت میں قرب والے بندوں میں سے ہوں گے۔ **اہم بات:** کفارِ قریش اپنے آپ کو دینِ ابراہیمی پر خیال کرتے تھے، اس میں ان کا رد بھی ہے۔

آیت 123 فرمایا کہ پھر اے حبیب! ہم نے آپ کی طرف وحی بھیجی کہ آپ بھی عقائد اور اصولِ دین میں دینِ ابراہیم کی مُوافقت کریں جو ہر باطل سے جدا تھے اور وہ مشرک نہ تھے۔ **اہم بات:** سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو اس پیروی کا جو حکم دیا گیا، اس میں آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی عظمت و منزلت اور رفعتِ درجات کا اظہار ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا دینِ ابراہیمی کی موافقت فرمانا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے اُن کے تمام فضائل و کمالات میں سب سے اعلیٰ فضل و شرف ہے۔

آیت 124 یہودیوں کا دعویٰ تھا کہ ہفتے کے دن کی تعظیم کرنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت ہے جبکہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیروی کا حکم تو دیتے ہیں لیکن جمعہ کے دن کی تعظیم کر کے ان کی مخالفت کرتے ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت میں ہفتے کی نہیں بلکہ جمعہ کے دن کی تعظیم تھی۔ ہفتے کے دن کی تعظیم تو ان لوگوں پر فرض کی گئی تھی جنہوں نے اس کے بارے میں اپنے نبی سے اس وقت اختلاف کیا جب انہوں نے لوگوں سے کہا کہ وہ جمعہ کے دن کی تعظیم کریں اور اس دن کام کاج چھوڑ کر اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے فارغ کرلیں تو لوگوں نے اس کام کے لئے ہفتے کے دن کا انتخاب کیا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس کی اجازت دے دی پھر اس دن عبادت کرنے میں ان پر سختی کی گئی اور ہفتے کے دن ان پر شکار کرنا حرام کر دیا گیا۔ ایک عرصے کے بعد انہوں نے ہفتے کے دن شکار شروع کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانے میں مسخ کر دیئے گئے اور یہودی ہفتے کے بارے میں جو اختلاف کرتے تھے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کے درمیان اس طرح فیصلہ فرمادے گا کہ اطاعت کرنے والوں کو ثواب عطا کرے گا اور نافرمانوں کو عذاب میں مبتلا کر دے گا۔ **اہم بات:** ہفتے

اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ؕ وَ اِنَّ رَبَّكَ لَيَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ

اس دن کے بارے میں اختلاف کیا اور بیشک تمہارا رب قیامت کے دن ان کے درمیان اس بات کا فیصلہ کردے گا جس میں

يَخْتَلِفُوْنَ ﴿١٢٤﴾ اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَ جَادِلْهُمْ

اختلاف کرتے تھے○اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ بلاؤ اور ان سے اس طریقے

بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَ هُوَ اَعْلَمُ

سے بحث کرو جو سب سے اچھا ہو، بیشک تمہارا رب اسے خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے گمراہ ہوا اور وہ ہدایت پانے والوں کو بھی

بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿١٢٥﴾ وَ اِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ؕ وَ لَئِنْ صَبَرْتُمْ

خوب جانتا ہے○ اور اگر تم (کسی کو) سزا دینے لگو تو ایسی ہی سزا دو جیسی تمہیں تکلیف پہنچائی گئی ہو اور اگر تم صبر کرو تو

لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ﴿١٢٦﴾ وَ اصْبِرْ وَ مَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَ لَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَ لَا تَكُ

بیشک صبر والوں کیلئے صبر سب سے بہتر ہے○ اور صبر کرو اور تمہارا صبر اللہ ہی کی توفیق سے ہے اور ان کا غم نہ کھاؤ اور ان کی

کے دن شکار کرنے والوں کے مسخ ہونے کا واقعہ سورۂ اَعراف کی آیت 163 میں بیان ہو چکا ہے۔

آیت 125 اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو تین طریقوں سے لوگوں کو اسلام کی دعوت دینے کا حکم دیا، ارشاد فرمایا کہ اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت یعنی ایسی مضبوط دلیل جو حق کو واضح اور شُبہات کو زائل کردے اور اچھی نصیحت یعنی کسی کام کو کرنے کی ترغیب دینے اور کوئی کام کرنے سے ڈرانے کے ساتھ بلائیں اور ان سے اس طریقے سے بحث کریں جو سب سے اچھا ہو یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی آیات اور دلائل سے بلائیں۔ اے حبیب! آپ کی ذمہ داری صرف لوگوں تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانا اور ان تین طریقوں سے دینِ اسلام کی دعوت دینا ہے۔ اللہ تعالیٰ گمراہ ہونے والوں اور ہدایت پانے والوں کو خوب جانتا ہے اور وہ ہر ایک کو اس کے عمل کی جزا دے گا۔ **اہم بات:** دعوتِ حق اور دین کی حقانیت کو ظاہر کرنے کے لئے مناظرہ جائز ہے۔

آیت 126 **شانِ نزول:** جنگِ اُحد میں کفار نے مسلمانوں کے شہدا کے چہروں کو زخمی کر کے اُن کی شکلوں کو تبدیل کیا، پیٹ چاک کئے اور اعضا کاٹے، ان شہدا میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے جب انہیں دیکھا تو آپ کو بہت صدمہ ہوا اور قسم کھائی کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا بدلہ 70 کافروں سے لیا جائے گا اور 70 کا یہی حال کیا جائے گا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا کہ اگر تم کسی کو سزا دینے لگو تو وہ سزا جرم کے حساب سے ہو، اُس سے زیادہ نہ ہو اور اگر تم صبر کرو اور انتقام نہ لو تو بے شک صبر والوں کے لئے صبر سب سے بہتر ہے۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے وہ ارادہ ترک فرمایا اور قسم کا کفارہ دے دیا۔ **اہم بات:** مثلہ یعنی ناک کان وغیرہ کاٹ کر کسی کی ہیئت تبدیل کرنا شریعت میں حرام ہے۔

آیت 127 ارشاد فرمایا: اے حبیب! اللہ تعالیٰ کے راستے میں کفار کی طرف سے آپ کو جو اَذِیَّتیں پہنچیں ان پر صبر فرمائیں اور آپ

ع ١٦/٢٢

فِیۡ ضَیۡقٍ مِّمَّا یَمۡکُرُوۡنَ ﴿۱۲۷﴾ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیۡنَ اتَّقَوۡا وَّ الَّذِیۡنَ ہُمۡ مُّحۡسِنُوۡنَ ﴿۱۲۸﴾ ع

سازشوں سے دل تنگ نہ ہوO بے شک اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو ڈرتے ہیں اور وہ جو نیکیاں کرنے والے ہیںO

کا صبر کرنا اللہ تعالیٰ ہی کی توفیق سے ہے اور آپ ان مشرکین کا غم نہ کھائیں جو آپ کو جھٹلاتے، قرآن کا انکار کرتے اور آپ کی نصیحتوں سے اِعراض کرتے ہیں اور مشرکین آپ کی طرف جو جادو گر اور کاہن ہونے کی نسبت کرتے اور لوگوں کو دینِ اسلام سے دور کرنے کی سازشیں کرتے ہیں آپ اس سے دل تنگ نہ ہوں کیونکہ ہم آپ کے ناصر و مدد گار ہیں۔

آیت 128 فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو ڈرتے ہیں اور وہ جو نیکیاں کرنے والے ہیں یعنی اے انسان! اگر تو چاہتا ہے کہ میری مدد، میرا فضل اور میری رحمت تیرے شاملِ حال ہو تو تو ان لوگوں میں سے ہو جا جو مجھ سے ڈرتے ہیں اور نیکیاں کرنے والے ہیں۔ **اہم بات:** سورۂ نحل کی آخری تین آیات انتہائی شاندار احکام پر مشتمل ہیں، ہر مسلمان کو چاہیے کہ ان میں بیان کئے گئے احکام پر عمل کو اپنی زندگی کا خاص وظیفہ بنالے۔

آیاتھا ۱۱۱ ‏ ۱۷ سُوْرَۃُ بَنِیٓ اِسْرَآءِیْلَ مَکِّیَّۃٌ ۵۰ ‏ رکوعاتھا ۱۲

سورۂ بنی اسرائیل مکیہ ہے، اس میں ۱۱۱ آیتیں اور ۱۲ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

سُبْحٰنَ الَّذِیٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا

پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے خاص بندے کو رات کے کچھ حصے میں مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک سیر کرائی جس کے ارد گرد ہم نے

سورۂ بنی اسرائیل کا تعارف حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آیت ﴿وَاِنْ کَادُوْا لَیَفْتِنُوْنَکَ﴾ سے لے کر ﴿نَصِیْرًا﴾ تک 8 آیتوں کے علاوہ باقی پوری سورت مکہ میں نازل ہوئی جبکہ تفسیرِ بیضاوی میں ہے کہ پوری سورت ہی مکۂ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ اس سورت میں 12 رکوع اور 111 آیتیں ہیں۔ اس سورت میں بنی اسرائیل یعنی حضرت یعقوب علیہ السّلام کی اولاد کے عروج و زوال کے وہ اَحوال بیان کئے گئے ہیں جو دیگر سورتوں میں نہیں ہوئے، اس مناسبت سے اس سورت کو "بنی اسرائیل" کہتے ہیں اور یہی اس کا مشہور نام ہے۔ **فضائل:** (1) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: سورۂ بنی اسرائیل، کہف اور مریم فصاحت و بلاغت میں کمال کو پہنچی ہوئی ہیں۔ (بخاری، حدیث: 4708) (2) نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم اس وقت تک اپنے بستر پر نیند نہیں فرماتے تھے جب تک سورۂ بنی اسرائیل اور سورۂ زُمر کی تلاوت نہ کرلیں۔ (ترمذی، حدیث: 2929) **خلاصۂ مضامین:** سورۂ بنی اسرائیل میں توحید، رسالت، مرنے کے بعد زندہ کئے جانے، بروزِ قیامت اعمال کی جزا و سزا ملنے اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے رات کے مختصر حصے میں مکہ سے بیت المقدس تشریف لے جانے کا بیان، بنی اسرائیل کے مفصل حالات، نزولِ قرآن کے مقاصد، قرآنِ پاک کو تھوڑا تھوڑا کرکے نازل کرنے کی حکمت، اجتماعی زندگی گزارنے کے بہترین اصول جیسے میانہ روی اور والدین کے ساتھ اچھے سلوک کا حکم نیز فضول خرچی، ناحق قتل، زنا، ناپ تول میں کمی، یتیم کا مال ناحق کھانے اور زمین پر اترا کر چلنے کی ممانعت، فرشتوں کا حضرت آدم علیہ السّلام کو سجدہ کرنے کا واقعہ، حضرت موسیٰ علیہ السّلام اور فرعون کے واقعے کا کچھ حصہ بیان ہوا ہے۔

آیت 1 روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم شبِ معراج درجاتِ عالیہ اور مراتبِ رفیعہ پر فائز ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے خطاب فرمایا: اے محمد! یہ فضیلت و شرف میں نے تمہیں کیوں عطا فرمایا؟ عرض کی: اس لئے کہ تو نے مجھے عَبدِیَّت کے ساتھ اپنی طرف منسوب فرمایا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا: ہر کمزوری، عیب اور نقص سے خداوندِ قدوس کی عظیم ذات پاک ہے جس نے اپنے خاص بندے حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو شبِ معراج رات کے کچھ حصے میں مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک سیر کرائی حالانکہ مسجدِ اقصیٰ مکۂ مکرمہ سے 30 دن سے زیادہ کی مسافت پر ہے، وہ مسجدِ اقصیٰ جس کے ارد گرد اللہ تعالیٰ نے دینی و دُنیوی برکتیں رکھی ہیں اور سیر کرانے کی حکمت یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو اپنی عظمت و قدرت کی عظیم نشانیاں دکھانا چاہتا تھا۔ بیشک وہی سننے والا، دیکھنے والا ہے۔ **اہم بات:** آیت میں مسجدِ اقصیٰ کی شان بیان ہوئی کہ اس کے ارد گرد برکتیں رکھی

حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَاؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ① وَ اٰتَیْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَ

برکتیں رکھی ہیں تاکہ ہم اسے اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں، بیشک وہی سننے والا، دیکھنے والا ہے ○ اور ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا فرمائی اور

جَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِیْ وَكِیْلًاؕ ② ذُرِّیَّةَ مَنْ حَمَلْنَا

اسے بنی اسرائیل کے لیے ہدایت بنا دیا کہ میرے سوا کسی کو کارساز نہ بناؤ ○ اے ان لوگوں کی اولاد جنہیں ہم نے

گئی ہیں دینی بھی اور دنیوی بھی۔ دینی برکتیں یہ کہ وہ سرزمین پاک وحی کے اترنے کی جگہ، انبیاءِ کرام علیہمُ السّلام کی عبادت گاہ اور قیام گاہ بنی نیز ان کی عبادت کا قبلہ تھی۔ دنیوی برکتیں یہ کہ قرب وجوار میں نہروں اور درختوں کی کثرت کی وجہ سے وہ زمین سرسبز وشاداب ہے نیز میووں اور پھلوں کی کثرت سے بہترین عیش وراحت کا مقام ہے۔ **عقائد:** (1) حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا مکۂ مکرمہ سے بیت المقدس تک رات کے چھوٹے سے حصہ میں تشریف لے جانا نصِ قرآنی سے ثابت ہے، اس کا منکر کافر ہے اور آسمانوں کی سیر اور مَنازلِ قرب میں پہنچنا اَحادیثِ صحیحہ معتمدہ مشہورہ سے ثابت ہے جو حدِ تَواتُر کے قریب ہیں، اس کا منکر گمراہ ہے۔ (2) معراج شریف بحالت بیداری جسم وروح دونوں کے ساتھ ہوئی۔ یہی جمہور اہلِ اسلام کا عقیدہ ہے اور اصحابِ رسول کی کثیر جماعتیں اور جلیل القدر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اسی کے معتقد ہیں۔ **سفرِ معراج کا خلاصہ:** نبوت کے 12 ویں سال مشہور قول کے مطابق 27 رجب کو سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو معراج ہوئی۔ شبِ معراج حضرت جبریل علیہ السّلام نے حاضر ہو کر آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو معراج کی خوشخبری سنائی، آپ کا مقدس سینہ کھول کر آبِ زمزم سے دھویا پھر اسے حکمت وایمان سے بھر دیا۔ اس کے بعد انتہائی اِکرام و احترام کے ساتھ براق پر سوار کر کے مسجدِ اقصیٰ لے گئے۔ یہاں آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے تمام اَنبیا ومرسلین علیہمُ السّلام کی امامت فرمائی پھر آسمانوں کی سیر کی طرف متوجہ ہوئے۔ حضرت جبریل علیہ السّلام نے باری باری تمام آسمانوں کے دروازے کھلوائے، ساتوں آسمانوں پر مختلف جلیل القدر انبیا علیہمُ السّلام سے ملاقات ہوئی پھر سِدرۃُ المنتہیٰ تک پہنچے جہاں حضرت جبریلِ امین علیہ السّلام رک گئے اور آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے مقامِ قربِ خاص میں ترقی فرمائی جو وہم وگمان سے بھی بالاتر ہے۔ وہاں آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم خاص رحمت وکرم، انعاماتِ الٰہیہ اور مخصوص نعمتوں سے سرفراز فرمائے گئے، جنت کی سیر اور دوزخ کا مشاہدہ کیا نیز اُمت پر نمازیں فرض ہوئیں، اور پھر دنیا میں اپنی جگہ واپس تشریف لے آئے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس واقعے کی خبر دی تو کفار نے بہت واویلا کیا اور بیت المقدس کی عمارت کا حال اور ملکِ شام جانے والے قافلوں کی کیفیتیں دریافت کرنے لگ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے انہیں سب بتادیا اور قافلوں کے جو اَحوال بتائے تھے، قافلوں کے آنے پر اُن سب کی تصدیق ہوئی۔

آیت 2 اس آیت میں حضرت موسیٰ علیہ السّلام پر فضلِ الٰہی کا بیان کرتے ہوئے فرمایا: ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو کتاب تورات عطا فرمائی اور اسے بنی اسرائیل کے لیے ہدایت بنادیا کہ وہ اس کتاب کے ذریعے انہیں جہالت اور کفر کے اندھیروں سے علم اور دین کے نور کی طرف نکالتے ہیں تاکہ اے بنی اسرائیل! تم میرے سوا کسی کو کارساز نہ بناؤ۔

آیت 3 فرمایا کہ اے ان لوگوں کی اولاد! جنہیں ہم نے نوح کے ساتھ کشتی میں سوار کیا اور طوفانِ نوح سے محفوظ فرمایا، تم بھی تمام حالات میں اللہ تعالیٰ کے عبادت گزار اور شکر گزار بندے بن جاؤ جیسے حضرت نوح علیہ السّلام تھے کہ وہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا

مَعَ نُوۡحٍ ؕ اِنَّہٗ کَانَ عَبۡدًا شَکُوۡرًا ﴿۳﴾ وَ قَضَیۡنَاۤ اِلٰی بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ فِی الۡکِتٰبِ لَتُفۡسِدُنَّ

نوح کے ساتھ سوار کیا، وہ یقیناً بہت شکر گزار بندہ تھا ○ اور ہم نے بنی اسرائیل کی طرف کتاب میں وحی بھیجی کہ ضرور تم

فِی الۡاَرۡضِ مَرَّتَیۡنِ وَ لَتَعۡلُنَّ عُلُوًّا کَبِیۡرًا ﴿۴﴾ فَاِذَا جَآءَ وَعۡدُ اُوۡلٰىہُمَا بَعَثۡنَا عَلَیۡکُمۡ

زمین میں دو مرتبہ فساد کرو گے اور تم ضرور بڑا تکبر کرو گے ○ پھر جب ان دو مرتبہ میں سے پہلی بار کا وعدہ آیا تو ہم نے تم پر

عِبَادًا لَّنَاۤ اُولِیۡ بَاۡسٍ شَدِیۡدٍ فَجَاسُوۡا خِلٰلَ الدِّیَارِ ؕ وَ کَانَ وَعۡدًا مَّفۡعُوۡلًا ﴿۵﴾

اپنے بندے بھیجے جو سخت لڑائی والے تھے تو وہ شہروں کے اندر تمہاری تلاش کیلئے گھس گئے اور یہ ایک وعدہ تھا جسے پورا ہونا تھا○

ثُمَّ رَدَدۡنَا لَکُمُ الۡکَرَّۃَ عَلَیۡہِمۡ وَ اَمۡدَدۡنٰکُمۡ بِاَمۡوَالٍ وَّ بَنِیۡنَ وَ جَعَلۡنٰکُمۡ اَکۡثَرَ نَفِیۡرًا ﴿۶﴾

پھر ہم نے تمہارا غلبہ ان پر اُلٹ دیا اور مالوں اور بیٹوں کے ساتھ تمہاری مدد کی اور ہم نے تمہاری تعداد بھی زیادہ کردی○

کرنے والے تھے۔ **اہم بات:** حضرت نوح علیہ السّلام کو بطورِ خاص شکر گزار بندہ فرمانے کی وجہ یہ ہے کہ آپ جب کوئی چیز کھاتے، پیتے یا لباس پہنتے تو اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے اور اس کا شکر بجالاتے۔ یہ وصف ہمارے آقا صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم میں انتہائی اعلیٰ طریقے سے پایا جاتا تھا، چنانچہ جب آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کھانا تناوُل فرماتے اور پانی پیتے، نیا لباس زیب تن فرماتے، بیت الخلا سے باہر آتے، نیند سے بیدار ہوتے، سواری پر سوار ہوتے اور جب بہت سی چھوٹی بڑی نعمتیں ملتیں یا انہیں استعمال کرتے تو اللہ تعالیٰ کی حمد اور شکر ادا کرتے۔

آیت 4 اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی طرف کتاب تورات میں یہ غیب کی خبر دی تھی کہ تم زمین یعنی سرزمینِ شام میں دو مرتبہ فساد کروگے اور تم ضرور بڑا تکبر کروگے۔ **اہم بات:** یہ غیب کی خبر پوری ہوئی کہ بنی اسرائیل نے فساد کیا، ظلم وبغاوت پر اترے اور اس کا انجام دیکھنے کے بعد سنبھلے لیکن دوبارہ پھر فساد میں مبتلا ہوگئے اور ہر مرتبہ فساد کے نتیجے میں ذلیل ورسوا ہوئے۔

آیت 5 سابقہ آیت کی تفصیل بیان کی جارہی ہے کہ جب دو مرتبہ کے فساد میں سے پہلی مرتبہ کے فساد کا وقت آیا تو فساد کی صورت یہ بنی کہ انہوں نے تورات کے احکام کی مخالفت کی، گناہوں میں پڑ گئے اور حرام چیزوں کے مرتکب ہونے لگے حتی کہ حضرت شعیاء علیہ السّلام اور ایک قول کے مطابق حضرت ارمیاء علیہ السّلام کو شہید کیا جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے ان پر بہت زور و قوت والے لشکروں کو مسلط کردیا تاکہ وہ انہیں لوٹیں اور قتل، قید اور ذلیل ورسوا کریں چنانچہ ان لشکروں نے بنی اسرائیل کے علما کو قتل کیا، تورات کو جلایا، مسجد اقصیٰ کو ویران کیا اور 70 ہزار افراد کو گرفتار کیا۔ آیت میں مزید فرمایا کہ یہ ایک وعدہ تھا جسے پورا ہونا تھا۔ **اہم بات:** ان مسلط کئے جانے والے لشکروں کے متعلق مختلف اقوال ہیں البتہ ان میں سے جس نے بنی اسرائیل کو بدترین شکست دی وہ بخت نصر تھا۔

درس: بد عملی کی وجہ سے ظالم بادشاہ مسلط کردیئے جاتے ہیں، ظالم بادشاہ بھی عذابِ الٰہی ہے۔

آیت 6 بنی اسرائیل کی بربادی کے بعد سنبھلنے کا بیان ہورہا ہے، فرمایا کہ گناہوں اور نافرمانیوں کے نتیجے میں تباہ وبرباد ہونے کے بعد جب تم نے توبہ کی اور تکبر وفساد سے باز آئے تو ہم نے تمہیں دولت دی اور اتنی قوت وطاقت عطا فرمائی کہ تم دوبارہ مقابلہ کرنے کے قابل ہوئے چنانچہ تمہیں اُن لوگوں پر غلبہ عطا کردیا جو تم پر مسلط ہوچکے تھے۔ **اہم بات:** افرادی اور مالی قوت کی بڑی اہمیت ہے، اگر

اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ ۫ وَ اِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا ؕ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ

اگر تم بھلائی کرو گے تو تم اپنے لئے ہی بہتر کرو گے اور اگر تم برا کرو گے تو تمہاری جانوں کیلئے ہی ہو گا۔ پھر جب دوسری بار کا وعدہ آیا

لِیَسُوْٓءٗا وُجُوْهَكُمْ وَ لِیَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوْهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّ لِیُتَبِّرُوْا

تاکہ وہ تمہارے چہرے بگاڑ دیں اور تاکہ مسجد میں داخل ہو جائیں جیسے پہلی بار اس میں داخل ہوئے تھے اور جس چیز پر غلبہ پائیں اسے

مَا عَلَوْا تَتْبِیْرًا ۝۷ عَسٰی رَبُّكُمْ اَنْ یَّرْحَمَكُمْ ۚ وَ اِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا ۘ وَ جَعَلْنَا

وقف لازم

تباہ و برباد کر دیں ○ قریب ہے کہ تمہارا رب تم پر رحم فرمائے اور اگر تم پھر دوبارہ (شرارت) کرو گے تو ہم دوبارہ (سزا) دیں گے اور ہم نے

ان کا صحیح استعمال ہو تو یہ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہیں۔

آیت 7 جب بنی اسرائیل کو غلبہ، طاقت اور اقتدار عطا کیا گیا تو ساتھ ہی انہیں فرما دیا کہ اگر تم بھلائی کرو گے اور اس پر ثابت قدم رہو گے تو تم اپنے لئے ہی بہتر کرو گے اور اگر تم برا کرو گے، پہلے کی طرح فتنہ و فساد اور نافرمانی کی زندگی گزارنے لگو گے تو اس کا انجام تمہیں ہی بھگتنا پڑے گا چنانچہ وہی ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق جب دوسری بار بنی اسرائیل کے فساد کرنے کا وقت آیا اور انہوں نے دوبارہ وہی پرانی حرکتیں شروع کر دیں، فساد برپا کیا حتی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو شہید کرنے کے درپے ہوئے اگرچہ کامیاب نہ ہو سکے اور حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ علیہما السلام کو شہید کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر اہلِ فارس اور روم کو مسلط کیا تاکہ وہ انہیں قتل، قید اور اتنا پریشان کریں کہ رنج و پریشانی کے آثار ان کے چہروں سے ظاہر ہوں، ان مسلط ہونے والے لوگوں نے یہ بھی کیا کہ بیت المقدس کی مسجد میں داخل ہوئے اور اسے ویران کر دیا اور بنی اسرائیل کے شہروں پر غلبہ پا کر انہیں تباہ و برباد کر دیا۔ **درس:** بنی اسرائیل کے حالات کو سامنے رکھتے ہوئے اگر ہم اپنی تاریخ کو دیکھیں تو پہلی نظر میں ہی مسلمانوں کے عروج و زوال کا سبب واضح ہو جائے گا کہ مسلمان جب تک احکامِ قرآن اور اطاعتِ رسول پر عمل پیرا رہے تو دنیا بھر میں انہیں غلبہ، قوت اور اقتدار حاصل رہا اور جب سے انہوں نے قرآن و حدیث کی پیروی میں سستی کرنا شروع کی اور حرام و ناجائز افعال میں مبتلا ہوئے تب سے ان کی شوکت و اقتدار زوال پذیر ہونا شروع ہو گئی، اگر اب بھی مسلمان نہ سنبھلے اور اپنی عملی حالت کو نہ سدھارا تو حالات اس سے بھی بدتر ہو جائیں گے۔

آیت 8 فرمایا کہ اے بنی اسرائیل! دوسری مرتبہ کے بعد بھی اگر تم توبہ کرو اور گناہوں سے باز آ جاؤ تو ہم تم پر پھر اپنا رحم و کرم کریں گے لیکن اگر تم نے تیسری مرتبہ پھر شرارت کی اور فتنہ و فساد کیا تو ہم پھر تمہیں اس کی سزا دیں گے اور یہی ہوا کہ انہوں نے پھر وہی حرکات کیں اور زمانۂ نبوی میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تکذیب کی تو اُن پر ذلت مسلط کر دی گئی اور فرما دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یا لوگوں کی طرف سے کوئی سہارا مل گیا تو ان کی کچھ بچت ہو جائے گی ورنہ ان پر ذلت مسلط کر دی گئی ہے چنانچہ ہمارے زمانے میں یہودیوں کو دیکھ لیں کہ انہیں مغربی ممالک کا سہارا حاصل ہے، اگر وہ ہٹ جائے تو ایک دن میں اپنی اوقات دیکھ لیں۔ آیت میں مزید فرمایا کہ ہم نے جہنم کو کافروں کے لئے قید خانہ بنا دیا ہے۔

جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ حَصِيْرًا ﴿۸﴾ اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ

جہنم کو کافروں کیلئے قید خانہ بنادیا ہے○ بیشک یہ قرآن وہ راہ دکھاتا ہے جو سب سے سیدھی ہے اور نیک اعمال کرنے والے مومنوں کو

الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًا ﴿۹﴾ وَّاَنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ

خوشخبری دیتا ہے کہ ان کے لیے بہت بڑا ثواب ہے○ اور یہ کہ جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے

اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۰﴾ وَيَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ بِالْخَيْرِ ۭ وَكَانَ الْاِنْسَانُ ع ۱

ہم نے ان کے لیے دردناک عذاب تیار کررکھا ہے○ اور (کبھی) آدمی برائی کی دعا کربیٹھتا ہے جیسے وہ بھلائی کی دعا کرتا ہے اور آدمی بڑا

عَجُوْلًا ﴿۱۱﴾ وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيْنِ فَمَحَوْنَآ اٰيَةَ الَّيْلِ وَجَعَلْنَآ اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً

جلد باز ہے○ اور ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنایا پھر ہم نے رات کی نشانی کو مٹاہوا کیا اور دن کی نشانی کو دیکھنے والی بنایا تاکہ تم

آیت 9،10 قرآنِ پاک کی خوبیاں بیان ہورہی ہیں، ارشاد فرمایا: **بیشک یہ قرآن وہ راہ دکھاتا ہے جو سب سے سیدھی ہے۔** اور وہ راہ اللہ تعالیٰ کی توحید کا اقرار کرنا، اس کے رسولوں پر ایمان لانا اور اُن کی اطاعت کرنا ہے۔ یہی راستہ سیدھا جنت اور خدا تک پہنچانے والا اور اللہ تعالیٰ کے انعام یافتہ بندوں یعنی ولیوں اور ان نیک بندوں کا ہے جن کی پیروی کا قرآن میں حکم ہے۔ مزید فرمایا گیا کہ یہ قرآن نیک اعمال کرنے والے مومنوں کو جنت کی بشارت دیتا اور آخرت کے منکرین کو دردناک عذاب کی خبر دیتا ہے۔

آیت 11 آدمی جس طرح بھلائی کی دعائیں مانگتا ہے اسی طرح بعض اوقات برائی کی دعا بھی کردیتا ہے جیسے کئی مرتبہ غصے میں آکر اپنے، اپنے گھر والوں اور اپنے مال واولاد کے خلاف دعا کردیتا ہے تو یہ انسان کی جلد بازی ہے اور جلد بازی عموماً نقصان دیتی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اس کی یہ بددعائیں قبول کرلے تو وہ شخص یا اس کے اہل ومال ہلاک ہوجائیں لیکن اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اس کو قبول نہیں فرماتا۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ اس آیت میں انسان سے کافر اور برائی کی دعا سے اس کا عذاب کی جلدی کرنا مراد ہے۔ **اہم بات:** دینی اور دنیاوی بعض کاموں میں جلدی اچھی ہے لیکن بہت سے کاموں میں نقصان دہ ہے۔ اس سے کبھی عبادت ہی ضائع ہوجاتی ہے اور کبھی دنیاوی کاموں میں نقصان اور ندامت اٹھانا پڑتی ہے۔ **درس:** غصے میں اپنے یا کسی مسلمان کے لئے بددعا نہیں کرنی چاہیے اور ہمیشہ منہ سے اچھی بات نکالنی چاہیے کہ نہ معلوم کون سا وقت قبولیت کا ہو۔ ہمارے معاشرے میں عموماً مائیں بچوں کو طرح طرح کی بددعائیں دیتی رہتی ہیں، اس طرح کے جملوں سے احتراز لازم ہے۔

آیت 12 قدرتِ الٰہی کی دو عظیم نشانیوں رات اور دن کا بیان ہورہا ہے، فرمایا کہ ہم نے رات کی نشانی کو مٹاہوا بنایا یعنی رات کو تاریک بنایا کہ اس میں ہر چیز چھپ جاتی ہے اور تاریک بنانے کا مقصد یہ ہے کہ اس میں آرام کیا جائے جبکہ دن کو روشن بنایا تاکہ اس میں سب چیزیں نظر آئیں اور تم اللہ تعالیٰ کا فضل یعنی اپنی روزی آسانی سے کما سکو۔ رات اور دن کی تخلیق کا ایک مقصد یہ ہے کہ رات اور دن کے دورے سے تم دنوں کا حساب بناتے ہو، دنوں سے ہفتے، مہینے اور سال بنتے ہیں تو گویا یہ نظام تمہاری زندگی کو سہولتیں فراہم کرنے کے لئے ہے اور اسی دن رات کی تبدیلی سے تم دینی ودنیوی کاموں کے اوقات کا حساب لگاتے ہو اور ہم نے قرآن میں ہر چیز کو تفصیل

لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِیْنَ وَ الْحِسَابَؕ وَ كُلَّ شَیْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِیْلًا ﴿۱۲﴾

اپنے رب کا فضل تلاش کرو اور تاکہ تم سالوں کی گنتی اور حساب جان لو اور ہم نے ہر چیز کو خوب جدا جدا تفصیل سے بیان کردیا○

وَ كُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓىٕرَهٗ فِیْ عُنُقِهٖؕ وَ نُخْرِجُ لَهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ كِتٰبًا یَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا ﴿۱۳﴾

اور ہر انسان کی قسمت ہم نے اس کے گلے میں لگادی ہے اور ہم اس کیلئے قیامت کے دن ایک نامۂ اعمال نکالیں گے جسے وہ کھلا ہوا پائے گا○

اِقْرَاْ كِتٰبَكَؕ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْیَوْمَ عَلَیْكَ حَسِیْبًاؕ ﴿۱۴﴾ مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا

(فرمایا جائے گا کہ) اپنا نامۂ اعمال پڑھ، آج اپنے متعلق حساب کرنے کیلئے تو خود ہی کافی ہے○ جس نے ہدایت پائی اس نے

یَهْتَدِیْ لِنَفْسِهٖۚ وَ مَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا یَضِلُّ عَلَیْهَاؕ وَ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰىؕ

اپنے فائدے کیلئے ہی ہدایت پائی اور جو گمراہ ہوا تو اپنے نقصان کو ہی گمراہ ہوا اور کوئی جان کسی دوسری جان کا بوجھ نہیں اٹھائے گی

وَ مَا كُنَّا مُعَذِّبِیْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ﴿۱۵﴾ وَ اِذَاۤ اَرَدْنَاۤ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْیَةً

اور ہم کسی کو عذاب دینے والے نہیں ہیں جب تک کوئی رسول نہ بھیج دیں○ اور جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو ہم اس کے

سے بیان فرمادیا خواہ اس کی حاجت تمہیں دین میں ہو یا دنیا کے کاموں میں۔

آیت 14،13 فرمایا کہ جو کچھ جس آدمی کے لئے مقدر کیا گیا ہے، اچھا یا برا، نیک بختی یا بد بختی وہ ہر وقت اس طرح اس کے ساتھ رہے گی جیسے گلے کا ہار کہ آدمی جہاں جاتا ہے وہ ساتھ رہتا ہے، کبھی جدا نہیں ہوتا اور فرمایا گیا کہ جب قیامت کا دن آئے گا تو آدمی کا نامۂ اعمال کھول کر اس کے سامنے رکھ دیا جائے گا اور اس سے فرمایا جائے گا: اپنا نامۂ اعمال پڑھ، آج اپنے متعلق حساب کرنے کے لئے تو خود کافی ہے۔ **اہم بات:** امام مجاہد علیہ الرّحمہ نے کہا کہ ہر انسان کے گلے میں اس کی سعادت یا شقاوت کا نوشتہ ڈال دیا جاتا ہے۔

آیت 15 فرمایا کہ جس نے ہدایت پائی اس نے اپنے فائدے کے لئے ہی ہدایت پائی کیونکہ اس کو اپنی ہدایت اور نیک اعمال کا بدلہ ضرور ملے گا، یہ نہ ہوگا کہ نیکی تو یہ کرے اور جزا کسی اور کو دے دی جائے اور یہ خود محروم رہے، ہاں! یہ ہو سکتا ہے کہ اس کی نیکی سے دوسرے کو بھی فائدہ پہنچ جائے جیسے ایصالِ ثواب یا صدقہ جاریہ وغیرہ کی صورت میں ہوتا ہے۔ یونہی جو گمراہ ہوا تو اپنے نقصان کو ہی گمراہ ہوا کیونکہ اس کے بہکنے کا گناہ اور وبال بھی اسی پر ہوگا، یہ نہیں ہوگا کہ ایک آدمی دوسروں کے گناہوں کا بوجھ اٹھائے، ہاں! جہاں تک گناہ کی ترغیب دینے یا اس کے اَسباب مُہَیّا کرنے کا تعلق ہے تو اس کا گناہ ملے گا۔ مزید فرمایا کہ ہم جس کو بھی سزا دیتے ہیں ہدایت کے اسباب مہیا ہونے کے بعد اس آدمی کے جان بوجھ کر حق کا انکار کرنے کے بعد ہی سزا دیتے ہیں چنانچہ پہلے ہم رسول بھیجتے ہیں جو اُمت کو اس کے فرائض سے آگاہ فرماتا، راہِ حق واضح کرتا اور حجت قائم فرماتا ہے، جب لوگ رسول کی نافرمانی کرتے ہیں تو ہم انہیں عذاب دیتے ہیں۔

آیت 16 گزشتہ اَقوام کا اِجمالی حال بیان ہو رہا ہے کہ کس طرح وہ مرحلہ وار سزا و عذاب کے مستحق ہوئے، فرمایا گیا: ایسا نہیں ہوتا

اَمَرۡنَا مُتۡرَفِیۡهَا فَفَسَقُوۡا فِیۡهَا فَحَقَّ عَلَیۡهَا الۡقَوۡلُ فَدَمَّرۡنٰهَا تَدۡمِیۡرًا ﴿۱۶﴾

خوشحال لوگوں کو احکام بھیجتے ہیں پھر وہ اس بستی میں نافرمانی کرتے ہیں تو اس بستی پر بات پوری ہو جاتی ہے تو ہم اسے تباہ و برباد کر دیتے ہیں ○

وَ کَمۡ اَهۡلَکۡنَا مِنَ الۡقُرُوۡنِ مِنۡۢ بَعۡدِ نُوۡحٍ ؕ وَ کَفٰی بِرَبِّکَ بِذُنُوۡبِ عِبَادِهٖ خَبِیۡرًۢا بَصِیۡرًا ﴿۱۷﴾

اور ہم نے نوح کے بعد کتنی ہی قومیں ہلاک کر دیں اور تمہارا رب اپنے بندوں کے گناہوں کی کافی خبر رکھنے والا، دیکھنے والا ہے ○

مَنۡ کَانَ یُرِیۡدُ الۡعَاجِلَةَ عَجَّلۡنَا لَهٗ فِیۡهَا مَا نَشَآءُ لِمَنۡ نُّرِیۡدُ ثُمَّ جَعَلۡنَا لَهٗ جَهَنَّمَ ۚ

جو جلدی والی (دنیا) چاہتا ہے تو ہم جسے چاہتے ہیں اس کیلئے دنیا میں جو چاہتے ہیں جلد دیدیتے ہیں پھر ہم نے اس کے لیے جہنم بنا رکھی ہے

یَصۡلٰهَا مَذۡمُوۡمًا مَّدۡحُوۡرًا ﴿۱۸﴾ وَ مَنۡ اَرَادَ الۡاٰخِرَةَ وَ سَعٰی لَهَا سَعۡیَهَا وَ هُوَ مُؤۡمِنٌ

جس میں وہ مذموم، مردود ہو کر داخل ہو گا ○ اور جو آخرت چاہتا ہے اور اس کیلئے ایسی کوشش کرتا ہے جیسی کرنی چاہیے اور وہ ایمان والا

کہ بغیر کسی رہنمائی اور مہلت کے انہیں عذاب میں مبتلا کر دیا جاتا ہے بلکہ ہوتا یہ ہے کہ پہلے ہم قوم کے سرداروں اور خوشحال لوگوں کو اپنے رسولوں علیہم السلام کے ذریعے احکام بھیجتے ہیں تاکہ لوگ اطاعتِ الٰہی کی طرف آئیں لیکن زیادہ تر یہی ہوا کہ سرداروں اور مالداروں نے رسول کی بارگاہ میں سر جھکانے کے بجائے نافرمانی کا راستہ اختیار کیا جس کے نتیجے میں عذاب کے مستحق بنے اور عذابِ الٰہی کا فیصلہ ان پر صادق آیا اور وہ تباہ و برباد ہوئے۔ **درس:** آیت میں سرداروں کا بطورِ خاص ذکر ہوا کیونکہ عوام سرداروں کے ہی پیچھے چلتی ہے لہٰذا سردارانِ قوم کو بہت احتیاط کی ضرورت ہے کہ ان کی غلطی عام آدمی کی غلطی سے بہت بڑھ کر ہوتی ہے۔

آیت 17 فرمایا کہ ہم نے حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے کے بعد کتنی ہی تکذیب کرنے والی اُمتیں جیسے قومِ عاد، قومِ ثمود اور قومِ لوط وغیرہ ہلاک کر دیں کیونکہ انہوں نے اپنے نبیوں علیہم السلام کی مخالفت کی لہٰذا اس امت کے لوگوں کو خبردار رہنا چاہیے کہ اگر انہوں نے سابقہ امتوں کی طرح اللہ تعالیٰ کی نافرمانی والا راستہ اختیار کیا اور اسی پر قائم رہے تو اللہ تعالیٰ اُن امتوں کی طرح اِنہیں بھی عذاب میں مبتلا نہ کر دے اور تمہارا رب تمام معلومات کو جاننے والا، تمام دیکھی جانے والی چیزوں کو دیکھنے والا ہے، مخلوق کا کوئی حال اس سے چھپا نہیں اور اللہ تعالیٰ تمام ممکنات پر قادر ہے لہٰذا وہ ہر ایک کو اس کے اعمال کی ویسی جزا دینے پر بھی قدرت رکھتا ہے جس کا وہ مستحق ہے۔

آیت 18 فرمایا کہ جو صرف دنیا کا طلبگار ہو تو یہ ضروری نہیں کہ طالبِ دنیا کی ہر خواہش پوری کی جائے بلکہ ہم ان میں سے جسے چاہتے ہیں اور جو چاہتے ہیں دیتے ہیں اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ محروم کر دیتے ہیں یا وہ بہت چاہتا ہے اور تھوڑا دیتے ہیں یا وہ عیش چاہتا ہے مگر تکلیف ملتی ہے۔ ان حالتوں میں کافر دنیا و آخرت دونوں کے خسارے میں رہا، اگر دنیا میں اس کی پوری مراد دے دی گئی تو آخرت کی بدنصیبی و شقاوت جب بھی ہے جبکہ مومن کا حال بالکل مختلف ہے کہ جو آخرت کا طلبگار ہے اگر اس نے دنیا میں فقر کی زندگی بسر کی تو آخرت کی دائمی نعمتیں اس کے لئے موجود ہیں اور اگر دنیا میں بھی فضلِ الٰہی سے عیش پایا تو دونوں جہان میں کامیاب، الغرض مومن ہر حال میں کامیاب ہے اور کافر اگر دنیا میں آرام پا بھی لے تو بھی کیا؟ کیونکہ بالآخر اسے ذلیل و رسوا ہو کر جہنم میں ہی جانا ہے۔

آیت 19 طالبِ دنیا کے بیان کے بعد طالبِ آخرت کا بیان ہو رہا ہے، ارشاد فرمایا کہ جو آخرت کا طلبگار ہے اور اس کے لئے ایسی

فَاُولٰٓىِٕكَ كَانَ سَعْیُهُمْ مَّشْكُوْرًا ﴿۱۹﴾ كُلًّا نُّمِدُّ هٰۤؤُلَآءِ وَ هٰۤؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ

بھی ہو تو یہی وہ لوگ ہیں جن کی کوشش کی قدر کی جائے گی ○ ہم آپ کے رب کی عطا سے اِن (دنیا کے طلبگاروں) اور اُن (آخرت کے طلبگاروں)

رَبِّكَ ؕ وَ مَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا ﴿۲۰﴾ اُنْظُرْ كَیْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ وَ

سب کی مدد کرتے ہیں اور تمہارے رب کی عطا پر کوئی روک نہیں ○ دیکھو! ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر کیسی بڑائی دی اور

لَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّ اَكْبَرُ تَفْضِیْلًا ﴿۲۱﴾ لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ

بیشک آخرت درجات کے اعتبار سے سب سے بڑی ہے اور فضیلت میں سب سے بڑی ہے ○ اے سننے والے! اللہ کے ساتھ دوسرا معبود نہ ٹھہرا،

ع ۲ ۲ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا ﴿۲۲﴾ ع وَ قَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِیَّاهُ وَ

ورنہ تُو مذموم، بے یار و مددگار ہو کر بیٹھا رہے گا ○ اور تمہارے رب نے حکم فرمایا کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور

بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا ؕ اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَاۤ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَاۤ اُفٍّ وَّ

ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ اگر تیرے سامنے ان میں سے کوئی ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان سے اُف تک نہ کہنا اور

کوشش کرتا ہے جیسی کرنی چاہیے یعنی نیک اعمال بجالاتا ہے اور وہ ایمان والا بھی ہو تو یہ وہ آدمی ہے جس کا عمل مقبول ہے اور یہی وہ لوگ ہیں جن کے اعمال کا اچھا صِلہ دیا جائے گا۔ **اہم باتیں:** (1) ایمان کے بغیر کوئی نیکی قبول نہیں، نیکیوں کے لئے ایمان ایسا ضروری ہے جیسے نماز کے لئے وضو۔ (2) عمل کی کامیابی کے لئے نیت اور صحیح طریقے سے محنت دونوں چیزیں ضروری ہیں۔

آیت 20 فرمایا کہ جو دنیا چاہتے ہیں اور جو طالبِ آخرت ہیں ہم سب کی مدد کرتے ہیں اور تمہارے رب کی عطا پر دنیا میں کسی سے کوئی روک نہیں چنانچہ دنیا میں اللہ تعالیٰ سب کو عطا فرمارہا ہے، سب کو روزی مل رہی ہے، دنیا میں سب اس سے فیض اٹھاتے ہیں نیک ہوں یا بد البتہ انجام ہر ایک کا اس کے حسبِ حال ہوگا۔

آیت 21 ارشاد فرمایا: دیکھو! ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر مال، عزت، شہرت، کمال میں بڑائی دی ہے لیکن ان تمام چیزوں کے ساتھ یہ حقیقت ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ درجات اور فضیلت کے اعتبار سے آخرت ہی سب سے بڑی چیز ہے۔

آیت 22 فرمایا کہ اے سننے والے! اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرا معبود نہ ٹھہرا، ورنہ تو مذموم، بے یار و مددگار ہو کر بیٹھا رہے گا۔

آیت 23 تمہارے رب نے حکم فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور تمہیں جو کام کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا انہیں کرو اور جن کاموں سے منع کیا ہے ان سے بچو اور تم اپنے والدین کے ساتھ انتہائی اچھے طریقے سے نیک سلوک کرو۔ اگر ان پر کمزوری کا غلبہ ہو جائے، اعضا میں طاقت نہ رہے اور جیسا تو بچپن میں اُن کے پاس بے طاقت تھا ایسے ہی وہ اپنی آخری عمر میں تیرے پاس ناتواں رہ جائیں تو ان سے اُف تک نہ کہنا یعنی ایسا کوئی کلمہ زبان سے نہ نکالنا جس سے یہ سمجھا جائے کہ اُن کی طرف سے طبیعت پر کچھ بوجھ ہے اور انہیں نہ جھڑکنا اور ان سے خوبصورت، نرم بات کہنا اور حسنِ ادب کے ساتھ اُن سے خطاب

لَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِیْمًا ﴿۲۳﴾ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ

انہیں نہ جھڑکنا اور ان سے خوبصورت، نرم بات کہنا○ اور ان کے لیے نرم دلی سے عاجزی کا بازو جھکا کر رکھ اور دعا کر کہ اے میرے رب!

ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّیٰنِیْ صَغِیْرًا ﴿۲۴﴾ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِیْ نُفُوْسِكُمْ ۚ اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِیْنَ

تو ان دونوں پر رحم فرما جیسا ان دونوں نے مجھے بچپن میں پالا○ تمہارا رب خوب جانتا ہے جو تمہارے دلوں میں ہے۔ اگر تم لائق ہوئے

فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِیْنَ غَفُوْرًا ﴿۲۵﴾ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ وَلَا تُبَذِّرْ

تو بیشک وہ توبہ کرنے والوں کو بخشنے والا ہے○ اور رشتہ داروں کو ان کا حق دو اور مسکین اور مسافر کو (بھی دو) اور فضول خرچی

کرنا۔ **اہم باتیں:** (1) اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کا حکم دینے کے بعد ساتھ ہی ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا، اس میں حکمت یہ ہے کہ انسان کے وجود کا حقیقی سبب اللہ تعالیٰ کی تخلیق اور اِیجاد ہے جبکہ ظاہری سبب اس کے ماں باپ ہیں۔ (2) ماں باپ کو اُن کا نام لے کر پکارنا خلافِ ادب ہے اور اس میں اُن کی دل آزاری ہے لیکن وہ سامنے نہ ہوں تو اُن کا ذکر نام لے کر کرنا جائز ہے نیز ماں باپ سے اس طرح کلام کیا جائے جیسے غلام و خادم آقا سے کرتا ہے۔ **درس:** والدین کے ساتھ حسنِ سلوک اور ان کے حقوق کی رعایت کرنے کی جیسی عظیم تعلیم اسلام نے دی ہے دیگر مذاہب میں نظر نہیں آتی۔ غیر مسلم ممالک میں بوڑھے والدین جس تکلیف دہ صورتِ حال کا شکار ہیں وہ سب کو معلوم ہے کہ گھروں کی بجائے حکومت کے سینٹروں میں داخل کرادیا جاتا ہے۔

آیت 24 فرمایا کہ والدین کے ساتھ نرمی اور عاجزی کے ساتھ پیش آؤ اور ہر حال میں ان کے ساتھ شفقت و محبت کا برتاؤ کرو کیونکہ اُنہوں نے تیری مجبوری کے وقت محبت سے تیری پرورش کی تھی اور جو چیز اُنہیں درکار ہو وہ اُن پر خرچ کرنے میں دریغ نہ کرو اور ان کے لئے دعا کرو کہ اے میرے رب! تو ان دونوں پر رحم فرما جیسا ان دونوں نے مجھے بچپن میں پالا۔ **درس:** والدین کے لئے دعا کو اپنے روزانہ کے معمولات میں داخل کرلینا چاہیے اور ان کی صحت و تندرستی، ایمان و عافیت کی سلامتی، بے حساب بخشش اور جنت میں داخلے کی دعا کرنی چاہیے۔ کافر والدین کے لئے ہدایت و ایمان کی دعا کرنی چاہیے کہ یہی اُن کے حق میں رحمت ہے۔

آیت 25 آیت کا مفہوم اپنے اِطلاق پر بھی ہے اور والدین کی خدمت کے حوالے سے لیں تو معنی یہ ہو گا کہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ تمہارے دلوں میں والدین کی اطاعت کا کتنا ارادہ اور اُن کی خدمت کا کتنا ذوق ہے۔ ہاں! اگر یہ ہوا کہ تمہارے دلوں میں تو ماں باپ کی خدمت کا شوق تھا لیکن اس کا موقعہ نہیں ملا تو اللہ تعالیٰ اس پر پکڑ نہ فرمائے گا کیونکہ وہ ارادوں اور نیتوں کو جانتا ہے اور یونہی تم واقعی نیک تھے اس کے باوجود تم سے والدین کی خدمت میں کوئی کمی ہوگئی اور تم نے توبہ کرلی تو اللہ تعالیٰ تمہاری توبہ قبول فرمالے گا کیونکہ وہ بخشنے والا ہے۔

آیت 26 والدین کے بعد دیگر لوگوں کے حقوق بیان کئے جارہے ہیں، سب سے پہلے رشتے داروں کا فرمایا کہ انہیں ان کا حق دو یعنی اُن کے ساتھ صِلہ رحمی کرو، محبت سے پیش آؤ، میل جول رکھو، ان کی خبر گیری کرتے رہو، ضرورت کے موقع پر مدد کرو اور ان کے ساتھ ہر جگہ حسنِ سلوک سے پیش آؤ۔ پھر فرمایا کہ مسکین اور مسافر کو بھی ان کا حق دو اور اپنا مال ناجائز کام میں خرچ نہ کرو۔ **اہم**

Go To Index

تَبْذِیْرًا ﴿۲۶﴾ اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ كَانُوْۤا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِؕ وَ كَانَ الشَّیْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ﴿۲۷﴾

نہ کرو○ بیشک فضول خرچی کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے○

وَ اِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَآءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّیْسُوْرًا ﴿۲۸﴾

اور اگر تم اپنے رب کی رحمت کے انتظار میں جس کی تجھے امید ہے ان سے منہ پھیرو تو ان سے آسان بات کہو○

وَ لَا تَجْعَلْ یَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَ لَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ﴿۲۹﴾

اور اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہوا نہ رکھو اور نہ پورا کھول دو کہ پھر ملامت میں، حسرت میں بیٹھے رہ جاؤ○

ع ۳ ۸ ۲ اِنَّ رَبَّكَ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَ یَقْدِرُؕ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِیْرًۢا بَصِیْرًا ﴿۳۰﴾ ع

بیشک تمہارا رب جس کیلئے چاہتا ہے رزق کھول دیتا ہے اور تنگ کردیتا ہے بیشک وہ اپنے بندوں کی خوب خبر رکھنے والا، دیکھنے والا ہے○

باتیں: (1) اگر رشتے دار محارم میں سے ہوں اور محتاج ہو جائیں تو اُن کا خرچ اُٹھانا صاحبِ استطاعت رشتہ دار پر واجب ہے۔ (2) ناحق کام میں خرچ کرنا تبذیر ہے لہٰذا اگر کوئی اپنا پورا مال حق یعنی صحیح مصرف میں خرچ کر دے تو وہ فضول خرچی کرنے والا نہیں اور اگر کوئی ایک درہم بھی باطل یعنی ناجائز کام میں خرچ کرے تو وہ فضول خرچی کرنے والا ہے۔

آیت 27 فرمایا کہ بیشک فضول خرچی کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں کیونکہ یہ ان کے راستے پر چلتے ہیں اور شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے لہٰذا اُس کا راستہ اختیار نہیں کرنا چاہیے۔

آیت 28 **شانِ نزول:** چند غریب صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم وقتاً فوقتاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے اپنی حاجات وضروریات کے لئے سوال کرتے رہتے تھے، اگر کسی وقت حضور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے پاس کچھ نہ ہوتا تو آپ حیاءً اُن سے اِعراض کرتے اور اِس انتظار میں خاموش ہو جاتے کہ اللہ تعالیٰ کچھ بھیجے تو اُنہیں عطا فرمائیں، اس پر یہ آیات نازل ہوئیں، فرمایا گیا کہ اگر کسی وقت تمہارے پاس فوری دینے کو کچھ نہ ہو تو ان سے آسان بات کہو جیسے اُن کی خوش دلی کے لئے اُن سے وعدہ کرلو یا اُن کے حق میں دعا کردو۔ **اہم بات:** کسی بھی صورت مجبور رشتے دار، مسکین یا سائل کو جھڑکنا نہیں چاہیے، مستحق کو جھڑکنا حرام ہے البتہ جو غیر مستحق ہے اسے نہ دینے کا حکم ہے۔

آیت 29 آیت مبارکہ میں راہِ خدا میں خرچ کرنے میں اعتدال کو ملحوظ رکھنے کا فرمایا گیا، اسے ایک مثال سے سمجھایا کہ نہ تو اس طرح ہاتھ روکو کہ بالکل خرچ ہی نہ کرو اور یہ معلوم ہو کہ گویا ہاتھ گلے سے باندھ دیا گیا ہے اور دینے کے لئے ہل ہی نہیں سکتا اور نہ ایسا ہاتھ کھولو کہ اپنی ضروریات کے لئے بھی کچھ باقی نہ رہے کہ اس صورت میں آدمی کو پریشان ہو کر بیٹھنا پڑتا ہے۔

آیت 30 فرمایا کہ رزق کشادہ کرنا یا تنگ کر دینا اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہے، وہ جس کا رزق بڑھانا چاہے بڑھا دیتا ہے اور جس کا تنگ کرنا چاہے تنگ کر دیتا ہے، وہ تمام لوگوں کے حالات اور مصلحتوں کو خوب جانتا ہے لہٰذا اس نے جسے امیر بنایا اور جسے غریب رکھا، سب حکمت کے مطابق ہے۔ **اہم بات:** امیری وغریبی میں اللہ تعالیٰ کی حکمتیں پوشیدہ ہیں، مثلاً بعض لوگوں کے ایمان کی بھلائی اسی میں

وَ لَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَ اِيَّاكُمْ ؕ اِنَّ قَتْلَهُمْ

اور غربت کے ڈر سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو، ہم انہیں بھی رزق دیں گے اور تمہیں بھی، بیشک انہیں قتل کرنا

كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا ﴿۳۱﴾ وَ لَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَ سَآءَ سَبِيْلًا ﴿۳۲﴾

کبیرہ گناہ ہے○ اور بدکاری کے پاس نہ جاؤ بیشک وہ بے حیائی ہے اور بہت ہی برا راستہ ہے○

وَ لَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ وَ مَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ

اور جس جان کی اللہ نے حرمت رکھی ہے اسے ناحق قتل نہ کرو اور جو مظلوم ہو کر مارا جائے تو ہم نے اس کے وارث کو

ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں مال عطا کرے، اگر وہ غریب ہوں تو ان کا ایمان تباہ ہو جائے گا اور کچھ کی بھلائی مال کم ہونے میں ہوتی ہے، اگر زیادہ آ جائے تو ان کا ایمان ضائع ہونے کا خطرہ ہوتا ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ انہیں غریب رکھتا ہے۔

آیت 31 زمانۂ جاہلیت میں بہت سے اہلِ عرب اپنی چھوٹی بچیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے، امیر تو اس لئے کہ کوئی ہمارا داماد نہ بنے جبکہ غریب اپنی غربت کی وجہ سے کہ انہیں کہاں سے کھلائیں گے، انہیں اس حرکت سے منع کرتے ہوئے آیت میں فرمایا گیا کہ غربت کے ڈر سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو، ہم انہیں بھی رزق دیں گے اور تمہیں بھی، بیشک انہیں قتل کرنا کبیرہ گناہ ہے۔ **اہم بات:** امیر و غریب دونوں گروہوں کا فعل حرام تھا اور قرآن و حدیث میں دونوں کی مذمت ہے البتہ یہاں بطورِ خاص غریبوں کو اس حرکت سے منع کیا گیا ہے۔ یہ اسلام کے زریں کارناموں میں سے ایک ہے کہ اس نے قتل و بربریت کی اس بدترین صورت کا بھی قلع قمع کیا اور بچیوں کی پرورش پر عظیم بشارتیں بھی عطا فرمائیں۔

آیت 32 زنا کی حرمت و خباثت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ بدکاری کے پاس نہ جاؤ بیشک وہ بے حیائی ہے اور بہت ہی برا راستہ ہے۔ **اہم بات:** اسلام بلکہ تمام آسمانی مذاہب میں زنا کو بدترین گناہ اور جرم قرار دیا گیا ہے۔ یہ پرلے درجے کی بے حیائی اور فتنہ و فساد کی جڑ ہے بلکہ اب تو ایڈز کے خوفناک مرض کی شکل میں اس کے دوسرے نقصانات بھی سامنے آ رہے ہیں۔

آیت 33 یہاں ایک اور کبیرہ گناہ قتلِ ناحق کا بیان ہے، ارشاد فرمایا کہ جس جان کی اللہ تعالیٰ نے حرمت رکھی ہے اسے ناحق قتل نہ کرو اور جو مظلوم ہو کر مارا جائے تو ہم نے اس کے وارث کو قاتل پر قابو دیا ہے تو وہ وارث قتل کا بدلہ لینے میں حد سے نہ بڑھے جیسے زمانۂ جاہلیت میں ایک مقتول کے بدلے میں کئی کئی لوگوں کو قتل کر دیا جاتا تھا بلکہ صرف قاتل سے قصاص لیا جائے اور کسی سے نہیں۔ بے شک اس کی یعنی ولی کی یا مقتول مظلوم کی یا وہ شخص جس کو ولی ناحق قتل کرے اس کی مدد ہونی ہے۔ **اہم باتیں:** (1) قصاص لینے کا حق ولی کو ہے اور ولی میں وہی ترتیب ہے جو عصبات (رشتے داروں کی ایک خاص قسم) میں ہے اور جس کا ولی نہ ہو اس کا ولی سلطان ہے۔ (2) قصاص حق العبد ہے، اگر ولی چاہے تو معاف کر دے۔ **درس:** اسلام میں انسانی جان کی بہت زیادہ حرمت ہے اور قتلِ ناحق شدید کبیرہ گناہ ہے لیکن کتنے افسوس کی بات ہے کہ آج ہمارے معاشرے میں اس کی سنگینی کم ہوتی جا رہی ہے۔

سُلْطٰنًا فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا ﴿٣٣﴾ وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا

قابو دیا ہے تو وہ وارث قتل کا بدلہ لینے میں حد سے نہ بڑھے۔ بیشک اس کی مدد ہونی ہے ○ اور یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ مگر

بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۪ وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا ﴿٣٤﴾

اسی طریقے سے جو سب سے اچھا ہے یہاں تک کہ وہ اپنی پکی عمر کو پہنچ جائے اور عہد پورا کرو بیشک عہد کے بارے میں سوال کیا جائے گا○

وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ﴿٣٥﴾

اور جب ناپ کرو تو پورا ناپ کرو اور بالکل صحیح ترازو سے وزن کرو۔ یہ بہتر ہے اور انجام کے اعتبار سے اچھا ہے ○

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ

اور اس بات کے پیچھے نہ پڑ جس کا تجھے علم نہیں بیشک کان اور آنکھ اور دل ان سب کے بارے میں

مَسْـُٔوْلًا ﴿٣٦﴾ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ۚ اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ

سوال کیا جائے گا○ اور زمین میں اتراتے ہوئے نہ چل بیشک تو ہرگز نہ زمین کو پھاڑ دے گا اور نہ ہرگز بلندی میں پہاڑوں کو

آیت 34 فرمایا کہ یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ مگر صرف اچھے طریقے سے اور وہ یہ ہے کہ اس کی حفاظت کرو اور اس کو بڑھاؤ یہاں تک کہ وہ اپنی پختہ عمر کو پہنچ جائے تو اس کا مال اس کے حوالے کر دو اور وہ 18 سال کی عمر ہے اور عہد پورا کرو خواہ اللہ تعالیٰ کا ہو یا بندوں کا۔ بے شک عہد کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ **اہم باتیں:** (1) یتیم کا کل یا بعض مال غصب کر لینا، اس میں خیانت کرنا، اس کے دینے میں بلاوجہ ٹال مٹول کرنا سب حرام ہے۔ (2) یتیم کا ولی یتیم کے مال سے تجارت کر سکتا ہے جس سے اس کا مال بڑھے۔ اسی طرح اس کا روپیہ سود کے بغیر بینک میں اس کے نام پر رکھنا جائز ہے کہ یہ حفاظت کی قسم ہے۔

آیت 35 فرمایا کہ جب ناپ کرو تو پورا ناپ کرو اور بالکل صحیح ترازو سے وزن کرو۔ یہ بہتر ہے اور انجام کے اعتبار سے اچھا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) دیتے وقت ناپ تول پورا کرنا فرض ہے بلکہ کچھ نیچا تول دینا یعنی بڑھا کر دینا مستحب ہے۔ (2) ناپ تول پورا کرنے کا دنیا میں بھی اچھا انجام ہے کہ لوگوں میں نیک نامی ہوتی ہے جس سے تجارت بڑھتی ہے۔

آیت 36 ارشاد فرمایا: اس بات کے پیچھے نہ پڑ جس کا تجھے علم نہیں یعنی جس چیز کو دیکھا نہ ہو اُس کے بارے میں یہ نہ کہو کہ میں نے دیکھا ہے اور جس بات کو سنا نہ ہو اس کے بارے میں یہ نہ کہو کہ میں نے سنا ہے اور فرمایا کہ کان، آنکھ اور دل سب کے بارے میں سوال کیا جائے گا کہ تم نے ان سے کیا کام لیا۔ **اہم بات:** آیت میں جھوٹی گواہی، جھوٹے الزامات اور دیگر جھوٹے اَقوال کی مُمانعت ہے۔ حدیثِ پاک میں ہے: جھوٹے گواہ کے قدم ہٹنے بھی نہ پائیں گے کہ اللہ تعالیٰ اُس کے لیے جہنم واجب کر دے گا۔ (ابن ماجہ، حدیث: 2373)

آیت 37 فرمایا کہ زمین میں اتراتے ہوئے یعنی تکبر و خود نمائی سے نہ چل بیشک تو ہرگز نہ زمین کو پھاڑ دے گا اور نہ ہرگز بلندی میں پہاڑوں کو پہنچ جائے گا یعنی تکبر و خود نمائی سے کچھ فائدہ نہیں البتہ کئی صورتوں میں گناہ لازم ہو جاتا ہے لہٰذا اترانا چھوڑو اور عاجزی و

طُوْلًا ﴿٣٧﴾ كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا ﴿٣٨﴾ ذٰلِكَ مِمَّاۤ اَوْحٰۤى

پہنچ جائے گا○ ان تمام کاموں میں سے جو برے کام ہیں وہ تمہارے رب کے نزدیک ناپسندیدہ ہیں○ یہ وحی کی اُن حکمت والی باتوں

اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ ؕ وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتُلْقٰى فِيْ جَهَنَّمَ

میں سے ہیں جو تمہارے رب نے تمہاری طرف بھیجی ہیں اور اے سننے والے! تو اللہ کے ساتھ دوسرا معبود نہ ٹھہرا، ورنہ تجھے ملامت زدہ،

مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا ﴿٣٩﴾ اَفَاَصْفٰىكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِيْنَ وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ اِنَاثًا ؕ

مردود کرکے جہنم میں ڈال دیا جائے گا○ کیا تمہارے رب نے تمہارے لئے بیٹے چن لئے اور اپنے لیے فرشتوں سے بیٹیاں بنالیں۔

اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِيْمًا ﴿٤٠﴾ ع وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِيَذَّكَّرُوْا ؕ وَمَا يَزِيْدُهُمْ ع ٤

بیشک تم بہت بڑی بات بول رہے ہو○ اور بیشک ہم نے اس قرآن میں طرح طرح سے بیان فرمایا تاکہ وہ سمجھیں اور یہ سمجھانا ان کے

انکساری قبول کرو۔ **اہم باتیں:** (1) فخر و تکبر کی چال اور متکبرین کی سی بیٹھک وغیرہ سب ممنوع ہیں، ہمارے چلنے پھرنے میں تواضع، اِنکساری، وقار اور آہستگی ہونی چاہئے۔ متکبرانہ اور اوباشوں، لفنگوں والی چال اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے۔ (2) اسلام ہمیں صرف عقائد و عبادات ہی کی تعلیم نہیں دیتا بلکہ معاشرت اور رہن سہن کے طریقے بھی بتاتا ہے۔

آیت 38 فرمایا کہ ان تمام کاموں میں سے جو برے کام ہیں وہ تمہارے رب کے نزدیک ناپسندیدہ اور اس کی مرضی کے برخلاف ہیں۔

آیت 39 فرمایا کہ یہ وحی یعنی اس رکوع میں جو احکام دیئے گئے ہیں وہ حکمت والے احکام ہیں جو اے حبیب! تمہارے رب نے تمہاری طرف بھیجے ہیں اور اے سننے والے! تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرا معبود نہ ٹھہرا، ورنہ تجھے ملامت زدہ، مردود کرکے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ **اہم باتیں:** (1) حکمت کا کام وہ ہے جس کی صحت پر عقل گواہی دے اور اُس سے نفس کی اصلاح ہو۔ (2) اِن آیات کا حاصل توحید اور نیکیوں کا حکم دینا، دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی طرف رغبت دلانا ہے۔ (3) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہمانے فرمایا کہ یہ 18 آیتیں ﴿لَاتَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ﴾ سے ﴿مَدْحُوْرًا﴾ تک حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی تختیوں میں تھیں۔

آیت 40 مشرکینِ عرب فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہتے تھے، ان کی تردید میں یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا: بد نصیبو! اپنے لئے لڑکیاں پسند نہیں کرتے، ان کی پیدائش پر برا مناتے بلکہ انہیں قتل کر دیتے ہو اور اللہ تعالیٰ کے لئے لڑکیاں ثابت کرتے ہو، کیا خدا نے تمہارے خیال کے مطابق اچھی چیز یعنی لڑکے تمہیں دیئے اور بری چیز اپنے لئے رکھی۔ یقیناً تم بہت ہی سخت بات کہہ رہے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے لئے اولاد ثابت کرتے ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے پھر اس میں بھی اپنی بڑائی رکھتے ہو کہ اپنے لئے بیٹے پسند کرتے اور اس کے لئے بیٹیاں تجویز کرتے ہو۔ یہ تمہاری کتنی بے ادبی اور گستاخی ہے۔

آیت 41 فرمایا کہ ہم نے اس قرآن میں نصیحت کی باتیں بار بار اور کئی طرح سے جیسے کہیں دلائل سے تو کہیں مثالوں سے، کہیں حکمتوں سے اور کہیں عبرتوں سے بیان فرمائیں اور ان مختلف انداز میں بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ لوگ کسی طرح نصیحت و ہدایت کی طرف

Go To Index

اِلَّا نُفُوۡرًا ﴿۴۱﴾ قُلۡ لَّوۡ کَانَ مَعَهٗۤ اٰلِهَةٌ کَمَا یَقُوۡلُوۡنَ اِذًا لَّابۡتَغَوۡا اِلٰی ذِی الۡعَرۡشِ

دور ہونے کو ہی بڑھا رہا ہے ○ تم فرماؤ: جیسا کافر کہہ رہے ہیں اس طرح اگر اللہ کے ساتھ اور معبود ہوتے جب تو وہ عرش کے مالک کی طرف

سَبِیۡلًا ﴿۴۲﴾ سُبۡحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰی عَمَّا یَقُوۡلُوۡنَ عُلُوًّا کَبِیۡرًا ﴿۴۳﴾ تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبۡعُ

کوئی راہ ڈھونڈ نکالتے ○ وہ ظالموں کی بات سے پاک اور بہت ہی بلند و بالا ہے ○ ساتوں آسمان اور زمین اور جو مخلوق ان میں ہے

وَ الۡاَرۡضُ وَ مَنۡ فِیۡهِنَّ ؕ وَ اِنۡ مِّنۡ شَیۡءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمۡدِهٖ وَ لٰکِنۡ لَّا تَفۡقَهُوۡنَ

سب اسی کی پاکی بیان کرتے ہیں اور کوئی بھی شے ایسی نہیں جو اس کی حمد بیان کرنے کے ساتھ اس کی پاکی بیان نہ کرتی ہو لیکن تم لوگ

آئیں اور سمجھیں اور یہ سمجھانا کفار کی حق سے نفرت میں ہی اضافہ کر رہا ہے کیونکہ بارش اگرچہ بابرکت ہوتی ہے لیکن جہاں گندگی کا ڈھیر ہو وہاں بدبو میں ہی اضافہ ہوتا ہے۔ **اہم بات:** یہاں علمِ نفسیات کا ایک اصول بیان ہوا کہ لوگوں سے ان کی ذہنی صلاحیتوں کے مطابق کلام کیا جائے کیونکہ بعض لوگ دلائل سے، بعض ڈر سے اور بعض مثالوں سے مانتے ہیں یونہی ایک آدمی کی حالت ہی مختلف ہوتی رہتی ہے، کبھی اسے ڈرا کر سمجھانا مفید ہوتا ہے اور کبھی نرمی سے۔ قرآنِ پاک نے تمام لوگوں کو ان کے احوال کی رعایت کرتے ہوئے سمجھایا ہے۔

آیت 42 ارشاد فرمایا: اے حبیب! آپ فرمادیں: جیسا کافر کہہ رہے ہیں اس طرح اگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور معبود ہوتے جب تو وہ عرش کے مالک کی طرف کوئی راہ ڈھونڈ نکالتے۔ **اہم بات:** یہاں توحید کی ایک قطعی مگر نہایت عام فہم دلیل بیان ہوئی کہ بالفرض اگر دو خدا ہوتے تو ان میں ایک کا دوسرے سے ٹکراؤ لازمی طور پر ممکن ہوتا جیسے ان میں سے ایک ارادہ کرتا کہ زید حرکت کرے اور دوسرا ارادہ کرتا کہ وہ ساکن رہے۔ اب اگر ان کے ارادوں کے مطابق حرکت اور سکون دونوں واقع ہوں تو دو متضاد چیزوں کا جمع ہونا لازم آئے گا، اگر دونوں ہی نہ واقع ہوں تو ان خداؤں کا عاجز ہونا لازم آئے گا اور اگر ایک واقع ہو دوسری نہ ہو تو دونوں میں سے ایک خدا کا عاجز ہونا لازم آئے گا اور جو عاجز ہے وہ خدا نہیں کیونکہ عاجز ہونا محتاجی اور نقص ہے اور واجب الوجود ہونے کے منافی ہے تو ثابت ہوا کہ دو خدا ہونا ہی محال ہے۔

آیت 43 اللہ تعالیٰ ظالم کافروں کی شرکیہ بات سے پاک اور بہت ہی بلند و بالا ہے۔

آیت 44 عظمتِ الٰہی کا بیان ہو رہا ہے، فرمایا کہ ساتوں آسمان اور زمین اور ان میں بسنے والی ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور تسبیح و تقدیس میں مشغول ہے، یہ تسبیح زبانِ حال سے بھی ہے کہ تمام مخلوقات کے وجود اپنے بنانے والے کی قدرت و حکمت پر دلالت کرتے ہیں اور زبانِ قال سے بھی البتہ تم ان کی تسبیح سمجھتے نہیں۔ زبانِ حال کی تسبیح تو وہ لوگ نہیں سمجھتے جو مخلوق میں غور کر کے خالق کی معرفت حاصل نہیں کرتے اور زبانِ قال کی تسبیح عمومی طور پر کوئی نہیں سمجھتا کیونکہ ہر شے کس زبان میں تسبیح کرتی ہے ہم نہیں سمجھتے اور ہر چیز کی تسبیح کا جان لینا ہمارے لئے مشکل ہے البتہ اللہ تعالیٰ کسی کو ان چیزوں کی تسبیح سمجھنے کی صلاحیت دیدے تو جدا بات ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ حلم والا، بخشنے والا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہر زندہ چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے۔ (خازن، 3/176) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی

تَسْبِیْحَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِیْمًا غَفُوْرًا ﴿۴۴﴾ وَ اِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَیْنَكَ وَ

ان چیزوں کی تسبیح کو سمجھتے نہیں۔ بیشک وہ حلم والا، بخشنے والا ہے○ اور اے حبیب! جب تم نے قرآن پڑھا تو ہم نے تمہارے اور

بَیْنَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا ﴿۴۵﴾ۙ وَّ جَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ

آخرت پر ایمان نہ لانے والوں کے درمیان ایک چھپا ہوا پردہ کر دیا○ اور ہم نے ان کے دلوں پر غلاف ڈال دیئے ہیں تاکہ

یَّفْقَهُوْهُ وَ فِیْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَ اِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِی الْقُرْاٰنِ وَحْدَهٗ وَلَّوْا عَلٰۤى

اس قرآن کو نہ سمجھیں اور ان کے کانوں میں بوجھ ڈال دیا اور جب تم قرآن میں اپنے اکیلے رب کا ذکر کرتے ہو تو وہ کافر نفرت کرتے ہوئے

اَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا ﴿۴۶﴾ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَسْتَمِعُوْنَ بِهٖۤ اِذْ یَسْتَمِعُوْنَ اِلَیْكَ وَ اِذْ هُمْ

پیٹھ پھیر کر بھاگتے ہیں○ ہم خوب جانتے ہیں کہ جب وہ آپ کی طرف کان لگا کر سنتے ہیں تو وہ اسے کیوں سنتے ہیں اور جب وہ آپس میں

انگشتِ مبارک سے پانی کے چشمے جاری ہوتے میں نے دیکھے اور ہم کھاتے وقت کھانے کی تسبیح سنا کرتے تھے۔(بخاری، حدیث:3579)

(2) مفسرین نے کہا ہے کہ دروازہ کھولنے کی آواز اور چھت کا چٹخنا بھی تسبیح کرنا ہے۔

آیت 45 **شانِ نزول:** جب سورۂ تَبَّتۡ یَدَا نازل ہوئی تو ابولہب کی بیوی پتھر لے کر آئی، حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تشریف رکھتے تھے، وہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو نہ دیکھ سکی اور حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ سے بات کر کے واپس چلی گئی۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے بڑے تعجب کے ساتھ عرض کیا کہ (آپ کے یہاں موجود ہونے کے باوجود) اس نے آپ کو دیکھا نہیں؟ فرمایا: میرے اور اس کے درمیان ایک فرشتہ حائل رہا۔ اس واقعہ کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا: اے حبیب! جب تم نے قرآن پڑھا تو ہم نے تمہارے اور آخرت پر ایمان نہ لانے والوں کے درمیان ایک چھپا ہوا پردہ کر دیا چنانچہ وہ آپ کو نہ دیکھ سکی۔

آیت 46 فرمایا کہ کفار کی ضد و انانیّت کے باعث اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے ہیں جس سے وہ قرآن کریم کو درست طور پر سمجھ نہیں سکتے اور ان کے کانوں میں بھی بوجھ ڈال دیئے جس کے باعث وہ قرآن شریف سنتے نہیں اور جب تم قرآن میں اپنے اکیلے رب کا ذکر کرتے ہو تو وہ کافر نفرت کرتے ہوئے پیٹھ پھیر کر بھاگتے ہیں۔ **اہم بات:** قرآن کی صحیح سمجھ ایمان اور تقویٰ سے حاصل ہوتی ہے، اس کے بغیر بسا اوقات ذہن الٹا کام کرتا ہے جیسا آج کل دیکھا جا رہا ہے۔

آیت 47 فرمایا کہ ہم خوب جانتے ہیں کہ جب وہ آپ کی طرف کان لگا کر قرآن سنتے ہیں تو وہ اسے کیوں سنتے ہیں، اس کی وجہ تمسخر اور تکذیب ہے اور جب وہ آپ کے متعلق آپس میں مشورہ کرتے ہیں جب ظالم کہتے ہیں: تم تو صرف ایک ایسے مرد کی پیروی کر رہے ہو جس پر جادو ہوا ہے۔ **اہم بات:** یہاں کفار کے دو جرم بیان ہوئے: (1) سنتے بھی ہیں تو تمسخر اور تکذیب کے لئے (2) ان میں کوئی آپ کو مجنون کہتا ہے، کوئی جادوگر، کوئی کاہن اور کوئی شاعر۔

نَجْوٰۤى اِذْ يَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ﴿۴۷﴾ اُنْظُرْ كَيْفَ

مشورہ کرتے ہیں جب ظالم کہتے ہیں: تم تو صرف ایک ایسے مرد کی پیروی کررہے ہو جس پر جادو ہوا ہے ○ دیکھو! انہوں نے تمہارے لئے کیسی

ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ﴿۴۸﴾ وَ قَالُوْۤا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّ رُفَاتًا

مثالیں بیان کی ہیں تو یہ گمراہ ہوئے پس یہ راستہ پانے کی طاقت نہیں رکھتے ○ اور انہوں نے کہا: کیا جب ہم ہڈیاں اور ریزہ ریزہ

ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ﴿۴۹﴾ قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِيْدًا ﴿۵۰﴾ اَوْ خَلْقًا مِّمَّا

ہوجائیں گے تو کیا واقعی ہمیں نئے سرے سے پیدا کر کے اٹھایا جائے گا؟ ○ تم فرماؤ کہ پتھر بن جاؤ یا لوہا ○ یا اور کوئی مخلوق جو

يَكْبُرُ فِيْ صُدُوْرِكُمْ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ مَنْ يُّعِيْدُنَا ؕ قُلِ الَّذِيْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ

تمہارے خیال میں بہت بڑی ہے تو اب کہیں گے: ہمیں دوبارہ کون پیدا کرے گا؟ تم فرماؤ: وہی جس نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا

فَسَيُنْغِضُوْنَ اِلَيْكَ رُءُوْسَهُمْ وَ يَقُوْلُوْنَ مَتٰى هُوَ ؕ قُلْ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا ﴿۵۱﴾ يَوْمَ

تو اب آپ کی طرف تعجب سے اپنے سر ہلا کر کہیں گے: یہ کب ہوگا؟ تم فرماؤ: ہو سکتا ہے کہ یہ نزدیک ہی ہو ○ جس دن

آیت 48 فرمایا کہ یہ کفار حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے لئے کیسی باتیں کہتے ہیں کہ آپ کو ناقص صفات کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں جیسے جادوگر، کاہن وغیرہ کے ساتھ۔ فرمایا: اس سبب سے یہ گمراہ ہوئے پس یہ حق کا راستہ پانے کی طاقت نہیں رکھتے۔ **اہم بات:** حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم یا آپ کی کسی صفت کو کسی گھٹیا چیز سے تشبیہ دینا کفر ہے جیسے آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے علمِ مبارک کو مَعَاذَ اللہ کوئی جانوروں کے علم سے تشبیہ دے تو یقیناً ایسا شخص توہین کا مُرتکب ہے۔

آیت 49 یہاں سے رکوع کے آخر تک قیامت کے متعلق کفار کے عمومی اعتراض اور اس کے جواب کا بیان ہے، کفار نے کہا کہ کیا جب ہم ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو کیا واقعی ہمیں نئے سرے سے پیدا کر کے اٹھایا جائے گا؟

آیت 50، 51 ان دو آیات میں کفار کا رد کرتے ہوئے فرمایا گیا: اے حبیب! تم کافروں سے فرماؤ کہ تم پتھر بن جاؤ یا لوہا یا اس سے بڑی کوئی مخلوق مثلاً آسمان بن جاؤ تب بھی اللہ تعالیٰ تمہیں زندگی دے سکتا ہے، یہ سب چیزیں زندگی سے دور ہیں، ان میں کبھی تمہاری طرح روح نہیں پھونکی گئی، اگر اللہ چاہے تو انہیں بھی زندگی دے سکتا ہے تو ہڈیوں اور جسم کے ذرّوں کو زندہ کرنا اس کی قدرت سے کیا بعید ہے جو پہلے بھی زندہ رہ چکے ہیں۔ مزید فرمایا کہ یہ کفار اب کہیں گے: ہمیں دوبارہ کون پیدا کرے گا؟ تم فرماؤ کہ تمہیں وہی دوبارہ پیدا کرے گا جس نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا۔ یہ سن کر بھی کفار ماننے کی طرف نہیں آئیں گے بلکہ مذاق کے طور پر تعجب سے اپنے سر ہلا کر کہیں گے: یہ کب ہوگا؟ تم فرماؤ: ہو سکتا ہے کہ یہ نزدیک ہی ہو۔

آیت 52 فرمایا کہ جس دن اللہ تعالیٰ تمہیں قبروں سے میدانِ قیامت کی طرف بلائے گا تو تم سب اپنے سروں سے خاک جھاڑتے، سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ کہتے اور یہ اقرار کرتے ہوئے آؤ گے کہ اللہ تعالیٰ ہی پیدا کرنے والا اور مرنے کے بعد اُٹھانے والا ہے اور

Go To Index

يَدۡعُوۡكُمۡ فَتَسۡتَجِيۡبُوۡنَ بِحَمۡدِهٖ وَتَظُنُّوۡنَ اِنۡ لَّبِثۡتُمۡ اِلَّا قَلِيۡلًا ﴿۵۲﴾ وَقُلۡ

وہ تمہیں بلائے گا تو تم اس کی حمد کرتے ہوئے جواب دو گے اور تم سمجھو گے کہ تم بہت تھوڑا عرصہ رہے ہو○ اور اے حبیب! آپ

لِّعِبَادِىۡ يَقُوۡلُوا الَّتِىۡ هِىَ اَحۡسَنُ ؕ اِنَّ الشَّيۡطٰنَ يَنۡزَغُ بَيۡنَهُمۡ ؕ اِنَّ الشَّيۡطٰنَ

میرے بندوں سے فرمادیں کہ وہ ایسی بات کہیں جو سب سے اچھی ہو۔ بیشک شیطان لوگوں کے درمیان فساد ڈال دیتا ہے۔ بیشک شیطان

كَانَ لِلۡاِنۡسَانِ عَدُوًّا مُّبِيۡنًا ﴿۵۳﴾ رَبُّكُمۡ اَعۡلَمُ بِكُمۡ ؕ اِنۡ يَّشَاۡ يَرۡحَمۡكُمۡ اَوۡ اِنۡ يَّشَاۡ يُعَذِّبۡكُمۡ ؕ

انسان کا کھلا دشمن ہے○ تمہارا رب تمہیں خوب جانتا ہے، وہ اگر چاہے تو تم پر رحم کرے یا اگر چاہے تو تمہیں عذاب دے

وَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ عَلَيۡهِمۡ وَكِيۡلًا ﴿۵۴﴾ وَرَبُّكَ اَعۡلَمُ بِمَنۡ فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ وَلَقَدۡ

اور ہم نے آپ کو ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا○ اور تمہارا رب خوب جانتا ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اور بیشک

قیامت کے کٹھن اَوقات کی وجہ سے یا اس کے مقابلے میں تم سمجھو گے کہ دنیا میں یا قبروں میں تمہارا اقیام بڑا مختصر تھا۔

آیت 53 **شانِ نزول:** (1) مشرکین مسلمانوں کے ساتھ بدکلامیاں کرتے اور انہیں ایذائیں دیتے تھے، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے اس کی شکایت کی۔ (2) ایک کافر نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شان میں بیہودہ کلمہ زبان سے نکالا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی، جس میں فرمایا گیا کہ اے حبیب! آپ ایمان والوں سے فرمادیں کہ وہ کافروں سے وہ بات کیا کریں جو نرم یا پاکیزہ ہو، ادب اور تہذیب کی ہو، ارشاد و ہدایت کی ہو حتّٰی کہ کفار اگر بے ہودگی کریں تو اُن کا جواب اُنہیں کے انداز میں نہ دیا جائے۔ اور فرمایا کہ بدتہذیبی اور بدتمیزی شیطان کے ہتھیار ہیں، ان کے ذریعے وہ تمہیں غصہ دلاتا اور بھڑکاتا ہے کہ ترکی بہ ترکی جواب دو، جس سے لڑائی فساد کی نوبت آجائے۔ یہ شیطان کی انسان سے دشمنی ہے اور شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔ **اہم باتیں:** (1) ہر حال میں صبر ہی کرنا جہاد کے حکم سے پہلے تھا، بعد میں منسوخ ہو گیا۔ فی زمانہ جہاد کا حکم موجود ہے لیکن حکومت کے انتظام سے ہوتا ہے۔ (2) انفرادی طور پر کفار کی بداخلاقی کا جواب اخلاق سے دینا اب بھی سنت ہے۔ ہمیں حکم ہے کہ دلیل تو قوی دو مگر بے ہودہ بات منہ سے نہ نکالو۔ فی زمانہ اس حکم پر عمل کرنے کی سخت حاجت ہے کیونکہ ہمارے ہاں دلیل سے پہلے گولی اور گالی کا رجحان بڑھتا جارہا ہے۔

آیت 54 فرمایا کہ تمہارا رب تمہیں خوب جانتا ہے، وہ چاہے تو اے کافرو! تمہیں توبہ اور ایمان کی توفیق عطا فرما کر تم پر رحم فرمائے اور چاہے تو حالتِ کفر میں باقی رکھ کر عذاب دے۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو فرمایا کہ ہم نے آپ کو ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا کہ آپ ان کے اعمال کے ذمہ دار ہوں بلکہ آپ صرف مبلغ بنا کر بھیجے گئے ہیں۔

آیت 55 فرمایا کہ تمہارا رب آسمان و زمین میں موجود ساری مخلوق کے سب اَحوال جانتا ہے اور اس بات کو بھی کہ کون کس لائق ہے اور بے شک ہم نے نبیوں میں ایک کو دوسرے پر مخصوص فضائل کے ساتھ فضیلت عطا فرمائی جیسے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو خلیل بنایا، حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو کلیم بنایا، سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو حبیب بنایا اور بے شمار امور میں آپ کو فضیلتِ تامہ عطا فرمائی۔

فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِیّٖنَ عَلٰی بَعْضٍ وَّ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ﴿۵۵﴾ قُلِ ادْعُوا الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ

ہم نے نبیوں میں ایک کو دوسرے پر فضیلت عطا فرمائی اور ہم نے داؤد کو زبور عطا فرمائی ○ تم فرماؤ: پکارو انہیں جن کو تم

مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا یَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَ لَا تَحْوِیْلًا ﴿۵۶﴾ اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ

اللہ کے سوا (معبود) سمجھتے ہو تو وہ تم سے تکلیف ہٹانے کا اختیار نہیں رکھتے اور نہ اسے پھیر دینے کا ○ وہ مقبول بندے جن کی یہ کافر

یَدْعُوْنَ یَبْتَغُوْنَ اِلٰی رَبِّهِمُ الْوَسِیْلَةَ اَیُّهُمْ اَقْرَبُ وَ یَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ

عبادت کرتے ہیں وہ خود اپنے رب کی طرف وسیلہ تلاش کرتے ہیں کہ ان میں کون زیادہ مقرب ہے۔ وہ اللہ کی رحمت کی امید رکھتے ہیں

وَ یَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ؕ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا ﴿۵۷﴾ وَ اِنْ مِّنْ قَرْیَةٍ اِلَّا نَحْنُ

اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں بیشک تمہارے رب کا عذاب ڈرنے کی چیز ہے ○ اور کوئی بستی نہیں مگر یہ کہ

مزید فرمایا: اور ہم نے داؤد کو زبور عطا فرمائی۔ **اہم بات:** زبور کتابِ الٰہی ہے جو حضرت داؤد علیہ السّلام پر نازل ہوئی۔ اس میں 150 سورتیں ہیں، سب میں دعا، اللہ تعالیٰ کی ثنا اور اس کی تحمید و تمجید ہے، نہ اس میں حلال و حرام کا بیان، نہ فرائض نہ حدود و احکام۔

آیت 56 **شانِ نزول:** کفار شدید قحط میں مبتلا ہوئے اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ کتے اور مردار کھاگئے۔ بالآخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں فریاد لے کر آئے اور دعا کی التجا کی، اس پر یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا: اے حبیب! آپ ان سے فرمادیں کہ جن بتوں کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا معبود مانتے ہو اس وقت انہیں پکارو تو وہ نہ تو اس پر قادر ہیں کہ تم سے تکلیف مٹا دیں اور اور نہ اس پر کہ تم سے مصیبت منتقل کرکے دوسرے پر ڈال دیں اور جب تم جانتے ہو کہ وہ تمہاری مدد نہیں کرسکتے تو کیوں انہیں معبود بناتے ہو۔

آیت 57 کفار کے بہت سے گروہ تھے، کوئی بتوں اور دیوی دیوتاؤں اور کوئی فرشتوں کو پوجتا تھا، یونہی عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو خدا یا خدا کا بیٹا کہتے تھے اور یہودیوں کا ایک گروہ حضرت عزیر علیہ السّلام کو نیز بہت سے لوگ ایسے جنوں کو پوجتے تھے جو اسلام قبول کرچکے تھے لیکن ان کے پوجنے والوں کو خبر نہ تھی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور اُن لوگوں کو شرم دلائی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا جن مُقرَّبِین بارگاہِ الٰہی کو یہ لوگ پوجتے ہیں وہ تو خود اللہ تعالیٰ کی بارگاہ تک رسائی کے لئے وسیلہ تلاش کرتے ہیں کہ ان میں کون زیادہ مقرب ہے تاکہ جو سب سے زیادہ مقرب ہو اس کو وسیلہ بنائیں، جب یہ مقربین بھی بارگاہِ الٰہی تک رسائی کے لئے وسیلہ تلاش کرتے، رحمتِ الٰہی کی امید رکھتے اور عذابِ الٰہی سے ڈرتے ہیں تو کفار انہیں کس طرح معبود سمجھتے ہیں۔ بے شک تمہارے رب کا عذاب ڈرنے کی چیز ہے۔ **اہم بات:** مقرب بندوں کو بارگاہِ الٰہی میں وسیلہ بنانا جائز اور اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کا طریقہ ہے جیسا کہ آیت میں فرمایا گیا۔

آیت 58 فرمایا کہ کوئی بستی نہیں مگر یہ کہ ہم اسے فرمانبردار ہونے کی صورت میں اچھی موت کے ساتھ روزِ قیامت سے پہلے ختم کردیں گے اور اگر گنہگار ہو تو دُنیوی عذاب کے ساتھ ہلاک کردیں گے اور اگر کسی کافر بستی کو دنیوی عذاب نہ آیا تو آخرت میں شدید عذاب دیں گے اور یہ بات لوحِ محفوظ میں لکھی ہوئی ہے۔

مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ یَوْمِ الْقِیٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِیْدًا ؕ كَانَ ذٰلِكَ فِی الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ﴿۵۸﴾

ہم اسے روزِ قیامت سے پہلے ختم کردیں گے یا اسے سخت عذاب دیں گے۔ یہ کتاب میں لکھا ہوا ہے ○

وَ مَا مَنَعَنَاۤ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰیٰتِ اِلَّاۤ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ؕ وَ اٰتَیْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً

اور ہمیں نشانیاں بھیجنے سے صرف اس چیز نے باز رکھا کہ ان نشانیوں کو پہلے لوگوں نے جھٹلایا اور ہم نے ثمود کو اونٹنی واضح نشانی دی

فَظَلَمُوْا بِهَا ؕ وَ مَا نُرْسِلُ بِالْاٰیٰتِ اِلَّا تَخْوِیْفًا ﴿۵۹﴾ وَ اِذْ قُلْنَا لَكَ اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ ؕ

تو انہوں نے اس پر ظلم کیا اور ہم نشانیاں ڈرانے کے لئے ہی بھیجتے ہیں ○ اور جب ہم نے تم سے فرمایا: بیشک سب لوگ تمہارے رب کے

وَ مَا جَعَلْنَا الرُّءْیَا الَّتِیْۤ اَرَیْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ وَ الشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِی الْقُرْاٰنِ ؕ

قابو میں ہیں اور ہم نے آپ کو جو مشاہدہ کرایا اسے لوگوں کیلئے آزمائش بنادیا اور اس درخت کو بھی جس پر قرآن میں لعنت کی گئی ہے

آیت 59 **شانِ نزول:** اہلِ مکہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے کہا تھا کہ صفا پہاڑ کو سونا کردیں اور پہاڑوں کو مکہ سے ہٹادیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو وحی کی کہ اگر آپ فرمائیں تو آپ کی اُمت کو مہلت دی جائے اور اگر آپ فرمائیں تو جو انہوں نے طلب کیا ہے وہ پورا کیا جائے لیکن اگر پھر بھی وہ ایمان نہ لائے تو اُن کو ہلاک کردیا جائے گا، اسی بیان میں یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا کہ ہمیں کفار کی مطلوبہ نشانیاں بھیجنے سے صرف اس چیز نے باز رکھا کہ ان نشانیوں کو پہلے لوگوں نے جھٹلایا تو ہم نے انہیں ہلاک کردیا اور اس کی واضح مثال یہ ہے کہ ہم نے قومِ ثمود کے مطالبے پر حضرت صالح علیہ السلام کو نشانی کے طور پر اونٹنی دی تو قوم نے ماننے کے بجائے اونٹنی پر ہی ظلم کیا کہ اسے قتل کردیا اور یوں گویا اپنی جانوں پر بھی ظلم کیا اور نتیجے میں ہلاک ہوگئے اور یاد رکھو کہ ہم نشانیاں جلد آنے والے عذاب سے ڈرانے کے لئے ہی بھیجتے ہیں۔

آیت 60 ارشاد فرمایا: اے حبیب! یاد کرو جب ہم نے تم سے فرمایا کہ سب لوگ اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہیں تو آپ تبلیغ فرمایئے اور کسی کا خوف نہ کیجئے، اللہ تعالیٰ آپ کا نگہبان ہے اور شبِ معراج بیداری کی حالت میں جو آیاتِ الٰہیہ کا آپ کو معائنہ کروایا گیا وہ لوگوں کے لئے ایک آزمائش تھا اور وہ درخت جس پر قرآن میں لعنت کی گئی ہے یعنی زقوم کا درخت جو جہنم میں پیدا ہوتا ہے اس کو سببِ آزمائش بنادیا کہ ابوجہل نے کہا: اے لوگو! محمد صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم تمہیں جہنم کی آگ سے ڈراتے ہیں کہ وہ پتھروں کو جلا دے گی پھر یہ بھی کہتے ہیں کہ اس میں درخت اُگیں گے۔ آگ میں درخت کہاں رہ سکتا ہے؟ آیت میں مزید فرمایا: ہم انہیں ڈراتے ہیں تو یہ ڈرانا ان کی بڑی سرکشی میں اضافہ کردیتا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) اللہ تعالیٰ کے انسانوں اور ہر شے کو گھیرنے کا معنیٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم و قدرت سب کو گھیرے ہوئے ہے، جسمانی طور پر نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ جسم سے پاک ہے۔ (2) جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے لوگوں کو واقعۂ معراج کی خبر دی تو کفار نے اس کی تکذیب کی اور بعض مسلمان بھی مُرتد ہوگئے۔ (3) اس آیت میں معراجِ جسمانی کا ثبوت ہے کیونکہ مشرکین نے اس کا انکار کیا اور فتنہ اٹھایا، اگر یہ صرف خواب کی معراج ہوتی تو نہ اس کا انکار ہوتا اور نہ فتنہ۔ اس لئے آیت میں ”رویا“ لفظ سے مراد خواب نہیں بلکہ مشاہدہ ہے۔

ع ۷

وَ نُخَوِّفُهُمْ ۙ فَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا طُغْيَانًا كَبِيْرًا ﴿٦٠﴾ وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓىِٕكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ

اور ہم انہیں ڈراتے ہیں تو یہ ڈرانا ان کی بڑی سرکشی میں اضافہ کردیتا ہے ○ اور یاد کرو جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو

فَسَجَدُوْۤا اِلَّاۤ اِبْلِيْسَ ؕ قَالَ ءَاَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِيْنًا ﴿٦١﴾ قَالَ اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِيْ

تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا۔ اس نے کہا: کیا میں اسے سجدہ کروں جسے تو نے مٹی سے بنایا؟ ○ کہنے لگا: بھلا دیکھ تو جسے تو نے

كَرَّمْتَ عَلَيَّ ۫ لَئِنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗۤ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿٦٢﴾

میرے اوپر معزز بنایا، اگر تو نے مجھے قیامت تک مہلت دی تو ضرور میں تھوڑے سے لوگوں کے علاوہ اس کی اولاد کو پیس ڈالوں گا ○

قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمْ جَزَآءً مَّوْفُوْرًا ﴿٦٣﴾ وَ اسْتَفْزِزْ

اللہ نے فرمایا: چلا جا تو ان میں جو تیری پیروی کرے گا تو بیشک جہنم تم سب کی بھرپور سزا ہے ○ اور تو اپنی آواز کے ذریعے

مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَ اَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَ رَجِلِكَ وَ شَارِكْهُمْ فِي الْاَمْوَالِ

جسے پھسلا سکتا ہے پھسلا دے اور ان پر اپنے سواروں اور پیادوں کے ذریعے چڑھائی کردے اور مالوں اور اولاد میں تو ان کا شریک ہو جا

آیت 61 سابقہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو اپنی قوم کی طرف سے پہنچنے والی تکلیفوں کا ذکر فرمایا اور یہاں بیان فرمایا کہ سابقہ انبیا علیہم السّلام کے ساتھ ان کے اہلِ زمانہ کی ایسی ہی رَوِش رہی ہے، ان میں سے حضرت آدم علیہ السّلام کو دیکھ لیں جو اللہ تعالیٰ کے سب سے پہلے مقرب بندے ہیں، انہیں ابلیس کی طرف سے کیسی شدید مشقت کا سامنا ہوا۔ آیت میں فرمایا: یاد کرو! جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ حضرت آدم علیہ السّلام کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا لیکن شیطان نے تکبر اور حضرت آدم علیہ السّلام سے حسد کی وجہ سے جواب دیا: کیا میں اسے سجدہ کروں جسے تو نے مٹی سے بنایا ہے حالانکہ میری پیدائش آگ سے ہے اور میں حضرت آدم علیہ السّلام سے افضل ہوں۔

آیت 62 شیطان نے مزید کہا کہ اے خدا! جسے تو نے میرے اوپر معزز بنایا، مجھ پر فضیلت دی اور سجدہ کرایا اسے مجھ پر کیوں فضیلت دی حالانکہ میں اس سے بہتر ہوں کیونکہ تو نے مجھے آگ سے اور اسے مٹی سے پیدا کیا ہے، میں قسم کھاتا ہوں کہ اگر تو نے مجھے قیامت تک مہلت دی تو میں اس کی اولاد کو پیس ڈالوں گا یعنی گمراہ کردوں گا سوائے ان چند لوگوں کے جنہیں اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے اور وہ اس کے مخلص بندے ہیں۔

آیت 63 اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہاں میری بارگاہ سے نکل جا اور تجھے قیامت تک کی مہلت دی گئی ہے، یاد رکھ کہ جو تیری پیروی کرے گا تو اسے جہنم کی بھرپور سزا ملے گی۔

آیت 64 اللہ تعالیٰ نے مزید فرمایا کہ تو اپنی آواز کے ذریعے جسے پھسلا سکتا ہے پھسلا دے اور ان پر اپنے سواروں اور پیادوں کے ذریعے چڑھائی کردے یعنی اپنے تمام مکر و فریب کے جال اور اپنے تمام لشکر ان کے خلاف استعمال کرلے اور تجھے مہلت دی جاتی ہے

وَ الْاَوْلَادِ وَ عِدْهُمْ ؕ وَ مَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ۝۶۴ اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ

اور ان سے وعدے کرتا رہ اور شیطان ان سے دھوکے ہی کے وعدے کرتا ہے ○ بیشک جو میرے بندے ہیں ان پر تیرا

سُلْطٰنٌ ؕ وَ كَفٰى بِرَبِّكَ وَكِيْلًا ۝۶۵ رَبُّكُمُ الَّذِيْ يُزْجِيْ لَكُمُ الْفُلْكَ فِي الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوْا

کچھ قابو نہیں، اور تیرا رب کافی کارساز ہے ○ تمہارا رب وہ ہے کہ تمہارے لیے دریا میں کشتیاں جاری کرتا ہے تا کہ تم

مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ۝۶۶ وَ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ

اس کا فضل تلاش کرو، بیشک وہ تم پر مہربان ہے ○ اور جب تمہیں دریا میں مصیبت پہنچتی ہے تو اللہ کے سوا جن کی تم عبادت کرتے ہو

اِلَّاۤ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ؕ وَ كَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا ۝۶۷

وہ سب گم ہوجاتے ہیں پھر جب تمہیں خشکی کی طرف نجات دیتا ہے تو تم منہ پھیر لیتے ہو اور انسان بڑا ناشکرا ہے○

کہ گناہ کرواکر ان کے مالوں اور اولاد میں ان کا شریک ہو جا اور ان سے جھوٹے وعدے کرتا رہ۔ اور فرمایا کہ شیطان ان سے دھوکے ہی کے وعدے کرتا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) شیطان کا پھسلانا وسوسے ڈالنا اور معصیت کی طرف بلانا ہے یا اس سے مراد گانے باجے اور لہو ولعب کی آوازیں ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ جو آواز اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف منہ سے نکلے وہ شیطانی آواز ہے۔ (2) مال و اولاد میں شیطان کے شریک ہونے سے مراد ان دونوں میں ہونے والے گناہ ہیں کہ ابلیس اس گناہ کے ارتکاب میں شریک ہے مثلاً سود و غیرہ مال حاصل کرنے کے حرام طریقے اور گناہ کے کاموں میں خرچ کرنا، مالی اُمور میں شیطان کی شرکت ہے جبکہ زنا اور ناجائز طریقے سے اولاد حاصل کرنا اولاد میں شیطان کی شرکت ہے۔

آیت 65 اللہ تعالیٰ نے ابلیس سے فرمایا کہ تجھے مہلت اور اختیار دیا گیا کہ تو مخلوق کو گمراہ کردے اور اپنے جال میں پھنسائے مگر میرے وہ بندے جو اصحابِ فضل وصلاح ہیں جیسے انبیا علیہم السّلام، انہیں میں تجھ سے محفوظ رکھوں گا اور شیطانی مکرو فریب اور وَساوِس ان سے دور کروں گا۔ اور تیرا رب کافی کارساز ہے۔ **اہم بات:** انہی آیات کی بنا پر انبیاءِ کرام علیہم السّلام کے متعلق مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ وہ معصوم ہیں اور انہی کو سامنے رکھ کر علمانے فرمایا کہ اولیاءِ کرام علیہم الرّحمہ بھی گناہوں سے محفوظ ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں میں وہ بھی شامل ہیں۔

آیت 66 فرمایا کہ تمہارا رب وہ ہے جو تمہارے لئے دریا میں کشتیاں جاری کرتا ہے تاکہ تم تجارت کے ذریعے اس کا فضل تلاش کرو، بیشک وہ تم پر مہربان ہے۔

آیت 67 فرمایا کہ اے مشرکو! تمہارا حال یہ ہے کہ جب تمہیں سمندری سفر میں مصیبت آتی اور ڈوبنے کا اندیشہ ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے سوا جن بتوں کی تم عبادت کرتے ہو وہ سب گم ہوجاتے ہیں، اس وقت ان جھوٹے معبودوں میں سے کسی کا نام زبان پر نہیں لاتے بلکہ اللہ تعالیٰ کو ہی پکارنے لگتے ہو پھر جب اللہ تعالیٰ تمہیں طوفان سے نجات دے دیتا اور خشکی کی طرف صحیح سلامت لے آتا ہے تو تم پھر اس کی توحید سے منہ پھیر لیتے اور دوبارہ انہی ناکارہ بتوں کی پرستش شروع کر دیتے ہو۔ اس ساری صورتِ حال کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان بڑا ناشکرا ہے۔

اَفَاَمِنۡتُمۡ اَنۡ یَّخۡسِفَ بِکُمۡ جَانِبَ الۡبَرِّ اَوۡ یُرۡسِلَ عَلَیۡکُمۡ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوۡا لَکُمۡ

کیا تم اس بات سے بے خوف ہوگئے کہ اللہ تمہارے ساتھ خشکی کا کنارہ زمین میں دھنسا دے یا تم پر پتھر بھیجے پھر تم اپنے لئے

وَکِیۡلًا ﴿۶۸﴾ اَمۡ اَمِنۡتُمۡ اَنۡ یُّعِیۡدَکُمۡ فِیۡهِ تَارَةً اُخۡرٰی فَیُرۡسِلَ عَلَیۡکُمۡ قَاصِفًا مِّنَ الرِّیۡحِ

کوئی حمایتی نہ پاؤ○ یا تم اس بات سے بے خوف ہوگئے کہ وہ تمہیں دوبارہ دریا میں لے جائے پھر تم پر جہاز توڑنے والی آندھی بھیج دے

فَیُغۡرِقَکُمۡ بِمَا کَفَرۡتُمۡ ۙ ثُمَّ لَا تَجِدُوۡا لَکُمۡ عَلَیۡنَا بِهٖ تَبِیۡعًا ﴿۶۹﴾ وَلَقَدۡ کَرَّمۡنَا

تو وہ تمہیں تمہارے کفر کے سبب غرق کردے پھر تم اپنے لئے کوئی ایسا نہ پاؤ جو اس پر ہم سے کوئی مطالبہ کرسکے○ اور بیشک ہم نے

بَنِیۡۤ اٰدَمَ وَحَمَلۡنٰهُمۡ فِی الۡبَرِّ وَالۡبَحۡرِ وَرَزَقۡنٰهُمۡ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ وَفَضَّلۡنٰهُمۡ عَلٰی کَثِیۡرٍ مِّمَّنۡ خَلَقۡنَا

اولادِ آدم کو عزت دی اور انہیں خشکی اور تری میں سوار کیا اور ان کو ستھری چیزوں سے رزق دیا اور انہیں اپنی بہت سی مخلوق پر

آیت 68 فرمایا کہ اے لوگو! کیا تم اس بات سے بے خوف ہوگئے کہ تمہارے دریا سے نجات پانے کے بعد اللہ تعالیٰ تمہیں خشکی کے کنارے سمیت زمین میں دھنسا دے جیسا کہ قارون کو زمین میں دھنسا دیا تھا۔ مقصد یہ ہے کہ خشکی وتری سب اللہ تعالیٰ کے تحتِ قدرت ہیں جیساوہ سمندر میں غرق کرنے اور بچانے دونوں پر قادر ہے ایسا ہی خشکی میں بھی زمین کے اندر دھنسا دینے اور محفوظ رکھنے دونوں پر قادر ہے۔ خشکی ہو یا تری ہر جگہ بندہ اس کی رحمت کا محتاج ہے نیز وہ اس پر بھی قدرت رکھتا ہے کہ تم پر پتھروں کی بارش برسادے جیسے قومِ لوط پر بھیجی تھی، پھر تم اپنے لئے کوئی حمایتی نہ پاؤ جو تمہیں بچا سکے۔

آیت 69 مزید فرمایا کہ سمندر کی مشکلات سے نجات پانے کے بعد تم دوبارہ شرک میں پڑ جاتے ہو تو کیا تم اس بات سے بے خوف ہوگئے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں دوبارہ دریا میں لے جائے پھر تم پر جہاز توڑنے والی آندھی بھیج دے تو وہ تمہیں تمہارے کفر کے سبب غرق کر دے پھر تم اپنے لئے کوئی ایسا نہ پاؤ جو ہم سے کوئی مطالبہ کرسکے اور دریافت کرسکے کہ ہم نے ایسا کیوں کیا کیونکہ ہم قادر ومختار ہیں، جو چاہتے ہیں کرتے ہیں، ہمارے کام میں کوئی دخل دینے والا اور دم مارنے والا نہیں۔

آیت 70 اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل، علم، قوتِ گویائی، پاکیزہ صورت اور معتدل قد وقامت عطا کی، جانوروں سے لے کر جہازوں تک کی سواریاں عطا فرمائیں، دنیا و آخرت سنوارنے کی تدبیریں سکھائیں، تمام چیزوں پر غلبہ عطا فرمایا، قوتِ تسخیر بخشی کہ آج انسان زمین اور اس سے نیچے یونہی ہواؤں بلکہ چاند تک کو تسخیر کرچکا ہے اور مریخ تک کی معلومات حاصل کرچکا ہے، بَحر وبَر میں انسان نے اپنی فتوحات کے جھنڈے گاڑ دیئے ہیں، یہ چند مثالیں ہیں ورنہ لاکھوں چیزیں اولادِ آدم کو عطا فرما کر اللہ تعالیٰ نے اسے عزت دی، ان کو لطیف اور خوش ذائقہ غذائیں دیں اور تمام مخلوقات پر فضیلت دی۔ **اہم باتیں:** (1) انسانوں کے خاص افراد یعنی انبیاءِ کرام علیہم السلام فرشتوں کے خاص افراد سے افضل ہیں اور نیک انسان عام فرشتوں سے افضل ہیں۔ (2) فرشتے اللہ تعالیٰ کی بندگی پر مجبور ہیں کیونکہ ان کی فطرت ہی یہ ہے، ان میں عقل ہے لیکن شہوت نہیں اور جانوروں میں شہوت ہے لیکن عقل نہیں جبکہ آدمی میں شہوت اور عقل دونوں ہیں تو جس نے عقل کو شہوت پر غالب کیا وہ فرشتوں سے افضل اور جس نے شہوت کو عقل پر غالب کیا وہ جانوروں سے بدتر ہے۔

Go To Index

تَفْضِيْلًا ﴿٧٠﴾ ع يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمْۚ فَمَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ

بہت سی برتری دی ○ یاد کرو جس دن ہم ہر جماعت کو اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے تو جسے اس کا نامہ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا

فَاُولٰٓىِٕكَ يَقْرَءُوْنَ كِتٰبَهُمْ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ﴿٧١﴾ وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖۤ اَعْمٰى

جائے گا تو وہ لوگ اپنا نامہ اعمال پڑھیں گے اور ان پر ایک دھاگے کے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا ○ اور جو اس زندگی میں اندھا ہوگا

فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿٧٢﴾ وَاِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ عَنِ الَّذِيْۤ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ

وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا اور وہ زیادہ گمراہ ہوگا ○ اور کفار تو چاہتے تھے کہ تمہیں اس وحی سے ہٹادیں جو ہم نے تمہاری طرف بھیجی ہے

لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَهٗ ۖ وَاِذًا لَّاتَّخَذُوْكَ خَلِيْلًا ﴿٧٣﴾ وَلَوْلَاۤ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ

کہ تم ہمارے اوپر وحی سے ہٹ کر کوئی بات منسوب کردو اور اس وقت وہ آپ کو گہرا دوست بنالیں ○ اور اگر ہم تمہیں ثابت قدم نہ رکھتے

لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْـًٔا قَلِيْلًا ﴿٧٤﴾ ۙ اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ ضِعْفَ الْحَيٰوةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ

تو قریب تھا کہ تم ان کی طرف کچھ تھوڑا سا مائل ہوجاتے ○ اور اگر ایسا ہوتا تو ہم تمہیں دنیوی زندگی میں دگنی سزا اور موت کے بعد دگنی سزا

آیت 71 فرمایا کہ یاد کرو جس دن ہم ہر جماعت کو اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے جس کی وہ دنیا میں پیروی کرتا تھا تو نیک لوگ جو دنیا میں صاحبِ بصیرت تھے اور راہِ راست پر چلتے رہے، اُن کو اُن کا نامۂ اعمال سیدھے ہاتھ میں دیا جائے گا، وہ اس میں اپنی نیکیاں لکھی ہوئی دیکھیں گے تو اس کو ذوق و شوق سے پڑھیں گے اور ان کے اعمال کے ثواب میں ادنیٰ سی بھی کمی نہ کی جائے گی۔ **اہم بات:** بعض مفسرین کے نزدیک یہاں ”امام“ سے مراد وہ پیشوا ہے جس کی دعوت پر دنیا میں لوگ چلے خواہ اس نے حق کی دعوت دی ہو یا باطل کی۔ اس سے معلوم ہوا کہ دنیا میں صالحین کو ہی اپنا پیشوا بنانا چاہیے تاکہ قیامت میں انہی کے ساتھ حشر ہو۔

آیت 72 ارشاد فرمایا: جو دنیا کی زندگی میں ہدایت کا راستہ دیکھنے سے اندھا ہوگا وہ آخرت میں نجات کا راستہ دیکھنے سے بھی اندھا ہوگا بلکہ قیامت میں وہ اور زیادہ گمراہ ہوگا۔

آیت 73 **شانِ نزول:** قبیلہ ثقیف کے وفد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے کہا کہ اگر آپ تین باتیں منظور کرلیں تو ہم آپ کی بیعت کرلیں گے، ان میں سے ایک یہ بات کہی کہ آپ کی طرف سے ہمیں ایسا اعزاز ملے جو دوسروں کو نہ ملا ہو تاکہ ہم فخر کرسکیں اور اگر آپ کو عرب کے دوسرے لوگوں کے شکایت کرنے کا اندیشہ ہے تو آپ اُن سے کہہ دیجئے گا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہی ایسا تھا یعنی مَعاذَ اللہ، اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھ دیجئے گا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور بتادیا گیا کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی تربیت اور معاملات کی نگہبانی تو خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تو کیسے ممکن ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی طرف کوئی غلط بات منسوب کرسکیں، آیت میں فرمایا: کفار تو چاہتے تھے کہ تمہیں اس وحی سے ہٹادیں جو ہم نے تمہاری طرف بھیجی ہے کہ تم ہمارے اوپر وحی سے ہٹ کر کوئی بات منسوب کردو اور اس وقت وہ آپ کو گہرا دوست بنالیں۔

آیت 74، 75 ان دو آیات میں کفار کی بات کا رد اور حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی عظمت و شان اور معصومیت کا بیان ہو رہا ہے،

ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيۡنَا نَصِيۡرًا ﴿۷۵﴾ وَ اِنۡ كَادُوۡا لَيَسۡتَفِزُّوۡنَكَ مِنَ الۡاَرۡضِ لِيُخۡرِجُوۡكَ

کا مزہ چکھاتے پھر تم ہمارے مقابل اپنا کوئی مدد گار نہ پاتے ○ اور بیشک قریب تھا کہ وہ تمہیں اس سرزمین سے پھسلا دیں تاکہ تمہیں

مِنۡهَا وَ اِذًا لَّا يَلۡبَثُوۡنَ خِلٰفَكَ اِلَّا قَلِيۡلًا ﴿۷۶﴾ سُنَّةَ مَنۡ قَدۡ اَرۡسَلۡنَا قَبۡلَكَ

اس سے نکال دیں اور اگر ایسا ہوتا تو وہ تمہارے پیچھے تھوڑی ہی مدت ٹھہرتے ○ جیسے ہمارے ان رسولوں کا طریقہ رہا جنہیں ہم نے آپ سے

مِنۡ رُّسُلِنَا وَ لَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحۡوِيۡلًا ﴿۷۷﴾ ع اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوۡكِ الشَّمۡسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيۡلِ ع ۸ ۸

پہلے بھیجا اور تم ہمارے قانون میں کوئی تبدیلی نہ پاؤ گے ○ نماز قائم رکھو سورج ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک

فرمایا گیا کہ اے حبیب! اگر ہم تمہیں معصوم بنا کر ثابت قدم نہ رکھتے تو قریب تھا کہ تم ان کی طرف کچھ تھوڑا سا مائل ہو جاتے لیکن ایسا نہ ہوا بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ثابت قدم رکھا اور اگر بالفرض ایسا ہوتا کہ آپ ان کی طرف جھکتے تو ہم تمہیں دنیوی زندگی میں دگنی سزا اور موت کے بعد دگنی سزا کا مزہ چکھاتے کیونکہ حضورِ پُرنور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کا مرتبہ دوسروں سے بلند تر ہے اس لئے آپ سے پاکیزگی اور کردار میں عظمت کا تقاضا بھی دوسروں کی نسبت زیادہ ہے۔ مزید فرمایا: پھر تم ہمارے مقابل اپنا کوئی مددگار نہ پاتے۔

آیت 76 **شانِ نزول:** کفار نے آپس میں اتفاق کر کے چاہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو سرزمینِ عرب سے باہر نکال دیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کا یہ ارادہ پورا نہ ہونے دیا، اس واقعہ کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا کہ ان لوگوں نے آپ کو یہاں سے نکالنے کا منصوبہ بنایا مگر اللہ تعالیٰ نے ایسا نہ ہونے دیا اور اگر بالفرض یہ آپ کو نکال دیتے تو آپ کے بعد یہ بھی جلد ہلاک کر دیئے جاتے کیونکہ نبی علیہ السلام کے تشریف لے جانے کے بعد عذابِ الٰہی آجاتا ہے۔

آیت 77 فرمایا کہ جیسے ہمارا ان رسولوں علیہمُ السّلام کے بارے میں طریقہ رہا جنہیں ہم نے آپ سے پہلے بھیجا کہ جس قوم نے انہیں ان کے وطن سے نکالا اور وہاں کوئی مسلمان باقی نہ رہا اور ان لوگوں کے ایمان لانے کی بھی امید نہ رہی تو ہم نے اس قوم کو ہلاک کر دیا اور تم ہمارے اس قانون میں کوئی تبدیلی نہ پاؤ گے۔ **اہم بات:** اہلِ مکہ کی بچت کی وجہ یہ رہی کہ وہاں مسلمان باقی رہے، وہاں خانہ کعبہ تھا اور وہاں کے لوگوں کے بارے میں ایمان کی قوی امید بھی موجود تھی۔

آیت 78 ارشاد فرمایا: **نماز قائم رکھو سورج ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک۔** اس دورانیے میں چار نمازیں آگئیں: ظہر، عصر، مغرب اور عشا، کیونکہ یہ چاروں نمازیں سورج ڈھلنے سے رات گئے تک پڑھی جاتی ہیں۔ مزید فرمایا: ”صبح کا قرآن قائم رکھو“، اس سے نمازِ فجر مراد ہے اور اسے قرآن اس لئے فرمایا گیا کہ قراءت ایک رُکن ہے اور صبح کی نماز کی فضیلت کے بارے میں فرمایا: بے شک صبح کے قرآن میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں یعنی نمازِ فجر میں رات کے فرشتے بھی موجود ہوتے ہیں اور دن کے فرشتے بھی آجاتے ہیں چنانچہ حدیثِ پاک میں ہے: باجماعت نماز کو تمہارے تنہا کی نماز پر 25 درجے فضیلت حاصل ہے اور فجر کی نماز میں رات اور دن کے فرشتے جمع ہوتے ہیں۔ (بخاری، حدیث: 485)

وَ قُرْاٰنَ الْفَجْرِؕ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ﴿۷۸﴾ وَ مِنَ الَّیْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖۗ

اور صبح کا قرآن، بیشک صبح کے قرآن میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں ○ اور رات کے کچھ حصے میں تہجد پڑھو یہ خاص تمہارے لیے زیادہ ہے۔

عَسٰۤى اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ﴿۷۹﴾ وَ قُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ

قریب ہے کہ آپ کا رب آپ کو ایسے مقام پر فائز فرمائے گا کہ جہاں سب تمہاری حمد کریں ○ اور اے حبیب! یوں عرض کرو کہ اے

صِدْقٍ وَّ اَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّ اجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا ﴿۸۰﴾

میرے رب مجھے پسندیدہ طریقے سے داخل فرما اور مجھے پسندیدہ طریقے سے نکال دے اور میرے لئے اپنی طرف سے مدد گار قوت بنا دے ○

آیت 79 مزید فرمایا: اور رات کے کچھ حصّے میں تہجد پڑھو یہ خاص آپ لئے زیادہ ہے آپ کی امت پر یہ نماز فرض نہیں۔ قریب ہے کہ آپ کا رب آپ کو آخرت میں ایسے مقام پر فائز فرمائے گا کہ جہاں سب اولین و آخرین آپ کی حمد کریں گے۔ **اہم باتیں:** (1) نمازِ تہجد حضور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم پر فرض تھی، جمہور کا یہی قول ہے جبکہ آپ کی اُمت کے لئے سنت ہے۔ حدیثِ پاک میں ہے: رات میں قیام کو اپنے اوپر لازم کرلو کہ یہ اگلے نیک لوگوں کا طریقہ، تمہارے رب کی طرف قربت کا ذریعہ، گناہوں کو مٹانے والا اور گناہ سے روکنے والا ہے۔ (ترمذی، حدیث: 3560) (2) آیت میں مقامِ محمود کا ذکر ہے اور مقامِ محمود مقامِ شفاعت ہے کہ اس میں اوّلین و آخرین حضور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی حمد کریں گے، چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے عرض کی گئی: مقامِ محمود کیا چیز ہے؟ ارشاد فرمایا: وہ شفاعت ہے۔ (ترمذی، حدیث: 3148) **حضور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے لئے وسیلہ اور مقامِ محمود کی دعا مانگنے کی فضیلت:** حدیثِ پاک میں ہے: "جو اذان سن کر یہ دعا کرے: اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّآمَّۃِ وَالصَّلَاۃِ الْقَآئِمَۃِ آتِ مُحَمَّدَانِ الْوَسِیْلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ وَابْعَثْہُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَانِ الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ یعنی اے اللہ! اس کامل دعوت اور قائم ہونے والی نماز کے رب! محمد مصطفٰی کو وسیلہ اور فضیلت عطا فرما اور انہیں مقام محمود پر کھڑا کرنا جس کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے۔" تو اس کے لئے قیامت کے دن میری شفاعت حلال ہوگئی۔ (بخاری، حدیث: 614) اور مسلم شریف کی روایت میں اس دعا سے پہلے درود پڑھنے کا بھی فرمایا گیا ہے۔ (مسلم، حدیث: 11(384)) **مسائل:** (1) نمازِ عشا کے بعد رات میں سو کر اُٹھیں اور نوافل پڑھیں تو یہ تہجد ہے، سونے سے قبل جو کچھ پڑھیں وہ تہجد نہیں۔ (2) کم سے کم تہجد کی دو رکعتیں ہیں اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعتیں۔ (3) جو شخص تہجد کا عادی ہو بلا عذر اُسے تہجد چھوڑنا مکروہ ہے۔

آیت 80 ارشاد فرمایا: اے حبیب! یوں عرض کرو کہ اے میرے رب! میرا داخل ہونا اور نکلنا پسندیدہ طریقے سے کر دے، جہاں بھی میں داخل ہوں اور جہاں سے بھی میں باہر آؤں خواہ وہ کوئی مکان ہو یا منصب یا کام۔ ایک قول یہ ہے کہ مجھے مدینۂ طیبہ میں پسندیدہ داخلہ عنایت کر اور مکۂ مکرمہ سے میرا نکلنا صدق کے ساتھ کر کہ اس سے میرا دل غمگین نہ ہو۔ یہ آخری توجیہ اس صورت میں صحیح ہو سکتی ہے جبکہ یہ آیت مکی ہو۔ مزید فرمایا کہ اس طرح عرض کرو: اے اللہ! مجھے وہ قوت و حجت و دلیل عطا فرما جس سے میں تیرے دشمنوں پر غالب ہو جاؤں۔ یہ دعا قبول ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے اُن کے دین کو غالب کرنے اور انہیں دشمنوں سے محفوظ رکھنے کا وعدہ فرمایا۔

وَ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴿۸۱﴾ وَ نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ

اور تم فرماؤ کہ حق آیا اور باطل مٹ گیا بیشک باطل کو مٹنا ہی تھا○ اور ہم قرآن میں وہ چیز اتارتے ہیں جو

شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ۙ وَ لَا یَزِیْدُ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا خَسَارًا ﴿۸۲﴾ وَ اِذَاۤ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ

ایمان والوں کے لیے شفا اور رحمت ہے اور اس سے ظالموں کو خسارہ ہی بڑھتا ہے○ اور جب ہم انسان پر احسان کرتے ہیں

اَعْرَضَ وَ نَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ یَــُٔوْسًا ﴿۸۳﴾ قُلْ كُلٌّ یَّعْمَلُ

تو وہ منہ پھیر لیتا ہے اور اپنی طرف سے دور ہٹ جاتا ہے اور جب اسے برائی پہنچتی ہے تو مایوس ہو جاتا ہے○ تم فرماؤ: سب اپنے اپنے

آیت 81 اور تم فرماؤ کہ حق یعنی اسلام آیا اور باطل یعنی کفر مٹ گیا، بے شک باطل کو مٹنا ہی تھا کیونکہ اگرچہ باطل کو کسی وقت قوت و غلبہ حاصل ہو بھی جاتا ہے مگر اس کو پائیداری حاصل نہیں ہوتی بلکہ اس کا انجام بربادی و خواری ہی ہوتا ہے۔ **اہم بات:** مروی ہے کہ مشرکین نے کعبۂ مقدسہ کے گرد 360 بت نصب کئے ہوئے تھے۔ فتحِ مکہ کے روز جب نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم مکہ میں داخل ہوئے تو آپ کے دستِ مبارک میں ایک لکڑی تھی، آپ یہ آیت پڑھ کر لکڑی سے جس بت کی طرف اشارہ فرماتے جاتے وہ گرتا جاتا تھا۔

(معجم صغیر، 136/2)

آیت 82 ارشاد فرمایا: اور ہم قرآن میں وہ چیز اتارتے ہیں جو ایمان والوں کے لئے شفا اور رحمت ہے کہ اس سے گمراہی اور جہالت وغیرہ دور ہوتے اور ظاہری و باطنی صحت حاصل ہوتی ہے کیونکہ یہ کتاب ایسے علوم و دلائل پر مشتمل ہے جو وہم پر مبنی چیزوں اور شیطانی ظلمتوں کو اپنے انوار سے نیست و نابود کر دیتے ہیں اور اس کا ایک ایک حرف برکات کا خزانہ ہے جس سے جسمانی امراض اور آسیب دور ہوتے ہیں۔ اور فرمایا کہ اس قرآن کے ذریعے ظالموں یعنی کافروں کا خسارہ ہی بڑھتا ہے کہ کفر و ضد میں بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ **اہم بات:** قرآنِ کریم کی حقیقی شفا تو روحانی امراض سے ہے لیکن جسمانی امراض کی بھی اس میں شفا موجود ہے اور حضور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے اَقوال و اَفعال سے ثابت ہے۔

آیت 83 ارشاد فرمایا: اور جب ہم کسی کافر انسان پر احسان کرتے ہیں کہ اس کو صحت، مال، جان، اولاد میں وسعت عطا فرماتے ہیں تو وہ ہمارا ذکر، ہماری بندگی اور ہمارا شکر ادا کرنے سے منہ پھیر لیتا ہے اور اپنی طرف سے دور ہٹ جاتا یعنی تکبر کرتا ہے اور جب اسے برائی یعنی تکلیف، نقصان یا فقر پہنچتا ہے تو تضرع وزاری سے دعائیں کرتا اور دعاؤں کی قبولیت کا اثر ظاہر نہ ہونے پر مایوس ہو جاتا ہے۔ **اہم بات:** آرام وراحت کے وقت اللہ تعالیٰ کو بھول جانا اور صرف مصیبت میں لمبی دعائیں مانگنا اور اگر قبولیت میں دیر ہو تو مایوس ہو جانا کافر یا غافل کی علامت ہے۔ **درس:** کافر کی اِس حالت کو بتا کر مسلمان کو سمجھایا گیا ہے کہ اسے ایسا نہیں بننا چاہیے بلکہ نعمت پر خدا کا شکر ادا کرے، مصیبت میں صبر کرے اور دعا مانگے اور بالفرض دعا کی قبولیت میں تاخیر ہو تو مایوس نہ ہو بلکہ رحمتِ الٰہی کا امیدوار رہے۔

آیت 84 ارشاد فرمایا: اے حبیب! تم فرماؤ: ہر کوئی اپنے اپنے انداز پر کام کرتا ہے، جس کی فطرت اور اصل شریف اور طاہر ہو اُس سے اَفعالِ جمیلہ اور اَخلاقِ پاکیزہ صادر ہوتے ہیں اور جس کا نفس خبیث ہے اس سے افعالِ خبیثہ سرزد ہوتے ہیں تو تمہارا رب اسے

ع ٩ عَلٰی شَاكِلَتِهٖ ؕ فَرَبُّكُمۡ اَعۡلَمُ بِمَنۡ هُوَ اَهۡدٰی سَبِیۡلًا ﴿٨٤﴾ ع وَ یَسۡـَٔلُوۡنَكَ عَنِ الرُّوۡحِ ؕ

انداز پر کام کرتے ہیں تو تمہارا رب اسے خوب جانتا ہے جو زیادہ ہدایت کے راستے پر ہے ○ اور تم سے روح کے متعلق پوچھتے ہیں۔

قُلِ الرُّوۡحُ مِنۡ اَمۡرِ رَبِّیۡ وَ مَاۤ اُوۡتِیۡتُمۡ مِّنَ الۡعِلۡمِ اِلَّا قَلِیۡلًا ﴿٨٥﴾ وَ لَئِنۡ شِئۡنَا لَنَذۡهَبَنَّ

تم فرماؤ: روح میرے رب کے حکم سے ایک چیز ہے اور (اے لوگو!) تمہیں بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے ○ اور اگر ہم چاہتے تو ہم جو آپ کی طرف

بِالَّذِیۡۤ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَیۡنَا وَكِیۡلًا ﴿٨٦﴾ ۙ اِلَّا رَحۡمَةً مِّنۡ رَّبِّكَ ؕ

وحی بھیجتے ہیں اسے لے جاتے پھر تم اپنے لئے اس پر ہمارے حضور کوئی وکیل نہ پاتے ○ مگر تمہارے رب کی رحمت ہی ہے۔

خوب جانتا ہے جو زیادہ ہدایت کے راستے پر ہے۔

آیت 85 **شانِ نزول:** (1) ایک بار مدینہ منورہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کا گزر یہودیوں کے ایک گروہ کے پاس سے ہوا۔ ان میں سے ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا: اے ابو القاسم! روح کیا ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم خاموش ہو گئے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا: آپ کی طرف وحی کی جارہی ہے، میں کھڑا رہا اور جب وہ کیفیت ختم ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ (بخاری، حدیث: 125) (2) قریش نے یہودیوں سے کہا: ہمیں کوئی ایسی بات بتائیں جسے ہم ان (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم) سے پوچھیں۔ انہوں نے کہا: ان سے روح کے بارے میں پوچھو۔ قریش نے آپ سے دریافت کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما دی۔ (ترمذی، حدیث: 3151) ہو سکتا ہے کہ یہ آیت دو مرتبہ نازل ہوئی ہو اور دونوں کو ایک ہی جواب دینے کا حکم دیا گیا۔ آیت میں فرمایا گیا: تم سے روح کے متعلق پوچھتے ہیں۔ تم فرماؤ: روح امرِ ربی ہے یعنی میرے رب کے حکم سے ایک خاص چیز ہے اور اے لوگو! تمہیں بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) آیت میں بتایا گیا کہ روح کا معاملہ نہایت پوشیدہ ہے اور اس کے بارے میں علمِ حقیقی سب کو حاصل نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ جسے عطا فرمائے وہی جان سکتا ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو اس کا علم عطا کیا گیا۔ اولیاءِ کرام کی ایک بڑی تعداد ہے جنہوں نے روح کا علم حاصل ہونے کا بیان فرمایا ہے۔ (2) تمام مخلوق یعنی انسان، جنات، فرشتوں وغیرہا سب کا علم علمِ حادث ہے اور علمِ حادث، خالقِ کائنات کے علمِ قدیم کے مقابلے میں تھوڑا ہے کیونکہ بندوں کا علم متناہی (یعنی اس کی ایک انتہا) ہے اور اللہ تعالیٰ کے علم کی کوئی انتہا نہیں اور متناہی علم غیر متناہی علم کے مقابلے میں ایسا ہے جیسے ایک قطرہ کسی عظیم سمندر کے مقابلے میں ہو جس کی کوئی انتہا نہیں۔

آیت 86، 87 ان دو آیات میں فرمایا کہ اگر ہم چاہتے تو اس قرآن کو جو شفا اور مومنوں کے لئے رحمت ہے اور ان تمام علوم کا جامع ہے جو آپ کو عطا کئے گئے، اِسے سینوں اور صحیفوں سے مَحو فرما دیتے، پھر آپ کوئی وکیل نہ پاتے جو ہماری بارگاہ میں آپ کے لئے اس قرآن کو لوٹا دینے کی وکالت کرتا لیکن آپ کے رب کی رحمت ہی ہے کہ اس نے قیامت تک اسے باقی رکھا اور ہر طرح کی کمی بیشی اور تبدیلی سے محفوظ فرما دیا اور یہ اللہ تعالیٰ کا احسان در احسان ہے کہ اس نے پہلے قرآن نازل فرما کر احسانِ عظیم فرمایا اور پھر اسے محفوظ فرما کر اور قیامت تک باقی رکھ کر احسان فرمایا۔ اے حبیب! بیشک تمہارے اوپر اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے کہ اُس نے آپ پر قرآنِ کریم

اِنَّ فَضۡلَهٗ كَانَ عَلَيۡكَ كَبِيۡرًا ﴿۸۷﴾ قُلۡ لَّئِنِ اجۡتَمَعَتِ الۡاِنۡسُ وَالۡجِنُّ عَلٰٓى اَنۡ يَّاۡتُوۡا

بیشک تمہارے اوپر اس کا بڑا فضل ہے○ تم فرماؤ: اگر آدمی اور جن سب اس بات پر متفق ہوجائیں کہ

بِمِثۡلِ هٰذَا الۡقُرۡاٰنِ لَا يَاۡتُوۡنَ بِمِثۡلِهٖ وَلَوۡ كَانَ بَعۡضُهُمۡ لِبَعۡضٍ ظَهِيۡرًا ﴿۸۸﴾ وَلَقَدۡ صَرَّفۡنَا

اس قرآن کی مانند لے آئیں تو اس کا مثل نہ لاسکیں گے اگرچہ ان میں ایک دوسرے کا مددگار ہو○ اور بیشک ہم نے

لِلنَّاسِ فِىۡ هٰذَا الۡقُرۡاٰنِ مِنۡ كُلِّ مَثَلٍ فَاَبٰٓى اَكۡثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوۡرًا ﴿۸۹﴾ وَقَالُوۡا

لوگوں کے لیے اس قرآن میں ہر طرح کی مثال بار بار بیان کی ہے تو اکثر لوگوں نے ناشکری کرنے کے علاوہ نہ مانا○ اور انہوں نے کہا:

لَنۡ نُّؤۡمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفۡجُرَ لَنَا مِنَ الۡاَرۡضِ يَنۡۢبُوۡعًا ﴿۹۰﴾ اَوۡ تَكُوۡنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنۡ نَّخِيۡلٍ وَّعِنَبٍ

ہم تم پر ہر گز ایمان نہ لائیں گے یہاں تک کہ تم ہمارے لیے زمین سے کوئی چشمہ بہادو○ یا تمہارے لیے کھجوروں اور انگوروں کا کوئی باغ

فَتُفَجِّرَ الۡاَنۡهٰرَ خِلٰلَهَا تَفۡجِيۡرًا ﴿۹۱﴾ اَوۡ تُسۡقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمۡتَ عَلَيۡنَا كِسَفًا اَوۡ

ہو پھر تم ان کے درمیان خوب نہریں جاری کردو○ یا تم ہم پر آسمان ٹکڑے ٹکڑے کر کے گرا دو جیسا تم نے کہا ہے یا

نازل فرمایا، آپ کو تمام بنی آدم کا سردار اور خاتم النبیین کیا اور مقامِ محمود عطا فرمایا۔

آیت 88 مشرکین نے کہا تھا کہ ہم چاہیں تو اس قرآن کی مثل بنالیں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی، ارشاد فرمایا: تم فرماؤ: اگر تمام جن و اِنس اس پر متفق ہو جائیں کہ فصاحت و بلاغت، حسنِ ترتیب، علومِ غیبیہ اور معارفِ الٰہیہ وغیرہا میں سے کسی کمال میں قرآن کے برابر کوئی چیز لے آئیں تو وہ ایسا نہ کر سکیں گے اگرچہ وہ سب باہم مل کر کوشش کریں۔ ایسا ہی ہوا، تمام کفار عاجز ہوئے، انہیں رسوائی اُٹھانا پڑی اور وہ ایک سطر بھی قرآنِ کریم کے مقابل بنا کر پیش نہ کر سکے کیونکہ مخلوق میں یہ طاقت نہیں کہ ایسا کلام پیش کر سکے جو اللہ تعالیٰ کے کلام کی طرح بلاغت وہدایت و تاثیر کا جامع ہو۔

آیت 89 ارشاد فرمایا: اور بیشک ہم نے لوگوں کے لئے اس قرآن میں ہر طرح کی مثال بار بار بیان کی ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں تو اکثر لوگوں نے ناشکری کرنے کے علاوہ نہ مانا۔ **اہم بات:** قرآنِ کریم اللہ تعالیٰ کی بڑی عظیم و جلیل نعمت ہے لہٰذا ہر عالم اور حافظ پر لازم ہے کہ اس نعمت کا شکر ادا کرے اور اس کے حقوق ادا کرنے پر ہمیشگی اختیار کرے۔

آیت 90-93 **شانِ نزول:** جب قرآنِ کریم کا اِعجاز خوب ظاہر ہو چکا، واضح معجزات نے حجت قائم کر دی اور کفار کے لئے عذر کی کوئی صورت باقی نہ رہی تو وہ لوگوں کو مغالطہ میں ڈالنے کے لئے طرح طرح کی نشانیاں طلب کرنے لگے، حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے جب ان کی ضد، عناد اور حق سے دشمنی کا حد سے گزرنا دیکھا تو آپ کو ان کی حالت پر رنج ہوا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور ان 4 آیات میں فرمایا گیا: اُنہوں نے کہا کہ ہم ہرگز آپ پر ایمان نہ لائیں گے یہاں تک کہ آپ ہمارے لئے سرزمین مکہ سے کوئی چشمہ بہادو یا

تَاۡتِیَ بِاللّٰهِ وَ الۡمَلٰٓئِكَةِ قَبِیۡلًا ﴿ۙ۹۲﴾ اَوۡ یَكُوۡنَ لَكَ بَیۡتٌ مِّنۡ زُخۡرُفٍ اَوۡ تَرۡقٰی فِی السَّمَآءِ ؕ

اللہ اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لے آؤ۔ یا تمہارے لئے کوئی سونے کا گھر ہو یا تم آسمان پر چڑھ جاؤ

وَ لَنۡ نُّؤۡمِنَ لِرُقِیِّكَ حَتّٰی تُنَزِّلَ عَلَیۡنَا كِتٰبًا نَّقۡرَؤُهٗ ؕ قُلۡ سُبۡحَانَ رَبِّیۡ

اور ہم تمہارے چڑھ جانے پر بھی ہر گز ایمان نہ لائیں گے جب تک ہم پر ایک کتاب نہ اتارو جو ہم پڑھیں۔ تم فرماؤ: میرا رب پاک ہے

هَلۡ كُنۡتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوۡلًا ﴿۹۳﴾ؑ وَ مَا مَنَعَ النَّاسَ اَنۡ یُّؤۡمِنُوۡۤا اِذۡ جَآءَهُمُ الۡهُدٰۤی اِلَّاۤ ع۱۰

میں تو صرف اللہ کا بھیجا ہوا ایک آدمی ہوں۔ اور لوگوں کو ایمان لانے سے ان کے پاس ہدایت آجانے کے بعد اسی بات نے منع کر رکھا ہے

اَنۡ قَالُوۡۤا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوۡلًا ﴿۹۴﴾ قُلۡ لَّوۡ كَانَ فِی الۡاَرۡضِ مَلٰٓئِكَةٌ یَّمۡشُوۡنَ مُطۡمَئِنِّیۡنَ

کہ وہ کہتے ہیں: کیا اللہ نے ایک آدمی کو رسول بنا کر بھیجا؟ ۔ تم فرماؤ: اگر زمین میں فرشتے ہوتے جو اطمینان سے چلتے پھرتے

تمہارے لئے کھجوروں اور انگوروں کا کوئی باغ ہو پھر تم ان کے درمیان خوب نہریں جاری کر دو یا تم ہم پر آسمان ٹکڑے ٹکڑے کر کے گرادو جیسا تم نے کہا ہے یا اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لے آؤ تو ہم انہیں دیکھیں یا تمہارے لئے کوئی سونے کا گھر ہو یا تم آسمان پر چڑھ جاؤ اور ہم تمہارے چڑھ جانے پر بھی ہر گز ایمان نہ لائیں گے جب تک ہم پر ایک کتاب نہ اتارو جو ہم پڑھیں اور اس میں تمہاری تصدیق ہو۔ کفار کے تمام مطالبات کے جواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو ایک ہی جواب دینے کا ارشاد فرمایا گیا کہ آپ ان سے کہہ دیں: میرا رب پاک ہے، میں تو صرف دیگر رسولوں علیہمُ السّلام کی طرح اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا ایک آدمی ہوں۔ میرا کام اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دینا ہے، وہ میں نے پہنچا دیا اور جس قدر معجزات و آیات یقین و اطمینان کے لئے درکار ہیں اُن سے بہت زیادہ میرا پروردگار ظاہر فرما چکا لہٰذا حجت پوری ہو چکی ہے اور باقی تمہارے مطالبات پر معجزات کا ظاہر کرنا میرے ذاتی اختیار میں نہیں بلکہ رب کے حقیقی اختیار میں ہے اور معجزات کے اظہار کا رب اپنی حکمت سے جب چاہے اجازت دیتا ہے لہٰذا مجھ سے اس کا مطالبہ نہ کرو اور قرآن کے دلائل کے بعد تم اس پر غور کرلو کہ رسول کے انکار کرنے اور آیاتِ الٰہیہ سے مکرنے کا کیا انجام ہوتا ہے۔

آیت 94 ارشاد فرمایا: حالانکہ لوگوں کے پاس ہدایت آچکی ہے مگر انہیں صرف اس بات نے ایمان لانے سے روک رکھا ہے کہ وہ یہ کہتے ہیں: کیا اللہ تعالیٰ نے آدمی کو رسول بنا کر بھیجا ہے؟ یعنی وہ لوگ رسولوں کو بشر ہی جانتے رہے اور اُن کے منصبِ نبوت اور اللہ تعالیٰ کے عطا فرمائے ہوئے کمالات کے معترف نہ ہوئے، یہی اُن کے کفر کی اصل وجہ تھی اور اسی لئے وہ کہا کرتے تھے کہ کوئی فرشتہ کیوں نہیں بھیجا گیا۔

آیت 95 ارشاد فرمایا: اے حبیب! تم ان کفار سے فرما دو کہ اگر انسانوں کے بجائے زمین میں صرف فرشتے رہائش پذیر ہوتے جو یہاں چلتے پھرتے تو ہم ان پر آسمان سے کسی فرشتے کو ہی رسول بنا کر بھیجتے کیونکہ وہ ان کی جنس سے ہوتا لیکن جب زمین میں انسان بستے ہیں تو رسول بھی انسان ہی بنایا جاتا ہے۔

لَنَزَّلْنَا عَلَیْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا ﴿۹۵﴾ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِیْدًۢا بَیْنِیْ وَ بَیْنَكُمْؕ

تو ہم ان پر آسمان سے کسی فرشتے کو ہی رسول بنا کر بھیجتے ○ تم فرماؤ: میرے اور تمہارے درمیان اللہ کافی گواہ ہے،

اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِیْرًۢا بَصِیْرًا ﴿۹۶﴾ وَ مَنْ یَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِۚ وَ مَنْ یُّضْلِلْ

بیشک وہ اپنے بندوں کی خبر رکھنے والا، دیکھنے والا ہے ○ اور جسے اللہ ہدایت دے تو وہی ہدایت پانے والا ہوتا ہے اور جنہیں وہ گمراہ کردے

فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِهٖؕ وَ نَحْشُرُهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ

تو تم ہرگز ان کیلئے اس کے سوا کسی کو مددگار نہ پاؤ گے اور ہم انہیں قیامت کے دن ان کے منہ کے بل اٹھائیں گے اس حال میں کہ وہ

عُمْیًا وَّ بُكْمًا وَّ صُمًّاؕ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُؕ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِیْرًا ﴿۹۷﴾ ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ

اندھے اور گونگے اور بہرے ہوں گے۔ ان کا ٹھکانہ جہنم ہے جب کبھی بجھنے لگے گی تو ہم ان کے لئے اور بھڑکا دیں گے ○ یہ ان کی سزا ہے

بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِنَا وَ قَالُوْۤا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّ رُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ

اس سبب سے کہ انہوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا اور کہنے لگے: کیا جب ہم ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو کیا ہمیں نئے سرے سے

النصف

آیت 96 ارشاد فرمایا: اے حبیب! آپ فرمادیں کہ میرے اور تمہارے درمیان اس بات پر اللہ تعالیٰ ہی گواہ کافی ہے کہ جس چیز کے ساتھ مجھے بھیجا گیا وہ میں نے تم تک پہنچا دی اور تم نے اسے جھٹلایا اور دشمنی کی، بے شک وہ اپنے بندوں یعنی رسولوں اور جن کی طرف انہیں بھیجا گیا ان کے ظاہری اور باطنی تمام احوال کی خبر رکھنے والا اور انہیں دیکھنے والا ہے تو وہ انہیں اس کی جزا دے گا۔

آیت 97 نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا گیا: اے حبیب! جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دے تو وہی ہدایت پانے والا ہوتا ہے اور جنہیں وہ گمراہ کر دے تو تم ہرگز ان کے لئے اس کے سوا کسی کو مددگار نہ پاؤ گے اور ہم انہیں قیامت کے دن ان کے منہ کے بل اس حال میں اٹھائیں گے کہ وہ جس طرح دنیا میں حق دیکھنے کی بصیرت نہ رکھتے تھے، حق بات بول نہیں سکتے تھے اور حق بات سننے سے بہرے تھے اسی طرح آخرت میں بھی اس چیز کو دیکھنے سے اندھے ہوں گے جو ان کی نگاہوں کو ٹھنڈا کرے، وہ بات بولنے سے گونگے ہوں گے جو ان کی طرف سے قبول کی جائے اور اس بات کو سننے سے بہرے ہوں گے جو ان کے کانوں کو لذت دے۔ ان کا ٹھکانہ جہنم ہے، جب کبھی اس کی آگ بجھنے لگے گی تو ہم اسے اور بھڑکا دیں گے۔ **اہم بات:** بروزِ قیامت کفار کو منہ کے بل اٹھایا جائے گا، چنانچہ حدیثِ پاک میں ہے: قیامت کے دن لوگ تین حالتوں میں اٹھائے جائیں گے، بعض پیدل، بعض سوار اور بعض چہروں کے بل چلیں گے۔ عرض کی گئی: یارسول اللہ! چہروں کے بل کیسے چلیں گے؟ فرمایا: جس نے انہیں قدموں پر چلایا وہ انہیں منہ کے بل چلانے پر بھی قادر ہے، سن لو! وہ اپنے منہ کے ذریعے ہر بلند جگہ اور کانٹے سے بچیں گے۔ (ترمذی، حدیث:3153)

آیت 98 سابقہ آیت میں بیان کی گئی وعید کے متعلق ارشاد فرمایا کہ یہ عذاب ان کی سزا ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ انہوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کا انکار کرتے ہوئے کہنے لگے: کیا جب ہم ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو جائیں

خَلْقًا جَدِیْدًا ﴿۹۸﴾ اَوَ لَمْ یَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ قَادِرٌ

پیدا کرکے اٹھایا جائے گا؟ ○ اور کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ وہ اللہ جس نے آسمان اور زمین پیدا کئے ہیں وہ اس پر قادر ہے کہ

عَلٰۤی اَنْ یَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ وَ جَعَلَ لَهُمْ اَجَلًا لَّا رَیْبَ فِیْهِ ؕ فَاَبَى الظّٰلِمُوْنَ

ان لوگوں کی مثل اور پیدا کردے اور اس نے ان کے لیے ایک مدت مقرر کررکھی ہے جس میں کچھ شبہ نہیں تو ظالموں نے

اِلَّا كُفُوْرًا ﴿۹۹﴾ قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَآىٕنَ رَحْمَةِ رَبِّیْۤ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ

کفر کے علاوہ کچھ ماننے سے انکار کردیا ○ تم فرماؤ: اگر تم لوگ میرے رب کی رحمت کے خزانوں کے مالک ہوتے تو خرچ ہو جانے کے

خَشْیَةَ الْاِنْفَاقِ ؕ وَ كَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا ﴿۱۰۰﴾ وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ ع

ڈر سے تم (انہیں) روک رکھتے اور آدمی بڑا کنجوس ہے ○ اور بیشک ہم نے موسیٰ کو نو روشن نشانیاں دیں

گے تو کیا ہمیں نئے سرے سے پیدا کرکے اٹھایا جائے گا؟

آیت 99 ارشاد فرمایا کہ کیا ان کافروں نے نہیں دیکھا کہ وہ اللہ تعالیٰ جس نے سابقہ مادے کے بغیر آسمان اور زمین جیسی عظیم مخلوق پیدا کر دی ہے وہ اس پر بھی قادر ہے کہ ان لوگوں کی مثل اور پیدا کر دے کیونکہ زمین و آسمان کے مقابلے میں انسانوں کی مثل پیدا کرنا آسان ہے اور جب وہ انسانوں کی مثل پیدا کرنے پر قادر ہے تو انہیں دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہے اور اس نے ان کے مرنے، دوبارہ زندہ کئے جانے اور عذاب کے لئے ایک مدت مقرر کر رکھی ہے جس میں کچھ شبہ نہیں اور جب ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو ماننے، صرف اسی کی عبادت کرنے اور قیامت کے دن جزا کے لئے دوبارہ زندہ کئے جانے کی بات رکھ دی گئی تو ظالموں نے کفر کے علاوہ کچھ ماننے سے انکار کر دیا۔

آیت 100 کفار نے مطالبہ کیا تھا کہ ان کے شہر میں نہریں اور چشمے جاری کر دیئے جائیں تاکہ ان کے مال زیادہ اور معیشت بہتر ہو جائے، اس پر جواب دیا گیا کہ اے حبیب! آپ ان سے فرمادیں: اگر تم لوگ میرے رب کی رحمت کے خزانوں کے مالک ہوتے تو بھی تم اپنے بخل اور کنجوسی پر قائم رہتے اور خرچ ہو جانے کے ڈر سے ان خزانوں کو روک رکھتے۔ آیت میں مزید فرمایا کہ آدمی بڑا کنجوس ہے۔ **اہم بات:** یہاں انسان کو اس کی اصل کے اعتبار سے بڑا کنجوس فرمایا گیا ہے کیونکہ انسان کو محتاج پیدا کیا گیا ہے اور محتاج لازمی طور پر وہ چیز پسند کرتا ہے جس سے محتاجی کا ضَرَر اس سے دور ہو جائے اور اسی لئے وہ اس چیز کو اپنی ذات کے لئے روک لیتا ہے جبکہ اس کی سخاوت خارجی اَسباب کی وجہ سے ہوتی ہے جیسے اسے اپنی تعریف پسند ہے یا ثواب ملنے کی امید ہے۔

آیت 101 فرمایا: بیشک ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو 9 روشن نشانیاں دیں تو اے حبیب! آپ بنی اسرائیل سے پوچھو، جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسالت کے ساتھ ان کے پاس تشریف لائے تو فرعون نے ان سے کہا: اے موسیٰ! بے شک میں تو یہ خیال کرتا ہوں کہ تم پر جادو کیا ہوا ہے یعنی مَعَاذَ اللہ جادو کے اثر سے تمہاری عقل اپنی جگہ نہیں رہی یا یہاں "مَسْحُوْر" ساحر کے معنی میں ہے اور مطلب یہ ہے کہ یہ عجائب جو آپ دکھلاتے ہیں، جادو کے کرشمے ہیں۔ **اہم بات:** حضرت موسیٰ

Go To Index

فَسْـَٔلْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِذْ جَآءَهُمْ فَقَالَ لَهٗ فِرْعَوْنُ اِنِّيْ لَاَظُنُّكَ يٰمُوْسٰى

توبنی اسرائیل سے پوچھو، جب وہ موسیٰ ان کے پاس تشریف لائے توفرعون نے ان سے کہا: اے موسیٰ! بیشک میں تو یہ خیال کرتا ہوں کہ

مَسْحُوْرًا ﴿۱۰۱﴾ قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بَصَآئِرَ

تم پر جادو کیا ہوا ہے ○ فرمایا: یقیناً تو جان چکا ہے کہ ان نشانیوں کو عبرتیں کر کے آسمانوں اور زمین کے رب ہی نے نازل فرمایا ہے

وَاِنِّيْ لَاَظُنُّكَ يٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا ﴿۱۰۲﴾ فَاَرَادَ اَنْ يَّسْتَفِزَّهُمْ مِّنَ الْاَرْضِ

اور اے فرعون! میں یہ گمان کرتا ہوں کہ تو ضرور ہلاک ہونے والا ہے ○ توفرعون نے چاہا کہ ان (بنی اسرائیل) کو زمین سے نکال دے

فَاَغْرَقْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ جَمِيْعًا ﴿۱۰۳﴾ وَّقُلْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ لِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اسْكُنُوا الْاَرْضَ

توہم نے اسے اور اس کے ساتھیوں کو غرق کردیا ○ اور اس کے بعد ہم نے بنی اسرائیل سے فرمایا: اس سرزمین میں سکونت اختیار کرو

فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِيْفًا ﴿۱۰۴﴾ وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ

پھر جب آخرت کا وعدہ آئے گا تو ہم تم سب کو جمع کر لائیں گے ○ اور ہم نے قرآن کو حق ہی کے ساتھ اتارا اور حق کے ساتھ ہی یہ اترا

علیہ السّلام کو جو 9 نشانیاں دی گئیں، یہ ہیں: (1) عصا (2) یدِ بیضا (3) بولنے میں دِقَّت جو حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی زبان مبارک میں تھی پھر اللہ تعالیٰ نے اسے دور فرما دیا (4) دریا کا پھٹنا اور اس میں رستے بننا (5) طوفان (6) ٹڈی (7) گھن (8) مینڈک (9) خون۔

آیت 102 حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے جواب دیا: اے فرعون! یقیناً تو جان چکا ہے کہ ان نشانیوں کو عبرتیں بنا کر آسمانوں اور زمین کے رب ہی نے نازل فرمایا ہے کیونکہ ان نشانیوں اور معجزات سے میری سچائی، میرا کامل العقل ہونا اور جادوگر نہ ہونا نیز ان نشانیوں کا خدا کی طرف سے ہونا ظاہر ہے اور اے فرعون! میں یہ گمان کرتا ہوں کہ تو ضرور ہلاک ہونے والا ہے۔

آیت 103 فرعون نے چاہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام اور اُن کی قوم کو سرزمینِ مصر سے نکال دے لیکن اللہ تعالیٰ نے فرعون کو اس کے ساتھیوں سمیت غرق کر دیا اور حضرت موسیٰ علیہ السّلام اور ان کی قوم کو سلامتی عطا فرمائی۔

آیت 104 فرعون کی غرقابی کے بعد اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ اب تم اس سرزمین یعنی مصر و شام میں سکونت اختیار کرو، پھر جب قیامت آئے گی تو ہم تمہیں دوبارہ جمع کریں گے اور میدانِ قیامت میں سعادت مندوں اور بدبختوں کو ایک دوسرے سے ممتاز کر دیں گے۔

آیت 105 ارشاد فرمایا: ہم نے قرآن کو حق ہی کے ساتھ اتارا اور حق کے ساتھ ہی یہ اترا یعنی قرآن شیاطین کے خلط ملط سے محفوظ رہا اور اس میں کوئی تبدیلی نہ ہو سکی لہٰذا قرآن کا ایک ایک جملہ، کلمہ اور حرف برحق ہے۔ مزید فرمایا: اے حبیب! ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر فرمانبرداروں کو جنت کی خوش خبری دینے والا اور نافرمانوں کو ڈر سنانے والا۔ **اہم بات:** آیت کا یہ جملہ ﴿وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ﴾ ہر بیماری کے لئے مُجرَّب ہے، مرض کی جگہ ہاتھ رکھ کر پڑھ کر دم کر دیا جائے تو بِاِذْنِ اللہ بیماری دور ہو جاتی ہے۔

وقف لازم

وَ مَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا ﴿۱۰۵﴾ وَ قُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ

اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا ○ اور قرآن کو ہم نے جدا جدا کر کے نازل کیا تاکہ تم اسے لوگوں پر

عَلٰى مُكْثٍ وَّ نَزَّلْنٰهُ تَنْزِیْلًا ﴿۱۰۶﴾ قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖۤ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ

ٹھہر ٹھہر کر پڑھو اور ہم نے اسے تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا○ تم فرماؤ: (اے لوگو!) تم اس قرآن پر ایمان لاؤ یا نہ لاؤ بیشک جن لوگوں کو

اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖۤ اِذَا یُتْلٰى عَلَیْهِمْ یَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ۙ ﴿۱۰۷﴾ وَّ یَقُوْلُوْنَ

اس سے پہلے علم دیا گیا جب ان کے سامنے اس کی تلاوت کی جاتی ہے تو وہ ٹھوڑی کے بل سجدہ میں گر پڑتے ہیں○ اور کہتے ہیں

سُبْحٰنَ رَبِّنَاۤ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ﴿۱۰۸﴾ وَ یَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ یَبْكُوْنَ

ہمارا رب پاک ہے، بیشک ہمارے رب کا وعدہ پورا ہونے والا تھا ○ اور وہ روتے ہوئے ٹھوڑی کے بل گرتے ہیں

آیت 106 فرمایا کہ ہم نے قرآن کو 23 سال کے عرصہ میں جدا جدا کر کے نازل کیا تاکہ تم اسے لوگوں پر ٹھہر ٹھہر کر پڑھو کیونکہ اس طرح مضامین بآسانی سننے والوں کے ذہن نشین ہو جاتے ہیں اور ہم نے اسے تھوڑا تھوڑا کر کے حالات و واقعات کی ضرورت کے مطابق نازل کیا۔

آیت 107 ارشاد فرمایا: اے حبیب! ان لوگوں سے فرمادو کہ تم اس قرآن پر ایمان لاؤ یا نہ لاؤ اور اپنے لئے نعمتِ آخرت اختیار کرو یا عذابِ جہنم تمہاری مرضی لیکن جن سلیم الفطرت لوگوں کو اس قرآن کے نازل ہونے سے پہلے کسی آسمانی کتاب کا علم دیا گیا یعنی مومنینِ اہلِ کتاب جو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی بعثت سے پہلے انتظار و جستجو میں تھے اور آپ کی بعثت کے بعد شرفِ اسلام سے مشرف ہوئے جیسے حضرت زید بن عمرو بن نفیل، حضرت سلمان فارسی اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہم، تو جب ان حضرات کے سامنے قرآن کی تلاوت کی جاتی ہے تو وہ ٹھوڑی کے بل سجدہ میں گر پڑتے ہیں۔

آیت 108، 109 سابقہ آیت میں جن سعادت مندوں کا تذکرہ ہوا انہی کے قول و فعل کا ذکر ان دو آیات میں ہے کہ وہ کہتے ہیں: ہمارا رب ہر عیب سے پاک ہے لہٰذا وہ وعدہ خلافی سے بھی پاک ہے تو بیشک ہمارے رب کا وعدہ پورا ہونے والا تھا جو اُس نے اپنی پہلی کتابوں میں فرمایا تھا کہ نبی آخر الزماں محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو مبعوث فرمایا جائے گا اور یہ وعدہ پورا ہو چکا اور جب وہ قرآن سنتے ہیں تو اپنے رب کے حضور عجز و نیاز اور نرم دلی سے روتے ہوئے ٹھوڑیوں کے بل گر جاتے ہیں اور یہ قرآن ان کے دلوں کے خشوع و خضوع اور جھکنے کو اور بڑھا دیتا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) تلاوتِ قرآن کے وقت رونا مستحب ہے۔ حدیثِ پاک میں ہے: بیشک یہ قرآن حُزن (غم کی کیفیت) کے ساتھ اترا ہے، اس لئے جب تم اسے پڑھو تو رو دو اور اگر رونہ سکو تو رونے جیسی شکل بناؤ۔ (ابن ماجہ، حدیث: 1337) (2) قرآنِ کریم دل میں نرمی اور خشوع و خضوع پیدا کرتا ہے۔ (3) یہ آیت ان آیات میں سے ہے جنہیں پڑھنے اور سننے والے پر سجدۂ تلاوت واجب ہو جاتا ہے۔

السجدۃ ۳

وَ یَزِیۡدُہُمۡ خُشُوۡعًا ﴿۱۰۹﴾ قُلِ ادۡعُوا اللّٰہَ اَوِ ادۡعُوا الرَّحۡمٰنَ ؕ اَیًّامَّا تَدۡعُوۡا فَلَہُ الۡاَسۡمَآءُ

اور یہ قرآن ان کے دلوں کے جھکنے کو اور بڑھا دیتا ہے ○ تم فرماؤ: اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر پکارو، تم جو کہہ کر پکارو سب اسی کے

الۡحُسۡنٰی ۚ وَ لَا تَجۡہَرۡ بِصَلَاتِکَ وَ لَا تُخَافِتۡ بِہَا وَ ابۡتَغِ بَیۡنَ ذٰلِکَ سَبِیۡلًا ﴿۱۱۰﴾ وَ قُلِ

اچھے نام ہیں اور اپنی نماز میں نہ آواز زیادہ بلند کرو اور نہ اسے بالکل آہستہ کردو اور دونوں کے درمیان کا راستہ تلاش کرو ○ اور تم کہو:

الۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ لَمۡ یَتَّخِذۡ وَلَدًا وَّ لَمۡ یَکُنۡ لَّہٗ شَرِیۡکٌ فِی الۡمُلۡکِ وَ لَمۡ یَکُنۡ لَّہٗ

سب خوبیاں اللہ کیلئے ہیں جس نے اپنے لیے بچہ اختیار نہ فرمایا اور بادشاہی میں اس کا کوئی شریک نہیں اور کمزوری کی وجہ سے اس کا

ع ۱۲ / ۱۲

وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَ کَبِّرۡہُ تَکۡبِیۡرًا ﴿۱۱۱﴾ ع

کوئی مددگار نہیں اور اس کی اچھی طرح بڑائی بیان کرو ○

آیت 110 **شانِ نزول:** ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے طویل سجدہ کیا اور سجدہ میں یا اللہ، یا رَحْمٰنُ فرماتے رہے۔ ابو جہل نے سنا تو کہنے لگا: محمد (صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم) ہمیں تو کئی معبودوں کے پوجنے سے منع کرتے ہیں اور خود دو کو پکارتے ہیں: اللہ کو اور رحمٰن کو۔ اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی اور بتایا گیا کہ اللہ اور رحمٰن دو نام ایک ہی معبودِ برحق کے ہیں خواہ کسی نام سے پکارو، اس کے بہت سے نام ہیں اور سب اچھے ہیں۔ **شانِ نزول:** مکۂ مکرمہ میں قیام کے دوران جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نماز پڑھایا کرتے تو اپنی آواز مبارک قرآن پڑھنے میں بلند فرمایا کرتے تھے، کافر سن لیتے تو قرآنِ کریم، اس کے اتارنے اور لانے والے کی شان میں گستاخانہ کلمات بکتے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے فرمایا کہ نماز کی قراءت کو اونچا نہ کرو کہ کافر سن لیں گے تو بیہودہ کلمات بکیں گے اور نہ اصحاب سے یوں آہستہ پڑھو کہ وہ سن نہ سکیں اور ان دونوں کے بیچ میں راستہ چاہو۔

آیت 111 **ارشاد فرمایا:** اے حبیب! تم فرماؤ: سب خوبیاں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے اپنے لئے بچہ اختیار نہ فرمایا جیسا کہ مشرکین فرشتوں کو رب کی بیٹیاں، یہودی حضرت عزیر علیہ السّلام کو اور عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہتے تھے اور بادشاہی میں اس کا کوئی شریک نہیں اور کمزوری کی وجہ سے اس کا کوئی مددگار نہیں یعنی وہ کمزور نہیں کہ اس کو کسی حمایتی اور مددگار کی حاجت ہو اور اس کی اچھی طرح بڑائی بیان کرو۔ **اہم باتیں:** (1) آیت میں اللہ تعالیٰ کی اچھی طرح بڑائی بیان کرنے کا فرمایا گیا۔ حدیثِ پاک میں ہے: جس نے ''اَللّٰہُ اَکْبَرُ'' کہا اس کے لئے اِس کے بدلے 20 نیکیاں لکھی جائیں گی اور اُس کے 20 گناہ مٹا دیئے جائیں گے۔ (مسند امام احمد، حدیث: 8099) (2) امام عبد اللہ بن احمد نسفی علیہ الرّحمہ فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے اس آیت کا نام ''اٰیَۃُ الْعِزِّ'' رکھا ہے اور بنی عبد المطلب کے بچے جب بولنا شروع کرتے تو ان کو سب سے پہلے یہی آیت سکھائی جاتی تھی۔

ایاتھا ۱۱۰ | ۱۸ سُوۡرَۃُ الۡکَهۡفِ مَکِّیَّۃٌ ۶۹ | رکوعاتھا ۱۲

سورۂ کہف مکیہ ہے، اس میں ۱۱۰ آیتیں اور ۱۲ رکوع ہیں

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ عَلٰی عَبۡدِهِ الۡکِتٰبَ وَلَمۡ یَجۡعَلۡ لَّهٗ عِوَجًا ۜ ﴿۱﴾ قَیِّمًا

تمام تعریفیں اس اللہ کیلئے ہیں جس نے اپنے بندے پر کتاب نازل فرمائی اور اس میں کوئی ٹیڑھ نہیں رکھی ۝ لوگوں کی مصلحتوں کو قائم

لِّیُنۡذِرَ بَاۡسًا شَدِیۡدًا مِّنۡ لَّدُنۡهُ وَیُبَشِّرَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ الَّذِیۡنَ یَعۡمَلُوۡنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ

رکھنے والی نہایت معتدل کتاب تاکہ اللہ کی طرف سے سخت عذاب سے ڈرائے اور اچھے اعمال کرنے والے مومنوں کو خوشخبری دے کہ

سورۂ کہف کا تعارف سورۂ کہف مکۂ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ اس میں 12 رکوع اور 110 آیتیں ہیں۔ اس سورت کی آیت 9 تا 26 میں اصحابِ کہف یعنی پہاڑی غار والے چند اولیاءِ کرام کا واقعہ بیان کیا گیا ہے اس مناسبت سے اس سورت کا نام ”کہف“ رکھا گیا۔ **فضائل:** (1) سورۂ کہف پڑھنے سے گھر میں سکون اور برکت نازل ہوتی ہے۔ (2) جو سورۂ کہف کی ابتدائی 10 آیات یاد کرے وہ دجال (کے فتنے) سے محفوظ رہے گا۔ (مسلم، حدیث:257(809)) (3) جو شخص جمعہ کے دن سورۂ کہف کی تلاوت کرے تو آئندہ جمعہ تک اس کے لئے خاص نور کی روشنی رہے گی۔ (مستدرک، حدیث:3444) **خلاصۂ مضامین:** سورۂ کہف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے اَصحابِ کہف اور حضرت ذوالقرنین رضی اللہ عنہم کے بارے میں کئے گئے کفار کے سوالات کا جواب، اصحابِ کہف کا واقعہ بیان کرکے حق ظاہر کرنے کے بعد کفار کو سرزنش، آخرت میں کفار کے اعمال برباد اور ضائع ہونے کا اعلان، کفار کے ایمان نہ لانے کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے غمزدہ ہونے کا بیان، ایمان لانے اور نیک اعمال کرنے والے مسلمانوں کی جزا جنت اور اس کی نعمتوں کا بیان، فرشتوں کے حضرت آدم علیہ السّلام کو سجدہ کرنے اور شیطان کے سجدہ نہ کرنے کا واقعہ، حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السّلام کا واقعہ، اللہ تعالیٰ کے علم کی کوئی حد اور انتہا نہ ہونے کا بیان اور قرآنِ مجید کے اوصاف بیان کئے گئے کہ یہ عدل والی اور مستقیم کتاب ہے، مسلمانوں کو جنت کی بشارت اور کافروں کو عذابِ جہنم کی وعید سنانے کے لئے نازل ہوئی ہے۔

آیت 1 فرمایا کہ تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے اپنے بندے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم پر کتاب یعنی قرآن نازل فرمایا جو اس کی بہترین نعمت اور بندوں کے لئے نجات وفلاح کا سبب ہے اور اس قرآن میں کوئی ٹیڑھ نہیں رکھی یعنی نہ کوئی لفظی خرابی نہ معنوی، نہ اس کی آیتوں میں آپس میں اختلاف ہے اور نہ تضاد۔ **اہم بات:** نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں اور یہی آپ کے لئے عزت وشرف ہے، نہ کہ خدا یا خدا کی اولاد کہنا شروع کردیا جائے جیسے عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہتے ہیں۔

آیت 2-4 ان تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآنِ مجید بندوں کی دینی ودُنیوی مصلحتیں قائم رکھنے والی انتہائی معتدل کتاب ہے اور

لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًاۙ(۲) مّٰكِثِیْنَ فِیْهِ اَبَدًاۙ(۳) وَّ یُنْذِرَ الَّذِیْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًاۗ(۴)

ان کے لیے اچھا ثواب ہے ○ جس میں ہمیشہ رہیں گے ○ اور ان لوگوں کو ڈرائے جو کہتے ہیں کہ اللہ نے اپنا کوئی بچہ بنایا ہے ○

مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ وَّ لَا لِاٰبَآىٕهِمْؕ-كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُ جُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْؕ-اِنْ یَّقُوْلُوْنَ

اس بارے میں نہ تو وہ کچھ علم رکھتے ہیں اور نہ ان کے باپ دادا۔ کتنا بڑا بول ہے جو ان کے منہ سے نکلتا ہے۔ وہ بالکل جھوٹ

اِلَّا كَذِبًا(۵) فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰۤى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ یُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِیْثِ اَسَفًا(۶)

کہہ رہے ہیں ○ اگر وہ اس بات پر ایمان نہ لائیں تو ہوسکتا ہے کہ تم ان کے پیچھے غم کے مارے اپنی جان کو ختم کردو ○

اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِیْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَیُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا(۷) وَ اِنَّا

بیشک ہم نے زمین پر موجود چیزوں کو زمین کیلئے زینت بنایا تاکہ ہم انہیں آزمائیں کہ ان میں عمل کے اعتبار سے کون اچھا ہے ○ اور بیشک

اسے اس لئے نازل کیا گیا ہے تاکہ میرے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم اس کتاب کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کافروں کو سخت عذاب سے ڈرائیں اور رضائے الٰہی کے لئے اچھے عمل کرنے والے مومنوں کو خوش خبری دیں کہ ان کے لئے اچھا ثواب یعنی جنت اور اس کی نعمتیں ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور قرآنِ کریم کو اس لئے نازل کیا گیا ہے تاکہ وہ اس کے ذریعے یہودیوں اور عیسائیوں وغیرہ ان لوگوں کو ڈرائیں جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کوئی اولاد بنائی ہے۔

آیت 5 یہ قول کہ ''اللہ تعالیٰ نے اپنا کوئی بچہ بنایا ہے'' اس بارے میں نہ تو وہ کچھ علم رکھتے ہیں اور نہ ان کے باپ دادا جن کی وہ اس عقیدے میں پیروی کر رہے ہیں یعنی علم اس بات کا تقاضا ہی نہیں کرتا کہ اللہ تعالیٰ اپنی کوئی اولاد بنائے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے لئے بچے کا ہونا فی نفسِہٖ محال ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لئے بچہ ہونا کتنا بڑا بول ہے جو ان کے منہ سے نکلتا ہے۔ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی شان میں بالکل جھوٹ کہہ رہے ہیں۔

آیت 6 نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کفار کے ایمان نہ لانے پر نہایت رنجیدہ رہتے تھے اس پر آپ کے قلبِ مبارک کو تسلی دی گئی کہ آپ ان بے ایمانوں کے ایمان سے محروم رہنے پر اس قدر رنج و غم نہ کیجئے اور اپنی جانِ پاک کو اس غم سے ہلاکت میں نہ ڈالئے کہ وہ قرآنِ پاک پر ایمان نہیں لاتے۔ **اہم بات:** اس طرح کی آیات سے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے جذبۂ تبلیغ، امتِ دعوت پر رحمت اور رسالت کے حقوق کو انتہائی اعلیٰ طریقے سے ادا کرنے کا بھی پتہ چلتا ہے کہ کافروں کے ایمان نہ لانے پر آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اس قدر غمزدہ ہو رہے ہیں جس سے جان چلی جانے کا خطرہ ہے۔ تبلیغِ دین کا جذبہ اور نیکی کی دعوت بہت عظیم عمل ہیں۔

آیت 7 فرمایا کہ ہم نے زمین پر موجود چیزوں جیسے حیوانات، نباتات، معدنیات، نہروں اور دریاؤں کو زمین کے لئے زینت بنایا ہے اور ان چیزوں کو پیدا کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہم لوگوں کو آزمائیں کہ ان میں عمل کے اعتبار سے کون اچھا ہے، کون زہد و تقویٰ اختیار کرتا اور مُحَرَّمات و ممنوعات سے بچتا ہے۔

آیت 8 دنیا کی ناپائیداری اور قابلِ فنا ہونے کو بیان فرمایا گیا کہ جو کچھ زمین پر ہے قیامت کے دن وہ سب کا سب خشک میدان کی

لَجٰعِلُوۡنَ مَا عَلَیۡہَا صَعِیۡدًا جُرُزًا ؕ﴿۸﴾ اَمۡ حَسِبۡتَ اَنَّ اَصۡحٰبَ الۡکَہۡفِ وَ الرَّقِیۡمِ

جو کچھ زمین پر ہے ہم اسے خشک میدان بنا دیں گے ○ کیا تمہیں معلوم ہوا کہ پہاڑی غار اور جنگل کے کنارے والے

کَانُوۡا مِنۡ اٰیٰتِنَا عَجَبًا ﴿۹﴾ اِذۡ اَوَی الۡفِتۡیَۃُ اِلَی الۡکَہۡفِ فَقَالُوۡا رَبَّنَاۤ اٰتِنَا

وہ ہماری نشانیوں میں سے ایک عجیب نشانی تھے ○ جب ان نوجوانوں نے ایک غار میں پناہ لی، پھر کہنے لگے: اے ہمارے رب! ہمیں

مِنۡ لَّدُنۡکَ رَحۡمَۃً وَّ ہَیِّیٴۡ لَنَا مِنۡ اَمۡرِنَا رَشَدًا ﴿۱۰﴾ فَضَرَبۡنَا عَلٰۤی اٰذَانِہِمۡ فِی الۡکَہۡفِ

اپنے پاس سے رحمت عطا فرما اور ہمارے لئے ہمارے معاملے میں ہدایت کے اسباب مہیا فرما ○ تو ہم نے اس غار میں ان کے کانوں پر

طرح بنا دیا جائے گا جس پر کوئی رونق نہ ہوگی لہٰذا ایسی فانی چیز سے کیا دل لگانا۔ **اہم بات:** دنیا کی محبت دور کرنے کا سب سے عمدہ طریقہ یہی ہے کہ اس کی فنائیت میں غور کیا جائے، آدمی جتنا اس میں غور کرتا جاتا ہے اتنی ہی دنیا کی محبت اس کے دل سے کم ہوتی جاتی ہے۔

آیت 9 اصحابِ کہف کا واقعہ بیان ہو رہا ہے، فرمایا: اے حبیب! کیا تمہیں معلوم ہوا کہ پہاڑی غار اور جنگل کے کنارے والے وہ ہماری نشانیوں میں سے ایک عجیب نشانی تھے۔ **اہم باتیں:** (1) اس واقعے کو اللہ تعالیٰ نے اپنی عجیب نشانیوں میں سے ایک نشانی اس لئے قرار دیا کہ اس میں بہت سی نصیحتیں اور حکمتیں ہیں۔ (2) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رقیم اس وادی کا نام ہے جس میں اصحابِ کہف ہیں۔

آیت 10 ان نوجوانوں نے اپنی کافر قوم سے اپنا ایمان بچانے کے لئے ایک غار میں پناہ لی اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی: اے ہمارے رب! ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما اور ہدایت و نصرت اور رزق و مغفرت اور دشمنوں سے امن عطا فرما اور ہمارے لئے ہمارے معاملے میں ہدایت کے اَسباب مہیا فرما۔ **اہم باتیں:** (1) اصحابِ کہف کے متعلق قوی ترین قول یہ ہے کہ وہ سات حضرات تھے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کے مطابق ان کے نام یہ ہیں: (۱) مکسلمینا (۲) یملیخا (۳) مرطونس (۴) بینونس (۵) سارینونس (۶) ذونوانس (۷) کشفیط طنونس اور اُن کے کتے کا نام قطمیر ہے۔ (2) اصحابِ کہف کے نام بڑے بابرکت ہیں۔ بزرگانِ دین فرماتے ہیں کہ بچے کے رونے، باری کے بخار، دردِ سر، اُمُّ الصبیان (خاص قسم کے دماغی جھٹکے اور دورے)، خشکی و تری کے سفر، جان و مال کی حفاظت، عقل کی تیزی اور قیدیوں کی آزادی کے لئے یہ اسما لکھ کر تعویذ کی طرح بازو میں باندھے جائیں۔ (3) اکثر مفسرین کے نزدیک اصحابِ کہف کا واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے آسمان پر تشریف لے جانے کے بعد رونما ہوا۔ یہ اُفسُوس نامی ایک شہر کے صاحبِ ایمان جوان تھے۔ ان کے زمانے میں دقیانوس نامی ایک بڑا جابر بادشاہ تھا جو لوگوں کو بت پرستی پر مجبور کرتا اور جو راضی نہ ہوتا اسے قتل کر ڈالتا۔ بادشاہ کے ظلم سے اپنا ایمان بچانے کے لئے یہ حضرات قریب کے پہاڑ میں غار کے اندر پناہ گزین ہوئے، وہاں سو گئے اور 300 برس سے زیادہ عرصہ تک اسی حال میں رہے۔

آیت 11 جب وہ غار میں لیٹے تو ہم نے اس غار میں ان کے کانوں پر گنتی کے کئی سال تک پردہ لگا رکھا یعنی انہیں ایسی نیند سلا دیا کہ کوئی آواز بیدار نہ کر سکے۔ **اہم باتیں:** (1) کراماتِ اَولیا حق ہیں، اصحابِ کہف بنی اسرائیل کے اولیاء ہیں، ان کا کھائے پیے بغیر اتنی

سِنِيْنَ عَدَدًا ﴿۱۱﴾ ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ لِنَعْلَمَ اَيُّ الْحِزْبَيْنِ اَحْصٰى لِمَا لَبِثُوْٓا

گنتی کے کئی سال پردہ لگا رکھا ○ پھر ہم نے انہیں جگایا تاکہ دیکھیں کہ دو گروہوں میں سے کون ان کے ٹھہرنے کی مدت زیادہ درست

ع ۱۲ ۱۳ اَمَدًا ﴿۱۲﴾ ع نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ

بتاتا ہے ○ ہم آپ کے سامنے ان کا ٹھیک ٹھیک حال بیان کرتے ہیں۔ بیشک وہ کچھ جوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لائے

وَزِدْنٰهُمْ هُدًى ﴿۱۳﴾ وَّرَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا

اور ہم نے ان کی ہدایت میں اضافہ کر دیا ○ اور ہم نے ان کے دلوں کو قوت عطا فرمائی جب وہ کھڑے ہو گئے تو کہنے لگے: ہمارا رب وہ ہے

رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَا۟ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَآ

جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے، ہم اس کے سوا کسی معبود کی عبادت ہرگز نہیں کریں گے۔ اگر ہم ایسا کریں تو اس وقت ہم ضرور حد سے بڑھی ہوئی

اِذًا شَطَطًا ﴿۱۴﴾ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ؕ لَوْلَا يَاْتُوْنَ عَلَيْهِمْ بِسُلْطٰنٍۭ بَيِّنٍ ؕ

بات کہنے والے ہوں گے ○ یہ ہماری قوم ہے انہوں نے اللہ کے سوا اور معبود بنا رکھے ہیں، یہ ان پر کوئی روشن دلیل کیوں نہیں لاتے؟

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ﴿۱۵﴾ وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ

تو اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے؟ ○ اور (آپس میں کہا:) جب تم ان لوگوں سے اور اللہ کے سوا جن کو یہ پوجتے

مدت زندہ رہنا کرامت ہے۔ (2) کرامت ولی سے سوتے میں بھی صادر ہو سکتی ہے اور بعد وفات بھی۔ (3) یہ ضروری نہیں کہ ولی اپنے اختیار سے کرامت ظاہر کرے اور اسے علم بھی ہو، بعض اوقات بغیر ولی کے اختیار اور علم کے بھی کرامت ظاہر ہوتی ہے۔

آیت 12 فرمایا کہ پھر ہم نے اصحابِ کہف کو 309 سال کی نیند کے بعد جگایا تاکہ دیکھیں کہ ان کے سونے کی مدت کے بارے میں اختلاف کرنے والے دو گروہوں میں سے کون ان کے ٹھہرنے کی مدت زیادہ درست بتاتا ہے۔

آیت 13 فرمایا کہ ہم آپ کے سامنے اصحابِ کہف کا ٹھیک ٹھیک حال بیان کرتے ہیں۔ بیشک وہ کچھ جوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لائے اور ہم نے ان کی ہدایت یعنی ایمان اور بصیرت میں اضافہ کر دیا۔

آیت 14 اور ہم نے ان کے دلوں کو حق بات کہنے پر قوت عطا فرمائی جب وہ اپنے بادشاہ دقیانوس کے سامنے کھڑے ہو گئے اور بادشاہ نے انہیں بتوں کی عبادت نہ کرنے پر باز پرس کی تو وہ کہنے لگے: ہمارا رب وہ ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے، ہم اس کے سوا کسی معبود کی عبادت ہرگز نہیں کریں گے۔ اگر ہم ایسا کریں تو اس وقت ہم ضرور حد سے بڑھی ہوئی بات کہنے والے ہوں گے۔

آیت 15 یہ ہماری قوم ہے انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا اور معبود بنا رکھے ہیں، یہ ان کی عبادت پر کوئی روشن دلیل کیوں نہیں لاتے؟ تو اس سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے اور یہ گمان کرے کہ اس کا کوئی شریک یا اس کی کوئی اولاد ہے۔

آیت 16 جب اصحابِ کہف نے اپنے دین کی حفاظت کے لئے قوم سے علیحدہ ہونے کا پختہ ارادہ کر لیا تو انہوں نے آپس میں کہا کہ جب

فَاْوٗۤا اِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَ يُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ

ہیں ان سے جدا ہو جاؤ تو غار میں پناہ لو، تمہارا رب تمہارے لیے اپنی رحمت پھیلا دے گا اور تمہارے کام میں تمہارے لئے آسانی

مِّرْفَقًا ﴿۱۶﴾ وَ تَرَى الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَ

مہیا کر دے گا ○ اور اے حبیب! تم سورج کو دیکھو گے کہ جب نکلتا ہے تو ان کے غار کے دائیں جانب مائل ہو کر نکل جاتا ہے اور

اِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَ هُمْ فِيْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ ؕ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ ؕ

جب غروب ہوتا ہے تو ان سے بائیں طرف کترا کر گزر جاتا ہے حالانکہ وہ اس غار کے کھلے حصے میں ہیں۔ یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے۔

مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَ مَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ﴿۱۷﴾ ع ۲ ۵ ۱۴

جسے اللہ ہدایت دیتا ہے تو وہی ہدایت پانے والا ہے اور جسے وہ گمراہ کرے تو تم ہرگز اس کیلئے کوئی راہ دکھانے والا مددگار نہ پاؤ گے ○

وَ تَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا وَّ هُمْ رُقُوْدٌ ۖۗ وَّ نُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَ ذَاتَ الشِّمَالِ ۖۗ وَ كَلْبُهُمْ

اور تم انہیں جاگتے ہوئے خیال کرو گے حالانکہ وہ سو رہے ہیں اور ہم ان کی دائیں اور بائیں کروٹ بدلتے رہتے ہیں اور ان کا کتا

تم ان لوگوں سے اور اللہ تعالیٰ کے سوا جن کو یہ پوجتے ہیں ان سے جدا ہو جاؤ تو غار میں پناہ لو جہاں ان کے فتنہ سے بچ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کرو، تمہارا رب تمہارے لئے اپنی رحمت پھیلا دے گا اور تمہارے کام میں تمہارے لئے آسانی مہیا کر دے گا۔ **اہم باتیں:**

(1) فتنوں کے زمانہ میں خلقت سے علیحدگی حفاظتِ ایمان کا ذریعہ ہے۔ حدیثِ پاک میں ہے: عنقریب مسلمان کا بہترین مال وہ بکریاں ہوں گی جنہیں لے کر یہ پہاڑ کی چوٹیوں اور برساتی مقامات پر چلا جائے گا کیونکہ وہ اپنے دین کو بچانے کی خاطر فتنوں سے بھاگ رہا ہو گا۔ (بخاری، حدیث: 7088) (2) مقبولانِ بارگاہِ الٰہی تقیہ نہیں کرتے جیسے اصحابِ کہف نے علاقہ چھوڑ دیا لیکن تقیہ نہ کیا۔

آیت 17 ارشاد فرمایا: اے حبیب! تم سورج کو دیکھو گے کہ جب نکلتا ہے تو ان کے غار کے دائیں جانب مائل ہو کر نکل جاتا ہے اور جب غروب ہوتا ہے تو ان سے بائیں طرف کترا کر گزر جاتا ہے یعنی ان پر تمام دن سایہ رہتا ہے اور طلوع سے غروب تک کسی وقت دھوپ کی گرمی انہیں نہیں پہنچتی حالانکہ وہ غار کے کھلے حصے میں ہیں جہاں خوشگوار ٹھنڈی ہوا پہنچتی رہتی ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے تو وہی ہدایت پانے والا ہے اور جسے وہ گمراہ کرے تو تم ہرگز اس کے لئے کوئی راہ دکھانے والا مددگار نہ پاؤ گے۔ **اہم بات:** مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرّحمہ فرماتے ہیں کہ ان کا غار جنوب رخ (میں) واقع ہوا ہے کہ سورج نکلتے وقت بائیں اور غروب کے وقت داہنے ہوتا ہے اور ان پر کسی وقت دھوپ نہیں پہنچتی، یہ ہی تفسیر زیادہ قوی ہے۔

آیت 18 فرمایا کہ اگر تم انہیں دیکھو تو تم انہیں جاگتے ہوئے خیال کرو گے کیونکہ ان کی آنکھیں کھلی ہیں حالانکہ وہ سو رہے ہیں اور ہم ان کی دائیں اور بائیں کروٹ بدلتے رہتے ہیں تاکہ ایک ہی طرح لیٹے رہنے سے ان کے بدن کو نقصان نہ پہنچے اور ان کا کتا غار کی چوکھٹ پر اپنی کلائیاں پھیلائے ہوئے ہے اور جب اصحابِ کہف کروٹ بدلتے ہیں تو وہ بھی کروٹ بدلتا ہے۔ اے سننے والے! اگر تو انہیں

بَاسِطٌ ذِرَاعَیۡهِ بِالۡوَصِیۡدِ ؕ لَوِاطَّلَعۡتَ عَلَیۡهِمۡ لَوَلَّیۡتَ مِنۡهُمۡ فِرَارًا وَّ

غار کی چوکھٹ پر اپنی کلائیاں پھیلائے ہوئے ہے۔اے سننے والے! اگر تو انہیں جھانک کر دیکھ لے تو ان سے پیٹھ پھیر کر بھاگ جائے اور

لَمُلِئۡتَ مِنۡهُمۡ رُعۡبًا ﴿۱۸﴾ وَ كَذٰلِكَ بَعَثۡنٰهُمۡ لِیَتَسَآءَلُوۡا بَیۡنَهُمۡ ؕ قَالَ قَآئِلٌ

ان کی ہیبت سے بھر جائے ○ اور ویسا ہی ہم نے انہیں جگایا تا کہ آپس میں ایک دوسرے سے حالات پوچھیں۔ ان میں سے ایک کہنے والے

مِّنۡهُمۡ كَمۡ لَبِثۡتُمۡ ؕ قَالُوۡا لَبِثۡنَا یَوۡمًا اَوۡ بَعۡضَ یَوۡمٍ ؕ قَالُوۡا رَبُّكُمۡ اَعۡلَمُ

نے کہا: تم یہاں کتنی دیر رہے ہو؟ چند افراد نے کہا: کہ ہم ایک دن رہے ہیں یا ایک دن سے کچھ کم وقت۔ دوسروں نے کہا: تمہارا رب خوب

بِمَا لَبِثۡتُمۡ ؕ فَابۡعَثُوۡۤا اَحَدَكُمۡ بِوَرِقِكُمۡ هٰذِهٖۤ اِلَى الۡمَدِیۡنَةِ فَلۡیَنۡظُرۡ اَیُّهَاۤ

جانتا ہے جتنا تم ٹھہرے ہو تو اپنے میں سے ایک کو یہ چاندی دے کر شہر کی طرف بھیجو تا کہ وہ دیکھے کہ وہاں کون سا کھانا

اَزۡكٰى طَعَامًا فَلۡیَاۡتِكُمۡ بِرِزۡقٍ مِّنۡهُ وَ لۡیَتَلَطَّفۡ وَ لَا یُشۡعِرَنَّ بِكُمۡ اَحَدًا ﴿۱۹﴾

زیادہ عمدہ ہے پھر تمہارے پاس اسی میں سے کوئی کھانا لے آئے اور اسے چاہیے کہ نرمی سے کام لے اور ہرگز کسی کو تمہاری اطلاع نہ دے ○

نصف القرآن باعتبار عدد الحروف بأنّ التّاء بعد اللّام من النصف الاول و اللام الثانية من النصف الاخير ۱۲

جھانک کر دیکھ لے تو ان سے پیٹھ پھیر کر بھاگ جائے اور ان کی ہیبت سے بھر جائے یعنی اللہ تعالیٰ نے ایسی ہیبت سے ان کی حفاظت فرمائی ہے کہ ان تک کوئی جا نہیں سکتا۔ **اہم باتیں:** (1) جو کوئی یہ کلمات ﴿وَ كَلۡبُهُمۡ بَاسِطٌ ذِرَاعَیۡهِ بِالۡوَصِیۡدِ﴾ لکھ کر اپنے ساتھ رکھے تو کتے کے ضرر سے امن میں رہے گا۔ (2) علامہ قرطبی علیہ الرّحمہ فرماتے ہیں: جب نیک بندوں اور اولیاءِ کرام کی صحبت میں رہنے کی برکت سے ایک کتا اتنا بلند مقام پا گیا حتی کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر قرآنِ پاک میں فرمایا تو اس مسلمان کے بارے میں تیرا کیا گمان ہے جو اولیا اور صالحین سے محبت کرنے والا اور ان کی صحبت سے فیضیاب ہونے والا ہے بلکہ اس آیت میں ان مسلمانوں کے لئے تسلی ہے جو کسی بلند مقام پر فائز نہیں (قرطبی، 5/ 269) کہ وہ اپنی اس محبت و عقیدت کی وجہ سے بارگاہِ الٰہی میں سرخرو ہوں گے۔

آیت 19 یہاں سے بقیہ واقعے کی تفصیل بیان ہو رہی ہے، فرمایا گیا: جیسا ہم نے انہیں سلایا ویسا ہی ایک مدتِ دراز کے بعد ہم نے انہیں جگایا تا کہ آپس میں ایک دوسرے سے حالات پوچھیں اور اللہ تعالیٰ کی قدرتِ عظیمہ دیکھ کر ان کا یقین زیادہ ہو اور وہ اس کی نعمتوں کا شکر ادا کریں چنانچہ جب وہ بیدار ہوئے تو ان میں سے ایک کہنے والے یعنی مَکسَلمِینا جو اُن میں سب سے بڑے تھے، کہنے لگے: تم یہاں کتنی دیر رہے ہو؟ چند افراد نے کہا کہ ہم یہاں ایک دن رہے ہیں یا ایک دن سے کچھ کم وقت۔ کیونکہ وہ غار میں طلوعِ آفتاب کے وقت داخل ہوئے تھے اور جب اُٹھے تو آفتاب قریبِ غروب تھا، اس سے انہوں نے گمان کیا کہ یہ وہی دن ہے۔ بقیہ لوگوں نے کہا: تمہارا رب خوب جانتا ہے جتنا تم ٹھہرے ہو کہ تھوڑا عرصہ ہوا ہے یا زیادہ، تو اپنے میں سے ایک کو یہ چاندی دے کر شہر کی طرف بھیجو تا کہ وہ جا کر دیکھے کہ وہاں کون سا کھانا زیادہ عمدہ ہے جس میں حرمت کا کوئی شبہ نہ ہو پھر وہی کھانا لے آئے اور جانے والے کو چاہیے کہ آنے جانے میں نرمی سے کام لے اور ہرگز کسی کو تمہاری اطلاع نہ دے۔ **اہم بات:** اصحابِ کہف اپنے ساتھ دقیانوسی سکے

إِنَّهُمْ إِن يَظْهَرُوا عَلَيْكُمْ يَرْجُمُوكُمْ أَوْ يُعِيدُوكُمْ فِي مِلَّتِهِمْ وَلَن تُفْلِحُوا إِذًا

بیشک اگر انہوں نے تمہیں جان لیا تو تمہیں پتھر ماریں گے یا تمہیں اپنے دین میں پھیر لیں گے اور اگر ایسا ہوا تو پھر تم کبھی بھی فلاح

أَبَدًا ﴿٢٠﴾ وَكَذَٰلِكَ أَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوا أَنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَأَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ

نہ پاؤ گے ○ اور اسی طرح ہم نے ان پر مطلع کردیا تاکہ لوگ جان لیں کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور یہ کہ قیامت میں کچھ شبہ

فِيهَا ۚ إِذْ يَتَنَازَعُونَ بَيْنَهُمْ أَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوا عَلَيْهِم بُنْيَانًا ۖ رَّبُّهُمْ أَعْلَمُ بِهِمْ ۚ

نہیں، جب وہ لوگ ان کے معاملے میں باہم جھگڑنے لگے تو کہنے لگے: ان کے غار پر کوئی عمارت بنادو، ان کا رب انہیں خوب جانتا ہے،

قَالَ الَّذِينَ غَلَبُوا عَلَىٰ أَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِم مَّسْجِدًا ﴿٢١﴾ سَيَقُولُونَ ثَلَاثَةٌ

جو لوگ اپنے اس کام میں غالب رہے تھے انہوں نے کہا: ہم ضرور ان کے قریب ایک مسجد بنائیں گے ○ اب لوگ کہیں گے کہ وہ تین ہیں

رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ وَيَقُولُونَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًا بِالْغَيْبِ ۖ وَيَقُولُونَ

(جبکہ) چوتھا ان کا کتا ہے اور کچھ کہیں گے: وہ پانچ ہیں (اور) چھٹا ان کا کتا ہے (یہ سب) بغیر دیکھے اندازے ہیں اور کچھ کہیں گے:

لے کر گئے تھے اور سوتے وقت انہیں اپنے سرہانے رکھ لیا تھا۔ معلوم ہوا کہ مسافر کو خرچ ساتھ رکھنا طریقۂ توکل کے خلاف نہیں۔

آیت 20 ﴾ اصحابِ کہف نے آپس میں کہا کہ اگر انہوں نے تمہیں جان لیا تو تمہیں پتھر ماریں گے اور بری طرح قتل کریں گے یا جبر و ستم سے تمہیں اپنے دین میں پھیر لیں گے اور اگر ایسا ہوا تو پھر تم کبھی فلاح نہ پاؤ گے۔

آیت 21 ﴾ فرمایا کہ جیسے ہم نے اصحابِ کہف کو جگایا تھا اسی طرح ہم نے لوگوں کو دقیانوس کے مرنے اور مدت گزر جانے کے بعد اصحابِ کہف کے بارے میں مطلع کردیا تاکہ تمام لوگ اور بالخصوص بیدروس بادشاہ کی قوم کے منکرینِ قیامت جان لیں کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور یہ کہ قیامت میں کچھ شبہ نہیں۔ پھر اصحابِ کہف کی وفات کے بعد ان کے ارد گرد عمارت بنانے میں لوگ باہم جھگڑنے لگے تو کہنے لگے: ان کے غار پر کوئی عمارت بنادو۔ ان کا رب انہیں خوب جانتا ہے۔ جو لوگ اپنے اس کام میں غالب رہے تھے یعنی بیدروس بادشاہ اور اس کے ساتھی، انہوں نے کہا: ہم ضرور ان کے قریب ایک مسجد بنائیں گے جس میں مسلمان نماز پڑھیں اور ان کے قرب سے برکت حاصل کریں۔ **اہم باتیں:** (1) بزرگوں کے مزارات کے قریب مسجدیں بنانا اہلِ ایمان کا قدیم طریقہ ہے، قرآنِ کریم نے یہاں اسی کو بیان فرمایا ہے۔ (2) بزرگوں کے قرب میں برکت حاصل ہوتی ہے اسی لئے اَہْلُ اللہ کے مزارات پر لوگ حصولِ برکت کے لئے جایا کرتے ہیں۔

آیت 22 ﴾ فرمایا کہ اب کچھ لوگ کہیں گے کہ وہ تین ہیں جبکہ چوتھا ان کا کتا ہے اور کوئی کہے گا کہ وہ پانچ ہیں اور چھٹا ان کا کتا ہے۔ یہ سب بغیر دیکھے اندازے ہیں یعنی یہ دونوں اندازے غلط ہیں وہ نہ تین ہیں نہ پانچ، اور کچھ کہیں گے: وہ سات ہیں اور آٹھواں ان کا کتا ہے اور یہ کہنے والے مسلمان ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے قول کو ثابت رکھا کیونکہ انہوں نے جو کچھ کہا رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے

سَبۡعَةٌ وَّ ثَامِنُهُمۡ كَلۡبُهُمۡ ؕ قُلۡ رَّبِّیۡۤ اَعۡلَمُ بِعِدَّتِهِمۡ مَّا یَعۡلَمُهُمۡ اِلَّا قَلِیۡلٌ ۟ۙ

وہ سات ہیں اور آٹھواں ان کا کتا ہے ۔ تم فرماؤ! میرا رب ان کی تعداد خوب جانتا ہے۔ انہیں بہت تھوڑے لوگ جانتے ہیں۔

ع۳-۱۵ فَلَا تُمَارِ فِیۡهِمۡ اِلَّا مِرَآءً ظَاهِرًا ۪ وَّ لَا تَسۡتَفۡتِ فِیۡهِمۡ مِّنۡهُمۡ اَحَدًا ﴿۲۲﴾ وَ لَا تَقُوۡلَنَّ

تو ان کے بارے میں بحث نہ کرو مگر اتنی ہی جتنی ظاہر ہوچکی ہے اور ان کے بارے میں ان میں سے کسی سے کچھ نہ پوچھو ۝ اور ہر گز

لِشَایۡءٍ اِنِّیۡ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ﴿۲۳﴾ اِلَّاۤ اَنۡ یَّشَآءَ اللّٰهُ ۫ وَ اذۡكُرۡ رَّبَّكَ اِذَا نَسِیۡتَ وَ قُلۡ

کسی چیز کے متعلق نہ کہنا کہ میں کل یہ کرنے والا ہوں ۝ مگر یہ کہ اللہ چاہے اور جب تم بھول جاؤ تو اپنے رب کو یاد کرلو اور یوں کہو کہ

عَسٰۤی اَنۡ یَّهۡدِیَنِ رَبِّیۡ لِاَقۡرَبَ مِنۡ هٰذَا رَشَدًا ﴿۲۴﴾ وَ لَبِثُوۡا فِیۡ كَهۡفِهِمۡ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِیۡنَ

قریب ہے کہ میرا رب مجھے اس واقعے سے زیادہ قریب ہدایت کا کوئی راستہ دکھائے ۝ اور وہ اپنے غار میں تین سو سال ٹھہرے

علم حاصل کرکے کہا۔ تم فرماؤ! میرا رب ان کی تعداد خوب جانتا ہے کیونکہ تمام جہانوں کی تمام تفصیلات اور گزشتہ و آئندہ کی کائنات کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے یا جسے وہ عطا فرمائے۔ اصحابِ کہف کی تعداد کو بہت تھوڑے لوگ جانتے ہیں تو ان کے بارے میں اہلِ کتاب سے بحث نہ کرو مگر اتنی ہی جتنی ظاہر ہوچکی ہے اور ان کے بارے میں ان میں سے کسی سے کچھ نہ پوچھو۔ **اہم بات:** اصحابِ کہف کی تعداد کے متعلق لوگوں کا اختلاف اور اس اختلاف کا حل ارشاد فرمایا گیا۔ یہی حل ہر اس مسئلے کا ہے جو اہم نہ ہو اور جس کے جاننے سے کوئی خاص فائدہ و ضرورت نہ ہو۔

آیت 24،23 **شانِ نزول:** اہلِ مکہ نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے روح، اصحابِ کہف اور حضرت ذوالقرنین کے بارے میں دریافت کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا کہ کل بتاؤں گا اور اِنْ شَآءَ اللّٰہ نہیں فرمایا تو کئی روز وحی نہیں آئی پھر یہ آیت اتری اور ان دو آیات میں فرمایا گیا: اور ہر گز کسی چیز کے متعلق نہ کہنا کہ میں کل یہ کرنے والا ہوں مگر ساتھ ہی یہ کہا کرو کہ اللہ تعالیٰ چاہے تو میں کر لوں گا۔ اور فرمایا کہ ”جب تم بھول جاؤ تو اپنے رب کو یاد کرلو“ یعنی اگر اِنْ شَآءَ اللّٰہ کہنا یاد نہ رہے تو جب یاد آئے کہہ لو۔ اس آیت کی تفسیر میں اور اقوال بھی ہیں۔ مزید فرمایا: یوں کہو کہ قریب ہے کہ میرا رب میری نبوت پر دلائل کے لئے اصحابِ کہف کے اس واقعے سے زیادہ قریب ہدایت کا کوئی راستہ دکھائے یعنی ایسے معجزات عطا فرمائے جو میری نبوت پر اس سے بھی زیادہ ظاہر دلالت کریں جیسے انبیاءِ سابقین کے احوال کا بیان، غیوب کا علم، قیامت تک پیش آنے والے واقعات کا بیان، چاند کا دو ٹکڑے ہونا اور حیوانات کا حضور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی رسالت کی گواہی دینا وغیرہ۔ **اہم بات:** یہاں اسلامی تعلیمات کی ایک بنیادی چیز بیان ہوئی کہ مسلمان اپنے ارادے میں اِنْ شَآءَ اللّٰہ ضرور کہا کرے۔

آیت 25 اصحابِ کہف کے غار میں قیام کی مدت کے متعلق فرمایا کہ وہ اپنے غار میں تین سو نو سال ٹھہرے۔

وَازۡدَادُوۡا تِسۡعًا ﴿۲۵﴾ قُلِ اللّٰہُ اَعۡلَمُ بِمَا لَبِثُوۡا ۚ لَہٗ غَیۡبُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ اَبۡصِرۡ بِہٖ وَ
اور نو سال زیادہ ○ تم فرماؤ: اللہ خوب جانتا ہے وہ جتنا ٹھہرے۔ آسمانوں اور زمین کے سب غیب اسی کے لیے ہیں، وہ کتنا دیکھنے والا اور
اَسۡمِعۡ ؕ مَا لَہُمۡ مِّنۡ دُوۡنِہٖ مِنۡ وَّلِیٍّ ۫ وَّ لَا یُشۡرِکُ فِیۡ حُکۡمِہٖۤ اَحَدًا ﴿۲۶﴾ وَاتۡلُ مَاۤ اُوۡحِیَ
سننے والا ہے۔ ان کیلئے اس کے سوا کوئی مددگار نہیں اور وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا ○ اور اپنے رب کی کتاب سے اس وحی کی
اِلَیۡکَ مِنۡ کِتَابِ رَبِّکَ ؕ لَا مُبَدِّلَ لِکَلِمٰتِہٖ ۚ۟ وَ لَنۡ تَجِدَ مِنۡ دُوۡنِہٖ مُلۡتَحَدًا ﴿۲۷﴾
تلاوت کرو جو آپ کی طرف بھیجی گئی ہے۔ اس کی باتوں کو کوئی بدلنے والا نہیں اور تم ہرگز اس کے سوا کوئی پناہ نہ پاؤ گے ○
وَاصۡبِرۡ نَفۡسَکَ مَعَ الَّذِیۡنَ یَدۡعُوۡنَ رَبَّہُمۡ بِالۡغَدٰوۃِ وَ الۡعَشِیِّ یُرِیۡدُوۡنَ وَجۡہَہٗ
اور اپنی جان کو ان لوگوں کے ساتھ مانوس رکھ جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اس کی رضا چاہتے ہیں

آیت 26 **شانِ نزول:** نجران کے نصرانیوں نے کہا تھا کہ 300 برس تک ٹھیک ہے اور 9 کی زیادتی کیسی ہے، اس کا ہمیں علم نہیں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا کہ اگر لوگ اس مدت میں جھگڑا کریں تو اللہ تعالیٰ ہی کا فرمانا برحق ہے لہٰذا تم ان سے کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ وہ لوگ کتنا ٹھہرے تھے، خواہ وہ ان کے غار میں سونے والی مدت ہو یا تب سے لے کر اب تک کی مدت کیونکہ آسمانوں اور زمین کے سب غیبوں کا علم اسی کو ہے، کوئی ظاہر اور کوئی باطن اس سے چھپا نہیں۔ آسمانوں اور زمین والوں کے لئے اس کے سوا کوئی مددگار نہیں اور وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا کیونکہ وہ شریک سے بے پرواہ ہے۔

آیت 27 ارشاد فرمایا: اے حبیب! اپنے رب کی کتاب سے اس وحی کی تلاوت کریں جو آپ کی طرف بھیجی گئی ہے اور کفار کی ان باتوں کی پرواہ نہ کریں کہ آپ اس کے علاوہ کوئی اور قرآن لے آئیں یا اسے تبدیل کر دیں۔ اللہ تعالیٰ کی باتوں کو بدلنے پر کوئی قادر نہیں اور تم ہرگز اس کے سوا کوئی پناہ نہ پاؤ گے۔

آیت 28 **شانِ نزول:** سردارانِ کفار کی ایک جماعت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم سے عرض کیا کہ ہمیں غریبوں کے ساتھ بیٹھتے شرم آتی ہے۔ اگر آپ انہیں اپنی صحبت سے جدا کر دیں تو ہم اسلام لے آئیں اور ہمارے اسلام لانے سے خلقِ کثیر اسلام لے آئے گی، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کو فرمایا گیا کہ آپ اپنی جان کو ان لوگوں کے ساتھ مانوس رکھیں جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں، اس کی رضا چاہتے ہیں یعنی جو اخلاص کے ساتھ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی اِطاعت میں مشغول رہتے ہیں اور وہ غریب ہیں۔ مزید فرمایا کہ تمہاری آنکھیں دنیوی زندگی کی زینت چاہتے ہوئے انہیں چھوڑ کر اوروں پر نہ پڑیں اور اس کی بات نہ مان جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا اور وہ اپنی خواہش کے پیچھے چلا اور اس کا کام حد سے گزر گیا۔ **اہم باتیں:** (1) نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی تربیت خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جیسے یہاں ہوا۔ (2) اچھوں کے ساتھ رہنا اچھا ہے اگرچہ وہ فقرا ہوں اور بروں کے ساتھ

وَ لَا تَعْدُ عَیْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِیْدُ زِیْنَةَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۚ وَ لَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ

اور تیری آنکھیں دنیوی زندگی کی زینت چاہتے ہوئے انہیں چھوڑ کر اوروں پر نہ پڑیں اور اس کی بات نہ مان جس کا دل ہم نے

عَنْ ذِكْرِنَا وَ اتَّبَعَ هَوٰىهُ وَ كَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ﴿۲۸﴾ وَ قُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۣ

اپنی یاد سے غافل کر دیا اور وہ اپنی خواہش کے پیچھے چلا اور اس کا کام حد سے گزر گیا ○ اور تم فرمادو کہ حق تمہارے رب کی طرف سے ہے

فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّ مَنْ شَآءَ فَلْیَكْفُرْ ۙ اِنَّاۤ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِیْنَ نَارًا ۙ اَحَاطَ بِهِمْ

توجو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے بیشک ہم نے ظالموں کے لیے وہ آگ تیار کر رکھی ہے جس کی دیواریں انہیں گھیر لیں گی

سُرَادِقُهَا ؕ وَ اِنْ یَّسْتَغِیْثُوْا یُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ یَشْوِی الْوُجُوْهَ ؕ

اور اگر وہ پانی کے لیے فریاد کریں توان کی فریاد اس پانی سے پوری کی جائے گی جو پگھلائے ہوئے تانبے کی طرح ہوگا جو اُن کے منہ کو بھون دے گا۔

رہنا برا ہے اگرچہ وہ مالدار ہوں۔(3) صبح وشام خصوصیت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا بہت افضل ہے۔ قرآنِ پاک میں بطورِ خاص صبح و شام کے ذکر کو بکثرت بیان فرمایا ہے۔ **درس:** اس حکم میں قیامت تک کے مسلمانوں کو ہدایت ہے کہ غافلوں، متکبروں، ریاکاروں، دنیاداروں کی نہ مانا کریں اور ان کے مال و دولت پر نظریں نہ جمائیں بلکہ مخلص، صالح، غربا و مساکین کے ساتھ تعلق رکھیں اور ان ہی کی اطاعت کیا کریں۔ دنیا کی محبت میں گرفتار مالداروں کی بات ماننا دین کو برباد کر دیتا ہے۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں جو بات سمجھ آتی ہے وہ یہ ہے کہ مال اور مالدار فی نفسِہٖ نہ برے ہیں اور نہ اچھے بلکہ مال کا غلط استعمال اور ایسے مالدار برے ہیں اور چونکہ مالدار عموماً نفس پرستی میں پڑ جاتے ہیں اسی لئے ان کی عمومی مذمت بیان کی جاتی ہے۔

آیت 29 ارشاد فرمایا: اے حبیب! تم فرمادو کہ حق تمہارے رب کی طرف سے ہے اور حق و باطل ظاہر ہو چکا ہے لہٰذا میں تو مسلمانوں کو ان کی غربت کے باعث تمہاری دل جوئی کے لئے اپنی مجلس مبارک سے جدا نہیں کروں گا، جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے اور خود ہی اپنا انجام سوچ اور سمجھ لے کہ اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لئے وہ آگ تیار کر رکھی ہے جس کی دیواریں انہیں گھیر لیں گی اور اگر وہ پیاس کی شدت سے پانی کے لئے فریاد کریں تو ان کی فریاد اس پانی سے پوری کی جائے گی جو پگھلائے ہوئے تانبے کی طرح ہو گا جو اُن کے منہ کو بھون دے گا۔ کیا ہی برا پینا ہے اور دوزخ کیا ہی بری ٹھہرنے کی جگہ ہے۔ **اہم بات:** حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وہ روغنِ زیتون کی تلچھٹ کی طرح گاڑھا پانی ہے اور حدیثِ پاک میں ہے کہ جب وہ منہ کے قریب کیا جائے گا تو منہ کی کھال اس سے جل کر گر پڑے گی۔ (ترمذی، حدیث: 2592) اور بعض مفسرین کا قول ہے کہ وہ پگھلایا ہوا رانگ اور پیتل ہے۔ **درس:** آیت میں ہر اس مسلمان کے لئے بھی بڑی نصیحت ہے جو ظلم اور گناہ کرنے میں مصروف ہے، اسے اپنے گناہوں پر ندامت و شرمندگی کا اظہار کرتے ہوئے توبہ و استغفار کرنا اور نیک اعمال میں مصروف ہو جانا چاہئے ورنہ یاد رکھے کہ مرنے کے بعد کا سفر انتہائی طویل ہے، جہنم کی گرمی بڑی شدید ہے، اہلِ جہنم کا پانی پگھلے ہوئے تانبے کی طرح اور جہنمیوں کی پیپ ہے اور جہنم کی قید بہت سخت ہے۔

بِئۡسَ الشَّرَابُ ؕ وَسَآءَتۡ مُرۡتَفَقًا ﴿۲۹﴾ اِنَّ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا

کیا ہی برا پینا اور دوزخ کیا ہی بری ٹھہرنے کی جگہ ہے○ بیشک جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کئے ہم

لَا نُضِيۡعُ اَجۡرَ مَنۡ اَحۡسَنَ عَمَلًا ۚ﴿۳۰﴾ اُولٰٓئِكَ لَهُمۡ جَنّٰتُ عَدۡنٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهِمُ الۡاَنۡهٰرُ

ان کا اجر ضائع نہیں کرتے جو اچھے عمل کرنے والے ہوں○ ان کے لیے ہمیشگی کے باغات ہیں ان کے نیچے نہریں بہتی ہیں،

يُحَلَّوۡنَ فِيۡهَا مِنۡ اَسَاوِرَ مِنۡ ذَهَبٍ وَّيَلۡبَسُوۡنَ ثِيَابًا خُضۡرًا مِّنۡ سُنۡدُسٍ وَّاِسۡتَبۡرَقٍ

انہیں ان باغوں میں سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے اور وہ سبز رنگ کے باریک اور موٹے ریشم کے کپڑے پہنیں گے

مُّتَّكِـِٕيۡنَ فِيۡهَا عَلَى الۡاَرَآئِكِ ؕ نِعۡمَ الثَّوَابُ ؕ وَحَسُنَتۡ مُرۡتَفَقًا ﴿۳۱﴾ وَاضۡرِبۡ لَهُمۡ ع ۴/۹ ۱۶

وہاں تختوں پر تکیے لگائے ہوئے ہوں گے۔ یہ کیا ہی اچھا ثواب ہے اور جنت کی کیا ہی اچھی آرام کی جگہ ہے○ اور ان کے سامنے

مَّثَلًا رَّجُلَيۡنِ جَعَلۡنَا لِاَحَدِهِمَا جَنَّتَيۡنِ مِنۡ اَعۡنَابٍ وَّحَفَفۡنٰهُمَا بِنَخۡلٍ

دو آدمیوں کا حال بیان کرو کہ ان میں سے ایک آدمی کیلئے ہم نے انگوروں کے دو باغ بنائے اور ان دونوں باغوں کو کھجوروں سے ڈھانپ دیا

آیت 30، 31 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ بیشک جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کئے ہم ان کا اجر ضائع نہیں کرتے جو اچھے عمل کرنے والے ہوں بلکہ انہیں ان کی نیکیوں کی جزا دیتے ہیں اور ان کا اجر جناتِ عدن یعنی ہمیشہ بسنے کے باغات ہیں کہ نہ وہاں سے نکالے جائیں اور نہ کسی کو موت آئے، ان باغات کے نیچے نہریں بہتی ہیں، جنتیوں کو ان باغوں میں سونے، چاندی اور موتیوں کے کنگن پہنائے جائیں گے اور وہ انتہائی خوبصورت ریشمی لباس پہنے ہوں گے کوئی باریک ہو گا اور کوئی موٹا ریشم اور وہ جنت میں تختوں پر تکیے لگائے ہوئے ہوں گے۔ یہ کیا ہی اچھا ثواب ہے اور جنت کی کیا ہی اچھی آرام کی جگہ ہے۔ **اہم باتیں:** (1) حدیثِ پاک میں ہے کہ وضو کا پانی جہاں جہاں پہنچتا ہے وہ تمام اعضا جنتی زیورات سے آراستہ کئے جائیں گے۔ (مسلم، حدیث:40(250)) (2) ریشمی لباس اور سونے چاندی کے کنگن جنتی لباس ہیں، دنیا میں عورتوں کے لئے حلال اور مردوں کے لئے حرام ہیں۔ حدیثِ پاک میں ہے: سونا اور ریشم میری اُمت کی عورتوں کے لئے حلال اور مردوں پر حرام ہے۔ (نسائی، حدیث:5275)

آیت 32 مسلمان اور کافر کا حال بیان کر کے ہر کافر و مومن کو دعوتِ فکر دی جارہی ہے کہ اس واقعے میں غور کر کے اپنا اپنا انجام سمجھیں، فرمایا کہ ان کے سامنے دو آدمیوں کا حال بیان کرو کہ ان میں سے ایک آدمی یعنی کافر کے لئے اللہ تعالیٰ نے انگوروں کے دو باغ بنادیئے اور ان دونوں باغوں کو کھجوروں سے ڈھانپ دیا اور ان کے درمیان کھیتی بھی بنادی یعنی اُنہیں نہایت بہترین ترتیب کے ساتھ مُرتَّب کیا۔ آس پاس سبز باغ اور بیچ میں ہرا بھرا کھیت ہو تو دیکھنے میں بہت ہی خوشنما معلوم ہوتا ہے اور اس سے مالک اپنی تمام ضروریات پوری کرلیتا ہے، کھیت سے غذا اور باغ سے پھل حاصل ہوتے ہیں۔

وَّ جَعَلْنَا بَیْنَهُمَا زَرْعًا ﴿۳۲﴾ كِلْتَا الْجَنَّتَیْنِ اٰتَتْ اُكُلَهَا وَ لَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَیْــٴًـا ۙ وَّ فَجَّرْنَا

اور ان کے درمیان میں کھیتی بھی بنادی ○ دونوں باغوں نے اپنے اپنے پھل دیدیئے اور اس میں کچھ کمی نہ کی اور دونوں کے بیچ میں ہم نے

خِلٰلَهُمَا نَهَرًا ﴿۳۳﴾ ۙ وَّ كَانَ لَهٗ ثَمَرٌ ۚ فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ وَ هُوَ یُحَاوِرُهٗۤ

ایک نہر جاری کردی ○ اور اس آدمی کے پاس پھل تھے تو اس نے اپنے ساتھی سے کہا اور وہ اس سے فخر و غرور کی باتیں کرتا رہتا تھا۔

اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّ اَعَزُّ نَفَرًا ﴿۳۴﴾ وَ دَخَلَ جَنَّتَهٗ وَ هُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ

(اس سے کہا) میں تجھ سے زیادہ مالدار ہوں اور افراد کے اعتبار سے زیادہ طاقتور ہوں ○ اور وہ اپنے باغ میں گیا حالانکہ وہ اپنی جان پر ظلم

قَالَ مَاۤ اَظُنُّ اَنْ تَبِیْدَ هٰذِهٖۤ اَبَدًا ﴿۳۵﴾ ۙ وَّ مَاۤ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآىٕمَةً ۙ وَّ لَىٕنْ

کرنے والا تھا، کہنے لگا: میں گمان نہیں کرتا کہ یہ (باغ) کبھی فنا ہوگا ○ اور میں گمان نہیں کرتا کہ قیامت قائم ہونے والی ہے اور اگر

رُّدِدْتُّ اِلٰى رَبِّیْ لَاَجِدَنَّ خَیْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا ﴿۳۶﴾ قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ وَ هُوَ یُحَاوِرُهٗۤ

مجھے میرے رب کی طرف لوٹایا بھی گیا تو میں ضرور اس باغ سے بہتر پلٹنے کی جگہ پالوں گا ○ اس کے ساتھی نے اس کی فخر و غرور کی باتوں

آیت 33 کھجور اور انگور دونوں باغوں میں ہی خوب بہار آئی، پھل خوب لگے جبکہ باغ کے بیچ میں موجود نہر نے باغ کی خوبصورتی اور زینت میں بھی اضافہ کر دیا اور وہ باغ کے تر و تازہ رہنے کا باعث بھی ہوئی۔

آیت 34 اس باغ والے کافر آدمی کے پاس باغ کے علاوہ اور بھی بہت مال و اَسباب جیسے سونا، چاندی وغیرہ ہر قسم کا مال تھا تو وہ اپنے مسلمان ساتھی سے کہنے لگا جس سے وہ فخر و غرور کی باتیں کرتا رہتا تھا کہ میں تجھ سے زیادہ مال دار اور افراد کے اعتبار سے زیادہ طاقتور ہوں یعنی میرا کنبہ قبیلہ بڑا ہے اور خدمت گار، نوکر چاکر بھی میرے پاس بہت ہیں۔ **اہم بات:** نعمتوں پر فخر و غرور کا اظہار اور مومن کو ذلیل جاننا کفار کا کام ہے۔

آیت 35 وہ باغات کا مالک مسلمان کو ساتھ لے کر باغ میں گیا، اسے فخریہ طور پر ہر طرف لے کر پھرا، ہر ہر چیز دکھائی حالانکہ وہ اپنے کفر کے سبب اپنی جان پر ظلم کرنے والا تھا تو وہ باغ کی زینت اور رونق دیکھ کر مغرور ہو گیا اور کہنے لگا: میں گمان نہیں کرتا کہ یہ باغ کبھی فنا ہوگا یعنی ساری عمر مجھے پھل دیتا رہے گا۔ **اہم بات:** دنیوی دولت غافل کے لئے زیادہ جرم کرنے کا باعث ہو جاتی ہے۔

آیت 36 باغ کے کافر مالک نے کہا کہ مجھے تو اس بات کا گمان بھی نہیں ہے کہ قیامت قائم ہوگی جیسے تیرا گمان ہے بلکہ مجھے یقین ہے کہ قیامت نہ آئے گی اور اگر بالفرض آ بھی گئی تو مجھے آخرت میں اس دنیوی باغ سے بہتر باغ دیا جائے گا کیونکہ دنیا میں بھی میں نے بہترین جگہ پائی ہے۔ **اہم بات:** برے اعمال کر کے جنت کی آس لگانا نیز دنیا میں مال ملنے کو رضائے الٰہی کی علامت سمجھنا کافروں کا کام ہے۔

آیت 37، 38 یہ سب باتیں سن کر اس کافر کے مسلمان ساتھی نے اس کی فخر و غرور کی باتوں کا جواب دیتے ہوئے کہا: کیا تو اس خداوندِ قدوس کے ساتھ کفر کرتا ہے جس نے تجھے مٹی سے بنایا پھر نطفہ سے اور پھر تجھے بالکل صحیح مرد بنا دیا یعنی اس نے تجھے عقل و

اَكَفَرْتَ بِالَّذِیْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوّٰىكَ رَجُلًا ﴿۳۷﴾ لٰكِنَّا

کا جواب دیتے ہوئے کہا: کیا تو اس کے ساتھ کفر کرتا ہے جس نے تجھے مٹی سے بنایا پھر نطفہ سے پھر تجھے بالکل صحیح مرد بنادیا ○ لیکن

هُوَ اللّٰهُ رَبِّیْ وَلَاۤ اُشْرِكُ بِرَبِّیْۤ اَحَدًا ﴿۳۸﴾ وَلَوْلَاۤ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ

(میں تو یہی کہتا ہوں کہ) وہ اللہ ہی میرا رب ہے اور میں کسی کو اپنے رب کا شریک نہیں کرتا ○ اور ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب تو اپنے باغ میں گیا

قُلْتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ ۙ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ۚ اِنْ تَرَنِ اَنَا اَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَّوَلَدًا ﴿۳۹﴾ ۚ

تو کہتا: (یہ سب وہ ہے) جو اللہ نے چاہا، ساری قوت اللہ کی مدد سے ہی ہے۔ اگر تو مجھے اپنے مقابلے میں مال اور اولاد میں کم دیکھ رہا ہے ○

فَعَسٰی رَبِّیْۤ اَنْ یُّؤْتِیَنِ خَیْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ وَیُرْسِلَ عَلَیْهَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَآءِ فَتُصْبِحَ صَعِیْدًا

تو قریب ہے کہ میرا رب مجھے تیرے باغ سے بہتر عطا فرمادے اور تیرے باغ پر آسمان سے بجلیاں گرادے تو وہ چٹیل میدان ہو کر

زَلَقًا ﴿۴۰﴾ ۙ اَوْ یُصْبِحَ مَآؤُهَا غَوْرًا فَلَنْ تَسْتَطِیْعَ لَهٗ طَلَبًا ﴿۴۱﴾ وَاُحِیْطَ بِثَمَرِهٖ فَاَصْبَحَ

رہ جائے ○ یا اس باغ کا پانی زمین میں دھنس جائے پھر تو اسے ہرگز تلاش نہ کرسکے ○ اور اس کے پھل گھیر لیے گئے تو وہ ان اخراجات پر

بلوغ، قوت وطاقت عطا کی اور تو سب کچھ پا کر کافر ہو گیا لہٰذا تو اس کو مان یا نہ مان لیکن میں تو یہی کہتا ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی میرا رب ہے اور میں کسی کو اپنے رب کا شریک نہیں کرتا۔

آیت 39 مسلمان نے اس کافر کو سمجھاتے ہوئے کہا: ایسا کیوں نہ ہوا کہ تو باغ دیکھ کر مَا شَآءَ اللہ کہتا اور اعتراف کرتا کہ یہ باغ اور اس کے تمام مَحاصل ومَنافع اللہ تعالیٰ کی مَشِیَّت اور اس کے فضل وکرم سے ہیں اور سب کچھ اس کے اختیار میں ہے، چاہے اس کو آباد رکھے یا ویران کردے، ایسا کہتا تو یہ تیرے حق میں بہتر ہوتا۔ اگر تو مجھے اپنے مقابلے میں مال اور اولاد میں کم سمجھ رہا تھا اور اپنے آپ کو بڑا سمجھتا تھا تو تو نے ایسا کیوں نہیں کہا جو اوپر بیان ہوا۔ **اہم باتیں:** (1) یہاں سے مسلمان اور کافر کا فرق واضح ہوا کہ کافر اپنے مال ودولت اور کامیابی کو اپنی کوششوں کا نتیجہ سمجھتا ہے جبکہ مسلمان اپنی ہر کامیابی کو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کی طرف منسوب کرتا ہے۔ (2) حدیثِ پاک میں ہے: جو شخص کوئی پسندیدہ چیز دیکھ کر مَا شَآءَ اللہُ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللہِ کہے اسے نگاہ، نقصان نہیں پہنچائے گی۔ (کنز العمال، حدیث: 17666)

آیت 40، 41 مسلمان نے مزید کہا: ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ میرا رب مجھے تیرے باغ سے بہتر عطا فرمادے اور تیرے باغ پر آسمان سے بجلیاں گرادے تو وہ چٹیل میدان ہو کر رہ جائے کہ اس میں سبزہ کا نام ونشان نہ رہے اور اپنی زندگی ہی میں تو اس باغ کو برباد ہوتا ہوا دیکھے یا اس باغ کا پانی زمین میں دھنس جائے کہ کسی طرح نکالا نہ جاسکے پھر تو اسے ہرگز تلاش نہ کرسکے۔

آیت 42 اس کافر کے باغ پر عذاب آگیا، اس کے ہر طرح کے مال واَسباب پھل ہلاکت میں گھیر لئے گئے اور باغ بالکل ویران ہوگیا تو وہ حسرت کے ساتھ ان اخراجات پر ہاتھ ملتا رہ گیا جو اس نے باغ کی دیکھ بھال میں خرچ کئے تھے اور وہ باغ اپنی چھتوں کے بل اوندھے منہ گر گیا، اس حال کو پہنچ کر اسے مومن کی نصیحت یاد آئی اور وہ سمجھا کہ یہ اُس کے کفر وسرکشی کا نتیجہ ہے تو وہ کہنے لگا: اے

يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ عَلٰى مَاۤ اَنْفَقَ فِيْهَا وَهِىَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِىْ

اپنے ہاتھ ملتارہ گیا جو اس باغ میں خرچ کئے تھے اور وہ باغ اپنی چھتوں کے بل اوندھے منہ گرا ہوا تھا اور وہ مالک کہہ رہا ہے، اے کاش!

لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّىْۤ اَحَدًا ﴿۴۲﴾ وَلَمْ تَكُنْ لَّهٗ فِئَةٌ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ

میں نے اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہوتا○ اور اس کے پاس کوئی جماعت نہ تھی جو اللہ کے سامنے اس کی مدد کرتی اور نہ ہی وہ خود

مَا كَانَ مُنْتَصِرًا ﴿۴۳﴾ؕ هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ ؕ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ عُقْبًا ﴿۴۴﴾ ع ۵/۱۳/۱۷

بدلہ لینے کے قابل تھا○ یہاں پتہ چلتا ہے کہ تمام اختیار سچے اللہ کا ہے، وہ سب سے بہتر ثواب دینے والا اور سب سے اچھا انجام عطا فرمانے والا ہے○

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ

اور ان کے سامنے بیان کرو کہ دنیا کی زندگی کی مثال ایسی ہے جیسے ایک پانی ہو جسے ہم نے آسمان سے اتارا تو اس کے سبب

نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ مُّقْتَدِرًا ﴿۴۵﴾

زمین کا سبزہ گھنا ہوکر نکلا پھر وہ سوکھی گھاس بن گیا جسے ہوائیں اڑاتی پھرتی ہیں اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے○

اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا

مال اور بیٹے دنیا کی زندگی کی رونق ہیں اور باقی رہنے والی اچھی باتیں تیرے رب کے نزدیک ثواب کے اعتبار سے زیادہ بہتر

کاش! میں نے اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہوتا۔

آیت 43 فرمایا کہ اور اس کے پاس کوئی جماعت نہ تھی جو اسے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا سکتی اور نہ ہی وہ خود بدلہ لینے کے قابل تھا۔

آیت 44 مذکورہ واقعے کا سبق بیان فرمایا گیا کہ یہاں پتہ چلتا ہے اور ایسے حالات میں معلوم ہوتا ہے کہ تمام اختیارات اللہ تعالیٰ کے دستِ قدرت میں ہیں۔ وہی چاہے تو پھلوں سے لدے باغات عطا فرمادے اور چاہے تو ایک لمحے میں سب کچھ تہس نہس کردے، وہ سب سے بہتر ثواب دینے والا اور سب سے اچھا انجام عطا فرمانے والا ہے۔

آیت 45 دنیوی زندگی کے قابلِ فنا ہونے اور قیامت کے حساب کتاب کے متعلق سمجھایا گیا، فرمایا: اے حبیب! لوگوں کے سامنے دنیا کی حقیقت بیان کرو اور اس کے سمجھانے کے لئے اس مثال کا سہارا لو کہ دنیوی زندگی کی مثال ایسی ہے جیسے زمین کی سرسبزی و شادابی، جو ہمارے نازل کئے ہوئے پانی کے سبب زمین سے نکلی لیکن کچھ عرصے بعد وہ سبزہ فنا کے گھاٹ اتر جاتا اور سوکھی ہوئی گھاس میں تبدیل ہو جاتا ہے جسے ہوائیں اِدھر سے اُدھر اڑائے پھرتی ہیں اور اس کی کوئی قدر و قیمت باقی نہیں رہتی یہی حالت دنیا کی بے اعتبار حیات کی ہے، اس پر مغرور و شیدا ہونا عقل مند کا کام نہیں اور یہ سب فنا و بقا اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ہے۔ **اہم بات:** آیت میں بیان کی گئی مثال مزید تفصیل کے ساتھ سورۂ یونس کی آیت 24 میں گزر چکی ہے۔

آیت 46 دنیا کے مال و اَسباب کے متعلق فرمایا کہ مال اور بیٹے دنیوی زندگی کی رونق ہیں کہ ان کے ذریعے دنیا میں آدمی فخر کرتا اور

وَّخَيْرٌ اَمَلًا ﴿۴۶﴾ وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً

اور امید کے اعتبار سے زیادہ اچھی ہیں ○ اور یاد کرو جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے اور تم زمین کو صاف کھلی ہوئی دیکھو گے (جس پر

وَّحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا ﴿۴۷﴾ وَعُرِضُوْا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا

پہاڑ وغیرہ کچھ بھی نہ ہو گا) اور ہم لوگوں کو اٹھائیں گے تو ان میں سے کسی کو نہ چھوڑیں گے ○ اور سب تمہارے رب کی بارگاہ میں صفیں باندھے

لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍۢ بَلْ زَعَمْتُمْ اَلَّنْ نَّجْعَلَ

پیش کئے جائیں گے، بیشک تم ہمارے پاس ویسے ہی آئے جیسے ہم نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا، بلکہ تمہارا گمان تھا کہ ہم ہرگز تمہارے لیے

لَكُمْ مَّوْعِدًا ﴿۴۸﴾ وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ

کوئی وعدے کا وقت نہ رکھیں گے ○ اور نامہ اعمال رکھا جائے گا تو تم مجرموں کو دیکھو گے کہ اس میں جو (لکھا ہوا) ہو گا اس سے ڈر رہے

انہیں دنیا کی سہولیات و لذات حاصل کرنے کا ذریعہ بناتا ہے اور باقیاتِ صالحات یعنی نیک اعمال جیسے پنجگانہ نماز، تسبیح، تحمید اور تمام عبادات رب تعالیٰ کے نزدیک ثواب کے اعتبار سے زیادہ بہتر اور امید کے اعتبار سے زیادہ اچھی ہیں۔ **اہم بات:** مال اور اولاد فی نَفْسِہٖ اگرچہ دنیا ہیں لیکن یہ آخرت کے لئے عظیم زادِ راہ بھی بن سکتی ہیں کیونکہ اگر مال کو راہِ خدا میں خرچ کیا، خصوصاً کوئی صدقہ جاریہ کا کام کیا تو یہ نجات کا ذریعہ بنے گا اور اولاد کی اگر اچھی تربیت کی، نیکی کے راستے پر لگایا تو ان کی نیکیوں کا ثواب بھی ملے گا اور ان کی دعائیں بھی ملتی رہیں گی۔

آیت 47 دنیا کی ناپائیداری اور اسبابِ دنیا کی حقیقت بیان کرنے کے بعد اب قیامت کی ہولناکی کا بیان کیا جا رہا ہے، فرمایا: یاد کرو جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے کہ وہ اپنی جگہ سے اُکھڑ کر بادلوں کی طرح اڑتے پھریں گے اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے اور تم زمین کو صاف کھلی ہوئی دیکھو گے جس پر پہاڑ، درخت، عمارت کچھ نہ ہو گا بلکہ ایک چٹیل میدان ہو گا اور ہم لوگوں کو قبروں سے اٹھا کر میدانِ قیامت میں حاضر کریں گے تو ان میں سے کسی کو نہ چھوڑیں گے۔

آیت 48 قیامت واقع ہونے کے بعد کی منظر کشی کی گئی کہ سب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں صفیں باندھے پیش کئے جائیں گے، ہر ہر امت کی جماعت کی قطاریں علیحدہ علیحدہ ہوں گی اور اللہ تعالیٰ اُن سے فرمائے گا: بے شک تم ہمارے پاس ویسے ہی ننگے بدن، ننگے پاؤں، مال و زر سے خالی ہو کر آئے جیسے ہم نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا اور پھر منکرینِ قیامت سے کہا جائے گا: تمہارا تو گمان تھا کہ قیامت نہیں آئے گی اور تمہارے لئے حساب کتاب کا کوئی وعدہ نہیں اور انبیاءِ کرام علیہمُ السّلام نے جو تمہیں اِس وعدے سے خبردار کیا تھا اسے تو تم نے تسلیم ہی نہیں کیا تھا۔

آیت 49 یہاں قیامت کا وہ اہم اور نازک ترین مرحلہ بیان ہو رہا ہے جہاں جنتی اور جہنمی ہونے کا اعلان ہونا ہے کہ ہر بندے کا نامۂ اعمال اس کو دیا جائے گا، مومن کا دائیں ہاتھ میں اور کافر کا بائیں میں، نامۂ اعمال کو دیکھ کر برے لوگوں کی حالت دہشت انگیز ہو گی، وہ

وَ یَقُوْلُوْنَ یٰوَیْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا یُغَادِرُ صَغِیْرَةً وَّ لَا كَبِیْرَةً اِلَّاۤ اَحْصٰىهَاۚ وَ

ہوں گے اور کہیں گے: ہائے ہماری خرابی! اس نامۂ اعمال کو کیا ہے کہ اس نے ہر چھوٹے اور بڑے گناہ کو گھیرا ہوا ہے اور

وَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًاؕ وَ لَا یَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ﴿۴۹﴾ۧ وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓىٕكَةِ

ع ۶ / ۵ / ۱۸

لوگ اپنے تمام اعمال کو اپنے سامنے موجود پائیں گے اور تمہارا رب کسی پر ظلم نہیں کرے گا ○ اور یاد کرو جب ہم نے فرشتوں سے فرمایا:

اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْۤا اِلَّاۤ اِبْلِیْسَؕ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖؕ

آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے، وہ جنوں میں سے تھا تو وہ اپنے رب کے حکم سے نکل گیا

اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَ ذُرِّیَّتَهٗۤ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِیْ وَ هُمْ لَكُمْ عَدُوٌّؕ بِئْسَ لِلظّٰلِمِیْنَ بَدَلًا ﴿۵۰﴾

تو (اے لوگو!) کیا تم اسے اور اس کی اولاد کو میرے سوا دوست بناتے ہو حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں، ظالموں کیلئے کیا ہی برا بدلہ ہے ○

مَاۤ اَشْهَدْتُّهُمْ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ لَا خَلْقَ اَنْفُسِهِمْ۪ وَ مَا كُنْتُ

نہ میں نے انہیں آسمانوں اور زمین کو بناتے وقت حاضر رکھا تھا اور نہ خود ان کے بناتے وقت اور نہ میں

ڈر رہے ہوں گے اور کہیں گے: ہائے ہماری خرابی! اس نامۂ اعمال کو کیا ہے کہ اس نے ہر چھوٹے اور بڑے گناہ کو گھیرا ہوا ہے اور لوگ اپنے تمام اعمال اپنے سامنے موجود پائیں گے اور رب تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرے گا، نہ کسی پر بغیر جرم عذاب کرے گا اور نہ کسی کی نیکیاں گھٹائے گا۔ حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ جب اس آیت کی تلاوت فرماتے تو کہتے: ہائے بربادی، اے لوگو! کبیرہ گناہوں سے پہلے صغیرہ گناہوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کر لو۔ (قرطبی، 5/302)

آیت 50 شیطان کے ابتدائی کردار کا بیان کرکے لوگوں کو سمجھایا جارہا ہے کہ جس طرح وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرکے مردود ہوا، تم اس طرح نہ کرنا، ارشاد فرمایا: یاد کرو جب ہم نے فرشتوں سے فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام کی تعظیم کے طور پر انہیں سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا لیکن ابلیس جو جنوں کے گروہ سے تعلق رکھتا تھا اس نے حکمِ الٰہی کے باوجود حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کیا بلکہ تکبر و حسد کا راستہ اختیار کیا اور اپنے رب کے حکم سے نکل گیا تو اے لوگو! کیا تم اسے اور اس کی اولاد کو میرے سوا دوست بناتے اور اُن کی اطاعت اختیار کرتے ہو، وہ یوں کہ بجائے میری بندگی کے ان کی بندگی میں مبتلا ہوتے ہو حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں، تمہیں تو ان سے ہوشیار اور دور رہنا چاہیے نہ کہ دوستی کرنی چاہئے اور یاد رکھو کہ شیطان، اس کی اولاد اور شیطان کے فرمانبردار سب ظالم ہیں اور ظالموں کے لئے بہت برا بدلہ ہے۔

آیت 51 شیطان، اس کی اولاد نیز جن بتوں یا چیزوں کو مشرکین اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے ہیں ان میں سے کسی کو نہ تو اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو بناتے وقت حاضر رکھا تھا اور نہ خود ان کے بناتے وقت حاضر رکھا تھا اور نہ اللہ تعالیٰ گمراہ کرنے والوں کو مددگار بنانے والا ہے۔ مراد یہ ہے کہ اشیاء کے پیدا کرنے میں اللہ تعالیٰ کی ذات منفرد اور یگانہ ہے، نہ اس کا کوئی شریکِ عمل ہے نہ مشیرِ کار، پھر اس کے سوا اور کسی کی عبادت کس طرح درست ہو سکتی ہے۔

Go To Index

مُتَّخِذَ الۡمُضِلِّیۡنَ عَضُدًا ﴿۵۱﴾ وَ یَوۡمَ یَقُوۡلُ نَادُوۡا شُرَكَآءِیَ الَّذِیۡنَ

گمراہ کرنے والوں کو مددگار بنانے والا ہوں ○ اور یاد کرو جس دن اللہ فرمائے گا: میرے ان شریکوں کو پکارو جنہیں تم (میرا شریک)

زَعَمۡتُمۡ فَدَعَوۡهُمۡ فَلَمۡ یَسۡتَجِیۡبُوۡا لَهُمۡ وَ جَعَلۡنَا بَیۡنَهُمۡ مَّوۡبِقًا ﴿۵۲﴾

گمان کرتے تھے تو وہ انہیں پکاریں گے تو وہ شریک انہیں جواب نہ دیں گے اور ہم ان کے درمیان ایک ہلاکت کا میدان بنادیں گے ○

وَ رَاَ الۡمُجۡرِمُوۡنَ النَّارَ فَظَنُّوۡۤا اَنَّهُمۡ مُّوَاقِعُوۡهَا وَ لَمۡ یَجِدُوۡا عَنۡهَا مَصۡرِفًا ﴿۵۳﴾ ع وَ لَقَدۡ ۱۹

اور مجرم دوزخ کو دیکھیں گے تو یقین کرلیں گے کہ وہ اس میں گرنے والے ہیں اور اس سے پھرنے کی کوئی جگہ نہ پائیں گے ○ اور بیشک

صَرَّفۡنَا فِیۡ هٰذَا الۡقُرۡاٰنِ لِلنَّاسِ مِنۡ كُلِّ مَثَلٍ ؕ وَ كَانَ الۡاِنۡسَانُ اَكۡثَرَ شَیۡءٍ جَدَلًا ﴿۵۴﴾ وَ

ہم نے لوگوں کے لیے اس قرآن میں ہر قسم کی مثال طرح طرح سے بیان فرمائی اور انسان ہر چیز سے بڑھ کر جھگڑالو ہے ○ اور

مَا مَنَعَ النَّاسَ اَنۡ یُّؤۡمِنُوۡۤا اِذۡ جَآءَهُمُ الۡهُدٰی وَ یَسۡتَغۡفِرُوۡا رَبَّهُمۡ اِلَّاۤ اَنۡ تَاۡتِیَهُمۡ

جب لوگوں کے پاس ہدایت آگئی تو انہیں ایمان لانے اور اپنے رب سے مغفرت مانگنے سے کس چیز نے روکا سوائے اس کے کہ ان پر بھی

آیت 52 ارشاد فرمایا: اور یاد کرو جس دن اللہ تعالیٰ کفار سے فرمائے گا: اب تم ان شریکوں کو پکارو جنہیں تم میرا شریک سمجھتے تھے تو وہ انہیں پکاریں گے لیکن ان کے شریک انہیں جواب نہ دیں گے اور ہم ان بتوں اور بت پرستوں نیز اہلِ حق اور گمراہوں کے درمیان ایک ہلاکت کا میدان بنادیں گے جس میں اہلِ باطل اور ان کے بت پڑے رہیں گے۔ **اہم بات:** مَوۡبِق دوزخ کا ایک طبقہ ہے یا اس سے مراد مطلقاً ہلاکت کی جگہ ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مَوۡبِق جہنم میں ایک وادی ہے۔

آیت 53 فرمایا کہ جب مجرموں کو جہنم کی طرف چلایا جائے گا تو وہ اسے دیکھ کر یقین کرلیں گے کہ اب وہ اس میں گرنے والے ہیں اور اس سے پھرنے کی کوئی جگہ نہ پائیں گے کیونکہ جہنم ہر طرف سے انہیں گھیر لے گی۔

آیت 54 فرمایا کہ ہم نے اس قرآن میں ہر قسم کی مثال مختلف انداز سے بیان فرمائی تاکہ لوگ انہیں سمجھیں اور نصیحت حاصل کریں لیکن اکثر لوگ وہ نصیحت قبول نہیں کرتے بلکہ فضول بحث مباحثہ شروع کردیتے ہیں۔ مزید فرمایا کہ انسان ہر چیز سے بڑھ کر جھگڑالو ہے۔ **اہم بات:** یہ آیت اگرچہ بطورِ خاص نضر بن حارث یا اُبی بن خلف کافر کے متعلق نازل ہوئی لیکن اس میں تمام کفار داخل ہیں جو حق کو تسلیم کرنے کی بجائے صرف بحث مباحثہ کرتے ہیں اور آیت کے عموم میں تمام لوگ داخل ہیں کیونکہ انسان کی عمومی عادت ہے کہ فوراً بات تسلیم نہیں کرتا اگرچہ حق بات ہی کیوں نہ ہو بلکہ بحث مباحثہ کرتا ہے۔

آیت 55 یہاں کلام اس انداز میں ہے جیسے کوئی شخص سمجھانے کے باوجود غلط حرکتیں کرتا ہے تو اسے کہا جاتا ہے: لگتا ہے کہ جناب کو صرف جوتوں کی ضرورت ہے۔ مراد یہ ہوتا ہے کہ اب تمہارا علاج یہی ہے۔ یہی بات کفار سے کہی گئی کہ ہدایت کی تعلیم آجانے کے بعد اب انہیں ایمان لانے اور استغفار کرنے سے صرف اس بات نے روکا ہوا ہے کہ ان پر بھی پہلے لوگوں جیسا عذاب آجائے یا

سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا ﴿۵۵﴾ وَ مَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَ

پہلے لوگوں کا طریقہ آجائے یا ان پر بہت سی قسموں کا عذاب آجائے○ اور ہم رسولوں کو خوشخبری دینے والے اور

مُنْذِرِيْنَ ۚ وَ يُجَادِلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ

ڈر کی خبریں سنانے والے بنا کر ہی بھیجتے ہیں اور کافر باطل باتوں کے ذریعے جھگڑا کرتے ہیں تاکہ اس کے ذریعے سے حق بات کو مٹادیں

وَ اتَّخَذُوْۤا اٰيٰتِيْ وَ مَاۤ اُنْذِرُوْا هُزُوًا ﴿۵۶﴾ وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ

اور انہوں نے میری نشانیوں کو اور جس سے انہیں ڈرایا جاتا تھا اسے مذاق بنالیا○ اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جسے اس کے رب کی آیتوں

فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَ نَسِيَ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ ؕ اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ

کے ذریعے نصیحت کی جائے تو وہ ان سے منہ پھیر لے اور ان اعمال کو بھول جائے جو اس کے ہاتھوں نے آگے بھیجے ہیں۔ بیشک ہم نے ان کے

اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَ فِيْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَ اِنْ تَدْعُهُمْ اِلَى الْهُدٰى

دلوں پر غلاف کردیئے ہیں تاکہ قرآن کو نہ سمجھیں اور ان کے کانوں میں بوجھ رکھ دیئے ہیں اور اگر تم انہیں ہدایت کی طرف بلاؤ

فَلَنْ يَّهْتَدُوْۤا اِذًا اَبَدًا ﴿۵۷﴾ وَ رَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ ؕ لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوْا لَعَجَّلَ

توجب بھی ہرگز کبھی ہدایت نہ پائیں گے○ اور تمہارا رب بڑا بخشنے والا، رحمت والا ہے۔ اگر وہ لوگوں کو ان کے اعمال کی بنا پر پکڑ لیتا تو جلد

ان پر بہت سی قسموں کا عذاب آجائے۔

آیت 56 فرمایا کہ ہم رسولوں کو ان کی امتوں کی طرف بھیجتے ہیں تاکہ وہ ایمان والوں اور اطاعت گزاروں کو ثواب اور جنت کے دَرجات کی خوشخبری دیں جبکہ کافروں اور گنہگاروں کو عذاب اور جہنم کے دَرکات سے ڈرانے والی خبریں سنائیں لیکن کافر باطل باتوں کے ذریعے ان رسولوں سے جھگڑا کرتے ہیں مثلاً کہتے ہیں کہ تم تو ہماری طرح بشر ہو، اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو کسی فرشتے کو رسول بنا کر بھیج دیتا، یہ جھگڑا وہ اس لئے کرتے ہیں تاکہ اِس کے ذریعے سے اُس حق بات کو مٹادیں جو رسولوں کے ساتھ ہے، اس طرزِ عمل کے ذریعے کافروں نے میری وحدانیت و قدرت پر دلالت کرنے والی نشانیوں کو اور جس عذاب سے انہیں ڈرایا جاتا تھا اسے مذاق بنالیا۔

آیت 57 فرمایا کہ اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جسے اس کے رب کے کلام قرآنِ مجید کی آیتوں کے ذریعے نصیحت کی جائے تو وہ ان سے منہ پھیر لے، ان میں غور و فکر نہ کرے اور کفر وغیرہ ان اعمال کے انجام کو بھول جائے جو اس کے ہاتھوں نے آگے بھیجے ہیں۔ بے شک ہم نے ان کے کفر کی وجہ سے ان کے دلوں پر غلاف کردیئے ہیں تاکہ قرآن کو نہ سمجھیں اور ان کے کانوں میں بوجھ رکھ دیئے ہیں تاکہ حق کو سن نہ سکیں اور اے حبیب! اگر آپ انہیں ہدایت کی طرف بلائیں تو جب بھی ہرگز کبھی ہدایت نہ پائیں گے کیونکہ ان کی قسمت میں ہی کفر کرنا لکھا ہوا ہے۔

آیت 58 اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مہلت کا بیان ہے کہ اگر کوئی کروڑوں گناہ کرنے اور ساری زندگی گناہوں میں گزارنے کے بعد بھی

Go To Index

لَهُمُ الْعَذَابَ ؕ بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ لَّنْ یَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْىِٕلًا ﴿۵۸﴾ وَ تِلْكَ الْقُرٰۤى اَهْلَكْنٰهُمْ

ان پر عذاب بھیج دیتا بلکہ ان کے لیے ایک وعدے کا وقت ہے جس کے سامنے کوئی پناہ نہ پائیں گے ○ اور یہ بستیاں ہم نے تباہ کر دیں

لَمَّا ظَلَمُوْا وَ جَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا ﴿۵۹﴾ ع وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰىهُ لَاۤ اَبْرَحُ ع ٨ ٦ ٢٠

جب انہوں نے ظلم کیا اور ہم نے ان کی بربادی کیلئے ایک وعدہ کر رکھا تھا ○ اور یاد کرو جب موسیٰ نے اپنے خادم سے فرمایا: میں مسلسل

حَتّٰۤى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَیْنِ اَوْ اَمْضِیَ حُقُبًا ﴿۶۰﴾ فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَیْنِهِمَا

سفر میں رہوں گا جب تک دو سمندروں کے ملنے کی جگہ نہ پہنچ جاؤں یا مدتوں چلتا رہوں گا ○ پھر جب وہ دونوں دو سمندروں کے ملنے

مغفرت کا دروازہ کھٹکھٹاتا اور توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے بخش دیتا ہے اور شانِ رحمت میں یہ بھی داخل ہے کہ وہ عذاب دینے میں جلدی نہیں فرماتا بلکہ کفر و گناہ کے باوجود لوگوں کو دنیا کا رزق دیتا رہتا ہے۔ اور فرمایا: اگر وہ لوگوں کو دنیا ہی میں ان کے اعمال کی بنا پر پکڑ لیتا تو جلد ان پر عذاب بھیج دیتا لیکن اس کی رحمت ہے کہ اُس نے عذاب میں جلدی نہ فرمائی بلکہ ان کے لئے ایک وعدے کا وقت یعنی قیامت کا دن مقرر کر دیا۔ اس دن ساری مہلتیں ختم ہو جائیں گی اور کوئی پناہ نہ ہو گی۔ **اہم بات:** دنیا میں اللہ تعالیٰ کی رحمت مومن اور کافر دونوں کو عام ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کی وجہ سے ان کا رزق منقطع کر کے ان کا مؤاخذہ نہیں فرماتا اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی رحمت مومن کے ساتھ اور دائمی عذاب کافر کے ساتھ خاص ہے۔

آیت 59 کفار کو سمجھانے کے لئے اجمالی طور پر پچھلی قوموں کا انجام بیان ہو رہا ہے، فرمایا کہ ان بستیوں کے رہنے والوں کو ہم نے ہلاک کر دیا جب انہوں نے کفر کیا اور وہ بستیاں ویران ہو گئیں اور ہم نے ان کو ہلاک کرنے کے لئے ایک وقت مقرر کر رکھا تھا تو جیسے وہ بستیاں اپنے کفر و سرکشی کی وجہ سے برباد ہوئی ایسے تم بھی ہو سکتے ہو۔ **اہم بات:** ان بستیوں سے قومِ لوط، عاد اور ثمود وغیرہ کی بستیاں مراد ہیں۔

آیت 60 حضرت موسیٰ علیہ السّلام کا حضرت خضر علیہ السّلام کے پاس علم سیکھنے کے لئے جانے کا واقعہ بیان ہو رہا ہے، ایک بار آپ نے بنی اسرائیل کی جماعت میں بہت شاندار وعظ فرمایا، کسی نے پوچھا کہ آپ سے بڑا عالم بھی کوئی ہے؟ فرمایا: نہیں۔ وحی آئی کہ اے موسیٰ! تم سے بڑے عالم حضرت خضر علیہ السّلام ہیں۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے ان کا پتہ پوچھا۔ ارشاد فرمایا: مجمع بحرین میں رہتے ہیں، وہاں کی نشانی یہ بتائی کہ جہاں بھنی مچھلی زندہ ہو کر دریا میں چلی جائے اور پانی میں سرنگ بن جائے وہاں حضرت خضر علیہ السّلام ہوں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے اپنے خادم حضرت یوشع بن نون علیہ السّلام سے فرمایا: میں مسلسل سفر میں رہوں گا جب تک کہ مشرق کی جانب دو سمندروں بحرِ فارس اور بحرِ روم کے ملنے کی جگہ نہ پہنچ جاؤں یا اگر وہ جگہ دور ہو تو مدتوں چلتا رہوں گا۔ پھر یہ حضرات روٹی اور نمکین بھنی مچھلی زنبیل میں توشہ کے طور پر لے کر روانہ ہوئے۔ **اہم باتیں:** (1) حضرت یوشع بن نون علیہ السّلام حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی خدمت و صحبت میں رہتے اور آپ سے علم حاصل کرتے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے بعد حضرت یوشع علیہ السّلام ہی آپ کے ولی عہد بنے۔ (2) علم کے لئے سفر کرنا اللہ تعالیٰ کے نبی علیہ السّلام کی سنت ہے۔ (3) سفر میں توشہ ساتھ رکھنا اچھا ہے۔

آیت 61 حضرت موسیٰ اور حضرت یوشع بن نون علیہما السّلام دو سمندروں کے ملنے کی جگہ پہنچے۔ وہاں ایک پتھر کی چٹان اور چشمہ حیات

نَسِيَا حُوْتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا ﴿۶۱﴾ فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰىهُ

کی جگہ پہنچے تو اپنی مچھلی بھول گئے اور اس مچھلی نے سمندر میں سرنگ کی طرح اپنا راستہ بنالیا۝ پھر جب وہ وہاں سے گزر گئے تو موسیٰ نے اپنے خادم

اٰتِنَا غَدَآءَنَا ٞ لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا ﴿۶۲﴾ قَالَ اَرَءَيْتَ اِذْ اَوَيْنَآ

سے فرمایا: ہمارا صبح کا کھانا لاؤ بیشک ہمیں اپنے اس سفر سے بڑی مشقت کا سامنا ہوا ہے۝ خادم نے عرض کی: سنئے! جب ہم نے

اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّيْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ ٞ وَمَآ اَنْسٰىنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ ۚ

اس چٹان کے پاس (آرام کیلئے) ٹھکانہ بنایا تھا تو بیشک میں مچھلی (کے متعلق بتانا) بھول گیا تھا اور مجھے شیطان ہی نے اس کا ذکر کرنا بھلادیا

وَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ ۖ عَجَبًا ﴿۶۳﴾ قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ ۖ فَارْتَدَّا عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا

اور (ہوا یہ ہے کہ) مچھلی نے سمندر میں اپنا راستہ بڑا عجیب بنایا۝ موسیٰ نے فرمایا: یہی تو ہم چاہتے تھے پھر وہ دونوں اپنے قدموں کے نشانات

قَصَصًا ﴿۶۴﴾ۙ فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ

دیکھتے واپس لوٹ گئے۝ تو انہوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ پایا جسے ہم نے اپنے پاس سے خاص رحمت دی تھی اور اسے

تھا۔ اس جگہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے آرام فرمایا اور حضرت یوشع علیہ السّلام وضو کرنے لگے۔ اسی دوران بھنی ہوئی مچھلی زنبیل میں زندہ ہوئی اور تڑپ کر دریا میں گر گئی، اس پر سے پانی کا بہاؤ رک گیا اور ایک محراب سی بن گئی۔ حضرت یوشع علیہ السّلام یہ دیکھ کر بہت حیران ہوئے لیکن جب حضرت موسیٰ علیہ السّلام بیدار ہوئے تو ان سے مچھلی کا واقعہ ذکر کرنا یاد نہ رہا۔

آیت 62 پھر جب وہ دونوں اس جگہ سے گزر گئے اور چلتے رہے حتی کہ دوسرے روز کھانے کا وقت آیا تو حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے اپنے خادم سے فرمایا: ہمارا صبح کا کھانا لاؤ، بے شک ہمیں اپنے اس سفر سے بڑی مشقت کا سامنا ہوا ہے کہ تھکان بھی ہے اور بھوک کی شدت بھی۔ **اہم بات:** مَجْمَعُ الْبَحْرَيْن پہنچنے سے پہلے انہیں تھکن اور بھوک کی شدت محسوس نہ ہوئی اور جب منزلِ مقصود سے آگے بڑھ گئے تو تھکن اور بھوک معلوم ہوئی، اس میں حکمت یہ تھی کہ وہ مچھلی یاد کریں اور اس کی طلب میں منزلِ مقصود کی طرف واپس ہوں۔

آیت 63 حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے کھانا طلب فرمانے پر حضرت یوشع بن نون علیہ السّلام نے معذرت کی اور کہا: سنئے! جب ہم نے اس چٹان کے پاس آرام کے لئے ٹھکانہ بنایا تھا تو بے شک میں مچھلی کے متعلق بتانا بھول گیا تھا اور مجھے شیطان ہی نے اس کا ذکر کرنا بھلا دیا اور ہوا یہ ہے کہ مچھلی نے سمندر میں اپنا راستہ بڑا عجیب بنایا۔

آیت 64 حضرت یوشع علیہ السّلام کی بات سن کر حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے فرمایا: مچھلی کا جانا ہی تو ہمارے مقصد حاصل ہونے کی علامت ہے۔ جن کی طلب میں ہم چلے ہیں ان سے ملاقات وہیں ہوگی۔ پھر وہ دونوں اپنے قدموں کے نشانات کی پیروی کرتے ہوئے واپس لوٹے۔

آیت 65 جب وہ دونوں بزرگ واپس اسی جگہ پہنچے تو وہاں انہوں نے اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے ایک بندہ پایا جو چادر اوڑھے آرام فرما رہا تھا۔ یہ حضرت خضر علیہ السّلام تھے۔ انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس سے خاص رحمت یعنی نبوت، ولایت، علم یا لمبی زندگی دی تھی اور

مِنۡ لَّدُنَّا عِلۡمًا ﴿۶۵﴾ قَالَ لَهٗ مُوۡسٰی هَلۡ اَتَّبِعُكَ عَلٰۤی اَنۡ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمۡتَ رُشۡدًا ﴿۶۶﴾

اپنا علم لدنی عطا فرمایا○ اس سے موسیٰ نے کہا: کیا اس شرط پر میں تمہارے ساتھ رہوں کہ تم مجھے وہ درست بات سکھادو جو تمہیں سکھائی گئی ہے○

قَالَ اِنَّكَ لَنۡ تَسۡتَطِيۡعَ مَعِیَ صَبۡرًا ﴿۶۷﴾ وَ كَيۡفَ تَصۡبِرُ عَلٰی مَا لَمۡ تُحِطۡ بِهٖ خُبۡرًا ﴿۶۸﴾

جواب دیا: آپ میرے ساتھ ہرگز نہ ٹھہر سکیں گے○ اور آپ اس بات پر کس طرح صبر کریں گے جسے آپ کا علم محیط نہیں○

قَالَ سَتَجِدُنِیۡۤ اِنۡ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّ لَاۤ اَعۡصِیۡ لَكَ اَمۡرًا ﴿۶۹﴾ قَالَ فَاِنِ

موسیٰ نے کہا: اگر اللہ چاہے گا تو عنقریب آپ مجھے صبر کرنے والا پاؤ گے اور میں آپ کے کسی حکم کی خلاف ورزی نہ کروں گا○ کہا، تو اگر

آپ کو اپنا علمِ لدنی یعنی غیب کا علم عطا فرمایا۔ **اہم باتیں:** (1) حضرت خضر علیہ السّلام کا نام بلیا بن ملکان اور کنیت ابو العباس ہے۔ بزرگانِ دین فرماتے ہیں: جو حضرت خضر علیہ السّلام کا نام ان کی ولدیت اور کنیت سمیت یاد رکھے گا اِنْ شَآءَ اللّٰہ! اس کا خاتمہ ایمان پر ہو گا۔ (2) حضرت خضر علیہ السّلام ولی تو بالیقین ہیں جبکہ آپ کی نبوت میں اختلاف ہے۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرّحمہ فرماتے ہیں: معتمد و مختار یہ ہے کہ وہ (یعنی حضرت خضر علیہ السّلام) نبی ہیں اور دنیا میں زندہ ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ، 28/610) (3) علمِ لدنی وہ ہے جو بندے کو اِلہام کے ذریعے حاصل ہو۔

آیت 66 حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے حضرت خضر علیہ السّلام کو سلام کیا۔ انہوں نے دریافت کیا کہ تمہاری سرزمین میں سلام کہاں؟ آپ نے فرمایا: میں موسیٰ ہوں۔ انہوں نے پوچھا کہ بنی اسرائیل کے موسیٰ؟ فرمایا: جی ہاں۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے ان سے کہا: کیا اس شرط پر میں آپ کے ساتھ رہوں کہ آپ مجھے وہ درست بات سکھا دیں جو آپ کو سکھائی گئی ہے۔ **اہم بات:** آدمی کو علم کی طلب میں رہنا چاہئے خواہ کتنا ہی بڑا عالم ہو نیز جس سے علم سیکھے اس کے ساتھ عاجزی اور ادب سے پیش آنا چاہئے۔

آیت 67 حضرت خضر علیہ السّلام نے فرمایا: آپ میرے ساتھ ہرگز نہ ٹھہر سکیں گے۔ **اہم بات:** چونکہ حضرت خضر علیہ السّلام جانتے تھے کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو کچھ ناپسندیدہ اور ممنوع کام دیکھنا پڑیں گے اور انبیاءِ کرام علیہمُ السّلام سے ممکن ہی نہیں کہ وہ ممنوع کام دیکھ کر صبر کر سکیں، اس لئے آپ نے یہ فرمایا۔

آیت 68 حضرت خضر علیہ السّلام نے اُس ترکِ صبر کا عذر بھی خود ہی بیان کر دیا اور فرمایا کہ آپ اس بات پر کس طرح صبر کریں گے جسے آپ کا علم محیط نہیں اور ظاہر میں وہ ممنوع ہے۔ **اہم بات:** حدیثِ پاک میں ہے کہ حضرت خضر علیہ السّلام نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام سے فرمایا: ایک علم اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسا عطا فرمایا جو آپ نہیں جانتے اور ایک علم آپ کو ایسا عطا فرمایا جو میں نہیں جانتا۔ (بخاری، حدیث: 4725)

آیت 69 حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ چاہے گا تو عنقریب آپ مجھے اعتراض اور انکار کرنے سے صبر کرنے والا پاؤ گے اور میں آپ کے کسی حکم کی خلاف ورزی نہ کروں گا۔

آیت 70 حضرت خضر علیہ السّلام نے فرمایا کہ اگر آپ کو میرے ساتھ رہنا ہے تو آپ میرے کسی ایسے عمل کے بارے میں مجھ سے سوال نہ کرنا جو آپ کی نظر میں ناپسندیدہ ہو جب تک میں خود آپ کے سامنے اس کا ذکر نہ کر دوں۔ **اہم بات:** شاگرد اور مرید کے آداب میں سے ہے کہ اپنے استاد اور پیر کے افعال پر زبانِ اعتراض نہ کھولے اور منتظر رہے کہ وہ خود ہی اس کی حکمت ظاہر فرما دیں۔

Go To Index

ع ۹ ۱۱/۲۱

اتَّبَعۡتَنِیۡ فَلَا تَسۡـَٔلۡنِیۡ عَنۡ شَیۡءٍ حَتّٰۤی اُحۡدِثَ لَکَ مِنۡهُ ذِکۡرًا ﴿۷۰﴾

آپ کو میرے ساتھ رہنا ہے تو مجھ سے کسی شے کے بارے میں سوال نہ کرنا جب تک میں خود آپ کے سامنے اس کا ذکر نہ کر دوں ○

فَانۡطَلَقَا ٝ حَتّٰۤی اِذَا رَکِبَا فِی السَّفِیۡنَةِ خَرَقَهَا ؕ قَالَ اَخَرَقۡتَهَا لِتُغۡرِقَ

پھر وہ دونوں چلے یہاں تک کہ جب کشتی میں سوار ہوئے تو اس نے کشتی کو چیر ڈالا۔ موسیٰ نے کہا: کیا تم نے اسے اس لیے چیر دیا تاکہ

اَهۡلَهَا ۚ لَقَدۡ جِئۡتَ شَیۡـًٔا اِمۡرًا ﴿۷۱﴾ قَالَ اَلَمۡ اَقُلۡ اِنَّكَ لَنۡ تَسۡتَطِیۡعَ مَعِیَ صَبۡرًا ﴿۷۲﴾ قَالَ

کشتی والوں کو غرق کر دو، بیشک یہ تم نے بہت برا کام کیا ○ کہا: کیا میں نہ کہتا تھا کہ آپ میرے ساتھ ہرگز نہ ٹھہر سکیں گے ○ موسیٰ نے کہا:

لَا تُؤَاخِذۡنِیۡ بِمَا نَسِیۡتُ وَلَا تُرۡهِقۡنِیۡ مِنۡ اَمۡرِیۡ عُسۡرًا ﴿۷۳﴾ فَانۡطَلَقَا ٝ حَتّٰۤی اِذَا لَقِیَا غُلٰمًا

میری بھول پر میرا مواخذہ نہ کرو اور مجھے میرے کام کی طرف سے مشکل میں نہ ڈالو ○ پھر دونوں چلے یہاں تک کہ جب انہیں ایک لڑکا ملا

فَقَتَلَهٗ ۙ قَالَ اَقَتَلۡتَ نَفۡسًا زَکِیَّةًۢ بِغَیۡرِ نَفۡسٍ ؕ لَقَدۡ جِئۡتَ شَیۡـًٔا نُّکۡرًا ﴿۷۴﴾

تو اس نے اسے قتل کر دیا۔ موسیٰ نے کہا: کیا تم نے کسی جان کے بدلے کے بغیر ایک پاکیزہ جان کو قتل کر دیا۔ بیشک تم نے بہت ناپسندیدہ کام کیا ہے ○

آیت 71 پھر حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السّلام کشتی کی تلاش میں ساحل کے کنارے چلنے لگے، ان کے پاس سے ایک کشتی گزری تو کشتی والوں نے حضرت خضر علیہ السّلام کو پہچان کر بغیر معاوضہ سوار کر لیا، جب کشتی سمندر کے بیچ میں پہنچی تو حضرت خضر علیہ السّلام نے کلہاڑی کے ذریعے اس کے ایک یا دو تختے اکھاڑ ڈالے۔ یہ دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السّلام خاموش نہ رہ سکے اور فرمایا: کیا تم نے کشتی کو اس لئے چیر دیا تاکہ کشتی والوں کو غرق کر دو، بے شک یہ تم نے بہت برا کام کیا۔

آیت 72 حضرت خضر علیہ السّلام نے فرمایا: کیا میں نہ کہتا تھا کہ آپ میرے ساتھ ہرگز نہ ٹھہر سکیں گے۔

آیت 73 حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے عذر خواہی فرمائی کہ میں آپ سے کیا ہوا وعدہ بھول گیا تھا لہٰذا اس پر میرا مؤاخذہ نہ کریں اور مجھے میرے کام یعنی اپنی پیروی کی طرف سے مشکل میں نہ ڈالو۔

آیت 74 کشتی سے اتر کر دونوں حضرات چلے اور ایک ایسے مقام پر گزرے جہاں لڑکے کھیل رہے تھے۔ وہاں انہیں ایک لڑکا ملا جو کافی خوبصورت تھا اور حدِ بلوغ کو نہ پہنچا تھا۔ بعض مفسرین نے کہا کہ وہ لڑکا جوان تھا اور رہزنی کیا کرتا تھا۔ حضرت خضر علیہ السّلام نے اسے قتل کر دیا۔ یہ دیکھ کر پھر حضرت موسیٰ علیہ السّلام سے رہا نہ گیا اور فرمایا: کیا تم نے کسی جان کے بدلے کے بغیر ایک پاکیزہ جان جس کا کوئی گناہ ثابت نہ تھا، کو قتل کر دیا؟ بیشک تم نے بہت ناپسندیدہ کام کیا ہے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورتوں کی فہرست

نمبر شمار	سورت کا نام	صفحہ
1	سُوۡرَۃُ الۡفَاتِحَة	1
2	سُوۡرَۃُ الۡبَقَرَة	4
3	سُوۡرَۃُ اٰلِ عِمۡرٰن	125
4	سُوۡرَۃُ النِّسَآء	197
5	سُوۡرَۃُ الۡمَآئِدَة	269
6	سُوۡرَۃُ الۡاَنۡعَام	324
7	سُوۡرَۃُ الۡاَعۡرَاف	381
8	سُوۡرَۃُ الۡاَنۡفَال	448
9	سُوۡرَۃُ التَّوۡبَة	475
10	سُوۡرَۃُ یُوۡنُس	526
11	سُوۡرَۃُ هُوۡد	561
12	سُوۡرَۃُ یُوۡسُف	602
13	سُوۡرَۃُ الرَّعۡد	639
14	سُوۡرَۃُ اِبۡرٰهِیۡم	656
15	سُوۡرَۃُ الۡحِجۡر	673
16	سُوۡرَۃُ النَّحۡل	692
17	سُوۡرَۃُ بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡل	732
18	سُوۡرَۃُ الۡکَهۡف	766

حدیث پاک

حضرت سیِّدُنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلَّی اللہ علیہ وسلَّم کا فرمانِ معظَّم ہے:

جس نے قرآن پاک سیکھا اور سکھایا اور جو کچھ قرآن پاک میں ہے اس پر عمل کیا، قرآن اس کی شفاعت کریگا اور جنّت میں لے جائے گا۔

(تاریخ دمشق 3/41، معجم کبیر 198/10، حدیث:10450)

978-969-722-589-7
01140215

فیضانِ مدینہ، محلہ سوداگران، پرانی سبزی منڈی، کراچی
UAN +92 21 111 25 26 92 0313-1139278
www.maktabatulmadinah.com / www.dawateislami.net
feedback@maktabatulmadinah.com / ilmia@dawateislami.net

رُشدوہدایت کی آخری آسمانی کتاب، قرآن مجید کے علوم واسرار جاننے اور
فہم وتدبر کے لئے آسان انداز میں

تفسیر تعلیم القرآن

شیخ الحدیث والتفسیر ابو صالح مفتی محمد قاسم قادری عطاری مدظلہ العالی

2

قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴿٧٥﴾ قَالَ اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍۭ

کہا: میں نے آپ سے نہ کہا تھا کہ آپ ہرگز میرے ساتھ نہ ٹھہر سکیں گے ○ موسیٰ نے کہا: اگر اس مرتبہ کے بعد میں آپ سے کسی شے کے بارے میں

بَعْدَهَا فَلَا تُصٰحِبْنِيْ ۚ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّيْ عُذْرًا ﴿٧٦﴾ فَانْطَلَقَا ۫ حَتّٰۤى اِذَآ اَتَيَآ اَهْلَ

سوال کروں تو پھر مجھے ساتھی نہ رکھنا، بیشک میری طرف سے تمہارا عذر پورا ہو چکا ہے ○ پھر دونوں چلے یہاں تک کہ جب ایک بستی والوں کے پاس آئے

قَرْيَةِ ِۨاسْتَطْعَمَآ اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ

تو اس بستی کے باشندوں سے کھانا مانگا، انہوں نے ان دونوں کی مہمان نوازی کرنے سے انکار کر دیا پھر دونوں نے اس گاؤں میں ایک دیوار پائی جو گرنا ہی چاہتی تھی

فَاَقَامَهٗ ؕ قَالَ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا ﴿٧٧﴾ قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ ۚ

تو اس نے اسے سیدھا کر دیا، موسیٰ نے کہا: اگر تم چاہتے تو اس پر کچھ مزدوری لے لیتے ○ کہا: یہ میری اور آپ کی جدائی کا وقت ہے۔

آیت 75 جب حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے حضرت خضر علیہ السّلام کے فعل پر کلام فرمایا تو آپ نے ذرا زیادہ تاکید سے کہا: اے موسیٰ! علیہ السّلام، میں نے آپ سے نہ کہا تھا کہ آپ ہرگز میرے ساتھ نہ ٹھہر سکیں گے۔

آیت 76 حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے خضر علیہ السّلام سے کہا: اگر اس مرتبہ کے بعد میں آپ سے کسی شے کے بارے میں سوال کروں تو پھر مجھے اپنا ساتھی نہ رکھنا؛ اگرچہ میں آپ کے ساتھ رہنے کا تقاضا کروں اور جب میں تیسری بار آپ کی مخالفت کروں تو بیشک اس صورت میں میری طرف سے آپ کے ساتھ نہ رہنے میں آپ کا عذر پورا ہو چکا۔

آیت 77 اس گفتگو کے بعد حضرت خضر علیہ السّلام اور حضرت موسیٰ علیہ السّلام چلنے لگے یہاں تک کہ جب ایک بستی والوں کے پاس آئے تو ان حضرات نے اس بستی کے باشندوں سے کھانا مانگا، انہوں نے ان دونوں کی مہمان نوازی کرنے سے انکار کر دیا۔ پھر دونوں نے اس گاؤں میں ایک دیوار پائی جو گرنے والی تھی تو حضرت خضر علیہ السّلام نے اپنے دستِ مبارک سے اسے سیدھا کر دیا۔ یہ دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے فرمایا: اگر آپ چاہتے تو اس دیوار کو سیدھی کرنے پر کچھ مزدوری لے لیتے کیونکہ یہ ہماری حاجت کا وقت ہے اور بستی والوں نے ہماری کچھ مہمان نوازی نہیں کی، اس لئے ایسی حالت میں ان کا کام بنانے پر اجرت لینا مناسب تھا۔ **اہم بات:** آیت سے معلوم ہوا کہ مہمان نوازی نہ کرنا انتہائی معیوب اور ناپسندیدہ عمل ہے اور اگر یہ عمل اجتماعی طور پر ہو تو اور بھی مذموم ہو جاتا ہے۔

آیت 78 حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی طرف سے تیسری مرتبہ اپنے فعل پر کلام سن کر حضرت خضر علیہ السّلام نے ان سے فرمایا: یہ میری اور آپ کی جدائی کا وقت ہے۔ اب میں جدا ہونے سے پہلے آپ کو ان باتوں کا اصل مطلب بتاؤں گا جن پر آپ صبر نہ کر سکے اور اُن میں جو راز تھے ان کا اظہار کر دوں گا۔ **اہم باتیں:** (1) اس آیت سے معلوم ہوا کہ اگر اپنا قریبی ساتھی یا ماتحت شخص کوئی ایسا کام کرے جس کی وجہ سے اسے خود سے دور کرنے کی صورت بنتی ہو تو فوراً اسے دور نہ کر دے بلکہ ایک یا دو مرتبہ اسے معاف کر دیا جائے اور اس سے درگزر کیا جائے اور ساتھ میں مناسب تنبیہ بھی کر دی جائے تاکہ وہ اپنی کوتاہی یا غلطی پر آگاہ ہو جائے اور اگر وہ تیسری بار پھر وہی کام کرے تو اب چاہے تو اسے خود سے دور کر دے۔ (2) یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر اپنے قریبی ساتھی کو خود سے دور کرے تو اسے دور کرنے کی وجہ بتا دے تاکہ اس کے پاس اعتراض کی کوئی گنجائش نہ رہے۔ اسے نفسیات کی دنیا میں خوش کُن اختتام (Happy Ending) کہتے ہیں۔

سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْوِیْلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَّلَیْهِ صَبْرًا ﴿۷۸﴾ اَمَّا السَّفِیْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِیْنَ

اب میں آپ کو ان باتوں کا اصل مطلب بتاؤں گا جن پر آپ صبر نہ کرسکے ○ وہ جو کشتی تھی تو وہ کچھ مسکین لوگوں کی تھی

یَعْمَلُوْنَ فِی الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِیْبَهَا وَ كَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ یَّاْخُذُ كُلَّ سَفِیْنَةٍ

جو دریا میں کام کرتے تھے تو میں نے چاہا کہ اسے عیب دار کردوں اور ان کے آگے ایک بادشاہ تھا جو ہر صحیح سلامت کشتی کو زبردستی چھین

غَصْبًا ﴿۷۹﴾ وَ اَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَیْنِ فَخَشِیْنَاۤ اَنْ یُّرْهِقَهُمَا طُغْیَانًا وَّ كُفْرًا ﴿۸۰﴾

لیتا تھا ○ اور وہ جو لڑکا تھا تو اس کے ماں باپ مسلمان تھے تو ہمیں ڈر ہوا کہ وہ لڑکا انہیں بھی سرکشی اور کفر میں ڈال دے گا ○

فَاَرَدْنَاۤ اَنْ یُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَیْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّ اَقْرَبَ رُحْمًا ﴿۸۱﴾ وَ اَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ

توہم نے چاہا کہ اُن کا رب اُنہیں پاکیزگی میں پہلے سے بہتر اور حسنِ سلوک اور رحمت وشفقت میں زیادہ مہربان عطا کردے ○ اور بہرحال دیوار (کا جہاں تک تعلق ہے)

آیت 79 حضرت خضر علیہ السلام نے اپنے افعال کی حقیقت سے پردہ اٹھاتے ہوئے فرمایا: وہ جو میں نے کشتی کا تختہ اکھاڑا تھا، اس سے میرا مقصد کشتی والوں کو ڈبو دینا نہیں تھا بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ کشتی دس مسکین بھائیوں کی تھی، ان میں پانچ تو اپاہج تھے جو کچھ نہیں کرسکتے تھے اور پانچ تندرست تھے جو دریا میں کام کرتے تھے اور اسی پر ان کے روزگار کا دارومدار تھا۔ ان کے آگے ایک بادشاہ تھا اور انہیں واپسی میں اس کے پاس سے گزرنا تھا، کشتی والوں کو اس کا حال معلوم نہ تھا اور اس کا طریقہ یہ تھا کہ وہ ہر صحیح سلامت کشتی کو زبردستی چھین لیتا اور اگر عیب دار ہوتی تو چھوڑ دیتا تھا اس لئے میں نے اس کشتی کو عیب دار کردیا تاکہ وہ ان غریبوں کے لئے بچ جائے۔ **اہم بات:** بعض اوقات چھوٹے نقصان کے ذریعے اللہ تعالیٰ بندے کو بڑے نقصان سے بچالیتا ہے۔

آیت 80، 81 ان دو آیات میں حضرت خضر علیہ السلام کے دوسرے فعل کی حکمت کا بیان ہے، چنانچہ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ لڑکا جسے میں نے قتل کیا تھا، اس کے ماں باپ مسلمان تھے تو ہمیں ڈر ہوا کہ وہ بڑا ہو کر انہیں بھی سرکشی اور کفر میں ڈال دے گا اور وہ اس لڑکے کی محبت میں دین سے پھر جائیں اور گمراہ ہوجائیں گے، اس لئے ہم نے چاہا کہ ان کا رب عَزَّوَجَلَّ اس لڑکے سے بہتر، گناہوں اور نجاستوں سے پاک اور ستھرا اور پہلے سے زیادہ اچھا لڑکا عطا فرمائے جو والدین کے ساتھ ادب سے پیش آئے، ان سے حسنِ سلوک کرے اور ان سے دلی محبت رکھتا ہو۔ **اہم باتیں:** (1) حضرت خضر علیہ السلام کا یہ اندیشہ اس سبب سے تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے خبر دینے کی وجہ سے اس لڑکے کے باطنی حال کو جانتے تھے۔ (2) ہمارے زمانے میں اگر کوئی ولی کسی کے ایسے باطنی حال پر مطلع ہوجائے کہ یہ آگے جا کر کفر اختیار کرلے گا اور دوسروں کو کافر بھی بنادے گا اور اس کی موت بھی حالتِ کفر میں ہوگی تو وہ ولی اس بنا پر اسے قتل نہیں کرسکتا۔ (3) پہلے سے بہتر بچے سے متعلق مفسرین کا ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس کے بدلے ایک مسلمان لڑکا عطا کیا اور ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک بیٹی عطا کی جو ایک نبی علیہ السلام کے نکاح میں آئی اور اس سے نبی علیہ السلام پیدا ہوئے جن کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ نے ایک اُمت کو ہدایت دی۔ **درس:** بندے کو اللہ تعالیٰ کی قضا پر راضی رہنا چاہئے کہ اسی میں بہتری ہوتی ہے۔

آیت 82 حضرت خضر علیہ السلام نے اپنے تیسرے فعل یعنی دیوار سیدھی کرنے کی حکمت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ دیوار کا جہاں تک

لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِي الْمَدِيْنَةِ وَ كَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَ كَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا ۚ فَاَرَادَ

تو وہ شہر کے دو یتیم لڑکوں کی تھی اور اس دیوار کے نیچے ان دونوں کا خزانہ تھا اور ان کا باپ نیک آدمی تھا تو آپ کے رب نے چاہا کہ

رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَاۤ اَشُدَّهُمَا وَ يَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا ۖ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۚ وَ مَا فَعَلْتُهٗ عَنْ

وہ دونوں اپنی جوانی کو پہنچیں اور اپنا خزانہ نکالیں (یہ سب) آپ کے رب کی رحمت سے ہے اور یہ سب کچھ میں نے اپنے حکم سے

ع ١٢ / ١ اَمْرِيْ ؕ ذٰلِكَ تَاْوِيْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ؕ ﴿٨٢﴾ وَ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ ؕ

نہیں کیا۔ یہ ان باتوں کا اصل مطلب ہے جس پر آپ صبر نہ کرسکے ○ اور آپ سے ذوالقرنین کے متعلق سوال کرتے ہیں۔

قُلْ سَاَتْلُوْا عَلَيْكُمْ مِّنْهُ ذِكْرًا ؕ ﴿٨٣﴾ اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِي الْاَرْضِ وَ اٰتَيْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ

تم فرماؤ: میں عنقریب تمہارے سامنے اس کا ذکر پڑھ کر سناتا ہوں ○ بیشک ہم نے اسے زمین میں اقتدار دیا اور اسے ہر چیز کا ایک سامان عطا

تعلق ہے تو وہ شہر کے دو یتیم لڑکوں کی تھی اور اس دیوار کے نیچے ان دونوں کا خزانہ تھا اور ان کا باپ نیک آدمی تھا تو اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ وہ دونوں اپنی جوانی کو پہنچیں، اُن کی عقل کامل ہو جائے اور اپنا خزانہ نکالیں۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہے اور جو کچھ میں نے کیا وہ میری اپنی مرضی سے نہ تھا بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھا۔ یہ ان باتوں کا اصل مطلب ہے جس پر آپ علیہ السّلام صبر نہ کرسکے۔ **اہم باتیں:** (1) اس سے معلوم ہوا کہ یتیموں کے ساتھ نیکی اور ایسا معاملہ کرنا چاہئے جس میں ان کا بھلا ہو۔ (2) دیوار کے نیچے موجود خزانے سے متعلق ترمذی شریف کی حدیث میں ہے کہ اس دیوار کے نیچے سونا اور چاندی مدفون تھا۔ (ترمذی، حدیث: 3163) (3) آیت میں یتیم بچوں کے جس والد کا ذکر ہوا اس کا نام "کاشح" بیان کیا گیا ہے اور یہ ان بچوں کا آٹھویں یا دسویں پشت میں والد اور بہت پرہیزگار شخص تھا۔ (4) باپ کے تقویٰ و پرہیزگاری کے نتیجے میں اس کی اولاد در اولاد کو دنیا میں فائدہ ہوتا ہے اور باپ کا پرہیزگار ہونا آخرت میں بھی نفع دے گا۔ (5) راجح قول کے مطابق حضرت خضر علیہ السّلام نبی ہیں۔ (6) یوں تو ہر نبی علیہ السّلام زندہ ہیں کہ محض وعدۂ الٰہی کی تصدیق کے لیے ایک لمحہ تک ان پر موت طاری ہوتی ہے، اِس کے بعد پھر اُنہیں حیاتِ حقیقی، حِسّی، دُنیوی عطا ہو جاتی ہے، البتہ حضرت خضر علیہ السّلام پر ابھی تک ایک لمحہ کے لیے بھی موت طاری نہیں ہوئی۔

آیت 83 سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر 85 کی تفسیر میں بیان ہوا تھا کہ کفارِ مکہ نے یہودیوں کے مشورے سے سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے اصحابِ کہف اور حضرت ذوالقرنین رضی اللہ عنہ کے بارے میں سوال کیا۔ سورۂ کہف کی ابتدا میں اصحابِ کہف کا قصہ تفصیل سے بیان کر دیا گیا اور اب اس آیت سے حضرت ذوالقرنین رضی اللہ عنہ کے بارے میں بتایا جارہا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) آپ رضی اللہ عنہ کا نام اسکندر اور لقب ذوالقرنین ہے۔ (2) مفسرین نے اس لقب کی مختلف وجوہات بیان کی ہیں: (۱) قرن زمانے کو کہتے ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ چونکہ سورج کے طلوع اور غروب ہونے کی جگہ تک پہنچے تھے اس لیے آپ کا لقب **"ذوالقرنین یعنی دو زمانے والا"** ہوا۔ (۲) قرن کا ایک معنی سینگ بھی ہے، آپ رضی اللہ عنہ کے سر پر چونکہ دو چھوٹے ابھار سے تھے اس لیے آپ کو ذوالقرنین کہا جاتا ہے۔ (3) دنیا میں چار بڑے بڑے بادشاہ ہوئے ہیں، ان میں سے دو مومن تھے، حضرت ذوالقرنین رضی اللہ عنہ اور حضرت سلیمان علیہ السّلام۔ (4) حضرت ذوالقرنین رضی اللہ عنہ کی نبوت میں اختلاف ہے، راجح قول کے مطابق آپ رضی اللہ عنہ نبی نہ تھے۔

آیت 84 ارشاد فرمایا کہ بیشک ہم نے حضرت ذوالقرنین رضی اللہ عنہ کو زمین میں اقتدار دیا اور اسے ہر چیز کا ایک سامان یا اس کے

سَبَبًا ﴿۸۴﴾ فَاَتْبَعَ سَبَبًا ﴿۸۵﴾ حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِیْ عَیْنٍ حَمِئَةٍ

فرمایا○ تو وہ ایک راستے کے پیچھے چلا○ یہاں تک کہ جب سورج کے غروب ہونے کی جگہ پہنچا تو اسے ایک سیاہ کیچڑ کے چشمے میں ڈوبتا ہوا پایا

وَّ وَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا ۬ؕ قُلْنَا یٰذَا الْقَرْنَیْنِ اِمَّاۤ اَنْ تُعَذِّبَ وَ اِمَّاۤ اَنْ تَتَّخِذَ فِیْهِمْ

اور اس چشمے کے پاس ہی ایک قوم کو پایا تو ہم نے فرمایا: اے ذوالقرنین! یا تو تُو انہیں سزا دے یا ان کے بارے میں بھلائی

حُسْنًا ﴿۸۶﴾ قَالَ اَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهٗ ثُمَّ یُرَدُّ اِلٰى رَبِّهٖ فَیُعَذِّبُهٗ عَذَابًا نُّكْرًا ﴿۸۷﴾

اختیار کرو○ کہا: بہرحال جس نے ظلم کیا تو عنقریب ہم اسے سزا دیں گے پھر وہ اپنے رب کی طرف لوٹایا جائے گا تو وہ اسے بہت برا عذاب دے گا○

وَ اَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَآءَ ﹰالْحُسْنٰى ۚ وَ سَنَقُوْلُ لَهٗ مِنْ اَمْرِنَا یُسْرًا ﴿۸۸﴾ؕ

اور بہرحال جو ایمان لایا اور اس نے نیک عمل کیا تو اس کا بدلہ بھلائی ہے اور عنقریب ہم اس کو آسان کام کہیں گے○

حصول کا ایک طریقہ عطا فرمایا اور جس چیز کی مخلوق کو حاجت ہوتی ہے اور جو کچھ بادشاہوں کو ملک اور شہر فتح کرنے اور دشمنوں کے ساتھ جنگ کرنے میں درکار ہوتا ہے وہ سب عنایت کیا۔

آیت 85 سبب کا عام معنیٰ ہے، وہ چیز جو مقصود تک پہنچنے کا ذریعہ ہو خواہ وہ علم ہو، قدرت ہو یا آلات ہوں، تو حضرت ذوالقرنین رضی اللہُ عنہ نے جس مقصد کا ارادہ کیا اسی کا راستہ اور اسباب اختیار فرمائے۔

آیت 86 حضرت ذوالقرنین رضی اللہُ عنہ اپنے سفر میں مغرب کی جانب روانہ ہوئے تو جہاں تک آبادی ہے وہ سب منزلیں طے کر ڈالیں اور مغرب کی سمت میں وہاں تک پہنچے جہاں آبادی کا نام و نشان باقی نہ رہا، وہاں انہیں سورج غروب ہوتے وقت ایسا نظر آیا گویا کہ وہ سیاہ چشمہ میں ڈوب رہا ہے جیسا کہ دریائی سفر کرنے والے کو پانی میں ڈوبتا معلوم ہوتا ہے۔ آپ رضی اللہُ عنہ نے اس چشمے کے پاس ہی ایک ایسی قوم کو پایا جو شکار کئے ہوئے جانوروں کے چمڑے پہنے تھے، اس کے سوا اُن کے بدن پر اور کوئی لباس نہ تھے اور دریائی مردہ جانور اُن کی غذا تھے۔ یہ لوگ کافر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اِلہام کے طور پر فرمایا: اے ذوالقرنین! یا تو تُو انہیں سزا دے اور اُن میں سے جو اسلام میں داخل نہ ہو اس کو قتل کر دے یا اگر وہ ایمان لائیں تو ان کے بارے میں بھلائی اختیار کر اور انہیں اَحکامِ شرع کی تعلیم دے۔ بعض مفسرین کے نزدیک اللہ تعالیٰ نے یہ کلام اپنے کسی نبی علیہ السّلام سے فرمایا اور انہوں نے حضرت ذوالقرنین رضی اللہُ عنہ سے یہ بات کہی۔

آیت 87، 88 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ذوالقرنین رضی اللہُ عنہ نے خدائی حکم ملنے کے بعد کہا کہ جس نے کفر و شرک اختیار کیا اور میری دعوت کو ٹھکرا کر ایمان نہ لایا تو ہم اسے قتل کر دیں گے؛ یہ تو اس کی دُنْیَوی سزا ہے، پھر وہ قیامت کے دن اپنے رب تعالیٰ کی طرف لوٹایا جائے گا تو وہ اسے جہنم کا بہت برا عذاب دے گا اور رہا وہ شخص جو ایمان لایا اور اس نے ایمان کے تقاضوں کے مطابق نیک عمل کیا تو اس کے لئے جزا کے طور پر بھلائی یعنی جنت ہے اور عنقریب ہم اس ایمان والے کو آسان کام کہیں گے اور اس کو ایسی چیزوں کا حکم دیں گے جو اس پر سہل ہوں دشوار نہ ہوں۔

ثُمَّ اَتۡبَعَ سَبَبًا ﴿٨٩﴾ حَتّٰۤی اِذَا بَلَغَ مَطۡلِعَ الشَّمۡسِ وَجَدَهَا تَطۡلُعُ عَلٰی قَوۡمٍ لَّمۡ نَجۡعَلۡ لَّهُمۡ

پھر وہ ایک راستے کے پیچھے چلاO یہاں تک کہ جب سورج طلوع ہونے کی جگہ پہنچا تو اسے ایک ایسی قوم پر طلوع ہوتا ہوا پایا جن کے لیے ہم نے سورج

مِّنۡ دُوۡنِهَا سِتۡرًا ﴿٩٠﴾ کَذٰلِكَ ؕ وَقَدۡ اَحَطۡنَا بِمَا لَدَیۡهِ خُبۡرًا ﴿٩١﴾ ثُمَّ اَتۡبَعَ سَبَبًا ﴿٩٢﴾

سے کوئی آڑ نہیں رکھی تھیO بات اسی طرح ہے اور جو کچھ اس کے پاس تھا سب کو ہمارا علم محیط ہےO پھر وہ ایک اور راستے کے پیچھے چلاO

حَتّٰۤی اِذَا بَلَغَ بَیۡنَ السَّدَّیۡنِ وَجَدَ مِنۡ دُوۡنِهِمَا قَوۡمًا ۙ لَّا یَکَادُوۡنَ یَفۡقَهُوۡنَ قَوۡلًا ﴿٩٣﴾

یہاں تک کہ جب دو پہاڑوں کے درمیان پہنچا تو اس نے ان پہاڑوں کے آگے ایک ایسی قوم کو پایا جو کوئی بات سمجھتے معلوم نہ ہوتے تھےO

قَالُوۡا یٰذَا الۡقَرۡنَیۡنِ اِنَّ یَاۡجُوۡجَ وَمَاۡجُوۡجَ مُفۡسِدُوۡنَ فِی الۡاَرۡضِ فَهَلۡ نَجۡعَلُ لَكَ

انہوں نے کہا، اے ذوالقرنین! بیشک یاجوج اور ماجوج زمین میں فساد مچانے والے لوگ ہیں تو کیا ہم آپ کے لیے کچھ مال مقرر

آیت 90.89 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ پھر حضرت ذوالقرنین رضی اللہ عنہ مشرق کی طرف ایک راستے کے پیچھے چلے یہاں تک کہ جب وہ سورج طلوع ہونے کی جگہ پہنچے تو سورج کو ایسی قوم پر طلوع ہوتا ہوا پایا جن کے اور سورج کے درمیان اللہ تعالیٰ نے کوئی آڑ نہیں رکھی تھی یعنی اس سے آگے کوئی عمارت یا درخت جنگل وغیرہ نہ تھے۔

آیت 91 فرمایا: **بات اسی طرح ہے۔** یہاں اس کا ایک معنی یہ ہے کہ حضرت ذوالقرنین کی بادشاہی کی وسعت اور ان کا بلند مرتبہ جو ہم نے بیان کیا؛ ان کا معاملہ اسی طرح ہے۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ حضرت ذوالقرنین رضی اللہ عنہ نے جیسا سلوک مغربی قوم کے ساتھ کیا تھا ایسا ہی اہلِ مشرق کے ساتھ بھی کیا کیونکہ یہ لوگ بھی ان کی طرح کافر تھے، تو جو اُن میں سے ایمان لائے اُن کے ساتھ احسان کیا اور جو کفر پر اڑے رہے انہیں سزا دی۔ مزید فرمایا: **اور جو کچھ اس کے پاس تھا سب کو ہمارا علم محیط ہے۔** معنی یہ ہے کہ حضرت ذوالقرنین کے پاس جو فوج، آلاتِ جنگ، سامانِ سلطنت، ملک داری کی قابلیت اور اُمورِ مملکت سرانجام دینے کی لیاقت وغیرہ تھی، سب ہمارے علم میں ہے۔

آیت 93،92 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ذوالقرنین رضی اللہ عنہ جب مشرق و مغرب تک پہنچ گئے تو اب کی بار انہوں نے شمال کی جانب سفر شروع فرمایا اور جب اس جگہ پہنچے جہاں انسانی آبادی ختم ہو جاتی تھی تو وہاں دو بڑے عالیشان پہاڑ دیکھے جن کے اُس طرف یاجوج ماجوج کی قوم آباد تھی اور یہ دو پہاڑوں کے درمیانی راستے سے اِس طرف آ کر قتل و غارت کرتی تھی؛ یہاں حضرت ذوالقرنین رضی اللہ عنہ نے ایک ایسی قوم کو پایا جو کوئی بات سمجھتے معلوم نہ ہوتے تھے، کیونکہ اُن کی زبان عجیب و غریب تھی اس لئے اُن کے ساتھ اشارہ وغیرہ کی مدد سے مشقت کے ساتھ بات کی جا سکتی تھی۔

آیت 94 ان لوگوں نے کسی ترجمان کے ذریعے یا بلاواسطہ حضرت ذوالقرنین رضی اللہ عنہ سے اس طور پر گفتگو کی کہ آپ ان کا کلام سمجھ سکتے تھے۔ آپ کا ان لوگوں کی زبان کو سمجھ لینا بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ جملہ اَسباب میں سے ہے۔ حضرت ذوالقرنین رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے یاجوج اور ماجوج کی شکایت کی کہ وہ زمین میں فساد مچانے والے لوگ ہیں تو کیا ہم آپ کے لیے اس بات پر کچھ مال مقرر کر دیں کہ آپ ہمارے اور ان کے درمیان ایک دیوار بنا دیں تاکہ وہ ہم تک نہ پہنچ سکیں اور ہم ان کے شر و ایذا سے

خَرْجًا عَلٰٓى اَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا ﴿٩٤﴾ قَالَ مَا مَكَّنِّيْ فِيْهِ رَبِّيْ خَيْرٌ فَاَعِيْنُوْنِيْ

کر دیں اس بات پر کہ آپ ہمارے اور ان کے درمیان ایک دیوار بنادیں ○ ذوالقرنین نے کہا: جس چیز پر مجھے میرے رب نے قابو دیا ہے وہ بہتر ہے تو تم میری مدد

بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا ﴿٩٥﴾ اٰتُوْنِيْ زُبَرَ الْحَدِيْدِ ؕ حَتّٰٓى اِذَا سَاوٰى بَيْنَ

قوت کے ساتھ کرو، میں تمہارے اور ان کے درمیان ایک مضبوط رکاوٹ بنادوں گا ○ میرے پاس لوہے کے ٹکڑے لاؤ یہاں تک کہ جب وہ دیوار دونوں پہاڑوں کے

الصَّدَفَيْنِ قَالَ انْفُخُوْا ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَعَلَهٗ نَارًا ۙ قَالَ اٰتُوْنِيْٓ اُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا ﴿٩٦﴾ ؕ

کناروں کے درمیان برابر کردی تو ذوالقرنین نے کہا: آگ دھکاؤ۔ یہاں تک کہ جب اُس لوہے کو آگ کر دیا تو کہا: مجھے دو تاکہ میں اس گرم لوہے پر پگھلایا ہوا تانبہ اُنڈیل دوں ○

فَمَا اسْطَاعُوْٓا اَنْ يَّظْهَرُوْهُ وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا ﴿٩٧﴾ قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّيْ ۚ

تو یاجوج و ماجوج اس پر نہ چڑھ سکے اور نہ اس میں سوراخ کر سکے ○ ذوالقرنین نے کہا: یہ میرے رب کی رحمت ہے

محفوظ رہیں۔ **اہم بات:** یاجوج اور ماجوج یافث بن حضرت نوح علیہ السّلام کی اولاد سے فسادی گروہ ہیں، اِن کی تعداد بہت زیادہ ہے، یہ زمین میں فساد کرتے تھے، بہار کے موسم میں نکلتے تو کھیتیاں اور سبزے سب کھا جاتے، ان میں سے کچھ نہ چھوڑتے اور خشک چیزیں لاد کرلے جاتے تھے۔ یہ لوگ آدمیوں کو بھی کھا لیتے تھے اور درندوں، وحشی جانوروں، سانپوں اور بچھوؤں تک کو کھا جاتے تھے۔

آیت 95 حضرت ذوالقرنین رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے فضل سے میرے پاس کثیر مال اور ہر قسم کا سامان موجود ہے تم سے کچھ لینے کی حاجت نہیں، البتہ تم جسمانی قوت کے ساتھ میری مدد کرو اور جو کام میں بتاؤں وہ انجام دو، میں تم میں اور ان میں ایک مضبوط رکاوٹ بنادوں گا۔

آیت 96 ان لوگوں نے عرض کی: پھر ہمارے متعلق کیا خدمت ہے؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے پاس پتھر کے سائز کے لوہے کے ٹکڑے لاؤ۔ جب وہ لے آئے تو اس کے بعد ان سے بنیاد کھدوائی، جب وہ پانی تک پہنچی تو اس میں پتھر، پگھلائے ہوئے تانبے سے جمائے گئے اور لوہے کے تختے اوپر نیچے چن کر اُن کے درمیان لکڑی اور کوئلہ بھروادیا اور آگ دے دی؛ اس طرح یہ دیوار پہاڑ کی بلندی تک اونچی کر دی گئی اور دونوں پہاڑوں کے درمیان کوئی جگہ نہ چھوڑی گئی، پھر اوپر سے پگھلایا ہوا تانبہ دیوار میں پلا دیا گیا تو یہ سب مل کر ایک سخت جسم بن گیا۔

آیت 97 جب حضرت ذوالقرنین رضی اللہ عنہ نے دیوار مکمل کر لی تو یاجوج اور ماجوج آئے اور انہوں نے اس دیوار پر چڑھنے کا ارادہ کیا تو اس کی بلندی اور ملائمت کی وجہ سے اس پر نہ چڑھ سکے، پھر انہوں نے نیچے سے اس میں سوراخ کرنے کی کوشش کی تو اس دیوار کی سختی اور موٹائی کی وجہ سے اس میں سوراخ نہ کر سکے۔

آیت 98 حضرت ذوالقرنین رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ دیوار میرے رب تعالیٰ کی رحمت اور اس کی نعمت ہے کیونکہ یہ یاجوج اور ماجوج کے نکلنے میں رکاوٹ ہے، پھر جب میرے رب کا وعدہ آئے گا اور قیامت کے قریب یاجوج ماجوج کے خُروج کا وقت آ پہنچے گا تو میرا رب اس دیوار کو پاش پاش کردے گا اور میرے رب نے ان کے نکلنے کا جو وعدہ فرمایا ہے وہ اور اس کے علاوہ ہر وعدہ سچا ہے۔ **اہم بات:** یاجوج اور

Go to Index

فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّیْ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ ۚ وَ كَانَ وَعْدُ رَبِّیْ حَقًّا ؕ﴿۹۸﴾ وَ تَرَكْنَا بَعْضَهُمْ یَوْمَىٕذٍ

پھر جب میرے رب کا وعدہ آئے گا تو اسے پاش پاش کردے گا اور میرے رب کا وعدہ سچا ہے ○ اور اس دن ہم انہیں چھوڑ دیں گے کہ ان کا

یَّمُوْجُ فِیْ بَعْضٍ وَّ نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا ۙ﴿۹۹﴾ وَّ عَرَضْنَا جَهَنَّمَ یَوْمَىٕذٍ لِّلْكٰفِرِیْنَ

ایک گروہ دوسرے پر سیلاب کی طرح آئے گا اور صُور میں پھونک ماری جائے گی تو ہم سب کو جمع کرلائیں گے ○ اور ہم اس دن جہنم کافروں کے

عَرْضَا ۙ﴿۱۰۰﴾ الَّذِیْنَ كَانَتْ اَعْیُنُهُمْ فِیْ غِطَآءٍ عَنْ ذِكْرِیْ وَ كَانُوْا لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ سَمْعًا ۠﴿۱۰۱﴾ ع ۱۱ ۱۹ ۲

سامنے لائیں گے ○ وہ جن کی آنکھیں میری یاد سے پردے میں تھیں اور حق بات سن نہ سکتے تھے ○

اَفَحَسِبَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اَنْ یَّتَّخِذُوْا عِبَادِیْ مِنْ دُوْنِیْۤ اَوْلِیَآءَ ؕ اِنَّاۤ اَعْتَدْنَا

تو کیا کافروں نے یہ سمجھا کہ میرے بندوں کو میرے سوا حمایتی بنالیں گے بیشک ہم نے کافروں کی مہمانی کیلئے

ماجوج کے نکلنے سے متعلق ترمذی شریف میں ہے، رسول کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا: یاجوج ماجوج روزانہ اس دیوار کو کھودتے رہتے ہیں حتّٰی کہ جب اسے توڑنے کے قریب ہوتے ہیں تو ان کا سردار کہتا ہے: اب واپس چلو، باقی کل توڑ لیں گے۔ اللہ تعالیٰ اسے پہلے سے بہتر کردیتا ہے یہاں تک کہ جب ان کی مدت پوری ہو جائے گی اور اللہ تعالیٰ انہیں لوگوں پر بھیجنا چاہے گا تو ان کا سردار کہے گا: واپس لوٹ جاؤ، اِنْ شاءَاللہ! کل تم اسے توڑ ڈالو گے۔ (یہ بات) وہ اِستثناء (یعنی اِنْ شاءَاللہ) کے ساتھ کہے گا۔ (دوسرے دن) جب وہ واپس آئیں گے تو اسے ویسے ہی پائیں گے جس طرح چھوڑ کر گئے تھے، چنانچہ وہ اسے توڑ کر باہر لوگوں پر نکل آئیں گے۔ (ترمذی، حدیث:3164)

آیت 99 ارشاد فرمایا کہ جب دیوار ٹوٹ جائے گی تو اس دن ہم یاجوج اور ماجوج کو اس طرح چھوڑ دیں گے کہ ان کا ایک گروہ دوسرے پر اس طرح آئے گا جس طرح پانی کی لہر ایک دوسرے پر آتی ہے اور وہ اپنی کثیر تعداد کی وجہ سے ایک دوسرے کے ساتھ ملے ہوئے ہوں گے اور صُور میں دوسری بار پھونک ماری جائے گی تو ہم تمام مخلوق کو عذاب و ثواب کے لئے ایک جگہ جمع کرلائیں گے۔ **اہم بات:** یاجوج ماجوج کے نکلنے کے بعد صُور میں پھونک مارنے کے ذکر سے ثابت ہوتا ہے کہ یاجوج ماجوج کا نکلنا قربِ قیامت کی علامات میں سے ایک علامت ہے۔

آیت 100 فرمایا کہ جس دن ہم تمام مخلوق کو جمع کریں گے اس دن جہنم کافروں کے سامنے لائیں گے تاکہ وہ اسے صاف دیکھیں اور اس کا جوش مارنا اور چنگھاڑنا سنیں۔ **اہم بات:** میدانِ محشر میں جہنم کو لانے سے متعلق رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن جہنم کو لایا جائے گا، اس کی ستر ہزار لگامیں ہوں گی اور ہر لگام کو ستر ہزار فرشتے پکڑ کر کھینچ رہے ہوں گے۔ (مسلم، حدیث:2842)

آیت 101 کفار کے بارے میں فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کی آنکھیں میری یاد سے پردے میں تھیں اور وہ آیاتِ الٰہیہ اور قرآن، ہدایت و بیان، دلائلِ قدرت اور ایمان سے اندھے بنے رہے اور ان میں سے کسی چیز کو وہ نہ دیکھ سکے اور نہ ہی حق بات سن سکتے تھے۔

آیت 102 آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کیا کافر یہ سمجھتے ہیں کہ میرے بندوں جیسے حضرت عیسیٰ، حضرت عزیر علیہما السّلام اور فرشتوں کو میرے سوا حمایتی بنالیں گے اور ان سے کچھ نفع پائیں گے؟ ان کا یہ گمان فاسد ہے، بلکہ وہ بندے انہیں اپنا دشمن سمجھتے اور ان سے بیزاری

جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ نُزُلًا ﴿۱۰۲﴾ قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا ﴿۱۰۳﴾ اَلَّذِيْنَ ضَلَّ

جہنم تیار کر رکھی ہے ○ تم فرماؤ: کیا ہم تمہیں بتادیں کہ سب سے زیادہ ناقص عمل والے کون ہیں؟ ○ وہ لوگ جن کی ساری کوشش

سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ﴿۱۰۴﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ

دنیا کی زندگی میں برباد ہوگئی حالانکہ وہ یہ گمان کررہے ہیں کہ وہ اچھا کام کررہے ہیں ○ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے

كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا ﴿۱۰۵﴾

رب کی آیات اور اس کی ملاقات کا انکار کیا تو ان کے سب اعمال برباد ہوگئے پس ہم ان کے لیے قیامت کے دن کوئی وزن قائم نہیں کریں گے ○

کا اظہار کرتے ہیں اور کافروں کا گمان فاسد ہونے کی وجہ صاف ظاہر ہے کہ انبیاء علیہم السّلام، اولیاء رحمۃ اللہ علیہم اور ملائکہ، ایمان والوں کے مددگار ہوکر ان کی شفاعت کریں گے نہ کہ کافروں کی۔ **مزید فرمایا:** بیشک ہم نے کافروں کی مہمان نوازی کے لیے جہنم تیار کر رکھی ہے۔

آیت 103 اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کیا ہم تمہیں بتادیں کہ وہ کون لوگ ہیں جنہوں نے عمل کرنے میں مشقتیں اُٹھائیں اور یہ امید کرتے رہے کہ ان اعمال پر وہ فضل و عطا سے نوازے جائیں گے مگر اس کی بجائے ہلاکت و بربادی میں جا پڑے۔ حقیقت میں تو یہاں کافر مراد ہیں لیکن ویسے عمل کی بربادی کی سزا ہر اس شخص کے لئے ہے جو عبادت یا ظاہری اچھے اعمال میں محنت و مشقت تو کرتا ہے لیکن اس کے ساتھ کسی ایسی چیز کا مرتکب بھی ہوتا ہے جس سے اس کا عمل مردود ہوجائے جیسے کفر یا گمراہی یا ریاکاری۔ **درس:** کسی کی لمبی لمبی اور ظاہری خشوع و خضوع سے بھرپور نمازیں، رقت انگیز اور درد بھری آواز میں قرآنِ مجید کی تلاوتیں، اللہ تعالیٰ کی گرفت اور اس کے عذابات سے ڈرانے والے وعظ اور نصیحتیں اور دیگر ظاہری نیک اعمال اس وقت تک قابلِ قبول نہیں جب تک اس کے عقائد درست نہ ہوں، لہٰذا بدعقیدہ اور بدمذہب شخص کی کثرتِ عبادت، تقویٰ و طہارت اور دیگر نیک نظر آنے والی چیزوں سے ہرگز متاثر نہ ہو اور نہ ہی ان چیزوں کو دیکھ کر ان کی طرف مائل ہو بلکہ ان سے ہمیشہ دور ہی رہے کہ اسی میں اس کی دنیا و آخرت کی بھلائی ہے۔

آیت 104 اس سے پہلی آیت میں اعمال کے اعتبار سے سب سے زیادہ خسارے والے لوگوں کی خبر دینے کے بارے میں فرمایا اور اس آیت میں فرمایا کہ سب سے زیادہ خسارے والے وہ لوگ ہیں جن کی ساری کوشش دنیا کی زندگی میں برباد ہوگئی اور عمل باطل ہوگئے حالانکہ وہ اس گمان میں ہیں کہ وہ اچھا کام کررہے ہیں جو انہیں آخرت میں نفع دے گا۔ **اہم بات:** یہ آیتِ مبارکہ بنیادی طور پر تو کافروں کے متعلق ہے لیکن اس سے اشارتاً یہ بھی معلوم ہوا کہ بدکار سے زیادہ بدنصیب وہ ظاہری نیک ہے جو محنت مشقت اٹھا کر نیکیاں کرے مگر اس کی کوئی نیکی اس کے کام نہ آئے اور وہ اس دھوکے میں رہے کہ میں نیک ہوں؛ ہم اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں۔

آیت 105 ارشاد فرمایا کہ کثیر نیک اعمال کے باوجود خسارے کا شکار ہونے والے وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب تعالیٰ کی آیات اور اس کی ملاقات کا انکار کیا، رسول اور قرآن پر ایمان نہ لائے اور مرنے کے بعد اٹھائے جانے، حساب، ثواب اور عذاب کے منکر رہے تو ان کے سب اعمال برباد ہوگئے اور انہیں قیامت کے دن ان اعمال پر کوئی ثواب نہ ملے گا۔ **اہم بات:** وزن قائم نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن ان کے ظاہری نیک اعمال کی کوئی قدر و قیمت ہوگی اور نہ ہی ان میں کوئی وزن ہوگا کیونکہ نیک اعمال کی قدر و قیمت اور ان میں وزن کا دارومدار ایمان اور اخلاص پر ہے اور جب یہ لوگ ایمان اور اخلاص سے ہی خالی ہیں تو ان کے اعمال میں وزن کہاں سے ہوگا۔

ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوْا وَاتَّخَذُوْۤا اٰيٰتِیْ وَرُسُلِیْ هُزُوًا ﴿۱۰۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

یہ ان کا بدلہ ہے جہنم، کیونکہ انہوں نے کفر کیا اور میری آیتوں اور میرے رسولوں کو ہنسی مذاق بنالیا○ بیشک جو لوگ ایمان لائے

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ﴿۱۰۷﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا لَا يَبْغُوْنَ عَنْهَا

اور اچھے اعمال کئے ان کی مہمانی کیلئے فردوس کے باغات ہیں○ وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے، ان سے کوئی دوسری جگہ بدلنا

حِوَلًا ﴿۱۰۸﴾ قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّیْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّیْ

نہ چاہیں گے○ تم فرمادو: اگر سمندر میرے رب کی باتوں کے لیے سیاہی ہوجاتا تو ضرور سمندر ختم ہوجاتا اور میرے رب کی باتیں ختم نہ ہوتیں،

وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ﴿۱۰۹﴾ قُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰۤى اِلَیَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ

اگرچہ ہم اس کی مدد کیلئے اُسی سمندر جیسا اور لے آتے○ تم فرماؤ: میں (ظاہراً) تمہاری طرح ایک بشر ہوں مجھے وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے

آیت 106 ارشاد فرمایا کہ یہ جہنم ان کا بدلہ ہے کیونکہ انہوں نے کفر کیا اور جس چیز پر ایمان لانا اور جس کا اقرار کرنا ضروری تھا اس کا انکار کیا اور انہوں نے قرآنِ پاک، اللہ تعالیٰ کی دیگر کتابوں اور اس کے رسولوں کو ہنسی مذاق بنالیا۔ **اہم بات:** نبی کی توہین کفر اور عذابِ الٰہی کا سبب ہے۔ **درس:** حضرت علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یاد رکھو! علماء، انبیاء کرام علیہم السّلام کے وارث ہیں تو علماء کا مذاق اڑانے والے ابو جہل، عقبہ بن ابی معیط اور ان جیسے دیگر کافروں کے وارث ہیں۔ (روح البیان 5/305)

آیت 107، 108 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جو لوگ دنیا میں ایمان لائے اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے اچھے اعمال کئے تو ان کی مہمانی کے لئے فردوس کے باغات ہیں، وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے اور دنیا میں انسان کیسی ہی بہتر جگہ میں ہو، وہ اس سے اور اعلیٰ وارفع جگہ کی طلب رکھتا ہے لیکن یہ بات جنت میں نہ ہوگی کیونکہ جنتی لوگ جانتے ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے انہیں بہت اعلیٰ وارفع جگہ حاصل ہے۔ **اہم بات:** آیت میں جنت الفردوس کا ذکر ہوا۔ حدیث پاک میں ہے: جب اللہ تعالیٰ سے مانگو تو فردوس مانگو، کیونکہ وہ جنتوں میں سب کے درمیان اور سب سے بلند ہے اور اس پر رحمٰن کا عرش ہے اور اسی سے جنت کی نہریں جاری ہوتی ہیں۔ (بخاری، حدیث: 2790)

آیت 109 آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے علم و حکمت کے کلمات لکھے جائیں اور اُن کے لئے تمام سمندروں کا پانی سیاہی بنادیا جائے اور تمام مخلوق لکھے تو وہ کلمات ختم نہ ہوں اور یہ تمام پانی ختم ہوجائے بلکہ اس میں اتنا ہی اور ملا دیا جائے تو وہ بھی ختم ہوجائے۔

آیت 110 اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو عاجزی کی تعلیم دی اور انہیں یہ کہنے کا حکم دیا کہ میں بھی تمہاری طرح آدمی ہوں البتہ مجھے (تم پر) یہ خصوصیت حاصل ہے کہ میری طرف وحی آتی ہے اور وحی کے سبب اللہ تعالیٰ نے مجھے اعلیٰ مقام عطا کیا ہے اور مجھے وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے اس کا کوئی شریک نہیں تو جو اپنے رب تعالیٰ سے ملاقات کی امید رکھتا ہو اسے چاہیے کہ نیک کام کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔ **اہم باتیں:** (1) رسولِ خدا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو اپنے جیسا بشر کہنا امت کے لئے جائز نہیں کیونکہ بلند رتبہ ہستیاں جو کلمات عاجزی کے طور پر کہیں، انہیں دوسروں کے لئے بولنا جائز نہیں ہوتا کہ امت کو تو حکم ہے کہ القاب و صفات کے ساتھ ہی ذکر کریں۔ (2) حضور پُرنور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا نور اور سراج منیر (روشن کرنے والا سورج) ہونا

Go to Index

ع ١٢ ٩ ٣ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّ لَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖۤ اَحَدًا ﴿۱۱۰﴾

تو جو اپنے رب سے ملاقات کی امید رکھتا ہو اسے چاہیے کہ نیک کام کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے ○

اٰیاتها ٩٨ | ١٩ سُوْرَةُ مَرْيَم مَكِّيَّةٌ ٤٤ | رکوعاتها ٦

سورۂ مریم مکیہ ہے، اس میں اٹھانوے آیتیں اور چھ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

كٓهٰيٰعٓصٓ ﴿۱﴾ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا ﴿۲﴾ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً

كٓهٰيٰعٓصٓ ○ یہ تیرے رب کی اپنے بندے زکریا پر رحمت کا ذکر ہے ○ جب اس نے اپنے رب کو آہستہ سے

بھی قرآن میں مذکور ہے اور بشر ہونا بھی قرآن میں ہے لہٰذا آپ کے بشر ہونے کا انکار نہیں کیا جا سکتا لیکن تنہا بشر، بشر کی رَٹ لگانا کافروں کا طریقہ ہے جیسا کہ قرآن میں بیسیوں جگہ موجود ہے، لہٰذا جب حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی بشریت کا ذکر کیا جائے تو آپ کو افضل البشر یا سیّد البشر کہا جائے۔ (3) آیت میں مزید سمجھایا گیا کہ رب کریم سے ملاقات پر ایمان اور اس کا شوق ہے تو نیک اعمال کئے جائیں اور چھوٹے بڑے شرک سے بچا جائے۔ بڑا شرک تو کسی کو خدا کے علاوہ معبود سمجھنا ہے اور چھوٹا شرک ریاکاری ہے۔

سورۂ مریم کا تعارف یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس سورت میں حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی عظمت، آپ کے واقعات اور حضرت عیسٰی علیہ السّلام کی ولادت کا واقعہ بیان کیا گیا ہے، اس مناسبت سے اس کا نام ''سورۂ مریم'' رکھا گیا ہے۔ **سورۂ مریم کے مضامین:** اس سورت میں انبیاءِ کرام علیہم السّلام کے واقعات کے ضمن میں اللہ تعالیٰ کے وجود، اس کے واحد و یکتا ہونے، اللہ تعالیٰ کی قدرت اور قیامت کے دن مخلوق کے دوبارہ زندہ ہونے اور اعمال کی جزاء و سزا ملنے کو ثابت کیا گیا ہے۔ قدرتِ الٰہی کی دلیل کے طور پر حضرت یحییٰ علیہ السّلام کی ولادت کا بیان، حضرت زکریا علیہ السّلام کی نیک بیٹے کی مانگی ہوئی دعا مقبول ہونے اور حضرت یحییٰ علیہ السّلام کو بچپن میں ہی منصبِ نبوت سے سرفراز کئے جانے کا ذکر ہے۔ حضرت عیسٰی علیہ السّلام کی ولادت، حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو دی جانے والی تسلی اور ان پر کئے جانے والے انعامات کا تذکرہ ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی اپنے عرفی باپ آزر سے بتوں کی پوجا کے بارے میں ہونے والی بحث اور حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے ہاں بیٹے اور پوتے کی ولادت اور ان دونوں کو نبوت ملنے کا ذکر ہے۔ حضرات موسیٰ علیہ السّلام، ہارون علیہ السّلام، اسماعیل علیہ السّلام، ادریس علیہ السّلام کے واقعات کا بیان ہے۔ منکرین بعثت کے انجام کا ذکر ہے۔

آیت 1 یہ حروفِ مقطّعات ہیں، ان کی مراد اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے اور اس کے بتانے سے اس کے خاص بندے جانتے ہیں۔

آیت 2 فرمایا کہ اے حبیب! صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم، یہ آپ کے رب تعالیٰ کی اس رحمت کا ذکر ہے جو اس نے اپنے بندے حضرت زکریا علیہ السّلام پر فرمائی۔ **اہم بات:** اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مراد نیک اور صالح بیٹا عطا فرمانا ہے اور بیٹا عطا فرمانے کے تذکرے کو رحمتِ الٰہی کا تذکرہ فرمایا گیا ہے کیونکہ نیک اولاد اللہ تعالیٰ کی بڑی رحمت ہے۔

آیت 3 فرمایا کہ جب حضرت زکریا علیہ السّلام نے آہستہ آواز میں اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی۔ **اہم باتیں:** (1) آپ علیہ السّلام کے آہستہ آواز

خَفِيًّا ۝٣ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّيْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا وَّلَمْ اَكُنْ

پکارا۝ عرض کی: اے میرے رب! بیشک میری ہڈی کمزور ہوگئی اور سر نے بڑھاپے کا شعلہ چمکا دیا ہے (بوڑھا ہوگیا ہوں) اور اے میرے رب!

بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا ۝٤ وَاِنِّيْ خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ وَّرَآءِيْ وَكَانَتِ امْرَاَتِيْ

میں تجھے پکار کر کبھی محروم نہیں رہا۝ اور بیشک مجھے اپنے بعد اپنے رشتے داروں کا ڈر ہے اور میری بیوی بانجھ

عَاقِرًا فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۝٥ يَّرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ ۗ

ہے، تو مجھے اپنے پاس سے کوئی ایسا وارث عطا فرمادے۝ جو میرا جانشین ہو اور یعقوب کی اولاد کا وارث ہو

وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا ۝٦ يٰزَكَرِيَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ ۣاسْمُهٗ يَحْيٰى ۙ لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ

اور اے میرے رب! اسے پسندیدہ بنادے۝ اے زکریا! ہم تجھے ایک لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہے، اس سے پہلے ہم نے اس نام کا کوئی

میں دعا مانگنے کا سبب اخلاص ہو سکتا ہے نیز تنہا دعا عموماً آہستہ ہی کی جاتی ہے۔ (2) آہستہ آواز میں دعا مانگنا دعا کے آداب میں سے ہے۔

آیت 4 حضرت زکریا علیہ السّلام کے دعا مانگنے کا پورا واقعہ کچھ اس طرح ہے کہ آپ کی عمر شریف زیادہ ہو چکی تھی مگر اولاد نہ تھی اور اپنے رشتہ داروں میں سے بھی کوئی ایسا کامل نیک مرد نظر نہیں آتا تھا کہ جو آپ کی وفات کے بعد جانشین بن کر دین کی خدمت سر انجام دے سکے بلکہ آپ کو کچھ رشتہ داروں سے خوف تھا کہ کہیں میرے بعد یہ دین میں تبدیلیاں شروع نہ کر دیں، اس وجہ سے آپ فکر مند تھے اور بالآخر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی کہ اے میرے مولیٰ! تو جانتا ہے کہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں، میری ہڈیاں کمزور اور سر کے بال سفید ہو چکے ہیں۔ اے میرے رب! تیری بارگاہ میں دعا کر کے میں کبھی محروم نہیں رہا، لہٰذا مجھے امید ہے کہ تو میری یہ دعا بھی قبول کرے گا۔ **اہم باتیں:** (1) اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کے شروع میں اپنی عاجزی بیان کی جائے۔ (2) پہلے جو دعا قبول ہو چکی اسے دوبارہ دعا کرتے وقت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وسیلہ بنایا جائے۔ (3) انبیاءِ کرام علیہم السّلام اور اولیاءِ کرام رحمۃ اللہ علیہم کی دعائیں قبول ہوتی ہیں، اسی لیے ان سے دعائیں کرائی جاتی ہیں۔

آیت 5، 6 حضرت زکریا علیہ السّلام نے یوں عرض کی: اے میرے رب! بیشک مجھے اپنے بعد اپنے رشتے داروں کی طرف سے دینی معاملات میں خرابی کا ڈر ہے اور میری بیوی بانجھ ہے جس سے اولاد نہیں ہو سکتی، تو مجھے اپنی بارگاہ سے کوئی ایسا وارث عطا فرمادے جو میرے علم اور آلِ یعقوب کی نبوت کا وارث ہو (یعنی اسے اس قابل بنادے کہ اس کی طرف وحی کی جائے) اور اے میرے رب! اسے ایسا بنادے کہ تو اس سے راضی ہو اور وہ تجھ سے راضی ہو۔ **اہم باتیں:** (1) یہاں رشتہ داروں سے مراد حضرت زکریا علیہ السّلام کے چچا زاد بھائی ہیں۔ (2) حضرت زکریا علیہ السّلام کا نیک صالح بیٹے کے لیے دعا کرنا دین کے لیے تھا، نہ کہ کسی دُنیوی غرض سے۔ (3) انبیاء علیہم السّلام کی وراثت علم و حکمت ہی ہوتی ہے، لہٰذا آپ علیہ السّلام نے دعا میں اسی وراثت کا ذکر فرمایا ہے۔ (4) بیٹے کی دعا کرنا سنتِ انبیاء ہے مگر اس لئے کہ وہ توشۂ آخرت ہو۔ البتہ یہ یاد رہے کہ بیٹی پیدا ہونے پر غم کرنا کفار کا طریقہ ہے۔

آیت 7 اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السّلام کی یہ دعا قبول فرمائی اور ارشاد فرمایا: اے زکریا! ہم تجھے ایک لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں، اس کا نام یحییٰ ہے اور اس سے پہلے ہم نے اس نام کا کوئی دوسرا نہ بنایا کہ اس کا نام یحییٰ رکھا گیا ہو۔ **اہم باتیں:** (1) حضرت زکریا علیہ

مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا ۞ قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّ كَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا وَّ قَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ

دوسرا نہ بنایا○ عرض کی: اے میرے رب! میرے لڑکا کہاں سے ہوگا حالانکہ میری بیوی بانجھ ہے اور میں بڑھاپے کی وجہ سے سوکھ جانے کی حالت کو

عِتِيًّا ۞ ٨ قَالَ كَذٰلِكَ ۚ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَّ قَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَ لَمْ تَكُ شَيْـًٔا ۞ ٩

پہنچ چکا ہوں○ فرمایا: ایسا ہی ہے۔ تیرے رب نے فرمایا ہے کہ یہ میرے اوپر بہت آسان ہے اور میں نے تو اس سے پہلے تجھے پیدا کیا حالانکہ تم کچھ بھی نہ تھے○

قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْۤ اٰيَةً ؕ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا ۞ ١٠

عرض کی: اے میرے رب! میرے لئے کوئی نشانی مقرر فرمادے۔ فرمایا: تیری نشانی یہ ہے کہ تم بالکل تندرست ہوتے ہوئے بھی تین رات دن لوگوں سے کلام نہ کرسکو گے○

السلام کے دعا مانگنے کے بعد فرشتوں نے انہیں حضرت یحیٰ علیہ السلام کی بشارت دی۔ (2) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کو ان کا نام لے کر پکارا، اسی طرح دیگر انبیاءِ کرام علیہم السلام کو بھی قرآنِ مجید میں ان کا نام لے کر پکارا گیا ہے، لیکن جہاں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے خطاب فرمایا ہے وہاں حضور کے اَوصافِ جلیلہ و اَلقابِ جمیلہ ہی سے یاد کیا ہے۔ (3) اللہ تعالیٰ نے حضرت یحیٰ علیہ السلام کو یہ فضیلت عطا فرمائی کہ ان کی ولادت سے پہلے ہی ان کا نام رکھ دیا۔

آیت 8 حضرت زکریا علیہ السلام نے جب بیٹے کی خوشخبری سنی تو عرض کی: اے میرے رب! میرے ہاں لڑکا کس طرح ہوگا جبکہ میری بیوی بانجھ ہے اور میں بھی بڑھاپے کی وجہ سے خشک لکڑی کی طرح سوکھ جانے کی حالت کو پہنچ چکا ہوں۔ **اہم بات:** حضرت زکریا علیہ السلام کے اس طرح عرض کرنے میں اللہ تعالیٰ کی قدرت پر کسی عدمِ یقین کا اظہار نہیں تھا بلکہ معلوم یہ کرنا تھا کہ بیٹا کس طرح عطا کیا جائے گا، کیا ہمیں دوبارہ جوانی عطا کی جائے گی یا اسی عمر میں بیٹا عطا کیا جائے گا۔

آیت 9 حضرت زکریا علیہ السلام کی عرض کے جواب میں یہاں فرمایا گیا کہ بیٹا اسی حالت میں دیا جائے گا اور یہ میرے اوپر بہت آسان ہے کہ میں بڑھاپے کے عوارض دور کر کے آپ میں جوانوں کی سی قوت و توانائی پیدا کر دوں اور آپ کی بیوی کے مرض کو دور کر کے انہیں صحت عطا کر دوں کیونکہ میں نے حضرت یحیٰ علیہ السلام سے پہلے تمہیں اس وقت پیدا کر دیا جب تم کچھ بھی نہ تھے تو جو رب تعالیٰ معدوم کو موجود کرنے پر قادر ہے؛ وہ بڑھاپے میں اولاد عطا فرمانے پر بھی یقیناً قادر ہے۔

آیت 10 حضرت زکریا علیہ السلام کو جب یہ بتادیا گیا کہ اسی عمر میں بیٹا عطا ہوگا تو آپ نے مزید عرض کی: اے میرے رب! میری بیوی کے حاملہ ہونے کی کوئی نشانی بتادی جائے تاکہ میں اس وقت سے تیری اس عظیم نعمت کا شکر ادا کرنے میں مشغول ہو جاؤں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ تیری زوجہ کے حاملہ ہونے کی نشانی یہ ہے کہ تم صحیح سالم ہونے کے باوجود اور گونگا ہونے کے بغیر تین دن رات لوگوں سے کلام نہ کرسکو گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ان ایام میں آپ لوگوں سے کلام کرنے پر قادر نہ ہوئے، البتہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا چاہتے تو زبان کھل جاتی تھی۔ **اہم باتیں:** (1) یہ نشانی بھی بڑی دلچسپ تھی کہ ذِکْرُ اللہ کریں تو بالکل آسانی سے ہو جائے اور لوگوں سے کلام فرمانا چاہیں تو نہ کرسکیں۔ (2) اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مُؤَثِّرِ حقیقی اللہ تعالیٰ ہے اور بقیہ اَشیاء صرف اَسبابِ ظاہری ہیں۔ اللہ تعالیٰ چاہے تو آگ سے پیاس بجھے اور پانی سے آگ لگے۔ آگ کا جلانا اور پانی کا پیاس بجھانا سب اللہ تعالیٰ کے کرنے سے ہے۔

فَخَرَجَ عَلٰی قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰۤی اِلَیْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّ عَشِیًّا ﴿۱۱﴾ یٰیَحْیٰی

پس وہ اپنی قوم کی طرف مسجد سے باہر نکلے تو انہیں اشارہ سے کہا کہ صبح و شام تسبیح کرتے رہو ○ اے یحییٰ! کتاب کو مضبوطی کے ساتھ

خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ ؕ وَ اٰتَیْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِیًّا ﴿۱۲﴾ وَّ حَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَ زَكٰوةً ؕ وَ كَانَ تَقِیًّا ﴿۱۳﴾

تھامے رکھو اور ہم نے اسے بچپن ہی میں حکمت عطا فرمادی تھی ○ اور اپنی طرف سے نرم دلی اور پاکیزگی دی اور وہ (اللہ سے) بہت زیادہ ڈرنے والا تھا ○

وَّ بَرًّۢا بِوَالِدَیْهِ وَ لَمْ یَكُنْ جَبَّارًا عَصِیًّا ﴿۱۴﴾ وَ سَلٰمٌ عَلَیْهِ یَوْمَ وُلِدَ وَ یَوْمَ یَمُوْتُ

اور وہ اپنے ماں باپ سے اچھا سلوک کرنے والا تھا اور وہ متکبر، نافرمان نہیں تھا ○ اور اس پر سلامتی ہے جس دن وہ پیدا ہوا اور جس دن وہ فوت ہو گا

آیت 11 ایک دن حضرت زکریا علیہ السّلام اس جگہ سے باہر نکلے جہاں وہ نماز ادا کیا کرتے تھے اور لوگ محراب کے پیچھے انتظار میں تھے کہ آپ ان کے لئے دروازہ کھولیں تو وہ داخل ہو کر نماز پڑھیں، جب حضرت زکریا علیہ السّلام باہر آئے تو آپ کا رنگ بدلا ہوا تھا اور آپ گفتگو نہیں فرماسکتے تھے۔ یہ حال دیکھ کر لوگوں نے دریافت کیا: کیا حال ہے؟ آپ علیہ السّلام نے انہیں اشارہ سے کہا کہ صبح و شام تسبیح کرتے رہو اور عادت کے مطابق فجر و عصر کی نمازیں ادا کرتے رہو، آپ علیہ السّلام نے اپنے کلام نہ کرسکنے سے جان لیا کہ آپ کی زوجہ حاملہ ہو گئی ہیں۔

آیت 12 حضرت یحییٰ علیہ السّلام کی ولادت کے بعد جب آپ کی عمر دو سال ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے یحییٰ! کتاب تورات کو مضبوطی کے ساتھ تھامے رکھو اور اس پر عمل کی بھرپور کوشش کرو اور ہم نے اسے بچپن ہی میں حکمت عطا فرمادی تھی۔ **اہم بات:** چھوٹی سی عمر میں حضرت یحییٰ علیہ السّلام کو اللہ تعالیٰ نے کامل عقل عطا فرمائی اور آپ کی طرف وحی کی۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا یہی قول ہے اور اتنی سی عمر میں فہم و فراست اور عقل و دانش کا کمال، خَوارقِ عادات (یعنی انبیاءِ کرام علیہم السّلام کے معجزات) میں سے ہے اور جب اللہ تعالیٰ کے کرم سے یہ حاصل ہو تو اس حال میں نبوت ملنا کچھ بھی بعید نہیں، لہٰذا اس آیت میں حکم سے نبوت مراد ہے اور یہی قول صحیح ہے۔

آیت 13 اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السّلام کی 3 صفات بیان فرمائی ہیں: (1) اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی طرف سے نرم دلی عطا کی تاکہ آپ علیہ السّلام لوگوں پر مہربانی کریں اور نیک اعمال کی دعوت دیں۔ (2) اللہ تعالیٰ نے انہیں پاکیزگی دی۔ یہاں پاکیزگی سے طاعت و اخلاص یا عملِ صالح مراد ہے۔ (3) وہ اللہ تعالیٰ سے بہت زیادہ ڈرنے والے تھے۔ آپ علیہ السّلام اللہ تعالیٰ کے خوف سے بہت گریہ وزاری کرتے تھے یہاں تک کہ آپ کے رخسار مبارک پر آنسوؤں سے نشان بن گئے تھے۔

آیت 14 اس آیت میں حضرت یحییٰ علیہ السّلام کی مزید 3 صفات بیان کی گئی ہیں: (1) آپ علیہ السّلام ماں باپ کے فرمانبردار اور ان سے اچھا سلوک کرنے والے تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے بعد والدین کی خدمت سے بڑھ کر کوئی طاعت نہیں۔ (2،3) آپ علیہ السّلام تکبر کرنے والے اور اپنے رب تعالیٰ کے نافرمان نہیں بلکہ عاجزی و انکساری کرنے والے اور اپنے رب کی اطاعت کرنے والے تھے۔ **اہم باتیں:** (1) یہاں جبّار کے معنی متکبر کے ہیں اور ایک قول یہ بھی ہے کہ جبّار وہ شخص ہوتا ہے جو غصہ میں مارے اور قتل کرے۔ (2) جبار کا لفظ جب مخلوق کیلئے آئے تو اس کا معنی متکبر ہوتا ہے۔ **درس:** ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنا، تکبر سے بچنا اور عاجزی و انکساری اختیار کرنا حکمِ الٰہی کے ساتھ ساتھ سنتِ انبیاء بھی ہے۔

آیت 15 فرمایا کہ جس دن حضرت یحییٰ علیہ السّلام پیدا ہوئے اس دن ان کے لئے شیطان سے امان ہے کہ وہ عام بچوں کی طرح آپ کو نہ

وقف لازم ع ۱۵

وَيَوۡمَ يُبۡعَثُ حَيًّا ۝۱۵ وَاذۡكُرۡ فِي الۡكِتٰبِ مَرۡيَمَ ۘ اِذِ انۡتَبَذَتۡ مِنۡ اَهۡلِهَا

اور جس دن وہ زندہ اٹھایا جائے گا ○ اور کتاب میں مریم کو یاد کرو جب وہ اپنے گھر والوں سے مشرق کی طرف

مَكَانًا شَرۡقِيًّا ۝۱٦ فَاتَّخَذَتۡ مِنۡ دُوۡنِهِمۡ حِجَابًا ۖ فَاَرۡسَلۡنَاۤ اِلَيۡهَا رُوۡحَنَا

ایک جگہ الگ ہوگئی ○ تو ان (لوگوں) سے ادھر ایک پردہ کرلیا تو اس کی طرف ہم نے اپنا روحانی (جبرئیل) بھیجا

فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ۝۱۷ قَالَتۡ اِنِّيۡۤ اَعُوۡذُ بِالرَّحۡمٰنِ مِنۡكَ اِنۡ كُنۡتَ تَقِيًّا ۝۱۸

تو وہ اس کے سامنے ایک تندرست آدمی کی صورت بن گیا ○ مریم بولی: میں تجھ سے رحمٰن کی پناہ مانگتی ہوں اگر تجھے خدا کا ڈر ہے ○

چھوئے گا اور جس دن آپ وفات پائیں گے اس دن ان کے لئے عذابِ قبر سے امان ہے اور جس دن آپ کو زندہ اٹھایا جائے گا اس دن ان کے لئے قیامت کی سختی سے امان ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں ایک قول یہ بھی ہے کہ پیدا ہونے، وفات پانے اور زندہ اٹھائے جانے کے یہ تینوں دن بہت وحشت ناک ہیں کیونکہ ان دنوں میں آدمی وہ دیکھتا ہے جو اِس سے پہلے اُس نے نہیں دیکھا، اس لئے ان تینوں مَواقع پر انتہائی وحشت ہوتی ہے، تو اللہ تعالیٰ نے حضرت یحیٰ علیہ السلام کا اِکرام فرمایا کہ انہیں ان تینوں مواقع پر امن و سلامتی عطا فرمائی۔ **اہم باتیں:** (1) سلامتی تو یقیناً ہر نبی علیہ السلام کو حاصل ہے لیکن بطورِ خاص اللہ تعالیٰ کا بشارت دینا ایک جداگانہ فضیلت رکھتا ہے۔ (2) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت یحیٰ علیہ السلام کے یوم میلاد ان پر سلام بھیجا، اسی مناسبت سے بارہ ربیع الاوّل کے دن خاتم انبیاء صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی ولادت کا دن یادگار بنایا جاتا اور آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم پر درود و سلام کی کثرت کی جاتی ہے۔

آیت 16 فرمایا: اے پیارے حبیب! آپ قرآنِ کریم میں حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا واقعہ پڑھ کر ان لوگوں کو سنایئے تاکہ انہیں ان کا حال معلوم ہو، جب وہ اپنے گھر والوں سے مشرق کی طرف ایک جگہ الگ ہوگئی اور لوگوں سے جدا ہو کر عبادت کے لئے خَلْوَت میں بیٹھیں۔ **اہم باتیں:** (1) مریم کے معنی ہیں عابدہ، خادمہ۔ آپ رضی اللہ عنہا بچپن سے بیتُ المقدس کی خادمہ تھیں اور وہاں رہ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کرتی تھیں۔ (2) حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے فضائل میں سے ہے کہ قرآنِ کریم میں عورتوں میں سے صرف آپ کا نامِ مبارک ذکر کیا گیا ہے۔ (3) حضرت مریم رضی اللہ عنہا ولیہ اور صدیقہ ہیں، ان کے تذکرے سے ذکرِ اولیاء کی فضیلت و اہمیت واضح ہوتی ہے۔

آیت 17 جب حضرت مریم رضی اللہ عنہا خَلْوَت میں تشریف لے گئیں تو آپ نے اپنے اور گھر والوں کے درمیان پردہ کرلیا، اس وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی طرف حضرت جبریل علیہ السلام کو بھیجا تو آپ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے سامنے نوجوان، بے ریش، روشن چہرے اور پیچ دار بالوں والے آدمی کی صورت میں ظاہر ہوئے۔ **اہم باتیں:** (1) حضرت جبریل علیہ السلام کے انسانی شکل میں آنے کی حکمت یہ تھی کہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا ان کے کلام سے مانوس ہو جائیں اور ان سے خوف نہ کھائیں کیونکہ ملکوتی صورت و ہیئت کی عظمت سے حضرت مریم رضی اللہ عنہا خوفزدہ ہو جاتیں اور آپ علیہ السلام کا کلام سننے پر قادر نہ ہوتیں۔ (2) حضرت جبریل علیہ السلام فرشتہ ہیں نور ہیں اور حضرت مریم کے پاس بشری شکل میں ظاہر ہوئے، یہ خدا کی قدرت ہے کہ نور کو بشر کے پیکر میں بھیج دے۔

آیت 18 جب حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے خَلْوَت میں اپنے پاس ایک بے ریش نوجوان کو دیکھا تو خوفزدہ ہو گئیں اور فرمایا: میں تجھ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتی ہوں، اگر تم میں کچھ خدا خوفی ہے تو یہاں سے چلے جاؤ۔ **اہم بات:** پاکدامنی، پارسائی اور تقویٰ کی اعلیٰ علامت یہ ہے کہ غیر محرم کی خلوت سے بھی بچا جائے۔

Go to Index

قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ۖ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ﴿۱۹﴾ قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ

کہا: میں تو تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں تا کہ میں تجھے ایک پاکیزہ بیٹا عطا کروں ○ مریم نے کہا: میرے لڑکا کہاں سے ہوگا؟

وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا ﴿۲۰﴾ قَالَ كَذٰلِكِ ۚ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ ۚ وَلِنَجْعَلَهٗ

حالانکہ مجھے تو کسی آدمی نے چھوا تک نہیں اور نہ ہی میں بدکار ہوں ○ جبرئیل نے کہا: ایسا ہی ہے۔ تیرے رب نے فرمایا ہے کہ یہ میرے اوپر بہت آسان ہے اور تا کہ

اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا ۚ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا ﴿۲۱﴾ فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا ﴿۲۲﴾

ہم اسے لوگوں کیلئے نشانی بنادیں اور اپنی طرف سے ایک رحمت (بنادیں) اور یہ ایسا کام ہے جس کا فیصلہ ہوچکا ہے ○ پھر مریم حاملہ ہوگئیں تو اسے لے کر ایک دور کی

فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ ۚ قَالَتْ يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا

جگہ چلی گئی ○ پھر بچے کی پیدائش کا درد اسے ایک کھجور کے تنے کی طرف لے آیا تو اس نے کہا: اے کاش کہ میں اس سے پہلے مرگئی ہوتی اور میں کوئی بھولی

آیت 19 جب حضرت مریم رضی اللہ عنہا خوفزدہ ہوئیں تو اس وقت حضرت جبریل علیہ السّلام نے کہا: میں فرشتہ ہوں اور تمہارے رب تعالیٰ کی طرف سے بھیجا گیا ہوں تا کہ میں تمہیں ایک ستھرا اور پاکیزہ بیٹا عطا کروں۔ **اہم بات:** اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے اللہ تعالیٰ کے بعض کاموں کو اپنی طرف منسوب کر سکتے ہیں، جیسے کسی کو بیٹا دینا در حقیقت اللہ تعالیٰ کا کام ہے لیکن حضرت جبریل علیہ السّلام نے فرمایا کہ میں تجھے ایک پاکیزہ بیٹا عطا کروں۔ ایسے ہی سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے جنت اور دیگر نعمتیں عطا کرنے کے واقعات احادیث میں کثرت سے مذکور ہیں اور یہ خدائی فضل و کرم اولیاءِ کرام پر بھی ہوتا ہے۔

آیت 20 حضرت جبریل علیہ السّلام نے جب حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو بیٹے کی خوشخبری دی تو آپ حیران ہوگئیں اور کہنے لگیں: کسی عورت کے ہاں اولاد ہونے کا جو ظاہری سبب ہے وہ مجھ میں پایا نہیں جارہا کیونکہ نہ تو میرا کسی سے نکاح ہوا ہے اور نہ ہی میں بدکار عورت ہوں تو پھر میرے ہاں لڑکا کہاں سے ہوگا؟ **اہم بات:** حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی یہ حیرانی قدرتِ خداوندی پر نہ تھی بلکہ باپ کے بغیر اولاد کا ہونا خلافِ عادت تھا تو اس پر حیرت زدہ ہو جانا ایک فِطری امر ہے۔

آیت 21 حضرت جبریل علیہ السّلام نے جواب دیا: اے مریم! اللہ تعالیٰ کی مرضی یہی ہے کہ وہ آپ کو کسی مرد کے چھوئے بغیر ہی لڑکا عطا فرمائے اور آپ کے رب تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ بغیر باپ کے بیٹا دینا میرے اوپر بہت آسان ہے اور اس طرح بیٹا دینے میں ایک حکمت یہ ہے کہ ہم اسے لوگوں کیلئے اپنی قدرت کی نشانی بنادیں اور اُن لوگوں کے لئے اپنی طرف سے ایک رحمت بنادیں جو اِس کے دین کی پیروی کریں اور اِس پر ایمان لائیں اور یہ ایسا کام ہے جس کا اللہ تعالیٰ کے علم میں فیصلہ ہوچکا ہے جو اب رد نہیں ہو سکتا ہے۔

آیت 22 جب حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو اطمینان ہوگیا اور انکی پریشانی جاتی رہی تو حضرت جبریل علیہ السّلام نے ان پر دم کیا اور آپ رضی اللہ عنہا اللہ تعالیٰ کی قدرت سے حاملہ ہوگئیں۔ پھر جب حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو حمل کے آثار ظاہر ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو اِلہام کیا کہ وہ اسے لے کر اپنی قوم سے علیحدہ ہو کر دور چلی جائیں، اس لئے وہ بیتُ اللّحم میں چلی گئیں۔

آیت 23 جب ولادت کا وقت قریب آیا اور درد کی شدت زیادہ ہوئی تو حضرت مریم رضی اللہ عنہا کھجور کے ایک سوکھے درخت کے

مَّنۡسِيًّا ﴿٢٣﴾ فَنَادٰىهَا مِنۡ تَحۡتِهَاۤ اَلَّا تَحۡزَنِىۡ قَدۡ جَعَلَ رَبُّكِ تَحۡتَكِ سَرِيًّا ﴿٢٤﴾ وَهُزِّىۡۤ اِلَيۡكِ

بسری ہوجاتی O تو اسے اس کھجور کے درخت کے نیچے سے پکارا کہ غم نہ کھا بیشک تیرے رب نے تیرے نیچے ایک نہر بنادی ہے O اور کھجور کے

بِجِذۡعِ النَّخۡلَةِ تُسٰقِطۡ عَلَيۡكِ رُطَبًا جَنِيًّا ﴿٢٥﴾ فَكُلِىۡ وَاشۡرَبِىۡ وَقَرِّىۡ عَيۡنًا ۚ فَاِمَّا تَرَيِنَّ

تنے کو پکڑ کر اپنی طرف ہلاؤ، وہ تم پر عمدہ تازہ کھجوریں گرائے گا O تو کھا اور پی اور آنکھ ٹھنڈی رکھ پھر اگر تو کسی آدمی کو دیکھے

مِنَ الۡبَشَرِ اَحَدًا ۙ فَقُوۡلِىۡۤ اِنِّىۡ نَذَرۡتُ لِلرَّحۡمٰنِ صَوۡمًا فَلَنۡ اُكَلِّمَ الۡيَوۡمَ اِنۡسِيًّا ﴿٢٦﴾ ۚ

تو (اشارے سے) کہہ دینا کہ میں نے آج رحمٰن کیلئے روزہ کی نذر مانی ہے تو آج ہرگز میں کسی آدمی سے بات نہیں کروں گی O

فَاَتَتۡ بِهٖ قَوۡمَهَا تَحۡمِلُهٗ ؕ قَالُوۡا يٰمَرۡيَمُ لَقَدۡ جِئۡتِ شَيۡـئًـا فَرِيًّا ﴿٢٧﴾ يٰۤاُخۡتَ هٰرُوۡنَ

پھر عیسیٰ کو اُٹھائے ہوئے اپنی قوم کے پاس آئیں تو لوگ کہنے لگے: اے مریم! بیشک تو بہت ہی عجیب و غریب چیز لائی ہے O اے ہارون کی بہن!

پاس آکر بیٹھ گئیں۔ اب درد کی بھی شدّت تھی اور دوسری طرف مستقبل کے معاملات بھی تھے کہ اگرچہ میں تو مطمئن ہوں مگر لوگوں کو کیسے مطمئن کروں گی چنانچہ اسی پریشانی کی شدّت سے کہا: اے کاش! میں اس سے پہلے ہی مرگئی ہوتی یا بھولی بسری ہوجاتی تاکہ یہ تمام معاملات پیش نہ آتے۔

آیت 24 جب حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے درد کی شدت سے مرنے کی تمنا کی تو اس وقت حضرت جبریل علیہ السّلام نے وادی کے نیچے سے پکارا کہ غم نہ کرو، اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے آپ کے قریب ایک نہر بنادی ہے۔ یہ نہر کا جاری ہونا اس لئے بھی تھا کہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو تسلی ہوتی رہے کہ ان کے رب کی کرم نوازی مسلسل ان کے ساتھ ہے۔

آیت 25 حضرت مریم رضی اللہ عنہا سے کہا گیا کہ آپ جس سوکھے تنے کے نیچے بیٹھی ہیں اسے اپنی طرف حرکت دیں تو اس سے آپ پر عمدہ اور تازہ پکی ہوئی کھجوریں گریں گی۔ **اہم بات:** اس سے معلوم ہوا کہ حمل کی حالت میں عورت کے لئے کھجور کھانا فائدہ مند ہے۔

آیت 26 حضرت مریم رضی اللہ عنہا سے فرمایا گیا کہ آپ کھجوریں کھائیں اور پانی پئیں اور اپنے فرزند حضرت عیسیٰ علیہ السّلام سے اپنی آنکھ ٹھنڈی رکھیں، پھر اگر آپ کسی آدمی کو دیکھیں کہ وہ آپ سے بچے کے بارے میں دریافت کرتا ہے تو اشارے سے اسے کہہ دیں کہ میں نے آج رحمٰن کیلئے روزہ کی نذر مانی ہے تو آج ہرگز میں کسی آدمی سے بات نہیں کروں گی۔ **اہم باتیں:** (1) حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو خاموش رہنے کی نذر ماننے کا اس لئے حکم دیا گیا تاکہ کلام حضرت عیسیٰ علیہ السّلام فرمائیں اور ان کا کلام مضبوط حجت ہو جس سے تہمت زائل ہو جائے۔ (2) پہلے زمانہ میں بولنے اور کلام کرنے کا بھی روزہ ہوتا تھا البتہ ہماری شریعت میں چپ رہنے کا روزہ منسوخ ہو گیا ہے، البتہ ویسے خاموشی ایک اچھی چیز ہے۔

آیت 27، 28 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی ولادت کے بعد حضرت مریم رضی اللہ عنہا انہیں اُٹھائے ہوئے اپنی قوم کے پاس آئیں، جب لوگوں نے حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو دیکھا کہ ان کی گود میں بچہ ہے تو انہیں شدید صدمہ ہوا، کیونکہ وہ

مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّ مَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا ﴿٢٨﴾ فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ ؕ قَالُوْا

نہ تو تیرا باپ کوئی برا آدمی تھا اور نہ ہی تیری ماں بدکار تھی○ اس پر مریم نے بچے کی طرف اشارہ کردیا۔ وہ بولے:

كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا ﴿٢٩﴾ قَالَ اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ ۟ؕ اٰتٰىنِيَ الْكِتٰبَ

ہم اس سے کیسے بات کریں ؟جو ابھی ماں کی گود میں بچہ ہے○ بچے نے فرمایا: بیشک میں اللہ کا بندہ ہوں، اس نے مجھے کتاب دی ہے

وَ جَعَلَنِيْ نَبِيًّا ﴿٣٠﴾ وَّ جَعَلَنِيْ مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ ۪ وَ اَوْصٰنِيْ بِالصَّلٰوةِ وَ الزَّكٰوةِ

اور مجھے نبی بنایا ہے○ اور اس نے مجھے مبارک بنایا ہے خواہ میں کہیں بھی ہوں اوراس نے مجھے نماز اور زکوٰۃ کی تاکید فرمائی ہے

صالحین کے گھرانے کے لوگ تھے۔ وہ کہنے لگے: اے مریم! بیشک تم بہت ہی عجیب و غریب چیز لائی ہو۔ اے ہارون کی بہن! نہ تو تیرا باپ عمران کوئی برا آدمی تھا اور نہ ہی تیری ماں حنّہ بدکار عورت تھی تو پھر تیرے ہاں یہ بچہ کہاں سے ہو گیا؟ **اہم بات:** حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو ان کی قوم کے لوگوں نے ہارون کی بہن کہا، اس ہارون کے متعلق ایک قول یہ ہے کہ ہارون حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے بھائی کا ہی نام تھا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک نہایت نیک وصالح شخص کا نام ہارون تھا اور اس کے تقویٰ اور پرہیز گاری سے تشبیہ دینے کے لیے آپ کو ہارون کی بہن کہا۔

آیت 29 جب لوگوں نے حضرت مریم رضی اللہ عنہا سے تفصیل پوچھنی چاہی تو چونکہ آپ رضی اللہ عنہا نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے چپ کا روزہ رکھا ہوا تھا اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی طرف اشارہ کر کے کہا: اگر کچھ پوچھنا ہے تو اس بچے سے پوچھ لو یہ جواب دے گا۔ اس پر لوگوں کو غصہ آیا اور انہوں نے کہا کہ جو بچہ ابھی پیدا ہوا ہے وہ کیسے ہم سے بات کرے گا! کیا تم ہم سے مذاق کر رہی ہو؟

آیت 30 لوگوں کی گفتگو سن کر حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نے دودھ پینا چھوڑ دیا اور بائیں ہاتھ پر ٹیک لگا کر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور سیدھے ہاتھ مبارک سے اشارہ کر کے بات کرنا شروع کی اور فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں، اس نے مجھے کتاب دی ہے اور مجھے نبی بنایا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نے اگرچہ کلام کر کے اپنی والدہ ماجدہ سے تہمت کو دور کرنا تھا مگر آپ نے پہلے خود کو اللہ تعالیٰ کا بندہ قرار دیا تاکہ کوئی اُنہیں خدا اور خدا کا بیٹا نہ کہے کیونکہ آپ کی نسبت یہ تہمت لگائی جانے والی تھی اور یہ تہمت اللہ تعالیٰ پر لگتی تھی، اس لئے والدہ کی براءت سے پہلے اللہ تعالیٰ کے جنابِ پاک میں لگائی جانے والی تہمت کا خاتمہ فرمایا۔ (2) آیت میں جس کتاب کا ذکر ہوا اس سے انجیل مراد ہے۔ بعض مفسرین نے آیت کے معنی میں یہ بھی بیان کیا ہے کہ یہ نبوت اور کتاب ملنے کی خبر تھی جو عنقریب آپ کو ملنے والی تھی۔ (3) جب حضرت مریم رضی اللہ عنہا پر بہتان لگا تو ان کی عِفّت و پاکیزگی خود حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نے بیان فرمائی اور جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر بہتان اٹھا، تو خود اللہ تعالیٰ نے ان کی پاک دامنی کی گواہی دی، اور سترہ آیتیں نازل فرمائیں۔

آیت 31 حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نے فرمایا کہ مجھے نبوت عطا کرنے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے مجھے لوگوں کے لئے نفع پہنچانے والا، خیر کی تعلیم دینے والا، اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والا اور اس کی توحید اور عبادت کی دعوت دینے والا بنایا ہے خواہ میں کہیں بھی ہوں اور جب تک میں زمین پر زندہ رہوں تب تک اس نے مجھے نماز کا مُکلّف ہونے، اسے قائم کرنے اور زکوٰۃ کے قابل مال ہونے کی صورت میں اس کی زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نے اپنے مبارک ہونے کا خود اعلان فرمایا جبکہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی

مَا دُمۡتُ حَيًّا ۝٣١ وَّبَرًّۢا بِوَالِدَتِيۡ ۡ وَلَمۡ يَجۡعَلۡنِيۡ جَبَّارًا شَقِيًّا ۝٣٢ وَالسَّلٰمُ عَلَيَّ

جب تک میں زندہ رہوں○ اور (مجھے) اپنی ماں سے اچھا سلوک کرنے والا (بنایا) اور مجھے متکبر، بدنصیب نہ بنایا○ اور مجھ پر سلامتی ہو

يَوۡمَ وُلِدۡتُّ وَيَوۡمَ اَمُوۡتُ وَيَوۡمَ اُبۡعَثُ حَيًّا ۝٣٣ ذٰلِكَ عِيۡسَى ابۡنُ مَرۡيَمَ ۚ قَوۡلَ الۡحَقِّ

جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن وفات پاؤں اور جس دن زندہ اٹھایا جاؤں○ یہ ہے عیسیٰ مریم کا بیٹا۔ سچی بات جس میں

برکات کو خود اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی سینکڑوں آیات میں بیان فرمایا ہے۔(2)موت کے وقت تک شریعت کی طرف سے لازم کی گئی عبادات اور دیئے گئے احکام کی پابندی لازم ہے۔ **درس:** اس میں ان لوگوں کے لئے بڑی نصیحت ہے جو شیطان کے بہکاوے میں آکر لوگوں سے یہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کی معرفت کے اتنے اعلیٰ مقام پر فائز ہو چکے ہیں کہ اب ہم پر کوئی عبادت لازم نہیں جب سب سے مقرب ہستیوں یعنی اَنبیاء ورُسُل علیہم السلام سے عبادات ساقط نہیں ہوئیں بلکہ پوری کائنات میں اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ مقرب بندے اور سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھنے والے یعنی ہمارے آقا، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے بھی عبادات ساقط نہیں ہوئیں تو آج کل کے جاہل اور بناوٹی صوفیا کس منہ سے کہتے ہیں کہ ہم سے عبادات ساقط ہو چکی ہیں۔ ایسے بناوٹی صوفی شریعت کے نہیں بلکہ شیطان کے پیروکار ہیں۔

آیت 32 حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مزید فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے میری والدہ کا خدمت گزار بنایا ہے اور مجھے حق بات کے خلاف تکبر کرنے والا اور بدنصیب نہیں بنایا بلکہ عاجزی اور انکساری کرنے والا بنایا ہے۔ **اہم باتیں:** (1)حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ بدکاری کی تہمت سے بری ہیں کیونکہ اگر وہ کوئی بدکار عورت ہوتیں تو ایک معصوم رسول کو ان کے ساتھ بھلائی کرنے اور ان کی تعظیم کرنے کا حکم نہ دیا جاتا۔(2)حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی والدہ کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس سے ماں کا مرتبہ بھی معلوم ہوا کہ انبیاءِ کرام علیہم السلام کو بھی اُن سے حسنِ سلوک کا فرمایا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ انبیاءِ کرام علیہم السلام کو فطرت کے اعتبار سے ہی ماں سے حسنِ سلوک کرنے والا بناتا ہے۔(3)انبیاءِ کرام علیہم السلام بدعقیدگی، بدعملی، بدخلقی اور سخت دلی سے معصوم ہوتے ہیں کیونکہ بدعقیدہ اور بدعمل لوگ بدبخت ہوتے ہیں۔

آیت 33 آخر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ویسا ہی کلام کیا جو گزشتہ رکوع میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کے حوالے سے گزر چکا ہے کہ میں جس دن پیدا ہوا اس دن مجھ پر سلامتی ہو، جس دن وفات پاؤں اس دن مجھ پر سلامتی ہو اور جس دن زندہ اٹھایا جاؤں اس دن مجھ پر سلامتی ہو۔ **اہم باتیں:** (1)جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ کلام فرمایا تو تمام لوگ خاموش ہو گئے اور انہیں آپ کی والدہ ماجدہ کے نیک، پرہیزگار ہونے پر یقین آگیا کہ جو بچہ اس طرح کی باتیں کررہا ہے اس کی والدہ ہمارے لگائے ہوئے الزامات سے بَری ہیں۔ اس کلام کے بعد آپ خاموش ہو گئے اور دوبارہ اسی وقت کلام کیا جب دوسرے بچوں کی طرح بولنے کی عمر تک پہنچ گئے۔(2)اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نبی علیہ السلام ولادت، زندگی، وفات، حشر ہر جگہ اللہ تعالیٰ کے امن میں رہتے ہیں۔

آیت 34 اِس آیت مبارکہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہودیوں اور عیسائیوں کے عقیدہ کی وضاحت شروع کی گئی تاکہ اس بارے میں بھی اصل حقیقت واضح ہو جائے۔ یہودی تو مَعَاذَ اللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جادوگر، ولدُ الزِّنا کہتے تھے اور عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے بیٹے، اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ نبی اور بندے ہیں جیسا کہ گزشتہ آیات میں بیان کیا گیا کہ آپ علیہ السلام نے پیدا ہوتے ہی فرمایا ”اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ“ میں اللہ کا بندہ ہوں،

الَّذِیۡ فِیۡهِ یَمۡتَرُوۡنَ ﴿۳۴﴾ مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنۡ یَّتَّخِذَ مِنۡ وَّلَدٍ ۙ سُبۡحٰنَهٗ ؕ اِذَا قَضٰۤی اَمۡرًا

یہ شک کررہے ہیں ○ اللہ کیلئے لائق نہیں کہ وہ کسی کو اپنا بیٹا بنائے، وہ پاک ہے۔ جب وہ کسی کام کا فیصلہ فرماتا ہے

فَاِنَّمَا یَقُوۡلُ لَهٗ كُنۡ فَیَكُوۡنُ ﴿۳۵﴾ وَ اِنَّ اللّٰهَ رَبِّیۡ وَ رَبُّكُمۡ فَاعۡبُدُوۡهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ

تواسے صرف یہ فرماتا ہے، "ہو جا" تو وہ فوراً ہو جاتا ہے ○ اور عیسیٰ نے کہا بیشک اللہ میرا اور تمہارا رب ہے تو اس کی عبادت کرو۔ یہ سیدھا

مُّسۡتَقِیۡمٌ ﴿۳۶﴾ فَاخۡتَلَفَ الۡاَحۡزَابُ مِنۡۢ بَیۡنِهِمۡ ۚ فَوَیۡلٌ لِّلَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا مِنۡ مَّشۡهَدِ یَوۡمٍ

راستہ ہے ○ پھر گروہوں کا آپس میں اختلاف ہوگیا تو کافروں کے لئے خرابی ہے ایک بڑے دن کی

عَظِیۡمٍ ﴿۳۷﴾ اَسۡمِعۡ بِهِمۡ وَ اَبۡصِرۡ ۙ یَوۡمَ یَاۡتُوۡنَنَا لٰكِنِ الظّٰلِمُوۡنَ الۡیَوۡمَ فِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ﴿۳۸﴾

حاضری سے ○ اس دن کتنا سنتے اور دیکھتے ہوں گے جس دن ہمارے پاس حاضر ہوں گے لیکن آج ظالم کھلی گمراہی میں ہیں ○

اور یوں آپ علیہ السّلام نے تمام باطل نظریات کا رد کر دیا۔

آیت 35 اس آیتِ مبارکہ میں عیسائیوں کے اس عقیدے کی تردید ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں، چنانچہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں کہ وہ کسی کو اپنا بیٹا بنائے، لہٰذا وہ عیسائیوں کے لگائے گئے بہتان سے پاک ہے۔ اس کی شان تو یہ ہے کہ جب وہ کسی کام کا فیصلہ فرماتا ہے تو اسے صرف یہ فرماتا ہے، "ہو جا" تو وہ کام فوراً ہو جاتا ہے، اور جو ایسا قادرِ مُطلق ہو اسے بیٹے کی کیا حاجت ہے اور اسے کسی کا باپ کس طرح قرار دیا جا سکتا ہے۔

آیت 36 اس آیت میں مذکور کلام حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کا ہے، چنانچہ آپ نے فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ میرا اور تمہارا رب ہے، اس کے سوا اور کوئی رب نہیں، تو تم صرف اسی کی عبادت کرو اور اللہ تعالیٰ کے جو اَحکامات میں نے تم تک پہنچائے یہ ایسا سیدھا راستہ ہے جو جنت کی طرف لے کر جاتا ہے۔

آیت 37 حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے بارے میں حقیقتِ حال واضح ہو جانے کے باوجود لوگوں میں ان کے متعلق کئی فرقے بن گئے حالانکہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کا اپنی دودھ پینے کی عمر میں کلام کرنا اور کلام کرنے میں سب سے پہلے ہی اس اختلاف کی بیخ کنی کرنا کہ میں ایک بندہ ہوں، اور مَعَاذَ اللہ، خدا یا خدا کا بیٹا نہیں ہوں؛ واضح طور پر دلالت کرتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے خاص بندے اور رسول ہیں تو ان گروہوں میں سے جو کافر ہیں، جب یہ قیامت کے بڑے دن حاضر ہوں گے تو ان کے لئے شدید عذاب ہے۔

آیت 38 فرمایا کہ قیامت کے دن جب کافر ہمارے پاس حاضر ہوں گے تو اس دن خوب سنتے اور دیکھتے ہوں گے لیکن چونکہ انہوں نے دنیا میں حق کے دلائل کو نہیں دیکھا اور اللہ تعالیٰ کی وعیدوں کو نہیں سنا تو اُس دن کا دیکھنا اور سننا انہیں کچھ نفع نہ دے گا۔ بعض مفسرین نے کہا کہ یہ کلام ڈرانے کے طور پر ہے کہ اس دن (وہ اپنے بارے میں) ایسی ہولناک باتیں سنیں اور دیکھیں گے جن سے ان کے دل پھٹ جائیں گے، لیکن آج دنیا میں ظالم کھلی گمراہی میں ہیں، نہ حق دیکھتے ہیں نہ حق سنتے ہیں بلکہ بہرے اور اندھے بنے ہوئے ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو اِلٰہ اور معبود ٹھہراتے ہیں حالانکہ انہوں نے صراحت کے ساتھ اپنے بندہ ہونے کا اعلان فرمایا ہے۔

وقف لازم
وَ اَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِيَ الْاَمْرُ ۘ وَ هُمْ فِيْ غَفْلَةٍ وَّ هُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٣٩﴾

اور انہیں پچھتاوے کے دن سے ڈراؤ جب فیصلہ کردیا جائے گا اور وہ غفلت میں ہیں اور نہیں مانتے○

اِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْاَرْضَ وَ مَنْ عَلَيْهَا وَ اِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ ﴿٤٠﴾ ع وَ اذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ ۬ۚ ع ٢ ٢٥ ٥

بیشک زمین اور جو کچھ اس پر ہے سب کے وارث ہم ہوں گے اور ہماری ہی طرف انہیں لوٹایا جائے گا○ اور کتاب میں ابراہیم کو یاد کرو

اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ﴿٤١﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ يٰۤاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَ لَا يُبْصِرُ وَ لَا يُغْنِيْ

بیشک وہ بہت ہی سچے نبی تھے○ جب اپنے باپ سے فرمایا: اے میرے باپ! تم کیوں ایسے کی عبادت کررہے ہو جو نہ سنتا ہے اور نہ دیکھتا ہے اور نہ تجھے کوئی

آیت 39 ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! آپ کافروں کو اس دن سے ڈرائیں جس میں لوگ حسرت کریں گے اور پچھتائیں گے اور اس دن اس طرح فیصلہ کردیا جائے گا کہ جنتیوں کو جنت میں اور دوزخیوں کو دوزخ میں پہنچا کر موت کو بھی ذبح کردیا جائے گا کہ اب ہر شخص ہمیشہ کیلئے اپنی جگہ رہے اور کسی کو موت نہ آئے، انہیں ایسا سخت دن درپیش ہے، حال یہ ہے کہ وہ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں اور نہ اس دن کو مانتے ہیں۔ **درس:** قیامت کا دن کفار کے لیے تو حسرت وپچھتاوے اور عذاب کا دن ہے ہی، بعض مسلمانوں کے لیے بھی یہ دن حسرتوں کا ہوگا کہ گناہوں سے توبہ کرکے نیک بنے ہوتے۔

آیت 40 ارشاد فرمایا کہ جب قیامت قائم ہوگی تو اس وقت سب کچھ فنا ہوجائے گا اور میری ذات کے سوا کوئی باقی رہے گا، نہ کسی کی ظاہری ملکیت باقی ہوگی (اور جب لوگوں کو زندہ کیا جائے گا تو) انہیں ہماری ہی طرف لوٹایا جائے گا اور ہم انہیں ان کے اعمال کی جزا دیں گے۔

آیت 41 ارشاد فرمایا: اے حبیب! آپ اب حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا حال بیان کریں کہ آپ ہمیشہ سچ بولتے تھے اور نبوت کے مرتبے پر بھی فائز تھے۔ یہاں بطورِ خاص حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا واقعہ بیان کرنے کی ایک وجہ یہ ہے کہ تمام لوگ اس بات سے واقف تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ کی قوم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کتابوں کا مطالعہ وغیرہ میں مشغول نہ تھے تو جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ واقعہ کسی کمی زیادتی کے بغیر جیسا واقع ہوا تھا ویسا ہی بیان کردیا تو یہ غیب کی خبر ہوئی اور آپ کی نبوت کی دلیل ہوئی۔ اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ عرب کے مشرکین اپنے آپ کو ملّتِ ابراہیمی کا پیروکار کہتے تھے، اس میں انہیں سمجھایا جارہا ہے کہ اگر تم ملتِ ابراہیمی کے پیروکار ہو تو بتوں کی پوجا کیوں کرتے ہو؟ تمہارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السّلام تو بتوں کی پوجا نہیں کرتے تھے بلکہ وہ تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کرتے اور اس میں کسی کو شریک نہ ٹھہراتے تھے۔ **اہم باتیں:** (1) صدیق کا معنی ہے: اپنے قول، فعل، نیت، ظاہر، باطن، خالق و مخلوق کے معاملے میں بہت زیادہ سچے۔ (2) آپ علیہ السّلام کے سچے ہونے کے وصف کو بطورِ خاص بیان کرنے کی یہ حکمت بھی ہوسکتی ہے کہ بعض لوگوں کو چند واقعات کی وجہ سے شُبہ ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا کلام ان مَواقع پر حقیقت کے مطابق نہیں تھا۔ ان کی تفہیم کیلئے بطورِ خاص آپ علیہ السّلام کو سچا فرمایا گیا۔ (3) اَنبیاء اور رُسُل علیہم السّلام کے بعد انسانوں میں سب سے بڑا مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہے کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ اَنبیاء اور رسل علیہم السّلام کے بعد صدیقیت کے سب سے اعلیٰ مقام پر فائز ہیں۔

آیت 42 حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے اپنے بت پرست (عُرفی) باپ آزر سے فرمایا: عبادت معبود کی انتہائی تعظیم ہے اور اس کا وہی مستحق ہے جو اوصاف وکمال والا اور نعمتیں دینے والا ہو، جبکہ تم جن بتوں کی عبادت کررہے ہو، وہ تو سنتے ہیں، نہ دیکھتے ہیں اور نہ ہی

عَنْكَ شَيْـًٔا ﴿۴۲﴾ يٰۤاَبَتِ اِنِّیْ قَدْ جَآءَنِیْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ یَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِیْۤ اَهْدِكَ صِرَاطًا

فائدہ پہنچا سکتا ہے ○ اے میرے باپ! بیشک میرے پاس وہ علم آیا جو تیرے پاس نہیں آیا تو تُو میری پیروی کر، میں تجھے سیدھی راہ

سَوِیًّا ﴿۴۳﴾ یٰۤاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّیْطٰنَ ؕ اِنَّ الشَّیْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِیًّا ﴿۴۴﴾ یٰۤاَبَتِ اِنِّیْۤ

دکھادوں گا ○ اے میرے باپ! شیطان کا بندہ نہ بن، بیشک شیطان رحمٰن کا بڑا نافرمان ہے ○ اے میرے باپ! میں

اَخَافُ اَنْ یَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُوْنَ لِلشَّیْطٰنِ وَلِیًّا ﴿۴۵﴾ قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ

ڈرتا ہوں کہ تجھے رحمٰن کی طرف سے کوئی عذاب پہنچے تو تُو شیطان کا دوست ہوجائے ○ بولا: کیا تو میرے معبودوں سے

تمہارے کسی کام آسکتے ہیں بلکہ اپنے بننے، ہلنے تک میں خود تمہارے محتاج ہیں تو ایسی لاچار مخلوق کی عبادت کرنا حماقت کے سوا کچھ نہیں ہے۔ **اہم بات:** آزر حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا حقیقی باپ تھا یا نہیں؟ اس سے متعلق راجح قول یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے حقیقی والد کا نام تارخ تھا جبکہ آزر آپ علیہ السّلام کے چچا کا نام تھا اور بڑوں کی یہ عادت معروف تھی کہ وہ چچا کو باپ کہہ کر پکارتے تھے۔ نیز حدیثِ پاک سے ثابت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کا نور پاک لوگوں کی پشتوں سے پاک عورتوں کے رحموں کی طرف مُنتقل ہوا اور حضرت ابراہیم علیہ السّلام چونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے آباؤ اَجداد سے ہیں اس لئے آپ علیہ السّلام کے حقیقی والد کفر و شرک کی نجاست سے آلودہ ہو ہی نہیں سکتے۔

آیت 43 حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے آزر کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ بیشک میرے پاس میرے رب تعالیٰ کی طرف سے اس کی معرفت کا وہ علم آیا ہے جو تیرے پاس نہیں آیا، تو تُو میرا دین قبول کر کے میری پیروی کر، میں تجھے سیدھی راہ دکھادوں گا جس سے تو اللہ تعالیٰ کے قرب کی اس منزل تک پہنچ سکے گا جو مقصود ہے۔ **اہم باتیں:** (1) یہاں حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے جس علم کا ذکر ہوا، وہ وحی کا علم، آخرت کے معاملات و ثواب و عذاب کا علم اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا علم ہے۔ (2) اپنے سے زیادہ علم اور بڑے مرتبے والے کی پیروی کرنی چاہیے، عمر سے فرق نہیں پڑتا لہٰذا اگر عمر میں چھوٹا، بڑے کو کوئی اچھی نصیحت کرے تو اس کی چھوٹی عمر کی وجہ سے نظر انداز کرنے کی بجائے بڑے کو قبول کرنا چاہئے۔

آیت 44 حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے آزر سے تیسری بات یہ ارشاد فرمائی کہ تم شیطان کے بندے نہ بنو اور اس کی فرمانبرداری کر کے کفر و شرک میں مبتلا نہ ہو، بیشک شیطان رحمٰن عزّوجلّ کا بڑا نافرمان ہے۔

آیت 45 حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے آزر سے مزید فرمایا کہ اگر تم رحمٰن عزّوجلّ کی نافرمانی اور شیطان کی پیروی کرتے ہوئے کفر کی حالت میں ہی مر وگے تو مجھے ڈر ہے کہ تمہیں رحمٰن عزّوجلّ کی طرف سے کوئی عذاب پہنچے گا اور تم لعنت میں اور جہنم کے عذاب میں شیطان کے ساتھی بن جاؤ گے۔ **درس:** بندے کو چاہئے کہ اس کے اہلِ خانہ یا عزیز رشتہ داروں میں سے جو لوگ اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل میں سستی کرتے ہیں تو انہیں اچھے انداز میں نیکی کی دعوت دے اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بھی ڈرائے۔

آیت 46 حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی نصیحت اور ہدایت سے آزر نے نفع نہ اٹھایا اور وہ اس کے جواب میں بولا: کیا تو میرے معبودوں سے منہ پھیرتا ہے؟ اے ابراہیم! بیشک اگر تو بتوں کی مخالفت کرنے، اُنہیں برا کہنے اور اُن کے عیب بیان کرنے سے باز نہ آیا تو میں

عَنْ اٰلِهَتِیْ یٰۤاِبْرٰهِیْمُ ۚ لَىٕنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ وَ اهْجُرْنِیْ مَلِیًّا ﴿۴۶﴾ قَالَ سَلٰمٌ عَلَیْكَ ۚ

منہ پھیرتا ہے؟ اے ابراہیم! بیشک اگر تو باز نہ آیا تو میں تجھے پتھر ماروں گا اور تو عرصہ دراز کیلئے مجھے چھوڑ دے ۝ فرمایا: بس تجھے سلام ہے۔

سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّیْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِیْ حَفِیًّا ﴿۴۷﴾ وَ اَعْتَزِلُكُمْ وَ مَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

عنقریب میں تیرے لیے اپنے رب سے معافی مانگوں گا بیشک وہ مجھ پر بڑا مہربان ہے ۝ اور میں تم لوگوں سے اور اللہ کے سوا جن (بتوں) کی تم عبادت کرتے ہو ان

وَ اَدْعُوْا رَبِّیْ ۖ٘ عَسٰۤى اَلَّاۤ اَكُوْنَ بِدُعَآءِ رَبِّیْ شَقِیًّا ﴿۴۸﴾ فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَ مَا یَعْبُدُوْنَ مِنْ

سے جدا ہوتا ہوں اور میں اپنے رب کی عبادت کرتا ہوں۔ قریب ہے کہ میں اپنے رب کی عبادت کی وجہ سے بدبخت نہ ہوں گا ۝ پھر جب ابراہیم لوگوں سے اور اللہ

تجھے پتھر ماروں گا اور تو عرصۂ دراز کیلئے مجھ سے کلام کرنا چھوڑ دے تاکہ میرے ہاتھ اور زبان سے امن میں رہے۔ **اہم بات:** امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا اندازِ نصیحت اور ان کے جواب میں آزر کا طرزِ عمل اپنے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے سامنے اس لئے بیان فرمایا تاکہ مشرکین کی طرف سے پہنچنے والی اَذِیّتوں پر آپ کا دل ہلکا ہو اور آپ جان جائیں کہ جاہلوں کا یہ مذموم طرزِ عمل (کوئی آج کا نہیں بلکہ) عرصۂ دراز سے چلا آرہا ہے۔ (تفسیر کبیر 7/445) **درس:** اس میں مبلغین کے لئے نصیحت ہے کہ نیکی کی دعوت میں اگر انہیں کسی کافر یا مسلمان کی طرف سے تکلیف پہنچے تو رنجیدہ ہو کر خدمتِ دین چھوڑ نہ دیں بلکہ اُس وقت انبیاءِ کرام علیہم السّلام اور ان کی قوموں کے واقعات کو یاد کریں۔

آیت 47 حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے اپنے چچا آزر کا جواب سن کر فرمایا: تجھے دور ہی سے سلام ہے۔ عنقریب میں تیرے لیے اپنے رب عزّوجلّ سے معافی مانگوں گا کہ وہ تجھے توبہ اور ایمان کی توفیق دے کر تیری مغفرت فرمادے، بیشک وہ مجھ پر بڑا مہربان ہے۔ **اہم بات:** حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا اپنے چچا آزر سے دعائے مغفرت کا کہنا اس وجہ سے تھا کہ آپ علیہ السّلام کو اس کے ایمان لانے کی توقُّع تھی اور جب آپ پر اس کا ایمان نہ لانا واضح ہو گیا تو اس کے بعد آپ علیہ السّلام آزر سے بیزار ہو گئے اور پھر کبھی اس کے لئے مغفرت کی دعا نہ کی۔ **درس:** حق کی طرف ہدایت دینے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ نرم مزاج اور اچھے اَخلاق والا ہو البتہ جہاں سختی کا موقع ہو وہاں اُسی کو بروئے کار لایا جائے۔

آیت 48 حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے مزید فرمایا کہ میں بابل شہر سے شام کی طرف ہجرت کر کے تم لوگوں سے اور اللہ کے سوا جن بتوں کی تم عبادت کرتے ہو ان سے جدا ہوتا ہوں اور میں اپنے اس رب عزّوجلّ کی عبادت کرتا ہوں جس نے مجھے پیدا کیا پھر آپ نے عاجزی اور اِنکساری کرتے ہوئے فرمایا: قریب ہے کہ میں اپنے رب عزّوجلّ کی عبادت کی وجہ سے بدبخت نہ ہوں گا۔ **اہم بات:** کافروں، بدمذہبوں کے ساتھ نشست و برخاست سے بچنا چاہیے، جیسے یہاں حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا ذکر ہوا کہ وہ اپنے کافر چچا سے علیحدہ ہو گئے تھے۔ ہاں عالم دین کا تبلیغ دین کے لئے ان سے ملنا درست ہے۔

آیت 49 ارشاد فرمایا کہ پھر جب حضرت ابراہیم علیہ السّلام مقدس سرزمین کی طرف ہجرت کر کے لوگوں سے اور جن بتوں کی وہ لوگ عبادت کرتے تھے ان سے جدا ہو گئے تو ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو فرزند حضرت اسحاق علیہ السّلام اور پوتے حضرت یعقوب علیہ السّلام عطا کئے تاکہ وہ ان سے اُنسیت حاصل کریں اور ان سب کو ہم نے مقامِ نبوت سے سرفراز فرما کر احسان فرمایا۔

دُوْنِ اللّٰهِ وَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ ؕ وَ كُلًّا جَعَلْنَا نَبِیًّا ﴿۴۹﴾ وَ وَهَبْنَا لَهُمْ

کے سوا جن (بتوں) کی وہ عبادت کرتے تھے ان سے جدا ہو گئے تو ہم نے اسے اسحاق اور (اس کے بعد) یعقوب عطا کئے اور ان سب کو ہم نے نبی بنایا○ اور ہم نے انہیں

مِّنْ رَّحْمَتِنَا وَ جَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِیًّا ﴿۵۰﴾ ع وَ اذْكُرْ فِی الْكِتٰبِ مُوْسٰۤى٘ اِنَّهٗ

اپنی رحمت عطا کی اور ان کیلئے سچی بلند شہرت رکھی○ اور کتاب میں موسیٰ کو یاد کرو، بیشک وہ

كَانَ مُخْلَصًا وَّ كَانَ رَسُوْلًا نَّبِیًّا ﴿۵۱﴾ وَ نَادَیْنٰهُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَیْمَنِ

چنا ہوا بندہ تھا اور وہ نبی رسول تھا○ اور ہم نے اسے طور کی دائیں جانب سے پکارا

وَ قَرَّبْنٰهُ نَجِیًّا ﴿۵۲﴾ وَ وَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَاۤ اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِیًّا ﴿۵۳﴾

اور ہم نے اسے اپنا راز کہنے کیلئے مقرب بنایا○ اور ہم نے اپنی رحمت سے اسے اس کا بھائی ہارون بھی دیا جو نبی تھا○

اہم باتیں: (1) حضرت اسماعیل علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام سے بڑے ہیں، لیکن چونکہ حضرت اسحاق علیہ السلام بہت سے انبیاء علیہم السلام کے والد ہیں، اس لئے خصوصیت کے ساتھ یہاں ان کا ذکر فرمایا گیا۔ (2) حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر شریف اتنی دراز ہوئی کہ آپ نے اپنے پوتے حضرت یعقوب علیہ السلام کو دیکھا۔ (3) جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی خاطر اپنی پسندیدہ چیز چھوڑ دے تو اللہ تعالیٰ اسے اس چیز سے بہت بہتر اور زیادہ پسندیدہ بدل عطا فرماتا ہے۔

آیت 50 ارشاد فرمایا کہ ہم نے انہیں دنیا و آخرت کی عظیم ترین نعمت نبوت عطا کرنے کے ساتھ ساتھ دنیا میں وسیع رزق اور اولاد عطا کی اور ان کیلئے سچی بلند شہرت رکھی کہ ہر دین والے مسلمان ہوں خواہ یہودی یا عیسائی سب ان کی ثناو تعریف کرتے ہیں اور مسلمانوں میں تو نمازوں کے اندر ان پر اور ان کی آل پر درود پڑھا جاتا ہے۔

آیت 51 فرمایا: اے حبیب! آپ قرآن میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ پڑھئے؛ بیشک وہ اللہ تعالیٰ کا چنا ہوا اور برگزیدہ بندہ تھا اور نبوت و رسالت کے منصب پر فائز تھا۔ **اہم بات:** حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں اسی لئے ان کا ذکر حضرت اسماعیل علیہ السلام سے پہلے فرمایا تاکہ دادا اور پوتے کے ذکر میں فاصلہ نہ ہو۔

آیت 52 حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مدین سے آتے ہوئے طور کی اس جانب سے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دائیں طرف تھی ایک درخت سے ندا دی گئی کہ اے موسیٰ! میں ہی اللہ ہوں، تمام جہانوں کا پالنے والا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بلا واسطہ کلام فرمایا اور آپ کلیمُ اللہ کے شرف سے نوازے گئے، آپ کو مرتبۂ قرب عطا فرمایا گیا، حجاب اٹھا دیئے گئے یہاں تک کہ آپ نے قلموں کے چلنے کی آواز سنی اور آپ علیہ السلام کی قدر و منزلت بلند کی گئی۔ **اہم بات:** طور ایک پہاڑ کا نام ہے جو مصر اور مَدیَن کے درمیان ہے۔

آیت 53 حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ میرے گھر والوں میں سے میرے بھائی ہارون کو میرا وزیر بنا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ دعا قبول فرمائی اور اپنی رحمت سے حضرت ہارون علیہ السلام کو نبوت عطا کی۔ **اہم باتیں:** (1) نبوت کسبی نہیں یعنی اپنی کوشش سے کسی کو نبوت نہیں مل سکتی بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحمت سے ملتی ہے۔ (2) حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قرب کا ایسا مقام حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا سے حضرت ہارون علیہ السلام کو نبوت عطا فرمادی۔ اس سے اللہ تعالیٰ کے پیاروں کی عظمت کا پتہ لگا کہ ان

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ ۫ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ﴿۵۴﴾ وَكَانَ

اور کتاب میں اسماعیل کو یاد کرو بیشک وہ وعدے کا سچا تھا اور غیب کی خبریں دینے والا رسول تھا○ اور وہ اپنے

يَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ ۪ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا ﴿۵۵﴾ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ

گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتا تھا اور وہ اپنے رب کے ہاں بڑا پسندیدہ بندہ تھا○ اور کتاب میں ادریس

اِدْرِيْسَ ۫ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ﴿۵۶﴾ وَّرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا ﴿۵۷﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ

کو یاد کرو بیشک وہ بہت ہی سچا نبی تھا○ اور ہم نے اسے ایک بلند مکان پر اٹھالیا○ یہ وہ انبیاء ہیں جن پر اللہ نے احسان کیا،

کی دعا سے وہ نعمت ملتی ہے جو بادشاہوں کے خزانوں میں نہ ہو، تو اگر ان کی دعا سے اولاد یا دنیا کی دیگر نعمتیں مل جائیں تو کیا مشکل ہے۔ البتہ اب سلسلۂ نبوت ختم ہو چکا لہٰذا اب کسی کو نبوت نہیں مل سکتی۔

آیت 54 یہاں حضرت اسماعیل علیہ السّلام کے دو وصف بیان کئے گئے، ایک یہ کہ آپ علیہ السّلام وعدے کے سچے تھے اور دوسرا یہ کہ آپ علیہ السّلام غیب کی خبریں دینے والے رسول تھے۔ **اہم باتیں:** (1) تمام انبیاءِ کرام علیہم السّلام وعدے کے سچے ہی ہوتے ہیں حضرت اسماعیل علیہ السّلام کا خصوصی طور پر ذکر کرنے کی وجہ آپ کا اس وصف میں بہت زیادہ ممتاز ہونا ہے۔ (2) آپ علیہ السّلام کو رسول اور نبی فرمایا گیا ہے، اس میں بنی اسرائیل کے ان لوگوں کی تردید کرنا مقصود تھا جو یہ سمجھتے تھے کہ نبوت صرف حضرت اسحاق علیہ السّلام کے لیے ہے اور حضرت اسماعیل علیہ السّلام نبی نہیں ہیں۔

آیت 55 ارشاد فرمایا کہ حضرت اسماعیل علیہ السّلام اپنے گھر والوں اور اپنی قوم جرہم کو جن کی طرف آپ علیہ السّلام مبعوث تھے نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیتے تھے اور آپ علیہ السّلام اپنی طاعت و اعمال، صبر و اِستقلال اور اَحوال و خِصال کی وجہ سے بارگاہِ الٰہی کے بڑے پسندیدہ بندے تھے۔ **درس:** اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دینا اللہ تعالیٰ کے انبیاءِ کرام علیہم السّلام کی سنت ہے لہٰذا اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دینا چاہیے تاکہ جہنم سے نجات ملنے کا سبب ہو۔

آیت 56 ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! آپ ہماری اس کتاب میں حضرت ادریس علیہ السّلام کا ذکر فرمائیں، بیشک وہ بہت ہی سچے نبی تھے۔ **اہم بات:** حضرت ادریس علیہ السّلام کا نام اخنوخ ہے اور آپ حضرت نوح علیہ السّلام کے والد کے دادا ہیں۔ حضرت آدم علیہ السّلام کے بعد آپ ہی پہلے رسول ہیں۔ آپ علیہ السّلام کے والد حضرت شیث بن آدم علیہما السّلام ہیں۔

آیت 57 حضرت ادریس علیہ السّلام کو بلند مکان پر اٹھانے کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ یہاں آپ علیہ السّلام کے مرتبے کی بلندی مراد ہے جبکہ دوسرا قول یہ ہے کہ آپ علیہ السّلام کو آسمان پر اٹھالیا گیا ہے اور یہی قول زیادہ صحیح ہے۔

آیت 58 اللہ تعالیٰ نے سورۂ مریم کی ابتداء سے یہاں تک مختلف انبیاءِ کرام علیہم السّلام کے حالات وواقعات فرداً فرداً بیان فرمائے مگر اب تمام انبیاءِ کرام علیہم السّلام کا مشترکہ ذکر کیا جا رہا ہے جن میں حضرات ادریس، نوح، ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب، موسیٰ، ہارون، زکریا، یحییٰ اور عیسیٰ علیہم السّلام شامل ہیں اور یہ وہ مبارک ہستیاں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے نبوت و رسالت کا منصب عطا کر کے ان پر اپنا خصوصی احسان فرمایا اور انہیں اپنی طرف ہدایت دی اور انہیں اپنے چنے ہوئے بندے بنایا۔ مزید فرمایا کہ اے لوگو! تم سے پہلے

اللّٰهُ عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيّٖنَ مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ ۗ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ۡ وَّمِنْ ذُرِّيَّةِ اِبْرٰهِيْمَ

جو آدم کی اولاد میں سے ہیں اور ان لوگوں میں سے ہیں جنہیں ہم نے نوح کے ساتھ سوار کیا تھا اور ابراہیم اور یعقوب کی اولاد میں سے ہیں اور

وَاِسْرَآءِيْلَ ۡ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا ؕ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا

ان لوگوں میں سے ہیں جنہیں ہم نے ہدایت دی اور چن لیا۔ جب ان کے سامنے رحمٰن کی آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو یہ سجدہ کرتے ہوئے اور روتے ہوئے

وَّبُكِيًّا ۩ ﴿۵۸﴾ فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ

السجدۃ ۵

گر پڑتے ہیں ○ تو ان کے بعد وہ نالائق لوگ ان کی جگہ آئے جنہوں نے نمازوں کو ضائع کیا اور اپنی خواہشوں کی پیروی کی تو عنقریب وہ

يَلْقَوْنَ غَيًّا ﴿۵۹﴾ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا

جہنم کی خوفناک وادی غی سے جاملیں گے ○ مگر جنہوں نے توبہ کی اور ایمان لائے اور نیک کام کئے تو یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر کوئی

يُظْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ﴿۶۰﴾ جَنّٰتِ عَدْنِ ِالَّتِيْ وَعَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادَهٗ بِالْغَيْبِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ وَعْدُهٗ

زیادتی نہیں کی جائے گی ○ ہمیشہ رہنے کے ان باغوں میں (داخل ہوں گے) جن کا وعدہ رحمٰن نے اپنے بندوں سے ان کے دیکھے بغیر فرمایا ہے۔ بیشک اس کا وعدہ

انبیاءِ کرام علیہم السلام نسبی شرافت میں بلند رتبہ رکھنے، نفس کے کامل ہونے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قرب کے مقام پر فائز ہونے کے باوجود جب اپنے اوپر نازل ہونے والی کتابوں میں اللہ تعالیٰ کی آیتیں سنتے تو اللہ تعالیٰ کے خوف سے رویا کرتے اور سجدے کیا کرتے تھے تو تم بھی ان کی سیرت پر عمل کرو (اور جب قرآن کی آیتیں سنو تو اللہ تعالیٰ کے خوف سے گریہ وزاری کیا کرو۔) **اہم باتیں:** (1) یہ آیتِ سجدہ ہے، اسے زبان سے پڑھنے اور سننے والے پر سجدۂ تلاوت کرنا واجب ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ کے کلام کی تلاوت کرنا اور تلاوت کرا کر سننا اور وہ بھی خصوصاً خشوع و خضوع سے یہ بہت پسندیدہ طریقے ہیں۔ (3) اللہ تعالیٰ کے کلام کو پڑھ یا سن کر عذاب کے خوف یا دل کے ذوق کی وجہ سے گریہ وزاری کرنا اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اور یہ انبیاءِ کرام علیہ السلام کی سنّت اور صالحین کا شِعار ہے۔

آیت 59 اس آیت میں انبیاءِ کرام علیہم السلام کے بعد آنے والے ناخلف اور نالائق لوگوں کی دو خرابیاں بیان کی گئی ہیں۔ (1) انہوں نے **نمازیں ضائع کیں۔** یعنی نماز چھوڑ دی یا وقت گزرنے کے بعد پڑھی۔ (2) **اپنی خواہشوں کی پیروی کی۔** یعنی انہوں نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر اپنی نفسانی خواہشات اور گناہوں کو ترجیح دی۔ ان لوگوں کا انجام یہ ہے کہ انہیں عنقریب جہنم کی خوفناک وادی غی میں ڈال دیا جائے گا۔ **اہم باتیں:** (1) نمازوں میں غفلت گناہوں کی جڑ اور کبیرہ گناہ ہے۔ (2) غی جہنم میں ایک وادی ہے، جس کی گرمی اور گہرائی سب سے زیادہ ہے، اس میں موجود کنواں بے نمازوں، زانیوں، شرابیوں، سود خوروں اور ماں باپ کو ایذا دینے والوں کے لیے ہے۔

آیت 60 ارشاد فرمایا کہ نمازیں ضائع کرنے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی بجائے گناہوں کو اختیار کرنے والے تو جہنم کی خوفناک وادی غی میں جائیں گے مگر جنہوں نے کفر و شرک اور دیگر گناہوں سے توبہ کر لی اور کفر کی جگہ ایمان کو اختیار کیا اور اس کے بعد نیک کام کئے تو یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان کے اعمال کی جزا کم کر کے ان پر کوئی زیادتی نہیں کی جائے گی۔

آیت 61 فرمایا گیا کہ جنہوں نے توبہ کی، ایمان لائے اور نیک اعمال کئے وہ ہمیشہ رہنے کے ان باغوں میں داخل ہوں گے جن کا وعدہ

مَاْتِيًّا ﴿٦١﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا اِلَّا سَلٰمًا ؕ وَ لَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيْهَا بُكْرَةً وَّ عَشِيًّا ﴿٦٢﴾ تِلْكَ

آنے والا ہے○ وہ ان باغات میں کوئی بیکار بات نہ سنیں گے مگر سلام اور ان کیلئے اس میں صبح و شام ان کا رزق ہے○ یہ وہ

الْجَنَّةُ الَّتِيْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا ﴿٦٣﴾ وَ مَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ ۚ لَهٗ

باغ ہے جس کا وارث ہم اپنے بندوں میں سے اسے کریں گے جو پرہیز گار ہو○ اور ہم فرشتے صرف آپ کے رب کے حکم سے ہی اترتے ہیں۔ سب

مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا وَ مَا خَلْفَنَا وَ مَا بَيْنَ ذٰلِكَ ۚ وَ مَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا ﴿٦٤﴾ ۚ رَبُّ السَّمٰوٰتِ

اسی کا ہے جو ہمارے آگے ہے اور جو کچھ ہمارے پیچھے اور جو اس کے درمیان ہے اور آپ کا رب بھولنے والا نہیں ہے○ آسمانوں اور

رحمٰن نے اپنے اِن بندوں سے فرمایا ہے اس حال میں کہ جنت اِن سے غائب ہے اور اِن کی نظر کے سامنے نہیں یا اس حال میں کہ وہ جنت سے غائب ہیں اور اس کا مشاہدہ نہیں کرتے اور یہ محض اس کی خبر ملنے سے ہی اس پر ایمان لے آئے ہیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے جنت کا جو وعدہ فرمایا ہے وہ یقینی طور پر آنے والا ہے۔

آیت 62 اللہ تعالیٰ کے وعدہ فرمائے ہوئے باغوں کا وصف یہ ہے کہ جنتی ان میں کوئی بیکار بات نہ سنیں گے، البتہ وہ فرشتوں کا یا آپس میں ایک دوسرے کا سلام سنیں گے اور ان کیلئے جنت میں صبح و شام کا رزق ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جنت میں انہیں دائمی طور پر رزق ملے گا کیونکہ جنت میں رات اور دن نہیں بلکہ اہلِ جنت ہمیشہ نور ہی میں رہیں گے یا اس سے مراد یہ ہے کہ دنیا کے دن کی مقدار میں دو مرتبہ جنتی نعمتیں ان کے سامنے پیش کی جائیں گی البتہ وہ خود جس وقت جتنا چاہیں کھائیں گے، ان پر کوئی پابندی نہ ہوگی۔
درس: جنت فضول اور بیکار باتوں سے پاک ہے، لہٰذا دنیا میں بھی بیکار باتوں سے بچتے رہیں۔

آیت 63 فرمایا کہ جس جنت کے اوصاف بیان ہوئے یہ وہ باغ ہے جو ہم اپنے ان بندوں کو عطا کریں گے جو پرہیز گار ہو۔ اس آیت کی تفسیر میں ایک قول یہ بھی ہے کہ ہم نے جنت میں کفار کے ایمان لانے کی صورت میں ان کے لئے جو مکانات تیار کئے ہیں، اُن کے ایمان نہ لانے کی وجہ سے اُن مکانوں کا وارث ہم اپنے پرہیز گار بندوں کو بنا دیں گے۔ **اہم بات:** جنت متقی اور پرہیز گار مسلمان کو ملے گی اور گناہگار مسلمانوں کو بھی جو جنت ملے گی وہ ان کے گناہوں کی معافی یا خاتمے کے بعد ہی ملے گی۔

آیت 64 **شانِ نزول:** سرکارِ دو عالَم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام سے فرمایا: اے جبریل! تم جتنا ہمارے پاس آتے ہو اس سے زیادہ کیوں نہیں آتے؟ اس پر یہ آیتِ کریمہ اتری اور حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کی: یارسولَ اللہ! ہم فرشتے صرف آپ کے رب عزّوجلّ کے حکم سے ہی اترتے ہیں اور تمام جگہوں کا وہی مالک ہے، ہم ایک مکان سے دوسرے مکان کی طرف نقل و حرکت کرنے میں اس کے حکم و مَشِیَّت کے تابع ہیں، وہ غفلت و نِسیان سے پاک ہے، اس لئے وہ جب چاہے گا ہمیں آپ کی خدمت میں بھیجے گا۔ **اہم بات:** اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ وہ کچھ بھول جائے۔ بعض لوگ مذاق میں کسی بوڑھے یا کسی چیز کے بارے میں کہہ دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تو اسے بھول ہی گیا ہے۔ یہ کہنا صریح کفر اور ایسا کہنے والا کافر ہے۔

آیت 65 فرمایا کہ اے حبیب! آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے سب کا مالک آپ کا رب عزّوجلّ ہی ہے، آپ اسی کی عبادت کرتے رہیں اور اس کی عبادت پر ڈٹ جائیں، کیا آپ اللہ تعالیٰ کا کوئی ہم نام جانتے ہیں؟ یعنی کسی کو اس کے ساتھ نام کی شرکت بھی نہیں اور اس کی وحدانیت اتنی ظاہر ہے کہ مشرکین نے بھی اپنے کسی باطل معبود کا نام ''اللہ'' نہیں رکھا۔ **درس:** فرمایا کہ

وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ ؕ هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا ﴿٦٥﴾ ع ١٥

زمین اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے سب کا رب (وہی ہے) تو اسی کی عبادت کرو اور اس کی عبادت پر ڈٹ جاؤ، کیا تم اللہ کا کوئی ہم نام جانتے ہو؟○

وَيَقُوْلُ الْاِنْسَانُ ءَاِذَا مَا مِتُّ لَسَوْفَ اُخْرَجُ حَيًّا ﴿٦٦﴾ اَوَلَا يَذْكُرُ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ

اور آدمی کہتا ہے: کیا جب میں مر جاؤں گا تو عنقریب مجھے زندہ کرکے ضرور نکالا جائے گا؟○ اور کیا آدمی کو یاد نہیں کہ ہم نے اس سے پہلے اسے پیدا کیا

مِنْ قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْـًٔا ﴿٦٧﴾ فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيٰطِيْنَ ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ

حالانکہ وہ کوئی شے نہ تھا○ تو تیرے رب کی قسم! ہم انہیں اور شیطانوں کو جمع کرلیں گے پھر انہیں دوزخ کے آس پاس اس حال میں حاضر

حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا ﴿٦٨﴾ ج ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ اَيُّهُمْ اَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا ﴿٦٩﴾ ج

کریں گے کہ گھٹنوں کے بل گرے ہوئے ہوں گے○ پھر ہم ہر گروہ سے اسے نکالیں گے جو ان میں رحمٰن پر سب سے زیادہ بے باک ہوگا○

اس کی عبادت پر ڈٹ جاؤ، تو خوشی و غم ہر حال میں ہمیشہ عبادت کرنی چاہیے، نیز آیت میں اللہ تعالیٰ کی صفتِ ربوبیت بیان کرکے عبادت کا حکم دینے میں اِس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا بندے کو پالنا، نعمتیں پہنچانا اور بتدریج مرتبۂ کمال تک پہنچانا بھی اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ بندے احسان مندی کے طور پر اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں۔

آیت 66 اس آیت میں انسان سے مراد وہ کفار ہیں جو موت کے بعد زندہ کئے جانے کے منکر تھے جیسے اُبی بن خلف اور ولید بن مغیرہ کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ یہ کافر انسان مرنے کے بعد اٹھائے جانے کا مذاق اور جھٹلاتے ہوئے کہتا ہے کہ کیا جب میں مر جاؤں گا تو عنقریب مجھے قبر سے زندہ کرکے ضرور نکالا جائے گا؟

آیت 67 جو مُردوں کے زندہ کرنے پر اللہ تعالیٰ کی قدرت کا منکر ہے اسے جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ کیا اُس نے اِس بات پر غور نہیں کیا کہ ہم نے اسے اس وقت بنادیا جب وہ بالکل موجود ہی نہیں تھا تو جب اصلاً معدوم ہونے کے باوجود ہم اسے وجود دے سکتے ہیں تو اگر ہم مردے کو زندہ کردیں تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے حالانکہ اب تو اس کی اصل موجود ہے۔

آیت 68 ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! آپ کے رب کی قسم! ہم کافروں کو قیامت کے دن زندہ کرکے انہیں گمراہ کرنے والے شیطانوں کے ساتھ اس طرح جمع کرلیں گے کہ ہر کافر شیطان کے ساتھ ایک زنجیر میں جکڑا ہوگا، پھر انہیں دوزخ کے آس پاس اس حال میں حاضر کریں گے کہ عذابِ الٰہی کا مشاہدہ کرکے دہشت کے مارے کھڑا ہونا مشکل ہو جائے گا اور وہ گھٹنوں کے بل گر جائیں گے۔ **اہم باتیں:** (1) قیامت کے دن لوگوں پر ایک وقت ایسا آئے گا کہ اس دن کی شدت اور حساب کی سختی دیکھ کر ہر دین والا زانو کے بل گرا ہوگا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: "وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً" ترجمہ: اور تم ہر گروہ کو زانو کے بل گرے ہوئے دیکھو گے۔ (جاثیہ:28) اور ایک وقت ایسا آئے گا کہ کافروں کو جب جہنم کے قریب حاضر کیا جائے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کا مشاہدہ کرکے گھٹنوں کے بل گر جائیں گے جیسا کہ زیرِ تفسیر آیت میں بیان ہوا، تو ان دونوں آیات میں جدا جدا احوال کا بیان ہے اس لئے ان میں کوئی تعارض نہیں۔ **درس:** آیت میں سب کے لئے نصیحت ہے کہ ایسے کام نہ کریں جن کی وجہ سے شیطان کو ان کا ساتھی بنادیا جائے کہ شیطان بہت برا ساتھی ہے۔

آیت 69 فرمایا کہ کفار کو زنجیروں میں جکڑے ہوئے طوق ڈال کر جہنم کے آس پاس جمع کرنے کے بعد ہم کفار کے ہر گروہ سے اسے نکالیں گے جو ان میں رحمٰن کی نافرمانی کرنے پر سب سے زیادہ بے باک ہوگا تاکہ جہنم میں سب سے پہلے اُسے داخل کیا جائے۔

ثُمَّ لَنَحْنُ اَعْلَمُ بِالَّذِیْنَ هُمْ اَوْلٰى بِهَا صِلِیًّا ﴿۷۰﴾ وَ اِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ

پھر ہم انہیں خوب جانتے ہیں جو آگ میں جلنے کے زیادہ لائق ہیں ○ اور تم میں سے ہر ایک دوزخ پر سے گزرنے والا ہے۔ یہ تمہارے رب کے ذمہ پر

حَتْمًا مَّقْضِیًّا ﴿۷۱﴾ۚ ثُمَّ نُنَجِّی الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّ نَذَرُ الظّٰلِمِیْنَ فِیْهَا جِثِیًّا ﴿۷۲﴾ وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَیْهِمْ

حتمی فیصلہ کی ہوئی بات ہے ○ پھر ہم ڈرنے والوں کو بچالیں گے اور ظالموں کو اس میں گھٹنوں کے بل گرے ہوئے چھوڑ دیں گے ○ اور جب ان کے سامنے

اٰیٰتُنَا بَیِّنٰتٍ قَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا ۙ اَیُّ الْفَرِیْقَیْنِ خَیْرٌ مَّقَامًا وَّ اَحْسَنُ نَدِیًّا ﴿۷۳﴾

ہماری روشن آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو کافر ایمان والوں سے کہتے ہیں: دونوں گروہوں میں کس کا مکان بہتر اور مجلس اچھی ہے؟ ○

آیت 70 فرمایا کہ ہم خوب جانتے ہیں کہ کون سا کافر جہنم کے کس طبقہ کے لائق ہے اور کون سا کافر جہنم کے کس شدت کے عذاب کا مستحق ہے اور کسے پہلے جہنم میں پھینکا جائے گا اور کسے بعد میں۔

آیت 71 اس آیت سے متعلق مفسرین کے مختلف اقوال ہیں، ان میں سے دو قول یہ ہیں: (1) اس آیت میں کافروں سے خطاب ہے اور جہنم پر وارد ہونے سے مراد جہنم میں داخل ہونا ہے۔ (2) اس آیت میں خطاب عام مخلوق سے ہے یعنی اس خطاب میں نیک و بد تمام لوگ داخل ہیں اور جہنم پر وارد ہونے سے نیک و بد تمام لوگوں کا جہنم میں داخل ہونا مراد نہیں بلکہ اس سے مراد جہنم کے اوپر سے گزرنا ہے، جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت حسن اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ جہنم پر وارد ہونے سے مراد پل صراط پر سے گزرنا ہے جو کہ جہنم کے اوپر بچھایا گیا ہے۔ (البحر المحیط 6/197) مزید فرمایا کہ جہنم پر وارد ہونا اللہ تعالیٰ کا وہ حتمی فیصلہ ہے جو اس نے اپنے تمام بندوں پر لازم کیا ہے۔ **نوٹ:** پل صراط سے متعلق مزید تفصیلات اسی مقام پر تفسیر صراط الجنان میں ملاحظہ فرمائیں۔

آیت 72 جہنم پر وارد ہونے سے مراد پل صراط سے گزرنا ہو تو اس آیت کی تفسیر یہ ہے کہ جب تمام مخلوق پل صراط سے گزرے گی اور کفار و گناہگار مسلمان جہنم میں گر رہے ہوں گے اس وقت اللہ تعالیٰ اہلِ ایمان میں سے ان لوگوں کو جہنم میں گرنے سے بچالے گا جنہوں نے دنیا میں پرہیز گاری اختیار کی اور وہ کافروں کو جہنم میں گھٹنوں کے بل گرا ہوا چھوڑ دے گا۔ **اہم باتیں:** (1) بعض گنہگار مسلمان جو پل صراط سے جہنم میں گر جائیں گے انہیں گناہوں کی سزا پوری ہونے کے بعد جہنم سے نکال لیا جائے گا جبکہ کافر ہمیشہ جہنم میں ہی رہیں گے۔ (2) درود شریف پڑھنا، مسجد میں بکثرت حاضر ہونا اور کسی مسلمان کی پریشانی دور کرنا وہ اعمال ہیں جن کی برکت سے مسلمان کو پل صراط پر آسانی مل سکتی ہے۔

آیت 73 اس آیت کا مُدّعا یہ ہے کہ جب آیات نازل کی جاتی ہیں تو کفار ان سے فائدہ اٹھانے کی بجائے مال و دولت اور لباس و مکان پر فخر و تکبر ظاہر کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ چنانچہ نضر بن حارث نامی کافر نے غریب فقیر مسلمانوں سے کہا: اے مسلمانو! تم اپنی معاشی حالت پر غور کرو اور ہماری معاشی حالت دیکھو، ہم اعلیٰ قسم کی رہائش گاہوں میں رہتے، اعلیٰ قسم کے لباس پہنتے، اعلیٰ قسم کا کھانا کھاتے اور ہماری محفلیں بھی تمہاری محفلوں سے زیادہ بارونق ہیں اور تمہارا حال ہم سے انتہائی برعکس ہے، اس سے تم سمجھ جاؤ کہ اگر ہم باطل پر ہوتے تو ہمارا حال بدتر اور تمہارا حال ہم سے بہتر ہوتا۔ **اہم بات:** اس آیت میں کافر کی جو گفتگو بیان ہوئی ہے یہ بالکل وہی ہے جو فی زمانہ کفار اور ان سے مرعوب لبرل، سیکولر قسم کے مسلمان بھی مسلمانوں کے سامنے پیش کرتے ہیں اور کافروں کی دُنیوی اور سائنسی ایجادات میں ترقی کی مثالیں پیش کر کے مسلمانوں کے دلوں میں دینِ اسلام سے متعلق شکوک و شُبہات ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ دنیوی عیش و عشرت کو آخرت کی بہتری یا خدا کے ہاں پسندیدہ ہونے کی دلیل بنانا کفار کا طریقہ ہے حالانکہ یہ چیزیں کبھی آخرت کا وَبال بن جاتی ہیں۔

وَ كَمۡ اَهۡلَكۡنَا قَبۡلَهُمۡ مِّنۡ قَرۡنٍ هُمۡ اَحۡسَنُ اَثَاثًا وَّ رِءۡيًا ﴿٧٤﴾ قُلۡ مَنۡ كَانَ فِي الضَّلٰلَةِ

اور ہم نے ان سے پہلے کتنی قومیں ہلاک کر دیں جو ساز و سامان میں اور دکھائی دینے میں ان سے زیادہ اچھے تھے ○ تم فرماؤ: جو گمراہی میں ہو

فَلۡيَمۡدُدۡ لَهُ الرَّحۡمٰنُ مَدًّا ۚ حَتّٰۤى اِذَا رَاَوۡا مَا يُوۡعَدُوۡنَ اِمَّا الۡعَذَابَ وَ اِمَّا السَّاعَةَ ؕ

تو اسے رحمٰن خوب ڈھیل دیدے یہاں تک کہ جب وہ اس چیز کو دیکھیں جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے یا تو عذاب اور یا قیامت

فَسَيَعۡلَمُوۡنَ مَنۡ هُوَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّ اَضۡعَفُ جُنۡدًا ﴿٧٥﴾ وَ يَزِيۡدُ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ اهۡتَدَوۡا هُدًى ؕ

تو وہ جان لیں گے کہ کس کا درجہ برا اور کس کی فوج کمزور ہے؟ ○ اور ہدایت پانے والوں کی ہدایت کو اللہ اور زیادہ بڑھا دیتا ہے

وَ الۡبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيۡرٌ عِنۡدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّ خَيۡرٌ مَّرَدًّا ﴿٧٦﴾ اَفَرَءَيۡتَ

اور باقی رہنے والی نیک باتیں تیرے رب کے ہاں ثواب کے اعتبار سے بہتر اور انجام کے اعتبار سے زیادہ اچھی ہیں ○ تو کیا تم نے اس شخص کو دیکھا

آیت 74 اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کافروں کا رد کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: دنیوی مال و دولت یا عزت و شہرت ہونا کسی کے حق پر ہونے کی کوئی دلیل نہیں، تم سے پہلے تم سے زیادہ مالدار لوگ آئے اور انہوں نے تم سے بھی زیادہ خوبصورت اور مضبوط رہائش گاہیں بنائیں جیسے فرعون ہامان، قارون اور ان کے ساتھی وغیرہ، مگر اللہ تعالیٰ نے ان کے خوبصورت اور مضبوط مکانات تباہ و برباد کر دیئے اور ان کو نشانِ عبرت بنا دیا۔ لہٰذا تم بھی غور کرو اور اپنی اصلاح کر لو کیونکہ دنیا کا مال و دولت ہونا کامیابی کے لیے کافی نہیں۔

آیت 75 اس آیت میں کافروں کے نظریے کا ایک اور جواب دیا گیا، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! آپ مال و دولت پر فخر کرنے والے اِن کافروں سے ارشاد فرما دیں کہ جو گمراہی میں ہو تو اسے رحمٰن عزّوجلّ دنیا میں لمبی عمر اور زیادہ مال دے کر خوب ڈھیل دیتا ہے یہاں تک کہ جب وہ گمراہ لوگ اس چیز کو دیکھیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے یا تو دنیا میں قتل و قید کا عذاب اور یا قیامت کا دن جس میں وہ جہنم میں داخل ہوں گے تو اس وقت وہ جان لیں گے کہ مسلمانوں اور کافروں میں سے کس کا درجہ برا اور کس کی فوج کمزور ہے؟

آیت 76 ارشاد فرمایا کہ وہ لوگ جنہوں نے ہدایت پائی اور ایمان سے مشرف ہوئے اللہ تعالیٰ انہیں اس پر استقامت عطا فرما کے اور مزید بصیرت و توفیق دے کر ان کی ہدایت کو اور بڑھا دے گا اور ان کے ایمان، عمل اور یقین میں مزید اضافہ فرما دے گا۔ مزید فرمایا: کہ اے حبیب! باقی رہنے والی نیک باتیں آپ کے رب عزّوجلّ کی بارگاہ میں ثواب کے اعتبار سے بہتر اور انجام کے اعتبار سے زیادہ اچھی ہیں جبکہ کفار کے اعمال سب نکمے اور باطل ہیں۔ **اہم بات:** طاعتیں، آخرت کے تمام اَعمال، پنجگانہ نمازیں، اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید اور اس کا ذکر اور دیگر تمام نیک اعمال یہ سب باقیاتِ صالحات ہیں کہ مومن کے لئے باقی رہتے ہیں اور کام آتے ہیں۔

آیت 77–80 **شانِ نزول:** حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ کا زمانۂ جاہلیت میں عاص بن وائل سہمی پر قرض تھا، وہ اس کے پاس تقاضے کو گئے تو عاص نے کہا کہ میں تمہارا قرض ادا نہ کروں گا جب تک کہ تم محمد (مصطفی صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم) سے پھر نہ جاؤ اور کفر اختیار نہ کرو۔ حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ تو مرے اور مرنے کے بعد زندہ ہو کر اُٹھے۔ وہ کہنے لگا: کیا میں مرنے کے بعد پھر اُٹھوں گا؟ حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں۔ عاص نے کہا: تو پھر مجھے چھوڑ یئے یہاں تک کہ میں مر جاؤں

اَلَّذِیْ كَفَرَ بِاٰیٰتِنَا وَ قَالَ لَاُوْتَیَنَّ مَالًا وَّ وَلَدًا ﴿۷۷﴾ اَطَّلَعَ الْغَیْبَ اَمِ اتَّخَذَ

جس نے ہماری آیتوں کے ساتھ کفر کیا اور کہتا ہے، مجھے ضرور مال اور اولاد دیئے جائیں گے ○ کیا اسے غیب کی اطلاع مل گئی ہے یا اس نے

عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ﴿۷۸﴾ كَلَّا ؕ سَنَكْتُبُ مَا یَقُوْلُ وَ نَمُدُّ لَهٗ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا ﴿۷۹﴾

رحمٰن کے پاس کوئی عہد کر رکھا ہے؟○ ہرگز نہیں! اب ہم لکھ رکھیں گے جو وہ کہتا ہے اور اسے خوب لمبا عذاب دیں گے ○

وَّ نَرِثُهٗ مَا یَقُوْلُ وَ یَاْتِیْنَا فَرْدًا ﴿۸۰﴾ وَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّیَكُوْنُوْا لَهُمْ

اور وہ جو چیزیں کہہ رہا ہے اس کے ہم وارث ہوں گے اور وہ ہمارے پاس تنہا آئے گا ○ اور انہوں نے اللہ کے سوا کئی اور معبود بنالئے تاکہ وہ ان کیلئے

ع ۸ | ۱۷ عِزًّا ﴿۸۱﴾ كَلَّا ؕ سَیَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ وَ یَكُوْنُوْنَ عَلَیْهِمْ ضِدًّا ﴿۸۲﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّاۤ اَرْسَلْنَا

سفارشی بن جائیں ○ ہرگز نہیں! عنقریب وہ (جھوٹے معبود) ان کی عبادت کا انکار کر دیں گے اور وہ ان کے مخالف ہو جائیں گے ○ کیا تم نے نہ دیکھا کہ

اور مرنے کے بعد پھر زندہ ہوں اور مجھے مال و اولاد ملے، جب ہی میں آپ کا قرض ادا کروں گا۔ اس پر یہ آیاتِ کریمہ نازل ہوئیں۔ (بخاری، حدیث: 2275، مسلم حدیث: 2795) اور ان چاروں آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے ہماری آیتوں کے ساتھ کفر کیا اور وہ مذاق اڑاتے ہوئے کہتا ہے کہ اگر میں دوبارہ زندہ ہوا تو آخرت میں مجھے ضرور مال اور اولاد دیئے جائیں گے۔ کیا اسے غیب کی اطلاع مل گئی ہے اور اُس نے لوحِ محفوظ میں دیکھ لیا ہے کہ آخرت میں اسے مال اور اولاد ملے گی یا اللہ تعالیٰ نے اس سے کوئی وعدہ کیا ہوا ہے جس سے اسے معلوم ہو گیا ہے کہ وہ قیامت میں بھی خوشحال ہوگا۔ ہرگز نہیں، وہ نہ تو غیب جانتا ہے اور نہ ہی اس کے پاس کوئی عہد ہے، بلکہ یہ شخص جھوٹا اور بدکار ہے اور جو بات یہ کہہ رہا ہے اُسے ہمارے فرشتوں نے لکھ لیا ہے اور قیامت کے دن ہم اسے اس کا بدلہ دیں گے اور ہم اسے مال و اولاد کے بدلے خوب لمبا عذاب دیں گے جس کا وہ مستحق ہے اور اس کی ہلاکت کے بعد مال و اولاد سب سے اس کی ملکیت اور اس کا تَصَرُّف اُٹھ جائے گا اور اس کے ہم وارث ہوں گے اور وہ قیامت کے دن ہمارے پاس تنہا اور خالی ہاتھ آئے گا اور آخرت میں دنیا سے زیادہ ملنا تو دور کی بات، دنیا میں جو مال اور اولاد اس کے ساتھ ہے اُس وقت وہ بھی اس کے ساتھ نہ ہوگا۔ **اہم باتیں:** (1) دینی عقائد اور شریعت کے احکام کا مذاق اڑانا کفار کا طریقہ ہے اور آج کل سیکولر لبرل کہلانے والے مسلمان بھی یہ حرکتیں کر رہے ہیں۔ (2) مرنے کے بعد اور قیامت کے دن کفار کا مال و اولاد انہیں کچھ کام نہ آئے گا جبکہ مومن کو مرنے کے بعد راہِ خدا میں خرچ کیا ہوا مال بھی کام آئے گا اور نیک اولاد سے بھی اسے فائدہ حاصل ہوگا۔

آیت 82،81 ان دو آیات میں فرمایا کہ مشرکوں نے اللہ تعالیٰ کی بجائے بتوں کو اس امید پر اپنا معبود بنالیا کہ وہ ان کیلئے سفارشی بن جائیں اور ان کی مدد کریں لیکن ایسا ہوگا نہیں بلکہ عنقریب قیامت میں وہ بت ان کی عبادت کا انکار کر دیں گے اور انہیں جھٹلائیں گے اور ان پر لعنت کریں گے۔ اللہ تعالیٰ بتوں کو بولنے کی قوت دے گا اور وہ کہیں گے: یارب! ان مشرک پجاریوں کو عذاب دے کہ انہوں نے تیرے سوا کسی اور کی عبادت کی ہے۔

آیت 83 ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ ہم نے کافروں پر شیطانوں کو چھوڑ دیا اور ان پر شیطانوں کو مُسلَّط کر دیا جو انہیں طرح طرح کے وسوسے دلا کر گناہوں پر خوب ابھارتے ہیں۔ **اہم باتیں:** اس آیت سے چار باتیں معلوم ہوئیں (1) بد عملی کی وجہ سے انسان پر شیطان مُسلَّط ہو جاتا ہے۔ (2) برا ساتھی اللہ تعالیٰ کا عذاب ہے۔ (3) بری باتوں کی رغبت دینا شیطان اور شیطانی لوگوں کا کام ہے۔ (4) شیطان کسی کو کفر پر مجبور نہیں کرتا بلکہ کفر پر ابھارتا ہے۔

الشَّيٰطِيۡنَ عَلَى الۡكٰفِرِيۡنَ تَؤُزُّهُمۡ اَزًّا ﴿۸۳﴾ فَلَا تَعۡجَلۡ عَلَيۡهِمۡ ؕ اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمۡ عَدًّا ﴿۸۴﴾

ہم نے کافروں پر شیطان بھیجے کہ وہ انہیں خوب ابھارتے ہیں ○ تو تم ان پر جلدی نہ کرو، ہم تو ان کیلئے گنتی کررہے ہیں ○

يَوۡمَ نَحۡشُرُ الۡمُتَّقِيۡنَ اِلَى الرَّحۡمٰنِ وَفۡدًا ﴿۸۵﴾ وَّنَسُوۡقُ الۡمُجۡرِمِيۡنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرۡدًا ﴿۸۶﴾ وقف لازم

یاد کرو جس دن ہم پرہیزگاروں کو رحمٰن کی طرف مہمان بنا کرلے جائیں گے ○ اور مجرموں کو جہنم کی طرف پیاسے ہانکیں گے ○

لَا يَمۡلِكُوۡنَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنۡدَ الرَّحۡمٰنِ عَهۡدًا ﴿۸۷﴾ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحۡمٰنُ وَلَدًا ﴿۸۸﴾ وقف لازم

لوگ شفاعت کے مالک نہیں مگر وہی جس نے رحمٰن کے پاس عہد لے رکھا ہے ○ اور کافروں نے کہا: رحمٰن نے اولاد اختیار کی ہے ○

لَقَدۡ جِئۡتُمۡ شَيۡـئًا اِدًّا ﴿۸۹﴾ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرۡنَ مِنۡهُ وَتَنۡشَقُّ الۡاَرۡضُ وَتَخِرُّ الۡجِبَالُ

بیشک تم انتہائی ناپسندیدہ بات لائے ہو○ قریب ہے کہ اس سے آسمان پھٹ پڑیں اور زمین بھی پھٹ جائے اور پہاڑ ٹوٹ کر

آیت 84 فرمایا کہ اے حبیب! آپ کافروں کی ہلاکت کی دعا کرنے میں جلدی نہ فرمائیں، ہم تو ان کے لئے گنتی کررہے ہیں۔ **اہم بات:** یہاں گنتی سے جزا کے لئے اعمال کی گنتی کرنا مراد ہے، یا فنا کے لئے سانسوں کی گنتی کرنا، یا دنوں، مہینوں اور برسوں کی وہ مدت گنتی کرنا مراد ہے جو ان کے عذاب کے واسطے مقرر ہے۔ **درس:** اس آیت میں کلام اگرچہ کفار کے بارے میں ہے البتہ اس میں مسلمانوں کے لئے بھی یہ نصیحت ہے کہ وہ نیک اعمال کرنے میں تاخیر سے کام نہ لیں بلکہ ان میں جلدی کریں کیونکہ ان کی سانسیں بھی گنی جارہی ہیں۔

آیت 85 فرمایا کہ اے حبیب! آپ اپنی قوم کو ترغیب دینے اور ڈرانے کے طور پر وہ دن یاد دلائیں جس دن ہم پرہیزگاروں اور اطاعت شِعاروں کو ان کے نہایت مہربان رب کی بارگاہ میں مہمان بنا کر جمع کریں گے۔

آیت 86 اور کافروں کا حال یہ ہوگا کہ انہیں ان کے کفر کی وجہ سے ذلت و توہین کے ساتھ پیاسے جانوروں کی طرح جہنم کی طرف ہانکا جائے گا۔ **اہم بات:** کافروں کا دوزخ میں داخلہ انتہائی ذلت سے اور مومنوں کا جنت میں داخلہ انتہائی عزت و احترام سے ہوگا۔ **درس:** ایسی آیات جن میں کافروں کی کوئی سزا بیان کی گئی ہو ان میں مسلمانوں کے لئے بھی بڑی عبرت ہوتی ہے لہٰذا جب بھی اس طرح کی آیات پڑھیں یا سنیں تو اپنے بارے میں اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے ڈریں۔ اے اللہ، ہمارا ایمان سلامت رکھ اور ہمیں جہنم سے بچا، آمین۔

آیت 87 اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے گناہگاروں کی شفاعت کا اِذن مل چکا ہے اس کے علاوہ کوئی بندہ کسی گناہگار کی شفاعت کا مالک نہیں۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ مجرموں میں سے کوئی اس بات کا مالک نہیں کہ اس کی شفاعت کی جائے البتہ ان میں سے جو مسلمان ہے اس کی شفاعت ہوگی۔

آیت 88،89 ارشاد فرمایا کہ کافروں نے یہ کہا: رحمٰن نے اولاد اختیار کی ہے، بیشک تم نے یہ انتہائی سخت ناپسندیدہ بات کی ہے۔ **اہم بات:** اس آیت میں حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہنے والے یہودی اور عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہنے والے عیسائی اور فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہنے والے مشرکینِ عرب سبھی داخل ہیں۔

آیت 90-92 ان تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ رحمٰن عزّوجلّ کے لئے اولاد کا دعویٰ کرنا ایسی بے ادبی و گستاخی کا کلمہ ہے کہ اس کی وجہ سے اگر رحمٰن غضب فرمائے تو وہ تمام جہان کا نظام درہم برہم کردے۔ رحمٰن کی شان کے لائق نہیں کہ اولاد اختیار کرے، وہ اس سے

هَدًّا ﴿۹۰﴾ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ﴿۹۱﴾ وَ مَا یَنْۢبَغِیْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ یَّتَّخِذَ وَلَدًا ﴿۹۲﴾

گر پڑیں ○ کہ انہوں نے رحمٰن کے لیے اولاد کا دعویٰ کیا ○ حالانکہ رحمٰن کے لائق نہیں کہ اولاد اختیار کرے ○

اِنْ كُلُّ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ اِلَّاۤ اٰتِی الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ﴿۹۳﴾ لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ وَ عَدَّهُمْ

آسمانوں اور زمین میں جتنے ہیں سب رحمٰن کے حضور بندے ہو کر حاضر ہوں گے ○ بیشک اس نے انہیں گھیر رکھا ہے اور ان کو ایک ایک کرکے

عَدًّا ﴿۹۴﴾ وَ كُلُّهُمْ اٰتِیْهِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فَرْدًا ﴿۹۵﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

خوب گن رکھا ہے ○ اور ان میں ہر ایک روزِ قیامت اس کے حضور تنہا آئے گا ○ بیشک وہ جو ایمان لائے اور نیک اعمال کئے

سَیَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ﴿۹۶﴾ فَاِنَّمَا یَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِیْنَ وَ تُنْذِرَ بِهٖ

عنقریب رحمٰن ان کے لیے محبت پیدا کردے گا ○ تو ہم نے یہ قرآن تمہاری زبان میں ہی آسان فرمادیا تاکہ تم اس کے ذریعے متقیوں کو خوشخبری دو

پاک ہے اور اس کے لئے اولاد ہونا ممکن نہیں محال ہے کیونکہ بیٹا باپ کا جز، اس کی شبیہ و نظیر اور اس کا مددگار ہوتا ہے جبکہ رحمٰن عزّوجلّ اس سے پاک ہے کہ کوئی اس کا جز ہو یا اس کی مثل بنے یا کوئی اس کا مددگار ہو۔

آیت 93 آیت کا معنی یہ ہے کہ کفار زمین پر جن لوگوں کو اور آسمان پر جن فرشتوں کو اپنا معبود مانتے ہیں وہ سب تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے بندہ ہونے کا اقرار کرتے، اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کرتے اور صرف اسے ہی سجدہ کرتے ہیں تو پھر وہ معبود کس طرح ہوسکتے ہیں؟

آیت 94 اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم و قدرت نے سب کو گھیر رکھا ہے اور ہر ذی روح کے سانسوں کی، دنوں کی، اور جملہ معاملات کی تعداد اللہ تعالیٰ کے شمار میں ہے سب اس کی تدبیر و قدرت کے تحت ہیں۔

آیت 95 فرمایا کہ قیامت کے دن ہر ایک اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں، مال، اولاد اور مددگار کے بغیر تنہا حاضر ہوگا۔ اللہ اکبر، اے مولا! ہم پر رحم فرمانا، آمین۔

آیت 96 ارشاد فرمایا کہ بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کئے عنقریب اللہ تعالیٰ انہیں اپنا محبوب بنالے گا اور اپنے بندوں کے دلوں میں ان کی محبت ڈال دے گا۔ **اہم بات:** حدیث پاک میں ہے: جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو حضرت جبریل علیہ السّلام کو ندا کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت رکھتا ہے لہٰذا تم بھی اس سے محبت کرو۔ حضرت جبریل علیہ السّلام اس سے محبت کرتے ہیں۔ پھر حضرت جبریل علیہ السّلام آسمانی مخلوق میں ندا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت فرماتا ہے لہٰذا تم بھی اس سے محبت کرو، چنانچہ آسمان والے بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں، پھر زمین والوں میں اس کی مقبولیت رکھ دی جاتی ہے۔ (بخاری، حدیث: 3209) اس سے معلوم ہوا کہ مومنینِ صالحین و اَولیائے کاملین کی مقبولیتِ عامہ ان کی محبوبیت کی دلیل ہے، نیز معلوم ہوا کہ ولی کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ لوگ اسے ولی کہیں اور اس کی طرف قدرتی طور پر دل کو رغبت ہو۔ آج اولیاء اللہ اپنے مزارات میں سو رہے ہیں اور لوگ ان کی طرف کھچے چلے جارہے ہیں حالانکہ انہیں زائرین نے دیکھا بھی نہیں۔

آیت 97 ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! ہم نے یہ قرآن آپ کی زبان عربی میں ہی آسان فرمادیا ہے تاکہ آپ اس کے ذریعے پرہیزگار

قَوْمًا لُّدًّا ﴿۹۷﴾ وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ ؕ هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ مِّنْ اَحَدٍ

اور جھگڑالو لوگوں کو اس کے ذریعے ڈر سناؤ○ اور ہم نے ان سے پہلے کتنی قومیں ہلاک کردیں۔ کیا اب تم ان میں کسی کو پاتے ہو

اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا ﴿۹۸﴾ ع

ع ۶ النصف

یا ان کی معمولی سی آواز بھی سنتے ہو؟○

اٰیاتها ۱۳۵ ۲۰ سُوْرَةُ طٰهٰ مَكِّيَّةٌ ۴۵ رکوعاتها ۸

سورۂ طٰہٰ مکیہ ہے، اس میں ایک سو پینتیس آیتیں اور آٹھ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی رحمت و رضا کے حصول اور جنت کی خوشخبری دیں اور کفارِ قریش کے جھگڑالو لوگوں کو اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے عذاب کا ڈر سنائیں۔ **اہم بات:** اس آیت میں عذابِ الٰہی سے ڈرنے والوں کو خوشخبری دینے اور جھگڑالو قوم کو ڈرانے کے ذریعے تبلیغ کرنے کا فرمایا گیا، اس سے معلوم ہوا کہ متقی لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت، رضا اور جنت کی بشارت سنا کر اور جھگڑالو قوم کو اللہ تعالیٰ کی گرفت اور اس کے عذاب کا ڈر سنا کر تبلیغ کرنے سے زیادہ فائدہ ہوتا ہے۔

آیت 98 ارشاد فرمایا کہ ہم نے کفارِ قریش سے پہلے انبیاءِ کرام علیہم السلام کو جھٹلانے کی وجہ سے بہت سی امتیں ہلاک کردیں۔ کیا اب تم ان میں کسی کو پاتے ہو یا ان کی معمولی سی آواز بھی سنتے ہو؟ وہ سب نیست و نابود کردیئے گئے اسی طرح یہ لوگ اگر وہی طریقہ اختیار کریں گے تو ان کا بھی وہی انجام ہوگا۔

سورۂ طٰہٰ کا تعارف یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں 8 رکوع اور 135 آیتیں ہیں۔ ''طٰہٰ'' نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا ایک مبارک نام ہے، اور اس سورت کی ابتداء میں آپ کو اس نام سے نداء کی گئی اس مناسبت سے اس سورت کا نام ''طٰہٰ'' رکھا گیا ہے۔ **فضائل:** (1) اللہ تعالیٰ نے سورۂ طٰہٰ اور سورۂ یٰسٓ کے ساتھ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے ایک ہزار سال پہلے کلام فرمایا اور جب فرشتوں نے قرآن سنا تو کہا: اُس امت کو مبارک ہو جس پر یہ کلام نازل ہوگا، اُن سینوں کو مبارک ہو جن میں یہ کلام محفوظ ہوگا اور اُن زبانوں کو مبارک ہو جو یہ کلام پڑھیں گی۔ (شعب الایمان، حدیث: 2450) (2) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اسلام قبول کرنے سے پہلے اسی سورت کی ابتدائی آیات پڑھ کر پکار اٹھے کہ یہ کس قدر حسین اور عظیم کلام ہے اور اس کے بعد آپ نے اسلام قبول کر لیا۔ (الروض الانف، 2/122) **مضامین:** اس سورت میں دین کے عقائد جیسے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور قدرت، نبوت، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جانے اور اعمال کی جزاء و سزا ملنے وغیرہ کو مختلف دلائل سے ثابت کیا گیا ہے۔ نیز اس میں نزولِ قرآن کا ایک مقصد، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا تفصیلی واقعہ اور قرآن سے منہ پھیرنے والے کے انجام اور قیامت کی ہولناکیوں کا بیان ہے، مزید حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس کے واقعہ کا بیان، ہدایتِ الٰہی سے روگردانی کرنے والے کے انجام کا ذکر اور فرمائشی معجزات طلب کرنے والے کفار کا رد ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو کفار کی اَذِیَّتوں پر صبر کرنے، اللہ تعالیٰ کی عبادت پر قائم رہنے اور گھر والوں کو نماز کا حکم دینے کی تلقین کی گئی ہے۔

طٰهٰ ۚ﴿۱﴾ مَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰۤی ۙ﴿۲﴾ اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ یَّخْشٰی ۙ﴿۳﴾ تَنْزِیْلًا

طٰهٰ○ اے حبیب! ہم نے تم پر یہ قرآن اس لیے نہیں نازل فرمایا کہ تم مشقت میں پڑ جاؤ○ مگر یہ اس کے لئے نصیحت ہے جو ڈرتا ہے○ اس کی

مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَ السَّمٰوٰتِ الْعُلٰی ؕ﴿۴﴾ اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی ﴿۵﴾

طرف سے نازل کیا ہوا ہے جس نے زمین اور اونچے آسمان بنائے○ وہ بڑا مہربان ہے، اس نے عرش پر اِستواء فرمایا جیسا اس کی شان کے لائق ہے○

آیت 1 ”طٰهٰ“ حروفِ مُقَطَّعات میں سے ہے۔ مفسرین نے اس حرف کے مختلف معنی بھی بیان کئے ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ ”طٰهٰ“ تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے اَسماءِ مبارکہ میں سے ایک اسم ہے۔

آیت 2 **شانِ نزول:** سرکارِ دو عالَم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے میں بہت محنت فرماتے اور پوری رات قیام میں گزارتے یہاں تک کہ آپ کے مبارک قدم سوج جاتے۔ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی جس میں ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! ہم نے آپ پر یہ قرآن اس لیے نازل نہیں فرمایا کہ آپ مشقت میں پڑ جائیں اور ساری رات قیام کرنے کی تکلیف اٹھائیں۔ **اہم بات:** اس آیتِ مبارکہ میں سرکارِ دوعالَم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی اللہ تعالیٰ سے محبت اور شوقِ عبادت کا بیان بھی ہے اور اللہ تعالیٰ کی آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے محبت اور اس کی بارگاہ میں آپ کی عظمت کا بیان بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم تو اللہ تعالیٰ کی محبت اور عبادت کے شوق میں کثرت سے عبادت کرتے اور مشقت اٹھاتے ہیں، جبکہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی مشقت پر آپ کی راحت کا حکم نازل فرماتا ہے۔

آیت 3 فرمایا کہ یہ قرآن اُس کے لئے نصیحت ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے کیونکہ یہی نصیحت سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

آیت 4 فرمایا کہ یہ قرآن اس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے جس نے زمینوں اور بلند آسمانوں کو پیدا فرمایا اور جس نے اتنی عظیم مخلوق پیدا فرمائی وہ خالق کتنا عظیم ہوگا اور جب ایسی عظیم ذات نے قرآن مجید نازل فرمایا ہے تو یہ قرآن کتنا عظمت والا ہوگا۔

اہم بات: یہاں قرآن کریم کی عظمت بیان کرنے سے مقصود یہ ہے کہ لوگ اس کے معانی میں غور و فکر کریں اور اس کے حقائق میں تدَبُّر کریں کہ مشاہدہ یہ ہے کہ جس پیغام کو بھیجنے والا انتہائی عظیم ہو تو اس پیغام کو بہت اہمیت دی جاتی ہے اور پوری توجہ سے اسے سنا جاتا ہے اور بھرپور طریقے سے اس کی اطاعت کی جاتی ہے۔

آیت 5 فرمایا کہ قرآنِ مجید نازل کرنے والے کی شان یہ ہے کہ وہ اپنی مخلوق پر بڑا مہربان ہے اور اس نے اپنی شان کے لائق عرش پر اِستواء فرمایا ہے۔ **اہم بات:** حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کسی شخص نے آکر اس آیت کا مطلب دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے عرش پر کس طرح اِستواء فرمایا تو آپ نے تھوڑے سے تَوَقُّف کے بعد فرمایا: ہمیں یہ معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عرش پر اِستواء فرمایا لیکن اس کی کیفیت کیا تھی وہ ہمارے فہم سے بالاتر ہے، البتہ اس پر ایمان لانا واجب ہے اور اس کے بارے میں گفتگو کرنا بدعت ہے۔ (بغوی 2/137)

لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ وَ مَا بَیْنَهُمَا وَ مَا تَحْتَ الثَّرٰى ﴿۶﴾ وَ اِنْ

اسی کی ملک ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اور جو کچھ اس گیلی مٹی (زمین) کے نیچے ہے ○ اور اگر

تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ یَعْلَمُ السِّرَّ وَ اَخْفٰى ﴿۷﴾ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ

تم بلند آواز سے بولو تو بیشک وہ آہستہ آواز کو جانتا ہے اور اسے (بھی) جو اس سے بھی زیادہ پوشیدہ ہے ○ وہ اللہ ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ﴿۸﴾ وَ هَلْ اَتٰىكَ حَدِیْثُ مُوْسٰىۘ ﴿۹﴾ اِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ

وقف لازم

سب اچھے نام اسی کے ہیں ○ اور کیا تمہارے پاس موسیٰ کی خبر آئی ○ جب اس نے ایک آگ دیکھی تو اپنی اہلیہ سے فرمایا:

امْكُثُوْۤا اِنِّیْۤ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّیْۤ اٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى ﴿۱۰﴾

ٹھہرو، بیشک میں نے ایک آگ دیکھی ہے شاید میں تمہارے پاس اس میں سے کوئی چنگاری لے آؤں یا آگ کے پاس کوئی راستہ بتانے والا پاؤں ○

آیت 6 اپنی شان میں مزید فرمایا کہ جو کچھ آسمانوں وزمین میں ہے، جو کچھ ان کے درمیان ہے اور جو کچھ اس گیلی مٹی یعنی زمین کے نیچے ہے سب کا مالک بھی وہی ہے، وہی ان میں جیسے چاہے تَصَرُّف فرماتا ہے۔

آیت 7 اس آیت کے دو الفاظ ”اَلسِّرّ“ اور ”اَخْفٰی“ کے بارے میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں: (1) سِر وہ ہے جسے آدمی چھپاتا ہے اور ”اس سے زیادہ پوشیدہ“ وہ ہے جسے انسان کرنے والا ہے مگر ابھی جانتا بھی نہیں اور نہ اُس سے اِس کے ارادے کا کوئی تعلق ہوا اور نہ اس کا خیال پہنچا۔ (2) بندے کا راز وہ ہے جسے بندہ بھی جانتا اور اللہ تعالیٰ بھی جانتا ہے اور ”اس سے زیادہ پوشیدہ“ ربّانی اَسرار ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ جانتا ہے بندہ نہیں جانتا۔ **اہم بات:** تفسیرِ بیضاوی میں اس آیت میں مذکور لفظ ”قول“ سے اللہ تعالیٰ کا ذکر اور دعا مراد لی گئی ہے۔ ذکر و دعا میں جہر اللہ تعالیٰ کو سنانے کے لئے نہیں ہے بلکہ ذکر کو نفس میں راسخ کرنے اور نفس کو غیر کے ساتھ مشغول ہونے سے روکنے کے لئے ہے۔ (بیضاوی، 4/41) **درس:** اس آیت میں بیان ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہماری آہستہ آواز اور جو اس سے بھی زیادہ پوشیدہ ہے اسے جانتا ہے لہٰذا ہر بندے کو چاہیے کہ وہ تمام گناہوں سے پرہیز کرے کیونکہ کوئی ہمارے گناہوں کو جانے یا نہ جانے اور کوئی انہیں دیکھے یا نہ دیکھے لیکن اللہ تعالیٰ تو دیکھ رہا ہے۔

آیت 8 اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی معبودِ حقیقی ہے اسکے سوا کوئی خدا نہیں اور اَسماء وصِفات کی کثرت اس کی ذات کو تعبیر کرنے اور اس کی مختلف شانوں کو بیان کرنے کے مختلف ذرائع ہیں۔

آیت 9 یہاں زندگی میں اور بطورِ خاص راہِ حق میں پیش آنے والی مشکلات پر صبر و تسلی کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے اس سفر کا واقعہ بیان فرمایا جارہا ہے جس میں آپ علیہ السّلام حضرت شعیب علیہ السّلام سے اجازت لے کر مَدْیَن سے مصر کی طرف اپنی والدہ ماجدہ سے ملنے کے لئے روانہ ہوئے تھے، اس سفر میں آپ علیہ السّلام کے اہلِ بیت ہمراہ تھے اور آپ نے شام کے بادشاہوں کی طرف سے نقصان پہنچنے کے اندیشہ سے سڑک چھوڑ کر جنگل میں مسافت طے کرنا اختیار فرمایا۔ اس وقت زوجۂ محترمہ حاملہ تھیں، چلتے چلتے طور پہاڑ کے مغربی جانب پہنچے تو یہاں رات کے وقت زوجۂ محترمہ کو دردِ زہ شروع ہوا، سردی شدت کی تھی، اتنے میں آپ علیہ السّلام کو دور سے آگ نظر آئی۔

آیت 10 آگ دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے اپنی زوجۂ محترمہ سے فرمایا: یہیں ٹھہرو، میں نے ایک جگہ آگ دیکھی ہے، شاید میں

فَلَمَّاۤ اَتٰىهَا نُوْدِیَ یٰمُوْسٰىؕ ﴿۱۱﴾ اِنِّیْۤ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَیْكَۚ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ

پھر وہ جب آگ کے پاس آئے تو ندا فرمائی گئی کہ اے موسیٰ ○ بیشک میں تیرا رب ہوں تو تو اپنے جوتے اتار دے بیشک تو پاک وادی

طُوًىؕ ﴿۱۲﴾ وَ اَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا یُوْحٰى ﴿۱۳﴾ اِنَّنِیْۤ اَنَا اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا

طویٰ میں ہے ○ اور میں نے تجھے پسند کیا تو اب اسے غور سے سن جو وحی کی جاتی ہے ○ بیشک میں ہی اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں

فَاعْبُدْنِیْۙ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ ﴿۱۴﴾ اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِیَةٌ اَكَادُ اُخْفِیْهَا لِتُجْزٰى

تو میری عبادت کر اور میری یاد کے لیے نماز قائم رکھ ○ بیشک قیامت آنے والی ہے۔ قریب ہے کہ میں اسے چھپا رکھوں تاکہ

تمہارے پاس اس آگ میں سے کوئی چنگاری لے آؤں یا مجھے آگ کے پاس کوئی ایسا شخص مل جائے جس سے درست راستہ پوچھ کر ہم مصر کی طرف روانہ ہو سکیں۔ **اہم بات:** اس آیت میں حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی زوجہ کو ''اہل'' فرمایا گیا، اس سے معلوم ہوا کہ بیوی اہلِ بیت میں سے ہوتی ہے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی اَزواجِ مُطَہَّرات رضی اللہ عنہن آپ کے اہلِ بیت میں داخل ہیں۔

آیت 12،11 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السّلام اس آگ کے پاس تشریف لائے تو وہاں آپ نے ایک سرسبز درخت دیکھا جو اوپر سے نیچے تک انتہائی روشن تھا، اس وقت آپ کو ندا فرمائی گئی کہ اے موسیٰ! بیشک میں تیرا رب ہوں تو تو اپنے جوتے اتار دے کہ اس میں عاجزی کا اظہار اور مقدس جگہ کا احترام ہے، بیشک تو اس وقت پاک وادی طُویٰ میں ہے۔ **اہم باتیں:** (1) پاک اور مقدس جگہ پر جوتے اتار کر حاضر ہونا چاہئے کہ یہ ادب کے زیادہ قریب ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا اور مُناجات کرتے وقت جوتے اتار دینے چاہئیں، یونہی مقدس جگہ کا ادب و احترام کرنا چاہئے کہ یہ انبیاء کرام علیہم السّلام کی سنت ہے۔ اسی وجہ سے انبیاءِ کرام علیہم السّلام اور اولیاءِ عظام رحمۃ اللہ علیہم کے مزارات اور اس سرزمین کا ادب کیا جاتا ہے جہاں وہ آرام فرما ہیں۔

آیت 13 اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام سے ارشاد فرمایا کہ میں نے تیری قوم میں سے تجھے نبوت و رسالت کے لئے پسند کر لیا اور تجھے اپنے ساتھ کلام کرنے کا شرف بخشا تو اسے غور سے سن جو وحی کی جاتی ہے۔ **اہم بات:** حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے جو ندا سنی اس کی کیفیت ہمارے تصور سے ماوراء ہے۔

آیت 14 ارشاد فرمایا کہ اے موسیٰ! بیشک میں ہی اللہ ہوں اور میرے سوا کوئی معبود نہیں، تو تم میری عبادت کرو اور میری یاد کے لیے نماز قائم رکھو، میری یاد میں اخلاص ہو اور اس میں ریا کا دخل نہ ہو۔ آیت کے آخری حصے ''اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ'' کا ایک معنی یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ تم میری نماز قائم رکھو تاکہ میں تمہیں اپنی رحمت سے یاد فرماؤں۔ **اہم باتیں:** (1) ایمان کے بعد سب سے اہم فریضہ نماز ہے۔ (2) نماز کی ادائیگی اخلاص کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ کی یاد کے لئے ہونی چاہیے (3) نماز ادا کرنے والے بندے کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے ساتھ یاد فرماتا ہے۔

آیت 15 اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ بیشک قیامت لازمی طور پر آنے والی ہے اور قریب تھا کہ اللہ تعالیٰ اسے سب سے چھپا کر رکھتا اور بندوں کو اس کے آنے کی خبر بھی نہ دیتا یعنی لوگوں کو اِس بات کا علم ہی نہ ہوتا کہ کوئی قیامت کا دن بھی ہے (اگر ایسا ہوتا تو لوگ بالکل ہی غفلت و لاعلمی میں مارے جاتے) لیکن اس کے برعکس انہیں قیامت آنے کی خبر دی گئی ہے جس میں حکمت یہ ہے کہ لوگوں کو معلوم

Go to Index

كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا تَسْعٰى ﴿١٥﴾ فَلَا يَصُدَّنَّكَ عَنْهَا مَنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهَا وَ اتَّبَعَ هَوٰىهُ

ہر جان کو اس کی کوشش کا بدلہ دیا جائے ○ تو قیامت پر ایمان نہ لانے والا اور اپنی خواہش کی پیروی کرنے والا ہرگز تجھے اس کے ماننے سے باز نہ رکھے

فَتَرْدٰى ﴿١٦﴾ وَ مَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى ﴿١٧﴾ قَالَ هِيَ عَصَايَ ۚ اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا

ورنہ تو ہلاک ہوجائے گا ○ اور اے موسیٰ! یہ تمہارے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟ ○ عرض کی: یہ میرا عصا ہے میں اس پر تکیہ لگاتا ہوں

وَ اَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِيْ وَ لِيَ فِيْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰى ﴿١٨﴾ قَالَ اَلْقِهَا يٰمُوْسٰى ﴿١٩﴾ فَاَلْقٰىهَا

اور اس سے اپنی بکریوں پر پتے جھاڑتا ہوں اور میری اس میں اور بھی کئی ضرورتیں ہیں ○ فرمایا: اے موسیٰ! اسے ڈال دو ○ تو موسیٰ نے اسے (نیچے) ڈال دیا

فَاِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰى ﴿٢٠﴾ قَالَ خُذْهَا وَ لَا تَخَفْ ۫ وقفة سَنُعِيْدُهَا سِيْرَتَهَا الْاُوْلٰى ﴿٢١﴾

تو اچانک وہ سانپ بن گیا جو دوڑ رہا تھا ○ (اللہ نے) فرمایا: اسے پکڑ لو اور ڈرو نہیں، ہم اسے دوبارہ اس کی پہلی حالت پر لوٹا دیں گے ○

ہوجائے کہ ہر جان کو اس کے اچھے برے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔ **اہم باتیں:** (1) قیامت آنے کا وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے عام بندوں سے چھپایا ہے، بعض خواص ملائکہ و اولیاء اور خصوصاً ہمارے آقا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو قیامت آنے کا وقت بھی بتادیا گیا ہے۔ (2) قیامت کا وقت چھپانے میں حکمت یہ ہے کہ لوگ خوفزدہ رہیں گے اور گناہ چھوڑ کر نیکیاں زیادہ کریں گے اور توبہ میں مصروف رہیں گے۔

آیت 16 یہاں آیت میں خطاب بظاہر حضرت موسیٰ علیہ السّلام سے ہے اور مراد آپ علیہ السلام کی اُمت ہے۔ معنیٰ یہ ہوا کہ: اے موسیٰ علیہ السّلام کے امتی! قیامت پر ایمان نہ لانے والا اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے مقابلے میں اپنی خواہش کی پیروی کرنے والا ہرگز تجھے قیامت کو ماننے سے باز نہ رکھے ورنہ تو ہلاک ہوجائے گا۔

آیت 17 فرمایا کہ اے موسیٰ! یہ تمہارے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟ اس سوال کی حکمت یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام اپنے عصا کو دیکھ لیں اور یہ بات دل میں اچھی طرح راسخ ہوجائے کہ یہ عصا ہے تاکہ جس وقت وہ سانپ کی شکل میں ہو تو آپ کے خاطر مبارک پر کوئی پریشانی نہ ہو۔ **اہم بات:** سوال ہمیشہ پوچھنے والے کی لاعلمی کی بنا پر نہیں ہوتا بلکہ اس میں کچھ اور بھی حکمتیں ہوتی ہیں۔ لہٰذا کسی موقعہ پر حضور پُرنور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا کسی سے کچھ پوچھنا آپ کے بے خبر ہونے کی دلیل نہیں۔

آیت 18 حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے عرض کی: یہ میرا عصا ہے، جب تھک جاتا ہوں تو اس پر ٹیک لگاتا ہوں اور اس سے اپنی بکریوں کے لیے خشک درختوں سے پتے جھاڑتا ہوں اور میری کئی ضروریات میں بھی یہ میرے کام آتا ہے جیسے اس کے ذریعے توشہ اور پانی اٹھانا، مُوذی جانوروں کو دفع کرنا اور دشمنوں سے لڑائی میں کام لینا وغیرہ۔ **اہم باتیں:** (1) حضرت موسیٰ علیہ السّلام کا اپنے عصا کے ان فوائد کو بیان کرنا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے شکر کے طور پر تھا۔ (2) رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم بھی عصا مبارک استعمال فرمایا کرتے تھے۔

آیت 19–21 ان تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام سے ارشاد فرمایا: اے موسیٰ! اس عصا کو زمین پر ڈال دو تاکہ تم اس کی شان دیکھ سکو۔ حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے عصا زمین پر ڈال دیا تو وہ اچانک سانپ بن کر تیزی سے دوڑنے لگا اور اپنے راستے میں آنے والی ہر چیز کو کھانے لگا۔ یہ دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو (طبعی طور پر) خوف ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ان سے ارشاد فرمایا: اسے پکڑ لو اور ڈرو نہیں، ہم اسے دوبارہ پہلی حالت پر لوٹا دیں گے۔ یہ سنتے ہی حضرت موسیٰ علیہ السّلام کا خوف جاتا رہا، حتّٰی کہ آپ

وَاضْمُمْ يَدَكَ اِلٰى جَنَاحِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ اٰيَةً اُخْرٰى ۟ۙ ﴿۲۲﴾ لِنُرِيَكَ

اور اپنے ہاتھ کو اپنے بازو سے ملاؤ، بغیر کسی مرض کے خوب سفید ہوکر، ایک اور معجزہ بن کر نکلے گا○ تاکہ ہم تجھے اپنی بڑی

ع ۲۴ ۱۰ مِنْ اٰيٰتِنَا الْكُبْرٰى ﴿۲۳﴾ ۚ اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿۲۴﴾ ۧ قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ ﴿۲۵﴾ ۙ

بڑی نشانیاں دکھائیں○ فرعون کے پاس جاؤ، بیشک وہ سرکش ہوگیا ہے○ موسیٰ نے عرض کی: اے میرے رب! میرے لیے میرا سینہ کھول دے○

وَيَسِّرْ لِيْٓ اَمْرِيْ ﴿۲۶﴾ ۙ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ ﴿۲۷﴾ ۙ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ ﴿۲۸﴾ ۠ وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا

اور میرے لیے میرا کام آسان فرمادے○ اور میری زبان کی گرہ کھول دے○ تاکہ وہ میری بات سمجھیں○ اور میرے لیے میرے گھر والوں میں سے

نے اپنا دستِ مبارک اس کے منہ میں ڈال دیا اور وہ پہلے کی طرح عصا بن گیا۔ **اہم بات:** اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے عصا کو اس لئے سانپ بنایا تاکہ یہ معجزہ ہو جائے جس سے ان کی نبوت کو پہچانا جائے نیز یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام پہلے سے مشاہدہ کر لیں اور جب فرعون کے سامنے یہ عصا سانپ بنے تو آپ اسے دیکھ کر خوفزدہ نہ ہوں۔

آیت 22 حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے ایک اور معجزہ کے بارے میں یہاں ارشاد فرمایا کہ اے موسیٰ! آپ اپنے دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں بازو کی بغل کے نیچے ملا کر نکالئے تو وہ ہاتھ سورج کی طرح چمکتا اور بغیر مرض کے خوب سفید ہوکر نکلے گا اور یہ عصا کے بعد آپ کی نبوت کی صداقت کی ایک اور نشانی ہے۔ **اہم باتیں:** (1) آپ علیہ السّلام کے دست مبارک سے رات میں چاند اور دن میں سورج کی روشنی کی طرح نور ظاہر ہوتا تھا۔ (2) جب آپ علیہ السّلام دوبارہ اپنا دستِ مبارک بغل کے نیچے رکھ کر بازو سے ملاتے تو وہ دستِ مبارک اپنی سابقہ حالت پر آجاتا تھا۔

آیت 23 فرمایا گیا کہ اے موسیٰ! ہم نے آپ کو دو معجزات اس لئے عطا کئے تاکہ ان کے ذریعے ہم آپ کو اپنی بڑی بڑی نشانیاں دکھائیں۔ **اہم بات:** اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو جو بڑی بڑی نشانیاں دکھائیں ان کا تعلق فقط زمین کے عجائبات سے ہے جبکہ سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو جو بڑی نشانیاں دکھائی ہیں ان کا تعلق زمین و آسمانوں دونوں کے عجائبات سے ہے۔

آیت 24 ارشاد فرمایا کہ اے موسیٰ! تم ہمارے رسول ہوکر فرعون کے پاس جاؤ، بیشک وہ سرکش ہوگیا، کفر میں حد سے گزر گیا اور خدائی کا دعویٰ کرنے لگا ہے۔

آیت 25-28 ان چار آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو سرکش فرعون کی طرف جانے کا حکم دیا گیا تو آپ نے بارگاہ خداوندی میں عرض کی: اے میرے رب! میرے لیے میرا سینہ کھول دے اور اسے رسالت کا بوجھ اٹھانے کے لئے وسیع فرما دے اور میرا وہ کام آسان فرمادے جس کا تو نے مجھے حکم دیا ہے اور میری زبان کی گرہ کھول دے تاکہ وہ لوگ رسالت کی تبلیغ کے وقت میری بات سمجھیں۔ **اہم بات:** حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی زبان میں لکنت پیدا ہونے کی وجہ یہ تھی کہ بچپن میں ایک دن فرعون نے آپ کو اٹھایا تو آپ نے اس کی داڑھی پکڑ کر منہ پر طمانچہ مار دیا، تو فرعون نے آپ کو قتل کرنے کا ارادہ کرلیا، یہ دیکھ کر حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اے بادشاہ! یہ ابھی بچہ ہے اسے کیا سمجھ؟ اگر تو تجربہ کرنا چاہے تو تجربہ کرلے۔ تجربہ کے لئے ایک طشت میں آگ اور ایک طشت میں سرخ یاقوت آپ علیہ السّلام کے سامنے پیش کئے گئے۔ آپ نے یاقوت لینا چاہا مگر فرشتے نے آپ کا ہاتھ انگارے پر رکھ دیا اور وہ انگارہ آپ کے منہ میں دے دیا اس سے زبان مبارک جل گئی اور لکنت پیدا ہوگئی۔

آیت 29-35 ان سات آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے مزید عرض کی: میرے لیے میرے گھر والوں میں سے

مِّنْ اَهْلِيْ ۙ﴿۲۹﴾ هٰرُوْنَ اَخِي ۙ﴿۳۰﴾ اشْدُدْ بِهٖۤ اَزْرِيْ ۙ﴿۳۱﴾ وَاَشْرِكْهُ فِيْۤ اَمْرِيْ ۙ﴿۳۲﴾

ایک وزیر کردے ○ میرے بھائی ہارون کو ○ اس کے ذریعے میری کمر مضبوط فرما ○ اور اسے میرے کام میں شریک کردے ○

كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيْرًا ۙ﴿۳۳﴾ وَّنَذْكُرَكَ كَثِيْرًا ؕ﴿۳۴﴾ اِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِيْرًا ﴿۳۵﴾ قَالَ قَدْ اُوْتِيْتَ

تاکہ ہم بکثرت تیری پاکی بیان کریں ○ اور بکثرت تیرا ذکر کریں ○ بیشک تو ہمیں دیکھ رہا ہے ○ اللہ نے فرمایا: اے موسیٰ! تیرا سوال

سُؤْلَكَ يٰمُوْسٰى ﴿۳۶﴾ وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَيْكَ مَرَّةً اُخْرٰۤى ۙ﴿۳۷﴾ اِذْ اَوْحَيْنَاۤ اِلٰۤى اُمِّكَ

تجھے عطا کردیا گیا ○ اور بیشک ہم نے تجھ پر ایک مرتبہ اور بھی احسان فرمایا تھا ○ جب ہم نے تمہاری ماں کے دل میں وہ بات ڈال دی

مَا يُوْحٰۤى ۙ﴿۳۸﴾ اَنِ اقْذِفِيْهِ فِي التَّابُوْتِ فَاقْذِفِيْهِ فِي الْيَمِّ فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ بِالسَّاحِلِ

جو اس کے دل میں ڈالی جانی تھی ○ کہ اس بچے کو صندوق میں رکھ کر دریا میں ڈال دے پھر دریا اسے کنارے پر ڈال دے گا

ایک وزیر کردے جو میرا معاون ہو اور وہ میرا بھائی ہارون ہو، اس کے ذریعے میری کمر مضبوط فرما اور اسے رسالت کی تبلیغ اور نبوت کے کام میں میرا شریک کردے تاکہ ہم بکثرت تیری پاکی بیان کریں اور نمازوں میں اور نمازوں کے علاوہ بھی بکثرت تیرا ذکر کریں بیشک تو ہمیں دیکھ رہا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) حضرت موسیٰ علیہ السّلام کا مقام اتنا بلند ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا سے ان کے بھائی حضرت ہارون علیہ السّلام کو نبوت جیسا عظیم منصب عطا فرمادیا۔ (2) اپنے عزیز کو اپنا جانشین بنانا حرام نہیں، اصل مدار اہلیت پر ہے۔ (3) اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور سے قوت اور مدد حاصل کرنا نہ توکّل کے خلاف ہے اور نہ توحید کے مُنافی ہے البتہ حقیقی مددگار خدا کو سمجھنا چاہیے۔

آیت 36 حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی اس درخواست پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا "اے موسیٰ! تجھے وہ تمام چیزیں عطا کردی گئیں جن کا تو نے ہم سے سوال کیا ہے۔

آیت 37 اس آیت میں گویا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے موسیٰ! ہم نے آپ کے سوال کرنے سے پہلے بھی آپ کی نگہبانی فرمائی ہے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ کے سوال کرنے کے بعد ہم آپ کی مراد آپ کو عطا نہ کریں۔

آیت 38، 39 اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے جس احسان کا تذکرہ فرمایا یہاں اس کی تفصیل بیان کی جا رہی ہے، چنانچہ ان دو آیات میں ارشاد فرمایا کہ جب آپ کی ولادت کے وقت آپ کی ماں کو یہ اندیشہ ہوا کہ فرعون آپ کو قتل کر ڈالے گا تو ہم نے اس کے دل میں ڈال کر یا خواب کے ذریعے سے اِلہام کیا کہ اس بچے کو صندوق میں رکھ کر دریائے نیل میں ڈال دے، پھر دریا اسے کنارے پر ڈال دے گا تاکہ اسے وہ فرعون اٹھالے جو میرا بھی دشمن ہے اور اس کا بھی دشمن ہے اور میں نے آپ پر اپنی طرف سے محبت ڈالی تاکہ آپ سے محبت کرنے لگیں اور میری حفاظت میں آپ کی پرورش کی جائے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی والدہ نے ایک صندوق بنایا اور آپ کو رکھ کر صندوق بند کر دیا پھر اس صندوق کو دریائے نیل میں بہا دیا۔ اس دریا سے ایک بڑی نہر نکل کر فرعون کے محل میں سے گزرتی تھی۔ فرعون اپنی بیوی آسیہ کے ساتھ نہر کے کنارے بیٹھا تھا، اس نے نہر میں صندوق آتا دیکھ کر اسے نکالنے کا حکم دیا۔ وہ صندوق نکال کر سامنے لایا گیا اور جب اسے کھولا گیا تو اس میں ایک نورانی شکل کے فرزند تھے، اسے دیکھتے ہی فرعون کے دل میں بے پناہ محبت پیدا ہوئی۔ **اہم باتیں:** (1) وحی صرف انبیاءِ کرام علیہم السّلام کی طرف ہوتی ہے اور قرآن مجید میں جہاں بھی وحی کا

يَاْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّيْ وَعَدُوٌّ لَّهٗ ؕ وَ اَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّيْ ۚ۬ وَ لِتُصْنَعَ

تاکہ اسے وہ اٹھالے جو میرا دشمن ہے اور اس کا (بھی) دشمن ہے اور میں نے تم پر اپنی طرف سے محبت ڈالی اور تاکہ میری نگاہ کے سامنے تمہاری

عَلٰى عَيْنِيْ ﴿٣٩﴾ اِذْ تَمْشِيْۤ اُخْتُكَ فَتَقُوْلُ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى مَنْ يَّكْفُلُهٗ ؕ

وقف لازم

پرورش کی جائے ○ جب تیری بہن چلتی جارہی تھی پھر وہ کہنے لگی: کیا میں تمہیں ایسی عورت کی طرف رہنمائی کروں جو اس بچہ کی دیکھ بھال کرے

فَرَجَعْنٰكَ اِلٰۤى اُمِّكَ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَ لَا تَحْزَنَ ؕ۬ وَ قَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّيْنٰكَ مِنَ الْغَمِّ

توہم تجھے تیری ماں کے پاس پھیر لائے تاکہ اس کی آنکھ ٹھنڈی ہو اور وہ غمگین نہ ہو اور تم نے ایک آدمی کو قتل کردیا تو ہم نے تمہیں غم سے نجات دی

وَ فَتَنّٰكَ فُتُوْنًا ۬ۚ فَلَبِثْتَ سِنِيْنَ فِيْۤ اَهْلِ مَدْيَنَ ۬ۙ ثُمَّ جِئْتَ عَلٰى قَدَرٍ يّٰمُوْسٰى ﴿٤٠﴾

اور تمہیں اچھی طرح آزمایا پھر تم کئی برس مدین والوں میں رہے پھر اے موسیٰ! تم ایک مقررہ وعدے پر حاضر ہوگئے ○

لفظ غیرِ نبی کے لئے آیا ہے وہاں اس سے ''اِلہام کرنا'' مراد ہوتا ہے۔ (2) جسے اللہ تعالیٰ اپنی محبوبیت سے نوازتا ہے تو دلوں میں اس کی محبت پیدا ہو جاتی ہے۔ (3) ہمارے حضور پُر نور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم ہمیشہ مخلوق کے محبوب ہیں اور یہ محبوبیت بھی حضور انور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کا معجزہ ہے۔ (4) اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کی پرورش کا انتظام خود فرمادیتا ہے۔

آیت 40 اس آیت مبارکہ میں 5 باتیں ارشاد فرمائی گئی ہیں: (1) فرمایا: **جب تیری بہن چلتی جارہی تھی۔** جب آپ کی والدہ نے آپ علیہ السّلام کو صندوق میں بند کرکے دریا میں ڈل دیا تھا تو اس وقت آپ علیہ السّلام کی بہن صندوق کے متعلق معلوم کرنے کے لیے اس کے ساتھ چلتی رہیں یہاں تک کے صندوق فرعون کے محل میں پہنچ گیا، وہاں فرعون اور اس کی بیوی آسیہ نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو اپنے پاس رکھ کر اپنا بیٹا بنالیا مگر جب دودھ پلانے کے لیے دائیاں حاضر کی گئیں تو آپ نے کسی بھی دائی کا دودھ قبول نہ کیا، اس پر آپ کی بہن نے کہا کہ مصر میں ایک اور دائی بھی ہے جس کا دودھ نہایت عمدہ ہے، یہ بچہ اس کا دودھ پی لے گا۔ چنانچہ آپ علیہ السّلام کی والدہ کو بلایا گیا تو آپ نے دودھ پینا شروع کردیا، آپ علیہ السّلام کو پرورش کے لیے آپ کی والدہ کے سپرد کردیا گیا اور اللہ تعالیٰ کا فرمان پورا ہوا اور حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں اور غم دور ہوا۔ (2) فرمایا: **اور تم نے ایک آدمی کو قتل کردیا۔** یہاں سے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کا ایک واقعہ ذکر کیا جارہا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے فرعون کی قوم کے ایک کافر کو مکا مارا تو وہ مر گیا تھا۔ اس واقعہ پر آپ علیہ السّلام کو فرعون کی طرف سے اندیشہ ہوا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو قتل کے غم سے نجات دی۔ (3) فرمایا: **اور تمہیں اچھی طرح آزمایا۔** فُتون کا معنی ہے ایک آزمائش کے بعد دوسری آزمائش میں مبتلا ہونا اور آپ علیہ السّلام کو بہت سی آزمائشوں میں مبتلا فرمایا گیا جیسے آپ علیہ السّلام کی والدہ محترمہ کو اس سال حمل ہوا جس سال فرعون ہر پیدا ہونے والے بچے کو ذبح کروادیتا تھا۔ آپ علیہ السّلام کو دریائے نیل میں ڈل دیا گیا۔ آپ علیہ السّلام نے بچپن میں فرعون کی داڑھی کھینچی جس کی وجہ سے اس نے آپ کو قتل کرنے کا ارادہ کرلیا۔ آپ علیہ السّلام نے موتی کے بدلے انگارہ منہ میں لے لیا۔ آپ علیہ السّلام نے ظالم قبطی (فرعونی) کو تھپڑ مار کر قتل کردیا اور فرعون کے خوف سے آپ مَدیَن کی طرف تشریف لے گئے۔ (4) فرمایا: **پھر تم کئی برس مدین والوں میں رہے۔** یہاں حضرت شعیب علیہ السّلام رہتے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السّلام مصر سے مدین آئے اور کئی برس تک حضرت شعیب علیہ السّلام کے پاس اقامت فرمائی اور ان کی صاحبزادی صفوراء کے ساتھ آپ علیہ السّلام کا نکاح ہوا۔ (5) فرمایا: **پھر اے موسیٰ! تم ایک مقررہ وعدے پر حاضر**

وَ اصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِیْ ﴿۴۱﴾ اِذْهَبْ اَنْتَ وَ اَخُوْكَ بِاٰیٰتِیْ وَ لَا تَنِیَا فِیْ ذِكْرِیْ ﴿۴۲﴾

اور میں نے تجھے خاص اپنی ذات کیلئے بنایا○ تم اور تمہارا بھائی دونوں میری نشانیاں لے کر جاؤ اور میری یاد میں سستی نہ کرنا○

اِذْهَبَاۤ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿۴۳﴾ فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّیِّنًا لَّعَلَّهٗ یَتَذَكَّرُ اَوْ یَخْشٰى ﴿۴۴﴾

دونوں فرعون کی طرف جاؤ بیشک اس نے سرکشی کی ہے○ تو تم اس سے نرم بات کہنا اس امید پر کہ شاید وہ نصیحت قبول کرلے یا ڈر جائے○

قَالَا رَبَّنَاۤ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ یَّفْرُطَ عَلَیْنَاۤ اَوْ اَنْ یَّطْغٰى ﴿۴۵﴾ قَالَ لَا تَخَافَاۤ

دونوں نے عرض کیا: اے ہمارے رب! بیشک ہم اس بات سے ڈرتے ہیں کہ وہ ہم پر زیادتی کرے گا یا سرکشی سے پیش آئے گا○ اللہ نے فرمایا: تم ڈرو نہیں،

اِنَّنِیْ مَعَكُمَاۤ اَسْمَعُ وَ اَرٰى ﴿۴۶﴾ فَاْتِیٰهُ فَقُوْلَاۤ اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ فَاَرْسِلْ مَعَنَا

بیشک میں تمہارے ساتھ ہوں میں سن رہا ہوں اور دیکھ بھی رہا ہوں○ پس تم اس کے پاس جاؤ اور کہو کہ ہم تیرے رب کے بھیجے ہوئے ہیں تو بنی اسرائیل کو

ہو گئے۔ یعنی اپنی عمر کے چالیسویں سال حاضر ہو گئے اور یہ وہ سال ہے کہ اس میں انبیاءِ کرام علیہم السلام کی طرف وحی کی جاتی ہے۔

آیت 41 ارشاد فرمایا کہ اے موسیٰ! میں نے تجھے خاص اپنی وحی اور رسالت کے لئے بنایا تاکہ تو میرے ارادے اور میری محبت کے مطابق تصرُّف کرے اور میری حجت پر قائم رہے۔

آیت 42،43 ارشاد فرمایا کہ اے موسیٰ! تم اور تمہارا بھائی میرے دیئے ہوئے معجزات اور نشانیاں لے کر جاؤ اور ہر حال میں میرا ذکر کرتے رہنا، تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ بیشک اس نے رب ہونے کا دعویٰ کر کے سرکشی کی ہے۔ **اہم بات:** ذکرِ الٰہی مرغوب و مطلوب ہے اور مبلغ کو تبلیغ کے ساتھ ذکرِ الٰہی کا بھی معمول رکھنا چاہیے۔

آیت 44 فرمایا کہ جب تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ تو اسے نرمی کے ساتھ نصیحت کرو اور تمہاری نصیحت اس امید کے ساتھ ہونی چاہیے کہ تمہیں اس پر اجر و ثواب ملے اور اس پر حجت لازم ہو جائے اور کوئی عذر باقی نہ رہے یا وہ ڈر جائے۔ **اہم باتیں:** (1) بعض مفسرین کے نزدیک فرعون کے ساتھ نرمی کا حکم اس لئے تھا کہ اس نے بچپن میں حضرت موسیٰ کی خدمت کی تھی، اور ویسے بھی دین کی تبلیغ نرمی کے ساتھ کرنی چاہیے اور تبلیغ کرنے والے کو چاہیے کہ وہ پیار محبت سے نصیحت کرے (2) دین کی تبلیغ کے علاوہ دیگر دینی اور دُنیوی معاملات میں بھی جہاں تک ممکن ہو نرمی سے ہی کام لینا چاہیے۔ نرمی سے کام بنتے اور سختی سے بگڑتے ہیں۔

آیت 45 جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ وحی فرمائی تو فرعون چونکہ ایک ظالم و جابر شخص تھا اس لیے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام نے عرض کی: اے ہمارے رب! بیشک ہم اس بات سے ڈرتے ہیں کہ وہ ہمیں رسالت کی تبلیغ کرنے سے پہلے ہی قتل کر کے ہم پر زیادتی کرے گا یا مزید سرکشی پر اتر آئے گا۔ **اہم بات:** اَسباب، مُوذی انسان اور موذی جانوروں سے خوف کرنا شانِ نبوت اور توکل کے خلاف نہیں۔ وہ جو کثیر آیتوں میں "لَاخَوْفٌ عَلَیْهِمْ" فرمایا گیا ہے، وہ اس کے خلاف نہیں کیونکہ ان آیات میں خوف نہ ہونے سے قیامت کے دن خوف نہ ہونا یا اِس سے اُس خوف کا نہ ہونا مراد ہے جو نقصان پہنچا کر خالق سے دور کر دے۔ باقی انہیں مخلوق کی طرف سے ایذا پہنچنے کا خوف ہو سکتا ہے۔

آیت 46 حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کی عرض کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ تم ڈرو نہیں، بیشک میں اپنی مدد کے ذریعے تمہارے ساتھ ہوں اور میں سب سن رہا ہوں اور سب دیکھ بھی رہا ہوں۔

آیت 47،48 ان دو آیات میں ارشاد فرمایا کہ تم ڈرو نہیں اور فرعون کے پاس جا کر کہو: ہم تیرے رب عزّوجلّ کے بھیجے ہوئے ہیں لہٰذا تو بنی

بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ۙ۬ وَ لَا تُعَذِّبْهُمْؕ قَدْ جِئْنٰكَ بِاٰیَةٍ مِّنْ رَّبِّكَؕ وَ السَّلٰمُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ

ہمارے ساتھ بھیج دے اور انہیں تکلیف نہ دے بیشک ہم تیرے رب کی طرف سے ایک نشانی لائے ہیں اور اس پر سلامتی ہو جو ہدایت کی

الْهُدٰى ﴿۴۷﴾ اِنَّا قَدْ اُوْحِیَ اِلَیْنَاۤ اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰى مَنْ كَذَّبَ وَ تَوَلّٰى ﴿۴۸﴾ قَالَ فَمَنْ رَّبُّكُمَا

پیروی کرے ○ بیشک ہماری طرف وحی ہوتی ہے کہ عذاب اس پر ہے جو جھٹلائے اور منہ پھیرے ○ فرعون بولا: اے موسیٰ! تو تم دونوں کا

یٰمُوْسٰى ﴿۴۹﴾ قَالَ رَبُّنَا الَّذِیْۤ اَعْطٰى كُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى ﴿۵۰﴾ قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ

رب کون ہے؟ ○ موسیٰ نے فرمایا: ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی خاص شکل وصورت دی پھر راہ دکھائی ○ فرعون بولا: پہلی قوموں کا

الْاُوْلٰى ﴿۵۱﴾ قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ فِیْ كِتٰبٍۚ لَا یَضِلُّ رَبِّیْ وَ لَا یَنْسَى ﴿۵۲﴾ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ

کیا حال ہے؟ ○ موسیٰ نے فرمایا: ان کا علم میرے رب کے پاس ایک کتاب میں ہے، میرا رب نہ بھٹکتا ہے اور نہ بھولتا ہے ○ وہ جس نے تمہارے لیے

اسرائیل کو ہمارے ساتھ بھیج دے اور ان سے مشقت کے سخت کام لے کر انہیں تکلیف نہ دے۔ بیشک ہم تیرے رب عزّوجلّ کی طرف سے معجزات لے کر آئے ہیں جو ہماری نبوت کی صداقت کی دلیل ہیں۔ فرعون نے کہا: وہ معجزات کیا ہیں؟ تو حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے ہاتھ روشن ہونے کا معجزہ دکھایا (اور فرمایا) جو ہدایت کی پیروی کرے اس کے لئے سلامتی ہے اور وہ عذاب سے محفوظ رہے گا۔ بیشک ہماری طرف وحی ہوتی ہے کہ عذاب اس پر ہے جو ہماری نبوت کو اور ان اَحکام کو جھٹلائے جو ہم لائے ہیں اور ہماری ہدایت سے منہ پھیرے۔

آیت 50،49 حضرت موسیٰ و حضرت ہارون علیہما السّلام نے جب فرعون کو یہ پیغام پہنچا دیا تو وہ بولا: اے موسیٰ! تو تم دونوں کا رب کون ہے جس نے تمہیں بھیجا ہے؟ حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے اسے جواب دیتے ہوئے فرمایا: ہمارا رب عزّوجلّ وہ ہے جس نے محض اپنی رحمت سے ہر چیز کو اس کی خاص شکل و صورت دی، جیسا کہ ہاتھ کو اس کے لائق ایسی شکل دی کہ وہ کسی چیز کو پکڑ سکے، آنکھ کو اس کے موافق کہ وہ دیکھ سکے اور کان کو ایسی شکل و صورت دی کہ وہ سن سکے، پھر راہ دکھائی اور اس کی معرفت دی کہ دنیا کی زندگانی اور آخرت کی سعادت کے لئے اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی نعمتوں کو کس طرح کام میں لایا جائے۔

آیت 51 جب حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کے رب ہونے پر اتنی واضح دلیل دی تو فرعون گھبرا گیا تو وہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی توجہ بدلنے کے لیے آپ کو دوسری باتوں میں الجھانے لگا اور کہا: جو پہلی قومیں گزر چکی ہیں مثلاً قوم عاد، قوم ثمود وغیرہ اور وہ بتوں کو پوجتی تھیں اور حشر کی منکر تھیں ان کا کیا ہوا؟

آیت 52 حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے فرمایا: پہلی قوموں کے حال کا علم میرے رب عزّوجلّ کے پاس ایک کتاب لَوحِ محفوظ میں ہے جس میں ان کے تمام اَحوال لکھے ہوئے ہیں اور قیامت کے دن انہیں ان اعمال پر جزا دی جائے گی۔ مزید فرمایا کہ میرا رب عزّوجلّ نہ بھٹکتا ہے اور نہ بھولتا ہے۔ **اہم بات:** حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے جو جواب دیا کہ اس کا علم لوحِ محفوظ میں ہے اس کی وجہ یہ نہ تھی کہ آپ کو گزشتہ قوموں کے حالات معلوم نہ تھے بلکہ وجہ یہ تھی کہ فرعون آپ کو تبلیغِ دین سے نہ پھیر سکے۔

آیت 53 حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے مزید فرمایا کہ میرا رب عزّوجلّ وہ ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا بنایا تاکہ تمہارے لئے اس پر

الْاَرْضَ مَهْدًا وَّسَلَكَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۭ فَاَخْرَجْنَا بِهٖٓ

زمین کو بچھونا بنایا اور تمہارے لیے اس میں راستے آسان کردیئے اور آسمان سے پانی نازل فرمایا تو ہم نے اس سے

ع ٢ / ١١ اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰى ﴿۵۳﴾ كُلُوْا وَارْعَوْا اَنْعَامَكُمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰى ﴿۵۴﴾

مختلف قسم کی نباتات کے جوڑے نکالے ○ تم کھاؤ اور اپنے مویشیوں کو چراؤ، بیشک اس میں عقل والوں کیلئے نشانیاں ہیں ○

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ﴿۵۵﴾ وَلَقَدْ اَرَيْنٰهُ

ہم نے زمین ہی سے تمہیں بنایا اور اسی میں تمہیں پھر لوٹائیں گے اور اسی سے تمہیں دوبارہ نکالیں گے ○ اور بیشک ہم نے اس کو اپنی سب نشانیاں

اٰيٰتِنَا كُلَّهَا فَكَذَّبَ وَاَبٰى ﴿۵۶﴾ قَالَ اَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا مِنْ اَرْضِنَا بِسِحْرِكَ يٰمُوْسٰى ﴿۵۷﴾

دکھائیں تو اس نے جھٹلایا اور نہ مانا ○ کہنے لگا: اے موسیٰ! کیا تم ہمارے پاس اس لیے آئے ہو کہ ہمیں اپنے جادو کے ذریعے ہماری سرزمین سے نکال دو ○

فَلَنَاْتِيَنَّكَ بِسِحْرٍ مِّثْلِهٖ فَاجْعَلْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ مَوْعِدًا لَّا نُخْلِفُهٗ نَحْنُ وَلَآ اَنْتَ مَكَانًا

توضرور ہم بھی تمہارے آگے ویسا ہی جادو لائیں گے تو ہمارے درمیان اور اپنے درمیان ایک وعدہ مقرر کرلو جس کی خلاف ورزی نہ ہم کریں اور نہ تم، ایسی جگہ

زندگی بسر کرنا ممکن ہو اور تمہارے لیے اس میں راستے آسان کردیے تاکہ ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے میں تمہیں آسانی ہو اور اس نے آسمان سے پانی نازل فرمایا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کلام تو یہاں پورا ہوگیا اب اس کلام کو مکمل کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ اہلِ مکہ کو خطاب کرکے فرماتا ہے کہ اے اہلِ مکہ! تو ہم نے اس پانی سے مختلف قسم کی نباتات کے جوڑے نکالے جن کے رنگ، خوشبوئیں اور شکلیں مختلف ہیں۔

آیت 54 ارشاد فرمایا کہ ہم نے جو یہ نباتات نکالی ہیں، ان میں سے تم خود بھی کھاؤ اور اپنے مویشیوں کو بھی چراؤ۔ بیشک زمین کو بچھونا بنانے، اس میں سفر کے لئے راستوں کو آسان کرنے، آسمان سے پانی نازل کرنے اور زمین سے مختلف اَقسام کی نباتات اگانے میں عقل رکھنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ کے صانع ہونے، اس کی وحدت، اس کی عظیم قدرت اور اس کی ظاہر و باہر حکمت پر دلالت کرنے والی عظیم نشانیاں ہیں۔

آیت 55 ارشاد فرمایا کہ ہم نے حضرت آدم علیہ السلام کو زمین سے پیدا کر کے تمہیں اس سے ہی بنایا اور تمہاری موت اور دفن کے وقت اسی زمین میں تمہیں پھر لوٹائیں گے اور قیامت کے دن اسی زمین سے تمہیں دوبارہ نکالیں گے۔ **اہم بات:** جب کسی مسلمان کو انتقال کے بعد دفن کردیا جائے اور اس کی قبر پر تختے لگانے کے بعد مٹی دی جائے تو اس وقت مستحب یہ ہے کہ اس کے سرہانے کی طرف دونوں ہاتھوں سے تین بار مٹی ڈالیں۔ پہلی بار کہیں "مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ" دوسری بار "وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ" اور تیسری بار "وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى" کہیں۔

آیت 56-58 ان تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرعون کو وہ تمام نشانیاں دکھادیں جو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عطا فرمائی تھیں تو اس نے انہیں جھٹلایا اور نہ مانا اور ان نشانیوں کو جادو بتایا اور کہنے لگا: اے موسیٰ! کیا تم ہمارے پاس اس لیے آئے ہو کہ ہمیں اپنے جادو کے ذریعے ہماری سرزمین مصر سے نکال کر خود اس پر قبضہ کرلو۔ توضرور ہم بھی تمہارے آگے ویسا ہی جادو لائیں گے اور جادو میں ہمارا تمہارا مقابلہ ہوگا تو ہمارے درمیان اور اپنے درمیان ایک مدت اور جگہ مقرر کرلو جس کی خلاف ورزی نہ ہم کریں اور نہ تم اور وہ جگہ ہموار ہو اور اس میں دونوں فریقین کے درمیان برابر فاصلہ ہو تاکہ لوگ آسانی کے ساتھ مقابلہ دیکھ سکیں۔

سُوًى ﴿۵۸﴾ قَالَ مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّيْنَةِ وَاَنْ يُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى ﴿۵۹﴾ فَتَوَلّٰى فِرْعَوْنُ

جو برابر فاصلے پر ہو○ موسیٰ نے فرمایا: تمہارے وعدے کا وقت میلے کا دن ہے اور یہ کہ لوگ دن چڑھے جمع کرلئے جائیں○ تو فرعون منہ

فَجَمَعَ كَيْدَهٗ ثُمَّ اَتٰى ﴿۶۰﴾ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰى وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَيُسْحِتَكُمْ

پھیر کر چلا گیا تو اپنے مکروفریب کو جمع کرنے لگا پھر آیا○ ان سے موسیٰ نے فرمایا: تمہاری خرابی ہو، تم اللہ پر جھوٹ نہ باندھو ورنہ وہ تمہیں عذاب سے ہلاک

بِعَذَابٍ ۚ وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى ﴿۶۱﴾ فَتَنَازَعُوْۤا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ وَاَسَرُّوا النَّجْوٰى ﴿۶۲﴾

کردے گا اور بیشک وہ ناکام ہوا جس نے جھوٹ باندھا○ تو وہ اپنے معاملہ میں باہم مختلف ہوگئے اور انہوں نے چھپ کر مشورہ کیا○

قَالُوْۤا اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ يُرِيْدٰنِ اَنْ يُّخْرِجٰكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا وَيَذْهَبَا

کہنے لگے: بیشک یہ دونوں یقیناً جادوگر ہیں، یہ چاہتے ہیں کہ تمہیں تمہاری سرزمین سے اپنے جادو کے زور سے نکال دیں اور تمہارا بہت شرف وبزرگی والا

آیت 59 حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے جواباً فرمایا: تمہارا وعدہ میلے کا دن ہے اور اس دن یہ بھی ہونا چاہئے کہ لوگ دن چڑھے جمع کرلئے جائیں تاکہ خوب روشنی پھیل جائے اور دیکھنے والے اطمینان کے ساتھ دیکھیں اور انہیں ہر چیز صاف نظر آئے۔ **اہم باتیں:** (1) اس آیت میں جس میلے کا ذکر ہوا اس سے فرعونیوں کا وہ میلہ مراد ہے جو ان کی عید تھی۔ (2) اس دن کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس لئے معین فرمایا کہ یہ دن ان کی انتہائی شوکت کا دن تھا اور اسے مقرر کرنے میں اپنی قوت کے کمال کا اظہار ہے۔ **فقہی مسائل:** (1) شرعی ضرورت کے وقت مسلمان کو کفار کے میلے میں جانا جائز ہے۔ (2) شرعی ضرورت کے علاوہ تجارت یا کسی اور غرض سے جانے کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ میلہ کفار کا مذہبی ہے جس میں جمع ہوکر اعلانِ کفر اور شرکیہ رسمیں ادا کریں تو تجارت کی غرض سے بھی جانا ناجائز و مکروہِ تحریمی ہے اور دنیوی میلہ ہو تو جانا جائز اور بچنا بہتر جبکہ کسی گناہ کا ارتکاب نہ کرنا پڑے۔

آیت 60 جب مقابلہ کا دن طے ہوگیا تو فرعون منہ پھیر کر چلا گیا اور مقابلے کے لیے کثیر جادوگروں کو جمع کیا اور انہیں انعامات وغیرہ کا لالچ دیا، پھر شان و شوکت کے ساتھ اپنی فوج کو لے کر وعدے کے دن میدان میں پہنچ گیا۔

آیت 61 آپ علیہ السلام نے ان جادوگروں سے فرمایا: تمہاری خرابی ہو، تم کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک کرکے اس پر جھوٹ نہ باندھو ورنہ وہ تمہیں عذاب سے ہلاک کردے گا اور بیشک وہ ناکام ہوا جس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا۔

آیت 62-64 ان تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جب جادوگروں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ کلام سنا تو آپس میں ان کا اختلاف ہوگیا، بعض کہنے لگے کہ یہ بھی جادوگر ہیں، بعض نے کہا کہ یہ باتیں جادوگروں کی نہیں، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے سے منع کررہے ہیں۔ انہوں نے چھپ کر مشورہ کیا تاکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو معلوم نہ چلے اور اس مشورے میں بعض جادوگر دوسروں سے کہنے لگے: بیشک حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام دونوں یقیناً جادوگر ہیں، یہ چاہتے ہیں کہ اپنے جادو کے زور سے تم پر غالب آکر تمہیں تمہاری سرزمینِ مصر سے نکال دیں اور تمہارا بہت شرف وبزرگی والا دین لے جائیں۔ تو تم اپنے لائے ہوئے جادو کے تمام داؤ جمع کرلو پھر صف باندھ کر آجاؤ تاکہ تمہاری ہیبت زیادہ ہو اور بیشک آج وہی کامیاب ہوگا جو غالب آئے گا۔

بِطَرِیۡقَتِكُمُ الۡمُثۡلٰى ﴿۶۳﴾ فَاَجۡمِعُوۡا كَیۡدَكُمۡ ثُمَّ ائۡتُوۡا صَفًّا ۚ وَقَدۡ اَفۡلَحَ الۡیَوۡمَ مَنِ اسۡتَعۡلٰى ﴿۶۴﴾ قَالُوۡا

دین لے جائیں○ تو تم اپنا داؤ جمع کرلو پھر صف باندھ کر آ جاؤ اور بیشک آج وہی کامیاب ہوگا جو غالب آئے گا○ انہوں نے کہا:

یٰمُوۡسٰۤى اِمَّاۤ اَنۡ تُلۡقِیَ وَاِمَّاۤ اَنۡ نَّكُوۡنَ اَوَّلَ مَنۡ اَلۡقٰى ﴿۶۵﴾ قَالَ بَلۡ اَلۡقُوۡا ۚ فَاِذَا حِبَالُهُمۡ

اے موسیٰ! یا تم (عصا نیچے) ڈالو یا ہم پہلے ڈالتے ہیں○ موسیٰ نے فرمایا: بلکہ تم ہی ڈالو تو اچانک ان کی رسیاں

وَعِصِیُّهُمۡ یُخَیَّلُ اِلَیۡهِ مِنۡ سِحۡرِهِمۡ اَنَّهَا تَسۡعٰى ﴿۶۶﴾ فَاَوۡجَسَ فِیۡ نَفۡسِهٖ خِیۡفَةً مُّوۡسٰى ﴿۶۷﴾

اور لاٹھیاں ان کے جادو کے زور سے موسیٰ کے خیال میں یوں لگیں کہ وہ دوڑ رہی ہیں○ تو موسیٰ نے اپنے دل میں خوف محسوس کیا○

قُلۡنَا لَا تَخَفۡ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡاَعۡلٰى ﴿۶۸﴾ وَاَلۡقِ مَا فِیۡ یَمِیۡنِكَ تَلۡقَفۡ مَا صَنَعُوۡا ؕ

توہم نے فرمایا: ڈرو نہیں بیشک تم ہی غالب ہو○ اور تم بھی اسے ڈال دو جو تمہارے دائیں ہاتھ میں ہے وہ ان کی بنائی ہوئی چیزوں کو نگل جائے گا۔

اِنَّمَا صَنَعُوۡا كَیۡدُ سٰحِرٍ ؕ وَلَا یُفۡلِحُ السّٰحِرُ حَیۡثُ اَتٰى ﴿۶۹﴾ فَاُلۡقِیَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا

بیشک جوانہوں نے بنایا ہے وہ توصرف جادوگروں کا مکروفریب ہے اور جادوگر کامیاب نہیں ہوتا جہاں بھی آجائے○ توسب جادوگر سجدے میں گرادیئے گئے،

آیت 65 جب جادوگروں نے صف بندی کرلی تو انہوں نے کہا: اے موسیٰ! علیہ السلام آپ پہلے اپنا عصا زمین پر ڈالیں گے یا ہم پہلے اپنے سامان ڈال دیں۔ **اہم بات:** جادوگروں نے ادب کی وجہ سے مقابلے کی ابتداء کرنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رائے مبارک پر چھوڑا اور اس کی برکت سے بعد میں اللہ تعالیٰ نے انہیں ایمان سے مشرف فرمادیا۔

آیت 66-68 ان تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جادوگروں سے فرمایا: بلکہ تمہی ڈالو۔ یہ اس لئے فرمایا کہ اُن کے پاس جو کچھ جادو کے مکرو حیلے ہیں پہلے وہ سب ظاہر کرلیں اس کے بعد آپ علیہ السلام اپنا معجزہ دکھائیں اور معجزہ جادو کو باطل کردے تو دیکھنے والوں کو بصیرت و عبرت حاصل ہو۔ چنانچہ جادوگروں نے رسیاں لاٹھیاں وغیرہ جو سامان وہ لائے تھے سب ڈال دیا اور لوگوں کی نظر بندی کردی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ زمین سانپوں سے بھر گئی اور میلوں کے میدان میں سانپ ہی سانپ دوڑ رہے ہیں اور دیکھنے والے اس باطل نظر بندی سے مسحور ہوگئے، اور اس خدشے سے کہ بعض لوگ معجزہ دیکھنے سے پہلے ہی اس نظر بندی کے گرویدہ نہ ہوجائیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے دل میں قوم کے حوالے سے خوف محسوس کیا یا طبعی وجہ سے خوف محسوس ہوا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا: تم ڈرو نہیں، بے شک تم ہی ان پر غالب آؤ گے اور تمہیں کامیابی نصیب ہوگی۔

آیت 69 اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے موسیٰ! تم بھی اپنا وہ عصا ڈال دو جو تمہارے دائیں ہاتھ میں ہے، وہ ان کی بنائی ہوئی چیزوں کو نگل جائے گا۔ بیشک جو انہوں نے بنایا ہے وہ تو صرف جادوگروں کا مکر و فریب ہے اور جادوگر کامیاب نہیں ہوتا جہاں بھی نبی کے مقابلے میں آجائے۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا ڈالا تو وہ جادوگروں کے تمام اژدھوں اور سانپوں کو نگل گیا یہ دیکھ کر جادوگروں کو یقین ہوگیا کہ یہ معجزہ ہے جس سے جادو مقابلہ نہیں کرسکتا۔

آیت 70 حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ دیکھ کر جادوگر اتنی تیزی سے سجدے میں گئے پھر کہنے لگے کہ ہم حضرت ہارون علیہ السلام اور

قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَ مُوْسٰى ﴿٧٠﴾ قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ؕ اِنَّهٗ

وہ کہنے لگے: ہم ہارون اور موسیٰ کے رب پر ایمان لائے O فرعون بولا: کیا تم اس پر ایمان لائے اس سے پہلے کہ میں تمہیں اجازت دوں، بیشک وہ

لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ فَلَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ

تمہارا بڑا ہے جس نے تم سب کو جادو سکھایا تو مجھے قسم ہے میں ضرور تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹ دوں گا اور تمہیں کھجور کے

وَّلَاُوصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ ۫ وَلَتَعْلَمُنَّ اَيُّنَآ اَشَدُّ عَذَابًا وَّاَبْقٰى ﴿٧١﴾ قَالُوْا لَنْ نُّؤْثِرَكَ

تنوں پر پھانسی دیدوں گا اور ضرور تم جان جاؤ گے کہ ہم میں کس کا عذاب زیادہ شدید اور زیادہ باقی رہنے والا ہے O انہوں نے کہا: ہم ان روشن دلیلوں پر ہرگز

عَلٰى مَا جَآءَنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالَّذِيْ فَطَرَنَا فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ ؕ اِنَّمَا تَقْضِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ

تجھے ترجیح نہ دیں گے جو ہمارے پاس آئی ہیں۔ ہمیں اپنے پیدا کرنے والے کی قسم! تو تُو جو کرنے والا ہے کر لے۔ تو اس دنیا کی زندگی میں ہی

الدُّنْيَا ﴿٧٢﴾ اِنَّآ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا خَطٰيٰنَا وَمَآ اَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرٌ وَّ

تو کرے گا O بیشک ہم اپنے رب پر ایمان لائے تا کہ وہ ہماری خطائیں اور وہ جادو بخش دے جس پر تو نے ہمیں مجبور کیا تھا اور اللہ بہتر ہے اور سب سے زیادہ

حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے رب پر ایمان لائے۔

آیت 71 فرعون نے جادوگروں کے ایمان لانے کا منظر دیکھ کر انہیں کہا: کیا تم میری اجازت ملنے سے پہلے ہی حضرت موسیٰ علیہ السّلام پر ایمان لے آئے! بیشک وہ جادو میں تم سب سے فائق ہے اور اس نے تمہیں جادو سکھایا ہے، تو مجھے قسم ہے، میں ضرور تمہارے دائیں طرف کے ہاتھ اور بائیں طرف کے پاؤں کاٹ دوں گا اور تمہیں کھجور کے تنوں پر پھانسی دوں گا اور اس وقت ضرور تم جان جاؤ گے کہ ہم میں کس کا عذاب زیادہ شدید اور زیادہ باقی رہنے والا ہے۔ اس سے فرعون کی مراد یہ تھی کہ اس کا عذاب سخت تر ہے یا ربُّ العلمین کا عذاب زیادہ سخت ہے۔

آیت 72 فرعون کا یہ متکبرانہ کلمہ سن کر جادوگروں نے کہا: ہم ان روشن دلیلوں پر ہرگز تجھے ترجیح نہ دیں گے جو ہمارے پاس آئی ہیں۔ ہمیں اپنے پیدا کرنے والے کی قسم! تو جو کرنے والا ہے کر لے ہمیں اس کی کچھ پرواہ نہیں اور تو ہمارے ساتھ جو کچھ بھی کرے گا اس دنیا کی زندگی میں ہی تو کرے گا، اس سے آگے تو تیری کچھ مجال نہیں۔ **اہم باتیں:** (1) بعض مفسرین کے نزدیک یہاں روشن دلیلوں سے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کا روشن ہاتھ اور عصا مراد ہے۔ (2) جادوگروں نے مومن ہو کر فرعون سے کہہ دیا کہ جو ہو سکے تو کر لے ہمیں اس کی پرواہ نہیں، تو معلوم ہوا کہ مومن کے دل میں جرأت ہوتی ہے اور وہ ایمان لانے کی صورت میں مخلوق کی طرف سے اَذِیَّت پہنچنے کی پرواہ نہیں کرتا۔ اس سے واضح ہوا کہ قادیانی کا نبی ہونا تو بڑی دور کی بات وہ تو مومن بھی نہیں تھا کیونکہ وہ لوگوں سے اتنا ڈرتا تھا کہ ان کے خوف کی وجہ سے حج ہی نہ کر سکا۔

آیت 73 جادوگروں نے کہا: بیشک ہم اپنے رب تعالیٰ پر ایمان لائے تا کہ وہ ہماری خطائیں بخش دے اور وہ جادو بھی معاف کر دے جس پر تو نے ہمیں حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے مقابلے میں مجبور کیا تھا اور خدا کا ثواب بہتر اور زیادہ باقی رہنے والا ہے، یونہی اس کا عذاب زیادہ باقی رہنے والا ہے۔

اَبْقٰی ﴿۷۳﴾ اِنَّهٗ مَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ ؕ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰی ﴿۷۴﴾

باقی رہنے والا ہے ○ بیشک جو اپنے رب کے حضور مجرم ہو کر آئے گا تو ضرور اس کے لیے جہنم ہے جس میں نہ مرے گا اور نہ (ہی چین سے) زندہ رہے گا ○

وَمَنْ يَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰی ﴿۷۵﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ

اور جو اس کے حضور ایمان والا ہو کر آئے گا کہ اس نے نیک اعمال کئے ہوں تو ان کیلئے بلند درجات ہیں ○ ہمیشہ رہنے کے باغات ہیں

تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا مَنْ تَزَكّٰی ﴿۷۶﴾ وَلَقَدْ

جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، ہمیشہ ان میں رہیں گے اور یہ اس کی جزا ہے جو پاک ہوا ○ اور بیشک

اَوْحَيْنَآ اِلٰی مُوْسٰۤی ۙ۬ اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا ۙ لَّا تَخٰفُ

ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ راتوں رات میرے بندوں کو لے چلو اور ان کے لیے دریا میں خشک راستہ نکال دو۔ تجھے ڈر نہ ہو گا کہ

دَرَكًا وَّلَا تَخْشٰی ﴿۷۷﴾ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ ؕ ﴿۷۸﴾

فرعون پکڑ لے اور نہ تجھے خطرہ ہو گا ○ تو فرعون اپنے لشکر کے ساتھ ان کے پیچھے چل پڑا تو انہیں دریا نے ڈھانپ لیا جیسا انہیں ڈھانپ لیا ○

آیت 74-76 ان آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ بیشک جو اپنے رب عزّوجلّ کے حضور فرعون کی طرح کافر ہو کر آئے گا تو ضرور اس کے لیے جہنم ہے جس میں نہ مرے گا کہ مر کر ہی اس سے چھوٹ سکے اور نہ ہی اس طرح زندہ رہے گا جس سے کچھ نفع اٹھا سکے اور جن کا ایمان پر خاتمہ ہوا ہو اور انہوں نے اپنی زندگی میں نیک عمل کئے ہوں، فرائض و نوافل اور عبادت و ریاضت بجالائی ہوں تو ان کیلئے بلند درجات ہیں اور وہ درجات ہمیشہ رہنے کے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، ہمیشہ ان میں رہیں گے اور یہ اس کی جزا ہے جو کفر اور گناہوں سے پاک ہوا۔

آیت 77 جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات دیکھ کر فرعون راہ پر نہ آیا اور وہ بنی اسرائیل پر پہلے سے زیادہ ظلم و ستم کرنے لگا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ راتوں رات میرے بندوں کو مصر سے لے چلو اور جب آپ لوگ دریا کے کنارے پہنچیں اور فرعونی لشکر پیچھے سے آئے تو کوئی اندیشہ نہ کرنا اور ان کے لیے اپنا عصا مار کر دریا میں خشک راستہ نکال دو یعنی اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام کے عصا سے یہ معجزہ ظاہر فرمائے گا۔ مزید فرمایا کہ تجھے ڈر نہ ہو گا کہ فرعون پکڑ لے اور نہ تجھے دریا میں غرق ہونے کا خطرہ ہو گا کیونکہ خدا کی خاص مدد تمہارے ساتھ ہو گی۔

آیت 78 حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا حکم پا کر رات کے پہلے وقت میں بنی اسرائیل کو اپنے ہمراہ لے کر مصر سے روانہ ہو گئے تو فرعون قبطیوں کا لشکر لے کر ان کے پیچھے چل پڑا اور جب فرعون اپنے لشکر کے ساتھ دریا میں بنے ہوئے راستوں میں داخل ہو گیا تو انہیں دریا نے اس طرح ڈھانپ لیا اور اس کا پانی ان کے سروں سے اس طرح اونچا ہو گیا جس کی حقیقت اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے، یوں فرعون اور اس کا لشکر غرق ہو گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے ساتھ فرعون کے ظلم و ستم اور دریا میں ڈوبنے سے نجات پا گئے۔ یہ خدا کی طرف سے عذاب تھا جس میں فرعون اور اس کے درباری مبتلا ہو کر ہلاک ہوئے۔

وَ اَضَلَّ فِرۡعَوۡنُ قَوۡمَهٗ وَ مَا هَدٰى ﴿٧٩﴾ يٰبَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ قَدۡ اَنۡجَيۡنٰكُمۡ مِّنۡ عَدُوِّكُمۡ

اور فرعون نے اپنی قوم کو گمراہ کیا اور راہ نہ دکھائی○ اے بنی اسرائیل! بیشک ہم نے تمہیں تمہارے دشمن سے نجات دی

وَوٰعَدۡنٰكُمۡ جَانِبَ الطُّوۡرِ الۡاَيۡمَنَ وَنَزَّلۡنَا عَلَيۡكُمُ الۡمَنَّ وَالسَّلۡوٰى ﴿٨٠﴾ كُلُوۡا مِنۡ طَيِّبٰتِ

اور تمہارے ساتھ کوہِ طور کی دائیں جانب کا وعدہ کیا اور تم پر من اور سلویٰ اتارا○ جو پاکیزہ رزق ہم نے تمہیں دیا ہے

مَا رَزَقۡنٰكُمۡ وَلَا تَطۡغَوۡا فِيۡهِ فَيَحِلَّ عَلَيۡكُمۡ غَضَبِىۡ‌ۚ وَمَنۡ يَّحۡلِلۡ عَلَيۡهِ غَضَبِىۡ فَقَدۡ هَوٰى ﴿٨١﴾

اس میں سے کھاؤ اور اس میں زیادتی نہ کرو کہ تم پر میرا غضب اتر آئے اور جس پر میرا غضب اتر آیا تو بیشک وہ گر گیا○

وَاِنِّىۡ لَغَفَّارٌ لِّمَنۡ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهۡتَدٰى ﴿٨٢﴾ وَمَاۤ اَعۡجَلَكَ

اور بیشک میں اس آدمی کو بہت بخشنے والا ہوں جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کیا پھر ہدایت پر رہا○ اور اے موسیٰ! تجھے

عَنۡ قَوۡمِكَ يٰمُوۡسٰى ﴿٨٣﴾ قَالَ هُمۡ اُولَاۤءِ عَلٰۤى اَثَرِىۡ وَعَجِلۡتُ اِلَيۡكَ رَبِّ

اپنی قوم سے کس چیز نے جلدی میں مبتلا کردیا؟○ عرض کی: وہ یہ میرے پیچھے ہیں اور اے میرے رب! میں نے تیری طرف اس لئے جلدی کی

آیت 79 فرعون نے اپنی قوم کو ایسا راستہ دکھایا جس پر چل کر وہ دین اور دنیا دونوں میں نقصان اٹھا گئے کہ کفر کی وجہ سے وہ دنیا میں ہولناک عذاب میں مبتلا ہو کر مر گئے اور اب وہ آخرت کے اَبدی عذاب کا سامنا کر رہے ہیں اور فرعون نے اپنی قوم کو کبھی ایسا راستہ نہ دکھایا جس پر چل کر وہ دین اور دنیا کی بھلائیوں تک پہنچ جاتے۔ **اہم بات:** قوم کے دینی اور دُنْیَوی نقصان یا بھلائی میں قوم کے سربراہ اور حکمران کا انتہائی اہم کردار ہوتا ہے۔

آیت 80-82 فرمایا: اے بنی اسرائیل! بیشک ہم نے تمہیں تمہارے دشمن فرعون اور اس کی قوم سے نجات دی اور ہم نے اپنے نبی علیہ السّلام کے ذریعے تمہارے ساتھ کوہِ طور کی دائیں جانب کا وعدہ کیا کہ ہم حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو وہاں تورات عطا فرمائیں گے جس پر عمل کیا جائے اور ہم نے تم پر تیہ کے میدان میں مَنّ وسَلْویٰ اتارا اور فرمایا: ہم نے جو پاکیزہ رزق تمہیں دیا ہے اس میں سے کھاؤ اور اس میں ناشکری اور نعمت کا انکار کرکے اور ان نعمتوں کو گناہوں میں خرچ کرکے یا ایک دوسرے پر ظلم کرکے زیادتی نہ کرو ورنہ تم پر میرا غضب اتر آئے گا اور جس پر میرا غضب اتر آیا تو بیشک وہ جہنم میں گر گیا اور ہلاک ہوا اور بیشک میں اُس آدمی کو بہت بخشنے والا ہوں جس نے شرک سے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کیا پھر آخری دم تک ہدایت پر رہا۔ ان آیات میں خدائی انعامات اور امتحانات کا ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ قوموں کو نعمتیں دے کر بھی آزماتا ہے اور مشکلوں میں ڈال کر بھی، لہٰذا نعمتوں میں شکر کا راستہ اختیار کیا جائے اور توبہ و ایمان و عمل صالح کا راستہ اختیار کرکے خدا کی بخشش اور کرم نوازی کا مستحق بنا جائے۔

آیت 83، 84 حضرت موسیٰ علیہ السّلام جب اپنی قوم میں سے ستر آدمیوں کو منتخب کرکے تورات شریف لینے کوہِ طور پر تشریف لے گئے، پھر اللہ تعالیٰ سے کلام کے شوق میں ان آدمیوں سے آگے بڑھ گئے اور انہیں پیچھے چھوڑتے ہوئے فرمایا کہ میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ، تو اس پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے موسیٰ! تجھے اپنی قوم سے کس چیز نے جلدی میں مبتلا کردیا؟ حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے

لِتَرْضٰى ﴿۸۴﴾ قَالَ فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْۢ بَعْدِكَ وَ اَضَلَّهُمُ السَّامِرِیُّ ﴿۸۵﴾ فَرَجَعَ

تاکہ توراضی ہو جائے ○ فرمایا: توہم نے تیرے آنے کے بعد تیری قوم کو آزمائش میں ڈال دیا اور سامری نے انہیں گمراہ کر دیا ○ تو موسیٰ

مُوْسٰۤى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ۚ قَالَ یٰقَوْمِ اَلَمْ یَعِدْكُمْ رَبُّكُمْ وَعْدًا حَسَنًا ۬ؕ

اپنی قوم کی طرف غضبناک ہو کر افسوس کرتے ہوئے لوٹے (اور) فرمایا: اے میری قوم! کیا تمہارے رب نے تم سے اچھا وعدہ نہ کیا تھا؟

اَفَطَالَ عَلَیْكُمُ الْعَهْدُ اَمْ اَرَدْتُّمْ اَنْ یَّحِلَّ عَلَیْكُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَخْلَفْتُمْ مَّوْعِدِیْ ﴿۸۶﴾

کیا مدت تم پر لمبی ہو گئی تھی یا تم نے یہ چاہا کہ تم پر تمہارے رب کا غضب اتر آئے؟ پس تم نے مجھ سے وعدہ خلافی کی ہے ○

قَالُوْا مَاۤ اَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ بِمَلْكِنَا وَ لٰكِنَّا حُمِّلْنَاۤ اَوْزَارًا مِّنْ زِیْنَةِ الْقَوْمِ

انہوں نے کہا: ہم نے اپنے اختیار سے آپ کے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کی لیکن قوم کے کچھ زیورات کے بوجھ ہم سے اٹھوائے گئے تھے

عرض کی: وہ یہ میرے پیچھے ہیں اور اے میرے رب! میں نے تیری طرف اس لئے جلدی کی تاکہ تیرے حکم کو پورا کرنے میں میری جلدی دیکھ کر تیری رضا اور زیادہ ہو۔ **اہم باتیں:** (1) رضائے الٰہی کے کاموں میں سرعت دکھانا خدا سے محبت کی علامت ہے۔ (2) رضائے الٰہی کی طلب زندگی کا سب سے بڑا مقصد ہے۔ انبیاء علیہم السلام بھی اسی مقصد پر زندگی گزارتے رہے۔ (3) حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے بارے میں بتایا کہ **"انہوں نے خدا کی رضا چاہی"** اور حبیب کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے لیے بتایا گیا کہ "خدا ان کی رضا چاہتا ہے۔" یہ کلیم و حبیب اور محب و محبوب کا فرق ہے۔

آیت 85 اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو خبر دی کہ اے موسیٰ! ہم نے تیرے پہاڑ کی طرف آنے کے بعد تیری قوم کو ایک آزمائش میں ڈالا ہے اور سامری نے انہیں بچھڑا پوجنے کی دعوت دے کر گمراہ کر دیا ہے۔

آیت 86 حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے چالیس دن پورے کئے اور تورات لے کر اپنی قوم کی طرف غضبناک ہو کر لوٹے اور ان کے حال پر افسوس کرتے ہوئے فرمانے لگے: اے میری قوم! کیا تمہارے رب نے تم سے اچھا وعدہ نہ کیا تھا کہ وہ تمہیں تورات عطا فرمائے گا جس میں ہدایت اور نور ہے؟ کیا میرے تم سے جدا ہونے کی مدت تم پر لمبی ہو گئی تھی یا تم نے یہ چاہا کہ تم پر تمہارے رب کا غضب اتر آئے؟ پس تم نے مجھ سے وعدہ خلافی کی اور بچھڑے کو پوجنے لگے حالانکہ تمہارا وعدہ تو مجھ سے میرے حکم کی اطاعت کرنے اور میرے دین پر قائم رہنے کا تھا۔ **درس:** اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوتی دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اس پر ناراضی اور غصہ آنا چاہیے۔ سیکولرازم کی تعلیم باطل ہے کہ لوگ جو چاہیں کریں، کرنے دو، منہ بند کر کے خاموش بیٹھے رہو۔

آیت 87 حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی بات سن کر لوگوں نے کہا: ہم نے اپنے اختیار سے آپ کے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کی، ہوا یہ تھا کہ فرعون کی قوم کے کچھ زیورات جو ہم نے ان سے عاریّت کے طور پر لئے تھے انہیں ہم نے سامری کے حکم سے آگ میں ڈال دیا، پھر اسی طرح سامری نے ان زیوروں کو ڈال دیا جو اس کے پاس تھے اور اس خاک کو بھی ڈال دیا جو حضرت جبریل علیہ السّلام کے گھوڑے کے قدم کے نیچے سے اس نے حاصل کی تھی۔ بنی اسرائیل کا یہ کہنا باطل تھا کہ ہم نے اپنے اختیار سے یہ حرکت نہیں کی، کیونکہ اپنے اختیار

فَقَذَفْنٰهَا فَكَذٰلِكَ اَلْقَى السَّامِرِيُّ ﴿٨٧﴾ فَاَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ

تو ہم نے ان زیورات کو ڈال دیا پھر اسی طرح سامری نے ڈال دیا○ تو اس نے ان لوگوں کے لیے ایک بے جان بچھڑا نکال دیا جس کی گائے جیسی آواز تھی

فَقَالُوْا هٰذَآ اِلٰهُكُمْ وَ اِلٰهُ مُوْسٰى ۬ فَنَسِيَ ﴿٨٨﴾ اَفَلَا يَرَوْنَ اَلَّا يَرْجِعُ اِلَيْهِمْ قَوْلًا ۙ۬

تو لوگ کہنے لگے: یہ تمہارا معبود ہے اور موسیٰ کا معبود ہے اور موسیٰ بھول گئے ہیں○ تو کیا وہ نہیں دیکھتے کہ وہ بچھڑا انہیں کسی بات کا جواب نہیں دیتا

ع ۱۳ ۱۴ وَّ لَا يَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا ﴿٨٩﴾ وَ لَقَدْ قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ مِنْ قَبْلُ يٰقَوْمِ

اور ان کیلئے نہ کسی نقصان کا مالک ہے اور نہ نفع کا○ اور بیشک ہارون نے ان سے پہلے ہی کہا تھا کہ اے میری قوم!

ہی سے تو سامری کو زیور دیئے تھے، خود اُڑ کر تو سامری کے پاس نہیں پہنچ گئے تھے، لہٰذا اختیار نہ ہونے کا تو کوئی معنیٰ ہی نہیں۔

آیت 88 زیورات پگھلا کر ان سے سامری نے ایک بے جان بچھڑا بنایا اور اس میں کچھ سوراخ اس طرح رکھے کہ جب ان میں ہوا داخل ہو تو اس سے بچھڑے کی آواز کی طرح آواز پیدا ہو۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ وہ اَسْپِ جبریل کی خاکِ زیرِ قدم ڈالنے سے زندہ ہو کر بچھڑے کی طرح بولتا تھا۔ پھر بچھڑے سے آواز نکلتی دیکھ کر سامری اور اس کے پیروکار کہنے لگے: یہ تمہارا معبود ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السّلام کا معبود ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السّلام معبود کو بھول گئے اور اسے یہاں چھوڑ کر اس کی جستجو میں کوہِ طور پر چلے گئے ہیں۔ (مَعَاذَ اللّٰہ) بعض مفسرین نے کہا کہ اس آیت کے آخری لفظ "نَسِیَ" کا فاعِل سامری ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ سامری نے بچھڑے کو معبود بنایا اور وہ اپنے ربّ کو بھول گیا یا یہ معنی ہے کہ سامری یہ بھول گیا کہ جس چیز میں تبدیلیاں ہوں کہ ٹکڑے جوڑ کر بنائی جائے، کئی کرتب دکھا کر بولنے پر مجبور کیا جائے تو وہ خدا کیسے ہو سکتی ہے؟

آیت 89 فرمایا کہ بچھڑے کو پوجنے والے کیا اس بات پر غور نہیں کرتے کہ وہ بچھڑا انہیں کسی بات کا جواب نہیں دیتا اور نہ ہی وہ ان سے کسی نقصان کو دور کر سکتا ہے اور نہ انہیں کوئی نفع پہنچا سکتا ہے تو وہ معبود کس طرح ہو سکتا ہے؟ **اہم بات:** حقیقت یہ ہے کہ توحید کا ثبوت بہت اعلیٰ درجے پر ہے اور بتوں کی بے کسی بھی نہایت واضح ہے۔ اس کے باوجود شرک و بت پرستی نہایت حیرت انگیز ہے۔

آیت 90 فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے قوم کی طرف لوٹنے سے پہلے بیشک حضرت ہارون علیہ السّلام نے لوگوں کو نصیحت کی اور فرمایا تھا: اے میری قوم! اس بچھڑے کے ذریعے صرف تمہاری آزمائش کی جا رہی ہے، تو تم اسے نہ پوجو اور بیشک تمہارا رب جو عبادت کا مستحق ہے وہ رحمٰن عزّوجلّ ہے نہ کہ بچھڑا، تو میری پیروی کرو اور بچھڑے کی پوجا چھوڑ دینے میں میرے حکم کی اطاعت کرو۔ **اہم بات:** حضرت ہارون علیہ السّلام نے قوم کو جس ترتیب سے نصیحت فرمائی یہ وعظ و نصیحت کی عمدہ ترتیب ہے کہ سب سے پہلے انہیں باطل چیز کے بارے میں تنبیہ فرمائی کہ تمہیں بچھڑے کے ذریعے آزمایا جا رہا ہے، پھر آپ نے انہیں اللہ تعالیٰ کو پہچاننے کی دعوت دی کہ تمہارا رب بچھڑا نہیں بلکہ تمہارا رب رحمٰن ہے، پھر انہیں نبوت کو پہچاننے کی دعوت دی کہ میں نبی ہوں اس لئے تم سامری کی بجائے میری پیروی کرو، اس کے بعد آپ نے انہیں شریعت کے احکام پر عمل کرنے کا حکم دیا کہ میں نے تمہیں بچھڑے کی پوجا نہ کرنے کا جو حکم دیا ہے اسے پورا کرو۔ یہ وعظ و نصیحت کرنے کے معاملے میں انتہائی عمدہ ترتیب ہے اور سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی سیرتِ

اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ ۚ وَاِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِیْ وَاَطِیْعُوْۤا اَمْرِیْ ﴿۹۰﴾ قَالُوْا

تمہیں اس کے ذریعے صرف آزمایا جارہا ہے اور بیشک تمہارارب رحمٰن ہے تو میری پیروی کرو اور میرے حکم کی اطاعت کرو○ بولے

لَنْ نَّبْرَحَ عَلَیْهِ عٰكِفِیْنَ حَتّٰى یَرْجِعَ اِلَیْنَا مُوْسٰى ﴿۹۱﴾ قَالَ یٰهٰرُوْنُ مَا مَنَعَكَ

ہم تو اس پر جم کر بیٹھے رہیں گے جب تک ہمارے پاس موسیٰ لوٹ کر نہ آجائیں○ موسیٰ نے فرمایا: اے ہارون! جب تم نے انہیں گمراہ ہوتے دیکھا تھا

اِذْ رَاَیْتَهُمْ ضَلُّوْۤا ﴿۹۲﴾ اَلَّا تَتَّبِعَنِ ؕ اَفَعَصَیْتَ اَمْرِیْ ﴿۹۳﴾ قَالَ یَبْنَؤُمَّ لَا تَاْخُذْ بِلِحْیَتِیْ

تو تمہیں کس چیز نے میرے پیچھے آنے سے منع کیا تھا؟ کیا تم نے میرا حکم نہ مانا؟○○ ہارون نے کہا: اے میری ماں کے بیٹے! میری داڑھی

مبارکہ میں وعظ و نصیحت کی اس ترتیب کا انتہائی اعلیٰ نمونہ موجود ہے۔

آیت 91 حضرت ہارون علیہ السّلام کی نصیحت کے جواب میں لوگوں نے کہا: ہم تو اس وقت تک بچھڑے کی پوجا کرنے پر قائم رہیں گے جب تک ہمارے پاس حضرت موسیٰ علیہ السّلام لوٹ کر نہ آجائیں اور ہم دیکھ لیں کہ وہ بھی ہماری طرح اس کی پوجا کرتے ہیں یا نہیں اور کیا سامری نے سچ کہا ہے یا نہیں۔ اس پر حضرت ہارون علیہ السّلام اور ان کے ساتھ بارہ ہزار وہ لوگ بھی ان سے جدا ہو گئے جنہوں نے بچھڑے کی پوجا نہ کی تھی۔ **اہم بات:** بنی اسرائیل کا یہ عذر نہایت فضول تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی واپسی تک ہم بچھڑے کی پوجا کریں کیونکہ جب اس سے روکنے والے حضرت ہارون علیہ السّلام بھی خود نبی ہیں، پھر وہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے نائب تھے اور ان کا حکم ماننے کا خود حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے حکم فرمایا تھا تو اب آگے سے حیلے بہانے کرنا حیرت انگیز ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ جب کچھ غلط کرنا ہو تو نفس بہت سے حیلے سکھا دیتا ہے۔

آیت 92،93 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السّلام واپس تشریف لائے تو آپ نے ان لوگوں کے شور مچانے اور باجے بجانے کی آوازیں سنیں جو بچھڑے کے گرد ناچ رہے تھے، تب آپ نے اپنے ہمراہ ستر لوگوں سے فرمایا: یہ فتنہ کی آواز ہے۔ پھر جب آپ علیہ السّلام قریب پہنچے اور حضرت ہارون علیہ السّلام کو دیکھا تو اپنی فطری دینی غیرت سے جوش میں آکر ان کے سر کے بال دائیں ہاتھ اور داڑھی بائیں میں پکڑ لی اور فرمایا: اے ہارون! جب تم نے انہیں گمراہ ہوتے دیکھا تھا تو تمہیں کس چیز نے میرے پیچھے آکر مجھے خبر دینے سے منع کیا تھا اور جب انہوں نے تمہاری بات نہ مانی تھی تو تم مجھ سے کیوں نہیں آملے تاکہ تمہارا ان سے جدا ہونا بھی ان کے حق میں ایک سرزنش ہوتی، کیا تم نے میرا حکم نہ مانا؟

آیت 94 حضرت ہارون علیہ السّلام نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام سے کہا: اے میری ماں کے بیٹے! میری داڑھی اور میرے سر کے بال نہ پکڑو بیشک مجھے ڈر تھا کہ اگر میں انہیں چھوڑ کر آپ کے پیچھے چلا گیا تو یہ گروہوں میں تقسیم ہو کر ایک دوسرے سے لڑنے لگیں گے اور یہ دیکھ کر آپ کہیں گے کہ اے ہارون! تم نے بنی اسرائیل میں تفرقہ ڈال دیا اور ان کے بارے میں تم نے میرے حکم کا انتظار نہ کیا۔ **اہم بات:** قوم کی اجتماعیت بہت اچھی بات ہے لیکن خدا اور رسول کے حکم کی پیروی، شرک سے بیزاری، رضائے الٰہی کی خاطر مشرکوں، کافروں سے دور ہو جانا اور ان سے بغض رکھنا نیز ایمان پر استقامت، اس اجتماعیت پر مقدم ہے اور اسی وجہ سے تو انبیاء علیہم السّلام ایک وقت تک تبلیغ کا فریضہ

وَلَا بِرَاۡسِیۡ ۚ اِنِّیۡ خَشِیۡتُ اَنۡ تَقُوۡلَ فَرَّقۡتَ بَیۡنَ بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ وَ لَمۡ تَرۡقُبۡ قَوۡلِیۡ ﴿۹۴﴾

اور میرے سر کے بال نہ پکڑو بیشک مجھے ڈر تھا کہ تم کہو گے کہ (اے ہارون!) تم نے بنی اسرائیل میں تفرقہ ڈال دیا اور تم نے میری بات کا انتظار نہ کیا○

قَالَ فَمَا خَطۡبُکَ یٰسَامِرِیُّ ﴿۹۵﴾ قَالَ بَصُرۡتُ بِمَا لَمۡ یَبۡصُرُوۡا بِہٖ فَقَبَضۡتُ قَبۡضَۃً مِّنۡ

موسیٰ نے فرمایا: اے سامری! تو تیرا کیا حال ہے؟○ اس نے کہا: میں نے وہ دیکھا جو لوگوں نے نہ دیکھا تو میں نے فرشتے کے نشان سے

اَثَرِ الرَّسُوۡلِ فَنَبَذۡتُہَا وَ کَذٰلِکَ سَوَّلَتۡ لِیۡ نَفۡسِیۡ ﴿۹۶﴾ قَالَ فَاذۡہَبۡ فَاِنَّ لَکَ فِی الۡحَیٰوۃِ

ایک مٹھی بھر لی پھر اسے ڈال دیا اور میرے نفس نے مجھے یہی اچھا کر کے دکھایا○ موسیٰ نے فرمایا: تو تو چلا جا پس بیشک زندگی میں تیرے لئے یہ سزا ہے کہ تو کہے گا:

اَنۡ تَقُوۡلَ لَا مِسَاسَ ۪ وَ اِنَّ لَکَ مَوۡعِدًا لَّنۡ تُخۡلَفَہٗ ۚ وَ انۡظُرۡ اِلٰۤی اِلٰـہِکَ الَّذِیۡ ظَلۡتَ

”نہ چھونا“ اور بیشک تیرے لیے ایک وعدہ کا وقت ہے جس کی تجھ سے خلاف ورزی نہ کی جائے گی اور اپنے اس معبود کو دیکھ جس کے سامنے تو سارا دن

سرانجام دے کر اپنی قوم سے ہجرت کر جاتے تھے اور قوم پر عذاب اتر آتا تھا۔ نیز مشرکین مکہ بھی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے قوم کے اتفاق بر قرار رکھنے اور افتراق سے بچنے کے لئے کبھی درخواستیں دیتے اور کبھی دھمکیاں اور کبھی لالچیں لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس اتفاق پر خدائی حکم وپیغام کو مقدم رکھ کر ہمیشہ تبلیغ فرمائی اور ان سے جدا بھی ہوئے اور ان سے جنگیں بھی کیں۔

آیت 95، 96 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام کا جواب سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سامری کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے سامری! تونے ایسا کیوں کیا؟ اس کی وجہ بتا۔ سامری نے کہا: میں نے وہ دیکھا جو بنی اسرائیل کے لوگوں نے نہ دیکھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: تونے کیا دیکھا؟ اس نے کہا: میں نے حضرت جبریل علیہ السلام کو دیکھا اور انہیں پہچان لیا، وہ زندگی کے گھوڑے پر سوار تھے، اس وقت میرے دل میں یہ بات آئی کہ میں ان کے گھوڑے کے نشانِ قدم کی خاک لے لوں تو میں نے وہاں سے ایک مٹھی بھر لی پھر اِسے اُس بچھڑے میں ڈال دیا جو میں نے بنایا تھا اور میرے نفس نے مجھے یہی اچھا کر کے دکھایا اور یہ فعل میں نے اپنی ہی نفسانی خواہش کی وجہ سے کیا کوئی دوسرا اس کا باعث و محرِّک نہ تھا۔ **درس:** سامری کافر ہو گیا تھا بلکہ دوسروں کو مرتد بنانے کا سبب بنا لیکن پھر بھی یہ بات درست کہی کہ اس کا ستیاناس اس کے نفس نے ہی کیا تھا۔ لہٰذا نفس پر لگام ڈال کر ہی رکھنی چاہیے اور اس کی مخالفت ہی میں نجات ہے۔

آیت 97 سامری کی بات سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس سے فرمایا: تو یہاں سے چلتا بن اور دور ہو جا، پس بیشک زندگی میں تیرے لئے یہ سزا ہے کہ جب تجھ سے کوئی ایسا شخص ملنا چاہے جو تیرے حال سے واقف نہ ہو، تو تو اس سے کہے گا **”کوئی مجھے نہ چھوئے اور نہ میں کسی سے چھوؤں“** چنانچہ لوگوں کو مکمل طور پر اس سے ملنے سے منع کر دیا گیا اور ہر ایک پر اس کے ساتھ ملاقات، بات چیت، خرید و فروخت حرام کر دی گئی اور اگر اتفاقاً کوئی اس سے چھو جاتا تو وہ اور چھونے والا دونوں شدید بخار میں مبتلا ہوتے، وہ جنگل میں یہی شور مچاتا پھرتا تھا کہ کوئی مجھے نہ چھوئے اور وہ وحشیوں اور درندوں میں زندگی کے دن انتہائی تلخی اور وحشت میں گزارتا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مزید فرمایا: اے سامری! تیرے شرک اور فساد انگیزی پر دنیا کے اس عذاب کے بعد تیرے لئے آخرت میں بھی عذاب کا وعدہ ہے جس کی تجھ سے خلاف ورزی نہ کی جائے گی اور اپنے اس معبود کو دیکھ جس کے سامنے تو سارا دن ڈٹ کر بیٹھا رہا اور اس کی عبادت پر قائم رہا، قسم ہے: ہم ضرور اسے آگ سے جلائیں گے پھر ریزہ ریزہ کر کے دریا میں بہا دیں گے، چنانچہ حضرت موسیٰ

عَلَيْهِ عَاكِفًا ؕ لَنُحَرِّقَنَّهٗ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهٗ فِي الْيَمِّ نَسْفًا ﴿٩٧﴾ اِنَّمَآ اِلٰهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ

ڈٹ کر بیٹھا رہا، قسم ہے: ہم ضرور اسے جلائیں گے پھر ریزہ ریزہ کرکے دریا میں بہائیں گے ○ تمہارا معبود تو وہی اللہ ہے جس کے

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ﴿٩٨﴾ كَذٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ مَا قَدْ سَبَقَ ۚ

سوا کوئی معبود نہیں، اس کا علم ہر چیز کو محیط ہے ○ (اے حبیب!) ہم تمہارے سامنے اسی طرح پہلے گزری ہوئی خبریں بیان کرتے ہیں

وَقَدْ اٰتَيْنٰكَ مِنْ لَّدُنَّا ذِكْرًا ﴿٩٩﴾ مَنْ اَعْرَضَ عَنْهُ فَاِنَّهٗ يَحْمِلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وِزْرًا ﴿١٠٠﴾

اور بیشک ہم نے تمہیں اپنے پاس سے ایک ذکر عطا فرمایا ○ جو اس سے منہ پھیرے گا تو بیشک وہ قیامت کے دن ایک بڑا بوجھ اٹھائے گا ○

خٰلِدِيْنَ فِيْهِ ؕ وَسَآءَ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حِمْلًا ﴿١٠١﴾ يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ وَنَحْشُرُ

وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے اور وہ قیامت کے دن ان کیلئے بہت برا بوجھ ہوگا ○ جس دن صُور میں پھونکا جائے گا اور ہم اس دن مجرموں کو

الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ زُرْقًا ﴿١٠٢﴾ يَّتَخَافَتُوْنَ بَيْنَهُمْ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا عَشْرًا ﴿١٠٣﴾

اس حال میں اٹھائیں گے کہ ان کی آنکھیں نیلی ہوں گی ○ وہ آپس میں آہستہ آہستہ باتیں کریں گے کہ تم دنیا میں صرف دس رات رہے ہو ○

علیہ السّلام نے اس بچھڑے کے ساتھ ایسا ہی کیا۔ **اہم بات:** گمراہ اور گمراہ کن لوگوں سے دور رہنے میں عافیت اور ایمان کی سلامتی ہے۔ نیز خدا کی نافرمانی کی وجہ سے کسی سے بائیکاٹ کرنا، جائز بلکہ کئی صورتوں میں ضروری ہوتا ہے۔

آیت 98 فرمایا کہ تمہاری عبادت اور تعظیم کا مستحق صرف وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس کا علم ہر چیز کا اِحاطہ کئے ہوئے ہے۔

آیت 99 اس سے پہلی آیات میں فرعون اور سامری کے ساتھ ہونے والا حضرت موسیٰ علیہ السّلام کا واقعہ بیان کیا گیا اور اب یہاں سے ارشاد فرمایا گیا کہ اے حبیب! جس طرح ہم نے آپ کے سامنے یہ واقعات بیان کئے اسی طرح ہم آپ کے سامنے سابقہ امتوں کی خبریں اور ان کے احوال بیان کرتے ہیں تاکہ آپ کی شان، آپ کی نشانیوں اور معجزات میں اضافہ ہو اور لوگ ان میں زیادہ غور و فکر کرسکیں اور بے شک ہم نے آپ کو اپنے پاس سے قرآن کریم عطا فرمایا کہ یہ ذکرِ عظیم ہے اور جو اس کی طرف متوجہ ہو اس کے لئے اس کتابِ کریم میں نجات اور برکتیں ہیں اور اس کتاب میں سابقہ امتوں کے ایسے حالات کا ذکر و بیان ہے جو فکر و عبرت کے لائق ہیں۔

آیت 100 ارشاد فرمایا کہ جو اس قرآن سے منہ پھیرے اور اس پر ایمان نہ لائے اور اس کی ہدایتوں سے فائدہ نہ اٹھائے تو وہ قیامت کے دن گناہوں کا ایک بڑا بوجھ اٹھائے گا۔

آیت 101 فرمایا کہ وہ ہمیشہ اس گناہ کے عذاب میں رہیں گے اور وہ قیامت کے دن ان کیلئے بہت برا بوجھ ہوگا۔ **اہم بات:** ہمیشہ عذاب میں وہ شخص رہے گا جس کا خاتمہ کفر کی حالت میں ہوا ہوگا اور جس کا خاتمہ ایمان پر ہوا وہ اگرچہ کتنا ہی گنہگار ہو اسے ہمیشہ عذاب نہ ہوگا۔

آیت 102 ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! آپ اپنی قوم کو وہ دن یاد دلائیں جس دن لوگوں کو محشر میں حاضر کرنے کے لئے دوسری بار صُور میں پھونکا جائے گا اور ہم اس دن کافروں کو اس حال میں اٹھائیں گے کہ ان کی آنکھیں نیلی اور منہ کالے ہوں گے۔

آیت 103 آخرت کی ہولناکیاں اور وہاں کی خوفناک منازل دیکھ کر کفار کو دُنیوی زندگی کی مدت بہت قلیل معلوم ہوگی اور وہ آپس

ع ٥ ١٥ ١٤ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ اِذْ يَقُوْلُ اَمْثَلُهُمْ طَرِيْقَةً اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا يَوْمًا ﴿١٠٤﴾ وَيَسْــَٔلُوْنَكَ

ہم خوب جانتے ہیں جو وہ کہیں گے جب ان میں سب سے بہتر رائے والا کہے گا کہ تم صرف ایک ہی دن رہے تھے○ اور آپ سے پہاڑوں کے بارے میں

عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا ﴿١٠٥﴾ فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ﴿١٠٦﴾ لَّا تَرٰى فِيْهَا

سوال کرتے ہیں۔ تم فرماؤ! انہیں میرا رب ریزہ ریزہ کرکے اڑادے گا○ تو زمین کو ہموار چٹیل میدان بنا چھوڑے گا○ تو اس میں کوئی ناہمواری

عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا ﴿١٠٧﴾ يَوْمَئِذٍ يَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِيَ لَا عِوَجَ لَهٗ ۚ وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ

دیکھے گا اور نہ اونچائی○ اس دن پکارنے والے کے پیچھے چلیں گے، (لوگوں کی طرف سے) اس داعی کے لئے اِدھر اُدھر ہونا نہ ہوگا اور سب آوازیں

لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا ﴿١٠٨﴾ يَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ

رحمٰن کے حضور پست ہو کر رہ جائیں گی تو تُو ہلکی سی آواز کے سوا کچھ نہ سنے گا○ اس دن کسی کی شفاعت کام نہ دے گی سوائے اس کے جسے رحمٰن نے

میں آہستہ آہستہ باتیں کرتے ہوئے کہیں گے: ہم تو دنیا میں زیادہ عرصہ نہیں رہے بلکہ صرف دس راتیں رہے ہیں۔

آیت 104 ارشاد فرمایا کہ کفار دنیا میں ٹھہرنے کی مدت کے بارے آپس میں جو آہستہ آہستہ باتیں کریں گے اسے ہم خوب جانتے ہیں۔ کچھ لوگ تو دس راتیں رہنے کا کہیں گے جبکہ ان میں سب سے بہتر رائے والا قیامت کی ہولناکیاں دیکھ کر کہے گا کہ تم تو صرف ایک ہی دن دنیا میں رہے تھے۔ **درس:** وقت اور زندگی ایک نفیس نقدی اور لطیف جوہر ہے، اسے کسی حقیر اور فانی چیز کو پانے کے لئے خرچ نہ کیا جائے بلکہ اس سے وہ چیز حاصل کرنے کی کوشش کی جائے جو انتہائی اعلیٰ اور ہمیشہ رہنے والی ہے۔

آیت 105-107 **شانِ نزول:** قبیلہ ثقیف کے ایک آدمی نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے دریافت کیا کہ قیامت کے دن پہاڑوں کا کیا حال ہوگا؟ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی، اور اللہ تعالیٰ نے ان تین آیات میں ارشاد فرمایا: اے حبیب! آپ سے پہاڑوں کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ آپ ان سے فرمادیں کہ انہیں میرا رب عزّوجلّ ریت کے ذروں کی طرح ریزہ ریزہ کر دے گا، پھر انہیں ہواؤں کے ذریعے اڑادے گا اور پہاڑوں کے مقامات کی زمین کو ہموار چٹیل میدان بنا چھوڑے گا اور زمین اس طرح ہموار کر دی جائے گی کہ تو اس میں کوئی پستی اور اونچائی نہ دیکھے گا۔

آیت 108 ارشاد فرمایا کہ جس دن پہاڑ ریزہ ریزہ کرکے اڑادیئے جائیں گے اس دن لوگ قبروں سے نکلنے کے بعد پکارنے والے کے پیچھے چلیں گے جو انہیں قیامت کے دن مَوقِف کی طرف بلائے گا اور ندا کرے گا: رحمٰن عزّوجلّ کے حضور پیش ہونے کے لئے چلو، اور یہ پکارنے والے حضرت اسرافیل علیہ السّلام ہوں گے۔ لوگ اس بات پر قادر نہ ہوں گے کہ وہ دائیں بائیں مڑ جائیں اور اس کے پیچھے نہ چلیں بلکہ وہ سب تیزی سے پکارنے والے کے پیچھے چلیں گے اور اس دن سب آوازیں رحمٰن کے حضور ہیبت و جلال کی وجہ سے پست ہو کر رہ جائیں گی اور حال یہ ہوگا کہ تو ہلکی سی آواز کے سوا کچھ نہ سنے گا اور وہ ہلکی سی آواز ایسی ہوگی کہ اس میں صرف لبوں کی جنبش ہوگی۔ یا اللہ! ہمیں قیامت کی ہولناکی کے وقت امن میں رکھنا اور ہمارے ساتھ نرمی کا معاملہ کرنا، آمین۔

آیت 109 ارشاد فرمایا کہ جس دن یہ ہَولناک امور واقع ہوں گے اس دن شفاعت کرنے والوں میں سے کسی کی شفاعت کام نہ دے گی البتہ اس کی شفاعت کام دے گی جسے اللہ تعالیٰ نے شفاعت کرنے کی اجازت دیدی ہو اور اس کی بات پسند فرمائی ہو۔ **اہم باتیں:** (1) قیامت کے

الرَّحْمٰنُ وَ رَضِيَ لَهٗ قَوْلًا ﴿۱۰۹﴾ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ وَ لَا يُحِيْطُوْنَ بِهٖ

اجازت دے دی ہو اور اس کی بات پسند فرمائی ہو○ وہ جانتا ہے جو کچھ ان لوگوں کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے اور لوگوں کا علم اسے

عِلْمًا ﴿۱۱۰﴾ وَ عَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّوْمِ ؕ وَ قَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا ﴿۱۱۱﴾

نہیں گھیر سکتا○ اور تمام چہرے اُس کے حضور جھک جائیں گے جو خود زندہ، دوسروں کو قائم رکھنے والا ہے اور بیشک وہ شخص ناکام رہا جس نے ظلم کا بوجھ اٹھایا○

وَ مَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا يَخٰفُ ظُلْمًا وَّ لَا هَضْمًا ﴿۱۱۲﴾ وَ كَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ

اور جو کوئی اسلام کی حالت میں کچھ نیک اعمال کرے تو اسے نہ زیادتی کا خوف ہوگا اور نہ کمی کا○ اور یونہی ہم نے اسے عربی قرآن نازل فرمایا

قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا وَّ صَرَّفْنَا فِيْهِ مِنَ الْوَعِيْدِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ اَوْ يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا ﴿۱۱۳﴾

اور اس میں مختلف انداز سے عذاب کی وعیدیں بیان کیں تاکہ لوگ ڈریں یا قرآن ان کے دل میں کچھ غور وفکر پیدا کرے○

دن مومن کے علاوہ کسی اور کی شفاعت نہ ہو گی اور شفاعت کرنے کا عظیم درجہ صرف اسے حاصل ہو گا جسے اللہ تعالیٰ اجازت عطا فرمائے گا اور وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پسندیدہ ہو گا۔(2) شفاعت کبریٰ یعنی سب سے بڑی شفاعت ہمارے آقا و مولا، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا کی جائے گی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں قیامت کے دن آدم علیہ السّلام کی اولاد کا سردار ہوں گا، سب سے پہلے میری قبر کھلے گی، سب سے پہلے میں شفاعت کروں گا اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول کی جائے گی۔(مسلم، حدیث:2278)

آیت 110 اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم بندوں کی ذات و صفات، ان کے گزشتہ اور آئندہ کے تمام اَحوال اور دنیا و آخرت کے جملہ اُمور کا اِحاطہ کئے ہوئے ہے اور پوری کائنات کا علم اللہ تعالیٰ کی ذات کا احاطہ نہیں کر سکتا، اس کی ذات کا اِدراک کائنات کے علوم کی رسائی سے برتر ہے، وہ اپنے اَسماء و صفات، آثارِ قدرت اور حکمت کی صورتوں سے پہچانا جاتا ہے۔

آیت 111 ارشاد فرمایا کہ حشر کے دن تمام چہرے اس خدا کے حضور جھک جائیں گے جو خود زندہ، دوسروں کو قائم رکھنے والا ہے۔ ہر فردِ مخلوق، عجز و نیاز کے ساتھ حاضر ہو گا، کسی میں سرکشی نہ رہے گی اور اللہ تعالیٰ کے قہر و حکومت کا کامل ظہور ہو گا۔ مزید فرمایا: بیشک وہ شخص ناکام رہا جس نے ظلم کا بوجھ اٹھایا۔ یہاں ظلم سے مراد شرک ہے اور بیشک شرک شدید ترین ظلم ہے اور جو اس ظلم کے بوجھ تلے دبے ہوئے مَوقِفِ قیامت میں آئے گا تو اس سے بڑھ کر نامراد کون ہے۔

آیت 112 ارشاد فرمایا کہ جو کوئی اسلام کی حالت میں کچھ نیک اعمال کرے تو اسے اس بات کا خوف نہ ہو گا کہ وعدے کے مطابق وہ جس ثواب کا مستحق تھا وہ اسے نہ دے کر اس کے ساتھ زیادتی کی جائے گی اور نہ ہی اسے کم ثواب دیئے جانے کا اندیشہ ہو گا۔ **اہم بات:** طاعت اور نیک اعمال سب کی قبولیت ایمان کے ساتھ مشروط ہے کہ ایمان ہو تو سب نیکیاں کارآمد ہیں اور ایمان نہ ہو تو یہ سب عمل بے کار۔

آیت 113 اس آیت میں قرآنِ مجید کی دو صفات بیان کی گئی ہیں: (1) قرآن کریم کو عربی زبان میں نازل کیا گیا، تاکہ اہلِ عرب اسے سمجھ سکیں اور وہ اس بات سے واقف ہو جائیں کہ قرآن پاک کی نظم عاجز کر دینے والی ہے اور یہ کسی انسان کا کلام نہیں۔ (2) قرآنِ مجید میں مختلف انداز سے شرک و کفر و معصیت (گناہ) کا اِرتکاب کرنے پر عذاب کی وعیدیں بیان کی گئیں تاکہ لوگ ڈریں اور قرآن عظیم ان کے

Go to Index

فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ یُّقْضٰۤى اِلَیْكَ وَحْیُهٗ ۫

تو وہ اللہ بہت بلند ہے جو سچا بادشاہ ہے اور آپ کی طرف قرآن کی وحی کے ختم ہونے سے پہلے قرآن میں جلدی نہ کرو

وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا ﴿۱۱۴﴾ وَلَقَدْ عَهِدْنَاۤ اِلٰۤى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِیَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ

اور عرض کرو: اے میرے رب! میرے علم میں اضافہ فرما○ اور بیشک ہم نے آدم کو اس سے پہلے تاکیدی حکم دیا تھا تو وہ بھول گیا اور ہم نے اس کا کوئی

ع ٦ ١١ ١٥ عَزْمًا ﴿۱۱۵﴾ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓىٕكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْۤا اِلَّاۤ اِبْلِیْسَ ؕ اَبٰى ﴿۱۱۶﴾

مضبوط ارادہ نہ پایا تھا○ اور جب ہم نے فرشتوں سے فرمایا کہ آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب سجدے میں گر گئے، اس نے انکار کر دیا○

دل میں کچھ نصیحت اور غور وفکر پیدا کرے جس سے انہیں نیکیوں کی رغبت اور بدیوں سے نفرت ہو اور وہ عبرت و نصیحت حاصل کریں۔

آیت 114 **شانِ نزول:** جب حضرت جبریل علیہ السّلام قرآنِ کریم لے کر نازل ہوتے تو سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم ان کے ساتھ ساتھ پڑھتے اور جلدی کرتے تھے تاکہ خوب یاد ہو جائے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ وہ اللہ بہت بلند ہے جو سچا بادشاہ اور اصل مالک ہے اور تمام بادشاہ اس کے محتاج ہیں۔ **مزید فرمایا:** اے حبیب! قرآن نازل ہوتے وقت، اس کی وحی ختم ہونے سے پہلے قرآن پڑھنے میں جلدی نہ کریں اور یاد کرنے کی مشقت نہ اٹھائیں کیونکہ سورۂ قیامہ میں اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید کو جمع کرنے اور اسے آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی زبان مبارک پر جاری کرنے کا خود ذمہ لے کر آپ کی اور زیادہ تسلی فرما دی۔ مزید فرمایا: **"اور عرض کرو: اے میرے رب! میرے علم میں اضافہ فرما۔"** رسولِ خدا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو علم میں اضافے کی دعا مانگنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ معلوم ہوا کہ علم سے کبھی سیر نہیں ہونا چاہیے بلکہ مزید علم کی طلب میں رہنا چاہیے۔ نیز یہ بھی واضح ہوا کہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا علم ہمیشہ ترقی میں ہے۔

آیت 115 یہاں چھٹی بار ابلیس کا واقعہ بیان کیا گیا ہے، جس کی ایک حکمت یہ ہے کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے شیطان انسانوں کا بڑا پرانا دشمن ہے اس لئے ہر انسان کو چاہئے کہ وہ شیطان کی فریب کاریوں سے ہوشیار رہے اور اس کے وسوسوں سے بچنے کی تدابیر اختیار کرے۔ **اس آیت کا خلاصہ یہ ہے** کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السّلام کو تاکیدی حکم دیا تھا کہ وہ ممنوعہ درخت کے پاس نہ جائیں لیکن یہ حکم انہیں یاد نہ رہا اور آپ علیہ السّلام ممنوعہ درخت کے پاس چلے گئے البتہ اس جانے میں ان کی طرف سے اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کرنے کا کوئی ارادہ نہ تھا۔ **اہم باتیں:** (1) حضرت آدم علیہ السّلام نے جان بوجھ کر ممنوعہ درخت سے نہیں کھایا بلکہ اس کی وجہ اللہ تعالیٰ کا حکم یاد نہ رہنا تھا اور جو کام سہواً ہو وہ گناہ ہوتا ہے اور نہ ہی اس پر کوئی مُؤاخذہ ہوتا ہے۔ (2) یہ آیتِ مبارکہ حضرت آدم علیہ السّلام کی عِصمت کو بڑے واضح طور پر بیان کرتی ہے کیونکہ خود اللہ تعالیٰ نے فرما دیا کہ آدم علیہ السّلام بھول گئے تھے اور ان کا نافرمانی کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ (3) ہم جیسوں کے لئے بھول چوک معاف ہے مگر انبیاءِ کرام علیہم السّلام پر ان کی عظمت و شان کی وجہ سے اس بنا پر بھی بعض اوقات پُرسش ہو جاتی ہے۔ (4) ہر شخص شیطان سے ہوشیار رہے کہ حضرت آدم علیہ السّلام معصوم تھے پھر بھی ابلیس نے اپنی حرکت کر دکھائی، تو ہم لوگ کس شمار میں ہیں۔

آیت 116 ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! وہ وقت یاد کریں جب ہم نے فرشتوں سے فرمایا کہ آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب فرشتے سجدے میں گر گئے اور ابلیس نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ میں آدم سے بہتر ہوں۔ **اہم بات:** ہماری شریعت میں تعظیم کے طور پر غیرِ خدا کو سجدہ کرنا حرام اور اس سے بچنا فرض ہے، چنانچہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سجدۂ تحیت، اگلی

فَقُلْنَا يٰۤاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَ لِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى ﴿١١٧﴾

توہم نے فرمایا، اے آدم! بیشک یہ تیرا اور تیری بیوی کا دشمن ہے تو یہ ہرگز تم دونوں کو جنت سے نہ نکال دے ورنہ تو مشقت میں پڑ جائے گا○

اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَ لَا تَعْرٰى ﴿١١٨﴾ وَ اَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَ لَا تَضْحٰى ﴿١١٩﴾ فَوَسْوَسَ

بیشک تیرے لیے جنت میں یہ ہے کہ نہ تو بھوکا ہوگا اور نہ ہی ننگا ہوگا○ اور یہ کہ نہ کبھی تو اس میں پیاسا ہوگا اور نہ تجھے دھوپ لگے گی○ تو شیطان نے

اِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ قَالَ يٰۤاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَ مُلْكٍ لَّا يَبْلٰى ﴿١٢٠﴾ فَاَكَلَا مِنْهَا

اسے وسوسہ ڈالا، کہنے لگا: اے آدم! کیا میں تمہیں ہمیشہ رہنے کے درخت اور ایسی بادشاہت کے متعلق بتادوں جو کبھی فنا نہ ہوگی○ تو ان دونوں نے

فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَ طَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ٘ وَ عَصٰۤى

اس درخت میں سے کھالیا تو ان پر ان کی شرم کے مقام ظاہر ہوگئے اور وہ جنت کے پتے اپنے اوپر چپکانے لگے اور آدم سے اپنے رب کے حکم میں لغزش

شریعتوں میں جائز تھا۔ ملائکہ نے بحکمِ الٰہی حضرت سیدنا آدم علیہ السّلام کو سجدہ کیا۔ حضرت سیدنا یعقوب علیہ السّلام اور ان کی زوجہ مقدسہ اور ان کے گیارہ صاحبزادوں نے حضرت یوسف علیہ السّلام کو سجدہ کیا۔۔۔ہاں ہماری شریعتِ مطہرہ نے غیرِ خدا کے لئے سجدۂ تحیت حرام کیا ہے اس سے بچنا فرض ہے۔(فتاوی رضویہ 22/417)

آیت 117-119 ان تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ ابلیس کے انکار کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السّلام سے فرمایا: اے آدم! بیشک یہ ابلیس تیرا اور تیری بیوی کا دشمن ہے، تو یہ ہرگز تم دونوں کو جنت سے نکال دیئے جانے کا سبب نہ بن جائے ورنہ تم مشقت میں پڑ جاؤ گے اور اپنی غذا اور خوراک کے لئے کھیتی اگانے وغیرہ کی محنت میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ بیشک تیرے لیے یہ ہے کہ تو جنت میں بھوکا نہیں ہوگا کیونکہ جنت کی تمام نعمتیں ہر وقت حاضر ہوں گی اور نہ ہی تو اس میں ننگا ہوگا کیونکہ تمام ملبوسات جنت میں موجود ہوں گے، اور تیرے لئے یہ بھی ہے کہ تو جنت میں کبھی پیاسا نہ ہوگا کیونکہ اس میں ہمیشہ کے لئے نہریں جاری ہیں اور نہ تجھے جنت میں دھوپ لگے گی کیونکہ جنت میں سورج نہیں ہے اور اہلِ جنت ہمیشہ رہنے والے دراز سائے میں ہوں گے، الغرض ہر طرح کا عیش و راحت جنت میں موجود ہے اور اس میں محنت اور کمائی کرنے سے بالکل امن ہے؛ لہٰذا تم شیطان کے وسوسوں سے بچ کر رہنا۔ **اہم باتیں:** (1) فضل و شرف والے کی فضیلت کو تسلیم نہ کرنا اور اس کی تعظیم و احترام بجا لانے سے اِعراض کرنا حسد و عداوت کی دلیل ہے۔ (2) حضرت آدم علیہ السّلام اسی مشہور جنت میں رکھے گئے تھے جس میں قیامت کے دن مسلمانوں کو داخل کیا جائے گا، وہ کوئی دُنیوی باغ نہ تھا کیونکہ اس باغ میں تو دھوپ بھی ہوتی ہے اور وہاں بھوک بھی لگتی ہے۔ **درس:** جنتی نعمتوں کی بڑی اہمیت ہے، اس لئے ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ ان نعمتوں کی قدر کرے اور شیطان کی پیروی کر کے ان عظیم نعمتوں سے خود کو محروم نہ کرے۔

آیت 120 فرمایا کہ شیطان نے حضرت آدم علیہ السّلام کو وسوسہ ڈالا اور کہنے لگا: اے آدم! کیا میں آپ کو ایک ایسے درخت کے بارے میں بتادوں جسے کھا کر کھانے والے کو دائمی زندگی حاصل ہو جاتی ہے اور ایسی بادشاہت کے متعلق بتادوں جو کبھی فنا نہ ہوگی اور اس میں زوال نہ آئے گا۔

آیت 121 ابلیس کے وسوسہ دلانے کے بعد حضرت آدم علیہ السّلام اور حضرت حوا رضی اللہ عنہا نے اس درخت میں سے کھالیا تو ان کے

اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ﴿١٢١﴾ ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى ﴿١٢٢﴾

واقع ہوئی توجو مقصد چاہا تھاوہ نہ پایا○ پھر اس کے رب نے اسے چن لیاتواس پر اپنی رحمت سے رجوع فرمایااور خصوصی قرب کاراستہ دکھایا○

قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيْعًا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى ۙ فَمَنِ

اللہ نے فرمایا:تم دونوں اکٹھے جنت سے اتر جاؤ، تمہارے بعض بعض کے دشمن ہوں گے پھر (اے اولادِ آدم) اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت آئے تو

اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰى ﴿١٢٣﴾ وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا

جو میری ہدایت کی پیروی کرے گا تووہ نہ گمراہ ہوگا اور نہ بدبخت ہوگا○ اور جس نے میرے ذکر سے منہ پھیرا توبیشک اس کے لیے تنگ زندگی ہے

جنتی لباس اتر گئے اور ان پر ان کی شرم کے مقام ظاہر ہوگئے اور وہ اپنا ستر چھپانے اور جسم ڈھانکنے کے لئے جنت کے پتے اپنے اوپر چپکانے لگے اور درخت سے کھا کر حضرت آدم علیہ السّلام سے اپنے رب عزّوجلّ کے حکم میں لغزش واقع ہوئی تو انہوں نے اس سے جو مقصد چاہا تھاوہ نہ پایااور اس درخت کے کھانے سے انہیں دائمی زندگی نہ ملی۔ **اہم بات:** حضرت آدم علیہ السّلام سے لغزش کا واقع ہونا ارادے اور نیت سے نہ تھا بلکہ بھول سے تھا لہٰذا کسی شخص کے لئے تاویل کے بغیر حضرت آدم علیہ السّلام کی طرف نافرمانی کی نسبت کرنا جائز نہیں۔

آیت 122 زمین پر تشریف آوری کے بعد حضرت آدم علیہ السّلام اللہ تعالیٰ کی توفیق سے توبہ و اِستغفار میں مشغول ہوئے اور جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کے وسیلہ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرما کر ان پر اپنی رحمت سے رجوع فرمایااور انہیں اپنے خاص قرب کاراستہ دکھایا۔

آیت 123 حضرت آدم علیہ السّلام سے لغزش صادر ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السّلام اور حضرت حوا رضی اللہ عنہا سے فرمایا: تم دونوں اپنی مستقبل کی اولاد سمیت اکٹھے جنت سے زمین کی طرف اتر جاؤ، تمہاری اولاد میں سے بعض بعض کے دشمن ہوں گے ، دنیا میں ایک دوسرے سے حسد اور دین میں اختلاف کریں گے ، پھر اے اولادِ آدم! اگر تمہارے پاس میری طرف سے کتاب اور رسول کی صورت میں کوئی ہدایت آئے تو جو میری ہدایت کی پیروی کرے گا وہ دنیا میں نہ گمراہ ہو گا اور نہ آخرت میں بدبخت ہو گا۔

آیت 124 اس آیت میں ذکر سے مراد قرآنِ مجید پر ایمان لانا ہے یا ذکر سے مراد سیّد المرسلین، محمد مصطفی صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی مقدس ذات ہے تو جو ان سے پھرا، وہ خدا سے پھر گیا اور جو اِن کا ہو گیا وہ خدا کا ہو گیا۔ آیت میں ذکر سے منہ پھیرنے والوں کے لئے تنگ زندگی کی وعید ہے۔ تنگ زندگی کی چار صورتیں واضح ہیں: (1) **دنیا میں تنگ زندگی**، اور وہ یہ ہے کہ بندہ ہدایت کی پیروی نہ کرے، برے عمل اور حرام فعل میں مبتلا ہو کر قناعت سے محروم ہو جائے اور حرص میں گرفتار ہو جائے اور مال واَسباب کی کثرت کے باوجود بھی اس کو دل کی فراخی اور سکون مُیَسَّر نہ ہو اور توکّل کرنے والے مومن کی طرح اس کو سکون و فراغ حاصل ہی نہ ہو جسے حیاتِ طیّبہ یعنی پاکیزہ زندگی کہتے ہیں۔ **(2) قبر میں تنگ زندگی**، یہ ہے کہ قبر میں عذاب دیا جائے۔ **(3) آخرت میں تنگ زندگی** جہنم کے عذاب میں مبتلا ہونا ہے۔ **(4) دین میں تنگ زندگی**، یہ ہے کہ نیکی کی راہیں تنگ ہو جائیں، حرام کی طرف رغبت ہو اور نیکیوں سے دل دور ہو جائے۔ **مزید فرمایا کہ ہم اپنے ذکر سے اِعراض کرنے والے کو قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔**

وَّ نَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ﴿۱۲۴﴾ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْۤ اَعْمٰى وَ قَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا ﴿۱۲۵﴾

اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے ○ وہ کہے گا: اے میرے رب! تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا حالانکہ میں تو دیکھنے والا تھا؟ ○

قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ۚ وَ كَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى ﴿۱۲۶﴾ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ

اللہ فرمائے گا: اسی طرح ہماری آیتیں تیرے پاس آئی تھیں تو تو نے انہیں بھلا دیا اور آج اسی طرح تجھے چھوڑ دیا جائے گا ○ اور ہم اس شخص کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں

مَنْ اَسْرَفَ وَ لَمْ يُؤْمِنْۢ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ؕ وَ لَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَ اَبْقٰى ﴿۱۲۷﴾ اَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ

جو حد سے بڑھے اور اپنے رب کی آیتوں پر ایمان نہ لائے اور بیشک آخرت کا عذاب سب سے شدید اور سب سے زیادہ باقی رہنے والا ہے ○ تو کیا انہیں اس بات نے

كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰى ﴿۱۲۸﴾ ع

ع ۱۳/۱۶

ہدایت نہ دی کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی قومیں ہلاک کر دیں جن کی رہائش کی جگہوں میں یہ چلتے پھرتے ہیں بیشک اس میں عقل والوں کیلئے نشانیاں ہیں ○

آیت 125، 126 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جب ذکرِ الٰہی سے منہ موڑنے والے کو قیامت میں اندھا اٹھایا جائے گا تو وہ کہے گا: اے میرے رب! تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا حالانکہ میں تو دنیا میں دیکھنے والا تھا؟ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ فرمائے گا: دنیا میں تیرے پاس میری نشانیاں آئیں لیکن تو ان پر ایمان نہ لایا اور تو نے انہیں پسِ پشت ڈال کر ان سے منہ پھیر لیا، اسی طرح آج ہم تجھے آگ میں ڈال کر چھوڑ دیں گے اور تیرا حال پوچھنے والا کوئی نہ ہو گا۔ **اہم باتیں:** (1) کافر قیامت کا پورا عرصہ اندھا نہیں رہے گا بلکہ قیامت کے بعض اَحوال میں اس کی بینائی نہیں ہو گی اور بعض احوال میں اسے بینائی عطا کر دی جائے گی تاکہ وہ قیامت کے ہولناک مَناظر دیکھ سکے۔ (2) جیسے گناہ کا عذاب دنیا و آخرت میں پڑتا ہے یونہی نیکی کا فائدہ دونوں جہان میں ملتا ہے۔ جو مسلمان پانچوں نمازیں پابندی سے جماعت کے ساتھ ادا کرے اسے رزق میں برکت، قبر میں فراخی نصیب ہو گی اور پل صراط پر آسانی سے گزرے گا اور جو جماعت کا تارک ہو گا اس کی کمائی میں برکت نہ ہو گی، چہرے پر صالحین کے آثار نہ ہوں گے۔

آیت 127 ارشاد فرمایا کہ ہم اس شخص کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں جو اپنے رب کی نافرمانی کرنے میں حد سے بڑھ جائے اور اپنے رب کی آیتوں پر ایمان نہ لائے اور بیشک آخرت کا عذاب دُنیوی عذاب کے مقابلے میں سب سے شدید اور سب سے زیادہ باقی رہنے والا ہے۔

درس: جو عذاب سے نجات کا خواہشمند ہے، اسے چاہئے کہ وہ نیکیاں کرنے پر اور دنیوی سختیوں پر صبر کرے اور دنیا کی نفسانی خواہشات اور گناہوں سے بچتا رہے کیونکہ جنت کو مصیبتوں سے اور جہنم کو شہوتوں سے چھپایا گیا ہے۔

آیت 128 ارشاد فرمایا کہ کیا کفارِ قریش کو اس بات نے ہدایت نہ دی کہ ہم نے ان سے پہلے رسولوں کو نہ ماننے والی کتنی قومیں ہلاک کر دیں جن کی رہائش کی جگہوں میں یہ لوگ چلتے پھرتے ہیں اور اپنے سفروں میں ان کے علاقوں سے گزرتے اور ان کی ہلاکت کے نشان دیکھتے ہیں۔ بیشک سابقہ قوموں کو عذاب کے ذریعے ہلاک کر دینے میں ان عقل والوں کیلئے نشانیاں ہیں جو عبرت حاصل کریں اور یہ سمجھ سکیں کہ انبیاءِ کرام علیہم السّلام کی تکذیب اور ان کی مخالفت کا انجام برا ہے۔

وَ لَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَّ اَجَلٌ مُّسَمًّى ﴿۱۲۹﴾ فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ

اور اگر تمہارے رب کی طرف سے ایک بات پہلے (طے) نہ ہوچکی ہوتی اور ایک مقررہ مدت نہ ہوتی تو ضرور عذاب انہیں لپٹ جاتا○ تو ان کی باتوں پر صبر کرو

وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَ قَبْلَ غُرُوْبِهَا ۚ وَ مِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ

اور سورج کے طلوع ہونے سے پہلے اور اس کے غروب ہونے سے پہلے اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی پاکی بیان کرتے رہو اور رات کی کچھ گھڑیوں میں اور دن کے

وَ اَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى ﴿۱۳۰﴾ وَ لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا

کناروں پر (بھی اللہ کی) پاکی بیان کرو، اس امید پر کہ تم راضی ہوجاؤ○ اور اے سننے والے! ہم نے مخلوق کے مختلف گروہوں کو دنیا کی زندگی کی جو تروتازگی فائدہ اٹھانے

آیت 129 ارشاد فرمایا کہ اگر تمہارے رب کی طرف سے ایک بات پہلے طے نہ ہو چکی ہوتی کہ محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی امتِ دعوت کے عذاب میں قیامت تک تاخیر کی جائے گی اور سابقہ امتوں کی طرح جڑ سے اکھاڑ کر رکھ دینے والا عذاب ان پر نازل نہیں کیا جائے گا اور قیامت کے دن ان کے عذاب کی ایک مقررہ مدت نہ ہوتی تو ضرور عذاب انہیں دنیا ہی میں لپٹ جاتا۔ **اہم بات:** عذاب مؤخر کرنے کی ایک حکمت یہ ہے کہ جس نے اپنے کفر و معاصی سے توبہ کرنی ہے وہ توبہ کرلے اور جو اپنے کفر و معاصی پر قائم رہنا چاہتا ہے اس کی حجت ختم ہو جائے۔

آیت 130 ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! آپ کو جھٹلانے والوں سے عذاب مؤخر کر کے ہم نے انہیں مہلت دی ہے، اب اگر یہ اپنے کفر پر ہی قائم رہے تو ضرور عذاب میں مبتلا ہوں گے اس لئے آپ ان کی دل آزار باتوں پر صبر کرتے رہیں یہاں تک کہ ان کے بارے میں کوئی حکم نازل ہو جائے اور سورج طلوع ہونے سے پہلے اور اس کے غروب ہونے سے پہلے اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی پاکی بیان کرتے رہو اور رات کی کچھ گھڑیوں اور دن کے کناروں پر بھی اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتے رہو اس امید پر کہ آپ اللہ تعالیٰ کے فضل و عطا اور اس کے انعام واِکرام سے راضی ہوں اور اللہ تعالیٰ آپ کو امت کے حق میں شفیع بنا کر آپ کی شفاعت قبول فرمائے اور آپ کو راضی کرے۔ **اہم باتیں:** (1) یہاں سورج طلوع ہونے سے پہلے پاکی بیان کرنے سے مراد نمازِ فجر ادا کرنا ہے۔ سورج غروب ہونے سے پہلے پاکی بیان کرنے سے مراد ظہر و عصر کی نمازیں ادا کرنا ہیں جو کہ دن کے دوسرے نصف میں سورج کے زوال اور غروب کے درمیان واقع ہیں۔ رات کی کچھ گھڑیوں میں پاکی بیان کرنے سے مغرب اور عشا کی نمازیں پڑھنا مراد ہے۔ دن کے کناروں میں پاکی بیان کرنے سے فجر اور مغرب کی نمازیں مراد ہیں اور یہاں تاکید کے طور پر ان نمازوں کی تکرار فرمائی گئی ہے۔ بعض مفسرین سورج غروب ہونے سے پہلے سے نمازِ عصر اور دن کے کناروں سے نمازِ ظہر مراد لیتے ہیں، ان کی توجیہ یہ ہے کہ نمازِ ظہر زوال کے بعد ہے اور اس وقت دن کے پہلے نصف اور دوسرے نصف کے کنارے ملتے ہیں اور یہاں پہلے نصف کی انتہا اور دوسرے نصف کی ابتدا ہے۔
(2) علامہ احمد صاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اے بندے! اس لطف و کرم والے خطاب کو دیکھ، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم ربُّ العالمین کے حبیب ہیں اور ساری مخلوق سے افضل ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان سے یوں نہیں ارشاد فرمایا "**تاکہ میں آپ سے راضی ہوجاؤں۔**" بلکہ یوں ارشاد فرمایا ہے "**لَعَلَّكَ تَرْضٰى**" یعنی اے حبیب! تاکہ آپ راضی ہو جائیں۔ اور یہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کا یہ فرمان بھی ملحوظ رہے کہ "**میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے**" (تفسیر صاوی 1287/4)

آیت 131 اس آیت میں بظاہر خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے ہے اور اس سے مراد آپ کی امت ہے اور آیت کا خلاصہ یہ ہے

Go to Index

مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ؕ وَ رِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى ﴿۱۳۱﴾

کیلئے دی ہے تاکہ ہم انہیں اس بارے میں آزمائیں تو اس کی طرف تو اپنی آنکھیں نہ پھیلا اور تیرے رب کا رزق سب سے اچھا اور سب سے زیادہ باقی رہنے والا ہے ○

وَ اْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَ اصْطَبِرْ عَلَيْهَا ؕ لَا نَسْــَٔلُكَ رِزْقًا ؕ نَحْنُ نَرْزُقُكَ ؕ وَ الْعَاقِبَةُ

اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دو اور خود بھی نماز پر ڈٹے رہو۔ ہم تجھ سے کوئی رزق نہیں مانگتے (بلکہ) ہم تجھے روزی دیں گے اور اچھا انجام پرہیز گاری

لِلتَّقْوٰى ﴿۱۳۲﴾ وَ قَالُوْا لَوْ لَا يَاْتِيْنَا بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ اَوَ لَمْ تَاْتِهِمْ بَيِّنَةُ مَا فِي الصُّحُفِ

کے لیے ہے ○ اور کافروں نے کہا: یہ نبی اپنے رب کے پاس سے کوئی نشانی کیوں نہیں لاتے؟ اور کیا ان لوگوں کے پاس پہلی کتابوں میں مذکور

کہ اے سننے والے! ہم نے کافروں کے مختلف گروہوں جیسے یہودیوں، عیسائیوں اور مشرکوں وغیرہ کو دنیا کا جو ساز و سامان فائدہ اٹھانے کیلئے دیا ہے وہ اس وجہ سے دیا ہے تاکہ ہم انہیں اس کے سبب اس طرح آزمائش میں ڈالیں کہ ان پر جتنی نعمت زیادہ ہو اتنی ہی ان کی سرکشی اور ان کا طُغیان بڑھے اور وہ سزائے آخرت کے سزاوار ہوں، لہٰذا تو تعجب اور اچھائی کے طور پر اس کی طرف اپنی آنکھیں نہ پھیلا اور آخرت میں تیرے رب عزّوجلّ کا رزق جنت اور اس کی نعمتیں سب سے اچھا اور سب سے زیادہ باقی رہنے والا رزق ہے۔ **درس:** اس آیت سے معلوم ہوا کہ کافروں کے دُنیَوی ساز و سامان، مال و دولت اور عیش و عشرت کافروں کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک آزمائش ہیں اس لئے مومن کو چاہئے کہ وہ کفار کی ان چیزوں کو تعجب اور اچھائی کی نظر سے نہ دیکھے۔ نیز اس میں ان لوگوں کے لئے بڑی نصیحت ہے جو فی زمانہ کفار کی دنیوی ٹیکنالوجی میں ترقی، مال و دولت اور عیش عشرت کی فراوانی دیکھ کر تو ان سے انتہائی مرعوب اور دینِ اسلام سے ناراض دکھائی دیتے ہیں جبکہ انہیں یہ دکھائی نہیں دیتا کہ اس ترقی اور دولت مندی کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے اور اس کے احکام سے سرکشی کرنے میں کتنا آگے بڑھ چکے ہیں، کیا انہوں نے دیکھا نہیں کہ اسی ترقی کے سبب آج کونسا گناہ ایسا ہے جو وہ نہیں کر رہے۔

آیت 132 ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! جس طرح ہم نے آپ کو نماز ادا کرنے کا حکم دیا اسی طرح آپ بھی اپنے گھر والوں کو نماز پڑھنے کا حکم دیں اور خود بھی نماز ادا کرنے پر ثابت قدم رہیں۔ ہم تجھ سے کوئی رزق نہیں مانگتے اور اس بات کا پابند نہیں کرتے کہ ہماری مخلوق کو روزی دے یا اپنے نفس اور اپنے اہل کی روزی کا ذمہ دار ہو بلکہ ہم تجھے روزی دیں گے اور انہیں بھی، تو روزی کے غم میں نہ پڑ، بلکہ اپنے دل کو امرِ آخرت کے لئے فارغ رکھ کہ جو اللہ تعالیٰ کے کام میں ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی کارسازی کرتا ہے اور آخرت کا اچھا انجام پرہیز گاری اختیار کرنے والوں کے لیے ہے۔ **اہم باتیں:** (1) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم آٹھ ماہ تک حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دروازے پر صبح کی نماز کے وقت تشریف لاتے رہے اور فرماتے: ”اَلصَّلَاةُ رَحِمَكُمُ اللّٰهُ، اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا“ (ابن عساکر، 42/136) (2) اس خطاب میں حضور پُر نور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی امت بھی داخل ہے اور آپ کے ہر امتی کو بھی یہ حکم ہے کہ وہ اپنے گھر والوں کو نماز ادا کرنے کا حکم دے اور خود بھی نماز ادا کرنے پر ثابت قدم رہے۔ **درس:** اس آیت کا مطلب یہ نہیں کہ انسان کمانا چھوڑ دے، کیونکہ کمائی کرنے کا حکم قرآن و حدیث میں بہت جگہ آیا ہے، بلکہ منشاء یہ ہے کہ بندہ کمائی کی فکر میں آخرت سے غافل نہ ہو اور دنیا کمانے میں اتنا مگن نہ ہو جائے کہ حلال و حرام کی تمیز نہ کرے اور نماز، روزے، حج، زکوٰۃ سے غافل ہو جائے۔

آیت 133 کثیر نشانیاں آجانے اور معجزات کا مُتواتِر ظہور ہونے کے باوجود کفار ان سب سے اندھے بنے اور انہوں نے حضور پُر نور

الۡاُوۡلٰى ﴿۱۳۳﴾ وَلَوۡ اَنَّاۤ اَهۡلَكۡنٰهُمۡ بِعَذَابٍ مِّنۡ قَبۡلِهٖ لَقَالُوۡا رَبَّنَا لَوۡلَاۤ اَرۡسَلۡتَ اِلَيۡنَا

بیان نہ آیا○ اور اگر ہم انہیں رسول کے آنے سے پہلے کسی عذاب سے ہلاک کر دیتے تو ضرور کہتے: اے ہمارے رب! تو نے ہماری طرف کوئی رسول

رَسُوۡلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ نَّذِلَّ وَنَخۡزٰى ﴿۱۳۴﴾ قُلۡ كُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ فَتَرَبَّصُوۡا ۚ

کیوں نہ بھیجا کہ ہم ذلیل و رسوا ہونے سے پہلے تیری آیتوں کی پیروی کرتے؟○ تم فرماؤ: ہر کوئی انتظار کر رہا ہے تو تم بھی انتظار کرو

فَسَتَعۡلَمُوۡنَ مَنۡ اَصۡحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِىِّ وَمَنِ اهۡتَدٰى ﴿۱۳۵﴾ ع ۸/۱۷

تو عنقریب تم جان لوگے کہ سیدھے راستے والے کون تھے اور کس نے ہدایت پائی؟○

صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نسبت یہ کہہ دیا کہ آپ اپنے ربّ کے پاس سے کوئی ایسی ہماری مطلوبہ نشانی کیوں نہیں لاتے جو آپ کی نبوت صحیح ہونے پر دلالت کرے؟ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: کیا ان لوگوں کے پاس پہلی کتابوں میں مذکور قرآن اور دوعالَم کے سردار صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بشارت اور آپ کی نبوت وبعثت کا ذکر نہ آیا، یہ کیسی عظیم ترین نشانیاں ہیں اور ان کے ہوتے ہوئے اور کسی نشانی کو طلب کرنے کا کیا موقع ہے۔

آیت 134 فرمایا کہ اے حبیب! اگر ہم نبی کو بھیجے بغیر کفار پر عذاب بھیج دیتے تو قیامت کے دن یہ لوگ شکایت کرتے کہ ہم میں کوئی رسول تو بھیجا ہوتا پھر اگر ہم اس کی اطاعت نہ کرتے تو عذاب کے مستحق ہوتے۔ اب انہیں اس شکایت کا بھی موقع نہیں کیونکہ اب سرکارِ دوعالَم صلی اللہ علیہ والہ وسلم تشریف لا چکے ہیں۔

آیت 135 **شانِ نزول:** مشرکین نے کہا تھا کہ ہم زمانے کے حوادِث اور انقلاب کا انتظار کرتے ہیں کہ کب مسلمانوں پر آئیں اور ان کا قصہ تمام ہو۔ اس پر یہ آیت نازِل ہوئی اور بتایا گیا کہ تم مسلمانوں کی تباہی و بربادی کا انتظار کر رہے ہو اور مسلمان تمہاری عقوبت و عذاب کا انتظار کر رہے ہیں۔ عنقریب جب خدا کا حکم آئے گا اور قیامت قائم ہو گی تو تم جان لوگے کہ سیدھے راستے والے کون تھے اور کس نے ہدایت پائی؟

اٰياتها ١١٢ | ٢١ سُوۡرَةُ الۡاَنۡبِيَآءِ مَكِّيَّةٌ ٧٣ | رکوعاتها ٧

سورۂ انبیاء مکیہ ہے اس میں ایک سو بارہ آیتیں اور سات رکوع ہیں

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

اِقۡتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمۡ وَهُمۡ فِىۡ غَفۡلَةٍ مُّعۡرِضُوۡنَ ۚ‏ ﴿۱﴾ مَا يَاۡتِيۡهِمۡ مِّنۡ ذِكۡرٍ مِّنۡ رَّبِّهِمۡ

لوگوں کا حساب قریب آگیا اور وہ غفلت میں منہ پھیرے ہوئے ہیں○ جب ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے

سورۂ انبیاء کا تعارف یہ سورت مکۂ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں 7 رکوع اور 12 آیتیں ہیں۔ اس سورت میں بکثرت انبیا مثلاً حضرت موسیٰ، عیسیٰ، ہارون، لوط، ابراہیم علیہمُ السّلام اور بالخصوص سرکارِ دوعالَم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کا ذکر ہے، اس مناسبت سے اس سورت کا نام ”انبیاء“ رکھا گیا۔ **خلاصۂ مضامین:** سورۂ انبیاء میں اسلام کے بنیادی عقائد جیسے توحید، نبوت ورسالت، قیامت کے دن دوبارہ زندہ کئے جانے اور اعمال کی جزا و سزا ملنے کے دلائل کے ساتھ قیامت قائم ہونے کی ایک علامت، قیامت قریب ہونے اور لوگوں کے حساب کی سختیوں اور دیگر چیزوں سے غافل ہونے کا ذکر، کفار کا فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دینے کا رد اور کثیر انبیا علیہمُ السّلام کے واقعات کا بیان ہے۔

آیت 1 یہ آیت ان لوگوں کے بارے نازل ہوئی جو مرنے کے بعد زندہ کئے جانے کو نہیں مانتے تھے جیسے کفارِ قریش، لیکن لفظ ﴿اَلنَّاسِ﴾ عام ہے جس سے تمام لوگ مراد ہیں۔ فرمایا گیا: لوگوں نے دنیا میں جو بھی عمل کئے اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے فائدہ اٹھایا ان سب کے حساب کا وقت قریب آگیا ہے کہ میدانِ حشر میں ایمان وکفر، نیکی وبدی، اطاعت ومعصیت، شکر وناشکری کے متعلق سوالات ہوں گے لیکن اس سنگین معاملے کے قریب ہونے کے باوجود لوگوں کی غفلت کا حال یہ ہے کہ وہ اپنے حساب اور قیامت کی شدید ہولناکیوں سے بے فکر اور اس کی تیاری سے غافل ہیں۔ **اہم بات:** یہاں قیامت کو ماضی کے الفاظ کے ساتھ ذکر کیا گیا کیونکہ اس کا آنا یقینی ہے اور جتنے دن گزرتے جاتے ہیں آنے والا دن قریب ہوتا جاتا ہے۔ **درس:** یہاں اگرچہ کفار کی رَوِش کو بیان کیا گیا لیکن افسوس! مسلمانوں میں بھی قیامت کے دن اپنے اعمال کے حساب سے غفلت بہت عام ہو چکی ہے اور آج انہیں بھی جب نصیحت کی جاتی اور موت کی تکلیف، قبر کی تنگی، قیامت کی ہولناکی، حساب کی سختی اور جہنم کے دردناک عذاب سے ڈرایا جاتا ہے تو توبہ کی طرف آنے کا معاملہ کم ہی نظر آتا ہے۔

آیت 2 فرمایا گیا کہ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصیحت آمیز کوئی ایسی آیت نازل ہوتی ہے جو اعلیٰ طریقے سے آخرت کی یاد دلائے اور غافلوں کو جاگنے کی تنبیہ کرے تو یہ غفلت ختم کرنے کی بجائے موج مستیاں اور مذاق مسخری کرتے ہوئے ہی اس نصیحت کو سنتے ہیں۔

مُّحۡدَثٍ اِلَّا اسۡتَمَعُوۡهُ وَ هُمۡ يَلۡعَبُوۡنَ ۙ﴿۲﴾ لَاهِيَةً قُلُوۡبُهُمۡ ؕ وَ اَسَرُّوا النَّجۡوَى ٭ۖ الَّذِيۡنَ

کوئی نئی نصیحت آتی ہے تو اسے کھیلتے ہوئے ہی سنتے ہیں ○ ان کے دل کھیل میں پڑے ہوئے ہیں اور ظالموں نے آپس میں خفیہ مشورہ

ظَلَمُوۡا ٭ۖ هَلۡ هٰذَاۤ اِلَّا بَشَرٌ مِّثۡلُكُمۡ ۚ اَفَتَاۡتُوۡنَ السِّحۡرَ وَ اَنۡتُمۡ تُبۡصِرُوۡنَ ﴿۳﴾ قٰلَ رَبِّيۡ

کیا کہ یہ (نبی) تمہارے جیسے ایک آدمی ہی تو ہیں تو کیا تم خود دیکھنے کے باوجود جادو کے پاس جاتے ہو؟ ○ نبی نے فرمایا: میرا رب

يَعۡلَمُ الۡقَوۡلَ فِى السَّمَآءِ وَ الۡاَرۡضِ ۡ وَ هُوَ السَّمِيۡعُ الۡعَلِيۡمُ ﴿۴﴾ بَلۡ قَالُوۡۤا اَضۡغَاثُ اَحۡلَامٍۭ

آسمان اور زمین میں ہر بات کو جانتا ہے اور وہی سننے والا جاننے والا ہے ○ بلکہ (کافروں نے) کہا: جھوٹے خواب ہیں

بَلِ افۡتَرٰٮهُ بَلۡ هُوَ شَاعِرٌ ۖۚ فَلۡيَاۡتِنَا بِاٰيَةٍ كَمَاۤ اُرۡسِلَ الۡاَوَّلُوۡنَ ﴿۵﴾

بلکہ خود اس (نبی) نے اپنی طرف سے بنالیا ہے بلکہ یہ شاعر ہیں (اگر نبی ہیں) تو ہمارے پاس کوئی نشانی لائیں جیسے پہلے رسولوں کو بھیجا گیا تھا○

آیت 3 ارشاد فرمایا: **ان کے دل کھیل میں پڑے ہوئے ہیں۔** یعنی کافروں کے دل یادِ الٰہی اور آخرت کے احوال سے غافل ہیں۔ **مزید فرمایا: ”اور ظالموں نے آپس میں خفیہ مشورہ کیا“** کافروں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کا مقابلہ کرنے کے لئے آپس میں کئی خفیہ مشورے کئے اور لوگوں کو آپ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کے پاس آنے سے روکنے کے لئے بہت سے الزامات اور جملے تیار کئے جن میں سے ایک یہ تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم تمہارے جیسے ایک آدمی ہی تو ہیں تو کسی اپنے جیسے سے اتنا متاثر کیوں ہوا جائے؟ اور اس کی خاطر اپنے خداؤں کو کیوں چھوڑا جائے؟ یونہی دوسرا الزام یہ تیار کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کے معجزات اور قرآنی آیات تو جادو کی صورتیں ہیں تو اے لوگو! کیا تم خود دیکھنے اور جاننے کے باوجود جادو کے پاس جاتے ہو؟ کفار حقیقت اور دلائل کے میدان میں تو مقابلہ کر نہ سکتے تھے، اس لئے الزامات اور پروپیگنڈے سے مقابلے کی کوشش کرتے تھے، ایک آیت کے بعد مزید ایسے ہی پروپیگنڈے کا بیان ہے۔

آیت 4 کفار کی سازشوں اور الزامات کی اطلاع کے بعد فرمایا گیا کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے فرمایا: کفار کی خفیہ باتوں کو جاننا تو کچھ بھی نہیں، میرے رب کی شان تو یہ ہے کہ وہ آسمانوں اور زمین میں ہونے والی ہر بات کو جانتا ہے خواہ وہ پوشیدہ طور پر کہی گئی ہو یا اعلانیہ، اس سے کوئی چیز چھپ نہیں سکتی خواہ کتنے ہی پردے اور راز میں رکھی گئی ہو اور وہی سننے، جاننے والا، کفار کے اَقوال واَفعال کی انہیں سزا دے گا۔

آیت 5 کفار نے قرآن کی بلاغت و عظمت کا مقابلہ کرنے کی بجائے یہ کہنا شروع کر دیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم جو قرآن لائے ہیں یہ منتشر قسم کے جھوٹے خواب ہیں بلکہ خود اس نبی نے اپنی طرف سے بنالیا ہے لیکن کافروں کو پھر خیال آیا کہ لوگ کہیں گے: اگر یہ کلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کا بنایا ہوا ہے اور تم انہیں اپنے جیسا بشر بھی کہتے ہو تو تم ایسا کلام کیوں نہیں بنا سکتے؟ اس پر یہ کہنے لگے: بلکہ یہ شاعر ہیں اور یہ کلام شعر ہے۔ اب کفار نے سمجھا کہ ان میں سے کوئی بات چلنے والی نہیں ہے تو کہنے لگے: اگر یہ نبی ہیں تو ہمارے پاس کوئی نشانی لائیں جیسے پہلے رسولوں کو نشانیوں کے ساتھ بھیجا گیا تھا۔ **اہم بات:** اہلِ باطل اور جھوٹوں کا یہی حال ہوتا ہے کہ وہ کسی ایک بات پر قائم نہیں رہتے، اس کی ایک وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ بات کر کے خود حیران ہوتے ہیں کہ ہم نے کہہ کیا دیا ہے!!

مَآ اٰمَنَتْ قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا ۚ اَفَهُمْ يُؤْمِنُوْنَ ﴿٦﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا

ان سے پہلے جو بستی ایمان نہ لائی ہم نے اسے ہلاک کردیا تو کیا یہ ایمان لے آئیں گے؟○ اور ہم نے تم سے پہلے مرد ہی بھیجے

نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٧﴾ وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا

جن کی طرف ہم وحی کرتے تھے۔ تو اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تم نہیں جانتے ○ اور ہم نے انہیں کوئی ایسے بدن نہ بنایا تھا

لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ ﴿٨﴾ ثُمَّ صَدَقْنٰهُمُ الْوَعْدَ فَاَنْجَيْنٰهُمْ وَمَنْ نَّشَآءُ

کہ وہ کھانا نہ کھائیں اور نہ وہ دنیا میں ہمیشہ رہنے والے تھے ○ پھر ہم نے اپنا وعدہ انہیں سچا کر دکھایا تو ہم نے انہیں اور جن کو چاہا نجات دی

آیت 6 کفار کی باتوں کا رد کیا گیا کہ کفارِ مکہ سے پہلے لوگوں نے بھی اپنے انبیا علیہمُ السّلام سے نشانیوں کا مطالبہ کیا اور نشانیاں آنے کی صورت میں ایمان لانے کا عہد کیا، جب ان کے پاس مطلوبہ نشانیاں آئیں تو بھی وہ ان انبیا علیہمُ السّلام پر ایمان نہ لائے اس سبب سے انہیں ہلاک کر دیا گیا تو کیا کفارِ مکہ نشانی دیکھ کر ایمان لے آئیں گے حالانکہ اِن کی سرکشی اُن سے بڑھی ہوئی ہے۔

آیت 7 سابقہ ایک آیت میں بیان ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے بارے میں کفارِ مکہ کہتے تھے: ”یہ تمہارے جیسے ایک آدمی ہی تو ہیں۔“ اس کلام کا رد کرتے ہوئے بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی قوم کی طرف فرشتے کو رسول بنا کر نہیں بھیجا بلکہ اللہ تعالیٰ نے جو نبی اور رسول بھیجے سب انسان اور مرد ہی تھے اور ان کی طرف اللہ تعالیٰ کی جانب سے فرشتوں کے ذریعے احکامات وغیرہ کی وحی کی جاتی تھی، جب اللہ تعالیٰ کا دستور ہی یہ ہے نیز سابقہ انبیاءِ کرام علیہمُ السّلام کا بشری صورت میں ظہور فرمانا ان کی نبوت کے منافی نہیں تو سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے بشری صورت میں ظہور فرمانے پر کیا اعتراض ہے؟ کفارِ مکہ سے فرمایا گیا کہ اگر تمہیں گزشتہ زمانوں میں تشریف لانے والے رسولوں کے احوال معلوم نہیں تو تم اہلِ کتاب کے ان علما سے پوچھ لو جنہیں ان کے احوال کا علم ہے، وہ تمہیں حقیقتِ حال کی خبر دیں گے۔ **اہم باتیں:** (1) جہالت سے نجات کا طریقہ، عالم سے سوال کرنا ہے۔ (2) اپنی ضرورت کا مسئلہ سیکھنا فرض ہے اور یہ فرض عموماً علما سے پوچھ کر ادا ہوتا ہے، نیز مجتہدین کی تقلید بھی اسی آیت پر عمل کی ایک صورت ہے۔

آیت 8 کفارِ مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم پر ایک اعتراض یہ کیا: ﴿مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ﴾ (فرقان:7) ترجمہ: اس رسول کو کیا ہوا کہ یہ کھانا بھی کھاتا ہے۔ اِس اعتراض کا جواب دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے گزشتہ زمانوں میں جتنے بھی رسول بھیجے ان کے بدن ایسے نہیں بنائے تھے جو کھانے پینے سے بے نیاز ہوں بلکہ ایسے بنائے جنہیں کھانے پینے کی حاجت ہو، یونہی وہ دنیا میں ہمیشہ رہنے والے نہ تھے بلکہ عمر پوری ہو جانے کے بعد ان کی بھی وفات ہوئی، جب اللہ تعالیٰ کا طریقہ ہی یہ ہے تو کفارِ مکہ کا رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے کھانے پینے پر اعتراض کرنا محض بے جا اور فضول ہے۔

آیت 9 ارشاد فرمایا کہ ہم نے انبیاءِ کرام علیہمُ السّلام کی طرف جو وحی کرنی تھی کر دی پھر ہم نے انبیاءِ کرام علیہمُ السّلام کو نجات دینے اور ان کے دشمنوں کو ہلاک کرنے کا اپنا وعدہ سچا کر دکھایا تو ہم نے انہیں اور ان کی تصدیق کرنے والے مومنوں کو نجات دی اور انبیاءِ کرام علیہمُ السّلام کی تکذیب کر کے حد سے بڑھنے والوں کو ہلاک کر دیا۔

ع ١
وَ اَهۡلَكۡنَا الۡمُسۡرِفِيۡنَ ﴿٩﴾ لَقَدۡ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَيۡكُمۡ كِتٰبًا فِيۡهِ ذِكۡرُكُمۡ ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ﴿١٠﴾

اور حد سے بڑھنے والوں کو ہلاک کر دیا۔ بیشک ہم نے تمہاری طرف ایک کتاب نازل فرمائی جس میں تمہارا چرچا ہے۔ تو کیا تمہیں عقل نہیں؟

وَ كَمۡ قَصَمۡنَا مِنۡ قَرۡيَةٍ كَانَتۡ ظَالِمَةً وَّ اَنۡشَاۡنَا بَعۡدَهَا قَوۡمًا اٰخَرِيۡنَ ﴿١١﴾ فَلَمَّاۤ

اور کتنی ہی بستیاں ہم نے تباہ کر دیں جو ظلم کرنے والی تھیں اور ان کے بعد ہم نے دوسری قوم پیدا کر دی۔ تو جب

اَحَسُّوۡا بَاۡسَنَاۤ اِذَا هُمۡ مِّنۡهَا يَرۡكُضُوۡنَ ﴿١٢﴾ لَا تَرۡكُضُوۡا وَ ارۡجِعُوۡۤا اِلٰى مَاۤ اُتۡرِفۡتُمۡ

انہوں نے ہمارا عذاب پایا تو اچانک وہ اس سے بھاگنے لگے۔ (انہیں کہا گیا کہ) بھاگو نہیں اور ان آسائشوں کی طرف لوٹ آؤ جو تمہیں

فِيۡهِ وَ مَسٰكِنِكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تُسۡـَٔلُوۡنَ ﴿١٣﴾ قَالُوۡا يٰوَيۡلَنَاۤ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيۡنَ ﴿١٤﴾

دی گئی تھیں اور اپنے مکانوں کی طرف (لوٹ آؤ) شاید تم سے سوال کیا جائے۔ انہوں نے کہا: ہائے ہماری بربادی! بیشک ہم ظالم تھے۔

آیت 10 فرمایا کہ اے قریش کے گروہ! ہم نے تمہاری طرف ایک عظیم الشان کتاب نازل فرمائی جس میں تمہارا شرف اور تمہاری عزت ہے کیونکہ وہ تمہاری زبان اور تمہاری لغت کے مطابق ہے تو تم اس سے کیسے منہ پھیر سکتے ہو حالانکہ سمجھ داری کا تقاضا یہ ہے کہ تم اس کتاب کی اور نبی کی تعظیم کرو جو کتاب لائے ہیں اور اس پر سب سے پہلے ایمان لانے والے ہو جاؤ۔ کیا تمہیں یہ سمجھ نہیں کہ ایمان لا کر اس عزت و کرامت اور سعادت کو حاصل کرو۔ **اہم بات:** آیت میں مذکور لفظ ﴿فِيۡهِ ذِكۡرُكُمۡ﴾ کے مفسرین نے اور معنیٰ بھی بیان کئے ہیں جیسے (1) اس میں تمہارے لئے نصیحت ہے (2) اس میں تمہارے دینی اور دُنیوی اُمور اور حاجات کا بیان ہے۔

آیت 11 اس امت کے کفار کو کفر نہ چھوڑنے اور ایمان نہ لانے پر عذابِ الٰہی سے ڈرایا جارہا ہے، گویا فرمایا گیا: اے کافرو! تم اپنے مال و دولت کی وسعت سے دھوکا نہ کھاؤ اور اپنے اموال و اولاد پر غرور نہ کرو کیونکہ ہم نے بہت سی بستیوں کے کفار کو تباہ و برباد کر دیا اور ان کے بعد ہم نے دوسری قوم پیدا کر دی، جو کچھ ان کافروں کے ساتھ ہوا وہ تمہارے ساتھ بھی ہو سکتا ہے۔

آیت 12، 13 ان دو آیات میں فرمایا گیا کہ جب ان ظالموں نے اللہ تعالیٰ کا عذاب پایا تو اچانک وہ اس سے بھاگنے لگے۔ اس پر فرشتے کے ذریعے ان سے کہا گیا: بھاگو نہیں اور ان آسائشوں کی طرف لوٹ آؤ جو تمہیں دی گئی تھیں اور اپنے ان مکانوں کی طرف لوٹ آؤ جن پر تم فخر کیا کرتے تھے، شاید لوگوں کی عادت کے مطابق تم سے تمہاری دنیا کے بارے میں سوال کیا جائے۔ **اہم بات:** بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ ان آیات میں یمن کی ایک بستی کے لوگوں کا حال بیان ہوا ہے۔ اس بستی کا نام حصور یا حضور ہے۔ ان لوگوں کے کفر و سرکشی اور نبی علیہ السّلام کو شہید کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان پر بُخْت نصر کو مسلط کر دیا۔ اِس نے اُن کے بعض لوگوں کو قتل اور بعض کو گرفتار کیا تو وہ بستی چھوڑ کر بھاگے۔ اس پر فرشتوں نے طنز کے طور پر ان سے مذکورہ بات کہی۔

آیت 14 جب وہ بھاگ کر نجات پانے سے مایوس ہو گئے اور انہیں عذاب نازل ہونے کا یقین ہو گیا تو انہوں نے کہا: ہائے ہماری بربادی! بے شک ہم ظالم تھے۔

فَمَا زَالَتۡ تِّلۡكَ دَعۡوٰىهُمۡ حَتّٰى جَعَلۡنٰهُمۡ حَصِيۡدًا خٰمِدِيۡنَ ﴿۱۵﴾ وَ مَا خَلَقۡنَا السَّمَآءَ

تو یہی ان کی چیخ و پکار رہی یہاں تک کہ ہم نے انہیں کٹے ہوئے، بجھے ہوئے کردیا○ اور ہم نے آسمان

وَالۡاَرۡضَ وَمَا بَيۡنَهُمَا لٰعِبِيۡنَ ﴿۱۶﴾ لَوۡ اَرَدۡنَاۤ اَنۡ نَّتَّخِذَ لَهۡوًا لَّاتَّخَذۡنٰهُ مِنۡ لَّدُنَّاۤ ۖ

اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب فضول پیدا نہیں کیا○ اگر ہم کوئی کھیل ہی اختیار کرنا چاہتے تو اپنے پاس سے ہی اختیار کرلیتے

اِنۡ كُنَّا فٰعِلِيۡنَ ﴿۱۷﴾ بَلۡ نَقۡذِفُ بِالۡحَقِّ عَلَى الۡبَاطِلِ فَيَدۡمَغُهٗ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ ؕ

اگر ہمیں کرنا ہوتا○ بلکہ ہم حق کو باطل پر پھینکتے ہیں تو وہ اس کا دماغ توڑ دیتا ہے تو جبھی وہ مٹ کر رہ جاتا ہے

وَلَكُمُ الۡوَيۡلُ مِمَّا تَصِفُوۡنَ ﴿۱۸﴾ وَلَهٗ مَنۡ فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ وَمَنۡ عِنۡدَهٗ

اور تمہارے لئے بربادی ہے ان باتوں سے جو تم کرتے ہو○ اور جو آسمانوں اور زمین میں ہیں سب اسی کی ملک ہیں اور جو اللہ کے پاس ہیں

آیت 15 ارشاد فرمایا: تو ان کی یہی چیخ و پکار رہی کہ ہائے ہماری بربادی! ہم ظالم تھے، یہاں تک کہ ہم نے انہیں کھیت کی طرح کٹے ہوئے کردیا کہ تلواروں سے ان کے ٹکڑے ٹکڑے کردیئے گئے اور وہ بجھی ہوئی آگ کی طرح ہوگئے۔ **اہم بات:** یہ ان کی طرف سے اپنے گناہ کا اعتراف اور ندامت کا اظہار تھا لیکن چونکہ عذاب دیکھنے کے بعد انہوں نے گناہ کا اقرار کیا تو یہ اعتراف انہیں کام نہ آیا۔

آیت 16 اللہ تعالیٰ نے آسمان، زمین اور جو کچھ ان کے درمیان عجائبات ہیں، ان سب کو فضول پیدا نہیں کیا بلکہ انہیں پیدا کرنے میں کثیر حکمتیں ہیں، جن میں سے چند یہ ہیں کہ ان اَشیاء سے اللہ تعالیٰ کے بندے اس کی قدرت و حکمت پر اِستدلال کریں اور انہیں اللہ تعالیٰ کے اوصاف و کمال کی معرفت حاصل ہو، حق و باطل میں فرق ہوجائے، لوگ غور و فکر کریں، غفلت سے بیدار ہوں، نیک اعمال کریں اور آخرت میں اچھی جزا پائیں۔

آیت 17 فرمایا کہ اگر ہم آسمان و زمین اور ان کے درمیان موجود اشیاء کو کسی حکمت کے بغیر بے مقصد بنا کر ایسی چیز کو اختیار کرنا چاہتے جس سے کھیلا جائے تو ہم ان کی بجائے اپنے پاس سے ہی کسی چیز کو اختیار کرلیتے لیکن یہ اُلوہیّت کی شان اور حکمت کے منافی ہونے کی وجہ سے ہمارے حق میں محال ہے لہٰذا ہمارا کھیل کے لئے کسی چیز کو اختیار کرنا قطعی طور پر ناممکن ہے۔ بعض مفسرین کے نزدیک یہ آیت عیسائیوں کے رد میں ہے جو خدا کے لئے بیوی اور بیٹے کے قائل تھے، تو فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ بیوی اور بیٹا اختیار کرنا چاہتا تو انسانوں میں سے نہ کرتا بلکہ اپنے پاس موجود حورِعین اور فرشتوں میں سے کسی کو بیوی اور بیٹا بنالیتا یونہی حضرت عیسیٰ علیہ السّلام اور حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی طرح انہیں لوگوں کے پاس نہ رکھتا بلکہ اپنے پاس رکھتا کیونکہ بیوی اور بیٹے والے بیوی اور بیٹے اپنے پاس رکھتے ہیں۔

آیت 18 ارشاد فرمایا: ہماری شان یہ نہیں کہ ہم کھیل کے لئے کوئی چیز اختیار کریں بلکہ ہماری شان تو یہ ہے کہ ہم حق کو باطل پر غالب کرتے ہیں تو وہ باطل کو پورا مٹا دیتا ہے اور اسی وقت باطل مکمل طور پر ختم ہو کر رہ جاتا ہے اور اے کافرو! تمہارے لئے اُن باتوں کی وجہ سے بربادی ہے جو تم اللہ تعالیٰ کی شان میں کرتے ہو اور اس کے لئے بیوی اور بچہ ٹھہراتے ہو۔

آیت 19 آسمانوں اور زمین کی تمام مخلوقات کا مالک اللہ تعالیٰ ہے اور سب اس کی ملک ہیں تو کوئی اس کی اولاد کیسے ہو سکتا ہے! اور

لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَ لَا يَسْتَحْسِرُوْنَ ﴿۱۹﴾ يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ

وہ اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے اور نہ تھکتے ہیں ۝ رات اور دن اس کی پاکی بیان کرتے ہیں،

لَا يَفْتُرُوْنَ ﴿۲۰﴾ اَمِ اتَّخَذُوْۤا اٰلِهَةً مِّنَ الْاَرْضِ هُمْ يُنْشِرُوْنَ ﴿۲۱﴾ لَوْ كَانَ فِيْهِمَاۤ

وہ سستی نہیں کرتے ۝ کیا انہوں نے زمین میں سے کچھ ایسے معبود بنالئے ہیں جو مردوں کو زندہ کرتے ہوں؟ ۝ اگر آسمان و زمین میں

اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۲۲﴾

اللہ کے سوا اور معبود ہوتے تو ضرور آسمان و زمین تباہ ہو جاتے تو لوگوں کی بنائی ہوئی باتوں سے اللہ پاک ہے جو عرش کا مالک ہے ۝

مقرب فرشتے جنہیں اللہ تعالیٰ کے کرم سے اس کی بارگاہ میں قرب و منزلت کا ایک خاص مقام حاصل ہے وہ اس کی عبادت کرنے سے تکبر نہیں کرتے ہیں اور نہ عبادت کرنے سے تھکتے ہیں۔ **اہم بات:** فرشتے عبادت کرتے تھکتے نہیں، البتہ اگر ہم عبادت کرتے تھک جائیں تو ہمیں آرام کرنے کا حکم ہے۔

آیت 20 فرشتے ہر وقت اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور پاکی بیان کرتے رہتے ہیں اور اس میں وہ کسی طرح کی سستی نہیں کرتے۔ **اہم باتیں:** (1) فرشتوں کے لئے تسبیح ایسے ہے جیسے ہمارے لئے سانس لینا، جس طرح ہماری مصروفیات ہمیں سانس لینے سے رکاوٹ نہیں بنتیں، یونہی فرشتوں کے کام انہیں تسبیح سے مانع نہیں ہوتے۔ (2) فرشتوں کے بارے میں یہ خبر دینے سے مقصود مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت و عبادت کرنے پر ابھارنا اور کافروں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت ترک کرنے پر شرم دلانا ہے۔

آیت 21 ارشاد فرمایا: کیا کافروں نے زمین کے جواہر اور معدنیات جیسے سونے چاندی اور پتھر وغیرہ سے کچھ ایسے معبود بنالئے ہیں جو مُردوں کو زندہ کرنے کی قدرت رکھتے ہیں؟ ایسا تو نہیں ہے اور نہ یہ ہو سکتا ہے کہ جو خود بے جان ہو وہ کسی کو جان دے سکے! لہٰذا ان چیزوں کو معبود ٹھہرانا اور اِلٰہ قرار دینا کھلا باطل ہے۔

آیت 22 اللہ تعالیٰ کے واحد معبود ہونے کی ایک قطعی دلیل بیان کی جارہی ہے کہ اگر آسمانوں یا زمین پر اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور خدا ہوتا تو ضرور آسمان و زمین تباہ ہو جاتے اور سارے عالَم کا نظام درہم برہم ہو جاتا کیونکہ اگر دو خدا فرض کئے جائیں تو دونوں کسی شے پر متفق ہوں گے یا ان میں اختلاف ہو گا؟ اگر ایک چیز پر متفق ہوں تو لازم آئے گا کہ ایک چیز دونوں کی قدرت سے واقع ہو، یہ محال ہے اور اگر ان میں اختلاف ہو تو ایک چیز کے بارے میں دونوں کے ارادوں کی مختلف صورتیں ہوں گی: (1) دونوں کے ارادے ایک ساتھ واقع ہوں گے۔ اس صورت میں ایک ہی وقت میں وہ چیز موجود اور معدوم ہو جائے گی۔ (2) دونوں کے ارادے واقع نہ ہوں۔ اس صورت میں وہ چیز نہ موجود ہو گی نہ معدوم۔ (3) ایک کا ارادہ واقع ہو اور دوسرے کا واقع نہ ہو۔ یہ تمام صورتیں محال ہیں کیونکہ جس کی بات پوری نہ ہو گی وہ خدا نہیں ہو سکتا۔ تو ثابت ہوا کہ بہر صورت ایک سے زیادہ خدا ماننے میں نظام کائنات کی تباہی اور فساد لازم ہے اور کائنات کا نظام انتہائی مربوط و منظم انداز میں چلنا اس بات کی روشن دلیل ہے کہ خدا صرف ایک ہے جو اس نظام کو چلا رہا ہے۔ آیت میں مزید فرمایا کہ عرش کا مالک اللہ تعالیٰ اپنے بارے میں لوگوں کی بنائی ہوئی ان تمام باتوں سے پاک ہے جو اس کی شان

لَا يُسۡـَٔلُ عَمَّا يَفۡعَلُ وَهُمۡ يُسۡـَٔلُوۡنَ ﴿۲۳﴾ اَمِ اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اٰلِهَةً ؕ

اللہ سے اس کام کے متعلق سوال نہیں کیا جاتا جو وہ کرتا ہے اور لوگوں سے سوال کیا جائے گا○ کیا انہوں نے اللہ کے سوا اور معبود بنا رکھے ہیں؟

قُلۡ هَاتُوۡا بُرۡهَانَكُمۡ ۚ هٰذَا ذِكۡرُ مَنۡ مَّعِىَ وَذِكۡرُ مَنۡ قَبۡلِىۡ ؕ بَلۡ اَكۡثَرُهُمۡ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ۙ

تم فرماؤ: تم اپنی دلیل لاؤ۔ یہ قرآن میرے ساتھ والوں کا ذکر ہے اور مجھ سے پہلوں کا تذکرہ ہے بلکہ اُن کے اکثر لوگ حق کو

الۡحَقَّ فَهُمۡ مُّعۡرِضُوۡنَ ﴿۲۴﴾ وَمَاۤ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا نُوۡحِىۡۤ اِلَيۡهِ

نہیں جانتے تو وہ منہ پھیرے ہوئے ہیں○ اور ہم نے تم سے پہلے کوئی رسول نہ بھیجا مگر یہ کہ ہم اس کی طرف وحی فرماتے رہے

کے لائق نہیں لہٰذا نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ کوئی اس کا شریک ہے۔

آیت 23 اللہ تعالیٰ کی عظمت و شان یہ ہے کہ وہ جو کام کرتا ہے اس کے بارے میں اس سے پوچھا نہیں جا سکتا کیونکہ وہ حقیقی مالک ہے، جو چاہے کرے، جسے چاہے عزت دے یا ذلت دے، جسے چاہے سعادت دے یا بدبخت کرے، وہ سب کا حاکم ہے، اس کا کوئی حاکم نہیں جو اس سے پوچھ سکے جبکہ لوگوں سے ان کے کاموں کے بارے میں سوال کیا جائے گا اور قیامت کے دن ان سے کہا جائے گا کہ تم نے یہ کام کیوں کیا؟ کیونکہ سب اس کے بندے اور اس کی ملکیت ہیں اور سب پر اس کی اطاعت لازم ہے۔

آیت 24 کفار کو ڈانٹتے ہوئے استفہام کے انداز میں فرمایا گیا کہ کیا انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا اور معبود بنا رکھے ہیں؟ اے حبیب! آپ ان مشرکین سے فرما دیں کہ تم اپنے اس باطل دعوے پر اپنی دلیل لاؤ مگر تم کوئی عقلی یا نقلی دلیل پیش نہیں کر سکتے کیونکہ تمام آسمانی کتابوں میں توحید کا بیان موجود ہے اور شرک کو باطل قرار دیا گیا ہے نیز عقلی دلائل بھی شرک کا رد کرتے ہیں۔ اس قرآن میں میری امت کا ذکر ہے کہ اس کو طاعت پر کیا ثواب اور معصیت پر کیا عذاب دیا جائے گا اور اس میں مجھ سے پہلے انبیا علیہمُ السّلام کی امتوں کا تذکرہ ہے کہ دنیا میں ان کے ساتھ کیا کیا گیا اور آخرت میں کیا کیا جائے گا۔ ایک قول یہ ہے کہ یہاں ساتھ والوں کے ذکر سے مراد قرآنِ مجید اور پہلوں کے ذکر سے مراد تورات و انجیل ہے اور معنیٰ یہ ہے کہ تم قرآن، تورات، انجیل اور تمام آسمانی کتابوں کی طرف رجوع کرو، کیا تم ان میں یہ بات پاتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد اختیار کی یا اس کے ساتھ کوئی اور معبود ہے۔ مزید فرمایا گیا کہ کفار کے عوام کا حال یہ ہے کہ وہ حق کو نہیں جانتے اور جہالت کی وجہ سے حق سے منہ پھیرے ہوئے ہیں جبکہ ان کے علما جان بوجھ کر عناد کی وجہ سے حق کے منکر ہیں۔

آیت 25 ارشاد فرمایا: اے حبیب! ہم نے آپ سے پہلے جس امت کی طرف کوئی رسول اور نبی بھیجا ہم اس کی طرف وحی فرماتے رہے کہ زمین و آسمان میں میرے علاوہ کوئی معبود نہیں جو عبادت کئے جانے کا مستحق ہو تو اخلاص کے ساتھ میری عبادت کرو اور صرف مجھے ہی معبود مانو۔ **اہم باتیں:** (1) انبیاء و رُسُل علیہمُ السّلام کو مبعوث فرمانے کی بنیادی حکمت اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو ثابت کرنا اور اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا ہے۔ (2) تمام انبیا علیہمُ السّلام عقائد میں متفق ہیں، البتہ اعمال میں کئی جگہ فرق ہے۔

اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ﴿۲۵﴾ وَ قَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ عِبَادٌ

کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں تو میری ہی عبادت کرو○ اور کافروں نے کہا: رحمٰن نے اولاد بنالی ہے۔ وہ پاک ہے، بلکہ (فرشتے) عزت والے

مُّكْرَمُوْنَ ﴿۲۶﴾ ۙ لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَ هُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۷﴾ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ مَا

بندے ہیں○ وہ کسی بات میں اللہ سے سبقت نہیں کرتے اور وہ اس کے حکم پر عمل کرتے ہیں○ وہ جانتا ہے جو ان کے آگے ہے اور جو

خَلْفَهُمْ وَ لَا يَشْفَعُوْنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَ هُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَ مَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ

ان کے پیچھے ہے اور وہ صرف اسی کی شفاعت کرتے ہیں جسے اللہ پسند فرمائے اور وہ اس کے خوف سے ڈر رہے ہیں○ اور ان میں جو کوئی کہے

ع ۲ ۱۹ اِنِّیْۤ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِی الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۹﴾ ع اَوَ لَمْ يَرَ

کہ میں اللہ کے سوا معبود ہوں تو اسے ہم جہنم کی سزا دیں گے۔ ہم ظالموں کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں○ کیا کافروں نے

آیت 26 یہ آیت خزاعہ قبیلے کے بارے میں نازِل ہوئی جنہوں نے فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہا تھا، فرمایا گیا کہ کافروں نے کہا: رحمٰن نے فرشتوں میں سے اولاد بنالی ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کی ذات اس سے پاک ہے کہ اس کے اولاد ہو۔ فرشتے اللہ تعالیٰ کی اولاد نہیں بلکہ اس کے برگزیدہ اور مکرم بندے ہیں۔

آیت 27 فرمایا کہ وہ کسی بات میں اللہ تعالیٰ سے آگے نہیں بڑھتے کہ خدا نے ابھی حکم دیا نہ ہو اور فرشتے بغیر حکم کے کام کر گزریں، بلکہ فرشتے وہی کرتے ہیں جس کا اللہ تعالیٰ انہیں حکم دیتا ہے اور وہ کسی اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت نہیں کرتے۔

آیت 28 جو کچھ فرشتوں نے کیا اور جو کچھ وہ آئندہ کریں گے سب اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے یا یہ معنیٰ ہے: اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ فرشتوں کی تخلیق سے پہلے کیا تھا اور ان کی تخلیق کے بعد کیا ہوگا۔ مزید فرمایا: وہ صرف اسی کی شفاعت کرتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ پسند فرمائے اور یہ شفاعت کے قابل لوگ صرف مومن ہیں اور فرمایا کہ فرشتے اس مقام و مرتبے کے باوجود اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے بے خوف نہیں بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے خوف سے ڈر رہے ہیں۔ **درس:** فرشتے گناہوں سے معصوم ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے ڈرتے رہتے ہیں، ہمیں تو زیادہ فکر کی ضرورت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے ڈریں اور اس کی پکڑ اور قہر سے خوف کھائیں۔

آیت 29 بفرضِ محال فرشتوں میں سے کوئی یہ کہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے سوا معبود ہوں تو اللہ تعالیٰ اسے بھی دوسرے مجرموں کی طرح جہنم کی سزا دے گا، اس فرشتے کے اوصاف اور پسندیدہ اَفعال اسے جہنم کی سزا سے نہ بچا سکیں گے اور اللہ تعالیٰ ان ظالموں کو ایسی ہی سزا دیتا ہے جو اس کے سوا معبود ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ جب فرشتوں کے بارے اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ ہے تو اے مشرکو! اس بدترین عمل سے باز نہ آنے کی صورت میں تمہارا انجام کتنا دردناک ہوگا؟ **اہم بات:** ایک قول کے مطابق یہ بات کہ "میں اللہ کے سوا معبود ہوں" کہنے والا ابلیس ہے جو اپنی عبادت کی دعوت دیتا ہے۔ ابلیس در حقیقت جن ہے۔ چونکہ وہ فرشتوں کے ساتھ رہتا تھا اس لئے حکمی طور پر ان ہی میں شمار ہوتا تھا۔

آیت 30 اللہ تعالیٰ کی شانِ قدرت اور شانِ تخلیق کا بیان ہو رہا ہے، فرمایا: کیا کافروں نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ آسمان اور زمین

الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ؕ وَ جَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ

یہ خیال نہ کیا کہ آسمان اور زمین ملے ہوئے تھے تو ہم نے انہیں کھول دیا اور ہم نے ہر جاندار چیز پانی سے

شَیْءٍ حَیٍّ ؕ اَفَلَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَ جَعَلْنَا فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ بِهِمْ وَ جَعَلْنَا

بنائی تو کیا وہ ایمان نہیں لائیں گے؟○ اور زمین میں ہم نے مضبوط لنگر ڈال دیئے تاکہ لوگوں کو لے کر حرکت نہ کرتی رہے اور ہم نے

فِیْهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ یَهْتَدُوْنَ ﴿۳۱﴾ وَ جَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا ۚۖ وَّ هُمْ عَنْ اٰیٰتِهَا

اس میں کشادہ راستے بنائے تاکہ وہ راستہ پالیں○ اور ہم نے آسمان کو ایک محفوظ چھت بنایا اور وہ لوگ اس کی نشانیوں سے

مُعْرِضُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ الَّیْلَ وَ النَّهَارَ وَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ ؕ كُلٌّ فِیْ فَلَكٍ

منہ پھیرے ہوئے ہیں○ اور وہی ہے جس نے رات اور دن اور سورج اور چاند کو پیدا کیا۔ سب ایک گھیرے میں

ملے ہوئے تھے تو ہم نے انہیں کھول دیا اور ہم نے ہر جاندار چیز کو پانی سے پیدا فرمایا تو کیا مشرکین ایسا نہیں کریں گے کہ ان دلائل میں غور و فکر کریں اور اِس کے ذریعے اُس خالق کو جان لیں جس کا کوئی شریک نہیں اور شرک کا طریقہ چھوڑ کر اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آئیں۔ **اہم باتیں:** (1) آیت میں فرمایا گیا کہ آسمان و زمین ملے ہوئے تھے، اس سے ایک مراد یہ ہے کہ ایک دوسرے سے ملا ہوا تھا، ان میں جدائی پیدا کر کے انہیں کھولا گیا۔ دوسرا معنیٰ یہ ہے کہ آسمان اس طور پر بند تھا کہ اس سے بارش نہیں ہوتی تھی اور زمین اس طور پر بند تھی کہ اس سے نباتات پیدا نہیں ہوتی تھیں، تو آسمان کا کھولنا یہ ہے کہ اس سے بارش ہونے لگی اور زمین کا کھولنا یہ ہے کہ اس سے سبزہ پیدا ہونے لگا۔ (2) آیت میں چونکہ متعین طور پر یہ مراد نہیں کہ آسمان و زمین حقیقی طور پر ملے ہوئے تھے، اس لئے بگ بینگ کی تھیوری کو قطعیت کے ساتھ اس آیت سے ثابت نہیں کرنا چاہیے۔ ہاں! احتمال ضرور موجود ہے۔ (3) ہر جاندار چیز کو پانی سے بنانے سے کیا مراد ہے؟ اس بارے میں مفسرین کے مختلف اَقوال ہیں: (۱) اللہ تعالیٰ نے پانی کو جانداروں کی حیات کا سبب بنایا ہے (۲) ہر جاندار پانی سے پیدا کیا ہوا ہے (۳) پانی سے نطفہ مراد ہے۔

آیت 31 اللہ تعالیٰ نے زمین میں مضبوط پہاڑ قائم کر دیئے تاکہ زمین جم جائے، ٹھہری رہے اور غیر مُتوازن حرکت نہ کرے اور لوگ اس پر آرام و سکون کے ساتھ چل سکیں اور اللہ تعالیٰ نے اس میں کشادہ راستے بنائے تاکہ لوگ اپنے سفروں میں راستہ پالیں اور جن مقامات کا ارادہ کریں وہاں تک پہنچ سکیں۔

آیت 32 اللہ تعالیٰ نے آسمان کو ایک گرنے سے محفوظ چھت بنایا اور کافروں کا حال یہ ہے کہ وہ سورج، چاند، ستاروں، اپنے اپنے اَفلاک میں ان کی حرکتوں کی کیفیت، اپنے اپنے مَطالع سے ان کے طلوع و غروب اور ان کے احوال کے عجائبات جو عالَم کو بنانے والے کے وجود، اس کی وحدت اور قدرت و حکمت کے کمال پر دلالت کرتے ہیں، ان سب سے اِعراض کرتے ہیں اور ان دلائل سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔ **اہم بات:** ریاضی اور فلکیات کا علم اعلیٰ علوم میں سے ہے جبکہ انہیں اللہ تعالیٰ کی معرفت کا ذریعہ بنایا جائے۔

آیت 33 فرمایا کہ وہی اکیلا معبود ہے جس نے رات کو تاریک بنایا تاکہ لوگ اس میں آرام کریں اور دن کو روشن بنایا تاکہ اس میں

يَّسۡبَحُوۡنَ ﴿۳۳﴾ وَ مَا جَعَلۡنَا لِبَشَرٍ مِّنۡ قَبۡلِكَ الۡخُلۡدَ ؕ اَ فَا۟ئِنۡ مِّتَّ فَهُمُ

تیر رہے ہیں○ اور ہم نے تم سے پہلے کسی آدمی کے لیے (دنیا میں) ہمیشہ رہنا نہ بنایا تو کیا اگر تم انتقال فرماؤ تو یہ دوسرے لوگ

الۡخٰلِدُوۡنَ ﴿۳۴﴾ كُلُّ نَفۡسٍ ذَآئِقَةُ الۡمَوۡتِ ؕ وَ نَبۡلُوۡكُمۡ بِالشَّرِّ وَالۡخَيۡرِ فِتۡنَةً ؕ وَ اِلَيۡنَا

ہمیشہ رہیں گے ؟○ ہر جان موت کا مزہ چکھنے والی ہے اور ہم برائی اور بھلائی کے ذریعے تمہیں خوب آزماتے ہیں اور ہماری ہی طرف

تُرۡجَعُوۡنَ ﴿۳۵﴾ وَ اِذَا رَاٰكَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡۤا اِنۡ يَّتَّخِذُوۡنَكَ اِلَّا هُزُوًا ؕ اَهٰذَا الَّذِىۡ

تم لوٹائے جاؤ گے○ اور جب کافر آپ کو دیکھتے ہیں تو آپ کو صرف ہنسی مذاق بنا لیتے ہیں۔ کیا یہ وہ آدمی ہے

يَذۡكُرُ اٰلِهَتَكُمۡ ۚ وَهُمۡ بِذِكۡرِ الرَّحۡمٰنِ هُمۡ كٰفِرُوۡنَ ﴿۳۶﴾ خُلِقَ الۡاِنۡسَانُ مِنۡ عَجَلٍ ؕ

جو تمہارے خداؤں کو برا کہتا ہے اور وہ (کافر) رحمٰن ہی کی یاد سے منکر ہیں○ آدمی جلد باز بنایا گیا۔

معاش وغیرہ کے کام انجام دیں اور سورج کو پیدا کیا تاکہ وہ دن کا چراغ ہو اور چاند کو پیدا کیا تاکہ وہ رات کا چراغ ہو۔ یہ سب ایک گھیرے میں ایسے تیر رہے ہیں جس طرح تیراک پانی میں تیرتا ہے۔

آیت 34 **شانِ نزول:** دشمنانِ رسول کہتے تھے کہ عنقریب محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی وفات ہو جائے گی تو یوں نئے دین کا مسئلہ ختم ہو جائے گا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا کہ کافروں کے لئے یہ کوئی خوشی کی بات نہیں کیونکہ ہم نے دنیا میں کسی آدمی کے لئے ہمیشگی نہیں رکھی۔ اے حبیب! کیا اگر آپ انتقال فرما جائیں تو یہ لوگ ہمیشہ رہیں گے ؟ اور کیا انہیں موت کے پنجے سے رہائی مل جائے گی ؟ جب ایسا نہیں ہے تو پھر وہ کس بات پر خوش ہوتے ہیں۔

آیت 35 فرمایا کہ ہر جان موت کا مزہ چکھنے والی ہے اور ہم تمہیں راحت و تکلیف، تندرستی و بیماری، دولت مندی و ناداری، نفع و نقصان کے ذریعے آزماتے ہیں تاکہ ظاہر ہو جائے کہ صبر و شکر میں تمہارا کیا درجہ ہے اور بالآخر تم ہماری ہی طرف لوٹائے جاؤ گے اور ہم تمہیں تمہارے اعمال کی جزا دیں گے۔ **اہم بات:** مصیبت اور نعمت دونوں کے ذریعے بندے کو آزمایا جاتا ہے کہ وہ مصیبت پر کتنا صبر اور نعمت پر کتنا شکر کرتا ہے اور ایسے صابر و شاکر مومن کا ہر حال بہتر ہی ہے۔

آیت 36 ان لوگوں کو جواب دیا جارہا ہے جو مَعَاذَ اللہ! نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ساتھ مسخرہ پن کرتے تھے۔ **شانِ نزول:** ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم تشریف لے جارہے تھے تو ابو جہل آپ کو دیکھ کر ہنسا اور اپنے ساتھ موجود لوگوں سے کہا: یہ بنی عبدِ مناف کے نبی ہیں۔ پھر وہ ایک دوسرے سے کہنے لگے: کیا یہ وہ آدمی ہے جو تمہارے خداؤں کو برا کہتا ہے ؟ حالانکہ کفار کا اپنا حال یہ ہے کہ وہ سچے خدا رحمٰن کی یاد ہی کے منکر ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم رحمٰن کو جانتے ہی نہیں۔

آیت 37 ارشاد فرمایا: "آدمی جلد باز بنایا گیا" یعنی جلد بازی کو انسان کی فطرت اور اخلاق میں پیدا کیا گیا ہے۔ **شانِ نزول:** نضر بن حارث نے جلد عذاب نازل کرنے کا مطالبہ کیا، اس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ اب میں تمہیں اپنی نشانیاں یعنی

Go to Index

سَاُورِیۡكُمۡ اٰیٰتِیۡ فَلَا تَسۡتَعۡجِلُوۡنِ ﴿۳۷﴾ وَ یَقُوۡلُوۡنَ مَتٰی هٰذَا الۡوَعۡدُ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ ﴿۳۸﴾

اب میں تمہیں اپنی نشانیاں دکھاؤں گا تو مجھ سے جلدی نہ کرو○ اور کہتے ہیں: اگر تم سچے ہو تو یہ وعدہ کب ہوگا؟○

لَوۡ یَعۡلَمُ الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا حِیۡنَ لَا یَكُفُّوۡنَ عَنۡ وُّجُوۡهِهِمُ النَّارَ وَ لَا عَنۡ ظُهُوۡرِهِمۡ وَ

اگر کافر اس وقت کو جان لیتے جب وہ اپنے چہروں سے اور اپنی پیٹھوں سے آگ کو نہ روک سکیں گے اور

لَا هُمۡ یُنۡصَرُوۡنَ ﴿۳۹﴾ بَلۡ تَاۡتِیۡهِمۡ بَغۡتَةً فَتَبۡهَتُهُمۡ فَلَا یَسۡتَطِیۡعُوۡنَ رَدَّهَا وَ لَا هُمۡ

نہ ان کی مدد کی جائے گی○ بلکہ وہ (قیامت) ان پر اچانک آپڑے گی تو انہیں حیران کر دے گی پھر نہ وہ اسے رد کر سکیں گے اور نہ

یُنۡظَرُوۡنَ ﴿۴۰﴾ وَ لَقَدِ اسۡتُهۡزِئَ بِرُسُلٍ مِّنۡ قَبۡلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِیۡنَ سَخِرُوۡا مِنۡهُمۡ مَّا كَانُوۡا بِهٖ

انہیں مہلت دی جائے گی○ اور بیشک تم سے اگلے رسولوں کا مذاق اڑایا گیا تو جس (عذاب) کا مذاق اڑاتے تھے اسی نے

مشرکین کو دیئے گئے عذاب کے وعدے دکھاؤں گا، ان وعدوں کا وقت قریب آگیا ہے لہٰذا انہیں چاہیے کہ وقت سے پہلے ان کا مطالبہ نہ کریں۔ چنانچہ دنیا میں بدر کے دن وہ منظر ان کی نگاہوں کے سامنے آگیا اور آخرت میں وہ جہنم کا عذاب دیکھیں گے۔ **اہم باتیں:** جلد بازی مذموم طریقہ ہے، یہ جلد بازی کا ہی نتیجہ ہے کہ انسان کوئی عملی قدم اٹھانے سے پہلے اس کے اچھے اور برے پہلوؤں پر غور نہیں کر پاتا اور یوں اپنا نقصان کر بیٹھتا ہے۔ حدیثِ پاک میں ہے: بردباری اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور جلد بازی شیطان کی طرف سے ہے۔(ترمذی، حدیث:2019)

آیت 38 مشرکین نے جلدی مچاتے اور مذاق اڑاتے ہوئے کہا: اے مسلمانوں کے گروہ! اگر تم سچے ہو تو عذاب یا قیامت کا یہ وعدہ کب پورا ہو گا؟

آیت 39 فرمایا گیا کہ اگر کافر اس وقت کو جان لیتے جب وہ اپنے چہروں سے اور اپنی پیٹھوں سے دوزخ کی آگ کو نہ روک سکیں گے اور نہ ان کی مدد کی جائے گی تو وہ کفر پر قائم نہ رہتے اور عذاب طلب کرنے میں جلدی نہ کرتے، نیز انہیں اپنے عذاب کا حقیقی علم ہو جاتا تو قیامت کا وقت نہ پوچھتے بلکہ اس کے لئے تیاری کرتے۔

آیت 40 فرمایا کہ کفار کو اس کے آنے کا وقت معلوم نہیں بلکہ وہ قیامت ان پر اچانک آپڑے گی تو انہیں حیران کر دے گی پھر نہ وہ اسے کسی حیلے سے رد کر سکیں گے اور نہ انہیں توبہ و معذرت کی مہلت دی جائے گی۔

آیت 41 اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو مزید تسلی دیتے ہوئے فرمایا: اے حبیب! جس طرح آپ کی قوم نے آپ کا مذاق اڑایا اسی طرح ان سے پہلے کے کفار بھی اپنے انبیاءِ کرام علیہمُ السّلام کا مذاق اڑایا کرتے تھے تو مذاق اڑانے والوں کا مذاق انہیں کو لے بیٹھا اور وہ اپنے مذاق اڑانے کے وبال و عذاب میں گرفتار ہوئے، لہٰذا آپ رنجیدہ نہ ہوں، آپ کے ساتھ استہزا کرنے والوں کا بھی یہی انجام ہونا ہے۔

ع ۳ ۱۲ ۳

یَسۡتَہۡزِءُوۡنَ ﴿۴۱﴾ قُلۡ مَنۡ یَّکۡلَؤُکُمۡ بِالَّیۡلِ وَ النَّہَارِ مِنَ الرَّحۡمٰنِ ؕ بَلۡ ہُمۡ عَنۡ ذِکۡرِ

ان کو گھیر لیا۔ تم فرماؤ: رات اور دن میں رحمٰن کے عذاب سے تمہاری کون حفاظت کرے گا؟ بلکہ وہ اپنے رب کے ذکر سے

رَبِّہِمۡ مُّعۡرِضُوۡنَ ﴿۴۲﴾ اَمۡ لَہُمۡ اٰلِہَۃٌ تَمۡنَعُہُمۡ مِّنۡ دُوۡنِنَا ؕ لَا یَسۡتَطِیۡعُوۡنَ نَصۡرَ اَنۡفُسِہِمۡ

منہ پھیرے ہوئے ہیں۔ کیا ان کے کچھ خدا ہیں جو انہیں ہم سے بچالیں گے؟ وہ اپنی ہی جانوں کی مدد نہیں کرسکتے

وَ لَا ہُمۡ مِّنَّا یُصۡحَبُوۡنَ ﴿۴۳﴾ بَلۡ مَتَّعۡنَا ہٰۤؤُلَآءِ وَ اٰبَآءَہُمۡ حَتّٰی طَالَ عَلَیۡہِمُ

اور نہ ہی ان کی ہماری طرف سے مدد و حفاظت کی جاتی ہے۔ بلکہ ہم نے انہیں اور ان کے باپ دادا کو فائدہ اٹھانے دیا یہاں تک کہ زندگی ان پر

الۡعُمُرُ ؕ اَفَلَا یَرَوۡنَ اَنَّا نَاۡتِی الۡاَرۡضَ نَنۡقُصُہَا مِنۡ اَطۡرَافِہَا ؕ اَفَہُمُ الۡغٰلِبُوۡنَ ﴿۴۴﴾

دراز ہوگئی تو کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم زمین کو اس کے کناروں سے گھٹاتے آرہے ہیں۔ تو کیا یہ غالب ہوں گے؟

آیت 42 ارشاد فرمایا: اے حبیب! آپ ان مذاق اڑانے والے مغرور کافروں سے فرمائیں کہ اگر اللہ تعالیٰ رات اور دن میں تم پر اپنا عذاب نازل کرے تو اس کے عذاب سے تمہاری کون حفاظت کرے گا؟ کیا اس کے علاوہ کوئی اور ایسا ہے جو تمہیں عذاب سے محفوظ رکھ سکے؟ تو حقیقت میں یہ لوگ سراسر غفلت میں پڑے ہوئے ہیں اور اپنے رب کی یاد سے منہ پھیرے ہوئے ہیں۔

آیت 43 فرمایا: کیا ان کافروں کے خیال میں ہمارے سوا ان کے کچھ خدا ہیں جو انہیں ہمارے عذاب سے محفوظ رکھتے ہیں؟ ایسا تو نہیں ہے اور اگر وہ اپنے بتوں کے بارے میں یہ اعتقاد رکھتے ہیں تو ان بتوں کا حال یہ ہے کہ وہ اپنی ہی جانوں کی مدد نہیں کرسکتے، اپنے پوجنے والوں کو کیا بچا سکیں گے اور نہ ان کی ہماری طرف سے مدد و حفاظت کی جاتی ہے۔

آیت 44 فرمایا: بلکہ ہم نے ان کفار اور ان کے باپ دادا کو دنیا میں فائدہ اٹھانے دیا کہ انہیں نعمت و مہلت دی یہاں تک کہ زندگی ان پر دراز ہوگئی تو وہ اور زیادہ مغرور ہوئے اور انہوں نے گمان کیا کہ وہ ہمیشہ ایسے ہی رہیں گے، تو کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم کفرستان کی زمین کو اس کے کناروں سے گھٹاتے آرہے ہیں اور روز بروز مسلمانوں کو اس پر تسلط دے رہے ہیں۔ تو کیا یہ غالب ہوں گے جن کے قبضہ سے زمین نکلتی جارہی ہے یا رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور ان کے اَصحاب جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے فتح پر فتح پا رہے ہیں؟ **اہم بات:** لمبی عمر، مال کی زیادتی اور زیادہ آرام عموماً غفلت اور اللہ تعالیٰ کے عذاب کا سبب بن جاتے ہیں۔ حدیثِ پاک میں فرمایا: (بہترین آدمی وہ ہے) جس کی عمر لمبی اور عمل اچھے ہوں۔ عرض کی: بدتر کون ہے؟ فرمایا: جس کی عمر لمبی اور عمل برے ہوں۔ (ترمذی، حدیث: 2337) **درس:** ابتداءِ اسلام میں مسلمان چونکہ قرآن و سنت و سیرت پر کامل طریقے سے عمل کرتے تھے تو اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے انہیں کفار کے علاقوں پر غلبہ عطا فرمایا اور رفتہ رفتہ روم و ایران کی مضبوط ترین سلطنتیں مسلمانوں کے تسلط میں آگئیں۔ پھر جب مسلمان قرآن و سنت و سیرت سے دور ہوگئے تو ان کی ملی وحدت پارہ پارہ ہونے لگی، ان کے مفتوحہ علاقے کفار کے قبضے میں آنے لگے اور اسلامی سلطنت کی حدود سمٹنے لگ گئیں۔ اگر آج بھی مسلمان اپنے ماضی سے سبق نہ سیکھیں گے تو کوئی بعید نہیں کہ مسلمانوں کا رہا سہا غلبہ و اقتدار بھی ان سے چھن جائے۔

قُلۡ اِنَّمَاۤ اُنۡذِرُكُمۡ بِالۡوَحۡيِ ۖ وَلَا يَسۡمَعُ الصُّمُّ الدُّعَآءَ اِذَا مَا يُنۡذَرُوۡنَ ﴿٤٥﴾ وَلَئِنۡ مَّسَّتۡهُمۡ

تم فرماؤ: میں تم کو صرف وحی کے ذریعے ڈراتا ہوں اور بہرے پکار کو نہیں سنتے جب انہیں ڈرایا جائے○ اور اگر انہیں

نَفۡحَةٌ مِّنۡ عَذَابِ رَبِّكَ لَيَقُوۡلُنَّ يٰوَيۡلَنَاۤ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيۡنَ ﴿٤٦﴾ وَنَضَعُ الۡمَوَازِيۡنَ الۡقِسۡطَ

تمہارے رب کے عذاب کی ہوا چھو جائے تو ضرور کہیں گے: ہائے ہماری خرابی! بیشک ہم ظالم تھے○ اور ہم قیامت کے دن عدل کے ترازو

لِيَوۡمِ الۡقِيٰمَةِ فَلَا تُظۡلَمُ نَفۡسٌ شَيۡـًٔا ؕ وَاِنۡ كَانَ مِثۡقَالَ حَبَّةٍ مِّنۡ خَرۡدَلٍ اَتَيۡنَا بِهَا ؕ وَ

رکھیں گے تو کسی جان پر کچھ ظلم نہ ہوگا اور اگر کوئی چیز رائی کے دانہ کے برابر بھی ہوگی تو ہم اسے لے آئیں گے اور

كَفٰى بِنَا حٰسِبِيۡنَ ﴿٤٧﴾ وَلَقَدۡ اٰتَيۡنَا مُوۡسٰى وَهٰرُوۡنَ الۡفُرۡقَانَ وَضِيَآءً وَّذِكۡرًا لِّلۡمُتَّقِيۡنَ ﴿٤٨﴾ۙ

ہم حساب کرنے کیلئے کافی ہیں○ اور بیشک ہم نے موسیٰ اور ہارون کو فیصلہ دیا اور روشنی اور پرہیزگاروں کیلئے نصیحت دی○

آیت 45 ارشاد فرمایا: اے حبیب! آپ ان کافروں سے فرما دیں: عذاب لانا میرا کام نہیں بلکہ میرا کام صرف یہ ہے کہ وحی یعنی قرآنِ مجید کے ذریعے تمہیں اُس عذاب سے ڈر سناؤں جس کے آنے کی تم جلدی مچا رہے ہو۔ آیت میں مزید فرمایا کہ جیسے بہروں کو آواز فائدہ نہیں دیتی کیونکہ ان میں کسی کی آواز سے نفع اٹھانے کی صلاحیت نہیں ہے اسی طرح کفار کو عذاب کی وعیدیں فائدہ نہیں دیتیں کیونکہ انہوں نے ہدایت کی بات سننے سے خود کو بہرا کیا ہوا ہے۔ **اہم بات:** جو وعظ سے نفع حاصل نہ کرے وہ دل کا بہرا ہے اگرچہ بظاہر اس میں سننے کی قوت موجود ہو۔

آیت 46 ارشاد فرمایا: اگر انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب کا معمولی حصہ پہنچ جائے تو یہ ضرور پکاریں گے کہ ہائے ہم برباد ہو گئے، ہم ہلاک ہو گئے، بے شک ہم نبی کی بات پر توجہ نہ دے کر اور ان پر ایمان نہ لا کر اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے تھے۔

آیت 47 فرمایا: ہم قیامت کے دن عدل کے ترازو رکھیں گے جن کے ذریعے اعمال کا وزن کیا جائے گا تاکہ ان کی جزا دی جائے تو کسی جان پر اس کے حقوق کے معاملے میں کچھ ظلم نہ ہوگا اور اگر اعمال میں سے کوئی چیز رائی کے دانہ کے برابر بھی ہوگی تو ہم اسے لے آئیں گے اور ہم ہر چیز کا حساب کرنے کے لئے کافی ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) میزان کا معنیٰ اور اعمال کے وزن کی صورتوں نیز میزان سے متعلق مزید کلام سورہ اَعراف کی آیت 8 کی تفسیر میں گزر چکا ہے۔ (2) قیامت کا ایک انتہائی ہولناک مرحلہ وہ ہے جب اعمال کا وزن کیا جائے گا، یہاں کسی کے ثواب میں کمی کر کے یا کسی کے گناہوں میں اضافہ کر کے اس پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نیکیاں کرنے اور گناہوں سے بچنے والا بنائے۔

آیت 48 یہاں سے انبیاءِ کرام علیہم السّلام کے حالات بیان کیے جا رہے ہیں کہ انہوں نے کس طرح دین کی راہ میں پیش آنے والی تکلیفیں برداشت کیں تاکہ بعد میں دین کی خدمت کرنے والوں کے لئے مشعلِ راہ ہو۔ سب سے پہلے حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السّلام کا واقعہ بیان کیا گیا کہ ہم نے حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السّلام کو ایسی کتاب عطا کی جو صحیح اور غلط عقائد کو الگ الگ کر دینے والی ہے اور وہ ایسی روشنی ہے جس سے نجات کی راہ معلوم ہوتی ہے اور ایسی نصیحت ہے جس سے پرہیزگار تنبیہ و نصیحت اور دینی اُمور کا علم حاصل کرتے ہیں۔

Go to Index

الَّذِيۡنَ يَخۡشَوۡنَ رَبَّهُمۡ بِالۡغَيۡبِ وَهُمۡ مِّنَ السَّاعَةِ مُشۡفِقُوۡنَ ﴿٤٩﴾ وَهٰذَا ذِكۡرٌ مُّبٰرَكٌ

وہ جو اپنے رب سے بغیر دیکھے ڈرتے ہیں اور وہ قیامت سے ڈرتے ہیں ○ اور یہ برکت والا ذکر ہے

اَنۡزَلۡنٰهُ ؕ اَفَاَنۡتُمۡ لَهٗ مُنۡكِرُوۡنَ ﴿٥٠﴾ ع وَلَقَدۡ اٰتَيۡنَاۤ اِبۡرٰهِيۡمَ رُشۡدَهٗ مِنۡ قَبۡلُ وَكُنَّا بِهٖ ركوع ٤

جسے ہم نے نازل فرمایا ہے تو کیا تم اس کے منکر ہو؟ ○ اور بیشک ہم نے ابراہیم کو پہلے ہی اس کی سمجھداری دیدی تھی اور ہم اسے

عٰلِمِيۡنَ ﴿٥١﴾ ج اِذۡ قَالَ لِاَبِيۡهِ وَقَوۡمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيۡلُ الَّتِىۡۤ اَنۡتُمۡ لَهَا عٰكِفُوۡنَ ﴿٥٢﴾ قَالُوۡا

جانتے تھے ○ یاد کرو جب اس نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے فرمایا: یہ مجسمے کیا ہیں جن کے آگے تم جم کر بیٹھے ہوئے ہو ○ انہوں نے کہا:

وَجَدۡنَاۤ اٰبَآءَنَا لَهَا عٰبِدِيۡنَ ﴿٥٣﴾ قَالَ لَقَدۡ كُنۡتُمۡ اَنۡتُمۡ وَاٰبَآؤُكُمۡ فِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ ﴿٥٤﴾

ہم نے اپنے باپ دادا کو ان کی پوجا کرتے ہوئے پایا ○ فرمایا: بیشک تم اور تمہارے باپ دادا سب کھلی گمراہی میں ہو ○

اہم بات: تورات شریف حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بلا واسطہ اور حضرت ہارون علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واسطہ سے عطا کی گئی۔

آیت 49 پرہیز گاروں کا وصف یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے ہیں حالانکہ انہوں نے اس کے عذاب کا مشاہدہ نہیں کیا اور وہ قیامت کے دن ہونے والے عذاب، حساب، سوال اور اس کی دیگر ہولناکیوں سے ڈرتے ہیں اور اسی خوف کے سبب وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے سے بچتے ہیں۔ سبحان اللہ! یہی صالحین کے اوصاف اور بزرگانِ دین کا طریقہ ہے۔

آیت 50 فرمایا کہ جس طرح ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل فرمائی اسی طرح ہم نے اپنے حبیب محمدِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم پر برکت والا ذکر قرآنِ پاک نازل فرمایا، اس کے مَنافع کثیر اور اس میں بہت وسیع علوم ہیں اور ایمان لانے والوں کے لئے اس میں بڑی برکتیں ہیں تو اے اہلِ مکہ! کیا یہ سب جاننے کے باوجود تم قرآنِ مجید کے ہماری طرف سے نازل ہونے کا انکار کرتے ہو؟

آیت 51 دوسرا واقعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہے، فرمایا کہ بیشک ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان کی ابتدائی عمر میں بالغ ہونے سے پہلے ہی ان کی دانش مندی اور نیک راہ عطا کر دی تھی اور ہم ان کے بارے میں جانتے تھے کہ وہ ہدایت و نبوت کے اہل ہیں۔

آیت 52 فرمایا کہ وہ وقت یاد کریں جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے عرفی باپ اور اپنی قوم سے فرمایا: درندوں پرندوں اور انسانوں کی صورتوں کے بنے ہوئے یہ مجسمے کیا ہیں جن کے آگے تم جم کر بیٹھے ہوئے ہو اور ان کی عبادت میں مشغول ہو؟

آیت 53 قوم کے پاس کوئی صحیح دلیل تو تھی نہیں، لہٰذا انہوں نے جواب دیا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ان بتوں کی پوجا کرتے ہوئے پایا لہٰذا ہم بھی اسی طرح کر رہے ہیں۔ **درس:** شریعت کے خلاف عقیدوں، طریقوں، رسموں کی پیروی میں اپنے باپ دادا کا عمل دلیل بنانا کافروں اور جاہلوں کا طریقہ ہے، مسلمانوں کو اس سے بچنا چاہیے۔

آیت 54 قوم کا جواب سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے فرمایا: تم اور تمہارے باپ دادا جنہوں نے یہ باطل طریقہ ایجاد کیا سب کھلی گمراہی میں ہو اور کسی عقل مند پر تمہارے اس طریقے کا گمراہی ہونا مخفی نہیں۔ **اہم بات:** حکمت عملی کے ساتھ حق بات

قَالُوْۤا اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ اَمْ اَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِیْنَ ﴿۵۵﴾ قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ

بولے: کیا تم ہمارے پاس حق لائے ہو یا یونہی کھیل رہے ہو؟○ فرمایا: بلکہ تمہارا رب وہ ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے

الَّذِیْ فَطَرَهُنَّ ۖ٘ وَ اَنَا عَلٰی ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِیْنَ ﴿۵۶﴾ وَ تَاللّٰهِ لَاَكِیْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ

جس نے انہیں پیدا کیا اور میں اس پر گواہوں میں سے ہوں○ اور مجھے اللہ کی قسم ہے! تم پیٹھ پھیر کر جاؤ گے تو اس کے بعد

بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِیْنَ ﴿۵۷﴾ فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا اِلَّا كَبِیْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ

میں تمہارے بتوں کی بری حالت کردوں گا○ تو ابراہیم نے ان سب کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا سوائے ان کے بڑے بت کے کہ شاید وہ

بہر حال بیان کرنی چاہیے، قدرت کے باوجود محض دنیا کی خاطر حق کہنے سے خاموشی "مداہنت" ہے اور وہ منع ہے، ہاں! کہاں حکمتِ عملی کا کیا تقاضا ہے، سختی یا نرمی؟ یہ بات مبلغ کو معلوم ہونی چاہیے۔

آیت 55،56 قوم کے نزدیک برسوں سے نسل در نسل چلے آنے والے اپنے طریقے کو گمراہی سمجھنا بہت مشکل تھا اس لئے انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السّلام سے کہا کہ کیا آپ یہ بات واقعی طور پر ہمیں بتا رہے ہیں یا یونہی ہنسی مذاق کے طور پر فرما رہے ہیں؟ اس کے جواب میں آپ علیہ السّلام نے اللہ تعالیٰ کی رَبُوبِیّت کا بیان کر کے ظاہر فرما دیا کہ آپ کھیل کے طور پر کلام نہیں کر رہے ہیں بلکہ حق کا اظہار فرما رہے ہیں، چنانچہ آپ نے فرمایا: تمہاری عبادت کے مستحق یہ بناوٹی مجسمے نہیں بلکہ وہ رب ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے، جس نے انہیں کسی سابقہ مثال کے بغیر پیدا کیا، تو پھر تم ان چیزوں کی عبادت کیسے کرتے ہو جو مخلوقات میں داخل ہیں اور میں نے تم سے جو بات کہی کہ تمہارا رب صرف وہ ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے، میں اسے دلیل کے ساتھ ثابت کر سکتا ہوں۔

آیت 57 حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی قوم کا ایک سالانہ میلہ لگتا تھا، وہ اس دن جنگل میں جاتے اور شام تک لہو و لعب میں مشغول رہتے، واپسی پر بت خانے آکر بتوں کی پوجا کرتے پھر اپنے گھروں کو جاتے۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے ان کی ایک جماعت سے بتوں کے بارے میں مناظرہ کیا تو ان لوگوں نے کہا: کل ہماری عید ہے، آپ وہاں چلیں اور دیکھیں کہ ہمارے دین اور طریقے میں کیا بہار اور لطف ہے۔ جب اگلے دن آپ کو میلے میں جانے کا کہا گیا تو آپ علیہ السّلام عذر بیان کر کے میلے میں نہ گئے اور وہ لوگ روانہ ہو گئے۔ جب ان کے باقی ماندہ اور کمزور لوگ جو آہستہ آہستہ جا رہے تھے، گزرے تو آپ علیہ السّلام نے فرمایا: مجھے اللہ کی قسم ہے! تم پیٹھ پھیر کر میلے کی طرف جاؤ گے تو اس کے بعد میں تمہارے بتوں کی بری حالت کر دوں گا۔ آپ کی اس بات کو بعض لوگوں نے سن لیا۔

آیت 58 لوگوں کے چلے جانے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السّلام بت خانے کی طرف لوٹے تو آپ نے ان سب بتوں کو توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، البتہ ان کے بڑے بُت کو چھوڑ دیا اور کلہاڑا اس کے کندھے پر رکھ دیا کہ شاید وہ اس کی طرف رجوع کریں یعنی وہ اس بڑے بُت سے پوچھیں کہ ان چھوٹے بتوں کا کیا حال ہے، یہ کیوں ٹوٹے ہیں اور کلہاڑا تیری گردن پر کیسے رکھا ہے؟ یوں اُن پر اِس بڑے بت کا عاجز ہونا ظاہر ہو اور انہیں ہوش آئے کہ ایسے عاجز خدا نہیں ہو سکتے یا یہ معنیٰ ہے کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام سے دریافت کریں اور آپ کو حجت قائم کرنے کا موقع ملے۔

اِلَيۡهِ يَرۡجِعُوۡنَ ﴿٥٨﴾ قَالُوۡا مَنۡ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَاۤ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيۡنَ ﴿٥٩﴾ قَالُوۡا

اس کی طرف رجوع کریں ○ کہنے لگے: کس نے ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ کام کیا ہے؟ بیشک وہ یقیناً ظالم ہے ○ کچھ کہنے لگے:

سَمِعۡنَا فَتًى يَّذۡكُرُهُمۡ يُقَالُ لَهٗۤ اِبۡرٰهِيۡمُ ﴿٦٠﴾ قَالُوۡا فَاۡتُوۡا بِهٖ عَلٰۤى اَعۡيُنِ النَّاسِ

ہم نے ایک جوان کو انہیں برا کہتے ہوئے سنا ہے جس کو ابراہیم کہا جاتا ہے ○ کہنے لگے: تو اسے لوگوں کے سامنے لے آؤ

لَعَلَّهُمۡ يَشۡهَدُوۡنَ ﴿٦١﴾ قَالُوۡۤا ءَاَنۡتَ فَعَلۡتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰۤاِبۡرٰهِيۡمُ ﴿٦٢﴾ قَالَ بَلۡ

شاید لوگ گواہی دیں ○ انہوں نے کہا: اے ابراہیم! کیا تم نے ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ کام کیا ہے؟ ○ ابراہیم نے فرمایا: بلکہ

فَعَلَهٗ ۖ كَبِيۡرُهُمۡ هٰذَا فَسۡـَٔلُوۡهُمۡ اِنۡ كَانُوۡا يَنۡطِقُوۡنَ ﴿٦٣﴾ فَرَجَعُوۡۤا اِلٰۤى اَنۡفُسِهِمۡ فَقَالُوۡۤا

ان کے اس بڑے نے کیا ہوگا تو ان سے پوچھ لو اگر یہ بولتے ہوں ○ تو اپنے دلوں کی طرف پلٹے اور کہنے لگے:

اِنَّكُمۡ اَنۡتُمُ الظّٰلِمُوۡنَ ﴿٦٤﴾ ثُمَّ نُكِسُوۡا عَلٰى رُءُوۡسِهِمۡ ۚ لَقَدۡ عَلِمۡتَ مَا هٰۤؤُلَاۤءِ يَنۡطِقُوۡنَ ﴿٦٥﴾

بیشک تم خود ہی ظالم ہو ○ پھر وہ اپنے سروں کے بل اوندھے کر دیئے گئے (اور کہنے لگے کہ) تمہیں خوب معلوم ہے یہ بولتے نہیں ہیں ○

آیت 59 جب لوگ شام کو واپس ہوئے اور بت خانے پہنچے اور انہوں نے دیکھا کہ بت ٹوٹے پڑے ہیں تو کہنے لگے: کس نے ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ کام کیا ہے؟ بے شک! وہ یقیناً ظالم ہے۔

آیت 60 کچھ لوگ کہنے لگے: ہم نے ایک جوان کو انہیں برا کہتے ہوئے سنا ہے جس کو ابراہیم کہا جاتا ہے، ہمارا گمان ہے کہ اسی نے ایسا کیا ہوگا۔

آیت 61 جب یہ خبر ظالم و جابر نمرود اور اس کے وزیروں تک پہنچی تو وہ کہنے لگے: اسے لوگوں کے سامنے لے آؤ، شاید لوگ گواہی دیں کہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کا فعل ہے یا ان سے بتوں کے بارے میں ایسا کلام سنا گیا ہے۔

آیت 62، 63 ان دو آیات میں بیان ہوا کہ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بلایا گیا اور ان لوگوں نے کہا: اے ابراہیم! کیا تم نے ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ کام کیا ہے؟ آپ نے اس بات کا تو جواب نہ دیا جبکہ انہیں عقل استعمال کرنے کی طرف متوجہ کرنے کے لئے فرمایا: ان کے اس بڑے نے اس غصے سے ایسا کیا ہوگا کہ اس کے ہوتے تم اس کے چھوٹوں کو پوجتے ہو، اس کے کندھے پر کلہاڑا ہونے سے ایسا ہی قیاس کیا جاسکتا ہے، مجھ سے کیا پوچھتے ہو! ان سے پوچھ لو، اگر یہ بولتے ہیں تو خود بتائیں کہ ان کے ساتھ یہ کس نے کیا؟ **اہم بات:** اس کلام سے مقصود یہ تھا کہ قوم اس بات پر غور کرے کہ جو بول نہیں سکتا، کچھ کر نہیں سکتا وہ خدا نہیں ہو سکتا اور اس کی خدائی کا اعتقاد باطل ہے۔

آیت 64 حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کلام سن کر وہ غور کرنے لگے اور سمجھ گئے کہ آپ علیہ السلام حق پر ہیں اور وہ اپنے آپ سے کہنے لگے: بیشک تم خود ہی ظالم ہو جو ایسے مجبور اور بے اختیار بتوں کو پوجتے ہو، جو اپنے کاندھے سے کلہاڑا نہ ہٹا سکے وہ اپنے پجاری کو مصیبت سے کیا بچا سکے گا!!

آیت 65 کلمۂ حق کہنے کے بعد پھر ان کی بدبختی ان کے سروں پر سوار ہوئی اور وہ کفر کی طرف پلٹ گئے اور باطل جھگڑا شروع کرتے ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہنے لگے: تمہیں خوب معلوم ہے کہ یہ بولتے نہیں ہیں تو ہم ان سے کیسے پوچھیں۔

قَالَ اَفَتَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنۡفَعُكُمۡ شَيۡـًٔا وَّلَا يَضُرُّكُمۡ ؕ ﴿٦٦﴾ اُفٍّ لَّكُمۡ وَ

ابراہیم نے جواب دیا: تو کیا تم اللہ کے سوا اس کی عبادت کرتے ہو جو نہ تمہیں نفع دیتا ہے اور نہ نقصان پہنچاتا ہے ○ تم پر اور

لِمَا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ﴿٦٧﴾ قَالُوۡا حَرِّقُوۡهُ وَانۡصُرُوۡۤا اٰلِهَتَكُمۡ

اللہ کے سوا جن کی تم عبادت کرتے ہو ان پر افسوس ہے۔ تو کیا تمہیں عقل نہیں ؟○ بولے: ان کو جلادو اور اپنے خداؤں کی مدد کرو

اِنۡ كُنۡتُمۡ فٰعِلِيۡنَ ﴿٦٨﴾ قُلۡنَا يٰنَارُ كُوۡنِىۡ بَرۡدًا وَّسَلٰمًا عَلٰۤى اِبۡرٰهِيۡمَ ۙ ﴿٦٩﴾ وَاَرَادُوۡا بِهٖ

اگر تم کچھ کرنے والے ہو ○ ہم نے فرمایا: اے آگ! ابراہیم پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا ○ اور انہوں نے ابراہیم کے ساتھ

آیت 66، 67 ان دو آیات میں بیان ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے انہیں جواب دیا: تو کیا تم اللہ تعالیٰ کے سوا اس کی عبادت کرتے ہو جس کا حال یہ ہے کہ اگر تم اسے پوجو تو وہ تمہیں نفع نہیں دیتا اور اگر اسے پوجنا مَوقُوف کر دو تو وہ تمہیں نقصان نہیں پہنچاتا۔ تم پر اور اللہ تعالیٰ کے سوا جن کی تم عبادت کرتے ہو ان پر افسوس ہے، تو کیا تمہیں عقل نہیں کہ اتنی سی بات بھی سمجھ سکو کہ یہ بت کسی طرح پوجنے کے قابل نہیں۔

آیت 68 جب لوگ جواب سے عاجز آگئے تو کہنے لگے: اگر تم اپنے خداؤں کی کچھ مدد کرنا چاہ رہے ہو تو ان کا انتقام لے کر ان کی مدد کرو اور حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو جلا دو۔ قوم کا یہ نعرہ وہی جاہلانہ مشرکانہ سوچ اور طرزِ عمل ہے جس کے مناظر و مظاہر آج بھی دنیا کے کئی ملکوں میں دیکھنے میں آتے رہتے ہیں۔

آیت 69 نمرود اور اس کی قوم نے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو ایک مکان میں قید کر دیا، ایک ماہ تک پوری کوشش کر کے ہر قسم کی لکڑیاں جمع کیں اور ایک بہت بڑی آگ جلائی پھر حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو باندھ کر ایک منجنیق (یعنی پتھر پھینکنے والی مشین) کے ذریعے آگ میں ڈال دیا۔ اس وقت آپ کی زبانِ مبارک پر تھا: "حَسۡبِيَ اللّٰهُ وَنِعۡمَ الۡوَكِيۡلُ" یعنی مجھے اللہ کافی ہے اور وہ کیا ہی اچھا کارساز ہے۔ جبریلِ امین علیہ السّلام نے عرض کی: کیا کچھ کام ہے؟ فرمایا: تم سے نہیں۔ عرض کی: تو اپنے ربّ سے سوال کیجئے۔ فرمایا: اس کا میرے حال کو جاننا میرے لئے کافی ہے۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو آگ میں ڈالا گیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آگ! ابراہیم پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا۔ چنانچہ آگ کی گرمی زائل ہو گئی اور روشنی باقی رہی، اس نے ان رسیوں کے سوا کچھ نہ جلایا جن سے آپ علیہ السّلام کو باندھا گیا تھا۔ **اہم بات:** حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے یہ سمجھا تھا کہ امتحان کے وقت دعا کرنی بھی مناسب نہیں کہ کہیں یہ بے صبری میں شمار نہ ہو، یہ انہی کا مرتبہ تھا، ہمیں بہر حال مصیبت کے وقت دعا کرنے کا حکم ہے۔

آیت 70 ارشاد فرمایا: اور انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے ساتھ برا سلوک کرنا چاہا تو ہم نے انہیں سب سے زیادہ نقصان اٹھانے والا بنا دیا کہ ان کی مراد پوری نہ ہوئی اور ان پر مچھر بھیجے گئے جو ان کے گوشت کھا گئے اور خون پی گئے، ایک مچھر نمرود کے دماغ میں گھس گیا اور اس کی ہلاکت کا سبب ہوا۔

كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ ﴿٧٠﴾ وَ نَجَّيْنٰهُ وَ لُوْطًا اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ

برا سلوک کرنا چاہا تو ہم نے انہیں سب سے زیادہ نقصان اٹھانے والے بنادیا○ اور ہم نے اسے اور لوط کو اس سرزمین کی طرف نجات عطا

بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ ﴿٧١﴾ وَ وَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ ؕ وَ يَعْقُوْبَ نَافِلَةً ؕ وَ

فرمائی جس میں ہم نے جہان والوں کے لیے برکت رکھی تھی○ اور ہم نے ابراہیم کو اسحاق عطا فرمایا اور مزید یعقوب (پوتا) اور

كُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِيْنَ ﴿٧٢﴾ وَ جَعَلْنٰهُمْ اَىٕمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْهِمْ

ہم نے ان سب کو اپنے خاص قرب والے بنایا○ اور ہم نے انہیں امام بنایا کہ ہمارے حکم سے رہنمائی کرتے ہیں اور ہم نے ان کی طرف

فِعْلَ الْخَيْرٰتِ وَ اِقَامَ الصَّلٰوةِ وَ اِيْتَآءَ الزَّكٰوةِ ۚ وَ كَانُوْا لَنَا عٰبِدِيْنَ ﴿٧٣﴾ۙۚ

اچھے کام کرنے اور نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کی وحی بھیجی اور وہ ہماری عبادت کرنے والے تھے○

آیت 71 فرمایا کہ ہم نے حضرت ابراہیم اور حضرت لوط علیہما السّلام کو نمرود اور اس کی قوم سے نجات عطا فرمائی اور انہیں عراق سے اس سرزمین کی طرف روانہ کیا جس میں ہم نے جہان والوں کے لئے برکت رکھی تھی۔ **اہم باتیں:** (1) حضرت لوط علیہ السّلام حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے بھتیجے ہیں اور آپ کے والد کا نام ہاران ہے۔ جب یہ دونوں حضرات ملکِ شام پہنچے تو حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے فلسطین کے مقام پر اور حضرت لوط علیہ السّلام نے یہاں سے ایک دن کے فاصلے پر مُؤتَفِکہ میں قیام فرمایا۔ (2) یہاں برکت والی سرزمین سے شام کی زمین مراد ہے اور اس کی برکت یہ ہے کہ یہاں کثرت سے انبیاءِ کرام علیہم السّلام ہوئے اور تمام جہان میں ان کے دینی برکات پہنچے اور سرسبزی و شادابی کے اعتبار سے بھی یہ خطہ دوسرے خطوں پر فائق ہے البتہ ہمارے محبوب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے محبوب مدینے کی بات ہی جدا ہے اور یونہی عظمتِ مکہ بھی۔

آیت 72 حضرت ابراہیم علیہ السّلام پر کی گئی مزید نعمتوں کا بیان ہو رہا ہے، فرمایا کہ ہم نے انہیں حضرت اسحٰق علیہ السّلام بیٹا اور حضرت یعقوب علیہ السّلام پوتا عطا فرمائے اور ہم نے ان سب کو اپنا خاص قرب والا بنایا۔

آیت 73 فرمایا کہ اور ہم نے انہیں امام بنایا کہ بھلائی کے کاموں میں ان کی پیروی کی جاتی ہے اور وہ ہمارے حکم سے لوگوں کو ہمارے دین کی طرف بلاتے ہیں اور ہم نے ان کی طرف اچھے کام کرنے، نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کی وحی بھیجی اور وہ صرف ہماری عبادت کرنے والے تھے۔ **اہم باتیں:** (1) یہاں نماز اور زکوٰۃ کو خصوصیت سے ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ نماز بدنی عبادات میں سب سے افضل ہے اور زکوٰۃ مالی عبادات میں سب سے افضل۔ (2) انبیاءِ کرام علیہم السّلام کو امتیوں پر یہ امتیاز حاصل ہے کہ ان کے مال پر زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی کیونکہ ان کا سب کچھ اللہ تعالیٰ کی مِلک ہے اور جو کچھ ان کے قبضے میں ہے وہ امانت ہے اور یہ اسے خرچ کرنے کے مقامات پر ہی خرچ کرتے ہیں، نیز زکوٰۃ اُس کے لئے پاکی ہے جو گناہوں کی گندگی سے پاک ہونا چاہے جبکہ انبیاءِ کرام علیہم السّلام معصوم ہونے کی وجہ سے گناہوں کی گندگی سے پاک ہیں۔ لہٰذا جن آیات میں انبیاءِ کرام علیہم السّلام کو زکوٰۃ دینے کا فرمایا گیا ان سے یا تو نفس کو نامناسب صفات سے پاک رکھنا مراد ہے جو وہ ہمیشہ رکھتے ہی ہیں یا یہ مراد ہے کہ وہ اپنی امت کو زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیں۔

وَ لُوۡطًا اٰتَيۡنٰهُ حُكۡمًا وَّ عِلۡمًا وَّ نَجَّيۡنٰهُ مِنَ الۡقَرۡيَةِ الَّتِىۡ كَانَتۡ تَّعۡمَلُ الۡخَبٰٓئِثَ ؕ اِنَّهُمۡ

اور لوط کو ہم نے قوتِ فیصلہ اور علم دیا اور اسے اس بستی سے نجات بخشی جو گندے کام کرتی تھی بیشک وہ

كَانُوۡا قَوۡمَ سَوۡءٍ فٰسِقِيۡنَ ۙ﴿۷۴﴾ وَ اَدۡخَلۡنٰهُ فِىۡ رَحۡمَتِنَا ؕ اِنَّهٗ مِنَ الصّٰلِحِيۡنَ ﴿۷۵﴾ ع ۵ ۲۵ وَ نُوۡحًا

برے لوگ نافرمان تھے ○ اور ہم نے اسے اپنی رحمت میں داخل فرمایا، بیشک وہ ہمارے خاص مقربین میں سے تھا ○ اور نوح کو (یاد کرو)

اِذۡ نَادٰى مِنۡ قَبۡلُ فَاسۡتَجَبۡنَا لَهٗ فَنَجَّيۡنٰهُ وَ اَهۡلَهٗ مِنَ الۡكَرۡبِ الۡعَظِيۡمِ ۚ﴿۷۶﴾ وَ نَصَرۡنٰهُ

جب اس سے پہلے اس نے ہمیں پکارا تو ہم نے اس کی دعا قبول کی اور اسے اور اس کے گھر والوں کو بڑے غم سے نجات دی ○ اور ہم نے

مِنَ الۡقَوۡمِ الَّذِيۡنَ كَذَّبُوۡا بِاٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهُمۡ كَانُوۡا قَوۡمَ سَوۡءٍ فَاَغۡرَقۡنٰهُمۡ اَجۡمَعِيۡنَ ﴿۷۷﴾

ان لوگوں کے مقابلے میں اس کی مدد کی جنہوں نے ہماری آیتوں کی تکذیب کی، بیشک وہ برے لوگ تھے تو ہم نے ان سب کو غرق کر دیا ○

وَ دَاوٗدَ وَ سُلَيۡمٰنَ اِذۡ يَحۡكُمٰنِ فِى الۡحَرۡثِ اِذۡ نَفَشَتۡ فِيۡهِ غَنَمُ الۡقَوۡمِ ۚ

اور داؤد اور سلیمان کو یاد کرو جب وہ دونوں کھیتی کے بارے میں فیصلہ کر رہے تھے جب رات کو اس میں کچھ لوگوں کی بکریاں چھوٹ گئیں

آیت 74، 75 تیسرا واقعہ حضرت لوط علیہ السّلام کا بیان کیا جارہا ہے، فرمایا کہ حضرت لوط علیہ السّلام کو ہم نے حکومت دی، انہیں ان کی شان کے لائق علم عطا کیا اور اس بستی سے نجات بخشی جہاں کے رہنے والے لواطت وغیرہ گندے کام کیا کرتے تھے کیونکہ وہ برے لوگ اور نافرمان تھے اور ہم نے انہیں اپنی خاص رحمت میں داخل فرمایا اور بے شک! وہ ہمارے خاص مقرب بندوں میں سے تھے۔

اہم باتیں: (1) بعض مفسرین کے نزدیک یہاں ”حکم“ سے مراد حکمت یا نبوت ہے یا لوگوں کے باہمی جھگڑوں میں حق کے مطابق فیصلہ کرنے کی صلاحیت ہے۔ (2) لواطت یعنی بد فعلی گندہ، خبیث، فسق و فجور پر مشتمل شیطانی کام ہے، تمام آسمانی دینوں میں اسے حرامِ قطعی قرار دیا گیا ہے۔ اس کے حرام ہونے کا منکر کافر ہے اور اس خباثت میں پڑنے والے کے لئے قبر و آخرت میں شدید عذاب کی وعیدیں ہیں۔

آیت 76، 77 چوتھا واقعہ حضرت نوح علیہ السّلام کا بیان کیا جارہا ہے، چنانچہ ان دو آیات میں فرمایا: اے حبیب! حضرت نوح علیہ السّلام کو یاد کریں جب انہوں نے حضرت ابراہیم اور حضرت لوط علیہما السّلام سے پہلے ہمیں پکارا اور ہم سے اپنی قوم پر عذاب نازل کرنے کی دعا کی تو ہم نے اس کی دعا قبول فرمائی اور اسے اور کشتی میں موجود اس کے گھر والوں کو طوفان سے اور سرکش لوگوں کے جھٹلانے سے نجات دی اور ہم نے ان لوگوں کے مقابلے میں اس کی مدد کی جنہوں نے ہماری ان آیتوں کی تکذیب کی جو حضرت نوح علیہ السّلام کی رسالت پر دلالت کرتی تھیں، بے شک! وہ برے لوگ تھے تو ہم نے ان سب کو غرق کر دیا۔

آیت 78 یہاں سے پانچواں واقعہ بیان کیا جارہا ہے جس میں حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السّلام کا ذکر ہے، فرمایا کہ اے حبیب! آپ حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السّلام کا واقعہ یاد کریں جب وہ دونوں کھیتی کے بارے میں فیصلہ کر رہے تھے۔ جب رات کے

وَكُنَّا لِحُكۡمِهِمۡ شٰهِدِيۡنَ ﴿٧٨﴾ فَفَهَّمۡنٰهَا سُلَيۡمٰنَ ۚ وَكُلًّا اٰتَيۡنَا حُكۡمًا وَّعِلۡمًا ۫ وَّسَخَّرۡنَا

اور ہم ان کے فیصلے کا مشاہدہ کررہے تھے○ ہم نے وہ معاملہ سلیمان کو سمجھا دیا اور دونوں کو حکومت اور علم عطا کیا اور داؤد کے ساتھ

مَعَ دَاوٗدَ الۡجِبَالَ يُسَبِّحۡنَ وَالطَّيۡرَ ؕ وَكُنَّا فٰعِلِيۡنَ ﴿٧٩﴾ وَعَلَّمۡنٰهُ صَنۡعَةَ

پہاڑوں اور پرندوں کو تابع بنادیا کہ وہ پہاڑ اور پرندے تسبیح کرتے اور یہ (سب) ہم ہی کرنے والے تھے○ اور ہم نے تمہارے فائدے کیلئے

وقت کچھ لوگوں کی بکریاں کھیتی میں چھوٹ گئیں، ان کے ساتھ کوئی چَرانے والا نہ تھا اور وہ کھیتی کھا گئیں۔ یہ مقدمہ حضرت داؤد علیہ السّلام کے سامنے پیش ہوا، انہوں نے تجویز کی کہ بکریاں کھیتی والے کو دے دی جائیں کیونکہ بکریوں کی قیمت کھیتی کے نقصان کے برابر ہے۔ آیت میں فرمایا کہ ہم ان کے فیصلے کا مشاہدہ کررہے تھے۔

آیت 79 ارشاد فرمایا: ہم نے وہ معاملہ حضرت سلیمان علیہ السّلام کو سمجھا دیا چنانچہ آپ نے یہ تجویز پیش کی کہ بکری والا کاشت کرے اور جب تک کھیتی اس حالت کو پہنچے جس حالت میں بکریوں نے کھائی تھی اس وقت تک کھیتی والا بکریوں کے دودھ وغیرہ سے نفع اٹھائے اور کھیتی اس حالت پر پہنچ جانے کے بعد کھیتی والے کو کھیتی اور بکری والے کو اس کی بکریاں واپس کردی جائیں۔ یہ تجویز حضرت داؤد علیہ السّلام نے پسند فرمائی۔ آیت میں مزید فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو حکمت اور اجتہاد و احکام کے طریقوں وغیرہ کا علم عطا کیا اور پہاڑوں اور پرندوں کو حضرت داؤد علیہ السّلام کا تابع بنا دیا کہ پتھر اور پرندے آپ کے ساتھ آپ کی موافقت میں تسبیح کرتے تھے اور یہ سب یعنی حضرت سلیمان علیہ السّلام کو معاملہ سمجھا دینا، حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السّلام کو حکمت و حکومت دینا اور پہاڑوں، پرندوں کو حضرت داؤد علیہ السّلام کا تابع بنا دینا ہمارے ہی کام تھے۔ **اہم باتیں:** (1) اس معاملہ میں یہ دونوں حکم اجتہادی تھے اور ان کی شریعت کے مطابق تھے۔ ہماری شریعت میں حکم یہ ہے کہ اگر چَرانے والا ساتھ نہ ہو تو جانور جو نقصانات کرے اس کا ضمان لازم نہیں۔ (2) اِجتہاد برحق ہے اور نبی علیہ السّلام بھی اجتہاد کرسکتے ہیں۔ (3) اجتہاد کی اہلیت رکھنے والے مجتہد سے اپنی پوری کوشش کے بعد بھی خطا ہو جائے تو گناہ نہیں جیسا کہ حدیثِ پاک میں ہے کہ جب حکم کرنے والا اجتہاد کے ساتھ حکم کرے اور اس حکم میں درست ہو تو اس کے لئے دو اجر ہیں اور اگر اجتہاد میں خطا واقع ہو جائے تو اس کے لئے ایک اجر ہے۔ (بخاری، حدیث:7352)

آیت 80 فرمایا کہ ہم نے تمہارے فائدے کے لئے حضرت داؤد علیہ السّلام کو ایک لباس یعنی زرہ بنانا سکھا دیا جسے جنگ کے وقت پہنا جائے تاکہ وہ جنگ کے دوران تمہارے جسم کو زخمی ہونے سے بچائے تو اے حضرت داؤد علیہ السّلام اور ان کے گھر والو! تم ہماری اس نعمت پر ہمارا شکر ادا کرو۔ **اہم بات:** انبیاءِ کرام علیہم السّلام مختلف پیشے اختیار کرتے اور ہاتھ کی کمائی سے تناول فرمایا کرتے تھے، چنانچہ حضرت ادریس علیہ السّلام سلائی کا کام کیا کرتے تھے، حضرت نوح علیہ السّلام بڑھئی کا، حضرت ابراہیم علیہ السّلام کپڑے کا، حضرت آدم علیہ السّلام کاشتکاری کا، حضرت موسیٰ اور حضرت شعیب علیہما السّلام بکریاں چَرانے کا، حضرت صالح علیہ السّلام چادر بنانے کا کام کیا کرتے تھے اور ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اگرچہ بطورِ خاص کوئی پیشہ اختیار نہیں فرمایا لیکن آپ نے تجارت فرمائی اور کچھ دیگر کام بھی فرمائے ہیں۔

لَبُوۡسٍ لَّكُمۡ لِتُحۡصِنَكُمۡ مِّنۡۢ بَاۡسِكُمۡ‌ۚ فَهَلۡ اَنۡتُمۡ شٰكِرُوۡنَ ۝۸۰ وَلِسُلَيۡمٰنَ الرِّيۡحَ عَاصِفَةً

اسے ایک خاص لباس کی صنعت سکھادی تاکہ تمہیں تمہاری جنگ کی آنچ سے بچائے تو کیا تم شکر ادا کرو گے؟○ اور تیز ہوا کو سلیمان کے لیے

تَجۡرِىۡ بِاَمۡرِهٖۤ اِلَى الۡاَرۡضِ الَّتِىۡ بٰرَكۡنَا فِيۡهَا‌ ؕ وَكُنَّا بِكُلِّ شَىۡءٍ عٰلِمِيۡنَ ۝۸۱

تابع بنا دیا جو اس کے حکم سے اس سرزمین کی طرف چلتی تھی جس میں ہم نے برکت رکھی تھی اور ہم ہر چیز کو جاننے والے ہیں ○

وَمِنَ الشَّيٰطِيۡنِ مَنۡ يَّغُوۡصُوۡنَ لَهٗ وَيَعۡمَلُوۡنَ عَمَلًا دُوۡنَ ذٰلِكَ‌ ۚ وَكُنَّا لَهُمۡ

اور کچھ جنات کو (سلیمان کے تابع کردیا) جو اس کے لیے غوطے لگاتے اور اس کے علاوہ دوسرے کام بھی کرتے اور ہم ان جنات کو

حٰفِظِيۡنَ ۝۸۲ ۙ وَاَيُّوۡبَ اِذۡ نَادٰى رَبَّهٗۤ اَنِّىۡ مَسَّنِىَ الضُّرُّ وَاَنۡتَ اَرۡحَمُ

روکے ہوئے تھے ○ اور ایوب کو (یاد کرو) جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ بیشک مجھے تکلیف پہنچی ہے اور تو سب رحم کرنے والوں سے

آیت 81 ارشاد فرمایا: ہم نے تیز ہوا کو حضرت سلیمان علیہ السّلام کا تابع بنا دیا اور یہ ہوا حضرت سلیمان علیہ السّلام کے حکم سے شام کی اس سرزمین کی طرف چلتی تھی جس میں ہم نے نہروں، درختوں اور پھلوں کی کثرت سے برکت رکھی تھی اور ہم ہر چیز کو جاننے والے ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السّلام کو انسانوں اور جنوں کے ساتھ ساتھ ہوا پر بھی حکومت عطا کی تھی، اتنی عظیم الشان سلطنت کے مالک ہونے کے باوجود آپ فخر و تکبر سے انتہائی دور اور عاجزی وانکساری کے عظیم پیکر تھے۔ آپ کا فرمان ہے: مومن کے نامۂ اعمال میں ایک تسبیح اُس سے بہتر ہے جو حضرت داؤد علیہ السّلام کے بیٹے کو دیا گیا کیونکہ جو کچھ اسے دیا گیا وہ چلا جائے گا جبکہ تسبیح باقی رہے گی۔ (احیاء علوم الدین، 3/250) (2) یہ کہنا شرک نہیں کہ فلاں کے حکم سے یہ کام ہوتا ہے جیسے یہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حضرت سلیمان علیہ السّلام کے حکم سے ہوا چلتی تھی۔

آیت 82 اور کچھ جنات کو حضرت سلیمان علیہ السّلام کے تابع کر دیا جو ان کے لئے غوطے لگاتے اور سمندر کی تہ سے آپ کے لئے جواہرات نکال کر لاتے اور وہ اس کے علاوہ دوسرے کام جیسے عجیب وغریب مصنوعات تیار کرنا، عمارتیں، محل، برتن، شیشے کی چیزیں، صابن وغیرہ بنانا بھی کرتے اور ہم ان جنات کو روکے ہوئے تھے تاکہ وہ آپ کے حکم سے باہر نہ ہوں اور سرکشی وفساد نہ کریں۔ **اہم بات:** یہاں جنات سے کافر جنات مراد ہیں کیونکہ آیت میں "شیاطین" کا لفظ مذکور ہے اور یہ لفظ کافر جنات کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

آیت 83 ارشاد فرمایا: **اور ایوب کو (یاد کرو)۔** حضرت ایوب علیہ السّلام حضرت اسحٰق علیہ السّلام کی اولاد سے ہیں۔ آپ کی والدہ حضرت لوط علیہ السّلام کے خاندان سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حسنِ صورت، اولاد کی کثرت اور مال کی وسعت ہر طرح کی نعمت عطا فرمائی تھی پھر آپ کو آزمائش میں مبتلا کیا گیا چنانچہ آپ کی اولاد مکان گرنے سے دب کر مر گئی، تمام جانور جس میں ہزارہا مویشی تھے، مر گئے۔ تمام کھیتیاں اور باغات برباد ہوگئے حتی کہ کچھ باقی نہ رہا، اس کے بعد آپ بیمار ہوگئے، تمام جسم شریف میں آبلے پڑ گئے اور بدن مبارک زخموں سے بھر گیا۔ اس حال میں سب لوگوں نے چھوڑ دیا، البتہ آپ کی زوجہ محترمہ حضرت رحمت بنتِ افرائیم رضی اللہ عنہا آپ کی خدمت کرتی رہیں۔ سالہا سال تک یہی حالت رہی، آخر کار کوئی ایسا سبب پیش آیا کہ آپ نے بارگاہِ الٰہی میں دعا کی: اے

الرّٰحِمِيۡنَ ۝۸۳ۚۖ فَاسۡتَجَبۡنَا لَهٗ فَكَشَفۡنَا مَا بِهٖ مِنۡ ضُرٍّ وَّاٰتَيۡنٰهُ اَهۡلَهٗ وَمِثۡلَهُمۡ

بڑھ کر رحم کرنے والا ہے ○ تو ہم نے اس کی دعا سن لی تو جو اس پر تکلیف تھی وہ ہم نے دور کر دی اور ہم نے اپنی طرف سے رحمت فرما کر

مَّعَهُمۡ رَحۡمَةً مِّنۡ عِنۡدِنَا وَذِكۡرٰى لِلۡعٰبِدِيۡنَ ۝۸۴ وَاِسۡمٰعِيۡلَ وَاِدۡرِيۡسَ وَ

اور عبادت گزاروں کو نصیحت کی خاطر ایوب کو اس کے گھر والے اور ان کے ساتھ اتنے ہی اور عطا کر دیئے ○ اور اسماعیل اور ادریس اور

ذَا الۡكِفۡلِ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِيۡنَ ۝۸۵ۚۖ وَاَدۡخَلۡنٰهُمۡ فِىۡ رَحۡمَتِنَا ؕ اِنَّهُمۡ مِّنَ

ذوالکفل کو (یاد کرو) وہ سب صبر کرنے والے تھے ○ اور انہیں ہم نے اپنی رحمت میں داخل فرمایا، بیشک وہ ہمارے قربِ خاص کے لائق

میرے رب! بے شک مجھے تکلیف پہنچی ہے اور تو سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) یاد رہے کہ حضرت ایوب علیہ السّلام کو کوڑھ اور جذام کی بیماری نہیں ہوئی تھی کیونکہ انبیاء کرام علیہمُ السّلام ان تمام بیماریوں سے محفوظ رہتے ہیں جو عوام کے نزدیک باعثِ نفرت و حقارت ہیں۔ (2) اللہ تعالیٰ اپنی بارگاہ کے مقرب بندوں کو آزمائش و امتحان میں مبتلا فرماتا ہے اور ان کی آزمائش اس بات کی دلیل نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے ناراض ہے بلکہ یہ ان کی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عزت و قرب کی دلیل ہے۔

آیت 84 اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السّلام کی دعا قبول فرمالی اور انہیں جو تکلیف تھی وہ اس طرح دور کر دی کہ حضرت ایوب علیہ السّلام نے حکمِ الٰہی سے زمین پر پاؤں مارا جس سے ایک چشمہ ظاہر ہوا، اس سے آپ نے غسل کیا تو ظاہرِ بدن کی تمام بیماریاں دور ہو گئیں پھر 40 قدم چلنے کے بعد دوبارہ زمین پر پاؤں مارا اس سے بھی ایک چشمہ ظاہر ہوا جس کا پانی انتہائی سرد تھا۔ اس پانی کو پینے سے بدن کے اندر کی تمام بیماریاں دور ہو گئیں اور آپ کو اعلیٰ درجے کی صحت حاصل ہوئی۔ آیت میں فرمایا کہ ہم نے حضرت ایوب علیہ السّلام کو اس کے گھر والے اور ان کے ساتھ اتنے ہی اور عطا کر دیئے اور حضرت ایوب علیہ السّلام پر یہ عطا اپنی طرف سے ان پر رحمت فرمانے اور عبادت گزاروں کو نصیحت کرنے کے لئے فرمائی تاکہ وہ اس واقعہ سے آزمائشوں اور مصیبتوں پر صبر کرنے کے عظیم ثواب سے باخبر ہوں اور صبر کر کے اجر و ثواب پائیں۔ **اہم باتیں:** (1) اکثر مفسرین نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی تمام اولاد کو زندہ فرما دیا اور آپ کو اتنی ہی اولاد اور عنایت کی۔ دوسری روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی زوجہ محترمہ کو دوبارہ جوانی عنایت کی اور ان کے ہاں کثیر اولاد ہوئیں۔ (2) حضرت ایوب علیہ السّلام پر اِس مہربانی میں عبادت گزاروں کے لئے نصیحت ہے کہ خداوند کریم اپنے مقبول بندوں کو محروم نہیں رکھتا بلکہ انہیں ان کے عمل و صبر کا بہترین بدلہ عطا فرماتا ہے۔

آیت 85، 86 ان دو آیات میں فرمایا کہ اے حبیب! آپ حضرت اسماعیل، حضرت ادریس اور حضرت ذوالکفل علیہمُ السّلام کو یاد کریں، وہ سب عبادات کی مشقتوں اور زندگی کی مشکلوں کو برداشت کرنے پر کامل صبر کرنے والے تھے اور انہیں ہم نے اپنی رحمت میں داخل فرمایا، بے شک! وہ ہمارے قربِ خاص کے لائق لوگوں میں سے ہیں۔ **اہم بات:** حضرت اسماعیل علیہ السّلام نے اپنے ذبح کئے جانے کے وقت اور غیر آباد بیابان میں ٹھہرنے پر صبر کیا، حضرت ادریس علیہ السّلام نے درس دینے پر اور حضرت ذوالکفل علیہ السّلام نے دن کا روزہ رکھنے، رات کو قیام کرنے اور لوگوں کی طرف سے دی گئی تکلیفوں پر صبر کیا۔

الصّٰلِحِيۡنَ ﴿٨٦﴾ وَ ذَا النُّوۡنِ اِذۡ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنۡ لَّنۡ نَّقۡدِرَ عَلَيۡهِ فَنَادٰى

لوگوں میں سے ہیں ○ اور ذوالنون کو (یاد کرو) جب وہ غضبناک ہو کر چل پڑے تو اس نے گمان کیا کہ ہم اس پر تنگی نہ کریں گے تو اس نے

فِى الظُّلُمٰتِ اَنۡ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنۡتَ سُبۡحٰنَكَ ‌ۖ اِنِّىۡ كُنۡتُ مِنَ الظّٰلِمِيۡنَ ‌ۚ‌ۖ ﴿٨٧﴾ فَاسۡتَجَبۡنَا لَهٗ ۙ وَ

اندھیروں میں پکارا کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو ہر عیب سے پاک ہے، بیشک مجھ سے بے جا ہوا ○ تو ہم نے اس کی پکار سن لی اور

نَجَّيۡنٰهُ مِنَ الۡغَمِّ‌ ؕ وَ كَذٰلِكَ نُـنۡجِى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿٨٨﴾ وَزَكَرِيَّاۤ اِذۡ نَادٰى رَبَّهٗ

اسے غم سے نجات بخشی اور ہم ایمان والوں کو ایسے ہی نجات دیتے ہیں ○ اور زکریا کو (یاد کرو) جب اس نے اپنے رب کو پکارا،

رَبِّ لَا تَذَرۡنِىۡ فَرۡدًا وَّ اَنۡتَ خَيۡرُ الۡوٰرِثِيۡنَ ‌ۚ‌ۖ ﴿٨٩﴾ فَاسۡتَجَبۡنَا لَهٗ وَوَهَبۡنَا لَهٗ يَحۡيٰى وَ

اے میرے رب! مجھے اکیلا نہ چھوڑ اور تو سب سے بہتر وارث ہے ○ تو ہم نے اس کی دعا قبول کی اور اسے یحیٰ عطا فرمایا اور

آیت 87 حضرت یونس بن متّٰی علیہ السّلام کا واقعہ بیان کیا جارہا ہے، قوم کے لوگوں نے آپ کی دعوت قبول نہ کی اور کفر پر قائم رہے تو آپ علیہ السّلام غضبناک ہو کر ان کے علاقے سے تشریف لے گئے اور آپ نے یہ گمان کیا کہ یہ ہجرت آپ کے لئے جائز ہے کیونکہ اس کا سبب اللہ کی خاطر اس کے منکروں کے ساتھ بغض تھا اور ایک عرصہ دراز تک آپ علیہ السّلام توحید کی تبلیغ بھی فرما چکے تھے، لیکن اس سب کے باوجود آپ نے اپنی ہجرت میں اللہ تعالیٰ کے حکم کا انتظار نہ کیا، جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں مچھلی کے پیٹ میں ڈال دیا، جہاں دریا کی گہرائی، رات کی تاریکی اور مچھلی کے پیٹ کی تاریکی تھی، ان اندھیروں میں حضرت یونس علیہ السّلام نے اس طرح دعا کی: اے میرے رب! تیرے سوا کوئی معبود نہیں اور تو ہر عیب سے پاک ہے، بے شک! مجھ سے بے جا ہوا کہ میں اپنی قوم سے تیری اجازت پانے سے پہلے جدا ہو گیا۔ **اہم بات:** حدیث پاک میں ہے: حضرت یونس علیہ السّلام نے مچھلی کے پیٹ میں جب دعا مانگی تو یہ کلمات کہے ﴿لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنۡتَ سُبۡحٰنَكَ ‌ۖ اِنِّىۡ كُنۡتُ مِنَ الظّٰلِمِيۡنَ﴾ جو مسلمان ان کلمات کے ساتھ کسی مقصد کے لئے دعا مانگے تو اللہ تعالیٰ اسے قبول فرماتا ہے۔(ترمذی، حدیث: ٣٥١٦) ایک اور حدیث میں ہے: جو مسلمان اپنی بیماری کی حالت میں 40 مرتبہ ﴿لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنۡتَ سُبۡحٰنَكَ ‌ۖ اِنِّىۡ كُنۡتُ مِنَ الظّٰلِمِيۡنَ﴾ کے ساتھ دعا مانگے پھر وہ اس مرض میں فوت ہو جائے تو اسے شہید کا اجر دیا جائے گا اور اگر تندرست ہو گیا تو اس کے تمام گناہ بخشے جا چکے ہوں گے۔(مستدرک، حدیث:1908)

آیت 88 فرمایا: تو ہم نے حضرت یونس علیہ السّلام کی پکار سن لی اور اسے تنہائی و وحشت کے غم سے نجات بخشی اور مچھلی کو حکم دیا تو اس نے حضرت یونس علیہ السّلام کو دریا کے کنارے پر پہنچا دیا اور ہم ایمان والوں کو ایسے ہی مصیبتوں اور تکلیفوں سے نجات دیتے ہیں جب وہ ہم سے فریاد کریں اور دعا کریں۔

آیت 89 حضرت زکریا علیہ السّلام کا واقعہ بیان کیا جارہا ہے، فرمایا: حضرت زکریا علیہ السّلام کو یاد کرو جب اس نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی کہ اے میرے رب! مجھے بے اولاد نہ چھوڑ بلکہ وارث عطا فرما اور اگر تو مجھے وارث نہ دے تو بھی کچھ غم نہیں کیونکہ تو سب سے بہتر وارث ہے یعنی اللہ تعالیٰ مخلوق کے فنا ہونے کے بعد باقی رہنے والا ہے۔ **اہم بات:** دین کی خدمت کی نیت سے بیٹے کی دعا کرنا سنتِ نبی ہے۔

آیت 90 ارشاد فرمایا کہ ہم نے حضرت زکریا علیہ السّلام کی دعا قبول کی اور انہیں سعادت مند فرزند حضرت یحیٰ علیہ السّلام عطا فرمایا اور

اَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا ؕ

اس کے لیے اس کی بیوی کو قابل بنا دیا۔ بیشک وہ نیکیوں میں جلدی کرتے تھے اور ہمیں بڑی رغبت سے اور بڑے ڈر سے پکارتے تھے

وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ ﴿۹۰﴾ وَالَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهَا مِنْ رُّوْحِنَا

اور ہمارے حضور دل سے جھکنے والے تھے ○ اور اس عورت کو (یاد کرو) جس نے اپنی پارسائی کی حفاظت کی تو ہم نے اس میں اپنی خاص روح پھونکی

وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۱﴾ اِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۖ وَّاَنَا

اور اسے اور اس کے بیٹے کو سارے جہان والوں کیلئے نشانی بنا دیا ○ بیشک یہ (اسلام) تمہارا دین ہے، ایک ہی دین ہے اور میں

رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ ﴿۹۲﴾ وَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ ؕ كُلٌّ اِلَيْنَا رٰجِعُوْنَ ﴿۹۳﴾ ع ۶ ۱۸ ۶

تمہارا رب ہوں تو تم میری عبادت کرو ○ اور لوگوں نے اپنے دین کو آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ سب ہماری طرف لوٹنے والے ہیں ○

حضرت زکریا علیہ السّلام کے لئے آپ کی زوجہ کا بانجھ پن ختم کر کے اسے اولاد پیدا کرنے کے قابل بنا دیا۔ جن انبیاءِ کرام علیہم السّلام کا ذکر ہوا ان کی دعائیں اس وجہ سے قبول ہوئیں کہ وہ نیکیوں میں جلدی کرتے تھے اور ہمیں بڑی رغبت سے اور بڑے ڈر سے پکارتے تھے اور ہمارے حضور دل سے جھکنے والے تھے۔ **اہم بات:** جو شخص ایسا ہونا چاہے کہ اس کی ہر دعا مقبول ہو اسے چاہیے کہ یہ تین کام کرے: (1) نیک کام کرنے میں دیر نہ لگائے (2) خدا سے رحمت کی امید اور اس کے خوف کے درمیان رہتے ہوئے ہر وقت اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگے (3) بارگاہِ الٰہی میں عاجزی و اِنکساری کا اظہار کرے۔

آیت 91 حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا واقعہ بیان کیا جا رہا ہے، فرمایا کہ اے حبیب! اس مریم کو یاد کریں جس نے پورے طور پر اپنی پارسائی کی حفاظت کی تو ہم نے اس میں اپنی خاص روح پھونکی اور اس کے پیٹ میں حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو پیدا کیا اور اسے اور اس کے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو سارے جہان والوں کے لئے اپنی قدرت کے کمال کی نشانی بنا دیا۔ **اہم بات:** عورت کے لئے بہترین وصف یہ ہے کہ وہ پاک دامن رہے اور شرم و حیا اختیار کرے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عورت جب اپنی پانچ نمازیں پڑھے، اپنے ماہ رمضان کا روزہ رکھے، اپنی پارسائی کی حفاظت کرے اور اپنے شوہر کی اطاعت کرے تو جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے۔ (حلیۃ الاولیاء، حدیث:8830)

آیت 92 ارشاد فرمایا: اے لوگو! بیشک یہ اسلام تمہارا دین ہے اور یہی تمام انبیاءِ کرام علیہم السّلام کا دین ہے، اس کے سوا جتنے اَدیان ہیں سب باطل ہیں اور سب کو اسی دینِ اسلام پر قائم رہنا لازم ہے اور میں تمہارا رب ہوں، نہ میرے سوا کوئی دوسرا ربّ ہے نہ میرے دین کے سوا اور کوئی دین ہے تو تم صرف میری عبادت کرو۔

آیت 93 فرمایا کہ لوگوں نے دین میں اختلاف کیا اور اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، نفسانی خواہشات کی پیروی کو اپنا دین بنا لیا، خود بھی بکھرے اور ان کے اعمال بھی جدا گانہ ہو گئے۔ انہیں خبردار کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ دنیا میں جو تمہارے جی میں آتا ہے کر لو لیکن یاد رکھو! قیامت کا دن آنے والا ہے، اس دن تم سب کو ہماری طرف لوٹنا ہے، اس وقت تمہیں ہر چیز کی حقیقت معلوم ہو جائے گی۔ **اہم**

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهٖ ۚ وَاِنَّا لَهٗ كٰتِبُوْنَ ﴿۹۴﴾ وَ

تو جو نیک اعمال کرے اور وہ ایمان والا ہو تو اس کی کوشش کی بے قدری نہیں ہوگی اور ہم اسے لکھنے والے ہیں○ اور

حَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَاۤ اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۹۵﴾ حَتّٰۤى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَ

جس بستی کو ہم نے ہلاک کر دیا اس پر حرام ہے کہ لوٹ کر نہ آئیں○ یہاں تک کہ جب یاجوج اور ماجوج کو کھول دیا جائے گا اور

هُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ ﴿۹۶﴾ وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَاِذَا هِيَ شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِيْنَ

وہ ہر بلندی سے تیزی سے اترتے ہوئے آئیں گے○ اور سچا وعدہ قریب آگیا تو جبھی اس وقت کافروں کی آنکھیں کھلی کی کھلی

بات: جو اصول اور عقائد تمام انبیاء علیہمُ السّلام میں مشترک ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، انبیاورسل کی نبوت ورسالت، تقدیر، حشر و نشر اور قیامت، انہیں دین کہتے ہیں اور تمام انبیا علیہمُ السّلام نے اسی دین کی تبلیغ کی ہے پھر لوگوں نے ان سچے عقائد کو بگاڑ کر مختلف فرقے بنالئے، خدائی کا دعویٰ، شرک، مقرب بندوں کو خدا یا خدا کی اولاد کہنا، انبیاورسل کو جھٹلانا، قیامت کا انکار اور اسی طرح کے دیگر کفریات کو اپنا دین بنالیا۔

آیت 94 ارشاد فرمایا: تو جو نیک اعمال کرے اور وہ ایمان والا ہو تو اسے اس کے عمل کا ثواب نہ دے کر محروم نہ کیا جائے گا اور ہم اس کے عمل اَعمال ناموں میں لکھ رہے ہیں جن میں کچھ کمی نہ ہوگی اور اللہ تعالیٰ نیک اعمال کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں فرمائے گا۔

اہم باتیں: (1) مومن بندے کے نیک عمل مقبول ہیں جبکہ دو شرطیں پائی جائیں: (۱) اچھی نیت (۲) عمل کو حکم کے مطابق ادا کرنا۔ (2) بندے کے اعمال لکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے دو فرشتوں کراماً کاتبین کو مقرر فرمایا ہے اور ان کا لکھنا چونکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے اس لئے یہ لکھنا اللہ تعالیٰ کا لکھنا ہے۔

آیت 95 اس آیت کے مختلف معانی ہیں: (1) بستی کے لوگوں کو ہم نے ہلاک کر دیا ان کا اپنے اَعمال کی تلافی اور اپنے اَحوال کے تدارُک کے لئے دنیا کی طرف واپس آنا ناممکن ہے۔ (2) جس بستی والوں کو ہم نے ہلاک کرنے کا فیصلہ کر دیا ان کا شرک اور کفر سے واپس آنا محال ہے۔ (3) جس بستی کے لوگوں کو ہم نے ہلاک کر دیا ان کا قیامت کے دن زندہ ہونے کی طرف نہ لوٹنا ناممکن ہے یعنی وہ قطعاً قیامت کے دن لوٹ کر آئیں گے۔

آیت 96 یہاں تک کہ جب قیامت کے قریب یاجوج اور ماجوج کو روک کر رکھنے والی دیوار کو کھول دیا جائے گا اور وہ زمین کی ہر بلندی سے تیزی کے ساتھ لوگوں کی طرف اترتے ہوئے آئیں گے۔ **اہم بات:** یاجوج اور ماجوج سے متعلق تفصیلی کلام سورۂ کہف کی آیت 94 تا 99 کی تفسیر میں ملاحظہ فرمائیں۔

آیت 97 جب قیامت قائم ہوگی تو اس دن کی ہَولناکی اور دہشت سے کافروں کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی اور وہ کہیں گے: ہائے ہماری خرابی! بیشک ہم دنیا میں اس سے غفلت میں تھے بلکہ ہم اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے تھے کہ رسولوں کی بات نہ مانتے تھے اور انہیں جھٹلاتے تھے۔ **اہم بات:** اس آیت میں مسلمانوں کے لئے بھی نصیحت ہے جو قرآن وحدیث کی موجودگی کے باوجود غفلت کا شکار ہیں۔

كَفَرُوْا يٰوَيْلَنَا قَدْ كُنَّا فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا بَلْ كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۹۷﴾ اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ

رہ جائیں گی کہ ہائے ہماری خرابی! بیشک ہم اس سے غفلت میں تھے بلکہ ہم ظالم تھے ○ بیشک تم اور جن کی تم

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ؕ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ ﴿۹۸﴾ لَوْ كَانَ هٰۤؤُلَآءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَا ؕ

اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو سب جہنم کے ایندھن ہیں۔ تم اس میں جانے والے ہو ○ اگر یہ معبود ہوتے تو جہنم میں داخل نہ ہوتے

وَكُلٌّ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۹۹﴾ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّهُمْ فِيْهَا لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ

اور ان سب کو ہمیشہ اس میں رہنا ہے ○ جہنم میں ان کی گدھے جیسی آوازیں ہوں گی اور وہ اس میں کچھ نہ سنیں گے ○ بیشک جن کے لیے

سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰۤى ۙ اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا ۚ وَهُمْ

ہمارا بھلائی کا وعدہ پہلے سے ہوچکا ہے وہ جہنم سے دور رکھے جائیں گے ○ وہ اس کی ہلکی سی آواز بھی نہ سنیں گے اور وہ

آیت 98 ارشاد فرمایا: اے مشرکو! بیشک تم اور اللہ تعالیٰ کے سوا جن بتوں کی تم عبادت کرتے ہو، سب جہنم کے ایندھن ہیں اور تم اس میں ہمیشہ کے لئے جانے والے ہو۔

آیت 99 فرمایا کہ اگر یہ بت معبود ہوتے جیسا کہ اے مشرکو! تم گمان کرتے ہو تو یہ جہنم میں داخل نہ ہوتے اور ان بتوں اور ان کے پجاریوں، سب کو ہمیشہ جہنم میں رہنا ہے۔

آیت 100 ان مشرکین کی جہنم میں گدھے جیسی آوازیں ہوں گی، وہ عذاب کی شدت سے چیخیں گے اور دھاڑیں گے اور وہ جہنم کے جوش کی شدت کی وجہ سے اس میں کچھ نہ سنیں گے۔

آیت 101 **شانِ نزول:** حضور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے کفار کے سامنے اسی سورت کی آیت 98 پڑھی جس میں ہے کہ "بے شک تم اور جن کی تم اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کرتے ہو سب جہنم کے ایندھن ہیں" اس پر ایک کافر نے کہا کہ یہودی حضرت عزیر علیہ السّلام اور عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو پوجتے ہیں اور فلاں قبیلہ فرشتوں کو پوجتا ہے (مطلب یہ کہ پھر تو یہ بھی جہنم میں جائیں گے) اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور بیان فرمادیا کہ حضرت عزیر، حضرت عیسیٰ علیہما السّلام اور فرشتے وہ ہیں جن کے لئے بھلائی کا وعدہ ہو چکا اور انہیں جہنم کے عذاب و تکلیف سے دور رکھا جائے گا۔ **اہم باتیں:** (1) حقیقت میں یہ اعتراض جہالت کا اظہار تھا کیونکہ آیت میں مَا تَعۡبُدُوۡنَ کا لفظ ہے اور مَا عربی زبان میں ان کے لئے بولا جاتا ہے جو ذِوِی الۡعُقُول نہ ہوں، یہ جاننے کے باوجود اس نے اعتراض کیا۔ یہ اعتراض اہلِ زبان کی نگاہوں میں کھلا ہوا باطل تھا مگر مزید بیان کے لئے اس آیت میں وضاحت فرمائی گئی ہے۔ (2) بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ جہنم سے دُور رکھے جانے کی فضیلت میں وہ تمام مومنین داخل ہیں جن کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھلائی اور سعادت کا وعدہ پہلے سے ہو چکا ہے، یہ سب جہنم سے دور رکھے جائیں گے۔

آیت 102 فرمایا کہ جب وہ جنت کی منازل میں آرام فرما ہوں گے تو وہ جہنم کی ہلکی سی آواز بھی نہ سنیں گے، اس کے جوش کی آواز بھی ان تک نہ پہنچے گی اور وہ جنت میں اپنی دل پسند نعمتوں اور کرامتوں میں ہمیشہ رہیں گے۔

فِيْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ ۝۱۰۲ لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَتَتَلَقّٰىهُمُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ ؕ

اپنی دل پسند نعمتوں میں ہمیشہ رہیں گے O انہیں سب سے بڑی گھبراہٹ غمگین نہ کرے گی اور فرشتے ان کا استقبال کریں گے کہ

هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝۱۰۳ يَوْمَ نَطْوِي السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ

یہ تمہارا وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا O یاد کرو جس دن ہم آسمان کو لپیٹیں گے جیسے سجل فرشتہ نامۂ اعمال کو لپیٹتا

لِلْكُتُبِ ؕ كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ؕ وَعْدًا عَلَيْنَا ؕ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ ۝۱۰۴

ہے، ہم اسے دوبارہ اسی طرح لوٹا دیں گے جس طرح ہم نے پہلے اسے بنایا تھا۔ یہ ہمارے اوپر ایک وعدہ ہے، بیشک ہم ضرور یہ کرنے والے ہیں O

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ۝۱۰۵

اور بیشک ہم نے نصیحت کے بعد زبور میں لکھ دیا کہ اس زمین کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے O

آیت 103 انہیں سب سے بڑی گھبراہٹ یعنی دوسری بار صور پھونکا جانا غمگین نہ کرے گا یا اس سے وہ وقت مراد ہے جب موت کو ذبح کر کے ندا دی جائے گی کہ اے جہنم والو! تمہیں اب موت کے بغیر جہنم میں ہمیشہ رہنا ہے۔ مزید فرمایا: قبروں سے نکلتے وقت مبارک باد دیتے اور یہ کہتے ہوئے فرشتے ان کا استقبال کریں گے کہ یہ تمہیں ثواب ملنے کا وہ دن ہے جس کا دنیا میں تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ **اہم بات:** احادیث میں مزید ایسے خوش نصیبوں کا بھی ذکر ہے جو قیامت کے دن سب سے بڑی گھبراہٹ سے امن میں رہیں گے، ان میں سے پانچ یہ ہیں: (1) شہید (2) رضائے الٰہی کے لئے ایک دوسرے سے محبت کرنے والے (3) جس امام سے مقتدی خوش ہوں (4) روزانہ اذان دینے والا (5) اللہ تعالیٰ اور اپنے آقا کا حق ادا کرنے والا غلام۔

آیت 104 اس آیت کا معنیٰ ہے کہ جن لوگوں سے بھلائی کا وعدہ ہو چکا انہیں اس دن سب سے بڑی گھبراہٹ غمگین نہ کرے گی جس دن ہم آسمان کو لپیٹیں گے یا معنیٰ ہے کہ یاد کرو اس دن کو جب ہم آسمان کو اس طرح لپیٹیں گے جیسے سجل فرشتہ بندے کی موت کے وقت اس کے نامۂ اعمال کو لپیٹتا ہے۔ مزید فرمایا: ہم نے جیسے پہلے انسان کو عدم سے بنایا تھا ویسے ہی معدوم کرنے کے بعد دوبارہ پیدا کر دیں گے یا یہ معنیٰ ہے کہ جیسا اسے ماں کے پیٹ سے برہنہ اور غیر ختنہ شدہ پیدا کیا تھا ایسا ہی مرنے کے بعد اُٹھائیں گے اور فرمایا: تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کرنے کی طرح دوبارہ پیدا کرنا ہمارے اوپر ایک وعدہ ہے اور اسے ہم ضرور پورا کریں گے۔ **اہم باتیں:** (1) ایک قول کے مطابق سجل تیسرے آسمان پر موجود اس فرشتے کا نام ہے جس تک بندوں کی موت کے بعد ان کے اعمال نامے پہنچائے جاتے ہیں اور وہ فرشتہ ان اعمال ناموں کو لپیٹ دیتا ہے۔ (2) قیامت کے دن لوگوں کا حشر ایسے ہوگا کہ ان کے بدن ننگے ہوں گے اور ان کا ختنہ نہ ہوا ہوگا، البتہ انبیاءِ کرام علیہمُ السّلام، صحابۂ کرام رضی اللہُ عنہم اور اولیاءِ کرام علیہمُ الرّحمہ اس حال سے محفوظ ہوں گے، ان کا حشر لباس میں کیا جائے گا۔

آیت 105 آیت میں زبور سے وہ تمام کتابیں مراد ہیں جو انبیاءِ کرام علیہمُ السّلام پر نازل ہوئیں اور ذکر سے مراد لوحِ محفوظ ہے اور معنیٰ یہ ہے کہ لوحِ محفوظ میں لکھنے کے بعد ہم نے تمام آسمانی کتابوں میں لکھ دیا یا یہاں زبور سے وہ آسمانی کتاب مراد ہے جو حضرت داؤد علیہ

اِنَّ فِیْ هٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِیْنَ ﴿۱۰۶﴾ وَ مَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۰۷﴾

بیشک اس قرآن میں عبادت کرنے والوں کیلئے کافی سامان ہے○ اور ہم نے تمہیں تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر ہی بھیجا○

قُلْ اِنَّمَا یُوْحٰۤی اِلَیَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۰۸﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا

تم فرماؤ: مجھے تو یہی وحی ہوتی ہے کہ تمہارا معبود صرف ایک معبود ہے تو کیا تم مسلمان ہوتے ہو؟○ پھر اگر وہ منہ پھیریں

السلام پر نازل ہوئی اور ذکر سے مراد تورات ہے اور معنٰی یہ ہے کہ تورات میں لکھنے کے بعد زبور میں لکھ دیا کہ اس زمین کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے۔ **اہم بات:** یہاں زمین سے مراد جنت کی زمین ہے یا کفار کی زمینیں مراد ہیں جنہیں مسلمان فتح کریں گے یا شام کی زمین مراد ہے جس کے وارث اللہ تعالیٰ کے وہ نیک بندے ہوں گے جو اس وقت شام میں رہنے والوں کے بعد آئیں گے۔

آیت 106 قرآنِ کریم مومن عبادت گزاروں کو ہدایت و رہبری کے لئے کافی ہے بشرطیکہ اسے محض عقل سے نہیں بلکہ صاحبِ قرآن صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی تعلیم و تفہیم کے ماتحت سمجھا جائے۔ ایک قول کے مطابق یہاں عبادت کرنے والوں سے مراد اُمتِ محمدیّہ ہے جو پانچوں نمازیں پڑھتے، رمضان کے روزے رکھتے اور حج کرتے ہیں۔

آیت 107 ارشاد فرمایا: اے حبیب! ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر ہی بھیجا ہے۔ **اہم بات:** سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو تمام جہانوں کے لئے خواہ وہ عالمِ ارواح ہو یا عالمِ اجسام، ذوی العقول ہوں یا غیر ذوی العقول سب کے لئے جامع رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی رحمت سے تمام رسولوں، نبیوں، صدیقوں، ولیوں، فرشتوں، انسانوں، جنوں، جانوروں، پرندوں نیز مسلمانوں، کافروں، مردوں، عورتوں، بچوں، بوڑھوں سب کو حصہ ملا۔ آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم ہی روحِ کائنات ہیں، آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم ہی باعثِ وجودِ کائنات ہیں، آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم ہی اصلِ عالَم ہیں، آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم ہی کے نور سے سارا عالَم روشن ہے۔ تمام جہانوں میں ہر خیر کی بنیاد آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی ذات ہے، ہر اچھے اخلاق و عمل میں آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے روشن کردار کی جھلک ہے۔ علمائے کرام نے اس موضوع پر بے شمار کتابیں تصنیف فرمائی ہیں اور جو تمام عالَموں کے لئے رحمت ہو تو ضرور وہ تمام جہانوں سے افضل ہے۔

آیت 108 ارشاد فرمایا: اے حبیب! آپ کافروں سے فرمادیں کہ معبود کے معاملے میں میری طرف یہی وحی کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں لہٰذا تم اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان لا کر مسلمان ہو جاؤ۔

آیت 109 فرمایا: اے حبیب! پھر اگر وہ کفار منہ پھیریں اور اسلام نہ لائیں تو آپ ان سے فرمادیں: اللہ تعالیٰ کی وحدانیت سے متعلق جس چیز کا مجھے حکم دیا گیا میں نے تمہیں برابری کی بنیاد پر اس کے بارے میں خبردار کر دیا ہے اور رسالت کی تبلیغ کرنے اور نصیحت کرنے میں تمہارے درمیان کوئی فرق نہیں کیا اور میں اللہ تعالیٰ کے بتائے بغیر نہیں جانتا کہ تمہیں عذاب یا قیامت کا جو وعدہ دیا جاتا ہے وہ قریب ہے یا دور ہے۔ **اہم بات:** درایت ”اندازے اور قیاس سے جاننے“ کو کہتے ہیں، یہاں درایت کی ہی نفی کی گئی ہے اور معنٰی یہ ہے کہ ”اللہ تعالیٰ کے بتائے بغیر محض اپنی عقل اور قیاس سے نہیں جانتا۔“ مطلق علم کی نفی یہاں مراد نہیں ہو سکتی۔

Go to Index

فَقُلۡ اٰذَنۡتُكُمۡ عَلٰى سَوَآءٍ ؕ وَاِنۡ اَدۡرِىۡۤ اَقَرِيۡبٌ اَمۡ بَعِيۡدٌ مَّا تُوۡعَدُوۡنَ ۝۱۰۹

توتم فرمادو: میں نے تمہیں برابری کی بنیاد پر خبردار کردیا ہے اور میں نہیں جانتا کہ تمہیں جو وعدہ دیا جاتا ہے وہ قریب ہے یا دور ہے؟○

اِنَّهٗ يَعۡلَمُ الۡجَهۡرَ مِنَ الۡقَوۡلِ وَيَعۡلَمُ مَا تَكۡتُمُوۡنَ ۝۱۱۰ وَاِنۡ اَدۡرِىۡ لَعَلَّهٗ

بیشک اللہ بلند آواز سے کہی گئی بات کو جانتا ہے اور وہ جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو○ اور میں نہیں جانتا کہ شاید وہ تمہاری آزمائش ہو

فِتۡنَةٌ لَّكُمۡ وَمَتَاعٌ اِلٰى حِيۡنٍ ۝۱۱۱ قٰلَ رَبِّ احۡكُمۡ بِالۡحَقِّ ؕ وَرَبُّنَا الرَّحۡمٰنُ

اور ایک وقت تک کیلئے فائدہ دینا ہے○ نبی نے عرض کی: اے میرے رب! حق کے ساتھ فیصلہ فرمادے اور ہمارا رب رحمٰن ہی ہے

الۡمُسۡتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوۡنَ ۝۱۱۲ ع

ربع ۹ النصف

جس سے ان باتوں کے خلاف مدد طلب کی جاتی ہے جو تم کرتے ہو○

آیاتها ۷۸ | ۲۲ سُوۡرَةُ الۡحَجِّ مَدَنِيَّةٌ ۱۰۳ | رکوعاتها ۱۰

سورۂ حج مدنیہ ہے اس میں اٹھتر آیتیں اور دس رکوع ہیں

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

آیت 110 مزید فرمادیں: اے کافرو! تم جو بلند آواز سے قرآنِ مجید کی آیات کو جھٹلاتے اور اسلام پر اعتراضات کرتے ہو، بیشک اللہ تعالٰی اسے جانتا ہے اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم اور مسلمانوں سے جو حسد وعداوت تم چھپاتے ہو، اسے بھی اللہ تعالٰی جانتا ہے تو وہ تمہیں اس پر جہنم کی دردناک سزا دے گا۔

آیت 111 مزید فرمادیں: میں نہیں جانتا کہ شاید دنیا میں عذاب کو مُؤَخَّر کرنا تمہاری آزمائش ہو جس سے تمہارا حال ظاہر ہو جائے اور اللہ تعالٰی کی مشیت کے مطابق موت کے وقت تک کے لئے تمہیں فائدہ دینا ہو تاکہ یہ تم پر حجت ہو جائے۔

آیت 112 نبی صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے اللہ تعالٰی سے یہ دعا فرمائی: اے میرے رب! میرے اور ان کے درمیان جو مجھے جھٹلاتے ہیں اس طرح حق کے ساتھ فیصلہ فرمادے کہ میری مدد کر اور ان پر عذاب نازِل فرما۔ آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی دعا قبول ہوئی اور جنگِ بدر، جنگِ اَحزاب اور جنگِ حُنَین وغیرہ میں کفار مبتلائے عذاب ہوئے۔ آیت کے آخر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے فرمایا گیا کہ آپ کافروں کو وعید بیان کرتے ہوئے فرمادیں کہ ہمارا رب رحمٰن ہی ہے جس سے شرک وکفر اور بے ایمان کی ان باتوں کے خلاف مدد طلب کی جاتی ہے جو تم کرتے ہو۔

سورۂ حج کا تعارف جمہور کے نزدیک سورۂ حج کی بعض آیتیں مکی اور بعض مدنی ہیں اور یہ متعین نہیں کہ کون سی آیتیں مکی اور کون سی مدنی ہیں البتہ ایک قول یہ ہے کہ ﴿هٰذٰنِ خَصۡمٰنِ﴾ سے تین آیتیں اور ایک قول کے مطابق 6 آیتیں مدنی اور باقی پوری سورت مکی ہے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوۡا رَبَّكُمۡ‌ ۚ اِنَّ زَلۡزَلَةَ السَّاعَةِ شَىۡءٌ عَظِيۡمٌ ﴿١﴾ يَوۡمَ تَرَوۡنَهَا

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو، بیشک قیامت کا زلزلہ بہت بڑی چیز ہے ○ جس دن تم اسے دیکھو گے

تَذۡهَلُ كُلُّ مُرۡضِعَةٍ عَمَّاۤ اَرۡضَعَتۡ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمۡلٍ حَمۡلَهَا

(تو یہ حالت ہوگی کہ) ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے بچے کو بھول جائے گی اور ہر حمل والی اپنا حمل ڈال دے گی

وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمۡ بِسُكٰرٰى وَلٰـكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيۡدٌ ﴿٢﴾

اور تو لوگوں کو دیکھے گا جیسے نشے میں ہیں حالانکہ وہ نشہ میں نہیں ہوں گے لیکن ہے یہ کہ اللہ کا عذاب بڑا شدید ہے ○

اس میں 10 رکوع اور 78 آیات ہیں۔اس سورت میں حج کے اعلانِ عام اور حج کے اَحکام کا ذکر ہے، اسی مناسبت سے اس سورۃ کا نام ”اَلْحَجّ“ رکھا گیاہے۔ **سورۂ حج کے بارے میں حدیث:** حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! کیاسورۂ حج کو اس طرح بزرگی دی گئی ہے کہ اس میں دو سجدے ہیں؟ ارشاد فرمایا: ہاں! (ترمذی، حدیث:578) نوٹ: یہاں دو سجدوں سے مراد ایک سجدۂ تلاوت اور دوسرا سجدۂ نماز ہے، خاص سجدۂ تلاوت کے اعتبار سے سورۂ حج میں صرف ایک سجدہ ہے۔ **خلاصۂ مضامین:** سورۂ حج میں حج کی فرضیت و مَناسِک، جہاد کی مشروعیت، قیامت کے ہَولناک مَناظر، پانچ قسم کے کفار کو ہونے والا عذاب اور مسلمانوں کو ملنے والی جزا، قرآن پاک کی عظمت وشان اور دلائل کے ساتھ دینِ اسلام کے بنیادی عقائد کا بیان کیا گیاہے، لوگوں کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا حکم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم اور مسلمانوں کو اس بات پر تسلی دی گئی ہے کہ وہ شیطان کی گمراہ کن باتوں سے نہ گھبرائیں۔

آیت 1 ارشاد فرمایا: اے لوگو! اپنے رب کے عذاب سے ڈرو اور اس کی اطاعت میں مشغول ہو جاؤ، بیشک قیامت کا زلزلہ جو قیامت کی علامات میں سے ہے اور قیامت کے قریب سورج کے مغرب سے طلوع ہونے کے نزدیک واقع ہو گا، بہت بڑی چیز ہے۔ **اہم بات:** تقویٰ اور خوفِ خدا ہی ایسی چیز ہے جس کی وجہ سے انسان اپنے اعمال و اخلاق کی اصلاح کرتا ہے اور ان پر سب سے زیادہ اُبھارنے والی چیز قیامت ہے کہ قیامت کی ہولناکیاں، اس کا حساب وکتاب اور اس کے احوال پیشِ نظر ہوں گے تو آدمی گناہوں سے، کسی دوسرے کی حق تلفی اور اس پر ظلم وستم کرنے سے بچے گا۔

آیت 2 فرمایا کہ جس دن تم قیامت کے اس زلزلے کو دیکھو گے تو یہ حالت ہوگی کہ اس کی ہیبت سے ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے بچے کو بھول جائے گی اور اس دن کی ہولناکی سے ہر حمل والی کا حمل ساقط ہو جائے گا اور تو لوگوں کو دیکھے گا جیسے نشے میں ہیں حالانکہ وہ نشہ میں نہیں ہوں گے بلکہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کے خوف سے لوگوں کے ہوش جاتے رہیں گے اور اللہ تعالیٰ کا عذاب بڑا شدید ہے۔ **اہم باتیں:** (1) نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے ان کی تلاوت فرمائی تو وہ ساری رات بہت روئے، جب صبح ہوئی تو انہوں نے اپنے جانوروں سے زینیں نہ اتاریں اور جس جگہ ٹھہرے وہاں خیمے نصب نہ کئے اور نہ ہانڈیاں پکائیں اور وہ غمزدہ، پُرنم اور فکر مند تھے۔ جب ان ہستیوں کا یہ حال ہے جن سے اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا وعدہ فرمایا تو ہمیں قیامت کی شدت، ہیبت، ہولناکی اور سختی سے تو کہیں زیادہ ڈرنا چاہیے۔ (2) قیامت سے پہلے زمین میں انتہائی شدید اور ہولناک زلزلہ آئے گا، اس کی شدت سے زمین پر موجود ہر چیز ٹوٹ پھوٹ کر ریزہ ریزہ ہو جائے گی اور اس کی ہیبت و ہولناکی ایسی ہوگی کہ اگر کوئی دودھ پلانے والی ہو تو اپنے دودھ پیتے بچے کو بھول

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّ يَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطٰنٍ مَّرِيْدٍ ۙ﴿۳﴾ كُتِبَ عَلَيْهِ

اور کچھ لوگ وہ ہیں جو اللہ کے بارے میں بغیر علم کے جھگڑتے ہیں اور ہر سرکش شیطان کے پیچھے چل پڑتے ہیں ○ جس پر یہ لکھ دیا گیا ہے

اَنَّهٗ مَنْ تَوَلَّاهُ فَاَنَّهٗ يُضِلُّهٗ وَ يَهْدِيْهِ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ﴿۴﴾ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ

کہ جو اس سے دوستی کرے گا تو وہ ضرور اسے گمراہ کردے گا اور اسے جہنم کے عذاب کی راہ بتائے گا○ اے لوگو! اگر تمہیں قیامت کے دن

فِيْ رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ

اُٹھنے کے بارے میں کچھ شک ہو تو (اس بات پر غور کرلو کہ) ہم نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر پانی کی ایک بوند سے پھر جمے ہوئے خون سے پھر

مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّ غَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ ؕ وَ نُقِرُّ فِي الْاَرْحَامِ

گوشت کی بوٹی سے جس کی شکل بن چکی ہوتی ہے اور ادھوری بھی ہوتی ہے تاکہ ہم تمہارے لیے اپنی قدرت کو ظاہر فرمائیں اور ہم ماؤں کے پیٹ میں

جائے اور حمل والی ہو تو حمل ساقط ہو جائے اور لوگ ایسے نظر آئیں گے جیسے نشے میں ہیں حالانکہ وہ نشہ میں نہیں ہوں گے۔

آیت 3 نضر بن حارث جو بڑا ہی جھگڑالو تھا، یہ فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں اور قرآنِ مجید کو گزشتہ لوگوں کے قصے بتاتا اور موت کے بعد اٹھائے جانے کا منکر تھا، اس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا کہ کچھ لوگ وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی شان کے بارے میں علم کے بغیر جھگڑتے ہیں، اس کی شان میں باطل باتیں کہتے ہیں اور وہ جھگڑنے اور عمومی اَحوال میں ہر سرکش شیطان کے پیچھے چل پڑتے ہیں۔

اہم باتیں: (1) آیت میں سرکش شیطان سے انسانی شیاطین، ابلیس اور اس کے لشکر مراد ہیں۔ (2) اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں بغیر علم بحث کرنا حرام ہے۔ صرف ماہر علماءِ دین تحقیق کے لئے اس میں بحث کرسکتے ہیں اور اس میں بھی یہ شرط ہے کہ جھگڑا مقصود نہ ہو بلکہ صرف اعتراضات دور کرنا اور حق کی تحقیق کا قصد ہو۔

آیت 4 فرمایا کہ لوحِ محفوظ میں جنات اور انسانوں کے ہر سرکش شیطان کے متعلق لکھ دیا گیا ہے کہ جو اس کی اطاعت اور اس سے دوستی کرے گا تو شیطان ضرور اسے گمراہ کردے گا اور اسے جہنم کے عذاب کا راستہ بتائے گا۔ **اہم بات:** بدمذہبوں سے دوستی اور تعلق نہیں رکھنا چاہیے اور نہ ان کے ساتھ رشتہ داری قائم کرنی چاہیے کیونکہ یہ خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور اپنی باتوں، ظاہری عبادت و ریاضت اور دکھلاوے کی پرہیزگاری کے ذریعے دوسروں کو بھی گمراہ کردیتے ہیں۔ حدیثِ پاک میں ہے: آخری زمانے میں دَجّال اور کذّاب ظاہر ہوں گے، وہ تمہارے پاس ایسی باتیں لے کر آئیں گے جنہیں تم اور تمہارے باپ دادا نے نہ سنا ہو گا تو تم ان سے دور رہنا اور انہیں دور رکھنا، کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں اور تمہیں فتنے میں نہ ڈال دیں۔ (مسلم، حدیث: 16)

آیت 5 یہاں ان لوگوں پر حجت قائم کی جارہی ہے جو مرنے کے بعد زندہ کئے جانے کے منکر ہیں، اس کی پہلی دلیل ارشاد فرمائی کہ اے لوگو! اگر تمہیں قیامت کے دن اٹھنے کے بارے میں کچھ شک ہو تو اس بات پر غور کرلو کہ ہم نے تمہاری نسل کی اصل یعنی تمہارے جدِّ اعلیٰ، حضرت آدم علیہ السّلام کو مٹی سے پیدا کیا، پھر ان کی تمام اولاد کو منی کے قطرے سے، پھر جمے ہوئے خون سے کہ نطفہ گاڑھا خون ہو جاتا ہے، پھر گوشت کی بوٹی سے جس کی شکل بن چکی ہوتی ہے اور ادھوری بھی ہوتی ہے۔ انسان کی پیدائش کا حال اس لئے

Go to Index

مَا نَشَآءُ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخۡرِجُكُمۡ طِفۡلًا ثُمَّ لِتَبۡلُغُوۡۤا اَشُدَّكُمۡ‌ۚ وَمِنۡكُمۡ مَّنۡ يُّتَوَفّٰى

جسے چاہتے ہیں اسے ایک مقرر مدت تک ٹھہرائے رکھتے ہیں پھر تمہیں بچے کی صورت میں نکالتے ہیں پھر (عمر دیتے ہیں) تاکہ تم اپنی جوانی کو پہنچو

وَمِنۡكُمۡ مَّنۡ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرۡذَلِ الۡعُمُرِ لِكَيۡلَا يَعۡلَمَ مِنۡۢ بَعۡدِ عِلۡمٍ شَيۡـئًا‌ ؕ وَتَرَى الۡاَرۡضَ

اور تم میں کوئی پہلے ہی مر جاتا ہے اور کوئی سب سے نکمی عمر کی طرف لوٹایا جاتا ہے تاکہ (بالآخر) جاننے کے بعد کچھ نہ جانے اور تو زمین کو

هَامِدَةً فَاِذَاۤ اَنۡزَلۡنَا عَلَيۡهَا الۡمَآءَ اهۡتَزَّتۡ وَرَبَتۡ وَاَنۡۢبَتَتۡ مِنۡ كُلِّ زَوۡجٍۢ بَهِيۡجٍ ﴿۵﴾

مرجھایا ہوا دیکھتا ہے پھر جب ہم اس پر پانی اتارتے ہیں تو وہ (تروتازہ ہو کر) لہلہاتی ہے اور بڑھتی ہے اور وہ ہر قسم کا خوبصورت سبزہ اگاتی ہے ○

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الۡحَـقُّ وَاَنَّهٗ يُحۡىِ الۡمَوۡتٰى وَاَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ ۙ ﴿۶﴾ وَّاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ

یہ اس لیے ہے کہ اللہ ہی حق ہے اور یہ کہ وہ مردوں کو زندہ کرے گا اور یہ کہ وہ ہر شے پر قادر ہے ○ اور یہ کہ قیامت آنے والی ہے

بیان فرمایا گیا ہے تاکہ ہم تمہارے لئے اپنی قدرت کو ظاہر فرمائیں، تم اللہ تعالیٰ کی قدرت و حکمت کے کمال کو جان لو اور اپنی پیدائش کے ابتدائی حالات پر نظر کر کے سمجھ لو کہ جو قادرِ برحق، بے جان مٹی میں اتنے اِنقلاب کر کے جاندار آدمی بنا دیتا ہے وہ مرے ہوئے انسان کو زندہ کر دے تو یہ اس کی قدرت سے بعید نہیں۔ آیت میں پیدائش کے بعد کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم ماؤں کے پیٹ میں جسے چاہتے ہیں اسے ولادت کی مقررہ مدت تک ٹھہرائے رکھتے ہیں، پھر تمہیں بچے کی صورت میں نکالتے ہیں، پھر تمہیں عمر دیتے ہیں تاکہ تم اپنی جوانی کو پہنچو اور تمہاری عقل و قوت کامل ہو، تم میں کوئی پہلے ہی مر جاتا ہے اور کوئی سب سے نکمی عمر کی طرف لوٹایا جاتا ہے، اس کو اتنا بڑھاپا آجاتا ہے کہ اس کی نظر کمزور، عقل ناقص اور فہم و سمجھ کم ہو جاتی ہے اور جو باتیں اسے معلوم ہوتی ہیں وہ بھول جاتا ہے۔ اب آیت میں مرنے کے بعد اٹھنے پر دوسری دلیل قائم کی جارہی ہے، ارشاد فرمایا کہ اے انسان! تو زمین کو مرجھایا ہوا اور خشک دیکھتا ہے، پھر جب ہم اس پر پانی اتارتے ہیں تو وہ تروتازہ ہو کر لہلہاتی ہے اور بڑھتی ہے اور وہ ہر قسم کا خوبصورت سبزہ اگاتی ہے تو جو قادر و برحق رب تعالیٰ مرجھائی ہوئی زمین کو سرسبز و شاداب کر سکتا ہے وہ ان بندوں کو بھی زندہ کر سکتا ہے جن کے اجزا موت کے بعد بکھر چکے ہوں۔ **اہم بات:** آیت میں بڑھاپے کے وقت انسان کی جو حالت بیان کی گئی اس سے انبیاءِ کرام علیہم السّلام محفوظ تھے، نیز اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے خاص اولیاءِ کرام کو بھی اس حال سے جدا رکھتا ہے اور ان کے علاوہ بھی کچھ لوگ ایسے ہیں جنہیں اس حال سے بچا لیا جاتا ہے۔

آیت 6 آدمی کی پیدائش کے ابتدائی حالات اور مرجھائی ہوئی خشک زمین کو سرسبز و شاداب کر دینے کے بارے میں ذکر کیا گیا تاکہ تم جان لو کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے اور یہ چیزیں اس کی حکمت کی دلیلیں ہیں اور یہ بھی جان لو کہ جس طرح اس نے مردہ زمین کو زندہ کیا اسی طرح وہ مردوں کو زندہ کرے گا اور یہ کہ اللہ تعالیٰ ہر ممکن چیز پر قادر ہے۔

آیت 7 فرمایا کہ یہ دلائل اس لئے ذکر کئے گئے تاکہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ قیامت آنے والی ہے اور اس کے آنے میں کچھ شک نہیں اور یہ معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ ان مُردوں کو اٹھائے گا جو قبروں میں ہیں اور مرنے کے بعد اٹھایا جانا حق ہے۔ **اہم بات:** قبر سے

لَا رَيْبَ فِيْهَا ۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ ۝٧ وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ

اس میں کچھ شک نہیں اور یہ کہ اللہ انہیں اٹھائے گا جو قبروں میں ہیں ○ اور کوئی آدمی وہ ہے جو اللہ کے بارے میں بغیر علم اور

بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّ لَا هُدًى وَّ لَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ۝٨ ثَانِيَ عِطْفِهٖ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ

بغیر ہدایت اور بغیر کسی روشن کتاب کے جھگڑتا ہے ○ اس حال میں کہ وہ حق سے اپنی گردن موڑے ہوئے ہے تاکہ اللہ کی راہ سے بھٹکا دے،

لَهٗ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّ نُذِيْقُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَذَابَ الْحَرِيْقِ ۝٩ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ يَدٰكَ

اس کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور قیامت کے دن ہم اسے آگ کا عذاب چکھائیں گے ○ یہ اس کا بدلہ ہے جو تیرے ہاتھوں نے آگے بھیجا

وَ اَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۝١٠ع وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ۚ فَاِنْ اَصَابَهٗ ع ٨

اور (اس لیے) کہ اللہ بندوں پر ظلم نہیں کرتا ○ اور کوئی آدمی وہ ہے جو اللہ کی عبادت ایک کنارے پر ہو کر کرتا ہے پھر اگر اسے کوئی

مراد عالَمِ برزخ ہے جو موت اور حشر کے بیچ میں ہے، نہ کہ محض وہ غار جو مُردوں کا مدفن ہو، لہٰذا جلنے والے، ڈوبنے والے وغیرہ سب قیامت کے دن اٹھائے جائیں گے۔

آیت 8-10 ابو جہل وغیرہ کفار کی ایک جماعت اللہ تعالیٰ کی صفات میں جھگڑتے اور اس کی طرف ایسے اوصاف منسوب کرتے تھے جو اس کی شان کے لائق نہیں، ان کے رد میں ان تین آیات میں فرمایا گیا کہ کافروں میں کوئی آدمی وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی شان وصفت کے بارے میں یوں جھگڑتا ہے کہ اس کے پاس نہ تو علم ہے، نہ کوئی دلیل اور نہ کوئی روشن تحریر، اس کے باوجود اس کا انداز یہ ہے کہ اپنی بات پر اِصرار کئے ہوئے اور تکبر کی بنا پر حق سے گردن موڑے ہوئے ہے تاکہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے بھٹکا دے اور اس کے دین سے منحرف کر دے۔ اس کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے آگ کا عذاب چکھائے گا اور اس سے کہا جائے گا کہ یہ اس کفر و تکذیب کا بدلہ ہے جو تو نے دنیا میں کیا اور اللہ تعالیٰ بندوں پر ظلم نہیں کرتا، نہ کسی کو جرم کے بغیر پکڑتا ہے اور نہ کسی اور کے جرم کے بدلے گرفت فرماتا ہے۔ **اہم بات:** کوئی بات علم اور سند و دلیل کے بغیر نہیں کہنی چاہیے، خاص طور پر اللہ تعالیٰ کی شان میں ہرگز ایسی بات نہ کی جائے جو اس کی عظمت و شان کے لائق نہ ہو۔

آیت 11 دیہات میں رہنے والے عربوں کی ایک جماعت جو مدینہ طیبہ آکر اسلام لاتے تھے، ان کی حالت یہ تھی کہ اگر خوب تندرست رہے، دولت بڑھی اور بیٹا ہوا تو کہتے کہ اسلام اچھا دین ہے، اس میں آکر ہمیں فائدہ ہوا اور اگر کوئی بات امید کے خلاف پیش آئی مثلاً بیمار ہو گئے یا لڑکی پیدا ہوئی یا مال کم ہو گیا تو کہتے: جب سے ہم اس دین میں داخل ہوئے ہیں ہمیں نقصان ہی ہوا اور دین سے پھر جاتے۔ ان کے بارے میں بتایا گیا کہ انہیں ابھی دین میں ثابت قدمی حاصل ہی نہیں ہوئی اور یہ دین کے معاملے میں اس طرح شک و تَرَدُّد میں رہتے ہیں جس طرح پہاڑ کے کنارے کھڑا ہوا شخص حرکت کی حالت میں ہوتا ہے، ان کا حال یہ ہے کہ اگر انہیں کوئی بھلائی پہنچے تو مطمئن ہو جاتے ہیں اور اگر کوئی آزمائش آجائے اور کسی قسم کی سختی پیش آئے تو مُرتد ہو کر منہ کے بل پلٹ جاتے ہیں۔ ایسے لوگ دنیا اور آخرت دونوں میں نقصان اٹھاتے ہیں۔ دنیا کا نقصان تو یہ ہے کہ جو ان کی امیدیں تھیں وہ پوری نہ ہوئیں اور مرتد

خَيْرُ ۟اطْمَاَنَّ بِهٖ ۚ وَ اِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ ۟انْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ۚ ۫ خَسِرَ الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةَ ؕ

بھلائی پہنچے تو وہ اس پر مطمئن ہو جاتا ہے اور اگر اسے کوئی آزمائش آجائے تو منہ کے بل پلٹ جاتا ہے۔ ایسا آدمی دنیا اور آخرت دونوں میں

ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۱﴾ يَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهٗ وَ مَا لَا يَنْفَعُهٗ ؕ

نقصان اٹھاتا ہے۔ یہی کھلا نقصان ہے ○ وہ اللہ کے سوا اس (بت) کی عبادت کرتا ہے جو نہ اسے نقصان پہنچائے اور نہ اسے نفع دے۔

ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ﴿۱۲﴾ يَدْعُوْا لَمَنْ ضَرُّهٗۤ اَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِهٖ ؕ لَبِئْسَ الْمَوْلٰى وَ لَبِئْسَ

یہی دور کی گمراہی ہے ○ وہ اسے پوجتے ہیں جس کا نقصان اس کے نفع سے زیادہ ہے بیشک وہ کیا ہی برا مولیٰ ہے اور بیشک کیا ہی برا

الْعَشِيْرُ ﴿۱۳﴾ اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا

ساتھی ہے ○ بیشک اللہ ایمان والوں اور نیک اعمال کرنے والوں کو ان باغوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے

الْاَنْهٰرُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ﴿۱۴﴾ مَنْ كَانَ يَظُنُّ اَنْ لَّنْ يَّنْصُرَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ

نہریں رواں ہیں۔ بیشک اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے ○ جو یہ خیال کرتا ہے کہ اللہ دنیا اور آخرت میں اپنے نبی کی مدد نہیں فرمائے گا

ہو جانے کی وجہ سے ان کا خون مباح ہوا اور آخرت کا نقصان ہمیشہ کا عذاب ہے اور یہی کھلا نقصان ہے۔ **اہم بات:** نعمتیں اور آسائشیں ملنے کی صورت میں اسلام اور عبادت پر قائم رہنا اور نقصان ہونے اور مصائب و آلام کا شکار ہونے پر اسلام و عبادت سے منہ موڑ لینا منافقوں کا طریقہ ہے۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب تک لوگ عافیت میں ہیں تب تک چھپے ہوئے ہیں اور جب ان پر کوئی مصیبت نازل ہوتی ہے تو ان کی حقیقت ظاہر ہو جاتی ہے، چنانچہ جو مومن ہو تو اس کا ایمان اور جو منافق ہو تو اس کا نفاق سامنے آجاتا ہے۔ (البیان والتبیین، 3/137) ہمیں بھی اپنی حالت پر غور کرنا چاہیے۔ بندہ مومن ہر حال میں اللہ کی رضا پر راضی رہتا ہے۔

آیت 12 فرمایا کہ وہ لوگ مُرتد ہونے کے بعد بُت پرستی کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کی بجائے اس کی عبادت کرتے ہیں جو نہ انہیں نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ نفع دے سکتا ہے کیونکہ وہ بے جان ہے، ایسے خداؤں کی پوجا انتہا درجے کی گمراہی ہے۔

آیت 13 کفار بتوں سے جس نفع کی امید رکھتے ہیں وہ تو بہت دور ہے کہ ناممکن ہے جبکہ ان کا حقیقی نقصان عنقریب ضرور دیکھ لیں گے۔ بیشک وہ کیا ہی برے مولیٰ ہیں اور بیشک کیا ہی برے ساتھی ہیں۔ **اہم بات:** یہاں نقصان سے مراد دنیا میں قتل اور آخرت میں دوزخ کا عذاب ہے اور نفع سے مراد ان کا خیالی نفع یعنی بتوں کی شفاعت وغیرہ ہے۔

آیت 14 یہاں سے ایمان پر ثابت قدم رہنے والوں کا حال اور ان کے حقیقی معبود کی شان بیان کی جارہی ہے، ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ ایمان والوں اور نیک اعمال کرنے والوں کو ان باغوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں رواں ہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور اسی میں سے یہ بھی ہے کہ وہ فرماں برداروں پر انعام اور نافرمانوں پر عذاب فرماتا ہے۔ **اہم بات:** ایمان جنت میں داخلے اور نیک اعمال وہاں کی نعمتوں اور درجات میں اضافے کا باعث ہیں۔

آیت 15 جو شخص یہ خیال کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے دین کو غلبہ عطا فرما کر اور آخرت میں ان کے

فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ اِلَى السَّمَآءِ ثُمَّ لْيَقْطَعْ فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ كَيْدُهٗ مَا يَغِيْظُ ﴿۱۵﴾

تو اسے چاہیے کہ اوپر کی طرف ایک رسی دراز کرلے پھر اپنے آپ کو پھانسی دے دے پھر دیکھے کہ کیا اس کے داؤ پیچ نے وہ چیز مٹادی جس پر اسے غصہ آتا ہے○

وَ كَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ ۙ وَّ اَنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يُّرِيْدُ ﴿۱۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ الَّذِيْنَ

اور اسی طرح ہم نے اس قرآن کو روشن آیتوں کی صورت میں نازل فرمایا اور یہ کہ اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے○ بیشک مسلمان اور

هَادُوْا وَ الصّٰبِـِٕيْنَ وَ النَّصٰرٰى وَ الْمَجُوْسَ وَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْۤا ۖۗ اِنَّ اللّٰهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ

یہودی اور ستاروں کی پوجا کرنے والے اور عیسائی اور آگ کی پوجا کرنے والے اور مشرک بیشک اللہ ان سب میں قیامت کے دن

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۱۷﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ

فیصلہ کردے گا بیشک اللہ ہر چیز پر گواہ ہے○ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جو آسمانوں میں ہیں

درجے بلند فرما کر ان کی مدد نہیں فرمائے گا لیکن اس کا خیال غلط ثابت ہوتا ہے اور یوں وہ غصے میں آجاتا ہے تو اسے چاہیے کہ غصہ دلانے والی چیز کو ختم کرنے کے لئے ہر طرح کی کوشش کرلے حتی کہ چھت سے رسی باندھ کر اپنے آپ کو پھانسی دے لے پھر اس بات پر غور کرے کہ کیا اس کی کوئی تدبیر اللہ تعالیٰ کی وہ مدد روک سکتی ہے جس پر اسے غصہ آتا ہے۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم اور ان کے دین کا مددگار ہے، ان کے حاسدین اور دشمنوں میں سے جو یہ خیال کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں مدد نہیں فرمائے گا پھر اپنا مطلب پورا نہ ہونے کی وجہ سے جل بھن گیا تو اسے چاہیے کہ کسی طرح آسمان تک پہنچ کر اس مدد کو موقوف کرادے جو اس کے غیظ و غضب کا باعث ہے اور ظاہر ہے کہ ایسا کوئی کر ہی نہیں سکتا تو اس کا غضب میں آنا اور غصہ کرنا بے کار ہے۔

آیت 16 فرمایا: اور اسی طرح ہم نے اس قرآن کو روشن آیتوں کی صورت میں نازل فرمایا، اس میں ایسے دلائل نازل فرمائے جن میں کچھ اِبہام نہیں اور جو شخص ان میں غور کرے اس پر حق واضح ہو جائے اور دلائل خواہ کتنے ہی واضح اور روشن کیوں نہ ہوں، ہدایت اسے ہی ملتی ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔ **اہم بات:** قرآنِ عظیم ہدایت ملنے، ہدایت پر ثابت قدمی عطا ہونے اور ہدایت میں اضافے کا عظیم ترین ذریعہ ہے اور قرآنِ مجید سیکھنے میں مشغول ہونا اور اس کے دیئے ہوئے احکامات پر عمل کرنا ہدایت کی علامات میں سے ایک علامت ہے۔

آیت 17 فرمایا کہ بیشک مسلمانوں، یہودیوں، ستاروں کی پوجا کرنے والوں، عیسائیوں، آگ کے پجاریوں اور مشرکوں کے درمیان اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فیصلہ کردے گا اور ان میں جو جنت کا مستحق ہوگا اسے جنت میں اور جو جہنم کا حق دار ہوگا اسے جہنم میں داخل کردے گا۔ بے شک ہر چیز اللہ تعالیٰ کے سامنے ہے، لہٰذا اس فیصلے میں کسی کے ساتھ کوئی ظلم نہ ہوگا۔ **اہم بات:** یہ بات قطعی اور ہمارے دین و ایمان میں شامل ہے کہ دینِ اسلام ہی حق ہے اور اسے ماننے والا حق پر ہے اور تمام انبیاءِ کرام علیہم السلام کا دین، اسلام ہی تھا لیکن اب دینِ اسلام سے وہ دین مراد ہے جو حضور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم لے کر آئے ہیں، لہٰذا اب آپ کے دین کے علاوہ اور کوئی دین اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں معتبر نہیں۔

آیت 18 ارشاد فرمایا: اے حبیب! کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں اور سورج، چاند، ستارے، تمام

وَمَنۡ فِى الۡاَرۡضِ وَالشَّمۡسُ وَالۡقَمَرُ وَالنُّجُوۡمُ وَالۡجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ وَكَثِيۡرٌ

اور جو زمین میں ہیں اور سورج اور چاند اور ستارے اور تمام پہاڑ اور درخت اور چوپائے اور بہت سے آدمی یہ سب اللہ کو سجدہ کرتے ہیں

مِّنَ النَّاسِ ؕ وَكَثِيۡرٌ حَقَّ عَلَيۡهِ الۡعَذَابُ ؕ وَمَنۡ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنۡ مُّكۡرِمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

اور بہت سے لوگ وہ (بھی) ہیں جن پر عذاب مقرر ہو چکا ہے اور جسے اللہ ذلیل کرے تو اسے کوئی عزت دینے والا نہیں، بیشک اللہ

يَفۡعَلُ مَا يَشَآءُ ؕ السجدة ﴿۱۸﴾ هٰذٰنِ خَصۡمٰنِ اخۡتَصَمُوۡا فِىۡ رَبِّهِمۡ فَالَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا قُطِّعَتۡ لَهُمۡ السجدۃ ۹

جو چاہتا ہے کرتا ہے ○ یہ دو فریق ہیں جو اپنے رب کے بارے میں جھگڑتے ہیں تو کافروں کے لیے آگ کے کپڑے کاٹے گئے

ثِيَابٌ مِّنۡ نَّارٍ ؕ يُصَبُّ مِنۡ فَوۡقِ رُءُوۡسِهِمُ الۡحَمِيۡمُ ﴿۱۹﴾ ۚ يُصۡهَرُ بِهٖ مَا فِىۡ بُطُوۡنِهِمۡ وَالۡجُلُوۡدُ ﴿۲۰﴾ ؕ

ہیں اور ان کے سروں پر کھولتا پانی ڈالا جائے گا ○ جس سے جو کچھ ان کے پیٹوں میں ہے وہ سب اور ان کی کھالیں جل جائیں گی ○

وَلَهُمۡ مَّقَامِعُ مِنۡ حَدِيۡدٍ ﴿۲۱﴾ كُلَّمَاۤ اَرَادُوۡۤا اَنۡ يَّخۡرُجُوۡا مِنۡهَا مِنۡ غَمٍّ اُعِيۡدُوۡا فِيۡهَا

اور ان کے لیے لوہے کے گرز ہیں ○ جب گھٹن کے سبب اس میں سے نکلنا چاہیں گے تو پھر اسی میں لوٹا دیے جائیں گے

پہاڑ، درخت اور چوپائے یہ سب جیسا اللہ تعالیٰ چاہتا ہے ویسا اسے سجدہ کرتے ہیں اور بہت سے آدمی یعنی مسلمان طاعت و عبادت کا سجدہ بھی کرتے ہیں اور بہت سے وہ لوگ ہیں جن پر ان کے کفر کی وجہ سے عذاب مقرر ہو چکا ہے لیکن ان کے بھی سائے حکمِ الٰہی کا پابند ہونے کی صورت میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوتے ہیں اور جسے اللہ تعالیٰ اس کی شقاوت کے سبب ذلیل کرے تو اسے کوئی عزت دینے والا نہیں، بے شک اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ **اہم بات:** یہ آیتِ سجدہ ہے، اسے پڑھنے اور سننے والے پر سجدۂ تلاوت کرنا واجب ہے۔

آیت 19، 20 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ مومنین اور پانچوں قسم کے کفار جن کا اوپر ذکر کیا گیا، دو فریق ہیں جو اپنے رب کے دین اور اس کی ذات و صفات کے بارے میں جھگڑتے ہیں تو وہ لوگ جو کافر ہیں انہیں ہر طرف سے آگ گھیر لے گی اور ان کے سروں پر کھولتا پانی ڈالا جائے گا جس سے جو کچھ ان کے پیٹوں میں چربی وغیرہ ہے وہ سب اور ان کی کھالیں جل جائیں گی۔ **اہم بات:** جہنم میں کفار پر ڈالے جانے والے پانی کی کچھ کیفیت ان آیات میں بیان ہوئی اور حدیثِ پاک میں ہے: انتہائی گرم پانی ان جہنمیوں کے سر پر ڈالا جائے گا تو وہ سرایت کرتے کرتے ان کے پیٹ تک پہنچ جائے گا اور جو کچھ پیٹ میں ہوگا اسے کاٹ کر قدموں سے نکل جائے گا اور یہ صہر (یعنی گل جانا) ہے، پھر انہیں ویسا ہی کر دیا جائے گا (اور بار بار ان کے ساتھ ایسا ہی کیا جائے گا۔) (ترمذی، حدیث:2591)

آیت 21 فرمایا کہ جہنم میں کافروں کو عذاب دینے کے لئے لوہے کے گُرز ہیں جن سے انہیں مارا جائے گا۔ **اہم بات:** جہنمی گُرز سے متعلق حدیثِ پاک میں ہے: اگر وہ گُرز پہاڑ پر مارا جائے تو وہ ریزہ ریزہ ہو جائے۔ (گُرز لگنے کے بعد) پھر بندے کو پہلی حالت میں لوٹا دیا جائے گا۔ (مسند امام احمد، حدیث:11786)

آیت 22 مزید فرمایا: جب وہ کفار گھٹن کے سبب جہنم میں سے نکلنا چاہیں گے تو گرزوں سے مار کر پھر اسی میں لوٹا دیے جائیں گے اور

وَذُوۡقُوۡا عَذَابَ الۡحَرِيۡقِ ﴿۲۲﴾ ع اِنَّ اللّٰهَ يُدۡخِلُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ

اور انہیں کہا جائے گا کہ آگ کا عذاب چکھو O بیشک اللہ ایمان والوں کو اور نیک اعمال کرنے والوں کو ان باغوں میں داخل فرمائے گا

تَجۡرِيۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ يُحَلَّوۡنَ فِيۡهَا مِنۡ اَسَاوِرَ مِنۡ ذَهَبٍ وَّلُـؤۡلُـؤًا ؕ وَلِبَاسُهُمۡ فِيۡهَا

جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ انہیں ان باغوں میں سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے اور جنتوں میں ان کا لباس

حَرِيۡرٌ ﴿۲۳﴾ وَهُدُوۡۤا اِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الۡقَوۡلِ ۖۚ وَهُدُوۡۤا اِلٰى صِرَاطِ الۡحَمِيۡدِ ﴿۲۴﴾

ریشم ہوگا O اور انہیں پاکیزہ بات کی ہدایت دی گئی اور انہیں تمام تعریفوں کے لائق (اللہ) کا راستہ دکھایا گیا O

اِنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا وَيَصُدُّوۡنَ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَالۡمَسۡجِدِ الۡحَـرَامِ الَّذِىۡ

بیشک جنہوں نے کفر کیا اور وہ اللہ کے راستے اور مسجدِ حرام سے روکتے ہیں جسے ہم نے لوگوں کے لیے

جَعَلۡنٰهُ لِلنَّاسِ سَوَآءَ ۨالۡعَاكِفُ فِيۡهِ وَالۡبَادِ ؕ وَمَنۡ يُّرِدۡ فِيۡهِ بِاِلۡحَادٍۢ بِظُلۡمٍ

بنایا ہے، جس میں وہاں کے رہنے والوں اور دور سے آنے والوں کا حق برابر ہے اور جو اس میں ناحق کسی زیادتی کا ارادہ کرے گا

انہیں کہا جائے گا کہ آگ کا عذاب چکھو جس کا جلانا انتہائی شدید ہے۔ **اہم بات:** جہنم کی پیدائش کا ایک مقصد یہ ہے کہ مخلوق کو اللہ تعالیٰ کے جلال اور اس کی کبریائی کا اندازہ ہو جائے اور لوگ اس سے ڈرتے رہیں اور اس کے خوف کی وجہ سے گناہوں سے باز رہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کی سختیاں دور فرمائے۔ آمین

آیت 23 ایمان والوں اور نیک اعمال کرنے والوں پر ہونے والے انعامات بیان کئے جارہے ہیں، فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو اور نیک اعمال کرنے والوں کو ان باغوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ انہیں ان باغوں میں سونے کے کنگن اور ایسے موتی پہنائے جائیں گے جن کی چمک مشرق سے مغرب تک روشن کر ڈالے گی اور جنتوں میں ان کا لباس ریشم ہوگا۔

اہم بات: ریشم پہننا دنیا میں مردوں پر حرام ہے لیکن جنت میں خدا کی رحمت سے پہنیں گے۔

آیت 24 مزید فرمایا: اور انہیں دنیا میں پاکیزہ بات یعنی کلمۂ توحید یا قرآن مجید کی ہدایت دی گئی اور انہیں تمام تعریفوں کے لائق اللہ تعالیٰ کا راستہ اور اس کا دین اسلام دکھایا گیا۔

آیت 25 **شانِ نزول:** جن لوگوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو مکہ میں داخل ہونے سے روکا تھا، ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی کہ بے شک انہیں دردناک عذاب دیا جائے گا جنہوں نے کفر کیا اور وہ اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کی اطاعت سے اور اس مسجدِ حرام میں داخل ہونے سے روکتے ہیں جسے ہم نے لوگوں کے لئے عبادت گاہ بنایا ہے اور اس میں وہاں کے رہنے والوں اور دور سے آنے والوں کا حق برابر ہے، البتہ اگر انہوں نے توبہ کرکے اسلام قبول کر لیا تو پھر معافی ہے۔ مزید حرم کی عظمت کے متعلق فرمایا گیا کہ جو اس میں ناحق کسی زیادتی کا ارادہ کرے گا تو ہم اسے دردناک عذاب چکھائیں گے۔ **اہم باتیں:** (1) اگر یہاں مسجدِ حرام سے خاص کعبہ معظمہ مراد ہو تو معنی یہ

ربع ۱۰

نُذِقۡهُ مِنۡ عَذَابٍ اَلِيۡمٍ ۝٢٥ وَاِذۡ بَوَّاۡنَا لِاِبۡرٰهِيۡمَ مَكَانَ الۡبَيۡتِ اَنۡ لَّا تُشۡرِكۡ بِىۡ

توہم اسے دردناک عذاب چکھائیں گے ○ اور یاد کروجب ہم نے ابراہیم کو اس گھر کا صحیح مقام بتادیا اور حکم دیا کہ میرے ساتھ کسی کو شریک

شَيۡـًٔا وَّطَهِّرۡ بَيۡتِىَ لِلطَّآئِفِيۡنَ وَالۡقَآئِمِيۡنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوۡدِ ۝٢٦ وَاَذِّنۡ فِى

نہ کرو اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور قیام کرنے والوں اور رکوع سجدہ کرنے والوں کیلئے خوب صاف ستھرا رکھو ○ اور لوگوں میں

النَّاسِ بِالۡحَجِّ يَاۡتُوۡكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاۡتِيۡنَ مِنۡ كُلِّ فَجٍّ عَمِيۡقٍ ۝٢٧

حج کا عام اعلان کردو، وہ تمہارے پاس پیدل اور ہر دبلی اونٹنی پر (سوار ہوکر) آئیں گے جو ہر دور کی راہ سے آتی ہیں ○

ہے کہ مسجدِ حرام تمام لوگوں کا قبلہ ہے اور اس کی طرف منہ کرنے، حج کی ارکان کی ادائیگی اور طواف و نماز میں وہاں کے رہنے والے اور پردیسی سب برابر ہیں اور اگر مسجدِ حرام سے پورا حرم مراد ہو جیسا کہ امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللّٰہ عنہ کا فرمان ہے تو معنی یہ ہوں گے کہ حرم شریف شہری اور پردیسی سب کے لئے برابر ہے، اس میں رہنے اور ٹھہرنے کا سب کو حق حاصل ہے جبکہ کوئی کسی کو اس کے گھر سے نکالے نہیں۔ اسی لئے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللّٰہ عنہ مکہ مکرمہ کی زمینوں کو بیچنے اور ان کا کرایہ حاصل کرنے کو منع فرماتے ہیں۔
(2) مسجدِ حرام میں ناحق زیادتی میں وہاں شرک و بُت پرستی اور ہر ممنوع قول و فعل حتی کہ خادم کو گالی دینا بھی داخل ہے۔

آیت 26 ارشاد فرمایا: **اور یاد کرو جب ہم نے ابراہیم کو اس گھر کا صحیح مقام بتادیا۔** خانہ کعبہ کی عمارت پہلے حضرت آدم علیہ السّلام نے بنائی، طوفانِ نوح کے وقت آسمان پر اٹھالی گئی، پھر جب حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو کعبہ شریف کی عمارت دوبارہ تعمیر کرنے کا حکم ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اس کا مقام بتانے کے لئے ایک ہوا مقرر کی جس نے عین خانہ کعبہ والی جگہ کو صاف کردیا یا اللہ تعالیٰ نے ایک بادل بھیجا جو خاص زمین کے اس حصے کے اوپر تھا جہاں پہلے کعبہ کی عمارت تھی، اس طرح حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو کعبہ شریف کی جگہ بتائی گئی اور آپ نے اس کی پرانی بنیاد پر کعبہ شریف کی عمارت تعمیر کی۔ تعمیرِ کعبہ کے وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی طرف وحی فرمائی کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں، قیام کرنے والوں اور نماز پڑھنے والوں کے لئے شرک، بتوں اور ہر قسم کی نجاستوں سے خوب صاف ستھرا رکھو۔ **اہم باتیں:** (1) انبیاءِ کرام علیہم السّلام ایک آن کے لئے بھی شرک نہیں کرتے۔ آیت میں شرک نہ کرنے سے مراد اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا یا خانہ کعبہ کی تعمیر میں اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے ساتھ کوئی دوسری غرض نہ ملانا ہے یا شرک نہ کرنے کا حکم آپ کے واسطے سے لوگوں کو دیا گیا۔ (2) مسجد تعمیر کرنا، اسے صاف ستھرا رکھنا اور اس کی زینت کرنا حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی سنّت اور اعلیٰ درجے کی عبادت ہے۔ حدیثِ پاک میں ہے: مسجدیں تعمیر کرو اور ان سے کوڑا کرکٹ نکالو، پس جس نے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے مسجد بنائی اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنائے گا اور اس سے کوڑا کرکٹ نکالنا حورِ عین کے مہر ہیں۔ (معجم کبیر، حدیث: 2521)

آیت 27 تعمیرِ کعبہ کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو حکم دیا گیا کہ اب لوگوں میں حج کا عام اعلان کردو، جب آپ لوگوں میں حج کا اعلان کریں گے تو لوگ آپ کے پاس پیدل اور ہر دبلی اونٹنی پر سوار ہو کر آئیں گے جو دور کی راہ سے آتی ہیں اور کثیر سفر کرنے کی وجہ سے دبلی ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے ابو قبیس پہاڑ پر چڑھ کر جہان کے لوگوں کو ندا کردی کہ بیت اللہ کا حج کرو۔ جن کی قسمت میں

لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَ يَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِیْۤ اَیَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ

تاکہ وہ اپنے فوائد پر حاضر ہو جائیں اور معلوم دنوں میں اللہ کے نام کو یاد کریں اس بات پر کہ اللہ نے انہیں بے زبان مویشیوں سے

مِّنْۢ بَهِیْمَةِ الْاَنْعَامِ ۚ فَكُلُوْا مِنْهَا وَ اَطْعِمُوا الْبَآىٕسَ الْفَقِیْرَ ﴿٢٨﴾ ثُمَّ لْیَقْضُوْا تَفَثَهُمْ

رزق دیا تو تم ان سے کھاؤ اور مصیبت زدہ محتاج کو کھلاؤ○ پھر انہیں چاہیے کہ اپنا میل کچیل اتاریں

وَ لْیُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَ لْیَطَّوَّفُوْا بِالْبَیْتِ الْعَتِیْقِ ﴿٢٩﴾ ذٰلِكَ ۗ وَ مَنْ یُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ

اور اپنی منتیں پوری کریں اور اس آزاد گھر کا طواف کریں○ حکمِ الٰہی یہ ہے اور جو اللہ کی حرمت والی چیزوں کی تعظیم کرے

حج کرنا لکھا تھا انہوں نے اپنے باپوں کی پشتوں اور ماؤں کے پیٹوں سے جواب دیا: ”لَبَّیْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّیْكَ“ یعنی میں حاضر ہوں، اے اللہ! میں حاضر ہوں۔ **اہم باتیں:** (1) ایک قول یہ ہے کہ یہاں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو خطاب ہے، چنانچہ حجۃ الوداع میں آپ نے اعلان کر دیا اور ارشاد فرمایا: اے لوگو! اللہ نے تم پر حج فرض کیا تو حج کرو۔ (مدارک، ص736) (2) پیدل حج کرنا بہت فضیلت کا باعث ہے۔ حدیثِ پاک میں ہے: جس نے مکہ سے پیدل حج شروع کیا حتی کہ (حج مکمل کرکے) مکہ لوٹ آیا تو اللہ تعالیٰ اس کے ہر قدم کے بدلے 700 نیکیاں حرم کی نیکیوں میں لکھے گا۔ عرض کی گئی: حرم کی نیکیاں کیا ہیں؟ ارشاد فرمایا: ہر نیکی کے بدلے ایک لاکھ نیکیاں۔ (مستدرک، حدیث:1735)

آیت 28 فرمایا کہ لوگوں کو حج کے لئے بلائیں تاکہ وہ حج کر کے اپنے دینی اور دُنیوی دونوں طرح کے وہ فوائد حاصل کریں جو اس عبادت کے ساتھ خاص ہیں اور اللہ تعالیٰ نے حج کرنے والوں کو جو بے زبان مویشیوں، اونٹ، گائے، بکری اور بھیڑ کے ذریعے رزق دیا، تو دورانِ حج یا قربانی کے دنوں میں انہیں ذبح کرتے وقت وہ اللہ تعالیٰ کا نام لیں یا یہ مراد ہے کہ وہ اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کی حمد و شکر اور اس کی پاکی بیان کریں۔ دورِ جاہلیت میں کفار حج کے موقع پر جو جانور ذبح کرتے تھے ان کا گوشت خود نہیں کھاتے تھے، ان کا رد کرتے ہوئے آیت میں مسلمانوں سے فرمایا گیا کہ تم حج کے دنوں میں جو جانور ذبح کرو اس کا گوشت خود بھی کھاؤ اور محتاج فقیروں کو بھی کھلاؤ۔ **اہم بات:** حج کرنے والے کو دینی فائدہ تو یہ حاصل ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخش دیتا ہے اور دُنیوی فائدہ یہ ہے کہ حج کے دنوں میں لوگ تجارت کر کے مالی نفع حاصل کرتے ہیں۔

آیت 29 مزید فرمایا: پھر انہیں چاہیے کہ اپنا میل کچیل اتاریں، مونچھیں کتروائیں، ناخن تراشیں، بغلوں اور زیرِ ناف کے بال دور کریں اور جو منتیں انہوں نے مانی ہوں وہ پوری کریں اور اس آزاد گھر کا طوافِ زیارت کریں۔ **اہم بات:** اللہ تعالیٰ نے خانہ کعبہ کو آزاد قرار دے کر اسے بڑی عظمت و شان عطا فرمائی ہے کہ کوئی ظالم و جابر شخص اس پر قبضہ نہیں کر سکتا، کوئی اس کا مالک ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتا، یہ لوگوں کے قبضے اور ملکیت سے آزاد ہے اور جس نے بھی اس پر قبضہ کرنے کی کوشش کی اللہ تعالیٰ نے اسے تباہ و برباد کر دیا۔

آیت 30 حکم الٰہی یہ ہے اور جو شخص ان چیزوں کی تعظیم کرے جنہیں اللہ تعالیٰ نے عزت و حرمت عطا کی ہے تو یہ تعظیم اس کے لئے بہتر ہے کہ اس پر اللہ تعالیٰ اسے آخرت میں ثواب عطا فرمائے گا اور حلال جانوروں کو شرعی طریقے سے ذبح کر کے کھا سکتے ہو لہٰذا تم اللہ تعالیٰ کی حدوں کی حفاظت کرو اور اس نے جو چیز حلال فرمائی اسے حرام قرار نہ دو اور جسے حرام فرمایا ہے اسے حلال قرار نہ دو۔ پس تم بتوں کی گندگی سے دور رہو جن کی پوجا کرنا بدترین گندگی سے آلودہ ہونا ہے اور جھوٹی بات سے اجتناب کرو۔ **اہم باتیں:** (1) اللہ

Go to Index

فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ؕ وَ اُحِلَّتْ لَكُمُ الْاَنْعَامُ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ

تو وہ اس کیلئے اس کے رب کے نزدیک بہتر ہے اور تمہارے لیے بے زبان چوپائے حلال کئے گئے سوائے ان کے جن کا (حرام ہونا)

فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَ اجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ۙ﴿۳۰﴾ حُنَفَآءَ لِلّٰهِ

تمہارے سامنے بیان کیا جاتا ہے۔ پس تم بتوں کی گندگی سے دور رہو اور جھوٹی بات سے اجتناب کرو ○ ایک اللہ کیلئے ہر باطل سے جدا ہو کر (اور)

غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ ؕ وَ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ

اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتے ہوئے (بتوں سے دور رہو) اور جو اللہ کے ساتھ شرک کرے وہ گویا آسمان سے گر پڑا تو اسے پرندے

اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ﴿۳۱﴾ ذٰلِكَ ۗ وَ مَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا

اچک لے جاتے ہیں یا ہوا اسے کسی دور کی جگہ پھینک دیتی ہے ○ بات یونہی ہے اور جو اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرے تو یہ

تعالیٰ کی حرمت والی چیزوں سے احکامِ الٰہی یا مناسکِ حج یا وہ مقامات مراد ہیں جہاں مناسکِ حج ادا کئے جاتے ہیں اور ان کی تعظیم یہ ہے کہ احکام پر عمل کیا جائے، مناسکِ حج کو تمام حقوق کے ساتھ مکمل ادا کیا جائے اور ان کے مقامات کے حقوق اور ان کی عزت و حرمت کی حفاظت کی جائے۔(2) یہاں جھوٹی بات سے مراد اپنی طرف سے چیزوں کو حلال اور حرام کہنا یا جھوٹی گواہی دینا یا جھوٹ اور بہتان یا دورِ جاہلیت میں تلبیہ میں ایسے الفاظ ذکر کرنا ہے جن میں اللہ تعالیٰ کے لئے شریک کا ذکر ہو۔

آیت 31 ارشاد فرمایا: اے لوگو! تم ایک اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہر باطل سے جدا ہو کر اور شرک سے بچ کر بتوں کی گندگی سے دور رہو اور جو شرک کرے تو وہ اس شخص کی طرح ہے جو انتہائی بلندی سے زمین پر گر پڑا تو اس کا حال یہ ہوتا ہے کہ پرندے اس کی بوٹی بوٹی نوچ کر لے جاتے ہیں یا پھر ہوا اس کے اعضاء کو دور کسی وادی میں پھینک دیتی ہے۔ اسی طرح جو شخص ایمان چھوڑ کر شرک کرتا ہے وہ ایمان کی بلندی سے کفر کی وادی میں گر پڑتا ہے، پھر بوٹی بوٹی لے جانے والے پرندے کی طرح نفسانی خواہشات اس کی فکروں کو منتشر کر دیتی ہیں یا ہوا کی طرح آنے والے شیطانی وسوسے اسے گمراہی کی وادی میں پھینک دیتے ہیں اور یوں وہ خود کو بدترین ہلاکت میں ڈال دیتا ہے۔ **اہم بات:** ایمان ایسی عظیم چیز ہے جسے اختیار کرنے والا عزت و عظمت کی بلندیوں کو چھو لیتا ہے اور اسے چھوڑنے والا خود کو بدترین ہلاکت میں ڈال دیتا ہے۔

آیت 32 فرمایا کہ بات یونہی ہے اور جو اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کے پرہیزگار ہونے کی علامت ہے۔ **اہم باتیں:** (1) یہاں اللہ تعالیٰ کی نشانیوں سے مراد تمام عبادات یا مناسکِ حج یا وہ اونٹ اور گائے ہیں جنہیں قربانی کے لئے حرم میں بھیجا جائے اور ان کی تعظیم یہ ہے کہ تمام عبادات کا التزام کیا جائے، مناسک حج تمام حقوق کے ساتھ ادا کئے جائیں اور جانور فربہ، خوبصورت اور قیمتی لئے جائیں۔(2) دل پرہیزگاری کا مرکز ہے، جب اس میں تقویٰ و پرہیزگاری جم جائے گی تو اس کا اثر دیگر اَعضاء میں خود ہی ظاہر ہو گا، لہٰذا دل کی اصلاح کی طرف بھرپور توجہ دینی چاہیے۔

مِنۡ تَقۡوَى الۡقُلُوۡبِ ﴿۳۲﴾ لَكُمۡ فِيۡهَا مَنَافِعُ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَاۤ اِلَى

دلوں کی پرہیز گاری سے ہے ○ تمہارے لیے ان جانوروں میں ایک مقررہ مدت تک بہت سے فائدے ہیں پھر ان کے ذبح کرنے کی جگہ

ع ۴/۱۱ الۡبَيۡتِ الۡعَتِيۡقِ ﴿۳۳﴾ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلۡنَا مَنۡسَكًا لِّيَذۡكُرُوا اسۡمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمۡ

آزاد گھر کے پاس ہے ○ اور ہر امت کے لیے ہم نے ایک قربانی مقرر فرمائی تا کہ وہ اس بات پر اللہ کا نام یاد کریں کہ اس نے انہیں بے زبان

مِّنۡۢ بَهِيۡمَةِ الۡاَنۡعَامِ ؕ فَاِلٰهُكُمۡ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗۤ اَسۡلِمُوۡا ؕ وَبَشِّرِ الۡمُخۡبِتِيۡنَ ﴿۳۴﴾ الَّذِيۡنَ

چوپایوں سے رزق دیا تو تمہارا معبود ایک معبود ہے تو اسی کے حضور گردن رکھو اور عاجزی کرنے والوں کیلئے خوشخبری سنا دو ○ وہ لوگ ہیں کہ

اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتۡ قُلُوۡبُهُمۡ وَالصّٰبِرِيۡنَ عَلٰى مَاۤ اَصَابَهُمۡ وَالۡمُقِيۡمِى الصَّلٰوةِ ۙ

جب اللہ کا ذکر ہوتا ہے تو ان کے دل ڈرنے لگتے ہیں اور انہیں جو مصیبت پہنچے اس پر صبر کرنے والے ہیں اور نماز قائم رکھنے والے ہیں

وَمِمَّا رَزَقۡنٰهُمۡ يُنۡفِقُوۡنَ ﴿۳۵﴾ وَالۡبُدۡنَ جَعَلۡنٰهَا لَكُمۡ مِّنۡ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمۡ

اور ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے خرچ کرتے ہیں ○ اور قربانی کے بڑی جسامت والے جانوروں کو ہم نے تمہارے لیے اللہ کی نشانیوں میں سے بنایا۔

آیت 33 فرمایا کہ تمہارے لئے ان جانوروں میں ان کے ذبح کے وقت تک بہت سے فائدے ہیں، جیسے ضرورت کے وقت ان پر سوار ہو سکتے ہو اور حاجت کے وقت ان کا دودھ پی سکتے ہو، پھر انہیں حرم شریف تک پہنچنا ہے جہاں وہ ذبح کئے جائیں گے۔ **اہم بات:** یہاں اس جانور کا ذکر ہے جو صرف حرم شریف میں ہی ذبح ہو سکتا ہے جبکہ وہ قربانی جو مال داروں پر عیدُ الاضحیٰ کے موقع پر واجب ہوتی ہے وہ ہر جگہ کی جائے گی۔

آیت 34 گزشتہ ایمان دار اُمتوں میں سے ہر امت کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک قربانی مقرر فرمائی تا کہ وہ جانوروں کو ذبح کرتے وقت ان پر اللہ تعالیٰ کا نام لیں، تو اے لوگو! تمہارا معبود ایک معبود ہے اس لئے ذبح کے وقت صرف اسی کا نام لو اور اسی کے حضور گردن جھکاؤ اور اخلاص کے ساتھ اس کی اطاعت کرو اور اے حبیب! آپ عاجزی کرنے والوں کو خوش خبری سنا دیں۔ **اہم باتیں:** (1) جانور ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کرنا شرط ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہر امت کے لئے مقرر فرما دیا تھا کہ وہ اس کے لئے تقرُّب کے طور پر قربانی کریں اور تمام قربانیوں پر صرف اسی کا نام لیا جائے۔ (2) بارگاہِ الٰہی میں عاجزی، قیام و رکوع و سجدہ، دعا و آہ و زاری، اپنی بے بسی کا اقرار حقیقت میں شرف ہی شرف ہے اور مسلمانوں کے ساتھ عاجزی سے پیش آنا بھی سعادت ہے۔

آیت 35 فرمایا کہ عاجزی کرنے والے وہ لوگ ہیں کہ جب ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوتا ہے تو اس کی ہیبت و جلال سے ان کے دل ڈرنے لگتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے عذاب کا خوف ان کے اَعضاء سے ظاہر ہونے لگتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں جو مصیبت و مشقت پہنچے اس پر صبر کرتے ہیں اور نماز کو اس کے اوقات میں قائم رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے رزق میں سے صدقہ و خیرات کرتے ہیں۔

آیت 36 اللہ تعالیٰ نے قربانی کے بڑی جسامت والے جانوروں کو مسلمانوں کے لئے اپنے دین کی نشانیوں میں سے بنایا ہے۔ تمہارے

فِيْهَا خَيْرٌ ۖ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ ۚ فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا

تمہارے لیے ان میں بھلائی ہے تو ان پر اللہ کا نام لو اس حال میں کہ ان کا ایک پاؤں بندھا ہوا ہو (اور) تین پاؤں پر کھڑے ہوں پھر جب ان کے پہلو

فَكُلُوْا مِنْهَا وَ اَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَ الْمُعْتَرَّ ؕ كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ

گر جائیں تو ان (کے گوشت) سے خود کھاؤ اور قناعت کرنے والے اور بھیک مانگنے والے کو بھی کھلاؤ۔ اسی طرح ہم نے ان جانوروں کو تمہارے قابو میں

تَشْكُرُوْنَ ﴿۳۶﴾ لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَ لَا دِمَآؤُهَا وَ لٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى

دے دیا تاکہ تم شکر ادا کرو ○ اللہ کے ہاں ہرگز نہ ان کے گوشت پہنچتے ہیں اور نہ ان کے خون، البتہ تمہاری طرف سے پرہیزگاری اس کی

مِنْكُمْ ؕ كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ ؕ

بارگاہ تک پہنچتی ہے۔ اسی طرح اس نے یہ جانور تمہارے قابو میں دے دیئے تاکہ تم اس بات پر اللہ کی بڑائی بیان کرو کہ اس نے تمہیں ہدایت دی

لئے ان میں بھلائی ہے کہ تمہیں ان سے دنیا میں کثیر نفع اور آخرت میں اجر و ثواب ملے گا تو ان پر اللہ تعالیٰ کا نام لو اس حال میں کہ ان کا ایک پاؤں بندھا ہوا ہو اور تین پاؤں پر کھڑے ہوں پھر جب نحر کرنے کے بعد ان کے پہلو زمین پر گر جائیں اور حرکت ساکن ہو جائے تو اگر تم چاہو تو ان کے گوشت سے خود کھاؤ اور قناعت کرنے والے اور بھیک مانگنے والے کو بھی کھلاؤ۔ اسی طرح ہم نے ان جانوروں کو انتہائی طاقتور ہونے کے باوجود ذبح کرنے اور سواری کرنے کے لئے تمہارے قابو میں دے دیا تاکہ تم اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کے اس انعام کا شکر ادا کرو۔ **اہم باتیں:** (1) اَحناف کے نزدیک بدنہ کا اِطلاق اونٹ اور گائے دونوں پر ہوتا ہے جبکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بدنہ کا اطلاق صرف اونٹ پر ہوتا ہے۔ (2) ان جانوروں کو مقدس مقام کی نسبت کی وجہ سے شعائر اللہ بنایا گیا، اس سے نسبت کی عظمت بھی معلوم ہوئی۔ (3) آیت میں اونٹ نحر کرنے کا طریقہ بیان فرمایا گیا ہے۔ (4) اونٹ کو نحر اور گائے بکری وغیرہ کو ذبح کرنا سنّت ہے، اگر اس کا عکس کیا یعنی اونٹ کو ذبح اور گائے وغیرہ کو نحر کیا تو اس صورت میں بھی جانور حلال ہو گا مگر ایسا کرنا مکروہ ہے کہ سنّت کے خلاف ہے۔ (5) عوام میں مشہور ہے کہ اونٹ کو تین جگہ سے ذبح کیا جاتا ہے، یہ غلط ہے اور یوں کرنا مکروہ ہے کہ بلافائدہ اِیذا دینا ہے۔ (6) قناعت کرنے والے سے مراد وہ شخص ہے جو کسی سے سوال نہ کرتا ہو اور بن مانگے اسے جو مل جائے اس پر اور اپنے پاس موجود مال پر راضی ہو۔

آیت 37 **شانِ نزول:** دورِ جاہلیت کے کفار اپنی قربانیوں کے خون سے کعبہ شریف کی دیواروں کو آلودہ کرتے اور اسے قرب کا سبب جانتے تھے، جب مسلمانوں نے حج کیا اور یہی کام کرنے کا ارادہ کیا تو یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہرگز نہ ان کی قربانیوں کے گوشت پہنچتے ہیں اور نہ ان کے خون، البتہ تمہاری طرف سے پرہیزگاری اس کی بارگاہ تک پہنچتی ہے اور قربانی کرنے والے صرف نیت کے اِخلاص اور تقویٰ کی شرائط کی رعایت کر کے اللہ تعالیٰ کو راضی کر سکتے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے یہ جانور تمہارے قابو میں دے دیئے تاکہ اس سے تمہیں اللہ تعالیٰ کی عظمت معلوم ہو کہ اس نے ان جانوروں کو تمہارے قابو میں دے دیا جنہیں لوگوں کے قابو میں دینے پر اس کے علاوہ اور کوئی قادر نہیں اور اس بات پر تم اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرو کہ اس نے تمہیں ان جانوروں کو مسخر کرنے اور ان کے ذریعے تقرب حاصل کرنے کے طریقے کی ہدایت دی اور اے حبیب! آپ ان لوگوں کو اعمال

وَبَشِّرِ الۡمُحۡسِنِيۡنَ ﴿۳۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ عَنِ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ

اور نیکی کرنے والوں کو خوشخبری دے دوO بیشک اللہ مسلمانوں سے بلائیں دور کرتا ہے۔ بیشک اللہ ہر بڑے بددیانت، ناشکرے کو پسند نہیں

كَفُوۡرٍ ﴿۳۸﴾ اُذِنَ لِلَّذِيۡنَ يُقٰتَلُوۡنَ بِاَنَّهُمۡ ظُلِمُوۡا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصۡرِهِمۡ لَقَدِيۡرُ ۙ ﴿۳۹﴾ ع ۵ ۱۲

فرماتاO جن سے لڑائی کی جاتی ہے انہیں اجازت دے دی گئی ہے کیونکہ ان پر ظلم کیا گیا ہے اور بیشک اللہ ان کی مدد کرنے پر ضرور قادر ہےO

الَّذِيۡنَ اُخۡرِجُوۡا مِنۡ دِيَارِهِمۡ بِغَيۡرِ حَقٍّ اِلَّاۤ اَنۡ يَّقُوۡلُوۡا رَبُّنَا اللّٰهُ ؕ وَلَوۡلَا دَفۡعُ اللّٰهِ النَّاسَ

وہ جنہیں ان کے گھروں سے ناحق نکال دیا گیا صرف اتنی بات پر کہ انہوں نے کہا: ہمارا رب اللہ ہے اور اگر اللہ آدمیوں میں ایک کو

مقبول ہونے کی خوش خبری اور جنت کی بشارت دے دیں جو نیک کام کرنے میں مخلص ہیں۔ **اہم بات:** ہر نیک عمل میں اخلاص ضروری ہے، اس کے بغیر عمل محض ایک مشقت ہوگا اور ہر وہ عمل جس میں اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی بجائے ریاکاری اور دکھلاوا مقصود ہو وہ بارگاہِ الٰہی میں مقبول نہ ہوگا۔ اخلاص یہ ہے کہ بندہ اپنی نیت اور عمل سے محض اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کا ارادہ کرے اور اس میں ریاکاری کا کوئی عمل دخل نہ ہو۔

آیت 38 مشرکوں نے حدیبیہ کے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو حج کرنے سے روک دیا تھا اور جو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم مکہ مکرمہ میں موجود تھے انہیں وہ طرح طرح کی اَذِیَّتیں اور تکلیفیں دیا کرتے تھے۔ ان آیات میں سب مسلمانوں کو بشارت دی جارہی ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر آنے والی بلائیں ان سے دور کردے گا اور مشرکوں کے خلاف ان کی مدد فرمائے گا۔ مزید فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان کفار کو پسند نہیں فرماتا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے ساتھ کفر کرکے ان کی خیانت اور خدا کی نعمتوں کی ناشکری کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ انہیں اس عمل پر سزا دے گا۔ **اہم باتیں:** (1) علامہ احمد صاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کے نزول کا سبب اگرچہ خاص ہے لیکن اعتبار الفاظ کے عموم کا ہے، اس لئے مسلمان اگرچہ بلاؤں اور مصیبتوں وغیرہ سے آزمائے جائیں بالآخر عزت، نصرت اور بڑی کامیابی مسلمانوں کے لئے ہے اور یہ مصیبتیں ان کے گناہوں کا کفارہ اور درجات کی بلندی کا ذریعہ ہیں۔ (صاوی، 4/1340) (2) نیک اعمال کی برکت سے یا محبوب بندوں کے طفیل اور بارہا محض اپنے کرم سے اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی مسلمانوں سے بلائیں ٹالتا ہے اور آخرت میں بھی ٹالے گا جیسا کہ قرآنی آیات اور صحیح اَحادیث سے ثابت ہے۔

آیت 39 کفارِ مکہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو شدید تکلیفیں پہنچاتے رہتے تھے اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے دربار میں کفار کے ظلم و ستم کی فریادیں کیا کرتے، آپ فرمایا کرتے کہ صبر کرو، مجھے ابھی جہاد کا حکم نہیں دیا گیا ہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے مدینۂ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی، تب یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا کہ مشرکین کی طرف سے جن مسلمانوں سے لڑائی کی جاتی ہے انہیں مشرکین کے ساتھ جہاد کرنے کی اجازت دے دی گئی ہے کیونکہ ان پر ظلم کیا گیا ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ اِن مسلمانوں کی مدد کرنے پر ضرور قادر ہے۔ **اہم بات:** یہ وہ پہلی آیت ہے جس میں کفار کے ساتھ جنگ کی اجازت دی گئی ہے۔

آیت 40 فرمایا کہ ان لوگوں کو جہاد کی اجازت دے دی گئی جنہیں ان کے گھروں سے صرف اتنی بات پر ناحق نکال دیا گیا اور بے وطن کیا گیا کہ انہوں نے کہا: ہمارا رب صرف اللہ ہے، حالانکہ یہ کلام حق ہے اور حق پر گھروں سے نکالنا اور بے وطن کرنا قطعی طور پر

بَعۡضَهُمۡ بِبَعۡضٍ لَّهُدِّمَتۡ صَوَامِعُ وَ بِيَعٌ وَّ صَلَوٰتٌ وَّ مَسٰجِدُ يُذۡكَرُ فِيۡهَا اسۡمُ اللّٰهِ كَثِيۡرًا ؕ

دوسرے سے دفع نہ فرماتا تو ضرور عبادت گاہوں اور گرجوں اور کلیساؤں اور مسجدوں کو گرادیا جاتا جن میں اللہ کا کثرت سے ذکر کیا جاتا ہے

وَ لَيَنۡصُرَنَّ اللّٰهُ مَنۡ يَّنۡصُرُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِىٌّ عَزِيۡزٌ ﴿٤٠﴾ اَلَّذِيۡنَ اِنۡ مَّكَّنّٰهُمۡ فِى

اور بیشک اللہ اس کی ضرور مدد فرمائے گا جو اس کے دین کی مدد کرے گا، بیشک اللہ ضرور قوت والا، غلبے والا ہے ○ وہ لوگ کہ اگر ہم انہیں

الۡاَرۡضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَ اَمَرُوۡا بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَ نَهَوۡا عَنِ الۡمُنۡكَرِ ؕ وَ لِلّٰهِ

زمین میں اقتدار دیں تو نماز قائم رکھیں اور زکوٰۃ دیں اور بھلائی کا حکم کریں اور برائی سے روکیں اور اللہ ہی کے قبضے میں

ناحق ہے اور اگر اللہ تعالیٰ جہاد کی اجازت دے کر اور حدود قائم فرما کر آدمیوں میں ایک کو دوسرے سے دفع نہ فرماتا تو نتیجہ یہ ہوتا کہ مشرکین غالب آجاتے، کوئی دین و ملت والا ان کی سرکشی سے نہ بچ پاتا اور حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے زمانے میں یہودیوں کے کلیساؤں، حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے زمانے میں راہبوں کی عبادت گاہوں، عیسائیوں کے گرجوں اور زمانہ اسلام میں مسلمانوں کی ان مسجدوں کو گرادیا جاتا جن میں اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کیا جاتا ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ اس کی ضرور مدد فرمائے گا جو اس کے دین کی مدد کرے گا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنا یہ وعدہ پورا فرمایا اور مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم کو عرب کے سرکش کافر سرداروں پر غلبہ عطا فرمایا، پھر ایران کے کسریٰ اور روم کے قیصر پر غلبہ عنایت کیا اور ان کی سرزمین اور شہروں کا مسلمانوں کو وارث بنادیا۔ اور فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ ضرور قوت والا غلبے والا ہے۔ **اہم بات:** آیت سے معلوم ہوا کہ اگر گزشتہ زمانہ میں جہاد نہ ہوئے ہوتے تو نہ یہودیوں کے عبادت خانے محفوظ رہتے اور نہ عیسائیوں کے گرجے۔ ہر زمانے میں جہاد کی ایک برکت یہ ہوئی کہ لوگوں کی عبادت گاہیں محفوظ ہو گئیں لیکن یادرہے کہ اب غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کی حفاظت یوں نہیں کہ وہ ہمارے لئے کوئی مقدس جگہیں ہیں، صرف یہ ہے کہ ہم انہیں اس معاملے میں چھیڑیں گے نہیں اور نہ مسلمانوں کو حق ہوگا کہ بلاوجہ دوسروں کے عبادت خانے گرائیں۔

آیت 41 فرمایا کہ وہ لوگ جنہیں ان کے گھروں سے ناحق نکالا گیا اگر ہم انہیں زمین میں اقتدار دیں اور ان کے دشمنوں کے مقابلے میں ان کی مدد فرمائیں تو ان کی سیرت ایسی پاکیزہ ہوگی کہ وہ میری تعظیم کے لئے نماز قائم رکھیں گے، زکوٰۃ دیں گے، بھلائی کا حکم کریں گے اور برائی سے روکیں گے اور اللہ تعالیٰ ہی کے قبضے میں سب کاموں کا انجام ہے۔ **اہم بات:** امام عبداللہ بن احمد نسفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس آیت میں خبر دی گئی ہے کہ آیندہ مہاجرین کو زمین میں تَصَرُّف عطا فرمانے کے بعد (بھی) ان کی سیرتیں بڑی پاکیزہ رہیں گی اور وہ دین کے کاموں میں اخلاص کے ساتھ مشغول رہیں گے۔ اس میں خلفاءِ راشدین کے عدل وانصاف اور ان کے تقویٰ وپرہیزگاری کی دلیل ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اِقتدار اور حکومت عطا فرمائی اور عادلانہ سیرت عطا کی۔ (مدارک، ص742) **درس:** حکمرانوں کی اہم ترین ذمہ داریوں میں یہ بھی شامل ہے کہ وہ ایسی پاکیزہ سیرت کے حامل ہوں کہ نماز قائم رکھیں، زکوٰۃ ادا کریں اور لوگوں کو نیکی کے کاموں کا حکم دیں اور برے کاموں سے منع کریں اور معاشرے میں اسی نماز وزکوٰۃ وامر بالمعروف کا نظام رائج کریں۔ اس آیت میں ان سیکولر لبرل نام نہاد مسلمانوں کے لئے درس ہے جو کہتے ہیں کہ ریاست کا لوگوں کے دین، عبادات، نماز وغیرہ سے کوئی تعلق نہیں، معاذاللہ۔ قرآن کی اتنی واضح آیت کے باوجود اِن لوگوں کے زبان وقلم سے قرآن کے خلاف ایسی باتیں نجانے کس جرأت وبے باکی سے نکل جاتی ہیں۔

عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴿۴۱﴾ وَ اِنْ یُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّ عَادٌ وَّ ثَمُوْدُ ﴿۴۲﴾

سب کاموں کا انجام ہے ○ اور اگر یہ تمہاری تکذیب کرتے ہیں تو بیشک ان سے پہلے نوح کی قوم اور عاد اور ثمود تکذیب کرچکے ہیں ○

وَ قَوْمُ اِبْرٰهِیْمَ وَ قَوْمُ لُوْطٍ ﴿۴۳﴾ وَّ اَصْحٰبُ مَدْیَنَ ۚ وَ كُذِّبَ مُوْسٰى فَاَمْلَیْتُ لِلْكٰفِرِیْنَ ثُمَّ

اور ابراہیم کی قوم اور لوط کی قوم ○ اور مدین والے اور موسیٰ کی تکذیب کی گئی تو میں نے کافروں کو ڈھیل دی پھر

اَخَذْتُهُمْ ۚ فَكَیْفَ كَانَ نَكِیْرِ ﴿۴۴﴾ فَكَاَیِّنْ مِّنْ قَرْیَةٍ اَهْلَكْنٰهَا وَ هِیَ ظَالِمَةٌ فَهِیَ خَاوِیَةٌ

انہیں پکڑا تو میرا عذاب کیسا ہوا؟ ○ اور کتنی ہی بستیوں کو ہم نے ہلاک کردیا اور وہ ظالم تھیں تو اب وہ اپنی چھتوں کے بل پر گری پڑی ہیں

عَلٰى عُرُوْشِهَا وَ بِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَّ قَصْرٍ مَّشِیْدٍ ﴿۴۵﴾ اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ

اور کتنے کنویں بیکار پڑے ہوئے اور کتنے بلند و بالا مضبوط محل (ہم نے برباد کردیئے) ○ تو کیا یہ لوگ زمین میں نہ چلے کہ ان کے دل ہوں

آیت 42-44 سابقہ کافر قوموں کا اپنے اپنے رسولوں کے ساتھ طرزِ عمل بیان کرکے حضور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو تسلی دی جارہی ہے، چنانچہ ان تین آیات میں فرمایا گیا: اے حبیب! اگر یہ کفار آپ کو جھٹلاتے ہیں تو آپ تسلی رکھیں اور ان کی طرف سے آنے والی اَذِیَّتوں پر صبر کریں، کفار کا یہ پرانا طریقہ ہے اور سابقہ انبیاءِ کرام علیہم السّلام کے ساتھ بھی ان کا یہی دستور رہا ہے، چنانچہ کفارِ مکہ سے پہلے حضرات نوح، ہود، صالح، ابراہیم، لوط اور شعیب علیہم السّلام کی قوم کے لوگ اپنے اپنے انبیاءِ علیہم السّلام کی تکذیب کرچکے ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو بھی جھٹلایا گیا ہے، تو میں نے ان کافروں کو ڈھیل دی اور ان کے عذاب میں تاخیر کی پھر مختلف عذابوں سے انہیں ان کے کفر و سرکشی کی سزا دی تو ان پر میرا عذاب کیسا دردناک ہوا! اے حبیب! آپ کی تکذیب کرنے والوں کو چاہیے کہ پچھلوں کے انجام سے عبرت حاصل کریں، اگر یہ اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو ان کا انجام بھی بہت خوفناک ہوگا۔

آیت 45 فرمایا کہ اور کتنی ہی بستیوں کو ہم نے برباد کردیا اور ان میں رہنے والے لوگوں کو ہلاک کردیا کیونکہ ان بستیوں میں رہنے والے کافر تھے، تو اب وہ بستیاں اپنی چھتوں کے بل پر گری پڑی ہیں اور کتنے کنویں بے کار پڑے ہیں کہ ان سے کوئی پانی بھرنے والا نہیں اور کتنے بلند و بالا محل خالی اور ویران پڑے ہیں کیونکہ ان میں رہنے والے مرچکے ہیں۔

آیت 46 ارشاد فرمایا: کیا کفارِ مکہ نے زمین میں سفر نہیں کیا تاکہ وہ سابقہ قوموں کے حالات کا مشاہدہ کریں اور ان کے پاس ایسے دل ہوں جن سے یہ سمجھ سکیں کہ انبیاءِ کرام علیہم السّلام کو جھٹلانے کی وجہ سے اُن قوموں کا کیا انجام ہوا؟ یا ان کے پاس ایسے کان ہوں جن سے پچھلی امتوں کے حالات، ان کا ہلاک ہونا اور ان کی بستیوں کی ویرانی کے بارے میں سنیں تاکہ عبرت حاصل ہو۔ پس بے شک کفار کی ظاہری حِس باطل نہیں ہوئی، وہ ان آنکھوں سے دیکھنے کی چیزیں دیکھتے ہیں بلکہ وہ ان دلوں کے اندھے ہیں جو سینوں میں ہیں۔

اہم باتیں: (1) نزولِ عذاب کے مقامات کا مشاہدہ اور عذاب یافتہ قوموں کے بارے میں سننا عبرت و نصیحت حاصل کرنے کے لئے بہت فائدہ مند ہے لیکن یہ فائدہ اسی صورت میں اٹھایا جاسکتا ہے جب دل سے غور و فکر بھی کیا جائے۔ (2) جس کا دل حکمت و بصیرت کی نظر سے اندھا ہو وہ تمام ظاہری اَسباب ہونے کے باوجود دین کا راستہ پانے اور حق و ہدایت کی راہ چلنے سے محروم رہتا ہے۔ حضرت

يَّعْقِلُوْنَ بِهَاۤ اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ۚ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَ لٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ

جن سے یہ سمجھیں یا کان ہوں جن سے سنیں پس بیشک آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ وہ دل اندھے ہوتے ہیں

الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ ﴿۴۶﴾ وَ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ وَ لَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ ؕ وَ اِنَّ يَوْمًا

جو سینوں میں ہیں ○ اور یہ تم سے عذاب مانگنے میں جلدی کرتے ہیں اور اللہ ہرگز اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرے گا اور بیشک تمہارے

عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ﴿۴۷﴾ وَ كَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَمْلَيْتُ لَهَا وَ هِيَ ظَالِمَةٌ

رب کے ہاں ایک دن ایسا ہے جو تم لوگوں کی گنتی کے ہزار سال کے برابر ہے ○ اور کتنی ہی بستیاں ہیں جن کے ظالم ہونے کے باوجود میں نے انہیں ڈھیل

ثُمَّ اَخَذْتُهَا ۚ وَ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ﴿۴۸﴾ؑ قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَاۤ اَنَا لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۴۹﴾ۚ ع ۱۳ ۶

دی پھر میں نے انہیں پکڑ لیا اور میری ہی طرف پلٹ کر آنا ہے ○ تم فرمادو! اے لوگو! میں تو صرف تمہارے لیے کھلم کھلا ڈر سنانے والا ہوں ○

سہل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جس کا دل بصیرت سے روشن ہو وہ نفسانی خواہشات اور شہوتوں پر غالب رہتا ہے اور جب وہ دل کی بصیرت سے اندھا ہو جائے تو اس پر شہوت غالب آجاتی اور غفلت طاری ہو جاتی ہے، اس وقت اس کا بدن گناہوں میں گم ہو جاتا ہے اور وہ کسی حال میں بھی حق کے سامنے گردن نہیں جھکاتا۔ (روح البیان، 6/45)

آیت 47 ارشاد فرمایا: اے حبیب! کفارِ مکہ جیسے نضر بن حارث وغیرہ مذاق اڑانے کے طور پر آپ سے جلدی عذاب نازل کرنے کا تقاضا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہرگز اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرے گا، وعدے کے مطابق ضرور عذاب نازل فرمائے گا۔ چنانچہ یہ وعدہ بدر میں پورا ہوا اور مذاق اڑانے والے کفار ذلّت کی موت مارے گئے۔ مزید فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کے ہاں آخرت میں عذاب کا ایک دن ایسا ہے جو تم لوگوں کی گنتی کے ہزار سال کے برابر ہے، تو یہ کفار کیا سمجھ کر جلدی عذاب نازل کرنے کا تقاضا کرتے ہیں۔

اہم بات: اس آیت اور سورۂ سجدہ کی آیت 5 میں ہے کہ قیامت کا دن لوگوں کی گنتی کے ایک ہزار سال کے برابر ہو گا اور سورۂ معارج کی آیت 4 میں ہے کہ قیامت کے دن کی مقدار 50 ہزار سال ہے۔ ان میں مطابقت یہ ہے کہ قیامت کے دن کفار کو جن سختیوں اور ہولناکیوں کا سامنا ہو گا ان کی وجہ سے بعض کفار کو وہ دن ایک ہزار سال کے برابر لگے گا اور بعض کفار کو پچاس ہزار سال کے برابر۔

آیت 48 کثیر بستیاں ایسی ہیں جن میں رہنے والے لوگوں کو ظالم ہونے کے باوجود میں نے ڈھیل دی اور ان سے عذاب کو مُؤخَّر کیا، پھر مہلت ختم ہونے کے بعد میں نے انہیں پکڑ لیا اور دنیا میں ان پر عذاب نازل کیا اور آخرت میں سب کو میری ہی طرف پلٹ کر آنا ہے تو میں ان کے اعمال کے مطابق ان کے ساتھ سلوک کروں گا۔ **دعا:** اے اللہ! ہمیں نیکی کی توفیق دے، گناہوں سے بچا اور عذاب سے پناہ میں رکھ۔ آمین

آیت 49 ارشاد فرمایا: اے حبیب! آپ ان کافروں کو اللہ تعالیٰ کی گرفت اور عذاب سے مسلسل ڈراتے رہیں اور ان سے فرمادیں کہ مجھے واضح طور پر اللہ تعالیٰ کے عذاب کی وعیدیں سنانے کے لئے بھیجا گیا ہے، تمہارا مذاق اڑانا مجھے اس سے نہیں روک سکتا۔ **اہم بات:** یہاں مبلغین کے لئے بڑی نصیحت ہے کہ نیکی کی دعوت دینے اور برائی سے منع کرنے کے اہم ترین فریضے کو انجام دینے کے دوران دل

فَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمۡ مَّغۡفِرَةٌ وَّرِزۡقٌ كَرِيۡمٌ ﴿٥٠﴾ وَالَّذِيۡنَ سَعَوۡا فِيۡۤ اٰيٰتِنَا

تو جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کئے ان کے لیے بخشش اور عزت کی روزی ہے ○ اور وہ لوگ جو ہماری آیتوں میں

مُعٰجِزِيۡنَ اُولٰٓئِكَ اَصۡحٰبُ الۡجَحِيۡمِ ﴿٥١﴾ وَمَاۤ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ مِنۡ رَّسُوۡلٍ وَّلَا نَبِيٍّ

ہار جیت کے ارادے سے کوشش کرتے ہیں وہ جہنمی ہیں ○ اور ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول اور نبی بھیجے (ہر ایک کو کبھی نہ کبھی یہ واقعہ پیش آیا کہ)

اِلَّاۤ اِذَا تَمَنّٰۤى اَلۡقَى الشَّيۡطٰنُ فِيۡۤ اُمۡنِيَّتِهٖ ۚ فَيَنۡسَخُ اللّٰهُ مَا يُلۡقِى الشَّيۡطٰنُ

جب اس نے (اللہ کا کلام) پڑھا تو شیطان نے ان کے پڑھنے میں لوگوں پر کچھ اپنی طرف سے ملا دیا تو اللہ شیطان کے ڈالے ہوئے کو مٹا دیتا ہے

ثُمَّ يُحۡكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌ حَكِيۡمٌ ﴿٥٢﴾ لِّيَجۡعَلَ مَا يُلۡقِى الشَّيۡطٰنُ فِتۡنَةً لِّلَّذِيۡنَ

پھر اللہ اپنی آیتوں کو پکا کر دیتا ہے اور اللہ علم والا، حکمت والا ہے ○ تاکہ شیطان کے ڈالے ہوئے کو ان لوگوں کیلئے فتنہ کر دے جن کے

فِىۡ قُلُوۡبِهِمۡ مَّرَضٌ وَّالۡقَاسِيَةِ قُلُوۡبُهُمۡ ؕ وَاِنَّ الظّٰلِمِيۡنَ لَفِىۡ شِقَاقٍۢ بَعِيۡدٍ ﴿٥٣﴾

دلوں میں بیماری ہے اور جن کے دل سخت ہیں اور بیشک ظالم لوگ دور کے جھگڑے میں پڑے ہوئے ہیں○

مضبوط رکھیں، لوگوں کی طرف سے ہونے والے طعن و تشنیع اور طنز و مذاق کی وجہ سے یہ کام ترک نہ کریں۔

آیت 51،50 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کئے ان کے لئے گناہوں سے بخشش اور جنت میں عزت کی روزی ہے جو کبھی ختم نہ ہو گی اور وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا رد کرنے اور انہیں جھٹلانے کی کوشش کرتے ہیں کہ کبھی ان آیات کو جادو کہتے ہیں، کبھی شعر اور کبھی پچھلوں کے قصے اور وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ اسلام کے ساتھ ان کا یہ مکر چل جائے گا، وہ جہنمی ہیں۔

آیت 52 **شانِ نزول:** جب سورۂ نجم نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے مسجدِ حرام میں آیتوں کے درمیان وقفہ فرماتے ہوئے بہت آہستہ آہستہ اس کی تلاوت فرمائی تاکہ سننے والے غور بھی کر سکیں اور یاد کرنے والوں کو یاد کرنے میں مدد بھی ملے، جب آپ نے آیت ﴿وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الۡاُخۡرٰى﴾ پڑھ کر پہلے کی طرح وقفہ فرمایا تو شیطان نے لوگوں کے کان میں اس سے ملا کر دو کلمے ایسے کہہ دیئے جن سے بتوں کی تعریف نکلتی تھی۔ اس کے بارے میں معلوم ہونے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کو رنج ہوا تو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی تسلی کے لئے یہ آیت نازل فرمائی کہ ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول اور نبی بھیجے ہر ایک کو کبھی نہ کبھی یہ واقعہ پیش آیا کہ جب اس نے اللہ تعالیٰ کا کلام پڑھا تو شیطان نے ان کے پڑھنے میں لوگوں پر کچھ اپنی طرف سے ملا دیا تو اللہ تعالیٰ شیطان کے ڈالے ہوئے کو مٹا دیتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اپنی آیتوں کو پکا کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ علم والا، حکمت والا ہے۔

آیت 53 فرمایا کہ شیطان کو لوگوں پر اپنی طرف سے کچھ ملا دینے پر قدرت دینا اس لئے ہے تاکہ اللہ تعالیٰ شیطان کے ڈالے ہوئے کلام کو ان لوگوں کے لئے فتنہ کر دے اور اِبتلاء و آزمائش بنا دے جن کے دلوں میں شک اور نفاق کی بیماری ہے اور جن کے دل حق قبول کرنے سے سخت ہیں اور یہ مشرکین ہیں اور بیشک مشرکین و منافقین دونوں حق کے معاملے میں دور کے جھگڑے میں پڑے ہوئے ہیں

وَّلِيَعۡلَمَ الَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ اَنَّهُ الۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّكَ فَيُؤۡمِنُوۡا بِهٖ فَتُخۡبِتَ لَهٗ قُلُوۡبُهُمۡ ؕ

اور تا کہ جنہیں علم دیا گیا ہے وہ جان لیں کہ یہ (قرآن) تمہارے رب کے پاس سے حق ہے تو اس پر ایمان لائیں تو اس کیلئے ان کے دل

وَاِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ ﴿٥٤﴾ وَلَا يَزَالُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا

جھک جائیں اور بیشک اللہ ایمان والوں کو سیدھی راہ کی طرف ہدایت دینے والا ہے ○ اور کافر اس سے ہمیشہ

فِىۡ مِرۡيَةٍ مِّنۡهُ حَتّٰى تَاۡتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغۡتَةً اَوۡ يَاۡتِيَهُمۡ عَذَابُ يَوۡمٍ عَقِيۡمٍ ﴿٥٥﴾

شک میں رہیں گے یہاں تک کہ ان پر اچانک قیامت آجائے یا ان پر ایسے دن کا عذاب آئے جس میں ان کیلئے کوئی خیر نہ ہو ○

اَلۡمُلۡكُ يَوۡمَئِذٍ لِّلّٰهِ ؕ يَحۡكُمُ بَيۡنَهُمۡ ؕ فَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

اس دن بادشاہی اللہ ہی کے لئے ہے۔ وہ ان میں فیصلہ کردے گا تو ایمان والے اور اچھے کام کرنے والے نعمتوں کے

فِىۡ جَنّٰتِ النَّعِيۡمِ ﴿٥٦﴾ وَالَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا وَكَذَّبُوۡا بِاٰيٰتِنَا فَاُولٰٓئِكَ لَهُمۡ عَذَابٌ مُّهِيۡنٌ ﴿٥٧﴾ ع ٩ ١٤

باغات میں ہوں گے ○ اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا ان کے لیے رسوا کر دینے والا عذاب ہے ○

چنانچہ جب یہ واقعہ رونما ہوا تو مشرکین و منافقین شبہ میں پڑ گئے مگر مخلص مومنوں کو کوئی تَرَدُّد نہ ہوا۔

آیت 54 شیطان کو اپنی طرف سے کلمات ملا کر کہہ دینے کی قدرت دینے کی ایک حکمت یہ ہے کہ جنہیں اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کی آیات کا علم دیا گیا ہے وہ جانتے ہیں کہ انبیا کے ساتھ ایسا واقعہ ہوتا ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے ساتھ ایسا واقعہ پیش آنے سے ثابت ہو گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں اور اس قرآن کا اللہ تعالیٰ کے پاس سے نازل ہونا حق ہے اور شیطان اس میں کسی طرح کا کوئی تَصَرُّف نہیں کر سکتا، تو وہ اس پر ایمان لانے میں ثابت قدم رہیں اور اس کے لئے ان کے دل جھک جائیں اور بے شک اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو دینی اُمور میں سیدھی راہ کی طرف ہدایت دینے والا ہے۔

آیت 55 فرمایا کہ کافر قرآن سے یا دینِ اسلام کے بارے میں ہمیشہ شک میں رہیں گے یہاں تک کہ ان پر قیامت آجائے یا انہیں موت آجائے یا ان پر ایسے دن کا عذاب آئے جس میں ان کے لئے کوئی خیر نہ ہو جیسے بدر کا دن۔ **اہم بات:** اَزلی کافر کے لئے کوئی دلیل مفید نہیں، وہ ہمیشہ شک میں گرفتار رہے گا اور موت کے وقت یا قیامت میں یا عذاب دیکھ کر کفار ایمان قبول کر لیتے ہیں مگر وہ ایمان اللہ تعالیٰ کے نزدیک معتبر نہیں۔

آیت 56، 57 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ قیامت کے دن بادشاہی اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے جس کا اصلاً کوئی شریک نہیں اور وہ بادشاہی اس طرح ہے کہ اس دن کوئی شخص سلطنت کا دعویٰ بھی نہ کرے گا اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی بادشاہ کا قانون نہ ہو گا ورنہ حقیقی بادشاہت تو آج بھی اس کی ہی ہے۔ مزید فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس دن مسلمانوں اور کافروں کے درمیان فیصلہ کر دے گا اور وہ فیصلہ یہ ہے کہ ایمان لانے والے اور اچھے کام کرنے والے مسلمان اللہ تعالیٰ کے فضل سے نعمتوں کے باغات میں ہوں گے اور جنہوں نے کفر کیا اور اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلایا ان کے لئے ان کے کفر کی وجہ سے رُسوا کر دینے والا عذاب ہے۔

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوْٓا اَوْ مَاتُوْا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا ؕ وَاِنَّ

اور وہ جنہوں نے اللہ کی راہ میں اپنے گھر بار چھوڑے پھر قتل کر دیئے گئے یا خود مر گئے تو اللہ ضرور انہیں اچھی روزی دے گا اور بیشک

اللّٰهَ لَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۵۸﴾ لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا يَّرْضَوْنَهٗ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ﴿۵۹﴾ ذٰلِكَ ۚ

اللہ سب سے اچھا رزق دینے والا ہے ○ وہ ضرور انہیں ایسی جگہ داخل فرمائے گا جسے وہ پسند کریں گے اور بیشک اللہ علم والا، حلم والا ہے ○ بات یونہی ہے

وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوْقِبَ بِهٖ ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ لَيَنْصُرَنَّهُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ﴿۶۰﴾

اور جو کسی کو ویسی ہی سزا دے جیسی اسے تکلیف پہنچائی گئی تھی پھر (بھی) اس پر زیادتی کی جائے تو بیشک اللہ اس کی مدد فرمائے گا، بیشک اللہ معاف کرنے والا، بخشنے والا ہے ○

آیت 58،59 **شانِ نزول:** بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے عرض کی: یارسول اللہ! ہمارے جو اَصحاب شہید ہو گئے ہم جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کے بڑے درجے ہیں اور ہم جہادوں میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ساتھ رہیں گے لیکن اگر ہم آپ کے ساتھ رہے اور ہمیں شہادت کے بغیر موت آئی تو آخرت میں ہمارے لئے کیا ہے؟ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں، فرمایا گیا کہ وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے گھر بار چھوڑے اور اس کی رضا کے لئے عزیز و اَقارب کو چھوڑ کر وطن سے نکلے اور مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی، پھر جنگ میں یا تو شہید کر دیئے گئے یا انہیں طبعی طور پر موت آگئی تو اللہ تعالیٰ ضرور انہیں جنت کی اچھی روزی دے گا جو کبھی ختم نہ ہو گی اور بے شک اللہ تعالیٰ سب سے اچھا رزق دینے والا ہے کیونکہ وہ بے حساب رزق دیتا ہے اور جو رزق وہ دیتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی قادر نہیں۔ وہ ضرور انہیں ایسی جگہ داخل فرمائے گا جسے وہ پسند کریں گے، وہاں ان کی ہر مراد پوری ہو گی اور کوئی ناگوار بات پیش نہ آئے گی اور بے شک اللہ تعالیٰ ہر ایک کے احوال کو جاننے والا اور قدرت کے باوجود دشمنوں کو جلد سزا نہ دے کر حلم فرمانے والا ہے۔ **اہم بات:** جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے کی نیت سے مجاہدین کے ساتھ نکلے پھر اسے طبعی طور پر موت آجائے تو اسے اور شہید دونوں کو جنت میں اچھا رزق دیا جائے گا البتہ شہید کا مرتبہ طبعی موت مرنے والے سے بڑا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے عرض کی گئی: کون سا جہاد (یعنی مجاہد) افضل ہے؟ ارشاد فرمایا: جس کا خون بہایا جائے اور اس کا گھوڑا زخمی کر دیا جائے۔ (ابن ماجہ، حدیث: 2794)

آیت 60 **شانِ نزول:** مشرکین کی ایک جماعت محرم کے مہینے میں مسلمانوں پر حملہ آور ہوئی، مسلمانوں نے مبارک مہینے کی حرمت کے خیال سے لڑنا نہ چاہا مگر مشرک نہ مانے اور انہوں نے لڑائی شروع کر دی، مسلمان ان کے مقابلے میں ثابت قدم رہے اور اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کے خلاف مسلمانوں کی مدد فرمائی، ان مشرکین کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا کہ بات یونہی ہے اور جو مسلمان کسی ظالم کو ویسی ہی سزا دے جیسی اسے تکلیف پہنچائی گئی تھی اور بدلہ لینے میں حد سے نہ بڑھے پھر بھی اس مسلمان پر زیادتی کی جائے تو بے شک اللہ تعالیٰ ظالم کے خلاف اس کی مدد فرمائے گا، بے شک اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو معاف کرنے والا اور ان کی بخشش فرمانے والا ہے۔ **اہم بات:** جو شخص جتنا ظلم کرے اسے اتنی ہی سزا دینا عدل و انصاف ہے لیکن ممکنہ صورت میں بدلہ لینے کی بجائے ظالم کو معاف کر دینا بہر حال بہتر اور افضل ہے کیونکہ معاف کرنے کا اجر و ثواب بہت زیادہ ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے کسی معاملے میں اپنی ذات کا کبھی انتقام نہیں لیا خواہ آپ کو کیسی ہی تکلیف دی گئی ہو، ہاں! جب اللہ تعالیٰ کی حرمتوں کو پامال کیا جاتا تو اللہ تعالیٰ کے لئے (ان کا) انتقام لیا کرتے تھے۔ (بخاری، حدیث: 6853)

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ يُوۡلِجُ الَّيۡلَ فِى النَّهَارِ وَيُوۡلِجُ النَّهَارَ فِى الَّيۡلِ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيۡعٌۢ بَصِيۡرٌ ﴿۶۱﴾

یہ اس لیے ہے کہ اللہ رات کو دن کے حصے میں داخل کر دیتا ہے اور دن کو رات کے حصہ میں داخل کرتا ہے اور یہ اس لیے ہے کہ اللہ سننے والا، دیکھنے والا ہے ○

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الۡحَـقُّ وَاَنَّ مَا يَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِهٖ هُوَ الۡبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الۡعَلِىُّ الۡكَبِيۡرُ ﴿۶۲﴾

یہ اس لیے ہے کہ اللہ ہی حق ہے اور اس کے سوا جس کی لوگ عبادت کرتے ہیں وہی باطل ہے اور اس لیے کہ اللہ ہی بلندی والا، بڑائی والا ہے ○

اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَتُصۡبِحُ الۡاَرۡضُ مُخۡضَرَّةً ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيۡفٌ خَبِيۡرٌ ۚ‏ ﴿۶۳﴾

کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے پانی اتارا تو زمین سرسبز ہو جاتی ہے بیشک اللہ بڑا مہربان، خبر دار ہے ○

ع ۸ / ۱۵ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الۡاَرۡضِ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الۡغَنِىُّ الۡحَمِيۡدُ ﴿۶۴﴾ ع اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ

جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اسی کا ہے اور بیشک اللہ ہی بے نیاز، تمام تعریفوں کا مستحق ہے ○ کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللہ نے

آیت 61 فرمایا کہ مظلوم کی مدد فرمانا اس لئے ہے کہ خدا قادر بھی ہے اور حکیم و علیم، سمیع و بصیر بھی۔ اللہ تعالیٰ جو چاہے اس پر قادر ہے اور اس کی قدرت کی نشانیاں اس سے ظاہر ہیں کہ وہ کبھی دن کو بڑھاتا، رات کو کم کر دیتا ہے اور کبھی رات کو بڑھاتا، دن کو کم کر دیتا ہے، اس کے سوا کوئی اس پر قادر نہیں تو جو ایسا قدرت والا ہے وہ جس کی چاہے مدد فرمائے اور جسے چاہے غالب کرے، نیز مظلوم کی مدد فرمانا اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کی باتیں سننے والا اور سب کے اعمال دیکھنے والا ہے۔ **اہم بات:** اس آیت میں اشارۃً فرمایا گیا کہ جیسے کبھی دن بڑے کبھی راتیں، ایسے ہی کبھی کفار کا غلبہ ہوتا ہے اور کبھی مومنوں کا تسلط، لہٰذا کافروں کا غلبہ دیکھ کر مسلمانوں کو دل تنگ نہیں کرنا چاہیے بلکہ اپنے اَقوال، اَعمال اور اَفعال کی اصلاح کرنے میں مشغول ہونا چاہیے تاکہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے صدقے مسلمانوں کو کفار پر غلبہ اور فتح و نصرت عطا فرمائے۔

آیت 62 یہ مدد فرمانا اس لئے بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی حق والا ہے تو اس کا دین حق ہے اور اس کی عبادت کرنا بھی حق ہے اور مسلمانوں سے چونکہ اللہ تعالیٰ نے مدد کرنے کا سچا وعدہ فرمایا ہے لہٰذا یہ اللہ تعالیٰ کی مدد کے مستحق ہیں اور مشرکین جن بتوں کی عبادت کرتے ہیں وہی باطل ہیں اور وہ عبادت کئے جانے کا کوئی حق نہیں رکھتے اور یہ مدد فرمانا اس لئے بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی اپنی قدرت سے ہر چیز پر غالب ہے اور وہ کافروں کی منسوب کردہ ان تمام باتوں سے پاک ہے جو اس کی شان کے لائق نہیں اور وہی عظمت و جلال اور بڑائی والا ہے۔

آیت 63 قدرتِ الٰہی کے مزید دلائل ذکر کئے جا رہے ہیں، ارشاد فرمایا کہ کیا تو نے نہ دیکھا کہ خشک زمین پر جب اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش کا پانی نازل فرماتا ہے تو وہ نباتات سے سرسبز و شاداب ہو جاتی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی ایک نشانی ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ پانی کے ذریعے زمین سے نباتات نکال کر اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے اور بارش میں تاخیر ہونے کی وجہ سے جو کچھ ان کے دلوں میں آتا ہے اس سے خبر دار ہے۔

آیت 64 فرمایا کہ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب کا حقیقی مالک وہی ہے اور اِس ملکیت میں اُس کا کوئی شریک نہیں اور بے شک اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز سے بے نیاز اور اپنے اَفعال و صِفات میں تمام تعریفوں کا مستحق ہے۔

آیت 65 بندوں پر کئے گئے اللہ تعالیٰ کے احسانات کا ذکر ہو رہا ہے، ارشاد فرمایا: کیا تو نے نہ دیکھا کہ جو کچھ زمین میں ہے اسے اللہ

سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ وَالْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ؕ وَيُمْسِكُ السَّمَآءَ

تمہارے قابو میں کردیا جو کچھ زمین میں ہے اور کشتی کو جو دریا میں اس کے حکم سے چلتی ہے اور وہ آسمان کو روکے ہوئے ہے

اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۶۵﴾ وَهُوَ الَّذِيْٓ

کہ کہیں زمین پر نہ گر پڑے مگر اس کے حکم سے۔ بیشک اللہ لوگوں پر بڑی مہربانی فرمانے والا، رحم فرمانے والا ہے ○ اور وہی ہے جس نے

اَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ ﴿۶۶﴾ لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ

تمہیں زندگی بخشی پھر وہ تمہیں موت دے گا پھر تمہیں زندہ کرے گا بیشک آدمی بڑا ناشکرا ہے ○ ہر امت کے لیے ہم نے ایک شریعت بنادی

نَاسِكُوْهُ فَلَا يُنَازِعُنَّكَ فِي الْاَمْرِ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ ؕ اِنَّكَ لَعَلٰى هُدًى مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۶۷﴾

جس پر انہیں عمل کرنا ہے تو ہرگز وہ تم سے اس معاملہ میں جھگڑا نہ کریں اور تم اپنے رب کی طرف بلاؤ بیشک تم سیدھی راہ پر ہو ○

تعالیٰ نے تمہارے قابو میں کردیا جیسے پتھر جیسی سخت ترین، لوہے جیسی انتہائی وزنی اور آگ جیسی انتہائی گرم چیز کو تمہارے اختیار میں دے دیا اور جانوروں کو بھی تمہارے لئے مسخر کردیا تاکہ تم ان کا گوشت کھاسکو، ان پر سامان وغیرہ لاد سکو، ان پر سواری کرسکو اور ان سے دیگر کام لے سکو اور وہ کشتی جو دریا میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے چلتی ہے اسے اللہ تعالیٰ نے تمہارے قابو میں دے دیا اور تمہاری خاطر کشتی چلانے کے لئے ہوا اور پانی کو مسخر کردیا اور اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے آسمان کو روکے ہوئے ہے تاکہ وہ زمین پر گر نہ پڑے اور اس نے لوگوں کو جو نعمتیں عطا فرمائی ہیں وہ ختم نہ ہو جائیں، البتہ جب قیامت قائم ہوگی تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے آسمان گر جائے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں پر بڑی مہربانی فرمانے والا، رحم فرمانے والا ہے کہ اس نے ان کے لئے دین و دنیا کی منفعتوں کے دروازے کھولے اور طرح طرح کے نقصانوں سے انہیں محفوظ کیا۔

آیت 66 ارشاد فرمایا: تمہارا معبود وہی ہے جس نے تمہاری ماؤں کے رحموں میں بے جان نطفے سے پیدا فرما کر تمہیں زندگی بخشی، پھر تمہاری عمریں پوری ہونے پر وہ تمہیں موت دے گا، پھر قیامت کے دن ثواب اور عذاب کے لئے تمہیں دوبارہ زندہ کرے گا، بے شک آدمی بڑا ناشکرا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اتنی نعمتوں کے باوجود اس کی عبادت سے منہ پھیرتا ہے اور بے جان مخلوق کی پوجا کرتا ہے۔ **اہم بات:** یہاں بڑے ناشکرے انسان سے کافر مراد ہے اور ویسے انسانی مزاج میں بھی ناشکری غالب ہے اگرچہ فطرت انسانی عقلی طور پر شکر ادا کرنے ہی کو اچھا سمجھتی ہے۔

آیت 67 فرمایا کہ سابقہ دین و ملت والوں میں سے ہر امت کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک مخصوص شریعت بنائی تاکہ وہ عبادات اور دیگر معاملات میں اپنے اپنے شرعی قوانین پر عمل کریں، تو اے حبیب! آپ کے زمانے میں موجود دیگر ملتوں والے ہرگز آپ سے دین کے معاملے میں یہ گمان کرکے جھگڑا نہ کریں کہ اِن لوگوں کی بھی شریعت وہی ہے جو اِن کے آباو اَجداد کی تھی، وہ شریعتیں منسوخ ہونے سے پہلے سابقہ لوگوں کی شریعتیں تھیں جبکہ اِس امت کی جداگانہ اور مستقل شریعت ہے اور اب قیامت تک ہر ایک کو اسی شریعت پر عمل کرنا ہے اور اے حبیب! آپ تمام لوگوں کو اپنے رب کی طرف بلائیں اور انہیں اُس پر ایمان لانے، اس کا دین قبول کرنے اور اس کی عبادت میں مشغول ہونے کی دعوت دیں، بے شک آپ سیدھی راہ پر ہیں۔ **اہم بات:** حضرت آدم علیہ السّلام کے زمانۂ مبارکہ سے

وَ اِنۡ جٰدَلُوۡكَ فَقُلِ اللّٰهُ اَعۡلَمُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۶۸﴾ اَللّٰهُ يَحۡكُمُ بَيۡنَكُمۡ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ فِيۡمَا

اور اگر وہ تم سے جھگڑیں تو فرمادو کہ اللہ خوب جانتا ہے جو تم کر رہے ہو O اللہ تمہارے درمیان قیامت کے دن اس بات میں فیصلہ کردے گا

كُنۡتُمۡ فِيۡهِ تَخۡتَلِفُوۡنَ ﴿۶۹﴾ اَلَمۡ تَعۡلَمۡ اَنَّ اللّٰهَ يَعۡلَمُ مَا فِى السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ

جس میں تم اختلاف کر رہے ہو O کیا تجھے معلوم نہیں کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے بیشک یہ سب

فِىۡ كِتٰبٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيۡرٌ ﴿۷۰﴾ وَيَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مَا لَمۡ يُنَزِّلۡ بِهٖ سُلۡطٰنًا

ایک کتاب میں ہے بیشک یہ اللہ پر بہت آسان ہے O اور (مشرک) اللہ کے سوا ان کی عبادت کرتے ہیں جن کی کوئی دلیل اللہ نے نہیں اتاری

وَّمَا لَيۡسَ لَهُمۡ بِهٖ عِلۡمٌ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيۡنَ مِنۡ نَّصِيۡرٍ ﴿۷۱﴾ وَاِذَا تُتۡلٰى عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ

اور جن کا خود انہیں بھی کچھ علم نہیں اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں O اور جب ان پر ہماری روشن آیتوں کی تلاوت کی جاتی ہے

لے کر قرآن مجید کے نزول تک دین صرف ایک رہا یعنی اسلام، البتہ شریعتیں بہت سی ہوئیں اور ہر ایک کے شرعی احکام مختلف ہوتے رہے جیسے حضرت آدم علیہ السلام کی شریعت میں پہلے پیدا ہونے والے بھائی کا بعد میں پیدا ہونے والی بہن سے نکاح جائز تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں مال کے چوتھائی حصے پر زکوٰۃ فرض تھی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں شراب حلال تھی۔

آیت 69،68 ارشاد فرمایا: اے حبیب! اگر حق ظاہر ہونے اور حجت لازم ہونے کے بعد بھی وہ آپ سے جھگڑا کریں تو آپ ان سے وعید کے طور پر فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ ان باطل کاموں کو خوب جانتا ہے جو تم کر رہے ہو اور وہ تمہیں یہ کام کرنے کی سزا دے گا۔ اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان قیامت کے دن اس بات میں فیصلہ کردے گا جس میں تم اختلاف کر رہے ہو، اس وقت تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ حق کیا تھا اور باطل کیا ہے۔ **اہم بات:** باتونی اور جھگڑالو سے مناظرہ نہیں کرنا چاہیے۔ تفسیر قرطبی میں ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو بڑا عمدہ ادب سکھایا ہے کہ جو شخص محض تَعَصُّب اور جھگڑا کرنے کے شوق میں تم سے مناظرہ کرنا چاہے اسے کوئی جواب نہ دو اور نہ اس کے ساتھ مناظرہ کرو بلکہ اس کی تمام باتوں کے جواب میں صرف وہ بات کہہ دو جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو سکھائی ہے۔ (قرطبی، 6/3452)

آیت 70 فرمایا کہ اے بندے! کیا تجھے معلوم نہیں کہ آسمانوں اور زمین میں کوئی چیز اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ نہیں، وہ ہر چیز کو جانتا ہے اور ان چیزوں میں کفار کی باتیں اور اعمال بھی داخل ہیں، بے شک آسمانوں اور زمین کی ہر چیز ایک کتاب لوحِ محفوظ میں لکھی ہوئی ہے اور بے شک ان سب چیزوں کا علم اور تمام موجودات کو لوحِ محفوظ میں ثَبت فرمانا اللہ تعالیٰ پر بہت آسان ہے۔

آیت 71 کفار کی جہالت بیان فرمائی جارہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کی بجائے بتوں کی پوجا کرتے ہیں اور ان کے پاس اپنے اس فعل کی نہ کوئی عقلی دلیل ہے نہ نقلی بلکہ محض جہالت کی وجہ سے گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں اور جو کسی طرح بھی پوجے جانے کے مستحق نہیں اسے پوجتے ہیں، یہ شدید ظلم ہے اور جو شرک کر کے اپنی جان پر ظلم کرتا ہے اس کا کوئی مددگار نہیں جو اسے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا سکے۔

آیت 72 کافروں کا حال یہ ہے کہ جب ان کے سامنے ہماری روشن آیتوں کی تلاوت کی جاتی اور قرآنِ کریم انہیں سنایا جاتا ہے جس

تَعۡرِفُ فِیۡ وُجُوۡہِ الَّذِیۡنَ کَفَرُوا الۡمُنۡکَرَ ؕ یَکَادُوۡنَ یَسۡطُوۡنَ بِالَّذِیۡنَ یَتۡلُوۡنَ عَلَیۡہِمۡ

توتم کافروں کے چہروں میں ناپسندیدگی کے آثار دیکھو گے۔ قریب ہے کہ انہیں لپٹ جائیں جو ان کے سامنے ہماری آیتیں پڑھتے

اٰیٰتِنَا ؕ قُلۡ اَفَاُنَبِّئُکُمۡ بِشَرٍّ مِّنۡ ذٰلِکُمۡ ؕ اَلنَّارُ ؕ وَعَدَهَا اللّٰهُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا ؕ وَبِئۡسَ

ہیں۔ تم فرمادو: کیا میں تمہیں وہ چیز بتادوں جو تمہیں اِس سے زیادہ ناپسند ہے؟ وہ آگ ہے۔ اللہ نے کافروں سے اس کا وعدہ کیا ہے اور وہ کیا ہی

الۡمَصِیۡرُ ﴿۷۲﴾ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسۡتَمِعُوۡا لَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِیۡنَ تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ ع ٨ ١٦

بری پلٹنے کی جگہ ہے○ اے لوگو! ایک مثال بیان کی گئی ہے تو اسے کان لگا کر سنو، بیشک اللہ کے سوا جن کی تم عبادت کرتے ہو

لَنۡ یَّخۡلُقُوۡا ذُبَابًا وَّلَوِ اجۡتَمَعُوۡا لَهٗ ؕ وَاِنۡ یَّسۡلُبۡهُمُ الذُّبَابُ شَیۡئًا لَّا یَسۡتَنۡقِذُوۡهُ مِنۡهُ ؕ

وہ ہرگز ایک مکھی (بھی) پیدا نہیں کرسکیں گے اگرچہ سب اس کیلئے جمع ہوجائیں اور اگر مکھی ان سے کچھ چھین کرلے جائے تو اس سے چھڑا نہ سکیں گے۔

میں کفر و شرک کی برائی، اَحکام کا بیان اور حلال و حرام کی تفصیل ہے تو تمہیں ان کے چہروں میں ناپسندیدگی کے آثار واضح طور پر نظر آئیں گے اور غیظ و غضب سے ان کا حال یہ ہوتا ہے کہ جو ان کے سامنے ہماری آیتیں پڑھتے ہیں انہیں لپٹ جانے پر تیار ہوجاتے ہیں۔ اے حبیب! آپ ان کافروں سے فرمادیں: کیا میں تمہیں وہ چیز بتادوں جو تمہیں اُس غیظ اور ناگواری سے بھی زیادہ ناپسند ہے جو قرآنِ پاک سن کر تم میں پیدا ہوتی ہے؟ وہ جہنم کی آگ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کافروں سے اس کا وعدہ کیا ہے اور وہ کیا ہی بری پلٹنے کی جگہ ہے۔

اہم باتیں: (1) چہرہ دل کا آئینہ ہے کیونکہ دل کے آثار چہرے پر نمودار ہوتے ہیں۔ (2) حمد و نعت سن کر چہرے پر خوشی کے آثار نمودار ہونا مومن ہونے کی علامت اور منہ بگاڑنا کفار کا طریقہ ہے۔ (3) کیسی بدنصیبی ہے کہ آج کچھ سیکولر، لبرل مسلمانوں کی حالت یہ ہے کہ ان کے سامنے قرآن، دین کے احکام، سود، پردے، بے حیائی کی مذمت پر آیات پڑھی جائیں تو ان کے چہروں کی حالت و کیفیت سو فیصد وہی ہوتی ہے جو اس آیت میں بیان کی گئی ہے کہ چہرے پر ناگواری ہوتی ہے اور ان کا دل کررہا ہوتا ہے کہ آیتیں پڑھنے والے پر حملہ کرکے اس سے لپٹ جائیں۔ العیاذ باللہ۔

آیت 73 ایک مثال کے ذریعے بتوں کی عبادت کا باطل ہونا بیان کیا جارہا ہے، ارشاد فرمایا: اے لوگو! ایک مثال بیان کی گئی ہے تو اسے کان لگا کر سنو اور اس میں خوب غور کرو، وہ مثال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کی بجائے جن بتوں کی تم عبادت کرتے ہو، ان کے عاجز و بے قدرت ہونے کا حال یہ ہے کہ وہ ہرگز ایک انتہائی چھوٹی سی چیز مکھی بھی پیدا نہیں کرسکیں گے اگرچہ سب مکھی پیدا کرنے کے لئے جمع ہوجائیں اور اگر مکھی ان سے وہ شہد و زعفران وغیرہ چھین کرلے جائے جو مشرکین بتوں کے منہ اور سروں پر ملتے ہیں تو وہ مکھی سے شہد و زعفران چھڑا نہ سکیں گے تو ایسے بے بس کو خدا بنانا اور معبود ٹھہرانا کتنا عجیب اور عقل سے دور ہے۔ کتنا کمزور ہے چاہنے والا اور وہ جسے چاہا گیا۔ **اہم باتیں:** (1) یہاں طالب سے بُت پرست اور مطلوب سے بُت یا طالب سے مکھی اور مطلوب سے بُت یا طالب سے بُت اور مطلوب سے مکھی مراد ہے۔ (2) اس آیت کا تعلق اللہ تعالیٰ کے انبیا علیہم السّلام اور اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم سے نہیں ہے، یہ عاجز اور بے بس نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی اجازت و قدرت سے مخلوق کو نفع پہنچانے اور ان سے نقصان دور کرنے کا اختیار رکھتے ہیں جیسے حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السّلام اور ہمارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے کثیر معجزات سے ظاہر ہے۔ لہٰذا ایسی آیت کو انبیا و اولیا پر چسپاں کرنا خارجیوں کا

ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالۡمَطۡلُوۡبُ ﴿۷۳﴾ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدۡرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِیٌّ عَزِیۡزٌ ﴿۷۴﴾

کتنا کمزور ہے چاہنے والا اور وہ جسے چاہا گیا○ انہوں نے اللہ کی قدر نہ کی جیسا اس کی قدر کا حق ہے، بیشک اللہ قوت والا، غلبے والا ہے○

اَللّٰهُ یَصۡطَفِیۡ مِنَ الۡمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیۡعٌۢ بَصِیۡرٌ ﴿۷۵﴾ ج

اللہ فرشتوں میں سے اور آدمیوں میں سے رسول چن لیتا ہے، بیشک اللہ سننے والا، دیکھنے والا ہے○

یَعۡلَمُ مَا بَیۡنَ اَیۡدِیۡهِمۡ وَمَا خَلۡفَهُمۡ ؕ وَاِلَی اللّٰهِ تُرۡجَعُ الۡاُمُوۡرُ ﴿۷۶﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ

وہ جانتا ہے جو ان کے آگے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے اور سب کام اللہ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں○ اے ایمان

اٰمَنُوا ارۡکَعُوۡا وَاسۡجُدُوۡا وَاعۡبُدُوۡا رَبَّکُمۡ وَافۡعَلُوا الۡخَیۡرَ لَعَلَّکُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ ﴿۷۷﴾ السجدة ج

السجدة عند الامام الشافعی رحمۃ اللہ علیہ

والو! رکوع اور سجدہ کرو اور اپنے رب کی عبادت کرو اور اچھے کام کرو اس امید پر کہ تم فلاح پاجاؤ○

طریقہ ہے۔ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما خارجیوں کو اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے بدتر قرار دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ جو آیات کفار کے بارے میں نازل ہوئی ہیں یہ ان آیات کو مومنین پر چسپاں کر دیتے ہیں۔(بخاری،4/380)

آیت 74 فرمایا کہ جنہوں نے عاجز و بے بس اور مکھی سے بھی کمزور بتوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرایا انہوں نے اللہ تعالیٰ کی ویسی قدر نہ کی جیسا اس کی قدر کا حق ہے اور اس کی عظمت نہ پہچانی، حقیقی معبود وہی ہے جو کامل قدرت رکھے اور بے شک اللہ تعالیٰ قوت والا اور غلبے والا ہے۔

آیت 75 جن کفار نے بشر کے رسول ہونے کا انکار کیا ان کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ مالک ہے جسے چاہے اپنا رسول بنائے، وہ فرشتوں اور انسانوں میں سے جسے چاہتا ہے اسے رسالت کا منصب عطا فرما دیتا ہے، فرشتوں میں مثلاً حضرت جبرئیل، میکائیل، اسرافیل، عزرائیل علیہم السلام اور انسانوں میں حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ علیہم السلام اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم۔ بے شک اللہ تعالیٰ سننے والا، دیکھنے والا ہے۔ **اہم بات:** انسانوں کی ہدایت کے لئے ان میں سے ہی بعض کو منصبِ رسالت کے لئے چن لینا اللہ تعالیٰ کی قدیم عادت ہے لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد بھی لوگوں کو رسالت کے عظیم منصب کے لئے چنتا رہے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نبوت و رسالت کے لئے جنہیں چننا تھا چن لیا اور جنہیں چن لیا وہ دائمی نبی اور رسول ہو گئے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم پر نبوت و رسالت کا منصب ختم فرما دیا ہے، لہٰذا اب قیامت تک کوئی نیا نبی نہیں آئے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک رسالت و نبوت ختم ہو گئی تو میرے بعد نہ کوئی رسول ہے نہ کوئی نبی۔ (ترمذی، حدیث:2279) مرزا غلام احمد قادیانی کا نبوت کا دعویٰ جھوٹا اور کفر وارتداد ہے اور اس کے ماننے والوں کا بھی یہی حکم ہے۔

آیت 76 اللہ تعالیٰ دنیا کے اُمور کو بھی جانتا ہے اور آخرت کے اُمور کو بھی یا یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے گزرے ہوئے اعمال کو بھی جانتا ہے اور آئندہ کے احوال کا بھی علم رکھتا ہے اور سب کام اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں۔

آیت 77 اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو چند احکام دیئے: (1) رکوع اور سجدہ کرو یعنی نماز پڑھو (2) صرف اپنے حقیقی رب اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، اس کا ایک معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کام کرنے کا حکم دیا ہے اور جن کاموں سے منع کیا ہے، ان سب پر عمل

Go to Index

وَ جَاهِدُوۡا فِى اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ؕ هُوَ اجۡتَبٰٮكُمۡ وَمَا جَعَلَ عَلَيۡكُمۡ فِى الدِّيۡنِ مِنۡ حَرَجٍ ؕ

اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا اس (کی راہ) میں جہاد کرنے کا حق ہے۔ اس نے تمہیں منتخب فرمایا اور تم پر دین میں کچھ تنگی نہ رکھی

مِلَّةَ اَبِيۡكُمۡ اِبۡرٰهِيۡمَ ؕ هُوَ سَمّٰٮكُمُ الۡمُسۡلِمِيۡنَ ۙ مِنۡ قَبۡلُ وَفِىۡ هٰذَا لِيَكُوۡنَ الرَّسُوۡلُ

جیسے تمہارے باپ ابراہیم کے دین (میں کوئی تنگی نہ تھی)۔ اس نے پہلی کتابوں میں اور اس قرآن میں تمہارا نام مسلمان رکھا ہے

شَهِيۡدًا عَلَيۡكُمۡ وَتَكُوۡنُوۡا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ ۖۚ فَاَقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ

تاکہ رسول تم پر نگہبان و گواہ ہو اور تم دوسرے لوگوں پر گواہ ہوجاؤ تو نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو

ع ۱۰ ۶ ۱۷ وَاعۡتَصِمُوۡا بِاللّٰهِ ؕ هُوَ مَوۡلٰٮكُمۡ ۚ فَنِعۡمَ الۡمَوۡلٰى وَنِعۡمَ النَّصِيۡرُ ﴿۷۸﴾ ع

اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو، وہ تمہارا دوست ہے تو کیا ہی اچھا دوست اور کیا ہی اچھا مددگار ہے ○

کرنے کی صورت میں اپنے رب کی عبادت کرو اور دوسرا معنیٰ یہ ہے کہ رکوع، سجدہ اور دیگر نیک اعمال کو اپنے رب کی عبادت کے طور پر کرو کیونکہ عبادت کی نیت کے بغیر فقط ان افعال کو کرنا کافی نہیں (3) نیک کام کرو۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ان سے مراد صلہ رحمی کرنا اور دیگر اچھے اخلاق ہیں۔ (4) یہ سب کام اس امید پر کرو کہ تمہیں آخرت میں فلاح و کامیابی نصیب ہو جائے۔

اہم باتیں: (1) اخلاص کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے اس امید پر نیک کام کئے جائیں کہ ان کی برکت سے اللہ تعالیٰ اپنا فضل و رحمت فرمائے گا اور اپنی رحمت سے جہنم کے عذاب سے چھٹکارا اور جنت میں داخلہ نصیب فرمائے گا۔ یہ ذہن نہ بنایا جائے کہ ان نیک اعمال کی وجہ سے بخشش و مغفرت یقینی ہے۔ (2) اَحناف کے نزدیک اس آیت کو پڑھنے یا سننے سے سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہوتا ہے۔

آیت 78 ارشاد فرمایا کہ اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں اس کے دین کے دشمنوں کے ساتھ ایسے جہاد کرو جیسے جہاد کرنے کا حق ہے کہ اس میں تمہاری نیت سچی اور خالص ہو اور تمہارا یہ عمل دینِ اسلام کی سربلندی کے لئے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنے دین اور عبادت کے لئے منتخب فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے تم پر دین میں کچھ تنگی نہ رکھی بلکہ ضرورت کے موقعوں پر تمہارے لئے سہولت کردی جیسے سفر میں نماز قصر کرنے اور روزہ نہ رکھنے کی اجازت دی اور پانی نہ پانے یا پانی کے نقصان پہنچانے کی حالت میں غسل اور وضو کی جگہ تیمم کی اجازت دی تو تم دین کی پیروی کرو، یہ دین ایسے آسان ہے جیسے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا دین آسان تھا۔ اللہ تعالیٰ نے پہلی کتابوں میں اور اس قرآن میں دینِ اسلام کو ماننے والوں کا نام مسلمان رکھا ہے تاکہ قیامت کے دن رسول تم پر نگہبان و گواہ ہو کہ انہوں نے تمہارے پاس خدا کا پیام پہنچادیا اور تم دوسرے لوگوں پر گواہ ہو جاؤ کہ انہیں ان رسولوں نے اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچا دیئے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں یہ عزت و کرامت عطا فرمائی ہے تو تم پابندی کے ساتھ نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور اللہ تعالیٰ کے دین کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور اس کے دین پر قائم رہو، وہ تمہارا مالک و ناصر ہے اور تمہارے تمام اُمور کا انتظام فرمانے والا ہے، تو وہ کتنا اچھا مولیٰ ہے اور کیا ہی اچھا مددگار ہے۔ **اہم باتیں:** (1) آیت میں اللہ تعالیٰ کے دین کے دشمنوں کے ساتھ ساتھ نفس، خواہشات اور شیطان کے خلاف جہاد کرنا بھی داخل ہے۔ (2) اگرچہ گزشتہ امتوں کے ایمان لانے والے بھی مسلمان تھے لیکن امت کے نام کے طور پر یہ لفظ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم پر ایمان لانے والوں کو عطا کیا گیا ہے۔

اٰیاتھا ١١٨ — ٢٣ سُوْرَۃُ الْمُؤْمِنُوْنَ مَکِّیَّۃٌ ٧٤ — رکوعاتھا ٦

سورۂ مؤمنون مکیہ ہے، اس میں ایک سو اٹھارہ آیتیں اور چھ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱﴾ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ﴿۲﴾ وَ الَّذِیْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ

بیشک ایمان والے کامیاب ہوگئے ○ جو اپنی نماز میں خشوع و خضوع کرنے والے ہیں ○ اور وہ جو فضول بات سے

سورۂ مؤمنون کا تعارف یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں 6 رکوع اور 118 آیتیں ہیں۔ اس سورت کی ابتداء میں مومنوں کی کامیابی، ان کے اوصاف اور اخروی جزاء بیان کی گئی ہے، اس مناسبت سے اسے ”سورۂ مؤمنون“ کہتے ہیں۔ **مضامین:** اس سورت کی ابتدا میں 7 اَوصاف کے حامل مومنوں کو اخروی کامیابی کی بشارت سنائی گئی اور انہیں ملنے والی عظیم جزا فردوس کی میراث بیان کی گئی۔ اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی وحدانیت و قدرت پر انسان کی مختلف مراحل میں تخلیق، آسمانوں کو کسی سابقہ مثال کے بغیر پیدا کرنے، باغات اور نباتات کی نشوونما کے لئے آسمان کی طرف سے پانی نازل کرنے، انسان کے لئے مختلف مَنافع والے جانور پیدا کرنے اور سامان کی نقل و حمل اور سواری کے لئے کشتیوں کو انسان کے تابع کرنے کے ساتھ اِستدلال کیا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو تسلی دینے کیلئے حضرت نوح، حضرت ہود، حضرت موسیٰ، حضرت ہارون، حضرت عیسیٰ علیہم السلام اور ان کی والدہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے واقعات بیان فرمائے گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی طرف جنون اور جادو وغیرہ کی نسبت کرنے، اور آپ کی رسالت پر ایمان نہ لانے کی وجہ سے کفارِ مکہ کو سرزنش کی گئی اور عذاب کی وعید سنائی گئی۔ کفار کے سامنے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے پر مختلف دلائل پیش کئے گئے۔ قیامت کے دن لوگوں کو سعادت مند اور بدبخت دو گروہوں میں تقسیم کر دیئے جانے کا ذکر ہے۔

آیت 1 اس آیت میں ایمان والوں کو بشارت دی گئی ہے کہ بیشک وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے اور ہمیشہ کے لئے جنت میں داخل ہو کر ہر ناپسندیدہ چیز سے نجات پا جائیں گے۔ **اہم بات:** سورۂ مومنون کی ابتدائی دس آیات کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھ پر دس آیات نازل ہوئی ہیں، جس نے ان میں مذکور باتوں کو اپنایا وہ جنت میں داخل ہو گا، پھر آپ نے ”قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ“ سے لے کر دسویں آیت کے آخر تک پڑھا۔ (ترمذی، حدیث 3184) **درس:** ہر ایک نے موت کا کڑوا ترین ذائقہ چکھ کر اس دنیا سے کوچ کرنا ہے اور قیامت کے دن سب کو اپنے اعمال کا بدلہ پانا ہے اور جسے اس دن جہنم کے دردناک عذابات سے بچا لیا گیا اور بے مثل نعمتوں کی جگہ جنت میں داخل کر دیا گیا وہی حقیقی طور پر کامیاب ہے اور جہنم سے بچنے اور جنت میں داخلے کے لئے ایمان پر خاتمہ ضروری ہے۔

آیت 2 ارشاد فرمایا کہ ایمان والے خشوع و خضوع کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں، اس وقت ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کا خوف ہوتا اور ان کے اَعضا ساکن ہوتے ہیں۔ **اہم بات:** نماز میں خشوع ظاہری بھی ہوتا ہے اور باطنی بھی، ظاہری خشوع یہ ہے کہ نماز کے آداب کی مکمل رعایت کی جائے اور باطنی خشوع یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت پیشِ نظر ہو، دنیا سے توجہ ہٹی ہوئی ہو اور نماز میں دل لگا ہو۔

آیت 3 اس آیت میں فلاح پانے والے مومنوں کا دوسرا وصف بیان کیا گیا کہ وہ ہر لَہْو و باطل سے بچے رہتے ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) لغو سے

مُعۡرِضُوۡنَ ۝۳ وَ الَّذِیۡنَ ہُمۡ لِلزَّکٰوۃِ فٰعِلُوۡنَ ۝۴ وَ الَّذِیۡنَ ہُمۡ لِفُرُوۡجِہِمۡ حٰفِظُوۡنَ ۝۵

منہ پھیرنے والے ہیں○ اور وہ جو زکوۃ دینے کا کام کرنے والے ہیں○ اور وہ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں○

اِلَّا عَلٰۤی اَزۡوَاجِہِمۡ اَوۡ مَا مَلَکَتۡ اَیۡمَانُہُمۡ فَاِنَّہُمۡ غَیۡرُ مَلُوۡمِیۡنَ ۝۶ فَمَنِ ابۡتَغٰی وَرَآءَ

مگر اپنی بیویوں یا شرعی باندیوں پر جو ان کے ہاتھ کی مِلک ہیں پس بیشک ان پر کوئی ملامت نہیں○ تو جو اِن کے سوا کچھ

ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡعٰدُوۡنَ ۝۷ وَ الَّذِیۡنَ ہُمۡ لِاَمٰنٰتِہِمۡ وَ عَہۡدِہِمۡ رٰعُوۡنَ ۝۸

اور چاہے تو وہی حد سے بڑھنے والے ہیں○ اور وہ جو اپنی امانتوں اور اپنے وعدے کی رعایت کرنے والے ہیں○

مراد ہر وہ قول، فعل اور ناپسندیدہ یا مباح کام ہے جس کا مسلمان کو دینی یا دُنیوی کوئی فائدہ نہ ہو جیسے مذاق مسخری، بیہودہ گفتگو، کھیل کود وغیرہ وہ تمام کام جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے، لہٰذا فضول کے مفہوم میں فضول کلام، فضول عمل، فضول دیکھنا، فضول سننا سب داخل ہیں۔(2)مسلمان کو اپنی آخرت کی بہتری کے لئے نیک اعمال کرنے میں مصروف رہنا چاہئے۔ **درس:** زبان کی حفاظت و نگہداشت اور فضولیات و لغویات سے اسے باز رکھنا بہت ضروری ہے کیونکہ زیادہ سرکشی اور سب سے زیادہ فساد و نقصان اسی زبان سے رونما ہوتا ہے جبکہ زبان کی حفاظت کا ایک فائدہ یہ ہے کہ اس سے نیک اعمال کی حفاظت ہوتی ہے اور انسان دنیا کی آفات سے محفوظ رہتا ہے۔

آیت 4 اس آیت میں کامیابی پانے والوں کا تیسرا وصف بیان کیا گیا کہ وہ پابندی کے ساتھ اور ہمیشہ اپنے مالوں پر فرض ہونے والی زکوۃ دیتے ہیں۔ بعض مفسرین نے اس آیت میں مذکور لفظ ”زکوۃ“ کا ایک معنی ”تزکیۂ نفس“ بھی کیا ہے یعنی ایمان والے اپنے نفس کو دنیا کی محبت وغیرہ مذموم صفات سے پاک کرنے کا کام کرتے ہیں۔ **درس:** اس آیت کی دوسری تفسیر یعنی تزکیۂ نفس سے معلوم ہوا کہ نفس کو مذموم صفات جیسے تکبر و ریاکاری، بغض و حسد اور دنیا کی محبت وغیرہ سے پاک کرنا اُخروی کامیابی حاصل ہونے کا ذریعہ ہے۔ صوفیاءِ کرام اسی پہلو پر زیادہ زور دیتے ہیں۔

آیت 5،6 ان دو آیات میں کامیابی حاصل کرنے والوں کا چوتھا وصف بیان کیا گیا ہے، چنانچہ ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ ایمان والے زنا اور اس کے اَسباب و لَوازمات وغیرہ حرام کاموں سے اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں البتہ اگر وہ اپنی بیویوں اور شرعی باندیوں کے ساتھ جائز طریقے سے صحبت کریں تو اس میں ان پر کوئی ملامت نہیں۔ **درس:** شرمگاہ کی شہوت کو پورا کرنا انسانی فطرت کا تقاضا اور بے شمار فوائد حاصل ہونے کا ذریعہ ہے، اگر اس تقاضے کو جائز اور شرعی طریقے سے پورا کیا جائے تو یہ دنیا میں بہت بڑی نعمت اور اخروی ثواب کے حصول کا ایک ذریعہ ہے اور اگر اسے ناجائز و حرام ذرائع سے پورا کیا جائے تو یہ دنیا میں بہت بڑی آفت اور روزِ قیامت جہنم کے دردناک عذاب میں مبتلا ہونے کا سبب ہے۔

آیت 7 فرمایا کہ جو بیویوں اور شرعی باندیوں کے علاوہ کسی اور ذریعے سے شہوت پوری کرنا چاہے تو وہی حد سے بڑھنے والے ہیں کہ حلال سے حرام کی طرف تجاوز کرتے ہیں۔ **اہم بات:** شریعت میں صرف بیویوں اور شرعی باندیوں سے جائز طریقے کے ساتھ شہوت پوری کرنے کی اجازت ہے، اس کے علاوہ شہوت پوری کرنے کی دیگر صورتیں حرام ہیں۔

آیت 8 اس آیت میں کامیابی حاصل کرنے والے اہلِ ایمان کے مزید دو وصف بیان کئے گئے ہیں: (1) اگر ان کے پاس کوئی چیز

وقف لازم

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝٩ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۝١٠ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ط

اور وہ جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں ○یہی لوگ وارث ہیں ○یہ فردوس کی میراث پائیں گے،

هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝١١ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ۝١٢ ج ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً

وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے○اور بیشک ہم نے انسان کو چنی ہوئی مٹی سے بنایا○پھر اس کو ایک مضبوط ٹھہراؤ میں

امانت رکھوائی جائے تو وہ اس میں خیانت نہیں کرتے۔(2) جس سے وعدہ کرتے ہیں اسے پورا کرتے ہیں۔ **اہم بات:** امانتیں خواہ اللہ تعالیٰ کی ہوں یا مخلوق کی، اسی طرح عہد اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہوں یا مخلوق کے ساتھ، سب کی وفا لازم ہے۔

آیت 9 فرمایا کہ کامیابی حاصل کرنے والے وہ مومن ہیں جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں اور انہیں اُن کے وقتوں میں، ان کے شرائط و آداب کے ساتھ پابندی سے ادا کرتے ہیں اور فرائض و واجبات اور سُنن و نوافل سب کی نگہبانی رکھتے ہیں۔ **درس:** ایمان والوں کا پہلا وصف خشوع و خضوع کے ساتھ نماز ادا کرنا بیان کیا گیا اور آخری وصف نمازوں کی حفاظت کرنا ذکر کیا گیا، اس سے معلوم ہوا کہ نماز بڑی عظیم الشان عبادت ہے اور دین میں اس کی بہت زیادہ اہمیت ہے۔ لہٰذا کوئی کیسی ہی خدمتِ خلق کی بڑی نیکی کرتا ہو، وہ نماز سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔

آیت 10، 11 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جن ایمان والوں میں ماقبل آیات میں مذکور اوصاف پائے جاتے ہیں یہی لوگ کافروں کے جنتی مقامات کے وارث ہوں گے۔ یہ فردوس کی میراث پائیں گے اور وہ جنت الفردوس میں ہمیشہ رہیں گے، نہ انہیں اس میں سے نکالا جائے گا اور نہ ہی وہاں انہیں موت آئے گی۔ **اہم بات:** حضور پُر نور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر شخص کے دو مقام ہوتے ہیں، ایک جنت میں اور ایک جہنم میں، جب کوئی شخص مر کر (ہمیشہ کے لئے) جہنم میں داخل ہو جائے تو اہلِ جنت اس کے جنتی مقام کے وارث ہوں گے۔ یہی اس آیت "اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ" کا مقصد ہے۔ (ابن ماجہ، حدیث: 4341) **درس:** فردوس سب سے اعلیٰ جنت ہے اور اسی کا سوال کرنے کی حدیث پاک میں ترغیب دی گئی ہے، چنانچہ فرمایا: فردوس سب سے اعلیٰ اور درمیانی جنت ہے اور اس سے اوپر رحمٰن عزّوجلّ کا عرش ہے اور اس سے جنت کی نہریں نکلتی ہیں۔ جب تم اللہ تعالیٰ سے سوال کرو تو جنت الفردوس کا سوال کرو۔ (ترمذی، حدیث: 2538) دعا: اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اپنی نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے صدقے ہمیں جنت الفردوس عطا فرمائے۔ آمین

آیت 12 اس آیت سے رکوع کے آخر تک اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت پر چار دلائل ذکر فرمائے ہیں۔ سب سے پہلے انسان کی پیدائش کے مختلف مراحل سے اپنی قدرت پر اِستدلال فرمایا، اس کے بعد آسمانوں کی تخلیق سے، پھر پانی نازل کرنے سے اور سب سے آخر میں حیوانات کے مختلف منافع سے اپنی قدرت پر استدلال فرمایا ہے۔ اس آیت میں انسان سے مراد حضرت آدم علیہ السّلام ہیں، انہیں اللہ تعالیٰ نے مختلف جگہوں سے چنی ہوئی مٹی سے بنایا۔

آیت 13 اس آیت کا معنی یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السّلام کی تخلیق کے بعد ان کی نسل کو ایک مضبوط ٹھہراؤ یعنی ماں کے رحم میں پانی کی بوند بنایا۔

فِیْ قَرَارٍ مَّكِیْنٍ ۪ ﴿۱۳﴾ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ

پانی کی بوند بنایا○ پھر ہم نے اس پانی کی بوند کو جما ہوا خون بنا دیا پھر جمے ہوئے خون کو گوشت کی بوٹی بنا دیا پھر گوشت کی بوٹی کو ہڈیاں

عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ۗ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ؕ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَ ؕ ﴿۱۴﴾

بنا دیا پھر ہم نے ان ہڈیوں کو گوشت پہنایا، پھر اسے ایک دوسری صورت بنا دیا تو بڑی برکت والا ہے وہ اللہ جو سب سے بہتر بنانے والا ہے○

ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَیِّتُوْنَ ؕ ﴿۱۵﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ ﴿۱۶﴾ وَ لَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ

پھر اس کے بعد تم ضرور مرنے والے ہو○ پھر تم سب قیامت کے دن اٹھائے جاؤ گے○ اور بیشک ہم نے تمہارے اوپر

سَبْعَ طَرَآئِقَ ۖۗ وَ مَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِیْنَ ﴿۱۷﴾ وَ اَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ

سات راستے بنائے اور ہم مخلوق سے بے خبر نہیں○ اور ہم نے آسمان سے ایک اندازے کے ساتھ پانی اتارا پھر اسے زمین میں

آیت 14 اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ماں کے رحم میں نطفہ قرار پکڑنے کے بعد والے مَراحل بیان فرمائے، چنانچہ فرمایا کہ پھر ہم نے اس پانی کی بوند کو جما ہوا خون بنا دیا، پھر جمے ہوئے خون کو گوشت کی بوٹی بنا دیا، پھر گوشت کی بوٹی کو ہڈیاں بنا دیا، پھر ہم نے ان ہڈیوں کو گوشت پہنایا، پھر اس میں روح ڈال کر اس بے جان کو جان دار کیا، بولنے، سننے اور دیکھنے کی صلاحیت عطا کی اور اسے ایک دوسری صورت بنا دیا جو مکمل انسان ہوتا ہے تو بڑی برکت والا ہے وہ اللہ جو سب سے بہتر بنانے والا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے (اس کا ابتدائی حصہ سن کر) کہا "فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَ" حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: "اے عمر! اسی طرح نازل ہوا ہے۔ (تفسیر کبیر، 8/266) (2) انسان کے ظاہر وباطن، اس کے ہر ہر عُضْو اور ہر ہر جز میں اللہ تعالیٰ کی قدرت و حکمت کی اتنی نشانیاں موجود ہیں جنہیں شمار نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی ان کی شرح بیان کی جا سکتی ہے۔ اگر کوئی شخص انصاف کے ساتھ اپنی تخلیق کے مراحل اور اپنے جسم کی بناوٹ میں غور و فکر کرے تو اس کے پاس یہ بات ماننے کے سوا اور کوئی چارہ نہ ہو گا کہ ایسی حیرت انگیز تخلیق پر اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی قادر نہیں اور وہی اکیلا اس لائق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے۔

آیت 15،16 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ تخلیق مکمل ہونے کے بعد جب تمہاری عمریں پوری ہو جائیں گی تو تمہیں ضرور موت آئے گی، پھر تم سب قیامت کے دن حساب وجزا کے لئے اٹھائے جاؤ گے۔

آیت 17 اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کی تخلیق سے اپنی قدرت پر اِستدلال فرمایا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ بیشک ہم نے تمہارے اوپر سات راستے بنائے اور ہم مخلوق سے بے خبر نہیں، سب کے اَعمال، اَقوال اور چھپی حالتوں کو جانتے ہیں اور کوئی چیز ہم سے چھپی نہیں۔ **اہم بات:** سات راستوں سے مراد سات آسمان ہیں جو فرشتوں کے چڑھنے اُترنے کے راستے ہیں۔

آیت 18 اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے پانی نازل کرنے سے اپنی قدرت پر اِستدلال فرمایا، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اور ہم نے آسمان سے ایک اندازے کے ساتھ یعنی جتنی ہمارے علم و حکمت میں مخلوق کی حاجتوں کے لئے چاہیے اتنی بارش برسائی، پھر اسے زمین میں

وقف لازم

فِی الۡاَرۡضِ ٭ وَ اِنَّا عَلٰی ذَہَابٍۭ بِہٖ لَقٰدِرُوۡنَ ﴿۱۸﴾ۚ فَاَنۡشَاۡنَا لَکُمۡ بِہٖ جَنّٰتٍ مِّنۡ نَّخِیۡلٍ وَّ اَعۡنَابٍ ۘ

ٹھہرایا اور بیشک ہم اسے لے جانے پر قادر ہیں ○ تو اس پانی سے ہم نے تمہارے لئے کھجوروں اور انگوروں کے باغات پیدا کئے۔

لَکُمۡ فِیۡہَا فَوَاکِہُ کَثِیۡرَۃٌ وَّ مِنۡہَا تَاۡکُلُوۡنَ ﴿۱۹﴾ۙ وَ شَجَرَۃً تَخۡرُجُ مِنۡ طُوۡرِ سَیۡنَآءَ

تمہارے لیے ان باغوں میں بہت سے پھل میوے ہیں اور ان میں سے تم کھاتے ہو ○ اور (ہم نے) درخت (پیدا کیا) جو طور سینا پہاڑ سے نکلتا ہے،

تَنۡۢبُتُ بِالدُّہۡنِ وَ صِبۡغٍ لِّلۡاٰکِلِیۡنَ ﴿۲۰﴾ وَ اِنَّ لَکُمۡ فِی الۡاَنۡعَامِ لَعِبۡرَۃً ؕ نُسۡقِیۡکُمۡ مِّمَّا

تیل اور کھانے والوں کے لیے سالن لے کر اگتا ہے ○ اور بیشک تمہارے لیے چوپایوں میں سمجھنے کا مقام ہے، ہم تمہیں اس میں سے پلاتے ہیں

ع ۲۲

فِیۡ بُطُوۡنِہَا وَ لَکُمۡ فِیۡہَا مَنَافِعُ کَثِیۡرَۃٌ وَّ مِنۡہَا تَاۡکُلُوۡنَ ﴿۲۱﴾ۙ وَ عَلَیۡہَا وَ عَلَی الۡفُلۡکِ تُحۡمَلُوۡنَ ﴿۲۲﴾ؑ

جو ان کے پیٹ میں ہے اور تمہارے لیے ان میں بہت فائدے ہیں اور انہی سے تم کھاتے ہو ○ اور ان پر اور کشتیوں پر تمہیں سوار کیا جاتا ہے ○

وَ لَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا نُوۡحًا اِلٰی قَوۡمِہٖ فَقَالَ یٰقَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمۡ مِّنۡ اِلٰہٍ غَیۡرُہٗ ؕ

اور بیشک ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا تو اس نے فرمایا: اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں

ٹھہرایا اور بیشک ہم اسے لے جانے پر قادر ہیں یعنی جیسے اپنی قدرت سے پانی نازل فرمایا ایسے ہی اس پر بھی قادر ہیں کہ اس کو ختم کر دیں تو بندوں کو چاہیے کہ اس نعمت کی شکر گزاری سے حفاظت کریں۔ خاص مقدار میں پانی اتارنے میں بہت حکمت ہے۔ سارا پانی اکٹھا ہی برسا دیا جاتا تو ساری دنیا ڈوب کر ہلاک ہو جاتی۔

آیت 19 فرمایا کہ جو پانی آسمان سے نازل فرمایا اس سے ہم نے تمہارے لئے کھجوروں اور انگوروں کے باغات پیدا کئے۔ تمہارے لیے ان باغوں میں کھجوروں اور انگوروں کے علاوہ مزید بہت سے پھل میوے ہیں اور سردی گرمی وغیرہ موسموں میں ان میں سے تم کھاتے اور عیش کرتے ہو۔

آیت 20 فرمایا کہ ہم نے زیتون کا درخت پیدا کیا جو طورِ سینا نامی پہاڑ سے نکلتا ہے، تیل اور کھانے والوں کے لیے سالن لے کر اگتا ہے۔ یہ اس میں عجیب صفت ہے کہ وہ تیل بھی ہے کہ تیل کے مَنافع اور فوائد اس سے حاصل کئے جاتے ہیں، روشنی کے لئے جلایا بھی جاتا ہے، دوا و غذا کے طریقے پر بھی کام میں لایا جاتا ہے۔

آیت 22،21 ان دو آیات میں اللہ تعالیٰ نے حیوانات کے مَنافع سے اپنی قدرتِ کاملہ پر اِستدلال فرمایا ہے، چنانچہ ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ بیشک تمہارے لیے چوپایوں میں سمجھنے کا مقام ہے جس کے ذریعے تم عبرت حاصل کر سکتے ہو، ہم تمہیں ان کے پیٹ میں موجود دودھ پلاتے ہیں اور وہ خوشگوار، طبیعت کے موافق لطیف غذا ہے اور تمہارے لیے ان میں اور بھی بہت سے فائدے ہیں کہ اُن کے بال، کھال اور اُون وغیرہ سے کام لیتے ہو اور انہی میں سے تم بعض چوپایوں کو ذبح کر کے ان کا گوشت بھی کھا لیتے ہو اور خشکی میں ان جانوروں پر اور دریاؤں میں کشتیوں پر تمہیں سوار کیا جاتا ہے۔

آیت 23 ارشاد فرمایا کہ بیشک ہم نے حضرت نوح علیہ السّلام کو ان کی قوم کی طرف بھیجا تو انہوں نے قوم سے فرمایا: اے میری قوم! تم

اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۲۳﴾ فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَاۤ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ

تو کیا تم ڈرتے نہیں O تو اس کی قوم کے کافرسرداروں نے کہا: یہ تو تمہارے جیسا ہی ایک آدمی ہے

يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً ۚۖ مَّا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْۤ اٰبَآئِنَا

جو چاہتا ہے کہ تم پر بڑا بن جائے اور اگر اللہ چاہتا تو وہ فرشتے اتارتا۔ ہم نے تو یہ اپنے پہلے باپ داداؤں میں نہیں

الْاَوَّلِيْنَ ۚ ﴿۲۴﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌۢ بِهٖ جِنَّةٌ فَتَرَبَّصُوْا بِهٖ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۲۵﴾ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ

سنی O یہ تو صرف ایک ایسا مرد ہے جس پر جنون (طاری) ہے تو ایک مدت تک اس کا انتظار کرلو O نوح نے عرض کی: اے میرے رب! میری مدد فرما

بِمَا كَذَّبُوْنِ ﴿۲۶﴾ فَاَوْحَيْنَاۤ اِلَيْهِ اَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا فَاِذَا جَآءَ اَمْرُنَا

کیونکہ انہوں نے مجھے جھٹلایا ہے O تو ہم نے اس کی طرف وحی بھیجی کہ ہماری نگاہ کے سامنے اور ہمارے حکم سے کشتی بنا پھر جب ہمارا حکم آئے

ایمان قبول کر کے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، کیا تم اس کے عذاب سے ڈرتے نہیں جو اس کے سوا اوروں کو پوجتے ہو۔ **اہم بات:** اللہ تعالیٰ نے ان آیات سے حضرت آدم علیہ السّلام کی تخلیق کے علاوہ پانچ واقعات بیان فرمائے ہیں: (1) حضرت نوح (2) حضرت ہود (3) قُرونِ آخرین کا قصہ (4) حضرت موسیٰ اور ہارون (5) حضرت عیسیٰ علیہم الصّلوٰۃُ والسّلام کے واقعات۔

آیت 25،24 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السّلام کی قوم کے کافر سرداروں نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا: یہ تو تمہارے جیسا ہی ایک آدمی ہے کہ کھاتا اور پیتا ہے، یہ چاہتا ہے کہ تم پر بڑا بن جائے اور تمہیں اپنا تابع بنالے اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا کہ رسول بھیجے اور مخلوق پرستی کی ممانعت فرمائے تو وہ فرشتے اتار دیتا لیکن اس نے ایسا تو نہیں کیا، نیز ہم نے تو اپنے پہلے باپ داداؤں میں یہ بات نہیں سنی کہ بشر بھی رسول ہوتا ہے۔ یہ ان کی حماقت کی انتہاء تھی کہ بشر کا رسول ہونا تو تسلیم نہ کیا جبکہ پتھروں کو خدا مان لیا۔ مزید انہوں نے حضرت نوح علیہ السّلام کے بارے میں یہ بھی کہا: یہ تو صرف ایک ایسا مرد ہے جس پر جنون طاری ہے تو ایک مدت تک انتظار کرلو یہاں تک کہ اس کا جنون دور ہو جائے، ایسا ہوا تو خیر ورنہ اس کو قتل کر ڈالیں گے۔

آیت 26 جب حضرت نوح علیہ السّلام کو ان لوگوں کے ایمان لانے اور اُن کے ہدایت پانے کی امید نہ رہی تو آپ نے عرض کی: اے میرے رب! میری مدد فرما اور اس قوم کو ہلاک کر دے کیونکہ انہوں نے مجھے جھٹلایا ہے۔

آیت 27 اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السّلام کی دعا قبول فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ تم ہماری حمایت و حفاظت میں اور ہمارے حکم سے کشتی بناؤ پھر جب ان کی ہلاکت کا ہمارا حکم آئے اور عذاب کے آثار نمودار ہوں اور تنور ابلنے لگ جائے اور اس میں سے پانی برآمد ہو تو یہ عذاب کے شروع ہونے کی علامت ہے، تو اس وقت کشتی میں ہر طرح کے جانوروں کے جوڑے میں سے نر اور مادہ اور اپنے گھر والوں یعنی اپنی مومنہ بیوی اور ایماندار اولاد یا تمام مومنین کو داخل کرلو، البتہ ان میں سے

وَ فَارَ التَّنُّوْرُ ۙ فَاسْلُكْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَ اَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ

اور تنور ابل پڑے تو کشتی میں ہر جوڑے میں سے دو اور اپنے گھر والوں کو داخل کرلو سوائے اِن میں سے اُن لوگوں کے جن پر بات پہلے طے

مِنْهُمْ ۚ وَ لَا تُخَاطِبْنِیْ فِی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ﴿۲۷﴾ فَاِذَا اسْتَوَیْتَ اَنْتَ وَ مَنْ مَّعَكَ

ہوچکی ہے اور ان ظالموں کے معاملہ میں مجھ سے بات نہ کرنا، یہ ضرور غرق کئے جانے والے ہیں○ پھر جب تم اور تمہارے ساتھ والے

عَلَی الْفُلْكِ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ نَجّٰىنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۲۸﴾ وَ قُلْ رَّبِّ اَنْزِلْنِیْ

کشتی پر ٹھیک بیٹھ جاؤ تو تم کہنا تمام تعریفیں اس اللہ کیلئے جس نے ہمیں ان ظالموں سے نجات دی○ اور عرض کرنا: اے میرے رب! مجھے

مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ ﴿۲۹﴾ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ وَّ اِنْ كُنَّا لَمُبْتَلِیْنَ ﴿۳۰﴾

برکت والی جگہ اتار دے اور تو سب سے بہتر اتارنے والا ہے○ بیشک اس میں ضرور نشانیاں ہیں اور بیشک ہم ضرور آزمانے والے تھے○

ان لوگوں کو سوار نہ کرنا جن پر بات پہلے طے ہوچکی ہے اور کلامِ اَزلی میں ان پر عذاب اور ہلاکت مُعَیَّن ہوچکی ہے۔ ان ظالموں کے معاملہ میں مجھ سے بات نہ کرنا اور اُن کے لئے نجات طلب کرنا نہ دعا فرمانا، یہ ضرور غرق کئے جانے والے ہیں۔ **اہم بات:** ان لوگوں سے مراد حضرت نوح علیہ السّلام کا کنعان نامی ایک بیٹا اور ایک بیوی ہیں کہ یہ دونوں کافر تھے، چنانچہ حضرت نوح علیہ السّلام نے اپنے تین فرزندوں سام، حام، یافث اور اُن کی بیویوں کو اور دوسرے مؤمنین کو سوار کیا، کل لوگ جو کشتی میں تھے اُن کی تعداد ایک قول کے مطابق 80 تھی نصف مرد اور نصف عورتیں۔

آیت 28 فرمایا کہ اے نوح! جب تم اور تمہارے ساتھ والے کشتی پر ٹھیک بیٹھ جاؤ تو اس وقت تم کہنا: تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے ہمیں کفر کرکے اپنی جانوں پر ظلم کرنے والوں سے نجات دی۔ **اہم بات:** حمد وثنا کا حکم حضرت نوح علیہ السّلام کو دیا گیا جبکہ امت نے اس کی پیروی کرنی تھی تو یوں سب ہی نے حمد کرنی تھی۔

آیت 29 یعنی کشتی سے اُترتے وقت یا اس میں سوار ہوتے وقت عرض کرنا کہ: اے میرے رب! مجھے برکت والی جگہ اتار دے اور تو سب سے بہتر اتارنے والا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) کشتی میں سوار ہوتے وقت کی برکت عذاب سے نجات ہے اور کشتی سے اترتے وقت کی برکت نسل کی کثرت اور پے در پے بھلائیوں کا ملنا ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے ایسی برکت والی جگہ کی دعا مانگنی چاہئے جس میں بندے کے لئے دین و دنیا دونوں کی برکتیں ہوں۔

آیت 30 فرمایا کہ حضرت نوح علیہ السّلام کے واقعے میں اور اس میں جو دشمنانِ حق کے ساتھ کیا گیا ضرور نشانیاں، عبرتیں، نصیحتیں اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کے دلائل ہیں اور بیشک ہم حضرت نوح علیہ السّلام کو اس قوم میں بھیج کر اور ان کو وعظ و نصیحت پر مامور فرما کر انہیں ضرور آزمانے والے تھے تاکہ ظاہر ہوجائے کہ عذاب نازل ہونے سے پہلے کون نصیحت قبول کرتا اور تصدیق و اطاعت کرتا ہے اور کون نافرمان تکذیب و مخالفت پر ڈٹا رہتا ہے۔

ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ ﴿۳۱﴾ فَاَرْسَلْنَا فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ

پھر ان کے بعد ہم نے ایک دوسری قوم پیدا کی ○ تو ہم نے ان میں ایک رسول انہیں میں سے بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو،

ع ۲/۲ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۳۲﴾ ع وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا

اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں تو کیا تم ڈرتے نہیں؟○ اور اس کی قوم کے وہ سردار بولے جنھوں نے کفر کیا اور آخرت کی

بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ وَاَتْرَفْنٰهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ

ملاقات کو جھٹلایا اور ہم نے انہیں دنیا کی زندگی میں خوشحالی عطا فرمائی (بولے:) یہ تو تمہارے جیسا ہی ایک آدمی ہے، جو تم کھاتے ہو اسی میں سے

مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۳۴﴾

یہ کھاتا ہے اور جو تم پیتے ہو اسی میں سے یہ پیتا ہے ○ اور اگر تم کسی اپنے جیسے آدمی کی اطاعت کروگے جب تو تم ضرور خسارہ پانے والے ہوگے ○

آیت 31 فرمایا کہ حضرت نوح علیہ السّلام کی قوم پر عذاب نازل کرنے اور اس کی ہلاکت کے بعد ہم نے پھر ایک دوسری قوم پیدا کی۔

اہم بات: اس قوم سے مراد حضرت ہود علیہ السّلام کی قوم عاد ہے۔

آیت 32 ہم نے قومِ عاد میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا، جن کا نام حضرت ہود علیہ السّلام ہے اور اُن کی معرفت اُس قوم کو حکم دیا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں تو کیا تم اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے نہیں؟ تاکہ شرک چھوڑ کر ایمان قبول کرلو۔

آیت 33، 34 یہاں سے حضرت ہود علیہ السّلام کی قوم کے کافر سرداروں کے شبہات بیان کئے گئے ہیں، چنانچہ ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ہود علیہ السّلام کی دعوت سن کر ان کی قوم کے وہ سردار جنہوں نے کفر کیا اور آخرت کی ملاقات اور وہاں کے ثواب و عذاب وغیرہ کو جھٹلایا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں عیش کی وسعت اور دنیا کی نعمت عطا فرمائی تھی، یہ اپنے نبی علیہ السّلام کے بارے میں اپنی قوم کے لوگوں سے کہنے لگے: یہ تو تمہارے جیسے ہی ایک آدمی ہیں، جو تم کھاتے ہو اسی میں سے یہ کھاتا ہے اور جو تم پیتے ہو اسی میں سے یہ پیتا ہے۔ یعنی اگر یہ نبی ہوتے تو فرشتوں کی طرح کھانے پینے سے پاک ہوتے۔ ان باطن کے اندھوں نے کمالاتِ نبوت کو نہ دیکھا اور کھانے پینے کے اوصاف دیکھ کر نبی کو اپنی طرح بشر کہنے لگے۔ اسی سے انہوں نے یہ نتیجہ نکال کر کہا کہ اگر تم کسی اپنے جیسے آدمی کی بات مان کر اس کی اطاعت کروگے جب تو تم اپنے آپ کو ذلت میں ڈال کر ضرور خسارہ پانے والے ہوگے۔ **اہم باتیں:** (1) ہمیشہ مالدار، سردار، دنیوی عزت والے زیادہ تر لوگ انبیاءِ کرام علیہمُ السّلام کے مخالف ہوئے۔ غُرباء و مَساکین زیادہ مومن ہوئے، اب بھی یہی دیکھا جاتا ہے کہ عموماً غریب لوگ ہی دینی کام زیادہ کرتے ہیں۔ (2) نبی کو اپنے جیسا بشر کہنا اور ان کے ظاہری کھانے پینے کو دیکھنا، باطنی اَسرار کو نہ دیکھنا، ہمیشہ سے کفار کا کام رہا ہے۔ پہلی بار شیطان نے نبی کو بشر کہا، پھر ہمیشہ کفار نے ایسا کہا۔

اَیَعِدُکُمۡ اَنَّکُمۡ اِذَا مِتُّمۡ وَ کُنۡتُمۡ تُرَابًا وَّ عِظَامًا اَنَّکُمۡ مُّخۡرَجُوۡنَ ﴿۳۵﴾ هَیۡهَاتَ هَیۡهَاتَ

کیا تمہیں یہ وعدہ دیتا ہے کہ تم جب مر جاؤ گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جاؤ گے کہ (اس کے بعد پھر) تم نکالے جاؤ گے ○ جو وعدہ تم سے کیا جا رہا ہے

لِمَا تُوۡعَدُوۡنَ ﴿۳۶﴾ اِنۡ هِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنۡیَا نَمُوۡتُ وَ نَحۡیَا وَ مَا نَحۡنُ بِمَبۡعُوۡثِیۡنَ ﴿۳۷﴾

وہ بہت دور ہے وہ بہت دور ہے ○ زندگی تو صرف ہماری دنیا کی زندگی ہے، ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہم اٹھائے جانے والے نہیں ہیں ○

اِنۡ هُوَ اِلَّا رَجُلُ ۨافۡتَرٰی عَلَی اللّٰهِ کَذِبًا وَّ مَا نَحۡنُ لَهٗ بِمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۳۸﴾ قَالَ رَبِّ

یہ تو صرف ایک ایسا مرد ہے جس نے اللہ پر جھوٹ باندھا ہے اور ہم اس کا یقین کرنے والے نہیں ہیں ○ عرض کی: اے میرے رب!

انۡصُرۡنِیۡ بِمَا کَذَّبُوۡنِ ﴿۳۹﴾ قَالَ عَمَّا قَلِیۡلٍ لَّیُصۡبِحُنَّ نٰدِمِیۡنَ ﴿۴۰﴾ فَاَخَذَتۡهُمُ

میری مدد فرما کیونکہ انہوں نے مجھے جھٹلایا ہے ○ اللہ نے فرمایا: تھوڑی دیر میں یہ پچھتانے والے ہو جائیں گے ○ تو سچی چنگھاڑ نے

آیت 35-38 ان چار آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ہود علیہ السّلام کی قوم کے کافر سرداروں نے حشر کے صحیح ہونے پر اعتراض کرتے ہوئے کہا: کیا تمہیں یہ کہا جاتا ہے کہ جب تم مر جاؤ گے اور تمہارا گوشت پوست سب مٹی ہو جائے گا اور ہڈیاں باقی رہ جائیں گی، اس کے بعد پھر تم قبروں سے زندہ نکالے جاؤ گے؟ انہوں نے صرف اتنی بات کہنے کو کافی نہ سمجھا بلکہ مرنے کے بعد زندہ کئے جانے کو بہت بعید جانا اور کہا: قبروں سے نکالے جانے کا جو وعدہ تم سے کیا جا رہا ہے وہ بہت دور ہے، وہ بہت دور ہے۔ اُن سرداروں نے مرنے کے بعد زندہ ہونے کو بہت بعید جانا اور سمجھا کہ ایسا کبھی ہونے والا ہی نہیں اور اسی باطل خیال کی بنا پر کہنے لگے کہ زندگی تو صرف ہماری دنیا کی زندگی ہے۔ اس سے ان کا مطلب یہ تھا کہ اس دُنیوی زندگی کے سوا اور کوئی زندگی نہیں صرف اتنا ہی ہے، ہم مرتے جیتے ہیں کہ ہم میں کوئی مر جاتا اور کوئی پیدا ہوتا ہے اور ہم مرنے کے بعد اٹھائے جانے والے نہیں ہیں۔ یہی بات فی زمانہ دہریے کہتے ہیں۔ پھر کافر سرداروں نے حضرت ہود علیہ السّلام کے بارے میں کہا کہ وہ تو صرف ایک ایسا مرد ہے جس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا ہے کہ اپنے آپ کو اس کا نبی بتایا اور مرنے کے بعد زندہ کئے جانے کی خبر دی اور ہم اس کی بات کا یقین کرنے والے نہیں ہیں۔

آیت 39 جب حضرت ہود علیہ السّلام کو اُن کے ایمان لانے کی امید نہ رہی تو اُن کے خلاف دعا کی: اے میرے رب! میری مدد فرما اور انہیں ہلاک کر دے کیونکہ انہوں نے مجھے جھٹلایا ہے اور وہ اسی پر قائم ہیں۔

آیت 40 حضرت ہود علیہ السّلام کی دعا قبول ہوئی اور فرمایا گیا: یہ لوگ تھوڑی دیر میں جب اللہ تعالیٰ کا عذاب دیکھیں گے تو یہ اپنے کفر اور تکذیب پر پچھتانے والے ہو جائیں گے۔

آیت 41 حضرت ہود علیہ السّلام کی قوم کے لوگ عذاب اور ہلاکت میں گرفتار کئے گئے اور وہ ہلاک ہو کر گھاس کوڑے کی طرح ہو گئے تو انبیاءِ کرام علیہم السّلام کی تکذیب کرنے والے ظالم لوگوں کے لئے خدا کی رحمت سے دوری ہے۔

الصَّيْحَةُ بِالْحَقِّ فَجَعَلْنٰهُمْ غُثَآءً ۚ فَبُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۱﴾ ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ

انہیں پکڑ لیا تو ہم نے انہیں سوکھی گھاس کوڑا بنادیا تو ظالم لوگوں کیلئے دوری ہو○ پھر ان کے بعد ہم نے دوسری بہت سی

قُرُوْنًا اٰخَرِيْنَ ﴿۴۲﴾ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ﴿۴۳﴾ ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا ؕ

قومیں پیدا کیں○ کوئی امت اپنی مدت سے نہ پہلے جاتی ہے اور نہ وہ پیچھے رہتے ہیں○ پھر ہم نے لگاتار اپنے رسول بھیجے۔

كُلَّمَا جَآءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا كَذَّبُوْهُ فَاَتْبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا وَّجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ ۚ فَبُعْدًا

جب کبھی کسی امت کے پاس اس کا رسول آیا توانہوں نے اسے جھٹلایا تو ہم نے ایک کو دوسرے سے ملادیا اور انہیں داستانیں بناڈالا تو

لِّقَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۴۴﴾ ثُمَّ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى وَاَخَاهُ هٰرُوْنَ ۙ بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۙ﴿۴۵﴾

ایمان نہ لانے والے دور ہوں○ پھر ہم نے موسیٰ اور اس کے بھائی ہارون کو اپنی آیتوں اور روشن دلیل کے ساتھ بھیجا○

اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا عَالِيْنَ ۚ﴿۴۶﴾ فَقَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ

فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف توانہوں نے تکبر کیا اور وہ غلبہ پائے ہوئے لوگ تھے○ تو کہنے لگے: کیا ہم اپنے جیسے دو آدمیوں پر

آیت 42 فرمایا کہ قومِ عاد کی ہلاکت کے بعد ہم نے دوسری بہت سی قومیں جیسے حضرت صالح علیہ السّلام کی قوم، حضرت لوط علیہ السّلام کی قوم اور حضرت شعیب علیہ السّلام کی قوم وغیرہ پیدا کیں تاکہ لوگوں پر ہماری قدرت ظاہر ہو اور ہر امت جان لے کہ ہم ان سے بے نیاز ہیں، اگر وہ انبیاءِ کرام علیہمُ السّلام کی دعوت قبول کرتے ہیں اور ان کی اطاعت کرتے ہیں تو اس کا انہیں ہی فائدہ ہوگا۔

آیت 43 ارشاد فرمایا کہ کوئی امت اپنی مدت سے نہ پہلے جاتی ہے اور نہ وہ لوگ اس مدت سے پیچھے رہتے ہیں، جس امت کے لئے ہلاک ہونے کا جو وقت مقرر ہے وہ ٹھیک اسی وقت ہلاک ہوگی اس میں کچھ بھی تقدیم و تاخیر نہیں ہو سکتی۔

آیت 44 آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح ہم نے ایک کے بعد دوسری قوم کو پیدا کیا اسی حساب سے ہم نے ان میں لگاتار اپنے رسول بھیجے اور جب کبھی کسی امت کے پاس اس کا رسول آیا توانہوں نے پہلوں کی طرح اسے جھٹلایا اور اس کی ہدایت کو نہ مانا اور اس پر ایمان نہ لائے تو ہم نے انہیں ہلاک کر کے ایک کو دوسرے سے ملادیا اور بعد والوں کو پہلوں کی طرح ہلاک کر دیا اور انہیں داستانیں بناڈالا کہ بعد والے افسانے کی طرح ان کا حال بیان کیا کریں اور ان کے عذاب اور ہلاکت کا بیان عبرت کا سبب ہو تو ایمان نہ لانے والے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہوں۔

آیت 45،46 یہاں سے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کا واقعہ بیان کیا جارہا ہے، چنانچہ ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اس سے پہلی آیت میں جن رسولوں علیہمُ السّلام کا ذکر ہوا ان کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام اور ان کے بھائی حضرت ہارون علیہ السّلام کو اپنی آیتوں اور روشن دلیل جیسے عصا اور روشن ہاتھ وغیرہ معجزات کے ساتھ فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف بھیجا تو فرعون اور اس کے درباریوں نے غرور کیا اور اپنے تکبر کے باعث ایمان نہ لائے اور وہ بنی اسرائیل پر اپنے ظلم و ستم سے غلبہ پائے ہوئے لوگ تھے۔

آیت 47،48 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جب حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السّلام نے اُنہیں ایمان کی دعوت دی تو کہنے

لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوْنَ ﴿۴۷﴾ فَكَذَّبُوْهُمَا فَكَانُوْا مِنَ الْمُهْلَكِيْنَ ﴿۴۸﴾ وَلَقَدْ

ایمان لے آئیں حالانکہ ان کی قوم ہماری اطاعت گزار ہے ○ تو انہوں نے ان دونوں کو جھٹلایا تو ہلاک کئے جانے والوں میں سے ہو گئے ○ اور بیشک

اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗۤ اٰيَةً وَّاٰوَيْنٰهُمَاۤ

ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا فرمائی تاکہ (بنی اسرائیل) ہدایت پا جائیں ○ اور ہم نے مریم اور اس کے بیٹے کو نشانی بنا دیا اور انہیں ایک بلند،

اِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيْنٍ ﴿۵۰﴾ ع ۳ ۱۸ يٰۤاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ط

رہائش کے قابل اور آنکھوں کے سامنے بہتے پانی والی سرزمین میں ٹھکانہ دیا ○ اے رسولو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور اچھا کام کرو،

لگے: کیا ہم اپنے جیسے دو آدمیوں یعنی حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السّلام پر ایمان لے آئیں حالانکہ ان کی قوم بنی اسرائیل ہمارے زیرِ فرمان ہے، تو یہ کیسے گوارا ہو کہ اسی قوم کے دو آدمیوں پر ایمان لا کر اُن کے اطاعت گزار بن جائیں۔ پس یہ لوگ اپنی تکذیب پر قائم رہے یہاں تک کہ دریا میں غرق ہو کر ہلاک کئے جانے والوں میں سے ہو گئے۔

آیت 49 ارشاد فرمایا کہ ہم نے فرعون اور اس کی قوم کی ہلاکت کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو کتاب یعنی تورات شریف عطا فرمائی تاکہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی قوم بنی اسرائیل اس کے احکامات پر عمل کر کے سیدھے راستے کی ہدایت پا جائیں۔

آیت 50 ارشاد فرمایا کہ ہم نے حضرت مریم رضی اللہ عنہا اور ان کے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو اپنی قدرت کی نشانی بنا دیا۔ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا نشانی ہونا اس طور پر ہے کہ انہیں کسی مرد نے نہ چھوا لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان کے پیٹ میں حمل پیدا فرما دیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کا نشانی ہونا اس طور پر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بغیر باپ کے پیدا فرمایا، جھولے میں کلام کرنے کی طاقت دی اور ان کے دستِ اقدس سے پیدائشی اندھوں اور کوڑھ کے مریضوں کو شفا دی اور مُردوں کو زندہ فرمایا۔ مزید ارشاد فرمایا کہ ہم نے انہیں ایک بلند، ہموار، کشادہ اور پھلوں والی جگہ دی جو اِن چیزوں کی وجہ سے رہائش کے قابل تھی نیز وہاں آنکھوں کے سامنے پانی بہہ رہا تھا جو خوبصورتی کی علامت بھی ہے اور قابلِ رہائش ہونے کی بھی۔ ایک قول کے مطابق اس سرزمین سے مراد بیتُ المقدس ہے اور بعض مفسرین کے نزدیک اس سے دمشق یا فلسطین کی سرزمین مراد ہے۔

آیت 51 یہ حکم تمام رسولوں کو تھا البتہ بطورِ ندا مُخاطب کئے جانے کے اعتبار سے بعض مفسرین کے نزدیک اس آیت میں رسولوں سے مراد تمام رسول ہیں اور ہر ایک رسول کو اُن کے زمانے میں یہ ندا فرمائی گئی۔ ایک قول یہ ہے کہ رسولوں سے مراد خاص سرکارِ دوعالَم صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہیں۔ پاکیزہ چیزوں سے مراد حلال چیزیں اور اچھے کام سے مراد شریعت کے اَحکام پر اِستقامت کے ساتھ عمل کرنا ہے۔

درس: اس آیت سے معلوم ہوا رزقِ حلال کھانا اور رزقِ حرام سے بچنا نہایت ہی اہم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے معصوم نبیوں کو بھی اسی کا حکم دیا، نیز شریعت پر عمل اور عبادت کی اہمیت بھی واضح ہوئی کہ انبیاءِ کرام علیہم السّلام کو اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم دیا۔ لہٰذا کوئی شخص خواہ وہ کسی درجہ کا ہو وہ شریعت اور عبادت سے مستغنی نہیں ہو سکتا۔ اس سے ان لوگوں کو عبرت و نصیحت حاصل کرنے کی بہت ضرورت ہے جو فقیروں کا لبادہ اوڑھ کر یہ دعوے کرتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قرب کے اس مقام پر پہنچ چکے ہیں کہ اب ہم پر کوئی عبادت فرض نہیں رہی۔

اِنِّیۡ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ عَلِیۡمٌ ؕ﴿۵۱﴾ وَ اِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمۡ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّ اَنَا رَبُّكُمۡ فَاتَّقُوۡنِ ﴿۵۲﴾

بیشک میں تمہارے کاموں کو جانتا ہوں ○ اور بیشک یہ تمہارا دین ایک ہی دین ہے اور میں تمہارا رب ہوں تو مجھ سے ڈرو ○

فَتَقَطَّعُوۡۤا اَمۡرَهُمۡ بَیۡنَهُمۡ زُبُرًا ؕ كُلُّ حِزۡبٍۭ بِمَا لَدَیۡهِمۡ فَرِحُوۡنَ ﴿۵۳﴾ فَذَرۡهُمۡ فِیۡ غَمۡرَتِهِمۡ

تو ان کی امتوں نے اپنے دین کو آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کرلیا، ہر گروہ اس پر خوش ہے جو اس کے پاس ہے ○ تو تم انہیں ایک مدت تک

حَتّٰی حِیۡنٍ ﴿۵۴﴾ اَیَحۡسَبُوۡنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمۡ بِهٖ مِنۡ مَّالٍ وَّ بَنِیۡنَ ﴿ۙ۵۵﴾ نُسَارِعُ لَهُمۡ

ان کی گمراہی میں چھوڑ دو ○ کیا یہ خیال کررہے ہیں کہ وہ جو ہم مال اور بیٹوں کے ساتھ ان کی مدد کررہے ہیں ○ تو یہ ہم ان کیلئے بھلائیوں میں

آیت 52 اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اے لوگو! تم جس دین پر ہو یعنی دینِ اسلام، یہ ایک ہی دین ہے، اسی دین پر تمام انبیاءِ کرام علیہم السّلام اور ان پر ایمان لانے والے تھے۔ مراد یہ ہے کہ اصولی عقائد میں کسی کا اختلاف نہیں، اس اعتبار سے سب متفق ہیں، البتہ ان کی شریعتوں میں فروعی احکام اور عبادت کے طریقوں میں جو اختلاف ہے اسے دین میں اختلاف نہیں کہا جاتا۔ مزید فرمایا کہ صرف میں ہی تمہارا رب ہوں اور ربوبیت میں میرا کوئی شریک ہے ہی نہیں لہٰذا گناہ و نافرمانی اور دیگر تمام امور میں مجھ سے ڈرو۔

آیت 53 فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا دین ایک ہی ہے البتہ لوگوں نے اس کے ٹکڑے کردیئے کہ بت پرستی، ستارہ پرستی، آتش پرستی بھی شروع کردی یا یہ مراد ہے کہ ان انبیاءِ کرام علیہم السّلام کی امتوں نے اپنے دین کو آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کرلیا جیسے یہودیوں، عیسائیوں میں فرقے بن گئے یا یوں ہوا کہ یہودیوں نے صرف اپنے دین کو مانا اور عیسائیوں نے صرف اپنے دین کو صحیح قرار دیا تو معنی یہ ہوا کہ ہر قوم نے ایک کتاب کو مضبوطی سے تھام لیا، صرف اسی پر ایمان لائے اور دیگر کتابوں کا انکار کردیا۔ ہر گروہ اس پر خوش ہے جو اس کے پاس ہے اور اپنے ہی آپ کو حق پر جانتا ہے اور دوسروں کو باطل پر سمجھتا ہے۔ اس طرح اُن کے درمیان دینی اختلافات ہیں۔ **اہم بات:** امتیں یوں بھی ٹکڑوں میں بٹیں کہ فرقوں میں بٹ گئیں اور اپنے دین کی اپنی اپنی تشریحات بنالیں جیسے یہودیوں اور عیسائیوں میں ہوا کہ بیسیوں فرقوں میں بٹ گئے۔ دین کی یہ تفریق بھی حرام ہے۔ افسوس کہ دینِ اسلام میں بھی مذہبِ حق سے ہٹنے والے بہت سے فرقے بن گئے جن میں ایک ہی حق ہے جو صحابہ اور سنت کی پیروی کرنے والا ہے اور اسی کو اہلِ سنت و جماعت کہتے ہیں۔ ارشاد فرمایا: ”خبردار ہو جاؤ! تم سے پہلے اہلِ کتاب بہتر فرقوں میں بٹ گئے تھے اور عنقریب یہ امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی، بہتر فرقے تو جہنم میں جائیں گے اور ایک ہی فرقہ جنت میں جائے گا اور وہ سب سے بڑی جماعت ہے۔“

آیت 54 اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! آپ ان کفارِ مکہ کو ان کے کفر و گمراہی اور ان کی جہالت و غفلت میں ان کی موت کے وقت تک چھوڑ دیں اور ان پر جلد عذاب نازل کرنے کا مطالبہ نہ فرمائیں۔

آیت 55،56 ان دو آیات میں کفارِ مکہ کے بارے میں فرمایا گیا: کیا وہ یہ خیال کررہے ہیں کہ ہم جو مال اور بیٹوں کے ساتھ ان کی مدد کررہے ہیں تو یہ ہم ان کیلئے بھلائیوں میں جلدی کررہے ہیں اور ہماری یہ نعمتیں ان کے اعمال کی جزاء ہیں یا ہمارے راضی ہونے کی دلیل ہیں؟ ایسا ہر گز نہیں، بلکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ انہیں خبر ہی نہیں کہ ہم انہیں مہلت دے رہے ہیں۔ **اہم بات:** کفار کے پاس مال اور اولاد کی

فِی الْخَیْرٰتِ بَلْ لَّا یَشْعُرُوْنَ ﴿۵۶﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ هُمْ مِّنْ خَشْیَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَ الَّذِیْنَ

جلدی کر رہے ہیں؟ بلکہ انہیں خبر نہیں ○ بیشک وہ جو اپنے رب کے ڈر سے خوفزدہ ہیں ○ اور وہ جو

هُمْ بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ یُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۸﴾ وَ الَّذِیْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا یُشْرِكُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَ الَّذِیْنَ یُؤْتُوْنَ

اپنے رب کی آیتوں پر ایمان لاتے ہیں ○ اور وہ جو اپنے رب کے ساتھ (کسی کو) شریک نہیں کرتے ○ اور وہ جنہوں نے جو کچھ دیا

مَاۤ اٰتَوْا وَّ قُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ ﴿۶۰﴾ اُولٰٓىٕكَ یُسٰرِعُوْنَ فِی الْخَیْرٰتِ

وہ اس حال میں دیتے ہیں کہ ان کے دل اس بات سے ڈر رہے ہیں کہ وہ اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں ○ یہ لوگ بھلائیوں میں جلدی کرتے ہیں

کثرت اللہ تعالیٰ کے ان سے راضی ہونے کی دلیل نہیں بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں ڈھیل ہے۔ فی زمانہ کفار کی دُنْیَوی علوم وفنون میں ترقی اور مال و دولت کی بہتات دیکھ کر بعض حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہے جبھی تو وہ اس قدر ترقی یافتہ ہیں۔ اگر انہوں نے قرآن پاک کو سمجھ کر پڑھا ہوتا تو شاید ایسی باتیں ان کی زبان پر کبھی نہ آتیں۔

آیت 57-59 ان تین آیات میں ایمان والوں کے اَوصاف بیان فرمائے ہیں۔ **ایک وصف یہ ہے** کہ وہ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے عذاب سے خوفزدہ ہیں۔ **دوسرا وصف یہ ہے** کہ وہ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی آیتوں پر ایمان لاتے اور اس کی تمام کتابوں کو مانتے ہیں۔ **تیسرا وصف یہ ہے** کہ وہ عرب کے مشرکوں کی طرح اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ کسی اور کو شریک نہیں کرتے۔ **درس:** حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مومن نیکی کرنے کے باوجود اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے جبکہ منافق گناہ کرنے کے باوجود بے خوف رہتا ہے۔ (خازن 3/327)

آیت 60 اس آیت میں ایمان والوں کا چوتھا وصف بیان فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جو کچھ زکوٰۃ و صدقات دیتے ہیں یا جو نیک اعمال بجالاتے ہیں، اس وقت ان کا حال یہ ہوتا ہے کہ ان کے دل اس بات سے ڈر رہے ہوتے ہیں کہ کہیں ان کے اعمال رد ہی نہ کر دیئے جائیں، کیونکہ انہیں یقین ہے کہ وہ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے دریافت کیا: کیا اس آیت میں ان لوگوں کا بیان ہے جو شرابیں پیتے اور چوری کرتے ہیں؟ ارشاد فرمایا: اے صدیق کی بیٹی! ایسا نہیں، اس آیت میں اُن لوگوں کا بیان ہے جو روزے رکھتے، نمازیں پڑھتے، صدقے دیتے ہیں اور ڈرتے رہتے ہیں کہ کہیں یہ اعمال نامقبول نہ ہو جائیں۔ (ترمذی، حدیث: 3186) (2) اس آیت و حدیث سے معلوم ہوا کہ نیکی کرنا اور ڈرنا، کمالِ ایمان کی علامت ہے۔

آیت 61 اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جن لوگوں کے اَوصاف سابقہ آیات میں بیان ہوئے وہ بہت رغبت اور اہتمام کے ساتھ نیک اعمال کرتے اور ان میں اس لئے جلدی کرتے ہیں کہ کہیں ان کا وقت ختم نہ ہو جائے اور اس نیک عمل کی ادائیگی میں کوئی کوتاہی واقع نہ ہو جائے اور وہ نیک اعمال کرنے میں دوسروں پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے ہیں۔ مفسرین نے آیت کے اس حصے "وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ" کے یہ معنی بھی بیان کئے ہیں کہ وہ اپنی نیکیوں کے اجر میں سبقت کرنے والے ہیں یعنی انہیں ان کے نیک اعمال کا اجر آخرت سے پہلے دنیا میں بھی مل جاتا ہے یا وہ نیکیوں کی وجہ سے جنتوں کی طرف سبقت کرنے والے ہیں۔

وَ هُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ ﴿٦١﴾ وَ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا وَ لَدَیْنَا كِتٰبٌ یَّنْطِقُ

اور یہی بھلائیوں کی طرف سبقت لے جانے والے ہیں ○ اور ہم کسی جان پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں رکھتے اور ہمارے پاس ایک کتاب ہے جو

بِالْحَقِّ وَ هُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ﴿٦٢﴾ بَلْ قُلُوْبُهُمْ فِیْ غَمْرَةٍ مِّنْ هٰذَا وَ لَهُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ

حق بیان کرتی ہے اور ان پر ظلم نہ ہوگا ○ بلکہ کافروں کے دل اس قرآن سے غفلت میں ہیں اور کافروں کے کام ان اعمال کے علاوہ ہیں

هُمْ لَهَا عٰمِلُوْنَ ﴿٦٣﴾ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَخَذْنَا مُتْرَفِیْهِمْ بِالْعَذَابِ اِذَا هُمْ یَجْــٴَـرُوْنَ ﴿٦٤﴾ لَا تَجْــٴَـرُوا

جنہیں یہ کررہے ہیں ○ یہاں تک کہ جب ہم نے ان کے خوشحال لوگوں کو عذاب میں پکڑا تو جبھی وہ فریاد کرنے لگے ○ آج فریاد

الْیَوْمَ قف اِنَّكُمْ مِّنَّا لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿٦٥﴾ قَدْ كَانَتْ اٰیٰتِیْ تُتْلٰى عَلَیْكُمْ فَكُنْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ

نہ کرو، بیشک ہماری طرف سے تمہاری مدد نہیں کی جائے گی ○ بیشک میری آیات کی تمہارے سامنے تلاوت کی جاتی تھی تو تم اپنی ایڑیوں کے بل

آیت 62 سابقہ آیت میں نیک لوگوں کے جو اوصاف بیان ہوئے یہ ان کی طاقت اور وسعت سے باہر نہیں، یونہی ہر وہ چیز جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر لازم فرمائی ہے وہ ان کی طاقت سے زیادہ نہیں ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل و احسان ہے کہ وہ اپنے بندوں پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا، ورنہ اس کی شان تو یہ ہے کہ وہ جو چاہے کرے، اس بارے میں کسی کو سوال کرنے کی مجال نہیں۔ مزید فرمایا کہ ہمارے پاس ایک کتاب ہے جو حق ہی بیان کرتی ہے، اس میں ہر شخص کا عمل لکھا ہوا ہے، اور وہ لوحِ محفوظ ہے اور عمل کرنے والوں پر کوئی ظلم نہ ہوگا، نہ کسی کی نیکی گھٹائی جائے گی اور نہ بدی بڑھائی جائے گی۔

آیت 63 اس آیت کا ایک معنی یہ ہے کہ کافروں کے دل اس قرآن شریف سے غفلت میں ہیں اور اِن کافروں کے خبیث کام جنہیں یہ کررہے ہیں ان کاموں کے خلاف ہیں جو مذکورہ بالا آیات میں ایمان والوں کے ذکر کئے گئے۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ کافروں کے دل اس قرآن سے غفلت میں ہیں اور وہ اس عظیم غفلت کے علاوہ اور بھی بہت سے خبیث کام کررہے ہیں۔

آیت 64 اس آیت میں اعمالِ کفار کا انجام بیان کیا گیا کہ کفار اپنے اعمال پر ہی قائم رہے یہاں تک کہ جب ہم نے ان کے خوشحال لوگوں کو عذاب میں پکڑا اور وہ بدر کے دن تلواروں سے قتل کئے گئے تو جبھی وہ فریاد کرنے لگے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس عذاب سے مراد فاقوں اور بھوک کی وہ مصیبت ہے جو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی دعا سے ان پر مسلط کی گئی تھی اور اس قحط کی وجہ سے ان کی حالت یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ وہ کتے اور مردار تک کھا گئے تھے۔

آیت 65-67 ان تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ کفار کی فریاد کے جواب میں ان سے کہا گیا: آج فریاد نہ کرو، اس سے تمہیں کوئی فائدہ نہ ہوگا کیونکہ بیشک ہماری طرف سے تمہاری مدد نہیں کی جائے گی۔ (اس کی وجہ یہ ہے کہ) بیشک قرآن مجید کی آیات تمہارے سامنے تلاوت کی جاتی تھیں، لیکن تم اپنی ایڑیوں کے بل پلٹ جاتے اور ان آیات پر ایمان نہ لاتے تھے اور تمہارا حال یہ تھا کہ تم خانہ کعبہ کی خدمت پر یہ کہتے ہوئے ڈینگیں مارتے تھے کہ ہم حرم والے ہیں اور بَیْتُ اللہ کے ہمسائے ہیں، ہم پر کوئی غالب نہ ہوگا، ہمیں کسی کا خوف نہیں اور کعبہ معظمہ کے گرد جمع ہو کر الٹی سیدھی باتیں ہانکتے ہوئے رات کو وہاں بیہودہ باتیں کرتے تھے اور اُن

تَنْكِصُوْنَ ﴿٦٦﴾ مُسْتَكْبِرِيْنَ ۖ بِهٖ سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ ﴿٦٧﴾ اَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ

الٹے پلٹتے تھے۔ خانہ کعبہ کی خدمت پر ڈینگیں مارتے، رات کو الٹی سیدھی باتیں ہانکتے، (حق کو) چھوڑتے ہوئے۔ کیا اُنہوں نے قرآن میں غور وفکر نہیں کیا؟

اَمْ جَآءَهُمْ مَّا لَمْ يَاْتِ اٰبَآءَهُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٦٨﴾ اَمْ لَمْ يَعْرِفُوْا رَسُوْلَهُمْ فَهُمْ لَهٗ

یا کیا اُن کے پاس وہ آیا جو اُن کے باپ دادا کے پاس نہ آیا تھا؟ یا کیا اُنہوں نے اپنے رسول کو پہچانا نہیں ہے؟ تو وہ اس کا

مُنْكِرُوْنَ ﴿٦٩﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ ؕ بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ وَاَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ

انکار کر رہے ہیں۔ یا وہ کہتے ہیں کہ اس رسول پر جنون طاری ہے بلکہ وہ تو ان کے پاس حق کے ساتھ تشریف لائے ہیں اور ان کافروں میں اکثر حق کو

كٰرِهُوْنَ ﴿٧٠﴾ وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ؕ

ناپسند کرنے والے ہیں۔ اور اگر حق ان کی خواہشوں کی پیروی کرتا تو ضرور آسمان اور زمین اور جو کوئی ان میں ہیں سب تباہ ہو جاتے

باتوں میں اکثر قرآن پاک پر طعن کرنا، اسے جادو اور شعر کہنا، اور سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی شان میں بے جا باتیں کہنا ہوتا تھا اور تم نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم، مومنوں اور قرآن کریم کو چھوڑے ہوئے تھے۔

آیت 68 اس آیت سے اللہ تعالیٰ نے حق کی پیروی سے اعراض کرنے کے سبب کفارِ مکہ کو ڈانٹتے ہوئے فرمایا: کیا انہوں نے قرآن میں غور نہیں کیا اور اس کے اعجاز پر نظر نہیں ڈالی جس سے اُنہیں معلوم ہو جاتا کہ یہ کلام حق ہے، اس کی تصدیق لازم ہے اور کیا اُن کے پاس وہ چیز آئی ہے جو اُن کے باپ دادا کے پاس نہ آئی تھی۔ یعنی رسول کا تشریف لانا ایسی نرالی بات نہیں ہے جو کبھی پہلے زمانے میں ہوئی ہی نہ ہو۔ تمہارے پاس یہ عذر کرنے کا موقع بھی نہیں ہے کیونکہ پہلی امتوں میں رسول آچکے ہیں اور خدا کی کتابیں نازل ہو چکی ہیں اور یہ تمہیں معلوم ہے۔

آیت 69 کفارِ مکہ سے مزید فرمایا کہ کیا انہوں نے اپنے رسول کو پہچانا نہیں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی عمر شریف کے جملہ اَحوال کو نہ دیکھا اور آپ کے عالی نسب، صدق و امانت، وُفورِ عقل، حسنِ اَخلاق، کمالِ حلم، وفا و کرم اور مُروّت وغیرہ پاکیزہ اخلاق، اچھی صفات اور بغیر کسی سے سیکھے آپ کے علم میں کامل اور تمام جہان سے زیادہ علم رکھنے اور فائق ہونے کو نہ جانا، کیا ایسا ہے؟ حقیقت میں یہ بات تو نہیں بلکہ وہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اور آپ کے اَوصاف و کمالات کو خوب جانتے ہیں اور آپ کی برگزیدہ صفات شہرہ آفاق ہیں، پھر بھی وہ بلاوجہ ہٹ دھرمی کی وجہ سے اس پیارے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا انکار کر رہے ہیں۔

آیت 70 مزید فرمایا کہ کیا وہ کہتے ہیں کہ اس رسول پر جنون طاری ہے، یہ بھی سراسر غلط اور باطل ہے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم جیسا دانا اور کامل عقل والا شخص اُن کے دیکھنے میں نہیں آیا، لہٰذا اِس ہستی کو جنون نہیں بلکہ یہ سچے رسول ہیں جو ان کے پاس حق یعنی قرآن کریم کے ساتھ تشریف لائے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت اور دینی اَحکام کے بیان پر مشتمل ہے لیکن اس کے باوجود کافروں کا انہیں برا کہنا اس لئے ہے کہ ان کافروں میں اکثر حق کو ناپسند کرنے والے ہیں۔

آیت 71 فرمایا کہ اگر قرآن شریف ان کی خواہشات اور نظریات کے مطابق نازل ہوتا اس طرح کہ اس میں وہ مضامین مذکور ہوتے

بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿٧١﴾ اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ خَرْجًا فَخَرَاجُ

بلکہ ہم تو ان کے پاس ان کی نصیحت لائے ہیں تو وہ اپنی نصیحت ہی سے منہ پھیرے ہوئے ہیں ○ کیا تم ان سے کچھ اجرت مانگتے ہو؟ تو تمہارے

رَبِّكَ خَيْرٌ ۖ وَّهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿٧٢﴾ وَاِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٧٣﴾ وَاِنَّ

رب کا اجر سب سے بہتر ہے اور وہ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے ○ اور بیشک تم انہیں سیدھی راہ کی طرف بلاتے ہو ○ اور بیشک

الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنٰكِبُوْنَ ﴿٧٤﴾ وَلَوْ رَحِمْنٰهُمْ وَكَشَفْنَا مَا بِهِمْ

جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے وہ ضرور سیدھی راہ سے کترائے ہوئے ہیں ○ اور اگر ہم ان پر رحم فرماتے اور جو مصیبت ان پر پڑی تھی

جن کی کفار خواہش کرتے ہیں تو تمام عالَم کا نظام درہم برہم ہو جاتا کیونکہ قرآن سچی کتاب ہے اور اس میں اگر یہ مضامین مذکور ہوتے تو حقیقت میں بھی ایسا ہی ہوتا اور جب ایک سے زیادہ خدا ہوں تو ہر خدا کا حکم دوسرے کے مخالف ہوتا یونہی سب کے ارادے کا ایک ہی وقت میں پورا ہونا محال ہے اور یوں کائنات کا نظام تباہ ہو کر رہ جاتا لیکن ہم تو ان کے پاس قرآن لائے ہیں اور ہم یہ قرآن حقیقت میں ان کی تباہی کا ذریعہ بنا کر نہیں لائے بلکہ ہم تو اسے ان کے پاس قرآن کی صورت میں نصیحت لائے ہیں، مگر وہ تو اپنی نصیحت ہی سے منہ پھیرے ہوئے ہیں۔ ایک دوسری تفسیر یہ ہے کہ ذکر بمعنٰی شہرت، چرچا ہے تو معنٰی یہ ہوا کہ ہم تو اسے ان کے پاس قرآن کی صورت میں ان کی عزت و شہرت کا ذریعہ لائے ہیں کہ یہ اس پر عمل کر کے عزت و شہرت دونوں کما سکتے ہیں لیکن وہ تو اپنی عزت و شہرت ہی سے منہ پھیرے ہوئے ہیں۔

آیت 72 فرمایا کہ اے حبیب! کیا آپ انہیں ہدایت کرنے اور راہ حق بتانے پر کچھ اجرت مانگتے ہو؟ ایسا بھی تو نہیں تو یہ بات آپ کے کمالِ اخلاص کی دلیل ہے جو انہیں سمجھنی چاہیے۔ اے حبیب! آپ کا اجر تو آپ کے رب کے پاس ہے جو سب سے بہترین اجر ہے اور وہ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے اور اس کا آپ پر فضل عظیم ہے اور جو نعمتیں اُس نے آپ کو عطا فرمائیں وہ بہت کثیر اور اعلیٰ ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو ان کی کیا پرواہ؟ پھر جب وہ آپ کے اوصاف و کمالات سے واقف بھی ہیں، قرآن پاک کا اعجاز بھی اُن کی نگاہوں کے سامنے ہے اور آپ اُن سے ہدایت وارشاد کا کوئی اجر و عوض بھی طلب نہیں فرماتے تو اب انہیں ایمان لانے میں کیا عذر رہا۔

آیت 73 ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! بیشک آپ انہیں سیدھی راہ یعنی دینِ اسلام کی طرف بلاتے ہیں تو اُن پر لازم ہے کہ آپ کی دعوت قبول کریں اور اسلام میں داخل ہوں۔

آیت 74 فرمایا کہ اے حبیب! بیشک جو لوگ قیامت کے دن دوبارہ زندہ کئے جانے اور اعمال کی جزاء ملنے پر ایمان نہیں لاتے وہ ضرور دینِ حق سے منہ موڑے ہوئے ہیں۔

آیت 75 **شانِ نزول:** جب قریش سرکارِ دو عالَم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی دعا سے سات برس کے قحط میں مبتلا ہوئے اور ان کی حالت بہت اَبتر ہو گئی تو ابوسفیان نے اُن کی طرف سے نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا، میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں اور قرابت کی، آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ ہم سے اس قحط کو دور فرمادے۔ رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے دعا کی اور انہوں نے اس بلا سے رہائی پائی اس واقعہ کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اگر ہم ان پر رحم فرمائیں اور سات سالہ قحط سالی کی جو

مِّنۡ ضُرٍّ لَّلَجُّوۡا فِىۡ طُغۡيَانِهِمۡ يَعۡمَهُوۡنَ ﴿۷۵﴾ وَلَقَدۡ اَخَذۡنٰهُمۡ بِالۡعَذَابِ فَمَا اسۡتَكَانُوۡا

وہ ٹال دیتے تو یہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے ہوئے ضرور ڈھیٹ پن کرتے ○ اور بیشک ہم نے انہیں عذاب میں گرفتار کردیا تو وہ نہ تب اپنے رب کے

لِرَبِّهِمۡ وَمَا يَتَضَرَّعُوۡنَ ﴿۷٦﴾ حَتّٰۤى اِذَا فَتَحۡنَا عَلَيۡهِمۡ بَابًا ذَا عَذَابٍ شَدِيۡدٍ اِذَا هُمۡ فِيۡهِ

حضور جھکے اور نہ ہی (اب) عاجزی کررہے ہیں ○ یہاں تک کہ جب ہم اُن پر کسی سخت عذاب والا دروازہ کھولتے ہیں تو اس وقت وہ اس میں

ع مُبۡلِسُوۡنَ ﴿۷۷﴾ۧ وَهُوَ الَّذِىۡۤ اَنۡشَاَ لَـكُمُ السَّمۡعَ وَالۡاَبۡصَارَ وَالۡاَفۡـِٕدَةَ ‌ؕ قَلِيۡلًا مَّا تَشۡكُرُوۡنَ ﴿۷۸﴾

ناامید پڑے ہوتے ہیں ○ اور وہی ہے جس نے تمہارے لیے کان اور آنکھیں اور دل بنائے، تم بہت ہی کم شکر ادا کرتے ہو ○

وَهُوَ الَّذِىۡ ذَرَاَكُمۡ فِى الۡاَرۡضِ وَاِلَيۡهِ تُحۡشَرُوۡنَ ﴿۷۹﴾ وَهُوَ الَّذِىۡ يُحۡىٖ وَيُمِيۡتُ

اور وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں پھیلایا اور اسی کی طرف تمہیں اٹھایا جائے گا ○ اور وہی زندگی دیتا ہے اور وہی موت دیتا ہے،

مصیبت ان اہلِ مکہ پر پڑی ہے وہ ٹال بھی دیں تو پھر وہ اپنے کفر وعناد اور سرکشی کی طرف لوٹ جائیں گے اور ان کی یہ خوشامد وچاپلوسی جاتی رہے گی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور مومنین کی عداوت اور تکبر جو اُن کا پہلا طریقہ تھا، یہ وہی اختیار کریں گے۔

آیت 76 اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ بیشک ہم نے انہیں بھوک کے عذاب میں گرفتار کردیا تو وہ پھر بھی نہ اس وقت اپنے رب عزّوجلّ کے حضور جھکے ہیں اور نہ ہی وہ آئندہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزی کریں گے۔ **اہم بات:** اس سے معلوم ہوا کہ مصیبت کے موقع پر بھی اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہ کرنا بڑی بدبختی کی دلیل ہے۔

آیت 77 اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جب ہم اُن پر موت کے وقت یا قیامت کے دن کسی سخت عذاب والا دروازہ کھولیں گے تو اس وقت وہ اس عذاب میں ہر بھلائی سے ناامید پڑے ہوں گے۔

آیت 78 اس آیت سے اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق سے خطاب فرمایا اور اس سے مقصود اہلِ ایمان کو نعمتیں یاد دلانا جبکہ کفار کو اس بات پر سختی سے تنبیہ کرنا ہے کہ انہوں نے ان نعمتوں کو ان کے مَصرَف میں استعمال نہیں کیا کیونکہ کان ہدایت کی بات سننے کے لئے بنائے گئے ہیں اور آنکھیں اس لئے پیدا کی گئی ہیں کہ ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی صفات کے کمال پر دلالت کرنے والی نشانیوں کا مشاہدہ کیا جائے اور دلوں کی تخلیق کا مقصد یہ ہے کہ ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی صنعتوں میں غوروفکر کیا جائے تو جس نے ان نعمتوں کو ان کے مصرف میں استعمال نہ کیا تو وہ ناشکرا ہے۔ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ وہی ہے جس نے تمہارے لیے کان، آنکھیں اور دل بنائے تاکہ تم ان کے ذریعے سنو، دیکھو اور سمجھو اور دینی، دُنیَوی مَنافع حاصل کرو۔ اے لوگو! تم بہت ہی کم شکر ادا کرتے ہو کیونکہ تم نے ان نعمتوں کی قدر نہ جانی اور کانوں، آنکھوں اور دلوں سے اللہ تعالیٰ کی آیات سننے، دیکھنے، سمجھنے اور اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنے اور حقیقی طور پر نعمتیں پر عطا فرمانے والے کا حق پہچان کر شکر گزار بننے کا نفع نہ اٹھایا۔

آیت 79 ارشاد فرمایا کہ وہی رب ہے جس نے تمہیں پیدا کیا اور نسل بڑھا کر تمہیں زمین میں پھیلایا اور تم اپنے پھیلاؤ کے باوجود قیامت کے دن اسی کی طرف جمع کیے جاؤ گے نہ کہ کسی اور کی طرف، تو تم کیوں اس پر ایمان نہیں لاتے اور اس کا شکر ادا نہیں کرتے۔

آیت 80 ارشاد فرمایا کہ وہی زندگی دیتا ہے اور وہی موت دیتا ہے، رات اور دن کا تبدیل ہونا اسی کے اختیار میں ہے، ان میں سے ہر

وَلَهُ اخۡتِلَافُ الَّيۡلِ وَالنَّهَارِؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ﴿۸۰﴾ بَلۡ قَالُوۡا مِثۡلَ مَا قَالَ الۡاَوَّلُوۡنَ ﴿۸۱﴾

رات اور دن کا تبدیل ہونا اسی کے اختیار میں ہے۔ تو کیا تم سمجھتے نہیں؟○ بلکہ انہوں نے وہی بات کہی جو پہلے والے کہتے تھے○

قَالُوۡۤا ءَاِذَا مِتۡنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبۡعُوۡثُوۡنَ ﴿۸۲﴾ لَقَدۡ وُعِدۡنَا نَحۡنُ

انہوں نے کہا تھا: کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا پھر ہم اٹھائے جائیں گے؟○ بیشک ہمیں اور ہم سے پہلے

وَاٰبَآؤُنَا هٰذَا مِنۡ قَبۡلُ اِنۡ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِيۡرُ الۡاَوَّلِيۡنَ ﴿۸۳﴾ قُلۡ لِّمَنِ الۡاَرۡضُ

ہمارے باپ دادا کو یہ وعدہ دیا گیا، یہ تو صرف پہلے لوگوں کی جھوٹی داستانیں ہیں○ تم فرماؤ: زمین اور جو کچھ اس میں ہے

وَمَنۡ فِيۡهَاۤ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۸۴﴾ سَيَقُوۡلُوۡنَ لِلّٰهِ ؕ قُلۡ اَفَلَا تَذَكَّرُوۡنَ ﴿۸۵﴾ قُلۡ مَنۡ

وہ سب کس کا ہے؟ اگر تم جانتے ہو○ اب کہیں گے کہ اللہ کا۔ تم فرماؤ: تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟○ تم فرماؤ: ساتوں

رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبۡعِ وَرَبُّ الۡعَرۡشِ الۡعَظِيۡمِ ﴿۸۶﴾ سَيَقُوۡلُوۡنَ لِلّٰهِ ؕ قُلۡ اَفَلَا تَتَّقُوۡنَ ﴿۸۷﴾

آسمانوں کا مالک اور عرشِ عظیم کا مالک کون ہے؟○ اب کہیں گے: یہ سب اللہ ہی کا ہے۔ تم فرماؤ: تو کیا تم ڈرتے نہیں؟○

ایک کا دوسرے کے بعد آنا سب اس کی قدرت کے نشان ہیں، تو کیا تم سمجھتے نہیں کہ ان میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی دلیل ہے کہ وہ تمہاری موت کے بعد تمہیں زندہ کرنے پر قادر ہے۔

آیت 81-83 ان تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ کفار مکہ سمجھے نہیں بلکہ انہوں نے وہی بات کہہ دی جو ان سے پہلے والے کفار کہتے تھے کہ جب ہم مر جائیں گے اور اس کے بعد مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا ہم پھر زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے؟ بیشک ہمیں اور ہم سے پہلے ہمارے باپ دادا کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے جانے کا وعدہ دیا گیا اور ہمارے باپ دادا نے تو اس کی کوئی حقیقت نہ دیکھی تو ہمیں کہاں سے نظر آئے گی، یہ تو صرف پہلے لوگوں کی جھوٹی داستانیں ہیں جن کی کچھ بھی حقیقت نہیں۔

آیت 84 کفار کی اُس بات کا رد فرمانے اور اُن پر حجت قائم فرمانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے حبیب! آپ ان سے فرما دیں کہ زمین اور جو کچھ اس میں ہے وہ سب کس کا ہے؟ اگر تم جانتے ہو تو مجھے بتاؤ کہ ان کا خالق اور مالک کون ہے؟

آیت 85 فرمایا کہ اس سوال کے جواب میں عنقریب کافر کہیں گے: ان کا خالق و مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ کیونکہ اس کے علاوہ اور کوئی جواب ہی نہیں اور مشرکین اللہ تعالیٰ کے خالق ہونے کا اقرار بھی کرتے ہیں، جب وہ یہ جواب دیں تو ان سے کہو کہ پھر تم کیوں غور نہیں کرتے کہ جس نے زمین کو اور اس کی کائنات کو ابتداءً پیدا کیا وہ ضرور مُردوں کو زندہ کرنے پر قادر ہے۔

آیت 86،87 اس آیت میں کفار سے دوسرا سوال کیا گیا کہ تم بتاؤ: ساتوں آسمانوں کا اور عرشِ عظیم کا مالک کون ہے؟ کافر جواب میں کہیں گے: یہ سب اللہ تعالیٰ ہی کا ہے۔ تو آپ ان سے فرمائیں کہ پھر تم غَیْرُاللہ کی عبادت کرنے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانے سے اور اس کے مُردوں کو زندہ کرنے پر قادر ہونے کا انکار کرنے سے کیوں نہیں ڈرتے اور اس کے عذاب سے خوف کیوں نہیں کھاتے۔

قُلْ مَنْۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۸﴾

تم فرماؤ: ہر چیز کی ملکیت کس کے ہاتھ میں ہے؟ اور وہ پناہ دیتا ہے اور اس کے خلاف پناہ نہیں دی جاسکتی، اگر تمہیں علم ہے ○

سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ﴿۸۹﴾ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِالْحَقِّ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۹۰﴾

اب کہیں گے: یہ (ملکیت) اللہ ہی کیلئے ہے۔ تم فرماؤ: تو کیسے جادو کے فریب میں پڑے ہو؟○ بلکہ ہم ان کے پاس حق لائے اور وہ بیشک جھوٹے ہیں○

مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۢ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا

اللہ نے کوئی بچہ اختیار نہ کیا اور نہ اس کے ساتھ کوئی دوسرا معبود ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو ہر معبود اپنی مخلوق لے جاتا اور ضرور ان میں سے ایک دوسرے پر

بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۹۱﴾ عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَتَعٰلٰى

بڑائی اور غلبہ چاہتا۔ اللہ ان باتوں سے پاک ہے جو یہ بیان کرتے ہیں○ (وہ اللہ) ہر پوشیدہ اور ظاہر بات کا جاننے والا ہے تو وہ اس سے بلند ہے

آیت 88،89 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! آپ ان کفار سے فرمائیں: اگر تمہیں علم ہے تو مجھے اس بات کا جواب دو کہ ہر چیز کی ملکیت کس کے ہاتھ میں ہے اور ہر چیز پر حقیقی قدرت واختیار کس کا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی شان تو یہ ہے کہ وہ پناہ دیتا ہے اور اس کے خلاف پناہ نہیں دی جاسکتی۔ کفار آپ کے سوال کے جواب میں کہیں گے: یہ ملکیت اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے۔ آپ ان سے فرمائیں: تو پھر تم کس جادو کے فریب میں پڑے ہو؟ یعنی کس شیطانی دھوکے میں ہو کہ توحید اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کو چھوڑ کر حق کو باطل سمجھ رہے ہو؟ جب تم اقرار کرتے ہو کہ حقیقی قدرت اسی کی ہے اور اس کے خلاف کوئی کسی کو پناہ نہیں دے سکتا تو دوسرے کی عبادت قطعاً باطل ہے۔

آیت 90 فرمایا کہ مشرکین خدا کے لئے اولاد اور شریک ماننے کا جو جھوٹا عقیدہ رکھتے ہیں، حقیقت ہرگز ویسے نہیں ہے بلکہ ہم ان کے پاس حق لائے کہ اللہ تعالیٰ کی نہ اولاد ہو سکتی ہے نہ اس کا شریک، یہ دونوں باتیں محال ہیں اور وہ بیشک جھوٹے ہیں جو اس کیلئے شریک اور اولاد ٹھہراتے ہیں۔

آیت 91 فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی بچہ اختیار نہیں کیا، وہ اس سے پاک ہے کیونکہ اولاد ہم جنس ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ جنس سے پاک ہے۔ مزید فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی دوسرا خدا نہیں ہے۔ اگر بِالفرض کوئی دوسرا خدا ہوتا تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ ہر معبود اپنی مخلوق لے جاتا اور اسے دوسرے کے تحتِ تَصَرُّف نہ چھوڑتا اور ضرور ان میں سے ایک دوسرے پر بڑائی و غلبہ چاہتا اور دوسرے پر اپنی برتری اور اپنا غلبہ پسند کرتا کیونکہ ایک دوسرے کے مقابل حکومتیں اسی چیز کا تقاضا کرتی ہیں اور ایسی صورت میں کائنات کے نظام کی تباہی یقینی تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ دو خدا ہونا باطل ہے، خدا ایک ہی ہے اور ہر چیز اسی کے تحتِ تصرف ہے۔ آیت کے آخر میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان شرکیہ باتوں سے پاک ہے جو یہ کفار بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے لئے شریک اور اولاد ہے۔

آیت 92 فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ مخلوق سے پوشیدہ اور مخلوق پر ظاہر ہر بات کو جاننے والا ہے تو ایسا علم والا خدا ان بتوں کا شریک کیسے ہو سکتا ہے جو چھپی ہوئی کوئی بات تک نہیں جانتے اور نہ ہی ظاہری باتوں کی انہیں خبر ہے یعنی مکمل بے خبر ہیں، لہٰذا اللہ تعالیٰ اس شرک سے بلند وبالا ہے جو یہ مشرک کرتے ہیں۔

عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۹۲﴾ قُلْ رَّبِّ اِمَّا تُرِيَنِّيْ مَا يُوْعَدُوْنَ ﴿۹۳﴾ رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِيْ ع ۵ / ۱۵ / ۵

جو یہ شریک ٹھہراتے ہیں ○ تم عرض کرو: اے میرے رب! اگر تو مجھے وہ دکھادے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے ○ تو اے میرے رب! مجھے ان

فِي الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۹۴﴾ وَ اِنَّا عَلٰۤى اَنْ نُّرِيَكَ مَا نَعِدُهُمْ لَقٰدِرُوْنَ ﴿۹۵﴾ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ

ظالموں میں (شامل) نہ کرنا ○ اور بیشک ہم اس پر قادر ہیں کہ تمہیں وہ دکھادیں جس کا ہم انہیں وعدہ دے رہے ہیں ○ سب سے اچھی بھلائی سے

هِيَ اَحْسَنُ السَّيِّئَةَ ؕ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَصِفُوْنَ ﴿۹۶﴾ وَ قُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ

برائی کو دفع کرو۔ ہم خوب جانتے ہیں جو باتیں یہ کررہے ہیں ○ اور تم عرض کرو: اے میرے رب! میں شیطانوں کے وسوسوں سے تیری پناہ

آیت 94،93 ان دو آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے ارشاد فرمایا: اے حبیب! تم یوں دعا کرو کہ اے میرے رب! اگر تو مجھے وہ عذاب دکھادے جس کا (دنیا میں) ان کافروں سے وعدہ کیا جاتا ہے تو اے میرے رب! مجھے ان ظالموں میں شامل نہ کرنا اور ان کا ساتھی نہ بنانا۔ **اہم بات:** یہ بات یقینی طور پر معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو کفار کا ساتھی نہ بنائے گا، اس کے باوجود رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا اس طرح دعا فرمانا، عاجزی اور بندگی کے اظہار کے طور پر ہے۔ اسی طرح انبیاءِ معصومین علیہم السّلام استغفار کیا کرتے ہیں حالانکہ انہیں اپنی مغفرت اور اکرامِ خداوندی کا علم یقینی ہوتا ہے، یہ سب تواضع اور اظہارِ بندگی کے طور پر ہے۔

آیت 95 کفار عذاب کا انکار کرتے اور مذاق اڑاتے تھے، انہیں بتایا گیا کہ اگر تم غور کرو تو سمجھ لوگے کہ اللہ تعالیٰ اس وعدے کو پورا کرنے پر قادر ہے اور جہاں تک کفار کے عذاب میں تاخیر ہورہی ہے تو یہ مہلت ہے اور اس میں ایک حکمت یہ ہے کہ ان میں سے جو ایمان لانے والے ہیں وہ ایمان لے آئیں اور جن کی نسلیں ایمان لانے والی ہیں ان سے وہ نسلیں پیدا ہولیں۔

آیت 96 فرمایا کہ سب سے اچھی بھلائی سے برائی کو دفع کرو۔ مفسرین نے اس خوبصورت جملے کے کثیر معنی بیان فرمائے ہیں، ان میں سے چند یہ ہیں۔ (1) توحید جو کہ سب سے اعلیٰ بھلائی ہے اس سے شرک کی برائی کو دفع فرمائیں۔ (2) طاعت و تقویٰ کو رواج دے کر مَعصیت اور گناہ کی برائی دفع کیجئے۔ (3) اپنے مَکارمِ اَخلاق سے خطاکاروں پر اس طرح عفوورحمت فرمائیں جس سے دین میں کوئی سستی نہ ہو۔ **مزید فرمایا:** ہم خوب جانتے ہیں جو باتیں یہ کفار اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے خلاف کررہے ہیں، آپ ان کا معاملہ ہم پہ چھوڑدیں، ہم انہیں اس کی سزا دیں گے۔ **اہم بات:** اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اور آپ کے ذریعے آپ کی امت کی کتنی پیاری تربیت فرمائی ہے، حضور پُرنور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی سیرتِ مبارکہ میں برائی کو بھلائی کے ساتھ ٹالنے کی بے شمار مثالیں موجود ہیں مثلاً اپنے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے والے شخص وحشی کو معاف کردیا۔ اگر تمام مسلمان اس آیت مبارکہ میں دیئے گئے حکم پر عمل پیرا ہوجائیں تو کوئی بعید نہیں کہ ہمارے معاشرے میں امن وسکون کا دَور دورہ ہوجائے۔

آیت 98،97 ان دو آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو مزید دو دعائیں تعلیم فرمائی ہیں، چنانچہ ارشاد فرمایا: یوں دعا کرو کہ اے میرے رب! میں شیطانوں کے وسوسوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں جن سے وہ لوگوں کو فریب دے کر مَعاصی اور

الشَّيٰطِيْنِ ﴿۹۷﴾ وَ اَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ ﴿۹۸﴾ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ

مانگتا ہوں○ اور اے میرے رب! میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ وہ شیطان میرے پاس آئیں○ یہاں تک کہ جب ان میں کسی کو موت آتی ہے

قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ﴿۹۹﴾ لَعَلِّیْۤ اَعْمَلُ صَالِحًا فِیْمَا تَرَكْتُ كَلَّا ؕ اِنَّهَا كَلِمَةٌ

تو کہتا ہے کہ اے میرے رب! مجھے واپس لوٹا دے○ جس دنیا کو میں نے چھوڑ دیا ہے شاید اب میں اس میں کچھ نیک عمل کرلوں۔ ہرگز نہیں! یہ تو ایک بات ہے

هُوَ قَآىٕلُهَا ؕ وَ مِنْ وَّرَآىٕهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ

جو وہ کہہ رہا ہے اور ان کے آگے ایک رکاوٹ ہے اس دن تک جس دن وہ اٹھائے جائیں گے○ تو جب صُور میں پھونک ماری جائے گی

گناہوں میں مبتلا کرتے ہیں اور اے میرے رب! میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ وہ شیطان میرے پاس آئیں۔ **اہم بات:** رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اگرچہ معصوم ہیں لیکن چونکہ شیطان سے حفاظت انتہائی اہم چیز ہے اس لئے آپ کو یہ دعا مانگنے کا حکم دیا گیا اور اس سے مقصود سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی امت کو تعلیم دینا ہے کہ وہ شیطان اور اس کے وسوسوں سے پناہ مانگتے رہا کریں۔

آیت 99،100 ان دو آیات میں ارشاد فرمایا کہ کافر اپنی موت کے وقت تک تو اپنے کفر و سرکشی، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی تکذیب کرنے اور مرنے کے بعد زندہ کئے جانے کا انکار کرنے پر ڈٹا رہتا ہے اور جب اس کی موت کا وقت آتا ہے اور جہنم میں اس کا مقام اسے دکھایا جاتا ہے اور جنت کا وہ مقام بھی دکھایا جاتا ہے جو ایمان لانے کی صورت میں اسے ملتا، تو کہتا ہے کہ اے میرے رب! مجھے دنیا کی طرف واپس لوٹا دے، شاید اب میں اس دنیا میں کچھ نیک عمل کرلوں جسے میں نے چھوڑ دیا ہے اور نیک اعمال بجالا کر اپنی غلطیوں اور کوتاہیوں کا تدارُک کروں۔ اس پر اس سے فرمایا جائے گا: ہرگز نہیں! یہ تو ایک بات ہے جو وہ حسرت و ندامت سے کہہ رہا ہے، یہ ہونے والی نہیں اور اس کا کچھ فائدہ نہیں۔ **مزید فرمایا:** ان کے آگے ایک رکاوٹ ہے جو انہیں دنیا کی طرف واپس ہونے سے مانع ہے اور وہ موت ہے کہ قانونِ الٰہی یہی ہے کہ جو مر گیا وہ دوبارہ دنیا میں نہیں لوٹایا جائے گا۔ **اہم بات:** انبیاء واَولیاء کا قدرتِ الٰہی اور اِذنِ الٰہی سے مُردوں کو زندہ کرنا اس آیت کے مُنافی نہیں کہ آیت میں عمومی قانون بیان کیا گیا ہے جبکہ انبیاء واَولیاء کا زندہ کرنا قدرتِ الٰہی کا اِظہار ہے۔ **درس:** مسلمان بھی دنیا میں لوٹائے جانے کی تمنا کریں گے تاکہ کوتاہیوں کا ازالہ اور نیکیوں میں اضافہ کرسکیں لیکن بہرحال کسی کو بھی دوبارہ مہلت نہیں ملے گی، لہٰذا ابھی جو توبہ وعبادت واطاعت کرنی ہے کرلیں۔

آیت 101 اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب صور میں پھونک ماری جائے گی تو لوگوں کے درمیان کوئی رشتے نہ رہیں گے جن پر وہ دنیا میں فخر کیا کرتے تھے اور ان میں آپس کے نسبی تعلقات منقطع ہوجائیں گے اور رشتہ داری کی محبتیں باقی نہ رہیں گی اور یہ حال ہوگا کہ آدمی اپنے بھائیوں، ماں باپ، بیوی اور بیٹوں سے بھاگے گا اور اس وقت نہ ایک دوسرے کی بات پوچھیں گے جیسا کہ دنیا میں پوچھتے تھے کیونکہ ہر ایک اپنے ہی حال میں مبتلا ہوگا، پھر دوسری بار صور پھونکا جائے گا اور حساب کے بعد لوگ ایک دوسرے کا حال دریافت کریں گے۔ **اہم باتیں:** (1) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک اس آیت میں پہلی مرتبہ صور میں پھونک مارنا مراد ہے جسے پہلا نفخہ کہتے ہیں اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس سے مراد دوسری مرتبہ صور میں پھونک مارنا

فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَّلَا يَتَسَآءَلُوْنَ ﴿١٠١﴾ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ

تو نہ ان کے درمیان رشتے رہیں گے اور نہ ایک دوسرے کی بات پوچھیں گے ○ تو جن کے پلڑے بھاری ہوں گے تو وہی

هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿١٠٢﴾ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ

کامیاب ہونے والے ہوں گے ○ اور جن کے پلڑے ہلکے ہوں گے تو یہ وہی ہوں گے جنہوں نے اپنی جانوں کو نقصان میں ڈالا، (وہ) ہمیشہ دوزخ میں

خٰلِدُوْنَ ﴿١٠٣﴾ تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ ﴿١٠٤﴾ اَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ

رہیں گے ○ ان کے چہروں کو آگ جلادے گی اور وہ اس میں منہ چڑائے ہوں گے ○ کیا تم پر میری آیتیں نہ پڑھی جاتی تھیں؟

فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿١٠٥﴾ قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَآلِّيْنَ ﴿١٠٦﴾

تو تم انہیں جھٹلاتے تھے ○ وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! ہم پر ہماری بدبختی غالب آئی اور ہم گمراہ لوگ تھے ○

رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ ﴿١٠٧﴾ قَالَ اخْسَـُٔوْا فِيْهَا

اے ہمارے رب! ہمیں دوزخ سے نکال دے پھر اگر ہم ویسے ہی کریں تو بیشک ہم ظالم ہوں گے ○ اللہ فرمائے گا: دھتکارے ہوئے جہنم میں پڑے رہو

ہے جسے دوسرا نفخہ کہتے ہیں۔ (خازن 3/332) (2) اس حکم میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا نسب داخل نہیں، آپ کا نسب قیامت کے دن مومن سادات کو کام آئے گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن میرے نسبی اور سسرالی رشتے کے علاوہ ہر نسبی اور سسرالی رشتہ منقطع ہو جائے گا۔ (معجم الاوسط، حدیث: 4132)

آیت 102، 103 ان دو آیات کا معنی یہ ہے کہ جس کے عقائد درست اور اعمال نیک ہوں گے تو اس کے اعمال کا اللہ تعالیٰ کے نزدیک وزن ہوگا اور یہی لوگ اپنا مقصد و مطلوب کو پا کر کامیاب ہوں گے اور جن کے عقائد غلط اور اعمال نیک نہ ہوں گے، ان کے اعمال کا اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی وزن نہ ہوگا اور ان سے مراد کفار ہیں، انہوں نے اپنی جانوں کو نقصان میں ڈالا اور وہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔

آیت 104، 105 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اپنی جانوں کو نقصان میں ڈالنے والے بدبختوں کا حال یہ ہوگا کہ جہنم کی آگ ان کے چہروں کو جلادے گی اور جہنم میں ان کے دونوں ہونٹ سکڑ کر دانتوں سے دور ہو جائیں گے اور ان سے فرمایا جائے گا: کیا دنیا میں تمہارے سامنے میرے قرآن کی آیتیں نہ پڑھی جاتی تھیں؟ ضرور پڑھی جاتی تھیں، لیکن تم انہیں سن کر میرے عذاب سے ڈرنے کی بجائے انہیں جھٹلاتے تھے اور یہ گمان کرتے تھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں ہے۔ دعا: اللہ تعالیٰ ہمیں جہنم کے اس دردناک عذاب سے پناہ عطا فرمائے۔

آیت 106-108 ان تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ ڈانٹ سن کر کفار کہیں گے: ہم اپنے اختیار سے لذتوں اور نفسانی خواہشات کی تکمیل میں مصروف ہوئے اور یہ چیز ہم پر ایسی غالب آئی کہ ہم اس برے انجام تک پہنچ گئے اور انہی لذتوں کی وجہ سے ہم لوگ حق سے گمراہ ہو گئے تھے اور ہم نے تیرے نبی کو جھٹلا دیا اور تیری نافرمانیاں کیں۔ اے ہمارے رب! ہمیں دوزخ سے نکال دے، اس کے بعد اگر ہم نے دوبارہ ویسے ہی کام کئے تو بیشک ہم اپنی جانوں پر ظلم کرنے میں حد سے بڑھنے والے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا:

وَ لَا تُكَلِّمُوۡنِ ﴿۱۰۸﴾ اِنَّهٗ كَانَ فَرِيۡقٌ مِّنۡ عِبَادِىۡ يَقُوۡلُوۡنَ رَبَّنَاۤ اٰمَنَّا فَاغۡفِرۡ لَنَا

اور مجھ سے بات نہ کرو○ بیشک میرے بندوں کا ایک گروہ کہتا تھا: اے ہمارے رب! ہم ایمان لائے تو ہمیں بخش دے

وَارۡحَمۡنَا وَاَنۡتَ خَيۡرُ الرّٰحِمِيۡنَ ﴿۱۰۹﴾ فَاتَّخَذۡتُمُوۡهُمۡ سِخۡرِيًّا حَتّٰۤى اَنۡسَوۡكُمۡ

اور ہم پر رحم فرما اور تو سب سے بہتر رحم کرنے والا ہے○ تو تم نے انہیں مذاق بنالیا یہاں تک کہ ان لوگوں کا مذاق اڑانے نے

ذِكۡرِىۡ وَكُنۡتُمۡ مِّنۡهُمۡ تَضۡحَكُوۡنَ ﴿۱۱۰﴾ اِنِّىۡ جَزَيۡتُهُمُ الۡيَوۡمَ بِمَا صَبَرُوۡۤا ۙ اَنَّهُمۡ

تمہیں میری یاد بھلا دی اور تم ان سے ہنسا کرتے تھے○ بیشک آج میں نے ان کے صبر کا انہیں یہ بدلہ دیا کہ وہی

هُمُ الۡفَآئِزُوۡنَ ﴿۱۱۱﴾ قٰلَ كَمۡ لَبِثۡتُمۡ فِى الۡاَرۡضِ عَدَدَ سِنِيۡنَ ﴿۱۱۲﴾ قَالُوۡا لَبِثۡنَا يَوۡمًا

کامیاب ہیں○ اللہ فرمائے گا: تم زمین میں سالوں کی گنتی کے اعتبار سے کتنا عرصہ ٹھہرے ہو؟○ وہ کہیں گے: ہم ایک دن رہے

اَوۡ بَعۡضَ يَوۡمٍ فَسۡـئَلِ الۡعَآدِّيۡنَ ﴿۱۱۳﴾ قٰلَ اِنۡ لَّبِثۡتُمۡ اِلَّا قَلِيۡلًا لَّوۡ اَنَّكُمۡ كُنۡتُمۡ

یا ایک دن کا بھی کچھ حصہ ٹھہرے ہیں تو گننے والوں سے دریافت فرما○ فرمائے گا: تم بہت تھوڑا ہی ٹھہرے ہو، اگر تم

دھتکارے ہوئے جہنم میں پڑے رہو کیونکہ یہ سوال کرنے کی جگہ نہیں اور مجھ سے جہنم سے نکال کر دنیا میں لوٹا دینے کی بات نہ کرو کیونکہ اب ایسا کبھی بھی نہیں ہو گا۔ اللہ تعالیٰ ہمارا ایمان سلامت رکھے اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے صدقے ہمیں جہنم کے خوفناک عذاب سے محفوظ فرمائے۔

آیت 109 - 111 ﴿ **شانِ نزول:** بعض مفسرین کے نزدیک یہ آیتیں ان کفارِ قریش کے بارے میں نازل ہوئیں جو حضرت بلال، حضرت عمار، حضرت صہیب، حضرت خبّاب اور ان جیسے دیگر فقراء صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔ ان تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے کافرو! تمہارا حال یہ تھا کہ جب دنیا میں میرے مومن بندوں کا ایک گروہ کہتا تھا: "اے ہمارے رب! ہم تجھ پر ایمان لائے اور ہم نے تیری اور جو کچھ تیری طرف سے آیا اس کی تصدیق کی، تو ہمارے گناہوں کو معاف فرما کر ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما اور ہمیں جہنم سے نجات دے کر اور جنت میں داخل فرما کر ہم پر اپنا احسان فرما اور تو سب سے بہتر رحم کرنے والا ہے کیونکہ تیری رحمت ہی تمام رحمتوں کا منبع ہے۔" تو اے کافرو، تم نے انہیں مذاق بنالیا یہاں تک کہ ان لوگوں کا مذاق اڑانے نے تمہیں میری یاد بھلادی اور تمہیں میرے عذاب کا خوف نہ رہا اور تم ان سے ہنسا کرتے اور ان کا بہت مذاق اڑایا کرتے تھے۔ بیشک آج میں نے انہیں تمہاری اَذِیَّتوں اور مذاق اڑانے پر صبر کرنے کا یہ بدلہ دیا کہ وہی ہمیشہ کے لئے جنت کی نعمتیں پا کر کامیاب ہیں۔

آیت 112-114 ﴿ ان تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کفار سے فرمائے گا: تم دنیا میں اور قبر میں سالوں کی گنتی کے اعتبار سے کتنا عرصہ ٹھہرے ہو؟ کافر اس سوال کے جواب میں کہیں گے: ہم ایک دن رہے یا ایک دن کا بھی کچھ حصہ ٹھہرے ہیں۔ اس دن کی دہشت اور عذاب کی ہیبت سے کافروں کو اپنے دنیا میں رہنے کی مدت یاد نہ رہے گی اور انہیں شک ہو جائے گا، اسی لئے کہیں

تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۱۱۴﴾ اَفَحَسِبۡتُمۡ اَنَّمَا خَلَقۡنٰكُمۡ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمۡ اِلَيۡنَا لَا تُرۡجَعُوۡنَ ﴿۱۱۵﴾ فَتَعٰلَى اللّٰهُ

جانتے ○ تو کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ ہم نے تمہیں بیکار بنایا اور تم ہماری طرف لوٹائے نہیں جاؤ گے ؟ ○ تو وہ اللہ بہت بلندی والا ہے

الۡمَلِكُ الۡحَـقُّ‌ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ‌ۚ رَبُّ الۡعَرۡشِ الۡكَرِيۡمِ ﴿۱۱۶﴾ وَمَنۡ يَّدۡعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۙ

جو سچا بادشاہ ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ عزت والے عرش کا مالک ہے ○ اور جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کی عبادت کرے

لَا بُرۡهَانَ لَهٗ بِهٖ ۙ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنۡدَ رَبِّهٖ‌ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفۡلِحُ الۡكٰفِرُوۡنَ ﴿۱۱۷﴾ وَقُلْ

جس کی اس کے پاس کوئی دلیل نہیں تو اس کا حساب اس کے رب کے پاس ہی ہے، بیشک کافر فلاح نہیں پائیں گے ○ اور تم عرض کرو،

ع ۲۶ ۶ رَّبِّ اغۡفِرۡ وَارۡحَمۡ وَاَنۡتَ خَيۡرُ الرّٰحِمِيۡنَ ﴿۱۱۸﴾ ع

اے میرے رب! بخش دے اور رحم فرما اور تو سب سے بہتر رحم فرمانے والا ہے ○

گے: اے اللہ! تو اُن فرشتوں سے دریافت فرما جنہیں تو نے بندوں کی عمریں اور ان کے اعمال لکھنے پر مامور کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کفار کو جواب دے گا: اگر تمہیں دنیا میں رہنے کی مدت معلوم ہوتی تو تم جان لیتے کہ آخرت کے مقابلے میں دنیا میں بہت ہی تھوڑا عرصہ ٹھہرے ہو۔

آیت 115 کفار کو مزید فرمایا کہ کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم نے تمہیں بیکار اور بے مقصد ہی پیدا کیا ہوا ہے اور کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ تم ہماری طرف لوٹائے نہیں جاؤ گے، ایسا نہیں بلکہ ہم نے تمہیں عبادت کے لئے پیدا کیا ہے اور پھر تمہارے اعمال کے حساب کے لئے آخرت میں تمہیں ہماری طرف لوٹ کر آنا ہے۔ **درس:** زندگی کا اصلی مقصد اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے۔ ہمیں آزاد نہیں چھوڑا گیا کہ نہ ہم پر شریعت کے احکام لاگو ہوں اور نہ ہمیں مرنے کے بعد اُٹھا کر اعمال کا حساب لیا جائے اور نہ اعمال کی جزا دی جائے، نہیں نہیں، بلکہ شریعت کے احکام کی پیروی ہم پر لازم ہے اور اس کا قیامت میں حساب بھی دینا ہے۔

آیت 116 اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات، صفات اور اَفعال میں مخلوق کی مُماثلَت سے پاک ہے، وہی سچا بادشاہ ہے اور ہر چیز اسی کی ملکیت اور اسی کی بادشاہی میں داخل ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں کیونکہ تمام چیزیں اسی کی ملکیت ہیں اور جو ملکیت ہو وہ معبود نہیں ہو سکتی اور وہ اس عرش کا مالک ہے جو عزت والا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا فیضان یہیں سے تقسیم ہوتا ہے اور ہر مخلوق میں اس کی رحمت و کرم کے آثار یہیں سے بٹتے ہیں۔

آیت 117 ارشاد فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کی عبادت کرے جس کی عبادت کرنے پر اس کے پاس کوئی دلیل نہیں تو اس کا حساب اس کے رب کے پاس ہی ہے اور وہی اسے اس عمل کی سزا دے گا، بیشک کافر حساب کی سختی اور عذاب سے چھٹکارا نہیں پائیں گے اور انہیں کوئی سعادت نصیب نہ ہو گی۔

آیت 118 اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب، سید المعصومین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو استغفار کرنے کا حکم دیا تا کہ امت اس میں آپ کی پیروی کرے۔ **اہم بات:** رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم دن میں ستّر مرتبہ استغفار کیا کرتے تھے۔

اٰياتها ٦٤ | ٢٤ سُوْرَةُ النُّوْرِ مَدَنِيَّةٌ ١٠٢ | ركوعاتها ٩

سورۂ نور مدنیہ ہے، اس میں چونسٹھ آیتیں اور نو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَ فَرَضْنٰهَا وَ اَنْزَلْنَا فِيْهَاۤ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ لَّعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ①

یہ ایک سورت ہے جو ہم نے نازل فرمائی اور ہم نے اس کے احکام فرض کئے اور ہم نے اس میں روشن آیتیں نازل فرمائیں تاکہ تم نصیحت حاصل کرو ○

اَلزَّانِيَةُ وَ الزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۪ وَّ لَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ

جو زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والا مرد ہو تو ان میں ہر ایک کو سو سو کوڑے لگاؤ اور اگر تم اللہ اور آخرت کے دن پر

سورۂ نور کا تعارف یہ سورت مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں 9 رکوع اور 64 آیتیں ہیں۔ اس سورت کی آیت نمبر 35 اور 40 میں بکثرت لفظ "نور" ذکر کیا گیا ہے، اس مناسبت سے اسے "سورۂ نور" کہتے ہیں۔ **فضیلت:** نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم اپنے مَردوں کو سورۂ مائدہ سکھاؤ اور اپنی عورتوں کو سورۂ نور کی تعلیم دو۔ (شعب الایمان، حدیث: 2428) **مضامین:** اس سورت میں بنیادی طور پر پردہ، شرم وحیاء اور عِفَّت وعِصمَت کے احکام بیان کئے گئے ہیں، مزید اس میں زنا کی شرعی سزا، پاک دامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگانے اور اسے چار گواہوں سے ثابت نہ کرسکنے والے کی شرعی سزا اور لعان کے احکام کا بیان ہے۔ اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر منافقین کی طرف سے لگائی جانے والی جھوٹی تہمت کا واقعہ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان کا بیان ہے۔ اجتماعی زندگی گزارنے کے اصول بتائے گئے اور کفار کے اعمال کی مثال بیان کی گئی۔ اللہ تعالیٰ کے وجود اور وحدانیّت پر دلائل دیئے گئے۔ منافقوں اور سچے مؤمنوں کے اَوصاف کا بیان ہوا۔ نیک مسلمانوں سے زمینی خلافت عطا کرنے کا وعدہ فرمایا گیا۔ تین اوقات میں غلاموں اور بچوں کے گھروں میں داخل ہونے کے اَحکام بیان کئے گئے۔ معذور مسلمانوں سے جہاد کے حکم میں تخفیف کی گئی۔ قریبی رشتہ داروں اور دوستوں کے گھروں سے اجازت کے بغیر کھانے کا حکم بیان کیا گیا اور بارگاہِ رسالت کے آداب بیان کئے گئے ہیں۔

آیت 1 ارشاد فرمایا کہ یہ ایک سورت ہے جو ہم نے نازل فرمائی اور ہم نے اس میں موجود اَحکام مسلمانوں پر فرض کئے اور ان پر عمل کرنا بندوں پر لازم کیا اور ہم نے اس میں ضروری احکام اور اپنی وحدانیّت کے دلائل پر مشتمل روشن آیتیں نازل فرمائیں تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔

آیت 2 اس آیت سے اللہ تعالیٰ نے حدود اور احکام کا بیان شروع فرمایا، سب سے پہلے زنا کی حد بیان فرمائی اور حُکّام سے خطاب فرمایا کہ جس مرد یا عورت سے زنا سرزد ہو تو اس کی حد یہ ہے کہ اسے سو کوڑے لگاؤ۔ پھر فرمایا: **تمہیں ان پر کوئی ترس نہ آئے۔** اس کا معنی یہ ہے کہ ایمان والوں پر لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دین کے معاملے میں انتہائی سخت ہوں اور اس کی نافذ کردہ حدود کو قائم کرنے میں کسی طرح کی نرمی سے کام نہ لیں کہ کہیں اس کی وجہ سے حد نافذ کرنا ہی چھوڑ دیں یا اس میں تخفیف کرنا شروع کر دیں۔ آخر میں فرمایا:

فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِۚ وَ لْیَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآىٕفَةٌ

ایمان رکھتے ہو تو تمہیں اللہ کے دین میں ان پر کوئی ترس نہ آئے اور چاہیے کہ ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کا ایک گروہ

مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ۝۲ اَلزَّانِیْ لَا یَنْكِحُ اِلَّا زَانِیَةً اَوْ مُشْرِكَةً٘ وَّ الزَّانِیَةُ لَا یَنْكِحُهَاۤ اِلَّا زَانٍ

موجود ہو ○ زنا کرنے والا مرد بدکار عورت یا مشرکہ سے ہی نکاح کرے گا اور بدکار عورت سے زانی یا مشرک ہی

اور چاہیے کہ ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کا ایک گروہ موجود ہو۔ یعنی جب زنا کرنے والوں پر حد قائم کی جارہی ہو تو اس وقت مسلمانوں کا ایک گروہ وہاں موجود ہو تاکہ زنا کی سزا دیکھ کر انہیں عبرت حاصل ہو اور وہ اس برے فعل سے باز رہیں۔ **اہم باتیں:** (1) حد ایک قسم کی سزا ہے جس کی مقدار شریعت کی جانب سے مقرر ہے اوراس سے مقصودلوگوں کو اس کام سے باز رکھنا ہے جس کی یہ سزا ہے۔ (2) آیت میں بیان کی گئی زنا کی حد آزاد، غیر مُحْصَنْ کی ہے۔ (3) مُحْصَنْ وہ آزاد مسلمان ہے جو مُکَلّف ہو اور نکاحِ صحیح کے ساتھ خواہ ایک ہی مرتبہ اپنی بیوی سے صحبت کرچکا ہو، ایسا آدمی اگر زنا کرے تو اسے رجم کیا جائے گا اور اگر ان میں سے ایک بات بھی نہ ہو تو وہ غیر مُحْصَنْ ہے اور زنا کرنے پر اسے سو کوڑے مارے جائیں گے۔ **درس:** (1) زنا حرام اور کبیرہ گناہ ہے اور قرآن مجید و حدیث میں اس کی بہت شدید مذمت کی گئی ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے؛ترجمہ: اور بدکاری کے پاس نہ جاؤ بیشک وہ بے حیائی ہے اور بہت ہی بُرا راستہ ہے۔ (بنی اسرائیل:32) اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: (۱) جب بندہ زنا کرتا ہے تواُس سے ایمان نکل کر سر پر سائبان کی طرح ہوجاتا ہے اور جب اس فعل سے جدا ہوتا ہے تواُس کی طرف ایمان لوٹ آتا ہے۔ (ترمذی، حدیث:2634) (۲) اسلامی سزاؤں کا نفاذ مسلم حکمرانوں پر فرض ہے۔ آج کے اصحابِ اقتدار کو قرآنی احکام سے نصیحت حاصل کرنی چاہئے کہ جو حدودِ الٰہی کو قائم کرنے کی بجائے الٹا ان میں تبدیلیاں کرنے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔

آیت 3 **شانِ نزول:** مہاجرین میں سے بعض بالکل نادار تھے، نہ اُن کے پاس کچھ مال تھا نہ ان کا کوئی عزیز قریب تھا اور بدکار مشرکہ عورتیں مالدار تھیں، یہ دیکھ کر کسی مہاجر کو خیال آیا کہ اگر اُن سے نکاح کرلیا جائے تو ان کی دولت کام آئے گی۔ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے اُنہوں نے اس کی اجازت چاہی تو یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی اور انہیں روک دیا گیا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ زنا کرنے والا مرد بدکار عورت یا مشرکہ سے ہی نکاح کرنا پسند کرے گا اور بدکار عورت سے زانی یا مشرک ہی نکاح کرنا پسند کرے گا کیونکہ خبیث کا میلان خبیث ہی کی طرف ہوتا ہے، نیکوں کو خبیثوں کی طرف رغبت نہیں ہوتی۔ اس آیت کا ایک معنی یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ فاسق وفاجر شخص نیک اور پارسا عورت سے نکاح کرنے کی رغبت نہیں رکھتا بلکہ وہ اپنے جیسی فاسقہ فاجرہ عورت سے نکاح کرنا پسند کرتا ہے اسی طرح فاسقہ فاجرہ عورت نیک اور پارسا مرد سے نکاح کرنے کی رغبت نہیں رکھتی بلکہ وہ اپنے جیسے فاسق وفاجر مرد سے ہی نکاح کرنا پسند کرتی ہے اور بدکاروں سے نکاح کرنا ایمان والوں پر حرام ہے۔ **اہم بات:** ابتدائے اسلام میں زانیہ عورت سے نکاح کرنا حرام تھا بعد میں اسی سورت کی آیت 32 سے یہ حکم منسوخ ہوگیا۔ **درس:** بدعقیدہ اور بری عادات و کردار والے لوگوں کا ساتھی بننے اور انہیں اپنا ساتھی بنانے سے بچنا چاہئے کیونکہ ایک طبیعت دوسری طبیعت سے اثر لیتی ہے اور جتنے قریبی ساتھی شوہر اور بیوی ہوتے ہیں اتنے کوئی اور نہیں ہوتے، لہٰذا جسے اپنے دین وایمان کی فکر ہے اسے چاہئے کہ وہ بدمذہب مرد یا عورت سے ہرگز ہرگز شادی نہ کرے، یونہی

Go to Index

اَوْ مُشْرِكٌ ۚ وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ③ وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا

نکاح کرے گا اور یہ ایمان والوں پر حرام ہے○ اور جو پاکدامن عورتوں پر تہمت لگائیں پھر

بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَاُولٰٓئِكَ

چار گواہ نہ لائیں تو انہیں اَسّی کوڑے لگاؤ اور ان کی گواہی کبھی نہ مانو اور وہی

هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ④ ۙ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۚ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ⑤

فاسق ہیں○ مگر جو اس کے بعد توبہ کرلیں اور اپنی اصلاح کرلیں تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے○

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ

اور وہ جو اپنی بیویوں پر تہمت لگائیں اور ان کے پاس اپنی ذات کے علاوہ گواہ نہ ہوں تو ان میں سے ایسے کسی کی گواہی یہ ہے کہ

برے کردار والے مرد یا عورت سے شادی کرنے سے بھی بچے۔

آیت 4 اس آیت میں پاکدامن اجنبی عورتوں پر زنا کی تہمت لگانے والوں کی سزا کا بیان ہے۔ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جو لوگ پاکدامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگائیں پھر چار گواہ ایسے نہ لائیں جنھوں نے ان کے زنا کا معائنہ کیا ہو تو ان میں سے ہر ایک کو اَسّی کوڑے لگاؤ اور کسی چیز میں ان کی گواہی کبھی قبول نہ کرو اور کبیرہ گناہ کے مُرتکِب ہونے کی وجہ سے وہی فاسق ہیں۔ **اہم بات:** آیت میں مُحْصَنَاتْ کا لفظ (یعنی صرف عورتوں پر تہمت لگانے کا بیان) مخصوص واقعہ کے سبب سے وارد ہوا یا اس لئے کہ عورتوں کو تہمت لگانا بکثرت واقع ہوتا ہے ورنہ مردوں پر تہمت لگانے پر بھی سزا ہے۔ **فقہی مسائل:** (1) جو شخص کسی پارسا مرد یا عورت کو زنا کی تہمت لگائے اور اس پر چار معائنہ کے گواہ پیش نہ کرسکے تو اس پر 80 کوڑوں کی حد واجب ہوجاتی ہے۔ پارسا سے مراد وہ ہیں جو مسلمان، مُکلَّف، آزاد اور زنا سے پاک ہوں۔ (2) ایسے لوگ جو زنا کی تہمت میں سزایاب ہوں اور ان پر حد جاری ہوچکی ہو ان کی گواہی کبھی مقبول نہیں ہوتی۔ (3) حدِ قَذف یعنی زنا کی تہمت لگانے کی سزا مطالبہ پر مشروط ہے، جس پر تہمت لگائی گئی ہے اگر وہ مطالبہ نہ کرے تو قاضی پر حد قائم کرنا لازم نہیں۔

آیت 5 اس آیت کا معنی یہ ہے کہ تہمت لگانے والا اگر سزا پانے کے بعد توبہ کرلے اور اپنے اَحوال واَفعال کو درست کرلے تو اب وہ فاسق نہ رہے گا۔ **اہم بات:** توبہ کے بعد بھی تہمت لگانے والے کی گواہی قبول نہ ہوگی کیونکہ گواہی سے متعلق مُطلَقًا ارشاد ہوچکا ہے کہ ان کی گواہی کبھی قبول نہ کرو۔

آیت 6-10 **شانِ نزول:** ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی پر تہمت لگائی، حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: گواہ لاؤ، ورنہ تمہاری پیٹھ پر حد لگائی جائے گی۔ عرض کی: یارسولَ اللہ! کوئی شخص اپنی عورت پر کسی مرد کو دیکھے تو گواہ ڈھونڈنے جائے؟ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے وہی جواب دیا۔ پھر انہوں نے کہا: قسم ہے اُس کی جس نے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! بیشک میں سچا ہوں اور خدا کوئی ایسا حکم نازل فرمائے گا جو میری پیٹھ کو حد سے بچادے۔ اُس وقت حضرت جبریل علیہ السّلام اُترے اور یہ

اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝٦ وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ

اللہ کے نام کے ساتھ چار بار گواہی دے کہ بیشک وہ سچا ہے○ اور پانچویں گواہی یہ ہو کہ اُس پر اللہ کی لعنت ہو اگر وہ

مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝٧ وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ

جھوٹوں میں سے ہو○ اور عورت سے سزا کو یہ بات دور کرے گی کہ وہ اللہ کے نام کے ساتھ چار بار گواہی دے کہ بیشک مرد

الْكٰذِبِيْنَ ۙ ۝٨ وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَآ اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝٩ وَلَوْلَا فَضْلُ

جھوٹوں میں سے ہے ○ اور پانچویں بار یوں کہ عورت پر اللہ کا غضب ہو اگر مرد سچوں میں سے ہو○ اور اگر اللہ کا

اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِيْمٌ ۝١٠ اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ ع

فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی اور یہ کہ اللہ بہت توبہ قبول فرمانے والا، حکمت والا ہے (تو وہ تمہارے راز کھول دیتا)○ بیشک جو لوگ بڑا بہتان لائے ہیں

5 آیتیں نازل ہوئیں۔ پہلی 4 آیات میں بیوی پر زنا کی تہمت لگانے کا جو حکم بیان ہوا اسے شریعت کی اصطلاح میں ”لِعان“ کہتے ہیں۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب مرد اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائے تو اگر مرد و عورت دونوں گواہی دینے کی اہلیت رکھتے ہوں اور عورت اس پر مطالبہ کرے تو مرد پر لِعان واجب ہو جاتا ہے اگر وہ لِعان سے انکار کر دے تو اسے اس وقت تک قید میں رکھا جائے گا جب تک وہ لعان کرے یا اپنے جھوٹ کا اقرار کر لے۔ اگر جھوٹ کا اقرار کرے تو اس کو حدِ قذف لگائی جائے گی جس کا بیان اوپر گزر چکا ہے اور اگر لِعان کرنا چاہے تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ اسے چار مرتبہ اللہ تعالیٰ کی قسم کے ساتھ کہنا ہو گا کہ وہ اس عورت پر زنا کا الزام لگانے میں سچا ہے اور پانچویں مرتبہ کہنا ہو گا کہ اللہ تعالیٰ کی مجھ پر لعنت ہو اگر میں یہ الزام لگانے میں جھوٹا ہوں۔ اتنا کرنے کے بعد مرد پر سے حدِ قذف ساقط ہو جائے گی اور عورت پر لعان واجب ہو گا۔ وہ انکار کرے گی تو قید کی جائے گی یہاں تک کہ لعان منظور کرے یا شوہر کے الزام لگانے کی تصدیق کرے۔ اگر تصدیق کی تو عورت پر زنا کی حد لگائی جائے گی اور اگر لعان کرنا چاہے تو اسے بھی چار مرتبہ اللہ تعالیٰ کی قسم کے ساتھ کہنا ہو گا کہ مرد اس پر زنا کی تہمت لگانے میں جھوٹا ہے اور پانچویں مرتبہ یہ کہنا ہو گا کہ اگر مرد اس الزام لگانے میں سچا ہو تو مجھ پر خدا کا غضب ہو۔ اتنا کہنے کے بعد عورت سے زنا کی حد ساقط ہو جائے گی اور لعان کے بعد قاضی کے جدائی کروا دینے سے میاں بیوی میں جدائی واقع ہو گی، بغیر قاضی کے نہیں اور یہ جدائی طلاقِ بائنہ ہو گی۔ آخری آیت میں فرمایا کہ اے تہمت لگانے والے مردو! اور تہمت لگائی گئی عورتو! اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی اور اللہ تعالیٰ بہت توبہ قبول فرمانے والا اور اپنے تمام افعال و احکام میں حکمت والا نہ ہوتا تو وہ تمہارے راز کھول دیتا اور اس کے بعد تمہارا حال بیان سے باہر ہوتا۔

آیت 11 **شانِ نزول:** یہ آیت اور اس کے بعد والی چند آیتیں اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شان میں نازل ہوئیں جن میں آپ کی عفت و عصمت کی گواہی خود ربُّ العالمین نے دی اور آپ پر تہمت لگانے والے منافقین کو سزا کا مژدہ سنایا۔ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے مسلمانو! بیشک جو لوگ میرے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی زوجہ مطہرہ پر تہمت کا بڑا بہتان لائے ہیں وہ تم ہی میں سے ایک جماعت ہے اور اے بہتان سے بچنے والو! تم اس بہتان کو اپنے لیے برا نہ سمجھو، بلکہ بہتان سے بچنا تمہارے لیے بہتر

عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ؕ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ ؕ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ

وہ تم ہی میں سے ایک جماعت ہے۔ تم اس بہتان کو اپنے لیے برا نہ سمجھو، بلکہ وہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ ان میں سے ہر شخص کیلئے وہ گناہ ہے جو

مِنَ الْاِثْمِ ۚ وَالَّذِیْ تَوَلّٰی كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ﴿۱۱﴾ لَوْلَاۤ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ

اس نے کمایااور ان میں سے وہ شخص جس نے اس بہتان کا سب سے بڑا حصہ اٹھایا اس کے لیے بڑا عذاب ہے ○ ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب تم نے یہ بہتان سنا

ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس پر جزا دے گا اور اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شان اور ان کی براءت ظاہر فرمائے گا اور ان بہتان لگانے والوں میں سے ہر شخص کے لئے اس کے عمل کے مطابق گناہ ہے کہ کسی نے طوفان اُٹھایا، کسی نے بہتان اُٹھانے والے کی زبانی موافقت کی، کوئی ہنس دیا، کسی نے خاموشی کے ساتھ سن ہی لیا، الغرض جس نے جو کیا اس کا بدلہ پائے گا اور ان بہتان لگانے والوں میں سے وہ شخص جس نے اس بہتان کا سب سے بڑا حصہ اٹھایا کہ اپنے دل سے یہ طوفان گڑھا اور اس کو مشہور کرتا پھرا اس کے لیے آخرت میں بڑا عذاب ہے۔ **اہم باتیں:** (1) یہاں بڑے بہتان سے مراد اُمُّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانا ہے۔ اس کا واقعہ کچھ یوں ہوا کہ 5 ہجری میں غزوہ بنی مُصْطَلَق سے واپسی کے وقت قافلہ مدینہ منورہ کے قریب ایک پڑاؤ پر ٹھہرا، تو اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ضرورت کے لئے کسی گوشے میں تشریف لے گئیں، وہاں آپ کا ہار ٹوٹ گیا تو اس کی تلاش میں مصروف ہو گئیں۔ اُدھر قافلے والوں نے آپ کا مَحمِل شریف اونٹ پر کَس دیا اور انہیں یہی خیال رہا کہ اُمُّ المؤمنین رضی اللہ عنہا اس میں ہیں، اس کے بعد قافلہ وہاں سے کوچ کر گیا۔ جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا واپس تشریف لائیں تو قافلہ وہاں سے جا چکا تھا۔ آپ اس خیال سے وہیں قافلے کی جگہ پر بیٹھ گئیں کہ میری تلاش میں قافلہ ضرور واپس آئے گا۔ عام طور پر معمول یہ تھا کہ قافلے کے پیچھے گری پڑی چیز اُٹھانے کے لئے ایک صاحب رہا کرتے تھے، اس موقع پر حضرت صفوان رضی اللہ عنہ اس کام پر مامور تھے۔ جب وہ اس جگہ پر آئے اور اُنہوں نے آپ کو بیٹھے ہوئے دیکھا تو بلند آواز سے ”اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ“ پکارا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کپڑے سے پردہ کر لیا۔ انہوں نے اپنی اُونٹنی بٹھائی اور آپ اس پر سوار ہو کر لشکر میں پہنچ گئیں۔ اس وقت سیاہ باطن منافقین نے غلط باتیں پھیلائیں اور آپ کی شان میں بدگوئی شروع کر دی، بعض مسلمان بھی اُن کے فریب میں آ گئے اور اُن کی زبان سے بھی کوئی بیجا کلمہ سرزد ہوا۔ اسی دوران اُمُّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیمار ہو گئی تھیں اور ایک ماہ تک بیمار رہیں، بیماری کے عرصے میں انہیں اطلاع نہ ہوئی کہ اُن کے بارے میں منافقین کیا کہہ رہے ہیں۔ ایک روز حضرت اُمِّ مِسْطَح رضی اللہ عنہا سے انہیں یہ خبر معلوم ہوئی۔ اس سے آپ کا مرض اور بڑھ گیا اور اس صدمے میں اس طرح روئیں کہ آپ کے آنسو نہ تھمتے تھے اور نہ ایک لمحہ کے لئے نیند آتی تھی، اس حال میں دوعالَم کے سردار صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر وحی نازل ہوئی اور حضرتِ اُمُّ المؤمنین رضی اللہ عنہا کی پاکی میں یہ آیتیں اُتریں اور آپ کا شرف و مرتبہ اللہ تعالیٰ نے اتنا بڑھایا کہ قرآنِ کریم کی بہت سی آیات میں آپ کی طہارت و فضیلت بیان فرمائی۔ (2) بہتان کا بڑا حصہ اٹھانے والے سے مراد عبداللہ بن اُبی بن سلول منافق ہے۔

آیت 12 اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ادب سکھاتے ہوئے ارشاد فرمایا: ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب تم نے یہ بہتان سنا تو مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اپنے لوگوں پر نیک گمان کرتے کیونکہ مسلمان کو یہی حکم ہے کہ وہ مسلمان کے ساتھ نیک گمان کرے کہ

Go to Index

ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا ۙ وَّقَالُوْا هٰذَاۤ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ ﴿١٢﴾ لَوْلَا جَآءُوْ عَلَيْهِ

تو مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اپنے لوگوں پر نیک گمان کرتے اور کہتے: یہ کھلا بہتان ہے○ اس پر چار گواہ

بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ ۚ فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴿١٣﴾ وَلَوْلَا فَضْلُ

کیوں نہ لائے تو جب وہ گواہ نہ لائے تو وہی اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں○ اور اگر دنیا اور

اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِىْ مَاۤ اَفَضْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۚ ﴿١٤﴾

آخرت میں اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو جس معاملے میں تم پڑ گئے تھے اس پر تمہیں بڑا عذاب پہنچتا○

اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّتَحْسَبُوْنَهٗ

جب تم ایسی بات ایک دوسرے سے سن کر اپنی زبانوں پر لاتے تھے اور اپنے منہ سے وہ بات کہتے تھے جس کا تمہیں کوئی علم نہ تھا اور تم اسے معمولی

بدگمانی ممنوع ہے۔ نیز لوگ سن کر کہتے کہ یہ کھلا بہتان ہے، بالکل جھوٹ ہے اور بے حقیقت ہے۔ **اہم بات:** رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو مَعاذَ اللہ اس معاملہ میں ہرگز کوئی بدگمانی نہیں ہوئی تھی کیونکہ اللہ تعالیٰ مؤمنین سے فرماتا ہے کہ تم نے نیک گمان کیوں نہ کیا تو یہ کیسے ممکن تھا کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم بدگمانی کرتے۔ **درس:** اچھا گمان رکھنے میں خیر ہے اور بدگمانی میں عموماً شر ہی ہوتا ہے۔ اپنے شوہر، بیوی، دوستوں وغیرہ کے متعلق اچھا گمان رکھنے میں نجات ہے۔

آیت 13 اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بہتان لگانے والوں سے فرمایا کہ وہ اپنے بہتان پر گواہ کیوں نہ لائے جو اس کی گواہی دیتے اور جب وہ گواہ نہیں لائے تو وہی اللہ تعالیٰ کے نزدیک جھوٹے ہیں۔

آیت 14 بہتان لگانے والوں سے مزید فرمایا کہ اگر دنیا اور آخرت میں تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی، جس میں سے توبہ کے لئے مہلت دینا بھی ہے اور آخرت میں عفو و مغفرت فرمانا بھی تو جس بہتان میں تم پڑے تھے اس پر تمہیں بڑا عذاب پہنچتا کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی حرمت و حَرَم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں معمولی نہیں ہے۔

آیت 15 ارشاد فرمایا کہ یہ بڑا عذاب اس وقت پہنچ جاتا جب تم اس بہتان کو ایک دوسرے سے سن کر اپنی زبانوں پر لاتے اور اپنے منہ سے وہ بات کہتے تھے جس کا تمہیں کوئی علم نہ تھا اور تم اسے ہلکا سا معاملہ سمجھتے اور خیال کرتے تھے کہ اس میں بڑا گناہ نہیں حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جرمِ عظیم تھا۔ **اہم بات:** بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے گناہ اور مَعصِیَّت صادِر ہوئی مگر وہ اس پر قائم نہ ہوئے بلکہ انہیں توبہ کی توفیق ملی، لہٰذا یہ درست ہے کہ سارے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم عادل ہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا ہے: ترجمہ: اور ان سب سے اللہ نے سب سے اچھی چیز (جنت) کا وعدہ فرمالیا ہے۔ (حدید:10) اور فرمایا: ترجمہ: ان سب سے اللہ راضی ہوا اور یہ اللہ سے راضی ہیں۔ (توبہ:100) اور یہ بات ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ فاسق سے راضی نہیں ہوتا اور نہ اس سے جنت کا وعدہ فرماتا ہے۔

هَيِّنًا ۖ وَّ هُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ ﴿١٥﴾ وَ لَوْلَاۤ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَاۤ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ۖ

سمجھتے تھے حالانکہ وہ اللہ کے نزدیک بہت بڑا تھا○ اور کیوں نہ ہوا کہ جب تم نے اسے سنا تھا تو تم کہہ دیتے کہ ہمارے لئے جائز نہیں کہ یہ بات کہیں۔

سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ﴿١٦﴾ يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖۤ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ

(اے اللہ!) تو پاک ہے، یہ بڑا بہتان ہے○ اللہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے کہ دوبارہ کبھی اس طرح کی بات کی طرف نہ لوٹنا اگر تم

مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٧﴾ وَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿١٨﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ

ایمان والے ہو○ اور اللہ تمہارے لیے آیتیں صاف بیان فرماتا ہے اور اللہ علم والا، حکمت والا ہے○ بیشک جو لوگ چاہتے ہیں

آیت 16 ارشاد فرمایا کہ جب تم نے بہتان سنا تھا تو اس وقت یہ کیوں نہ ہوا کہ تم کہہ دیتے: ہمارے لئے درست نہیں کہ یہ بہتان والی بات کہیں کیونکہ یہ درست ہو ہی نہیں سکتی۔ **اہم باتیں:** (1) کسی نبی علیہ السَّلام کی بیوی کافرہ تو ہو سکتی ہے لیکن بدکار ہرگز نہیں ہو سکتی کیونکہ انبیاء علیہم السَّلام قابلِ نفرت چیزوں سے پاک ہوتے ہیں اور ظاہر ہے کہ عورت کی بدکاری قابلِ نفرت چیز ہے۔ (2) اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر لگائی گئی تہمت کا بہتان ہونا بالکل ظاہر تھا۔ اسی لئے بہتان نہ کہنے والوں اور توقف کرنے والوں پر عتاب ہوا، البتہ چونکہ یہ حضورِ انور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے گھر کا معاملہ تھا اس لئے آپ نے خاموشی اختیار فرمائی۔ (3) آپ کی خاموشی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے معاملے کو نہ جاننے کی وجہ سے نہ تھی بلکہ وحی کے انتظار کی وجہ سے تھی کیونکہ اگر آپ اپنے علم کی بناء پر اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عِصمت کی خبر دیتے تو منافق کہتے کہ آپ نے اپنے اہلِ بیت کی طرف داری کی۔ اسی لئے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی خاموش رہے بلکہ خود اُمُّ المؤمنین رضی اللہ عنہا نے بھی لوگوں سے نہ کہا کہ میں بے قصور ہوں؛ حالانکہ انہیں تو اپنی پاکدامنی یقین کے ساتھ معلوم تھی۔ **درس:** جس کے سامنے کسی مسلمان پر کوئی بہتان باندھا جارہا ہو اور کسی مسلمان پر بہتان تراشی کر کے اسے ذلیل کیا جارہا ہو تو اسے چاہئے کہ خاموش نہ رہے بلکہ بہتان لگانے والوں کا رَد کرے اور انہیں اس سے منع کرے اور جس مسلمان پر بہتان لگایا جارہا ہے اس کی عزت کا دفاع کرے۔

آیت 17 اس آیت کا معنی یہ ہے کہ سابقہ آیات میں مذکور کلام سے تمہیں معلوم ہو گیا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانا کتنا بڑا گناہ ہے اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اس جرم کی وجہ سے حد لگے گی، دنیا میں ذلت و رسوائی اور آخرت میں عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اس کے ذریعے نصیحت فرماتا ہے تاکہ اگر تم ایمان والے ہو تو اپنی زندگی میں اس جیسے عمل کی طرف کبھی بھی نہ لوٹو۔ **اہم بات:** اس حکم میں وہ شخص تو داخل ہی ہے جو ایسی بات کہے اور وہ بھی داخل ہے جو ایسی بات سنے اور اس کا رَد نہ کرے۔

آیت 18 اس آیت کی تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ شرعی احکام اور اچھے آداب پر دلالت کرنے والی آیتیں صاف بیان فرماتا ہے تاکہ تم ان کے ذریعے نصیحت حاصل کرو اور ادب سیکھو اور اللہ تعالیٰ اپنی تمام مخلوقات کے سب حالات کا علم رکھنے والا اور اپنے تمام افعال و تدابیر میں حکمت والا ہے تو پھر اس بات کا سچا ہونا کیسے ممکن ہے جو اس عظیم ہستی کی حرمت کے بارے میں کہی گئی جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت کے لئے منتخب فرمایا اور اسے ساری مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا تاکہ وہ حق کی طرف ان کی رہنمائی کریں اور انہیں (گناہ کی آلودگی سے) خوب پاکیزہ فرما دیں اور انہیں پاک کر کے خوب صاف ستھرا کر دیں۔

آیت 19 اس آیت کا معنی یہ ہے کہ وہ لوگ جو اپنے کلام یا عمل سے چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں بے حیائی کی بات پھیلے جیسے بدکاری

اَنۡ تَشِيۡعَ الۡفَاحِشَةُ فِى الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَهُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ ۙ فِى الدُّنۡيَا وَالۡاٰخِرَةِ ؕ وَاللّٰهُ يَعۡلَمُ

کہ مسلمانوں میں بے حیائی کی بات پھیلے ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے اور اللہ جانتا ہے

وَاَنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۱۹﴾ وَلَوۡلَا فَضۡلُ اللّٰهِ عَلَيۡكُمۡ وَرَحۡمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوۡفٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۲۰﴾ ع

اور تم نہیں جانتے ○ اور اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی اور یہ کہ اللہ نہایت مہربان، رحم فرمانے والا ہے (تو اس عذاب کا مزہ چکھتے) ○

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَّبِعُوۡا خُطُوٰتِ الشَّيۡطٰنِ ؕ وَمَنۡ يَّتَّبِعۡ خُطُوٰتِ الشَّيۡطٰنِ فَاِنَّهٗ

اے ایمان والو! شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو اور جو شیطان کے قدموں کی پیروی کرتا ہے تو بیشک شیطان تو

کے کام یا بے حیائی کی باتیں یا گندے بہتان یا باطل و حرام الزامات یا مسلمانوں کے دین و ایمان اور عملی و معاشرتی زندگی کو تباہ کرنے والی خبریں عام ہو جائیں تو اشاعتِ فاحشہ کے مرتکب لوگوں کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے۔ مزید فرمایا کہ اللہ تعالیٰ دلوں کے راز اور باطن کے احوال جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ **اہم باتیں:** (1) اشاعت سے مراد تشہیر کرنا اور ظاہر کرنا ہے جبکہ فاحشہ سے وہ تمام اَقوال اور اَفعال مراد ہیں جن کی قباحت بہت زیادہ ہے اور یہاں آیت میں اصل مراد زِنا ہے۔ (2) (بہتان مراد ہونے کی صورت میں) دنیا کے عذاب سے مراد حد قائم کرنا ہے اور آخرت کے عذاب سے مراد یہ ہے کہ اگر توبہ کئے بغیر مر گئے تو آخرت میں دوزخ ہے۔ **درس:** اشاعتِ فاحشہ کے اصل معنیٰ میں بہت وسعت ہے اور دیگر بہت سی چیزیں اشاعتِ فاحشہ میں داخل ہیں، جیسے کسی پر لگائے گئے بہتان کو عام کرنا، کسی کے خفیہ عیب پر مطلع ہونے کے بعد اسے پھیلانا، ایسی کتابیں، اخبارات، ناول، رسائل اور ڈائجسٹ وغیرہ لکھنا، شائع کرنا جن سے شہوانی جذبات متحرک ہوں، فحش تصاویر اور وڈیوز بنانا، بیچنا، انہیں دیکھنے کے ذرائع مہیا کرنا، ایسے اشتہارات اور سائن بورڈ بنانا، لگانا، لگوانا جن میں جاذِبیت اور کشش پیدا کرنے کے لئے جنسی عُریانِیَّت کا سہارا لیا گیا ہو۔ یہ سب کام حرام اور جہنم میں لے جانے والے ہیں۔

آیت 20 ارشاد فرمایا کہ اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی اور یہ کہ اللہ تعالیٰ تم پر نہایت مہربان، رحم فرمانے والا ہے تو اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری اس حرکت کا مزہ چکھاتا اور اس کا عذاب تمہیں مہلت نہ دیتا۔

آیت 21 ارشاد فرمایا کہ اے ایمان والو! تم اپنے اعمال اور افعال میں شیطان کے طریقوں پر نہ چلو اور جو شیطان کے طریقوں کی پیروی کرتا ہے تو بیشک شیطان تو بے حیائی اور بُری بات ہی کا حکم دے گا، تم اس کے وسوسوں میں نہ پڑو اور بہتان اُٹھانے والوں کی باتوں پر کان نہ لگاؤ اور اگر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو تم میں سے کوئی شخص بھی کبھی پاکیزہ نہ ہوتا اور اللہ تعالیٰ اس کو توبہ اور حسنِ عمل کی توفیق نہ دیتا اور عفو و مغفرت نہ فرماتا البتہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس کی توبہ قبول فرما کر اسے گناہوں کی گندگی سے پاکیزہ فرما دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ سننے والا، جاننے والا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عظمت کا منکر شیطان کا پیروکار ہے۔ (2) وہ تمام طریقے شیطان کے ہیں جن پر بے حیائی اور بُری بات ہونے کا اطلاق ہوتا ہے، جیسے زنا کی تہمت لگانا، گالی دینا وغیرہ۔ (3) گناہ کی گندگی سے پاکیزگی کے لئے اللہ تعالیٰ ہی اپنے فضل و رحمت سے بندے کو عبادت اور اسباب کی توفیق دیتا ہے لیکن بندے کے لئے وسیلہ ضروری ہے۔ سب سے بڑا وسیلہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہیں، پھر وہ لوگ ہیں جو

يَاۡمُرُ بِالۡفَحۡشَآءِ وَالۡمُنۡكَرِ ؕ وَلَوۡلَا فَضۡلُ اللّٰهِ عَلَيۡكُمۡ وَرَحۡمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنۡكُمۡ مِّنۡ اَحَدٍ اَبَدًا ۙ

بے حیائی اور بُری بات ہی کا حکم دے گا اور اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو تم میں سے کوئی شخص بھی کبھی پاکیزہ نہ ہوتا

وَّلٰـكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّىۡ مَنۡ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌ ﴿۲۱﴾ وَلَا يَاۡتَلِ اُولُوا الۡفَضۡلِ مِنۡكُمۡ وَالسَّعَةِ

البتہ اللہ پاکیزہ فرمادیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور اللہ سننے والا، جاننے والا ہے ○ اور تم میں فضیلت والے اور (مالی) گنجائش والے یہ قسم نہ کھائیں

اَنۡ يُّؤۡتُوۡۤا اُولِى الۡقُرۡبٰى وَالۡمَسٰكِيۡنَ وَالۡمُهٰجِرِيۡنَ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ ۖ وَلۡيَعۡفُوۡا وَلۡيَصۡفَحُوۡا ؕ

کہ وہ رشتے داروں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو (مال) نہ دیں گے اور انہیں چاہیے کہ معاف کردیں اور درگزر کریں،

اَلَا تُحِبُّوۡنَ اَنۡ يَّغۡفِرَ اللّٰهُ لَـكُمۡ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۲۲﴾ اِنَّ الَّذِيۡنَ يَرۡمُوۡنَ الۡمُحۡصَنٰتِ

کیا تم اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمہاری بخشش فرمادے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ○ بیشک وہ جو انجان، پاکدامن،

بندے کو اللہ تعالیٰ کی طرف ہدایت دیں یعنی کامل مرشد۔ (4) حقیقی تزکیہ یہ ہے کہ گناہوں کے میل سے پاک کرنے کے بعد دل کو اغیار کے تعلقات سے پاک کر دیا جائے اور ہر کوئی اس تزکیہ کی اہلیت نہیں رکھتا بلکہ جسے اللہ تعالیٰ چاہے اسے ہی یہ دولت نصیب ہوتی ہے۔

آیت 22 **شانِ نزول:** یہ آیت حضرتِ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی، اس کا پس منظر یہ ہے کہ حضرت مِسطح رضی اللہ عنہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خالہ کے بیٹے تھے، نادار تھے، مہاجر تھے، بدری تھے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی اُن کا خرچ اُٹھاتے تھے مگر چونکہ اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے والوں کے ساتھ انہوں نے مُوافقت کی تھی اس لئے آپ رضی اللہ عنہ نے قسم کھائی کہ حضرت مِسطح رضی اللہ عنہ کے ساتھ حسنِ سلوک نہ کریں گے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں جو دین میں فضیلت اور منزلت والے اور مال و ثروت میں گنجائش والے ہیں یہ قسم نہ کھائیں کہ وہ اپنے رشتے داروں، مسکینوں اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو اپنے مال سے نہ دیں گے اور ان فضیلت والوں کو چاہیے کہ معاف کر دیں اور درگزر کریں، کیا تم اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری بخشش فرمادے اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ جب یہ آیت حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے پڑھی تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: بیشک میری آرزو ہے کہ اللہ تعالیٰ میری مغفرت کرے اور میں حضرت مِسطح رضی اللہ عنہ کے ساتھ جو سلوک کرتا تھا اس کو کبھی موقوف نہ کروں گا۔ چنانچہ آپ نے اسے دوبارہ جاری فرمادیا۔ **اہم باتیں:** (1) جو شخص کوئی کام نہ کرنے کی قسم کھائے پھر معلوم ہو کہ اس کا کرنا ہی بہتر ہے تو اسے چاہیے کہ اس کام کو کرلے، لیکن اسے قسم کا کفارہ دینا ہوگا۔ (2) اس آیت سے حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی فضیلت ثابت ہوئی اور اس سے آپ کی بلند شان اور مرتبہ ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اُولُوا الۡفَضۡلِ فرمایا۔ (3) رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور دیگر انبیاء و رُسل علیہم السّلام کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام مخلوق سے افضل ہیں۔

آیت 23 اِس آیت سے تہمت لگانے والے منافقین کی سزا بیان کی گئی ہے، آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ عورتیں جو بدکاری اور فسق و فجور کو جانتی بھی نہیں اور بُرا خیال اُن کے دل میں بھی نہیں گزرتا اور وہ پاکدامن اور ایمان والی ہیں، ایسی پاکیزہ عورتوں پر بدکاری کا

الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ۪ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌۙ﴿۲۳﴾ یَّوْمَ تَشْهَدُ عَلَیْهِمْ

ایمان والی عورتوں پر بہتان لگاتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت ہے اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے ○ جس دن ان کے خلاف

اَلْسِنَتُهُمْ وَ اَیْدِیْهِمْ وَ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ﴿۲۴﴾ یَوْمَىٕذٍ یُّوَفِّیْهِمُ اللّٰهُ دِیْنَهُمُ الْحَقَّ

ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں ان کے اعمال کی گواہی دیں گے ○ اس دن اللہ انہیں ان کی پوری سچی سزا دے گا

وَ یَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِیْنُ﴿۲۵﴾ اَلْخَبِیْثٰتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ وَ الْخَبِیْثُوْنَ لِلْخَبِیْثٰتِۚ

اور وہ جان لیں گے کہ اللہ ہی صریح حق ہے ○ گندی عورتیں گندے مردوں کیلئے ہیں اور گندے مرد گندی عورتوں کیلئے ہیں

وَ الطَّیِّبٰتُ لِلطَّیِّبِیْنَ وَ الطَّیِّبُوْنَ لِلطَّیِّبٰتِۚ اُولٰٓىٕكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا یَقُوْلُوْنَؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ

اور پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کیلئے ہیں اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کیلئے ہیں۔ وہ ان باتوں سے بَری ہیں جو لوگ کہہ رہے ہیں۔ ان (پاکیزہ لوگوں) کے لیے بخشش

بہتان لگانے والوں پر دنیا اور آخرت میں لعنت ہے اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔ **اہم بات:** آیت میں جو وعید ذکر کی گئی یہ عبد اللہ بن اُبَی بن سلول منافق کے حق میں ہے۔ (خازن 3/345) آیت کا شانِ نزول اگرچہ خاص ہے لیکن معنٰی اور حکم سب کو عام ہے۔

آیت 24 ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن ان کے خلاف ان کی زبانیں، ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں ان کے اعمال کی گواہی دیں گے۔ **اہم بات:** زبانوں کا گواہی دینا تو اُن کے مونہوں پر مُہریں لگائے جانے سے پہلے ہوگا اور اس کے بعد مونہوں پر مُہریں لگادی جائیں گی جس سے زبانیں بند ہوجائیں گے اور اعضاء بولنے لگیں گے اور دنیا میں جو عمل کئے تھے وہ ان کی خبر دیں گے۔

آیت 25 منافقین کی سزا کے بیان میں ہی ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انہیں ان کی پوری سچی سزا دے گا جس کے وہ قانونی طور پر مستحق ہیں اور وہ جان لیں گے کہ اللہ تعالیٰ ہی صریح حق ہے یعنی موجود، ظاہر ہے، اسی کی قدرت سے ہر چیز کا وجود ہے۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ معنی یہ ہیں کہ کفار دنیا میں اللہ تعالیٰ کے وعدوں میں شک کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ آخرت میں انہیں اُن کے اعمال کی جزا دے کر ان وعدوں کا حق ہونا ظاہر فرمادے گا۔

آیت 26 آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ گندے کے لئے گندہ لائق ہے، گندی عورت گندے مرد کے لئے اور گندہ مرد گندی عورت کے لئے اور گندہ آدمی گندی باتوں کے درپے ہوتا ہے اور گندی باتیں گندے آدمی کا وَطیرہ ہوتی ہیں اور پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کیلئے ہیں اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کیلئے ہیں۔ وہ پاک مرد اور عورتیں جن میں سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت صفوان رضی اللہ عنہ ہیں، ان باتوں سے بری ہیں جو یہ تہمت لگانے والے کہہ رہے ہیں۔ ان پاکیزہ لوگوں کے لیے بخشش اور جنت میں عزت کی روزی ہے۔ **اہم باتیں:** (1) اس آیت سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا کمالِ فضل و شرف ثابت ہوا کہ وہ طَیِّبہ اور پاک پیدا کی گئیں اور قرآنِ کریم میں اُن کی پاکی کا بیان فرمایا گیا اور انہیں مغفرت اور رزقِ کریم کا وعدہ دیا گیا۔ (2) اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو اللہ تعالیٰ نے بہت سے خَصائِص عطا فرمائے، مثلاً بعض اوقات ایسی حالت میں حضور پُرنور صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر وحی نازل ہوئی کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ کے ساتھ آپ کے لحاف میں ہوتیں۔ آپ رضی اللہ عنہا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا سے

وَّ رِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۲۶﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا

اور عزت کی روزی ہے۔ اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا اور گھروں میں داخل نہ ہو جب تک اجازت نہ لے لو

وَ تُسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَهْلِهَاؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۷﴾ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَاۤ اَحَدًا

اور ان میں رہنے والوں پر سلام نہ کرلو۔ یہ تمہارے لیے بہتر ہے تاکہ تم نصیحت مان لو۔ پھر اگر تم ان گھروں میں کسی کو نہ پاؤ

فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْۚ وَ اِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْؕ

تو بھی ان میں داخل نہ ہونا جب تک تمہیں اجازت نہ دیدی جائے اور اگر تمہیں کہا جائے ”واپس لوٹ جاؤ“ تو تم واپس لوٹ جاؤ، یہ تمہارے لیے زیادہ پاکیزہ ہے

مغفرت ورزقِ کریم کا وعدہ فرمایا گیا ہے اور آپ رضی اللہ عنہا ہی کا حجرۂ شریف حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی آرام گاہ بنا۔

آیت 27 اس آیت سے اللہ تعالیٰ نے دوسروں کے گھروں میں جانے کے آداب اور احکام بیان فرمائے ہیں۔ **شانِ نزول:** حضرت عدی بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: انصار کی ایک عورت نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: یارسولَ اللہ! اپنے گھر میں میری حالت کچھ اس طرح کی ہوتی ہے کہ میں نہیں چاہتی کہ کوئی مجھے اس حالت میں دیکھے، چاہے وہ میرے والد یا بیٹا ہی کیوں نہ ہو اور میری اسی حالت میں گھر میں مردوں کا آنا جانا رہتا ہے تو میں کیا کروں؟ اس پر یہ آیتِ مبارکہ نازل ہوئی۔ اور ارشاد فرمایا گیا: اے ایمان والو! اپنے گھروں کے علاوہ کسی اور کے گھروں میں اس وقت تک داخل نہ ہو جب تک اجازت نہ لے لو اور ان میں رہنے والوں پر سلام نہ کرلو، یہ تمہارے لیے اجازت کے بغیر داخل ہونے سے بہتر ہے تاکہ تم یہ نصیحت مان لو اور اس پر عمل کرو۔ **اہم باتیں:** (1) غیر کے گھر میں داخل ہونے کی اجازت لینے کا طریقہ یہ بھی ہے کہ بلند آواز سے سُبْحَانَ اللّٰہ یا اَلْحَمْدُ لِلّٰہ یا اَللّٰہُ اَکْبَرْ کہے، یا کھنکارے جس سے مکان والوں کو معلوم ہو جائے کہ کوئی آنا چاہتا ہے، یا یہ کہے کہ کیا مجھے اندر آنے کی اجازت ہے۔ (2) غیر کے گھر سے وہ گھر مراد ہے جس میں غیر رہتا ہو خواہ وہ اس کا مالک ہو یا نہ ہو۔ (3) غیر کے گھر جانے والے کی اگر صاحبِ مکان سے پہلے ہی ملاقات ہو جائے تو پہلے سلام کرے پھر اجازت چاہے اور اگر وہ مکان کے اندر ہو تو سلام کے ساتھ اجازت لے اور اس طرح کہے: السّلام علیکم، کیا مجھے اندر آنے کی اجازت ہے۔ (4) اگر دروازے کے سامنے کھڑے ہونے میں بے پردگی کا اندیشہ ہو تو دائیں یا بائیں جانب کھڑے ہو کر اجازت طلب کرے۔

آیت 28 فرمایا گیا کہ اگر مکان میں اجازت دینے والا موجود نہ ہو تو بھی ان میں داخل نہ ہونا جب تک تمہیں اجازت نہ دیدی جائے کیونکہ غیر کی مِلک میں تصرُّف کرنے کے لئے اس کی رضامندی ضروری ہے اور اگر مکان میں اجازت دینے والا موجود ہو اور وہ تمہیں کہے کہ ”واپس لوٹ جاؤ“ تو تم واپس لوٹ جاؤ اور اجازت طلب کرنے میں اصرار اور منت سماجت نہ کرو اور اجازت نہ ملنے کی صورت میں تمہارا لوٹ جانا تمہارے لئے زیادہ پاکیزہ کام ہے کیونکہ بعض اوقات لوگ اس حال میں ہوتے ہیں کہ اس وقت وہ کسی کا اپنے پاس آنا پسند نہیں کرتے۔ **اہم باتیں:** (1) کسی کا دروازہ بہت زور سے بجانا اور شدید آواز سے چیخنا خاص کر علماء اور بزرگوں کے دروازوں پر ایسا کرنا اور ان کو زور سے پکارنا مکروہ اور خلافِ ادب ہے۔ (2) درمیانے انداز میں دروازہ بجائیں اور آواز دینے کی ضرورت ہو تو درمیانی آواز سے پکاریں۔ (3) جس کے گھر پہ بیل لگی ہو تو ایسا نہ کریں کہ دروازہ کھلنے تک بٹن پر ہاتھ رکھ کر ہی کھڑے ہو جائیں بلکہ ایک بار بٹن دبا کر کچھ دیر انتظار

Go to Index

وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴿٢٨﴾ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ فِيْهَا

اور اللہ تمہارے کاموں کو خوب جاننے والا ہے ○ اس بارے میں تم پر کچھ گناہ نہیں کہ ان گھروں میں جاؤ جو خاص کسی کی رہائش نہیں جن میں

مَتَاعٌ لَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ ﴿٢٩﴾ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ

تمہیں نفع اُٹھانے کا اختیار ہے اور اللہ جانتا ہے جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم چھپاتے ہو○ مسلمان مردوں کو حکم دو کہ اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں

وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ؕ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ﴿٣٠﴾ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ

اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، یہ ان کے لیے زیادہ پاکیزہ ہے، بیشک اللہ ان کے کاموں سے خبردار ہے○ اور مسلمان عورتوں کو حکم دو کہ

کریں، نہ کھلے تو دوسری اور تیسری بار تک بجالیں، اگر پھر بھی جواب نہ ملے تو کسی شدید مجبوری اور ضرورت کے بغیر چوتھی بار نہ بجائیں بلکہ واپس چلے جائیں اور کسی دوسرے وقت میں ملاقات کرلیں۔(4) تین مرتبہ تک دروازہ یا گھنٹی بجانے کی اجازت ہے، کوئی واجب نہیں لہٰذا یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ایک یا دو مرتبہ دروازہ بجانے پر اگر کوئی دروازہ نہ کھولے تو واپس چلے جائیں۔(5) جب کسی کا دروازہ بجائیں اور اندر سے پوچھا جائے کہ کون ہے تو اس کے جواب میں یہ نہ کہیں کہ میں ہوں، بلکہ اپنا نام بتائیں تاکہ پوچھنے والا آپ کو پہچان سکے۔

درس: اسلام نے ہمیں زندگی کے ہر چھوٹے بڑے معاملے میں زندگی کے آداب اور دوسروں کی سہولت کا خیال رکھنا سکھایا ہے۔

آیت 29 **شانِ نزول:** صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اُوپر والی آیت نازل ہونے کے بعد دریافت کیا تھا کہ مکہ و مدینہ کے درمیان اور شام کے راستے میں جو مسافر خانے بنے ہوئے ہیں کیا اُن میں داخل ہونے کے لئے بھی اجازت لینا ضروری ہے۔ اس پر فرمایا گیا کہ اس بارے میں تم پر کچھ گناہ نہیں کہ ان گھروں میں جاؤ جو خاص کسی کی رہائش نہیں جیسے سرائے اور مسافر خانے وغیرہ کہ اس میں جانے کے لئے اجازت حاصل کرنے کی حاجت نہیں اور ان سے تمہیں نفع اُٹھانے کا اختیار ہے۔ حقیقت میں اس سے مراد ہر وہ جگہ ہے جہاں شرعاً و عرفاً اجازت لے کر جانے کی حاجت نہیں۔ آیت کے آخر میں فرمایا کہ اللہ جانتا ہے جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم چھپاتے ہو یعنی جو کہیں چوری وغیرہ کی نیت سے یا عورتوں کو جھانکنے کے لئے جائیں تو اللہ تعالیٰ ایسوں کو خوب جانتا ہے۔

آیت 30 اس آیت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ذریعے مسلمان مردوں کو دو حکم دیئے گئے ہیں۔(1) وہ اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور جس چیز کو دیکھنا جائز نہیں اس پر نظر نہ ڈالیں۔(2) اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ یعنی بدکاری اور حرام سے بچیں نیز پوشیدہ اعضاء کو چھپائیں اور پردے کا اہتمام رکھیں۔ مزید فرمایا کہ نگاہوں کو جھکا کر رکھنا اور شرمگاہ کی حفاظت کرنا مردوں کے لیے بہت پاکیزہ طریقہ اور کام ہے اور بیشک اللہ تعالیٰ ان کے کاموں سے خبردار ہے۔ **درس:** (1) مسلمان مردوں کو اپنی نظریں نیچی رکھنے کا حکم ہے۔ حدیث میں فرمایا: ایک نظر کے بعد دوسری نظر نہ کرو (یعنی اگر اچانک بلاقصد کسی عورت پر نظر پڑ جائے تو فوراً نظر ہٹالے اور دوبارہ نظر نہ کرے) کہ پہلی نظر جائز ہے اور دوسری نظر جائز نہیں۔ (ابو داؤد، حدیث: 2149)(2) اللہ تعالیٰ مردوں کے خیالات، افعال اور نظریں گھمانے کے انداز سے خبردار ہے، وہ آنکھوں کی خیانت اور دلوں کی چھپی ہوئی باتیں جانتا ہے۔

آیت 31 اس آیت میں مسلمان عورتوں کو 6 احکام دیئے گئے ہیں: (1) وہ اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور غیر مردوں کو نہ دیکھیں۔

يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَ يَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَ لَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا

وہ اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی پارسائی کی حفاظت کریں اور اپنی زینت نہ دکھائیں مگر جتنا (بدن کا حصہ) خود ہی ظاہر ہے

وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ۪ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ

اور وہ اپنے دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈالے رکھیں اور اپنی زینت ظاہر نہ کریں مگر اپنے شوہروں پر یا اپنے باپ یا

اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ

شوہروں کے باپ یا اپنے بیٹوں یا شوہروں کے بیٹے یا اپنے بھائیوں یا اپنے بھتیجوں یا اپنے بھانجوں

(2) اپنی پارسائی کی حفاظت کریں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ زنا سے بچیں۔ **(3) اپنی زینت نہ دکھائیں مگر جتنا (بدن کا حصہ) خود ہی ظاہر ہے۔** تفسیر مدارک میں ہے: اس آیت کا معنی یہ ہے کہ مسلمان عورتیں اپنے بدن کے ان اعضا کو ظاہر نہ کریں جہاں زینت کرتی ہیں جیسے سر، کان، گردن، سینہ، بازو، کہنیاں اور پنڈلیاں، البتہ بدن کے وہ اعضا جو عام طور پر ظاہر ہوتے ہیں جیسے چہرہ، دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں، انہیں چھپانے میں چونکہ مشقت واضح ہے اس لئے ان اعضا کو ظاہر کرنے میں حرج نہیں۔ (لیکن فی زمانہ چہرہ بھی چھپایا جائے گا) (مدارک:777) شوہر اور مَحرم کے سوا کسی اور کے لئے اس کے کسی حصہ کو بے ضرورت دیکھنا جائز نہیں اور علاج وغیرہ کی ضرورت سے بقدرِ ضرورت جائز ہے۔ (تفسیرات احمدیہ: ص562) **(4) وہ اپنے دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈالے رکھیں۔** یعنی مسلمان عورتیں اپنے دوپٹوں کے ذریعے اپنے بالوں، گردن، پہنے ہوئے زیور اور سینے وغیرہ کو ڈھانپ کر رکھیں۔ **(5) اپنی زینت ظاہر نہ کریں مگر اپنے شوہروں پر۔** جن کے سامنے عورت اپنی پوشیدہ زینت کے اعضا مثلاً سر، کان، گردن، سینہ، بازو، کہنیاں اور پنڈلیاں وغیرہ ظاہر کر سکتی ہے۔ وہ مرد و عورت یہ ہیں (۱) شوہر۔ (۲) باپ۔ اس کے حکم میں دادا پَر دادا وغیرہ تمام اصول شامل ہیں۔ (۳) شوہروں کے باپ یعنی سُسر کہ وہ بھی مَحرم ہو جاتے ہیں۔ (۴) اپنے بیٹے۔ اِنہیں کے حکم میں اِن کی اولاد بھی داخل ہے۔ (۵) شوہروں کے بیٹے کہ وہ بھی مَحرم ہو گئے۔ (۶) سگے بھائی۔ (۷) سگے بھتیجے۔ (۸) سگے بھانجے۔ اِنہیں کے حکم میں چچا ماموں وغیرہ تمام مَحارِم داخل ہیں۔ (۹) مسلمان عورتوں کے سامنے۔ غیر مسلم عورتوں کے سامنے کھولنا منع ہے۔ (۱۰) اپنی ملکیت میں موجود کنیزوں کے سامنے۔ ان پر اپنا سنگار ظاہر کرنا ممنوع نہیں اور غلام اِن کے حکم میں نہیں، اس کو اپنی مالکہ کی زینت کی جگہوں کو دیکھنا جائز نہیں۔ (۱۱) مردوں میں سے وہ نوکر جو شہوت والے نہ ہوں مثلاً ایسے بوڑھے ہوں جنہیں اصلاً شہوت باقی نہیں رہی ہو اور وہ نیک ہوں۔ (۱۲) وہ بچے جنہیں عورتوں کی شرم کی چیزوں کی خبر نہیں، وہ ابھی ناسمجھ نابالغ ہیں۔ **(6) زمین پر اپنے پاؤں زور سے نہ ماریں۔** یعنی عورتیں چلنے پھرنے میں پاؤں اس قدر آہستہ رکھیں کہ اُن کے زیور کی جھنکار نہ سُنی جائے۔ اسی لئے چاہیے کہ عورتیں بجنے والے جھانجھن نہ پہنیں۔ آیت کے آخر میں فرمایا کہ اے مسلمانو! جن باتوں کا تمہیں حکم دیا گیا اور جن سے منع کیا گیا، اگر ان میں بشری تقاضے کی بنا پر تم سے کوئی تقصیر واقع ہو جائے تو تم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس امید پر توبہ کر لو کہ تم فلاح پا جاؤ۔ **اہم باتیں:** (1) عورت کا اجنبی مرد کی طرف نظر کرنے کا وہی حکم ہے، جو مرد کا مرد کی طرف نظر کرنے کا ہے اور یہ اس وقت ہے کہ عورت کو یقین کے ساتھ معلوم ہو کہ اس کی

اَوْ نِسَآىِٕهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ

یا اپنی (مسلمان) عورتوں یا اپنی کنیزوں پر جو ان کی ملکیت ہوں یا مردوں میں سے وہ نوکر جو شہوت والے نہ ہوں یا وہ بچے

الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ۖ وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ

جنہیں عورتوں کی شرم کی چیزوں کی خبر نہیں اور زمین پر اپنے پاؤں اس لئے زور سے نہ ماریں کہ ان کی اس زینت کا پتہ چل جائے جو انہوں نے

زِيْنَتِهِنَّ ؕ وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿٣١﴾ وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ

چھپائی ہوئی ہے اور اے مسلمانو! تم سب اللہ کی طرف توبہ کرو اس امید پر کہ تم فلاح پاؤ○ اور تم میں سے جو بغیر نکاح کے ہوں

وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآىِٕكُمْ ؕ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ

اور تمہارے غلاموں اور لونڈیوں میں سے جو نیک ہیں ان کے نکاح کر دو۔ اگر وہ فقیر ہوں گے تو اللہ انہیں اپنے فضل سے غنی کر دے گا

طرف نظر کرنے سے شہوت پیدا نہیں ہوگی اور اگر اس کا شبہ بھی ہو تو ہرگز نظر نہ کرے۔(2) شوہر کے علاوہ دیگر مَحارِم کے سامنے بھی عورت اپنے بناؤ سنگار کے اعضاء اس وقت ظاہر کر سکتی ہے جب ان میں سے کسی کو بری خواہش کا اندیشہ نہ ہو، اگر ایسا اندیشہ ہو تو ظاہر کرنا ناجائز ہے۔ **درس:** موجودہ دور میں میڈیا وغیرہ سے لوگوں کا یہ ذہن بنانے کی بھرپور کوشش کی جاتی ہے کہ عورت بھی ایک انسان اور آزادی اس کا بھی حق ہے، اسے پردہ کروانا اس کی آزادی اور روشن خیالی کے برخلاف اور جبری قید ہے حالانکہ پردہ تو عورت کی آزادی کا ضامن اور اس کی عزت و ناموس کا محافظ ہے، اسی میں عورت کی عزت و وقار ہے۔ جن ممالک میں عورت کی بے پردگی کو رواج دیا گیا وہاں کا معاشرہ بگڑ گیا اور خاندانی نظام تباہ ہو کر رہ گیا، شادیوں کی ناکامی اور طلاقوں کی تعداد میں اضافہ ہو گیا اور یہ سب تباہی عورت کو بے پردہ کرنے کا ہی نتیجہ ہے۔

آیت 32 اس آیت میں عزت و ناموس کی حفاظت کا ایک طریقہ بیان کیا ہے، کہ تم میں سے جو بغیر نکاح کے ہوں خواہ مرد ہوں یا عورتیں، کنوارے یا غیر کنوارے (یعنی شادی شدہ تھے لیکن پھر طلاق یا ایک کی موت ہوگئی) اور تمہارے غلاموں اور لونڈیوں میں سے جو نیک ہیں ان کے نکاح کر دو۔ اگر نکاح کرنے والے فقیر ہوں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل سے غنی کر دے گا۔ اس غناء سے مراد قناعت ہے یا اس سے مراد کفایت ہے کہ ایک کا کھانا دو کے لئے کافی ہو جائے۔ یا اس سے شوہر اور بیوی کے دو رِزقوں کا جمع ہو جانا یا نکاح کی برکت سے فراخی حاصل ہونا مراد ہے۔ **اہم باتیں:** (1) نکاح کرنے کا شرعی حکم یہ ہے کہ جب نہ شہوت کا زیادہ غلبہ ہو اور نامرد بھی نہ ہو، مہر اور نان نفقہ پر قدرت رکھتا ہو تو نکاح سنّتِ مُؤَکَّدہ ہے۔ زنا میں پڑنے کا اندیشہ ہے اور حقوقِ زَوجِیَّت پورے کرنے پر قادِر ہے تو نکاح واجب اور اگر زنا میں پڑنے کا یقین ہو تو نکاح کرنا فرض ہے۔ زوجیت کے حقوق پورے نہ کر سکنے کا اندیشہ ہو تو نکاح مکروہ اور حقوق پورے نہ کر سکنے کا یقین ہو تو حرام ہے۔ (2) نکاح کی برکت سے تنگدستی دور ہو جاتی اور فراخ دستی حاصل ہوتی ہے۔ (3) نکاح کی وجہ سے آدمی میں احساسِ ذمہ داری پیدا ہو جاتی ہے تو آدمی تن دہی سے کوشش کرتا ہے جس سے رزق کے دروازے کھل جاتے ہیں جیسا کہ مشاہدہ ہے۔

وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ﴿۳۲﴾ وَ لْیَسْتَعْفِفِ الَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى یُغْنِیَهُمُ اللّٰهُ

اور اللہ وسعت والا، علم والا ہے ○ اور جو لوگ نکاح کرنے کی طاقت نہیں پاتے انہیں چاہیے کہ پاکدامنی اختیار کریں یہاں تک کہ اللہ انہیں اپنے

مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَ الَّذِیْنَ یَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِیْهِمْ

فضل سے غنی کردے اور تمہارے غلام اور لونڈیوں میں سے جو مال کما کر دینے کی شرط پر آزادی کے طلبگار ہوں تو تم انہیں (یہ معاہدہ) لکھ دو اگر تم ان میں

خَیْرًا ۖۗ وَّ اٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِیْۤ اٰتٰىكُمْ ؕ وَ لَا تُكْرِهُوْا فَتَیٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ

کچھ بھلائی جانو اور تم ان کی اللہ کے اس مال سے مدد کرو جو اس نے تمہیں دیا ہے اور تم دنیوی زندگی کا مال طلب کرنے کیلئے اپنی کنیزوں کو بدکاری پر

تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ؕ وَ مَنْ یُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ

مجبور نہ کرو (خصوصاً) اگر وہ خود (بھی) بچنا چاہتی ہوں اور جو انہیں مجبور کرے گا تو بیشک اللہ ان کے مجبور کئے جانے کے بعد

غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۳۳﴾ وَ لَقَدْ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكُمْ اٰیٰتٍ مُّبَیِّنٰتٍ وَّ مَثَلًا مِّنَ الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ

بہت بخشنے والا، مہربان ہے ○ اور بیشک ہم نے تمہاری طرف روشن آیتیں اور تم سے پہلے لوگوں کا حال اور ڈر والوں کے لیے

آیت 33 ارشاد فرمایا کہ جو لوگ مہر اور نان نفقہ میسر نہ ہونے کی وجہ سے نکاح کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے تو انہیں چاہیے کہ حرام کاری سے بچے رہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل سے مالدار کردے اور وہ مہر و نان نفقہ ادا کرنے کے قابل ہو جائیں۔ **مزید فرمایا: اور جو مال کما کر دینے کی شرط پر آزادی کے طلبگار ہوں۔** آیت کے اس حصے سے غلاموں اور لونڈیوں کے بارے میں چند احکام بیان ہوئے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ جو غلام اور لونڈی مخصوص مقدار میں مال کما کر دینے کی شرط پر آزادی کے طلبگار ہوں تو انہیں اس کا معاہدہ لکھ دینا مستحب ہے، اس طرح کی آزادی کو شریعت کی اصطلاح میں کِتابَت اور ایسا معاہدہ کرنے والے غلام کو مُکاتَب کہتے ہیں جبکہ جو مال دینا طے پائے اسے بدَلِ کِتابَت کہتے ہیں۔ مزید فرمایا: اور تم اپنی کنیزوں کو بدکاری پر مجبور نہ کرو۔ **شانِ نزول:** عبد اللہ بن اُبَی بن سلول منافق مال حاصل کرنے کے لئے اپنی کنیزوں کو بدکاری پر مجبور کرتا تھا، ان کنیزوں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے اس کی شکایت کی، اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ تم مال کے لالچ میں کنیزوں کو بدکاری پر مجبور نہ کرو خصوصاً اگر وہ خود بھی بچنا چاہتی ہوں اور جو انہیں مجبور کرے گا تو بیشک اللہ تعالیٰ ان کے مجبور کئے جانے کے بعد بہت بخشنے والا، مہربان ہے اور اس کا وبال گناہ پر مجبور کرنے والے پر ہے۔ **اہم باتیں:** (1) اگر یہ اندیشہ ہے کہ نکاح کرے گا تو نان نفقہ نہ دے سکے گا یا جو ضروری باتیں ہیں ان کو پورا نہ کرسکے گا تو نکاح کرنا مکروہ ہے اور اگر ان باتوں کا یقین ہو تو نکاح کرنا حرام ہے مگر نکاح کر لیا تو نکاح بہر حال ہو جائے گا۔ (2) جو لوگ کسی وجہ سے نکاح کی استطاعت نہیں رکھتے تو انہیں چاہئے کہ کثرت سے روزے رکھیں۔ (3) باندیاں یا دیگر عورتیں راضی ہوں تب بھی بدکاری حرام اور جرم ہی ہے لیکن جب وہ بھی راضی نہ ہو تو دوگنا حرام ہو جاتا ہے کہ ایک بدکاری ہوئی اور دوسرا کسی کو اس پر مجبور کرنا۔

آیت 34 اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک کے تین اوصاف بیان فرمائے ہیں: (1) قرآنِ پاک کی آیتیں روشن اور مُفَصَّل ہیں۔

Go to Index

وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۴﴾ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ؕ ع ۸ ۱۰

نصیحت نازل فرمائی○ اللہ آسمانوں اور زمینوں کو روشن کرنے والا ہے۔ اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق ہو جس میں چراغ ہے،

اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ ؕ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ

وہ چراغ ایک فانوس میں ہے، وہ فانوس گویا ایک موتی کی طرح چمکتا ہوا ستارہ ہے جو زیتون کے برکت والے درخت سے روشن ہوتا ہے

لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ ۙ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ؕ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ؕ يَهْدِي

جو نہ مشرق والا ہے اور نہ مغرب والا ہے۔ قریب ہے کہ اس کا تیل بھڑک اٹھے اگرچہ اسے آگ نہ چھوئے۔ نور پر نور ہے، اللہ اپنے

اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۳۵﴾ ۙ

نور کی راہ دکھاتا ہے جسے چاہتا ہے اور اللہ لوگوں کیلئے مثالیں بیان فرماتا ہے اور اللہ ہر شے کو خوب جاننے والا ہے○

(2) اس میں سابقہ لوگوں کی مثالیں ہیں۔ اس کا ایک معنی یہ ہے کہ جس طرح تورات اور انجیل میں حدود قائم کرنے کے احکام دیئے گئے اسی طرح قرآنِ مجید میں بھی دیئے گئے ہیں۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ سابقہ اُمتوں میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے کی وجہ سے جن پر عذاب نازل ہوا ان کا ذکر قرآنِ پاک میں ہے۔ (3) متقین کے لئے نصیحت ہے۔ **اہم بات:** یہاں متقین کا بطورِ خاص اس لئے ذکر فرمایا کہ قرآن کی نصیحت سے یہی فائدہ حاصل کرتے ہیں۔ **درس:** تلاوتِ قرآن کو زندگی کا معمول بنانا چاہیے کیونکہ قرآنِ مجید نصیحت کا بہت بڑا ذریعہ ہے، اس کی برکت سے دلوں کی سختی دُور ہوتی، دلوں پر چڑھا ہوا گناہوں کا زنگ ختم ہو جاتا اور خوفِ خدا سے آنسو رواں ہو جاتے ہیں۔

آیت 35 ارشاد فرمایا: **اللہ آسمانوں اور زمینوں کا نور ہے۔** نور اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ آیت کے اس حصے کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمینوں کا ہادی اور منور فرمانے والا ہے تو زمین و آسمان والے اس کے نور سے حق کی راہ اور گمراہی سے نجات حاصل کرتے ہیں۔ مزید فرمایا: **اس کے نور کی مثال۔** اللہ تعالیٰ کے نور سے مراد اس کی طرف سے مخلوق کو ملنے والی ہدایت ہے یا نور سے مراد سیّدِ کائنات صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہیں یا مؤمن کے دل کی وہ نورانیت مراد ہے جس سے وہ ہدایت پاتا ہے یا نور سے مراد قرآن ہے۔ آیت میں بیان کی گئی مثال کے متعدد معانی میں سے دو معنی یہ ہیں: (1) نور سے مراد ہدایت ہے اور معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت نہایت واضح، روشن، اور صاف ہے جیسے کوئی نہایت روشن چراغ ہو جو موتی کی طرح چمکدار ستارے جیسے شفاف فانوس میں رکھا ہوا ہو اور اس روشنی کے لئے صاف ستھرے زیتون کا تیل ڈالا گیا ہو۔ گویا تیل بھی اعلیٰ قسم کا ہے اور فانوس بھی چمکدار اور شفاف ہے تو اس میں رکھے ہوئے چراغ کی روشنی بہت واضح اور نمایاں ہو گی۔ ایسے ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی جانے والی ہدایت اپنے منبع اور ظہور کے اعتبار سے بہت واضح ہے۔ (2) یہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے نور کی مثال ہے۔ تفصیل یوں ہے کہ روشندان (یعنی طاق) تو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا سینہ شریف ہے اور فانوس، قلبِ مبارک اور چراغ، نبوت ہے جو کہ شجرِ نبوت سے روشن ہے اور اس نورِ محمدی کی روشنی کمالِ ظہور میں اس مرتبہ پر ہے کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اپنے نبی ہونے کا بیان بھی نہ فرمائیں جب بھی خَلق پر ظاہر ہو جائے۔ اس مثال کی تشریح میں اس کے علاوہ اور بھی بہت اَقوال ہیں۔ **اہم بات:** زیتون کا درخت انتہائی برکت والا ہے کیونکہ اس میں بہت سارے

فِيۡ بُيُوۡتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنۡ تُرۡفَعَ وَيُذۡكَرَ فِيۡهَا اسۡمُهٗ ۙ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيۡهَا بِالۡغُدُوِّ وَالۡاٰصَالِ ۙ﴿٣٦﴾

ان گھروں میں ہے جن کی تعظیم کرنے اور ان میں اللہ کا نام ذکر کئے جانے کا اللہ نے حکم دیا ہے، ان میں صبح وشام اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں ○

رِجَالٌ ۙ لَّا تُلۡهِيۡهِمۡ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيۡعٌ عَنۡ ذِكۡرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيۡتَآءِ الزَّكٰوةِ ۙ

وہ مرد جن کو تجارت اور خرید و فروخت اللہ کے ذکر اور نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے سے غافل نہیں کرتی

يَخَافُوۡنَ يَوۡمًا تَتَقَلَّبُ فِيۡهِ الۡقُلُوۡبُ وَالۡاَبۡصَارُ ۙ﴿٣٧﴾ لِيَجۡزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحۡسَنَ مَا عَمِلُوۡا

وہ اس دن سے ڈرتے ہیں جس میں دل اور آنکھیں الٹ جائیں گے ○ تاکہ اللہ انہیں ان کے بہتر کاموں کا بدلہ دے

فوائد ہیں، جیسے اس کاروغن جس کو زَیت کہتے ہیں انتہائی صاف اور پاکیزہ روشنی دیتا ہے۔ سر میں لگانے اور سالن کے طور پر استعمال کرنے میں بہت مفید ہے۔ زیتون کے درخت کے پتے نہیں گرتے۔ یہ درخت نہ سرد ملک میں واقع ہے نہ گرم ملک میں بلکہ ان کے درمیان ملک شام ہے کہ نہ اُسے گرمی سے نقصان پہنچے نہ سردی سے اور وہ نہایت عمدہ واعلیٰ ہے اور اس کے پھل انتہائی مُعتدِل ہیں۔

آیت 36 اس آیت کا تعلق اس سے پہلے والی آیت کے ساتھ ہے اور معنی یہ ہے کہ نورِ الٰہی کی مثال اس طاق کی طرح ہے جو ان گھروں میں روشنی دے رہا ہے جنہیں بنانے، اُن کی تعظیم وتطہیر کرنے اور ان میں اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کئے جانے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ اُن گھروں سے مسجدیں مراد ہیں کہ نورِ ہدایت اور نورِ محمدی کی شعاعیں علم وہدایت وعبادت کی صورت میں مسجدوں میں جگمگاتی ہیں۔ مزید فرمایا: **ان گھروں (مسجدوں) میں صبح وشام بندگانِ خدا، اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔** تسبیح سے مراد نمازیں ہیں، صبح کی تسبیح سے فجر اور شام سے ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں مراد ہیں۔

آیت 37 اس آیت میں نور سے ہدایت حاصل کرنے والوں کے چند ظاہری وباطنی اعمال ذکر فرمائے گئے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ نور سے ہدایت حاصل کرنے والے وہ مرد ہیں جنہیں تجارت اور خرید وفروخت اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کے قلبی ولسانی ذکر اور نماز کے اوقات پر مسجدوں کی حاضری سے، نماز قائم کرنے اور انہیں وقت پر ادا کرنے سے اور زکوٰۃ کو وقت پر دینے سے غافل نہیں کرتی۔ وہ اس دن سے ڈرتے ہیں جس میں دل اور آنکھیں اُلٹ جائیں گی۔ یعنی وہ فرمانبردار بندے جو ذکر وطاعت میں نہایت مُستَعِد اور عبادت کی ادائیگی میں سرگرم رہتے ہیں، اس حُسنِ عمل کے باوجود وہ اس دن سے خائف رہتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ان سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حق ادا نہ ہوسکا۔ آیت میں قیامت کے دن کی ہولناکی بیان فرمائی کہ شدتِ خوف اور اِضطراب سے دل اُلٹ کر گلے تک چڑھ جائیں گے، نہ باہر نکلیں نہ نیچے اُتریں اور آنکھیں اُوپر چڑھ جائیں گی یا اس کے یہ معنی ہیں کہ کفار کے دل کفر وشک سے ایمان ویقین کی طرف پلٹ جائیں گے اور آنکھوں سے پردے اُٹھ جائیں گے۔ **اہم بات:** اس آیت میں بطورِ خاص مردوں کا ذکر اس لئے ہوا کہ عورتوں پر جمعہ یا جماعت کے ساتھ دیگر نمازوں کی ادائیگی کے لئے مسجد میں حاضر ہونا لازم نہیں۔ عورت کے لئے گھر میں نماز پڑھنا زیادہ فضیلت کا حامل ہے۔

درس: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک نماز کی اہمیت عملی طور پر تجارت، کاروبار اور دوکانداری سے بڑھ کر تھی اسی لئے یہ اقامت کی آواز سنتے ہی سب کچھ بند کر کے نماز کے لئے حاضر ہو جاتے تھے۔

آیت 38 فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے ان نیک کاموں میں اس لئے مشغول ہوتے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ انہیں ان کے بہتر اعمال

وَيَزِيۡدَهُمۡ مِّنۡ فَضۡلِهٖ‌ؕ وَاللّٰهُ يَرۡزُقُ مَنۡ يَّشَآءُ بِغَيۡرِ حِسَابٍ ﴿۳۸﴾ وَالَّذِيۡنَ كَفَرُوۡۤا اَعۡمَالُهُمۡ

اور اپنے فضل سے انہیں مزید عطا فرمائے اور اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق عطا فرماتا ہے ○ اور کافروں کے اعمال ایسے ہیں

كَسَرَابٍۢ بِقِيۡعَةٍ يَّحۡسَبُهُ الظَّمۡاٰنُ مَآءً ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَهٗ لَمۡ يَجِدۡهُ شَيۡـًٔا

جیسے کسی بیابان میں دھوپ میں پانی کی طرح چمکنے والی ریت ہو، پیاسا آدمی اسے پانی سمجھتا ہے یہاں تک جب وہ اس کے پاس آتا ہے تو اسے کچھ بھی نہیں پاتا

وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنۡدَهٗ فَوَفّٰٮهُ حِسَابَهٗ ؕ وَاللّٰهُ سَرِيۡعُ الۡحِسَابِ ﴿۳۹﴾ۙ اَوۡ كَظُلُمٰتٍ فِىۡ بَحۡرٍ لُّـجِّىٍّ

اور وہ اللہ کو اپنے قریب پائے گا تو اللہ اسے اس کا پورا حساب دے گا اور اللہ جلد حساب کر لینے والا ہے ○ یا جیسے کسی گہرے سمندر میں تاریکیاں ہوں

يَّغۡشٰٮهُ مَوۡجٌ مِّنۡ فَوۡقِهٖ مَوۡجٌ مِّنۡ فَوۡقِهٖ سَحَابٌ‌ ؕ ظُلُمٰتٌۢ بَعۡضُهَا فَوۡقَ بَعۡضٍ‌ ؕ

جس کو اوپر سے ایک موج نے ڈھانپ لیا ہو، اس موج پر ایک اور موج ہو، (پھر) اس (دوسری) موج پر بادل ہوں۔ اندھیرے ہی اندھیرے ہیں ایک کے اوپر دوسرا اندھیرا ہے

کا ثواب عطا کرے اور صرف یہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے انہیں مزید بھی عطا کرے اگرچہ پہلی جز بھی فضلِ ربی ہی ہے لیکن یہ فضل پر فضل ہوگا اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے بے حساب رِزق عطا فرماتا ہے۔

آیت 39 ایمان والوں کے حالات کے بعد اس آیت سے کافروں کے بارے میں بیان فرمایا کہ وہ آخرت میں شدید خسارے کا شکار ہوں گے اور دنیا میں بھی وہ طرح طرح کی تاریکیوں میں ہیں۔ اسی سلسلے میں یہاں ذکر کی گئی مثال کا خلاصہ یہ ہے کہ کفار کے ظاہری اچھے اَعمال کی مثال ایسی ہے جیسے کسی بیابان میں دھوپ میں پانی کی طرح چمکنے والی ریت ہو، پیاسا آدمی اسے پانی سمجھ کر اس کی تلاش میں چلتا اور جب وہاں پہنچتا ہے تو پانی کا نام و نشان نہیں ہوتا جس سے وہ سخت مایوس ہو جاتا ہے؛ یہی حال کافر کا ہے کہ وہ اپنے خیال میں نیکیاں کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اس کا ثواب پائے گا، لیکن جب میدانِ قیامت میں پہنچے گا تو اسے کوئی ثواب نہیں ملے گا بلکہ عذابِ عظیم میں گرفتار ہوگا اور اس وقت اس کی حسرت اور اس کا غم اس پیاس سے بہت زیادہ ہوگا۔ **درس:** کافر کی نیکیوں کفر کی وجہ سے برباد ہو جاتی ہیں اور مسلمان کی نیکیاں رِیاکاری سے تباہ ہو سکتی ہیں۔ اس لئے ایمان و اخلاص پر بہت توجہ دینی چاہیے۔

آیت 40 اس آیت میں کفار کے بُرے اعمال کی مثال بیان کی گئی کہ وہ اعمال ایسے ہوں گے جیسے کسی گہرے سمندر میں تاریکیاں ہوں جس کو اوپر سے ایک موج نے ڈھانپ لیا ہو، اس موج پر ایک دوسری موج ہو، پھر اس دوسری موج پر بادل ہوں، اندھیرے ہی اندھیرے ہیں کہ ایک اندھیرا دریا کی گہرائی کا، اس پر ایک اور اندھیرا تہ بہ تہ موجوں کا، اس پر مزید اندھیرا بادلوں کی گھری ہوئی گھٹا کا، ان اندھیروں میں شدت کا یہ عالم کہ ان تاریکیوں میں ڈوبا شخص اگر اپنا ہاتھ نکالے تو اسے اپنا ہاتھ بھی دکھائی دیتا معلوم نہ ہو حالانکہ اپنا ہاتھ انتہائی قریب اور اپنے جسم کا جزو ہے، جب وہ بھی نظر نہ آئے تو اور دوسری چیز کیا نظر آئے گی۔ ایسا ہی کفار کا حال ہے کہ وہ تین اندھیروں یعنی باطل اِعتقاد، ناحق قول اور قبیح عمل کی تاریکیوں میں گرفتار ہیں۔ آخر میں فرمایا: **جس کیلئے اللہ نور نہ بنائے اس کے لیے کوئی نور نہیں۔** یعنی جسے اللہ تعالیٰ قرآنِ مجید کے نور سے ہدایت نہ دینا چاہے تو اسے اصلاً کوئی ہدایت نہیں دے سکتا اور اللہ تعالیٰ کسی کو مجبور کرکے ہدایت نہیں دیتا بلکہ جو خود اپنی مرضی سے ہدایت اختیار نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اسے ہدایت نہیں دیتا۔

ع۵

اِذَآ اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا ۭ وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ۴۰ ع

کہ جب کوئی اپنا ہاتھ نکالے تو اسے اپنا ہاتھ بھی دکھائی دیتا معلوم نہ ہو اور جس کیلئے اللہ نور نہ بنائے اس کے لیے کوئی نور نہیں ○

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ ۭ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ

کیا تم نے نہ دیکھا کہ جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہیں وہ سب اور پرندے (اپنے) پَر پھیلائے ہوئے اللہ کی تسبیح کرتے ہیں سب کو اپنی نماز

وَتَسْبِيْحَهٗ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ۴۱ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَاِلَى اللّٰهِ

اور اپنی تسبیح معلوم ہے اور اللہ ان کے کاموں کو خوب جاننے والا ہے ○ اور آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اللہ ہی کے لیے ہے اور اللہ ہی کی طرف

الْمَصِيْرُ ۴۲ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزْجِيْ سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ ثُمَّ يَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى

لوٹنا ہے ○ کیا تم نے نہ دیکھا کہ اللہ نرمی کے ساتھ بادل کو چلاتا ہے پھر انہیں آپس میں ملا دیتا ہے پھر انہیں تہہ در تہہ کر دیتا ہے تو تم دیکھتے ہو کہ

الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَاۗءِ مِنْ جِبَالٍ فِيْهَا مِنْۢ بَرَدٍ فَيُصِيْبُ بِهٖ

اس کے درمیان میں سے بارش نکلتی ہے اور وہ آسمان میں موجود برف کے پہاڑوں سے اولے اُتارتا ہے پھر جس پر چاہتا ہے اس پر انہیں

آیت 41 یہاں سے اللہ تعالیٰ کی عظمت کا بیان ہے کہ اے حبیب! کیا تم نے نہ دیکھا، جانا؟ مراد یہ کہ آپ کو وحی خداوندی کے ذریعے اس چیز کا یقینی علم حاصل ہے کہ آسمانوں اور زمین میں موجود تمام مخلوق اور ان کے درمیان پرندے اپنے پَر پھیلائے ہوئے اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کر رہے ہیں کہ اللہ ہر اس چیز سے پاک ہے جو اس کی شانِ جلیل کے لائق نہیں۔ ان میں سے ہر ایک اپنی نماز اور اپنی تسبیح جانتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے نماز و تسبیح کا جسے جو طریقہ سکھایا اسی کے مطابق وہ عمل کرتا ہے اگرچہ ہمیں وہ طریقہ دکھائی نہ دے یا سمجھ نہ آئے۔ آخر میں فرمایا کہ اللہ ان کے کاموں کو خوب جاننے والا ہے اور وہی انہیں ان کے اعمال کی جزا دے گا۔

آیت 42 ارشاد فرمایا کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہت کسی اور کے لئے نہیں بلکہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے کیونکہ وہی ان کا خالق ہے اور وہی ان میں ہر طرح کا تَصَرُّف فرمانے کی قدرت رکھتا ہے اور مخلوق کو فنا ہونے کے بعد جب دوبارہ زندہ کیا جائے گا تو سب نے صرف اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہی لوٹنا ہے لہٰذا اسی قوت والے مالک کی عبادت کی جائے اور زبان و دل سے اسی کی تسبیح کی جائے۔

آیت 43 آیت میں ہر عقلمند کے لئے دعوتِ فکر ہے کہ کیا تم نے نہ دیکھا کہ اللہ تعالیٰ جس سرزمین اور جن شہروں کی طرف چاہے نرمی کے ساتھ بادل کو چلاتا ہے، پھر انہیں آپس میں ملا دیتا ہے اور ان کے جدا جدا ٹکڑوں کو یک جا کر دیتا ہے، پھر انہیں تہ در تہ کر دیتا ہے، تو تم دیکھتے ہو کہ اس کے درمیان میں سے بارش نکلتی ہے اور اللہ تعالیٰ آسمان میں موجود برف کے پہاڑوں سے اولے اُتارتا ہے، پھر جس پر چاہتا ہے اس پر ڈال دیتا ہے اور جس کے جان و مال کو چاہتا ہے ان سے ہلاک و تباہ کرتا ہے اور جس سے چاہتا ہے اس سے اولوں کو پھیر دیتا ہے اور اُس کے جان و مال کو محفوظ رکھتا ہے، قریب ہے کہ اس بادل کی بجلی کی چمک آنکھوں کے نور کو لے جائے اور روشنی کی تیزی سے آنکھوں کو بے کار کر دے۔ یہ سب کسی قادر و حکیم کی قدرت کے بغیر ممکن نہیں اور وہ قدرت و حکمت والا ہمارا رب اللہ تعالیٰ ہے۔

مَنۡ یَّشَآءُ وَ یَصۡرِفُهٗ عَنۡ مَّنۡ یَّشَآءُ ؕ یَکَادُ سَنَا بَرۡقِهٖ یَذۡهَبُ بِالۡاَبۡصَارِ ﴿٤٣﴾ یُقَلِّبُ اللّٰهُ

ڈال دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے اس سے انہیں پھیر دیتا ہے قریب ہے کہ اس کی بجلی کی چمک آنکھیں لے جائے ○ اللہ رات اور دن کو

الَّیۡلَ وَ النَّهَارَ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِكَ لَعِبۡرَةً لِّاُولِی الۡاَبۡصَارِ ﴿٤٤﴾ وَ اللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنۡ مَّآءٍ ۚ

تبدیل فرماتا ہے، بیشک اس میں آنکھ والوں کیلئے سمجھنے کا مقام ہے ○ اور اللہ نے زمین پر چلنے والا ہر جاندار پانی سے بنایا

فَمِنۡهُمۡ مَّنۡ یَّمۡشِیۡ عَلٰی بَطۡنِهٖ ۚ وَ مِنۡهُمۡ مَّنۡ یَّمۡشِیۡ عَلٰی رِجۡلَیۡنِ ۚ وَ مِنۡهُمۡ مَّنۡ یَّمۡشِیۡ عَلٰۤی اَرۡبَعٍ ؕ

تو ان میں کوئی اپنے پیٹ کے بل چلتا ہے اور ان میں کوئی دو پاؤں پر چلتا ہے اور ان میں کوئی چار پاؤں پر چلتا ہے۔

یَخۡلُقُ اللّٰهُ مَا یَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ﴿٤٥﴾ لَقَدۡ اَنۡزَلۡنَاۤ اٰیٰتٍ مُّبَیِّنٰتٍ ؕ

اللہ جو چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے۔ بیشک اللہ ہر شے پر قادر ہے ○ بیشک ہم نے صاف بیان کرنے والی آیتیں نازل فرمائیں

وَ اللّٰهُ یَهۡدِیۡ مَنۡ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ ﴿٤٦﴾ وَ یَقُوۡلُوۡنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ بِالرَّسُوۡلِ

اور اللہ جسے چاہتا ہے سیدھی راہ کی طرف ہدایت دیتا ہے ○ اور (منافقین) کہتے ہیں: ہم اللہ اور رسول پر ایمان لائے

آیت 44 فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ رات اور دن کو تبدیل فرماتا ہے اس طرح کہ رات کے بعد دن لاتا اور دن کے بعد رات لاتا ہے۔ بیشک بادلوں کو چلانے، بارش، اولے برسانے، بادلوں سے بجلی ظاہر کرنے اور دن رات کو تبدیل کرنے میں غور و فکر کرنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ کے وجود، اس کی قدرت اور وحدانیت پر واضح دلائل موجود ہیں۔

آیت 45 آسمانوں اور زمین کے احوال سے خدا کی عظمت پر دلالت کے بعد اس آیت سے جانداروں کے احوال سے اللہ تعالیٰ کی قدرت و وحدانیت بیان کی جارہی ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جانداروں کی تمام اَجناس کو پانی کی جنس سے پیدا کیا اور پانی ان سب کی اصل ہے پھر بھی یہ ایک دوسرے سے کس قدر مختلف ہیں۔ یہ تنوع کائنات کے خالق کے علم و حکمت اور قدرت کے کمال کی دلیل ہے کہ اس نے پانی جیسی چیز سے ایسی عجیب مخلوق پیدا فرمادی۔ مزید فرمایا کہ ان جانداروں میں کوئی اپنے پیٹ کے بل چلتا ہے جیسا کہ سانپ، مچھلی اور بہت سے کیڑے اور ان میں کوئی دو پاؤں پر چلتا ہے جیسا کہ آدمی اور پرندے اور ان میں کوئی چار پاؤں پر چلتا ہے جیسا کہ چوپائے اور درندے۔ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے اور جیسے چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے تو کچھ بھی اس کے لئے مشکل نہیں۔

آیت 46 ارشاد فرمایا کہ بیشک ہم نے صاف بیان کرنے والی آیتیں یعنی قرآنِ کریم نازل فرمایا جس میں ہدایت و احکام اور حلال و حرام کا واضح بیان ہے اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے سیدھی راہ کی طرف ہدایت دیتا ہے اور سیدھی راہ جس پر چلنے سے اللہ تعالیٰ کی رضا اور آخرت کی نعمت میسر ہو، وہ دینِ اسلام ہے۔

آیت 47 اس آیت میں منافقوں کے بارے میں بتایا گیا کہ وہ کہتے ہیں: ہم اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان لائے اور ہم

وَ اَطَعْنَا ثُمَّ یَتَوَلّٰى فَرِیْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَ مَاۤ اُولٰٓىٕكَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۴۷﴾ وَ اِذَا دُعُوْۤا

اور ہم نے اطاعت کی پھر ان میں سے ایک گروہ اس کے بعد پھر جاتا ہے اور (حقیقت میں) وہ مسلمان نہیں ہیں ○ اور جب انہیں اللہ اور اس کے

اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ لِیَحْكُمَ بَیْنَهُمْ اِذَا فَرِیْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَ اِنْ یَّكُنْ لَّهُمُ

رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ رسول ان کے درمیان فیصلہ فرمادے تو اسی وقت ان میں سے ایک فریق منہ پھیرنے لگتا ہے ○ اور اگر فیصلہ ان کیلئے

الْحَقُّ یَاْتُوْۤا اِلَیْهِ مُذْعِنِیْنَ ﴿۴۹﴾ ؕ اَفِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَمِ ارْتَابُوْۤا اَمْ یَخَافُوْنَ اَنْ یَّحِیْفَ

ہو جائے تو اس کی طرف خوشی خوشی جلدی سے آتے ہیں ○ کیا ان کے دلوں میں بیماری ہے؟ یا انہیں شک ہے؟ یا کیا وہ اس بات سے ڈرتے ہیں کہ

نے ان کی اطاعت کی، پھر ان میں سے ایک گروہ اس اقرار کے بعد پھر جاتا ہے اور اپنے قول کی پابندی نہیں کرتا اور حقیقت میں وہ مسلمان نہیں، بلکہ منافق ہیں کیونکہ ان کے دل ان کی زبانوں کے مُوافِق نہیں۔

آیت 48 **شانِ نزول:** بشر نامی منافق کا زمین کے معاملے میں ایک یہودی سے جھگڑا تھا، یہودی جانتا تھا کہ اس معاملہ میں وہ سچا ہے اور اسے یقین تھا کہ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ والٖہ وسلم حق وعدل کا فیصلہ فرماتے ہیں، اِس لئے اُس نے خواہش کی کہ اس مقدمے کا فیصلہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والٖہ وسلم سے کرایا جائے۔ لیکن منافق جانتا تھا کہ وہ باطل پر ہے اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والٖہ وسلم عدل وانصاف میں کسی کی رُورِعایت نہیں فرماتے، اس لئے وہ حضورِ انور صلی اللہ علیہ والٖہ وسلم کے فیصلہ پر تو راضی نہ ہوا اور کعب بن اشرف یہودی سے فیصلہ کرانے کا اصرار کیا اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ والٖہ وسلم کے بارے میں کہنے لگا کہ وہ ہم پر ظلم کریں گے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں فرمایا گیا کہ ان منافقوں کا حال یہ ہے کہ جب انہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والٖہ وسلم کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ رسول ان کے درمیان اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق فیصلہ کر دیں تو اسی وقت ان میں سے ایک فریق یہ بات قبول کرنے سے منہ پھیرنے لگتا ہے۔ **اہم بات:** بارگاہِ مصطفیٰ، بارگاہِ خدا ہے کیونکہ ان لوگوں کو حضور پُرنور صلی اللہ علیہ والٖہ وسلم کی طرف بلایا گیا تھا، جسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اللہ و رسول کی طرف بلایا گیا۔

آیت 49 اس آیت میں کفار و منافقین کا حال بیان کیا گیا کہ وہ بارہا تجربہ کر چکے تھے اور انہیں کامل یقین تھا کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ والٖہ وسلم کا فیصلہ سراسر حق اور عدل وانصاف پر مبنی ہوتا ہے اس لئے ان میں جو سچا ہوتا وہ تو خواہش کرتا تھا کہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ والٖہ وسلم اس کا فیصلہ فرمائیں جبکہ جھوٹا آدمی، نبی کریم صلی اللہ علیہ والٖہ وسلم کے فیصلہ سے ڈرتا اور گھبراتا تھا۔

آیت 50 اس آیت میں منافقین کے اِعراض کی قباحت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ کیا ان کے دلوں میں کفر و منافقت کی بیماری ہے؟ یا انہیں ہمارے حبیب صلی اللہ علیہ والٖہ وسلم کی نبوت میں شک ہے؟ یا کیا وہ اس بات سے ڈرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ والٖہ وسلم ان پر ظلم کریں گے؟ ایسا ہرگز نہیں ہے، کیونکہ یہ وہ خوب جانتے ہیں کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والٖہ وسلم کا فیصلہ حق و قانون کے خلاف ہو ہی نہیں سکتا اور کوئی بددیانت آپ صلی اللہ علیہ والٖہ وسلم کی عدالت سے غلط فیصلہ کروانے میں کامیاب نہیں ہو سکتا، اسی وجہ سے وہ آپ کے فیصلہ سے اِعراض کرتے ہیں اور وہ حق سے اِعراض کرنے کی بنا پر خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں۔

Go to Index

اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُوْلُهٗ ؕ بَلْ اُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۵۰﴾ ع اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا ع٦ ١٢

اللہ اور اس کا رسول ان پر ظلم کریں گے؟ بلکہ وہ خود ہی ظالم ہیں ○ مسلمانوں کی بات تو یہی ہے کہ جب انہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف

اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۵۱﴾

بلایا جاتا ہے تاکہ رسول ان کے درمیان فیصلہ فرمادے تو وہ عرض کریں کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی اور یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں ○

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ

اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے اور اللہ سے ڈرے اور اس (کی نافرمانی) سے ڈرے تو یہی لوگ کامیاب ہیں ○ اور انہوں نے پوری کوشش سے

جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ اَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ ؕ قُلْ لَّا تُقْسِمُوْا ۚ طَاعَةٌ مَّعْرُوْفَةٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

اللہ کی قسمیں کھائیں کہ اگر آپ انہیں حکم دو گے تو وہ ضرور نکلیں گے۔ تم فرماؤ: قسمیں نہ کھاؤ، شریعت کے مطابق اطاعت ہونی چاہیے، بیشک اللہ

آیت 51 اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو شریعت کا ادب سکھاتے ہوئے ارشاد فرمایا: مسلمانوں کو ایسا ہونا چاہئے کہ جب انہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی طرف بلایا جائے تاکہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم ان کے درمیان اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے احکامات کے مطابق فیصلہ فرمادیں تو وہ عرض کریں: ہم نے بُلاوا سُنا اور اسے قبول کرکے اطاعت کی اور جو ان صفات کے حامل ہیں وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔ **درس:** تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی عقلِ مبارک وحی کے نور سے روشن اور کائنات کی کامل ترین عقل ہے، لہٰذا اس کے مقابلے میں کسی دوسری عقل کا اعتبار نہیں۔

آیت 52 اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جو فرائض میں اللہ تعالیٰ کی اور سُنّتوں میں اس کے رسول صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی اطاعت کرے اور ماضی میں اللہ تعالیٰ کی ہونے والی نافرمانیوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور آئندہ کے لئے پرہیزگاری اختیار کرے تو ایسے لوگ ہی کامیاب ہیں۔ **اہم بات:** یہ آیتِ مبارکہ بہت ہی خوبصورت ہے کہ اس کے الفاظ اگرچہ کم ہیں لیکن اُخروی کامیابی کی بنیاد بتادی گئی۔

آیت 53 اس آیت سے دوبارہ منافقین کا تذکرہ شروع کیا گیا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا کہ منافقین رسولِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کے احکام کو پسند نہیں کرتے تو وہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر کہنے لگے: اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر آپ ہمیں حکم دیں کہ ہم اپنے گھروں سے، اپنے مالوں اور اپنی عورتوں کے پاس سے نکل جائیں تو ہم ضرور نکل جائیں گے اور اگر آپ ہمیں جہاد کرنے کا حکم دیں تو ہم جہاد کریں گے، جب ہمارا یہ حال ہے تو ہم آپ کے حکم سے کیسے راضی نہ ہوں گے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم سے فرمایا کہ اے حبیب! آپ ان سے فرمائیں کہ تم قسمیں نہ کھاؤ، تمہیں اس کی بجائے شریعت کے مطابق اطاعت کرنی چاہیے، بیشک اللہ تعالیٰ تمہارے تمام پوشیدہ اَعمال سے خبردار ہے، وہ تمہیں ضرور رُسوا کرے گا اور تمہاری منافقت کی سزا دے گا۔ **اہم بات:** اس آیت سے معلوم ہوا کہ اپنے قول کو اپنے عمل سے سچا کرکے دکھانا چاہیے، صرف قسموں سے سچا کرنے کی کوشش نہ کی جائے۔ بارگاہِ خداوندی میں عمل دیکھے جاتے ہیں نہ کہ محض زبانی دعوے۔

Go to Index

خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۳﴾ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا

تمہارے اعمال سے خبردار ہے ○ تم فرماؤ: اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو پھر اگر تم منہ پھیرو تو رسول کے ذمے وہی تبلیغ ہے

عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَ عَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ؕ وَ اِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ؕ وَ مَا

جس کی ذمے داری کا بوجھ ان پر رکھا گیا ہے اور تم پر وہ (اطاعت) لازم ہے جس کا بوجھ تم پر رکھا گیا ہے اور اگر تم رسول کی فرمانبرداری کروگے تو ہدایت پاؤ گے اور

عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۵۴﴾ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

رسول کے ذمے صرف صاف صاف تبلیغ کردینا لازم ہے ○ اللہ نے تم میں سے ایمان والوں اور اچھے اعمال کرنے والوں سے وعدہ فرمایا ہے

لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۪ وَ لَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ

کہ ضرور ضرور انہیں زمین میں خلافت دے گا جیسی ان سے پہلوں کو خلافت دی ہے اور ضرور ضرور اِن کے لیے اِن کے اُس دین کو جما دے گا

الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَ لَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ

جو ان کے لیے پسند فرمایا ہے اور ضرور ضرور ان کے خوف کے بعد ان (کی حالت) کو امن سے بدل دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے، میرے ساتھ کسی کو شریک

آیت 54 فرمایا کہ اے حبیب! آپ ان قسمیں کھانے والوں سے فرمادیں: تم سچے دل اور سچی نیت سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی اطاعت کرو۔ اگر تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی اطاعت و فرمانبرداری سے منہ پھیروگے تو اس میں ان کا نہیں بلکہ تمہارا اپنا ہی نقصان ہے کیونکہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے ذمے صرف دین کی تبلیغ اور احکامِ الٰہی کا پہنچا دینا ہے اور وہ اپنے فرض سے عہدہ برآ ہو چکے اور تم پر ان کی اطاعت و فرمانبرداری لازم ہے۔ اگر اس سے روگردانی کروگے تو اللہ تعالیٰ کے عذاب اور اس کی ناراضی کا تمہیں ہی سامنا کرنا پڑے گا اور اگر فرمانبرداری کروگے تو ہدایت پاؤ گے اور رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے ذمے صرف صاف صاف تبلیغ کردینا لازم ہے، تمہاری ہدایت ان کے ذمہ داری نہیں۔

آیت 55 اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے دوسرے گروہ یعنی مخلص مومنوں کا ذکر فرمایا ہے۔ **شانِ نزول:** مکہ مکرمہ میں کفار کی طرف سے تکالیف کے بعد مدینہ منورہ میں بھی کفار کی طرف سے دشمنی اور حملے کا خطرہ رہتا۔ اس پر ایک روز ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کبھی ایسا بھی زمانہ آئے گا کہ ہمیں امن میسر ہو اور ہتھیاروں کے بوجھ سے ہم سبکدوش ہوں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم میں سے ایمان اور اچھے اعمال والوں سے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ وہ ضرور انہیں زمین میں خلافت دے گا جیسی ان سے پہلوں انبیاء کرام علیہم السّلام کو خلافت دی ہے اور جیسے مصر و شام کے جابر کافروں کو ہلاک کرکے بنی اسرائیل کو خلافت دی اور اللہ تعالیٰ ضرور اِن کے لیے دینِ اسلام کو تمام اَدیان پر غالب فرمادے گا اور ضرور ان کے خوف کے بعد ان کی حالت کو امن سے بدل دے گا۔ چنانچہ یہ وعدہ پورا ہوا اور سرزمینِ عرب سے کفار مٹا دیئے گئے، مسلمانوں کا تسلط ہوا، مشرق و مغرب کے ممالک اللہ تعالیٰ نے اُن کے لئے فتح فرمائے، قیصر و کسریٰ کے ممالک اور خزائن اُن کے قبضہ میں آئے اور پوری دنیا پر اُن کا رُعب چھا گیا۔ **آخر میں فرمایا کہ** جو اس وعدے کے بعد نعمت

شَيْـًٔا ؕ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝۵۵ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ

نہ ٹھہرائیں گے اور جو اس کے بعد ناشکری کرے تو وہی لوگ نافرمان ہیں ○ اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو

وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝۵۶ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۚ

اور رسول کی فرمانبرداری کرتے رہو اس امید پر کہ تم پر رحم کیا جائے ○ ہرگز کافروں کو یہ خیال نہ کرو کہ وہ ہمیں زمین میں عاجز کرنے والے ہیں

ع ۷/۱۲ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ وَلَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝۵۷ ع يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ

اور ان کا ٹھکانہ آگ ہے اور بیشک وہ کیا ہی بُری لوٹنے کی جگہ ہے ○ اے ایمان والو! تمہارے غلام اور تم میں سے جو بالغ عمر کو

وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ؕ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ

نہیں پہنچے، انہیں چاہیے کہ تین اوقات میں، فجر کی نماز سے پہلے اور دوپہر کے وقت جب تم اپنے کپڑے اُتار رکھتے

کی ناشکری کرے گا تو وہی فاسق ہیں کیونکہ انہوں نے اہم ترین نعمت کی ناشکری کی اور اسے حقیر سمجھنے پر دلیر ہوئے۔ **اہم باتیں:** (1) اس آیت میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور آپ کے بعد ہونے والے خلفاءِ راشدین رضی اللہ عنہم کی خلافت کی دلیل ہے کیونکہ ان کے زمانے میں عظیم فتوحات ہوئیں اور کسریٰ وغیرہ بادشاہوں کے خزانے مسلمانوں کے قبضہ میں آئے اور امن، قوت وشوکت اور دین کا غلبہ حاصل ہوا۔ (2) اس نعمت کی سب سے پہلی جو ناشکری ہوئی وہ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کرنا ہے۔

آیت 56 ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! نماز کو اس کے ارکان و شرائط کے ساتھ قائم رکھو، اسے ضائع نہ کرو اور جو زکوۃ اللہ تعالیٰ نے تم پر فرض فرمائی ہے اسے ادا کرو اور احکامات و ممنوعات میں اپنے رب عزّوجلّ کے حبیب رسول صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کرکے عذاب سے محفوظ رکھا جائے۔

آیت 57 فرمایا کہ ان کفار کا زمین میں امن سے رہنا اس وجہ سے نہیں کہ وہ رب کے قابو سے باہر ہیں بلکہ یہ رب تعالیٰ کی مہلت ہے لہٰذا ان کے بارے میں یہ خیال نہ کرو کہ یہ ہماری پکڑ سے بھاگ کر زمین میں ہمیں عاجز کردیں گے، ان کا ٹھکانہ جہنم کی آگ ہے اور بیشک وہ کیا ہی بُری لوٹنے کی جگہ ہے۔

آیت 58 **شانِ نزول:** نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے ایک انصاری غلام مُدلج بن عمرو کو دوپہر کے وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بلانے کے لئے بھیجا، وہ غلام اجازت لئے بغیر ویسے ہی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مکان میں چلا گیا، اس وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بے تکلف اپنے دولت سرائے میں تشریف فرما تھے۔ غلام کے اچانک چلے آنے سے آپ کے دِل میں خیال پیدا ہوا کہ کاش غلاموں کو اجازت لے کر مکانوں میں داخل ہونے کا حکم ہوتا۔ اس پر یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی جس میں غلاموں، باندیوں اور بلوغت کے قریب لڑکے، لڑکیوں کو تین اوقات میں گھر میں داخل ہونے سے پہلے اجازت لینے کا حکم دیا گیا۔ وہ تین اوقات یہ ہیں: **(1) فجر کی نماز سے پہلے۔** کیونکہ یہ خواب گاہوں سے اُٹھنے اور شب خوابی کا لباس اُتار کر بیداری کے کپڑے پہننے کا وقت ہے۔ **(2) دوپہر کے وقت۔** جب لوگ قیلولہ کرنے کے لئے اپنے کپڑے اُتار کر رکھ دیتے اور تہ بند باندھ لیتے ہیں۔ **(3) نمازِ عشاء کے بعد۔** کیونکہ یہ بیداری کی

مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَمِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ۫ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ؕ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ

ہو اور نمازِ عشاء کے بعد (گھر میں داخلے سے پہلے) تم سے اجازت لیں۔ یہ تین اوقات تمہاری شرم کے ہیں۔ ان تین اوقات کے بعد تم پر اور ان پر

جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ ؕ طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ؕ

کچھ گناہ نہیں۔وہ تمہارے ہاں ایک دوسرے کے پاس بار بار آنے والے ہیں۔اللہ تمہارے لئے یونہی آیات بیان کرتا ہے

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۸﴾ وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ

اور اللہ علم والا، حکمت والا ہے○ اور جب تم میں سے لڑکے جوانی کی عمر کو پہنچ جائیں تو وہ بھی (گھر میں داخل ہونے سے پہلے) اسی طرح اجازت مانگیں جیسے

الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۹﴾ وَالْقَوَاعِدُ مِنَ

ان سے پہلے (بالغ ہونے) والوں نے اجازت مانگی۔ اللہ تم سے اپنی آیتیں یونہی بیان فرماتا ہے اور اللہ علم والا، حکمت والا ہے○ اور گھروں میں بیٹھ رہنے والی

النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۭ

وہ بوڑھی عورتیں جنہیں نکاح کی کوئی خواہش نہیں ان پر کچھ گناہ نہیں کہ اپنے اوپر کے کپڑے اُتار رکھیں جبکہ زینت کو ظاہر نہ

حالت میں پہنا ہوا لباس اُتارنے اور سوتے وقت کا لباس پہننے کا ٹائم ہے۔ یہ تین اوقات ایسے ہیں کہ اِن میں خلوت و تنہائی ہوتی ہے، بدن چھپانے کا بہت اہتمام نہیں ہوتا، ممکن ہے کہ بدن کا کوئی حصہ کھل جائے جس کے ظاہر ہونے سے شرم آتی ہے، لہٰذا اِن اوقات میں غلام اور بچے بھی بے اجازت داخل نہ ہوں اور اُن کے علاوہ جوان بالغ لوگ تمام اوقات میں اجازت حاصل کریں، وہ کسی وقت بھی اجازت کے بغیر داخل نہ ہوں۔ ان تین وقتوں کے سوا باقی اوقات میں غلام اور بچے بے اجازت داخل ہو سکتے ہیں کیونکہ وہ کام اور خدمت کیلئے ایک دوسرے کے پاس بار بار آنے والے ہیں تو اُن پر ہر وقت اجازت طلب کرنا لازم ہونے میں حرج پیدا ہو گا اور شریعت میں حرج کو دُور کیا گیا ہے۔ **اہم بات:** لڑکے اور لڑکی میں جب بلوغت کے آثار ظاہر ہوں مثلاً لڑکے کو احتلام ہو اور لڑکی کو حیض آئے اس وقت سے وہ بالغ ہیں اور اگر بلوغت کے آثار ظاہر نہ ہوں تو پندرہ برس کی عمر پوری ہونے سے بالغ سمجھے جائیں گے۔

آیت 59 ارشاد فرمایا: جب تمہارے یا قریبی رشتہ داروں کے چھوٹے لڑکے جوانی کی عمر کو پہنچ جائیں تو وہ بھی تمام اوقات میں گھر میں داخل ہونے سے پہلے اسی طرح اجازت مانگیں جیسے ان سے پہلے بڑے مردوں نے اجازت مانگی۔ اللہ تعالیٰ اپنے دین کے شرعی احکام اسی طرح بیان فرماتا ہے جیسے اس نے لڑکوں کے اجازت طلب کرنے کا حکم بیان فرمایا اور اللہ تعالیٰ مخلوق کی تمام مصلحتوں کو جانتا ہے اور وہ اپنی مخلوق کے معاملات کی تدبیر فرمانے میں حکمت والا ہے۔ **اہم بات:** باپ یا بھائی اگر بیٹیوں یا بہنوں کو جگانے کیلئے کمرے میں جائیں تو کمرے کے باہر سے آواز دیں اور جگائیں کہ بلا اجازت اندر جانا نامناسب ہے کیونکہ حالتِ نیند میں بعض اوقات بدن سے کپڑے ہٹ جاتے ہیں۔

آیت 60 اس آیت میں بوڑھی عورتوں کے بارے میں فرمایا گیا کہ ایسی بوڑھی عورتیں جن کی عمر زیادہ ہو چکی ہو اور ان سے اولاد پیدا

بِزِیۡنَةٍ ؕ وَ اَنۡ یَّسۡتَعۡفِفۡنَ خَیۡرٌ لَّهُنَّ ؕ وَ اللّٰهُ سَمِیۡعٌ عَلِیۡمٌ ﴿۶۰﴾ لَیۡسَ عَلَی الۡاَعۡمٰی حَرَجٌ

کر رہی ہوں اور اِن کا اس سے بھی بچنا ان کے لیے سب سے بہتر ہے اور اللہ سننے والا، جاننے والا ہے○ اندھے

وَّ لَا عَلَی الۡاَعۡرَجِ حَرَجٌ وَّ لَا عَلَی الۡمَرِیۡضِ حَرَجٌ وَّ لَا عَلٰۤی اَنۡفُسِکُمۡ اَنۡ تَاۡکُلُوۡا مِنۡۢ بُیُوۡتِکُمۡ

اور لنگڑے اور بیمار پر کوئی پابندی نہیں اور تم پر بھی کوئی پابندی نہیں کہ تم کھاؤ اپنی اولاد کے گھروں سے

اَوۡ بُیُوۡتِ اٰبَآئِکُمۡ اَوۡ بُیُوۡتِ اُمَّهٰتِکُمۡ اَوۡ بُیُوۡتِ اِخۡوَانِکُمۡ اَوۡ بُیُوۡتِ اَخَوٰتِکُمۡ اَوۡ بُیُوۡتِ

یا اپنے باپ دادا کے گھروں یا اپنی ماں کے گھر سے یا اپنے بھائیوں کے گھروں یا اپنی بہنوں کے گھروں سے یا اپنے چچاؤں کے

اَعۡمَامِکُمۡ اَوۡ بُیُوۡتِ عَمّٰتِکُمۡ اَوۡ بُیُوۡتِ اَخۡوَالِکُمۡ اَوۡ بُیُوۡتِ خٰلٰتِکُمۡ اَوۡ مَا مَلَکۡتُمۡ

گھروں سے یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے یا اس گھر سے جس کی چابیاں تمہارے

ہونے کی امید نہ رہی ہو اور عمر زیادہ ہونے کی وجہ سے انہیں نکاح کی کوئی خواہش نہ ہو تو ان پر کچھ گناہ نہیں کہ وہ اپنے اوپر کے کپڑے یعنی اضافی چادر وغیرہ اُتار کر رکھ دیں جبکہ وہ اپنی زینت کی جگہوں مثلاً بال، سینہ اور پنڈلی وغیرہ کو ظاہر نہ کر رہی ہوں اور ان بوڑھی عورتوں کا اس سے بھی بچنا اور اضافی چادر وغیرہ پہنے رہنا ان کے لیے سب سے بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ سننے والا، جاننے والا ہے۔

اہم بات: یہ حکم ایسی بوڑھی عورتوں کے لئے ہے جنہیں دیکھنے سے مردوں کو بری خواہش نہ آئے، اگر بڑھاپے کے باوجود عورت کا اتنا حسن وجمال قائم ہے کہ اسے دیکھنے سے بری خواہش آتی ہو تو وہ اس آیت کے حکم میں داخل نہیں۔

آیت 61 **شانِ نزول:** (1) صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ساتھ جہاد کو جاتے تو اپنے مکانوں کی چابیاں نابیناؤں، بیماروں اور اپاہجوں کو دے جاتے جو ان عذروں کے باعث جہاد میں نہ جاسکتے اور انہیں اجازت دیتے کہ ان کے مکانوں سے کھانے کی چیزیں لے کر کھائیں، لیکن وہ لوگ اس خیال سے اسے گوارا نہ کرتے کہ شاید یہ اُن کو دل سے پسند نہ ہو، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور انہیں اس کی اجازت دی گئی۔ (2) اندھے، اپاہج اور بیمار لوگ تندرستوں کے ساتھ کھانے سے بچتے کہ کہیں کسی کو نفرت نہ ہو، اس آیت میں انہیں تندرستوں کے ساتھ کھانے کی اجازت دی گئی۔ (3) جب کبھی اندھے، نابینا اور اپاہج کسی مسلمان کے پاس جاتے اور اس کے پاس اُن کے کھلانے کے لئے کچھ نہ ہوتا تو وہ انہیں کسی رشتہ دار کے یہاں کھلانے کے لئے لے جاتا، یہ بات ان لوگوں کو گوارا نہ ہوتی، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور انہیں بتایا گیا کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ مزید فرمایا: **اور تم پر بھی کوئی پابندی نہیں۔** آیت کے اس حصے سے گیارہ مقامات ایسے بتائے گئے جہاں سے کھانا مباح ہے۔ (۱) اپنی اولاد کے گھروں سے، کیونکہ اولاد کا گھر اپنا ہی گھر ہے، اسی طرح شوہر کے لئے بیوی کا اور بیوی کے لئے شوہر کا گھر بھی اپنا ہی گھر ہے۔ (۲) اپنے باپ کے گھروں سے۔ (۳) اپنی ماں کے گھر سے۔ (۴) اپنے بھائیوں کے گھروں سے۔ (۵) اپنی بہنوں کے گھروں سے۔ (۶) اپنے چچاؤں کے گھروں سے۔ (۷) اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے۔ (۸) اپنے ماموؤں کے گھروں سے۔ (۹) اپنی خالاؤں کے گھروں سے۔ (۱۰) اس گھر سے جس کی چابیاں تمہارے قبضہ میں ہیں۔ اس سے مراد آدمی کا وکیل اور اس کے معاملات کے انتظامات پر مامور شخص ہے۔ (۱۱) اپنے

مَّفَاتِحَهٗۤ اَوْ صَدِيْقِكُمْ ؕ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا اَوْ اَشْتَاتًا ؕ فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا

قبضہ میں ہیں یا اپنے دوست کے گھر سے۔ تم پر کوئی پابندی نہیں کہ تم مل کر کھاؤ یا الگ الگ۔ پھر جب گھروں میں داخل ہو

فَسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ

تو اپنے لوگوں کو سلام کرو، (یہ) ملتے وقت کی اچھی دعا ہے، اللہ کے پاس سے مبارک پاکیزہ (کلمہ ہے) اللہ یونہی اپنی آیات تمہارے لئے بیان فرماتا ہے

لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿٦١﴾ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اِذَا كَانُوْا مَعَهٗ ع ٨ ١٤

تاکہ تم سمجھو ○ ایمان والے تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائیں اور جب کسی ایسے کام پر رسول کے ساتھ ہوں جو انہیں

عَلٰۤى اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوْا حَتّٰى يَسْتَاْذِنُوْهُ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِيْنَ

(رسولُ اللہ کی بارگاہ میں) جمع کرنے والا ہو تو اس وقت تک نہ جائیں جب تک ان سے اجازت نہ لے لیں۔ بیشک وہ جو آپ سے اجازت مانگتے ہیں وہی ہیں جو

دوست کے گھر سے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ان سب لوگوں کے گھر کھانا، کھانا جائز ہے خواہ وہ موجود ہوں یا نہ ہوں لیکن یہ اجازت اس صورت میں جب کہ وہ اس پر رضامند ہوں اور اگر وہ اس پر رضامند نہ ہوں تو اگرچہ وہ واضح طور پر اجازت دے دیں تب بھی ان کا کھانا، کھانا مکروہ ہے اور فی زمانہ تو یہی سمجھ آتا ہے کہ کسی کی غیر موجودگی میں اور اجازت کے بغیر بالکل نہ کھائے کیونکہ ہمارے زمانے کے حالات میں مادیت پرستی بہت بڑھ چکی ہے۔ مزید فرمایا: **تم مل کر کھاؤ یا الگ الگ۔** **شانِ نزول:** قبیلہ بنی لیث بن عمرو کے لوگ تنہا بغیر مہمان کے کھانا نہ کھاتے تھے کبھی کبھی مہمان نہ ملتا تو صبح سے شام تک کھانا لئے بیٹھے رہتے، ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ تم مل کر کھاؤ یا الگ الگ تم پر کوئی پابندی نہیں۔ مزید ارشاد فرمایا کہ پھر جب گھروں میں داخل ہو تو اپنے لوگوں کو سلام کرو، یہ ملتے وقت کی اچھی دعا ہے اور اللہ تعالیٰ کے پاس سے مبارک پاکیزہ کلمہ ہے۔ آیت کے آخر میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یونہی احکام پر مشتمل اپنی آیات تمہارے لئے بیان فرماتا ہے تاکہ تم انہیں سمجھو اور ان کے تقاضوں کے مطابق عمل کرکے دنیا و آخرت میں سعادت حاصل کرو۔ **اہم باتیں:** (1) جب آدمی اپنے گھر میں داخل ہو تو اپنے اہلِ خانہ کو سلام کرے اور ان لوگوں کو جو مکان میں ہوں بشرطیکہ وہ مسلمان ہوں۔ (2) اگر خالی مکان میں داخل ہو جہاں کوئی نہیں ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی بارگاہ میں سلام پیش کردے۔ **درس:** (1) صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم بڑے مہمان نواز ہوا کرتے تھے اور ان کی سیرت پر عمل کرتے ہوئے ہمیں بھی مہمان نوازی کرنی چاہئے۔ (2) کھانا مل کر کھانا چاہئے کہ اس سے برکت ہوتی ہے۔

آیت 62 ارشاد فرمایا کہ ایمان والے تو وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم پر ایمان لائیں اور جب کسی ایسے کام پر رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے ساتھ ہوں جو انہیں رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی بارگاہ میں جمع کرنے والا ہو جیسے کہ جہاد، جنگی تدبیر، جمعہ، عیدین، مشورہ اور ہر اجتماع جو اللہ تعالیٰ کے لئے ہو، تو اس وقت تک نہ جائیں جب تک ان سے اجازت نہ لے لیں یا وہ خود انہیں اجازت نہ دے دیں۔ بیشک وہ جو آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے اجازت مانگتے ہیں؛ وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم پر ایمان لاتے ہیں، ان کا اجازت چاہنا فرمانبرداری کا نشان اور صحتِ ایمان کی دلیل ہے۔ پھر اے محبوب! جب وہ اپنے کسی کام

يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ

اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں پھر (اے محبوب!) جب وہ اپنے کسی کام کے لیے آپ سے (جانے کی) اجازت مانگیں تو ان میں جسے تم چاہو

مِنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۶۲﴾ لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ

اجازت دے دو اور ان کے لیے اللہ سے معافی مانگو، بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے ○ (اے لوگو!) رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ

بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ؕ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا ۚ

بنالو جیسے تم میں سے کوئی دوسرے کو پکارتا ہے، بیشک اللہ ان لوگوں کو جانتا ہے جو تم میں سے کسی چیز کی آڑ لے کر چپکے سے نکل جاتے ہیں

فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۶۳﴾

تو رسول کے حکم کی مخالفت کرنے والے اس بات سے ڈریں کہ انہیں کوئی مصیبت پہنچے یا انہیں دردناک عذاب پہنچے ○

کے لیے آپ سے جانے کی اجازت مانگیں تو ان میں جسے تم چاہو اجازت دے دو اور ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو، بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ **اہم باتیں:** (1) حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی مجلس پاک کا ادب یہ ہے کہ وہاں سے اجازت کے بغیر نہ جائیں، اسی لئے اب بھی روضۂ مطہرہ پر حاضری دینے والے رخصت ہوتے وقت اَلْوِداعی سلام عرض کرتے ہوئے اجازت طلب کرتے ہیں۔ (2) اس آیت سے دربارِ رسول صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کا ادب بھی معلوم ہوا کہ آئیں بھی اجازت لے کر اور جائیں بھی اِذن حاصل کرکے۔ اساتذہ ومشائخ اور دینی پیشواؤں کی مجلس سے بھی اجازت کے بغیر نہ جانا چاہیے۔ (3) سلطانِ کونین صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے دربار کے آداب خود رب تعالیٰ سکھاتا ہے بلکہ اسی نے ادب کے قوانین بنائے۔ (4) حضور پُرنور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی شفاعت برحق ہے کہ رب تعالیٰ نے انہیں شفاعت کا حکم دیا ہے۔

آیت 63 ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ بنالو جیسے تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔ اس کا ایک معنی یہ ہے کہ اے لوگو! رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے پکارنے کو آپس میں ایسا معمولی نہ بنالو جیسے تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو کہ سننے والے کی مرضی ہوتی ہے کہ سنے یا نہ سنے۔ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کا معاملہ دوسروں سے بلند ہے کہ جب وہ کسی کو پکاریں تو اس پر جواب دینا اور عمل کرنا واجب اور ادب سے حاضر ہونا لازم ہو جاتا ہے۔ **دوسرا معنی** یہ ہے کہ اے لوگو! میرے حبیب صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کا نام لے کر نہ پکارو بلکہ تعظیم، تکریم، توقیر، نرم آواز کے ساتھ اور عاجزی وانکساری سے انہیں اس طرح کے الفاظ کے ساتھ پکارو: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ، یَا نَبِیَّ اللّٰہِ، یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ، یَا اِمَامَ الْمُرْسَلِیْنَ، یَا رَسُوْلَ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، یَا خَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ۔ مزید فرمایا: **بیشک اللہ جانتا ہے جو تم میں سے کسی چیز کی آڑ لے کر چپکے سے نکل جاتے ہیں۔** **شانِ نزول:** منافقین پر مسجد میں ٹھہر کر نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے خطبے کا سُننا گراں ہوتا تھا تو وہ چپکے چپکے، آہستہ آہستہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی آڑ لے کر سرکتے سرکتے مسجد سے نکل جاتے تھے، اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی کہ بیشک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جانتا ہے جو تم میں سے کسی چیز کی آڑ لے کر چپکے سے نکل جاتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے حکم سے اِعراض کرنے والے اور ان کی اجازت کے بغیر چلے جانے والے اس بات سے ڈریں کہ انہیں دنیا میں تکلیف، قتل، زلزلے، ہولناک

اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قَدْ يَعْلَمُ مَاۤ اَنْتُمْ عَلَيْهِ ؕ وَيَوْمَ يُرْجَعُوْنَ اِلَيْهِ

سُن لو! بیشک اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، بیشک وہ جانتا ہے جس حال پر تم ہو اور اس دن کو (جانتا ہے) جس میں لوگ اس کی طرف پھیرے

فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿٦٤﴾ ع

جائیں گے تو وہ انہیں بتادے گا جو کچھ انہوں نے کیا اور اللہ ہر شے کو جاننے والا ہے ○

ع ١٥

ایاتها ٧٧ | ٢٥ سُوْرَةُ الْفُرْقَانِ مَكِّيَّةٌ ٤٢ | رکوعاتها ٦

سورۂ فرقان مکیہ ہے، اس میں ستتر آیتیں اور چھ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

حوادث، ظالم بادشاہ کا مُسلّط ہونا یا دل کا سخت ہو کر معرفتِ الٰہی سے محروم رہنا وغیرہ کوئی مصیبت پہنچے یا انہیں آخرت میں دردناک عذاب پہنچے۔ **اہم باتیں:** (1) تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی ظاہری حیاتِ طیبہ میں اور وصالِ ظاہری کے بعد بھی انہیں ایسے الفاظ کے ساتھ ندا کرنا جائز نہیں جن میں ادب و تعظیم نہ ہو، اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کو ''یا محمد'' کہہ کر پکارنے کی اجازت نہیں۔ لہٰذا اگر کسی نعت وغیرہ میں اس طرح لکھا ہوا ملے تو اسے تبدیل کر دینا چاہیے۔ (2) جس نے بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کو حقیر سمجھا وہ کافر ہے اور دنیا و آخرت میں ملعون ہے۔

آیت 64 اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی عظمت و شان بیان کرتے ہوئے فرمایا: سن لو! جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے، بیشک وہ تمہارے ہر اُس حال کو جانتا ہے جس پر تم ہو یعنی ایمان پر ہو یا نفاق پر اور وہ اس دن کو جانتا ہے جس میں لوگ اس کی طرف جزا کے لئے پھیرے جائیں گے اور وہ دن روزِ قیامت ہے تو وہ انہیں بتادے گا جو کچھ اچھا بُرا عمل انہوں نے کیا اور اللہ تعالیٰ ہر شے کو خوب جاننے والا ہے، اس سے کچھ بھی چھپا ہوا نہیں۔

سورۂ فرقان کا تعارف یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اور اس میں 6 رکوع اور 77 آیتیں ہیں۔ اس سورت کی پہلی آیت میں لفظ ''اَلْفُرْقَان'' مذکور ہے، اس مناسبت سے اس سورت کا نام ''سورۂ فرقان'' رکھا گیا ہے۔ **مضامین:** اس سورت کی ابتداء میں اللہ تعالیٰ کی تعریف و ثنا اور عظمت و شان کا بیان ہوا۔ قرآنِ پاک اور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم پر کفار کے اعتراضات ذکر اور ان کا رَد ہے۔ قیامت کے دن کو جھٹلانے والے کافروں کی ہولناک سزا بیان کی گئی۔ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے، کفار کے اعمال ضائع جانے اور شرک کرنے کی وجہ سے ان کے نادم ہونے کو بیان کیا گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی تسلی کے لئے انبیاء علیہم السّلام کی قوموں کے واقعات بیان کئے گئے۔ اللہ تعالیٰ کی مختلف مصنوعات سے اس کی وحدانیت اور قدرت پر دلائل قائم کئے گئے۔ اللہ تعالیٰ پر تَوَکُّل کرنے والے اور اس کی راہ میں تکلیفیں برداشت کرنے والے مؤمنین کی تعریف بیان کی گئی اور یہ بتایا گیا ہے کہ جھٹلانے والوں پر عنقریب عذاب نازل ہوگا۔

تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرَاۙ۝١ الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ

وہ (اللہ) بڑی برکت والا ہے جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل فرمایا تاکہ وہ تمام جہان والوں کو ڈر سُنانے والا ہو○ وہ جس کے لیے آسمانوں

السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّ لَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ وَ خَلَقَ كُلَّ شَیْءٍ

اور زمین کی بادشاہت ہے اور اس نے نہ اولاد اختیار فرمائی اور نہ اس کی سلطنت میں کوئی اس کا شریک ہے اور اس نے ہر چیز کو پیدا فرمایا

فَقَدَّرَهٗ تَقْدِیْرًا ۝٢ وَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً لَّا یَخْلُقُوْنَ شَیْــٴًـا وَّ هُمْ یُخْلَقُوْنَ

پھر اسے ٹھیک اندازے پر رکھا○ اور لوگوں نے اس کے سوا بہت سے معبود بنالئے جو کسی شے کو پیدا نہیں کرتے بلکہ خود انہیں بنایا جاتا ہے

وَ لَا یَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا وَّ لَا یَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّ لَا حَیٰوةً وَّ لَا نُشُوْرًا ۝٣

اور وہ اپنے لئے کسی نقصان اور نفع کے مالک نہیں ہیں اور نہ وہ (کسی کی) موت اور زندگی کے اور نہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے کا اختیار رکھتے ہیں○

آیت 1 ارشاد فرمایا کہ وہ اللہ بڑی برکت والا ہے جس نے اپنے خاص بندے اور اپنے حبیب، انبیاء کے سردار، محمدِ مصطفٰی صلی اللہ علیہ و اٰلہٖ وسلم پر حق اور باطل کے درمیان فرق کر دینے والا قرآن نازل فرمایا تاکہ وہ اس کے ذریعے تمام جہان والوں کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے پر اس کے عذاب کا ڈر سُنانے والے ہوں۔ **اہم بات:** آیت کے اس حصے ”لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا“ میں حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی رسالت عام ہونے کا بیان ہے کہ آپ ساری مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے، خواہ جن ہوں یا بشر، فرشتے ہوں یا دیگر مخلوقات، سب آپ کے اُمتی ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز کو عالَم کہتے ہیں اور اس میں یہ سب داخل ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے بھی ارشاد فرمایا: ”اُرْسِلْتُ اِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً“ یعنی میں تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ (مسلم، حدیث:1167)

آیت 2 اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی پانچ صفات بیان ہوئی ہیں: (1) آسمانوں اور زمین کی بادشاہت خالصتاً اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ نے اولاد اختیار نہ فرمائی۔ اس میں ان یہودیوں اور عیسائیوں کا رَد ہے جو حضرت عزیر اور حضرت عیسیٰ علیہما السّلام کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں، مَعَاذَ اللہ۔ (3) اللہ تعالیٰ کی سلطنت میں کوئی اس کا شریک نہیں ہے۔ اس میں بت پرستوں کا رَد ہے جو بتوں کو خدا کا شریک ٹھہراتے ہیں۔ (4) ہر چیز کو صرف اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا۔ (5) ہر چیز کو اس کے حال کے مطابق ٹھیک اندازے پر رکھا۔

آیت 3 اس آیت کا معنی یہ ہے جو معبود، خالق، مالک اور قادر ہونے میں یکتا ہے، بت پرست اس کی عبادت کرنے پر بتوں کی عبادت کرنے کو ترجیح دے رہے ہیں حالانکہ وہ بت ایسے عاجز اور بے قدرت ہیں کہ کسی شے کو پیدا ہی نہیں کر سکتے بلکہ خود انہیں بنایا جاتا ہے اور وہ اپنے آپ سے کوئی ضَرر دُور کرنے کی طاقت رکھتے ہیں نہ ہی خود کو کوئی نفع پہنچا سکتے ہیں، کسی کو موت اور زندگی دینے کے مالک ہیں نہ کسی کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے کا اختیار رکھتے ہیں۔ **اہم بات:** یہ آیت بتوں کے بارے میں ہے، اسے انبیاءِ کرام علیہم السّلام یا اولیاءِ عظام رحمۃ اللہ علیہم پر چسپاں کرنا خارجیوں کا طریقہ ہے کہ نبیوں ولیوں کا بطور معجزہ و کرامت مدد کرنا تو مسلمانوں کا عقیدہ ہے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اِفْكُ ِۨافْتَرٰىهُ وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ ۚۛ

اور کافروں نے کہا: یہ قرآن تو صرف ایک بڑا جھوٹ ہے جو انہوں نے خود بنالیا ہے اور اس پر دوسرے لوگوں نے (بھی) ان کی مدد کی ہے

فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا ﴿۴﴾ۛ وَقَالُوْۤا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ معانقة ۱

تو بیشک وہ (کافر) ظلم اور جھوٹ پر آگئے ہیں ○ اور کافروں نے کہا: (یہ قرآن) پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں جو اس (نبی) نے کسی سے لکھوالی ہیں تو یہی ان پر

بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿۵﴾ قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا

صبح وشام پڑھی جاتی ہیں ○ تم فرماؤ: اسے تو اُس نے نازل فرمایا ہے جو آسمانوں اور زمین کی ہر پوشیدہ بات جانتا ہے، بیشک وہ بخشنے والا

رَّحِيْمًا ﴿۶﴾ وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ ؕ لَوْلَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْهِ

مہربان ہے ○ اور کافروں نے کہا: اس رسول کو کیا ہوا؟ کہ یہ کھانا بھی کھاتا ہے اور بازاروں میں بھی چلتا پھرتا ہے، اس کی طرف کوئی فرشتہ کیوں نہ

آیت 4 یہاں سے کفار کے اعتراضات کا ذکر ہے۔ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ نضر بن حارث اور اس کے ساتھیوں نے قرآنِ کریم کے بارے میں کہا: یہ قرآن تو صرف ایک بڑا جھوٹ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے خود بنالیا ہے اور اس پر یہودیوں اور عداس ویسار وغیرہ اہلِ کتاب نے بھی ان کی مدد کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے رَد میں ارشاد فرمایا: وہ یعنی نضر بن حارث وغیرہ مشرکین جو یہ بے ہودہ بات کہہ رہے ہیں، یہ ظلم اور جھوٹ پر آگئے ہیں۔

آیت 5 فرمایا گیا کہ وہی مشرکینِ قرآن کریم کے بارے میں یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں بلکہ رستم و اسفندیار وغیرہ کے قصوں کی طرح پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے کسی سے لکھوالی ہیں، کیونکہ کسی سے پڑھے ہوئے نہ ہونے کی وجہ سے یہ خود لکھ نہیں سکتے، اس لئے دوسروں سے لکھوالی ہیں، پھر یہی کہانیاں ان پر صبح وشام پڑھی جاتی ہیں تاکہ سُن سُن کر انہیں یاد ہوجائیں اور جب آپ کو یاد ہوجاتی ہیں تووہی کہانیاں ہمیں سُنادیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی وحی ہے۔

آیت 6 اللہ تعالیٰ نے کفار کا رَد کرتے ہوئے فرمایا: اے حبیب! آپ ان کفار سے فرمادیں کہ اس قرآن کو تو اس اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے جو آسمانوں اور زمین کی ہر بات جانتا ہے جس کی دلیل یہ ہے کہ اس خدا کا کلام، قرآنِ کریم غیب کی خبروں پر مشتمل ہے اور کافر قرآن اور رسول صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے متعلق باطل باتیں کرکے عذاب کے مستحق ہیں لیکن اللہ تعالیٰ عذاب دینے کی قدرت کے باوجود مہربانی کرتے ہوئے فوری عذاب نازل نہیں فرماتا بلکہ توبہ کے لئے مہلت دیتا ہے تاکہ یہ توبہ کرسکیں۔ بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

آیت 7 اس آیت میں کافروں کا ایک مزید اعتراض مذکور ہے کہ کفارِ قریش نے کعبہ شریف کے نزدیک جمع ہوکر یہ کہا: اس رسول کو کیا ہوا کہ یہ ہماری طرح کھانا بھی کھاتا ہے اور ہماری طرح رزق کی تلاش میں بازاروں میں بھی چلتا پھرتا ہے۔ اس سے ان کی مراد یہ تھی کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نبی ہوتے تو نہ کھاتے، نہ بازاروں میں چلتے اور یہ بھی نہ ہوتا تو ان کی طرف اِن کی تائید کیلئے کوئی فرشتہ کیوں نہ اُتاردیا گیا جو ان کے ساتھ ہوتا اور لوگوں کو ان کی اطاعت کا کہتا اور نافرمانی سے ڈراتا نیز اِن کی تصدیق کرتا اور ان کی نبوت کی گواہی دیتا۔

مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًاۙ﴿۷﴾ اَوْ يُلْقٰۤى اِلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاْكُلُ مِنْهَاؕ

اُتار دیا گیا جو اس کے ساتھ (لوگوں کو) ڈرانے والا ہوتا؟ یا اس کی طرف کوئی (غیبی) خزانہ ڈال دیا جاتا یا اس کا کوئی باغ ہوتا جس میں سے یہ کھاتا؟

وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا﴿۸﴾ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ

اور ظالموں نے کہا: تم تو پیروی نہیں کرتے مگر ایک ایسے مرد کی جس پر جادو ہوا اے حبیب! دیکھو تمہارے لئے کیسی مثالیں بیان کررہے ہیں

ع ٩/١٦ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا۠﴿۹﴾ تَبٰرَكَ الَّذِيْۤ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِّنْ ذٰلِكَ

تو یہ گمراہ ہوگئے ہیں کہ اب انہیں کسی راہ کی طاقت نہیں وہ (اللہ) بڑی برکت والا ہے جو اگر چاہے تو تمہارے لیے اس سے بہتر بنادے،

جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُۙ وَيَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا﴿۱۰﴾ بَلْ كَذَّبُوْا بِالسَّاعَةِ ۫ وَاَعْتَدْنَا

وہ باغات جن کے نیچے نہریں جاری ہوں اور تمہارے لئے بلند و بالا محلات بنادے بلکہ انہوں نے قیامت کو جھٹلایا ہے اور ہم نے قیامت کو

آیت 8 اس آیت میں کفارِ قریش کی مزید باتیں بیان کی گئیں کہ انہوں نے کہا: ان کی طرف آسمان سے کوئی خزانہ ڈال دیا جاتا اور یہ معاش کے حصول سے بے نیاز ہو جاتے، اور اگر انہیں کوئی خزانہ نہیں ملنا تھا تو کم از کم ان کا کوئی باغ تو ہوتا جس میں سے یہ مالداروں کی طرح کھاتے اور ان ظالموں نے مسلمانوں سے کہا: تم ایک ایسے مرد کی پیروی کرتے ہو جس پر جادو ہے اور مَعَاذَ اللہ ان کی عقل ٹھکانے پر نہیں ہے۔

آیت 9 اس سے اوپر والی آیات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بارے میں بیان کی گئی کفار کی بیہودہ باتوں کے متعلق اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اے حبیب! آپ دیکھیں کہ یہ کفار آپ کے بارے میں کیسی عجیب و غریب باتیں کر رہے ہیں۔ یہ لوگ آپ کی شان سے جاہل ہیں کہ انہوں نے جادو کے زیرِ اثر کہا حالانکہ آپ کے اقوال و اعمال سب گواہ ہیں کہ آپ کامل عقل اور دانش رکھتے ہیں جبکہ جادو کا مارا شخص توڑ ھنگ سے کچھ کر ہی نہیں سکتا۔ یہ کفار اپنی ایسی واضح جہالت کی وجہ سے ہدایت کی راہ کی طاقت ہی نہیں رکھتے۔

آیت 10 اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ وہ اگر چاہے تو اے حبیب! تمہارے لیے کافروں کے ان بیان کردہ خزانوں اور باغات سے بہتر چیزیں عطا فرمادے اور دنیا میں ایسے باغات بنادے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں اور تمہارے لئے بلند و بالا محلات بنادے لیکن اللہ تعالیٰ چونکہ اپنی مَشِیَّت اور بندوں کی مَصلحت کے مطابق ان کے معاملات کی تدبیر فرماتا ہے اس لئے اس کے کام پر کسی کو اعتراض کا حق حاصل نہیں۔ **اہم بات:** اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا مقام اتنا بلند ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہے تو آپ کو دنیا کی بڑی سے بڑی نعمتیں اور اعلیٰ سے اعلیٰ آسائشیں عطا فرمادے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے لئے دنیا کی زیب و زینت اور اس کی آسائشوں کو پسند نہیں فرمایا اور حضور پُر نور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے بھی دنیا میں فقر کو ہی ترجیح دی ہے۔

آیت 11 فرمایا کہ اے حبیب! ان کافروں نے آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی شان میں گستاخیاں ہی نہیں کیں بلکہ انہوں نے قیامت کو بھی جھٹلایا ہے اور ہم نے قیامت کو جھٹلانے والوں کیلئے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے۔

لِّمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيْرًا ﴿١١﴾ اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا وَّ زَفِيْرًا ﴿١٢﴾

جھٹلانے والوں کیلئے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے ○ جب وہ آگ انہیں دُور کی جگہ سے دیکھے گی تو کافر اس کا جوش مارنا اور چنگھاڑنا سُنیں گے ○

وَ اِذَاۤ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيْنَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا ﴿١٣﴾ لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُوْرًا

اور جب انہیں اس آگ کی کسی تنگ جگہ میں زنجیروں میں جکڑ کر ڈالا جائے گا تو وہاں موت مانگیں گے ○ (فرمایا جائے گا) آج ایک موت

وَّاحِدًا وَّ ادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِيْرًا ﴿١٤﴾ قُلْ اَذٰلِكَ خَيْرٌ اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ

نہ مانگو اور بہت سی موتیں مانگو ○ تم فرماؤ: کیا یہ (عذابِ جہنم) بہتر ہے یا وہ ہمیشہ رہنے کا باغ جس کا ڈرنے والوں کو وعدہ دیا گیا ہے،

كَانَتْ لَهُمْ جَزَآءً وَّ مَصِيْرًا ﴿١٥﴾ لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ خٰلِدِيْنَ ؕ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ

وہ باغ ان کے لئے بدلہ اور لوٹنے کی جگہ ہے ○ جنتیوں کیلئے جنت میں ہر وہ چیز ہوگی جو وہ چاہیں گے، وہاں ہمیشہ رہیں گے، یہ تمہارے رب کے ذمہ کرم پر

آیت 12 ارشاد فرمایا کہ جب وہ بھڑکتی ہوئی آگ انہیں دُور کی جگہ سے دیکھے گی تو اس قدر جوش مارے گی کہ کافر اس کا جوش مارنا اور چنگھاڑنا سُنیں گے۔ **اہم باتیں:** (1) دُور کی جگہ سے مراد ایک برس کی راہ ہے اور بعض مفسرین کے نزدیک سو برس کی راہ مراد ہے۔ (2) آگ کا دیکھنا کچھ بعید نہیں، اللہ تعالیٰ چاہے تو اس کو حیات، عقل اور دیکھنے کی صلاحیت عطا فرمادے۔ بعض مفسرین کے نزدیک اس سے جہنم میں مامور فرشتوں کا دیکھنا مراد ہے۔

آیت 13، 14 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جب ان کفار کو اس آگ کی کسی تنگ جگہ میں جو انتہائی کرب و بے چینی پیدا کرنے والی ہو، زنجیروں میں جکڑ کر اس طرح ڈالا جائے گا کہ اُن کے ہاتھ گردنوں سے ملا کر باندھ دیئے گئے ہوں، یا اس طرح کہ ہر ہر کافر اپنے شیطان کے ساتھ زنجیروں میں جکڑا ہوا ہو، تو وہ وہاں موت مانگیں گے اور ”وَاثُبُوْرَاہُ، وَاثُبُوْرَاہُ“ یعنی ہائے! اے موت آ جا، کا شور مچائیں گے اور اس وقت ان سے فرمایا جائے گا: آج ایک موت نہ مانگو بلکہ بہت سی موتیں مانگو کیونکہ تم طرح طرح کے عذابوں میں مبتلا کئے جاؤ گے۔

آیت 15 فرمایا کہ اے حبیب! آپ ان سے فرمائیں: کیا جہنم کا عذاب اور اس کی ہولناکیاں جن کا ذکر کیا گیا، یہ بہتر ہیں یا وہ ہمیشہ رہنے کا باغ جس کا متقیوں سے وعدہ کیا گیا ہے، وہ باغ ان کے اعمال کا بدلہ اور لوٹنے کی جگہ ہے۔

آیت 16 فرمایا کہ جنتیوں کے لئے جنت میں ان کے مرتبے کے مطابق ہر وہ نعمت اور لذت ہوگی جو وہ چاہیں گے اور وہ جنت میں ہمیشہ رہیں گے۔ مزید فرمایا: یہ تمہارے رب کے ذمہ کرم پر مانگا ہوا وعدہ ہے۔ مانگے ہوئے وعدے سے مراد یہ ہے کہ وہ وعدہ مانگنے کے لائق ہے یا اس سے مراد وہ وعدہ ہے جو مؤمنین نے دنیا میں یہ عرض کرکے مانگا: ”رَبَّنَاۤ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً“ یعنی اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھلائی عطا فرما اور ہمیں آخرت میں (بھی) بھلائی عطا فرما۔ یا یہ عرض کرکے مانگا: ”رَبَّنَا وَ اٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ“ یعنی اے ہمارے رب! اور ہمیں وہ سب عطا فرما جس کا تو نے اپنے رسولوں کے ذریعے ہم سے وعدہ فرمایا ہے۔

وَعْدًا مَّسْـُٔوْلًا ﴿۱۶﴾ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَقُوْلُ ءَاَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ

مانگا ہوا وعدہ ہے ○ اور جس دن وہ انہیں اور جن (بتوں) کی اللہ کے سوا عبادت کرتے ہیں ان کو جمع فرمائے گا تو (ان بتوں سے) فرمائے گا: کیا میرے ان

عِبَادِيْ هٰٓؤُلَآءِ اَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيْلَ ﴿۱۷﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ مَا كَانَ يَنْۢبَغِيْ لَنَآ اَنْ

بندوں کو تم نے گمراہ کیا تھا یا یہ خود ہی راستے سے بھٹکے تھے؟ ○ وہ عرض کریں گے: (اے اللہ!) تو پاک ہے، ہمارے لئے ہر گز جائز نہیں تھا کہ

نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِكَ مِنْ اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنْ مَّتَّعْتَهُمْ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى نَسُوا الذِّكْرَ ۚ

ہم تیرے سوا کسی اور کو مددگار بنائیں لیکن تو نے انہیں اور ان کے باپ داداؤں کو فائدہ اُٹھانے دیا یہاں تک کہ انہوں نے (تیری) یاد کو بھلادیا

وَكَانُوْا قَوْمًا ۢ بُوْرًا ﴿۱۸﴾ فَقَدْ كَذَّبُوْكُمْ بِمَا تَقُوْلُوْنَ ۙ فَمَا تَسْتَطِيْعُوْنَ صَرْفًا

اور یہ لوگ ہلاک ہونے والے ہی تھے ○ تو بیشک ان (جھوٹے معبودوں) نے تمہاری بات کو جھٹلا دیا تو اب تم نہ عذاب پھیرنے کی طاقت رکھو گے

وَّلَا نَصْرًا ۚ وَمَنْ يَّظْلِمْ مِّنْكُمْ نُذِقْهُ عَذَابًا كَبِيْرًا ﴿۱۹﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ

اور نہ اپنی مدد کر سکو گے اور تم میں جو ظالم ہے ہم اسے بڑا عذاب چکھائیں گے ○ اور ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول بھیجے

آیت 17 فرمایا کہ جس دن اللہ تعالیٰ مشرکین اور ان کے باطل معبودوں کو جن کی یہ اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کیا کرتے تھے، جمع کرے گا تو ان معبودوں سے فرمائے گا: کیا میرے بندوں کو تم نے گمراہ کیا تھا یا یہ خود ہی ہدایت کے راستے سے بھٹکے تھے؟ اللہ تعالیٰ حقیقتِ حال کا جاننے والا ہے اس سے کچھ بھی مخفی نہیں۔ **اہم باتیں:** (1) یہ سوال مشرکین کو ذلیل کرنے کے لئے ہے تاکہ اُن کے معبود انہیں جھٹلائیں تو اُن کی حسرت وذلت اور زیادہ ہو۔ (2) باطل معبودوں سے عام معبود مراد ہیں چاہے وہ ذَوِی الْعُقُول ہوں جیسے جنات وشیاطین یا غیر ذَوِی الْعُقُول جیسے بت کہ اللہ تعالیٰ انہیں بھی بولنے کی قوت دے گا۔

آیت 18 فرمایا کہ وہ باطل معبود عرض کریں گے: اے اللہ! تو اس سے پاک ہے کہ کوئی تیرا شریک ہو، خود ہمارے لئے ہر گز جائز نہیں تھا کہ ہم تیرے سوا کسی اور کو مددگار بنائیں تو کیا ہم کسی دوسرے کو تیرے غیر کو معبود بنانے کا حکم دے سکتے تھے؟ ہم تیرے بندے ہیں، لیکن تو نے انہیں اور ان کے باپ داداؤں کو دنیا سے فائدہ اُٹھانے کا موقع دیا اور انہیں اموال، اولاد، لمبی عمر، صحت و سلامتی عنایت کی یہاں تک کہ یہ غفلت میں پڑے اور انہوں نے تیری یاد کو بھلا دیا اور تیری نعمتوں کو یاد کرنا اور تیری آیتوں میں غور وتَدَبُّر کرنا چھوڑ دیا اور انہوں نے اپنے بُرے اختیار کی وجہ سے ہدایت کے اسباب کو گمراہی اور سرکشی کا ذریعہ بنا لیا اور یہ لوگ تیری اَزَلی قضا میں ہلاک ہونے والے ہی تھے۔

آیت 19 جب کفار کے باطل معبود جواب دے لیں گے تو اللہ تعالیٰ مشرکوں سے فرمائے گا: اے مشرکو! تم نے اپنے معبودوں کو خدا کہا اور انہوں نے تمہیں جھوٹا کر دیا، اب یہ بت نہ تمہاری مدد کر سکیں گے، نہ ہم کریں گے اور نہ تم ایک دوسرے کی مدد کر سکو گے اور تم میں جو ظالم یعنی کافر اور کافر رہے ہم اسے جہنم کا بڑا عذاب چکھائیں گے۔

آیت 20 اس آیت میں کفار کے اس طعن کا جواب دیا گیا ہے جو اُنہوں نے سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر کیا تھا کہ وہ بازاروں میں

Go to Index

اِلَّاۤ اِنَّهُمْ لَیَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَ یَمْشُوْنَ فِی الْاَسْوَاقِ ؕ وَ جَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً ؕ

سب یقیناً کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے تھے اور ہم نے تمہیں ایک دوسرے کیلئے آزمائش بنایا

اَتَصْبِرُوْنَ ۚ وَ كَانَ رَبُّكَ بَصِیْرًا ﴿۲۰﴾ ع ۲ / ۱۱ / ۱۷

اور (اے لوگو!) کیا تم صبر کرو گے ؟ اور (اے محبوب!) تمہارا رب خوب دیکھنے والا ہے ۝

چلتے ہیں اور کھانا کھاتے ہیں، یہاں بتایا گیا کہ یہ اُمور نبوت کے مُنافی نہیں بلکہ یہ تمام انبیاء علیہم السّلام کی زندگی کا حصے تھے لہٰذا یہ اعتراض محض جہالت اور عناد پر مبنی ہے۔ مزید فرمایا: اور ہم نے تمہیں ایک دوسرے کیلئے آزمائش بنایا۔ **شانِ نزول:** (1) امیر کافر غریب صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھ کر یہ خیال کرتے کہ یہ ہم سے پہلے اسلام لاچکے اس لئے انہیں ہم پر ایک فضیلت رہے گی۔ اس خیال سے وہ اسلام قبول کرنے سے باز رہتے اور امیروں کے لئے غریب صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم آزمائش بن جاتے۔ (2) یہ آیت ابوجہل، ولید بن عقبہ، عاص بن وائل سہمی اور نضر بن حارث کے بارے میں نازل ہوئی، ان لوگوں نے غریب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھا کہ پہلے سے اسلام لائے ہیں تو غرور سے کہا: ہم بھی اسلام لے آئیں تو اُنہیں جیسے ہو جائیں گے تو ہم میں اور ان میں فرق کیا رہ جائے گا۔ (3) یہ آیت مسلمان فقراء کی آزمائش میں نازل ہوئی جن کا کفارِ قریش مذاق اُڑایا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی پیروی کرنے والے یہ لوگ ہیں جو ہمارے غلام اور اَرذَل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی اور اُن مؤمنین سے فرمایا: کیا تم اس فقر و شدت پر اور کفار کی اس بدگوئی پر صبر کرو گے اور اے حبیب! تمہارا رب عزّوجلّ اس کو خوب دیکھنے والا ہے جو صبر کرے اور اس کو بھی جو بے صبری کرے۔ **درس:** دنیا کا مال نہ ہونا اور غربت کا شکار ہونا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک آزمائش ہے، ایسے موقع پر صبر کا دامن مضبوطی سے پکڑنا چاہئے۔ (2) اپنے سے کم حیثیت والے کی طرف دیکھو اور جو تم سے زیادہ حیثیت کا ہے اس کی طرف نہ دیکھو کیونکہ یہ عمل اس سے زیادہ قریب ہے کہ تم (اپنے اوپر) اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو حقیر نہ جانو۔ (مسلم، حدیث:7430)

وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا ؕ

اور جو لوگ ہم سے ملنے کی امید نہیں رکھتے انہوں نے کہا: ہم پر فرشتے کیوں نہ اتارے گئے ؟ یا ہم اپنے رب کو کیوں نہیں دیکھتے ؟

لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًا ﴿٢١﴾ يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ

بیشک انہوں نے اپنے دلوں میں تکبر کیا ہے اور انہوں نے بہت بڑی سرکشی کی ہے ○ یاد کرو جس دن لوگ فرشتوں کو دیکھیں گے

لَا بُشْرٰى يَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِيْنَ وَيَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴿٢٢﴾ وَقَدِمْنَآ

تو اس دن مجرموں کے لئے کوئی خوشخبری نہ ہوگی اور وہ کہیں گے: (یااللہ! ہمارے درمیان) کوئی روکی ہوئی آڑ کر دے ○ اور انہوں نے جو کوئی عمل

اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ﴿٢٣﴾ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ

کیا ہوگا ہم اس کی طرف قصد کرکے باریک غبار کے بکھرے ہوئے ذروں کی طرح بنا دیں گے جو روشندان کی دھوپ میں نظر آتے ہیں ○ جنت والے

آیت 21 آیت کا خلاصہ یہ ہے: کفار جو کہ قیامت کے دن دوبارہ زندہ کئے جانے اور حشر نشر کو نہیں مانتے، اسی لئے وہ قیامت کے دن والی ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے، وہ کہتے ہیں کہ ہمارے لئے رسول بنا کر یا رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نبوت و رسالت کے گواہ بنا کر ہم پر فرشتے کیوں نہ اتارے گئے ؟ یا ہم اپنے رب عزّوجلّ کو کیوں نہیں دیکھتے جو ہمیں خود بتا دے کہ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم اس کے رسول ہیں؟ فرمایا: بیشک انہوں نے اپنے دلوں میں تکبر کیا اور اُن کا تکبر انتہا کو پہنچ گیا ہے اور انہوں نے بہت بڑی سرکشی کی کہ معجزات کا مشاہدہ کرنے کے بعد بھی فرشتوں کے اپنے اوپر اترنے اور اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کا سوال کر رہے ہیں۔

آیت 22 فرمایا کہ لوگ اپنی موت کے وقت روح نکالنے والے فرشتوں کو اِس حال میں دیکھیں گے یا قیامت کے دن عذاب دینے پر مامور فرشتوں کو اس حال میں دیکھیں گے کہ وہ ان سے کہہ رہے ہوں گے "اس دن مجرموں کیلئے کوئی خوشخبری نہ ہوگی۔" مزید فرمایا: **اور وہ کہیں گے: (یااللہ! ہمارے درمیان) کوئی روکی ہوئی آڑ کر دے۔** اس حصے کی **ایک تفسیر** یہ ہے کہ قیامت کے دن کفار جب فرشتوں کو دیکھیں گے تو وہ فرشتوں سے پناہ چاہتے ہوئے کہیں گے: اے اللہ! ہمارے اور ان فرشتوں کے درمیان کوئی روکی ہوئی آڑ کر دے۔ آیت میں مجرموں سے مراد کفار ہیں۔

آیت 23 اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کفار نے کفر کی حالت میں جو کوئی ظاہری اچھے عمل کیے ہوں گے جیسے صدقہ، صلہ رحمی، مہمان نوازی وغیرہ، اللہ تعالیٰ ان کی طرف قصد کرکے روشندان کی دھوپ میں نظر آنے والے باریک غبار کے بکھرے ہوئے ذروں کی طرح انہیں بے وقعت بنا دے گا۔ مراد یہ ہے کہ وہ اعمال باطل کر دیئے جائیں گے، ان کا کچھ کوئی فائدہ نہ ہوگا کیونکہ اعمال کی مقبولیت کے لئے ایمان شرط ہے اور وہ انہیں مُیَسَّر نہ تھا۔ آج کل مسلمان کہلانے والے سیکولر لبرل کو کافروں کے اعمال، خدمتِ خلق، سائنسی ایجادات پر بہت پیار آتا ہے اور اپنے مضامین اور کالموں میں بار بار لکھتے ہیں کہ کیا ایسے عظیم لوگ جہنم میں جائیں گے۔ ان سب کو جواب ہے کہ جس خدا نے جنت اور جہنم پیدا کی ہے اور جس کا علم و حکمت لامتناہی ہے اس کا فیصلہ اِس آیت میں پڑھ لیں کہ کیا ہے؟

آیت 24 آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جنت والے یعنی مومنین قیامت کے دن ان مغرور، متکبر مشرکوں کے مقابلے میں ٹھکانے کے اعتبار

یَوْمَىٕذٍ خَیْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَّ اَحْسَنُ مَقِیْلًا ﴿۲۴﴾ وَ یَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ

اس دن ٹھکانے کے اعتبار سے بہتر اور آرام کے اعتبار سے سب سے اچھے ہوں گے ○ اور جس دن آسمان بادلوں سمیت

وَ نُزِّلَ الْمَلٰٓىٕكَةُ تَنْزِیْلًا ﴿۲۵﴾ اَلْمُلْكُ یَوْمَىٕذِ الْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ ؕ وَ كَانَ یَوْمًا عَلَى الْكٰفِرِیْنَ

پھٹ جائے گا اور فرشتے پوری طرح اتارے جائیں گے ○ اس دن سچی بادشاہی رحمٰن کی ہوگی اور کافروں پر وہ

عَسِیْرًا ﴿۲۶﴾ وَ یَوْمَ یَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى یَدَیْهِ یَقُوْلُ یٰلَیْتَنِی اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ

بڑا سخت دن ہوگا ○ اور جس دن ظالم اپنے ہاتھ چبائے گا، کہے گا: اے کاش کہ میں نے رسول کے ساتھ

سَبِیْلًا ﴿۲۷﴾ یٰوَیْلَتٰى لَیْتَنِیْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِیْلًا ﴿۲۸﴾ لَقَدْ اَضَلَّنِیْ عَنِ

راستہ اختیار کیا ہوتا ○ ہائے میری بربادی! اے کاش کہ میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا ○ بیشک اس نے میرے پاس نصیحت

سے بہتر اور آرام کے اعتبار سے سب سے اچھے ہوں گے۔

آیت 25 اس آیت کی تفصیل بیان کرتے ہوئے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: (جب قیامت قائم ہوگی تو اس دن) پہلے آسمانِ دنیا پھٹے گا اور وہاں کے رہنے والے فرشتے زمین پر اتریں گے اور ان کی تعداد زمین کے جن و اِنس سب سے زیادہ ہوگی، پھر دوسرا آسمان پھٹے گا اور وہاں کے رہنے والے فرشتے اتریں گے، وہ آسمانِ دنیا کے رہنے والوں سے اور جن واِنس سب سے زیادہ ہیں، اسی طرح آسمان پھٹتے جائیں گے اور ہر آسمان والوں کی تعداد اپنے ماتحتوں سے زیادہ ہے یہاں تک کہ ساتواں آسمان پھٹے گا، پھر کرّوبین (یعنی فرشتوں کے سردار) اتریں گے، پھر عرش اٹھانے والے فرشتے اتریں گے۔ (خازن 3/270)

آیت 26 فرمایا کہ قیامت کے دن سچی بادشاہی رحمٰن عزّوجلّ کی ہوگی اور اس دن اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی بادشاہ نہ ہوگا اور وہ دن کافروں پر بڑا سخت اور انتہائی شدید ہوگا۔

آیت 27 **شانِ نزول:** عقبہ بن ابی معیط، اُبی بن خلف کا گہرا دوست تھا، حضور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے ارشاد فرمانے سے اُس نے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کی شہادت دی اور اس کے بعد اُبی بن خلف کے زور ڈالنے سے پھر مُرتَد ہوگیا، اس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی اور ارشاد فرمایا کہ جس دن ظالم حسرت وندامت کی وجہ سے اپنے ہاتھوں پر کاٹے گا اور کہے گا: اے کاش کہ میں نے رسول کے ساتھ جنت و نجات کا راستہ اختیار کیا ہوتا، ان کی پیروی کیا کرتا اور ان کی ہدایت کو قبول کیا ہوتا۔

آیت 28،29 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ قیامت کے دن کافر کہے گا: ہائے میری بربادی! اے کاش کہ میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا جس نے مجھے گمراہ کر دیا۔ بیشک اس نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے میرے پاس نصیحت آجانے کے بعد مجھے اس نصیحت یعنی قرآن اور ایمان سے بہکا دیا اور شیطان کی فطرت ہی یہ ہے کہ وہ انسان کو مصیبت کے وقت بے یار و مددگار چھوڑ دیتا ہے اور جب انسان پر بلا و عذاب نازل ہوتا ہے تو اس وقت اس سے علیحدگی اختیار کر لیتا ہے۔ **درس:** اس سے معلوم ہوا کہ بد مذہبوں اور برے لوگوں کی صحبت اختیار کرنا، انہیں اپنا دوست بنانا اور ان سے محبت کرنا دنیا اور آخرت میں انتہائی نقصان دِہ ہے۔ اس لئے دہریوں، کافروں،

الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِيْ ؕ وَ كَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ﴿۲۹﴾ وَ قَالَ الرَّسُوْلُ

آجانے کے بعد مجھے اس سے بہکا دیا اور شیطان انسان کو مصیبت کے وقت بے مدد چھوڑ دینے والا ہے ○ اور رسول نے عرض کی:

يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ﴿۳۰﴾ وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا

اے میرے رب! میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑنے کے قابل بنالیا ہے ○ اور ہم نے اسی طرح ہر نبی کے لیے مجرم لوگوں کو دشمن

مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ ؕ وَ كَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّ نَصِيْرًا ﴿۳۱﴾ وَ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ لَا نُزِّلَ

بنادیا تھا اور ہدایت دینے اور مدد کرنے کے لیے تمہارا رب کافی ہے ○ اور کافروں نے کہا: ان پر سارا قرآن ایک ہی مرتبہ

عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۚۛ كَذٰلِكَ ۚۛ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ مع

کیوں نہیں اتار دیا گیا؟ (ہم نے) یونہی (اس قرآن کو تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا) تاکہ اس کے ساتھ ہم تمہارے دل کو مضبوط کریں

بے دینوں، دین دشمنوں، بدمذہبوں اور برے لوگوں کی دوستی اور ان کی صحبت اختیار کرنے سے بچنا بہت ضروری ہے۔

آیت 30 جب کفار کے اعتراضات اور طعن و تشنیع حد سے زیادہ ہوگئے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی: اے میرے رب! عزّوجلّ، میری قوم نے اس قرآن کو ایک چھوڑ دینے کے قابل چیز بنالیا ہے کہ کسی نے اس کو جادو کہا، کسی نے شعر اور یہ لوگ قرآن مجید پر ایمان لانے سے محروم رہے۔ **درس:** اس آیت میں چھوڑنے سے اصل مراد تو اس پر ایمان نہ لانا ہے۔ لیکن چھوڑنے کی اس کے علاوہ بھی صورتیں ہیں لہٰذا مسلمان کا حال ایسا نہیں ہونا چاہئے جس سے لگے کہ اس نے قرآن مجید کو چھوڑ رکھا ہے، بلکہ اسے چاہئے کہ روزانہ تلاوتِ قرآن کرے، قرآن مجید کی آیات کو سمجھنے کی کوشش کرے نیز اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جو احکامات پر عمل کرے اور جن کاموں سے منع کیا ہے ان سے باز رہے تاکہ وہ قرآن مجید کو عملی طور پر چھوڑ رکھنے والے لوگوں میں شامل نہ ہو۔

آیت 31 اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم سے ارشاد فرمایا: اے حبیب! آپ غم نہ کریں کیونکہ اَنبیاء کرام علیہم السّلام کے ساتھ کافروں کا یہی معمول رہا ہے، تو جس طرح گزشتہ انبیاء کرام علیہم السّلام کفار کی طرف سے پہنچنے والی اَذِیَّتوں پر صبر کرتے رہے، اسی طرح آپ بھی صبر فرمائیں اور آپ کی تسلی کیلئے یہی بات کافی ہے کہ دین و دنیا کی مصلحتوں کی طرف ہدایت دینے اور دشمنوں کے خلاف مدد کرنے کیلئے آپ کا رب عزّوجلّ کافی ہے۔ **اہم بات:** اس آیت سے اشارۃً معلوم ہوا کہ ہر نبی اور ولی کا کوئی دشمن ہوتا ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ اِنہیں آزمائش میں مبتلا فرماتا ہے اور ان کے شرف و مقام کو ظاہر فرماتا ہے۔

آیت 32 تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی نبوت کا انکار کرنے والے کفارِ مکہ نے کہا: اگر آپ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کا یہ گمان ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں تو آپ ہمارے پاس سارا قرآن ایک ہی مرتبہ کیوں نہیں لے کر آئے جیسے گزشتہ انبیاء پر ان کی کتب یکبار اتریں۔ کفار کا یہ اعتراض بالکل فضول ہے کیونکہ قرآن کریم کا عاجز کر دینے والا ہونا ہر حال میں یکساں ہے، چاہے وہ ایک ہی مرتبہ نازل ہو یا تھوڑا تھوڑا کر کے نازل ہو بلکہ قرآن کریم تھوڑا تھوڑا کر کے نازل ہونے میں اس کے معجزہ ہونے کی بڑی دلیل ہے کہ اس طرح

وَ رَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا ﴿۳۲﴾ وَ لَا يَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَ اَحْسَنَ تَفْسِيْرًا ﴿۳۳﴾

اور ہم نے اسے ٹھہر ٹھہر کر پڑھا○ اور وہ آپ کے پاس کوئی بھی مثال لے آئیں، ہم آپ کے پاس حق اور بہتر بیان لے آئیں گے○

اَلَّذِيْنَ يُحْشَرُوْنَ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ اِلٰى جَهَنَّمَ ۙ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّ اَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۳۴﴾ ع ۳ ۱۴

وہ جنہیں ان کے چہروں کے بل جہنم کی طرف ہانکا جائے گا ان کا ٹھکانہ سب سے بدتر اور وہ سب سے زیادہ گم راہ ہیں○

وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَ جَعَلْنَا مَعَهٗۤ اَخَاهُ هٰرُوْنَ وَزِيْرًا ﴿۳۵﴾ فَقُلْنَا اذْهَبَاۤ

اور بیشک ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا فرمائی اور اس کے ساتھ اس کے بھائی ہارون کو وزیر بنایا○ تو ہم نے فرمایا: تم دونوں اس قوم

ہر آیت کا مقابلہ کرنے سے کفار کا عاجز ہونا ظاہر ہو رہا ہے۔ مزید فرمایا: **تاکہ اس کے ساتھ ہم تمہارے دل کو مضبوط کریں۔** آیت کے اس حصے میں قرآن پاک کو بتدریج نازل فرمانے کی حکمت ظاہر فرمائی کہ اے حبیب! ہم نے اس قرآن کو تھوڑا تھوڑا کرکے اس لئے نازل کیا تاکہ اس کے ذریعے آپ کے دل کو مضبوط کریں اور پیام کا سلسلہ جاری رہنے سے آپ کے قلب مبارک کو مسلسل طاقت و حوصلہ ملتا رہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی فائدہ ہے کہ قرآن پاک کو حفظ کرنا آسان ہو۔ مزید فرمایا: **اور ہم نے اسے ٹھہر ٹھہر کر پڑھا۔** آیت کے اس حصے کا ایک معنی یہ ہے کہ ہم نے قرآن پاک کو حضرت جبریل علیہ السّلام کی زبان سے تھوڑا تھوڑا کرکے تیئیس برس کی مدت میں پڑھا۔ اس میں ہمارے لئے بھی درس ہے کہ قرآن مجید ترتیل سے یعنی ٹھہر ٹھہر کر، اطمینان کے ساتھ پڑھیں۔

آیت 33 آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! یہ مشرکین آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے دین کے خلاف یا آپ کی نبوت پر جو بھی اعتراض قائم کریں گے ہم اس کا انتہائی نفیس جواب دیں گے۔ اگر کوئی شخص اس کا مشاہدہ کرنا چاہے تو قرآن مجید میں مذکور کافروں کے اعتراضات اور رب تعالیٰ کی طرف سے ان کے جوابات کا مطالعہ کرلے، حقیقتِ حال واضح ہو جائے گی۔

آیت 34 فرمایا کہ قیامت کے دن جن لوگوں کو ان کے چہروں کے بل جہنم کی طرف ہانکا جائے گا، ان کا ٹھکانہ سب سے بدتر اور وہ سب سے زیادہ صراط مستقیم سے بھٹکے ہوئے ہیں۔ دعا: اللہ تعالیٰ ہمیں برے خاتمے، برے حشر سے بچائے اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے صدقے ایمان بھی سلامت رکھے اور قیامت میں بھی سلامتی دے۔

آیت 35 فرمایا گیا کہ اے حبیب! ہم نے آپ سے پہلے جتنے رسول بھیجے انہیں جھٹلایا گیا اور انہیں جو معجزات عطا کئے ان کا انکار کیا گیا، بیشک ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو تورات عطا فرمائی اور اس کے بھائی حضرت ہارون علیہ السّلام کے ذریعے ہم نے اس کا بازو مضبوط کیا لیکن اس کے باوجود ان کی مخالفت کی گئی۔ یہاں سے مذکور واقعاتِ انبیاء میں تبلیغِ دین کے کاموں میں ہمت و حوصلہ بڑھانا مقصود ہے۔

آیت 36 اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السّلام سے ارشاد فرمایا: تم دونوں قومِ فرعون کی طرف جاؤ، ان لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہے، چنانچہ وہ دونوں حضرات ان کی طرف گئے اور انہیں اللہ تعالیٰ کا خوف دلایا اور اپنی رسالت کی تبلیغ کی، لیکن ان بدبختوں نے جھٹلایا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں مکمل طور پر تباہ کر دیا۔

اِلَى الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ فَدَمَّرْنٰهُمْ تَدْمِيْرًا ﴿۳۶﴾ وَقَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا

کی طرف جاؤ جس نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہے تو ہم نے انہیں مکمل طور پر تباہ کر دیا ○ اور نوح کی قوم کو جب انہوں نے رسولوں کو

الرُّسُلَ اَغْرَقْنٰهُمْ وَجَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰيَةً ؕ وَاَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۳۷﴾

جھٹلایا تو ہم نے انہیں غرق کر دیا اور انہیں لوگوں کے لیے نشانی بنا دیا اور ہم نے ظالموں کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے○

وَّعَادًا وَّثَمُوْدَاۡ وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ وَقُرُوْنًا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا ﴿۳۸﴾ وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْاَمْثَالَ ۫

اور عاد اور ثمود اور کنویں والے اور ان کے درمیان کی بہت سی قومیں (ہم نے ہلاک کر دیں۔)○ اور ہم نے ہر قوم کیلئے مثالیں بیان فرمائیں

وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيْرًا ﴿۳۹﴾ وَلَقَدْ اَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِيْٓ اُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ ؕ اَفَلَمْ يَكُوْنُوْا

اور ہم نے سب کو مکمل طور پر تباہ کر دیا○ اور بیشک یہ اس بستی پر ہو آئے ہیں جس پر بری بارش کی گئی تو کیا یہ اس بستی کو نہیں

آیت 37 ارشاد فرمایا کہ ہم نے حضرت نوح علیہ السّلام کی قوم کو بھی ہلاک کر دیا، جب انہوں نے رسولوں علیہم السّلام کو جھٹلایا تو ہم نے انہیں غرق کر دیا اور ہم نے انہیں لوگوں کے لیے عبرت کا نشان بنا دیا تاکہ بعد والوں کے لئے عبرت ہوں اور ہم نے کفر و تکذیب میں حد سے بڑھنے والے ظالموں کے لیے دنیا کے عذاب کے علاوہ آخرت میں دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ **اہم بات:** یہاں رسولوں سے مراد حضرت نوح، حضرت ادریس اور حضرت شیث علیہم السّلام ہیں یا یہ بات ہے کہ ایک رسول علیہ السّلام کی تکذیب تمام رسولوں علیہم السّلام کی تکذیب ہے تو جب انہوں نے حضرت نوح علیہ السّلام کو جھٹلایا تو گویا سب رسولوں علیہم السّلام کو جھٹلایا۔

آیت 38 فرمایا کہ ہم نے حضرت ہود علیہ السّلام کی قوم عاد اور حضرت صالح علیہ السّلام کی قوم ثمود کو بھی ہلاک کر دیا اور کنوئیں والوں کو ہلاک کر دیا۔ یہ حضرت شعیب علیہ السّلام کی قوم تھی جو بت پرستی کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے اُن کی طرف حضرت شعیب علیہ السّلام کو بھیجا لیکن قوم اپنی بت پرستی پر ڈٹی رہی۔ اُن لوگوں کے مکان ایک کنوئیں کے گرد تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ہلاک کیا اور یہ تمام قوم اپنے مکانوں سمیت اس کنوئیں کے ساتھ زمین میں دھنس گئی۔ کنویں والوں کے بارے میں اس کے علاوہ اور اَقوال بھی ہیں۔ مزید ارشاد فرمایا کہ قوم عاد و ثمود اور کنوئیں والوں کے درمیان میں بہت سی امتیں ہیں جنھیں انبیاء کرام علیہم السّلام کی تکذیب کرنے کے سبب سے اللہ تعالیٰ نے ہلاک کر دیا۔

آیت 39 ارشاد فرمایا کہ ہم نے ہر قوم کو سمجھانے کیلئے مثالیں بیان فرمائیں، حجتیں قائم کیں کسی قوم کو سمجھائے، خدائی پیغام پہنچائے اور عذاب الٰہی سے ڈرسنائے بغیر ہلاک نہ کیا لیکن ان سب کے باوجود جب انہوں نے انبیاء کرام علیہم السّلام کو جھٹلایا تو ہم نے سب کو مکمل طور پر تباہ کر دیا۔

آیت 40 اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کفارِ مکہ شام کی طرف اپنے تجارتی سفروں میں بار بار اس بستی سے گزر چکے ہیں جس پر پتھروں کی بری بارش کی گئی تھی تو کیا کفارِ مکہ سفر کے دوران اس بستی کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھتے تھے تاکہ ان کے انجام سے عبرت پکڑتے اور ایمان لاتے، بلکہ ان لوگوں کا حال یہ ہے کہ یہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کے قائل ہی نہیں۔ **اہم بات:** اِس آیت میں جس بستی پر پتھروں کی بارش ہونے کا ذکر ہوا اس سے مراد "سدوم" نامی بستی ہے جو کہ حضرت لوط علیہ السّلام کی قوم کی پانچ بستیوں میں

يَرَوْنَهَا ۚ بَلْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ نُشُوْرًا ﴿٤٠﴾ وَاِذَا رَاَوْكَ اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ

دیکھتے تھے بلکہ یہ مرنے کے بعد اٹھنے کی امید نہیں رکھتے تھے○ اور جب آپ کو دیکھتے ہیں تو آپ کو ٹھٹھا مذاق بنالیتے ہیں

اِلَّا هُزُوًا ؕ اَهٰذَا الَّذِیْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا ﴿٤١﴾ اِنْ كَادَ لَیُضِلُّنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا

(اور کہتے ہیں کہ) کیا یہ وہ شخص ہے جسے اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے؟○(اور کہتے ہیں کہ) قریب تھا کہ اگر ہم اپنے معبودوں پر ڈٹے نہ رہتے

لَوْلَاۤ اَنْ صَبَرْنَا عَلَیْهَا ؕ وَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ حِیْنَ یَرَوْنَ الْعَذَابَ مَنْ اَضَلُّ

تو یہ (رسول) ہمیں ہمارے معبودوں سے بہکا دیتے اور (اللہ فرماتا ہے کہ) عنقریب یہ جان لیں گے جب عذاب دیکھیں گے کہ کون

سَبِیْلًا ﴿٤٢﴾ اَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ؕ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَیْهِ وَكِیْلًا ﴿٤٣﴾

گمراہ تھا؟○کیا تم نے اس آدمی کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنالیا ہے تو کیا تم اس پر نگہبان ہو؟○

سب سے بڑی بستی تھی اسی لئے صرف اس کا ذکر کیا ورنہ مفسرین کا ایک قول یہ ہے کہ پانچوں بستیوں کو ہلاک کر دیا گیا سب سے چھوٹی بستی کے لوگ بدکاری نہیں کرتے تھے تو انہیں نجات ملی اور بقیہ چار بستیاں اپنی بد عملی کے باعث آسمان سے پتھر برسا کر ہلاک کر دی گئیں۔ حقیقت میں چار یا پانچ بستیاں ہلاک ہوئیں لیکن یہاں صرف ایک کا ذکر اس لئے ہے کہ کفارِ مکہ کا تجارتی سفروں کے درمیان جس بستی سے گزر ہوتا تھا وہ یہی تھی۔

آیت 41 فرمایا کہ اے حبیب! جن مشرکین کے سامنے آپ نے سابقہ قوموں کے واقعات بیان فرمائے ہیں، یہ جب آپ کو دیکھتے ہیں تو آپ کا مذاق بناتے ہوئے کہتے ہیں: کیا یہ وہ شخص ہے جسے اللہ تعالیٰ نے رسول بنا کر بھیجا ہے؟

آیت 42 اس آیت میں فرمایا کہ وہ مشرکین مزید یہ کہتے ہیں: اگر ہم اپنے ان معبودوں پر ڈٹے نہ رہتے اور ان کی عبادت پر ثابت قدم نہ رہتے تو قریب تھا یہ نبی ہمیں ہمارے معبودوں سے بہکا دیتے۔ کفار کو جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ جلد ہی جب یہ لوگ آخرت کا عذاب دیکھیں گے تو اس وقت جان لیں گے کہ کون گمراہ تھا۔ مراد یہ ہے کہ بھٹکے ہوئے تم خود ہو اور آخرت میں یہ تمہیں خود ہی معلوم ہو جائے گا اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی طرف تم نے جو بہکانے کی نسبت کی ہے وہ بے بنیاد اور باطل ہے۔

آیت 43 کفار من پسند چیزوں کو معبود بنالیتے تھے کہ دوسرے علاقے کا بت یا کوئی خوبصورت پتھر زیادہ اچھا لگا تو اسی کو خدا بنالیا جیسے آج بھی مشرکین میں بتوں کی خریداری میں ہوتا ہے کہ کسی دکان میں زیادہ خوب صورت بت نظر آیا تو اسے خرید لیتے اور پہلے بت کو گھر سے باہر نکال دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ زمانہ رسالت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی شدید خواہش تھی کہ کفار اسلام قبول کر لیں اور یہ خواہش کئی مرتبہ خود آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے لئے شفقت کی کثرت کی وجہ سے تکلیف دہ ہوتی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے حبیب! کیا تم نے اس آدمی کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنالیا اور اپنے نفس کی خواہش کو پوجنے لگا اور اسی کا فرمانبردار ہو گیا، وہ ہدایت کس طرح قبول کرے گا یعنی جس نے خود کو اس حد تک گرالیا ہے کہ اس کی خواہش ہی اس کے لئے معبود بنی ہوئی ہے اور اس سے کسی صورت وہ ہٹنے کو تیار ہی نہیں تو ایسوں کے بارے میں اتنا زیادہ کُڑھنے کی حاجت نہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم اُن پر اس بات کے نگہبان اور ذمہ دار نہیں ہو کہ انہیں خواہش پرستی سے روک کر ہی چھوڑو۔ آپ کا کام خدا کا پیغام پہنچانا ہے اور وہ ذمہ داری آپ

اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ اَوْ يَعْقِلُوْنَ ؕ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ
یا کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ ان میں اکثر لوگ سنتے یا سمجھتے ہیں؟ یہ تو صرف جانوروں کی طرح ہیں بلکہ
هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۴۴﴾ ع اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ ۚ وَلَوْ شَآءَ لَجَعَلَهٗ
ان سے بھی بدتر گمراہ ہیں اے حبیب! کیا تم نے اپنے رب کو نہ دیکھا کہ اس نے سائے کو کیسا دراز کیا؟ اور اگر وہ چاہتا تو اسے
سَاكِنًا ۚ ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيْلًا ﴿۴۵﴾ ۙ ثُمَّ قَبَضْنٰهُ اِلَيْنَا قَبْضًا يَّسِيْرًا ﴿۴۶﴾
ٹھہرا ہوا بنادیتا پھر ہم نے سورج کو اس پر دلیل بنایا پھر ہم نے آہستہ آہستہ اسے اپنی طرف سمیٹ لیا
وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِبَاسًا وَّالنَّوْمَ سُبَاتًا وَّجَعَلَ النَّهَارَ نُشُوْرًا ﴿۴۷﴾
اور وہی ہے جس نے رات کو تمہارے لیے پردہ اور نیند کو آرام بنایا اور دن کو اٹھنے کے لیے بنایا

نے پوری کر دی، لہٰذا ان کے متعلق اس قدر رنج اٹھانے کی حاجت نہیں۔ **اہم بات:** آیت میں کفار کی خواہش نفس کا ذکر ہوا۔ نفسانی خواہشات میں ڈوبے رہنا بہت تباہ کُن ہے، ہر گناہ کی بنیاد اور جڑ یہی نفس اور اس کی لذات و خواہشات ہوتی ہیں۔ عقل مغلوب اور خواہش غالب ہونے کے نتیجے میں آدمی، نفس کا غلام بن جاتا ہے اور پھر شیطان ایسے کے گلے میں لگام ڈال کر جہاں چاہتا ہے لے جاتا ہے۔

آیت 44 ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! وہ مشرکین اپنی شدتِ عناد کی وجہ سے نہ آپ کی بات سنتے ہیں، نہ دلائل کو سمجھتے ہیں یہ تو صرف جانوروں کی طرح بلکہ ان سے بھی بدتر گمراہ ہیں کیونکہ چوپائے بھی اپنے رب عزّوجلّ کی تسبیح کرتے ہیں اور جو انہیں کھانے کو دے اس کے فرمانبردار رہتے ہیں اور احسان کرنے والے کو پہچانتے اور تکلیف دینے والے سے گھبراتے ہیں، نفع دینے والی چیز کی طلب کرتے، نقصان دینے والی چیز سے بچتے ہیں، یہ کفار ان سے بھی بدتر ہیں کہ نہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں، نہ اس کے احسان کو پہچانتے ہیں، نہ شیطان جیسے دشمن کی ضَرر رسانی کو سمجھتے ہیں، نہ ثواب جیسی عظیم نفع والی چیز کے طالب ہیں نہ عذاب جیسی سخت نقصان دہ اور ہلاکت میں مبتلا کرنے والی چیز سے بچتے ہیں۔

آیت 45،46 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! کیا آپ نے اپنے رب عزّوجلّ کو نہ دیکھا کہ اس کی صَنعت و قدرت کیسی عجیب ہے، اس نے سائے کو صبح صادق طلوع ہونے کے بعد سے لے کر سورج طلوع ہونے تک کیسا دراز کیا کہ اس وقت ساری روئے زمین میں سایہ ہی سایہ ہوتا ہے اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سائے کو ایک ہی حالت پر ٹھہرا ہوا بنادیتا کہ سورج طلوع ہونے سے بھی سایہ زائل نہ ہوتا۔ مزید فرمایا کہ ہم نے سورج کو سائے پر دلیل بنایا کیونکہ اگر سورج نہ ہو تو سائے کا پتہ ہی نہ چلے۔ پھر مزید فرمایا کہ ہم نے آہستہ آہستہ اسے اپنی طرف سمیٹ لیا کہ طلوع کے بعد سورج جتنا اُونچا ہوتا گیا اتنا ہی سایہ سمٹتا گیا۔ **اہم بات:** اس سے معلوم ہوا کہ اشیاء کی طبعی تاثیریں بھی اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تابع ہیں، اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو یہ تاثیریں ختم ہو جائیں۔

آیت 47 خدا تعالیٰ کی قدرت اور بندوں پر اس کی نعمت کے متعلق فرمایا کہ اللہ تعالیٰ وہی ہے جس نے رات کو تمہارے لیے اپنی تاریکی سے سب کچھ ڈھانپ دینے والا پردہ اور نیند کو تمہارے بدنوں کے لئے راحت کا وقت بنایا اور دن کو نیند سے اٹھنے کے لیے بنایا تاکہ تم دن میں روزی تلاش کرو۔ **اہم بات:** یہ آیت اللہ تعالیٰ کی قدرت پر دلالت کرتی ہے اور اس آیت میں مخلوق پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اظہار ہے کیونکہ رات کی تاریکی سے سب کچھ ڈھانپ دینے میں بے شمار دینی اور دُنیوی فوائد ہیں۔

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ بُشْرًاۢ بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ۚ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً

اور وہی ہے جس نے اپنی رحمت سے پہلے ہواؤں کو بھیجا جو خوشخبری دینے والی ہوتی ہیں اور ہم نے آسمان سے پاک کرنے والا

طَهُوْرًا ﴿٤٨﴾ لِّنُحْيِۦَ بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا وَّنُسْقِيَهٗ مِمَّا خَلَقْنَآ اَنْعَامًا وَّاَنَاسِيَّ كَثِيْرًا ﴿٤٩﴾

پانی اتارا○ تاکہ ہم اس کے ذریعے کسی مردہ شہر کو زندہ کریں اور وہ پانی اپنی مخلوق میں سے جانوروں اور بہت سے لوگوں کو پلائیں○

وَلَقَدْ صَرَّفْنٰهُ بَيْنَهُمْ لِيَذَّكَّرُوْا ۖ فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿٥٠﴾ وَلَوْ

اور بیشک ہم نے لوگوں میں بارش کے پھیرے رکھے تاکہ وہ یادرکھیں تو بہت سے لوگوں نے ناشکری کے سوا کچھ اور ماننے سے انکار کردیا○ اور اگر

شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ نَّذِيْرًا ﴿٥١﴾ۖ فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ

ہم چاہتے تو ہر بستی میں ایک ڈر سنانے والا بھیج دیتے○ تو آپ کافروں کی بات ہر گز نہ مانیں اور اس قرآن کے ذریعے ان کے ساتھ

آیت 48،49 ان دو آیات میں بھی خدا تعالیٰ کی قدرت اور بندوں پر اس کی نعمت کا بیان ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ معبود صرف وہی ہے جس نے بارش ہونے سے پہلے ہواؤں کو بھیجا جو بارش آنے کی خوشخبری دینے والی ہوتی ہیں اور ہم نے آسمان کی طرف سے پانی اتارا جو کہ حَدَث و نجاست سے پاک کرنے والا ہے تاکہ ہم اس پانی کے ذریعے خشکی سے بے جان ہو جانے والی سرزمین کو سرسبز و شاداب کر کے زندہ کر دیں اور وہ پانی اپنی مخلوق میں سے جانوروں اور بہت سے لوگوں کو پلائیں۔ دعا: اے اللہ، ہمیں اپنی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرما۔

آیت 50 اس آیت کا ایک معنی یہ ہے کہ بیشک ہم نے لوگوں میں بارش کے پھیرے رکھے کہ کبھی کسی شہر میں بارش ہو کبھی کسی میں، کبھی کہیں زیادہ ہو اور کبھی کہیں حکمت کے تقاضے کے مطابق مختلف طور پر ہو تاکہ لوگ ہمارے اس احسان کو یاد رکھیں اور اللہ تعالیٰ کی قدرت و نعمت میں غور کریں لیکن بہت سے لوگوں نے اس احسان کی ناشکری کرنے کے سوا کچھ اور ماننے سے انکار کر دیا کیونکہ وہ بارش کے نزول کو صرف ظاہری اسباب کی طرف منسوب کرنے لگ گئے اور اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت کو یاد نہ کیا۔ **اہم بات:** اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ملنے کو صرف مادی اسباب کی طرف منسوب نہیں کرنا چاہئے یوں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف اصلاً اس کی نسبت نہ ہو کہ یہ بھی بعض اوقات ایک قسم کی ناشکری ہے اور جب بھی بارش ہو، اللہ تعالیٰ کی نعمت و قدرت کے طور پر اسے یاد کریں۔

آیت 51 ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! اگر ہم چاہتے تو پہلے زمانے کی طرح ہر بستی اور شہر میں ایک جداجدا ڈر سنانے والا بھیج دیتے لیکن ہم نے تمام بستیوں کو ڈر سنانے کا بوجھ آپ ہی پر رکھا تاکہ آپ تمام جہان کے رسول ہو کر سب رسولوں علیہم السلام کی فضیلتوں کے جامع ہوں اور نبوت آپ پر ختم ہو کہ آپ کے بعد پھر کوئی نبی نہ ہو۔

آیت 52 کفار قریش حضور سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے کہتے کہ آپ ہمارے آباء و اَجداد کا دین اختیار کرلیں، ہم آپ کو اپنا بادشاہ تسلیم کرلیں گے اور آپ کے لئے ایک عظیم خزانہ جمع کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے فرمایا: آپ کافروں کی بات ہرگز نہ مانیں تاکہ ان پر اچھی طرح ظاہر ہو جائے کہ ان چیزوں کی طرف آپ کو کوئی رغبت نہیں ہے۔ مزید فرمایا: **اور اس قرآن کے ذریعے ان کے ساتھ بڑا جہاد کریں۔** یعنی ان کے سامنے قرآن پاک میں موجود وعظ و نصیحت اور زجر و توبیخ پر مشتمل آیات کی تلاوت کر کے

جِهَادًا كَبِيْرًا ﴿٥٢﴾ وَ هُوَ الَّذِيْ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّ هٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ۚ

بڑا جہاد کریں O اور وہی ہے جس نے دو سمندروں کو ملا دیا (ان میں) یہ (ایک) میٹھا نہایت شیریں ہے اور یہ (ایک) کھاری نہایت تلخ ہے

وَ جَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَّ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴿٥٣﴾ وَ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا

اور ان کے بیچ میں اس نے ایک پردہ اور روکی ہوئی آڑ بنا دی O اور وہی ہے جس نے آدمی کو پانی سے بنایا پھر اس کے (نسلی) رشتے

وَّ صِهْرًا ؕ وَ كَانَ رَبُّكَ قَدِيْرًا ﴿٥٤﴾ وَ يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُهُمْ

اور سسرالی رشتے بنا دیے اور تمہارا رب بڑی قدرت والا ہے O اور (مشرک) اللہ کے سوا ایسوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ انہیں نفع دیں

وَ لَا يَضُرُّهُمْ ؕ وَ كَانَ الْكَافِرُ عَلٰى رَبِّهٖ ظَهِيْرًا ﴿٥٥﴾ وَ مَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا ﴿٥٦﴾

اور نہ نقصان پہنچائیں اور کافر اپنے رب کے مقابلے میں (شیطان کا) مدد گار ہے O اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا O

اور انبیاءِ کرام علیہم السلام اور انہیں جھٹلانے والی امتوں کے حالات بیان کر کے ان کے ساتھ بڑا جہاد کریں۔ **اہم بات:** اس طور پر پوری دنیا میں دین کی دعوت عام کرنا جہادِ کبیر ہے نیز تبلیغِ دین اور خدمتِ اسلام میں قرآن مجید سے فائدہ اٹھانا بہت پسندیدہ اور مطلوب ہے۔

آیت 53 ارشاد فرمایا: اللہ وہی ہے جس نے دو سمندروں کو ملا دیا، ان میں سے ایک (کا پانی) میٹھا نہایت شیریں ہے اور دوسرے کا کھاری نہایت تلخ ہے اور دونوں کے بیچ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے نظر نہ آنے والا ایک پردہ اور روکی ہوئی آڑ بنا دی تاکہ ایک کا پانی دوسرے میں مل نہ سکے اور نہ کوئی کسی کے ذائقہ کو بدل سکے، جیسے دجلہ دریائے شور میں میلوں تک بہتا چلا جاتا ہے اور اس کے ذائقہ میں کوئی تغیر نہیں آتا اور دنیا میں جہاں بھی دریا و سمندر ملتے ہیں وہاں ایسا ہی منظر ہے۔ عجب شانِ الٰہی ہے۔

آیت 54 قدرت خداوندی اور نعمتِ الٰہی کی ایک اور جہت کا بیان ہے، فرمایا: اللہ وہی ہے جس نے پانی یعنی نطفہ سے گوشت، ہڈیوں، پٹھوں، رگوں اور خون سے مُرَکَّب، اچھی صورت پر آدمی کو بنایا، پھر اس کے نسلی رشتے اور سسرالی رشتے بنا دیے تاکہ اس کی نسل چلے اور تمہارا رب عزّوجلّ بڑی قدرت والا ہے کہ اس نے ایک نطفہ سے مختلف اَعضاء والے، جدا جدا طبیعتوں والے، طرح طرح کے اَخلاق والے اور مذکر و مؤنث دو قسم کے انسان پیدا کئے، تو جو اِن سب کو پیدا کرنے پر قادر ہے وہی اس بات کا حقدار ہے کہ اس کے علاوہ کسی اور کی عبادت نہ کی جائے۔

آیت 55 ارشاد فرمایا: یہ مشرک اللہ تعالیٰ کے سوا ان بتوں کی عبادت کرتے ہیں جو عبادت کرنے کی صورت میں کوئی نفع نہیں پہنچا سکتے اور ان کی عبادت چھوڑ دینے کی صورت میں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے مزید فرمایا کہ کافر اپنے رب عزّوجلّ کے مقابلے میں شیطان کا مددگار ہے کیونکہ بت پرستی کرنا شیطان کو مدد دینا ہے اور شیطان چاہتا ہے کہ خدا کی بجائے اس کی اطاعت کی جائے۔

آیت 56 فرمایا کہ اے حبیب! ہم نے آپ کو ایمان و طاعت پر جنت کی خوشخبری دینے والا اور کفر و مَعصِیَت پر جہنم کے عذاب کا ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ درس: نیکی کی دعوت کے لئے جنت و جہنم کا ذکر سنتِ الٰہی اور سنت نبوی ہے اور خوشخبری اور وعیدوں کا بیان دلوں میں جلد اثر کرتا ہے۔ اسی لئے رنگ برنگے فلسفے بیان کرنے والے اتنے لوگوں کو عبادت کی طرف متوجہ نہ کر سکے جتنا جنت و جہنم کا ذکر کرنے والوں نے کیا۔

Go to Index

قُلْ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِلَّا مَنْ شَآءَ اَنْ يَّتَّخِذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ۝٥٧ وَ تَوَكَّلْ

تم فرماؤ: میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا لیکن جو چاہے کہ اپنے رب کی طرف راستہ اختیار کرے ○ اور اس زندہ پر

عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَ سَبِّحْ بِحَمْدِهٖ ؕ وَ كَفٰى بِهٖ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرَا ۚ ۝٥٨

بھروسہ کرو جو کبھی نہ مرے گا اور اس کی حمد کرتے ہوئے اس کی پاکی بیان کرو اور اپنے بندوں کے گناہوں کی خبر رکھنے کے لئے وہی کافی ہے ○

الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۛ مع ٨

جس نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دن میں بنائے پھر اس نے عرش پر استواء فرمایا جیسا اس کی شان کے لائق ہے،

آیت 57 فرمایا کہ اے حبیب! ان مشرکوں سے فرمادیں کہ میں وحی کی تبلیغ پر تم سے کوئی دنیا کی اجرت نہیں مانگتا سوائے اس کے کہ میرا اجر و صلہ وہ شخص ہے جو ہدایت قبول کر کے اپنے رب کی طرف راستہ اختیار کرلے یعنی ایمانداروں کا ایمان لانا اور ان کا طاعتِ الٰہی میں مشغول ہونا ہی میرا اجر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ مجھے اس پر جزا عطا فرمائے گا اور ہدایت پانے والوں کے نیک اعمال کا ثواب بھی ہدایت پہنچانے والے کو ملے گا۔

آیت 58 کافروں کی دشمنیوں، مخالفتوں اور سازشوں کے مقابلے میں فرمایا کہ اے حبیب! آپ اس دائمی زندہ خدا پر بھروسہ کریں جو کبھی نہ مرے گا جبکہ بت تو ہیں ہی بے جان مردہ، اور آپ خدا کی حمد کرتے ہوئے اس کی پاکی بیان کریں اور اپنے تمام بندوں کے تمام گناہوں کی خبر رکھنے کے لئے وہی کافی ہے، کسی کا گناہ اس سے چھپ نہیں سکتا۔ **اہم بات:** توکل کا معنی ہے کہ اسباب اختیار کر کے بھروسہ صرف خدا پر رکھنا جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے اَسباب اختیار کر کے مکے سے مدینے کی طرف ہجرت فرمائی لیکن غارِ ثور میں جب کفار بالکل قریب آگئے تو فرمایا، بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

آیت 59 پیچھے آیات میں زندہ و باقی خدا پر بھروسہ رکھنے کا فرمایا تھا، اب اسی رب عظیم کی مزید قدرت و عظمت کا بیان ہے، فرمایا کہ اللہ وہی ہے جس نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دن میں بنائے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ چھ دن کی مقدار میں بنائے، کیونکہ اس وقت رات، دن اور سورج تو تھے ہی نہیں اور اتنی مقدار میں پیدا کرنا لوگوں کو آہستگی اور اطمینان کی تعلیم دینے کے لئے ہے۔ مزید فرمایا: **پھر اس نے عرش پر اِستواء فرمایا جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے۔** علماء فرماتے ہیں کہ استواء اور اس طرح کی جو چیزیں قرآن پاک کی آیات میں ذکر ہوئی ہیں ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کی کیفیت کے درپے نہیں ہوتے، ان کی کیفیت کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ مزید فرمایا: **تو کسی جاننے والے سے اس کی تعریف پوچھ۔** اس آیت میں یا تو یہ مراد ہے کہ خدا کی عظمت کے بارے میں خود علیم و خبیر خدا ہی سے پوچھ یا یہ کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کسی ایسے شخص سے دریافت کرو جو اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھتا ہو۔ اس کا مصداق قرآن و حدیث کا گہرا علم رکھنے والے علمائے حق ہیں اور اہلِ خبر میں وہ اہلِ باطن، اولیاء کرام، صوفیاءِ عظام بھی داخل ہیں کہ عبادت و ریاضت سے جن کے قلوب پر معرفتِ الٰہی کے دروازے کھل گئے۔

اَلرَّحْمٰنُ فَسْـَٔلْ بِهٖ خَبِيْرًا ﴿٥٩﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا

وہ نہایت رحم فرمانے والا ہے تو کسی جاننے والے سے اس کی تعریف پوچھ ○ اور جب ان سے کہا جائے رحمٰن کو سجدہ کرو تو کہتے ہیں:

وَمَا الرَّحْمٰنُ ۗ اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا وَزَادَهُمْ نُفُوْرًا ﴿٦٠﴾ السجدة ۩ تَبٰرَكَ الَّذِيْ

اور رحمٰن کیا ہے؟ کیا ہم اسے سجدہ کرلیں جس کا تم ہمیں کہہ دو اور اس حکم نے ان کی نفرت کو اور بڑھادیا ○ بڑی برکت والا ہے وہ جس نے

جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا مُّنِيْرًا ﴿٦١﴾ وَهُوَ الَّذِيْ

آسمان میں برج بنائے اور ان میں چراغ اور روشن کرنے والا چاند بنایا ○ اور وہی ہے جس نے رات اور دن کو

جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا ﴿٦٢﴾

ایک دوسرے کے پیچھے آنے والا بنایا (یہ) اس کیلئے (نشانی) ہے جو نصیحت حاصل کرنا چاہتا ہے یا جو (اللہ کا) شکر ادا کرنا چاہتا ہے ○

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ

اور رحمٰن کے وہ بندے جو زمین پر آہستہ چلتے ہیں اور جب جاہل ان سے بات کرتے ہیں

ع ٢ ٥ ، السجدة ٧

آیت 60 فرمایا کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مشرکین سے فرمائیں کہ رحمٰن کو سجدہ کرو تو وہ کہتے ہیں: رحمن کیا ہے؟ کیا ہم اسے سجدہ کرلیں جس کا تم ہمیں کہہ دو۔ اس سے انکا مقصد یہ ہے کہ وہ رحمٰن کو جانتے نہیں۔ **اہم بات:** کفار اگر رحمن کو نہیں جانتے تھے تو انہیں اپنی جہالت کا اِزالہ کرنا چاہیے تھا نہ کہ رحمن کا انکار۔ **مزید فرمایا** کہ مشرکوں کو سجدہ کرنے کا حکم دینا اُن کے لئے اور زیادہ ایمان سے دوری کا باعث ہوا۔ **اہم بات:** یہ آیت آیتِ سجدہ ہے، اسے پڑھنے اور سننے والے پر سجدہ لازم ہے۔

آیت 61 ارشاد فرمایا کہ وہ اللہ بڑی برکت والا ہے جس نے آسمان میں برج بنائے اور ان برجوں میں سورج اور روشن کرنے والا چاند بنایا۔ **اہم بات:** بروج سے سات سیّارہ ستاروں کی یا سورج چاند کی منزلیں مراد ہیں یا فرشتوں کے آسمانوں پر پہرہ دینے کی جگہیں ہیں۔

آیت 62 فرمایا: اللہ وہی ہے جس نے رات اور دن میں ایسا نظام قائم فرمایا کہ جب رات آتی ہے تو دن چلا جاتا ہے اور جب دن آتا ہے تو رات چلی جاتی ہے اور اس نے کوئی دن ایسا نہیں بنایا جس کے لئے رات نہ ہو اور کوئی رات ایسی نہیں بنائی جس کے لئے دن نہ ہو، یہ عظیم الشّان نظام اللہ تعالیٰ کی قدرت و حکمت کے کمال کی دلیل ہے۔ مزید فرمایا کہ رات اور دن کی تبدیلی میں اس شخص کے لئے اللہ تعالیٰ کی قدرت و حکمت پر دلیل موجود ہے جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں غور و فکر کر کے نصیحت حاصل کرنا چاہتا ہے، نیز جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا چاہتا ہے۔ **درس:** کائنات کی وسعت میں سائنس دانوں کی نظر صرف اس کے نظام پر ہوتی ہے اور مومن کی نظر نظام کے ساتھ اس کے بنانے والے عظیم خدا پر بھی ہوتی ہے۔

آیت 63 ارشاد فرمایا کہ کامل ایمان والوں کا اپنے نفس کے ساتھ معاملہ یہ ہوتا ہے کہ وہ لوگ اطمینان اور وقار کے ساتھ، عاجزانہ شان سے زمین پر آہستہ چلتے ہیں۔ متکبرانہ طریقے پر جوتے کھٹکھٹاتے، پاؤں زور سے مارتے اور اتراتے ہوئے نہیں چلتے کہ اس سے شریعت نے منع فرمایا ہے اور دوسروں کے ساتھ پیش آنے میں ان کا حال یہ ہے کہ جب جاہل ان سے بات کرتے اور کوئی ناگوار کلمہ یا بے ہودہ یا ادب و تہذیب کے خلاف بات کہتے ہیں تو کہتے ہیں ”بس سلام“ اس سے مراد مُتارَکت کا سلام ہے یعنی جاہلوں کے

قَالُوْا سَلٰمًا ﴿٦٣﴾ وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّ قِيَامًا ﴿٦٤﴾ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ

تو کہتے ہیں ''بس سلام'' ○ اور وہ جو اپنے رب کے لیے سجدے اور قیام کی حالت میں رات گزارتے ہیں ○ اور وہ جو عرض کرتے ہیں:

رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ﴿٦٥﴾ اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا

اے ہمارے رب! ہم سے جہنم کا عذاب پھیر دے، بیشک اس کا عذاب گلے کا پھندا ہے ○ بیشک وہ بہت ہی بری ٹھہرنے

وَّ مُقَامًا ﴿٦٦﴾ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ

اور قیام کرنے کی جگہ ہے ○ اور وہ لوگ کہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ حد سے بڑھتے ہیں اور نہ تنگی کرتے ہیں اور ان دونوں کے درمیان

ساتھ جھگڑا کرنے کی بجائے منہ پھیر لیتے ہیں یا اس کے یہ معنی ہیں کہ ایسی بات کہتے ہیں جو درست ہو اور اس میں ایذا اور گناہ سے سلامتی ہو۔ **درس:** (1) قرآن میں آدابِ زندگی کا بھی بیان ہے اور احادیثِ طیبہ میں تو ہزاروں آداب کا بیان ہے۔ کاش کہ ہم مہذب اور شائستہ بن جائیں۔ (۲) مومن کو آہستہ، سکون واطمینان اور وقار کے ساتھ چلنا چاہیئے۔ (۳) اکثر حالات میں جاہلوں کا موثر جواب خاموشی اور بحث سے اجتناب کرنا ہوتا ہے۔

آیت 64 ارشاد فرمایا کہ کامل ایمان والوں کی خلوت وتنہائی کا حال یہ ہے کہ ان کی رات اللہ تعالیٰ کے لئے اپنے چہروں کے بل سجدہ کرتے اور اپنے قدموں پر قیام کرتے ہوئے گزرتی ہے۔ **اہم بات:** جو عبادت جس وقت کرنا فرض ہے اسے اسی وقت ہی کیا جائے گا البتہ نفلی عبادت رات میں کرنا دن کے مقابلے میں زیادہ فائدہ مند ہے، اس کا **ایک فائدہ** یہ ہے کہ رات میں عبادت کرنا دن کے مقابلے میں زبان اور دل کے درمیان زیادہ موافقت کا سبب ہے۔ **دوسرا فائدہ** یہ ہے کہ اس وقت قرآن پاک کی تلاوت کرنے اور سمجھنے میں زیادہ دل جمعی حاصل ہوتی ہے **درس:** رات میں کچھ نہ کچھ نفلی عبادت کی عادت ضرور بنانی چاہیے۔ اس سے کامل ایمان والوں کے اوصاف پیدا ہوں گے اور آخرت کے لئے نیکیوں کا کچھ ذخیرہ جمع ہو جائے گا۔

آیت 65،66 اس آیت میں کامل ایمان والوں کی ایک دعا کا بیان فرمایا کہ وہ اپنی نمازوں کے بعد اور عام اوقات میں یوں عرض کرتے ہیں: اے ہمارے رب! ہم سے جہنم کا عذاب پھیر دے جو کہ انتہائی شدید دردناک ہے، بیشک اس کا عذاب گلے کا پھندا اور کافروں سے جدا نہ ہونے والا ہے، بیشک جہنم بہت ہی بری ٹھہرنے اور قیام کرنے کی جگہ ہے۔ **اہم باتیں:** (1) اپنی عبادت وریاضت پر بھروسہ کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کی رحمت اور کرم پر بھروسہ کرنا چاہیئے اور اس کی خفیہ تدبیر سے خوفزدہ رہنا چاہیئے کہ یہ کامل ایمان والوں کا طریقہ ہے۔ (2) کامل ایمان والے مخلوق کے ساتھ اچھا معاملہ کرنے اور عبادتِ الٰہی میں خوب کوشش کرنے کے باوجود عذابِ الٰہی سے بہت ڈرتے ہیں اور اپنے اوپر سے عذاب پھیر دیئے جانے کی گریہ وزاری کے ساتھ التجائیں کرتے ہیں۔

آیت 67 یہاں کامل ایمان والوں کے خرچ کرنے کا حال ذکر فرمایا جارہا ہے کہ وہ اسراف اور تنگی دونوں مذموم طریقوں سے بچتے ہوئے اعتدال سے رہتے ہیں۔ **اہم بات:** (1) اسراف، مَعصِیَت میں خرچ کرنے کو کہتے ہیں اور تنگی کرنے سے مراد یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے مقرر کئے ہوئے حقوق ادا کرنے میں کمی کرے۔

قَوَامًا ﴿۶۷﴾ وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ

اعتدال سے رہتے ہیں○ اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کی عبادت نہیں کرتے اور اس جان کو ناحق قتل نہیں کرتے

الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ﴿۶۸﴾

جسے اللہ نے حرام فرمایا ہے اور بدکاری نہیں کرتے اور جو یہ کام کرے گا وہ سزا پائے گا○

يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ﴿۶۹﴾ اِلَّا مَنْ تَابَ

اس کے لئے قیامت کے دن عذاب بڑھادیا جائے گا اور ہمیشہ اس میں ذلت سے رہے گا○ مگر جو توبہ کرے

وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ

اور ایمان لائے اور اچھا کام کرے تو ایسوں کی برائیوں کو اللہ نیکیوں سے بدل دے گا اور اللہ

غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۷۰﴾ وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا ﴿۷۱﴾

بخشنے والا مہربان ہے○اور جو توبہ کرے اور اچھا کام کرے تو وہ اللہ کی طرف ایسا ہی رجوع کرتا ہے جیسا کرنا چاہیے تھا○

آیت 68 کامل ایمان والوں کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا کہ وہ فضیلت والے اعمال سے مُتَّصِف ہونے کے ساتھ ساتھ قبیح اور برے کاموں سے بھی بچتے ہیں جیسے وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کی عبادت نہیں کرتے، شرک سے بَری اور بیزار ہیں اور وہ اس جان کو ناحق قتل نہیں کرتے جسے قتل کرنے کو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ہے، یونہی وہ بدکاری نہیں کرتے اور جو شخص بھی ان کاموں میں سے کوئی کام کرے گا تو وہ اس کی سزا پائے گا۔ **اہم بات:** اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا، کسی جان کو ناحق قتل کرنا اور زنا کرنا بہت بڑے گناہ ہیں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم جب بیعت لیتے تو بطورِ خاص یہ تین گناہ یعنی شرک، کسی کو ناحق قتل اور زنا نہ کرنے پر بیعت لیا کرتے تھے۔

آیت 69 فرمایا کہ جو شخص شرک، ناحق قتل اور بدکاری وغیرہ گناہوں کا مُرتکب ہو گا تو وہ قیامت کے دن شرک کے عذاب میں بھی گرفتار ہو گا اور اس کے ساتھ دیگر گناہوں کے عذاب میں بھی مبتلا ہو گا اور یوں اس کا عذاب بڑھا دیا جائے گا اور وہ ہمیشہ اس دگنے عذاب میں ذلت سے رہے گا۔

آیت 70 فرمایا کہ جو شخص شرک، ناحق قتل، زنا اور دیگر کبیرہ گناہوں سے توبہ کرے، اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان لائے اور توبہ کے بعد نیک کام کرے تو ایسوں کی برائیوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں سے بدل دے گا اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ **اہم بات:** برائیوں کو نیکیوں سے بدلنے کے کئی معانی ہیں (1) ایک یہ کہ برائی کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ اسے نیکی کرنے کی توفیق دیدے گا۔ (2) ایک معنی یہ ہے کہ برائیوں کو توبہ سے مٹا دے گا اور ان کی جگہ ایمان و طاعت وغیرہ نیکیاں لکھ دے گا۔

آیت 71 فرمایا کہ جو شخص اپنے گناہوں سے توبہ کرے اور اچھا کام کرے تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف ایسا ہی رجوع کرتا ہے جیسا کرنا چاہیے تھا کیونکہ ایسا رجوع اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ ہے، گناہوں کو مٹانے والا ہے اور ثواب حاصل ہونے کا ذریعہ ہے۔ **درس:** حقیقی اور سچی توبہ یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے گناہ کا اقرار کرتے، اس پر ندامت و شرمندگی کا اظہار کرتے اور آئندہ اس گناہ کو نہ کرنے کا پختہ ارادہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہ کی معافی طلب کرے۔ ایسی توبہ ہی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول اور پسندیدہ ہے۔

وَ الَّذِیْنَ لَا یَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ۙ وَ اِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ﴿۷۲﴾ وَ الَّذِیْنَ

اور جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے اور جب کسی بیہودہ بات کے پاس سے گزرتے ہیں تو اپنی عزت سنبھالتے ہوئے گزر جاتے ہیں○ اور وہ لوگ کہ

اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ یَخِرُّوْا عَلَیْهَا صُمًّا وَّ عُمْیَانًا ﴿۷۳﴾ وَ الَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ

جب انہیں ان کے رب کی آیتوں کے ساتھ نصیحت کی جاتی ہے تو ان پر بہرے اور اندھے ہو کر نہیں گرتے○ اور وہ جو عرض کرتے ہیں:

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّیّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْیُنٍ وَّ اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا ﴿۷۴﴾

اے ہمارے رب! ہماری بیویوں اور ہماری اولاد سے ہمیں آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا○

اُولٰٓىِٕكَ یُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَ یُلَقَّوْنَ فِیْهَا تَحِیَّةً وَّ سَلٰمًا ﴿۷۵﴾ ۙ

انہیں ان کے صبر کے سبب جنت کا سب سے اونچا درجہ انعام میں دیا جائے گا اور اس بلند درجے میں دعائے خیر اور سلام کے ساتھ ان کا استقبال کیا جائے گا○

آیت 72 فرمایا کہ رحمٰن کے بندے گواہی دیتے ہوئے جھوٹ نہیں بولتے اور وہ جھوٹوں کی مجلس سے علیحدہ رہتے ہیں، اُن کے ساتھ میل جول نہیں رکھتے اور جب وہ کسی لغو و فضول اور باطل کام میں مصروف لوگوں کے پاس سے گزرتے ہیں تو اپنی باعزت اور عمدہ طریقے سے وہاں سے گزر جاتے ہیں۔ اپنے آپ کو لہو و باطل سے مُلَوَّث نہیں ہونے دیتے۔ **درس:** جھوٹ بولنے سے تعلق نہ رکھنا ضروری اور اہم وصف ہے۔ یونہی فضولیات سے بچنا ہی بہت مفید ہے۔

آیت 73 فرمایا کہ جب بندگانِ خدا کو ان کے رب عَزَّوَجَلَّ کی آیتوں کے ساتھ نصیحت کی جاتی ہے تو وہ ان پر غفلت کے ساتھ بہرے اور اندھے ہو کر نہیں گرتے کہ نہ سوچیں نہ سمجھیں بلکہ توجہ سے سنتے اور چشمِ بصیرت سے دیکھتے ہیں اور اس نصیحت سے ہدایت حاصل کرتے اور بیان کردہ احکام پر عمل کرتے ہیں۔ **درس:** جب قرآن مجید کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی نعمتیں یاد دلائی جائیں، اطاعت کی ترغیب دی جائے اور اس کے غضب و عذاب سے ڈرایا جائے، تو ہرگز انہیں بے توجہی سے نہ سنیں بلکہ دل و جان سے سنیں اور عمل کریں۔

آیت 74 فرمایا کہ رحمٰن کے بندے یہ دعا مانگتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہماری بیویوں اور ہماری اولاد سے ہمیں آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ہمیں بیویاں اور اولاد نیک، صالح، متقی عطا فرما تا کہ ان کے اچھے عمل اور نیکیاں دیکھ کر ہماری آنکھیں ٹھنڈی اور دل خوش ہوں اور ہمیں ایسا پرہیزگار، عبادت گزار اور خدا پرست بنا کہ ہم پرہیزگاروں کی پیشوائی کے قابل ہوں اور وہ دینی اُمور میں ہماری اِقتدا کریں۔ **اہم بات:** نیک اور پرہیزگار بیوی اور اولاد مومن کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور اس کے دل کی خوشی کا باعث ہے لیکن اس ٹھنڈک اور خوشی کے لئے دعا کے ساتھ باقاعدہ تربیت کرنا بھی ضروری ہے۔ بغیر تربیت کے گھر کی راحت بہت مشکل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں گھر کا سکون عطا فرمائے۔

آیت 75،76 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ بندگانِ رحمٰن کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر ڈٹے رہنے، گناہوں سے بچنے، کفار کی طرف سے پہنچنے والی اَذِیّتوں پر صبر کرنے، اِستقامت کے ساتھ عبادت کرنے اور فقر و فاقہ پر صبر کرتے رہنے کے سبب جنت کا سب سے اونچا درجہ انعام میں دیا جائے گا اور بلند درجے میں دعائے خیر اور سلام کے ساتھ ان کا استقبال کیا جائے گا۔ یہ استقبال یوں ہو گا کہ فرشتے دعائے خیر اور سلام کے ساتھ ان کی تعظیم و تکریم کریں گے، **مزید ارشاد فرمایا** کہ وہ اس بلند درجے میں ہمیشہ رہیں گے، وہ کیا ہی اچھی ٹھہرنے اور قیام کرنے کی جگہ ہے۔ دعا: اے اللہ، ہمیں اپنے نبی صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے صدقے ہمیں نیک اعمال اور جنت کی یہ عزت عطا فرما۔ آمین

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّ مُقَامًا ﴿۷۶﴾ قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْ لَا دُعَآؤُكُمْ ۚ

ہمیشہ اس میں رہیں گے، کیا ہی اچھی ٹھہرنے اور قیام کرنے کی جگہ ہے ○ تم فرماؤ: میرا رب تمہاری کوئی قدر نہیں فرمائے گا اگر تم اس کی عبادت نہ کرو

فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا ﴿۷۷﴾ ع

تو تم نے تو جھٹلایا تو اب عذاب (تم پر) ہمیشہ رہے گا ○

ایاتها ٢٢٧ | ٢٦ سُوْرَةُ الشُّعَرَآءِ مَكِّيَّةٌ ٤٧ | رکوعاتها ١١

سورۂ شعراء مکیہ ہے، اس میں دو سو ستائیس آیتیں اور گیارہ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

طٰسٓمّٓ ﴿۱﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿۲﴾ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۳﴾

طٰسٓمّٓ ○ یہ ظاہر کرنے والی کتاب کی آیتیں ہیں ○ (اے حبیب!) کہیں آپ اپنی جان کو ختم نہ کردو اس غم میں کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے ○

آیت 77 فرمایا کہ اہلِ مکہ سے فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنی اطاعت اور عبادت کے لئے پیدا فرمایا ہے، اگر تم نے میرے رب عزّوجلّ کی عبادت نہ کی تو وہ تمہاری کوئی قدر نہیں فرمائے گا اور یہ قدر ہو بھی کیسے جبکہ تم نے اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم اور اس کی کتاب کو جھٹلایا ہے تو اب تم پر دنیا میں ہلاکت کے بعد آخرت کا دائمی عذاب ہوگا۔

سورۂ شعراء کا تعارف یہ سورت آخری چار آیتوں کے علاوہ مکیہ ہے۔ اس میں 11 رکوع اور 227 آیتیں ہیں۔ اس سورت کی آیت نمبر 224 سے حضور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے خلاف شاعری کرنے والے مشرکین کی مذمت بیان کی گئی ہے، اس مناسبت سے اس سورت کا نام ”سورۂ شعراء“ رکھا گیا۔ **فضیلت:** نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے زبور کی جگہ طواسین (یعنی وہ سورتیں جن کے شروع میں ”طٰسٓمّٓ“ ہے) اور حوامیم (یعنی وہ سورتیں جن کے شروع میں حٰمٓ ہے) کے مابین سورتیں عطا فرمائیں۔ (کنز العمال، حدیث: 2578)
مضامین: اس سورت کی ابتداء میں قرآن پاک کی عظمت وشان اور ہدایت کے معاملے میں اس کا ہدف بیان کیا گیا۔ نباتات کی تخلیق سے اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی وحدانیت پر اِستدلال کیا گیا۔ کفار کو نصیحت کرنے کے لئے پچھلے انبیاءِ کرام علیہم السّلام اور ان کی امتوں کے واقعات بیان کئے گئے۔ نیک اعمال کرنے والے مسلمانوں کو جنت کی بشارت دی گئی اور آخرت کا انکار کرنے والے کافروں کو برے عذاب کی وعید سنائی گئی۔ اس بات کو ثابت کیا گیا کہ قرآن مجید شیطانوں کا کلام نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا کلام اور اس کی وحی ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کوئی شاعر یا کاہن نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے عظیم رسول ہیں جو اس کے احکام اپنے خاندان والوں اور پوری امت تک پہنچاتے ہیں۔

آیت 1 یہ حروفِ مُقَطَّعات میں سے ہے، اور اس کی مراد اللہ تعالیٰ اور اسکے حبیب صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم بہتر جانتے ہیں۔

آیت 2 اس کا معنی یہ ہے کہ اِس سورت کی آیتیں اُس قرآن کی آیتیں ہیں جس کا معجزہ، کلامِ الٰہی اور حق وباطل میں فرق ہونا ظاہر ہے۔

آیت 3 **شانِ نزول:** رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو اہلِ مکہ ایمان سے محرومی کا بہت دکھ تھا، اس پر تسلی کے لئے فرمایا کہ اے حبیب!

اِنۡ نَّشَاۡ نُنَزِّلۡ عَلَيۡهِمۡ مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً فَظَلَّتۡ اَعۡنَاقُهُمۡ لَهَا خٰضِعِيۡنَ ﴿٤﴾ وَمَا يَاۡتِيۡهِمۡ

اگر ہم چاہیں تو ان پر آسمان سے کوئی نشانی اتاریں تو ان کے بڑے بڑے سردار اُس نشانی کے آگے جھکے رہ جائیں ○ اور ان کے پاس

مِّنۡ ذِكۡرٍ مِّنَ الرَّحۡمٰنِ مُحۡدَثٍ اِلَّا كَانُوۡا عَنۡهُ مُعۡرِضِيۡنَ ﴿٥﴾ فَقَدۡ كَذَّبُوۡا

رحمٰن کی طرف سے کوئی نئی نصیحت نہیں آتی مگر وہ اس سے منہ پھیر لیتے ہیں ○ تو بیشک انہوں نے جھٹلایا

فَسَيَاۡتِيۡهِمۡ اَنۡبٰٓؤُا مَا كَانُوۡا بِهٖ يَسۡتَهۡزِءُوۡنَ ﴿٦﴾ اَوَلَمۡ يَرَوۡا اِلَى الۡاَرۡضِ كَمۡ اَنۡۢبَتۡنَا

تو اب ان پر اس کی خبریں آئیں گی جس کا یہ مذاق اُڑاتے تھے ○ کیا انہوں نے زمین کی طرف نہ دیکھا کہ ہم نے

فِيۡهَا مِنۡ كُلِّ زَوۡجٍ كَرِيۡمٍ ﴿٧﴾ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكۡثَرُهُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ ﴿٨﴾

اس میں کتنی قسموں کے اچھے جوڑے اگائے ○ بیشک اس میں ضرور نشانی ہے اوران میں اکثر ایمان والے نہیں ○

کافروں کے ایمان نہ لانے پر اس قدر غم نہ کریں کہ آپ کی جان ہی چلی جائے کیونکہ آپ کی ذمہ داری تو پیغامِ خداوندی پہنچانا ہے جو آپ نے پورا کر دیا، منوانا آپ کا کام نہیں۔ **اہم بات:** اس آیت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے خدا کی محبت کے ثبوت کے ساتھ نبی رحمت، شفیعِ امت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی مخلوق پر رحمت و شفقت کا بھی اظہار ہے۔ **درس:** مبلغ میں شفقت کا جذبہ ہونا سنتِ نبوی ہے اور شفقت، نیکی کی دعوت میں بہت مفید ہے، البتہ اس میں اتنا فکر مند ہونا منع ہے کہ اپنی جان یا صحت کو نقصان پہنچے۔

آیت 4 مزید فرمایا: اے حبیب! آپ ان کے ایمان قبول نہ کرنے کی وجہ سے غمزدہ نہ ہوں۔ اگر ہم چاہتے کہ یہ ایمان لے کر ہی آئیں تو ہم ضرور ان پر ایسی نشانی اتار دیتے جس کی وجہ سے ان کے بڑے بڑے بھی اس نشانی کے سامنے جھک جاتے، لیکن ہمیں ان کی شقاوت معلوم ہے، اس لئے ہم ان کے سامنے ایسی کوئی نشانی نہیں اتارتے۔

آیت 5 فرمایا: کفار کی روش یہ ہے کہ جب بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی نئی نصیحت اور وحی نازل ہوتی ہے تو وہ اس سے منہ پھیر لیتے اور انکار کرتے ہیں۔ **درس:** کوئی نصیحت تبھی اثر کرتی ہے جب توجہ سے سنی جائے ورنہ پوری کتاب بھی پڑھ کر سنا دیں، سننے والے کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔

آیت 6 فرمایا کہ اے حبیب! آپ قرآن لے کر ان مشرکوں کے پاس تشریف لائے ہیں جسے انہوں نے جادو، شعر اور پہلے لوگوں کی کہانیاں کہہ کر جھٹلا دیا تو عنقریب جب انہیں عذاب پہنچے گا خواہ دنیا میں قتل کے ذریعے یا آخرت میں جہنم کا عذاب، تب انہیں پتہ چلے گا کہ قرآن اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو جھٹلانے کا یہ انجام ہے۔

آیت 7 فرمایا: قرآن کو جھٹلانے والوں نے یہ نہیں دیکھا کہ جس خدا کا یہ کلام ہے اس کے اَفعال کس قدر شان دار، حکمت پر مبنی اور کامل ہیں، اس کا کلام بھی ایسے ہی شان دار اور کامل ہے۔ کیا ان لوگوں نے زمین کے عجائبات نہیں دیکھے کہ ہم نے اس میں کتنی قسموں کی نباتات کے اچھے جوڑے اگائے۔

آیت 8 اس آیت سے دوسرا استدلال یہ بھی بن سکتا ہے کہ وہ لوگ جو قیامت میں دوبارہ زندہ کئے جانے کے منکر ہیں ان کیلئے زمین میں مختلف قسموں کی بہترین اور نفع بخش چیزوں کی پیدائش میں اس بات کی دلیل موجود ہے کہ قیامت میں لوگوں کو دوبارہ زندہ کیا جاسکتا ہے

Go to Index

وَ اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝۹ وَ اِذْ نَادٰى رَبُّكَ مُوْسٰٓى اَنِ ائْتِ الْقَوْمَ ع ۱ ۹ ۵

اور بیشک تمہارا رب ہی یقیناً بہت عزت والا، مہربان ہے ○ اور یاد کرو جب تمہارے رب نے موسیٰ کو ندا فرمائی کہ ظالم لوگوں کے پاس

الظّٰلِمِيْنَ ۝۱۰ قَوْمَ فِرْعَوْنَ ؕ اَلَا يَتَّقُوْنَ ۝۱۱ قَالَ رَبِّ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ۝۱۲

جاؤ○ جو فرعون کی قوم ہے، کیا وہ نہیں ڈریں گے ؟○ عرض کی: اے میرے رب! میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے جھٹلائیں گے○

وَ يَضِيْقُ صَدْرِيْ وَ لَا يَنْطَلِقُ لِسَانِيْ فَاَرْسِلْ اِلٰى هٰرُوْنَ ۝۱۳ وَ لَهُمْ عَلَيَّ ذَنْۢبٌ

اور میرا سینہ تنگ ہوگا اور میری زبان نہیں چلتی تو تُو ہارون کو بھی رسول بنا دے ○ اور ان کا مجھ پر ایک الزام ہے

فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ۝۱۴ قَالَ كَلَّا ۚ فَاذْهَبَا بِاٰيٰتِنَآ اِنَّا مَعَكُمْ

تو میں ڈرتا ہوں کہ کہیں وہ مجھے قتل نہ کردیں○ (اللہ نے) فرمایا: ہرگز نہیں، تم دونوں ہمارے معجزات لے کر جاؤ، ہم تمہارے ساتھ ہیں،

کیونکہ جو رب تعالیٰ مردہ زمین سے ایسی بہترین نباتات پیدا کرنے پر قادر ہے تو وہ ہرگز اس بات سے عاجز نہیں کہ مردوں کے بکھرے ہوئے اَجزاء جمع کر کے قبروں سے انہیں زندہ اٹھائے؛ لیکن ان میں سے اکثر قیامت کے دن اٹھائے جانے پر ایمان نہیں لاتے۔

آیت 9 فرمایا کہ اے حبیب! تمہارا رب ہی یقینی طور پر عزت والا ہے، وہی غالب اور کافروں کو سزا دینے پر قدرت والا ہے اور وہی بہت بڑا مہربان ہے اور اس نے اپنی رحمت سے مشرکوں کی فوری گرفت نہیں فرمائی۔

آیت 10، 11 کافروں کے انبیاء کو جھٹلانے کی پرانی روش اور انبیاء کرام علیہم السّلام کے ہمت و حوصلے کا بیان شروع ہوا ہے تاکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم بھی اسی راہِ استقامت کی روشن مثال قائم فرمائیں، چنانچہ فرمایا: اے حبیب! وہ وقت یاد کریں جب تمہارے رب نے موسیٰ علیہ السّلام کو ندا فرمائی کہ اے موسیٰ! تم ان لوگوں کے پاس جاؤ جنہوں نے کفر اور گناہ کر کے اپنی جانوں پر بھی ظلم کیا ہے اور بنی اسرائیل کو غلام بنا کر اور انہیں ایذائیں پہنچا کر اُن پر بھی ظلم کیا ہے، وہ فرعون کی قوم ہے۔ کیا وہ فرعونی اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈریں گے اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لا کر اور اس کی فرمانبرداری کر کے خود کو عذاب سے نہ بچائیں گے ؟

آیت 12-14 اللہ تعالیٰ کا حکم سن کر حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے عرض کی: اے میرے رب! میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے جھٹلائیں گے اور ان کے جھٹلانے سے میرا سینہ تنگ ہوگا اور مجھے گفتگو کرنے میں بھی کچھ اپنی زبان کی وجہ سے تَکَلُّف ہوتا ہے تو تو میرے بھائی ہارون کو بھی رسول بنادے تاکہ وہ رسالت کی تبلیغ میں میری مدد کریں اور ان فرعونیوں کا مجھ پر قتل کا ایک الزام ہے کہ میں نے قبطی کو مارا تھا تو مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ اگر میں اکیلا گیا تو کہیں وہ مجھے رسالت کی ادائیگی سے پہلے ہی اس کے بدلے میں قتل نہ کردیں جبکہ حضرت ہارون پر ان کا کوئی الزام نہیں۔

آیت 15 اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ وہ تمہیں ہرگز قتل نہیں کرسکیں گے اور تم دونوں (موسیٰ و ہارون علیہما السّلام) میرے دیئے ہوئے معجزات لے کر جاؤ، ہم اپنی مدد و نصرت کے ذریعے تمہارے ساتھ ہیں اور جو تم کہو اور جو تمہیں جواب دیا جائے اسے خوب سننے والے ہیں۔

Go to Index

مُّسْتَمِعُوْنَ ﴿١٥﴾ فَاْتِيَا فِرْعَوْنَ فَقُوْلَاۤ اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٦﴾ اَنْ

خوب سننے والے ہیں ○ تو فرعون کے پاس جاؤ پھر اس سے کہو: بیشک ہم دونوں اس کے رسول ہیں جو تمام جہانوں کا مالک ہے ○ کہ

اَرْسِلْ مَعَنَا بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ﴿١٧﴾ قَالَ اَلَمْ نُرَبِّكَ فِیْنَا وَلِیْدًا وَّ لَبِثْتَ فِیْنَا

تو ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دے ○ (فرعون نے) کہا: کیا ہم نے تمہیں اپنے ہاں بچپن میں نہ پالا؟ اور تم نے ہمارے یہاں

مِنْ عُمُرِكَ سِنِیْنَ ﴿١٨﴾ وَ فَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِیْ فَعَلْتَ وَ اَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ ﴿١٩﴾

اپنی عمر کے کئی سال گزارے ○ اور تم نے اپنا وہ کام کیا جو تم نے کیا اور تم شکریہ ادا کرنے والوں میں سے نہیں ہو ○

قَالَ فَعَلْتُهَاۤ اِذًا وَّ اَنَا مِنَ الضَّآلِّیْنَ ﴿٢٠﴾ فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ

موسیٰ نے فرمایا: میں نے وہ کام اس وقت کیا تھا جبکہ مجھے راہ کی خبر نہ تھی ○ پھر جب میں نے تم لوگوں سے ڈر محسوس کیا تو میں تمہارے پاس سے نکل گیا

آیت 17،16 حکمِ الٰہی پر حضرت موسیٰ علیہ السّلام مصر کی طرف روانہ ہوئے، مصر میں پہنچ کر اپنے مکان میں داخل ہوئے۔ حضرت ہارون علیہ السّلام وہیں تھے، آپ نے انہیں خبر دی کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے رسول بنا کر فرعون کی طرف بھیجا ہے اور آپ کو بھی رسول بنایا ہے کہ فرعون کو خدا کی طرف دعوت دو۔ یہ سن کر آپ علیہ السّلام کی والدہ صاحبہ گھبرائیں اور حضرت موسیٰ علیہ السّلام سے کہنے لگیں: فرعون تمہیں قتل کرنے کے لئے تمہاری تلاش میں ہے، جب تم اس کے پاس جاؤ گے تو وہ تمہیں قتل کردے گا لیکن حضرت موسیٰ علیہ السّلام حکمِ خداوندی کے مطابق حضرت ہارون علیہ السّلام کو ساتھ لے کر فرعون کے پاس پہنچے اور اسے واضح الفاظ میں فرمادیا کہ بیشک ہم دونوں اس عظیم خدا کے رسول ہیں جو تمام جہانوں کا مالک ہے۔ تم ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دو تاکہ وہ غلامی کی زندگی سے نجات پاکر آزادی کے ساتھ خدا کی بندگی کرسکیں۔ فرعون نے آپ علیہ السّلام کو پہچان لیا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم اسی کے گھر میں پلے بڑھے تھے۔

آیت 18 جب فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو پہچان لیا تو احسان جتاتے ہوئے آپ سے کہا: کیا ہم نے تمہیں اپنے شاہی محل میں بچپن میں نہ پالا؟ اور تم نے ہمارے محل میں اپنی عمر کے کئی سال گزارے۔ **اہم بات:** حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے فرعون کے محل میں تیس سال گزارے تھے اس کے فرزند کے طور پر مشہور تھے۔

آیت 19 فرعون نے مزید یہ کہا کہ اے موسیٰ! تم نے ہمارے احسانات کے باوجود ہماری قوم قبطی کے ایک شخص کو قتل کیا اور تم شکریہ ادا کرنے والوں میں سے نہیں ہو کیونکہ تم نے ہماری نعمت کی شکر گزاری نہ کی اور ہمارے ایک آدمی کو قتل کردیا۔

آیت 20، 21 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے فرعون سے فرمایا: میں نے قبطی والا وہ کام اس وقت کیا تھا جب میں نہ جانتا تھا کہ گھونسہ مارنے سے وہ شخص مرجائے گا کیونکہ میرا مارنا ادب سکھانے کیلئے تھا نہ کہ قتل کرنے کیلئے۔ پھر جب میں نے تم لوگوں سے ڈر محسوس کیا کہ اس کے بدلے تم مجھے قتل کردو گے تو میں تمہارے پاس سے مَدیَن شہر کی طرف نکل گیا اور مدین سے مصر آتے وقت کوہِ طور کے پاس مجھے میرے رب عزّوجلّ نے حکم عطا فرمایا اور مجھے رسولوں میں شامل کردیا۔ **اہم بات:** یہاں حکم سے نبوت یا علم مراد ہے۔

فَوَهَبَ لِيْ رَبِّيْ حُكْمًا وَّ جَعَلَنِيْ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿٢١﴾ وَ تِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا

تو میرے رب نے مجھے حکمت عطا فرمائی اور مجھے رسولوں میں سے کر دیا○ اور یہ کون سی نعمت ہے جس کا تو مجھ پر احسان

عَلَيَّ اَنْ عَبَّدْتَّ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿٢٢﴾ قَالَ فِرْعَوْنُ وَ مَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٢٣﴾

جتا رہا ہے کہ تو نے بنی اسرائیل کو غلام بنا کر رکھا○ فرعون نے کہا: اور سارے جہان کا رب کیا چیز ہے؟○

قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَا ؕ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ﴿٢٤﴾

موسیٰ نے فرمایا: آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے وہ سب کا رب ہے، اگر تم یقین کرنے والے ہو○

قَالَ لِمَنْ حَوْلَهٗٓ اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ ﴿٢٥﴾ قَالَ رَبُّكُمْ وَ رَبُّ اٰبَآئِكُمُ

(فرعون نے) اپنے آس پاس والوں سے کہا: کیا تم غور سے نہیں سن رہے؟○ موسیٰ نے فرمایا: وہ تمہارا رب ہے اور تمہارے پہلے باپ داداؤں کا

آیت 22 فرعون نے جو احسان جتایا تھا اس کے جواب میں حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے فرمایا: اس میں تیرا کیا احسان ہے کہ تم نے میری تربیت کی اور بچپن میں مجھے اپنے پاس رکھا، کیونکہ میرا تجھ تک پہنچنے کا سبب تو یہی ہوا کہ تو نے بنی اسرائیل کو غلام بنایا اور اُن کی اولادوں کو قتل کیا، تیرے اس عظیم ظلم کی وجہ سے میرے والدین میری پرورش نہ کر سکے اور مجھے دریا میں ڈالنے پر مجبور ہوئے، اگر تو ایسا نہ کرتا تو میں اپنے والدین کے پاس ہی رہتا، اس لئے یہ بات کیا اس قابل ہے کہ اس کا احسان جتایا جائے؟

آیت 23 حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی اس تقریر سے فرعون لاجواب ہو گیا اور اپنے مظالم کی کوئی تاویل نہ کر سکا، لہٰذا اس نے اُسلوبِ کلام بدلا اور یہ گفتگو چھوڑ کر دوسری بات شروع کر دی کہ سارے جہان کا رب کیا چیز ہے جس کے تم اپنے آپ کو رسول بتاتے ہو؟

آیت 24 بعض مفسرین کے نزدیک فرعون کا سوال چیز کی جنس کے بارے میں تھا اور اللہ تعالیٰ چونکہ جنس اور ماہیت سے پاک ہے اس لئے حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے اس کے سوال کا جواب دینے کی بجائے اللہ تعالیٰ کے افعال اور اس کی قدرت کے وہ آثار ذکر فرمائے جن کی مثل لانے سے مخلوق عاجز ہے، چنانچہ فرمایا کہ سارے جہان کا رب وہ ہے جو آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے، ان سب کو پیدا کرنے والا ہے، اگر تم یقین کرنے والے ہو تو میری اس بات کا یقین کر لو کیونکہ اگر تم لوگ اَشیاء کو دلیل سے جاننے کی صلاحیت رکھتے ہو تو ان چیزوں کی پیدائش اُس کے وجود کی کافی دلیل ہے کہ آسمان و زمین کی تخلیق، اس کے خالق کے وجود کی قطعی دلیل ہے۔ **اہم بات:** اِیقان اس علم کو کہتے ہیں جو اِستدلال سے حاصل ہو، اسی لئے اللہ تعالیٰ کی شان میں مُوْقِن نہیں کہا جاتا۔

درس: حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے جواب سے معلوم ہوا کہ ہر شخص سے اس کے لائق گفتگو کرنی چاہیے۔ یہ نہیں کہ جو کسی نے کہہ دیا، بہر صورت اسی بات کا جواب دیا جائے۔

آیت 25، 26 فرعون نے اپنے آس پاس بیٹھے ہوئے قوم کے سرداروں سے کہا: کیا تم غور سے نہیں سنتے؟ اس کا مطلب یہ تھا کہ میں نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام سے رب العالمین کی ماہیت پوچھی ہے اور یہ اِس کے جواب میں اُس کے افعال اور آثار بتا رہا ہے اور بعض مفسرین کے نزدیک فرعون کا یہ کہنا اس معنی میں تھا کہ وہ لوگ آسمان اور زمین کو قدیم یعنی ہمیشہ سے موجود سمجھتے تھے جیسا کہ آج کے دہریے بھی اس کے قریب قریب عقیدہ رکھتے ہیں۔ تو فرعون کا مطلب یہ تھا کہ جب یہ چیزیں قدیم ہیں تو ان کے لئے ربّ کی کیا

الْاَوَّلِيْنَ ﴿٢٦﴾ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِیْۤ اُرْسِلَ اِلَيْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ ﴿٢٧﴾ قَالَ

رب ہے○(فرعون نے) کہا: بیشک تمہارا یہ رسول جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے ضرور دیوانہ ہے○ موسیٰ نے فرمایا:

رَبُّ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا ؕ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿٢٨﴾ قَالَ

وہ مشرق اور مغرب اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کا رب ہے اگر تمہیں عقل ہو○(فرعون نے) کہا: (اے موسیٰ!)

لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَيْرِیْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ ﴿٢٩﴾ قَالَ اَوَلَوْ جِئْتُكَ

اگر تم نے میرے سوا کسی اور کو معبود بنایا تو میں ضرور تمہیں قید کردوں گا○ موسیٰ نے فرمایا: کیا اگرچہ میں تیرے پاس کوئی روشن چیز

بِشَیْءٍ مُّبِيْنٍ ﴿٣٠﴾ ۚ قَالَ فَاْتِ بِهٖۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿٣١﴾ فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِیَ

لے آؤں○ (فرعون نے) کہا: (اے موسیٰ!) اگر تم سچوں میں سے ہو تو وہ نشانی لے آؤ○ تو موسیٰ نے اپنا عصا ڈال دیا تو اچانک وہ بالکل

حاجت ہے۔ یہ صورتِ حال دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے ان چیزوں سے اِستدلال پیش کرنے کی ضرورت محسوس فرمائی جن کا حادث ہونا اور جن کا فنا ہو جانا ان کے مشاہدہ میں آچکا تھا، چنانچہ آپ علیہ السّلام نے فرمایا: سنو! تم لوگ اپنے آپ کے بارے میں جانتے ہو کہ پیدا ہوئے ہو اور اپنے باپ دادا کے بارے میں جانتے ہو کہ وہ فنا ہوگئے تو تمہاری اپنی پیدائش اور تمہارے باپ دادا کے فنا ہو جانے میں اس رب تعالیٰ کے وجود کا ثبوت موجود ہے جو پیدا کرنے والا اور فنا کر دینے والا ہے۔

آیت 27، 28 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کا جواب سن کر فرعون نے کہا: بیشک تمہارا یہ رسول جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے ضرور دیوانہ ہے کہ یہ سوال ہی نہیں سمجھ سکا تو اس کا جواب کیا دے گا یا آسمان و زمین تو چونکہ فرعونیوں کے نزدیک ہمیشہ سے ہیں تو اس کی پیدائش کی بات کرنا دیوانگی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے اس کی اس تمام لایعنی گفتگو کے باوجود پھر مزید بیان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: سارے جہان کا رب وہ ہے جو مشرق اور مغرب اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کا رب ہے، اگر تمہیں عقل ہو تو جو بات میں نے بیان کی اس سے اللہ تعالیٰ کے وجود پر اِستدلال کر سکتے ہو کیونکہ مشرق سے سورج کا طلوع کرنا اور مغرب میں غروب ہو جانا اور سال کی فصلوں میں ایک مُعَیَّن حساب پر چلنا اور ہواؤں اور بارشوں وغیرہ کے نظام یہ سب اس کے وجود و قدرت پر دلالت کرتے ہیں۔

آیت 29 حضرت موسیٰ علیہ السّلام کا یہ جواب سن کر فرعون حیران رہ گیا اور اس کے پاس قدرتِ الٰہی کے آثار کا انکار کی کوئی صورت باقی نہ رہی، لہٰذا جواب کی بجائے دھمکی پر اتر آیا اور کہا: اے موسیٰ! علیہ السّلام، اگر تم نے میرے سوا کسی اور کو معبود بنایا تو میں ضرور تمہیں قید کر دوں گا۔

آیت 30،31 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے فرعون سے فرمایا: کیا تو مجھے قید کرے گا اگرچہ میں تیرے پاس کوئی معجزہ لے کر آؤں جو اللہ تعالیٰ کے موجود ہونے اور میری رسالت کی دلیل ہو۔ اس پر فرعون نے کہا: اے موسیٰ! اگر تم سچوں میں سے ہو تو وہ نشانی لے آؤ۔

آیت 32،33 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ فرعون کے نشانی طلب کرنے پر حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے اپنا عصا زمین پر ڈال دیا تو وہ

ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ﴿٣٢﴾ وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿٣٣﴾ قَالَ لِلْمَلَاِ حَوْلَهٗۤ ع ٢ ٢٤ ٦

واضح ایک بہت بڑا سانپ ہو گیا○ اور اپنا ہاتھ نکالا تو اچانک وہ دیکھنے والوں کی نگاہ میں جگمگانے لگا○ (فرعون نے) اپنے ارد گرد موجود سرداروں سے کہا:

اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ﴿٣٤﴾ يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهٖ ۖ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ﴿٣٥﴾

بیشک یہ بڑے علم والا جادوگر ہے○ یہ چاہتا ہے کہ تمہیں اپنے جادو کے زور سے تمہارے ملک سے نکال دے تو (اب) تم کیا مشورہ دیتے ہو؟○

قَالُوْۤا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَابْعَثْ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴿٣٦﴾ يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِيْمٍ ﴿٣٧﴾

انہوں نے کہا: اسے اور اس کے بھائی کو مہلت دو اور شہروں میں جمع کرنے والے بھیجو○ وہ تمہارے پاس ہر بڑے علم والے جادوگر کو لے آئیں گے○

فَجُمِعَ السَّحَرَةُ لِمِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿٣٨﴾ وَّقِيْلَ لِلنَّاسِ هَلْ اَنْتُمْ مُّجْتَمِعُوْنَ ﴿٣٩﴾

تو جادوگروں کو ایک مقرر دن کے وعدے پر جمع کر لیا گیا○ اور لوگوں سے کہا گیا: کیا تم جمع ہو گے؟○

لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ اِنْ كَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿٤٠﴾ فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالُوْا لِفِرْعَوْنَ

امید ہے کہ ہم ان جادوگروں ہی کی پیروی کریں اگر یہ غالب ہو جائیں○ پھر جب جادوگر آئے تو انہوں نے فرعون سے کہا:

فوراً ایک بہت بڑا سانپ بن گیا پھر آپ علیہ السّلام نے اس کو اپنے دستِ مبارک میں لیا تو وہ پہلے کی طرح عصا بن گیا۔ پھر مزید مطالبے پر موسیٰ علیہ السّلام نے اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈال کر نکالا تو وہ فوراً لوگوں کے سامنے روشن ہو گیا۔

آیت 34، 35 دو معجزات دیکھ کر فرعون کو سمجھ تو آ گیا کہ موسیٰ علیہ السّلام سچے ہیں اور فرعون جھوٹا لیکن تکبر اور اقتدار کا نشہ ہمیشہ حق بات ماننے میں رکاوٹ بنتا ہے، چنانچہ اسے توبہ کرنے کی بجائے مقابلہ کرنے کی سوجھی اور اپنے اردگرد موجود سرداروں سے مشورہ مانگتے ہوئے کہنے لگا: بیشک موسیٰ علیہ السّلام بڑے علم والا جادوگر ہے، یہ چاہتا ہے کہ تمہیں اپنے جادو کے زور سے تمہارے ملک سے نکال دے تو اب تم کیا مشورہ دیتے ہو؟ **اہم بات:** اس زمانے میں چونکہ جادو کا بہت رواج تھا اس لئے فرعون نے خیال کیا کہ یہ بات چل جائے گی اور اس کی قوم کے لوگ اس دھوکے میں آ کر حضرت موسیٰ علیہ السّلام سے مُتَنَفِّر ہو کر انکی بات قبول نہ کریں گے۔

آیت 36، 37 فرعون کے مشورہ طلب کرنے پر سرداروں نے اس سے کہا کہ تم موسیٰ اور اس کے بھائی ہارون کو مہلت دو اور اس دوران مختلف شہروں میں جادوگروں کو جمع کرنے والے اپنے ہرکارے بھیجو، وہ تمہارے پاس بڑے پہنچے ہوئے، علم والے جادوگروں کو لے آئیں، جو اپنے جادو سے موسیٰ علیہ السّلام کا مقابلہ کریں گے اور موسیٰ علیہ السّلام کو شکست دے کر نبوت کا انکار ثابت اور فرعون کی شان بلند کر دیں گے۔

آیت 38-40 جادوگروں کو فرعونیوں کی عید کے دن جمع کر لیا گیا اور مقابلے کے لئے چاشت کا وقت مقرر کیا گیا اور فرعون کی جانب سے لوگوں سے کہا گیا: کیا تم بھی جمع ہو گے تا کہ دیکھو کہ دونوں فریق کیا کرتے ہیں اور اُن میں سے کون غالب آتا ہے۔ امید ہے کہ ہم ان جادوگروں ہی کی پیروی کریں اگر یہ موسیٰ علیہ السّلام پر غالب آ گئے۔ **اہم بات:** کہنے والوں کے جملوں کا مقصد جادوگروں کی پیروی کرنا نہیں بلکہ لوگوں کو حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی پیروی سے روکنا تھا۔

آیت 41، 42 جب جادوگر فرعون کے پاس آئے تو انہوں نے فرعون سے کہا: اگر ہم حضرت موسیٰ علیہ السّلام پر غالب ہو گئے تو کیا

اَئِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿٤١﴾ قَالَ نَعَمْ وَ اِنَّكُمْ اِذًا لَّمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿٤٢﴾

کیاہمارے لئے کوئی معاوضہ بھی ہے اگر ہم غالب ہوگئے ○(فرعون نے) کہا: ہاں اور اس وقت تم میرے نہایت قریبی لوگوں میں سے ہوجاؤ گے ○

قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰۤى اَلْقُوْا مَاۤ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ﴿٤٣﴾ فَاَلْقَوْا حِبَالَهُمْ وَ عِصِيَّهُمْ وَ قَالُوْا

موسیٰ نے ان سے فرمایا: تم ڈالو جو تم ڈالنے والے ہو ○ تو انہوں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں (زمین پر) ڈال دیں اور کہنے لگے:

بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ اِنَّا لَنَحْنُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿٤٤﴾ فَاَلْقٰى مُوْسٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِىَ تَلْقَفُ

فرعون کی عزت کی قسم! بیشک ہم ہی غالب ہوں گے ○ تو موسیٰ نے اپنا عصا (زمین پر) ڈالا توجبھی وہ ان کی جعلسازیوں کو

مَا يَاْفِكُوْنَ ﴿٤٥﴾ فَاُلْقِىَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ ﴿٤٦﴾ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٤٧﴾

نگلنے لگا○ تو جادوگر سجدے میں گرا دیے گئے○ انہوں نے کہا: ہم ایمان لائے اس پر جو سارے جہان کا رب ہے○

رَبِّ مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ ﴿٤٨﴾ قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّهٗ

جو موسیٰ اور ہارون کا رب ہے○ فرعون نے کہا: کیا تم اس پر ایمان لے آئے اس سے پہلے کہ میں تمہیں اجازت دوں۔ بیشک یہ (موسیٰ)

ہمارے لئے کوئی معاوضہ بھی ہے؟ فرعون نے کہا: اس وقت تم میرے نہایت قریبی لوگوں میں سے ہو جاؤ گے اور تمہیں خاص اعزاز دیئے جائیں گے۔ گویا فرعون نے کہا کہ مال تو کوئی چیز نہیں، تم میرے قریبی لوگوں میں سے ہو جاؤ گے تو سب کچھ ہی تمہارا ہو گا۔

درس: اولیاء کرام بھی بارگاہِ الٰہی میں کچھ اور مانگنے کی بجائے خدا کا قرب مانگتے ہیں کہ جسے قرب مل گیا تو سب کچھ مل گیا۔

آیت 43، 44 فرعون سے معاوضے کا وعدہ لینے کے بعد جادوگروں نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام سے کہا: کیا آپ پہلے اپنا عصا ڈالیں گے یا ہمیں اجازت ہے کہ ہم اپنی چیزیں پیش کریں۔ حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے فرمایا: پہلے تم اپنا وہ سامان زمین پر ڈال لو جو تم نے ڈالنا ہے۔ چنانچہ جادوگروں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں زمین پر ڈال دیں اور کہنے لگے: فرعون کی عزت کی قسم: بیشک ہم ہی موسیٰ پر غالب ہوں گے۔

آیت 45-48 جب جادوگروں نے رسیاں ڈالیں تو موسیٰ علیہ السّلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنا عصا زمین پر ڈال دیا تو وہ فوراً بہت بڑا سانپ بن کر اُن رسیوں اور لاٹھیوں کو نگلنے لگا جو جادو کی وجہ سے اژدھے بن کر دوڑتے نظر آرہے تھے، جب وہ اُن سب کو نگل گیا تو موسیٰ علیہ السّلام نے اسے اپنے دستِ مبارک میں لیا تو وہ پہلے کی طرح عصا بن گیا۔ جادوگروں نے جب یہ منظر دیکھا تو انہیں یقین ہو گیا کہ یہ جادو نہیں ہے اور وہ بے اختیار اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہو گئے پھر جادوگروں نے سچے دل سے کہا: ہم اس پر ایمان لائے جو سارے جہان کا رب ہے، جو موسیٰ و ہارون علیہما السّلام کا رب ہے۔

آیت 49 جب جادوگر حضرت موسیٰ علیہ السّلام پر ایمان لے آئے تو فرعون نے ان سے کہا: کیا تم میری اجازت کے بغیر ہی اس پر ایمان لے آئے۔ بیشک موسیٰ تمہارا بڑا استاد ہے، جس نے تمہیں جادو سکھایا، اسی لئے وہ تم پر غالب آگئے اور تم نے آپس میں مل کر میرے خلاف سازش کی اور میرے ملک میں فساد پھیلانے کی کوشش کی، مجھے قسم ہے! عنقریب میں ضرور تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور

لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِىْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ فَلَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۬ؕ لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ

تمہارا بڑا ہے جس نے تمہیں جادو سکھایا تو جلد تم جان جاؤ گے تو مجھے قسم ہے میں ضرور ضرور تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری

مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُوصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ ۚ﴿۴۹﴾ قَالُوْا لَا ضَيْرَ ۫ اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ۚ﴿۵۰﴾

طرف کے پاؤں کاٹ دوں گا اور تم سب کو پھانسی دوں گا○ جادوگروں نے کہا: کچھ نقصان نہیں، بیشک ہم اپنے رب کی طرف پلٹنے والے ہیں○

ع ۱۸ ۳ اِنَّا نَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطٰيٰنَآ اَنْ كُنَّآ اَوَّلَ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ﴿۵۱﴾ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى

ہم اس بات کی لالچ کرتے ہیں کہ ہمارا رب ہماری خطائیں بخش دے اس بنا پر کہ ہم سب سے پہلے ایمان لانے والے ہیں○ اور ہم نے موسیٰ کی طرف

مُوْسٰٓى اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِیْٓ اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ﴿۵۲﴾ فَاَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِى الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ۚ﴿۵۳﴾

وحی بھیجی کہ راتوں رات میرے بندوں کو لے چلو، بیشک تمہارا پیچھا کیا جائے گا○ تو فرعون نے شہروں میں جمع کرنے والے بھیجے○

اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَ ۙ﴿۵۴﴾ وَاِنَّهُمْ لَنَا لَغَآئِظُوْنَ ۙ﴿۵۵﴾ وَاِنَّا لَجَمِيْعٌ حٰذِرُوْنَ ؕ﴿۵۶﴾

(اور کہا:) یہ لوگ ایک تھوڑی سی جماعت ہیں○ اور بیشک یہ ہمیں غصہ دلانے والے ہیں○ اور بیشک ہم سب ہوشیار ہیں○

دوسری طرف کے پاؤں کاٹ دوں گا اور تم سب کو پھانسی دے دوں گا۔ **اہم بات:** فرعون کی اس سیاسی منافقانہ تقریر کا ایک مقصد یہ تھا کہ لوگ شبہ میں پڑ جائیں اور وہ یہ نہ سمجھیں کہ جادوگروں پر حق ظاہر ہو گیا اسی لئے وہ ایمان لے آئے اور دوسرا مقصد یہ تھا کہ باقی عوام ڈر جائے اور جادوگروں کو دیکھ کر موسیٰ علیہ السّلام پر ایمان نہ لے آئیں۔

آیت 50، 51 فرعون کی دھمکی سن کر ان جادوگروں نے کہا: ایمان بچانے کے لئے خدا کے نام پر جان قربان کرنا کوئی نقصان کا سودا نہیں۔ ہم ایمان کے ساتھ اپنے رب کی طرف پلٹنے والے ہیں اور ہمیں تو اس بات کی لالچ ہے کہ فرعون کی رعایا میں سے یا اس مجمع کے حاضرین میں سے سب سے پہلے ایمان لانے کی صدقے ہمارا رب ہماری خطائیں بخش دے۔ **اہم بات:** اس واقعہ کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السّلام کئی سال تک وہاں ٹھہرے رہے اور فرعون کی قوم کو حق کی دعوت دیتے رہے، لیکن اُن کی سرکشی بڑھتی گئی۔

آیت 52 جب ایک عرصے تک حق کی دعوت دینے اور پے درپے نشانیاں دکھانے کے باوجود فرعونی ایمان نہ لائے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی طرف وحی بھیجی کہ راتوں رات بنی اسرائیل کو مصر سے لے چلو، بیشک فرعون اور اس کے لشکر تمہارا پیچھا کریں گے اور وہ لوگ تمہارے پیچھے پیچھے دریا میں داخل ہو جائیں گے، اس کے بعد ہم تمہیں نجات دیں گے اور فرعون کو اس کے لشکر کے ساتھ دریا میں غرق کر دیں گے۔

آیت 53-56 حضرت موسیٰ علیہ السّلام بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر راتوں رات مصر سے نکل گئے اور جب فرعون نے ان کے مصر سے نکلنے کی خبر سنی تو اس نے لشکر جمع کرنے کے لئے شہروں میں قاصد بھیجے۔ جب لشکر جمع ہو گئے تو ان کی کثرت و قوت کے مقابلے میں بنی اسرائیل کی تعداد تھوڑی معلوم ہونے لگی، چنانچہ فرعون نے بنی اسرائیل کے بارے میں کہا: یہ لوگ ایک تھوڑی سی جماعت ہیں اور یقیناً یہ لوگ ہماری مخالفت اور ہماری اجازت کے بغیر ہماری سرزمین سے نکل کر ہمیں غصہ دلا رہے ہیں، اور یہ لوگ بے سروسامان ہیں جبکہ ہم سب بلاشبہ ہتھیاروں سے لیس اور ہوشیار ہیں۔

Go to Index

فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿٥٧﴾ وَّكُنُوْزٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ﴿٥٨﴾ كَذٰلِكَ

توہم نے انہیں (فرعون اور اس کی قوم کو) باغوں اور چشموں (کی زمین) سے باہر نکالا○ اور خزانوں اور عمدہ مکانوں سے○ ہم نے ایسے ہی کیا

وَاَوْرَثْنٰهَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿٥٩﴾ فَاَتْبَعُوْهُمْ مُّشْرِقِيْنَ ﴿٦٠﴾ فَلَمَّا تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ

اور بنی اسرائیل کو ان کا وارث بنادیا○ تو دن نکلنے کے وقت فرعونیوں نے ان کا تعاقب کیا○ پھر جب دونوں گروہوں کا آمنا سامنا ہوا

قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰٓى اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ﴿٦١﴾ قَالَ كَلَّا ۚ اِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ﴿٦٢﴾

توموسیٰ کے ساتھیوں نے کہا: بیشک ہمیں پالیا گیا○ موسیٰ نے فرمایا: ہرگز نہیں، بیشک میرے ساتھ میرا رب ہے وہ ابھی مجھے راستہ دکھادے گا○

فَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ؕ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ

تو ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ دریا پر اپنا عصا مارو تو اچانک وہ دریا پھٹ گیا تو ہر راستہ بڑے پہاڑ

الْعَظِيْمِ ﴿٦٣﴾ وَاَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِيْنَ ﴿٦٤﴾ وَاَنْجَيْنَا مُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ﴿٦٥﴾

جیسا ہوگیا○ اور وہاں ہم دوسروں کو قریب لے آئے○ اور ہم نے موسیٰ اور اس کے سب ساتھ والوں کو بچالیا○

آیت 57-59 ان تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کی قوم کو باغوں اور چشموں کی سرزمین مصر سے اور سونے چاندی کے خزانوں اور عمدہ مکانوں سے باہر نکالا تاکہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام اور بنی اسرائیل تک پہنچیں، پھر فرعونیوں کے غرق ہونے بعد اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو فرعونیوں کی سرزمین اور خزانوں کا وارث بنادیا۔

آیت 60-62 حضرت موسیٰ علیہ السّلام بنی اسرائیل کو لے کر رات کے وقت نکلے تھے لیکن جیسے ہی سورج طلوع ہوا، فرعون نے اپنے لشکر سمیت بنی اسرائیل کا تعاقب کیا اور جب دونوں گروہوں کا آمنا سامنا ہوا اور توحضرت موسیٰ علیہ السّلام کے ساتھیوں نے کہا: بیشک اب وہ ہم پر قابو پالیں گے، اور نہ ہمارے پاس بھاگنے کی کوئی جگہ ہے کیونکہ آگے دریا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو چونکہ خدا پر توکل اور اس کے وعدے پر پورا بھروسہ تھا اس لئے آپ علیہ السّلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا بیشک میرے ساتھ میرا رب عزّوجلّ ہے اور وہ مجھے بچنے کا راستہ دکھادے گا۔

آیت 63 اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو وحی کے ذریعے حکم دیا کہ اپنا عصا دریا پر مارو، چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے دریا پر عصا مارا تو اچانک وہ دریا بارہ راستوں میں تقسیم ہوکر پھٹ گیا، ہر راستہ بڑے پہاڑ جیسا ہوگیا اور ان کے درمیان خشک راستے بن گئے جن پر چل کر بنی اسرائیل دریا سے پار ہوگئے۔

آیت 64-66 فرمایا کہ ہم فرعون اور اس کے لشکر کو بنی اسرائیل کے قریب لے آئے، یہاں تک کہ وہ بنی اسرائیل کے راستوں میں چل پڑے جو اُن کے لئے دریا میں اللہ تعالیٰ کی قدرت سے پیدا ہوئے تھے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام اور ان کے

Go to Index

ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِیْنَ ﴿٦٦﴾ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ وَ مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿٦٧﴾ وَ اِنَّ

پھر دوسروں کو غرق کردیا○ بیشک اس میں ضرور نشانی ہے اور ان (فرعونیوں) میں اکثر مسلمان نہ تھے○ اور بیشک

رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ﴿٦٨﴾ ع وَ اتْلُ عَلَیْهِمْ نَبَاَ اِبْرٰهِیْمَ ﴿٦٩﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِیْهِ وَ قَوْمِهٖ

وقف لازم ۸ ع

تمہارا رب وہی غالب، مہربان ہے○ اور ان کے سامنے ابراہیم کی خبر پڑھو○ جب اس نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے فرمایا:

مَا تَعْبُدُوْنَ ﴿٧٠﴾ قَالُوْا نَعْبُدُ اَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِیْنَ ﴿٧١﴾ قَالَ هَلْ یَسْمَعُوْنَكُمْ

تم کس کی عبادت کرتے ہو؟○ انہوں نے کہا: ہم بتوں کی عبادت کرتے ہیں پھر ان کے سامنے جم کر بیٹھے رہتے ہیں○ فرمایا: جب تم پکارتے ہو

اِذْ تَدْعُوْنَ ﴿٧٢﴾ لا اَوْ یَنْفَعُوْنَكُمْ اَوْ یَضُرُّوْنَ ﴿٧٣﴾ قَالُوْا بَلْ وَجَدْنَاۤ اٰبَآءَنَا كَذٰلِكَ یَفْعَلُوْنَ ﴿٧٤﴾

تو کیا وہ تمہاری سنتے ہیں؟○ یا تمہیں کوئی نفع یا نقصان دیتے ہیں؟○ انہوں نے کہا: بلکہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایسا ہی کرتے پایا ہے○

تمام ساتھیوں دریا سے سلامت نکال کر بچالیا اور جب تمام بنی اسرائیل دریا سے پار گزر گئے اور ان کے پیچھے تمام فرعونی دریا کے اندر آگئے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے دریا مل گیا یوں فرعون اپنی قوم کے ساتھ غرق ہو گیا۔

آیت 67 فرمایا گیا کہ دریا میں جو کچھ واقع ہوا اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت پر ضرور نشانی ہے اور یہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کا معجزہ ہے اور فرعونیوں میں سے اکثر مسلمان نہ تھے۔ **اہم بات:** مصر والوں میں سے صرف تین حضرات ایمان لائے۔ (1) فرعون کی بیوی حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا۔ (2) حِزقیل۔ انہیں آلِ فرعون کا مؤمن کہتے ہیں، یہ اپنا ایمان چھپائے رہتے تھے اور فرعون کے چچا زاد تھے۔ (3) مریم۔ یہ ایک بوڑھی خاتون تھیں۔

آیت 68 حضرت موسیٰ علیہ السّلام کا واقعہ بیان فرما کر نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے فرمایا کہ اے حبیب! بیشک تمہارا رب عزّوجلّ ہی سب پر غالب ہے اور مومنوں پر مہربان ہے۔

آیت 69، 70 یہاں سے نیا واقعہ شروع ہوتا ہے، فرمایا کہ اے حبیب! کفارِ مکہ کے سامنے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا واقعہ بیان کرو کہ جب انہوں نے اپنے چچا آزر اور اپنی قوم سے فرمایا: تم کس کی عبادت کرتے ہو؟ **اہم باتیں:** (1) یہ سوال فرمانا اس لئے تھا تا کہ اُنہیں دکھادیں کہ جن چیزوں کو وہ لوگ پوجتے ہیں وہ کسی طرح بھی عبادت کے مستحق نہیں۔ (2) آیت میں باپ کے لفظ سے مراد چچا ہے جو عرف ورواج کے طور پر باپ کہلاتا تھا جیسے ہمارے عرف میں بھی تایا کو بڑے ابا یا بڑے ابّو کہا جاتا ہے۔

آیت 71 حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے سوال کرنے پر قوم نے جواب دیا: ہم بتوں کی عبادت کرتے ہیں، اس کے بعد فخریہ انداز میں کہنے لگے کہ ہم ان کے سامنے سارا دن جم کر بیٹھے رہتے ہیں۔

آیت 72-74 حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے ان سے فرمایا: جب تم ان بتوں کو پکارتے ہو تو کیا وہ تمہاری پکار سنتے ہیں؟ یا تمہیں عبادت کرنے پر کوئی نفع یا عبادت نہ کرنے پر کوئی نقصان دیتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ بت اگرچہ سننے دیکھنے اور نفع ونقصان دینے سے محروم ہیں لیکن ہم نے اپنے باپ دادا کو ایسا ہی کرتے پایا ہے، اس لئے ہم ان کی پیروی میں بتوں کو پوجتے ہیں۔

قَالَ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ﴿٧٥﴾ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ ﴿٧٦﴾

ابراہیم نے فرمایا: کیا تم نے ان (بتوں) کے بارے میں غور کیا جن کی تم اور تمہارے پہلے آباؤ اَجداد عبادت کرتے رہے ہیں؟○○

فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْۤ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٧٧﴾ الَّذِيْ خَلَقَنِيْ فَهُوَ يَهْدِيْنِ ﴿٧٨﴾ وَ الَّذِيْ

بیشک وہ سب میرے دشمن ہیں سوائے سارے جہانوں کے پالنے والے کے○ جس نے مجھے پیدا کیا تو وہ مجھے ہدایت دیتا ہے○ اور وہ جو

هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَ يَسْقِيْنِ ﴿٧٩﴾ وَ اِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ ﴿٨٠﴾ وَ الَّذِيْ يُمِيْتُنِيْ ثُمَّ

مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے○ اور جب میں بیمار ہوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے○ اور وہ جو مجھے وفات دے گا پھر

يُحْيِيْنِ ﴿٨١﴾ وَ الَّذِيْۤ اَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لِيْ خَطِيْٓـَٔتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ ﴿٨٢﴾ رَبِّ هَبْ لِيْ حُكْمًا

مجھے زندہ کرے گا○ اور وہ جس سے مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن میری خطائیں بخش دے گا○ اے میرے رب! مجھے حکمت عطا کر

آیت 75، 76 حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے ان لوگوں سے فرمایا: جن بتوں کی تم عبادت کر رہے ہو اور جن کی تمہارے پہلے آباؤ اَجداد عبادت کرتے رہے ہیں، کیا تم نے ان کے بارے میں غور کیا؟ کیونکہ اگر تم حقیقی طور پر ان سے متعلق غور کرو تو جان جاؤ گے کہ جن بتوں کی تم عبادت کر رہے ہو ان کی عبادت کرنا پرانی گمراہی اور باطل کام ہے اور کوئی باطل کام پرانا ہو یا نیا، یونہی اس باطل کام کو کرنے والے تھوڑے ہوں یا زیادہ، اس سے اس کام کے باطل ہونے میں کوئی فرق نہیں پڑتا بلکہ وہ باطل کام باطل ہی رہتا ہے۔ **درس:** کافروں کے جواب کو پڑھ کر آج کے مسلمانوں کو بھی اپنے طرزِ عمل پر غور کرنا چاہئے جو غمی خوشی کے موقع پر شریعت کے خلاف رسمیں پوری کرنے پر یہ کہتے ہیں کہ ہمارے بڑے بوڑھے عرصۂ دراز سے یہ رسم وکام کرتے چلے آرہے ہیں، اس لئے ہم کر رہے ہیں۔ معاذ اللہ

آیت 77-82 ان پانچ آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے مزید فرمایا: بیشک وہ سب بت میرے دشمن ہیں، مجھے کسی صورت پسند نہیں کہ میں یا کوئی دوسرا ان کی عبادت کرے، البتہ پروردگارِ عالَم وہ ہستی ہے جو میرا رب عزّوجلّ ہے، میں صرف اسی کی عبادت کرتا ہوں کیونکہ وہی عبادت کا مستحق ہے اور اس کی صفات یہ ہیں کہ اس نے مجھے پیدا کیا، پھر وہ میری رہنمائی کرتا ہے اور مجھے ہدایت پر رکھتا ہے اور وہی رازق ہے جو مجھے کھلاتا، پلاتا ہے اور وہی شافی ہے کہ جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے اور وہی مجھے وفات دے گا، پھر آخرت میں مجھے زندہ کرے گا کیونکہ موت اور زندگی اُسی کے قبضۂ قدرت میں ہے اور وہی خدا ہے جس سے مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن وہ میری خطائیں بخش دے گا۔ **اہم باتیں:** (1) حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا اللہ تعالیٰ کی ان صفات کو بیان کرنا اپنی قوم پر حجت قائم کرنے کے لئے ہے کہ معبود صرف وہی ہو سکتا ہے جس کی یہ صفات ہوں۔ (2) آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے خطاؤں کی بخشش کی امید بیان کی۔ انبیاءِ کرام علیہم السّلام معصوم ہیں، اُن سے گناہ صادِر نہیں ہوتے۔ اُن کا استغفار کرنا دراصل اپنے رب تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزی وانکساری کا اظہار ہے اور اس سے امت کو استغفار کی تعلیم دینا مقصود ہے۔

آیت 83-85 حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے اللہ تعالیٰ کی تعریف وتوصیف بیان کرنے کے بعد دعا مانگی: اے میرے رب! مجھے حکم عطا کر اور مجھے ان سے ملادے جو تیرے خاص قرب کے لائق بندے ہیں اور میرے بعد آنے والی امتوں میں میری اچھی شہرت رکھ دے اور مجھے ان لوگوں میں سے کر دے جنہیں تو اپنے فضل وکرم سے چین کے باغوں اور نعمت کی جنت کا وارث بنائے گا۔ **اہم باتیں:**

Go to Index

وَّ اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ ﴿۸۳﴾ وَ اجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ فِی الْاٰخِرِیْنَ ﴿۸۴﴾ وَ اجْعَلْنِیْ

اور مجھے ان سے ملادے جو تیرے خاص قرب کے لائق بندے ہیں ○ اور بعد والوں میں میری اچھی شہرت رکھ دے ○ اور مجھے ان میں

مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِیْمِ ﴿۸۵﴾ وَ اغْفِرْ لِاَبِیْۤ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّیْنَ ﴿۸۶﴾ وَ لَا تُخْزِنِیْ

سے کردے جو چین کے باغوں کے وارث ہیں ○ اور میرے باپ کو بخش دے بیشک وہ گمراہوں میں سے ہے ○ اور مجھے اس دن رسوانہ کرنا

یَوْمَ یُبْعَثُوْنَ ﴿۸۷﴾ یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّ لَا بَنُوْنَ ﴿۸۸﴾ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ

جس دن سب اٹھائے جائیں گے ○ جس دن نہ مال کام آئے گا اور نہ بیٹے ○ مگر وہ جو اللہ کے حضور سلامت

بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ ﴿۸۹﴾ وَ اُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِیْنَ ﴿۹۰﴾ وَ بُرِّزَتِ الْجَحِیْمُ لِلْغٰوِیْنَ ﴿۹۱﴾

دل کے ساتھ حاضر ہوگا ○ اور جنت پرہیزگاروں کے قریب لائی جائے گی ○ اور دوزخ گمراہوں کے لیے ظاہر کردی جائے گی ○

(1) آیت میں مذکور ’’حکم‘‘ سے مراد علم و حکمت ہے اور قرب کے لائق خاص بندوں سے مراد انبیاءِ کرام علیہم السّلام ہیں۔ (2) حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی یہاں تک کی تمام دعائیں قبول ہوئیں (3) انبیاءِ کرام علیہم السّلام اور اکابر بزرگانِ دین کی طلبِ جنت کی دعائیں حقیقت میں اللہ تعالیٰ کے دیدار اور ملاقات کے لئے تھیں۔ **درس:** اللہ تعالیٰ سے قیامت کے دن جنت ملنے کی دعا کرنا حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی سنت ہے اور یہی ہمارے آقا کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی سنت ہے۔

آیت 86 حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے ایک دعا یہ مانگی کہ اے میرے رب! میرے باپ کو توبہ وایمان کی توفیق عطا کرکے بخش دے بیشک وہ گمراہوں میں سے ہے۔ **اہم باتیں:** (1) یہاں آیت میں باپ سے مراد حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا چچا آزر ہے حقیقی والد مراد نہیں ہیں۔ (2) حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے یہ دعا اس لئے فرمائی کہ آپ کے باپ نے جدا ہوتے وقت آپ علیہ السّلام سے ایمان لانے کا وعدہ کیا تھا۔ جب آپ علیہ السّلام پر ظاہر ہوگیا کہ وہ خدا کا دشمن ہے اور اس کا وعدہ جھوٹا تھا تو آپ علیہ السّلام اس سے بیزار ہوگئے۔

آیت 87-89 حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے ایک دعا یہ مانگی: اے میرے رب! مجھے قیامت کے اس دن رسوانہ کرنا جس دن سب لوگوں کو اٹھایا جائے گا اور اس دن نہ مال کام آئے گا اور نہ بیٹے البتہ اس دن جو اللہ تعالیٰ کے حضور کفر، شرک اور نفاق سے سلامت دل کے ساتھ حاضر ہوگا تو اسے راہِ خدا میں خرچ کیا ہوا مال بھی نفع دے گا اور اس کی نیک اولاد بھی اسے نفع دے گی۔ **اہم باتیں:** (1) حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے اپنی دعا میں قیامت کے دن کی رسوائی سے جو پناہ مانگی یہ دعا بھی لوگوں کی تعلیم کے لئے ہے کہ خود انبیاء علیہم السّلام کا بروزِ قیامت بلند مقامات پر فائز ہونا تو قطعیات میں سے ہے۔ (2) کافرو مشرک جو مال نیک کاموں میں خرچ کرے گا آخرت میں وہ جہنم کے عذاب سے نجات دلانے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے ثواب حاصل کرنے میں اس کے کوئی کام نہ آئے گا البتہ مسلمان جو مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرے گا اور جو نیک اولاد چھوڑ کر مرے گا وہ مال اور اولاد اس کے کام آئے گی اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے مسلمان کو اس کے صدقات وخیرات کا ثواب عطا فرمائے گا۔

آیت 90، 91 قیامت کے دن جنت سعادت مندوں کے مقام سے قریب کردی جائے گی، وہ جنت کی طرف دیکھیں گے اور اس میں موجود طرح طرح کی عظیم الشّان نعمتوں کا مشاہدہ کریں گے جبکہ گمراہ ہوجانے والے بدبختوں پر جہنم ظاہر کردی جائے گی، وہ اس میں موجود طرح طرح کے ہولناک اَحوال کو دیکھیں گے اور انہیں اس بات کا یقین ہوجائے گا کہ وہ کسی صورت اس سے چھٹکارا نہ پاسکیں گے۔

وَ قِیۡلَ لَہُمۡ اَیۡنَمَا کُنۡتُمۡ تَعۡبُدُوۡنَ ﴿۹۲﴾ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ ؕ ہَلۡ یَنۡصُرُوۡنَکُمۡ اَوۡ یَنۡتَصِرُوۡنَ ﴿۹۳﴾

اور ان سے کہا جائے گا: وہ (بت) کہاں ہیں جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے تھے؟ کیا وہ تمہاری مدد کریں گے یا کیا وہ بدلہ لے سکتے ہیں؟ ○○

فَکُبۡکِبُوۡا فِیۡہَا ہُمۡ وَ الۡغَاوٗنَ ﴿۹۴﴾ وَ جُنُوۡدُ اِبۡلِیۡسَ اَجۡمَعُوۡنَ ﴿۹۵﴾ قَالُوۡا وَ ہُمۡ فِیۡہَا

تو انہیں اور گمراہوں کو اور ابلیس کے سارے لشکروں کو جہنم میں اوندھے کر دیا جائے گا ○○ وہ گمراہ کہیں گے اس حال میں کہ وہ اس میں

یَخۡتَصِمُوۡنَ ﴿۹۶﴾ تَاللّٰہِ اِنۡ کُنَّا لَفِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ﴿۹۷﴾ اِذۡ نُسَوِّیۡکُمۡ بِرَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۹۸﴾

باہم جھگڑ رہے ہوں گے ○ خدا کی قسم، بیشک ہم کھلی گمراہی میں تھے ○ جب ہم تمہیں تمام جہانوں کے پروردگار کے برابر قرار دیتے تھے ○

وَ مَاۤ اَضَلَّنَاۤ اِلَّا الۡمُجۡرِمُوۡنَ ﴿۹۹﴾ فَمَا لَنَا مِنۡ شَافِعِیۡنَ ﴿۱۰۰﴾ وَ لَا صَدِیۡقٍ حَمِیۡمٍ ﴿۱۰۱﴾ فَلَوۡ اَنَّ لَنَا

اور ہمیں مجرموں نے ہی گمراہ کیا ○ تو اب ہمارے لئے کوئی سفارشی نہیں ○ اور نہ ہی کوئی غم خوار دوست ہے ○ تو اگر کسی طرح ہمارے لئے

آیت 92، 93 کافروں کو ان کے کفر و شرک پر ڈانٹتے ہوئے سختی سے کہا جائے گا: تمہارے وہ معبود کہاں ہیں جن کی دنیا میں تم اللہ کے سِوا عبادت کیا کرتے تھے۔ کیا وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا کر تمہاری مدد کریں گے یا وہ اپنے دوزخ میں ڈالے جانے کا بدلہ لے سکتے ہیں؟ سن لو! وہ ہرگز ایسا نہیں کرسکتے۔

آیت 94، 95 ان دو آیات میں فرمایا کہ بت اور ان کے پجاری اور ابلیس کے سارے لشکر سب اوندھے کرکے جہنم میں ڈال دیئے جائیں گے۔ **اہم باتیں:** (1) بت جہنم میں عذاب پانے کے لئے نہیں بلکہ اپنے پجاریوں کو عذاب دینے کے لئے ڈالے جائیں گے۔ (2) ابلیس کے لشکروں سے مراد اس کی پیروی کرنے والے ہیں چاہے وہ جن ہوں یا انسان اور بعض مفسرین نے کہا ہے کہ ابلیس کے لشکروں سے اس کی ذُرِّیَّت (اولاد) مراد ہے۔

آیت 96-102 ان سات آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جب ان گمراہوں کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا تو وہ جہنم میں اپنے جھوٹے معبودوں سے جھگڑتے ہوئے کہیں گے: خدا کی قسم، بیشک ہم اس وقت کھلی گمراہی میں تھے جب ہم تمہیں عبادت کا مستحق ہونے میں تمام جہانوں کے پروردگار کے برابر قرار دیتے تھے حالانکہ تم اس کی انتہائی عاجز مخلوق تھے اور ہمیں مجرموں یعنی شیطان، اس کے لشکروں، ہمارے کافر سرداروں نے ہی گمراہ کیا اور اب یہ حال ہے کہ ہمارے لئے کوئی سفارشی نہیں جیسے کہ مومنین کے لئے انبیاءِ کرام علیہم السّلام، اولیاء، فرشتے اور مومنین شفاعت کرنے والے ہیں، اور نہ ہی ایمان والوں کی طرح ہمارا کوئی غم خوار دوست ہے جو اس مشکل ترین وقت میں ہمارے کام آئے، پس اگر کسی طرح ہمیں ایک مرتبہ دنیا کی طرف لوٹ کر جانا نصیب ہوجائے تو ہم ضرور مسلمان ہوجائیں گے۔ **اہم بات:** غم خوار دوست نہ ہونے کی بات کفار اس وقت کہیں گے جب دیکھیں گے کہ انبیاء علیہم السّلام، اولیاء رحمۃ اللہِ علیہم، فرشتے اور صالحین ایمان داروں کی شفاعت کررہے ہیں اور ان کی دوستیاں کام آرہی ہیں۔ **درس:** قیامت کے دن نیک مسلمانوں کی دوستی مسلمانوں کے کام آئے گی اور وہ قیامت کے ہولناک دن میں مسلمانوں کی شفاعت کریں گے۔ لہٰذا مسلمان کو چاہئے کہ وہ نیک اور پرہیزگار مسلمانوں کو اپنا دوست بنائے۔

كَرَّةً فَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٠٢﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَ مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٠٣﴾

ایک مرتبہ لوٹ کر جانا ہوتا تو ہم مسلمان ہوجاتے ○ بیشک اس بیان میں ضرور نشانی ہے اور ان میں اکثر ایمان والے نہ تھے ○

وَ اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿١٠٤﴾ ع كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحِ ﹰالْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٠٥﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ

اور بیشک تمہارا رب وہی عزت والا مہربان ہے ○ نوح کی قوم نے رسولوں کو جھٹلایا ○ جب ان سے ان کے ہم قوم

نُوْحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿١٠٦﴾ ج اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿١٠٧﴾ لا فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوْنِ ﴿١٠٨﴾ ج

نوح نے فرمایا: کیا تم ڈرتے نہیں؟ ○ بیشک میں تمہارے لیے ایک امانتدار رسول ہوں ○ تو اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو ○

وَ مَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٠٩﴾ ج فَاتَّقُوا اللّٰهَ

اور میں اس (تبلیغ) پر تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتا۔ میرا اجر تو اسی پر ہے جو سارے جہان کا رب ہے ○ تو اللہ سے ڈرو

آیت 103 فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا اپنی قوم کے ساتھ جو واقعہ بیان کیا گیا اس میں ان سب کے لئے عبرت کی نشانی ہے جو اللہ تعالیٰ کے علاوہ اوروں کی عبادت کرتے ہیں۔

آیت 104 فرمایا کہ اے حبیب! بیشک تمہارا رب ہی عزت اور غلبے والا ہے اور وہی توبہ کرنے والوں کو بخش کر اور کافروں کو مہلت دے کر مہربانی فرمانے والا ہے۔

آیت 105 فرمایا کہ حضرت نوح علیہ السّلام کی قوم نے رسولوں کو جھٹلایا۔ **اہم بات:** تمام رسولوں علیہم السّلام کا دین ایک ہے اور ہر ایک نبی لوگوں کو تمام انبیاءِ کرام علیہم السّلام پر ایمان لانے کی دعوت دیتے ہیں اس لئے حضرت نوح علیہ السّلام کو جھٹلانا تمام پیغمبروں علیہم السّلام کو جھٹلانا ہے۔

آیت 106 - 108 حضرت نوح علیہ السّلام نے اپنی قوم سے فرمایا: کیا تم اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے نہیں تا کہ کفر اور گناہوں کو ترک کر دو۔ بیشک میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے لئے ایک ایسا رسول ہوں جس کی امانت داری تم میں مشہور ہے اور جو دُنیوی کاموں پر امین ہے، وہ وحی اور رسالت پر بھی امین ہو گا۔ لہٰذا تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور جو میں تمہیں ایمان اور اللہ تعالیٰ کی طاعت کے بارے میں حکم دیتا ہوں اس میں میری اطاعت کرو۔ **اہم بات:** حضرت نوح علیہ السّلام کی امانت داری آپ کی قوم کو اسی طرح تسلیم تھی جیسا کہ سرکارِ دو عالَم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم کی امانت داری پر عرب کو اتفاق تھا اور تمام انبیاء علیہم السّلام سچے اور امانت دار تھے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے نبوت کا دعویٰ جھوٹا ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ پیسے کا لالچی اور جھوٹی پیشین گوئیاں دیتا رہتا تھا۔

آیت 109، 110 حضرت نوح علیہ السّلام نے اپنی قوم سے فرمایا: میں رسالت کی ادائیگی پر تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتا، میرا اجر و ثواب تو اسی کے ذمہ کرم پر ہے جو سارے جہان کا رب عزّوجلّ ہے تو تم اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔

وَ اَطِيْعُوْنِ ﴿١١٠﴾ قَالُوْۤا اَنُؤْمِنُ لَكَ وَ اتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ ﴿١١١﴾ قَالَ وَمَا عِلْمِیْ

اور میری اطاعت کرو۔ (قوم نے) کہا: کیا ہم تم پر ایمان لے آئیں حالانکہ تمہاری پیروی گھٹیا لوگوں نے کی ہے۔ نوح نے فرمایا: مجھے

بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١١٢﴾ اِنْ حِسَابُهُمْ اِلَّا عَلٰى رَبِّیْ لَوْ تَشْعُرُوْنَ ﴿١١٣﴾ وَمَاۤ اَنَا بِطَارِدِ

ان کے کاموں کا علم نہیں۔ ان کا حساب تو میرے رب ہی (کے ذمہ) پر ہے اگر تمہیں شعور ہو۔ اور میں مسلمانوں کو دور

الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١١٤﴾ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿١١٥﴾ قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰنُوْحُ لَتَكُوْنَنَّ

کرنے والا نہیں۔ میں تو صرف صاف صاف ڈر سنانے والا ہوں۔ قوم نے کہا: اے نوح! اگر تم باز نہ آئے تو ضرور تم سنگسار

مِنَ الْمَرْجُوْمِيْنَ ﴿١١٦﴾ قَالَ رَبِّ اِنَّ قَوْمِیْ كَذَّبُوْنِ ﴿١١٧﴾ فَافْتَحْ بَيْنِیْ وَ بَيْنَهُمْ

النصف

کئے جانے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔ نوح نے عرض کی: اے میرے رب! بیشک میری قوم نے مجھے جھٹلایا۔ تو مجھ میں اور ان میں

آیت 111 حضرت نوح علیہ السّلام کی قوم نے جواب دیا: کیا ہم تم پر ایمان لے آئیں حالانکہ تمہاری پیروی ہماری قوم کے صرف گھٹیا لوگوں نے کی ہے۔ **اہم باتیں:** (1) یہ بات کافروں نے تکبر کے طور پر کہی تھی کیونکہ انہیں غریبوں کے پاس بیٹھنا گوارا نہ تھا اور اس میں وہ اپنی کَسرِ شان سمجھتے تھے، اس لئے ایمان جیسی نعمت سے محروم رہے۔ (2) کمینے اور گھٹیا لوگوں سے ان کی مراد غریب اور پیشہ ور لوگ تھے اور انہیں رذیل اور کمین کہنا یہ کفار کا مُتکبِّرانہ فعل تھا ورنہ درحقیقت صَنعت اور ردی پیشہ ایسی چیز نہیں کہ جس سے آدمی دین میں ذلیل ہو جائے۔

آیت 112، 113 ان دو آیات کی ایک تفسیر یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السّلام نے اپنی قوم کو جواب دیتے ہوئے فرمایا: جن لوگوں نے میری پیروی کی ہے مجھے ان کے کاموں کا علم نہیں اور نہ ہی مجھے اس سے کوئی غرض ہے کہ وہ کیا پیشے کرتے ہیں؟ میری ذمہ داری انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینا ہے اور وہ میں نے پوری کر دی ہے۔ اگر تم ان کے گھٹیا پیشوں کو جانتے ہو تو اچھی طرح سمجھ لو کہ ان کا حساب تو میرے رب عزّوجلّ ہی کے ذمہ پر ہے، وہی انہیں جزا دے گا، تو نہ تم انہیں عیب لگاؤ اور نہ پیشوں کے باعث ان سے عار کرو۔

آیت 114، 115 قوم نے حضرت نوح علیہ السّلام کی بات سن کر کہا کہ پھر آپ کمینوں کو اپنی مجلس سے نکال دیجئے تاکہ ہم آپ کے پاس آئیں اور آپ کی بات مانیں۔ اس کے جواب میں آپ علیہ السّلام نے فرمایا: یہ میری شان نہیں کہ میں تمہاری ایسی خواہشوں کو پورا کروں اور تمہارے ایمان کے لالچ میں غریب مسلمانوں کو اپنے پاس سے نکال دوں۔ میری ذمہ داری تمہیں صحیح دلیل کے ساتھ صاف صاف ڈر سنانا ہے جس سے حق و باطل میں امتیاز ہو جائے۔ **درس:** آیت سے معلوم ہوا کہ غریبوں فقیروں کے ساتھ بیٹھنا انبیاءِ کرام علیہم السّلام کی سنت ہے۔

آیت 116 حضرت نوح علیہ السّلام کی قوم نے کہا: اے نوح! علیہ السّلام، اگر تم دعوت دینے اور ڈر سنانے سے باز نہ آئے تو ضرور تم سنگسار کئے جانے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔

آیت 117، 118 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السّلام نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی: اے میرے رب! بیشک میری قوم نے تیری وحی و رسالت میں مجھے جھٹلایا ہے، پس تو مجھ میں اور ان میں وہ فیصلہ کر دے جس کا ہم میں سے ہر کوئی حق دار ہے اور مجھے

فَتْحًا وَّنَجِّنِيْ وَمَنْ مَّعِيَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۸﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۱۱۹﴾

پورا فیصلہ کر دے اور مجھے اور میرے ساتھ والے مسلمانوں کو نجات دے ○ تو ہم نے اسے اور اس کے ساتھ والوں کو بھری ہوئی کشتی میں بچالیا ○

ثُمَّ اَغْرَقْنَا بَعْدُ الْبٰقِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۚ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۲۱﴾

پھر اس کے بعد ہم نے باقی لوگوں کو غرق کر دیا ○ بیشک اس میں ضرور نشانی ہے اور ان میں اکثر مسلمان نہ تھے ○

وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۲۲﴾ كَذَّبَتْ عَادُ ِۨالْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۲۳﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ

ع ۱۸/۶ ۱۰

اور بیشک تمہارا رب ہی غلبے والا، مہربان ہے ○ عاد نے رسولوں کو جھٹلایا ○ جب ان سے ان کے ہم قوم ہود نے

هُوْدٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿۱۲۵﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۱۲۶﴾

فرمایا: کیا تم ڈرتے نہیں ○ بیشک میں تمہارے لیے امانتدار رسول ہوں ○ تو اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو ○

اور میرے ساتھ والے مسلمانوں کو ان کافروں کی اَذِیّتوں سے نجات دے۔

آیت 119، 120 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السّلام کی دعا قبول فرمائی اور اس نے حضرت نوح علیہ السّلام کو اور ان کے ساتھ والوں کو انسانوں، پرندوں اور جانوروں سے بھری ہوئی کشتی میں سوار کر کے طوفان سے بچالیا اور انہیں نجات دینے کے بعد باقی لوگوں کو طوفان میں غرق کر دیا۔

آیت 121 فرمایا کہ حق سے تکبر کرنے اور غریب مسلمانوں کو حقیر جاننے والوں کی ہلاکت اور مومنوں کی نجات میں بعد والوں کے لئے نصیحت و عبرت کی نشانی ہے اور ان کی قوم کے اکثر لوگ مسلمان نہ تھے۔ **اہم بات:** حضرت نوح علیہ السّلام کی قوم میں سے مسلمان ہونے والے مرد و عورت کی تعداد 80 تھی۔

آیت 122 فرمایا کہ اے حبیب! بیشک تمہارا رب ہی کافروں کو سزا دینے میں غلبے والا اور ان سے عذاب کو مؤخر کر کے مہربانی فرمانے والا ہے۔

آیت 123 فرمایا گیا کہ عاد نے اپنے رسول حضرت ہود علیہ السّلام کو جھٹلا کر تمام رسولوں کو جھٹلایا۔ **اہم بات:** ”عاد“ ایک قبیلہ ہے اور دراصل یہ ایک شخص کا نام تھا جس کی اولاد سے یہ قبیلہ تھا۔

آیت 124-126 ان تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ہود علیہ السّلام کی قوم ”عاد“ نے انہیں اس وقت جھٹلایا جب آپ علیہ السّلام نے ان سے فرمایا: تم جس کفر و شرک میں مبتلا ہو، کیا اس پر تم اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے نہیں۔ بیشک میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک ایسا رسول ہوں جس کی امانت داری تم میں مشہور ہے اور میں اللہ تعالیٰ کی وحی کا امین ہوں تو تم مجھے جھٹلانے میں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرو اور میں جو حکم دوں اس میں میری اطاعت کرو۔ **درس:** انبیاء علیہم السّلام ہمیشہ سچے اور امانت دار ہوتے ہیں اور ان کے پیغام میں ہمیشہ تقویٰ، خدا خوفی اور اطاعت کا درس ہوتا ہے۔ ہر نبی علیہ السّلام نے عمل کا درس دیا، کبھی بے عملی کی طرف نہیں بلایا۔

وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٢٧﴾ اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِيْعٍ اٰيَةً

اور میں تم سے اِس (تبلیغ) پر کچھ اجرت نہیں مانگتا، میرا اجر تو اسی پر ہے جو سارے جہان کا رب ہے ○ کیا تم ہر بلند جگہ پر ایک نشان بناتے ہو

تَعْبَثُوْنَ ﴿١٢٨﴾ وَتَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ ﴿١٢٩﴾ وَاِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِيْنَ ﴿١٣٠﴾

(راہگیروں کا) مذاق اڑاتے ہو ○ اور مضبوط محل بناتے ہو اس امید پر کہ تم ہمیشہ رہو گے ○ اور جب کسی کو پکڑتے ہو تو بڑی بیدردی سے پکڑتے ہو ○

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿١٣١﴾ وَاتَّقُوا الَّذِيْٓ اَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُوْنَ ﴿١٣٢﴾ اَمَدَّكُمْ

تو اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو ○ اور اس سے ڈرو جس نے تمہاری ان چیزوں سے مدد کی جو تمہیں معلوم ہیں ○ اس نے

بِاَنْعَامٍ وَّبَنِيْنَ ﴿١٣٣﴾ وَجَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿١٣٤﴾ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿١٣٥﴾

جانوروں اور بیٹوں کے ساتھ تمہاری مدد کی ○ اور باغوں اور چشموں سے ○ بیشک مجھے تم پر ایک بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے ○

آیت 127 حضرت ہود علیہ السّلام نے قوم سے فرمایا: میں رسالت کی ادائیگی پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا، میرا اجر و ثواب تو اسی کے ذمہ کرم پر ہے جو سارے جہان کا رب ہے کیونکہ اسی نے مجھے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ **درس:** بغیر معاوضے کی دین کی خدمت سنتِ انبیاء ہے اور ایسی خدمت و تبلیغ کا اثر بھی زیادہ ہوتا ہے۔

آیت 128 اس قوم کا معمول یہ تھا کہ انہوں نے سرِ راہ بلند عمارتیں بنالی تھیں، وہاں بیٹھ کر راہ چلنے والوں کو پریشان کرتے اور ان کا مذاق اڑاتے تھے۔ اس پر حضرت ہود علیہ السّلام نے فرمایا: کیا تم راہگیروں کا مذاق اڑانے کے لئے ہر بلند جگہ پر ایک نشان بناتے ہو تاکہ اس پر چڑھ کر گزرنے والوں سے مذاق مسخری کرو۔ **درس:** حضرت ہود علیہ السّلام کی کافر قوم کی خبیث روش کے نظارے ہمارے آج کے معاشرے میں بھی پائے جاتے ہیں، جیسے چوراہوں یا گلیوں میں لوفر، لفنگے قسم کے لڑکے کھڑے ہو کر گزرنے والوں کو تنگ کرتے، مذاق اڑاتے، گزرنے والی خواتین پر آوازیں کستے، راتوں کو گلی محلوں میں کرکٹ یا کوئی اور کھیل کھیل کر، شور مچا کر اہلِ محلہ کو پریشان کرتے ہیں۔ تنگ کرنے اور مذاق اڑانے کی حرکتیں کالجوں، یونیورسٹیوں میں بھی عام ہیں۔

آیت 129 - 131 حضرت ہود علیہ السّلام نے اپنی قوم سے فرمایا: تم اس امید پر مضبوط محل بناتے ہو کہ تم ہمیشہ رہو گے اور کبھی مرو گے نہیں اور جب کسی پر گرفت کرتے ہو تو بڑی بیدردی کے ساتھ تلوار سے قتل کر کے اور دُرّے مار کر انتہائی بے رحمی سے گرفت کرتے ہو، تو تم اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرو اور ان کاموں کو چھوڑ دو اور میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت پر ایمان لانے اور عدل و انصاف وغیرہ کی دعوت دے رہا ہوں اس میں میری اطاعت کرو۔ **درس:** مضبوط محل موت سے بچا نہیں سکتے۔

آیت 132 - 135 حضرت ہود علیہ السّلام نے قوم سے مزید فرمایا: اس سے ڈرو جس نے تمہاری ان نعمتوں سے مدد کی جنہیں تم جانتے ہو، جیسے اس نے جانوروں اور بیٹوں، باغوں اور چشموں سے تمہاری مدد کی، اگر تم نے میری نافرمانی کر کے ان نعمتوں کی ناشکری کی اور کفر و شرک کے راستے پر رہے تو بیشک مجھے تم پر ایک بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے۔ **درس:** خدا کی نعمتوں کا شکر بہت ضروری ہے، یہ خدا کا اہم پر حق ہے۔ ہر چھوٹی بڑی نعمت پر شکر ادا کرنے کی عادت بنائیں اور اپنے بچوں کو بھی سکھائیں۔

قَالُوْا سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَوَعَظْتَ اَمْ لَمْ تَكُنْ مِّنَ الْوٰعِظِيْنَ ﴿١٣٦﴾ اِنْ هٰذَآ اِلَّا

قوم نے کہا: ہمارے اوپر برابر ہے کہ آپ ہمیں نصیحت کریں یا آپ نصیحت کرنے والوں میں سے نہ ہوں ○ وہ تو صرف

خُلُقُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٣٧﴾ وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ﴿١٣٨﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَهْلَكْنٰهُمْ

پہلے لوگوں کی بنائی ہوئی جھوٹی باتیں ہیں ○ اور ہمیں عذاب نہیں دیا جائے گا ○ تو انہوں نے اسے جھٹلایا تو ہم نے انہیں ہلاک کردیا،

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٣٩﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿١٤٠﴾ ع ١٨ / ١١

بیشک اس میں ضرور نشانی ہے اور ان میں اکثر مسلمان نہ تھے ○ اور بیشک تمہارا رب ہی غلبے والا مہربان ہے ○

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٤١﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ صٰلِحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿١٤٢﴾

قومِ ثمود نے رسولوں کو جھٹلایا ○ جب ان سے ان کے ہم قوم صالح نے فرمایا: کیا تم ڈرتے نہیں؟ ○

آیت 136 قومِ عاد نے حضرت ہود علیہ السّلام کی نصیحتوں کا جواب یہ دیا: آپ ہمیں نصیحت کریں یا آپ نصیحت کرنے والوں میں سے نہ ہوں، ہمارے لئے دونوں چیزیں برابر ہیں، ہم کسی طرح آپ کی دعوت قبول نہیں کریں گے۔ **اہم بات:** اس آیت سے معلوم ہوا کہ نصیحت قبول کرنا مسلمان کا کام ہے جبکہ نہ ماننا کافر کا کام ہے مگر افسوس یہ کافرانہ عادت اب مسلمانوں میں بھی کم نہیں کہ عملی طور پر نصیحت کا اثر بہت ہی کم لوگوں پر ظاہر ہوتا ہے۔

آیت 137 اس آیت کا ایک معنی یہ ہے کہ قوم نے کہا: جن چیزوں کا آپ نے خوف دلایا یہ پہلے لوگوں کی باتیں ہیں، وہ ایسی ہی باتیں کہتے تھے۔ اس سے ان کی مراد یہ تھی کہ ہم ان باتوں کا اعتبار نہیں کرتے اور انہیں جھوٹ جانتے ہیں۔

آیت 138 قوم نے مزید یہ کہا: ہمارے اعمال اور ہماری عادات پر دنیا میں ہمیں عذاب نہیں دیا جائے گا اور نہ مرنے کے بعد ہمیں اٹھنا ہے اور نہ آخرت میں حساب دینا ہے۔

آیت 139 فرمایا کہ قومِ عاد نے حضرت ہود علیہ السّلام کو جھٹلایا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیا میں ہوا کے عذاب سے ہلاک کردیا۔ بیشک قومِ عاد کی ہلاکت میں ضرور عبرت کی نشانی ہے کہ انبیاءِ کرام علیہم السّلام کو جھٹلانے والوں کا انجام دردناک ہے اور قومِ عاد کے بہت تھوڑے لوگ ایمان لائے جو بچا لئے گئے۔

آیت 140 فرمایا کہ اے حبیب! جو شخص نصیحت قبول نہ کرے اور متکبروں جیسے اعمال کرے تو بیشک آپ کا رب عزّوجلّ ہی اس پر اور سب پر غالب ہے اور نافرمانوں کو سزا دینے والا ہے اور جو ایمان لائے اس پر مہربان ہے۔

آیت 141، 142 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ قومِ ثمود نے حضرت صالح علیہ السّلام کو اس وقت جھٹلا کر انہیں اور ان سے پہلے رسولوں کو جھٹلایا جب انہوں نے قومِ ثمود سے فرمایا: کیا تم شرک کرنے پر اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے نہیں۔

اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ﴿۱۴۳﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِ ﴿۱۴۴﴾ وَ مَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ

بیشک میں تمہارے لیے امانتدار رسول ہوں ۝ تو اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو ۝ اور میں تم سے اس پر کوئی اجرت نہیں مانگتا،

اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۴۵﴾ اَتُتْرَكُوْنَ فِیْ مَا هٰهُنَاۤ اٰمِنِیْنَ ﴿۱۴۶﴾

میرا اجر تو اسی پر ہے جو سارے جہان کا رب ہے ۝ کیا تم یہاں (دنیا) کی نعمتوں میں امن و امان کی حالت میں چھوڑ دیئے جاؤ گے؟ ۝

فِیْ جَنّٰتٍ وَّ عُیُوْنٍ ﴿۱۴۷﴾ وَّ زُرُوْعٍ وَّ نَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِیْمٌ ﴿۱۴۸﴾ وَ تَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ

باغوں اور چشموں میں ۝ اور کھیتوں اور کھجوروں میں جن کا شگوفہ نرم و نازک ہوتا ہے ۝ اور تم بڑی مہارت دکھاتے ہوئے پہاڑوں سے

بُیُوْتًا فٰرِهِیْنَ ﴿۱۴۹﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِ ﴿۱۵۰﴾ وَ لَا تُطِیْعُوْۤا اَمْرَ الْمُسْرِفِیْنَ ﴿۱۵۱﴾ الَّذِیْنَ

گھر تراشتے ہو ۝ تو اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو ۝ اور حد سے بڑھنے والوں کے کہنے پر نہ چلو ۝ وہ جو

آیت 143، 144 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت صالح علیہ السّلام نے قومِ ثمود سے فرمایا: مجھے اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے تاکہ میں تمہیں اس کے حکم کی خلاف ورزی کرنے پر اس کے عذاب سے ڈراؤں اور جس رسالت کے ساتھ اس نے مجھے تمہاری طرف بھیجا میں اس پر امین ہوں، تو اے میری قوم! تم اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرو اور میری اطاعت کر کے اپنے رب عزّوجلّ کے حکم پر عمل کرو۔ **اہم بات:** حضراتِ انبیاء علیہم السّلام اَسرارِ الٰہیہ اور لوگوں کی عزت، مال آبرو وغیرہ سب کے امین (امانت دار) ہوتے ہیں۔ خیانت اور نبوت جمع نہیں ہو سکتیں۔ ہمارے حضور پُر نور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو اہلِ مکہ بچپن شریف سے محمد امین پکارتے تھے۔

آیت 145 حضرت صالح علیہ السّلام نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے پر تم سے کسی اجرت کا مطالبہ نہیں کرتا، میرا اجر و ثواب تو اسی کے ذمۂ کرم پر ہے جو سارے جہان کا رب عزّوجلّ ہے۔

آیت 146-148 حضرت صالح علیہ السّلام نے مزید نصیحت کرتے ہوئے اپنی قوم سے فرمایا: کیا تمہارا گمان یہ ہے کہ تم دنیا کی نعمتوں جیسے کھیتوں اور کھجوروں میں جن کا شگوفہ نرم و نازک ہوتا ہے، امن و امان کی حالت میں چھوڑ دیئے جاؤ گے کہ یہ نعمتیں تم سے کبھی زائل نہ ہوں گی، تم پر کبھی عذاب نہ آئے گا اور تمہیں کبھی موت نہ آئے گی۔ تمہارا یہ گمان غلط ہے اور ایسا کبھی نہیں ہو گا۔ **درس:** نعمتوں کی فراوانی اکثر غفلت کا سبب بنتی ہے اور نعمتوں میں ڈوبا شخص عموماً موت و قبر و آخرت کے متعلق نہیں سوچتا حالانکہ موت کی فکر اور آخرت کی یاد دلوں کا زنگ اتارنے اور غفلت دور کرنے میں بہت موثر ہے۔

آیت 149-152 حضرت صالح علیہ السّلام نے قوم سے فرمایا: تم بڑی مہارت دکھاتے ہوئے، اپنی صنعت پر غرور کرتے اور اتراتے ہوئے پہاڑوں میں سے گھر تراشتے ہو اور ان گھروں کو بنانے سے تمہارا مقصد رہائش اختیار کرنا نہیں بلکہ صرف اپنی مہارت پر غرور کرنا ہے تو تم اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرو اور میری اطاعت کرتے ہوئے وہ اعمال کرو جن کا تمہیں دنیا اور آخرت میں فائدہ ہو اور حد سے بڑھنے والوں کے کہنے پر نہ چلو۔ حد سے بڑھنے والے وہ ہیں جو کفر، ظلم اور دیگر گناہوں کے ساتھ زمین میں فساد پھیلاتے ہیں اور ایمان لا کر، عدل قائم کر کے اور اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار ہو کر اصلاح نہیں کرتے۔ **اہم بات:** بعض مفسرین نے کہا کہ مُسْرِفِیْنَ سے مراد وہ نو

يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ ﴿۱۵۲﴾ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ ﴿۱۵۳﴾ مَآ اَنْتَ

زمین میں فساد پھیلاتے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے○ قوم نے کہا: تم ان میں سے ہو جن پر جادو ہوا ہے○ تم تو

اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۚ فَاْتِ بِاٰيَةٍ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۵۴﴾ قَالَ هٰذِهٖ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ

ہم جیسے ہی ایک آدمی ہو، اگر تم سچے ہو تو کوئی نشانی لاؤ○ صالح نے فرمایا: یہ ایک اونٹنی ہے، ایک دن اس کے پینے کی باری ہے

وَّلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۱۵۵﴾ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۵۶﴾

اور ایک معیّن دن تمہارے پینے کی باری ہے○ اور تم اس اونٹنی کو برائی کے ساتھ نہ چھونا ورنہ تمہیں بڑے دن کا عذاب پکڑ لے گا○

فَعَقَرُوْهَا فَاَصْبَحُوْا نٰدِمِيْنَ ﴿۱۵۷﴾ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ

تو انہوں نے اس کے پاؤں کی رگیں کاٹ دیں پھر صبح کو پچھتاتے رہ گئے○ تو انہیں عذاب نے پکڑ لیا، بیشک اس میں ضرور نشانی ہے

شخص ہیں جنہوں نے اونٹنی کو قتل کیا تھا۔ **درس:** (1) اوپر سے لے کر یہاں تک سب انبیاء علیہم السّلام کے پیغام میں تقویٰ اور اطاعت کا درس ضرور موجود ہے۔ (2) نافرمانوں کی صحبت اور پیروی خسارہ ہی خسارہ ہے۔

آیت 153، 154 قومِ ثمود نے حضرت صالح علیہ السّلام کی نصیحتوں کے جواب میں کہا: تم ان میں سے ہو جن پر بکثرت جادو ہوا ہے اور (مَعَاذَ اللہ) تم تو ہم جیسے ہی ایک آدمی ہو کہ جیسے ہم کھاتے پیتے ہیں اسی طرح تم بھی کھاتے پیتے ہو، اگر تم رسالت کے دعوے میں سچے ہو تو کوئی نشانی لے کر آؤ۔

آیت 155، 156 حضرت صالح علیہ السّلام نے قوم کے مطالبے پر فرمایا: یہ ایک اونٹنی ہے، ایک دن اس کے پینے کی باری ہے، اور ایک معیّن دن تمہارے پینے کی باری ہے اور تم اس اونٹنی کو برائی کے ساتھ نہ چھونا اور اسے مارنا نہیں، ورنہ تمہیں بڑے دن کا عذاب پکڑ لے گا۔ **اہم بات:** یہ اونٹنی قوم کے معجزہ طلب کرنے پر ان کی خواہش کے مطابق حضرت صالح علیہ السّلام کی دعا سے پتھر سے نکلی تھی۔

آیت 157 ارشاد فرمایا کہ انہوں نے حضرت صالح علیہ السّلام کے سمجھانے کے باوجود اس اونٹنی کے پاؤں کی رگیں کاٹ دیں تو صبح کو پچھتاتے رہ گئے۔ **اہم بات:** پاؤں کی رگیں کاٹنے والے شخص کا نام قدار تھا اور چونکہ لوگ اس کے اس فعل سے راضی تھے اس لئے پاؤں کی رگیں کاٹنے کی نسبت ان سب کی طرف کی گئی اور ان کا پچھتانا پاؤں کی رگیں کاٹ دینے پر عذاب نازل ہونے کے خوف سے تھا، نہ کہ وہ مَعصِیَت پر توبہ کرتے ہوئے نادم ہوئے تھے یا وہ عذاب دیکھ کر نادم ہوئے تھے اور ایسے وقت کی ندامت کا کوئی فائدہ نہیں۔

آیت 158 فرمایا کہ جس عذاب کی انہیں خبر دی گئی تھی اس نے انہیں پکڑ لیا اور وہ ہلاک ہوگئے۔ قومِ ثمود پر آنے والے عذاب میں ضرور عبرت کی نشانی ہے حضرت صالح علیہ السّلام کی انتہائی تبلیغ کے باوجود بہت تھوڑے لوگ ان پر ایمان لائے؛ تو اے پیارے حبیب! اگر آپ پر سارے عرب والے ایمان نہ لائیں تو آپ غم نہ فرمائیں، کہ وہ خود ہی بدنصیب ہیں۔

ع ۸/۱۹/۱۲ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۵۸﴾ وَ اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۵۹﴾ كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطِ ِ

اور ان کے اکثر لوگ مسلمان نہ تھے○ اور بیشک تمہارا رب ہی غلبے والا، مہربان ہے○ لوط کی قوم نے

الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۶۰﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ لُوْطٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۶۱﴾ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿۱۶۲﴾

رسولوں کو جھٹلایا○ جب ان سے ان کے ہم قوم لوط نے فرمایا: کیا تم نہیں ڈرتے؟○ بیشک میں تمہارے لیے امانتدار رسول ہوں○

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوْنِ ﴿۱۶۳﴾ وَمَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى

تو اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو○ اور میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا، میرا اجر تو صرف

رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶۴﴾ اَتَاْتُوْنَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶۵﴾ وَ تَذَرُوْنَ مَا خَلَقَ لَكُمْ

ربُّ العٰلمین کے ذمے ہے○ کیا تم لوگوں میں سے مردوں سے بدفعلی کرتے ہو○ اور اپنی بیویوں کو چھوڑتے ہو جو تمہارے لیے

رَبُّكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ عٰدُوْنَ ﴿۱۶۶﴾ قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰلُوْطُ لَتَكُوْنَنَّ

تمہارے رب نے بنائی ہیں بلکہ تم لوگ حد سے بڑھنے والے ہو○ انہوں نے کہا: اے لوط! اگر تم باز نہ آئے تو ضرور

آیت 159 فرمایا کہ اے حبیب! بیشک آپ کا رب عَزَّوَجَلَّ ہی کافروں پر عذاب نازل کرنے میں غلبے والا اور ایمان لانے والوں کو نجات دے کر ان پر مہربانی فرمانے والا ہے۔

آیت 160-164 ان پانچ آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت لوط علیہ السّلام کی قوم نے اس وقت آپ کو جھٹلا کر تمام رسولوں کو جھٹلایا جب آپ نے ان سے فرمایا: اے میری قوم: کیا تم شرک اور دیگر گناہوں پر اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہیں ڈرتے، بیشک میں تمہارے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے تمہارے لیے اس کی وحی اور رسالت پر امانتدار رسول ہوں تو تم اللہ تعالیٰ کے رسول کو جھٹلا کر اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہونے سے ڈرو اور جو میں تمہیں دعوت دے رہا ہوں اس میں میری اطاعت کرو۔ اور میں اس تبلیغ اور تعلیم پر تم سے کچھ اجرت اور دُنْیَوی مَنافع کا مطالبہ نہیں کرتا، میرا اجر و ثواب تو صرف ربُّ العٰلمین کے ذمۂ کرم پر ہے۔

آیت 165 کیا اپنی خواہش پوری کرنے کے لئے پورے جہان میں تمہیں مرد ہی ملے اور پوری دنیا میں تم ہی ایسے ہو جو کثیر عورتیں موجود ہوتے ہوئے اس قبیح فعل میں ملوث ہو رہے ہو۔ مروی ہے کہ اس قوم کو یہ خبیث عمل شیطان نے سکھایا تھا۔

آیت 166 حضرت لوط علیہ السّلام نے قوم سے فرمایا: تمہارے لیے تمہارے رب عَزَّوَجَلَّ نے جو بیویاں بنائی ہیں، کیا تم ان کو چھوڑ کر مردوں سے بدفعلی جیسی حرام اور خبیث چیز میں مبتلا ہوتے ہو بلکہ تم لوگ اس خبیث عمل کی وجہ سے حد سے بڑھنے والے ہو۔ **اہم بات:** بیوی سے جماع کرنا بھی صرف اسی جگہ حلال ہے جہاں کی شریعت نے اجازت دی ہے اور اس سے بدفعلی کرنا بھی اسی طرح حرام ہے جس طرح مردوں سے بدفعلی کرنا حرام ہے۔

آیت 167 نصیحت کے جواب میں ان لوگوں نے کہا: اے لوط! اگر تم نصیحت کرنے اور اس فعل کو برا کہنے سے باز نہ آئے تو ضرور اس شہر سے نکال دیئے جاؤ گے اور تمہیں یہاں رہنے نہ دیا جائے گا۔

مِنَ الْمُخْرَجِيْنَ ﴿۱۶۷﴾ قَالَ اِنِّيْ لِعَمَلِكُمْ مِّنَ الْقَالِيْنَ ﴿۱۶۸﴾ رَبِّ نَجِّنِيْ

نکال دیئے جاؤ گے ○ لوط نے فرمایا: میں تمہارے کام سے شدید نفرت کرنے والوں میں سے ہوں ○ اے میرے رب! مجھے

وَ اَهْلِيْ مِمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ فَنَجَّيْنٰهُ وَ اَهْلَهٗۤ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۷۰﴾ اِلَّا عَجُوْزًا

اور میرے گھر والوں کو ان کے اعمال سے محفوظ رکھ ○ تو ہم نے اسے اور اس کے سب گھر والوں کو نجات بخشی ○ مگر ایک بڑھیا

فِي الْغٰبِرِيْنَ ﴿۱۷۱﴾ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۱۷۲﴾ وَ اَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ

جو پیچھے رہ جانے والوں میں سے تھی ○ پھر ہم نے دوسروں کو ہلاک کر دیا ○ اور ہم نے ان پر ایک خاص بارش برسائی تو ڈرائے

مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۱۷۳﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷۴﴾ وَ اِنَّ

جانے والوں کی بارش کتنی بری تھی ○ بیشک اس میں ضرور نشانی ہے اور ان میں اکثر مسلمان نہ تھے ○ اور بیشک

آیت 168 حضرت لوط علیہ السّلام نے ان سے فرمایا: میں تمہارے کام سے شدید نفرت کرنے والوں میں سے ہوں۔

آیت 169 حضرت لوط علیہ السّلام نے بارگاہِ الٰہی میں دعا کی: اے میرے رب! مجھے اور میرے گھر والوں کو ان کے اعمال پر آنے والے عذاب سے محفوظ رکھ۔

آیت 170، 171 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السّلام، ان کی بیٹیوں اور ان تمام لوگوں کو جو آپ علیہ السّلام پر ایمان لائے تھے عذاب سے نجات بخشی لیکن ایک بڑھیا جو پیچھے رہ جانے والوں میں سے تھی اسے نجات نہ بخشی۔ **اہم بات:** یہ بڑھیا حضرت لوط علیہ السّلام کی بیوی تھی، یہ چونکہ اپنی قوم کے فعل پر راضی تھی اور جو گناہ پر راضی ہو وہ بھی گناہ کرنے والے کے حکم میں ہوتا ہے اسی لئے وہ بڑھیا عذاب میں گرفتار ہوئی۔

آیت 172، 173 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت لوط علیہ السّلام اور ان پر ایمان لانے والوں کو نجات دینے کے بعد دوسروں کو اللہ تعالیٰ نے ان کی بستیاں الٹ کر ہلاک کر دیا اور ان پر پتھروں یا گندھک اور آگ کی خاص بارش برسائی تو جنہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا گیا اور وہ ایمان نہ لائے، اُن پر کی جانے والی یہ بارش کتنی بری تھی۔

آیت 174 فرمایا کہ جو کچھ حضرت لوط علیہ السّلام کی قوم کے ساتھ کیا گیا، اس میں ان کے بعد والوں کے لئے ضرور عبرت کی نشانی ہے کہ وہ ان جیسا گندا کام نہ کریں اور حضرت لوط علیہ السّلام کی قوم میں سے بھی بہت تھوڑے لوگ ہی آپ پر ایمان لائے تھے، لہٰذا اے حبیب! آپ کم لوگوں کے ایمان لانے پر غمزدہ نہ ہوں۔

آیت 175 فرمایا کہ اے حبیب! بیشک آپ کا رب ہی دشمنوں پر قہر فرمانے میں غالب ہے اور وہی تنبیہ اور نصیحت سے پہلے عذاب نازل نہ فرما کر مہربانی فرمانے والا ہے۔

رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿١٧٥﴾ كَذَّبَ اَصْحٰبُ لْئَيْكَةِ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٧٦﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ ع ٩ ١٦ ١٣

تمہارا رب ہی غلبے والا، مہربان ہے○ اَیکہ (جنگل) والوں نے رسولوں کو جھٹلایا○ جب ان سے شعیب نے

شُعَيْبٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿١٧٧﴾ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿١٧٨﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿١٧٩﴾

فرمایا: کیا تم ڈرتے نہیں؟○ بیشک میں تمہارے لیے امانتدار رسول ہوں○ تو اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو○

وَمَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٨٠﴾ اَوْفُوا الْكَيْلَ

اور میں اس (تبلیغ) پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا، میرا اجر تو اسی پر ہے جو سارے جہان کا رب ہے○ (اے لوگو!) ناپ پورا کرو

وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِيْنَ ﴿١٨١﴾ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ﴿١٨٢﴾ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ

اور ناپ تول کو گھٹانے والوں میں سے نہ ہو جاؤ○ اور بالکل درست ترازو سے تولو○ اور لوگوں کو ان کی چیزیں

اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿١٨٣﴾ وَاتَّقُوا الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالْجِبِلَّةَ

کم کرکے نہ دو اور زمین میں فساد پھیلاتے نہ پھرو○ اور اس سے ڈرو جس نے تمہیں اور پہلی مخلوق

الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٨٤﴾ قَالُوْۤا اِنَّمَاۤ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ ﴿١٨٥﴾ وَمَاۤ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا

کو پیدا کیا○ قوم نے کہا: (اے شعیب!) تم تو ان میں سے ہو جن پر جادو ہوا ہے○ تم تو ہمارے جیسے ایک آدمی ہی ہو

آیت 176 فرمایا کہ جنگل والوں نے حضرت شعیب علیہ السّلام کو جھٹلا کر تمام رسولوں کو جھٹلایا۔ **اہم بات:** اس آیت میں جس جنگل کا ذکر ہوا یہ مَدین شہر کے قریب تھا اور اس میں بہت سے درخت اور جھاڑیاں تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السّلام کو اہلِ مدین کی طرح اُن جنگل والوں کی طرف بھی مبعوث فرمایا۔

آیت 177 - 179 حضرت شعیب علیہ السّلام نے جنگل والوں سے فرمایا: کیا تم کفر و شرک پر اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہیں ڈرتے! بیشک میں تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کی وحی اور رسالت پر امانت دار رسول ہوں تو تم اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرو اور میں تمہیں جو حکم دے رہا ہوں اس میں میری اطاعت کرو۔

آیت 180 سب انبیاءِ کرام علیہم السّلام رسالت کی تبلیغ پر کوئی اجرت نہیں لیتے تھے، لہٰذا سب نے یہی فرمایا کہ میں اس تبلیغ پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا، میرا اجر و ثواب تو اسی کے ذمہ کرم پر ہے جو سارے جہان کا رب ہے۔

آیت 181-184 ان چار آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ ناپ تول میں کمی کرنا، لوگوں کو ان کی چیزیں کم کرکے دینا اور لوٹ مار کرکے اور کھیتیاں تباہ کرکے زمین میں فساد پھیلانا ان لوگوں کی عادت تھی اس لئے حضرت شعیب علیہ السّلام نے انہیں اِن کاموں سے منع فرمایا اور ناپ تول پورا کرنے کا حکم دیا اور اس کے بعد خالقِ کائنات کے عذاب سے ڈرایا۔ **اہم بات:** انبیاء علیہم السّلام صرف عقائد و عبادات ہی سکھانے نہیں آتے بلکہ اعلیٰ اَخلاق، سیاسیات، معاملات کی درستی کی تعلیم بھی دیتے ہیں۔

آیت 185-187 لوگوں نے حضرت شعیب علیہ السّلام کی نصیحت سن کر کہا: اے شعیب! تم تو ان لوگوں میں سے ہو جن پر جادو ہوا ہے

وَ اِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۚ﴿۱۸۶﴾ فَاَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ؕ﴿۱۸۷﴾

اور بیشک ہم تمہیں جھوٹوں میں سے سمجھتے ہیں ○ تو ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا دو اگر تم سچے ہو ○

قَالَ رَبِّیْۤ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸۸﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ ؕ

شعیب نے فرمایا: میرا رب تمہارے اعمال کو خوب جانتا ہے ○ تو انہوں نے اسے جھٹلایا تو انہیں شامیانے والے دن کے عذاب نے پکڑ لیا

اِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۸۹﴾ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَ مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۹۰﴾

بیشک وہ بڑے دن کا عذاب تھا ○ بیشک اس میں ضرور نشانی ہے اور ان کے اکثر لوگ مسلمان نہ تھے ○

ع ۱۰ ۱۴ ۱۶ وَ اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۹۱﴾ وَ اِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ؕ﴿۱۹۲﴾

اور بیشک تمہارا رب ہی غلبے والا، مہربان ہے ○ اور بیشک یہ قرآن ربُّ العالمین کا اتارا ہوا ہے ○

اور تم ہمارے جیسے ایک آدمی ہی ہو اور تم نے جو نبوت کا دعویٰ کیا بیشک ہم تمہیں اس میں جھوٹا سمجھتے ہیں۔ اگر تم نبوت کے دعوے میں سچے ہو تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ وہ عذاب کی صورت میں ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا دے۔ **اہم بات:** نبوت کا انکار کرنے والے اَنبیاءِ کرام علیہم السّلام کے بارے میں عمومی طور پر یہی کہا کرتے تھے حالانکہ انبیاء علیہم السّلام بشر یعنی انسان ہی ہوتے ہیں لیکن بہترین انسان، ان کے روحانی مدارج اور قلبی معارف تک غیر نبی کا تصور بھی نہیں پہنچ سکتا اور ہمارے آقا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو تو خدا نے نور بھی فرمایا ہے۔

آیت 188 حضرت شعیب علیہ السّلام نے ان لوگوں کو جواب دیا: میرا رب عزّوجلّ تمہارے اعمال کو اور جس عذاب کے تم مستحق ہو اسے خوب جانتا ہے، وہ اگر چاہے گا تو آسمان کا کوئی ٹکڑا تم پر گرا دے گا۔

آیت 189 ارشاد فرمایا کہ جنگل والوں نے حضرت شعیب علیہ السّلام کو جھٹلایا تو انہیں شامیانے کے دن کے عذاب نے پکڑ لیا، بیشک وہ بڑے دن کا عذاب تھا جو کہ اس طرح ہوا کہ انہیں شدید گرمی پہنچی، ہوا بند ہوئی اور سات دن گرمی کے عذاب میں گرفتار رہے۔ تہ خانوں میں جاتے وہاں اور زیادہ گرمی پاتے۔ اس کے بعد ایک بادل آیا سب اس کے نیچے آکے جمع ہو گئے تو اس سے آگ برسی اور سب جل گئے۔

آیت 190 فرمایا کہ حضرت شعیب علیہ السّلام اور جنگل والوں کا جو یہ واقعہ بیان کیا گیا اس میں عقلمندوں کے لئے ضرور عبرت کی نشانی ہے اور ان جنگل والوں کے اکثر لوگ مسلمان نہ تھے۔

آیت 191 فرمایا کہ اے حبیب! آپ کا رب عزّوجلّ ہی غالب اور اس کی ایک دلیل انبیاءِ کرام علیہم السّلام کے دشمنوں کے خلاف ان کی مدد فرمانا ہے اور بیشک آپ کا رب عزّوجلّ ہی لوگوں کو مہلت دے کر مہربانی فرمانے والا ہے۔

آیت 192 ارشاد فرمایا کہ یہ قرآن سب جہانوں کے رب تعالیٰ کا اتارا ہوا ہے کسی شاعر، جادوگر یا کاہن کا کلام نہیں جیسا کہ اے کفار تم گمان کرتے ہو۔

نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ﴿١٩٣﴾ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ﴿١٩٤﴾ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ ﴿١٩٥﴾

اسے روحُ الامین لے کر نازل ہوئے ○ تمہارے دل پر تاکہ تم ڈر سنانے والوں میں سے ہوجاؤ ○ روشن عربی زبان میں ○

وَ اِنَّهٗ لَفِيْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٩٦﴾ اَوَ لَمْ يَكُنْ لَّهُمْ اٰيَةً اَنْ يَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿١٩٧﴾

اور بیشک اس کا ذکر پہلی کتابوں میں موجود ہے ○ اور کیا یہ بات ان کے لیے نشانی نہ تھی کہ اس نبی کو بنی اسرائیل کے علماء جانتے ہیں ○

وَ لَوْ نَزَّلْنٰهُ عَلٰى بَعْضِ الْاَعْجَمِيْنَ ﴿١٩٨﴾ فَقَرَاَهٗ عَلَيْهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ﴿١٩٩﴾

اور اگر ہم اسے کسی غیر عربی شخص پر اتارتے ○ پھر وہ ان کے سامنے قرآن کو پڑھتا جب بھی وہ اس پر ایمان لانے والے نہ تھے ○

آیت 193، 194 قرآن پاک کو روح الامین یعنی حضرت جبریل علیہ السّلام لے کر نازل ہوئے اور انہوں نے آپ کے سامنے اس قرآن کی تلاوت کی، یہاں تک کہ آپ نے اسے اپنے دل میں یاد کرلیا کیونکہ دل ہی کسی چیز کو یاد رکھنے اور اسے محفوظ رکھنے کا مقام ہے، تو آپ اسے محفوظ رکھیں اور سمجھیں اور نہ بھولیں۔ **اہم باتیں:** (۱) حضرت جبریل علیہ السّلام کو روح کہنے کی ایک وجہ یہ ہے کہ آپ علیہ السّلام روح سے پیدا کئے گئے ہیں اور روحِ قلب وحیات یعنی وحی پہنچانے کی ذمہ داری آپ کے پاس تھی۔ (۲) دل کی تخصیص اس لئے ہے کہ درحقیقت وہی مُخاطب ہے اور تمیز، عقل اور اختیار کا مقام بھی وہی ہے، تمام اَعضاء اس کے آگے مُسَخَّر اور اطاعت گزار ہیں۔ **عقیدہ:** قرآن پاک اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اس کی صفت ہے جو اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کلام کو عربی الفاظ میں حضرت جبریل علیہ السّلام پر نازل فرمایا اور انہیں ان الفاظ پر امین بنایا، حضرت جبریل علیہ السّلام نے ان الفاظ کو حضور پُرنور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے قلبِ اَطہر پر نازل کیا۔

آیت 195، 196 فرمایا کہ قرآنِ پاک کو عربی زبان میں نازل کیا جس کے معنی ظاہر اور الفاظ کی اپنے معنی پر دلالت واضح ہے تاکہ عرب کے رہنے والوں اور کفارِ قریش کے لئے کوئی عذر باقی نہ رہے اور وہ یہ نہ کہہ سکیں کہ ہم اس کلام کو سن کر کیا کریں گے جسے ہم سمجھ ہی نہیں سکتے اور مزید فرمایا کہ قرآن پاک کا ذکر یا نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کا ذکر تمام آسمانی کتابوں میں موجود ہے۔ **اہم بات:** اس آیت سے عربی زبان کی دیگر زبانوں پر فضیلت بھی ثابت ہوئی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک کو عربی زبان میں نازل فرمایا ہے کسی اور زبان میں نہیں۔

آیت 197 فرمایا کیا یہ بات کفارِ مکہ کے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی نبوت ورسالت کی صداقت پر نشانی نہ تھی کہ اس نبی کو بنی اسرائیل کے علماء اپنی کتابوں سے جانتے ہیں اور لوگوں کو ان کی خبریں دیتے ہیں۔

آیت 198، 199 ان دو آیات کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے یہ قرآنِ کریم ایک فصیح، بلیغ اور عربی نبی پُر اتارا جس کی فصاحت سب اہلِ عرب مانتے ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ قرآنِ کریم کی مثل ایک سورت بنانے سے بھی پوری دنیا عاجز ہے۔ اگر بالفرض یہ قرآن کسی غیر عربی شخص پر نازل کیا جاتا جو عربی کی مہارت نہ رکھتا اور اس کے باوجود وہ ایسا عاجز کر دینے والا قرآن پڑھ کر سناتا جب بھی لوگ اسی طرح کفر کرتے کیونکہ اُن کے کفر و انکار کا سبب کوئی معقول دلیل نہیں بلکہ فضول کی کٹ حجتی اور دشمنی ہے۔ **درس:** حق بات سے دشمنی پال لینا، اسے قبول کرنے کی راہ میں بہت بڑی رکاوٹ ہے کیونکہ ایسے شخص کے اعتراضات کے جتنے بھی تسلی بخش جوابات دیدیں، وہ بے فائدہ ہی رہتے ہیں۔ ایسی عقل دشمنی انسان ہونے کے منافی اور انسانیت کی توہین ہے۔

كَذٰلِكَ سَلَكْنٰهُ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿٢٠٠﴾ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿٢٠١﴾

یونہی ہم نے مجرموں کے دلوں میں اس قرآن کے جھٹلانے کو داخل کردیا ہے۔ وہ اس پر ایمان نہ لائیں گے یہاں تک کہ دردناک عذاب دیکھ لیں۔

فَيَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٢٠٢﴾ فَيَقُوْلُوْا هَلْ نَحْنُ مُنْظَرُوْنَ ﴿٢٠٣﴾ اَفَبِعَذَابِنَا

تو وہ (عذاب) اچانک ان پر آجائے گا اور انہیں خبر (بھی) نہ ہوگی۔ پھر کہیں گے: کیا ہمیں کچھ مہلت ملے گی؟ تو کیا ہمارے عذاب کو

يَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿٢٠٤﴾ اَفَرَءَيْتَ اِنْ مَّتَّعْنٰهُمْ سِنِيْنَ ﴿٢٠٥﴾ ثُمَّ جَآءَهُمْ مَّا كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ﴿٢٠٦﴾

جلدی مانگتے ہیں؟ بھلا دیکھو تو کہ اگر ہم کچھ سال انہیں فائدہ اٹھانے دیں۔ پھر ان پر وہ (عذاب) آجائے جس کا ان سے وعدہ کیا گیا تھا۔

مَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يُمَتَّعُوْنَ ﴿٢٠٧﴾ وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا لَهَا مُنْذِرُوْنَ ﴿٢٠٨﴾ مع

تو کیا وہ سامان ان کے کام آئے گا جس سے انہیں فائدہ اٹھانے (کا موقع) دیا گیا تھا۔ اور ہم نے جو بستی بھی ہلاک کی اس کیلئے ڈر سنانے والے تھے۔

آیت 200 فرمایا کہ ہم نے اسی طرح ان کافروں کے دلوں میں اس قرآن کے جھٹلانے کو داخل کردیا ہے جن کا کفر اختیار کرنا اور اس پر مُصِر رہنا ہمارے علم میں ہے، تو وہ کسی حال میں وہ کفر سے پلٹنے والے نہیں۔ **اہم بات:** معلوم ہوا کہ افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے، بندے افعال کے کاسب یعنی اپنے اختیار سے کرنے والے ہیں۔

آیت 201-203 فرمایا: کفار مکہ قرآن پر ایمان نہ لائیں گے یہاں تک کہ ان پر اچانک عذاب آجائے گا اور جب وہ عذاب کو دیکھیں گے تو کہیں گے: کیا ہمیں کچھ مہلت ملے گی تاکہ ہم ایمان لے آئیں؟ ان سے کہا جائے گا: اب تم سے عذاب مؤخر ہوگا اور نہ تمہیں کوئی مہلت ملے گی۔

آیت 204 جب نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے کفار کو اس عذاب کی خبر دی تو وہ مذاق اڑاتے ہوئے کہنے لگے: یہ عذاب کب آئے گا؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: کیا وہ ہمارا عذاب جلدی مانگتے ہیں؟ مراد یہ ہے کہ عذاب دیکھ کر کفار کا حال تو یہ ہوگا کہ وہ مہلت مانگیں گے جبکہ دنیا میں عذاب آنے کی جلدی مچارہے ہیں۔ **درس:** اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ عافیت کا سوال کرنا چاہیے۔ غصے یا مذاق میں بھی بربادی کی دعا نہیں کرنی چاہیے۔

آیت 205-207 کفار سمجھتے تھے کہ انہیں کوئی عذاب نہیں ہوگا اور وہ طویل عرصے تک امن و سلامتی کے ساتھ دنیا کے مزے کرتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کی سمجھ کے مطابق اگر انہیں لمبے عرصے تک دنیا میں جینے کا موقع مل جائے، پھر وہ عذاب آجائے جس سے انہیں ڈرایا گیا تھا تو اس وقت ان کی لمبی عمر اور عیش و عشرت انہیں کیا فائدہ دے گی یعنی لمبی زندگی کے بعد بھی اگر دائمی ہولناک عذاب میں پڑنا ہے تو ایسی لمبی زندگی کا کیا فائدہ۔ **درس:** ان آیات میں اگرچہ کفار کے بارے میں بیان ہوا لیکن مسلمانوں کو بھی عبرت حاصل کرنی چاہیے جو دنیا اور اس کی آسائشوں کے حصول میں تو مگن ہیں لیکن خدا کی عبادت و اطاعت سے غافل ہیں۔ دنیا کی محبت اور عبادت سے غفلت کہیں آخرت تباہ نہ کردے۔

آیت 208،209 فرمایا: ہم پہلے ظالم لوگوں کے پاس ڈر سنانے والے بھیج کر ان پر حجت قائم کردیتے ہیں، اس کے بعد بھی جو لوگ حق کو قبول نہیں کرتے ان پر عذاب نازل کردیتے ہیں تاکہ ان کی ہلاکت دوسروں کے لئے عبرت ہو اور وہ ان جیسی نافرمانی کرنے

ذِكۡرٰى ۛ وَمَا كُنَّا ظٰلِمِيۡنَ ﴿٢٠٩﴾ وَمَا تَنَزَّلَتۡ بِهِ الشَّيٰطِيۡنُ ﴿٢١٠﴾ وَمَا يَنۡۢبَغِىۡ لَهُمۡ

نصیحت کرنے کے لیے اور ہم ظالم نہ تھے ○ او راس قرآن کو لے کر شیطان نہ اترے ○ اور نہ ہی وہ اس قابل تھے

وَمَا يَسۡتَطِيۡعُوۡنَ ﴿٢١١﴾ اِنَّهُمۡ عَنِ السَّمۡعِ لَمَعۡزُوۡلُوۡنَ ﴿٢١٢﴾ فَلَا تَدۡعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ

اور نہ وہ (اس کی) طاقت رکھتے ہیں ○ وہ تو سننے کی جگہ سے دور کر دیئے گئے ہیں ○ تو اللہ کے سوا کسی دوسرے معبود کی عبادت نہ کرنا

فَتَكُوۡنَ مِنَ الۡمُعَذَّبِيۡنَ ﴿٢١٣﴾ وَاَنۡذِرۡ عَشِيۡرَتَكَ الۡاَقۡرَبِيۡنَ ﴿٢١٤﴾ وَاخۡفِضۡ جَنَاحَكَ

ورنہ تو عذاب والوں میں سے ہو جائے گا ○ اور اے محبوب! اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈراؤ ○ اور اپنے پیروکار مسلمانوں کے لیے

لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿٢١٥﴾ فَاِنۡ عَصَوۡكَ فَقُلۡ اِنِّىۡ بَرِىۡٓءٌ مِّمَّا تَعۡمَلُوۡنَ ﴿٢١٦﴾

اپنی رحمت کا بازو بچھاؤ ○ پھر اگر وہ تمہارا حکم نہ مانیں تو فرمادو میں تمہارے اعمال سے بیزار ہوں ○

سے بچ جائیں۔ مزید فرمایا کہ ہر طرح سے سمجھا کر حجت قائم کر دینے کے بعد راہِ راست پر نہ آنے کی صورت میں کافروں پر عذاب نازل کر کے ہلاک کر دینا ان پر کسی طرح کا ظلم نہیں ہے کہ انہوں نے اپنی سرکشی سے خود کو عذاب کا مستحق بنا لیا۔

آیت 210-212 ان آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اس قرآن کو لے کر شیطان نہ اترے اور نہ ہی وہ اس قابل تھے کہ قرآن لے کر آئیں اور یہ اُن کی طاقت سے باہر ہے۔ وہ تو فرشتوں کا کلام سننے کی جگہ یعنی آسمان سے شعلے مار کر دور کر دیئے جاتے ہیں یعنی انبیاءِ کرام علیہم السّلام کی طرف جو وحی ہوتی ہے، اسے اللہ تعالیٰ نے محفوظ کر دیا ہے۔ جب تک کہ فرشتہ اس کو بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم میں پہنچا نہ دے اس سے پہلے شیاطین اس کو نہیں سن سکتے۔

آیت 213 اس آیت میں ہر سننے والے سے خطاب فرمایا کہ (اے مخاطب!) جب کافروں کا حال تو نے جان لیا تو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے معبود کی عبادت نہ کرنا، اگر تو نے ایسا کیا تو عذاب پانے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔

آیت 214 اس آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو قریبی رشتہ داروں کو اسلام کی تبلیغ کرنے کا حکم دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے قریبی رشتہ دار بنی ہاشم اور بنی مُطَّلِب ہیں، چنانچہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے اُنہیں اعلانیہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا اور خدا کا خوف دلایا۔ **درس:** جیسے دنیا میں اپنے رشتے داروں کی فکر پہلے کرتے ہیں ایسے ہی ان کی آخرت کی فکر بھی دوسروں سے پہلے کرنی چاہیے کہ ان کا قریبی تعلق ہے۔

آیت 215، 216 فرمایا: اے حبیب، جو لوگ آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم پر ایمان رکھتے ہیں، ان پر آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم لطف و کرم فرمائیں اور جو لوگ آپ کا حکم نہ مانیں تو آپ ان سے اور ان کے اعمال سے بیزاری کا اظہار کر دیں۔ **درس:** نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم صحابہ کرام سے بہت شفقت، نرمی اور عاجزی کا سلوک فرماتے تھے اور بہترین قائد کی یہی نشانی ہوتی ہے۔

Go to Index

وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ﴿٢١٧﴾ الَّذِيْ يَرٰىكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ﴿٢١٨﴾ وَتَقَلُّبَكَ

اور اس پر بھروسہ کرو جو عزت والا، رحم فرمانے والا ہے ○ جو تمہیں دیکھتا ہے جب تم کھڑے ہوتے ہو ○ اور نمازیوں میں تمہارے

فِي السّٰجِدِيْنَ ﴿٢١٩﴾ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿٢٢٠﴾ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيْنُ ﴿٢٢١﴾

دورہ فرمانے کو (دیکھتا ہے۔)○ بیشک وہی سننے والا جاننے والا ہے ○ کیا میں تمہیں بتادوں کہ شیطان کس پر اترتے ہیں؟○

تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ﴿٢٢٢﴾ يُّلْقُوْنَ السَّمْعَ وَاَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ ﴿٢٢٣﴾ وَالشُّعَرَآءُ

شیطان بڑے بہتان باندھنے والے، گناہگار پر اترتے ہیں○ شیطان اپنی سنی ہوئی باتیں (ان پر) ڈالتے ہیں اور ان میں اکثر جھوٹے ہیں○ اور شاعروں کی

آیت 217، 218 فرمایا کہ اے حبیب! آپ اپنے تمام کام اللہ تعالیٰ کے سپرد فرمادیں جو کہ اپنے دشمنوں کو مغلوب کرنے اور اپنے محبوب بندوں کی مدد کرنے پر قادر ہے۔ اس خدا پر بھروسہ کریں جو آپ کو اس وقت بھی دیکھتا ہے جب آپ آدھی رات کے وقت تہجد کے لئے یا دعا کے لئے کھڑے ہوتے ہیں بلکہ ہر مقام پر آپ کو دیکھتا ہے۔ **اہم بات:** توکل کا معنی یہ ہے کہ آدمی اپنا کام اس کے سپرد کردے جو اس کے کام کا مالک اور اسے نفع ونقصان پہنچانے پر قادر ہے اور وہ صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

آیت 219 اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس وقت بھی دیکھتا ہے جب آپ اپنے تہجد پڑھنے والے اصحاب کے حالات ملاحظہ فرمانے کے لئے رات کے وقت دور فرماتے ہیں یا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس وقت بھی دیکھتا ہے جب آپ امام بن کر نماز پڑھاتے ہیں اور قیام، رکوع، سجود اور قعدہ کی حالت میں ہوتے ہیں۔

آیت 220 فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ ہی سننے والا اور جاننے والا ہے۔

آیت 221 - 223 بعض مشرکین یہ کہتے تھے کہ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر (مَعَاذَ اللہ) شیطان اُترتے ہیں۔ اُن کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے مشرکین! کیا میں تمہیں بتادوں کہ شیطان کس پر اترتے ہیں؟ یہ فرمانے کے بعد بتایا کہ شیطان بڑے بہتان باندھنے والے، گناہگار اور کاہنوں پر اترتے ہیں اور شیطان فرشتوں سے سنی ہوئی باتیں ان کاہنوں کے سامنے ذکر کرتے ہیں اور ان میں اکثر جھوٹے ہیں کیونکہ وہ فرشتوں سے سنی ہوئی باتوں میں اپنی طرف سے بہت سی جھوٹی باتیں ملادیتے ہیں۔ **اہم بات:** بڑا بہتان باندھنے والوں میں نبوت کے جھوٹے دعوے دار شامل ہیں جیسے مسیلمہ کذاب اور مرزا قادیانی۔ خصوصا مرزا قادیانی کی کتابوں میں جتنی گھٹیا اور کثیر گالیاں ہیں اس سے تو عین الیقین ہوجاتا ہے کہ اس پر شیطان ہی اترتا تھا کہ سچے نبی علیہ السلام کی زبان تو بہت پاکیزہ ہوتی ہے۔ قادیانی جیسی گندی زبان تو کسی جھوٹے نبی ہی کی ہوسکتی ہے۔

آیت 224 **شانِ نزول:** کچھ کافر رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے خلاف شعر بناتے اور کہتے تھے کہ جیسا محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کہتے ہیں ایسا ہم بھی کہہ لیتے ہیں اور اُن کی قوم کے گمراہ لوگ اُن سے ان اَشعار کو نقل کرتے تھے۔ اس آیت میں ان لوگوں کی مذمت فرمائی گئی ہے کہ شاعروں کی اُن کے اشعار میں پیروی تو گمراہ لوگ کرتے ہیں کہ اُن اشعار کو پڑھتے ہیں، رواج دیتے ہیں حالانکہ وہ اشعار جھوٹے اور باطل ہوتے ہیں۔ **درس:** شاعروں کا جھوٹے اور باطل اَشعار لکھنا، انہیں پڑھنا، دوسروں کو سنانا اور انہیں معاشرے میں رائج کرنا گمراہ لوگوں کا کام ہے اور شاعروں میں باطل، فضول اور ہزلیات کی ہمیشہ کثرت ہوتی ہے بلکہ فی زمانہ تو ان میں دین بیزار لوگوں کی زیادتی ہے۔

يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ﴿٢٢٤﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ ﴿٢٢٥﴾ وَ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ

پیروی تو گمراہ لوگ کرتے ہیں ○ کیا تم نے نہ دیکھا کہ شاعر ہر وادی میں بھٹکتے پھرتے ہیں ○ اور یہ کہ وہ ایسی بات کہتے ہیں

مَا لَا يَفْعَلُوْنَ ﴿٢٢٦﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ ذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا

جو کرتے نہیں ○ مگر وہ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے اعمال کئے اور اللہ کو کثرت سے یاد کیا

ع ١١ ٣٦ ١٥ وَّ انْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا ؕ وَ سَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْۤا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ﴿٢٢٧﴾

اور مظلوم ہونے کے بعد بدلہ لیا اور عنقریب ظالم جان لیں گے کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے ○

آیت 225 اس کا معنی یہ ہے کہ عرب کے شاعر کلام اور فن کی ہر قسم میں شعر کہتے ہیں، کبھی وہ اشعار کی صورت میں کسی کی تعریف کرتے ہیں اور کبھی کسی کی برائی بیان کرتے ہیں۔ ان کے اشعار میں اکثر بے حیائی کی باتیں، گالی گلوچ، لعن طعن، بہتان اور الزام تراشی، فخر و تکبر کا اظہار، حسد، وغیرہ مذموم چیزیں ہوتی ہیں۔ آج کے شعراء میں یہ بھی برائیاں عام ہیں۔

آیت 226 یہاں شاعروں کے قول اور عمل میں تضاد بیان کیا گیا کہ وہ اپنے اشعار میں سخاوت کی تعریف بیان کرتے اور اس کی ترغیب دیتے ہیں لیکن خود سخاوت کرنے سے اعراض کرتے ہیں اور بخل کی مذمت بیان کرتے ہیں جبکہ خود انتہائی کنجوسی سے کام لیتے ہیں۔ یہ بھی آج کے شعراء میں کثرت سے دیکھی جانے والی بری صفت ہے۔

آیت 227 اس آیت میں اچھے اور بامقصد لکھنے والے مسلمان شاعروں کا اِستثناء فرمایا گیا کیونکہ ان کے کلام میں کافر شاعروں کی طرح مذموم باتیں نہیں ہوتیں بلکہ وہ اشعار کی صورت میں اللہ تعالیٰ کی حمد، حضور پُر نور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی نعت، اور وعظ و نصیحت لکھتے ہیں۔ مزید فرمایا: **اور اللہ کو کثرت سے یاد کیا۔** یعنی صالحین کیلئے شاعری اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرنے اور تلاوتِ قرآن کرنے سے غفلت کا سبب نہ بن سکی بلکہ ان لوگوں نے جب شعر کہے بھی تو ان میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء اور اس کی توحید بیان کی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی نعت، صحابۂ کرام اور امت کے نیک لوگوں کی تعریف بیان کی۔ مزید فرمایا: **اور مظلوم ہونے کے بعد بدلہ لیا۔** یعنی اگر ان کے اشعار میں کسی کی برائی بیان بھی ہوئی ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ کفار نے مسلمانوں کی اور اُن کے پیشواؤں کی جھوٹی برائی بیان کرکے ان پر ظلم کیا تو ان حضرات نے شعروں کے ذریعے اس ظلم کا بدلہ لیا اور کافروں کو اشعار کی صورت میں ان کی بدگوئیوں کے جواب دیئے، لہٰذا وہ مذموم نہیں ہیں بلکہ وہ اس پر اجر و ثواب کے مستحق ہیں۔ جیسے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ۔ آخر میں فرمایا: **اور عنقریب ظالم جان لیں گے۔** یعنی جن مشرکین نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی جھوٹی برائیاں بیان کی ہیں حالانکہ ان کی شان تو یہ ہے کہ وہ پاک ہیں اور پاک کرنے والے ہیں تو یہ مشرکین عنقریب مرنے کے بعد جان لیں گے کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ **اہم بات:** اشعار فی نفسہ برے نہیں کیونکہ وہ ایک کلام ہے، اگر اشعار اچھے ہیں تو وہ اچھا کلام ہے اور برے اشعار ہیں تو وہ برا کلام ہے۔ **درس:** حمد و نعت، وعظ و نصیحت اور زہد و ادب وغیرہ پر مشتمل شاعری کی اردو میں بہترین مثال اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کا لکھا ہوا کلام بنام **"حدائقِ بخشش"** ہے، جس میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اچھی شاعری کے تمام پہلو انتہائی احسن انداز میں بیان کئے ہیں۔ فارسی میں مولانا روم، شیخ فرید الدین عطار، حضرت عبد الرحمن جامی رحمۃ اللہ علیہم اچھی شاعری کی بہترین مثالیں ہیں۔

اٰیاتھا ٩٣ | ٢٧ سُوْرَةُ النَّمْلِ مَكِّيَّةٌ ٤٨ | رکوعاتھا ٧

سورۂ نمل مکیہ ہے، اس میں ترانوے آیتیں اور سات رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

طٰسٓ تِلْكَ اٰيٰتُ الْقُرْاٰنِ وَكِتَابٍ مُّبِيْنٍ ۙ﴿١﴾ هُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ﴿٢﴾ الَّذِيْنَ

طٰسٓ، یہ قرآن اور روشن کتاب کی آیتیں ہیں ○ ایمان والوں کیلئے ہدایت اور خوشخبری ہے ○ وہ جو

سورۂ نمل کا تعارف یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں 7 رکوع اور 93 آیتیں ہیں۔ نَمل کا معنی ہے چیونٹی، اور اس سورت کی آیت نمبر 18 میں ایک چیونٹی کا ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے، اس مناسبت سے اس سورت کا نام ''سورۂ نمل'' رکھا گیا۔ **مضامین:** اس کی ابتداء میں قرآن پاک کے اوصاف بیان کئے گئے، نیک اعمال کرنے والے مسلمانوں کو جنت کی بشارت دی گئی اور آخرت کا انکار کرنے والوں کو آخرت میں سب سے بڑے نقصان اور برے عذاب کی وعید سنائی گئی۔ مزید اس میں یہ پانچ واقعات بیان کئے گئے ہیں۔ (1) حضرت موسیٰ علیہ السّلام کا واقعہ۔ (2) حضرت سلیمان علیہ السّلام اور چیونٹی کا واقعہ۔ (3) حضرت سلیمان علیہ السّلام اور ملکہ بلقیس کا واقعہ۔ (4) حضرت صالح علیہ السّلام اور ان کی قوم کا واقعہ۔ (5) حضرت لوط علیہ السّلام اور ان کی قوم کا واقعہ۔ اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی وحدانیت پر دلائل بیان کئے گئے کہ اس نے زمین و آسمان اور بحر و بَر کو پیدا کیا، زمین کے خزانوں سے فائدہ اٹھانے کا انسان کو اِلہام کیا، خشکی اور تری کی اندھیریوں میں انسان کو راہ دکھائی اور اسے کثیر رزق عطا کیا۔ یہ بتایا گیا کہ قیامت کی ہَولناکیاں اچانک آ جائیں گی، نیز اللہ تعالیٰ کے علم کی وسعت اور دن اور رات کے آنے جانے سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت پر اِستدلال کیا گیا۔ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے اور حشر و نشر کا انکار کرنے والے مشرکین کا رد کیا گیا۔ قیامت کی چند علامات بیان کی گئیں جیسے دَآبَّةُ الْاَرْضِ کا نکلنا، پہاڑوں کا اُڑنا اور صُور میں پھونک ماری جانا وغیرہ۔ قیامت کے دن لوگوں کی دو اَقسام اور ان کی جزاء بیان کی گئی ہے۔

آیت 1 یہ حروفِ مُقَطَّعات میں سے ہے، اس کی مراد اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ یہ سورت قرآن اور روشن کتاب یعنی لوحِ محفوظ کی آیتیں ہیں جو حق اور باطل میں امتیاز کرتی ہے۔ **اہم بات:** یہاں روشن کتاب سے مراد لوحِ محفوظ ہے اور لوحِ محفوظ کی آیات اس لئے کہا کہ قرآن زمین پر تشریف لانے سے پہلے لوح محفوظ پر لکھا گیا یا روشن کتاب سے مراد بھی قرآنِ پاک ہی ہے۔

آیت 2، 3 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن ان لوگوں کے لئے ہدایت اور بشارت ہے جو اس پر ایمان لاتے ہیں، فرض نمازیں ہمیشہ پڑھتے ہیں اور نماز کی شرائط و آداب اور جملہ حقوق کی حفاظت کرتے ہیں اور جب ان کے مال پر زکوٰۃ فرض ہو جائے تو خوش دلی سے زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔

يُقِيۡمُوۡنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤۡتُوۡنَ الزَّكٰوةَ وَهُمۡ بِالۡاٰخِرَةِ هُمۡ يُوۡقِنُوۡنَ ۞۳ اِنَّ الَّذِيۡنَ

نماز قائم رکھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں O بیشک وہ لوگ جو

لَا يُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَةِ زَيَّنَّا لَهُمۡ اَعۡمَالَهُمۡ فَهُمۡ يَعۡمَهُوۡنَ ۞۴ اُولٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ لَهُمۡ

آخرت پر ایمان نہیں لاتے ہم نے ان کے برے اعمال ان کی نگاہ میں خوشنما بنا دیئے ہیں تو وہ بھٹک رہے ہیں O یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے

سُوۡٓءُ الۡعَذَابِ وَهُمۡ فِى الۡاٰخِرَةِ هُمُ الۡاَخۡسَرُوۡنَ ۞۵ وَاِنَّكَ لَتُلَقَّى الۡقُرۡاٰنَ

برا عذاب ہے اور یہی آخرت میں سب سے زیادہ نقصان اٹھانے والے ہیں O اور (اے محبوب!) بیشک آپ کو قرآن سکھایا جاتا ہے

مِنۡ لَّدُنۡ حَكِيۡمٍ عَلِيۡمٍ ۞۶ اِذۡ قَالَ مُوۡسٰى لِاَهۡلِهٖۤ اِنِّىۡۤ اٰنَسۡتُ نَارًا ؕ

حکمت والے، علم والے کی طرف سے O (یاد کرو) جب موسیٰ نے اپنی گھر والی سے کہا: میں نے ایک آگ دیکھی ہے (تو میں جاتا ہوں اور)

سَاٰتِيۡكُمۡ مِّنۡهَا بِخَبَرٍ اَوۡ اٰتِيۡكُمۡ بِشِهَابٍ قَبَسٍ لَّعَلَّكُمۡ تَصۡطَلُوۡنَ ۞۷ فَلَمَّا جَآءَهَا

عنقریب میں تمہارے پاس اس کی کوئی خبر لاتا ہوں یا کوئی چمکتی ہوئی چنگاری لاؤں گا تاکہ تم گرمی حاصل کرو O پھر جب موسیٰ آگ کے پاس آئے

آیت 4،5 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے، ہم نے ان کے برے اعمال ان کی نگاہ میں خوشنما بنا دیئے ہیں کہ وہ اپنی برائیوں کو خواہشات کی وجہ سے بھلائی جانتے ہیں، پس وہ اپنی گمراہی میں بھٹک رہے ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے دنیا میں قتل اور گرفتاری کا برا عذاب ہے اور یہی آخرت میں سب سے زیادہ نقصان اٹھانے والے ہیں کہ ان کا انجام دائمی عذاب ہے۔ **درس:** برائی شروع میں بری لگتی ہے لیکن بار بار کرنے سے وہی معمولی سی محسوس ہوتی ہے اور دلوں پر زنگ چڑھ جائے تو برائی اچھی لگنے لگتی ہے۔

آیت 6 ارشاد فرمایا کہ اے پیارے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، آپ اپنی طرف سے قرآن مجید کی آیات نہیں بناتے بلکہ آپ کو رب تعالیٰ کی طرف سے قرآن سکھایا جاتا ہے جو حکمت اور علم والا ہے، لہٰذا کفار کا یہ اعتراض باطل ہے کہ آپ اپنی طرف سے قرآن پاک کی آیتیں بناتے ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) حضرت جبریل علیہ السّلام حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے استاد نہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے سیکھا ہے جبکہ حضرت جبریل علیہ السّلام قاصد بن کر حاضر ہوتے رہے۔ (2) حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی طرح قرآن کوئی نہیں سمجھ سکتا کیوں کہ سب لوگ مخلوق سے قرآن سیکھتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے خالق سے سیکھا۔

آیت 7-12 ان 6 آیات میں بیان کئے گئے واقعے کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام مَدیَن سے مصر کی طرف جا رہے تھے، دورانِ سفر یوں ہوا کہ رات کے وقت کافی اندھیرا اور برف باری ہونے کی وجہ سے سخت سردی تھی، آپ علیہ السّلام راستہ بھی بھول گئے تھے اور اسی رات آپ کی زوجہ مطہرہ کو دردِ زِہ (یعنی بچے کی ولادت کا درد) بھی شروع ہو گیا۔ اسی حال میں حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے دور سے ایک روشنی ملاحظہ فرمائی۔ آپ نے اپنی اہلیہ سے کہا: میں نے ایک آگ دیکھی ہے، یہیں ٹھہرو، میں اس طرف جاتا ہوں اور تھوڑی دیر میں راستے کی کوئی خبر لاتا ہوں یا اس میں سے کوئی چمکتی ہوئی چنگاری لے آؤں گا تاکہ تم اس سے گرمی حاصل کرو اور سردی کی تکلیف سے

Go to Index

نُوۡدِیَ اَنۡۢ بُوۡرِكَ مَنۡ فِی النَّارِ وَ مَنۡ حَوۡلَهَا ؕ وَ سُبۡحٰنَ اللّٰهِ

تو (انہیں) ندا کی گئی کہ اُس (موسیٰ) کو جو اس آگ کی جلوہ گاہ میں ہے اور جو اس (آگ) کے آس پاس (فرشتے) ہیں انہیں برکت دی گئی اور اللہ پاک ہے

رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۸﴾ یٰمُوۡسٰۤی اِنَّهٗۤ اَنَا اللّٰهُ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ۙ﴿۹﴾ وَ اَلۡقِ عَصَاكَ ؕ

جو سارے جہانوں کا رب ہے ○ اے موسیٰ! بات یہ ہے کہ میں ہی اللہ ہوں جو عزت والا حکمت والا ہے ○ اور اپنا عصا (زمین پر) ڈال دو

فَلَمَّا رَاٰهَا تَهۡتَزُّ کَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰی مُدۡبِرًا وَّ لَمۡ یُعَقِّبۡ ؕ یٰمُوۡسٰی لَا تَخَفۡ ۟

توجب آپ نے اسے لہراتے ہوئے دیکھا کہ گویا سانپ ہے تو پیٹھ پھیر کر چلے اور مڑ کر نہ دیکھا۔ (ہم نے فرمایا) اے موسیٰ! ڈرو نہیں،

اِنِّیۡ لَا یَخَافُ لَدَیَّ الۡمُرۡسَلُوۡنَ ﴿٭ۖ۱۰﴾ اِلَّا مَنۡ ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسۡنًۢا بَعۡدَ سُوۡٓءٍ

بیشک میری بارگاہ میں رسول ڈرتے نہیں ○ لیکن جس شخص نے کوئی زیادتی کی پھر برائی کے بعد (اپنے عمل کو) نیکی سے بدل دیا

فَاِنِّیۡ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۱۱﴾ وَ اَدۡخِلۡ یَدَكَ فِیۡ جَیۡبِكَ تَخۡرُجۡ بَیۡضَآءَ مِنۡ غَیۡرِ سُوۡٓءٍ ۟

تو بیشک میں بخشنے والا مہربان ہوں ○ اور اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈالو تو وہ بغیر کسی عیب کے سفید چمکتا ہوا نکلے گا،

فِیۡ تِسۡعِ اٰیٰتٍ اِلٰی فِرۡعَوۡنَ وَ قَوۡمِهٖ ؕ اِنَّهُمۡ کَانُوۡا قَوۡمًا فٰسِقِیۡنَ ﴿۱۲﴾

(یہ بھی) فرعون اور اس کی قوم کی طرف نو نشانیوں میں سے ہے، بیشک وہ (فرعونی) نافرمان لوگ تھے ○

امن پاؤ۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اس آگ کے پاس آئے تو انہیں ندا کی گئی: اُس موسیٰ کو برکت دی گئی جو اِس آگ کی جگہ میں ہے اور جو اِس آگ کے آس پاس فرشتے ہیں انہیں برکت دی گئی اور اللہ تعالیٰ پاک ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے۔ اے موسیٰ! میں ہی اللہ ہوں جو عزت والا حکمت والا ہے اور اپنا عصا زمین پر ڈال دو۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے عصا ڈال دیا تو وہ سانپ بن گیا۔ جب آپ نے اسے لہراتے ہوئے دیکھا تو خوف کی وجہ سے پیٹھ پھیر کر چلے اور مڑ کر نہ دیکھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ! ڈرو نہیں، بیشک میری بارگاہ میں سانپ یا کسی اور چیز سے رسول ڈرتے نہیں، جب میں انہیں امن دوں تو پھر کسی چیز کا کیا اندیشہ ہے، لیکن جس شخص نے کوئی زیادتی کی اس کو ڈر ہو گا یہاں تک کہ وہ اس سے توبہ کر لے اور برائی کے بعد اپنے عمل کو نیکی سے بدل دے تو بیشک میں بخشنے والا مہربان ہوں، توبہ قبول فرماتا ہوں اور بخش دیتا ہوں۔ اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دوسری نشانی دکھائی گئی اور فرمایا گیا: اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈال کر باہر نکالو تو وہ بغیر کسی عیب کے سفید چمکتا ہوا نکلے گا۔ آپ علیہ السلام نے اپنا ہاتھ گریبان میں ڈال کر نکالا تو وہ چمک رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ بھی فرعون اور اس کی قوم کی طرف بھیجتے وقت اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نو نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے، بیشک وہ فرعونی نافرمان لوگ ہیں اور کفر و سرکشی میں حد سے بڑھ چکے ہیں۔ **اہم باتیں:** حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جو نو نشانیاں عطا کی گئیں وہ یہ ہیں: (۱) عصا۔ (۲) یدِ بَیضا۔ (۳) بولنے میں دِقّت جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان مبارک میں تھی پھر اللہ تعالیٰ نے اسے دور فرما دیا۔ (۴) دریا کا پھٹنا اور اس میں رستے بننا۔ (۵) طوفان۔ (۶) ٹڈی۔ (۷) گُھن۔ (۸) مینڈک۔ (۹) خون۔

فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ اٰيٰتُنَا مُبْصِرَةً قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿١٣﴾ وَجَحَدُوْا بِهَا

پھر جب ان کے پاس آنکھیں کھولتی ہوئی ہماری نشانیاں آئیں تو وہ کہنے لگے: یہ تو کھلا جادو ہے ○ اور انہوں نے ظلم اور تکبر کی وجہ سے

وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا ؕ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿١٤﴾ ع وَلَقَدْ اٰتَيْنَا ع ١ ١٤ ١٦

ان نشانیوں کا انکار کیا حالانکہ ان کے دلوں کو ان نشانیوں کا یقین آچکا تھا تو دیکھو فساد کرنے والوں کا انجام کیسا ہوا؟ ○ اور بیشک ہم نے

دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ عِلْمًا ۚ وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ فَضَّلَنَا عَلٰى كَثِيْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٥﴾

داؤد اور سلیمان کو بڑا علم عطا فرمایا اور دونوں نے کہا: تمام تعریفیں اس اللہ کیلئے ہیں جس نے ہمیں اپنے بہت سے ایمان والے بندوں پر فضیلت بخشی ○

وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ وَقَالَ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَاُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ؕ

اور سلیمان داؤد کے جانشین بنے اور فرمایا: اے لوگو! ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی ہے اور ہر چیز میں سے ہم کو عطا ہوا،

آیت 13،14 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جب فرعونیوں کے پاس آنکھیں کھول دینے والی اللہ تعالیٰ کی نشانیاں یوں آئیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے فرعونیوں کے پاس تشریف لا کر ان نشانیوں کو ظاہر فرمایا تو وہ کہنے لگے: ہم جو دیکھ رہے ہیں یہ تو کھلا جادو ہے۔ انہوں نے صرف ظلم اور تکبر کی وجہ سے ان معجزات کا انکار کیا حالانکہ ان کے دل، دماغ ان نشانیوں کا یقین کر چکے تھے لیکن اس کے باوجود اپنی زبانوں سے انکار کرتے رہے۔ تو دیکھو فساد کرنے والوں کا انجام کیسا ہوا کہ وہ لوگ دریا میں غرق کر کے ہلاک کر دیئے گئے۔

آیت 15 اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السّلام کو قضا اور سیاست کا علم دیا، حضرت داؤد علیہ السّلام کو پہاڑوں اور پرندوں کی تسبیح کا اور حضرت سلیمان علیہ السّلام کو چوپایوں اور پرندوں کی بولی کا علم دیا۔ دونوں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے کہا: تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جس نے ہمیں نبوت و ملک عطا فرما کر، جن و اِنس اور شیاطین کو ہمارے لئے مُسخّر کر کے اپنے بہت سے ایمان والے بندوں پر ہمیں فضیلت بخشی۔ **درس:** اس آیت میں اہلِ علم کے لئے ترغیب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے انہیں جو علم عطا کیا اس پر وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں اور عاجزی و اِنکساری کا اظہار کریں اور یہ ذہن میں رکھیں کہ اگرچہ انہیں کثیر لوگوں پر فضیلت دی گئی ہے لیکن بہت سے بندوں کو ان پر بھی فضیلت حاصل ہے کہ ہر علم والے کے اوپر اس سے بڑھ کر علم والا موجود ہے۔

آیت 16 فرمایا کہ حضرت سلیمان علیہ السّلام حضرت داؤد علیہ السّلام کے جانشین بنے اور لوگوں سے فرمایا: اے لوگو! ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی ہے اور دنیا و آخرت کی بکثرت نعمتیں ہمیں عطا کی گئی ہیں، بیشک یہی اللہ تعالیٰ کا کھلا فضل ہے۔ **اہم باتیں:** (1) یہاں آیت میں وراثت سے، نبوت، علم اور ملک میں جانشینی مراد ہے مال کی وراثت مراد نہیں کیونکہ انبیاء علیہم السّلام کے مال کی وراثت نہیں ہوتی بلکہ اسے صدقہ کیا جاتا ہے۔ (2) حضرت سلیمان علیہ السّلام کو اللہ تعالیٰ نے نہایت وسیع سلطنت عطا فرمائی۔ جن و اِنس، شیطان، پرندے، چوپائے، درندے سب پر آپ علیہ السّلام کی حکومت تھی اور ہر ایک شے کی زبان آپ کو عطا فرمائی اور آپ کے زمانے میں عجیب و غریب صنعتیں ایجاد ہوئیں۔

اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۶﴾ وَ حُشِرَ لِسُلَيْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ وَ الطَّيْرِ

بیشک یہی (اللہ کا) کھلا فضل ہے○ اور سلیمان کے لیے جنوں اور انسانوں اور پرندوں سے اس کے لشکر جمع کر دیئے گئے

فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿۱۷﴾ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَتَوْا عَلٰى وَادِ النَّمْلِ ۙ قَالَتْ نَمْلَةٌ يّٰۤاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا

تو وہ روکے جاتے تھے○ یہاں تک کہ جب وہ چیونٹیوں کی وادی پر آئے تو ایک چیونٹی نے کہا: اے چیونٹیو! اپنے گھروں میں

مَسٰكِنَكُمْ ۚ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَ جُنُوْدُهٗ ۙ وَ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۸﴾ فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا

داخل ہو جاؤ، کہیں سلیمان اور ان کے لشکر بے خبری میں تمہیں کچل نہ ڈالیں○ تو سلیمان اس کی بات پر مسکرا کر ہنس پڑے

وَ قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْۤ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْۤ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَ عَلٰى وَالِدَيَّ

اور عرض کی: اے میرے رب! مجھے توفیق دے کہ میں تیرے اس احسان کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کیا

آیت 17 اس آیت کا ایک مفہوم یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السّلام کے لئے مختلف مقامات سے جنوں، انسانوں اور پرندوں کے لشکروں کو جمع کر دیا گیا اور اس لشکر کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ ان کا انتظام کرنے کے لئے اگلوں کو آگے بڑھنے سے روکا جاتا تاکہ سب جمع ہو جائیں، اس کے بعد انہیں چلایا جاتا تھا۔ دوسرا مفہوم یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السّلام کے لیے جنّوں اور انسانوں اور پرندوں سے اس کے لشکر جمع کر دیئے گئے تو وہ پہلے ایک جگہ ترتیب سے روکے جاتے تھے پھر انہیں کہیں روانہ کیا جاتا تھا۔

آیت 18 اس آیت سے حضرت سلیمان علیہ السّلام اور چیونٹی کا واقعہ بیان کیا جا رہا ہے۔ ایک مرتبہ حضرت سلیمان علیہ السّلام اپنے لشکروں کے ساتھ طائف یا شام میں اس وادی پر سے گزرے جہاں چیونٹیاں بکثرت تھیں۔ جب چیونٹیوں کی ملکہ نے حضرت سلیمان علیہ السّلام کے لشکر کو دیکھا تو وہ کہنے لگی: اے چیونٹیو! اپنے گھروں میں داخل ہو جاؤ، کہیں حضرت سلیمان علیہ السّلام اور ان کے لشکر بے خبری میں تمہیں کچل نہ ڈالیں۔ ملکہ نے یہ اس لئے کہا کہ وہ جانتی تھی کہ حضرت سلیمان علیہ السّلام نبی ہیں، عدل کرنے والے ہیں، ظلم و زیادتی آپ علیہ السّلام کی شان نہیں ہے۔ اس لئے اگر آپ کے لشکر سے چیونٹیاں کچلی جائیں گی تو بے خبری ہی میں کچلی جائیں گی۔ حضرت سلیمان علیہ السّلام نے چیونٹی کی یہ بات تین میل سے سن لی اور ہوا ہر شخص کا کلام آپ کی مبارک سماعت تک پہنچاتی تھی۔ یہ سننے کے بعد جب آپ علیہ السّلام چیونٹیوں کی وادی کے قریب پہنچے تو آپ نے اپنے لشکروں کو ٹھہرنے کا حکم دیا یہاں تک کہ چیونٹیاں اپنے گھروں میں داخل ہو گئیں۔ حضرت سلیمان علیہ السّلام کا یہ سفر ہوا پر نہ تھا بلکہ پیدل اور سواریوں پر تھا۔

آیت 19 حضرت سلیمان علیہ السّلام نے جب ملکہ چیونٹی کی بات سنی تو آپ علیہ السّلام اس کے چیونٹیوں کی حفاظت، ان کی ضروریات کی تدبیر اور چیونٹیوں کو سمجھانے پر تعجب سے مسکرا کر ہنس پڑے اور اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ملنے پر اس کی حمد کرتے ہوئے عرض کی: اے میرے رب! مجھے توفیق دے کہ میں تیرے اس احسان کا شکر ادا کروں جو تو نے نبوت، ملک اور علم عطا فرما کر مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کیا اور مجھے توفیق دے کہ میں بقیہ زندگی میں بھی وہ نیک کام کروں جس پر تو راضی ہو اور مجھے اپنی رحمت سے اپنے ان بندوں کے زمرے میں شامل کر جو تیرے خاص قرب کے لائق ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) انبیاءِ کرام علیہم السّلام کا ہنسنا تبسم ہی ہوتا ہے وہ حضرات

Go to Index

وَ اَنۡ اَعۡمَلَ صَالِحًا تَرۡضٰىهُ وَ اَدۡخِلۡنِیۡ بِرَحۡمَتِكَ فِیۡ عِبَادِكَ الصّٰلِحِیۡنَ ﴿۱۹﴾

اور (مجھے توفیق دے) کہ میں وہ نیک کام کروں جس پر تو راضی ہو اور مجھے اپنی رحمت سے اپنے ان بندوں میں شامل کر جو تیرے خاص قرب کے لائق ہیں۔

وَ تَفَقَّدَ الطَّیۡرَ فَقَالَ مَا لِیَ لَاۤ اَرَی الۡهُدۡهُدَ ۫ۖ اَمۡ كَانَ مِنَ الۡغَآئِبِیۡنَ ﴿۲۰﴾ لَاُعَذِّبَنَّهٗ

اور سلیمان نے پرندوں کا جائزہ لیا تو فرمایا: مجھے کیا ہوا کہ میں ہُدہُد کو نہیں دیکھ رہا یا وہ واقعی غیر حاضروں میں سے ہے۔ میں ضرور ضرور اسے

عَذَابًا شَدِیۡدًا اَوۡ لَاۡاَذۡبَحَنَّهٗۤ اَوۡ لَیَاۡتِیَنِّیۡ بِسُلۡطٰنٍ مُّبِیۡنٍ ﴿۲۱﴾ فَمَكَثَ غَیۡرَ بَعِیۡدٍ فَقَالَ

سخت سزا دوں گا یا اسے ذبح کردوں گا یا وہ کوئی واضح دلیل میرے پاس لائے۔ تو ہدہد کچھ زیادہ دیر نہ ٹھہرا اور آکر عرض کی:

اَحَطۡتُّ بِمَا لَمۡ تُحِطۡ بِهٖ وَ جِئۡتُكَ مِنۡ سَبَاٍۭ بِنَبَاٍ یَّقِیۡنٍ ﴿۲۲﴾ اِنِّیۡ وَجَدۡتُّ امۡرَاَةً

کہ میں وہ بات دیکھ کر آیا ہوں جو آپ نے نہ دیکھی اور میں ملکِ سبا سے آپ کے پاس ایک یقینی خبر لایا ہوں۔ میں نے ایک عورت دیکھی

تَمۡلِكُهُمۡ وَ اُوۡتِیَتۡ مِنۡ كُلِّ شَیۡءٍ وَّ لَهَا عَرۡشٌ عَظِیۡمٌ ﴿۲۳﴾ وَجَدۡتُّهَا وَ قَوۡمَهَا

جو لوگوں پر بادشاہی کررہی ہے اور اسے ہر چیز میں سے ملا ہے اور اس کا ایک بہت بڑا تخت ہے۔ میں نے اسے اور اس کی قوم کو پایا کہ

قہقہہ مار کر نہیں ہنستے۔(2) خاص قرب کے لائق بندوں سے مراد اَنبیاء و مُرسَلین علیہم السّلام ہیں اور اولیاءِ کرام رحمۃ اللہ علیہم بھی اپنے مرتبے کے مطابق مقربین ہیں۔

آیت 20، 21 یہاں سے ایک اور واقعہ بیان کیا جارہا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السّلام نے ایک جگہ پرندوں کا جائزہ لیا تو فرمایا: مجھے ہُدہُد کیوں یہاں نظر نہیں آرہا۔ اس کے یہاں سامنے نظر نہ آنے کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ وہ یہاں سے حقیقتاً غیر حاضر ہے۔ میں غیر حاضری کی وجہ سے اسے سخت سزا دوں گا یا ذبح کردوں گا یا پھر وہ اپنی غیر حاضری کی کوئی معقول دلیل میرے پاس لائے جس سے اس کی معذوری ظاہر ہو۔ **اہم باتیں:** (1) ہُدہُد میں یہ صلاحیت تھی کہ وہ زمین کے اندر موجود پانی بھی دیکھ لیتا تھا۔ حضرت سلیمان علیہ السّلام جب اس جگہ اترے تو آپ علیہ السّلام کو پانی کی حاجت ہوئی لیکن نہ ملا۔ ہدہد کو دیکھا گیا تاکہ وہ پانی کے بارے میں بتائے لیکن وہ موجود نہ تھا اس لئے آپ نے فرمایا کہ میں ہدہد کو یہاں موجود نہیں پاتا۔ (2) سخت سزا سے مراد اس کے پَر اُکھاڑ کر یا اُس کو غیر جانوروں کے ساتھ قید کرنے وغیرہ کی صورت میں سزا دینا ہے۔ (3) ہدہد کو مَصلحت کے مطابق سزا دینا حضرت سلیمان علیہ السّلام کے لئے حلال تھا کیونکہ جب پرندے آپ علیہ السّلام کے لئے مُسَخَّر کردیئے گئے تھے تو تادیب وسیاست اس تسخیر کا تقاضا ہے کہ اس کے بغیر تسخیر مکمل نہیں ہوتی۔

آیت 22-26 ان پانچ آیات میں اِس واقعے کا جو حصہ بیان ہوا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہُدہُد زیادہ دیر تک غیر حاضر نہ رہا بلکہ جلد ہی حضرت سلیمان علیہ السّلام کے دربار میں حاضر ہوگیا اور معافی طلب کرکے عرض کرنے لگا: میں وہ بات دیکھ کر آیا ہوں جو آپ علیہ السّلام نے نہ دیکھی اور میں یمن کے ایک علاقے سبا سے آپ کے پاس ایک یقینی خبر لایا ہوں۔ میں نے وہاں ایک عورت دیکھی جس کا نام بلقیس ہے، وہ لوگوں پر بادشاہی کررہی ہے اور اسے ہر اس چیز میں سے وافر حصہ ملا ہے جو بادشاہوں کے لئے شایان ہوتا ہے اور اس کا

يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ

اللہ کو چھوڑ کر سورج کو سجدہ کرتے ہیں اور شیطان نے ان کے اعمال ان کی نگاہ میں اچھے بنادیئے تو انہیں سیدھی راہ سے روک دیا

فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴿٢٤﴾ اَلَّا يَسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

تو وہ سیدھا راستہ نہیں پاتے۔ (شیطان نے انہیں روک دیا) تاکہ وہ اس اللہ کو سجدہ نہ کریں جو آسمانوں اور زمین میں چھپی ہوئی چیزوں کو نکالتا ہے

وَ يَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَ مَا تُعْلِنُوْنَ ﴿٢٥﴾ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿٢٦﴾ السجدة

السجدۃ ٨

اور جو کچھ تم چھپاتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو سب کو جانتا ہے۔ اللہ وہ ہے کہ اس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں وہ عرشِ عظیم کا مالک ہے۔

قَالَ سَنَنْظُرُ اَصَدَقْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿٢٧﴾ اِذْهَبْ بِّكِتٰبِيْ هٰذَا فَاَلْقِهْ اِلَيْهِمْ

سلیمان نے فرمایا: ہم ابھی دیکھتے ہیں کہ تو نے سچ کہا یا تو جھوٹوں میں سے ہے۔ میرا یہ فرمان لے جاؤ اور اسے ان کی طرف ڈال دو

ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانْظُرْ مَاذَا يَرْجِعُوْنَ ﴿٢٨﴾ قَالَتْ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اِنِّيْٓ اُلْقِيَ اِلَيَّ كِتٰبٌ كَرِيْمٌ ﴿٢٩﴾

پھر ان سے الگ ہٹ کر دیکھنا کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں۔ عورت نے کہا: اے سردارو! بیشک میری طرف ایک عزت والا خط ڈالا گیا ہے۔

ایک بہت بڑا تخت ہے جس کی لمبائی 80 گز، چوڑائی 40 گز اور اونچائی 30 گز ہے۔ وہ تخت سونے اور چاندی کا بنا ہوا ہے اور اس میں جواہرات لگے ہوئے ہیں۔ میں نے اسے اور اس کی قوم کو اللہ تعالیٰ کی بجائے سورج کو سجدہ کرتے ہوئے پایا ہے اور شیطان نے ان کے اعمال ان کی نگاہ میں اچھے بنادیئے اور انہیں سیدھی راہ سے روک دیا ہے، اس لئے وہ سیدھا راستہ یعنی حق اور دینِ اسلام کا راستہ نہیں پاتے۔ شیطان نے انہیں روک دیا تاکہ وہ اس اللہ کو سجدہ نہ کریں جو آسمانوں اور زمین میں چھپی ہوئی چیزوں یعنی بارش اور نباتات کو نکالتا ہے اور جو کچھ تم چھپاتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو سب کو جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ وہ ہے کہ اس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں، وہ عرشِ عظیم کا مالک ہے۔ **اہم باتیں:** (1) ہُدہُد کی گفتگو کے آخری حصے کا تعلق ان علوم سے ہے جو اس نے حضرت سلیمان علیہ السّلام سے حاصل کئے تھے۔ (2) آیت 25 اور 26 میں سورج کی عبادت کرنے والوں بلکہ ان تمام باطل پرستوں کا رد ہے جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو بھی پوجیں۔ مقصود یہ ہے کہ عبادت کا مستحق صرف وہی ہے جو کائناتِ اَرضی و سماوی پر قدرت رکھتا ہو اور جمیع معلومات کا عالِم ہو، جو ایسا نہیں وہ کسی طرح عبادت کا مستحق نہیں۔ (3) آیت 25 اور 26 پڑھنے اور سننے والے پر سجدۂ تلاوت کرنا واجب ہو جاتا ہے۔

آیت 27-31 آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السّلام نے ہدہد سے فرمایا: ہم ابھی دیکھتے ہیں کہ تو سچا ہے یا جھوٹا؟ اس کے بعد حضرت سلیمان علیہ السّلام نے ایک مکتوب لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ اللہ کے بندے سلیمان بن داؤد کی جانب سے شہرِ سبا کی ملکہ بلقیس کی طرف۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اُس پر سلام جو ہدایت قبول کرے۔ (اس کے بعد مُدّعا یہ ہے کہ) تم مجھ پر بلندی نہ چاہو اور میری بارگاہ میں اطاعت گزار ہو کر حاضر ہو جاؤ۔ اس خط پر آپ علیہ السّلام نے اپنی مہر لگائی اور ہُدہُد سے فرمایا: میرا یہ فرمان لے جاؤ اور ان کے پاس رکھ کر الگ ہٹ کر دیکھنا کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں۔ چنانچہ ہدہد وہ خط لے کر بلقیس کے پاس پہنچا، اس وقت بلقیس کے گرد اس کے اُمرا اور وُزراء کا مجمع تھا۔ ہدہد نے وہ مکتوب بلقیس کی گود میں ڈال دیا۔ ملکہ بلقیس اس مکتوب پر مہر دیکھ کر کہنے لگی: اے سردارو! مجھے ایک معزز خط موصول ہوا

Go to Index

اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَ اِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿٣٠﴾ اَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ

بیشک وہ سلیمان کی طرف سے ہے اور بیشک وہ اللہ کے نام سے ہے جو نہایت مہربان رحم والا ہے○ یہ کہ میرے مقابلے میں بلندی نہ چاہو

وَ اْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ﴿٣١﴾ قَالَتْ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِيْ فِيْٓ اَمْرِيْ ۚ مَا كُنْتُ

اور میرے پاس فرمانبردار بنتے ہوئے حاضر ہو جاؤ○ ملکہ نے کہا: اے سردارو! میرے اس معاملے میں مجھے رائے دو میں کسی معاملے میں

قَاطِعَةً اَمْرًا حَتّٰى تَشْهَدُوْنِ ﴿٣٢﴾ قَالُوْا نَحْنُ اُولُوْا قُوَّةٍ وَّ اُولُوْا بَاْسٍ شَدِيْدٍ

کوئی قطعی فیصلہ نہیں کرتی جب تک تم میرے پاس موجود نہ ہو○ انہوں نے کہا: ہم قوت والے اور بڑی سخت لڑائی والے ہیں

وَّ الْاَمْرُ اِلَيْكِ فَانْظُرِيْ مَاذَا تَاْمُرِيْنَ ﴿٣٣﴾ قَالَتْ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا

اور اختیار تو تمہارے ہی پاس ہے تو تم غور کرلو کہ تم کیا حکم دیتی ہو؟○ اس نے کہا: بیشک بادشاہ جب کسی بستی میں

قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَ جَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً ۚ وَكَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ﴿٣٤﴾

داخل ہوتے ہیں تو اسے تباہ کردیتے ہیں اور اس کے عزت والوں کو ذلیل کردیتے ہیں اور وہ ایسا ہی کرتے ہیں○

ع ١٧/١٧

ہے۔ بلقیس نے اس خط کو عزت والا اس لئے کہا کہ اس پر مہر لگی ہوئی تھی، اس سے اس نے جانا کہ مکتوب بھیجنے والا جلیل القدر بادشاہ ہے یا اس لئے عزت والا کہا کہ اس مکتوب کی ابتداء اللہ تعالیٰ کے نامِ پاک سے تھی۔ پھر اس نے بتایا کہ وہ مکتوب کس کی طرف سے آیا ہے، چنانچہ اس نے کہا: بیشک وہ سلیمان علیہ السّلام کی طرف سے ہے اور اس کا مضمون یہ ہے کہ اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحمت والا ہے۔ میرے حکم کی تعمیل کرو اور تکبر نہ کرو جیسا کہ بعض بادشاہ کیا کرتے ہیں اور میرے پاس فرماں بردار بن کر حاضر ہو جاؤ۔

آیت 32،33 مکتوب کا مضمون سنا کر بلقیس اپنی مملکت کے وزراء کی طرف متوجہ ہوئی اور کہا: اے سردارو! اس معاملے میں مجھے رائے دو، کیونکہ میں کسی معاملے میں کوئی قطعی فیصلہ نہیں کرتی جب تک تم میرے پاس حاضر نہ ہو۔ سرداروں نے کہا: ہم قوت والے اور سخت جنگجو ہیں۔ اس سے اُن کی مراد یہ تھی کہ اگر ملکہ کی رائے جنگ کی ہو تو ہم لوگ اس کے لئے تیار ہیں کیونکہ ہم بہادر اور شُجاع ہیں، قوت و توانائی والے ہیں، کثیر فوجیں رکھتے ہیں اور جنگ آزما ہیں۔ سرداروں نے مزید کہا: صلح یا لڑائی کا اختیار تو آپ ہی پاس ہے، لہٰذا آپ ہی غور کرلیں کہ کیا حکم دینا ہے؟ ہم آپ کی اطاعت کریں گے۔ اس جواب میں انہوں نے یہ اشارہ کیا کہ اُن کی رائے جنگ کی ہے یا اس جواب سے ان کا مقصد یہ تھا کہ ہم جنگی لوگ ہیں، رائے اور مشورہ دینا ہمارا کام نہیں، ملکہ خود صاحبِ عقل اور صاحبِ تدبیر ہے، ہم بہر حال اس کی اطاعت کریں گے۔

آیت 34 جب بلقیس نے دیکھا کہ یہ لوگ جنگ کی طرف مائل ہیں تو اُس نے انہیں اُن کی رائے کی خطا پر آگاہ کیا اور جنگ کے نتائج سامنے رکھتے ہوئے کہا: جب بادشاہ کسی بستی میں اپنی قوت اور طاقت سے داخل ہوتے ہیں تو اسے تباہ کر دیتے ہیں اور اس کے عزت والوں کو قتل کرکے، قیدی بنا کر اور ان کی توہین کرکے انہیں ذلیل کر دیتے ہیں یہی بادشاہوں کا طریقہ ہے۔ ملکہ بلقیس چونکہ بادشاہوں کی عادت جانتی تھی اِس لئے اُس نے یہ کہا اور اُس کی مراد یہ تھی کہ جنگ مناسب نہیں ہے، اس میں ملک اور اہلِ ملک کی تباہی و بربادی کا خطرہ ہے۔

Go to Index

وَ اِنِّيْ مُرْسِلَةٌ اِلَيْهِمْ بِهَدِيَّةٍ فَنٰظِرَةٌۢ بِمَ يَرْجِعُ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿٣٥﴾ فَلَمَّا جَآءَ

اور میں ان کی طرف ایک تحفہ بھیجنے والی ہوں پھر دیکھوں گی کہ قاصد کیا جواب لے کر لوٹتے ہیں؟○ پھر جب قاصد سلیمان کے پاس آیا

سُلَيْمٰنَ قَالَ اَتُمِدُّوْنَنِ بِمَالٍ ۫ فَمَآ اٰتٰىنِۦَ اللّٰهُ خَيْرٌ مِّمَّآ اٰتٰىكُمْ ۚ بَلْ

تو سلیمان نے فرمایا: کیا تم مال کے ذریعے میری مدد کرتے ہو؟ تو اللہ نے جو کچھ مجھے عطا فرما رکھا ہے وہ اُس سے بہتر ہے جو اس نے تمہیں دیا ہے بلکہ

اَنْتُمْ بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُوْنَ ﴿٣٦﴾ اِرْجِعْ اِلَيْهِمْ فَلَنَاْتِيَنَّهُمْ بِجُنُوْدٍ لَّا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا

تم ہی اپنے تحفہ پر خوش ہوتے ہو○ ان لوگوں کی طرف لوٹ جاؤ تو ضرور ہم ان پر ایسے لشکر لائیں گے جن کے مقابلے کی انہیں طاقت نہ ہوگی

آیت 35 سرداروں کے سامنے جنگ کے نتائج رکھنے کے بعد ملکہ بلقیس نے اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ میرا ارادہ یہ ہے کہ میں سلیمان علیہ السّلام اور ان کی قوم کی طرف ایک تحفہ بھیجوں اور پھر دیکھوں کہ ہمارے قاصد کیا جواب لے کر لوٹتے ہیں؟ اس سے معلوم ہو جائے گا کہ وہ بادشاہ ہیں یا نبی، کیونکہ بادشاہ عزت و احترام کے ساتھ ہدیہ قبول کرتے ہیں، تو اگر سلیمان علیہ السّلام بادشاہ ہیں تو ہدیہ قبول کر لیں گے اور اگر نبی ہیں تو ہدیہ قبول نہ کریں گے اور اس کے علاوہ اور کسی بات سے راضی نہ ہوں گے کہ ہم اُن کے دین کی پیروی کریں۔ **اہم بات:** ملکہ نے اپنے قاصد کو ایک خط دے کر روانہ کیا اور اس کے ساتھ غلام، باندیاں، سونے کی اینٹیں، جواہرات لگے ہوئے تاج اور مشک و عنبر وغیرہ روانہ کئے۔ ہدہد یہ دیکھ کر چل دیا اور اس نے حضرت سلیمان علیہ السّلام کے پاس تمام حالات کی خبر پہنچا دی۔ آپ علیہ السّلام نے حکم دیا کہ سونے چاندی کی اینٹیں بنا کر نو فرسنگ (یعنی 27 میل) کے میدان میں بچھا دی جائیں اور اس کے ارد گرد سونے چاندی سے بلند دیوار بنا دی جائے اور خشکی و تری کے خوب صورت جانور اور جِنّات کے بچے میدان کے دائیں بائیں حاضر کئے جائیں۔

آیت 36 جب بلقیس کا قاصد تحائف لے کر آیا تو حضرت سلیمان علیہ السّلام نے اس سے فرمایا: کیا تم مال کے ذریعے میری مدد کرتے ہو؟ مجھے اس کی کوئی حاجت نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ مجھے علم، نبوت اور بادشاہت کی صورت میں عطا فرما رکھا ہے وہ اس دُنیوی مال و اَسباب سے بہتر ہے جو اس نے تمہیں دیا ہے، بلکہ تم ہی اپنے تحفہ پر خوش ہوتے ہو یعنی تم فخر کرنے والے لوگ ہو، مالِ دنیا کی وجہ سے ایک دوسرے پر بڑائی جتاتے ہو اور ایک دوسرے کے تحفے پر خوش ہوتے ہو، مجھے نہ دنیا سے خوشی ہوتی ہے نہ اس کی حاجت، اللہ تعالیٰ نے مجھے اِتنا کثیر عطا فرمایا کہ اُتنا اوروں کو نہ دیا اور اس کے ساتھ ساتھ مجھے دین اور نبوت سے بھی مشرف کیا۔

آیت 37 حضرت سلیمان علیہ السّلام نے وفد کے امیر سے فرمایا: یہ ہدیئے لے کر ان لوگوں کی طرف لوٹ جاؤ جنہوں نے یہ بھیجے ہیں اور میرا فیصلہ اور جواب یہ ہے کہ اگر وہ میرے پاس مسلمان ہو کر حاضر نہ ہوئے تو ہم ضرور ان کی طرف ایسے لشکروں کے ساتھ آئیں گے جن کے مقابلے کی انہیں طاقت نہیں اور ہم ضرور انہیں ان کے شہر "سبا" سے ذلیل کر کے نکال دیں گے اور وہ رُسوا ہوں گے۔ **اہم بات:** جب قاصد ہدیئے لے کر بلقیس کے پاس واپس گئے اور تمام واقعات سنائے تو اس نے کہا: بیشک وہ نبی ہیں اور ہمیں اُن سے مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں، پھر بلقیس نے اپنا تخت اپنے محفوظ ترین محل میں حفاظت سے رکھ دیا اور خود حضرت سلیمان علیہ السّلام کی طرف روانگی کا انتظام کرنے لگی تاکہ دیکھے کہ آپ علیہ السّلام اسے کیا فرماتے ہیں، چنانچہ وہ ایک بہت بڑا لشکر لے کر آپ علیہ السّلام سے ملاقات کے لئے روانہ ہوئی۔

Go to Index

وَ لَنُخۡرِجَنَّهُمۡ مِّنۡهَاۤ اَذِلَّةً وَّ هُمۡ صٰغِرُوۡنَ ﴿۳۷﴾ قَالَ یٰۤاَیُّهَا الۡمَلَؤُا اَیُّكُمۡ

اور ضرور ہم ان کو اس شہر سے ذلیل کرکے نکال دیں گے اور وہ رسوا ہوں گے ○ سلیمان نے فرمایا: اے درباریو! تم میں کون ہے جو

یَاۡتِیۡنِیۡ بِعَرۡشِهَا قَبۡلَ اَنۡ یَّاۡتُوۡنِیۡ مُسۡلِمِیۡنَ ﴿۳۸﴾ قَالَ عِفۡرِیۡتٌ مِّنَ الۡجِنِّ اَنَا

ان کے میرے پاس فرمانبردار ہوکر آنے سے پہلے اس کا تخت میرے پاس لے آئے ○ ایک بڑا خبیث جن بولا کہ میں

اٰتِیۡكَ بِهٖ قَبۡلَ اَنۡ تَقُوۡمَ مِنۡ مَّقَامِكَ ۚ وَ اِنِّیۡ عَلَیۡهِ لَقَوِیٌّ اَمِیۡنٌ ﴿۳۹﴾

وہ تخت آپ کی خدمت میں آپ کے اس مقام سے کھڑے ہونے سے پہلے حاضر کردوں گا اور میں بیشک اس پر قوت رکھنے والا، امانتدار ہوں ○

قَالَ الَّذِیۡ عِنۡدَهٗ عِلۡمٌ مِّنَ الۡكِتٰبِ اَنَا اٰتِیۡكَ بِهٖ قَبۡلَ اَنۡ یَّرۡتَدَّ اِلَیۡكَ طَرۡفُكَ ؕ

اس نے عرض کی جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ میں اسے آپ کی بارگاہ میں آپ کے پلک جھپکنے سے پہلے لے آؤں گا (چنانچہ)

آیت 38 جب بلقیس اتنا قریب پہنچ گئی کہ حضرت سلیمان علیہ السّلام سے صرف ایک فرسنگ (یعنی تین میل) کا فاصلہ رہ گیا تو حضرت سلیمان علیہ السّلام نے فرمایا: اے درباریو! تم میں سے کون ہے جو ان لوگوں کے میرے پاس فرمانبردار ہوکر آنے سے پہلے بلقیس کا تخت میرے پاس لے آئے۔ **اہم بات:** تخت منگوانے سے آپ علیہ السّلام کا مقصود یہ تھا کہ اس کا تخت حاضر کرکے اسے اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اپنی نبوت پر دلالت کرنے والا معجزہ دکھادیں۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ حضرت سلیمان علیہ السّلام نے چاہا کہ بلقیس کے آنے سے پہلے اس تخت کی وضع بدل دیں اور اس سے اس کی عقل کا امتحان فرمائیں کہ وہ اپنا تخت پہچان سکتی ہے یا نہیں۔

آیت 39 حضرت سلیمان علیہ السّلام کی بات سن کر ایک بڑا طاقتور خبیث جن بولا: میں وہ تخت آپ علیہ السّلام کی خدمت میں آپ کے اُس مقام سے کھڑے ہونے سے پہلے حاضر کردوں گا جہاں آپ علیہ السّلام فیصلے کرنے کے لئے تشریف فرماہیں اور میں بیشک اس تخت کو اٹھانے پر قوت رکھنے والا اور اس میں لگے ہوئے جواہرات وغیرہ پر امانت دار ہوں۔ حضرت سلیمان علیہ السّلام نے فرمایا: میں اس سے جلدی چاہتا ہوں۔

آیت 40 آیت میں فرمایا: کتاب کا علم رکھنے والے نے عرض کی۔ کتاب کا علم رکھنے والے سے مراد حضرت سلیمان علیہ السّلام کے وزیر آصف بن برخیا رضی اللہ عنہ ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کا اسمِ اعظم جانتے تھے۔ یہی قول زیادہ صحیح ہے اور جمہور مفسرین کا اسی پر اتفاق ہے۔ جب حضرت آصف بن برخیا رضی اللہ عنہ نے کہا: میں آپ علیہ السّلام کی بارگاہ میں اس تخت کو آپ کے پلک جھپکنے سے پہلے لے آؤں گا تو حضرت سلیمان علیہ السّلام نے ان سے فرمایا: اگر تم نے ایسا کرلیا تو تم سب سے زیادہ جلدی اس تخت کو لانے والے ہوگے۔ حضرت آصف بن برخیا رضی اللہ عنہ نے جب اسمِ اعظم کے ذریعے دعا مانگی تو اسی وقت تخت حضرت سلیمان علیہ السّلام کے سامنے نمودار ہوگیا۔ جب حضرت سلیمان علیہ السّلام نے اس تخت کو اپنے پاس رکھا ہوا دیکھا تو فرمایا: اس قدر جلد تخت کا میرے پاس آجانا مجھ پر میرے رب عزّوجلّ کے فضل کی وجہ سے ہے تاکہ وہ مجھے آزمائے کہ میں اس کے انعامات پر شکر کرتا ہوں یا ناشکری؟ اور جو شکر کرے تو وہ اپنی ذات کیلئے ہی شکر کرتا ہے کیونکہ اس شکر کا نفع خود اس شکر گزار کو ہی ملے گا اور جو ناشکری کرتا ہے تو میرا رب عزّوجلّ مخلوق کے شکر کا محتاج نہیں اور دائمی طور پر

فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ ۖ لِيَبْلُوَنِيْٓ ءَاَشْكُرُ

پھر جب سلیمان نے اس تخت کو اپنے پاس رکھا ہوا دیکھا تو فرمایا: یہ میرے رب کے فضل سے ہے تاکہ وہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں

اَمْ اَكْفُرُ ۭ وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّيْ غَنِيٌّ كَرِيْمٌ ﴿٤٠﴾

یا ناشکری؟ اور جو شکر کرے تو وہ اپنی ذات کیلئے ہی شکر کرتا ہے اور جو ناشکری کرتا ہے تو میرا رب بے پرواہ ہے، کرم فرمانے والا ہے ○

قَالَ نَكِّرُوْا لَهَا عَرْشَهَا نَنْظُرْ اَتَهْتَدِيْٓ اَمْ تَكُوْنُ مِنَ الَّذِيْنَ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴿٤١﴾

حضرت سلیمان نے حکم دیا: اس ملکہ کیلئے اس کے تخت کو تبدیل کر دو تاکہ ہم دیکھیں کہ وہ راہ پاتی ہے یا راہ نہ پانے والوں میں سے ہوتی ہے ○

فَلَمَّا جَآءَتْ قِيْلَ اَهٰكَذَا عَرْشُكِ ۭ قَالَتْ كَاَنَّهٗ هُوَ ۚ وَاُوْتِيْنَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا

پھر جب وہ آئی تو اس سے کہا گیا: کیا تیرا تخت ایسا ہی ہے؟ اس نے جواب دیا: گویا یہ وہی ہے اور ہم کو اس واقعہ سے پہلے خبر مل چکی

کرم فرمانے والا ہے۔ **اہم بات:** اولیاءِ کرام رحمۃ اللہ علیہم سے کرامات کا ظاہر ہونا عقلی طور پر ممکن اور نقلی دلائل سے ثابت ہے۔ عقلی طور پر ممکن اس لئے ہے کہ ولی سے کرامت ظاہر کر دینا اللہ تعالیٰ کی قدرت سے محال نہیں بلکہ یہ چیز ممکنات میں سے ہے اور کرامات اولیاء پر قرآن وحدیث میں دلائل موجود ہیں جیسے مذکورہ بالا آیت میں موجود حضرت آصف بن برخیا کا تخت لانے والا واقعہ، حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے پاس بے موسم کے پھل آنے والا واقعہ، حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے کھجور کے سوکھے ہوئے تنے کو ہلانے پر پکی ہوئی عمدہ اور تازہ کھجوریں گرنے والا واقعہ اور اصحابِ کہف رضی اللہ عنہم کا غار میں سینکڑوں سال تک سوئے رہنے والا واقعہ ولی سے کرامات ظاہر ہونے کی دلیل ہے، اسی طرح صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے بے شمار کرامتوں کا ظہور بھی ولی سے کرامت ظاہر ہونے کو ثابت کرتا ہے۔ **درس:** بندے کو جو نعمت اور صلاحیت ملے اس پر اسے خود پسندی کا شکار نہیں ہونا چاہیے اور نہ ہی اس طرح کا اظہار کرنا چاہئے کیونکہ خود پسندی انتہائی مذموم عمل ہے لہٰذا نعمت ملنے پر اپنی ذات پر فخر کی بجائے اللہ تعالیٰ کے فضل کی طرف منسوب کرنا چاہئے کہ یہ انبیاءِ کرام علیہم السلام اور نیک بزرگوں کا طریقہ ہے اور یہ ذہن میں رکھیں کہ خدا چاہے تو یہ نعمت چھن بھی سکتی ہے۔

آیت 41، 42 تخت آجانے کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے خادموں کو حکم دیا کہ ملکہ بلقیس کے آنے سے پہلے اس کے تخت کی شکل وصورت کو تبدیل کر دو تاکہ ہم دیکھیں کہ وہ اپنا تخت دیکھنے کے بعد اسے پہچان پاتی ہے یا نہیں؟ جب ملکہ بلقیس حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس آئی تو اس وقت تخت حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے موجود تھا۔ ملکہ سے کہا گیا: کیا تیرا تخت ایسا ہی ہے؟ اس نے جواب دیا: گویا یہ وہی ہے۔ اس جواب سے بلقیس کی عقل کا کمال معلوم ہوا۔ پھر ملکہ سے کہا گیا کہ یہ تیرا ہی تخت ہے۔ تمہیں دروازے بند کرنے، انہیں تالے لگانے اور پہرے دار مقرر کرنے سے کیا فائدہ ہوا؟ سب دیکھ کر ملکہ بلقیس نے کہا: ہمیں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور آپ علیہ السلام کی نبوت صحیح ہونے کی خبر اس واقعہ سے پہلے ہُدہُد کے واقعہ سے اور وفد کے امیر سے مل چکی ہے اور ہم نے آپ علیہ السلام کی اطاعت اور فرمانبرداری اختیار کی۔

Go to Index

وَ كُنَّا مُسْلِمِیْنَ ﴿۴۲﴾ وَ صَدَّهَا مَا كَانَتْ تَّعْبُدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِؕ اِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ كٰفِرِیْنَ ﴿۴۳﴾

اور ہم فرمانبردار ہوئے ○ اور اسے اُس چیز نے روک رکھا تھا جس کی وہ اللہ کے سوا عبادت کرتی تھی۔ بیشک وہ کافر قوم میں سے تھی ○

قِیْلَ لَهَا ادْخُلِی الصَّرْحَۚ فَلَمَّا رَاَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَّ كَشَفَتْ عَنْ سَاقَیْهَاؕ قَالَ

اس سے کہا گیا: صحن میں داخل ہو جاؤ تو جب اس نے اس صحن کو دیکھا تو اسے گہرا پانی سمجھی اور اپنی پنڈلیوں سے (کپڑا) اٹھادیا، سلیمان نے فرمایا:

اِنَّهٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِیْرَ۬ؕ قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ وَ اَسْلَمْتُ

یہ تو شیشوں سے جڑاؤ کیا ہوا ایک ملائم صحن ہے۔ اس نے عرض کی: اے میرے رب! میں نے اپنی جان پر ظلم کیا اور میں سلیمان کے ساتھ

ع ۳ ۱۳ ۱۸ مَعَ سُلَیْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۠ ﴿۴۴﴾ وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَاۤ اِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا

اس اللہ کے حضور گردن رکھتی ہوں جو سارے جہان کا رب ہے ○ اور بیشک ہم نے ثمود کی طرف ان کے ہم قوم صالح کو بھیجا کہ (اے لوگو!)

آیت 43 اس آیت کا معنی یہ ہے کہ بلقیس کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے اور اس کی وحدانیت کا اقرار کرنے سے یا اسلام قبول کرنے کی طرف سبقت کرنے سے سورج کی پوجا نے روک رکھا تھا اور بلقیس کا تعلق اس قوم سے تھا جو سورج کی پجاری تھی اور وہ چونکہ انہیں میں پلی بڑھی تھی اس لئے اسے صرف سورج کی عبادت کرنا ہی آتا تھا۔

آیت 44 تخت میں تبدیلی کر کے ملکہ بلقیس کی عقل کا امتحان لینے کے بعد اس سے کہا گیا کہ تم صحن میں آجاؤ۔ وہ صحن شفاف شیشے کا بنا ہوا تھا اور اس کے نیچے پانی جاری تھا جس میں مچھلیاں تیر رہی تھیں اور اس صحن کے وسط میں حضرت سلیمان علیہ السّلام کا تخت تھا جس پر آپ جلوہ افروز ہو چکے تھے۔ جب ملکہ نے اُس صحن کو دیکھا تو وہ سمجھی کہ یہ گہرا پانی ہے، اس لئے اس نے اپنی پنڈلیوں سے کپڑا اونچا کر لیا تاکہ پانی میں چل کر حضرت سلیمان علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہو سکے۔ حضرت سلیمان علیہ السّلام نے اس سے فرمایا: یہ پانی نہیں بلکہ یہ تو شیشوں سے جڑا ہوا ایک ملائم صحن ہے۔ یہ سن کر بلقیس نے اپنی پنڈلیاں چھپالیں اور یہ عجوبہ دیکھ کر اسے بہت تعجب ہوا اور اس نے یقین کر لیا کہ حضرت سلیمان علیہ السّلام کا ملک اور حکومت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور ان عجائبات سے بلقیس نے اللہ تعالیٰ کی توحید اور حضرت سلیمان علیہ السّلام کی نبوت پر اِستدلال کیا ہے۔ اب حضرت سلیمان علیہ السّلام نے اس کو اسلام کی دعوت دی تو بلقیس نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی: اے میرے رب! میں نے تیری عبادت کی بجائے سورج کی عبادت کر کے اپنی جان پر ظلم کیا اور اب میں حضرت سلیمان علیہ السّلام کے ساتھ اس اللہ عزّوجلّ کے حضور گردن رکھتی ہوں جو سارے جہان کا رب ہے۔ یوں ملکہ بلقیس نے اخلاص کے اسلام قبول کر لیا

اہم بات: (۱) شیشے سے بنے صحن والے واقعے سے یہ سمجھانا بھی مقصود ہو سکتا ہے کہ اَشیاء جیسے نظر آئیں حقیقت میں ویسے ہونا ضروری نہیں لہٰذا سورج کی پوجا کو ملکہ بلقیس جیسے درست سمجھتی آرہی تھی وہ حقیقت میں ویسی درست نہیں بلکہ مکمل طور پر خلافِ حقیقت و خلافِ حق تھی۔ (۲) تبلیغِ اسلام اور نیکی کی دعوت کے لئے شریعت کی حدود میں رہتے ہوئے منفرد دلنشین انداز اختیار کئے جاسکتے ہیں۔

آیت 45 یہاں سے حضرت صالح علیہ السّلام اور ان کی قوم ثمود کا واقعہ بیان کیا جارہا ہے اور اس واقعے کی بعض تفصیلات اس سے پہلے سورۂ اَعراف، سورۂ ہود، اور سورۂ شعراء میں گزر چکی ہیں۔ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قومِ ثمود کی طرف ان کے ہم قوم حضرت صالح علیہ السّلام کو یہ پیغام دے کر بھیجا کہ اے لوگو! تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ تو ایک گروہ

Go to Index

اَنِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ فَاِذَا هُمۡ فَرِيۡقٰنِ يَخۡتَصِمُوۡنَ ﴿٤٥﴾ قَالَ يٰقَوۡمِ لِمَ تَسۡتَعۡجِلُوۡنَ بِالسَّيِّئَةِ

اللہ کی عبادت کرو تو اسی وقت وہ جھگڑا کرتے ہوئے دو گروہ بن گئے ○ صالح نے فرمایا: اے میری قوم! بھلائی سے پہلے برائی کی جلدی

قَبۡلَ الۡحَسَنَةِ ۚ لَوۡلَا تَسۡتَغۡفِرُوۡنَ اللّٰهَ لَعَلَّكُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ ﴿٤٦﴾ قَالُوا اطَّيَّرۡنَا بِكَ وَبِمَنۡ

کیوں کرتے ہو؟ تم اللہ سے بخشش کیوں نہیں مانگتے؟ ہو سکتا ہے تم پر رحم کیا جائے ○ انہوں نے کہا: ہم نے تم سے اور تمہارے ساتھیوں سے

مَّعَكَ ؕ قَالَ طٰٓئِرُكُمۡ عِنۡدَ اللّٰهِ بَلۡ اَنۡتُمۡ قَوۡمٌ تُفۡتَنُوۡنَ ﴿٤٧﴾ وَكَانَ فِي الۡمَدِيۡنَةِ

برا شگون لیا۔ صالح نے فرمایا: تمہاری بد شگونی اللہ کے پاس ہے بلکہ تم ایک ایسی قوم ہو کہ تمہیں آزمایا جارہا ہے ○ اور شہر میں

سعادت مندی اختیار کرتے ہوئے حضرت صالح علیہ السّلام پر ایمان لے آیا اور ایک گروہ نے ایمان لانے سے انکار کر دیا اور ان میں سے ہر گروہ اپنے آپ کو ہی حق پر کہتا تھا اور یہی بات ان کا باہمی جھگڑا تھا جس میں اہل ایمان حق پر اور جنت کی طرف بلا رہے تھے جبکہ کفار باطل پر اور جہنم کی طرف بلانے والے تھے۔

آیت 46 جب کافر گروہ نے کہا کہ اے صالح! علیہ السّلام، اگر تم رسولوں میں سے ہو تو ہمیں جس عذاب سے دھمکاتے ہو اسے لے آؤ۔ اس پر حضرت صالح علیہ السّلام نے ان سے فرمایا: عافیت اور رحمت سے پہلے مصیبت اور عذاب کی جلدی کیوں کرتے ہو؟ تم عذاب نازل ہونے سے پہلے اپنے کفر سے توبہ کر کے اور ایمان لا کر اللہ تعالیٰ سے بخشش کیوں نہیں مانگتے؟ ہو سکتا ہے کہ تم پر رحم کیا جائے اور دنیا میں عذاب نہ کیا جائے۔

آیت 47 جب حضرت صالح علیہ السّلام کو ثمود کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا تو ان لوگوں نے حضرت صالح علیہ السّلام کو جھٹلایا، اس کی وجہ سے بارش رک گئی، یوں وہ لوگ قحط میں مبتلا ہو گئے اور بھوکے مرنے لگے۔ ان مصائب کو انہوں نے حضرت صالح علیہ السّلام کی تشریف آوری کی طرف منسوب کیا اور آپ کی آمد کو بد شگونی سمجھتے ہوئے کہا کہ (مَعَاذَ اللّٰہ) ہم تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو منحوس سمجھتے ہیں۔ حضرت صالح علیہ السّلام نے ان سے فرمایا: تمہیں جو بھلائی اور برائی پہنچتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے اور وہ تمہاری تقدیر میں لکھی ہوئی ہے۔ یعنی تمہارے پاس جو بد شگونی آئی یہ تمہارے کفر کے سبب اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی ہے۔ مزید فرمایا: **بلکہ تم ایک ایسی قوم ہو کہ تمہیں آزمایا جارہا ہے۔** اس کا ایک معنی تو یہی ہے کہ تم ایسی قوم ہو جنہیں آزمائش میں ڈالا گیا ہے۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ تم ایسی قوم ہو جو اپنے گناہوں کے باعث عذاب میں مبتلا ہوئی ہے۔ درس: بندے کو پہنچنے والی مصیبتیں اس کی تقدیر میں لکھی ہوئی ہیں اور کوئی مصیبت اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر نہیں آتی اور مصیبت آنے کا عمومی سبب بندے کے اپنے برے اعمال ہیں اور جب ایسا ہے تو کسی چیز یا شخص سے بد شگونی لینا اور اپنے اوپر آنے والی مصیبت کو اس کی نحوست جاننا درست نہیں، یہ مشرکوں کا طریقہ ہے۔ اس سے ان لوگوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیے جو مصیبتوں اور پریشانیوں کو دوسروں کی نحوست قرار دیتے ہیں اور دوسروں کو طعنے مار کر اور منحوس کہہ کر ان کی دل آزاری کرتے ہیں۔ کسی کا دل دکھانا، سخت حرام ہے۔

آیت 48 یہاں شہر سے مراد قومِ ثمود کا شہر ہے جس کا نام حِجر تھا۔ اُس قوم کے اشرافیہ میں سے نو شخص تھے جو زمین میں اللہ تعالیٰ کی

تِسۡعَةُ رَهۡطٍ يُّفۡسِدُوۡنَ فِي الۡاَرۡضِ وَلَا يُصۡلِحُوۡنَ ﴿٤٨﴾ قَالُوۡا تَقَاسَمُوۡا بِاللّٰهِ

نو شخص تھے جو زمین میں فساد کرتے تھے اور اصلاح نہیں کرتے تھےO انہوں نے آپس میں اللہ کی قسمیں کھا کر کہا:

لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَاَهۡلَهٗ ثُمَّ لَنَقُوۡلَنَّ لِوَلِيِّهٖ مَا شَهِدۡنَا مَهۡلِكَ اَهۡلِهٖ

ہم رات کے وقت ضرور صالح اور اس کے گھر والوں پر چھاپا ماریں گے پھر اس کے وارث سے کہیں گے کہ اس گھر والوں کے قتل کے وقت ہم حاضر نہ تھے

وَاِنَّا لَصٰدِقُوۡنَ ﴿٤٩﴾ وَمَكَرُوۡا مَكۡرًا وَّمَكَرۡنَا مَكۡرًا وَّهُمۡ لَا يَشۡعُرُوۡنَ ﴿٥٠﴾ فَانۡظُرۡ

اور بیشک ہم سچے ہیںO اور انہوں نے سازش کی اور ہم نے اپنی خفیہ تدبیر فرمائی اور وہ غافل رہےO تو دیکھو کہ

كَيۡفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكۡرِهِمۡ ۙ اَنَّا دَمَّرۡنٰهُمۡ وَقَوۡمَهُمۡ اَجۡمَعِيۡنَ ﴿٥١﴾ فَتِلۡكَ بُيُوۡتُهُمۡ خَاوِيَةًۢ

ان کی سازش کا کیسا انجام ہوا؟ ہم نے انہیں اور ان کی ساری قوم کو ہلاک کردیاO تو یہ ان کے گھر ان کے ظلم کے سبب

نافرمانی کر کے فساد کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کر کے اپنی اصلاح نہ کرتے تھے۔ ان کا سردار قدار بن سالف تھا اور یہی وہ لوگ ہیں جو حضرت صالح علیہ السّلام کی اونٹنی کے پاؤں کی رگیں کاٹنے پر متفق ہوئے تھے۔

آیت 49 جب ان لوگوں نے حضرت صالح علیہ السّلام کی اونٹنی کے پاؤں کی رگیں کاٹ دیں تو حضرت صالح علیہ السّلام نے انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب کے بارے میں بتایا اور اس عذاب کی علامت بھی بیان کردی۔ اس کے بعد ان نو اَشخاص نے آپس میں اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھا کر کہا کہ ہم ضرور رات کے وقت چھاپا مار کر حضرت صالح علیہ السّلام، اُن کی اولاد اور ان پر ایمان لانے والوں کو قتل کردیں گے، پھر ان کے اس وارث سے جسے ان کے خون کا بدلہ طلب کرنے کا حق ہوگا کہیں گے کہ اس گھر والوں کے قتل کے وقت ہم حاضر نہ تھے اس لئے ہمیں معلوم نہیں کہ انہیں کس نے قتل کیا ہے اور بیشک ہم اپنی بات میں سچے ہیں۔

آیت 50 اس کا معنی یہ ہے کہ ان لوگوں نے حضرت صالح علیہ السّلام اور ان کے گھر والوں پر شب خون مارنے کی سازش تیار کی اور ہم نے ان کی سازش کی سزا یہ دی کہ ان کے عذاب میں جلدی فرمائی اور وہ ہماری خفیہ تدبیر سے غافل رہے۔ **اہم بات:** اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کا حافظ و ناصر ہے اور انہیں لوگوں کے خفیہ شر سے بچاتا ہے۔

آیت 51 ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس رات حضرت صالح علیہ السّلام کے مکان کی حفاظت کے لئے فرشتے بھیج دیئے۔ جب وہ نو شخص ہتھیار باندھ کر اور تلواریں کھینچ کر حضرت صالح علیہ السّلام کے دروازے پر آئے تو فرشتوں نے انہیں پتھر مارے۔ وہ پتھر ان لوگوں کو لگتے تھے لیکن مارنے والے نظر نہ آتے تھے۔ اس طرح ان نو کو ہلاک کیا اور ان کے علاوہ ساری قوم کو اللہ تعالیٰ نے ہولناک آواز سے ہلاک کردیا۔ **اہم بات:** حضرت صالح علیہ السّلام کے دروازے پر ان نو شخصوں کے مرنے سے متعلق اور روایات بھی ہیں۔

آیت 52 ارشاد فرمایا کہ قومِ ثمود کی ہلاکت کے بعد ان کے گھر ویران پڑے ہیں اور اب ان گھروں میں اس قوم کا کوئی شخص بھی موجود نہیں اور ان کا یہ انجام اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرکے اور اس کے رسول کو جھٹلا کر اپنی جانوں پر ظلم کرنے کی وجہ سے ہوا اور

بِمَا ظَلَمُوْا ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَ اَنْجَیْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

ویران پڑے ہیں، بیشک اس میں جاننے والوں کیلئے (عبرت کی) نشانی ہے○ اور ہم نے ان لوگوں کو بچالیا جو ایمان لائے

وَ كَانُوْا یَتَّقُوْنَ ﴿۵۳﴾ وَ لُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ وَ اَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ﴿۵۴﴾

اور ڈرتے تھے○ اور لوط کو یاد کرو جب اس نے اپنی قوم سے فرمایا: کیا تم بے حیائی کا کام کرتے ہو حالانکہ تم دیکھ رہے ہو○

اَىٕنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ﴿۵۵﴾

کیا تم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے پاس شہوت سے جاتے ہو بلکہ تم جاہل لوگ ہو○

قومِ ثمود کے واقعہ میں ان لوگوں کے لئے عبرت کی نشانی موجود ہے جو علم رکھتے ہیں، لہٰذا اگر اے حبیب صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم، تمہاری قوم کے کفار تمہیں جھٹلانے سے باز نہ آئے تو ان کا انجام بھی قومِ ثمود جیسا ہو سکتا ہے۔

آیت 53 فرمایا کہ جو لوگ حضرت صالح علیہ السّلام پر ایمان لائے اور وہ خدا کے خوف سے کفر و شرک اور گناہوں سے بچتے تھے، ہم نے انہیں عذاب سے بچالیا۔ **اہم بات:** تفاسیر میں منقول ہے کہ اُن لوگوں کی تعداد چار ہزار تھی اور حقیقی تعداد اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

آیت 54 یہاں سے حضرت لوط علیہ السّلام اور ان کی قوم کا واقعہ بیان کیا جارہا ہے۔ آیت میں ذکر کئے گئے حضرت لوط علیہ السّلام نے جو قوم سے فرمایا، اس کا **ایک معنی** یہ ہے کہ کیا تم بدکاری پر اتر آئے ہو حالانکہ تم اس فعل کی قباحت جانتے ہو۔ **دوسرا معنی** یہ ہے کہ کیا تم بے حیائی پر اتر آئے ہو اور تم ایک دوسرے کے سامنے بے پردہ ہو کر اعلانیہ بد فعلی کا اِرتکاب کرتے ہو جیسے فی زمانہ کفار کے ممالک میں اعلانیہ بے حیائی عام ہو چکی ہے۔ **تیسرا معنی** یہ ہے کہ تم اپنے سے پہلے نافرمانی کرنے والوں کی تباہی اور اُن کے عذاب کے آثار دیکھتے ہو پھر بھی اس بد عملی میں مبتلا ہو۔

آیت 55 حضرت لوط علیہ السّلام نے مزید فرمایا: کیا تم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے پاس شہوت پوری کرنے کیلئے جاتے ہو حالانکہ مردوں کے فطرتی تقاضے کی تسکین کے لئے عورتیں بنائی گئی ہیں، مردوں کے لئے مرد اور عورتوں کے لئے عورتیں نہیں بنائی گئیں، لہٰذا یہ فعل حکمتِ الٰہی کی مخالفت ہے، بلکہ تم جاہل لوگ ہو جو ایسا کام کرتے ہو اور تمہیں اپنے اس فعل کے برے انجام کا اندازہ نہیں۔ **درس:** مردوں کے فطرتی تقاضے یعنی مخصوص خواہش پوری کرنے کا درست ذریعہ عورت ہے جو فی زمانہ شرعی نکاح کی صورت میں ہے۔ نکاح کے ذریعے فطری تقاضا پورا کرنا بے شمار فوائد کا حامل ہے، جیسے نسلِ انسانی کی بقا، خاندانی نظام قائم رہنا، معاشرے میں فحاشی اور بے حیائی کا خاتمہ ہو کر ایک پاکیزہ معاشرے کا ترتیب پانا وغیرہ۔ جب سے لوگوں نے فطرت سے بغاوت کرتے ہوئے معاشرے میں ہم جنس پرستی کو فروغ دینا شروع کیا، ملکی سطح پر اس کے جواز کے قانون پاس کرنا شروع کئے، فحاشی، عریانی اور بے حیائی کو عام کیا، عورتوں میں پردے کی ذہنیت ختم کر کے بے لگام آزادی کی سوچ پیدا کی، بدکاری کو آسان سے آسان تر کیا حتّٰی کہ بچوں کو اسکولوں میں اس کی باقاعدہ تربیت دینے کا نظام قائم کیا تب سے ان لوگوں کا حال جانوروں سے بھی بدتر ہوتا جارہا ہے، خاندانی نظام تباہ، رشتوں کا تقدس ختم، ایک دوسرے کا سہارا بننے کی سوچ جاتی رہی، مُہلِک اَمراض پیدا ہونا شروع ہو گئے اور اب کئی مغربی ممالک میں آوازیں اٹھنا شروع ہو گئی ہیں کہ فطرت سے بغاوت کے موجودہ طریقے کو ختم کیا جائے۔ اے کاش! مسلمان بھی ہوش کے ناخن لیں اور ان تباہ کن فطری بغاوت سے باز رہیں۔

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْٓا اٰلَ لُوْطٍ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ

تو اس کی قوم کا اس کے سوا کچھ جواب نہ تھا کہ کہنے لگے کہ لوط کے گھروالوں کو اپنی بستی سے نکال دو،

اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ﴿٥٦﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۫ قَدَّرْنٰهَا

بیشک یہ ایسے لوگ ہیں جو بڑے پاک صاف بنتے ہیں○ تو ہم نے اسے اور اس کے گھر والوں کو نجات دی مگر اس کی عورت کو، ہم نے اسے

مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿٥٧﴾ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿٥٨﴾ ع ۴ ۱۴ ۱۹ قُلِ

پیچھے رہ جانے والوں میں سے مقرر کر دیا تھا○ اور ہم نے ان پر ایک بارش برسائی تو ڈرائے جانے والوں کی بارش کتنی بری تھی○ تم کہو:

الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ؕ آٰللّٰهُ خَيْرٌ اَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿٥٩﴾ ؕ

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں اور ان بندوں پر سلام ہو جنہیں اللہ نے چن لیا ہے۔ کیا اللہ بہتر یا ان کے خود ساختہ شریک؟○

آیت 56 قومِ لوط کا یہ قول بدباطنی کی انتہا ہے کہ اپنی خبیث حرکتوں کو برا سمجھنے اور ان سے باز آنے کی بجائے حضرت لوط علیہ السّلام اور ان کے ساتھیوں کو بستی سے نکالنے کا کہہ رہے اور ان کا مذاق اُڑا رہے ہیں کہ یہ بڑے پاکباز بنتے پھرتے ہیں۔ یہ بالکل وہی جواب ہے جو آج کے سیکولر، لبرل لوگوں میں عام ہے کہ فُسّاق وفُجّار تو اپنے اَفعال پر فخر کرتے ہیں جبکہ مذہب، مذہبی لوگوں اور ان کے مذہبی افعال کا مذاق اڑایا جاتا ہے اور حیا کی بات کو جھوٹا تقوی قرار دیتے ہیں۔

آیت 57، 58 ان دو آیات میں عذاب سے نجات پانے والوں اور قوم لوط پر نازل ہونے والے عذاب کی کیفیت کا بیان ہے کہ ان پر آسمان سے پتھر برسے اور سب ہلاک ہوگئے جن میں حضرت لوط علیہ السّلام کی کافرہ بیوی شامل تھی۔ صرف حضرت لوط علیہ السّلام، ان کی بیٹیاں اور مومنین نے نجات پائی۔

آیت 59 آخر میں فرمایا: **کیا اللہ بہتر یا ان کے خود ساختہ شریک؟** اس کا معنی یہ ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والے کے لئے اللہ تعالیٰ بہتر ہے یا بتوں کی عبادت کرنے والے کے لئے بت بہتر ہیں۔ بیشک جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا اور اس نے خاص اللہ تعالیٰ کی عبادت کی تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ ہی بہتر ہے کیونکہ وہ انہیں عذاب اور ہلاکت سے بچاتا ہے جبکہ عذاب نازل ہونے کے وقت بت اپنے عبادت گزاروں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے اس لئے بتوں کو پوجنا اور معبود ماننا انتہائی بے جا ہے۔

اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ

یا وہ بہتر ہے جس نے آسمان و زمین بنائے اور تمہارے لیے آسمان سے پانی اتارا تو ہم نے اس پانی سے بارونق

ذَاتَ بَهْجَةٍ ۚ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ هُمْ

باغ اگائے۔ تمہارے لئے ممکن نہ تھا کہ تم ان (باغوں) کے درخت اگادیتے۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ (ہرگز نہیں،) بلکہ وہ

قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ ؕ ﴿۶۰﴾ اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّجَعَلَ خِلٰلَهَاۤ اَنْهٰرًا وَّجَعَلَ لَهَا

لوگ شریک ٹھہراتے ہیں○ یا وہ بہتر ہے جس نے رہائش کیلئے زمین بنائی اور اس کے درمیان میں نہریں بنائیں اور اس کے لئے

رَوَاسِيَ وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ؕ ﴿۶۱﴾

لنگر بنائے اور دو سمندروں کے درمیان آڑ رکھی۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ بلکہ ان میں اکثر جاہل ہیں○

اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ؕ ءَاِلٰهٌ

یا وہ بہتر جو مجبور کی فریاد سنتا ہے جب وہ اسے پکارے اور برائی ٹال دیتا ہے اور تمہیں زمین کا وارث کرتا ہے۔ کیا اللہ کے ساتھ

آیت 60 اس آیت اور اس کے بعد والی 5 آیات کی ابتداء میں مذکور لفظ ”اَمْ“ کے بارے میں مفسرین کے دو قول ہیں پہلے قول کے اعتبار سے ”اَمَّنْ“ کا معنی یہ ہے کہ کیا بت بہتر ہیں یا وہ خدا جس کی یہ یہ شانیں ہیں؟۔۔۔۔۔ دوسرے قول کے اعتبار سے اس کا معنی یہ ہے کہ مشرکین جنہیں اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے ہیں وہ ہرگز بہتر نہیں بلکہ وہ بہتر ہے جس نے آسمان اور زمین جیسی عظیم مخلوق بنائی اور تمہارے فائدے کے لیے آسمان سے پانی اتارا اور اللہ تعالیٰ نے ہی اس پانی سے مختلف رنگوں، ذائقوں اور شکلوں والے پھلوں کے باغات اگائے۔ تم اگرچہ بیج بوتے ہو، ٹہنیاں لگاتے ہو اور ان باغات کو پانی سے سیراب کرتے ہو لیکن ان درختوں کو اگانا تمہارے لئے ممکن نہ تھا کیونکہ ان کے اگنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے باقاعدہ جو نظام قائم فرمایا ہے، اگر وہ نظام نہ ہوتا تو درخت کس طرح اگتے۔ کیا قدرت کے یہ دلائل دیکھ کر ایسا کہا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ ہرگز ایسا نہیں کہا جاسکتا، بلکہ وہ واحد ہے کہ اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں، جبکہ مشرکین پھر بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ بتوں کو شریک کرتے ہیں۔

آیت 61 آیت کا معنی یہ ہے کہ کیا بت بہتر ہیں یا وہ خدا جس نے زمین کو پھیلا کر ہموار بنا کر اسے رہائش کے قابل بنایا اور زمین کے درمیان میں نہریں بنائیں جن میں پانی جاری ہے اور زمین کیلئے وزنی پہاڑوں کے لنگر بنائے جو اُسے جنبش کرنے سے روکتے ہیں اور کھاری اور میٹھے دو سمندروں کے درمیان آڑ رکھی تاکہ ایک کا پانی دوسرے میں داخل نہ ہو۔ یقیناً خدا ہی بہتر ہے۔ غور کر کے بتاؤ کہ کیا کسی انسان، سورج، چاند، درخت، پتھر یا آگ میں سے کوئی اس بات پر قادر ہے کہ وہ زمین میں ان خصوصیات اور ان نعمتوں کو پیدا کر سکے۔ ہرگز نہیں۔ جب اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی اس پر قادر نہیں تو تم صرف اسی کی عبادت کیوں نہیں کرتے؟ اصل معاملہ یہ ہے کہ ان میں اکثر لوگ جاہل ہیں جو اپنے رب عزّوجلّ کی توحید اور اس کی قدرت و اختیار کو نہیں جانتے۔ **اہم بات:** پودوں، سمندروں اور دریاؤں کے بارے میں علم، اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنے کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔

آیت 62 فرمایا: کیا بت بہتر ہیں یا وہ خدا جو حقیقی کارساز ہے، جو مجبور کے پکارنے پر اس کی فریاد سنتا اور اس کی حاجت روائی فرماتا ہے

مَّعَ اللّٰهِ ؕ قَلِیۡلًا مَّا تَذَكَّرُوۡنَ ؕ ﴿۶۲﴾ اَمَّنۡ یَّهۡدِیۡكُمۡ فِیۡ ظُلُمٰتِ الۡبَرِّ وَ الۡبَحۡرِ

کوئی اور معبود ہے؟ تم بہت ہی کم نصیحت حاصل کرتے ہو○ یا وہ بہتر ہے جو تمہیں خشکی اور تری کے اندھیروں میں راہ دکھاتا ہے

وَ مَنۡ یُّرۡسِلُ الرِّیٰحَ بُشۡرًۢا بَیۡنَ یَدَیۡ رَحۡمَتِهٖ ؕ ءَ اِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ تَعٰلَى

اور وہ جو ہوائیں بھیجتا ہے اس حال میں کہ وہ ہوائیں اللہ کی رحمت سے پہلے خوشخبری دے رہی ہوتی ہیں۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ اللہ

اللّٰهُ عَمَّا یُشۡرِكُوۡنَ ﴿۶۳﴾ اَمَّنۡ یَّبۡدَؤُا الۡخَلۡقَ ثُمَّ یُعِیۡدُهٗ وَ مَنۡ یَّرۡزُقُكُمۡ مِّنَ

ان کے شرک سے بلندو بالا ہے○ یا وہ بہتر ہے جو خَلق کی ابتداء فرماتا ہے پھر اسے دوبارہ بنائے گا اور وہ جو تمہیں

السَّمَآءِ وَ الۡاَرۡضِ ؕ ءَ اِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قُلۡ هَاتُوۡا بُرۡهَانَكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ ﴿۶۴﴾

آسمانوں اور زمین سے روزی دیتا ہے۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ تم فرماؤ: اپنی دلیل لاؤ اگر تم سچے ہو○

اور اس سے برائی ٹال دیتا ہے، کیونکہ اس کے علاوہ کوئی اور اس بات پر قادر ہی نہیں اور وہ تمہیں پہلے لوگوں کی زمینوں کا وارث بناتا ہے، تم ان میں تَصَرُّف کرتے ہو اور تمہارے بعد والے تمہاری زمینوں کے وارث ہوں گے اور وہ ان میں تصرف کریں گے۔ یقیناً خدا ہی بہتر ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے جو تمام مخلوق کو ایسی عظیم نعمتیں عطا کرے؟ ہر گز نہیں۔ تم اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کی آسان ترین حجتوں سے بہت ہی کم نصیحت اور عبرت حاصل کرتے ہو، اسی لئے تم اوروں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں شریک کرتے ہو۔ **درس:** اس آیت میں بیان ہوا کہ اللہ تعالیٰ مجبوروں کی فریاد سنتا ہے، اس لئے مجبور کو کثرت سے دعا کرنی چاہیے اور دوسرے بھی اس سے دعا کروائیں۔

آیت 63 فرمایا: کیا بت بہتر ہیں یا وہ رحمتیں فرمانے والا خدا جو تمہیں خشکی اور تری کے سفر کے دوران اندھیری راتوں میں آسمانی ستاروں کے ذریعے اور دن کے وقت زمینی علامات کے ذریعے تمہاری منزلوں کی طرف راستے دکھاتا ہے اور وہ جو ہوائیں بھیجتا ہے اس حال میں کہ وہ ہوائیں اللہ تعالیٰ کی رحمت یعنی بارش سے پہلے بارش کے آنے کی خوشخبری دے رہی ہوتی ہیں۔ یقیناً خدا ہی بہتر ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے جو ایسی قدرت رکھتا ہو؟ ہر گز نہیں، بلکہ صرف اللہ تعالیٰ ہی ایسی قدرت رکھتا ہے۔

آیت 64 فرمایا: کیا بت بہتر ہیں یا وہ خالقِ کائنات، رازقِ مطلق جو مخلوق کو بغیر کسی مثال کے ابتدا ہی سے پیدا فرماتا ہے، پھر مخلوق کی موت کے بعد اسے دوبارہ بنائے گا۔ یقیناً خدا ہی بہتر ہے۔ مزید ارشاد فرمایا کہ اور وہ جو تمہیں آسمانوں سے بارش کے ذریعے اور زمین سے نباتات کے ذریعے روزی دیتا ہے، کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے جس نے یہ کام کئے ہوں؟ ہر گز نہیں۔ اے حبیب! آپ ان سے فرمادیں کہ اگر تم اپنے اس دعوے میں کہ "اللہ تعالیٰ کے سوا اور بھی معبود ہیں" سچے ہو تو بتاؤ جو صفات اور کمالات (اوپر) بیان کئے گئے وہ کس میں ہیں؟ اور جب اللہ تعالیٰ کے سوا ایسا کوئی نہیں تو پھر کسی دوسرے کو کس طرح معبود ٹھہراتے ہو۔

Go to Index

قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰهُؕ وَ مَا یَشْعُرُوْنَ اَیَّانَ

تم فرماؤ: اللہ کے سوا آسمانوں اور زمین میں کوئی غیب نہیں جانتا اور لوگ نہیں جانتے کہ انہیں کب

یُبْعَثُوْنَ ﴿۶۵﴾ بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ قف بَلْ هُمْ فِیْ شَكٍّ مِّنْهَا قف بَلْ هُمْ

اُٹھایا جائے گا؟ ○ کیا کافروں کا علم آخرت کے بارے میں مکمل ہوچکا ہے؟ بلکہ وہ اس کی طرف سے شک میں ہیں بلکہ وہ

ع ٨ ١
مِّنْهَا عَمُوْنَ ﴿۶۶﴾ؑ وَ قَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا وَّ اٰبَآؤُنَاۤ اَىِٕنَّا لَمُخْرَجُوْنَ ﴿۶۷﴾

اس سے اندھے ہیں ○ اور کافروں نے کہا: کیا جب ہم اور ہمارے باپ دادا مٹی ہوجائیں گے تو کیا ہم پھر نکالے جائیں گے؟ ○

آیت 65 **شانِ نزول:** مشرکین نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے قیامت کے آنے کا وقت دریافت کیا تھا، ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی اور آیت کا معنی یہ ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی غیب جانتا ہے، اس کے علاوہ اور کوئی غیب نہیں جانتا اور قیامت قائم ہونے کا وقت بھی اسے ہی معلوم ہے، انسان نہیں جانتے کہ انہیں دوبارہ کب اٹھایا جائے گا۔ **اہم بات:** اس آیت میں اور اس کے علاوہ کئی آیات میں غیب کے علم کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص کیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ سے علمِ غیب کی نفی کی گئی ہے، جبکہ دوسری طرف قرآن ہی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو غیب کی خبریں دینے کا ذکر ہے اور خود نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے ماضی و مستقبل کے ہزاروں غیبی واقعات کی خبریں دی ہیں جو سینکڑوں احادیث میں ہیں حتی کہ احادیث کی کتابوں میں "کتاب الفتن" کے نام سے پورے پورے باب موجود ہیں جو غیب کی خبروں کے متعلق ہیں۔ اسی مناسبت سے یہاں ہم علمِ غیب سے متعلق ایک خلاصہ ذکر کرتے ہیں تاکہ وہ آیات، احادیث اور اقوالِ علما جن میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسروں سے علمِ غیب کی نفی کی گئی ہے ان کا اصل مفہوم واضح ہو۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: علمِ غیب اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہونا بیشک حق ہے اور اس سے مراد وہی علمِ ذاتی اور علمِ محیط (یعنی ہر چیز کا علم) ہے کہ وہی اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت اور اس سے مخصوص ہے۔ علمِ عطائی کہ دوسرے کا دیا ہوا ہو اور علمِ غیرِ محیط کہ بعض اَشیاء سے مطلع ہو اور بعض سے ناواقف ہو، اللہ عزّوجلّ کے لیے ہو ہی نہیں سکتا، اس سے مخصوص ہونا تو دوسرا درجہ ہے اور اللہ عزّوجلّ کی عطا سے علومِ غیب غیر محیط کا اَنبیاء علیہم السّلام کو ملنا بھی قطعاً حق ہے۔ (فتاویٰ رضویہ 29/438 ملخصاً)

آیت 66 آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کیا کافروں کا علم آخرت کے بارے میں مکمل ہوچکا اور انہیں قیامت قائم ہونے کا یقین حاصل ہوگیا جو وہ اس کا وقت دریافت کرتے ہیں؟ ایسا ہرگز نہیں بلکہ وہ تو اس کی طرف سے شک میں ہیں انہیں ابھی تک قیامت کے آنے کا یقین نہیں اور بصیرت نہ ہونے کی وجہ سے قیامت کے دلائل کو سمجھ نہیں سکتے۔

آیت 67، 68 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ کافروں نے مرنے کے بعد زندہ کئے جانے کا انکار کرتے ہوئے یہ بھی کہا کہ جب مرنے کے بعد ہم اور ہمارے باپ دادا مٹی ہوجائیں گے تو کیا ہم پھر قبروں سے زندہ کرکے نکالے جائیں گے؟ بیشک مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کا جو وعدہ ہمیں دیا گیا ہے، پچھلے زمانوں میں یہی وعدہ ہمارے باپ دادا کو بھی دیا گیا تھا، یہ تو صرف پہلے لوگوں کی جھوٹی کہانیاں ہیں اور یہ اعتراض کافروں کی جہالت ہے کہ ان کے باپ دادا کو یہ کب کہا گیا تھا کہ اگلے سوڈیڑھ سو سال میں انہیں دوبارہ زندہ

Go to Index

لَقَدۡ وُعِدۡنَا هٰذَا نَحۡنُ وَ اٰبَآؤُنَا مِنۡ قَبۡلُ ۙ اِنۡ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِيۡرُ الۡاَوَّلِيۡنَ ﴿۶۸﴾

بیشک یہ وعدہ ہمیں اور ہم سے پہلے ہمارے باپ داداؤں کو دیا گیا تھا، یہ تو صرف پہلے لوگوں کی جھوٹی کہانیاں ہیں ○

قُلۡ سِيۡرُوۡا فِى الۡاَرۡضِ فَانْظُرُوۡا كَيۡفَ كَانَ عَاقِبَةُ الۡمُجۡرِمِيۡنَ ﴿۶۹﴾ وَلَا تَحۡزَنۡ عَلَيۡهِمۡ

تم فرماؤ: زمین میں چل کر دیکھو، مجرموں کا انجام کیسا ہوا؟○ اور (اے حبیب!) تم ان پر غم نہ کرو

وَلَا تَكُنۡ فِىۡ ضَيۡقٍ مِّمَّا يَمۡكُرُوۡنَ ﴿۷۰﴾ وَيَقُوۡلُوۡنَ مَتٰى هٰذَا الۡوَعۡدُ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ﴿۷۱﴾

اور ان کی سازشوں سے دل تنگ نہ ہو○ اور کافر کہتے ہیں: یہ وعدہ کب (پورا) ہوگا؟ اگر تم سچے ہو (تو بتاؤ)○

قُلۡ عَسٰٓى اَنۡ يَّكُوۡنَ رَدِفَ لَـكُمۡ بَعۡضُ الَّذِىۡ تَسۡتَعۡجِلُوۡنَ ﴿۷۲﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوۡ فَضۡلٍ

تم فرماؤ: ہوسکتا ہے کہ جس (عذاب) کی تم جلدی مچارہے ہو اس کا کچھ حصہ تمہارے پیچھے آلگا ہو○ اور بیشک تیرا رب لوگوں پر فضل والا ہے

کیا جائے گا، موجودہ اور سابقہ سب کافروں سے ایک غیر معین مدت کے متعلق فرمایا گیا تھا کہ ایسا دن آنے والا ہے جس میں انہیں دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ وہ مدت خدا کے نزدیک تو متعین ہے لیکن لوگوں کو معلوم نہیں۔

آیت 69 فرمایا کہ اے حبیب! آپ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کا انکار کرنے اور اسے جھٹلانے والے ان کافروں سے فرمادیں کہ (اگر تمہارے گمان کے مطابق یہ وعدہ جھوٹی کہانی ہے تو) تم جھٹلانے والوں کی سرزمین جیسے حجر اور اَحقاف وغیرہ میں چل کر دیکھ لو کہ ان مجرموں کا انجام کیسا ہوا، وہ لوگ اپنے انکار کے سبب طرح طرح کے عذابوں سے ہلاک کردیئے گئے اور اگر تم بھی ان جیسی روش سے باز نہ آئے تو تمہارا انجام بھی ان لوگوں جیسا ہو سکتا ہے اور تم پر بھی ان کی طرح کا کوئی عذاب نازل ہو سکتا ہے۔

درس: اس سے معلوم ہوا کہ برباد شدہ قوموں کی اجڑی بستیاں لوگوں کے لئے عبرت کے نشان ہیں اور لوگوں کو چاہئے کہ ان اجڑی ہوئی اور ویران بستیوں کو دیکھ کر عبرت و نصیحت حاصل کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے سے باز آجائیں۔

آیت 70 ارشاد فرمایا: اے حبیب! آپ ان کافروں کے جھٹلانے اور اسلام سے محروم رہنے کے سبب ان پر غم نہ کھائیں کہ آپ نے اپنا فرضِ منصبی پورا کردیا اور آپ ان کی سازشوں سے دل تنگ نہ ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ کی حفاظت فرمانے والا اور آپ کا مددگار ہے۔

آیت 71، 72 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ کافر یہ کہتے ہیں: اگر آپ عذاب نازل ہونے کے وعدے میں سچے ہیں تو آپ بتائیں کہ یہ وعدہ کب پورا ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے حبیب! آپ ان سے فرمادیں کہ جس عذاب کے نازل ہونے کی تم جلدی مچارہے ہو، ہوسکتا ہے کہ اس کا کچھ حصہ تمہارے پیچھے آلگا ہو اور تمہارے قریب پہنچ چکا ہو۔ چنانچہ وہ عذاب بدر کے دن اُن پر آہی گیا اور باقی عذاب وہ موت کے بعد پائیں گے۔

آیت 73 ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! بیشک تیرا رب عزّوجلّ لوگوں پر فضل فرمانے والا ہے، اسی لئے عذاب میں تاخیر فرماتا ہے، لیکن ان میں اکثر لوگ شکر گزاری نہیں کرتے اور جہالت کی وجہ سے عذاب آنے کی جلدی کرتے ہیں۔

عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكۡثَرَهُمۡ لَا يَشۡكُرُوۡنَ ﴿٧٣﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَعۡلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوۡرُهُمۡ

لیکن ان میں اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے ○ اور بیشک تمہارا رب یقیناً جانتا ہے جو ان کے سینے چھپائے ہوئے ہیں

وَمَا يُعۡلِنُوۡنَ ﴿٧٤﴾ وَمَا مِنۡ غَآئِبَةٍ فِى السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ اِلَّا فِىۡ كِتٰبٍ مُّبِيۡنٍ ﴿٧٥﴾

اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں ○ اور آسمانوں اور زمین میں جتنے غیب ہیں سب ایک بتانے والی کتاب میں ہیں ○

اِنَّ هٰذَا الۡقُرۡاٰنَ يَقُصُّ عَلٰى بَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ اَكۡثَرَ الَّذِىۡ هُمۡ فِيۡهِ يَخۡتَلِفُوۡنَ ﴿٧٦﴾

بیشک یہ قرآن بنی اسرائیل سے اکثر وہ باتیں ذکر فرماتا ہے جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں ○

وَاِنَّهٗ لَهُدًى وَّرَحۡمَةٌ لِّلۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿٧٧﴾ اِنَّ رَبَّكَ يَقۡضِىۡ بَيۡنَهُمۡ بِحُكۡمِهٖ ۚ

اور بیشک یہ مسلمانوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے ○ بیشک تمہارا رب اپنے حکم سے ان کے درمیان فیصلہ فرمادے گا

وَهُوَ الۡعَزِيۡزُ الۡعَلِيۡمُ ۚ ﴿٧٨﴾ فَتَوَكَّلۡ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّكَ عَلَى الۡحَـقِّ الۡمُبِيۡنِ ﴿٧٩﴾ اِنَّكَ لَا تُسۡمِعُ الۡمَوۡتٰى

اور وہی عزت والا علم والا ہے ○ تو تم اللہ پر بھروسہ کرو بیشک تم روشن حق پر ہو ○ بیشک تم مُردوں کو نہیں سنا سکتے

آیت 74 آیت کا خلاصۂ کلام یہ ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے ساتھ پوشیدہ اور اِعلانیہ عداوت رکھنا اور آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی مخالفت میں مکاریاں کرنا سب کچھ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے، وہ انہیں اس کی سزا دے گا۔ **درس:** یہ آیت بار بار پڑھنے کی ہے تاکہ ہم بھی اپنے دلوں کی حفاظت کر سکیں۔

آیت 75 اس آیت کا معنی یہ ہے کہ آسمانوں اور زمین میں جتنے غیب ہیں سب ایک بتانے والی کتاب لوحِ محفوظ میں ثبت ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے جنہیں ان کا دیکھنا مُیَسَّر ہے اُن کے لئے ظاہر ہیں۔

آیت 76 اہلِ کتاب نے دینی اُمور میں آپس میں اختلاف کیا جس کی وجہ سے اُن کے بہت سے فرقے بن گئے اور آپس میں لعن طعن کرنے لگے تو قرآنِ کریم نے ان کے اختلافی امور کو حقیقت کے مطابق بیان فرمایا ہے۔

آیت 77 فرمایا کہ بیشک یہ قرآن مسلمانوں کے لیے گمراہی سے ہدایت اور انہیں عذاب سے بچا کر ان کے لیے رحمت ہے۔

آیت 78، 79 فرمایا: اے حبیب! بنی اسرائیل کے جو لوگ دینی اُمور میں باہم اختلاف کر رہے ہیں، آپ کا رب عزّوجلّ اپنے حکم سے قیامت کے دن ان کے درمیان فیصلہ فرمادے گا اور آپ کا رب عزّوجلّ ہی عزت والا اور تمام اَشیاء کا علم رکھنے والا ہے، لہٰذا اے پیارے حبیب! آپ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھیں اور ان کی دشمنی کی پروا نہ کریں، بیشک آپ روشن حق پر ہیں۔

آیت 80 فرمایا: **بیشک تم مُردوں کو نہیں سنا سکتے۔** یعنی جن لوگوں کے دل مردہ ہیں آپ انہیں نہیں سنا سکتے اور وہ لوگ کفار ہیں۔ (خازن، 3/319) مزید فرمایا: **اور نہ تم بہروں کو پکار سنا سکتے ہو۔** اس کا معنی یہ ہے کہ کفار کو جس چیز کی دعوت دی جارہی ہے وہ اُس سے منہ پھیرنے کی وجہ سے مُردوں اور بہروں کی طرح ہوگئے ہیں تو جس طرح مردے اور بہرے کو حق کی دعوت دینا کوئی فائدہ نہیں دیتا اسی

وَ لَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِیْنَ ﴿۸۰﴾ وَ مَآ اَنْتَ بِهٰدِی الْعُمْیِ عَنْ

اور نہ تم بہروں کو پکار سنا سکتے ہو جب وہ پیٹھ دے کر پھر رہے ہوں ○ اور تم اندھوں کو ان کی گمراہی سے (نکال کر) ہدایت

ضَلٰلَتِهِمْؕ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ یُّؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۸۱﴾ وَ اِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَیْهِمْ

دینے والے نہیں۔ تم تو اسی کو سنا سکتے ہو جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں تو وہ فرمانبردار ہیں ○ اور جب ان پر بات آپڑے گی

اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْۙ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰیٰتِنَا لَا یُوْقِنُوْنَ۠ ﴿۸۲﴾ ع ٦

تو ہم ان کے لیے زمین سے ایک جانور نکالیں گے جو لوگوں سے کلام کرے گا اس لیے کہ لوگ ہماری آیتوں پر یقین نہ کرتے تھے ○

وَ یَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّنْ یُّكَذِّبُ بِاٰیٰتِنَا فَهُمْ

اور اس دن کو یاد کرو جس دن ہم ہر امت میں سے ایک گروہ کو اٹھائیں گے جو ہماری آیتوں کو جھٹلاتا ہے تو ان کے پہلے لوگوں کو روکا جائے گا

طرح ان کافروں کو حق کی دعوت دینا کوئی فائدہ نہیں دیتا۔ **اہم باتیں:** (1) بعض حضرات اس آیت سے مُردوں کے نہ سننے پر استدلال کرتے ہیں، ان کا استدلال غلط ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں کفار کو مُردہ فرمایا گیا ہے اور اُن سے بھی مُطلقاً ہر کلام سننے کی نفی مراد نہیں ہے بلکہ وعظ و نصیحت اور کلامِ ہدایت قبول کرنے کیلئے سننے کی نفی ہے اور مراد یہ ہے کہ کافر مردہ دل ہیں کہ نصیحت سے کوئی فائدہ نہیں اٹھاتے۔ (2) کثیر اَحادیث سے مُردوں کا سننا ثابت ہے، چنانچہ بخاری شریف میں ہے، سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب بندے کو اس کی قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور لوگ دفن کر کے پلٹتے ہیں تو بیشک وہ یقیناً تمہارے جوتوں کی آواز سنتا ہے۔ (بخاری، حدیث: 1338)

آیت 81 ارشاد فرمایا: **اور تم اندھوں کو ہدایت دینے والے نہیں۔** اس کا معنی یہ ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ نے ہدایت سے اور اس کے دل کو ایمان سے اندھا کر دیا آپ اسے گمراہی سے نکال کر ہدایت نہیں دے سکتے۔ مزید فرمایا: **تم تو اسی کو سنا سکتے ہو جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔** یعنی آپ صرف انہی کو سنا سکتے ہیں جن کے پاس سمجھنے والے دل ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کے علم میں ایمان کی سعادت سے بہرہ اندوز ہونے والے ہیں اور وہ مخلص مسلمان ہیں۔

آیت 82 آیت کا مفہوم یہ ہے کہ قیامت قریب ہو جائے گی اور اس کی علامتیں ظاہر ہونے لگیں گی اور اس وقت توبہ نفع نہ دے گی اور اس وقت ہم ان کے لیے زمین سے ایک عجیب و غریب جسم والا جانور نکالیں گے جو لوگوں سے فصیح و بلیغ کلام کرے گا اور کہے گا: ''هٰذَا مُؤْمِنٌ وَهٰذَا كَافِرٌ'' یعنی یہ مومن ہے اور یہ کافر ہے۔ اور وہ جانور اللہ تعالیٰ کی طرف سے نمائندگی کرتے ہوئے لوگوں سے یہ کہے گا کہ لوگ ہماری آیتوں پر یقین نہ کرتے تھے یا معنیٰ یہ ہے کہ ہم یہ جانور اس لئے نکالیں گے کہ لوگ قرآن پاک پر ایمان نہ لاتے تھے جس میں مرنے کے بعد زندہ کئے جانے اور حساب و عذاب کا بیان ہے۔ **اہم بات:** یہاں جس جانور کا ذکر ہوا اسے ''دَآبَّةُ الْاَرْض'' کہتے ہیں۔ اس کے بارے میں صرف اتنا جان لینا کافی ہے کہ یہ عجیب و غریب شکل کا جانور ہو گا۔ کوہِ صفا سے برآمد ہو کر تمام شہروں میں بہت جلد پھرے گا۔ فصاحت کے ساتھ کلام کرے گا۔ ہر شخص کی پیشانی پر ایک نشان لگائے گا، ایمانداروں کی پیشانی پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا سے نورانی خط کھینچے گا اور کافر کی پیشانی پر حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی سے سیاہ مہر لگائے گا۔

آیت 83، 84 خلاصہ یہ ہے کہ جس دن ہم ہر امت میں سے ایک گروہ کو اٹھائیں گے جو انبیاءِ کرام علیہم السلام پر نازل کردہ ہماری آیتوں

يُوْزَعُوْنَ ﴿۸۳﴾ حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْ قَالَ اَكَذَّبْتُمْ بِاٰيٰتِيْ وَ لَمْ تُحِيْطُوْا بِهَا

تاکہ ان کے بعد والے ان سے آملیں ○ یہاں تک کہ جب سب حاضر ہوجائیں گے تو اللہ فرمائے گا: کیا تم نے میری آیتوں کو جھٹلایا تھا حالانکہ

عِلْمًا اَمَّا ذَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَ وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ بِمَا ظَلَمُوْا فَهُمْ لَا يَنْطِقُوْنَ ﴿۸۵﴾

تمہارا علم ان تک نہ پہنچا تھا یا تم کیا کام کرتے تھے؟ ○ اور ان پر ان کے ظلم کے سبب بات واقع ہوچکی تو وہ اب کچھ نہیں بولتے ○

اَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا الَّيْلَ لِيَسْكُنُوْا فِيْهِ وَ النَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

کیا انہوں نے نہ دیکھا کہ ہم نے رات بنائی تاکہ وہ اس میں آرام کریں اور دن کو آنکھیں کھولنے والا بنایا بیشک اس میں

لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۸۶﴾ وَ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ

ان لوگوں کیلئے ضرور نشانیاں ہیں جو ایمان رکھتے ہیں ○ اور جس دن صور میں پھونکا جائے گا تو جو آسمانوں میں ہیں اور جو

کو جھٹلاتا ہے تو ان کے پہلے لوگوں کو روکا جائے گا تاکہ ان کے بعد والے ان سے آملیں، پھر انہیں حساب کی جگہ کی طرف چلایا جائے گا یہاں تک کہ جب سب حساب کی جگہ میں حاضر ہوجائیں گے تو اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا: کیا تم نے میرے رسولوں پر نازل کردہ میری آیتوں کو جھٹلایا تھا حالانکہ تمہارا علم ان تک نہ پہنچا تھا اور بغیر سوچے سمجھے ہی ان آیتوں کا انکار کر دیا۔ جب تم اُن آیتوں میں غور و فکر کرنے کے اہم ترین کام میں مشغول نہ ہوئے تو تم کیا کام کرتے تھے؟ تم بے کار تو نہیں پیدا کئے گئے تھے۔

آیت 85 فرمایا کہ **اور ان پر بات واقع ہوچکی۔** یعنی ان کے شرک کے سبب ان پر عذاب ثابت ہوچکا تو وہ اب کچھ نہیں بولتے کیونکہ اُن کے لئے کوئی حجت باقی نہیں ہے اور یہ معنیٰ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلانے کی وجہ سے اُن پر عذاب اس طرح چھا جائے گا کہ وہ بول نہ سکیں گے۔ **اہم بات:** قیامت کے دن کفار پر ایک وقت ایسا آئے گا جب وہ بول نہ سکیں گے جبکہ دیگر کچھ مواقع پر کلام بھی کریں گے۔

آیت 86 فرمایا کہ **کیا انہوں نے نہ دیکھا۔** اس آیت میں مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے پر دلیل ہے، کیونکہ جو دن کی روشنی کو رات کی تاریکی سے اور رات کی تاریکی کو دن کی روشنی سے بدلنے پر قادر ہے وہ مردے کو زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔ نیز لَیل و نَہار کے اِنقلاب سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس میں لوگوں کی دُنیوی زندگی کا انتظام ہے اور نظامِ زندگی کو اس طرح پیدا کرنے میں ان لوگوں کیلئے ضرور اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں جو ایمان رکھتے ہیں۔ **اہم بات:** دن اور رات کے بنانے میں اگرچہ تمام مخلوق کے لئے نشانیاں ہیں لیکن یہاں ایمان والوں کا بطورِ خاص اس لئے ذکر فرمایا گیا کہ وہی ان نشانیوں سے اپنا ایمان مضبوط کرتے ہیں۔

آیت 87 فرمایا کہ **اور جس دن صور میں پھونکا جائے گا۔** یعنی جس دن باذن اللہ حضرت اسرافیل علیہ السلام صور میں پھونکیں گے تو اس کی آواز سن کر زمین و آسمان کے تمام جاندار خوف زدہ ہوجائیں گے اور اسی خوف کی وجہ سے مر جائیں گے، **مگر وہ جنہیں اللہ چاہے** یعنی جنہیں اللہ تعالیٰ چاہے گا اور جن کے دل کو اللہ تعالیٰ سکون عطا فرمائے گا انہیں یہ گھبراہٹ نہ ہوگی اور صور پھونکنے کے بعد سب لوگ حساب کی جگہ میں اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزی سے حاضر ہوجائیں گے۔

Go to Index

فِی الۡاَرۡضِ اِلَّا مَنۡ شَآءَ اللّٰہُ ؕ وَ کُلٌّ اَتَوۡہُ دٰخِرِیۡنَ ﴿۸۷﴾ وَ تَرَی الۡجِبَالَ

زمین میں ہیں سب گھبرا جائیں گے مگر وہ جنہیں اللہ چاہے اور سب اس کے حضور عاجزی کرتے حاضر ہوں گے ○ اور تُو پہاڑوں کو دیکھے گا

تَحۡسَبُہَا جَامِدَۃً وَّ ہِیَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ؕ صُنۡعَ اللّٰہِ الَّذِیۡۤ اَتۡقَنَ کُلَّ شَیۡءٍ ؕ

انہیں جمے ہوئے خیال کرے گا حالانکہ وہ بادل کے چلنے کی طرح چل رہے ہوں گے۔ یہ اس اللہ کی کاریگری ہے جس نے ہر چیز کو مضبوط کیا

اِنَّہٗ خَبِیۡرٌۢ بِمَا تَفۡعَلُوۡنَ ﴿۸۸﴾ مَنۡ جَآءَ بِالۡحَسَنَۃِ فَلَہٗ خَیۡرٌ مِّنۡہَا ۚ وَ ہُمۡ مِّنۡ فَزَعٍ یَّوۡمَئِذٍ

بیشک وہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے ○ جو نیکی لائے اس کے لیے اس سے بہتر صلہ ہے اور وہ اس دن کی گھبراہٹ سے

اٰمِنُوۡنَ ﴿۸۹﴾ وَ مَنۡ جَآءَ بِالسَّیِّئَۃِ فَکُبَّتۡ وُجُوۡہُہُمۡ فِی النَّارِ ؕ ہَلۡ تُجۡزَوۡنَ

امن وچین میں ہوں گے ○ اور جو برائی لائے گا تو ان کے چہرے آگ میں اُلٹے کر دیے جائیں گے۔ (اے لوگو!) تمہیں تمہارے اعمال ہی کا

اِلَّا مَا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۹۰﴾ اِنَّمَاۤ اُمِرۡتُ اَنۡ اَعۡبُدَ رَبَّ ہٰذِہِ الۡبَلۡدَۃِ الَّذِیۡ حَرَّمَہَا

بدلہ دیا جائے گا ○ مجھے تو یہی حکم ہوا ہے کہ میں اس شہر (مکہ) کے رب کی عبادت کروں جس نے اسے حرمت والا بنایا ہے

آیت 88 اس آیت کا معنی یہ ہے کہ صور پھونکنے کے وقت پہاڑ اپنی بڑی جسامت کی وجہ سے دیکھنے میں تو اپنی جگہ ثابت معلوم ہوں گے جبکہ حقیقت میں وہ بادلوں کی طرح انتہائی تیز چلتے ہوں گے جیسا کہ بادل وغیرہ بڑے جسم چلتے تو ہیں لیکن حرکت کرتے ہوئے معلوم نہیں ہوتے، یہاں تک کہ وہ پہاڑ زمین پر گر کر اس کے برابر ہو جائیں گے۔ یہ اس اللہ کی کاریگری ہے جس نے ہر چیز کو مضبوط کیا، اے لوگو! بیشک وہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔

آیت 89 یہاں نیکی سے مراد کلمۂ توحید کی شہادت ہے۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ اس سے مراد عمل میں اخلاص ہے اور بعض نے کہا کہ اس سے مراد ہر وہ نیکی ہے جو اللہ تعالیٰ کے لئے ہو۔ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جو نیکی لائے اس کے لیے اس سے بہتر صلہ یعنی جنت اور ثواب ہے اور وہ نیک لوگ قیامت کے دن کی اس گھبراہٹ سے ابتدا ہی میں یا بالآخر امن وچین میں ہو جائیں گے۔

آیت 90 یہاں برائی سے مراد شرک ہے۔ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جو شرک لائیں گے وہ اوندھے منہ آگ میں ڈالے جائیں گے اور جہنم کے خازن اُن سے کہیں گے: تمہیں تمہارے شرک اور گناہوں ہی کا بدلہ دیا جائے گا۔

آیت 91 نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے فرمایا گیا کہ تم فرمادو: مجھے تو یہی حکم ہوا ہے کہ میں اس شہر مکہ کے رب عزّوجلّ کی عبادت کروں اور اپنی عبادت اس رب عزّوجلّ کے ساتھ خاص کروں جس نے اسے حرمت والا بنایا ہے کہ وہاں نہ کسی انسان کا خون بہایا جائے، نہ کوئی شکار مارا جائے اور نہ وہاں کی گھاس کاٹی جائے اور ہر شے حقیقی طور پر اسی کی ملکیت ہے اور مجھے یہ حکم ہوا ہے کہ فرماں برداروں میں سے رہوں۔

اہم بات: آیت میں مکہ مکرمہ کا ذکر اس لئے ہوا ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کا وطن اور وحی نازل ہونے کی جگہ ہے۔

وَلَهٗ كُلُّ شَیْءٍ٘ وَّاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ﴿۹۱﴾ وَاَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ ۚ

اور ہر شے اسی کی ملکیت ہے اور مجھے حکم ہوا ہے کہ فرمانبرداروں میں سے رہوں ○ اور یہ کہ میں قرآن کی تلاوت کروں

فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا یَهْتَدِیْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَقُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُنْذِرِیْنَ ﴿۹۲﴾

توجس نے ہدایت پائی تو اس نے اپنی ذات کیلئے ہی ہدایت پائی اور جو گمراہ ہو تو تم فرمادو کہ میں تو صرف ڈرانے والوں میں سے ہوں○

وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ سَیُرِیْكُمْ اٰیٰتِهٖ فَتَعْرِفُوْنَهَا ؕ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ

اور تم فرماؤ:سب خوبیاں اللہ کے لیے ہیں، عنقریب وہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھائے گا تو تم انہیں پہچان لوگے اور (اے حبیب!) تمہارا رب،

عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾ ع

ع ۷ ۱۲ ۳

(اے لوگو!) تمہارے اعمال سے غافل نہیں ہے○

ایاتها ٨٨ — ٢٨ سُوْرَةُ الْقَصَصِ مَكِّيَّةٌ ٤٩ — ركوعاتها ٩

سورۂ قصص مکیہ ہے، اس میں اٹھاسی آیتیں اور نو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

آیت 92 فرمایا کہ آپ فرمادیں: اور مجھے یہ حکم ہوا ہے کہ میں مخلوقِ خدا کو ایمان کی دعوت دینے کے لئے قرآن کی تلاوت کرتا رہوں توجس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی اطاعت کرکے ہدایت پائی تو اس نے اپنی ذات کیلئے ہی ہدایت پائی کیونکہ اس کا نفع اور ثواب وہی پائے گا اور جو گمراہ ہو تو اے نبی، تم اس سے کہہ دو کہ میں تو صرف اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانے والوں میں سے ہوں اور میری ذمہ داری اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دینا تھا جو میں نے انجام دے دی۔

آیت 93 ارشاد فرمایا: اور تم فرمادو کہ اللہ نے مجھے جو نعمتیں عطا فرمائیں اس پر سب خوبیاں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں، عنقریب وہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھائے گا تو تم انہیں پہچان لوگے لیکن اس وقت کا پہچاننا تمہیں کوئی نفع نہ دے گا۔ مزید فرمایا: اور اے حبیب! تمہارا رب، اے لوگو! وہ تمہارے اعمال سے غافل نہیں ہے تو وہ ہر ایک کو اس کے عمل کے مطابق جزا دے گا۔ **اہم بات:** یہاں جن نشانیوں کا ذکر ہوا ان سے مراد چاند کا دو ٹکڑے ہونا وغیرہ معجزات اور وہ سزائیں ہیں جو دنیا میں آئیں جیسا کہ بدر میں کفار کا قتل ہونا، قید ہونا اور فرشتوں کا انہیں مارنا۔

سورۂ قصص کا تعارف یہ سورت چار آیتوں کے علاوہ مکیہ ہے اور اس سورت میں ایک آیت ”اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ“ ایسی ہے جو مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے درمیان نازل ہوئی۔ اس سورت میں 9 رکوع اور 88 آیتیں ہیں۔ قصص کا معنی ہے واقعات اور قصے، اور چونکہ اس سورت میں مختلف قصے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کا قصہ اور قارون کا قصہ وغیرہا بیان کیے گئے ہیں، اسی مناسبت سے اس سورت کا نام ”سورۃ القصص“ رکھا گیا ہے۔ **مضامین:** اس سورت میں حضرت موسی علیہ السّلام کی ولادت سے لے کر تورات عطا کئے جانے تک کے

طٰسٓمّٓ ﴿۱﴾ تِلۡكَ اٰيٰتُ الۡكِتٰبِ الۡمُبِيۡنِ ﴿۲﴾ نَتۡلُوۡا عَلَيۡكَ مِنۡ نَّبَاِ مُوۡسٰى وَفِرۡعَوۡنَ بِالۡحَقِّ

طٰسٓمّٓ○ یہ روشن کتاب کی آیتیں ہیں○ ہم تمہارے سامنے حق کے ساتھ موسیٰ اور فرعون کی خبر پڑھتے ہیں

لِقَوۡمٍ يُّؤۡمِنُوۡنَ ﴿۳﴾ اِنَّ فِرۡعَوۡنَ عَلَا فِى الۡاَرۡضِ وَجَعَلَ اَهۡلَهَا شِيَـعًا

ان لوگوں کے لیے جو ایمان رکھتے ہیں○ بیشک فرعون نے زمین میں تکبر کیا تھا اور اس کے لوگوں کے مختلف گروہ بنادیئے تھے

يَّسۡتَضۡعِفُ طَآئِفَةً مِّنۡهُمۡ يُذَبِّحُ اَبۡنَآءَهُمۡ وَيَسۡتَحۡىٖ نِسَآءَهُمۡ‌ ؕ اِنَّهٗ كَانَ

ان میں ایک گروہ (بنی اسرائیل) کو کمزور کر رکھا تھا، ان کے بیٹوں کو ذبح کرتا اور ان کی عورتوں کو زندہ رکھتا تھا، بیشک وہ

تمام واقعات تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ کفارِ مکہ کے اس اعتراض کا جواب دیا گیا کہ جیسے معجزات حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے پیش کئے تھے ویسے حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے پیش کیوں نہیں کئے۔ پہلے تورات وانجیل پر اور پھر قرآن پاک پر ایمان لانے والوں کی جزا بیان کی گئی۔ سابقہ امتوں پر آنے والے عذاب اور قیامت کے دن مشرکین اور ان کے شریکوں کا جو حال ہو گا وہ بیان کیا گیا۔

آیت 1 یہ حروفِ مُقَطَّعات میں سے ایک حرف ہے، اس کی مراد اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

آیت 2 اس کا معنی یہ ہے کہ اس سورت کی آیتیں اُس روشن کتاب کی آیتیں ہیں جس میں حلال و حرام کے احکام، حضور اقدس صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی نبوت کی صداقت، پہلوں اور بعد والوں کی خبروں کا بیان ہے نیز یہ کتاب حق و باطل میں فرق کر دیتی ہے۔ روشن کتاب کا ایک معنیٰ لوحِ محفوظ بھی کیا گیا ہے۔

آیت 3 ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! ہم تمہارے سامنے موسیٰ علیہ السّلام اور فرعون کی سچی خبر بیان کرتے ہیں ان لوگوں کے لئے جو ایمان رکھتے ہیں۔

آیت 4 مصر کی سرزمین میں فرعون کا غلبہ تھا اور وہ ظلم و تکبر میں انتہا کو پہنچ گیا تھا حتی کہ اس نے اپنا بندہ ہونا بھی بھلا دیا تھا۔ فرعون نے مصر میں رہنے والے لوگوں کے مختلف گروہ بنا دیئے تھے اور ان کے درمیان عداوت اور بغض ڈال دیا تا کہ وہ کسی ایک بات پر جمع نہ ہو سکیں اور اس نے ان گروہوں میں سے بنی اسرائیل کو کمزور اور اپنا خادم بنا کر رکھا ہوا تھا۔ وہ ان کے ہاں پیدا ہونے والے بیٹوں کو ذبح کر دیتا اور ان کی لڑکیوں کو خدمت گاری کے لئے زندہ چھوڑ دیتا تھا۔ بیٹوں کو ذبح کرنے کا سبب یہ تھا کہ کاہنوں نے اس سے یہ کہہ دیا تھا کہ بنی اسرائیل میں ایک بچہ پیدا ہو گا جو تیری بادشاہت کے زوال کا باعث ہو گا، بیشک وہ بنی اسرائیل کے بیٹوں کو قتل کر کے فساد کرنے والوں میں سے تھا۔ **اہم بات:** حکمرانی قائم رکھنے کے لئے رعایا کو مختلف گروہوں میں تقسیم کر دینا اور ان میں باہم بغض و عداوت ڈال دینا فرعون جیسے بادشاہوں کا پرانا طریقہ ہے اور یہی طریقہ آج بھی استعمال کیا جاتا ہے خصوصاً مسلمان حکومتوں کے خلاف غیر مسلموں کا یہ طریقہ سب کے مشاہدے میں ہے۔

مِنَ الۡمُفۡسِدِيۡنَ ﴿٤﴾ وَ نُرِيۡدُ اَنۡ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيۡنَ اسۡتُضۡعِفُوۡا فِى الۡاَرۡضِ وَ نَجۡعَلَهُمۡ

فسادیوں میں سے تھا○ اور ہم چاہتے تھے کہ ان لوگوں پر احسان فرمائیں جنہیں زمین میں کمزور بنایا گیا تھا اور انہیں

اَئِمَّةً وَّ نَجۡعَلَهُمُ الۡوٰرِثِيۡنَ ﴿٥﴾ وَ نُمَكِّنَ لَهُمۡ فِى الۡاَرۡضِ وَ نُرِىَ فِرۡعَوۡنَ وَ هَامٰنَ

پیشوا بنائیں اور انہیں (ملک و مال کا) وارث بنائیں○ اور انہیں زمین میں اقتدار دیں اور فرعون اور ہامان اور ان کے

وَجُنُوۡدَهُمَا مِنۡهُمۡ مَّا كَانُوۡا يَحۡذَرُوۡنَ ﴿٦﴾ وَ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلٰٓى اُمِّ مُوۡسٰٓى اَنۡ اَرۡضِعِيۡهِ ۚ

لشکروں کو وہی دکھادیں جس کا انہیں ان کی طرف سے خطرہ تھا○ اور ہم نے موسیٰ کی ماں کو اِلہام فرمایا کہ اسے دودھ پلا

فَاِذَا خِفۡتِ عَلَيۡهِ فَاَلۡقِيۡهِ فِى الۡيَمِّ وَ لَا تَخَافِىۡ وَ لَا تَحۡزَنِىۡ ۚ اِنَّا رَآدُّوۡهُ اِلَيۡكِ

پھر جب تجھے اس پر خوف ہو تو اسے دریا میں ڈال دے اور خوف نہ کر اور غم نہ کر، بیشک ہم اسے تیری طرف پھیر لائیں گے

وَ جَاعِلُوۡهُ مِنَ الۡمُرۡسَلِيۡنَ ﴿٧﴾ فَالۡتَقَطَهٗۤ اٰلُ فِرۡعَوۡنَ لِيَكُوۡنَ لَهُمۡ عَدُوًّا وَّ حَزَنًا ؕ

اور اسے رسولوں میں سے بنائیں گے○ تو اسے فرعون کے گھر والوں نے اٹھالیا تاکہ وہ ان کیلئے دشمن اور غم بنے،

آیت 5،6 آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ فرعون نے تو بنی اسرائیل کو کمزور بنا کر رکھا ہوا تھا لیکن اللہ تعالیٰ یہ چاہتا تھا کہ وہ بنی اسرائیل کو فرعون کی سختی سے نجات دے کر ان پر احسان فرمائے اور انہیں پیشوا بنائے کہ وہ لوگوں کو نیکی کی راہ بتائیں اور لوگ نیکی میں ان کی اقتدا کریں اور اللہ تعالیٰ وہ تمام اَملاک و اَموال بنی اسرائیل کو دیدے جو فرعون اور اس کی قوم کی ملکیت میں تھے اور اللہ تعالیٰ انہیں مصر و شام کی سرزمین میں اقتدار دے اور فرعون وہامان اور ان کے لشکروں کو وہی دکھادے جس کا انہیں بنی اسرائیل کی طرف سے خطرہ تھا اور اس سے بچنے کی وہ بھرپور کوشش کر رہے تھے یعنی بنی اسرائیل کے ایک فرزند کے ہاتھ سے ان کی سلطنت کا زوال ہونا اور ان لوگوں کا ہلاک ہو جانا۔ **اہم بات:** آیت نمبر 5 میں وراثت سے مراد شرعی میراث نہیں کیونکہ مومن کافر کا وارث نہیں ہوتا بلکہ یہاں وراثت کے وسیع مفہوم میں سے ایک معنی مراد ہے یعنی موت کے بعد اس کی سلطنت کا وارث ہونا۔

آیت 7 اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی والدہ کو خواب یا فرشتے کے ذریعے یا ان کے دل میں یہ بات ڈال کر الہام فرمایا: تم حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو دودھ پلاؤ، پھر جب تجھے اس پر خوف ہو کہ ہمسائے واقف ہو گئے ہیں، وہ شکایت کریں گے اور فرعون اس فرزندِ اَرْجمند کو قتل کرنے کے درپے ہو جائے گا تو بے خوف وخطر اسے مصر کے دریا، نیل میں ڈال دے اور اس کے ہلاک ہو جانے کا اندیشہ اور اس کی جدائی کا غم نہ کر، بیشک ہم اسے تیری طرف پھیر لائیں گے اور اسے رسولوں میں سے بنائیں گے۔ **اہم بات:** اس آیت سے معلوم ہوا کہ آپ علیہ السّلام کی والدہ کو یہ باتیں بتائی گئی تھیں: (۱) حضرت موسیٰ علیہ السّلام ابھی وفات نہ پائیں گے۔ (۲) حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی پرورش وہ خود کریں گی۔ (۳) حضرت موسیٰ علیہ السّلام رسول بنائے جائیں گے۔ یہ سب مستقبل کی غیب کی خبریں ہیں جو ایک نیک بندی، ولیہ کو دی گئیں۔

آیت 8 جس رات حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی والدہ نے آپ کو دریا میں ڈالا اس کی صبح کو فرعون کے گھر والوں نے آپ علیہ السّلام کے

Go to Index

إِنَّ فِرۡعَوۡنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوۡدَهُمَا كَانُوۡا خٰطِـِٕيۡنَ ۝۸ وَقَالَتِ امۡرَاَتُ فِرۡعَوۡنَ قُرَّتُ

بیشک فرعون اور ہامان اور ان کے لشکر خطاکار تھے○ اور فرعون کی بیوی نے کہا: یہ بچہ میری اور تیری

عَيۡنٍ لِّىۡ وَلَكَ ؕ لَا تَقۡتُلُوۡهُ ۖۗ عَسٰٓى اَنۡ يَّنۡفَعَنَآ اَوۡ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا وَّهُمۡ لَا يَشۡعُرُوۡنَ ۝۹

آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، اسے قتل نہ کرو شاید یہ ہمیں نفع دے یا ہم اسے بیٹا بنالیں اور وہ بے خبر تھے○

وَاَصۡبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوۡسٰى فٰرِغًا ؕ اِنۡ كَادَتۡ لَتُبۡدِىۡ بِهٖ لَوۡلَاۤ اَنۡ رَّبَطۡنَا عَلٰى قَلۡبِهَا

اور صبح کے وقت موسیٰ کی ماں کا دل بے قرار ہوگیا، بیشک قریب تھا کہ وہ اسے ظاہر کردیتی اگر ہم اس کے دل کو مضبوط نہ کرتے کہ وہ (ہمارے

لِتَكُوۡنَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ۝۱۰ وَقَالَتۡ لِاُخۡتِهٖ قُصِّيۡهِ ۖ فَبَصُرَتۡ بِهٖ عَنۡ جُنُبٍ

وعدے پر) یقین رکھنے والوں میں سے رہے○ اور اس کی ماں نے اس کی بہن سے کہا: اس کے پیچھے چلی جا تو وہ بہن اسے دور سے دیکھتی رہی

صندوق کو دریائے نیل سے اپنے محل میں آنے والی نہر سے اٹھالیا اور اس صندوق کو فرعون کے سامنے کھولا گیا تو اس میں سے حضرت موسیٰ علیہ السّلام برآمد ہوئے جو اپنا انگوٹھا چوس رہے تھے۔ فرعون کے گھر والوں نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو اٹھایا جس کا نتیجہ یہ ہونا تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام خدا کے حکم پر ان کیلئے دشمن اور غم کا باعث بنیں گے۔ فرعون، اس کا وزیر ہامان اور ان کے لشکر نافرمان تھے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ سزا دی کہ انہیں ہلاک کرنے والے دشمن کی انہی سے پرورش کرائی۔

آیت 9 جب فرعون نے اپنی قوم کے لوگوں کی طرف سے ورغلائے جانے کی بنا پر حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو فرعون کی بیوی نے اس سے کہا: یہ بچہ میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، تم اسے قتل نہ کرو، شاید یہ ہمیں نفع دے یا ہم اسے بیٹا بنالیں کیونکہ یہ اسی قابل ہے۔ فرعون کی بیوی آسیہ بہت نیک خاتون تھیں، انبیاءِ کرام علیہم السّلام کی نسل سے تھیں، انہوں نے فرعون سے یہ بھی کہا کہ معلوم نہیں یہ بچہ دریا میں کس سرزمین سے یہاں آیا ہے اور تجھے جس بچے سے اندیشہ ہے وہ اسی ملک کے بنی اسرائیل سے بتایا گیا ہے، لہٰذا تم اسے قتل نہ کرو۔ آسیہ کی یہ بات ان لوگوں نے مان لی حالانکہ وہ اس انجام سے بے خبر تھے جو ان کا ہونے والا تھا۔

آیت 10 جب حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی والدہ نے سنا کہ ان کے فرزند فرعون کے ہاتھ میں پہنچ گئے ہیں تو یہ سن کر آپ کا دل بے قرار ہوگیا اور بیشک قریب تھا کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو ظاہر کردیتیں اگر ہم اس بات کا اِلہام کرکے اس کے دل کو مضبوط نہ کرتے کہ وہ ہمارے اس وعدے پر یقین رکھنے والوں میں سے رہے کہ تیرے اس فرزند کو تیری طرف پھیر لائیں گے۔

آیت 11 حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی والدہ نے آپ علیہ السّلام کی بہن مریم سے کہا: تم حال معلوم کرنے کے لئے اس کے پیچھے چلی جاؤ، چنانچہ آپ علیہ السّلام کی بہن آپ کے پیچھے گئی اور آپ کو دور سے دیکھتی رہی اور ان فرعونیوں کو اس بات کی خبر نہ تھی کہ یہ اس بچے کی بہن ہے اور اس کی نگرانی کر رہی ہے۔

Go to Index

وَّ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۙ﴿۱۱﴾ وَ حَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ اَدُلُّكُمْ

اور ان (فرعونیوں) کو خبر نہ تھی ۝ اور ہم نے پہلے ہی سب دائیاں اس پر حرام کردی تھیں تو موسیٰ کی بہن نے کہا: کیا میں تمہیں ایسے

عَلٰۤى اَهْلِ بَيْتٍ يَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَ هُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ ﴿۱۲﴾ فَرَدَدْنٰهُ اِلٰۤى اُمِّهٖ

گھر والے بتادوں جو تمہارے اس بچہ کی ذمہ داری لے لیں اور وہ اس کے خیر خواہ بھی ہوں؟ ۝ تو ہم نے اسے اس کی ماں کی طرف لوٹا دیا

كَیْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَ لَا تَحْزَنَ وَ لِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ

تاکہ ماں کی آنکھ ٹھنڈی ہو اور وہ غم نہ کھائے اور جان لے کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے لیکن اکثر لوگ

لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳﴾ وَ لَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَ اسْتَوٰۤى اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّ عِلْمًا ؕ وَ كَذٰلِكَ ع ۱۳

نہیں جانتے ۝ اور جب موسیٰ اپنی جوانی کو پہنچے اور بھرپور ہوگئے تو ہم نے اسے حکمت اور علم عطا فرمایا اور ہم نیکوں کو ایسا ہی

آیت 12 ارشاد فرمایا کہ ہم نے پہلے ہی حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو منع کر دیا تھا کہ وہ اپنی والدہ کے علاوہ کسی اور کا دودھ نوش نہ فرمائیں۔ چنانچہ جس قدر دائیاں حاضر کی گئیں ان میں سے کسی کی چھاتی آپ علیہ السّلام نے منہ میں نہ لی، دائیوں کے ساتھ آپ علیہ السّلام کی ہمشیرہ بھی یہ حال دیکھنے چلی گئی تھیں اور صورتِ حال دیکھ کر انہوں نے کہا: کیا میں تمہیں ایسے گھر والے بتادوں جو تمہارے اس بچے کی ذمہ داری لے لیں اور وہ اس کے خیر خواہ بھی ہوں؟ فرعونیوں نے یہ بات منظور کرلی، چنانچہ آپ اپنی والدہ کو بلالائیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السّلام فرعون کی گود میں تھے اور دودھ کے لئے رو رہے تھے اور فرعون آپ علیہ السّلام کو شفقت کے ساتھ بہلا رہا تھا۔ جب آپ کی والدہ تشریف لائیں اور آپ نے اُن کی خوشبو پائی تو آپ کو قرار آگیا اور آپ نے ان کا دودھ نوش فرمالیا۔ فرعون نے کہا: تم اس بچے کی کیا لگتی ہو کہ اُس نے تیرے سوا کسی کے دودھ کو منہ بھی نہ لگایا؟ انہوں نے کہا: میں ایک عورت ہوں، پاک صاف رہتی ہوں، میرا دودھ خوشگوار ہے، اس لئے جن بچوں کے مزاج میں نَفاست ہوتی ہے وہ اور عورتوں کا دودھ نہیں لیتے ہیں جبکہ میرا دودھ پی لیتے ہیں۔ فرعون نے بچہ انہیں دیا اور دودھ پلانے پر انہیں مقرر کرکے فرزند کو اپنے گھر لے جانے کی اجازت دی، چنانچہ آپ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو اپنے مکان پر لے آئیں اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہوا، اس وقت انہیں اطمینانِ کامل ہوگیا کہ یہ فرزندِ اَرْجمند ضرور نبی ہوں گے۔

آیت 13 اللہ تعالیٰ نے اس وعدہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو ان کی ماں کی طرف لوٹا دیا تاکہ بچے کو پاکر ماں کی آنکھ ٹھنڈی ہو اور وہ اپنے فرزند کی جدائی کا غم نہ کھائے اور وہ جان لے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے لیکن اکثر لوگ یہ بات نہیں جانتے اور اس سے متعلق شک میں رہتے ہیں۔

آیت 14 جب حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی عمر شریف 30 سال سے زیادہ ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السّلام کو علم و حکمت سے نوازا اور فرمایا کہ ہم نیکوں کو ایسا ہی صلہ دیتے ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) یہاں حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو علم لَدُنّی ملا تھا اور یہ علم آپ علیہ السّلام کو نبوت عطا کئے جانے سے پہلے دیا گیا۔ (2) یہاں حکم اور علم سے مراد نبوت نہیں کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو نبوت تو مدیَن سے مصر آتے ہوئے راستہ میں عطا ہوئی۔ (3) انبیاءِ کرام علیہم السّلام ظہورِ نبوت سے پہلے ہی نیک اور عبادت گزار ہوتے ہیں۔ ہمارے حضور پُرنور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم پہلی وحی کے وقت غارِ حرا میں اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول تھے۔ **درس:** نیک اعمال کی برکت سے اللہ تعالیٰ کی طرف

نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۴﴾ وَدَخَلَ الْمَدِیْنَةَ عَلٰی حِیْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ

صلہ دیتے ہیں○ اور (ایک دن موسیٰ) شہر والوں کی (دوپہر کی) نیند کے وقت شہر میں داخل ہوئے تو

فِیْهَا رَجُلَیْنِ یَقْتَتِلٰنِ ٘ هٰذَا مِنْ شِیْعَتِهٖ وَ هٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ ۚ

اس میں دو مردوں کو لڑتے ہوئے پایا۔ ایک موسیٰ کے گروہ سے تھا اور دوسرا اس کے دشمنوں میں سے تھا

فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِیْ مِنْ شِیْعَتِهٖ عَلَی الَّذِیْ مِنْ عَدُوِّهٖ ۙ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰی

تو وہ جو موسیٰ کے گروہ میں سے تھا اس نے موسیٰ سے اس کے خلاف مدد مانگی جو اس کے دشمنوں سے تھا تو موسیٰ نے اس کے گھونسا مارا

فَقَضٰی عَلَیْهِ ٘ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِیْنٌ ﴿۱۵﴾

تو اس کا کام تمام کردیا۔ (پھر) فرمایا: یہ شیطان کی طرف سے ہوا ہے۔ بیشک وہ کھلا گمراہ کرنے والا دشمن ہے○

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِیْ فَغَفَرَ لَهٗ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ

موسیٰ نے عرض کی: اے میرے رب! میں نے اپنی جان پر زیادتی کی تو تو مجھے بخش دے تو اللہ نے اسے بخش دیا بیشک وہی بخشنے والا

سے کامل علم ملتا اور عالم کے عمل میں برکت ہوتی ہے، لہٰذا علما کو نیک اعمال بکثرت کرنے چاہئیں، البتہ یہ قطعی عقیدہ ہے کہ نیک اعمال سے نبوت نہیں ملتی، وہ خاص فضلِ خداوندی ہے جو ہمارے نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم پر ختم ہو چکا۔

آیت 15 ایک دن دوپہر کی نیند کے وقت حضرت موسیٰ علیہ السّلام شہر میں داخل ہوئے تو آپ نے اس میں دو مردوں کو لڑتے ہوئے پایا۔ ان میں سے ایک حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے گروہ بنی اسرائیل میں سے تھا اور دوسرا ان کے دشمنوں یعنی فرعون کی قوم قِبطیوں میں سے تھا جو اسرائیلی پر جبر کررہا تھا تاکہ وہ اس پر لکڑیوں کا انبار لاد کر فرعون کے کچن میں لے جائے، چنانچہ جو مرد حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے گروہ میں سے تھا اس نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام سے قِبطی کے خلاف مدد مانگی تو حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے پہلے اس قِبطی سے کہا: تو اسرائیلی پر ظلم نہ کر اور اس کو چھوڑ دے، لیکن وہ باز نہ آیا اور بدزبانی کرنے لگا تو حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے اس کو اس ظلم سے روکنے کے لئے گھونسا مارا تو وہ گھونسا کھاتے ہی مر گیا۔ آپ علیہ السّلام نے اسے ریت میں دفن کردیا اور آپ کا ارادہ اسے قتل کرنے کا نہ تھا، پھر آپ علیہ السّلام نے فرمایا: اس قبطی کا اسرائیلی پر ظلم کرنا جو اس کی ہلاکت کا باعث ہوا، یہ کام شیطان کی طرف سے ہوا ہے اور بیشک وہ کھلا گمراہ کرنے والا دشمن ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس آیت میں ''ھٰذَا'' سے اس قتل کی طرف اشارہ ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السّلام سے بلا ارادہ ہوا، یعنی قبطی کو قتل کرنے کا کام (درحقیقت) شیطان کی طرف سے ہوا۔ **اہم بات:** شہر میں حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے پوشیدہ طور پر داخل ہونے کا سبب یہ تھا کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السّلام جوان ہوئے تو آپ نے حق کا بیان اور فرعون اور فرعونیوں کی گمراہی کا رد کیا اور ان کے دین کی ممانعت فرمائی۔ بنی اسرائیل کے لوگ آپ کی پیروی کیا کرتے تھے۔ آہستہ آہستہ اس بات کا چرچا ہوا اور فرعونیوں نے آپ علیہ السّلام کی تلاش شروع کردی، اس لئے آپ جس بستی میں داخل ہوتے تو ایسے وقت داخل ہوتے جب وہاں کے لوگ غفلت میں ہوں۔

آیت 16 حضرت موسیٰ علیہ السّلام کا یہ کلام عاجزی کے طور پر ہے کیونکہ آپ علیہ السّلام سے کوئی مَعصِیَت سرزد نہیں ہوئی۔

الرَّحِيْمُ ﴿١٦﴾ قَالَ رَبِّ بِمَآ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ فَلَنْ اَكُوْنَ ظَهِیْرًا لِّلْمُجْرِمِیْنَ ﴿١٧﴾

مہربان ہے ○ عرض کی: اے میرے رب! تو نے میرے اوپر جو احسان کیا ہے اس کی قسم کہ اب ہرگز میں مجرموں کا مددگار نہ ہوں گا ○

فَاَصْبَحَ فِی الْمَدِیْنَةِ خَآىِٕفًا یَّتَرَقَّبُ فَاِذَا الَّذِی اسْتَنْصَرَهٗ بِالْاَمْسِ یَسْتَصْرِخُهٗ ؕ

پھر موسیٰ نے شہر میں ڈرتے ہوئے، انتظار میں صبح کی تو اچانک دیکھا کہ وہ جس نے کل ان سے مدد مانگی تھی فریاد کررہا ہے

قَالَ لَهٗ مُوْسٰۤی اِنَّكَ لَغَوِیٌّ مُّبِیْنٌ ﴿١٨﴾ فَلَمَّاۤ اَنْ اَرَادَ اَنْ یَّبْطِشَ بِالَّذِیْ

تو موسیٰ نے اس سے فرمایا بیشک تو ضرور کھلا گمراہ ہے ○ تو جب موسیٰ نے چاہا کہ اس (قبطی) کو پکڑ لیں جو

هُوَ عَدُوٌّ لَّهُمَا ۙ قَالَ یٰمُوْسٰۤی اَتُرِیْدُ اَنْ تَقْتُلَنِیْ كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًۢا بِالْاَمْسِ ۖۗ

ان دونوں کا دشمن تھا تو وہ بولا: اے موسیٰ! کیا تم مجھے ویسا ہی قتل کرنا چاہتے ہو جیسا تم نے کل ایک شخص کو قتل کردیا

اِنْ تُرِیْدُ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ جَبَّارًا فِی الْاَرْضِ وَ مَا تُرِیْدُ اَنْ تَكُوْنَ

تم تو یہی چاہتے ہو کہ زمین میں زبردستی کرنے والے بن جاؤ اور تم اصلاح کرنے والوں میں سے

اہم بات: انبیاءِ کرام علیہم السّلام معصوم ہیں حتی کہ نبوت سے پہلے بھی۔ ان سے گناہ نہیں ہوتے اور حضرت موسیٰ علیہ السّلام کا قبطی کو مارنا دراصل ظلم دور کرنا اور مظلوم کی امداد کرنا تھا اور یہ کسی دین میں بھی گناہ نہیں، پھر بھی اپنی طرف تقصیر کی نسبت کرنا اور استغفار چاہنا یہ اللہ تعالیٰ کے مُقرَّب بندوں کا دستور ہے۔

آیت 17 حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے عرض کی: اے میرے رب! میری تقصیر کی بخشش فرما کر تو نے مجھ پر احسان فرمایا تو مجھ پر یہ کرم بھی فرما کہ مجھے فرعون کی صحبت اور اس کے یہاں رہنے سے بھی بچا کیونکہ اس کے ہمراہ رہنے والوں میں شمار کیا جانا بھی ایک طرح کا مددگار ہونا ہے اور میں ہرگز مجرموں کا مددگار نہ ہوں گا۔

آیت 18، 19 دعا مانگنے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے شہر میں ڈرتے ہوئے اور اس انتظار میں صبح کی کہ خدا جانے اس قبطی کے مارے جانے کا کیا نتیجہ نکلے گا۔ جب صبح ہوئی تو اچانک آپ نے دیکھا کہ وہ مرد جس نے کل ان سے مدد مانگی تھی، آج پھر وہ فریاد کررہا ہے اور آج پھر ایک فرعونی سے لڑرہا ہے، حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو دیکھ کر ان سے فریاد کرنے لگا۔ تب حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے اس سے فرمایا: بیشک تو ضرور کھلا گمراہ ہے۔ اس سے آپ علیہ السّلام کی مراد یہ تھی کہ تو روز لوگوں سے لڑتا ہے، اپنے آپ کو اور اپنے مددگاروں کو مصیبت و پریشانی میں ڈالتا ہے، تو کیوں ایسے موقعوں سے نہیں بچتا اور احتیاط نہیں کرتا۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو رحم آیا اور آپ نے چاہا کہ اس کو فرعونی کے پنجۂ ظلم سے رہائی دلائیں۔ تو جب حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے چاہا کہ اس فرعونی کو پکڑلیں اور اس پر گرفت فرمائیں جو ان دونوں کا دشمن تھا تو اسرائیلی مرد غلطی سے یہ سمجھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام مجھ سے خفا ہیں اور مجھے پکڑنا چاہتے ہیں، یہ سمجھ کر وہ بولا: اے موسیٰ! علیہ السّلام، کیا تم مجھے ویسے ہی قتل کرنا چاہتے ہو جیسے تم نے کل ایک شخص کو قتل کردیا تھا، تم تو یہی چاہتے ہو کہ مصر کی

Go to Index

مِنَ الْمُصْلِحِيْنَ ﴿١٩﴾ وَجَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ يَسْعٰى ٘ قَالَ يٰمُوْسٰۤى

نہیں ہونا چاہتے ○اور شہر کے پرلے کنارے سے ایک (مومن) شخص دوڑتا ہوا آیا، کہا: اے موسیٰ!

اِنَّ الْمَلَاَ یَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِیَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ اِنِّیْ لَكَ مِنَ النّٰصِحِیْنَ ﴿٢٠﴾

بیشک درباروالے آپ کے بارے میں مشورہ کررہے ہیں کہ آپ کو قتل کردیں تو آپ نکل جائیں۔ بیشک میں آپ کے خیر خواہوں میں سے ہوں○

فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا یَّتَرَقَّبُ ٘ قَالَ رَبِّ نَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿٢١﴾ ع ۶ ۸ ۵

پھر موسیٰ شہر سے ڈرتے ہوئے انتظار کرتے ہوئے نکلے۔ موسیٰ نے عرض کی: اے میرے رب! مجھے ظالموں سے نجات دیدے○

وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْیَنَ قَالَ عَسٰى رَبِّیْۤ اَنْ یَّهْدِیَنِیْ سَوَآءَ السَّبِیْلِ ﴿٢٢﴾

اور جب وہ مدین کی طرف متوجہ ہوئے تو کہا: عنقریب میرا رب مجھے سیدھا راستہ بتائے گا○

سرزمین میں زبردستی کرنے والے بن جاؤ اور تم اصلاح کرنے والوں میں سے نہیں ہونا چاہتے۔ فرعونی نے یہ بات سنی اور جاکر فرعون کو اطلاع دی کہ کل کے فرعونی مقتول کے قاتل حضرت موسیٰ علیہ السّلام ہیں۔ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے قتل کا حکم دیا اور لوگ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو ڈھونڈنے نکل گئے۔

آیت 20 جب فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو قتل کرنے کا حکم جاری کردیا اور فرعونی آپ علیہ السّلام کی تلاش میں نکل پڑے تو یہ خبر سن کر شہر کے پرلے کنارے کی طرف سے ایک مومن شخص دوڑتا ہوا آیا اور کہا: اے موسیٰ! علیہ السّلام، بیشک فرعون کے درباروالے آپ کے بارے میں مشورہ کررہے ہیں کہ آپ کو قتل کردیں تو آپ جلد از جلد شہر سے نکل جائیں۔ بیشک میں آپ کے خیر خواہوں میں سے ہوں۔

آیت 21 جب حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو اس صورتحال کا علم ہوا تو آپ نے اس شہر سے ہجرت کرنے کا ارادہ کرلیا چنانچہ آپ علیہ السّلام اس شہر سے مدین کی طرف نکلے اور دعا کی کہ اے میرے رب! مجھے ظالموں سے نجات دیدے۔ **اہم باتیں:** (1) خطرناک جگہ سے نکل جانا اور جان بچانے کی تدبیر کرنا انبیاءِ کرام علیہم السّلام کی سنت ہے۔ (2) اسباب پر عمل کرنا اور تدبیر اختیار کرنا توکّل کے خلاف نہیں۔ (3) حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی مار سے قبطی کا مرجانا ایسا فعل نہیں تھا جس کی وجہ سے قصاص لازم ہوتا کیونکہ غلطی سے قتل کردینے میں قصاص نہیں ہوتا۔ (4) کبھی مصیبت بندے کو اچھی طرف لے جاتی ہے۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السّلام بظاہر فرعون کی وجہ سے شہر چھوڑ رہے تھے مگر درحقیقت اللہ تعالیٰ کی طرف جارہے تھے۔ آپ کا یہ سفر بہت فتح اور کامیابی کا پیش خیمہ ہوا، حضرت شعیب علیہ السّلام کی صحبت، نیک بیوی اور نبوت کا عطا ہونا سب اسی سفر میں آپ علیہ السّلام کو مرحمت ہوا۔

آیت 22 مدین وہ مقام ہے جہاں حضرت شعیب علیہ السّلام تشریف رکھتے تھے یہ شہر فرعون کی سلطنت کی حدود سے باہر تھا، حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے اس کا رستہ بھی نہ دیکھا تھا، نہ کوئی سواری ساتھ تھی، نہ توشہ نہ کوئی ہمراہی، راستے میں درختوں کے پتوں اور زمین کے سبزے کے سوا خوراک کی اور کوئی چیز نہ ملتی تھی۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے مدین کی طرف جانے کا ارادہ کیا تو یوں کہا: عنقریب میرا رب عزّوجلّ مجھے مدین تک پہنچنے کا سیدھا راستہ بتائے گا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ بھیجا جو آپ علیہ السّلام کو مدین تک لے گیا۔

وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُوْنَ ۬ وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ

اور جب وہ مدین کے پانی پر تشریف لائے تو وہاں لوگوں کے ایک گروہ کو دیکھا کہ اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے ہیں اور ان کے دوسری طرف

امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدٰنِ ۚ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا ؕ قَالَتَا لَا نَسْقِيْ حَتّٰى

دو عورتوں کو دیکھا جو اپنے جانوروں کو روک رہی ہیں۔ موسیٰ نے فرمایا: تم دونوں کا کیا حال ہے؟ وہ بولیں: ہم پانی نہیں پلاتیں جب تک

يُصْدِرَ الرِّعَآءُ ٚ وَاَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ ﴿٢٣﴾ فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ

سب چرواہے پلا کر پھیر نہ لے جائیں اور ہمارے باپ بہت بوڑھے ہیں ○ تو موسیٰ نے ان دونوں کے جانوروں کو پانی پلا دیا پھر

تَوَلّٰۤى اِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّيْ لِمَاۤ اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ ﴿٢٤﴾

سائے کی طرف پھرے اور عرض کی: اے میرے رب! میں اس خیر (کھانے) کی طرف محتاج ہوں جو تو میرے لیے اتارے ○

فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِيْ عَلَى اسْتِحْيَآءٍ ٘ قَالَتْ اِنَّ اَبِيْ يَدْعُوْكَ

تو ان دونوں لڑکیوں میں سے ایک حضرت موسیٰ کے پاس شرم سے چلتی ہوئی آئی (اور) کہا: میرے والد آپ کو بلا رہے ہیں

آیت 23، 24 جب حضرت موسیٰ علیہ السّلام مدین پہنچے تو شہر کے کنارے پر موجود ایک کنوئیں پر تشریف لائے وہاں آپ علیہ السّلام نے لوگوں کے ایک گروہ کو دیکھا کہ وہ اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے ہیں اور ان لوگوں سے علیحدہ دوسری طرف دو عورتیں کھڑی ہیں جو اپنے جانوروں کو اس انتظار میں روک رہی ہیں کہ لوگ پانی پلا کر فارغ ہو جائیں اور کنواں خالی ہو اور وہ اپنے جانوروں کو پانی پلا سکیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے ان سے فرمایا: تم دونوں اپنے جانوروں کو پانی کیوں نہیں پلاتیں؟ انہوں نے کہا: جب تک سب چرواہے اپنے جانوروں کو پانی پلا کر واپس نہیں لے جاتے تب تک ہم پانی نہیں پلاتیں کیونکہ نہ ہم مردوں کے مجمع میں جا سکتی ہیں نہ پانی کھینچ سکتی ہیں اور ہمارے باپ بہت ضعیف ہیں، وہ خود یہ کام نہیں کر سکتے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے ان کی باتیں سنیں تو آپ کو رحم آیا اور وہیں دوسرا کنواں جو اس کے قریب تھا اور ایک بہت بھاری پتھر اس پر رکھا ہوا تھا، آپ نے تنہا اسے ہٹا دیا اور ان دونوں خواتین کے جانوروں کو پانی پلا دیا۔ اس وقت دھوپ اور گرمی کی شدت تھی اور آپ علیہ السّلام نے کئی روز سے کھانا نہیں کھایا تھا تو بھوک کا غلبہ تھا، اس لئے جانوروں کو پانی پلانے کے بعد آرام حاصل کرنے ایک درخت کے سائے میں بیٹھ گئے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی: اے میرے رب! عزّوجلّ، میں اس کھانے کی طرف محتاج ہوں جو تو میرے لیے اتارے۔

آیت 25 جب وہ دونوں صاحبزادیاں اس دن بہت جلد اپنے مکان پر واپس تشریف لے آئیں تو ان کے والد ماجد نے اس کا سبب پوچھا تو انہوں نے عرض کی: ہم نے کنویں کے پاس ایک نیک مرد پایا، اس نے ہمارے جانوروں کو سیراب کر دیا اس پر ان کے والد صاحب نے ایک صاحبزادی سے فرمایا کہ جاؤ اور اس نیک مرد کو میرے پاس بلا لاؤ۔ چنانچہ ان دونوں میں سے ایک صاحبزادی حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے پاس باپردہ اور شرم سے چلتی ہوئی آئیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے پاس پہنچ کر انہوں نے کہا: میرے والد آپ کو بلا رہے ہیں

لِيَجْزِيَكَ اَجْرَ مَا سَقَيْتَ لَنَا ؕ فَلَمَّا جَآءَهٗ وَقَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ ۙ

تا کہ آپ کو اس کام کی مزدوری دیں جو آپ نے ہمارے جانوروں کو پانی پلایا ہے۔ تو جب موسیٰ اس (والد) کے پاس آئے اور اسے (اپنے) واقعات سنائے

قَالَ لَا تَخَفْ ٛ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۵﴾ قَالَتْ اِحْدٰىهُمَا يٰۤاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ ز

تو اس نے کہا: ڈرو نہیں، آپ ظالموں سے نجات پاچکے ہو○ ان میں سے ایک نے کہا: اے میرے باپ! ان کو ملازم رکھ لو

اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ ﴿۲۶﴾ قَالَ اِنِّيْۤ اُرِيْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى

بیشک آپ کا بہتر نوکر وہ ہوگا جو طاقتور اور امانتدار ہو○ (انہوں نے) فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ اپنی دونوں بیٹیوں میں سے ایک

ابْنَتَيَّ هٰتَيْنِ عَلٰۤى اَنْ تَاْجُرَنِيْ ثَمٰنِيَ حِجَجٍ ۚ فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا

کے ساتھ اس مہر پر تمہارا نکاح کردوں کہ تم آٹھ سال تک میری ملازمت کرو پھر اگر تم دس سال پورے کردو

تا کہ آپ کو اس کام کی مزدوری دیں جو آپ نے ہمارے جانوروں کو پانی پلایا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السّلام اجرت لینے پر تو راضی نہ ہوئے لیکن حضرت شعیب علیہ السّلام سے ملاقات کرنے کے ارادے سے چلے اور ان صاحبزادی صاحبہ سے فرمایا کہ آپ میرے پیچھے رہ کر رستہ بتاتی جائیے۔ یہ آپ علیہ السّلام نے پردہ کے اہتمام کے لئے فرمایا اور اس طرح تشریف لائے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السّلام حضرت شعیب علیہ السّلام کے پاس پہنچے تو کھانا حاضر تھا، حضرت شعیب علیہ السّلام نے فرمایا: بیٹھئے کھانا کھائیے۔ حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے ان کی یہ بات منظور نہ کی، حضرت شعیب علیہ السّلام نے فرمایا: کھانا نہ کھانے کی کیا وجہ ہے، کیا آپ کو بھوک نہیں ہے؟ حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے فرمایا: مجھے اس بات کا اندیشہ ہے کہ یہ کھانا میرے اُس عمل کا عِوَض نہ ہو جائے جو میں نے آپ کے جانوروں کو پانی پلا کر انجام دیا ہے، کیونکہ ہم وہ لوگ ہیں کہ نیک عمل پر عوض لینا قبول نہیں کرتے۔ حضرت شعیب علیہ السّلام نے فرمایا: اے جوان! ایسا نہیں ہے، یہ کھانا آپ کے عمل کے عوض میں نہیں بلکہ ہماری عادت ہے کہ ہم مہمان نوازی کرتے اور کھانا کھلاتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے بیٹھ کر کھانا تناول فرمایا اور اس کے بعد تمام واقعات و احوال جو فرعون کے ساتھ گزرے تھے، اپنی ولادت شریف سے لے کر قبطی کے قتل اور فرعونیوں کے آپ کے درپے جان ہونے تک، سب حضرت شعیب علیہ السّلام سے بیان کر دیئے۔ حضرت شعیب علیہ السّلام نے فرمایا: فرعون اور فرعونیوں سے ڈریں نہیں، اب آپ ظالموں سے نجات پاچکے ہیں کیونکہ یہاں مدین میں فرعون کی حکومت و سلطنت نہیں۔

آیت 27،26 جب حضرت موسیٰ علیہ السّلام کھانا اور گفتگو سے فارغ ہوگئے تو حضرت شعیب علیہ السّلام کی ایک بیٹی نے عرض کی: ابا جان آپ انہیں اجرت پر ملازم رکھ لیں کہ یہ ہماری بکریاں چرایا کریں اور یہ کام ہمیں نہ کرنا پڑے، بیشک اچھا ملازم وہی ہوتا ہے جو طاقت ور بھی ہو اور امانت دار بھی ہو۔ اس پر حضرت شعیب علیہ السّلام نے اپنی صاحب زادی سے دریافت کیا کہ تمہیں ان کی قوت و امانت کا کیسے علم ہوا؟ صاحب زادی نے عرض کی: قوت تو اس سے ظاہر ہے کہ اُنہوں نے تنہا کنوئیں پر سے بھاری پتھر اُٹھالیا اور امانت اس سے ظاہر ہے کہ اُنہوں نے ہمیں دیکھ کر سر جھکا لیا اور ہم سے کہا کہ تم پیچھے چلو۔ یہ سن کر حضرت شعیب علیہ السّلام نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام سے فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ اپنی دونوں بیٹیوں میں سے ایک کے ساتھ اس مہر پر تمہارا نکاح کردوں کہ تم آٹھ سال تک میری ملازمت کرو پھر اگر تم دس سال پورے

Go to Index

فَمِنْ عِنْدِكَ ۚ وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَيْكَ ؕ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿٢٧﴾

تو وہ (اضافہ) تمہاری طرف سے ہو گا اور میں تمہیں مشقت میں ڈالنا نہیں چاہتا۔ اِنْ شَآءَ اللّٰه عنقریب تم مجھے نیکوں میں سے پاؤ گے ○

قَالَ ذٰلِكَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ ؕ اَيَّمَا الْاَجَلَيْنِ قَضَيْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَيَّ ؕ

موسیٰ نے جواب دیا: یہ میرے اور آپ کے درمیان (معاہدہ طے) ہے۔ میں ان دونوں میں سے جو بھی مدت پوری کر دوں تو مجھ پر کوئی زیادتی نہیں ہو گی

وَاللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ﴿٢٨﴾ ع فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَسَارَ بِاَهْلِهٖٓ اٰنَسَ مِنْ ع ٣/٧

اور ہماری اس گفتگو پر اللہ نگہبان ہے ○ پھر جب موسیٰ نے اپنی مدت پوری کر دی اور اپنی بیوی کو لے کر چلے تو

جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا ۚ قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْٓ

کوہِ طور کی طرف ایک آگ دیکھی۔ آپ نے اپنی گھر والی سے فرمایا: تم ٹھہرو، بیشک میں نے ایک آگ دیکھی ہے شاید، میں

کر دو تو یہ اضافہ تمہاری طرف سے مہربانی ہو گی اور میں تم پر کوئی اضافی مشقت نہیں ڈالنا چاہتا۔ اِنْ شَآءَ اللّٰه عنقریب تم مجھے نیکوں میں سے پاؤ گے تو میری طرف سے معاملے میں اچھائی اور عہد کو پورا کرنا ہی ہو گا۔ حضرت شعیب علیہ السّلام نے اللہ تعالیٰ کی توفیق و مدد پر بھروسہ کرنے کے لئے اِنْ شَآءَ اللّٰه فرمایا۔ **اہم باتیں:** (1) اگرچہ سنت یہ ہے کہ پیغامِ نکاح لڑکے کی طرف سے ہو لیکن یہ بھی جائز ہے کہ لڑکی والوں کی طرف سے ہو۔ (2) لڑکی کے لئے مالدار لڑکا تلاش کرنے کی بجائے دین دار اور شریف لڑکا تلاش کیا جائے۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السّلام مسافر تھے، مالدار نہ تھے، مگر آپ کی دین داری اور شرافت ملاحظہ فرما کر حضرت شعیب علیہ السّلام نے اپنی صاحبزادی کا نکاح آپ سے کر دیا۔ (3) صوفیاءِ کرام فرماتے ہیں کہ بظاہر حضرت موسیٰ علیہ السّلام سے بکریاں چروانا تھا، مگر در حقیقت ان کو اپنی صحبتِ پاک میں رکھ کر کَلِیْمُ اللّٰه بننے کی صلاحیت پیدا کرنا تھا، لہٰذا یہ آیت صوفیاءِ کرام کے چلّوں اور مرشد کے گھر رہ کر ان کی خدمت کرنے کی بڑی دلیل ہے۔

آیت 28 حضرت شعیب علیہ السّلام کی بات سن کر حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے جواب دیا: میرے اور آپ کے درمیان یہ معاہدہ طے ہے اور ہم دونوں اس معاہدے کی پوری طرح پاسداری کریں گے البتہ جب میں 8 یا 10 سال دونوں میں سے ملازمت کی جو مدت پوری کر دوں تو اس سے زیادہ مدت تک ملازمت کرنے کا مجھ سے کوئی مطالبہ نہ ہو گا، اور ہمارے اس معاہدے پر اللہ تعالیٰ نگہبان ہے، لہٰذا ہم میں سے کسی ایک کے لئے بھی اس معاہدے سے پھرنے کی کوئی راہ نہیں۔

آیت 29 جب حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے ملازمت کی مدت پوری کر دی تو حضرت شعیب علیہ السّلام نے آپ کا نکاح اپنی بڑی صاحبزادی حضرت صفورا رضی اللہ عنہا سے کر دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے دس سال کی میعاد پوری فرمائی تھی۔ پھر آپ نے حضرت شعیب علیہ السّلام سے مصر کی طرف واپس جانے کی اجازت چاہی تو آپ علیہ السّلام نے اجازت دیدی، چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام اپنی زوجہ کو ان کے والد کی اجازت سے مصر کی طرف لے کر چلے۔ سفر کے دوران جب آپ ایک جنگل میں تھے، اندھیری رات تھی، سردی شدت کی پڑ رہی تھی اور راستہ گم ہو گیا تھا تو اس وقت آپ نے کوہِ طور کی طرف ایک آگ دیکھی، اسے دیکھ کر آپ نے اپنی گھر والی سے فرمایا: تم

اٰتِيۡكُمۡ مِّنۡهَا بِخَبَرٍ اَوۡ جَذۡوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمۡ تَصۡطَلُوۡنَ ﴿۲۹﴾ فَلَمَّاۤ اَتٰٮهَا

وہاں سے کچھ خبر لاؤں یا تمہارے لیے کوئی آگ کی چنگاری لاؤں تاکہ تم گرمی حاصل کرو○ پھر جب آگ کے پاس آئے

نُوۡدِىَ مِنۡ شَاطِیٴِ الۡوَادِ الۡاَيۡمَنِ فِى الۡبُقۡعَةِ الۡمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنۡ يّٰمُوۡسٰٓى اِنِّىۡۤ

تو برکت والی جگہ میں میدان کے دائیں کنارے سے ایک درخت سے انہیں ندا کی گئی: اے موسیٰ! بیشک

اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الۡعٰلَمِيۡنَ ۙ‏ ﴿۳۰﴾ وَاَنۡ اَلۡقِ عَصَاكَ‌ ؕ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهۡتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ

میں ہی اللہ ہوں، سارے جہانوں کا پالنے والا ہوں○ اور یہ کہ تم اپنا عصا ڈال دو تو جب اسے لہراتا ہوا دیکھا گویا کہ سانپ ہے

وَّلّٰى مُدۡبِرًا وَّلَمۡ يُعَقِّبۡ‌ ؕ يٰمُوۡسٰٓى اَقۡبِلۡ وَلَا تَخَفۡ‌ قف اِنَّكَ مِنَ الۡاٰمِنِيۡنَ ﴿۳۱﴾

تو حضرت موسیٰ پیٹھ پھیر کر چلے اور مڑ کر نہ دیکھا۔ (ہم نے فرمایا:) اے موسیٰ! سامنے آؤ اور نہ ڈرو، بیشک تم امن والوں میں سے ہو○

اُسۡلُكۡ يَدَكَ فِىۡ جَيۡبِكَ تَخۡرُجۡ بَيۡضَآءَ مِنۡ غَيۡرِ سُوۡٓءٍ وَّاضۡمُمۡ اِلَيۡكَ جَنَاحَكَ

اپنا ہاتھ گریبان میں ڈالو تو وہ بغیر کسی مرض کے سفید چمکتا ہوا نکلے گا اور خوف دور کرنے کیلئے اپنا ہاتھ

یہاں ٹھہرو، بیشک میں نے ایک آگ دیکھی ہے، شاید میں وہاں سے راستے کی کچھ خبر لاؤں کہ کدھر جانا ہے یا تمہارے لیے کوئی آگ کی چنگاری لے آؤں تاکہ تم اس سے گرمی حاصل کرسکو۔

آیت 30 جب حضرت موسیٰ علیہ السّلام اپنی زوجہ محترمہ کو چھوڑ کر آگ کے پاس آئے تو برکت والی جگہ میں میدان کے دائیں کنارے سے ایک درخت سے انہیں ندا کی گئی: اے موسیٰ! بیشک میں ہی اللہ ہوں، سارے جہانوں کا پالنے والا ہوں۔ **اہم باتیں:**
(1) جب حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے سرسبز درخت میں آگ دیکھی تو جان لیا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا یہ کسی کی قدرت نہیں اور بیشک جو کلام انہوں نے سنا ہے اس کا مُتَکَلِّم اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ (2) منقول ہے کہ یہ کلام حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے صرف اپنے مبارک کانوں ہی سے نہیں بلکہ اپنے جسمِ اقدس کے ہر ہر جُزْو سے سنا۔

آیت 31 کوہِ طور پر حضرت موسیٰ علیہ السّلام سے فرمایا گیا کہ تم اپنا عصا نیچے رکھ دو، چنانچہ آپ علیہ السّلام نے عصا نیچے رکھ دیا تو وہ سانپ بن گیا اور جب اسے لہراتا ہوا دیکھا گویا کہ سانپ ہے تو حضرت موسیٰ علیہ السّلام اس سے خوفزدہ ہوئے اور اس طرح پیٹھ پھیر کر چلے کہ آپ نے پیچھے مڑ کر نہ دیکھا۔ تب انہیں ندا کی گئی: اے موسیٰ! سامنے آؤ اور ڈرو نہیں، بیشک تم امن والوں میں سے ہو اور تمہیں کوئی خطرہ نہیں۔

آیت 32 حضرت موسیٰ علیہ السّلام سے مزید فرمایا گیا کہ اپنا ہاتھ اپنی قمیص کے گریبان میں ڈال کر نکالو تو وہ کسی مرض کے بغیر سفید اور سورج کی شعاع کی طرح چمکتا ہوا نکلے گا۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا: اور خوف دور کرنے کیلئے اپنا ہاتھ اپنے ساتھ ملالو تاکہ ہاتھ اپنی اصلی حالت پر آئے اور خوف دور ہو جائے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ عصا اور روشن ہاتھ تیرے رب عزّوجلّ کی طرف سے فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف تمہاری رسالت کی دو بڑی دلیلیں ہیں، بیشک وہ نافرمان لوگ ہیں اور وہ ظلم و سرکشی کی حد پار کر چکے ہیں۔

مِنَ الرَّهْبِ فَذٰنِكَ بُرْهَانٰنِ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ مَلَا۟ئِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا

اپنے ساتھ ملالو تو تیرے رب کی طرف سے فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف یہ دو بڑی دلیلیں ہیں، بیشک وہ

قَوْمًا فٰسِقِیْنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّیْ قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا فَاَخَافُ اَنْ یَّقْتُلُوْنِ ﴿۳۳﴾

نافرمان لوگ ہیں○ موسیٰ نے عرض کی: اے میرے رب! میں نے ان میں سے ایک شخص کو قتل کردیا تھا تو مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھے قتل کردیں گے○

وَ اَخِیْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّیْ لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ مَعِیَ رِدْاً یُّصَدِّقُنِیْۤ٘

اور میرا بھائی ہارون اس کی زبان مجھ سے زیادہ صاف ہے تو اسے میری مدد کے لیے رسول بنا تاکہ وہ میری تصدیق کرے ،

اِنِّیْۤ اَخَافُ اَنْ یُّكَذِّبُوْنِ ﴿۳۴﴾ قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِیْكَ وَ نَجْعَلُ لَكُمَا

بیشک مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھے جھٹلائیں گے○ اللہ نے فرمایا: عنقریب ہم تیرے بازو کو تیرے بھائی کے ذریعے قوت دیں گے اور تم دونوں کو غلبہ

سُلْطٰنًا فَلَا یَصِلُوْنَ اِلَیْكُمَا ۚۛ بِاٰیٰتِنَاۤ ۚۛ اَنْتُمَا وَ مَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ ﴿۳۵﴾ معانقۃ ۱

عطا فرمائیں گے تو وہ ہماری نشانیوں کے سبب تم دونوں کا کچھ نقصان نہ کرسکیں گے۔ تم دونوں اور تمہاری پیروی کرنے والے غالب آئیں گے○

آیت 33 جب حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو عصا اور روشن نشانیوں کے ساتھ فرعون اور اس کی قوم کی طرف رسول بن کر جانے کا حکم ہوا تو آپ علیہ السّلام نے عرض کی: اے میرے رب! عزّوجلّ، فرعونیوں میں سے ایک شخص میرے ہاتھ سے مارا گیا تھا، تو مجھے ڈر ہے کہ اس کے بدلے میں وہ مجھے قتل کردیں گے۔

آیت 34 بچپن میں فرعون کے ہاں انگارہ منہ میں رکھ لینے کی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی زبان شریف میں لکنت آگئی تھی اس لئے آپ نے فرمایا کہ میرے بھائی حضرت ہارون علیہ السّلام کی زبان مجھ سے زیادہ صاف ہے تو اے میرے رب! اسے میری مدد کے لئے فرعون اور اس کی قوم کی طرف رسول بنا کر بھیج تاکہ وہ حق بات کو مزید واضح کرکے اور حق کے دلائل بیان کرکے میری تصدیق کرے، بیشک مجھے ڈر ہے کہ فرعون اور اس کی قوم کے لوگ مجھے جھٹلائیں گے۔ **اہم باتیں:** (1) اللہ عزّوجلّ کے بندوں کی مدد لینا انبیاءِ کرام علیہم السّلام کی سنت ہے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے حضرت ہارون علیہ السّلام کی مدد لی۔ (4) حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی تشریف آوری کے بعد اب قیامت تک کسی کو نبوت نہیں مل سکتی، البتہ اب بھی خدا کے مُقرَّب بندوں کی دعا سے ولایت، علم، اولاد اور سلطنت مل سکتی ہے۔

آیت 35 اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی دعا قبول فرمائی اور ان سے ارشاد فرمایا: ہم تیرے بھائی کے ذریعے تمہیں قوت دیں گے اور تمہاری مدد کریں گے اور ہم تم دونوں کو غلبہ عطا فرمائیں گے اور دشمنوں کے دلوں میں تمہاری ہیبت بٹھادیں گے لہٰذا تم فرعون اور اس کی قوم کے پاس جاؤ، وہ لوگ ہماری نشانیوں کے سبب تم دونوں کا کچھ نقصان نہ کرسکیں گے بلکہ تم دونوں اور تمہاری پیروی کرنے والے ہی ان پر غالب آئیں گے۔

فَلَمَّا جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّفْتَرًى وَّ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا

پھر جب موسیٰ ان کے پاس ہماری روشن نشانیاں لے کر آئے تو (فرعونیوں نے) کہا: یہ تو صرف ایک بناوٹی جادو ہے اور ہم نے اپنے

فِیْۤ اٰبَآىٕنَا الْاَوَّلِیْنَ ﴿۳۶﴾ وَ قَالَ مُوْسٰى رَبِّیْۤ اَعْلَمُ بِمَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى مِنْ عِنْدِهٖ

اگلے باپ داداؤں میں یہ (بات کبھی) نہیں سنی○ اور موسیٰ نے فرمایا: میرا رب خوب جانتا ہے جو اس کے پاس سے ہدایت لائے

وَ مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِؕ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَ قَالَ فِرْعَوْنُ یٰۤاَیُّهَا الْمَلَاُ

اور جس کے لیے آخرت کے گھر کا (اچھا) انجام ہو گا۔ بیشک ظالم کامیاب نہیں ہوں گے○ اور فرعون نے کہا: اے درباریو!

مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرِیْۚ فَاَوْقِدْ لِیْ یٰهَامٰنُ عَلَى الطِّیْنِ فَاجْعَلْ لِّیْ صَرْحًا

میں تمہارے لیے اپنے سوا کوئی خدا نہیں جانتا تو اے ہامان! میرے لیے گارے پر آگ جلا پھر میرے لئے ایک اونچا محل بناؤ،

آیت 36 جب حضرت موسیٰ علیہ السّلام فرعون اور اس کی قوم کے پاس ہماری روشن نشانیاں لے کر آئے تو ان نشانیوں کا مشاہدہ کرنے کے بعد ان لوگوں نے کہا: یہ تو صرف ایک بناوٹی جادو ہے۔ ان کی اس بات کا مطلب یہ تھا کہ جس طرح جادو کی تمام اَقسام باطل ہوتی ہیں اسی طرح (مَعَاذَ اللہ) یہ معجزات بھی ہیں۔ فرعونیوں نے مزید یہ کہا کہ جو دعوت آپ ہمیں دے رہے ہیں وہ ایسی نئی ہے کہ ہمارے آباؤ اَجداد میں بھی ایسی نہیں سنی گئی تھی۔

آیت 37 حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے ان کے جواب میں ارشاد فرمایا: میرا رب عَزَّوَجَلَّ اسے خوب جانتا ہے جو ہم میں سے حق پر ہے اور جسے اللہ تعالیٰ نے نبوت کے ساتھ سرفراز فرمایا ہے اور جس کے لیے آخرت کا گھر ہو گا تو وہ وہاں کی نعمتوں اور رحمتوں کے ساتھ نوازا جائے گا، اگر تمہارے گمان کے مطابق میرے دکھائے ہوئے معجزات جادو ہیں اور میں نے انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر کے جھوٹ بولا ہے تو اللہ تعالیٰ مجھے یہ کبھی عطا نہ فرماتا کیونکہ وہ غنی اور حکمت والا ہے اور اس کی یہ شان نہیں کہ وہ کسی جھوٹے اور جادوگر کو رسول بنا کر بھیجے۔ بیشک کفر کر کے اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے کامیاب نہیں ہوں گے اور انہیں آخرت کی کامیابی مُیَسَّر نہیں۔

آیت 38 حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے فرعون کو جو اللہ تعالیٰ کی وَحدانیَّت پر ایمان لانے اور صرف اسی کی عبادت کرنے کی دعوت دی تھی، اس کا انکار کرتے ہوئے فرعون نے اپنے دربار میں موجود لوگوں سے کہا: اے درباریو! میں تمہارے لیے اپنے سوا کوئی خدا نہیں جانتا جس کی تم عبادت کرو۔ پھر اس نے اپنے وزیر ہامان سے کہا: اے ہامان! میرے لیے گارے پر آگ جلا کر اینٹ تیار کرو، پھر میرے لئے ایک انتہائی اونچا محل بناؤ، شاید میں موسیٰ کے خدا کو جھانک لوں اور بیشک میں تو موسیٰ کو اپنے اس دعوے میں جھوٹوں میں سے ہی سمجھتا ہوں کہ اس کا ایک معبود ہے جس نے اسے اپنا رسول بنا کر ہماری طرف بھیجا ہے۔ **اہم بات:** فرعون نے یہ گمان کیا تھا کہ (مَعَاذَ اللہ) اللہ تعالیٰ کے لئے بھی مکان ہے اور وہ جسم ہے کہ اس تک پہنچنا اس کے لئے ممکن ہو گا، اس لئے اس نے ہامان کو عمارت بنانے کا حکم دیا اور اپنے ارادے کا اظہار کیا، چنانچہ ہامان نے فرعون کے حکم پر عمل کرنے کے لئے اتنی بلند عمارت بنوائی کہ دنیا میں اس کے برابر کوئی عمارت بلند نہ تھی۔

لَعَلِّیْٓ اَطَّلِعُ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى ۙ وَ اِنِّیْ لَاَظُنُّهٗ مِنَ الْكٰذِبِیْنَ ﴿۳۸﴾ وَ اسْتَكْبَرَ هُوَ وَ جُنُوْدُهٗ

شاید میں موسیٰ کے خدا کو جھانک لوں اور بیشک میں تو اسے جھوٹوں میں سے ہی سمجھتا ہوں ○ اور اس نے اور اس کے لشکریوں نے

فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَ ظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اِلَیْنَا لَا یُرْجَعُوْنَ ﴿۳۹﴾ فَاَخَذْنٰهُ وَ جُنُوْدَهٗ

زمین میں بے جا تکبر کیا اور وہ سمجھے کہ انہیں ہماری طرف پھرنا نہیں ○ تو ہم نے اسے اور اس کے لشکر کو پکڑ کر

فَنَبَذْنٰهُمْ فِی الْیَمِّ ۚ فَانْظُرْ كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۴۰﴾ وَ جَعَلْنٰهُمْ اَىِٕمَّةً یَّدْعُوْنَ

دریا میں پھینک دیا تو دیکھو ظالموں کا کیسا انجام ہوا؟ ○ اور انہیں ہم نے پیشوا بنا دیا کہ آگ کی طرف

اِلَى النَّارِ ۚ وَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ لَا یُنْصَرُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَ اَتْبَعْنٰهُمْ فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا لَعْنَةً ۚ

بلاتے ہیں اور قیامت کے دن ان کی مدد نہیں کی جائے گی ○ اور اس دنیا میں ہم نے ان کے پیچھے لعنت لگادی

وَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِیْنَ ﴿۴۲﴾ وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ ع ۱۴

اور قیامت کے دن وہ قبیح (بُری) حالت والوں میں سے ہوں گے ○ اور بیشک ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا فرمائی اس کے بعد کہ

آیت 39، 40 فرمایا کہ فرعون اور اس کے لشکریوں نے مصر میں بے جا تکبر کیا اور حق یعنی خدا کی وحدانیت اور موسیٰ علیہ السّلام کی رسالت کو نہ مانا اور وہ یہ سمجھے کہ انہیں اپنے اعمال کی جزا کے لئے ہماری طرف لوٹ کر نہیں آنا تو ہم نے فرعون اور اس کے لشکر کو پکڑ کر دریا میں پھینک دیا اور وہ سب غرق ہو گئے، تو اے قرآن پڑھنے والو! دیکھو ظالموں کا کیسا انجام ہوا؟ اور ان کے دردناک انجام سے عبرت حاصل کرو۔ **درس:** یہ وہ بنیادی مقصد ہے جس کیلئے یہ سارا واقعہ بیان کیا گیا کہ گزشتہ قوموں کے واقعات اور ان کے عروج و زوال سے عبرت حاصل کی جائے اور اپنی حالت کو سدھارا جائے۔

آیت 41 فرمایا کہ ہم نے فرعون اور اس کی قوم کو دنیا میں لوگوں کا پیشوا بنا دیا کہ وہ کفر اور گناہوں کی دعوت دیتے ہیں جس کی وجہ سے وہ عذابِ جہنم کے مستحق ہوں اور جو ان کی اطاعت کرے وہ بھی جہنمی ہو جائے اور قیامت کے دن ان سے عذاب دور کر کے ان کی مدد نہیں کی جائے گی۔ **درس:** اس آیت کے مِصداق آج کل کے وہ لوگ بھی ہیں جو لوگوں کو کفر و گمراہی اور بد عملی کی طرف بلاتے ہیں، ان پر اپنے اس عمل کا اور پیروی کرنے والوں کا بھی گناہ ہو گا اور خود پیروکار بھی گناہ گار ہوں گے۔

آیت 42 ارشاد فرمایا کہ ہم نے اس دنیا میں فرعون اور اس کی قوم پر رسوائی اور رحمت سے دوری لازم کر دی اور قیامت کے دن وہ لوگ بری حالت والوں میں سے ہوں گے۔

آیت 43 ارشاد فرمایا: بیشک پہلی قوموں جیسے حضرت نوح علیہ السّلام کی قوم، قومِ عاد اور قومِ ثمود وغیرہ کو ہلاک کرنے کے بعد ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو کتاب تورات عطا فرمائی جس میں لوگوں کے دلوں کی آنکھیں کھولنے والی باتیں ہیں تاکہ وہ بصیرت کی نگاہ سے انہیں پڑھ کر ہدایت حاصل کریں اور یہ اس کے لئے گمراہی سے ہدایت ہے جو اس کے احکامات پر عمل کرے اور اس کے لئے رحمت

مَآ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى بَصَآىِٕرَ لِلنَّاسِ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ

ہم نے پہلی قوموں کو ہلاک فرمادیا تھا (موسیٰ کو وہ کتاب دی) جس میں لوگوں کے دلوں کی آنکھیں کھولنے والی باتیں اور ہدایت اور رحمت ہے تاکہ

یَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۳﴾ وَ مَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِیِّ اِذْ قَضَیْنَاۤ اِلٰى مُوْسَى الْاَمْرَ

وہ نصیحت حاصل کریں○ اور تم اس وقت طور کی مغربی جانب میں نہ تھے جب ہم نے موسیٰ کی طرف حکم بھیجا

وَ مَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِیْنَ ﴿۴۴﴾ وَ لٰكِنَّاۤ اَنْشَاْنَا قُرُوْنًا فَتَطَاوَلَ عَلَیْهِمُ الْعُمُرُ ۚ وَ مَا كُنْتَ

اور اس وقت تم موجود نہ تھے○ لیکن (ہوا یہ) کہ ہم نے بہت سی قومیں پیدا کیں تو ان کی عمریں لمبی ہوگئیں اور نہ تم

ثَاوِیًا فِیْۤ اَهْلِ مَدْیَنَ تَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِنَا ۙ وَ لٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِیْنَ ﴿۴۵﴾ وَ مَا كُنْتَ

اہلِ مدین میں ان پر ہماری آیتیں پڑھتے ہوئے مقیم تھے لیکن ہم رسول بھیجنے والے ہیں○ اور نہ تم

بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْ نَادَیْنَا وَ لٰكِنْ رَّحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا

اس وقت طور کے کنارے پر تھے جب ہم نے (موسیٰ کو) ندا فرمائی، لیکن تمہارے رب کی طرف سے رحمت ہے تاکہ تم اس قوم کو ڈراؤ

ہے جو اس پر ایمان لائے اور حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو یہ کتاب اس لئے عطا فرمائی تاکہ لوگ اس کے مَواعظ سے نصیحت حاصل کریں۔

آیت 45،44 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے انبیا کے سردار! علیہ السّلام، جب ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی طرف رسالت کا پیغام بھیجا، ان سے کلام فرمایا اور انہیں اپنی بارگاہ میں قرب عنایت کیا تھا، اس وقت آپ وہاں حاضر نہ تھے، لیکن ہوا یہ کہ ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے بعد بہت سی امتیں پیدا کیں اور جب ان کی عمریں لمبی ہوگئیں تو وہ اللہ تعالیٰ کا عہد بھول گئے اور اسے چھوڑ دیا جو ان لوگوں سے محمد مصطفی صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم پر ایمان لانے کے متعلق لیا گیا تھا اور اے حبیب! نہ ہی آپ مَدیَن والوں میں ان کے سامنے ہماری آیتیں پڑھتے ہوئے مقیم تھے، تو ہم نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا، آپ کو علم دیا اور پہلوں کے حالات پر مُطّلع کیا تاکہ آپ لوگوں کے سامنے ان واقعات کو بیان فرمائیں۔

آیت 46 فرمایا: اے حبیب! اور تم اس وقت کوہِ طور کے کنارے پر موجود نہ تھے جب ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو تورات عطا کرنے کے بعد ندا فرمائی، لیکن یہ آپ کے رب عزّوجلّ کی طرف سے رحمت ہے کہ اس نے آپ کو غیبی علوم عطا فرمائے جن سے آپ گزشتہ انبیاءِ کرام علیہم السّلام اور سابقہ امتوں کے احوال بیان فرمارہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو غیبی علوم اس لئے عطا فرمائے تاکہ آپ اس قوم کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرائیں جس کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا اور انہیں یہ امید کرتے ہوئے ڈرائیں کہ وہ نصیحت حاصل کریں۔ **اہم بات:** عرب میں حضرت اسماعیل علیہ السّلام کے بعد سے اور اہلِ کتاب کے پاس حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے بعد سے لے کر حضور پُرنور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم تک کوئی رسول تشریف نہیں لائے، پھر ساری دنیا کے لئے محمد مصطفی صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو رسول بنا کر بھیجا گیا۔

مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿٤٦﴾ وَلَوْلَآ اَنْ تُصِيْبَهُمْ

جس کے پاس تم سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا یہ امید کرتے ہوئے کہ وہ نصیحت حاصل کریں ○ اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ

مُّصِيْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَيَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا

لوگوں کو ان کے ہاتھوں کے آگے بھیجے ہوئے اعمال کی وجہ سے (جب جہنم کی) مصیبت پہنچتی تو وہ کہتے: اے ہمارے رب! تو نے ہماری طرف

رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٤٧﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا

کوئی رسول کیوں نہ بھیجا کہ ہم تیری آیتوں کی پیروی کرتے اور ایمان والوں میں سے ہو جاتے ○ پھر جب ان کے پاس ہماری طرف سے حق آیا

قَالُوْا لَوْلَآ اُوْتِيَ مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى ؕ اَوَلَمْ يَكْفُرُوْا بِمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ۚ

تو انہوں نے کہا: اس (نبی) کو اس جیسا کیوں نہ دیدیا گیا جیسا موسیٰ کو دیا گیا تھا؟ کیا انہوں نے اس کا انکار نہیں کیا تھا جو پہلے موسیٰ کو دیا گیا؟

آیت 47 فرمایا: ہم تو ان مشرکوں کو ان کے شرک کی وجہ سے پہلے ہی ہلاک کر دیتے اگر یہ بات نہ ہوتی کہ کفارِ مکہ کے برے اعمال یعنی کفر و شرک کی وجہ سے جب جہنم کی مصیبت انہیں پہنچتی تو وہ کہتے: اے ہمارے رب! تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا کہ ہم تیری آیتوں کی پیروی کرتے اور ایمان والوں میں سے ہو جاتے۔ لہٰذا ان پر حجت تمام کرنے اور خدا کا پیغام پوری طرح پہنچا دینے کے لئے ہم نے اے حبیب، تمہیں رسول بنا کر بھیجا تا کہ ان کے لئے کوئی عذر اور بہانہ باقی نہ رہے۔

آیت 48 فرمایا: جب کفارِ مکہ کے پاس ہماری طرف سے محمد مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم تشریف لائے تو انہوں نے کہا: اس نبی (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کو اس جیسا کیوں نہ دیدیا گیا جیسا (حضرت) موسیٰ (علیہ السّلام) کو دیا گیا تھا؟ یعنی انہیں قرآنِ کریم یک بارگی کیوں نہیں دیا گیا جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو پوری تورات ایک ہی بار میں عطا کی گئی تھی؟ یا اس کے یہ معنی ہیں کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو عصا اور روشن ہاتھ جیسے وہ معجزات کیوں نہ دیئے گئے جو حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو دیئے گئے تھے؟ مزید ارشاد فرمایا: **کیا انہوں نے اس کا انکار نہیں کیا تھا جو پہلے موسیٰ کو دیا گیا؟** **شانِ نزول:** یہودیوں نے کفارِ قریش کو پیغام بھیجا کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے سے معجزات طلب کریں۔ جب کفارِ قریش نے ایسا کیا تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا کہ جن یہودیوں نے یہ سوال کرنے کا کہا ہے کیا وہ خود روشن نشانیوں کے باوجود حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے اور جو انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیا گیا ہے اس کے منکر نہ ہوئے؟ اور جب یہ خود اس کے منکر ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو دیا گیا تو کس منہ سے اس کا مطالبہ سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے کرنے کا کہہ رہے ہیں۔ مزید فرمایا: **انہوں نے کہا تھا کہ یہ دو جادو ہیں۔** مکہ کے مشرکین نے مدینہ کے یہودی سرداروں سے دریافت کیا کہ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بارے میں سابقہ کتابوں میں کوئی خبر ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں! حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اوصاف تورات میں موجود ہیں۔ جب یہ خبر کفارِ قریش کو پہنچی تو وہ تورات او قرآن کے بارے میں کہنے لگے کہ یہ دونوں جادو ہیں اور ان میں سے ایک دوسرے کی مددگار ہے۔

قَالُوۡا سِحۡرٰنِ تَظٰهَرَا ۗ وَقَالُوۡۤا اِنَّا بِكُلٍّ كٰفِرُوۡنَ ﴿۴۸﴾ قُلۡ فَاۡتُوۡا

انہوں نے کہا: یہ دو جادو ہیں جو ایک دوسرے کے مدد گار ہیں اور انہوں نے کہا: بیشک ہم ان سب کا انکار کرنے والے ہیں ○ تم فرماؤ: اگر تم

بِكِتٰبٍ مِّنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ هُوَ اَهۡدٰى مِنۡهُمَاۤ اَتَّبِعۡهُ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ﴿۴۹﴾ فَاِنۡ

سچے ہو تو اللہ کے پاس سے کوئی کتاب لے آؤ جو ان دونوں کتابوں سے زیادہ ہدایت والی ہو میں اس کی پیروی کرلوں گا ○ پھر اگر

لَّمۡ يَسۡتَجِيۡبُوۡا لَكَ فَاعۡلَمۡ اَنَّمَا يَتَّبِعُوۡنَ اَهۡوَآءَهُمۡ ؕ وَمَنۡ اَضَلُّ مِمَّنِ

وہ یہ تمہاری بات قبول نہ کریں تو جان لو کہ بس وہ اپنی خواہشوں ہی کی پیروی کررہے ہیں اور اس سے بڑھ کر گمراہ کون جو

اتَّبَعَ هَوٰٮهُ بِغَيۡرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِيۡنَ ﴿۵۰﴾ ع ۸ ۵

اللہ کی طرف سے ہدایت کے بغیر اپنی خواہش کی پیروی کرے۔ بیشک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا ○

وَلَقَدۡ وَصَّلۡنَا لَهُمُ الۡقَوۡلَ لَعَلَّهُمۡ يَتَذَكَّرُوۡنَ ﴿۵۱﴾ ؕ اَلَّذِيۡنَ اٰتَيۡنٰهُمُ الۡكِتٰبَ مِنۡ قَبۡلِهٖ

اور بیشک ہم نے ان کے لیے کلام مسلسل بھیجا تاکہ وہ نصیحت مانیں ○ جن لوگوں کو ہم نے اس (قرآن) سے پہلے کتاب دی

آیت 50،49 فرمایا: ان کافروں سے فرمادیں کہ اگر تم اپنے اس قول میں سچے ہو کہ تورات اور قرآن کریم جادو ہیں تو پھر تم خود اللہ تعالیٰ کے پاس سے کوئی ایسی کتاب لے آؤ جو ان دونوں کتابوں سے زیادہ ہدایت والی ہو، اگر تم ایسی کتاب لے آئے تو میں اس کی پیروی کرلوں گا۔ اس فرمان کا مقصد ہے کہ کافروں کے لئے یہ ممکن نہیں چنانچہ اگلی آیت میں ارشاد فرمایا: کہ اے حبیب! پھر اگر وہ کفار آپ کی یہ بات قبول نہ کریں اور ایسی کتاب نہ لا سکیں تو آپ جان لیں کہ یہ اپنی خواہشوں ہی کی پیروی کررہے ہیں حالانکہ اس سے بڑھ کر گمراہ کوئی نہیں جو خلافِ ہدایت اپنی خواہش کی پیروی کرے۔ بیشک اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو اپنے دین کی طرف ہدایت نہیں دیتا۔

آیت 51 ارشاد فرمایا کہ بیشک ہم قرآنِ مجید کو ایک ہی بار میں نازل کرنے پر قادر ہیں لیکن ہم نے کفارِ قریش کے لیے اپنا کلام مسلسل اور لگاتار بھیجا جس میں جنّت کے وعدے، جہنّم کی وعید، سابقہ قوموں کے واقعات، عبرتوں اور نصیحتوں پر مشتمل آیات نازل ہوئیں تاکہ یہ لوگ بار بار سن کر سمجھ سکیں اور ایمان لائیں تو ہمارا قرآن مجید کو تھوڑا تھوڑا نازل کرنا ان کی مَصلحت کی وجہ سے ہے اور وہ لوگ کس قدر جاہل ہیں جو مصلحت کی مخالفت کرتے ہوئے قرآن مجید کو ایک ہی بار میں نازل کرنے کا مطالبہ کررہے ہیں۔

آیت 52 **شانِ نزول:** یہ آیت اہلِ کتاب کے مومن حضرات حضرت عبداللہ بن سلام اور ان کے اصحاب کے حق میں نازل ہوئی اور ایک قول یہ ہے کہ یہ ان انجیل والوں کے حق میں نازل ہوئی جو حبشہ سے آکر سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم پر ایمان لائے۔ یہ چالیس حضرات تھے جو حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ آئے، جب انہوں نے مسلمانوں کی تنگی کی حالت دیکھی تو بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم میں عرض کی کہ اگر حضور اجازت دیں تو ہم واپس جاکر اپنے مال لے آئیں اور ان سے مسلمانوں کی خدمت کریں۔ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے اجازت دی تو وہ اپنے مال لے آئے اور ان سے مسلمانوں کی خدمت کی۔ ان کے حق میں یہ آیات "مِمَّا رَزَقۡنٰهُمۡ يُنۡفِقُوۡنَ" تک نازل ہوئیں۔ اس آیت میں فرمایا کہ جن لوگوں کو ہم نے اس قرآن سے پہلے کتاب دی وہ اس قرآن پر بھی ایمان لاتے ہیں۔

النصف

هُمْ بِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ﴿٥٢﴾ وَ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِهٖۤ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَاۤ

وہ اس پر ایمان لاتے ہیں○ اور جب ان پر یہ قرآن پڑھا جاتا ہے تو کہتے ہیں: ہم اس پر ایمان لائے، بیشک یہی ہمارے رب کے پاس سے حق ہے۔

اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِيْنَ ﴿٥٣﴾ اُولٰٓىِٕكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا

ہم اس (قرآن) سے پہلے ہی فرمانبردار ہو چکے تھے○ ان کو ان کا اجر دُگنا دیا جائے گا کیونکہ انہوں نے صبر کیا

وَ يَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿٥٤﴾ وَ اِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ

اور یہ برائی کو بھلائی سے دور کرتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں○ اور جب بیہودہ بات سنتے ہیں

اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَ قَالُوْا لَنَاۤ اَعْمَالُنَا وَ لَكُمْ اَعْمَالُكُمْ٘ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ٘ لَا نَبْتَغِي

اس سے منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں: ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لیے تمہارے اعمال ہیں۔ بس تمہیں سلام، ہم جاہلوں کا

الْجٰهِلِيْنَ ﴿٥٥﴾ اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ج

ساتھ نہیں چاہتے○ بیشک ایسا نہیں ہے کہ تم جسے چاہو اسے اپنی طرف سے ہدایت دیدو لیکن اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیدیتا ہے

آیت 53 یہاں ان لوگوں کا وصف بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ جب ان کے سامنے قرآنِ مجید کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو یہ کہتے ہیں: ہم اس پر ایمان لائے، بیشک یہی ہمارے رب عَزَّوَجَلَّ کے پاس سے حق ہے۔ ہم اس قرآن کے نازل ہونے سے پہلے ہی فرماں بردار ہو چکے تھے اور ہم حبیبِ خدا، محمد مصطفی صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے بر حق نبی ہونے پر ایمان رکھتے تھے کیونکہ تورات وانجیل میں ان کا ذکر موجود ہے۔

آیت 54 ارشاد فرمایا کہ ان لوگوں کو دگنا اجر دیا جائے گا کیونکہ وہ پہلی کتاب پر بھی ایمان لائے اور قرآنِ پاک پر بھی اور یہ ان کے اس صبر کا بدلہ ہے جو انہوں نے اپنے دین پر اور مشرکین کی طرف سے پہنچنے والی ایذاؤں پر کیا۔ اس کے بعد ان اہلِ کتاب کے دو اوصاف بیان فرمائے: (1) وہ برائی کو بھلائی سے دور کرتے ہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ نیکی سے گناہ کو اور تحمل سے ایذاء کو دور کرتے ہیں۔ (2) وہ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے رزق میں سے کچھ اس کی راہ میں صدقہ کرتے ہیں۔

آیت 55 اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ مکہ کے مشرکین اہلِ کتاب میں سے ایمان لانے والوں کو گالیاں دیتے اور ان سے کہتے کہ تمہارا ستیاناس ہو، تم نے اپنے پرانے دین کو چھوڑ دیا۔ ان کے اس طرزِ عمل پر ایمان لانے والے اہلِ کتاب ان سے منہ پھیر لیتے ہیں اور یوں کہتے ہیں: ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لیے تمہارے اعمال ہیں۔ بس تمہیں دُور ہی سے سلام ہے اور ہم جاہلوں کے ساتھ دوستی نہیں کرنا چاہتے۔

آیت 56 **شانِ نزول:** مفسرین کا اس بات پر اجماع ہے کہ یہ آیت ابو طالب کے بارے میں نازل ہوئی۔ صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس آیت کا شانِ نزول یوں مذکور ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے اپنے چچا (ابو طالب) سے اس کی موت کے وقت فرمایا: اے چچا! ''لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' کہو، میں تمہارے لئے قیامت کے دن گواہ ہوں گا۔ اس نے (صاف انکار کر دیا اور) کہا: اگر مجھے قریش کی

وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿۵۶﴾ وَ قَالُوْۤا اِنْ نَّتَّبِعِ الْهُدٰى مَعَكَ

اور وہ ہدایت والوں کو خوب جانتا ہے ○ اور (کافر) کہتے ہیں: (اے محمد!) اگر ہم تمہارے ساتھ (مل کر) ہدایت کی پیروی کریں

نُتَخَطَّفْ مِنْ اَرْضِنَا ؕ اَوَ لَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰۤى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ

تو ہمیں ہماری سرزمین سے اچک لیا جائے گا۔ کیا ہم نے انہیں امن و امان والی جگہ حرم میں ٹھکانہ نہ دیا جس کی طرف

كُلِّ شَیْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍۭ

ہر چیز کے پھل لائے جاتے ہیں (جو) ہماری طرف کا رزق ہے لیکن ان میں اکثر جانتے نہیں ○ اور کتنے شہر ہم نے ہلاک کردیئے

بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَا ۚ فَتِلْكَ مَسٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِّنْۢ بَعْدِهِمْ اِلَّا قَلِيْلًا ؕ وَ كُنَّا نَحْنُ

جو اپنے عیش پر اِترانے لگے تھے تو یہ ان کے مکانات ہیں جن میں ان کے بعد بہت کم رہائش رکھی گئی اور ہم ہی

طرف سے عیب لگائے جانے کا اندیشہ نہ ہوتا (کہ موت کی سختی سے گھبرا کر مسلمان ہو گیا ہے) تو میں ضرور ایمان لا کر تمہاری آنکھ ٹھنڈی کرتا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتِ کریمہ نازل فرمائی۔ (مسلم، حدیث:25) اور ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! آپ اپنے چچا کے ایمان نہ لانے کا غم نہ کریں، آپ اپنا تبلیغ کا فریضہ ادا کر چکے، ہدایت دینا اور دل میں ایمان کا نور پیدا کرنا یہ آپ کا فعل نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے اور اسے خوب معلوم ہے کہ کسے یہ دولت دے گا اور کسے اس سے محروم رکھے گا۔ **اہم بات:** اعلیٰ حضرت، امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: آیاتِ قرآنیہ واَحادیثِ صحیحہ، مُتوافرہ، مُتظافرہ (یعنی بکثرت صحیح احادیث) سے ابوطالب کا کفر پر مرنا اور دمِ واپسیں ایمان لانے سے انکار کرنا اور عاقبت کار اصحابِ نار سے ہونا ایسے روشن ثبوت سے ثابت جس سے کسی سنی کو مجالِ دم زدن نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ 29/661)

آیت 57 **شانِ نزول:** یہ آیت حارث بن عثمان بن نوفل کے بارے میں نازل ہوئی، اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے کہا تھا کہ یہ بات تو ہم یقین سے جانتے ہیں کہ جو آپ فرماتے ہیں وہ حق ہے، لیکن اگر ہم آپ کے دین کی پیروی کریں گے تو ہمیں ڈر ہے کہ عرب کے لوگ ہمیں شہر بدر کر دیں گے اور عرب کی سرزمین سے ایک دم ہمیں نکال دیں گے۔ اس آیت میں اس بات کا جواب دیا گیا کہ کیا ہم نے انہیں امن و امان والی جگہ حرم میں ٹھکانہ نہ دیا جہاں کے رہنے والے قتل و غارت گری سے امن میں ہیں اور جہاں جانوروں اور سبزوں تک کو امن ہے اور جس کی طرف مختلف ممالک سے ہر چیز کے پھل لائے جاتے ہیں جو ہماری طرف کا رزق ہے، لیکن ان میں اکثر جانتے نہیں کہ یہ روزی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو اللہ تعالیٰ ان کے ایمان کی صورت میں بھی انہیں روزی اور امن عطا فرما دیتا ورنہ ہلاکت تو خوشحالی کے باوجود بھی آسکتی ہے جیسا کہ اگلی آیت میں فرمایا۔

آیت 58 فرمایا کہ کئی قومیں پہلے ایسی گزر چکی ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں پا کر شکر کرنے کی بجائے اِترانے لگیں اور خدا کی نافرمانی میں حد سے گزر گئیں تو انہیں ہلاک کر دیا گیا اور اب تمہارے سفر کے راستوں میں یہ ان کے مکانات ہیں جن کے تھوڑے سے آثار اب بھی باقی ہیں، ان مکانات میں ہلاک ہونے والوں کے بعد بہت کم رہائش رکھی گئی کہ کوئی مسافر یا راہ گزر ان میں تھوڑی دیر کے لئے ٹھہر جاتا ہے اور اب اللہ تعالیٰ کے سوا ان مکانوں کا کوئی وارث نہیں۔ **درس:** نبی علیہ السّلام کی اطاعت سے امن نصیب ہوتا اور نبی علیہ السّلام کی مخالفت سے ہلاکت ہوتی ہے، جبکہ کفارِ مکہ نے الٹا سمجھ لیا کہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی اطاعت سے بدامنی ہو گی اور مخالفت سے امن ملے گا۔

الْوٰرِثِیْنَ ﴿۵۸﴾ وَ مَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى یَبْعَثَ فِیْۤ اُمِّهَا رَسُوْلًا

وارث ہیں O اور تمہارا رب شہروں کو ہلاک کرنے والا نہیں ہے جب تک ان کے مرکزی شہر میں رسول نہ بھیجے

یَّتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِنَا ۚ وَ مَا كُنَّا مُهْلِكِی الْقُرٰۤى اِلَّا وَ اَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ ﴿۵۹﴾

جو ان پر ہماری آیتیں پڑھے اور ہم شہروں کو ہلاک کرنے والے نہیں ہیں مگر (اسی وقت) جب ان کے رہنے والے ظالم ہوں O

وَ مَاۤ اُوْتِیْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَمَتَاعُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ زِیْنَتُهَا ۚ وَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ

اور (اے لوگو!) جو کچھ چیز تمہیں دی گئی ہے تو وہ دنیوی زندگی کا سازوسامان اور اس کی زینت ہے اور جو (ثواب) اللہ کے پاس ہے

خَیْرٌ وَّ اَبْقٰى ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۰﴾ ع اَفَمَنْ وَّعَدْنٰهُ وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِیْهِ ٦ ع ٩

وہ بہتر اور زیادہ باقی رہنے والا ہے تو کیا تم سمجھتے نہیں؟O تو وہ شخص جس سے ہم نے اچھا وعدہ کیا ہوا ہے پھر وہ اس (وعدے) سے ملنے والا (بھی) ہے

آیت 59 ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! آپ کے رب عَزَّوَجَلَّ کی شان یہ ہے کہ وہ شہروں کو اس وقت تک ہلاک نہیں فرماتا جب تک ان کے مرکزی مقام میں رسول نہ بھیج دے جو اِن میں رہنے والوں کے سامنے ہماری آیتیں پڑھے اور انہیں تبلیغ کرے اور اس بات کی خبر دیدے کہ اگر وہ ایمان نہ لائیں گے تو اِن پر عذاب نازل کیا جائے گا تا کہ اِن پر حجت لازم ہو جائے اور ان کے لئے عذر کی کوئی گنجائش باقی نہ رہے۔ اور ہم شہروں کو اسی وقت ہلاک کرتے ہیں جب ان میں رہنے والے لوگ ظالم ہوں، رسول کو جھٹلاتے ہوں، اپنے کفر پر قائم ہوں اور اس سبب سے وہ عذاب کے مستحق ہوں۔ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ اس آیت میں مرکزی شہر سے مراد مکہ مکرمہ ہے اور رسول سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم ہیں کیونکہ آپ آخری نبی ہیں۔ **اہم بات:** تبلیغِ دین کے لئے مرکزی مقامات اور افراد کی خصوصی افادیت ہے۔

آیت 60 یہاں بطورِ خاص کفارِ مکہ سے اور عمومی طور پر تمام لوگوں سے فرمایا گیا کہ اے لوگو! جو کچھ چیز تمہیں دی گئی ہے تو وہ دُنیوی زندگی کا سازوسامان اور اس کی زینت ہے جس کی بقا بہت تھوڑی اور جس نے آخرکار فنا ہونا ہے اور جو ثواب اور آخرت کے مَنافع اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں وہ بہتر اور زیادہ باقی رہنے والے ہیں کیونکہ یہ تمام پریشانیوں سے خالی اور کبھی ختم نہ ہونے والے ہیں، تو کیا تم میں عقل نہیں کہ اتنی بات سمجھ سکو کہ جو چیز باقی رہنے والی ہے وہ فنا ہو جانے والی سے بہتر ہے اور تم بہتر چیز کو اختیار کر سکو اور اسے ترجیح دو جو ہمیشہ باقی رہے گی اور اس کی نعمتیں کبھی ختم نہ ہوں گی۔ **درس:** اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو شخص دُنیوی سازوسامان، عیش و عشرت کو اُخروی نعمتوں اور آسائشوں پر ترجیح دے وہ بے عقل اور نادان ہے کیونکہ وہ عارضی چیز کو اس پر ترجیح دے رہا ہے جو ہمیشہ رہنے والی ہے۔

آیت 61 ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! وہ شخص جس سے ہم نے اس کے ایمان اور طاعت پر جنت کے ثواب کا اچھا وعدہ کیا ہوا ہے، پھر وہ اس وعدے کو پانے والا بھی ہے، کیا وہ اس شخص جیسا ہے جسے ہم نے صرف دُنیوی زندگی کا سازوسامان فائدہ اٹھانے کو دیا ہو اور عنقریب یہ زائل ہو جانے والا ہو، پھر وہ قیامت کے دن گرفتار کر کے حاضر کئے جانے والوں میں سے ہو! یہ دونوں ہرگز برابر نہیں ہو سکتے۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ جسے اچھا وعدہ دیا گیا اس سے مراد مومن ہے اور دوسرے شخص سے کافر مراد ہے لیکن بروزِ قیامت نیک اور گناہ گار میں بھی یہ فرق ظاہر ہو گا کہ نیک اچھا صلہ پائیں گے اور گناہ گاروں کے لئے سخت حساب اور جہنم کے عذاب کا اندیشہ ہے۔

Go to Index

كَمَنۡ مَّتَّعۡنٰهُ مَتَاعَ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا ثُمَّ هُوَ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ مِنَ

کیا وہ اس شخص جیسا ہے جسے ہم نے (صرف) دنیوی زندگی کا سازوسامان فائدہ اٹھانے کو دیا ہو پھر وہ قیامت کے دن گرفتار کرکے

الۡمُحۡضَرِيۡنَ ﴿۶۱﴾ وَيَوۡمَ يُنَادِيۡهِمۡ فَيَقُوۡلُ اَيۡنَ شُرَكَآءِىَ الَّذِيۡنَ كُنۡتُمۡ

حاضر کئے جانے والوں میں سے ہو ○ اور یاد کرو جس دن (اللہ) انہیں ندا کرے گا تو فرمائے گا: کہاں ہیں میرے وہ شریک جنہیں

تَزۡعُمُوۡنَ ﴿۶۲﴾ قَالَ الَّذِيۡنَ حَقَّ عَلَيۡهِمُ الۡقَوۡلُ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيۡنَ اَغۡوَيۡنَا ۚ

تم سمجھتے تھے ○ وہ لوگ جن پر قول ثابت ہوچکا ہے وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! یہی ہیں وہ جنہیں ہم نے گمراہ کیا۔

اَغۡوَيۡنٰهُمۡ كَمَا غَوَيۡنَا ۚ تَبَرَّاۡنَاۤ اِلَيۡكَ‌ مَا كَانُوۡۤا اِيَّانَا يَعۡبُدُوۡنَ ﴿۶۳﴾

ہم نے انہیں ایسے ہی گمراہ کیا جیسے ہم خود گمراہ ہوئے تھے۔ ہم (ان سے) بیزار ہو کر تیری طرف رجوع لاتے ہیں، یہ ہماری عبادت نہ کرتے تھے ○

وَقِيۡلَ ادۡعُوۡا شُرَكَآءَكُمۡ فَدَعَوۡهُمۡ فَلَمۡ يَسۡتَجِيۡبُوۡا لَهُمۡ وَرَاَوُا الۡعَذَابَ ۚ

اور ان سے فرمایا جائے گا: اپنے شریکوں کو پکارو تو وہ اِنہیں پکاریں گے تو وہ اُنہیں جواب نہ دیں گے اور یہ عذاب دیکھیں گے۔

لَوۡ اَنَّهُمۡ كَانُوۡا يَهۡتَدُوۡنَ ﴿۶۴﴾ وَيَوۡمَ يُنَادِيۡهِمۡ فَيَقُوۡلُ مَاذَاۤ اَجَبۡتُمُ

کیا اچھا ہوتا اگر یہ ہدایت حاصل کرلیتے ○ اور جس دن (اللہ) انہیں ندا فرمائے گا تو فرمائے گا: (اے لوگو!) تم نے رسولوں کو

آیت 62، 63 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مشرکوں کو ڈانٹتے ہوئے ندا کرے گا کہ وہ کہاں ہیں جنہیں تم دنیا میں میرا شریک سمجھتے تھے۔ یہ ندا سن کر عام کفار کی بجائے کفر کے پیشوا جن پر جہنم کا عذاب واجب ہوچکا ہے، کہیں گے: اے ہمارے رب! یہی ہماری پیروی کرنے والے وہ لوگ ہیں جنہیں ہم نے شرک کی طرف بلا کر گمراہ کیا۔ ہم نے انہیں گمراہ کیا تو یہ اسی طرح گمراہ ہوگئے جیسے ہم خود گمراہ ہوئے تھے۔ اس سے ان کی مراد یہ ہوگی کہ جیسے ہم اپنے اختیار سے گمراہ ہوئے اسی طرح یہ بھی اپنے ہی اختیار سے گمراہ ہوئے، ہم ان سے اور جس کفر کو انہوں نے اختیار کیا اس سے بیزار ہو کر تیری طرف رجوع لاتے ہیں، یہ ہماری عبادت نہ کرتے تھے بلکہ اپنی خواہشات کے پجاری تھے۔

آیت 64 اس آیت کا معنی یہ ہے کہ بتوں کے پجاریوں سے فرمایا جائے گا: ان بتوں کو پکارو! چنانچہ وہ ان بتوں کو پکاریں گے لیکن وہ انہیں جواب نہ دیں گے اور یہ پجاری عذاب دیکھیں گے۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر یہ لوگ دنیا میں گمراہ ہونے کی بجائے ہدایت حاصل کرلیتے تو آخرت کا یہ عذاب نہ دیکھتے۔

آیت 65، 66 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کفار سے فرمائے گا: ”تم نے ان رسولوں علیہم السلام کو کیا جواب دیا تھا جو تمہاری طرف بھیجے گئے تھے؟ تو اس دن کفار کو کچھ یاد نہ رہے گا کہ انہوں نے کیا جواب دیا تھا اور کوئی عذر اور حجت انہیں نظر

الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۶۵﴾ فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْاَنْۢبَآءُ يَوْمَئِذٍ فَهُمْ لَا يَتَسَآءَلُوْنَ ﴿۶۶﴾ فَاَمَّا مَنْ تَابَ

کیا جواب دیا تھا؟○ تو اس دن ان پر خبریں اندھی ہو جائیں گی تو وہ ایک دوسرے سے نہیں پوچھیں گے ○ تو وہ جس نے توبہ کی

وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَعَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنَ مِنَ الْمُفْلِحِيْنَ ﴿۶۷﴾ وَ رَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ

اور ایمان لایا اور اچھا کام کیا تو قریب ہے کہ وہ کامیاب ہونے والوں میں سے ہوگا ○ اور تمہارا رب پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے

وَ يَخْتَارُ ؕ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۸﴾ وَ رَبُّكَ

اور (جو چاہتا ہے) پسند کرتا ہے۔ ان (مشرکوں) کا کچھ اختیار نہیں۔ اللہ ان کے شرک سے پاک اور بلند و بالا ہے ○ اور تمہارا رب

يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَ مَا يُعْلِنُوْنَ ﴿۶۹﴾ وَ هُوَ اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ

جانتا ہے جو ان کے سینے چھپائے ہوئے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں ○ اور وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

لَهُ الْحَمْدُ فِي الْاُوْلٰى وَ الْاٰخِرَةِ ٚ وَ لَهُ الْحُكْمُ وَ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۷۰﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ

دنیا اور آخرت میں اسی کیلئے تمام تعریفیں ہیں اور اسی کا حکم ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے ○ تم فرماؤ: بھلا دیکھو کہ اگر

نہ آئے گی تو وہ ایک دوسرے سے نہیں پوچھیں گے اور انتہائی دہشت کی وجہ سے ساکت رہ جائیں گے۔

آیت 67 ارشاد فرمایا: جس شخص نے دنیا میں شرک سے توبہ کرلی اور اللہ تعالیٰ پر اور جو کچھ اس کی طرف سے نازل ہوا ہے اس پر ایمان لے آیا اور نیک اعمال کو اپنی زندگی کا حصہ بنالیا تو قریب ہے کہ وہ کامیاب ہونے والوں میں سے ہوگا۔

آیت 68 **شانِ نزول:** یہ آیت ان مشرکین کے جواب میں نازل ہوئی جنہوں نے کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو نبوت کے لئے کیوں منتخب فرمایا ہے اور یہ قرآن مکہ اور طائف کے کسی بڑے شخص پر کیوں نہ اُتارا؟ یہ کلام کرنے والا ولید بن مغیرہ تھا اور بڑے آدمی سے وہ اپنے آپ کو اور عروہ بن مسعود ثقفی کو مراد لیتا تھا۔ اس کے جواب میں یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ رسولوں کا بھیجنا ان لوگوں کے اختیار سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی مرضی سے ہے، اپنی حکمت وہی جانتا ہے۔

آیت 69 ارشاد فرمایا: اے حبیب! آپ کا رب ان کے کفر اور ان کی آپ سے عداوت کو جانتا ہے جسے یہ لوگ اپنے سینوں میں چھپائے ہوئے ہیں اور ان کی وہ باتیں بھی جانتا ہے جو یہ اپنی زبانوں سے ظاہر کرتے ہیں جیسے آپ کی نبوت پر اعتراض کرنا اور قرآن پاک کو جھٹلانا تو وہی انہیں ان کی حرکتوں کی سزا دے گا۔

آیت 70 ارشاد فرمایا کہ وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ دنیا اور آخرت میں اسی کیلئے تمام تعریفیں ہیں کہ اس کے اولیا دنیا میں بھی اس کی حمد کرتے ہیں اور آخرت میں بھی اس کی حمد سے لذت اٹھائیں گے اور ہر چیز میں اسی کا حکم جاری ہے اور اے لوگو! قیامت کے دن اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔

آیت 71 ارشاد فرمایا: اے حبیب! آپ مکہ والوں سے فرمادیں: تم مجھے اس بات کا جواب دو کہ اگر اللہ تعالیٰ سورج کو طلوع ہونے سے

Go to Index

جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيۡكُمُ الَّيۡلَ سَرۡمَدًا اِلٰى يَوۡمِ الۡقِيٰمَةِ مَنۡ اِلٰهٌ غَيۡرُ اللّٰهِ يَاۡتِيۡكُمۡ بِضِيَآءٍ ؕ

اللہ تم پر قیامت تک ہمیشہ رات ہی بنا دے تو اللہ کے سوا کون دوسرا معبود ہے جو تمہارے پاس روشنی لائے گا

اَفَلَا تَسۡمَعُوۡنَ ﴿٧١﴾ قُلۡ اَرَءَيۡتُمۡ اِنۡ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيۡكُمُ النَّهَارَ سَرۡمَدًا اِلٰى يَوۡمِ الۡقِيٰمَةِ

تو کیا تم سنتے نہیں؟○ تم فرماؤ: بھلا دیکھو کہ اگر اللہ تم پر قیامت تک ہمیشہ دن ہی بنا دے

مَنۡ اِلٰهٌ غَيۡرُ اللّٰهِ يَاۡتِيۡكُمۡ بِلَيۡلٍ تَسۡكُنُوۡنَ فِيۡهِ ؕ اَفَلَا تُبۡصِرُوۡنَ ﴿٧٢﴾ وَمِنۡ رَّحۡمَتِهٖ

تو اللہ کے سوا اور کون معبود ہے جو تمہارے پاس رات لے آئے جس میں تم آرام کرو تو کیا تم دیکھتے نہیں؟○ اور اس نے اپنی رحمت سے

جَعَلَ لَكُمُ الَّيۡلَ وَالنَّهَارَ لِتَسۡكُنُوۡا فِيۡهِ وَلِتَبۡتَغُوۡا مِنۡ فَضۡلِهٖ وَلَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُوۡنَ ﴿٧٣﴾

تمہارے لیے رات اور دن بنائے کہ رات میں آرام کرو اور (دن میں) اس کا فضل تلاش کرو اور تاکہ تم (اس کا) شکر ادا کرو○

وَيَوۡمَ يُنَادِيۡهِمۡ فَيَقُوۡلُ اَيۡنَ شُرَكَآءِىَ الَّذِيۡنَ كُنۡتُمۡ تَزۡعُمُوۡنَ ﴿٧٤﴾ وَنَزَعۡنَا

اور یاد کرو جس دن (اللہ) انہیں ندا کرے گا تو فرمائے گا: کہاں ہیں میرے وہ شریک جنہیں تم (میرا شریک) سمجھتے تھے○ اور ہم

روک کر یا اسے بے نور کر کے تم پر قیامت تک ہمیشہ رات ہی رکھے تو اللہ تعالیٰ کے سوا کون دوسرا معبود ہے جو یہ قدرت رکھتا ہو کہ تمہارے پاس دن کی روشنی لے آئے، تو کیا تم اس کلام کو ہوش کے کانوں سے سنتے نہیں اور اس میں غور و فکر نہیں کرتے تاکہ تم پر اللہ تعالیٰ کی قدرت واضح ہو جائے اور تم شرک سے باز آ کر اس کی وحدانیّت پر ایمان لے آؤ۔

آیت 72 فرمایا کہ اے حبیب! آپ مکہ والوں سے یہ بھی فرما دیں: تم مجھے یہ بتاؤ کہ اگر اللہ تعالیٰ سورج کو آسمان کے درمیان روک کر قیامت تک ہمیشہ دن ہی رکھے اور رات ہونے ہی نہ دے تو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کون معبود ہے جو یہ قدرت رکھتا ہو کہ وہ تمہارے پاس رات لے آئے جس میں تم آرام کر سکو تو کیا تم دیکھتے نہیں کہ تم کتنی بڑی غلطی میں ہو جو اس کے ساتھ دوسروں کو شریک کرتے ہو اور تمہیں چاہئے کہ اپنی اس غلطی کا احساس کر کے اس سے باز آ جاؤ۔

آیت 73 ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے تمہارے لیے رات اور دن بنائے تاکہ تم رات میں آرام کرو، اپنے بدنوں کو راحت پہنچاؤ اور دن بھر کی محنت و مشقت سے ہونے والی تھکن دور کرو اور دن میں روزی تلاش کرو جو کہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور تم پر یہ رحمت فرمانے کی حکمت یہ کہ تم اس کی وجہ سے اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کا حق مانو، اس کی وحدانیّت کا اقرار کرو اور صرف اسی کی عبادت کر کے اس کی نعمتوں کا شکر بجا لاؤ۔

آیت 74 چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! آپ وہ دن یاد کریں جس دن اللہ تعالیٰ ان مشرکوں کو ندا کرے گا تو فرمائے گا: اے مشرکو! جنہیں تم دنیا میں میرا شریک سمجھتے تھے وہ کہاں ہیں؟ تاکہ آج کے دن وہ تمہیں نجات دیں۔

آیت 75 فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ہر امت میں سے ایک گواہ نکال کر لائے گا جو کہ اس امت کے رسول ہوں گے اور وہ اپنی

مِنۡ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيۡدًا فَقُلۡنَا هَاتُوۡا بُرۡهَانَكُمۡ فَعَلِمُوۡۤا اَنَّ الۡحَقَّ لِلّٰهِ وَضَلَّ عَنۡهُمۡ

ہر امت میں سے ایک گواہ نکال لیں گے پھر فرمائیں گے: اپنی دلیل لاؤ تو وہ جان لیں گے کہ حق اللہ ہی کیلئے ہے اور ان سے

ع ١٥/١٠ مَّا كَانُوۡا يَفۡتَرُوۡنَ ﴿۷۵﴾ اِنَّ قَارُوۡنَ كَانَ مِنۡ قَوۡمِ مُوۡسٰى فَبَغٰى عَلَيۡهِمۡ ۖ وَاٰتَيۡنٰهُ مِنَ الۡكُنُوۡزِ

ان کی بنائی ہوئی جھوٹی باتیں گم ہوجائیں گی۔ بیشک قارون موسیٰ کی قوم سے تھا پھر اس نے قوم پر زیادتی کی اور ہم نے اس کو اتنے خزانے دیئے

مَاۤ اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوۡٓاُ بِالۡعُصۡبَةِ اُولِى الۡقُوَّةِ ۗ اِذۡ قَالَ لَهٗ قَوۡمُهٗ لَا تَفۡرَحۡ اِنَّ اللّٰهَ

جن کی کنجیاں (اُٹھانا) ایک طاقتور جماعت پر بھاری تھیں۔ جب اس سے اس کی قوم نے کہا: اِتراؤ نہیں، بیشک اللہ

لَا يُحِبُّ الۡفَرِحِيۡنَ ﴿۷۶﴾ وَابۡتَغِ فِيۡمَاۤ اٰتٰٮكَ اللّٰهُ الدَّارَ الۡاٰخِرَةَ وَلَا تَنۡسَ نَصِيۡبَكَ

اِترانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اور جو مال تجھے اللہ نے دیا ہے اس کے ذریعے آخرت کا گھر طلب کر اور دنیا سے اپنا حصہ

اپنی اُمتوں پر اس بات کی گواہی دیں گے کہ انہوں نے ان لوگوں تک اللہ تعالیٰ کے پیغام پہنچائے پھر اللہ تعالیٰ ہر امت سے ارشاد فرمائے گا: دنیا میں تم جو شرک کرتے تھے، اس پر اپنی دلیل پیش کرو تو قیامت میں اپنے بتوں کی بے بسی اور خدا کی عظمت کو کھلے آنکھوں دیکھ کر انہیں قطعی طور پر معلوم ہوجائے گا کہ معبود ہونے کا حق صرف اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں، اور دنیا میں جو وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرا کر اور ان شریکوں کو اپنی شفاعت کرنے والا بتا کر جھوٹی باتیں بناتے تھے، ان کی یہ باتیں ضائع ہوجائیں گی۔

آیت 76، 77 قارون کا واقعہ بیان کیا گیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چچا کا بیٹا تھا۔ انتہائی خوب صورت تھا، اسی لئے اسے مُنَوَّر کہتے تھے۔ بنی اسرائیل میں تورات کا سب سے بہتر قاری تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اتنے خزانے دیئے تھے کہ ان کی چابیاں اُٹھانا ایک طاقت ور جماعت پر بھاری پڑتا تھا اور یہ لوگ خزانوں کی وزنی چابیاں اٹھا کر تھک جایا کرتے تھے جب اس سے بنی اسرائیل کے مومن حضرات نے کہا: اے قارون! تم اپنے مال کی کثرت پر اِتراؤ نہیں، بیشک اللہ تعالیٰ اِترانے والوں کو پسند نہیں کرتا اور اللہ تعالیٰ نے تجھے جو مال دیا ہے اس کے ذریعے تو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر کرکے اور مال کو خدا کی راہ میں خرچ کرکے آخرت کا گھر طلب کر اور دنیا سے اپنا حصہ نہ بھول کہ صدقہ اور صلہ رحمی وغیرہ کے ذریعے آخرت کے لئے عمل کر اور تو اللہ تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ اسی طرح احسان کر جیسا اللہ تعالیٰ نے تجھ پر احسان کیا اور گناہوں کا اِرتکاب کرکے، نیز ظلم، اور سرکشی کرکے زمین میں فساد نہ کر بیشک اللہ تعالیٰ فسادیوں کو پسند نہیں کرتا۔ **اہم باتیں:** (1) شیخی کی خوشی یعنی اترانا حرام ہے، لیکن شکر کی خوشی عبادت ہے۔ (2) ناجائز طریقے سے خوشی منانا حرام ہے۔ جیسے موسیقی وغیرہ جبکہ جائز طور سے خوشی منانا اچھا ہے جیسے خوشی میں صدقہ کرنا وغیرہ۔ (3) مال و دولت کی کثرت فخر، غرور اور تکبر میں مبتلا ہونے کا ایک سبب ہے۔ **درس:** آیت کے اس حصے **"اور دنیا سے اپنا حصہ نہ بھول"** کی تفسیر میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اے قارون! تو اپنی صحت، قوت، جوانی اور دولت کو نہ بھول بلکہ تجھے ان کے ساتھ آخرت طلب کرنی چاہیے۔ معلوم ہوا کہ انسان کو اپنی صحت، قوت جوانی اور دولت اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں استعمال کرکے ضائع نہیں کرنی

مِنَ الدُّنْيَا وَ اَحْسِنْ كَمَاۤ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ وَ لَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْاَرْضِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

نہ بھول اور احسان کر جیسا اللہ نے تجھ پر احسان کیا اور زمین میں فساد نہ کر، بے شک اللہ

لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۷۷﴾ قَالَ اِنَّمَاۤ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِيْ ؕ اَوَ لَمْ يَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ

فسادیوں کو پسند نہیں کرتا○ (قارون نے) کہا: یہ تو مجھے ایک علم کی بنا پر ملا ہے جو میرے پاس ہے اور کیا اسے یہ نہیں معلوم کہ اللہ نے

قَدْ اَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهٖ مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَّ اَكْثَرُ جَمْعًا ؕ وَ لَا يُسْـَٔلُ

اس سے پہلے وہ قومیں ہلاک فرما دیں جو زیادہ طاقتور اور زیادہ مال جمع کرنے والی تھیں اور مجرموں سے

عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۷۸﴾ فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِيْ زِيْنَتِهٖ ؕ قَالَ الَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ

ان کے گناہوں کی پوچھ گچھ نہیں کی جاتی○ تو وہ اپنی زینت میں اپنی قوم کے سامنے نکلا تو دنیاوی زندگی کے

چاہیے بلکہ انہیں اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری میں استعمال کرنا چاہیے۔

آیت 78 قارون نے نصیحت کرنے والوں کو جواباً کہا: یہ مال تو مجھے ایک علم کی بنا پر ملا ہے جو میرے پاس ہے۔ اس علم کے بارے میں مفسرین کا ایک قول یہ ہے کہ اس سے تورات کا علم مراد ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے علمِ کیمیا مراد ہے اور اس کے ذریعے سے وہ (ایک نرم دھات) رانگ کو چاندی اور تانبے کو سونا بنالیتا تھا۔ قارون کا خیال تھا کہ چونکہ میرے پاس علم، زر،، جتھا، جماعت بہت کافی ہے، مجھ پر کوئی مصیبت نہیں آسکتی۔ اس کے اس خیال کی تردید آیت کے اگلے حصے میں فرمائی گئی کہ تجھ سے پہلے کے کفار تجھ سے زیادہ طاقت ور، مال دار، اور جتھے والے تھے۔ مگر نبی کی مخالفت کی وجہ سے جو عذاب آیا تو اسے کوئی دور نہ کرسکا تو تو کیوں غرور کرتا ہے؟ مزید فرمایا: **اور مجرموں سے ان کے گناہوں کی پوچھ گچھ نہیں کی جاتی۔** اس کا معنی یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ مجرموں کو سزا دیتا ہے تو اسے ان کے گناہ دریافت کرنے کی حاجت نہیں کیونکہ وہ ان کا حال جانتا ہے۔ کبھی دنیا میں یا آخرت میں مجرموں سے سوالات جرم نامہ سنانے اور ڈانٹ ڈپٹ کے لئے ہوں گے۔ **درس:** قارون کے جواب میں خود پسندی کا عُنصر واضح ہے۔ خود پسندی کی تعریف یہ ہے کہ بندہ نعمت کو اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کرنے کی بجائے اپنے نفس یا مخلوق کی طرف سے حاصل ہونا سمجھے اور اس نعمت کے ختم ہو جانے کے اندیشے کو بھول جائے، اور اس کے مقابلے میں خدا پسندی اور احسان ہے یعنی بندہ اس بات کا اظہار کرے کہ اسے نیک عمل کی توفیق یا نعمت اللہ تعالیٰ کے فضل سے ملی ہے اور خدا چاہے تو یہ نعمت ختم بھی ہو سکتی ہے۔

آیت 79 منقول ہے کہ ایک مرتبہ ہفتے کے دن قارون بڑی شان و شوکت سے اس طرح نکلا کہ سونے کی زین ڈالے ہوئے سفید رنگ کے خچر پر ارغوانی جوڑا پہنے سوار تھا اور اس کے ساتھ ہزاروں لونڈی غلام زیوروں سے آراستہ، ریشمی لباس پہنے اور سجے ہوئے گھوڑوں پر سوار تھے۔ جب لوگوں نے اس کی اس زینت کو دیکھا تو ان میں جو دُنیوی زندگی کے طلبگار تھے وہ کہنے لگے: اے کاش ہمیں بھی ایسی شان و شوکت اور مال و دولت مل جاتی جیسی قارون کو ملی ہے، بیشک یہ بڑے نصیب والا ہے۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ یہاں دنیا میں رغبت رکھنے والوں سے بنی اسرائیل کے مسلمان مراد ہیں، ان کی یہ تمنا بشری تقاضے سے تھی اور یہ کفر یا گناہِ کبیرہ نہیں لیکن عموماً اچھی بھی نہیں ہے۔ **اہم بات:** دُنیوی نعمتوں میں غِبطہ کرنا یعنی کسی کی دولت وغیرہ پر اس کے زوال کی خواہش کے بغیر رشک کرنا اور اس

Go to Index

الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا يٰلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ قَارُوْنُ ۙ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ﴿۷۹﴾

طلبگار کہنے لگے: اے کاش ہمیں بھی ایسا مل جاتا جیسا قارون کو ملا بیشک یہ بڑے نصیب والا ہے○

وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۚ

اور جنہیں علم دیا گیا تھا انہوں نے کہا: تمہاری خرابی ہو، اللہ کا ثواب بہتر ہے اس آدمی کے لیے جو ایمان لائے اور اچھے کام کرے

وَلَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ ﴿۸۰﴾ فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ ۣ فَمَا كَانَ لَهٗ

اور یہ انہیں کو دیا جائے گا جو صبر کرنے والے ہیں○ تو ہم نے اسے اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا تو اس کے پاس

مِنْ فِئَةٍ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۤ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ ﴿۸۱﴾ وَاَصْبَحَ الَّذِيْنَ

کوئی جماعت نہ تھی جو اللہ کے مقابلے میں اس کی مدد کرتی اور نہ وہ خود (اپنی) مدد کرسکا○ اور گزشتہ کل جو اس کے مقام و مرتبہ کی

تَمَنَّوْا مَكَانَهٗ بِالْاَمْسِ يَقُوْلُوْنَ وَيْكَاَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ

آرزو کرنے والے تھے وہ کہنے لگے: عجیب بات ہے کہ اللہ اپنے بندوں میں سے جس کیلئے چاہتا ہے رزق وسیع کرتا ہے

وَيَقْدِرُ ۚ لَوْلَآ اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا لَخَسَفَ بِنَا ؕ وَيْكَاَنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۲﴾ ع ۸/۱۱

اور تنگ فرما دیتا ہے۔ اگر اللہ ہم پر احسان نہ فرماتا تو ہمیں بھی دھنسا دیتا۔ بڑی عجیب بات ہے کہ کافر کامیاب نہیں ہوتے○

میں برابری کی تمنا کرنا بھی اس صورت میں منع ہے جب کہ دنیا یا مال کی محبت کے طور پر ہو اور عموماً دنیا کی محبت ہی ایسی تمنا کا سبب ہوتی ہے لیکن اگر ایسا مال و دولت کی محبت کی وجہ سے نہیں ہو تو یہ تمنا جائز ہے، البتہ حسد یعنی یہ تمنا کرنا کہ دوسرے سے نعمت زائل ہو کر اسے مل جائے، یہ مُطلقاً حرام ہے۔

آیت 80 بنی اسرائیل کے خوفِ خدا اور فکرِ آخرت رکھنے والے علما نے تمنا کرنے والوں سے کہا: اے دنیا کے طلبگارو! تمہاری خرابی ہو، جو آدمی ایمان لائے اور اچھے کام کرے اس کے لئے آخرت میں اللہ تعالیٰ کا ثواب اس دولت سے بہتر ہے جو دنیا میں قارون کو ملی اور یہ انہیں کو ملتا ہے جو صبر کرنے والے ہیں۔ یعنی نیک عمل کرنا صبر کرنے والوں ہی کا حصہ ہے۔ **درس:** معلوم ہوا کہ دنیا داروں کی دنیا کو لالچ کی نظر سے دیکھنا اور انہیں ملنے والی دنیا کی تمنا کرنا غافل لوگوں کا کام ہے۔

آیت 81 ارشاد فرمایا کہ ہم نے قارون اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا تو اس کے پاس کوئی جماعت نہ تھی جو اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں اس سے عذاب دور کرکے اس کی مدد کرتی۔

آیت 82 فرمایا کہ جو لوگ قارون کے مال و دولت دیکھ کر اس کے خواہش مند تھے، جب انہوں نے قارون کا عبرتناک انجام دیکھا تو وہ اپنی اس آرزو پر نادم ہو کر کہنے لگے کہ اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ایمان کی دولت عطا فرما کر ہم پر احسان نہ فرماتا تو ہم بھی قارون کی طرح زمین میں دھنسا دیئے جاتے۔ بڑی عجیب بات ہے کہ کافر کامیاب نہیں ہوتے اور انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات نہیں ملتی۔

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِیْنَ لَا یُرِیْدُوْنَ عُلُوًّا فِی الْاَرْضِ وَ لَا فَسَادًا ؕ وَ الْعَاقِبَةُ

یہ آخرت کا گھر ہم ان لوگوں کے لیے بناتے ہیں جو زمین میں تکبر اور فساد نہیں چاہتے اور اچھا انجام

لِلْمُتَّقِیْنَ ﴿۸۳﴾ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَیْرٌ مِّنْهَا ۚ وَ مَنْ جَآءَ بِالسَّیِّئَةِ فَلَا یُجْزَى الَّذِیْنَ

پرہیز گاروں ہی کیلئے ہے○ جو نیکی لائے گا اس کے لیے اس سے بہتر بدلہ ہے اور جو برائی لائے تو برا کام کرنے والوں کو

عَمِلُوا السَّیِّاٰتِ اِلَّا مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۸۴﴾ اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ

اتنا ہی بدلہ دیا جائے گا جتنا وہ کرتے تھے○ بیشک جس نے آپ پر قرآن فرض کیا ہے وہ آپ کو لوٹنے کی جگہ ضرور واپس

اِلٰى مَعَادٍ ؕ قُلْ رَّبِّیْۤ اَعْلَمُ مَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى وَ مَنْ هُوَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۸۵﴾

لے جائے گا۔ تم فرماؤ: میرا رب خوب جانتا ہے جو ہدایت لایا ہے اور اسے بھی جو کھلی گمراہی میں ہے○

آیت 83 ارشاد فرمایا کہ آخرت کا گھر جنت کا مستحق ہم ان لوگوں کو بناتے ہیں جو زمین میں نہ تو ایمان لانے سے تکبر کرتے ہیں اور نہ ایمان لانے والوں پر بڑائی چاہتے ہیں اور نہ ہی گناہ کر کے فساد چاہتے ہیں اور آخرت کا اچھا انجام پرہیز گاروں ہی کیلئے ہے۔ **درس:** تکبر کرنا اور فساد پھیلانا جنت سے محرومی کا سبب ہے جبکہ عاجزی واِنکساری بندے کو جنت میں داخل کروادیتی ہے۔

آیت 84 اس آیت کا معنی یہ ہے کہ قیامت کے دن جو شخص ایمان اور نیک اعمال لے کر بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہوگا تو اس کے لئے اس نیکی سے بہتر بدلہ ہے کہ اسے ایک نیکی کا ثواب کم از کم دس گنا ملے گا اور زیادہ کی کوئی حد نہیں، اور جو برے اعمال لے کر حاضر ہوگا تو برا کام کرنے والوں کو اتنا ہی بدلہ دیا جائے گا جتنا وہ کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت سے اسے اس کے گناہوں کے مطابق سزا ملے گی اس میں اضافہ نہ ہوگا۔

آیت 85 **شانِ نزول:** یہ آیت کریمہ جُحفہ کے مقام پر اس وقت نازل ہوئی جب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرتے ہوئے وہاں پہنچے اور آپ کو اپنے اور اپنے آباء کی ولادت گاہ مکہ مکرمہ کا شوق ہوا تو حضرت جبریل امین علیہ السّلام آئے اور انہوں نے عرض کی: کیا حضور کو اپنے شہر مکہ مکرمہ کا شوق ہے؟ ارشاد فرمایا: ہاں۔ عرض کی: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے حبیب! بیشک جس نے آپ پر قرآنِ مجید کی تلاوت اور تبلیغ کرنا اور اس کے اَحکام پر عمل کرنا لازم کیا ہے وہ آپ کو لوٹنے کی جگہ مکہ مکرمہ میں ضرور واپس لے جائے گا۔ مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو فتحِ مکہ کے دن مکہ مکرمہ میں بڑی شان و شوکت، عزت و وقار اور غلبہ واِقتدار کے ساتھ داخل کرے گا، وہاں کے رہنے والے سب آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے زیرِ فرمان ہوں گے، شرک اور اس کے حامی رسوا ہوں گے۔ اس آیت میں مذکور لفظ "مَعَادٍ" کی ایک تفسیر اوپر بیان ہوئی کہ اس سے مراد مکہ مکرمہ ہے اور بعض مفسرین نے اس سے موت، قیامت اور جنت بھی مراد لی ہے۔ مزید فرمایا: تم فرماؤ: میرا رب خوب جانتا ہے۔ **شانِ نزول:** آیتِ مبارکہ کا یہ حصہ ان کفارِ مکہ کے جواب میں نازل ہوا جو بتوں کی مخالفت کرنے کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو معاذ اللہ گمراہ سمجھتے تھے۔ ان کے جواب میں فرمایا کہ اے حبیب! ان سے فرمادیں کہ میرا رب عزّوجلّ اسے خوب جانتا ہے جو ہدایت لایا ہے یعنی اس کا رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور اسے بھی جو کھلی گمراہی میں ہے یعنی مشرکینِ مکہ۔

وَ مَا كُنْتَ تَرْجُوْۤا اَنْ یُّلْقٰۤى اِلَیْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ ظَهِیْرًا

اور تم امید نہ رکھتے تھے کہ تمہاری طرف کوئی کتاب بھیجی جائے گی لیکن تمہارے رب کی طرف سے رحمت ہے تو تم ہرگز کافروں کا

لِّلْكٰفِرِیْنَ ﴿۸۶﴾ وَ لَا یَصُدُّنَّكَ عَنْ اٰیٰتِ اللّٰهِ بَعْدَ اِذْ اُنْزِلَتْ اِلَیْكَ وَ ادْعُ اِلٰى رَبِّكَ

مددگار نہ ہونا۔ اور ہرگز وہ تمہیں اللہ کی آیتوں سے نہ روکیں اس کے بعد کہ وہ تمہاری طرف نازل کی جاچکی ہیں اور اپنے رب کی طرف بلاؤ

وقف لازم

وَ لَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۸۷﴾ وَ لَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَۘ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ

اور ہرگز شرک والوں میں سے نہ ہونا۔ اور اللہ کے ساتھ دوسرے خدا کی عبادت نہ کر، اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

کُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗؕ لَهُ الْحُكْمُ وَ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ۠ ﴿۸۸﴾

اس کی ذات کے سوا ہر چیز فانی ہے، اسی کا حکم ہے اور اسی کی طرف تم پھیرے جاؤ گے۔

آیت 86 ارشاد فرمایا: **اور تم امید نہ رکھتے تھے کہ تمہاری طرف کوئی کتاب بھیجی جائے گی۔** یعنی اے حبیب! آپ قرآن مجید ملنے کی امید نہ رکھتے تھے مگر خدا کی رحمت سے آپ کی طرف قرآن نازل کیا گیا تو اپنی سابقہ پاکیزہ رَوِش کے مطابق اب بھی کافروں کے کسی باطل کام میں ان کے مددگار نہ بنیں اور یہی حکم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کو بھی ہے۔ **اہم بات:** وحی نازل ہونے سے پہلے بھی رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی نبوت کی خبر رکھتے تھے، جیسے بحیرا راہب نے بچپن ہی میں آپ کی نبوت کی خبر دے دی تھی۔ نیز صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ کے لئے نبوت کب واجب ہوئی؟ ارشاد فرمایا: جس وقت حضرت آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔ (ترمذی، حدیث:3629) یہ حدیث اس بات کی مضبوط دلیل ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وحی نازل ہونے سے پہلے اپنے نبی ہونے کا علم تھا۔ آیت میں کتاب کی امید نہ ہونے کا معنٰی یہ ہے کہ ظاہری اسباب کے اعتبار سے ایسی امید نہ تھی نیز کیسی کتاب، کتنے احکام اور دیگر تفصیلات کا علم نہیں تھا۔

آیت 87 ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کی آیتیں تمہاری طرف نازل ہو چکی ہیں تو اس کے بعد ہرگز تم قرآن مجید کے معاملے میں کفار کی گمراہ کُن باتوں کی طرف توجہ نہ کرنا اور تم مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیَّت پر ایمان لانے اور اس کی عبادت کرنے کی دعوت دو اور ہرگز شرک والوں کی مدد کر کے ان میں سے نہ ہونا۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ خطاب ظاہر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہے اور اس سے مراد مومنین ہیں۔

آیت 88 اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اے حبیب! جس طرح آپ پہلے بھی اللہ تعالیٰ کی ہی عبادت کر رہے تھے اسی طرح آئندہ بھی کرتے رہیں اور اسی پر قائم رہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور اس کے معبود ہونے کی ایک دلیل یہ ہے کہ اس کی ذات کے سوا ہر چیز فانی بِالذّات ہے، دوسری دلیل یہ ہے کہ مخلوق کے درمیان اسی کا حکم نافذ ہے اور تیسری دلیل یہ ہے کہ آخرت میں اسی کی طرف تمام لوگ پھیرے جائیں گے۔

ایاتها ٦٩ ۲۹ سُوْرَةُ الْعَنْكَبُوتِ مَكِّيَّةٌ ۸۵ رکوعاتها ۷

سورۂ عنکبوت مکیہ ہے، اس میں انہتر آیتیں اور سات رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

الٓمّٓ ﴿١﴾ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْۤا اَنْ يَّقُوْلُوْۤا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ﴿٢﴾

الٓمّٓ ○ کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ انہیں صرف اتنی بات پر چھوڑ دیا جائے گا کہ وہ کہتے ہیں ہم "ایمان لائے" اور انہیں آزمایا نہیں جائے گا؟ ○

وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ ﴿٣﴾

اور بیشک ہم نے ان سے پہلے لوگوں کو آزمایا تو ضرور ضرور اللہ انہیں دیکھے گا جو سچے ہیں اور ضرور ضرور جھوٹوں کو (بھی) دیکھے گا ○

سورۂ عنکبوت کا تعارف یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں 7 رکوع اور 69 آیتیں ہیں۔ عربی میں مکڑی کو عنکبوت کہتے ہیں اور اس سورت کی آیت نمبر 41 میں اللہ عزّوجلّ نے شرک کے بطلان پر عنکبوت یعنی مکڑی کی مثال دی ہے اس مناسبت سے اس سورت کا نام "سورۂ عنکبوت" رکھا گیا ہے۔ **مضامین:** اس سورت کی ابتدا میں بیان ہے کہ مسلمانوں کو سختیوں اور مصیبتوں کے ذریعے آزمایا جائے گا اوران سے پہلے لوگوں کو بھی آزمایا گیا تھا۔ والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کا بیان ہے۔ یہ بتایا گیا کہ انبیاءِ کرام علیہم السّلام کی آزمائش مسلمانوں کے مقابلے میں انتہائی سخت ہوتی ہے اور اسی سلسلے میں حضرات نوح، ابراہیم، لوط، شعیب، ہود، صالح، موسیٰ اور ہارون علیہم السّلام کے واقعات بیان فرمائے اور اسی دوران اللہ تعالیٰ کی قدرت اور وحدانیّت اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے پر دلائل دیئے گئے۔ اہلِ کتاب اور مشرکین کے اعتراضات کے جوابات دیئے گئے۔ کفار کے ظلم و ستم کا شکار مسلمانوں کو ہجرت کرنے کی ہدایت دی گئی اور ان کے لئے اجر و ثواب بیان کیا گیا۔

آیت 1 یہ حروفِ مُقطّعات میں سے ایک حرف ہے اور اس کی مراد اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

آیت 2، 3 **شانِ نزول:** کچھ حضرات اسلام کا اقرار کرنے کے باوجود مکہ مکرمہ میں تھے، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اُنہیں لکھا کہ جب تک ہجرت نہ کرلو اس وقت تک اقرار کافی نہیں، اس پر اُنہوں نے مکہ مکرمہ سے ہجرت کی اور مدینہ منورہ جانے کے ارادے سے روانہ ہوئے، مشرکین اُن کے پیچھے لگ گئے اور اُن سے لڑائی کی، ان میں سے بعض شہید ہوگئے اور بعض بچ کر مدینہ منورہ آئے، اُن کے حق میں یہ دو آیتیں نازل ہوئیں کہ ایمان بہت عظیم چیز ہے کہ اس کے بدلے میں ہمیشہ کے لئے جنت اور خدا کی رضا ملے گی تو عظیم شے کے حصول کے لئے عظیم امتحان بھی ہوتا ہے، لہٰذا کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ انہیں صرف اتنی بات پر چھوڑ دیا جائے گا کہ وہ کہتے ہیں ہم "ایمان لائے" اور انہیں آزمایا نہیں جائے گا اور اگرچہ خدا کو ہر شے کا ازلی ابدی لامتناہی علم ہے لیکن سنت الٰہیہ امتحان لیناہی ہے تاکہ سچے اور جھوٹے عملی طور پر سامنے آجائیں اور اسی لئے اللہ تعالیٰ نے پہلی امتوں کو بھی آزمایا۔

Go to Index

اَمۡ حَسِبَ الَّذِیۡنَ یَعۡمَلُوۡنَ السَّیِّاٰتِ اَنۡ یَّسۡبِقُوۡنَا ؕ سَآءَ مَا یَحۡکُمُوۡنَ ۝۴ مَنۡ

یا (کیا) بُرے اعمال کرنے والوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم سے کہیں نکل جائیں گے؟ وہ کیا ہی بُرا فیصلہ کرتے ہیں○ جو

کَانَ یَرۡجُوۡا لِقَآءَ اللّٰہِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰہِ لَاٰتٍ ؕ وَ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ ۝۵ وَ مَنۡ

اللہ کی ملاقات کی امید رکھتا ہو تو بیشک اللہ کا مقرر کیا ہوا وعدہ ضرور آنے والا ہے اور وہی سننے والا، جاننے والا ہے○ اور جو

جَاہَدَ فَاِنَّمَا یُجَاہِدُ لِنَفۡسِہٖ ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَغَنِیٌّ عَنِ الۡعٰلَمِیۡنَ ۝۶ وَ الَّذِیۡنَ

کوشش کرے تو اپنے ہی فائدے کیلئے کوشش کرتا ہے، بیشک اللہ سارے جہانوں سے بے پرواہ ہے○ اور جو لوگ

اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُکَفِّرَنَّ عَنۡہُمۡ سَیِّاٰتِہِمۡ وَ لَنَجۡزِیَنَّہُمۡ اَحۡسَنَ الَّذِیۡ

ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے توہم ضرور ان سے ان کی برائیاں مٹا دیں گے اور ضرور انہیں ان کے اچھے اعمال کا

کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ ۝۷ وَ وَصَّیۡنَا الۡاِنۡسَانَ بِوَالِدَیۡہِ حُسۡنًا ؕ وَ اِنۡ جَاہَدٰکَ

بدلہ دیں گے○ اور ہم نے (ہر) انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی تاکید کی اور (اے بندے!) اگر وہ تجھ سے کوشش کریں

آیت 4 ارشاد فرمایا: جولوگ شرک اور گناہوں میں مبتلا ہیں کیا انہوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ ہم سے بچ کر کہیں نکل جائیں گے اور ہم انہیں بُرے اعمال کی سزا نہ دے سکیں گے، ایسا ہر گز نہ ہوگا اور وہ یہ سمجھ کر کیا ہی برا فیصلہ کرتے ہیں۔

آیت 5 اس کا معنی یہ ہے کہ جو شخص دوبارہ زندہ کئے جانے اور حساب لئے جانے سے ڈرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے ثواب ملنے کی امید رکھتا ہے تو وہ سن لے کہ اللہ تعالیٰ نے ثواب اور عذاب کا جو وعدہ فرمایا ہے وہ ضرور پورا ہونے والا ہے، لہٰذا اسے چاہیے کہ اس کے لئے تیار رہے اور نیک اعمال کرنے میں جلدی کرے اور اللہ تعالیٰ ہی بندوں کے اقوال کو سننے والا اور ان کے افعال کو جاننے والا ہے۔

آیت 6 جو شخص اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے جنگ کر کے یا نفس و شیطان کی مخالفت کر کے یا اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے پر قائم رہ کر اس کی رضا حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے تو وہ اپنے ہی فائدے کے لئے کوشش کرتا ہے کیونکہ اس کا ثواب اسے ہی ملے گا، بیشک اللہ تعالیٰ انسانوں، جنوں اور فرشتوں کی عبادات سے بے پرواہ ہے۔

آیت 7 فرمایا کہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے تو ہم ضرور نیکیوں کے سبب ان سے ان کی برائیاں مٹا دیں گے اور ضرور انہیں ان کے نیک اعمال کا بدلہ دیں گے۔

آیت 8 **شانِ نزول:** یہ آیت حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ یا سعد بن مالک زہری رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سابقین اوّلین صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے تھے اور اپنے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرتے تھے۔ جب آپ رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا تو آپ کی والدہ نے کہا: تونے یہ کیا نیا کام کیا! خدا کی قسم اگر تو اس سے باز نہ آیا تو نہ میں کچھ کھاؤں گی نہ پیوں گی یہاں تک کہ مر جاؤں اور یوں ہمیشہ کے لئے تیری بدنامی ہو اور تجھے ماں کا قاتل کہا جائے۔ پھر والدہ نے فاقہ کیا اور ایک دن رات نہ کھایا، نہ پیا اور نہ سائے میں بیٹھی، اس سے کمزور ہو گئی۔ پھر ایک رات دن اور اسی طرح رہی، تب آپ رضی اللہ عنہ

Go to Index

لِتُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ؕ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ

کہ تو کسی کو میرا شریک ٹھہرائے جس کا تجھے علم نہیں تو تو ان کی بات نہ مان۔ میری ہی طرف تمہارا پھرنا ہے تو میں تمہیں تمہارے اعمال

تَعْمَلُوْنَ ۝٨ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصّٰلِحِيْنَ ۝٩

بتادوں گا ○ اور جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے تو ضرور ہم انہیں نیک بندوں میں داخل کریں گے ○

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ فَاِذَآ اُوْذِيَ فِي اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ

اور لوگوں میں کچھ وہ ہیں جو کہتے ہیں: ہم اللہ پر ایمان لائے پھر جب اللہ (کی راہ) میں انہیں کوئی تکلیف دی جاتی ہے تو لوگوں کے فتنے کو

كَعَذَابِ اللّٰهِ ؕ وَ لَئِنْ جَآءَ نَصْرٌ مِّنْ رَّبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ ؕ

اللہ کے عذاب کے برابر سمجھتے ہیں اور اگر تمہارے رب کے پاس سے کوئی مدد آجائے تو ضرور کہیں گے ہم یقیناً تمہارے ساتھ تھے۔

نے والدہ سے فرمایا: اے ماں! اگر تیری 100 جانیں ہوں اور ایک ایک کرکے سب ہی نکل جائیں تو بھی میں اپنا دین چھوڑنے والا نہیں، تو چاہے کھا، چاہے مت کھا۔ جب وہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی طرف سے مایوس ہوگئی کہ یہ اپنا دین چھوڑنے والے نہیں تو کھانے پینے لگی، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور حکم دیا کہ والدین کے ساتھ نیک سلوک کیا جائے اور اگر وہ کفر و شرک کا حکم دیں تو نہ مانا جائے۔ مزید فرمایا: **اور اگر وہ تجھ سے کوشش کریں کہ تو کسی کو میرا شریک ٹھہرائے جس کا تجھے علم نہیں۔** اس کا معنی یہ ہے کہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں ہے اس لئے علم اور تحقیق کی بنا پر تو کوئی بھی کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک مان ہی نہیں سکتا اور علم کے بغیر محض کسی کے کہنے سے اللہ تعالیٰ کا شریک ماننا جاہلانہ تقلید ہے جو توحید کے قطعی دلائل کے مقابلے میں مسترد ہے۔ مزید فرمایا: **میری ہی طرف تمہارا پھرنا ہے۔** یعنی فرماں بردار اور نافرمان سبھی نے روزِ قیامت میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے تو اس دن میں تم سب کے اعمال تمہیں بتادوں گا۔ **اہم باتیں:** (1) بندے کو ماں باپ کا مادری پدری حق ضرور ادا کرنا چاہئے اگرچہ وہ کافر ہوں۔ (2) ماں باپ اگر گناہ کرتے ہوں ان سے بہ نرمی و ادب گزارش کرے، اگر مان لیں بہتر ورنہ سختی نہیں کرسکتا بلکہ ان کے لئے دعا کرے۔

آیت 9 ارشاد فرمایا کہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے تو ہم انہیں نیک بندوں کے گروہ میں داخل کرکے ان کا حشر نیکوں کے ساتھ کریں گے۔ **اہم بات:** یہاں صالحین سے مراد انبیاءِ کرام علیہم السلام اور اولیاءِ عظام رحمۃ اللہ علیہم ہیں۔ **درس:** جو شخص قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے ساتھ اپنا حشر چاہتا ہے تو اسے چاہئے کہ اپنا عقیدہ درست رکھے اور نیکیوں والی زندگی گزارے۔

آیت 10 یہاں سے منافقین کا حال بیان کیا جا رہا ہے، چنانچہ فرمایا کہ لوگوں میں کچھ وہ ہیں جو کہتے ہیں: ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے، پھر جب اللہ تعالیٰ کی راہ میں دین کی وجہ سے انہیں کوئی تکلیف پہنچتی ہے جیسے کفار کا ستانا تو وہ لوگوں کی طرف سے پہنچنے والی اَذِیَّت کو اللہ تعالیٰ کے عذاب کے برابر سمجھتے ہیں اور جیسا اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرنا چاہئے تھا ایسا مخلوق کی ایذا سے ڈرتے ہیں، حتّٰی کہ اس کی وجہ سے ایمان ترک کر دیتے اور کفر اختیار کر لیتے ہیں جبکہ اگر رب عزوجل کی طرف سے کوئی مدد آجائے مثلاً مسلمانوں کو فتح نصیب ہو یا انہیں دولت ملے تو پھر ضرور کہیں گے: ہم یقیناً ایمان میں تمہارے ساتھ تھے اور تمہاری طرح دین پر قائم تھے تو ہمیں بھی اس میں شریک کرو۔ ان منافقوں کی یہ حرکت نہایت عجیب ہے کہ مسلمانوں سے تو اپنی منافقت چھپا سکتے ہیں لیکن کیا خدا سے بھی معاذ اللہ

Go to Index

اَوَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِمَا فِيْ صُدُوْرِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٠﴾ وَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

کیا اللہ اسے خوب نہیں جانتا جو تمام جہان والوں کے دلوں میں ہے؟○ اور ضرور اللہ ایمان والوں کو ظاہر کر دے گا

وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ ﴿١١﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبِعُوْا سَبِيْلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطٰيٰكُمْ ؕ

اور ضرور منافقوں کو ظاہر کردے گا ○ اور کافروں نے مسلمانوں سے کہا: ہماری راہ پر چلو اور ہم تمہارے گناہ

وَمَا هُمْ بِحٰمِلِيْنَ مِنْ خَطٰيٰهُمْ مِّنْ شَيْءٍ ؕ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿١٢﴾ وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ

اٹھالیں گے حالانکہ وہ ان کے گناہوں میں سے کچھ بوجھ بھی نہ اٹھائیں گے، بیشک وہ جھوٹے ہیں ○ اور بیشک ضرور اپنے بوجھ اٹھائیں گے

وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ ۫ وَلَيُسْـَٔلُنَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَمَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿١٣﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا ع ١ ١٣/١٣

اور اپنے بوجھوں کے ساتھ اور بوجھ اٹھائیں گے اور ضرور ان سے قیامت کے دن ان کے بہتانوں کے بارے میں پوچھا جائے گا○ اور بیشک ہم نے

چھپالیں گے۔ کیا اللہ تعالیٰ کو تمام جہان والوں کے دلوں کی حالتیں معلوم نہیں؟ کیوں نہیں! یقیناً خدا کو سب معلوم ہے۔

آیت 11 فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ضرور ان لوگوں کو ظاہر کر دے گا جو اخلاص کے ساتھ ایمان لائے اور آزمائش میں اپنے ایمان پر قائم رہے اور ان لوگوں کو بھی ظاہر کر دے گا جو منافق ہیں اور انہوں نے مصیبت کی وجہ سے اسلام ترک کر دیا اور دونوں فریقوں کو ان کے اعمال کی جزا دے گا۔

آیت 12 کفارِ مکہ نے اہلِ ایمان سے کہا کہ تم ہمارا اور ہمارے باپ دادا کا دین اختیار کر لو۔ اگر ہمارے طریقہ پر رہنے سے اللہ تعالیٰ نے تمہاری گرفت فرمائی اور عذاب دیا تو تمہارا عذاب ہم اپنے اوپر لے لیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی بات کی تردید فرمائی کہ یہ لوگ دوسروں کے گناہوں میں سے کچھ بوجھ بھی نہ اٹھائیں گے، بیشک وہ اپنی بات میں جھوٹے ہیں۔ ہر بندے کو اپنے عمل کا جواب دینا ہے، دوسرے کا نہیں۔

آیت 13 فرمایا کہ مسلمانوں سے ان کے گناہوں کا بوجھ اٹھانے کا کہنے والے کفار کا اپنا یہ حال ہو گا کہ وہ قیامت کے دن اپنے گناہوں اور کفر و گمراہی کا بوجھ اور جن لوگوں کو انہوں نے گمراہ کیا تھا ان کے گناہوں کا بوجھ بھی اٹھائیں گے اور قیامت کے دن ضرور ان سے ان کے بہتانوں کے بارے میں پوچھا جائے گا کہ انہوں کس دلیل کی وجہ سے یہ بہتان لگائے۔ **اہم بات:** اللہ تعالیٰ کافروں کے سب اعمال جانتا ہے، اس کے باوجود کافروں سے سوال انہیں رُسوا کرنے اور ان کا جرم نامہ سنانے کیلئے ہو گا۔ **درس:** جو خود گمراہ ہو دوسروں کو بھی گمراہی کی طرف بلاتا ہو تو اسے اپنی گمراہی کا گناہ اور سزا ملنے کے ساتھ ان لوگوں کی گمراہی کا گناہ اور سزا بھی ملے گی جنہیں اس نے گمراہ کیا تھا اور گمراہ ہونے والوں کے اپنے گناہ میں بھی کوئی کمی نہ ہو گی۔ اس سے وہ لوگ نصیحت حاصل کریں جو اپنے ساتھ ساتھ دوسروں کو بھی گناہوں میں مبتلا ہونے کے مواقع فراہم کرتے اور انہیں دُنیوی فوائد بتا کر گناہوں کی ترغیب دیتے ہیں۔

آیت 14 فرمایا کہ اے حبیب! صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، بیشک ہم نے آپ سے پہلے حضرت نوح علیہ السّلام کو ان کی قوم کی طرف بھیجا تو وہ ان میں پچاس سال کم ایک ہزار (یعنی 950) سال رہے، اس مدت میں انہوں نے قوم کو مسلسل توحید کی دعوت دی اور ان کی طرف سے پہنچنے والی ایذاؤں پر صبر کیا، وہ قوم اپنی حرکتوں سے باز نہ آئی اور مسلسل تکذیب کرتی رہی تو اس قوم کو طوفان کے عذاب نے پکڑ لیا

نُوۡحًا اِلٰی قَوۡمِهٖ فَلَبِثَ فِیۡهِمۡ اَلۡفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمۡسِیۡنَ عَامًا ؕ فَاَخَذَهُمُ الطُّوۡفَانُ

نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا تو وہ ان میں پچاس سال کم ایک ہزار سال رہے پھر اس قوم کو طوفان نے پکڑ لیا

وَ هُمۡ ظٰلِمُوۡنَ ﴿۱۴﴾ فَاَنۡجَیۡنٰهُ وَ اَصۡحٰبَ السَّفِیۡنَةِ وَ جَعَلۡنٰهَاۤ اٰیَةً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۱۵﴾ وَ اِبۡرٰهِیۡمَ

اور وہ ظالم تھے○ تو ہم نے نوح اور کشتی والوں کو بچالیا اور اس کشتی کو سارے جہانوں کے لیے نشانی بنادیا○ اور ابراہیم کو (یاد کرو)

اِذۡ قَالَ لِقَوۡمِهِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ وَ اتَّقُوۡهُ ؕ ذٰلِكُمۡ خَیۡرٌ لَّكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۱۶﴾ اِنَّمَا

جب اس نے اپنی قوم سے فرمایا: اللہ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرو، یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو○ تم تو

تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اَوۡثَانًا وَّ تَخۡلُقُوۡنَ اِفۡكًا ؕ اِنَّ الَّذِیۡنَ تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ

اللہ کے سوا بتوں کو پوجتے ہو اور نرا جھوٹ گھڑتے ہو۔ بیشک جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو

لَا یَمۡلِكُوۡنَ لَكُمۡ رِزۡقًا فَابۡتَغُوۡا عِنۡدَ اللّٰهِ الرِّزۡقَ وَ اعۡبُدُوۡهُ وَ اشۡكُرُوۡا لَهٗ ؕ اِلَیۡهِ

وہ تمہارے لئے روزی کے کچھ مالک نہیں تو تم اللہ کے پاس رزق ڈھونڈو اور اس کی عبادت کرو اور اس کے شکر گزار بنو، اسی کی طرف

اور وہ غرق کردیئے گئے اور وہ شرک کرکے اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے تھے، لہٰذا اے حبیب! تمام کافروں کے مسلمان نہ ہوجانے پر کچھ غم نہ کریں کہ حضرت نوح کی طویل مدت تبلیغ سے کم لوگ ایمان لائے جبکہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ کی کم مدت کی دعوت سے کثیر لوگ ایمان سے مشرف ہوچکے ہیں۔

آیت 15 فرمایا کہ جب قومِ نوح پر طوفان کا عذاب آیا تو ہم نے حضرت نوح علیہ السّلام اور ان لوگوں کو ڈوبنے سے بچالیا جو کشتی میں آپ کے ساتھ سوار تھے اور اس کشتی کو ہم نے سارے جہاں کے لیے اللہ تعالیٰ کی قدرت پر دلالت کرنے والی نشانی بنادیا کہ خدا کی کیسی عظیم قدرت کا ظہور ہوا کہ جس طوفان نے ہر طرف بے پناہ تباہی مچائی اور جس کی لہریں پہاڑوں سے زیادہ بلند تھیں، اس طوفان میں ایک درمیانی سی کشتی میں بیٹھے لوگوں کو خدا نے بچالیا۔

آیت 16 فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو یاد کرو جنہیں ہم نے رسول بنا کر بھیجا تھا اور انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ تم صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانے کے معاملے میں اس سے ڈرو، اگر تم اچھے اور برے میں تمیز کرنا جانتے ہو تو سن لو! یہ عبادت اور ڈرنا جو تمہیں جنت میں لے جائے گا، تمہارے لئے اُس کفر و شرک سے بہتر ہے جو تمہیں جہنم میں پہنچادے۔

آیت 17، 18 حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے اپنی قوم سے فرمایا: تم تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کی بجائے بتوں کو پوجتے ہو اور بتوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک کہہ کر نِرا جھوٹ گھڑتے ہو۔ بیشک تم اللہ تعالیٰ کی بجائے جن کی عبادت کرتے ہو وہ تمہیں رزق دینے کی کچھ بھی قدرت نہیں رکھتے تو تم اللہ تعالیٰ سے اپنا رزق طلب کرو کیونکہ وہی رزق دینے والا ہے اور صرف اسی کی عبادت کرو کیونکہ اس کے علاوہ اور کوئی معبود ہونے کا مستحق نہیں اور اس کے شکر گزار بنو کیونکہ وہی تمہیں رزق عطا فرما کر تم پر احسان فرماتا ہے، اور یاد رکھو کہ آخرت میں اسی کی طرف تم دوبارہ زندہ کرکے لوٹائے جاؤ گے، اس لئے اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی نعمتوں پر اس کا شکر ادا کرکے

Go to Index

تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَ اِنْ تُكَذِّبُوْا فَقَدْ كَذَّبَ اُمَمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ؕ وَ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا

تم لوٹائے جاؤ گے ○ اور اگر تم جھٹلاؤ گے تو تم سے پہلے کتنے ہی گروہ جھٹلا چکے ہیں اور رسول کے ذمہ تو صرف

الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ﴿۱۸﴾ اَوَ لَمْ یَرَوْا كَیْفَ یُبْدِئُ اللّٰهُ الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ

صاف پہنچا دینا ہے ○ اور کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ پیدا کرنے کی ابتداء کیسے کرتا ہے؟ پھر وہ اسے دوبارہ بنائے گا بیشک یہ اللہ پر

یَسِیْرٌ ﴿۱۹﴾ قُلْ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَیْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللّٰهُ یُنْشِئُ النَّشْاَةَ

بہت آسان ہے ○ تم فرماؤ: زمین میں چل کر دیکھو کہ اللہ نے پہلے کیسے بنایا؟ پھر اللہ دوسری مرتبہ پیدا

الْاٰخِرَةَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۲۰﴾ یُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ وَ یَرْحَمُ مَنْ یَّشَآءُ ۚ

فرمائے گا۔ بیشک اللہ ہر شے پر قادر ہے ○ وہ جسے چاہتا ہے عذاب دیتا ہے اور جس پر چاہتا ہے رحم فرماتا ہے

وَ اِلَیْهِ تُقْلَبُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَ مَاۤ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِیْنَ فِی الْاَرْضِ وَ لَا فِی السَّمَآءِ٘ وَ مَا لَكُمْ

اور تم اسی کی طرف پلٹائے جاؤ گے ○ اور نہ تم زمین میں (ہمیں) عاجز کرنے والے ہو اور نہ آسمان میں اور تمہارے لیے

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی تیاری کرو اور اگر تم مجھے جھٹلاؤ گے تو میرا کوئی نقصان نہیں، میں نے راہ دکھادی اور معجزات پیش کر دیئے جس سے میرا فرض ادا ہوگیا، اس پر بھی اگر تم نہ مانو تو تم سے پہلے کتنے ہی گروہ اپنے اَنبیا اور رسولوں علیہم السّلام کو جھٹلا چکے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ہلاک کر دیا اور اگر تم بھی اُسی رَوِش پر قائم رہے تو تمہارا انجام بھی اُنہی جیسا ہوگا۔

آیت 19 فرمایا: کیا ان کافروں نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ پیدا کرنے کی ابتدا کیسے کرتا ہے کہ پہلے انسان کو نطفہ بناتا ہے، پھر جمے ہوئے خون کی صورت دیتا ہے، پھر گوشت کا ٹکڑا بناتا ہے اس طرح درجہ بدرجہ اس کی تخلیق کو مکمل کرتا ہے، پھر آخرت میں دوبارہ زندہ کئے جانے کے وقت اللہ تعالیٰ اسے دوبارہ بنائے گا بیشک پہلی بار پیدا کرنا اور مرنے کے بعد پھر دوبارہ بنانا اللہ تعالیٰ پر بہت آسان ہے۔

آیت 20 فرمایا: اے ابراہیم! تم ان کافروں سے کہہ دو کہ اے لوگو! تم زمین میں چل کر سابقہ قوموں کے شہروں اور آثار کو دیکھو کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کو پہلے کیسے بناتا، پھر موت دیتا ہے تاکہ تم مشاہدہ کر کے اللہ تعالیٰ کی فطرت کے عجائبات کی معرفت حاصل کر سکو نیز جب یہ معلوم ہے کہ پہلی مرتبہ اللہ تعالیٰ ہی نے پیدا کیا تو معلوم ہوگیا کہ اس خالق کا مخلوق کو موت دینے کے بعد دوبارہ پیدا کرنا کچھ بھی دشوار نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے تو وہ دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔ **اہم بات:** کائنات کے احوال اور تاریخی امور کو عبرت کی نگاہ سے دیکھنا چاہیے اور خدا کی معرفت حاصل کرنی چاہیے۔ خدا کی قدرت کے نظاروں جیسے دریاؤں، پہاڑوں اور زمین کے دیگر عجائبات میں قدرتِ الٰہی کے بے شمار دلائل ہیں۔

آیت 21 اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے عدل کی وجہ سے جسے چاہے عذاب دیتا ہے اور اپنے فضل کی بنا پر جسے چاہتا ہے بخش دیتا ہے اور اے لوگو! تم قیامت کے دن اسی کی طرف پلٹائے جاؤ گے تو وہ تمہیں تمہارے اعمال کے حساب سے سزا یا جزا جو چاہے دے گا۔

آیت 22 فرمایا: اے لوگو! نہ تم زمین میں اپنے رب عزّوجلّ کو عاجز کرنے والے ہو اور نہ آسمان میں، الغرض اس سے بچنے اور بھاگنے کی

ع ۲ ۹ ۱۴

مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مِنۡ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیۡرٍ ﴿۲۲﴾ وَ الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَ لِقَآىٕهٖۤ اُولٰٓىٕكَ

اللہ کے سوا نہ کوئی کام بنانے والا ہے اور نہ مدد گار ○ اور وہ جنہوں نے اللہ کی آیتوں کا اور اس سے ملنے کا انکار کیا وہ وہی لوگ ہیں جو

یَىٕسُوۡا مِنۡ رَّحۡمَتِیۡ وَ اُولٰٓىٕكَ لَهُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ﴿۲۳﴾ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوۡمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنۡ قَالُوا

میری رحمت سے مایوس ہیں اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے ○ تو ابراہیم کی قوم کا کوئی جواب نہ تھا مگر یہ کہ انہوں نے کہا:

اقۡتُلُوۡهُ اَوۡ حَرِّقُوۡهُ فَاَنۡجٰىهُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یُّؤۡمِنُوۡنَ ﴿۲۴﴾

انہیں قتل کردو یا جلادو تو اللہ نے انہیں آگ سے بچالیا۔ بیشک اس میں ایمان والوں کے لئے ضرور نشانیاں ہیں○

وَ قَالَ اِنَّمَا اتَّخَذۡتُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اَوۡثَانًا ۙ مَّوَدَّةَ بَیۡنِكُمۡ فِی الۡحَیٰوةِ الدُّنۡیَا ۚ

اور ابراہیم نے فرمایا: تم نے تو دنیاوی زندگی میں اپنی آپس کی دوستی کی وجہ سے اللہ کے سوا یہ بت (معبود) بنالئے ہیں

کہیں کوئی جگہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حکم اور قضا سے آسمان و زمین کی کوئی مخلوق بھاگ نہیں سکتی۔ مزید فرمایا: **اور تمہارے لیے اللہ کے سوانہ کوئی کام بنانے والا ہے اور نہ مدد گار۔** یعنی اے لوگو! تمہارا کوئی ایسا حمایتی یا مدد گار نہیں جو اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں تمہاری حمایت اور مدد کر سکے۔ ایمان والوں کے لئے نیک لوگوں، ولیوں، نبیوں کی دعائیں اور شفاعت مدد گار ہیں لیکن وہ سب اللہ تعالیٰ کی اجازت اور مرضی سے ہیں، یعنی ان کی مدد، خدا ہی کی مدد ہے، لہٰذا وہ اس آیت میں داخل نہیں۔

آیت 23 فرمایا کہ جو لوگ قرآنِ مجید اور قیامت کے دن دوبارہ زندہ کئے جانے پر ایمان نہ لائے وہ وہی لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہیں اور وہ اپنے کسی نیک عمل کی جزا و ثواب کے قائل نہیں کیونکہ جب وہ قیامت اور جنت کے ہی منکر ہیں تو اللہ تعالیٰ کی رحمت اور جزا کے قائل کیسے ہو سکتے ہیں ایسے لوگوں کے لیے جہنم کا دردناک عذاب ہے۔

آیت 24 جب حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے اپنی قوم کو ایمان کی دعوت دی، اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت پر دلائل قائم کئے اور نصیحتیں فرمائیں تو اس کے جواب میں ان لوگوں نے کہا: انہیں قتل کردو یا جلادو۔ یہ انہوں نے آپس میں ایک دوسرے سے کہا یا سرداروں نے اپنی پیروی کرنے والوں سے کہا، بہرحال ان سب نے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو جلانے پر اتفاق کر لیا اور جب انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو آگ میں ڈالا تو اللہ تعالیٰ نے اس آگ کو ٹھنڈا کر کے اور آپ علیہ السّلام کے لئے سلامتی والی بنا کر انہیں بچا لیا۔ بیشک جو اللہ تعالیٰ نے کیا اس میں ایمان والوں کیلئے اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت اور قدرت پر دلالت کرنے والی ضرور عجیب عجیب نشانیاں ہیں۔

آیت 25 (1) جب حضرت ابراہیم علیہ السّلام سلامتی کے ساتھ آگ سے باہر تشریف لے آئے تو آپ نے کفار سے فرمایا: تم نے (کسی دلیل کے بغیر صرف) بتوں سے دوستی کی وجہ سے انہیں اپنا معبود تو بنا لیا لیکن یاد رکھو تمہاری یہ محض نام کی ظاہری دوستی بھی صرف دنیا کی زندگی تک رہے گی، پھر قیامت کے دن تمہارا حال یہ ہو گا کہ تم اپنے معبودوں کا انکار کر دو گے اور تمہارے معبود تمہاری عبادت کا انکار کر دیں گے، تم ایک دوسرے پر لعنت کرو گے اور ایک دوسرے پر الزام تراشی کرو گے، بت کہیں گے کہ تم لوگوں نے میری عبادت کر کے مجھے جہنم میں ڈلوادیا اور تم کہو گے کہ ہمیں اپنی عبادت کے ذریعے گمراہ کر کے تم نے ہمیں عذاب میں مبتلا کر دیا، تم لعن

ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَّ يَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ۫ وَّ مَاْوٰىكُمُ النَّارُ

پھر قیامت کے دن تم میں ایک دوسرے کا انکار کرے گا اور ایک دوسرے پر لعنت کرے گا اور تم سب کا ٹھکانہ جہنم ہے

وَ مَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿٢٥﴾ فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ ۘ وَ قَالَ اِنِّيْ مُهَاجِرٌ اِلٰى رَبِّيْ ؕ

وقف لازم

اور تمہارا کوئی مددگار نہیں ○ تو ابراہیم کی تصدیق لوط نے کی اور ابراہیم نے فرمایا: میں اپنے رب کی (سرزمین شام کی) طرف ہجرت کرنے والا ہوں،

اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿٢٦﴾ وَ وَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ وَ جَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ

بیشک وہی عزت والا، حکمت والا ہے ○ اور ہم نے اسے اسحاق (بیٹا) اور یعقوب (پوتا) عطا فرمائے اور ہم نے اس کی اولاد میں نبوت

وَ الْكِتٰبَ وَ اٰتَيْنٰهُ اَجْرَهٗ فِي الدُّنْيَا ۚ وَ اِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿٢٧﴾

اور کتاب رکھی اور ہم نے دنیا میں اس کا ثواب اسے عطا فرمایا اور بیشک وہ آخرت میں (بھی) ہمارے خاص قرب کے لائق بندوں میں ہوگا ○

طعن کے ذریعے ایک دوسرے کو دور کرنے کی کوشش کروگے لیکن دور نہ ہوگے بلکہ جس طرح دنیا میں اکٹھے تھے اسی طرح جہنم میں بھی اکٹھے کردیئے جاؤگے اور اس میں تمہارا کوئی مددگار نہ ہوگا۔

آیت 26 جب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حضرت ابراہیم علیہ السّلام آگ سے صحیح سلامت باہر تشریف لائے تو آپ کا یہ معجزہ دیکھ کر حضرت لوط علیہ السّلام نے آپ کی رسالت کی تصدیق کی، آپ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی سب سے پہلے تصدیق کرنے والے ہیں۔ مزید جب حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے آگ سے صحیح سلامت تشریف لانے کے باوجود آپ کی قوم کفر و شرک پر بضد رہی تو آپ نے اس جگہ سے ہجرت کرنے کا ارادہ فرمایا۔ چنانچہ آپ نے عراق سے سرزمینِ شام کی طرف ہجرت فرمائی، اس ہجرت میں آپ کے ساتھ آپ کی بیوی حضرت سارہ رضی اللہ عنہا اور حضرت لوط علیہ السّلام تھے۔ **اہم باتیں:** (1) یہاں ایمان سے رسالت کی تصدیق ہی مراد ہے کیونکہ انبیاءِ کرام علیہم السّلام ہمیشہ ہی مومن ہوتے ہیں اور کسی حال میں ان سے کفر کا تصور تک نہیں کیا سکتا۔ (2) بوقتِ حاجت ہجرت کرنا انبیاءِ کرام علیہم السّلام کی سنت ہے۔ (3) ایسی جگہ چلا جانا جہاں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے میں کوئی روک ٹوک نہ ہو، یہ معنوی طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف جانا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ جگہ سے پاک ہے تو اس کے حق میں یہاں وہاں سب برابر ہے۔

آیت 27 ارشاد فرمایا کہ ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو بیٹے حضرت اسحاق علیہ السّلام اور پوتے حضرت یعقوب علیہ السّلام عطا فرمائے اور ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی اولاد میں نبوت اور کتاب رکھی کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے بعد جتنے حضرات نبوت کے منصب پر فائز ہوئے سب آپ کی نسل سے ہوئے اور کتاب سے تورات، انجیل، زبور اور قرآن شریف مراد ہیں، مزید ارشاد فرمایا کہ ہم نے دنیا میں اس کا ثواب انہیں عطا فرمایا کہ انہیں پاکیزہ اولاد عطا فرمائی، نبوت ان کی نسل میں رکھی، کتابیں اُن انبیاءِ کرام علیہم السّلام کو عطا کیں جو اِن کی اولاد میں ہیں اور ان کو مخلوق میں محبوب اور مقبول کیا کہ تمام ملّتوں اور دینوں والے ان سے محبت رکھتے ہیں اور ان کی طرف نسبت کو فخر جانتے ہیں اور ان کے لئے دنیا کے اختتام تک درود پڑھا جانا مقرر کردیا، اور بیشک وہ آخرت میں بھی ہمارے خاص قرب کے لائق بندوں میں ہوں گے جن کے درجے بہت بلند ہوں گے۔

وَ لُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ٘ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۲۸﴾

اور لوط کو (یاد کرو) جب اس نے اپنی قوم سے فرمایا: تم بیشک بے حیائی کا وہ کام کرتے ہو جو تم سے پہلے دنیا بھر میں کسی نے نہ کیا○

اَىٕنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ وَ تَقْطَعُوْنَ السَّبِیْلَ ۙ۬ وَ تَاْتُوْنَ فِیْ نَادِیْكُمُ الْمُنْكَرَ ؕ فَمَا كَانَ

کیا تم مردوں سے بدفعلی کرتے ہو اور راستہ کاٹتے ہو اور اپنی مجلسوں میں برے کام کو آتے ہو تو اس کی

جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۲۹﴾ قَالَ رَبِّ

قوم کا کوئی جواب نہ تھا مگر یہ کہا: اگر تم سچے ہو تو ہم پر اللہ کا عذاب لے آؤ○ (لوط نے) عرض کی، اے میرے رب!

انْصُرْنِیْ عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِیْنَ ﴿۳۰﴾ وَ لَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَاۤ اِبْرٰهِیْمَ بِالْبُشْرٰى ۙ قَالُوْۤا ع ۱۵/۸/۳

ان فسادی لوگوں کے مقابلے میں میری مدد فرما○ اور جب ہمارے فرشتے ابراہیم کے پاس خوشخبری لے کر آئے تو انہوں نے کہا:

اِنَّا مُهْلِكُوْۤا اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْیَةِ ۚ اِنَّ اَهْلَهَا كَانُوْا ظٰلِمِیْنَ ﴿۳۱﴾ۚۖ قَالَ اِنَّ فِیْهَا لُوْطًا ؕ

ہم ضرور اس شہر والوں کو ہلاک کرنے والے ہیں۔ بیشک اس شہر والے ظالم ہیں○ فرمایا:اس میں تو لوط (بھی) ہے۔

آیت 28،29 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت لوط علیہ السّلام کا واقعہ یاد کرو، جب انہوں نے اپنی قوم کو ملامت کرتے ہوئے فرمایا: بیشک تم بے حیائی کا وہ کام کرتے ہو جو تم سے پہلے دنیا بھر میں کسی نے نہ کیا۔ کیا تم مردوں سے بدفعلی کرتے ہو اور راہ گیروں کو قتل کرکے اور ان کے مال لوٹ کر لوگوں کا راستہ کاٹتے ہو اور اپنی مجلسوں میں برے کام اور بری باتیں کرنے کو آتے ہو۔ حضرت لوط علیہ السّلام کی قوم کے لوگ بدفعلی کے علاوہ ایسے ذلیل افعال اور حرکات کے عادی تھے جو عقلی اور عرفی دونوں طرح سے قبیح اور ممنوع تھے، جیسے گالی دینا، فحش بکنا، تالی اور سیٹی بجانا، ایک دوسرے کو کنکریاں مارنا، راستہ چلنے والوں پر کنکری وغیرہ پھینکنا، شراب پینا، مذاق اڑانا، گندی باتیں کرنا اور ایک دوسرے پر تھوکنا وغیرہ۔ حضرت لوط علیہ السّلام نے اس پر انہیں ملامت کی تو ان کی قوم نے مذاق اڑانے کے طور پر یہ کہا: اگر تم اس بات میں سچے ہو کہ یہ افعال قبیح ہیں اور ایسا کرنے والے پر عذاب نازل ہوگا تو ہم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب لے آؤ۔

آیت 30 جب حضرت لوط علیہ السّلام کو اس قوم کے راہِ راست پر آنے کی کچھ امید نہ رہی تو آپ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی: اے میرے رب! عذاب نازل ہونے کے بارے میں میری بات پوری کرکے ان فسادی لوگوں کے مقابلے میں میری مدد فرما۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمالی۔

آیت 31،32 جب حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے پاس حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب علیہما السّلام کی خوشخبری لے کر آئے تو انہوں نے کہا: ہم ضرور حضرت لوط علیہ السّلام کے اس شہر والوں کو ہلاک کرنے والے ہیں۔ بیشک اس شہر والے کفر اور طرح طرح کے گناہ کرکے اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے ان سے فرمایا: اس میں تو اللہ تعالیٰ کے نبی اور اس کے مُقرَّب بندے حضرت لوط علیہ السّلام بھی موجود ہیں، پھر تم اس شہر والوں کو کیسے ہلاک کروگے؟ فرشتوں نے کہا: جو کوئی اس شہر میں ہے وہ ہمیں خوب معلوم ہے اور ہم ضرور حضرت لوط علیہ السّلام اور ان کے گھر والوں کو نجات دیں گے البتہ ان کی بیوی کو نجات نہیں دیں گے کیونکہ وہ

قَالُوْا نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِيْهَا ٚ لَنُنَجِّيَنَّهٗ وَ اَهْلَهٗۤ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۗ كَانَتْ

فرشتوں نے کہا: ہمیں خوب معلوم ہے جو کوئی اس میں ہے، ضرور ہم اسے اور اس کے گھر والوں کو نجات دیں گے سوائے اس کی بیوی کے کہ وہ

مِنَ الْغٰبِرِیْنَ ۝۳۲ وَ لَمَّاۤ اَنْ جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِیْٓءَ بِهِمْ وَ ضَاقَ بِهِمْ

پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہے○ اور جب ہمارے فرشتے لوط کے پاس آئے تو انہیں فرشتوں کا آنا برا لگا اور ان کے سبب

ذَرْعًا وَّ قَالُوْا لَا تَخَفْ وَ لَا تَحْزَنْ ٙ اِنَّا مُنَجُّوْكَ وَ اَهْلَكَ اِلَّا

دل تنگ ہوا اور فرشتوں نے کہا: آپ نہ ڈریں اور نہ غمگین ہوں، بیشک ہم آپ کو اور آپ کے گھر والوں کو بچانے والے ہیں سوائے

امْرَاَتَكَ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِیْنَ ۝۳۳ اِنَّا مُنْزِلُوْنَ عَلٰۤى اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْیَةِ رِجْزًا

آپ کی بیوی کے کہ وہ پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہے○ بیشک ہم اِس شہر والوں پر آسمان سے عذاب

مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا یَفْسُقُوْنَ ۝۳۴ وَ لَقَدْ تَّرَكْنَا مِنْهَاۤ اٰیَةًۢ بَیِّنَةً لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ۝۳۵

اتارنے والے ہیں کیونکہ یہ نافرمانی کرتے تھے○ اور بیشک ہم نے عقل والوں کے لیے اس بستی میں روشن نشانی کو باقی رکھا○

عذاب میں مبتلا ہو جانے والوں میں سے ہے۔ **اہم بات** نجات دینا در حقیقت اللہ تعالیٰ کا کام ہے مگر فرشتوں نے کہا ہم نجات دیں گے، یہ اس وجہ سے ہے کہ فرشتوں کا نجات دینا، مشکل سے بچانا، خدا ہی کا مدد کرنا تھا اور معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے بعض کام اس کے خاص بندوں کی طرف منسوب کئے جاسکتے ہیں۔

آیت 33،34 جب حضرت ابراہیم علیہ السّلام سے ملاقات کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے فرشتے خوب صورت مہمانوں کی شکل میں حضرت لوط علیہ السّلام کے پاس آئے تو انہیں قوم کے بد افعال و حرکات کا خیال کر کے مہمانوں کا آنا برا لگا اور ان کی حفاظت کی کوئی تدبیر نہ کر سکنے کے سبب غمزدہ ہوئے، اس وقت فرشتوں نے ظاہر کیا کہ انہیں خدا نے بھیجا ہے لہٰذا آپ قوم سے نہ ڈریں اور نہ ہمارے بارے میں یہ سوچ کر غمگین ہوں کہ قوم کے لوگ ہمارے ساتھ کوئی بد سلوکی کریں گے، ہم فرشتے ہیں، ہم ان لوگوں کو ہلاک کر دیں گے جبکہ آپ کو بمع اہلِ خانہ کے عذاب سے بچالیں گے البتہ آپ کی بیوی عذاب میں مبتلا ہو گی کیونکہ وہ کافرہ ہے۔ ہم اِس شہر والوں پر آسمان سے عذاب اتارنے والے ہیں کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر ڈٹے ہوئے ہیں۔ چنانچہ حضرت لوط علیہ السّلام اور ان کے اہلِ خانہ میں سے ان پر ایمان لانے والوں اور دیگر مومنوں کو بچالیا گیا اور باقی لوگوں کو انتہائی دردناک عذاب سے ہلاک کر دیا گیا۔ **اہم باتیں:** (1) مہمان کی حفاظت اور توقیر میزبان کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ (2) کبھی نبی علیہ السّلام فرشتے کو نہیں بھی پہچانتے، البتہ جب وحی نازل ہونے کے وقت فرشتہ حاضر ہوتا ہے تو اس وقت نبی علیہ السّلام فرشتے کو ضرور پہچانتے ہیں، اگر اس وقت بھی نہ پہچانیں تو وحی قطعی نہ رہے گی۔ (3) اللہ تعالیٰ کے مُقرّب بندے اللہ تعالیٰ کی عطا سے بندوں کو آنے والی مصیبتوں سے بچانے کی قدرت رکھتے ہیں اور بچاتے ہیں۔

آیت 35 فرمایا کہ بیشک ہم نے اس بستی میں ان لوگوں کے لیے روشن نشانی کو باقی رکھا جو اپنی عقل غور و فکر کرنے میں استعمال کرتے ہیں۔ وہ روشن نشانی حضرت لوط علیہ السّلام کی قوم کے ویران مکان ہیں یا اس سے مراد اس قوم کا عجیب و غریب واقعہ ہے یا اس سے مراد

وَ اِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۙ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ ارْجُوا الْيَوْمَ الْاٰخِرَ

مدین کی طرف ان کے ہم قوم شعیب کو بھیجا تو اس نے فرمایا، اے میری قوم! اللہ کی بندگی کرو اور آخرت کے دن کی

وَ لَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿٣٦﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا

امید رکھو اور زمین میں فساد پھیلاتے نہ پھرو ○ تو انہوں نے اسے جھٹلایا تو انہیں زلزلے نے آلیا تو صبح اپنے گھروں میں

فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿٣٧﴾ وَ عَادًا وَّ ثَمُوْدَاۡ وَ قَدْ تَّبَيَّنَ لَكُمْ مِّنْ مَّسٰكِنِهِمْ ۫ وَ زَيَّنَ

گھٹنوں کے بل پڑے رہ گئے ○ اور (ہم نے) عاد اور ثمود کو (ہلاک کیا) اور ان کی رہائش کے مقامات تمہارے لئے ظاہر ہوچکے اور شیطان نے

لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَ كَانُوْا مُسْتَبْصِرِيْنَ ﴿٣٨﴾ ۙ وَ قَارُوْنَ

ان کے اعمال ان کیلئے خوبصورت بنادیئے اور انہیں (اللہ کے) راستے سے روکا حالانکہ وہ سمجھدار تھے ○ اور (ہم نے) قارون

وَ فِرْعَوْنَ وَ هَامٰنَ ۫ وَ لَقَدْ جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ

اور فرعون اور ہامان کو (ہلاک کیا) اور بیشک ان کے پاس موسیٰ روشن نشانیاں لے کر آئے تو انہوں نے زمین میں تکبر کیا

وہ پتھر ہیں جو ان پر برسے تھے اور ان پتھروں پر ان لوگوں کے نام لکھے ہوئے تھے، یہ عرصۂ دراز تک باقی رہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے انہیں دیکھا تھا۔

آیت 36،37 فرمایا: ہم نے شعیب علیہ السّلام کو ان کے ہم قوم مدیَن والوں کی طرف رسول بناکر بھیجا تو انہوں نے دین کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا: اے میری قوم! صرف اللہ تعالیٰ کی بندگی کرو اور قیامت کے دن سے ڈرتے ہوئے ایسے افعال بجالاؤ جو آخرت میں ثواب ملنے اور عذاب سے نجات حاصل ہونے کا باعث ہوں اور تم ناپ تول میں کمی کرکے مدین کی سرزمین میں فساد پھیلاتے نہ پھرو، تو ان لوگوں نے حضرت شعیب علیہ السّلام کو جھٹلایا اور اپنے فساد سے باز نہ آئے تو انہیں زلزلے کی صورت میں اللہ تعالیٰ کے عذاب نے آلیا یہاں تک کہ ان کے گھر ان کے اوپر گر گئے اور صبح تک ان کا حال یہ ہوگیا کہ وہ اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل مردے بے جان پڑے رہ گئے۔

آیت 38 فرمایا کہ ہم نے ہود علیہ السّلام کی قوم عاد اور صالح علیہ السّلام کی قوم ثمود کو ہلاک کیا اور اے مکہ والو! ان قوموں کا ہمارے عذاب سے ہلاک ہونا تمہارے لئے ظاہر ہوچکا ہے جب تم اپنے سفروں کے دوران حِجر اور یمن میں موجود ان کی رہائش کے مقامات سے گزرتے ہو، اور شیطان نے ان قوموں کے کفر اور گناہ ان کیلئے خوبصورت بنادیئے اور انہیں اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکا حالانکہ وہ لوگ سمجھدار تھے، عقل رکھتے تھے اور حق وباطل میں تمیز کرسکتے تھے لیکن انہوں نے عقل وانصاف سے کام نہ لیا اور باطل پر ہی قائم رہے۔

آیت 39 فرمایا کہ قارون، فرعون اور ہامان کو اللہ تعالیٰ نے ہلاک فرمایا اور بیشک ان کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السّلام روشن نشانیاں لائے تو انہوں نے زمین میں تکبر کیا اور قبولِ حق سے انکار کیا اور وہ ہم سے نکل کر جانے والے نہ تھے کہ ہمارے عذاب سے بچ سکتے بلکہ ہمارا عذاب ان تک پہنچ کر رہا اور وہ ہلاک کردیئے گئے۔ **اہم بات:** یہاں اللہ تعالیٰ نے قارون کو جو صرف زکوٰۃ کا انکار کرتا تھا فرعون اور ہامان کے ساتھ ذکر فرمایا جو سارے دینی اُمور یعنی توحید و نبوت وغیرہ کا انکار کرتے تھے۔ معلوم ہوا کہ ضروریاتِ دین میں

وَمَا كَانُوۡا سٰبِقِيۡنَ ﴿۳۹﴾ فَكُلًّا اَخَذۡنَا بِذَنۡۢبِهٖ‌ ۚ فَمِنۡهُمۡ مَّنۡ اَرۡسَلۡنَا عَلَيۡهِ حَاصِبًا‌ ۚ

اور وہ ہم سے نکل کر جانے والے نہ تھے○ تو ان میں ہر ایک کو ہم نے اس کے گناہ کی وجہ سے (ہی) پکڑا تو ان میں کسی پر ہم نے پتھراؤ بھیجا

وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ اَخَذَتۡهُ الصَّيۡحَةُ‌ ۚ وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ خَسَفۡنَا بِهِ الۡاَرۡضَ‌ ۚ وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ اَغۡرَقۡنَا‌ ۚ

اور ان میں کسی کو خوفناک آواز نے پکڑ لیا اور ان میں کسی کو زمین میں دھنسا دیا اور ان میں کسی کو ڈبو دیا

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظۡلِمَهُمۡ وَلٰـكِنۡ كَانُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ يَظۡلِمُوۡنَ ﴿۴۰﴾ مَثَلُ الَّذِيۡنَ اتَّخَذُوۡا

اور اللہ کی شان نہ تھی کہ ان پر ظلم کرے ہاں وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے○ جنہوں نے اللہ کے سوا

مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اَوۡلِيَآءَ كَمَثَلِ الۡعَنۡكَبُوۡتِ‌ ۖۚ اِتَّخَذَتۡ بَيۡتًا‌ ؕ وَاِنَّ اَوۡهَنَ الۡبُيُوۡتِ

اور مددگار بنا رکھے ہیں ان کی مثال مکڑی کی طرح ہے، جس نے گھر بنایا اور بیشک سب گھروں میں کمزور گھر

سے ایک چیز کا انکار کرنے والا، ویسا ہی کافر ہے جیسے ساری باتوں کا منکر کافر ہے، لہٰذا قادیانی، مرزائی لوگ جو ختم نبوت کے ایک ضروری عقیدے کے منکر ہیں وہ کافر ہیں اور ایسے ہی ہیں جیسے تمام دین کا انکار کرنے والے کافر۔

آیت 40 اس آیت کی ابتدا میں بیان فرمایا گیا کہ سابقہ قوموں میں سے ہر ایک کو اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ کی وجہ سے ہی پکڑا۔ اس کے بعد سابقہ قوموں پر آنے والے مختلف عذابات میں سے چار عذاب بیان کئے گئے: **(1) کسی پر اللہ تعالیٰ نے پتھراؤ بھیجا۔** یہ حضرت لوط علیہ السّلام کی قوم تھی جنہیں چھوٹے چھوٹے پتھروں سے ہلاک کیا گیا اور یہ پتھر تیز ہوا سے ان پر لگتے تھے۔ **(2) کسی کو خوفناک آواز نے پکڑلیا۔** یہ حضرت صالح علیہ السّلام کی قوم ثمود تھی جو ہَولناک آواز کے عذاب سے ہلاک کی گئی۔ **(3) کسی کو زمین میں دھنسادیا۔** اس عذاب میں مبتلا ہونے والے قارون اور اس کے ساتھی تھے۔ **(4) کسی کو ڈبو دیا۔** حضرت نوح علیہ السّلام کی قوم کے لوگ اور فرعون اور اس کی قوم کے لوگ اس عذاب کا شکار ہوئے۔ آیت کے آخر میں ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ وہ ان لوگوں پر ظلم کرے کیونکہ وہ کسی کو گناہ کے بغیر عذاب میں گرفتار نہیں کرتا، ہاں لوگ خود ہی نافرمانیاں اور کفر و سرکشی کر کے اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے اور اسی بنا پر وہ طرح طرح کے عذابوں سے ہلاک کر دیئے گئے۔

آیت 41 فرمایا کہ وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو واحد معبود ماننے کی بجائے بتوں کو معبود بنا رکھا ہے اور ان کے ساتھ امیدیں وابستہ کی ہوئی ہیں اور درحقیقت ان بتوں کے عاجز اور بے اختیار ہونے کی مثال مکڑی کی طرح ہے جس نے اپنے رہنے کے لئے جالے سے گھر بنایا جو کہ انتہائی کمزور ہے اور یہ گھر نہ اس سے گرمی دور کر سکتا ہے نہ سردی، نہ گرد و غبار اور بارش وغیرہ کسی چیز سے اس کی حفاظت کر سکتا ہے، ایسے ہی یہ بت ہیں کہ اپنے پجاریوں کو کوئی نفع یا نقصان پہنچانے کی قدرت نہیں رکھتے اور نہ ہی دنیا و آخرت میں انہیں کوئی فائدہ پہنچا سکتے ہیں اور بیشک سب گھروں میں کمزور گھر مکڑی کا گھر ہوتا ہے اور ایسے ہی سب دینوں میں کمزور اور نکما دین بت پرستوں کا دین ہے۔ کیا ہی اچھا ہوتا اگر وہ بت پرست یہ بات جانتے کہ ان کا دین اس قدر نکما ہے۔

لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿٤١﴾ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ۭ وقف لازم

مکڑی کا گھر ہوتا ہے۔ کیا اچھا ہوتا اگر وہ جانتے○ بیشک اللہ جانتا ہے اس چیز کو جس کی وہ اللہ کے سوا پوجا کرتے ہیں

وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿٤٢﴾ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ﴿٤٣﴾

اور وہی عزت والا حکمت والا ہے○ اور یہ مثالیں ہیں جنہیں ہم لوگوں کے لیے بیان فرماتے ہیں اور انہیں علماء ہی سمجھتے ہیں○

خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٤٤﴾ ع ۱۴ ۱۶

اللہ نے آسمان اور زمین حق بنائے، بیشک اس میں ایمان والوں کیلئے نشانی ہے○

آیت 42 فرمایا کہ بت پرست اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کی بجائے جس چیز کی پوجا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے کہ وہ کچھ حقیقت نہیں رکھتی اور اللہ تعالیٰ ہی عزت والا حکمت والا ہے، تو کسی عقل مند انسان کے شایانِ شان یہ بات کب ہے کہ وہ عزت و حکمت والے، قادر اور مختار رب تعالیٰ کی عبادت چھوڑ کر بے علم اور بے اختیار پتھروں کی پوجا کرے۔

آیت 43 کفارِ قریش نے طنز اور مذاق کے طور پر کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ مکھی اور مکڑی کی مثالیں بیان فرماتا ہے۔ اس آیت میں ان کا رد کر دیا گیا کہ وہ جاہل ہیں جو مثال بیان کئے جانے کی حکمت کو نہیں جانتے، کیونکہ مثال سے مقصود تفہیم ہوتی ہے اور جیسی چیز ہو اس کی شان ظاہر کرنے کے لئے ویسی ہی مثال بیان کرنا حکمت کے تقاضے کے عین مطابق ہے۔ اور بت پرستوں کے باطل اور کمزور دین کی کمزوری اور بُطلان بیان کرنا کے لئے یہ مثال انتہائی نفع مند ہے اور ان مثالوں کی خوبی، نفاست، عمدگی، ان کے نفع اور ان کی حکمت کو وہ لوگ سمجھتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے عقل اور علم عطا فرمایا ہے جیسا کہ یہاں بیان کی گئی مکڑی کی مثال نے مشرک اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت کا اقرار کرنے والے کا حال خوب اچھی طرح ظاہر کر دیا اور فرق واضح فرمادیا۔

آیت 44 فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین کو باطل نہیں بنایا بلکہ حکمت کے تحت بنایا ہے اور بیشک ان دونوں کی تخلیق میں مسلمانوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی قدرت، حکمت، اس کی وحدانیّت پر دلالت کرنے والی نشانی ضرور موجود ہے۔ **اہم بات:** آسمان وزمین کی پیدائش پر غور کر کے اللہ تعالیٰ کی معرفت صرف مومن ہی حاصل کرتے ہیں اس لئے یہاں انہیں کا ذکر ہوا کہ اس میں مومنوں کیلئے نشانی ہے ورنہ عمومی طور پر یہ سب کے لئے عبرت ہیں۔

اُتۡلُ مَاۤ اُوۡحِیَ اِلَیۡکَ مِنَ الۡکِتٰبِ وَ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ ؕ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنۡهٰی عَنِ الۡفَحۡشَآءِ

اس کتاب کی تلاوت کرو جو تمہاری طرف وحی کی گئی ہے اور نماز قائم کرو، بیشک نماز بے حیائی اور بری بات سے

وَ الۡمُنۡکَرِ ؕ وَ لَذِکۡرُ اللّٰهِ اَکۡبَرُ ؕ وَ اللّٰهُ یَعۡلَمُ مَا تَصۡنَعُوۡنَ ﴿۴۵﴾ وَ لَا تُجَادِلُوۡۤا

روکتی ہے اور بیشک اللہ کا ذکر سب سے بڑا ہے اور اللہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو○ اور اے مسلمانو! اہلِ کتاب سے

اَهۡلَ الۡکِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِیۡ هِیَ اَحۡسَنُ ٭ۖ اِلَّا الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا مِنۡهُمۡ وَ قُوۡلُوۡۤا اٰمَنَّا

بحث نہ کرو مگر بہترین انداز پر سوائے ان میں سے ظالموں کے اور کہو: ہم اس پر ایمان لائے

بِالَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡنَا وَ اُنۡزِلَ اِلَیۡکُمۡ وَ اِلٰهُنَا وَ اِلٰهُکُمۡ وَاحِدٌ وَّ نَحۡنُ لَهٗ مُسۡلِمُوۡنَ ﴿۴۶﴾

جو ہماری طرف نازل کیا گیا اور جو تمہاری طرف نازل کیا گیا اور ہمارا اور تمہارا معبود ایک ہے اور ہم اس کے فرمانبردار ہیں○

آیت 45 ارشاد فرمایا: **اس کتاب کی تلاوت کرو جس کی تمہاری طرف وحی کی گئی ہے۔** آیت کے اس حصے کی دو تفسیریں ہیں: (1) اے حبیب! آپ کی طرف جو قرآن مجید نازل کیا گیا ہے، اس کی تلاوت کرتے رہیں کیونکہ اس کی تلاوت عبادت ہے اور اس میں وعظ و نصیحت، احکام، آداب اور اَخلاقی اچھائیوں کی تعلیم ہے۔ (2) اے حبیب! اگر آپ مکہ والوں کے کفر پر اَفسُردہ ہیں تو آپ اس کتاب کی تلاوت کریں تاکہ تسلی ہو جائے کہ آپ کی طرح حضرت نوح، حضرت لوط اور دیگر اَنبیاءِ کرام علیہمُ السّلام نے بھی فرائضِ نبوت ادا کئے لیکن ان کی قوموں کا رویہ بھی آپ کی قوم جیسا رہا۔ **مزید فرمایا: اے حبیب! نماز قائم کرتے رہیں** اور آپ کی اتباع میں امتی بھی نماز قائم کریں کیونکہ نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے۔ مزید فرمایا: **اور بیشک اللہ کا ذکر سب سے بڑا ہے۔** یعنی اللہ تعالیٰ کا ذکر سب سے عظیم شے، بڑی عبادت اور افضل عمل ہے بلکہ تمام عبادتوں میں حکمت خدا کی یاد ہی ہے۔ مزید فرمایا: **اور اللہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔** یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے ذکر وغیرہ نیک اعمال کو جانتا ہے، اس سے کوئی چیز بھی چھپی ہوئی نہیں ہے تو وہ تمہیں ان اعمال پر بہترین جزا دے گا۔ **درس:** نماز کی پابندی اور اسے اچھی طرح ادا کرنے سے بندہ برائیوں کو ترک کر دیتا ہے لہٰذا نماز پڑھیں اور ایسے پڑھیں جیسے نماز ادا کرنے کا حق ہے۔

آیت 46 ارشاد فرمایا: **اور اے مسلمانو! اہلِ کتاب سے بحث نہ کرو مگر بہترین انداز پر۔** یعنی اے مسلمانو! جب تمہاری اہلِ کتاب سے بحث ہو تو بہترین انداز سے بحث کرو یعنی اچھے دلائل کے ساتھ کلام کرو، یونہی بحث کے دوران وہ سختی سے پیش آئیں تو تم نرمی سے پیش آؤ، وہ غصہ کریں تو تم بُردباری کا مظاہرہ کرو البتہ ان میں سے جو ظالم ہیں کہ زیادتی میں حد سے گزر گئے، نصیحت نہ مانی تو ان کے ساتھ سختی اختیار کرو۔ مزید فرمایا: **اور کہو: ہم اس پر ایمان لائے جو ہماری طرف نازل کیا گیا۔** یعنی جب اہلِ کتاب تم سے اپنی کتابوں کا کوئی مضمون بیان کریں تو ان سے کہو: ہم اس پر ایمان لائے جو ہماری طرف نازل کیا گیا اور جو تمہاری طرف نازل کیا گیا اور ہمارا اور تمہارا معبود ایک ہے اور وہ اللہ تعالیٰ ہے جس کا کوئی شریک نہیں اور ہم صرف اسی کے فرمانبردار ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) عیسائیوں،

وَكَذٰلِكَ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَيۡكَ الۡكِتٰبَ ؕ فَالَّذِيۡنَ اٰتَيۡنٰهُمُ الۡكِتٰبَ يُؤۡمِنُوۡنَ بِهٖ ۚ وَمِنۡ هٰٓؤُلَآءِ

اور اے حبیب! یونہی ہم نے تمہاری طرف کتاب نازل فرمائی تو وہ جنہیں ہم نے کتاب عطا فرمائی وہ اِس پر ایمان لاتے ہیں، اور کچھ اِن

مَنۡ يُّؤۡمِنُ بِهٖ ؕ وَمَا يَجۡحَدُ بِاٰيٰتِنَاۤ اِلَّا الۡكٰفِرُوۡنَ ﴿۴۷﴾ وَمَا كُنۡتَ تَتۡلُوۡا مِنۡ قَبۡلِهٖ مِنۡ

دوسروں میں سے ہیں جو اس پر ایمان لاتے ہیں، اور کافر ہی ہماری آیتوں کا انکار کرتے ہیں ○ اور اس سے پہلے تم کوئی کتاب نہ پڑھتے تھے

كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيۡنِكَ اِذًا لَّارۡتَابَ الۡمُبۡطِلُوۡنَ ﴿۴۸﴾ بَلۡ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِىۡ صُدُوۡرِ

اور نہ ہی اپنے دائیں ہاتھ سے اسے لکھتے تھے، (اگر ایسا ہوتا) تو اس وقت باطل والے ضرور شک کرتے ○ بلکہ وہ ان لوگوں کے سینوں میں روشن

یہودیوں اور دیگر کافروں کے ساتھ دینی اُمور میں بحث و مناظرہ کرنا ان علماء کا کام ہے جو باطل نظریات کا دلائل کے ساتھ رد اور اعتراضات کا تسلی بخش جواب دے سکیں۔ جو عالِم ایسی صلاحیت نہ رکھتا ہو اُسے اور عوام کو دینی اُمور میں بحث مباحثہ کرنا حرام ہے اور یہ کوشش ایمان کو سنگین خطرے پر پیش کرنے کے برابر ہے۔ (2) ہمارا ایمان قرآن کے علاوہ دیگر کتابوں پر بھی ہے لیکن عمل صرف قرآن پر ہے نیز دیگر کتابوں پر جو ایمان ہے وہ ان پر ہے جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائیں، موجودہ تحریف شدہ کتابوں پر نہیں بلکہ ان پر یوں ہے کہ اِن کتابوں میں جو اللہ تعالیٰ کا کلام ہے ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں۔

آیت 47 فرمایا کہ اے حبیب! ہم نے تمہاری طرف اسی طرح قرآن مجید نازل فرمایا جیسے اہلِ کتاب کی طرف تورات وغیرہ کتابیں اُتاری تھیں، تو وہ لوگ جنہیں ہم نے تورات عطا فرمائی اُن میں سے بھی کچھ لوگ اِس قرآن پر ایمان لاتے ہیں اور کچھ اِن مکہ والوں میں سے بھی ہیں جو اس پر ایمان لاتے ہیں اور وہ کافر ہی ہماری آیتوں کا انکار کرتے ہیں جو کفر میں انتہائی سخت ہیں۔ **اہم بات:** جُحُود اس انکار کو کہتے ہیں جو معرفت کے بعد ہو یعنی جان بوجھ کر انکار کرنا۔ یہودی خوب پہچانتے تھے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اللہ تعالیٰ کے سچّے نبی ہیں اور قرآن حق ہے، یہ جانتے ہوئے انہوں نے دشمنی کی وجہ سے انکار کیا۔

آیت 48 فرمایا: اے حبیب! اس قرآن کے نازِل ہونے سے پہلے آپ کوئی کتاب لکھتے پڑھتے نہ تھے۔ اگر پہلے سے لکھنا پڑھنا آپ کی عادت ہوتا تو اس وقت اہلِ کتاب ضرور شک کرتے اور کہتے کہ ہماری کتابوں میں آخری زمانے میں تشریف لانے والے نبی کی صفت تو یہ مذکور ہے کہ وہ اُمّی ہوں گے، لکھتے، پڑھتے نہیں ہوں گے جبکہ یہ تو سب کرتے ہیں، اس لئے یہ آخری نبی کیسے ہوسکتے ہیں۔ **اہم بات:** موجودہ زمانے کے غیر مسلم بھی بعض اوقات یہ اعتراض کرتے ہیں کہ مَعَاذَ اللہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے گزشتہ کتابوں کو سامنے رکھ کر قرآن لکھا ہے۔ ان کا یہ اعتراض خلافِ حقیقت ہے کیونکہ نزولِ قرآن سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے کسی کتاب کا مطالعہ نہ کرنا اور نہ لکھنا اعلانِ نبوت کے وقت سب کو معلوم تھا۔

آیت 49 ارشاد فرمایا: **بلکہ وہ روشن نشانیاں ہیں۔** اس آیت میں موجود ضمیر ''ھُوَ'' کا اشارہ قرآن مجید کی طرف ہو تو آیت کے معنی یہ ہیں: قرآنِ کریم، روشن آیتیں ہیں جو علماء اور حُفّاظ کے سینوں میں محفوظ ہیں۔ اور اگر ضمیر ''ھُوَ'' کا مَرجع سرکارِ دوعالَم صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہوں تو آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ سرورِ عالَم، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ان روشن نشانیوں والے ہیں جو ان لوگوں کے

الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ ۚ وَمَا يَجْحَدُ بِآيَاتِنَا إِلَّا الظَّالِمُونَ ﴿٤٩﴾ وَقَالُوا لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْهِ

نشانیاں ہیں جنہیں علم دیا گیا اور ہماری آیتوں کا انکار صرف ظالم لوگ کرتے ہیں ○ اور کفار نے کہا: اس پر اس کے رب کی طرف سے

آيَاتٌ مِّن رَّبِّهِ ۖ قُلْ إِنَّمَا الْآيَاتُ عِندَ اللَّهِ ۖ وَإِنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿٥٠﴾ أَوَلَمْ يَكْفِهِمْ

نشانیاں کیوں نہیں اتریں؟ تم فرماؤ: نشانیاں تو اللہ ہی کے پاس ہیں اور میں تو یہی صاف ڈر سنانے والا ہوں ○ اور کیا انہیں یہ بات کافی نہیں

ع ۵/ ۱ أَنَّا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَرَحْمَةً وَذِكْرَىٰ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿٥١﴾

کہ ہم نے تم پر کتاب اُتاری جو ان پر پڑھی جاتی ہے بیشک اس میں ایمان والوں کے لیے رحمت اور نصیحت ہے ○

قُلْ كَفَىٰ بِاللَّهِ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ شَهِيدًا ۖ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۗ وَالَّذِينَ

تم فرماؤ: میرے اور تمہارے درمیان اللہ کافی گواہ ہے، وہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور باطل پر

سینوں میں محفوظ ہیں جنہیں اہلِ کتاب میں سے علم دیا گیا کیونکہ وہ اپنی کتابوں میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نعت وصفت پاتے ہیں مزید فرمایا: **اور ہماری آیتوں کا انکار صرف ظالم لوگ کرتے ہیں۔** جیسا کہ یہودی جو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے سچے اور آخری رسول ہونے کو پہچان لینے کے بعد بھی آپ سے عناد کی وجہ سے آپ کے منکر ہوتے ہیں۔ **اہم بات:** علماء اور حُفّاظ کا بڑا ہی درجہ ہے کہ ان کے سینے قرآن کریم کے گنجینے ہیں۔ جس کاغذ پر قرآنِ مجید لکھا جائے وہ عظمت والا ہے تو جس سینے میں قرآنِ پاک ہو وہ بھی عظمت والا ہے۔

آیت 50 یہاں سے کفارِ مکہ کا ایک اعتراض ذکر کیا جارہا ہے، چنانچہ کفارِ مکہ نے کہا کہ اس نبی پر ان کے رب عزّوجلّ کی طرف سے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دستر خوان کی طرح نشانیاں کیوں نہیں اُتریں؟ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے حبیب! آپ ان کافروں سے ارشاد فرمادیں: نشانیاں تو اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہیں اور وہ حکمت کے مطابق جو نشانی چاہتا ہے نازل فرماتا ہے اور میری ذمہ داری یہ ہے کہ میں نافرمانی کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب کا صاف ڈر سنادوں اور میں اسی کا پابند ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے معجزات بے شمار ہیں، یہاں کفار کا اعتراض ان کی اپنی مطلوبہ نشانیوں کے بارے میں ہے جیسے پہاڑوں کو سونا بنادینا وغیرہ کہ یہ مطالبہ پورا نہ کیا گیا کیونکہ اس مطالبے کے پورا ہونے کے بعد بھی اگر وہ انکار کرتے تو سب ہلاک ہوجاتے تو اللہ تعالیٰ نے مطلوبہ معجزہ ظاہر نہ کرکے انہیں مہلت دی۔

آیت 51 ارشاد فرمایا: **اور کیا انہیں یہ بات کافی نہیں۔** اس آیت میں کفارِ مکہ کے اعتراض کا جواب دیا گیا اور آیت کا معنی یہ ہے کہ قرآنِ کریم معجزہ ہے، گزشتہ انبیاءِ کرام علیہم السلام کے معجزات سے زیادہ کامل اور حق کے طلبگار کو تمام نشانیوں سے بے نیاز کرنے والا ہے کیونکہ جب تک زمانہ ہے قرآنِ کریم باقی رہے گا اور دوسرے معجزات کی طرح ختم نہ ہوگا۔ اس پر ایمان نہ لانا انتہائی بد نصیبی ہے۔ **مزید فرمایا: بیشک** اس قرآن میں ایمان والوں کے لیے رحمت اور نصیحت ہے نہ کہ عناد کی وجہ سے انکار کرنے والوں کے لیے۔

آیت 52 فرمایا کہ اے حبیب! اگر آپ کی نبوت کا انکار کرنے والے لوگ قرآنِ پاک کے نازل ہونے کے بعد بھی آپ کی رسالت

Go to Index

اٰمَنُوۡا بِالۡبَاطِلِ وَ کَفَرُوۡا بِاللّٰہِ ۙ اُولٰٓئِکَ هُمُ الۡخٰسِرُوۡنَ ﴿۵۲﴾ وَ یَسۡتَعۡجِلُوۡنَکَ بِالۡعَذَابِ ؕ

ایمان لانے والے اور اللہ کے منکر ہی نقصان اٹھانے والے ہیں○ اور تم سے عذاب کی جلدی مچاتے ہیں

وَ لَوۡ لَاۤ اَجَلٌ مُّسَمًّی لَّجَآءَهُمُ الۡعَذَابُ ؕ وَ لَیَاۡتِیَنَّهُمۡ بَغۡتَةً وَّ هُمۡ لَا یَشۡعُرُوۡنَ ﴿۵۳﴾

اور اگر ایک مقررہ مدت نہ ہوتی تو ضرور ان پر عذاب آجاتا اور ضرور ان پر اچانک عذاب آئے گا اور انہیں خبر بھی نہ ہوگی○

یَسۡتَعۡجِلُوۡنَکَ بِالۡعَذَابِ ؕ وَ اِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِیۡطَةٌۢ بِالۡکٰفِرِیۡنَ ﴿۵۴﴾ۙ یَوۡمَ یَغۡشٰهُمُ الۡعَذَابُ مِنۡ فَوۡقِهِمۡ

تم سے عذاب کی جلدی مچاتے ہیں اور بیشک جہنم کافروں کو گھیرنے والی ہے○ جس دن عذاب انہیں ان کے اوپر سے

وَ مِنۡ تَحۡتِ اَرۡجُلِهِمۡ وَ یَقُوۡلُ ذُوۡقُوۡا مَا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۵۵﴾ یٰعِبَادِیَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنَّ

اور ان کے پاؤں کے نیچے سے ڈھانپ لے گا اور (اللہ) فرمائے گا: اپنے اعمال کا مزہ چکھو○ اے میرے مومن بندو! بیشک

کو تسلیم نہ کریں تو آپ ان سے فرمادیجئے کہ میرے اور تمہارے درمیان میری رسالت کے سچے ہونے اور تمہارے جھٹلانے پر اللہ تعالیٰ گواہ ہے، وہ آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کا علم رکھتا ہے اور جس کا علم جتنا کامل ہو اُس کی گواہی بھی اتنی ہی کامل ہوتی ہے اور یقیناً کامل ترین علم اللہ تعالیٰ کا ہے تو گواہی بھی اسی کی کامل ترین ہے اور یاد رکھو کہ باطل پر ایمان لانے والے اور اللہ تعالیٰ کے منکر ہی نقصان پانے والے ہیں۔

آیت 53 **شانِ نزول:** یہ آیت نضر بن حارث نامی کافر کے بارے میں نازل ہوئی جس نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے کہا تھا کہ ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش کروادو۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے حبیب! یہ کافر آپ سے جلد عذاب نازل ہونے کا مطالبہ کرتے ہیں اور اگر عذاب نازل ہونے کی خدا کی طے کردہ مدت نہ ہوتی تو ان کے مطالبہ کرتے ہی ضرور ان پر عذاب آجاتا لیکن چونکہ ایک مدت مقرر ہے تو اس کے مکمل ہونے پر ضرور ان پر اچانک عذاب آجائے گا اور انہیں خبر بھی نہ ہوگی۔

آیت 54،55 فرمایا: اے حبیب! یہ کفار آپ سے جلد عذاب نازل ہونے کا مطالبہ کررہے ہیں حالانکہ جہنم کافروں کو اُس دن گھیرے ہوئے ہوگی جس دن عذاب کافروں کو ان کے اوپر سے اور ان کے پاؤں کے نیچے سے یعنی ہر طرف سے ڈھانپ لے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ اے کافرو! اب تم دنیا میں اپنے کئے ہوئے اعمال کی سزا کا مزہ چکھو۔

آیت 56 **شانِ نزول:** یہ آیت مکہ مکرمہ میں موجود ان کمزور مسلمانوں کے حق میں نازل ہوئی جنہیں وہاں رہ کر اپنے اسلام کو ظاہر کرنے میں دشواریاں تھیں اور وہ انتہائی تنگی میں تھے، انہیں حکم دیا گیا کہ میری بندگی ضروری ہے، یہاں رہ کر نہیں کرسکتے تو مدینہ شریف کی طرف ہجرت کرجاؤ، وہ وسیع ہے اور وہاں امن ہے۔ **اہم بات:** جب مومن کو کسی سرزمین میں اپنے دین پر قائم رہنا اور عبادت کرنا دشوار ہو تو اس پر لازم ہے کہ وہ ایسی سرزمین کی طرف ہجرت کرجائے جہاں اپنے دین کی حفاظت اور دین پر عمل کرسکے۔

اَرْضِیْ وَاسِعَةٌ فَاِیَّایَ فَاعْبُدُوْنِ ﴿٥٦﴾ كُلُّ نَفْسٍ ذَآىِٕقَةُ الْمَوْتِ ۫ ثُمَّ اِلَیْنَا تُرْجَعُوْنَ ﴿٥٧﴾

میری زمین وسیع ہے تو میری ہی بندگی کرو ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے پھر ہماری ہی طرف تم پھیرے جاؤ گے

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا

اور بیشک جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے ضرور ہم انہیں جنت کے بالا خانوں پر جگہ دیں گے جن کے نیچے نہریں بہتی

الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ ﴿٥٨﴾ الَّذِیْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰی رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ ﴿٥٩﴾

ہوں گی ہمیشہ ان میں رہیں گے، عمل کرنے والوں کیلئے کیا ہی اچھا اجر ہے وہ جنہوں نے صبر کیا اور اپنے رب ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں

وَكَاَیِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا ۖۗ اَللّٰهُ یَرْزُقُهَا وَاِیَّاكُمْ ۖؗ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿٦٠﴾

اور زمین پر کتنے ہی چلنے والے ہیں جو اپنی روزی ساتھ اٹھائے نہیں پھرتے (بلکہ) اللہ (ہی) انہیں اور تمہیں روزی دیتا ہے اور وہی سننے والا، جاننے والا ہے

وَلَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَیَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۚ

اور اگر تم ان سے پوچھو کہ آسمان اور زمین کس نے بنائے اور سورج اور چاند کو کس نے کام میں لگایا تو ضرور کہیں گے: ”اللہ نے“

آیت 57 ارشاد فرمایا کہ ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے اور اس دارِفانی کو چھوڑنا ہی ہے، پھر مرنے کے بعد ثواب و عذاب اور اعمال کی جزا کے لئے ہماری ہی طرف تم لوگ پھیرے جاؤ گے۔

آیت 58 ارشاد فرمایا کہ بیشک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے جن میں یہ ہجرت کرنا بھی داخل ہے تو ضرور ہم انہیں جنت کے ایسے بالا خانوں پر جگہ دیں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے اور اچھے عمل کرنے والوں کیلئے یہ کیا ہی اچھا اجر ہے۔

آیت 59 فرمایا کہ اچھے عمل کرنے والے وہ لوگ ہیں جنہوں نے آزمائشوں پر صبر کیا، مشرکین کی ایذائیں برداشت کیں اور ہجرت کر کے دین کی خاطر وطن بھی چھوڑ دیا مگر دینِ اسلام کو نہ چھوڑا اور یہ لوگ ایسے ہیں کہ اپنے تمام کاموں میں اللہ تعالیٰ پر ہی بھروسہ رکھتے ہیں۔

آیت 60 **شانِ نزول:** مکہ مکرمہ میں ایمان والوں کو مشرکین ایذائیں دیتے رہتے تھے۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اُن سے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کرنے کا فرمایا تو اُن میں سے بعض نے عرض کی: ہم مدینہ شریف کیسے چلے جائیں، نہ وہاں ہمارا گھر ہے نہ مال، وہاں ہمیں کون کھلائے اور پلائے گا؟ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ بہت سے جاندار ایسے ہیں جو اپنی روزی ساتھ نہیں رکھتے اور نہ ہی وہ اگلے دن کے لئے کوئی ذخیرہ جمع کرتے ہیں جیسا کہ چوپائے اور پرندے، اللہ تعالیٰ ہی انہیں اور تمہیں روزی دیتا ہے لہٰذا تم جہاں بھی ہوگے وہی تمہیں روزی دے گا تو پھر یہ کیوں پوچھ رہے ہو کہ ہمیں کون کھلائے اور پلائے گا؟ اور وہی تمہارے اقوال کو سننے والا اور تمہارے دلوں کی بات کو جاننے والا ہے۔ **درس:** حکمِ خدا پر عمل کرنے میں اپنے رزق کی فکر نہیں کرنی چاہئے بلکہ ساری مخلوق کو رزق دینے والے رب تعالیٰ پر بھروسہ رکھنا چاہئے۔ وہ اپنے نافرمان کو بھی رزق سے محروم نہیں کرتا تو فرمانبردار پر اپنے رزق کے دروازے کیوں بند کرے گا؟

آیت 61 فرمایا کہ اے حبیب! اگر آپ اِن کفارِ مکہ سے پوچھیں کہ تمام آسمان اور زمینیں کس نے بنائیں؟ اور سورج اور چاند کو کس

فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۶۱﴾ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ ؕ

توکہاں الٹے پھرے جاتے ہیں؟○ اللہ اپنے بندوں میں جس کے لیے چاہتا ہے رزق وسیع کردیتا ہے اور تنگ کردیتا ہے جس کیلئے چاہے،

اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۶۲﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ

بیشک اللہ سب کچھ جاننے والا ہے○ اور اگر تم ان سے پوچھو کہ کس نے آسمان سے پانی اُتارا پھر اس کے ذریعے زمین کو

الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۶۳﴾ ع ۲

مردہ ہونے کے بعد زندہ کیا؟ ضرور کہیں گے: اللہ نے۔تم فرماؤ: سب تعریفیں اللہ کیلئے ہیں، بلکہ ان میں اکثر نہیں سمجھتے○

وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ ؕ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ۘ وقف لازم

اور یہ دنیا کی زندگی تو صرف کھیل کود ہے اور بیشک آخرت کا گھر ضرور وہی سچی زندگی ہے۔ کیا ہی اچھا تھا

لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۴﴾ فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ۬

اگروہ (یہ) جانتے○ پھر جب لوگ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ کو پکارتے ہیں اس حال میں کہ اسی کے لئے دین کو خالص کرتے ہیں

نے کام میں لگایا تو وہ ضرور جواب دیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے۔تو اس اقرار کے باوجود یہ لوگ کہاں الٹے پھرے جاتے اور خدا کی وحدانیّت سے مُنْحَرِف ہیں؟

آیت 62 ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں خواہ وہ مومن ہوں یا کافر، جس کے لیے چاہتا ہے رزق وسیع اور تنگ کردیتا ہے، بیشک اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا ہے، اسے معلوم ہے کہ کسے امیر یا غریب بنانا ہے؟ اور کب اور کیوں بنانا ہے؟

آیت 63 ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! اگر آپ عرب کے مشرکوں سے یہ پوچھیں کہ کس نے آسمان سے پانی اتارا، پھر اس کے ذریعے خشک زمین سے کھیتی، نباتات اور درخت اُگا کر اسے سرسبز کیا؟ وہ ضرور اقرار کریں گے کہ اللہ تعالیٰ نے پانی نازل فرما کر زمین کو سرسبز کیا۔اے حبیب! آپ کہہ دیں کہ سب تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں جس نے حق کو ایسا بنایا کہ باطل پرست اسکا انکار کرنے کی جرأت نہیں کرسکتے لیکن ان کافروں میں اکثر بے عقل ہیں کہ اقرار کے باوجود اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت کے منکر ہیں۔

آیت 64 ارشاد فرمایا کہ یہ دنیا کی زندگی تو صرف کھیل کود ہے، جیسے بچے گھڑی بھر کھیل میں دل لگاتے ہیں، پھر اس سب کو چھوڑ کر چل دیتے ہیں یہی حال دنیا کا ہے کہ موت کے ساتھ انتہائی تیزی کے ساتھ زائل ہونے والی ہے، تو دنیا کی زندگی فانی ہے جبکہ آخرت کا گھر ہی یقیناً سچی دائمی زندگی ہے جس میں موت نہیں اور زندگانی کہلانے کے لائق بھی وہی ہے۔اگر مشرک دنیا و آخرت میں فرق کی حقیقت جانتے، تو فانی دنیا کو آخرت کی ہمیشہ رہنے والی زندگی پر ترجیح نہ دیتے۔

آیت 65،66 زمانۂ جاہلیّت کے لوگ بحری سفر کرتے وقت بتوں کو ساتھ لے جاتے تھے، دورانِ سفر جب ہوا مخالف چلتی اور کشتی

Go to Index

فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿٦٥﴾ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ۚۙ وَلِيَتَمَتَّعُوْا ۠

پھر جب وہ انہیں خشکی کی طرف بچا کر لاتا ہے تو اس وقت شرک کرنے لگتے ہیں○ تاکہ ہماری دی ہوئی نعمت کی ناشکری کریں اور تاکہ وہ فائدہ اٹھالیں

فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿٦٦﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّيُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ

تو عنقریب جان لیں گے○ اور کیا انہوں نے یہ نہ دیکھا کہ ہم نے حرمت والی زمین، امن وامان والی بنائی اور ان کے آس پاس والے لوگ

حَوْلِهِمْ ؕ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَكْفُرُوْنَ ﴿٦٧﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى

اچک لیے جاتے ہیں۔تو کیا وہ باطل پر یقین کرتے ہیں اور اللہ کی نعمت کی ناشکری کرتے ہیں○ اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر

عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهٗ ؕ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿٦٨﴾

جھوٹ باندھے یا حق کو جھٹلائے جب وہ اس کے پاس آئے؟ کیا کافروں کیلئے جہنم میں ٹھکانہ نہیں؟○

ڈوب جانے کا خطرہ پیدا ہو جاتا تو وہ لوگ بتوں کو دریا میں پھینک دیتے اور یاربّ! یاربّ! پکارنے لگتے لیکن امن پانے کے بعد پھر اسی شرک کی طرف لوٹ جاتے۔ ان کی اس حماقت کے متعلق فرمایا کہ جب کافر لوگ کشتی میں سوار ہوتے ہیں اور مخالف ہوا کی وجہ سے ڈوبنے کا اندیشہ ہوتا ہے تو اس وقت بتوں کو چھوڑ کر خدا کو پکارتے ہیں، کیونکہ جانتے ہیں کہ اس مصیبت سے صرف اللہ تعالیٰ ہی نجات دے گا، پھر جب اللہ تعالیٰ انہیں ڈوبنے سے بچا کر خشکی کی طرف لاتا ہے تو دوبارہ شرک کرنے لگ جاتے ہیں تاکہ ہماری دی ہوئی نعمتوں کی ناشکری کریں اور زندگی کے مزے اٹھالیں تو عنقریب وہ اپنے کردار کا نتیجہ جان لیں گے۔

آیت 67 ارشاد فرمایا کہ کیا مکہ والوں نے یہ نہ دیکھا کہ ہم نے ان کے شہر مکہ مکرمہ کی زمین امن وامان والی بنائی کہ وہ اس میں بے خوف وخطر رہتے ہیں جبکہ اُن کے آس پاس کے لوگ قتل اور گرفتار کئے جاتے ہیں۔ اِس امن کی نعمت پر تو انہیں اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے لیکن ان کی حالت یہ ہے کہ باطل یعنی بتوں پر ایمان رکھتے اور اللہ کی نعمت یعنی محمد مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور اسلام کا انکار کرتے ہیں۔

آیت 68 ارشاد فرمایا کہ اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے اور اس کے لئے شریک ٹھہرائے یا جب اس کے پاس حق آئے تو وہ اس کو جھٹلا دے اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نبوت اور قرآن کو نہ مانے؟ بیشک ایسے ظالموں اور حق کے منکروں کا ٹھکانا جہنم ہی ہے۔ **اہم بات:** (1) اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے کی بہت سی صورتیں ہیں، ان میں سے تین صورتیں یہ ہیں: (١) کافر کا بت پرستی کرکے یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے اسی کا حکم دیا ہے۔ (٢) نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرنا اور کہنا کہ مجھے خدا نے نبی بنایا ہے جیسا مرزا قادیانی نے کیا۔ (٣) غلط مسئلہ بیان کرکے کہنا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے وغیرہ وغیرہ سب اللہ پر جھوٹ باندھنا ہے۔

وَ الَّذِیۡنَ جَاہَدُوۡا فِیۡنَا لَنَہۡدِیَنَّہُمۡ سُبُلَنَا ؕ وَ اِنَّ اللّٰہَ لَمَعَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ ﴿۶۹﴾ ع ۷ ۳

اور جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انہیں اپنے راستے دکھادیں گے اور بیشک اللہ نیکوں کے ساتھ ہے ○

اٰیاتھا ۶۰ ۳۰ سُوۡرَۃُ الرُّوۡمِ مَکِّیَّۃٌ ۸۴ رکوعاتھا ۶

سورۂ روم مکیہ ہے، اس میں ساٹھ آیتیں اور چھ رکوع ہیں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

آیت 69 ارشاد فرمایا: **اور جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی۔** آیت کے اس حصے کے معنی بہت وسیع ہیں، یہاں چار معنی ملاحظہ ہوں: (1) جنہوں نے ہماری اطاعت کرنے میں کوشش کی ہم ضرور انہیں اپنے ثواب کے راستے دکھا دیں گے۔ (2) جو لوگ توبہ کرنے میں کوشش کریں گے ہم ضرور انہیں اخلاص کے راستے دکھا دیں گے۔ (3) جو لوگ علم حاصل کرنے میں کوشش کریں گے ہم ضرور انہیں عمل کی راہیں دکھا دیں گے۔ (4) جو سنّت کو قائم کرنے میں کوشش کریں گے ہم انہیں جنت کے راستے دکھا دیں گے۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہ آیتِ کریمہ شریعت و طریقت کی جامع ہے یعنی جو توبہ میں کوشش کریں گے انہیں اِخلاص کی، جو طلبِ علم میں کوشاں ہوں گے انہیں عمل کی، جو اِتّباعِ سنت میں کوشش کریں گے انہیں جنت کی راہ دکھا دیں گے۔ حق تعالیٰ تک پہنچنے کے اتنے راستے ہیں جتنے تمام مخلوق کے سانس ہیں۔ آخر میں ارشاد فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کے ساتھ ہے کہ دنیا میں ان کی مدد و نصرت فرماتا ہے اور آخرت میں انہیں مغفرت اور ثواب سے سرفراز فرمائے گا۔

سورۂ روم کا تعارف یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں 6 رکوع اور 60 آیتیں ہیں۔ روم عیسائیوں کی مملکت کا نام ہے، اور اس سورت کی ابتدائی آیات میں یہ غیبی خبر دی گئی ہے کہ ابھی تو رومی مغلوب ہو گئے ہیں لیکن عنقریب چند سالوں میں وہ مجوسیوں پر غالب آجائیں گے، اس مناسبت سے اس کا نام ''سورۂ روم'' رکھا گیا۔ **مضامین:** اس سورت کی ابتدا ایک غیبی خبر سے کی گئی ہے کہ رومی ایرانیوں سے مغلوب ہونے کے بعد چند سالوں میں اللہ تعالیٰ کی مدد سے ایرانیوں پر غالب آجائیں گے۔ قرآن پاک کی دی ہوئی یہ خبر پوری ہوئی اور یہ غیبی خبر نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نبوت پر زبردست دلیل ہے۔ مزید اس سورت میں کفار کے علم کی حد بیان کی گئی اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت وقدرت پر دلائل دیئے گئے۔ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے، قیامت قائم ہونے، نیک اعمال کرنے والے مسلمانوں کی جزا اور آخرت کا انکار کرنے والے کفار کی سزا کا بیان کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں بیان کی گئیں۔ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور مسلمانوں کو دینِ اسلام پر قائم رہنے کی تاکید فرمائی گئی۔ یہ بتایا گیا ہے کہ اسلام دینِ فطرت ہے اور جو اس دین سے ہٹے گا وہ فطرت سے ہٹ جائے گا۔ رشتہ داروں، مسکینوں اور مسافروں پر صدقہ کرنے اور سود سے بچنے اور حلال طریقوں سے مال میں اضافہ کرنے اور زکوٰۃ کے ذریعے اپنے مالوں کو پاک کرنے کا حکم دیا گیا۔ کفار کے ایمان لانے سے اِعراض کرنے پر نبیِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو تسلی دی گئی۔

الٓمّٓ ۚ ﴿۱﴾ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۙ ﴿۲﴾ فِیْۤ اَدْنَی الْاَرْضِ وَ هُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَیَغْلِبُوْنَ ۙ ﴿۳﴾ فِیْ

ا لٓمّٓ ○ رومی مغلوب ہوگئے ○ قریب کی زمین میں اور وہ اپنی شکست کے بعد عنقریب غالب آجائیں گے ○ چند

بِضْعِ سِنِیْنَ ؕ۬ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَ مِنْۢ بَعْدُ ؕ وَ یَوْمَىٕذٍ یَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ ﴿۴﴾ بِنَصْرِ اللّٰهِ ؕ

سالوں میں۔ پہلے اور بعد حکم اللہ ہی کا ہے اور اس دن ایمان والے خوش ہوں گے ○ اللہ کی مدد سے۔

آیت 1 یہ حروفِ مُقَطَّعات میں سے ایک حرف ہے، اس کی مراد اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

آیت 2 **شانِ نزول:** ایران اور روم کے درمیان جنگ جاری تھی اور چونکہ ایران کے رہنے والے مجوسی تھے، اس لئے عرب کے مشرکین اُن کا غلبہ پسند کرتے تھے جبکہ رومی اہلِ کتاب تھے، اس لئے مسلمانوں کو اُن کا غلبہ اچھا معلوم ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ ایران کے بادشاہ نے رومیوں سے جنگ کرنے کے لئے اپنا لشکر بھیجا تو روم کے بادشاہ نے بھی اسکے مقابلے کے لئے لشکر بھیج دیا۔ شام کی سرزمین کے قریب جب ان لشکروں کا آپس میں مقابلہ ہوا تو ایرانی لشکر رومی فوجیوں پر غالب آگیا اور انہیں شکست دے دی۔ مسلمانوں نے جب یہ خبر سنی تو انہیں بہت گراں گزری جبکہ کفارِ مکہ اس سے خوش ہو کر مسلمانوں سے کہنے لگے کہ تم بھی اہلِ کتاب ہو اور عیسائی بھی اہلِ کتاب ہیں اور ہم بھی اُمّی ہیں اور فارس والے بھی اُمّی ہمارے بھائی یعنی فارس والے تمہارے بھائیوں یعنی رومیوں پر غالب آگئے ہیں اور جب ہماری تمہاری جنگ ہوگی تو ہم بھی تم پر غالب آجائیں گے۔ اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں اور اِن میں خبر دی گئی کہ چند سال میں پھر رومی فارس والوں پر غالب آجائیں گے اور یہ غیبی خبر سیّد المرسَلین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم کی نبوت صحیح ہونے اور قرآنِ کریم کے اللہ تعالیٰ کا کلام ہونے کی روشن دلیل ہے۔ **اہم بات:** جب یہ آیتیں نازل ہوئیں تو انہیں سن کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کفارِ مکہ میں جاکر اعلان کر دیا کہ اے مکہ والو! تم اس وقت کی جنگ کے نتیجے سے خوش مت ہو، ہمیں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے رومیوں کے غلبے کی خبر دے دی ہے، خدا کی قسم! رومی ضرور فارس والوں پر غلبہ پائیں گے۔ سات سال کے بعد اس خبر کی سچائی ظاہر ہوئی رومی فارس والوں پر غالب آگئے۔

آیت 3-5 ان تین آیات میں تین باتیں بیان کی گئی ہیں: (1) شام کی اس سرزمین میں رومی مغلوب ہوگئے جو فارس سے قریب تر ہے اور رومی اپنی شکست کے بعد عنقریب چند سالوں میں ایرانیوں پر غالب آجائیں گے جن کی حد 9 سال ہے۔ مشہور روایت کے مطابق رومیوں کے مغلوب ہونے کے سات سال بعد ہی رومی ایرانیوں پر غالب آگئے تھے۔ (2) اللہ ہی کا حکم ہے۔ یعنی رومیوں کے غلبہ سے پہلے بھی اور اس کے بعد بھی اللہ تعالیٰ ہی کا حکم چل رہا ہے۔ مراد یہ ہے کہ پہلے فارس والوں کا غلبہ ہونا اور دوبارہ رومیوں کا غالب ہو جانا یہ سب اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی قضا و قدر سے ہے کیونکہ مغلوب کمزور ہوتا ہے اور کمزوری کے بعد دوبارہ غالب آجانا اس بات کی دلیل ہے کہ اس کا غلبہ اس کی صرف اپنی طاقت کے بل بوتے پر نہیں کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو وہ پہلی بار ہی مغلوب نہ ہوتا۔ (3) جب رومی ایرانیوں پر غالب آئیں گے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے غلبے کا جو وعدہ فرمایا ہے وہ پورا ہوگا تو اس دن ایمان والے اللہ تعالیٰ کی مدد سے خوش ہوں گے کہ اُس نے کتابیوں کو غیر کتابیوں پر غلبہ دیا۔

يَنۡصُرُ مَنۡ يَّشَآءُ ؕ وَهُوَ الۡعَزِيۡزُ الرَّحِيۡمُ ۙ﴿۵﴾ وَعۡدَ اللّٰهِ ؕ لَا يُخۡلِفُ اللّٰهُ وَعۡدَهٗ وَ

وہ جس کی چاہے مدد کرتا ہے اور وہی غالب، مہربان ہے○ اللہ کا وعدہ ہے۔ اللہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا

لٰكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۶﴾ يَعۡلَمُوۡنَ ظَاهِرًا مِّنَ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا ۖۚ وَهُمۡ عَنِ الۡاٰخِرَةِ

لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں○ آنکھوں کے سامنے کی دنیوی زندگی کو جانتے ہیں اور وہ آخرت سے

هُمۡ غٰفِلُوۡنَ ﴿۷﴾ اَوَلَمۡ يَتَفَكَّرُوۡا فِىۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ ۗ مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ وَمَا بَيۡنَهُمَاۤ

بالکل غافل ہیں○ کیا انہوں نے اپنے دلوں میں غور وفکر نہیں کیا کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے

اِلَّا بِالۡحَـقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ وَاِنَّ كَثِيۡرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَآئِ رَبِّهِمۡ لَـكٰفِرُوۡنَ ﴿۸﴾ اَوَلَمۡ يَسِيۡرُوۡا

سب کو حق اور ایک مقررہ مدت کے ساتھ پیدا کیا اور بیشک بہت سے لوگ اپنے رب سے ملنے کے منکر ہیں○ اور کیا انہوں نے

فِى الۡاَرۡضِ فَيَنۡظُرُوۡا كَيۡفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ ؕ كَانُوۡۤا اَشَدَّ مِنۡهُمۡ قُوَّةً وَّ

زمین میں سفر نہ کیا کہ دیکھتے کہ ان سے پہلے لوگوں کا انجام کیسا ہوا؟ وہ ان سے زیادہ طاقتور تھے اور

آیت 6 فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے رومیوں کے فارس والوں پر غالب آنے کا وعدہ فرمایا ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا، اس کا کلام سچا ہے اور اس کا جھوٹ بولنا قطعی طور پر محال ہے، لیکن اکثر کفار خدا کی صداقت سے بے علم ہیں۔

آیت 7 اس آیت میں کفار کے علم کی حد بیان کی گئی کہ وہ لوگ بس اپنے معاشی معاملات کے بارے جانتے ہیں کہ کام کیسے کئے جائیں، کس طرح تجارت کی جائے اور کس وقت باغبانی اور کاشتکاری اور کٹائی کی جائے، جبکہ وہ اپنی آخرت سے بالکل غافل ہیں اور نہ ہی اس میں کوئی غور وفکر کرتے ہیں۔ **درس:** اس آیت میں کفار کی جو علمی اور عملی حالت بیان کی گئی اسے سامنے رکھتے ہوئے غور کیا جائے تو فی زمانہ عمومی طور پر عام مسلمانوں کی علمی اور عملی حالت بھی ایسی ہی نظر آتی ہے کہ یہ مال کمانے کے نت نئے طریقے اور ذرائع تو بہت اچھی طرح جانتے ہیں اور اس میں جائز ناجائز کی بھی پرواہ نہیں کرتے جبکہ اپنی آخرت کے معاملے میں انتہائی غفلت کا شکار نظر آتے ہیں۔

آیت 8 ارشاد فرمایا کہ کفارِ مکہ کی نظر صرف دُنیوی زندگی کی زیب وزینت پر ہے اور وہ اپنے دلوں میں غور وفکر نہیں کرتے، اگر وہ ایسا کرتے تو جان لیتے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان، زمین اور جو مخلوقات ان کے درمیان ہے، ان سب کو بیکار نہیں بنایا بلکہ ان میں بے شمار حکمتیں رکھی ہیں تاکہ لوگ ان میں غور وفکر کرکے انہیں بنانے والے کے وجود اور اس کی وحدانیَّت پر اِستدلال کریں اور اس کی قدرت و صفات کو پہچانیں اور اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کے فنا ہونے کے لیے ایک مدت یعنی روزِ قیامت مُعَیَّن کردی ہے۔ بیشک بہت سے لوگ آخرت سے غافل ہونے اور آخرت کی معرفت دلانے والی چیزوں میں غور وفکر نہ کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے اعمال کے حساب، ان کی جزا اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کے منکر ہیں۔

آیت 9 فرمایا کہ کیا اللہ تعالیٰ کو جھٹلانے والے اور آخرت سے غافل کفار نے زمین میں سفر نہیں کیا تاکہ وہ دیکھ لیتے کہ ان سے

اَثَارُوا الْاَرْضَ وَعَمَرُوْهَآ اَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْهَا وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ؕ

انہوں نے زمین میں ہل چلائے اور اُنہوں نے زمین کو اُس سے زیادہ آباد کیا جتنا اِنہوں نے آباد کیا ہے اور اُن کے رسول اُن کے پاس روشن نشانیاں لائے

فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ؕ ۹ ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ

تو اللہ کی یہ شان نہ تھی کہ ان پر ظلم کرتا ہاں وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے ○ پھر برائی کرنے والوں کا انجام

الَّذِيْنَ اَسَآءُوا السُّوْٓاٰى اَنْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَكَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ ع ۱۰ اَللّٰهُ يَبْدَؤُا

سب سے برا ہوا کیونکہ انہوں نے اللہ کی آیتوں کو جھٹلایا اور وہ ان آیتوں کا مذاق اڑاتے تھے ○ اللہ پہلے بناتا ہے

الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۱۱ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُبْلِسُ الْمُجْرِمُوْنَ ۱۲

پھر وہ دوبارہ بنائے گا پھر اس کی طرف تم پھیرے جاؤ گے ○ اور جس دن قیامت قائم ہو گی مجرم مایوس ہو جائیں گے ○

پہلے رسولوں کو جھٹلانے والے لوگوں کا انجام کیا ہوا رسولوں کو جھٹلانے کی وجہ سے انہیں ہلاک کر دیا گیا اور اب ان کے اجڑے ہوئے دیار اور ان کی ہلاکت و بربادی کے آثار عبرت کا سامان ہیں۔ ان قوموں کا حال یہ تھا کہ وہ لوگ اہلِ مکہ سے زیادہ طاقتور تھے اور انہوں نے زمین میں ہل چلائے اور زمین کو اُس سے زیادہ آباد کیا جتنا اِن اہلِ مکہ نے آباد کیا ہے، لیکن جب اُن کے رسول اُن کے پاس روشن نشانیاں لے کر آئے تو وہ اُن پر ایمان نہ لائے، اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں ہلاک کر دیا اور اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہ تھی کہ وہ انہیں جرم کے بغیر ہلاک کر کے ان پر ظلم کرتا، ہاں رسولوں کی تکذیب کرنے کی وجہ سے اپنے آپ کو عذاب کا مستحق بنا کر وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔

آیت 10 آیت کے دو معنی ہیں: (1) گناہوں کا اِرتکاب کرتے رہنے والوں کا انجام یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی، حتّٰی کہ برے اعمال کی وجہ سے وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلانے لگے اور ان آیتوں کا مذاق اڑانے لگ گئے۔ (2) وہ لوگ جنہوں نے برے اعمال کئے (یعنی کفر کیا تو) ان کا انجام سب سے برا ہوا کہ دنیا میں انہیں (عذاب نازل کر کے) ہلاک کیا گیا اور آخرت میں ان کے لئے جہنم ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے رسولوں پر نازل ہونے والی آیتوں کو جھٹلایا اور وہ ان آیتوں کا مذاق اڑاتے تھے۔

درس: اس آیت کی پہلی تفسیر سے یہ بھی اشارتاً معلوم ہوتا ہے کہ برے اعمال پر اِصرار کی وجہ سے ایمان کمزور ہو جاتا ہے اور انسان بد عقیدگی اور کفر میں جا پڑتا ہے۔

آیت 11 فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کو پہلی بار پیدا فرماتا ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک اور مددگار نہیں، بلکہ اس نے اکیلے ہی اپنی قدرتِ کاملہ سے مخلوق کو پیدا فرمایا ہے، پھر وہ اسے فنا کرنے کے بعد (قیامت کے دن) دوبارہ نئے سرے سے اسی طرح درست بنائے گا جیسے پہلی بار بنایا تھا، پھر دوبارہ بننے کے بعد تمام مخلوق اسی کی طرف لوٹائی جائے گی اور سب کو جمع کیا جائے گا تاکہ ان کے درمیان فیصلہ کیا جائے اور اللہ تعالیٰ برائی کرنے والوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دے گا اور نیکی کرنے والوں کو نہایت اچھا صلہ عطا فرمائے گا۔

آیت 12 جس دن قیامت قائم ہو گی تو مجرموں کو کسی نفع اور بھلائی کی امید باقی نہ رہے گی اور وہ خاموش رہ جائیں گے کیونکہ اُن کے

وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ مِّنْ شُرَكَآئِهِمْ شُفَعٰٓؤُا وَكَانُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ كٰفِرِيْنَ ﴿۱۳﴾ وَيَوْمَ تَقُوْمُ

اور ان کے شریک ان کے سفارشی نہ ہوں گے اور وہ اپنے شریکوں سے منکر ہو جائیں گے ○ اور جس دن قیامت

السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّتَفَرَّقُوْنَ ﴿۱۴﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَهُمْ فِيْ رَوْضَةٍ

قائم ہو گی اس دن لوگ الگ ہو جائیں گے ○ تو وہ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے تو وہ (جنت کے) باغ میں

يُّحْبَرُوْنَ ﴿۱۵﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآئِ الْاٰخِرَةِ فَاُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ

خوش رکھے جائیں گے ○ اور جو کافر ہوئے اور انہوں نے ہماری آیتوں اور آخرت کے ملنے کو جھٹلایا تو وہ عذاب میں

مُحْضَرُوْنَ ﴿۱۶﴾ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ

حاضر کئے جائیں گے ○ تو اللہ کی پاکی بیان کرو جب شام کرو اور جب صبح کرو ○ اور اسی کیلئے تعریف ہے آسمانوں

پاس پیش کرنے کے قابل کوئی حجت نہ ہوگی۔ **اہم بات:** یہاں آیت میں مجرموں سے مراد مشرکین ہیں۔

آیت 13 مشرکین جن بتوں کو پوجتے تھے وہ قیامت کے دن ان کی سفارش کر کے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہ بچائیں گے اور مشرکین اپنے معبودوں سے مایوس ہو کر ان کا انکار کر دیں گے اور ان سے براءت کا اظہار کریں گے۔

آیت 14 ارشاد فرمایا کہ جس دن قیامت قائم ہوگی اس دن مسلمان اور کافر الگ الگ ہو جائیں گے کہ آئندہ پھر کبھی جمع نہ ہوں گے اس طرح کہ حساب کے بعد اہلِ جنت کو جنت میں داخل کیا جائے گا اور کفار کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

آیت 15 فرمایا کہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے تو جنت کے باغات میں ان کا اِکرام کیا جائے گا جس سے وہ خوش ہوں گے۔ یہ خاطر داری جنتی نعمتوں کے ساتھ ہو گی اور یونہی انہیں طَرب اَنگیز یعنی شادمانی کے نغمات سنائے جائیں گے جو اللہ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی کی تسبیح پر مشتمل ہوں گے۔ **اہم بات:** جو لوگ دنیا میں گانے باجے سننے سے بچنے والے اور لَہو ولَعب اور آلاتِ موسیقی سے دور رہنے والے ہوں گے تو ان خوش نصیب حضرات کو جنت میں شادمانی کے نغمات سنائے جائیں گے۔

آیت 16 فرمایا کہ جو لوگ کافر ہوئے اور انہوں نے ہماری آیتوں اور آخرت کے دن دوبارہ زندہ کئے جانے اور حساب و جزا کا انکار کیا تو وہ عذاب میں داخل کئے جائیں گے اور اس میں نہ تخفیف ہوگی اور نہ وہ اس سے کبھی نکلیں گے۔

آیت 17 ارشاد فرمایا: **تو اللہ کی پاکی بیان کرو۔** اس کا معنی یہ ہے کہ اے عقل مندو! جب تم نے نیک اعمال کرنے والے مومنوں کو ملنے والا ثواب اور نعمتیں یونہی جھٹلانے والے کفار کو ہونے والے عذاب کے بارے میں جان لیا تو تم صبح شام تسبیح بیان کرو۔ یہاں تسبیح کے متعلق ایک قول یہ ہے کہ نماز مراد ہے اور **"جب شام کرو اور جب صبح کرو"** میں تین نمازوں کا بیان ہوا، شام میں مغرب اور عشاء کی نمازیں آگئیں جبکہ صبح میں نمازِ فجر آگئی۔

آیت 18 ارشاد فرمایا: آسمانوں اور زمین میں اسی کے لیے تعریف ہے اور ان میں رہنے والے اسی کی حمد و ثنا بیان کرتے ہیں۔ مزید فرمایا: **اور جب دن کا کچھ حصہ باقی ہو اور جب تم دوپہر کرو۔** آیت کے اس حصے کا ایک معنی یہ ہے کہ جب کچھ دن باقی ہو اور جب تم

وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ

اور زمین میں اور اس وقت جب دن کا کچھ حصہ باقی ہو اور جب تم دوپہر کرو ○ وہ زندہ کو بے جان سے نکالتا ہے اور بے جان کو زندہ سے نکالتا ہے

مِنَ الْحَيِّ وَيُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ﴿۱۹﴾ ع وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَكُمْ

اور زمین کو اس کے مردہ ہونے کے بعد زندہ کرتا ہے اور یوں ہی تم نکالے جاؤ گے ○ اور اس کی نشانیوں سے ہے کہ اس نے تمہیں

مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَآ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ

مٹی سے پیدا کیا پھر جبھی تم انسان ہو جو دنیا میں پھیلے ہوئے ہو ○ اور اس کی نشانیوں سے ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس سے

دوپہر کرو تو اس وقت تسبیح کرو۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ جب کچھ دن باقی ہو اور جب تم دوپہر کرو تو اس وقت نماز ادا کرو۔ اس میں نمازِ عصر اور نمازِ ظہر کا بیان ہوا۔ **اہم بات:** نماز کے لئے یہ پانچ اَوقات اس لئے مقرر فرمائے گئے تاکہ دن رات کے مختلف اوقات میں نماز میں مشغول رہنا دائمی عبادت کے حکم میں ہو جائے۔

آیت 19 اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ زندہ کو بے جان سے جیسے کہ پرندے کو انڈے سے، انسان کو نطفے سے اور مومن کو کافر سے نکالتا ہے اور بے جان کو زندہ سے جیسے کہ انڈے کو پرندے سے، نطفے کو انسان سے اور کافر کو مومن سے نکالتا ہے اور زمین کو خشک ہو جانے کے بعد بارش برسا کر اور اس سے سبزہ اُگا کر زندہ کرتا ہے اور ان چیزوں کو نکالنے کی طرح تم بھی قیامت کے دن قبروں سے دوبارہ زندہ کر کے حساب کے لئے نکالے جاؤ گے۔

آیت 20 اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا اور جیتا جاگتا انسان بنایا۔ مٹی ایک بے جان چیز ہے جس میں حیات اور حرکت کا کوئی اثر نہیں ہے، لیکن خدا نے اسی سے تمہیں بنا کر تمہارے اندر شعور اور عقل پیدا کی، خیالات، احساسات اور جذبات پیدا کئے، گفتگو کرنے اور چیزوں میں تَصَرُّف کرنے کی قدرت دی اور تم لوگ اپنی اور اپنی صفات کی پیدائش کے بعد مختلف اَغراض و مَقاصد کی وجہ سے دنیا میں پھیلے ہوئے ہو۔ اگر تم ان چیزوں میں غور کرو گے تو تم پر ظاہر ہو جائے گا کہ جس نے انسان کو پیدا کیا وہ واحد ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور وہ کامل قدرت رکھتا ہے اور یقیناً وہ انسانوں کی موت کے بعد انہیں دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔ **اہم بات:** آیت میں جو یہ فرمایا گیا ''اس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا'' اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی اصل حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا اور جب انہیں مٹی سے پیدا کیا گیا ہے تو گویا کہ دیگر انسانوں کو بھی مٹی سے پیدا کیا گیا ہے۔

آیت 21 ارشاد فرمایا کہ قدرتِ الٰہی کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس سے عورتیں بنائیں جو تمہاری بیویاں بنتی ہیں تاکہ تم ان سے سکون حاصل کرو اور اگر اللہ تعالیٰ حضرت آدم علیہ السّلام کی اولاد میں صرف مرد پیدا فرماتا اور عورتوں کو ان کے علاوہ کسی دوسری جنس جیسے جِنّات یا حیوانات سے پیدا فرماتا تو مَردوں کو عورتوں سے سکون حاصل نہ ہوتا بلکہ ان میں نفرت پیدا ہوتی کیونکہ دو مختلف جنسوں کے افراد میں ایک دوسرے کی طرف میلان نہیں ہوتا پھر انسانوں پر اللہ تعالیٰ کی یہ کمال رحمت ہے کہ شوہر اور بیوی کے درمیان محبت اور رحمت رکھی کہ پہلی کسی معرفت اور کسی قرابت کے بغیر ایک دوسرے کے ساتھ

اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ

جوڑے بنائے تاکہ تم ان کی طرف آرام پاؤ اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت رکھی۔ بے شک اس میں غوروفکر

لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ

کرنے والوں کیلئے نشانیاں ہیں O اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور تمہاری زبانوں اور رنگوں کا اختلاف اس کی نشانیوں

محبت اور ہمدردی ہوجاتی ہے۔ بیشک ان چیزوں میں غوروفکر کرنے والوں کیلئے اللہ تعالیٰ کی عظمت اور قدرت پر دلالت کرنے والی نشانیاں ہیں، اگر وہ ان میں غور کریں گے تو انہیں معلوم ہوجائے گا کہ جس نے دنیا کے نظام کو اس احسن انداز میں قائم رکھا ہوا ہے صرف وہی عبادت کا مستحق اور کامل قدرت والا ہے۔ درس: (1) اسلامی معاشرے میں خاندانی نظام قائم کرنے اور برقرار رکھنے کو خاص اہمیت دی گئی ہے اور اس نظام کی عمارت چونکہ شوہر اور بیوی کے رشتے کی بنیاد پر ہی کھڑی ہو سکتی ہے، اس لئے اسلامی معاشرے میں اس بنیاد کو مضبوط تر بنانے کے لیے عورت اور مرد کے ازدواجی رشتے میں ذہنی اور قلبی سکون اور باہمی ذمہ داریوں کی تقسیم کو اصل بنیاد بنایا اور ازدواجی تعلقات قائم کرنے کو ذہنی سکون حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہونے کی حیثیت دی ہے اور جب شوہر کو اپنی بیوی سے ذہنی سکون ملے گا تو ان کی باہمی زندگی پُرسکون ہوگی اور جب میاں بیوی ایک دوسرے کیلئے اطمینان و سکون کا ذریعہ ہوں گے تو ان سے بننے والا خاندان بھی خوشیوں بھرا ہوگا اور جب ہر خاندان اس دولت سے مالا مال ہوگا تو معاشرہ خود ہی امن و سکون کا گہوارہ بن جائے گا۔ (2) اللہ تعالیٰ نے عورت کو شوہر کے سکون اور آرام کے لئے پیدا فرمایا ہے اور عورت سے سکون حاصل کرنے کا ایک ذریعہ شرعی نکاح کے بعد ازدواجی تعلق قائم کرنا ہے، لہٰذا عورتوں کو چاہئے کہ اگر کوئی شرعی یا طبعی عذر نہ ہو تو اپنے شوہر کو ازدواجی تعلق قائم کرنے سے منع نہ کریں اور شوہروں کو بھی چاہئے کہ اپنی بیویوں کے شرعی یا طبعی عذر کا لحاظ رکھیں۔

آیت 22 آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے لوگو! آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور تمہاری زبانوں اور رنگوں کا اختلاف قدرتِ الٰہی کی نشانیوں میں سے ہے کہ تم آسمان کی طرف دیکھو کہ وہ انتہائی وسیع اور بلند ہے، اس میں رات کے وقت ستارے روشن ہوتے اور یہ آسمان کی زینت ہیں، اسی طرح زمین کی طرف دیکھو کہ کتنی طویل و عریض ہے، پانی کی طرح نرم نہیں بلکہ سخت ہے، اس پر پُرہیبت پہاڑ نصب ہیں، اس میں وسیع و عریض میدان، گھنے جنگلات اور ریت کے ٹیلے ہیں، دریا اور سمندر جاری ہیں، لہلہاتے ہوئے زرخیز کھیت، پھلوں سے لدے اور پھولوں کے مہکتے ہوئے باغات ہیں۔ یونہی تم اپنی زبانوں کے اختلاف پر غور کرو کہ کوئی عربی بولتا ہے، کوئی فارسی اور کوئی ان کے علاوہ دوسری زبان بولتا ہے۔ ایسے ہی تم اپنے رنگوں پر غور کرو کہ کوئی گورا ہے، کوئی کالا، کوئی گندمی حالانکہ تم سب حضرت آدم علیہ السّلام کی اولاد ہو۔ اسی طرح تم اپنی جسمانی ساخت پر غور کرو کہ ہر انسان کی دو آنکھیں، دو اَبرو، ایک ناک، ایک پیشانی، ایک منہ اور دو گالیں ہیں اور انسانوں کی تعداد اربوں میں ہونے کے باوجود کسی کا رنگ، چہرہ اور نقش دوسرے سے پورا پورا نہیں ملتا بلکہ ہر ایک دوسرے سے جدا ہی نظر آتا ہے اور اگر ہر ایک کی شکل اور آواز ایک جیسی ہوتی تو ایک دوسرے کی پہچان مشکل ہوجاتی اور بے شمار مصلحتیں ختم ہوکر رہ جاتیں، دوست اور دشمن میں، قریبی اور دور والے میں اِمتیاز نہ ہوپاتا۔ اب تم یہ بتاؤ کہ کیا یہ سب چیزیں خود ہی وجود میں آگئیں ہیں یا یہ محض اتفاق ہے یا چند خداؤں نے مل کر یہ کارنامہ سرانجام دیا ہے، اگر ایسا ہے تو پھر آسمان و زمین میں ہزاروں سال

وَ اَلْوَانِكُمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلْعٰلِمِیْنَ ﴿۲۲﴾ وَ مِنْ اٰیٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّیْلِ وَ النَّهَارِ وَ

میں سے ہے، بے شک اس میں علم والوں کے لئے نشانیاں ہیں ○ اور رات اور دن میں تمہارا سونا اور

ابْتِغَآؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَ مِنْ اٰیٰتِهٖ یُرِیْكُمُ

اس کا فضل تلاش کرنا اس کی نشانیوں میں سے ہے، بے شک اس میں سننے والوں کے لئے نشانیاں ہیں ○ اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ تمہیں

الْبَرْقَ خَوْفًا وَّ طَمَعًا وَّ یُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَیُحْیٖ بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ

ڈرانے اور (بارش کی) امید دلانے کیلئے بجلی دکھاتا ہے اور آسمان سے پانی اتارتا ہے تو اس کے ذریعے زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کرتا ہے۔

سے اس قدر نظم اور تسلسل کیوں قائم ہے اور اس میں کبھی اختلاف کیوں نہیں ہوا، ان زبانوں، رنگوں اور شکلوں کا خالق کون ہے؟ اگر تم علم اور انصاف کی نظر سے دیکھو گے تو جان لوگے کہ یہ سب صرف اللہ تعالیٰ کی قدرت کے شاہکار ہیں۔ **اہم بات:** یہ کائنات نہ تو کسی سبب اور علت کے بغیر اپنے طبعی تقاضوں سے وجود میں آئی ہے اور نہ ہی اس کا انتہائی مَربوط اور متناسِب نظام کسی چلانے والے کے بغیر چل رہا ہے بلکہ ایک ایسی ذات ضرور موجود ہے جس نے اپنی کامل قدرت سے اس کائنات اور اس میں موجود طرح طرح کے عجائبات کو پیدا فرمایا اور وہی ذات انتہائی عالیشان طریقے سے اس کے نظام کو چلا رہی ہے۔ کائنات کا مَربوط نظام، حکیمانہ تدبیر اور ہر مخلوق کے حال کی رعایت دیکھ کر کوئی عقلمند ہر گز یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ کسی خالق اور انتظام فرمانے والے کے بغیر خود بخود عدم سے وجود میں آگیا اور علم و حکمت کا یہ عجیب و غریب کارخانہ کسی چلانے والے کے بغیر چل رہا ہے بلکہ اسے یہ اقرار کرنا پڑے گا کہ اس کائنات کا کوئی ایک خالق موجود ہے اور وہ کامل قدرت، علم اور حکمت والا ہے اور اس عظمت و شان کا مالک اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں۔

آیت 23 فرمایا: اے لوگو! رات اور دن میں تمہارا سونا اور اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کرنا قدرتِ الٰہی کی نشانیوں میں سے ہے کہ تمہیں عادت کے مطابق رات میں نیند آتی ہے اور ضرورت کے وقت تم دن میں بھی سو جاتے ہو جس سے تھکن دور ہوتی اور تمہارے بدن کو راحت حاصل ہوتی ہے، یونہی دن میں تم سفر کرتے اور اپنی معیشت کے اسباب کو تلاش کرتے ہو، تو غور کرو کہ نیند کا یہ معمول کس نے بنایا ہے اور تمہیں معیشت کے اسباب تلاش کرنے کی صلاحیت کس نے دی ہے؟ تمہیں یہی کہنا پڑے گا کہ ہزاروں برس سے انسانوں کا یہ معمول اور ان کا یہ فطری نظام صرف اسی اللہ تعالیٰ کا پیدا کیا ہوا ہے جو یکتا معبود ہے اور اس کی قدرت کامل ہے۔ **اہم بات:** اس آیت میں مرنے کے بعد اٹھائے جانے پر بھی دلیل موجود ہے اور وہ یہ کہ سونے والا مردہ کی مانند ہے تو جو ذات سونے والے کو بیدار کرنے پر قادر ہے تو وہ مرنے والے کو دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔

آیت 24 فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا تمہیں ڈرانے اور امید دلانے کے لئے بجلی دکھانا اور آسمان سے پانی اتار کر بنجر زمین کو سر سبز و شاداب کر دینا اسکی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے کہ جب بادلوں میں بجلی چمکتی ہے تو کبھی خوفزدہ ہو جاتے ہو کہ کہیں یہ نقصان نہ پہنچا دے اور کبھی تمہیں یہ امید ہوتی ہے کہ اب بارش برسے گی نیز جب اللہ تعالیٰ بارش نازل فرماتا ہے تو اس کے پانی سے بنجر زمین سر سبز و شاداب ہو کر لہلہانے لگتی ہے، کھیتیاں پھلنے پھولنے لگتی ہیں، یہ چیزیں دیکھ کر حقیقی طور پر غور و فکر کرنے والے اس نظام کو چلانے والے کی معرفت حاصل کرتے ہیں کہ برس ہا برس سے زمینوں کی سیرابی اور ان کی سرسبزی کا یہی نظام ہے اور اس نظام کے تسلسل

Go to Index

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَ مِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَ الْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ ؕ

بیشک اس میں عقل والوں کے لئے نشانیاں ہیں ○ اور اس کی نشانیوں سے ہے کہ اس کے حکم سے آسمان اور زمین قائم ہیں

ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً ۖۗ مِّنَ الْاَرْضِ ۖۗ اِذَاۤ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ ﴿۲۵﴾ وَ لَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ

پھر جب تمہیں زمین سے ایک ندا فرمائے گا جبھی تم نکل پڑو گے ○ اور اسی کی ملکیت میں ہیں جو کوئی آسمانوں

وَ الْاَرْضِ ؕ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَ هُوَ الَّذِیْ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ وَ هُوَ

اور زمین میں ہیں سب اس کے زیرِ حکم ہیں ○ اور وہی ہے جو اول بناتا ہے پھر اسے دوبارہ بنائے گا اور (تمہاری عقلوں کے اعتبار سے) دوسری مرتبہ بنانا

اَهْوَنُ عَلَیْهِ ؕ وَ لَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۲۷﴾ ع ۳ رکوع ۸

اللہ پر پہلی مرتبہ بنانے سے زیادہ آسان ہے اور آسمانوں اور زمین میں سب سے بلند شان اسی کی ہے اور وہی عزت والا حکمت والا ہے ○

سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسے بنانے اور چلانے والا موجود ہے اور وہ واحد ہے اور اس کی قدرت کامل ہے اور اس میں یہ نشانی بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ جس طرح مردہ زمین کو زندہ فرماتا ہے اسی طرح ایک دن مردہ انسانوں کو بھی زندہ فرمائے گا۔

آیت 25 فرمایا: **اور اس کی نشانیوں سے ہے کہ اس کے حکم سے آسمان اور زمین قائم ہیں۔** آیت کے اس حصے کے دو معنی ہیں (1) اللہ تعالیٰ کی قدرت اور وحدانیّت کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ قیامت آنے تک آسمان و زمین کا اسی ہَیئت پر قائم رہنا اللہ تعالیٰ کے حکم اور ارادے سے ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ کے حکم سے آسمان اور زمین بغیر کسی سہارے کے قائم ہیں اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ انہیں قائم کرنے والا کوئی ایک ہے اور وہ اسباب سے بے نیاز ہے۔ مزید فرمایا: **پھر جب تمہیں زمین سے ایک ندا فرمائے گا۔** یہ بھی خدا کی قدرت کا ظہور ہوگا کہ جب وہ تمہیں قبروں سے نکلنے کے لئے ندا فرمائے گا تو اسی وقت تم حکمِ الٰہی سے اپنی قبروں سے زندہ ہو کر نکل پڑو گے۔ **اہم بات:** ندا فرمانے اور قبروں سے زندہ ہو کر نکلنے کی صورت یہ ہو گی کہ حضرت اسرافیل علیہ السّلام قبر والوں کو اُٹھانے کے لئے دوسری بار صور پھونکیں گے اور کہیں گے: اے قبر والو! کھڑے ہو جاؤ، تو اوّلین و آخرین میں سے کوئی ایسا نہ ہو گا جو نہ اُٹھے۔

آیت 26 فرمایا کہ آسمانوں اور زمین میں موجود ہر چیز کا حقیقی مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے اور اس ملکیت میں کوئی دوسرا کسی طرح بھی اس کا شریک نہیں اور ان میں موجود ہر چیز اللہ تعالیٰ کے زیرِ حکم ہے۔

آیت 27 فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہی مخلوق کو پہلی بار پیدا فرماتا ہے اور اس کے ہلاک ہو جانے کے بعد پھر اسے روزِ قیامت دوبارہ بنائے گا اور تمہاری عقلوں کے اعتبار سے تو دوسری مرتبہ بنانا اللہ تعالیٰ پر پہلی مرتبہ بنانے سے زیادہ آسان ہونا چاہیے اگرچہ اللہ تعالیٰ کے لئے دونوں برابر ہیں کیونکہ انسانوں کا تجربہ اور رائے یہی بتاتی ہے کہ کسی چیز کو دوبارہ بنانا اسے پہلی بار بنانے سے آسان ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے لئے مخلوق کو دوبارہ بنانا تو کچھ دشوار نہیں، پھر تم دوبارہ زندہ کئے جانے کا انکار کیوں کرتے ہو؟ آیت کے آخر میں ارشاد فرمایا کہ آسمانوں اور زمین میں سب سے بلند شان اسی کی ہے کہ اس جیسا کوئی نہیں، وہی برحق معبود ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہی عزت والا، حکمت والا ہے۔

ضَرَبَ لَكُمۡ مَّثَلًا مِّنۡ اَنۡفُسِكُمۡ ؕ هَلۡ لَّكُمۡ مِّنۡ مَّا مَلَكَتۡ اَيۡمَانُكُمۡ

اللہ نے تمہارے لئے خود تمہارے اپنے حال سے ایک مثال بیان فرمائی ہے (وہ یہ کہ) ہم نے تمہیں جو رزق دیا ہے کیا تمہارے غلاموں میں سے کوئی

مِّنۡ شُرَكَآءَ فِىۡ مَا رَزَقۡنٰكُمۡ فَاَنۡتُمۡ فِيۡهِ سَوَآءٌ تَخَافُوۡنَهُمۡ كَخِيۡفَتِكُمۡ

اس میں تمہارا اس طرح شریک ہے کہ تم اور وہ اس رزق میں برابر شریک ہو جاؤ۔ تم ان غلاموں (کی شرکت) سے اسی طرح ڈرتے ہو جیسے تم آپس میں

اَنۡفُسَكُمۡ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الۡاٰيٰتِ لِقَوۡمٍ يَّعۡقِلُوۡنَ ۞ ۲۸ بَلِ اتَّبَعَ الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡۤا اَهۡوَآءَهُمۡ

ایک دوسرے سے ڈرتے ہو۔ ہم عقل والوں کے لئے اسی طرح مفصل نشانیاں بیان فرماتے ہیں ○ بلکہ ظالموں نے جہالت سے اپنی خواہشوں کی

بِغَيۡرِ عِلۡمٍ ۚ فَمَنۡ يَّهۡدِىۡ مَنۡ اَضَلَّ اللّٰهُ ؕ وَمَا لَهُمۡ مِّنۡ نّٰصِرِيۡنَ ۞ ۲۹ فَاَقِمۡ وَجۡهَكَ

پیروی کی تو جس کو اللہ نے گمراہ کیا ہوا سے کون ہدایت دے سکتا ہے؟ اور ان کا کوئی مددگار نہیں ○ تو ہر باطل سے الگ ہو کر اپنا چہرہ

آیت 28 فرمایا: اے مشرکو! اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے خود تمہارے اپنے حال سے ایک مثال بیان فرمائی ہے اور وہ یہ کہ ہم نے تمہیں جو مال و دولت اور رزق دیا ہے کیا تمہارے غلاموں میں سے کوئی اس میں تمہارا اس طرح شریک ہے کہ آقا اور غلام کو اس مال و مَتاع میں تَصَرُّف کرنے کا یکساں حق حاصل ہو اور ایسا حق ہو کہ تم اپنے مال و متاع میں ان غلاموں کی اجازت کے پابند ہو کہ ان کی اجازت کے بغیر تَصَرُّف کرنے سے اسی طرح ڈرو جیسے تم آپس میں ایک دوسرے (کے مشترکہ مال میں بغیر اجازت تصرف کرنے) سے ڈرتے ہو۔ خلاصہ یہ ہے کہ جب تم کسی بھی صورت میں اپنے غلاموں کو اپنا شریک بنانا پسند نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو اس کا شریک کیسے قرار دیتے ہو؟ حالانکہ جنہیں تم اپنا معبود قرار دیتے ہو وہ سب تو اس کے بندے ہیں۔ آخر میں فرمایا کہ جس طرح ہم نے یہاں مُفَصَّل نشانی بیان فرمائی اسی طرح ہم ان لوگوں کے لئے مفصل نشانیاں بیان کرتے ہیں جو اَشیاء میں غور و فکر کرنے کے لئے اپنی عقل استعمال کرتے ہیں۔ **اہم بات:** نشانیوں کا تفصیلی بیان عمومی طور پر تو سب کے لئے ہے البتہ عقل والوں کا بطورِ خاص اس لئے ذکر کیا گیا کہ یہی لوگ در حقیقت نشانیوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

آیت 29 فرمایا کہ جن ظالموں نے اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرایا انہوں نے جہالت سے اپنی خواہشوں کی پیروی کی اور کسی دلیل کے بغیر اللہ تعالیٰ کے لئے شریک ثابت کر دیا تو جسے اللہ تعالیٰ نے نفس کی پیروی میں اس طرح ڈوبے رہنے کی صورت میں گمراہ کر دیا ہو اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا اور مشرکوں کے لئے کوئی مددگار نہیں جو انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا سکے۔

آیت 30 اس آیت کی ابتداء میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت (روزِ روشن کی طرح) عیاں ہو چکی ہے اور بہت سے مشرک اپنی ضد و عداوت کی وجہ سے ہدایت حاصل نہ کریں گے تو آپ ان مشرکوں کی طرف کوئی اِلتفات نہ فرمائیں اور اللہ تعالیٰ کے دین پر خلوص، اِستقامت کے ساتھ قائم رہیں۔ مزید فرمایا: اللہ کی پیدا کی ہوئی فطرت جس پر اس نے لوگوں

Go to Index

لِلدِّیْنِ حَنِیْفًا ؕ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا ؕ لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ

اللہ کی اطاعت کیلئے سیدھا رکھو۔(یہ) اللہ کی پیدا کی ہوئی فطرت (ہے) جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا۔ اللہ کے بنائے ہوئے میں تبدیلی نہ کرنا۔

ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ ۙ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿٣٠﴾ مُنِیْبِیْنَ اِلَیْهِ وَ اتَّقُوْهُ

یہی سیدھا دین ہے مگر بہت سے لوگ نہیں جانتے○ اس کی طرف توبہ کرتے ہوئے اور اس سے ڈرو

وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ لَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿٣١﴾ مِنَ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَهُمْ وَ كَانُوْا

اور نماز قائم رکھو اور مشرکوں میں سے نہ ہونا○ ان لوگوں میں سے (نہ ہونا) جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور خود

کو پیدا کیا۔ اس آیت میں فطرت سے مراد دینِ اسلام ہے اور معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو ایمان پر پیدا کیا، ہر بچہ اسی عہد پر پیدا کیا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان سے ”اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ“ فرما کر لیا ہے، تو دنیا میں جو بھی بچہ پیدا ہوتا ہے وہ اسی اقرار پر پیدا ہوتا ہے اگرچہ بعد میں وہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کی عبادت کرنے لگ جائے۔ بعض مفسرین کے نزدیک فطرت سے مراد خِلقت ہے اور معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو توحید اور دینِ اسلام قبول کرنے کی صلاحیت کے ساتھ پیدا کیا ہے اور فطری طور پر انسان نہ اس دین سے منہ موڑ سکتا ہے اور نہ ہی اس کا انکار کر سکتا ہے کیونکہ یہ دین ہر اعتبار سے عقلِ سلیم اور صحیح فہم کے عین مطابق ہے اور جو شخص گمراہ ہو گا وہ شیاطین کے بہکانے سے گمراہ ہو گا۔ مزید فرمایا: **اللہ کی بنائی ہوئی چیز میں تبدیلی نہ کرنا۔** اس کے دو معنی ہیں: (1) تم شرک کر کے اللہ تعالیٰ کے دین میں تبدیلی نہ کرو بلکہ اسی دین پر قائم رہو جس پر اس نے تمہیں پیدا کیا ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ نے جس کامل خِلقت پر تمہیں پیدا فرمایا ہے تم اس میں تبدیلی نہ کرو۔ مزید فرمایا: **یہی سیدھا دین ہے۔** یعنی اللہ تعالیٰ کا دین سیدھا دین ہے جس میں کوئی ٹیڑھا پن نہیں مگر بہت سے لوگ اس کی حقیقت کو نہیں جانتے تو اے لوگو! تم اسی دین پر قائم رہو۔ **اہم بات:** دُنیوی اَحکام یا اُخروی نجات میں فطری ایمان کا اعتبار نہیں بلکہ صرف شرعی ایمان معتبر ہے۔

آیت 31 اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دین پر قائم رہو اور اس کی طرف توبہ اور اس کے احکامات پر عمل کرتے ہوئے اپنا چہرہ دینِ اسلام کے لئے سیدھا رکھو اور اس کی مخالفت کرنے سے ڈرو اور نماز کی شرائط اور حقوق کی رعایت کرتے ہوئے وقت پر اسے ادا کرو اور ایمان قبول کر لینے کے بعد اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ کرو۔

آیت 32 فرمایا کہ ان مشرک لوگوں میں سے نہ ہونا جنہوں نے معبود کے بارے میں اختلاف کر کے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور خود گروہ گروہ بن گئے۔ ان میں سے ہر گروہ اپنے مذہب پر خوش ہے اور اپنے باطل کو حق گمان کرتا ہے۔ **اہم بات:** اس آیت کا اسلامی فُقہاء کے اختلاف سے کچھ تعلق نہیں۔ حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی ہونا دین میں اختلاف نہیں بلکہ فروعی مسائل میں اختلاف ہے اور یہ اختلاف بھی نفسانیّت کی وجہ سے نہیں بلکہ تحقیق کی بنا پر ہے۔ البتہ اس آیت میں گمراہ فرقے ضرور داخل ہیں خواہ وہ پرانے زمانے کے ہوں یا نئے زمانے کے۔

شِيَعًا ۭ كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ۝٣٢ وَاِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُمْ

گروہ گروہ بن گئے۔ ہر گروہ اس پر خوش ہے جو اس کے پاس ہے ○ اور جب لوگوں کو تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے رب کو اس کی طرف رجوع کرتے ہوئے

مُّنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَآ اَذَاقَهُمْ مِّنْهُ رَحْمَةً اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ۝٣٣

پکارتے ہیں پھر جب وہ انہیں اپنے پاس سے رحمت کا مزہ چکھاتا ہے تو اس وقت ان میں سے ایک گروہ اپنے رب کا شریک ٹھہرانے لگتا ہے ○

لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ۭ فَتَمَتَّعُوْا ۣ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝٣٤ اَمْ اَنْزَلْنَا عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا

تاکہ ہمارے دیئے ہوئے کی ناشکری کریں تو فائدہ اٹھالو تو عنقریب تم جان لو گے ○ یا کیا ہم نے ان پر کوئی دلیل اتاری ہے کہ

فَهُوَ يَتَكَلَّمُ بِمَا كَانُوْا بِهٖ يُشْرِكُوْنَ ۝٣٥ وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوْا بِهَا ۭ

وہ دلیل انہیں ہمارے شریک بتا رہی ہے ○ اور جب ہم لوگوں کو رحمت کا مزہ دیتے ہیں تو اس پر خوش ہو جاتے ہیں

وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ اِذَا هُمْ يَقْنَطُوْنَ ۝٣٦ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ

اور اگر انہیں ان کے ہاتھوں کے آگے بھیجے ہوئے اعمال کی وجہ سے کوئی برائی پہنچے تو اس وقت وہ ناامید ہو جاتے ہیں ○ اور کیا انہوں نے نہ دیکھا کہ اللہ

آیت 33، 34 ان دو آیات میں مشرکوں کے طرزِ عمل کا بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا: جب مشرکوں کو مرض، قحط یا اس کے علاوہ اور کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اپنے رب عزّوجلّ کی طرف رجوع کرتے ہوئے اسے ہی پکارتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ بت ان کی مصیبت ٹال دینے کی قدرت نہیں رکھتے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ انہیں اس تکلیف سے خلاصی عنایت کرکے اور راحت عطا فرما کر اپنے پاس سے رحمت کا مزہ چکھاتا ہے تو نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس وقت ان میں سے ایک گروہ عبادت میں اپنے رب عزّوجلّ کا شریک ٹھہرانے لگتا ہے اور ہمارے دیئے ہوئے مال اور رزق کی ناشکری کرنے لگتا ہے، تو اے کافرو! دنیا کی نعمتوں سے چند روز فائدہ اٹھالو، عنقریب تم جان لوگے کہ آخرت میں تمہارا کیا حال ہوتا ہے اور اس دنیا طلبی کا کیا نتیجہ نکلنے والا ہے۔ **درس:** آرام میں اللہ تعالیٰ کو بھول جانا اور تکلیف میں اسے یاد کرنا کفار کا طریقہ ہے، لہٰذا مسلمانوں کو اس سے بچنا چاہئے اور غمی، خوشی ہر حال میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے رہنا چاہئے۔

آیت 35 فرمایا کہ کیا ہم نے مشرکوں پر کوئی حجت یا کوئی کتاب اتاری ہے کہ وہ انہیں ہمارے شریک بتا رہی ہے اور شرک کرنے کا حکم دیتی ہے، ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ وہ بے سند و دلیل ہی شرک کر رہے ہیں۔

آیت 36 فرمایا کہ جب ہم لوگوں کو تندرستی اور وسعتِ رزق کا مزہ دیتے ہیں تو وہ اس پر خوش ہو جاتے ہیں اور اس کی وجہ سے اِتراتے ہیں اور اگر انہیں ان کے گناہوں کی وجہ سے کوئی برائی پہنچے تو اس وقت وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہو جاتے ہیں اور یہ بات مومن کی شان کے خلاف ہے کیونکہ مومن کا حال یہ ہے کہ جب اُسے نعمت ملتی ہے تو وہ شکر ادا کرتا ہے اور جب اسے سختی پہنچتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کا اُمیدوار رہتا ہے۔

آیت 37 فرمایا کہ کیا مشرکوں نے اس چیز کا مشاہدہ نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ جس کے لئے چاہتا ہے رزق وسیع فرما دیتا ہے اور جس کے لئے

يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ۗ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿٣٧﴾ فَاٰتِ

رزق وسیع فرماتا ہے جس کے لئے چاہتا ہے اور تنگ فرمادیتا ہے، بیشک اس میں ایمان والوں کیلئے نشانیاں ہیں○ تو رشتے دار کو

ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ ۡ

اس کا حق دو اور مسکین اور مسافر کو بھی۔ یہ ان لوگوں کیلئے بہتر ہے جو اللہ کی رضا چاہتے ہیں

وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿٣٨﴾ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَا۟ فِيْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا

اور وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں○ اور جو مال تم (لوگوں کو) دو تاکہ وہ لوگوں کے مالوں میں بڑھتا رہے تو وہ

عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ ﴿٣٩﴾

اللہ کے نزدیک نہیں بڑھتا اور جو تم اللہ کی رضا چاہتے ہوئے زکوٰۃ دیتے ہو تو وہی لوگ (اپنے مال) بڑھانے والے ہیں○

چاہتا ہے رزق تنگ فرمادیتا ہے۔ رزق کی وسعت میں حکمت یہ ہے کہ وسیع رزق میں اس شخص کی بھلائی ہوتی ہے یا اس کا امتحان مقصود ہوتا ہے کہ وہ اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے یا نہیں اور رزق کی تنگی میں حکمت یہ ہے کہ اس شخص کے نظام کی درستی تھوڑے رزق میں ہوتی ہے یا اس کا امتحان مقصود ہوتا ہے کہ وہ رزق کی تنگی پر صبر کرتا ہے یا نہیں۔ بیشک رزق کی اس تنگی اور وسعت میں ایمان والوں کیلئے نشانیاں ہیں اور وہ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی قدرت کے کمال اور حکمت پر استدلال کرتے ہیں۔

آیت 38 فرمایا کہ اے وہ شخص! جسے اللہ تعالیٰ نے وسیع رزق دیا، تم اپنے رشتے دار کے ساتھ حسنِ سلوک اور احسان کرکے اس کا حق دو اور مسکین اور مسافر کو صدقہ دے کر اور مہمان نوازی کرکے اُن کے حق بھی دو۔ رشتہ داروں، مسکینوں اور مسافروں کے حقوق ادا کرنا ان لوگوں کیلئے بہتر ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے ثواب کے طالب ہیں اور وہی لوگ آخرت میں کامیاب ہونے والے ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) اس آیت سے مَحرَم رشتہ داروں کے نَفَقہ کا وُجوب ثابت ہوتا ہے جبکہ وہ محتاج ہوں۔ (2) جو شخص رشتہ داروں سے حسنِ سلوک اور صدقہ و خیرات، نام و نَمود اور رسم کی پابندی کی وجہ سے نہیں بلکہ محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کرے وہی ثواب کا مستحق ہے۔

آیت 39 اس آیت سے متعلق ایک قول یہ ہے کہ یہاں وہی سود مراد ہے جسے سورۂ بقرہ کی آیت نمبر 279 میں حرام فرمایا گیا ہے یعنی تم قرض دے کر جو سود لیتے اور اپنے مالوں میں اضافہ کرتے ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اضافہ نہیں ہے اور ایک قول یہ ہے کہ یہاں وہ تحفے مراد ہیں جو اس نیت سے دیئے جاتے تھے کہ تحفہ لینے والا اس سے زیادہ دے گا۔ یہ جائز تو ہے لیکن اس پر ثواب نہ ملے گا اور اس میں برکت نہ ہوگی کیونکہ یہ عمل خالصتاً اللہ تعالیٰ کے لئے نہیں ہوا۔ مزید فرمایا کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتے ہوئے زکوٰۃ اور دیگر صدقات دیتے ہیں کہ اس سے بدلہ لینا مقصود ہوتا ہے نہ نام و نمود تو ان ہی لوگوں کا اجر و ثواب زیادہ ہوگا اور انہیں ایک نیکی کا ثواب دس گنا زیادہ دیا جائے گا۔ **درس:** (1) اس آیت میں ان لوگوں کے لئے نصیحت ہے جو شادی بیاہ وغیرہ پر اپنے عزیز رشتہ داروں یا دوست احباب کو نیوتا اور تحائف وغیرہ دیتے ہیں لیکن ان کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا نہیں ہوتا بلکہ لوگوں کی طرف سے تعریف یا خاندان میں

Go to Index

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ یُمِیْتُكُمْ ثُمَّ یُحْیِیْكُمْ ؕ هَلْ مِنْ شُرَكَآىٕكُمْ

اللہ ہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا پھر تمہیں روزی دی پھر تمہیں مارے گا پھر تمہیں زندہ کرے گا کیا تمہارے شریکوں میں بھی کوئی ایسا ہے

ع ۱۳ مَّنْ یَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِكُمْ مِّنْ شَیْءٍ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ﴿۴۰﴾ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ

جو ان کاموں میں سے کچھ کرسکے۔ اللہ ان کے شرک سے پاک اور بلند و بالا ہے○ خشکی اور تری میں فساد ظاہر

وَ الْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَیْدِی النَّاسِ لِیُذِیْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِیْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ﴿۴۱﴾

ہو گیا ان برائیوں کی وجہ سے جو لوگوں کے ہاتھوں نے کمائیں تاکہ اللہ انہیں ان کے بعض کاموں کا مزہ چکھائے تاکہ وہ باز آجائیں○

قُلْ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلُ ؕ كَانَ اَكْثَرُهُمْ

تم فرماؤ: زمین پر چل کر دیکھو کہ ان سے پہلے لوگوں کا کیسا انجام ہوا؟ ان میں اکثر لوگ

ناک اونچی رکھنا یا زیادہ واپس ملنے کے طور پر دینا مقصود ہوتا ہے ایسے لوگ ثواب کے مستحق نہیں۔(2) اپنے مال کی زکوٰۃ دی جائے یا دیگر نفلی صدقات نکالے جائیں، سب میں صرف اللہ تعالیٰ کی رضا مقصد ہونا چاہئے اور یہ مقصد نہ ہو کہ اس کے بدلے میں زکوٰۃ لینے والا ان کا خدمت گار بن کر رہے اور ہر وقت ان کا احسان مند رہے۔

آیت 40 اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ پیدا کرنا، روزی دینا، مارنا اور زندہ کرنا یہ سب کام اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں تو کیا جن بتوں کو تم اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے ہو، اُن میں بھی کوئی ایسا ہے جو ان میں سے کوئی کام کر سکے؟ جب اس کے جواب سے مشرکین عاجز ہو گئے تو ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان کے شرک سے پاک اور بلند و بالا ہے۔

آیت 41 فرمایا کہ شرک اور گناہوں کی وجہ سے خشکی اور تری میں فساد جیسے قحط سالی، بارش کا رک جانا، پیداوار کی قلت، کھیتیوں کی خرابی، تجارتوں کے نقصان، آتش زدگی کی کثرت، غرق اور بے برکتی، بیماریاں، بے سکونی، وغیرہ ظاہر ہوگئی اور ان آزمائشوں میں مبتلا ہونا اس لئے ہے تاکہ اللہ تعالیٰ انہیں آخرت سے پہلے دنیا میں ہی ان کے بعض برے کاموں کا مزہ چکھائے تاکہ وہ کفر اور گناہوں سے باز آجائیں اور ان سے توبہ کرلیں۔ **اہم بات:** بہت سے لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ کفار کے ممالک جہاں کفر و شرک اور زنا و گناہ سب کچھ عام ہے وہاں فساد کیوں نہیں ہے؟ اس کے دو جواب ہیں: (1) کفار کو دنیا میں کئی اعتبار سے مہلت ملی ہوئی ہے لہٰذا وہ اس مہلت سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ (2) فساد اور بربادی صرف مال کے اعتبار سے نہیں ہوتی بلکہ بیماریوں، ذہنی پریشانیوں اور دیگر اعتبار سے بھی ہوتی ہے، اب ذرا کفار کے ممالک میں جنم لینے والی اور پھیلنے والی نئی نئی بیماریوں کی معلومات جمع کرلیں تو خود ہی صورتِ حال واضح ہو جائے گی۔ **درس:** صحیح اَحادیث سے بھی ثابت ہے کہ کسی قوم میں اِعلانیہ بے حیائی پھیل جانے کی وجہ سے ان میں طاعون اور مختلف اَمراض عام ہو جاتے ہیں۔ ناپ تول میں کمی کرنے کی وجہ سے قحط آتا اور ظالم حاکم مقرر ہوتے ہیں۔

آیت 42 فرمایا کہ اے حبیب! آپ فرما دیں کہ اے مشرکو! تم اپنے سفر کے دوران عذاب یافتہ قوموں کی سرزمین پر چل کر عبرت کی نگاہ سے دیکھ لو کہ تم سے پہلے برے لوگوں کا انجام کیسا ہوا؟ ان میں اکثر لوگ مشرک اور باقی لوگ دیگر گناہوں میں مبتلا تھے تو جب

مُّشْرِكِیْنَ ﴿۴۲﴾ فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّیْنِ الْقَیِّمِ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ

مشرک تھے ○ تو اس دن کے آنے سے پہلے اپنا منہ دینِ مستقیم کیلئے سیدھا کرلو جس دن کو اللہ کی طرف سے ٹلنا نہیں ہے۔

یَوْمَىٕذٍ یَّصَّدَّعُوْنَ ﴿۴۳﴾ مَنْ كَفَرَ فَعَلَیْهِ كُفْرُهٗ ۚ وَ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِاَنْفُسِهِمْ یَمْهَدُوْنَ ﴿۴۴﴾ۙ

اس دن لوگ الگ الگ ہو جائیں گے ○ جس نے کفر کیا تو اس کے کفر کا وبال اسی پر ہے اور جو اچھا کام کریں وہ اپنے ہی کیلئے تیاری کر رہے ہیں ○

لِیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۴۵﴾ وَ مِنْ

تاکہ اللہ ان لوگوں کو اپنے فضل سے جزا عطا فرمائے جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے۔ بیشک وہ کافروں کو پسند نہیں کرتا ○ اور اس کی

اٰیٰتِهٖۤ اَنْ یُّرْسِلَ الرِّیَاحَ مُبَشِّرٰتٍ وَّ لِیُذِیْقَكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَ لِتَجْرِیَ الْفُلْكُ بِاَمْرِهٖ

نشانیوں میں سے ہے کہ وہ خوشخبری دیتی ہوئی ہوائیں بھیجتا ہے اور تاکہ تمہیں اپنی رحمت کا مزہ چکھائے اور تاکہ اس کے حکم سے کشتی چلے

انہیں ان کے شرک اور گناہوں کی وجہ سے ہلاک اور برباد کر دیا گیا تو کفارِ قریش اور دیگر مشرکوں میں سے جو اُن کے طریقے کو اپنائے ہوئے اور اپنے کفر پر قائم ہیں، یہ بھی ان کی طرح ہلاک کر دیئے جاسکتے ہیں، لہٰذا اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈریں اور کفر و شرک سے باز آجائیں۔

آیت 43 اس آیت میں خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے ہے اور مراد آپ اور آپ کی امت ہے اور معنی یہ ہیں کہ قیامت کا دن آنے سے پہلے پہلے دینِ اسلام پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہیں، اسے پھیلانے میں مشغول رہیں اور کافروں کے ایمان نہ لانے پر غمزدہ نہ ہوں اور قیامت کا دن ایسا ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ٹلنا نہیں ہے اور اس دن حساب کے بعد لوگ الگ ہو جائیں گے کہ جنتی جنت کی طرف اور دوزخی دوزخ کی طرف چلے جائیں گے۔

آیت 44 فرمایا کہ جس نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا تو اس کے کفر کا وبال اسی پر ہے کہ اس کے کفر سے دوسرے نہ پکڑے جائیں گے بلکہ خود وہی پکڑا جائے گا اور جو اچھا کام کریں وہ اپنے فائدے ہی کیلئے تیاری کر رہے ہیں کہ جنت کے درجات میں راحت و آرام پائیں گے۔ **درس:** اللہ تعالیٰ ہمارے اعمال سے بے نیاز ہے اور ہم جو اچھا یا برا عمل کریں گے اس کا آخرت میں فائدہ یا نقصان ہمیں ہی ہو گا۔

آیت 45 آیت کا معنی ہے کہ خدا کے فضل سے نیک اعمال کرنے والوں کو قیامت کے دن دوسروں سے الگ کر دیا جائے گا تاکہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان لوگوں کو صلہ عطا فرمائے۔ بیشک اللہ تعالیٰ کافروں کو پسند نہیں کرتا بلکہ وہ ان سے ناراض ہے اور انہیں سخت سزا دے گا۔ **اہم بات:** بندے کو اس کے نیک اعمال کے بدلے ثواب اور جزا دینا اللہ تعالیٰ پر لازم نہیں بلکہ رب کے فضل و کرم سے ہو گا۔

آیت 46 اس آیت میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور قدرت کی نشانیوں میں سے ہے کہ وہ بارش اور پیداوار کی کثرت کی خوشخبری

وَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ

اور تاکہ تم اس کا فضل تلاش کرو اور تاکہ تم شکر گزار ہو جاؤ○ اور بیشک ہم نے تم سے پہلے کتنے رسول ان کی قوم کی طرف بھیجے

فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِیْنَ اَجْرَمُوْا ؕ وَ كَانَ حَقًّا عَلَیْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۴۷﴾

تو وہ ان کے پاس کھلی نشانیاں لائے پھر ہم نے مجرموں سے انتقام لیا اور مسلمانوں کی مدد کرنا ہمارے ذمۂ کرم پر ہے○

اَللّٰهُ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ فَتُثِیْرُ سَحَابًا فَیَبْسُطُهٗ فِی السَّمَآءِ كَیْفَ یَشَآءُ وَ یَجْعَلُهٗ

اللہ ہی ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے تو وہ ہوائیں بادل ابھارتی ہیں پھر اللہ اس بادل کو آسمان میں جیسا چاہتا ہے پھیلا دیتا ہے اور (کبھی) اسے ٹکڑے

كِسَفًا فَتَرَى الْوَدْقَ یَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ فَاِذَآ اَصَابَ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖۤ

کر دیتا ہے تو تو دیکھتا ہے کہ اس کے بیچ میں سے بارش نکلتی ہے پھر جب اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس تک وہ بارش پہنچاتا ہے

اِذَا هُمْ یَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ یُّنَزَّلَ عَلَیْهِمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمُبْلِسِیْنَ ﴿۴۹﴾

تو جبھی وہ خوش ہو جاتے ہیں○ اگرچہ اس بارش کے اتارے جانے سے پہلے وہ بڑے ناامید ہوتے ہیں○

دیتی ہوئی ہوائیں بھیجتا ہے اور وہ اس لئے ہوائیں بھیجتا ہے تاکہ تمہیں اپنی رحمت یعنی بارش کا مزہ چکھائے اور وہ اس لئے ہوائیں بھیجتا ہے تاکہ ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے حکم سے دریا میں کشتی چلے اور تم سمندری سفر کے ذریعے اس کا فضل یعنی رزق تلاش کرو اور اس لئے کہ تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا حق مانو اور اس کی وحدانیت پر ایمان لا کر شکر گزار بندے بن جاؤ۔

آیت 47 فرمایا کہ اے حبیب! جس طرح ہم نے آپ کو آپ کی قوم کی طرف بھیجا اسی طرح ہم نے آپ سے پہلے کتنے رسول ان کی قوم کی طرف بھیجے اور جس طرح آپ ان کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آئے اسی طرح وہ رسول بھی ان کے پاس کھلی نشانیاں لائے جو اُن کی رسالت کی تصدیق پر واضح دلیل تھیں، لیکن بعض لوگ ایمان لائے اور بعض نے کفر کیا۔ پھر ان رسولوں پر ایمان نہ لانے کی وجہ سے ہم نے مجرموں سے انتقام لیا کہ دنیا میں اُنہیں عذاب میں مبتلا کر کے ہلاک کر دیا اور اے حبیب! مسلمانوں کی مدد کرنا ہمارے ذمہ کرم پر ہے۔

آیت 48،49 ان آیات میں اللہ تعالیٰ کی قدرت و رحمت کی خوبصورت نشانی بیان کی گئی کہ اللہ تعالیٰ ہی اپنی حکمت کے موافق ہواؤں کو بھیجتا ہے تو وہ ہوائیں بادل اٹھا کر لاتی ہیں، پھر اللہ تعالیٰ اپنی مَشِیَّت کے مطابق کبھی اس بادل کو آسمان میں پھیلا دیتا ہے کہ ہر طرف بادل چھائے ہوتے ہیں اور کبھی اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے کہ کہیں بادل اور کہیں خالی جگہ ہوتی ہے اس بادل کے بیچ میں سے بارش نکلتی نظر آتی ہے، پھر جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جن کے شہروں اور سرزمین کی طرف چاہتا ہے ان تک وہ بارش پہنچاتا ہے اور جب بارش ہوتی ہے تو وہ بندے خوش ہو جاتے ہیں حالانکہ اس بارش کے نازل کئے جانے سے پہلے وہ لوگ بارش ہونے سے بڑے ناامید ہو چکے ہوتے ہیں۔

فَانۡظُرۡ اِلٰۤی اٰثٰرِ رَحۡمَتِ اللّٰہِ کَیۡفَ یُحۡیِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِہَا ؕ اِنَّ ذٰلِکَ لَمُحۡیِ الۡمَوۡتٰی ۚ

تو اللہ کی رحمت کے نشانات دیکھو کہ وہ کس طرح زمین کو مردہ ہونے کے بعد زندہ کرتا ہے بے شک وہ مردوں کو زندہ کرنے والا ہے

وَ ہُوَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ﴿۵۰﴾ وَ لَئِنۡ اَرۡسَلۡنَا رِیۡحًا فَرَاَوۡہُ مُصۡفَرًّا لَّظَلُّوۡا مِنۡۢ بَعۡدِہٖ

اور وہ ہر شے پر قادر ہےO اور اگر ہم کوئی ہوا بھیجیں جس سے وہ کھیتی کو زرد دیکھیں تو ضرور اس کے بعد

یَکۡفُرُوۡنَ ﴿۵۱﴾ فَاِنَّکَ لَا تُسۡمِعُ الۡمَوۡتٰی وَ لَا تُسۡمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوۡا مُدۡبِرِیۡنَ ﴿۵۲﴾

ناشکری کرنے لگیں گےO پس بیشک تم مُردوں کو نہیں سنا سکتے اور نہ بہروں کو پکار سنا سکتے ہو جب وہ پیٹھ دے کر پھریںO

وَ مَاۤ اَنۡتَ بِہٰدِ الۡعُمۡیِ عَنۡ ضَلٰلَتِہِمۡ ؕ اِنۡ تُسۡمِعُ اِلَّا مَنۡ یُّؤۡمِنُ بِاٰیٰتِنَا فَہُمۡ مُّسۡلِمُوۡنَ ﴿۵۳﴾ ع ۱۳/۸

اور نہ تم اندھوں کو ان کی گمراہی سے سیدھا راستہ دکھا سکتے ہو تو تم اسی کو سنا سکتے ہو جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں پھر وہ فرمانبردار ہیںO

آیت 50 فرمایا کہ اے لوگو! اللہ تعالی کی رحمت یعنی بارش نازل ہونے پر مُرتّب ہونے والے نشانات دیکھو کہ بارش زمین کو سیر اب کرتی ہے، پھر اس سے سبزہ نکلتا ہے، سبزے سے پھل پیدا ہوتے ہیں اور پھلوں میں غذائیت ہوتی ہے اور اس سے جانداروں کے جسمانی نظام کو مدد پہنچتی ہے اور یہ دیکھو کہ اللہ تعالیٰ یہ سبزے اور پھل پیدا کرکے کس طرح خشک ہوجانے والی زمین کو سرسبز بنادیتا ہے اور جس نے خشک زمین کو سرسبز کردیا وہ بے شک مُردوں کو زندہ کرے گا اور وہ ہر اس چیز پر قادر ہے جو اس کی قدرت کے تحت آنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔

آیت 51 اس سے پہلی آیات میں بیان ہوا کہ بارش رک جانے سے لوگ مایوس ہوجاتے ہیں اور بارش ہوتی دیکھ کر خوش ہوجاتے ہیں یہاں بیان فرمایا کہ اگر ہم کوئی ایسی ہوا بھیجیں جو کھیتی اور سبزے کے لئے نقصان دِہ ہو، پھر وہ کھیتی کو سرسبز و شاداب ہونے کے بعد زرد دیکھیں تو ناشکری کرنے لگیں گے اور پہلی نعمت سے بھی مکر جائیں گے۔ مراد یہ ہے کہ ان لوگوں کی حالت یہ ہے کہ جب انہیں رحمت پہنچتی ہے، رزق ملتا ہے تو وہ خوش ہوجاتے ہیں اور جب کوئی سختی آتی ہے، کھیتی خراب ہوتی ہے تو پہلی نعمتوں سے بھی مکر جاتے ہیں حالانکہ انہیں چاہئے تو یہ تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ پر توکّل کرتے اور جب نعمت پہنچتی تو شکر بجالاتے اور جب بلا آتی تو صبر کرتے۔

آیت 52 اس آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ کافروں کی محرومی اور ان کے ایمان نہ لانے پر رنجیدہ نہ ہوں کیونکہ جن کے دل مرچکے اور ان سے کسی طرح حق بات کو قبول کرنے کی توقُّع نہیں رہی، تم انہیں حق بات نہیں سنا سکتے، اسی طرح جو لوگ حق بات سننے سے بہرے ہوں اور بہرے بھی ایسے کہ پیٹھ دے کر پھر گئے اور کسی طرح سمجھنے کی اُمید نہیں تو آپ ان بہروں کو حق کی کوئی پکار نہیں سنا سکتے **اہم بات:** اس آیت سے بعض لوگوں نے مُردوں کے نہ سننے پر اِستدلال کیا ہے مگر یہ استدلال صحیح نہیں کیونکہ یہاں مردوں سے مراد موت کا شکار ہونے والے لوگ نہیں بلکہ مردہ دل کفار مراد ہیں جو دُنیوی زندگی تو رکھتے ہیں مگر وعظ و نصیحت سے فائدہ حاصل نہیں کرتے، اس لئے انہیں مُردوں سے تشبیہ دی گئی لہٰذا اس آیت سے مردوں کے نہ سننے پر دلیل پیش کرنا درست نہیں۔ بکثرت اَحادیث سے مُردوں کا سننا، سلام کا جواب دینا اور اپنی قبروں پر زیارت کیلئے آنے والوں کو پہچاننا ثابت ہے۔

آیت 53 ارشاد فرمایا: **اور نہ تم اندھوں کو ان کی گمراہی سے سیدھا راستہ دکھا سکتے ہو۔** یہاں بھی اندھوں سے دل کے اندھے مراد ہیں۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ

اللہ ہی ہے جس نے تمہیں کمزور پیدا فرمایا پھر تمہیں کمزوری کے بعد قوت بخشی پھر قوت کے بعد

ضُعْفًا وَّ شَیْبَةً ؕ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ ۚ وَ هُوَ الْعَلِیْمُ الْقَدِیْرُ ﴿۵۴﴾ وَ یَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ

کمزوری اور بڑھاپا دیا۔ وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، وہی علم والا، بڑی قدرت والا ہے○ اور جس دن قیامت قائم ہو گی

یُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ۙ۬ مَا لَبِثُوْا غَیْرَ سَاعَةٍ ؕ كَذٰلِكَ كَانُوْا یُؤْفَكُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَ قَالَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا

مجرم قسم کھائیں گے کہ وہ تو صرف ایک گھڑی ہی رہے ہیں۔ اسی طرح وہ اوندھے جاتے تھے○ اور جنہیں علم اور ایمان

الْعِلْمَ وَ الْاِیْمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ اِلٰی یَوْمِ الْبَعْثِ ٞ فَهٰذَا یَوْمُ الْبَعْثِ

دیا گیا وہ کہیں گے: بیشک اللہ کے لکھے ہوئے میں تم مرنے کے بعد اٹھنے کے دن تک رہے ہو تو یہ مرنے کے بعد اٹھنے کا دن ہے

قرء حفص بضم الضاد وفتحها في الثلاثة لكن الضم مختار

مزید فرمایا: **تو تم اسی کو سناسکتے ہو جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔** اس آیت میں نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے لئے اللہ تعالیٰ کی آیتوں پر ایمان لانے والوں کو سنا سکنا ثابت کیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مومن دل کا زندہ ہے اور سن سکتا ہے۔

آیت 54 اس آیت میں انسان کے مختلف احوال کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ پہلے تو ماں کے پیٹ میں ایک لوتھڑا تھا، پھر بچہ بن کر پیدا ہوا اور شِیر خوار رہا، یہ اَحوال انتہائی ضُعف اور کمزوری کے ہیں۔ پھر تمہیں بچپن کی کمزوری کے بعد جوانی کی قوت عطا فرمائی، پھر جوانی کی قوت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا دیا۔ اللہ تعالیٰ جس چیز کو چاہے پیدا کرتا ہے اور کمزوری، قوت، جوانی اور بڑھاپا یہ سب اللہ تعالیٰ کے پیدا کئے سے ہیں جو ظاہری اسباب کے اعتبار سے ایک طبعی عمل ہے لیکن حقیقت میں ارادہِ الٰہی کی وجہ سے ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق اور اندازِ تخلیق کو جانتا ہے اور اسے ایک حال سے دوسرے حال کی طرف بدلنے پر بڑی قدرت رکھنے والا ہے۔

آیت 55 ارشاد فرمایا کہ جس دن قیامت قائم ہو گی اس دن مجرم قسم کھا کر کہیں گے کہ وہ صرف ایک گھڑی ہی ٹھہرے ہیں یعنی آخرت کو دیکھ کر مجرم کو دنیا یا قبر میں رہنے کی مدت بہت تھوڑی معلوم ہو گی، اس لئے وہ اس مدت کو ایک گھڑی سے تعبیر کریں گے۔ مزید فرمایا کہ اسی طرح وہ پھیرے جاتے تھے یعنی ایسے ہی دنیا میں غلط اور باطل باتوں پر جمتے اور حق سے پھرتے تھے اور مرنے کے بعد اٹھائے جانے کا انکار کرتے تھے جیسا کہ اب قبر یا دنیا میں ٹھہرنے کی مدت کو قسم کھا کر ایک گھڑی بتا رہے ہیں۔

آیت 56 یہاں علم اور ایمان پانے والوں سے مراد انبیاءِ کرام علیہم السلام، فرشتے اور مومنین ہیں، یہ اُن کا رد کریں گے اور فرمائیں گے کہ تم جھوٹ کہتے ہو۔ بیشک جو اللہ تعالیٰ نے اپنے سابق علم میں لوحِ محفوظ میں لکھا ہوا ہے کہ تم مرنے کے بعد اٹھنے کے دن تک وہاں ٹھہرے ہو اور اب جہاں تم موجود ہو وہ مرنے کے بعد اٹھنے کا دن یعنی قیامت کا دن ہے جس کا تم دنیا میں انکار کرتے تھے، اور تم نہ جانتے تھے کہ یہ حق ہے اور ضرور واقع ہو گا۔

Go to Index

وَ لٰكِنَّكُمْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۵۶ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَعْذِرَتُهُمْ وَ لَا هُمْ

لیکن تم نہ جانتے تھے ○ تو اس دن ظالموں کو ان کا معافی مانگنا نفع نہ دے گا اور نہ ان سے رجوع کرنے کا

يُسْتَعْتَبُوْنَ ۝۵۷ وَ لَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ؕ وَ لَئِنْ جِئْتَهُمْ بِاٰيَةٍ

مطالبہ کیا جائے گا ○ اور بیشک ہم نے لوگوں کے لئے اس قرآن میں ہر قسم کی مثال بیان فرمائی اور اگر تم ان کے پاس کوئی نشانی لاؤ

لَّيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُبْطِلُوْنَ ۝۵۸ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الَّذِيْنَ

تو ضرور کافر کہیں گے تم تو نہیں مگر باطل پر ○ اسی طرح اللہ جاہلوں کے دلوں پر مہر

لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۵۹ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ لَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِيْنَ لَا يُوْقِنُوْنَ ۝۶۰ ع ع ۶ ۹

لگا دیتا ہے ○ تو صبر کرو بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے اور یقین نہ کرنے والے تمہیں طیش پر نہ ابھاریں ○

آیت 57 فرمایا کہ قیامت کے دن ظالموں کو ان کا معافی مانگنا کوئی نفع نہ دے گا اور نہ اُن سے یہ کہا جائے گا کہ توبہ کرکے اپنے رب عزّوجلّ کو راضی کرلو جیسا کہ دنیا میں ان سے توبہ طلب کی جاتی تھی کیونکہ اس وقت توبہ مقبول نہیں۔ **درس:** اس آیت میں گناہگار مسلمانوں کے لئے بھی نصیحت ہے جن کا دل توبہ کی طرف مائل نہیں ہوتا، غور کریں کہ اگر توبہ کئے بغیر مر گئے تو آخرت میں گناہوں پر پکڑ بھی ہوسکتی ہے اور توبہ کا وقت دنیا کی زندگی ہے، آخرت میں توبہ کچھ کام نہ دے گی۔

آیت 58 فرمایا کہ ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے لئے ہر طرح کی مثال بیان فرمادی جس کی انہیں دین اور دنیا میں حاجت ہے اور اس میں غور و فکر کرنے والا ہدایت اور نصیحت حاصل کرسکتا ہے اور مثالیں اس لئے بیان فرمائی گئیں کہ کافروں کو تنبیہ ہو اور انہیں عذاب سے ڈرانا اپنے کمال کو پہنچے، لیکن انہوں نے سخت دلی کے باعث کچھ بھی فائدہ نہ اٹھایا بلکہ جب کوئی آیتِ قرآن آئی اس کو جھٹلا دیا اور اس کا انکار کردیا۔ **اہم بات:** جو اپنے گناہوں کو اچھا سمجھے، دوسروں کی نیکیوں کو برا جانے، گناہوں پر فخر کرے اور نیکیوں پر طعنہ کرے، یہ دل کی مُہر کا باعث ہے۔ یہاں آیت میں کفار کا ایسے ہی حال کا بیان ہوا ہے۔

آیت 59 فرمایا کہ جس طرح ان لوگوں کے دلوں پر مہر لگادی اسی طرح ان جاہلوں کے دلوں پر بھی اللہ تعالیٰ مہر لگا دیتا ہے جن کے بارے میں جانتا ہے کہ وہ گمراہی اختیار کریں گے اور حق والوں کو باطل پر بتائیں گے۔

آیت 60 فرمایا کہ اے حبیب! آپ اِن کفار کی ایذا اور عداوت پر صبر کریں، بیشک آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی مدد فرمانے کا اور دینِ اسلام کو تمام دینوں پر غالب کرنے کا اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ فرمایا وہ سچا ہے اور یہ وعدہ ضرور پورا ہوگا اور یہ لوگ جنہیں آخرت کا یقین نہیں ہے اور قیامت کے دن دوبارہ زندہ کئے جانے اور حساب کے منکر ہیں، ان کی شِدّتیں اور ان کے انکار آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے لئے طیش اور رنج کا باعث نہ ہوں اور ایسا نہ ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم اُن کے حق میں عذاب کی دعا کرنے میں جلدی فرمادیں۔

اٰیاتھا ٣٤ | ٣١ سُوْرَۃُ لُقْمٰنَ مَكِّيَّةٌ ٥٧ | رکوعاتھا ٤

سورۂ لقمٰن مکیہ ہے، اس میں چونتیس آیتیں اور چار رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

الٓمّٓ ﴿١﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ﴿٢﴾ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِيْنَ ﴿٣﴾ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ

الٓمّٓ ○ یہ حکمت والی کتاب کی آیتیں ہیں ○ نیکوں کیلئے ہدایت اور رحمت ہیں ○ وہ جو نماز قائم رکھتے ہیں

سورۂ لقمان کا تعارف یہ سورت ”وَلَوْاَنَّ مَافِی الْاَرْضِ“ سے شروع ہونے والی آیت نمبر 27 اور 28 کے علاوہ مکیہ ہے۔ اس میں 4 رکوع اور 34 آیتیں ہیں۔ اس سورت کے دوسرے رکوع سے اللہ عزّوجلّ کے برگزیدہ بندے حضرت لقمان حکیم رضی اللہ عنہ کا تذکرہ تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اسی وجہ سے یہ سورت ”سورۂ لقمان“ کے نام سے موسوم ہوئی۔ **مضامین:** اس سورت کی ابتداء میں ہدایتِ الٰہی کے دستور اور حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے دائمی معجزے قرآنِ پاک کا ذکر ہوا، تخلیق کائنات سے قدرت الٰہی کا بیان فرمایا گیا اور حضرت لقمان رضی اللہ عنہ کا واقعہ بیان کیا جس سے مقصود لوگوں کو ہدایت دینا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی توحید کے دلائل کا مُشاہدہ کرنے کے باوجود اپنے آباؤاَجداد کی پیروی میں شرک پر قائم رہنے والے مشرکین کی سرزَنش کی گئی، کفار کے قول اور عمل میں تضاد کو بیان کیا گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے خالق ہونے کا اقرار کرتے ہیں لیکن عبادت کا مستحق ہونے میں بتوں کو اس کا شریک ٹھہراتے ہیں حالانکہ بے شمار دلائل سے یہ بات ثابت ہے کہ عبادت کا مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ قدرتِ الٰہی پر دن اور رات کے آنے جانے، چاند اور سورج کو مُسَخَّر کئے جانے اور سمندروں میں کشتیوں کی رَوانی سے اِستدلال کیا گیا۔ آخر میں تقویٰ و پرہیز گاری کا حکم دیا گیا، روزِ قیامت کے عذاب سے ڈرایا گیا اور یہ بتایا گیا کہ مخصوص پانچ غیبی چیزوں کا ذاتی علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز سے خبردار ہے۔

آیت 1 یہ حروفِ مُقَطَّعات میں سے ایک حرف ہے، اس کی مراد اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

آیت 2،3 فرمایا: اس سورت کی آیتیں اس کتاب کی آیتیں ہیں جو حکمت والی ہے اور نیک اعمال کرنے والوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہیں۔ **درس:** قرآنِ مجید میں ہدایت و فلاح کا تمام تر بیان موجود ہے بشرطیکہ دل سے تعصب دور کرکے توجہ سے پڑھا جائے اور قرآنِ مجید حکمت کے انمول خزانوں سے مالامال ہے۔

آیت 4،5 پچھلی آیت میں بیان کردہ نیک لوگوں کے اوصاف بیان فرمائے کہ وہ نماز کو اس کی تمام شرائط اور حقوق کے ساتھ ہمیشہ ادا کرتے ہیں اور اپنے مالوں میں فرض ہونے والی زکوۃ حقداروں کو دیتے ہیں اور وہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے، اعمال کا حساب ہونے اور اعمال کی جزا و سزا پر یقین رکھتے ہیں۔ جن کے یہ اوصاف ہیں وہی لوگ اپنے رب عزّوجلّ کی طرف سے عطا کی گئی ہدایت پر ہیں اور وہی لوگ قیامت کے دن اپنے رب عزّوجلّ کی بارگاہ سے ثواب حاصل کرکے حقیقی طور پر کامیاب ہونے والے ہیں۔

وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝۴ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ

اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں ○ وہی اپنے رب کی ہدایت پر ہیں

وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۵ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ

اور وہی کامیاب ہونے والے ہیں ○ اور کچھ لوگ کھیل کی باتیں خریدتے ہیں تاکہ بغیر سمجھے اللہ کی راہ سے

اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝۶ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ

بہکادیں اور انہیں ہنسی مذاق بنالیں۔ ان کے لیے ذلت کا عذاب ہے ○ اور جب اس پر ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں

اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِيْٓ اُذُنَيْهِ وَقْرًا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ

تو تکبر کرتا ہوا پھر جاتا ہے جیسے اس نے ان (آیات) کو سنا ہی نہیں، گویا اس کے کانوں میں بوجھ ہے تو اسے دردناک عذاب کی

آیت 6 **شانِ نزول:** یہ آیت نضر بن حارث بن کلدہ کے بارے میں نازل ہوئی جو کہ تجارت کے سلسلے میں دوسرے ملکوں کا سفر کیا کرتا تھا۔ اس نے عَجمی لوگوں کی قصے کہانیوں پر مشتمل کتابیں خریدی ہوئی تھیں اور وہ کہانیاں قریش کو سنا کر کہا کرتا تھا کہ محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم) تمہیں عاد اور ثمود کے واقعات سناتے ہیں اور میں تمہیں رستم، اسفندیار اور ایران کے شہنشاؤں کی کہانیاں سناتا ہوں۔ کچھ لوگ اُن کہانیوں میں مشغول ہوگئے اور قرآنِ پاک سننے سے رہ گئے تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور ارشاد فرمایا گیا: کچھ لوگ کھیل کی باتیں خریدتے ہیں تاکہ جہالت کی بنا پر لوگوں کو اسلام میں داخل ہونے اور قرآنِ کریم سننے سے روکیں اور اللہ تعالیٰ کی آیات کا مذاق اڑائیں، ایسے لوگوں کے لیے ذِلّت کا عذاب ہے۔ **اہم باتیں:** (1) لَہْو یعنی کھیل ہر اس باطل کو کہتے ہیں جو آدمی کو نیکی سے اور کام کی باتوں سے غفلت میں ڈالے۔ اس میں بے مقصد و بے اصل اور جھوٹے قصے، کہانیاں اور افسانے، جادو، ناجائز لطیفے اور گانا بجانا وغیرہ سب داخل ہے۔ (2) قرآن مجید سننے سے منہ پھیرنا اور دینِ اسلام سے روکنے کی خاطر جھوٹے قصے کہانیاں اور ناول وغیرہ میں مشغول ہونا اور لوگوں کو اس میں لگانا دردناک عذاب کا سبب ہے۔ قرآن و دین سے ہٹانا مقصد نہ ہو تو یہ والا حکم نہیں، پھر مختلف صورتوں کا حکم جدا جدا ہے البتہ اکثر و بیشتر صورتوں میں ناول کہانیاں فضولیات میں ہی شامل ہوتی ہیں۔ (3) لوگوں کو گمراہ کرنے والے کا عذاب گمراہ ہونے والوں کے مقابلے میں بہت زیادہ ہے کیونکہ تمام گمراہوں کا وَبال بھی اسی پر پڑے گا۔

آیت 7 ارشاد فرمایا کہ جب کھیل کی باتیں خریدنے والے کے سامنے قرآنِ مجید کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو اس وقت وہ تکبُّر کرتے ہوئے ایسی حالت بنالیتا ہے جیسے اس نے ان آیات کو سنا ہی نہیں، گویا اس کے کانوں میں کوئی بوجھ ہے جس کی وجہ سے وہ سن نہیں سکتا، تو اے حبیب! صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم، اسے دردناک عذاب کی خوشخبری دے دیں۔

اَلِیْمٍ ۝۷ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتُ النَّعِیْمِ ۝۸ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا

خوشخبری دے دو○ بیشک جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے ان کے لیے نعمتوں کے باغات ہیں○ ہمیشہ ان میں رہیں گے،

وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝۹ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا

(یہ) اللہ کا سچا وعدہ ہے اور وہی عزت والا، حکمت والا ہے○ اس نے آسمانوں کو ان ستونوں کے بغیر بنایا جو تمہیں نظر آئیں

وَ اَلْقٰى فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ بِكُمْ وَ بَثَّ فِیْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ؕ وَ اَنْزَلْنَا

اور زمین میں لنگر ڈال دیئے تاکہ زمین تمہیں لے کر ہلتی نہ رہے اور اس میں ہر قسم کے جانور پھیلائے اور ہم نے

مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا فِیْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِیْمٍ ۝۱۰ هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِیْ

آسمان سے پانی اتارا تو زمین میں ہر نفیس قسم کا جوڑا اگایا○ یہ تو اللہ کا بنایا ہوا ہے تو (اے مشرکو!) تم مجھے کوئی ایسی چیز دکھاؤ

آیت 8،9 ان دو آیات میں ارشاد فرمایا: بیشک وہ لوگ جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں اور اچھے عمل کرتے ہیں ان کے لئے نعمتوں اور چین کے ایسے باغات ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے، یہ ان سے اللہ تعالیٰ کا سچا وعدہ ہے اس کا ہر فعل حکمت اور مَصلحت کے تمام تر تقاضوں کے عین مطابق ہے۔

آیت 10 اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی عظمت اور قدرت پر دلالت کرنے والی 4 چیزیں بیان فرمائی ہیں: (1) اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو ستونوں کے بغیر بنایا۔ انہیں ستونوں کے بغیر بنانے کا ایک معنی یہ ہے کہ کوئی ستون ہے ہی نہیں اور تمہاری نظر خود اس چیز کا مشاہدہ کر رہی ہے۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ آسمانوں کے ستون تو ہیں لیکن وہ ایسے نہیں جنہیں تم دیکھ سکو اس لئے وہ گویا ایسا ہے جیسے ستونوں کے بغیر ہی بنا ہوا ہے۔ (2) زمین میں پہاڑوں کے لنگر ڈال دیئے ہیں تاکہ زمین ہلتی نہ رہے۔ اسی لئے اگر پہاڑ نہ ہوں تو زمین تباہ ہو جائے، جدید سائنس سے بھی یہی چیز ثابت ہے۔ (3) زمین میں ہر قسم کے جانور پھیلائے۔ پھیلانے سے مراد یہ ہے کہ کچھ جانور کسی جگہ اور دوسرے بعض کسی اور جگہ پیدا فرمائے۔ (4) اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے آسمان کی طرف سے بارش کا پانی نازل فرمایا اور اس سے زمین میں عمدہ اَقسام کی نباتات کے جوڑے پیدا کئے اور جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کی ان عجیب و غریب صنعتوں میں غور و فکر کرے گا اس پر اللہ تعالیٰ کی عظمت اور قدرت آشکار ہو جائے گی۔

آیت 11 فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تو اپنی کامل قدرت اور انتہاء کو پہنچی ہوئی حکمت سے یہ تمام چیزیں پیدا فرمائی ہیں جنہیں تم بھی دیکھتے ہو، اب تم بتاؤ کہ تم لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کی بجائے جن بتوں کی عبادت کرتے اور انہیں پوجتے ہو، انہوں نے ایسا کون سا کمال دکھایا ہے جس کی وجہ سے تم نے انہیں عبادت کا مستحق سمجھ لیا اور ان کی پوجا کرنے میں مصروف ہو گئے، ان کافروں کا حق سے دور ہونا اور گمراہی میں مبتلا ہونا واضح ہے۔

ع۱۱ ۱۰
مَاذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۠﴿۱۱﴾ وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ

جو اللہ کے سوا اوروں نے بنائی ہو بلکہ ظالم کھلی گمراہی میں ہیں ○ اور بیشک ہم نے لقمان کو حکمت عطا فرمائی

اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ ؕ وَ مَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَ مَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴿۱۲﴾

کہ اللہ کا شکر ادا کر اور جو شکر ادا کرے تو وہ اپنی ذات کیلئے شکر کرتا ہے اور جو ناشکری کرے تو بیشک اللہ بے پرواہ ہے، حمد کے لائق ہے ○

وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم
وَ اِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَ هُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ؔؕ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۳﴾

اور یاد کرو جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: اے میرے بیٹے! کسی کو اللہ کا شریک نہ کرنا، بیشک شرک یقیناً بڑا ظلم ہے ○

وَ وَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّ فِصٰلُهٗ

اور ہم نے آدمی کو اس کے ماں باپ کے بارے میں تاکید فرمائی۔ اس کی ماں نے کمزوری پر کمزوری برداشت کرتے ہوئے اسے پیٹ میں اٹھائے رکھا

آیت 12 ارشاد فرمایا کہ ہم نے حضرت لقمان رضی اللہ عنہ کو حکمت عطا فرمائی اور حکم دیا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر بیشک جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر اس کا شکر ادا کرتا ہے تو وہ اپنی ذات کے لیے ہی کرتا ہے کیونکہ شکر کرنے سے نعمت زیادہ ہوتی ہے اور بندے کو ثواب ملتا ہے اور جو اپنے رب عزّوجلّ کی نعمتوں کی ناشکری کرے تو اس کا وبال اسی پر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اس سے اور اس کے شکر سے بے پرواہ ہے اور وہ اپنی ذات وصفات اور اَفعال میں حمد کے لائق ہے اگرچہ کوئی اس کی تعریف نہ کرے۔ **اہم باتیں:** (1) حضرت لقمان رضی اللہ عنہ کے نبی ہونے میں اختلاف ہے، اکثر علماء اسی طرف ہیں کہ آپ صاحبِ حکمت انسان تھے، نبی نہ تھے۔ (2) حکمت عقل اور فہم کو کہتے ہیں جس سے بندے کے اَفعال واقوال میں درستی اور پختگی پیدا ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ جس کے دل میں حکمت رکھتا ہے اُس کا دل روشن ہو جاتا ہے۔

آیت 13 حضرت لقمان رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: اے میرے بیٹے! کسی کو اللہ کا شریک نہ کرنا کیونکہ اس میں جو عبادت کا مستحق نہیں اسے مستحقِ عبادت کے برابر قرار دینا ہے اور عبادت کو اس کے محل کے خلاف رکھنا ہے اور یہ دونوں باتیں عظیم ظلم ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) حضرت لقمان رضی اللہ عنہ کے بیٹے کا نام اَنعم یا اَشکم تھا۔ (2) انسان کا اعلیٰ مرتبہ یہ ہے کہ وہ خود کامل ہو اور دوسرے کی تکمیل کرے جیسے حضرت لقمان رضی اللہ عنہ خود صاحبِ حکمت ہونے کی وجہ سے کامل تھے اور بیٹے کو نصیحت کرکے اس کی تکمیل کر رہے تھے۔ (3) گزشتہ بزرگوں کی تعلیم یاد دلانا، ان کے اقوال نقل کرنا سنتِ الٰہیہ ہے۔ **درس:** (۱) نصیحت کرنے میں گھر والوں اور قریب تر لوگوں کو مقدم کرنا چاہئے۔ (۲) نصیحت کی ابتدا عقائد کی اصلاح سے ہونی چاہیے۔ (۳) نصیحت نرم الفاظ میں ہونی چاہیے جیسے حضرت لقمان رضی اللہ عنہ نے "اے میرے بچے" کہہ کر مخاطب کیا۔

آیت 14 اس آیت کی ابتدا میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آدمی کو اپنے ماں باپ کا فرمانبردار رہنے اور ان کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی تاکید فرمائی اور بطورِ خاص ماں سے زیادہ حسنِ سلوک کا سبب بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کی ماں نے کمزوری پر کمزوری برداشت کرتے ہوئے اسے پیٹ میں اٹھائے رکھا، یعنی اس کی ماں کی کمزوری میں ہر وقت اضافہ ہوتا رہتا ہے، جتنا حمل بڑھتا جاتا ہے اور بوجھ زیادہ ہوتا ہے اتنا ہی کمزوری میں اضافہ ہوتا ہے، عورت کو حاملہ ہونے کے بعد کمزوری، تھکن اور مشقتیں پہنچتی رہتی ہیں، حمل خود

النصف

فِیْ عَامَیْنِ اَنِ اشْكُرْ لِیْ وَ لِوَالِدَیْكَ ؕ اِلَیَّ الْمَصِیْرُ ﴿۱۴﴾ وَ اِنْ جَاهَدٰكَ

اور اس کا دودھ چھڑانے کی مدت دو سال میں ہے کہ میرا اور اپنے والدین کا شکر ادا کرو۔ میری ہی طرف لوٹنا ہے ○ اور اگر وہ دونوں تجھ پر کوشش کریں

عَلٰۤى اَنْ تُشْرِكَ بِیْ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۙ فَلَا تُطِعْهُمَا وَ صَاحِبْهُمَا فِی الدُّنْیَا مَعْرُوْفًا ۫

کہ تو کسی ایسی چیز کو میرا شریک ٹھہرائے جس کا تجھے علم نہیں تو ان کا کہنا نہ مان اور دنیا میں اچھی طرح ان کا ساتھ دے

وَّ اتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ ۚ ثُمَّ اِلَیَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵﴾

اور میری طرف رجوع کرنے والے آدمی کے راستے پر چل پھر میری ہی طرف تمہیں پھر کر آنا ہے تو میں تمہیں بتادوں گا جو تم کرتے تھے ○

کمزور کرنے والا ہے، دردِ زِہ کمزوری پر کمزوری ہے اور وضعِ حمل اس پر اور مزید شدت ہے اور دودھ پلانا بھی مستقل مشقت کا ذریعہ ہے۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ بچے کا دودھ چھڑانے کی مدت ولادت کے وقت سے لے کر دو سال تک ہے۔ پھر فرمایا: **میرا اور اپنے والدین کا شکر ادا کرو۔** یہ وہ تاکید ہے جس کا ذکر اوپر فرمایا تھا اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ والدین کا مقام بہت بلند ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ بندے کے والدین کا ذکر فرمایا اور ایک ساتھ دونوں کا شکر ادا کرنے کا حکم دیا، اب اگر کوئی بد قسمت اپنے والدین کی خدمت نہ کرے اور انہیں تکلیفیں دے تو یہ اس کی بد نصیبی ہے۔ آخر میں فرمایا کہ اے لوگو! تمہیں روزِ قیامت میری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے تو میں تمہیں تمہارے شکر کی جزا اور ناشکری کی سزا دوں گا۔ **اہم باتیں:** (1) ماں کو باپ پر تین درجے فضیلت حاصل ہے۔ (2) اولاد پر ماں اور باپ دونوں کا حق انتہائی بڑا ہے لیکن ماں کا حق باپ کے حق سے زیادہ بڑا ہے۔

آیت 15 اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے بندے! تم علم سے تو کسی کو میرا شریک ٹھہرا ہی نہیں سکتے کیونکہ میرا شریک محال ہے۔ اب تجھے جو کوئی بھی کسی چیز کو میرے ساتھ شریک ٹھہرانے کا کہے گا تو وہ بے علمی ہی سے کہے گا، لہٰذا ایسا اگر ماں باپ بھی کہیں تو ان کا کہنا نہ مان، کہ خالق کی نافرمانی کرنے میں کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں، البتہ دنیا میں حسنِ اخلاق، حسنِ سلوک، احسان اور تحمُّل کے ساتھ اچھی طرح ان کا ساتھ دے لیکن دین میں ان کی پیروی نہ کر بلکہ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور ان کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے راستے پر چل، پھر مرنے کے بعد میری ہی طرف تمہیں اور تمہارے والدین کو لوٹ کر آنا ہے تو میں تمہیں تمہارے ایمان کی جزا دوں گا اور تمہارے والدین کو ان کے کفر کی سزا دوں گا۔ **اہم باتیں:** (1) اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والے کی پیروی سے مراد یہ ہے کہ دین میں حضور پُرنور صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کے راستے پر چل۔ اسی راہ کو مذہبِ سنّت وجماعت کہتے ہیں۔ (2) والدین کی خدمت عظیم چیز ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے کے معاملے میں ان کی بات نہیں مانی جائے گی (3) دینِ اسلام میں والدین کی خدمت کرنے اور ان کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کی ایک خاص اہمیت ہے حتّٰی کہ کافر والدین کے ساتھ بھی حسنِ سلوک کرنے، ان کی خدمت کرنے، ان کی طرف سے پہنچنے والی آزمائشیں برداشت کرنے اور ان پر احسان کرنے کی تعلیم دی گئی ہے۔

یٰبُنَیَّ اِنَّهَاۤ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِیْ صَخْرَةٍ اَوْ فِی السَّمٰوٰتِ اَوْ

اے میرے بیٹے! برائی اگر رائی کے دانے کے برابر ہو پھر وہ پتھر کی چٹان میں ہو یا آسمانوں میں یا

فِی الْاَرْضِ یَاْتِ بِهَا اللّٰهُؕ اِنَّ اللّٰهَ لَطِیْفٌ خَبِیْرٌ ﴿۱۶﴾ یٰبُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ

زمین میں، اللہ اسے لے آئے گا بیشک اللہ ہر باریکی کا جاننے والا خبردار ہے ○ اے میرے بیٹے! نماز قائم رکھ اور اچھی بات کا حکم دے

وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَاۤ اَصَابَكَؕ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۱۷﴾ وَلَا تُصَعِّرْ

اور بری بات سے منع کر اور تجھے جو مصیبت آئے اس پر صبر کر، بیشک یہ ہمت والے کاموں میں سے ہے ○ اور لوگوں سے بات کرتے وقت

خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًاؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ﴿۱۸﴾

اپنا رخسار ٹیڑھا نہ کر اور زمین میں اکڑتے ہوئے نہ چل، بیشک اللہ کو ہر اکڑنے والا، تکبر کرنے والا ناپسند ہے ○

آیت 16 حضرت لقمان رضی اللہ عنہ نے اپنے فرزند سے فرمایا کہ اے میرے بیٹے! برائی اگر رائی کے دانے کے برابر ہو اور اتنی چھوٹی ہونے کے ساتھ وہ کیسی ہی جگہ میں ہو اور کتنی ہی پوشیدہ ہو جیسے پتھر کی چٹان میں ہو یا آسمانوں میں ہو یا زمین میں ہو، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے حاضر کر دے گا اور اس کا حساب فرمائے گا۔ بیشک اللہ تعالیٰ ہر باریکی کو جاننے والا اور اس سے خبردار ہے اور اس کا علم ہر چھوٹی بڑی چیز کا اِحاطہ کئے ہوئے ہے۔ **درس:** ہمارا معمولی سے معمولی عمل بھی قیامت کے دن بارگاہِ الٰہی میں پیش کیا جائے گا اور اس کا حساب ہوگا، لہٰذا ہمیں دنیا میں ہی اپنے ہر چھوٹے عمل کا بھی محاسبہ اور برے اعمال سے سچی توبہ کر لینی چاہیے۔

آیت 17 یہاں سے وہ نصیحت ذکر کی جارہی ہے جو انہوں نے اپنے بیٹے کو ظاہری اعمال کے حوالے سے کی اور جس کا تعلق اپنی اور دوسروں کی اصلاح کے ساتھ ہے، چنانچہ فرمایا گیا کہ حضرت لقمان رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے سے کہا: اے میرے بیٹے! نماز قائم رکھ جو کہ کامل ترین عبادت ہے اور لوگوں کو اچھی بات کا حکم دے اور انہیں بری بات سے منع کر اور یہ کام کرنے کی وجہ سے تم پر جو مصیبت آئے اس پر صبر کر، بیشک یہ ہمت والے کاموں میں سے ہے۔ **اہم بات:** نماز، اچھی بات کا حکم دینا، بری بات سے منع کرنا اور مصیبت پر صبر کرنا، یہ ایسی عبادات ہیں جن کا تمام اُمتوں میں حکم تھا۔ **درس:** تبلیغ اور صبر کے اکٹھے بیان کرنے میں ایک اشارہ یہ ہے کہ تبلیغ میں صبر کے مَراحل بہت مرتبہ پیش آتے ہیں لہٰذا تکالیف کی وجہ سے تبلیغ سے باز نہیں آنا چاہیے۔

آیت 18 یہاں سے حضرت لقمان رضی اللہ عنہ کی وہ نصیحت ذکر کی جارہی ہے جو انہوں نے اپنے بیٹے کو باطنی اعمال کے حوالے سے فرمائی، چنانچہ فرمایا کہ اے میرے بیٹے! جب آدمی بات کریں تو تکبر کرنے والوں کی طرح انہیں حقیر جان کر ان کی طرف سے رخ پھیر لینے والا طریقہ اختیار نہ کرنا بلکہ مالدار اور فقیر سبھی کے ساتھ عاجزی واِنکساری کے ساتھ پیش آنا اور زمین پر اکڑتے ہوئے نہ چلنا، بیشک اکڑنے والا اور تکبر کرنے والا کوئی بھی شخص اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔ **درس:** (1) کسی کو حقیر نہیں جاننا چاہیے بلکہ جس سے بھی ملاقات ہو تو اس کے ساتھ محبت اور اچھے انداز میں پیش آنا چاہیے۔ (2) آیت میں اکڑ کر چلنے سے منع فرمایا گیا۔ (۳) ہمارا دین ہمیں اخلاقیات اور معاشرتی آداب بھی سکھاتا ہے۔

وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ؕ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ ۟ ۱۹ ع ۲ ۸ ۱۱

اور اپنے چلنے میں درمیانی چال سے چل اور اپنی آواز کچھ پست رکھ، بیشک سب سے بری آواز گدھے کی آواز ہے○

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ

کیا تم نے نہ دیکھا کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہیں سب کو اللہ نے تمہارے لیے کام میں لگا رکھا ہے اور اس نے تم پر اپنی ظاہری اور

ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً ؕ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ۟ ۲۰

باطنی نعمتیں پوری کر دیں اور کچھ لوگ اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں حالانکہ (انہیں) نہ علم ہے اور نہ عقل اور نہ کوئی روشن کتاب○

آیت 19 حضرت لقمان رضی اللہ عنہ نے نصیحت کرتے ہوئے مزید فرمایا: اے میرے بیٹے! جب تم چلنے لگو تو نہ بہت تیز چلو اور نہ بہت سست کیونکہ یہ دونوں باتیں مذموم ہیں، بلکہ تم درمیانی چال سے چلو نیز شور کرنے اور چیخنے چلانے سے احتراز کرو، بیشک سب سے بری آواز گدھے کی آواز ہے۔ مقصود یہ ہے کہ شور مچانا اور آواز بلند کرنا مکروہ وناپسندیدہ ہے اور اس میں کچھ فضیلت نہیں، جیسے گدھے کی آواز کہ بلند ہونے کے باوجود مکروہ اور وحشت انگیز ہے۔ **درس:** (1) اطمینان اور وقار کے ساتھ، عاجزانہ شان سے زمین پر آہستہ چلنا کامل ایمان والوں کا وصف ہے اور اتنا تیز چلنا جو بھاگنے کے مشابہ ہو یہ مومن کے وقار کے منافی ہے۔ (2) ضرورت سے زیادہ آواز بلند کرکے اور چلا چِلا کر گفتگو کرنا ایک ناپسندیدہ فعل ہے اور یہ انسان کا نہیں بلکہ گدھوں کا طریقہ ہے۔ (3) حضرت لقمان رضی اللہ عنہ کی اپنے بیٹے کو کی جانے والی جو نصیحتیں یہاں ذکر ہوئیں، ان سے معلوم ہوا کہ اولاد کی تربیت کرنے کے معاملے میں والدین کو ان اُمور کا بطورِ خاص لحاظ کرنا چاہئے، ان کے عقائد کی اصلاح، ظاہری اور باطنی اعمال کی درستی پر توجہ ہو نیز اخلاقیات بہتر بنانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ یہ چاروں چیزیں دنیا اور آخرت کے اعتبار سے انتہائی اہم ہیں۔ افسوس! ہمارے معاشرے میں والدین اپنے بچوں کی تربیت کے معاملے میں یہ تو دیکھتے ہیں کہ ان کا بچہ دُنیوی تعلیم اور دنیاداری میں کتنا اچھا اور چالاک، ہوشیار ہے لیکن اس طرف توجہ بہت ہی کم کرتے ہیں کہ اس کے عقائد ونظریّات کیا ہیں اور اس کے ظاہری اور باطنی اعمال کس رخ کی طرف جارہے ہیں اور ان کی اخلاقیات کس نہج پر پہنچ چکی ہے۔

آیت 20 ارشاد فرمایا: اے لوگو! کیا تم نے نہ دیکھا کہ جو کچھ آسمانوں میں ہیں جیسے سورج، چاند اور ستارے اور جو کچھ زمین میں ہیں جیسے دریا، نہریں، پہاڑ، درخت، پھل، چوپائے وغیرہ، ان سب کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کامل قدرت سے تمہارے لیے کام میں لگا رکھا ہے جس کے نتیجے میں تم آسمانی چیزوں سے نفع اٹھاتے مزید فرمایا: **اور اس نے تم پر اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں پوری کر دیں۔** یہاں ظاہری اور باطنی نعمتوں سے کیا مراد ہے؟ اس بارے میں مختلف اقوال ہیں لیکن یہ ظاہر ہے کہ دینی، دنیاوی، ظاہری، باطنی، جسمانی، روحانی لاکھوں نعمتیں خدا نے ہمیں عطا فرمائی ہیں۔ مختلف افراد کو مختلف نعمتیں عطا کی گئیں اور یہ تو چند نعمتیں ہیں ورنہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں تو اتنی کثیر ہیں کہ انہیں شمار ہی نہیں کیا جاسکتا تو کیا یہ نعمتیں اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت کی معرفت حاصل کرنے کے لئے کافی نہیں۔ **مزید ارشاد فرمایا کہ** کچھ لوگ ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھگڑتے ہیں حالانکہ ان کے پاس نہ علم ہے، نہ عقل اور نہ ہی کوئی روشن کتاب ہے، اس لئے وہ جو کہیں گے جہالت ہی ہوگی اور یہ جاہلانہ بحث و تکرار بہت سے کافروں کی عادت تھی۔ **اہم بات:** عقائد میں کلام کرنے کو

Go to Index

وَ اِذَا قِیۡلَ لَہُمُ اتَّبِعُوۡا مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ قَالُوۡا بَلۡ نَتَّبِعُ مَا وَجَدۡنَا عَلَیۡہِ اٰبَآءَنَا ؕ

اور جب ان سے کہا جائے کہ اس کی پیروی کرو جو اللہ نے نازل فرمایا ہے تو کہتے ہیں: بلکہ ہم تو اس کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا۔

اَوَ لَوۡ کَانَ الشَّیۡطٰنُ یَدۡعُوۡہُمۡ اِلٰی عَذَابِ السَّعِیۡرِ ﴿۲۱﴾ وَ مَنۡ یُّسۡلِمۡ وَجۡہَہٗۤ اِلَی اللّٰہِ وَ

کیا اگرچہ شیطان ان کو عذابِ دوزخ کی طرف بلا رہا ہو○ تو جو اپنا منہ اللہ کی طرف جھکادے اور

ہُوَ مُحۡسِنٌ فَقَدِ اسۡتَمۡسَکَ بِالۡعُرۡوَۃِ الۡوُثۡقٰی ؕ وَ اِلَی اللّٰہِ عَاقِبَۃُ الۡاُمُوۡرِ ﴿۲۲﴾ وَ مَنۡ کَفَرَ

وہ نیک ہو تو بیشک اس نے مضبوط سہارا تھام لیا اور سب کاموں کا انجام اللہ ہی کی طرف ہے○ اور جو کفر کرے

فَلَا یَحۡزُنۡکَ کُفۡرُہٗ ؕ اِلَیۡنَا مَرۡجِعُہُمۡ فَنُنَبِّئُہُمۡ بِمَا عَمِلُوۡا ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیۡمٌۢ بِذَاتِ

تو اس کا کفر آپ کو غمگین نہ کرے۔ انہیں ہماری ہی طرف پھرنا ہے تو ہم انہیں بتادیں گے جو انہوں نے کیا ہو گا بیشک اللہ دلوں کی بات

لوگوں نے بہت آسان سمجھ رکھا ہے، میڈیا کی وجہ سے لوگوں نے دین، اسلام، قرآن، ایمان، آخرت اور خدا کے بارے میں رنگ برنگی چیزیں اپنائی ہوئی ہیں۔ ایمان کی حفاظت اسی میں ہے کہ عقیدے کے معاملے میں صرف یہی کہیں کہ میرا عقیدہ وہی ہے جو قرآن و حدیث میں بیان ہوا اور میں امتِ مسلمہ اور بزرگانِ دین کے فہمِ دین سے ہٹ کر کسی کی رائے نہیں سننا چاہتا۔ **درس:** علم کے بغیر دینی مسائل میں بحث کرنا اپنے ایمان کو خطرے میں ڈالنا ہے۔

آیت 21 فرمایا کہ جب ان جھگڑا کرنے والوں سے کہا جائے کہ خدا کی نازل کی ہوئی کتاب قرآن کی پیروی کرو، تو کہتے ہیں: ہم قرآن کی پیروی نہیں کریں گے بلکہ ہم تو اپنے باپ دادا کے طریقے پر ہی رہیں گے۔ اس پر فرمایا کہ کیا اگرچہ شیطان انہیں جہنم کے عذاب کی طرف بلا رہا ہو جب بھی وہ اپنے باپ دادا ہی کی پیروی کئے جائیں گے؟ یہ تو سراسر عقل دشمنی ہے۔

آیت 22 اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اس کا دین قبول کرے، اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہو، اسی پر بھروسہ رکھے اور وہ نیک اعمال کرنے والا بھی ہو تو بیشک اس نے مضبوط سہارا تھام لیا اور اس کے ذریعے وہ اعلیٰ مراتب پر فائز ہو جائے گا اور سب کاموں کی انتہا اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہے تو وہ ایسے شخص کو اچھی جزا دے گا۔ **درس:** آخرت میں اچھی جزا پانے کے لئے صحیح ایمان اور درست نیک اعمال دونوں ضروری ہیں، لہٰذا جو ایمان والا نہیں اس کا کوئی بھی عمل صالح نہیں اگرچہ وہ ظاہری اعتبار سے کیسے ہی اچھے عمل کر رہا ہو اور جو صحیح ایمان لانے کے بعد نیک عمل نہیں کر رہا وہ اپنے آپ کو خطرے پر پیش کر رہا ہے کیونکہ برے اعمال اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا سبب ہیں۔

آیت 23 ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! تم کسی کافر کے کفر پر غمزدہ نہ ہو کیونکہ اس کا کفر کرنا دنیا و آخرت میں آپ کے لئے کسی طرح نقصان دہ نہیں۔ ان لوگوں کو مرنے کے بعد ہماری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے اور ہم انہیں ان کے اعمال کی سزا دیں گے کیونکہ خدا تو دلوں کی پوشیدہ باتیں بھی جانتا ہے۔

الصُّدُوْرِ ﴿۲۳﴾ نُمَتِّعُهُمْ قَلِیْلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰی عَذَابٍ غَلِیْظٍ ﴿۲۴﴾ وَ لَىٕنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ

جانتا ہے○ ہم انہیں کچھ فائدہ اٹھانے دیں گے پھر انہیں سخت عذاب کی طرف مجبور کریں گے ○ اور اگر تم ان سے پوچھو کہ

السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ لَیَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۲۵﴾

آسمان اور زمین کس نے بنائے ؟ تو ضرور کہیں گے: ''اللہ نے'' تم فرماؤ: تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں بلکہ ان میں اکثر جانتے نہیں○

لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ ﴿۲۶﴾ وَ لَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ

اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے بیشک اللہ ہی بے نیاز، تعریف کے لائق ہے○ اور زمین میں جتنے درخت ہیں

مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّ الْبَحْرُ یَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ؕ

اگر وہ سب قلمیں بن جاتے اور سمندر (ان کی سیاہی، پھر) اس کے بعد اس (پہلی سیاہی) کو سات سمندر مزید بڑھادیتے تو بھی اللہ کی باتیں ختم نہ ہوتیں

آیت 24 ارشاد فرمایا کہ ہم ان کافروں کو تھوڑی مہلت دیں گے تاکہ وہ اپنی موت تک دنیا کی نعمتوں سے مزے اٹھالیں، پھر انہیں آخرت میں سخت عذاب کی طرف جانے پر مجبور کردیں گے اور وہ جہنم کا عذاب ہے۔

آیت 25 اس آیت کا خلاصہ یہ ہے اگر کفار سے سوال کیا جائے کہ بتاؤ زمین اور آسمان کس نے بنائے ہیں ؟ تو ضرور ان کا جواب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے بنائے ہیں۔ جب خدا ہی خالق ہے، تو واجب ہوا کہ اس کی حمد شکر ادا کیا جائے اور اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کی جائے، لہٰذا اے حبیب! آپ کہہ دیں کہ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں جو خالقِ ارض و سماء ہے، جس نے اپنی توحید کو دلائل سے بیان فرمادیا لیکن کافروں کی عجیب حالت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے خالق ہونے کا اقرار کرنے کے باوجود یہ اِس اعتراف کے تقاضے پر عمل نہیں کرتے کہ شرک چھوڑ کر صرف ایک اللہ کی عبادت کریں تو ان کا یہ اعتراف علم نہیں بلکہ جہالت ہے جس کے تقاضے پر عمل نہیں اور جس علم اور شرک کے درمیان کے تضاد کو یہ سمجھ نہیں رہے۔

آیت 26 ارشاد فرمایا کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اللہ تعالیٰ کے مملوک ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کی یہ شان ہے تو زمین و آسمان میں اسکے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں آسمانوں اور زمین کی پیدائش سے پہلے بھی اور بعد میں بھی اللہ تعالیٰ ہی اپنی ذات اور صفات میں بے نیاز اور تعریف کے لائق ہے جو تمام صفاتِ کمال کا جامع ہے۔

آیت 27 اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایک مثال کے ذریعے اپنی عظمت کا بیان فرمایا کہ اگر ساری زمین میں موجود تمام درختوں کی قلمیں بنادی جائیں جو کھربوں سے بھی کھربوں گنا زیادہ ہوں گی اور لکھنے کے لئے سمندر بلکہ سات سمندروں کو سیاہی بنالیا جائے اور ان قلموں اور سیاہی کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی عظمت مثلاً علم، قدرت اور صِفات کو لکھا جائے تو سارے قلم اور سمندر ختم ہوجائیں لیکن عظمتِ الٰہی کے کلمات ختم نہ ہوں کیونکہ سمندر جتنے بھی ہوں بہرحال وہ محدود ہیں اور ان کی کوئی انتہاء ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کی کوئی انتہاء نہیں، تو متناہی چیز غیر متناہی کا اِحاطہ کرہی نہیں سکتی۔

اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿٢٧﴾ مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ﴿٢٨﴾

بیشک اللہ عزت والا، حکمت والا ہے ○ تم سب کا پیدا کرنا اور قیامت میں اٹھانا ایسا ہی ہے جیسا ایک جان کا، بیشک اللہ سننے والا، دیکھنے والا ہے ○

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ

اے سننے والے! کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللہ رات کو دن میں داخل کر دیتا ہے اور دن کو رات میں داخل کر دیتا ہے اور اس نے سورج

وَالْقَمَرَ ؗ كُلٌّ يَّجْرِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّاَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿٢٩﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ

اور چاند کو کام میں لگا دیا، ہر ایک ایک مقرر مدت تک چلتا ہے اور یہ کہ اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے ○ یہ اس لیے ہے کہ

اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الْبَاطِلُ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿٣٠﴾ ع ٣ | ١٢

اللہ ہی حق ہے اور اس کے سوا جن کو لوگ پوجتے ہیں وہ سب باطل ہیں اور یہ کہ اللہ ہی بلندی والا، بڑائی والا ہے ○

آیت 28 کفار کا یہ ایک عام شبہ تھا کہ تخلیق تو مرحلہ وار ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مختلف مراحل سے گزار کر انسان کو پیدا فرمایا، جیسے پہلے نطفہ کی شکل میں، پھر جما ہوا خون، پھر گوشت کا ٹکڑا، پھر ہڈیاں اور اعضاء وغیرہ بنتے ہیں۔ تخلیق کے ان مراحل کو جاننے کے باوجود محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم یہ کہتے ہیں کہ ہم سب کو ایک ہی گھڑی میں نئے سرے سے پیدا کر کے اٹھایا جائے گا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ اس شبے کے جواب میں ارشاد فرمایا: اے اہلِ مکہ! تم سب کو پیدا کرنا اور قیامت کے دن دوبارہ زندہ کر کے اٹھانا اللہ تعالیٰ کے لئے ایک جان کو پیدا کرنے کے برابر ہے، یہ اللہ تعالیٰ پر کچھ دشوار نہیں گویا کہ فرمایا گیا: یہاں بہت آہستگی سے پیدا فرمانا دوسری حکمتوں سے ہے نہ کہ رب تعالیٰ کی مجبوری کی بناء پر۔ قیامت میں ایک دم پیدا فرمانے میں اپنی قدرتِ کاملہ کا اظہار ہو گا، لہٰذا اپنے محدود و ناقص علم و مشاہدے سے خدا کی لامحدود و کامل قدرت کو جانچنے کی کوشش نہ کرو۔ مزید فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ تمہارے اَقوال کو سننے والا اور تمہارے افعال کو دیکھنے والا ہے تو وہ تمہیں تمہاری باتوں اور عملوں کا بدلہ دے گا۔

آیت 29،30 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے سننے والے! کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت اور حکمت سے ایک موسم میں رات کے کچھ حصے کو کم کر کے دن میں داخل کر دیتا ہے اور ایک موسم میں دن کے کچھ حصے کو بڑھا کر رات میں داخل کر دیتا ہے اور اس نے سورج اور چاند کو بندوں کے نفع کے لئے کام میں لگا دیا ہے اور ان میں سے ہر ایک مقررہ مدت تک اپنی مخصوص رفتار سے چلتا رہے گا اور کیا تم نے نہ دیکھا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔ یہ جو عجائبات بیان ہوئے ان پر صرف اللہ تعالیٰ ہی قادر ہے، اس لئے صرف وہی عبادت کا مستحق ہے اور خدا کے سوا جن بتوں اور بے قدر چیزوں کو لوگ پوجتے ہیں وہ سب باطل اور فنا ہونے والے ہیں، لہٰذا ان میں سے کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہو سکتا اور اللہ تعالیٰ کی یہ قدرت و عظمت اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی اپنی ذات و صفات میں بلندی والا اور بڑائی والا ہے۔ **اہم بات:** سورج اور چاند کے بارے میں فرمایا کہ ”ہر ایک، ایک مقررہ مدت تک چلتا ہے“ اس میں مقررہ مدت سے مراد قیامت کا دن ہے کہ تب تک چلتے رہیں گے یا مراد یہ ہے کہ دونوں اپنے مُعَیَّن اوقات تک چلتے ہیں جیسے سورج سال کے آخر تک اور چاند مہینے کے آخر تک چلتا ہے۔

Go to Index

اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْفُلْكَ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ لِیُرِیَكُمْ مِّنْ اٰیٰتِهٖ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ

کیا تونے نہ دیکھا کہ دریا میں کشتی اللہ کے فضل سے چلتی ہے تاکہ وہ تمہیں اپنی کچھ نشانیاں دکھائے بیشک اس میں ہر بڑے صبر کرنے والے،

لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۳۱﴾ وَ اِذَا غَشِیَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ۚ۬

بڑے شکر گزار کیلئے نشانیاں ہیں ○ اور جب پہاڑوں جیسی کوئی موج ان پر آپڑتی ہے تو اللہ ہی پر اعتقاد رکھتے ہوئے اسے پکارتے ہیں

فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ؕ وَ مَا یَجْحَدُ بِاٰیٰتِنَاۤ اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُوْرٍ ﴿۳۲﴾

پھر جب (اللہ) انہیں خشکی کی طرف بچالاتا ہے تو ان میں کوئی (ہی) اعتدال پر رہتا ہے اور ہماری آیتوں کا انکار صرف ہر بڑا بے وفا، ناشکرا ہی کرے گا○

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَ اخْشَوْا یَوْمًا لَّا یَجْزِیْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ ۫ وَ لَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو اور اس دن کا خوف کرو جس میں کوئی باپ اپنی اولاد کے کام نہ آئے گا اور نہ کوئی بچہ اپنے باپ کو

عَنْ وَّالِدِهٖ شَیْــٴًـا ؕ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا ٙ وَ لَا یَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ

کچھ نفع دینے والا ہو گا۔ بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے تو دنیا کی زندگی ہرگز تمہیں دھوکا نہ دے اور ہرگز بڑا دھوکا دینے والا تمہیں اللہ کے علم پر

آیت 31 فرمایا: کیا تونے نہ دیکھا کہ دریا میں کشتی اللہ تعالیٰ کے فضل ورحمت سے چلتی ہے ورنہ وہاں ہزارہا آفتیں موجود ہیں جو اس کی روانی میں رکاوٹ بن سکتی اور کشتی کو ڈبو سکتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ فضل اس لئے فرمایا تاکہ وہ تمہیں اپنی قدرت کی کچھ نشانیاں دکھادے۔ بیشک کشتی کی روانی میں ہر اس شخص کیلئے نشانیاں ہیں جو بلاؤں پر بڑا صبر کرنے والا اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا بڑا شکر گزار ہو۔ صبر اور شکر یہ دونوں صفتیں مومن کی ہیں تو گویا ارشاد فرمایا: اس میں ہر مومن کے لئے نشانیاں ہیں۔

آیت 32 ارشاد فرمایا کہ جب کفار کو سمندری سفر کے دوران پہاڑوں جیسی موجیں تباہ کرنے لگتی ہیں تو وہ اپنے معبودوں کو چھوڑ کر اللہ وَحدَہٗ لَاشَرِیک ہی کو پکارتے اور اسی سے دعا و اِلتجا کرنے لگتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کی شانِ کریمی سے صحیح سلامت ساحل پر پہنچ جاتے تو ان میں سے چند ایک ہی اپنے ایمان و اخلاص پر قائم رہتے ہیں ورنہ اکثریت پھر کفر کی طرف لوٹ جاتی ہے اور یہ اکثریت بے وفا اور ناشکری ہے اور ہماری آیتوں کا انکار صرف ہر بڑا بے وفا، ناشکرا ہی کرے گا۔ **درس:** معلوم ہوا کہ صرف مصیبت میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا اور آرام میں بھول جانا کافروں کا عمل ہے۔ مومن کی شان یہ ہے کہ وہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے۔

آیت 33 فرمایا کہ اے اہلِ مکہ! اپنے رب عزّوجلّ سے ڈرو اور قیامت کے دن سے خوف کرو جس دن باپ بیٹے کے اور بیٹا باپ کے کام نہ آسکے گا، نہ کافروں کی مسلمان اولاد انہیں فائدہ پہنچا سکے گی نہ مسلمان ماں باپ کافر اولاد کو۔ مزید فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور دوبارہ زندہ کئے جانے، اعمال کا حساب اور ان کی جزا دیئے جانے کا وعدہ ضرور پورا ہونا ہے تو دنیا کی زندگی جس کی تمام نعمتیں اور لذتیں فانی ہیں وہ تمہیں ہرگز دھوکا نہ دے کہ ان نعمتوں اور لذتوں کے شیفتہ ہو کر ایمان سے محروم رہ جاؤ اور ہرگز بڑا دھوکا دینے والا شیطان

الْغَرُوْرُ ﴿٣٣﴾ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَ یُنَزِّلُ الْغَیْثَ ۚ وَ یَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ ؕ

دھوکے میں نہ ڈالے O بیشک قیامت کا علم اللہ ہی کے پاس ہے اور وہ بارش اتارتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ ماؤں کے پیٹ میں ہے

وَ مَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ؕ وَ مَا تَدْرِیْ نَفْسٌۢ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کمائے گا اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس زمین میں مرے گا۔ بیشک اللہ

عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ ﴿٣٤﴾ ع ١٣

علم والا، خبردار ہے O

لمبی امیدوں میں ڈال کر تمہیں اللہ تعالیٰ کے علم پر دھوکے میں نہ ڈالے اور تمہیں گناہوں میں مبتلا نہ کر دے۔ **اہم بات:** عقیدے کی درستی کے بغیر کوئی کسی کو نفع نہ دے سکے گا، ہاں عقیدہ درست ہوا تو نیک دوست، نیک والدین، نیک اولاد سب کی طرف سے فائدہ مُتَوَقّع ہے۔

آیت 34 **شانِ نزول:** حارث بن عمرو نام کے ایک مشرک نے نبیِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر قیامت کا وقت دریافت کیا تھا اور یہ کہا تھا کہ میں نے کھیتی بوئی ہے، مجھے خبر دیجئے کہ بارش کب آئے گی؟ اور میری عورت حاملہ ہے، مجھے بتائیے کہ اس کے پیٹ میں کیا ہے، لڑکا یا لڑکی؟ نیز مجھے یہ بتائیے کہ آئندہ کل کو میں کیا کروں گا؟ اور میں کہاں مروں گا؟ اس کے جواب میں یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔ اس آیت میں پانچ چیزوں کے علم کی خصوصیت اللہ تعالیٰ کے ساتھ بیان فرمائی گئی اور مخلوق کو علمِ غیب عطا کئے جانے کے بارے میں سورہِ جن کی آیت نمبر 26 اور 27 میں ارشاد ہوا: ترجمہ: غیب کا جاننے والا اپنے غیب پر کسی کو مکمل اطلاع نہیں دیتا۔ سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔ اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ علمِ غیب آیت میں مذکور پانچ چیزوں سے متعلق ہو یا کسی اور چیز کے بارے میں، ذاتی طور پر اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کے بتا دینے سے مخلوق بھی غیب جان سکتی ہے۔ خلاصہ یہ کہ ذاتی علمِ غیب اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور انبیاءِ کرام علیہم السّلام اور اولیاءِ عظام رحمۃ اللہ علیہم کو غیب کا علم اللہ تعالیٰ کے بتانے سے معجزہ اور کرامت کے طور پر عطا ہوتا ہے۔ ماضی و مستقبل کے غیب کی خبریں اَنبیاءِ کرام علیہم السّلام اور اَولیاءِ عظام رحمۃ اللہ علیہم نے بکثرت دی ہیں اور قرآن و حدیث سے ثابت ہیں، جیسے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو فرشتوں نے حضرت اسحٰق علیہ السّلام کے پیدا ہونے کی اور حضرت زکریا علیہ السّلام کو حضرت یحییٰ علیہ السّلام کے پیدا ہونے کی اور حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے پیدا ہونے کی خبریں دیں، تو ان فرشتوں کو بھی پہلے سے معلوم تھا کہ ان حملوں (حمل کی جمع) میں کیا ہے اور ان حضرات کو بھی جنہیں فرشتوں نے خبریں دی تھیں اور ان سب کا جاننا قرآنِ کریم سے ثابت ہے، تو اس آیت کے معنی قطعاً یہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بتائے بغیر کوئی نہیں جانتا۔

Go to Index

اٰياتها ٣٠ | ٣٢ سُوْرَةُ السَّجْدَةِ مَكِّيَّةٌ ٧٥ | ركوعاتها ٣

سورۂ سجدہ مکیہ ہے، اس میں تیس آیتیں اور تین رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

الٓمّٓ ﴿١﴾ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٢﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ

الٓمّٓ ○ کتاب کا اتارنا بیشک پروردگارِ عالم کی طرف سے ہے ○ کیا وہ یہ کہتے ہیں کہ اِس نبی نے یہ قرآن خود بنالیا ہے؟

سورۂ سجدہ کا تعارف سورۂ سجدہ آیت نمبر 18 ''اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا'' سے شروع ہونے والی تین آیتوں کے علاوہ مکیہ ہے۔ اس سورت میں 3 رکوع اور 30 آیتیں ہیں۔ اس سورت کی آیت نمبر 15 میں ان مسلمانوں کا وصف بیان کیا گیا ہے جو قرآنِ پاک کی آیات سن کر اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے اور اس کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوتے ہیں، اس مناسبت سے اس سورت کا نام ''سورۂ سجدہ'' رکھا گیا۔ **فضائل:** (1) نبیِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم جمعہ کے دن فجر کی نماز میں سورۂ سجدہ اور سورۂ دَہر کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ (بخاری، حدیث: 891) (2) حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم اس وقت تک نیند نہ فرماتے جب تک سورۂ سجدہ اور سورۂ ملک کی تلاوت نہ فرمالیتے۔ (ترمذی، حدیث: 3415) **مضامین:** ابتداءً یہ بیان کیا گیا کہ قرآن اللہ تعالیٰ کی وہ کتاب ہے جو اس نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم پر نازل فرمائی اور اس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں۔ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی رسالت کو ثابت کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت اور قدرت پر دلائل ذکر کئے گئے۔ کفار اور فرمانبردار مسلمانوں کا اخروی حال بیان کیا گیا۔ تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم اور حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی رسالت کے درمیان مشابہت بیان کی گئی ہے۔ انبیاءِ کرام علیہمُ السّلام کو جھٹلانے والی سابقہ امتوں پر نازل ہونے والے عذاب کا ذکر کرکے اس امت میں سے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو جھٹلانے والوں کو ڈرایا گیا ہے۔ آخر میں اسلام کے بنیادی عقائد، توحید، رسالت اور حشر و نشر پر کلام کیا گیا ہے۔

آیت 1 یہ حروفِ مُقَطَّعات میں سے ایک حرف ہے، اس کی مراد اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

آیت 2 اس آیت میں بتایا جارہا ہے کہ قرآنِ کریم کو معجزہ بنا کر نازل کرنا رَبُّ الْعالَمین کی طرف سے ہے اور اسی وجہ سے اس کے مثل ایک سورت یا چھوٹی سی عبارت بنانے سے عرب کے تمام فصیح و بلیغ لوگ عاجز رہ گئے۔

آیت 3 جب حضرت جبریل علیہ السّلام قرآنِ پاک کو لے کر نازل ہوئے تو کفارِ قریش اس کا انکار کرتے ہوئے کہنے لگے کہ یہ مُقَدَّس کتاب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے اپنے پاس سے بنالی ہے، اس پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: کیا مشرکین یہ کہتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے یہ قرآن خود بنالیا ہے؟ ایسا ہرگز نہیں، بلکہ اے حبیب! یہی قرآن تمہارے رب عزوجلّ کی طرف سے حق ہے اور یہ اس لئے نازل ہوا تاکہ آپ ان لوگوں کو جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈر سنانے والا نہیں آیا اس امید پر ڈرائیں کہ وہ گمراہی سے ہدایت پاجائیں۔ **اہم بات:** اس آیت میں جو بیان ہوا کہ ''جن کے پاس تم سے پہلے کوئی ڈر سنانے والا نہیں آیا'' ان لوگوں

بَلۡ هُوَ الۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّكَ لِتُنۡذِرَ قَوۡمًا مَّاۤ اَتٰٮهُمۡ مِّنۡ نَّذِيۡرٍ مِّنۡ قَبۡلِكَ لَعَلَّهُمۡ

بلکہ یہی تمہارے رب کی طرف سے حق ہے تاکہ تم ان لوگوں کو ڈرسناؤ جن کے پاس تم سے پہلے کوئی ڈر سنانے والا نہیں آیا اس امید پر (ڈراؤ) کہ

يَهۡتَدُوۡنَ ۝۳ اَللّٰهُ الَّذِىۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ وَمَا بَيۡنَهُمَا فِىۡ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ

وہ ہدایت پائیں ○ اللہ ہی ہے جس نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے بیچ میں ہے سب کچھ چھ دن میں بنایا پھر عرش پر

اسۡتَوٰى عَلَى الۡعَرۡشِ ؕ مَا لَكُمۡ مِّنۡ دُوۡنِهٖ مِنۡ وَّلِىٍّ وَّلَا شَفِيۡعٍ ؕ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوۡنَ ۝۴

استواء فرمایا (جیسا اس کی شان کے لائق ہے) اس کے علاوہ تمہارا کوئی مدد گار نہیں اور نہ کوئی سفارش کرنے والا ہے تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے ؟○

يُدَبِّرُ الۡاَمۡرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الۡاَرۡضِ ثُمَّ يَعۡرُجُ اِلَيۡهِ فِىۡ يَوۡمٍ كَانَ مِقۡدَارُهٗۤ

وہ آسمان سے زمین تک (ہر) کام کی تدبیر فرماتا ہے پھر (ہر کام) اُس دن میں اسی کی طرف رجوع کرے گا جس کی مقدار

اَلۡفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوۡنَ ۝۵ ذٰلِكَ عٰلِمُ الۡغَيۡبِ وَالشَّهَادَةِ الۡعَزِيۡزُ الرَّحِيۡمُ ۝۶

تمہاری گنتی سے ہزار سال ہے○ یہ ہے (اللہ) ہر پوشیدہ اور کھلی ہوئی بات کو جاننے والا، عزت والا، رحمت والا○

سے مراد زمانۂ فترت کے لوگ ہیں۔ اہلِ عرب کے لئے اس زمانے کی مدت حضرت اسماعیل علیہ السّلام سے لے کر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ والٖہ وسلم تک تھی اور ان کے علاوہ دیگر لوگوں کے لئے وہ زمانہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے بعد سے حضور سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ والٖہ وسلم کی بِعثت تک تھا کہ اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی رسول نہیں آیا۔

آیت 4 یہاں سے اللہ تعالیٰ نے اپنی وحدانیّت اور قدرت کے دلائل بیان فرمائے ہیں۔ آسمان و زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اسے چھ دن میں بنانے اور اپنی شان کے لائق عرش پر اِستواء فرمانے کی تفصیل سورۂ اَعراف، آیت نمبر 54 کے تحت تفسیر میں گزر چکی ہے۔ مزید فرمایا: **اس کے علاوہ تمہارا کوئی مدد گار نہیں اور نہ کوئی سفارش کرنے والا ہے۔** یعنی اے گروہِ کفار! اگر تم اسلام اختیار نہ کرو گے اور ایمان نہ لاؤ گے تو نہ تمہیں کوئی مدد گار ملے گا اور نہ کوئی شفیع تو کیا تم اللہ تعالیٰ کی طرف سے کی گئی ہدایات سے نصیحت حاصل نہیں کرتے؟

آیت 5 فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ قیامت تک ہونے والے دنیا کے تمام کاموں کی اپنے حکم اور اپنے قضاوقدر سے تدبیر فرماتا ہے، پھر دنیا کے فنا ہو جانے کے بعد بندوں کو حاصل ظاہری تَصرُّف بھی ختم ہو جائے گا اور اس دن سب اختیار خدا ہی کے پاس ہو گا جس دن کی مقدار دنیا کے اَیّام کے حساب سے ہزار سال ہے اور وہ دن روزِ قیامت ہے۔ **اہم بات:** قیامت کے دن کی درازی بعض کافروں کے لئے ہزار برس کے برابر ہو گی اور بعض کے لئے پچاس ہزار برس کے برابر اور نیک مومن پر یہ دن ایک فرض نماز کے وقت سے بھی ہلکا ہو گا۔ یہ سب خدا کی قدرت سے ہو گا کہ جس کے لئے دن کو جتنا چاہے طویل یا مختصر کر دے۔

آیت 6 فرمایا کہ اے لوگو! یہ عظمت و شان کا مالک اللہ تعالیٰ تمام چیزوں کو جاننے والا ہے خواہ وہ چیزیں تمہاری نظروں سے پوشیدہ ہوں یا تمہارے سامنے ہوں، وہ خدا عزت والا، سب پر غالب، نہایت رحم فرمانے والا ہے کہ گناہگاروں کو مہلت، توبہ کرنے والوں کو

الَّذِیۡۤ اَحۡسَنَ کُلَّ شَیۡءٍ خَلَقَهٗ وَ بَدَاَ خَلۡقَ الۡاِنۡسَانِ مِنۡ طِیۡنٍ ۚ﴿۷﴾ ثُمَّ جَعَلَ نَسۡلَهٗ مِنۡ سُلٰلَةٍ

وہ جس نے جو چیز بنائی خوب بنائی اور انسان کی پیدائش کی ابتداء مٹی سے فرمائی○ پھر اس کی نسل ایک بے قدر پانی کے

مِّنۡ مَّآءٍ مَّهِیۡنٍ ۚ﴿۸﴾ ثُمَّ سَوّٰىهُ وَ نَفَخَ فِیۡهِ مِنۡ رُّوۡحِهٖ وَ جَعَلَ لَكُمُ السَّمۡعَ وَ الۡاَبۡصَارَ وَ

خلاصے سے بنائی○ پھر اسے ٹھیک بنایا اور اس میں اپنی طرف کی روح پھونکی اور تمہارے کان اور آنکھیں اور

الۡاَفۡـِٕدَةَ ؕ قَلِیۡلًا مَّا تَشۡكُرُوۡنَ ﴿۹﴾ وَ قَالُوۡۤا ءَاِذَا ضَلَلۡنَا فِی الۡاَرۡضِ ءَاِنَّا لَفِیۡ خَلۡقٍ جَدِیۡدٍ ؕ

دل بنائے۔ تم بہت تھوڑا شکر ادا کرتے ہو○ اور انہوں نے کہا: کیا جب ہم مٹی میں گم ہوجائیں گے تو کیا پھر نئے سرے سے پیدا کئے جائیں گے؟

بَلۡ هُمۡ بِلِقَآءِ رَبِّهِمۡ كٰفِرُوۡنَ ﴿۱۰﴾ قُلۡ یَتَوَفّٰىكُمۡ مَّلَكُ الۡمَوۡتِ الَّذِیۡ وُكِّلَ بِكُمۡ

بلکہ وہ اپنے رب کی ملاقات کے منکر ہیں○ تم فرماؤ: تمہیں موت کا فرشتہ وفات دیتا ہے جو تم پر مقرر ہے

ع ۱۴/۱۱ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمۡ تُرۡجَعُوۡنَ ﴿۱۱﴾ وَ لَوۡ تَرٰۤى اِذِ الۡمُجۡرِمُوۡنَ نَاكِسُوۡا رُءُوۡسِهِمۡ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ ؕ

پھر تم اپنے رب کی طرف واپس کئے جاؤ گے○ اور کسی طرح تم دیکھتے جب مجرم اپنے رب کے پاس اپنے سروں کو نیچے جھکائے ہوں گے

پناہ اور نیکوں کو جزا دیتا ہے۔

آیت 7-9 ارشاد فرمایا کہ اس نے جو چیز بھی بنائی وہ حکمت کے تقاضے کے عین مطابق بنائی ہے، ہر جاندار کو وہ صورت دی جو اُس کے معاش کے لئے بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السّلام کو مٹی سے بنا کر انسان کی پیدائش کی ابتدا مٹی سے فرمائی، پھر ان کی نسل ایک بے قدر پانی کے خلاصے یعنی نطفے سے بنائی، پھر اسے مکمل درست بنایا اور اس میں اپنی طرف کی روح پھونکی اور اس کو بے جان ہونے کے بعد جاندار کیا اور تمہارے کان، آنکھیں اور دل بنائے تاکہ تم سنو، دیکھو اور سمجھو اور تمہارا حال یہ ہے کہ ان عظیم نعمتوں کے مقابلے میں تم رب تعالیٰ کا بہت تھوڑا شکر ادا کرتے ہو۔

آیت 10 ارشاد فرمایا: مرنے کے بعد اٹھنے کا انکار کرنے والے کہتے ہیں کہ کیا جب ہم مٹی میں مل کر خاک ہوجائیں گے اور ہمارے اَجزاء مٹی سے ممتاز نہ رہیں گے تو ہم پھر نئے سرے سے پیدا کئے جائیں گے؟ ان کی تردید میں فرمایا گیا کہ خدا کو خالق تو یہ مانتے ہی ہیں، اس لئے اگر یہ غور کریں تو مخلوق کو دوبارہ پیدا کرنے پر بھی خدا کی قدرت آسانی سے مان جائیں گے لیکن اِن کا قیامت میں دوبارہ زندہ کئے جانے کا اِنکار بنیادی طور پر قدرتِ خداوندی سے انکار کے مقصد سے نہیں بلکہ خدا کی بارگاہ میں پیشی اور حساب دینے کے منکر ہیں۔

آیت 11 ارشاد فرمایا: **تم فرماؤ: تمہیں موت کا فرشتہ وفات دیتا ہے جو تم پر مقرر ہے۔** اس فرشتہ کا نام حضرت عزرائیل علیہ السّلام ہے، اپنے کام میں کچھ غفلت نہیں کرتے اور جس کی موت کا وقت آجاتا ہے، بلاتاخیر اس کی روح قبض کرلیتے ہیں۔ مزید فرمایا: **پھر تم اپنے رب کی طرف واپس کئے جاؤ گے۔** یعنی موت کے بعد تم اپنے رب عزّوجلّ کی طرف واپس کئے جاؤ گے اور حساب و جزا کے لئے زندہ کرکے اٹھائے جاؤ گے۔

آیت 12 فرمایا کہ اے حبیب! اگر آپ (قیامت کے دن کفار کی حالت) دیکھ لیں تو خوفناک منظر دیکھیں گے کہ جب کفار و مشرکین

Go to Index

رَبَّنَاۤ اَبۡصَرۡنَا وَ سَمِعۡنَا فَارۡجِعۡنَا نَعۡمَلۡ صَالِحًا اِنَّا مُوۡقِنُوۡنَ ﴿۱۲﴾ وَ لَوۡ شِئۡنَا لَاٰتَیۡنَا

(اور کہتے ہوں گے:) اے ہمارے رب! ہم نے دیکھا اور سنا تو ہمیں واپس بھیج دے تاکہ نیک کام کریں، بیشک ہم یقین کرنے والے ہیں○ اور اگر ہم چاہتے

كُلَّ نَفۡسٍ هُدٰىهَا وَ لٰكِنۡ حَقَّ الۡقَوۡلُ مِنِّیۡ لَاَمۡلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الۡجِنَّةِ وَ النَّاسِ اَجۡمَعِیۡنَ ﴿۱۳﴾

تو ہر جان کو اس کی ہدایت دیدیتے مگر میری یہ بات طے ہو چکی ہے کہ میں ضرور جہنم کو جنوں اور انسانوں سب سے بھر دوں گا○

فَذُوۡقُوۡا بِمَا نَسِیۡتُمۡ لِقَآءَ یَوۡمِكُمۡ هٰذَا ۚ اِنَّا نَسِیۡنٰكُمۡ وَ ذُوۡقُوۡا عَذَابَ الۡخُلۡدِ

تو اب چکھو اِس بات کا بدلہ کہ تم نے اپنے اس دن کی حاضری کو بھلا دیا تھا، بیشک ہم نے تمہیں چھوڑ دیا اور اپنے اعمال کے بدلے میں ہمیشہ کے

بِمَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۴﴾ اِنَّمَا یُؤۡمِنُ بِاٰیٰتِنَا الَّذِیۡنَ اِذَا ذُكِّرُوۡا بِهَا خَرُّوۡا سُجَّدًا

عذاب کا مزہ چکھو○ ہماری آیتوں پر وہی لوگ ایمان لاتے ہیں کہ جب ان آیتوں کے ذریعے انہیں نصیحت کی جاتی ہے تو وہ سجدہ میں گر جاتے ہیں

اپنے رب عزّوجلّ کے پاس اپنے افعال و کردار سے شرمندہ ہو کر، اپنے سروں کو نیچے جھکائے ہوئے عرض کریں گے: اے ہمارے رب! اب ہم نے مرنے کے بعد اٹھنے کو اور تیرے وعدہ اور وعید کی سچائی کو دیکھ لیا جن کے ہم دنیا میں منکر تھے اور تجھ سے تیرے رسولوں کی سچائی کو سن لیا تو اب ہمیں دنیا میں واپس بھیج دے تاکہ ہم نیک کام کریں۔ بیشک اب ہم یقین کرنے والے ہیں اور اب ہم ایمان لے آئے ہیں، لیکن اس وقت کا ایمان لانا انہیں کچھ کام نہ دے گا اور کفار کا یہ کہنا بھی جھوٹ ہے کہ اگر انہیں دنیا میں لوٹا دیا جائے تو وہ نیک بن جائیں گے کیونکہ اگر انہیں دنیا میں واپس بھیج بھی دیا جائے تو یہ پھر پہلے کی طرح ہی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کریں گے۔

آیت 13 ارشاد فرمایا کہ اگر ہم چاہتے تو ہر جان کو ایمان کی ہدایت اور توفیق دے دیتے کہ وہ ہدایت اپنانے پر مجبور ہو جاتا، لیکن دنیا کا نظام تو لوگوں کی آزمائش کے لئے بنایا گیا ہے کہ اپنے اختیار سے ہدایت یا گمراہی کو اختیار کریں تو ہم نے ہدایت پر مجبور نہیں کیا، لہٰذا کافر جنوں اور انسانوں نے اپنے اختیار سے کافر ہونا تھا اور میرے (یعنی خدا کے) علم کے مطابق میری یہ بات طے ہو چکی ہے کہ میں ضرور جہنم کو ان کفر اختیار کرنے والے جنوں اور انسانوں سے بھر دوں گا۔

آیت 14 جب کافر جنّات اور انسان جہنم میں داخل ہوں گے تو جہنم کے خازن اُن سے کہیں گے: تو اب عذاب کا مزہ چکھو کیونکہ تم نے اس دن کی حاضری کو بھلا دیا تھا اور دنیا میں ایمان نہ لائے تھے، بیشک ہم نے تمہیں عذاب میں چھوڑ دیا، اب تمہاری طرف کوئی توجہ نہ ہو گی اور تم اپنے کفر و تکذیب کے بدلے میں ہمیشہ کے عذاب کا مزہ چکھو۔

آیت 15 ارشاد فرمایا: اے حبیب! کفار کے ایمان نہ لانے کی وجہ سے آپ غمزدہ نہ ہوں، آپ پر اور قرآن کی آیتوں پر وہی لوگ ایمان لاتے ہیں کہ جب قرآن کی آیتوں کے ذریعے انہیں نصیحت کی جاتی ہے تو وہ اسلام کی نعمت نصیب ہونے پر شکر گزاری کے لئے سجدہ میں گر جاتے ہیں اور اپنے رب کی تعریف کرتے ہوئے اس کی پاکی بیان کرتے ہیں اور اس کی عبادت کرنے سے تکبر نہیں کرتے۔ **اہم بات:** یہ آیتِ سجدہ ہے، اسے پڑھنے اور سننے والے پر ''سجدۂ تلاوت'' کرنا واجب ہے۔

السجدۃ ۹
وَّ سَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَ هُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ۞ ۱۵ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ
اور اپنے رب کی تعریف کرتے ہوئے اس کی پاکی بیان کرتے ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے ○ ان کی کروٹیں ان کی خوابگاہوں سے جدا رہتی ہیں
يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّ طَمَعًا ؗ وَّ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۞ ۱۶ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّاۤ اُخْفِیَ لَهُمْ
اور وہ ڈرتے اور امید کرتے اپنے رب کو پکارتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے میں سے خیرات کرتے ہیں ○ تو کسی جان کو معلوم نہیں وہ
وقف غفران
مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۞ ۱۷ اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ؕ
آنکھوں کی ٹھنڈک جو ان کے لیے ان کے اعمال کے بدلے میں چھپا رکھی ہے ○ تو کیا جو ایمان والا ہے وہ اس جیسا ہو جائے گا جو نافرمان ہے؟
وقف غفران
لَا يَسْتَوٗنَ ۞ ۱۸ اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰى ؗ نُزُلًۢا بِمَا كَانُوْا
یہ برابر نہیں ہیں ○ بہرحال جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے تو ان کے لیے ان کے اعمال کے بدلے میں مہمانی کے طور پر رہنے کے
يَعْمَلُوْنَ ۞ ۱۹ وَ اَمَّا الَّذِيْنَ فَسَقُوْا فَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ كُلَّمَاۤ اَرَادُوْۤا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَاۤ اُعِيْدُوْا فِيْهَا
باغات ہیں ○ اور وہ جو نافرمان ہوئے تو ان کا ٹھکانہ آگ ہے، جب کبھی اس میں سے نکلنا چاہیں گے تو پھر اسی میں پھیر دیئے جائیں گے

آیت 16 اس آیت میں اہلِ ایمان کی شب بیداریوں کا ذکر ہے کہ وہ رات کے وقت نوافل پڑھنے کے لئے نرم بستروں کی راحت چھوڑ کر اُٹھتے اور ذکر و عبادت میں مشغول ہو جاتے ہیں نیز اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے اور اس کی رحمت کی امید کرتے ہوئے اپنے رب کے حضور دعائیں کرتے ہیں۔ **اہم بات:** اس آیت کے مفہوم میں رات میں عبادت کرنا اور تہجد پڑھنا سب داخل ہیں۔ رات کے نوافل اور تہجد پڑھنا ہمیشہ سے نیک لوگوں کی سیرت کا حصہ رہا ہے۔ تہجد قربِ خداوندی کا بہت مؤثر ذریعہ ہے۔ یونہی راہِ خدا میں خرچ کرنا بھی صالحین کا شیوہ ہے۔

آیت 17 اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جنت کی نعمتیں آدمی کے تصور سے بڑھ کر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کے لئے نیک اعمال کے بدلے میں آنکھوں کی کیسی ٹھنڈک چھپا رکھی ہے کسی جان کو اس چیز کا تفصیلی علم نہیں۔ اے اللہ، اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ والہ و سلم کے صدقے، ہمیں بے حساب بخش دینا اور ہمیں جنت کی نعمتیں عطا فرمانا۔

آیت 18 اس آیت کا معنی یہ ہے کہ دُنیوی مال و اَسباب، قوت و طاقت حقیقت میں تعریف کے قابل نہیں، انسان کا فضل و شرف ایمان اور تقویٰ میں ہے، جسے یہ نصیب نہیں وہ انتہائی ناکارہ ہے لہٰذا کافر و مومن برابر نہیں ہو سکتے۔

آیت 19، 20 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ دنیا میں ایمان لانے والوں اور نیک اعمال کرنے والوں کی جنتِ ماویٰ میں عزت و اکرام کے ساتھ مہمان نوازی کی جائے گی جبکہ دنیا میں کفر کرنے والوں کا قیامت کے دن ٹھکانا آگ ہے اور جہنم میں ان کا حال یہ ہو گا کہ جب کبھی اس میں سے نکلنا چاہیں گے تو پھر اسی میں پھیر دیئے جائیں گے، یعنی وہ جہنم کے بھڑکتے ہوئے شعلوں میں اتنا اچھلیں گے کہ دوزخ کے منہ پر آ جائیں گے، قریب ہو گا کہ تڑپ کر باہر نکل پڑیں کہ فرشتے ان کے جسموں پر گُرز مار کر پھر نیچے گرا دیں گے اور ان

وَ قِيۡلَ لَهُمۡ ذُوۡقُوۡا عَذَابَ النَّارِ الَّذِىۡ كُنۡتُمۡ بِهٖ تُكَذِّبُوۡنَ ﴿۲۰﴾ وَ لَنُذِيۡقَنَّهُمۡ مِّنَ الۡعَذَابِ

اور ان سے کہا جائے گا: اس آگ کا عذاب چکھو جسے تم جھٹلاتے تھے ○ اور ضرور ہم انہیں بڑے عذاب سے پہلے

الۡاَدۡنٰى دُوۡنَ الۡعَذَابِ الۡاَكۡبَرِ لَعَلَّهُمۡ يَرۡجِعُوۡنَ ﴿۲۱﴾ وَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنۡ ذُكِّرَ

قریب کا عذاب چکھائیں گے (جسے دیکھنے والا کہے) امید ہے کہ یہ لوگ باز آجائیں گے ○ اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جسے اس کے رب کی

بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَعۡرَضَ عَنۡهَا ؕ اِنَّا مِنَ الۡمُجۡرِمِيۡنَ مُنۡتَقِمُوۡنَ ﴿۲۲﴾ؑ وَ لَقَدۡ اٰتَيۡنَا مُوۡسَى ع ٢ ١١ ١٥

آیتوں کے ذریعے نصیحت کی جائے پھر (بھی) وہ ان سے منہ پھیر لے۔ بیشک ہم مجرموں سے انتقام لینے والے ہیں ○ اور بیشک ہم نے موسیٰ کو

الۡكِتٰبَ فَلَا تَكُنۡ فِىۡ مِرۡيَةٍ مِّنۡ لِّقَآئِهٖ وَ جَعَلۡنٰهُ هُدًى لِّبَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ ﴿۲۳﴾ۚ وَ جَعَلۡنَا مِنۡهُمۡ

کتاب عطا فرمائی تو تم اس کے ملنے میں شک نہ کرو اور ہم نے اسے بنی اسرائیل کے لیے ہدایت بنایا ○ اور جب بنی اسرائیل نے صبر کیا

سے کہا جائے گا: اس آگ کا عذاب چکھو جسے تم دنیا میں جھٹلاتے تھے کہ دوزخ کے عذاب نام کی کوئی چیز نہیں۔

آیت 21 سابقہ آیت میں کافروں کو جس عذاب کی وعید سنائی وہ تو قیامت کے دن ہو گا لیکن اس سے پہلے ہم کافروں کو دنیا کا عذاب چکھائیں گے جو آخرت کے مقابلے میں قریب اور اُخروی عذاب سے کم ہے تاکہ اس عذاب کو دیکھ کر وہ اپنے کفر اور نافرمانی سے توبہ کریں اور ایمان لے آئیں۔ اہم بات: ادنیٰ یعنی قریبی عذاب سے مراد دنیا کی آفات اور بیماریاں ہیں جن میں بندوں کو مبتلا کیا جاتا ہے تاکہ وہ توبہ کرلیں۔ کفارِ مکہ بھی اَمراض و مَصائب میں گرفتار ہوئے، سات برس ایسے سخت قحط میں مبتلا رہے کہ ہڈیاں، مردار کھا گئے اور غزوہِ بدر میں قتل اور گرفتار بھی ہوئے۔

آیت 22 ارشاد فرمایا کہ اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جسے اس کے رب عَزَّوَجَلَّ کی آیتوں کے ذریعے نصیحت کی جائے پھر بھی وہ ان سے منہ پھیر لے، ان میں غور و فکر نہ کرے اور ایمان قبول نہ کرے، بیشک ہم مجرموں سے انتقام لینے والے ہیں۔ افسوس کہ آج کے مسلمان عقیدے کے اعتبار سے تو اللہ تعالیٰ کی نصیحتوں سے منہ پھیرتے لیکن عمل کے اعتبار سے اکثریت کا طرزِ عمل نہایت ہی برا ہے۔

آیت 23 ارشاد فرمایا کہ بیشک ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو کتاب تورات عطا فرمائی تو تم اس کے ملنے میں شک نہ کرو۔ مزید فرمایا **اور ہم نے اسے ہدایت بنایا۔** اس کے دو معنی ہیں: (1) ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو بنی اسرائیل کے لیے ہدایت بنایا۔ (2) ہم نے تورات کو بنی اسرائیل کے لیے ہدایت بنایا۔

آیت 24 فرمایا کہ جب بنی اسرائیل نے اپنے دین پر اور دشمنوں کی طرف سے پہنچنے والی مصیبتوں پر صبر کیا تو ہم نے ان میں سے کچھ لوگوں کو امام بنادیا جو ہمارے حکم سے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے دین اور تورات کے اَحکام کی تعمیل کے بارے میں بتاتے تھے اور وہ ہماری آیتوں پر یقین رکھتے تھے۔ یہ امام بنی اسرائیل کے انبیاء علیہمُ السّلام تھے یا انبیاءِ کرام علیہمُ السّلام کی پیروی کرنے والے۔ **درس:** اس آیت سے معلوم ہوا کہ صبر کا ثمرہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے بعض اوقات یہ بھی ہوتا ہے کہ صبر کرنے والے کو امامت اور پیشوائی نصیب ہوجاتی ہے لہٰذا جس پر کوئی آفت یا مصیبت آئی ہو تو اسے چاہئے کہ اس پر صبر کرے اور اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہے۔

أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوا ۖ وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يُوقِنُونَ ﴿٢٤﴾ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ

توہم نے ان میں سے کچھ لوگوں کو امام بنادیا جو ہمارے حکم سے رہنمائی کرتے تھے اور وہ ہماری آیتوں پر یقین رکھتے تھے ○ بیشک تمہارا رب

يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿٢٥﴾ أَوَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ أَهْلَكْنَا

قیامت کے دن ان میں اس بات کا فیصلہ کردے گا جس میں وہ اختلاف کرتے تھے ○ اور کیا اس بات نے ان کی رہنمائی نہیں کی کہ ہم نے

مِنْ قَبْلِهِمْ مِنَ الْقُرُونِ يَمْشُونَ فِي مَسَاكِنِهِمْ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ ۖ أَفَلَا يَسْمَعُونَ ﴿٢٦﴾

ان سے پہلے کتنی قومیں ہلاک کردیں جن کے رہائشی مقامات میں یہ چلتے پھرتے ہیں۔ بیشک اس میں ضرور نشانیاں ہیں تو کیا یہ سنتے نہیں؟ ○

أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا نَسُوقُ الْمَاءَ إِلَى الْأَرْضِ الْجُرُزِ فَنُخْرِجُ بِهِ زَرْعًا تَأْكُلُ مِنْهُ أَنْعَامُهُمْ

اور کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم خشک زمین کی طرف پانی بھیجتے ہیں پھر اس سے کھیتی نکالتے ہیں جس میں سے ان کے چوپائے

الثلثة

وَأَنْفُسُهُمْ ۖ أَفَلَا يُبْصِرُونَ ﴿٢٧﴾ وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْفَتْحُ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿٢٨﴾ قُلْ

اور وہ خود کھاتے ہیں تو کیا وہ دیکھتے نہیں؟ ○ اور وہ کہتے ہیں: یہ فیصلہ کب ہوگا؟ اگر تم سچے ہو ○ تم فرماؤ:

آیت 25 فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن انبیاءِ کرام علیہم السلام اور اُن کی اُمتوں میں یا مومنین اور مشرکین کے درمیان دینی اُمور میں اس بات کا فیصلہ کردے گا جس میں وہ اختلاف کرتے تھے اور حق و باطل والوں کو ممتاز کردے گا۔

آیت 26 فرمایا کہ کیا اس بات نے اہلِ مکہ کی راہ نمائی نہیں کی کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی اُمتیں جیسے عاد، ثمود اور قومِ لوط وغیرہ ہلاک کردیں اور آج اہلِ مکہ جب تجارت کے سلسلے میں ملکِ شام کے سفر کرتے ہیں تو ان لوگوں کے مَنازل اور شہروں میں گزرتے ہیں اور اُن کی ہلاکت کے آثار دیکھتے ہیں۔ بیشک اس ہلاکت اور اس سے متعلقہ آثار میں ضرور عبرت کی نشانیاں ہیں تو کیا یہ قرآن کو غور سے نہیں سنتے جو عبرت حاصل کریں۔ **اہم بات:** برباد شدہ لوگوں کی بستیوں کو عبرت کی نگاہ سے دیکھنا بہت اچھا ہے اور اسی طرح مقبول بندوں کے آثار یعنی مزارات کی زیارت بھی بہت عمدہ ہے۔ پہلے سے گناہوں کا خوف اور دوسرے سے نیکیوں کی محبت پیدا ہوتی ہے۔

آیت 27 فرمایا کہ کیا مرنے کے بعد اٹھائے جانے کا انکار کرنے والوں نے نہیں دیکھا کہ ہم خشک زمین کی طرف پانی بھیجتے ہیں، پھر اس سے پانی کے ذریعے کھیتی نکالتے ہیں جس میں سے ان کے چوپائے بھوسہ کھاتے ہیں اور یہ لوگ خود غلہ کھاتے ہیں تو کیا وہ نہیں سمجھتے کہ یہ دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی قدرت پر اِستدلال کریں اور سمجھیں کہ جو قادرِ برحق خشک زمین سے کھیتی نکالنے پر قادر ہے تو مُردوں کو زندہ کردینا اس کی قدرت سے کیا بعید ہے۔

آیت 28 مسلمان کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اور مشرکین کے درمیان فیصلہ فرمائے گا اور فرمانبرداروں اور نافرمانوں کو اُن کے عمل کے مطابق جزا دے گا۔ ان کی مراد یہ تھی کہ ہم پر رحمت فرمائے گا اور کفار و مشرکین کو عذاب میں مبتلا کرے گا، اس پر کافر مذاق اڑاتے ہوئے کہتے تھے اگر تم سچے ہو تو بتاؤ کہ یہ فیصلہ کب ہوگا؟

آیت 29 فرمایا: اے حبیب! آپ ان کافروں سے فرمادیں کہ فیصلے کے دن جب ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوگا جیسے میدانِ بدر

یَوۡمَ الۡفَتۡحِ لَا یَنۡفَعُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا اِیۡمَانُہُمۡ وَ لَا ہُمۡ یُنۡظَرُوۡنَ ﴿۲۹﴾ فَاَعۡرِضۡ عَنۡہُمۡ وَ انۡتَظِرۡ

فیصلے کے دن کافروں کو ان کا ایمان لانا نفع نہ دے گا اور نہ انہیں مہلت ملے گی ○ تو ان سے منہ پھیر لو اور انتظار کرو

اِنَّہُمۡ مُّنۡتَظِرُوۡنَ ﴿۳۰﴾ ع

بیشک وہ بھی منتظر ہیں ○

ع ۳/۱۶

ایاتھا ۷۳ | ۳۳ سُوۡرَۃُ الۡاَحۡزَابِ مَدَنِیَّۃٌ ۹۰ | رکوعاتھا ۹

سورۂ احزاب مدنیہ ہے، اس میں تہتر آیتیں اور نو رکوع ہیں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

یٰۤاَیُّہَا النَّبِیُّ اتَّقِ اللّٰہَ وَ لَا تُطِعِ الۡکٰفِرِیۡنَ وَ الۡمُنٰفِقِیۡنَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلِیۡمًا حَکِیۡمًا ۙ﴿۱﴾

اے نبی! اللہ سے ڈرتے رہنا اور کافروں اور منافقوں کی بات نہ سننا۔ بیشک اللہ علم والا، حکمت والا ہے ○

میں یا جب فیصلے کا دن یعنی قیامت آئے گی تو نہ ہی انہیں توبہ کرنے کی مہلت نصیب ہوگی اور نہ اس وقت کافروں کا ایمان لانا انہیں کوئی نفع دے گا کہ عذاب اتر آنے کے بعد اور موت کے بعد غیب کے معاملات ظاہر ہو جانے کے بعد توبہ مقبول نہیں۔

آیت 30 فرمایا کہ اے حبیب! آپ فیصلے کے بارے میں جلدی مچانے والے مشرکین سے منہ پھیر لیں اور ان پر عذاب نازل ہونے کا انتظار کریں بیشک وہ بھی انتظار کر رہے ہیں۔

سورۂ احزاب کا تعارف یہ سورت مدینہ منورہ میں نازل ہوئی۔ اس میں 9 رکوع اور 73 آیتیں ہیں۔ احزاب حِزب کی جمع ہے اور اس کا معنی ہے گروہ، جماعت اور لشکر۔ اس سورت کے دوسرے اور تیسرے رکوع میں غزوۂ احزاب کا ذکر کیا گیا ہے اس مناسبت سے اس سورت کا نام "سورۂ احزاب" رکھا گیا۔ **مضامین:** اس سورت کی ابتدا میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو اللہ تعالیٰ کے خوف رکھنے، کفار و منافقین کی پیروی سے بچنے، اللہ تعالیٰ کی وحی کی پیروی اور اللہ تعالیٰ پر توکُّل کرتے رہنے کا حکم دیا گیا۔ یہ بتایا گیا کہ دین و دنیا کے تمام اُمور میں نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا حکم سب مسلمانوں پر نافذ ہے اور حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی اَزواجِ مُطَہَّرات تعظیم اور حرمت میں مسلمانوں کی مائیں ہیں، غزوۂ احزاب کا واقعہ بیان کیا گیا۔ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی ازواجِ مطہرات کو چند احکام دیئے گئے ہیں نیز پردے کے متعدد احکام بیان فرمائے گئے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنھا کے نکاح کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ مسلمانوں کو کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے حکم دیا گیا۔ تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے اوصاف بیان کئے گئے اور ان کی تعظیم کے بارے میں مسلمانوں کو ہدایات دی گئی ہیں۔ مزید یہ شرعی احکام بیان کئے گئے ہیں: (1) بیوی کو ماں جیسا کہہ دینے کا حکم۔ (2) رشتہ دار ایک دوسرے کے وارث ہوتے ہیں کوئی اجنبی دینی برادری کی وجہ سے کسی کا وارث نہیں ہوتا۔ (3) کسی کو منہ بولا بیٹا بنا لینے کا حکم۔ (4) نکاح کے بعد بیوی کو ہاتھ لگائے بغیر طلاق دینے کا حکم۔

آیت 1 **شانِ نزول:** ابوسفیان بن حرب، عکرمہ بن ابو جہل اور ابو الاعور سُلَمی جنگِ اُحد کے بعد مدینہ طیبہ میں آئے اور منافقین کے

وَّاتَّبِعْ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۙ﴿۲﴾

اور اس کی پیروی کرتے رہنا جو تمہارے رب کی طرف سے تمہیں وحی کی جاتی ہے۔(اے لوگو!)بیشک اللہ تمہارے کاموں سے خبر دار ہے○

وَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۳﴾ مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ ۚ

اور اللہ پر بھروسہ رکھو اور اللہ کافی کام بنانے والا ہے○ اللہ نے کسی آدمی کے اندر دو دل نہ بنائے

سردار عبداللہ بن اُبی بن سلول کے یہاں مقیم ہوئے۔ سرکارِ دوعالَم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے گفتگو کے لئے امان حاصل کر کے کہا: آپ مشرکوں کے معبود بتوں کو کچھ نہ فرمائیے اور یہ فرمادیجئے کہ ان کی شفاعت ان کے پجاریوں کے لئے ہے، اس کے بدلے میں ہم لوگ آپ اور آپ کے رب کو کچھ نہ کہیں گے، یعنی آئندہ آپ سے لڑائی وغیرہ نہیں کریں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو انکی یہ گفتگو بہت ناگوار ہوئی اور آپ نے انہیں مدینہ سے نکال دینے کا حکم دیا، چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو نکال دیا۔ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی اور ارشاد فرمایا: اے پیارے نبی! آپ ہمیشہ کی طرح اِستقامت کے ساتھ تقویٰ کی راہ پر گامزن رہئے اور کافروں اور منافقوں کی خلافِ شریعت بات نہ ماننے پر قائم رہئے۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ اس آیت میں خطاب تو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے ساتھ ہے اور مقصود آپ کی اُمت سے فرمانا ہے کہ جب نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے امان دیدی تو تم اس کے پابند رہو اور عہد توڑنے کا ارادہ نہ کرو اور کفار و منافقین کی خلافِ شرع بات نہ مانو۔ مزید فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ علم و حکمت والا ہے۔

آیت 3،2 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! آپ قرآنِ مجید پر عمل کرتے رہیں اور کافروں کی رائے کو خاطر میں نہ لائیں اور اے لوگو! بیشک اللہ تعالیٰ تمہارے سب کاموں سے خبر دار ہے اور اے حبیب! آپ اپنے معاملات میں اللہ تعالیٰ پر ہمیشہ بھروسہ رکھیں اور اللہ تعالیٰ کافی کام بنانے والا ہے۔

آیت 4 ارشاد فرمایا: **اللہ نے کسی آدمی کے اندر دو دل نہ بنائے** یعنی ایک دل میں کفر اور ایمان، ہدایت اور گمراہی، اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع اور اس سے اِنحراف جمع نہیں ہوسکتے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ایک دل میں دو مُتَضاد چیزیں جمع نہیں ہوتیں اور اگر ظاہری دو دل مراد ہوں یعنی یہ کہ ایک انسان کے اندر دو ایک قسم کے دل نہیں ہوسکتے تو یہ بھی اپنی جگہ درست ہے کہ اگر کسی میں بالفرض یہ نظر آئے کہ اس میں دل کی شکل کے دو گوشت کے لوتھڑے ہیں تو ان میں ایک حقیقی دل ہوگا اور دوسرا محض ایک اضافی گوشت ہوگا یعنی اُس آدمی کا نظامِ بدن صرف ایک حقیقی دل کے ساتھ وابستہ ہوگا۔ مزید ارشاد فرمایا: **اس نے تمہاری ان بیویوں کو تمہاری حقیقی مائیں نہیں بنادیا جنہیں تم ماں جیسی کہہ دو۔** شانِ نزول: زمانۂ جاہلیت میں جب کوئی شخص اپنی بیوی سے ظِہار کرتا تھا تو وہ لوگ اس ظہار کو طلاق کہتے اور اس عورت کو اس کی ماں قرار دیتے تھے اور جب کوئی شخص کسی کو بیٹا کہہ دیتا تھا تو اس کو حقیقی بیٹا قرار دے کر میراث میں شریک ٹھہراتے اور اس کی بیوی کو بیٹا کہنے والے کے لئے حقیقی بیٹے کی بیوی کی طرح حرام جانتے تھے۔ ان کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ جن بیویوں کو تم نے "ماں جیسی" کہہ دیا ہے تو اس سے وہ تمہاری حقیقی مائیں نہیں بن گئیں اور جنہیں تم نے اپنا بیٹا کہہ دیا ہے تو وہ تمہارے حقیقی بیٹے نہیں بن گئے اگرچہ لوگ انہیں تمہارا بیٹا کہتے ہوں۔ بیوی کو ماں کے مثل کہنا اور لے پالک بچے کو بیٹا کہنا ایسی بات ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں، اور یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ حق بیان فرماتا ہے اور وہی حق کی سیدھی راہ دکھاتا ہے۔ مفسرین

Go to Index

وَمَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمُ الّٰٓـِٔیْ تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ وَمَا جَعَلَ اَدْعِیَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ ؕ

اور اس نے تمہاری ان بیویوں کو تمہاری حقیقی مائیں نہیں بنادیا جنہیں تم ماں جیسی کہہ دو اور نہ اس نے تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارا حقیقی بیٹا بنایا،

ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ یَهْدِی السَّبِیْلَ ﴿۴﴾ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآىِٕهِمْ

یہ تمہارے اپنے منہ کا کہنا ہے اور اللہ حق فرماتا ہے اور وہی راہ دکھاتا ہے ○ انہیں ان کے حقیقی باپ ہی کا کہہ کر پکارو،

هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْۤا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِی الدِّیْنِ وَمَوَالِیْكُمْ ؕ

یہ اللہ کے نزدیک زیادہ انصاف کی بات ہے پھر اگر تمہیں ان کے باپ کا علم نہ ہو تو وہ دین میں تمہارے بھائی اور تمہارے دوست ہیں

وَلَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ فِیْمَاۤ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ ۙ وَلٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ

اور تم پر اس میں کچھ گناہ نہیں جو لاعلمی میں غلطی ہوئی لیکن اس میں گناہ ہے جس کا تمہارے دلوں نے ارادہ کیا اور اللہ

نے اس آیت کے تحت لکھا ہے کہ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے جب حضرت زینب بنتِ جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو یہودیوں اور منافقوں نے اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ (حضرت) محمد مصطفی صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے اپنے بیٹے زید کی بیوی سے شادی کرلی ہے تو یہاں ان کارد بھی فرمادیا گیا کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کو لوگ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کا بیٹا کہتے ہیں لیکن اس سے وہ حقیقی طور پر آپ کے بیٹے نہیں ہوگئے، لہٰذا یہودیوں اور منافقوں کا اعتراض محض غلط ہے اور یہ لوگ جھوٹے ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) ظہار کا معنی یہ ہے کہ شوہر کا اپنی بیوی یا اُس کے کسی جزوِ شائع (جیسے نصف، چوتھائی یا تیسرے حصے کو) یا ایسے جز کو جو کُل سے تعبیر کیا جاتا ہو، ایسی عورت سے تشبیہ دینا جو اس پر ہمیشہ کیلئے حرام ہو یا اس کے کسی ایسے عُضْو سے تشبیہ دینا جس کی طرف دیکھنا حرام ہو۔ (2) ظہار کا حکم یہ ہے کہ (اس سے نکاح باطل نہیں ہوتا بلکہ عورت بدستور اس کی بیوی ہی ہوتی ہے البتہ) جب تک شوہر کفارہ نہ دیدے اُس وقت تک اُس عورت سے میاں بیوی والے تعلقات قائم کرنا حرام ہو جاتا ہے۔ (3) ظہار کا کفارہ یہ ہے کہ ایک غلام آزاد کرے اور اس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو دو مہینے کے روزے لگاتار رکھے اور جو ایسا بیمار یا اتنا بوڑھا ہے کہ روزوں کی طاقت نہیں رکھتا وہ ساٹھ مسکینوں کو دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلائے۔ (4) اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: زوجہ کو ماں بہن کہنا (یعنی تشبیہ نہیں دی، بغیر تشبیہ کے ماں، بہن کہا)، خواہ یوں کہ اسے ماں بہن کہہ کر پکارے، یا یوں کہے: تو میری ماں بہن ہے، سخت گناہ وناجائز ہے۔ مگر اس سے نہ نکاح میں خلل آئے، نہ توبہ کے سوا کچھ اور لازم ہو۔ (فتاوی رضویہ 13/280) مذاق مسخری میں بھی اپنی بیوی کو ایسا کہنا جائز نہیں۔

آیت 5: ارشاد فرمایا کہ تم لے پالک بچوں کو ان کے حقیقی باپ ہی کی طرف منسوب کرکے پکارو، یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ انصاف کی بات ہے، پھر اگر تمہیں ان کے باپ کا علم نہ ہو اور اس وجہ سے تم انہیں ان کے باپوں کی طرف منسوب نہ کر سکو تو وہ تمہارے دینی بھائی اور دوست ہیں تو تم انہیں اپنا بھائی یا اے بھائی کہو اور جس کے لے پالک ہیں اس کا بیٹا نہ کہو اور ممانعت کا حکم آنے سے پہلے تم نے جو لاعلمی میں لے پالکوں کو ان کے پالنے والوں کا بیٹا کہا اس پر تمہاری گرفت نہ ہوگی البتہ اس صورت میں تم گناہگار ہوگے جب ممانعت کا حکم آجانے کے بعد تم جان بوجھ کر لے پالک کو اس کے پالنے والے کا بیٹا کہو۔ اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ بخشنے والا مہربان ہے، اسی لئے وہ

غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ﴿۵﴾ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ اَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْؕ

بخشنے والا مہربان ہے○ یہ نبی مسلمانوں کے ان کی جانوں سے زیادہ مالک ہیں اور ان کی بیویاں ان کی مائیں ہیں

وَ اُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُهٰجِرِیْنَ

اور مومنوں اور مہاجروں سے زیادہ اللہ کی کتاب میں رشتے دار ایک دوسرے سے زیادہ قریب ہیں

غلطی سے ایسا ہو جانے پر گرفت نہیں فرماتا اور جس نے جان بوجھ کر ایسا کیا ہو اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ **فقہی احکام:** بچہ یا بچی گود لینا جائز ہے البتہ ان سے متعلق دو فقہی احکام پیش نظر رکھیں: (1) گود میں لینے والا عام بول چال میں یا کاغذات وغیرہ میں اس کے حقیقی باپ کے طور پر اپنا نام استعمال نہیں کر سکتا بلکہ سب جگہ اس بچے کے اصلی والد ہی کا نام استعمال کرنا ہو گا البتہ بطور سرپرست اپنا نام استعمال کر سکتا ہے۔ (2) اگر بچہ گود میں لیا جائے تو اس کی عمر دو سال ہونے سے پہلے عورت اسے اپنا یا اپنی بہن کا دودھ پلا دے اور بچی گود میں لی جائے تو اسی مدت میں مرد اپنی کسی محرم عورت کا دودھ اسے پلوا دے، اس صورت میں ان کے درمیان رضاعی رشتہ قائم ہو جائے گا اور محرم ہو جانے کی وجہ سے پردے کی پابندیاں نہ رہیں گی۔

آیت 6 اَولیٰ کے معنی ہیں زیادہ مالک، زیادہ قریب، زیادہ حقدار، یہاں تینوں معنی درست ہیں اور اس آیت کا ایک معنی یہ ہے کہ دنیا اور دین کے تمام اُمور میں نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا حکم مسلمانوں پر نافذ اور آپ کی اطاعت واجب ہے اور آپ کے حکم کے مقابلے میں نفس کی خواہش کو ترک کر دینا واجب ہے۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم مومنین پر اُن کی جانوں سے زیادہ نرمی، رحمت اور لطف و کرم فرماتے ہیں اور انہیں سب سے زیادہ نفع پہنچانے والے ہیں۔ مزید فرمایا: **اور ان کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔** نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی ازواجِ مُطَہَّرات کو مومنوں کی مائیں فرمایا گیا، لہٰذا اُمَّہاتُ المومنین کا تعظیم و حرمت میں اور ان سے نکاح ہمیشہ کے لئے حرام ہونے میں وہی حکم ہے جو سگی ماں کا ہے جبکہ اس کے علاوہ دوسرے احکام میں جیسے وراثت اور پردہ وغیرہ، ان کا وہی حکم ہے جو اجنبی عورتوں کا ہے یعنی ان سے پردہ بھی کیا جائے گا اور عام مسلمانوں کی وراثت میں وہ بطورِ ماں شریک نہ ہوں گی۔ یہ سب کی سب امت کی مائیں ہیں اور ہر امتی کے لئے اس کی حقیقی ماں سے بڑھ کر واجبُ الاحترام ہیں۔ مزید فرمایا: **اور رشتہ والے ایک دوسرے سے زیادہ قریب ہیں۔** نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ہجرت کے بعد بعض مہاجرین کو بعض انصار کا بھائی بنا دیا تھا اور اس رشتے کی وجہ سے وہ ایک دوسرے کے وارث ہوا کرتے تھے، پھر یہ آیت نازل ہوئی اور فرما دیا گیا کہ میراث رشتہ داروں کا حق ہے اور انہی کو ملے گی، ایمان یا ہجرت کے رشتہ سے جو میراث ملتی تھی وہ اب نہیں ملے گی البتہ تم دوستوں پر اس طرح احسان کر سکتے ہو کہ ان میں سے جس کے لئے چاہو کچھ مال کی وصیت کر دو تو وہ وصیت مال کے تیسرے حصے کی مقدار وراثت پر مُقَدَّم کی جائے گی۔ اس سے معلوم ہوا کہ رشتہ دار ایک دوسرے کے وارث ہوتے ہیں، دینی برادری کے ذریعے کوئی اجنبی اب وارث نہیں ہو سکتا۔ **آخر میں فرمایا: یہاں بیان کردہ چیزیں کتاب میں لکھی ہوئی ہیں۔** کتاب سے مراد لوحِ محفوظ یا قرآنِ مجید ہے۔ **اہم بات:** دین و دنیا کے تمام اُمور میں نفس یا کسی شخص کی اطاعت پر سرکارِ دوعالَم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی اطاعت مقدم ہے۔

اِلَّاۤ اَنْ تَفْعَلُوْۤا اِلٰۤى اَوْلِیٰٓئِكُمْ مَّعْرُوْفًاؕ كَانَ ذٰلِكَ فِی الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ﴿۶﴾ وَ اِذْ اَخَذْنَا مِنَ

مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں پر احسان کرو۔ یہ کتاب میں لکھا ہوا ہے○ اور اے محبوب! یاد کرو جب ہم نے

النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَهُمْ وَ مِنْكَ وَ مِنْ نُّوْحٍ وَّ اِبْرٰهِیْمَ وَ مُوْسٰى وَ عِیْسَى ابْنِ مَرْیَمَ ۪ وَ اَخَذْنَا مِنْهُمْ

نبیوں سے اُن کا عہد لیا اور تم سے اور نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ بن مریم سے (عہد لیا) اور ہم نے ان (سب) سے

ع ۱۷ ۸
مِّیْثَاقًا غَلِیْظًا ﴿۷﴾ لِّیَسْــٴَـلَ الصّٰدِقِیْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ ۚ وَ اَعَدَّ لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابًا اَلِیْمًا ﴿۸﴾ یٰۤاَیُّهَا

بڑا مضبوط عہد لیا○ تاکہ اللہ سچوں سے ان کے سچ کا سوال کرے اور اس نے کافروں کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے○ اے

الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ رِیْحًا وَّ جُنُوْدًا

ایمان والو! اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو جب تم پر کچھ لشکر آئے تو ہم نے ان پر آندھی اور وہ لشکر بھیجے

آیت 8،7 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! وہ وقت یاد کرو جب ہم نے انبیاءِ کرام علیہمُ السّلام سے رسالت کی تبلیغ کرنے اور دینِ حق کی دعوت دینے کا عہد لیا اور خصوصیت کے ساتھ آپ سے اور حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہمُ السّلام سے عہد لیا اور ہم نے ان سب سے بڑا مضبوط عہد لیا تاکہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سچوں سے ان کے سچ کا سوال کرے اور اللہ تعالیٰ نے رسولوں کی تکذیب کرنے والے کافروں کے لئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) ایک قول یہ ہے کہ سچوں سے مراد انبیاءِ کرام علیہمُ السّلام ہیں اور انہوں نے جو اپنی قوم کو تبلیغ فرمائی اس کے متعلق اُن سے سوال ہوگا یا اُن کی امتوں نے جو جواب دیئے اُس کے متعلق سوال ہوگا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ سچوں سے مراد مومنین ہیں اور سچ کا سوال کرنے سے مراد ان سے اُن کے ایمان و تصدیق کے بارے میں سوال ہوگا۔ (2) اِس آیت میں بالخصوص پانچ انبیاءِ کرام علیہمُ السّلام کے ذکر کی وجہ یہ ہے کہ یہ انبیاء اُولُوا الْعزم رسولوں علیہمُ السّلام میں سے تھے اور یہاں نہایت اہم نکتہ ہے کہ تمام انبیاءِ کرام علیہمُ السّلام جن کا اس آیت میں تذکرہ ہوا وہ اسی ترتیب سے ہوا جس ترتیب سے وہ دنیا میں تشریف لائے البتہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی تشریف آوری اگرچہ تمام نبیوں کے بعد ہوئی لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کا ذکر دوسرے انبیاءِ کرام علیہمُ السّلام سے پہلے کیا اور یہ تمام نبیوں پر آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی افضلیت کے اظہار کے لئے ہے۔

آیت 9 یہاں سے غزوۂ اَحزاب کے اَحوال بیان کیے جارہے ہیں چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ کا وہ احسان یاد کرو جو اس نے تم پر اس وقت فرمایا جب تم پر قریش، غطفان، بنو قریظہ اور بنو نضیر کے لشکر آئے اور انہوں نے تمہارا محاصرہ کر لیا تو ہم نے ان پر آندھی اور فرشتوں کے وہ لشکر بھیجے جو تمہیں نظر نہیں آئے اور تمہارا خندق کھودنا اور میرے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی فرمانبرداری میں ثابت قدم رہنا اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے، اسی لئے اس نے کافروں کے خلاف تمہاری مدد فرمائی اور ان کے شر سے تمہیں محفوظ رکھا، لہٰذا تم اللہ تعالیٰ کے اس عظیم احسان پر اس کا شکر ادا کرو۔ **اہم بات:** اس غزوہ کی تفصیلات اسی مقام پر تفسیر صراط الجنان میں ملاحظہ ہوں۔

لَّمْ تَرَوْهَا ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرًا ۟ۚ اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَ مِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ

جو تمہیں نظر نہ آئے اور اللہ تمہارے کاموں کو دیکھ رہا ہے○ جب کافر تم پر تمہارے اوپر سے اور تمہارے نیچے سے آئے

وَ اِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَ بَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَ تَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ۟ؕ هُنَالِكَ ابْتُلِیَ

اور جب آنکھیں ٹھٹک کر رہ گئیں اور دل گلوں کے پاس آگئے اور تم اللہ پر طرح طرح کے گمان کرنے لگے○ وہیں مسلمانوں کو

الْمُؤْمِنُوْنَ وَ زُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِیْدًا ۟ وَ اِذْ یَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَ الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ

آزمایا گیا اور انہیں خوب سختی سے جھنجھوڑا گیا○ اور جب منافق اور جن کے دلوں میں مرض تھا وہ کہنے لگے:

مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اِلَّا غُرُوْرًا ۟ وَ اِذْ قَالَتْ طَّآىِٕفَةٌ مِّنْهُمْ یٰۤاَهْلَ یَثْرِبَ

اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے دھوکے کا وعدہ کیا○ اور جب ان میں سے ایک گروہ نے کہا: اے مدینہ والو! (یہاں) تمہارے

آیت 10 غزوۂ اَحزاب کے موقع پر جب اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں پر احسان فرمایا اس وقت صورتِ حال یہ تھی کہ مدینہ منورہ پر حملہ آور ہونے والے لشکر میں سے وادی کے اوپر کی طرف مشرق سے اسد اور غطفان قبیلے کے لوگ، مالک بن عوف نصری اور عُیَینہ بن حصن فزاری کی سرکردگی میں ایک ہزار کی جَمعیّت لے کر آئے اور ان کے ساتھ طلیحہ بن خویلد اسدی بنی اسد کی جمعیت لے کر اور حُیَیّ بن اخطب یہودی بنی قریظہ کی جمعیت لے کر آیا اور وادی کی نچلی جانب مغرب سے قریش اور کنانہ قبیلے کے لوگ ابو سفیان بن حرب کی سرکردگی میں آئے۔ اس وقت لوگوں کی آنکھیں رعب و ہیبت شدت سے ٹھٹک کر رہ گئیں اور خوف اس انتہاء کو پہنچ گیا کہ دل گویا کہ گلوں کے پاس آگئے اور منافق تو یہ گمان کرنے لگے کہ اب مسلمانوں کا نام و نشان باقی نہ رہے گا کیونکہ کفار کی اتنی بڑی جمعیت سب کو فنا کر ڈالے گی جبکہ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد آنے اور اپنے فتح یاب ہونے کی امید تھی۔

آیت 11 اسی دہشت ناک جگہ اور ہولناک حالات میں رعب اور محاصرے کے ذریعے مسلمانوں کے صبر و اِخلاص کو آزمایا گیا اور اس جنگ میں ناداری، یہودِ مدینہ کا خطرہ، خارجی دشمنوں کی یلغار، اس کے علاوہ اپنی بے سروسامانی وغیرہ سب مسائل جمع ہو گئے تھے اور یہ ایسی چیزیں تھیں جن سے بہادروں کے دل چھوٹ جاتے ہیں مگر سچے غلامانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ایسی آفات میں بھی اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے ثابت قدم رہے۔

آیت 12 **شانِ نزول:** خندق کی کھدائی کے دوران نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے چٹان پر ضرب لگا کر اسے ریزہ ریزہ کر دیا اور اس کے بعد یہ بشارت دی کہ فارس، روم، یمن اور حبشہ کے ممالک مسلمانوں کے ہاتھوں فتح ہوں گے۔ جب کافروں نے حملہ کیا تو ان کے لشکر دیکھ کر ایک منافق کہنے لگا کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم تو ہمیں فارس اور روم کی فتح کا وعدہ دیتے ہیں اور حال یہ ہے کہ ہم میں سے کسی کی یہ مجال بھی نہیں کہ اپنے ڈیرے سے باہر نکل سکے تو یہ وعدہ نرا دھوکا ہے۔ دیگر منافقوں نے بھی اسی طرح کی باتیں کیں۔ ان کی مذمت میں یہ آیت نازل ہوئی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر ان لوگوں کا یہ عقیدہ مضبوط ہوتا کہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ والہ وسلم سچے رسول ہیں تو وہ کبھی یہ بات اپنی زبان پر نہ لاتے۔

آیت 13 غزوۂ خندق کے موقع پر کافروں کے لشکر دیکھ کر منافقوں کا حال یہ ہوا کہ ان میں سے ایک گروہ کہنے لگا کہ اے مدینہ والو!

لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا ۚ وَ یَسْتَاْذِنُ فَرِیْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِیَّ یَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُیُوْتَنَا عَوْرَةٌ ۛؕ

ٹھہرنے کی جگہ نہیں، تو تم واپس چلو اور ان میں سے ایک گروہ نبی سے یہ کہتے ہوئے اجازت مانگ رہا تھا کہ بیشک ہمارے گھر بے حفاظت ہیں

مع

وَ مَا هِیَ بِعَوْرَةٍ ۛۚ اِنْ یُّرِیْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا ﴿۱۳﴾ وَ لَوْ دُخِلَتْ عَلَیْهِمْ مِّنْ اَقْطَارِهَا ثُمَّ سُىٕلُوا

حالانکہ وہ بے حفاظت نہ تھے۔ وہ تو صرف فرار ہونا چاہتے تھے ○ اور اگر ان پر مدینہ کی (مختلف) طرفوں سے فوجیں آجاتیں پھر ان سے

الْفِتْنَةَ لَاٰتَوْهَا وَ مَا تَلَبَّثُوْا بِهَاۤ اِلَّا یَسِیْرًا ﴿۱۴﴾ وَ لَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ

فتنے کا مطالبہ کیا جاتا تو ضرور ان کا مطالبہ دیدیتے اور اس میں دیر نہ کرتے مگر تھوڑی سی ○ اور بیشک اس سے پہلے وہ اللہ سے عہد کرچکے تھے

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے لشکر میں تمہارے ٹھہرنے کی جگہ نہیں کیونکہ دشمنوں کی تعداد بہت زیادہ ہے اور ان کے لشکر تم پر غالب آجائیں گے، اس لئے عافیت اسی میں ہے کہ تم مدینہ منورہ میں اپنے گھروں کی طرف واپس چلے جاؤ، اور ان کا دوسرا گروہ نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور یہ کہہ کر واپسی کی اجازت مانگنے لگا کہ مدینہ منورہ میں ہمارے گھر کمزور ہونے کی وجہ سے محفوظ نہیں اور ہمیں دشمنوں کی طرف سے خطرہ ہے، اس لئے آپ ہمیں واپس جانے کی اجازت دیں تاکہ ہم ان کی حفاظت کا انتظام کرلیں، اس کے بعد ہم دوبارہ لشکر میں واپس آجائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی اندرونی کیفیت کو ظاہر کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے کہ منافقوں کے گھر غیر محفوظ نہ تھے بلکہ وہ لوگ یہ بہانہ بنا کر میدانِ جنگ سے فرار ہونا چاہتے تھے۔ **اہم بات:** (1) اس آیت میں "یثرب" کالفظ ذکر ہوا یہ اللہ رَبُّ الْعِزَّت جَلَّ وَعَلَا نے منافقین کا قول نقل فرمایا ہے۔ (2) مدینہ طیبہ کو یثرب کہنا ناجائز و گناہ ہے اور کہنے والا گنہگار۔

آیت 14 اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ منافقوں کا یہ کہنا کہ ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں، محض ایک بہانہ ہے اور اگر بالفرض مدینہ منورہ کے مختلف اَطراف سے فوجیں ان پر حملہ آور ہوجاتیں، پھر ان منافقوں سے یہ مطالبہ کیا جاتا کہ تمہارے بچنے کی صورت یہ ہے کہ تم اسلام سے مُنْحَرِف ہوجاؤ، تو یہ لوگ ضرور ان کا مطالبہ پورا کردیتے اور اس مطالبے کو پورا کرنے میں چند لمحوں کی ہی تاخیر کرتے۔

درس: جب بندہ یقین اور صبر کی کمی کا شکار ہوتا ہے، بزدلی اور انسانوں کا خوف اس پر غالب ہوتا ہے اور کسی دینی حکم پر عمل کرنے کی صورت میں اگر اَذِیَّت پہنچنے کا صرف احتمال ہی ہو تو اس سے گھبرانے لگ جاتا ہے، اور اس وقت اس کا دل عقیدے کی کمزوری اور نفاق کے مرض میں مبتلا ہوجاتا ہے، پھر اس کا حال یہ ہوتا ہے کہ مسلمان کہلانے کے باوجود اگر کسی ہلکی سی تکلیف سے ڈرا کر اس سے کفر و شرک کا مطالبہ کیا جائے تو وہ اس مطالبے کو پورا کرنے میں دیر نہیں لگاتا۔

آیت 15 فرمایا کہ جو لوگ مدینہ منورہ میں اپنے گھروں کی طرف لوٹ جانے کی اجازت طلب کررہے ہیں، بیشک وہ غزوہِ خندق سے پہلے اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کرچکے تھے کہ وہ دشمنوں کو پیٹھ دکھا کر جنگ سے فرار نہیں ہوں گے، بزدلی کا مظاہرہ نہیں کریں گے اور جو غلطی ہم سے پہلے ہوئی اسے نہیں دہرائیں گے، لیکن انہوں نے وہ عہد توڑ دیا اور اپنے گھروں میں واپس جانے کی اجازت طلب کرنے لگ گئے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے وعدے کے بارے میں ان سے پوچھا جائے گا اور اسے پورا نہ کرنے پر سزا دی جائے گی۔ **اہم بات:** حضور پُرنور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے کسی چیز کا عہد کرنا گویا رب عزّوجلّ سے عہد کرنا ہے کیونکہ حضورِ پُرنور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم رب تعالیٰ کے نائبِ اعظم اور مختارِ مُطلَق ہیں، لہٰذا آپ سے کئے ہوئے عہد کو پورا کرنا لازم ہے۔

لَا یُوَلُّوۡنَ الۡاَدۡبَارَ ؕ وَ كَانَ عَهۡدُ اللّٰهِ مَسۡـُٔوۡلًا ﴿۱۵﴾ قُلۡ لَّنۡ یَّنۡفَعَكُمُ الۡفِرَارُ اِنۡ فَرَرۡتُمۡ

کہ پیٹھ نہ پھیریں گے اور اللہ کے وعدے کا پوچھا جائے گا○ تم فرماؤ: اگر موت یا قتل سے بھاگ رہے ہو تو ہرگز تمہیں یہ بھاگنا

مِّنَ الۡمَوۡتِ اَوِ الۡقَتۡلِ وَ اِذًا لَّا تُمَتَّعُوۡنَ اِلَّا قَلِیۡلًا ﴿۱۶﴾ قُلۡ مَنۡ ذَا الَّذِیۡ یَعۡصِمُكُمۡ مِّنَ اللّٰهِ اِنۡ

نفع نہ دے گا اور اس وقت بھی تمہیں تھوڑی سی دنیا ہی فائدہ اٹھانے کو دی جائے گی○ تم فرماؤ: وہ کون ہے جو تمہیں اللہ سے بچائے گا اگر

اَرَادَ بِكُمۡ سُوۡٓءًا اَوۡ اَرَادَ بِكُمۡ رَحۡمَةً ؕ وَ لَا یَجِدُوۡنَ لَهُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ وَلِیًّا وَّ لَا نَصِیۡرًا ﴿۱۷﴾

وہ تمہارا برا چاہے یا تم پر رحم فرمانا چاہے اور وہ اللہ کے سوا کوئی حامی نہ پائیں گے اور نہ ہی مددگار○

قَدۡ یَعۡلَمُ اللّٰهُ الۡمُعَوِّقِیۡنَ مِنۡكُمۡ وَ الۡقَآئِلِیۡنَ لِاِخۡوَانِهِمۡ هَلُمَّ اِلَیۡنَا ۚ وَ لَا یَاۡتُوۡنَ

بیشک اللہ تم میں سے ان لوگوں کو جانتا ہے جو دوسروں کو جہاد سے روکتے ہیں اور اپنے بھائیوں سے کہتے ہیں: ہماری طرف چلے آؤ اور وہ لڑائی میں

الۡبَاۡسَ اِلَّا قَلِیۡلًا ﴿ۙ۱۸﴾ اَشِحَّةً عَلَیۡكُمۡ ۚۖ فَاِذَا جَآءَ الۡخَوۡفُ رَاَیۡتَهُمۡ یَنۡظُرُوۡنَ اِلَیۡكَ

تھوڑے ہی آتے ہیں○ تمہارے اوپر بخل کرتے ہوئے آتے ہیں پھر جب ڈر کا وقت آتا ہے تو تم انہیں دیکھو گے کہ تمہاری طرف یوں نظر کرتے ہیں

آیت 16 ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! رخصت مانگنے والوں سے فرما دیں کہ اگر تم لوگ موت یا قتل ہو جانے کے ڈر سے بھاگ رہے ہو تو اس کا تمہیں کوئی فائدہ نہیں ہو گا کیونکہ جو مقدر ہے وہ ضرور ہو کر رہے گا، اس لئے اگر تمہاری تقدیر میں یہاں موت لکھی ہے تو وہ تمہیں آ ہی جائے گی اور اگر یہاں تمہاری موت کا وقت نہیں آیا ہے تو بھی میدانِ جنگ سے بھاگ کر صرف اتنے ہی دن دنیا سے فائدہ اٹھا پاؤ گے جتنے دن تمہاری عمر باقی ہے اور یہ ایک قلیل مدت ہے، تو تم تھوڑی سی مَوہُوم زندگی کیلئے اتنے بڑے گناہ کا بوجھ کیوں اُٹھا رہے ہو۔

آیت 17 فرمایا کہ اے حبیب! آپ ان سے فرما دیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کو تمہیں قتل اور ہلاک کرنا منظور ہو تو اسے کوئی ٹال ہی نہیں سکتا اور اگر وہ تمہیں امن وعافیت عطا فرما کر تم پر رحم فرمانا چاہے تو کوئی تمہیں قتل اور ہلاک نہیں کر سکتا اور یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا اپنی جانوں کا کوئی حامی نہ پائیں گے اور نہ ہی انہیں کوئی مددگار ملے گا۔

آیت 18 **شانِ نزول:** یہ آیت منافقین کے بارے میں نازل ہوئی، اُن کے پاس یہودیوں نے پیغام بھیجا تھا کہ تم کیوں اپنی جانیں ابوسفیان کے ہاتھوں سے ہلاک کرانا چاہتے ہو، اُس کے لشکری اس مرتبہ اگر تمہیں پا گئے تو تم میں سے کسی کو باقی نہ چھوڑیں گے، ہمیں یہ اندیشہ ہے کہ تم کسی مصیبت میں گرفتار نہ ہو جاؤ، تم ہمارے بھائی اور ہمسائے ہو اس لئے ہمارے پاس آ جاؤ۔ یہ خبر پا کر عبد اللہ بن اُبی بن سلول منافق اور اس کے ساتھی مؤمنین کو ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں سے ڈرا کر رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کا ساتھ دینے سے روکنے لگے اور اس میں انہوں نے بہت کوشش کی لیکن جس قدر انہوں نے کوشش کی، مومنین کی ثابت قدمی اور بڑھتی گئی۔

آیت 19 فرمایا کہ منافقوں کا حال یہ ہے کہ جب مسلمانوں کو جنگ میں ان کی مدد کی ضرورت ہوتی ہے تو یہ لوگ بخل کرتے ہیں اور اگر کچھ شرکت کرنا پڑ ہی جائے تو اس وقت خوف سے ان کی آنکھیں گھوم رہی ہوتی ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مسلمان جنگ میں فتح یاب ہو جاتے ہیں تو پھر مالِ غنیمت کے لیے پہلے ہی پہنچ جاتے ہیں اور اپنی جرأت کی جھوٹی داستانیں سناتے ہوئے کہتے ہیں

تَدُوۡرُ اَعۡیُنُهُمۡ كَالَّذِیۡ یُغۡشٰی عَلَیۡهِ مِنَ الۡمَوۡتِ ۚ فَاِذَا ذَهَبَ الۡخَوۡفُ سَلَقُوۡكُمۡ بِاَلۡسِنَةٍ

کہ ان کی آنکھیں گھوم رہی ہیں جیسے کسی پر موت چھائی ہوئی ہو پھر جب ڈر کا وقت نکل جاتا ہے تو مالِ غنیمت کی لالچ میں تیز زبانوں کے ساتھ

حِدَادٍ اَشِحَّةً عَلَی الۡخَیۡرِ ؕ اُولٰٓئِكَ لَمۡ یُؤۡمِنُوۡا فَاَحۡبَطَ اللّٰهُ اَعۡمَالَهُمۡ ؕ وَ كَانَ ذٰلِكَ عَلَی

تمہیں طعنے دینے لگتے ہیں۔ یہ لوگ ایمان لائے ہی نہیں ہیں تو اللہ نے ان کے اعمال برباد کردیئے اور یہ اللہ پر

اللّٰهِ یَسِیۡرًا ﴿۱۹﴾ یَحۡسَبُوۡنَ الۡاَحۡزَابَ لَمۡ یَذۡهَبُوۡا ۚ وَ اِنۡ یَّاۡتِ الۡاَحۡزَابُ یَوَدُّوۡا لَوۡ

بہت آسان ہے○ وہ سمجھ رہے ہیں کہ لشکر ابھی نہ گئے اور اگر وہ لشکر دوبارہ آئیں تو ان کی خواہش ہوگی کہ کاش،

اَنَّهُمۡ بَادُوۡنَ فِی الۡاَعۡرَابِ یَسۡاَلُوۡنَ عَنۡ اَنۡۢبَآئِكُمۡ ؕ وَ لَوۡ كَانُوۡا فِیۡكُمۡ مَّا قٰتَلُوۡۤا اِلَّا قَلِیۡلًا ﴿۲۰﴾ ع ۲/۱۲ ۱۸

وہ کسی گاؤں میں ہوتے (اور وہیں سے) تمہاری خبروں کے بارے میں پوچھ لیتے اور اگر وہ تم میں رہتے تو جب بھی تھوڑے ہی لڑتے○

لَقَدۡ كَانَ لَكُمۡ فِیۡ رَسُوۡلِ اللّٰهِ اُسۡوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنۡ كَانَ یَرۡجُوا اللّٰهَ وَ الۡیَوۡمَ الۡاٰخِرَ

بیشک تمہارے لئے اللہ کے رسول میں بہترین نمونہ موجود ہے اس کے لیے جو اللہ اور آخرت کے دن کی امید رکھتا ہے

کہ ہماری بہادری کی وجہ سے ہی جنگ میں کامیابی اور غنیمت ملی ہے، لہٰذا ہمیں غنیمت میں زیادہ حصہ دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ ان لوگوں نے اگرچہ اپنی زبانوں سے ایمان کا اقرار کیا ہے لیکن درحقیقت یہ لوگ ایمان لائے ہی نہیں اس لئے ان کے تمام ظاہری عمل جہاد وغیرہ سب باطل کر دیئے گئے اور عملوں کو باطل کر دینا اللہ تعالیٰ پر بہت آسان ہے۔ **درس:** وقت پر ساتھ نہ دینا اور زبان سے محبت کا دعویٰ کرنا منافقوں کا کام ہے جبکہ مومن ہر مشکل وقت میں اپنے مسلمان بھائی کا ساتھ دیتا ہے اور زبانی دعوے کرنے کی بجائے عملی مظاہرہ زیادہ کرتا ہے۔

آیت 20 فرمایا کہ منافق لوگ اپنی بزدلی کی وجہ سے یہ سمجھ رہے ہیں کہ کفارِ قریش، قبیلہ غطفان اور یہودی وغیرہ ابھی تک میدان چھوڑ کر بھاگے نہیں ہیں اگرچہ حقیقت میں وہ بھاگ چکے ہیں اگر بالفرض کفار کے لشکر دوبارہ مدینہ منورہ پر چڑھائی کر دیں تو ان کی آرزو یہ ہوگی کہ یہ لوگ مدینہ پاک کو ہی چھوڑ کر دیہات میں بھاگ جائیں اور مدینہ منورہ آنے جانے والے لوگوں سے تمہاری ہار جیت کی خبر پوچھ لیا کریں اور خود مدینہ منورہ آنے کی ہمت کبھی نہ کریں اور اگر انہیں تمہارے درمیان ہی موجود رہنا پڑتا تب بھی ان میں سے تھوڑے لوگ ہی لڑائی کرتے اور وہ بھی صرف اس وجہ سے کہ انہیں یہ کہنے کا موقع مل جائے کہ ہم بھی تو تمہارے ساتھ جنگ میں شریک تھے۔

آیت 21 اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیرت میں پیروی کیلئے بہترین طریقہ موجود ہے جس کا حق یہ ہے کہ اس کی پیروی کی جائے، جیسے غزوۂ خندق کے موقع پر جن سنگین حالات کا سامنا تھا کہ کفارِ عرب اپنی بھرپور افرادی اور حربی قوت کے ساتھ مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کے لئے اچانک نکل پڑے تھے جبکہ مسلمانوں کے پاس افرادی قوت بھی کم تھی، خوارک کی اتنی قلت ہوگئی کہ کئی کئی دن فاقہ کرنا پڑتا تھا، پھر عین وقت پر مدینہ منورہ کے یہودیوں نے دوستی کا معاہدہ توڑ دیا اور ان کی غداری کی وجہ سے حالات مزید سنگین ہو گئے، ایسے ہوشربا حالات میں تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی کیسی شاندار سیرت پیش فرمائی کہ

وَ ذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ﴿۲۱﴾ وَ لَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ ۙ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ

اور اللہ کو بہت یاد کرتا ہے ۝ اور جب مسلمانوں نے لشکر دیکھے تو کہنے لگے: یہ وہ ہے جس کا ہمیں اللہ اور اس کے رسول نے وعدہ دیا تھا

وَ رَسُوْلُهٗ وَ صَدَقَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ ۫ وَ مَا زَادَهُمْ اِلَّاۤ اِيْمَانًا وَّ تَسْلِيْمًا ﴿۲۲﴾ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ

اور اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا تھا اور اس بات نے ان کے ایمان اور اللہ کی رضا پر راضی ہونے کو اور زیادہ کردیا ۝ مسلمانوں میں

قدم قدم پر اپنے جانثار صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ ساتھ موجود ہیں، جب خندق کھودنے کا موقع آیا تو اس کی کھدائی میں خود بھی شرکت فرمائی، چٹانوں کو توڑا اور مٹی کو اٹھا اٹھا کر باہر پھینکا، جب خوراک کی قلت ہوئی تو دوسرے مجاہدین کی طرح خود بھی فاقہ کشی برداشت فرمائی اور اس دوران اگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے فاقے کی تکلیف سے پیٹ پر ایک پتھر باندھا تھا تو سیّد العالمین صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کے مبارک شکم پر دو پتھر بندھے ہوئے نظر آئے۔ شدید سردی کے باوجود ہفتوں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ میدانِ جنگ میں قیام فرمایا۔ جب دشمن حملہ آور ہوا تو اس کے لشکر کی تعداد اور حربی طاقت کو دیکھ کر پریشان نہیں ہوئے بلکہ عزم و ہمت کا پیکر بنے رہے اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی حوصلہ افزائی فرماتے رہے۔ جب بنو قریظہ کے بارے میں خبر ملی کہ انہوں نے عہد توڑ دیا ہے اور منافق لوگ مختلف حیلوں کے ذریعے میدانِ جنگ سے راہِ فرار اختیار کرنے لگے تب بھی اِستقامت کے ساتھ ان تمام حالات کا مقابلہ فرماتے رہے، جنگ میں ثابت قدمی اور شجاعت دکھائی، اس میں آنے والی سختیوں کا صبر و ہمت سے مقابلہ کیا، اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کے لئے کوئی کسر نہ چھوڑی اور آخر کار اللہ تعالیٰ کی مدد سے کفار کے لشکروں کو شکست دی۔ ان تمام چیزوں کے پیشِ نظر مسلمانوں کو فرمایا گیا کہ اے مسلمانو! تمہیں چاہیے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی سیرت کی پیروی کرو اور یہ بات وہ مانے گا جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف، اس سے امید اور قیامت کی دہشت ہوگی۔ **اہم باتیں:** (1) یہ آیت مبارکہ اگرچہ ایک خاص موقع پر نازل ہوئی لیکن اپنے الفاظ کے اعتبار سے عام ہے اور اس موقع کے علاوہ بھی سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کے ان تمام اُمور میں پیروی کا حکم ہے جو آپ کی خصوصیت نہیں ہیں۔ **درس:** زندگی کے ہر شعبہ میں اور ہر پہلو کے اعتبار سے تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی مبارک زندگی اور سیرت میں ایک کامل نمونہ موجود ہے۔ حقیقی کامیاب زندگی وہی ہے جو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کے نقشِ قدم پر ہو، اگر کھانا پینا، سونا جاگنا، شادی کرنا بھی سنّت کے مطابق ہو جائے تو عبادت بن جاتا ہے۔

آیت 22 یہاں سے باہمت مومنوں کا حال بیان کیا جا رہا ہے چنانچہ فرمایا کہ جب غزوۂ خندق کے دن مسلمانوں نے کفار کے لشکر دیکھے تو کہنے لگے: یہ وہ ہے جس کا ہمیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے وعدہ دیا تھا کہ تم آزمائش میں ڈالے جاؤ گے اور تم پر سختیاں آئیں گی اور لشکر جمع ہو کر تم پر ٹوٹیں گے لیکن تم غالب آؤ گے اور تمہاری مدد کی جائے گی اور اس بات نے ان کے ایمان اور اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی ہونے کو اور زیادہ کر دیا۔

آیت 23 بہت سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے نذر مانی تھی کہ وہ جب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کے ساتھ جہاد میں شرکت کا موقع پائیں گے تو ثابت قدم رہیں گے یہاں تک کہ شہید ہو جائیں۔ ان کے بارے میں اس آیت میں ارشاد ہوا کہ انہوں نے اپنا وعدہ سچا کر

رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَیْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَ مِنْهُمْ مَّنْ یَّنْتَظِرُ ۖ

کچھ وہ مرد ہیں جنہوں نے اس عہد کو سچا کر دکھایا جو انہوں نے اللہ سے کیا تھا توان میں کوئی اپنی منت پوری کر چکا اور کوئی ابھی انتظار کر رہا ہے

وَ مَا بَدَّلُوْا تَبْدِیْلًا ۟ۙ﴿۲۳﴾ لِّیَجْزِیَ اللّٰهُ الصّٰدِقِیْنَ بِصِدْقِهِمْ وَ یُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِیْنَ اِنْ شَآءَ اَوْ

اور وہ بالکل نہ بدلے ○ تاکہ اللہ سچوں کو ان کے سچ کا صلہ دے اور منافقوں کو عذاب دے اگر چاہے یا

یَتُوْبَ عَلَیْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ۚ﴿۲۴﴾ وَ رَدَّ اللّٰهُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِغَیْظِهِمْ

انہیں توبہ کی توفیق دے۔ بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے ○ اور اللہ نے کافروں کو ان کے دلوں کی جلن کے ساتھ واپس لوٹا دیا،

لَمْ یَنَالُوْا خَیْرًا ؕ وَ كَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِیْنَ الْقِتَالَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ قَوِیًّا عَزِیْزًا ۚ﴿۲۵﴾ وَ اَنْزَلَ

انہیں کچھ بھی بھلائی نہ ملی اور اللہ مسلمانوں کیلئے لڑائی میں کافی ہوگیا اور اللہ قوت والا، عزت والا ہے ○ اور جن

دیا اور ان میں سے کوئی ثابت قدمی کے ساتھ جہاد کرتا رہا یہاں تک کہ شہید ہو گیا جیسے حضرت حمزہ اور حضرت مصعب رضی اللہ عنہما اور کوئی ابھی (جہاد پر ثابت قدمی کے باوجود) شہادت کا انتظار کر رہا ہے، جیسے کہ حضرت عثمان اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہما، اور یہ حضرات بالکل نہ بدلے بلکہ شہید ہو جانے والے بھی اور شہادت کا انتظار کرنے والے بھی دونوں اپنے عہد پر ویسے ہی ثابت قدم رہے جبکہ منافق اپنے عہد پر قائم نہ رہے۔

آیت 24 فرمایا گیا کہ غزوۂ اَحزاب میں جو اُمور واقع ہوئے جیسے مخلص ایمان والوں نے اخلاص کے ساتھ عمل کئے اور منافقوں نے نفاق سے متعلق اپنی روایت کو برقرار رکھا، یہ سب اس لئے ہوا تاکہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اس کے اعمال کی جزا دے، ایمان والوں کو دنیا میں اقتدار عطا فرمائے اور اسلام کے دشمنوں کے خلاف انہیں فتح نصیب کرے جبکہ آخرت میں انہیں اچھا ثواب دے اور جنت کی نعمتوں میں ہمیشہ کے لئے رکھے اور منافقوں سے جو کچھ سرزد ہوا اس پر اگر چاہے تو انہیں عذاب دے یا ان میں سے جو لوگ توبہ کر لیں ان کی توبہ قبول فرمائے۔ بیشک اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والے کے گناہوں کو چھپانے والا اور اسے جنت وثواب دے کر اس پر رحم فرمانے والا ہے۔

آیت 25 غزوۂ اَحزاب میں جو واقعات رونما ہوئے ان میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قریش اور غطفان وغیرہ کے لشکروں کو حسرت کے ساتھ واپس لوٹا دیا اور ان کا حال یہ ہوا کہ جن ناپاک ارادوں کے ساتھ ان لوگوں نے مدینہ منورہ پر چڑھائی کی تھی ان میں سے کوئی بھی پورا نہ ہوا اور وہ اپنے مقاصد میں ناکام ہو کر واپس لوٹ گئے اور اللہ تعالیٰ مسلمانوں کیلئے لڑائی میں کافی ہو گیا چنانچہ مسلمانوں کو کافروں کے خلاف باقاعدہ لڑنا نہیں پڑا اور دشمن نصرتِ الٰہی اور ہوا کی سختیوں سے بھاگ نکلے اور اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے ہر ارادے کو ظاہر فرمانے پر قوت رکھنے والا اور ہر چیز پر غالب اور عزت والا ہے۔

آیت 26 یہاں سے بنو قریظہ کے یہودیوں کے ساتھ ہونے والی جنگ کے حالات بیان کئے جا رہے ہیں، چنانچہ فرمایا گیا کہ بنو قریظہ کے جن یہودیوں نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے مقابلے میں قریش اور غطفان وغیرہ کے لشکروں کی مدد کی تھی، اللہ تعالیٰ نے

Go to Index

الَّذِیْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ صَیَاصِیْهِمْ وَ قَذَفَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِیْقًا

اہلِ کتاب نے اُن (مشرکوں) کی مدد کی تھی (اللہ نے) انہیں ان کے قلعوں سے اتارا اور ان کے دلوں میں رُعب ڈال دیا، ان میں ایک گروہ کو

تَقْتُلُوْنَ وَ تَاْسِرُوْنَ فَرِیْقًا ﴿۲۶﴾ وَ اَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَ دِیَارَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ وَ اَرْضًا

تم قتل کرتے ہو اور ایک گروہ کو قید کرتے ہو○ اور اللہ نے تمہیں ان کی زمین اور ان کے مکانات اور ان کے مالوں کا وارث بنا دیا اور اس زمین کا بھی

لَّمْ تَطَـُٔوْهَا ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرًا ﴿۲۷﴾ یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ ع ۳/۱۹

جس پر تم نے ابھی قدم نہیں رکھا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے○ اے نبی! اپنی بیویوں سے فرمادو: اگر تم

تُرِدْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا وَ زِیْنَتَهَا فَتَعَالَیْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَ اُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا ﴿۲۸﴾ وَ اِنْ كُنْتُنَّ

دنیا کی زندگی اور اس کی آرائش چاہتی ہو تو آؤ تاکہ میں تمہیں مال دُوں اور تمہیں اچھی طرح چھوڑ دوں○ اور اگر

تُرِدْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِیْمًا ﴿۲۹﴾

تم اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کا گھر چاہتی ہو تو بیشک اللہ نے تم میں سے نیکی کرنے والیوں کے لیے بڑا اجر تیار کر رکھا ہے○

انہیں ان کے قلعوں سے اتارا اور ان کے دلوں میں خوف ورُعب ڈال دیا، ان میں سے مردوں کے اس گروہ کو تم قتل کرتے ہو جو لڑنے کے قابل ہیں جبکہ عورتوں اور بچوں کو قید کرتے ہو۔

آیت 27: فرمایا گیا کہ یہودیوں کو تو سزا ملی اور مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ نے یہ احسان فرمایا کہ انہیں بنو قریظہ کی کھیتیوں اور باغات، ان کے قلعوں اور مکانات، ان کے اثاثہ جات اور مویشیوں وغیرہ کا مالک بنا دیا اور مزید یہ احسان فرمایا کہ مسلمانوں کو اس زمین کا بھی وارث بنا دیا جس پر ابھی انہوں نے قدم نہ رکھے تھے۔ اس زمین سے مراد خیبر کی زمین یا سرزمینِ مکہ یا روم وفارس کی زمین یا ہر وہ زمین مراد ہے جو قیامت تک فتح ہو کر مسلمانوں کے قبضہ میں آنے والی ہے۔

آیت 28، 29 **شانِ نزول:** سرکارِ دوعالَم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی ازواجِ مُطَہَّرات نے آپ سے دُنْیَوی سامان طلب کئے اور نفقہ میں زیادتی کی درخواست کی، جبکہ یہاں تو دنیا سے بے رغبتی اپنے کمال پر تھی اور دنیا کے سامان کا جمع کرنا گوارا ہی نہ تھا، اس لئے ان کا یہ مطالبہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کے قلبِ اطہر پر گراں گزرا اور یہ آیت نازل ہوئی اور ازواجِ مطہرات کو اختیار دیا گیا۔ سرکارِ دوعالَم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے سب سے پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ آیت سنا کر اختیار دیا اور فرمایا کہ جلدی نہ کرو اور اپنے والدین سے مشورہ کر کے جو رائے ہو اس پر عمل کرو۔ انہوں نے عرض کی: حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کے معاملہ میں مشورہ کیسا، میں اللہ تعالیٰ کو اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کو اور دارِ آخرت کو چاہتی ہوں اور باقی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہنَّ نے بھی یہی جواب دیا۔ **اہم باتیں:** (1) حضور پُرنور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کو اختیار کرنا درحقیقت اللہ تعالیٰ کو اور جنت کو اختیار کرنا ہے۔ (2) حضور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کی نیکیوں کا اجر وثواب دوسروں سے زیادہ ہے۔ **فقہی مسئلہ:** جس عورت کو اپنے نفس کا

یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ مَنۡ یَّاۡتِ مِنۡکُنَّ بِفَاحِشَۃٍ مُّبَیِّنَۃٍ یُّضٰعَفۡ لَهَا الۡعَذَابُ ضِعۡفَیۡنِ ؕ

اے نبی کی بیویو! جو تم میں حیا کے خلاف کوئی کھلی جرأت کرے تو اسے دوسروں کے مقابلے میں دُگنا عذاب دیا جائے گا

وَ کَانَ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰهِ یَسِیۡرًا ﴿۳۰﴾

اور یہ اللہ پر بہت آسان ہے ○

اختیار دیا جائے تو اگر وہ اپنے شوہر کو اختیار کرے تو طلاق واقع نہیں ہوتی لیکن اگر اپنے نفس کو اختیار کرے تو اَحناف کے نزدیک ایک بائنہ طلاق واقع ہوتی ہے۔

آیت 30 ارشاد فرمایا: **اے نبی کی بیویو! جو تم میں حیا کے خلاف کوئی کھلی جرأت کرے۔** یہاں آیت میں ’’حیا کے خلاف کھلی جرأت‘‘ سے بدکاری مراد نہیں بلکہ اس سے مراد شوہر کی اطاعت میں کوتاہی کرنا اور اس کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش نہ آنا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ انبیاءِ کرام علیہم السّلام کی بیویوں کو بدکاری سے پاک رکھتا ہے اور کھلی برائی کی جرأت کرنے پر انہیں دُگنا عذاب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جس شخص کی فضیلت زیادہ ہوتی ہے اس سے اگر قصور واقع ہو تو وہ قصور بھی دوسروں کے قصور سے زیادہ سخت قرار دیا جاتا ہے اسی لئے عالم کا گناہ جاہل کے گناہ سے زیادہ قبیح ہوتا ہے اور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن تمام جہان کی عورتوں سے زیادہ فضیلت رکھتی ہیں اسی لئے اُن کی ادنیٰ بات سخت گرفت کے قابل ہے۔

وَ مَنۡ یَّقۡنُتۡ مِنۡکُنَّ لِلّٰہِ وَ رَسُوۡلِہٖ وَ تَعۡمَلۡ صَالِحًا نُّؤۡتِہَاۤ اَجۡرَہَا مَرَّتَیۡنِ ۙ وَ اَعۡتَدۡنَا

اور جو تم میں اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبردار رہے اور اچھے عمل کرے تو ہم اسے دوسروں سے دگنا ثواب دیں گے اور ہم نے اس

لَہَا رِزۡقًا کَرِیۡمًا ﴿۳۱﴾ یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسۡتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَیۡتُنَّ فَلَا تَخۡضَعۡنَ

کے لیے عزت کی روزی تیار کر رکھی ہے ○ اے نبی کی بیویو! تم اور عورتوں جیسی نہیں ہو۔ اگر تم اللہ سے ڈرتی ہو تو بات کرنے میں ایسی

بِالۡقَوۡلِ فَیَطۡمَعَ الَّذِیۡ فِیۡ قَلۡبِہٖ مَرَضٌ وَّ قُلۡنَ قَوۡلًا مَّعۡرُوۡفًا ﴿ۚ۳۲﴾ وَ قَرۡنَ فِیۡ بُیُوۡتِکُنَّ

نرمی نہ کرو کہ دل کا مریض آدمی کچھ لالچ کرے اور تم اچھی بات کہو○ اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو

وَ لَا تَبَرَّجۡنَ تَبَرُّجَ الۡجَاہِلِیَّۃِ الۡاُوۡلٰی وَ اَقِمۡنَ الصَّلٰوۃَ وَ اٰتِیۡنَ الزَّکٰوۃَ وَ اَطِعۡنَ اللّٰہَ

اور بے پردہ نہ رہو جیسے پہلی جاہلیت کی بے پردگی اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول کا

آیت 31 فرمایا کہ اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی اَزواجِ مُطہّرات! تم میں سے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی فرمانبردار رہے تو اسے ہم دوسروں سے دگنا ثواب دیں گے کیونکہ تمام جہان کی عورتوں میں تمہیں شرف و فضیلت حاصل ہے اور تمہارے عمل میں بھی دو جہتیں ہیں ایک نیک کام کرنا، دوسری رسولِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی رضاجوئی، قناعت اوراچھے طرزِ زندگی کے ساتھ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو خوش کرنا اور ہم نے اس زوجہِ مُطہّرہ کے لئے جنت میں عزت کی روزی تیار کر رکھی ہے۔

آیت 32 ارشاد فرمایا: **اے نبی کی بیویو! تم اور عورتوں جیسی نہیں ہو۔** یعنی اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی بیویو! تم فضیلت اور شرف میں دیگر عورتوں جیسی نہیں ہو کیونکہ تم سیّد المرسَلین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی ازواج اور تمام مومنوں کی مائیں ہو اور تمہیں میرے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے خاص قرب حاصل ہے اور جب تمہارا مقام اتنا عظیم ہے تو یہ بات تمہاری شان کے لائق نہیں کہ تم دنیا کی زینت کا مطالبہ کرو۔ مزید فرمایا: **اگر تم اللہ سے ڈرتی ہو۔** یعنی اگر تم اللہ تعالیٰ کے حکم اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی رضا کی مخالفت کرنے سے ڈرتی ہو تو جب کسی ضرورت کی بنا پر غیر مرد سے پسِ پردہ گفتگو کرنی پڑ جائے تو اس وقت ایسا انداز اختیار کرو جس سے لہجہ میں نزاکت نہ آنے پائے اور بات میں نرمی نہ ہو بلکہ انتہائی سادگی سے بات کی جائے اور اگر وعظ و نصیحت کی بات کرنے کی ضرورت پیش آئے تو بھی نرم لہجے میں نہ ہو تاکہ جس کے دل میں نفاق ہے وہ کوئی لالچ نہ کرے۔ **درس:** ازواجِ مُطہّرات رضی اللہ عنہنّ کو بات کرتے وقت نرم لہجہ اپنانے سے منع کیا گیا تاکہ منافق لوگ کوئی لالچ نہ کر سکیں جب امت کی ماؤں کے لئے یہ حکم ہے تو دوسری عورتوں کے لیے یہ حکم کس قدر زیادہ ہوگا کہ ان کے لیے تو فتنوں کے مَواقع زیادہ ہیں، لہٰذا عورتوں کو چاہئے کہ جب انہیں کسی وجہ سے کسی غیر مرد کے ساتھ بات کرنی پڑ جائے تو لہجے میں نزاکت، آواز میں نرمی کے بجائے لہجے میں اَجْنَبِیّت اور آواز میں بیگانگی ظاہر ہو، تاکہ سامنے والا کوئی بُرا لالچ نہ کر سکے اور اس کے دل میں شہوت پیدا نہ ہو۔

آیت 33 اس آیت میں ازواج مطہرات رضی اللہ عنہنّ کو پانچ احکام دیئے گئے اور آخر میں ان کی عظمت و شان بیان کی گئی ہے:

وَ رَسُوۡلَہٗ ؕ اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُذۡہِبَ عَنۡکُمُ الرِّجۡسَ اَہۡلَ الۡبَیۡتِ وَ یُطَہِّرَکُمۡ

حکم مانو۔اے نبی کے گھر والو! اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرما دے اور تمہیں پاک کرکے خوب صاف

تَطۡہِیۡرًا ﴿ۚ۳۳﴾ وَ اذۡکُرۡنَ مَا یُتۡلٰی فِیۡ بُیُوۡتِکُنَّ مِنۡ اٰیٰتِ اللّٰہِ وَ الۡحِکۡمَۃِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ لَطِیۡفًا

ستھرا کردے○ اور اللہ کی آیات اور حکمت یاد کرو جو تمہارے گھروں میں پڑھی جاتی ہیں۔ بیشک اللہ ہر باریکی کو جاننے والا،

(1)تم اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور اپنی رہائش گاہوں میں سکونت پذیر رہو اور شرعی ضرورت کے بغیر گھروں سے باہر نہ نکلو۔ (2)جس طرح پہلی جاہلیت کی عورتیں بے پردہ رہا کرتی تھیں اس طرح تم بے پردگی کا مظاہرہ نہ کرو۔ یہاں اگلی اور پچھلی جاہلیت کے زمانے سے متعلق مفسرین کا ایک قول یہ ہے کہ اگلی جاہلیت سے مراد اسلام سے پہلے کا اور پچھلی جاہلیت سے آخری زمانہ مراد ہے جس میں لوگوں کے افعال پہلوں کی مثل ہو جائیں گے۔ (3،4)نماز قائم رکھو جو کہ بدنی عبادات کی اصل ہے اور اگر تمہارے پاس مال ہو تو اس کی زکوٰۃ دو۔ (5)تمام احکامات اور ممنوعات میں اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی اطاعت کرو لہٰذا تم میں سے کسی کی شان کے لائق نہیں کہ جس چیز کا اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے حکم دیا تم اس کی مخالفت کرو۔ **آخر میں فرمایا کہ** اے میرے حبیب کے گھر والو! اللہ تعالیٰ تو یہی چاہتا ہے کہ گناہوں کی نجاست سے تم آلودہ نہ ہو۔ یہاں اہلِ بیت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی ازواجِ مُطَہَّرات سب سے پہلے مراد ہیں کیونکہ آگے پیچھے سارا کلام ہی اُن کے متعلق ہو رہا ہے۔ بقیہ نُفوسِ قُدسیہ یعنی خاتونِ جنت حضرت فاطمہ زہرا، حضرت علی المرتضیٰ اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہم کا اہلِ بیت میں داخل ہونا بھی دلائل سے ثابت ہے۔ **اہم باتیں:** (1)یہاں آیت میں گھروں میں ٹھہری رہنے، پردہ کرنے، نماز و زکوٰۃ کی ادائیگی اور خدا و رسول کی اطاعت کا حکم اگرچہ ازواجِ مُطَہَّرات رضی اللہ عَنۡہُنَّ کو ہے لیکن اس حکم میں دیگر عورتیں بھی داخل ہیں۔ (2)دینِ اسلام میں عورت کو گھر میں ٹھہری رہنے کی حکمت عورت کی عزت و عصمت کا تَحَفُّظ ہے۔ ان لوگوں کو خدا کا خوف کرنا چاہیے جو مسلمان کہلانے کے باوجود چادر اور چار دیواری کے تَقَدُّس کو پامال کرکے عورت کی آزادی کا نعرہ لگانے اور روشن خیالی کے نام پر عورت کو ہر جگہ کی زینت بنانے اور حقوقِ نسواں کے نام پر ہر شعبے میں عورت کو مرد کے شانہ بشانہ کھڑا کرنے کی کوششیں کرکے عورتوں سے کھیلنے کو آسان تر بنانے میں مصروف ہیں (3)جب ازواجِ مُطَہَّرات رضی اللہ عَنۡہُنَّ کو بھی نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے کا حکم دیا گیا تو کسی دوسرے کو نسبت کا بہانہ کر کے نماز و نیک اعمال سے رخصت کیسے مل سکتی ہے؟

آیت 34 اس آیت میں بھی ازواجِ مُطَہَّرات رضی اللہ عَنۡہُنَّ سے خطاب فرمایا گیا کہ تمہارے گھروں میں جو قرآنِ مجید کی آیتیں نازل ہوتی ہیں اور تم رسولِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے جن اَحوال کا مشاہدہ کرتی ہو اور ان کے جن ارشادات کو سنتی ہو انہیں یاد رکھا کرو اور موقع کی مناسبت سے وعظ و نصیحت کے طور پر لوگوں کے سامنے انہیں بیان کرتی رہو۔ بیشک اللہ تعالیٰ ہر باریکی کو جاننے والا اور اپنی تمام مخلوق سے خبردار ہے۔ **اہم بات:** (۱)آیت میں آیات سے مراد قرآن مجید اور حکمت سے مراد سنت ہے۔ (۲)قرآن اور اَحادیث کو یاد کرنا اور دوسروں کو یاد دلاتے رہنا چاہئے تاکہ شریعت کے اَحکام کا علم ہو، لہٰذا گھروں میں قرآن و سیرت کا درس دینا چاہیے۔

ع ۷ ۱

خَبِیۡرًا ﴿۳۴﴾ اِنَّ الۡمُسۡلِمِیۡنَ وَ الۡمُسۡلِمٰتِ وَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَ الۡمُؤۡمِنٰتِ وَ الۡقٰنِتِیۡنَ وَ الۡقٰنِتٰتِ

خبر دار ہے ○ بیشک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں اور فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں

وَ الصّٰدِقِیۡنَ وَ الصّٰدِقٰتِ وَ الصّٰبِرِیۡنَ وَ الصّٰبِرٰتِ وَ الۡخٰشِعِیۡنَ وَ الۡخٰشِعٰتِ

اور سچے مرد اور سچی عورتیں اور صبر کرنے والے اور صبر کرنے والیاں اور عاجزی کرنے والے اور عاجزی کرنے والیاں

وَ الۡمُتَصَدِّقِیۡنَ وَ الۡمُتَصَدِّقٰتِ وَ الصَّآئِمِیۡنَ وَ الصّٰٓئِمٰتِ وَ الۡحٰفِظِیۡنَ فُرُوۡجَہُمۡ

اور خیرات کرنے والے اور خیرات کرنے والیاں اور روزے رکھنے والے اور روزے رکھنے والیاں اور اپنی پارسائی کی حفاظت کرنے والے

وَ الۡحٰفِظٰتِ وَ الذّٰکِرِیۡنَ اللّٰہَ کَثِیۡرًا وَّ الذّٰکِرٰتِ ۙ اَعَدَّ اللّٰہُ لَہُمۡ مَّغۡفِرَۃً وَّ اَجۡرًا عَظِیۡمًا ﴿۳۵﴾

اور حفاظت کرنے والیاں اور اللہ کو بہت یاد کرنے والے اور یاد کرنے والیاں ان سب کے لیے اللہ نے بخشش اور بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے ○

آیت 35 **شانِ نزول:** حضرت اسماء رضی اللہ عنہانے حضور پُر نور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے عرض کی: یارسولَ اللہ! عورتیں تو بڑے نقصان میں ہیں۔ ارشاد فرمایا: کیوں؟ عرض کی: ان کا ذکر (قرآن میں) خیر کے ساتھ ہوتا ہی نہیں جیسا کہ مردوں کا ہوتا ہے۔ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی اور ان کے دس مراتب مردوں کے ساتھ ذکر کئے گئے اور ان کے ساتھ ان کی مدح فرمائی گئی۔ (1) وہ مرد اور عورتیں جو کلمہ پڑھ کر اسلام میں داخل ہوئے اور انہوں نے احکامِ الٰہی کی اطاعت کی۔ (2) وہ مرد اور عورتیں جنہوں نے توحید و رسالت کی تصدیق کی اور تمام ضروریاتِ دین کو مانا۔ (3) وہ مرد اور عورتیں جنہوں نے اطاعت و عبادات پر صحیح طریقے سے ہمیشگی اختیار کی۔ (4) وہ مرد اور عورتیں جو اپنی نیت، قول اور فعل میں سچے ہیں۔ (5) وہ مرد اور عورتیں جنہوں نے نیکیاں کرنے، گناہوں سے بچنے اور مَصائب و آلام پر صبر کیا۔ (6) وہ مرد اور عورتیں جنہوں نے عبادتوں میں اپنے دل اور اعضاء کے ساتھ عاجزی و اِنکساری کی۔ (7) وہ مرد اور عورتیں جنہوں نے اللہ کی راہ میں فرض اور نفلی صدقات دیئے۔ (8) وہ مرد اور عورتیں جنہوں نے روزے رکھے۔ (9) وہ مرد اور عورتیں جنہوں نے اپنی عفت اور پارسائی کو محفوظ رکھا اور حرام سے بچے۔ (10) وہ مرد اور عورتیں جو اپنے دل اور زبان کے ساتھ بہ کثرت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں خلاصہ یہ ہے کہ جو عورتیں اسلام، ایمان اور طاعت میں، قول اور فعل کے سچا ہونے میں، صبر، عاجزی و انکساری اور صدقہ و خیرات کرنے میں، روزہ رکھنے اور اپنی عفت و پارسائی کی حفاظت کرنے میں اور کثرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے میں مردوں کے ساتھ ہیں، تو ایسے مردوں اور عورتوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال کی جزا کے طور پر بخشش اور بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) ذکر میں تسبیح، حمد، تکبیر، کلمہ طیبہ، تلاوت، نماز، درود شریف سب داخل ہیں اور وعظ و نصیحت کرنا، تعلیمِ دین، میلاد شریف اور نعت شریف پڑھنا بھی ذکرِ الٰہی کی صورت میں داخل ہے۔ (2) کثرتِ ذکر کی کم سے کم مقدار 313 مرتبہ تسبیح وغیرہ پڑھنا ہے۔

وَ مَا کَانَ لِمُؤۡمِنٍ وَّ لَا مُؤۡمِنَۃٍ اِذَا قَضَی اللّٰہُ وَ رَسُوۡلُہٗۤ اَمۡرًا اَنۡ یَّکُوۡنَ لَہُمُ الۡخِیَرَۃُ

اور کسی مسلمان مرد اور عورت کیلئے یہ نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی بات کا فیصلہ فرمادیں تو انہیں اپنے معاملے کا کچھ اختیار

مِنۡ اَمۡرِہِمۡ ؕ وَ مَنۡ یَّعۡصِ اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗ فَقَدۡ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِیۡنًا ﴿ؕ۳۶﴾ وَ اِذۡ تَقُوۡلُ

باقی رہے اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم نہ مانے تو وہ بیشک صریح گمراہی میں بھٹک گیا○ اور اے محبوب! یاد کرو جب تم اس سے

لِلَّذِیۡۤ اَنۡعَمَ اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِ اَمۡسِکۡ عَلَیۡکَ زَوۡجَکَ وَ اتَّقِ اللّٰہَ وَ تُخۡفِیۡ

فرمارہے تھے جس پر اللہ نے انعام فرمایا اور جس پر آپ نے انعام فرمایا کہ اپنی بیوی اپنے پاس روک رکھ اور اللہ سے ڈر اور تم اپنے دل میں

فِیۡ نَفۡسِکَ مَا اللّٰہُ مُبۡدِیۡہِ وَ تَخۡشَی النَّاسَ ۚ وَ اللّٰہُ اَحَقُّ اَنۡ تَخۡشٰہُ ؕ فَلَمَّا قَضٰی

وہ بات چھپارہے تھے جس کو اللہ ظاہر کرنے والا تھا اور تمہیں لوگوں کا اندیشہ تھا اور اللہ اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ تم اس سے ڈرو پھر جب

آیت 36 **شانِ نزول:** سرکارِ دوعالَم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے حضرت زینب بنتِ جحش رضی اللہ عنہا کو حضرت زید رضی اللہ عنہ سے نکاح کا پیغام دیا، شروع میں تو یہ اس گمان سے راضی ہوگئیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے اپنے لئے پیغام دیا ہے لیکن جب معلوم ہوا کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کے لئے رشتہ طلب فرمایا ہے تو انکار کردیا اور عرض کر بھیجا کہ یارسولَ اللہ! میں حضور کی پھوپھی کی بیٹی ہوں، اس لئے ایسے شخص کے ساتھ نکاح پسند نہیں کرتی۔ ان کے بھائی حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے بھی اسی بنا پر انکار کیا جس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی اور اسے سن کر دونوں بہن بھائی راضی ہوگئے اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا حضرت زید رضی اللہ عنہ سے نکاح ہوگیا۔ **اہم باتیں:** (1) اس آیت سے معلوم ہوا کہ آدمی پر رسولِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم کی اطاعت ہر حکم میں واجب ہے۔ (2) حضور پُرنور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم کا حکم اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم کے مقابلے میں کوئی اپنے نفس کا بھی خود مختار نہیں۔ (3) حضور پُرنور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم اللہ تعالیٰ کی عطا سے شرعی احکام میں خود مختار ہیں۔ آپ جسے جو چاہے حکم دے سکتے، جس کے لئے جو چیز چاہے جائز یا ناجائز کرسکتے اور جسے جس حکم سے چاہے الگ فرماسکتے ہیں۔

آیت 37 اس آیت میں جس واقعے کی طرف اشارہ فرمایا گیا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب حضرت زید رضی اللہ عنہ کا نکاح حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے ہوچکا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آئی کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا آپ کی ازواجِ مُطَہَّرات رضی اللہ عَنۡہُنَّ میں داخل ہوں گی، اللہ تعالیٰ کو یہی منظور ہے۔ چنانچہ اس کی صورت یہ ہوئی کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے درمیان موافقت نہ ہوئی اور حضرت زید رضی اللہ عنہ نے سرکارِ دوعالَم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی تیز زبانی، اطاعت نہ کرنے اور اپنے آپ کو بڑا سمجھنے کی شکایت کی۔ ایسا بار بار اتفاق ہوا اور ہر بار حضور انور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم حضرت زید رضی اللہ عنہ کو سمجھاتے کہ اپنی بیوی کو اپنے پاس ہی رکھو اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا پر تکبر کرنے اور شوہر کو تکلیف دینے کے الزام لگانے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم حضرت زید رضی اللہ عنہ پر یہ ظاہر نہیں فرماتے تھے

زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْۤ اَزْوَاجِ

زید نے اس سے حاجت پوری کرلی تو ہم نے آپ کا اس کے ساتھ نکاح کردیا تاکہ مسلمانوں پر ان کے منہ بولے بیٹوں کی

اَدْعِيَآىِٕهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ﴿٣٧﴾ مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ

بیویوں (سے نکاح کرنے) میں کچھ حرج نہ رہے جب ان سے اپنی حاجت پوری کرلیں اور اللہ کا حکم پورا ہو کر رہتا ہے ○ نبی پر اس بات میں

مِنْ حَرَجٍ فِيْمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ ؕ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ

کوئی حرج نہیں جو اللہ نے اس کے لیے مقرر فرمائی۔ اللہ کا دستور چلا آرہا ہے ان میں جو پہلے گزر چکے، اور اللہ کا ہر کام

کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ساتھ تمہارا گزارہ نہیں ہو سکے گا اور طلاق ضرور واقع ہو گی اور اللہ تعالیٰ انہیں ازواجِ مُطَہَّرات رضی اللہ عَنہُنَّ میں داخل کرے گا لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ بات ظاہر کرنا منظور تھی۔ جب حضرت زید رضی اللہ عنہ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو لوگوں کی طرف سے اعتراض کئے جانے کا اندیشہ ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے ایسی عورت کے ساتھ نکاح کرلیا جو ان کے منہ بولے بیٹے کے نکاح میں رہی تھی، اس پر آپ کو لوگوں کے بے جا اعتراضات کی پرواہ نہ کرنے کا فرمایا گیا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی عدت گزرنے کے بعد ان کے پاس حضرت زید رضی اللہ عنہ نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کا پیام سر جھکا کر کمالِ شرم و اَدب سے پہنچایا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے کہا کہ جو میرے ربّ عزّوجلّ کو منظور ہو میں اس پر راضی ہوں۔ یہ کہہ کر انہوں نے نماز شروع کر دی اور یہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو اس نکاح سے بہت خوشی ہوئی اور سرکارِ دوعالَم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے اس شادی کا ولیمہ بہت وسعت کے ساتھ کیا۔ **اہم باتیں:** (1) رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے زیادہ شادیاں فرمانے کی ایک حکمت معاشرے میں رائج بری رسموں کا خاتمہ کرنا تھی، جیسے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح فرما کر لوگوں کے درمیان رائج اس بری رسم کا خاتمہ کر دیا کہ منہ بولے بیٹے کی بیوی سے نکاح کرنا حرام ہے۔ (۲) تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے صرف حضرت زید رضی اللہ عنہ کا نام صراحت کے ساتھ قرآن کریم میں ہے۔

آیت 38 ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے لئے جو حلال فرمایا اور انہیں منہ بولے بیٹے زید بن حارثہ کی طلاق یافتہ بیوی سے نکاح کرنے کا جو حکم دیا اس پر عمل کرنے میں میرے حبیب پر کوئی حرج نہیں اور زیادہ شادیاں کرنا کوئی انوکھی بات نہیں بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے پہلے تشریف لانے والے انبیاءِ کرام علیہم السلام میں بھی اللہ تعالیٰ کا یہ دستور رہا ہے کہ ان کے نکاح کا معاملہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اختیار میں رکھا اور انہیں نکاح کے معاملے میں امتیوں سے زیادہ وسعت عطا فرمائی اور اس سلسلے میں انہیں خاص احکام دیئے ہیں۔ **اہم بات:** سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی ایک سے زیادہ شادیوں میں بے شمار حکمتیں تھیں، مثلاً حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی تو معمول کے مطابق ایک شادی تھی، ان کے انتقال کے بعد حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے شادی بچوں کی دیکھ بھال کے لئے تھی۔ حضرت عائشہ و حفصہ رضی اللہ عنہما سے شادی صدیق اکبر و عمر فاروق رضی اللہ عنہما جیسے جلیل القدر صحابہ کرام کی عزت افزائی کے لئے تھی۔ حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے شادی میں اُن کی اسلام کی خاطر شوہر کے ساتھ قربانیاں

قَدَرًا مَّقْدُوْرَا ۣ ۨ ﴿٣٨﴾ الَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَيَخْشَوْنَهٗ وَلَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ ؕ

مقرر کی ہوئی تقدیر ہے ○ وہ جو اللہ کے پیغامات پہنچاتے ہیں اور اس سے ڈرتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی کا خوف نہیں کرتے

وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ﴿٣٩﴾ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ

اور اللہ کافی حساب لینے والا ہے ○ محمد تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں

دینے کی قدر کرنا تھا، حضرت میمونہ وصفیہ رضی اللہ عنہما سے شادی کرنا ان کے خاندانوں کی اسلام دشمنی کے اظہار کو ختم کرنا تھا۔ اسی طرح کی حکمتیں بقیہ شادیوں میں ہیں۔

آیت 39 اس آیت میں انبیاء کرام علیہم السلام کے اوصاف بیان فرمائے گئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پیغامات بندوں تک پہنچاتے اور اپنے ہر عمل میں اس سے ڈرتے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا خوف نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرنے میں کسی کی ملامت کی پرواہ نہیں کرتے (جیسے یہاں حضرت زینب سے نکاح کے معاملے میں سرکار صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے حکمِ الٰہی پر ہر خوف واندیشے کو دل سے نکال کر حکمِ خدا پر عمل کیا) اور اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ اپنی مخلوق کے اعمال کو محفوظ فرمانے اور لوگوں کا حساب لینے کے لئے کافی ہے تو اسی سے ہر ایک کو ڈرنا چاہیے۔

آیت 40 **شانِ نزول:** جب سرکارِ دوعالَم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمالیا تو کفار اور منافقین یہ کہنے لگے کہ آپ نے اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح کرلیا ہے! اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور ارشاد فرمایا گیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم تم میں سے کسی کے باپ نہیں تو حضرت زید رضی اللہ عنہ کے بھی آپ حقیقت میں باپ نہیں کہ ان کی منکوحہ آپ کے لئے حلال نہ ہوتی۔ مزید فرمایا: **لیکن اللہ کے رسول ہیں۔** محمد مصطفی صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم اگرچہ مردوں میں سے کسی کے جسمانی باپ نہیں ہیں لیکن روحانی باپ ہیں یعنی اللہ کے رسول ہیں تو آیت کے اِس حصے سے مراد یہ ہوا کہ تمام رسول امت کو نصیحت کرنے، ان پر شفقت فرمانے، یونہی امت پر ان کی تعظیم وتوقیر اور اطاعت لازم ہونے کے اعتبار سے اُمت کے باپ کہلاتے ہیں بلکہ اُن کے حقوق حقیقی باپ کے حقوق سے بہت زیادہ ہوتے ہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ امت ان کی حقیقی اولاد بن گئی اور حقیقی اولاد کے تمام احکام اس کے لئے ثابت ہوگئے بلکہ وہ صرف ان ہی چیزوں کے اعتبار سے امت کے باپ ہیں جن کا ذکر ہوا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم بھی چونکہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور حضرت زید رضی اللہ عنہ ان کی حقیقی اولاد نہیں، تو ان کے بارے میں بھی وہی حکم ہے جو دوسرے لوگوں کے بارے میں ہے۔ مزید فرمایا: **اور سب نبیوں کے آخر میں تشریف لانے والے ہیں۔** یعنی محمد مصطفی صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لہٰذا آپ کی اولاد میں نبوت جاری نہیں ہوگی کیونکہ آپ آخری نبی ہیں، جن کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آئے گا، حتّٰی کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے تو اگرچہ نبوت پہلے پا چکے ہیں مگر نزول کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی شریعت پر عمل پیرا ہوں گے اور اسی شریعت پر حکم کریں گے۔ **اہم باتیں:** (1) حضرت قاسم، طیب، طاہر اور ابراہیم رضی اللہ عنہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کے حقیقی فرزند تھے مگر وہ اس عمر کو نہ پہنچے کہ انہیں رجال یعنی مرد کہا جائے کیونکہ وہ بچپن میں ہی وفات پاگئے تھے۔ (2) آیت میں مذکر اولاد کی نفی نہیں بلکہ رجال یعنی بڑی عمر کے مردوں میں سے کسی کے باپ ہونے کی نفی ہے۔ (3) حضور اقدس صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کا

وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا ﴿۴۰﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا

اور سب نبیوں کے آخر میں تشریف لانے والے ہیں اور اللہ سب کچھ جاننے والا ہے ○ اے ایمان والو!

اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِیْرًا ﴿۴۱﴾ وَّ سَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِیْلًا ﴿۴۲﴾ هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْكُمْ

اللہ کو بہت زیادہ یاد کرو ○ اور صبح و شام اس کی پاکی بیان کرو ○ وہی (اللہ) ہے جو تم پر رحمت بھیجتا ہے

وَ مَلٰٓىٕكَتُهٗ لِیُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَ كَانَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَحِیْمًا ﴿۴۳﴾

اور اس کے فرشتے تمہارے لئے دعا کرتے ہیں تاکہ وہ تمہیں اندھیروں سے اجالے کی طرف نکالے اور وہ مسلمانوں پر مہربان ہے ○

آخری نبی ہونا قطعی ہے اور یہ قطعیَّت قرآن و حدیث و اجماعِ امت سے ثابت ہے۔ قرآن مجید کی صریح آیت بھی موجود ہے اور اَحادیث تواتُر کی حد تک پہنچی ہوئی ہیں اور امت کا اِجماعِ قطعی بھی ہے۔(4) جو حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نبوت کے بعد کسی اور کو نبوت ملنا ممکن جانے وہ ختمِ نبوت کا منکر، کافر اور اسلام سے خارج ہے۔(5) اس آیت مبارکہ میں مرزا قادیانی کے دعویٰ نبوت کا بھی صاف اور صریح رد ہے۔

آیت 41 اس آیت میں ایمان والوں کو کثرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ ذکر میں کلمہ طیبہ کا ورد کرنا، اللہ تعالیٰ کی حمد اور بڑائی بیان کرنا وغیرہ داخل ہے اور کثرت کے ساتھ ذکر کرنے سے ایک مراد یہ ہے کہ صبح ہو یا شام، سردی ہو یا گرمی تمام اوقات میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو، یونہی خشکی ہو یا سمندر، ہموار زمین پر ہو یا پہاڑوں پر تمام جگہوں میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو، اسی طرح، تندرست ہو یا بیمار ہو، لوگوں کے سامنے ہو یا تنہائی میں ہو، کھڑے ہو، بیٹھے ہو یا کروٹ کے بل لیٹے ہو، ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو۔

آیت 42 ارشاد فرمایا کہ صبح و شام ہر نقص و عیب سے اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرو۔ **اہم باتیں:** (1) یہاں صبح اور شام کا خاص طور پر ذکر ہوا کیونکہ ان دونوں اوقات میں دن اور رات کے فرشتے جمع ہوتے ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ صبح اور شام یعنی دن کے دونوں اَطراف کا ذکر کرنے سے ذکر کی مُداوَمت کی طرف اشارہ فرمایا ہے، یعنی ہمیشہ ذکر کرو۔(2) بعض مفسرین نے صبح و شام اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے سے پانچوں نمازوں کو ادا کرنا بھی مراد لیا ہے۔

آیت 43 **شانِ نزول:** جب اللہ تعالیٰ نے آیتِ درود نازل فرمائی تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: یارسولَ اللہ! یہ شرف تو خاص آپ کے لئے ہے لیکن اس میں ہمارے لئے کوئی فضیلت نہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی اور ارشاد فرمایا: وہی اللہ ہے جو تم پر رحمت بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے تمہارے لئے بخشش کی دعا کرتے ہیں تاکہ وہ تمہیں اپنی رحمت اور فرشتوں کی دعا کے صدقے کفر، مَعصِیَت اور اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل نہ کرنے کی اندھیریوں سے حق، ہدایت اور معرفتِ الٰہی کی روشنی کی طرف ہدایت فرمائے اور اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر مہربان ہے۔ یہ آیت امت محمدیہ کے عظیم شرف اور افضلیت کی دلیل ہے۔

تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ ۖۚ وَ اَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا كَرِيْمًا ﴿۴۴﴾ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ

جس دن وہ اللہ سے ملاقات کریں گے اس وقت ان کے لیے ملتے وقت کا ابتدائی کلام سلام ہوگا اور اللہ نے ان کے لیے عزت کا ثواب تیار کر رکھا ہے ○ اے نبی!

اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا ﴿۴۵﴾ۙ وَّ دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا

بیشک ہم نے تمہیں گواہ اور خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا ○ اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والا اور چمکا دینے والا

مُّنِيْرًا ﴿۴۶﴾ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا ﴿۴۷﴾ وَ لَا تُطِعِ

آفتاب بنا کر بھیجا○ اور ایمان والوں کو خوشخبری دیدو کہ ان کے لیے اللہ کا بڑا فضل ہے○ اور کافروں

الْكٰفِرِيْنَ وَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ دَعْ اَذٰىهُمْ وَ تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۴۸﴾

اور منافقوں کی بات نہ مانو اور ان کی ایذاء پر درگزر کردو اور اللہ پر بھروسہ رکھو اور اللہ کافی کام بنانے والا ہے○

آیت 44 ارشاد فرمایا: **ان کے لیے ملتے وقت کا ابتدائی کلام سلام ہوگا۔** ملتے وقت سے مراد موت کا وقت ہے یا قبروں سے نکلنے کا یا اس سے جنت میں داخل ہونے کا وقت مراد ہے۔ مزید فرمایا: **اللہ نے ان کے لیے عزت کا ثواب تیار کر رکھا ہے۔** یہاں عزت کے ثواب سے جنت اور اس کی عالی شان نعمتیں مراد ہیں۔

آیت 45،46 ان دو آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے پانچ اوصاف بیان فرمائے ہیں: (1) اللہ تعالیٰ نے آپ کو شاہد بنا کر بھیجا ہے۔ آپ تمام لوگوں تک خدا کا پیغام پہنچانے والے ہیں، قیامت میں تمام انبیاء کے حق میں ان کی ذمہ داریوں کی ادائیگی کی گواہی دیں گے، اپنی امت کی تصدیق فرمائیں گے۔ شاہد کا ایک معنی ہے حاضر و ناظر یعنی مشاہدہ فرمانے والا۔ سرکارِ دوعالَم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم چونکہ تمام عالَم کی طرف مبعوث فرمائے گئے ہیں، اس لئے حضور پُرنور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم قیامت تک ہونے والی ساری مخلوق کے شاہد ہیں اور ان کے اعمال، افعال، احوال، تصدیق، تکذیب، ہدایت اور گمراہی سب کا مشاہدہ فرماتے ہیں اور احادیث میں موجود ہے کہ لوگوں کے اعمال آپ کی بارگاہ میں پیش کئے جاتے ہیں۔ (2،3) ارشاد فرمایا: اے حبیب! اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایمانداروں کو جنت کی خوشخبری دینے والا اور کافروں کو جہنم کے عذاب کا ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا۔ (4) ارشاد فرمایا: آپ کو خدا کے حکم سے لوگوں کو خدا کی طرف بلانے والا بنا کر بھیجا گیا ہے۔ (5) مزید فرمایا: آپ کو چمکا دینے والا آفتاب بنا کر بھیجا۔

آیت 47 فرمایا کہ اے حبیب! جب آپ میں ایسے عظیم اَوصاف پائے جاتے ہیں تو آپ ایمان والوں کو یہ خوشخبری دے دیں کہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے۔ **اہم بات:** بڑے فضل سے مراد جنت، یا یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی امت کے ایمان والوں کا رتبہ دیگر امتوں کے ایمان والوں سے زیادہ ہے۔ یا یہ کہ انہیں نیک اعمال کا اجر زیادہ دیا جائے گا۔ **درس:** نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم خوشخبری دینے والے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے امت کو بھی خوشخبری دینے اور نفرتیں نہ پھیلانے کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔

آیت 48 ارشاد فرمایا: اے حبیب! آپ مکہ کے کافروں اور مدینہ کے منافقوں کی بات نہ مانئے گا اور جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو کوئی حکم نہیں دیا جاتا تب تک آپ ان کی طرف سے پہنچنے والی ایذاؤں سے درگزر فرماتے رہیں اور تمام اُمور میں اللہ تعالیٰ پر

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ

اے ایمان والو! جب تم مسلمان عورتوں سے نکاح کرو پھر انہیں بغیر ہاتھ لگائے طلاق دیدو

فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا ۚ فَمَتِّعُوْهُنَّ وَ سَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿٤٩﴾

تو ان پر تمہاری وجہ سے کوئی عدت نہیں جسے تم شمار کرو تو انہیں فائدہ پہنچاؤ اور انہیں اچھے طریقے سے چھوڑو ○

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْۤ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَ مَا مَلَكَتْ

اے نبی! ہم نے تمہارے لیے تمہاری وہ بیویاں حلال فرمائیں جنہیں تم مہر دو اور تمہاری مملوکہ

يَمِيْنُكَ مِمَّاۤ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَ بَنٰتِ عَمِّكَ وَ بَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَ بَنٰتِ خَالِكَ

کنیزیں جو اللہ نے تمہیں مالِ غنیمت میں دیں اور تمہارے چچا کی بیٹیاں اور تمہاری پھوپھیوں کی بیٹیاں اور تمہارے ماموؤں کی بیٹیاں

بھروسہ رکھے رہیں اور جو دُنیوی واُخروی اُمور میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھے تو اللہ تعالیٰ اسے کافی ہے۔ **درس:** اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا عظیم کام ہے لہٰذا بندے کو چاہیے کہ وہ اسباب اختیار کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ پر توکل کرے کیونکہ جو اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام امور میں کافی ہوتا ہے۔

آیت 49 اس آیت میں ازدواجی تعلق قائم کرنے سے پہلے طلاق دینے کی صورت میں عورت کی عدت اور اس کے ساتھ سلوک کا بیان ہے، یہاں اس سے متعلق 5 باتیں ملاحظہ ہوں: (1) اگر عورت کو ازدواجی تعلق قائم کرنے سے پہلے طلاق دی تو اس پر عدت واجب نہیں۔ (2) خَلْوَتِ صحیحہ قربت کے حکم میں ہے، تو اگر خلوتِ صحیحہ کے بعد طلاق واقع ہو تو عدت واجب ہوگی اگرچہ ازدواجی تعلق قائم نہ ہوا ہو۔ (3) یہ حکم مومنہ اور کتابیہ دونوں عورتوں کو عام ہے، لیکن آیت میں مومنات کا ذکر فرمانا اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ مومنہ سے نکاح کرنا اَولیٰ ہے۔ یاد رہے کہ فی زمانہ تمام اہلِ کتاب حربی ہیں اور حربیہ کتابیہ سے نکاح جائز نہیں بلکہ ممنوع اور گناہ ہے لیکن اگر کرلیا تو نکاح ہوجائے گا اور یہ حکم بھی اس وقت ہے کہ واقعی کتابیہ ہو اور اگر نام کی کتابیہ حقیقت میں لامذہب دَہْرِیَّہ ہے تو اس سے نکاح اصلاً نہ ہوگا۔ (4) فائدہ پہنچانے سے مراد یہ ہے کہ اگر عورت کا مہر مقرر ہو چکا تھا تو خَلْوَت سے پہلے طلاق دینے سے شوہر پر نصف مہر واجب ہوگا اور اگر مہر مقرر نہیں ہوا تھا تو ایک جوڑا دینا واجب ہے جس میں تین کپڑے ہوتے ہیں۔ (5) اچھی طرح چھوڑنا یہ ہے کہ ان کے حقوق ادا کردیئے جائیں اور ان کو کوئی ضَرَر نہ دیا جائے اور انہیں روکا نہ جائے کیونکہ ان پر عدّت نہیں ہے۔

آیت 50 اس آیت میں نکاح سے متعلق نبیِّ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی خصوصیت بیان فرمائی گئی اور جن عورتوں سے نکاح کرنا اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے لئے حلال فرمایا، یہاں ان کی چار قسمیں بیان کی گئی ہیں: (1) وہ عورتیں جنہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے مہر عطا فرمایا، جیسے حضرت خدیجہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما۔ (2) وہ عورتیں جو مالِ غنیمت میں حاصل ہوئیں، جیسے حضرت صفیہ اور حضرت جویریہ رضی اللہ عنہما، انہیں تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے آزاد فرمایا اور ان سے نکاح کیا۔ (3) نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے چچا کی بیٹیاں، پھوپھیوں کی بیٹیاں، ماموؤں کی بیٹیاں اور خالاؤں کی بیٹیاں جنہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ

Go to Index

وَ بَنٰتِ خٰلٰتِكَ الّٰتِیۡ هَاجَرۡنَ مَعَكَ ۫ وَ امۡرَاَةً مُّؤۡمِنَةً اِنۡ وَّهَبَتۡ نَفۡسَهَا لِلنَّبِیِّ

اور تمہاری خالاؤں کی بیٹیاں جنہوں نے تمہارے ساتھ ہجرت کی اور ایمان والی عورت (تمہارے لئے حلال کی) اگر وہ اپنی جان نبی کی نذر کرے،

اِنۡ اَرَادَ النَّبِیُّ اَنۡ یَّسۡتَنۡكِحَهَا ۗ خَالِصَةً لَّكَ مِنۡ دُوۡنِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ؕ قَدۡ عَلِمۡنَا

اگر نبی اسے نکاح میں لانا چاہے۔ یہ خاص تمہارے لیے ہے، دیگر مسلمانوں کیلئے نہیں۔ ہمیں معلوم ہے

مَا فَرَضۡنَا عَلَیۡهِمۡ فِیۡۤ اَزۡوَاجِهِمۡ وَ مَا مَلَكَتۡ اَیۡمَانُهُمۡ لِكَیۡلَا یَكُوۡنَ عَلَیۡكَ حَرَجٌ ؕ

جو ہم نے مسلمانوں پر ان کی بیویوں اور ان کی مملوکہ کنیزوں میں مقرر کیا ہے۔ (یہ خصوصیت اس لئے) تاکہ تم پر کوئی تنگی نہ ہو

وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوۡرًا رَّحِیۡمًا ﴿۵۰﴾ تُرۡجِیۡ مَنۡ تَشَآءُ مِنۡهُنَّ وَ تُـْٔوِیۡۤ اِلَیۡكَ مَنۡ تَشَآءُ ؕ

اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے○ ان میں سے جسے چاہو پیچھے ہٹاؤ اور ان میں سے جسے چاہو اپنے پاس جگہ دو

واٰلہٖ وسلم کے ساتھ ہجرت کی۔ (4) اس مومنہ عورت کو بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے لئے حلال کر دیا جو مہر اور نکاح کی شرائط کے بغیر اپنی جان آپ کو ہِبہ کر دے البتہ شرط یہ ہے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم اسے نکاح میں لانے کا ارادہ فرمائیں تو وہ حلال ہے۔ مزید فرمایا: **یہ خاص تمہارے لیے ہے، دیگر مسلمانوں کیلئے نہیں۔** یعنی مہر کے بغیر نکاح کرنا خاص آپ کے لئے جائز ہے اُمت کے لئے نہیں، امت پر بہر حال مہر واجب ہے خواہ وہ مہر مُعَیَّن نہ کریں یا جان بوجھ کر مہر کی نفی کر دیں۔ اور فرمایا: **ہمیں معلوم ہے جو ہم نے مسلمانوں پر مقرر کیا ہے۔** یعنی ہم نے مسلمانوں پر ان کی بیویوں کے حق میں جو کچھ مقرر فرمایا ہے جیسے مہر ادا کرنا اور نکاح کے لئے گواہوں کا ہونا اور بیویوں میں باری کا واجب ہونا اور چار آزاد عورتوں تک کو نکاح میں لانا اور ان کی ملکیت میں موجود کنیزوں کے بارے میں جو احکام لازم کئے وہ ہمیں معلوم ہیں۔ آخر میں فرمایا: **تاکہ تم پر کوئی تنگی نہ ہو۔** یعنی اے حبیب! صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نکاح کے معاملے میں آپ کے لئے خصوصی رعایتیں اس لئے ہیں تاکہ آپ پر کوئی تنگی نہ ہو اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے تمام گناہوں کو بخشنے والا اور ان پر مہربان ہے۔ **اہم باتیں:** (1) شرعاً مہر کی مقدار اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقرر ہے اور وہ دس درہم ہیں جس سے کم کرنا ممنوع ہے، حدیث شریف میں ہے کہ دس درہم سے کم کوئی مہر نہیں۔ (معجم الاوسط، حدیث:3)

آیت 51 چنانچہ ارشاد فرمایا: اے پیارے حبیب! آپ کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ جس زوجہ کو چاہیں اپنے سے دور رکھیں اور جسے چاہیں اپنے پاس رکھیں اور اَزواجِ مُطَہّرات میں باری مقرر کریں یا نہ کریں۔ دوسرا قول حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ یہ آیت ان عورتوں کے حق میں نازل ہوئی جنہوں نے اپنی جانیں حضور پُر نور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو نذر کیں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو اختیار دیا گیا کہ ان میں سے جس کو چاہیں قبول کریں اس کے ساتھ نکاح فرمائیں اور جس کو چاہیں انکار فرما دیں۔ مزید فرمایا: **جسے تم نے علیحدہ کر دیا تھا۔** یعنی اے حبیب! آپ نے ازواجِ مطہرات میں سے جس کو معزول کر دیا ہو یا جس کی باری کو ساقط کر دیا ہو، اس کی طرف آپ جب چاہیں اس کو نوازیں، اس کا آپ کو اختیار دیا گیا ہے اور یہ اختیار اس بات کے زیادہ نزدیک ہے کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ غم نہ کریں اور آپ انہیں جو کچھ عطا فرمائیں اس پر وہ سب کی سب راضی رہیں کیونکہ جب وہ یہ جانیں گی کہ

وَ مَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ تَقَرَّ

اور جنہیں تم نے علیحدہ کر دیا تھا ان میں سے جسے تمہارا جی چاہے (اپنے قریب کرلو) تو اس میں بھی تم پر کچھ گناہ نہیں۔ یہ اس بات کے زیادہ نزدیک ہے کہ

اَعْیُنُهُنَّ وَ لَا یَحْزَنَّ وَ یَرْضَیْنَ بِمَاۤ اٰتَیْتَهُنَّ كُلُّهُنَّ ؕ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ

ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ غم نہ کریں اور تم انہیں جو کچھ عطا فرماؤ اس پر وہ سب کی سب راضی رہیں اور (اے لوگو!) اللہ جانتا ہے

مَا فِیْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَلِیْمًا ﴿۵۱﴾ لَا یَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْۢ بَعْدُ وَ لَاۤ

جو تم سب کے دلوں میں ہے اور اللہ علم والا، حلم والا ہے ○ ان کے بعد (مزید) عورتیں تمہارے لئے حلال نہیں اور نہ یہ کہ

اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّ لَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ اِلَّا مَا مَلَكَتْ یَمِیْنُكَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ

ان کی جگہ اور بیویاں بدل لو اگرچہ تمہیں ان کا حسن پسند آئے مگر تمہاری کنیزیں جو تمہاری ملکیت میں ہوں اور اللہ

یہ تفویض اور یہ اختیار آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوا ہے تو ان کے دل مطمئن ہو جائیں گے۔ اور اے لوگو! اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو عورتوں کے معاملے میں اور ان میں سے بعض کی طرف مائل ہونے سے متعلق تم سب کے دلوں میں ہے اور اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ علم والا، حلم والا ہے۔ **اہم بات:** اَزواجِ مطہرات رضی اللہ عَنْہُنَّ میں عدل سے متعلق خصوصی اختیار ملنے کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا مبارک عمل یہ تھا کہ آپ تمام ازواجِ مطہرات کے ساتھ عدل فرماتے اور ان کی باریاں برابر رکھتے، سوائے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے، انہوں نے اپنی باری کا دن اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو دے دیا تھا اور بارگاہِ رسالت میں عرض کی تھی کہ میرے لئے یہی کافی ہے کہ میرا حشر آپ کی اَزواجِ مُطہرات میں ہو۔

آیت 52 فرمایا کہ اے حبیب! آپ کے نکاح میں موجود ان 9 اَزواجِ مُطَہَّرات کے بعد جنہیں آپ نے اختیار دیا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو اختیار کیا، مزید عورتیں آپ کے لئے حلال نہیں اور نہ یہ حلال ہے کہ انہیں طلاق دے کر ان کی جگہ دوسری عورتوں سے نکاح کرلیں۔ ان اَزواجِ مُطَہَّرات رضی اللہ عَنْہُنَّ کی یہ عزت افزائی اس لئے ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے انہیں اختیار دیا تھا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو اختیار کیا اور دنیا کی آسائشوں کو ٹھکرا دیا، چنانچہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے انہیں پر اِکتفا فرمایا اور عمر مبارک کے آخر تک یہی اَزواجِ مُطَہَّرات رضی اللہ عَنْہُنَّ آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی خدمت میں رہیں۔ مزید فرمایا: **مگر تمہاری کنیزیں جو تمہاری ملکیت میں ہوں۔** یعنی آپ کی وہ کنیزیں جو آپ کی ملکیت میں ہوں وہ آپ کے لئے حلال ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر نگہبان ہے اس لئے کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی حدوں سے تجاوُز نہ کرے۔ **اہم باتیں:** (1) حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آخر میں حضورِ انور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے لئے حلال کر دیا گیا تھا کہ جتنی عورتوں سے چاہیں نکاح فرمائیں، اس صورت میں یہ آیت منسوخ ہے اور اس کی ناسخ آیت ''اِنَّاۤ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ۔۔۔الآیۃ'' ہے۔ (2) یہ آیت نازل ہونے کے بعد حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا حضور اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی ملک میں آئیں۔

عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ رَّقِیۡبًا ﴿٥٢﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَدۡخُلُوۡا بُیُوۡتَ النَّبِیِّ اِلَّاۤ اَنۡ یُّؤۡذَنَ

ہر چیز پر نگہبان ہے○ اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں نہ حاضر ہو جب تک اجازت نہ ہو

لَکُمۡ اِلٰی طَعَامٍ غَیۡرَ نٰظِرِیۡنَ اِنٰىهُ ۙ وَلٰکِنۡ اِذَا دُعِیۡتُمۡ فَادۡخُلُوۡا فَاِذَا طَعِمۡتُمۡ

جیسے کھانے کیلئے بلایا جائے۔ یوں نہیں کہ خود ہی اس کے پکنے کا انتظار کرتے رہو۔ ہاں جب تمہیں بلایا جائے تو داخل ہو جاؤ پھر جب کھانا

فَانۡتَشِرُوۡا وَلَا مُسۡتَاۡنِسِیۡنَ لِحَدِیۡثٍ ؕ اِنَّ ذٰلِکُمۡ کَانَ یُؤۡذِی النَّبِیَّ فَیَسۡتَحۡیٖ مِنۡکُمۡ ۫

کھا لو تو چلے جاؤ اور یہ نہ ہو کہ باتوں سے دل بہلاتے ہوئے بیٹھے رہو۔ بیشک یہ بات نبی کو ایذا دیتی تھی تو وہ تمہارا لحاظ فرماتے تھے

آیت 53 **شانِ نزول:** (1) جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور ولیمہ کی عام دعوت فرمائی تو آخر میں تین صاحب ایسے تھے جو کھانے سے فارغ ہو کر بیٹھے رہ گئے اور انہوں نے گفتگو کا طویل سلسلہ شروع کر دیا اور بہت دیر تک ٹھہرے رہے۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ (2) مسلمانوں میں سے کچھ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے کھانے کے وقت کا انتظار کرتے رہتے تھے، پھر وہ آپ کے حجروں میں داخل ہو جاتے اور کھانا ملنے تک وہیں بیٹھے رہتے، پھر کھانا کھانے کے بعد بھی وہاں سے نکلتے نہ تھے اور اس سے رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو اَذِیَّت ہوتی تھی، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ آیت کے ابتدائی حصے کا خلاصہ یہ ہے کہ اے ایمان والو! میرے حبیب صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے گھروں میں یونہی حاضر نہ ہو جاؤ بلکہ جب اجازت ملے جیسے کھانے کیلئے بلایا جائے تو حاضر ہوا کرو اور یوں بھی نہ ہو کہ خود ہی میرے حبیب صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے گھر میں بیٹھ کر کھانا پکنے کا انتظار کرتے رہو، ہاں جب تمہیں بلایا جائے تو اس وقت ان کی بارگاہ میں حاضری کے آداب کی مکمل رعایت کرتے ہوئے ان کے مقدس گھر میں داخل ہو جاؤ، پھر جب کھانا کھا کر فارغ ہو جاؤ تو وہاں سے چلے جاؤ اور یہ نہ ہو کہ وہاں بیٹھ کر باتوں سے دل بہلاتے رہو بیشک تمہارا یہ عمل گھر کی تنگی وغیرہ کی وجہ سے میرے حبیب صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو ایذا دیتا تھا لیکن وہ تمہارا لحاظ فرماتے تھے اور تم سے چلے جانے کے لئے نہیں فرماتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ حق بیان فرمانے کو ترک نہیں فرماتا۔ مزید فرمایا: **اور جب تم نبی کی بیویوں سے کوئی سامان مانگو۔**

شانِ نزول: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسولَ اللہ! آپ کی بارگاہ میں نیک اور فاجر دونوں طرح کے لوگ حاضر ہوتے ہیں تو اگر آپ اُمَّہات المومنین کو پردے کا حکم فرمادیں (تو بہت بہتر ہو گا)، تو اللہ تعالیٰ نے حجاب کی آیت نازل فرمادی۔ آیت کے اس حصے کا خلاصہ یہ ہے کہ اے ایمان والو! جب تم میرے حبیب صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی ازواجِ مطہرات سے کوئی سامان مانگو تو پردے کے باہر سے مانگو۔ بغیر اجازت کے داخل نہ ہونا، باتیں کرنے کے لئے وہاں بیٹھے نہ رہنا اور پردے کے پیچھے سے مانگنا تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کیلئے زیادہ پاکیزگی کی بات ہے کیونکہ اس صورت میں بیہودہ خیالات سے امن رہتا ہے۔ مزید فرمایا: **اور تمہارے لئے ہرگز جائز نہیں کہ رسولُ اللہ کو ایذا دو۔** تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ تمہارے لئے ہرگز جائز نہیں کہ تم رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو ایذا دو اور کوئی کام ایسا کرو جو آپ کے مُقَدَّس قلب پر گراں ہو اور نہ یہ جائز ہے کہ ان کے وصالِ ظاہری کے بعد کبھی ان کی ازواجِ مُطَہَّرات سے نکاح کرو کیونکہ جس عورت سے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے عَقد فرمایا وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم

وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ ؕ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ؕ

اور اللہ حق فرمانے میں شرماتا نہیں اور جب تم نبی کی بیویوں سے کوئی سامان مانگو تو پردے کے باہر سے مانگو۔

ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ؕ وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ

تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کیلئے یہ زیادہ پاکیزگی کی بات ہے اور تمہارے لئے ہرگز جائز نہیں کہ رسول اللہ کو ایذا دو اور

لَاۤ اَنْ تَنْكِحُوْۤا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖۤ اَبَدًا ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ﴿۵۳﴾ اِنْ تُبْدُوْا

نہ یہ جائز ہے کہ ان کے بعد کبھی ان کی بیویوں سے نکاح کرو۔ بیشک یہ اللہ کے نزدیک بڑی سخت بات ہے○ اگر تم کوئی بات

شَيْـًٔا اَوْ تُخْفُوْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿۵۴﴾ لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِيْۤ اٰبَآئِهِنَّ

ظاہر کرو یا چھپاؤ تو بیشک اللہ سب کچھ جانتا ہے○ عورتوں پر ان کے باپوں

کے سوا ہر شخص پر ہمیشہ کے لئے حرام ہوگئی اسی طرح وہ کنیزیں جو باریابِ خدمت ہوئیں اور قربت سے سرفراز فرمائی گئیں وہ بھی اسی طرح سب کے لئے حرام ہیں۔ آخر میں فرمایا: **بیشک یہ اللہ کے نزدیک بڑی سخت بات ہے۔** یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو ایذا دینا اور ان کے وصالِ ظاہری کے بعد ان کی اَزواجِ مُطَہَّرات رضی اللہ عَنْہُنَّ سے نکاح کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑا سخت گناہ ہے۔ **اہم باتیں:** (1) اللہ تعالیٰ نے بارگاہِ رسالت میں حاضری کے آداب خود بیان فرمائے، اس سے معلوم ہوا کہ بارگاہِ الٰہی میں جو مقام حضور پُرنور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو حاصل ہے وہ مخلوق میں سے کسی اور کو حاصل نہیں۔ (2) آیت کے اس حصے "اِلَّاۤ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ" سے معلوم ہوا کہ عورتوں پر پردہ لازم ہے اور غیر مردوں کو کسی گھر میں اجازت کے بغیر داخل ہونا جائز نہیں۔ (3) پردے کی آیت اگرچہ خاص نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی ازواجِ مُطَہَّرات رضی اللہ عَنْہُنَّ کے حق میں نازل ہوئی ہے لیکن اس کا حکم تمام مسلمان عورتوں کے لئے عام ہے۔ (4) کوئی شخص دعوت کے بغیر کسی کے یہاں کھانا کھانے نہ جائے۔ (5) مہمان کو چاہیئے کہ وہ میزبان کے ہاں زیادہ دیر تک نہ ٹھہرے تاکہ اس کے لئے حَرَج اور تکلیف کا سبب نہ ہو۔ **درس:** کوئی شخص کتنا ہی پرہیزگار کیوں نہ ہو، وہ اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی میں اپنے نفس پر اعتماد نہ کرے، یہی اس کے حال کے زیادہ مناسب ہے اور اسی میں اس کے نفس اور عصمت کی زیادہ حفاظت ہے۔

آیت 54 ارشاد فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے وصالِ ظاہری کے بعد ان کی ازواجِ مُطَہَّرات رضی اللہ عَنْہُنَّ سے نکاح کرنے کے بارے میں تم کوئی بات ظاہر کرو یا چھپاؤ تو یاد رکھو کہ بیشک اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے۔

آیت 55 جب پردہ کرنے کا حکم نازل ہوا تو محرم عورتوں یعنی ماؤں، بیٹیوں کے متعلق بھی بتادیا کہ یہ پردے کے پہلے حکم میں داخل نہیں ہیں، چنانچہ فرمایا گیا کہ عورتوں پر اس میں کچھ گناہ نہیں کہ وہ اپنے باپوں، بیٹوں، بھائیوں، بھتیجوں اور بھانجوں سے پردہ نہ کریں اور ان کے سامنے آنے اور ان سے کلام کرنے میں حرج نہیں، یونہی مسلمان عورتوں اور اپنی کنیزوں کے سامنے آنا بھی جائز ہے۔ مزید فرمایا: **اور اللہ سے ڈرتی رہو۔** یعنی اے عورتو! تمہیں جو پردے کا حکم دیا گیا اسے پورا کرو اور اس کی خلاف ورزی کرنے کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتی رہو یہاں تک کہ تمہیں کوئی غیر نہ دیکھے۔ تم پر اپنی طاقت کے مطابق احتیاط سے کام لینا لازم ہے

Go to Index

وَلَآ اَبْنَآئِهِنَّ وَلَآ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآءِ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآءِ اَخَوٰتِهِنَّ وَلَا نِسَآئِهِنَّ

اور بیٹوں اور بھائیوں اور بھتیجوں اور بھانجوں اور اپنے دین کی عورتوں اور اپنی کنیزوں کے بارے میں

وَلَا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ ۚ وَاتَّقِيْنَ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِيْدًا ﴿۵۵﴾ اِنَّ اللّٰهَ

(پردہ نہ کرنے میں) کوئی مضائقہ نہیں اور اللہ سے ڈرتی رہو۔ بیشک اللہ ہر چیز پر نگہبان ہے O بیشک اللہ

وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۵۶﴾ اِنَّ

اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! ان پر درود اور خوب سلام بھیجو O بیشک

اور بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر نگہبان ہے اور بندوں کے اقوال اور افعال کسی حال میں بھی اس سے چھپے ہوئے نہیں ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) محرم رشتہ داروں سے پردہ نہیں ہے مگر یہ کہ فتنے کا اندیشہ ہو اور محرم سے مراد وہ رشتہ دار ہیں جن سے عورت کا نکاح کرنا ہمیشہ کے لئے حرام ہو۔ (2) مسلمان عورت دوسری مسلمان عورت کو دیکھ سکتی ہے یعنی ناف کے نیچے سے گھٹنے تک نہیں دیکھ سکتی باقی اعضاء کی طرف اس صورت میں نظر کر سکتی ہے جبکہ شہوت کا اندیشہ نہ ہو۔ (3) نیک پرہیزگار عورت کو یہ چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو بدکار عورت کے دیکھنے سے بچائے، یعنی اس کے سامنے دوپٹہ وغیرہ نہ اتارے جبکہ کافرہ عورتوں سے پردہ کرنا اور اپنے جسم کو چھپانا لازم ہے سوائے جسم کے ان حصوں کے جو گھر کے کام کاج کے لئے کھولنے ضروری ہوتے ہیں۔

آیت 56 یہ آیتِ مبارکہ سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے عظیم الشان مقام و مرتبہ کی دلیل ہے، جس میں بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم پر رحمت نازل فرماتا ہے اور فرشتے بھی آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے حق میں دعائے رحمت کرتے ہیں اور اے مسلمانو! تم بھی ان پر درود و سلام بھیجو یعنی رحمت و سلامتی کی دعائیں کرو۔ **اہم باتیں:** (1) صلوٰۃ کا لغوی معنیٰ دعا ہے، جب اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی جائے تو اس سے مراد رحمت فرمانا ہے جبکہ ہمارے حق میں اس کا معنیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے لئے رحمت کی دعا کرنا ہے اور یہی دعا فرشتے بھی کرتے ہیں۔ (2) درودِ پاک پڑھنا افضل ترین اعمال میں سے ہے۔ **فقہی مسائل:** (1) کسی مجلس میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کا ذکر کیا جائے تو ذکر کرنے اور سننے والے کا ایک مرتبہ درود و سلام پڑھنا واجب اور اس سے زیادہ مستحب ہے اور نماز کے قعدۂ اخیرہ میں تشہد کے بعد درود شریف پڑھنا سنت ہے۔ (2) حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے تابع کر کے آپ کی آل و اَصحاب رضی اللہ عنہم اور دوسرے مومنین پر بھی درود بھیجا جا سکتا ہے جبکہ مستقل طور پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے سوا ان میں سے کسی پر درود بھیجنا مکروہ ہے۔ (3) خطبے میں آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کا نام پاک سن کر دل میں درود پڑھیں، زبان سے سکوت فرض ہے۔ (4) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے درود و سلام پڑھنے کے لئے کسی وقت اور خاص حالت مثلاً کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر پڑھنے کی قید نہیں لگائی چنانچہ کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر، جہاں چاہے، جس طرح چاہے، نماز سے قبل یا بعد، یونہی اذان سے پہلے یا بعد جب چاہے درودِ پاک پڑھنا جائز ہے۔

آیت 57 اس آیت میں ایذا دینے والوں سے مراد کفار ہیں جو اللہ تعالیٰ کی شان میں ایسی باتیں کہتے ہیں جن سے وہ پاک ہے اور وہ کفار مراد ہیں جو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی تکذیب کرتے ہیں، ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اور اللہ تعالیٰ نے

اِنَّ الَّذِیۡنَ یُؤۡذُوۡنَ اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗ لَعَنَہُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنۡیَا وَ الۡاٰخِرَۃِ وَ اَعَدَّ لَہُمۡ

جو اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ نے لعنت فرمادی ہے اور اللہ نے ان کے لیے رسوا کردینے والا

عَذَابًا مُّہِیۡنًا ﴿۵۷﴾ وَ الَّذِیۡنَ یُؤۡذُوۡنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَ الۡمُؤۡمِنٰتِ بِغَیۡرِ مَا اکۡتَسَبُوۡا

عذاب تیار کر رکھا ہے○ اور جو ایمان والے مردوں اور عورتوں کو بغیر کچھ کئے ستاتے ہیں

ع ۶ فَقَدِ احۡتَمَلُوۡا بُہۡتَانًا وَّ اِثۡمًا مُّبِیۡنًا ﴿٪۵۸﴾ یٰۤاَیُّہَا النَّبِیُّ قُلۡ لِّاَزۡوَاجِکَ وَ بَنٰتِکَ وَ نِسَآءِ

تو انہوں نے بہتان اور کھلے گناہ کا بوجھ اٹھالیا ہے○ اے نبی! اپنی بیویوں اور اپنی صاحبزادیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے

الۡمُؤۡمِنِیۡنَ یُدۡنِیۡنَ عَلَیۡہِنَّ مِنۡ جَلَابِیۡبِہِنَّ ؕ ذٰلِکَ اَدۡنٰۤی اَنۡ یُّعۡرَفۡنَ فَلَا یُؤۡذَیۡنَ ؕ

فرمادو کہ اپنی چادروں کا ایک حصہ اپنے اوپر ڈالے رکھیں، یہ اس سے زیادہ نزدیک ہے کہ وہ پہچانی جائیں تو انہیں ستایا نہ جائے

ان کے لیے آخرت میں رسوا کردینے والا عذاب تیار کررکھا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ کوئی اسے ایذا دے یا اسے کسی سے ایذا پہنچے یہاں اللہ تعالیٰ کو ایذا دینے سے مراد اس کے حکم کی مخالفت کرنا اور گناہوں کا اِرتکاب کرنا ہے یا یہاں اللہ تعالیٰ کا ذکر صرف تعظیم کے طور پر ہے جبکہ حقیقت میں اسے ایذا دینے سے مراد خاص رسولِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو ایذا دینا ہے۔
(۲) گستاخِ رسول جہنمی اور لعنت کا مستحق ہے۔

آیت 58 **شانِ نزول:** یہ آیت ان منافقوں کے بارے میں نازل ہوئی جو حضرت علی المرتضیٰ کرّم اللہ وجہہ الکریم کو ایذا دیتے تھے اور اُن کی شان میں بدگوئی کرتے تھے۔ یا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے معاملے میں نازل ہوئی، جس کا شانِ نزول اگرچہ خاص ہے لیکن اس کا حکم تمام مسلمان مردوں، عورتوں کو عام ہے اور آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جو لوگ ایمان والے مردوں اور عورتوں کے ساتھ ایسا سلوک کرتے ہیں جس سے انہیں اَذِیَّت پہنچے حالانکہ انہوں نے ایسا کچھ نہیں کیا ہوتا جس کی وجہ سے انہیں اذیت دی جائے تو ان لوگوں نے بہتان اور کھلے گناہ کا بوجھ اٹھالیا اور خود کو بہتان کی سزا اور کھلے گناہ کے عذاب کا حق دار ٹھہرالیا ہے۔ **اہم بات:** مسلمان کو بغیر کسی شرعی وجہ کے تکلیف دینا قطعی حرام ہے۔ **درس:** دینِ اسلام میں مسلمانوں کو اَذِیَّت سے بچانا فرض ہے اور ناحق ایذا پہنچانا حرام اور قبیح جرم ہے۔ افسوس! ہمارے معاشرے میں لوگ اس سے انتہائی غفلت کا شکار ہیں اور مختلف طریقوں سے دوسروں کو تکلیف پہنچاتے ہیں۔

آیت 59 ارشاد فرمایا کہ اے پیارے حبیب! آپ اپنی اَزواجِ مُطَہَّرات، اپنی صاحبزادیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے فرمادیں کہ جب انہیں کسی حاجت کے لئے گھر سے باہر نکلنا پڑے تو وہ اپنی چادروں کا ایک حصہ اپنے منہ پر ڈال کر رکھیں اور اپنے سر اور چہرے کو چھپائیں۔ زمانۂ جاہلیّت میں یہ طریقہ تھا کہ آزاد عورتیں اور باندیاں دونوں چہرہ کھول کر باہر نکلتی تھیں اور جب رات کے وقت قضاءِ حاجت کے لیے کھجوروں کے جھنڈ اور نشیبی زمینوں میں جاتیں تو بدکار لوگ باندیوں کے پیچھے جاتے اور بعض اوقات وہ آزاد عورتوں پر بھی دست درازی کرتے اور یہ کہتے کہ ہم نے اس کو باندی گمان کیا تھا۔ اس پر آزاد عورتوں کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ چادر سے جسم

Go to Index

وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۵۹﴾ لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ

اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ○ منافق اور وہ کہ جن کے دلوں میں مرض ہے اور وہ لوگ جو مدینے میں جھوٹی خبریں پھیلانے

وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَآ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۶۰﴾

والے ہیں اگر باز نہ آئے تو ضرور ہم تمہیں ان کے خلاف اکسائیں گے پھر وہ مدینہ میں تمہارے پاس نہ رہیں گے مگر تھوڑے دن ○

مَّلْعُوْنِيْنَ ۚۛ اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا ﴿۶۱﴾ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ معانقۃ ۱۲

اللہ کی رحمت سے دور کئے ہوئے لوگ ہیں، جہاں کہیں پائے جائیں انہیں پکڑ لیا جائے اور گن گن کر انہیں قتل کر دیا جائے ○ اللہ کا دستور چلا آتا ہے

ڈھانک کر سر اور منہ چھپا کر باندیوں سے اپنی وضع ممتاز کر دیں تاکہ کوئی شخص ان کے متعلق بری خواہش نہ کرے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ لونڈیوں کو ستانا جائز تھا بلکہ یہ ان فاسق وفاجر لوگوں کے ایک حیلے کے سامنے بند باندھنے کیلئے فرمایا گیا۔ مزید فرمایا: یہ اس سے زیادہ نزدیک ہے کہ وہ پہچانی جائیں تو انہیں ستایا نہ جائے۔ یعنی اگر آزاد مسلمان عورتیں اس طرح چادر اوڑھ کر چہرہ ڈھانپ کر باہر نکلیں گی تو انہیں دور سے پہچان لیا جائے گا کہ یہ عزت دار خواتین ہیں اور اس سے ان کی عزت محفوظ رہے گی اور وہ ستائی بھی نہیں جائیں گی۔ آخر میں فرمایا کہ پردے سے متعلق ان عورتوں سے جو بے احتیاطی ہوئی اسے اللہ بخشنے والا اور پردہ کرنے والیوں پر مہربان ہے۔ **درس:** اس آیت سے ہمارے زمانے کی ان عورتوں کو درسِ عبرت حاصل کرنا چاہیے جو شرم وحیا کی چادر اتار کر بن سنور کر بازاروں کی رونق بنی رہتی ہیں اور لوگوں کی ہوس کا نشانہ بنتی ہیں اور اوباش قسم کے لوگ ان پر آوازیں کستے اور چھیڑ خانی کرتے ہیں۔ یہ چھیڑ خانی کرنے والے مجرم اور شدید سزا کے مستحق ہیں لیکن خواتین کو بھی پردے کے ذریعے اپنی حفاظت کا اہتمام کرنا چاہیے۔

آیت 60 اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ منافق ودین دشمن وافواہ ساز لوگ جو مدینے میں اسلامی لشکروں کے متعلق جھوٹی خبریں اڑانے اور یہ مشہور کرنے والے ہیں کہ مسلمانوں کو شکست ہوگئی، وہ قتل کر ڈالے گئے، اس سے ان کا مقصد مسلمانوں کی دل شکنی اور ان کو پریشانی میں ڈالنا ہوتا ہے، اگر یہ لوگ اپنے نفاق، بدکاری اور دیگر حرکتوں سے باز نہ آئے تو ضرور ہم مسلمانوں کو ان کے خلاف کارروائی کرنے کی اجازت دے دیں گے اور مسلمانوں کو ان پر مُسَلَّط کر دیں گے، پھر وہ مدینہ میں تمہارے پاس تھوڑے دن ہی رہیں گے، پھر وہ لوگ وہاں سے نکال دیئے جائیں گے۔ **اہم بات:** غلط خبریں پھیلا کر مسلمانوں کی حوصلہ شکنی کرنے والے دل کے منافقوں کی حالت کو آج کے دور میں آسانی سے سمجھنا ہو تو چند دن سوشل میڈیا اور اخبار پڑھ کر دیکھ لیں کہ مغرب کے غلام لکھاری، مسلمانوں کو اپنے مغربی آقاؤں سے ڈرانے کیلئے ان کی طاقت، ترقی، تہذیب کو کیسے بڑھا چڑھا کر پیش کرتے ہیں اور مسلمانوں کی طاقت، تہذیب اور ماضی وحال کو کس طرح تاریک بنا کر پیش کرتے ہیں۔

آیت 61 فرمایا کہ منافقین اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور کئے ہوئے لوگ ہیں، اگر یہ اپنے نفاق اور جھوٹی خبریں اڑانے پر قائم رہیں تو یہ تمہیں جہاں بھی مل جائیں انہیں پکڑ لو اور گن گن کر انہیں قتل کر دو۔

آیت 62 فرمایا کہ ان منافقوں کے بارے میں جو حکم دیا گیا وہ کوئی نیا حکم نہیں بلکہ پہلی اُمتوں کے جو منافقین ایسی حرکتیں کرتے تھے اُن کے لئے بھی اللہ تعالیٰ کا دستور یہی رہا ہے کہ جہاں پائے جائیں مار ڈالے جائیں اور اللہ تعالیٰ کا دستور تبدیل نہیں ہوتا بلکہ وہ تمام

خَلَوۡا مِنۡ قَبۡلُ ۚ وَ لَنۡ تَجِدَ لِسُنَّۃِ اللّٰہِ تَبۡدِیۡلًا ﴿۶۲﴾ یَسۡـَٔلُکَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَۃِ ؕ

ان لوگوں میں جو پہلے گزر گئے اور تم اللہ کے دستور کیلئے ہرگز کوئی تبدیلی نہ پاؤ گے ○ لوگ تم سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں،

قُلۡ اِنَّمَا عِلۡمُہَا عِنۡدَ اللّٰہِ ؕ وَ مَا یُدۡرِیۡکَ لَعَلَّ السَّاعَۃَ تَکُوۡنُ قَرِیۡبًا ﴿۶۳﴾ اِنَّ اللّٰہَ

تم فرماؤ: اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے اور تم کیا جانو شاید قیامت قریب ہی ہو○ بیشک اللہ نے

لَعَنَ الۡکٰفِرِیۡنَ وَ اَعَدَّ لَہُمۡ سَعِیۡرًا ﴿۶۴﴾ۙ خٰلِدِیۡنَ فِیۡہَاۤ اَبَدًا ۚ لَا یَجِدُوۡنَ وَلِیًّا

کافروں پر لعنت فرمائی اور ان کے لیے بھڑکتی آگ تیار کر رکھی ہے○ اس میں ہمیشہ رہیں گے (اس میں) نہ کوئی حمایتی پائیں گے

وَّ لَا نَصِیۡرًا ﴿۶۵﴾ۚ یَوۡمَ تُقَلَّبُ وُجُوۡہُہُمۡ فِی النَّارِ یَقُوۡلُوۡنَ یٰلَیۡتَنَاۤ اَطَعۡنَا اللّٰہَ

اور نہ مددگار○ جس دن ان کے چہرے آگ میں بار بار الٹے جائیں گے تو کہتے ہوں گے: ہائے! اے کاش! ہم نے اللہ کا حکم مانا ہوتا

امتوں میں ایک ہی طرح جاری رہتا ہے۔

آیت 63 **شانِ نزول:** مشرکین تو مذاق اڑانے کے طور پر رسولِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے قیامت کا وقت دریافت کیا کرتے تھے اور یہودی قیامت کے بارے میں بطورِ امتحان پوچھتے تھے کہ وہ کب قائم ہو گی؟ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو حکم فرمایا کہ آپ ان سے فرمادیں: قیامت قائم ہونے کے وقت کا علم تو اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے۔ یہ جواب اس لئے دیا گیا کہ قیامت کا متعین وقت ظاہر کر دینا حکمتِ خداوندی کے خلاف ہے، ورنہ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم جب دنیا سے تشریف لے گئے اس وقت تک اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام غیبوں کا علم عطا فرما دیا تھا اور ان میں سے ایک قیامت کا علم ہے لیکن انہیں یہ علم چھپانے کا حکم دیا گیا تھا (اس لئے آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے امت کو قیامت کا معین وقت نہیں بتایا۔) مزید فرمایا: **اور تم کیا جانو شاید قیامت قریب ہی ہو۔** آیت کے اس حصے میں وقوعِ قیامت کی جلدی کرنے والوں کو ڈرانے اور امتحان کے طور پر سوال کرنے والوں کو خاموش کروانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے ارشاد فرمایا کہ آپ (خود سے) کیا جانیں شاید قیامت کا واقع ہونا قریب ہو۔

آیت 64،65 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے کافروں کو اپنی رحمت سے دور کر دیا اور آخرت میں ان کے لیے بھڑکتی آگ تیار کر رکھی ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور اس میں نہ کوئی اپنا حمایتی پائیں گے اور نہ مددگار جو ان سے عذاب دور کر دے۔

آیت 66 فرمایا کہ جس دن کافروں کے چہرے جہنم کی آگ میں بار بار الٹ پلٹ کئے جائیں گے تو اس وقت وہ انتہائی حسرت کے ساتھ یہ کہہ رہے ہوں گے: ہائے! اے کاش! ہم نے دنیا میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ السّلام کا حکم مانا ہوتا تو آج ہم عذاب میں گرفتار نہ ہوتے۔ **اہم بات:** جہنم میں کافروں کے پورے جسم پر عذاب ہو گا اور یہاں آیت میں چہرے کو خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ چہرہ انسان کے جسم کا سب سے مکرم عُضْو ہوتا ہے اور جب ان کا چہرہ آگ میں بار بار الٹ رہا ہو گا تو یہ ان کے لیے بہت زیادہ ذلت اور رسوائی کا باعث ہو گا۔

Go to Index

وَ اَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ﴿٦٦﴾ وَ قَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَ كُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا

اور رسول کا حکم مانا ہوتا○ اور کہیں گے: اے ہمارے رب! ہم اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کے کہنے پر چلے تو انہوں نے ہمیں راہ سے

السَّبِیْلَا ﴿٦٧﴾ رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَیْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَ الْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِیْرًا ﴿٦٨﴾ ع یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

بھٹکا دیا○ اے ہمارے رب! انہیں دُگنا عذاب دے اور ان پر بڑی لعنت کر○ اے ایمان والو!

لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا ط وَ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ

ان لوگوں جیسے نہ ہونا جنہوں نے موسیٰ کو ستایا تو اللہ نے موسیٰ کا اس شے سے بری ہونا دکھادیا جو انہوں نے کہا تھا اور موسیٰ اللہ کے ہاں

آیت 68،67 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ قیامت کے دن پیروی کرنے والے کفار عذر پیش کرتے ہوئے کہیں گے: اے ہمارے رب! ہم قوم کے سرداروں اور اپنی جماعت کے عالموں کے کہنے پر چلے، انہوں نے ہمیں کفر کی تلقین کر کے اسلام کے راستے سے بھٹکا دیا۔ اے ہمارے رب! انہیں آگ کا اس سے دُگنا عذاب دے جو ہمیں دیا گیا کیونکہ وہ خود بھی گمراہ ہوئے اور انہوں نے دوسروں کو بھی گمراہ کیا اور ان پر بڑی لعنت کر۔ **اہم بات:** لیڈروں کے پیچھے چلنے میں بہت احتیاط کی حاجت ہے۔ کوئی لیڈر دنیا کے اہم اعتبار سے کتنا ہی سمجھ دار، ہوشیار اور مخلص ہو اس کے پیچھے چلنے سے پہلے یہ دیکھ لیں کہ کہیں وہ کفر اور جہنم میں لے جانے والا تو نہیں ہے؟ اور جہنم میں لے جانے والا لیڈر وہ ہے جسے شریعت کی کوئی پرواہ نہ ہو، دین اور آخرت کی کوئی فکر نہ ہو اور دین کے بارے میں آوارہ و آزاد خیال ہو۔

آیت 69 فرمایا: اے ایمان والو! نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا ادب و احترام بجالاؤ اور کوئی ایسی بات نہ کہنا اور نہ کوئی ایسا کام کرنا جو آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے رنج و ملال کا باعث ہو اور ان لوگوں جیسے نہ ہونا جنہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو ستایا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کا اس سے بَری ہونا دکھا دیا جو انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے بارے میں کہا تھا، اس بارے میں مفسرین نے مختلف واقعات ذکر کئے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ بنی اسرائیل نے حضرت ہارون علیہ السّلام کو قتل کرنے کی تہمت لگا کر حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو اذیت پہنچائی تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا، وہ حضرت ہارون علیہ السّلام کا جسم مبارک اٹھا کر لائے اور ان کی وفات کی خبر دی۔ یوں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو ان کی تہمت سے بَری کر دیا۔ مزید فرمایا: **اور موسیٰ اللہ کے ہاں بڑی وجاہت والا ہے۔** یہاں فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بڑے مقام والے تھے، آپ علیہ السّلام کی دعائیں قبول ہوتی تھیں، خدا آپ سے کلام فرماتا تھا اور قیامت میں آپ کو ممتاز مقام عطا فرمائے گا اور آپ کی شفاعت بھی قبول فرمائے گا۔ **اہم باتیں:** (1) صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو قصداً کوئی اَذِیَّت نہ پہنچائی تھی لیکن تعظیم نبوی کے معاملے میں نہایت درجہ محتاط رہنے کے لئے پیش بندی کے طور پر انہیں تنبیہ کی گئی۔ (2) کسی صحابی سے ایسا ممکن نہیں کہ وہ جان بوجھ کر تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو ایذا پہنچائے اور جتنے واقعات جان بوجھ کر ایذا پہنچانے کے ہیں وہ سب منافقین کے ہیں۔

وَجِيۡهًا ؕ﴿۶۹﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوۡلُوۡا قَوۡلًا سَدِيۡدًا ۙ﴿۷۰﴾ يُّصۡلِحۡ لَـكُمۡ اَعۡمَالَـكُمۡ

بڑی وجاہت والا ہے ○ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سیدھی بات کہا کرو ○ اللہ تمہارے اعمال تمہارے لیے سنوار دے گا

وَيَغۡفِرۡ لَـكُمۡ ذُنُوۡبَكُمۡ‌ ؕ وَمَنۡ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ فَقَدۡ فَازَ فَوۡزًا عَظِيۡمًا ﴿۷۱﴾ اِنَّا عَرَضۡنَا

اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور جو اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے اس نے بڑی کامیابی پائی ○ بیشک ہم نے آسمانوں

الۡاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَالۡجِبَالِ فَاَبَيۡنَ اَنۡ يَّحۡمِلۡنَهَا وَاَشۡفَقۡنَ مِنۡهَا

اور زمین اور پہاڑوں پر امانت پیش فرمائی تو انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈر گئے

آیت 70، 71 ارشاد فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے حقوق کی رعایت کرنے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور سچی اور انصاف کی بات کہا کرو اور اپنی زبان کی حفاظت رکھو، یہ سب بھلائیوں کی اصل ہے۔ اگر ایسا کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے لیے تمہارے اعمال سنوار دے گا، تمہیں نیکیوں کی توفیق دے گا اور تمہاری طاعتیں قبول فرمائے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور جو شخص احکامات پر عمل کرنے اور ممنوعات سے بچنے میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی فرمانبرداری کرے اس نے دنیا وآخرت میں بڑی کامیابی پائی۔ **درس:** زبان ٹھیک رکھنا اور اسے جھوٹ، غیبت، چغلی، گالی سے بچانا بڑا اہم ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے بعد زبان سنبھالنے کا خصوصیت سے ذکر کیا ہے ورنہ یہ تقویٰ میں آچکا تھا۔ زبان کی حفاظت تمام بھلائیوں کی اصل ہے۔ اس کی حفاظت کی بہت کوشش کرنی چاہیے۔

آیت 72 ارشاد فرمایا: **بیشک ہم نے آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر امانت پیش فرمائی۔** یہاں امانت سے مراد طاعت و فرائض ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر پیش کیا، انہیں کو آسمانوں، زمینوں اور پہاڑوں پر پیش کیا تھا کہ اگر وہ انہیں ادا کریں گے تو انہیں ثواب دیا جائے گا اور نافرمانی پر عذاب ہو گا۔ آسمان و زمین اور پہاڑوں نے عرض کی: اے ہمارے رب! ہم اس امانت کو نہیں اٹھا سکتے، ہمیں نہ ثواب چاہیے نہ عذاب، ہم بس تیرے حکم کے اطاعت گزار ہیں۔ ان کا یہ عرض کرنا خوف اور خشیت کے طور پر تھا اور امانت کا انہیں اختیار دیا گیا تھا کہ اپنے میں ہمت پائیں تو اٹھائیں ورنہ معذرت کر دیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے وہ امانت حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے پیش کی تو انہوں نے اس امانت کو اٹھالیا۔ یہ حضرت آدم علیہ السلام کی بلند ہمتی تھی۔ آیت کے آخر میں فرمایا: بیشک وہ زیادتی کرنے والا، بڑا نادان ہے۔ یعنی انسان اس امانت کو اٹھا کر اپنی جان کو مشقت میں ڈالنے والا اور اپنی ذاتی کمزوری اور امانت کی عظمت سے بے خبر ہے لیکن بہر حال عظمتِ انسانی اِس امانت کو اٹھانے اور اس کی ادائیگی میں ہی تھی جس کے نتیجے میں بندہ خدا کی محبت میں گم ہو کر خود سے جاہل یعنی بے خبر ہو جاتا ہے اور قربِ خدا پانے کے لئے اپنی جان پر بار بار اتنی سختیاں کرتا ہے جو بظاہر جان پر ظلم و زیادتی ہے لیکن حقیقت میں رحمت و شفقت ہے جیسے گرمیوں کے روزے، سردیوں کے وضو و غسل و نماز، گرمیوں کا حج، جہاد میں شہادت وغیرہ۔

وَّ حَمَلَهَا الۡاِنۡسَانُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوۡمًا جَهُوۡلًا ۙ﴿۷۲﴾ لِّيُعَذِّبَ اللّٰهُ الۡمُنٰفِقِيۡنَ

اور انسان نے اس امانت کو اٹھالیا بیشک وہ زیادتی کرنے والا، بڑا نادان ہے○ تاکہ اللہ منافق مردوں اور منافق عورتوں

وَالۡمُنٰفِقٰتِ وَالۡمُشۡرِكِيۡنَ وَالۡمُشۡرِكٰتِ وَيَتُوۡبَ اللّٰهُ عَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتِ ؕ

اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے اور اللہ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کی توبہ قبول فرمائے

وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوۡرًا رَّحِيۡمًا ﴿۷۳﴾ ع

اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے○

ع ٥

ایاتھا ٥٤ | ٣٤ سُوۡرَةُ سَبَاٍ مَكِّيَّةٌ ٥٨ | رکوعاتھا ٦

سورۂ سبا مکیہ ہے، اس میں چون آیتیں اور چھ رکوع ہیں

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

آیت 73 ارشاد فرمایا: ہم نے یہ امانت انسان پر اس لیے پیش کی تاکہ منافقین کا نفاق اور مشرکین کا شرک ظاہر ہو اور اللہ تعالیٰ انہیں عذاب فرمائے اور وہ مومنین جو امانت کے ادا کرنے والے ہیں اُن کے ایمان کا اظہار ہو اور اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمائے اور ان پر رحمت و مغفرت کرے اگرچہ ان سے بعض طاعات میں کچھ تقصیر بھی ہوئی ہو۔

سورۂ سبا کا تعارف یہ سورت ایک آیت ”وَيَرَى الَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ“ کے علاوہ مکیہ ہے۔ اس میں 6 رکوع اور 54 آیتیں ہیں۔ سبا عرب کے علاقے یمن کے ایک قبیلے کا نام ہے اور اس سورت کی آیت نمبر 15 سے قوم سبا کا واقعہ بیان کیا گیا ہے اس مناسبت سے اسے ”سورۂ سبا“ کہتے ہیں۔ **مضامین**: اس سورت کی ابتداء میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی گئی اور یہ بتایا گیا کہ کافر قیامت کا صاف انکار کرتے ہیں، نیز قیامت قائم ہونے کو قسم کے ساتھ بیان فرمایا اور مُردوں کو دوبارہ زندہ کرنے پر اللہ تعالیٰ کی قدرت پر دلیل دی گئی۔ حضرت داؤد، حضرت سلیمان علیہما السلام اور سبا والوں پر اللہ تعالیٰ نے جو انعامات کئے وہ بیان کئے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی وحدانیّت پر دلائل دیئے گئے اور مشرکین کے شُبہات کا اِزالہ کیا گیا ہے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی رسالت کے عموم کو بیان کیا گیا اور یہ بتایا گیا کہ ہر زمانے میں مالدار کافروں نے ہی اپنے انبیاءِ کرام علیہم السلام کو جھٹلایا۔ یہ بیان کیا گیا کہ مشرکین قرآنِ پاک کا انکار کرتے ہیں اور ان کے گمان میں قرآنِ پاک اللہ تعالیٰ کی وحی نہیں بلکہ کسی کی اپنی بنائی ہوئی کتاب ہے اور کفار کے اس نظریے کا رد کیا گیا۔ آخر میں کفار کو غور و فکر کرنے اور انہیں قیامت قائم ہونے سے پہلے پہلے اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت، نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی نبوت اور قرآن پر ایمان لانے کی دعوت دی گئی ہے۔

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِیۡ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الۡاَرۡضِ وَ لَهُ الۡحَمۡدُ فِی الۡاٰخِرَةِ ؕ

تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جس کی ملکیت میں ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور آخرت میں اسی کی تعریف ہے

وَ هُوَ الۡحَکِیۡمُ الۡخَبِیۡرُ ۝۱ یَعۡلَمُ مَا یَلِجُ فِی الۡاَرۡضِ وَ مَا یَخۡرُجُ مِنۡهَا وَ مَا یَنۡزِلُ

اور وہی حکمت والا، خبردار ہے○ وہ جانتا ہے جو کچھ زمین میں داخل ہوتا ہے اور جو زمین سے نکلتا ہے اور جو کچھ آسمان سے

مِنَ السَّمَآءِ وَ مَا یَعۡرُجُ فِیۡهَا ؕ وَ هُوَ الرَّحِیۡمُ الۡغَفُوۡرُ ۝۲ وَ قَالَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لَا تَاۡتِیۡنَا

اترتا ہے اور جو اس میں چڑھتا ہے اور وہی مہربان بخشنے والا ہے○ اور کافروں نے کہا: ہم پر قیامت

السَّاعَةُ ؕ قُلۡ بَلٰی وَ رَبِّیۡ لَتَاۡتِیَنَّکُمۡ ۙ عٰلِمِ الۡغَیۡبِ ۚ لَا یَعۡزُبُ عَنۡهُ مِثۡقَالُ ذَرَّةٍ

نہ آئے گی۔ تم فرماؤ: کیوں نہیں، میرے رب کی قسم جو غیب جاننے والا ہے بیشک وہ (قیامت) تم پر ضرور آئے گی۔ آسمانوں میں اور

آیت 1 ارشاد فرمایا: **تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں۔** یعنی کامل شکر اور ہر طرح کی تعریف کا مستحق صرف وہ معبود ہے جو ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں میں موجود ہر چیز کا خالق اور مالک ہے اور جن معبودوں کی کفار عبادت کرتے ہیں وہ نہ تو کسی تعریف کے مستحق ہیں اور نہ ہی کسی چیز کے مالک ہیں۔ نیز **آخرت میں بھی اسی کی تعریف ہے۔** یعنی جیسے دنیا میں حمد کا مستحق اللہ تعالیٰ ہے ویسے ہی آخرت میں بھی حمد کا مستحق وہی ہے کیونکہ دونوں جہان اسی کی نعمتوں سے بھرے ہوئے ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) دنیا میں بندوں پر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرنا واجب ہے جبکہ آخرت میں واجب نہیں لیکن اہلِ جنت نعمتوں کی خوشی میں اللہ تعالیٰ کی حمد کریں گے۔ (2) اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کی تعریف اللہ تعالیٰ کی ہی تعریف ہے، جیسے قیامت میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی بہت حمد ہوگی کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو مقامِ محمود پر فائز کیا جائے گا جہاں ساری مخلوق آپ کی حمد و تعریف کرے گی۔

آیت 2 ارشاد فرمایا: جو کچھ زمین کے اندر داخل ہوتا ہے، جیسا کہ بارش کا پانی، مردے اور دفینے، یونہی جو زمین سے نکلتا ہے جیسے سبزہ، درخت، چشمے، کانیں اور حشر کے وقت مردے پھر جو کچھ آسمان کی طرف سے اترتا ہے، جیسے بارش، برف، اولے، طرح طرح کی برکتیں اور فرشتے اور اسی طرح جو آسمانوں میں چڑھتا ہے، جیسے فرشتے، دعائیں اور بندوں کے عمل، سب اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں اور وہی اپنی نعمتوں پر حمد کرنے والوں پر مہربان ہے اور حمد میں کمی کرنے والوں کو اپنے لطف و کرم سے بخشنے والا ہے۔

آیت 3 قیامت کے منکروں نے کہا کہ ہم پر قیامت نہیں آئے گی۔ ان کا رد کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے حبیب! ان کفار سے فرمادو کہ قیامت کیوں نہیں آئے گی؟ میرے رب کی قسم! بیشک قیامت تم پر ضرور آئے گی، میرے رب کی شان یہ ہے کہ وہ غیب کا جاننے والا ہے اور اس سے کوئی چیز بھی مخفی نہیں، جب ہر چیز اسے معلوم ہے تو قیامت کے آنے اور اس کے قائم ہونے کا وقت بھی اس کے علم میں ہے۔ منکرینِ قیامت کا ایک یہ اعتراض تھا کہ انسانوں کے اجزا بکھرنے کے بعد اس طرح کیسے جمع ہوسکیں گے کہ کسی کے بدن کا کوئی جز دوسرے کے بدن میں نہ پہنچنے پائے۔ اس اعتراض کا نفیس طریقے سے جواب دیا گیا کہ تم نے خالق کی قدرت و علم کا اندازہ نہ کیا کہ وہ ہر بدن

فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الۡاَرۡضِ وَلَاۤ اَصۡغَرُ مِنۡ ذٰلِكَ وَلَاۤ اَكۡبَرُ اِلَّا فِيۡ كِتٰبٍ

زمین میں ذرہ برابر بھی کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں ہے اور ذرہ سے بھی کوئی چھوٹی اور بڑی چیز نہیں ہے مگر وہ ایک صاف بیان کرنے

مُّبِيۡنٍ ﴿۳﴾ لِّيَجۡزِيَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمۡ مَّغۡفِرَةٌ وَّرِزۡقٌ

والی کتاب میں ہے O تاکہ اللہ ایمان لانے والوں اور اچھے اعمال کرنے والوں کو بدلہ دے، ان کے لیے بخشش اور عزت کی

كَرِيۡمٌ ﴿۴﴾ وَالَّذِيۡنَ سَعَوۡ فِيۡۤ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيۡنَ اُولٰٓئِكَ لَهُمۡ عَذَابٌ مِّنۡ

روزی ہے O اور جنہوں نے ہم سے مقابلہ کرتے ہوئے ہماری آیتوں (کو جھٹلانے) میں کوشش کی ان کے لئے سخت عذاب میں سے

رِّجۡزٍ اَلِيۡمٌ ﴿۵﴾ وَيَرَى الَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ الَّذِيۡۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡكَ مِنۡ رَّبِّكَ هُوَ

دردناک عذاب ہے O اور جنہیں علم دیا گیا ہے وہ سمجھتے ہیں کہ جو کچھ تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے وہی

الۡحَقَّ ۙ وَيَهۡدِيۡۤ اِلٰى صِرَاطِ الۡعَزِيۡزِ الۡحَمِيۡدِ ﴿۶﴾ وَقَالَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا هَلۡ

حق ہے اور وہ عزت والے، حمد کے مستحق (اللہ) کے راستے کی طرف رہنمائی کرتا ہے O اور کافر بولے: کیا

کے ہر ذرے کو جانتا ہے اور **آسمانوں میں اور زمین میں ذرہ برابر بھی کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں ہے۔** آیت کے آخری حصے میں ارشاد فرمایا کہ ذرہ سے بھی چھوٹی اور بڑی چیز ایسی نہیں ہے جو ایک صاف بیان کرنے والی کتاب لوحِ محفوظ میں لکھی ہوئی نہ ہو۔ **اہم بات:** جس کی لوحِ محفوظ پر نظر ہو اس کا علم بھی ذرے ذرے کو شامل ہو جاتا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور کثیر اولیاء اور بہت سے فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے لوحِ محفوظ کا علم عطا فرمایا ہے۔

آیت 4 اس آیت میں قیامت قائم کرنے کی حکمت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ قیامت تم پر ضرور آئے گی تاکہ اللہ تعالیٰ ایمان لانے والوں اور اچھے اعمال کرنے والوں کو بدلہ دے، ان لوگوں کے لیے ایمان اور اچھے اعمال کے بدلے میں بخشش اور عزت کی روزی ہے۔

آیت 5 جنہوں نے ہم سے مقابلہ کرتے ہوئے ہماری آیتوں کو جھٹلانے میں کوشش کی اور ان پر اعتراضات کرکے اور اُنہیں شعر اور جادو وغیرہ بتا کر لوگوں کو ان کی تصدیق کرنے سے روکنا چاہا، ان کے لیے سخت عذاب میں سے دردناک عذاب ہے۔

آیت 6 اس آیت میں اہلِ ایمان کا حال بیان کیا جا رہا ہے، رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اَصحاب رضی اللہ عنہم یا اہلِ کتاب میں سے ایمان لانے والے جیسے حضرت عبد اللہ بن سلام وغیرہ جانتے اور سمجھتے تھے کہ جو قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی جانب نازل کیا گیا ہے وہی حق ہے اور وہ قرآن عزت والے اور حمد کے مستحق اللہ تعالیٰ کے راستے یعنی دینِ اسلام کی طرف راہ نمائی کرتا ہے۔

آیت 7 کافروں نے تعجب کرتے ہوئے ایک دوسرے سے کہا: کیا ہم تمہیں ایک ایسے مرد کے بارے میں بتادیں جو تمہیں یہ عجیب و غریب خبر دے کہ جب تم مرنے کے بعد بالکل ریزہ ریزہ ہو جاؤ گے تو پھر تمہیں دوبارہ نئے سرے سے پیدا کیا جائے گا۔ وہ مرد

Go to Index

نَدُلُّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ يُّنَبِّئُكُمْ اِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۙ اِنَّكُمْ لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۚ﴿۷﴾ اَفْتَرٰى

ہم تمہیں ایسا مرد بتادیں جو تمہیں خبر دے کہ جب تم بالکل ریزہ ریزہ ہو جاؤ گے تو پھر تم دوبارہ نئی پیدائش میں ہو گے ○ کیا اس (نبی) نے

عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَمْ بِهٖ جِنَّةٌ ؕ بَلِ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ فِي الْعَذَابِ وَالضَّلٰلِ

اللہ پر جھوٹ باندھا ہے یا اسے پاگل پن کا مرض ہے؟ بلکہ وہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے وہ عذاب اور دور کی

الْبَعِيْدِ ﴿۸﴾ اَفَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنْ نَّشَاْ

گمراہی میں ہیں ○ تو کیا انہوں نے نہ دیکھا جو آسمان اور زمین ان کے آگے اور پیچھے ہے۔ اگر ہم چاہیں

نَخْسِفْ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ نُسْقِطْ عَلَيْهِمْ كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّكُلِّ

تو انہیں زمین میں دھنسا دیں یا ان پر آسمان کا ٹکڑا گرا دیں بیشک اس میں ہر رجوع لانے والے

ع ۹/۷ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ﴿۹﴾ ع وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ؕ يٰجِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ ۚ

بندے کے لیے نشانی ہے ○ اور بیشک ہم نے داؤد کو اپنی طرف سے بڑا فضل دیا۔ اے پہاڑو اور پرندو! اس کے ساتھ (اللہ کی طرف) رجوع کرو

محمد مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہیں۔

آیت 8 یہ کفار کی باہمی گفتگو کا بقیہ حصہ ہے کہ انہوں نے کہا: کیا اس نبی نے اللہ تعالیٰ کی طرف یہ بات منسوب کر کے اس پر جھوٹ باندھا ہے یا اسے پاگل پن کا مرض ہے جو وہ ایسی عجیب و غریب باتیں کہتے ہیں؟ (معاذاللہ) اللہ تعالیٰ نے کفار کی اس بات کا رد کرتے ہوئے فرمایا: یہ دونوں باتیں نہیں، میرے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم ان دونوں باتوں سے بری ہیں، لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم تو ہدایت اور کامل عقل پر ہیں لیکن مرنے کے بعد اٹھائے جانے کا انکار کرنے والے کفار عذاب اور دور کی گمراہی میں ہیں۔

آیت 9 ارشاد فرمایا: کیا انہوں نے آسمان و زمین کی طرف نظر نہیں ڈالی اور اپنے آگے پیچھے دیکھا نہیں جو انہیں معلوم ہو جاتا کہ وہ ہر طرف سے اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہیں اور وہ زمین و آسمان کے کناروں سے باہر نہیں جا سکتے اور خدا کی ملک سے نہیں نکل سکتے، اُنہوں نے آیات اور رسول کی تکذیب و انکار کا اِرتکاب کرتے ہوئے خوف نہ کھایا۔ اگر ہم چاہیں تو ان کی تکذیب و انکار کی سزا میں انہیں زمین میں دھنسا دیں یا ان پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا دیں۔ بیشک زمین و آسمان کی طرف نظر کرنے اور ان میں غور و فکر کرنے میں اپنے رب کی طرف رجوع لانے والے ہر بندے کے لیے نشانی ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے پر اور اس کے منکر کو عذاب دینے پر اور ہر ممکن چیز پر قادر ہے۔

آیت 10 اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السّلام کے تین فضائل بیان فرمائے ہیں: (1) حضرت داؤد علیہ السّلام کو اپنی طرف سے بڑا فضل دیا۔ بڑے فضل سے مراد نبوت اور کتاب ہے اور کہا گیا ہے کہ اس سے مراد بادشاہت ہے یا آواز کی خوبصورتی اور وہ تمام چیزیں مراد ہیں جو آپ علیہ السّلام کو خصوصیت کے ساتھ عطا فرمائی گئیں۔ (2) پہاڑوں اور پرندوں کو حکم دیا کہ اے پہاڑو اور اے پرندو! جب

وَ اَلَنَّا لَهُ الۡحَدِیۡدَ ۙ﴿۱۰﴾ اَنِ اعۡمَلۡ سٰبِغٰتٍ وَّ قَدِّرۡ فِی السَّرۡدِ وَ اعۡمَلُوۡا صَالِحًا ؕ

اور ہم نے اس کے لیے لوہا نرم کر دیا○ کہ کشادہ زِرہیں بناؤ اور بنانے میں اندازے کا لحاظ رکھو اور تم سب نیکی کرو بیشک میں تمہارے کام

اِنِّیۡ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِیۡرٌ ﴿۱۱﴾ وَ لِسُلَیۡمٰنَ الرِّیۡحَ غُدُوُّهَا شَهۡرٌ وَّ رَوَاحُهَا شَهۡرٌ ۚ

دیکھ رہا ہوں○ اور ہوا کو سلیمان کے قابو میں دیدیا، اس کا صبح کا چلنا ایک مہینہ کی راہ اور شام کا چلنا ایک مہینے کی راہ (کے برابر) ہوتا تھا

وَ اَسَلۡنَا لَهٗ عَیۡنَ الۡقِطۡرِ ؕ وَ مِنَ الۡجِنِّ مَنۡ یَّعۡمَلُ بَیۡنَ یَدَیۡهِ بِاِذۡنِ رَبِّهٖ ؕ

اور ہم نے اس کے لیے پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ بہادیا اور کچھ جن (قابو میں دیدیے) جو اس کے آگے اس کے رب کے حکم سے کام کرتے تھے

وَ مَنۡ یَّزِغۡ مِنۡهُمۡ عَنۡ اَمۡرِنَا نُذِقۡهُ مِنۡ عَذَابِ السَّعِیۡرِ ﴿۱۲﴾ یَعۡمَلُوۡنَ لَهٗ

اور ان میں سے جو بھی ہمارے حکم سے پھرے ہم اسے بھڑکتی آگ کا عذاب چکھائیں گے○ وہ جنات سلیمان کے لیے ہر وہ چیز بناتے تھے

حضرت داؤد علیہ السّلام تسبیح کریں تو تم ان کے ساتھ تسبیح کرو۔ (3) حضرت داؤد علیہ السّلام کے لئے لوہا نرم فرمادیا کہ جب آپ علیہ السّلام کے دست مبارک میں آتا تو موم کی طرح نرم ہو جاتا اور آپ علیہ السّلام اس سے جو چاہتے بغیر آگ کے اور بغیر ٹھونکے پیٹے بنا لیتے۔

آیت 11 ارشاد فرمایا کہ ہم نے حضرت داؤد علیہ السّلام کے لئے لوہا نرم کر کے اُن سے فرمایا: کشادہ زِرہیں بناؤ اور بنانے میں اندازے کا لحاظ رکھو کہ اس کے حلقے ایک جیسے اور مُتوَسّط ہوں، بہت تنگ یا کشادہ نہ ہوں اور اے حضرت داؤد علیہ السّلام اور ان کے گھر والو! تم سب نیک اعمال کرو، بیشک میں تمہارے کام دیکھ رہا ہوں تو میں تمہیں ان کی جزا دوں گا۔ **اہم بات:** عظمت و فضیلت رکھنے والی کسی شخصیت کا ذریعۂ معاش کے لئے کوئی صنعت اور فن سیکھنا جائز ہے اور اِس سے ان کے مرتبے میں کوئی کمی نہ ہوگی اور بہتر طریقہ یہی ہے کہ آدمی اپنے ہاتھ کی محنت سے کمائے، پھر خود بھی کھائے اور دوسروں کو بھی کھلائے۔

آیت 12 یہاں سے حضرت سلیمان علیہ السّلام کے یہ فضائل بیان کئے جا رہے ہیں: (1) ہم نے ہوا کو حضرت سلیمان علیہ السّلام کے قابو میں دے دیا۔ (2) حضرت سلیمان علیہ السّلام کا صبح کا چلنا ایک مہینے کی راہ اور شام کا چلنا ایک مہینے کی راہ کے برابر ہوتا تھا۔ (3) ہم نے اس کے لیے پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ بہادیا۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ چشمہ تین دن تک سرزمینِ یمن میں پانی کی طرح جاری رہا۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ چشمہ ہر مہینے میں تین دن جاری رہتا تھا اور ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السّلام کے لئے تانبے کو پگھلا دیا جیسا کہ حضرت داؤد علیہ السّلام کے لئے لوہے کو نرم کیا تھا۔ (4) جِنّات کو حضرت سلیمان علیہ السّلام کے قابو میں دے دیا اور انہیں حضرت سلیمان علیہ السّلام کے احکام کی پیروی کرنے کا حکم دیا۔ مزید ارشاد فرمایا کہ جِنّات میں سے جو بھی ہمارے حکم سے پھرا اور اس نے حضرت سلیمان علیہ السّلام کی فرمانبرداری نہ کی تو ہم اسے بھڑکتی آگ کا عذاب چکھائیں گے۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السّلام کی نافرمانی کرنے والے جنوں کو آخرت میں بھڑکتی آگ کا عذاب چکھایا جائے گا اور ایک قول یہ ہے کہ یہ عذاب دنیا میں ہی چکھایا گیا اور یہ اس طرح ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے جنات پر ایک ایسا فرشتہ مقرر فرمادیا جو نافرمان جن کو آگ کا ایسا کوڑا مارتا جو جن کو جلا کر رکھ دیتا۔

آیت 13 اس آیت میں بیان ہوا کہ جنات حضرت سلیمان علیہ السّلام کے لیے ہر وہ چیز بناتے تھے جو وہ چاہتے تھے اور ان میں سے چار

مَا يَشَآءُ مِنۡ مَّحَارِيۡبَ وَ تَمَاثِيۡلَ وَ جِفَانٍ كَالۡجَوَابِ وَ قُدُوۡرٍ رّٰسِيٰتٍ ؕ

جو وہ چاہتا تھا،اونچے اونچے محل اور تصویریں اور بڑے بڑے حوضوں کے برابر پیالے اور ایک ہی جگہ جمی ہوئی دیگیں۔

اِعۡمَلُوۡۤا اٰلَ دَاوٗدَ شُكۡرًا ؕ وَ قَلِيۡلٌ مِّنۡ عِبَادِىَ الشَّكُوۡرُ ﴿۱۳﴾ فَلَمَّا قَضَيۡنَا عَلَيۡهِ

اے داؤد کی آل! شکر کرو اور میرے بندوں میں شکر والے کم ہیں○ پھر جب ہم نے سلیمان پر

الۡمَوۡتَ مَا دَلَّهُمۡ عَلٰى مَوۡتِهٖۤ اِلَّا دَآبَّةُ الۡاَرۡضِ تَاۡكُلُ مِنۡسَاَتَهٗ ۚ فَلَمَّا خَرَّ

موت کا حکم بھیجا تو جنوں کو اس کی موت زمین کی دیمک نے ہی بتائی جو اس کا عصا کھارہی تھی پھر جب سلیمان زمین پر آرہا

تَبَيَّنَتِ الۡجِنُّ اَنۡ لَّوۡ كَانُوۡا يَعۡلَمُوۡنَ الۡغَيۡبَ مَا لَبِثُوۡا فِى الۡعَذَابِ الۡمُهِيۡنِ ﴿۱۴﴾

تو جنوں پر یہ حقیقت کھل گئی کہ اگر وہ غیب جانتے ہوتے تو اس ذلت و خواری کے عذاب میں نہ رہتے○

چیزیں یہ ہیں:(1)اونچے اونچے محل،عالی شان عمارتیں،مسجدیں اور انہیں میں سے بیت المقدس بھی ہے۔(2)تانبے اور پتھر وغیرہ سے درندوں اور پرندوں وغیرہ کی تصویریں۔حضرت سلیمان علیہ السّلام کی شریعت میں تصویر بنانا حرام نہ تھا۔(3)بڑے بڑے حوضوں کے برابر کھانے کے پیالے۔یہ پیالے اتنے بڑے ہوتے تھے کہ ایک پیالے میں ایک ہزار آدمی کھانا کھاتے تھے۔(4)ایک ہی جگہ جمی ہوئی دیگیں۔یہ دیگیں اپنے پایوں پر قائم تھیں اور بہت بڑی تھیں حتّٰی کہ اپنی جگہ سے ہٹائی نہیں جاسکتی تھیں،لوگ سیڑھیاں لگا کر ان پر چڑھتے تھے۔اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا:اے داؤد کی آل!تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کر کے ان نعمتوں کا شکر ادا کرو جو اس نے تمہیں عطا فرمائی ہیں اور میرے بندوں میں شکر کرنے والے کم ہیں۔ **اہم باتیں:** (1)شکر بڑی عبادت ہے جو گزشتہ انبیاءِ کرام علیہم السّلام کے دین میں بھی جاری تھی۔(2)جس قدر رب تعالیٰ کی نعمتیں بندے پر زیادہ ہوں اسی قدر شکر زیادہ کرنا چاہیے۔(3)نیک بندے اگرچہ تھوڑے ہوں،یہ برے بندوں سے افضل ہیں خواہ وہ کتنے ہی زیادہ ہوں۔

آیت 14 حضرت سلیمان علیہ السّلام نے بارگاہِ الٰہی میں دعا کی تھی کہ ان کی وفات کا حال جِنّات پر ظاہر نہ ہو تاکہ انسانوں کو معلوم ہوجائے کہ جن غیب نہیں جانتے،پھر آپ علیہ السّلام محراب میں داخل ہوئے اور حسبِ عادت نماز کے لئے اپنے عصا کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑے ہوگئے۔جِنّات اپنی خدمتوں میں مشغول رہے اور یہ سمجھتے رہے کہ حضرت سلیمان علیہ السّلام زندہ ہیں اور حضرت سلیمان علیہ السّلام کا عرصۂ دراز تک اسی حال پر رہنا اُن کے لئے کچھ حیرت کا باعث نہیں ہوا،کیونکہ وہ بارہا دیکھتے تھے کہ آپ علیہ السّلام زیادہ عرصہ تک عبادت میں مشغول رہتے ہیں حتّٰی کہ آپ علیہ السّلام کی وفات کے پورے ایک سال بعد تک جنات آپ علیہ السّلام کی وفات پر مُطّلع نہ ہوئے اوراپنی خدمتوں میں مشغول رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے دیمک نے آپ علیہ السّلام کا عصا کھالیا اور آپ علیہ السّلام کا جسم مبارک زمین پر تشریف لے آیا۔اس وقت جِنّات کو آپ علیہ السّلام کی وفات کا علم ہوا۔پھر جب حضرت سلیمان علیہ السّلام کا جسم مبارک زمین پر تشریف لایا تو جنوں پر یہ حقیقت کھل گئی کہ وہ غیب نہیں جانتے کیونکہ اگر وہ غیب جانتے ہوتے تو حضرت سلیمان علیہ

لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِيْ مَسْكَنِهِمْ اٰيَةٌ ۚ جَنَّتٰنِ عَنْ يَّمِيْنٍ وَّ شِمَالٍ ۬ ؕ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ

بیشک قومِ سبا کے لیے ان کی آبادی میں نشانی تھی، دو باغ تھے ایک دائیں طرف اور دوسرا بائیں طرف۔ اپنے رب کا رزق کھاؤ

وَ اشْكُرُوْا لَهٗ ؕ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّ رَبٌّ غَفُوْرٌ ﴿۱۵﴾ فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ

اور اس کا شکر ادا کرو۔ پاکیزہ شہر ہے اوربخشنے والا رب○تو انہوں نے منہ پھیرا تو ہم نے ان پر زور کاسیلاب بھیجا

وَ بَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ اُكُلٍ خَمْطٍ وَّ اَثْلٍ وَّ شَيْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيْلٍ ﴿۱۶﴾

اور ان کے باغوں کے عوض دو باغ انہیں بدل دیئے جو کڑوے پھل والے اور جھاؤ والے اور کچھ تھوڑی سی بیریوں والے تھے○

السّلام کی وفات سے مطلع ہو جاتے اور اس ذلت و خواری کے عذاب میں نہ رہتے اور ایک سال تک عمارت کے کاموں میں مشقتیں نہ اُٹھاتے۔ **اہم باتیں:** (1) انبیاءِ کرام علیہمُ السّلام کے مقدّس اَجسام وفات کے بعد گلنے اور مٹنے سے محفوظ ہیں۔ (2) آیت کے آخری حصے سے معلوم ہوا کہ جِنّات کو غیب کا علم حاصل نہیں ہے۔ **درس:** فی زمانہ عوام کی اکثریت اس جہالت میں مبتلا ہے کہ وہ عاملوں کے ذریعے جِنّات سے آئندہ کے اَحوال معلوم کرتے ہیں، اسی طرح بعض مرد اور عورتیں بزرگوں کی سواری آنے کا دعویٰ کرتے ہیں اور لوگ ان سے اپنے معاملات کے بارے میں دریافت کرتے اور ان کی بتائی ہوئی باتوں کو یقین کی حد تک سچا تصوّر کر لیتے ہیں۔ جِنّات سے مستقبل کے غیب کی بات پوچھنی اَشد حرام ہے اور ان کی دی ہوئی ایسی خبر پر یقین رکھنا کفر ہے۔

آیت 15 اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ یمن کی حدود میں جس جگہ قومِ سبا آباد تھی وہاں اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت اور قدرت پر دلالت کرنے والی ایک بڑی نشانی تھی۔ اس نشانی کی تفصیل یہ ہے کہ ان کے شہر مآرب کے دونوں طرف کثیر باغات تھے اور ان باغوں میں پھلوں کی کثرت تھی۔ ان لوگوں سے انبیاءِ کرام علیہمُ السّلام کے ذریعے کہا گیا کہ اپنے رب عزّوجلّ کا رزق کھاؤ اور اس نعمت پر اس کی طاعت وعبادت بجالاؤ۔ دیکھو کہ خدا کی مہربانی سے تمہارا شہر، ایک پاکیزہ شہر ہے جس میں لطیف آب و ہوا اور صاف ستھری سرزمین ہے، اس میں مچھر، مکھی، کھٹمل، سانپ اور بچھو وغیرہ کوئی چیز نہیں اور تمہارا رب بھی بخشنے والا ہے تو اگر تم اپنے رب عزّوجلّ کی نعمتوں پر شکر ادا کرو اور اس کی اطاعت کرو تو وہ تمہاری بخشش فرمادے گا، یوں تمہیں دنیا کی بھی راحت ملے گی اور آخرت کی بھی۔

آیت 16 فرمایا کہ سبا والوں نے اس نعمت کی شکر گزاری سے منہ پھیرا اور انبیاءِ کرام علیہمُ السّلام کی تکذیب کی تو ان کی نافرمانی کے سبب ہم نے ان پر خوفناک سیلاب بھیجا جس سے ان کے باغ اور اَموال سب ڈوب گئے اور وہ اس طرح تباہ ہوئے کہ اُن کی تباہی عرب کے لئے مثال بن گئی۔ اور ان کے خوبصورت باغوں کو ایسے دو باغوں میں بدل دیا جو کڑوے اور انتہائی بدمزہ پھل والے تھے اور ان میں جھاؤ اور کچھ تھوڑی سی بیریاں تھیں جیسی ویرانوں میں اُگ آتی ہیں۔ **اہم بات:** حضرت وہب رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کی طرف 13 نبی بھیجے جنہوں نے اُن کو حق کی دعوتیں دیں اور اللہ تعالیٰ کی نعمتیں یاد دلائیں اور اس کے عذاب سے ڈرایا، لیکن وہ ایمان نہ لائے اور اُنہوں نے انبیاءِ کرام علیہمُ السّلام کو جھٹلا دیا اور کہا کہ ہم نہیں جانتے کہ ہم پر خدا کی کوئی نعمت ہے (یعنی جب خدا ہی کو نہیں مانتے تو اس کی نعمتیں کہاں سے مانیں، یہ نعمتیں سب ہماری اپنی محنت کی کمائی ہے اور یہی بات آج کے دہریے کہتے ہیں۔) ان کافروں نے

ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا ؕ وَ هَلْ نُجٰزِیْۤ اِلَّا الْكَفُوْرَ ﴿۱۷﴾ وَ جَعَلْنَا بَیْنَهُمْ

ہم نے انہیں ان کی ناشکری کی وجہ سے یہ بدلہ دیااور ہم اسی کو سزا دیتے ہیں جو ناشکرا ہو○اور ہم نے اِن (سبا والوں)

وَ بَیْنَ الْقُرَى الَّتِیْ بٰرَكْنَا فِیْهَا قُرًى ظَاهِرَةً وَّ قَدَّرْنَا فِیْهَا السَّیْرَ ؕ

اور اُن شہروں کے درمیان بہت سی نمایاں بستیاں بنادیں جن میں ہم نے برکت رکھی تھی اور ان بستیوں میں سفر کو ایک اندازے پر رکھا

سِیْرُوْا فِیْهَا لَیَالِیَ وَ اَیَّامًا اٰمِنِیْنَ ﴿۱۸﴾ فَقَالُوْا رَبَّنَا بٰعِدْ بَیْنَ اَسْفَارِنَا

(اور انہیں فرمایا:)ان میں راتوں اور دنوں کو امن وامان سے چلو○تو انہوں نے کہا:اے ہمارے رب!ہمارے سفروں میں دوری ڈال دے

مزید کہا کہ تم اپنے رب عزّوجلّ سے کہہ دو کہ اس سے ہو سکے تو وہ ان نعمتوں کو روک لے۔(خازن3/520) **درس:** اس واقعہ کو بیان کرنے سے مقصد لوگوں کو نصیحت کرنا ہے کہ وہ قومِ سبا کے انجام سے عبرت حاصل کریں اوراللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر اس کا شکر ادا کریں ورنہ اِنہیں بھی اُن جیسے حالات کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔ غور کرلیں کہ کہیں آج کل کثرت سے آنے والے سمندری طوفان ، سیلاب، بارشیں اور زلزلے نافرمانیوں کا انجامِ بد ہی نہ ہوں۔

آیت 17 فرمایا کہ ہم نے انہیں ان کی ناشکری اور اُن کے کفر کی وجہ سے یہ بدلہ دیا اور ہم ایسی سزا اسی کو دیتے ہیں جو نعمتوں کی ناشکری اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرے۔ **اہم بات:** اس آیت سے معلوم ہوا کہ انسان ناشکری کرنے کی وجہ سے خود مصیبت کا شکار ہوتا ہے۔

آیت 18 ارشاد فرمایا کہ ہم نے شہرِ سبا میں اور دوسرے شہروں کے درمیان بہت سی نمایاں بستیاں بنادیں جن میں ہم نے برکت رکھی تھی کہ وہاں کے رہنے والوں کو وسیع نعمتیں، پانی، درخت اور چشمے عنایت کئے۔ اُن دوسرے شہروں سے مراد شام کے شہر ہیں اور سبا سے شام تک کے سفر کرنے والوں کو اس راستے میں کھانا اور پانی ساتھ لے جانے کی ضرورت نہ ہوتی تھی۔اور فرمایا کہ ان بستیوں میں سفر کو ایک اندازے پر رکھا تاکہ چلنے والا ایک مقام سے صبح چلے تو دوپہر کو ایک آبادی میں پہنچ جائے جہاں ضروریات کے تمام سامان مُیَسَّر ہوں اور جب دوپہر کو چلے تو شام کو ایک شہر میں پہنچ جائے۔یمن سے شام تک کا تمام سفر اسی آسائش کے ساتھ طے ہو سکے اور ہم نے اُن سے کہا کہ ان بستیوں میں راتوں اور دنوں کو امن وامان سے چلو،نہ راتوں میں کوئی کھٹکا نہ دنوں میں کوئی تکلیف،نہ دشمن کا اندیشہ نہ بھوک پیاس کا غم۔

آیت 19 خوشحالی اور نعمتوں کی کثرت والے اِن حالات کی بنا پر تکبر کرنے لگے اور مالداروں میں حسد پیدا ہوا کہ ہمارے اور غریبوں کے درمیان کوئی فرق ہی نہیں رہا،یونہی جو امن و عافیت انہیں حاصل تھی جیسے منزلیں قریب ہیں اور تھوڑی دیر کے بعد دوسری آبادی آجاتی ہے،وہاں آرام کرتے ہیں،نہ سفر میں تکان ہے نہ کوفت،اس پر وہ تمنا کرنے لگے کہ اگر منزلیں دور ہوتیں،سفر کی مدت دراز ہوتی،راستے میں پانی نہ ملتا،جنگلوں،بیابانوں میں سے گزر ہوتا تو ہم توشہ ساتھ لیتے،پانی کا انتظام کرتے،سواریاں ساتھ

وَ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ وَ مَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ

اور انہوں نے خود اپنا ہی نقصان کیا تو ہم نے انہیں قصے کہانیاں بنادیا اور انہیں بالکل جدا جدا کر دیا۔ بیشک اس میں ہر بڑے صبر والے،

لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۱۹﴾ وَ لَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا

ہر بڑے شکر والے کے لئے ضرور نشانیاں ہیں ○ اور بیشک ابلیس نے ان پر اپنا گمان سچ کر دکھایا تو وہ لوگ شیطان کے پیروکار بن گئے سوائے

فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَ مَا كَانَ لَهٗ عَلَيْهِمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يُّؤْمِنُ بِالْاٰخِرَةِ

مومنوں کے ایک گروہ کے ○ اور شیطان کا ان پر کچھ قابو نہ تھا مگر اس لیے کہ ہم دکھادیں کہ کون آخرت پر ایمان لاتا

رکھتے، سفر میں مشقت اٹھانے کا لطف آتا اور امیر وغریب کا فرق ظاہر ہوتا۔ اس پر اُنہوں نے یہ دعا کی: اے ہمارے رب! ہمارے اور شام کے درمیان جنگل اور بیابان کر دے تاکہ بغیر توشہ اور سواری کے سفر نہ ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ دعا قبول فرمالی اور ان شہروں کو ویران کر دیا۔ مزید فرمایا: **اور انہوں نے خود اپنا ہی نقصان کیا۔** یعنی سباوالوں نے تکبر و سرکشی کر کے خود اپنا ہی نقصان کیا تو ہم نے انہیں بعد والوں کے لئے قصے کہانیاں بنادیا تاکہ وہ ان کے احوال سے عبرت حاصل کریں اور ان قبیلوں کو ایک دوسرے سے بالکل جدا جدا کر دیا، وہ بستیاں غرق ہو گئیں اور لوگ بے گھر ہو کر جدا جدا شہروں میں پہنچے۔ **مزید فرمایا کہ بیشک سباوالوں کے اس واقعے میں ہر بڑے صبر والے اور ہر بڑے شکر والے کے لئے ضرور نشانیاں ہیں** کہ صبر و شکر مومن کی صفت ہے، جب وہ مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے تو صبر کرتا ہے اور جب نعمت پاتا ہے تو شکر بجالاتا ہے۔ درس: سباوالوں کے طرزِ عمل اور انجام سے معلوم ہوا کہ امن وعافیت اور سکون وراحت اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمتیں ہیں اور جسے یہ نعمتیں حاصل ہوں اسے ان پر تکبر کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے اور ان نعمتوں کے مقابلے میں بے امنی اور مشقت کی تمنا اور دعا نہیں کرنی چاہیے۔

آیت 20 ارشاد فرمایا: **بیشک ابلیس نے ان پر اپنا گمان سچ کر دکھایا۔** یعنی ابلیس جو گمان رکھتا تھا کہ وہ بنی آدم کو شہوت و حرص اور غضب کے ذریعے گمراہ کر دے گا۔ یہ گمان اس نے اہلِ سبا پر بلکہ تمام کافروں پر سچا کر دکھایا کہ وہ اس کے پیروکار ہو گئے اور اس کی اطاعت کرنے لگے۔ مزید فرمایا: **تو مومنوں کے ایک گروہ کے علاوہ وہ اس کے پیروکار ہو گئے۔** یعنی اہلِ سبا نے شرک ومَعصِیَت میں شیطان کی پیروی کی البتہ مومنوں کے ایک گروہ نے دین کے اصول میں شیطان کی پیروی نہ کی۔ درس: (1) اس آیت میں ہمارے لئے عبرت ہے کہ شیطان نے مردود ہونے کے بعد کہا تھا کہ اے رب میرے! مجھے اس بات کی قسم کہ تو نے مجھے گمراہ کیا، میں ضرور زمین میں لوگوں کیلئے (نافرمانی) خوشنما بنادوں گا اور میں ضرور ان سب کو گمراہ کر دوں گا۔ سوائے اُن کے جو اِن میں سے تیرے چنے ہوئے بندے ہیں۔ ہم اپنی حالت پر غور کر لیں کہ کہیں شیطان ہم پر غالب آکر ہمیں اپنا ساتھی تو نہیں بنا چکا؟

آیت 21 ارشاد فرمایا کہ جن کے حق میں شیطان کا گمان پورا ہوا ان پر شیطان کو کچھ زبردستی نہ تھی کہ شیطان کسی کو مجبور کر کے اس سے گناہ کروا دے بلکہ خدا نے اس لیے شیطان کو لوگوں پر مُسَلَّط کیا تاکہ خدا آخرت پر ایمان لانے والوں کو ان لوگوں سے ممتاز کر

ع ٢ ١٢ ٨

مِمَّنۡ هُوَ مِنۡهَا فِیۡ شَكٍّ ؕ وَ رَبُّكَ عَلٰی كُلِّ شَیۡءٍ حَفِیۡظٌ ﴿٢١﴾ قُلِ ادۡعُوا الَّذِیۡنَ

اور کون اس کے بارے میں شک میں ہے اور تیرا رب ہر چیز پر نگہبان ہے○تم فرماؤ: انہیں پکارو جنہیں

زَعَمۡتُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ ۚ لَا یَمۡلِكُوۡنَ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَ لَا فِی الۡاَرۡضِ وَ مَا لَهُمۡ فِیۡهِمَا

اللہ کے سوا تم (معبود) سمجھتے ہو، وہ آسمانوں میں اور زمین میں ذرہ برابر کسی چیز کے مالک نہیں ہیں اور نہ ان کا ان دونوں میں

مِنۡ شِرۡكٍ وَّ مَا لَهٗ مِنۡهُمۡ مِّنۡ ظَهِیۡرٍ ﴿٢٢﴾ وَ لَا تَنۡفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنۡدَهٗۤ اِلَّا لِمَنۡ اَذِنَ لَهٗ ؕ

کچھ حصہ ہے اور نہ ان میں سے کوئی اللہ کا مددگار ہے○ اور اللہ کے پاس شفاعت کام نہیں دیتی مگر (اس کی) جس کے لیے وہ اجازت دیدے

حَتّٰۤی اِذَا فُزِّعَ عَنۡ قُلُوۡبِهِمۡ قَالُوۡا مَاذَا ۙ قَالَ رَبُّكُمۡ ؕ قَالُوا الۡحَقَّ ۚ

یہاں تک کہ جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور فرمادی جاتی ہے تو وہ ایک دوسرے سے کہتے ہیں: تمہارے رب نے کیا فرمایا ہے؟ تو وہ کہتے ہیں: حق فرمایا ہے

دے جو اس کے بارے میں شک کرنے والے ہیں اور اے حبیب! آپ کا رب عَزَّوَجَلَّ ہر چیز پر نگہبان ہے۔ **اہم بات:** شیطان جبراً کسی سے گناہ نہیں کرواتا، صرف وسوسہ ڈالتا ہے اور بندہ اپنے اختیار سے گناہ کرتا ہے۔

آیت 22 آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! آپ مکہ مکرمہ کے کافروں سے فرمادیں کہ جن بتوں وغیرہ کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا اپنا معبود سمجھتے ہوانہیں پکارو تاکہ وہ تم پر نازل ہونے والی مصیبتیں دور کردیں لیکن ایسا نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ آسمانوں میں اور زمین میں ذرہ برابر کسی نفع اور نقصان کے مالک نہیں ہیں اور نہ ان بتوں کا آسمان اور زمین میں کچھ حصہ ہے اور نہ ان بتوں میں سے کوئی اللہ تعالیٰ کا مددگار ہے۔ **اہم بات:** اس آیت میں نفع ونقصان کا مالک نہ ہونا بتوں کے لئے بیان کیا گیا ہے کیونکہ بتوں کو خدا نے ایسا اختیار دیا ہی نہیں اور جہاں تک قرآن وحدیث میں فرشتوں کے بارے میں ہے کہ وہ مدبّراتِ امر ہیں یعنی کائنات کے کاموں کی تدبیر کرتے ہیں، روح پھونکتے یا قبض کرتے ہیں یا دیگر لاکھوں کروڑوں کام کرتے ہیں تو وہ سب خدا کے اختیار دینے سے ہے اور یونہی اَنبیاء علیہم السّلام کے معجزات، بیماروں کو شفا دینا، اندھوں کو بینا کرنا وغیرہ یا اَولیاء رحمۃ اللہِ علیہم کی کرامات جیسے آصف بن برخیا رحمۃ اللہِ علیہ کا تختِ بلقیس لانے کا اختیار وغیرہ تو یہ سب خدا کی عطا سے ہے۔

آیت 23 کفار یہ کہتے تھے کہ بت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کریں گے ان کا رد کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے پاس صرف اسی کی شفاعت کام دے گی جس کے لیے وہ شفاعت کرنے کی اجازت دیدے، یہاں تک کہ جب شفاعت کی اجازت دے کر شفاعت کرنے والے (مومنوں) کے دلوں سے گھبراہٹ دور فرمادی جائے گی تو وہ ایک دوسرے سے پوچھیں گے: تم سے اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا؟ وہ جواب دیں گے کہ شفاعت کرنے والوں کو ایمانداروں کی شفاعت کی اجازت دی ہے اور یہ شفاعت اور اجازت برحق ہے اور اللہ تعالیٰ ہی بلندی والا، بڑائی والا ہے۔

Go to Index

وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿٢٣﴾ قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ

اور وہی بلندی والا، بڑائی والا ہے۔ تم فرماؤ: کون ہے جو تمہیں آسمانوں اور زمین سے روزی دیتا ہے؟ تم خود ہی فرماؤ: ''اللہ''

وَاِنَّاۤ اَوْ اِيَّاكُمْ لَعَلٰى هُدًى اَوْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٢٤﴾ قُلْ لَّا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّاۤ

اور بیشک ہم یا تم (کوئی ایک) ضرور ہدایت پر ہے یا کھلی گمراہی میں۔ تم فرماؤ: ہم نے تمہارے گمان میں اگر کوئی جرم کیا تو اس کے متعلق تم سے

اَجْرَمْنَا وَلَا نُسْـَٔلُ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿٢٥﴾ قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ

سوال نہیں کیا جائے گا اور نہ ہم سے تمہارے اعمال کے بارے میں سوال ہوگا۔ تم فرماؤ: ہمارا رب ہم سب کو جمع کرے گا پھر ہم میں

بَيْنَنَا بِالْحَقِّ ؕ وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ ﴿٢٦﴾ قُلْ اَرُوْنِيَ الَّذِيْنَ اَلْحَقْتُمْ بِهٖ

سچا فیصلہ فرمادے گا اور وہی بہترین فیصلہ کرنے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔ تم فرماؤ: مجھے دکھاؤ تو (اپنے) وہ (معبود) جنہیں تم نے اللہ کے ساتھ

آیت 24 فرمایا کہ اے حبیب! آپ بتوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرانے والوں سے فرمادیں کہ آسمان سے بارش برسا کر اور زمین سے سبزہ اُگا کر تمہیں روزی کون دیتا ہے؟ اگر مشرکین اس سوال کا جواب نہ دیں تو آپ خود ہی فرمادیں: **''تمہیں اللہ تعالیٰ روزی دیتا ہے۔''** کیونکہ اس سوال کا اس کے علاوہ اور کوئی جواب ہے ہی نہیں اور فرمادیں کہ بیشک ہم یا تم دونوں فریقوں میں سے ایک ضرور ہدایت پر یا کھلی گمراہی میں ہے؟ اور حقیقت یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کو رازق جانتے ہوئے بھی بے اختیار بتوں کو پوجے تو وہ یقیناً کھلی گمراہی میں ہے جبکہ خدا کی عظمت و شان کو ماننے اور اس کا حقِ بندگی ادا کرنے والے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور ان کے امتی ہی حق پر ہیں۔

آیت 25 فرمایا کہ اے حبیب! ان مشرکین سے فرمائیے کہ ہم نے تمہارے گمان میں اگر کوئی جرم کیا تو اس کے بارے میں تم سے سوال نہیں کیا جائے گا اور نہ ہم سے تمہارے اعمال کے بارے میں پوچھا جائے گا بلکہ ہر شخص سے اس کے اپنے عمل کا سوال ہوگا اور ہر ایک اپنے عمل کی جزا پائے گا لہٰذا تم اپنی فکر اور اپنی اصلاح کرو۔

آیت 26 فرمایا کہ اے حبیب! آپ ان مشرکین سے فرمادیں کہ قیامت کے دن حساب کی جگہ میں ہمارا رب عزّوجلّ ہم سب کو جمع کرے گا، پھر ہم میں سچا فیصلہ فرمادے گا تو اہلِ حق کو جنت میں اور اہلِ باطل کو دوزخ میں داخل کرے گا اور وہی بہترین فیصلہ کرنے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔

آیت 27 فرمایا کہ اے حبیب! آپ ان مشرکین سے فرمائیں: جن بتوں کو تم نے عبادت میں اللہ تعالیٰ کا شریک کیا ہے مجھے دکھاؤ کہ وہ کس قابل ہیں، کیا وہ کچھ پیدا کرتے یا روزی دیتے ہیں؟ اور جب وہ ایسا نہیں کرسکتے تو ان کو خدا کا شریک بنانا اور اُن کی عبادت کرنا کیسی شدید خطا ہے، لہٰذا اس سے باز آجاؤ۔ وہ بت ہرگز اللہ تعالیٰ کے شریک نہیں بلکہ وہ اللہ عزّوجلّ ہی عزت والا، حکمت والا ہے جبکہ تمہارے ناکارہ شریکوں کو یہ بلند مرتبہ کہاں حاصل ہے؟

شُرَكَآءَ كَلَّا ط بَلْ هُوَ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿٢٧﴾ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ

شریک بنا کر ملا رکھا ہے۔ ہرگز نہیں بلکہ وہ اللہ ہی عزت والا، حکمت والا ہے ○ اور اے محبوب! ہم نے آپ کو تمام لوگوں کیلئے

بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٢٨﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ

خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے لیکن بہت لوگ نہیں جانتے ○ اور کہتے ہیں یہ وعدہ کب آئے گا

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٢٩﴾ قُلْ لَّكُمْ مِّيْعَادُ يَوْمٍ لَّا تَسْتَاْخِرُوْنَ عَنْهُ سَاعَةً وَّلَا

اگر تم سچے ہو ○ تم فرماؤ: تمہارے لیے ایک ایسے دن کا وعدہ ہے جس سے تم نہ ایک گھڑی پیچھے ہٹ سکو گے اور نہ

تَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿٣٠﴾ ع وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ بِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَلَا بِالَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ ط ع ٩ النصف ٣

آگے بڑھ سکو گے ○ اور کافروں نے کہا: ہم ہرگز اس قرآن پر اور اس سے پہلی کتابوں پر ایمان نہیں لائیں گے

آیت 28 ارشاد فرمایا: اے حبیب! ہم نے تمہیں صرف تمہاری قوم کی طرف ہی رسول بنا کر نہیں بھیجا بلکہ عربی، عجمی، گورے، کالے تمام لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے اور تمہیں ایمان والوں کیلئے اللہ تعالیٰ کے فضل کی خوشخبری دینے والا اور کافروں کیلئے اس کے عدل کا ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے لیکن بہت لوگ اس بات کو نہیں جانتے اور اپنی جہالت سے آپ صلی اللہ علیہ والٖہ وسلم کی مخالفت کرتے ہیں۔ **اہم بات:** اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضور سیّد المرسَلین صلی اللہ علیہ والٖہ وسلم کی رسالت عامّہ ہے، تمام انسان اس کے اِحاطہ میں ہیں، گورے ہوں یا کالے، عربی ہوں یا عجمی، پہلے ہوں یا بعد والے، سب کے لئے آپ صلی اللہ علیہ والٖہ وسلم رسول ہیں اور وہ سب آپ صلی اللہ علیہ والٖہ وسلم کے اُمتی ہیں اور یہ مرتبہ خاص آپ صلی اللہ علیہ والٖہ وسلم کا ہے جو کہ قرآنِ کریم اور کثیر اَحادیث سے ثابت ہے۔

آیت 29، 30 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ مشرکین اپنی جہالت کی وجہ سے کہتے ہیں کہ قیامت کا وعدہ کب آئے گا، اگر تم سچے ہو تو بتاؤ؟ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے حبیب! ان سے فرمائیں کہ تمہارے لیے ایک ایسے دن کا وعدہ ہے جس سے تم نہ ایک گھڑی پیچھے ہٹ سکو گے اور نہ آگے بڑھ سکو گے یعنی اگر تم مہلت چاہو تو تاخیر ممکن نہیں اور اگر جلدی چاہو تو پہلے ہونا ممکن نہیں، بہرصورت اس وعدے کا اپنے وقت پر پورا ہونا ہے۔

آیت 31 فرمایا: **اور کافروں نے کہا: ہم ہرگز اس قرآن پر اور اس سے پہلی کتابوں پر ایمان نہیں لائیں گے۔** اس کا خلاصہ یہ ہے کہ کفارِ مکہ نے اہلِ کتاب سے نبی کریم صلی اللہ علیہ والٖہ وسلم کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم ان کے اوصاف اپنی کتابوں میں لکھے ہوئے پاتے ہیں۔ اس پر وہ غضبناک ہو کر کہنے لگے کہ ہم ہرگز اس قرآن پر اور اس سے پہلی کتابوں یعنی تورات اور انجیل وغیرہ پر ایمان نہیں لائیں گے۔ مزید فرمایا: **اور (خوفناک منظر دیکھتے) اگر تم دیکھ لیتے۔** یعنی اگر تم وہ منظر دیکھ لو تو بڑا عبرتناک منظر دیکھو گے کہ حشر کے دن جب کافر اپنے رب عزوجل کی بارگاہ میں کھڑے کئے جائیں گے تو وہ آپس میں الجھنا شروع کر دیں گے۔

وَلَوۡ تَرٰۤى اِذِ الظّٰلِمُوۡنَ مَوۡقُوۡفُوۡنَ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ ‌ۖۚ يَرۡجِعُ بَعۡضُهُمۡ اِلٰى بَعۡضِ اۨلۡقَوۡلَ‌ ۚ

اور (خوفناک منظر دیکھتے) اگر تم دیکھ لیتے جب ظالم اپنے رب کے پاس کھڑے کئے جائیں گے ان میں ایک دوسرے پر بات لوٹا دے گا

يَقُوۡلُ الَّذِيۡنَ اسۡتُضۡعِفُوۡا لِلَّذِيۡنَ اسۡتَكۡبَرُوۡا لَوۡلَاۤ اَنۡتُمۡ لَكُنَّا مُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۳۱﴾ قَالَ

تو وہ جو دبے ہوئے تھے وہ بڑے بننے والوں سے کہیں گے: اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور ایمان والے ہوتے○ بڑے بننے والے

الَّذِيۡنَ اسۡتَكۡبَرُوۡا لِلَّذِيۡنَ اسۡتُضۡعِفُوۡۤا اَنَحۡنُ صَدَدۡنٰكُمۡ عَنِ الۡهُدٰى بَعۡدَ اِذۡ جَآءَكُمۡ

دبے ہوئے لوگوں سے کہیں گے: کیا ہم نے تمہیں ہدایت سے روکا تھا جبکہ وہ تمہارے پاس آئی تھی

بَلۡ كُنۡتُمۡ مُّجۡرِمِيۡنَ ﴿۳۲﴾ وَقَالَ الَّذِيۡنَ اسۡتُضۡعِفُوۡا لِلَّذِيۡنَ اسۡتَكۡبَرُوۡا بَلۡ

بلکہ تم خود ہی مجرم تھے○ اور دبے ہوئے لوگ، بڑا بننے والوں سے کہیں گے بلکہ (تمہارے)

مَكۡرُ الَّيۡلِ وَالنَّهَارِ اِذۡ تَاۡمُرُوۡنَنَاۤ اَنۡ نَّكۡفُرَ بِاللّٰهِ وَنَجۡعَلَ لَهٗۤ اَنۡدَادًا‌ ؕ

رات اور دن کے فریب (نے ہمیں ہدایت سے روکا) جب تم ہمیں حکم دیتے تھے کہ ہم اللہ کا انکار کریں اور اس کیلئے برابر والے ٹھہرائیں

وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الۡعَذَابَ‌ ؕ وَجَعَلۡنَا الۡاَغۡلٰلَ فِىۡۤ اَعۡنَاقِ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا‌ ؕ

اور وہ جب عذاب دیکھیں گے تو دل ہی دل میں پچھتانے لگیں گے اور ہم کافروں کے گلے میں طوق ڈالیں گے۔

ان میں سے سرداروں کے تابع لوگ سرداروں سے کہیں گے: اگر تم نہ ہوتے اور ہمیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لانے سے نہ روکتے تو ہم ضرور ایمان والے ہوتے۔

آیت 32 فرمایا کہ سردار اپنے تابع لوگوں کو جواب دیں گے: جب تمہارے پاس ہدایت آئی تھی تو کیا اس وقت ہم نے تمہیں ہدایت سے روکا تھا؟ ایسا ہر گز نہیں ہوا، بلکہ تم نے خود اپنے اختیار سے گمراہی کو ہدایت پر ترجیح دے کر کفر کیا تھا۔

آیت 33 جب سردار اپنے تابع لوگوں کی بات کا انکار کر دیں گے تو وہ لوگ اپنے سرداروں سے کہیں گے: ہم مجرم نہیں ہیں بلکہ تم شب و روز ہمارے ساتھ فریب کرتے اور ہمیں ہر وقت شرک پر اُبھارتے تھے، جب تم ہمیں اللہ تعالیٰ کا انکار اور اس کیلئے شریک ٹھہرانے کا حکم دیتے تھے تو ہم اللہ تعالیٰ کا انکار کر دیتے اور اس کے لئے شریک ٹھہرانے لگتے تھے۔ مزید فرمایا کہ دونوں فریق یعنی ماتحت بھی اور سردار بھی ایمان نہ لانے پر جب جہنم کا عذاب دیکھیں گے تو دل ہی دل میں پچھتانے لگیں گے۔ مزید ان کے عذاب کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم ان تمام کفار کو یہ سزا دیں گے کہ جہنم میں ان کے ہاتھ نارِ جہنم کی زنجیروں سے گردنوں تک باندھ دیں گے۔ یہ انہیں ان کے دنیا میں کفر اور مَعصِیَت ہی کا بدلہ دیا جائے گا۔ **اہم بات:** اس آیت میں کفار کے لئے تنبیہ ہے کہ دنیا میں ان کا ایک دوسرے کی پیروی کرنا آخرت میں باہمی عداوت کا سبب ہوگا۔

هَلۡ يُجۡزَوۡنَ اِلَّا مَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ﴿٣٣﴾ وَمَاۤ اَرۡسَلۡنَا فِىۡ قَرۡيَةٍ مِّنۡ نَّذِيۡرٍ

انہیں ان کے اعمال ہی کا بدلہ دیا جائے گا○ اور ہم نے (جب کبھی) کسی شہر میں کوئی ڈر سنانے والا بھیجا

اِلَّا قَالَ مُتۡرَفُوۡهَاۤ ۙ اِنَّا بِمَاۤ اُرۡسِلۡتُمۡ بِهٖ كٰفِرُوۡنَ ﴿٣٤﴾ وَقَالُوۡا نَحۡنُ اَكۡثَرُ

تو وہاں کے خوشحال لوگوں نے یہی کہا کہ تم جس (ہدایت) کے ساتھ بھیجے گئے ہو ہم اس کے منکر ہیں○ اور انہوں نے کہا: ہم

اَمۡوَالًا وَّاَوۡلَادًا ۙ وَّمَا نَحۡنُ بِمُعَذَّبِيۡنَ ﴿٣٥﴾ قُلۡ اِنَّ رَبِّىۡ يَبۡسُطُ الرِّزۡقَ لِمَنۡ يَّشَآءُ

مال اور اولاد میں بڑھ کر ہیں اور ہمیں عذاب نہیں دیا جائے گا○ تم فرماؤ: بیشک میرا رب جس کے لیے چاہتا ہے رزق وسیع کرتا ہے

ع ٦/١٠ وَيَقۡدِرُ وَلٰـكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ﴿٣٦﴾ وَمَاۤ اَمۡوَالُكُمۡ وَلَاۤ اَوۡلَادُكُمۡ بِالَّتِىۡ

اور تنگ فرماتا ہے لیکن بہت لوگ نہیں جانتے○ اور تمہارے مال اور تمہاری اولاد اس قابل نہیں کہ

آیت 34 اس آیت میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی تسکینِ خاطر فرمائی گئی کہ آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کفار کی تکذیب سے رنجیدہ نہ ہوں کیونکہ کفار کا انبیاءِ کرام علیہم السلام کے ساتھ یہی دستور رہا ہے کہ غریب لوگ تو ایمان لے آتے ہیں لیکن مال داروں کی اکثریت محروم رہتی ہے۔ ایمان کے علاوہ نیکیوں کے معاملے میں بھی ایسی ہی صورت حال پیش آتی ہے کہ نمازوں، روزوں اور ذکر و تلاوت کے کاموں میں غریب لوگ امیروں پر سبقت لے جاتے ہیں۔

آیت 35 یہاں مالدار کفار کا ایک باطل گمان بیان کیا گیا کہ انہوں نے کہا: ہمارے اعمال اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں کیونکہ اگر وہ ہمارے اعمال سے راضی نہ ہوتا تو دنیا میں ہمیں اتنا مال اور اولاد عطا نہ کرتا اور جب ایسا ہے تو آخرت میں ہمیں عذاب بھی نہیں ہوگا کیونکہ دنیا میں ہمیں عزت سے نوازا گیا تو اگر بالفرض قیامت واقع بھی ہوئی تو ہمیں وہاں بھی رسوانہ کیا جائے گا۔

آیت 36 اللہ تعالیٰ نے مالداروں کے اس باطل خیال کا رد کرتے ہوئے فرمایا: اے حبیب! آپ فرمادیں بیشک میرا رب عزوجل آزمائش اور امتحان کے طور پر جس کے لیے چاہتا ہے رزق وسیع کرتا اور تنگ فرماتا ہے لہٰذا دنیا میں مال و دولت اور عیش و عشرت کی بہتات اللہ تعالیٰ کی رضا کی اور ایسے ہی مال و دولت کی تنگی اللہ تعالیٰ کی ناراضی کی دلیل نہیں۔ یہ اس کی حکمت ہے کہ کبھی وہ گنہگار پر مال و دولت کی وسعت کرتا ہے اور کبھی فرمانبردار پر تنگی کر دیتا ہے، اس لئے آخرت کے ثواب کو دنیا کی معیشت پر قیاس کرنا غلط ہے لیکن اکثر کفار یہ بات نہیں جانتے اور یہی جہالت آج کے سیکولر، لبرل طبقے میں ہے کہ کافروں کی دنیاوی ترقی کی مثالیں دے کر مسلمانوں کو ان کے اسلام پر شرمندہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

آیت 37 کفار اپنے مال اور اولاد کی وجہ سے لوگوں پر تکبر کرتے اور اپنے مال و اولاد کو اللہ تعالیٰ کے قرب کا سبب سمجھتے تھے، یہاں اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ صالح مومن جو مال کو راہِ خدا میں خرچ کرے صرف اسی کا مال قربِ خدا کا ذریعہ ہے اور یونہی صرف اس مومن کی اولاد قربِ الٰہی کا ذریعہ ہے جو اُنہیں نیک علم سکھائے، دین کی تعلیم دے اور متقی بنائے کہ ایسی اولاد صدقہ جاریہ بھی بنتی ہے اور والدین کے لئے دعائے مغفرت بھی کرتی رہتی ہے۔ مزید فرمایا: **جو ایمان لایا اور نیک اعمال کئے، ان کے لیے ان کے اعمال**

Go to Index

تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰۤى اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا٘ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ

تمہیں ہمارے قریب کردیں مگر وہ جو ایمان لایا اور اس نے نیک عمل کیا (وہ ہمارے قریب ہے) ان لوگوں کے لیے

جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا وَهُمْ فِى الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ ﴿٣٧﴾ وَالَّذِيْنَ يَسْعَوْنَ

ان کے اعمال کے بدلے میں کئی گنا جزا ہے اور وہ (جنت کے) بالاخانوں میں امن وچین سے ہوں گے ○ اور وہ جو ہم سے مقابلہ کرتے ہوئے

فِىْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ فِى الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ﴿٣٨﴾ قُلْ اِنَّ رَبِّىْ

ہماری آیتوں (کو جھٹلانے) میں کوشش کرتے ہیں وہ عذاب میں حاضر کئے جائیں گے ○ تم فرماؤ: بیشک میرا رب

يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ ؕ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَىْءٍ

اپنے بندوں میں جس کے لیے چاہے رزق وسیع فرماتا ہے اور جس کے لیے چاہے تنگ کردیتا ہے اور جو چیز تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو

فَهُوَ يُخْلِفُهٗ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿٣٩﴾ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ يَقُوْلُ

وہ اس کے بدلے میں اور دے گا اور وہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے ○ اور (یاد کرو) جس دن (اللہ) ان سب کو اٹھائے گا پھر

کے بدلے میں کئی گنا جزا ہے۔ نیک لوگوں کے لئے ایک نیکی کے بدلے دس سے لے کر سات سو گنا تک بلکہ اس سے بھی زیادہ جتنی خدا چاہے جزا ہے اور وہ جنت کے بالاخانوں میں امن وچین سے ہوں گے۔

آیت 38 فرمایا: وہ لوگ جو قرآنِ کریم پر زبانِ طعن کھولتے اور یہ گمان کرتے ہیں کہ اپنی ان باطل کاریوں سے وہ لوگوں کو ایمان لانے سے روک دیں گے اور ان کا یہ مکروفریب اسلام کے حق میں چل جائے گا اور وہ ہمارے عذاب سے بچ رہیں گے کیونکہ ان کا اعتقاد یہ ہے کہ مرنے کے بعد اُٹھنا ہی نہیں ہے تو عذاب اور ثواب کیسا۔ یہ لوگ عذاب میں حاضر کئے جائیں گے اور ان کی مکاریاں انہیں کچھ کام نہ آئیں گی۔

آیت 39 فرمایا کہ اے حبیب! فرمادو کہ میرا رب عزوجل اپنے بندوں میں جس کے لیے چاہے اپنی حکمت کے مطابق رزق وسیع فرماتا ہے اور جس کے لیے چاہے تنگ کر دیتا ہے۔ اس کا تعلق خدا کے مقرب ہونے یا نہ ہونے کے ساتھ نہیں ہے بلکہ خدا کی حکمت و مشیت کے ساتھ ہے۔ مزید فرمایا کہ اے لوگو! جو چیز تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو گے تو وہ دنیا میں یا آخرت میں اس کے بدلے میں اور دے گا۔ راہِ خدا میں دینے والا فائدے ہی میں رہتا ہے کہ عام طور پر دنیا میں بھی اُسے مزید مل جاتا ہے اور آخرت کا ثواب بھی حاصل ہو جاتا ہے۔ خدا کی راہ میں دینے سے مال کم نہیں ہوگا کہ جس رب کی راہ میں مال دیا ہے وہی تو رازق ہے اور رزق کے سارے خزانے اسی کے پاس ہیں۔ اس کے سوا جو کوئی کسی کو دیتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی اور اس کی عطا فرمائی ہوئی روزی میں سے دیتا ہے لہٰذا وہی حقیقی رزّاق ہے اور وہی سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔

آیت 40، 41 مشرکوں کا ایک گروہ فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتا تھا اور ان کی عبادت بھی کرتا تھا تو بروزِ قیامت اللہ تعالیٰ ان سب

لِلۡمَلٰٓئِکَۃِ اَھٰٓؤُلَآءِ اِیَّاکُمۡ کَانُوۡا یَعۡبُدُوۡنَ ﴿۴۰﴾ قَالُوۡا سُبۡحٰنَکَ اَنۡتَ وَلِیُّنَا

فرشتوں سے فرمائے گا: کیا یہ تمہیں ہی پوجتے تھے؟○ وہ عرض کریں گے: تو پاک ہے۔ وہ نہیں (بلکہ) تو

مِنۡ دُوۡنِہِمۡ ۚ بَلۡ کَانُوۡا یَعۡبُدُوۡنَ الۡجِنَّ ۚ اَکۡثَرُھُمۡ بِہِمۡ مُّؤۡمِنُوۡنَ ﴿۴۱﴾ فَالۡیَوۡمَ

ہمارا دوست ہے (وہ ہماری نہیں) بلکہ جنوں کی عبادت کرتے تھے ان میں اکثر انہیں پر یقین رکھتے تھے○ تو آج

لَا یَمۡلِکُ بَعۡضُکُمۡ لِبَعۡضٍ نَّفۡعًا وَّ لَا ضَرًّا ؕ وَ نَقُوۡلُ لِلَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا ذُوۡقُوۡا عَذَابَ النَّارِ

تم میں کوئی دوسرے کیلئے کسی نفع اور نقصان کا مالک نہیں ہے اور ہم ظالموں سے فرمائیں گے: اس آگ کا عذاب چکھو

الَّتِیۡ کُنۡتُمۡ بِہَا تُکَذِّبُوۡنَ ﴿۴۲﴾ وَ اِذَا تُتۡلٰی عَلَیۡہِمۡ اٰیٰتُنَا بَیِّنٰتٍ قَالُوۡا مَا ھٰذَاۤ اِلَّا رَجُلٌ

جسے تم جھٹلاتے تھے○ اور جب ان پر ہماری روشن آیتیں پڑھی جائیں تو وہ کہتے ہیں یہ صرف ایک مرد ہے

یُّرِیۡدُ اَنۡ یَّصُدَّکُمۡ عَمَّا کَانَ یَعۡبُدُ اٰبَآؤُکُمۡ ۚ وَ قَالُوۡا مَا ھٰذَاۤ اِلَّاۤ اِفۡکٌ مُّفۡتَرًی ؕ

جو تمہیں تمہارے باپ دادا کے معبودوں سے روکنا چاہتا ہے اور وہ کہتے ہیں: یہ (قرآن) تو ایک گھڑا ہوا بہتان ہے

مشرکوں کو اٹھائے گا اور فرشتوں سے پوچھے گا کہ کیا دنیا میں یہ مشرک، تمہیں ہی پوجتے تھے؟ فرشتے عرض کریں گے: اے اللہ! تو اس سے پاک ہے کہ تیرے ساتھ کسی اور کی عبادت کی جائے، ہماری اُن سے کوئی دوستی نہیں بلکہ تو ہمارا دوست ہے، تو ہم کس طرح ان کے پوجنے سے راضی ہوسکتے تھے؟ ہم اس سے بری ہیں، یہ مشرک ہمیں نہیں بلکہ شیطانوں کو پوجتے تھے کیونکہ یہ ان ہی کی مانتے تھے اور کفار میں سے اکثر انہیں شیاطین پر یقین رکھتے تھے۔

آیت 42 قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کفار سے فرمائے گا: جن جھوٹے معبودوں اور بتوں سے تم نفع کی امید رکھتے تھے آج کے دن وہ تمہیں کچھ نفع نقصان نہ پہنچا سکیں گے اور ہم قیامت کے دن مشرکوں سے فرمائیں گے: اس آگ کا عذاب چکھو جسے تم دنیا میں جھٹلاتے تھے۔

آیت 43 فرمایا کہ جب مکہ کے مشرکین کے سامنے قرآن کی روشن آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو وہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں: ”یہ تو صرف ایک معمولی سا آدمی ہے جو تمہیں تمہارے باپ دادا کے معبودوں یعنی بتوں سے روکنا چاہتا ہے۔“ اور وہ قرآن شریف کے بارے میں کہتے ہیں: ”یہ تو ایک ایسا کلام ہے جو گھڑا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی نسبت جھوٹی ہے۔“ قرآن کو جھوٹ قرار دینے کے لئے کفار کی ایک جہالت یہ بھی تھی کہ جب ان کے پاس قرآن آیا تو انہوں نے کہا: یہ تو صرف ایک کھلا جادو ہے۔ **درس:** اپنے باپ دادوں کے باطل طریقے کو شرعی احکام کے مقابلے میں ترجیح دینا کفار کا کام ہے۔ اس سے ان لوگوں کو نصیحت حاصل کرنی چاہئے جو غیر شرعی رسوم پر عمل کرنے کی یہ دلیل دیتے ہیں کہ ہمارے بڑے بوڑھے سب اسی طرح کرتے آئے ہیں اور شرعی حکم بتانے والے سے کہتے ہیں کہ ہماری عمر گزر گئی، ہم نے تو کبھی ایسا نہیں سنا، تم پتا نہیں کہاں سے نئے نئے

Go to Index

وَقَالَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا لِلۡحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمۡ ۙ اِنۡ هٰذَاۤ اِلَّا سِحۡرٌ مُّبِيۡنٌ ﴿۴۳﴾

اور کافروں نے حق کو کہا جب وہ ان کے پاس آیا یہ تو صرف ایک کھلا جادو ہے○

وَمَاۤ اٰتَيۡنٰهُمۡ مِّنۡ كُتُبٍ يَّدۡرُسُوۡنَهَا وَمَاۤ اَرۡسَلۡنَاۤ اِلَيۡهِمۡ قَبۡلَكَ مِنۡ نَّذِيۡرٍ ؕ﴿۴۴﴾

اور ہم نے انہیں کتابیں نہ دیں جنہیں وہ پڑھتے ہوں اور نہ تم سے پہلے ان کے پاس کوئی ڈر سنانے والا بھیجا○

وَكَذَّبَ الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ ۙ وَمَا بَلَغُوۡا مِعۡشَارَ مَاۤ اٰتَيۡنٰهُمۡ فَكَذَّبُوۡا

اور ان سے پہلے لوگوں نے بھی جھٹلایا اور یہ لوگ تو اس (مال ودولت) کے دسویں حصے کو بھی نہیں پہنچے جو ہم نے ان (پہلے لوگوں) کو دیا تھا پھر انہوں نے

رُسُلِىۡ ۠ فَكَيۡفَ كَانَ نَكِيۡرِ ﴿۴۵﴾ ع قُلۡ اِنَّمَاۤ اَعِظُكُمۡ بِوَاحِدَةٍ ۚ اَنۡ تَقُوۡمُوۡا لِلّٰهِ

میرے رسولوں کو جھٹلایا تو میرا انکار کرنا کیسا ہوا؟○ تم فرماؤ: میں تمہیں ایک نصیحت کرتا ہوں کہ تم اللہ کے لیے کھڑے رہو

مَثۡنٰى وَفُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوۡا ۠ مَا بِصَاحِبِكُمۡ مِّنۡ جِنَّةٍ ؕ اِنۡ هُوَ اِلَّا نَذِيۡرٌ

دو دو ہو کر اور اکیلے اکیلے پھر تم غور وفکر کرو (تو تم جان جاؤ گے) کہ تمہارے ان صاحب میں جنون کی کوئی بات نہیں۔ وہ تو تمہیں

مسئلے نکال لاتے ہو۔

آیت 44 فرمایا کہ اے حبیب! آپ سے پہلے عرب کے مشرکین کے پاس نہ کوئی کتاب آئی جس میں شرک کے صحیح ہونے پر کوئی دلیل ہو اور نہ ان کے پاس کوئی رسول آیا جس کی طرف یہ لوگ اپنے دین کو منسوب کر سکیں تو یہ جس خیال پر ہیں ان کے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں، وہ صرف ان کے نفس کا فریب ہے۔

آیت 45 پہلی اُمتوں نے کفارِ قریش کی طرح رسولوں کی تکذیب کی اور جو قوت، مال واولاد کی کثرت اور لمبی عمریں پہلوں کو دی گئی تھیں مشرکینِ قریش کے پاس تو اس کا دسواں حصہ بھی نہیں، موجودہ کافروں سے پہلے لوگ تو اِن سے طاقت، قوت اور مال و دولت میں دس گنا زیادہ تھے۔ پھر پہلے تکذیب کرنے والوں نے جب میرے رسولوں کو جھٹلایا تو میں نے اپنے عذاب سے انہیں ہلاک کر دیا اور ان کی طاقت و قوت اور مال و دولت کوئی چیز بھی کام نہ آئی تو اِن کفارِ قریش کی کیا حقیقت ہے؟ انہیں سابقہ امتوں پر نازل ہونے والے عذاب سے ڈرنا چاہیے۔

آیت 46 فرمایا کہ اے حبیب! آپ فرمادیں: اے لوگو! میں تمہیں ایک نصیحت کرتا ہوں، اگر تم نے اس پر عمل کیا تو تم پر حق واضح ہو جائے گا۔ وہ نصیحت یہ ہے کہ تم صحیح نتیجے تک پہنچنے کی نیّت سے اللہ تعالیٰ کے لیے دو دو ہو کر کھڑے رہو تاکہ باہم مشورہ کر سکو اور اکیلے اکیلے بھی غور کر لو تاکہ پوری توجہ سے تعصّب اور طرفداری وغیرہ سے خالی ہو کر غور کر سکو۔ یوں دونوں طریقے سے تم سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بارے میں غور کرو کہ کیا کفار جو آپ کی طرف جنون کی نسبت کرتے ہیں اس میں سچائی کا کچھ شائبہ بھی ہے؟ تمہارے اپنے تجربہ میں، قریش میں یا پوری بنی نوعِ انسانی میں کوئی شخص بھی اس مرتبے کا عقلمند نظر آیا ہے؟ کیا ایسا معتدل،

لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ ﴿٤٦﴾ قُلْ مَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ ؕ

ایک سخت عذاب سے پہلے صرف ڈرانے والے ہیں ○ تم فرماؤ: میں نے تم سے اس (تبلیغ) پر کوئی معاوضہ مانگا ہو تو وہ تمہارے لئے۔

اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿٤٧﴾ قُلْ اِنَّ رَبِّيْ

میرا اجر تو اللہ ہی پر ہے اور وہ ہر چیز پر گواہ ہے○ تم فرماؤ: بیشک تمام پوشیدہ

يَقْذِفُ بِالْحَقِّ ۚ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿٤٨﴾ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ

چیزوں کا جاننے والا میرا رب حق القاء فرماتا ہے○ تم فرماؤ: حق آگیا اور باطل کی نہ ابتدا رہے

وَمَا يُعِيْدُ ﴿٤٩﴾ قُلْ اِنْ ضَلَلْتُ فَاِنَّمَآ اَضِلُّ عَلٰى نَفْسِيْ ۚ وَاِنِ اهْتَدَيْتُ

اور نہ لوٹ کر آئے○ تم فرماؤ: اگر میں بھٹک جاؤں تو اپنی جان کے خلاف ہی بھٹکوں گا اور اگر میں نے ہدایت پائی ہے

درست سوچ والا، ایسا سچا، ایسا پاک نفس کوئی اور بھی پایا ہے؟ جب تمہارا نفس حکم کردے اور تمہارا ضمیر مان لے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم ان اوصاف میں یکتا ہیں تو تم یقین جانو کہ تمہارے ان صاحب میں جنون کی کوئی بات نہیں۔ وہ تو اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں اور تمہیں آخرت کے عذاب سے پہلے صرف ڈرانے والے ہیں۔

آیت 47 فرمایا کہ اے حبیب! آپ کفار سے فرمادیں کہ میں نصیحت و ہدایت اور تبلیغ و رسالت پر تم سے کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا، اگر میں نے تم سے اس تبلیغ پر کوئی معاوضہ مانگا ہو تو وہ تمہیں ہی مبارک ہو، اسے اپنے پاس سنبھال کر رکھو، میرا اجر و ثواب تو اللہ تعالیٰ ہی کے ذمّۂ کرم پر ہے اور وہ ہر چیز پر گواہ ہے، لہٰذا وہ جانتا ہے کہ میں نے تمہیں نصیحت کرنے اور اس کی طرف بلانے پر صرف اسی سے اجر طلب کیا ہے۔

آیت 48 اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! آپ فرمادیں کہ بیشک میرا رب عزوجل اپنے انبیاء علیہم السّلام کی طرف وحی نازل فرماتا ہے اور زمین و آسمان میں مخلوق سے پوشیدہ ہر چیز کو سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔

آیت 49 فرمایا کہ اے حبیب! آپ فرمادیں کہ حق یعنی قرآن اور اسلام آگیا اور باطل یعنی شرک و کفر مٹ گیا، نہ اُس کی ابتدا رہی، نہ اس کا اعادہ، مراد یہ ہے کہ وہ ہلاک ہوگیا اور اس کا کوئی اثر باقی نہ بچا کہ دلیل و حقیقت کی دنیا میں باطل کا اِثبات کرنا اب ممکن نہیں، بقیہ ضد و انانیت کا تو کوئی جواب ہو نہیں سکتا۔

آیت 50 کفارِ مکہ حضور سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے کہتے تھے کہ آپ گمراہ ہوگئے ہیں (مَعَاذَ اللہ) اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو حکم دیا کہ اِن سے فرمادیں: اگر یہ فرض کیا جائے کہ میں بھٹک گیا تو اس کا وبال میرے نفس پر ہے اور اگر میں نے ہدایت پائی ہے تو حکمت و بیان کی اس وحی کے سبب ہدایت پائی ہے جو میرا رب عزوجل میری طرف بھیجتا ہے۔ مزید فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ سننے والا نزدیک ہے، ہر راہ یاب اور گمراہ کو جانتا ہے اور ان کے عمل و کردار سے باخبر ہے۔ **اہم بات:** انبیاءِ کرام علیہم السّلام سے گناہ

Go to Index

فَبِمَا يُوْحِیْۤ اِلَیَّ رَبِّیْ ؕ اِنَّهٗ سَمِیْعٌ قَرِیْبٌ ۝۵۰ وَ لَوْ تَرٰۤی اِذْ فَزِعُوْا

تواس وحی کے سبب جو میرا رب میری طرف بھیجتا ہے۔ بیشک وہ سننے والا نزدیک ہے ○ اور کسی طرح تم دیکھتے جب وہ گھبرائے ہوئے ہوں گے

فَلَا فَوْتَ وَ اُخِذُوْا مِنْ مَّكَانٍ قَرِیْبٍ ۝۵۱ وَّ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِهٖ ۚ وَ اَنّٰی لَهُمُ

پھر بچ کر نکلنا ممکن نہ ہوگا اور ایک قریب کی جگہ سے انہیں پکڑ لیا جائے گا ○ اور کہیں گے ہم اس پر ایمان لائے اور اب ان کیلئے

التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍۭ بَعِیْدٍ ۝۵۲ وَّ قَدْ كَفَرُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ۚ وَ یَقْذِفُوْنَ بِالْغَیْبِ

دور کی جگہ سے (ایمان) پالینا کیسے ہوگا؟ ○ حالانکہ وہ پہلے اس کا انکار کرچکے اور بغیر دیکھے ہی دور کی

مِنْ مَّكَانٍۭ بَعِیْدٍ ۝۵۳ وَ حِیْلَ بَیْنَهُمْ وَ بَیْنَ مَا یَشْتَهُوْنَ كَمَا فُعِلَ بِاَشْیَاعِهِمْ مِّنْ قَبْلُ ؕ

جگہ سے پھینکتے تھے ○ اور ان کے درمیان اور ان کی چاہت کے درمیان رکاوٹ ڈال دی گئی جیسے ان کے پہلے گروہوں کے ساتھ کیا گیا تھا

اِنَّهُمْ كَانُوْا فِیْ شَكٍّ مُّرِیْبٍ ۝۵۴ ع ٦

بیشک وہ دھوکا ڈالنے والے شک میں تھے ○

نہیں ہوسکتا اور نہ کبھی وہ گمراہ ہوسکتے ہیں اور حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تو سردارِ انبیاءِ کرام علیہم السّلام ہیں، وہ بھی ضلالت و معصیت سے پاک ہیں۔ یہاں سمجھانے کے لئے اِس انداز میں کلام فرمایا گیا ہے۔

آیت 51 فرمایا کہ اگر آپ اس وقت کفار کو دیکھتے تو بڑا ہولناک منظر دیکھتے جب وہ موت کے وقت یا قبر سے اُٹھنے کے وقت یا بدر کے دن گھبرائے ہوئے ہوں گے، پھر ان کے لئے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ کر نکلنا ممکن نہ ہوگا اور نہ ہی وہ کسی جگہ بھاگ کر یا پناہ لے کر اس سے نجات حاصل کر سکیں گے اور وہ جہاں بھی ہوں گے انہیں ایک قریب کی جگہ سے پکڑ لیا جائے گا کیونکہ وہ کہیں بھی ہوں اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے دور نہیں ہوسکتے۔

آیت 52،53 آیات کا معنٰی یہ ہے کہ جب کفار عذاب دیکھیں گے تو کہیں گے: ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ایمان لائے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اب وہ مُکَلَّف ہونے کی جگہ (یعنی دنیا) سے دور ہو کر توبہ و ایمان کیسے پاسکیں گے؟ حالانکہ عذاب دیکھنے سے پہلے وہ اس کا انکار کرچکے ہیں اور جب ان سے ایمان کا مطالبہ کیا جارہا تھا، اس وقت اپنے باطل خیالوں اور اندازوں سے توحید و رسالت کا ایسے اِنکار کرتے تھے جیسے کوئی شخص کسی چیز کو دیکھے بغیر دور سے نشانے لگاتا رہے۔ جیسے بے دیکھے تیر نشانے پر نہیں لگتے ایسے ہی کفار کا بے دلیل ہی انکارِ توحید و رسالت بے کار ہے۔

آیت 54 فرمایا کہ کفار کے درمیان اور ان کی چاہت توبہ و ایمان قبول کرنے کے درمیان رکاوٹ ڈال دی گئی جیسے ان کے پہلے گروہوں کے ساتھ کیا گیا تھا کہ اُن کی توبہ و ایمان ناامیدی کے وقت قبول نہ فرمائی گئی، بیشک کفار ایمانیات کے متعلق دھوکا ڈالنے والے شک میں تھے۔

ایاتھا ۴۵ | ۳۵ سُوۡرَۃُ فَاطِرٍ مَکِّیَّۃٌ ۴۳ | رکوعاتھا ۵

سورۂ فاطر مکیہ ہے، اس میں پینتالیس آیتیں اور پانچ رکوع ہیں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ جَاعِلِ الۡمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا اُولِیۡۤ اَجۡنِحَۃٍ مَّثۡنٰی وَ ثُلٰثَ

تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جو آسمانوں اور زمین کا بنانے والا ہے، فرشتوں کو رسول بنانے والا ہے جن کے دو دو تین تین

وَ رُبٰعَ ؕ یَزِیۡدُ فِی الۡخَلۡقِ مَا یَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ﴿۱﴾ مَا یَفۡتَحِ اللّٰہُ لِلنَّاسِ

چار چار پر ہیں، پیدائش میں جو چاہتا ہے بڑھا دیتا ہے بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے ○ اللہ لوگوں کے لیے جو رحمت

سورۂ فاطر کا تعارف یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔اس میں 5 رکوع اور 45 آیتیں ہیں۔فاطر کا معنی ہے بنانے والا، اور اس سورت کی پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ کا یہ وصف بیان کیا گیا ہے کہ وہ آسمانوں اور زمینوں کو بنانے والا ہے، اس مناسبت سے اسے ''سورۂ فاطر'' کہتے ہیں۔ نیز اس سورت کو ''سورۂ ملائکہ'' بھی کہتے ہیں کیونکہ اس کی پہلی آیت میں فرشتوں کا ذکر ہے۔ **مضامین:** اس سورت کی ابتداء میں کفارِ مکہ کے جھٹلانے پر حضور پُرنور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو تسلی دی گئی ہے۔ شیطان کے فریب سے بچنے کا حکم دیا اور یہ بتایا گیا کہ شیطان تمہارا دشمن ہے تم بھی اسے دشمن سمجھو۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے آثار بیان کئے گئے ہیں۔ یہ بتایا گیا کہ جو گناہوں سے بچا اور نیک اعمال کئے تو اس میں اس کا اپنا ہی بھلا ہے۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی امت کے لوگوں کے مختلف درجات بیان کئے گئے ہیں۔ جنت میں مسلمانوں کا اور جہنم میں کافروں کا حال بیان کیا گیا ہے۔ یہ بیان فرمایا کہ جو کفر کرے گا تو اس میں اس کا اپنا ہی نقصان ہے۔ سورت کے آخر میں گناہگاروں کو مہلت دینے کی حکمت بیان کی گئی ہے۔

آیت 1 ارشاد فرمایا کہ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں جو آسمانوں اور زمین کو کسی سابقہ مثال کے بغیر بنانے والا ہے، ان فرشتوں کو اپنے انبیاءِ کرام علیہم السّلام کی طرف رسول (یعنی قاصد) بنانے والا ہے جن کے دو دو تین تین چار چار پَر ہیں۔ مزید فرمایا: **پیدائش میں جو چاہتا ہے بڑھا دیتا ہے۔** یعنی اللہ تعالیٰ فرشتوں کی بناوٹ اور ان کے پروں میں جس طرح چاہتا ہے اضافہ فرماتا ہے۔ یونہی انسانی جسم کی بناوٹ میں یا اس کی عقل و علم میں یا اس کے نفس کی پاکیزگی میں جس طرح چاہتا ہے اپنی مَشِیَّت اور حکمت کے مطابق اضافہ فرما دیتا ہے۔ آیت کے آخر میں فرمایا: بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

آیت 2 اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے لیے اپنی رحمت کے خزانوں میں سے جو رحمت کسی کے لئے کھول دے جیسے صحت، امن و سلامتی، علم و حکمت، بارش اور رزق وغیرہ، تو اسے روکنے پر کوئی قدرت نہیں رکھتا اور جس چیز کو روک دے تو اسے جاری کرنے کی کوئی قدرت نہیں رکھتا۔ اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز پر غالب ہے اور وہ جو کچھ بھی کرتا ہے سب حکمت اور مصلحت کے مطابق ہے۔

مِنۡ رَّحۡمَةٍ فَلَا مُمۡسِكَ لَهَا ۚ وَمَا يُمۡسِكۡ ۙ فَلَا مُرۡسِلَ لَهٗ مِنۡۢ بَعۡدِهٖ ؕ وَهُوَ

کھول دے اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جو کچھ روک دے تو اس کے روکنے کے بعد اسے کوئی چھوڑنے والا نہیں اور وہی

الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ ۝۲ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اذۡكُرُوۡا نِعۡمَتَ اللّٰهِ عَلَيۡكُمۡ ؕ هَلۡ مِنۡ خَالِقٍ غَيۡرُ اللّٰهِ

غالب، حکمت والا ہے○ اے لوگو! اپنے اوپر اللہ کا احسان یاد کرو۔ کیا اللہ کے سوا اور بھی کوئی خالق ہے

يَرۡزُقُكُمۡ مِّنَ السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۖ فَاَنّٰى تُؤۡفَكُوۡنَ ۝۳ وَاِنۡ

جو آسمان اور زمین سے تمہیں روزی دیتا ہے ؟ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، تو تم کہاں الٹے پھرے جاتے ہو؟○ اور اگر

يُّكَذِّبُوۡكَ فَقَدۡ كُذِّبَتۡ رُسُلٌ مِّنۡ قَبۡلِكَ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرۡجَعُ الۡاُمُوۡرُ ۝۴ يٰۤاَيُّهَا

یہ تمہیں جھٹلاتے ہیں تو بیشک تم سے پہلے کتنے ہی رسول جھٹلائے گئے اور سب کام اللہ ہی کی طرف پھیرے جاتے ہیں○ اے

النَّاسُ اِنَّ وَعۡدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الۡحَيٰوةُ الدُّنۡيَا ٚ وَلَا يَغُرَّنَّكُمۡ بِاللّٰهِ الۡغَرُوۡرُ ۝۵

لوگو! بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے تو ہرگز دنیا کی زندگی تمہیں دھوکا نہ دے اور ہرگز بڑا فریبی تمہیں اللہ کے بارے میں فریب نہ دے○

آیت 3 ارشاد فرمایا: اے لوگو! اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کا احسان یاد کرو کہ اس نے تمہارے لئے زمین کو فرش بنایا، آسمان کو بغیر کسی ستون کے قائم کیا، اپنی راہ بتانے اور حق کی دعوت دینے کے لئے رسولوں علیہم السّلام کو بھیجا اور تم پر رزق کے دروازے کھولے۔ کیا اللہ تعالیٰ کے سوا اور بھی کوئی خالق ہے جو آسمان سے بارش برسا کر اور زمین سے طرح طرح کے نباتات پیدا کر کے تمہیں روزی دیتا ہے؟ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، تو تم کہاں الٹے پھرے جاتے ہو اور یہ جانتے ہوئے کہ وہی خالق اور رازق ہے ایمان اور توحید سے کیوں پھرتے ہو؟

آیت 4 فرمایا کہ اے پیارے حبیب! کفار پر حجتیں قائم کر دینے کے باوجود بھی اگر یہ آپ کی رسالت کو نہیں مانتے اور توحید، مرنے کے بعد اٹھائے جانے، حساب اور عذاب کا انکار کرتے ہیں تو آپ تسلی رکھیں اور ان کے جھٹلانے پر غم نہ کریں، بیشک آپ سے پہلے کتنے ہی رسول جھٹلائے گئے، تو جس طرح انہوں نے صبر کیا آپ بھی صبر فرمائیے کیونکہ کفار کا انبیاءِ کرام علیہم السّلام کے ساتھ شروع سے یہی دستور چلا آرہا ہے۔ اور سب کام بالآخر اللہ تعالیٰ ہی کی طرف پھیرے جاتے ہیں تو وہ آخرت میں جھٹلانے والوں کو سزا دے گا اور رسولوں کو انعامات سے نوازے گا۔

آیت 5 اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے لوگو! بیشک اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے، قیامت ضرور آنی ہے، مرنے کے بعد ضرور اُٹھنا ہے، اعمال کا حساب یقیناً ہوگا اور ہر ایک کو اس کے کئے کی جزاء یقیناً ملے گی، تو ہرگز دنیا کی زندگی تمہیں دھوکا نہ دے کہ اس کی لذّتوں میں مشغول ہو کر تم آخرت کو بھول جاؤ اور گناہوں پر اِصرار کے باوجود شیطان تمہارے دلوں میں یہ وسوسہ ڈال کر اللہ تعالیٰ کے عَفْو و کرم کے بارے میں تمہیں ہرگز فریب نہ دے کہ تم جو چاہو عمل کرو، اللہ تعالیٰ تمہارے تمام گناہوں کو

اِنَّ الشَّيۡطٰنَ لَـكُمۡ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوۡهُ عَدُوًّا‌ ؕ اِنَّمَا يَدۡعُوۡا حِزۡبَهٗ لِيَكُوۡنُوۡا مِنۡ اَصۡحٰبِ السَّعِيۡرِ ؕ ﴿٦﴾

بیشک شیطان تمہارا دشمن ہے تو تم بھی اسے دشمن سمجھو، وہ تو اپنے گروہ کو اسی لیے بلاتا ہے تاکہ وہ بھی دوزخیوں میں سے ہو جائیں ○

اَلَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا لَهُمۡ عَذَابٌ شَدِيۡدٌ ؕ وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمۡ

کافروں کے لیے سخت عذاب ہے اور ایمان لانے والوں اور اچھے کام کرنے والوں کے لیے بخشش اور بڑا ثواب

١٣ ع ١ مَّغۡفِرَةٌ وَّاَجۡرٌ كَبِيۡرٌ ﴿٧﴾ ع اَفَمَنۡ زُيِّنَ لَهٗ سُوۡٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا ؕ فَاِنَّ اللّٰهَ

ہے ○ تو کیا وہ شخص جس کیلئے اس کا برا عمل خوبصورت بنا دیا گیا تو وہ اسے اچھا (ہی) سمجھتا ہے (کیا وہ ہدایت یافتہ آدمی جیسا ہو سکتا ہے؟)

يُضِلُّ مَنۡ يَّشَآءُ وَيَهۡدِىۡ مَنۡ يَّشَآءُ ‌ۖ فَلَا تَذۡهَبۡ نَفۡسُكَ عَلَيۡهِمۡ حَسَرٰتٍ ‌ؕ

تو بیشک اللہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہتا ہے اور راہ دکھاتا ہے جسے چاہتا ہے، تو حسرتوں کی وجہ سے ان پر تمہاری جان نہ چلی جائے۔

بخش دے گا۔ یہ وسوسہ ذہن سے نکال دو۔ **اہم بات:** گناہگار کی مغفرت ہو جانا، ممکن ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مغفرت نہ ہو بلکہ عذاب ہی ہو، لہٰذا مغفرت کی امید پر گناہ کرنا ایسے ہے جیسے ناساز طبیعت کے درست ہونے کی امید پر زہر کھانا کہ ہو سکتا ہے کہ بچ جائے اور ہو سکتا ہے مر جائے۔ **درس:** فی زمانہ بھی یہ شیطانی دھوکہ عام ہے کہ ہم گناہ کر رہے تو کیا ہوا؟ اللہ تعالیٰ ہمیں بخش دے گا اور بعض لوگ یہ سوچ کر گناہ کرتے ہیں کہ ہم بعد میں توبہ کر لیں گے۔ یہ شیطانی وار ہیں اور آیت میں ایسے ہی شیطانوں حملوں سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے۔

آیت 6 ارشاد فرمایا کہ شیطان تمہارا بڑا پرانا دشمن ہے اور اس کی یہ دشمنی ختم نہ ہو گی لہٰذا تم بھی اپنے عقائد اور اعمال کے معاملے میں اسے اپنا دشمن سمجھو اور اس کی اطاعت نہ کرو بلکہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں مشغول رہو، شیطان تو اپنی پیروی کرنے والوں کو کفر کی طرف اسی لیے بلاتا ہے تاکہ وہ بھی دوزخیوں میں سے ہو جائیں۔

آیت 7 یہاں اللہ تعالیٰ نے شیطان کی پیروی کرنے والوں اور اس کے مخالفین کا حال تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: کافروں کے لیے جو شیطان کے گروہ میں سے ہیں ان کے کفر کے سبب سخت عذاب ہے اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے اور شیطان کی راہ پر نہ چلے، ان کے لیے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔

آیت 8 **شانِ نزول:** مشرک و کافر لوگ اپنے شرک و کفر جیسے قبیح افعال کو شیطان کے بہکانے سے اچھا سمجھتے ہیں، یونہی یہ بدعتی اور نفسانی خواہشات پر چلنے والے اِس جہالت کا شکار ہیں جیسے خارجیوں نے توحید کا نام لے کر مولا علی رضی اللہ عنہ کو غلط کہا اور معتزلیوں نے بھی توحید کا نام لے کر اہل سنت کو گمراہ کہا اور جدید زمانے میں بے حیائی کو آرٹ اور فن کے نام پر اچھا سمجھا جاتا ہے۔ ان سب کے لئے یہ آیت ہے کہ وہ شخص جس کیلئے اس کا برا عمل خوبصورت بنا دیا گیا تو وہ اسے اچھا ہی سمجھتا ہے، کیا وہ ہدایت یافتہ آدمی جیسا ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں، وہ تو اس بدکار سے بدرجہا بدتر ہے جو اپنے خراب عمل کو کم از کم برا تو جانتا ہو اور حق کو حق اور باطل کو باطل تو سمجھتا ہو۔ مزید فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے راہ دکھاتا ہے۔ مزید فرمایا کہ کافروں کو خدا کا پیغام پہنچا دینا کافی ہے، اس پر بہت زیادہ غمگین

اِنَّ اللّٰهَ عَلِيۡمٌۢ بِمَا يَصۡنَعُوۡنَ ﴿٨﴾ وَاللّٰهُ الَّذِيۡۤ اَرۡسَلَ الرِّيٰحَ فَتُثِيۡرُ سَحَابًا

بیشک اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں○ اور اللہ ہی ہے جس نے ہوائیں بھیجیں تووہ ہوائیں بادل کو ابھارتی ہیں

فَسُقۡنٰهُ اِلٰى بَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَحۡيَيۡنَا بِهِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِهَا ؕ كَذٰلِكَ النُّشُوۡرُ ﴿٩﴾

پھر ہم اسے کسی مردہ شہر کی طرف رواں کرتے ہیں تواس کے سبب ہم زمین کواس کی موت کے بعد زندہ فرماتے ہیں۔یونہی حشر میں اٹھنا ہے○

مَنۡ كَانَ يُرِيۡدُ الۡعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الۡعِزَّةُ جَمِيۡعًا ؕ اِلَيۡهِ يَصۡعَدُ الۡكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالۡعَمَلُ الصَّالِحُ

جو عزت کا طلب گار ہو تو ساری عزت اللہ ہی کے پاس ہے۔ پاکیزہ کلام اسی کی طرف بلند ہوتا ہے اور نیک عمل کو

يَرۡفَعُهٗ ؕ وَالَّذِيۡنَ يَمۡكُرُوۡنَ السَّيِّاٰتِ لَهُمۡ عَذَابٌ شَدِيۡدٌ ؕ وَمَكۡرُ اُولٰٓئِكَ هُوَ يَبُوۡرُ ﴿١٠﴾

وہ بلند کرتا ہے اور وہ لوگ جو برے مکرو فریب کرتے ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہے اور ان کا مکر وفریب برباد ہوگا○

ہونے کی حاجت نہیں۔ غموں کی وجہ سے ان پر آپ کی جان نہ چلی جائے۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے اعمال کو یقیناً خوب جانتا ہے تو وہ انہیں ان کے اعمال کی سزا دے گا۔ **اہم باتیں:** (1) تمام بدمذہب خواہ وہ انبیاءِ کرام علیہم السّلام اور اولیاءِ عظام رحمۃ اللہ علیہم کے گستاخ ہوں یا صحابۂ کرام اور اہلبیت رضی اللہ عنہم کے بے ادب یا ائمہ دین کو کم عقل سمجھنے اور اپنی تحقیق کو ان پر فوقیت دینے والے یا جری و بے باک نئے مُتَجَدِّدِین، یہ سب بدعتی اور نفسانی خواہشات پر چلنے والوں کے زمرہ میں داخل ہیں۔ (2) مُبلِّغ کی تبلیغ کا اثر ظاہر نہ ہو رہا ہو تو اسے بہت زیادہ غم زدہ نہیں ہونا چاہیے بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا پر نظر رکھنی چاہیے۔

آیت 9 ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے ہوائیں بھیجیں تو وہ ہوائیں بادل کو ابھارتی ہیں، پھر ہم اسے کسی مردہ شہر کی طرف رواں کرتے ہیں جس میں سبزہ اور کھیتی نہیں اور خشک سالی سے وہاں کی زمین بے جان ہوگئی ہے تو اس بادل سے نازل ہونے والی بارش کے سبب ہم زمین کو اس کے مرنے (یعنی خشک ہونے) کے بعد زندہ فرماتے ہیں اور اس کو سرسبز و شاداب کر دیتے ہیں، اس سے ہماری قدرت ظاہر ہے اور جس طرح ہم خشک زمین کو سرسبز و شاداب کرتے ہیں اسی طرح حشر میں مُردوں کو اٹھائیں گے۔ **اہم بات:** یہ سمجھانے کے لئے لوگوں کی عقل کے موافق ایک قیاس والا انداز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کے حالات پر آخرت کے حالات کو قیاس کرنے کا حکم فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ قیاس ایک حق اور درست چیز ہے۔

آیت 10 کفار بتوں سے عزت طلب کیا کرتے تھے اور منافقین کافروں کے پاس عزت ڈھونڈتے تھے، تو یہاں آیت میں اللہ تعالیٰ نے واضح فرما دیا کہ دنیا اور آخرت میں صرف وہی عزت کا مالک ہے، جسے چاہے عزت دے، لہٰذا جو عزت کا طلب گار ہو وہ اللہ تعالیٰ سے عزت طلب کرے اور یہ بات قطعی ہے کہ حقیقی عزت طلب کرنے کا ذریعہ ایمان اور اعمالِ صالحہ ہیں۔ مزید فرمایا: **پاکیزہ کلام اسی کی طرف بلند ہوتا ہے۔** اس کا معنی یہ ہے کہ پاکیزہ کلام اس کی قبولیت اور رضا کے محل تک پہنچتا ہے۔ پاکیزہ کلام سے مراد کلمہ توحید، تسبیح و تحمید اور تکبیر، ذکر، تلاوتِ قرآن اور دعا مراد ہیں۔ یہ تمام چیزیں زندگی کے معمولات میں شامل کرنی چاہئیں۔ پاکیزہ کلام میں نیکی کی دعوت کیلئے ادا کئے جانے والے کلمات بھی داخل ہیں۔ مزید فرمایا: **اور نیک عمل کو وہ بلند کرتا ہے۔** نیک کام سے مراد وہ عمل اور

وَ اللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا ؕ وَ مَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى

اور اللہ نے تمہیں مٹی سے بنایا پھر پانی کی بوند سے پھر تمہیں جوڑے جوڑے کیا اور کوئی مادہ اللہ کے علم کے بغیر نہ حاملہ ہوتی ہے

وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ؕ وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖۤ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ

اور نہ ہی بچہ جنتی ہے اور جس بڑی عمر والے کو عمر دی جائے یا جس کسی کی عمر کم رکھی جائے یہ سب ایک کتاب میں ہے بیشک یہ

عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿۱۱﴾ وَمَا يَسْتَوِی الْبَحْرٰنِ ۖۗ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَآئِغٌ شَرَابُهٗ وَهٰذَا مِلْحٌ

اللہ پر بہت آسان ہے○ اور دونوں سمندر برابر نہیں، یہ میٹھا خوب میٹھا ہے اس کا پانی خوشگوار ہے اور یہ (دوسرا) نمکین

اُجَاجٌ ؕ وَمِنْ كُلٍّ تَاْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْنَ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى

بہت کڑوا ہے اور ہر ایک سے تم تازہ گوشت کھاتے ہو اور وہ زیور نکالتے ہو جسے تم پہنتے ہو اور تو کشتیوں کو

عبادت ہے جو اخلاص سے ہو۔ اور یہ معنیٰ بھی ممکن ہے کہ نیک عمل عمل کرنے والے کا مرتبہ بلند کرتے ہیں تو جو عزت چاہے اس پر لازم ہے کہ نیک عمل کرے۔ مزید فرمایا: **اور وہ لوگ جو برے مکر و فریب کرتے ہیں۔** یہاں مکر کرنے والوں سے مراد وہ قریش ہیں جنہوں نے دارُ النَّدْوَہ میں جمع ہو کر نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے بارے میں قید کرنے، قتل کرنے اور جلاوطن کرنے کے مشورہ کئے تھے۔ اس حصے کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ لوگ جو برے مکر و فریب کرتے ہیں ان کے لیے دنیا و آخرت میں سخت عذاب ہے اور ان کا مکر و فریب برباد ہوگا اور وہ اپنے فریب میں کامیاب نہ ہوں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، حضور سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم ان کے شر سے محفوظ رہے اور اُنہوں نے اپنی مکاریوں کی سزائیں پائیں کہ بدر میں قید بھی ہوئے، قتل بھی کئے گئے اور مکہ مکرمہ سے نکالے بھی گئے۔

آیت 11 اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے پہلے اپنی قدرت کا بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السّلام کو مٹی سے بنایا، پھر ان کی نسل کو پانی کی بوند سے بنایا، پھر تمہیں مرد و عورت دو جوڑے بنایا۔ اس کے بعد کمالِ علم کا ذکر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ رحم میں ہر بچے کی تخلیق سے پہلے بلکہ بعد کے بھی تمام حالات سے خبردار ہے۔ پھر اپنے ارادے کے نفاذ کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ جس بڑی عمر والے کو عمر دی جائے یا جس کسی کی عمر کم رکھی جائے، یہ سب ایک کتاب یعنی لوحِ محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔ تو جب اللہ تعالیٰ ہی قادر، عالِم اور ارادے والا ہے اور بتوں میں قدرت، علم اور ارادہ کچھ بھی نہیں تو وہ عبادت کے مستحق کس طرح ہو سکتے ہیں؟ مزید فرمایا: **بیشک یہ اللہ پر بہت آسان ہے۔** اس کی تفسیر میں اِحتمال یہ ہے کہ مٹی سے انسان کو بنانا اللہ تعالیٰ پر بہت آسان ہے یا مادہ کے حاملہ ہونے اور بچہ جننے کے حالات سے خبردار ہونا اللہ تعالیٰ پر بہت آسان ہے یا کسی کو زیادہ یا کم عمر دینا اللہ تعالیٰ پر بہت آسان ہے۔ نیز اس آیت کا یہ معنی بھی بیان کیا گیا ہے کہ بیشک عمل اور عمر کو لکھ دینا اللہ تعالیٰ پر بہت آسان ہے اور حقیقتاً ساری ہی چیزیں اللہ تعالیٰ کیلئے آسان ہیں۔

آیت 12 اس آیت کی ابتداء میں اللہ تعالیٰ نے مومن اور کافر کے بارے میں ایک مثال بیان فرمائی ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح کھاری اور میٹھے سمندر بعض فوائد میں اگرچہ یکساں ہیں لیکن پانی ہونے میں ایک جیسے ہونے کے باوجود دونوں برابر نہیں کیونکہ پانی سے جو اصل مقصود ہے اس میں یہ مختلف ہیں، اسی طرح مومن اور کافر انسان ہونے میں ایک جیسے ہونے کے باوجود برابر نہیں

الۡفُلۡكَ فِيۡهِ مَوَاخِرَ لِتَبۡتَغُوۡا مِنۡ فَضۡلِهٖ وَلَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُوۡنَ ﴿۱۲﴾ يُوۡلِجُ الَّيۡلَ فِى النَّهَارِ وَ

اس میں پانی کو چیرتے ہوئے دیکھے گا تاکہ تم اس کا فضل تلاش کرو اور تاکہ تم شکر ادا کرو○ وہ رات کو دن میں داخل کر دیتا ہے اور

يُوۡلِجُ النَّهَارَ فِى الَّيۡلِ ۙ وَسَخَّرَ الشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَّجۡرِىۡ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ

دن کو رات میں داخل کر دیتا ہے اور سورج اور چاند کو اس نے کام میں لگا دیا۔ ہر ایک مقررہ میعاد تک چلتا ہے یہی اللہ

رَبُّكُمۡ لَهُ الۡمُلۡكُ ؕ وَالَّذِيۡنَ تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِهٖ مَا يَمۡلِكُوۡنَ مِنۡ قِطۡمِيۡرٍ ؕ ﴿۱۳﴾ اِنۡ تَدۡعُوۡهُمۡ

تمہارا رب ہے، اسی کی بادشاہی ہے اور اس کے سوا جنہیں تم پوجتے ہو وہ کھجور کے چھلکے کے (بھی) مالک نہیں ہیں○ اگر تم ان سے دعا کرو

لَا يَسۡمَعُوۡا دُعَآءَكُمۡ ۚ وَلَوۡ سَمِعُوۡا مَا اسۡتَجَابُوۡا لَـكُمۡ ؕ وَيَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ يَكۡفُرُوۡنَ

تو وہ تمہاری دعا نہیں سنیں گے اور اگر بالفرض سن بھی لیں تو تمہاری دعا قبول نہیں کر سکتے اور قیامت کے دن وہ تمہارے شرک سے

اگرچہ بعض صفات جیسے شجاعت اور سخاوت میں یکساں ہوں کیونکہ یہ دونوں ایک عظیم خاصیت میں مختلف ہیں اور وہ عظیم خاصیت یہ ہے کہ مومن اپنی اصل فطرت یعنی اسلام پر قائم ہے جبکہ کافر اس پر قائم نہیں۔ مزید فرمایا: **اور ہر ایک سے تم تازہ گوشت کھاتے ہو۔** یہاں سے اللہ تعالیٰ نے سمندر سے حاصل ہونے والے فوائد بیان فرمائے ہیں کہ کھاری اور میٹھے دونوں سمندروں میں سے تم مچھلی کا تازہ گوشت کھاتے اور وہ قیمتی موتی نکالتے ہو جسے تم پہنتے ہو اور تم کشتیوں کو دریا میں چلتے ہوئے پانی کو چیرتے ہوئے دیکھو گے اور وہ ایک ہی ہوا میں آتی بھی ہیں، جاتی بھی ہیں، تمہارے لئے سمندر کی یہ تسخیر اس لئے ہے تاکہ تم تجارتوں میں نفع حاصل کر کے اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کرو اور تاکہ تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی شکر گزاری کرو۔ **اہم بات:** زیور اگرچہ عورتیں پہنتی ہیں لیکن چونکہ مَردوں کے لئے پہنتی ہیں اس لئے اس کے نفع کی نسبت دونوں کی طرف ہے، جبکہ شرعی مسئلہ یہ ہے کہ مرد کو موتی وغیرہ پہننا جائز ہے جبکہ عورتوں سے مشابہت نہ ہو اور سونا چاندی پہننا مَردوں کیلئے مُطلَقاً حرام ہے، البتہ ساڑھے چار ماشے سے کم وزن کی ایک نگینے والی چاندی کی انگوٹھی مرد پہن سکتا ہے۔

آیت 13 اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ رات کے کچھ حصے کو کسی موسم میں دن میں داخل کر دیتا ہے تو دن بڑھ جاتا ہے اور دن کے کچھ حصے کو کسی موسم میں رات میں داخل کر دیتا ہے تو رات بڑھ جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے سورج اور چاند کو کام میں لگا دیا، ان میں سے ہر ایک مقررہ میعاد یعنی روزِ قیامت تک چلتا رہے گا کہ جب قیامت آجائے گی تو ان کا چلنا مَوقوف ہو جائے گا۔ یہی اللہ تعالیٰ تمہارا رب ہے جو معبود ہونے، رب اور مالک ہونے کے تمام اَوصاف کا جامع ہے تو تم اسے پہچانو، اس کی وحدانیّت کا اقرار کرو اور اس کی اطاعت کرو اور اللہ تعالیٰ کی بجائے جن بتوں کو تم پوجتے ہو ان کی بے بسی یہ ہے کہ وہ کھجور کے چھلکے کی مقدار بھی تمہیں نفع نہیں پہنچا سکتے۔

آیت 14 فرمایا: جن بتوں کی تم عبادت کرتے ہو اگر تم ان سے دعا کرو تو وہ تمہاری دعا سننے کی صلاحیت نہیں رکھتے کیونکہ وہ بے جان جَمادات ہیں اور اگر بالفرض سن بھی لیں تو وہ تمہاری دعا قبول نہیں کر سکتے کیونکہ وہ اصلاً قدرت نہیں رکھتے اور قیامت کے دن وہ بت تمہارے شرک سے انکار کر دیں گے اور بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے کہیں گے کہ تم ہمیں نہ پوجتے تھے۔ ایسی آیات میں خدا کے

بِشِرۡکِکُمۡ ؕ وَلَا یُنَبِّئُکَ مِثۡلُ خَبِیۡرٍ ﴿۱۴﴾ؑ یٰۤاَیُّہَا النَّاسُ اَنۡتُمُ الۡفُقَرَآءُ اِلَی اللّٰہِ ۚ وَاللّٰہُ ہُوَ ع ۲/۱۴

انکار کردیں گے اور باخبر (خدا) کی طرح تجھے کوئی نہ بتائے گا ○ اے لوگو! تم سب اللہ کے محتاج ہو اور اللہ ہی

الۡغَنِیُّ الۡحَمِیۡدُ ﴿۱۵﴾ اِنۡ یَّشَاۡ یُذۡہِبۡکُمۡ وَیَاۡتِ بِخَلۡقٍ جَدِیۡدٍ ﴿۱۶﴾ۚ وَمَا ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیۡزٍ ﴿۱۷﴾

بے نیاز ، تمام خوبیوں والا ہے ○ اگر وہ چاہے تو تمہیں لے جائے اور نئی مخلوق لے آئے ○ اور یہ اللہ پر کچھ دشوار نہیں ○

وَلَا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزۡرَ اُخۡرٰی ؕ وَاِنۡ تَدۡعُ مُثۡقَلَۃٌ اِلٰی حِمۡلِہَا لَا یُحۡمَلۡ مِنۡہُ

اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی اور اگر کوئی بوجھ والی جان اپنے بوجھ کی طرف کسی کو بلائے گی تو اس کے بوجھ

شَیۡءٌ وَّلَوۡ کَانَ ذَا قُرۡبٰی ؕ اِنَّمَا تُنۡذِرُ الَّذِیۡنَ یَخۡشَوۡنَ رَبَّہُمۡ بِالۡغَیۡبِ

میں سے کچھ بھی نہیں اٹھایا جائے گا اگرچہ قریبی رشتہ دار ہو۔(اے نبی!) تم انہی لوگوں کو ڈراتے ہو جو بغیر دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں

مقرب بندے شامل نہیں ہوتے کہ شرک سے تو وہ بھی یقیناً بیزار ہیں لیکن وہ سنتے، آتے جاتے اور بہت سے اعمال سرانجام دیتے ہیں جیسے شبِ معراج میں تمام انبیاء علیہم السلام مسجد اقصی میں آئے، نماز پڑھی، ملاقات کی، خطبے دیئے اور دیگر بہت سے کام کئے۔ لٰہذا نبیوں، ولیوں کو ایسی آیات میں شامل نہیں کیا جاتا۔ اور اے بندے! دنیاو آخرت کے احوال اور بت پرستی کے انجام کی جیسی خبر اللہ تعالیٰ دیتا ہے اور کوئی نہیں دے سکتا۔

آیت 15 فرمایا کہ اے لوگو! مخلوق میں سے تم سب سے زیادہ اپنی جان، اہل و عیال، مال اور تمام اُمور میں اللہ تعالیٰ کے حاجت مند ہو، تمہیں پلک جھپکنے سے بھی کم مقدار میں اللہ تعالیٰ سے بے نیازی نہیں ہو سکتی اور اللہ تعالیٰ ہی اپنی مخلوق سے بے نیاز ہے، اور وہی مخلوق پر اپنے احسانات اور انعامات کی وجہ سے تمام تعریفوں کا مستحق ہے۔ **اہم بات:** اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی محتاج ہے لیکن اس آیت میں بطورِ خاص انسانوں کو اس لئے مُخاطب کیا گیا کہ انسان ہی مالداری کا دعویٰ کرتے اور اسے اپنی طرف منسوب کرتے ہیں۔

آیت 16،17 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے لوگو! اگر تمہارا رب عزّوجلّ چاہے تو تمہیں ہلاک کردے اور نئی مخلوق لے آئے جو فرمانبردار ہو۔ احکامِ الٰہی کی پیروی کرنے والی اور ممنوعاتِ الٰہی سے رک جانے والی ہو اور یاد رکھو کہ تمہیں ہلاک کرکے نئی مخلوق لے آنا اللہ تعالیٰ پر کچھ دشوار نہیں، تو اے لوگو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس کی فرمانبرداری کرو اس سے پہلے کہ تمہارا رب عزّوجلّ تمہیں ہلاک کردے۔

آیت 18 ارشاد فرمایا: **اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی۔** یعنی قیامت کے دن ہر ایک جان پر اسی کے گناہوں کا بوجھ ہوگا اور کوئی جان کسی دوسرے کے عِوَض نہ پکڑی جائے گی البتہ جو گمراہ کرنے والے ہیں ان کے گمراہ کرنے سے جو لوگ گمراہ ہوئے ان کی تمام گمراہیوں کا بوجھ ان گمراہوں پر بھی ہوگا اور اُن گمراہ کرنے والوں پر بھی اور درحقیقت یہ اُن کی اپنی کمائی ہے دوسرے کی نہیں۔ مزید فرمایا: **اور اگر کوئی بوجھ والی جان اپنے بوجھ کی طرف کسی کو بلائے گی۔** یعنی قیامت کے دن اگر کوئی گناہ گار

وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ وَ مَنْ تَزَكّٰى فَاِنَّمَا یَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ ؕ وَ اِلَى اللّٰهِ الْمَصِیْرُ ﴿۱۸﴾

اور نماز قائم رکھتے ہیں اور جس نے پاکیزگی اختیار کی تو بیشک اس نے اپنی ذات کے لئے ہی پاکیزگی اختیار کی اور اللہ ہی کی طرف پھرنا ہے ○

وَ مَا یَسْتَوِی الْاَعْمٰى وَ الْبَصِیْرُ ﴿۱۹﴾ وَ لَا الظُّلُمٰتُ وَ لَا النُّوْرُ ﴿۲۰﴾ وَ لَا الظِّلُّ وَ لَا الْحَرُوْرُ ﴿۲۱﴾

اور اندھا اور دیکھنے والا برابر نہیں ○ اور نہ اندھیرے اور اجالا ○ اور نہ سایہ اور تیز دھوپ ○

وَ مَا یَسْتَوِی الْاَحْیَآءُ وَ لَا الْاَمْوَاتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یُسْمِعُ مَنْ یَّشَآءُ ۚ وَ مَاۤ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ

اور زندہ اور مردے برابر نہیں۔ بیشک اللہ سناتا ہے جسے چاہتا ہے اور تم انہیں سنانے والے نہیں

شخص کسی دوسرے شخص کو بلائے گا تاکہ وہ اس کے گناہوں کا کچھ بوجھ اپنے سر لے لے تو دوسرا شخص اس کے گناہوں میں سے کچھ بھی اپنے سر نہ لے گا اگرچہ دوسرا شخص بلانے والے کا قریبی رشتہ دار جیسے بیٹا یا باپ ہو۔ مزید فرمایا: **(اے نبی!) تم انہی لوگوں کو ڈراتے ہو جو بغیر دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔** یعنی آپ کا (اللہ تعالیٰ کے غضب سے) ڈرانا صرف ان ہی لوگوں کو فائدہ دیتا ہے جو بغیر دیکھے اپنے رب عزّوجلّ سے ڈرتے ہیں اور اپنے وقت میں نماز قائم رکھتے ہیں اور جس نے پاکیزگی اختیار کی یعنی بدیوں سے بچا اور نیک عمل کئے تو بیشک اس نے اپنی ذات کے لئے ہی پاکیزگی اختیار کی کہ اس نیکی کا نفع وہی پائے گا اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سب کو پھرنا ہے۔ درس: قیامت کے دن آدمی اپنے بھائی، اپنے ماں باپ، اپنی بیوی اور بیٹوں سے بھاگے گا اور ان میں سے ہر ایک کو اس دن ایک ایسی فکر ہوگی جو اسے دوسروں سے لاپرواہ کر دے گی۔ اس دن ماں باپ بیٹے کو لپٹ کر کہیں گے: اے ہمارے بیٹے! ہمارے کچھ گناہ اٹھالے۔ تو وہ کہے گا: یہ میرے لئے ممکن نہیں، میرا اپنا بوجھ کیا کم ہے۔ جب قریبی ترین رشتہ داروں کا قیامت کے دن یہ حال ہو گا تو ان کی خاطر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں مبتلا ہونا کس قدر نادانی ہے۔

آیت 19 اللہ تعالیٰ نے کافر اور مومن کی ذات میں فرق بتایا کہ کافر ایسا ہے جیسے اندھا اور مومن ایسا ہے جیسے دیکھنے والا اور یہ دونوں برابر نہیں۔ بعض مفسرین نے اس آیت کے یہ معنی بیان کئے ہیں کہ جاہل اور عالم برابر نہیں۔

آیت 20 اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کافر اور مومن کے اوصاف میں فرق بیان فرمایا کہ کفر ایسے ہیں جیسے اندھیرے اور ایمان ایسا ہے جیسے اجالا، اور یہ دونوں برابر نہیں۔

آیت 21 اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن کافر اور مومن کے مکان میں فرق بیان فرمایا کہ مومن کا مکان جنت ایسے ہے جیسے سایہ اور کافر کا مکان جہنم ایسے ہے جیسے تیز دھوپ، اور یہ دونوں برابر نہیں۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ سایہ سے مراد حق اور تیز دھوپ سے مراد باطل ہے۔

آیت 22 فرمایا: **اور زندہ اور مردے برابر نہیں۔** یہاں زندوں سے مراد مومنین یا علماء ہیں اور مُردوں سے کفار یا جاہل لوگ مراد ہیں۔ مزید فرمایا: **بیشک اللہ سناتا ہے جسے چاہتا ہے۔** یعنی جس کی ہدایت منظور ہو اسے اللہ تعالیٰ ایمان کی توفیق عطا فرماتا ہے۔ آخر میں فرمایا: **اور تم انہیں سنانے والے نہیں جو قبروں میں پڑے ہیں۔** یہاں کفار کو مُردوں سے تشبیہ دی گئی کہ جس طرح مردے سنی ہوئی

Go to Index

مَنۡ فِى الۡقُبُوۡرِ ﴿۲۲﴾ اِنۡ اَنۡتَ اِلَّا نَذِيۡرٌ ﴿۲۳﴾ اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ بِالۡحَـقِّ بَشِيۡرًا وَّ

جو قبروں میں پڑے ہیں ○ تم تو یہی ڈر سنانے والے ہو ○ اے محبوب! بیشک ہم نے تمہیں حق کے ساتھ خوشخبری دیتے ہوئے اور

نَذِيۡرًا ؕ وَاِنۡ مِّنۡ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيۡهَا نَذِيۡرٌ ﴿۲۴﴾ وَاِنۡ يُّكَذِّبُوۡكَ فَقَدۡ كَذَّبَ الَّذِيۡنَ

ڈراتے ہوئے بھیجا اور کوئی امت ایسی نہیں جس میں کوئی ڈرانے والا نہ گزرا ہو ○ اور اگر یہ تمہیں جھٹلائیں تو ان سے پہلے لوگ بھی

مِنۡ قَبۡلِهِمۡ ۚ جَآءَتۡهُمۡ رُسُلُهُمۡ بِالۡبَيِّنٰتِ وَبِالزُّبُرِ وَبِالۡكِتٰبِ الۡمُنِيۡرِ ﴿۲۵﴾ ثُمَّ اَخَذۡتُ الَّذِيۡنَ

جھٹلا چکے ہیں ان کے پاس ان کے رسول روشن دلیلیں اور صحیفے اور روشن کر دینے والی کتابیں لے کر آئے ○ پھر میں نے کافروں کی

ع ٣/١٢/١٥ كَفَرُوۡا فَكَيۡفَ كَانَ نَكِيۡرِ ﴿۲۶﴾ اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخۡرَجۡنَا بِهٖ ثَمَرٰتٍ

گرفت کی تو میرا انکار کیسا ہوا؟ ○ کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے پانی اتارا تو ہم نے اس سے مختلف رنگوں والے

بات سے نفع نہیں اُٹھا سکتے اور نصیحت قبول نہیں کر سکتے بد انجام کفار کا بھی یہی حال ہے کہ وہ ہدایت و نصیحت سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔ **اہم بات:** اس آیت سے مُردوں کے نہ سننے پر اِستدلال کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ آیت میں قبر والوں سے مراد کفار ہیں نہ کہ مردے اور سننے سے مراد وہ سننا ہے جس پر ہدایت کا نفع مُرتَّب ہو، اور جہاں تک مُردوں کے سننے کا تعلق ہے تو یہ کثیر اَحادیث سے ثابت ہے۔

آیت 23 فرمایا گیا کہ اے حبیب! آپ کی ذمہ داری صرف تبلیغ کر دینا اور عذابِ الٰہی سے ڈرا دینا ہے، اب اگر سننے والا آپ کی نصیحتوں پر غور کرے اور قبول کرنے کے لئے سنے تو نفع پائے گا اور اگر وہ کفر پر قائم رہنے والوں میں سے ہو اور آپ کی نصیحت سے کوئی فائدہ نہ اٹھائے تو اس میں آپ کا کچھ حَرَج نہیں بلکہ وہی محروم ہے۔

آیت 24 ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! بیشک ہم نے تمہیں حق کے ساتھ ایمان داروں کو جنت کی خوشخبری دینے والا اور کافروں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا اور کوئی امت ایسی نہیں جس میں کوئی ڈرانے والا نہ گزرا ہو خواہ وہ نبی ہو یا عالِمِ دین جو نبی کی طرف سے اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو اللہ تعالیٰ کا خوف دلائے۔

آیت 25 یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا: اے پیارے حبیب! آپ کفارِ مکہ کے جھٹلانے کی پرواہ نہ کریں، ان سے پہلی امتیں بھی اپنے رسولوں علیہم السّلام کو جھٹلا چکی ہیں حالانکہ ان کے پاس ان کے رسول اپنے دعویٰ کی سچائی اور اپنی نبوت پر دلالت کرنے والے معجزات، صحیفے اور حق کو روشن کر دینے والی کتابیں تورات، انجیل اور زبور لے کر آئے تھے۔

آیت 26 فرمایا کہ پھر ہم نے ان لوگوں کو مختلف عذابوں میں گرفتار کر کے ہلاک کر دیا جنہوں نے ہمارے رسولوں علیہم السّلام کی رسالت اور ہماری نشانیوں کا انکار کیا اور اس پر قائم رہے۔ انہیں میرا عذاب دینا کیسا ہوا؟

آیت 27 آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کیا تم نے اس بات پر غور نہ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے بارش نازل فرمائی اور پانی سے زمین میں درختوں کو سیراب کیا، پھر اس نے انہی درختوں سے مختلف رنگوں والے بے شمار پھل نکالے، اور جس طرح ان کے رنگ مختلف ہیں

مُّخۡتَلِفًا اَلۡوَانُهَا ؕ وَمِنَ الۡجِبَالِ جُدَدٌۢ بِيۡضٌ وَّحُمۡرٌ مُّخۡتَلِفٌ اَلۡوَانُهَا وَغَرَابِيۡبُ سُوۡدٌ ﴿۲۷﴾

پھل نکالے اور پہاڑوں میں سفید اور سرخ رنگ والے راستے ہیں، ان کے مختلف رنگ ہیں اور کچھ (پہاڑ) کالے بہت ہی کالے ہیں ○

وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَآبِّ وَالۡاَنۡعَامِ مُخۡتَلِفٌ اَلۡوَانُهٗ كَذٰلِكَ ؕ اِنَّمَا يَخۡشَى اللّٰهَ مِنۡ عِبَادِهِ

اور اسی طرح آدمیوں اور جانوروں اور چوپایوں کے مختلف رنگ ہیں۔اللہ سے اس کے بندوں میں سے وہی ڈرتے ہیں جو

الۡعُلَمٰٓؤُا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيۡزٌ غَفُوۡرٌ ﴿۲۸﴾ اِنَّ الَّذِيۡنَ يَتۡلُوۡنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ

علم والے ہیں بیشک اللہ عزت والا، بخشنے والا ہے ○ بیشک وہ لوگ جو اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں اور نماز قائم رکھتے ہیں اور ہمارے دیئے

اَنۡفَقُوۡا مِمَّا رَزَقۡنٰهُمۡ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً يَّرۡجُوۡنَ تِجَارَةً لَّنۡ تَبُوۡرَ ﴿۲۹﴾ لِيُوَفِّيَهُمۡ

ہوئے رزق میں سے پوشیدہ اور اعلانیہ کچھ ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں وہ ایسی تجارت کے امیدوار ہیں جو ہر گز تباہ نہیں ہوگی ○ تاکہ اللہ انہیں

اسی طرح ان پھلوں کی اَجناس بھی مختلف ہیں جیسے انار، سیب، انجیر، انگور اور کھجور وغیرہ اور ان میں سے ہر پھل کی مختلف اَقسام ہیں، یونہی ان پھلوں کا ذائقہ، مہک، خصوصیات اور اَثرات بھی ایک دوسرے سے جدا ہیں حالانکہ پانی اور زمین ایک ہے، اس یکسانیّت کے باوجود یہ نیرَنگی اللہ تعالیٰ کی قدرت کی کیسی بڑی نشانی ہے۔اسی طرح پہاڑوں میں بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت کے جلوے دکھائی دیتے ہیں کہ سب اگرچہ مٹی یا پتھر کے ہیں لیکن ان میں بھی اِنفرادیّت ہے، پہاڑوں میں کہیں سفید اور کہیں سرخ رنگ والے پتھر کے راستے ہیں اور یہ رنگ بھی مختلف ہیں کہ کوئی ہلکا اور کوئی گہرا ہے جبکہ کچھ پہاڑ بہت ہی گہرے کالے ہیں۔

آیت 28 فرمایا کہ پھلوں اور پہاڑوں کے مختلف رنگوں کی طرح آدمیوں، جانوروں اور چوپایوں کے بھی مختلف رنگ ہیں، اور یہ سب اللہ تعالیٰ کے صانع اور مختار ہونے کی دلیل ہیں۔ مزید فرمایا: اللہ تعالیٰ سے اس کے بندوں میں سے وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں اور جو شخص جتنا زیادہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کا علم رکھتا ہوگا وہ اتنا ہی زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوگا اور جس کا علم کم ہوگا تو اس کا خوف بھی کم ہوگا اور بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ **اہم بات:** علم والے بہت مرتبے والے ہیں، لیکن یہاں علم والوں سے مراد وہ ہیں جو دین کا علم رکھتے اور ان کے عقائد واَعمال درست ہوں۔ **درس:** (1) زیادہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کی صحیح طریقے سے معرفت اور علم حاصل کرنا چاہئے تاکہ خوفِ خدا زیادہ ہو۔(2) علماء کو عام لوگوں کے مقابلے میں زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہئے۔

آیت 29، 30 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ لوگ جو پابندی کے ساتھ قرآنِ پاک کی تلاوت کرتے، اس میں موجود اَحکام وغیرہ کی معلومات حاصل کرتے اور ان پر عمل کرتے ہیں اور نمازوں کو ان کے اوقات میں ادا کرتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے پوشیدہ اور اعلانیہ کچھ ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں وہ ایسی تجارت یعنی ثواب کے امیدوار ہیں جو ہرگز تباہ نہیں ہوگی تاکہ اللہ تعالیٰ انہیں ان کے اعمال کا ثواب بھرپور دے اور اپنے فضل سے اور اپنی رحمت کے خزانوں سے انہیں اور زیادہ عطا کرے جس کے بارے میں عمل کرتے وقت انہوں نے تصوُّر تک نہ کیا ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے بندوں کی خطاؤں کو بخشنے والا اور ان کے نیک اعمال کی قدر فرمانے والا ہے۔

اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ۝۳۰ وَالَّذِیْۤ اَوْحَیْنَاۤ

ان کے ثواب بھرپور دے اور اپنے فضل سے اور زیادہ عطا کرے بیشک وہ بخشنے والا، قدر فرمانے والا ہے ○ اور وہ کتاب جو ہم نے

اِلَیْكَ مِنَ الْكِتٰبِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِعِبَادِهٖ لَخَبِیْرٌۢ

تمہاری طرف وحی بھیجی ہے وہی حق ہے، اپنے سے پہلے موجود کتابوں کی تصدیق فرماتی ہوئی، بیشک اللہ اپنے بندوں سے خبر دار،

بَصِیْرٌ ۝۳۱ ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ

دیکھنے والا ہے ○ پھر ہم نے کتاب کا وارث اپنے چنے ہوئے بندوں کو کیا تو ان میں کوئی اپنی جان پر ظلم کرنے والا ہے اور ان میں کوئی

مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَیْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِیْرُ ؕ ۝۳۲

درمیانہ راستہ اختیار کرنے والا ہے اور ان میں کوئی وہ ہے جو اللہ کے حکم سے بھلائیوں میں سبقت لے جانے والا ہے۔ یہ ہی بڑا فضل ہے ○

جَنّٰتُ عَدْنٍ یَّدْخُلُوْنَهَا یُحَلَّوْنَ فِیْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ۚ

(ان کیلئے) بسنے کے باغات ہیں جن میں وہ داخل ہوں گے، انہیں ان باغوں میں سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے

آیت 31 اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب! صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے فرمایا کہ جس کتاب کی ہم نے آپ کی طرف وحی فرمائی ہے یعنی قرآنِ مجید، وہی حق ہے کہ اس میں جھوٹ اور شک کا کوئی شائبہ تک نہیں اور وہ کتاب اپنے سے پہلے نازل ہونے والی کتابوں کی، عقائد، اصول اور اَحکام میں تصدیق فرماتی ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے خبر دار، انہیں دیکھنے والا اور اُن کے ظاہر و باطن کو جاننے والا ہے۔

آیت 32 فرمایا کہ: اے حبیب! ہم نے آپ کی طرف قرآنِ مجید کی وحی فرمائی پھر ہم نے اپنے چنے ہوئے بندوں کو اس کتاب کا وارث کیا۔ یہاں چنے ہوئے بندوں سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی امت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں تمام امتوں پر فضیلت دی۔ مزید فرمایا: **تو ان میں کوئی اپنی جان پر ظلم کرنے والا ہے۔** یہاں امت کے لوگوں کے تین مَراتب بیان کئے گئے ہیں کہ کچھ گناہگار ہیں، کچھ نیک باعمل اور کچھ بہت ہی نیک اور نیکیوں میں دوسرے سے بڑھ جانے والے۔ مزید فرمایا: **یہ ہی بڑا فضل ہے۔** یعنی نیکیوں میں دوسروں سے آگے بڑھ جانا ہی اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے اور یہ صرف اسی کی توفیق سے ملتا ہے۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ چنے ہوئے بندوں کو کتاب کا وارث بنانا ہی اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے۔

آیت 33 فرمایا کہ ان تینوں گروہوں کے لئے بسنے کے باغات ہیں جن میں وہ داخل ہوں گے، انہیں ان باغوں میں سونے کے ایسے کنگن پہنائے جائیں گے جن پر موتی لگے ہوئے ہوں گے اور وہاں ان کا لباس ریشمی ہو گا کیونکہ اس میں لذت اور زینت ہے۔ نیک اور بہت نیک تو شروع ہی میں جنت میں چلے جائیں گے جبکہ گناہگار شروع میں بھی جنت میں جاسکتے ہیں اور سزا کے بعد بھی لیکن بہر حال جنت میں چلے جائیں گے، پھر جنت کی نعمتیں پائیں گے۔ **اہم بات:** دنیا میں مسلمان مرد پر سونا اور ریشم پہننا حرام ہے، جنت میں یہ سب حلال ہو گا۔

وَ لِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ ﴿٣٣﴾ وَ قَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْۤ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ؕ اِنَّ رَبَّنَا

اور وہاں ان کالباس ریشمی ہو گا○ اور وہ کہیں گے سب خوبیاں اس اللہ کیلئے ہیں جس نے ہم سے غم دور کر دیا، بیشک ہمارا رب

لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُ ﴿٣٤﴾ الَّذِيْۤ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ لَا يَمَسُّنَا فِيْهَا نَصَبٌ

بخشنے والا، قدر فرمانے والا ہے○ وہ جس نے ہمیں اپنے فضل سے ہمیشہ ٹھہرنے کے گھر میں اتارا، ہمیں اس میں نہ کوئی تکلیف پہنچے گی

وَّ لَا يَمَسُّنَا فِيْهَا لُغُوْبٌ ﴿٣٥﴾ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ ۚ لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا

اور نہ ہمیں اس میں کوئی تھکاوٹ چھوئے گی○ اور جنھوں نے کفر کیا ان کے لیے جہنم کی آگ ہے، نہ ان پر قضا آئے کہ وہ مر جائیں

وَ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ كُلَّ كَفُوْرٍ ﴿٣٦﴾ وَ هُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا ۚ

اور نہ ان سے جہنم کا عذاب کچھ ہلکا کیا جائے گا، ہم ہر بڑے ناشکرے کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں○ اور وہ اس میں چیختے چلاتے ہوں گے،

رَبَّنَاۤ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ؕ اَوَ لَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ

اے ہمارے رب! ہمیں نکال دے تاکہ ہم اچھا کام کریں اس کے برخلاف جو ہم پہلے کرتے تھے (جواب ملے گا) اور کیا ہم نے تمہیں وہ عمر نہ دی تھی

آیت 34 فرمایا کہ جنت میں داخل ہوتے وقت وہ اپنے رب عزّوجلّ کی حمد کرتے ہوئے کہیں گے: سب خوبیاں اس اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں جس نے ہمیں جنت میں داخل کر کے ہم سے غم دور کر دیا۔ اس غم سے مراد یا دوزخ کا غم ہے یا موت کا یا گناہوں کا یا نیکیوں کے غیر مقبول ہونے کا یا قیامت کی ہولناکیوں کا، غرض انہیں کوئی غم نہ ہو گا اور وہ اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد کریں گے اور کہیں گے کہ بیشک ہمارا رب عزّوجلّ بخشنے والا اور قدر فرمانے والا ہے۔

آیت 35 یہاں ان لوگوں کی گفتگو کا مزید حصہ بیان کیا گیا کہ وہ کہیں گے: ہمارے رب عزّوجلّ نے ہمیں اپنے فضل سے ایسے گھر یعنی جنت میں اتارا جس میں ہم ہمیشہ رہیں گے اور اس سے کبھی منتقل نہ ہوں گے، ہمیں اس میں نہ کوئی تکلیف اور مشقت پہنچے گی اور نہ ہمیں اس میں کوئی تھکاوٹ چھوئے گی۔ **درس:** جنت میں داخلہ صرف اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہو گا جبکہ اعمال اللہ تعالیٰ کا فضل حاصل ہونے کا ذریعہ اور جنت میں درجات کی بلندی کا سبب ہیں، لہٰذا کوئی پرہیزگار اپنے پرہیزگار ہونے پر ناز نہ کرے۔

آیت 36 اب کفار کے بارے میں بیان کیا جا رہا ہے کہ جنہوں نے کفر کیا ان کے لیے جہنم کی آگ ہے، نہ ان پر قضا آئے کہ وہ مر جائیں اور مر کر عذاب سے چھوٹ سکیں اور نہ ان سے پلک جھپکنے کی مقدار جہنم کا عذاب کچھ ہلکا کیا جائے گا، جس طرح کی ہم نے انہیں سزا دی ایسی ہی سزا ہم ہر بڑے ناشکرے کو دیتے ہیں۔

آیت 37 فرمایا کہ کفار جہنم میں چیختے اور فریاد کرتے ہوں گے کہ اے ہمارے رب! ہمیں جہنم سے نکال دے اور دنیا میں بھیج دے تاکہ ہم کفر کی بجائے ایمان لائیں اور نافرمانی کی بجائے تیری فرمانبرداری کریں۔ اس پر اُنہیں جواب دیا جائے گا: کیا ہم نے تمہیں دنیا

Go to Index

مَنۡ تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ النَّذِيۡرُ ؕ فَذُوۡقُوۡا فَمَا لِلظّٰلِمِيۡنَ مِنۡ نَّصِيۡرٍ ﴿۳۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ ع ۴ ۱۱/۱۶

جس میں سمجھنے والا سمجھ لیتا اور تمہارے پاس ڈر سنانے والا تشریف لایا تھا تو اب مزہ چکھو، پس ظالموں کیلئے کوئی مدد گار نہیں ○ بیشک اللہ

عٰلِمُ غَيۡبِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ اِنَّهٗ عَلِيۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ ﴿۳۸﴾ هُوَ الَّذِيۡ جَعَلَكُمۡ

آسمانوں اور زمین کی ہر چھپی بات کو جاننے والا ہے، بیشک وہ دلوں کی بات جانتا ہے ○ وہی ہے جس نے تمہیں

خَلٰٓئِفَ فِي الۡاَرۡضِ ؕ فَمَنۡ كَفَرَ فَعَلَيۡهِ كُفۡرُهٗ ؕ وَلَا يَزِيۡدُ الۡكٰفِرِيۡنَ كُفۡرُهُمۡ

زمین میں (پہلے لوگوں کا) جانشین کیا تو جو کفر کرے تو اس کے کفر کا وبال اسی پر ہے اور کافروں کے حق میں ان کا کفر

عِنۡدَ رَبِّهِمۡ اِلَّا مَقۡتًا ۚ وَلَا يَزِيۡدُ الۡكٰفِرِيۡنَ كُفۡرُهُمۡ اِلَّا خَسَارًا ﴿۳۹﴾ قُلۡ اَرَءَيۡتُمۡ

ان کے رب کے پاس غضب ہی کو بڑھاتا ہے اور کافروں کے حق میں ان کا کفران کے نقصان میں ہی اضافہ کرتا ہے ○ تم فرماؤ: بھلا

شُرَكَآءَكُمُ الَّذِيۡنَ تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ ؕ اَرُوۡنِيۡ مَاذَا خَلَقُوۡا مِنَ الۡاَرۡضِ اَمۡ لَهُمۡ

اپنے وہ شریک تو بتلاؤ جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو، مجھے دکھاؤ کہ انہوں نے زمین میں سے کونسا حصہ بنایا ہے یا

میں وہ عمر نہ دی تھی جس میں سمجھنے والا سمجھ لیتا اور تمہارے پاس ڈر سنانے والے یعنی رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم تشریف لائے تھے لیکن تم نے اس رسولِ محترم کی دعوت قبول نہ کی تو اب عذاب کا مزہ چکھو، پس ظالموں کیلئے کوئی مدد گار نہیں جو ان سے عذاب کو دور کر کے ان کی مدد کر سکے۔

آیت 38 فرمایا کہ آسمانوں اور زمین میں جو چیزیں بندوں سے غائب ہیں ان تمام چیزوں کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے، جب اس کی شان یہ ہے تو اس پر کفار کے اَحوال کس طرح مخفی رہ سکتے ہیں، اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ اگر اب بھی انہیں دنیا میں لوٹا دیا جائے تو وہ کفر ہی کریں گے اور بیشک اللہ تعالیٰ دلوں کی بات خوب جانتا ہے۔

آیت 39 فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہی تمہیں زمین میں پہلے لوگوں کا جانشین کیا اور ان کی جائیداد اور ان کے قبضے میں موجود چیزوں کا مالک اور ان میں تَصَرُّف کرنے والا بنایا اور ان کے مَنافع تمہارے لئے مُباح کئے تاکہ تم ایمان و طاعت اختیار کر کے شکر گزاری کرو، تو جو کفر کرے اور ان نعمتوں پر شکرِ الٰہی نہ بجالائے تو اپنے کفر کا وبال اسی کو برداشت کرنا پڑے گا اور کافروں کا کفران کے رب عزّوجلّ کے پاس غضب ہی کو بڑھاتا ہے اور آخرت میں کافروں کا کفران کے نقصان میں ہی اضافہ کرے گا کیونکہ اس کی وجہ سے وہ جنت سے محروم کر دیئے جائیں گے۔

آیت 40 فرمایا کہ اے حبیب! آپ اپنی قوم کے مشرکین سے فرمادیں کہ جن بتوں کو تم اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے ہو اور ان کی پوجا کرتے ہو، مجھے دکھاؤ کہ انہوں نے زمین میں سے کون سا حصہ بنایا ہے یا آسمانوں کے بنانے میں ان کی کوئی شرکت ہے جس کی وجہ سے

Go to Index

شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ۚ اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا فَهُمْ عَلٰى بَيِّنَتٍ مِّنْهُ ۚ بَلْ اِنْ يَّعِدُ الظّٰلِمُوْنَ

آسمانوں میں ان کی کوئی شرکت ہے یا ہم نے انہیں کوئی کتاب دی ہے کہ وہ اس کی روشن دلیلوں پر ہیں؟ بلکہ ظالم آپس میں ایک

بَعْضُهُمْ بَعْضًا اِلَّا غُرُوْرًا ﴿٤٠﴾ اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا ۚ

دوسرے کو دھوکے، فریب کا ہی وعدہ دیتے ہیں ○ بیشک اللہ آسمانوں اور زمین کو روکے ہوئے ہے کہ حرکت نہ کریں

وَلَئِنْ زَالَتَآ اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْ بَعْدِهٖ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ﴿٤١﴾ وَاَقْسَمُوْا

اور قسم ہے کہ اگر وہ ہٹ جائیں تو اللہ کے سوا انہیں کوئی نہ روک سکے گا۔ بیشک وہ حلم والا، بخشنے والا ہے ○ اور انہوں نے اپنی قسموں میں

بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ لَّيَكُوْنُنَّ اَهْدٰى مِنْ اِحْدَى

حد بھر کی کوشش کرکے اللہ کی قسم کھائی کہ اگر ان کے پاس کوئی ڈر سنانے والا آیا تو وہ ضرور تمام امتوں میں سے (ہر) ایک امت سے بڑھ کر

الْاُمَمِ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ مَّا زَادَهُمْ اِلَّا نُفُوْرَا ۨ﴿٤٢﴾ اسْتِكْبَارًا فِي الْاَرْضِ

ہدایت پر ہوں گے (لیکن) پھر جب ان کے پاس ڈر سنانے والا تشریف لایا تو اس نے ان کی نفرت میں ہی اضافہ کیا ○ زمین میں بڑائی چاہنے

وہ معبود ہونے میں اللہ تعالیٰ کے شریک ہو گئے یا اللہ تعالیٰ نے ان مشرکین پر آسمان سے کوئی کتاب نازل کی ہے جس نے ان کے سامنے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو اپنا شریک بنایا ہے اور مشرکین اپنے شرک کرنے میں اس کی روشن دلیلوں پر عمل پیرا ہیں؟ ان میں سے کوئی بھی بات نہیں، بلکہ ظالم لوگ آپس میں ایک دوسرے کو دھوکے، فریب کا ہی وعدہ دیتے ہیں کہ ان میں جو بہکانے والے ہیں وہ اپنی پیروی کرنے والوں کو دھوکا دیتے اور بتوں کی طرف سے اُنہیں باطل امیدیں دلاتے ہیں کہ بت ان کی شفاعت کریں گے۔

آیت 41 ارشاد فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کو روکے ہوئے ہے کہ وہ اپنی جگہ سے حرکت نہ کریں ورنہ آسمان و زمین کے درمیان شرک جیسی مَعصِیَت ہو تو آسمان و زمین کیسے قائم رہیں اور قسم ہے کہ اگر وہ اپنی جگہ سے ہٹ جائیں تو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور انہیں روک نہیں سکتا۔ بیشک اللہ تعالیٰ حِلم والا ہے اسی لئے وہ کفار کو جلد سزا نہیں دیتا اور جو اس کی بارگاہ میں توبہ کرلے تو اسے بخشنے والا ہے۔

آیت 42 فرمایا گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بعثت سے پہلے قریش نے یہودیوں اور عیسائیوں کے اپنے رسولوں کو جھٹلانے کے بارے میں کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ اُن پر لعنت کرے کہ اُن کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول آئے اور اُنہوں نے انہیں جھٹلایا، خدا کی قسم! اگر ہمارے پاس کوئی رسول آئے تو ہم اُن سے زیادہ راہِ راست پر ہوں گے اور اس رسول کو ماننے میں ان کے بہتر گروہ پر سبقت لے جائیں گے لیکن جب ان کے پاس حضور سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم تشریف لائے تو حق و ہدایت سے ان کی نفرت اور دوری میں ہی اضافہ ہوا۔

آیت 43 اس آیت کے دو معنی ہیں: (1) زمین میں بڑائی چاہنے اور برا مکر و فریب کرنے کی وجہ سے حق و ہدایت سے کفارِ قریش کی

وَمَكْرَ السَّيِّئِ ؕ وَلَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ ؕ فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا سُنَّتَ

اور برا مکر و فریب کرنے کی وجہ سے (وہ ایمان نہ لائے) اور برا مکر و فریب اپنے چلنے والے ہی پر پڑتا ہے، تو وہ پہلے لوگوں کے دستور ہی کا

الْاَوَّلِيْنَ ۚ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۚ۬ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا ﴿۴۳﴾ اَوَلَمْ

انتظار کررہے ہیں تو تم ہرگز اللہ کے دستور کیلئے تبدیلی نہیں پاؤ گے اور ہرگز اللہ کے قانون کیلئے ٹالنا نہ پاؤ گے ○ اور کیا

يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَكَانُوْۤا اَشَدَّ مِنْهُمْ

انہوں نے زمین میں سفر نہ کیا کہ دیکھتے ان سے اگلوں کا کیسا انجام ہوا اور وہ ان سے زیادہ

قُوَّةً ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعْجِزَهٗ مِنْ شَيْءٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَلِيْمًا

طاقتور تھے اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ آسمانوں اور زمین میں کوئی شے اسے عاجز کرسکے۔ بیشک وہ علم والا،

نفرت میں ہی اضافہ ہوا۔ (2) جب کفار کے پاس تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ والہ وسلم تشریف لائے تو حق وہدایت سے ان کی نفرت، ایمان لانے سے تکبر اور برا مکر و فریب کرنے میں ہی اضافہ ہوا۔ برے مکر و فریب سے مراد یا شرک اور کفر ہے یا رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ساتھ مکر و فریب کرنا ہے۔ مزید فرمایا: **اور برا مکر و فریب اپنے چلنے والے ہی پر پڑتا ہے۔** یعنی برا فریب مکار پر ہی پڑتا ہے، چنانچہ فریب کاری کرنے والے بدر میں مارے گئے۔ مزید فرمایا: **تو وہ پہلے لوگوں کے دستور ہی کا انتظار کررہے ہیں۔** یہاں فرمایا کہ اے حبیب! یہ کفار آپ کو جھٹلا کر اس بات کا انتظار کررہے ہیں کہ جس طرح ان سے پہلے رسولوں کو جھٹلانے والوں پر عذاب نازل ہوا اسی طرح ان پر بھی عذاب نازل ہو۔ مزید فرمایا کہ رسولوں کو جھٹلانے والے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے عذاب کا دستور نہیں بدلتا اور نہ ہی وہ اپنے وقت سے ٹلتا ہے بلکہ وہ ضرور پورا ہوتا ہے۔ **اہم بات:** تکبر ایسا برا مرض ہے کہ اس کی وجہ سے انسان نبی کی پیروی سے محروم رہتا ہے جبکہ بارگاہِ انبیاء علیہم السلام میں عاجزی ایمان کا ذریعہ ہے۔ کفارِ مکہ کے کفر کی وجہ یہی ہوئی کہ انہوں نے اپنے کو نبی سے بڑھ کر جانا اور بولے کہ ہم ان سے زیادہ مالدار ہیں اور اکثر کفار نے نبیوں کو اپنے جیسے بشر کہا۔ **درس:** جو کسی کیلئے گڑھا کھودے تو خود ہی اس میں گرتا ہے فی زمانہ ہمارے معاشرے میں ایک دوسرے کے خلاف سازشیں کرنے کا مرض بہت عام ہے، ایسے لوگوں کو اپنی اصلاح کرنی چاہیئے۔

آیت 44 فرمایا کہ کیا کفارِ مکہ نے شام، عراق اور یمن کے سفروں میں انبیاءِ کرام علیہم السلام کو جھٹلانے والوں کی ہلاکت اور تباہی کے نشانات نہیں دیکھے کہ اُن سے عبرت حاصل کرتے حالانکہ وہ قومیں ان اہلِ مکہ سے طاقت میں زیادہ تھیں پھر بھی وہ عذاب سے بھاگ کر کہیں پناہ نہ لے سکیں، اور اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ آسمانوں اور زمین میں کوئی شے اسے عاجز کرسکے۔ بیشک وہ تمام موجودات کا علم رکھنے والا اور تمام مُمکنات پر قدرت رکھنے والا ہے۔

قَدِيْرًا ﴿٤٤﴾ وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ

قدرت والا ہے○ اور اگر اللہ لوگوں کو ان کے اعمال کے سبب پکڑتا تو زمین کی پیٹھ پر کوئی چلنے والا نہ چھوڑتا لیکن

يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِيْرًا ﴿٤٥﴾ ع ١٧

وہ ایک مقرر میعاد تک انہیں ڈھیل دیتا ہے پھر جب ان کی مقررہ مدت آئے گی تو بیشک اللہ اپنے تمام بندوں کو دیکھ رہا ہے○

ایاتھا ٨٣ | ٣٦ سُوْرَةُ يٰسٓ مَكِّيَّةٌ ٤١ | رکوعاتھا ٥

سورۂ یٰسٓ مکیہ ہے، اس میں تراسی آیتیں اور پانچ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

آیت 45 فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کے گناہوں کی وجہ سے پکڑتا تو زمین کی پیٹھ پر کوئی چلنے والا نہ چھوڑتا لیکن وہ مقررہ مدت یعنی قیامت کے دن تک انہیں ڈھیل دیتا ہے پھر جب ان کے عذاب کی مقررہ مدت آئے گی تو یاد رکھو کہ بیشک اللہ تعالیٰ اپنے تمام بندوں کو دیکھ رہا ہے، وہ انہیں اُن کے اعمال کی جزا دے گا۔ **درس:** ہم بھی جب تک زندہ ہیں ہمیں مہلت ہے ورنہ ہمارے گناہوں کی وجہ سے ہماری بھی ہلاکت ہو چکی ہوتی۔ اس مہلت سے فائدہ اٹھا کر سچی توبہ کر لینی چاہیے۔

سورۂ یٰسٓ کا تعارف یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں 5 رکوع اور 83 آیتیں ہیں۔ اس سورت کی پہلی آیت میں لفظ "یٰسٓ" کی وجہ سے اس کا نام "سورۂ یٰسٓ" رکھا گیا۔ **فضیلت:** (1) سرکارِ دو عالَم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر چیز کے لئے قلب ہے اور قرآن کا قلب سورۂ یٰسٓ ہے اور جس نے سورۂ یٰسٓ پڑھی تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے دس بار قرآن پڑھنے کا ثواب لکھتا ہے۔ (ترمذی، حدیث: 2896) **مضامین:** اس سورت کی ابتداء میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی رسالت کا بیان ہے۔ پھر ایک گروہ دشمنی کرنے والا ہے جس کے ایمان لانے کی امید نہیں اور دوسرا گروہ وہ ہے جس کے ہدایت حاصل ہونے کی توقُّع ہے، ان دونوں گروہوں کے اعمال محفوظ ہیں اور علمِ الٰہی میں ان کے آثار موجود ہیں۔ ایک بستی انطاکیہ کے لوگوں کی مثال بیان کی گئی کہ جنہوں نے یکے بعد دیگرے رسولوں کو جھٹلایا اور ان کا مذاق اڑایا۔ کفارِ مکہ کو ڈرایا گیا کہ اگر انہوں نے بھی سابقہ کفار جیسی رَوِش نہ چھوڑی تو ان پر بھی عذاب نازل ہو سکتا ہے۔ مُردوں کو دوبارہ زندہ کرنے پر اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی وحدانیّت پر بنجر زمین کو سرسبز کرنے، رات اور دن کے آنے جانے، سورج اور چاند کو مُسَخَّر کئے جانے اور سمندروں میں کشتیوں کے چلنے سے اِستدلال کیا گیا اور ان حقائق کا انکار کرنے والے کافروں کو دنیا و آخرت میں عذاب کی وعید سنائی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے شاعر ہونے کی نفی کی اور یہ بتایا کہ وہ تو قرآن کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانے والے اور اس بات کی خبر دینے والے ہیں کہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر شکر ادا کرنا چاہئے۔

يٰسٓ ۚ ① وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ۙ ② اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۙ ③ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ؕ ④ تَنْزِيْلَ

یٰسٓ ○ حکمت والے قرآن کی قسم ○ بیشک تم رسولوں میں سے ہو ○ سیدھی راہ پر ہو ○ عزت والے

الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ۙ ⑤ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ ⑥ لَقَدْ حَقَّ

مہربان کا اتارا ہوا ○ تاکہ تم اس قوم کو ڈراؤ جس کے باپ دادا کو نہ ڈرایا گیا تو وہ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں ○ بیشک ان میں

آیت 1 یہ حروفِ مُقَطَّعات میں سے ایک حرف ہے، اس کی مراد اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے، نیز ایک قول کے مطابق یہ سیّد المرسَلین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا ایک اسم مبارک ہے۔ **اہم باتیں:** (1) کسی کا "یٰسین" اور طٰہٰ نام رکھنا منع ہے کیونکہ بقولِ بعض علماء ممکن ہے کہ یہ دونوں اللہ تعالیٰ کے ایسے نام ہیں جن کے معنی معلوم نہیں، کیا عجب کہ ان کے وہ معنی ہوں جو غیرِ خدا پر صادق نہ آسکیں۔ (2) اعلیٰ حضرت رحمۃُ اللہِ علیہ کے بقول یہ نبیِّ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے ایسے نام ہیں جن کے معنی سے واقف نہیں، ہو سکتا ہے ان کا کوئی ایسا معنی ہو جو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے لئے خاص ہو اور کسی دوسرے کے لئے اس کا استعمال درست نہ ہو۔ یہی رائے زیادہ مناسب ہے کیونکہ ان ناموں کا حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے لئے مُقدّس نام کے طور پر ہونا زیادہ ظاہر اور مشہور ہے۔ (3) جن حضرات کا نام "یٰسین" ہے وہ خود کو "غلام یٰسین" لکھیں اور بتائیں اور دوسروں کو بھی اسے "غلام یٰسین" کہہ کر بلانا چاہئے۔

آیت 2-4 ان تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ کافروں نے حضور پُرنور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے کہا تھا: **"آپ رسول نہیں ہیں اور نہ ہی اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف کوئی رسول بھیجا ہے۔"** ان کے اس قول کا یہاں اللہ تعالیٰ نے رد فرمایا اور قرآنِ مجید کی قسم ارشاد فرما کر فرمایا: حکمت والے قرآن کی قسم! اے پیارے حبیب! بیشک آپ ان ہستیوں میں سے ہیں جنہیں رسالت کا منصب عطا کیا گیا ہے اور بیشک آپ ایسے سیدھے راستے پر ہیں جو منزلِ مقصود تک پہنچانے والا ہے۔ یہ راستہ توحید اور ہدایت کا راستہ ہے اور تمام انبیاءِ کرام علیہم السلام اسی راستے پر رہے ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) بارگاہِ الٰہی میں سیّد المرسَلین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا مقام اتنا بلند ہے کہ کافروں کی طرف سے آپ پر ہونے والے اعتراضات کا جواب اللہ تعالیٰ خود ارشاد فرماتا ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ نے آپ کی رسالت پر اپنے مُقدّس کلام قرآنِ مجید کی قسم ارشاد فرمائی ہے۔ (3) نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا راستہ ہی صراطِ مستقیم ہے۔

آیت 5،6 فرمایا کہ قرآنِ حکیم اس رب تعالیٰ کا نازل کیا ہوا ہے جو عزت والا اور مخلوق پر مہربان ہے۔ قرآن اس لئے نازل کیا تاکہ اے حبیب! آپ قرآنِ مجید کے ذریعے اس قوم کو عذابِ الٰہی سے ڈرائیں جس کے باپ دادا کے پاس عذابِ الٰہی سے ڈرانے کے لئے طویل عرصے سے کوئی رسول علیہ السلام نہ پہنچا جسکی وجہ سے یہ لوگ ایمان اور ہدایت سے غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔ **اہم بات:** قوم قریش کا تو یہی حال ہے کہ ان میں نبیِّ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے پہلے کوئی رسول تشریف نہیں لائے اور عرب میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بعد سے لے کر سرکارِ دوعالَم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم تک ان کے پاس کوئی رسول تشریف نہیں لایا جبکہ اہلِ کتاب کے پاس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد سے لے کر حضور پُرنور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم تک کوئی رسول تشریف نہیں لایا۔

آیت 7 آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کفارِ مکہ میں سے اکثر پر اللہ تعالیٰ کا عذاب واجب ہو چکا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے ازلی علم سے جانتا ہے

الْقَوْلُ عَلٰٓى اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٧﴾ اِنَّا جَعَلْنَا فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِيَ

اکثر پر بات ثابت ہوچکی ہے تو وہ ایمان نہ لائیں گے ○ ہم نے ان کی گردنوں میں طوق ڈال دیئے ہیں تو وہ

اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ ﴿٨﴾ وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا

ٹھوڑیوں تک ہیں تو وہ اوپر کو منہ اٹھائے ہوئے ہیں ○ اور ہم نے ان کے آگے دیوار بنادی اور ان کے پیچھے (بھی) ایک دیوار (بنادی)

کہ یہ لوگ اپنے اختیار سے کفر پر اِصرار کریں گے اور کفر پر ہی مریں گے، اس لئے اے پیارے حبیب! یہ لوگ آپ کے عذابِ الٰہی سے ڈرانے کے باوجود ایمان نہیں لائیں گے۔

آیت 8 **شانِ نزول:** یہ آیت ابوجہل اور اس کے دو مخزومی دوستوں کے بارے میں نازل ہوئی، واقعہ کچھ یوں ہے کہ ابوجہل نے قسم کھائی تھی کہ اگر وہ سرکارِ دوعالَم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھے گا تو پتھر سے سر کچل ڈالے گا۔ جب اس نے حضور پُرنور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا تو وہ اسی فاسد ارادے سے ایک بھاری پتھر لے کر آیا اور جب اس نے پتھر کو اٹھایا تو اس کے ہاتھ گردن میں چپک کر رہ گئے اور پتھر ہاتھ کو لپٹ گیا۔ یہ حال دیکھ کر وہ اپنے دوستوں کی طرف واپس لوٹا اور ان سے واقعہ بیان کیا تو اس کے دوست ولید بن مغیرہ نے کہا: یہ کام میں کروں گا چنانچہ وہ پتھر لے کر آیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم ابھی نماز ہی پڑھ رہے تھے جب وہ قریب پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی بینائی سَلب کرلی۔ یہ بھی پریشان ہو کر اپنے یاروں کی طرف لوٹا انہوں نے اس سے کہا: تو نے کیا کیا؟ وہ کہنے لگا: میں نے ان کی آواز تو سنی تھی مگر وہ نظر ہی نہیں آئے۔ اب ابوجہل کے تیسرے دوست نے دعویٰ کیا کہ وہ اس کام کو انجام دے گا اور بڑے دعوے کے ساتھ وہ تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی طرف چلا تھا کہ الٹے پاؤں ایسا بدحواس ہو کر بھاگا کہ اوندھے منہ گر گیا، اس کے دوستوں نے حال پوچھا تو کہنے لگا: میرا حال بہت سخت ہے، میں نے ایک بہت بڑا سانڈ دیکھا جو میرے اور حضور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے درمیان حائل ہو گیا، لات وعُزّیٰ کی قسم! اگر میں ذرا بھی آگے بڑھتا تو وہ مجھے کھا ہی جاتا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ بعض مفسرین کے نزدیک اس آیت میں ان کافروں کے کفر میں پختہ ہونے اور وعظ ونصیحت سے فائدہ نہ اٹھا سکنے کی ایک مثال بیان فرمائی گئی ہے کہ جیسے وہ لوگ جن کی گردنوں میں غُلّ کی قسم کا طوق پڑا ہو جو کہ ٹھوڑی تک پہنچتا ہے اور اس کی وجہ سے وہ سر نہیں جھکا سکتے اسی طرح یہ لوگ کفر میں ایسے راسخ ہو چکے ہیں کہ کسی طرح حق کی طرف متوجہ نہیں ہوتے اور اس کے حضور سر نہیں جھکاتے اور بعض مفسرین کے مطابق یہ ان کے حقیقی حال کا بیان ہے اور جہنم میں انہیں اسی طرح کا عذاب دیا جائے گا۔

آیت 9 یہ بھی مثال کا بیان ہے کہ جیسے کسی شخص کے لئے دونوں طرف دیواریں ہوں اور ہر طرف سے راستہ بند کر دیا گیا ہو تو وہ کسی طرح منزلِ مقصود تک نہیں پہنچ سکتا، یہی حال ان کفار کا ہے کہ ان پر ہر طرف سے ایمان کی راہ بند ہے، ان کے سامنے دنیا کے غرور کی دیوار ہے اور ان کے پیچھے آخرت کو جھٹلانے کی اور وہ جہالت کے قید خانہ میں قید ہیں جس کی وجہ سے آیات اور دلائل میں غور کرنا انہیں مُیَسّر نہیں ہے۔ **اہم بات:** اَزلی کفار پر ایمان کی راہ بند کر کے ان پر جبر نہیں کیا گیا بلکہ ان کے کفر پر اصرار، تکبر، عناد اور سرکشی کی راہ کو مستقل اختیار کرنے کے عظیم جرم کی سزا میں ان کے لئے ایمان کا راستہ بند کر دیا گیا ہے، لہٰذا اس پر اعتراض نہیں کیا جا سکتا۔

فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ۝۹ وَ سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ

پھرانہیں اوپر سے (بھی) ڈھانک دیا تو انہیں کچھ دکھائی نہیں دیتا○اور تمہارا اُنہیں ڈرانا اور نہ ڈرانا ان پر برابر ہے

لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝۱۰ اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ ۚ

وہ ایمان نہیں لائیں گے○ تم تو صرف اسے ڈراتے ہو جو نصیحت کی پیروی کرے اور رحمٰن سے بغیر دیکھے ڈرے

فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّ اَجْرٍ كَرِيْمٍ ۝۱۱ اِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتٰى وَ نَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا

تو اسے بخشش اور عزت کے ثواب کی بشارت دو○بیشک ہم مردوں کو زندہ کریں گے اور ہم لکھ رہے ہیں جو (عمل) انہوں نے آگے بھیجا

وَ اٰثَارَهُمْ ؕ وَ كُلَّ شَیْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِیْۤ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ ۝۱۲ ع وَ اضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا

وقف غفران ۱۸ ع ۱۲

اور ان کے پیچھے چھوڑے ہوئے نشانات کو اور ایک ظاہر کردینے والی کتاب میں ہر چیز ہم نے شمار کر رکھی ہے○ اور ان سے شہر والوں

آیت 10 فرمایا کہ اے حبیب! جن کافروں کا کفر پر جمے رہنا تقدیرِ الٰہی میں لکھا ہوا ہے آپ کا انہیں عذاب الٰہی سے ڈرانا یانہ ڈرانا ان کے حق میں برابر ہے، یہ انہیں کوئی نفع نہ دے گا اور وہ کسی صورت ایمان نہیں لائیں گے۔ **اہم باتیں:** (1) کافروں کا ایمان نہ لانا اس وجہ سے نہیں کہ خدا نے انہیں کفر پر ڈٹے رہنے پر مجبور کر دیا بلکہ خود ان کافروں نے ضد و عناد کی وجہ سے حق قبول کرنے کی صلاحیت ختم کر لی تھی۔ (2) رسولِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا کافروں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانا آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے اپنے حق میں نہ ڈرانے کے برابر نہیں ہے کیونکہ ڈر سنا کر آپ نے تبلیغ کی ذمہ داری پوری کر دی اور آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو تبلیغ کرنے کا ثواب ملے گا۔

آیت 11 فرمایا کہ اے حبیب! آپ کے ڈرسنانے اور خوف دلانے سے وہی نفع اٹھاتا ہے جو قرآنِ مجید کی پیروی کرے اور اس میں دیئے گئے احکامات پر عمل کرے اور اللہ تعالیٰ کے غیبی عذاب سے پوشیدہ اور اعلانیہ ہر حال میں ڈرے اور جس کا یہ حال ہے تو آپ اسے گناہوں کی بخشش اور عزت کے ثواب جنت کی بشارت دے دیں۔

آیت 12 فرمایا کہ بیشک قیامت کے دن ہم اپنی کامل قدرت سے مُردوں کو زندہ کریں گے، نیز دنیا کی زندگی میں انہوں نے جو نیک اور برے اعمال کئے وہ ہم لکھ رہے ہیں تاکہ ان کے مطابق انہیں جزا دی جائے اور ہم ان کی وہ نشانیاں اور وہ طریقے بھی لکھ رہے ہیں جو وہ اپنے بعد چھوڑ گئے خواہ وہ طریقے نیک ہوں یا برے، اور ایک ظاہر کر دینے والی کتاب لوحِ محفوظ میں ہر چیز ہم نے شمار کر رکھی ہے۔ **اہم بات:** لوگ جو طریقے اپنے پیچھے چھوڑ گئے وہ اچھے بھی ہو سکتے ہیں اور برے بھی، نئے اچھے طریقوں کو بدعتِ حَسَنہ یعنی اچھی بدعت کہتے ہیں اور یہ طریقہ نکالنے والے اور عمل کرنے والے دونوں ثواب پاتے ہیں اور برے طریقوں کو بدعتِ سَیِّئَہ یعنی بری بدعت کہتے ہیں، یہ طریقہ نکالنے والے اور عمل کرنے والے دونوں گناہ گار ہوتے ہیں۔ **درس:** جاری رہنے والے گناہوں کا سلسلہ شروع کرنے والے اپنے انجام پر غور کریں کہ جب اپنے گناہوں کے ساتھ دوسروں کے گناہوں کا بوجھ ان کے کندھے پر بھی ہوگا تو ان کا کیا حال ہوگا۔

آیت 13 ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! کفارِ مکہ کے سامنے شہر والوں کا واقعہ بیان کر کے انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرائیں تاکہ

وقف لازم

اَصۡحٰبَ الۡقَرۡيَةِ ۘ اِذۡ جَآءَهَا الۡمُرۡسَلُوۡنَ ﴿١٣﴾ اِذۡ اَرۡسَلۡنَاۤ اِلَيۡهِمُ اثۡنَيۡنِ فَكَذَّبُوۡهُمَا

کی مثال بیان کرو جب ان کے پاس رسول آئے ○ جب ہم نے ان کی طرف دو رسول بھیجے پھر انہوں نے ان کو جھٹلایا

فَعَزَّزۡنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوۡۤا اِنَّاۤ اِلَيۡكُمۡ مُّرۡسَلُوۡنَ ﴿١٤﴾ قَالُوۡا مَاۤ اَنۡتُمۡ اِلَّا بَشَرٌ مِّثۡلُنَا ۙ

تو ہم نے تیسرے کے ذریعے مدد کی تو ان سب نے کہا کہ بیشک ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں ○ لوگوں نے کہا: تم تو ہمارے جیسے آدمی ہو

وَمَاۤ اَنۡزَلَ الرَّحۡمٰنُ مِنۡ شَىۡءٍ ۙ اِنۡ اَنۡتُمۡ اِلَّا تَكۡذِبُوۡنَ ﴿١٥﴾ قَالُوۡا رَبُّنَا يَعۡلَمُ اِنَّاۤ

اور رحمٰن نے کوئی چیز نہیں اتاری، تم صرف جھوٹ بول رہے ہو○ رسولوں نے کہا: ہمارا رب جانتا ہے کہ بیشک ضرور ہم

اِلَيۡكُمۡ لَمُرۡسَلُوۡنَ ﴿١٦﴾ وَمَا عَلَيۡنَاۤ اِلَّا الۡبَلٰغُ الۡمُبِيۡنُ ﴿١٧﴾ قَالُوۡۤا اِنَّا تَطَيَّرۡنَا بِكُمۡ ۚ

تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں ○ اور ہمارے ذمہ صرف صاف صاف تبلیغ کر دینا ہی ہے ○ لوگوں نے کہا: ہم تمہیں منحوس سمجھتے ہیں۔

جس وجہ سے اس شہر کے کافروں پر عذاب نازل ہوا اس سے یہ لوگ بچیں۔

آیت 14 اللہ تعالیٰ نے دو رسولوں کو ایک شہر والوں کی طرف مبعوث فرمایا جنہوں نے ان شہر والوں کو توحید و رسالت پر ایمان لانے کی دعوت دی لیکن ان کی دعوت سن کر شہر والوں نے انہیں جھٹلایا، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایک تیسرے رسول کو پہلے دونوں کی مدد کیلئے بھیجا۔ اب ان تینوں رسولوں نے قوم سے ارشاد فرمایا: ہم تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔

آیت 15 قوم نے رسولوں کی بات کو تسلیم کرنے کی بجائے وہی اعتراض کیا جو اکثر امتوں نے اپنے رسولوں پر کیا تھا کہ تم تو ہمارے جیسے انسان ہو، لہٰذا تم کیسے خدا کے رسول ہو سکتے ہو؟ یعنی اُن کافروں کے اعتقاد کے مطابق رسول فرشتوں میں سے ہونا چاہیے تھا اور یہ چونکہ انسان تھے اس لئے ان کے نزدیک رسول نہیں ہو سکتے تھے۔ اس کے ساتھ کافروں نے یہ بھی کہا: خدائے رحمٰن عزّوجلّ نے کچھ بھی نازل نہیں کیا یعنی وحی کے نزول کا دعویٰ غلط ہے اور تم جھوٹے ہو۔ **اہم بات:** انبیاءِ کرام علیہم السّلام کو اپنے جیسا بشر کہنا ہمیشہ سے کفار کا طریقہ رہا ہے۔

آیت 16، 17 فرمایا کہ اُن رسولوں نے سخت الفاظ کا بڑے اچھے انداز میں جواب دیا کہ ہمارا رب جانتا ہے کہ یقیناً ہم خدا کے رسول ہیں اور مزید یہ بھی جان لو ہماری صرف یہ ذمہ داری ہے کہ تم تک خدا کا پیغام واضح طور پر پہنچا دیں۔ **درس:** دین کی دعوت دینے کے دوران سننے والے کی طرف سے جاہلانہ سلوک ہو تو اس پر صبر کرنا، معاف کرنا اور حِلم و بُردباری کا مظاہرہ کرنا انبیاءِ کرام علیہم السّلام کی سنت ہے۔ لہٰذا اگر مبلغ کو دورانِ تبلیغ ایسی صورت حال کا سامنا ہو تو سنت انبیاء پر عمل کرے۔

آیت 18، 19 رسولوں کے جواب میں قوم نے کہا: ہم تمہیں منحوس سمجھتے ہیں، لہٰذا تم اپنی اس تبلیغ سے باز آجاؤ ورنہ ہم تمہیں پتھر مار کر ہلاک کر دیں گے۔ اُن رسولوں نے جواب دیا کہ ہمیں منحوس قرار نہ دو کیونکہ تمہاری نحوست تمہارے کفر و ضلالت کی صورت میں تمہارے ساتھ موجود ہے۔ کیا تم لوگ ہمیں اس لئے پتھر مارو گے کہ ہم نے تمہیں صحیح بات سمجھانے کی کوشش کی ہے اور ہماری

لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَ لَيَمَسَّنَّكُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿١٨﴾ قَالُوْا

بیشک اگر تم باز نہ آئے تو ضرور ہم تمہیں سنگسار کریں گے اور ضرور تمہیں ہماری طرف سے دردناک سزا پہنچے گی ○ رسولوں نے فرمایا:

طَآئِرُكُمْ مَّعَكُمْ ؕ اَئِنْ ذُكِّرْتُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ﴿١٩﴾ وَجَآءَ

تمہاری نحوست تو تمہارے ساتھ ہے۔ کیا اگر تمہیں نصیحت کی جائے (تو تم اسے بدشگونی کہتے اور انکار کرتے ہو) بلکہ تم حد سے بڑھنے والے لوگ ہو○ اور

مِنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ رَجُلٌ يَّسْعٰى قَالَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ ﴿٢٠﴾ اتَّبِعُوْا

شہر کے دور کے کنارے سے ایک مرد دوڑتا ہوا آیا، اس نے کہا: اے میری قوم! ان رسولوں کی پیروی کرو○ ایسوں کی پیروی کرو

مَنْ لَّا يَسْئَلُكُمْ اَجْرًا وَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿٢١﴾

جو تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتے اور وہ ہدایت یافتہ ہیں ○

نصیحت کو بدشگونی کہتے اور اس سے انکار کرتے ہو تو تم حد سے بڑھنے والے لوگ ہو۔ **اہم باتیں:** (1) اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کو منحوس سمجھنا اور انہیں تکلیف پہنچانے کی دھمکیاں دینا کافروں کا طریقہ ہے۔ (2) اصل نحوست کفر اور گناہ کی صورت میں ہوتی ہے۔

درس: کچھ لوگوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ جس چیز کی طرف ان کے دل مائل ہوں تو وہ اس چیز کو اپنے حق میں بابرکت سمجھتے ہیں اور جس چیز سے نفرت کرتے اور اسے ناپسند کرتے ہوں تو اس چیز کو اپنے حق میں منحوس سمجھتے ہیں، اسی لئے اگر انہیں کوئی مصیبت پہنچ جائے تو کہتے ہیں کہ یہ فلاں کی نحوست ہے اور اس کی وجہ سے ہمارا یہ نقصان ہو گیا، آپس میں لڑائی جھگڑا شروع ہو گیا، رشتہ ٹوٹ گیا، اگرچہ اِن سب کی حقیقی وجہ کچھ اور ہو شرعی طور پر کوئی شخص، کوئی جگہ، وقت یا چیز منحوس نہیں ہے، اسلام میں اس کا کوئی تَصَوُّر نہیں یہ وہمی خیالات ہوتے ہیں ان سے بچنا چاہئے۔

آیت 20، 21 جب یہ مکالمہ جاری تھا اور قوم اُن رسولوں کو شہید کرنے، ایذاء پہنچانے اور ان کے پیغام کو نہ ماننے پر تُلی ہوئی تھی، اسی دوران یہ بات ایک مردِ مومن تک پہنچی، وہ اللہ تعالیٰ کے رسولوں کی تائید اور اپنی قوم کو سمجھانے کیلئے بھاگا ہوا آیا اور ان سے کہنے لگا: اے میری قوم! اِن رسولوں کی پیروی کرو، اِن کے حقّانِیّت پر ہونے کی یہ بڑی واضح دلیل ہے کہ اِن کا اِس پیغام پہنچانے میں کوئی دُنیوی مفاد نہیں، یہ تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتے، نیز یہ ہدایت یافتہ ہیں کہ ان کی باتیں سمجھ میں آنے والی ہیں۔

وَمَالِیَ لَاۤ اَعۡبُدُ الَّذِیۡ فَطَرَنِیۡ وَ اِلَیۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ ﴿۲۲﴾ ءَاَتَّخِذُ مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اٰلِهَةً

اور مجھے کیا ہے کہ میں اس کی عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے ○ کیا میں اللہ کے سوا اور معبود بنالوں

اِنۡ یُّرِدۡنِ الرَّحۡمٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغۡنِ عَنِّیۡ شَفَاعَتُهُمۡ شَیۡـًٔا وَّ لَا یُنۡقِذُوۡنِ ﴿ۚ۲۳﴾ اِنِّیۡۤ اِذًا

کہ اگر رحمٰن مجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہے تو اِن کی سفارش مجھے کوئی نفع نہ دے اور نہ وہ مجھے بچا سکیں گے ○ بیشک جب تو میں

لَّفِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ﴿۲۴﴾ اِنِّیۡۤ اٰمَنۡتُ بِرَبِّکُمۡ فَاسۡمَعُوۡنِ ﴿ؕ۲۵﴾ قِیۡلَ ادۡخُلِ الۡجَنَّةَ ؕ

کھلی گمراہی میں ہوں گا○ بیشک میں تمہارے رب (اللہ) پر ایمان لایا تو تم میری سنو○ (اس سے) فرمایا گیا کہ تو جنت میں داخل ہو جا،

قَالَ یٰلَیۡتَ قَوۡمِیۡ یَعۡلَمُوۡنَ ﴿ۙ۲۶﴾ بِمَا غَفَرَ لِیۡ رَبِّیۡ وَ جَعَلَنِیۡ مِنَ الۡمُکۡرَمِیۡنَ ﴿۲۷﴾

اس نے کہا: اے کاش کہ میری قوم جان لیتی ○ جیسی میرے رب نے میری مغفرت کی اور مجھے عزت والوں میں شامل کیا○

آیت 22 جب مردِ مومن نے قوم سے رسولوں کی پیروی کرنے کا کہا تو قوم نے ان سے کہا: کیا تم ہمارے دین کے مخالف، ان لوگوں کی پیروی کرنے لگے ہو اور ان کے خدا پر ایمان لے آئے ہو؟ اس کے جواب میں اُس مومن نے کہا کہ اس حقیقی مالک کی عبادت نہ کرنے کا کیا مطلب جس نے مجھے پیدا کیا اور جس کی طرف لوٹ کر سب کو جانا ہے۔ ہر شخص اپنے وجود پر نظر کرکے اس کی نعمت کے حق کو پہچان سکتا ہے۔ **درس:** کسی کو نصیحت کرتے وقت ایسا انداز نہیں ہونا چاہیے جس سے وہ غور کرنے کی بجائے نصیحت کرنے والے کی مخالفت پر اتر آئے۔

آیت 23، 24 مردِ مومن نے مزید یہ کہا: کیا میں اپنے خالق اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ان بتوں کو اپنا معبود بنالوں جو ایسے بے بس ہیں کہ اگر رحمٰن عزّوجلّ مجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہے تو یہ بت مجھے کوئی نفع نہیں پہنچا سکتے کیونکہ وہ سفارش کرنے کے اہل نہیں اور نہ ہی وہ خود اپنی قدرت کے ذریعے مجھے اس نقصان سے بچا سکیں گے اور بتوں کا بے بس ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ بت عبادت کے مستحق ہرگز نہیں ہیں اور اگر میں اللہ تعالیٰ کی بجائے بتوں کو اپنا معبود بنالوں جب تو بیشک میں کھلی گمراہی میں ہوں گا کیونکہ عاجز بتوں کو خالقِ حقیقی کے ساتھ شریک کرنا ایسی گمراہی ہے جو کہ کسی بھی عقل مند سے پوشیدہ نہیں۔ **اہم باتیں:** (1) جھوٹے معبود بت وغیرہ کسی کی شفاعت نہ کر سکیں گے۔ (2) اللہ تعالیٰ کے وہ محبوب بندے جن کو شفاعت کا اِذن مل چکا ہے وہ ضرور شفاعت کریں گے۔

آیت 25 اُس مُبلّغ نے اپنی قوم سے فرمایا: بیشک میں تمہارے اس رب پر ایمان لے آیا ہوں جس کا تم انکار کرتے ہو کیونکہ وہی میرا، تمہارا اور ساری کائنات کا حقیقی رب ہے؛ تو تم اِن رسولوں کی پیروی کرنے سے متعلق میری بات غور سے سنو اور میری بات مان لو، میں نے تمہیں حق پر مُتنبّہ کر دیا ہے اور یہ بھی بتا دیا ہے کہ عبادت کا حق دار وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا ہے اور جس کی طرف تمہیں لوٹ کر جانا ہے۔ قوم نے ان کی نصیحت پر عمل نہ کیا اور انہیں شہید کر دیا۔

آیت 26، 27 جب لوگوں نے اُس مُبلّغ کو شہید کر دیا تو عزت واِکرام کے طور پر مُبلّغ سے فرمایا گیا: تو جنت میں داخل ہو جا۔ جب وہ جنت میں داخل ہوئے اور وہاں کی نعمتیں دیکھیں تو انہوں نے یہ تمنا کی کہ ان کی قوم کو معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا ہے اور میری بہت

وَمَاۤ اَنۡزَلۡنَا عَلٰى قَوۡمِهٖ مِنۡۢ بَعۡدِهٖ مِنۡ جُنۡدٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَمَا كُنَّا مُنۡزِلِيۡنَ ﴿۲۸﴾

اور ہم نے اس کے بعد اس کی قوم پر آسمان سے کوئی لشکر نہ اتارا اور نہ ہم (وہاں کوئی لشکر) اتارنے والے تھے ○

اِنۡ كَانَتۡ اِلَّا صَيۡحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمۡ خٰمِدُوۡنَ ﴿۲۹﴾ يٰحَسۡرَةً عَلَى الۡعِبَادِ ۚ مَا يَاۡتِيۡهِمۡ وقف غفران

وہ صرف ایک چیخ تھی تو جبھی وہ بجھ کر رہ گئے ○ (اور کہا گیا کہ) ہائے افسوس ان بندوں پر کہ ان کے پاس

مِّنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا كَانُوۡا بِهٖ يَسۡتَهۡزِءُوۡنَ ﴿۳۰﴾ اَلَمۡ يَرَوۡا كَمۡ اَهۡلَكۡنَا قَبۡلَهُمۡ مِّنَ

کوئی رسول آتا ہے تو اس سے ٹھٹھا مذاق ہی کرتے ہیں ○ کیا انہوں نے نہ دیکھا کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی قومیں ہلاک

ع۲۰-۱ الۡقُرُوۡنِ اَنَّهُمۡ اِلَيۡهِمۡ لَا يَرۡجِعُوۡنَ ﴿۳۱﴾ وَاِنۡ كُلٌّ لَّمَّا جَمِيۡعٌ لَّدَيۡنَا مُحۡضَرُوۡنَ ﴿۳۲﴾ ع

کردیں کہ وہ اب ان کی طرف پلٹنے والے نہیں ○ اور جتنے بھی ہیں سب کے سب ہمارے حضور حاضر کئے جائیں گے ○

عزت افزائی فرمائی ہے۔ **اہم بات:** نیکی کی دعوت میں کبھی جان ومال کی قربانی بھی دینی پڑتی ہے لیکن یہ رائیگاں نہیں جاتی، رب کریم ایسی قربانی کی بہت قدر فرماتا ہے۔

آیت 28، 29 فرمایا: اور ہم نے مذکورہ واقعے کے بعد اس مخلص مبلغ کی قوم سے اِنتقام لینے کے لئے ان پر آسمان سے کوئی لشکر نہ اتارا اور نہ ہم اس قوم کی ہلاکت کے لئے وہاں کوئی لشکر اتارنے والے تھے بلکہ ان کی سزا کے لئے تو حضرت جبریل علیہ السّلام کی صرف ایک چیخ ہی کافی تھی جس سے وہ اس طرح فنا ہوگئے جیسے آگ بجھ جاتی ہے۔ **اہم بات:** غزوہ بدر اور غزوہ خندق کے دن آسمان سے لشکروں کو اتارا جانا سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے مرتبے کی عظمت کی وجہ سے تھا، ورنہ فرشتے کی تو ہلکی سی چیخ ہی کثیر جماعت کو ہلاک کرنے کے لئے کافی ہے۔

آیت 30 یہ کلام فرشتوں کا یا مومنین کا یا اللہ تعالیٰ کا ہے، تیسری صورت میں یہاں حسرت کا حقیقی معنی مراد نہیں ہوگا کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں بلکہ یہاں معنی یہ ہوگا کہ حضرت حبیب رحمۃ اللہ علیہ کی قوم کے لوگ اور ان کے جیسے وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے رسولوں علیہمُ السّلام کو جھٹلانے کی وجہ سے ہلاک ہوئے، یہ اس بات کے حق دار ہیں کہ حسرت کرنے والے ان پر حسرت کریں اور افسوس کرنے والے ان کے حال پر افسوس کریں کیونکہ جب بھی ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی رسول تشریف لائے تو یہ اس سے ٹھٹھا مذاق ہی کرتے تھے۔

آیت 31 یہاں سے سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے زمانے میں موجود لوگوں سے کلام کیا جارہا ہے، چنانچہ فرمایا: کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی تکذیب کرنے والے کفارِ مکہ نے نہ دیکھا کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی قومیں ہلاک کردیں اور اب وہ دنیا کی طرف لوٹنے والے نہیں۔ تو کیا یہ لوگ ان کے حال سے عبرت حاصل نہیں کرتے۔ **اہم بات:** اس آیت میں آواگون کی نفیس تردید ہے یعنی ہندوؤں کے اعتقاد کے مطابق بار بار مرنے اور جنم لینے کا سلسلہ باطل ہے کیونکہ ایک بار مرنے کے بعد کوئی دوبارہ پلٹ کر دنیا میں نہیں آئے گا۔

آیت 32 فرمایا کہ تمام امتیں قیامت کے دن دوبارہ زندہ کئے جانے کے بعد حساب اور جزا کے لئے ہماری بارگاہ میں حاضر کی جائیں گی

وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ ۖۚ اَحْيَيْنٰهَا وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَاْكُلُوْنَ ﴿٣٣﴾

اور ان کے لیے ایک نشانی مردہ زمین ہے ہم نے اسے زندہ کیا اور اس سے اناج نکالا تو اس میں سے وہ کھاتے ہیں ○

وَجَعَلْنَا فِيْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ وَّفَجَّرْنَا فِيْهَا مِنَ الْعُيُوْنِ ﴿٣٤﴾ لِيَاْكُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖ ۙ

اور ہم نے اس میں کھجوروں اور انگوروں کے باغ بنائے اور ہم نے اس میں کچھ چشمے بہائے ○ تاکہ لوگ اس کے پھلوں میں سے کھائیں

وَمَا عَمِلَتْهُ اَيْدِيْهِمْ ۭ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ﴿٣٥﴾ سُبْحٰنَ الَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا

اور یہ ان کے ہاتھوں نے نہیں بنائے تو کیا وہ شکر ادا نہیں کریں گے؟○ پاک ہے وہ جس نے سب جوڑے بنائے،

مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٣٦﴾ وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الَّيْلُ ۖۚ

زمین کی اگائی ہوئی چیزوں سے اور لوگوں سے اور ان چیزوں سے جنہیں وہ جانتے بھی نہیں ہیں ○ اور ان کے لیے ایک نشانی رات ہے

اور ہم انہیں ان کے اچھے برے تمام اعمال کی جزادیں گے۔

آیت 33 فرمایا کہ جو لوگ دوبارہ زندہ کئے جانے کا انکار کرتے ہیں ان کے لیے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے پر دلالت کرنے والی ایک عظیم اور واضح نشانی مردہ یعنی خشک اور بنجر زمین ہے اور یہ نشانی اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بارش کا پانی برسا کر اسے زندہ کیا یعنی اس میں نَشو و نُما کی قوت پیدا کی اور پھر اس زمین سے اناج نکالا جسے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے لئے اور ان کے مویشیوں کے لئے رزق بنایا ہے اور جس طرح اللہ تعالیٰ مردہ زمین کو زندہ کرتا ہے اسی طرح وہ مُردوں کو بھی زندہ فرمائے گا۔

آیت 34،35 فرمایا کہ ہم نے زمین میں کھجوروں اور انگوروں کے باغ بنائے اور ان باغوں کی آب پاشی کے لئے زمین میں چشمے جاری کئے تاکہ لوگ اناج کی طرح ان باغات کے پھلوں میں سے بھی کھائیں اور اگرچہ اناج اور پھل حاصل کرنے کے لئے بیج لوگوں نے بوئے اور آب پاشی انہوں نے کی، مگر بیج سے شاخ انہوں نے نہیں نکالی، اس شاخ کو بالی اور تَناور درخت انہوں نے نہیں بنایا، بلکہ یہ اللہ تعالیٰ نے بنائے ہیں کیونکہ اس پر اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی قدرت نہیں رکھتا، تو کیا ان دلائل کا مُشاہدہ کرنے کے بعد بھی وہ حق کو نہیں مانیں گے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت و وحدانیّت کا اقرار کر کے اس کی ان نعمتوں کا شکر ادا نہیں کریں گے؟

آیت 36 یہاں آیت میں اَزواج سے مراد اَصناف اور اَقسام ہیں اور ازواج کو اَنواع اس لئے کہا جاتا ہے کہ ہر نوع اپنی قسم کا جوڑا ہے۔ فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ شریک سے اور ہر نقص و عیب سے پاک ہے جس نے تمام انواع کو پیدا فرمایا، ان میں سے کچھ وہ ہیں جنہیں زمین اگاتی ہے جیسے اناج، پھل اور نباتات وغیرہ، اور کچھ وہ ہیں جن کا تعلق خود لوگوں کے نفسوں سے ہے جیسے ان کی مذکر اور مؤنث اولاد اور کچھ وہ ہیں جن کی انسانوں کو خبر بھی نہیں ہے۔

آیت 37 فرمایا کہ مُردوں کے دوبارہ زندہ ہونے کا انکار کرنے والوں کے لئے ایک نشانی رات ہے اور یہ نشانی اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ سورج کو غروب کر کے رات کو دن سے جدا کر دیتا ہے، اس کے بعد رات ایسے تاریک ہو جاتی ہے جیسے انتہائی کالی شے پر چڑھا ہوا سفید لباس اتار لیا جائے تو پھر وہ سیاہ ہی سیاہ رہ جاتی ہے اور رات ہونے پر لوگوں کو اندھیرے میں داخل ہونے کے سوا کوئی چارہ نہیں

نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَإِذَا هُمْ مُّظْلِمُونَ ﴿٣٧﴾ وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ۚ ذَٰلِكَ تَقْدِيرُ

ہم اس پر سے دن کو کھینچ لیتے ہیں تو جبھی وہ اندھیروں میں رہ جاتے ہیں ○ اور سورج اپنے ٹھہرنے کے وقت تک چلتا رہے گا، یہ زبردست،

الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ﴿٣٨﴾ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنَاهُ مَنَازِلَ حَتَّىٰ عَادَ كَالْعُرْجُونِ الْقَدِيمِ ﴿٣٩﴾ لَا الشَّمْسُ

علم والے کا مقرر کیا ہوا ہے ○ اور چاند کے لیے ہم نے منزلیں مقرر کیں یہاں تک کہ وہ کھجور کی پرانی شاخ جیسا ہو جاتا ہے ○ سورج کو

يَنبَغِي لَهَا أَن تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا اللَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ۚ وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ ﴿٤٠﴾ وَآيَةٌ لَّهُمْ

لائق نہیں کہ چاند کو پکڑے اور نہ رات دن پر سبقت لے جانے والی ہے اور ہر ایک ایک دائرے میں تیر رہا ہے ○ اور ان کے لیے ایک نشانی

رہتا۔ پس دن کی روشنی کو رات سے جدا کر دینا اس کی قدرت کے کامل ہونے کی دلیل ہے، کوئی چیز اسے عاجز نہیں کر سکتی اور اس کی قدرت ذاتی ہے کسی کی دی ہوئی نہیں، تو جس کی قدرت ایسی ہے وہ مخلوق کو اس کی موت کے بعد زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔

آیت 38 فرمایا کہ قدرتِ الٰہی کا انکار کرنے والوں کے لئے اس کی عظیم قدرت پر دلالت کرنے والی ایک نشانی سورج ہے اور یہ نشانی اس طرح ہے کہ سورج اپنے چلنے کے مقرر کردہ انتہائی وقت یعنی قیامت تک چلتا رہے گا یا اس سے مراد یہ ہے کہ سورج اپنی منزلوں میں چلتا ہے اور جب سب سے دور والے مغرب میں پہنچتا ہے تو پھر لوٹ پڑتا ہے کیونکہ یہی اس کا مُستقَر ہے اور سورج کا اِس طرح چلتے رہنا اُس اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے جو اپنی سلطنت میں زبردست اور اپنی تمام مخلوقات کا علم رکھنے والا ہے اور اس کی قدرت بھی کامل ہے، تو جس کی یہ شان ہے وہی واحد معبود ہے اور وہ مُردوں کو دوبارہ زندہ کرنے پر قدرت بھی رکھتا ہے۔

آیت 39 فرمایا: **اور چاند کے لیے ہم نے منزلیں مقرر کیں۔** چاند کی اٹھائیس منزلیں ہیں، ہر رات ایک منزل میں ہوتا ہے اور پوری منزل طے کر لیتا ہے، اپنے طلوع ہونے کی تاریخ سے لے کر اٹھائیسویں تاریخ تک تمام منزلیں طے کر لیتا ہے اور اگر مہینہ تیس کا ہو تو دو راتیں اور انتیس کا ہو تو ایک رات چھپتا ہے اور جب اپنی آخری منزل میں پہنچتا ہے تو کھجور کی پرانی شاخ جیسا ہو جاتا ہے جو سوکھ کر پتلی، کمان کی طرح خم دار اور زرد ہو گئی ہو۔

آیت 40 سورج ایسا نہیں کر سکتا کہ وہ رات میں چاند کو پکڑ سکے اور نہ ہی سورج چاند کے ساتھ جمع ہو کر اس کے نور کو مغلوب کر دے کیونکہ سورج اور چاند میں سے ہر ایک کی شوکت کے ظہور کے لئے ایک وقت مقرر ہے۔ نیز رات دن پر سبقت نہیں لے جا سکتی، یوں کہ دن کا وقت پورا ہونے سے پہلے آ جائے بلکہ رات اور دن دونوں مُعَیّن حساب کے ساتھ آتے جاتے ہیں اور سورج و چاند میں سے کوئی دوسرے کی شوکت کی حدود میں داخل نہیں ہوتا، نہ سورج رات میں چمکتا ہے نہ چاند دن میں اور ان میں سے ہر ایک ایک دائرے میں چل رہا ہے۔ کائنات کی ابتدا سے لے کر اب تک سورج اور چاند کے نظام کا اس مَربوط اور مُنَظَّم انداز میں چلنا اس بات کی بڑی واضح دلیل ہے کہ اسے چلانے والا موجود ہے، وہ واحد ہے، کامل قدرت اور بے انتہا علم والا ہے۔

آیت 41 فرمایا: لوگوں کے لئے قدرتِ الٰہی پر دلالت کرنے والی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ ہم نے ان کی ذُرِّیَّت (یعنی نسل) کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا۔ یہاں ذُرِّیَّت سے مراد کفارِ مکہ کی اولادیں ہیں جنہیں وہ تجارت کے لئے بھیجتے تھے اور جس کشتی میں وہ سوار

اَنَّا حَمَلۡنَا ذُرِّيَّتَهُمۡ فِى الۡفُلۡكِ الۡمَشۡحُوۡنِ ﴿۴۱﴾ وَ خَلَقۡنَا لَهُمۡ مِّنۡ مِّثۡلِهٖ مَا يَرۡكَبُوۡنَ ﴿۴۲﴾

یہ ہے کہ ہم نے ان کی نسلوں کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا O اور ہم نے ان کے لیے ویسی ہی کشتیاں بنادیں جن پر سوار ہوتے ہیں O

وَاِنۡ نَّشَاۡ نُغۡرِقۡهُمۡ فَلَا صَرِيۡخَ لَهُمۡ وَلَا هُمۡ يُنۡقَذُوۡنَ ﴿۴۳﴾ اِلَّا رَحۡمَةً مِّنَّا وَمَتَاعًا

اور اگر ہم چاہیں تو انہیں ڈبو دیں تو نہ کوئی ان کی فریاد کو پہنچنے والا ہو اور نہ انہیں بچایا جائے O مگر ہماری طرف سے رحمت اور ایک وقت تک

اِلٰى حِيۡنٍ ﴿۴۴﴾ وَاِذَا قِيۡلَ لَهُمُ اتَّقُوۡا مَا بَيۡنَ اَيۡدِيۡكُمۡ وَمَا خَلۡفَكُمۡ لَعَلَّكُمۡ

فائدہ اٹھانے (کی مہلت ہو) O اور جب ان سے فرمایا جاتا ہے، ڈرو اس سے جو تمہارے سامنے ہے اور جو تمہارے پیچھے آنے والا ہے اس امید

تُرۡحَمُوۡنَ ﴿۴۵﴾ وَمَا تَاۡتِيۡهِمۡ مِّنۡ اٰيَةٍ مِّنۡ اٰيٰتِ رَبِّهِمۡ اِلَّا كَانُوۡا عَنۡهَا مُعۡرِضِيۡنَ ﴿۴۶﴾

پر کہ تم پر رحم کیا جائے O اور جب کبھی ان کے رب کی نشانیوں سے کوئی نشانی ان کے پاس آتی ہے تو وہ اس سے منہ پھیر لیتے ہیں O

ہوتے تھے وہ سامان اور اَسباب وغیرہ سے بھری ہوئی ہوتی تھی۔ یا اس سے مراد حضرت نوح علیہ السّلام کی کشتی ہے جس میں اہلِ مکہ کے آباؤ اَجداد سوار ہوئے تھے اور یہ ان کی ذُرِّیَّت (ذرات کی شکل میں) ان کی پُشت میں تھی اور حضرت نوح علیہ السّلام کی کشتی سامان اور اسباب وغیرہ سے بھری ہوئی تھی۔ یہ نشانی اس طرح ہے کہ وزنی چیز پانی میں ڈوبتی ہے لیکن کشتی انتہائی وزنی ہونے کے باوجود ڈوبتی نہیں ہے۔

آیت 42 فرمایا کہ ہم نے مکہ والوں کے لئے صورت اور شکل میں نوح علیہ السّلام کی کشتی جیسی ہی کشتیاں بنادیں جن پر وہ سمندری سفر کے دوران سوار ہوتے ہیں۔

آیت 43،44 فرمایا کہ اگر ہم چاہیں تو کشتیوں میں موجود لوگوں کو ڈبو دیں تو اس وقت اُن ڈوبنے والوں کی فریاد کو پہنچ کر ان کی مدد کرنے والا کوئی نہ ہو گا اور نہ ہی خدا کے حکم کے بعد لوگوں کو ڈوب کر مرنے سے بچایا جائے گا البتہ ہم ان پر رحم فرمائیں یا ان کی دنیا سے فائدہ اٹھانے کی مہلت ابھی باقی ہو تو یہ بچ سکتے ہیں۔ **درس:** عیش و آرام کی حالت میں اللہ تعالیٰ کے غضب سے غافل نہیں ہونا چاہیے اور دورانِ سفر تو اس کا خاص خیال رکھنا چاہیے کیونکہ سفر میں انسان کے حادثے کا شکار ہونے کے خطرات بڑھ جاتے ہیں اور بسا اوقات لوگ اللہ تعالیٰ سے غافل ہو کر سفر کر رہے ہوتے ہیں کہ اچانک حادثے کا شکار ہو کر موت کے منہ میں چلے جاتے ہیں۔

آیت 45،46 جب کفارِ مکہ کو عذابِ الٰہی سے ڈراتے ہوئے فرمایا جاتا ہے کہ تم اس عذاب سے ڈرو جو دنیا میں تم پر آسکتا ہے اور اس عذاب سے بھی ڈرو جو آخرت میں آنے والا ہے اور ایمان لے آؤ تا کہ تم پر رحم کیا جائے اور تم عذاب سے نجات پا جاؤ تو وہ اس نصیحت پر عمل کرنے کی بجائے اس سے منہ پھیر لیتے ہیں اور ان کے پاس جب کبھی ان کے رب کی نشانیوں میں سے کوئی نشانی آتی ہے تو یہ اس سے منہ پھیر لیتے ہیں اور وہ ہر آیت اور نصیحت سے اِعراض کرتے ہیں۔ **درس:** نصیحت کی باتیں سنتے رہنا چاہیے، کبھی تو کوئی بات دل پر اثر کر ہی جاتی ہے۔ نصیحت سے منہ پھیرنا اور سننے ہی سے دور رہنا ہلاکت تک لے جاتا ہے۔

وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمْ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ۙ قَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنُطْعِمُ مَنْ

اور جب ان سے فرمایا جائے کہ اللہ کے دیئے میں سے کچھ اس کی راہ میں خرچ کرو تو کافر مسلمانوں کو کہتے ہیں کہ کیا ہم اسے کھلائیں جسے

لَّوْ یَشَآءُ اللّٰهُ اَطْعَمَهٗۤ ۖۗ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۴۷﴾ وَ یَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ

اللہ چاہتا تو کھلا دیتا تم تو کھلی گمراہی میں ہی ہو ○ اور کہتے ہیں: یہ وعدہ کب آئے گا؟ اگر تم سچے ہو

صٰدِقِیْنَ ﴿۴۸﴾ مَا یَنْظُرُوْنَ اِلَّا صَیْحَةً وَّاحِدَةً تَاْخُذُهُمْ وَ هُمْ یَخِصِّمُوْنَ ﴿۴۹﴾

(توبتاؤ) ○ وہ صرف ایک چیخ کا انتظار کر رہے ہیں جو انہیں اس حالت میں پکڑ لے گی جب وہ دنیا کے جھگڑے میں پھنسے ہوئے ہوں گے ○

آیت 47 **شانِ نزول:** یہ آیت کفارِ قریش کے بارے میں نازل ہوئی جن سے مسلمانوں نے انسانی ہمدردی کی بنا پر کہا تھا کہ تم اپنے مالوں کا وہ حصہ مسکینوں پر خرچ کرو جو تم نے اپنے گمان کے مطابق اللہ تعالیٰ کے لئے نکالا ہے۔ اس پر انہوں نے کہا کہ کیا ہم ان کو کھلائیں جنہیں اللہ تعالیٰ کھلانا چاہتا تھا تو کھلا دیتا۔ یعنی اللہ تعالیٰ ہی کو مسکین لوگوں کا محتاج رہنا منظور ہے، اس لئے انہیں کھانے کو دینا اللہ تعالیٰ کی مَشِیَّت کے خلاف ہوگا۔ یہ بات انہوں نے کنجوسی کی وجہ سے مذاق اڑانے کے طور پر کہی تھی آیت کے آخر میں فرمایا: **تم تو کھلی گمراہی میں ہی ہو۔** یہ بات یا تو کفار نے مسلمانوں سے کہی تھی۔ اس صورت میں اس کا معنیٰ یہ ہے کہ اے مسلمانو! تم کھلی گمراہی میں ہو کیونکہ تم نے ہمارے طریقے کو چھوڑ دیا اور محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم) کی پیروی کرنے لگ گئے۔ یا جب کافروں نے مسلمانوں کی بات کا جواب دیا تو اللہ تعالیٰ نے کافروں سے فرمایا کہ تم تو کھلی گمراہی میں ہی ہو۔ **درس:** بعض کو امیر اور بعض کو غریب بنانے کی ایک حکمت یہ ہے کہ لوگوں کو آزمایا جائے۔ امیر کی آزمائش یوں بھی ہوتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا مال اس کی راہ میں خرچ کرتا ہے یا نہیں اور غریب کی آزمائش یوں بھی ہوتی ہے کہ وہ اپنی غربت پر صبر و شکر کا مظاہرہ کرتا ہے یا نہیں؟ لہٰذا امتحان میں کامیابی کے لئے مال دار کو اپنا مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں اور اسی کی اطاعت میں خرچ کرنا چاہیے اور محتاج کو صبر سے کام لیتے ہوئے رضائے الٰہی پر راضی رہنا چاہیے۔

آیت 48-50 کافروں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے کہا: تم ہمیں یہ کہہ رہے ہو کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور قیامت قائم ہوگی، اگر تم سچے ہو تو بتاؤ یہ وعدہ کب آئے گا؟ ان لوگوں کے جواب میں فرمایا گیا: ان کے بار بار پوچھنے سے یہی نظر آرہا ہے کہ وہ صرف صُور کے پہلے نفخہ کی اس چیخ کا انتظار کر رہے ہیں جسے حضرت اسرافیل علیہ السّلام پھونکیں گے اور وہ چیخ اس حال میں ان تک پہنچے گی کہ وہ دنیا کے جھگڑوں جیسے خرید و فروخت، کھانے پینے، بازاروں اور مجلسوں اور دنیا کے کاموں میں پھنسے ہوئے ہوں گے۔ اس وقت جو لوگ اپنے گھر والوں کے درمیان ہوں گے وہ وصیت نہ کر سکیں گے اور جو لوگ گھروں سے باہر ہوں گے وہ اپنے گھر پلٹ کر نہ جا سکیں گے بلکہ جہاں چیخ سنیں گے وہیں مر جائیں گے اور قیامت انہیں کچھ کرنے کی مہلت نہ دے گی۔ **درس:** یہاں کفارِ مکہ کو قیامت قائم ہونے کا وقت نہیں بتایا گیا کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت کے خلاف ہے اور انہیں جواب میں یقینی طور پر آنے والی چیز پر تنبیہ فرمائی گئی۔ عقلمندی کا تقاضا یہ ہے کہ انسان قیامت کا وقت اور اس کی تاریخ کی تحقیق میں

فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ تَوْصِیَةً وَّ لَاۤ اِلٰۤى اَهْلِهِمْ یَرْجِعُوْنَ ﴿۵۰﴾ع وَ نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَاِذَا

تو نہ وہ وصیت کرسکیں گے اور نہ ہی اپنے گھر والوں کی طرف پلٹ کر جاسکیں گے ○ اور صور میں پھونک ماری جائے گی تو اسی وقت

هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ یَنْسِلُوْنَ ﴿۵۱﴾ قَالُوْا یٰوَیْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا ٚ سکتۃ

وہ قبروں سے اپنے رب کی طرف دوڑتے چلے جائیں گے ○ کہیں گے: ہائے ہماری خرابی! کس نے ہمیں ہماری نیند سے جگادیا؟

هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَ صَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۵۲﴾ اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَیْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا

یہ وہ ہے جس کا رحمٰن نے وعدہ کیا تھا اور رسولوں نے سچ فرمایا تھا○ وہ تو صرف ایک چیخ ہوگی تو اسی وقت

هُمْ جَمِیْعٌ لَّدَیْنَا مُحْضَرُوْنَ ﴿۵۳﴾ فَالْیَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَیْــٴًـا وَّ لَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ

وہ سب کے سب ہمارے حضور حاضر کردیئے جائیں گے ○ تو آج کسی جان پر کچھ ظلم نہ ہوگا اور تمہیں تمہارے اعمال ہی کا

تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۴﴾ اِنَّ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْیَوْمَ فِیْ شُغُلٍ فٰكِهُوْنَ ﴿۵۵﴾ج هُمْ وَ اَزْوَاجُهُمْ فِیْ ظِلٰلٍ

بدلہ دیا جائے گا○ بیشک جنت والے آج دل بہلانے والے کاموں میں لطف اندوز (ہو رہے) ہوں گے ○ وہ اور ان کی بیویاں تختوں پر

ع ۳/۱۸/۲ — وقف منزل، وقف غفران، وقف لازم

وقت صرف کرنے کی بجائے قیامت کی تیاری کرے۔

آیت 51،52 جب دوسری مرتبہ صُور پھونکا جائے گا تو اسی وقت وہ کفار زندہ ہو کر اپنی قبروں سے نکل آئیں گے اور اپنے حقیقی رب عزّوجلّ کے اس مقام کی طرف دوڑتے چلے جائیں گے جو حساب اور جزا کے لئے تیار کیا گیا ہوگا اور وہ کہیں گے: ہائے ہماری خرابی! کس نے ہمیں ہماری نیند سے جگادیا۔ یا جب کفار جہنم اور اس کے عذاب دیکھیں گے تو اس کے مقابلے میں انہیں قبر کا عذاب آسان معلوم ہوگا، اس لئے وہ خرابی پکار اٹھیں گے اور کہیں گے: یہ وہ ہے جس کا رحمٰن عزّوجلّ نے وعدہ کیا تھا اور رسولوں علیہمُ السّلام نے سچ فرمایا تھا۔ یا فرشتے کافروں سے یہ کہیں گے یا جب کافر کہیں گے: کس نے ہمیں ہماری نیند سے جگادیا؟ تو اس وقت مومنین کہیں گے کہ یہ وہ ہے جس کا رحمٰن عزّوجلّ نے وعدہ کیا تھا اور رسولوں علیہمُ السّلام نے سچ فرمایا تھا۔

آیت 53،54 دوسرا نفخہ ایک ہولناک آواز ہوگی تو اسی وقت وہ سب کے سب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حساب کے لئے حاضر کردیئے جائیں گے، پھر ان کافروں سے کہا جائے گا: آج کسی جان پر اس کے ثواب میں کمی یا اس کے عذاب میں اضافہ کرکے کچھ ظلم نہ ہوگا اور اے کافرو! یہاں تمہیں تمہارے دنیا میں کئے گئے اعمال ہی کا بدلہ دیا جائے گا۔

آیت 55 قیامت کے دن جنت والے دل بہلانے والے کاموں میں لطف اندوز ہو رہے ہوں گے اور طرح طرح کی نعمتیں، قسم قسم کے سُرور، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ضیافت، جنّتی نہروں کے کنارے، جنّتی درختوں کی دلنواز فضائیں، طرب انگیز نغمات، جنت کی حوروں کا قرب اور قسم قسم کی نعمتوں سے لذت حاصل کرنا، یہ ان کے شغل ہوں گے۔

آیت 56 اہل جنت اور ان کی بیویاں تختوں پر تکیہ لگائے سایوں میں ہوں گے۔ **اہم باتیں:** (1) ان بیویوں میں دنیا کی مومنہ منکوحہ

عَلَى الْاَرَآئِكِ مُتَّكِـُٔوْنَ ﴿٥٦﴾ لَهُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّ لَهُمْ مَّا يَدَّعُوْنَ ﴿٥٧﴾

تکیہ لگائے سایوں میں ہوں گے ○ ان کے لیے جنت میں پھل میوہ ہوگا اور ان کے لیے ہر وہ چیز ہوگی جو وہ مانگیں گے ○

سَلٰمٌ ۟ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ ﴿٥٨﴾ وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿٥٩﴾ اَلَمْ اَعْهَدْ

مہربان رب کی طرف سے فرمایا ہوا سلام ہوگا ○ اور (کہا جائے گا) اے مجرمو! آج الگ الگ ہوجاؤ ○ اے اولادِ آدم!

اِلَيْكُمْ يٰبَنِیْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿٦٠﴾ وَّ اَنِ اعْبُدُوْنِیْ ۚ

وقف غفران

کیا میں نے تم سے عہد نہ لیا تھا کہ شیطان کی عبادت نہ کرنا بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے ○ اور میری عبادت کرنا،

هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿٦١﴾ وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيْرًا ۚ اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ ﴿٦٢﴾

یہ سیدھی راہ ہے ○ اور بیشک اس نے تم میں سے بہت سی مخلوق کو گمراہ کردیا تو کیا تم سمجھتے نہ تھے ○

بیویاں بھی داخل ہیں اور حوریں بھی۔(2)حوریں بیوی کی حیثیت سے ہوں گی لیکن یہ عطیہ خداوندی سے بیویاں ہوں گی۔ جنت میں کوئی باقاعدہ نکاح نہیں پڑھایا جائے گا۔

آیت 57 مزید فرمایا:ان کے لئے جنت میں ہر قسم کا پھل میوہ ہوگا اور ان کے لئے ہر وہ چیز ہوگی جو وہ مانگیں گے۔ **اہم بات:** جنت میں چونکہ نفسِ اَمّارہ فنا کردیا جائے گا اس لئے کوئی جنتی بری چیز کی خواہش نہ کرے گا۔

آیت 58 ارشاد فرمایا:ان پر مہربان رب کی طرف سے فرمایا ہوا سلام ہوگا یعنی اللہ تعالیٰ ان پر سلام فرمائے گا خواہ واسطے کے ساتھ ہو یا واسطے کے بغیر اور یہ خدا کے سلام والی نعمت و فضیلت سب سے عظیم و محبوب مراد ہے۔ فرشتے اہلِ جنت کے پاس ہر دروازے سے آکر کہیں گے تم پر تمہارے رحمت والے رب کا سلام ہو۔

آیت 59 فرمایا: قیامت کے دن کہا جائے گا: اے مجرمو! آج جدا ہوجاؤ۔ اس کی تفسیر میں مفسرین کے اقوال ہیں:(1)جس وقت مومن جنت کی طرف روانہ کئے جائیں گے، اس وقت کفار سے کہا جائے گا کہ الگ ہٹ جاؤ اور مومنین سے علیحدہ ہوجاؤ۔(2)قیامت کے دن مجرموں کو ایک دوسرے سے الگ الگ کردیا جائے گا جیسے یہودیوں، عیسائیوں، مجوسیوں، ستارہ پرستوں اور ہندوؤں کو جو کہ الگ الگ فرقے ہیں ایک دوسرے سے جدا کردیا جائے گا۔

آیت 60-62 قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مجرموں سے فرمائے گا: اے اولادِ آدم (علیہ السلام)! کیا میں نے اپنے انبیاءِ کرام علیہم السلام کی معرفت تمہیں یہ حکم نہ دیا تھا کہ شیطان تمہیں جو وسوسے دلاتا ہے اور تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کو مُزَیَّن کرتا ہے اِس میں تم اُس کی فرماں برداری نہ کرنا بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے اور کیا میں نے یہ حکم نہ دیا تھا کہ صرف میری عبادت کرنا، یہ ایسی سیدھی راہ ہے کہ اس سے بڑھ کر اور کوئی سیدھی راہ نہیں اور بیشک شیطان نے تم میں سے بہت سی مخلوق کو گمراہ کردیا تو کیا تم میں عقل نہ تھی کہ تم اس کی عداوت اور گمراہ گری کو سمجھتے اور اپنے برے اعمال چھوڑ دیتے تاکہ تم عذاب کے حق دار قرار نہ پاتے۔

هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿٦٣﴾ اِصْلَوْهَا الْيَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿٦٤﴾

یہ ہے وہ جہنم جس سے تمہیں ڈرایا جاتا تھا ○ اپنے کفر کے سبب آج اس میں داخل ہو جاؤ ○

اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿٦٥﴾

آج ہم ان کے مونہوں پر مہر لگادیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے کلام کریں گے اور ان کے پاؤں ان کے اعمال کی گواہی دیں گے ○

وَلَوْ نَشَآءُ لَطَمَسْنَا عَلٰٓى اَعْيُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَاَنّٰى يُبْصِرُوْنَ ﴿٦٦﴾

اور اگر ہم چاہتے تو ان کی آنکھیں مٹادیتے تو وہ جلدی سے راستے کی طرف جاتے تو کہاں سے دکھائی دیتا؟ ○

وَلَوْ نَشَآءُ لَمَسَخْنٰهُمْ عَلٰى مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مُضِيًّا وَّلَا يَرْجِعُوْنَ ﴿٦٧﴾ ع

اور اگر ہم چاہتے تو ان کی جگہ پر ہی ان کی صورتیں بدل دیتے تو نہ وہ آگے بڑھ سکتے اور نہ پیچھے لوٹتے ○

آیت 63،64 جب مجرم جہنم کے قریب پہنچیں گے تو ان سے کہا جائے گا: اے مجرمو! یہ ہے وہ جہنم جس کا تم سے رسولوں علیہم السلام کے ذریعے دنیا میں وعدہ کیا جاتا تھا اور اب تم جہنم کو دیکھ کر اس کی تصدیق کرلو، مگر یہ تصدیق مفید نہیں اور آج تم اس جہنم میں داخل ہو جاؤ اور دنیا میں جو تم اپنے کفر پر ہی قائم رہے اس کے سبب جہنم کے عذابات چکھو۔ **اہم بات:** نبی علیہ السلام پر اعتماد کرنے کا نام ایمان ہے۔ کفار آخرت کو دیکھ کر ساری چیزیں مان جائیں گے مگر وہ ماننا کارآمد نہ ہوگا کیونکہ انہوں نے اپنی آنکھ پر اعتماد کیا نہ کہ نبی علیہ السلام پر۔

آیت 65 ابتدا میں کفار اپنے کفر اور رسولوں علیہم السلام کو جھٹلانے کا انکار کریں گے اور کہیں گے: ہمیں اپنے رب اللہ کی قسم کہ ہم ہرگز مشرک نہ تھے، تو اللہ تعالیٰ ان کے مونہوں پر مہر لگادے گا تاکہ وہ بول نہ سکیں، پھر ان کے دیگر اَعضاء بول اٹھیں گے اور جو کچھ ان سے صادر ہوا ہے سب بیان کردیں گے تاکہ انہیں معلوم ہو جائے کہ وہ اَعضاء جو گناہوں پر ان کے مددگار تھے وہ ان کے خلاف ہی گواہ بن گئے۔ **اہم بات:** مونہوں پر لگائی جانے والی مہر اعضاء کی گواہی لے کر ہٹادی جائے گی، اس لئے وہ دوزخ میں پہنچ کر شور مچائیں گے۔ **درس:** اعضاء کا اعمال کی گواہی دینا صرف کافروں کے لئے نہیں ہے بلکہ مسلمانوں کے اَعضاء بھی گواہی دیں گے۔ اس لئے سوچ لیں کہ قیامت میں ہمارے اعضاء کیا کیا بولیں گے؟

آیت 66 فرمایا گیا کہ جہنم کا عذاب تو آخرت میں ہوگا جبکہ اگر ہم چاہتے تو دنیا میں بھی ان کے کفر کی سزا کے طور پر ان کی آنکھیں مٹا کر انہیں اندھا کردیتے، پھر وہ جلدی سے راستے کی طرف چلنے کے لئے جاتے تو انہیں کہاں سے دکھائی دیتا کیونکہ ہم نے تو انہیں اندھا کردیا تھا، لیکن ہم نے ایسا نہ کیا اور اپنے فضل و کرم سے آنکھ کی نعمت ان کے پاس باقی رکھی، تو اب ان پر حق یہ ہے کہ وہ شکر گزاری کریں کفر نہ کریں۔

آیت 67 فرمایا کہ اس سزا سے بڑھ کر اگر ہم چاہتے تو جن گھروں میں یہ بیٹھے ہوئے تھے وہیں ان کے کفر کی سزا میں ان کی صورتیں بدل کر انہیں بندر یا خنزیر بنادیتے، پھر وہ نہ آگے بڑھ سکتے اور نہ پیچھے لوٹ سکتے اور ان کے جرم ہی اس سزا کا تقاضا کرتے تھے لیکن ہم نے اپنی رحمت اور حکمت کے تقاضے کے مطابق انہیں عذاب دینے میں جلدی نہ کی اور ان کے لئے مہلت رکھی تاکہ وہ توبہ کرکے ایمان لے آئیں اور نعمتوں کا شکر ادا کریں۔

وَ مَنۡ نُّعَمِّرۡهُ نُنَكِّسۡهُ فِی الۡخَلۡقِ ؕ اَفَلَا یَعۡقِلُوۡنَ ﴿۶۸﴾ وَ مَا عَلَّمۡنٰهُ الشِّعۡرَ وَ مَا

اور جسے ہم لمبی عمر دیتے ہیں تو خلقت وبناوٹ میں ہم اسے الٹا پھیر دیتے ہیں، تو کیا وہ سمجھتے نہیں؟ ○ اور ہم نے نبی کو شعر کہنا نہ سکھایا اور نہ وہ

یَنۡۢبَغِیۡ لَهٗ ؕ اِنۡ هُوَ اِلَّا ذِكۡرٌ وَّ قُرۡاٰنٌ مُّبِیۡنٌ ﴿۶۹﴾ لِّیُنۡذِرَ مَنۡ كَانَ حَیًّا وَّ یَحِقَّ الۡقَوۡلُ

ان کی شان کے لائق ہے وہ تو نہیں مگر نصیحت اور روشن قرآن ○ تاکہ وہ ہر ایسے شخص کو ڈرائے جو زندہ ہو اور کافروں پر بات

عَلَی الۡكٰفِرِیۡنَ ﴿۷۰﴾ اَوَ لَمۡ یَرَوۡا اَنَّا خَلَقۡنَا لَهُمۡ مِّمَّا عَمِلَتۡ اَیۡدِیۡنَاۤ اَنۡعَامًا فَهُمۡ لَهَا

ثابت ہو جائے ○ اور کیا انہوں نے نہ دیکھا کہ ہم نے اپنے ہاتھ کے بنائے ہوئے چوپائے ان کے لیے پیدا کیے تو یہ ان کے مالک

آیت 68 اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اوپر بیان کی گئی سزاؤں کا واقع ہونا قابلِ تعجب نہیں، اس کی ایک نظیر پر ہماری قدرت گواہ ہے کہ جسے ہم لمبی عمر دیتے ہیں تو اسے پیدائش میں الٹا پھیر دیتے ہیں کہ وہ بچپن جیسی کمزوری اور ناتوانی کی طرف واپس ہونے لگتا ہے اور دم بدم اس کی طاقتیں، قوتیں، جسم اور عقل کم ہونے لگتے ہیں، تو کیا اس حالت کو دیکھ کر وہ سمجھتے نہیں کہ جس پروردگار نے یہ تبدیلی کی وہ اس پر قادر ہے کہ آنکھیں دینے کے بعد انہیں مٹادے اور اچھی صورتیں عطا کرنے کے بعد ان کو مسخ کر دے اور موت دینے کے بعد پھر زندہ کر دے۔

آیت 69 **شانِ نزول:** کفارِ قریش نے کہا تھا کہ محمد (مصطفی صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم) شاعر ہیں اور جو وہ فرماتے ہیں یعنی قرآنِ پاک وہ شعر ہے، ان کی مراد یہ تھی کہ (مَعَاذَ اللہ) یہ کلام جھوٹا ہے۔ اسی کا اس آیت میں رد فرمایا گیا ہے کہ ہم نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو ایسی باطل گوئی کا ملکہ ہی نہیں دیا اور نہ ہی شعر کہنا میرے حبیب صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی شان کے لائق ہے اور یہ قرآن اَشعار یعنی جھوٹی باتوں پر مشتمل نہیں، بلکہ وہ صریح حق وہدایت ہے۔ **اہم بات:** رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو اولین و آخرین کے علوم عطا کئے گئے اور کائنات میں ہر علم والے سے بڑھ کر علم عطا فرمایا گیا جس میں سب علوم شامل ہیں، البتہ شعر کہنے کی صلاحیت نہ دی کہ اِس سے کفار کو آپ کے شاعر ہونے کا پروپیگنڈا کرنا بہت آسان ہو جاتا ہے۔

آیت 70 ارشاد فرمایا: **تاکہ وہ ہر ایسے شخص کو ڈرائے جو زندہ ہو۔** یہاں ڈرانے والے سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم ہیں یا اس سے مراد قرآنِ مجید ہے اور زندہ سے مراد وہ شخص ہے جو دل کا زندہ ہو اور کلام و خطاب کو سمجھتا ہے، یہ مومن کی شان ہے۔ اس صورت میں آیت کا معنی یہ ہوگا: قرآنِ پاک نصیحت اور روشن قرآن ہے تاکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم یا قرآن، مومن کو گناہوں پر ہونے والے عذاب سے ڈرائیں (تاکہ وہ گناہوں سے باز رہے) اور کفر پر قائم رہنے والے کافروں پر عذاب کی بات ثابت ہو جائے۔ یا زندہ سے مراد وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کے علم میں ایمان لانے والا ہے، اس صورت میں آیت کا معنی یہ ہوگا: رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم یا قرآن اس شخص کو عذاب سے ڈرائیں جو اللہ تعالیٰ کے علم میں ایمان لانے والا ہے۔

آیت 71-73 کیا مشرکینِ مکہ اس بات پر غور نہیں کرتے کہ ہم نے اپنی قدرت سے بنائے ہوئے چوپائے ان کے اور ان کے فائدے کے لئے پیدا کیے اور یہ ہمارے مالک بنانے کی وجہ سے ان چوپایوں کے مالک ہیں اور ہم نے ان چوپایوں کو ان کے لئے مُسَخَّر اور تابع کر دیا جس کے نتیجے میں مضبوط چوپایوں پر سوار ہونا، سامان لادنا، جہاں چاہے انہیں لے جانا اور ذبح کرنا ان کے لئے کوئی مشکل نہیں اور ان کے بڑے

مٰلِكُوْنَ ﴿٧١﴾ وَ ذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ وَ مِنْهَا يَاْكُلُوْنَ ﴿٧٢﴾ وَ لَهُمْ فِيْهَا

ہیں○اور ہم نے ان چوپایوں کو ان کے لیے تابع کر دیا تو ان چوپایوں سے کچھ ان کی سواریاں ہیں اور کچھ سے وہ کھاتے ہیں○اور لوگوں کے لیے

مَنَافِعُ وَ مَشَارِبُ ؕ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ﴿٧٣﴾ وَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً

ان چوپایوں میں کئی طرح کے منافع اور پینے کی چیزیں ہیں تو کیا وہ لوگ شکر ادا نہیں کریں گے ○ اور انہوں نے اللہ کے سوا اور معبود

لَّعَلَّهُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿٧٤﴾ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَهُمْ وَ هُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ ﴿٧٥﴾

بنالئے کہ شاید ان کی مدد ہو جائے○وہ معبود اِن کی مدد نہیں کرسکتے اور وہ لوگ خود ان معبودوں کیلئے حاضر خدمت لشکر بنے ہوئے ہیں○

وقف لازم

فَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ اِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَ مَا يُعْلِنُوْنَ ﴿٧٦﴾ اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ

تو ان کی بات تمہیں غمگین نہ کرے بیشک ہم جانتے ہیں جو وہ چھپاتے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں ○ اور کیا آدمی نے نہ دیکھا

بڑے منافع یہ ہیں کہ کچھ چوپائے ان کی سواریاں ہیں اور کچھ سے وہ گوشت اور چربی کھاتے ہیں اور ان کے علاوہ بھی چوپایوں میں ان کے لئے کئی طرح کے فائدے ہیں جیسا کہ وہ ان کی کھالوں، بالوں اور اون وغیرہ کو کام میں لاتے ہیں اور پینے کی چیزیں جیسے دودھ اور دودھ سے بننے والی چیزیں جیسے دہی وغیرہ حاصل ہوتی ہیں، تو کیا وہ مشرکین یہ نعمتیں عطا فرمانے والے رب تعالیٰ کی وحدانیّت کا اقرار کر کے اور عبادت میں کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرا کر اس کا شکر ادا نہیں کریں گے؟ **اہم بات:** آیت میں ہاتھ کا لفظ ہے، یہ متشابہات میں سے ہے جس کا حقیقی و مرادی معنیٰ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے یا یہ بطورِ محاورہ کے ہے اور قدرت کے معنیٰ میں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ جسم اور جسمانی ہاتھوں سے پاک ہے۔

آیت 74 خدا کی بے شمار نعمتوں پر یہ لازم تھا کہ کفار اللہ تعالیٰ کی عبادت کر کے اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرتے لیکن انہوں نے اس کی بجائے بے بس، عاجز بتوں کو پوجنا شروع کر دیا اور ان سے یہ توقع رکھنے لگ گئے کہ شاید ان کی مدد ہو جائے اور یہ بت مصیبت کے وقت ان کے کام آئیں اور عذاب سے بچائیں اور ایسا ہونا ممکن نہیں۔ انبیا و اولیا دنیا میں معجزہ و کرامت سے مدد فرماتے ہیں اور قیامت میں بھی شفاعت سے مدد کریں گے جبکہ بت دنیا میں بھی ناکارہ ہیں اور آخرت میں بھی مردود۔

آیت 75 فرمایا کہ مشرکوں کا اپنے معبودوں سے مدد کی توقع رکھنا بے کار ہے، ان کے معبود ان کی مدد کر سکتے ہیں اور نہ ہی ان سے عذاب دور کر سکتے ہیں کیونکہ وہ جماد، بے جان، بے قدرت اور بے شعور ہیں بلکہ یہ بت پرست خود اپنے معبودوں کی حفاظت کے لئے ان کے لشکر بنے ہوئے ہیں جو بتوں کی خدمت کے لئے موجود رہتے ہیں۔ **اہم بات:** بتوں کا جہنم میں داخلہ اپنے پجاریوں کو عذاب دینے کے لئے اور پجاریوں کا داخلہ عذاب پانے کے لئے ہو گا۔

آیت 76 اس آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ جب یہ کفار ایسے واضح اُمور میں بھی مخالفت ہی کرتے ہیں تو آپ کفار کی تکذیب، ان کی ایذاؤں اور جفاکاریوں سے غمگین نہ ہوں، بیشک ہم جانتے ہیں جو وہ چھپاتے اور ظاہر کرتے ہیں ہم انہیں ان کے کردار کی سزا دیں گے۔

آیت 77 - 79 **شانِ نزول:** ایک کافر اپنے ہاتھ میں ایک گلی ہوئی ہڈی لایا اور اسے توڑتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے کہنے لگا

اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِیْمٌ مُّبِیْنٌ ﴿۷۷﴾ وَ ضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّ نَسِیَ خَلْقَهٗ ؕ

کہ ہم نے اسے ایک بوند سے بنایا پھر تب ہی وہ کھلم کھلا جھگڑا کرنے والا ہے ○ اور ہمارے لیے مثال دیتا ہے اور اپنی پیدائش کو بھول گیا۔

قَالَ مَنْ یُّحْیِ الْعِظَامَ وَ هِیَ رَمِیْمٌ ﴿۷۸﴾ قُلْ یُحْیِیْهَا الَّذِیْۤ اَنْشَاَهَاۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ

کہنے لگا: ایسا کون ہے جو ہڈیوں کو زندہ کردے جبکہ وہ بالکل گلی ہوئی ہوں ○ تم فرماؤ: ان ہڈیوں کو وہ زندہ کرے گا جس نے پہلی بار انہیں بنایا

وَ هُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِیْمُۙ ﴿۷۹﴾ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَاۤ اَنْتُمْ مِّنْهُ

اور وہ ہر پیدائش کو جاننے والا ہے ○ جس نے تمہارے لیے سبز درخت سے آگ پیدا کی تو جبھی تم اس سے

تُوْقِدُوْنَ ﴿۸۰﴾ اَوَ لَیْسَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰۤی اَنْ یَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ؕ۫

وقف غفران

آگ جلاتے ہو ○ اور کیا جس نے آسمان اور زمین بنائے وہ اس بات پر قادر نہیں کہ ان جیسے اور پیدا کردے؟

کہ کیا آپ کا یہ خیال ہے کہ اس ہڈی کو گل جانے اور ریزہ ریزہ ہو جانے کے بعد بھی اللہ تعالیٰ اِسے زندہ کرے گا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا: ہاں! اور تجھے بھی مرنے کے بعد اٹھائے گا اور جہنم میں داخل فرمائے گا۔ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی، چنانچہ ان تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جو انسان گلی ہوئی ہڈی کا بکھرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی قدرت سے زندگی قبول کرنا ناممکن سمجھتا ہے، اپنے آپ کو نہیں دیکھتا کہ ابتدا میں گلی ہوئی ہڈی سے بھی حقیر تر ایک گندہ نطفہ تھا، اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ نے اس میں جان ڈالی، انسان بنایا تو ایسا مغرور انسان ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہی کا منکر ہو کر جھگڑنے آ گیا، اور وہ گلی ہوئی ہڈی کو ہاتھ سے مل کر ہمارے لئے مثال دیتا ہے کہ یہ ہڈی تو ایسی بکھری ہوئی ہے، یہ کیسے زندہ ہوگی اور یہ کہتے ہوئے اپنی پیدائش کو بھول گیا کہ منی کے قطرے سے پیدا کیا گیا ہے۔ اے حبیب! آپ اس سے فرما دیں کہ ان ہڈیوں کو وہ زندہ کرے گا جس نے پہلی بار انہیں بنایا اور وہ پہلی اور بعد والی ہر پیدائش کو جاننے والا ہے اور جب اس کا علم بھی کامل ہے، قدرت بھی کامل تو پھر تمہیں دوبارہ زندہ کئے جانے کو ماننے میں کیوں تأمُّل ہے۔

آیت 80 ارشاد فرمایا: جس نے تمہارے لیے سبز درخت سے آگ پیدا کی۔ عرب کے مَرخ اور عفار نامی دو درخت ہوتے ہیں، جب ان کی سبز شاخیں کاٹ کر ایک دوسرے پر رگڑی جائیں تو ان سے آگ نکلتی ہے حالانکہ وہ اتنی تر ہوتی ہیں کہ ان سے پانی ٹپکتا ہوتا ہے۔ اس میں قدرت کی کیسی عجیب نشانی ہے کہ آگ اور پانی دونوں ایک دوسرے کی ضد، ہر ایک ایک جگہ ایک لکڑی میں موجود، نہ پانی آگ کو بجھائے نہ آگ لکڑی کو جلائے، جس قادرِ مُطلَق کی یہ حکمت ہے وہ اگر ایک بدن پر موت کے بعد زندگی وارد کرے تو اس کی قدرت سے کیا عجیب ناممکن ہے!!

آیت 81 فرمایا: جس رب تعالیٰ نے آسمان اور زمین جیسی عظیم مخلوق بنا دی کیا وہ اس بات پر قادر نہیں کہ آخرت میں ان جیسے چھوٹے اور حقیر انسان دوبارہ بنا دے؟ کیوں نہیں! بیشک وہ اس پر قادر ہے اور اس کی قدرت کامل اور اس کا علم تمام معلومات کو شامل ہے کیونکہ وہی بڑا پیدا کرنے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔ **اہم بات:** آسمان و زمین کی مثال لوگوں کی عقل کے مطابق دی کہ بڑی چیز کو پیدا کرنے والا چھوٹی چیز کو بھی پیدا کر سکتا ہے ورنہ خدا کے لئے چھوٹی بڑی چیز کے پیدا کرنے میں کوئی فرق نہیں۔ اس کی قدرت سب چیزوں کے لئے برابر ہے۔

بَلٰی ق وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِیْمُ ﴿٨١﴾ اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَیْـًٔا اَنْ یَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ

کیوں نہیں! اور وہی بڑا پیدا کرنے والا، سب کچھ جاننے والا ہے ○ اس کا کام تو یہی ہے کہ جب کسی چیز کا ارادہ فرماتا ہے تو اس سے فرماتا ہے، ”ہو جا“

فَیَكُوْنُ ﴿٨٢﴾ فَسُبْحٰنَ الَّذِیْ بِیَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَیْءٍ وَّاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿٨٣﴾ ع

تو وہ ہو جاتی ہے ○ تو پاک ہے وہ جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا قبضہ ہے اور اسی کی طرف تم پھیرے جاؤ گے ○

ایاتها ١٨٢ | ٣٧ سُوْرَةُ الصّٰٓفّٰتِ مَكِّيَّةٌ ٥٦ | رکوعاتها ٥

سورۂ صٰفّٰت مکیہ ہے، اس میں ایک سو بیاسی آیتیں اور پانچ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

آیت 82 اللہ تعالیٰ جب کسی چیز کو پیدا کرنے کا ارادہ فرماتا ہے تو اس سے فرماتا ہے: ”ہو جا“ تو وہ ہو جاتی ہے یعنی مخلوقات کا وجود اس کے حکم کے تابع ہے اور جب خدا کسی چیز کو وجود میں آنے کا حکم فرماتا ہے تو اسے لوگوں کی طرح مختلف اَشیاء کی حاجت نہیں ہوتی بلکہ خدا کے حکم پر ہر چیز امرِ الٰہی کے مطابق وجود میں آ جاتی ہے۔

آیت 83 آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ بیان کردہ سب چیزوں سے ثابت ہو گیا کہ مشرکین جو کہتے ہیں اس سے وہ رب تعالیٰ پاک ہے جس کے دستِ قدرت میں ہر چیز کا قبضہ ہے اور وہ ہر چیز کا مالک ہے اور مرنے کے بعد اسی کی طرف تم آخرت میں پھیرے جاؤ گے کیونکہ اس کے علاوہ اور کوئی علَی الاِطلاق مالک ہے ہی نہیں۔

سورۂ صافّات کا تعارف یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں 5 رکوع اور 182 آیتیں ہیں۔ صافّات کا معنٰی ہے صفیں باندھنے والے، اس سورت کی پہلی آیت میں صفیں باندھنے والوں کی قسم ارشاد فرمائی گئی اس مناسبت سے اس کا نام ”سورۂ صافّات“ رکھا گیا۔

فضیلت: نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے جمعہ کے دن سورۂ یٰسٓ اور سورۂ وَالصّٰٓفّٰت کی تلاوت کی، پھر اس نے اللہ تعالیٰ سے کوئی سوال کیا تو اللہ تعالیٰ اس کا وہ سوال پورا کر دے گا۔ (در منثور 7/77) **مضامین:** اس سورت کی ابتدا میں صفیں باندھنے والوں، جھڑک کر چلانے والوں اور قرآنِ مجید کی تلاوت کرنے والی جماعتوں کی قسم ذکر کر کے فرمایا گیا عبادت کا مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہے اور یہ بتایا گیا کہ آسمان کو تمام سرکش جِنّات سے محفوظ کر دیا گیا ہے۔ معجزات کا مذاق اڑانے اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کا انکار کرنے والوں کی مذمت بیان کی گئی ہے۔ اخلاص کے ساتھ ایمان لانے والوں کی جزا میں جنت کی نعمتیں بیان کی گئیں اور یہ بتایا گیا کہ لوگوں کو کس چیز کے لئے عمل کرنا چاہیے۔ پچھلی امتوں کے احوال بیان کئے گئے کہ رسولوں کو جھٹلانے والے عذاب میں مبتلا کر دیئے گئے اور ایمان لانے والے عذاب سے محفوظ رہے۔ حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت اسماعیل، حضرت موسیٰ، حضرت ہارون، حضرت الیاس، حضرت لوط اور حضرت یونس علیہم السّلام کے واقعات بیان کئے گئے اور ان میں سے حضرت ابراہیم اور حضرت یونس علیہما السّلام کا واقعہ تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا۔ کفار کے اس عقیدے کہ ”فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں“ کا رد کیا گیا ہے۔

وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ۙ﴿۱﴾ فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا ۙ﴿۲﴾ فَالتّٰلِيٰتِ ذِكْرًا ۙ﴿۳﴾ اِنَّ

ان کی قسم جو باقاعدہ صفیں باندھے ہوئے ہیں ○ پھر ان کی قسم جو جھڑک کر چلانے والے ہیں ○ پھر قرآن کی تلاوت کرنے والوں کی قسم ○ بیشک

اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ ؕ﴿۴﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ؕ﴿۵﴾

تمہارا معبود ضرور ایک ہے ○ آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کا رب ہے اور مشرقوں کا مالک ہے ○

آیت 1 اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صفیں باندھنے والے چند گروہوں کی قسم یاد فرمائی، ان کے بارے میں مفسرین کے 3 اقوال ہیں: (1) ان سے مراد فرشتوں کے گروہ ہیں جو نمازیوں کی طرح صف بستہ ہو کر اللہ تعالیٰ کے حکم کے منتظر رہتے ہیں۔ (2) ان سے علماءِ دین کے گروہ مراد ہیں جو تہجد اور تمام نمازوں میں صفیں باندھ کر عبادت میں مصروف رہتے ہیں۔ (3) ان سے مراد غازیوں کے گروہ ہیں جو راہِ خدا میں صفیں باندھ کر دشمنانِ حق کے ساتھ مقابلہ کرتے ہیں۔ **اہم بات:** یہاں صف باندھنے والوں کی قسم ارشاد فرمانے سے معلوم ہوا کہ صف باندھنا بہت اہمیت اور فضیلت کا باعث ہے۔

آیت 2 اس سے پہلی آیت میں صفیں بنانے والوں کی تفسیر میں ذکر کردہ تین اَقوال کے مطابق یہاں جھڑک کر چلانے والوں سے مراد یا تو بادل پر مقرر فرشتے ہیں جو بادل کو حکم دے کر چلاتے ہیں۔ یا ان سے علما مراد ہیں جو وعظ و نصیحت سے لوگوں کو جھڑک کر یعنی بعض اوقات موقع محل اور موضوع کی مناسبت سخت الفاظ کے ساتھ دین کی راہ پر چلاتے ہیں یا ان سے غازی مراد ہیں جو گھوڑوں کو ڈپٹ کر جہاد میں چلاتے ہیں۔

آیت 3 یہاں بھی قرآنِ مجید کی تلاوت کرنے والوں سے مراد وہ فرشتے ہیں جو نماز میں تلاوت کرتے ہیں یا وہ علما مراد ہیں جو اپنے بیانات میں قرآنِ کریم کی تلاوت کرتے ہیں یا وہ غازی مراد ہیں جو جہاد کرتے وقت قرآنِ پاک کی تلاوت کرتے ہیں۔ **درس:** تلاوتِ قرآن بڑی اعلیٰ عبادت ہے، لہٰذا اسے سفر و حَضر کسی حال میں بھی نہ چھوڑا جائے۔

آیت 4 کفارِ مکہ تعجب کے طور پر نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے بارے میں کہا کرتے تھے کہ **"کیا اس نے بہت سارے خداؤں کو ایک خدا کردیا؟ بیشک یہ ضرور بڑی عجیب بات ہے۔"** اس پر اللہ تعالیٰ نے مذکورہ بالا چیزوں کی قسم یاد فرما کر بتوں کے پجاریوں کا رد کرتے ہوئے فرمادیا کہ اے اہلِ مکہ! بیشک تمہارا معبود ضرور ایک ہے، لہٰذا تم بتوں کو اپنا معبود قرار نہ دو۔ **اہم بات:** حقیقی اعتبار سے اس آیت میں تمام انسانوں سے خطاب کیا گیا ہے۔

آیت 5 فرمایا کہ آسمان اور زمین اور ان کی درمیانی کائنات اور تمام حدود و جِہات سب کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے تو کوئی دوسرا کس طرح عبادت کا مستحق ہوسکتا ہے، لہٰذا وہ شریک سے مُنَزَّہ ہے۔ **اہم بات:** اس آیت میں "مَشَارِق" جمع کا صیغہ ہر روز کے مشرق اور مغرب کے اعتبار سے ہے کیونکہ سال میں سورج طلوع اور غروب ہونے کی 360 جگہیں ہیں اور ہر روز سورج ان میں سے ایک مشرق سے طلوع ہوتا اور ایک مغرب میں غروب ہوتا ہے۔ سورۂ رحمٰن میں "مَشْرِقَيْنِ" اور "مَغْرِبَيْنِ" تثنیہ کا صیغہ گرمیوں اور سردیوں کے موسم میں سورج طلوع اور غروب ہونے کے اعتبار سے ہے اور سورۂ مُزَّمِّل میں "مَشْرِق" اور "مَغْرِب" واحد کا صیغہ ہر سال کے مشرق اور مغرب کے اعتبار سے ہے۔

إِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِينَةٍ الْكَوَاكِبِ ﴿٦﴾ وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ ﴿٧﴾

بیشک ہم نے نیچے کے آسمان کو ستاروں کے سنگھار سے آراستہ کیا○ اور ہر سرکش شیطان سے حفاظت کیلئے○

لَا يَسَّمَّعُونَ إِلَى الْمَلَإِ الْأَعْلٰى وَيُقْذَفُونَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ﴿٨﴾ دُحُورًا وَّلَهُمْ

وہ شیاطین عالم بالا کی طرف کان نہیں لگا سکتے اور انہیں ہر جانب سے مارا جاتا ہے○ (انہیں) بھگانے کیلئے اور ان کے لیے

عَذَابٌ وَّاصِبٌ ﴿٩﴾ إِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَأَتْبَعَهُ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ﴿١٠﴾

ہمیشہ کا عذاب ہے○ مگر جو ایک آدھ بار (کوئی بات) اُچک کر لے چلے تو روشن انگارا اس کے پیچھے لگ جاتا ہے○

فَاسْتَفْتِهِمْ أَهُمْ أَشَدُّ خَلْقًا أَمْ مَّنْ خَلَقْنَا ۚ إِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِينٍ لَّازِبٍ ﴿١١﴾

تو ان سے پوچھو، کیا اِن لوگوں کی پیدائش زیادہ مضبوط ہے یا ہماری (دوسری) مخلوق کی۔ بیشک ہم نے انہیں چپکنے والی مٹی سے بنایا○

آیت 7،6 آسمان کو ستاروں سے سجانے کے دو فوائد بیان کئے گئے ہیں۔ (1) زینت کے لئے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ بیشک ہم نے نیچے کے آسمان کو ستاروں کے سنگھار سے آراستہ کیا کیونکہ دیکھنے والے کو سارے ستارے پہلے آسمان پر ایسے محسوس ہوتے ہیں جیسے کسی چادر پر رنگ برنگ موتی بکھرے ہوئے ہیں۔ (2) سرکش شیطانوں سے آسمان کی حفاظت کے لئے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ ہم نے آسمان کو ہر ایک نافرمان شیطان سے محفوظ رکھنے کے لئے ستاروں سے سجایا کہ جب شَیاطین آسمان پر جانے کا ارادہ کریں تو فرشتے شِہاب مار کر ان کو دور کر دیں۔

آیت 8-10 شَیاطین آسمان کے قریب جاتے اور بعض اوقات فرشتوں کا کلام سن کر اس کی خبر کاہنوں کو دیتے۔ اللہ تعالیٰ نے شِہاب کے ذریعے شیطانوں سے آسمان کی حفاظت فرمائی۔ چنانچہ فرمایا: شَیاطین آسمان کے فرشتوں کی باتیں سننے کے لئے عالَمِ بالا کی طرف کان نہیں لگاسکتے اور وہ آسمان کے فرشتوں کی گفتگو نہیں سن سکتے اور جب وہ گفتگو سننے کے لئے آسمان کی طرف جائیں تو انہیں دور کرنے کے لئے ہر طرف سے انگاروں کے ساتھ مارا جاتا ہے، یہ ان کا دنیا میں عذاب ہے اور آخرت میں ان کے لئے ہمیشہ کا عذاب ہے اور اگر کوئی شیطان ایک آدھ بار فرشتوں کی کوئی بات سن کر بھاگنے لگے تو روشن انگارا اسے جلانے یا ایذا پہنچانے کے لئے اس کے پیچھے لگ جاتا ہے۔

آیت 11 اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے فرمایا کہ آپ کفارِ مکہ سے پوچھیں: کیا اِن کی پیدائش زیادہ مضبوط ہے یا ہماری دوسری مخلوق مثلاً آسمان، زمین اور فرشتوں وغیرہ کی؟ تو جس قادرِ برحق کو آسمان و زمین جیسی عظیم مخلوق کو پیدا کر دینا کچھ بھی دشوار نہیں تو انسانوں کو پیدا کرنا اس پر کیا مشکل ہو سکتا ہے۔ بیشک ہم نے انسانوں کو چپکنے والی مٹی سے بنایا، یہ ان کے کمزور ہونے کی ایک اور دلیل ہے کہ ان کی پیدائش کا اصل مادہ مٹی ہے جو کوئی شدت اور قوت نہیں رکھتی اور اس میں ان پر ایک اور دلیل قائم فرمائی گئی ہے کہ جسم کے گل جانے اور مٹی ہو جانے کہ بعد اُس مٹی سے پھر دوبارہ پیدائش کو وہ کیوں ناممکن جانتے ہیں؟ جب مادہ موجود اور بنانے والا موجود تو پھر دوبارہ پیدائش کیسے محال ہو سکتی ہے؟

بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُوْنَ ﴿١٢﴾ وَاِذَا ذُكِّرُوْا لَا يَذْكُرُوْنَ ﴿١٣﴾ وَاِذَا رَاَوْا
بلکہ تم نے تعجب کیا اور وہ مذاق اڑاتے ہیں○ اور جب انہیں سمجھایا جائے تو سمجھتے نہیں○ اور جب کوئی نشانی
اٰيَةً يَّسْتَسْخِرُوْنَ ﴿١٤﴾ وَقَالُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿١٥﴾ ءَاِذَا مِتْنَا
دیکھتے ہیں تو ٹھٹھا کرتے ہیں○ اور کہتے ہیں یہ تو کھلا جادو ہی ہے○ کیا جب ہم مر کر
وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿١٦﴾ اَوَاٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ﴿١٧﴾ قُلْ نَعَمْ
مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا ہم ضرور اٹھائے جائیں گے؟○ اور کیا ہمارے اگلے باپ دادا بھی؟○ تم فرماؤ: ہاں
وَاَنْتُمْ دٰخِرُوْنَ ﴿١٨﴾ فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ فَاِذَا هُمْ يَنْظُرُوْنَ ﴿١٩﴾ وَقَالُوْا
اور اس وقت تم ذلیل و رسوا ہو گے○ تو وہ تو ایک جھڑک ہی ہوگی تو جبھی وہ دیکھنے لگیں گے○ اور کہیں گے:
يٰوَيْلَنَا هٰذَا يَوْمُ الدِّيْنِ ﴿٢٠﴾ هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿٢١﴾ ع ١/ ٢١/ ٥
ہائے ہماری خرابی! یہ بدلے کا دن ہے○ یہ وہ فیصلے کا دن ہے جسے تم جھٹلاتے تھے○

آیت 12-15 ان چار آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! آپ نے کفارِ مکہ کے انکار پر تعجب کیا کہ آپ کی رسالت اور مرنے کے بعد اٹھنے پر دلالت کرنے والی واضح نشانیوں کے باوجود وہ کس طرح انکار کرتے ہیں اور وہ کفار آپ کا اور آپ کے تعجب کرنے کا یا مرنے کے بعد اٹھنے کا مذاق اڑاتے ہیں اور جب انہیں کسی چیز کے ذریعے سمجھایا جائے تو سمجھتے نہیں اور جب کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو مذاق کرتے ہیں اور کہتے ہیں: یہ تو کھلا جادو ہی ہے۔

آیت 16، 17 ان دو آیات میں کفارِ مکہ کا ایک سوال ذکر کیا گیا ہے کہ کیا ہمیں مرنے کے بعد دوبارہ ضرور زندہ کیا جائے گا حالانکہ ہم تو مٹی ہو چکے ہوں گے اور ہماری صرف ہڈیاں باقی ہوں گی اور کیا ہمارے اگلے باپ دادا کو بھی دوبارہ زندہ کیا جائے گا حالانکہ انہیں مرے ہوئے ایک زمانہ گزر چکا ہے۔ کفار کے نزدیک چونکہ اُن کے باپ دادا کا زندہ کیا جانا خود اُن کے زندہ کئے جانے سے زیادہ بعید تھا اس لئے انہوں نے یہ کہا۔

آیت 18 اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے فرمایا کہ آپ ان کفار سے فرمادیں: ہاں! تم سب دوبارہ زندہ کئے جاؤ گے اور اس وقت تمہارا حال یہ ہو گا کہ تم ذلیل و رُسوا ہو گے۔

آیت 19-21 جب اللہ تعالیٰ دوبارہ زندہ کرنے کا ارادہ فرمائے گا تو وہ نفخۂ ثانیہ کی ایک ہی ہولناک آواز ہو گی اور وہ اسی وقت زندہ ہو کر اپنے اَفعال اور پیش آنے والے اَحوال دیکھنے لگیں گے اور کہیں گے: ہائے ہماری خرابی! فرشتے ان سے کہیں گے کہ ”یہ انصاف کا دن ہے، یہ حساب و جزا کا دن ہے اور یہ وہ فیصلے کا دن ہے جسے تم دنیا میں جھٹلاتے تھے۔ **درس:** قیامت کے بہت سے نام ہیں اور یہ نام اس دن کے کاموں کے لحاظ سے ہیں۔ زیادہ ناموں میں عقلمند لوگوں کے لئے تنبیہ ہے کیونکہ قیامت کے ہر نام کے تحت ایک راز ہے اور اس کے ہر وصف کے تحت ایک معنیٰ ہے، تو ہمیں اس کے معانی کی معرفت اور پہچان حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَ اَزْوَاجَهُمْ وَ مَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ﴿٢٢﴾ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاهْدُوْهُمْ

ظالموں اور ان کے ساتھیوں کو اور جن کی یہ اللہ کے سوا پوجا کرتے تھے ان سب کو اکٹھا کردو○ پھر ان سب کو دوزخ کا

اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِيْمِ ﴿٢٣﴾ وَ قِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْـُٔوْلُوْنَ ﴿٢٤﴾ مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُوْنَ ﴿٢٥﴾

راستہ دکھاؤ○ اور انہیں ٹھہراؤ، بیشک ان سے پوچھ گچھ کی جائے گی○ (کہا جائے گا:) تمہیں کیا ہوا؟ تم ایک دوسرے کی مدد کیوں نہیں کرتے؟○

بَلْ هُمُ الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُوْنَ ﴿٢٦﴾ وَ اَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿٢٧﴾

بلکہ وہ آج گردن جھکائے ہوئے ہوں گے○ اور ان میں ایک دوسرے کی طرف آپس میں سوال کرتے ہوئے متوجہ ہوگا○

قَالُوْۤا اِنَّكُمْ كُنْتُمْ تَاْتُوْنَنَا عَنِ الْيَمِيْنِ ﴿٢٨﴾ قَالُوْا بَلْ لَّمْ تَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿٢٩﴾ وَ مَا كَانَ لَنَا

پیروکار کہیں گے: تم ہمارے پاس طاقت و قوت سے آتے تھے○ سردار کہیں گے: بلکہ تم خود ہی ایمان والے نہیں تھے○ اور ہمارا

عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا طٰغِيْنَ ﴿٣٠﴾ فَحَقَّ عَلَيْنَا قَوْلُ رَبِّنَاۤ اِنَّا لَذَآىِٕقُوْنَ ﴿٣١﴾

تم پر کچھ قابو نہ تھا بلکہ تم سرکش لوگ تھے○ تو ہم پر ہمارے رب کی بات ثابت ہوگئی (کہ) ہم ضرور مزہ چکھیں گے○

آیت 22،23 اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دے گا کہ ظالموں اور ان کے ساتھیوں کو اور اللہ تعالیٰ کے سوا جن بتوں کی یہ پوجا کرتے تھے ان سب کو ایک ہی جگہ اکٹھا کردو، پھر ان سب کو جہنم کا راستہ دکھاؤ۔ **اہم بات:** اس آیت میں ظالموں سے مراد کافر ہیں اور اُن کے ساتھیوں سے مراد یا تو وہ شَیاطین ہیں جو دنیا میں ان کے ہم نشین اور پاس رہتے تھے۔ ہر ایک کافر اپنے شیطان کے ساتھ ایک ہی زنجیر میں جکڑ دیا جائے گا یا ان سے مراد اس کی جنس کے دوسرے افراد ہیں۔ یعنی ہر کافر اپنی ہی قسم کے کفار کے ساتھ ہانکا جائے گا، جیسے بت پرست بت پرستوں کے ساتھ اور آتش پرست آتش پرستوں کے ساتھ۔

آیت 24 جب کفار جہنم کے قریب پہنچیں گے تو فرشتوں سے کہا جائے گا: انہیں پل صراط کے پاس ٹھہراؤ، بیشک ان سے ابھی پوچھ گچھ کی جائے گی۔ قیامت کے دن کفار کے علاوہ بھی ہر ایک سے اس کے اَقوال اور اَفعال کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی۔ لہٰذا مسلمانوں کو بھی اس پوچھ گچھ کے بارے میں فکر کرنی چاہیے۔

آیت 25 جہنم کے خازن ڈانٹتے ہوئے مشرکین سے کہیں گے کہ آج تمہیں کیا ہوا؟ تم ایک دوسرے کی مدد کیوں نہیں کرتے، حالانکہ دنیا میں تم ایک دوسرے کی مدد کرنے پر بہت گھمنڈ رکھتے تھے۔

آیت 26 فرمایا کہ قیامت کے دن کفار عاجز ہو کر گردن جھکائے ہوئے ہوں گے اور کوئی حیلہ انہیں کام نہ آئے گا۔

آیت 27-32 سرداراوران کی پیروی کرنے والے آپس میں ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوں گے اور پیروی کرنے والے اپنے سرداروں سے کہیں گے: دنیا میں تم ہمیں اپنی طاقت اور قوت کے زور پر گمراہی پر آمادہ کرتے تھے اور ہم نے تمہارے خوف کی وجہ سے گمراہی کا راستہ اختیار کیا۔ اس پر کفار کے سردار کہیں گے: ہم نے تم پر کوئی زبردستی نہیں کی کہ تم ہماری پیروی کرو بلکہ تم پہلے ہی سرکش اور ایمان سے اِعراض کرچکے تھے۔ اب ہم پر ہمارے رب عَزَّوَجَلَّ کی وہ بات ثابت ہوگئی کہ **”میں ضرور جہنم کو جنوں اور انسانوں**

فَاَغْوَیْنٰكُمْ اِنَّا كُنَّا غٰوِیْنَ ﴿۳۲﴾ فَاِنَّهُمْ یَوْمَىٕذٍ فِی الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ

تو ہم نے تمہیں گمراہ کیا، بیشک ہم خود گمراہ تھے○ تو اس دن وہ سب کے سب عذاب میں شریک ہیں○ مجرموں کے ساتھ

نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِیْنَ ﴿۳۴﴾ اِنَّهُمْ كَانُوْۤا اِذَا قِیْلَ لَهُمْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۙ یَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۳۵﴾

ہم ایسا ہی کرتے ہیں○ بیشک جب ان سے کہا جاتا تھا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو وہ تکبر کرتے تھے○

وَیَقُوْلُوْنَ اَىٕنَّا لَتَارِكُوْۤا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ﴿۳۶﴾ بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ

اور کہتے تھے کیا ہم ایک دیوانے شاعر کی وجہ سے اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں○ بلکہ وہ تو حق لائے ہیں اور انہوں نے رسولوں کی

الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۳۷﴾ اِنَّكُمْ لَذَآىٕقُوا الْعَذَابِ الْاَلِیْمِ ﴿۳۸﴾ وَمَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۳۹﴾

تصدیق فرمائی ہے○ بیشک تم ضرور دردناک عذاب چکھنے والے ہو○ تو تمہیں تمہارے اعمال ہی کا بدلہ دیا جائے گا○

اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِیْنَ ﴿۴۰﴾ اُولٰٓىٕكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿۴۱﴾ فَوَاكِهُ ۚ وَهُمْ مُّكْرَمُوْنَ ﴿۴۲﴾

مگر جو اللہ کے چنے ہوئے بندے ہیں○ ان کے لیے وہ روزی ہے جو معلوم ہے○ پھل میوے ہیں اور وہ معزز ہوں گے○

سے بھروں گا۔“لہٰذا اس کے عذاب کا مزہ گمراہوں اور گمراہ کرنے والوں کو بھی ضرور چکھنا ہے، ہم خود گمراہ تھے تو ہمارے پاس سے گمراہی ہی مل سکتی تھی، تم ہمارے پاس آئے ہی کیوں؟

آیت 33،34 قیامت کے دن گمراہ اور انہیں گمراہ کرنے والے سردار سب عذاب میں شریک ہوں گے اگرچہ ان کے عذاب کی کیفیّت میں فرق ہوگا اور ہم نے گمراہوں اور انہیں عذاب میں جمع کر دیا، مجرموں کے ساتھ ہم ایسا ہی کرتے ہیں۔

آیت 35،36 یہاں کفار کے عذاب میں مبتلا ہونے کا سبب بیان کیا گیا ہے کہ جب ان سے کہا جاتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں تو وہ تکبر کرتے تھے اور نہ توحید قبول کرتے اور نہ ہی اپنے شرک سے باز آتے بلکہ کہتے تھے کہ کیا ہم ایک دیوانے شاعر یعنی محمد صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے کہنے پر اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں؟

آیت 37 اللہ تعالیٰ نے کفار کی بات کارد کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: یہ نبی دیوانے اور شاعر نہیں، بلکہ وہ تو حق لائے ہیں اور انہوں نے دین و توحید کے صحیح اور شرک کے باطل ہونے میں اپنے سے پہلے رسولوں علیہم السّلام کی تصدیق فرمائی ہے۔

آیت 38-40 رسولِ خدا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی طرف شاعری اور جنون کی نسبت کرنے والوں سے فرمایا گیا: بیشک تم ضرور آخرت میں دردناک عذاب چکھنے والے ہو اور تم جو دنیا میں شرک کر آئے ہو تمہیں اسی کا بدلہ دیا جائے گا البتہ اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے یعنی ایمان اور اخلاص والے بندے دردناک عذاب نہیں چکھیں گے اور ان کے حساب میں سوال و کلام نہ ہوگا بلکہ اگر ان سے کوئی خطا ہوئی تو اسے معاف کیا جائے گا۔

آیت 41-44 مومن مخلص بندوں کے لئے جنت میں وہ روزی ہے جو قرآن کے ذریعے معلوم ہو چکی ہے یا جو ہمارے علم میں ہے اور وہ روزی پھل میوے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے جنت میں پیدا فرمائے ہیں اور یہ روزی انتہائی عزت کے ساتھ انہیں پیش کی

Go to Index

فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿٤٣﴾ عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿٤٤﴾ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ﴿٤٥﴾

چین کے باغوں میں○ تختوں پر آمنے سامنے ہوں گے○ خالص شراب کے جام کے ان پر دور ہوں گے○

بَيْضَآءَ لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ﴿٤٦﴾ لَا فِيْهَا غَوْلٌ وَّلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ ﴿٤٧﴾

سفید رنگ کی شراب ہوگی، پینے والوں کے لیے لذت بخش ہوگی○ نہ اس میں عقل کی خرابی ہوگی اور نہ وہ اس سے نشے میں لائے جائیں گے○

وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ عِيْنٌ ﴿٤٨﴾ كَاَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ ﴿٤٩﴾ فَاَقْبَلَ

اور ان کے پاس نگاہیں نیچی رکھنے والی، بڑی آنکھوں والی (بیویاں) ہوں گی○ گویا وہ پوشیدہ رکھے ہوئے انڈے ہیں○ پھر جنتی

بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿٥٠﴾ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ اِنِّيْ كَانَ لِيْ قَرِيْنٌ ﴿٥١﴾

آپس میں سوال کرتے ہوئے ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوں گے○ ان میں سے ایک کہنے والا کہے گا: بیشک میرا ایک ساتھی تھا○

يَّقُوْلُ اَئِنَّكَ لَمِنَ الْمُصَدِّقِيْنَ ﴿٥٢﴾ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا

(مجھ سے) کہا کرتا تھا: کیا تم تصدیق کرنے والوں میں سے ہو؟○ کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا ہمیں جزا

جائے گی اور وہ چین کے باغوں میں آپس میں مَسرور تختوں پر آمنے سامنے ہوں گے۔ **دعا:** اللہ کریم اپنے فضل سے اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی رحمت سے ہمیں جنت کی نعمتیں عطا فرمائے۔

آیت 45-47 جنتی شراب کی پاکیزہ نہریں ان کی نگاہوں کے سامنے جاری ہوں گی اور وہ خالص شراب ہوگی جس کے جام کے ان پر دَور ہوں گے، وہ شراب دودھ سے بھی زیادہ سفید ہوگی، پینے والوں کے لئے لذت بخش ہوگی۔ جنتی شراب میں خُمار نہیں ہے جس سے عقل میں خلَل آئے۔ جنتی اس شراب سے نشے میں نہیں آئیں گے، جبکہ دنیا کی شراب میں بہت سے فسادات اور عیب ہیں، اس سے پیٹ اور سر میں درد ہوتا ہے، گردوں اور جگر کو تباہ کرتی ہے، طبیعت متلانے لگتی ہے، سر چکراتا ہے اور عقل ٹھکانے نہیں رہتی۔

آیت 48،49 جنتی حوروں کے اوصاف یہ ہیں۔ (1) وہ حوریں شوہروں کے سوا دوسری طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھیں گی کہ اس کے نزدیک اس کا شوہر ہی صاحبِ حسن اور پیارا ہے۔ (2) بڑی اور خوبصورت آنکھوں والی ہوں گی۔ (3) وہ گرد و غبار سے پاک اور اس قدر صاف شفاف اور سفید ہوں گی گویا کہ وہ چھپا کر رکھے ہوئے انڈے ہیں۔

آیت 50-57 جنتی شرابِ طہور پینے کے دوران آپس میں سوال کرتے ہوئے ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوں گے کہ دنیا میں کیا واقعات پیش آئے۔ ان میں سے ایک جنتی کہے گا: دنیا میں میرا ایک ساتھی تھا جو مرنے کے بعد اُٹھنے کا منکر تھا اور قیامت کے متعلق اِنکار کے طور پر مجھ سے کہتا تھا کہ کیا تم مرنے کے بعد اُٹھنے کو سچ مانتے ہو؟ اور کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا ہمیں جزا سزا دی جائے گی؟ یہ بیان کر کے وہ جنتی اپنے جنتی دوستوں سے کہے گا: کیا تم جھانک کر دیکھو گے کہ میرے اس ہم نشین کا جہنم میں کیا حال ہے؟ وہ جواب دیں گے: تم ہم سے زیادہ اسے جانتے ہو۔ پھر جب وہ جھانکے گا تو اپنے اس دنیا کے ساتھی کو بھڑکتی

Go to Index

لَمَدِينُونَ ۝٥٣ قَالَ هَلْ اَنْتُمْ مُّطَّلِعُوْنَ ۝٥٤ فَاطَّلَعَ فَرَاٰهُ فِيْ سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ۝٥٥

سزا دی جائے گی؟○ جنتی کہے گا: کیا تم جھانک کر دیکھو گے؟○ تو وہ جھانکے گا تو اس ساتھی کو بھڑکتی آگ کے درمیان میں دیکھے گا○

قَالَ تَاللّٰهِ اِنْ كِدْتَّ لَتُرْدِيْنِ ۝٥٦ وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ۝٥٧

وہ جنتی کہے گا: خدا کی قسم، قریب تھا کہ تو ضرور مجھے ہلاک کر دیتا○ اور اگر میرے رب کا احسان نہ ہوتا تو ضرور میں بھی پکڑ کر حاضر کیا جاتا○

اَفَمَا نَحْنُ بِمَيِّتِيْنَ ۝٥٨ اِلَّا مَوْتَتَنَا الْاُوْلٰى وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ۝٥٩ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ

تو کیا ہم مریں گے نہیں؟○ سوائے ہماری پہلی موت کے اور ہمیں عذاب نہیں دیا جائے گا○ بیشک یہی

الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝٦٠ لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ ۝٦١ اَذٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ ۝٦٢

بڑی کامیابی ہے○ ایسی ہی کامیابی کے لیے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہیے○ تو یہ مہمان نوازی بہتر ہے یا زقوم کا درخت؟○

آگ کے درمیان میں دیکھے گا تو وہ جنتی اس سے کہے گا: خدا کی قسم! قریب تھا کہ تو ضرور مجھے بھی راہِ راست سے بہکا کر ہلاک کر دیتا اور اگر میرے رب عزّوجلّ کا احسان نہ ہوتا تو ضرور میں بھی تیرے ساتھ جہنم میں موجود ہوتا۔ **اہم بات:** جنت و جہنم میں لاکھوں میل کا فاصلہ ہوگا لیکن جنتی پھر بھی جہنمی کو دیکھ لے گا کیونکہ جنت میں جنتی کی نگاہ بہت تیز ہوگی۔ دنیا میں انبیا و اولیا کو ایسی ہی صلاحیت دی جاتی ہے، اسی لئے وہ دور سے بھی دیکھ لیتے ہیں۔ **درس:** کافر و گمراہ اور دین دشمن لوگوں کی دوستی سے بچنا بہت ہی ضروری ہے ورنہ ایمان برباد اور آخرت تباہ ہو سکتی ہے۔ آج لوگ اس معاملے میں بہت غافل ہوتے جا رہے ہیں۔

آیت 58-60 جب موت ذبح کر دی جائے گی تو اہلِ جنت فرشتوں سے کہیں گے: کیا ہم دنیا میں ہو جانے والی پہلی موت کے سوا مریں گے نہیں اور ہمیں عذاب نہیں دیا جائے گا؟ فرشتے کہیں گے: نہیں یعنی اب تمہیں کبھی موت نہیں آئے گی۔ اس پر جنتی کہیں گے کہ بیشک یہ بڑی کامیابی ہے جو ہمیں نصیب ہوئی۔

آیت 61 یہاں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے بدلے ثواب اور اُخروی انعامات حاصل کرنے کی ترغیب دی گئی ہے کہ عمل کرنے والوں کو ایسی ہی کامیابی کے لئے عمل کرنا چاہیے۔ **درس:** حقیقی کامیابی یہ ہے کہ قیامت کے دن انسان کو جہنم کے عذاب سے بچا کر جنت میں داخل کر دیا جائے، لہٰذا اسی کامیابی کو حاصل کرنے کی پوری کوشش کرنی چاہیے۔

آیت 62 فرمایا گیا کہ جنت کی نعمتیں، لذتیں، وہاں کے نفیس و لطیف کھانے اور مشروبات، دائمی عیش اور بے انتہا راحت و سُرور بہتر ہے یا جہنم میں ملنے والا زَقوم کا درخت جو نہایت تلخ، انتہائی بدبودار، حد درجہ کا بدمزہ اور سخت ناگوار ہے؟ اس سے دوزخیوں کی میزبانی کی جائے گی اور انہیں اسے کھانے پر مجبور کیا جائے گا۔ اللہ اکبر، اللہ تعالیٰ ہمیں جہنم سے محفوظ رکھے اور اپنے فضل سے جنت میں داخلہ عطا فرمائے اور ہمیں جنت کے لئے نیک اعمال کی توفیق عطا فرمائے۔

اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِيْنَ ﴿۶۳﴾ اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِيْٓ اَصْلِ الْجَحِيْمِ ﴿۶۴﴾

بیشک ہم نے اس درخت کو ظالموں کے لئے آزمائش بنادیا ہے ○ بیشک وہ ایک درخت ہے جو جہنم کی جڑ میں سے نکلتا ہے ○

طَلْعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ ﴿۶۵﴾ فَاِنَّهُمْ لَاٰكِلُوْنَ مِنْهَا فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا

اس کا شگوفہ ایسے ہے جیسے شیطانوں کے سر ہوں ○ پھر بیشک وہ اس میں سے کھائیں گے پھر اس سے

الْبُطُوْنَ ﴿۶۶﴾ ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيْمٍ ﴿۶۷﴾ ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَاِلَى

پیٹ بھریں گے ○ پھر بیشک ان کے لیے اس پر کھولتے پانی کی ملاوٹ ہے ○ پھر بیشک ان کا لوٹنا ضرور بھڑکتی

الْجَحِيْمِ ﴿۶۸﴾ اِنَّهُمْ اَلْفَوْا اٰبَآءَهُمْ ضَآلِّيْنَ ﴿۶۹﴾ فَهُمْ عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ يُهْرَعُوْنَ ﴿۷۰﴾

آگ کی طرف ہے ○ بیشک انہوں نے اپنے باپ دادا کو گمراہ پایا ○ تو وہ انہیں کے نشانِ قدم پر دوڑائے جارہے ہیں ○

آیت 63 مفسرین نے اس آیت کے دو معنی بیان فرمائے ہیں: (1) بیشک ہم نے زقوم کے درخت کو آخرت میں کافروں کے لئے عذاب بنادیا ہے۔ (2) بیشک ہم نے اس درخت کو دنیا میں کافروں کے لئے آزمائش بنادیا ہے۔ جب کفار نے جہنم میں اس درخت کے بارے میں سنا تو وہ فتنے میں پڑ گئے اور وہ فتنہ یہ کہ اس کے سبب قرآن اور نبوت پر طعن کرتے ہوئے کہنے لگے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ آگ میں درخت ہو حالانکہ آگ تو درختوں کو جلاڈالتی ہے۔

آیت 64، 65 کافروں کے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے فرمایا گیا: بیشک زقوم ایک درخت ہے جو جہنم کی جڑ میں سے نکلتا ہے اور اس کی شاخیں جہنم کے ہر طبقے میں پہنچتی ہیں، اس کا شگوفہ بدصورتی میں ایسے ہے جیسے شیطانوں کے سر ہوں یعنی نہایت بدھیئت اور قبیح المنظر، سانپوں کے پھن کی طرح۔ **اہم بات:** اس درخت کا اصل عُنصر ہی آگ ہے تو آگ اسے نہیں جلائے گی۔

آیت 66، 67 کفار بھوک کی شدت سے مجبور ہو کر جہنمی تھوہڑ میں سے کھائیں گے، یہاں تک کہ اس سے ان کے پیٹ بھر جائیں گے، وہ تھوہڑ جلتا ہو گا اور ان کے پیٹوں کو جلائے گا، اس کی سوزش سے پیاس کا غلبہ ہو گا اور وہ ایک عرصے تک تو پیاس کی تکلیف میں رکھے جائیں گے، پھر جب پینے کو دیا جائے گا تو گرم کھولتا پانی، اس کی گرمی اور سوزش، اُس تھوہڑ کی گرمی اور جلن سے مل کر تکلیف اور بے چینی مزید بڑھادے گی۔

آیت 68 فرمایا: پھر بیشک ان کا لوٹنا ضرور بھڑکتی آگ کی طرف ہے کیونکہ زقوم کھلانے اور گرم پانی پلانے کے لئے ان کو اپنے دَرکات یعنی عذاب کے مقام سے دوسرے درکات میں لے جایا جائے گا اس کے بعد پھر اپنے درکات کی طرف لوٹائے جائیں گے۔

آیت 69، 70 یہاں کفار کے مستحقِ عذاب ہونے کی وجہ بیان فرمائی گئی کہ اپنے باپ دادا کو گمراہ پانے کے باوجود وہ انہیں کے نشانِ قدم پر دوڑے جارہے ہیں اور گمراہی میں ان کی پیروی کرتے ہیں جبکہ حق کے دلائل واضح ہیں۔ **درس:** اس آیت سے وہ لوگ نصیحت حاصل کریں جن کے پاس غیر شرعی رسم ورواج کے صحیح ہونے کی دلیل صرف خاندان میں عرصۂ دراز سے اسی طرح ہوتے آنا ہے یا آج تک کسی سے اس کا ناجائز ہونا نہ سننا ہے۔

وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ اَكْثَرُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۷۱﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا فِیْهِمْ مُّنْذِرِیْنَ ﴿۷۲﴾ فَانْظُرْ

اور بیشک ان سے پہلے بہت سے اگلے لوگ گمراہ ہوئے ○ اور بیشک ہم نے ان میں ڈر سنانے والے بھیجے ○ تو دیکھو

ع ٢ ٥٣ ٦ كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِیْنَ ﴿۷۳﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِیْنَ ﴿۷۴﴾ وَلَقَدْ نَادٰىنَا نُوْحٌ

ڈرائے جانے والوں کا کیسا انجام ہوا؟○ مگر اللہ کے چُنے ہوئے بندے○ اور بیشک نوح نے ہمیں پکارا

فَلَنِعْمَ الْمُجِیْبُوْنَ ﴿۷۵﴾ وَنَجَّیْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِیْمِ ﴿۷۶﴾ وَجَعَلْنَا ذُرِّیَّتَهٗ

تو ہم کیا ہی اچھے جواب دینے والے ہیں ○ اور ہم نے اسے اور اس کے گھر والوں کو بڑی تکلیف سے نجات دی ○ اور ہم نے اسی کی اولاد

هُمُ الْبٰقِیْنَ ﴿۷۷﴾ وَتَرَكْنَا عَلَیْهِ فِی الْاٰخِرِیْنَ ﴿۷۸﴾ سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِی الْعٰلَمِیْنَ ﴿۷۹﴾

باقی رکھی ○ اور ہم نے بعد والوں میں اس کی تعریف باقی رکھی○ تمام جہان والوں میں نوح پر سلام ہو○

آیت 71-74 اے حبیب! بیشک کفارِ قریش سے پہلے بہت سے اگلے لوگ اسی وجہ سے گمراہ ہوئے کہ اُنہوں نے اپنے باپ دادا کی غلط راہ نہ چھوڑی، بیشک ہم نے ان میں انبیاءِ کرام علیہم السّلام بھیجے جنہوں نے ان کو گمراہی کے برے انجام کا خوف دلایا لیکن انہوں نے اپنے جاہل باپ داداؤں کی پیروی نہ چھوڑی اور انبیاءِ کرام علیہمُ السّلام کا کہنا نہ مانا جس کی وجہ سے ان ڈرائے جانے والوں کا انجام یہ ہوا کہ وہ عذاب سے ہلاک کر دیئے گئے جبکہ اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے ایمان دار بندے عافیت میں رہے اور انہوں نے اپنے اخلاص کے سبب عذاب سے نجات پائی۔ **درس:** اپنے عمل پر غور کر کے شریعت و سنت پر عمل پیرا ہو کر خود کو چنے ہوئے بندوں میں شامل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

آیت 75،76 یہاں سے اللہ تعالیٰ نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی تسلی اور ان کی امت میں سے کفر کرنے والوں کو عذاب سے ڈرانے کے لئے انبیاءِ کرام علیہمُ السّلام کے 7 واقعات بیان فرمائے۔ ان دو آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: نوح علیہ السّلام نے ہمیں پکارا اور ہم سے اپنی قوم پر عذاب نازل کرنے اور انہیں ہلاک کرنے کی درخواست کی تو ہم کیا ہی اچھے جواب دینے والے ہیں کہ ہم نے اُن کی دعا قبول کی اور دشمنوں کے مقابلے میں ان کی مدد کی اور اُن کے دشمنوں کو غرق کر کے ہلاک کیا جبکہ حضرت نوح علیہ السّلام کو اور جو ان پر ایمان لائے، انہیں غرق ہونے سے نجات دی۔

آیت 77،78 فرمایا: ہم نے حضرت نوح علیہ السّلام کی اولاد ہی باقی رکھی تو اب دنیا میں جتنے انسان ہیں سب حضرت نوح علیہ السّلام کی نسل سے ہیں، نیز حضرت نوح علیہ السّلام کے بعد والے انبیاءِ کرام علیہمُ السّلام اور اُن کی اُمتوں میں حضرت نوح علیہ السّلام کا ذکرِ جمیل باقی رکھا۔

اہم بات: (۱) حضرت نوح علیہ السّلام کے کشتی سے اترنے کے بعد آپ علیہ السّلام کی اولاد اور ان کی بیویوں کے علاوہ دیگر مرد و عورت سے کوئی نسل نہ چلی۔ آپ علیہ السّلام کی اولاد سے دنیا کی نسلیں چلیں۔ (۲) وفات کے بعد دنیا میں ذکرِ خیر رہنا اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔

آیت 79،80 فرمایا کہ فرشتے، جنات اور انسان حضرت نوح علیہ السّلام پر قیامت تک سلام بھیجتے رہیں گے جس کی ایک صورت یہ ہے کہ قرآن پڑھنے والے اِس آیت کو پڑھتے رہیں گے اور یہ آیت بھی سلامتی بھیجنے کی عظیم صورت ہے۔ مزید فرمایا کہ حضرت نوح علیہ

إِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿٨٠﴾ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ ﴿٨١﴾ ثُمَّ

بیشک ہم نیکوں کو ایسا ہی صلہ دیتے ہیں ○ بیشک وہ ہمارے اعلیٰ درجہ کے کامل ایمان والے بندوں میں سے ہے ○ پھر

أَغْرَقْنَا الْآخَرِينَ ﴿٨٢﴾ وَإِنَّ مِنْ شِيعَتِهِ لَإِبْرٰهِيمَ ﴿٨٣﴾ إِذْ جَاءَ رَبَّهُ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ ﴿٨٤﴾ وقف لازم

ہم نے دوسروں کو ڈبو دیا ○ اور بیشک اسی (نوح) کے گروہ سے ابراہیم ہے ○ جبکہ اپنے رب کے پاس سلامت دل لے کر حاضر ہوا ○

إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَاذَا تَعْبُدُونَ ﴿٨٥﴾ أَئِفْكًا آلِهَةً دُونَ اللّٰهِ تُرِيدُونَ ﴿٨٦﴾

جب اس نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے فرمایا تم کیا پوجتے ہو؟ ○ کیا بہتان باندھ کر اللہ کے سوا اور معبود چاہتے ہو؟ ○

فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِينَ ﴿٨٧﴾ فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُومِ ﴿٨٨﴾ فَقَالَ إِنِّي سَقِيمٌ ﴿٨٩﴾

تو تمہارا ربُّ العالمین پر کیا گمان ہے؟ ○ پھر اس نے ستاروں کو ایک نگاہ دیکھا ○ تو کہا: میں بیمار ہونے والا ہوں ○

السلام کی دعا قبول فرما کر، ان کی نسل کو باقی رکھ کر، بعد والوں میں ان کی تعریف باقی رکھ کر اور تمام جہان والوں میں ان پر سلام بھیج کر انہیں مقام اور مرتبہ اس وجہ سے عطا کیا گیا کہ ہم نیکوں کو ایسا ہی صلہ دیتے ہیں۔ **اہم وظیفہ:** جو شخص شام کے وقت یہ آیت "سَلٰمٌ عَلٰی نُوْحٍ فِی الْعٰلَمِیْنَ" پڑھ لیا کرے تو اسے بچھو نہیں کاٹے گا اور اس آیت کو صبح شام پڑھنے والا زہریلے جانوروں سے امن میں رہتا ہے اور کشتی میں سوار ہوتے وقت پڑھنے والا ڈوبنے سے محفوظ رہتا ہے۔

آیت 81، 82 اس کا معنی یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السّلام نیک ہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے اعلیٰ درجہ کے کامل ایمان والے بندوں میں سے ہیں۔ آیت 82 کا تعلق آیت نمبر 76 کے ساتھ ہے اور معنیٰ یہ ہے کہ ہم نے حضرت نوح علیہ السّلام اور ان پر ایمان لانے والوں کو غرق ہونے سے نجات دی، پھر ان کی قوم کے تمام کافروں کو غرق کر دیا۔

آیت 83، 84 یہاں سے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا واقعہ بیان کیا جا رہا ہے۔ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام حضرت نوح علیہ السّلام کے دین و ملت اور انہیں کے طریقے پر ہیں۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت اور عبادت کی دعوت دی تو اس وقت ان کے دل میں اللہ تعالیٰ کے لئے اخلاص تھا اور انہوں نے دنیا کی ہر چیز سے اپنے دل کو فارغ کر لیا تھا۔

آیت 85-87 حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی قوم بتوں کو پوجتی تھی، اس پر آپ علیہ السّلام نے اپنے عرفی باپ آزر اور اپنی قوم سے عتاب کے طور پر فرمایا: تم کس چیز کی عبادت کرتے ہو؟ کیا تم بہتان باندھ کر اللہ تعالیٰ کے سوا اور معبودوں کی عبادت کرتے ہو؟ تمہارا ربُّ العالمین پر کیا گمان ہے کہ جب تم اس کے سوا دوسرے کو پوجو گے تو کیا وہ تمہیں عذاب دیئے بغیر چھوڑ دے گا؟ حالانکہ تم جانتے ہو کہ وہی در حقیقت نعمتیں عطا کرنے والا اور عبادت کا مستحق ہے۔

آیت 88، 89 قوم نے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو جواب دیا: کل ہماری عید ہے، جنگل میں میلہ لگے گا، ہم کھانے بتوں کے پاس رکھ جائیں گے اور میلے سے واپس آ کر تبرُّک کے طور پر وہ کھانے کھائیں گے۔ آپ بھی ہمارے ساتھ چلیں، واپسی پر بتوں کی سجاوٹ دیکھیں، یہ تماشا دیکھنے کے بعد ہم سمجھتے ہیں کہ آپ بت پرستی پر ہمیں ملامت نہیں کریں گے۔ قوم کا جواب سن کر حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور ایک نظر ستاروں کی طرف ایسے دیکھا جیسے علمِ نجوم کے ماہر دیکھتے ہیں، پھر فرمایا: میں بیمار ہونے

فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِيْنَ ﴿٩٠﴾ فَرَاغَ اِلٰٓى اٰلِهَتِهِمْ فَقَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ﴿٩١﴾ مَا لَكُمْ

تو قوم کے لوگ اس سے پیٹھ پھیر کر چلے گئے ○ پھر آپ ان کے خداؤں کی طرف چھپ کر چلے پھر فرمایا: کیا تم کھاتے نہیں؟ ○ تمہیں

لَا تَنْطِقُوْنَ ﴿٩٢﴾ فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًا بِالْيَمِيْنِ ﴿٩٣﴾ فَاَقْبَلُوْٓا اِلَيْهِ يَزِفُّوْنَ ﴿٩٤﴾

کیا ہوا کہ تم بولتے نہیں؟ ○ تو لوگوں سے نظر بچا کر دائیں ہاتھ سے انہیں مارنے لگے ○ تو کافر اس کی طرف جلدی کرتے ہوئے آئے ○

قَالَ اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ ﴿٩٥﴾ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿٩٦﴾ قَالُوا ابْنُوْا لَهٗ

فرمایا: کیا تم ان کی عبادت کرتے ہو جنہیں خود تراشتے ہو؟ ○ اور اللہ نے تمہیں اور تمہارے اعمال کو پیدا کیا ○ قوم نے کہا: اس کے لیے

والا ہوں۔ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی قوم چونکہ ستاروں کی بہت معتقد تھی اس لئے وہ سمجھی کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے ستاروں سے اپنے بیمار ہونے کا حال معلوم کیا ہے۔ **اہم بات:** علمِ نجوم سے معلومات ملتی ہیں لیکن انبیا و اولیا کو اس میں تائیدِ الٰہی حاصل ہوتی ہے جبکہ نجومیوں کی باتیں تخمینے اور اندازے ہوتے ہیں جس میں سے کچھ کبھی درست تو ہو سکتے ہیں لیکن لوگوں کا اعتقاد خراب ہو جاتا ہے، نجومیوں کاہنوں کو غیب جاننے والا سمجھتے ہیں اور مزید بھی کئی فسادات ہوتے ہیں۔ اس لئے ہماری شریعت میں یہ علم سیکھنا اور استعمال کرنا ممنوع ہے سوائے اتنے حصے کے جس کا تعلق چند دینی چیزوں کے ساتھ ہے۔

آیت 90 حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی بات سن کر لوگ اپنی عید گاہ کی طرف پھر گئے اور آپ علیہ السّلام کو ساتھ لے کر نہ گئے۔

آیت 91، 92 جب لوگ چلے گئے تو حضرت ابراہیم علیہ السّلام ان سے نگاہ بچاتے ہوئے ان کے بت خانے کی طرف چلے، پھر وہاں جا کر بتوں کا مذاق اڑاتے ہوئے ان سے فرمایا: کیا تم اس کھانے کو نہیں کھاتے جو تمہارے سامنے وہ لوگ اس لئے رکھ گئے ہیں تاکہ برکت والا ہو جائے؟ جب بتوں نے کوئی جواب نہ دیا تو آپ علیہ السّلام نے ان سے فرمایا: تمہیں کیا ہوا کہ تم بولتے نہیں؟ پھر بھی بتوں نے جواب نہ دیا اور وہ جواب ہی کیا دیتے کیونکہ وہ تو بے جان تھے۔

آیت 93 جب بتوں نے بالکل کوئی جواب نہ دیا تو حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے لوگوں سے نظر بچا کر دائیں ہاتھ میں کلہاڑا اٹھایا اور ان بتوں کو مارنے لگے یہاں تک کہ آپ علیہ السّلام نے بتوں کو مار مار کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

آیت 94 جب کافروں کو اس بات کی خبر پہنچی تو وہ بہت جلد حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے پاس آئے اور پوچھ گچھ شروع کر دی۔

آیت 95، 96 کچھ گفتگو کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے کافروں سے فرمایا: کیا تم ان بتوں کی عبادت کرتے ہو جنہیں تم خود اپنے ہاتھوں سے تراشتے ہو؟ حالانکہ تمہیں اور تمہارے اعمال کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اور جو خالق ہے وہی درحقیقت عبادت کے لائق ہے جبکہ مخلوق کسی طرح بھی عبادت کی مستحق نہیں۔

آیت 97 حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا جواب سن کر قوم سے کوئی جواب نہ بن پایا تو کہنے لگے: اس کے لئے پتھر کی لمبی چوڑی چار دیواری بناؤ، پھر اس کو لکڑیوں سے بھر دو اور ان میں آگ لگا دو، یہاں تک کہ جب آگ زور پکڑ لے تو انہیں بھڑکتی آگ میں ڈال دو۔ **اہم بات:** حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی قوم نے انہیں ایک کمرے میں بند کر دیا اور ان کی قوم نے ان کے لئے کثیر تعداد میں لکڑیاں جمع کر کے آگ لگائی تو اس کے شعلے اتنے بلند ہوئے کہ اگر اس طرف سے کوئی پرندہ گزرتا تو وہ اس کی تپش سے جل جاتا تھا۔ جب لوگوں نے منجنیق

بُنْيَانًا فَاَلْقُوْهُ فِي الْجَحِيْمِ ﴿۹۷﴾ فَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَسْفَلِيْنَ ﴿۹۸﴾

ایک عمارت بناؤ پھر اسے بھڑکتی آگ میں ڈال دو ○ تو انہوں نے اس کے ساتھ فریب کرنا چاہا تو ہم نے انہیں نیچا کردیا ○

وَقَالَ اِنِّيْ ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ﴿۹۹﴾ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۰۰﴾

اور ابراہیم نے کہا: بیشک میں اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں، اب وہ مجھے راہ دکھائے گا ○ اے میرے رب! مجھے نیک اولاد عطا فرما ○

فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ ﴿۱۰۱﴾ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْ اَرٰى

توہم نے اسے ایک بردبار لڑکے کی خوشخبری سنائی ○ پھر جب وہ اس کے ساتھ کوشش کرنے کے قابل عمر کو پہنچ گیا تو ابراہیم نے کہا: اے میرے بیٹے! میں نے

فِي الْمَنَامِ اَنِّيْۤ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ؕ قَالَ يٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ؗ

خواب میں دیکھا کہ میں تجھے ذبح کررہا ہوں۔ اب تو دیکھ کہ تیری کیا رائے ہے؟ بیٹے نے کہا: اے میرے باپ! آپ وہی کریں جس کا آپ کو حکم دیا جارہا ہے۔

میں ڈال کر عمارت کے کنارے تک حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو بلند کیا تو آپ علیہ السّلام نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی اور عرض کی: اے اللہ! تو واحد ہے اور میں زمین میں تنہا ہوں۔ مجھے اللہ تعالیٰ کافی ہے اور وہ بہت ہی اچھا کارساز ہے۔ تب اللہ تعالیٰ نے آگ کو حکم دیا کہ اے آگ! ابراہیم پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہوجا۔

آیت 98 ارشاد فرمایا: کفار نے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو آگ میں ڈال کر ان کے ساتھ فریب کرنا چاہا تو ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو اس آگ میں سلامت رکھ کر کفار کے فریب کو باطل کرکے انہیں ذلیل کردیا۔

آیت 99 جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو آگ سے نجات عطا فرمادی تو آپ علیہ السّلام نے اپنے اہلِ خانہ کو ہجرت کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا: بیشک میں اس کفر کے مقام سے ہجرت کرکے وہاں جانے والا ہوں جہاں جانے کا میرا رب عَزَّوَجَلَّ حکم دے، اب وہ مجھے میرے مقصد کی طرف راہ دکھائے گا، چنانچہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ علیہ السّلام سرزمینِ شام میں ارضِ مُقَدَّسہ کے مقام پر پہنچے۔ **اہم بات:** دین اور جان کی حفاظت کے لئے ہجرت کرنا جائز ہے اور بعض اوقات حفاظتِ دین کے لئے ہجرت واجب ہوجاتی ہے۔

آیت 100 حضرت ابراہیم علیہ السّلام جب ارضِ مُقَدَّسہ کے مقام پر پہنچے تو اس وقت آپ علیہ السّلام کی اولاد نہیں تھی، چنانچہ آپ نے بارگاہِ الٰہی میں دعا کی: اے میرے رب! مجھے نیک اولاد عطا فرما جو کہ دینِ حق کی دعوت دینے اور تیری عبادت کرنے پر میری مددگار ہو اور پردیس میں مجھے اس سے اُنسیّت حاصل ہو۔

آیت 101 اس آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو تین بشارتیں دی گئیں۔ (1) ان کے ہاں جو اولاد ہوگی وہ لڑکا ہوگا۔ (2) وہ بالغ ہونے کی عمر کو پہنچے گا۔ (3) وہ عقل مند اور بُردبار ہوگا۔ یہ بشارت حضرت اسماعیل علیہ السّلام کے متعلق تھی۔ **اہم بات:** اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کو علومِ خمسہ کی خبریں دی جاتی ہیں، کیونکہ بیٹے کی ولادت سے پہلے اس کی خبر دے دینا علمِ غیب بلکہ ان پانچ علوم میں سے ہے جن کے علم کا اللہ تعالیٰ کے پاس ہونا بطورِ خاص قرآن میں مذکور ہوا ہے۔

آیت 102 اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو فرزند حضرت اسماعیل علیہ السّلام عطا فرمایا۔ جب وہ اس عمر کو پہنچے جس میں حضرت

Go to Index

سَتَجِدُنِیۡۤ اِنۡ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰبِرِیۡنَ ﴿۱۰۲﴾ فَلَمَّاۤ اَسۡلَمَا وَ تَلَّہٗ

اِنۡ شَآءَ اللہ عنقریب آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے ○ تو جب ان دونوں نے (ہمارے حکم پر) گردن جھکا دی اور باپ نے بیٹے کو

لِلۡجَبِیۡنِ ﴿۱۰۳﴾ وَ نَادَیۡنٰہُ اَنۡ یّٰۤاِبۡرٰہِیۡمُ ﴿۱۰۴﴾ قَدۡ صَدَّقۡتَ الرُّءۡیَا ۚ اِنَّا

پیشانی کے بل لٹایا (اس وقت کا حال نہ پوچھ) ○ اور ہم نے اسے ندا فرمائی کہ اے ابراہیم! ○ بیشک تو نے خواب سچ کر دکھایا ہم

کَذٰلِکَ نَجۡزِی الۡمُحۡسِنِیۡنَ ﴿۱۰۵﴾ اِنَّ ہٰذَا لَہُوَ الۡبَلٰٓـؤُا الۡمُبِیۡنُ ﴿۱۰۶﴾ وَ فَدَیۡنٰہُ

نیکی کرنے والوں کو ایسا ہی صلہ دیتے ہیں ○ بیشک یہ ضرور کھلی آزمائش تھی ○ اور ہم نے اسماعیل کے فدیے میں

ابراہیم علیہ السّلام کی ضروریات میں ان کے ساتھ کام کرنے کے قابل ہو گئے تو ان سے حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے فرمایا: اے میرے بیٹے! میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں، اب تو دیکھ لے کہ تیری کیا رائے ہے؟ اس فرزندِ اَرْجمند نے عرض کی: اے میرے باپ! آپ وہی کریں جس کا آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم دیا جا رہا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو عنقریب آپ مجھے ذبح پر صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔

آیت 103 - 105 جب حضرت ابراہیم علیہ السّلام اور ان کے فرزند نے حکمِ الٰہی کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیا اور جب حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے اپنے فرزند کو ذبح کرنے کا ارادہ فرمایا تو ان کے فرزند نے عرض کی: اے والدِ محترم! اگر آپ نے مجھے ذبح کرنے کا ارادہ کر لیا ہے تو پہلے مجھے رسیوں کے ساتھ مضبوطی سے باندھ لیں اور اپنی چھری کو اچھی طرح تیز کر لیں اور مجھے ذبح کرنے کے لئے پیشانی کے بل لٹائیں اور اگر آپ مناسب سمجھیں تو میری قمیص میری ماں کو دے دیں تاکہ انہیں تسلی ہو۔ حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے فرمایا: اے میرے بیٹے! تم اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرنے میں میرے کتنے اچھے مددگار ثابت ہو رہے ہو۔ اس کے بعد بیٹے کو اچھی طرح باندھ دیا، پھر اپنی چھری کو تیز کیا اور اپنے فرزند کو منہ کے بل لٹا کر ان کے چہرے سے نظر ہٹالی، پھر ان کے حلق پر چھری چلادی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ میں چھری کو پلٹ دیا، اس وقت انہیں ایک ندا کی گئی: اے ابراہیم! تم نے اپنے خواب کو سچ کر دکھایا اور اپنے فرزند کو ذبح کے لئے بے دریغ پیش کر کے فرماں برداری کمال کو پہنچادی، بس اب اتنا کافی ہے، یہ ذبیحہ تمہارے بیٹے کی طرف سے فدیہ ہے اسے ذبح کر دو۔ مزید فرمایا: **ہم نیکی کرنے والوں کو ایسا ہی صلہ دیتے ہیں۔** اس آیت کا معنیٰ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام اور ان کے صاحبزادے اس اطاعت میں نیکی کرنے والے تھے تو جس طرح ہم نے ان دونوں نیک ہستیوں کو جزا دی اسی طرح ہم ہر نیکی کرنے والے کو جزا دیں گے۔

آیت 106 ارشاد فرمایا: **بیشک یہ ضرور کھلی آزمائش تھی۔** حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے جان، مال اور وطن کی قربانیاں پہلے ہی پیش فرمادی تھیں اور اب حکمِ خداوندی سے اپنے اس بیٹے کو بھی قربانی کے لئے پیش کر دیا جسے اپنی آخری عمر میں بہت دعاؤں کے بعد پایا، جو گھر کا اجالا اور آنکھوں کا نور تھا اور یہ سب سے سخت آزمائش تھی۔

آیت 107 فرمایا: **اور ہم نے اسماعیل کے فدیے میں ایک بڑا ذبیحہ دیدیا۔** اس ذبیحہ کی شان بہت بلند ہونے کی وجہ سے اسے بڑا فرمایا گیا

بِذِبۡحٍ عَظِیۡمٍ ﴿۱۰۷﴾ وَ تَرَکۡنَا عَلَیۡہِ فِی الۡاٰخِرِیۡنَ ﴿۱۰۸﴾ سَلٰمٌ عَلٰۤی اِبۡرٰہِیۡمَ ﴿۱۰۹﴾ کَذٰلِکَ نَجۡزِی

ایک بڑا ذبیحہ دیدیا ○ اور ہم نے بعد والوں میں اس کی تعریف باقی رکھی ○ ابراہیم پر سلام ہو ○ ہم نیکی کرنے والوں کو ایسا ہی

الۡمُحۡسِنِیۡنَ ﴿۱۱۰﴾ اِنَّہٗ مِنۡ عِبَادِنَا الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۱۱۱﴾ وَ بَشَّرۡنٰہُ بِاِسۡحٰقَ نَبِیًّا

صلہ دیتے ہیں ○ بیشک وہ ہمارے اعلیٰ درجہ کے کامل ایمان والے بندوں میں سے ہیں ○ اور ہم نے اسے اسحاق کی خوشخبری دی جو اللہ کے

مِّنَ الصّٰلِحِیۡنَ ﴿۱۱۲﴾ وَ بٰرَکۡنَا عَلَیۡہِ وَ عَلٰۤی اِسۡحٰقَ ؕ وَ مِنۡ ذُرِّیَّتِہِمَا مُحۡسِنٌ

خاص قرب کے لائق بندوں میں سے ایک نبی ہے ○ اور ہم نے اس پر اور اسحاق پر برکت اتاری اور ان کی اولاد میں کوئی اچھا کام کرنے والا ہے

ع ۳ ۳۹ وَّ ظَالِمٌ لِّنَفۡسِہٖ مُبِیۡنٌ ﴿۱۱۳﴾ وَ لَقَدۡ مَنَنَّا عَلٰی مُوۡسٰی وَ ہٰرُوۡنَ ﴿۱۱۴﴾ۚ وَ نَجَّیۡنٰہُمَا وَ قَوۡمَہُمَا

اور کوئی اپنی جان پر صریح ظلم کرنے والا ہے ○ اور بیشک ہم نے موسیٰ اور ہارون پر احسان فرمایا ○ اور انہیں اور ان کی قوم کو

کیونکہ یہ اس نبی علیہ السّلام کا فدیہ بنا جن کی نسل سے سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم ہیں۔

آیت 111-108 اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السّلام پر یہ انعام فرمایا کہ بعد میں آنے والی امتوں میں آپ کی تعریف اور اچھا تذکرہ باقی رکھا اور آپ پر خصوصی سلام بھیجا اور جیسے اللہ تعالیٰ نے بعد والوں میں حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی تعریف باقی رکھی ایسے ہی اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کو صلہ دیتا ہے اور آپ کی شان میں فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام ہمارے اعلیٰ درجے کے کامل ایمان والے اور مخلص ترین بندوں میں سے ہیں۔

آیت 112 فرمایا: ہم نے ابراہیم علیہ السّلام کو ان کی زوجہ سارہ رضی اللہ عنہا سے بیٹے اسحاق علیہ السّلام کی خوشخبری دی جن کی شان یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے خاص قرب کے لائق بندوں میں سے ایک نبی ہیں۔ **اہم بات:** ذبح کا واقعہ بیان کرنے کے بعد حضرت اسحٰق علیہ السّلام کی خوشخبری دینا اس بات کی دلیل ہے کہ ذبیح حضرت اسمٰعیل علیہ السّلام ہیں۔

آیت 113 فرمایا: **اور ہم نے اس پر اور اسحاق پر برکت اتاری۔** یعنی ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السّلام اور حضرت اسحاق علیہ السّلام پر دینی اور دُنیوی ہر طرح کی برکت اتاری اور ظاہری برکت یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی اولاد میں کثرت کی اور حضرت اسحاق علیہ السّلام کی نسل سے حضرت یعقوب علیہ السّلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السّلام تک بہت سے انبیاءِ کرام علیہم السّلام مبعوث کئے۔ مزید فرمایا کہ ان دونوں کی اولاد میں سے کوئی ایمان لا کر اچھا کام کرنے والا ہے اور کوئی کفر کر کے اپنی جان پر صریح ظلم کرنے والا ہے۔ **اہم بات:** باپ کے بکثرت فضائل والا ہونے سے اولاد کا بھی ویسا ہی ہونا لازم نہیں۔ نیکوں کی اولاد میں برے لوگ اور بروں کی اولاد میں نیک لوگ ہوسکتے ہیں۔ ہر شخص کو اس کے ذاتی عمل سے جانچا جائے، اگلوں پچھلوں کے عمل سے نہیں۔

آیت 118-114 فرمایا کہ بیشک ہم نے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السّلام پر احسان فرمایا کہ انہیں نبوت و رسالت عنایت فرمائی اور اس کے علاوہ دینی اور دُنیوی نعمتوں سے نوازا اور ایک احسان یہ فرمایا کہ ہم نے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السّلام کو اور ان کی قوم بنی اسرائیل کو بہت بڑی سختی سے نجات بخشی کہ انہیں فرعون اور اس کی قوم قبطیوں کے ظلم و ستم سے رہائی دی اور ایک

Go to Index

مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ۱۱۵ وَنَصَرْنٰهُمْ فَكَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ۱۱۶ وَاٰتَيْنٰهُمَا الْكِتٰبَ الْمُسْتَبِيْنَ ۱۱۷

بہت بڑی سختی سے نجات بخشی ○ اور ہم نے ان کی مدد فرمائی تو وہی غالب ہوئے ○ اور ہم نے ان دونوں کو روشن کتاب عطا فرمائی ○

وَهَدَيْنٰهُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۱۱۸ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي الْاٰخِرِيْنَ ۱۱۹ سَلٰمٌ عَلٰى مُوْسٰى

اور انہیں سیدھی راہ دکھائی ○ اور پچھلوں میں ان کی تعریف باقی رکھی ○ موسیٰ اور ہارون پر سلام

وَهٰرُوْنَ ۱۲۰ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِيْنَ ۱۲۱ اِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ۱۲۲

ہو ○ بیشک نیکی کرنے والوں کو ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں ○ بیشک وہ دونوں ہمارے اعلیٰ درجہ کے کامل ایمان والے بندوں میں سے ہیں ○

وَاِنَّ اِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۱۲۳ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اَلَا تَتَّقُوْنَ ۱۲۴ اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا

اور بیشک الیاس ضرور رسولوں میں سے ہے ○ جب اس نے اپنی قوم سے فرمایا: کیا تم ڈرتے نہیں؟ ○ کیا تم بعل (بت) کی پوجا کرتے ہو

احسان یہ فرمایا کہ ہم نے قبطیوں کے مقابلے میں دلائل اور معجزات کے ساتھ ان کی مدد فرمائی تو وہی فرعون اور اس کی قوم پر ہر حال میں غالب رہے اور آخر کار انہیں سلطنت اور حکومت بھی عطا فرمائی اور ایک احسان یہ فرمایا کہ ہم نے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السّلام کو روشن کتاب تورات عطا فرمائی جس کا بیان بلیغ اور وہ حدود و اَحکام وغیرہ کی جامع ہے اور ایک احسان یہ فرمایا کہ انہیں عقلی اور سمعی دلائل سے دینِ حق پر مضبوطی سے قائم رہنے، باطل سے بچے رہنے اور حق سے وابستہ رہنے کی توفیق عطا فرمائی۔

آیت 119-122 ایک احسان یہ فرمایا کہ بعد میں آنے والوں میں ان کے اچھے ذکر کو باقی رکھا۔ یہاں بعد میں آنے والوں سے مراد حضور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی امت ہے اور اچھے ذکر سے ان کی تعریف و توصیف مراد ہے۔ **مزید فرمایا** کہ قیامت تک مخلوق ان دونوں بزرگوں پر سلام بھیجتی رہے گی اور ان کا ذکرِ خیر کرتی رہے گی۔ دوسرا معنیٰ یہ ہے کہ خالق کی طرف سے وہ دونوں ہمیشہ امن و سلامتی میں رہیں گے۔ **مزید فرمایا:** جس طرح ہم نے فرعون کے مَظالم سے نجات دے کر، قبطیوں کے مقابلے میں ان کی مدد کر کے، حدود و اَحکام کی جامع کتاب عطا فرما کر اور قیامت تک ذکرِ خیر باقی رکھ کر حضرتِ موسیٰ اور حضرتِ ہارون علیہما السّلام کو جزا عطا فرمائی اسی طرح ہم نیکی کرنے والوں کو ایسا ہی صلہ دیتے ہیں۔ **اہم بات:** معلوم ہوا کہ نیکی کرنے والوں کو دیگر ثوابوں کے علاوہ دنیا میں ذکرِ خیر اور امن و سلامتی بھی عطا ہوتی ہے۔ مزید فرمایا: حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السّلام ہمارے اعلیٰ درجہ کے کامل ایمان والے بندوں میں سے ہیں۔ **اہم بات:** سب سے بڑی فضیلت اور اعلیٰ شرف کامل ایمان سے حاصل ہوتا ہے۔

آیت 123 یہاں سے حضرت الیاس علیہ السّلام اور ان کی قوم کا واقعہ بیان کیا جارہا ہے۔ حضرت الیاس علیہ السّلام حضرت ہارون علیہ السّلام کی اولاد میں سے ہیں۔ **اہم بات:** چار پیغمبر ابھی تک زندہ ہیں کہ وعدہ الٰہی کے مطابق ابھی تک ان کی وفات نہیں ہوئی، ان میں سے ایک حضرت الیاس علیہ السّلام ہیں۔ قربِ قیامت میں آپ علیہ السّلام وفات پائیں گے۔

آیت 124-126 حضرت الیاس علیہ السّلام نے اپنی قوم سے فرمایا: کیا تمہیں اللہ تعالیٰ کا خوف نہیں اور تم اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو معبود بنا کر اس کی عبادت کرنے پر اس کے عذاب سے ڈرتے نہیں؟ کیا تم بعل بت کی پوجا کرتے ہوئے اس سے بھلائیاں طلب کرتے

وَتَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ ﴿۱۲۵﴾ اللّٰهَ رَبَّكُمْ وَرَبَّ اٰبَآىِٕكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۲۶﴾ فَكَذَّبُوْهُ

اور بہترین خالق کو چھوڑتے ہو؟ اللہ جو تمہارا رب اور تمہارے اگلے باپ دادا کا رب ہے پھر انہوں نے اسے جھٹلایا

فَاِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۲۸﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۲۹﴾ سَلٰمٌ

تو وہ ضرور پیش کئے جائیں گے مگر اللہ کے چُنے ہوئے بندے اور ہم نے بعد والوں میں اس کی تعریف باقی رکھی الیاس پر

عَلٰۤى اِلْ يَاسِيْنَ ﴿۱۳۰﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳۱﴾ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۲﴾

سلام ہو بیشک ہم نیکی کرنے والوں کو ایسا ہی صلہ دیتے ہیں بیشک وہ ہمارے اعلیٰ درجہ کے کامل ایمان والے بندوں میں سے ہے

وَاِنَّ لُوْطًا لَّمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ اِذْ نَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗۤ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۳۴﴾ اِلَّا عَجُوْزًا

اور بیشک لوط ضرور رسولوں میں سے ہے جب ہم نے اسے اور اس کے سب گھر والوں کو نجات بخشی مگر ایک بڑھیا پیچھے

فِي الْغٰبِرِيْنَ ﴿۱۳۵﴾ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۱۳۶﴾ وَاِنَّكُمْ لَتَمُرُّوْنَ عَلَيْهِمْ مُّصْبِحِيْنَ ﴿۱۳۷﴾

رہ جانے والوں میں ہوگئی پھر دوسروں کو ہم نے ہلاک فرمادیا اور (اے لوگو!) بیشک تم صبح کے وقت ان کے پاس سے گزرتے ہو

ہو جبکہ اس رب تعالیٰ کی عبادت کو ترک کرتے ہو جو بہترین خالق ہے اور وہ تمہارا رب ہے اور تمہارے اگلے باپ دادا کا بھی رب ہے۔

آیت 127، 128 قوم نے حضرت الیاس علیہ السّلام کو جھٹلایا تو وہ اپنے جھٹلانے کی وجہ سے قیامت کے دن ضرور ہمارے عذاب میں حاضر کئے جائیں گے اور ہمیشہ جہنم میں رہیں گے البتہ اس قوم میں سے اللہ تعالیٰ کے وہ بَرگُزیدہ بندے جو حضرت الیاس علیہ السّلام پر ایمان لائے انہوں نے عذاب سے نجات پائی۔

آیت 129 فرمایا کہ ہم نے حضرت الیاس علیہ السّلام پر یہ احسان فرمایا کہ بعد میں آنے والی امتوں میں ان کی تعریف اور اچھا تذکرہ باقی رکھا۔

آیت 130-132 اس آیت کا ایک معنیٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت الیاس علیہ السّلام پر سلام ہو اور دوسرا معنیٰ یہ ہے کہ قیامت تک بندے ان کے حق میں دعا کرتے اور ان کی تعریف بیان کرتے رہیں گے اور جیسی کامل جزا ہم نے حضرت الیاس علیہ السّلام کو دی ویسا ہی صلہ ہم نیکی کرنے والوں کو دیتے ہیں اور فرمایا کہ حضرت الیاس علیہ السّلام یقیناً ہمارے اعلیٰ درجہ کے کامل ایمان والے بندوں میں سے ہیں۔ **اہم بات:** اِلْ یاسین بھی الیاس کی ایک لغت ہے۔ الیاس اور اِلْ یاسین ایک ہی ذات کے نام ہیں۔

آیت 133-136 یہاں سے حضرت لوط علیہ السّلام اور ان کی قوم کا واقعہ بیان کیا جارہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السّلام کو اہلِ سدوم کی طرف نبی بنا کر بھیجا، ان لوگوں نے حضرت لوط علیہ السّلام کو جھٹلایا اور آپ کو شہید کرنے کا ارادہ کرلیا، اس وقت حضرت لوط علیہ السّلام نے دعا مانگی: اے میرے اللہ! مجھے اور میرے گھر والوں کو ان لوگوں کے عمل سے نجات دے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اور ان کے سب گھر والوں کو نجات بخشی البتہ ایک بڑھیا عذاب کے اندر رہ جانے والوں میں شامل ہوگئی، یہ حضرت لوط علیہ السّلام کی بیوی ”واہلہ“ تھی جو کافرہ اور خائنہ تھی، پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السّلام کی قوم کے کفار پر پتھر برسا کر اور ان کی بستیوں کا تختہ الٹ کر سب کو ہلاک کردیا۔

آیت 137، 138 یہاں کفارِ مکہ سے فرمایا گیا کہ اے کفارِ مکہ! تم ملکِ شام کی طرف اپنے کاروباری سفروں کے دوران صبح وشام ان

ع ٤ / ٢٥ / ٨

وَبِالَّيۡلِ ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ﴿١٣٨﴾ ع وَاِنَّ يُوۡنُسَ لَمِنَ الۡمُرۡسَلِيۡنَ ﴿١٣٩﴾ ؕ اِذۡ اَبَقَ

اور رات کے وقت (بھی ان بستیوں سے گزرتے ہو)۔ تو کیا تم سمجھتے نہیں؟○ اور بیشک یونس ضرور رسولوں میں سے ہے○ جب وہ بھری

اِلَى الۡفُلۡكِ الۡمَشۡحُوۡنِ ﴿١٤٠﴾ ۙ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الۡمُدۡحَضِيۡنَ ﴿١٤١﴾ ج فَالۡتَقَمَهُ الۡحُوۡتُ

کشتی کی طرف نکل گیا○ تو کشتی والے نے قرعہ ڈالا تو یونس دھکیلے جانے والوں میں سے ہوگئے○ پھر انہیں مچھلی نے نگل لیا اور وہ اپنے آپ کو

النصف

وَهُوَ مُلِيۡمٌ ﴿١٤٢﴾ فَلَوۡلَاۤ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الۡمُسَبِّحِيۡنَ ﴿١٤٣﴾ ۙ لَلَبِثَ فِىۡ بَطۡنِهٖۤ اِلٰى يَوۡمِ يُبۡعَثُوۡنَ ﴿١٤٤﴾ ج النصف

ملامت کررہے تھے○ تو اگر وہ تسبیح کرنے والا نہ ہوتا○ تو ضرور اس دن تک اس مچھلی کے پیٹ میں رہتا جس دن لوگ اٹھائے جائیں گے○

بستیوں سے گزرتے ہو اوران کی ہلاکت و بربادی کے آثار کا تم مشاہدہ کرتے ہو تو کیا تمہیں عقل نہیں کہ ان کی اجڑی ہوئی بستیوں سے عبرت حاصل کرو اور اس بات سے ڈرو کہ جیسا عذاب اہلِ سدوم پر نازل ہوا ویسا تم پر بھی نازل ہو سکتا ہے کیونکہ جو رب تعالیٰ کفر اور تکذیب کی وجہ سے اہلِ سدوم کو ہلاک کرنے پر قادر ہے تو اے کفارِ مکہ! وہ تمہیں بھی ہلاک کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔

آیت 139 یہاں سے حضرت یونس علیہ السّلام کا واقعہ بیان کیا جارہا ہے۔ آپ علیہ السّلام کا نام یونس بن متّٰی ہے۔ آپ علیہ السّلام کا لقب ذُوالنُّون اور صَاحِبُ الحُوْت ہے، آپ بستی نینوٰی کے نبی تھے آپ علیہ السّلام نے چالیس سال ان لوگوں کو بت پرستی چھوڑنے اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت کا اقرار کرنے کی دعوت دی لیکن انہوں نے آپ علیہ السّلام کو جھٹلایا اور شرک کرتے رہے۔

آیت 140، 141 حضرت یونس علیہ السّلام نے عرصہ دراز تک ہر طرح قوم کو سمجھانے کے بعد قوم کے نہ ماننے پر انہیں عذاب آنے کی خبر دی تھی اور اس کے بعد یہ سمجھ کر کہ جتنی تبلیغ اور اتمامِ حجت کرنا تھا وہ آپ کر چکے ہیں اور اب قوم پر عذاب ہی آئے گا لہٰذا آپ علیہ السّلام اپنی قوم کے کفر و نافرمانی پر غضب ناک ہو کر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہجرت کا پیغام ملے بغیر ہی اپنے علاقے سے چل دیئے اور خیال یہی تھا کہ اس فعل پر مجھ سے کوئی باز پُرس نہ ہوگی۔ آپ علیہ السّلام نے دریائی سفر کا قصد کیا اور بھری کشتی پر سوار ہوگئے، کشتی دریا کے درمیان پہنچ کر بغیر کسی ظاہری سبب کے ٹھہر گئی۔ ملاحوں نے کہا: اس کشتی میں اپنے مولا سے بھاگا ہوا کوئی غلام ہے، قرعہ اندازی کرنے سے وہ ظاہر ہو جائے گا، چنانچہ قرعہ اندازی کی گئی تو اس میں آپ علیہ السّلام ہی کا نام نکلا، اس پر آپ علیہ السّلام نے فرمایا کہ میں ہی وہ غلام ہوں۔ اس کے بعد آپ علیہ السّلام پانی میں ڈال دیئے گئے کیونکہ ان لوگوں کا دستور یہی تھا کہ جب تک بھاگا ہوا غلام دریا میں نہ ڈالا جائے اس وقت تک کشتی چلتی نہ تھی۔ **اہم بات:** حضرت یونس علیہ السّلام ایسے عظیم الشان رسول کے لئے حکمِ الٰہی کا انتظار کرنا بہتر تھا اور اسی کے ترک پر آپ کو مچھلی کے پیٹ میں جانے کی مشقت اٹھانا پڑی۔

آیت 142 جب حضرت یونس علیہ السّلام دریا میں ڈال دیئے گئے تو انہیں ایک بڑی مچھلی نے نگل لیا اور اس وقت آپ خود کو ملامت کررہے تھے کہ قوم سے جدا ہونے میں حکمِ الٰہی کا انتظار کیوں نہ کیا۔ **اہم بات:** اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو اِلہام فرمایا: میں نے حضرت یونس علیہ السّلام کو تیرے لئے غذا نہیں بنایا بلکہ تیرے پیٹ کو اس کے لئے قید خانہ بنایا ہے لہٰذا تم نہ تو ان کی کوئی ہڈی توڑنا اور نہ ہی ان کے گوشت کو کاٹنا۔

آیت 143، 144 اگر حضرت یونس علیہ السّلام ذکرِ الٰہی کی کثرت کرنے والے اور مچھلی کے پیٹ میں "لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنۡتَ سُبۡحٰنَكَ ۖ اِنِّىۡ كُنۡتُ مِنَ الظّٰلِمِيۡنَ" پڑھنے والے نہ ہوتے تو ضرور قیامت کے دن تک اس مچھلی کے پیٹ میں رہتے۔ **اہم وظیفہ:** نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے

فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ سَقِيْمٌ ﴿١٤٥﴾ وَاَنْۢبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَّقْطِيْنٍ ﴿١٤٦﴾ وَاَرْسَلْنٰهُ

پھر ہم نے اسے میدان میں ڈال دیا اور وہ بیمار تھا○ اور ہم نے اس پر کدو کا پیڑ اُگا دیا○ اور ہم نے اسے

اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ ﴿١٤٧﴾ فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ﴿١٤٨﴾ فَاسْتَفْتِهِمْ

ایک لاکھ بلکہ زیادہ آدمیوں کی طرف بھیجا○ تو وہ ایمان لے آئے تو ہم نے انہیں ایک وقت تک فائدہ اٹھانے دیا○ تو ان سے پوچھو،

اَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُوْنَ ﴿١٤٩﴾ اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ اِنَاثًا وَّهُمْ شٰهِدُوْنَ ﴿١٥٠﴾ اَلَآ اِنَّهُمْ

کیا تمہارے رب کے لیے بیٹیاں ہیں اور ان کیلئے بیٹے ہیں؟○ یا ہم نے ملائکہ کو عورتیں پیدا کیا اور وہ موجود تھے○ خبردار! بیشک وہ

ارشاد فرمایا: مچھلی کے پیٹ میں حضرت یونس علیہ السلام نے یہ دعا مانگی: ''لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ'' اور جو مسلمان اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگے گا تو اس کی دعا قبول کی جائے گی۔(ابن عساکر 38/45)

آیت 145 جب حضرت یونس علیہ السلام نے دعا مانگی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں مچھلی کے پیٹ سے نکال کر میدان میں ڈال دیا اور مچھلی کے پیٹ میں رہنے کی وجہ سے آپ بہت کمزور اور نازک ہوگئے تھے اور آپ علیہ السلام کے جسم کی کھال نرم ہوگئی تھی۔ **اہم بات:** حضرت یونس علیہ السلام اُسی دن یا 3 دن یا 7 دن یا 20 دن یا 40 دن کے بعد مچھلی کے پیٹ سے نکالے گئے۔

آیت 146 جس جگہ حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ سے باہر تشریف لائے وہاں کوئی سایہ نہ تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر سایہ کرنے اور انہیں مکھیوں سے محفوظ رکھنے کے لئے کدو کا پیڑ اُگا دیا اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے روزانہ ایک بکری آتی اور اپنا تھن حضرت یونس علیہ السلام کے دہنِ مبارک میں دے کر آپ علیہ السلام کو صبح و شام دودھ پلا جاتی یہاں تک کہ جسم مبارک کی جلد شریف یعنی کھال مضبوط ہوئی اور جسم میں توانائی آئی۔ **اہم بات:** کدو کی بیل ہوتی ہے مگر یہ آپ علیہ السلام کا معجزہ تھا کہ یہ کدو کا درخت قد والے درختوں کی طرح شاخ رکھتا تھا اور اس کے بڑے بڑے پتوں کے سائے میں آپ علیہ السلام آرام کرتے تھے۔

آیت 147، 148 اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کو پہلے کی طرح قومِ نینویٰ کے ایک لاکھ بلکہ اس سے کچھ زائد لوگوں کی طرف عزت کے ساتھ بھیجا، انہوں نے عذاب کے آثار دیکھ کر توبہ کر لی تھی، پھر حضرت یونس علیہ السلام کے دوبارہ تشریف لانے پر آپ علیہ السلام کی بیعت کی اور اللہ تعالیٰ نے آخری عمر تک انہیں آسائش کے ساتھ رکھا۔

آیت 149 اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی تسلی کے لئے گزشتہ نبیوں اور رسولوں علیہمُ السّلام کے واقعات بیان فرمانے کے بعد ان آیات میں قبیلہ جُہَیْنَہ اور بنی سلمہ وغیرہ کفار کے اس عقیدے ''فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں'' کا رد کرتے ہوئے فرمایا: اے حبیب! آپ ان کفار سے پوچھیں کہ کیا تمہارے رب کے لئے بیٹیاں ہیں اور ان کے لئے بیٹے ہیں؟ تم اپنے لئے تو بیٹیاں گوارا نہیں کرتے اور انہیں بُری جانتے ہو اور پھر ایسی چیز کو خدا کی طرف منسوب کرتے ہو۔

آیت 150 - 157 کفار فرشتوں کو عورتیں سمجھتے تھے، ان کی یہ بات اس وقت درست ثابت ہو سکتی ہے کہ انہوں نے فرشتوں کو پیدا ہوتے ہوئے دیکھا ہو یا کسی نبی علیہ السلام نے انہیں اس کی خبر دی ہو یا ان کے پاس اس کی کوئی واضح دلیل ہو۔ **پہلی صورت** کا رد اسی

Go to Index

مِّنۡ اِفۡكِهِمۡ لَيَقُوۡلُوۡنَ ۙ﴿۱۵۱﴾ وَلَدَ اللّٰهُ ۙ وَاِنَّهُمۡ لَكٰذِبُوۡنَ ﴿۱۵۲﴾ اَصۡطَفَى الۡبَنَاتِ عَلَى الۡبَنِيۡنَ ؕ﴿۱۵۳﴾

اپنے بہتان سے یہ بات کہتے ہیں ○ کہ اللہ کی اولاد ہے اور بیشک وہ ضرور جھوٹے ہیں ○ کیا اللہ نے بیٹے چھوڑ کر بیٹیاں پسند کیں ○

مَا لَكُمۡ ۟ كَيۡفَ تَحۡكُمُوۡنَ ﴿۱۵۴﴾ اَفَلَا تَذَكَّرُوۡنَ ۚ﴿۱۵۵﴾ اَمۡ لَكُمۡ سُلۡطٰنٌ مُّبِيۡنٌ ۙ﴿۱۵۶﴾ فَاۡتُوۡا

تمہیں کیا ہے؟ تم کیسا حکم لگاتے ہو؟ ○ تو کیا تم دھیان نہیں کرتے؟ ○ یا تمہارے لیے کوئی کھلی دلیل ہے؟ ○ تو اپنی

بِكِتٰبِكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ﴿۱۵۷﴾ وَجَعَلُوۡا بَيۡنَهٗ وَبَيۡنَ الۡجِنَّةِ نَسَبًا ؕ وَلَقَدۡ عَلِمَتِ الۡجِنَّةُ اِنَّهُمۡ

کتاب لاؤ اگر تم سچے ہو ○ اور انہوں نے اللہ اور جنوں کے درمیان نسب کا رشتہ ٹھہرایا اور بیشک جنوں کو معلوم ہے کہ ان کی

لَمُحۡضَرُوۡنَ ۙ﴿۱۵۸﴾ سُبۡحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوۡنَ ۙ﴿۱۵۹﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الۡمُخۡلَصِيۡنَ ﴿۱۶۰﴾ فَاِنَّكُمۡ وَمَا

پیشی کی جائے گی ○ اللہ اس سے پاک ہے جو یہ بتاتے ہیں ○ مگر اللہ کے چُنے ہوئے بندے ○ تو تم اور جنہیں تم (اللہ کے سوا) پوجتے

تَعۡبُدُوۡنَ ۙ﴿۱۶۱﴾ مَاۤ اَنۡتُمۡ عَلَيۡهِ بِفٰتِنِيۡنَ ۙ﴿۱۶۲﴾ اِلَّا مَنۡ هُوَ صَالِ الۡجَحِيۡمِ ﴿۱۶۳﴾ وَمَا مِنَّاۤ

ہو ○ تم اس کے خلاف (کسی کو) فتنے میں ڈالنے والے نہیں ○ مگر اسے جو بھڑکتی آگ میں داخل ہونے والا ہے ○ اور (فرشتے کہتے ہیں) ہم میں

آیت میں ہے کہ کفار فرشتوں کی پیدائش کے وقت وہاں موجود نہیں تھے لہٰذا ان کی بات درست نہیں۔ **دوسری صورت** کا رد آیت نمبر 151 تا 154 میں ہے کہ انہیں کسی نبی علیہ السّلام نے خبر نہیں دی بلکہ ان کے فاسد مذہب کی بنیاد صریح اور بدترین بہتان پر ہے، **تیسری صورت** یہ تھی کہ ان کے پاس اپنا عقیدہ ثابت کرنے کے لئے کوئی واضح دلیل ہوتی اور وہ ان کے پاس موجود نہیں، اس کے بارے میں آیت نمبر 155 تا 157 میں فرمایا گیا۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ فرشتوں کو عورتیں سمجھنے والا کفار کا نظریہ ہر اعتبار سے باطل ہے۔

آیت 158 بعض مشرکین کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے جِنّات میں شادی کی جس سے فرشتے پیدا ہوئے۔ (مَعَاذَ اللہ) اس آیت میں ان کا رد فرمایا کہ مشرکین اللہ تعالیٰ اور جنوں کے درمیان نسب کا رشتہ ٹھہرا کر عظیم کفر کے مُرتکِب ہوئے اور بیشک جنوں کو معلوم ہے کہ ایسا کہنے والے ضرور جہنم میں عذاب کے لئے حاضر کئے جائیں گے۔ بعض مفسرین کے نزدیک اس آیت میں جِنّات سے مراد فرشتے ہیں کہ وہ لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہیں اور کفار نے فرشتوں اور اللہ تعالیٰ کے درمیان جو نسبی رشتہ ٹھہرایا اس سے مراد یہ ہے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ (مَعَاذَ اللہ)

آیت 159، 160 مشرکین اللہ تعالیٰ کے بارے میں جو باتیں کہتے ہیں اللہ تعالیٰ ان سے پاک ہے اور اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے ایمان دار بندے ان تمام باتوں سے اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتے ہیں جو کفارِ نابکار کہتے ہیں۔

آیت 161 - 163 فرمایا: اے کفارِ مکہ! تمہارے سب کے سب بت اور تم اللہ تعالیٰ کے خلاف کسی کو گمراہ نہیں کرسکتے، البتہ اسے گمراہ کرسکتے ہو جس کی قسمت ہی میں یہ ہے کہ وہ اپنی بدکرداری کی وجہ سے جہنم کا مستحق ہو۔

آیت 164 اس آیت کی دو تفسیریں ہیں: (1) اے کفار! جن فرشتوں کو تم اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہتے ہو، ان فرشتوں کا اقرار تو یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں اور ہم سب کے مقامات علیحدہ ہیں جہاں رہ کر اس کی بتائی ہوئی عبادت کرتے ہیں اور جب وہ اپنی

Go to Index

اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿۱۶۴﴾ وَّ اِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ ﴿۱۶۵﴾ وَ اِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ ﴿۱۶۶﴾

ہر ایک کیلئے ایک جگہ مقرر ہے ○ اور بیشک ہم (حکم کے انتظار میں) صف باندھے ہوئے ہیں ○ اور بیشک ہم (اس کی) تسبیح کرنے والے ہیں ○

وَ اِنْ كَانُوْا لَیَقُوْلُوْنَ ﴿۱۶۷﴾ لَوْ اَنَّ عِنْدَنَا ذِكْرًا مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۱۶۸﴾ لَكُنَّا عِبَادَ اللّٰهِ

اور بیشک کافر کہتے تھے ○ اگر ہمارے پاس اگلوں کی کوئی نصیحت ہوتی ○ تو ضرور ہم اللہ کے چُنے ہوئے

الْمُخْلَصِیْنَ ﴿۱۶۹﴾ فَكَفَرُوْا بِهٖ فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ ﴿۱۷۰﴾ وَ لَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا

بندے ہوتے ○ تو اس کے منکر ہوئے تو عنقریب انہیں پتہ چل جائے گا ○ اور بیشک ہمارے بھیجے ہوئے بندوں کے لیے ہمارا کلام

الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۱۷۱﴾ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ ﴿۱۷۲﴾ وَ اِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۱۷۳﴾ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ

گزر چکا ہے ○ کہ بیشک انہی کی مدد کی جائے گی ○ اور بیشک ہمارا لشکر ہی غالب ہوگا ○ تو ایک وقت تک تم ان سے

عَبدِیَّت اور اللہ تعالیٰ کی معبودِیَّت کو مان رہے ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کی اولاد کس طرح ہو سکتے ہیں۔(2) حضرت جبریل علیہ السّلام نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی: یارسولَ اللہ! ہم فرشتوں کے گروہوں میں سے ہر ایک کے لئے ایک جگہ مقرر ہے جس میں وہ اپنے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے۔

آیت 165 فرشتے کہتے ہیں: بیشک ہم اطاعت کے مقامات اور خدمت کی جگہوں میں پَر پھیلائے اللہ تعالیٰ کے حکم کے منتظر ہیں یا جس طرح لوگ زمین میں صفیں باندھ کر نماز پڑھتے ہیں اسی طرح ہم (آسمان میں) صفیں باندھ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہیں یا ہم عرش کے اِرد گرد اللہ تعالیٰ کے حکم کے انتظار میں صفیں باندھے ہوئے ہیں۔

آیت 166 فرشتے کہتے ہیں: ہم اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرنے والے ہیں کہ وہ ہر نقص و عیب سے پاک ہے

آیت 167-170 مکہ مکرمہ کے کفار رسولِ خدا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے کہتے تھے کہ اگر ہمیں بھی پہلے لوگوں پر نازل ہونے والی کتابوں تورات اور انجیل کی طرح کوئی کتاب ملتی تو ضرور ہم اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے بندے ہوتے، ہم اس کی اطاعت کرتے اور اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت بجالاتے اور ان کی طرح ہم نہ جھٹلاتے اور ان کی مخالفت کی طرح ہم مخالفت نہ کرتے، پھر جب تمام کتابوں سے افضل و اشرف کتاب انہیں ملی یعنی قرآن مجید نازل ہوا تو یہی لوگ اس کے منکر ہوگئے، پس عنقریب یہ لوگ اپنے کفر کا انجام جان لیں گے۔

آیت 171-175 اللہ تعالیٰ نے یہاں سے ایسا کلام فرمایا ہے جس سے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے دل کو تقوِیَت حاصل ہو۔ چنانچہ فرمایا کہ بیشک ہمارے بھیجے ہوئے بندوں کے لئے ہمارا کلام لوحِ محفوظ میں لکھ دیا گیا ہے کہ بیشک انہی کی مدد کی جائے گی اور جس کی ہم مدد کریں وہ کبھی مغلوب نہ ہوگا اور بیشک رسولوں اور ان کی پیروی کرنے والے اہلِ ایمان کا لشکر ہی اپنے دشمنوں پر دنیا اور آخرت میں غالب ہوگا، تو اے پیارے حبیب! جب آپ نے جان لیا کہ نصرت اور غلبہ آپ کا اور آپ کی پیروی کرنے والوں کا ہوگا تو آپ ان مشرکین سے منہ پھیر لیں اور ان کی اَذِیَّتوں پر صبر فرمائیں یہاں تک کہ آپ کو ان کے ساتھ جنگ کرنے کا حکم دے دیا جائے

حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۱۷۴﴾ وَّ اَبْصِرْهُمْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷۵﴾ اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۱۷۶﴾ فَاِذَا نَزَلَ

منہ پھیر لو○ اور انہیں دیکھتے رہو تو عنقریب وہ بھی دیکھ لیں گے○ تو کیا ہمارے عذاب کی جلدی کرتے ہیں؟○ پھر جب ان کے

بِسَاحَتِهِمْ فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۱۷۷﴾ وَ تَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۱۷۸﴾ وَّ اَبْصِرْ فَسَوْفَ

صحن میں عذاب اترے گا تو ڈرائے جانے والوں کی کیا ہی بری صبح ہو گی○ اور ایک وقت تک ان سے منہ پھیر لو○ اور انہیں دیکھتے رہو تو

يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷۹﴾ سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۸۰﴾ وَ سَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۸۱﴾

عنقریب وہ بھی دیکھیں گے○ تمہارا رب عزت والا ان تمام باتوں سے پاک ہے جو وہ بیان کرتے ہیں○ اور رسولوں پر سلام ہو○

ع ۵ ۹ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۸۲﴾

اور تمام تعریفیں اس اللہ کیلئے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے○

اور جب ان پر عذاب نازل ہو تو انہیں دیکھتے رہیں، عنقریب وہ لوگ دنیا و آخرت میں طرح طرح کے عذاب دیکھیں گے۔

آیت 176، 177 اس سے اوپر والی آیت نازل ہونے پر کفار نے مذاق اڑانے کے طور پر کہا کہ یہ عذاب کب نازل ہو گا؟ اس کے جواب میں یہ آیت اتری۔ فرمایا: کیا اس پختہ وعید کے بعد بھی کفار ہمارے عذاب کی جلدی کرتے ہیں، پھر جب ان کے صحن میں وہ عذاب اترے گا جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے تو ڈرائے جانے والوں کی کیا ہی بُری صبح ہو گی۔

آیت 178، 179 ان دو آیات میں دوبارہ یہ کلام عذاب کی وعید کو تاکید کے ساتھ بیان کرنے کے لئے کیا گیا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آیت نمبر 174 اور 175 میں کفار کے دُنیَوی اَحوال کے بارے میں کلام فرمایا گیا اور اب یہاں سے ان کے اُخروی اَحوال کے بارے میں کلام فرمایا جارہا ہے۔ اس صورت میں آیات میں تکرار نہیں ہے۔

آیت 180 فرمایا کہ اے حبیب! آپ کا عزت والا رب ان تمام باتوں سے پاک اور بَری ہے جو کافر اس کی شان میں کہتے ہیں اور اس کے لئے شریک اور اولاد ٹھہراتے ہیں۔

آیت 181 اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے درمیان واسطہ اور وسیلہ چونکہ رسول ہیں اس لئے ان کی شان کے بارے میں آگاہ کرتے ہوئے فرمایا کہ رسولوں پر سلام ہو جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے توحید اور احکامِ شرع پہنچائے۔

آیت 182 فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں اور ان کی پیروی کرنے والوں پر جو انعام فرمایا؛ اس پر تمام تعریفیں اسی اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کو پالنے والا ہے۔ **فضیلت:** سورۂ صافّات کی ان آخری 3 آیات کی بہت فضیلت ہے، چنانچہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے ہر نماز کے بعد تین مرتبہ کہا: ”سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۸۰﴾ وَ سَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۸۱﴾ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۸۲﴾“ تو اس نے اپنا اجر کا پیمانہ بھر لیا۔ (معجم کبیر، حدیث: 5124) اور حضرت علی المرتضیٰ کرّم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں: جسے یہ پسند ہو کہ قیامت کے دن اسے اجر کا پیمانہ بھر بھر کے دیا جائے تو اسے چاہیے کہ اس کی مجلس کا آخری کلام یہ ہو: ”سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۸۰﴾ وَ سَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۸۱﴾ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۸۲﴾“ (تفسیر بغوی 4/40)

ایاتها ۸۸ | ۳۸ سُوْرَةُ صٓ مَكِّيَّةٌ ۳۸ | رکوعاتها ۵

سورۂ ص مکیہ ہے، اس میں اٹھاسی آیتیں اور پانچ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

صٓ وَ الْقُرْاٰنِ ذِی الذِّكْرِؕ ① بَلِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِیْ عِزَّةٍ وَّ شِقَاقٍ ②

صٓ، نصیحت والے قرآن کی قسم○ بلکہ کافر تکبر اور مخالفت میں پڑے ہوئے ہیں○

كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ فَنَادَوْا وَّ لَاتَ حِیْنَ مَنَاصٍ ③ وَ

ہم نے ان سے پہلے کتنی قومیں ہلاک کردیں تو وہ پکارنے لگے حالانکہ بھاگنے کا وقت نہ تھا○ اور

عَجِبُوْۤا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ٘ وَ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌۖۚ ④

انہیں اس بات پر تعجب ہوا کہ ان کے پاس انہیں میں سے ایک ڈر سنانے والا (رسول) تشریف لایا اور کافروں نے کہا: یہ جادوگر ہے، بڑا جھوٹا ہے○

سورۂ صٓ کا تعارف یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں 5 رکوع اور 88 آیتیں ہیں۔ اس سورت کی ابتدا میں حروفِ مُقَطَّعات میں سے ایک حرف ''صٓ'' ذکر کیا گیا، اس مناسبت سے اسے ''سورۂ صٓ'' کہتے ہیں۔ **مضامین:** اس سورت کی ابتدا میں بتایا گیا کہ کفار صرف تکبُّر و عناد کی وجہ سے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی مخالفت کرتے ہیں۔ اپنے انبیاءِ کرام علیہمُ السّلام کو جھٹلانے والی سابقہ امتوں کے دردناک انجام کو بیان کرکے کفارِ مکہ کو نصیحت کی گئی۔ حضرت داؤد، حضرت سلیمان اور حضرت ایوب علیہمُ السّلام کے واقعات تفصیل سے بیان کئے گئے اور حضرت ابراہیم، حضرت اسحاق، حضرت یعقوب، حضرت اسماعیل، حضرت یسع اور حضرت ذُوالکِفل علیہم السّلام کے واقعات اجمالاً بیان کئے گئے۔ آخر میں تخلیقِ آدم علیہ السّلام اور شیطان کا انہیں سجدہ نہ کرنے والا واقعہ بیان کیا گیا۔

آیت 1،2 حرف ''صٓ'' حروفِ مُقَطَّعات میں سے ایک حرف ہے، اس کی مراد اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے اور اس آیت میں مذکور لفظ ''اَلذِّكْر'' کا ایک معنی نصیحت ہے۔ اس معنی کے اعتبار سے ان دو آیات کی تفسیر یہ ہے کہ اس نصیحت والے قرآن کی قسم جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ تمہیں نصیحت فرماتا ہے کہ کفار جو بہت سے خدا مانتے ہیں، وہ حق اور درست نہیں اور کافروں کا یہ ماننا کسی دلیل کی بنیاد پر نہیں بلکہ یہ تکبُّر اور مخالفت میں پڑے ہوئے اور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے عداوت رکھتے ہیں اس لئے حق کو نہیں مانتے۔

آیت 3 فرمایا کہ اے حبیب! اسی تکبر اور انبیا علیہمُ السّلام کی مخالفت کے باعث ہم نے آپ کی قوم سے پہلے کتنی امتیں ہلاک کردیں اور جب ان پر عذاب نازل ہونے کا وقت آیا تو انہوں نے فریاد کی اور اِستغفار کرنے لگے کہ اس عذاب سے نجات پاجائیں حالانکہ اس وقت بھاگنے اور عذاب سے نجات پانے کا وقت نہ تھا اور اس وقت ان کی فریاد بے کار تھی کیونکہ وہ وقت مایوس ہوجانے کا تھا، لیکن کفارِ مکہ نے اُن کے حال سے عبرت حاصل نہ کی۔

آیت 4 اور کفارِ مکہ کو اس بات پر تعجب ہوا کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم ظاہری خلقت، عمومی اَخلاق اور نَسب و خاندان میں تو ہم جیسے انسان ہیں، پھر ہم میں سے صرف وہ رسول کیسے ہوسکتے ہیں؟ لہٰذا آپ کا مقامِ رسالت تسلیم کرنے کی بجائے آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو (مَعَاذَ اللہ) جادوگر اور جھوٹا کہنے لگے۔

اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚۖ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ ۝۵ وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ

کیا اس نے بہت سارے خداؤں کو ایک خدا کر دیا؟ بیشک یہ ضرور بڑی عجیب بات ہے ○ اور ان میں سے جو سردار تھے وہ (یہ کہتے ہوئے)

اَنِ امْشُوْا وَاصْبِرُوْا عَلٰۤی اٰلِهَتِكُمْ ۚۖ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ یُّرَادُ ۝۶ ۚ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا

چل پڑے کہ (اے لوگو!) تم بھی چلے جاؤ اور اپنے معبودوں پر ڈٹے رہو بیشک اس بات میں اس کی کوئی غرض ہے ○ ہم نے یہ بات

فِی الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ ۚۖ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا اخْتِلَاقٌ ۝۷ ۚۖ ءَاُنْزِلَ عَلَیْهِ الذِّكْرُ

پچھلے دین میں بھی نہیں سنی۔ یہ صرف خود بنائی ہوئی جھوٹی بات ہے○ کیا ہمارے درمیان ان پر قرآن

مِنْۢ بَیْنِنَا ؕ بَلْ هُمْ فِیْ شَكٍّ مِّنْ ذِكْرِیْ ۚ بَلْ لَّمَّا یَذُوْقُوْا عَذَابِ ۝۸ ؕ

اتارا گیا؟ بلکہ وہ میری کتاب کے بارے شک میں ہیں بلکہ انہوں نے ابھی میرا عذاب نہیں چکھا○

آیت 5 **شانِ نزول:** جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو مسلمانوں کو بہت خوشی ہوئی جبکہ کافروں کو انتہائی رنج ہوا۔ ولید بن مغیرہ قریش کے پچیس (25) سرداروں اور بڑے آدمیوں کو جمع کر کے ابو طالب کے پاس لایا۔ اُن سے کہا کہ تم ہمارے اور اپنے بھتیجے کے درمیان فیصلہ کر دو۔ ابو طالب نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو بلا کر عرض کی: یہ آپ کی قوم کے لوگ ہیں اور آپ سے صلح کرنا چاہتے ہیں، آپ اُن کی طرف سے یک لَخت اِنحراف نہ کیجئے۔ ارشاد فرمایا: یہ مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟ اُنہوں نے کہا: ہم اتنا چاہتے ہیں کہ آپ ہمیں اور ہمارے معبودوں کے ذکر کو چھوڑ دیجئے، ہم آپ کے اور آپ کے معبود کو برا نہیں کہیں گے۔ ارشاد فرمایا: کیا تم ایک کلمہ قبول کر سکتے ہو۔ ابوجہل نے کہا: ایک کیا، ہم ایسے دس کلمے قبول کر سکتے ہیں۔ ارشاد فرمایا: کہو: ''لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه'' یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس پر وہ لوگ اُٹھ گئے اور کہنے لگے: کیا انہوں نے بہت سے خداؤں کا ایک خدا کر دیا، اتنی بہت سی مخلوق کے لئے ایک خدا کیسے کافی ہو سکتا ہے؟ بیشک یہ ضرور بڑی عجیب بات ہے کیونکہ یہ بات ہمارے آباؤ اَجداد کے اعتقاد کے خلاف ہے۔

آیت 6،7 رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کا جواب سن کر کفارِ قریش کے سردار ابو طالب کی مجلس سے آپس میں یہ کہتے ہوئے چل پڑے کہ اے لوگو! تم بھی یہاں سے چلے جاؤ اور اپنے معبودوں کی عبادت کرنے پر ڈٹے رہو اور یہ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی توحید کی بات میں ان کی کوئی ذاتی غرض پوشیدہ ہے اور یہ بات تو ہم نے پچھلے دین یعنی اپنے آباؤ اَجداد کے دین میں یا سب سے پچھلے دین، دینِ عیسائیّت میں بھی نہیں سنی، کیونکہ عیسائی بھی تین خدا مانتے تھے جبکہ یہ تو ایک ہی خدا بتاتے ہیں، یہ صرف ان کی خود سے بنائی ہوئی جھوٹی بات ہے۔

آیت 8 اہلِ مکہ نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی نبوت پر حسد کرتے ہوئے کہا کہ ہم میں معزز و سردار شمار کئے جانے والے آدمیوں میں سے تو کسی پر قرآن نہیں اُترا، خاص حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم پر ہی کیوں اترا؟ حالانکہ وہ ہم سے زیادہ عزت والے نہیں۔ کفار کو اس کا جواب یہ دیا گیا کہ ان کا یہ کہنا اس وجہ سے نہیں کہ اگر رسول ان کا کوئی شرف و عزت والا آدمی ہوتا تو یہ اس کی پیروی کر لیتے بلکہ اصل بات یہ ہے کہ وہ لوگ میری کتاب کے بارے شک میں ہیں، نیز ابھی تک انہوں نے میرا عذاب نہیں چکھا، اگر میرا عذاب چکھ لیتے تو وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی تصدیق کرتے لیکن اس وقت کی تصدیق ان کے لئے مفید نہ ہوتی۔

اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآىِٕنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ الْعَزِیْزِ الْوَهَّابِ ﴿٩﴾ اَمْ لَهُمْ مُّلْكُ السَّمٰوٰتِ

کیا ان کے پاس تمہارے عزت والے، بہت عطا فرمانے والے رب کی رحمت کے خزانے ہیں؟ ○ یا کیا ان کے لیے آسمانوں اور زمین

وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَیْنَهُمَا ۫ فَلْیَرْتَقُوْا فِی الْاَسْبَابِ ﴿١٠﴾ جُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُوْمٌ

اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کی سلطنت ہے؟ پھر تو انہیں چاہیے کہ رسیوں کے ذریعے چڑھ جائیں ○ یہ لشکروں میں سے ایک ذلیل

مِّنَ الْاَحْزَابِ ﴿١١﴾ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّ عَادٌ وَّ فِرْعَوْنُ ذُو الْاَوْتَادِ ﴿١٢﴾ وَ ثَمُوْدُ

لشکر ہے جسے یہاں شکست دیدی جائے گی ○ نوح کی قوم اور عاد اور میخوں والا فرعون ان سے پہلے جھٹلا چکے ہیں ○ اور ثمود

وَ قَوْمُ لُوْطٍ وَّ اَصْحٰبُ لْـٴَـیْكَةِ ؕ اُولٰٓىِٕكَ الْاَحْزَابُ ﴿١٣﴾ اِنْ كُلٌّ اِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ

اور لوط کی قوم اور اَیکہ (نامی جنگل) والے۔ یہی گروہ ہیں ○ ان میں کوئی ایسا نہیں جس نے رسولوں کو نہ جھٹلایا ہو

آیت 9 فرمایا کہ اے حبیب! کیا تمہاری نبوت پر اعتراض کرنے والے کفار تمہارے رب کی رحمت کے خزانچی ہیں؟ اور کیا نبوت کی کنجیاں ان کے پاس ہیں کہ جسے چاہیں دیں اور جسے چاہیں نہ دیں۔ اللہ تعالیٰ عزت والا اور بہت عطا فرمانے والا ہے، وہ اپنی حکمت کے مطابق جسے جو چاہے عطا فرمائے اور اس نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو نبوت عطا فرمائی تو کسی کو اس میں دخل دینے کی کیا مجال ہے؟ **اہم بات:** نبوت اللہ تعالیٰ کا خاص عطیہ ہے، وہ جسے چاہے عطا فرمائے، لیکن آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی تشریف آوری کے بعد اب کسی کو نبوت نہیں مل سکتی۔

آیت 10 فرمایا کہ جو مشرکین تکبر اور مخالفت میں پڑے ہوئے ہیں کیا ان کے لئے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کی سلطنت ہے؟ اگر ایسا ہے تو انہیں چاہیے کہ رسیوں کے ذریعے آسمانوں میں چڑھ جائیں اور ایسا اختیار ان کے پاس ہو تو جسے چاہیں وحی کے ساتھ خاص کریں اور کائنات کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیں اور جب یہ کچھ نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ کے کاموں میں دخل کیوں دیتے ہیں اور ایسی بے سروپا باتیں کیوں کرتے ہیں؟

آیت 11 فرمایا ان کفارِ قریش کی جماعت انہیں لشکروں میں سے ایک ہے جو پہلے انبیاءِ کرام علیہم السّلام کے مقابلے میں گروہ بن کر آتے اور ان پر زیادتیاں کرتے تھے، اسی وجہ سے وہ ہلاک کردیئے گئے اور یہی حال کفارِ قریش کا ہے کہ انہیں بھی شکست ہوگی۔

آیت 12 - 14 فرمایا: حضرت نوح علیہ السّلام کی قوم اور عاد جنہیں حضرت ہود علیہ السّلام نے عرصۂ دراز تک تبلیغ فرمائی اور میخوں میں گاڑھ کر سزا دینے والا فرعون اور حضرت صالح علیہ السّلام کی قوم ثمود اور حضرت لوط علیہ السّلام کی قوم اور اَیکہ (نامی جنگل) والے جو حضرت شعیب علیہ السّلام کی قوم سے تھے، یہ سب کفارِ قریش سے پہلے اپنے رسولوں کو جھٹلا چکے ہیں اور ان لوگوں نے جب انبیاءِ کرام علیہم السّلام کو جھٹلایا تو ان پر میرا عذاب لازم ہوگیا اور جب پہلے کی طاقتور قومیں عذابِ الٰہی کے سامنے بے بس ہوگئیں تو اب کے کمزور کافر لوگوں پر جب میرا عذاب نازل ہوگا تو ان کا کیا حال ہوگا؟ **دعا:** اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے عذاب اور غضب سے محفوظ فرمائے۔ آمین

ع ۱۴ / ۱۰

فَحَقَّ عِقَابِ ﴿۱۴﴾ وَمَا یَنْظُرُ هٰۤؤُلَآءِ اِلَّا صَیْحَةً وَّاحِدَةً مَّا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ ﴿۱۵﴾ وَقَالُوْا رَبَّنَا

تو میرا عذاب لازم ہو گیا ○ اور یہ ایک چیخ کا ہی انتظار کر رہے ہیں جسے کوئی پھیرنے والا نہیں ○ اور انہوں نے کہا: اے ہمارے رب!

عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ یَوْمِ الْحِسَابِ ﴿۱۶﴾ اِصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ

ہمارا حصہ ہمیں حساب کے دن سے پہلے جلد دیدے ○ تم ان کی باتوں پر صبر کرو اور ہمارے نعمتوں والے بندے داؤد کو یاد

ذَا الْاَیْدِ ۚ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿۱۷﴾ اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ یُسَبِّحْنَ بِالْعَشِیِّ وَالْاِشْرَاقِ ﴿۱۸﴾ ۙ

کرو بیشک وہ بڑا رجوع کرنے والا ہے ○ بیشک ہم نے اس کے ساتھ پہاڑوں کو تابع کر دیا کہ وہ شام اور سورج کے چمکتے وقت تسبیح کریں ○

وَالطَّیْرَ مَحْشُوْرَةً ؕ كُلٌّ لَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿۱۹﴾ وَشَدَدْنَا مُلْكَهٗ وَاٰتَیْنٰهُ الْحِكْمَةَ

اور جمع کئے ہوئے پرندے، سب اس کے فرمانبردار تھے ○ اور ہم نے اس کی سلطنت کو مضبوط کیا اور اسے حکمت اور حق و باطل میں

آیت 15 ارشاد فرمایا کہ سابقہ ہلاک شدہ امتوں کی طرح کفر و تکذیب میں مبتلا کفارِ قریش قیامت کے پہلے نفخہ کی چیخ کا ہی انتظار کر رہے ہیں جو اُن کے عذاب کی مقررہ مدت ہے اور وہ چیخ ایسی ہے جسے کوئی پھیر نہیں سکتا۔

آیت 16،17 نضر بن حارث نے بطورِ مذاق کہا: اے ہمارے رب! جہنم کے عذاب کا ہمارا حصہ ہمیں حساب کے دن سے پہلے دنیا میں ہی جلد دے دے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم سے فرمایا: آپ ان کفار کی باتوں پر صبر کریں۔ مزید فرمایا کہ ہمارے نعمتوں والے بندے حضرت داؤد علیہ السّلام کو یاد کریں بیشک وہ اپنے رب عزّوجلّ کی طرف ہر حال میں رجوع کرنے والا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) ایک برگزیدہ نبی کو یاد کرنے کا حکم اس لئے فرمایا تاکہ رحمتِ الٰہی پر دل مضبوط ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کس طرح اپنے مقبول بندوں کو اپنے فضل سے نوازتا ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ کا حضرت داؤد علیہ السّلام کو اپنا بندہ فرمانا آپ علیہ السّلام کی عظمت اور فضیلت کی بہت بڑی دلیل ہے۔

آیت 18 فرمایا کہ بیشک ہم نے پہاڑوں کو حضرت داؤد علیہ السّلام کے تابع کر دیا کہ جب شام اور سورج کے چمکتے وقت حضرت داؤد علیہ السّلام تسبیح کرتے تو پہاڑ بھی آپ علیہ السّلام کے ساتھ مل کر تسبیح کرتے۔ **اہم بات:** سورج چمکتے وقت اِشراق و چاشت کی نماز ادا کی جاتی ہے۔ اس کی بہت فضیلت ہے، رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے فجر کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کی، پھر وہ سورج طلوع ہونے تک بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا رہا، پھر اس نے دو رکعت نماز پڑھی تو اسے حج اور عمرے کا پورا پورا ثواب ملے گا۔ (ترمذی، حدیث: 586)

آیت 19 فرمایا کہ اور ہر جانب سے جمع کئے ہوئے پرندے حضرت داؤد علیہ السّلام کے تابع کر دیئے۔ پہاڑ اور پرندے سبھی آپ علیہ السّلام کے فرماں بردار تھے۔ جب حضرت داؤد علیہ السّلام تسبیح کرتے تو پہاڑ آپ علیہ السّلام کے ساتھ تسبیح کرتے اور پرندے بھی آپ علیہ السّلام کے پاس جمع ہو کر تسبیح کرتے۔

آیت 20 فرمایا: **اور ہم نے اس کی سلطنت کو مضبوط کیا۔** یعنی حضرت داؤد علیہ السّلام کو وہ اَسباب عطا فرمائے جن کے ذریعے سلطنت مضبوط ہوتی ہے خواہ وہ لشکر کی صورت میں ہو یا ذاتی عظمت و ہیبت کی صورت میں ہو۔ مزید فرمایا: **اور اسے حکمت اور حق و باطل میں فرق کر دینے والا علم عطا فرمایا۔** یہاں حکمت سے مراد نبوت یا عدل کرنا یا کتابُ اللہ کا علم یا فقہ یا سنت ہے اور قولِ فیصل سے قضا کا علم

وقف لازم

وَ فَصْلَ الْخِطَابِ ﴿٢٠﴾ وَ هَلْ اَتٰىكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ ۘ اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ ﴿٢١﴾ اِذْ دَخَلُوْا

فرق کر دینے والا علم عطا فرمایا○ اور کیا تمہارے پاس ان دعویداروں کی خبر آئی جب وہ دیوار کود کر مسجد میں آئے○ جب وہ داؤد

عَلٰی دَاوٗدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوْا لَا تَخَفْ ۚ خَصْمٰنِ بَغٰی بَعْضُنَا عَلٰی بَعْضٍ فَاحْكُمْ بَیْنَنَا

پر داخل ہوئے تو وہ ان سے گھبرا گیا۔ انہوں نے عرض کی: ڈریئے نہیں ہم دو فریق ہیں، ہم میں سے ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے تو

بِالْحَقِّ وَ لَا تُشْطِطْ وَ اهْدِنَاۤ اِلٰی سَوَآءِ الصِّرَاطِ ﴿٢٢﴾ اِنَّ هٰذَاۤ اَخِیْ ۟ لَهٗ تِسْعٌ وَّ تِسْعُوْنَ

ہم میں حق کے ساتھ فیصلہ فرمادیجئے اور حق کے خلاف نہ کیجئے گا اور ہمیں سیدھی راہ بتادیں○ بیشک یہ میرا بھائی ہے اس کے پاس ننانوے

نَعْجَةً وَّ لِیَ نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ ۟ فَقَالَ اَكْفِلْنِیْهَا وَ عَزَّنِیْ فِی الْخِطَابِ ﴿٢٣﴾ قَالَ

دُنبیاں ہیں اور میرے پاس ایک دُنبی ہے۔ اب یہ کہتا ہے کہ وہ بھی میرے حوالے کر دو اور اس نے اس بات میں مجھ پر زور ڈالا ہے○ داؤد نے

مراد ہے جو حق و باطل میں فرق و تمیز کر دے۔

آیت 21-23 فرمایا: **اور کیا تمہارے پاس ان دعویداروں کی خبر آئی جب وہ دیوار کود کر مسجد میں آئے۔** مشہور قول کے مطابق یہ آنے والے فرشتے تھے جو حضرت داؤد علیہ السّلام کی آزمائش کے لئے آئے تھے۔ فرشتوں کے اس طرح آنے پر داؤد علیہ السلام گھبرا گئے جو ایک فطری امر تھا اور فطری و طبعی خوف، نبوت کے مُنافی نہیں ہوتا۔ مزید فرمایا: **انہوں نے عرض کی: ڈریئے نہیں ہم دو فریق ہیں، ہم میں سے ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے۔** فرشتوں کا یہ قول ایک مسئلہ کی فرضی شکل پیش کر کے جواب حاصل کرنا تھا، یہاں آیات میں جو صورتِ مسئلہ ان فرشتوں نے پیش کی اس سے مقصود حضرت داؤد علیہ السّلام کو اس امر کی طرف توجہ دلانا تھی کہ آپ کی ننانوے بیویاں تھیں، اس کے بعد آپ نے ایک اور عورت کو پیام دے دیا جس کو ایک مسلمان پہلے سے پیام دے چکا تھا لیکن آپ کا پیام پہنچنے کے بعد عورت کے رشتے دار آپ کے لئے راضی ہو گئے اور آپ سے نکاح ہو گیا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اس مسلمان کے ساتھ نکاح ہو چکا تھا آپ نے اس مسلمان سے اپنی رغبت کا اظہار کیا اور چاہا کہ وہ اپنی عورت کو طلاق دے دے، وہ آپ کے لحاظ سے منع نہ کر سکا اور اس نے طلاق دے دی، آپ کا نکاح ہو گیا اور اس زمانہ میں ایسا معمول تھا، یہ بات نہ تو شرعاً ناجائز ہے نہ اس زمانہ کے رسم و عادت کے خلاف، لیکن یہ آپ کے مَنصبِ عالی کے لائق نہ تھا تو آپ کو اس پر آگاہ کیا گیا اور اس کا سبب یہ پیدا کیا گیا کہ فرشتے مدعی (یعنی دعویٰ کرنے والے) اور مدعا علیہ (یعنی جس کے خلاف دعویٰ کیا جائے) کی شکل میں آپ کے سامنے پیش ہوئے۔ **اہم بات:** اسرائیلی اور یہودی روایات میں اس بارے میں بکواسات مروی ہیں وہ سب جھوٹ اور افترا ہیں۔ **درس:** اگر بزرگوں سے کوئی امر خلافِ شان واقع ہو جائے تو ادب یہ ہے کہ مُعترضانہ زبان نہ کھولی جائے بلکہ اس واقعہ کی مثل ایک واقعہ مُتصوَّر کر کے اس کی نسبت سائلانہ و مُستفیدانہ سوال کیا جائے اور ان کے احترام کا لحاظ رکھا جائے۔

آیت 24 حضرت داؤد علیہ السّلام نے دعویٰ سن کر دوسرے فریق سے پوچھا تو اس نے اعتراف کر لیا، آپ علیہ السّلام نے دعویٰ کرنے والے سے فرمایا: **بیشک تیری دنبی کو اپنی دنبیوں کے ساتھ ملانے کا سوال کر کے اس نے تجھ پر زیادتی کی ہے اور بیشک اکثر شریک ایک**

Go to Index

لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ اِلٰى نِعَاجِهٖ ؕ وَ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ لَيَبْغِيْ بَعْضُهُمْ

فرمایا: بیشک تیری دنبی کو اپنی دنبیوں کے ساتھ ملانے کا سوال کرکے اس نے تجھ پر زیادتی کی ہے اور بیشک اکثر شریک ایک دوسرے پر

عَلٰى بَعْضٍ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ قَلِيْلٌ مَّا هُمْ ؕ وَ ظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ

زیادتی کرتے ہیں مگر ایمان والے اور اچھے کام کرنے والے اور وہ بہت تھوڑے ہیں۔ اور داؤد سمجھ گئے کہ ہم نے تو صرف اسے آزمایا تھا

السجدۃ ۱۰ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَ خَرَّ رَاكِعًا وَّ اَنَابَ ۩ ﴿۲۴﴾ فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ ؕ وَ اِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى

تو اس نے اپنے رب سے معافی مانگی اور سجدے میں گر پڑا اور رجوع کیا○ تو ہم نے اسے یہ معاف فرما دیا اور بیشک اس کے لیے ہماری بارگاہ میں

وَ حُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۲۵﴾ يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ

ضرور قرب اور اچھا ٹھکانہ ہے○ اے داؤد! بیشک ہم نے تجھے زمین میں (اپنا) نائب کیا تو لوگوں میں حق کے مطابق فیصلہ کر

دوسرے پر زیادتی کرتے ہیں مگر ایمان والے اور اچھے کام کرنے والے کسی پر زیادتی نہیں کرتے لیکن وہ ہیں بہت تھوڑے۔ حضرت داؤد علیہ السّلام کی یہ گفتگو سن کر فرشتوں میں سے ایک نے دوسرے کی طرف دیکھا اور تبسُّم کرکے وہ آسمان کی طرف روانہ ہوگئے۔ اب حضرت داؤد علیہ السّلام سمجھ گئے کہ اللہ تعالیٰ نے تو صرف انہیں آزمایا تھا اور دنبی ایک کِنایہ تھا جس سے مراد عورت تھی کیونکہ ننانوے عورتیں آپ علیہ السّلام کے پاس ہوتے ہوئے ایک اور عورت کی آپ علیہ السّلام نے خواہش کی تھی اس لئے دنبی کے پیرایہ میں سوال کیا گیا، جب آپ نے یہ سمجھا تو اپنے رب عزّوجلّ سے معافی مانگی اور سجدے میں گر پڑے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا۔ **اہم بات:** اس آیت کے پڑھنے اور سننے والوں پر سجدۂ تلاوت کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ **درس:** نیکی کی دعوت دینے اور برائی سے منع کرنے والے کو بھی لوگوں کی اصلاح کرتے ہوئے حکمت سے کام لینا چاہیے اور موقع کی مناسبت سے ایسا طریقہ اختیار کرنا چاہیے جس سے سامنے والا اپنی غلطی خود ہی محسوس کرلے۔

آیت 25 ارشاد فرمایا کہ جس چیز کی حضرت داؤد علیہ السّلام نے ہم سے معافی مانگی وہ ہم نے اسے معاف فرما دیا اور بیشک اس کے لئے ہماری بارگاہ میں ضرور قرب اور جنت میں اچھا ٹھکانا ہے۔ **اہم بات:** اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں انبیاءِ کرام علیہمُ السّلام کے انتہائی بلند مقام و مرتبہ کی وجہ سے بہت سے وہ کام جو دوسرے لوگوں کے لئے توروا ہوتے ہیں لیکن انبیاءِ کرام علیہمُ السّلام کی شان کے لائق نہیں ہوتے، اسی لئے جب ان سے کوئی خلافِ شان کام واقع ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے مقبولانِ بارگاہ کی تربیت فرما دیتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے مقبول بندوں کا معاملہ ہے۔ عام لوگوں کو اس طرح کی گفتگو میں پڑنا ایمان کے لئے زہرِ قاتل ہے۔

آیت 26 فرمایا کہ اے داؤد! بیشک ہم نے تجھے زمین میں اپنا نائب مقرر کیا اور مخلوق کے کاموں کا انتظام کرنے پر آپ کو مامور کیا تو لوگوں میں حق کے مطابق فیصلہ کرو اور (نفس کی) خواہش کے پیچھے نہ جانا ورنہ وہ تجھے اللہ تعالیٰ کی راہ سے بہکا دے گی، بیشک وہ جو اللہ تعالیٰ کی راہ سے بہکتے ہیں ان کے لئے اس بنا پر سخت عذاب ہے کہ انہوں نے حساب کے دن کو بھلا دیا ہے اور وہ اس وجہ سے ایمان سے محروم رہے، اگر انہیں حساب کے دن کا یقین ہوتا تو دنیا ہی میں ایمان لے آتے۔ **اہم باتیں:** (1) حکمران اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے اَحکام کے مطابق ہی

Go to Index

وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

اور نفس کی خواہش کے پیچھے نہ چلنا ورنہ وہ تجھے اللہ کی راہ سے بہکادے گی بیشک وہ جو اللہ کی راہ سے بہکتے ہیں

لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ ﴿٢٦﴾ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ ع ٢/١٢ ١١

ان کے لیے سخت عذاب ہے اس بنا پر کہ انہوں نے حساب کے دن کو بھلا دیا ہے○ اور ہم نے آسمان اور زمین

وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ؕ ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ ؕ ﴿٢٧﴾

اور جو کچھ ان کے درمیان ہے بیکار پیدا نہیں کیا۔ یہ (بیکار پیدا کرنے کا خیال) کافروں کا گمان ہے تو کافروں کیلئے آگ سے خرابی ہے○

اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِى الْاَرْضِ ۫ اَمْ نَجْعَلُ

کیا ہم ایمان لانے والوں اور اچھے اعمال کرنے والوں کو زمین میں فساد پھیلانے والوں کی طرح کر دیں گے؟ یا ہم پرہیزگاروں کو

الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ ﴿٢٨﴾ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ

نافرمانوں جیسا کر دیں گے؟○ (یہ قرآن) ایک برکت والی کتاب ہے جو ہم نے تمہاری طرف نازل کی ہے تاکہ لوگ اس کی آیتوں میں غور و فکر کریں

چلیں۔ (2) اسلامی ریاست کا بنیادی کام حق کو قائم کرنا ہے، نیز حکمرانوں پر لازم ہے کہ تنازعات وغیرہ کا حق اور انصاف کے مطابق ہی فیصلہ کریں۔ (3) حکمران نفسانی خواہشات کی پیروی سے بچیں کہ یہی چیز راہِ حق اور عدل و انصاف سے دور کرتی ہے۔

آیت 27 فرمایا کہ ہم نے آسمان و زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اسے بے کار نہیں بلکہ اس لئے پیدا کیا ہے کہ زمین و آسمان میں ہماری عبادت کی جائے، ہمارے اَحکامات کی پیروی کی جائے اور ممنوعات سے رُکا جائے۔ یہ بے کار پیدا کرنے کا خیال کافروں کا گمان ہے اگرچہ وہ صراحتاً یہ نہ کہیں کہ آسمان و زمین اور تمام دنیا بے کار پیدا کی گئی ہے لیکن جب وہ مرنے کے بعد اٹھائے جانے اور اعمال کی جزا ملنے کے منکر ہیں تو اس کا نتیجہ یہی ہے کہ عالَم کی ایجاد کو بے فائدہ مانیں اور جب کافروں کا گمان یہ ہے تو ان کے لئے آگ سے خرابی ہے۔ **اہم بات:** اگر کوئی شخص صراحتاً کوئی بات نہ کہے لیکن اس کی کسی بات کا لازمی نتیجہ جو نکلتا ہو وہ اس کی طرف منسوب کیا جاسکتا ہے تو اس پر اصل بات کہنے کا ہی حکم لگایا جائے گا، جیسے بہت سے لوگ ختمِ نبوت کے قائل ہونے کا نام لیتے ہیں لیکن باتیں ایسی کرتے ہیں جس کا لازمی نتیجہ انکارِ ختمِ نبوت ہے تو انہیں منکرینِ ختمِ نبوت ہی کہا جائے گا۔

آیت 28 آخرت مومنوں اور کافروں کے انجام میں فرق بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ کیا ہم ایمان لانے والوں اور اچھے اعمال کرنے والوں کو زمین میں کفر اور گناہوں کے ذریعے فساد پھیلانے والوں کی طرح کر دیں گے؟ یا ہم پرہیزگاروں کو نافرمانوں جیسا کر دیں گے؟ ہم ہرگز ایسا نہیں کریں گے کیونکہ یہ بات حکمت کے خلاف ہے جبکہ جو شخص جزا کا قائل نہیں وہ ضرور فساد کرنے اور اصلاح کرنے والے کو فاسق و فاجر اور متقی کو برابر قرار دے گا، کفار اس جہالت میں گرفتار ہیں۔

آیت 29 فرمایا کہ اے حبیب! ہم نے آپ کی طرف قرآنِ پاک نازل کیا ہے جس میں ان لوگوں کے لئے دُنیا و آخرت کے اعتبار سے بے شمار فوائد ہیں۔ ہم نے قرآنِ پاک کو اس لئے نازل کیا ہے تاکہ (علم رکھنے والے) لوگ اس کی آیتوں کے معانی میں غور و فکر کریں

وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۲۹﴾ وَوَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَيْمٰنَ ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ

اور عقلمند نصیحت حاصل کریں ○ اور ہم نے داؤد کو سلیمان عطا فرمایا، وہ کیا اچھا بندہ ہے بیشک وہ بہت رجوع کرنے والا ہے ○

اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿۳۰﴾ؕ اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصّٰفِنٰتُ الْجِيَادُ ﴿۳۱﴾ۙ فَقَالَ

جب اس کے سامنے شام کے وقت ایسے گھوڑے پیش کئے گئے جو تین پاؤں پر کھڑے (اور) چوتھے سم کا کنارہ زمین پر لگائے ہوئے تھے، بہت تیز دوڑنے والے

اِنِّيْۤ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ ۚ حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ﴿۳۲﴾ قف

تھے ○ تو سلیمان نے کہا: مجھے اپنے رب کی یاد کیلئے ان گھوڑوں کی محبت پسند آئی ہے (پھر انہیں چلانے کا حکم دیا) یہاں تک کہ وہ نگاہ سے پردے میں چھپ

رُدُّوْهَا عَلَيَّ ؕ فَطَفِقَ مَسْحًۢا بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ ﴿۳۳﴾ وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ

گئے ○ (پھر حکم دیا کہ) انہیں میرے پاس واپس لاؤ تو ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنے لگا ○ اور بیشک ہم نے سلیمان کو آزمایا

اور ان کے معنیٰ و مفہوم کو سمجھیں اور عقل منداس سے نصیحت حاصل کریں۔ **درس:** (1) آیاتِ قرآنی سے دینی اَحکام نکالنا اور اس کی باریکیوں تک رسائی حاصل کرنا صرف اعلیٰ درجے کی دینی عقل رکھنے والے ماہر علما کا کام ہے اور خاص طور پر مجتہدین اس کے اہل ہیں۔ عوام کو قرآنِ پاک سے دینی مسائل نکالنے کی بجائے علما سے مسائل سیکھنا چاہیے تا کہ غلطیوں سے بچ سکیں۔ (2) قرآنِ پاک پڑھنے کے ساتھ ساتھ نصیحت کے لئے اس کی آیات کے معنیٰ سمجھنے کی کوشش بھی کرنی چاہیے۔

آیت 30 فرمایا کہ ہم نے حضرت داؤد علیہ السّلام کو فرزند حضرت سلیمان علیہ السّلام عطا فرمایا، سلیمان علیہ السّلام کیسا اچھا بندہ ہے! بیشک وہ اللہ تعالیٰ کی طرف بہت رجوع کرنے والا اور تمام اوقات تسبیح و ذکر میں مشغول رہنے والا ہے۔

آیت 31-33 حضرت سلیمان علیہ السّلام کی خدمت میں ظہر کی نماز کے بعد جہاد کے لئے ایک ہزار گھوڑے پیش کئے گئے تا کہ آپ ان کے اَحوال کی کیفیّت کو جان لیں، وہ گھوڑے تین پاؤں پر کھڑے اور چوتھے سُم کا کنارہ زمین پر لگائے ہوئے تھے جو ایک خوبصورت انداز تھا اور وہ بہت تیز دوڑنے والے تھے۔ انہیں دیکھ کر حضرت سلیمان علیہ السّلام نے فرمایا: میں ان سے اللہ تعالیٰ کی رضا اور دین کی تائید کے لئے محبت کرتا ہوں۔ پھر حضرت سلیمان علیہ السّلام نے انہیں چلانے کا حکم دیا یہاں تک کہ وہ نظر سے غائب ہوگئے، پھر حکم دیا کہ انہیں میرے پاس واپس لاؤ، جب گھوڑے واپس پہنچے تو حضرت سلیمان علیہ السّلام ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنے لگے۔ اس ہاتھ پھیرنے کی چند وجوہات تھیں: (1) گھوڑوں کی عزت و شرف کا اظہار مقصود تھا۔ (2) اُمورِ سلطنت کی خود نگرانی فرمائی تا کہ تمام حُکّام مُستَعِد رہیں۔ (3) آپ علیہ السّلام گھوڑوں کے اَحوال اور اَمراض و عُیوب کے اعلیٰ ماہر تھے ان پر ہاتھ پھیر کر اُن کی حالت کا امتحان فرماتے تھے۔ **اہم بات:** ان آیات کی تفسیر میں بہت سے غلط اَقوال لکھے گئے ہیں جو مضبوط دلائل کے سامنے کسی طرح قابلِ قبول نہیں اور مذکورہ تفسیر الفاظِ قرآنی سے بالکل مطابق ہے۔

آیت 34 اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان نہیں فرمایا کہ کس آزمائش میں حضرت سلیمان علیہ السّلام کو مبتلا کیا گیا اور نہ ہی یہ بیان فرمایا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السّلام کے تخت پر جس بے جان جسم کو ڈالا گیا اس کا مِصداق کون ہے، البتہ اس کی تفسیر کے زیادہ قریب یہ

وَ اَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ ﴿۳۴﴾ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا

اور اس کے تخت پر ایک بے جان بدن ڈال دیا پھر اس نے رجوع کیا○ عرض کی: اے میرے رب! مجھے بخش دے اور مجھے ایسی سلطنت عطا فرما

لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿۳۵﴾ فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِيْ

جو میرے بعد کسی کو لائق نہ ہو بیشک تو ہی بہت عطا فرمانے والا ہے○ تو ہم نے ہوا سلیمان کے قابو میں کر دی کہ

بِاَمْرِهٖ رُخَآءً حَيْثُ اَصَابَ ﴿۳۶﴾ وَ الشَّيٰطِيْنَ كُلَّ بَنَّآءٍ وَّ غَوَّاصٍ ﴿۳۷﴾ وَّ اٰخَرِيْنَ

اس کے حکم سے نرم نرم چلتی جہاں وہ پہنچنا چاہتے○ اور ہر معمار اور غوطہ خور جن کو○ اور دوسرے بیڑیوں میں

مُقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ ﴿۳۸﴾ هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۹﴾

جکڑے ہوئے (جنوں کو سلیمان کے تابع کر دیا)○ یہ ہماری عطا ہے تو تم احسان کرو یا روک رکھو (تم پر) کوئی حساب نہیں○

حدیث ہے، چنانچہ سرکارِ دوعالَم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: حضرت سلیمان علیہ السّلام نے فرمایا تھا کہ میں آج رات میں اپنی 90 بیویوں کے پاس جاؤں گا، ان میں سے ہر ایک حاملہ ہوگی اور ہر ایک سے راہِ خدا میں جہاد کرنے والا سوار پیدا ہو گا، لیکن یہ فرماتے وقت زبانِ مبارک سے اِن شاءَ اللہ تعالیٰ نہ فرمایا تو ایک عورت کے علاوہ کوئی بھی عورت حاملہ نہ ہوئی اور اس کے ہاں بھی ناقص بچہ پیدا ہوا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا: اس کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، اگر حضرت سلیمان علیہ السّلام نے اِن شاءَاللہ فرمایا ہوتا تو ان سب عورتوں کے ہاں لڑکے ہی پیدا ہوتے اور وہ راہِ خدا میں جہاد کرتے۔ (بخاری، حدیث: 6639)

آیت 35 حضرت سلیمان علیہ السّلام نے اِن شاءَ اللہ کہنے کی بھول پر اِستغفار کرکے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی: اے میرے رب! مجھے بخش دے اور مجھے ایسی سلطنت عطا فرما جو میرے بعد کسی کو لائق نہ ہو، بیشک تو بہت ہی عطا فرمانے والا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) مستحب کاموں کے نہ کر سکنے پر بھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزی کا اظہار کرکے اس پر مغفرت طلب کرنا انبیاءِ کرام علیہمُ السّلام اور صالحین کا طریقہ ہے۔ (2) دعا میں دینی مَقاصد کو دُنیوی مقاصد پر مُقَدَّم رکھنا چاہیے۔ (3) اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرنا دنیا میں بھلائیوں کے دروازے کھلنے کا سبب ہے۔ (4) حضرت سلیمان علیہ السّلام نے بے مثل سلطنت اس لئے طلب کی تاکہ وہ سلطنت آپ کے لئے معجزہ ہو۔

آیت 36-38 جب حضرت سلیمان علیہ السّلام نے دعا مانگی تو اللہ تعالیٰ نے ہوا آپ علیہ السّلام کے قابو میں کر دی کہ وہ آپ علیہ السّلام کے حکم سے فرماں بردارانہ طریقے پر نرم نرم چلتی اور ہر معمار اور غوطہ خور جنّ آپ علیہ السّلام کے تابع کر دیا، معمار آپ علیہ السّلام کے حکم سے عجیب و غریب عمارتیں تعمیر کرتا اور غوطہ خور آپ علیہ السّلام کے لئے سمندر سے موتی نکالتا اور سرکش شیطان بھی آپ علیہ السّلام کے لئے مُسَخَّر کر دیئے گئے جنہیں آپ علیہ السّلام ادب سکھانے اور فساد سے روکنے کے لئے بیڑیوں اور زنجیروں میں جکڑوا کر قید کر دیتے تھے۔

آیت 39 اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السّلام سے فرمایا کہ یہ ہماری عطا ہے تو اب جس پر چاہو احسان کرو اور جس سے چاہو روک رکھو تم پر کسی قسم کا کوئی حساب نہیں۔ **اہم بات:** انبیاءِ کرام علیہمُ السّلام کو اللہ تعالیٰ دیتا ہے اور وہ حضرات حکمِ الٰہی سے مخلوق میں تقسیم فرماتے ہیں اور اس تقسیم میں انہیں دینے اور نہ دینے کا اختیار ہوتا ہے۔

وَ اِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَ حُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۴۰﴾ وَ اذْكُرْ عَبْدَنَاۤ اَیُّوْبَ ۘ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗۤ

اور بیشک اس کے لیے ہماری بارگاہ میں ضرور قرب اور اچھا ٹھکانہ ہے ○ اور ہمارے بندے ایوب کو یاد کرو جب اس نے اپنے رب کو پکارا

اَنِّیْ مَسَّنِیَ الشَّیْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّ عَذَابٍ ﴿۴۱﴾ اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ

کہ مجھے شیطان نے تکلیف اور ایذا پہنچائی ہے ○ (ہم نے فرمایا:) زمین پر اپنا پاؤں مارو۔ یہ نہانے اور پینے کیلئے پانی کا ٹھنڈا

وَّ شَرَابٌ ﴿۴۲﴾ وَ وَهَبْنَا لَهٗۤ اَهْلَهٗ وَ مِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا وَ ذِكْرٰى لِاُولِی الْاَلْبَابِ ﴿۴۳﴾

چشمہ ہے ○ اور ہم نے اپنی رحمت کرنے اور عقلمندوں کی نصیحت کے لئے اسے اس کے گھر والے اور ان کے برابر اور عطا فرمادیئے ○

آیت 40 دنیا میں اس عظیم سلطنت کے ساتھ ساتھ حضرت سلیمان علیہ السّلام کے لئے آخرت میں بھی ہماری بارگاہ میں قرب اور اچھا ٹھکانا ہے اور وہ ٹھکانا جنت ہے۔ **اہم بات:** انبیاءِ کرام علیہمُ السّلام بارگاہِ الٰہی میں بڑی عزت والے ہوتے ہیں۔

آیت 41 فرمایا: اے پیارے حبیب! آپ اپنی قوم کی جہالت پر صبر فرمائیں کیونکہ دنیا میں حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السّلام سے زیادہ نعمت، مال اور وجاہت والا کوئی نہیں تھا اور حضرت ایوب علیہ السّلام سے زیادہ مشقت اور آزمائش میں مبتلا ہونے والا کوئی نہ تھا، آپ ان انبیاءِ کرام علیہمُ السّلام کے اَحوال میں غور فرمائیں تاکہ آپ جان جائیں کہ دنیا کے احوال کسی کے لئے ایک جیسے نہیں ہوتے اور عقل مند کو مشکلات پر صبر کرنا چاہیے۔ حضرت ایوب علیہ السّلام نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی: **مجھے شیطان نے تکلیف اور ایذا پہنچائی ہے۔** تکلیف اور ایذا سے آپ علیہ السّلام کی بیماری اور اس کے شدائد مراد ہیں یا بیماری کے دوران شیطان کی طرف سے ڈالے جانے والے وسوسے مراد ہیں جو کہ ناکام ہی ثابت ہوئے۔ **اہم باتیں:** (1) اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو آزماتا ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السّلام کے درجات (مزید) بلند کرنے کے لئے آپ کو آزمائش میں مبتلا کیا۔ **درس:** اچھے برے تمام افعال جیسے ایمان، کفر وغیرہ کا خالق صرف اللہ تعالیٰ ہے، لیکن ادب کا تقاضا یہ ہے کہ کلام میں برے افعال کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف نہ کی جائے۔ اسی لئے حضرت ایوب علیہ السّلام نے تکلیف اور ایذا پہنچانے کی نسبت شیطان کی طرف فرمائی ہے۔

آیت 42 اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السّلام کی دعا قبول فرمائی اور ان کی طرف وحی فرمائی: زمین پر اپنا پاؤں مارو۔ چنانچہ آپ علیہ السّلام نے زمین پر پاؤں مارا تو اس سے میٹھے پانی کا ایک چشمہ ظاہر ہوا اور آپ علیہ السّلام سے کہا گیا کہ یہ نہانے اور پینے کے لئے پانی کا ٹھنڈا چشمہ ہے۔ چنانچہ آپ علیہ السّلام نے اس چشمے سے پانی پیا اور غسل کیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السّلام کے تمام امراض اور تکلیفیں دور فرمادیں۔

آیت 43 حضرت ایوب علیہ السّلام کی جو اولاد مرچکی تھی اللہ تعالیٰ نے اس کو دوبارہ زندہ کیا اور اپنے فضل و رحمت سے اتنے ہی اور عطا فرمائے۔ مزید فرمایا کہ ہم نے حضرت ایوب علیہ السّلام کو آزمائش میں مبتلا کیا تو انہوں نے صبر کیا، پھر ہم نے ان کی آزمائش ختم فرمادی تو انہوں نے شکر کیا، اس میں عقل مندوں کے لئے نصیحت ہے کہ وہ مصیبت آنے پر واویلا کرنے کی بجائے صبر کریں اور مصیبت سے نجات پانے کے بعد اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کریں۔

وَخُذْ بِیَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ ؕ اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ

اور (فرمایا) اپنے ہاتھ میں ایک جھاڑو لے کر اس سے مار دو اور قسم نہ توڑو۔ بے شک ہم نے اسے صبر کرنے والا پایا۔ وہ کیا ہی اچھا بندہ ہے

اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿۴۴﴾ وَاذْكُرْ عِبٰدَنَاۤ اِبْرٰهِیْمَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ اُولِی الْاَیْدِیْ وَالْاَبْصَارِ ﴿۴۵﴾

بیشک وہ بہت رجوع لانے والا ہے ○ اور ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کو یاد کرو جو قوت والے اور سمجھ رکھنے والے تھے ○

اِنَّاۤ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ ﴿۴۶﴾ وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَیْنَ

بیشک ہم نے انہیں ایک کھری بات سے چن لیا وہ اس (آخرت کے) گھر کی یاد ہے ○ اور بیشک وہ ہمارے نزدیک بہترین چُنے ہوئے بندوں

آیت 44 بیماری کے زمانہ میں حضرت ایوب علیہ السّلام کی زوجہ ایک بار کہیں کام سے گئیں تو دیر سے آپ علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہوئیں، اس پر آپ علیہ السّلام نے قسم کھائی کہ میں تندرست ہو کر تمہیں سو کوڑے ماروں گا۔ جب حضرت ایوب علیہ السّلام صحت یاب ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ آپ علیہ السّلام انہیں جھاڑو ماردیں اور اپنی قسم نہ توڑیں، چنانچہ حضرت ایوب علیہ السّلام نے سو تیلیوں والا ایک جھاڑو لے کر اپنی زوجہ کو ایک ہی بار ماردیا۔ مزید فرمایا کہ بیشک ہم نے حضرت ایوب علیہ السّلام کو جان، اولاد اور مال میں آزمائش پر صبر کرنے والا پایا اور اس آزمائش نے انہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے نکل جانے پر نہیں اُبھارا۔ وہ کیا ہی اچھا بندہ ہے! بیشک وہ اللہ تعالیٰ کی طرف بہت رجوع لانے والا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) حضرت ایوب علیہ السّلام کی زوجہ پر رحمت اس وجہ سے ہوئی کہ بیماری کے زمانہ میں انہوں نے اپنے شوہر کی بہت اچھی طرح خدمت کی تھی۔ (2) شرعی حیلے کرنا جائز ہیں۔ جو حیلہ کسی کا حق مارنے یا اس میں شبہ پیدا کرنے یا باطل سے فریب دینے کے لئے کیا جائے وہ مکروہ ہے اور جو حیلہ حرام سے بچنے یا حلال کو حاصل کرنے کے لئے کیا جائے وہ اچھا ہے۔ **درس:** (1) شوہر کو خوش رکھنا بیوی کے لئے نہایت ثواب اور ایذا پہنچانا سخت گناہ ہے۔ بعض اوقات معمولی سی بات پر بیویاں شوہر سے طلاق کا مطالبہ کر دیتی ہیں، ایسی عورتوں کو اس حدیث سے عبرت حاصل کرنی چاہیے۔ چنانچہ فرمایا: جو عورت بغیر کسی حرج کے شوہر سے طلاق کا سوال کرے اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔ (ترمذی، حدیث:1191) (2) قابلِ اعتماد مُفتیانِ کرام سے راہ نمائی لئے بغیر عوام کو کوئی حیلہ نہیں کرنا چاہیے کیونکہ بعض حیلوں کی شرعاً اجازت نہیں ہوتی اور بعض اوقات حیلہ کرنے میں ایسی غلطی کر جاتے ہیں جس کی وجہ سے حیلہ ہوتا ہی نہیں یا وہ حیلہ کرنا ہی حرام ہوتا ہے۔

آیت 45-47 اے پیارے حبیب! ہمارے خاص بندوں حضرت ابراہیم علیہ السّلام، ان کے بیٹے حضرت اسحاق علیہ السّلام اور ان کے بیٹے حضرت یعقوب علیہ السّلام کو یاد کریں کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے علمی اور عملی قوتیں عطا فرمائیں جن کی بنا پر انہیں اللہ تعالیٰ کی معرفت اور عبادات پر قوت حاصل ہوئی۔ بیشک ہم نے انہیں ایک کھری بات سے چن لیا اور وہ بات آخرت کے گھر کی یاد ہے کہ وہ لوگوں کو آخرت کی یاد دلاتے، کثرت سے آخرت کا ذکر کرتے اور دنیا کی محبت نے اُن کے دلوں میں جگہ نہیں پائی اور بیشک وہ ہمارے نزدیک بہترین چُنے ہوئے بندوں میں سے ہیں۔ **اہم بات:** آیت نمبر 47 سے علمانے انبیاءِ کرام علیہم السّلام کی عِصمَت (یعنی گناہ سے پاک ہونے) پر اِستدلال کیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں انہیں کسی قید کے بغیر اَخیار فرمایا اور یہ بہتری ان کے تمام اَفعال اور صفات کو عام ہے۔

الْاَخْیَارِ ﴿۴۷﴾ وَاذْکُرْ اِسْمٰعِیْلَ وَالْیَسَعَ وَذَا الْکِفْلِ ؕ وَکُلٌّ مِّنَ الْاَخْیَارِ ﴿۴۸﴾ ھٰذَا ذِکْرٌ ؕ

میں سے ہیں ○ اور اسماعیل اور یسع اور ذو الکفل کو یاد کرو اور سب بہترین لوگ ہیں ○ یہ نصیحت ہے

وَاِنَّ لِلْمُتَّقِیْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۴۹﴾ جَنّٰتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُ ﴿۵۰﴾ ج

اور بیشک پرہیز گاروں کیلئے اچھا ٹھکانہ ہے ○ بسنے کے باغات ہیں جن کے سب دروازے ان کے لیے کھلے ہوئے ہیں ○ ان میں تکیہ لگائے ہوں گے۔

مُتَّکِـِٕیْنَ فِیْهَا یَدْعُوْنَ فِیْهَا بِفَاکِهَةٍ کَثِیْرَةٍ وَّشَرَابٍ ﴿۵۱﴾ وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ

ان باغوں میں وہ بہت سے پھل میوے اور پینے کی چیزیں مانگیں گے ○ اور ان کے پاس ایسی بیویاں ہوں گی جو شوہر کے سوا کسی اور کی طرف آنکھ نہیں اٹھاتیں،

اَتْرَابٌ ﴿۵۲﴾ ھٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِیَوْمِ الْحِسَابِ ﴿۵۳﴾ الثلثة اِنَّ ھٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهٗ مِنْ نَّفَادٍ ﴿۵۴﴾ ج

الثلثة

جو ہم عمر ہوں گی ○ یہ وہ ہے جس کا تمہیں حساب کے دن کیلئے وعدہ کیا جاتا ہے ○ بیشک یہ ہمارا رزق ہے، اس کیلئے کبھی ختم ہونا نہیں ہے ○

آیت 48 فرمایا کہ اے حبیب! آپ حضرت اسماعیل، حضرت یَسَع اور حضرت ذو الکفل علیہم السّلام کے فضائل اور ان کے صبر کو یاد کریں تاکہ ان کی سیرت سے آپ کو تسلی حاصل ہو، نیز ان کی پاک خصلتوں سے لوگ نیکیوں کا ذوق و شوق حاصل کریں اور وہ سب بہترین لوگ ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) حضرت یَسَع علیہ السّلام بنی اسرائیل کے انبیا میں سے ہیں، انہیں حضرت الیاس علیہ السّلام نے بنی اسرائیل پر اپنا خلیفہ مقرر کیا اور بعد میں انہیں نبوت سے سرفراز کیا گیا۔ (2) حضرت ذو الکِفل علیہ السّلام کی نبوت میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ وہ نبی ہیں۔

آیت 49-52 آیت 49 کے ابتدائی حصے کے دو معنی ہیں: (1) اے حبیب! یہ قرآن جو ہم نے آپ کی طرف نازل کیا اس کے ذریعے ہم نے آپ کو اور آپ کی قوم کو نصیحت کی ہے۔ (2) اوپر والی آیات میں انبیاءِ کرام علیہمُ السّلام کی جو سیرت بیان ہوئی یہ ان کا ذکرِ جمیل ہے جو ہمیشہ ہوتا رہے گا۔ **اگلے حصے** اور اس کے بعد والی تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ بیشک وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے فرائض کی ادائیگی کی اور اس کی نافرمانی سے بچنے میں اس کا خوف رکھا تو ان کے لئے آخرت میں اچھا ٹھکانا ہے اور وہ اچھا ٹھکانا بسنے کے باغات ہیں، جب وہ ان باغات کے دروازوں تک پہنچیں گے تو انہیں اپنے لئے کھلا ہوا پائیں گے، فرشتے تعظیم و تکریم کے ساتھ ان کا استقبال کریں گے اور کہیں گے: تم پر سلامتی ہو کیونکہ تم نے صبر کیا تو آخرت کا اچھا انجام کیا ہی خوب ہے۔ ان باغات میں وہ نقش و نگار کئے ہوئے تختوں پر ٹیک لگائے ہوں گے۔ ان باغوں میں وہ بہت سے پھل میوے اور شراب مانگیں گے اور ان کے پاس ایسی بیویاں ہوں گی جو اپنے شوہر کے سوا کسی اور کی طرف نگاہ اٹھا کر نہ دیکھیں گی اور وہ سب عمر میں برابر ہوں گی ایسے ہی حسن و جوانی میں بھی برابر ہوں گی، آپس میں محبت رکھنے والی ہوں گی۔

آیت 53 فرشتے ان سے کہیں گے: اے پرہیزگارو! یہ ثواب اور نعمتیں وہ ہیں جن کا حساب کے دن کے لئے نبی علیہ السّلام کی زبان سے تمہیں وعدہ کیا جاتا ہے۔

آیت 54 فرمایا: پرہیزگاروں کے لئے جو اِنعام واِکرام ذکر کیا گیا یہ ہمارا عطا کردہ رزق ہے اور یہ ہمیشہ باقی رہے گا۔

هٰذَا ؕ وَ اِنَّ لِلطّٰغِيۡنَ لَشَرَّ مَاٰبٍ ۙ﴿۵۵﴾ جَهَنَّمَ ۚ يَصۡلَوۡنَهَا ۚ فَبِئۡسَ الۡمِهَادُ ﴿۵۶﴾ هٰذَا ۙ

(نیکوں کیلئے تو) یہ (ہے) اور بیشک سرکشی کرنے والوں کیلئے برا ٹھکانہ ہے ○ جہنم ہے جس میں داخل ہوں گے تو وہ کیا ہی برا بچھونا ہے ○ یہ

فَلۡيَذُوۡقُوۡهُ حَمِيۡمٌ وَّ غَسَّاقٌ ۙ﴿۵۷﴾ وَّ اٰخَرُ مِنۡ شَكۡلِهٖۤ اَزۡوَاجٌ ؕ﴿۵۸﴾ هٰذَا فَوۡجٌ مُّقۡتَحِمٌ

کھولتا پانی اور پیپ ہے تو جہنمی اسے چکھیں ○ اور اسی طرح کے دوسرے مختلف اقسام کے عذاب ہوں گے ○ یہ ایک اور فوج ہے جو تمہارے

مَّعَكُمۡ ۚ لَا مَرۡحَبًۢا بِهِمۡ ؕ اِنَّهُمۡ صَالُوا النَّارِ ﴿۵۹﴾ قَالُوۡا بَلۡ اَنۡتُمۡ ۟ لَا مَرۡحَبًۢا بِكُمۡ ؕ

ساتھ دھنسی جارہی ہے، انہیں کوئی خوش آمدید نہیں، بیشک یہ آگ میں داخل ہورہے ہیں ○ (پیروکار) کہیں گے بلکہ تمہیں کوئی خوش آمدید

اَنۡتُمۡ قَدَّمۡتُمُوۡهُ لَنَا ۚ فَبِئۡسَ الۡقَرَارُ ﴿۶۰﴾ قَالُوۡا رَبَّنَا مَنۡ قَدَّمَ لَنَا هٰذَا فَزِدۡهُ

نہیں۔ تم ہی یہ مصیبت ہمارے آگے لائے ہو تو کیا ہی برا ٹھکانہ ہے ○ (پھر پیروکار) کہیں گے: اے ہمارے رب! جو یہ مصیبت ہمارے آگے

عَذَابًا ضِعۡفًا فِى النَّارِ ﴿۶۱﴾ وَقَالُوۡا مَا لَنَا لَا نَرٰى رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمۡ مِّنَ الۡاَشۡرَارِ ؕ﴿۶۲﴾

لایا اسے آگ میں دُگنا عذاب بڑھا ○ اور کہیں گے: ہمیں کیا ہوا کہ ہم ان مردوں کو نہیں دیکھ رہے جنہیں ہم برا شمار کرتے تھے ○

آیت 55-58 ان چار آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ ایمان والوں کا صلہ تو یہ ہے جو اوپر بیان ہوا جبکہ کافروں کا انجام دوسرا ہے اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف سرکشی کرنے والوں اور اس کے رسولوں کو جھٹلانے والوں کے لئے برا ٹھکانا ہے اور وہ برا ٹھکانا جہنم ہے جس میں وہ قیامت کے دن داخل ہوں گے، تو وہ بھڑکنے والی آگ کیا ہی برا بچھونا ہے کیونکہ وہی آگ ان کا فرش ہو گی۔ جہنمیوں کے لئے یہ کھولتا پانی اور پیپ ہے جو جہنمیوں کے جسموں اور ان کے سڑے ہوئے زخموں اور نجاست کے مقاموں سے بہے گی، تو وہ اسے چکھیں اور ان کے لئے اسی طرح کے ملتے جلتے قسم قسم کے عذاب ہوں گے۔

آیت 59 جب کافروں کے سردار جہنم میں داخل ہوں گے اور ان کے پیچھے پیچھے ان کی پیروی کرنے والے بھی جارہے ہوں گے تو جہنم کے خازن ان سرداروں سے کہیں گے: یہ تمہاری پیروی کرنے والوں کی فوج ہے جو تمہاری طرح تمہارے ساتھ جہنم میں دھنسی جارہی ہے۔ کافر سردار جہنم کے خازن فرشتوں کو جواب دیتے ہوئے کہیں گے: ان پیروکاروں کو جہنم میں کھلی جگہ نہ ملے، بیشک ہماری طرح یہ بھی آگ میں داخل ہورہے ہیں۔

آیت 60 پیروکار اپنے سرداروں سے کہیں گے: بلکہ تمہیں کھلی جگہ نہ ملے۔ تم ہی یہ عذاب ہمارے آگے لائے ہو کیونکہ تم نے پہلے کفر اختیار کیا اور پھر ہمیں بھی اس راہ پر چلایا تو جہنم بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔ **اہم بات:** اہلِ جنت آپس میں اتفاق اور محبت رکھیں گے جبکہ اہلِ جہنم آپس میں نااتفاقی کا شکار ہوں گے۔

آیت 61 پیروی کرنے والے کفار اپنے سرداروں کے متعلق بارگاہِ الٰہی میں کہیں گے: اے ہمارے رب! جو یہ عذاب ہمارے آگے لایا اسے آگ میں ہم سے دُگنا عذاب دے کیونکہ وہ کافر بھی ہے اور کافر گر بھی اور ہم صرف کافر ہیں۔

آیت 62-64 جب کفار جہنم میں غریب مسلمانوں کو نہ دیکھیں گے تو کفار کے سردار کہیں گے: ہمیں جہنم میں وہ غریب مسلمان

ع ۴ ۲۴ ۱۳

اَتَّخَذْنٰهُمْ سِخْرِيًّا اَمْ زَاغَتْ عَنْهُمُ الْاَبْصَارُ ﴿۶۳﴾ اِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ اَهْلِ النَّارِ ﴿۶۴﴾ ع

کیا ہم نے انہیں (ایسے ہی) ہنسی بنالیا تھا یا آنکھیں ان کی طرف سے پھر گئی تھیں؟ ○ بیشک یہ دوزخیوں کا باہم جھگڑنا ضرور حق ہے ○

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا مُنْذِرٌ ۖ وَّمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۶۵﴾ ج رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

تم فرماؤ: میں صرف ڈر سنانے والا ہوں اور کوئی معبود نہیں مگر ایک اللہ جو سب پر غالب ہے ○ وہ آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان کے

وَمَا بَيْنَهُمَا الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ﴿۶۶﴾ قُلْ هُوَ نَبَؤٌا عَظِيْمٌ ﴿۶۷﴾ لا اَنْتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُوْنَ ﴿۶۸﴾

درمیان ہے سب کا مالک ہے، عزت والا، بڑا بخشنے والا ہے ○ تم فرماؤ وہ ایک عظیم خبر ہے ○ تم اس سے منہ پھیرے ہوئے ہو ○

نظر کیوں نہیں آ رہے جنہیں ہم دنیا میں برے لوگوں میں شمار کرتے، اپنے دین کا مخالف ہونے کی وجہ سے شریر کہتے اور غریب ہونے کی وجہ سے انہیں حقیر سمجھتے تھے؟ پھر کہیں گے: کیا ہم نے انہیں مذاق نہ بنالیا تھا جبکہ حقیقت میں وہ ایسے نہ تھے اور وہ دوزخ میں آئے ہی نہیں ہیں، نیز ہمارا اُن کا مذاق اڑانا باطل اور غلط تھا یا ہماری آنکھیں ان کی طرف سے پھر گئی تھیں اس لئے وہ ہمیں نظر نہ آئے۔ دوسری آیت کے آخری حصے کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ یا اُن کی طرف سے ہماری آنکھیں پھر گئیں اور دنیا میں ہم اُن کے مرتبے اور بزرگی کو نہ دیکھ سکے۔ تیسری آیت میں فرمایا کہ بیشک یہ دوزخیوں کا باہم جھگڑنا ضرور حق ہے اور یہ ضرور واقع ہوگا۔

آیت 65 فرمایا: اے حبیب! کفارِ مکہ سے فرمادیں کہ میں صرف تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے کفر اور گناہوں کے بدلے عذاب کا ڈر سنانے والا ہوں اور یہ بھی فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اپنی ذات، صفات اور افعال میں شرک سے پاک ہے، وہ ہر چیز پر غالب ہے۔

آیت 66 آیت 65 اور 66 میں اللہ تعالیٰ نے اپنی 5 صفات بیان فرمائی ہیں: (1) واحد (2) قہّار (3) رب (4) عزیز (5) غفّار۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت ”قہّار“ بیان فرمائی جسے سن کر لوگوں کے دلوں میں شدید ہیبت بیٹھ جاتی ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد رحمت، فضل اور کرم پر دلالت کرنے والی صفات بیان فرمائیں۔ **پہلی صفت:** وہ آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کا رب ہے۔ اس صفت کی کامل معرفت اس وقت حاصل ہوگی جب زمین و آسمان کی تخلیق اور عناصرِ اربعہ وغیرہ میں اللہ تعالیٰ کی حکمت کے آثار میں غور و فکر کیا جائے۔ **پھر فرمایا** کہ اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا ہے کہ اطاعت گزاروں اور اخلاص کے ساتھ عبادت کرنے والوں پر احسان فرمانے کے علاوہ اگر کوئی شخص 70 سال تک اپنے کفر پر قائم رہے، پھر اپنے کفر سے (سچی) توبہ کرلے تو خدا اسے بھی بخشنے والا ہے۔

آیت 67، 68 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! آپ فرمادیں کہ قرآنِ پاک اور جو کچھ اس میں توحید، نبوت، قیامت، حشر اور جنت و دوزخ وغیرہ کے بارے میں بیان کیا گیا یہ عظیم الشّان خبر ہے اور اے کافرو! تمہارا حال یہ ہے کہ تم اس سے غافل ہو کہ مجھ پر ایمان نہیں لاتے اور قرآنِ پاک اور میرے دین کو نہیں مانتے۔

مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍۭ بِالْمَلَاِ الْاَعْلٰۤى اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۶۹﴾ اِنْ يُّوْحٰۤى اِلَيَّ اِلَّاۤ اَنَّمَاۤ اَنَا

مجھے عالَمِ بالا کی کوئی خبر نہیں تھی جب وہ بحث کر رہے تھے○ مجھے تو یہی وحی ہوتی ہے کہ میں

نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۷۰﴾ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ ﴿۷۱﴾ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ

تو کھلا ڈر سنانے والا ہی ہوں○ جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں مٹی سے انسان بنانے والا ہوں○ پھر جب میں اسے ٹھیک بنالوں

وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ﴿۷۲﴾ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ﴿۷۳﴾

اور اس میں اپنی خاص روح پھونکوں تو تم اس کے لیے سجدے میں پڑ جانا○ تو تمام فرشتوں نے اکٹھے سجدہ کیا○

اِلَّاۤ اِبْلِيْسَ ؕ اِسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۷۴﴾ قَالَ يٰۤاِبْلِيْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ

سوائے ابلیس کے۔ اس نے تکبر کیا اور وہ کافروں میں سے ہوگیا○ (اللہ نے) فرمایا: اے ابلیس! تجھے کس چیز نے روکا کہ تو اسے سجدہ کرے

لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ ؕ اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِيْنَ ﴿۷۵﴾ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ؕ خَلَقْتَنِيْ

جسے میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا؟ کیا تو نے تکبر کیا ہے یا تو تھا ہی متکبروں میں سے؟○ اس نے کہا: میں اس سے بہتر ہوں تو نے مجھے

آیت 69 بحث کرنے والوں سے مراد وہ فرشتے ہیں جو تخلیقِ آدم علیہ السلام کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے۔ مُدّعا یہ ہے کہ اگر میں نبی نہ ہوتا تو عالَمِ بالا میں فرشتوں کا حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں سوال و جواب کرنا مجھے کیا معلوم ہوتا، اس کی خبر دینا میری نبوت اور میرے پاس وحی آنے کی دلیل ہے۔ یا مراد وہ فرشتے ہیں جو اس بات پر بحث کر رہے تھے کہ کون سے کام گناہوں کا کفارہ بن جاتے ہیں۔ **اہم بات:** عالَمِ بالا کے فرشتوں کی بحث کا علم رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو عطا فرمایا گیا ہے۔ اس سے متعلق مزید تفصیل تفسیر صراط الجنان میں ملاحظہ فرمائیں۔

آیت 70 اس آیت کے ایک معنیٰ یہ ہیں: مجھے صرف یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں عذابِ الٰہی کا کھلا ڈر سناؤں اور خدا کا پیغام پہنچاؤں، اس کے سوا اور کسی چیز کا مجھے حکم نہیں دیا گیا۔

آیت 71-78 اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں مٹی سے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کروں گا، پھر جب میں اس کی پیدائش مکمل کر دوں اور اس میں اپنی خاص روح پھونک کر اسے زندگی عطا کر دوں تو تم اس کے لئے سجدے میں چلے جانا، حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے بعد حکمِ الٰہی سے تمام فرشتوں نے اکٹھے سجدہ کیا لیکن ابلیس نے سجدہ نہ کیا، اس نے تکبُّر کیا اور وہ علمِ الٰہی میں کافروں میں سے ہی تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ابلیس! تجھے اس آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے کس چیز نے روکا جسے میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا؟ کیا تو نے تکبر کیا ہے یا تو (پہلے ہی) اس قوم میں سے تھا جن کا شیوہ ہی تکبر ہے۔ ابلیس نے کہا: میں اس سے بہتر ہوں کیونکہ تو نے مجھے آگ سے بنایا اور اسے مٹی سے پیدا کیا۔ یعنی اگر حضرت آدم علیہ السلام آگ سے پیدا کئے جاتے جب بھی میں انہیں سجدہ نہ کرتا چہ جائیکہ ان سے بہتر ہو کر انہیں سجدہ کروں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تو جنت سے نکل جا کہ بیشک تو اپنی نافرمانی اور تکبر کے باعث دھتکارا ہوا ہے اور بیشک قیامت تک

مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ﴿٧٦﴾ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ ﴿٧٧﴾ وَّ اِنَّ عَلَيْكَ

آگ سے بنایا اور اسے مٹی سے پیدا کیا ○ اللہ نے فرمایا: تو جنت سے نکل جا کہ بیشک تو دھتکارا ہوا ہے ○ اور بیشک قیامت تک تجھ پر

لَعْنَتِيْۤ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿٧٨﴾ قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِيْۤ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿٧٩﴾ قَالَ

میری لعنت ہے ○ اس نے کہا: اے میرے رب! (اگر ایسا ہی ہے) تو مجھے لوگوں کے اٹھائے جانے کے دن تک مہلت دے ○ اللہ نے فرمایا:

فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ﴿٨٠﴾ اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ﴿٨١﴾ قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ

پس بیشک تو مہلت والوں میں سے ہے ○ معین وقت کے دن تک ○ اس نے کہا: تیری عزت کی قسم ضرور میں ان سب کو گمراہ

اَجْمَعِيْنَ ﴿٨٢﴾ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿٨٣﴾ قَالَ فَالْحَقُّ وَ الْحَقَّ اَقُوْلُ ﴿٨٤﴾

کردوں گا ○ مگر جو ان میں تیرے چنے ہوئے بندے ہیں ○ اللہ نے فرمایا: تو حق (میری طرف سے ہی ہوتا ہے) اور میں حق ہی فرماتا ہوں ○

لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَ مِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿٨٥﴾ قُلْ مَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ

بیشک میں ضرور جہنم بھر دوں گا تجھ سے اور ان سب سے جو تیری پیروی کرنے والے ہیں ○ تم فرماؤ: میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں

مِنْ اَجْرٍ وَّ مَاۤ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ ﴿٨٦﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿٨٧﴾ وَ لَتَعْلَمُنَّ

مانگتا اور میں جھوٹ گھڑنے والوں میں سے نہیں ہوں ○ یہ تو سارے جہان والوں کیلئے نصیحت ہی ہے ○ اور ضرور

تجھ پر میری لعنت ہے بلکہ قیامت کے بعد بھی لعنت اور عذابات ہیں پھر اس کی حسین صورت کو بدشکل رُوسیاہ کر دیا گیا۔

آیت 79-81 جب شیطان مردود ہوگیا تو اس نے عرض کی: اے میرے رب! اگر ایسا ہی ہے تو مجھے لوگوں کے جزا کے لئے اٹھائے جانے کے دن تک مہلت دے۔ ابلیس کی مراد یہ تھی کہ وہ انسانوں کو گمراہ کرنے کے لئے فراغت پائے اور خود موت سے بچ جائے کیونکہ اُٹھنے کے بعد موت نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: پس بیشک تو مُعَیّن وقت یعنی قیامت کے پہلے نفخہ تک مہلت والوں میں سے ہے۔

آیت 82،83 مہلت ملنے کے بعد ابلیس نے کہا: یارب! تیری عزت کی قسم! میں حضرت آدم علیہ السّلام کی اولاد کے سامنے گناہوں کو سجا سنوار کر اور ان کے دلوں میں شکوک و شبہات پیدا کر کے ان سب کو گمراہ کر دوں گا البتہ ان میں سے جو تیرے چنے ہوئے بندے ہیں وہ میرے وار سے بچے رہیں گے۔ **اہم بات:** معلوم ہوا کہ انبیاءِ کرام علیہم السّلام اور بہت سے صالحین پر شیطان کا داؤ نہیں چلتا کہ وہ ان سے گناہ یا کفر کرادے اور صالحین سے گناہ ہو بھی جائے تو جلد توبہ کی توفیق مل جاتی ہے۔

آیت 84،85 فرمایا: تو سچ یہ ہے جو ہم ارشاد فرماتے ہیں اور میں سچ ہی فرماتا ہوں، بیشک میں ضرور تجھ سے اور تیری ذُرِّیَّت سے اور جو انسان اپنے اختیار سے گمراہی میں تیری پیروی کریں گے ان سب سے جہنم بھر دوں گا۔

آیت 86-88 فرمایا کہ اے حبیب! آپ مشرکین سے فرمادیں کہ میں وحی کی تبلیغ اور رسالت کی ادائیگی پر تم سے دنیا کا مال طلب نہیں کرتا بلکہ میں کسی اجرت کے بغیر تمہیں دین کی تعلیم دیتا ہوں اور میں جھوٹ گھڑنے والوں میں سے نہیں ہوں کہ میں نے اپنی

ع ۵ ۲۴ ۱۴

نَبَاَهٗ بَعْدَ حِیْنٍ ۟۸۸ؑ

ایک وقت کے بعد تم اس کی خبر جان لوگے ○

ایاتھا ۷۵ ۳۹ سُوْرَۃُ الزُّمَرِ مَکِّیَّۃٌ ۵۹ رکوعاتھا ۸

سورۂ زمر مکیہ ہے، اس میں پچھتر آیتیں اور آٹھ رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

تَنْزِیْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَكِیْمِ ۝۱ اِنَّاۤ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ

کتاب کا نازل فرمانا اس اللہ کی طرف سے ہے جو عزت والا، حکمت والا ہے ○ بیشک ہم نے تمہاری طرف یہ کتاب حق کے ساتھ اتاری

طرف سے نبوت کا دعویٰ کر دیا ہو اور قرآنِ پاک میں نے اپنے پاس سے بنا لیا ہو بلکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے انبیاءِ کرام علیہمُ السّلام کا سردار بنایا ہے اور یہ قرآنِ پاک بھی اسی کی طرف سے نازل ہوا ہے جو کہ سارے جہان والوں کے لئے نصیحت ہے اور اے کفارِ مکہ! ضرور تم ایک وقت کے بعد قرآن کی خبروں کے حق ہونے کو جان جاؤ گے۔ اس وقت سے مراد موت کے بعد کا وقت ہے یا اس سے قیامت کا دن آ جانے کے بعد کا وقت مراد ہے۔ **اہم بات:** عالِم کو اگر کوئی مسئلہ معلوم نہ ہو تو وہ خاموشی اختیار کرے اور خود گھڑ کر نہ بتائے۔

سورۂ زُمَر کا تعارف یہ سورت اس آیت "قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ" اور اس آیت "اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ" کے علاوہ مکیہ ہے۔ اس میں 8 رکوع اور 75 آیتیں ہیں۔ زُمَر کا معنی ہے: کئی گروہ۔ اس سورت میں کفار کو گروہ در گروہ جہنم کی طرف ہانکنے اور اپنے رب عزّوجلّ سے ڈرنے والوں کو گروہ در گروہ جنت کی طرف چلائے جانے کا ذکر ہے، اس مناسبت سے اس سورت کا نام "سورۂ زُمَر" رکھا گیا ہے۔ **فضیلت:** حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہُ عنہا فرماتی ہیں: آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم ہر رات سورۂ بنی اسرائیل اور سورۂ زُمَر کی تلاوت فرماتے تھے۔ (مسند امام احمد، حدیث: 24962) **خلاصۂ مضامین:** اس سورت کی ابتدا میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اطاعت کرتے رہنے کا حکم دیا۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت پر زمین و آسمان کی تخلیق، رات اور دن کے آنے جانے، سورج اور چاند کے مُسَخَّر ہونے اور مختلف مراحل میں انسان کی تخلیق سے اِستدلال فرمایا گیا۔ مسلمانوں اور کفار کے مابین فرق بیان کیا گیا کہ مسلمان دونوں عالَم میں سعادت مند ہوں گے اور کفار دونوں جہان میں بدبخت رہیں گے۔ قرآنِ پاک کی عظمت و شان بیان کی گئی اور گناہ گاروں کو تسلی دی گئی کہ وہ رحمتِ الٰہی سے مایوس نہ ہوں۔ آخر میں قیامت کے اَحوال بیان کئے گئے اور کافروں اور مسلمانوں کی جزا بیان کی گئی ہے۔

آیت 1 اس کتاب قرآنِ پاک کو نازل فرمانا اس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جو عزت والا، حکمت والا ہے، کسی اور کی طرف سے ہرگز نہیں جیسا کہ مشرکین کہتے ہیں کہ اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے اپنے پاس سے بنا لیا ہے۔

آیت 2 فرمایا کہ اے پیارے حبیب! ہم نے آپ کی طرف یہ کتاب اتاری اور اس میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ حق ہے، اس میں کوئی

فَاعۡبُدِ اللّٰهَ مُخۡلِصًا لَّهُ الدِّیۡنَ ؕ﴿۲﴾ اَلَا لِلّٰهِ الدِّیۡنُ الۡخَالِصُ ؕ وَ الَّذِیۡنَ اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِهٖۤ

تو اللہ کی عبادت کرو اسی کے بندے بن کر ○ سن لو! خالص عبادت اللہ ہی کیلئے ہے اور وہ جنہوں نے اس کے سوا اور مددگار بنا رکھے ہیں

اَوۡلِیَآءَ ۘ مَا نَعۡبُدُهُمۡ اِلَّا لِیُقَرِّبُوۡنَاۤ اِلَی اللّٰهِ زُلۡفٰی ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَحۡکُمُ بَیۡنَهُمۡ فِیۡ مَا هُمۡ

(وہ کہتے ہیں:) ہم تو ان بتوں کی صرف اس لئے عبادت کرتے ہیں تاکہ یہ ہمیں اللہ کے زیادہ نزدیک کر دیں۔ اللہ ان کے درمیان اس بات

وقف لازم

فِیۡهِ یَخۡتَلِفُوۡنَ ۬ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهۡدِیۡ مَنۡ هُوَ کٰذِبٌ کَفَّارٌ ﴿۳﴾ لَوۡ اَرَادَ اللّٰهُ اَنۡ یَّتَّخِذَ

میں فیصلہ کر دے گا جس میں یہ اختلاف کر رہے ہیں بیشک اللہ اسے ہدایت نہیں دیتا جو جھوٹا، بڑا ناشکرا ہو ○ اگر اللہ اپنے لیے

وَلَدًا لَّاصۡطَفٰی مِمَّا یَخۡلُقُ مَا یَشَآءُ ۙ سُبۡحٰنَهٗ ؕ هُوَ اللّٰهُ الۡوَاحِدُ الۡقَهَّارُ ﴿۴﴾ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ

اولاد بنانے کا ارادہ فرماتا تو اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا چن لیتا وہ پاک ہے۔ وہی ایک اللہ سب پر غالب ہے ○ اس نے آسمان

شک نہیں اور آپ اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت پر قائم رہتے ہوئے اخلاص کے ساتھ اس کی عبادت کرتے رہیں۔ **درس:** اللہ تعالیٰ کی عبادت اخلاص کے ساتھ کرنی چاہیے کہ عبادت میں نہ تو شرکِ جلی ہو اور نہ شرکِ خفی یعنی ریاکاری۔

آیت 3 فرمایا کہ اے لوگو! سن لو کہ شرک سے خالص عبادت اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے کیونکہ اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق ہی نہیں اور وہ بت پرست جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور معبود ٹھہرا لئے ہیں اور بتوں کی پوجا کرتے ہیں، وہ (اللہ تعالیٰ کو خالق ماننے کے باوجود) کہتے ہیں: ہم تو ان بتوں کی صرف اس لئے عبادت کرتے ہیں تاکہ یہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے زیادہ نزدیک کر دیں تو یہ سمجھنے والے جھوٹے اور ناشکرے ہیں یعنی جھوٹے تو اِس بات میں ہیں کہ بتوں کو خدا کا قرب دلانے والا سمجھتے ہیں اور ناشکرے اِس لئے ہیں کہ خدا کی نعمتیں کھا کر اور اللہ تعالیٰ کو خالق مان کر پھر بھی شرک کرتے ہیں تو ان کافروں کا مسلمانوں کے ساتھ توحید و شرک میں جو اختلاف ہے اس کا فیصلہ قیامت میں اللہ تعالیٰ ہی فرمائے گا اور وہ فیصلہ ایمان داروں کو جنت میں اور کافروں کو دوزخ میں داخل کرنے کے ذریعے ہو گا۔ **اہم بات:** آیت میں مشرکوں کی بتوں کو وسیلہ ماننے کا رد اس وجہ سے ہے کہ ایک تو قرآن و حدیث کی رُو سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شفاعت کی اجازت اَنبیا و اَولیا و صُلحا کو ہے نہ کہ بتوں کو اور دوسری بات یہ کہ مشرکین وسیلہ ماننے کے چکر میں بتوں کو خدا بھی مانتے تھے جبکہ جسے وسیلہ سمجھا جائے اسے معبود جاننا اور اس کی پوجا کرنا ضرور شرک ہے۔

آیت 4 کفار اللہ تعالیٰ کے لئے اولاد مانتے تھے، ان کے تردید میں فرمایا کہ اگر بالفرض مشرکین کے گمان کے مطابق اللہ تعالیٰ کے لئے اولاد ممکن ہوتی تو وہ خود جسے چاہتا اولاد بناتا نہ کہ یہ تجویز کفار پر چھوڑتا کہ وہ جسے چاہیں خدا کی اولاد قرار دیں (مَعَاذَ اللہ) لیکن اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ اولاد بلکہ ہر اس چیز سے پاک ہے جو اس کی شانِ اقدس کے لائق نہیں، کیونکہ وہی ایک اللہ سب پر غالب ہے، شریک اور اولاد سے پاک ہے۔

آیت 5 اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی وحدانیّت اور قدرت کی دلیل دیتے ہوئے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمین اور آسمان بے کار نہیں بنائے بلکہ بے شمار حکمتوں پر مشتمل بنائے ہیں، وہ کبھی رات کی تاریکی سے دن کے ایک حصہ کو چھپاتا ہے اور کبھی دن کی روشنی سے

Go to Index

وَالۡاَرۡضَ بِالۡحَقِّ ۚ يُكَوِّرُ الَّيۡلَ عَلَى النَّهَارِ وَيُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى الَّيۡلِ وَسَخَّرَ الشَّمۡسَ

اور زمین حق کے ساتھ بنائے، وہ رات کو دن پر لپیٹتا ہے اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے اور اس نے سورج اور چاند کو کام میں لگایا

وَالۡقَمَرَ ؕ كُلٌّ يَّجۡرِىۡ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اَلَا هُوَ الۡعَزِيۡزُ الۡغَفَّارُ ۝٥ خَلَقَكُمۡ مِّنۡ نَّفۡسٍ وَّاحِدَةٍ

ہر ایک، ایک مقررہ مدت تک چلتا رہے گا۔ سن لو! وہی عزت والا، بخشنے والا ہے ۝ اس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا

ثُمَّ جَعَلَ مِنۡهَا زَوۡجَهَا وَاَنۡزَلَ لَكُمۡ مِّنَ الۡاَنۡعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزۡوَاجٍ ؕ يَخۡلُقُكُمۡ فِىۡ بُطُوۡنِ

پھر اسی سے اس کا جوڑا بنایا اور تمہارے لیے چوپایوں میں سے آٹھ جوڑے بنائے، تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹ میں تین اندھیروں میں

اُمَّهٰتِكُمۡ خَلۡقًا مِّنۡۢ بَعۡدِ خَلۡقٍ فِىۡ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمۡ لَهُ الۡمُلۡكُ ؕ لَاۤ اِلٰهَ

پیدا کرتا ہے، ایک حالت کی تخلیق کے بعد دوسری حالت کی تخلیق ہوتی ہے۔ یہ اللہ تمہارا رب ہے، اسی کی بادشاہی ہے، اس کے سوا کوئی

اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰى تُصۡرَفُوۡنَ ۝٦ اِنۡ تَكۡفُرُوۡا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِىٌّ عَنۡكُمۡ ۟ وَلَا يَرۡضٰى لِعِبَادِهِ

عبادت کے لائق نہیں۔ تو تم کہاں پھیرے جاتے ہو؟ ۝ اگر تم ناشکری کرو تو بیشک اللہ تم سے بے نیاز ہے اور وہ اپنے بندوں کی ناشکری کو

رات کے حصہ کو۔ مراد یہ ہے کہ کبھی دن کا وقت کم کر کے رات کو اور کبھی رات کا وقت کم کر کے دن کو زیادہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے سورج اور چاند کو کام میں لگایا، ان میں سے ہر ایک قیامت تک اپنے مقرر نظام پر چلتا رہے گا، (جب اللہ تعالیٰ کے اوصاف یہ ہیں تو اس کا کوئی شریک کس طرح ہو سکتا ہے؟) سن لو! بیشک اللہ تعالیٰ عزت و غلبے والا اور رحمت و مغفرت والا ہے۔

آیت 6 اس آیت میں زمینی نشانیوں سے اللہ کی وحدانیت و قدرت پر دلائل دیئے ہیں: **پہلی دلیل** یہ دی کہ اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایک جان حضرت آدم علیہ السّلام سے پیدا فرمایا، پھر انہی سے حضرت حوا رضی اللّٰہ عنہا کو پیدا فرمایا جن سے آگے اربوں انسانوں کا سلسلہ تخلیق جاری فرمایا۔ **دوسری دلیل** یہ بیان فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے اونٹ، گائے، بکری اور بھیڑ سے آٹھ جوڑے پیدا کئے، جوڑوں سے مراد نر اور مادہ ہیں اور یہ بھی پوری روئے زمین پر انسانوں کی ضرورت پوری کرنے کے لئے پھیلا دیئے گئے۔ **تیسری دلیل** یہ ارشاد فرمائی کہ اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹ میں تین اندھیروں میں پیدا کرتا ہے، ایک حالت کی تخلیق کے بعد دوسری حالت کی تخلیق ہوتی ہے۔ تین اندھیروں سے مراد پیٹ، بچہ دانی اور اس کی جھلی کا اندھیرا ہے اور ایک حالت کے بعد دوسری حالت کی تخلیق سے مراد یہ ہے کہ پہلے نطفہ، پھر جمے ہوئے خون، پھر گوشت کے ٹکڑے اور پھر مکمل بچے کی تخلیق ہوتی ہے۔ آیت کے آخر میں فرمایا کہ جس نے اپنی کامل قدرت سے ان چیزوں کو پیدا فرمایا صرف وہی اللہ تعالیٰ تمہارا رب ہے، ساری کائنات کی بادشاہی اسی کے لئے ہے، اس کے سوا نہ کوئی خالق ہے اور نہ ہی کوئی عبادت کے لائق ہے، تو تم کہاں پھیرے جاتے ہو اور اس بیان کے بعد حق راستے سے دور ہوتے ہو کہ اس کی عبادت چھوڑ کر غیر کی عبادت کرتے ہو۔

آیت 7 اس آیت میں تمام لوگوں سے خطاب فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت پر دیئے گئے دلائل کا مشاہدہ کرنے کے بعد بھی اگر تم

الْكُفْرَ ۚ وَ اِنْ تَشْكُرُوْا یَرْضَهُ لَكُمْ ؕ وَ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ؕ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ

پسند نہیں کرتا اور اگر تم شکر کرو تو اسے تمہارے لیے پسند فرماتا ہے اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گی پھر

مَّرْجِعُكُمْ فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ؕ اِنَّهٗ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۷ وَ اِذَا

تمہیں اپنے رب ہی کی طرف پھرنا ہے تو وہ تمہیں بتادے گا جو تم کرتے تھے بیشک وہ دلوں کی بات جانتا ہے ○ اور جب آدمی کو کوئی

مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ مُنِیْبًا اِلَیْهِ ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِیَ مَا كَانَ

تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے رب کو اس کی طرف رجوع کرتے ہوئے پکارتا ہے پھر جب اللہ اسے اپنے پاس سے کوئی نعمت دیدے تو وہ اس تکلیف کو

یَدْعُوْۤا اِلَیْهِ مِنْ قَبْلُ وَ جَعَلَ لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّیُضِلَّ عَنْ سَبِیْلِهٖ ؕ قُلْ تَمَتَّعْ

بھول جاتا ہے جس کی طرف وہ پہلے پکار رہا تھا اور اللہ کے لئے شریک بنانے لگتا ہے تاکہ اس کے راستے سے بہکا دے۔ تم فرماؤ: تھوڑے دن

(کفر کرکے) اللہ تعالیٰ کی ناشکری کرو تو بیشک اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان اور تمہاری عبادت سے بے نیاز ہے اور تم ہی اس کے محتاج ہو، ایمان لانے میں تمہارا ہی نفع ہے اور کافر ہو جانے میں تمہارا ہی نقصان ہے اور اگرچہ بندوں کے کفر و ایمان سے اللہ تعالیٰ کو کوئی نفع یا نقصان نہیں لیکن اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اپنے بندوں کی ناشکری کو پسند نہیں کرتا کیونکہ اس میں بندوں کا نقصان ہے اور اگر تم ایمان قبول کرکے شکر کرو تو اسے تمہارے لئے پسند فرماتا ہے کیونکہ وہ تمہاری کامیابی کا سبب ہے، اس پر تمہیں اللہ تعالیٰ ثواب دے گا اور جنت عطا فرمائے گا اور کوئی شخص دوسرے کے گناہ کی وجہ سے نہیں پکڑا جائے گا، (البتہ گمراہ کرنے والوں پر ان کا اپنا بوجھ بھی ہوگا اور دوسرے گمراہوں کا بھی جنہیں اِنہوں نے بہکایا ہوگا) پھر تمہیں آخرت میں اپنے رب ہی کی طرف پھرنا ہے تو وہ تمہیں بتادے گا جو تم دنیا میں کرتے تھے اور اس کی تمہیں جزا دے گا، بیشک وہ دلوں کی بات جانتا ہے۔

آیت 8 جب آدمی کو فقر، بیماری یا کوئی تکلیف و شدت پہنچتی ہے تو وہ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف ہی رجوع کرتے ہوئے پکارتا ہے اور اس مصیبت کو دور کرنے کے لئے اسی سے فریاد کرتا ہے، پھر جب اللہ تعالیٰ اسے اپنے پاس سے کوئی نعمت دے دے اور اس کی تکلیف دور کرکے اس کا حال درست کردے تو وہ اس شدت و تکلیف کو بھلا دیتا ہے جس کے لئے اس نے اللہ تعالیٰ سے فریاد کی تھی اور حاجت پوری ہونے کے بعد پھر بت پرستی میں مبتلا ہو جاتا ہے اور وہ اپنے ساتھ ساتھ دوسروں کو بھی اللہ تعالیٰ کے دین سے گمراہ کرنا شروع کردیتا ہے۔ اے حبیب! آپ اس کافر سے فرمادیں کہ تھوڑے دن اپنے کفر کے ساتھ فائدہ اٹھالے اور دنیا کی زندگی کے دن پورے کرلے بیشک تو قیامت کے دن دوزخیوں میں سے ہے۔ **درس:** بے شمار مسلمان مصیبت، پریشانی آنے پر دعائیں کرنے کروانے میں مصروف ہو جاتے ہیں لیکن جیسے ہی اللہ تعالیٰ ان کی مصیبت و پریشانی دور کردے تو دوبارہ ایسے ہو جاتے ہیں گویا کبھی کسی تکلیف کے پہنچنے پر انہوں نے اللہ تعالیٰ کو پکارا ہی نہیں تھا۔ انہیں اپنے اس طرزِ عمل کو بدلنا چاہیے۔ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ جو یہ چاہتا ہے کہ مصیبت میں اس کی دعائیں قبول ہوں، اسے چاہیے کہ خوشحالی میں خدا کو یاد رکھے۔

بِكُفْرِكَ قَلِيلًا ۖ إِنَّكَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ ﴿٨﴾ أَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ آنَاءَ اللَّيْلِ سَاجِدًا وَقَائِمًا

اپنے کفر کے ساتھ فائدہ اٹھالے بیشک تو دوزخیوں میں سے ہے ○ کیا وہ شخص جو سجدے اور قیام کی حالت میں رات کے اوقات فرمانبرداری

يَحْذَرُ الْآخِرَةَ وَيَرْجُو رَحْمَةَ رَبِّهِ ۗ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ

میں گزارتا ہے، آخرت سے ڈرتا ہے اور اپنے رب کی رحمت کی امید لگارکھتا ہے (کیا وہ نافرمانوں جیسا ہو جائے گا؟) تم فرماؤ: کیا علم والے

لَا يَعْلَمُونَ ۗ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ ﴿٩﴾ قُلْ يَا عِبَادِ الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا رَبَّكُمْ ۚ ع ۱ ۹ ۱۵

اور بے علم برابر ہیں؟ عقل والے ہی نصیحت مانتے ہیں ○ تم فرماؤ: اے میرے مومن بندو! اپنے رب سے ڈرو۔

لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۗ وَأَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةٌ ۗ إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ

جنہوں نے بھلائی کی، ان کے لیے اِس دنیا میں بھلائی ہے اور اللہ کی زمین وسیع ہے۔ صبر کرنے والوں ہی کو ان کا ثواب

آیت 9 **شانِ نزول:** یہ آیت مختلف اقوال کی روشنی میں سیدنا ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما یا عثمان غنی رضی اللہ عنہ یا حضرات عبداللہ بن مسعود، عمار اور سلمان رضی اللہ عنہم کے حق میں نازل ہوئی۔ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کیا وہ شخص جو سجدے اور قیام کی حالت میں رات کے تمام اوقات فرماں برداری میں گزارتا ہے، آخرت کے عذاب سے ڈرتا ہے اور اپنے رب کی رحمت یعنی مغفرت اور جنت کی امید لگارکھتا ہے، وہ نافرمانی اور غفلت میں رہنے والے کی طرح ہو سکتا ہے؟ ہر گز نہیں۔ اے حبیب! آپ فرمائیں کہ کیا علم والے اور بے علم برابر ہیں؟ جب یہ برابر نہیں تو اطاعت گزار و فرماں بردار اور غافل و نافرمان کس طرح برابر ہو سکتے ہیں؟ لیکن اللہ تعالیٰ کی نصیحتوں سے عقل والے ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) رات کے نوافل اور عبادت دن کے نوافل سے افضل ہیں کیونکہ رات کا عمل ریا سے بہت دور ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ اور خشوع دن سے زیادہ رات میں مُیَسَّر آتا ہے، نیز رات میں بیدار رہنا نفس کو بہت تکلیف میں ڈالتا ہے، لہٰذا اس کا ثواب بھی زیادہ ہو گا۔ (2) اس آیت سے علم اور علماءِ کرام کی فضیلت معلوم ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے علم والوں کو بے علموں پر برتری عطا فرمائی ہے۔ **درس:** مومن کے لئے لازم ہے کہ وہ امید اور خوف کے درمیان ہو، دنیا میں بالکل بے خوف ہونا یا رحمتِ الٰہی سے مُطلَقاً مایوس ہونا، یہ دونوں حالتیں قرآنِ کریم میں کفار کی بتائی گئی ہیں۔

آیت 10 فرمایا کہ اے حبیب! آپ فرما دیں کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اے میرے ایمان والے بندو! تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرکے اور اس کی نافرمانی سے خود کو بچا کر اپنے رب کے عذاب سے ڈرو۔ مزید فرمایا: **جنہوں نے بھلائی کی ان کے لیے اِس دنیا میں بھلائی ہے۔** یعنی جنہوں نے عبادت کی اور اچھے اعمال بجالائے ان کے لئے اس دنیا میں بھلائی یعنی صحت و عافیت ہے اور عبادت و عمل صالح اس دنیا میں یوں بھی بھلائی ہیں کہ اس کے بدلے میں جنت ہے اور آیت کا یہ معنیٰ بھی ہو سکتا ہے کہ اس دنیا میں نیکیاں کرنے والوں کے لئے ایک عظیم بھلائی یعنی جنت ہے۔ مزید فرمایا: **اور اللہ کی زمین وسیع ہے۔** جس شہر میں گناہوں کی کثرت ہو اور وہاں رہنے سے آدمی کو اپنی دین داری پر قائم رہنا دشوار ہو جائے تو اسے وہاں سے ہجرت کر لینی چاہیے۔ **شانِ نزول:** یہ آیت تمام مہاجرینِ حبشہ یا خاص حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور ان کے ہمراہیوں کے حق میں نازل ہوئی جنہوں نے مصیبتوں اور بلاؤں پر صبر کیا اور ہجرت کی اور اپنے دین پر قائم رہے۔ مزید فرمایا: **صبر کرنے والوں ہی کو ان کا ثواب بے حساب بھرپور دیا جائے گا۔** یعنی جنہوں

اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ⑩ قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ⑪ وَ اُمِرْتُ

بے حساب بھرپور دیا جائے گا ○ تم فرماؤ: مجھے حکم ہے کہ میں اللہ کی عبادت کروں اسی کیلئے دین کو خالص کرتے ہوئے ○ اور مجھے حکم ہے

لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِيْنَ ⑫ قُلْ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ⑬

کہ میں سب سے پہلا مسلمان بنوں ○ تم فرماؤ: بالفرض اگر مجھ سے نافرمانی ہو جائے تو مجھے اپنے رب سے ایک بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے ○

قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ دِيْنِيْ ⑭ فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ ۭ قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ

تم فرماؤ: میں اللہ ہی کی عبادت کرتا ہوں خالص اس کا بندہ ہو کر ○ تو تم اس کے سوا جس کی عبادت کرنا چاہتے ہو، کرلو۔ (اے نبی) تم فرماؤ:

الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَ اَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ⑮

بلاشبہ نقصان اٹھانے والے وہی ہیں جنہوں نے اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو قیامت کے دن خسارے میں ڈالا۔ سن لو! یہی کھلا نقصان ہے ○

نے اپنے دین پر صبر کیا اور اس کی حدود پر پابندی سے عمل پیرا رہے اور جب یہ کسی آفت یا مصیبت میں مبتلا ہوئے تو بھی ہر طرح عمدہ صبر کیا، انہیں دیگر لوگوں کے مقابلے میں بے حساب اور بھرپور ثواب دیا جائے گا۔

آیت 11، 12 فرمایا کہ اپنی قوم کے مشرکوں سے فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اخلاص کے ساتھ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کروں اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤں اور مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں سب سے پہلے (اللہ تعالیٰ کے حضور) گردن رکھوں اور عبادت گزاروں اور مخلص لوگوں میں سب سے سبقت لے جانے والا بنوں۔ **اہم بات:** چونکہ شرعی اَحکام رسول سے حاصل ہوتے ہیں تو وہ ان کے شروع کرنے میں سب سے مقدم اور اوّل ہوئے۔

آیت 13 **شانِ نزول:** کفارِ قریش نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے کہا تھا کہ آپ کی قوم کے سردار اور آپ کے رشتے دار لات وعُزّیٰ بتوں کی پوجا کرتے ہیں تو آپ اُن کی مخالفت کرنے سے بچیں۔ اُن کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی اور کہا گیا کہ اے حبیب صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم ان کافروں کو یہ جواب دیں کہ اگر بالفرض مجھ سے اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی ہو جائے تو مجھے اپنے رب سے ایک بڑے دن یعنی قیامت کے عذاب کا ڈر ہے۔ یعنی میں خدا کی توحید بیان کر کے اور بتوں کا رَد کر کے خدا کے عذاب سے بچنے کی کوشش کروں یا رشتہ داروں کی مخالفت سے بچوں جو اللہ کے عذاب سے بچا نہیں سکتے؟ یقیناً میں عذابِ الٰہی سے بچنے کی ہی کوشش کروں گا۔

آیت 14، 15 اے حبیب! تم اپنی قوم سے فرمادو کہ میں اپنی عبادت کو صرف اللہ تعالیٰ کے لئے خالص کرتے ہوئے صرف اسی کی عبادت کرتا ہوں اور اے کفار! تم اللہ تعالیٰ کے سوا جس کی چاہو عبادت کرو، وہ تمہارا عمل ہے جس کا انجام بھی تم ہی بھگتو گے۔ جب مشرکین نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے کہا کہ آپ نے اپنے رشتہ داروں کے دین کی مخالفت کر کے نقصان اٹھایا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے حبیب! آپ ان سے فرما دیں: بیشک حقیقت میں نقصان اٹھانے والے وہی ہیں جنہوں نے اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو قیامت کے دن خسارے میں ڈالا کہ خود گمراہی اختیار کر کے اور گھر والوں کو گمراہی میں مبتلا کر کے ہمیشہ کے لئے جہنم کے مستحق اور جنت کی ان عالی شان نعمتوں سے محروم ہو گئے۔ سن لو! یہی کھلا نقصان ہے۔ **اہم بات:** اس فرمان "تم اللہ تعالیٰ کے سوا جس کی چاہو عبادت کرو" میں شرک کی اجازت نہیں بلکہ انتہائی غضب کا اظہار ہے۔

لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ؕ ذٰلِكَ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ ؕ

ان کیلئے ان کے اوپر سے آگ کے پہاڑ ہوں گے اور ان کے نیچے پہاڑ ہوں گے۔ اللہ اپنے بندوں کو اسی سے ڈراتا ہے،

يٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ ﴿١٦﴾ وَالَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا وَاَنَابُوْٓا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ

اے میرے بندو! تو تم مجھ سے ڈرو○ اور جنہوں نے بتوں کی پوجا سے اجتناب کیا اور اللہ کی طرف رجوع کیا انہیں کے لیے

الْبُشْرٰى ۚ فَبَشِّرْ عِبَادِ ﴿١٧﴾ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ

خوشخبری ہے تو میرے بندوں کو خوشخبری سنادو○ جو کان لگا کر بات سنتے ہیں پھر اس کی بہتر بات کی پیروی کرتے ہیں۔ یہ ہیں جنہیں اللہ نے

هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿١٨﴾ اَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ ؕ اَفَاَنْتَ

ہدایت دی اور یہی عقلمند ہیں○ تو کیا وہ جس پر عذاب کی بات ثابت ہو چکی ہے (وہ نجات والوں کے برابر ہو جائے گا؟ ہرگز نہیں۔) تو کیا تم

آیت 16 اوپر نیچے آگ کے پہاڑ ہونے کا معنی یہ ہے کہ ہر طرف سے آگ انہیں گھیرے ہوئے ہوگی۔ مزید فرمایا: **اللہ اپنے بندوں کو اسی سے ڈراتا ہے۔** یعنی اے لوگو! میں نے قیامت کے دن نقصان اٹھانے والوں کے جس عذاب کی تمہیں خبر دی ہے اللہ تعالیٰ تمہیں اس عذاب سے ڈراتا ہے تاکہ تم اس کے خوف سے گناہوں سے بچو اور کفر چھوڑ کر اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آؤ، اس کے رسول کی تصدیق کرکے اور احکامات و ممنوعات میں اس کی پیروی کرکے آخرت کے عذاب سے نجات پا جاؤ۔ اے میرے بندو! میرے فرائض کی ادائیگی اور گناہوں سے بچنے کے معاملے میں مجھ سے ڈرو اور میری ناراضی کے کام نہ کرو۔

آیت 17، 18 **شانِ نزول:** جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ایمان لائے تو آپ کے پاس حضرت عثمان، حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہم آئے اور ان سے حال پوچھا، انہوں نے اپنے ایمان کی خبر دی تو یہ حضرات بھی سن کر ایمان لے آئے۔ ان کے حق میں یہ آیت "فَبَشِّرْ عِبَادِ...الاٰیہ" نازل ہوئی۔ ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے بتوں کی پوجا کرنے سے اجتناب کیا اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کی اور اس کی توحید کے اقرار، صرف اسی کی عبادت اور اس کے علاوہ تمام معبودوں سے بے زاری کا اظہار کیا، انہیں کے لئے دنیا اور آخرت میں خوشخبری ہے، دنیا میں نیک اعمال کی وجہ سے اچھی تعریف، موت کے وقت اور قبر میں راحت اور یونہی آخرت میں قبروں سے نکالنے کے وقت، حساب کے وقت، پل صراط پار کرتے وقت، جنت میں داخل ہوتے وقت اور جنت میں، انہیں بھلائی، راحت اور رحمت حاصل ہوگی، تو اے حبیب! میرے ان بندوں کو خوشخبری سنا دو جو کان لگا کر غور سے بات سنتے ہیں، پھر اس پر عمل کرتے ہیں جس میں ان کی بہتری ہو۔ یہ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی وحدانیّت اور عبادت کے اقرار کی ہدایت دی اور یہی عقل مند ہیں۔

آیت 19 یہاں سے بت پرستوں کا حال بیان کیا جارہا ہے کہ **جن پر عذاب کی بات ثابت ہو چکی ہے** کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے کہ وہ دوزخ میں جائے گا تو کیا وہ جہنمی، اس عذاب سے نجات پانے والے جنتی کی طرح ہو سکتا ہے؟ (یقیناً ہرگز نہیں۔) مزید فرمایا: **تو کیا تم اسے جو آگ میں ہے بچالو گے؟** اس کا معنی یہ ہے کہ (جو اَزلی بدبخت ہے اور) جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے کہ وہ اپنے خبیث اعمال کی وجہ سے جہنم میں جانے کا حقدار ہے تو کیا آپ اسے ہدایت دے کر جہنم سے بچالیں گے؟ ہرگز نہیں۔

Go to Index

تُنۡقِذُ مَنۡ فِی النَّارِ ﴿۱۹﴾ لٰکِنِ الَّذِیۡنَ اتَّقَوۡا رَبَّهُمۡ لَهُمۡ غُرَفٌ مِّنۡ فَوۡقِهَا غُرَفٌ مَّبۡنِیَّةٌ ۙ

اسے جو آگ کا مستحق ہے بچالوگے ؟ لیکن اپنے رب سے ڈرنے والوں کیلئے بلند محلات ہیں جن کے اوپر (مزید) بلند محلات بنے ہوئے ہیں۔

تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ ۬ؕ وَعۡدَ اللّٰهِ ؕ لَا یُخۡلِفُ اللّٰهُ الۡمِیۡعَادَ ﴿۲۰﴾ اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنۡزَلَ

ان کے نیچے نہریں بہتی ہیں، یہ اللہ کا وعدہ ہے۔ اللہ وعدہ خلافی نہیں کرتا کیا تونے نہ دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے پانی اتارا پھر اسے

مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَلَکَهٗ یَنَابِیۡعَ فِی الۡاَرۡضِ ثُمَّ یُخۡرِجُ بِهٖ زَرۡعًا مُّخۡتَلِفًا اَلۡوَانُهٗ ثُمَّ یَهِیۡجُ

زمین میں موجود چشموں میں داخل کیا پھر اس سے مختلف رنگوں کی کھیتی نکالتا ہے پھر وہ کھیتی خشک ہوجاتی ہے تو تُو دیکھتا ہے کہ وہ

ع ٢ ١٢/١٦ فَتَرٰىهُ مُصۡفَرًّا ثُمَّ یَجۡعَلُهٗ حُطٰمًا ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَذِکۡرٰی لِاُولِی الۡاَلۡبَابِ ﴿۲۱﴾ ع اَفَمَنۡ شَرَحَ

پیلی پڑجاتی ہے پھر اللہ اسے ٹکڑے ٹکڑے کردیتا ہے، بیشک اس میں عقل مندوں کیلئے نصیحت ہے تو کیا وہ جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لیے

اللّٰهُ صَدۡرَهٗ لِلۡاِسۡلَامِ فَهُوَ عَلٰی نُوۡرٍ مِّنۡ رَّبِّهٖ ؕ فَوَیۡلٌ لِّلۡقٰسِیَةِ قُلُوۡبُهُمۡ مِّنۡ ذِکۡرِ اللّٰهِ ؕ

کھول دیا تووہ اپنے رب کی طرف سے نور پر ہے (اس جیسا ہوجائے گا جو سنگدل ہے) توخرابی ہے ان کیلئے جن کے دل اللہ کے ذکر کی طرف سے سخت ہوگئے ہیں۔

آیت 20 اس آیت میں متقی اہلِ ایمان کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا: جہنمیوں کے لئے تو آگ ہے لیکن اللہ سے ڈرنے والوں اور اس کی اطاعت و فرماں برداری کرنے والوں کے لئے جنت کے بلند محلات ہیں جن کے اوپر مزید بلند محلات بنے ہوئے ہیں جو ان سے زیادہ بلند ہیں۔ ان کے نیچے نہریں بہتی ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اور اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

آیت 21 اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے بارش نازل فرمائی، پھر اس پانی کو مختلف جگہوں کی طرف بھیجا، پھر اسے زمین میں موجود چشموں میں داخل کردیا، پھر اللہ تعالیٰ اس پانی سے مختلف رنگوں جیسے زرد، سبز، سرخ، سفید اور مختلف قسموں جیسے گندم، جَو اور طرح طرح کے غلے کی کھیتی نکالتا ہے، پھر وہ کھیتی خشک ہوجاتی ہے اور تُو دیکھتا ہے کہ وہ سرسبز و شاداب ہونے کے بعد پیلی پڑجاتی ہے پھر اللہ تعالیٰ اسے ٹکڑے ٹکڑے کردیتا ہے۔ تو جس نے نباتات میں ان تبدیلیوں کا مشاہدہ کیا ہے، یقیناً وہ جان جائے گا کہ حیوان اور انسان کا حال بھی اسی طرح ہے کہ اگرچہ اس کی عمر لمبی ہو لیکن ایک دن ایسا آئے گا کہ اس کا رنگ پیلا پڑجائے گا اور اس کے اَعضاء واَجزاء ٹوٹنے لگیں گے اور بالآخر اس کا انجام موت ہے۔

آیت 22 کیا وہ شخص جس کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لئے کھول دیا اور اسے حق قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائی تو وہ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے یقین وہدایت پر ہے اس جیسا ہوجائے گا جس کے دل پر اللہ تعالیٰ نے مہر لگادی تو وہ ہدایت قبول نہیں کرتا۔ مزید فرمایا: **توخرابی ہے ان کیلئے جن کے دل اللہ کے ذکر کی طرف سے سخت ہوگئے ہیں۔** یعنی ان کے لئے خرابی ہے جن کے پاس اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے یا اس کی آیات کی تلاوت کی جائے تو ان کے دل پہلے سے زیادہ سخت ہوجائیں، یہی لوگ ہیں جو اپنے دلوں کی سختی کی وجہ سے حق سے بہت دور اور کھلی گمراہی میں ہیں۔ **اہم بات:** نفس جب کفر یا گناہوں میں لت پت ہوتا ہے تو حق قبول کرنے سے بھاگتا ہے۔ کفر سے توبہ اور ذکرِ الٰہی کی کثرت سے دل کی سختی میں فرق پڑتا ہے اور قبولِ حق آسان ہوجاتا ہے۔ **درس:** اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرنا چاہیے، صوفیاءِ کرام کی محفلوں اور علما

أُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٢٢﴾ اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ ۖ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ

وہ کھلی گمراہی میں ہیں ○ اللہ نے سب سے اچھی کتاب اتاری کہ ساری ایک جیسی ہے، بار بار دہرائی جاتی ہے۔ اس سے ان لوگوں کے

جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ۗ ذٰلِكَ هُدَى

بدن پر بال کھڑے ہوتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں پھر ان کی کھالیں اور دل اللہ کی یاد کی طرف نرم پڑ جاتے ہیں۔ یہ اللہ کی ہدایت ہے

اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿٢٣﴾ اَفَمَنْ يَّتَّقِيْ بِوَجْهِهٖ

وہ جسے چاہتا ہے اس کے ذریعے ہدایت دیتا ہے اور جسے اللہ گمراہ کرے اسے کوئی راہ دکھانے والا نہیں ○ تو کیا وہ جو قیامت کے دن اپنے چہرے کے ذریعے

کی مجلسوں میں، یونہی نمازوں کے بعد، اسی طرح ایصالِ ثواب کے لئے قرآنِ کریم اور کلمہ و تسبیحات پڑھ کر ذکر کی عادت پختہ کرتے رہیں۔

آیت 23 یہاں قرآنِ پاک کے چار اوصاف بیان فرمائے گئے ہیں۔ **پہلا وصف: قرآن پاک سب سے اچھی کتاب ہے۔** قرآن شریف عبارت اور معنٰی دونوں اعتبار سے سب سے اچھی کتاب ہے، عبارت میں اس طرح کہ یہ ایسا فصیح و بلیغ کلام ہے کہ کوئی کلام اس سے کچھ نسبت ہی نہیں رکھ سکتا، اس کی باتیں دلوں میں اترنے والی ہیں۔ قرآن اپنے معانی میں ایسا بلند مرتبہ ہے کہ تمام علوم کا جامع اور معرفتِ الٰہی جیسی عظیم نعمت کا راہ نما ہے۔ **دوسرا وصف: یہ کتاب شروع سے آخر تک حسن وخوبی میں ایک جیسی ہے** اور اس میں باہمی کوئی تضاد نہیں۔ **تیسرا وصف: یہ کتاب مَثانی ہے۔** اس کا ایک معنٰی یہ ہے کہ یہ دوہرے بیان والی ہے کہ اس میں وعدے کے ساتھ وعید، امر کے ساتھ نہی اور اَخبار کے ساتھ اَحکام ہیں۔ دوسرا معنٰی یہ ہے کہ یہ کتاب بار بار پڑھی جانے والی ہے۔ **چوتھا وصف: اس کی تلاوت کرنے سے ان لوگوں کے بدن پر بال کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے رب عزّوجلّ سے ڈرتے ہیں، پھر ان کی کھالیں اور دل اللہ تعالیٰ کی یاد کی طرف رغبت میں نرم پڑ جاتے ہیں۔** حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ اَولیاءُ اللہ کی صفت ہے کہ ذکرِ الٰہی سے اُن کے بال کھڑے ہوتے، جسم لرزتے ہیں اور دل چین پاتے ہیں۔ آیت کے آخر میں فرمایا کہ یہ اللہ کی ہدایت ہے۔ یعنی یہ قرآن جو سب سے اچھی کتاب ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے، وہ جسے چاہتا ہے اس کے ذریعے ہدایت دیتا ہے اور ہدایت پانے والا وہ ہے جس کے سینے کو اللہ تعالیٰ ہدایت قبول کرنے کے لئے کھول دے اور جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کرے (اس طرح کہ اس کی بدعملیوں کی وجہ سے اس میں گمراہی پیدا فرما دے تو) اسے کوئی راہ دکھانے والا نہیں۔

آیت 24 جن کے دل (اللہ تعالیٰ کے ذکر سے) سخت ہو گئے اللہ تعالیٰ نے ان پر دو چیزیں لازم فرما دیں: (1) **دنیا میں گمراہی۔** اس کا ذکر اوپر والی آیت میں ہوا۔ (2) **آخرت میں شدید عذاب۔** اس کا ذکر اس آیت میں ہے یا اس آیت میں جس کا ذکر ہے اس سے مراد وہ کافر ہے جس کے ہاتھ گردن کے ساتھ ملا کر باندھ دیئے جائیں گے اور اس کی گردن میں گندھک کا ایک جلتا ہوا پہاڑ پڑا ہو گا جو اس کے چہرے کو بھون ڈالتا ہو گا، اس طرح اسے اوندھا کر کے آتشِ جہنم میں گرایا جائے گا۔ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ تو کیا وہ جو قیامت کے دن اپنے چہرے کو ڈھال بنا کر اس کے ذریعے برے عذاب کو روکنے کی کوشش کرے گا اور بچ نہ سکے گا تو وہ اس مومن کی طرح ہو سکتا ہے جو عذاب سے محفوظ ہو؟ ہرگز دونوں ایک جیسے نہیں۔ اور ظالموں سے جہنم کے خازن کہیں گے: دنیا میں جو کفر سرکشی اختیار کی تھی اب اس کا بدلہ اور عذاب برداشت کرو۔

سُوْٓءَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَ قِيْلَ لِلظّٰلِمِيْنَ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿۲۴﴾ كَذَّبَ

برے عذاب کو روکنے کی کوشش کرے گا (وہ نجات پانے والوں کی طرح ہو سکتا ہے؟) اور ظالموں سے فرمایا جائے گا: اپنے کمائے ہوئے اعمال کا مزہ چکھو ○

الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۲۵﴾ فَاَذَاقَهُمُ اللّٰهُ الْخِزْيَ فِي

ان سے پہلے لوگوں نے جھٹلایا تو ان کے پاس وہاں سے عذاب آیا جہاں سے انہیں خبر نہ تھی ○ اور اللہ نے انہیں دنیا کی زندگی میں رسوائی کا

الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَ لَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَ لَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ وقف لازم

مزہ چکھایا اور بیشک آخرت کا عذاب سب سے بڑا ہے۔ کیا اچھا ہوتا اگر وہ جان لیتے ○ اور بیشک ہم نے لوگوں کے لیے

فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۷﴾ ج قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ

اس قرآن میں ہر قسم کی مثال بیان فرمائی تاکہ وہ نصیحت حاصل کرلیں ○ عربی زبان کا قرآن جس میں کوئی ٹیڑھا پن نہیں

لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۲۸﴾ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيْهِ شُرَكَآءُ مُتَشٰكِسُوْنَ وَ رَجُلًا

تاکہ وہ ڈریں ○ اللہ نے ایک غلام آدمی کی مثال بیان فرمائی جس میں کئی بد اخلاق آقا شریک ہوں اور ایک ایسا غلام مرد ہو

آیت 25، 26 اے حبیب! جس طرح آپ کی قوم نے آپ کو جھٹلایا اسی طرح کفارِ مکہ سے پہلے کافروں نے بھی اپنے رسولوں کو جھٹلایا تو ان کے پاس وہاں سے عذاب آیا جہاں سے عذاب آنے کا انہیں خطرہ بھی نہ تھا اور وہ غفلت میں پڑے ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیا کی زندگی میں رسوائی کا مزہ چکھایا کہ کسی قوم کی صورتیں مسخ کیں، کسی کو زمین میں دھنسایا، کسی کو قتل اور جلاوطنی میں مبتلا کیا، کسی پر پانی کا طوفان بھیجا اور کسی پر پتھر برسائے اور بیشک آخرت کا جو عذاب ان کے لئے تیار کیا گیا ہے وہ دنیا کے سب عذابوں سے بڑا ہے۔ اگر وہ اس بات کو جان لیتے اور تکذیب کرنے کی بجائے ایمان لے آتے تو ان کے لئے بہتر ہوتا۔ **اہم بات:** کبھی بد عملی کی سزا دنیا میں بھی مل جاتی ہے مگر یہ سزا آخرت کی سزا پر اثر انداز نہ ہوگی، کافر کے لئے وہ سزا پوری پوری علیحدہ ہے۔ ہاں مسلمان کے لئے دنیا کی تکلیف آخرت میں معافی کا ذریعہ بن سکتی ہے۔

آیت 27 ارشاد فرمایا کہ بیشک ہم نے لوگوں کے لئے اس قرآن میں وہ تمام مثالیں بیان فرمائی ہیں جن کی اپنے دین کے معاملے میں غور کرنے والے کو ضرورت ہے تاکہ وہ (انہیں پڑھ اور سن کر) نصیحت قبول کریں۔ **اہم بات:** قرآنِ کریم میں دلائل، مثالیں، بشارت، وعیدیں، عظمت و محبتِ الٰہی، شانِ مصطفیٰ و کمالاتِ رسالت و کردارِ انبیا سب کچھ مذکور ہے کیونکہ قرآنِ پاک ساری دنیا کے لئے آیا ہے اور ہر جگہ اور علاقے کے لوگوں کی طبیعتیں مختلف ہیں، ان میں سے کوئی دلائل سے مانتا ہے، کوئی خوف سے، کوئی لالچ سے، کوئی عشق و محبت سے، اس لئے قرآنِ پاک میں سب کی ہدایت کے مطابق کلام ہے۔

آیت 28 فرمایا کہ اس قرآن کی زبان عربی ہے اور یہ ایسا فصیح ہے کہ جس نے فصاحت و بلاغت کے ماہر ترین افراد کو بھی قرآن جیسا کلام بنانے سے عاجز کردیا اور یہ آیات کے باہمی ٹکراؤ اور اختلاف سے پاک ہے اور اس لئے نازل ہوا تاکہ لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور کفر و تکذیب سے باز آئیں۔

آیت 29 آیت کا معنی یہ ہے کہ اے پیارے حبیب! آپ اپنی قوم کے سامنے ایک مثال بیان فرمائیں اور ان سے پوچھیں کہ تم اس

سَلَمًا لِّرَجُلٍ ؕ هَلۡ یَسۡتَوِیٰنِ مَثَلًا ؕ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ ؕ بَلۡ اَكۡثَرُهُمۡ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۲۹﴾

جو خالص ایک ہی کا غلام ہو۔ کیا دونوں کا حال ایک جیسا ہے؟ سب خوبیاں اللہ کیلئے ہیں بلکہ ان میں اکثر نہیں جانتے ○

اِنَّكَ مَیِّتٌ وَّاِنَّهُمۡ مَّیِّتُوۡنَ ﴿۳۰﴾ ثُمَّ اِنَّكُمۡ یَوۡمَ الۡقِیٰمَةِ عِنۡدَ رَبِّكُمۡ تَخۡتَصِمُوۡنَ ﴿۳۱﴾ ع ۱۷/۳

(اے حبیب!) بیشک تمہیں انتقال فرمانا ہے اور ان کو بھی مرنا ہے ○ پھر (اے لوگو!) تم قیامت کے دن اپنے رب کے پاس جھگڑو گے ○

مرد کے بارے میں کیا کہتے ہو جو کئی بد اَخلاق آقاؤں کا غلام ہو اور وہ آقا آپس میں اختلاف کریں اور ہر ایک دعویٰ کرے کہ یہ مرد میرا غلام ہے، ان میں سے ہر آقا اسے اپنے اپنے کام بتاتا ہے، وہ غلام حیران و پریشان ہے کہ کس کا حکم مانے اور کس کا چھوڑے؟ اور کیسے اپنے تمام آقاؤں کو راضی کرے؟ اور خود اس غلام کو جب کوئی ضرورت درپیش ہو تو کس آقا سے کہے؟ گویا عجیب مصیبت میں پھنسا ہوا ہو جبکہ دوسری طرف وہ مرد ہو جو ایک ہی آقا کا غلام ہو، وہ اخلاص کے ساتھ اس کی خدمت کر کے اسے راضی کر سکتا ہے اور جب کوئی حاجت پیش آئے تو اسی سے عرض کر سکتا ہے، اس کو کوئی پریشانی پیش نہیں آتی۔ فرمایا کہ اب مجھے بتاؤ کہ ان دونوں غلاموں میں سے کس کا حال اچھا ہے؟ (یقیناً اسی غلام کا حال اچھا ہے جو صرف ایک آقا کا غلام ہے) تو یہی حال مومن اور کافر کا ہے کہ مومن ایک مالک کا بندہ ہے، اسی کی عبادت کرتا ہے اس لئے اس کا حال اچھا ہے جبکہ مشرک، پوری جماعت کے غلام کی طرح ہے کہ اس نے بہت سے معبود قرار دے دیئے ہیں اس لئے اس کا حال برا ہے۔ سب خوبیاں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو اکیلا ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں، بلکہ ان کفار میں اکثر یہ بات نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا حق دار نہیں۔

آیت 30 اس آیت میں ان کفار کا رد ہے جو سرکارِ دوعالَم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی وفات کا انتظار کیا کرتے تھے، انہیں فرمایا گیا کہ خود مرنے والے ہو کر دوسرے کی موت کا انتظار کرنا حماقت ہے۔ **اہم بات:** کفار تو زندگی میں بھی مرے ہوئے ہیں اور انبیاءِ کرام علیہم السّلام کی موت ایک آن کے لئے ہوتی ہے پھر اُنہیں حیات عطا فرمائی جاتی ہے جس کی عظیم دلیل شبِ معراج میں انبیاء کرام علیہم السّلام کا مسجد اقصیٰ میں جمع ہونا ہے۔

آیت 31 فرمایا: **اے لوگو! پھر مرنے کے بعد تم قیامت کے دن اپنے رب کے پاس جھگڑو گے۔** یعنی انبیاءِ کرام علیہم السّلام اپنی اُمتوں کے متعلق فرمائیں گے کہ نبیوں نے رسالت کی تبلیغ کر دی تھی اور دین کی دعوت دینے میں بہت زیادہ کوشش فرمائی تھی لیکن کافر بے فائدہ معذرتیں پیش کریں گے۔ آیت کا دوسرا معنیٰ ہے کہ لوگ دُنیوی حقوق کے بارے میں ایک دوسرے سے جھگڑیں گے اور ہر ایک اپنا حق طلب کرے گا۔ **درس:** یہاں سے بندوں کے حقوق کی اہمیت بھی واضح ہوئی کہ قیامت میں دوسروں کو ان کا حق دینا پڑے گا اور مال تو وہاں چلے گا نہیں، اس کی جگہ نیکیاں دینی پڑیں گی یا دوسرے کے گناہوں کا بوجھ اپنے اوپر لادنا پڑے گا، الامان والحفیظ۔ لہٰذا جس نے کسی کا کوئی حق تلف کیا ہے اسے اپنی زندگی میں ہی اس کا حق ادا کر دینا چاہیے یا اس سے معاف کروا لے ورنہ قیامت کے دن حق کی ادائیگی کرنا پڑی تو وہ بہت بڑی مصیبت میں مبتلا ہو سکتا ہے۔

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَ كَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَهٗ ؕ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ

تو اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے اور حق کو جھٹلائے جب وہ اس کے پاس آئے؟ کیا کافروں کا

مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۲﴾ وَ الَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَ صَدَّقَ بِهٖۤ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿۳۳﴾

ٹھکانہ جہنم میں نہیں؟○ اور وہ جو یہ سچ لے کر تشریف لائے اور وہ جس نے ان کی تصدیق کی یہی پرہیزگار ہیں○

لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳۴﴾ ۚۖ لِيُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ

ان کیلئے ان کے رب کے پاس ہر وہ چیز ہے جو یہ چاہیں گے۔ یہ نیک بندوں کا صلہ ہے○ تاکہ اللہ ان سے

آیت 32 مشرک کائنات کے سب سے بڑے حق یعنی خدا کو معبود ماننے اور اس کی عبادت کرنے کے حق کو پسِ پشت ڈال کر مخلوق کی عبادت کرتا ہے، اس لئے وہ سب سے بڑا ظالم ہے۔ اس پر فرمایا کہ مخلوق میں سے بڑا ظالم وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے لئے شریک اور اولاد ثابت کرے پھر کہے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے یہی حکم دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی اس کتاب کو جھٹلائے جو اس نے اپنے حبیب محمد مصطفی صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم پر نازل فرمائی ہے اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی رسالت کا انکار کرے تو ایسے آدمی کا ٹھکانا جہنم میں نہیں ہونا چاہیے (یقیناً جہنم ہی میں اس کا ٹھکانا ہے۔) **اہم بات:** جو لوگ اپنی گھڑی ہوئی باتیں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی طرف یا ان کی شریعت کی جانب منسوب کرتے ہیں وہ بھی اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے والوں میں شامل ہیں۔

آیت 33 صدق سے مراد اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت ہے اور اسے لانے اور تصدیق کرنے والے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم ہیں۔ یا صدق سے مراد قرآنِ پاک ہے، اسے لانے والے جبریل امین علیہ السلام ہیں اور اس کی تصدیق کرنے والے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم ہیں۔ یا سچ لانے والے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم ہیں اور اس کی تصدیق کرنے والے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ آخر میں فرمایا کہ وہ لوگ جن کے یہ اَوصاف ہیں (جو اوپر بیان ہوئے) یہی متقی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت کا اقرار کرکے، بتوں سے بے زاری ظاہر کرکے، اللہ تعالیٰ کے فرائض کی ادائیگی اور اس کی نافرمانی سے اِجتناب کرکے اس کے عذاب سے ڈرنے والے ہیں۔

آیت 34 ان متقی لوگوں کے لئے دنیا میں اچھے اعمال کرنے کے بدلے آخرت میں ہر وہ نفع ہے جو وہ چاہیں گے اور وہ ہر طرح کے نقصان سے محفوظ رہیں گے نیک بندوں کا یہی صلہ ہے۔ **اہم باتیں:** (1) اللہ تعالیٰ اپنے بعض مقرب بندوں کو دنیا میں بھی یہ قدرت و اختیار دیتا ہے کہ وہ جو چاہتے ہیں وہ ہو جاتا ہے۔ (2) اگر اولیا رحمۃ اللہ علیہم کیلئے یہ فضیلت ثابت کریں کہ وہ جو چاہیں ہو جاتا ہے تو بہت سے لوگ یہ کہتے ہیں کہ تم نے انہیں خدا بنا دیا، یا یہ تو خدا بنانے والی بات ہوگئی۔ ایسے لوگوں سے سوال ہے کہ جنت میں تو ہر جنتی کو یہ فضیلت حاصل ہوگی تو کیا جنت میں تمام لوگ خدا بن جائیں گے؟ اصل یہ ہے کہ سب کچھ دنیا میں اولیا کے لئے ثابت کیا جائے یا آخرت میں جنت میں ہر جنتی کے لئے وہ بہر حال اللہ تعالیٰ کی عطا سے ہوگا لہٰذا یہاں شرک کا تصوُّر بھی نہیں کیا جاسکتا۔

آیت 35 فرمایا کہ ان نیک بندوں کو اللہ تعالیٰ نے ان کے نیک کاموں کا عظیم اجر اس لئے دیا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ دنیا میں کئے ہوئے ان کے وہ برے کام مٹا دے جن کا صرف ان کے رب تعالیٰ کو علم تھا اور جو انہوں نے ظاہری طور پر برے کام کئے، پھر ان سے توبہ و

اَسْوَاَ الَّذِیْ عَمِلُوْا وَ یَجْزِیَهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ الَّذِیْ كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۳۵﴾ اَلَیْسَ اللّٰهُ

ان کے برے کام مٹا دے جو انہوں نے کیے اور انہیں ان کا اجر دے ان اچھے کاموں پر جو وہ کرتے تھے○ کیا اللہ

بِكَافٍ عَبْدَهٗ ؕ وَ یُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ وَ مَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۳۶﴾ ج

اپنے بندے کو کافی نہیں؟ اور وہ تمہیں اللہ کے سوا دوسروں سے ڈراتے ہیں اور جسے اللہ گمراہ کرے اس کیلئے کوئی ہدایت دینے والا نہیں○

وَ مَنْ یَّهْدِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّضِلٍّ ؕ اَلَیْسَ اللّٰهُ بِعَزِیْزٍ ذِی انْتِقَامٍ ﴿۳۷﴾ وَ لَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ

اور جسے اللہ ہدایت دے اسے کوئی بہکانے والا نہیں۔ کیا اللہ سب پر غالب، بدلہ لینے والا نہیں؟○ اور اگر تم ان سے پوچھو:

مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ لَیَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلْ اَفَرَءَیْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

آسمان اور زمین کس نے بنائے؟ تو ضرور کہیں گے: ”اللہ نے“ تم فرماؤ: بھلا بتاؤ کہ جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو

اِستغفار کی تو انہیں بھی مٹا دے یونہی انہوں نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کی رضا والے جو اچھے کام کئے تھے ان پر اللہ تعالیٰ انہیں اجر و ثواب عطا فرمائے۔

آیت 36،37 فرمایا: **کیا اللہ اپنے بندے کو کافی نہیں؟** یہاں ”بندے“ سے مراد سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم ہیں جیسے وہ انبیاءِ کرام علیہم السّلام جن کے ساتھ ان کی قوموں نے ایذا رسانی کے ارادے کئے اللہ تعالیٰ نے انہیں دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھا اور ان کی کفایت فرمائی، تو اے حبیب! جب اللہ تعالیٰ آپ سے پہلے رسولوں کو کافی رہا تو آپ کے لئے کیوں کافی نہ ہوگا۔ مزید فرمایا: **اور وہ تمہیں اللہ کے سوا دوسروں سے ڈراتے ہیں۔** **شانِ نزول:** کفارِ عرب نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو بتوں سے ڈرانا چاہا اور آپ سے کہا: آپ ہمارے معبودوں یعنی بتوں کی برائی بیان کرنے سے باز آئیے ورنہ وہ آپ کو ہلاک کر دیں گے یا عقل کو فاسد کر دیں گے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ آیت کے اس حصے کا خلاصہ یہ ہے کہ اے پیارے حبیب! کفار آپ کو اللہ تعالیٰ کے سوا اپنے بنائے ہوئے جھوٹے معبودوں سے ڈراتے ہیں حالانکہ ان کے بناوٹی معبود خود بے بس ہیں اور اگر بالفرض انہیں کوئی قدرت حاصل بھی ہوتی تو وہ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں عاجز ہی رہتے اور جب حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو کافی ہے تو ان کا اپنے ہاتھوں سے تراشے ہوئے معبودوں سے ڈرانا باطل ہے۔ مزید فرمایا: **اور جسے اللہ گمراہ کرے اس کیلئے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔** آیت کے اس حصے اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ باتیں اسی وقت فائدہ مند ہیں جب بندے کو ہدایت اور توفیق حاصل ہو اور اصل بات یہ ہے کہ جس کی بد عملیوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس میں گمراہی پیدا فرما دے تو اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں اور جسے اللہ تعالیٰ ہدایت یعنی ایمان کا نور دے تو اسے کوئی بہکانے والا نہیں۔ مزید فرمایا کہ کیا اللہ تعالیٰ سب پر غالب اور بدلہ لینے والا نہیں؟ کیوں نہیں؟ یقیناً ہے تو جب اللہ تعالیٰ ہی غالب ہے اور بتوں کا عاجز و بے بس ہونا بھی ظاہر ہے تو پھر کافروں کا بتوں سے ڈرانا حماقت نہیں ہے۔

آیت 38 فرمایا: اے حبیب! جو مشرکین آپ کو اپنے باطل معبودوں سے ڈرانا چاہ رہے ہیں آپ اگر ان سے پوچھیں کہ آسمان اور زمین کس نے بنائے؟ تو وہ ضرور کہیں گے: اللہ تعالیٰ نے بنائے ہیں، یعنی یہ مشرکین خدا کی ہستی اور اس کی کامل قدرت کا اقرار کرتے

اِنْ اَرَادَنِیَ اللّٰہُ بِضُرٍّ ہَلْ ہُنَّ کٰشِفٰتُ ضُرِّہٖۤ اَوْ اَرَادَنِیْ بِرَحْمَۃٍ ہَلْ ہُنَّ

اگر اللہ مجھے کوئی تکلیف پہنچانا چاہے تو کیا وہ اس کی بھیجی ہوئی تکلیف کو ٹال دیں گے یا اگر اللہ مجھ پر مہربانی فرمانا چاہے تو کیا وہ

مُمْسِکٰتُ رَحْمَتِہٖ ؕ قُلْ حَسْبِیَ اللّٰہُ ؕ عَلَیْہِ یَتَوَکَّلُ الْمُتَوَکِّلُوْنَ ﴿۳۸﴾ قُلْ یٰقَوْمِ

اس کی مہربانی کو روک سکتے ہیں؟ تم فرماؤ: مجھے اللہ کافی ہے۔ توکل کرنے والے اسی پر بھروسہ کرتے ہیں○ تم فرماؤ: اے میری قوم!

اعْمَلُوْا عَلٰی مَکَانَتِکُمْ اِنِّیْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾ مَنْ یَّاْتِیْہِ عَذَابٌ یُّخْزِیْہِ

تم اپنی جگہ پر کام کیے جاؤ، میں اپنا کام کرتا ہوں تو عنقریب تم جان لو گے○ کس پر آتا ہے وہ عذاب جو اسے رسوا کردے

وَ یَحِلُّ عَلَیْہِ عَذَابٌ مُّقِیْمٌ ﴿۴۰﴾ اِنَّاۤ اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ ۚ فَمَنِ اہْتَدٰی

اور کس پر ہمیشہ کا عذاب اترتا ہے؟○ بیشک ہم نے حق کے ساتھ تم پر یہ کتاب لوگوں کی ہدایت کیلئے اتاری تو جس نے ہدایت پائی

ہیں۔ اس کے بعد فرمایا: ان مشرکوں سے فرمادو کہ جن بتوں کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا پوجتے ہو وہ کچھ بھی قدرت رکھتے ہیں؟ اگر اللہ تعالیٰ مجھے کسی طرح کا مرض یا کوئی تکلیف پہنچانا چاہے تو کیا وہ بت اللہ کی بھیجی ہوئی تکلیف کو ٹال دیں گے؟ یا اگر اللہ تعالیٰ مجھ پر صحت، مال داری یا کوئی اور مہربانی فرمانا چاہے تو کیا وہ اس کی مہربانی کو روک سکتے ہیں؟ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے مشرکین سے یہ سوال فرمایا تو وہ خاموش رہ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے مزید فرمایا کہ اے نبی صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم! ان لوگوں سے فرمادیں کہ مجھے اللہ تعالیٰ کافی ہے اور چونکہ تَوَکُّل کرنے والے اسی پر توکل کرتے ہیں، اسی لئے میرا بھی اُسی پر بھروسا ہے اور اللہ تعالیٰ پر بھروسا کرنے والا بتوں سے نہیں ڈرتا۔

آیت 39،40 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! آپ کی قوم کے وہ مشرک جنہوں نے بتوں کو معبود بنالیا ہے اور آپ کو ان بتوں سے ڈراتے ہیں، آپ ان سے فرمادیں: اے میری قوم! اگر تم نہیں مانتے تو تم اپنی جگہ پر کام کیے جاؤ اور میری دشمنی میں تم سے جو سازشیں ہو سکیں وہ کر کے دیکھ لو اور میں وہ کام کرتا ہوں جس پر مامور ہوں، میری ذمہ داری دین قائم کرنا ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ میرا مددگار ہے، عنقریب تم جان لوگے کہ رسوا کُن عذاب کس پر آتا ہے اور کس پر ہمیشہ کا عذاب اترتا ہے؟ چنانچہ غزوہ بدر کے دن وہ مشرکین رسوائی کے عذاب میں مبتلا ہوئے اور آخرت میں جہنم کے دائمی عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

آیت 41 اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا: اے پیارے حبیب! ہم نے لوگوں کے فائدے اور ان کی ہدایت کے لئے یہ کتاب آپ پر نازل فرمائی ہے اور اسے معجزہ بنا کر اتارا ہے جو کہ اس کتاب کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے کا ثبوت ہے، لہٰذا جو ہدایت حاصل کرے تو اس راہ یابی کا نفع وہی پائے گا اور جو گمراہ ہوا تو اس کی گمراہی کا نقصان اسی پر پڑے گا، اے حبیب! آپ کی یہ ذمہ داری نہیں کہ انہیں ایمان قبول کرنے پر مجبور کریں بلکہ ایمان قبول کرنا یا نہ کرنا اِن مشرکین کے ذمے ہے، آپ سے اُن کی کوتاہیوں کی پکڑ نہ ہوگی۔

ع ٤

فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ﴿٤١﴾ اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ

تو اپنی ذات کیلئے ہی (پائی) اور جو گمراہ ہوا تو اپنی جان کے خلاف ہی گمراہ ہوا اور تم ان پر کوئی ذمہ دار نہیں ہو○ اللہ جانوں کو

حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ۚ فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ

ان کی موت کے وقت وفات دیتا ہے اور جو نہ مریں انہیں ان کی نیند کی حالت میں پھر جس پر موت کا حکم فرمادیتا ہے اسے روک لیتا ہے

وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰۤى اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿٤٢﴾ اَمِ اتَّخَذُوْا

اور دوسرے کو ایک مقررہ مدت تک چھوڑ دیتا ہے۔ بیشک اس میں ضرور سوچنے والوں کیلئے نشانیاں ہیں○ کیا انہوں نے

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَ ؕ قُلْ اَوَلَوْ كَانُوْا لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَعْقِلُوْنَ ﴿٤٣﴾ قُلْ لِّلّٰهِ

اللہ کے مقابلے میں کچھ سفارشی بنا رکھے ہیں؟ تم فرماؤ: کیا اگرچہ وہ کسی چیز کے مالک نہ ہوں اور نہ کچھ سمجھ رکھتے ہوں○ تم فرماؤ:

الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا ؕ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿٤٤﴾ وَاِذَا

تمام شفاعتوں کا مالک اللہ ہی ہے۔ اسی کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے○ اور جب

آیت 42 فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جانوں کو ان کی زندگی کی مدت پوری ہو جانے پر روح قبض کر کے وفات دیتا ہے اور جن کی موت کا وقت ابھی تک نہیں آیا انہیں ان کی نیند کی حالت میں ایک قسم کی وفات دیتا ہے، پھر جس پر حقیقی موت کا حکم فرمادیتا ہے تو اس کی روح کو اس کے جسم کی طرف واپس نہیں کرتا اور جس کی موت مقدر نہیں فرمائی تو اس کی روح کو موت کے وقت تک کیلئے اس کے جسم کی طرف لوٹا دیتا ہے۔ بیشک اس میں ضرور سوچنے والوں کیلئے نشانیاں ہیں کہ جو اس پر قادر ہے وہ ضرور مُردوں کو زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔

درس: سونے سے پہلے موت کو یاد کرنا چاہیے کہ ایک دن وہ نیند آئے گی کہ اٹھنا نصیب نہیں ہو گا۔

آیت 43،44 یہ مشرکین اللہ تعالیٰ کے علاوہ جن باطل معبودوں کو پوجتے ہیں، کیا انہوں نے اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں انہیں سفارشی بنا رکھا ہے کہ وہ اللہ عزّوجلّ کی بارگاہ میں شفاعت کریں گے؟ اے حبیب! آپ ان سے فرمادیں کہ کیا تم بتوں کو اپنا سفارشی بناتے ہو اگرچہ وہ تمہارے لئے کسی نفع اور نقصان کے مالک نہ ہوں، اگرچہ وہ کسی چیز کی سمجھ بوجھ نہ رکھتے ہوں؟ اگر تم اس وجہ سے بتوں کی پوجا کرتے ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تمہاری سفارش کریں گے تو پھر انہیں چھوڑ کر صرف اللہ تعالیٰ کو ہی اپنا معبود مانو کیونکہ تمام شفاعتوں کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے اور اس کی بارگاہ میں صرف وہی کسی کی سفارش کر سکے گا جسے اللہ تعالیٰ اجازت دے گا۔ آسمانوں اور زمینوں میں صرف اللہ تعالیٰ ہی کی بادشاہت ہے جبکہ تمہارے باطل معبودوں کو ذرہ بھر بھی بادشاہت حاصل نہیں لہٰذا تم اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرو کیونکہ مرنے کے بعد تمہیں اسی کی طرف لوٹنا ہے۔

آیت 45 جب ایک اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے یعنی یہ کہ وہی تنہا معبود و مالک ہے تو توحید کے منکروں، بت پرستوں کے دل ذکرِ خدا سے تنگ ہوتے ہیں اور وہ اس سے بھاگتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کی بجائے ان کے بتوں کا ذکر ہوتا ہے تو اس وقت خوش ہوتے ہیں، یہ

ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ۚ وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ

ایک اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو آخرت پر ایمان نہ لانے والوں کے دل متنفر ہوجاتے ہیں اور جب اللہ کے سوا

مِنْ دُوْنِهٖۤ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿٤٥﴾ قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عٰلِمَ الْغَيْبِ

اوروں کا ذکر ہوتا ہے تو اس وقت وہ خوش ہوجاتے ہیں ○ تم عرض کرو: اے اللہ! آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے! ہر پوشیدہ

وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْ مَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿٤٦﴾ وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِيْنَ

اور ظاہر کے جاننے والے! تو اپنے بندوں میں اس چیز کا فیصلہ فرمائے گا جس میں وہ اختلاف رکھتے تھے ○ اور اگر جو کچھ

ظَلَمُوْا مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ مِنْ سُوْٓءِ الْعَذَابِ

زمین میں ہے وہ سب اور اس کے ساتھ اس جیسا اور بھی ظالموں کی ملک میں ہوتا تو قیامت کے دن بڑے عذاب سے

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ ﴿٤٧﴾ وَبَدَا لَهُمْ

چھٹکارے کے عوض وہ سب کا سب دیدیتے اور ان کیلئے اللہ کی طرف سے وہ ظاہر ہوگا جس کا انہوں نے سوچا بھی نہیں تھا ○ اور ان پر

ان کی جہالت کی دلیل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ذکر تو سب سے بڑی سعادت، تمام بھلائیوں کی بنیاد اور دلوں کی ٹھنڈک ہے جبکہ بے جان اور خسیس بتوں کا ذکر جہالت وحماقت ہے۔

آیت 46 یہاں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو ایک عظیم دعا تعلیم فرمائی گئی ہے کہ اس طرح عرض کرو: اے اللہ! مشرکین کی توحید سے نفرت اور شرک سنتے وقت کی خوشی معروف ہے اور اس کے ساتھ ساتھ وہ اس پر اتنے مضبوطی سے قائم ہیں کہ تیرے سوا کوئی بھی ان کے فاسد عقیدے اور باطل مذہب کو زائل نہیں کر سکتا۔ **درس:** زیرِ تفسیر آیت پڑھ کر جو دعا مانگی جائے وہ قبول ہوتی ہے۔ لہٰذا ہر دعا مانگنے سے پہلے مذکورہ بالا آیت پڑھ لیں۔

آیت 47، 48 یہاں مشرکین کے لئے تین وعیدیں بیان فرمائی گئی ہیں۔ **پہلی وعید:** اگر بالفرض کافر پوری دنیا کے اَموال اور ذخائر کے مالک ہوتے اور اتنا ہی اور بھی ان کی مِلک میں ہوتا تو قیامت کے دن بڑے عذاب سے چھٹکارے کے عوض وہ سب کا سب دے دیتے تاکہ کسی طرح یہ اَموال دے کر انہیں اِس عذابِ عظیم سے رہائی مل جائے لیکن وہ قبول نہ ہوگا۔ **دوسری وعید:** بروزِ قیامت ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے شدید عذاب ظاہر ہوں گے جن کا انہیں خیال بھی نہ تھا۔ **تیسری وعید:** اُن پر ان کے دنیا میں کئے گئے برے اعمال کے آثار ظاہر ہوجائیں گے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے خبر دینے پر وہ جس عذاب کا مذاق اڑایا کرتے تھے وہ نازل ہوجائے گا اور مشرکین کو گھیر لے گا۔ **درس:** **"اور ان کیلئے اللہ کی طرف سے وہ ظاہر ہوگا جس کا انہوں نے سوچا بھی نہیں تھا"** کی تفسیر میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ مشرکین گمان کرتے ہوں گے کہ اُن کے پاس نیکیاں ہیں لیکن جب نامۂ اعمال کھلیں گے تو بدیاں ظاہر ہوں گی۔ یہاں اگرچہ مشرکین کے لئے وعید کا بیان ہے لیکن مسلمانوں کو بھی اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے ڈرنا چاہیے۔

سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿٤٨﴾ فَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ

ان کے کمائے ہوئے برے اعمال کھل گئے اور ان پر وہی آپڑا جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے ○ پھر جب آدمی کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے

دَعَانَا ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ نِعْمَةً مِّنَّا قَالَ اِنَّمَاۤ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ وَّلٰكِنَّ

توہمیں پکارتا ہے پھر جب اسے ہم اپنے پاس سے کوئی نعمت عطا فرمائیں تو کہتا ہے یہ تو مجھے ایک علم کی بدولت ملی ہے بلکہ وہ تو ایک آزمائش ہے مگر

اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٤٩﴾ قَدْ قَالَهَا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَمَاۤ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿٥٠﴾

ان میں اکثر لوگ جانتے نہیں ○ ان سے پہلوں نے بھی ایسے ہی بات کہی تھی تو ان کی کمائیاں ان کے کچھ کام نہ آئیں ○

فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا وَالَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ هٰۤؤُلَاۤءِ سَيُصِيْبُهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا

تواُن کے کمائے ہوئے اعمال کی برائیاں اُنہیں پہنچیں اوراِن میں (بھی) جو ظالم ہیں عنقریب ان پر ان کے کمائے ہوئے اعمال کی برائیاں آپڑیں گی

آیت 49 فرمایا کہ یوں تو مشرک اپنے معبودوں کے ذکر سے خوش ہوتا اور اللہ تعالیٰ کے ذکر سے منہ بگاڑتا ہے لیکن جب اسے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اس وقت ہمیں پکار کر مدد طلب کرتا ہے، پھر جب ہم اپنے فضل سے اس کی تکلیف دور کر دیں اور اسے اپنے پاس سے کوئی نعمت عطا فرمادیں تو وہ کہتا ہے کہ میں معاش کا جو علم رکھتا ہوں اس کے ذریعے سے میں نے یہ دولت کمائی ہے، حالانکہ ایسا نہیں بلکہ یہ راحت اور نعمت اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش ہے جس کے ذریعے دیکھا جاتا ہے کہ بندہ اس کے ملنے پر شکر کرتا ہے یا ناشکری؟ لیکن ان میں اکثر لوگ جانتے نہیں۔ **درس:** (1) مصیبت اور راحت کے وقت مشرکوں کی عملی حالت کو دیکھتے ہوئے ہم بھی اپنی حالت پر غور کریں کہ ہم بھی مصیبت میں خدا کو یاد کرنے اور خوشی میں بھلا دینے کے مرض میں مبتلا تو نہیں ہیں۔ (2) بہت سے مال دار اور منصب دار لوگ جن کے پاس نعمتوں کی کثرت ہے، انہیں فرض نمازوں کی تعداد تک یاد نہیں، نعمتوں پر مطمئن ایسے ہیں جیسے یہ ہمیشہ ان کے پاس ہی رہیں گی انہیں یہ بات سمجھنی چاہیے کہ دنیا کی سب نعمتیں فانی ہیں۔

آیت 50 کفارِ مکہ سے پہلے جو لوگ گزرے ہیں انہوں نے بھی یہ بات کہی تھی کہ ''یہ نعمت تو ہمیں ایک علم کی بدولت ملی ہے۔'' تو جو نعمت انہیں ملی اس نے ان سے سختی اور عذاب دُور نہ کیا اور نہ ہی اس نعمت نے انہیں کوئی فائدہ دیا۔ **اہم بات:** پہلوں سے مراد قارون اور اس کی قوم ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ قارون کے علاوہ سابقہ امتوں میں سے اور لوگوں نے بھی ایسا کہا ہو۔

آیت 51 فرمایا کہ پہلے لوگوں نے جو برے اعمال کئے تھے، اُن کی سزائیں انہیں پہنچیں اور اے حبیب! آپ کے زمانے کے جو لوگ شرک کرکے اپنی جانوں پر ظلم کر رہے ہیں عنقریب پہلوں کی طرح ان پر بھی ان کے کفر اور گناہوں کی سزائیں آپڑیں گی اور وہ اپنے برے اعمال اور اخلاق کی بنا پر اللہ تعالیٰ کو بے بس نہیں کرسکتے۔ **اہم بات:** کفارِ مکہ کو ان کے اعمال کی سزائیں ملیں، چنانچہ غزوۂ بدر کے دن ان کے بڑے بڑے سردار قتل کر دیئے گئے اور سات برس تک وہ قحط کی مصیبت میں مبتلا رکھے گئے۔

وَ مَا هُمْ بِمُعْجِزِیْنَ ﴿۵۱﴾ اَوَ لَمْ یَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَ یَقْدِرُ ؕ

اور وہ اللہ کو بے بس نہیں کرسکتے ○ کیا انہیں معلوم نہیں کہ اللہ روزی کشادہ کرتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے اور تنگ (بھی) فرماتا ہے۔

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾ ع قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ

پیشک اس میں ایمان والوں کے لیے ضرور نشانیاں ہیں ○ تم فرماؤ: اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی!

لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ﴿۵۳﴾

اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا، بیشک اللہ سب گناہ بخش دیتا ہے، بیشک وہی بخشنے والا مہربان ہے ○

وَ اَنِیْبُوْۤا اِلٰى رَبِّكُمْ وَ اَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۵۴﴾

اور اپنے رب کی طرف رجوع کرو اور اس وقت سے پہلے اس کے حضور گردن رکھو کہ تم پر عذاب آئے پھر تمہاری مدد نہ کی جائے ○

آیت 52 فرمایا کہ اے حبیب! جن لوگوں کی ہم نے تکلیف دُور کردی اور وہ ہمارا احسان ماننے کی بجائے کہنے لگے کہ یہ نعمتیں تو ہمیں ہمارے علم کی بنا پر ملی ہیں، کیا وہ جانتے نہیں کہ تکلیف، راحت، وسعت، تنگی اور مصیبت صرف اللہ تعالیٰ کے ہی دستِ قدرت میں ہے تو اللہ تعالیٰ ہی اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہے روزی کشادہ کردے اور جس کے لئے چاہے تنگ کردے۔ بیشک یہ بندوں پر اللہ تعالیٰ کی حجتیں ہیں تاکہ وہ ان کے ذریعے نصیحت حاصل کریں تو ان نشانیوں کو دیکھنے والا نعمت ملنے کو اپنے علم اور کوشش کی طرف منسوب کرنے کی بجائے اسے اللہ تعالیٰ کا ہی فضل اور اس کی عطا قرار دے گا۔

آیت 53 **شانِ نزول:** کچھ مشرکین نے بہت سے سنگین گناہوں کا اِرتکاب کیا تھا، انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی کہ آپ کی باتیں تو بہت اچھی ہیں لیکن یہ فرمائیں کہ ہمارے سارے گناہوں کا کفارہ ہوسکتا ہے؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی، چنانچہ فرمایا: اے حبیب! آپ فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے میرے وہ بندو! جنہوں نے کفر اور گناہوں میں مبتلا ہوکر اپنی جانوں پر زیادتی کی، تم اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا اور یہ خیال نہ کرنا کہ ایمان قبول کرلینے کے بعد سابقہ کفر و شرک پر تمہارا مُؤاخذہ ہوگا، بیشک اللہ تعالیٰ اُس کے سب گناہ بخش دیتا ہے جو اپنے کفر سے باز آئے اور اپنے گناہوں سے سچی توبہ کرلے، بیشک وہی گناہوں کو بخشنے والا اور مصیبتوں کو دور کرکے مہربانی فرمانے والا ہے۔ **درس:** (1) بندے سے اگرچہ بے شمار گناہ صادر ہوئے ہوں لیکن اسے اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مغفرت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ (2) عمومی طور پر ہر حوالے سے رحمتِ الٰہی سے مایوس ہونا منع ہے، لہٰذا زندگی کی مشکلات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہرگز مایوس نہیں ہونا چاہیے کیونکہ یہ کافروں اور گمراہوں کا وصف اور کبیرہ گناہ ہے۔

آیت 54 اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بندوں کو جلد توبہ کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا کہ اے میرے بندو! کفر و شرک اور گناہوں سے سچی توبہ کرکے اپنے رب عزّوجلّ کی طرف رجوع کرو اور اس وقت سے پہلے اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کرو کہ تم پر دنیا میں عذاب آجائے، اگر تم نے توبہ نہ کی تو عذاب سے چھٹکارا پانے میں تمہاری کوئی مدد نہ کی جائے گی۔ **اہم بات:** فقط رحمتِ الٰہی

وَاتَّبِعُوْۤا اَحْسَنَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً

اور تمہارے رب کی طرف سے جو بہترین چیز تمہاری طرف نازل کی گئی ہے اس کی اس وقت سے پہلے پیروی اختیار کرلو کہ تم پر اچانک عذاب آجائے

وَّاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ﴿۵۵﴾ اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ یّٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِیْ جَنْۢبِ اللّٰهِ

اور تمہیں خبر (بھی) نہ ہو○ (پھر ایسا نہ ہو) کہ کوئی جان یہ کہے کہ ہائے افسوس ان کوتاہیوں پر جو میں نے اللہ کے بارے میں کیں

وَاِنْ كُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِیْنَ ﴿۵۶﴾ اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِیْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ ﴿۵۷﴾

اور بیشک میں مذاق اڑانے والوں میں سے تھا○ یا کہے: اگر اللہ مجھے ہدایت دیتا تو میں بھی پرہیزگاروں میں سے ہوتا○

اَوْ تَقُوْلَ حِیْنَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ اَنَّ لِیْ كَرَّةً فَاَكُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۵۸﴾

یا جب عذاب دیکھے تو کہے: اگر مجھے ایک مرتبہ لوٹنا (نصیب) ہوتا تو میں نیکیاں کرنے والوں میں سے ہوجاتا○

بَلٰى قَدْ جَآءَتْكَ اٰیٰتِیْ فَكَذَّبْتَ بِهَا وَاسْتَكْبَرْتَ وَكُنْتَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۵۹﴾

ہاں کیوں نہیں! بیشک تیرے پاس میری آیتیں آئیں تو تُو نے انہیں جھٹلایا اور تکبر کیا اور تو انکار کرنے والوں میں سے ہوگیا○

پر بھروسا کرکے گناہوں میں لگے رہنا تباہ کُن ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں گناہوں سے سچی توبہ مطلوب ہے اور جو توبہ چھوڑ دے گا تو اس کے لئے بڑی وعید ہے۔

آیت 55 - 58 فرمایا کہ اے لوگو! اس سے پہلے کہ تم پر اچانک عذاب آجائے اور تمہیں خبر بھی نہ ہو، تم وہ کام کرو جس کا اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے اور جس کام سے منع کیا ہے اس سے رک جاؤ۔ پھر ایسا نہ ہو کہ عذاب دیکھنے کے بعد کوئی جان یہ کہے کہ ہائے افسوس! ان کوتاہیوں پر جو میں نے اللہ تعالیٰ کے بارے میں کیں کہ اس کی فرماں برداری نہ کرسکا اور اس کے حق کو نہ پہچانا اور اس کی رضا حاصل کرنے کی فکر نہ کی اور بیشک میں تو اللہ تعالیٰ کے دین کا اور اس کی کتاب کا مذاق اڑانے والوں میں سے تھا۔ یا کوئی جان یہ کہے کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے اپنا دین قبول کرنے اور اپنی فرماں برداری کی توفیق دیتا تو میں بھی پرہیزگاروں میں سے ہوتا۔ یا عذاب دیکھنے کے بعد کوئی جان یہ کہے: اگر مجھے ایک مرتبہ پھر دنیا کی طرف لوٹنا نصیب ہوتا تو میں نیکیاں کرنے والوں میں سے ہوجاتا۔ **درس:** دنیا کی زندگی بہت بڑی نعمت ہے، اس میں نیکیوں کا وقت بھی ہے اور توبہ کی مہلت بھی۔ اپنے نفس پر تھوڑی سختی کرکے گناہ چھوڑ دیں اور نیکیاں کمالیں تو ہمیشہ کی جنت کی زندگی میں مزے کریں گے۔ موت کے بعد مہلت ختم ہوجائے گی۔

آیت 59 یہاں اللہ تعالیٰ نے ان باطل عذروں کا رد کرتے ہوئے گویا کہ فرمایا: ہاں کیوں نہیں! تیرے پاس قرآنِ پاک پہنچا اور حق و باطل کی راہیں تم پر واضح کی گئیں اور تجھے حق و ہدایت اختیار کرنے کی قدرت بھی دی گئی، اس کے باوجود تو نے حق کو چھوڑا اور اسے قبول کرنے سے تکبر کیا، گمراہی اختیار کی اور حکم کی مخالفت کی، تو اب تیری یہ بات غلط ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے راہ دکھاتا تو میں ڈرنے والوں میں سے ہوتا اور تیرے تمام عذر جھوٹے ہیں۔

وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ ؕ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى

اور قیامت کے دن تم اللہ پر جھوٹ باندھنے والوں کو دیکھو گے کہ ان کے منہ کالے ہوں گے۔ کیا متکبروں کا ٹھکانہ جہنم میں

لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿٦٠﴾ وَيُنَجِّي اللّٰهُ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ ۫ لَا يَمَسُّهُمُ السُّوْٓءُ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٦١﴾

نہیں ہے؟○ اور اللہ پرہیز گاروں کو ان کی نجات کی جگہ کے ذریعے بچائے گا۔ نہ انہیں عذاب چھوئے گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے○

اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۫ وَّهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿٦٢﴾ لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ

اللہ ہر چیز کا خالق ہے اور وہ ہر چیز پر نگہبان ہے○ آسمانوں اور زمین کی کنجیاں اسی کی ملکیت میں ہیں

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿٦٣﴾ ع قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْٓنِّيْٓ

اور جنہوں نے اللہ کی آیتوں کا انکار کیا وہی نقصان اٹھانے والے ہیں○ تم فرماؤ: اے جاہلو! کیا تم مجھے اس بات کا حکم دیتے ہو کہ

ع ٦ ١١ ٣

آیت 60 فرمایا کہ قیامت کے دن تم ان لوگوں کو دیکھو گے جنہوں نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا اور اللہ تعالیٰ کی شان میں ایسی بات کہی جو اس کے لائق نہیں، اس کے لئے شریک تجویز کئے، اولاد بتائی اور اس کی صفات کا انکار کیا، قیامت کے دن ان کے منہ کالے ہوں گے۔ کیا ان متکبروں کے لئے جہنم میں ٹھکانا نہیں ہے جو تکبر کی وجہ سے ایمان نہ لائے؟ یقیناً وہیں ان کا ٹھکانا ہے۔

آیت 61 فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ شرک اور گناہوں سے بچنے والوں کو نجات کی جگہ جنت میں بھیج کر تکبر کرنے والوں کے ٹھکانے جہنم سے بچالے گا اور ان کا حال یہ ہو گا کہ نہ ان کے جسموں کو عذاب چھوئے گا اور نہ ان کے دلوں کو غم پہنچے گا۔ **درس:** تقویٰ بہت عظیم شے ہے، یہ قیامت کے دن جہنم کے عذاب سے نجات پانے کا بہت بڑا سبب ہے۔ کفر و شرک، گمراہی و گناہ اور شبہات سے بچنا تقویٰ ہے۔

آیت 62 ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت کی ہر چیز کا خالق ہے اور وہ ہر چیز میں جیسے چاہے تصرُّف فرماتا ہے۔

آیت 63 فرمایا: **آسمانوں اور زمین کی کنجیاں اسی کی ملکیت میں ہیں۔** یعنی رحمت، رزق اور بارش وغیرہ کے خزانوں کی کنجیاں اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہیں، وہی اُن کا مالک ہے۔ مزید فرمایا: **اور جنہوں نے اللہ کی آیتوں کا انکار کیا۔** یعنی جب ہر چیز کا خالق اور مالک اللہ تعالیٰ ہے، آسمانوں اور زمین کی کنجیاں اسی کی ملکیت میں ہیں اور کفار ان چیزوں کو تسلیم بھی کرتے ہیں تو ان پر لازم تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت کو تسلیم کریں، اس لئے یہاں فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت و شان کا اقرار کرنے کے باوجود جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت اور جزا و سزا کے مضمون پر مشتمل آیات کا انکار کیا وہی نقصان اٹھائیں گے کیونکہ انہوں نے ثواب کے مقابلے میں سزا کو اختیار کیا۔ **اہم باتیں:** (1) اللہ تعالیٰ نے زمین کے خزانوں کی کنجیاں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو بھی عطا فرمائی ہیں۔ (2) جو شخص کافر نہیں اسے اللہ تعالیٰ کی رحمت میں سے کچھ حصہ ضرور ملے گا۔

آیت 64 مشرکین نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے کہا کہ آپ ہمارے بعض معبودوں کی عبادت کریں تو ہم آپ کے معبود پر ایمان لے آئیں گے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے حبیب! آپ انہیں جواب دیں کہ اے جاہلو! کیا تم مجھے یہ کہتے ہو کہ میں

اَعْبُدُ اَيُّهَا الْجٰهِلُوْنَ ﴿٦٤﴾ وَ لَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَ اِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ

میں اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت کروں؟ اور بیشک تمہاری طرف اور تم سے اگلوں کی طرف یہ وحی کی گئی ہے کہ (اے ہر سننے والے مخاطب!)

لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿٦٥﴾ بَلِ اللّٰهَ

اگر تو نے شرک کیا تو ضرور تیرا ہر عمل برباد ہوجائے گا اور ضرور تو خسارہ پانے والوں میں سے ہوجائے گا بلکہ اللہ ہی کی

فَاعْبُدْ وَ كُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿٦٦﴾ وَ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖۗ وَ الْاَرْضُ جَمِيْعًا

بندگی کر اور شکر گزاروں میں سے ہوجا اور انہوں نے اللہ کی قدر نہ کی جیسا اس کی قدر کرنے کا حق تھا اور قیامت کے دن ساری زمین

قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَ السَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿٦٧﴾

اس کے قبضے میں ہوگی اور اس کی قدرت سے تمام آسمان لپیٹے ہوئے ہوں گے اور وہ ان کے شرک سے پاک اور بلند ہے

اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی عبادت کروں؟ حالانکہ دلائل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت کا حق ہونا اور کفر وشرک کا باطل ہونا ثابت ہو چکا ہے۔ **اہم بات:** انہیں جاہل اس لئے فرمایا گیا کہ اس سے پہلے حقیقی معبود کے اوصاف بیان ہوئے اور جو شخص اتنے عظمت والے اوصاف سے مَوصوف معبود کی عبادت سے منہ پھیر کر ان بے جان جسموں کی عبادت میں مشغول ہو تو وہ بہت بڑا جاہل ہے۔

آیت 65 فرمایا: اے حبیب! بیشک آپ کی طرف اور آپ سے پہلے رسولوں کی طرف یہ وحی کی گئی ہے کہ اگر بالفرض تم نے اللہ تعالیٰ کا شریک کیا تو ضرور تمہارا ہر عمل برباد ہوجائے گا اور ضرور تم خسارہ پانے والوں میں سے ہوجاؤ گے۔ **اہم بات:** توحید کی عظمت اور شرک کی شدید قباحت بیان کرنے کے لئے اس آیت میں ظاہری خطاب حضورِ اَقدس صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے ہے تاکہ آیت پڑھنے، سننے والوں کے دلوں پر بھرپور اثر ہو، اگرچہ حقیقتاً مراد سننے والے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو اور تمام انبیاءِ کرام علیہم السّلام کو شرک سے معصوم فرمایا ہے۔

آیت 66 فرمایا کہ اے حبیب! مشرکین جو آپ کو بتوں کی پوجا کرنے کا کہتے ہیں آپ ان کی بات کی طرف توجہ نہ دیں بلکہ اللہ تعالیٰ ہی کی بندگی کرتے رہیں اور اللہ تعالیٰ کی عبادت بجالا کر نعمتوں کی شکر گزاری کرتے رہیں۔

آیت 67 فرمایا کہ اے حبیب! جو مشرکین آپ کو بتوں کی پوجا کرنے کی دعوت دے رہے ہیں انہوں نے اللہ تعالیٰ کی ویسی قدر نہ کی جیسی اس کی قدر کرنے کا حق تھا، اسی وجہ سے وہ شرک میں مبتلا ہوئے، اگر وہ عظمتِ الٰہی سے واقف ہوتے تو ایسا کیوں کرتے! اس کے بعد اللہ تعالیٰ اپنی عظمت بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ قیامت کے دن ساری زمین اس کے قبضے میں ہوگی اور اس دن کوئی بھی زمین کے کسی حصے پر اپنی ظاہری مِلکیّت کا دعویٰ نہ کرسکے گا اور اس کی قدرت سے تمام آسمان لپیٹے ہوئے ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کافروں کے شرک سے پاک اور بلند ہے۔

وَ نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِی الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ؕ

اور صُور میں پھونک ماری جائے گی تو جتنے آسمانوں میں ہیں اور جتنے زمین میں ہیں سب بیہوش ہو جائیں گے مگر جسے اللہ چاہے

ثُمَّ نُفِخَ فِیْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِیَامٌ یَّنْظُرُوْنَ ﴿۶۸﴾ وَ اَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا

پھر اس میں دوسری بار پھونک ماری جائے گی تو اسی وقت وہ دیکھتے ہوئے کھڑے ہو جائیں گے ○ اور زمین اپنے رب کے نور سے جگمگا اٹھے گی

وَ وُضِعَ الْكِتٰبُ وَ جِایْٓءَ بِالنَّبِیّٖنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ قُضِیَ بَیْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَ هُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ﴿۶۹﴾

اور کتاب رکھی جائے گی اور انبیاء اور گواہی دینے والے لائے جائیں گے اور لوگوں میں سچا فیصلہ فرما دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہ ہوگا ○

آیت 68 آیت کے اس حصے میں پہلی بار صور پھونکنے کا بیان ہے، اس سے جو بے ہوشی طاری ہوگی اس کا یہ اثر ہوگا کہ فرشتوں اور زمین والوں میں سے اس وقت جو لوگ زندہ ہوں گے اوران پر موت نہ آئی ہوگی تو وہ اس سے مر جائیں گے اور وہ بزرگ ہستیاں جنہیں ان کی دُنیوی موت کے بعد پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں زندگی عنایت کی ہوئی ہے اور وہ اپنی قبروں میں زندہ ہیں جیسے انبیاءِ کرام علیہمُ السّلام اور شہداء، ان پر اُس نَفخہ سے بے ہوشی کی سی کیفیّت طاری ہوگی اور جو لوگ قبروں میں مرے پڑے ہیں انہیں اس نفخہ کا شعور بھی نہ ہوگا۔ مزید فرمایا: **مگر جسے اللہ چاہے۔** یعنی جسے اللہ تعالیٰ چاہے گا اُسے اُس وقت موت نہ آئے گی۔ اس اِستثناء میں ایک قول کے مطابق حضرت جبریل، حضرت میکائیل، حضرت اسرافیل اور حضرت مَلَکُ الموت علیہمُ السّلام داخل ہیں۔ ان کے علاوہ تمام آسمان اور زمین والے مر جائیں گے، پھر اللہ تعالیٰ پہلے اور دوسرے نفخہ کے درمیان جو چالیس برس کی مدت ہے اس میں اُن فرشتوں کو بھی موت دے گا۔ مزید فرمایا: **پھر اس میں پھونک ماری جائے گی۔** یعنی پھر دوسری مرتبہ صور میں پھونک ماری جائے گی تو اسی وقت وہ دیکھتے ہوئے اپنی قبروں سے زندہ ہو کر کھڑے ہو جائیں گے۔ دیکھتے ہوئے کھڑے ہونے سے یا تو یہ مراد ہے کہ وہ حیرت میں آکر مبہوت شخص کی طرح ہر طرف نگاہیں اُٹھا اُٹھا کر دیکھیں گے یا یہ کہ وہ یہ دیکھتے ہوں گے کہ اب انہیں کیا معاملہ پیش آئے گا۔ اس وقت مومنین کی قبروں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے سواریاں حاضر کی جائیں گی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے جبکہ کفار کو پیدل ہی ہانکا جائے گا۔

آیت 69 یہاں قیامت کے دن کے 5 اَحوال بیان فرمائے گئے ہیں: (1) قیامت کے دن زمین اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے نور سے بہت تیز روشنی کے ساتھ جگمگا اٹھے گی یہاں تک کہ سرخی کی جھلک نمودار ہوگی اور یہ چاند، سورج کا نور نہ ہوگا بلکہ یہ اور ہی نور ہوگا جسے اللہ تعالیٰ پیدا فرمائے گا اور اس سے زمین روشن ہو جائے گی۔ (2) حساب کے لئے اَعمال کی کتاب رکھی جائے گی۔ اِس کتاب سے مراد یا تو لوحِ محفوظ ہے یا اس سے ہر شخص کا اعمال نامہ مراد ہے جو اس کے ہاتھ میں ہوگا (3) انبیاءِ کرام علیہمُ السّلام کو لایا جائے گا تاکہ وہ لوگوں

وَ وُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿٧٠﴾ وَ سِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا ع

اور ہر جان کو اس کے اعمال کا بھرپور بدلہ دیا جائے گا اور وہ (اللہ) خوب جانتا ہے جو لوگ کرتے ہیں○ اور کافروں کو

اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَ قَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَاۤ اَلَمْ يَاْتِكُمْ

گروہ در گروہ جہنم کی طرف ہانکا جائے گا یہاں تک کہ جب وہ وہاں پہنچیں گے تو جہنم کے دروازے کھولے جائیں گے اور اس کے داروغہ ان سے کہیں گے: کیا

رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ رَبِّكُمْ وَ يُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ؕ

تمہارے پاس تمہیں میں سے وہ رسول نہ آئے تھے جو تم پر تمہارے رب کی آیتیں پڑھتے تھے اور تمہیں تمہارے اِس دن کی ملاقات سے ڈراتے تھے؟

قَالُوْا بَلٰى وَ لٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿٧١﴾ قِيْلَ ادْخُلُوْۤا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ

وہ کہیں گے: کیوں نہیں مگر عذاب کا قول کافروں پر ثابت ہوگیا○ کہا جائے گا: جہنم کے دروازوں میں داخل ہوجاؤ،

پر گواہی دیں۔(4) گواہی دینے والے لائے جائیں گے جو رسولوں علیہم السلام کی تبلیغ کی گواہی دیں گے۔(5) قیامت کے دن لوگوں میں سچا فیصلہ فرمادیا جائے گا اور ان کے ثواب میں کمی کرکے یا عذاب میں زیادتی کرکے ان پر ظلم نہ ہوگا۔

آیت 70 فرمایا: قیامت کے دن ہر جان کو اس کے اچھے یا برے تمام اعمال کا بھرپور بدلہ دیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ ان اعمال کو خوب جانتا ہے جو لوگ کرتے ہیں، اس سے کچھ مخفی نہیں۔ **درس:** قیامت کے دن سے زیادہ ہَولناک دن اور کوئی نہیں اور اس دن اعمال کا حساب لئے جانے کے مرحلے بہت ہولناک ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں گناہوں سے بچنے، سچی توبہ کرنے اور نیک اعمال بجالانے کی توفیق عطا فرمائے۔

آیت 71، 72 قیامت کے دن کافروں کو سختی کے ساتھ جہنم کی طرف ہانکا جائے گا اور ان کی ہر جماعت علیحدہ علیحدہ ہوگی، یہاں تک کہ جب وہ وہاں پہنچیں گے تو جہنم کے ساتوں دروازے کھولے جائیں گے جو پہلے سے بند تھے اور جہنم کے داروغہ ڈانٹتے ہوئے ان سے کہیں گے: کیا تمہارے پاس تمہیں میں سے وہ رسول نہ آئے تھے جو تمہارے سامنے تمہارے رب عزّوجلّ کی آیتیں پڑھتے تھے اور تمہیں تمہارے اِس دن کی ملاقات سے ڈراتے تھے؟ وہ کہیں گے: کیوں نہیں! بیشک انبیاءِ کرام علیہم السلام تشریف بھی لائے اور اُنہوں نے اللہ تعالیٰ کے احکام بھی سنائے اور اُس دن سے بھی ڈرایا مگر عذاب کا قول کافروں پر ثابت ہوگیا کہ ہم پر ہماری بدنصیبی غالب ہوئی اور ہم نے گمراہی اختیار کی اور اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق جہنم میں بھرے گئے۔ ان کافروں سے کہا جائے گا: تم جہنم کے دروازوں میں داخل ہوجاؤ اور تم ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہوگے اور کسی طرح اس سے نکل نہ سکوگے۔ (اے لوگو! دیکھ لو کہ) ایمان اور اطاعت سے تکبر کرنے والوں کا کیا ہی برا ٹھکانا ہے۔

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿٧٢﴾ وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ

اس میں ہمیشہ رہنا ہے، تو متکبروں کا کیا ہی برا ٹھکانہ ہے ○ اور اپنے رب سے ڈرنے والوں کو گروہ در گروہ جنت کی طرف

زُمَرًا ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْهَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ

چلایا جائے گا یہاں تک کہ جب وہ وہاں پہنچیں گے اور اس کے دروازے کھلے ہوئے ہوں گے اور اس کے داروغے ان سے کہیں گے: تم پر سلام ہو،

طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ ﴿٧٣﴾ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا

تم پاکیزہ رہے تو ہمیشہ رہنے کو جنت میں جاؤ ○ اور وہ کہیں گے: سب خوبیاں اس اللہ کیلئے ہیں جس نے اپنا وعدہ ہم سے سچا کیا اور ہمیں اِس زمین کا

الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَآءُ ۚ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴿٧٤﴾ وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ

وارث کیا، ہم جنت میں جہاں چاہیں رہیں گے تو کیا ہی اچھا اجر ہے عمل کرنے والوں کا ○ اور تم فرشتوں کو دیکھو گے کہ ہر طرف سے

حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۚ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَقِيْلَ

عرش کو گھیرے ہوئے اپنے رب کی تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بیان کررہے ہیں اور لوگوں میں سچا فیصلہ فرمادیا جائے گا اور کہا جائے گا:

ع ٨ ٥ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٧٥﴾ ع

تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے ○

آیت 73 متقیوں یعنی اپنے رب تعالیٰ سے ڈرنے والوں کو عزت و احترام اور لطف و کرم کے ساتھ سواریوں پر گروہ در گروہ جنت کی طرف چلایا جائے گا یہاں تک کہ جب وہ وہاں پہنچیں گے تو اُن کی عزت و احترام کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے پہلے سے ہی کھلے ہوئے ہوں گے اور جنت کے خازن ان سے کہیں گے: تم پر سلام ہو، تم پاکیزہ رہے تو ہمیشہ رہنے کو جنت میں جاؤ۔

آیت 74 فرمایا کہ اہلِ جنت کہیں گے: سب خوبیاں اس اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں جس نے اپنا جنت کا وعدہ ہم سے سچا کیا اور ہمیں جنت کی زمین کا وارث کیا تاکہ ہم اس میں جیسے چاہیں تصرُّف کریں اور ہم اپنی جنت میں جہاں چاہیں رہیں، لہٰذا دنیا میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنے والوں کا آخرت میں کیا ہی اچھا اجر ہے۔

آیت 75 فرمایا کہ اے حبیب! بروزِ قیامت جب فرشتوں کو دوبارہ زندہ فرمایا جائے گا تو آپ دیکھیں گے کہ فرشتے ہر طرف سے عرش کو گھیرے ہوئے اپنے رب عزّوجلّ کی تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بیان کررہے ہیں اور بروزِ قیامت لوگوں میں سچا فیصلہ فرمادیا جائے گا کہ مومنوں کو جنت میں اور کافروں کو دوزخ میں داخل کردیا جائے گا اور جنتی لوگ جنت میں داخل ہوکر شکر ادا کرنے کے لئے عرض کریں گے: تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔

اٰیاتُھا ٨٥ | ٤٠ سُوْرَۃُ الْمُؤْمِنِ مَکِّیَّۃٌ ٦٠ | رکوعاتُھا ٩

سورۂ مؤمن مکیہ ہے، اس میں پچاسی آیتیں اور نو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

حٰمٓ ۚ﴿۱﴾ تَنْزِیْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ۙ﴿۲﴾ غَافِرِ الذَّنْۢبِ وَ قَابِلِ التَّوْبِ شَدِیْدِ الْعِقَابِ ۙ

حٰمٓ ○ کتاب کا نازل فرمانا اللہ کی طرف سے ہے جو عزت والا، علم والا ہے ○ گناہ بخشنے والا اور توبہ قبول کرنے والا، سخت عذاب دینے والا،

سورۂ مومن کا تعارف یہ سورت مکی ہے البتہ اس کی آیت نمبر 56 اور 57 مدنی آیتیں ہیں۔ اس میں 9 رکوع اور 85 آیتیں ہیں۔ اس سورت کی آیت نمبر 28 میں فرعون کی قوم کے ایک مومن شخص کا ذکر ہے، اس مناسبت سے اسے ''سورۂ مومن'' کہتے ہیں اور آیت نمبر 3 میں اللہ تعالیٰ کا یہ وصف بیان کیا گیا کہ ''وہ گناہ بخشنے والا ہے'' اس وجہ سے اسے ''سورۂ غافر'' کہتے ہیں۔ **فضائل:** (1) رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے صبح اٹھ کر (سورۂ مومن کی آیت نمبر 1) ''حٰمٓ'' سے لے کر (آیت نمبر 3 کے آخر) ''اِلَیْهِ الْمَصِیْرُ'' تک پڑھا اور آیۃ الکرسی پڑھی تو ان کی برکت سے صبح سے شام تک اس کی حفاظت کی جائے گی اور جس نے انہیں شام میں پڑھا تو ان کی برکت سے صبح تک اس کی حفاظت کی جائے گی۔ (ترمذی، حدیث: 2888) (2) ارشاد فرمایا: حوامیم (یعنی حٰمٓ سے شروع ہونے والی سورتیں) 7 ہیں اور جہنم کے دروازے بھی 7 ہیں۔ ان سورتوں میں سے ہر ایک سورت جہنم کے اُن دروازوں میں سے ہر ایک دروازے پر جا کر کہتی ہے: اے اللہ! اُس شخص کو اِس دروازے سے داخل نہ کرنا جو مجھ پر ایمان رکھتا اور میری تلاوت کیا کرتا تھا۔ (شعب الایمان، حدیث: 2479) **خلاصۂ مضامین:** اس سورت کی ابتدا میں یہ اعلان کیا گیا کہ قرآنِ پاک اس رب تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے جو کہ عزت والا، علم والا، گناہ بخشنے والا، توبہ قبول کرنے والا، سخت عذاب دینے والا اور بڑے انعام عطا فرمانے والا ہے۔ یہ بتایا گیا کہ قیامت کے دن کفار اپنے گناہوں کا اعتراف کر لیں گے اور عذاب کی شدت کی وجہ سے جہنم سے نکالے جانے کی فریاد کریں گے جسے رد کر دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کے موجود اور قادر ہونے پر دلائل دیئے گئے، قیامت کے دن کی سختیوں سے کفار کو ڈرایا گیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم کو اپنی قوم کی طرف سے پہنچنے والی اَذِیَّتوں پر صبر کرنے کی تلقین کی گئی۔ مسلمان اور کافر کی ایک مثال بیان کی گئی، مشرکین کا اُخروی انجام بیان کیا گیا اور سابقہ قوموں کے دردناک انجام سے نصیحت حاصل کرنے کی دعوت دی گئی۔

آیت 1 ان حروف ''حٰمٓ'' کا تعلق حروفِ مُقَطَّعات سے ہے اور ان کی مراد اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

آیت 2 قرآنِ مجید کو نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے اپنی طرف سے نہیں بنایا بلکہ اسے اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے جو عزت والا اور تمام معلومات کا علم رکھنے والا ہے۔ **اہم بات:** قرآنِ کریم کو نازل فرمانے والا عزت و علم والا، لانے والا بھی عزت و علم والا، جس نبی کی طرف لایا گیا وہ بھی عزت و علم والا ہے اور قرآن کو پڑھنے، سمجھنے اور عمل کرنے والا بھی عزت و علم والا ہو جاتا ہے۔

آیت 3 اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مزید 6 اَوصاف بیان فرمائے ہیں: (1) وہ گناہ بخشنے والا ہے۔ جو مسلمان اپنے گناہوں سے سچی توبہ کرتا ہے اس کے گناہوں کی بخشش کا تو اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے البتہ توبہ کے بغیر بھی اللہ تعالیٰ جس مسلمان کے چاہے گناہ بخش

ذِی الطَّوۡلِ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ اِلَیۡهِ الۡمَصِیۡرُ ﴿۳﴾ مَا یُجَادِلُ فِیۡۤ اٰیٰتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا

بڑے انعام والاہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اسی کی طرف پھرنا ہے○ اللہ کی آیتوں میں کافر ہی جھگڑا کرتے ہیں

فَلَا یَغۡرُرۡكَ تَقَلُّبُهُمۡ فِی الۡبِلَادِ ﴿۴﴾ كَذَّبَتۡ قَبۡلَهُمۡ قَوۡمُ نُوۡحٍ وَّ الۡاَحۡزَابُ مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ ۪ۖ

تو اے سننے والے! ان کا شہروں میں چلنا پھرنا تجھے دھوکا نہ دے○ ان سے پہلے نوح کی قوم اور ان کے بعد کے گروہوں نے جھٹلایا

وَ هَمَّتۡ كُلُّ اُمَّةٍۭ بِرَسُوۡلِهِمۡ لِیَاۡخُذُوۡهُ وَ جٰدَلُوۡا بِالۡبَاطِلِ لِیُدۡحِضُوۡا بِهِ الۡحَقَّ

اور ہر امت نے یہ ارادہ کیا کہ اپنے رسول کو پکڑ لیں اور باطل کے ذریعے جھگڑتے رہے تاکہ اس سے حق کو مٹا دیں

دے۔ (2) **وہ توبہ قبول فرمانے والا ہے۔** جو کافر اپنے کفر اور جو مومن اپنے گناہوں سے سچی توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ (3) **سخت عذاب دینے والا ہے۔** اللہ تعالیٰ کافروں کو ان کے کفر کی وجہ سے جہنم میں سخت عذاب دے گا، البتہ بعض گناہ گار مسلمانوں کو بھی جہنم میں عذاب ہوگا۔ (4) **بڑے انعام والا ہے۔** اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھنے والوں کو اللہ تعالیٰ بڑے انعام عطا فرمانے والا ہے۔ (5) **اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔** اس آیت میں بیان کئے گئے اوصاف صرف اللہ تعالیٰ کے ہیں اور کسی کی ایسی صفات نہیں ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی ایسے وصف نہیں رکھتا تو اس کے علاوہ کوئی اور معبود بھی نہیں ہے۔ (6) **اسی کی طرف پھرنا ہے۔** جب قیامت کے دن لوگوں کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا تو سبھی نے اپنے اعمال کا حساب دینے اور ان کی جزا پانے کے لئے بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہونا ہے۔ **درس:** ہر کافر اور گناہ گار مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنے کفر اور گناہوں سے سچی توبہ کرے اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرے، اس کے عذاب سے ڈرتا اور اس سے پناہ مانگتا رہے، اس کے انعام کو پانے کی کوشش کرے اور آخرت کے حساب کی دنیا میں ہی تیاری کرے۔

آیت 4 اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید کو جھٹلانا، اس کی آیتوں کا انکار کرنا، قرآن کریم پر اعتراض کرنا، اسے جادو، شعر، کہانت اور سابقہ لوگوں کی کہانیاں کہنا کافروں کا ہی کام ہے اور اے سننے والے! کافروں کا سلامتی کے ساتھ اپنے شہروں میں یا ایک ملک سے دوسرے ملک تجارتیں کرتے پھرنا اور نفع پانا تمہارے لئے تَرَدُّد کا باعث نہ ہو کہ یہ عذاب سے امن میں کیوں ہیں، کیونکہ ان کا انجام خواری اور عذاب ہے۔ **اہم باتیں:** (1) آیاتِ قرآنی کے بارے میں جھگڑا کرنے کی مختلف صورتیں ہیں جن میں سے بعض صورتیں کفر، بعض کفر کے قریب اور حرام ہیں، مثلاً قرآنِ پاک کو جادو، شعر، کہانت اور سابقہ لوگوں کی داستان کہنا کفر ہے۔ قرآنِ پاک کو اپنی رائے کے مطابق بنانے میں جھگڑنا کہ ہر ایک اپنی رائے اور ایجاد کردہ مذہب کے مطابق اس کا ترجمہ یا تفسیر کرے؛ یہ کفر بھی ہو سکتا ہے اور گمراہی بھی۔ اسی طرح بغیر علم کے قرآن کا مطلب بیان کرنا حرام اور اپنے بیان کردہ مطلب کے درست ہونے پر اِصرار مزید حرام ہے۔ (2) مشکل مقامات کو حل کرنے کے لئے علمی اور اصولی بحثیں کرنا جیسا کہ ممتاز مفسرین اور مجتہدین نے کیا، یہ جھگڑا نہیں بلکہ عبادت ہے، نیز مفسرین اور مجتہدین کا اختلاف جھگڑا نہیں بلکہ تحقیق ہے۔

آیت 5 فرمایا کہ ان کفارِ مکہ سے پہلے حضرت نوح علیہ السّلام کی قوم اور ان کے بعد کے گروہوں جیسے عاد، ثمود اور حضرت لوط علیہ السّلام کی قوم وغیرہ نے اپنے نبیوں اور رسولوں علیہم السّلام کو جھٹلایا اور ان میں سے ہر امت نے یہ ارادہ کیا کہ وہ اپنے رسول علیہ السّلام کو پکڑ لیں

فَاَخَذْتُهُمْ ۫ قف فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ﴿٥﴾ وَكَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا

تو میں نے انہیں پکڑ لیا تو میرا عذاب کیسا ہوا؟○ اور یونہی تمہارے رب کی بات کافروں پر ثابت ہوچکی ہے

اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ۘ﴿٦﴾ اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ

وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم
وقف لازم

کہ وہ دوزخی ہیں○ عرش اٹھانے والے اور اس کے ارد گرد موجود (فرشتے) اپنے رب کی تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بیان کرتے ہیں

وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا

اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور مسلمانوں کی بخشش مانگتے ہیں۔ اے ہمارے رب! تیری رحمت اور علم ہر شے سے وسیع ہے

فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ﴿٧﴾ رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ

تو انہیں بخش دے جو توبہ کریں اور تیرے راستے کی پیروی کریں اور انہیں دوزخ کے عذاب سے بچالے○ اے ہمارے رب! اور انہیں اور ان کے

جَنّٰتِ عَدْنِ ࣙالَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ ۭ

باپ دادا اور ان کی بیویوں اور ان کی اولاد میں سے جو نیک ہوں ان کو ہمیشہ رہنے کے ان باغوں میں داخل فرما جن کا تونے ان سے وعدہ فرمایا ہے،

اور شہید کر دیں اور وہ لوگ باطل کے ساتھ جھگڑا کرتے رہے تا کہ اِس کے ذریعے اُس حق کو مٹادیں جسے انبیاءِ کرام علیہمُ السّلام لے کر آئے ہیں، جب انہوں نے اپنے رسول علیہ السّلام کو پکڑنے کا ارادہ کیا تو میں نے انہیں پکڑ لیا، تو اے لوگو! تم ان کے شہروں سے گزرتے ہوئے دیکھ لو کہ ان پر میرا آنے والا عذاب کیسا ہوا؟ کیا ان میں کوئی اس عذاب سے بچ سکا؟

آیت 6 فرمایا کہ اے پیارے حبیب! جس طرح سابقہ جھٹلانے والی اور اپنے رسولوں کے ساتھ باطل جھگڑا کرنے والی امتوں پر عذاب سے متعلق اللہ تعالیٰ کا حکم اور اس کی قضا جاری ہوئی اسی طرح آپ کو جھٹلانے والے اور آپ کے خلاف سازشیں کرنے والے کفار پر بھی اللہ تعالیٰ کی بات ثابت ہوچکی ہے کہ وہ جہنمی ہیں۔

آیت 7-9 عرش اٹھانے والے فرشتے جو بارگاہِ الٰہی میں خاص قرب رکھتے ہیں نیز عرش کے ارد گرد موجود عرش کا طواف کرنے والے فرشتے اپنے رب عزّوجلّ کی تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بیان کرتے ہیں اور سُبْحَانَ اللہِ وَبِحَمْدِہٖ کہتے ہیں اور یہ فرشتے اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے، مسلمانوں کے لئے بخشش مانگتے اور عرض کرتے ہیں: اے ہمارے رب! تیری رحمت اور علم ہر شے سے وسیع ہے، تو انہیں بخش دے جو اپنے گناہوں سے توبہ کریں اور تیرے دین اسلام کے راستے کی پیروی کریں اور انہیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔ اے ہمارے رب! انہیں ہمیشہ رہنے کے ان باغوں میں داخل فرما جن کا تونے ان سے وعدہ فرمایا ہے اور ان کے باپ دادا اور ان کی بیویوں اور ان کی اولاد میں سے جو نیک ہوں ان کو بھی ان باغات میں داخل فرما، بیشک تو ہی عزت والا، حکمت والا ہے، انہیں گناہوں کی شامت سے بچالے اور گناہوں کا عذاب ان سے دور کر دے اور جسے تونے قیامت کے دن گناہوں کی شامت سے بچالیا تو بیشک تونے اس پر رحم فرمایا اور یہ عذاب سے بچالیا جانا ہی بڑی کامیابی ہے۔ لہٰذا اے پیارے حبیب! اگر یہ مشرکین آپ کی پیروی کرنے والوں کو نقصان

اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۙ﴿۸﴾ وَ قِهِمُ السَّيِّاٰتِ ؕ وَ مَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَئِذٍ

بیشک تو ہی عزت والا، حکمت والا ہے ○ اور انہیں گناہوں کی شامت سے بچالے اور جسے تو نے اس دن گناہوں کی شامت سے بچالیا

فَقَدْ رَحِمْتَهٗ ؕ وَ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۧ﴿۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنَادَوْنَ لَمَقْتُ اللّٰهِ اَكْبَرُ

تو بیشک تو نے اس پر رحم فرمایا اور یہی بڑی کامیابی ہے ○ بیشک کافروں کو ندا دی جائے گی کہ یقیناً اللہ کی تم سے ناراضی اس سے بڑھ کر ہے

مِنْ مَّقْتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ اِذْ تُدْعَوْنَ اِلَى الْاِيْمَانِ فَتَكْفُرُوْنَ ﴿۱۰﴾ قَالُوْا رَبَّنَاۤ

جو (آج) تمہیں اپنی جانوں سے ہے کیونکہ جب تمہیں ایمان کی طرف بلایا جاتا تھا تو تم کفر کرتے تھے ○ وہ کہیں گے: اے ہمارے رب!

اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَ اَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِيْلٍ ﴿۱۱﴾

تو نے ہمیں دو مرتبہ موت دی اور دو مرتبہ زندہ کیا تو اب ہم نے اپنے گناہوں کا اقرار کرلیا ہے تو کیا نکلنے کا کوئی راستہ ہے؟○

ذٰلِكُمْ بِاَنَّهٗۤ اِذَا دُعِيَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ كَفَرْتُمْ ۚ وَ اِنْ يُّشْرَكْ بِهٖ تُؤْمِنُوْا ؕ

یہ اس وجہ سے ہے کہ جب ایک اللہ کو پکارا جاتا تھا تو تم کفر کرتے تھے اور اگر اس کے ساتھ شرک کیا جاتا تو تم مان لیتے تھے

پہنچانے کے درپے رہتے ہیں تو آپ ان کی پرواہ نہ کریں۔ **اہم باتیں:** (1) فرشتوں کی شفاعت برحق ہے کہ وہ مومنوں کے لئے آج بھی دعائے مغفرت کر رہے ہیں۔ (2) مسلمانوں کو بھی چاہیے کہ ان فرشتوں کا ذکر خیر سے کیا کریں اور ان کے لئے دعائے خیر کیا کریں (3) مسلمانوں کے لئے غائبانہ اور کسی غرض کے بغیر دعا کرنا فرشتوں کی سنت اور رضائے الٰہی کا ذریعہ ہے۔ (4) دعا سے پہلے حمدِ الٰہی کرنا فرشتوں کی سنت ہے۔ (5) توبہ کرنے والے شخص کی برکت اس کے والدین اور بیوی بچوں کو بھی پہنچتی ہے۔

آیت 10 اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ قیامت کے دن جب کافر جہنم میں داخل ہوں گے اور ان کی بدیاں ان پر پیش کی جائیں گی اور وہ عذاب دیکھیں گے تو اس وقت وہ اپنے آپ پر غصہ کریں گے، اس پر فرشتے ان سے کہیں گے: یقیناً اللہ تعالیٰ کا تم پر غضب اور ناراضی اس سے کہیں زیادہ ہے جتنا آج تمہیں اپنی جانوں پر غصہ آرہا ہے کیونکہ جب تمہیں دنیا میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت پر ایمان لانے کی طرف بلایا جاتا تو تم اس کا انکار کرتے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا کرتے تھے۔

آیت 11، 12 جہنم میں فرشتوں کی ندا سن کر کفار کہیں گے: اے ہمارے رب! تو نے ہمیں دو مرتبہ موت دی اور دو مرتبہ زندہ کیا اور اب ہم مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کا انکار کرکے جو گناہ کیا کرتے تھے اب ہمیں اس کا اعتراف ہے، تو کیا جہنم سے نکل کر دنیا کی طرف جانے کا کوئی راستہ ہے تاکہ ہم صرف تیری ہی اطاعت کریں؟ اس کا جواب یہ ہوگا کہ تمہارے جہنم سے نکلنے کی کوئی صورت نہیں ہے۔ اس عذاب اور اس کے ہمیشہ رہنے کا سبب تمہارا یہ فعل ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت کا اعلان ہوتا تو تم کفر اختیار کرتے تھے اور اگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا جاتا تو تم مان لیتے تھے، تو جان لو کہ حقیقی حاکم اللہ تعالیٰ ہی ہے جو ایسا بلندی والا ہے کہ اس سے اور کوئی بلند نہیں اور ایسا بڑائی والا ہے کہ اس سے اور کوئی بڑا نہیں۔ **اہم بات:** آیت نمبر 11 میں دو مرتبہ موت اور دو

Go to Index

فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيْرِ ﴿١٢﴾ هُوَ الَّذِیْ یُرِیْكُمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُنَزِّلُ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ رِزْقًا ؕ

توہر حکم اس اللہ کا ہے جو بلندی والا، بڑائی والا ہے ○ وہی ہے جو تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے اور تمہارے لیے آسمان سے روزی اتارتا ہے

وَ مَا یَتَذَكَّرُ اِلَّا مَنْ یُّنِیْبُ ﴿١٣﴾ فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ وَ لَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿١٤﴾

اور نصیحت نہیں مانتا مگر وہی جو رجوع کرے ○ تو اللہ کی بندگی کرو، خالص اسی کے بندے بن کر، اگرچہ کافروں کو ناپسند ہو ○

رَفِیْعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الْعَرْشِ ۚ یُلْقِی الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ

(اللہ) بلند درجات دینے والا، عرش کا مالک ہے۔ وہ اپنے حکم سے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے ایمان کی جان وحی ڈالتا ہے

لِیُنْذِرَ یَوْمَ التَّلَاقِ ﴿١٥﴾ یَوْمَ هُمْ بٰرِزُوْنَ ۚ لَا یَخْفٰی عَلَی اللّٰهِ مِنْهُمْ شَیْءٌ ؕ

تاکہ وہ ملنے کے دن سے ڈرائے ○ جس دن وہ بالکل ظاہر ہو جائیں گے۔ ان کے حال میں سے کوئی چیز اللہ پر پوشیدہ نہیں ہوگی۔

مرتبہ زندگی دیئے جانے سے ایک مراد یہ ہے کہ پہلے وہ بے جان نطفہ تھے، اس موت کے بعد انہیں جان دے کر زندہ کیا، پھر عمر پوری ہو جانے پر انہیں موت دی، پھر اعمال کا حساب دینے اور ان کی جزا پانے کے لئے زندہ کیا۔

آیت 14،13 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے لوگو! اللہ صرف وہی ہے جو تمہیں اپنی مصنوعات جیسے ہوا، بادل اور بجلی وغیرہ کے عجائبات دکھاتا ہے اور تمہارے لیے آسمان کی طرف سے بارش برساتا ہے جو کہ روزی ملنے کا سبب ہے اور ان نشانیوں سے وہی نصیحت مانتا ہے جو تمام اُمور میں اللہ تعالیٰ کی طرف رُجوع کرنے والا اور شرک سے تائب ہو، تو اے لوگو! شرک چھوڑ کر خالص اللہ تعالیٰ کے بندے بن کر صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، اگرچہ کافروں کو یہ بات ناپسند ہو۔ **درس:** (1) روزی تو سب کے لئے ہے مگر ہدایت سب کے لئے نہیں۔ ہمیں اپنی روزی کی تو فکر ہے لیکن ہدایت کی فکر نہیں۔ (2) ہر نیک عمل خالص رضائے الٰہی کے لئے کیا جائے۔ شرک جلی اور خفی یعنی ریاکاری دونوں سے بچنا ضروری ہے۔ (3) آیت نمبر 14 میں صلحِ کُلیَّت کا ذہن رکھنے والوں کے لئے عبرت ہے کہ حکمِ الٰہی پر عمل کرنے میں اللہ تعالیٰ کے نافرمانوں کی ناپسندیدگی کا کوئی اعتبار نہیں۔

آیت 15 اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ تنہا معبود ہے، اس کی شان یہ ہے کہ وہ انبیا علیہم السلام، اولیا اور علما رحمۃ اللہ علیہم کو جنت میں بلند درجات دینے والا اور عرشِ عظیم کا مالک ہے۔ وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے نبوت کا منصب عطا فرماتا ہے اور جس کو نبی بناتا ہے اس کا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو قیامت کے دن کا خوف دلائے، اور قیامت کا دن وہ ہے جس میں آسمان والے، زمین والے اور اوّلین و آخرین ملیں گے، روحیں جسموں سے اور ہر عمل کرنے والا اپنے عمل سے ملے گا۔ رفیع کا ایک معنی مُرتَفِع بھی ہے، یعنی اللہ تعالیٰ خود بہت شان اور بلند درجہ والا ہے اور اپنی تمام صفات میں اور وحدانیّت کے اعتبار سے تمام موجودات میں ہر لحاظ سے بلند ہے۔

آیت 16 فرمایا کہ قیامت کا دن وہ ہے جس دن لوگ قبروں سے نکل کر بالکل ظاہر ہو جائیں گے اور کوئی عمارت، پہاڑ، چھپنے کی جگہ اور آڑ نہ پائیں گے اور مخلوق کے اگلے پچھلے، خفیہ اور ظاہر تمام اعمال، اقوال اور احوال میں سے کچھ بھی اللہ تعالیٰ سے چھپا نہ ہوگا اور وہ ان

Go to Index

لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ۭ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿١٦﴾ اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ ۭ

آج کس کی بادشاہی ہے؟ ایک اللہ کی جو سب پر غالب ہے○ آج ہر جان کو اس کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔

لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿١٧﴾ وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْاٰزِفَةِ اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَى

آج کسی پر زیادتی نہیں ہوگی، بیشک اللہ جلد حساب لینے والا ہے○ اور انہیں قریب آنے والی آفت کے دن سے ڈراؤ، جب دل گلوں کے پاس آجائیں گے

الْحَنَاجِرِ كٰظِمِيْنَ ڛ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ ﴿١٨﴾ۭ يَعْلَمُ خَاۗىِٕنَةَ الْاَعْيُنِ

اس حال میں کہ غم میں بھرے ہوں گے۔ ظالموں کا نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی سفارشی جس کا کہا مانا جائے○ اللہ آنکھوں کی خیانت کو جانتا ہے

کے اچھے برے اعمال کے مطابق انہیں جزا اور سزا دے گا۔ مزید فرمایا: آج کس کی بادشاہی ہے؟ مخلوق کے فنا ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ فرمائے گا: آج کس کی بادشاہی ہے؟ اب جواب دینے والا کوئی نہ ہوگا، تو اللہ تعالیٰ ہی فرمائے گا: ایک اللہ کی جو سب پر غالب ہے۔ یا قیامت کے دن جب تمام اوّلین و آخرین حاضر ہوں گے تو ایک ندا کرنے والا ندا کرے گا: آج کس کی بادشاہی ہے؟ تمام مخلوق کہے گی: ایک اللہ کی جو سب پر غالب ہے۔ **درس:** قیامت کا دن چھپی ہوئی چیزوں کے ظاہر ہونے کا دن ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قیامت کی شرمندگی سے بچائے اور سچی توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔

آیت 17 فرمایا کہ قیامت کے دن ہر نیک اور برے انسان کو اس کی نیکیوں اور برائیوں کا بدلہ دیا جائے گا اور نیک شخص کے ثواب میں کمی کرکے یا برے شخص کے عذاب میں زیادتی کرکے کسی پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ بیشک اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ جلد حساب لینے والا ہے۔ **درس:** دنیا میں جیسے اعمال کئے ہوں گے آخرت میں ویسا ہی بدلہ دیا جائے گا اور اس دن ان لوگوں کو بھی ان کے حقوق دلائے جائیں گے جن کے حقوق دنیا میں ضائع کئے گئے ہوں گے اور وہاں حقوق کی ادائیگی بہت سخت ہوگی۔

آیت 18 اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! آپ کفارِ مکہ کو قیامت کے دن سے ڈرائیں جس دن دل گلوں کے پاس آجائیں گے اور خوف کی شدت کی وجہ سے نہ ہی باہر نکل سکیں گے اور لوگوں کا حال یہ ہوگا کہ وہ غم میں بھرے ہوں گے اور اس دن نہ تو کافروں کا کوئی دوست ہوگا اور نہ ہی کوئی سفارشی کہ جس کی سفارش سے یہ لوگ عذاب سے نجات پاسکیں۔ **اہم بات:** یہاں ظالموں سے کفار مراد ہیں کیونکہ یہ آیت کافروں کی مذمت میں آئی ہے۔ گناہ گار مسلمانوں کے لئے قیامت کے دن دوست بھی ہوں گے، شفاعت کرنے والے بھی ہوں گے اور ان کی شفاعت قبول بھی ہوگی۔

آیت 19 یہاں آنکھوں کی خیانت سے مراد چوری چھپے نامحرم عورت کو دیکھنا اور ممنوعات پر نظر ڈالنا ہے اور سینوں میں چھپی چیز سے مراد عورت کے حسن و جمال کے بارے میں سوچنا ہے، یہ سب چیزیں اگرچہ دوسروں کو معلوم نہ ہوں لیکن انہیں اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ایک آدمی لوگوں میں موجود ہوتا ہے اور ایک عورت ان کے پاس سے گزرتی ہے، وہ آدمی دوسرے لوگوں کو یہ دکھاتا ہے کہ اس عورت کی طرف نہیں دیکھ رہا اور جب لوگ اس سے غافل ہوتے ہیں تو وہ اس عورت کو دیکھ لیتا ہے اور جب لوگ اسے دیکھنے لگتے ہیں تو وہ اپنی آنکھیں بند کرلیتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مطلع

Go to Index

وَ مَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ ﴿١٩﴾ وَ اللّٰهُ يَقْضِيْ بِالْحَقِّ ؕ وَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَقْضُوْنَ

اور اسے بھی جو سینے چھپاتے ہیں○ اور اللہ سچا فیصلہ فرماتا ہے، اور اس کے سوا جن کو وہ پوجتے ہیں وہ کسی چیز کا فیصلہ

بِشَيْءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴿٢٠﴾ اَوَ لَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ ع ٢/١١

نہیں کرتے بیشک اللہ ہی سننے والا، دیکھنے والا ہے○ تو کیا انہوں نے زمین میں سفر نہ کیا تو دیکھتے کہ ان سے پہلے

كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ كَانُوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْا هُمْ اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّ اٰثَارًا فِي الْاَرْضِ

لوگوں کا کیسا انجام ہوا ؟ وہ پہلے لوگ قوت اور زمین میں چھوڑی ہوئی نشانیوں کے اعتبار سے ان سے بڑھ کر تھے

فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ وَ مَا كَانَ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ﴿٢١﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانَتْ

تو اللہ نے انہیں ان کے گناہوں کے سبب پکڑ لیا اور ان کیلئے اللہ سے کوئی بچانے والا نہ تھا○ یہ گرفت اس لیے ہوئی کہ ان کے پاس

تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَكَفَرُوْا فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿٢٢﴾

ان کے رسول واضح نشانیاں لے کر آئے پھر (بھی) انہوں نے کفر کیا تو اللہ نے انہیں پکڑ لیا، بیشک اللہ قوت والا، سخت عذاب دینے والا ہے○

ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ وہ شخص اس عورت کو دیکھ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اَعضاء کے اَفعال اور دلوں کے خیالات سب جانتا ہے۔

آیت 20 فرمایا: اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ ہر نیک اور گناہ گار کے حق میں عادلانہ اور سچا فیصلہ فرماتا ہے اور جن بتوں کو یہ مشرکین پوجتے ہیں ان کا حال یہ ہے کہ وہ کسی چیز کا فیصلہ نہیں کرتے کیونکہ نہ وہ علم رکھتے ہیں، نہ قدرت، بیشک اللہ تعالیٰ ہی اپنی مخلوق کے اَقوال کو خوب سننے والا اور ان کے تمام اَحوال کو خوب دیکھنے والا ہے۔

آیت 21، 22 جب کفارِ مکہ تجارت کے لئے یمن اور شام کی طرف سفر کرتے ہیں تو کیا اس دوران انہوں نے دیکھا نہیں کہ ان سے پہلے جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو جھٹلایا تھا ان کا کیسا انجام ہوا؟ وہ لوگ قوت اور زمین میں چھوڑی ہوئی نشانیوں مثلاً قلعے، محل، نہریں، حوض اور بڑی بڑی عمارتوں کے اعتبار سے ان کفارِ مکہ سے بڑھ کر تھے، اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے گناہوں کے سبب پکڑ لیا اور انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے والا کوئی نہ تھا۔ اِس زمانے کے کافر یہ حالات دیکھ کر کیوں عبرت حاصل نہیں کرتے؟ اور کیوں نہیں سوچتے کہ پچھلی قومیں ان سے زیادہ قوی، توانا اور ثَروَت واِقتدار والی ہونے کے باوجود اس عبرتناک طریقے سے کیوں تباہ کر دی گئیں؟ انہوں نے کفر کیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے عذاب سے پکڑ لیا، بیشک اللہ تعالیٰ قوت والا اور شرک کرنے والوں کو سخت عذاب دینے والا ہے۔ لہٰذا اے کافرو! تم عقل مندی کا ثبوت دو اور میرے رسول صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی بات مانو اور انہیں ایذا مت دو ورنہ تمہارا انجام بھی سابقہ لوگوں جیسا ہوگا اور تمہیں بھی اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کوئی نہیں بچا سکے گا۔

وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰیٰتِنَا وَ سُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ ﴿۲۳﴾ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ هَامٰنَ وَ قَارُوْنَ

اور بیشک ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیوں اور روشن دلیل کے ساتھ بھیجا○ فرعون اور ہامان اور قارون کی طرف

فَقَالُوْا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ﴿۲۴﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا اقْتُلُوْۤا اَبْنَآءَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

تووہ بولے جادو گر ہے، بڑا جھوٹا ہے ○ پھر جب وہ ان کے پاس ہماری طرف سے حق لایا تو انہوں نے کہا: اس کے ساتھ ایمان لانے والوں کے

مَعَهٗ وَ اسْتَحْیُوْا نِسَآءَهُمْ ؕ وَ مَا كَیْدُ الْكٰفِرِیْنَ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ ﴿۲۵﴾ وَ قَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُوْنِیْۤ

بیٹوں کو قتل کردو اور ان کی عورتوں کو زندہ رکھو اور کافروں کا مکروفریب تو گمراہی میں ہی ہے○ اور فرعون نے کہا: مجھے چھوڑدو

اَقْتُلْ مُوْسٰى وَ لْیَدْعُ رَبَّهٗ ۚ اِنِّیْۤ اَخَافُ اَنْ یُّبَدِّلَ دِیْنَكُمْ اَوْ اَنْ یُّظْهِرَ فِی الْاَرْضِ الْفَسَادَ ﴿۲۶﴾

تاکہ میں موسیٰ کو قتل کردوں اور وہ اپنے رب کو بلالے۔ بیشک مجھے ڈر ہے کہ وہ تمہارا دین بدل دے گا یا زمین میں فساد ظاہر کرے گا○

آیت 23،24 ارشاد فرمایا کہ بیشک ہم نے موسیٰ علیہ السّلام کو معجزات اور روشن دلیل کے ساتھ فرعون، ہامان اور قارون کی طرف بھیجا تو ان لوگوں نے آپ علیہ السّلام کو جھٹلایا اور انہیں جادوگر اور بڑا جھوٹا کہا۔ **اہم باتیں:** (1) فرعون بادشاہ تھا اور ہامان اس کا وزیر اور قارون چونکہ اپنے مال کی کثرت کے اعتبار سے بادشاہ کی طرح تھا اس لئے اس کا ذکر فرعون اور ہامان کے ساتھ کیا گیا۔ (2) آیت 24 میں حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو جھوٹا اور جادوگر کہنے کی نسبت قارون کی طرف اس لئے ہے کہ وہ بھی آخر میں منافق ہوگیا تھا تو یہ بھی گویا کہ آپ علیہ السّلام کو جھوٹا کہنے میں فرعون اور ہامان کے ساتھ شریک ہوگیا۔

آیت 25 فرمایا کہ جب موسیٰ علیہ السّلام نبوت کے منصب پر فائز ہو کر پیغامِ الٰہی لائے اور کچھ لوگ ان پر ایمان لے آئے تو فرعون اور اس کی قوم کے لوگ کہنے لگے: جو لوگ اس پر ایمان لائے ہیں ان کے بیٹوں کو قتل کردو تاکہ ان کی تعداد اور قوت نہ بڑھے جو کہ بعد میں سلطنت کے زوال کا سبب بن سکتی ہے اور چونکہ ان کی عورتوں سے ایسا خطرہ نہیں اور گھروں میں کام کاج کے لئے ان کی ضرورت بھی ہے اس لئے انہیں زندہ رکھو اور یوں دیگر لوگ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی پیروی کرنے سے بھی رک جائیں گے۔ پہلے بھی فرعونیوں نے بادشاہ کے حکم سے ہزارہا قتل کئے مگر اللہ تعالیٰ کی قضا ہو کر رہی اور حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو اللہ تعالیٰ نے فرعون کے گھربار میں پالا اور جیسے فرعونیوں کا وہ داؤ بے کار گیا ایسے ہی اب ایمان والوں کو روکنے کے لئے پھر دوبارہ قتل شروع کرنا بے کار جائے گا اور جب حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے دین کا رواج اللہ تعالیٰ کو منظور ہے تو اسے کون روک سکتا ہے؟

آیت 26 اس آیت میں فرعون کی تین باتیں بیان ہوئیں: (1) فرعون نے اپنے درباروالوں سے کہا کہ مجھے چھوڑدو تاکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو قتل کردوں۔ (2) فرعون نے کہا: حضرت موسیٰ علیہ السّلام اپنے اس رب کو بلالے جس کا وہ اپنے آپ کو رسول بتاتا ہے تاکہ اُس کا رب اسے ہم سے بچائے۔ فرعون کا یہ مقولہ اس پر شاہد ہے کہ اس کے دل میں حضرت موسیٰ علیہ السّلام کا اور آپ کی دعاؤں کا خوف تھا اور صرف ظاہری عزت بنی رکھنے کے لئے یہ ظاہر کرتا تھا کہ وہ قوم کے منع کرنے کی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو قتل نہیں کرتا۔ (3) آخر میں فرعون نے یوں کہا: بیشک مجھے ڈر ہے کہ وہ تمہارا دین بدل دے گا اور تم سے فرعون پرستی چھڑادے گا یا

ع ٣/٨

وَقَالَ مُوْسٰۤى اِنِّیْ عُذْتُ بِرَبِّیْ وَرَبِّكُمْ مِّنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَّا یُؤْمِنُ بِیَوْمِ الْحِسَابِ ﴿٢٧﴾

اور موسیٰ نے کہا: میں تمہارے اور اپنے رب کی پناہ لیتا ہوں ہر اس متکبر سے جو حساب کے دن پر یقین نہیں رکھتا ○

وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ ۖ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ یَكْتُمُ اِیْمَانَهٗۤ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ یَّقُوْلَ

اور فرعون والوں میں سے ایک مسلمان مرد نے کہا جو اپنے ایمان کو چھپاتا تھا: کیا تم ایک مرد کو اس بنا پر قتل کرنا چاہ رہے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ

رَبِّیَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَیِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَاِنْ یَّكُ كَاذِبًا فَعَلَیْهِ

میرا رب اللہ ہے اور بیشک وہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے روشن نشانیاں لے کر آیا ہے اور اگر بالفرض وہ غلط کہتے ہیں

كَذِبُهٗ ۚ وَاِنْ یَّكُ صَادِقًا یُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِیْ یَعِدُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

توان کی غلط گوئی کا وبال ان ہی پر ہے اور اگر وہ سچے ہیں تو جس عذاب کی وہ تمہیں وعید سنا رہے ہیں اس کا کچھ حصہ تمہیں پہنچ جائے گا۔ بیشک اللہ

جھگڑے اور قتل کر کے زمین میں فساد ظاہر کرے گا۔

آیت 27 فرعون کی دھمکیاں سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا: میں مُتَکَبِّروں اور منکرینِ قیامت کے مقابلے میں اس خدا کی پناہ لیتا ہوں جو میرا اور تمہارا رب ہے۔ **درس:** (1) اپنی جان سے آفات کو دور کرنے کا بہترین طریقہ اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا ہے۔ (2) جب آفتوں کا سامنا ہو اور انسانی شیطانوں کی طرف سے تکلیف پہنچائے جانے کا ڈر ہو اور اس وقت مسلمان یہ کہے ''اَعُوْذُ بِاللہ'' تو اللہ تعالیٰ اسے ہر آفت اور خوف سے بچالے گا۔

آیت 28 فرمایا کہ فرعون والوں میں سے اپنے ایمان کو چھپانے والے ایک مسلمان مرد نے کہا: کیا تم ایک مرد کو کسی دلیل کے بغیر صرف اس وجہ سے قتل کرنا چاہ رہے ہو کہ وہ یوں کہتا ہے ''**میرا رب اللہ ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں**'' حالانکہ وہ اس دعوے پر تمہارے پاس تمہارے حقیقی رب کی طرف سے روشن معجزات لے کر آیا ہے جن کا تم مشاہدہ بھی کر چکے ہو اور ان سے اُن کی نبوت ثابت ہو گئی ہے (اور دلیل کے باوجود دلیل والے کی مخالفت کرنا اور وہ بھی اتنی کہ انہیں قتل کر دیا جائے کسی صورت بھی درست نہیں) اور اگر بالفرض وہ جھوٹے ہوں تو انہیں قتل کرنے کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ ایسے معاملے میں جھوٹ بول کر وہ اس کے وبال سے بچ نہیں سکتے بلکہ (خود ہی) ہلاک ہو جائیں گے اور اگر وہ سچے ہیں تو ایمان نہ لانے کی صورت میں جس عذاب سے تمہیں ڈرا رہے ہیں اس میں سے بالفعل کچھ تمہیں پہنچ ہی جائے گا اور ویسے بھی جو حد سے بڑھنے والا اور اتنا بڑا جھوٹا ہو کہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھ دے تو اللہ تعالیٰ اسے ہدایت نہیں دیتا (تو اس اعتبار سے بھی اگر بالفرض وہ جھوٹے ہوئے تو رسوا ہو جائیں گے، لہٰذا بہر صورت تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ انہیں قتل نہ کرو۔) **اہم بات:** اٰلِ فرعون کے مومن کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ یہ مومن فرعون کا چچا زاد بھائی تھا لیکن وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لا چکا تھا اور اپنے ایمان کو فرعون اور اس کی قوم سے چھپا کر رکھتا تھا اور ایک قول یہ ہے کہ وہ شخص اسرائیلی تھا وہ اپنے ایمان کو فرعون اور آلِ فرعون سے مخفی رکھتا تھا۔

لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ﴿٢٨﴾ يٰقَوْمِ لَكُمُ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ظٰهِرِيْنَ فِي الْاَرْضِ ز

اسے ہدایت نہیں دیتا جو حد سے بڑھنے والا، بڑا جھوٹا ہو ○ اے میری قوم! زمین میں غلبہ رکھتے ہوئے آج بادشاہی تمہاری ہے

فَمَنْ يَّنْصُرُنَا مِنْۢ بَاْسِ اللّٰهِ اِنْ جَآءَنَا ط قَالَ فِرْعَوْنُ مَآ اُرِيْكُمْ اِلَّا مَآ اَرٰى

تو اللہ کے عذاب سے ہمیں کون بچالے گا اگر ہم پر آئے۔ فرعون بولا: میں تو تمہیں وہی سمجھاتا ہوں جو میں خود سمجھتا ہوں

وَمَآ اَهْدِيْكُمْ اِلَّا سَبِيْلَ الرَّشَادِ ﴿٢٩﴾ وَقَالَ الَّذِيْٓ اٰمَنَ يٰقَوْمِ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ

اور میں تمہیں وہی بتاتا ہوں جو بھلائی کی راہ ہے○ اور وہ ایمان والا بولا: اے میری قوم! مجھے تم پر (گزشتہ

مِّثْلَ يَوْمِ الْاَحْزَابِ ﴿٣٠﴾ لا مِثْلَ دَاْبِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ وَالَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ط

گروہوں کے دن جیسا خوف ہے○ جیسا نوح کی قوم اور عاد اور ثمود اور ان کے بعد والوں کا طریقہ گزرا ہے

وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ ﴿٣١﴾ وَيٰقَوْمِ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ يَوْمَ التَّنَادِ ﴿٣٢﴾ لا يَوْمَ تُوَلُّوْنَ

اور اللہ بندوں پر ظلم نہیں چاہتا○ اور اے میری قوم! میں تم پر پکارے جانے کے دن کا خوف کرتا ہوں○ جس دن تم پیٹھ دے کر

آیت 29 اٰلِ فرعون کے مومن نے کہا: اے میری قوم! آج تمہاری بادشاہی ہے اور بنی اسرائیل پر تمہیں غلبہ حاصل ہے اس لئے اپنے ملک مصر میں تو ایسا کام نہ کرو جس کی وجہ سے عذابِ الٰہی آئے اور ملک تباہ ہو جائے اور (انہیں قتل کرنے کی صورت میں) اگر اللہ تعالیٰ نے ہم پر عذاب نازل کر دیا تو ہمیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کوئی نہیں بچا سکے گا۔ یہ نصیحت سن کر فرعون نے کہا: میں تو تمہیں وہی سمجھاتا ہوں جو میں خود سمجھتا ہوں کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو قتل ہی کر دیا جائے تا کہ یہ معاملہ ہی ختم ہو جائے اور میں اس رائے کے ذریعے تمہیں وہی بتاتا ہوں جو بھلائی کی راہ ہے۔

آیت 30، 31 جب مردِ مومن نے دیکھا کہ نرمی کے ساتھ نصیحت کرنے کے باوجود یہ لوگ اپنے ارادے سے باز آتے نظر نہیں آرہے تو اس نے انہیں سابقہ قوموں پر آنے والے عذاب سے ڈراتے ہوئے کہا: اے میری قوم! تم جو حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو جھٹلا رہے ہو اور انہیں شہید کرنے کا ارادہ کئے بیٹھے ہو، اس وجہ سے مجھے خوف ہے کہ تم پر بھی وہی دن نہ آجائے جو سابقہ قوموں میں سے اپنے رسولوں علیہمُ السّلام کو جھٹلانے والوں پر آیا تھا جیسا کہ حضرت نوح علیہ السّلام کی قوم، عاد اور ثمود اور ان کے بعد والوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا دستور گزرا ہے کہ وہ لوگ انبیاءِ کرام علیہمُ السّلام کو جھٹلاتے رہے اور ان میں سے ہر ایک کو عذابِ الٰہی نے ہلاک کر دیا اور اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے بندوں پر ظلم نہیں چاہتا اور گناہ کے بغیر ان پر عذاب نہیں فرماتا۔

آیت 32، 33 اس مردِ مومن نے دنیا کے عذاب کے بعد آخرت کے عذاب سے ڈراتے ہوئے کہا: اے میری قوم! میں تم پر اس دن کے عذاب کا خوف کرتا ہوں جس دن ہر طرف پکار مچی ہوئی ہو گی اور اس دن تم پیٹھ پھیر کر بھاگو گے اور اس دن اللہ تعالیٰ کے عذاب سے تمہیں بچانے والا کوئی نہیں ہو گا اور میری نصیحتوں کا تقاضا یہ ہے کہ تم اپنے ارادے سے باز آجاؤ اور حضرت موسیٰ علیہ السّلام پر

مُدْبِرِيْنَ ۚ مَا لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿٣٣﴾ وَلَقَدْ

بھاگو گے۔ اللہ سے تمہیں کوئی بچانے والا نہیں ہے اور جسے اللہ گمراہ کرے اسے کوئی راہ دکھانے والا نہیں ○ اور بیشک

جَآءَكُمْ يُوْسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا زِلْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّمَّا جَآءَكُمْ بِهٖ ؕ حَتّٰۤى اِذَا هَلَكَ

اس سے پہلے تمہارے پاس یوسف روشن نشانیاں لے کر آئے تو تم ان کے لائے ہوئے پر شک ہی میں رہے یہاں تک کہ جب انہوں نے انتقال فرمایا

قُلْتُمْ لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا ؕ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابُ ۚ ﴿٣٤﴾

تو تم نے کہا: اب اللہ ہرگز کوئی رسول نہ بھیجے گا، اللہ یونہی اسے گمراہ کرتا ہے جو حد سے بڑھنے والا شک کرنے والا ہو ○

الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْۤ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ؕ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ

وہ جو اللہ کی آیتوں میں بغیر کسی ایسی دلیل کے جھگڑا کرتے ہیں جو انہیں ملی ہو، یہ بات اللہ کے نزدیک اور ایمان لانے والوں کے نزدیک

ایمان لے آؤ، میرے ہر طریقے سے نصیحت کر دینے کے باوجود بھی اگر تم ہدایت نہیں پاتے تو تمہاری قسمت کیونکہ جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کرے تو اسے نجات کی راہ دکھانے والا کوئی نہیں۔ **اہم بات:** قیامت کے دن کو یَوْمُ التَّنَاد یعنی پکار کا دن اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس دن طرح طرح کی پکاریں مچی ہوں گی، جیسے ہر جماعت اپنے پیشوا کے ساتھ بلائی جائے گی، جنتی جہنمیوں کو اور جہنمی جنتیوں کو پکاریں گے، سعادت اور شقاوت کی ندائیں کی جائیں گی اور جس وقت موت ذبح کی جائے گی اس وقت ندا کی جائے گی کہ اے جنت والو! اب تمہیں ہمیشگی ہے اور تمہیں موت نہیں آئے گی اور اے جہنم والو! اب ہمیشگی ہے اور تمہیں موت نہیں آئے گی۔

آیت 34 اس آیت میں خطاب اگرچہ فرعون اور اس کی قوم سے ہے لیکن مراد ان کے آباؤ اَجداد ہیں کیونکہ حضرت یوسف علیہ السّلام ان کے آباؤ اَجداد کے پاس آئے تھے، چنانچہ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے مصر والو! بیشک حضرت موسیٰ علیہ السّلام سے پہلے تمہارے آباؤ اَجداد کے پاس حضرت یوسف علیہ السّلام روشن نشانیاں لے کر آئے تو وہ ان کے لائے ہوئے حق دین سے شک ہی میں رہے یہاں تک کہ جب انہوں نے انتقال فرمایا تو تمہارے آباؤ اَجداد نے کہا: اب اللہ تعالیٰ ہرگز کوئی رسول نہ بھیجے گا۔ یہ بے دلیل بات تمہارے پہلے لوگوں نے خود گڑھی تا کہ وہ حضرت یوسف علیہ السّلام کے بعد آنے والے انبیاءِ کرام علیہم السّلام کی تکذیب کریں، تو وہ کفر پر قائم رہے۔ یاد رکھو کہ جس طرح تمہارے آباؤ اَجداد گمراہ ہوئے، اسی طرح اللہ تعالیٰ ہر اس شخص کو گمراہ کرتا ہے جو حد سے بڑھنے والا اور ان چیزوں میں شک کرنے والا ہو جن پر روشن دلیلیں شاہد ہیں۔

آیت 35 فرمایا: حد سے بڑھنے اور شک کرنے والے وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلا کر اور ان پر اعتراضات کر کے جھگڑا کرتے ہیں اور ان کا یہ جھگڑا بغیر کسی ایسی دلیل کے ہوتا ہے جو انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملی ہو بلکہ محض آباؤ اَجداد کی اندھی تقلید اور جاہلانہ شُبہات کی بنا پر ہوتا ہے اور یہ جھگڑا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور ایمان لانے والوں کے نزدیک سخت بے زاری کی بات ہے اور جس طرح ان جھگڑا کرنے والوں کے دلوں پر مہر لگا دی اسی طرح اللہ تعالیٰ ہر متکبر سرکش کے دل پر مہر لگا دیتا ہے کہ اس میں

كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ﴿٣٥﴾ وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ صَرْحًا

کس قدر سخت بیزاری کی ہے۔ اللہ ہر متکبر سرکش کے دل پر اسی طرح مہر لگا دیتا ہے ○ اور فرعون نے کہا: اے ہامان! میرے لیے اونچا محل بنا

لَّعَلِّیْۤ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ ﴿٣٦﴾ اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ فَاَطَّلِعَ اِلٰۤى اِلٰهِ مُوْسٰى وَاِنِّیْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا

شاید میں راستوں تک پہنچ جاؤں ○ آسمان کے راستوں تک تو موسیٰ کے خدا کو جھانک کر دیکھوں اور بیشک میرے گمان میں تو وہ جھوٹا ہے

وَكَذٰلِكَ زُیِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَصُدَّ عَنِ السَّبِیْلِ وَمَا كَیْدُ فِرْعَوْنَ اِلَّا فِیْ تَبَابٍ ﴿٣٧﴾ ع ٩

اور یونہی فرعون کی نگاہ میں اس کا برا کام خوبصورت بنا دیا گیا اور وہ راستے سے روکا گیا اور فرعون کا داؤ ہلاکت میں ہی تھا○

وَقَالَ الَّذِیْۤ اٰمَنَ یٰقَوْمِ اتَّبِعُوْنِ اَهْدِكُمْ سَبِیْلَ الرَّشَادِ ﴿٣٨﴾ یٰقَوْمِ اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا

اور ایمان والے نے کہا: اے میری قوم! میرے پیچھے چلو میں تمہیں بھلائی کی راہ بتاؤں ○ اے میری قوم! یہ دنیا کی زندگی تو

ہدایت قبول کرنے کا کوئی محل باقی نہیں رہتا۔

آیت 36،37 فرعون نے جب دیکھا کہ اس شخص کی گفتگو سے لوگ اس کی طرف مائل ہو رہے ہیں تو اس نے لوگوں کو مُطمئن کرنے کے لئے چالبازی کے طور پر اپنے وزیر ہامان کو کہنے لگا کہ میرے لئے آسمان کے راستوں تک ایک اونچا محل بناؤ، میں اس پر چڑھ کر دیکھوں گا، شاید میں آسمان پر جانے والے راستوں تک پہنچ جاؤں اور وہاں جا کر حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے خدا کو جھانک کر دیکھوں، میرے گمان کے مطابق میرے علاوہ کسی اور خدا کے وجود کا دعویٰ کرنے میں موسیٰ علیہ السّلام جھوٹے ہیں۔ مزید فرمایا کہ اسی طرح فرعون کی نگاہ میں اس کا برا کام یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا اور اس کے رسول کو جھٹلانا خوش نُما بنا دیا گیا اور شیطانوں نے وَسْوَسے ڈال کر اس کی برائیاں اس کی نظر میں بھلی کر دکھائیں اور قوم کے لوگ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی نشانیوں کے مقابلے میں فرعون کے مکرو فریب نقصان اور ہلاکت کا شکار ہوئے اور وہ اپنے کسی داؤ میں کامیاب نہ ہو سکا۔

آیت 38 جب مردِ مومن نے دیکھا کہ فرعون کوئی معقول جواب نہیں دے سکا تو اس نے دوبارہ اپنی قوم سے کہا: اے میری قوم! تم فرعون کی بجائے میری پیروی کرو، میں تمہیں بھلائی کا راستہ دکھاؤں گا۔ **اہم بات:** اس میں اشارہ ہے کہ ہدایت انبیاءِ کرام علیہمُ السّلام اور اولیاءِ عظام رحمۃُ اللہِ علیہم کی پیروی میں ہے اور جس طرح نبی علیہ السّلام اپنے امتی کو ہدایت کی راہ دکھاتے ہیں اسی طرح نبی علیہ السّلام کے تابع رہتے ہوئے اولیاء وصالحین بھی ہدایت کی راہ دکھاتے ہیں۔

آیت 39 مردِ مومن نے اپنی قوم کو نصیحت کرتے ہوئے کہا: اے میری قوم! یہ دنیا کی زندگی تھوڑی مدت تک کے لئے صرف ایک ناپائیدار نفع ہے جس کو بقا نہیں اور یہ ایک دن ضرور فنا ہو جائے گا جبکہ آخرت کی زندگی باقی اور ہمیشہ رہنے والی ہے۔ **اہم بات:** معلوم ہوا کہ سابقہ امتوں کے عقل مند حضرات کے نزدیک بھی دنیا ہمیشہ مذموم ہی رہی اور وہ لوگ دنیا سے محبت رکھنے سے بچتے رہے اور لوگوں کو اس کی ترغیب بھی دیتے رہے۔ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے بھی اپنے عمل مبارک سے اور اپنی تعلیمات کے ذریعے ہمیں دنیا سے بے رغبت اور آخرت کی طرف راغب رہنے کی ترغیب اور تعلیم دی ہے۔

مَتَاعٌ ۫ وَّاِنَّ الْاٰخِرَةَ هِیَ دَارُ الْقَرَارِ ﴿٣٩﴾ مَنْ عَمِلَ سَیِّئَةً فَلَا یُجْزٰۤی اِلَّا مِثْلَهَا ۚ

تھوڑا سا سامان ہی ہے اور بیشک آخرت ہمیشہ رہنے کا گھر ہے○ جو برا کام کرے تو اسے بدلہ نہ ملے گا مگر اتنا ہی

وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ

اور جو اچھا کام کرے مرد ہو خواہ عورت اور وہ ہو مسلمان تو وہ جنت میں داخل کیے جائیں گے

یُرْزَقُوْنَ فِیْهَا بِغَیْرِ حِسَابٍ ﴿٤٠﴾ وَیٰقَوْمِ مَا لِیْۤ اَدْعُوْكُمْ اِلَى النَّجٰوةِ وَتَدْعُوْنَنِیْۤ

وہاں بے حساب رزق پائیں گے○ اور اے میری قوم مجھے کیا ہوا کہ میں تمہیں نجات کی طرف بلاتا ہوں اور تم مجھے

اِلَى النَّارِ ﴿٤١﴾ ط تَدْعُوْنَنِیْ لِاَكْفُرَ بِاللّٰهِ وَاُشْرِكَ بِهٖ مَا لَیْسَ لِیْ بِهٖ عِلْمٌ ۫

دوزخ کی طرف بلا رہے ہو○ تم مجھے اس طرف بلاتے ہو کہ میں اللہ کا انکار کروں اور ایسے کو اس کا شریک کروں جو میرے علم میں نہیں،

وَّاَنَا اَدْعُوْكُمْ اِلَى الْعَزِیْزِ الْغَفَّارِ ﴿٤٢﴾ لَا جَرَمَ اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِیْۤ اِلَیْهِ لَیْسَ لَهٗ دَعْوَةٌ

اور میں تمہیں عزت والے بہت بخشنے والے کی طرف بلاتا ہوں○ آپ ہی ثابت ہوا کہ جس کی طرف تم مجھے بلا رہے ہو اس کو بلانا کہیں کام کا نہیں،

فِی الدُّنْیَا وَلَا فِی الْاٰخِرَةِ وَاَنَّ مَرَدَّنَاۤ اِلَى اللّٰهِ وَاَنَّ الْمُسْرِفِیْنَ هُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ﴿٤٣﴾

دنیا میں، نہ آخرت میں اور یہ کہ ہمارا پھرنا اللہ کی طرف ہے اور یہ کہ حد سے گزرنے والے ہی دوزخی ہیں○

النصف

آیت 40 مردِ مومن نے اپنی قوم کو نیک اور برے اعمال اور ان کے انجام کے بارے میں بتاتے ہوئے کہا: جو دنیا میں برا کام کرے تو اسے اس برے کام کے حساب سے آخرت میں بدلہ ملے گا اور مرد و عورت میں سے جو دنیا میں اچھا کام کرے اور وہ مسلمان بھی ہو کیونکہ اعمال کی مقبولیت ایمان پر موقوف ہے، تو انہیں جنت میں داخل کیا جائے گا جہاں وہ بے حساب رزق پائیں گے اور نیک عمل کے مقابلے میں زیادہ ثواب عطا کرنا اللہ تعالیٰ کا عظیم فضل ہے۔

آیت 41-43 اپنی قوم کو نصیحت کرتے وقت مردِ مومن نے یہ محسوس کیا کہ لوگ میری بات ماننے کی بجائے مجھے اپنے باطل دین کی طرف بلانا چاہتے ہیں تو اس نے اپنی قوم کو مُخاطب کر کے کہا: تم عجیب لوگ ہو کہ میں تمہیں ایمان اور طاعت کی تلقین کر کے جنت کی طرف بلاتا ہوں اور تم مجھے کفر و شرک کی دعوت دے کر جہنم کی طرف بلا رہے ہو۔ تم مجھے اِس بات کی طرف بلاتے ہو کہ میں اُس اللہ تعالیٰ کا انکار کردوں جس کا کوئی شریک نہیں اور معبود ہونے میں ایسے کو اس کا شریک کروں جس کے معبود ہونے پر کوئی دلیل ہی نہیں اور میں تمہیں اس اللہ کی طرف بلا رہا ہوں جو عزت والا ہے اور توبہ کرنے والے کو بہت بخشنے والا ہے، تو خود ہی ثابت ہوا کہ تم مجھے جس کی عبادت کی طرف بلا رہے ہو اس کی عبادت کرنا دنیا اور آخرت میں کہیں کام نہ آئے گا کیونکہ وہ حقیقی معبود نہیں اور یاد رکھو کہ ہمیں مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ کر جانا ہے اور وہ ہمیں ہمارے اعمال کی جزا دے گا اور یہ بھی یاد رکھو کہ کافر ہی ہمیشہ کے لئے جہنم میں جائیں گے۔

فَسَتَذْكُرُوْنَ مَآ اَقُوْلُ لَكُمْ ؕ وَ اُفَوِّضُ اَمْرِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿٤٤﴾

تو جلد ہی تم وہ یاد کرو گے جو میں تم سے کہہ رہا ہوں، اور میں اپنے کام اللہ کو سونپتا ہوں، بیشک اللہ بندوں کو دیکھتا ہے○

فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا وَ حَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ ﴿٤٥﴾ۚ اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا

تو اللہ نے اسے ان کے مکر کی برائیوں سے بچالیا اور فرعونیوں کو برے عذاب نے آ گھیرا○ آگ جس پر

غُدُوًّا وَّ عَشِيًّا ۚ وَ يَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۫ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ﴿٤٦﴾

صبح و شام پیش کیے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہوگی، (حکم ہوگا) فرعون والوں کو سخت تر عذاب میں داخل کرو○

وَ اِذْ يَتَحَآجُّوْنَ فِي النَّارِ فَيَقُوْلُ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا

اور جب وہ آگ میں باہم جھگڑیں گے تو کمزور ان سے کہیں گے جو (دنیامیں)بڑے بنتے تھے: ہم تمہارے تابع تھے

فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا نَصِيْبًا مِّنَ النَّارِ ﴿٤٧﴾ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُلٌّ فِيْهَآ ۙ

تو کیا تم ہم سے آگ کا کوئی حصہ کم کرو گے؟○ وہ بڑے بننے والے کہیں گے: ہم سب آگ میں ہیں

آیت 44 مردِ مومن نے کہا: میری باتیں ابھی تمہارے دل پر نہیں لگتیں لیکن نزولِ عذاب کے وقت تم میری نصیحتیں یاد کرو گے اوراس وقت کا یاد کرنا کچھ کام نہ دے گا۔ یہ سن کر ان لوگوں نے اس مومن کو دھمکایا کہ اگر تم ہمارے دین کی مخالفت کرو گے تو ہم تمہارے ساتھ برے طریقے سے پیش آئیں گے۔ اس کے جواب میں اس نے کہا: میں اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کو سونپتا ہوں، بیشک اللہ تعالیٰ بندوں کو دیکھتا ہے، لہٰذا مجھے تمہارا کوئی ڈر نہیں۔

آیت 45 جب فرعون اور اس کے درباریوں نے مردِ مومن کو سزا دینے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے ان کے شر سے بچالیا جبکہ فرعون اور اس کی قوم کو برے عذاب نے گھیر لیا، دنیا میں وہ فرعون کے ساتھ دریا میں غرق ہوگئے اور قیامت کے دن جہنم میں جائیں گے۔ **درس:** جو شخص اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کو سونپتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے کفایت فرماتا اور دشمنوں کے فریب سے بچالیتا ہے۔ ہمیں بھی اپنے معاملات اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دینے چاہئیں۔

آیت 46 فرمایا کہ فرعون اور اس کی قوم کو دنیا میں غرق کیا گیا، پھر انہیں صبح وشام آگ پر پیش کیا جاتا ہے اور وہ اس میں جلائے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہوگی، اس دن فرشتوں کو حکم ہوگا کہ فرعون والوں کو جہنم کے سخت تر عذاب میں داخل کردو۔ **اہم بات:** اس آیت سے عذابِ قبر کے ثبوت پر استدلال کیا جاتا ہے کیونکہ یہاں پہلے صبح وشام فرعونیوں کو آگ پر پیش کئے جانے کا ذکر ہوا اور اس کے بعد قیامت کے دن سخت تر عذاب میں داخل کئے جانے کا بیان ہوا، معلوم ہوا کہ قیامت سے پہلے بھی انہیں آگ پر پیش کرکے عذاب دیا جارہا ہے اور یہی عذابِ قبر ہے۔

آیت 47، 48 فرمایا کہ اے انبیا کے سردار! آپ اپنی قوم سے جہنم کے اندر کفار کے آپس میں جھگڑنے کا حال ذکر فرمائیں کہ جب وہ لوگ جہنم کی آگ میں ایک دوسرے سے جھگڑا کریں گے اور ان میں سے جو لوگ کمزور تھے وہ اپنے متکبِّر سرداروں سے کہیں گے:

اِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ ﴿٤٨﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ فِي النَّارِ لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ ادْعُوْا رَبَّكُمْ

بیشک اللہ بندوں میں فیصلہ فرماچکا۔ اور جو آگ میں ہیں وہ جہنم کے داروغوں سے کہیں گے، آپ اپنے رب سے دعا کردیں کہ

يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ ﴿٤٩﴾ قَالُوْٓا اَوَلَمْ تَكُ تَاْتِيْكُمْ رُسُلُكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ؕ

وہ ہم پر ایک دن کچھ عذاب (یا) عذاب کا ایک دن ہلکا کردے۔ داروغہ فرشتے کہیں گے، کیا تمہارے پاس تمہارے رسول نشانیاں نہ لاتے تھے؟

قَالُوْا بَلٰى ؕ قَالُوْا فَادْعُوْا ۚ وَمَا دُعٰٓؤُا الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿٥٠﴾ ع اِنَّا لَنَنْصُرُ

کافر کہیں گے، کیوں نہیں، فرشتے کہیں گے، تو تم ہی دعا کرو اور کافروں کی دعا نہیں مگر بھٹکتے پھرنے کو۔ بیشک ضرور ہم

رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ ﴿٥١﴾ لا

اپنے رسولوں اور ایمان والوں کی دنیا کی زندگی میں مدد کریں گے اور اس دن بھی جس دن گواہ کھڑے ہوں گے۔

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ﴿٥٢﴾

جس دن ظالموں کو ان کی معذرت کچھ فائدہ نہ دے گی اور ان کے لیے لعنت ہے اور ان کے لیے بُرا گھر ہے۔

ہم دنیا میں تمہارے تابع تھے اور تمہاری وجہ سے ہی کافر بنے تو کیا تم اس بات پر قادر ہو کہ ہم جس عذاب میں مبتلا ہیں اس کا کوئی حصہ ہم سے دور کردو؟ کافروں کے سردار جواب دیں گے: ہم سب آگ میں ہیں اور ہر ایک اپنی مصیبت میں مبتلا ہے، ہم میں سے کوئی کسی کے کام نہیں آسکتا، اگر ہم کچھ کرسکتے ہوتے تو اپنے لئے نہ کرلیتے۔ اب فیصلہ ہوچکا ہے جس میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوسکتی، بیشک اللہ تعالیٰ نے ایمانداروں کو جنت میں داخل کردیا اور کافروں کو جہنم میں بھیج دیا، جو ہونا تھا ہوچکا، اب کچھ نہیں ہوسکتا۔

آیت 50،49 کافروں میں سے کمزور لوگ اپنے سرداروں سے مایوس ہوجانے کے بعد جہنم پر مامور فرشتوں کی طرف سے کہیں گے: آپ حضرات ہی اپنے رب عزّوجلّ سے دعا کریں کہ دنیا کے ایک دن کی مقدار تک ہمارے عذاب میں تخفیف رہے۔ فرشتے جواب دیں گے: کیا تمہارے پاس تمہارے اللہ تعالیٰ کے رسول نشانیاں نہ لاتے تھے؟ مراد یہ ہے کہ اب تمہارے لئے عذر کرنے کی کوئی جگہ باقی نہ رہی۔ کافر انبیاءِ کرام علیہم السّلام کے تشریف لانے اور اپنے کفر کرنے کا بھی اقرار کریں گے۔ فرشتے جواب دیں گے: ہم کافروں کے حق میں دعا نہیں کریں گے، لہٰذا تم خود ہی اپنے رب سے دعا کرکے دیکھ لو لیکن بہرحال تمہارا دعا کرنا بھی بے کار ہی جائے گا کیونکہ وہ قبول نہیں ہوگی۔

آیت 52،51 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ بیشک ضرور ہم اپنے رسولوں علیہم السّلام اور ان پر ایمان لانے والوں کو غلبہ عطا فرماکر، مضبوط حجت دے کر اور ان کے دشمنوں سے انتقام لے کر دنیا کی زندگی میں ان کی مدد کریں گے اور قیامت کے دن بھی ان کی مدد کریں گے اور اگر اس دن کافر اپنے کفر کے متعلق عذر پیش کریں گے تو مانا نہیں جائے گا اور اگر توبہ کریں گے تو قبول نہیں ہوگی اور اس دن وہ رحمتِ الٰہی سے دور ہوں گے اور جہنم ان کا ٹھکانا ہوگا۔

وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْهُدٰى وَ اَوْرَثْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ ﴿٥٣﴾ هُدًى وَّ

اور بیشک ہم نے موسیٰ کو رہنمائی عطا فرمائی اور بنی اسرائیل کو کتاب کا وارث کیا ○ عقلمندوں کی ہدایت

ذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿٥٤﴾ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ اسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَ سَبِّحْ

اور نصیحت کیلئے ○ تو تم صبر کرو، بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے اور اپنوں کے گناہوں کی معافی چاہو اور اپنے رب کی

بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَ الْاِبْكَارِ ﴿٥٥﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ۙ

تعریف کرتے ہوئے صبح اور شام اس کی پاکی بولو ○ بیشک وہ جو اللہ کی آیتوں میں کسی ایسی دلیل کے بغیر جھگڑا کرتے ہیں

اِنْ فِيْ صُدُوْرِهِمْ اِلَّا كِبْرٌ مَّا هُمْ بِبَالِغِيْهِ ۚ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴿٥٦﴾

جو انہیں ملی ہو، ان کے دلوں میں نہیں مگر ایک بڑائی کی ہوس جس تک یہ پہنچ نہیں پائیں گے تو تم اللہ کی پناہ مانگو بیشک وہی سنتا دیکھتا ہے ○

آیت 53 اس آیت میں لفظ ''اَلْهُدٰى'' سے مراد تورات اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیئے جانے والے معجزات ہیں جو ان کی قوم کے لئے راہ نمائی اور ہدایت حاصل کرنے کا ذریعہ تھے، نیز اس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عطا کئے جانے والے وہ کثیر علوم بھی مراد ہو سکتے ہیں جو دنیا اور آخرت میں نفع مند ہیں اور بنی اسرائیل کو جس کتاب کا وارث بنایا گیا اس سے مراد تورات ہے۔

آیت 54 یہ کتاب عقل مندوں کے لئے ہدایت اور نصیحت ہے۔ یہاں آیت میں بطورِ خاص عقل مندوں کا ذکر اس لئے کیا گیا کہ اس کتاب کی ہدایت اور نصیحت سے فائدہ یہی لوگ اٹھاتے ہیں۔

آیت 55 فرمایا کہ اے پیارے حبیب! آپ اپنی قوم کی طرف سے پہنچنے والی ایذا پر صبر فرمائیں، بیشک اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور جیسے اس نے پہلے رسولوں کی مدد فرمائی اسی طرح وہ آپ کی مدد بھی فرمائے گا، آپ کے دین کو غالب کرے گا اور آپ کے دشمنوں کو ہلاک کرے گا نیز آپ اللہ تعالیٰ سے اپنی امت کے گناہوں کی معافی طلب کریں اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے پر ہمیشہ قائم رہیں۔ صبح شام اللہ تعالیٰ کی پاکی بولنے سے پانچوں نمازیں مراد ہیں۔ **اہم بات:** آیت کے اس حصے ''وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ'' میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے ہی خطاب ہونا مُتَعَیَّن نہیں بلکہ اس کا احتمال ہے اور اس صورت میں معنی ہے کہ اپنوں کے گناہوں کی معافی چاہو۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ اس میں خطاب ہر سننے والے سے ہو کہ اے سننے والے! اپنے گناہ کی معافی مانگ۔

آیت 56 یہاں جھگڑا کرنے والوں سے مراد کفارِ قریش ہیں، یہ لوگ تکبر کرتے تھے اور انکا یہی تکبر کفر کو اختیار کرنے کا سبب بنا کیونکہ انہیں کسی کا اپنے سے اونچا ہونا گوارا نہ تھا اور یہ فاسد خیال کیا کہ اگر حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو نبی مان لیں گے تو ہماری بڑائی جاتی رہے گی، اس لئے انہوں نے سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے دشمنی کی۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: یہ لوگ جس چیز کی ہوس رکھتے ہیں اسے نہ پا سکیں گے اور انہیں بڑائی مُیَسَّر نہ آئے گی تو اے حبیب! حاسدوں کے مکر اور ان کی سازشوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے رہو، کیونکہ یقیناً وہی ان کے اَقوال کو سنتا اور ان کے اَحوال کو دیکھتا ہے تو وہی ان کے خلاف آپ کی مدد کرے گا اور ان کے شر سے آپ کو بچائے گا۔

لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٥٧﴾

بیشک آسمانوں اور زمین کی پیدائش آدمیوں کی پیدائش سے بہت بڑی ہے لیکن بہت لوگ نہیں جانتے ○

وَ مَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَ الْبَصِيْرُ ۙ۬ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ لَا الْمُسِيْٓءُ ؕ قَلِيْلًا

اور اندھا اور دیکھنے والا برابر نہیں اور نہ وہ جو ایمان لائے اورانہوں نے اچھے کام کیے اور بدکار (برابر ہیں)۔ تم بہت کم

مَّا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿٥٨﴾ اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٥٩﴾

نصیحت مانتے ہو ○ بیشک قیامت ضرور آنے والی ہے اس میں کچھ شک نہیں لیکن بہت لوگ ایمان نہیں لاتے ○

وَ قَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ

اور تمہارے رب نے فرمایا: مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا قبول کروں گا بیشک وہ جو میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں

آیت 57 یہ آیت ان لوگوں کے رد میں نازل ہوئی جو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کا انکار کرتے تھے، اس میں ان پر حجت قائم کی گئی کہ جب تم آسمان و زمین کی اس بڑائی کے باوجود انہیں پیدا کرنے پر اللہ تعالیٰ کو قادر مانتے ہو تو پھر انسان کو دوبارہ پیدا کر دینا اس کی قدرت سے کیوں بعید سمجھتے ہو۔ مزید فرمایا: **لیکن بہت لوگ نہیں جانتے۔** یہاں بہت لوگوں سے مراد کفار ہیں اور وہ دوبارہ زندہ کئے جانے کا انکار بے علمی کی وجہ سے کرتے ہیں۔ **اہم بات:** آسمان و زمین کی پیدائش کا مخلوق کی پیدائش سے بڑا ہونا، ظاہر کے اعتبار سے ہے اور لوگوں کی سمجھ کے اعتبار سے ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے سامنے یہ دونوں برابر ہیں۔

آیت 58 اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جاہل اور عالم یکساں نہیں، یونہی نیک مومن اور بدکار، یہ دونوں بھی برابر نہیں یہ سب جاننے کے باوجود تم کتنی کم ہدایت اور نصیحت حاصل کرتے ہو۔ **دعا:** اللہ کرے کہ ہم نصیحت حاصل کرنے والے بنیں اور اندھوں یعنی جاہلوں میں سے نہیں بلکہ دیکھنے والوں یعنی عالموں میں شمار ہوں اور فاسقوں میں نہیں بلکہ نیکوں میں شامل ہوں۔

آیت 59 فرمایا: بیشک قیامت ضرور آنے والی ہے اور سچے خدا نے سچی کتاب میں سچے نبی کو قیامت کے وقوع کی خبر دی ہے، لہٰذا قیامت آنے میں کچھ شک نہیں رہتا لیکن اکثر لوگ غور وفکر نہ کرنے کی وجہ سے اس پر ایمان نہیں لاتے ہیں۔

آیت 60 آیت کے معنی یہ ہیں کہ اے لوگو! تم مجھ سے دعا کرو میں اسے قبول کروں گا۔ یا آیت کے معنی یہ ہیں کہ تم میری عبادت کرو میں تمہیں ثواب دوں گا۔ **اہم باتیں:** (1) دعا قبول ہونے کی چند شرائط ہیں: دعا مانگنے میں اخلاص ہو، دل دعا کے علاوہ کسی اور چیز کی طرف مشغول نہ ہو، دعا کسی ممنوعِ شرعی چیز پر مشتمل نہ ہو۔ دعا قبول ہونے پر یقین ہو۔ اگر دعا کی قبولیت ظاہر نہ ہو تو وہ شکایت نہ کرے کہ میں نے دعا کی لیکن وہ قبول نہ ہوئی۔ ان شرائط کے ساتھ کی گئی دعا قبول ہوتی ہے۔ (2) بعض اوقات ہماری دعائیں قبول نہیں ہوتیں، اس کے کچھ اَسباب ہوتے ہیں جیسے کسی شرط یا ادب کا فوت ہونا یا گناہوں میں مبتلا رہنا یا حکمتِ الٰہی کہ کبھی بندہ براہِ نادانی کوئی نقصان دہ چیز اللہ تعالیٰ سے طلب کرتا ہے اور وہ براہِ مہربانی اس کی دعا قبول نہیں فرماتا اور کبھی دعا کے بدلے ثوابِ آخرت دینا منظور ہوتا ہے اس لئے دنیا میں دعا قبول نہیں کی جاتی۔ **درس:** بارگاہِ الٰہی میں کثرت سے دعا کرنی چاہیے۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم

سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ﴿٦٠﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا

عنقریب ذلیل ہو کر جہنم میں جائیں گے O اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لیے رات بنائی کہ اس میں آرام پاؤ اور دن بنایا آنکھیں کھولتا،

اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿٦١﴾ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ

بیشک اللہ لوگوں پر فضل والا ہے لیکن بہت آدمی شکر نہیں کرتے O وہی اللہ ہے تمہارا رب،

خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿٦٢﴾ كَذٰلِكَ يُؤْفَكُ الَّذِيْنَ كَانُوْا

ہر شے کا خالق، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، تو کہاں اوندھے جاتے ہو O یونہی اوندھے ہوتے ہیں وہ جو

بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ﴿٦٣﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّصَوَّرَكُمْ

اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں O اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو ٹھہرنے کی جگہ بنایا اور آسمان کو چھت اور تمہاری صورتیں بنائیں

ع ٦ ، ١١ — وقف لازم

نے ارشاد فرمایا: دعا ان مصیبتوں میں نفع دیتی ہے جو نازل ہو گئیں اور جو ابھی نازل نہیں ہوئیں ان میں بھی فائدہ دیتی ہے، تو اے لوگو! تم پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرو۔ (مستدرک، حدیث: 1858)

آیت 61 اللہ وہی ہے جس نے تمہارے فائدے کے لئے رات بنائی تا کہ تم اس میں آرام پاؤ، کیونکہ رات میں ٹھنڈک اور نیند سے انسان کی حرکت کرنے والی قوتیں قدرے ساکن ہو جاتی ہیں، نیز رات میں اندھیرا ہونے کی بنا پر انسان کے حواس بھی پوری طرح کام کرنے سے رک جاتے ہیں اور یوں انسان کے اَعصاب اور حواس کو آرام کرنے کا موقع مل جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے نفع کے لئے دن کو روشن بنایا تا کہ تم اس کی روشنی میں اپنے ضروری کام اطمینان کے ساتھ کر سکو، بیشک رات اور دن کو پیدا کر کے اللہ تعالیٰ لوگوں پر فضل فرمانے والا ہے لیکن بہت سے آدمی اس کا شکر ادا نہیں کرتے۔

آیت 62 فرمایا کہ جس ذات نے تمہارے فائدے کے لئے رات اور دن جیسی عظیم چیزوں کو پیدا کیا وہ اللہ ہی تمہارا رب، معبود اور تمام اَشیاء کا خالق ہے اور ان اَوصاف میں اس کا کوئی شریک نہیں، تو اے کافرو! تم کہاں اوندھے جا رہے ہو کہ اس کو چھوڑ کر بتوں کو پوجتے ہو اور اس پر ایمان نہیں لاتے حالانکہ اس کے معبود ہونے پر قطعی دلائل ہیں۔

آیت 63 فرمایا کہ اے حبیب! جس طرح کفارِ قریش حق سے پھر گئے اسی طرح وہ لوگ اوندھے ہوتے اور دلائل کے باوجود حق سے پھر جاتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت اور قدرت پر دلالت کرنے والی نشانیوں اور اس کے رسول کے معجزات کا انکار کرتے ہیں اور ان میں غور و فکر کر کے حق کو طلب نہیں کرتے، لہٰذا اے حبیب! آپ ان کافروں کے جھٹلانے سے افسردہ نہ ہوں۔

آیت 64 اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے لوگو! اللہ وہی ہے جس نے تمہاری ضروریات کے لئے زمین کو ایسا بنایا جس پر ٹھہرنا ممکن ہو اور اس نے آسمان کو گنبد کی طرح بلند فرما کر اسے تمہارے اوپر مضبوط چھت بنایا جس سے تمہارے بے شمار فوائد وابستہ ہیں اور اس نے تمہاری صورتیں بنائیں تو بہت اچھی صورتیں بنائیں، تمہیں سیدھے قد والا، خوبصورت اور مُتَناسِب اَعضاء والا بنایا اور اس نے تمہیں

فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚۖ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ

تو تمہاری صورتیں اچھی بنائیں اور تمہیں پاکیزہ چیزیں روزی دیں۔ یہ ہے اللہ تمہارا رب۔تو وہ اللہ بڑی برکت والا ہے

رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۶۴﴾ هُوَ الْحَیُّ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ

جو تمام جہانوں کا رب ہے ○ وہی زندہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں تو اس کی عبادت کرو، خالص اسی کے بندے ہو کر، تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں

رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۶۵﴾ قُلْ اِنِّیْ نُهِیْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَمَّا جَآءَنِیَ

جو سارے جہانوں کا رب ہے ○ تم فرماؤ، مجھے منع کیا گیا ہے کہ ان کی عبادت کروں جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو جبکہ میرے پاس

الْبَیِّنٰتُ مِنْ رَّبِّیْ ٘ وَ اُمِرْتُ اَنْ اُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۶۶﴾ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ

میرے رب کی طرف سے روشن دلیلیں آئی ہیں اور مجھے حکم ہے کہ رب العالمین کے حضور گردن رکھوں ○ وہی ہے جس نے تمہیں مٹی سے بنایا

ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ یُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْۤا اَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا

پھر پانی کی بوند سے پھر خون کی پھٹک سے پھر تمہیں بچے کی صورت میں نکالتا ہے پھر (تمہیں باقی رکھتا ہے) تاکہ اپنی جوانی کو پہنچو پھر اس لیے

کھانے پینے کی ستھری اور لذیذ چیزیں روزی کے طور پر دیں اور جس کی یہ عظیم قدرت اور شان ہے وہ اللہ ہی تمہارا رب ہے اور وہی تمہاری عبادت کا حق دار ہے، تو وہ اللہ بڑی برکت والا ہے جو سارے جہان کا رب ہے اور رب ہونے میں اس کا کوئی شریک نہیں۔

آیت 65 اللہ تعالیٰ ہی ذاتی طور پر زندہ ہے جبکہ اسے موت آنا اور اس کا فنا ہونا محال ہے اور ذات، صفات اور اَفعال میں چونکہ اس کا کوئی مقابل نہیں اِس لئے اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود ہی نہیں، لہٰذا اے لوگو! تم اخلاص کے ساتھ صرف اسی کی عبادت کرو اور یوں کہو کہ تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو سارے جہاں کا رب ہے۔

آیت 66 **شانِ نزول:** کفارِ مکہ نے جہالت اور گمراہی کی بنا پر اپنے باطل دین کی طرف رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو دعوت دی تھی، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا: اے پیارے حبیب! آپ ان کفار سے فرمادیں کہ مجھے بتوں کی پوجا کرنے سے منع کیا گیا ہے اور بیشک میرے پاس میرے رب عزّوجلّ کی طرف سے اس کی وحدانیّت پر دلالت کرنے والی روشن دلیلیں آچکی ہیں اور مجھے حکم ہوا ہے کہ میں ربُّ العالمین کے حضور گردن جھکا کر رکھوں اور اخلاص کے ساتھ اسی کے دین پر قائم رہوں۔

آیت 67 فرمایا کہ اے لوگو! اللہ وہی ہے جس نے تمہاری اصل حضرت آدم علیہ السّلام کو مٹی سے بنایا، پھر حضرت آدم علیہ السّلام کے بعد تمہیں کئی مراحل سے گزار کر پیدا کرتا ہے کہ پہلے منی کے قطرے سے ابتداء ہوتی ہے، پھر وہ قطرہ جمے ہوئے خون میں تبدیل ہوتا ہے، پھر ایک مخصوص مدت کے بعد وہ تمہیں تمہاری ماں کے پیٹ سے بچے کی صورت میں نکالتا ہے، پھر تمہیں باقی رکھتا ہے تاکہ تم اپنی جوانی کو پہنچو، پھر تمہیں باقی رکھتا ہے تاکہ بالآخر تم بڑھاپے کو پہنچو اور تم میں سے کوئی بڑھاپے یا جوانی سے پہلے ہی مرجاتا ہے۔ تمہارے ساتھ یہ اس لئے کیا کہ تم زندگی گزارو اور اس لئے کیا کہ تم زندگی کے محدود وقت تک پہنچو اور تم اپنے بدلتے احوال میں موجود اللہ تعالیٰ کی قدرت اور وحدانیّت کے دلائل کو سمجھو اور ایمان لاؤ۔

شُيُوخًا ۚ وَمِنكُم مَّن يُتَوَفّٰى مِنْ قَبْلُ وَلِتَبْلُغُوْٓا اَجَلًا مُّسَمًّى وَّلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿٦٧﴾ هُوَ الَّذِىْ

کہ بوڑھے ہو اور تم میں کوئی پہلے ہی اٹھالیا جاتا ہے اور اس لیے کہ تم ایک مقررہ وعدہ تک پہنچو اور اس لیے کہ سمجھو ○ وہی ہے کہ

ع ٨/١٢

يُحْىٖ وَيُمِيْتُ ۚ فَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿٦٨﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ

زندگی دیتا ہے اور مارتا ہے پھر جب کسی کام کا فیصلہ فرماتا ہے تو اس سے یہی کہتا ہے کہ ہو جا جبھی وہ ہو جاتا ہے ○ کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جو

يُجَادِلُوْنَ فِىْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ ؕ اَنّٰى يُصْرَفُوْنَ ﴿٦٩﴾ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِالْكِتٰبِ وَبِمَآ اَرْسَلْنَا بِهٖ

اللہ کی آیتوں میں جھگڑتے ہیں کہاں وہ پھیرے جاتے ہیں ○ وہ جنہوں نے کتاب کو اور اسے جھٹلایا جو ہم نے اپنے رسولوں کے ساتھ

معانقة ١٣

رُسُلَنَا ۛ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿٧٠﴾ اِذِ الْاَغْلٰلُ فِىْٓ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ ؕ يُسْحَبُوْنَ ﴿٧١﴾ فِى الْحَمِيْمِ ۙ

بھیجا، تووہ عنقریب جان جائیں گے ○ جب ان کی گردنوں میں طوق اور زنجیریں ہوں گی،وہ گھسیٹے جائیں گے ○ کھولتے پانی میں،

ثُمَّ فِى النَّارِ يُسْجَرُوْنَ ﴿٧٢﴾ ثُمَّ قِيْلَ لَهُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ﴿٧٣﴾ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ

پھر آگ میں دہکائے جائیں گے ○ پھر ان سے فرمایا جائے گا کہاں گئے وہ جنہیں تم شریک بناتے تھے ○ اللہ کے مقابل،

آیت 68 اللہ وہی ہے جس کی یہ شان ہے کہ وہی مُردوں کو زندہ کرتا اور زندوں کو موت دیتا ہے اور اسے کسی چیز کو وجود دینے میں کوئی تکلیف و مشقت نہیں ہوتی اور نہ ہی کسی سامان کی حاجت ہوتی ہے بلکہ اَشیاء کا وجود اس کے ارادے کا تابع ہے کہ جیسے ہی اس نے کسی چیز کا ارادہ فرمایا وہ چیز وجود میں آجاتی ہے۔

آیت 69 اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! آپ ان لوگوں کی طرف دیکھیں جو قرآنِ مجید کی واضح آیات کو باطل کرنے کے لئے ان میں جھگڑا کرتے ہیں حالانکہ وہ آیتیں ایمان قبول کر لینے کا باعث ہیں اور آیتوں میں جھگڑا کرنے سے انتہائی سختی کے ساتھ روکتی ہیں اور اے حبیب! ان کے خراب احوال پر تعجب فرمائیے کہ یہ کس طرح قرآن مجید کی آیات اور ان کی تصدیق کرنے سے انہیں جھٹلانے کی طرف پھر رہے ہیں حالانکہ بے شمار دلائل کا تقاضا یہ ہے کہ وہ ایمان قبول کر کے قرآنی آیات کے سامنے سرِ تسلیم خم کرلیں۔ **اہم بات:** اس سورت میں 4 مقامات پر قرآنِ کریم کی آیات میں جھگڑا کرنے والوں کا ذکر ہوا، اس کی ایک وجہ تو یہ ہو سکتی ہے کہ ہر مقام پر جھگڑا کرنے والے مختلف لوگوں کا ذکر ہو یا جن آیات میں جھگڑا کیا گیا وہ مختلف ہوں یا اس معاملے کی اہمیت کی وجہ سے تاکید کے طور پر کیا گیا ہو، نیز اس آیت میں جھگڑا کرنے والوں سے مشرکین یا تقدیر کا انکار کرنے والے مراد ہیں۔

آیت 70 فرمایا کہ جن کافروں نے قرآنِ کریم کو اور جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں علیہم السّلام کے ساتھ بھیجا اسے جھٹلایا تو عنقریب وہ اپنے جھٹلانے کا انجام جان جائیں گے۔ **اہم بات:** اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں علیہم السّلام کے ساتھ جو چیز بھیجی، اس سے مراد یا تو وہ کتابیں ہیں جو پہلے رسول لائے یا وہ حق عقائد ہیں جو تمام انبیاءِ کرام علیہم السّلام نے پہنچائے جیسے اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت اور موت کے بعد دوبارہ زندہ کیا جانا۔

آیت 71 - 76 جھٹلانے والے کافر اس وقت اپنا انجام جان جائیں گے جب ان کی گردنوں میں طوق اور زنجیریں ہوں گی اور وہ ان

Go to Index

قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا بَلْ لَّمْ نَكُنْ نَّدْعُوْا مِنْ قَبْلُ شَيْــٴًـا ؕ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۷۴﴾ ذٰلِكُمْ بِمَا

کہیں گے وہ تو ہم سے گم گئے بلکہ ہم پہلے کچھ پوجتے ہی نہ تھے اللہ یونہی گمراہ کرتا ہے کافروں کو ۝ یہ اس کا بدلہ ہے جو

كُنْتُمْ تَفْرَحُوْنَ فِى الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَمْرَحُوْنَ ﴿۷۵﴾ ۚ اُدْخُلُوْۤا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ

تم زمین میں باطل پر خوش ہوتے تھے اور اس کا بدلہ ہے جو تم اِتراتے تھے ۝ جاؤ جہنم کے دروازوں میں،

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿۷۶﴾ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۚ فَاِمَّا نُرِيَنَّكَ

اس میں ہمیشہ رہنا ہے، تو مغروروں کا کیا ہی برا ٹھکانہ ہے ۝ تو تم صبر کرو بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے، تو اگر ہم تمہیں اس (عذاب) کا

بَعْضَ الَّذِىْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ ﴿۷۷﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا

کچھ حصہ دکھادیں جس کی ہم انہیں وعید سنارہے ہیں یا تمہیں (پہلے ہی) وفات دیں بہرحال انہیں ہماری ہی طرف پھرنا ہے ۝ اور بیشک ہم نے

زنجیروں سے کھولتے پانی میں گھسیٹے جائیں گے، پھر وہ لوگ آگ میں دہکائے جائیں گے اور وہ آگ باہر سے بھی انہیں گھیرے ہوگی اور ان کے اندر بھی بھری ہوگی، پھر ڈانٹتے ہوئے ان سے فرمایا جائے گا: وہ بت کہاں گئے جنہیں تم دنیا میں اللہ تعالیٰ کا شریک بناتے اور اللہ تعالیٰ کی بجائے ان کی عبادت کیا کرتے تھے۔ کفار کہیں گے: وہ تو ہماری نگاہوں سے غائب ہوگئے اور ہمیں کہیں نظر ہی نہیں آتے، بلکہ ہم پر تو یہ واضح ہوا ہے کہ ہم دنیا میں کچھ پوجتے ہی نہ تھے۔ پھر بت حاضر کئے جائیں گے اور کفار سے فرمایا جائے گا کہ تم اور تمہارے یہ معبود سب جہنم کا ایندھن ہو۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ جہنمیوں کا یہ کہنا کہ ہم پہلے کچھ پوجتے ہی نہ تھے، اس کے یہ معنی ہیں کہ اب ہمیں ظاہر ہوگیا کہ جنہیں ہم پوجتے تھے وہ کچھ نہ تھے کہ کوئی نفع یا نقصان پہنچا سکتے۔ مزید ارشاد فرمایا کہ جس طرح ان کے بت گم ہوگئے اسی طرح اللہ تعالیٰ کافروں کو حق سے گمراہ کرتا ہے کہ راہِ ہدایت اِن کافروں سے گم ہوجاتی ہے۔ اے کافرو! جس عذاب میں تم مبتلا ہو، یہ اس کا بدلہ ہے جو تم زمین میں شرک، بت پرستی اور آخرت کے انکار پر خوش ہوتے تھے اور اس کا بدلہ ہے جو تم نعمتوں پر اِتراتے تھے۔ جاؤ جہنم کے دروازوں میں! تمہیں اس میں ہمیشہ رہنا ہے، تو جہنم ان لوگوں کا کیا ہی برا ٹھکانہ ہے جنہوں نے تکبر کیا اور حق کو قبول نہ کیا۔ درس: کفر و شرک سب سے بڑی مصیبت ہیں اور ایمان سب سے بڑی نعمت ہے لیکن افسوس! آج کل لوگوں کو ایمان کی حفاظت کی فکر نہیں۔

آیت 77 فرمایا: اے حبیب! کفار کی طرف سے پہنچنے والی تکلیفوں پر صبر فرمائیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے کفار کو عذاب دینے کا جو وعدہ فرمایا وہ سچا ہے اور اس عذاب کا کچھ حصہ اگر ہم تمہاری وفات سے پہلے، دنیا میں ہی تمہیں دکھادیں تو اِن کا وہ انجام تم خود دیکھ لوگے اور اگر ہم انہیں عذاب دینے سے پہلے ہی تمہیں وفات دے دیں تو تم آخرت میں کافروں کے عذاب کو ضرور دیکھوگے کیونکہ قیامت کے دن انہیں بہرحال ہماری طرف ہی لوٹ کر آنا اور شدید عذاب میں گرفتار ہونا ہے۔ اہم بات: اللہ تعالیٰ نے دنیا میں بھی کافروں کے عذاب کا کچھ حصہ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو دکھایا جیسا کہ جنگِ بدر کے دن کافر مارے گئے اور مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔

آیت 78 فرمایا: اے حبیب! بیشک ہم نے آپ سے پہلے بہت سے رسول بھیجے اور ان میں سے کسی کے احوال آپ سے اس قرآن میں

رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ ؕ

تم سے پہلے کتنے رسول بھیجے کہ جن میں کسی کے احوال تم سے بیان فرمائے اور کسی کے احوال تم سے نہ بیان فرمائے

وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ قُضِيَ بِالْحَقِّ

اور کسی رسول کیلئے ممکن نہیں کہ اللہ کے اِذن کے بغیر کوئی نشانی لے آئے پھر جب اللہ کا حکم آئے گا تو سچا فیصلہ فرمادیا جائے گا

ع ۸/۱۰/۱۳ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۷۸﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَامَ لِتَرْكَبُوْا مِنْهَا

اور باطل والوں کو وہاں خسارہ ہوگا ○ اللہ ہے جس نے تمہارے لیے چوپائے بنائے کہ کسی پر تم سواری کرو

وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ وَلِتَبْلُغُوْا عَلَيْهَا حَاجَةً فِيْ صُدُوْرِكُمْ

اور کسی کا گوشت کھاؤ ○ اور تمہارے لیے ان میں کتنے ہی فائدے ہیں اور اس لیے کہ تم ان کی پیٹھ پر اپنے دل کی مرادوں کو پہنچو

وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ﴿۸۰﴾ وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ ۖ فَاَيَّ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُنْكِرُوْنَ ﴿۸۱﴾

اور ان پر اور کشتیوں پر سوار ہوتے ہو ○ اور وہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے تو تم اللہ کی کون سی نشانی کا انکار کروگے ○

صراحت کے ساتھ بیان فرمائے اور کسی کے احوال قرآنِ مجید میں صراحت کے ساتھ بیان نہ فرمائے۔ اِن تمام انبیاءِ کرام علیہمُ السّلام کو اللہ تعالیٰ نے معجزات عطا فرمائے، اس کے باوجود ان کی قوموں نے انہیں جھٹلایا اور اس پر انہوں نے صبر کیا۔ گزشتہ رسولوں علیہمُ السّلام کے اس تذکرہ سے مقصود نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلّم کو تسلی دینا ہے۔ مزید فرمایا: **اور کسی رسول کیلئے ممکن نہیں کہ اللہ کے اِذن کے بغیر کوئی نشانی لے آئے۔** یعنی کفار کے من مانے معجزے کا ظاہر نہ ہونا ایسی چیز نہیں کہ جس کی وجہ سے نبوت پر اعتراض کیا جاسکے کیونکہ کسی رسول کے لئے یہ ممکن نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اِذن کے بغیر کوئی نشانی لے آئے۔ مزید فرمایا کہ جب کفار پر عذاب نازل کرنے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا حکم آئے گا تو اللہ تعالیٰ کے رسولوں علیہمُ السّلام اور ان کی تکذیب کرنے والوں کے درمیان سچا فیصلہ فرمادیا جائے گا اور جب حکمِ الٰہی آئے گا تو اللہ تعالیٰ کی آیتوں میں ناحق جھگڑنے اور من چاہے معجزات ظاہر نہ ہونے کی وجہ سے نبوت پر اعتراض کرنے والوں کو خسارہ ہوگا۔

آیت 79-81 ان تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ وہی ہے جس نے تمہارے لئے چوپائے بنائے تاکہ ان میں سے کسی پر تم سواری کرو اور کسی کا گوشت کھاؤ اور تمہارے لئے ان چوپایوں میں سواری اور گوشت کھانے کے علاوہ بھی کتنے ہی فائدے ہیں کہ تم ان کا دودھ اور اُون وغیرہ اپنے کام میں لاتے ہو اور ان کی نسل سے نفع اٹھاتے ہو اور وہ چوپائے اس لئے بنائے تاکہ تم اپنے سفروں میں اپنے وزنی سامان ان کی پیٹھوں پر لاد کر ایک مقام سے دوسرے مقام پر لے جاؤ اور تم خشکی کے سفروں میں ان چوپایوں پر اور دریائی سفروں میں کشتیوں پر سوار ہوتے ہو اور اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی قدرت اور وحدانیّت پر دلالت کرنے والی نشانیاں دکھاتا ہے اور وہ نشانیاں ایسی ظاہر ہیں کہ ان کے انکار کی کوئی صورت نہیں تو تم اللہ تعالیٰ کی قدرت اور وحدانیّت پر دلالت کرنے والی کون سی نشانی کا

اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْۤا اَكْثَرَ مِنْهُمْ

کیا انہوں نے زمین میں سفر نہ کیا تو دیکھتے کہ ان سے اگلوں کا کیسا انجام ہوا، وہ ان سے تعداد میں زیادہ

وَ اَشَدَّ قُوَّةً وَّ اٰثَارًا فِی الْاَرْضِ فَمَاۤ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ﴿۸۲﴾ فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ

اور قوت اور زمین میں نشانیوں کے اعتبار سے زیادہ قوی تھے تو ان کے کیا کام آیا جو انہوں نے کمایا؟ تو جب ان کے پاس ان کے رسول

بِالْبَیِّنٰتِ فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ وَ حَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۸۳﴾ فَلَمَّا

روشن دلیلیں لائے، تو وہ اسی پر خوش رہے جو ان کے پاس (دنیا کا) علم تھا اور انہیں پر الٹ پڑا جس کی ہنسی بناتے تھے ○ پھر جب

انکار کروگے۔ **درس:** خدا کی نعمتوں پر مومن کا بہترین طرزِ عمل یہ ہے کہ ہر نعمت کے استعمال پر خدا کا شکر ادا کرے جیسے کھانے، پینے، پہننے، سواری پر بیٹھنے، سو کر اٹھنے اور دیگر نعمتوں پر اللہ کا شکر ادا کرنے کی عادت بنانی چاہیے۔ اس میں ثواب بھی ہے اور خدا کی رضا بھی نیز اس سے نعمتوں میں اضافہ بھی ہوتا ہے۔

آیت 82 فرمایا کہ اے حبیب! کیا کفارِ قریش نے زمین میں سفر نہ کیا تاکہ وہ دیکھتے کہ ان سے پہلے لوگوں کا کیسا انجام ہوا، وہ لوگ ان کفارِ قریش سے تعداد میں بھی کثیر تھے اور ان کی جسمانی طاقت بھی ان سے زیادہ تھی اور زمین میں عمارتوں کے اعتبار سے بھی وہ ان سے زیادہ قوی تھے تو انہوں نے جو کمایا وہ ان کے کیا کام آیا؟ معنٰی یہ ہیں کہ اگر یہ لوگ عاد اور ثمود وغیرہ کی زمین میں سفر کرتے تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ سرکش منکروں کا کیا انجام ہوا اور ان کی تعداد، طاقت اور مال کچھ بھی ان کے کام نہ آ سکے۔ **درس:** مومن کی نگاہ، نگاہِ عبرت ہونی چاہیے کہ نعمت دیکھے تو شکر کرے اور عذاب کی جگہ یا چیز دیکھے تو توبہ کرے۔

آیت 83 فرمایا کہ سابقہ لوگوں کا حال یہ تھا کہ جب ان کے پاس ان کے رسول علیہمُ السّلام روشن دلیلیں اور معجزات لائے، تو وہ اپنے پاس موجود علم پر ہی خوش رہے اور انبیاءِ کرام علیہمُ السّلام کے علم کی طرف مائل نہ ہوئے بلکہ اس کو حقیر جانا اور اس کی ہنسی بنائی اور اپنے علم کو پسند کرتے رہے۔ آیت کے آخر میں ارشاد فرمایا گیا کہ رسولوں علیہمُ السّلام کا مذاق اڑانے اور ان کے علوم کو حقیر جاننے کی بنا پر کفار عذاب میں مبتلا کر دیئے گئے۔ **اہم باتیں:** (1) یہاں کافروں کے علم سے مراد ان کے دُنیوی علوم ہیں جیسے پیشوں، صنعتوں، ستارہ شناسی، منطق اور فلسفہ وغیرہ کا علم یا اس سے مراد ان کے فاسد عقائد اور باطل شُبہات ہیں، جیسے وہ کہتے تھے کہ ہمیں دوبارہ زندہ نہیں کیا جائے گا وغیرہ اور یہ در حقیقت علم نہیں بلکہ جہالت ہے اور اس پر علم کا اطلاق اس معنٰی میں ہے کہ کافر اسے اپنے گمان میں علم سمجھتے ہیں۔ (2) دُنیوی علوم کے مقابلے میں دینی علوم کو کم تر خیال کرنا اور دین کی بجائے دنیا کا علم حاصل ہونے پر نازاں ہونا اور اسے اپنے لئے کافی سمجھنا کفار کا پسندیدہ لیکن خدا کی بارگاہ میں ناپسندیدہ طریقہ ہے۔ آج بھی سائنسی علم پر لوگ نازاں و فرحاں ہوتے ہیں اور دینی علم کو استہزاء کی نیت سے دیکھتے ہیں، اس طرزِ عمل اور پہلے کے کافروں کے انداز میں کوئی زیادہ فرق نہیں ہے۔

آیت 84،85 پھر جب سابقہ جھٹلانے والی امتوں نے دنیا میں ہمارا شدید عذاب دیکھا تو کہنے لگے: ہم ایک اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور اس ایمان کے ذریعے ان کا انکار کرتے ہیں جنہیں اس کا شریک ٹھہراتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی بجائے جن بتوں کی پوجا کرتے تھے ان

رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِیْنَ ﴿۸۴﴾

انہوں نے ہمارا عذاب دیکھا تو بولے، ہم ایک اللہ پر ایمان لائے اور جن چیزوں کو ہم اللہ کا شریک بناتے تھے ان کے منکر ہوئے ○

فَلَمْ یَكُ یَنْفَعُهُمْ اِیْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ؕ سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِیْ قَدْ خَلَتْ فِیْ عِبَادِهٖ ۚ

تو ان کے ایمان نے انہیں کام نہ دیا جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا، اللہ کا دستور جو اس کے بندوں میں گزر چکا

وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۵﴾ ع

اور وہاں کافر گھاٹے میں رہے ○

ع ۹ / ۱۴

ایاتها ۵۴ — ۴۱ سُوْرَةُ حٰمٓ السَّجْدَة مَكِّيَّةٌ ۶۱ — رکوعاتها ۶

سورۂ حٰمٓ سجدہ مکیہ ہے، اس میں چون آیتیں اور چھ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

سے بے زار ہوئے، تو جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا اس وقت ان کا ایمان قبول کرنا ان کے کام نہ آیا اور اللہ تعالیٰ کا جو دستور اس کے بندوں میں گزر چکا وہ یہی ہے کہ نزولِ عذاب کے وقت ایمان قبول نہیں کیا جاتا اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ رسولوں علیہم السلام کو جھٹلانے والوں پر عذاب نازل کرتا ہے اور جب کافروں نے عذاب دیکھا تو اس وقت ان کا نقصان میں رہنا اچھی طرح ظاہر ہو گیا۔

سورۂ حٰمٓ اَلسَّجدہ کا تعارف یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ اس میں 6 رکوع اور 54 آیتیں ہیں۔ اس سورت کا ایک نام ''حٰمٓ اَلسَّجدہ'' ہے؛ ''حٰمٓ'' کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس سورت کی ابتدا حٰمٓ سے ہوئی اور ''اَلسَّجدہ'' کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کی آیت نمبر 38 آیتِ سجدہ ہے اور ''حٰمٓ اَلسَّجدہ'' کہنے کی وجہ سے یہ سورت حٰمٓ سے شروع ہونے والی دیگر سورتوں سے ممتاز ہو گئی۔ دوسرا نام ''فُصِّلَتْ'' ہے اور یہ نام اس کی آیت نمبر 3 میں مذکور کلمہ ''فُصِّلَتْ'' سے ماخوذ ہے۔ **فضیلت:** حضرت خلیل بن مُرَّہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سورۂ تَبٰرَكَ اور سورۂ حٰمٓ اَلسَّجدہ کی تلاوت کئے بغیر نیند نہیں فرماتے تھے۔ (شعب الایمان، حدیث: 2479) **خلاصۂ مضامین:** اس سورت کی ابتدا میں قرآنِ پاک کے اوصاف بیان ہوئے، نیز رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے بارے میں بتایا گیا کہ وہ ایسے بشر ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے وحی کے ساتھ خاص فرما لیا ہے۔ زمین و آسمان کی تخلیق سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت پر اِستدلال کیا گیا اور اللہ تعالیٰ کے رسولوں علیہم السلام کو جھٹلانے کی وجہ سے ہلاک کی گئی سابقہ قوموں جیسا عذاب نازل ہونے سے کفارِ مکہ کو ڈرایا گیا۔ قیامت کے حساب سے ڈرایا گیا اور یہ بتایا گیا کہ حشر کے دن انسان کے اَعضاء اس کے خلاف گواہی دیں گے۔ یہ بیان ہوا کہ جو نیک عمل کرے گا وہ اپنے لئے ہی کرے گا اور جو برے عمل کرے گا تو وہ خود ہی ان کی سزا پائے گا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور علم کا بیان ہوا اور یہ بتایا کہ آسانی ملنے پر فخر و تکبر کرنا اور مصیبت آنے پر گریہ وزاری کرنا عمومی طور پر لوگوں کی فطرت ہے۔

حٰمٓ ﴿١﴾ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿٢﴾ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا

حٰمٓ○(یہ قرآن) بہت مہربان، نہایت رحم فرمانے والے کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے ○ یہ عربی قرآن ایک کتاب ہے جس کی آیتیں

لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿٣﴾ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿٤﴾

جاننے والوں کیلئے تفصیل سے بیان کی گئیں ہیں ○ خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا تو ان میں سے اکثر نے منہ پھیر لیا تو وہ سنتے ہی نہیں ہیں ○

وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ وَفِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَيْنِنَا

اور انہوں نے کہا: ہمارے دل اُس بات سے پردوں میں ہیں جس کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو اور ہمارے کانوں میں بوجھ ہے اور ہمارے

آیت 1 یہ حروفِ مُقَطَّعات میں سے ایک حرف ہے، اس کی مراد اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

آیت 2 اس آیت میں قرآنِ مجید کا وصف بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ یہ قرآن اُس اللہ تعالیٰ کی طرف سے سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم پر نازل کیا ہوا ہے جو اپنے بندوں پر بہت مہربان اور نہایت رحم فرمانے والا ہے۔ **درس:** سبحان اللہ، رحمن ورحیم پروردگار نے ہمیں قرآن کی صورت میں وہ رحمت بھرا نسخہ عطا فرمایا ہے کہ رحمتوں کے سمندر بھی اس قرآن سے نکالے جائیں تو اس میں کچھ کمی نہ آئے گی۔

آیت 3 اس آیت میں قرآنِ کریم کے پانچ اَوصاف بیان کئے گئے ہیں: (1) یہ کلام ایک کتاب ہے۔ کتاب اسے کہتے ہیں جو کئی مضامین کی جامع ہو اور قرآنِ کریم چونکہ اوّلین و آخرین کے علوم کا جامع ہے اس لئے اسے کتاب فرمایا گیا۔ (2) اس کلام کی آیتیں تفصیل سے بیان کی گئیں ہیں۔ یعنی قرآنِ پاک کی آیتیں مختلف اَقسام کی ہیں جن میں احکام، مثالوں، وعظ و نصیحت، وعدہ اور وعید وغیرہ کو تفصیلاً بیان کیا گیا ہے۔ (3) یہ کلام قرآن ہے۔ یہ ایسا کلام ہے جسے دنیا میں سب سے زیادہ پڑھا جاتا ہے اور اس کی آیتیں باہم مَربوط اور ملی ہوئی ہیں، نیز یہ بندوں کو خدا سے ملا دیتا ہے۔ (4) اس کلام کی زبان عربی ہے۔ معلوم ہوا کہ عربی زبان بہت فضیلت اور اہمیت کی حامل ہے۔ قرآنِ مجید کا ترجمہ قرآن نہیں لہٰذا نماز میں صرف ترجمہ پڑھ لینے سے نماز نہ ہو گی۔ (5) قرآنِ مجید کا عربی میں ہونا ان لوگوں کے لئے ہے جن کی زبان عربی ہے تاکہ وہ اس کے معانی کو سمجھ سکیں۔ ایک تفسیر کے اعتبار سے یہاں قرآنِ مجید کی پانچویں صفت یہ ہے کہ اس کی آیتیں عرب والوں کے لئے تفصیل سے بیان کی گئی ہیں۔

آیت 4 قرآنِ مجید کا وصف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار بندوں کو رضائے الٰہی کی خوشخبری دینے والا اور اس کے نافرمانوں کو عذاب کا ڈر سنانے والا ہے۔ اس کے باوجود اکثر کفارِ مکہ نے اس سے منہ پھیر لیا اور عربی زبان میں ہونے کے باوجود اس میں غور نہ کیا اور وہ اسے توجہ سے سنتے ہیں اور نہ ہی اس کی ہدایت قبول کرتے ہیں۔

آیت 5 جب نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے مشرکوں کو ایمان قبول کرنے کی دعوت دی تو انہوں نے کہا: آپ ہمیں توحید اور ایمان کی جو دعوت دے رہے ہیں ہم اس کو سمجھ ہی نہیں سکتے کیونکہ اس بات سے ہمارے دلوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں اور ہمارے کانوں میں بوجھ ہے جس کی وجہ سے ہم سنتے نہیں اس سے ان کی مراد یہ تھی کہ آپ ہم سے ایمان قبول کرنے کی امید نہ رکھئے۔ کافروں کے

الثلث

وَ بَیْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ ﴿۵﴾ قُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ یُوْحٰۤى اِلَیَّ

اور تمہارے درمیان ایک پردہ ہے تو تم اپنا کام کرو ہم اپنا کام کر رہے ہیں ○ تم فرماؤ: میں تمہارے جیسا ایک انسان ہی ہوں، میری طرف

اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِیْمُوْۤا اِلَیْهِ وَ اسْتَغْفِرُوْهُ ؕ وَ وَیْلٌ لِّلْمُشْرِكِیْنَ ﴿۶﴾ۙ

یہ وحی بھیجی جاتی ہے کہ (اے لوگو!) تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے تو اس کی طرف سیدھے رہو اور اس سے معافی مانگو اور مشرکوں کیلئے خرابی ہے ○

الَّذِیْنَ لَا یُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ هُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۷﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

وہ جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور وہ آخرت کے منکر ہیں ○ بیشک ایمان لانے والوں

یہ جملے حقیقت میں مذاق اڑانے اور ہٹ دھرمی دکھانے کے لئے تھے۔ مشرکوں نے مزید یہ کہا: ہمارے اور تمہارے درمیان دینی مخالفت ہے، اس لئے ہم آپ کی بات ماننے والے نہیں، تو تم اپنے دین پر رہو، ہم اپنے دین پر قائم ہیں اور تم سے ہمارا کام بگاڑنے کی جو کوشش ہو سکے وہ کرو، ہم بھی تمہارے خلاف جو ہو سکے گا کریں گے۔ **درس:** دل پر غفلت کے پردہ ہونے کی ایک علامت یہ ہے کہ کوئی نصیحت اثر نہ کرے، گناہوں کی عادت نہ چھوٹے اور دل نیکیوں کی طرف مائل نہ ہو۔

آیت 6 فرمایا: اے تمام مخلوق سے زیادہ معزز اور دوعالَم کے سردار! آپ ان لوگوں کی ہدایت اور نصیحت کے لئے تواضُع کے طور پر فرمادیں کہ میں آدمی ہونے میں ظاہری طور پر تم جیسا ہوں کہ میں دیکھا بھی جاتا ہوں اور میرے تمہارے درمیان بظاہر جنس کا بھی کوئی اختلاف نہیں ہے، تو تمہارا یہ کہنا کیسے صحیح ہو سکتا ہے کہ میری بات نہ تمہارے دل تک پہنچتی ہے، نہ تمہارے سننے میں آتی ہے۔ میں تو وہی کہتا ہوں جو مجھے وحی ہوتی ہے کہ اے لوگو! تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے تو اس کی طرف سیدھے رہو، اس پر ایمان لاؤ، اس کی اطاعت اختیار کرو اور اس کی راہ سے نہ پھرو اور اس سے اپنے فاسد عقائد اور اعمال کی معافی مانگو اور یاد رکھو کہ مشرکوں کے لئے خرابی اور ہلاکت ہے۔ **اہم بات:** سرکارِ دوعالَم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کا ظاہری لحاظ سے "اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ" فرمانا لوگوں کی ہدایت اور نصیحت کے لئے تواضُع کے طور پر ہے جو اعلیٰ ظرفی اور بلند منصب کی دلیل ہے۔ کسی اُمتی کو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کے ہم مثل ہونے کا دعویٰ کرنا جائز نہیں کہ یہ گستاخی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی بَشَرِیَّت بھی سب سے اعلیٰ ہے، ہماری بشریت کو اس سے کچھ بھی نسبت نہیں جیسے ہیرا بھی پتھر ہوتا ہے لیکن بجری کا پتھر اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

آیت 7 فرمایا: **وہ جو زکوٰۃ نہیں دیتے۔** یہاں زکوٰۃ سے مراد توحید کا معتقد ہونا اور "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه" کہنا ہے۔ اس صورت میں آیت کے معنیٰ یہ ہوں گے کہ مشرکین وہ لوگ ہیں جو توحید کا اقرار کرکے اپنے نفسوں کو شرک سے باز نہیں رکھتے۔ یا یہ مراد ہے کہ مشرکین زکوٰۃ کے فرض ہونے پر ایمان نہیں لاتے۔ یا زکوٰۃ سے مراد اپنے اعمال کا تزکیہ کرنا اور ایمان قبول کرکے انہیں شرک کی نجاست سے پاک کرنا ہے۔ مزید فرمایا: **اور وہ آخرت کے منکر ہیں۔** مشرکین آخرت کے منکر ہیں کہ مرنے کے بعد اٹھنے اور اعمال کی جزا ملنے کے قائل نہیں۔ **اہم بات:** اس آیت میں ضمنی طور پر زکوٰۃ ادا نہ کرنے والے مسلمانوں کو بھی ڈرایا گیا ہے تاکہ انہیں معلوم ہو جائے کہ زکوٰۃ نہ دینا ایسا برا فعل ہے کہ اسے قرآنِ کریم میں مشرکین کے اوصاف میں ذکر کیا گیا ہے۔

آیت 8 فرمایا: بیشک ایمان لانے والوں اور اچھے اعمال کرنے والوں کے لئے بے انتہا ثواب ہے جو ختم نہ ہو گا۔ جنت دائمی ہے اور اس

Go to Index

ع ۱۸ ۱۵

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمۡ اَجۡرٌ غَيۡرُ مَمۡنُوۡنٍ ﴿۸﴾ قُلۡ اَئِنَّكُمۡ لَتَكۡفُرُوۡنَ بِالَّذِىۡ

اور اچھے اعمال کرنے والوں کیلئے بے انتہا ثواب ہےo تم فرماؤ: کیا تم اس (اللہ) کے ساتھ کفر کرتے ہو جس نے

خَلَقَ الۡاَرۡضَ فِىۡ يَوۡمَيۡنِ وَتَجۡعَلُوۡنَ لَهٗۤ اَنۡدَادًا ؕ ذٰلِكَ رَبُّ الۡعٰلَمِيۡنَ ۚ﴿۹﴾ وَجَعَلَ فِيۡهَا

دو دن میں زمین بنائی اور تم اس کیلئے شریک ٹھہراتے ہو۔ وہ سارے جہانوں کا رب ہےo اور اس نے زمین میں

رَوَاسِىَ مِنۡ فَوۡقِهَا وَبٰرَكَ فِيۡهَا وَقَدَّرَ فِيۡهَاۤ اَقۡوَاتَهَا فِىۡۤ اَرۡبَعَةِ اَيَّامٍ ؕ

اس کے اوپر سے پہاڑ رکھ دیئے اور اس میں برکت رکھی اور اس میں بسنے والوں کی روزیاں مقرر کیں (یہ سب) چار دنوں میں (ہوا۔)

سَوَآءً لِّلسَّآئِلِيۡنَ ﴿۱۰﴾ ثُمَّ اسۡتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ وَهِىَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا

سوال کرنے والوں کے لئے درست جواب ہےo پھر اس نے آسمان کی طرف قصد فرمایا اور آسمان دھواں تھا تو اللہ نے اس سے

میں خدا کا فضل ہمیشہ ملتا رہے گا اور کبھی ختم نہ ہو گا۔

آیت 9 فرمایا: ان کافروں سے فرما دیں کہ کیا تم اس عظمت والے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرتے ہو جس نے اپنی قدرت اور حکمت سے اتنی بڑی زمین کو دو دن میں بنا دیا اور تم بتوں کو ایسی قدرت اور حکمت والے رب تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے ہو حالانکہ اس کا کوئی شریک ہونا ممکن ہی نہیں اور وہ سارے جہانوں کا رب ہے تو اس کی مخلوق میں سے کوئی اس کا شریک کس طرح ہو سکتا ہے؟ **اہم بات:** زمین کو دو دن میں پیدا فرمانا حکمت کے سبب ہے ورنہ اللہ تعالیٰ چاہتا تو ایک لمحے سے بھی کم میں پوری زمین بنا دیتا۔

آیت 10 اللہ تعالیٰ ایسا قادر ہے کہ اس نے زمین میں اس کے اوپر سے پہاڑ رکھ دیئے اور دریا، نہریں، درخت، پھل اور طرح طرح کے حیوانات وغیرہ پیدا کر کے اس میں برکت رکھی اور زمین میں بسنے والے انسانوں اور دیگر جانداروں کے لئے ان کی روزیاں مقرر کیں، یہ سب کچھ چار دنوں میں ہوا اور زمین کی تخلیق کے بارے میں سوال کرنے والوں کے لئے یہ پورے چار دن ہیں۔ **اہم بات:** چار دنوں میں زمین کی پیدائش کے دو دن شامل ہیں یعنی دو دن میں زمین کی پیدائش ہوئی اور دو دن میں پہاڑ وغیرہ دیگر چیزیں پیدا کی گئیں، یوں یہ پورے چار دن ہوئے۔

آیت 11 فرمایا: **زمین کی تخلیق کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کے تقاضے کے مطابق آسمان کو پیدا کرنے کی طرف قصد فرمایا۔** اس سے بظاہر یہ لگتا ہے کہ پہلے زمین اور اس پر موجود دیگر چیزوں کی تخلیق ہوئی اور اس کے بعد آسمانوں کو پیدا کیا گیا جبکہ سورۂ نازعات کی آیت نمبر 27 تا 32 کے مطابق پہلے آسمانوں کو پیدا کیا گیا اس کے بعد زمین کو پھیلایا گیا اور اس میں پہاڑ وغیرہ دیگر چیزیں پیدا کی گئیں، ان دونوں سورتوں کی آیات میں بظاہر اختلاف نظر آتا ہے۔ اس کا ایک جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے دو دن زمین کو گول دائرے کی صورت میں پیدا فرمایا، پھر اس کے بعد آسمانوں کو پیدا فرمایا، پھر آسمان کو پیدا کرنے کے بعد زمین کو پھیلایا، تو تمام چیزوں کی تخلیق 6 دنوں میں ہوئی اور زمین کو پھیلانا اس کے بعد ہوا، لہٰذا ان آیتوں میں کوئی اختلاف نہیں۔ **مزید فرمایا: آسمان دھواں تھا۔** کہ یہ دھواں

وَ لِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ؕ قَالَتَاۤ اَتَيْنَا طَآىِٕعِيْنَ ﴿۱۱﴾ فَقَضٰىهُنَّ

اور زمین سے فرمایا کہ دونوں خوشی یا ناخوشی سے آجاؤ۔ دونوں نے عرض کی: ہم خوشی کے ساتھ حاضر ہوئے ○ تو اللہ نے انہیں

سَبْعَ سَمٰوَاتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ وَ اَوْحٰى فِيْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا ؕ وَ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا

دو دن میں سات آسمان بنادیا اور ہر آسمان میں اس کے کام کے احکام بھیج دیئے اور ہم نے سب سے نیچے والے آسمان کو

بِمَصَابِيْحَ ۖۗ وَ حِفْظًا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿۱۲﴾ فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ

چراغوں سے آراستہ کیا اور حفاظت کے لیے۔ یہ اس کا مقرر کیا ہوا ہے جو غالب، علم والا ہے ○ پھر اگر وہ منہ پھیریں تو تم فرماؤ کہ

اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ ﴿۱۳﴾ؕ اِذْ جَآءَتْهُمُ الرُّسُلُ مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ

میں تمہیں ایک ایسی کڑک سے ڈراتا ہوں جیسی کڑک عاد اور ثمود پر آئی تھی ○ جب ان کے آگے اور ان کے پیچھے رسول ان کے پاس آئے

پانی کا بخار تھا اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ زمین و آسمان کی تخلیق سے پہلے اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے پانی میں حرکت پیدا فرمائی اور موجیں ایک دوسرے سے ٹکرائیں تو اس سے جھاگ پیدا ہوئی اور اس جھاگ سے دھواں نکلا، پھر جھاگ تو پانی کی سطح پر باقی رہی اور اس سے خشکی پیدا کی گئی اور اس خشکی سے زمین کو بنایا گیا، جبکہ دھواں بلند ہوا اور اس سے آسمانوں کو پیدا کیا گیا۔ مزید ارشاد فرمایا: **اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین دونوں سے فرمایا کہ تم خوشی یا ناخوشی سے آجاؤ۔ دونوں نے عرض کی: ہم خوشی کے ساتھ حاضر ہوئے۔** اس سے مراد یہ ہے کہ اے آسمان اور زمین! میں نے تم میں جو مَنافع اور مَصالح پیدا فرمائے ہیں انہیں لے آؤ اور میری مخلوق کے لئے انہیں ظاہر کردو۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے آسمان سے فرمایا کہ تم اپنے سورج، چاند اور ستاروں کو طلوع کردو اور اپنی ہواؤں اور بادلوں کو جاری کردو اور زمین سے ارشاد فرمایا کہ تم اپنی نہروں کو رواں کردو اور اپنے درختوں اور پھلوں کو نکال دو اور یہ کام خوشی سے کرو یا ناخوشی سے (تمہیں بہر حال ایسا کرنا ہے) آسمان اور زمین نے عرض کی: ہم خوشی سے ایسا کرتے ہیں۔

آیت 12 یہاں چار چیزیں بیان کی گئی ہیں: (1) جب اللہ تعالیٰ نے آسمان کو پیدا کرنے کا قصد فرمایا تو اس نے دو دن میں سات آسمان بنادیئے۔ (2) اللہ تعالیٰ نے ہر آسمان میں اس کے کام کے احکام بھیج دیئے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر آسمان میں وہاں کے رہنے والوں کو عبادت اور امر و نہی کے احکام بھیج دیئے۔ (3) اللہ تعالیٰ نے سب سے نیچے والے آسمان چراغ کی طرح روشن ہونے والے ستاروں سے آراستہ کیا اور باتیں چرانے والے شیطانوں سے آسمان کی حفاظت کے لئے ستارے بنائے۔ (4) یہ بہترین نظام اس اللہ تعالیٰ کا مقرر کیا ہوا ہے جو سب پر غالب اور اپنی مخلوق اور ان کی حرکات و سَکنات کا علم رکھنے والا ہے۔

آیت 13،14 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! اللہ تعالیٰ کی قدرت و حکمت کے بیان کے بعد بھی اگر کفارِ مکہ ایمان لانے سے اِعراض کریں تو آپ انہیں فرمادیں: میں تمہیں ایسے ہَولناک عذاب سے ڈراتا ہوں جیسا قومِ عاد اور ثمود پر اس وقت آیا تھا جب ان قوموں کے رسول ہر طرف سے ان کے پاس آتے اور نصیحت کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، تو ان کی قوم کے کافر نصیحتوں کے

Go to Index

وَمِنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ؕ قَالُوْا لَوْ شَآءَ رَبُّنَا لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً فَاِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ

(اور کہا) کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو تو انہوں نے کہا: اگر ہمارا رب چاہتا تو فرشتوں کو اتارتا تو جس کے ساتھ تمہیں بھیجا گیا ہے

كٰفِرُوْنَ ﴿١٤﴾ فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِى الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ؕ

ہم اس کا انکار کرنے والے ہیں ○ تو وہ جو عاد تھے انہوں نے زمین میں ناحق تکبر کیا اور انہوں نے کہا: ہم سے زیادہ طاقتور کون ہے؟

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِىْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ؕ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴿١٥﴾

اور کیا انہوں نے اس بات کو نہ دیکھا کہ وہ اللہ جس نے انہیں پیدا کیا ہے وہ ان سے زیادہ قوت والا ہے اور وہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے ○

فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِىْٓ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّنُذِيْقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْىِ فِى الْحَيٰوةِ

تو ہم نے ان پر (ان کے) منحوس دنوں میں ایک تیز آندھی بھیجی تاکہ دنیا کی زندگی میں ہم انہیں رسوائی کا عذاب

الدُّنْيَا ؕ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰى وَهُمْ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿١٦﴾ وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ

چکھائیں اور بیشک آخرت کا عذاب زیادہ رسوا کن ہے اور ان کی مدد نہ ہوگی ○ اور وہ جو ثمود تھے تو ہم نے ان کی رہنمائی کی

فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى فَاَخَذَتْهُمْ صٰعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُوْنِ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿١٧﴾ ج

تو انہوں نے ہدایت کی بجائے اندھے پن کو پسند کیا تو ان کے اعمال کے سبب انہیں ذلت کے عذاب کی کڑک نے آ لیا ○

جواب میں یوں کہتے تھے: اگر ہمارا رب چاہتا تو ہماری نصیحت کے لئے تمہارے بجائے فرشتوں کو اتارتا اور تم تو ہمارے جیسے آدمی ہو تو جس کے ساتھ تمہیں بھیجا گیا ہے ہم اس کا انکار کرنے والے ہیں۔

آیت 15، 16 جب حضرت ہود علیہ السّلام نے قومِ عاد کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا تو انہوں نے اپنی قوت پر تکبر کرتے ہوئے کہا: ہم سے زیادہ طاقتور کوئی نہیں اور اگر عذاب آیا تو ہم اسے اپنی طاقت سے ہٹا سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا رد کرتے ہوئے فرمایا: کیا ان لوگوں نے اس بات کا مشاہدہ نہیں کیا کہ جس اللہ تعالیٰ نے انہیں پیدا کیا ہے وہ ان سے زیادہ قوت والا اور قدرت والا ہے۔ مزید فرمایا گیا کہ قومِ عاد ہماری اُن آیتوں کا جان بوجھ کر انکار کرتے تھے جو ہم نے اپنے رسولوں علیہمُ السّلام پر نازل فرمائیں تو ہم نے ان پر اُن کی شامت کے دنوں میں بارش کے بغیر انتہائی ٹھنڈی ایک تیز آندھی بھیجی تاکہ اس کے ذریعے ہم دنیا کی زندگی میں انہیں رسوا کر دینے والا عذاب چکھائیں اور بیشک انہیں آخرت میں جو عذاب دیا جائے گا وہ دنیا کے عذاب سے زیادہ رُسوا کُن ہے اور وہاں ان کی کوئی بھی مدد نہ ہوگی۔ **اہم بات:** کوئی دن یا مہینہ حقیقی طور پر منحوس نہیں البتہ جس وقت، دن یا مہینے میں کوئی گناہ کیا جائے یا اس میں گناہ گاروں پر عذاب نازل ہو تو وہ گناہ اور عذاب کے اعتبار سے گناہ گار کے حق میں منحوس ہے۔

آیت 17، 18 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جہاں تک قومِ ثمود کا معاملہ ہے تو ہم نے ان کی راہ نمائی کی اور نیکی اور بدی کے طریقے ان پر ظاہر فرمائے لیکن انہوں نے ہدایت کی بجائے گمراہی کے اندھے پن کو پسند کیا اور ایمان کے مقابلے میں کفر اختیار کیا تو ان کے

Go to Index

ع ٢ ١٦
وَنَجَّيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿١٨﴾ وَيَوْمَ يُحْشَرُ اَعْدَآءُ اللّٰهِ اِلَى النَّارِ

اور ہم نے انہیں بچالیا جو ایمان لائے اور ڈرتے تھے ○ اور جس دن اللہ کے دشمن آگ کی طرف ہانکے جائیں گے

فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿١٩﴾ حَتّٰۤى اِذَا مَا جَآءُوْهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ

تو ان کے پہلوں کو روکا جائے گا حتّٰی کہ بعد والے ان سے آملیں ○ یہاں تک کہ جب وہ (سب) آگ کے پاس آجائیں گے تو ان کے کان

وَاَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٢٠﴾ وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ

اور ان کی آنکھیں اور ان کی کھالیں سب ان کے خلاف ان کے اعمال کی گواہی دیں گے ○ اور وہ اپنی کھالوں سے کہیں گے:

لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا ؕ قَالُوْۤا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْۤ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَّهُوَ خَلَقَكُمْ

تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی دی؟ وہ کہیں گی: ہمیں اس اللہ نے بولنے کی قوت بخشی جس نے ہر چیز کو بولنے کی طاقت دی ہے اور اس نے

اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿٢١﴾ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ

تمہیں پہلی مرتبہ بنایا اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے ○ اور تم اس بات سے نہیں چھپ سکتے تھے کہ تمہارے خلاف تمہارے کان

شرک، نبی کو جھٹلانے اور گناہوں کی وجہ سے انہیں ذلیل کر دینے والے عذاب کی کڑک نے آلیا اور وہ ہولناک آواز کے عذاب سے ہلاک کر دیئے گئے اور ہم نے اس عذاب سے ان لوگوں کو بچالیا جو حضرت صالح علیہ السّلام پر ایمان لائے اور وہ شرک اور خبیث اعمال کرنے سے ڈرتے تھے۔ **اہم بات:** قرآنِ مجید میں حضرت صالح علیہ السّلام کی قوم پر آنے والے عذاب کی تین جدا جدا کیفیات بیان ہوئی ہیں، یعنی تینوں کیفیات ہی واقع ہوئیں، لہٰذا قومِ ثمود کی ہلاکت کو ان میں کسی کی طرف بھی منسوب کر سکتے ہیں۔

آیت 19، 20 فرمایا: اے حبیب! آپ اپنی قوم کے سامنے اس وقت کا ذکر فرمائیں جب قیامت کے تمام کافروں کو انتہائی ذلت کے ساتھ ہانک کر جہنم کی طرف لے جایا جائے گا اور ان میں سے جو کافر دوزخ کے کنارے پر پہنچ جائیں گے انہیں روک دیا جائے گا حتی کہ پیچھے رہ جانے والے کفار ان کے پاس آجائیں اور جب یہ کافر جہنم کے کنارے پہنچ جانے والے کافروں کے پاس پہنچیں گے تو ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کی کھالیں سب اللہ تعالیٰ کے حکم سے بول اٹھیں گے اور انہوں نے ان اعضاء سے دنیا میں جو عمل کئے ہوں گے وہ سب بتا دیں گے۔

آیت 21 جب کفار کے اعضاء ان کے خلاف گواہی دیں گے تو وہ حیران ہو کر اپنی کھالوں سے کہیں گے: تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی دی؟ وہ کھالیں کہیں گی: ہمارا بولنا کوئی عجیب بات نہیں کیونکہ ہمیں بولنے پر اس اللہ تعالیٰ نے قوت دی ہے جس نے ہر چیز کو بولنے کی طاقت دی ہے اور اس اللہ تعالیٰ کی شان تو یہ ہے کہ وہ تمہیں پہلی بار بنانے اور تمہیں دوبارہ زندہ کر کے اپنی سزا کی طرف لوٹانے پر قدرت رکھتا ہے اور ایسے قادر رب تعالیٰ کا ہمیں بولنے کی طاقت دے دینا کوئی عجیب بات نہیں۔ **درس:** قیامت میں اعضاء کی گواہی بہت ہی سخت ہے۔ دنیا میں اعضاء کو گناہوں سے بچا کر رکھیں تا کہ قیامت میں ساری مخلوق کے سامنے شرمندگی نہ ہو۔

آیت 22 قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے کافروں کو کہا جائے گا: اے کافرو! تم چھپ کر گناہ کرتے تھے لیکن اس بات سے

Go to Index

وَلَآ اَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُوْدُكُمْ وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿٢٢﴾

اور تمہاری آنکھیں اور تمہاری کھالیں گواہی دیں لیکن تم تو یہ سمجھے بیٹھے تھے کہ اللہ تمہارے بہت سے کام نہیں جانتا ○

وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِیْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰىكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِیْنَ ﴿٢٣﴾

اور یہ تمہارا وہ گمان تھا جو تم نے اپنے رب پر کیا اسی گمان نے تمہیں ہلاک کر دیا تو اب نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گئے ○

فَاِنْ یَّصْبِرُوْا فَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ۚ وَاِنْ یَّسْتَعْتِبُوْا فَمَا هُمْ مِّنَ الْمُعْتَبِیْنَ ﴿٢٤﴾

پھر اگر وہ (آگ پر) صبر کریں تو آگ ان کا ٹھکانہ ہے اور اگر وہ اللہ کو راضی کرنا چاہیں گے تو وہ ان میں سے نہیں ہوں گے جن سے اللہ راضی ہے ○

وَقَیَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ فَزَیَّنُوْا لَهُمْ مَّا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ

اور ہم نے کافروں کیلئے کچھ ساتھی مقرر کر دیئے تو ان ساتھیوں نے کافروں کی نظر میں ان کے اگلے اور ان کے پچھلے (اعمال) کو خوبصورت بنا دیا

وَحَقَّ عَلَیْهِمُ الْقَوْلُ فِیْۤ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۚ

اور ان پر بات ثابت ہو چکی ہے (یہ) جنوں اور انسانوں کے ان گروہوں میں (شامل) ہیں جو ان سے پہلے گزرے ہیں۔

نہیں چھپ سکتے تھے کہ تمہارے خلاف تمہارے کان، تمہاری آنکھیں اور تمہاری کھالیں گواہی دیں اور تمہیں تو اس کا گمان بھی نہ تھا کیونکہ تم تو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے اور اعمال کی جزا ملنے کے قائل ہی نہ تھے اور تم تو یہ سمجھے بیٹھے تھے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے بہت سے وہ کام نہیں جانتا جو تم چھپا کر کرتے ہو۔ **درس:** چھپ کے لوگوں سے کئے جس کے گناہ، وہ خبر دار ہے کیا ہونا ہے!

آیت 23 فرمایا کہ اے خدا کے دشمنو! اللہ تعالیٰ کی طرف نہ جاننے کی نسبت کرنا تمہارا وہ گمان تھا جو تم نے اپنے رب عزّوجلّ پر کیا ورنہ اللہ تعالیٰ کی شان تو یہ ہے کہ وہ تمام کُلّیات اور جُزئیات کا علم رکھتا ہے اور ظاہری و باطنی کوئی چیز اس سے چھپی ہوئی نہیں ہے اور اے کافرو! اسی برے گمان نے تمہیں جہنم میں ڈال دیا تو اس کی وجہ سے اب تم کامل نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گئے۔ **درس:** اللہ تعالیٰ کے بارے میں برا گمان رکھنا کافروں کا طریقہ ہے جبکہ اچھا گمان رکھنا واجب ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ اچھا گمان رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ بندہ نہ تو رحمتِ الٰہی سے بالکل مایوس ہو جائے اور نہ ہی اس کے عذاب سے بے خوف ہو جائے بلکہ اسے چاہیے کہ امید اور خوف کے درمیان رہے کہ یہی سلامتی کا راستہ ہے۔

آیت 24 فرمایا کہ پھر اگر وہ جہنم میں عذاب پر صبر کریں اور فریاد کرنا، رونا بند کر دیں تو بھی ان کا ٹھکانا آگ ہی ہے اور اگر وہ اللہ تعالیٰ کی ناراضی دور کرنا چاہیں اور اس کے لئے کتنی ہی منت سماجت کر لیں تو بھی اللہ تعالیٰ ان سے راضی نہ ہو گا اور انہیں عذاب سے رہائی نہیں ملے گی۔

آیت 25 فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں کافروں کے لئے شیطانوں میں سے کچھ ساتھی مقرر کر دیئے جنہوں نے ان کے لئے دنیا کی زیب و زینت اور خواہشاتِ نفس کی پیروی کرنے کو خوبصورت بنا کر پیش کیا، تو انہوں نے دنیا کو آخرت پر ترجیح دے دی اور شیطانوں

ع ۳/۱۷

اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۲۵﴾ وَ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَ الْغَوْا فِيْهِ

بیشک وہ نقصان اٹھانے والے تھے○ اور کافروں نے کہا: اس قرآن کو نہ سنو اور اس میں فضول شوروغل مچاؤ

لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ﴿۲۶﴾ فَلَنُذِيْقَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ وَّ لَنَجْزِيَنَّهُمْ

تاکہ تم غالب آجاؤ○ تو بیشک ضرور ہم کافروں کو سخت عذاب چکھائیں گے اور بیشک ہم انہیں

اَسْوَاَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۷﴾ ذٰلِكَ جَزَآءُ اَعْدَآءِ اللّٰهِ النَّارُ ۚ لَهُمْ فِيْهَا

ان کے بُرے اعمال کا بدلہ دیں گے○ یہ اللہ کے دشمنوں کا بدلہ آگ ہے۔ ان کیلئے اس میں

دَارُ الْخُلْدِ ؕ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

ہمیشہ رہنے کا گھر ہے (یہ) اس بات کی سزا ہے کہ وہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے○ اور کافر (جہنم میں جاکر) کہیں گے:

رَبَّنَاۤ اَرِنَا الَّذَيْنِ اَضَلّٰنَا مِنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ اَقْدَامِنَا

اے ہمارے رب! ہمیں جنوں اور انسانوں کے وہ دونوں (گروہ) دکھا جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا تاکہ (آج) ہم انہیں اپنے پاؤں کے نیچے (روند) ڈالیں

نے انہیں یہ وسوسہ ڈالا کہ مرنے کے بعد اٹھنا نہیں ہے، بس چین ہی چین ہے، تو کفار آخرت کو جھٹلانے لگے۔ ان کافروں پر بھی اس عذاب کی بات پوری ہوگئی ہے جو ان سے پہلے گزرے ہوئے کافر جنوں اور انسانوں کے گروہوں پر ثابت ہو چکی ہے۔ بیشک وہ نقصان اٹھانے والے تھے۔

آیت 26 اس آیت میں مشرکینِ قریش کے بارے میں بیان کیا گیا کہ وہ قرآنِ پاک کی تاثیر سے اس قدر خوف زدہ تھے کہ لوگوں کو دل جمعی کے ساتھ قرآن پاک سننے نہیں دیتے تھے بلکہ ان کی عادت یہی تھی کہ جس وقت قرآن پاک کی تلاوت کی جاتی تو شور مچانا شروع کر دیتے، سیٹیاں بجاتے اور آوازیں بلند کرتے تاکہ لوگ قرآن پاک کی تلاوت نہ سن سکیں کیونکہ اگر انہوں نے اس کو دل جمعی سے سن لیا تو ایمان لے آئیں گے۔ **درس:** آج بھی کئی ملکوں میں کفار یہ حرکتیں کرتے ہیں کہ نماز کے وقت شور مچاتے ہیں اور افسوس یہ ہے کہ شبِ برأت اور رمضان کی راتوں میں گلی گلی کرکٹ کھیل کر لوگوں کی تراویح اور عبادت و تلاوت میں خلل ڈالنے کا بدترین کام بہت سے مسلمان بھی کرتے ہیں۔

آیت 27،28 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جب میرے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم قرآنِ مجید کی تلاوت کرتے ہیں، اس وقت جو کافر فضول شوروغل کرتے ہیں انہیں اور تمام کافروں کو ہم سخت عذاب چکھائیں گے اور بیشک ہم انہیں ان کے برے اعمال کا بدلہ دیں گے اور کفر کا بدلہ سخت عذاب ہے۔ یہ عذاب اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کا بدلہ ہے اور وہ جہنم کی آگ ہے۔ ان کے لئے جہنم میں ایک گھر ہے جس میں یہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ سخت عذاب اس بات کی سزا ہے کہ وہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے۔

آیت 29 فرمایا کہ کافر جہنم میں یوں عرض کریں گے: اے ہمارے رب! ہمیں شیطان جنوں اور انسانوں کے وہ دونوں گروہ دکھا

لِیَكُوْنَا مِنَ الْاَسْفَلِیْنَ ﴿۲۹﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ

تاکہ وہ (جہنم میں) سب سے نیچے والوں میں سے ہو جائیں ○ بیشک جنہوں نے کہا: ہمارا رب اللہ ہے پھر (اس پر) ثابت قدم رہے ان پر

عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓىٕكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَ لَا تَحْزَنُوْا وَ اَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۳۰﴾

فرشتے اترتے ہیں (اور کہتے ہیں) کہ تم نہ ڈرو اور نہ غم کرو اور اس جنت پر خوش ہو جاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا○

نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُكُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ فِی الْاٰخِرَةِ ۚ وَ لَكُمْ فِیْهَا مَا تَشْتَهِیْۤ اَنْفُسُكُمْ وَ لَكُمْ فِیْهَا

ہم دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں تمہارے دوست ہیں اور تمہارے لیے جنت میں ہر وہ چیز ہے جو تمہارا جی چاہے اور تمہارے لئے اس میں

جنہوں نے دنیا کی زینت خوبصورت بنا کر ہمارے سامنے پیش کی اور وَسوَسے ڈال کر ہمیں آخرت کو جھٹلانے کی طرف مائل کیا اور یوں ہمیں گمراہ کر دیا، تاکہ آج آگ کے اندر ہم ان سے انتقام لیتے ہوئے انہیں اپنے پاؤں کے نیچے روند ڈالیں اور وہ جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ہم سے زیادہ سخت عذاب والوں میں سے ہو جائیں اور ہمیں گمراہ کرنے کی سزا پائیں۔ **درس:** جنہیں قیامت میں پاؤں کے نیچے روندنے کی خواہش ہو گی، ان کی باتوں کو آج دنیا میں پاؤں کے نیچے روند دیں اور گمراہ کرنے والوں کو نہ سنیں ورنہ قیامت میں وہی ہو گا جو آیت میں بیان ہوا۔

آیت 30 بیشک وہ لوگ جنہوں نے اقرار کیا کہ ہمارا رب صرف اللہ تعالیٰ ہے، پھر اس اقرار پر ہمیشہ ثابت قدم رہے اور اس کے تقاضوں پر عمل کرتے رہے، ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتے اترتے ہیں اور انہیں یہ بشارت دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ تم آخرت میں پیش آنے والے حالات سے نہ ڈرو اور اہل و عیال وغیرہ میں سے جو کچھ پیچھے چھوڑ آئے اس کا نہ غم کرو اور اس جنت پر خوش ہو جاؤ جس کا تم سے دنیا میں اللہ تعالیٰ کے رسولوں علیہمُ السّلام کی زبان سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ **اہم بات:** فرشتوں کی بشارت میں مختلف اقوال ہیں: (1) موت کے وقت فرشتے اترتے ہیں اور یہ بشارت دیتے ہیں۔ (2) جب مومن قبروں سے اٹھیں گے تو فرشتے انہیں یہ بشارت دیں گے۔ (3) ایک قول یہ ہے کہ مومن کو تین بار بشارت دی جاتی ہے ایک موت کے وقت، دوسری قبر میں اور تیسری قبروں سے اٹھنے کے وقت۔ **درس:** استقامت بہت عظیم چیز ہے۔ یہ کرامت سے بڑھ کر ہے۔ استقامت والا عمل اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہے اگرچہ تھوڑا سا ہو۔

آیت 31،32 فرشتے مومنوں کو جنت کی بشارت دینے کے ساتھ یہ کہیں گے کہ ہم تمہارے دوست ہیں، دنیا کی زندگی میں ہم تمہاری حفاظت کرتے تھے اور آخرت میں بھی تمہارے ساتھ رہیں گے اور تمہارے جنت میں داخل ہونے تک تم سے جدا نہ ہوں گے اور تمہارے لئے جنت میں ہر وہ کرامت، نعمت اور لذّت ہے جو تمہارا جی چاہے اور تمہارے لئے اس میں ہر وہ چیز ہے جو تم طلب کرو۔ یہ اس رب تعالیٰ کی طرف سے تمہاری مہمانی ہے جو بڑے بڑے گناہ بخشنے والا، گناہوں کو اپنی رحمت سے نیکیوں سے بدلنے والا اور اطاعت گزار مومنوں پر خاص رحم کرنے والا ہے۔ **اہم بات:** حقیقی مددگار تو اللہ ہی ہے جیسے قرآن مجید میں اس کے متعلق بیسیوں آیتیں ہیں۔ یہاں فرشتوں کو دنیا و آخرت میں مشکل کشا و مددگار فرمایا گیا ہے۔ یہ دیگر آیات کے خلاف نہیں کیونکہ انبیاء و اولیا اور

ع ٤/١٨

مَا تَدَّعُوْنَ ﴿٣١﴾ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ﴿٣٢﴾ وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ

ہر وہ چیز ہے جو تم طلب کرو○ بخشنے والے، مہربان کی طرف سے مہمانی ہے○ اور اس سے زیادہ کس کی بات اچھی جو اللہ کی طرف بلائے

وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿٣٣﴾ وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ

اور نیکی کرے اور کہے کہ بیشک میں مسلمان ہوں○ اور اچھائی اور برائی برابر نہیں ہوسکتی۔

اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ﴿٣٤﴾

برائی کو بھلائی کے ساتھ دور کردو تو تمہارے اور جس شخص کے درمیان دشمنی ہوگی وہ اس وقت ایسا ہوجائے گا کہ جیسے وہ گہرا دوست ہے○

فرشتوں کی مدد خدا کے اختیار دینے سے ہی ہے، تو وہ بھی خدا ہی کی مدد ہے۔

آیت 33 یہاں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم اور آپ کی اتباع میں خدا کی طرف بلانے والوں کی شان بیان کی گئی ہے کہ کافروں کی باتوں اور جاہلانہ حرکتوں کی پروانہ فرمائیں اور مسلسل تبلیغ فرماتے رہیں کیونکہ دینِ حق کی دعوت دینا سب سے بڑی عبادت اور سب سے اہم اطاعت ہے اور اس سے زیادہ کسی کی بات اچھی نہیں جو اللہ تعالیٰ کی توحید اور عبادت کی طرف بلائے اور نیک کام کرے اور کہے کہ میں مسلمان ہوں۔ **اہم بات:** یہ کہنا کہ ”بیشک میں مسلمان ہوں“ دوسروں کے مسلمان ماننے کے لئے کافی ہے لیکن حقیقی ایمان کے لئے فقط زبان سے کہنا کافی نہیں بلکہ دل سے دینِ اسلام کا اعتقاد رکھتے ہوئے کہے کہ بیشک میں مسلمان ہوں کہ سچا کہنا یہی ہے۔ **درس:** لوگوں کو ایمان اور نیکی کی دعوت دینے والا خود بھی اللہ تعالیٰ کا اطاعت گزار بندہ ہونا چاہیے کیونکہ بے عمل مبلغ اللہ تعالیٰ کی سخت ناراضی کا مستحق اور قیامت کے دن جہنم کے عذاب میں بھی مبتلا ہوسکتا ہے، نیز مبلغ کے کلام میں تاثیر پیدا ہونے کا بنیادی ذریعہ اس کا باعمل ہونا ہے۔

آیت 34 فرمایا: **اور اچھائی اور برائی برابر نہیں ہوسکتی۔** یعنی نیکی اور گناہ برابر نہیں بلکہ نیکی خیر ہے اور گناہ شر، یونہی نیکیوں کے مراتب برابر نہیں بلکہ بعض نیکیاں دوسری نیکیوں سے اعلیٰ ہیں، اسی طرح گناہوں کے مراتب برابر نہیں بلکہ بعض گناہ دوسرے گناہوں سے بڑے ہیں۔ مزید فرمایا: **برائی کو بھلائی کے ساتھ دور کردو۔** **شانِ نزول:** یہ آیت ابوسفیان کے بارے میں نازل ہوئی کہ ان کی شدید عداوت کے باوجود نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے ان کے ساتھ نیک سلوک کیا اور ان کی صاحبزادی کو اپنی زوجیّت کا شرف عطا فرمایا، تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ابوسفیان تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے سچے محبت کرنے والے اور آپ کے جاں نثار صحابی بن گئے۔ آیت کے اس حصے کا خلاصہ یہ ہے کہ تم برائی کو بھلائی کے ساتھ دور کردو مثلاً غصے کو صبر سے، لوگوں کی جہالت کو حِلم سے اور بدسلوکی کو عَفْوو درگُزر سے کہ اگر تیرے ساتھ کوئی برائی کرے تو اسے معاف کردے، تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ دشمن دوستوں کی طرح تجھ سے محبت کرنے لگیں گے۔ **درس:** (1) جیسے نیک و گناہ گار برابر نہیں، ایسے ہی صحیح عقیدے والا اور برے عقیدے والا دونوں برابر نہیں ہوسکتے۔ عمل سے زیادہ عقیدے کا درست ہونا ضروری ہے۔ (2) دینِ اسلام میں اَخلاقیات کی نہایت اعلیٰ تعلیم دی گئی ہے اور ایسے اخلاق اپنانے پر بہت زور بھی دیا گیا ہے اور سنتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم بھی اخلاقِ کریمہ ہی ہیں، لہٰذا مسلمانوں کو حسنِ اخلاق کی دولت سے محروم نہیں ہونا چاہیے۔

وَ مَا يُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَ مَا يُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ﴿٣٥﴾ وَ اِمَّا

اور یہ دولت صبر کرنے والوں کو ہی ملتی ہے اور یہ دولت بڑے نصیب والے کو ہی ملتی ہے ○ اور اگر

يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿٣٦﴾

تجھے شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ آئے تو اللہ کی پناہ مانگو۔ بیشک وہی سننے والا، جاننے والا ہے ○

وَ مِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَ النَّهَارُ وَ الشَّمْسُ وَ الْقَمَرُ ؕ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَ لَا لِلْقَمَرِ

اور رات اور دن اور سورج اور چاند سب اس کی نشانیوں میں سے ہیں۔ نہ سورج کو سجدہ کرو اور نہ چاند کو

وَ اسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿٣٧﴾ فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا فَالَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ

اور اس اللہ کو سجدہ کرو جس نے انہیں پیدا کیا اگر تم اس کی عبادت کرتے ہو ○ تو اگر یہ تکبر کریں تو جو تمہارے رب کے پاس ہیں

آیت 35 فرمایا کہ برائیوں کو بھلائیوں سے ٹال دینے جیسی عظیم خصلت کی دولت ان لوگوں کو ہی ملتی ہے جو تکلیفوں اور مصیبتوں وغیرہ پر صبر کرتے ہیں اور یہ دولت اسے ہی ملتی ہے جو بڑے نصیب والا ہے۔ **درس:** اچھے اَخلاق والا ہونا اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے، اس سے محروم شخص بہت بڑی نعمت سے محروم اور کم نصیب ہے۔

آیت 36 فرمایا کہ اے انسان! اگر شیطان تجھے برائیوں پر ابھارے اور اس نیک خصلت سے اور اس کے علاوہ اور نیکیوں سے مُنْحَرِف کرنے کی کوشش کرے تو اس کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ اور اپنی نیکیوں پر قائم رہ اور شیطان کی راہ اختیار نہ کر، اللہ تعالیٰ تیری مدد فرمائے گا، بیشک وہی تمہارے پناہ طلب کرنے کو سننے والا اور تمہارے احوال کو جاننے والا ہے۔ **اہم بات:** غصہ آنے کا ایک سبب شیطان کا وسوسہ ڈالنا ہے اور جب کسی انسان کو غصہ آئے تو اسے چاہیے کہ ”اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْم“ پڑھ لے، اس سے اِنْ شَاءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ غصہ ختم ہو جائے گا۔

آیت 37 رات، دن، سورج اور چاند سب اللہ تعالیٰ کی قدرت، رَبُوبِیّت اور وحدانیّت پر دلالت کرنے والی نشانیاں ہیں، تو تم نہ سورج کو سجدہ کرو اور نہ ہی چاند کو کیونکہ یہ دونوں مخلوق ہیں اور اپنے خالق کے حکم سے مُسَخَّر ہیں اور جو اس طرح مُسَخَّر ہو وہ عبادت کا مستحق نہیں ہو سکتا اور تم اس اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرو جس نے رات، دن، سورج اور چاند کو پیدا کیا ہے، اگر تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہو تو اس کے علاوہ کسی اور کو سجدہ نہ کرو۔ **درس:** وہ سجدہ رُوحِ زمیں جس سے کانپ جاتی تھی اُسی کو آج ترستے ہیں محراب و منبر

آیت 38 فرمایا کہ اگر کفار اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت کے عظیم دلائل دیکھ لینے کے باوجود بھی تکبر کریں تو پھر بھی اللہ تعالیٰ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اور اِن کفار کے سورج اور چاند کی عبادت کرنے سے اللہ تعالیٰ کی عبادت اور حمد و ثنا کرنے والے ختم نہیں ہو جائیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ فرشتے دن رات اس کی پاکی بیان کرتے رہتے ہیں اور وہ پاکی بیان کرنے سے تھکتے بھی نہیں، لہٰذا اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس کرنا لوگوں کے لئے باعثِ شرف ہے، نہ کہ خدا کو اس کا کوئی فائدہ ہے۔ **اہم بات:** یہ آیتِ سجدہ ہے، اسے پڑھنے اور سننے

السجدۃ ۱۱

يُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْـَٔمُوْنَ ۩ ﴿۳۸﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً

وہ رات اور دن اس کی پاکی بیان کرتے رہتے ہیں اور وہ اکتاتے نہیں ○ اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ تو زمین کو بے قدر پڑی ہوئی دیکھتا ہے

فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ ؕ اِنَّ الَّذِيْٓ اَحْيَاهَا لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ؕ

پھر جب ہم اس پر پانی اتارتے ہیں تو لہلہانے لگتی ہے اور بڑھ جاتی ہے۔ بیشک جس نے اس کو زندہ کیا وہ ضرور مُردوں کو زندہ کرنے والا ہے۔

اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۳۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا ؕ

بیشک وہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے ○ بیشک جو لوگ ہماری آیتوں میں سیدھی راہ سے ہٹتے ہیں وہ ہم پر پوشیدہ نہیں ہیں

اَفَمَنْ يُّلْقٰى فِي النَّارِ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ يَّاْتِيْٓ اٰمِنًا يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ ۙ

تو کیا جسے آگ میں ڈالا جائے گا وہ بہتر ہے یا وہ جو قیامت میں امان سے آئے گا۔ تم جو چاہو کرتے رہو،

والے پر سجدۂ تلاوت کرنا واجب ہے۔

آیت 39 یہاں اللہ تعالیٰ کے قادرِ مُطلَق ہونے اور خاص طور پر قیامت کے دن مُردوں کو زندہ کرنے پر قادر ہونے کی ایک نشانی اور دلیل بیان کی جارہی ہے کہ تم لوگ زمین کو دیکھتے ہو کہ وہ خشک اور بنجر پڑی ہوتی ہے اور جب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس پر بارش ہوتی ہے تو وہ تروتازہ ہو کر لہلہانے لگتی ہے، تو جو ذات اس مردہ زمین میں زندگی پیدا کر کے اس سے پھل اور سبزیاں نکالنے پر قادر ہے بیشک وہ اس پر بھی قادر ہے کہ مُردوں کو زندہ کردے۔ **دعا:** اللہ تعالیٰ ہمارا ایمان مضبوط فرمائے اور ہمیں دلوں کی زندگی عطا فرمائے۔

آیت 40 بیشک وہ لوگ جو ہماری آیتوں میں سیدھی راہ سے ہٹتے ہیں وہ ہم سے چھپے ہوئے نہیں ہیں، ہم انہیں اس کی سزا دیں گے، تو کیا وہ مُلحِد کافر جسے آگ میں ڈالا جائے گا وہ بہتر ہے یا وہ سچے عقیدے والا مومن جو قیامت میں امن و امان سے آئے گا؟ یقیناً یہ مومن ہی بہتر ہے، اب تمہاری مرضی ہے کہ تم چاہے وہ کام کرو جن کی وجہ سے تمہیں جہنم کی آگ میں ڈالا جائے یا وہ کام کرو جن کی وجہ سے تمہیں قیامت کے دن امان نصیب ہو، کیونکہ تمہارے کاموں کا نفع یا نقصان تمہیں ہی ہو گا اور بیشک اللہ تعالیٰ تمہارے کام دیکھ رہا ہے اور وہ تمہیں تمہارے اعمال کے مطابق جزا دے گا۔ **اہم بات:** اللہ تعالیٰ کی آیتوں میں اِلحاد کی 3 صورتیں یہ ہیں: (۱) قرآنِ مجید کی آیات کی تاویل بیان کرنے میں صحیح اور سیدھی راہ سے عدول کرتے ہوئے انہیں باطل معانی پر محمول کرنا۔ (۲) قرآنِ مجید کی آیات کے بارے میں ایسی باتیں کرنا یا انہیں سن کر ایسا کام کرنا جو ان کی شان کے لائق نہیں جیسے انہیں جادو یا شعر بتانا یا انہیں جھٹلانا یا آیات کو سن کر شور و غل کرنا وغیرہ۔ (۳) قرآنِ مجید میں بیان کیے گئے توحید و رسالت کے دلائل پر اعتراضات کرنا اور ان سے منہ پھیر لینا۔

درس: سلف صالحین اور بزرگانِ دین کی تشریحات کے مطابق قرآن سمجھیں گے تو ایمان سلامت رہے گا اور نئے نئے مجتہد بننے والوں کے پیچھے چلیں گے تو دین سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔

اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿٤٠﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَآءَهُمْ ۚ وَ اِنَّهٗ

بیشک اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے O بیشک جنہوں نے ذکر کا انکار کیا جب وہ ان کے پاس آیا (ان کیلئے خرابی ہے) اور بیشک وہ

لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ ﴿٤١﴾ لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَ لَا مِنْ خَلْفِهٖ ؕ تَنْزِيْلٌ

عزت والی کتاب ہے O باطل اس کے سامنے اور اس کے پیچھے (کسی طرف) سے بھی اس کے پاس نہیں آسکتا۔ (وہ قرآن) اس کی طرف سے

مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ﴿٤٢﴾ مَا يُقَالُ لَكَ اِلَّا مَا قَدْ قِيْلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ ؕ

نازل کیا ہوا ہے جو حکمت والا، تعریف کے لائق ہے O (اے حبیب!) آپ کو وہی بات کہی جاتی ہے جو تم سے پہلے رسولوں سے کہی گئی تھی۔

اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ وَّ ذُوْ عِقَابٍ اَلِيْمٍ ﴿٤٣﴾ وَ لَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا لَّقَالُوْا

بیشک تمہارا رب بخشش والا اور دردناک عذاب والا ہے O اور اگر ہم اسے عربی کے علاوہ کسی اور زبان کا قرآن کر دیتے تو کفار ضرور کہتے:

آیت 41 فرمایا: جن لوگوں کے پاس قرآنِ کریم آیا اور انہوں نے اس کا انکار کیا اور اس پر اعتراضات کئے تو نہیں ان کے کفر کی سزا دی جائے گی اور عنقریب انہیں جہنم کی آگ میں داخل کر دیا جائے گا۔ مزید فرمایا: **اور بیشک وہ عزت والی کتاب ہے۔** عزیز کے دو معنی مزید ہیں، (1) غالب اور قاہر، (2) جس کی نظیر نہ پائی جاسکتی ہو۔ قرآنِ مجید خدا کی معزز کتاب ہے، اپنے دلائل کی قوت سے ہر ایک پر غالب ہے اور بے مثل بھی ہے کیونکہ اوّلین وآخرین اس کا مقابلہ کرنے سے عاجز ہیں اور ساری مخلوق مل کر بھی اس کی ایک سورت جیسی کوئی سورت نہیں بناسکتی۔

آیت 42 فرمایا کہ قرآنِ مجید باطل کی رسائی سے دور ہے اور کسی طرح اور کسی جہت سے بھی باطل اس تک راہ نہیں پاسکتا، یہ فرق، تبدیلی اور کمی وزیادتی سے محفوظ ہے اور شیطان اس میں تصرُّف کرنے کی قدرت نہیں رکھتا، جس چیز کے حق ہونے کا قرآنِ مجید حکم فرمادے اسے کوئی باطل نہیں کر سکتا اور جس کے باطل ہونے کا قرآنِ کریم حکم فرمادے اسے کوئی حق قرار نہیں دے سکتا اور قرآنِ عظیم اس رب تعالیٰ کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے جو حکمت والا اور تعریف کے لائق ہے۔

آیت 43 اس آیت کی دو تفسیریں ہیں: (1) اے حبیب! کافروں کی طرف سے پہنچنے والی اَذیّتوں پر صبر فرمائیں کیونکہ جس طرح آپ کو کافروں نے جادوگر اور کاہن وغیرہ کہا اسی طرح آپ سے پہلے تشریف لانے والے انبیاءِ کرام علیہمُ السّلام کو بھی ان کی قوموں کے کفار نے جادوگر وغیرہ کہا اور آپ کی طرح انہیں بھی جھٹلایا گیا تھا، بیشک جو توبہ کرے اور ایمان لائے اسے اللہ تعالیٰ بخشنے والا ہے اور جو جھٹلانے پر ہی قائم رہے تو اسے اللہ تعالیٰ دردناک عذاب دینے والا ہے۔ (2) اے حبیب! آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہی بات کہی جاتی ہے جو آپ سے پہلے رسولوں علیہمُ السّلام سے کہی گئی تھی کہ اپنی قوم کی جاہلانہ حرکتوں پر صبر فرمائیں۔ بیشک آپ کا رب عزّوجلّ اپنے انبیاءِ کرام علیہمُ السّلام کے لئے اور ان پر ایمان لانے والوں کے لئے بخشش والا اور اپنے انبیاءِ کرام علیہمُ السّلام کے دشمنوں اور تکذیب کرنے والوں کے لئے دردناک عذاب والا ہے۔

آیت 44 کافروں نے قرآن مجید پر اعتراض کرتے ہوئے کہا: یہ قرآن عجمی زبان میں کیوں نہ اترا؟ اس کے جواب میں فرمایا گیا: اگر ہم قرآنِ کریم کو عربی کی بجائے عجمی زبان میں نازل کر دیتے تو کفار ضرور کہتے: اس کتاب کی آیتیں عربی زبان میں کیوں بیان نہیں کی

لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ ؕ ءَاَعْجَمِيٌّ وَّعَرَبِيٌّ ؕ قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ ؕ وَالَّذِيْنَ

اس کی آیتیں کیوں نہ واضح کی گئیں ؟ کیا کتاب عجمی ہے اور نبی عربی ہے ؟ تم فرماؤ: وہ ایمان والوں کے لیے ہدایت اور شفا ہے اور وہ جو

لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ؕ اُولٰٓئِكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ ﴿٤٤﴾ ع

ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں بوجھ ہے اور وہ ان پر اندھا پن ہے۔ گویا انہیں دور کی جگہ سے پکارا جارہا ہے ○

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ؕ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ

اور بیشک ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا فرمائی تو اس میں اختلاف کیا گیا اور اگر تمہارے رب کی طرف سے بات پہلے نہ گزر چکی ہوتی توان کے درمیان

لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴿٤٥﴾ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ج

فیصلہ کردیا جاتا اور بیشک وہ ضرور قرآن کی طرف سے ایک دھوکا ڈالنے والے شک میں ہیں ○ جو نیکی کرتا ہے وہ اپنی ذات کیلئے ہی کرتا ہے

وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ؕ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿٤٦﴾

اور جو برائی کرتا ہے تو اپنے خلاف ہی کرتا ہے اور تمہارا رب بندوں پر ظلم نہیں کرتا ○

گئیں تاکہ ہم انہیں سمجھ سکتے اور کتاب نبی کی زبان کے خلاف کیوں اتری ؟ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ان کا یہ اعتراض نہ ماننے کا ایک بہانہ ہے۔ مزید فرمایا کہ لوگوں سے فرمادیں کہ یہ قرآن ایمان والوں کے لئے ہدایت اور شفاہے کہ یہ انہیں حق کی راہ بتاتا اور گمراہی سے بچاتا ہے، جہالت اور شک وغیرہ قلبی اَمراض سے شفادیتا ہے اور وہ لوگ جو ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں بوجھ ہے کہ وہ قرآنِ پاک کو اس کے حق کے مطابق سننے کی نعمت سے محروم ہیں اور وہ ان پر اندھاپن ہے کہ وہ شکوک وشُبہات کی ظلمتوں میں گرفتار ہیں اور وہ اپنی قبول نہ کرنے والی رَوِش سے اس حالت کو پہنچ گئے ہیں جیسے کسی کو دور سے پکارا جائے تو وہ پکارنے والے کی بات نہ سنے، نہ سمجھے۔

اہم بات: قرآن روحانی و قلبی خرابیوں کے علاوہ جسمانی اَمراض کے لئے بھی شفا کا سبب ہے۔

آیت 45 فرمایا کہ اے حبیب! جس طرح آپ کی قوم کے لوگ قرآنِ مجید میں اختلاف کررہے ہیں اس طرح پہلے بھی ہوچکا ہے کہ ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو کتاب عطا فرمائی تو اس میں اختلاف کیا گیا اور بعض افراد نے اس کو مانا اور بعض نے نہ مانا اور اگر آپ کے رب عزّوجلّ نے حساب اور جزا کو روزِ قیامت تک مُؤخّر نہ فرمادیا ہوتا تو ان کافروں کے درمیان فیصلہ کردیا جاتا اور دنیا ہی میں انہیں اس اختلاف کرنے کی سزا دے دی جاتی اور بیشک جو لوگ قرآنِ مجید کو جھٹلا رہے ہیں وہ ضرور اس قرآن کی طرف سے ایسے شک وشبہ کا شکار ہیں جو انہیں الجھن میں ڈالنے والا ہے۔

آیت 46 ارشاد فرمایا: کافروں کے قرآن سے منہ پھیرنے کو خود پر بوجھ محسوس نہ کرو کیونکہ ان میں سے جو شخص قرآنِ مجید پر ایمان لائے اور اس کے تقاضوں کے مطابق عمل کرے تو وہ اپنی ذات کے فائدے کے لئے ہی کرے گا اور جو کفر کرے تو اس کا نقصان بھی اسے ہی ہوگا اور اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم، آپ کا رب عزّوجلّ بندوں پر ظلم نہیں کرتا اور ان کے ساتھ وہی معاملہ فرماتا ہے جس کے وہ حق دار ہیں۔

اِلَیۡهِ یُرَدُّ عِلۡمُ السَّاعَةِ ؕ وَ مَا تَخۡرُجُ مِنۡ ثَمَرٰتٍ مِّنۡ اَكۡمَامِهَا وَ مَا تَحۡمِلُ مِنۡ اُنۡثٰی

قیامت کے علم کا حوالہ اللہ ہی کی طرف لوٹایا جاتا ہے اور کوئی پھل اپنے غلاف سے نہیں نکلتا اور نہ کوئی مادہ حاملہ ہوتی ہے

وَ لَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلۡمِهٖ ؕ وَ یَوۡمَ یُنَادِیۡهِمۡ اَیۡنَ شُرَكَآءِیۡ ۙ قَالُوۡۤا اٰذَنّٰكَ ۙ

اور نہ وہ بچہ جنتی ہے مگر اس کے علم سے اور جس دن وہ انہیں ندا فرمائے گا: میرے شریک کہاں ہیں؟ تو کہیں گے: ہم تجھ سے کہہ چکے ہیں

مَا مِنَّا مِنۡ شَهِیۡدٍ ﴿۴۷﴾ۚ وَ ضَلَّ عَنۡهُمۡ مَّا كَانُوۡا یَدۡعُوۡنَ مِنۡ قَبۡلُ وَ ظَنُّوۡا مَا لَهُمۡ

کہ ہم میں کوئی گواہ نہیں ○ اور جن کو وہ پہلے پوجتے تھے وہ ان سے غائب ہوگئے اور وہ سمجھ گئے کہ ان کے لئے کہیں

مِّنۡ مَّحِیۡصٍ ﴿۴۸﴾ لَا یَسۡـَٔمُ الۡاِنۡسَانُ مِنۡ دُعَآءِ الۡخَیۡرِ ۫ وَ اِنۡ مَّسَّهُ الشَّرُّ فَیَـُٔوۡسٌ قَنُوۡطٌ ﴿۴۹﴾

بھاگنے کی جگہ نہیں ○ آدمی بھلائی مانگنے سے نہیں اُکتاتا اور اگر اسے کوئی برائی پہنچے تو بہت ناامید، بڑا مایوس ہوجاتا ہے ○

آیت 47 جب کسی سے قیامت کے بارے میں پوچھا جائے کہ وہ کب واقع ہوگی تو وہ یہ جواب دے: قیامت واقع ہونے کا وقت اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اور آیت الکرسی کے کلمات ”وَلَا یُحِیۡطُوۡنَ بِشَیۡءٍ مِّنۡ عِلۡمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ“ سے معلوم ہوتا ہے کہ مخلوق میں سے کوئی بھی علم اللہ تعالیٰ کی مشیت ہی سے معلوم ہو سکتا ہے۔ اپنے طور پر کسی کو ایک ذرے کا بھی علم نہیں ہے۔ مزید فرمایا کہ اللہ تعالیٰ پھل کے غلاف سے برآمد ہونے سے پہلے اس کے اَحوال کو جانتا ہے اور مادہ کے حمل کو اور اس کی ساعتوں کو اور اس کی ولادت کے وقت کو، نر اور مادہ ہونے وغیرہ سب کو جانتا ہے، لہٰذا ان اُمور کا علم بھی اللہ ہی کی طرف منسوب کرنا چاہئے اور اے حبیب! یاد کریں کہ جس دن اللہ تعالیٰ مشرکین سے فرمائے گا: تمہارے گمان اور تمہارے عقیدے میں جو میرے شریک تھے وہ کہاں ہیں؟ اس کے جواب میں مشرکین کہیں گے: اے اللہ! ہم تجھ سے کہہ چکے ہیں کہ ہم میں ایسا کوئی گواہ نہیں جو آج یہ باطل گواہی دے کہ تیرا کوئی شریک ہے، آج ہم سب تیری وحدانیّت کا اقرار کرنے والے ہیں۔ مشرکین یہ بات عذاب دیکھ کر کہیں گے۔ **اہم باتیں:** (1) قیامت کے وقت کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔ یہ قرآن میں ہے لیکن یہ علم کبھی کسی کو بھی نہیں دے گا، یہ کہیں نہیں ہے۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے جو وسیع، کامل اور جامع علم عطا فرمایا ہے، اُن دلائل کی رُو سے ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو عطا کردہ علوم میں قیامت کا علم بھی داخل ہے البتہ آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے لوگوں کو بتایا نہیں کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے اَسرار میں سے ہے۔ (2) اولیائے کرام اور اصحابِ کشف بسا اوقات ان اُمور کی خبریں دیتے ہیں اور وہ صحیح واقع ہوتی ہیں۔ یہ حضرات علم سے فرماتے ہیں لیکن یہ علم ان کا ذاتی نہیں ہوتا بلکہ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوتا ہے۔

آیت 48 فرمایا مشرکین دنیا میں جن بتوں کی عبادت کیا کرتے تھے وہ حشر کے میدان میں نہ ان کی سفارش کریں گے اور نہ ہی ان کی مدد کریں گے تو ان کا وہاں موجود ہونا ایسے ہوگا جیسے یہ وہاں سے غائب ہیں اور مشرکین کو یقین ہو جائے گا کہ اب ان کیلئے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچنے اور جہنم سے کہیں بھاگ جانے کی کوئی جگہ نہیں۔

آیت 49 آیت کا بنیادی سیاق وسباق تو کافر کے متعلق ہے لیکن عمومی انسانی فطرت بھی کچھ ایسی ہی ہے۔ فرمایا کہ انسان ہمیشہ اللہ تعالیٰ

وَلَئِنۡ اَذَقۡنٰهُ رَحۡمَةً مِّنَّا مِنۡۢ بَعۡدِ ضَرَّآءَ مَسَّتۡهُ لَيَقُوۡلَنَّ هٰذَا لِىۡ ۙ وَمَاۤ اَظُنُّ السَّاعَةَ

اور اگر ہم اسے اس تکلیف کے بعد جو اسے پہنچی تھی اپنی رحمت کا مزہ چکھائیں تو ضرور کہے گا: یہ تو میرا حق ہے اور میرے گمان میں

قَآئِمَةً ۙ وَّلَئِنۡ رُّجِعۡتُ اِلٰى رَبِّىۡۤ اِنَّ لِىۡ عِنۡدَهٗ لَلۡحُسۡنٰى ۚ فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا

قیامت قائم نہ ہوگی اور اگر میں اپنے رب کی طرف لوٹایا بھی گیا تو ضرور میرے لیے اس کے پاس بھی بھلائی ہی ہے تو ضرور ہم کافروں کو

بِمَا عَمِلُوۡا ۫ وَلَنُذِيۡقَنَّهُمۡ مِّنۡ عَذَابٍ غَلِيۡظٍ ﴿۵۰﴾ وَاِذَاۤ اَنۡعَمۡنَا عَلَى الۡاِنۡسَانِ اَعۡرَضَ

ان کے اعمال کی خبر دیں گے اور ضرور ضرور انہیں سخت عذاب چکھائیں گے ○ اور جب ہم آدمی پر احسان کرتے ہیں تو منہ پھیر لیتا ہے

وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوۡ دُعَآءٍ عَرِيۡضٍ ﴿۵۱﴾ قُلۡ اَرَءَيۡتُمۡ اِنۡ كَانَ

اور اپنی طرف دور ہٹ جاتا ہے اور جب اسے تکلیف پہنچتی ہے تو (لمبی) چوڑی دعا (مانگنے) والا بن جاتا ہے ○ تم فرماؤ: بھلا دیکھو کہ اگر

سے مالداری اور تندرستی مانگتا رہتا ہے اور اگر اسے کوئی سختی، مصیبت اور معاش کی تنگی پہنچے تو وہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت سے بہت ناامید اور سخت مایوس ہو جاتا ہے۔ **درس:** مومن کی یہ شان نہیں کہ وہ مصیبتوں، پریشانیوں اور تنگدستی کی وجہ سے رحمتِ الٰہی سے مایوس ہو جائے۔ مومن تو ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہے اور خدا سے نیک امید اور اچھا گمان رکھے کہ اللہ تعالیٰ بندے سے اس کے گمان کے مطابق معاملہ فرماتا ہے۔ نیز امید سے مشکل آسان ہو جاتی ہے اور ناامیدی سے چھوٹی مشکل بھی بڑی لگتی ہے۔

آیت 50 یہاں کافر انسان کا حال بیان فرمایا کہ اگر ہم اسے بیماری کے بعد صحت، سختی کے بعد آسانی اور تنگدستی کے بعد مال و دولت عطا فرما کر اپنی رحمت کا مزہ چکھائیں تو وہ کہنے لگتا ہے: یہ تو خالص میرا حق ہے اور میں اپنے عمل کی وجہ سے اس کا مستحق ہوا ہوں اور میرے گمان میں قیامت قائم نہ ہوگی اور اگر بالفرض قیامت قائم ہوئی اور میں اپنے رب کی طرف لوٹایا بھی گیا تو ضرور میرے لیے اس کے پاس بھی دنیا کی طرح راحت اور عزت ہے۔ فرمایا گیا کہ اس کا یہ گمان فاسد ہے، ضرور ہم کافروں کے قبیح اعمال اور جس عذاب کے وہ مستحق ہیں اس سے انہیں آگاہ کر دیں گے اور ضرور ضرور انہیں انتہائی سخت عذاب چکھائیں گے۔

آیت 51 فرمایا کہ جب ہم کافر انسان پر احسان کرتے ہیں تو وہ اس احسان کا شکر ادا کرنے سے منہ پھیر لیتا ہے اور اس نعمت پر اِترانے لگتا ہے اور نعمت دینے والے پروردگار کو بھول جاتا ہے اور جب اسے کسی قسم کی پریشانی، بیماری یا ناداری وغیرہ کی تکلیف پیش آتی ہے تو اس وقت وہ خوب لمبی چوڑی دعائیں کرتا، روتا اور گڑگڑاتا ہے۔ **درس:** (1) مسلمان کو خوشی، غمی ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے رہنا چاہیے۔ (2) ہر نعمت و رحمت کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مان کر شکر ادا کرنا چاہیے اور ہر مشکل کو امتحان یا گناہوں کا نتیجہ جان کر صبر کرنا چاہیے۔

آیت 52 فرمایا کہ اے پیارے حبیب! آپ مکہ مکرمہ کے کافروں سے فرمادیں: اگر یہ قرآنِ پاک اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے جیسا کہ میں تم سے یہی بات کہتا ہوں اور قطعی دلائل سے بھی یہ بات ثابت ہے کہ قرآنِ مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا

Go to Index

مِنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ ثُمَّ كَفَرۡتُمۡ بِهٖ مَنۡ اَضَلُّ مِمَّنۡ هُوَ فِىۡ شِقَاقٍۢ بَعِيۡدٍ ﴿۵۲﴾ سَنُرِيۡهِمۡ

قرآن اللہ کے پاس سے ہو پھر تم اس کے منکر بنو تو اس سے بڑھ کر گمراہ کون جو دور کی ضد و مخالفت میں ہے؟○ ابھی ہم انہیں آسمان وزمین کی

اٰيٰتِنَا فِى الۡاٰفَاقِ وَفِىۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمۡ اَنَّهُ الۡحَـقُّ ؕ اَوَلَمۡ يَكۡفِ

وسعتوں میں اور خود ان کی ذاتوں میں اپنی نشانیاں دکھائیں گے یہاں تک کہ ان کیلئے بالکل واضح ہو جائے گا کہ بیشک وہ ہی حق ہے اور کیا

بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ شَهِيۡدٌ ﴿۵۳﴾ اَلَاۤ اِنَّهُمۡ فِىۡ مِرۡيَةٍ مِّنۡ لِّقَآءِ رَبِّهِمۡ ؕ اَلَاۤ اِنَّهٗ

تمہارے رب کا ہر چیز پر گواہ ہونا کافی نہیں؟○ سن لو! بیشک یہ کافر اپنے رب سے ملنے کے متعلق شک میں ہیں۔ خبردار! وہ

بِكُلِّ شَىۡءٍ مُّحِيۡطٌ ﴿۵۴﴾ ع

ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے○

ہے، پھر تم اس کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونے کا انکار کرو تو مجھے بتاؤ: اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہے جو حق بات کی ضد اور صحیح عقیدے کی مخالفت میں بہت دور نکل گیا ہے؟

آیت 53 فرمایا کہ ابھی ہم لوگوں کو آسمان وزمین کی وسعتوں میں اور خود ان کی اپنی ذاتوں میں قرآن کریم کی حقّانیّت اور کلامِ خدا ہونے پر اپنی نشانیاں دکھائیں گے، یہاں تک کہ ان کیلئے بالکل واضح ہو جائے گا کہ بیشک قرآن ہی حق ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے اور اس میں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے، اعمال کا حساب لئے جانے اور ان کے کفر پر انہیں سزا دیئے جانے کا جو بیان ہوا وہ بھی حق ہے اور اے حبیب! کیا آپ کے رب کا ہر چیز پر گواہ ہونا آپ کی سچائی کے لئے انہیں کافی نہیں؟ **اہم باتیں:** (1) آفاقی نشانیوں سے مراد سورج، چاند، ستارے، نباتات اور حیوان ہیں یا گزری ہوئی اُمتوں کی اُجڑی ہوئی بستیاں مراد ہیں یا مشرق و مغرب کی وہ فتوحات مراد ہیں جو اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم اور ان کی امت کو عنقریب عطا فرمانے والا ہے۔ (2) لوگوں کی ذات میں نشانیوں سے مراد یہ ہے کہ ان کی ہستیوں میں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حکمت کے بے شمار عجائبات موجود ہیں یا کفارِ مکہ کے حوالے سے بطورِ خاص یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بدر میں کفار کو مغلوب کیا اور ان پر قہر نازل کر کے خود ان کے اپنے اَحوال میں اپنی نشانیوں کا مشاہدہ کرا دیا، یا یہ مراد ہے کہ مکہ مکرمہ فتح فرما کر اُن میں اپنی نشانیاں ظاہر کر دیں گے۔

آیت 54 فرمایا کہ سن لو! بیشک یہ کافر اپنے رب سے ملنے کے بارے شک میں ہیں کیونکہ وہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے اور قیامت کے قائل نہیں ہیں، اسی لئے وہ اس میں غور وفکر کرتے ہیں، نہ اس کا علم رکھتے ہیں اور نہ ہی اس سے ڈرتے ہیں حالانکہ قیامت ضرور واقع ہو گی اور اس کے واقع ہونے میں کسی طرح کا کوئی شک نہیں ہے۔ انہیں خبردار ہو جانا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے علم اور قدرت سے ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے، کوئی چیز اس کے علم کے اِحاطے سے باہر نہیں اور اس کی معلومات کی کوئی انتہاء نہیں تو وہ انہیں ان کے کفر اور اپنے رب سے ملنے کے متعلق شک کرنے پر سزا دے گا۔

ركوعاتها ۵ | ۴۲ سُوۡرَةُ الشُّوۡرٰی مَكِّيَّةٌ ۶۲ | اٰیاتها ۵۳

سورۂ شوریٰ مکیہ ہے، اس میں ترپن آیتیں اور پانچ رکوع ہیں

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

حٰمٓ ﴿۱﴾ عٓسٓقٓ ﴿۲﴾ كَذٰلِكَ یُوۡحِیۡۤ اِلَیۡكَ وَ اِلَی الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِكَ ۙ اللّٰهُ الۡعَزِیۡزُ الۡحَكِیۡمُ ﴿۳﴾

حٰمٓ○عٓسٓقٓ○ عزت و حکمت والا اللہ تمہاری طرف اور تم سے پہلے لوگوں کی طرف یونہی وحی فرماتا ہے○

سورۂ شُوریٰ کا تعارف جمہور مفسرین کے نزدیک یہ سورت مکیہ ہے اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک قول یہ مروی ہے کہ اس سورت کی چار آیتیں مدینہ طیبہ میں نازل ہوئیں، اُن میں سے پہلی آیت ''قُلۡ لَّاۤ اَسۡـَٔلُكُمۡ عَلَیۡهِ اَجۡرًا'' ہے۔اس سورت میں 5رکوع اور 53 آیتیں ہیں۔ شوریٰ کا معنی ہے مشورہ، اور یہ لفظ اس سورت کی آیت نمبر 38 میں موجود ہے جس میں فرمایا کہ مسلمانوں کا کام ان کے باہمی مشورے سے ہوتا ہے۔ **خلاصہ مضامین:** اس سورت میں یہ بیان ہوا کہ زمین و آسمان میں موجود ہر چیز کا مالک اللہ تعالیٰ ہے اور اس کی عظمت یہ ہے کہ اس کی کبریائی کی ہیبت سے آسمان جیسی عظیم مخلوق پھٹنے کے قریب ہو جاتی ہے۔ فرشتے اللہ تعالیٰ کی حمد و تسبیح کرتے اور زمین والوں کے لئے مغفرت کی دعا مانگتے ہیں اور مشرکین کے تمام اعمال اللہ تعالیٰ کے سامنے ہیں۔ یہ بتایا گیا کہ تمام نبیوں کو ایک ہی حکم دیا گیا اور وہ یہ کہ وہ دین کو صحیح طریقے سے قائم کریں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی صداقت ظاہر ہونے کے باوجود ان کی نبوت و رسالت کا انکار کرنے والے کافروں کا رد کیا گیا۔ قیامت کے دن کے ہولناک عذابات ذکر کئے گئے اور جنتی نعمتوں کے اوصاف بیان کئے گئے۔ یہ بتایا گیا کہ رزق اللہ تعالیٰ کے دستِ قدرت میں ہے اور وہ حکمت کے مطابق اپنی مخلوق کو عطا کرتا ہے۔ زمین و آسمان اور ان کے درمیان موجود تمام چیزوں کی تخلیق، ان دونوں میں ہر طرح کا تَصَرُّف کرنے پر قدرت اور سمندروں میں کشتیوں کو چلانے کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی قدرت و وحدانیّت پر اِستدلال کیا گیا۔ اس سورت کے آخر میں بیان ہوا کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے اپنی مَشِیَّت کے مطابق اولاد عطا کر دے اور جسے چاہے نہ عطا کرے، نیز وحی کی اَقسام اور قرآنِ پاک کی شان بیان کی گئی کہ یہ آخری آسمانی کتاب ہے۔

آیت 1، 2 ان دو آیات میں مذکور حروف کا تعلق حروفِ مُقَطَّعات سے ہے، ان کا معنی اور انہیں جدا جدا بیان کرنے کی حکمت اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

آیت 3 فرمایا: اے حبیب! صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم، نزولِ وحی کا سلسلہ شروع سے چلتا آرہا ہے۔ جس طرح آپ سے پہلے انبیاء علیہمُ السّلام کی طرف ہم نے وحی نازل فرمائی، اسی طرح آپ کی طرف بھی اللہ تعالیٰ وحی بھیجتا ہے جو عزت و حکمت والا ہے۔ **اہم بات:** آیت میں سابقہ نبیوں اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا ذکر فرمایا اور عقیدے کے اس اہم موقع پر آئندہ کے کسی نبی کا بالکل ذکر نہیں کیا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حضور محمد مصطفی صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں بن سکتا کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو یہاں اُس کا اِس طرح ذکر ہوتا کہ یوں ہی ہم آئندہ نبیوں کی طرف بھی وحی کریں گے۔

لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الۡاَرۡضِ ؕ وَهُوَ الۡعَلِيُّ الۡعَظِيۡمُ ﴿٤﴾ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرۡنَ

اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، اور وہی بلندی والا، عظمت والا ہے ○ قریب ہے کہ آسمان اپنے اوپر سے

مِنۡ فَوۡقِهِنَّ وَالۡمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُوۡنَ بِحَمۡدِ رَبِّهِمۡ وَيَسۡتَغۡفِرُوۡنَ لِمَنۡ فِي الۡاَرۡضِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ

پھٹ جائیں اور فرشتے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور زمین والوں کے لیے معافی مانگتے ہیں۔ سن لو! بیشک

اللّٰهَ هُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِيۡمُ ﴿٥﴾ وَالَّذِيۡنَ اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اَوۡلِيَآءَ اللّٰهُ حَفِيۡظٌ عَلَيۡهِمۡ ۖ

اللہ ہی بخشنے والا مہربان ہے ○ اور جنہوں نے اللہ کے سوا (بتوں کو) مددگار بنا رکھا ہے اللہ ان پر نگران ہے

وَمَاۤ اَنۡتَ عَلَيۡهِمۡ بِوَكِيۡلٍ ﴿٦﴾ وَكَذٰلِكَ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلَيۡكَ قُرۡاٰنًا عَرَبِيًّا لِّتُنۡذِرَ اُمَّ الۡقُرٰى

اور تم ان کے کاموں پر ذمہ دار نہیں ○ اور یونہی ہم نے تمہاری طرف عربی قرآن کی وحی بھیجی تاکہ تم مرکزی شہر اور اس کے

وَمَنۡ حَوۡلَهَا وَتُنۡذِرَ يَوۡمَ الۡجَمۡعِ لَا رَيۡبَ فِيۡهِ ؕ فَرِيۡقٌ فِي الۡجَنَّةِ وَفَرِيۡقٌ فِي السَّعِيۡرِ ﴿٧﴾

ارد گرد رہنے والوں کو ڈر سناؤ اور تم جمع ہونے کے دن سے ڈراؤ جس میں کچھ شک نہیں۔ ایک گروہ جنت میں ہے اور ایک گروہ دوزخ میں ○

آیت 4 فرمایا کہ زمین و آسمان میں موجود تمام چیزوں کا خالق و مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے، اس کی شان بھی بلند ہے اور اس کی ملکیّت، قدرت اور حکمت بھی عظیم ہے۔

آیت 5 فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی بلند شان کا یہ عالَم ہے کہ اس کی کبریائی کی ہیبت سے آسمان جیسی عظیم الشّان مخلوق اپنے اوپر سے پھٹنے کے قریب ہو جاتی ہے، اور فرشتے اپنے رب تعالیٰ کی حمد کے ساتھ ہر اس چیز سے اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتے ہیں جو اس کی شان کے لائق نہیں اور وہ زمین والوں کے لیے معافی مانگتے ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) یہاں زمین والوں سے مراد اہلِ ایمان ہیں۔ (2) فرشتوں کی شفاعت برحق ہے۔

آیت 6 فرمایا: اے حبیب! جو لوگ اللہ تعالیٰ کی بجائے بتوں کو پوجتے اور انہیں اپنا معبود سمجھتے ہیں، اُن کے تمام اَعمال اور اَفعال اللہ تعالیٰ کے سامنے ہیں، وہ قیامت کے دن انہیں ان کا بدلہ ضرور دے گا، اے حبیب! تمہاری ذمہ داری بس انہیں خدا کی طرف سے وعدے اور وعیدیں پہنچانا ہے، لہٰذا آپ سے اُن کے اَفعال کی پکڑ نہ ہو گی، آپ انہیں رسالت کی تبلیغ کریں ان سے حساب لینا ہمارے ذمے ہے۔

آیت 7 فرمایا: جیسے ہم نے پہلے نبیوں کی طرف وحی بھیجی تھی، اسی طرح ہم نے آپ کی طرف عربی قرآن کی وحی بھیجی تاکہ آپ (بطورِ خاص) مرکزی شہر مکہ مکرمہ اور اس کے ارد گرد رہنے والوں کو ڈر سنائیں اور انہیں قیامت کے دن سے ڈرائیں جس میں اللہ تعالیٰ اوّلین و آخرین اور آسمان و زمین والوں سب کو جمع فرمائے گا اور اس میں کچھ شک نہیں، اس دن جمع ہونے کے بعد پھر سب اس طرح علیحدہ علیحدہ ہوں گے کہ ان میں سے ایک گروہ جنت میں جائے گا اور ایک گروہ دوزخ میں داخل ہو جائے گا۔ **اہم باتیں:** (1) قیامت کے

وَ لَوۡ شَآءَ اللّٰہُ لَجَعَلَہُمۡ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً وَّ لٰکِنۡ یُّدۡخِلُ مَنۡ یَّشَآءُ فِیۡ رَحۡمَتِہٖ ؕ وَ الظّٰلِمُوۡنَ مَا لَہُمۡ

اور اگر اللہ چاہتا تو ان سب کو ایک امت بنا دیتا لیکن اللہ اپنی رحمت میں داخل فرماتا ہے جسے چاہتا ہے اور ظالموں کیلئے نہ کوئی

مِّنۡ وَّلِیٍّ وَّ لَا نَصِیۡرٍ ﴿۸﴾ اَمِ اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِہٖۤ اَوۡلِیَآءَ ۚ فَاللّٰہُ ہُوَ الۡوَلِیُّ وَ ہُوَ یُحۡیِ الۡمَوۡتٰی ۫

دوست ہے اور نہ مددگار○ کیا کافروں نے اللہ کے سوا مددگار ٹھہرا لیے ہیں تو اللہ ہی مددگار ہے اور وہ مُردوں کو زندہ کرے گا

وَ ہُوَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ﴿۹﴾ ع وَ مَا اخۡتَلَفۡتُمۡ فِیۡہِ مِنۡ شَیۡءٍ فَحُکۡمُہٗۤ اِلَی اللّٰہِ ؕ ذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبِّیۡ

اور وہ ہر شے پر قادر ہے○ (اور اے لوگو!) تم جس بات میں اختلاف کرو تو اس کا فیصلہ اللہ کے سپرد ہے۔ یہ اللہ میرا رب ہے،

دن کو ”جمع ہونے کا دن“ اس لئے فرمایا گیا کیونکہ اس دن میں اللہ تعالیٰ تمام زمین و آسمان والوں کو جمع فرمائے گا۔(2) آیت کے آخر میں فرمایا گیا کہ **”ایک گروہ جنت میں ہے اور ایک گروہ دوزخ میں“** اور ترمذی شریف کی حدیث نمبر 2148 میں ہے کہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو یہ معلوم ہے کہ کون جنت میں جائے گا اور کون جہنم میں داخل ہو گا۔ مرکزی شہر کو تبلیغ کرنا دیگر شہروں تک پیغام پہنچانے میں زیادہ مفید ہوتا ہے، اس لئے مبلغین اسلام کو بھی مرکزی شہر، مرکزی علاقے اور اہم لوگوں پر بطورِ خاص توجہ دینی چاہیے۔

آیت 8 فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو تمام لوگوں کو دنیا میں ایک ہی گروہ بنا دیتا کہ سب ہدایت یافتہ ہوتے یا سبھی گمراہ ہوتے، لیکن اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنی جنت میں داخل فرماتا ہے اور جسے چاہتا ہے (اس کے برے اعمال کی وجہ سے) عذاب میں مبتلا کر دیتا ہے۔ ان دو گروہوں میں سے کافروں کے گروہ کا کوئی دوست نہیں جو ان سے عذاب دور کر سکے اور نہ ان کا کوئی مددگار ہے جو ان سے عذاب روک سکے۔ **اہم بات:** اس آیت میں ظالم سے مراد کفار ہیں کہ ظالم کا کوئی مددگار نہیں ہو گا جبکہ مسلمان گناہگاروں کی شفاعت تو قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔

آیت 9 فرمایا: کیا کفار نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر بتوں کو اپنا مددگار بنا لیا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی (حقیقی) مددگار نہیں، اگر انہوں نے کسی کو اپنا مددگار بنانے کا ارادہ کیا ہے تو اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی اس بات کا حق دار نہیں کہ اسے مددگار بنایا جائے کیونکہ وہ مُردوں کو زندہ کرے گا اور وہ ہر شے پر قادر ہے، جبکہ یہ بت تو خود عاجز ہیں اور ان میں کسی طرح کی کوئی قدرت نہیں تو پھر انہیں مددگار کیسے تسلیم کیا جائے؟

آیت 10 اے لوگو! تم دین کی باتوں میں سے جس بات میں کفار کے ساتھ اختلاف کرو تو ان سے یہ کہہ دو کہ اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے، وہ قیامت کے دن تمہارے درمیان فیصلہ فرمائے گا اور حضور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے فرمایا کہ اے حبیب! آپ ان مشرکین سے فرما دیں: یہ اللہ عزّوجلّ میرا رب ہے، میں نے اپنے تمام اُمور میں اسی پر بھروسہ کیا اور میں ہر کام میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

تَوَکَّلۡتُ ۖ وَ اِلَیۡہِ اُنِیۡبُ ﴿۱۰﴾ فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ؕ جَعَلَ لَکُمۡ مِّنۡ اَنۡفُسِکُمۡ

میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں ○ وہ آسمانوں اور زمین کا بنانے والا ہے، اس نے تمہارے لیے تم میں سے

اَزۡوَاجًا وَّ مِنَ الۡاَنۡعَامِ اَزۡوَاجًا ۚ یَذۡرَؤُکُمۡ فِیۡہِ ؕ لَیۡسَ کَمِثۡلِہٖ شَیۡءٌ ۚ وَ ہُوَ السَّمِیۡعُ

جوڑے بنائے اور چوپایوں سے جوڑے بنائے۔ اس (جوڑے) سے تمہاری نسل پھیلاتا ہے، اس جیسا کوئی نہیں اور وہی سننے والا،

الۡبَصِیۡرُ ﴿۱۱﴾ لَہٗ مَقَالِیۡدُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ۚ یَبۡسُطُ الرِّزۡقَ لِمَنۡ یَّشَآءُ وَ یَقۡدِرُ ؕ

دیکھنے والا ہے ○ آسمانوں اور زمین کی کنجیاں اسی کی مِلک ہیں، وہ جس کے لیے چاہتا ہے روزی وسیع کرتا ہے اور تنگ فرماتا ہے۔

اِنَّہٗ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمٌ ﴿۱۲﴾ شَرَعَ لَکُمۡ مِّنَ الدِّیۡنِ مَا وَصّٰی بِہٖ نُوۡحًا وَّ الَّذِیۡۤ

بیشک وہ سب کچھ خوب جاننے والا ہے ○ اس نے تمہارے لیے دین کا وہی راستہ مقرر فرمایا ہے جس کی اس نے نوح کو تاکید فرمائی اور جس کی

اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡکَ وَ مَا وَصَّیۡنَا بِہٖۤ اِبۡرٰہِیۡمَ وَ مُوۡسٰی وَ عِیۡسٰۤی اَنۡ اَقِیۡمُوا الدِّیۡنَ

ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی اور جس کی ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو تاکید فرمائی کہ دین کو قائم رکھو

آیت 11 فرمایا کہ اللہ تعالیٰ زمین و آسمان اور ان کے درمیان موجود تمام چیزوں کو بنانے والا ہے اور اس نے اپنے فضل سے تم پر احسان کرتے ہوئے تمہارے لیے تمہاری جنس میں سے جوڑے بنائے اور چوپایوں سے بھی نر و مادہ کے جوڑے بنائے۔ ان جوڑوں سے وہ تمہاری نسل پھیلاتا ہے اور ان جوڑوں کو پیدا کرنے والے خالق جیسا کوئی نہیں کیونکہ وہ یکتا اور بے نیاز ہے اور وہی سننے والا، دیکھنے والا ہے۔ **اہم بات:** آیت میں خدا کی یہ شان بیان فرمائی کہ **"اس جیسا کوئی نہیں"** یہ صفاتِ باری تعالیٰ کے بارے میں نہایت بنیادی آیت ہے اور کثیر آیات و احادیث کے مفہوم کو اسی آیت کی روشنی میں سمجھا جاتا ہے، مثلاً قرآن میں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ، چہرے اور آنکھوں کا ذکر ہے لیکن اللہ تعالیٰ مخلوق جیسے عوارض اور اعضاء سے پاک ہے تو خدا کے لئے انسانوں جیسے ہاتھ، چہرے اور آنکھوں کا اِثبات نہیں کیا جائے گا۔ یہ قطعی کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لئے یہ الفاظ تاویل کے ساتھ ہیں یا ان الفاظ کے وہ معنیٰ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق ہیں جسے وہی جانتا ہے **کیونکہ اس جیسا کوئی نہیں۔**

آیت 12 آسمان و زمین کے تمام خزانوں کی کنجیاں خواہ وہ بارش کے خزانے ہوں یا رزق کے یا زمین سے نکلنے والے جواہرات وغیرہ کے، سب کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے، جبکہ بتوں کو ان میں سے کسی چیز پر کوئی مِلکیّت حاصل نہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی حکمت کے مطابق جس کے لیے چاہتا ہے روزی وسیع کرتا ہے اور جس کے لئے چاہے تنگ فرماتا ہے کیونکہ وہ مالک ہے جبکہ بتوں کا حال ایسا نہیں ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ سب کچھ خوب جاننے والا ہے اور وہ یہ بھی جانتا ہے کہ اس کی حکمت کے مطابق کس کو مال دیا جائے اور کس کو نہ دیا جائے، جبکہ بت یہ نہیں کر سکتے، تو پھر یہ بت معبود ہونے میں اللہ تعالیٰ کے برابر کیسے ہو سکتے ہیں؟

آیت 13 فرمایا کہ اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے صحابہ! حضرت نوح علیہ السّلام سے لے کر میرے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم

وَ لَا تَتَفَرَّقُوۡا فِيۡهِ ؕ كَبُرَ عَلَى الۡمُشۡرِكِيۡنَ مَا تَدۡعُوۡهُمۡ اِلَيۡهِ ؕ اَللّٰهُ يَجۡتَبِىۡۤ اِلَيۡهِ

اور اس میں پھوٹ نہ ڈالو۔ مشرکوں پر یہ دین بہت بھاری ہے جس کی طرف تم انہیں بلاتے ہو اور اللہ اپنی طرف چن لیتا ہے

مَنۡ يَّشَآءُ وَيَهۡدِىۡۤ اِلَيۡهِ مَنۡ يُّنِيۡبُ ﴿۱۳﴾ وَمَا تَفَرَّقُوۡۤا اِلَّا مِنۡۢ بَعۡدِ مَا جَآءَهُمُ الۡعِلۡمُ

جسے چاہتا ہے اور جو رجوع کرتا ہے اسے اپنی طرف ہدایت دیتا ہے ○ اور انہوں نے پھوٹ نہ ڈالی مگر اپنے پاس علم آجانے کے بعد

بَغۡيًۢا بَيۡنَهُمۡ ؕ وَلَوۡلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتۡ مِنۡ رَّبِّكَ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى لَّقُضِىَ بَيۡنَهُمۡ ؕ وَاِنَّ

اپنے باہمی حسد کی وجہ سے اور اگر تمہارے رب کی طرف سے ایک مقررہ مدت تک کی بات نہ گزر چکی ہوتی تو ان کے درمیان فیصلہ ہوچکا ہوتا اور بیشک

تک جتنے انبیاءِ کرام علیہمُ السّلام تشریف لائے سب کے لئے ہم نے دین کا ایک ہی راستہ مقرر کیا، وہ راستہ یہ ہے کہ دینِ اسلام کو قائم رکھو اور اس میں پھوٹ نہ ڈالو۔ دین کو قائم رکھنا یہ ہے کہ اس کی اصل تعلیمات کو باقی رکھا جائے اور پورے طریقے سے اس پر عمل کیا جائے۔ جب خدا نے تمہارے لئے ایک ہی راستہ مقرر کیا ہے تو تم اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی فرمانبرداری، اُس پر اور اس کے رسولوں پر، اس کی کتابوں پر، روزِ جزا پر اور باقی تمام ضروریاتِ دین پر ایمان لانا اپنے اوپر لازم کرو کیونکہ یہ اُمور تمام انبیاءِ کرام علیہمُ السّلام کی امتوں کے لئے یکساں لازم ہیں۔ مزید فرمایا: **اور اس میں پھوٹ نہ ڈالو۔** یہاں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی امت کو غلط عقائد اپنا کر دین میں پھوٹ ڈالنے سے منع فرمایا گیا ہے۔ جو عقائد سنتِ رسول اور طریقہ صحابہ سے چلے آرہے ہیں جنہیں عرفِ عام میں اہلِ سنت کے عقائد کہا جاتا ہے، ان سے ہٹ کر جو بھی عقائد اختیار کئے جائیں گے وہ گمراہی ہیں، خواہ توحید کے نام پر ہوں یا صفاتِ باری تعالیٰ کے نام پر یا کسی دوسرے طریقے سے۔ **مزید فرمایا: مشرکوں پر یہ دین بہت بھاری ہے جس کی طرف تم انہیں بلاتے ہو۔** یعنی اے حبیب! آپ مشرکوں کو توحید اختیار کرنے اور بتوں کی عبادت چھوڑ دینے کی جو دعوت دیتے ہیں یہ ان پر بہت بھاری ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اپنے دین کے لئے چن لیتا ہے اور جو اس کی طرف رجوع کرتا اور اس کی فرمانبرداری قبول کرتا ہے اسے اپنی طرف ہدایت دیتا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) دین کے اصول میں تمام مسلمان خواہ کسی امت کے ہوں ان میں کوئی اختلاف نہیں، البتہ احکام میں امتیں اپنے اَحوال اور خصوصیات کے اعتبار سے جداگانہ ہیں۔ (2) اس آیت میں حضرت نوح علیہ السّلام کا پہلے ذکر اس لئے کیا گیا کیونکہ آپ سب سے پہلے صاحبِ شریعت نبی ہیں اور یہاں صرف ان پانچ انبیاءِ کرام علیہمُ السّلام کا ذکر اس لئے فرمایا کہ ان کا رتبہ دیگر انبیاءِ کرام علیہمُ السّلام سے بڑا ہے، یہ اُولُوا العزم ہیں اور ان میں سے ہر ایک کی ایک مستقل شریعت ہے۔

آیت 14 فرمایا: **اور انہوں نے اپنے پاس علم آجانے کے بعد ہی پھوٹ ڈالی۔** اہلِ کتاب نے اپنے انبیاءِ کرام علیہمُ السّلام کے بعد دین میں اختلاف ڈالا کہ کسی نے توحید اختیار کی اور کوئی کافر ہوگیا، وہ اس سے پہلے جان چکے تھے کہ اس طرح اختلاف کرنا اور فرقہ فرقہ ہو جانا گمراہی ہے لیکن اِس کے باوجود اُنہوں نے آپس کے حسد کی وجہ سے، اقتدار و حکومت کے شوق میں اور نفسانی حَمِیَّت کے ابھارنے پر یہ سب کچھ کیا اور یہی چیزیں فساد کی بنیاد بنتی ہیں۔ مزید فرمایا کہ اے حبیب! وہ اپنے اس عمل کی وجہ سے عذاب کے مستحق ہوچکے تھے لیکن اگر تمہارے رب عزّوجلّ کی طرف سے قیامت کے دن تک ان سے عذاب مُؤخّر فرمانے کی بات نہ گزر چکی ہوتی تو ان کافروں پر

الَّذِيۡنَ اُوۡرِثُوا الۡكِتٰبَ مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ لَفِىۡ شَكٍّ مِّنۡهُ مُرِيۡبٍ ﴿١٤﴾ فَلِذٰلِكَ فَادۡعُ ۚ

وہ لوگ جو ان کے بعد کتاب کے وارث بنائے گئے وہ اس (قرآن) کے متعلق ایک دھوکا ڈالنے والے شک میں ہیں○ تو اسی لیے بلاؤ

وَاسۡتَقِمۡ كَمَاۤ اُمِرۡتَ ۚ وَلَا تَتَّبِعۡ اَهۡوَآءَهُمۡ ۚ وَقُلۡ اٰمَنۡتُ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ مِنۡ كِتٰبٍ ۚ

اور ثابت قدم رہو جیسا تمہیں حکم دیا گیا ہے اور ان کی خواہشوں کے پیچھے نہ چلو اور کہو کہ میں اس کتاب پر ایمان لایا جو اللہ نے اتاری ہے

وَاُمِرۡتُ لِاَعۡدِلَ بَيۡنَكُمۡ ؕ اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمۡ ؕ لَنَاۤ اَعۡمَالُنَا وَلَكُمۡ اَعۡمَالُكُمۡ ؕ

اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان انصاف کروں۔ اللہ ہمارا اور تمہارا سب کا رب ہے۔ ہمارے لیے ہمارا عمل ہے اور تمہارے لیے تمہارا عمل ہے۔

لَا حُجَّةَ بَيۡنَنَا وَبَيۡنَكُمۡ ؕ اَللّٰهُ يَجۡمَعُ بَيۡنَنَا ۚ وَاِلَيۡهِ الۡمَصِيۡرُ ؕ﴿١٥﴾ وَالَّذِيۡنَ

ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی جھگڑا نہیں۔ اللہ ہم سب کو جمع کرے گا اور اسی کی طرف پھرنا ہے○ اور وہ لوگ جو

دنیا میں عذاب نازل فرما کر ان کے اور ایمان والوں کے درمیان کب کا فیصلہ ہو چکا ہوتا۔ مزید فرمایا: **اس کے متعلق ایک دھوکا ڈالنے والے شک میں ہیں۔** اس کا معنیٰ ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے زمانے کے یہودی اور عیسائی خود اپنی کتاب یا قرآن کے متعلق اس طرح شک وشبہ میں پڑے ہوئے ہیں کہ صحیح بات سمجھنے اور ماننے میں الجھن اور خلجان کا شکار ہیں۔

آیت 15 فرمایا: اے حبیب! اُن کفار کے اس اختلاف کی وجہ سے انہیں توحید اور سچے دین پر متفق ہونے کی دعوت دیں اور آپ (ان کے انکار کی وجہ سے دل تنگ نہ ہوں بلکہ) اس دین پر اور اس دین کی دعوت دینے پر ثابت قدم رہیں جیسا آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم دیا گیا ہے اور ان کی باطل خواہشوں کے پیچھے نہ چلیں اور یہ کہیں کہ میں ہر اُس کتاب پر ایمان لایا جو اللہ تعالیٰ نے اتاری ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی تمام کتابوں پر ایمان لایا کیونکہ پھوٹ ڈالنے والے بعض کتابوں پر ایمان لاتے اور بعض سے کفر کرتے تھے۔ مزید فرمایا کہ اے حبیب! فرما دیں کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان تمام چیزوں میں، تمام اَحوال میں اور ہر فیصلہ میں انصاف کروں۔ اللہ تعالیٰ ہمارا اور تمہارا سب کا رب ہے اور ہم سب اس کے بندے ہیں۔ ہم سے تمہارے اعمال کے بارے میں اور تم سے ہمارے اعمال کے بارے میں باز پُرس نہیں ہوگی بلکہ ہر ایک اپنے اپنے عمل کی جزا پائے گا۔ ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی جھگڑا نہیں کیونکہ حق ظاہر ہو چکا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو قیامت کے دن جمع کرے گا اور فیصلے کے لئے سب کو اسی کی طرف پھرنا ہے۔ **درس:** ایمان، استقامت اور عدل کا حکم ہر نبی کو دیا گیا کیونکہ یہ سب دینوں میں مشترک احکام ہیں اور خواہشِ نفس کی پیروی سے بھی ہر دین میں منع کیا گیا ہے۔

آیت 16 فرمایا: **اور وہ لوگ جو اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں۔** اِن جھگڑنے والوں سے مراد یہودی ہیں، وہ چاہتے تھے کہ مسلمانوں کو پھر کفر کی طرف لوٹا دیں، اس لئے وہ مسلمانوں سے جھگڑا کرتے تھے اور ان سے کہتے تھے کہ ہمارا دین پرانا، ہماری کتاب پرانی اور ہمارے نبی پہلے آئے، اِس لئے ہم تم سے بہتر ہیں۔ فرمایا کہ ان جھگڑنے والوں کی اپنے دین کے حق ہونے پر ہر دلیل ان کے رب عزّوجلّ کے نزدیک بے بنیاد ہے اور ان پر ان کے کفر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا غضب ہے اور ان کے لیے آخرت میں ایسا سخت عذاب

يُحَآجُّوۡنَ فِى اللّٰهِ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا اسۡتُجِيۡبَ لَهٗ حُجَّتُهُمۡ دَاحِضَةٌ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ

اللہ کے (دین کے) بارے میں جھگڑتے ہیں اس کے بعد کہ اس (دین) کو قبول کیا جاچکا ہے، ان جھگڑنے والوں کی دلیل ان کے رب کے نزدیک

وَعَلَيۡهِمۡ غَضَبٌ وَّلَهُمۡ عَذَابٌ شَدِيۡدٌ ﴿۱۶﴾ اَللّٰهُ الَّذِىۡۤ اَنۡزَلَ الۡكِتٰبَ بِالۡحَـقِّ وَالۡمِيۡزَانَ ؕ

بے بنیاد ہے اور ان پر غضب ہے اور ان کے لیے سخت عذاب ہے ○ اللہ وہی ہے جس نے حق کے ساتھ کتاب کو اتارا اور میزان کو

وَمَا يُدۡرِيۡكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيۡبٌ ﴿۱۷﴾ يَسۡتَعۡجِلُ بِهَا الَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ بِهَا ۚ وَالَّذِيۡنَ

اور تم کیا جانو شاید قیامت قریب ہی ہو ○ قیامت کی جلدی مچا رہے ہیں وہ جو اس پر ایمان نہیں رکھتے اور جو

اٰمَنُوۡا مُشۡفِقُوۡنَ مِنۡهَا ۙ وَيَعۡلَمُوۡنَ اَنَّهَا الۡحَـقُّ ؕ اَلَاۤ اِنَّ الَّذِيۡنَ يُمَارُوۡنَ فِى السَّاعَةِ

ایمان والے ہیں وہ اس سے ڈر رہے ہیں اور جانتے ہیں کہ بیشک وہ حق ہے۔ سن لو! بیشک قیامت کے بارے میں شک کرنے والے

لَفِىۡ ضَلٰلٍۢ بَعِيۡدٍ ﴿۱۸﴾ اَللّٰهُ لَطِيۡفٌۢ بِعِبَادِهٖ يَرۡزُقُ مَنۡ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ الۡقَوِىُّ الۡعَزِيۡزُ ﴿۱۹﴾ ع ۲/۱۰

ضرور دُور کی گمراہی میں ہیں ○ اللہ اپنے بندوں پر لطف فرمانے والا ہے، جسے چاہتا ہے روزی دیتا ہے اور وہی قوت والا، عزت والا ہے ○

ہے جس کی حقیقت انہیں معلوم نہیں۔

آیت 17 فرمایا: **اللہ وہی ہے جس نے حق کے ساتھ کتاب اتاری۔** یعنی اللہ عزّوجلّ وہی ہے جس نے حق کے ساتھ قرآنِ پاک نازل کیا جو طرح طرح کے دلائل اور اَحکام پر مشتمل ہے نیز اس نے اپنی نازل کردہ کتابوں میں عدل کا حکم دیا ہے۔ بعض مفسرین کے نزدیک میزان سے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی ذاتِ گرامی مراد ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم حق و باطل کو جانچنے کا معیار ہیں۔ مزید فرمایا: **اور تم کیا جانو شاید قیامت قریب ہی ہو۔** کافروں کے اس سوال پر کہ قیامت کب قائم ہوگی؟ جواب میں فرمایا گیا کہ تم کیا جانو، شاید قیامت قریب ہی ہو۔ مراد یہ ہے کہ قیامت کا وقوع یقینی ہے، اس کا متعین وقت تمہارے علم میں نہ بھی ہو، تب بھی تمہیں اس کی تیاری تو کرنی چاہیے، لہٰذا تم قرآن پر عمل کرو اور عدل کرو اس سے پہلے کہ تم پر تمہارے حساب وجواب کا دن اچانک آ جائے۔ **درس:** دنیا کے گزرے ہوئے حصہ کے مقابلے میں اس دنیا کا باقی عرصہ بہت کم رہ گیا ہے۔

آیت 18 فرمایا کہ قیامت کے منکر مذاق کے طور پر قیامت کی جلدی مچا رہے ہیں کیونکہ ان کا خیال یہ ہے کہ قیامت قائم ہونے والی ہی نہیں جبکہ ایمان والے ثواب ملنے کی توقُّع کے باوجود قیامت سے ڈر رہے ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ بیشک قیامت حق ہے اور اس کے آنے میں کوئی شک نہیں اسی لئے وہ اس کی تیاری کر رہے ہیں اور اس دن کے لئے نیک اعمال کرنے میں مصروف ہیں۔ سن لو! بیشک قیامت کے بارے میں شک کرنے والے ضرور گمراہی میں بہت دور نکل گئے ہیں۔ **درس:** قیامت پر ایمان رکھنے والے کو چاہئے کہ وہ نیک اعمال کرکے اس دن کی تیاری کرنے میں مصروف رہے۔

آیت 19 فرمایا: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بے شمار احسانات کرتا ہے اور اس کے احسانات کے دائرے میں نیک اور بد سبھی داخل ہیں

مَنۡ کَانَ یُرِیۡدُ حَرۡثَ الۡاٰخِرَةِ نَزِدۡ لَهٗ فِیۡ حَرۡثِهٖ ۚ وَ مَنۡ کَانَ یُرِیۡدُ حَرۡثَ الدُّنۡیَا

جو آخرت کی کھیتی چاہتا ہے تو ہم اس کے لیے اس کی کھیتی میں اضافہ کر دیتے ہیں اور جو دنیا کی کھیتی چاہتا ہے

نُؤۡتِهٖ مِنۡهَا وَ مَا لَهٗ فِی الۡاٰخِرَةِ مِنۡ نَّصِیۡبٍ ﴿۲۰﴾ اَمۡ لَهُمۡ شُرَکٰٓؤُا شَرَعُوۡا لَهُمۡ

توہم اسے اس میں سے کچھ دیدیتے ہیں اور آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں ○ بلکہ کافروں کے کچھ ساتھی ہیں جنہوں نے ان کے لیے دین کا

مِّنَ الدِّیۡنِ مَا لَمۡ یَاۡذَنۡۢ بِهِ اللّٰهُ ؕ وَ لَوۡ لَا کَلِمَةُ الۡفَصۡلِ لَقُضِیَ بَیۡنَهُمۡ ؕ وَ اِنَّ

وہ راستہ مقرر کر دیا ہے جس کی اللہ نے اجازت نہیں دی اور اگر فیصلہ کرنے کی بات (طے) نہ ہوتی تو (یہیں) ان میں فیصلہ کر دیا جاتا اور بیشک

حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں مشغول رہنے کے باوجود، اللہ تعالیٰ لوگوں کو بھوک سے ہلاک نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنی حکمت کے تقاضوں کے مطابق روزی دیتا ہے اور وسعتِ عیش عطا فرماتا ہے اور اس میں مؤمن اور کافر سبھی داخل ہیں۔ **درس:** جس کے رزق میں تنگی ہے اسے یہ سوچنا چاہیئے کہ اسی میں میری دنیا اور آخرت کا بھلا اور میرے ایمان کی حفاظت کا سامان ہوگا کیونکہ ممکن ہے کہ دولت ملنے کے بعد میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کر کے اپنا ایمان ضائع کر بیٹھوں اور بروزِ قیامت جہنم کے عذاب میں ہمیشہ کے لئے مبتلا ہو جاؤں۔

آیت 20 آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جسے اپنی نماز، روزہ اور دیگر اعمال سے آخرت کا نفع مقصود ہو تو ہم اسے نیکیوں کی توفیق دے کر، اس کے لئے نیک اعمال اور اطاعت گزاری کی راہیں آسان کر کے اور اس کی نیکیوں کا ثواب دس گُنا سے لے کر سات سو گُنا تک بلکہ اس سے بھی زیادہ جتنا ہم چاہیں بڑھا کر اس کے اُخروی نفع میں اضافہ کر دیتے ہیں اور جس کا عمل محض دنیا حاصل کرنے کے لئے ہو اور وہ آخرت پر ایمان نہ رکھتا ہو تو ہم اسے دنیا میں سے اُتنا دے دیتے ہیں جتنا ہم نے دنیا میں اس کے لئے مقدّر کیا ہے اور آخرت کی نعمتوں میں اس کا کچھ حصہ نہیں کیونکہ اس نے آخرت کے لئے عمل کیا ہی نہیں۔ **درس:** جو شخص نیک اعمال سے صرف رضائے الٰہی پانے کی نیت کرے تو اسے اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی نوازتا ہے اور آخرت میں بھی اس پر کرم ہوگا اور جو نیک اعمال کے ذریعے دنیا میں مال و دولت، عزت و شہرت اور اپنی واہ واہ چاہے تو دنیا میں اسے صرف اتنا ہی ملے گا جتنا اس کے نصیب میں لکھا ہے اور آخرت میں ان اعمال کے ثواب سے اسے محروم کر دیا جائے گا۔ لہٰذا اخلاص کے ساتھ نیک اعمال کرنے چاہئیں۔

آیت 21 کافر لوگ اللہ تعالیٰ کے دین کو قبول نہیں کرتے لیکن ان کے کچھ ساتھی ہیں، شیاطین وغیرہ جنہوں نے ان کے لیے کفر پر مشتمل ایسا دین پیش کیا ہے جو شرک اور مرنے کے بعد اٹھائے جانے کے انکار پر مشتمل ہے اور یہ دین اللہ تعالیٰ کے دین کے خلاف ہے اور کفار اسی دین کو قبول کئے ہوئے ہیں، جس کا انجام تو یہ ہے کہ اگر فیصلہ کرنے کی بات طے نہ ہوتی اور جزا کے لئے قیامت کا دن مُعَیَّن نہ فرما دیا گیا ہوتا تو یہیں ایمان والوں اور کفار میں فیصلہ کر دیا جاتا اور دنیا ہی میں جھٹلانے والوں کو عذاب میں گرفتار کر دیا جاتا اور بیشک آخرت میں ظالموں کے لیے دردناک عذاب ہے۔ **اہم بات:** اس آیت میں ظالموں سے مراد کافر ہیں۔

Go to Index

الظّٰلِمِیۡنَ لَهُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ﴿۲۱﴾ تَرَی الظّٰلِمِیۡنَ مُشۡفِقِیۡنَ مِمَّا كَسَبُوۡا

ظالموں کے لیے دردناک عذاب ہے○ تم ظالموں کو دیکھو گے کہ اپنے کمائے ہوئے اعمال سے ڈر رہے ہوں گے اور ان کی کمائیاں

وَ هُوَ وَاقِعٌۢ بِهِمۡ ؕ وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِیۡ رَوۡضٰتِ الۡجَنّٰتِ ۚ

ان پر پڑ کر رہیں گی اور ایمان لانے والے اور اچھے اعمال کرنے والے جنتوں کے پھولوں سے بھرے ہوئے باغات میں ہوں گے۔

لَهُمۡ مَّا یَشَآءُوۡنَ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الۡفَضۡلُ الۡكَبِیۡرُ ﴿۲۲﴾ ذٰلِكَ الَّذِیۡ یُبَشِّرُ

ان کے لیے ان کے رب کے پاس وہ تمام چیزیں ہوں گی جو وہ چاہیں گے، یہی بڑا فضل ہے○ یہی ہے وہ جس کی اللہ

اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ قُلۡ لَّاۤ اَسۡـَٔلُكُمۡ عَلَیۡهِ اَجۡرًا

اپنے ایمان والے اور اچھے اعمال کرنے والے بندوں کو خوشخبری دیتا ہے۔ تم فرماؤ: میں اس پر تم سے کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا

آیت 22 فرمایا: تم قیامت کے دن ظالموں کو اس حال میں دیکھو گے کہ وہ اس اندیشے سے اپنے کفر اور خبیث اعمال سے ڈر رہے ہوں گے کہ اب انہیں ان اعمال کی سزا ملنے والی ہے۔ یہ چاہے ڈریں یا نہ ڈریں، ان کے اعمال کا وبال ان پر ضرور پڑ کر رہے گا اور یہ اس سے کسی طرح بچ نہیں سکتے اور ایمان لانے والوں اور اچھے اعمال کرنے والوں کا حال یہ ہو گا کہ وہ جنتوں کے نعمتوں سے بھرے ہوئے باغات میں ہوں گے کیونکہ وہ جنت کے سب سے زیادہ پاکیزہ مقام ہیں۔ ان کے لیے ان کے رب عزّوجلّ کے پاس وہ تمام چیزیں ہوں گی جو وہ چاہیں گے اور تھوڑے عمل پر یہی بڑا فضل ہے۔ **اہم بات:** فاسق و فاجر مسلمان بھی (اپنے اعمال کی سزا پانے کے بعد یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے سزا کے بغیر ہی بخش دیئے جانے کے بعد) جنت میں جائیں گے البتہ وہاں ان کے مقام میں فرق ہو گا کہ اچھے اعمال کرنے والے مسلمان پھولوں سے بھرے ہوئے باغات میں ہوں گے اور ان کے علاوہ مسلمان جنت کے دیگر حصوں میں ہوں گے۔

آیت 23 فرمایا: یہ بڑا فضل وہی ثواب ہے جس کی اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زبانِ اقدس سے اپنے ایمان والے اور اچھے اعمال کرنے والے بندوں کو خوشخبری دیتا ہے۔ **مزید فرمایا:** اے حبیب! آپ فرمادیں: اے لوگو، میں رسالت کی تبلیغ پر تم سے کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا، اس کے بعد جداگانہ طور پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کفار کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ظلم و ستم کرنے سے باز رکھنے کیلئے فرمایا: تمہیں کم از کم میرے ساتھ اپنی قرابتداری یعنی رشتے داری کا خیال کرنا چاہیے، یعنی چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم قبیلہ قریش سے تعلق رکھتے ہیں اور کفار مکہ بھی اپنی مختلف شاخوں کے اعتبار سے قریش سے تعلق رکھتے تھے تو انہیں کہا گیا کہ اگر تم ایمان قبول نہیں بھی کرتے تو کم از کم رشتے داری کا لحاظ کرتے ہوئے ایذاء رسانی سے تو باز رہو۔ بہت سے مفسرین نے قرابت کی محبت سے اہلِ بیتِ کرام کی محبت مراد لی ہے اور یقیناً نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آل و اولاد و اہلِ بیت کی محبت ایمان کا تقاضا ہے اور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے امت پر جو احسانات فرمائے ہیں، ان کے شکرانے میں آپ کے خاندان سے محبت کرنا تقاضائے شکر ہے۔ **مزید فرمایا: اور جو نیک کام کرے۔** آیت کے اس حصے میں نیک کام کرنے والوں کو بشارت دی جارہی ہے کہ جو نیک کام کرے گا تو ہم اسے اس جیسے مزید نیک کام کرنے اور ان میں اخلاص کی توفیق عطا کر کے اس کے لیے نیک کام میں مزید خوبی بڑھا

Go to Index

اِلَّا الۡمَوَدَّةَ فِی الۡقُرۡبٰی ؕ وَ مَنۡ یَّقۡتَرِفۡ حَسَنَةً نَّزِدۡ لَهٗ فِیۡهَا حُسۡنًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ شَكُوۡرٌ ﴿۲۳﴾

مگر قرابت کی محبت اور جو نیک کام کرے ہم اس کے لیے اس میں اور خوبی بڑھا دیں گے ، بیشک اللہ بخشنے والا، قدر فرمانے والا ہے ○

اَمۡ یَقُوۡلُوۡنَ افۡتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا ۚ فَاِنۡ یَّشَاِ اللّٰهُ یَخۡتِمۡ عَلٰی قَلۡبِكَ ؕ وَ یَمۡحُ اللّٰهُ الۡبَاطِلَ وَ

بلکہ یہ کافر کہتے ہیں: اس نے اللہ پر جھوٹ گھڑ لیا ہے اور اگر اللہ چاہے تو تمہارے دل پر (صبر کی) مہر لگا دے اور اللہ باطل کو مٹاتا ہے اور

یُحِقُّ الۡحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِیۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ ﴿۲۴﴾ وَ هُوَ الَّذِیۡ یَقۡبَلُ التَّوۡبَةَ عَنۡ عِبَادِهٖ

اپنی باتوں کے ذریعے حق کو ثابت فرماتا ہے۔ بیشک وہ دلوں کی باتیں جانتا ہے ○ اور وہی ہے جو اپنے بندوں سے توبہ قبول فرماتا ہے

وَ یَعۡفُوۡا عَنِ السَّیِّاٰتِ وَ یَعۡلَمُ مَا تَفۡعَلُوۡنَ ﴿ۙ۲۵﴾ وَ یَسۡتَجِیۡبُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

اور گناہوں سے درگزر فرماتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو ○ اور ایمان والوں اور اچھے اعمال کرنے والوں کی دعا قبول فرماتا ہے

دیں گے، بیشک اللہ تعالیٰ گناہگاروں کو بخشنے والا اور اپنے اطاعت گزاروں کی قدر فرمانے والا ہے۔

آیت 24 آیت کا معنی یہ ہے کہ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بارے میں کفارِ مکہ یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے نبوت کا دعویٰ کر کے اور قرآنِ کریم کو اللہ تعالیٰ کی کتاب بتا کر اللہ تعالیٰ پر جھوٹ گھڑ لیا ہے؟ اس کے جواب میں یہ فرمایا کہ کافروں کا یہ قول بہتان ہے کیونکہ اے نبی! اگر وہ چاہتا تو آپ کے دل پر مہر لگا دیتا یعنی اگر بالفرض آپ جھوٹی بات گھڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے تو اللہ تعالیٰ ضرور آپ کے دل پر مہر لگا دیتا (جس سے قرآن آپ کے سینے سے سَلب ہو جاتا) یونہی اللہ تعالیٰ کا دستور یہ ہے کہ وہ باطل کو مٹا دیتا اور حق کو اپنے کلام سے ثابت فرماتا ہے، تو اگر بالفرض آپ جھوٹے ہوتے تو اللہ تعالیٰ باطل کا پردہ فاش کر دیتا لیکن اللہ تعالیٰ نے قوت اور مدد کے ساتھ آپ کی تائید فرمائی ہے تو یقیناً آپ سچے ہیں البتہ کافر جھوٹے ہیں اور بیشک اللہ تعالیٰ تو دلوں تک کی باتیں جانتا ہے، تو اسے کافروں کے عقائد، اَقوال اور اَحوال سب کی خبر ہے اور وہ انہیں اس کی سزا دے گا۔

آیت 25 جو لوگ اپنے کفر اور بداعمالیوں سے توبہ کر لیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمالے گا کیونکہ وہ ہر گناہگار کی توبہ قبول فرماتا ہے اگرچہ اس کا گناہ کتنا ہی بڑا ہو اور اس توبہ کی برکت سے اس کے گناہوں سے درگزر کرتا ہے اور اے لوگو! جو کچھ تم کرتے ہو اسے اللہ تعالیٰ جانتا ہے تو وہ تمہارے نیک اعمال پر تمہیں ثواب اور برے اعمال پر سزا دے گا۔ مزید فرمایا: اور جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو اور وہ تمہیں تمہارے اعمال کی جزا دے گا۔ **درس:** (1) ہر گناہ سے توبہ واجب ہے اور توبہ کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی گناہ سے باز آجائے اور گناہ پر نادم ہو اور ہمیشہ گناہ سے بچے رہنے کا پختہ ارادہ کرے اور اگر گناہ میں کسی بندے کی حق تلفی بھی تھی تو اس حق سے شرعی طریقے سے بَرِیُ الذِّمہ ہو جائے۔ (2) اگر ہم عمل کرتے وقت یہ سوچ لیا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ظاہری اور پوشیدہ ہر عمل کو جانتا ہے اور وہ ہمارے تمام کاموں کو دیکھ رہا ہے تو امید ہے کہ کبھی گناہ کرنے کی ہمت نہ کریں۔

آیت 26 فرمایا: اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی دعائیں قبول فرماتا ہے جو ایمان لائیں اور اچھے اعمال کریں اور اپنے فضل سے لوگوں کی طلب سے بڑھ کر انہیں عطا فرماتا ہے اور کافروں کے لیے سخت عذاب ہے۔ **درس:** مقبول بندوں کی دعائیں زیادہ قبول ہوتی ہیں اور اچھے

وَيَزِيدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهِ ۚ وَالْكٰفِرُونَ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ ﴿٢٦﴾ وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ

اور انہیں اپنے فضل سے زیادہ عطا فرماتا ہے اور کافروں کے لیے سخت عذاب ہے ○ اور اگر اللہ اپنے سب بندوں کے لئے رزق

لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ ۚ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌۢ

وسیع کر دیتا تو ضرور وہ زمین میں فساد پھیلاتے لیکن اللہ اندازہ سے جتنا چاہتا ہے اتارتا ہے، بیشک وہ اپنے بندوں سے خبردار (ہے، انہیں)

بَصِيْرٌ ﴿٢٧﴾ وَهُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ ۚ وَهُوَ الْوَلِيُّ

دیکھ رہا ہے ○ اور وہی ہے جو لوگوں کے ناامید ہونے کے بعد بارش اتارتا ہے اور اپنی رحمت پھیلاتا ہے اور وہی کام بنانے والا،

الْحَمِيْدُ ﴿٢٨﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَثَّ فِيْهِمَا مِنْ دَآبَّةٍ ۚ

تعریف کے لائق ہے ○ اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور ان میں جو جاندار اس نے پھیلائے ہیں سب اس کی نشانیوں میں سے ہیں

اعمال دعا کی قبولیت میں بہت معاون ہیں۔ جو لوگ برے اعمال کرنے میں مصروف رہنے کے باوجود یہ شکوہ کرتے ہیں کہ ہماری دعا قبول نہیں ہوتی، انہیں چاہئے کہ اگر دعا قبول کروانی ہے تو برے اعمال چھوڑ کر نیک اعمال کرنے میں مصروف ہو جائیں اِنْ شَآءَ اللہ ان کی دعاؤں کی قبولیت بھی ظاہر ہو گی۔

آیت 27 فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ اپنے سب بندوں کیلئے رزق وسیع کر دیتا تو وہ ضرور زمین میں فساد پھیلاتے بیشک وہ اپنے بندوں کے احوال سے خبردار اور انہیں دیکھ رہا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) لوگوں کے فساد کی مختلف صورتیں ہو سکتی ہیں جیسے اگر اللہ تعالیٰ اپنے تمام بندوں کا رزق ایک جیسا کر دے تو ہو سکتا تھا کہ لوگ مال کے نشے میں ڈوب کر سرکشی کے کام کرتے اور یہ بھی ہو سکتا تھا کہ جب کوئی کسی کا محتاج نہ ہو گا تو ضروریاتِ زندگی کو پورا کرنا ناممکن ہو جائے گا جیسے کوئی گندگی صاف کرنے کے لئے تیار نہ ہو گا، کوئی سامان اٹھانے پر راضی نہ ہو گا وغیرہ، یوں نظامِ عالَم میں بگاڑ پیدا ہو گا۔ (2) اگرچہ بندوں کی بہتری اور فائدے کے لئے اَفعال کرنا اللہ تعالیٰ پر واجب نہیں، اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کے اَفعال حکمتوں سے خالی نہیں ہیں۔ **درس:** لوگوں کی امیری، غریبی، بیماری اور تندرستی حکمت کے عین مطابق ہے لہٰذا مالدار کو اپنی دولت اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرماں برداری میں خرچ کرنا چاہئے اور غریب کو صبر کرنے کی توفیق اور آسانی مانگنی چاہیے۔ جو تندرست ہے وہ اس نعمت کو زیادہ عبادت کرنے میں صرف کرے اور بیمار اپنی بیماری خطاؤں کی معافی کا ذریعہ سمجھے۔

آیت 28 فرمایا: اے لوگو! اللہ وہی ہے جو تمہارے بارش آنے سے ناامید ہونے کے بعد آسمان سے بارش نازل فرما کر تمہیں سیراب کرتا اور بارش سے نفع دیتا اور قحط دور فرماتا ہے۔ وہی اپنے فضل سے تمہارے کام بنانے والا ہے اور تمہیں نعمتیں عطا فرمانے میں تعریف کے لائق ہے اور اس کے فرمانبردار بندے اسی کی تعریف کرتے ہیں۔

آیت 29 فرمایا: اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت کے دلائل اور اس کی قدرت کے عجائبات میں سے زمین و آسمان کی پیدائش ہے، کیونکہ یہ دونوں اپنی ذات اور صفات کے اعتبار سے اپنے خالق کی قدرت اور کمالات پر دلالت کرتے ہیں۔ مزید فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جو زمین

رکوع ۳
وَهُوَ عَلٰى جَمْعِهِمْ اِذَا يَشَآءُ قَدِيْرٌ ﴿۲۹﴾ وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ

اور وہ ان سب کو اکٹھا کرنے پر جب چاہے قادر ہے ○ اور تمہیں جو مصیبت پہنچی وہ تمہارے ہاتھوں کے کمائے ہوئے اعمال کی وجہ سے ہے

وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ﴿۳۰﴾ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۚ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ

اور بہت کچھ تووہ معاف فرمادیتا ہے ○ اور تم زمین میں (اللہ کو) بے بس نہیں کرسکتے اور نہ اللہ کے مقابلے میں تمہارا

مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۳۱﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهِ الْجَوَارِ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ﴿۳۲﴾ اِنْ يَّشَاْ يُسْكِنِ

کوئی دوست ہے اور نہ مددگار ○ اور سمندر میں چلنے والی پہاڑوں جیسی کشتیاں اس کی نشانیوں میں سے ہیں ○ اگر وہ چاہے تو ہوا کو

الرِّيْحَ فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلٰى ظَهْرِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۳۳﴾

روک دے تو کشتیاں سمندر کی پشت پر ٹھہری رہ جائیں، بیشک اس میں ضرور ہر بڑے صبر کرنے والے، شکر کرنے والے کیلئے نشانیاں ہیں ○

پر چلنے والے انسان اور دیگر جاندار پیدا فرمائے ہیں یہ سب بھی اس کی قدرت اور وحدانیّت کی نشانیوں میں سے ہیں اور اللہ تعالیٰ جب چاہے ان سب کو حشر کے لئے اکٹھا کرنے پر قادر ہے۔

آیت 30 فرمایا کہ دنیا میں جو مصیبتیں مومنین کو پہنچتی ہیں اکثر اُن کا سبب ان کے گناہ ہوتے ہیں، اُن مصیبتوں کو اللہ تعالیٰ اُن کے گناہوں کا کفارہ کردیتا ہے اور کبھی مومن کی تکلیف اس کے درجات کی بلندی کے لئے ہوتی ہے اور بہت کچھ تو اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے معاف فرمادیتا ہے۔ **اہم بات:** انبیاءِ کرام علیہمُ السّلام اور چھوٹے بچے سے اس آیت میں خطاب نہیں کیا گیا کیونکہ انبیاء کرام علیہمُ السّلام معصوم ہیں، گناہ کرتے ہی نہیں اور بچوں کے گناہ لکھے نہیں جاتے۔ **درس:** مصیبت آنے کا ایک سبب گناہ ہے، لہٰذا جب مصیبت آئے تو توبہ واستغفار کریں اور صبر سے کام لیں۔

آیت 31 فرمایا: تم زمین میں خدا کو بے بس نہیں کرسکتے لہٰذا جو مصیبتیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے نصیب میں لکھ دی ہیں تم ان سے بچ نہیں سکتے ہو اور اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں نہ تمہارا کوئی دوست ہے اور نہ مددگار کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف تمہیں مصیبت سے بچاسکے۔

آیت 32 سمندر میں چلنے والی پہاڑوں جیسی کشتیاں اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت کے دلائل اور اس کی قدرت اور عظمت کی نشانیوں میں سے ہیں کہ بادبانی کشتیاں ہوا کے ذریعے چلتی اور رکتی ہیں اور ان ہواؤں پر اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی قدرت نہیں رکھتا اور یہ قدرت والے معبود کے وجود کی دلیل ہے، اور اس کی دوسری دلیل یہ ہے کہ یہ کشتیاں انتہائی وزنی ہونے کے باوجود ڈوبتی نہیں بلکہ پانی کی سطح پر تیرتی جاتی ہیں۔ ان میں یہ خوبی بھی خدا ہی کی پیدا کی ہوئی ہے۔

آیت 33، 34 اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو اس ہوا کو روک دے جو کشتیوں کو چلاتی ہے تو تمام کشتیاں سمندر کی پشت پر ٹھہری رہ جائیں اور چل نہ پائیں، یا اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو مخالف سمت سے ہوا بھیج کر بعض کشتیوں کو اس میں سوار لوگوں کے گناہوں کے سبب غرق کر دے اور بہت سے لوگوں کے گناہوں سے درگزر فرمادے کہ اُن پر عذاب نہ کرے اور انہیں ڈوبنے سے محفوظ رکھے۔ بیشک اللہ تعالیٰ

اَوۡ یُوۡبِقۡہُنَّ بِمَا کَسَبُوۡا وَ یَعۡفُ عَنۡ کَثِیۡرٍ ﴿۳۴﴾ وَّ یَعۡلَمَ الَّذِیۡنَ یُجَادِلُوۡنَ

یا (اگر اللہ چاہے تو) ان کشتیوں کو لوگوں کے گناہوں کے سبب تباہ کردے اور بہت سے گناہوں سے درگزر فرمادے ○ اور ہماری آیتوں میں

فِیۡۤ اٰیٰتِنَا ؕ مَا لَہُمۡ مِّنۡ مَّحِیۡصٍ ﴿۳۵﴾ فَمَاۤ اُوۡتِیۡتُمۡ مِّنۡ شَیۡءٍ فَمَتَاعُ الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا ۚ

جھگڑنے والے جان جائیں کہ ان کیلئے بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں ○ تو (اے لوگو!) تمہیں جو کچھ دیا گیا ہے وہ دنیوی زندگی کا سازوسامان ہے

وَ مَا عِنۡدَ اللّٰہِ خَیۡرٌ وَّ اَبۡقٰی لِلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَلٰی رَبِّہِمۡ یَتَوَکَّلُوۡنَ ﴿۳۶﴾ ۚ

اور وہ جو اللہ کے پاس ہے وہ ایمان والوں اور اپنے رب پر بھروسہ کرنے والوں کیلئے بہتر اور زیادہ باقی رہنے والا ہے ○

وَ الَّذِیۡنَ یَجۡتَنِبُوۡنَ کَبٰٓئِرَ الۡاِثۡمِ وَ الۡفَوَاحِشَ وَ اِذَا مَا غَضِبُوۡا ہُمۡ یَغۡفِرُوۡنَ ﴿۳۷﴾ ۚ

اور (ان کیلئے) جو بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے اجتناب کرتے ہیں اور جب انہیں غصہ آئے تو معاف کردیتے ہیں ○

کی مرضی کے مطابق کشتیوں کے چلنے اور رکنے میں ضرور ہر بڑے صبر کرنے والے، شکر کرنے والے کیلئے نشانیاں ہیں۔ **درس:** یہاں صابر شاکر سے مخلص مومن مراد ہے جو تکلیف میں صبر کرتا ہے اور راحت میں شکر اور مقصد یہ ہے کہ مومن بندے پر لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کے دلائل سے کسی طرح غافل نہ ہو اور اگر اس پر سختی اور تکلیف آئے تو وہ صبر کرے اور نعمتیں ملیں تو شکر ادا کرے۔

آیت 35 فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو لوگوں کو سمندر میں غرق کردے اور قرآنِ پاک کو جھٹلانے والے جان جائیں کہ ان کیلئے اللہ تعالیٰ کی گرفت اور اس کے عذاب سے بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں۔

آیت 36 **شانِ نزول:** حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنا سارا مال راہِ خدا میں صدقہ کردیا، اس پر لوگوں نے ملامت کی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے حق میں یہ آیت نازل کی اور فرمایا: اے لوگو! تمہیں جو کچھ دُنیوی مال واَسباب دیا گیا ہے وہ آخرت کا زادِ راہ نہیں بلکہ صرف چند روز کی دُنیوی زندگی کا سازوسامان ہے اور یہ ہمیشہ باقی نہیں رہے گا، جبکہ جو اجر و ثواب اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ ایمان والوں اور اپنے ربّ عزّوجلّ پر بھروسہ کرنے والوں کیلئے بہتر اور زیادہ باقی رہنے والا ہے۔

آیت 37 فرمایا کہ اجر و ثواب ان کیلئے بھی ہے جو کبیرہ گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے اِجتناب کرتے ہیں۔ مزید فرمایا: اور جب انہیں غصہ آئے تو معاف کردیتے ہیں۔ آیت کے اس حصے میں کسی پر غصہ آنے کی صورت میں معاف کردینے والے کو بھی اجر و ثواب کی بشارت دی گئی ہے۔ **اہم باتیں:** (1) کبیرہ گناہ وہ ہے جس کے کرنے پر دنیا میں حد جاری ہو جیسے قتل، زنا اور چوری وغیرہ یا اس پر آخرت میں عذاب کی وعید ہو جیسے غیبت، چغل خوری، خود پسندی اور ریاکاری وغیرہ۔ (2) بے حیائی کے کاموں سے وہ تمام کام اور باتیں مراد ہیں جو معیوب اور قبیح ہوں۔ **درس:** (1) کبیرہ گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے بچنے والوں کے لئے قیامت کے دن اجر و ثواب کی بشارت ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (2) غصہ اکثر انسان کی دنیا و آخرت کو نقصان دیتا ہے، لہٰذا غصہ کے وقت ضبط و معافی سے کام لینا چاہیے اور ایسے اَسباب اختیار کریں جن سے غصہ ٹھنڈا ہو جائے۔

وَ الَّذِیۡنَ اسۡتَجَابُوۡا لِرَبِّهِمۡ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۪ وَ اَمۡرُهُمۡ شُوۡرٰی بَیۡنَهُمۡ ۪

اور (ان کے لئے) جنہوں نے اپنے رب کا حکم مانا اور نماز قائم رکھی اور ان کا کام ان کے باہمی مشورے سے (ہوتا) ہے

وَ مِمَّا رَزَقۡنٰهُمۡ یُنۡفِقُوۡنَ ﴿۳۸﴾ وَ الَّذِیۡنَ اِذَاۤ اَصَابَهُمُ الۡبَغۡیُ هُمۡ یَنۡتَصِرُوۡنَ ﴿۳۹﴾

اور ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے کچھ خرچ کرتے ہیں ○ اور (ان کے لئے) جنہیں جب کوئی زیادتی پہنچے تو وہ (انصاف کے ساتھ) بدلہ لیتے ہیں ○

وَ جَزٰٓؤُا سَیِّئَةٍ سَیِّئَةٌ مِّثۡلُهَا ۚ فَمَنۡ عَفَا وَ اَصۡلَحَ فَاَجۡرُهٗ عَلَی اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ

اور برائی کا بدلہ اس کے برابر برائی ہے تو جس نے معاف کیا اور کام سنوارا تو اس کا اجر اللہ پر ہے، بیشک

لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۴۰﴾ وَ لَمَنِ انۡتَصَرَ بَعۡدَ ظُلۡمِهٖ فَاُولٰٓئِکَ مَا عَلَیۡهِمۡ مِّنۡ سَبِیۡلٍ ﴿۴۱﴾ ؕ

وہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا ○ اور بے شک جس نے اپنے اوپر ہونے والے ظلم کا بدلہ لیا ان کی پکڑ کی کوئی راہ نہیں ○

آیت 38 فرمایا کہ اجر و ثواب ان لوگوں کے لئے بھی ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت کا اقرار اور اس کی عبادت کر کے اپنے رب کا حکم مانا اور پابندی کے ساتھ نماز پڑھتے رہے اور جب انہیں کوئی کام درپیش ہو تو وہ ان کے باہمی مشورہ سے ہوتا ہے اور وہ ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ آیت انصار کے حق میں نازل ہوئی۔ **درس:** اس آیت میں چار خوبیاں بیان کی گئیں، خدا کا حکم ماننا، نماز کی پابندی، اہم معاملات میں مشورہ کرنا اور راہِ خدا میں خرچ کرنا۔ یہ چاروں اوصاف ہی ہماری زندگی میں شامل ہونے چاہییں۔

آیت 39 فرمایا کہ اجر و ثواب ان کیلئے بھی ہے کہ جن پر کوئی ظلم کرے تو وہ اس سے انصاف کے ساتھ بدلہ لیتے ہیں اور بدلہ لینے میں حد سے تجاوز نہیں کرتے۔ **اہم بات:** اس آیت سے معلوم ہوا کہ ظالم سے اتنا بدلہ لینا جائز ہے جتنا اس نے ظلم کیا لیکن بدلہ لینے پر قدرت کے باوجود معاف کر دینا بہت بہتر ہے۔

آیت 40 ارشاد فرمایا: **اور برائی کا بدلہ اس کے برابر برائی ہے۔** اس کا معنی یہ ہے کہ بدلہ جرم کے برابر ہونا چاہیے اور اس میں زیادتی نہ ہو اور بدلے کو مجازی طور پر برائی کہا جاتا ہے کیونکہ جس کو وہ بدلہ دیا جائے اسے برا معلوم ہوتا ہے اور بدلے کو برائی کے ساتھ تعبیر کرنے میں یہ بھی اشارہ ہے کہ اگرچہ بدلہ لینا جائز ہے لیکن معاف کر دینا اس سے بہتر ہے۔ مزید فرمایا کہ جس نے ظالم کو معاف کر دیا اور معافی کے ذریعے اپنے اور ظالم کے مابین معاملے کی اصلاح کی تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمۂ کرم پر ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو پسند نہیں کرتا جو ظلم کی ابتداء کرتے ہیں یا بدلہ لینے میں حد سے تجاوز کرتے ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) ظالم سے بدلہ لینا ایک فطرتی تقاضا ہے اور شریعت نے اس کی اجازت بھی دی ہے البتہ جتنا اس پر ظلم ہوا اتنا ہی بدلہ لینے کی اجازت ہے اس سے زیادہ بدلہ ہر گز نہیں لے سکتا۔ (2) جہاں بدلہ لینا ہو وہاں بھی حاکمِ وقت کے ذریعے لیا جائے گا، نہ یہ کہ خود ہی قاضی بن گئے اور خود ہی جلّاد۔

آیت 41 فرمایا کہ جنہوں نے ظالم سے اپنی مظلومی کا بدلہ لیا ان پر کوئی سزا نہیں کیونکہ انہوں نے وہ کام کیا ہے جو ان کے لئے جائز تھا۔ **اہم بات:** مظلوم کا ظالم سے بدلہ لینے پر سزا نہیں ہے، لیکن جن ظلموں کی سزا دینے کا اختیار صرف حاکمِ اسلام کے پاس ہے ان کی

اِنَّمَا السَّبِيۡلُ عَلَى الَّذِيۡنَ يَظۡلِمُوۡنَ النَّاسَ وَيَبۡغُوۡنَ فِى الۡاَرۡضِ بِغَيۡرِ الۡحَقِّ‌ؕ اُولٰٓـئِكَ لَهُمۡ

گرفت صرف ان لوگوں پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین میں ناحق سرکشی پھیلاتے ہیں، ان کے لیے

عَذَابٌ اَلِيۡمٌ ﴿۴۲﴾ وَلَمَنۡ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنۡ عَزۡمِ الۡاُمُوۡرِ ﴿۴۳﴾ ع وَمَنۡ يُّضۡلِلِ

دردناک عذاب ہے○ اور بیشک جس نے صبر کیا اور معاف کر دیا تو یہ ضرور ہمت والے کاموں میں سے ہے○ اور جسے اللہ

اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنۡ وَّلِىٍّ مِّنۡۢ بَعۡدِهٖ‌ ؕ وَتَرَى الظّٰلِمِيۡنَ لَمَّا رَاَوُا الۡعَذَابَ يَقُوۡلُوۡنَ

گمراہ کرے تو اس کے بعد اس کیلئے کوئی مددگار نہیں اور تم ظالموں کو دیکھو گے کہ جب وہ عذاب دیکھیں گے تو کہیں گے:

هَلۡ اِلٰى مَرَدٍّ مِّنۡ سَبِيۡلٍ‌ ﴿۴۴﴾ ج وَتَرٰٮهُمۡ يُعۡرَضُوۡنَ عَلَيۡهَا خٰشِعِيۡنَ مِنَ الذُّلِّ

کیا واپس جانے کا کوئی راستہ ہے؟○ اور تم انہیں دیکھو گے کہ انہیں اس حال میں آگ پر پیش کیا جائے گا کہ ذلت کے مارے جھکے ہوئے ہوں گے،

ع ۴۴ ۵

سزا کوئی اور از خود نہیں دے سکتا، جیسے قاتل سے قصاص لینا وغیرہ۔

آیت 42 فرمایا کہ گرفت صرف ان لوگوں پر ہے جو ابتداءً لوگوں پر ظلم کرتے اور تکبُّر اور گناہوں کا اِرتکاب کر کے اور فساد برپا کر کے زمین میں ناحق سرکشی پھیلاتے ہیں، ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ **اہم بات:** کسی فردِ واحد پر ظلم ہو تو مظلوم کی مرضی ہے کہ معاف کر دے یا بدلہ لے لے لیکن اجتماعی ظلم کہ ڈکیتیاں، راستوں پر لوٹ مار کرنا، یہ ایسے معاملات ہیں جن میں ظالم کو عبرتناک سزا دی جائے۔

آیت 43 فرمایا کہ جس نے اپنے مجرم کے ظلم اور ایذا پر صبر کیا اور اپنے ذاتی معاملات میں بدلہ لینے کی بجائے اسے معاف کر دیا تو یہ ضرور ہمت والے کاموں میں سے ہے۔ **درس:** اس آیت سے معلوم ہوا کہ اگر ظالم سے بدلہ نہ لینے میں کوئی شرعی قباحت نہ ہو تو ظلم پر صبر کر لینا اور ظالم کو معاف کر دینا زیادہ بہتر ہے اور یہی نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا اسوۂ حسنہ اور تعلیم ہے۔ اس وصف کو اپنانے کے لئے ہمت کی ضرورت ہوتی ہے جیسا کہ آیت کے الفاظ سے بھی اس کی طرف اشارہ ہے۔

آیت 44: فرمایا کہ جس کی بدعملیوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس میں گمراہی پیدا کر دے تو اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں اس کیلئے کوئی مددگار نہیں کہ اُسے عذاب سے بچا سکے اور تم قیامت کے دن کفر اور گناہوں کا اِرتکاب کر کے اپنی جانوں پر ظلم کرنے والوں کو دیکھو گے کہ وہ عذاب دیکھ کر کہیں گے: کیا دنیا میں واپس جانے کا کوئی راستہ ہے تاکہ وہاں جا کر ایمان لے آئیں؟

آیت 45 فرمایا کہ جب ظالموں کو آگ پر پیش کیا جائے گا تو اس وقت تم انہیں اس حال میں دیکھو گے کہ وہ ذلت و خوف کے باعث جہنم کی آگ کو چھپی نگاہوں سے دیکھیں گے اور جب ایمان والے کفار کا یہ حال دیکھیں گے تو کہیں گے: بیشک نقصان اٹھانے والے وہی ہیں جو اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو قیامت کے دن ہار بیٹھے۔ اپنی جانوں کو ہارنا تو یہ ہے کہ وہ کفر اختیار کر کے جہنم کے دائمی عذاب میں گرفتار ہوئے اور گھر والوں کو ہارنا یہ ہے کہ ایمان لانے کی صورت میں جنت کی جو حوریں اُن کے لئے نامزد تھیں ان سے وہ

Go to Index

یَنۡظُرُوۡنَ مِنۡ طَرۡفٍ خَفِیٍّ ؕ وَ قَالَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنَّ الۡخٰسِرِیۡنَ الَّذِیۡنَ خَسِرُوۡۤا اَنۡفُسَہُمۡ

چھپی نگاہوں سے دیکھ رہے ہوں گے اور ایمان والے کہیں گے: بیشک نقصان والے وہی ہیں جنھوں نے اپنی جانوں

وَ اَہۡلِیۡہِمۡ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ الظّٰلِمِیۡنَ فِیۡ عَذَابٍ مُّقِیۡمٍ ﴿۴۵﴾ وَ مَا کَانَ لَہُمۡ مِّنۡ اَوۡلِیَآءَ

اور اپنے گھر والوں کو قیامت کے دن نقصان میں ڈالا۔ خبردار! بیشک ظالم ہمیشہ کے عذاب میں ہیں ○ اور ان کیلئے دوست نہ ہوں گے

یَنۡصُرُوۡنَہُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ ؕ وَ مَنۡ یُّضۡلِلِ اللّٰہُ فَمَا لَہٗ مِنۡ سَبِیۡلٍ ﴿ؕ۴۶﴾ اِسۡتَجِیۡبُوۡا لِرَبِّکُمۡ مِّنۡ

جو اللہ کے مقابلے میں ان کی مدد کریں اور جسے اللہ گمراہ کرے اس کے لئے کوئی راستہ نہیں ○ اس دن کے آنے سے پہلے اپنے رب کا

قَبۡلِ اَنۡ یَّاۡتِیَ یَوۡمٌ لَّا مَرَدَّ لَہٗ مِنَ اللّٰہِ ؕ مَا لَکُمۡ مِّنۡ مَّلۡجَاٍ یَّوۡمَئِذٍ وَّ مَا لَکُمۡ مِّنۡ نَّکِیۡرٍ ﴿۴۷﴾ فَاِنۡ

حکم مان لو جو اللہ کی طرف سے ٹلنے والا نہیں۔ اس دن تمہارے لئے کوئی پناہ نہ ہوگی اور نہ تمہارے لئے انکار کرنا ممکن ہوگا ○ تو اگر

محروم ہوگئے۔ آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ خبردار! بیشک ظالم یعنی کافر ہمیشہ کے عذاب میں ہیں۔

آیت 46 فرمایا کہ جب قیامت کے دن ان کے کوئی دوست نہ ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں ان کی مدد کریں اور انہیں عذاب سے بچا سکیں اور جسے اللہ تعالیٰ دنیا میں حق کے راستے سے بھٹکا دے تو اس کے لئے ایسا کوئی راستہ نہیں جو اسے دنیا میں حق تک اور آخرت میں جنت تک پہنچا سکے۔ **اہم بات:** حق اور جنت تک پہنچانے والا راستہ خود قرآن ہی کی روشنی میں وہ صراط مستقیم ہے جو اللہ کے انعام یافتہ بندوں یعنی نبیوں، ولیوں، صدیقوں اور بزرگوں کا راستہ ہے۔

آیت 47 ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! وہ دن یعنی روزِ قیامت جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ٹلنے والا نہیں، اس کے آنے سے پہلے پہلے تم اپنے رب عزّوجلّ کی طرف بلانے والے کا حکم مان لو اور محمد مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان لے آؤ نیز تمہارے رب عزّوجلّ کی طرف سے جو کچھ یہ لائے ہیں اس میں ان کی فرمانبرداری کرلو۔ اے لوگو! (جب وہ دن آئے گا تو) اس دن تمہارے لئے کوئی جائے پناہ نہ ہوگی کہ جس میں پناہ لے کر تم اپنے دُنیوی کفر کی بنا پر نازل ہونے والے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ سکو اور نہ تمہارے لئے اپنے کفر و شرک اور گناہوں سے انکار کرنا ممکن ہوگا، الغرض! اس دن رہائی کی کوئی صورت نہیں۔ **درس:** ہم اپنی آخرت کو سنوارنے کے لئے جو کچھ کر سکتے ہیں وہ اپنی زندگی میں کرلیں کیونکہ موت کے بعد نیک اعمال کرنے کا کوئی موقع ہاتھ میں نہ رہے گا؛ لہٰذا ایک ایک سانس کو غنیمت جانیں۔

آیت 48 ارشاد فرمایا کہ اے پیارے حبیب! آپ کے دینِ اسلام کی دعوت دینے کے باوجود اگر مشرکین آپ کی اطاعت سے منہ پھیریں تو آپ انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیں، کیونکہ ہم نے آپ کو ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا کہ آپ پر ان کے اعمال کی حفاظت لازم ہو، آپ پر صرف رسالت کی تبلیغ کی ذمے داری ہے اور وہ آپ نے ادا کر دی۔ مزید فرمایا: **جب ہم آدمی کو اپنی طرف سے کسی رحمت کا مزہ دیتے ہیں۔** اس حصے کا خلاصہ یہ ہے کہ جب ہم آدمی کو اپنی طرف سے کسی رحمت کا مزہ دیتے ہیں خواہ وہ دولت یا صحت یا امن ہو یا مقام و مرتبہ تو وہ اس پر خوشی میں اِترانے لگ جاتا ہے اور اگر انہیں ان کی نافرمانیوں کی وجہ سے کوئی برائی پہنچے یا اور کوئی

اَعۡرَضُوۡا فَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ عَلَيۡهِمۡ حَفِيۡظًا ؕ اِنۡ عَلَيۡكَ اِلَّا الۡبَلٰغُ ؕ وَاِنَّاۤ اِذَاۤ اَذَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ

وہ منہ پھیریں تو ہم نے تمہیں ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا تم پر صرف تبلیغ کی ذمے داری ہے اور جب ہم آدمی کو اپنی طرف سے

مِنَّا رَحۡمَةً فَرِحَ بِهَا ۚ وَاِنۡ تُصِبۡهُمۡ سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتۡ اَيۡدِيۡهِمۡ فَاِنَّ

کسی رحمت کا مزہ دیتے ہیں تو وہ اس پر خوش ہو جاتا ہے اور اگر انہیں ان کے ہاتھوں کے آگے بھیجے ہوئے اعمال کی وجہ سے کوئی برائی پہنچے تو

الۡاِنۡسَانَ كَفُوۡرٌ ﴿۴۸﴾ لِلّٰهِ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ يَخۡلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ يَهَبُ لِمَنۡ

انسان بڑا ناشکرا ہے○ آسمانوں اور زمین کی سلطنت اللہ ہی کے لیے ہے۔ وہ جو چاہے پیدا کرے۔ جسے

يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنۡ يَّشَآءُ الذُّكُوۡرَ ﴿۴۹﴾ اَوۡ يُزَوِّجُهُمۡ ذُكۡرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَيَجۡعَلُ مَنۡ

چاہے بیٹیاں عطا فرمائے اور جسے چاہے بیٹے دے○ یا انہیں بیٹے اور بیٹیاں دونوں ملا دے اور جسے

يَّشَآءُ عَقِيۡمًا ؕ اِنَّهٗ عَلِيۡمٌ قَدِيۡرٌ ﴿۵۰﴾ وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنۡ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحۡيًا اَوۡ

چاہے بانجھ کر دے، بیشک وہ علم والا، قدرت والا ہے○ اور کسی آدمی کیلئے ممکن نہیں کہ اللہ اس سے کلام فرمائے مگر وحی کے طور پر یا

مصیبت جیسے قحط، بیماری اور تنگ دستی وغیرہ تو انسان بڑا ناشکرا ہو جاتا ہے اور ان مصیبتوں کو دیکھ کر نعمتوں کو بھول جاتا ہے۔ درس: کافر اور فاسق اور غافل کا طرزِ عمل یہ ہے کہ خوشی میں فخر و غرور کرتا ہے اور مصیبت میں لمبی چوڑی دعائیں بھی کرتا ہے اور عافیت کی حالت میں ملنے والی نعمتیں بھلا کر، ناشکری بھی کرتا ہے جبکہ بندۂ مومن خوشی میں شکر ادا کرتا اور عاجزی اختیار کرتا ہے جبکہ مصیبت میں صبر کرتا، خدا کی رضا پر راضی رہتا اور سابقہ نعمتوں کو فراموش نہیں کرتا بلکہ انہیں یاد رکھ کر خدا سے دعا کرتا ہے۔

آیت 50،49 ارشاد فرمایا: **آسمانوں اور زمین کی سلطنت اللہ ہی کے لیے ہے۔** یعنی آسمانوں اور زمین کا حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے، وہ ان میں جیسا چاہتا ہے تَصَرُّف فرماتا ہے۔ مزید فرمایا: کہ وہ جسے چاہے صرف بیٹیاں عطا فرمائے اور بیٹا نہ دے اور جسے چاہے صرف بیٹے دے اور بیٹیاں نہ دے اور جسے چاہے بیٹے اور بیٹیاں دونوں ملا کر دے اور جسے چاہے بانجھ کر دے کہ اس کے ہاں اولاد ہی نہ ہو۔ وہ مالک ہے، اپنی نعمت کو جس طرح چاہے تقسیم کرے اور جسے جو چاہے دے۔ **درس:** کسی کے ہاں صرف بیٹے یا صرف بیٹیاں یا بیٹے اور بیٹیاں دونوں پیدا کرنے کا اختیار اور قدرت صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، کسی عورت کے بس میں یہ بات نہیں کہ وہ اپنے ہاں بیٹا یا بیٹی جو چاہے پیدا کرلے، لہٰذا عورتوں کو اولاد نہ ہونے پر یا صرف بیٹیاں پیدا ہونے پر طعنہ دینا حرام ہے بلکہ حقیقت میں یہ خدا پر اعتراض ہے کہ بیٹیاں پیدا کرنے والا تو خدا ہے۔

آیت 51 **شانِ نزول:** یہودیوں نے حضور پُرنور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے کہا تھا کہ اگر آپ نبی ہیں تو اللہ تعالیٰ سے کلام کرتے وقت اس کو کیوں نہیں دیکھتے جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام دیکھتے تھے؟ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے جواب دیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام نہیں دیکھتے تھے بلکہ صرف کلام سنتے تھے، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ **اہم بات:** (۱) یہاں یہ مسئلہ یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ اس کے لئے کوئی ایسا پردہ ہو جیسا جسمانیات کے لئے ہوتا ہے۔ (۲) دنیا میں کسی آدمی کیلئے ممکن نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس

Go to Index

مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ عَلِيٌّ

(یوں کہ وہ آدمی عظمت کے) پردے کے پیچھے ہو یا (یہ کہ) اللہ کوئی فرشتہ بھیجے تو وہ فرشتہ اس کے حکم سے وحی پہنچائے جو اللہ چاہے۔ بیشک وہ بلندی والا،

حَكِيْمٌ ﴿٥١﴾ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ؕ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ

حکمت والا ہے O اور یونہی ہم نے تمہاری طرف اپنے حکم سے روح (قرآن) کی وحی بھیجی۔ اس سے پہلے نہ تم کتاب کو جانتے تھے

وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ؕ وَاِنَّكَ

نہ شریعت کے احکام کی تفصیل کو۔ لیکن ہم نے قرآن کو نور کیا جس سے ہم اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں راہ دکھاتے ہیں اور بیشک تم

لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٥٢﴾ صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ

ضرور سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرتے ہو O اس اللہ کے راستے کی طرف (کہ) جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں سب اسی کا ہے۔

اَلَآ اِلَى اللّٰهِ تَصِيْرُ الْاُمُوْرُ ﴿٥٣﴾ ع ٥ ‏ ١٠

سن لو! سب کام اللہ ہی کی طرف پھرتے ہیں O

سے کلام فرمائے البتہ تین صورتیں ایسی ہیں جن میں کسی فردِ بشر سے کلام ممکن ہے۔ (1) وحی کے طور پر۔ یعنی اللہ تعالیٰ کسی واسطہ کے بغیر اس کے دل میں اِلقا فرما کر اور بیداری میں یا خواب میں اِلہام کر کے کلام فرمائے۔ اس صورت میں وحی کا پہنچنا فرشتے اور سماعت کے واسطے کے بغیر ہے اور آیت میں ''اِلَّا وَحْیًا'' سے یہی مراد ہے۔ اس میں یہ قید بھی نہیں کہ بندہ بوقتِ وحی کلام فرمانے والے کو دیکھتا ہو یا نہ دیکھتا ہو۔ (2) وہ آدمی عظمت کے پردے کے پیچھے ہو۔ یعنی رسول پسِ پردہ اللہ تعالیٰ کا کلام سنے، وحی کے اس طریقے میں بھی کوئی فرشتے کا واسطہ نہیں لیکن سننے والے کو اس حال میں خدا کا دیدار نہیں ہوتا جیسے حضرت موسیٰ علیہ السّلام سے کلام خداوندی۔ (3) اللہ تعالیٰ کوئی فرشتہ بھیجے تو وہ فرشتہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے وحی پہنچائے جو اللہ تعالیٰ چاہے۔ وحی کے اس طریقے میں رسول کی طرف وحی پہنچنے میں فرشتے کا واسطہ ہے۔ آیت کے آخر میں فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ مخلوق کی صفات سے بلند اور پاک ہے اور وہ اپنے تمام اَفعال میں حکمت والا ہے۔

آیت 52 ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! جس طرح ہم نے اپنے تمام رسولوں علیہمُ السّلام کی طرف وحی فرمائی یونہی ہم نے اپنے حکم سے آپ کی طرف قرآنِ پاک کی وحی بھیجی جو کہ دلوں میں زندگی پیدا کرتا ہے ورنہ ہمارے بتانے سے پہلے نہ تم کتاب کو جانتے تھے اور نہ شریعت کے احکام کی تفصیل کو، لیکن ہم نے قرآن کو نور کیا جس سے ہم اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں راہ دکھاتے ہیں اور بیشک تم ضرور سیدھے راستے یعنی دینِ اسلام کی طرف راہ نمائی کرتے ہو۔ **اہم باتیں:** (1) قرآن ایمان کی جان ہے کہ اس کی تلاوت اور فہم سے ایمان میں جان پڑ جاتی ہے۔ (2) ہدایت وہی پاتا ہے جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دے۔ (3) اللہ تعالیٰ کے اِذن سے حضور پُر نور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم ہدایت دیتے ہیں۔

آیت 53 فرمایا کہ اے حبیب! آپ اس اللہ تعالیٰ کے اپنے بندوں کے لئے مقرر فرمائے ہوئے راستے کی طرف راہ نمائی کرتے ہیں جو آسمانوں اور زمین میں موجود تمام چیزوں کا مالک ہے، سن لو! آخرت میں مخلوق کے سب کام اللہ تعالیٰ ہی کی طرف پھریں گے تو وہ نیک انسان کو ثواب اور گناہ گار کو سزا دے گا۔

ایاتھا ۸۹ ۴۳ سُوۡرَۃُ الزُّخۡرُفِ مَکِّیَّۃٌ ۶۳ رکوعاتھا ۷

سورۂ زخرف مکیہ ہے، اس میں نواسی آیتیں اور سات رکوع ہیں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

حٰمٓ ۚ ﴿۱﴾ وَالۡکِتٰبِ الۡمُبِیۡنِ ۙ ﴿۲﴾ اِنَّا جَعَلۡنٰہُ قُرۡءٰنًا عَرَبِیًّا لَّعَلَّکُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ ۚ ﴿۳﴾ وَ اِنَّہٗ مع

حٰمٓ ○ روشن کتاب کی قسم ○ ہم نے اسے عربی قرآن اتارا تاکہ تم سمجھو ○ اور بیشک

سورۂ زُخرُف کا تعارف یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس سورت میں 7 رکوع اور 89 آیتیں ہیں۔ زُخرُف کا معنی ہے ”سونا“ نیز کسی چیز کے حسن کا کمال بھی زُخرُف کہلاتا ہے، اور اس سورت کی آیت نمبر 35 میں ”وَزُخرُفًا“ مذکور ہے، اسی سے اس کا نام ”سورۂ زُخرُف“ رکھا گیا ہے۔ **خلاصہ مضامین:** اس سورت میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت پر ایمان لانے، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنے، حضور پُرنور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے اللہ تعالیٰ کا رسول ہونے، قرآنِ مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہونے، قیامت کے دن مُردوں کو دوبارہ زندہ کئے جانے اور اعمال کی جزاء و سزا ملنے پر کلام کیا گیا ہے۔ نیز اس میں قرآن کریم کو عربی زبان میں نازل کرنے کی حکمت کا بیان، انبیاءِ کرام علیہمُ السّلام کا مذاق اڑانے والی سابقہ امتوں کا انجام بیان کرکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو کفار کی طرف سے پہنچنے والی اَذِیّتوں پر تسلی اور قدرت الٰہی کے دلائل کا ذکر ہے۔ کفار مکہ کی عبرت و نصیحت کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السّلام اور ان کی قوم، حضرت موسیٰ علیہ السّلام اور ان کی قوم اور حضرت عیسیٰ علیہ السّلام اور ان کی قوم کے واقعات بیان فرمائے گئے اور یہ بتایا گیا کہ مُتّقی مسلمانوں کے علاوہ دیگر لوگ قیامت کے دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے جبکہ فرماں بردار مسلمان اس دن بے خوف ہوں گے۔ آخر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے خلاف دارُ النّدوہ میں تیار کی گئی کفارِ مکہ کی سازش کا ذکر کیا گیا ہے۔

آیت 1 یہ حروف مقطعات میں سے ہے، اس کی مراد اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

آیت 2، 3 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ روشن کتاب قرآنِ پاک کی قسم، جس نے ہدایت اور گمراہی کی راہیں جدا جدا اور واضح کر دیں اور اُمت کی تمام شرعی ضروریات کو بیان فرما دیا۔ ہم نے اس قرآن کو عربی زبان میں اتارا تاکہ اے عرب والو! تم اس کے معانی اور اَحکام کو سمجھ سکو۔ **اہم بات:** قرآنِ پاک کے سوا کوئی آسمانی کتاب عربی زبان میں نہ آئی کیونکہ عرب میں حضرت اسماعیل علیہ السّلام کے بعد حضورِ اَقدس صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے علاوہ اور کوئی نبی تشریف نہ لائے۔ عربی زبان تمام زبانوں سے اشرف ہے کہ اس زبان میں قرآنِ پاک آیا، حضور پُرنور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی زبان بھی عربی تھی۔ **درس:** ہر مسلمان کو کچھ نہ کچھ عربی سیکھنی چاہیے تاکہ نماز و تلاوت میں جو پڑھیں وہ سمجھ سکیں۔ سمجھ کر پڑھنے سے جو کیفیت پیدا ہوتی ہے اور فوائد حاصل ہوتے ہیں، وہ اس کے بغیر بہت مشکل ہیں۔

آیت 4 فرمایا کہ بیشک قرآن پاک ہمارے پاس، اصل کتاب یعنی لوحِ محفوظ میں موجود ہے اور اس کی شان بہت بلند ہے اور یہ تمام

فِیۡۤ اُمِّ الۡکِتٰبِ لَدَیۡنَا لَعَلِیٌّ حَکِیۡمٌ ﴿۴﴾ اَفَنَضۡرِبُ عَنۡکُمُ الذِّکۡرَ صَفۡحًا اَنۡ کُنۡتُمۡ

وہ ہمارے پاس اصل کتاب میں یقیناً بلندی والا، حکمت والا ہے○ تو کیا ہم تم سے قرآن کا نزول اس لئے روک دیں کہ تم لوگ

قَوۡمًا مُّسۡرِفِیۡنَ ﴿۵﴾ وَ کَمۡ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ نَّبِیٍّ فِی الۡاَوَّلِیۡنَ ﴿۶﴾ وَ مَا یَاۡتِیۡہِمۡ مِّنۡ نَّبِیٍّ

حد سے بڑھنے والے ہو؟○ اور ہم نے کتنے ہی نبی پہلے لوگوں میں بھیجے○اور ان کے پاس جو نبی آیا

اِلَّا کَانُوۡا بِہٖ یَسۡتَہۡزِءُوۡنَ ﴿۷﴾ فَاَہۡلَکۡنَاۤ اَشَدَّ مِنۡہُمۡ بَطۡشًا وَّ مَضٰی مَثَلُ الۡاَوَّلِیۡنَ ﴿۸﴾

وہ اس کا مذاق ہی اڑاتے تھے○ تو ہم نے اِن سے زیادہ قوت والوں کو ہلاک کر دیا اور پہلے لوگوں کا حال گزر چکا ہے○

وَ لَئِنۡ سَاَلۡتَہُمۡ مَّنۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ لَیَقُوۡلُنَّ خَلَقَہُنَّ الۡعَزِیۡزُ الۡعَلِیۡمُ ﴿۹﴾

اور اگر تم ان سے پوچھو کہ آسمان اور زمین کس نے بنائے؟ تو ضرور کہیں گے: انہیں عزت والے، علم والے نے بنایا○

کتابوں سے اشرف واعلیٰ ہے کیونکہ سب اس جیسی کتاب لانے سے عاجز ہیں اور یہ حکمت والا کلام ہے۔

آیت 5 اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اے کفارِ مکہ! تمہارے کفر میں حد سے بڑھنے کی وجہ سے کیا ہم تمہیں بیکار چھوڑ دیں اور تمہاری طرف سے وحیِ قرآن کارخ پھیر دیں اور تمہیں حکم اور ممانعت کچھ نہ کریں، (یہ تمہاری بھول ہے) ہم ایسا نہیں کریں گے۔ **اہم باتیں:**

(1) حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خدا کی قسم! اگر اس وقت یہ قرآنِ پاک اٹھالیا جاتا جب اس اُمت کے پہلے لوگوں نے اس سے اِعراض کیا تھا، تو وہ سب ہلاک ہو جاتے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت و کرم سے اس قرآن کا نزول جاری رکھا۔ (خازن 4/101)

(2) جب قیامت قریب ہو گی تو قرآنِ پاک اٹھالیا جائے گا۔

آیت 6-8 فرمایا: ہم نے پہلے لوگوں میں کتنے ہی نبی بھیجے لیکن ان کا حال یہ تھا کہ ان کے پاس جو بھی نبی تشریف لایا وہ اس کا مذاق ہی اڑاتے تھے جیسا کہ آپ کی قوم کے لوگ کرتے ہیں، تو ہم نے ان موجودہ کافروں سے زیادہ قوت و طاقت والوں کو ہلاک کر دیا، اس لئے آپ کی امت کے لوگ جو سابقہ کفار کی چال چل رہے ہیں، اُنہیں ڈر جانا چاہیے کہ کہیں اُن کا بھی وہی انجام نہ ہو اور کفار کی طرف سے انبیاءِ کرام علیہم السّلام کا مذاق اُڑانے کا عمل کوئی آج کا نہیں بلکہ شروع سے ہی ایسا ہوتا چلا آرہا ہے، لہٰذا اے حبیب، آپ اپنی قوم کی طرف سے پہنچنے والی اَذِیّتوں پر پہلے رسولوں علیہم السّلام کی طرح صبر فرمائیں۔

آیت 9 فرمایا کہ اے حبیب! اگر آپ ان مشرکین سے پوچھیں کہ آسمان اور زمین کس نے بنائے ہیں؟ تو وہ ضرور اقرار کریں گے کہ آسمان اور زمین کو اللہ تعالیٰ نے بنایا اور وہ یہ بھی اقرار کریں گے کہ اللہ تعالیٰ عزت و علم والا ہے، اس اقرار کے باوجود ان کا بُتوں کی عبادت کرنا اور دوبارہ زندہ کئے جانے کا انکار کرنا کیسی جہالت ہے!

الَّذِیۡ جَعَلَ لَكُمُ الۡاَرۡضَ مَهۡدًا وَّ جَعَلَ لَكُمۡ فِيۡهَا سُبُلًا لَّعَلَّكُمۡ تَهۡتَدُوۡنَ ۚ ﴿۱۰﴾ وَالَّذِیۡ

جس نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا کیا اور تمہارے لیے اس میں راستے بنائے تاکہ تم راہ پاؤ○ اور وہ جس نے

نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ ۚ فَاَنۡشَرۡنَا بِهٖ بَلۡدَةً مَّيۡتًا ۚ كَذٰلِكَ تُخۡرَجُوۡنَ ﴿۱۱﴾ وَالَّذِیۡ

ایک اندازے سے آسمان سے پانی اتارا تو ہم نے اس سے ایک مردہ شہر کو زندہ فرمادیا۔ یونہی تم نکالے جاؤ گے○ اور جس نے

خَلَقَ الۡاَزۡوَاجَ كُلَّهَا وَجَعَلَ لَكُمۡ مِّنَ الۡفُلۡكِ وَالۡاَنۡعَامِ مَا تَرۡكَبُوۡنَ ۙ ﴿۱۲﴾ لِتَسۡتَوٗا عَلٰى

تمام جوڑوں کو پیدا کیا اور تمہارے لیے کشتیوں اور چوپایوں کی سواریاں بنائیں○ تاکہ تم ان کی پیٹھوں پر

ظُهُوۡرِهٖ ثُمَّ تَذۡكُرُوۡا نِعۡمَةَ رَبِّكُمۡ اِذَا اسۡتَوَيۡتُمۡ عَلَيۡهِ وَتَقُوۡلُوۡا سُبۡحٰنَ

سیدھے ہو کر بیٹھو پھر جب اس پر سیدھے ہو کر بیٹھ جاؤ تو اپنے رب کا احسان یاد کرو اور یوں کہو: پاک ہے وہ جس نے

الَّذِیۡ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقۡرِنِيۡنَ ۙ ﴿۱۳﴾ وَاِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنۡقَلِبُوۡنَ ﴿۱۴﴾

اس سواری کو ہمارے قابو میں کر دیا اور ہم اسے قابو کرنے کی طاقت نہ رکھتے تھے○ اور بیشک ہم اپنے رب کی طرف ہی پلٹنے والے ہیں○

آیت 10 ارشاد فرمایا: عزت و علم والا اللہ عزّوجلّ وہی ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا بنایا (جو کہ پھیلاوے اور ٹھہرے ہوئے ہونے میں بستر کی طرح ہے) اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو اسے مُتحرِّک بنا دیتا کہ اس میں لرزش ہوتی اور اس صورت میں زمین سے نفع اٹھانا ممکن نہ رہتا تو یہ اس کی رحمت ہے کہ اس نے زمین کو ہموار اور ساکن بنایا، اور اس نے تمہارے لیے اس زمین میں راستے بنائے تاکہ تم دینی اور دُنیوی اُمور کے لئے سفر کے دوران اپنی منزل تک پہنچنے کی راہ پاؤ۔

آیت 11 ارشاد فرمایا کہ اللہ عزّوجلّ وہی ہے جس نے تمہاری حاجتوں کی مقدار ایک اندازے سے آسمان سے پانی اتارا، وہ نہ اتنا کم ہے کہ اس سے تمہاری حاجتیں پوری نہ ہوں اور نہ اتنا زیادہ ہے کہ تمہیں ہلاک کر دے۔ ہم نے اس بارش سے نباتات سے خالی ایک شہر کو سرسبز فرمادیا اور جس طرح بارش سے مردہ شہر کو زندہ فرمایا یونہی تم اپنی قبروں سے زندہ کر کے نکالے جاؤ گے کیونکہ جو زمین کو بنجر ہو جانے کے بعد پانی کے ذریعے دوبارہ سرسبز و شاداب کرنے پر قادر ہے تو وہ مخلوق کو اس کی موت کے بعد دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔

آیت 12-14 ان تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ عزّوجلّ وہی ہے جس نے مخلوق کی تمام اَقسام ، یا، تمام اَنواع کے جوڑے بنائے جیسے میٹھا اور نمکین، سفید اور سیاہ، مُذکَّر اور مُؤنَّث وغیرہ اور تمہارے لیے کشتیوں اور چوپایوں کی سواریاں بنائیں تاکہ تم خشکی اور تری کے سفر میں کشتیوں کی پشت اور چوپایوں کی پیٹھوں پر سیدھے ہو کر بیٹھو، پھر جب بیٹھ جاؤ تو دل میں اپنے رب کا احسان یاد کرو اور اپنی زبان سے یوں کہو: وہ اللہ عزّوجلّ ہر عیب سے پاک ہے جس نے اس سواری کو ہمارے قابو میں کر دیا اور ہم اسے قابو کرنے کی طاقت نہ رکھتے تھے اور بیشک ہم آخر کار اپنے رب عزّوجلّ کی طرف ہی پلٹنے والے ہیں۔ **درس:** آیت کے الفاظ ہی سواری پر بیٹھنے کی دعا کے طور پر پڑھنا سنت ہے۔

ع ۱۵/۷ وَ جَعَلُوۡا لَہٗ مِنۡ عِبَادِہٖ جُزۡءًا ؕ اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَکَفُوۡرٌ مُّبِیۡنٌ ﴿ؕ۱۵﴾ اَمِ اتَّخَذَ مِمَّا یَخۡلُقُ

اور کافروں نے اللہ کے لیے اس کے بندوں میں سے ٹکڑا (اولاد) قرار دیا۔ بیشک آدمی کھلا ناشکرا ہے○ کیا اس نے اپنے لیے اپنی مخلوق میں سے

بَنٰتٍ وَّ اَصۡفٰکُمۡ بِالۡبَنِیۡنَ ﴿۱۶﴾ وَ اِذَا بُشِّرَ اَحَدُہُمۡ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحۡمٰنِ مَثَلًا

بیٹیاں لیں اور تمہیں بیٹوں کے ساتھ خاص کیا؟○ اور جب ان میں کسی کو اس چیز کی خوشخبری سنائی جائے جس کے ساتھ اس نے رحمٰن کو متصف

ظَلَّ وَجۡہُہٗ مُسۡوَدًّا وَّ ہُوَ کَظِیۡمٌ ﴿۱۷﴾ اَوَ مَنۡ یُّنَشَّؤُا فِی الۡحِلۡیَۃِ وَ ہُوَ فِی الۡخِصَامِ

کیا ہے تو دن بھر اس کا منہ کالا رہتا ہے اور وہ غم وغصے میں بھرا رہتا ہے○ اور کیا وہ جس کی زیور میں پرورش کی جاتی ہے اور وہ بحث میں

آیت 15 فرمایا کہ کفار نے اس اقرار کے باوجود کہ اللہ تعالیٰ آسمان و زمین کا خالق ہے، فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں بتایا اور چونکہ اولاد صاحبِ اولاد کا جز ہوتی ہے، تو ظالموں نے اللہ تعالیٰ کے لئے جز قرار دے کر عظیم کفر کیا، بیشک جو آدمی ایسی باتوں کا قائل ہے اس کا کفر ظاہر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کرنا کفر ہے اور کفر سب سے بڑی ناشکری ہے۔

آیت 16 اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے اولاد محال ہونے کے باوجود اگر بالفرض اس کے لئے اولاد مان لی جائے تو کیا اس نے اپنے لیے اپنی مخلوق میں سے بیٹیاں لیں اور تمہیں خاص طور پر بیٹوں سے نوازا؟ حالانکہ تم بیٹیوں کو بیٹوں سے کم تر سمجھتے ہو تو کیا اس نے کم تر چیز اپنے لئے رکھی اور اعلیٰ چیز تمہیں عطا کی؟

آیت 17 فرمایا کہ کفار جو کہ اولاد سے پاک رب تعالیٰ کے لئے بیٹیاں ثابت کر رہے ہیں، بیٹیوں سے نفرت میں ان کا اپنا حال یہ ہے کہ جب ان میں سے کسی کو خوشخبری سنائی جائے کہ تیرے گھر میں بیٹی پیدا ہوئی ہے تو دن بھر اس کا منہ کالا رہتا ہے اور وہ غم وغصے میں بھرا رہتا ہے۔ جب یہ اپنے لئے بیٹیوں کو اس قدر ناگوار سمجھتے ہیں تو اس خدائے پاک کے لئے بیٹیاں بتاتے ہوئے انہیں شرم نہیں آتی۔ **درس:** لڑکیوں کی پیدائش سے گھبرانا کافروں کا طریقہ ہے۔ بیٹی پیدا ہونے پر گھبرانے کے بجائے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں اور جس عورت کے ہاں پہلی اولاد بیٹی ہو اسے منحوس نہ سمجھیں کیونکہ ایسی عورت برکت والی ہوتی ہے۔

آیت 18 اس آیت میں عورت کے اندر پائے جانے والے دو نقص بیان فرما کر کفار کی کم عقلی اور جہالت کو واضح فرمایا کہ جس میں دیگر خوبیوں کے ساتھ ساتھ ایسے نقص بھی ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کی اولاد کس طرح ہو سکتی ہے اور اسے اللہ تعالیٰ کی اولاد قرار دینا کیسی جہالت ہے۔ اس آیت میں عورت کے جو دو نقص بیان کئے گئے وہ یہ ہیں۔ (1) **زیور میں پرورش پانا۔** اس کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ عورت چاہے کتنی ہی خوبصورت کیوں نہ ہو لیکن اس میں زیورات سے آراستہ ہونے کی خواہش اور طلب ضرور پائی جاتی ہے اور اس کے بغیر وہ اپنے حسن کے متعلق احساسِ کمتری محسوس کرتی رہتی ہے اور زیورات میں پرورش پانے کی وجہ سے نزاکت و کمزوری بھی وجود کا حصہ بنتی ہے، جو ایک اعتبار سے نقص بھی ہے۔ (2) **بحث کے دوران اپنا موقف صاف بیان نہ کر سکنا۔** عورتوں کی کثیر تعداد ایسی ہے جو بحث کے وقت جذبات سے جلد مغلوب ہو کر یا سختی اور خوف کے مقامات پر اپنی بات صحیح طریقے سے نہیں کر پاتی اور اکثریت کی حالت ایسی ہی ہوتی ہے، کورٹ کچہریوں یا گھریلو شدید قسم کے معاملات میں جانے والوں کو اس کا خوب تجربہ ہے۔ یوں یہ بھی عورت کا ایک نقص ہے۔ البتہ بعض عورتیں بھی انتہائی ذہین ہوتی ہیں اور بحث کے دوران اپنا مؤقف بڑے اچھے انداز میں بیان کر

غَیۡرُ مُبِیۡنٍ ﴿۱۸﴾ وَ جَعَلُوا الۡمَلٰٓئِکَۃَ الَّذِیۡنَ هُمۡ عِبٰدُ الرَّحۡمٰنِ اِنَاثًا ؕ اَشَهِدُوۡا خَلۡقَهُمۡ ؕ

صاف بات کرنے والی بھی نہیں ہوتی○ اور انہوں نے فرشتوں کو عورتیں ٹھہرایا جو کہ رحمٰن کے بندے ہیں۔ کیا یہ کفار ان کے بناتے وقت

سَتُکۡتَبُ شَهَادَتُهُمۡ وَ یُسۡـَٔلُوۡنَ ﴿۱۹﴾ وَ قَالُوۡا لَوۡ شَآءَ الرَّحۡمٰنُ مَا عَبَدۡنٰهُمۡ ؕ

موجود تھے؟ اب ان کی گواہی لکھ لی جائے گی اور ان سے جواب طلب ہو گا○ اور انہوں نے کہا: اگر رحمٰن چاہتا تو ہم ان (فرشتوں) کی عبادت

مَا لَهُمۡ بِذٰلِکَ مِنۡ عِلۡمٍ ٭ اِنۡ هُمۡ اِلَّا یَخۡرُصُوۡنَ ﴿ؕ۲۰﴾ اَمۡ اٰتَیۡنٰهُمۡ کِتٰبًا مِّنۡ قَبۡلِهٖ

نہ کرتے۔ انہیں در حقیقت اس کا کچھ علم ہی نہیں۔ وہ صرف جھوٹ بول رہے ہیں○ یا کیا اس سے پہلے ہم نے انہیں کوئی کتاب دی ہے

سکتی ہیں لیکن ان کی تعداد قلیل ہے۔

آیت 19 ارشاد فرمایا: **اور انہوں نے فرشتوں کو عورتیں ٹھہرایا جو کہ رحمٰن کے بندے ہیں۔** یہاں ان کفار کا رد فرمایا جو فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دیتے تھے، فرمایا کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہر گز نہیں بلکہ وہ اس کے بندے ہیں اور فرشتوں کا مُذکّر یا مُؤنّث ہونا ایسی چیز تو ہے نہیں جس پر کوئی عقلی یا نقلی دلیل قائم ہو سکے تو جو کفار ان کو مُؤنّث قرار دیتے ہیں اُن کا ذریعۂ علم کیا ہے؟ کیا وہ فرشتوں کی پیدائش کے وقت موجود تھے اور اُنہوں نے مشاہدہ کر لیا ہے؟ جب یہ بھی نہیں تو انہیں مُؤنّث کہنا محض جاہلانہ اور گمراہی کی بات ہے۔ مزید فرمایا: **اب ان کی گواہی لکھ لی جائے گی۔** یعنی ان کفار کی یہ گواہی لکھ لی جائے گی جو انہوں نے اپنے آباؤ اجداد کے فرشتوں کو بیٹیاں ماننے پر ان کے سچا ہونے کی گواہی دی ہے لیکن آخرت میں ان سے اس کا جواب طلب ہو گا اور اس پر انہیں سزا دی جائے گی۔

آیت 20 فرشتوں کی عبادت کرنے والے کفار نے کہا کہ اگر رحمٰن چاہتا تو ہم ان فرشتوں کی عبادت نہ کرتے۔ اس سے ان کا مطلب یہ تھا کہ اگر فرشتوں کی عبادت کرنے سے اللہ تعالیٰ راضی نہ ہوتا تو ہم پر عذاب نازل کرتا اور جب عذاب نہیں آیا تو ہم سمجھتے ہیں کہ وہ یہی چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُن کے اس نظریے کی تکذیب کرتے ہوئے فرماتا ہے: انہیں در حقیقت اللہ تعالیٰ کی رضا کا کچھ علم ہی نہیں اور وہ صرف جھوٹ بول رہے ہیں۔ **اہم بات:** اللہ تعالیٰ کی مَشِیَّت اور رضا میں بہت فرق ہے، اس کائنات میں ہونے والی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی مَشِیَّت اور ارادے سے ہوتی ہے لیکن ایسا نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز سے راضی ہو، اور اللہ تعالیٰ کی یہ شان ہر گز نہیں کہ وہ کفر اور گناہ سے راضی ہو اللہ تعالیٰ نے انسان کے سامنے سعادت اور بد بختی دونوں کے راستے واضح فرما دیئے ہیں اور اسے محض مجبور اور بے بس نہیں بنایا بلکہ ان راستوں میں سے کسی ایک راستے پر چلنے کا اسے اختیار بھی دے دیا ہے، اب انسان کی اپنی مرضی ہے کہ وہ جس راستے کو چاہے اختیار کرے۔

آیت 21 ارشاد فرمایا: کیا فرشتوں کی عبادت میں اللہ تعالیٰ کی رضا سمجھنے والوں کو ہم نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم پر نازل ہونے والے قرآن سے پہلے کوئی کتاب دی ہے جسے وہ مضبوطی سے تھامے ہوئے ہیں اور اس میں غیر خدا کی عبادت کرنے کی اجازت دی گئی ہے؟ ایسا بھی نہیں کیونکہ عرب شریف میں قرآنِ کریم کے سوا اللہ تعالیٰ کی کوئی کتاب نہ آئی، اور کسی کتابِ الٰہی میں کفر کی اجازت ہو سکتی بھی نہیں، یہ باطل ہے۔

Go to Index

فَهُمۡ بِهٖ مُسۡتَمۡسِكُوۡنَ ﴿۲۱﴾ بَلۡ قَالُوۡۤا اِنَّا وَجَدۡنَاۤ اٰبَآءَنَا عَلٰۤى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰۤى اٰثٰرِهِمۡ

جسے وہ مضبوطی سے تھامے ہوئے ہیں؟ بلکہ انہوں نے کہا: ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک دین پر پایا اور ہم ان کے نقشِ قدم پر ہی

مُّهۡتَدُوۡنَ ﴿۲۲﴾ وَكَذٰلِكَ مَاۤ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ فِىۡ قَرۡيَةٍ مِّنۡ نَّذِيۡرٍ اِلَّا قَالَ مُتۡرَفُوۡهَاۤ ۙ

راہ پانے والے ہیں اور ایسے ہی ہم نے تم سے پہلے جب کسی شہر میں کوئی ڈر سنانے والا بھیجا تو وہاں کے خوشحال لوگوں نے یہی کہا کہ

اِنَّا وَجَدۡنَاۤ اٰبَآءَنَا عَلٰۤى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰۤى اٰثٰرِهِمۡ مُّقۡتَدُوۡنَ ﴿۲۳﴾ قٰلَ اَوَلَوۡ جِئۡتُكُمۡ

ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک دین پر پایا اور ہم ان کے نقشِ قدم کی ہی پیروی کرنے والے ہیں نبی نے فرمایا: کیا اگرچہ میں تمہارے پاس

بِاَهۡدٰى مِمَّا وَجَدۡتُّمۡ عَلَيۡهِ اٰبَآءَكُمۡ‌ ؕ قَالُوۡۤا اِنَّا بِمَاۤ اُرۡسِلۡتُمۡ بِهٖ

اس سے بہتر دین لے آؤں جس پر تم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔ انہوں نے کہا: جس کے ساتھ تمہیں بھیجا گیا ہے

كٰفِرُوۡنَ ﴿۲۴﴾ فَانۡتَقَمۡنَا مِنۡهُمۡ فَانۡظُرۡ كَيۡفَ كَانَ عَاقِبَةُ الۡمُكَذِّبِيۡنَ ﴿۲۵﴾ ع النصف ۲ ۸

ہم اس کا انکار کرنے والے ہیں تو ہم نے ان سے بدلہ لیا تو دیکھو جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا؟

آیت 22 فرمایا کہ ان کے پاس کوئی عقلی یا نقلی دلیل نہیں ہے بلکہ وہ اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ فرشتوں کی عبادت کرنے کی ان کے پاس صرف یہ دلیل ہے کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک دین پر پایا اور ہم آنکھیں بند کر کے بے سوچے سمجھے ان کی پیروی کرتے ہیں۔ **درس:** کسی دینی عقیدے یا عمل کی صحیح دلیل قرآن و حدیث اور علماء کا اجتہاد ہے۔ اس کے مقابلے میں باپ داداؤں یا دیگر جاہلوں، نااہلوں کے رسم ورواج یا دلیل کی پابندی کرنا بدترین جرم ہے جیسے آج کل بعض مسلمان شادی بیاہ یا مَرگ کے موقع پر ناجائز رسومات صرف اپنے پرانے باپ داداؤں کی پیروی میں مضبوط پکڑے ہوئے ہیں، انہیں اس سے باز آنا چاہئے۔

آیت 23 - 25 ان آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے پیارے حبیب! اپنے باپ دادا کی اندھی پیروی کے علاوہ شرک کی کوئی اور دلیل نہ دے سکنا صرف آپ کی قوم کے کفار کا ہی خاصہ نہیں بلکہ ہم نے آپ سے پہلے جب کسی شہر میں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کوئی ڈر سنانے والا بھیجا تو وہاں کے خوشحال مالداروں نے یہی کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک دین پر پایا اور ہم ان کے نقشِ قدم کی ہی پیروی کرنے والے ہیں۔ نبی نے ان سے فرمایا: کیا تم اپنے باپ دادا کے دین پر ہی چلو گے اگرچہ میں تمہارے پاس اس سے بہتر دین لے آؤں جس پر تم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے؟ تو انہوں نے جواب میں کہا: جس دین کے ساتھ تمہیں بھیجا گیا ہے ہم اس کا انکار کرنے والے ہیں اگرچہ تمہارا دین حق ہو مگر ہم اپنے باپ دادا کا دین چھوڑنے والے نہیں چاہے وہ کیسا ہی ہو، اس پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جب یہ اپنے شرک پر ہی ڈٹے رہے تو ہم نے رسولوں کے نہ ماننے والوں اور اُنہیں جھٹلانے والوں سے بدلہ لیا تو اے کافرو! تم دیکھ لو کہ جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا؟ **اہم بات:** خوش حال اور مالدار کفار کے طرزِ عمل سے معلوم ہوا

وَ اِذۡ قَالَ اِبۡرٰهِيۡمُ لِاَبِيۡهِ وَ قَوۡمِهٖۤ اِنَّنِىۡ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعۡبُدُوۡنَ ﴿۲۶﴾ اِلَّا الَّذِىۡ فَطَرَنِىۡ

اور جب ابراہیم نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے فرمایا: میں تمہارے معبودوں سے بیزار ہوں ○ مگر وہ جس نے مجھے پیدا کیا تو ضرور

فَاِنَّهٗ سَيَهۡدِيۡنِ ﴿۲۷﴾ وَ جَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِىۡ عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمۡ يَرۡجِعُوۡنَ ﴿۲۸﴾ بَلۡ مَتَّعۡتُ

وہ جلد مجھے راستہ دکھائے گا ○ اور ابراہیم نے اس کلمہ کو اپنی نسل میں باقی رہنے والا کلمہ بنادیا تاکہ وہ رجوع کریں ○ بلکہ میں نے انہیں

هٰٓؤُلَآءِ وَ اٰبَآءَهُمۡ حَتّٰى جَآءَهُمُ الۡحَـقُّ وَ رَسُوۡلٌ مُّبِيۡنٌ ﴿۲۹﴾ وَ لَمَّا جَآءَهُمُ

اور ان کے باپ دادا کو دنیا کے فائدے دیئے یہاں تک کہ ان کے پاس حق اور صاف بتانے والا رسول تشریف لایا ○ اور جب ان کے پاس

الۡحَـقُّ قَالُوۡا هٰذَا سِحۡرٌ وَّاِنَّا بِهٖ كٰفِرُوۡنَ ﴿۳۰﴾ وَ قَالُوۡا لَوۡلَا نُزِّلَ هٰذَا الۡقُرۡاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ

حق آیا تو کہنے لگے: یہ جادو ہے اور بیشک ہم اس کے منکر ہیں ○ اور کہنے لگے: ان دو شہروں کے کسی بڑے آدمی پر

کہ مال و دولت کی کثرت، دنیا کی رنگینیوں کی وجہ سے انسان اپنی آخرت کے معاملے میں غفلت کا شکار ہو جاتا ہے اور اس کی نگاہوں میں اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی وقعت اور ان کی بات کی اہمیت بہت کم ہو جاتی ہے۔

آیت 27،26 کفارِ مکہ چونکہ حضرتِ ابراہیم علیہ السّلام کو اپنی نسل کا جدِ اعلیٰ سمجھتے تھے اور ان کے دین پر ہونے کے دعوے دار تھے تو حضرتِ ابراہیم علیہ السّلام کا واقعہ بیان کیا تاکہ واضح ہو جائے کہ آپ علیہ السّلام کا راستہ توحید تھا، شرک نہیں۔ چنانچہ حضرتِ ابراہیم علیہ السّلام نے آگ سے نکلنے کے بعد بت پرستی سے بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے اپنے چچا آزر اور اپنی قوم سے فرمایا: میں تمہارے معبودوں سے بیزار ہوں اور میں صرف اس کی عبادت کرتا ہوں جس نے مجھے پیدا کیا تو ضرور وہ جلد مجھے میری ہجرت گاہ کی طرف راستہ دکھائے گا جہاں جا کر میں اپنے رب عزّوجلّ کی عبادت کر سکوں۔ **اہم بات:** آزر حضرتِ ابراہیم علیہ السّلام کا باپ نہیں، بلکہ چچا تھا لیکن چچا کو بھی عرف میں باپ کہا جاتا ہے جیسے ہمارے ہاں بھی رواج ہے، اس لئے اسے باپ کے لفظ سے بیان کیا ہے۔

آیت 28 فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے توحید کا جو کلمہ فرمایا تھا کہ میں تمہارے معبودوں سے بیزار ہوں سوائے اس کے جس نے مجھے پیدا کیا، آپ نے اسے اپنی نسل میں باقی رہنے والا کلمہ بنا دیا چنانچہ آپ کی اولاد میں توحید کا اقرار کرنے والے اور توحید کی دعوت دینے والے ہمیشہ رہیں گے، آپ علیہ السّلام نے اسے باقی رہنے والا کلمہ اس لئے بنایا تاکہ ان کی نسل میں سے جو شرک کرے وہ توحید کی دعوت دینے والے کی بات سن کر شرک سے باز آجائے اور اس توحید کے کلمہ کی طرف لوٹ آئے۔ **اہم بات:** جو باپ دادا راہِ راست پر ہوں اور دینِ حق رکھتے ہوں ان کی اتباع کی جائے اور جو باطل پر اور گمراہی میں ہوں ان سے بیزاری کا اعلان کیا جائے۔

آیت 29 - 31 ان تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو اپنی نسل کے لوگوں سے جو سب کے توحید پر رہنے کی آرزو تھی وہ پوری نہ ہوئی تو ان کے ساتھ خدا نے جو معاملہ فرمایا، اسے یوں بیان کیا کہ میں نے ابراہیم کی نسل میں سے اِن کفارِ مکہ کو اور ان کے باپ دادا کو دنیا کے فائدے دیئے کہ انہیں لمبی عمریں عطا فرمائیں یہاں تک کہ ان کے پاس قرآنِ پاک اور صاف بتانے والے رسول، انبیاء کے سردار صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم روشن ترین آیات و معجزات کے ساتھ رونق افروز ہوئے، جب ان کے پاس قرآن آیا تو کہنے

مِّنَ الۡقَرۡيَتَيۡنِ عَظِيۡمٍ ﴿٣١﴾ اَهُمۡ يَقۡسِمُوۡنَ رَحۡمَتَ رَبِّكَ ؕ نَحۡنُ قَسَمۡنَا بَيۡنَهُمۡ مَّعِيۡشَتَهُمۡ

یہ قرآن کیوں نہ اتارا گیا؟○ کیا تمہارے رب کی رحمت وہ بانٹتے ہیں؟ دنیا کی زندگی میں ان کے درمیان ان کی روزی (بھی) ہم نے ہی

فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَرَفَعۡنَا بَعۡضَهُمۡ فَوۡقَ بَعۡضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَـتَّخِذَ بَعۡضُهُمۡ بَعۡضًا

تقسیم کی ہے اور ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر کئی درجے بلند کیا ہے تاکہ ان میں ایک دوسرے کو اپنا

سُخۡرِيًّا ؕ وَرَحۡمَتُ رَبِّكَ خَيۡرٌ مِّمَّا يَجۡمَعُوۡنَ ﴿٣٢﴾ وَلَوۡلَاۤ اَنۡ يَّكُوۡنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً

خادم بنائے اور تمہارے رب کی رحمت اس سے بہتر ہے جو وہ جمع کررہے ہیں○ اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ سب لوگ (کافروں کی) ایک جماعت

لَّجَعَلۡنَا لِمَنۡ يَّكۡفُرُ بِالرَّحۡمٰنِ لِبُيُوۡتِهِمۡ سُقُفًا مِّنۡ فِضَّةٍ وَّمَعَارِجَ عَلَيۡهَا يَظۡهَرُوۡنَ ﴿٣٣﴾ ۙ

ہو جائیں گے تو ہم ضرور رحمٰن کے منکروں کے لیے ان کے گھروں کی چھتیں اور سیڑھیاں چاندی کی بنا دیتے جن پر وہ چڑھتے○

لگے کہ یہ تو جادو ہے اور ہم اس کے منکر ہیں جبکہ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم کے بارے میں کہنے لگے کہ ان پر قرآن کیوں اترا؟ ان دو شہروں مکہ اور طائف میں رہنے والوں میں سے کسی بڑے مال دار آدمی پر یہ قرآن کیوں نہ اتارا گیا؟ **اہم بات:** اس بڑے آدمی سے مراد مکہ مکرمہ میں ولید بن مغیرہ اور طائف میں عروہ بن مسعود ثقفی ہے۔

آیت 32 اس آیت میں اللہ تعالیٰ کفار کا رد کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ اے حبیب! کیا تمہارے رب عزّوجلّ کی رحمت وہ کفار بانٹتے ہیں کہ ان کی خواہش کے مطابق رسول بنایا جائے تو ایسا ہر گز نہیں ہے، انہیں غور کرنا چاہئے کہ دنیا کی زندگی میں ان کے درمیان ان کی روزی بھی ہم نے ہی تقسیم کی ہے اور ان میں سے کسی کو مالدار اور کسی کو فقیر، کسی کو طاقتور اور کسی کو کمزور ہم نے ہی بنایا ہے، اور ہم نے مال و دولت میں لوگوں کو ایک جیسا نہیں کیا تاکہ ایک دوسرے سے مال کے ذریعے خدمت لے اور غریب کو ذریعۂ معاش ہاتھ آئے اور مالدار کو کام کرنے والے اَفراد مُہیّا ہوں، تو اس پر کون اعتراض کر سکتا ہے کہ فلاں کو مال دار اور فلاں کو فقیر کیوں کیا اور جب دُنْیَوی اُمور میں کوئی شخص دَم نہیں مار سکتا تو نبوت جیسے رتبۂ عالی میں کسی کو اعتراض کا کیا حق ہے، اُس کی مرضی جس کو چاہے نبوت سے سرفراز فرمائے۔ اور اے حبیب! تمہارے رب عزّوجلّ کی رحمت یعنی جنت اس مال و دولت سے بہتر ہے جو کفار دنیا میں جمع کر کے رکھتے ہیں۔ **اہم بات:** نبوت عطا فرمانے کا اختیار صرف خدا کے پاس ہے اور اس نے اپنے اختیار سے نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم کو آخری نبی بنا دیا ہے اور اس کا قرآن میں اعلان بھی فرما دیا لہٰذا اب کوئی دوسرا شخص نبوت کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔

آیت 33-35 ان تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر اس بات کا لحاظ نہ ہوتا کہ کافروں کے مال و دولت کی کثرت اور عیش و عشرت کی بہتات دیکھ کر سب لوگ کافر ہو جائیں گے تو ہم ضرور کافروں کو اتنا سونا چاندی دیدیتے کہ وہ انہیں پہننے کے علاوہ اپنے گھروں کے لئے چاندی کے دروازے بناتے اور بیٹھنے کے لئے چاندی کے تخت بناتے جن پر ٹیک لگا کر بیٹھتے اور یہ جو کچھ ہے سب دُنْیَوی زندگی ہی کا سامان ہے اور آخرت تمہارے رب عزّوجلّ کے پاس ان پرہیزگاروں کے لیے ہے جنہیں دنیا کی چاہت نہیں۔ **اہم بات:** کافروں کے

وَلِبُيُوۡتِهِمۡ اَبۡوَابًا وَّسُرُرًا عَلَيۡهَا يَتَّكِـُٔوۡنَ ۙ﴿۳۴﴾ وَزُخۡرُفًا ؕ وَاِنۡ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا

اور ان کے گھروں کے لیے (چاندی کے) دروازے اور تخت بنادیتے جن پر وہ تکیہ لگاتے ○ اور (یہ چیزیں ان کیلئے) سونا (بھی بنادیتے) اور یہ جو کچھ

مَتَاعُ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا ؕ وَالۡاٰخِرَةُ عِنۡدَ رَبِّكَ لِلۡمُتَّقِيۡنَ ﴿۳۵﴾ وَمَنۡ يَّعۡشُ عَنۡ ذِكۡرِ

ع ۹

ہے سب دنیاوی زندگی ہی کا سامان ہے اور آخرت تمہارے رب کے پاس پرہیزگاروں کے لیے ہے ○ اور جو رحمٰن کے ذکر سے منہ

الرَّحۡمٰنِ نُقَيِّضۡ لَهٗ شَيۡطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيۡنٌ ﴿۳۶﴾ وَاِنَّهُمۡ لَيَصُدُّوۡنَهُمۡ عَنِ السَّبِيۡلِ

پھیرے تو ہم اس پر ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں تو وہ اس کا ساتھی رہتا ہے ○ اور بیشک وہ شیاطین ان کو راستے سے روکتے ہیں اور وہ یہ سمجھتے

وَيَحۡسَبُوۡنَ اَنَّهُمۡ مُّهۡتَدُوۡنَ ﴿۳۷﴾ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَنَا قَالَ يٰلَيۡتَ بَيۡنِىۡ وَبَيۡنَكَ

رہتے ہیں کہ وہ ہدایت یافتہ ہیں ○ یہاں تک کہ جب وہ کافر ہمارے پاس آئے گا تو (اپنے ساتھی شیطان سے) کہے گا: اے کاش! میرے اور تیرے درمیان

مال و دولت اور عیش و عشرت کی بہتات دیکھ کر بہت سے مسلمان کافر ہو سکتے ہیں، اس لئے اللہ تعالیٰ نے کافروں کو سونے چاندی کے ایسے ڈھیر عطا نہیں کئے۔ اس آیت کی صداقت اس چیز سے بھی واضح ہے کہ فی زمانہ اگرچہ کافروں کے پاس سونے چاندی کے محلات نہیں ہیں لیکن چونکہ دنیاوی مال اور خوشحالی بکثرت ہے تو اسی کو دیکھ کر ہی کئی مسلمان کہلانے والے دینِ اسلام سے ناراض دکھائی دیتے اور مسلمانوں کو کافروں کے طور طریقے اپنانے کے مشورے دیتے اور کوششیں کرتے ہیں۔ غور کریں کہ اگر واقعی کافروں کے پاس سونے چاندی کے گھر ہوتے تو پھر لوگوں کا حال کیا ہوتا؟

آیت 36 فرمایا: جو قرآنِ پاک سے اس طرح اندھا بن جائے کہ نہ اس کی ہدایتوں کو دیکھے اور نہ ان سے فائدہ اٹھائے تو ہم اس پر ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں اور وہ شیطان دنیا میں بھی اندھا بننے والے کا ساتھی رہتا ہے کہ اسے حلال کاموں سے روکتا اور حرام کاموں کی ترغیب دیتا ہے، اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے منع کرتا اور اس کی نافرمانی کرنے کا حکم دیتا ہے اور آخرت میں بھی اس کا ساتھی ہوگا۔ **اہم باتیں:** (1) برا ساتھی بربادی ہے اور اچھا ساتھی نصیب ہونا اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔ **درس:** تلاوت و ذکر کو زندگی کے معمولات میں شامل رکھنا چاہیے۔ اس سے دوری خدا سے دور اور شیطان کے قریب کر دیتی ہے۔

آیت 37 ارشاد فرمایا: بیشک وہ شیاطین قرآنِ پاک سے منہ موڑنے والوں کو اس راستے سے روکتے ہیں جس کی طرف قرآن بلاتا ہے اور ان لوگوں کا حال یہ ہے کہ وہ گمراہ ہونے کے باوجود یہ سمجھتے ہیں کہ وہ ہدایت یافتہ ہیں تو جس کی گمراہی کا یہ حال ہو اس کے راہِ راست پر آنے کی کیا امید کی جاسکتی ہے؟

آیت 38 فرمایا کہ قرآن سے منہ پھیرنے والے کفار، شیطان کے ساتھی ہوں گے یہاں تک کہ جب قیامت کے دن ان میں سے ہر ایک اپنے ساتھی شیطان کے ساتھ ہمارے پاس آئے گا تو وہ شیطان کو کہے گا: اے میرے ساتھی! اے کاش! میرے اور تیرے درمیان اتنی دوری ہو جائے جتنی مشرق و مغرب کے درمیان دوری ہے کہ جس طرح وہ اکٹھے نہیں ہو سکتے اسی طرح ہم بھی اکٹھے نہ

بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِيْنُ ﴿۳۸﴾ وَ لَنْ يَّنْفَعَكُمُ الْيَوْمَ اِذْ ظَّلَمْتُمْ اَنَّكُمْ فِي الْعَذَابِ

مشرق و مغرب کے برابر دوری ہو جائے تو (تُو) کتنا ہی برا ساتھی ہے۔ اور آج ہر گز تمہیں یہ چیز نفع نہیں دے گی کہ تم سب عذاب میں

مُشْتَرِكُوْنَ ﴿۳۹﴾ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ اَوْ تَهْدِي الْعُمْيَ وَ مَنْ كَانَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۴۰﴾

شریک ہو جبکہ تم نے ظلم کیا۔ تو کیا تم بہروں کو سناؤ گے یا اندھوں کو راہ دکھاؤ گے اور انہیں جو کھلی گمراہی میں ہیں؟

فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنْهُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ ﴿۴۱﴾ اَوْ نُرِيَنَّكَ الَّذِيْ وَعَدْنٰهُمْ فَاِنَّا عَلَيْهِمْ

تو اگر ہم تمہیں لے جائیں تو ان سے ہم ضرور بدلہ لیں گے۔ یا ہم تمہیں دکھا دیں جس کا انہیں ہم نے وعدہ دیا ہے تو ہم ان پر

مُّقْتَدِرُوْنَ ﴿۴۲﴾ فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِيْٓ اُوْحِيَ اِلَيْكَ ۚ اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۴۳﴾ وَ اِنَّهٗ

بڑی قدرت والے ہیں۔ تو اسے مضبوطی سے تھامے رکھو جو تمہاری طرف وحی کی گئی ہے بیشک تم سیدھی راہ پر ہو۔ اور (اے حبیب!) بیشک

ہوں اور نہ ہی ایک دوسرے کے قریب ہوں اور تو میرا کتنا ہی برا ساتھی ہے۔

آیت 39 اس آیت کی تفسیر یہ ہے کہ ” اے دنیا میں اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غفلت کرنے والو! تمہارا یہ حسرت و افسوس کرنا اور تمہارا اپنے ساتھی شیطانوں کے ساتھ عذاب میں اکٹھے ہونا آج ہر گز تمہیں نفع نہیں دے گا کیونکہ آج ظاہر ہو گیا کہ دنیا میں شرک کر کے تم نے اپنے اوپر ظلم کیا اور اب یہاں جہنم میں تم سے عذاب ہلکا نہیں کیا جائے گا کیونکہ تمہیں اور تمہارے شیطانوں میں سے ہر ایک کو پورا پورا عذاب دیا جائے گا۔

آیت 40 اس آیت میں فرمایا: اے حبیب! وہ کفار آپ اور آپ کے دین سے نفرت کرنے میں اس حد تک پہنچ چکے ہیں کہ جب وہ قرآن سنتے ہیں تو بہروں کی طرح ہو جاتے ہیں اور جب آپ کے معجزات دیکھتے ہیں تو وہ اندھوں کی طرح ہو جاتے ہیں، ان کے اندھا اور بہرہ ہونے کا سبب یہ ہے کہ وہ کھلی گمراہی میں ہیں، لہٰذا آپ ان لوگوں کو سنا اور دکھا نہیں سکتے جو کھلی گمراہی میں ہیں کیونکہ ان کے نصیب میں ایمان نہیں۔

آیت 41،42 فرمایا کہ اے حبیب! اگر ہم کفار مکہ کو عذاب دینے سے پہلے آپ کو وفات دے دیں تو آپ کے بعد ہم ان سے ضرور بدلہ لیں گے یا آپ کی زندگی میں ہی ان پر ہونے والا وہ عذاب آپ کو دکھا دیں گے جس کا انہیں ہم نے وعدہ دیا ہے کیونکہ ہم جب چاہیں انہیں عذاب دینے پر بڑی قدرت رکھنے والے ہیں۔

آیت 43 رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو تسلی دینے کے بعد فرمایا: اے حبیب! آپ (کفار کی سرکشی پر رنجیدہ نہ ہوں بلکہ) ہماری کتاب قرآنِ پاک کو مضبوطی سے تھامے رکھیں اور اس کے احکام پر عمل کرتے رہیں بیشک آپ اس دین پر ہیں جس میں کوئی ٹیڑھا پن نہیں۔ **اہم بات:** حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نہ صرف خود سیدھے راستے پر ہیں بلکہ سیدھے راستے کے راہ نما بھی ہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو صحیح مان لینا ہی تو ہدایت ہے۔

آیت 44 ارشاد فرمایا: اے حبیب! یہ قرآن آپ کے لئے بطورِ خاص عظیم شرف کا سبب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت اور

Go to Index

لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ ۚ وَسَوْفَ تُسْـَٔلُوْنَ ﴿٤٤﴾ وَسْـَٔلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ

یہ قرآن تمہارے اور تمہاری قوم کیلئے شرف وبزرگی ہے اور (اے لوگو!) عنقریب تم سے پوچھا جائے گا ○ اور جو ہم نے تم سے پہلے

ع ٤ ١٠ مِنْ رُّسُلِنَآ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ ﴿٤٥﴾ وَلَقَدْ

اپنے رسول بھیجے ان سے پوچھو کہ کیا ہم نے رحمٰن کے سوا کچھ اور معبود مقرر کئے ہیں جن کی عبادت کی جائے ○ اور بیشک

اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَقَالَ اِنِّىْ رَسُوْلُ رَبِّ

ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف بھیجا تو موسیٰ نے فرمایا: بیشک میں اس کا رسول ہوں جو سارے

الْعٰلَمِيْنَ ﴿٤٦﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِاٰيٰتِنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَضْحَكُوْنَ ﴿٤٧﴾ وَمَا نُرِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ اِلَّا هِىَ

جہان کا مالک ہے ○ پھر جب وہ ان کے پاس ہماری نشانیاں لایا تو جبھی وہ ان پر ہنسنے لگے ○ اور ہم انہیں جو نشانی دکھاتے وہ

حکمت عطا فرمائی اور عمومی طور پر آپ کی امت کے لئے بھی عظمت کا سبب ہے کہ انہیں اس سے ہدایت فرمائی اور اے لوگو! عنقریب قیامت کے دن تم سے پوچھا جائے گا کہ تم نے قرآن کا کیا حق ادا کیا، اس کی کیا تعظیم کی اور اس نعمت کا کیا شکر بجالائے؟ **درس:** قرآنِ مجید وہ عظیم الشّان کتاب ہے جو اس امت کی عظمت اور چرچے کا ذریعہ ہے، اس کے ذریعے عظمت اسی صورت حاصل ہو سکتی ہے جب کہ اس کے احکامات اور تعلیمات پر عمل کیا جائے۔

آیت 45 ارشاد فرمایا: **اور جو ہم نے تم سے پہلے اپنے رسول بھیجے ان سے پوچھو۔** اکثر مفسرین نے اس کے معنی یہ بیان کئے ہیں کہ اہلِ کتاب میں سے جو لوگ ایمان لائے ان سے دریافت کرو کہ کیا کبھی کسی نبی نے غیرُ اللہ کی عبادت کی اجازت دی تاکہ مشرکین پر ثابت ہو جائے کہ مخلوق پرستی نہ کسی رسول نے بتائی اور نہ کسی کتاب میں آئی۔ تمام اَنبیاءِ کرام علیہمُ السّلام توحید کی دعوت دیتے آئے اور سب نے مخلوق پرستی کی ممانعت فرمائی۔

آیت 46، 47 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو اپنی نشانیوں کے ساتھ فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف بھیجا تاکہ آپ انہیں اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت اور صرف اسی کی عبادت کرنے کی دعوت دیں۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السّلام ان کے پاس پہنچے تو فرمایا: بیشک میں اس کا رسول ہوں جو سارے جہان کا مالک ہے۔ یہ سن کر انہوں نے مطالبہ کیا کہ ہمیں کوئی ایسی نشانی دکھائیں جس سے یہ ثابت ہو جائے کہ آپ واقعی اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے عصا اور یدِ بیضا جیسی وہ نشانیاں دکھائیں جو آپ کی رسالت پر دلالت کرتی تھیں تو وہ ان نشانیوں میں غور و فکر کرنے کے بجائے الٹا ہنسنے لگ گئے اور انہیں جادو بتانے لگے۔ **اہم بات:** دینی عقائد، معجزات، خدائی احکام کا مذاق اڑانا ہمیشہ سے کافروں کا طریقہ رہا ہے۔

آیت 48 ارشاد فرمایا: **اور ہم انہیں جو نشانی دکھاتے وہ اپنی مثل (پہلی نشانی) سے بڑی ہی ہوتی۔** یعنی ہر ایک نشانی اپنی خصوصیت میں دوسری سے بڑھ چڑھ کر تھی، مراد یہ ہے کہ ایک سے ایک اعلیٰ تھی۔ مزید فرمایا: **اور ہم نے انہیں مصیبت میں گرفتار کیا۔** یعنی جب فرعون اور اس کی قوم نے سرکشی کی تو ہم نے انہیں مصیبت میں گرفتار کیا تاکہ وہ اپنی حرکتوں سے باز آجائیں اور کفر چھوڑ کر ایمان کو

اَكۡبَرُ مِنۡ اُخۡتِهَا ۫ وَ اَخَذۡنٰهُمۡ بِالۡعَذَابِ لَعَلَّهُمۡ يَرۡجِعُوۡنَ ﴿۴۸﴾ وَ قَالُوۡا يٰۤاَيُّهَ السّٰحِرُ

اپنی مثل (پہلی نشانی) سے بڑی ہی ہوتی اور ہم نے انہیں مصیبت میں گرفتار کیا تاکہ وہ باز آجائیں ○ اور انہوں نے کہا: اے جادو کے علم والے!

ادۡعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنۡدَكَ ۚ اِنَّنَا لَمُهۡتَدُوۡنَ ﴿۴۹﴾ فَلَمَّا كَشَفۡنَا عَنۡهُمُ الۡعَذَابَ

ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کر، اُس عہد کے سبب جو اس نے تم سے کیا ہے۔ بیشک ہم ہدایت پر آجائیں گے ○ پھر جب ہم نے ان سے وہ مصیبت ٹال دی

اِذَا هُمۡ يَنۡكُثُوۡنَ ﴿۵۰﴾ وَ نَادٰى فِرۡعَوۡنُ فِىۡ قَوۡمِهٖ قَالَ يٰقَوۡمِ اَلَيۡسَ لِىۡ مُلۡكُ مِصۡرَ

تو اسی وقت انہوں نے عہد توڑ دیا ○ اور فرعون نے اپنی قوم میں اعلان کر کے کہا: اے میری قوم! کیا مصر کی بادشاہت میری نہیں ہے

وَ هٰذِهِ الۡاَنۡهٰرُ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِىۡ ۚ اَفَلَا تُبۡصِرُوۡنَ ؕ﴿۵۱﴾ اَمۡ اَنَا خَيۡرٌ مِّنۡ هٰذَا الَّذِىۡ هُوَ

اور یہ نہریں جو میرے نیچے بہتی ہیں؟ تو کیا تم دیکھتے نہیں؟ ○ یا میں اس سے بہتر ہوں جو معمولی سا

اختیار کر لیں۔ **اہم بات:** یہ عذاب قحط سالی، طوفان اور ٹڈی وغیرہ سے کئے گئے، یہ سب حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی نشانیاں تھیں جو اُن کی نبوت پر دلالت کرتی تھیں اور ان میں ایک سے ایک بلند و بالا تھی۔

آیت 50،49 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جب فرعون اور اس کی قوم نے عذاب دیکھا تو انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام سے کہا: ”اے جادو کے علم والے!“ یہ کلمہ اُن کے عرف اور محاورہ میں بہت تعظیم و تکریم کا تھا ان کی نظر میں جادو کی بہت عظمت تھی اس لئے انہوں نے اِلتجا کے وقت حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو اس کلمہ سے ندا کی اور کہا: تم سے جو تمہارے رب عزّوجلّ نے عہد کیا ہے اس عہد کے سبب ہمارے لیے اپنے رب عزّوجلّ سے دعا کرو کہ ہم سے یہ عذاب دور کر دے، بیشک ہم ہدایت پر آجائیں گے اور ایمان قبول کر لیں گے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے دعا کی تو اُن پر سے عذاب اٹھا لیا گیا، جب اللہ تعالیٰ نے ان سے وہ مصیبت ٹال دی تو اسی وقت انہوں نے اپنا عہد توڑ دیا اور ایمان قبول کرنے کی بجائے اپنے کفر پر ہی اَڑے رہے۔

آیت 51 آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ فرعون نے اپنی قوم میں بڑے فخر کے ساتھ اعلان کر کے کہا: اے میری قوم! کیا مصر کی بادشاہت اور میرے محل کے نیچے بہنے والی دریائے نیل سے نکلی ہوئی بڑی بڑی نہریں میری نہیں ہیں؟ **اہم بات:** خلیفہ ہارون رشید نے جب یہ آیت پڑھی اور مصر کی حکومت پر فرعون کا غرور دیکھا تو کہا: میں وہ مصر اپنے ایک ادنیٰ غلام کو دے دوں گا، چنانچہ اُنہوں نے ملکِ مصر خصیب کو دے دیا جو اُن کا غلام تھا۔

آیت 52 فرعون نے کہا کہ کیا تم نے سمجھ لیا کہ میں اس سے بہتر ہوں جو کمزور اور حقیر سا آدمی ہے اور جو اپنی بات بھی صاف طریقے سے بیان کرتا معلوم نہیں ہوتا۔ **اہم باتیں:** (1) یہ اس ملعون نے جھوٹ کہا کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے زبانِ اَقدس کی وہ گرہ زائل کر دی تھی لیکن فرعونی اپنے پہلے ہی خیال میں تھے۔ (2) اپنے آپ کو نبی سے اعلیٰ کہنا یا نبی کو ذلت کے الفاظ سے یاد کرنا فرعونی کفر ہے بلکہ نبی کو اپنے جیسا عام آدمی سمجھنا بھی شیطانی فعل ہے۔

مَهِيۡنٌ ۙ وَّلَا يَكَادُ يُبِيۡنُ ﴿۵۲﴾ فَلَوۡلَاۤ اُلۡقِىَ عَلَيۡهِ اَسۡوِرَةٌ مِّنۡ ذَهَبٍ اَوۡ جَآءَ مَعَهُ

آدمی ہے اور صاف طریقے سے باتیں کرتا معلوم نہیں ہوتا ○ (اگر یہ رسول ہے) تو اس پر سونے کے کنگن کیوں نہ ڈالے گئے؟ یا اس کے ساتھ

الۡمَلٰٓئِكَةُ مُقۡتَرِنِيۡنَ ﴿۵۳﴾ فَاسۡتَخَفَّ قَوۡمَهٗ فَاَطَاعُوۡهُ ؕ اِنَّهُمۡ كَانُوۡا قَوۡمًا فٰسِقِيۡنَ ﴿۵۴﴾

قطار بنا کر فرشتے آتے؟ ○ تو فرعون نے اپنی قوم کو بیوقوف بنا لیا تو وہ اس کے کہنے پر چل پڑے بیشک وہ نافرمان لوگ تھے ○

فَلَمَّاۤ اٰسَفُوۡنَا انۡتَقَمۡنَا مِنۡهُمۡ فَاَغۡرَقۡنٰهُمۡ اَجۡمَعِيۡنَ ﴿۵۵﴾ ۙ فَجَعَلۡنٰهُمۡ سَلَفًا وَّ

پھر جب انہوں نے ہمیں ناراض کیا تو ہم نے ان سے بدلہ لیا تو ہم نے ان سب کو غرق کر دیا ○ تو ہم نے انہیں اگلی داستان کر دیا اور

ع ۱۱ مَثَلًا لِّلۡاٰخِرِيۡنَ ﴿۵۶﴾ ع وَلَمَّا ضُرِبَ ابۡنُ مَرۡيَمَ مَثَلًا اِذَا قَوۡمُكَ مِنۡهُ يَصِدُّوۡنَ ﴿۵۷﴾

بعد والوں کیلئے مثال بنا دیا ○ اور جب ابنِ مریم کی مثال بیان کی جاتی ہے تو جبھی تمہاری قوم اس سے ہنسنے لگتی ہے ○

آیت 53 فرعون نے کہا کہ اگر حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو اللہ تعالیٰ نے ایسا سردار بنایا ہے جس کی اطاعت واجب ہے تو انہیں سونے کا کنگن کیوں نہیں پہنایا گیا۔ فرعون نے یہ بات اس لیے کہی کہ اس زمانے میں جس کسی کو سردار بنایا جاتا تھا تو اسے سونے کے کنگن اور سونے کا طوق پہنایا جاتا تھا۔ فرعون نے مزید یہ کہا کہ رسالت کے دعوئ میں سچے ہونے کی گواہی دینے کیلئے اس کے ساتھ قطار بنا کر فرشتے کیوں نہیں آتے؟ **اہم بات:** فرعون کا جملہ نہایت جاہلانہ تھا کیونکہ سونے کے کنگن اور طوق کا بادشاہت سے تعلق تو ہو سکتا ہے لیکن نبوت سے کیا تعلق ہے؟ اور فرشتوں کا قطار میں ہونا اگرچہ مرتبہ نبوت کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے لیکن اگر فرشتوں نے ایسے ہی ظاہر ہونا تھا تو ایمان بالغیب یعنی بِن دیکھے ماننے والا حکم کہاں باقی رہتا؟

آیت 54 فرمایا کہ فرعون نے اس طرح کی چکنی چپڑی باتیں کر کے ان جاہلوں کی عقل مار دی اور انہیں بہلا پھسلا لیا تو وہ اس کے کہنے پر چل پڑے اور وہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی تکذیب کرنے لگے۔ بیشک وہ نافرمان لوگ تھے کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے رسول کی اطاعت کرنے کی بجائے فرعون جیسے جاہل اور سرکش کی پیروی کی۔ **اہم بات:** بدعمل اور بدنیت حکمرانوں کا یہی طریقہ ہوتا ہے کہ رنگ برنگی باتوں سے عوام کو بیوقوف بنا لیتے ہیں۔

آیت 55،56 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جب فرعون اور اس کی قوم نے اپنی بد اعمالیوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو ناراض کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے جرموں کی سزا میں سب کو غرق کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں ماضی کی عبرتناک داستان بنا دیا اور بعد والوں کے لئے مثال بنا دیا تاکہ بعد والے اُن کے حال اور انجام سے نصیحت و عبرت حاصل کریں۔

آیت 57 **شانِ نزول:** جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے قریش کے سامنے یہ آیت "وَمَا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ" پڑھی، جس کے معنی یہ ہیں کہ "اے مشرکین! تم اور اللہ تعالیٰ کے سوا جن چیزوں کو تم پوجتے ہو سب جہنم کا ایندھن ہے۔" تو ابنِ زبعری کہنے لگا: اے محمد! (صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم) کیا یہ خاص ہمارے اور ہمارے معبودوں کے لئے ہے یا دوسری قوموں کے معبودوں کے لئے بھی، سرورِ عالم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا: تمام جھوٹے معبودوں کے لیے ہے۔ اس پر ابنِ زبعری نے کہا کہ عیسائی حضرت

Go to Index

وَقَالُوۡٓا ءَاٰلِهَتُنَا خَيۡرٌ اَمۡ هُوَ ؕ مَا ضَرَبُوۡهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا ؕ بَلۡ هُمۡ قَوۡمٌ خَصِمُوۡنَ ﴿۵۸﴾

اور کہتے ہیں: کیا ہمارے معبود بہتر ہیں یا وہ (عیسیٰ؟) انہوں نے یہ مثال تم سے صرف جھگڑا کرنے کیلئے بیان کی ہے، بلکہ وہ جھگڑنے والے لوگ ہیں ○

اِنۡ هُوَ اِلَّا عَبۡدٌ اَنۡعَمۡنَا عَلَيۡهِ وَجَعَلۡنٰهُ مَثَلًا لِّبَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ ؕ ﴿۵۹﴾ وَلَوۡ نَشَآءُ

عیسیٰ تو نہیں ہے مگر ایک بندہ جس پر ہم نے احسان فرمایا ہے اور ہم نے اسے بنی اسرائیل کے لیے ایک عجیب نمونہ بنایا○ اور اگر ہم چاہتے

عیسیٰ بن مریم علیہ السّلام اور ان کی والدہ دونوں کو پوجتے ہیں اور حضرت عزیر علیہ السّلام اور فرشتے بھی پوجے جاتے ہیں تو اگر یہ حضرات (مَعَاذَ اللہ) جہنم میں ہوں تو ہم اس بات پر راضی ہیں کہ ہم اور ہمارے معبود بھی ان کے ساتھ ہوں اور یہ کہہ کر کفار خوب ہنسے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی، ترجمہ: بیشک جن کے لیے ہمارا بھلائی کا وعدہ پہلے سے ہو چکا ہے وہ جہنم سے دور رکھے جائیں گے۔ اور یہ آیت نازل ہوئی ”وَ لَمَّا ضُرِبَ ابۡنُ مَرۡيَمَ مَثَلًا اِذَا قَوۡمُكَ مِنۡهُ يَصِدُّوۡنَ“ جس کا مطلب یہ ہے کہ جب ابنِ زبعری نے اپنے معبودوں کے لئے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السّلام کی مثال بیان کی اور حضورِ اَقدس صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے جھگڑا کیا کہ عیسائی انہیں پوجتے ہیں تو کفارِ قریش اُس کی اِس بات پر ہنسنے لگے۔

آیت 58 اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! آپ کی قوم کے مشرکین کہتے ہیں کہ کیا ہمارے معبود بہتر ہیں یا حضرت عیسیٰ علیہ السّلام، اس پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے حبیب! انہوں نے یہ مثال صرف آپ سے جھگڑا کرنے کیلئے بیان کی ہے حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ انہوں نے جو کہا وہ باطل ہے اور اس آیتِ کریمہ ”وَمَا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ“ سے صرف بت مراد ہیں حضرت عیسیٰ، حضرت عزیر اور فرشتے علیہمُ السّلام مراد نہیں لئے جاسکتے۔ ابنِ زبعری عربی زبان جاننے والا تھا، یہ بات اسے بہت اچھی طرح معلوم تھی کہ ”مَا تَعۡبُدُوۡنَ“ میں ”مَا“ سے وہ چیزیں مراد ہوتی ہیں جن میں عقل نہ ہو، اس کا یہ جاننے کے باوجود حضرت عیسیٰ، حضرت عزیر اور فرشتوں علیہمُ السّلام کو اس میں داخل کرنا جہالت اور ضد بازی تھی۔ **درس:** صرف جھگڑے کے لئے بحث مُباحثہ شروع کر دینا کفار کا طریقہ ہے، لہٰذا وہ لوگ غور کریں جو دین کا مکمل علم حاصل کئے بغیر سوشل، پرنٹ اور الیکٹرونک میڈیا پر ان کے بارے شرعی تقاضوں کے برخلاف بحث مُباحثہ کرتے ہیں۔

آیت 59 اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے بارے میں فرمایا کہ وہ (نہ خدا ہے اور نہ خدا کے بیٹے، بلکہ خالص) اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں جن پر، ہم نے نبوت عطا فرما کر احسان فرمایا ہے اور ہم نے اسے بغیر باپ کے پیدا کر کے بنی اسرائیل کے لیے اپنی قدرت کا ایک عجیب نمونہ بنایا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) اس آیت میں ان عیسائیوں کا بھی رد ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو خدا یا خدا کا بیٹا مانتے ہیں اور ان یہودیوں کا بھی رد ہے جو آپ علیہ السّلام کی نبوت کے منکر ہیں۔ (2) اگر کسی محبوب بندے کو لوگ خدا بھی مان لیں تو ان لوگوں کی تردید میں اس مقبول بندے کی توہین نہ کی جائے بلکہ اس کی تعظیم باقی رکھی جائے۔

آیت 60 اس آیت کا ایک معنی یہ ہے کہ اے کفارِ قریش! ہم تم سے اور تمہاری عبادت سے بے نیاز ہیں، اگر ہم چاہتے تو تمہیں ہلاک کر کے زمین میں تمہارے بدلے فرشتے بسا دیتے جو تمہارے بعد آباد رہتے اور ہماری عبادت واطاعت کرتے اور فرشتوں کے آسمانوں

لَجَعَلۡنَا مِنۡكُمۡ مَّلٰٓـئِكَةً فِى الۡاَرۡضِ يَخۡلُفُوۡنَ ﴿۶۰﴾ وَاِنَّهٗ لَعِلۡمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمۡتَرُنَّ بِهَا

تو زمین میں تمہارے بدلے فرشتے بسادیتے○ اور بیشک عیسیٰ ضرور قیامت کی ایک خبر ہے تو ہرگز قیامت میں شک نہ کرنا

وَاتَّبِعُوۡنِ‌ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسۡتَقِيۡمٌ ﴿۶۱﴾ وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيۡطٰنُ‌ۚ اِنَّهٗ لَكُمۡ عَدُوٌّ مُّبِيۡنٌ ﴿۶۲﴾

اور میری پیروی کرنا۔ یہ سیدھا راستہ ہے○ اور ہرگز شیطان تمہیں نہ روکے بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے○

وَلَمَّا جَآءَ عِيۡسٰى بِالۡبَيِّنٰتِ قَالَ قَدۡ جِئۡتُكُمۡ بِالۡحِكۡمَةِ وَلِاُبَيِّنَ لَكُمۡ

اور جب عیسیٰ روشن نشانیاں لایا تو اس نے فرمایا: میں تمہارے پاس حکمت لے کر آیا ہوں اور میں اس لئے (آیا ہوں) تاکہ میں تم سے

بَعۡضَ الَّذِىۡ تَخۡتَلِفُوۡنَ فِيۡهِ‌ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيۡعُوۡنِ ﴿۶۳﴾ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ رَبِّىۡ

بعض وہ باتیں بیان کردوں جن میں تم اختلاف رکھتے ہو تو اللہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو○ بیشک اللہ میرا بھی رب ہے

پر رہنے میں کوئی ایسی فضیلت نہیں ہے کہ ان کی عبادت کی جائے یا یہ کہا جائے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں؛ تو پھر تم کیوں ان کی عبادت کرتے اور انہیں اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دیتے ہو۔

آیت 61 اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کا آسمان سے دوبارہ زمین پر تشریف لانا قیامت کی علامات میں سے ہے، تو اے لوگو! ہرگز قیامت کے آنے میں شک نہ کرنا اور میری ہدایت اور شریعت کی پیروی کرنا، یہ سیدھا راستہ ہے جس کی میں تمہیں دعوت دے رہا ہوں۔ **اہم بات:** حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کا قیامت کے قریب آسمان سے زمین پر تشریف لانا برحق ہے کیونکہ ان کا آنا قیامت کی علامت ہے، آپ کا آنا سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی امت کا نبی بن کر نہیں بلکہ آپ کے امتی ہونے کی حیثیت سے ہوگا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے دوبارہ زمین پر تشریف لانے کے متعلق ستر سے زائد احادیث ہیں۔

آیت 62 اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ہرگز شیطان تمہیں شریعت کی پیروی کرنے سے یا قیامت کا یقین رکھنے سے یا اللہ تعالیٰ کے دین پر قائم رہنے سے نہ روک دے، بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ **درس:** اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں کئی مقامات پر شیطان کی عداوت کی پہچان کروائی ہے اور اس سے مقصود یہ ہے کہ لوگ شیطان کے دشمن ہونے پر ایمان لائیں اور اس کے شر سے بچنے کی کوشش کریں۔

آیت 63،64 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السّلام معجزات لے کر آئے تو انہوں نے فرمایا: میں تمہارے پاس نبوت اور انجیل کے احکام لے کر آیا ہوں تاکہ تم ان احکام پر عمل کرو اور میں اس لئے آیا ہوں تاکہ میں تم سے تورات کے احکام میں سے وہ باتیں بیان کردوں جن میں تم اختلاف رکھتے ہو، لہٰذا تم میری مخالفت کرنے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میں جو اَحکام تمہیں پہنچا رہا ہوں ان میں میرا حکم مانو، بیشک اللہ تعالیٰ میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے تو تم صرف اسی کی عبادت کرو، یہ سیدھا راستہ ہے کہ اس پر چلنے والا گمراہ نہیں ہو سکتا۔

وَرَبُّكُمۡ فَاعۡبُدُوۡهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسۡتَقِيۡمٌ ﴿٦٤﴾ فَاخۡتَلَفَ الۡاَحۡزَابُ مِنۡۢ بَيۡنِهِمۡ ۚ فَوَيۡلٌ

اور تمہارا بھی رب ہے تو اس کی عبادت کرو، یہ سیدھا راستہ ہے○ پھر وہ گروہ آپس میں مختلف ہوگئے تو ظالموں کیلئے

لِّلَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا مِنۡ عَذَابِ يَوۡمٍ اَلِيۡمٍ ﴿٦٥﴾ هَلۡ يَنۡظُرُوۡنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنۡ تَاۡتِيَهُمۡ بَغۡتَةً

ایک دردناک دن کے عذاب کی خرابی ہے○ وہ قیامت ہی کا انتظار کر رہے ہیں کہ ان پر اچانک آ جائے

وَّهُمۡ لَا يَشۡعُرُوۡنَ ﴿٦٦﴾ اَلۡاَخِلَّآءُ يَوۡمَئِذٍۢ بَعۡضُهُمۡ لِبَعۡضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الۡمُتَّقِيۡنَ ﴿٦٧﴾ ع ١١ ⁄ ١٢

اور انہیں خبر بھی نہ ہو○ اس دن گہرے دوست ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے سوائے پرہیزگاروں کے○

يٰعِبَادِ لَا خَوۡفٌ عَلَيۡكُمُ الۡيَوۡمَ وَلَاۤ اَنۡتُمۡ تَحۡزَنُوۡنَ ﴿٦٨﴾ ۚ اَلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا بِاٰيٰتِنَا

(ان سے فرمایا جائے گا) اے میرے بندو! آج نہ تم پر خوف ہے اور نہ تم غمگین ہو گے○ وہ جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے

آیت 65 اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے بعد عیسائیوں کے مختلف گروہ بن گئے، ان میں سے کسی نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام خدا تھے، کسی نے کہا کہ خدا کے بیٹے تھے اور کسی نے کہا کہ تین خداؤں میں سے تیسرے تھے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے بارے میں کفر کی باتیں کہیں، ان ظالموں کیلئے قیامت کے دردناک دن کے عذاب کی ہلاکت ہے۔

آیت 66 اس آیت کی دو تفسیریں ہیں: (1) وہ لوگ جو حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے بارے میں مختلف فرقے بن گئے اور ان کے متعلق باطل باتیں کہہ رہے ہیں (ان کے حال سے یہی نظر آ رہا ہے کہ) وہ اس وقت کا انتظار کر رہے ہیں جس میں قیامت اچانک قائم ہو جائے گی اور انہیں اس کے آنے کی خبر بھی نہ ہو گی۔ (2) کفارِ مکہ (کے طرزِ عمل سے یہی نظر آتا ہے کہ) قیامت کے آنے کا ہی انتظار کر رہے ہیں کہ ان پر اچانک آ جائے اور انہیں دُنیوی کام کاج میں مشغولیّت کی وجہ سے اس کے آنے کی خبر بھی نہ ہو۔

آیت 67 دنیا میں جو دوستی کفر اور معصیت کی بنا پر تھی وہ قیامت کے دن دشمنی میں بدل جائے گی جبکہ دینی دوستی اور محبت دشمنی میں تبدیل نہ ہو گی بلکہ باقی رہے گی۔ **درس:** اللہ تعالیٰ کی خاطر ایمان والوں کی آپس میں محبت اور دوستی قیامت کے دن کام آئے گی اور یہ ایمان کی مٹھاس کے حصول کا ذریعہ اور نہایت اعلیٰ عبادت ہے۔ اسی طرح اہلِ حق کا انبیاءِ کرام علیہمُ السّلام اور اولیاءِ کرام رحمۃُ اللہِ علیہم سے محبت اور عقیدت رکھنا بہت نفع دے گا کہ جو جس کے ساتھ محبت کرتا ہو گا، قیامت میں اسی کے ساتھ ہو گا۔

آیت 68-70 دینی دوستی اور اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت رکھنے والوں کی تعظیم اور انھیں خوش کرنے کے لئے فرمایا جائے گا: اے میرے بندو! آج نہ تم پر خوف ہے اور نہ تم غمگین ہو گے اور میرے بندے وہ ہیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے اور وہ فرماں بردار تھے، ان سے کہا جائے گا کہ تم اور تمہاری مومنہ بیویاں جنت میں داخل ہو جائیں اور جنت میں تمہارا اکرام ہو گا، نعمتیں دی

وَ كَانُوۡا مُسۡلِمِيۡنَ ﴿ۚ۶۹﴾ اُدۡخُلُوا الۡجَنَّةَ اَنۡتُمۡ وَ اَزۡوَاجُكُمۡ تُحۡبَرُوۡنَ ﴿۷۰﴾ يُطَافُ عَلَيۡهِمۡ

اور وہ فرمانبردار تھے ○ تم اور تمہاری بیویاں جنت میں داخل ہوجائیں اور تمہیں خوش کیا جائے گا ○ ان پر سونے کی تھالیوں

بِصِحَافٍ مِّنۡ ذَهَبٍ وَّ اَكۡوَابٍ ۚ وَ فِيۡهَا مَا تَشۡتَهِيۡهِ الۡاَنۡفُسُ وَ تَلَذُّ الۡاَعۡيُنُ ۚ

اور جاموں کے دور ہوں گے اور جنت میں وہ تمام چیزیں ہوں گی جن کی ان کے دل خواہش کریں گے اور جن سے آنکھوں کو لذت ملے گی

وَ اَنۡتُمۡ فِيۡهَا خٰلِدُوۡنَ ﴿ۚ۷۱﴾ وَ تِلۡكَ الۡجَنَّةُ الَّتِيۡۤ اُوۡرِثۡتُمُوۡهَا بِمَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۷۲﴾

اور تم اس میں ہمیشہ رہوگے ○ اور یہی وہ جنت ہے جس کا تمہارے اعمال کے صدقے تمہیں وارث بنایا گیا ہے ○

لَكُمۡ فِيۡهَا فَاكِهَةٌ كَثِيۡرَةٌ مِّنۡهَا تَاۡكُلُوۡنَ ﴿۷۳﴾ اِنَّ الۡمُجۡرِمِيۡنَ فِيۡ عَذَابِ جَهَنَّمَ

تمہارے لیے اس میں کثرت سے پھل ہیں جن میں سے تم کھاتے رہو گے ○ بیشک مجرم جہنم کے عذاب میں

خٰلِدُوۡنَ ﴿ۚ۷۴﴾ لَا يُفَتَّرُ عَنۡهُمۡ وَ هُمۡ فِيۡهِ مُبۡلِسُوۡنَ ﴿ۚ۷۵﴾ وَ مَا ظَلَمۡنٰهُمۡ وَ لٰكِنۡ كَانُوۡا

ہمیشہ رہنے والے ہیں ○ وہ کبھی ان سے ہلکا نہ کیا جائے گا اور وہ اس میں مایوس پڑے رہیں گے ○ اور ہم نے ان پر کچھ ظلم نہ کیا، ہاں وہ

جائیں گی اور تمہیں خوش کیا جائے گا۔

آیت 71، 72 جنت میں داخل ہونے کے بعد مومن بندوں پر کھانے سے بھری سونے کی تھالیوں اور شراب سے لبریز جاموں کے دَور ہوں گے اور جنت میں ان کے لئے مختلف اَقسام کی وہ تمام چیزیں ہوں گی جن کی ان کے دل خواہش کریں گے اور جن سے آنکھوں کو لذّت ملے گی اور تم جنت میں ہمیشہ رہوگے اور یہی وہ جنت ہے جس کا تمہارے دُنْیَوی نیک اعمال کے صدقے تمہیں وارث بنایا گیا ہے۔ **اہم بات:** جنت میں داخلہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہوگا اور اس کے درجات کی تقسیم نیک اعمال کے مطابق ہوگی، لہٰذا ہمیشہ خدا کے فضل کا سوال کرتے رہیں اور زیادہ سے زیادہ نیک اعمال کریں تاکہ جنت میں اللہ تعالیٰ کا زیادہ سے زیادہ قرب حاصل ہو۔

آیت 73 فرمایا کہ تمہارے لئے جنت میں کھانے اور شراب کے علاوہ بے شمار پھل ہوں گے جن میں سے تم کھاتے رہو گے۔ **اہم بات:** جنت کے درخت سدا بہار پھل دار ہیں، ان کی زیب و زینت میں فرق نہیں آتا۔

آیت 74-76 اہلِ ایمان کے بعد کافروں کا انجام بیان فرمایا کہ کافر یقیناً جہنم کے عذاب میں ہمیشہ رہنے والے ہیں ان کا عذاب کبھی ختم نہ ہوگا۔ وہ عذاب ان سے کبھی ہلکا نہ کیا جائے گا وہ اس میں نجات، راحت اور سزا میں کمی سے مایوس پڑے رہیں گے اور یہ عذاب دے کر ہم نے ان پر کچھ ظلم نہیں کیا، ہاں وہ خود ہی ظالم تھے کہ سرکشی و نافرمانی کرکے اس حال کو پہنچے ہیں۔ **درس:** کفار کے لئے بیان کی گئی سزاؤں میں ان کے لئے وعید ہے لیکن ہمارے لئے بھی عبرت ہے کیونکہ بیشک ہم فی الوقت مسلمان ہیں، لیکن ایمان پر خاتمے کی گارنٹی کسی کے پاس نہیں، جس طرح بہت سے کافر خوش قسمتی سے مسلمان ہو جاتے ہیں اُسی طرح بہت سے بدنصیب مسلمانوں کا بھی ایمان سے پھر جانا ثابت ہے۔ اپنے ایمان کی حفاظت کی فکر اور ایمان پر خاتمے کی دعا کرتے رہنا چاہیے۔

هُمُ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۷۶﴾ وَ نَادَوْا یٰمٰلِكُ لِیَقْضِ عَلَیْنَا رَبُّكَ ؕ قَالَ اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ ﴿۷۷﴾

خود ہی ظالم تھے ○ اور وہ پکاریں گے: اے مالک! تیرا رب ہمارا کام تمام کر دے۔وہ داروغہ فرمائے گا: تمہیں تو ٹھہرنا ہے ○

لَقَدْ جِئْنٰكُمْ بِالْحَقِّ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ﴿۷۸﴾ اَمْ اَبْرَمُوْۤا اَمْرًا

بیشک ہم تمہارے پاس حق لائے مگر تم میں اکثر حق کو ناپسند کرنے والے تھے ○ کیا انہوں نے کام پکا کر لیا ہے؟

فَاِنَّا مُبْرِمُوْنَ ﴿۷۹﴾ۚ اَمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَ نَجْوٰىهُمْ ؕ بَلٰى

توہم بھی (اپنا کام) پکا کرنے والے ہیں ○ کیا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم ان کی آہستہ بات اور ان کی خفیہ مشاورت نہیں سنتے ؟ہاں، کیوں نہیں ؟

وَ رُسُلُنَا لَدَیْهِمْ یَكْتُبُوْنَ ﴿۸۰﴾ قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ ۖۗ فَاَنَا اَوَّلُ

اور ہمارے فرشتے ان کے پاس لکھ رہے ہیں ○ تم فرماؤ: (ایک ناممکن بات کو فرض کرکے کہتا ہوں کہ) اگر رحمٰن کے کوئی بیٹا ہوتا تو سب سے پہلے

آیت 77 کفار جہنم کے داروغہ کو پکاریں گے: اے مالک! اپنے رب سے دعا کریں کہ وہ ہمیں موت دے کر ہمارا کام پورا کر دے تاکہ ہمیں اس عذاب سے راحت نصیب ہو۔(ایک قول کے مطابق) حضرت مالک علیہ السّلام ایک ہزار سال بعد جواب دیں گے کہ تم عذاب میں ہمیشہ ٹھہرنے والے ہو اور تم کسی طرح اور کبھی بھی اس سے رہائی نہ پاؤ گے۔ **دعا:** یا اللہ ہم تیری پناہ مانگتے ہیں۔

آیت 78 اس آیت میں یا تو حضرت مالک علیہ السّلام کا جہنمیوں سے خطاب ہے یا اللہ تعالیٰ کا کفارِ مکہ سے خطاب ہے کہ بیشک ہم تمہارے پاس انبیاءِ کرام علیہمُ السّلام کے ذریعے دینِ حق لائے تھے مگر تم سب اپنی نفسانی خواہشات کے مخالف ہونے کی وجہ سے دینِ حق کو ناپسند کرنے والے تھے تو تم جہنم میں ہمیشہ رہو گے۔ **درس:** دین اور دینی چیزوں سے کراہت اور ناگواری کا اظہار کرنا کفار کا کام ہے۔اس سے وہ لوگ نصیحت حاصل کریں جو مسلمان کہلانے کے باوجود اسلام کے شعائر کو ناپسند کرتے، احکامِ اسلام پر عمل کرنے والے کو بُری نظر سے دیکھتے، اس کا مذاق اڑاتے اور اسلامی احکام پر عمل سے روکنے کی کوشش کرتے ہیں۔

آیت 79 فرمایا کہ کیا کفارِ مکہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے خلاف سازش کرنے اور دھوکے سے انہیں ایذا پہنچانے کا کام پکا کر لیا ہے اور درحقیقت ایسا ہی تھا کہ قریش دارُ النَّدوہ میں جمع ہو کر حضور پُر نور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو ایذا پہنچانے کے لئے حیلے سوچتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: توہم بھی اپنے نبی کی حفاظت اور ان کے منکروں کی بربادی کا کام پکا کرنے والے ہیں۔

آیت 80 فرمایا کہ کیا کفار یہ سمجھتے ہیں کہ ہم ان کی آہستہ بات اور ان کی خفیہ مُشاوَرَت نہیں سنتے؟ ہاں، کیوں نہیں؟ ہم ضرور سنتے ہیں اور پوشیدہ ظاہر ہر بات جانتے ہیں، اور ہمارے فرشتے ان کے پاس ان کے تمام اَقوال اور اَفعال کو لکھ رہے ہیں، اس میں ان کی آہستہ باتیں اور خفیہ مشاورتیں سب شامل ہیں۔ **درس:** اس آیت میں ان لوگوں کے لئے بھی نصیحت ہے جو لوگوں کے سامنے گناہ کرتے ہوئے تو خوف محسوس کرتے ہیں لیکن تنہائی میں گناہ کرتے ہوئے اس رب تعالیٰ سے نہیں ڈرتے جو ان کے ظاہر و باطن دونوں سے خبردار ہے۔

آیت 81 **شانِ نزول:** نضر بن حارث نے کہا تھا: فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور ارشاد فرمایا کہ اے حبیب!

Go to Index

الۡعٰبِدِيۡنَ ﴿۸۱﴾ سُبۡحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ رَبِّ الۡعَرۡشِ عَمَّا يَصِفُوۡنَ ﴿۸۲﴾

میں (اس کی) عبادت کرنے والا ہوتا ○ آسمانوں اور زمین کا رب، عرش کا مالک ان باتوں سے پاک ہے جو کافر بیان کرتے ہیں ○

فَذَرۡهُمۡ يَخُوۡضُوۡا وَيَلۡعَبُوۡا حَتّٰى يُلٰقُوۡا يَوۡمَهُمُ الَّذِىۡ يُوۡعَدُوۡنَ ﴿۸۳﴾ وَهُوَ الَّذِىۡ

توتم انہیں چھوڑ دو کہ بیہودہ باتیں کریں اور کھیلیں یہاں تک کہ اپنے اس دن کو پائیں جس کا ان سے وعدہ کیا جارہا ہے ○ اور وہی آسمان والوں کا

فِى السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّفِى الۡاَرۡضِ اِلٰهٌ ؕ وَهُوَ الۡحَكِيۡمُ الۡعَلِيۡمُ ﴿۸۴﴾ وَتَبٰرَكَ الَّذِىۡ لَهٗ مُلۡكُ

معبود ہے اور زمین والوں کا معبود ہے اور وہی حکمت والا، علم والا ہے ○ اور وہ (اللہ) بڑی برکت والا ہے جس کے لیے آسمانوں

السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَمَا بَيۡنَهُمَا ۚ وَعِنۡدَهٗ عِلۡمُ السَّاعَةِ ۚ وَاِلَيۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ ﴿۸۵﴾

اور زمین کی اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کی بادشاہی ہے اور قیامت کا علم اسی کے پاس ہے اور تمہیں اس کی طرف پھرنا ہے ○

وَلَا يَمۡلِكُ الَّذِيۡنَ يَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِهِ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنۡ شَهِدَ بِالۡحَقِّ وَهُمۡ يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۸۶﴾

اور کفار جن کو اللہ کے سوا پوجتے ہیں وہ شفاعت کا اختیار نہیں رکھتے۔ ہاں (شفاعت کا اختیار انہیں ہے) جو حق کی گواہی دیں اور علم رکھیں ○

آپ فرمائیں کہ میں ایک ناممکن بات کو فرض کر کے کہتا ہوں کہ اگر رحمٰن کا کوئی بیٹا ہوتا تو سب سے پہلے میں اس کی عبادت کرنے والا ہوتا لیکن اس کا کوئی بیٹا نہیں کیونکہ اس کے لئے اولاد ہی محال ہے۔

آیت 82، 83 فرمایا کہ آسمانوں اور زمین کا رب، عرش کا مالک ان باتوں سے پاک ہے جو کافر بیان کرتے ہیں اور اے حبیب! میں نے خدا کی عظمت و قدرت اور شرک کا باطل ہونا قطعی طور پر واضح کر دیا لیکن یہ کافر اس کی طرف توجہ ہی نہیں دیتے۔ اس لئے آپ انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیں کہ جس لَغْو اور باطل کام میں لگے ہوئے ہیں اسی میں پڑے رہیں، یہاں تک کہ وہ اپنے اس دن قیامت کو پالیں جس میں انہیں عذاب دینے کا وعدہ کیا گیا ہے۔

آیت 84 ارشاد فرمایا کہ اللہ وہی ہے جو آسمان والوں کا معبود ہے اور زمین والوں کا معبود ہے، اس کے علاوہ اور کوئی چیز معبود ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتی، لہٰذا جو آسمان اور زمین والوں کا معبود ہے تم صرف اسی کی عبادت کرو اور وہی اپنی مخلوق کے معاملات کا انتظام فرمانے میں حکمت والا ہے اور ان کی ضروریات سے باخبر ہے۔

آیت 85 ارشاد فرمایا کہ وہ اللہ بڑی برکت والا ہے جس کے لئے ساتوں آسمانوں، زمینوں اور ان کے درمیان تمام چیزوں کی بادشاہی ہے، ان سب پر اس کا حکم جاری ہے تو جسے ان کی بادشاہی حاصل ہے اور جس کا حکم ان میں نافذ ہے اس کا کوئی شریک کس طرح ہو سکتا ہے اور اس وقت کا علم بھی اللہ تعالیٰ کے پاس ہے جس میں قیامت قائم ہو گی اور اے لوگو! تم مرنے کے بعد اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے اور وہ نیک لوگوں کو ان کے نیک اعمال کی جزاء اور برے لوگوں کو ان کے برے اعمال کی سزا دے گا۔

آیت 86 اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ کفار یہ گمان کرتے ہیں کہ ان کے معبود ان کی شفاعت کریں گے حالانکہ وہ تمام چیزیں

وَ لَئِنۡ سَاَلۡتَهُمۡ مَّنۡ خَلَقَهُمۡ لَیَقُوۡلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰی یُؤۡفَکُوۡنَ ﴿۸۷﴾ وَ قِیۡلِهٖ یٰرَبِّ اِنَّ

اور اگر تم ان سے پوچھو: انہیں کس نے پیدا کیا؟ تو ضرور کہیں گے: ”اللہ نے“ تو کہاں اوندھے جاتے ہیں؟○ رسول کے اس کہنے کی قسم کہ

هٰۤؤُلَآءِ قَوۡمٌ لَّا یُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۸۸﴾ فَاصۡفَحۡ عَنۡهُمۡ وَ قُلۡ سَلٰمٌ ؕ فَسَوۡفَ یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۸۹﴾ ع

وقف لازم ۱۳ ۲۲

اے میرے رب! یہ لوگ ایمان نہیں لاتے ○ تو ان سے درگزر کرو اور فرماؤ: بس سلام ہے تو عنقریب جان جائیں گے ○

رکوعاتها ٣ | ٤٤ سُوۡرَةُ الدُّخَانِ مَکِّیَّةٌ ٦٤ | اٰیاتها ٥٩

سورۂ دخان مکیہ ہے، اس میں انسٹھ آیتیں اور تین رکوع ہیں

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

جن کی کفار اللہ تعالیٰ کے علاوہ عبادت کرتے ہیں ان میں سے کوئی چیز بھی شفاعت کا اختیار نہیں رکھتی البتہ شفاعت کا اختیار انہیں ہے جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت کی گواہی دیں اور دل سے اس بات کا علم رکھیں کہ اللہ تعالیٰ ان کا رب ہے، ایسے مقبول بندے ایمان داروں کی شفاعت کریں گے۔

آیت 87 فرمایا کہ اے حبیب! اگر آپ ان مشرکین سے پوچھیں کہ انہیں کس نے پیدا کیا؟ تو وہ ضرور کہیں گے: اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے تو اس اقرار کے باوجود یہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کی عبادت کیسے کرتے ہیں اور اس کی توحید اور عبادت سے کس طرح پھرتے ہیں؟

آیت 88، 89 ارشاد فرمایا: مجھے اپنے حبیب محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی اس بات کی قسم کہ اے میرے رب! عزّوجلّ، تو نے مجھے ان مشرکین کو عذاب سے ڈرانے کا حکم دیا اور ان کی طرف رسول بنا کر بھیجا لیکن میرے ڈرانے اور دعوت دینے کے باوجود یہ لوگ ایمان نہیں لاتے۔ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ اے پیارے حبیب! ان کی طرف سے پہنچنے والی اَذِیَّتوں سے درگزر کرو اور انہیں ان کے حال پر چھوڑ دو اور ان سے فرماؤ کہ تمہیں دور ہی سے سلام ہے۔ عنقریب یہ لوگ اپنا انجام جان جائیں گے۔ **اہم باتیں:** (1) پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضور پُر نور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے قولِ مبارک کی قسم یاد فرمائی، اس میں حضورِ اَقدس صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے اِکرام اور آپ کی دعاو اِلتجا کی تعظیم کا اظہار ہے۔ (2) دوسری آیت میں دیا گیا حکم؛ جہاد کا حکم نازل ہونے سے پہلے دیا گیا تھا۔

سورۂ دُخان کا تعارف یہ سورت مکۂ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں 3 رکوع اور 59 آیتیں ہیں۔ عربی میں دھوئیں کو ”دُخان“ کہتے ہیں، اور اس سورت کی آیت نمبر 10 میں دھوئیں کا ذکر ہے، اس مناسبت سے اس سورت کو سورۂ دُخان کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ **فضیلت:** حدیث پاک میں ہے: جس نے رات کے وقت سورۂ حٰمٓ دُخان کی تلاوت کی تو وہ اس حال میں صبح کرے گا کہ اس کے لئے ستر ہزار فرشتے استغفار کر رہے ہوں گے۔ (ترمذی، حدیث: 2897) **خلاصۂ مضامین:** اس سورت کی ابتداء میں یہ بیان کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید کو شبِ قدر میں نازل کیا ہے اور اس رات میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے تمام اہم کام فرشتوں کے درمیان تقسیم کر دیئے جاتے ہیں اور یہ بتایا گیا کہ کفارِ مکہ قرآنِ مجید کے بارے میں شک میں پڑے ہوئے ہیں اور جس دن انہیں عذاب دیا جائے گا تو اس دن

مع ۱۲
حٰمٓ ۝ وَ الۡكِتٰبِ الۡمُبِيۡنِ ۝ اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰهُ فِىۡ لَيۡلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنۡذِرِيۡنَ ۝ فِيۡهَا

حٰمٓ ۝ اس روشن کتاب کی قسم ۝ بیشک ہم نے اسے برکت والی رات میں اتارا، بیشک ہم ڈر سنانے والے ہیں ۝ اس رات میں

يُفۡرَقُ كُلُّ اَمۡرٍ حَكِيۡمٍ ۝ اَمۡرًا مِّنۡ عِنۡدِنَا ؕ اِنَّا كُنَّا مُرۡسِلِيۡنَ ۝ رَحۡمَةً مِّنۡ رَّبِّكَ ؕ

ہر حکمت والا کام بانٹ دیا جاتا ہے ۝ ہمارے پاس کے حکم سے، بیشک ہم ہی بھیجنے والے ہیں ۝ تمہارے رب کی طرف سے رحمت ہے،

وقف لازم
اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيۡعُ الۡعَلِيۡمُ ۝ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ مَا بَيۡنَهُمَا ۘ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّوۡقِنِيۡنَ ۝

بیشک وہی سننے والا، جاننے والا ہے ۝ وہ جو رب ہے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کا، اگر تم یقین رکھنے والے ہو ۝

وہ عذاب دور کئے جانے کی فریاد کریں گے اور ایمان قبول کرنے کا اقرار کریں گے۔ کفارِ مکہ نے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کا انکار کیا تو تُبّع نامی بادشاہ کی قوم اور ان سے پہلی قوموں جیسے عاد اور ثمود کا انجام بیان کر کے ان کا رد کیا گیا۔ کفارِ مکہ کے سامنے قیامت کے دن کی ہولناکیاں بیان کی گئیں اور اس دن ہونے والے حساب اور ملنے والے عذاب اور جہنمی کھانے زقوم کے بارے میں بتایا گیا اور سورت کے آخر میں نیک لوگوں کا ٹھکانہ اور برے لوگوں کا ٹھکانہ بتایا گیا ہے۔

آیت 1 یہ حروفِ مُقَطّعات میں سے ایک حرف ہے، اس کی مراد اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

آیت 3،2 فرمایا: اُس قرآن کی قسم جو حلال اور حرام وغیرہ ان احکام کو بیان فرمانے والا ہے جن کی لوگوں کو ضرورت ہے، بیشک ہم نے اسے برکت والی رات میں اتارا کیونکہ ہماری شان یہ ہے کہ ہم اپنے عذاب کا ڈر سنانے والے ہیں۔ **اہم بات:** اکثر مفسرین کے نزدیک برکت والی رات سے شبِ قدر مراد ہے اور بعض مفسرین اس سے شبِ براءت مراد لیتے ہیں۔ اس رات میں مکمل قرآنِ پاک لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا کی طرف اتارا گیا، پھر وہاں سے حضرت جبریل علیہ السّلام 23 سال کے عرصہ میں تھوڑا تھوڑا لے کر نازل ہوئے اور اسے برکت والی رات اس لئے فرمایا گیا کہ اس میں قرآنِ پاک نازل ہوا اور ہمیشہ اس رات میں خیر و برکت نازل ہوتی ہے۔

آیت 5،4 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اس برکت والی رات میں سال بھر میں ہونے والا ہر حکمت والا کام جیسے رزق، زندگی، موت اور دیگر احکام ان فرشتوں کے درمیان بانٹ دیئے جاتے ہیں جو انہیں سرانجام دیتے ہیں اور یہ تقسیم ہمارے حکم سے ہوتی ہے۔ بیشک ہم ہی سَیِّدُ الْمُرسلین، محمد مصطفی صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم اور ان سے پہلے انبیاء علیہمُ السّلام کو بھیجنے والے ہیں۔ **اہم بات:** کئی احادیث میں بیان ہوا ہے کہ 15 شعبان کی رات لوگوں کے اُمور کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے، ان احادیث اور اس آیت میں مطابقت یہ ہے کہ فیصلہ شعبان کی رات ہوتا ہے اور شبِ قدر میں وہ فیصلہ ان فرشتوں کے حوالے کر دیا جاتا ہے جنہوں نے اس فیصلے کے مطابق عمل کرنا ہوتا ہے۔

آیت 7،6 فرمایا: قرآن کا اترنا اور رسولوں کی تشریف آوری تمہارے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے بندوں پر رحمت ہے وہی ان کی باتوں کو سننے والا اور ان کے کاموں اور احوال کو جاننے والا ہے۔ اے کفارِ مکہ! اگر تمہیں اس بات کا یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ ہی آسمان و زمین کا رب ہے تو اس پر بھی یقین کر لو کہ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ یُحۡیٖ وَ یُمِیۡتُ ؕ رَبُّكُمۡ وَ رَبُّ اٰبَآئِكُمُ الۡاَوَّلِیۡنَ ﴿۸﴾ بَلۡ هُمۡ

اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ زندگی دیتا ہے اور موت دیتا ہے ، وہ تمہارا رب اور تمہارے اگلے باپ دادا کا رب ہے ○ بلکہ وہ کافر

فِیۡ شَكٍّ یَّلۡعَبُوۡنَ ﴿۹﴾ فَارۡتَقِبۡ یَوۡمَ تَاۡتِی السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِیۡنٍ ﴿۱۰﴾ لا یَّغۡشَی

شک میں پڑے کھیل رہے ہیں ○ تو تم اس دن کے منتظر رہو جب آسمان ایک ظاہر دھواں لائے گا ○ جو لوگوں کو

النَّاسَ ؕ هٰذَا عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ﴿۱۱﴾ رَبَّنَا اكۡشِفۡ عَنَّا الۡعَذَابَ اِنَّا مُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۱۲﴾

ڈھانپ لے گا۔ یہ ایک دردناک عذاب ہے ○ (اس دن کہیں گے) اے ہمارے رب! ہم سے عذاب دور کردے ، ہم ایمان لاتے ہیں ○

آیت 8 ارشاد فرمایا: اے لوگو! زمین وآسمان اور ان کے درمیان موجود تمام چیزوں کے رب کے علاوہ تمہارا کوئی معبود نہیں، لہٰذا تم اس کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرو کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ جسے چاہتا ہے زندگی اور موت دیتا ہے، وہ تمہارا بھی رب ہے اور تمہارے گزرے ہوئے باپ دادا کا بھی رب ہے، جس کی ایسی شان ہے صرف وہی رب ہونے اور عبادت کئے جانے کے لائق ہے۔

آیت 9 فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے جو دلائل ذکر کئے گئے ان کا تقاضا یہ تھا کہ کفار اس کی وحدانیت کو مان لیتے لیکن یہ پھر بھی نہیں مانتے بلکہ وہ اس کی طرف سے شک میں پڑے اور دنیا کے کھیل کود میں مصروف ہیں۔ **اہم بات:** کافروں کے لئے خدا کو ماننے سے ایک بہت بڑی رکاوٹ اپنی زندگی کی آسائشوں اور موج مستیوں کی رغبت بھی ہے کہ بڑے بڑے سائنسدان کائنات میں خدا کی عظمت کے حیرت انگیز نمونے دیکھ کر سمجھتے ہیں کہ ان کا کوئی خالق بھی ہے لیکن خالق کو ماننے کے بعد اس کے احکام کی پابندی کرنی پڑے گی اور اپنی مَن مرضی سے ہاتھ دھونا پڑے گا، یہی نفس پرستی انہیں خدا کے ماننے سے دور رکھتی ہے۔

آیت 10، 11 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی طرف سے اسلام کی دعوت ملنے پر کفارِ قریش آپ کو جھٹلاتے ، نافرمانی کرتے اور آپ کا مذاق اڑاتے تھے، اس بنا پر رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے ان کے خلاف دعا کی: **"یارب! انہیں ایسے سات سالہ قحط کی مصیبت میں مبتلا کر جیسے سات سال کا قحط حضرت یوسف علیہ السّلام کے زمانے میں بھیجا تھا۔"** یہ دعا قبول ہوئی اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے ارشاد فرمایا گیا: آپ ان کافروں کیلئے اس دن کے منتظر رہو جب آسمان ایک ظاہر دھواں لائے گا جو لوگوں کو ڈھانپ لے گا۔ چنانچہ قریش پر قحط سالی آئی اور یہاں تک اس کی شدت ہوئی کہ وہ لوگ مردار کھا گئے اور جب آسمان کی طرف دیکھتے تو ان کو دھواں ہی دھواں معلوم ہوتا، اس آیت کی تفسیر میں ایک قول یہ بھی ہے کہ یہاں دھوئیں سے مراد وہ دھواں ہے جو قیامت کی علامات میں سے ہے اور قیامت کے قریب ظاہر ہوگا، اس سے مشرق و مغرب بھر جائیں گے، چالیس دن اور رات رہے گا، اس سے مومن کی حالت تو ایسے ہو جائے گی جیسے زکام ہو جائے جبکہ کافر مدہوش ہو جائیں گے، ان کے نتھنوں، کانوں اور بدن کے سوراخوں سے دھواں نکلے گا۔

آیت 12 فرمایا کہ جس دن وہ دھواں لوگوں کو ڈھانپ لے گا اس دن وہ کہیں گے: یہ ایک دردناک عذاب ہے، اے ہمارے

اَنّٰى لَهُمُ الذِّكۡرٰى وَقَدۡ جَآءَهُمۡ رَسُوۡلٌ مُّبِيۡنٌ ﴿۱۳﴾ ثُمَّ تَوَلَّوۡا عَنۡهُ وَقَالُوۡا

ان کیلئے نصیحت ماننا کہاں ہو گا؟ حالانکہ ان کے پاس صاف بیان فرمانے والا رسول تشریف لا چکا○ پھر وہ اس سے منہ پھیر گئے اور کہنے لگے:

مُعَلَّمٌ مَّجۡنُوۡنٌ ﴿۱۴﴾ اِنَّا كَاشِفُوا الۡعَذَابِ قَلِيۡلًا اِنَّكُمۡ عَآئِدُوۡنَ ﴿۱۵﴾ يَوۡمَ نَبۡطِشُ

وقف لازم

یہ تو سکھایا ہوا ایک دیوانہ ہے○ ہم کچھ دنوں کیلئے عذاب دور کرنے والے ہیں۔ بیشک تم پھر لوٹنے والے ہو○ اس دن کو یاد کرو جب ہم

الۡبَطۡشَةَ الۡكُبۡرٰى ۚ اِنَّا مُنۡتَقِمُوۡنَ ﴿۱۶﴾ وَلَقَدۡ فَتَنَّا قَبۡلَهُمۡ قَوۡمَ فِرۡعَوۡنَ وَجَآءَهُمۡ

سب سے بڑی پکڑ پکڑیں گے۔ بیشک ہم بدلہ لینے والے ہیں○ اور بیشک ہم نے ان سے پہلے فرعون کی قوم کو جانچا اور ان کے پاس

رب! عزّوجلّ، ہم سے عذاب دور کر دے، ہم ایمان لاتے ہیں اور تیرے نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی اور قرآنِ پاک کی تصدیق کرتے ہیں، چنانچہ اس قحط سالی سے تنگ آکر ابو سفیان حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ دعا فرمائیں اگر قحط دور ہو گیا تو ہم آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم پر ایمان لے آئیں گے۔

آیت 13، 14 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر ان سے عذاب دور کر دیا جائے تو بھی یہ کہاں ایمان لائیں گے حالانکہ یہ اس سے بڑی بڑی علامات دیکھ چکے ہیں اور وہ علامات یہ ہیں کہ ان کے پاس ایک عظیم الشّان رسول تشریف لایا اور اس نے ان کے سامنے روشن آیات اور مضبوط معجزات کے ذریعے حق کے راستوں کو واضح کیا لیکن پھر بھی یہ لوگ ان سے منہ پھیر گئے بلکہ ان کے متعلق یہ اِفتراء کرنے لگے کہ یہ تو کسی آدمی کی طرف سے سکھایا ہوا اور دیوانہ ہے جسے وحی کی غشی طاری ہونے کے وقت جنات یہ کلمات تلقین کر جاتے ہیں۔ **اہم بات:** قرآنِ مجید کی حقانیت کا چونکہ حقیقی مقابلہ ہو نہیں سکتا، اس لئے کفارِ مکہ کبھی کچھ کہتے اور کبھی کچھ، جیسے کبھی کہتے کہ محمد صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو کسی آدمی نے سکھایا ہے، کبھی کہتے کہ انہوں نے خود اپنی طرف سے قرآن بنا لیا ہے اور کبھی یہ دعویٰ کرتے کہ قرآن پہلے لوگوں کی کہانیوں پر مشتمل ایک کتاب ہے۔

آیت 15 اس آیت میں کفارِ مکہ سے فرمایا جا رہا ہے کہ جیسے ہی ہم تم سے کچھ دنوں کے لئے عذاب دور کر دیں گے تم پھر اسی شرک کی طرف لوٹ جاؤ گے جس پر اس سے پہلے قائم تھے اور پھر یہی ہوا کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے صدقے ان کی مصیبت دور ہو جانے کے بعد وہ لوگ ایمان نہ لائے اور اپنے شرک و کفر پر ہی قائم رہے۔

آیت 16 فرمایا کہ اے مشرکو! اگر میں تم پر نازل ہونے والا وہ عذاب دور کر دوں جس نے تمہیں بے حال کر دیا ہے، اس کے بعد پھر تم کفر کی طرف لوٹ جاؤ اور اپنے رب سے کیا ہوا عہد توڑ دو تو میں تم سے اس دن بدلہ لوں گا جب تمہیں بڑی پکڑ کے ساتھ پکڑوں گا۔

اہم بات: اس دن سے مراد قیامت کا دن ہے۔

آیت 17 اس آیت کی دو تفسیریں ہیں: (1) اے حبیب! ہم نے مشرکینِ مکہ سے پہلے فرعون کی قوم کو حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے ذریعے آزمائش میں مبتلا کیا تاکہ وہ ایمان لے آئیں اور ان کا چھپا ہوا حال ظاہر ہو جائے لیکن انہوں نے ایمان کے مقابلے میں کفر کو ہی اختیار کیا۔ (2) اے حبیب! ہم نے مشرکینِ مکہ سے پہلے فرعون کی قوم کو مہلت دے کر اور ان پر رزق وسیع کر کے انہیں آزمائش

رَسُوۡلٌ كَرِيۡمٌ ۙ﴿۱۷﴾ اَنۡ اَدُّوۡۤا اِلَىَّ عِبَادَ اللّٰهِ ؕ اِنِّىۡ لَـكُمۡ رَسُوۡلٌ اَمِيۡنٌ ۙ﴿۱۸﴾ وَّ

ایک معزز رسول تشریف لایا○ (اور کہا) کہ اللہ کے بندوں کو میرے حوالے کر دو۔ بیشک میں تمہارے لیے امانت والا رسول ہوں○ اور

اَنۡ لَّا تَعۡلُوۡا عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنِّىۡۤ اٰتِيۡكُمۡ بِسُلۡطٰنٍ مُّبِيۡنٍ ۚ﴿۱۹﴾ وَاِنِّىۡ عُذۡتُ بِرَبِّىۡ وَرَبِّكُمۡ

یہ کہ اللہ کے مقابلے میں سرکشی نہ کرو۔ بیشک میں تمہارے پاس روشن دلیل لاتا ہوں○ اور میں نے اپنے رب اور تمہارے رب کی پناہ لی

اَنۡ تَرۡجُمُوۡنِ ﴿۲۰﴾ وَاِنۡ لَّمۡ تُؤۡمِنُوۡا لِىۡ فَاعۡتَزِلُوۡنِ ﴿۲۱﴾ فَدَعَا رَبَّهٗۤ اَنَّ

اس بات سے کہ تم مجھے سنگسار کرو○ اور اگر تم مجھ پر یقین نہ کرو تو مجھ سے الگ ہو جاؤ○ تو اس نے اپنے رب سے دعا کی کہ

الثلٰثۃ هٰٓؤُلَاۤءِ قَوۡمٌ مُّجۡرِمُوۡنَ ﴿۲۲﴾ الثلٰثۃ فَاَسۡرِ بِعِبَادِىۡ لَيۡلًا اِنَّكُمۡ مُّتَّبَعُوۡنَ ۙ﴿۲۳﴾ وَاتۡرُكِ

یہ مجرم لوگ ہیں○ تو (ہم نے فرمایا کہ) میرے بندوں کو راتوں رات لے کر نکل جاؤ، ضرور تمہارا پیچھا کیا جائے گا○ اور

میں مبتلا کیا تا کہ ان کا چھپا ہوا حال ظاہر ہو جائے اور ان کے پاس ایک معزز رسول حضرت موسیٰ علیہ السّلام تشریف لائے۔

آیت 18 جب حضرت موسیٰ علیہ السّلام فرعون کے پاس آئے تو اس سے فرمایا: بنی اسرائیل کو میرے حوالے کر دو اور تم جو سختیاں ان پر کرتے ہو اس سے انہیں رہائی دو، بیشک میں تمہارے لیے وحی پر امانت والا، رسول ہوں۔

آیت 19 حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے فرعون سے فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ کی وحی، اس کے رسول اور اس کے بندوں کی توہین کر کے اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں سرکشی نہ کرو، بیشک میں تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے معجزات کی صورت میں اپنی نبوت اور رسالت کی سچائی کی روشن دلیل لاتا ہوں جس کا انکار کرنے کی کوئی صورت نہیں۔

آیت 20،21 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے یہ فرمایا تو فرعونیوں نے آپ علیہ السّلام کو کہا کہ ہم تمہیں سنگسار کر دیں گے۔ اس پر آپ علیہ السّلام نے فرمایا: میرا بھروسہ اس پر ہے جو میرا رب اور تمہارا بھی رب ہے، مجھے تمہاری دھمکی کی کچھ پروا نہیں، اللہ تعالیٰ مجھے بچانے والا ہے اور اگر تم میری تصدیق نہیں کرتے تو مجھ سے الگ ہو جاؤ اور مجھے ایذا پہنچانے کی کوشش نہ کرو۔

آیت 22 فرعون اور اس کی قوم نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی اس بات کو بھی نہ مانا اور انہیں جھٹلایا تو حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ یہ قبطی مشرک لوگ ہیں اور اپنے کفر پر قائم ہیں اور تو ان کا حال بہتر جانتا ہے، اس لئے جس چیز کے وہ مستحق ہیں تو ان کے ساتھ وہ فرما۔

آیت 23 جب حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمالی اور انہیں حکم فرمایا کہ جب دشمن غافل ہو تو بنی اسرائیل کو راتوں رات لے کر مصر سے نکل جاؤ، جب فرعون کو تمہارے نکل جانے کی خبر ملے گی تو وہ اپنے لشکروں کے ساتھ تمہارا پیچھا کرے گا تا کہ تمہیں قتل کر دے، چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام روانہ ہوئے اور دریا پر پہنچ کر آپ علیہ السّلام نے عصا مارا تو دریا میں بارہ خشک راستے پیدا ہو گئے اور آپ بنی اسرائیل کے ساتھ دریا میں سے گزر گئے۔

آیت 24-27 ان چار آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے پیچھے فرعون اور اس کا لشکر آ رہا تھا، اس پر آپ علیہ السّلام

الْبَحْرَ رَهْوًا ۭ اِنَّهُمْ جُنْدٌ مُّغْرَقُوْنَ ﴿۲۴﴾ كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۲۵﴾ وَّزُرُوْعٍ

دریا کو جگہ جگہ سے کھلا ہوا چھوڑ دو بیشک وہ لشکر غرق کر دیا جائے گا ○ وہ کتنے باغ اور چشمے چھوڑ گئے ○ اور کھیت

وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ﴿۲۶﴾ وَّنَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ ﴿۲۷﴾ كَذٰلِكَ ۣ وَاَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ﴿۲۸﴾

اور عمدہ مکانات ○ اور نعمتیں جن میں وہ عیش کرنے والے تھے ○ ہم نے یونہی کیا اور ان چیزوں کا دوسری قوم کو وارث بنا دیا ○

ع ۲۹ ۱۴ فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاۗءُ وَالْاَرْضُ وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ ﴿۲۹﴾ وَلَقَدْ نَجَّيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ

تو ان پر آسمان اور زمین نہ روئے اور انہیں مہلت نہ دی گئی ○ اور بیشک ہم نے بنی اسرائیل کو رسوا کن

مِنَ الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ﴿۳۰﴾ مِنْ فِرْعَوْنَ ۭ اِنَّهٗ كَانَ عَالِيًا مِّنَ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۳۱﴾ وَلَقَدِ اخْتَرْنٰهُمْ

عذاب سے نجات بخشی ○ فرعون سے، بیشک وہ متکبر، حد سے بڑھنے والوں میں سے تھا ○ اور بیشک ہم نے انہیں

نے چاہا کہ پھر عصا مار کر دریا کو ملا دیں تاکہ فرعون اس میں سے گزر نہ سکے تو آپ کو حکم ہوا: دریا کو جگہ جگہ سے گزرنے کیلئے کھلا ہوا چھوڑ دو تاکہ فرعونی ان راستوں سے دریا میں داخل ہو جائیں، بیشک وہ لشکر غرق کر دیا جائے گا۔ چنانچہ جب فرعون اور اس کا لشکر دریا میں داخل ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے دریا کے پانی کو ملا دیا جس سے وہ سب غرق ہو گئے اور وہ کتنے باغ، چشمے، کھیت، آراستہ و پیراستہ عمدہ مکانات، اور وہ نعمتیں جن میں وہ عیش کرنے والے تھے وہ یہیں چھوڑ گئے۔ **اہم بات:** اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو فرعونیوں کی موت کے وقت، جگہ اور کیفیت سے مُطّلع فرمادیا تھا اور یہ سب چیزیں ان پانچ علوم میں سے ہیں جن کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے، معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کو علومِ خمسہ سے بھی نوازتا ہے۔

آیت 28 فرمایا کہ ہم نے فرعون اور اس کی قوم کے ساتھ اسی طرح کیا کہ ان کا تمام مال و متاع سلب کر لیا اور ان چیزوں کا دوسری قوم یعنی بنی اسرائیل کو وارث بنا دیا، چنانچہ فرعون اور اس کی قوم کی ہلاکت کے بعد مصر میں خود بنی اسرائیل آباد ہوئے تھے۔

آیت 29 ارشاد فرمایا کہ فرعون اور اس کی قوم پر آسمان اور زمین نہ روئے کیونکہ وہ ایماندار نہ تھے اور انہیں عذاب میں گرفتار کرنے کے بعد توبہ وغیرہ کے لئے مہلت نہ دی گئی۔ **اہم بات:** جب کسی مومن کا انتقال ہوتا ہے تو اس پر آسمان و زمین روتے ہیں اور بعض مفسرین کے نزدیک زمین و آسمان خود نہیں روتے بلکہ ان کے رونے سے مراد آسمان اور زمین والوں کا رونا ہے۔

آیت 30، 31 فرمایا کہ یقیناً ہم نے بنی اسرائیل کو فرعون کی طرف سے غلامی، مشقّت سے بھرپور خدمتوں، محنتوں اور اولاد کے قتل کئے جانے کی صورت میں پہنچنے والے رُسوا کُن عذاب سے نجات بخشی۔ بیشک فرعون متکبر اور حد سے بڑھنے والوں میں سے تھا۔

اہم بات: بنی اسرائیل کو کفر سے بھی نجات ملی اور فرعون کی غلامی سے بھی۔ کسی کافر قوم کی غلامی بھی رسوا کن عذاب ہے۔

آیت 32 فرمایا: بنی اسرائیل پر ہم نے ایک احسان یہ کیا کہ ہم نے اپنے علم کی بنا پر بنی اسرائیل کو اس زمانے میں تمام جہان والوں پر چُن لیا۔ **اہم بات:** بنی اسرائیل کا افضل ہونا اپنے زمانے کے اعتبار سے تھا، اب یہ افضلیت، حضور سید المرسلین، محمد مصطفی صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی امت کو حاصل ہے۔

Go to Index

عَلٰى عِلۡمٍ عَلَى الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۳۲﴾ وَاٰتَيۡنٰهُمۡ مِّنَ الۡاٰيٰتِ مَا فِيۡهِ بَلٰٓـؤٌا مُّبِيۡنٌ ﴿۳۳﴾ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَيَقُوۡلُوۡنَ ﴿۳۴﴾

جانتے ہوئے اس زمانے والوں پر چن لیا○ اور ہم نے انہیں وہ نشانیاں عطا فرمائیں جن میں واضح انعام تھا○ بیشک یہ (کفارِ مکہ) ضرور کہتے ہیں○

اِنۡ هِىَ اِلَّا مَوۡتَتُنَا الۡاُوۡلٰى وَمَا نَحۡنُ بِمُنۡشَرِيۡنَ ﴿۳۵﴾ فَاۡتُوۡا بِاٰبَآئِنَاۤ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ﴿۳۶﴾

بیشک موت تو صرف ہماری پہلی موت ہی ہے اور ہم اٹھائے نہ جائیں گے○ اگر تم سچے ہو تو ہمارے باپ دادا کو لے آؤ○

اَهُمۡ خَيۡرٌ اَمۡ قَوۡمُ تُبَّعٍ ۙ وَّالَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ ؕ اَهۡلَكۡنٰهُمۡ ۚ اِنَّهُمۡ كَانُوۡا مُجۡرِمِيۡنَ ﴿۳۷﴾

کیا وہ بہتر ہیں یا تبع (نامی بادشاہ) کی قوم اور ان سے پہلے والے لوگ؟ ہم نے انہیں ہلاک کر دیا بیشک وہ مجرم لوگ تھے○

وَمَا خَلَقۡنَا السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ وَمَا بَيۡنَهُمَا لٰعِبِيۡنَ ﴿۳۸﴾ مَا خَلَقۡنٰهُمَاۤ اِلَّا بِالۡحَقِّ

اور ہم نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کو کھیل کے طور پر نہیں بنایا○ ہم نے انہیں حق کے ساتھ ہی بنایا

آیت 33 بنی اسرائیل پر ہم نے ایک احسان یہ کیا کہ ہم نے انہیں وہ نشانیاں عطا فرمائیں جن میں واضح انعام تھا جیسے ان کے لئے دریا میں خشک راستے بنائے، بادل کو سائبان کیا، مَنّ و سَلْویٰ اتارا اور اس کے علاوہ اور نعمتیں دیں۔

آیت 34-36 کفار مکہ ضرور کہتے ہیں کہ اس زندگی کے بعد ایک موت کے علاوہ ہمارے لئے اور کوئی حال اور زندگی باقی نہیں۔ اور ہم موت کے بعد دوبارہ کبھی زندہ کر کے اٹھائے نہیں جائیں گے، اگر تم اس بات میں سچے ہو کہ ہم مرنے کے بعد زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے تو ہمارے باپ دادا کو دوبارہ زندہ کر کے لے آؤ۔ **اہم بات:** کفارِ مکہ نے یہ سوال کیا تھا کہ اگر موت کے بعد کسی کا زندہ ہونا ممکن ہو تو قُصَیّ بن کلاب کو زندہ کر دو اور یہ ان کی جاہلانہ بات تھی کیونکہ جس کام کا وقت مُعَیَّن ہو اس کا اس وقت سے پہلے وجود میں نہ آنا اس کے ناممکن ہونے کی دلیل نہیں ہوتا اور نہ اس کا انکار صحیح ہوتا ہے۔

آیت 37 کیا طاقت و قوت اور شان و شوکت میں کفارِ مکہ بہتر ہیں یا تُبَّع نامی بادشاہ کی قوم اور ان سے پہلے والے لوگ جیسے عاد اور ثمود وغیرہ جو کہ کافر امتوں میں سے تھے؟ ہم نے انہیں ان کے کفر کے باعث ہلاک کر دیا، بیشک وہ کافر مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کے انکار کی وجہ سے عذاب کے حقدار ٹھہرے۔ جب یہ کفارِ مکہ سے زیادہ طاقت و قوت رکھنے کے باوجود ہلاک ہو گئے تو کفارِ مکہ کو ہلاک کرنا کونسا دشوار کام ہے، حالانکہ یہ تو ان کے مقابلے میں انتہائی کمزور ہیں۔ **اہم بات:** یہاں جس تُبَّع کا ذکر ہے یہ تُبَّع حِمیَری تھے، یہ خود مومن اور یمن کے بادشاہ تھے لیکن ان کی قوم کافر تھی جو کہ انتہائی طاقت و قوت اور شان و شوکت والی اور کثیر التعداد تھی۔

آیت 38 ہم نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کو ایسے ہی کھیل کے طور پر بے مقصد نہیں بنایا کیونکہ اگر مرنے کے بعد حساب و ثواب نہ ہو تو مخلوق کی پیدائش محض فنا کے لئے ہو گی اور یہ فضول کا کھیل ہو گا جو خدا کی شان کے لائق نہیں۔

آیت 39 فرمایا: ہم نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کو حق کے ساتھ ہی بنایا تاکہ لوگوں کو فرماں برداری کرنے

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيْقَاتُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۴۰﴾ يَوْمَ

لیکن ان میں سے اکثر لوگ جانتے نہیں ○ بیشک فیصلے کا دن ان سب کا مقرر کیا ہوا وقت ہے ○ جس دن

لَا يُغْنِيْ مَوْلًى عَنْ مَّوْلًى شَيْـًٔا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۱﴾ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ

کوئی دوست کسی دوست کے کچھ کام نہ آئے گا اور نہ ان کی مدد کی جائے گی ○ مگر جس پر اللہ مہربانی فرمائے ، بیشک وہی

هُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۴۲﴾ اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ﴿۴۳﴾ طَعَامُ الْاَثِيْمِ ﴿۴۴﴾ كَالْمُهْلِ ۚ يَغْلِيْ

عزت والا، مہربان ہے ○ بیشک زقوم کا درخت ○ گناہگار کی خوراک ہے ○ گلے ہوئے تانبے کی طرح پیٹوں میں جوش

فِي الْبُطُوْنِ ﴿۴۵﴾ كَغَلْيِ الْحَمِيْمِ ﴿۴۶﴾ خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ اِلٰى سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ﴿۴۷﴾

مارتا ہوگا ○ جیسا کھولتا ہوا پانی جوش مارتا ہے ○ اسے پکڑو پھر سختی کے ساتھ اسے بھڑکتی آگ کے درمیان کی طرف گھسیٹتے لے جاؤ ○

ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيْمِ ﴿۴۸﴾ ذُقْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ ﴿۴۹﴾

پھر اس کے سر کے اوپر کھولتے پانی کا عذاب ڈالو ○ چکھ۔ تو تو بڑا عزت والا، کرم والا ہے ○

ع ۲ ۱۵ معانقۃ ۱۲

پر ثواب دیں اور نافرمانی کرنے پر عذاب کریں لیکن کفارِ مکہ میں سے اکثر لوگ غفلت اور غور وفکر نہ کرنے کے باعث جانتے نہیں کہ آسمان وزمین پیدا کرنے کی حکمت یہ ہے۔

آیت 40 فرمایا: قیامت کا دن جس میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں فیصلہ فرمائے گا، وہ ان سب کا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری کیلئے مقرر کیا ہوا وقت ہے اور اس دن اللہ تعالیٰ اگلوں پچھلوں سب کو ان کے اعمال کی جزا دے گا۔

آیت 42،41 قیامت کے دن کوئی دوست کسی دوست کے کچھ کام نہ آئے گا اور نہ ان کافروں کی مدد کی جائے گی البتہ مومنین اللہ تعالیٰ کے اذن سے ایک دوسرے کی شفاعت کریں گے۔ بیشک وہی اللہ عزّوجلّ عزت والا اور اپنے دشمنوں سے انتقام لینے میں غلبے والا ہے اور اپنے دوستوں یعنی ایمان والوں پر مہربان ہے۔

آیت 43 - 46 بیشک جہنم کا کانٹے دار اور انتہائی کڑوا زقوم نام کا درخت بڑے گناہ گار یعنی کافر کی خوراک ہے اور جہنمی زقوم گلے ہوئے تانبے کی طرح کفار کے پیٹوں میں ایسے جوش مارتا ہوگا جیسے کھولتا ہوا پانی جوش مارتا ہے۔

آیت 48،47 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ (حساب وکتاب کے بعد) جہنم کے فرشتوں کو حکم دیا جائے گا کہ اس گناہ گار کو پکڑو، پھر سختی کے ساتھ اسے بھڑکتی آگ کے درمیان کی طرف گھسیٹتے ہوئے لے جاؤ، پھر اس کے سر کے اوپر کھولتا ہوا پانی ڈالو تاکہ اس کی شدت سے اسے عذاب پہنچے۔

آیت 49 جب اس جہنمی کے سر پر کھولتا ہوا پانی ڈالا جائے گا تو اس وقت بطور توہین اس سے کہا جائے گا: اس ذلت اور اہانت والے عذاب کو چکھ، تو اپنے گمان میں اپنی قوم کے نزدیک بڑا عزت والا کرم والا ہے، تو یہ تیری تعظیم ہو رہی ہے۔ مفسرین فرماتے ہیں:

Go to Index

اِنَّ هٰذَا مَا كُنۡتُمۡ بِهٖ تَمۡتَرُوۡنَ ﴿٥٠﴾ اِنَّ الۡمُتَّقِيۡنَ فِىۡ مَقَامٍ اَمِيۡنٍ ﴿٥١﴾ فِىۡ جَنّٰتٍ وَّعُيُوۡنٍ ﴿٥٢﴾

بیشک یہ وہ ہے جس میں تم شک کرتے تھے○ بیشک ڈر والے امن والی جگہ میں ہوں گے○ باغوں اور چشموں میں○

يَّلۡبَسُوۡنَ مِنۡ سُنۡدُسٍ وَّاِسۡتَبۡرَقٍ مُّتَقٰبِلِيۡنَ ﴿٥٣﴾ كَذٰلِكَ وَزَوَّجۡنٰهُمۡ

باریک اور موٹے ریشم کے لباس پہنیں گے، ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوں گے○ یونہی ہو گا اور نہایت سیاہ اور روشن بڑی آنکھوں والی

بِحُوۡرٍ عِيۡنٍ ﴿٥٤﴾ يَدۡعُوۡنَ فِيۡهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ اٰمِنِيۡنَ ﴿٥٥﴾ لَا يَذُوۡقُوۡنَ فِيۡهَا

عورتوں سے ہم نے ان کا نکاح کر دیا○ وہ جنت میں بے خوف ہو کر ہر قسم کا پھل میوہ مانگیں گے○ اس میں پہلی موت کے سوا

الۡمَوۡتَ اِلَّا الۡمَوۡتَةَ الۡاُوۡلٰى ۚ وَوَقٰهُمۡ عَذَابَ الۡجَحِيۡمِ ﴿٥٦﴾ فَضۡلًا مِّنۡ رَّبِّكَ ؕ

پھر موت کا ذائقہ نہ چکھیں گے اور اللہ نے انہیں آگ کے عذاب سے بچا لیا○ تمہارے رب کے فضل سے،

ذٰلِكَ هُوَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِيۡمُ ﴿٥٧﴾ فَاِنَّمَا يَسَّرۡنٰهُ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمۡ يَتَذَكَّرُوۡنَ ﴿٥٨﴾

یہی بڑی کامیابی ہے○ تو ہم نے اس قرآن کو تمہاری زبان میں آسان کر دیا تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں○

ابو جہل نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے کہا: مکہ کے ان دو پہاڑوں کے درمیان مجھ سے زیادہ عزت والا اور کرم والا کوئی نہیں تو خدا کی قسم! آپ اور آپ کا رب میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ اس کے لئے وعید کے طور پر یہ آیت نازل ہوئی اور اسے عذاب کے وقت یہ طعنہ دیا جائے گا۔

آیت 50 فرمایا گیا کہ کفار سے یہ بھی کہا جائے گا: بیشک جو عذاب تم دیکھ رہے ہو یہ وہ عذاب ہے جس میں تم شک کرتے تھے اور اس پر ایمان نہیں لاتے تھے۔

آیت 51 - 57 بیشک کفر اور گناہ کرنے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے آفات سے امن والی جگہ میں ہوں گے، اور انہیں اس امن والی جگہ کے چھوٹ جانے کا کوئی خوف نہ ہو گا، وہ اس جگہ ہوں گے جہاں باغ اور بہنے والے چشمے ہوں گے، وہاں وہ باریک اور موٹے ریشم کے لباس پہنیں گے اور وہ اپنی مجلسوں میں ایک دوسرے کے آمنے سامنے اس طرح ہوں گے کہ کسی کی پشت کسی کی طرف نہ ہو گی۔ جنتی اسی طرح ہمیشہ دل پسند نعمتوں میں رہیں گے اور نہایت سیاہ اور روشن بڑی آنکھوں والی خوبصورت عورتوں سے ہم ان کی شادی کریں گے۔ وہ جنت میں اس طرح بے خوف ہو کر اپنے جنتی خادموں کو میوے حاضر کرنے کا حکم دیں گے کہ انہیں کسی قسم کا اندیشہ ہی نہ ہو گا، نہ میوے کم ہونے کا، نہ ختم ہو جانے کا، نہ نقصان پہنچانے کا، نہ اور کوئی اندیشہ ہو گا۔ وہ دنیا میں واقع ہونے والی پہلی موت کے سوا جنت میں پھر موت کا ذائقہ نہ چکھیں گے اور اے حبیب! اللہ تعالیٰ نے آپ کے رب کے فضل سے انہیں آگ کے عذاب سے بچا لیا اور یہی بڑی کامیابی ہے۔

آیت 58، 59 فرمایا کہ اے حبیب! ہم نے اس قرآن کو آپ کی زبان عربی میں نازل فرما کر اس لئے آسان کر دیا تاکہ آپ کی قوم

ع ۳ ۱۷ ۱۶

فَارۡتَقِبۡ اِنَّهُمۡ مُّرۡتَقِبُوۡنَ ﴿۵۹﴾

تو تم انتظار کرو، بیشک وہ بھی انتظار کر رہے ہیں

ایاتها ۳۷ ۴۵ سُوۡرَةُ الۡجَاثِيَةِ مَكِّيَّةٌ ۶۵ رکوعاتها ۴

سورۂ جاثیہ مکیہ ہے، اس میں سینتیس آیتیں اور چار رکوع ہیں

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

حٰمٓ ﴿۱﴾ تَنۡزِيۡلُ الۡكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الۡعَزِيۡزِ الۡحَكِيۡمِ ﴿۲﴾ اِنَّ فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ

حٰمٓ کتاب کا اتارنا اس اللہ کی طرف سے ہے جو عزت والا، حکمت والا ہے بیشک ایمان والوں کے لیے آسمانوں اور زمین میں

کے لوگ اسے سمجھیں اور نصیحت حاصل کریں اور اس کے احکامات پر عمل کریں۔ اگر وہ ایسا نہ کریں تو آپ ان کی ہلاکت اور ان پر آنے والے عذاب کا انتظار کریں، بے شک وہ بھی آپ کی وفات کا انتظار کر رہے ہیں۔

سورۂ جاثیہ کا تعارف یہ سورت اس آیت "قُلۡ لِّلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا يَغۡفِرُوۡا" کے علاوہ مکیہ ہے۔ اس میں 4 رکوع اور 37 آیتیں ہیں۔ جاثیہ کا معنی ہے زانو کے بل گرا ہوا، اور اس سورت کی آیت نمبر 28 میں بیان کیا گیا کہ قیامت کی ہولناکیوں کی شدت سے ہر امت زانو کے بل گری ہوگی، اس مناسبت سے اس کا نام سورۂ جاثیہ رکھا گیا۔ **خلاصہ مضامین:** اس سورت میں اللہ تعالیٰ کی قدرت و وحدانیت کے دلائل بیان کر کے اس پر ایمان لانے، حضور پر نور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی رسالت کی تصدیق کرنے، قرآنِ مجید کو اللہ تعالیٰ کا کلام تسلیم کرنے، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے اور اعمال کی جزاء و سزا ملنے کا اعتراف کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔ مزید اس میں مسلمانوں کی اخلاقی تربیت فرمائی گئی اور یہ بتایا گیا کہ جو نیک کام کرتا ہے تو اس کا فائدہ اسی کی ذات کو ہوگا اور جو برے کام کرتا ہے تو ان کاموں کا وبال بھی اسی پر ہے۔ برے کام کرنے والوں کو بتایا گیا کہ وہ اچھے کام کرنے والوں جیسے نہیں اور ان کی زندگی اور موت برابر نہیں ہے، نیز کفار کے احوال اور ان کے گروہوں کے برے افعال بیان فرمائے گئے اور مُردوں کو دوبارہ زندہ کئے جانے پر دلائل دیئے گئے۔ آخر میں قیامت کے دن کی ہولناکیاں بیان کی گئیں نیک اعمال کرنے والے مسلمانوں اور کفار کے انجام کے بارے میں بتایا گیا اور اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی بیان کی گئی ہے۔

آیت 1 یہ حروف مقطّعات میں سے ایک حرف ہے، اس کی مراد اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

آیت 2 فرمایا: بندوں میں سب سے عظیم ہستی پر سب سے اعلیٰ کتاب قرآنِ پاک کو نازل کرنا اس اللہ عزّوجلّ کی طرف سے ہے جو عزت و حکمت والا ہے اور یہ قرآن کے حق ہونے کی دلیل ہے کیونکہ ایسی شان والے سے کسی بے کار اور باطل فعل کا صادر ہونا ناممکن ہے۔

آیت 3 فرمایا کہ بیشک آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں اور ان میں جو قدرت کے آثار پیدا کئے گئے ہیں جیسے ستارے، پہاڑ اور دریا وغیرہ، ان میں ایمان والوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی وحدانیت پر دلالت کرنے والی نشانیاں موجود ہیں۔ **اہم بات:**

Go to Index

لَاٰیٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ۳ وَ فِیْ خَلْقِكُمْ وَ مَا یَبُثُّ مِنْ دَآبَّةٍ اٰیٰتٌ لِّقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ ۴

نشانیاں ہیں ○ اور تمہاری پیدائش میں اور جو جانور وہ (زمین میں) پھیلاتا ہے ان میں یقین کرنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں ○

وَ اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَ النَّهَارِ وَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ رِّزْقٍ فَاَحْیَا بِهِ

اور رات اور دن کی تبدیلیوں میں اور اس میں جو اللہ نے آسمان سے رزق کا سبب بارش اتاری تو اس سے زمین کو

الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَ تَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ اٰیٰتٌ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ۵ تِلْكَ اٰیٰتُ اللّٰهِ

اس کے مرنے کے بعد زندہ کیا اور ہواؤں کی گردش میں عقل مندوں کے لئے نشانیاں ہیں ○ یہ اللہ کی آیتیں ہیں

آسمان، زمین اور ان میں موجود چیزیں اگرچہ تمام لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں لیکن چونکہ ان نشانیوں سے نفع صرف مومن اٹھاتے ہیں اس لئے یہاں خصوصیت کے ساتھ صرف انہیں کا ذکر فرمایا گیا۔

آیت 4 فرمایا: اے لوگو! جس طرح تمہیں پیدا کیا گیا کہ پہلے تم نطفہ کی شکل میں تھے، پھر اسے خون بنایا گیا، پھر اس خون کو جما دیا گیا، پھر جمے ہوئے خون کو گوشت کا ٹکڑا بنا دیا گیا یہاں تک کہ اسی ٹکڑے سے ذات اور بشری صفات میں کامل انسان بنا دیا گیا، یونہی زمین کے مختلف حصوں میں پھیلائے گئے جانور، ان سب میں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور وحدانیت پر دلالت کرنے والی نشانیاں ہیں کیونکہ انسانوں اور جانوروں میں مُعَیَّن شکل، مُعَیَّن وصف اور مُعَیَّن اعضاء کا ہونا، عمر کے ایک حصے سے دوسرے حصے میں اور ایک حال سے دوسرے حال میں داخل ہونا کسی قادر، مختار اور واحد ہستی کے وجود اور تصرّف سے ہی ممکن ہے اور یہ نشانیاں یقین کرنے والوں کے لئے ہیں۔ یہ آیت زمینی اور انفسی دلائل پر مشتمل ہے۔

آیت 5 رات اور دن کی تبدیلیوں میں کہ ان میں سے ایک جاتا ہے تو دوسرا آجاتا ہے، کبھی یہ چھوٹے ہوتے ہیں کبھی بڑے ہوتے ہیں، کبھی یہ گرم ہوتے ہیں اور کبھی سرد، رات اندھیری ہوتی ہے اور دن روشن، یونہی آسمان کی جانب سے اللہ تعالیٰ جو بندوں کی روزی کا سبب یعنی بارش کا پانی نازل فرماتا ہے اور اس سے بنجر زمین کو سیراب کر کے اسے سرسبز بنا دیتا ہے، یونہی ہواؤں کی گردش کہ کبھی جنوب کی طرف اور کبھی شمال کی طرف، کبھی مشرق اور کبھی مغرب کی طرف چلتی ہیں، کبھی گرم چلتی ہیں کبھی سرد، کبھی نفع پہنچاتی ہیں تو کبھی نقصان، ان سب چیزوں اور ان کے احوال میں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور وحدانیت پر دلالت کرنے والی نشانیاں ہیں کیونکہ یہ سب کسی قادر، مختار، واحد، حکمت والی اور مہربان ہستی کے وجود اور تصرف کے بغیر ممکن نہیں اور یہ عقل مند لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) قدرتِ الٰہی کے دلائل جاننے کی نیت سے سائنس اور ریاضی کا علم حاصل کرنا عبادت ہے۔ (2) یہاں کائنات میں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور وحدانیت پر دلالت کرنے والی مختلف نشانیاں بیان فرمانے کے بعد ایک جگہ فرمایا "ایمان والوں کے لیے نشانیاں ہیں" دوسری جگہ فرمایا "یقین کرنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں" اور تیسری جگہ فرمایا "عقل مندوں کے لئے نشانیاں ہیں" اس ترتیب کا سبب یہ ہو سکتا ہے کہ اگر تم ایمان والے ہو تو ان دلائل کو سمجھ جاؤ گے اور اگر تم مومن نہیں بلکہ حق کے طلبگار ہو تو ان دلائل کو سمجھو اور اگر تم نہ ایمان والے ہو اور نہ یقین کرنے والے، لیکن عقلِ سلیم رکھتے ہو تو ان دلائل کی معرفت حاصل کرنے کی خوب کوشش کرو۔ یہ آیت آفاقی و سماوی دلائل پر مشتمل ہے۔

آیت 6 فرمایا کہ اے حبیب! اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے سامنے اپنی قدرت کے یہ دلائل بیان فرمائے ہیں اور یہ دلائل باطل پر مشتمل

نَتۡلُوۡهَا عَلَيۡكَ بِالۡحَـقِّ‌ ۚ فَبِاَىِّ حَدِيۡثٍۢ بَعۡدَ اللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ يُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۶﴾ وَيۡلٌ

جو ہم تم پر حق کے ساتھ پڑھتے ہیں پھر لوگ اللہ اور اس کی آیتوں کو چھوڑ کر کون سی بات پر ایمان لائیں گے ؟○ ہر بڑے بہتان

لِّـكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيۡمٍۙ ﴿۷﴾ يَّسۡمَعُ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُتۡلٰى عَلَيۡهِ ثُمَّ يُصِرُّ مُسۡتَكۡبِرًا

باندھنے والے ، گناہگار کے لئے خرابی ہے○ (جو) اللہ کی آیتوں کو سنتا ہے کہ اس کے سامنے پڑھی جاتی ہیں پھر تکبر کرتے ہوئے ضد پر ڈٹ جاتا ہے

كَاَنۡ لَّمۡ يَسۡمَعۡهَا‌ ۚ فَبَشِّرۡهُ بِعَذَابٍ اَلِيۡمٍ ﴿۸﴾ وَاِذَا عَلِمَ مِنۡ اٰيٰتِنَا شَيۡـئَـا

گویا اس نے ان آیتوں کو سنا ہی نہیں تو ایسے کو دردناک عذاب کی خوشخبری سناؤ○ اور جب اسے ہماری آیتوں میں سے کسی کا علم ہوتا ہے

اۨتَّخَذَهَا هُزُوًا‌ ؕ اُولٰٓـئِكَ لَهُمۡ عَذَابٌ مُّهِيۡنٌ ؕ ﴿۹﴾ مِنۡ وَّرَآئِهِمۡ جَهَنَّمُ‌ ۚ وَلَا يُغۡنِىۡ عَنۡهُمۡ

تو اسے ہنسی بنا لیتا ہے، ان کیلئے ذلیل کر دینے والا عذاب ہے○ ان کے پیچھے جہنم ہے اور ان کا کمایا ہوا مال

مَّا كَسَبُوۡا شَيۡـئًا وَّلَا مَا اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اَوۡلِيَآءَ‌ ۚ وَلَهُمۡ عَذَابٌ عَظِيۡمٌ ؕ ﴿۱۰﴾

انہیں کچھ کام نہ دے گا اور نہ وہ جنہیں اللہ کے سوا انہوں نے مددگار بنا رکھا ہے اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے○

نہیں بلکہ ہم آپ کو حق کے ساتھ ان کی خبر دیتے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ اور اس کے بیان کردہ دلائل کو جھٹلا کر مشرکین کونسی بات پر ایمان لائیں گے۔ **اہم بات:** یہاں ”حدیث“ سے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمان مراد نہیں بلکہ کفار کی اپنی باتیں مراد ہیں۔ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اطاعت کا حکم تو خود قرآن مجید میں دیا گیا ہے۔ حدیث کا لفظ یہاں اپنے لغوی معنٰی کے اعتبار سے بیان ہوا اسے فنِّ حدیث کی اصطلاح پر منطبق نہیں کیا جا سکتا۔

آیت 7، 8 **شانِ نزول:** نضر بن حارث عجمی لوگوں (جیسے رستم اور اسفندیار) کے قصے کہانیاں سنا کر لوگوں کو قرآنِ پاک سننے سے روکتا تھا، اس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر بڑے بہتان باندھنے والے، گناہ گار کے لئے خرابی ہے اور یہ وہ شخص ہے جس کے سامنے قرآن کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو وہ انہیں سن کر ایمان لانے سے تکبر کرتے ہوئے اپنے کفر پر اصرار کرتا ہے اور وہ ایسا بن جاتا ہے گویا اس نے ان آیتوں کو سنا ہی نہیں، تو اے حبیب! ایسے شخص کو قیامت کے دن جہنم کے دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دو۔ **اہم بات:** اس وعید میں ہر وہ شخص داخل ہے جو دین کو نقصان پہنچائے اور ایمان لانے اور قرآن سننے سے تکبر کرے۔

آیت 9، 10 جب بہتان باز، سخت گناہ گار نضر بن حارث تک ہماری کوئی آیت پہنچتی ہے اور اسے پتا چلتا ہے کہ یہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر نازل ہونے والی آیت ہے تو وہ اس آیت کا مذاق اڑانے لگتا ہے بلکہ پورے قرآن کا مذاق اڑانے لگتا ہے۔ ایسے لوگوں کیلئے ذلیل و رسوا کر دینے والا عذاب ہے اور اس کا انجام موت کے بعد بالآخر جہنم ہے اور ان کا کمایا ہوا وہ مال انہیں کچھ کام نہ دے گا جس پر وہ بہت نازاں ہیں اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جن بتوں کی پوجا کرتے ہیں وہ بھی انہیں کچھ کام نہ دیں گے اور ان کے لیے ایسا بڑا عذاب ہے جس کی حقیقت انہیں معلوم نہیں۔

Go to Index

ع ١١/١٧

هٰذَا هُدًى ۚ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ ﴿١١﴾ اَللّٰهُ

یہ عظیم ہدایت ہے اور جنہوں نے اپنے رب کی آیتوں کو نہ مانا ان کے لیے سخت تر عذاب میں سے دردناک عذاب ہے ○ اللہ وہی ہے

الَّذِيْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِيَ الْفُلْكُ فِيْهِ بِاَمْرِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ

جس نے دریا کو تمہارے تابع کر دیا تاکہ اس کے حکم سے اس میں کشتیاں چلیں اور تاکہ تم اس کا فضل تلاش کرو اور تاکہ

تَشْكُرُوْنَ ﴿١٢﴾ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

تم شکر گزار بن جاؤ ○ اور جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب اپنی طرف سے تمہارے کام میں لگا دیا، بیشک اس میں

لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿١٣﴾ قُلْ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَغْفِرُوْا لِلَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ اَيَّامَ اللّٰهِ

سوچنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں ○ تم ایمان والوں سے فرماؤ کہ ان لوگوں سے درگزر کریں جو اللہ کے دنوں کی امید نہیں رکھتے

آیت 11 فرمایا کہ یہ قرآن ہدایت میں کمال کو پہنچا ہوا ہے تو گویا کہ یہ عظیم ہدایت ہے اور وہ لوگ جنہوں نے اپنے رب کی آیتوں کو نہ مانا تو ان کے لیے سخت تر عذاب میں سے دردناک عذاب ہے۔

آیت 12 فرمایا: اے لوگو! معبود ہونا اسی کے لائق ہے جس نے دریا کو تمہارے تابع کر دیا اور اس تابع کرنے میں حکمتیں یہ ہیں کہ اس کے حکم سے دریا میں کشتیاں چلیں اور تم دریائی سفر کے ذریعے تجارت کرکے اور دریاؤں میں غوطہ زنی کے ذریعے موتی وغیرہ نکال کر اس کا فضل تلاش کرو اور تم اللہ تعالیٰ کے فضل واحسان کا شکر ادا کرکے اس کا حق مانو، لہٰذا تم صرف اسی کی عبادت کرو اور اس کا حکم مانو۔

آیت 13 فرمایا کہ اے لوگو! جو کچھ آسمان میں ہے اور زمین میں ہے سب کا سب اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل اور رحمت سے تمہارے فائدے اور مصلحت کے لئے کام میں لگا دیا ہے، لہٰذا تم اسی کی حمد کرو، اسی کی عبادت کرو اور صرف اسے ہی معبود مانو کیونکہ تمہیں یہ نعمتیں دینے میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ بے شک اِس میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور قدرت پر ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو اللہ تعالیٰ کی صنعتوں میں غور و فکر کرتے ہیں اور نصیحت حاصل کرتے ہیں۔ **درس:** اللہ تعالیٰ کی ذات کے بجائے اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی چیزوں میں غور و فکر کرنی چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں غور و فکر کرنا بعض اوقات کفر تک پہنچا دیتا ہے کیونکہ وہ انسانی عقل سے ماوراء ہے۔

آیت 14 **شانِ نزول:** غزوۂ بنی مُصْطَلَق میں مسلمان بیر مُرَیْسِیْع پر اُترے، عبد اللہ بن اُبَی منافق نے اپنے غلام کو پانی کے لئے بھیجا اور وہ دیر سے واپس آیا تو اس نے غلام سے سبب پوچھا۔ اس نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کنوئیں کے کنارے پر بیٹھے تھے، جب تک نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مَشکیں نہ بھر گئیں اس وقت تک انہوں نے کسی کو پانی بھرنے نہ دیا۔ یہ سن کر اس بدبخت نے ان حضرات کی شان میں گستاخی کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر ہوئی تو آپ تلوار لے کر تیار ہوئے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ یہاں اللہ تعالیٰ کے دنوں سے مراد وہ دن ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کی مدد کے لئے مقرر فرمائے ہیں یا ان سے وہ واقعات مراد ہیں جن میں وہ اپنے دشمنوں کی پکڑ فرماتا ہے اور ان دنوں کی امید نہ رکھنے والے کفار و منافق ہیں۔ آیت کا معنیٰ یہ ہے کہ کفار سے جو ایذا پہنچے مسلمان ان سے درگزر کریں اور ان سے جھگڑا نہ کریں تاکہ اللہ تعالیٰ اس قوم کو ان کے احسانات کا

لِيَجْزِيَ قَوْمًا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿١٤﴾ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ۫

تاکہ اللہ ایک قوم کو ان کی کمائی کا بدلہ دے ○ جو نیک کام کرے تو اپنی ذات کیلئے (ہی کرتا ہے) اور جو برائی کرے تو وہ اسی پر ہے

ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ﴿١٥﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ

پھر تم اپنے رب کی طرف ہی لوٹائے جاؤ گے ○ اور بیشک ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب اور حکومت اور نبوت عطا فرمائی

وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٦﴾ وَاٰتَيْنٰهُمْ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْاَمْرِ ۚ

اور ہم نے انہیں ستھری روزیاں دیں اور انہیں ان کے زمانے والوں پر فضیلت بخشی ○ اور ہم نے انہیں اس کام کی روشن دلیلیں دیں

فَمَا اخْتَلَفُوْٓا اِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ ۙ بَغْيًا بَيْنَهُمْ ؕ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ

تو انہوں نے اپنے پاس علم آجانے کے بعد ہی آپس کے حسد کی وجہ سے اختلاف کیا تھا۔ بیشک تمہارا رب قیامت کے دن ان کے درمیان

بدلہ دے جنہوں نے دشمنوں کی طرف سے ملنے والی اذیتوں پر صبر کیا۔

آیت 15 جو شخص ایسے نیک کام کرے جن سے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا مقصود ہو تو وہ اپنی ذات کیلئے ہی کرتا ہے کہ ان نیک اعمال کا فائدہ اور ثواب اسے ہی ملے گا اور جو برے کام کرے تو اس کا وبال بھی اسی پر ہے کہ وہی اپنے برے کاموں کا نقصان اور عذاب برداشت کرے گا، پھر تم مرنے کے بعد اپنے اس رب عزّوجلّ کی طرف ہی لوٹائے جاؤ گے جو تمہارے تمام اُمور کا مالک ہے، وہ نیکوں اور بدوں کو اُن کے اعمال کی جزا دے گا لہٰذا تم اس ملاقات کی تیاری کرو۔

آیت 16 یہاں حضور اقدس صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا گیا کہ اے پیارے حبیب! آپ اپنی قوم کے کفر پر غمزدہ نہ ہوں اور (اپنی تسلی کے لئے بنی اسرائیل کے حالات میں غور فرمائیں کہ) ہم نے بنی اسرائیل کو تورات عطا فرمائی، انہیں حکومت دی اور ان میں بکثرت انبیاء علیہم السّلام پیدا کرکے نبوت کی نعمت عطا کی، ہم نے انہیں فرعون اور اس کی قوم کے مال و دولت اور شہروں کا مالک کرکے اور ان پر منّ و سلویٰ نازل فرما کر وُسعت کے ساتھ حلال رزق عطا فرمایا اور انہیں ان کے زمانے میں جہان والوں پر فضیلت بخشی لیکن انہوں نے ان نعمتوں کا شکر ادا نہیں کیا۔

آیت 17 اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو تورات میں حلال و حرام کے بیان نیز تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی تشریف آوری کے معاملے کی روشن دلیلیں دیں لیکن انہوں نے سیّدُ المرسلین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی جلوہ افروزی کے بعد اپنے منصب اور ریاست ختم ہو جانے کے خطرے کی وجہ سے آپ سے حسد کیا اور اپنے پاس علم آجانے کے بعد رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی رسالت پر پہلے سے متفق ہونے کے باوجود آپ کی بعثت کے بارے میں اختلاف کیا حالانکہ علم اختلاف زائل کرنے کا سبب ہوتا ہے اور یہاں ان لوگوں کے لئے اختلاف کا سبب ہوا کیونکہ ان کا مقصود علم نہیں بلکہ منصب و ریاست کی طلب تھی۔ آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے حبیب! آپ کا رب بروزِ قیامت بنی اسرائیل کے درمیان اس بات کا فیصلہ کردے گا جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔ **درس:** جب عالم میں حسد پیدا ہو جائے تو علم اختلافات کو زائل کرنے اور جھگڑے مٹانے کی بجائے بڑھا دیتا ہے۔ کئی علماء باطنی گناہوں کا یا تو علم ہی نہیں رکھتے یا پھر علم

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۷﴾ ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ

اس بات کا فیصلہ کر دے گا جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں○ پھر ہم نے آپ کو اس معاملہ (یعنی دین) کے عمدہ راستے پر رکھا

فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸﴾ اِنَّهُمْ لَنْ يُّغْنُوْا عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ

تو تم اسی راستے پر چلو اور نادانوں کی خواہشوں کے پیچھے نہ چلنا○ بیشک وہ اللہ کے مقابلے میں تمہیں کچھ کام نہ دیں گے

وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۚ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۹﴾ هٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ

اور بیشک ظالم ایک دوسرے کے دوست ہیں اور اللہ پرہیزگاروں کا دوست ہے○ یہ قرآن لوگوں کیلئے آنکھیں کھول دینے والی نشانیاں

وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿۲۰﴾ اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ

اور یقین رکھنے والوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے○ کیا جن لوگوں نے برائیوں کا ارتکاب کیا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم انہیں ان جیسا کر دیں گے

رکھنے کے باوجود ایک دوسرے سے اختلافات اور آپس میں انتشار کا شکار ہیں اور اس کا بنیادی سبب ایک دوسرے سے حسد کرنا ہے۔

آیت 19،18 فرمایا کہ اے حبیب! ہم نے بنی اسرائیل کے بعد آپ کو دین کے معاملے میں عمدہ راستے (یعنی اسلام) پر رکھا لہٰذا آپ اسی راستے پر چلیں اور اس کے احکامات نافذ کریں اور قریش کے نادان سردار جو آپ کو اپنے دین کی دعوت دیتے ہیں ان کی خواہشوں کے پیچھے نہ چلنا کیونکہ وہ آپ کو اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کچھ کام نہ دیں گے اور بیشک کافر صرف دنیا میں ایک دوسرے کے دوست ہیں جبکہ آخرت میں ان کا کوئی دوست نہیں اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے مومنین کا دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ دوست ہے۔

آیت 20 فرمایا کہ اے حبیب! ہم نے آپ کی طرف جو کتاب نازل فرمائی یہ اللہ تعالیٰ کے ان احکامات پر مشتمل ہے جو قیامت تک رہیں گے اور اس میں تمام لوگوں کے لئے وہ دلائل اور نشانیاں موجود ہیں جن کی انہیں دین کے احکام میں ضرورت ہے، جو شخص اس کے احکامات پر عمل کرتا ہے تو یہ اسے جنت کی طرف ہدایت دیتا ہے اور جو اس پر صحیح طریقے سے ایمان لاتا ہے یہ اس کے لئے رحمت ہے اور دنیا و آخرت میں اسے عذاب سے بچاتا ہے۔

آیت 21 **شانِ نزول:** مکہ کے مشرکین کی ایک جماعت نے مسلمانوں سے کہا تھا کہ اگر تمہاری بات حق ہو اور مرنے کے بعد اٹھنا ہو تو بھی ہم ہی افضل رہیں گے جیسا کہ دنیا میں ہم تم سے بہتر رہے۔ ان کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ جو لوگ کفر اور گناہوں میں مصروف ہیں کیا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم انہیں ان جیسا کر دیں گے جو ایمان لائے اور جنہوں نے اچھے کام کئے، کیا ایمانداروں اور کافروں کی موت اور زندگی برابر ہو جائے گی؟ ایسا ہرگز نہیں ہو گا کیونکہ ایماندار زندگی میں نیکیوں پر قائم رہے اور کافر بدیوں میں ڈوبے رہے تو ان دونوں کی زندگی برابر نہ ہوئی اور یونہی ان کی موت بھی یکساں نہیں کیونکہ مومن کی موت بشارت اور رحمت و کرامت پر جبکہ کافر کی موت رحمت سے مایوسی اور ندامت پر ہوتی ہے اور کافر اپنے آپ کو مومنین کے برابر سمجھ کر کتنا برا حکم لگا رہے ہیں حالانکہ مومنین تو قیامت کے دن اعلیٰ جنتوں میں عزت و کرامت اور عیش و راحت پائیں گے اور کفار جہنم کے سب سے نچلے طبقوں میں ذلّت و اہانت کے ساتھ سخت ترین عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ **درس:** مومن اور کافر کی زندگی اور موت میں فرق

ع ۲ ۱۸

كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿۲۱﴾

جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے (کیا) ان کی زندگی اور موت برابر ہوگی؟ وہ کیا ہی برا حکم لگاتے ہیں ○

وَخَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَلِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ

اور اللہ نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ بنایا اور تاکہ ہر جان کو اس کی کمائی کا بدلہ دیا جائے اور ان پر

لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۲۲﴾ اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ

ظلم نہیں ہوگا ○ بھلا دیکھو تو وہ جس نے اپنی خواہش کو اپنا خدا بنالیا اور اللہ نے اسے علم کے باوجود گمراہ کردیا اور اس کے کان

ہے۔ مسلمان کی شان تو یہ ہے کہ صورت، سیرت اور زندگی میں کفار سے ممتاز رہے۔

آیت 22 فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین کو حق کے ساتھ با مقصد بنایا تاکہ یہ تخلیق اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی وحدانیت پر دلالت کرے اور تاکہ ہر جان کو اس کی نیکی اور بدی کا بدلہ دیا جائے اور ان پر ثواب کی کمی یا عذاب کی زیادتی کے ساتھ ظلم نہیں ہوگا۔ **اہم باتیں:** (1) اِس عالَم کی پیدائش سے عدل اور رحمت کا اظہار کرنا مقصود ہے اور یہ پوری طرح قیامت ہی میں ہو سکتا ہے کہ اہلِ حق اور اہلِ باطل میں امتیاز کامل ہو، مخلص مومن جنت کے درجات میں ہوں اور کافر جہنم کے دَرَکات میں ہوں۔ (2) قیامت کے دن بعض مجرموں کو معافی دے دینا اور اطاعت گزاروں کو ان کے عمل سے زیادہ ثواب عطا فرما دینا اللہ تعالیٰ کا رحم و کرم ہے، جبکہ بعض لوگوں کے اعمال ضبط ہو جانا ان کے اپنے قصور کی وجہ سے ہوگا نہ کہ یہ ان پر اللہ تعالیٰ کا ظلم ہوگا۔

آیت 23 اللہ تعالیٰ معبود ہے اور اس عقیدے کے قوی دلائل ہیں، مثلاً یہ کہ اللہ تعالیٰ آسمان و زمین کا خالق، عرش و فرش کا مالک، سارے جہان کا پالنے والا اور تمام مخلوق کو روزی دینے والا ہے۔ دوسری طرف خدا کے سوا جس کی بھی پوجا کی گئی یا کی جاتی ہے وہ خواہش نفس کی پوجا ہے کیونکہ کروڑوں لوگوں نے ہزاروں قسم کی چیزوں کو معبود بنا رکھا ہے جیسے سورج، ستارے، فرشتے، درخت، پتھر، مختلف ناموں کے بت۔ اب سوال یہ ہے کہ لوگوں کے ان مختلف خداؤں کو خدا ماننے کی دلیل اور اس ماننے میں قدرِ مشترک کیا ہے؟ اگر کسی کے بڑا ہونے کی وجہ سے معبود مانا جیسے سورج تو دوسری بہت سے چیزیں بھی سورج سے بڑی ہیں جیسے آسمان ہی سورج سے بے انتہا بڑا ہے۔ یونہی اگر کسی کے مفید ہونے کی وجہ سے معبود مانا جیسے درخت تو لاکھوں دوسری چیزیں بھی درخت سے زیادہ مفید ہیں جیسے سمندر، دریا، نہر، بارش، پانی، ہوا، الغرض خدا کے سوا کسی کے معبود ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ بقیہ سب چیزوں کو معبود ماننے کے پیچھے مشترک سبب، نفس کی خواہش ہے کہ جس کا نفس جس شے کی طرف زیادہ مائل ہوا، اس نے اسی کو خدا مان لیا تو حقیقت میں اپنے نفس کی خواہش ہی کو معبود مانا اور اسی کو یہاں آیت میں بیان فرمایا ہے کہ بھلا دیکھو تو وہ جس نے اپنی خواہش کو اپنا خدا بنالیا، پھر اسی خواہش نفس میں جہالت در جہالت یہ بھی تھی کہ مشرکینِ مکہ پتھر، سونے اور چاندی وغیرہ کو پوجتے تھے اور جب کوئی چیز انہیں پہلی چیز سے اچھی معلوم ہوتی تھی تو پہلی کو توڑ کر پھینک دیتے اور دوسری چیز کو پوجنے لگتے۔ ایسوں کے متعلق فرمایا کہ ذرا اس شخص کا حال تو دیکھو جس نے اپنی خواہش کو اپنا خدا بنالیا اور اپنی خواہش کے تابع ہوگیا کہ جسے نفس نے چاہا اسے پوجنے لگا اور اللہ تعالیٰ نے اسے علم کے باوجود گمراہ کردیا کہ اس گمراہ نے حق کو جان پہچان کر بے راہ روی اختیار کی۔ علم کے باوجود گمراہ کرنے کے یہ معنی

وَ قَلۡبِهٖ وَ جَعَلَ عَلٰی بَصَرِهٖ غِشٰوَۃً ؕ فَمَنۡ یَّهۡدِیۡهِ مِنۡۢ بَعۡدِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوۡنَ ﴿۲۳﴾

اور دل پر مہر لگادی اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا تو اللہ کے بعد اسے کون راہ دکھائے گا؟ تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟ ○

وَ قَالُوۡا مَا هِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنۡیَا نَمُوۡتُ وَ نَحۡیَا وَ مَا یُهۡلِكُنَاۤ اِلَّا الدَّهۡرُ ۚ وَ مَا لَهُمۡ بِذٰلِكَ

اور انہوں نے کہا: زندگی تو صرف ہماری دنیاوی زندگی ہی ہے، ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہمیں زمانہ ہی ہلاک کرتا ہے اور انہیں اس کا

مِنۡ عِلۡمٍ ۚ اِنۡ هُمۡ اِلَّا یَظُنُّوۡنَ ﴿۲۴﴾ وَ اِذَا تُتۡلٰی عَلَیۡهِمۡ اٰیٰتُنَا بَیِّنٰتٍ مَّا كَانَ حُجَّتَهُمۡ اِلَّاۤ

کچھ علم نہیں، وہ صرف گمان دوڑاتے ہیں ○ اور جب ان پر ہماری روشن آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو ان کی (جوابی) دلیل صرف یہ ہوتی ہے

بھی بیان کئے گئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پہلے سے جانتا تھا کہ یہ اپنے اختیار سے حق کے راستے سے ہٹے گا اور گمراہی اختیار کرے گا اس لئے اسے گمراہ کر دیا۔ مزید فرمایا کہ نفسانی خواہشات کی پیروی کرنے والے کے کان اور دل پر مہر لگادی اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا تو اس کی وجہ سے اس نے ہدایت و نصیحت کو نہ سنا، نہ سمجھا اور نہ ہی راہِ حق کو دیکھا، تو اللہ تعالیٰ کے گمراہ کرنے کے بعد اب اسے کوئی راہ نہیں دِکھا سکتا، تو اے لوگو! کیا تم اس سے نصیحت حاصل نہیں کرتے؟ **درس:** نفس شیطان سے بڑھ کر تباہ کن ہے کہ خود شیطان کو بھی اس کے نفس نے گمراہ کیا تھا۔ نفس کی خواہشات کے پیچھے چلیں گے تو خواہشات کبھی ختم نہیں ہوں گی اور انسان ہلاک ہو جائے گا، اس لئے خواہشات کو شریعت کی لگام ڈال دیں، اس سے نفس کی سرکشی قابو میں آجائے گی۔

آیت 24 قیامت کے منکروں کا یہ عقیدہ اور عام جملہ تھا کہ دنیا کی جو زندگی ہم گزار رہے ہیں اس کے علاوہ اور کوئی زندگی نہیں، ہم میں سے کوئی مرتا ہے اور کوئی پیدا ہوتا ہے اور گردشِ زمانہ اور دن، رات کا آنا جانا ہی ہمیں ہلاک کرتا ہے۔ مشرکین مرنے کے معاملے میں زمانے کو ہی فاعل و مؤثّر مانتے تھے جبکہ ملک الموت علیہ السّلام کا اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے روحیں قبض کئے جانے کا انکار کرتے تھے اور ہر مصیبت کو دَہر اور زمانے کی طرف منسوب کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ یہ بات علم اور یقین کی بنا پر نہیں کہتے کیونکہ علم و یقین کے لئے صحیح دلیل چاہیے جس سے یہ مشرک محروم ہیں، لہٰذا کافروں کا زمانے کو زندگی موت کا سبب ماننا صرف بے دلیل اندازے سے بڑھ کر کچھ نہیں۔ **اہم بات:** مصیبتوں کو زمانے کی طرف منسوب کرنا اور ناگوار مصیبتیں آنے پر زمانے کو برا کہنا ممنوع ہے۔ آج کل کے دہریے دَہر یعنی زمانے کی طرف ہی سب کچھ منسوب کرتے ہیں اور خدا کا انکار کرتے ہیں، اگرچہ انہیں آج تک اس بات کی کوئی دلیل نہیں ملی کہ خالق کے بغیر مخلوق کیسے وجود میں آگئی؟ اور حقیقت یہ ہے کہ خالقِ حقیقی کے وُجود کو تسلیم کئے بغیر کروڑوں اربوں، پیچیدہ اور کامل ترین نظاموں پر مشتمل دنیا کے وجود میں آنے کی کوئی توجیہ نہیں کر سکتے۔

آیت 25 فرمایا کہ جب ان مشرکین کے سامنے قرآنِ پاک کی وہ آیتیں پڑھی جاتی ہیں جن میں اس بات کی دلیلیں مذکور ہیں کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کو ان کی موت کے بعد دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے اور وہ کفار اُن دلیلوں کا جواب دینے سے عاجز ہو جاتے ہیں تو ان کی جوابی دلیل صرف یہ ہوتی ہے کہ اگر تم مُردوں کو دوبارہ زندہ کئے جانے کی بات میں سچے ہو تو ہمارے باپ دادا کو زندہ کر کے لے آؤ تاکہ ہم دوبارہ زندہ ہونے پر یقین کر لیں۔ کفار کا یہ مطالبہ غلط تھا کیونکہ خدا کی طرف سے ایمان بالغیب یعنی بغیر دیکھے ماننے کا مطالبہ ہے، اگر ان کے باپ دادا زندہ کر دیئے جاتے تو ایمان بالغیب کہاں رہتا۔ نیز خدا کی اس قدرت کو سمجھنے کے لئے خدا کے بیان کردہ

Go to Index

اَنْ قَالُوا ائْتُوْا بِاٰبَآىِٕنَاۤ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۲۵﴾ قُلِ اللّٰهُ یُحْیِیْكُمْ ثُمَّ یُمِیْتُكُمْ ثُمَّ یَجْمَعُكُمْ

کہ کہتے ہیں: اگر تم سچے ہو تو ہمارے باپ دادا کو لے آؤ ○ تم فرماؤ: اللہ تمہیں زندگی دیتا ہے پھر وہ تمہیں مارے گا پھر تم سب کو قیامت

۳ ع ۵ ۱۹

اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ لَا رَیْبَ فِیْهِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ

کے دن اکٹھا کرے گا جس میں کوئی شک نہیں، لیکن بہت آدمی نہیں جانتے ○ اور آسمانوں اور زمین کی سلطنت

وَ الْاَرْضِ ؕ وَ یَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ یَوْمَىِٕذٍ یَّخْسَرُ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۲۷﴾ وَ تَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ

اللہ ہی کے لیے ہے اور جس دن قیامت قائم ہوگی اس دن باطل والے خسارہ پائیں گے ○ اور تم ہر گروہ کو زانو کے بل

جَاثِیَةً ۫ كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰۤى اِلٰى كِتٰبِهَا ؕ اَلْیَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۸﴾

گرے ہوئے دیکھو گے، ہر گروہ اپنے نامۂ اعمال کی طرف بلایا جائے گا (اور کہا جائے گا کہ) آج تمہیں تمہارے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا ○

هٰذَا كِتٰبُنَا یَنْطِقُ عَلَیْكُمْ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۹﴾

یہ ہمارا لکھا ہوا ہے جو تم پر حق بولتا ہے، بیشک ہم لکھتے رہے تھے جو تم کیا کرتے تھے ○

دلائل میں غور کرو جیسے اگلی آیت میں دلیل دی گئی ہے۔

آیت 26 فرمایا کہ اے حبیب! ان لوگوں سے فرمادیں کہ تم پہلے بے جان نطفہ تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے تمہیں زندگی دی، پھر وہ تمہاری عمریں پوری ہونے کے وقت تمہیں مارے گا، پھر تم سب کو زندہ کرکے قیامت کے دن اکٹھا کرے گا جس میں کوئی شک نہیں، تو ایسی قدرت والا پروردگار عزّوجلّ تمہارے باپ دادا کو زندہ کرنے پر بھی یقیناً قادر ہے، وہ سب کو زندہ کرے گا۔ **اہم بات:** یہ دلیل نہایت مضبوط اور عقل کو دعوتِ فکر دینے والی ہے جس پر لوگ توجہ دیں تو قیامت کا آنا بہت آسانی سے سمجھ آجائے گا، لیکن بہت سے آدمی اس بات کو نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ مُردوں کو زندہ کرنے پر قادر ہے کیونکہ وہ زندہ کئے جانے کے دلائل کی طرف مائل نہیں ہوتے اور نہ ہی ان میں غور کرتے ہیں۔

آیت 27 آسمانوں اور زمین کی تمام ممکن چیزوں پر اللہ تعالیٰ قادر ہے اور جب تمام ممکن چیزوں میں اللہ تعالیٰ کی قدرت ثابت ہے اور یہ بات بھی ثابت ہے کہ مرنے کے بعد زندگی مل جانا ممکن ہے کیونکہ اگر زندگی ملنا ممکن نہ ہو تو پہلی بار بھی زندگی نہ ملتی تو ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔ مزید ارشاد فرمایا کہ جس دن قیامت قائم ہوگی اس دن جہنمی ہونے کی صورت میں کافروں کا نقصان میں ہونا ظاہر ہو جائے گا۔

آیت 28، 29 فرمایا: اے حبیب! تم قیامت کے دن ہر دین والے کو زانو کے بل گرے ہوئے دیکھو گے کیونکہ وہ خوفزدہ ہوں گے اور اپنے اعمال کے بارے میں حساب لئے جانے کی وجہ سے بے چین ہوں گے، ہر دین والا اپنے اعمال نامے کی طرف بلایا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ آج تمہیں تمہارے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا، یہ وہ (اعمال نامہ) ہے جسے لکھنے کا ہم نے فرشتوں کو حکم دیا تھا، یہ کسی کمی زیادتی کے بغیر تمہارے خلاف تمہارے عملوں کی گواہی دے گا، بیشک ہم نے فرشتوں کو تمہارے عمل لکھنے کا حکم دیا تھا تو گویا کہ تمہارے اعمال ہم ہی لکھ رہے تھے۔ **درس:** یہ آیت نصیحت کے لئے بہت موثر ہے کہ ہمارے سب اعمال لکھے جارہے ہیں اور قیامت

Go to Index

فَاَمَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَیُدۡخِلُہُمۡ رَبُّہُمۡ فِیۡ رَحۡمَتِہٖ ؕ ذٰلِکَ ہُوَ

تو وہ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے ان کا رب انہیں اپنی رحمت میں داخل فرمائے گا۔ یہی

الۡفَوۡزُ الۡمُبِیۡنُ ﴿۳۰﴾ وَاَمَّا الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا ۟ اَفَلَمۡ تَکُنۡ اٰیٰتِیۡ تُتۡلٰی عَلَیۡکُمۡ فَاسۡتَکۡبَرۡتُمۡ

کھلی کامیابی ہے ○ اور جو کافر ہوئے (ان سے فرمایا جائے گا) کیا تمہارے سامنے میری آیتیں نہ پڑھی جاتی تھیں تو تم تکبر کرتے تھے

وَکُنۡتُمۡ قَوۡمًا مُّجۡرِمِیۡنَ ﴿۳۱﴾ وَاِذَا قِیۡلَ اِنَّ وَعۡدَ اللّٰہِ حَقٌّ وَّالسَّاعَۃُ لَا رَیۡبَ فِیۡہَا قُلۡتُمۡ

اور تم مجرم لوگ تھے ○ اور جب کہا جاتا کہ بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے اور قیامت میں کوئی شک نہیں تو تم کہتے تھے:

مَّا نَدۡرِیۡ مَا السَّاعَۃُ ۙ اِنۡ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَّمَا نَحۡنُ بِمُسۡتَیۡقِنِیۡنَ ﴿۳۲﴾ وَبَدَا لَہُمۡ سَیِّاٰتُ

ہم نہیں جانتے، قیامت کیا چیز ہے؟ ہمیں تو یونہی کچھ گمان سا ہوتا ہے اور ہمیں یقین نہیں ہے ○ اور ان کیلئے ان کے اعمال کی برائیاں

میں یہ لکھا ہوا ہمارے ہاتھ میں تھما دیا جائے گا اور سب کیا کرایا کھل کر سامنے آجائے گا۔

آیت 30 فرمایا کہ وہ لوگ جو دنیا میں ایمان لائے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کیا اور کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کا شریک نہیں ٹھہرایا اور جن کاموں کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا وہ کام کئے اور جن کاموں سے منع کیا ان سے رک گئے تو اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت کے صدقے جنت میں داخل فرمائے گا اور قیامت کے دن یہی بڑی کامیابی ہے۔ **اہم باتیں:** (1) رحمتِ الٰہی کے بغیر کوئی شخص محض اپنی نیکیوں کی وجہ سے جنتی نہیں ہو سکتا۔ (2) ایمان کے ساتھ تقویٰ بھی ضروری ہے اور کوئی شخص نیک اعمال سے بے پروا نہیں ہو سکتا۔ **درس:** قیامت کے دن جہنم سے نجات مل جانا اور جنت میں داخلہ نصیب ہو جانا ہی حقیقی طور پر بڑی کامیابی ہے۔

آیت 31 فرمایا کہ جن لوگوں نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا انکار کیا اور اسے یکتا معبود نہ مانا ان سے قیامت کے دن فرمایا جائے گا "کیا دنیا میں تمہارے سامنے میری آیتیں نہ پڑھی جاتی تھیں؟ (ضرور پڑھی جاتی تھیں) لیکن تم انہیں سننے، ان پر ایمان لانے اور حق بات قبول کرنے سے تکبر کرتے تھے اور تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنے والے، گناہوں میں مشغول رہنے والے، قیامت کی تصدیق نہ کرنے والے، ثواب اور سزا پر ایمان نہ لانے والے لوگ تھے۔ **اہم بات:** اس آیت میں ان کفار کا ذکر ہے جن تک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم پہنچی اور انہوں نے قبول نہ کی لیکن وہ لوگ جو فَترت کے زمانہ میں گزر گئے اگر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو ماننے والے تھے تو نجات پائیں گے، اگر مشرک تھے تو پکڑے جائیں گے مگر ان سے یہ سوال نہ ہوگا کیونکہ ان تک آیاتِ الٰہیہ پہنچی ہی نہیں۔

آیت 32 فرمایا کہ اس وقت ان کفار سے یہ بھی کہا جائے گا "جب تم سے کہا جاتا کہ بیشک اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں سے کیا ہوا وعدہ سچا ہے کہ وہ مرنے کے بعد زندہ کئے جائیں اور اپنی قبروں سے اٹھائے جائیں گے اور قیامت، جس کے بارے میں انہیں خبر دی گئی کہ اللہ تعالیٰ اس دن بندوں کو حساب کے لئے جمع کرے گا، اس کے آنے میں کوئی شک نہیں تو تم اللہ تعالیٰ کے وعدے کو جھٹلاتے ہوئے اور اس کی قدرت کا انکار کرتے ہوئے کہتے تھے: ہم نہیں جانتے، قیامت کیا چیز ہے؟ اور کہتے تھے کہ ہمیں تو یونہی قیامت آنے کا کچھ گمان سا ہوتا ہے لیکن ہمیں اس کے آنے کا یقین نہیں آرہا۔ **اہم بات:** عقائد کے معاملے میں بے یقینی تباہ کن ہوتی ہے۔

آیت 33 آخرت میں کفار کے سامنے ان کے دنیا میں کئے ہوئے برے اعمال انتہائی بری شکلوں میں ظاہر ہوں گے اور ان پر وہی

مَا عَمِلُوۡا وَ حَاقَ بِهِمۡ مَّا كَانُوۡا بِهٖ یَسۡتَهۡزِءُوۡنَ ﴿۳۳﴾ وَ قِیۡلَ الۡیَوۡمَ نَنۡسٰىكُمۡ كَمَا نَسِیۡتُمۡ

کھل جائیں گی اور انہیں وہی عذاب گھیر لے گا جس کی وہ ہنسی اڑاتے تھے ○ اور فرمایا جائے گا: آج ہم تمہیں چھوڑ دیں گے جیسے

لِقَآءَ یَوۡمِكُمۡ هٰذَا وَ مَاۡوٰىكُمُ النَّارُ وَ مَا لَكُمۡ مِّنۡ نّٰصِرِیۡنَ ﴿۳۴﴾ ذٰلِكُمۡ بِاَنَّكُمُ اتَّخَذۡتُمۡ

تم نے اپنے اس دن کے ملنے کو بھلایا ہوا تھا اور تمہارا ٹھکانہ آگ ہے اور تمہارا کوئی مددگار نہیں ○ یہ اس لیے ہے کہ تم نے

اٰیٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَّ غَرَّتۡكُمُ الۡحَیٰوةُ الدُّنۡیَا ۚ فَالۡیَوۡمَ لَا یُخۡرَجُوۡنَ مِنۡهَا وَ لَا هُمۡ

اللہ کی آیتوں کا ٹھٹھا مذاق بنایا اور دنیا کی زندگی نے تمہیں فریب دیا تو آج نہ وہ آگ سے نکالے جائیں اور نہ ان سے

یُسۡتَعۡتَبُوۡنَ ﴿۳۵﴾ فَلِلّٰهِ الۡحَمۡدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَ رَبِّ الۡاَرۡضِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۳۶﴾

اللہ کو راضی کرنے کا مطالبہ ہو گا○ تو اللہ ہی کے لئے سب خوبیاں ہیں جو آسمانوں کا رب اور زمین کا رب، سارے جہان کا رب ہے ○

ع ۴ ۲۰ وَ لَهُ الۡكِبۡرِیَآءُ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ۪ وَ هُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَكِیۡمُ ﴿۳۷﴾ ع

اور آسمانوں اور زمین میں اسی کے لئے بڑائی ہے اور وہی عزت والا، حکمت والا ہے ○

عذاب اتر پڑے گا اور انہیں گھیر لے گا جس کی دنیا میں ہنسی اڑاتے تھے۔

آیت 34 فرمایا کہ ان کافروں سے قیامت کے دن فرمایا جائے گا: آج ہم تمہیں جہنم کے عذاب میں اسی طرح چھوڑ دیں گے جس طرح تم نے دنیا میں ایمان قبول کرنے اور اس دن کی ملاقات کے لئے عمل کرنے کو چھوڑا ہوا تھا، تمہارا ٹھکانہ جہنم کی آگ ہے اور تمہارا کوئی مددگار نہیں جو تمہیں اس عذاب سے بچا سکے۔

آیت 35 فرمایا کہ تمہیں یہ سزا اس لیے دی گئی ہے کہ تم نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا ٹھٹّھا مذاق بنایا اور دنیا کی زندگی نے تمہیں فریب دیا کہ تم اس کے عاشق ہو گئے اور تم نے مرنے کے بعد اٹھنے اور حساب ہونے کا انکار کر دیا تو آج نہ وہ آگ سے نکالے جائیں گے اور نہ ہی اب ان سے یہ مطلوب ہے کہ وہ توبہ کر کے اور ایمان و طاعت اختیار کر کے اپنے رب عزّوجلّ کو راضی کریں کیونکہ اس دن کوئی عذر اور توبہ قبول نہیں۔ **درس:** (۱) دین کو کبھی بھی مذاق میں استعمال نہ کریں ورنہ کبھی آدمی حدِ کفر میں جا پڑتا ہے۔ (۲) دنیا کی زندگی بہت پُرفریب ہے لیکن یہ سارا فریب موت کے صرف ایک جھٹکے سے ختم ہو جاتا ہے۔ عقل مند وہ ہے جو صحیح وقت پر یعنی جیتے جی دنیا کی حقیقت کو سمجھ کر آخرت کے لئے عمل شروع کر دے۔

آیت 36 فرمایا کہ تم اس اللہ عزّوجلّ کی حمد بیان کرو جو تمہارا رب ہے، آسمانوں اور زمینوں میں موجود تمام چیزوں کا اور سارے جہاں کا رب ہے کیونکہ جس کی ربوبیت ایسی عام ہو تو اس کی حمد و ثنا کرنا ہر اس چیز پر لازم ہے جس کا وہ رب ہے۔

آیت 37 فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرو کیونکہ آسمانوں اور زمین میں اس کی عظمت، قدرت، سلطنت اور بڑائی کے آثار ظاہر ہیں اور وہی عزت والا، حکمت والا ہے۔

ركوعاتها ٤ ۔ ٤٦ سُوْرَةُ الْاَحْقَافِ مَكِّيَّةٌ ٦٦ ۔ اٰياتها ٣٥

سورۂ احقاف مکیہ ہے ، اس میں پینتیس آیتیں اور چار رکوع ہیں

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

حٰمٓ ۚ ﴿۱﴾ تَنۡزِيۡلُ الۡكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الۡعَزِيۡزِ الۡحَكِيۡمِ ﴿۲﴾ مَا خَلَقۡنَا السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ

حٰمٓ○ کتاب کا نازل فرمانا اللہ کی طرف سے ہے جو عزت والا، حکمت والا ہے ○ ہم نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے

وَمَا بَيۡنَهُمَاۤ اِلَّا بِالۡحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ وَالَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا عَمَّاۤ اُنۡذِرُوۡا مُعۡرِضُوۡنَ ﴿۳﴾

سب حق کے ساتھ ہی اور ایک مقررہ مدت تک (کیلئے) بنایا اور کافر اس چیز سے منہ پھیرے ہیں جس سے انہیں ڈرایا گیا ہے ○

سورۂ اَحقاف کا تعارف یہ سورت مکیہ ہے، البتہ بعض مفسرین کے نزدیک اس کی چند آیتیں مدنی ہیں اور وہ آیت نمبر 4، 35 اور آیت نمبر 15 سے 17 تک تین آیتیں ہیں۔ اس سورت میں 4 رکوع اور 35 آیتیں ہیں۔ اَحقاف یمن کی اس سرزمین کا نام ہے جہاں قومِ عاد آباد تھی، اور اس سورت کی آیت نمبر 21 سے سرزمینِ اَحقاف میں رہنے والی اس قوم کا واقعہ بیان کیا گیا ہے، اس مناسبت سے اس سورت کا نام ”سورۂ اَحقاف“ رکھا گیا۔ **خلاصۂ مضامین:** اس سورت میں توحید، رسالت، وحی، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے اور اعمال کی جزاء ملنے کے بارے میں کلام کیا گیا ہے۔

آیت 1 یہ حروفِ مُقَطَّعات میں سے ایک حرف ہے، اس کی مراد اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

آیت 2 فرمایا کہ قرآنِ مجید کو حضورِ اَقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اپنی طرف سے نہیں بنایا بلکہ یہ قرآن اس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کیا گیا ہے جو اپنی سَلْطَنَت میں عزت اور غلبے والا اور اپنی صَنعَت میں حکمت والا ہے۔ **اہم بات:** قرآنِ کریم کی چند خوبیاں معلوم ہوئیں، (1) قرآنِ عظیم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ (2) قرآنِ مجید حق اور سچ ہے کیونکہ اسے اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے۔ (3) قرآنِ کریم تمام کتابوں پر غالب اور حکمت پر مشتمل ہے کیونکہ اس کتاب کو نازل فرمانے والے کی شان یہ ہے کہ وہ عزت اور حکمت والا ہے۔

آیت 3 ارشاد فرمایا کہ ہم نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب حق کے ساتھ ہی بنایا تاکہ وہ ہماری قدرت، وحدانیّت، کمال کی باقی صفات اور ہر عیب سے پاک ہونے پر دلالت کریں نیز انہیں ہمیشہ کے لئے نہیں بلکہ ایک مقررہ مدت یعنی قیامت تک کے لئے بنایا ہے جس دن آسمان اور زمین فنا ہو جائیں گے اور جس چیز سے کفار کو ڈرایا گیا ہے وہ اس پر ایمان لانے سے منہ پھیرے ہوئے ہیں۔ اس چیز سے مراد عذاب ہے یا قیامت کے دن کی وحشت ہے یا اس سے قرآنِ پاک مراد ہے جو کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے اور اعمال کا حساب لئے جانے کا خوف دلاتا ہے۔ **اہم بات:** تمام مخلوقات کو پیدا فرمائے جانے کا ایک اہم مقصد یہ بھی ہے کہ ان کے ذریعے لوگ اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کریں اور اس کی قدرت و وحدانیّت پر ایمان لائیں۔

قُلۡ اَرَءَيۡتُمۡ مَّا تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اَرُوۡنِىۡ مَاذَا خَلَقُوۡا مِنَ الۡاَرۡضِ اَمۡ لَهُمۡ

تم فرماؤ: بھلا بتاؤ تو کہ اللہ کے سوا جن کی تم عبادت کرتے ہو، مجھے دکھاؤ کہ انہوں نے زمین کا کون سا ذرہ بنایا ہے یا آسمانوں میں

شِرۡكٌ فِى السَّمٰوٰتِ ‌ؕ اِيۡتُوۡنِىۡ بِكِتٰبٍ مِّنۡ قَبۡلِ هٰذَاۤ اَوۡ اَثٰرَةٍ مِّنۡ عِلۡمٍ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ﴿۴﴾

ان کا کوئی حصہ ہے؟ میرے پاس اس سے پہلے کی کوئی کتاب یا کچھ بچا کھچا علم ہی لے آؤ اگر تم سچے ہو○

وَمَنۡ اَضَلُّ مِمَّنۡ يَّدۡعُوۡا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مَنۡ لَّا يَسۡتَجِيۡبُ لَهٗۤ اِلٰى يَوۡمِ الۡقِيٰمَةِ وَهُمۡ

اور اس سے بڑھ کر گمراہ کون جو اللہ کی بجائے ان بتوں کی عبادت کرے جو قیامت تک اس کی نہ سنیں گے اور وہ

عَنۡ دُعَآئِهِمۡ غٰفِلُوۡنَ ﴿۵﴾ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوۡا لَهُمۡ اَعۡدَآءً وَّكَانُوۡا بِعِبَادَتِهِمۡ

ان کی پوجا سے بے خبر ہیں○ اور جب لوگوں کا حشر ہوگا تو وہ بت ان کے دشمن ہوں گے اور ان کی عبادت سے

درس: اس جہان کو ایک مخصوص مدت تک مُکَلَّف لوگوں کے لئے عمل کرنے کا مقام بنایا ہے تاکہ وہ یہاں نیک عمل کر کے آخرت میں اس کی اچھی جزا پائیں۔

آیت 4 ارشاد فرمایا: اے حبیب! آپ کافروں سے فرمادیں: اللہ تعالیٰ کی بجائے جن بتوں وغیرہ کی تم عبادت کرتے ہو اگر وہ حقیقی معبود ہیں تو اس کی دلیل کے طور پر مجھے دکھاؤ کہ انہوں نے زمین کا کون سا ذرہ بنایا ہے یا آسمانوں کو پیدا کرنے میں ان کی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی شرکت ہے؟ اور اگر تم اپنے اس دعوے میں سچے ہو کہ خدا کا کوئی شریک ہے تو دلیل کے طور پر میرے پاس اس قرآن سے پہلے کی نازل شدہ کوئی کتاب لے آؤ۔ مراد یہ ہے کہ قرآنِ مجید توحید تو حق ہونے اور شرک کے باطل ہونے کو بیان فرماتا ہی ہے اور اس سے پہلے جو کتاب بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی اس میں بھی یہی بیان ہے، تو تم اللہ تعالیٰ کی کتابوں میں سے کوئی ایک کتاب تو ایسی لے آؤ جس میں تمہارے دِین یعنی بت پرستی کی شہادت ہو، یا کوئی ایسا مُستَنَد مضمون ہی لے آؤ جو پہلے لوگوں سے منقول ہوتا چلا آرہا ہو اور اس میں اس بات کی گواہی موجود ہو کہ تمہارے معبود عبادت کے مستحق ہیں اور جب تمہارے پاس نہ کوئی عقلی دلیل موجود ہے نہ نقلی تو تم کس بنیاد پر بتوں کی عبادت کرتے ہو؟

آیت 5 فرمایا کہ مشرکین اپنے ہاتھوں سے بتوں کو بناتے ہیں اور پھر انہیں کی عبادت شروع کردیتے ہیں حالانکہ اگر یہ مشرکین قیامت تک اپنے بتوں کو پکارتے رہیں تو وہ ان کی پکار سن نہیں سکتے اور نہ ہی ان کو اپنے پُجاریوں کی پوجا کی خبر ہے کیونکہ یہ بے جان ہیں جس کی وجہ سے سن اور سمجھ نہیں سکتے ہیں تو اس سے بڑھ کر گمراہ کوئی نہیں جو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر بے بس بتوں کی پوجا کرتا ہے اور ان سے مانگتا ہے جو وہ قیامت تک سن نہیں سکتے۔ **اہم بات:** یہ آیت بتوں کے متعلق ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم تو ہر درود و سلام پیش کرنے والے کو جواب دیتے ہیں جیسا کہ ابوداؤد شریف کی حدیث ہے۔

آیت 6 فرمایا کہ قیامت کے دن بتوں کا حال یہ ہوگا کہ وہ اپنے پجاریوں کے دشمن ہوں گے اور ان کی عبادت کا انکار کردیں گے اور کہیں گے: ہم نے انہیں اپنی عبادت کی دعوت نہیں دی، درحقیقت یہ اپنی خواہشوں کے پَرَستار تھے۔

كٰفِرِیْنَ ۝۶ وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَیْهِمْ اٰیٰتُنَا بَیِّنٰتٍ قَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ۙ

منکر ہوجائیں گے ۝ اور جب ان کے سامنے ہماری روشن آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو کافر اپنے پاس آئے ہوئے حق کے بارے میں کہتے ہیں:

هٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ۝۷ؕ اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ اِنِ افْتَرَیْتُهٗ فَلَا تَمْلِكُوْنَ لِیْ

یہ کھلا جادو ہے ۝ بلکہ وہ یہ کہتے ہیں کہ اس (نبی) نے خود ہی قرآن بنالیا ہے۔ تم فرماؤ: اگر میں نے اسے خود ہی بنایا ہوگا تو تم اللہ کے سامنے

مِنَ اللّٰهِ شَیْــٴًـا ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِمَا تُفِیْضُوْنَ فِیْهِ ؕ كَفٰى بِهٖ شَهِیْدًۢا بَیْنِیْ وَ بَیْنَكُمْ ؕ

میرے لئے کسی چیز کے مالک نہیں ہو۔ وہ خوب جانتا ہے جن باتوں میں تم مشغول ہو اور میرے اور تمہارے درمیان وہ کافی گواہ ہے

وَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ۝۸ قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَ مَاۤ اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ

اور وہی بخشنے والا مہربان ہے ۝ تم فرماؤ: میں کوئی انوکھا رسول نہیں ہوں اور میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا

آیت 7 فرمایا کہ جب اہلِ مکہ کے سامنے قرآنِ مجید کی روشن آیات پڑھی جاتی ہیں تو کافر لوگ قرآن شریف کے بارے میں کہتے ہیں: یہ ایسا کھلا جادو ہے جس کے جادو ہونے میں کوئی شُبہ نہیں۔

آیت 8 ارشاد فرمایا کہ کفارِ مکہ کا قرآنِ مجید کو جادو کہنا ایک طرف، وہ تو اس سے بھی بدتر بات یہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود ہی قرآن بنالیا اور اسے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کردیا ہے۔ اے پیارے حبیب! آپ ان سے فرمادیں: اگر بِالفرض میں اپنی طرف سے قرآن بناکر اسے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کردیتا تو یہ اللہ تعالیٰ پر اِفتراء ہوتا اور اللہ تعالیٰ کا دستور یہ ہے کہ وہ ایسے اِفتراء کرنے والے کو جلد سزا میں گرفتار کرتا ہے اور تمہیں تو یہ قدرت نہیں کہ تم کسی کو اس کی سزا سے بچاسکو یا اس کے عذاب کو دور کرسکو، تو اللہ تعالیٰ ان باتوں کو خوب جانتا ہے جن میں تم مشغول ہو اور تم جو کچھ قرآنِ پاک کے بارے کہتے ہو وہ بھی اسے معلوم ہے تو وہ تمہیں اس کی سزا دے گا اور میرے اور تمہارے درمیان سچ اور جھوٹ کا فیصلہ کرنے کے لئے گواہ کے طور پر اللہ تعالیٰ کافی ہے پھر انہیں توبہ کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا کہ ان سب باتوں کے باوجود اگر تم اپنے کفر سے رجوع کرکے توبہ کرلو تو وہ تمہیں بخش دے گا اور تم پر رحم فرمائے گا کیونکہ اس کی شان یہ ہے کہ وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

آیت 9 ارشاد فرمایا: **تم فرماؤ: میں کوئی انوکھا رسول نہیں ہوں۔** آیت کے اس حصے کی ایک تفسیر یہ بھی ہے: سرکارِ دوعالَم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اعتراضات کرنا کفارِ مکہ کا معمول تھا، چنانچہ کبھی وہ کہتے کہ کوئی بشر کیسے رسول ہوسکتا ہے؟ رسول تو کسی فرشتے کو ہونا چاہیے، کبھی کہتے کہ آپ تو ہماری طرح کھاتے پیتے ہیں، ہماری طرح بازاروں میں گھومتے ہیں، کبھی کہتے: آپ کے پاس نہ مال و دولت ہے ان سب باتوں کا جواب اس آیتِ مبارکہ میں دیا گیا کہ اے پیارے حبیب! آپ ان سے فرمادیں: میں کوئی انوکھا رسول نہیں ہوں بلکہ مجھ سے پہلے بھی رسول آچکے ہیں، وہ بھی انسان ہی تھے اور وہ بھی کھاتے پیتے تھے اور یہ چیزیں جس طرح ان کی نبوت پر اعتراض کا باعث نہ تھیں اسی طرح میری نبوت پر بھی اعتراض کا باعث نہیں ہیں تو تم کیوں نبوت کا انکار کرتے ہو؟ مزید فرمایا: **اور میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا ہوگا؟** آیت کے اس حصے کے بارے میں مفسرین نے جو کلام فرمایا اس میں

وَلَا بِكُمْ ۭ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰۤى اِلَيَّ وَمَاۤ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۹ قُلْ اَرَءَيْتُمْ

اور تمہارے ساتھ کیا ہوگا؟ میں تو اسی کا تابع ہوں جو مجھے وحی ہوتی ہے اور میں تو صرف صاف ڈر سنانے والا ہوں ○ تم فرماؤ: بھلا دیکھو

اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَ كَفَرْتُمْ بِهٖ وَ شَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْۢ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى مِثْلِهٖ

اگر وہ قرآن اللہ کے پاس سے ہو اور تم اس کا انکار کرو اور بنی اسرائیل کا ایک گواہ اس پر گواہی دے چکا ہے

فَاٰمَنَ وَ اسْتَكْبَرْتُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۱۰ ع وَ قَالَ الَّذِيْنَ ع ۱

تو وہ ایمان لایا اور تم نے تکبر کیا۔ بیشک اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا○ اور کافروں نے مسلمانوں کے متعلق کہا:

كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُوْنَاۤ اِلَيْهِ ۭ وَ اِذْ لَمْ يَهْتَدُوْا بِهٖ

اگر اس (اسلام) میں کچھ بھلائی ہوتی تو یہ مسلمان اس کی طرف ہم سے سبقت نہ لے جاتے اور جب ان کہنے والوں کو اس قرآن سے ہدایت نہ ملی

سے تین چیزیں یہاں بیان کی جاتی ہیں: (1) یہ آیت اس وقت کی ہے جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قیامت میں آپ کے مقام و مرتبہ کے متعلق بتایا نہیں گیا تھا، پھر مقامِ محمود اور شفاعتِ کبری کی بشارتیں عطا فرمادی گئیں۔ (2) یہاں ذاتی طور پر جاننے کی نفی کی گئی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ نفی دائمی ہے۔ (3) یہاں دِرایَت کی نفی ہے، علم کی نہیں۔ دِرایَت کا معنی قیاس کے ذریعے جاننا یعنی خبر کی بجائے آدمی اپنی عقل سے جانتا ہو اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اُخروی اَحوال کو اپنے عقلی قیاس سے نہیں جانا بلکہ اللہ تعالیٰ کے بتانے سے جانا۔ خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے ساتھ اور آپ کی امت کے ساتھ پیش آنے والے دنیا و آخرت کے اُمور پر مُطّلع فرمادیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غیب کا ذاتی علم نہیں رکھتے اور جو کچھ جانتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی تعلیم سے جانتے ہیں۔ آیت کے آخر میں ہے کہ میں تو اسی کا تابع ہوں جو مجھے وحی ہوتی ہے اور میں تو صرف اللہ تعالیٰ کے عذاب کا صاف ڈر سنانے والا ہوں۔

آیت 10 فرمایا کہ اے حبیب! آپ فرمادیں: اے کافرو! میری طرف جس قرآن کی وحی کی جاتی ہے اگر وہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو اور تمہارا حال یہ ہو کہ تم اس کا انکار کر رہے ہو جبکہ بنی اسرائیل کا ایک گواہ اس پر گواہی دے چکا ہو کہ وہ قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، پھر وہ گواہ تو ایمان لے آیا اور تم نے ایمان لانے سے تکبر کیا تو کیا ایسی صورت میں تم ظالم نہیں ہو؟ (یقیناً اِس صورت میں تم نے ایمان نہ لا کر اپنی جانوں پر ظلم کیا اور) بیشک اللہ تعالیٰ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔ **اہم بات:** جمہور مفسرین کے نزدیک اس آیت میں بنی اسرائیل کے گواہ سے مراد حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ ہیں۔

آیت 11 نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے والوں میں غریب لوگ سرِ فہرست تھے کفارِ مکہ نے ان کے بارے میں کہا کہ اگر اُس قرآن اور دین میں کچھ بھلائی ہوتی جو محمد (مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) لے کر آئے ہیں تو یہ غریب مسلمان ہم سے پہلے اسلام قبول نہ کر لیتے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جب یہ بات کہنے والوں کو اِس قرآن سے اُس طرح ہدایت نہ ملی جس طرح ایمان والوں کو ملی ہے تو یہ صرف اسی بات پر اِکتفا نہیں کریں گے بلکہ عناد کی وجہ سے قرآنِ مجید کے بارے میں اب کہیں گے کہ یہ قرآن ایک پرانا گھڑا ہوا جھوٹ ہے۔

فَسَيَقُوْلُوْنَ هٰذَاۤ اِفْكٌ قَدِيْمٌ ﴿۱۱﴾ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰۤى اِمَامًا وَّرَحْمَةً ؕ

تو اب کہیں گے کہ یہ ایک پرانا گھڑا ہوا جھوٹ ہے ۝ اور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب پیشوا اور رحمت تھی

وَهٰذَا كِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِيًّا لِّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۖۗ وَبُشْرٰى لِلْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۲﴾ ج

اور یہ (قرآن) عربی زبان میں ہوتے ہوئے تصدیق کرنے والی ایک کتاب ہے تاکہ ظالموں کو ڈرائے اور نیکوں کیلئے بشارت ہو ۝

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۱۳﴾ ج

بیشک جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر ثابت قدم رہے تو نہ ان پر خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے ۝

اُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴﴾ وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ

وہ جنت والے ہیں، ہمیشہ اس میں رہیں گے، انہیں ان کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا ۝ اور ہم نے آدمی کو حکم دیا کہ اپنے

بِوَالِدَيْهِ اِحْسٰنًا ؕ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا ؕ وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ

ماں باپ سے بھلائی کرے، اس کی ماں نے اسے پیٹ میں مشقت سے رکھا اور مشقت سے اس کو جنا اور اس کے حمل اور اس کے دودھ چھڑانے کی

آیت 12 اس سے پہلی آیت میں کفار کا ایک اعتراض ذکر ہوا کہ اگر اس قرآن میں کوئی بھلائی ہوتی تو ہم غریب لوگوں سے پہلے ایمان لے آتے، یہاں اس اعتراض کا رد کیا جا رہا ہے، چنانچہ فرمایا گیا کہ کفار کی یہ بات کس طرح درست ہو سکتی ہے؟ حالانکہ قرآنِ مجید سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السّلام پر تورات کا نازل ہونا اور اس کتاب کا اللہ تعالیٰ کے دین کی پیروی کرنے والوں کا پیشوا ہونا اور اس پر ایمان لانے والوں اور اس کے تقاضوں کے مطابق عمل کرنے والوں کے لئے رحمت ہونا انہیں خود تسلیم ہے اور یہ قرآن جس کے بارے میں کفارِ مکہ ایسی بیہودہ گفتگو کرتے ہیں، اس کی شان تو یہ ہے کہ یہ عربی زبان میں حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی کتاب اور تمام آسمانی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ایک کتاب ہے جو اس لئے نازل ہوئی ہے تاکہ ظالموں کو ڈرائے اور نیکوں کیلئے بشارت کا ذریعہ ہو۔

آیت 13، 14 فرمایا: بیشک وہ لوگ جنہوں نے کہا: ہمارا رب اللہ ہے، پھر وہ اللہ تعالیٰ کی توحید اور سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی شریعت پر آخری دم تک ثابت قدم رہے، تو قیامت میں نہ ان پر خوف ہے اور نہ وہ موت کے وقت غمگین ہوں گے اور یہ جنت والے ہیں اور یہ ہمیشہ جنت میں رہیں گے اور انہیں ان کے نیک اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔ **اہم بات:** استقامت بہت اعلیٰ چیز ہے۔ ایمان پر استقامت تو سب سے زیادہ ضروری ہے کہ نجات اسی پر موقوف ہے اور نیکیوں پر استقامت بھی خدا کو نہایت محبوب ہے اور راہِ ولایت بھی یہی استقامت ہے۔

آیت 15 ارشاد فرمایا: **اور ہم نے آدمی کو حکم دیا کہ اپنے ماں باپ سے بھلائی کرے۔** آیت کے اس حصے میں بندوں کو اپنے والدین کے ساتھ اچھا سلوک اور بھلائی کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور یہ قرآن کے تاکیدی احکام میں سے ہے۔ مزید فرمایا: **اور اس کے حمل اور اس کے دودھ چھڑانے کی مدت تیس مہینے ہے۔** آیت کے اس حصے سے معلوم ہوتا ہے کہ حمل کی کم سے کم مدت چھ ماہ ہے کیونکہ جب

ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ؕ حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَ بَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۙ قَالَ رَبِّ

مدت تیس مہینے ہے یہاں تک کہ جب وہ اپنی کامل قوت کی عمر کو پہنچا اور چالیس سال کا ہو گیا تو اس نے عرض کی: اے میرے رب!

اَوْزِعْنِیْۤ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْۤ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَ عَلٰى وَالِدَیَّ وَ اَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا

مجھے توفیق دے کہ میں تیری نعمت کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر فرمائی ہے اور میں وہ نیک کام کروں جس سے

تَرْضٰىهُ وَ اَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ ۚۛ اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْكَ وَ اِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ﴿۱۵﴾ اُولٰٓىٕكَ

تو راضی ہو جائے اور میرے لیے میری اولاد میں نیکی رکھ، میں نے تیری طرف رجوع کیا اور میں مسلمانوں میں سے ہوں ○ یہی وہ لوگ

الَّذِیْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَ نَتَجَاوَزُ عَنْ سَیِّاٰتِهِمْ فِیْۤ اَصْحٰبِ الْجَنَّةِ ؕ

ہیں جن کے اچھے اعمال ہم قبول فرمائیں گے اور ان کی خطاؤں سے درگزر فرمائیں گے، یہ لوگ جنت والوں میں سے ہوں گے۔

وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِیْ كَانُوْا یُوْعَدُوْنَ ﴿۱۶﴾ وَ الَّذِیْ قَالَ لِوَالِدَیْهِ اُفٍّ لَّكُمَاۤ اَتَعِدٰنِنِیْۤ

یہ سچا وعدہ ہے جو اِن سے کیا جاتا تھا○ اور وہ جس نے اپنے ماں باپ سے کہا: تمہارے لئے اُف (تم سے دل بیزار ہو گیا ہے) کیا مجھے ڈراتے ہو

دودھ چھڑانے کی مدت دو سال یعنی چوبیس مہینے ہوئی تو حمل کے لئے چھ ماہ باقی رہے۔ مزید فرمایا: **یہاں تک کہ جب وہ اپنی کامل قوت کی عمر کو پہنچا اور چالیس سال کا ہو گیا۔** یعنی جب وہ آدمی اپنی کامل قوت کی عمر کو پہنچا اور چالیس سال کا ہو گیا تو اس نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی: اے میرے رب! مجھے توفیق دے کہ میں تیری اس نعمت کا شکر ادا کروں جو تو نے دینِ اسلام عطا کر کے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر فرمائی ہے اور مجھے وہ کام کرنے کی توفیق دے جس سے تو راضی ہو جائے اور میرے لیے میری اولاد کو نیک بنا دے، میں نے تمام اُمور میں تیری طرف رجوع کیا اور میں مخلص مسلمانوں میں سے ہوں۔ **اہم بات:** یہ دعا اپنی زندگی کا معمول بنا لینی چاہیے کہ شکر کی ادائیگی، شکر کی توفیق، رضائے الٰہی کی طلب، اولاد کا نیک ہونا، توبہ و اسلام پر استقامت سب موجود ہیں۔

آیت 16 فرمایا کہ پہلی آیت میں بیان کئے گئے وصف کے حامل وہ لوگ ہیں جن کے اچھے اعمال قبول فرما کر ہم ان پر ثواب دیں گے اور ان کی خطاؤں سے درگزر فرمائیں گے، یہ لوگ جنت والوں میں سے ہیں، یہ سچا وعدہ ہے جو دنیا میں ان سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی زبانِ مبارک سے کیا جاتا تھا۔ **دعا:** اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے مقبول بندوں کے اوصاف اپنانے کی توفیق دے اور ہمیں ان بشارتوں سے حصہ عطا فرمائے۔ آمین۔

آیت 17 نیک اولاد کے مقابلے میں بری، بے ایمان اور کافر اولاد کی حالت یہ ہے کہ اسے اس کے والدین نے ایمان کی دعوت دی تو اس نے اپنے ماں باپ سے کہا: اُف تم سے دل بیزار ہو گیا ہے، کیا تم مجھے یہ وعدہ دیتے ہو کہ میں مرنے کے بعد قبر سے زندہ کر کے نکالا جاؤں گا حالانکہ مجھ سے پہلے کئی زمانوں کے لوگ گزر چکے ہیں، ان میں سے تو کوئی مر کر زندہ نہ ہوا۔ جبکہ ماں باپ کا حال یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں فریاد کرتے ہیں کہ وہ ان کے بیٹے کو ایمان کی توفیق دے اور بیٹے سے کہتے ہیں: اے بیٹے! تیری خرابی ہو، تو مرنے

Go to Index

اَنْ اُخْرَجَ وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُوْنُ مِنْ قَبْلِیْ ۚ وَهُمَا یَسْتَغِیْثٰنِ اللّٰهَ وَیْلَكَ

کہ میں نکالا جاؤں گا حالانکہ مجھ سے پہلے کئی زمانے گزر چکے ہیں اور وہ دونوں اللہ سے فریاد کرتے ہیں، (اور بیٹے سے کہتے ہیں) تیری خرابی ہو،

اٰمِنْ ۖ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۚۖ فَیَقُوْلُ مَا هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۱۷﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ

ایمان لے آ، بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے تو وہ کہتا ہے یہ تو پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں○ یہ وہ لوگ ہیں جن پر

حَقَّ عَلَیْهِمُ الْقَوْلُ فِیْۤ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ؕ اِنَّهُمْ

بات ثابت ہوچکی ہے (یہ) جنوں اور انسانوں کے ان گروہوں میں (شامل) ہیں جو ان سے پہلے گزرے ہیں، بیشک

كَانُوْا خٰسِرِیْنَ ﴿۱۸﴾ وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ۚ وَلِیُوَفِّیَهُمْ اَعْمَالَهُمْ وَهُمْ

وہ نقصان اٹھانے والے تھے○ اور سب کے لیے ان کے اعمال کے سبب درجات ہیں اور تاکہ اللہ انہیں ان کے اعمال کا پورا بدلہ دے اور ان

لَا یُظْلَمُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَیَوْمَ یُعْرَضُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ ؕ اَذْهَبْتُمْ طَیِّبٰتِكُمْ فِیْ حَیَاتِكُمُ الدُّنْیَا

پر ظلم نہیں ہوگا○ اور جس دن کافر آگ پر پیش کیے جائیں گے (تو کہا جائے گا) تم اپنے حصے کی پاک چیزیں اپنی دنیا ہی کی زندگی میں فنا کرچکے

کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے پر ایمان لے آ، بیشک اللہ تعالیٰ نے مُردے زندہ کرنے کا جو وعدہ فرمایا وہ سچا ہے، لیکن بیٹا انہیں جھٹلاتے ہوئے کہتا ہے کہ جسے تم اللہ تعالیٰ کا وعدہ کہہ رہے ہو اس کی کوئی حقیقت نہیں بلکہ یہ تو پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں جنہیں کتابوں میں لکھ دیا گیا ہے۔

آیت 18 فرمایا کہ یہ باطل باتیں کہنے والے وہ لوگ ہیں جن پر جہنم میں داخل کئے جانے کی بات ثابت ہو چکی ہے اور یہ اپنے رب کے احکام سے سرکشی کرنے اور رسولوں کو جھٹلانے والے جنوں اور انسانوں کے ان گروہوں میں شامل ہیں جو ان سے پہلے گزرے ہیں، بیشک وہ ہدایت کے بدلے گمراہی اور نعمتوں کے بدلے عذاب کو اختیار کرکے نقصان اٹھانے والے تھے۔ **اہم باتیں:** (1) قیامت کے دن کافر اولاد اپنے مومن ماں باپ کے ساتھ نہ ہو گی بلکہ کفار کے ساتھ ہوگی کیونکہ یہاں فرمایا گیا کہ یہ اولاد پچھلے جن واِنس کفار میں شامل ہو گی۔ (2) قیامت میں ایمانی رشتہ معتبر ہوگا اور بغیر ایمان کے خونی رشتے کا فائدہ نہ ہوگا۔ (2) مومن اولاد اور مومن والدین کو ایک دوسرے سے فائدہ پہنچے گا۔

آیت 19 فرمایا کہ مومن اور کافر میں سے ہر ایک کے لئے قیامت کے دن مَنازل اور مَراتب ہیں اور یہ ان کے دنیا میں کئے ہوئے اچھے اور برے اعمال کے سبب ہیں۔

آیت 20 ارشاد فرمایا کہ جس دن کافر جہنم کی آگ پر پیش کیے جائیں گے تو اس وقت ان سے فرمایا جائے گا: تم لذّتوں میں مشغول ہو کر اپنے حصے کی پاک چیزیں اپنی دنیا ہی کی زندگی میں فنا کر چکے اور ان سے فائدہ اٹھا چکے، اس لئے یہاں آخرت میں تمہارا کوئی حصہ باقی نہ رہا جسے تم لے سکو، تو تم جو دنیا میں ایمان قبول کرنے سے ناحق تکبر کرتے تھے اور احکامات کو ترک کرکے اور ممنوعات کا اِرتکاب کر

وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا ۚ فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ فِي الْاَرْضِ

اور ان سے فائدہ اٹھا چکے تو آج تمہیں ذلت کے عذاب کا بدلہ دیا جائے گا کیونکہ تم زمین میں ناحق تکبر کرتے تھے

ع ۲ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَاذْكُرْ اَخَا عَادٍ ؕ اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ بِالْاَحْقَافِ

اور اس لئے کہ تم نافرمانی کرتے تھے ○ اور عاد کے ہم قوم کو یاد کرو جب اس نے اپنی قوم کو سرزمینِ احقاف میں ڈرایا

وَقَدْ خَلَتِ النُّذُرُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖۤ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنِّيْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ

اور بیشک اس سے پہلے اور اس کے بعد کئی ڈر سنانے والے گزر چکے کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، بیشک مجھے تم پر

عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۲۱﴾ قَالُوْۤا اَجِئْتَنَا لِتَاْفِكَنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ

ایک بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے ○ انہوں نے کہا: کیا تم اس لیے آئے ہو کہ ہمیں ہمارے معبودوں سے پھیر دو، اگر تم سچے ہو تو ہم پر لے آؤ

اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۲۲﴾ قَالَ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۖ وَاُبَلِّغُكُمْ مَّاۤ اُرْسِلْتُ بِهٖ

جس کی تم ہمیں وعیدیں سناتے ہو ○ فرمایا: علم تو اللہ ہی کے پاس ہے اور میں تمہیں اسی چیز کی تبلیغ کرتا ہوں جس کے ساتھ مجھے بھیجا گیا ہے

کے نافرمانی کیا کرتے تھے اس کے بدلے میں آج تمہیں ذلیل اور رسوا کر دینے والا عذاب دیا جائے گا۔ **اہم بات:** اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی لذیذ اور پسندیدہ حلال چیزوں کو حاصل کرنا اور ان سے نفع اٹھانا مذموم اور گناہ نہیں بلکہ مذموم یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے فائدہ اٹھائے اور ان کا شکر ادا نہ کرے یا حرام ذریعے سے حاصل کر کے انہیں استعمال کرے یا حلال چیزوں کی بجائے حرام چیزوں سے فائدہ اٹھائے۔ **درس:** اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دُنیوی لذتوں اور عیش و عشرت کو اختیار کرنے پر کفار کی مذمت اور انہیں ملامت فرمائی ہے، اسی لئے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم، آپ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور امت کے دیگر نیک لوگ دنیا کے عیش و عشرت اور اس کی لذتوں سے کنارہ کش رہتے تھے۔

آیت 21 ارشاد فرمایا: اے پیارے حبیب! آپ کفارِ مکہ کے سامنے حضرت ہود علیہ السلام کا وہ واقعہ بیان کریں جب انہوں نے اَحقاف کی سرزمین میں بسنے والی اپنی قوم کو ایمان نہ لانے کی صورت میں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا اور حضرت ہود علیہ السلام سے پہلے اور ان کے بعد بہت سے عذابِ الٰہی کا ڈر سنانے والے پیغمبر گزر چکے ہیں۔ حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا: اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، بیشک مجھے ڈر ہے کہ کہیں تمہارے شرک کی وجہ سے تم پر ایک بڑے دن کا عذاب نہ آجائے۔

آیت 22 قوم نے حضرت ہود علیہ السلام کو جواب دیا: کیا تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ ہم سے ہمارے بتوں کی پوجا چھڑا کر ہمیں اپنے دین کی طرف پھیر دو، ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا اور تم نے ہمیں جو عذاب کی وعید سنائی ہے اس میں اگر تم سچے ہو تو ہم پر وہ عذاب لے آؤ۔

آیت 23 حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کے جواب میں ارشاد فرمایا: عذاب نازل ہونے کا وقت مجھے معلوم نہیں اس کا علم تو اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے اور میری ذمہ داری یہ ہے کہ مجھے جو احکام دے کر بھیجا گیا ہے وہ تم تک پہنچا دوں، اس لئے تمہیں تبلیغ کر کے میں

وَلٰكِنِّیْۤ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ﴿۲۳﴾ فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِیَتِهِمْ ۙ

لیکن میں تمہیں ایک جاہل قوم سمجھتا ہوں ○ پھر جب انہوں نے اسے (یعنی عذاب کو) بادل کی صورت میں پھیلا ہوا اپنی وادیوں کی طرف آتا ہوا دیکھا

قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا ؕ بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ ؕ رِیْحٌ فِیْهَا عَذَابٌ

تو کہنے لگے: یہ ہمیں بارش دینے والا بادل ہے۔ (کہا گیا کہ، نہیں) بلکہ یہ تو وہ ہے جس کی تم نے جلدی مچائی تھی، یہ ایک آندھی ہے جس میں دردناک

اَلِیْمٌ ﴿۲۴﴾ ۙ تُدَمِّرُ كُلَّ شَیْءٍۭ بِاَمْرِ رَبِّهَا فَاَصْبَحُوْا لَا یُرٰۤى اِلَّا مَسٰكِنُهُمْ ؕ

عذاب ہے ○ یہ اپنے رب کے حکم سے ہر چیز کو تباہ کر دیتی ہے تو صبح کو ان کی ایسی حالت تھی کہ ان کے خالی مکان ہی نظر آرہے تھے۔

كَذٰلِكَ نَجْزِی الْقَوْمَ الْمُجْرِمِیْنَ ﴿۲۵﴾ وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِیْمَاۤ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِیْهِ

ہم مجرموں کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں ○ اور بیشک ہم نے ان کو ان چیزوں میں قدرت دی تھی جن میں (اے اہلِ مکہ) تمہیں قدرت نہیں دی

اپنی ذمہ داری پوری کر رہا ہوں لیکن تم میرے حساب سے جاہل لوگ ہو کیونکہ تم اس چیز کا مطالبہ کر رہے ہو جو میرے اختیار میں نہیں اور عذاب سے ڈرنے کے بجائے عذاب جلدی مانگتے ہو۔

آیت 24 جب قومِ عاد نے کسی طرح حق کو قبول نہ کیا تو ان سے جس عذاب کا وعدہ کیا گیا تھا وہ آگیا، اس کی صورت یہ ہوئی کہ کچھ عرصہ بارش نہ ہوئی پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف ایک سیاہ بادل چلایا جس میں ان پر آنے والا عذاب تھا اور جب انہوں نے عذاب کو بادل کی طرح آسمان کے کنارے میں پھیلا ہوا اپنی وادیوں کی طرف آتے ہوئے دیکھا تو وہ لوگ کہنے لگے: یہ ہمیں بارش دینے والا بادل ہے۔ حضرت ہود علیہ السلام نے ان سے فرمایا: یہ برسنے والا بادل نہیں ہے بلکہ یہ تو وہ عذاب ہے جس کی تم جلدی مچا رہے تھے، اس بادل میں ایک آندھی ہے جس میں دردناک عذاب ہے۔

آیت 25 فرمایا کہ اس آندھی کا حال یہ ہے کہ وہ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے حکم سے ہر چیز کو تباہ کر دیتی ہے، چنانچہ اس آندھی کے عذاب نے تمام قومِ عاد کو ہلاک کر دیا ان کے اَموال آسمان و زمین کے درمیان اُڑتے پھرتے تھے اور ان کی چیزیں پارہ پارہ ہو گئیں اور صبح کے وقت ایسی حالت تھی کہ وہاں ان کے خالی مکان ہی نظر آرہے تھے۔ آیت کے آخر میں ارشاد فرمایا: ہم مجرموں کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں جیسی ہم نے قومِ عاد کو دی تو کفارِ مکہ کو بھی اس بات سے ڈرنا چاہئے کہ اگر وہ اپنے کفر و عناد پر قائم رہے تو اللہ تعالیٰ ان پر بھی قومِ عاد جیسی آندھی بھیج سکتا ہے۔

آیت 26 فرمایا: اے اہلِ مکہ! بیشک ہم نے قومِ عاد کو ان چیزوں میں قدرت دی تھی جن میں تمہیں قدرت نہیں دی، جیسے وہ جسمانی قوت، مال کی کثرت اور طویل عمر میں تم سے زیادہ تھے، لیکن اس قوت کے باوجود وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات نہ پا سکے مزید یہ کہ ہم نے قومِ عاد کو کان، آنکھیں اور دل عطا کئے تاکہ وہ ان اَعضاء کو دین کے کام میں لائیں مگر انہوں نے ان خداداد نعمتوں سے دین کا کام ہی نہیں لیا بلکہ ان کے ذریعے صرف دنیا اور اس کی لذتیں طلب کرنے میں لگے رہے، تو ان کے کان، ان کی آنکھیں اور ان کے دل اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے میں ان کے کچھ کام نہ آئے اور وہ چونکہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے اس لئے انہیں اس

وَ جَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّ اَبْصَارًا وَّ اَفْـِٕدَةً ۖ٘ فَمَاۤ اَغْنٰى عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَ لَاۤ اَبْصَارُهُمْ وَ

اور ان کے لیے کان اور آنکھیں اور دل بنائے تو ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور

لَاۤ اَفْـِٕدَتُهُمْ مِّنْ شَیْءٍ اِذْ كَانُوْا یَجْحَدُوْنَ ۙ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَ حَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ

ان کے دل ان کے کچھ کام نہ آئے جبکہ وہ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے اور انہیں اس عذاب نے گھیر لیا جس کا

ع ٣ ٢
یَسْتَهْزِءُوْنَ ۠ ۝ ٢٦ وَ لَقَدْ اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى وَ صَرَّفْنَا الْاٰیٰتِ لَعَلَّهُمْ

وہ مذاق اڑاتے تھے ○ اور (اے اہلِ مکہ!) بیشک ہم نے تمہارے آس پاس کی بستیوں کو ہلاک کر دیا اور بار بار نشانیاں لائے تاکہ

یَرْجِعُوْنَ ۝ ٢٧ فَلَوْ لَا نَصَرَهُمُ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُرْبَانًا اٰلِهَةً ؕ بَلْ ضَلُّوْا

وہ باز آجائیں ○ تو جن بتوں کو قرب حاصل کرنے کیلئے اللہ کے سوا معبود بنا رکھا تھا انہوں نے ان کافروں کی مدد کیوں نہیں کی بلکہ وہ ان سے

عَنْهُمْ ۚ وَ ذٰلِكَ اِفْكُهُمْ وَ مَا كَانُوْا یَفْتَرُوْنَ ۝ ٢٨ وَ اِذْ صَرَفْنَاۤ اِلَیْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ

گم گئے اور یہ ان کا بہتان تھا اور جو وہ گھڑتے رہتے تھے ○ اور (اے حبیب! یاد کرو) جب ہم نے تمہاری طرف جنوں کی ایک جماعت پھیری

عذاب نے گھیر لیا جس کے جلد نازل ہونے کا مطالبہ کر کے وہ اس کا مذاق اڑاتے تھے، تو اے اہلِ مکہ! قومِ عاد کی قوت و کثرت ان کے کچھ کام نہ آئی اور تم تو ان کے مقابلے میں کمزور اور عاجز ہو اس لئے تمہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے زیادہ ڈرنا چاہئے۔

آیت 27،28 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے اہلِ مکہ! تمہارے آس پاس عاد اور ثمود وغیرہ کی اجڑی ہوئی بستیاں موجود ہیں، ان کی ہلاکت کی وجہ یہ تھی کہ جب وہاں کے لوگوں نے انبیاءِ کرام علیہم السلام کی دعوتِ ایمان کو ٹھکرایا اور ان لوگوں کے سامنے اللہ تعالیٰ کی قدرت و وحدانیّت اور اپنی صداقت پر دلالت کرنے والی نشانیاں بار بار پیش کی گئیں تاکہ وہ اپنے کفر اور مَعصِیَت سے باز آجائیں، لیکن وہ باز نہ آئے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے عذاب سے ہلاک کر دیا، تو اب تم بتاؤ کہ کافروں نے جن بتوں کی پوجا کو اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ سمجھا ہوا تھا اُن بتوں نے اِن کافروں کی مدد کیوں نہیں کی؟ بلکہ اس وقت تو یوں ہوا کہ ان بتوں کا اور بے بس ہونا پوری طرح ظاہر ہو گیا اور عذاب نازل ہوتے وقت وہ ان کے کچھ کام نہ آئے اور یاد رکھو کہ وہ جو بتوں کو اپنا معبود کہتے اور بت پرستی کو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کا ذریعہ ٹھہراتے تھے، یہ ان کا بہتان اور اِفتراء تھا، حقیقت میں ایسا ہرگز نہیں ہے۔ **اہم بات:** بتوں کو اپنا شفیع، مددگار اور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہونے کا ذریعہ سمجھنا کفر ہے جبکہ نیک بندوں کو اللہ تعالیٰ کی عطا سے مددگار، شفیع ماننا اور انہیں اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہونے کا ذریعہ سمجھنا خود قرآن مجید سے ثابت ہے۔

آیت 29-32 ان چار آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے پیارے حبیب! آپ کفارِ مکہ کے سامنے اس وقت کا واقعہ بیان کیجئے جب ہم نے جنوں کی ایک جماعت کو آپ کی طرف بھیج دیا جس کا حال یہ تھا کہ وہ غور سے قرآن سنتی تھی، پھر جب وہ قرآنِ مجید کی تلاوت کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے پاس حاضر ہوئے تو آپس میں کہنے لگے: خاموش رہو تاکہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی قراءت اچھی

يَّسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۚ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْۤا اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا قُضِیَ وَلَّوْا

جو کان لگا کر قرآن سنتی تھی پھر جب وہ نبی کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو کہنے لگے: خاموش رہو (اور سنو) پھر جب تلاوت ختم ہوگئی تو وہ

اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِیْنَ ﴿۲۹﴾ قَالُوْا یٰقَوْمَنَاۤ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى

اپنی قوم کی طرف ڈراتے ہوئے پلٹ گئے ○ کہنے لگے: اے ہماری قوم! ہم نے ایک کتاب سنی ہے جو موسیٰ کے بعد نازل کی گئی ہے

مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ یَهْدِیْۤ اِلَى الْحَقِّ وَ اِلٰى طَرِیْقٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۳۰﴾ یٰقَوْمَنَاۤ

وہ پہلی کتابوں کی تصدیق فرماتی ہے، حق اور سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرتی ہے ○ اے ہماری قوم!

اَجِیْبُوْا دَاعِیَ اللّٰهِ وَ اٰمِنُوْا بِهٖ یَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَ یُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ ﴿۳۱﴾

اللہ کے منادی کی بات مانو اور اس پر ایمان لاؤ وہ تمہارے گناہوں میں سے بخش دے گا اور تمہیں دردناک عذاب سے بچالے گا ○

وَ مَنْ لَّا یُجِبْ دَاعِیَ اللّٰهِ فَلَیْسَ بِمُعْجِزٍ فِی الْاَرْضِ وَ لَیْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِیَآءُ ؕ

اور جو اللہ کے بلانے والے کی بات نہ مانے تو وہ زمین میں قابو سے نکل کر جانے والا نہیں ہے اور اللہ کے سامنے اس کا کوئی مددگار نہیں ہے۔

اُولٰٓىٕكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۳۲﴾ اَوَ لَمْ یَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ

وہ کھلی گمراہی میں ہیں ○ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ وہ اللہ جس نے آسمان اور زمین بنائے

طرح سن لیں، پھر جب تلاوت ختم ہوگئی تو وہ جنات رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم پر ایمان لاکر آپ کے حکم سے اپنی قوم کی طرف ایمان کی دعوت دینے گئے اور کہا: اے ہماری قوم! ہم نے ایک کتاب قرآن شریف سنی ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد نازل کی گئی ہے اور اس کی شان یہ ہے کہ وہ پہلی کتابوں کی تصدیق فرماتی ہے، حق اور سیدھے راستے کی طرف راہ نمائی کرتی ہے۔ اے ہماری قوم! اللہ تعالیٰ کے مُنادی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی بات مانو اور ان پر ایمان لاؤ، اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ تمہارے اسلام قبول کرنے سے پہلے کے گناہ بخش دے گا اور تمہیں دردناک عذاب سے بچالے گا اور جو اللہ تعالیٰ کے بلانے والے کی بات نہ مانے گا تو وہ زمین میں اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بھاگ کر کہیں نہیں جاسکتا اور اس کے عذاب سے بچ نہیں سکتا اور اللہ تعالیٰ کے سامنے اس کا کوئی مددگار نہیں ہے جو اسے عذاب سے بچاسکے اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے مُنادی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی بات نہ مانیں وہ کھلی گمراہی میں ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) جنوں کی جو جماعت حضور پُرنور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی بارگاہ میں بھیجی گئی اس کی تعداد کے بارے میں مفسرین کا ایک قول یہ ہے کہ وہ سات جِنّات پر اور ایک قول یہ ہے کہ وہ نوجِنّات پر مشتمل تھی۔ (2) علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جن سب کے سب مُکلَّف ہیں۔ (3) ایمان لانے سے جو گناہ بخشے جائیں گے ان سے مراد وہ گناہ ہیں جن کا تعلق حُقُوقُ اللہ سے ہو اور جو گناہ حُقُوقُ الْعِبَاد سے متعلق ہوگئے وہ محض ایمان قبول کرنے سے معاف نہیں ہوں گے بلکہ ان کی تلافی ضروری ہے۔

آیت 33 ارشاد فرمایا: مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کا انکار کرنے والوں نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی سابقہ

وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ؕ بَلٰٓى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۳۳﴾

اور ان کے بنانے میں نہ تھکا، وہ اس بات پر قادر ہے کہ مردوں کو زندہ کرے؟ کیوں نہیں، بیشک وہ ہر شے پر قادر ہے ○

وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ ؕ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ؕ قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا ؕ

اور جس دن کافر آگ پر پیش کیے جائیں گے (تو کہا جائے گا) کیا یہ حق نہیں؟ کہیں گے: کیوں نہیں، ہمارے رب کی قسم،

قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۳۴﴾ فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ

اللہ فرمائے گا: تو اپنے کفر کے بدلے عذاب چکھو ○ تو (اے حبیب!) تم صبر کرو جیسے ہمت والے رسولوں نے صبر کیا

مثال کے بغیر ابتداء سے آسمان اور زمین جیسی عظیم اور بڑی مخلوق بنا دی اور انہیں بنانے میں وہ تھکا نہیں اور جو اللہ تعالیٰ آسمان وزمین بنا سکتا ہے کیا وہ مُردوں کو زندہ کرنے پر قادر نہیں جو کہ زمین و آسمان بنانے سے ظاہر اً لوگوں کے اعتبار سے کہیں آسان ہے، کیوں نہیں، وہ ضرور اس پر قادر ہے۔ اس کی دوسری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر ممکن شے پر قادر ہے اور روح کا جسم کے ساتھ تعلق قائم ہونے کو دیکھا جائے تو یہ بھی ممکن ہے۔ اور اللہ تعالیٰ تمام مُمکنات پر قادر ہے تو اس سے ثابت ہوا کہ وہ دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔

آیت 34 ارشاد فرمایا: جس دن کافر جہنم کی آگ پر پیش کیے جائیں گے تو اس وقت ان سے فرمایا جائے گا: جو عذاب تم دیکھ رہے ہو کیا یہ حق نہیں؟ وہ کہیں گے: کیوں نہیں، ہمارے رب کی قسم! بیشک یہ حق ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: (آج یہ اقرار تمہیں عذاب سے نہیں بچائے گا اس لئے اب) تم اپنے دنیوی کفر کے بدلے عذاب چکھو۔

آیت 35 ارشاد فرمایا کہ اے پیارے حبیب! آپ اپنی قوم کی طرف سے پہنچنے والی ایذا پر ایسے ہی صبر کریں جیسے ہمّت والے رسولوں علیہِم السّلام نے صبر کیا اور ان کافروں کے لیے عذاب طلب کرنے میں جلدی نہ کریں کیونکہ فی الحال اگرچہ انہیں مہلت ملی ہوئی ہے لیکن قیامت کے دن ان (میں سے کفر کی حالت میں مرنے والوں) پر عذاب ضرور نازل ہونے والا ہے اور جس دن وہ آخرت کے اس عذاب کو دیکھیں گے جس کی انہیں دنیا میں وعید سنائی جاتی ہے تو اس کی درازی اور دَوام کے سامنے وہ خیال کریں گے کہ گویا وہ دنیا میں دن کی صرف ایک گھڑی بھر ٹھہرے تھے۔ یہ قرآن اور وہ ہدایت اور روشن نشانیاں جو اس قرآن میں ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تبلیغ ہے۔ یاد رکھو! نافرمان لوگ ہی ہلاک کئے جاتے ہیں جو ایمان اور طاعت سے خارج ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) یوں تو سبھی انبیاء و مُرسَلین علیہِمُ السّلام ہمّت والے ہیں اور سبھی نے راہِ حق میں آنے والی تکالیف پر صبر وہمّت کا شاندار مظاہرہ کیا ہے البتہ ان کی مقدس جماعت میں سے پانچ رسول ایسے ہیں جن کا راہِ حق میں صبر اور مجاہدہ دیگر انبیاء و مُرسَلین علیہِمُ السّلام سے زیادہ ہے اس لئے انہیں بطورِ خاص ''اُولُو الْعَزْم رسول'' کہا جاتا ہے اور جب بھی ''اُولُو الْعَزْم رسول'' کہا جائے تو ان سے یہی پانچوں رسول مراد ہوتے ہیں اور وہ یہ ہیں: (۱) حضور اقدس صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم۔ (۲) حضرت ابراہیم علیہ السّلام۔ (۳) حضرت موسیٰ علیہ السّلام۔ (۴) حضرت عیسیٰ علیہ السّلام۔ (۵) حضرت نوح علیہ السّلام۔ (2) راہِ حق میں تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو جتنا ستایا گیا اور جتنی تکلیفیں پہنچائی گئیں اتنی کسی اور کو نہیں پہنچائی گئیں اور صبر کا جیسا مظاہرہ آپ نے فرمایا ویسا اور کوئی نہ کرسکا۔

وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ ؕ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوْعَدُوْنَ ۙ لَمْ يَلْبَثُوْٓا

اور ان کافروں کے لیے جلدی نہ کرو۔ جس دن وہ دیکھیں گے اسے جس کی وعید انہیں سنائی جاتی ہے (تو سمجھیں گے کہ) گویا وہ دنیا میں دن کی

اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ ؕ بَلٰغٌ ۚ فَهَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۳۵﴾ ع

صرف ایک گھڑی بھر ٹھہرے تھے۔ یہ ایک تبلیغ ہے تو نافرمان لوگ ہی ہلاک کئے جاتے ہیں ○

ایاتھا ۳۸ ‏ ٤٧ سُوْرَةُ مُحَمَّدٍ مَّدَنِيَّةٌ ۹۵ ‏ رکوعاتھا ٤

سورۂ محمد مدنیہ ہے، اس میں اڑتیس آیتیں اور چار رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ﴿۱﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

جنہوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا، اللہ نے ان کے اعمال برباد کر دیئے ○ اور جو ایمان لائے

سورۂ محمد کا تعارف یہ سورت مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں 4 رکوع اور 38 آیتیں ہیں۔ اس سورت کی دوسری آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والٖہ وسلم کا اسمِ گرامی ”محمد“ ذکر کیا گیا ہے اس مناسبت سے اسے ”سورۂ محمد“ کہتے ہیں، نیز اس سورت کا ایک نام ”سورۂ قِتال“ بھی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سورت میں کفار کے ساتھ جہاد کے احکام بیان کئے گئے ہیں۔ **خلاصۂ مضامین:** اس سورت کی ابتداء میں کفار کے اعمال کی بربادی، اہلِ ایمان کے گناہوں کی معافی، دورانِ جہاد کفار کے قتل و قید کے احکام، شہیدوں کا ثواب، جہاد کی فضیلت، سابقہ کفار کا انجام، جنت کے اوصاف، دنیوی زندگی کی حقیقت اور بخل کی مذمت کا بیان کیا گیا ہے۔

آیت 1 اس آیت سے متعلق مفسرین کے مختلف اقوال ہیں، جن میں سے ایک قول یہ ہے: یہ آیت مدینہ منورہ کے ان اہلِ کتاب کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے سیّدُ المرسلین صلی اللہ علیہ والٖہ وسلم کی رسالت کا انکار کیا۔ اس صورت میں آیت کا معنی یہ ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ والٖہ وسلم اور ان پر نازل ہونے والی کتاب کے ساتھ کفر کیا، خود بھی اسلام میں داخل نہ ہوئے اور دوسروں کو بھی اسلام قبول کرنے سے روکا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان کا وہ ایمان ضائع کر دیا جو یہ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ والٖہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے پچھلے انبیاء کرام علیہمُ السّلام اور آپ صلی اللہ علیہ والٖہ وسلم پر رکھتے تھے۔ **درس:** جس طرح حالتِ کفر میں کئے گئے نیک اعمال باطل اور بے کار ہیں اور آخرت میں ان کا کوئی اجر نہیں، اسی طرح حالتِ ایمان میں کئے گئے نیک اعمال بھی کفر کرنے کی صورت میں ضائع ہو جاتے ہیں اور ان کے ثواب سے بھی بندہ محروم کر دیا جاتا ہے۔ لہٰذا ایمان کی حفاظت بہت ضروری ہے۔

آیت 2 ارشاد فرمایا کہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے اور اس قرآنِ پاک پر ایمان لائے جو محمدِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والٖہ وسلم پر اتارا گیا اور وہی ان کے رب عزّوجلّ کے پاس سے حق ہے، تو اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہ بخش دیئے اور دینی امور میں توفیق عطا فرما

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۙ كَفَّرَ عَنْهُمْ

اور انہوں نے اچھے کام کئے اور اس پر ایمان لائے جو محمد پر اتارا گیا اور وہی ان کے رب کے پاس سے حق ہے تو اللہ نے

سَيِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ ﴿٢﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ وَاَنَّ الَّذِيْنَ

ان کی برائیاں مٹا دیں اور ان کی حالتوں کی اصلاح فرمائی ۝ یہ اس لیے کہ کافر باطل کے پیروکار ہوئے اور ایمان والوں نے

اٰمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ رَّبِّهِمْ ؕ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ اَمْثَالَهُمْ ﴿٣﴾ فَاِذَا لَقِيْتُمُ

حق کی پیروی کی جو ان کے رب کی طرف سے ہے۔ اللہ ان کے حالات لوگوں سے یونہی بیان فرماتا ہے ۝ تو جب کافروں سے

اور دنیا میں ان کے دشمنوں کے مقابلے میں ان کی مدد فرما کر ان کی حالتوں کی اصلاح فرمائی، اس سے مراد یہ ہے کہ ان کی زندگی کے دنوں میں ان کی حفاظت فرمائی۔ **اہم باتیں:** (1) قرآنِ مجید پر ایمان لانے کو جداگانہ ذکر کرنے سے اس کی عظمت وشان کا اظہار مقصود ہے ورنہ ایمان کے لئے ان تمام چیزوں کو ماننا ضروری ہے جو حضور پرنور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے ہیں، اگر کسی نے ان میں سے ایک کا بھی انکار کیا تو کافر ہو جائے گا۔ (۲) ایمان سے زمانۂ کفر کے تمام گناہ مٹ جاتے ہیں۔ (۳) سَیِّئَات گناہوں کو کہتے ہیں جبکہ حُقُوقُ الْعِباد کو ضائع کرنا دوسری چیز ہے، اس لئے ایمان لانے سے زمانۂ کفر کے قرض وغیرہ معاف نہیں ہوں گے بلکہ نومسلم نے کفر کے زمانہ میں بندوں کے جو حقوق تلف کئے ہوں گے وہ اسے بہر حال ادا کرنے ہوں گے۔

آیت 3 فرمایا کہ ہم نے جو کافروں کے اعمال ضائع کر دیئے جبکہ ایمان والے نیک بندوں کی خطاؤں سے درگزر فرمایا اور ان کی حالتوں کی اصلاح فرمائی، اس کی وجہ یہ ہے کہ کافروں نے باطل کی پیروی کر کے حق کے مقابلے میں باطل کو اختیار کیا اور ایمان والوں نے اس حق کی پیروی کی جو ان کے رب عزّوجلّ کی طرف سے ہے اور اللہ تعالیٰ لوگوں کے سامنے دونوں گروہوں کے حالات یونہی بیان فرماتا ہے تاکہ وہ ان سے عبرت حاصل کریں۔ **اہم بات:** یہاں آیت میں باطل سے مراد شیطان یا نفسِ اَمّارہ یا برے سردار ہیں اور حق سے مراد اللہ تعالیٰ کی کتاب اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی سنت ہے۔ امت کا اِجماع اور مجتہد علماء کا قیاس چونکہ سنت کے ساتھ لاحق ہے اس لئے یہ بھی حق میں داخل ہے۔

آیت 4-6 فرمایا کہ اے ایمان والو! جب کافروں کے ساتھ تمہاری جنگ ہو تو اس دوران لڑنے والے کافروں کو قتل کرو یہاں تک کہ جب تم انہیں کثرت سے قتل کر لو (جس کی حد یہ ہے کہ کافروں کا زور ٹوٹ جائے اور مسلمانوں پر غالب آنے کا امکان نہ رہے) اور باقی رہ جانے والوں کو قید کرنے کا موقع آ جائے تو اس وقت انہیں مضبوطی سے باندھ دو تاکہ وہ بھاگ نہ سکیں۔ قید کرنے کے بعد تمہیں اختیار ہے، چاہے ان قیدیوں پر احسان کر کے انہیں کوئی فدیہ لئے بغیر چھوڑ دو یا ان سے فدیہ لے لو۔ یہ قتل اور قید کرنے کا حکم اس وقت تک ہے کہ لڑائی کرنے والے کافر اپنا اسلحہ رکھ دیں اور اس طرح جنگ ختم ہو جائے کہ مشرکین اطاعت قبول کر لیں یا اسلام لائیں، اللہ تعالیٰ کا حکم یہی ہے۔ مزید فرمایا: **اور اللہ چاہتا تو آپ ہی اُن سے بدلہ لے لیتا۔** یہاں جہاد کا حکم دینے کی حکمت بیان کی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو جنگ کے بغیر ہی کافروں کو زمین میں دھنسا کر یا ان پر پتھر برسا کر یا اور کسی طرح خود ہی اُن سے بدلہ لے لیتا لیکن

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ ۙ

تمہارا سامنا ہو تو گردنیں مارو یہاں تک کہ جب تم انہیں خوب قتل کرلو تو (قیدیوں کو) مضبوطی سے باندھ دو

فَاِمَّا مَنًّاۢ بَعْدُ وَ اِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا ۛ۫ ذٰلِكَ ؕ وَ لَوْ يَشَآءُ اللّٰهُ مع

پھر اس کے بعد چاہے احسان کرکے چھوڑ دو یا فدیہ لے لو، یہاں تک کہ لڑائی اپنے بوجھ رکھ دے۔ (حکم) یہی ہے اور اگر اللہ چاہتا

لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ وَ لٰكِنْ لِّيَبْلُوَاۡ بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ ؕ وَ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

تو آپ ہی اُن سے بدلہ لے لیتا مگر (تمہیں قتال کا حکم دیا) تاکہ تم میں سے ایک کو دوسرے کے ذریعے جانچے اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے

فَلَنْ يُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ ۝۴ سَيَهْدِيْهِمْ وَ يُصْلِحُ بَالَهُمْ ۝۵ ۚ وَ يُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ

اللہ ہرگز ان کے عمل ضائع نہیں فرمائے گا۔ عنقریب اللہ انہیں راستہ دکھائے گا اور ان کے حال کی اصلاح فرمائے گا۔ اور انہیں جنت میں داخل فرمائے گا،

عَرَّفَهَا لَهُمْ ۝۶ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَ يُثَبِّتْ

اللہ نے انہیں اس کی پہچان کروادی تھی۔ اے ایمان والو! اگر تم اللہ کے دین کی مدد کروگے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں

اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں چاہا بلکہ اس نے تمہیں جہاد کا حکم دیا تاکہ کافروں کے ذریعے مومنوں کو جانچے (کہ وہ اس کی راہ میں جہاد کرتے ہیں یا نہیں) اور دوسری طرف مومنوں کے ذریعے کافروں کو جانچے (کہ وہ حق کا اقرار کرتے ہیں یا نہیں۔) مزید فرمایا: **اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے۔** آیت کے اس حصے اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہوگئے، اللہ تعالیٰ ہرگز ان کے عمل ضائع نہیں فرمائے گا بلکہ ان کے اعمال کا ثواب پورا پورا دے گا اور ان کے اعمال قبول کرکے ان کے حال کی اصلاح فرمائے گا اور انہیں جنت میں داخل فرمائے گا، اللہ تعالیٰ نے انہیں اس کی پہچان کروادی تھی اس لئے وہ جنت کی منازل میں اس طرح داخل ہوں گے کہ اپنے منازل اور مساکن پہچانتے ہوں گے، اپنی زوجہ اور خُدّام کو جانتے ہوں گے، ہر چیز کا مقام ان کے علم میں ہوگا گویا کہ وہ ہمیشہ سے یہیں کے رہنے بسنے والے ہیں۔ **اہم بات:** اللہ تعالیٰ اپنے ازلی علم سے جانتا ہے کہ کون سا مسلمان اس کی راہ میں جہاد کرے گا اور کون سا کافر اسلام قبول کرے گا۔ آیت میں ذکر کردہ جانچ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے ساتھ ایسا معاملہ فرماتا ہے جیسا امتحان لینے والا کرتا ہے تاکہ فرشتوں اور جنّ وانس کے سامنے معاملہ ظاہر ہوجائے۔

آیت 7 ارشاد فرمایا کہ اے ایمان والو! اگر تم اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد کروگے تو اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت قدمی عطا فرمائے گا۔ **اہم باتیں:** (1) دینِ خدا کے مددگاروں کی اللہ تعالیٰ زندگی کے بیسیوں معاملات میں مدد فرماتا ہے اور میدانِ جنگ میں اور دینِ اسلام پر انہیں ثابت قدمی عطا فرماتا ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کرنے کی بہت سی صورتیں ہیں، ان میں چند صورتیں یہ ہیں: (۱) دین کی حفاظت وبقا کے لئے دین کے دشمنوں کے ساتھ زبان، قلم اور تلوار سے جہاد کرنا۔ (۲) نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا۔ (۳) دینِ اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں کوشش اور جدوجہد کرنا۔ (۴) وہ قابل اور مستند

اَقْدَامَكُمْ ﴿۷﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَاَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ﴿۸﴾ ذٰلِكَ
ثابت قدمی عطا فرمائے گا○اور جنہوں نے کفر کیا تو ان کیلئے تباہی و بربادی ہے اور اللہ نے ان کے اعمال برباد کر دیئے○ یہ (سزا)
بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ﴿۹﴾ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ
اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے اللہ کے نازل کئے ہوئے کو ناپسند کیا تو اللہ نے ان کے اعمال ضائع کر دیئے○ تو کیا انہوں نے زمین میں سفر نہ کیا
فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۫ وَلِلْكٰفِرِيْنَ
تو دیکھتے کہ ان سے پہلے لوگوں کا کیسا انجام ہوا؟ اللہ نے ان پر تباہی ڈالی اور اِن کافروں کے لیے بھی پہلوں کے انجام جیسی بہت سی
اَمْثَالُهَا ﴿۱۰﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ ﴿۱۱﴾ ع
سزائیں ہیں○ یہ اس لیے کہ اللہ مسلمانوں کا مددگار ہے اور کافروں کا کوئی مددگار نہیں○
اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ
بیشک اللہ ایمان لانے والوں اور اچھے اعمال کرنے والوں کو ان باغوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں رواں ہیں

ع ۱ / ۵

علماء جنہوں نے اپنی زندگیاں دین کی ترویج و اشاعت کے لئے وقف کی ہوئی ہیں ان کے نیک مقاصد میں ان کا ساتھ دینا۔(۵) نیک اور جائز کاموں میں اپنا مال خرچ کرنا۔(۶) علماء اور مبلغین کی مالی خیر خواہی کر کے انہیں دین کی خدمت کے لئے فارغ البال بنانا۔(3) اللہ تعالیٰ کے بندوں کی مدد لینا شرک نہیں کیونکہ جب بندوں کی مدد سے غنی اور بے نیاز رب تعالیٰ نے بندوں کو اپنے دین کی مدد کرنے کا فرمایا ہے تو عام بندے کا کسی سے مدد طلب کرنا کیوں شرک ہو گا؟

آیت 8،9 فرمایا کہ جنہوں نے کفر کیا تو ان کیلئے دنیا میں تباہی و بربادی ہے اور آخرت میں اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال برباد کر دیئے۔ انہیں یہ سزا اس وجہ سے ملی ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے نازل کئے ہوئے قرآن کو ناپسند کیا تو ان کے اس کفر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے نیک اعمال برباد کر دیئے۔

آیت 10،11 کفار کو دعوتِ فکر دیتے ہوئے فرمایا کہ کیا انہوں نے سفر کے دوران دیکھا نہیں کہ ان سے پہلے جھٹلانے والی امتوں عاد اور ثمود وغیرہ کا کیسا انجام ہوا جو اُن کی ویران بستیوں سے خوب ظاہر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر ایسی تباہی ڈالی جس سے وہ خود، ان کی اولاد اور ان کے اموال سب ہلاک ہو گئے، لہٰذا ان موجودہ کافروں کو بے فکر نہیں ہونا چاہئے، اگر یہ بھی سیّدِ عالَم محمدِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم پر ایمان نہ لائیں گے تو ان کے لئے پہلے کافروں جیسی بہت سی سزائیں اور تباہیاں ہیں اور یہ مسلمانوں کی مدد ہونا اور کافروں پر قہر ہونا اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کا مددگار ہے اور کافروں کا کوئی مددگار نہیں۔

آیت 12 خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ چونکہ ایمان والوں کا مددگار ہے اس لئے انہیں اس کا آخرت میں ثمرہ یہ ملے گا کہ اللہ تعالیٰ ایمان لانے والوں اور اچھے اعمال کرنے والوں کو ان باغوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں رواں ہیں اور کافروں کا حال یہ ہے کہ وہ

وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا یَتَمَتَّعُوْنَ وَیَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ﴿۱۲﴾

اور کافر فائدہ اٹھا رہے ہیں اور ایسے کھاتے ہیں جیسے جانور کھاتے ہیں اور آگ ان کا ٹھکانہ ہے○

وَكَاَیِّنْ مِّنْ قَرْیَةٍ هِیَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْیَتِكَ الَّتِیْۤ اَخْرَجَتْكَ ۚ اَهْلَكْنٰهُمْ

اور کتنے ہی ایسے شہر ہیں جو تمہارے اِس شہر سے زیادہ قوت والے تھے جس نے تمہیں باہر نکال دیا، ہم نے انہیں ہلاک کر دیا

فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ ﴿۱۳﴾ اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ كَمَنْ زُیِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ

توان کیلئے کوئی مدد گار نہیں○ توجو شخص اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہو کیا وہ اُس جیسا ہو گا جس کے برے عمل اس کیلئے خوبصورت بنادیئے گئے

دنیا میں اپنے انجام کو فراموش کئے ہوئے ہیں اور غفلت کے ساتھ اپنے مال و متاع سے فائدہ اٹھا رہے ہیں اور ایسے کھاتے ہیں جیسے جانور کھاتے ہیں کیونکہ جانوروں کو یہ تمیز نہیں ہوتی کہ کہاں سے کھانا ہے، اس لئے انہیں جہاں سے جو مل جائے اسے کھانا شروع کر دیتے ہیں اور یہی حال کفار کا ہے جو حلال و حرام کی تمیز کئے بغیر کھاتے رہتے ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) مومن اور کافر کے کھانے میں بہت فرق ہے، جیسے سچا مسلمان کھانے سے پہلے حلال و حرام کی تمیز کرتا ہے جبکہ کافر جانوروں کی طرح حلال و حرام کی تمیز کیے بغیر کھاتا رہتا ہے۔ (2) دنیا کی نعمتوں سے لُطف اندوز ہونا بُرا نہیں لیکن حلال و حرام کی تمیز نہ کرنا اور لذتوں میں پڑ کر خدا کو بھول جانا برا ہے۔ **درس:** فی زمانہ مسلمانوں کی غفلت کا حال بھی کچھ کم نظر نہیں آتا اور اکثریت قبر و حشر کے ہولناک احوال سے بے فکر اور قیامت کی پیشی اور اعمال کے حساب سے غافل ہے۔

آیت 13 **شانِ نزول:** جب حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے مکۂ مکرمہ سے ہجرت کی اور غارِ ثور کی طرف تشریف لے چلے تو مکۂ مکرمہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: اللہ تعالیٰ کے شہروں میں تُو اللہ تعالیٰ کو بہت پیارا ہے اور اللہ تعالیٰ کے شہروں میں تو مجھے بہت پیارا ہے، اگر مشرکین مجھے نہ نکالتے تو میں تجھ سے نہ نکلتا، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے پیارے حبیب! آپ اس شہر سے نکلنے پر غم نہ فرمائیں، اس پر غور فرمائیں کہ سابقہ زمانے میں بھی کئی شہروں کے باسی اِن کفارِ مکہ سے زیادہ قوت والے تھے جو آپ کے مکۂ مکرمہ سے نکلنے کا سبب بنے ہیں، ہم نے ان سابقہ قوت والے لوگوں کو ہلاک کر دیا تو ان کیلئے کوئی مددگار نہیں تھا جو انہیں عذاب اور ہلاکت سے بچا سکتا تو اسی طرح ہم آپ کے شہر والے کافروں کے ساتھ کریں گے، اس لئے آپ اسی طرح صبر فرمائیں جیسے سابقہ شہروں کے رسولوں علیہمُ السّلام نے صبر فرمایا۔

آیت 14 آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے روشن دلیل پر ہو یعنی قرآن و رسول کو ماننے والا تو کیا وہ اُس کافر مشرک جیسا ہو گا جس کے برے عمل اس کیلئے خوبصورت بنا دیئے گئے اور وہ اپنی خواہشوں کے پیچھے چلنے لگا اور اس نے کفر و بت پرستی اختیار کی، ہرگز وہ مومن اور یہ کافر ایک سے نہیں ہو سکتے۔ مومن خدا کی بارگاہ میں مقبول جبکہ کافر مردود ہے، نیز مومن کے لئے جنت اور کافر کے لئے جہنم ہے جیسا کہ اگلی آیت میں زیادہ وضاحت سے بیان فرمایا ہے۔

وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ ﴿۱۴﴾ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ۭ فِيْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ

اور وہ اپنی خواہشوں کے پیچھے چلے ○ اس جنت کا حال جس کا پرہیزگاروں سے وعدہ کیا گیا ہے یہ ہے کہ اس میں خراب نہ ہونے والے

غَيْرِ اٰسِنٍ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ۚ۵

پانی کی نہریں ہیں اور ایسے دودھ کی نہریں ہیں جس کا مزہ نہ بدلے اور ایسی شراب کی نہریں ہیں جو پینے والوں کیلئے سراسر لذت ہے

وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ۭ وَلَهُمْ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ ۭ كَمَنْ

اور صاف شفاف شہد کی نہریں ہیں اور ان کے لیے اس میں ہر قسم کے پھل اور ان کے رب کی طرف سے مغفرت ہے۔ کیا (یہ جنتی) اس کے

هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ وَسُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ ﴿۱۵﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ

برابر ہوسکتا ہے جو ہمیشہ آگ میں رہنے والا ہے اور انہیں کھولتا پانی پلایا جائے گا تو وہ ان کی آنتوں کے ٹکڑے ٹکڑے کردے گا؟○ اور لوگوں میں سے

يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ۚ حَتّٰٓى اِذَا خَرَجُوْا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ

کچھ وہ ہیں جو تمہاری طرف کان لگا کر سنتے ہیں یہاں تک کہ جب تمہارے پاس سے نکل کر جاتے ہیں تو علم والوں سے کہتے ہیں:

آیت 15 اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جس جنت کا پرہیزگاروں سے وعدہ کیا گیا ہے اس میں ایسے پانی کی نہریں ہیں جو انتہائی لطیف ہے، اسکے بو اور ذائقے میں فرق نہیں آتا اور اس میں ایسے دودھ کی نہریں ہیں جس کا مزہ نہیں بدلتا جبکہ دنیا کے دودھ کا حال اس کے برخلاف ہے اور اس جنت میں ایسی شراب کی نہریں ہیں جو پینے والوں کیلئے خالص لذت ہے، وہ دنیا کی شرابوں کی طرح خراب ذائقے والی نہیں ہے، نہ اس کے پینے سے عقل زائل ہوتی اور نہ ہی خُمار آتا ہے۔ یہ سب آفتیں دنیا ہی کی شراب میں ہیں جبکہ جنت کی شراب ان سب عیوب سے پاک ہے اور اس میں صاف شفاف شہد کی نہریں ہیں یعنی وہ شہد صاف ہی پیدا کیا گیا، دنیا کے شہد کی طرح نہیں جو مکھی کے پیٹ سے نکلتا ہے اور اس جنت میں پرہیزگاروں کے لئے ہر قسم کے پھل اور ان کے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے مغفرت ہے۔ تو کیا ایسے سُکھ چین والا شخص اس کافر کے برابر ہوسکتا ہے جو ہمیشہ آگ میں رہنے والا ہے اور انہیں کھولتا پانی پلایا جائے گا جو پیٹ میں جاتے ہی ان کی آنتوں کے ٹکڑے ٹکڑے کردے گا؟ (ہرگز یہ دونوں برابر نہیں ہیں بلکہ ان میں انتہائی فرق ہے۔)

آیت 16 فرمایا کہ اے حبیب! لوگوں میں سے کچھ وہ ہیں جو خطبہ وغیرہ میں حقیقت میں انتہائی بے توجہی کے ساتھ، لیکن ظاہر میں بڑے غور سے آپ کے ارشادات سنتے ہیں تاکہ لوگ انہیں مخلص مسلمان سمجھیں، یہاں تک کہ جب یہ منافق آپ کے پاس سے نکل کر جاتے ہیں تو علمی مقام رکھنے والے صحابۂ کرام سے مذاق اڑانے کے طور پر کہتے ہیں: ابھی نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے کیا فرمایا ہے؟ کیونکہ ہم آپ کی باتیں سمجھ نہیں سکے۔ منافقوں کا مقصد یہ ہوتا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی باتیں ناقابلِ فہم ہیں۔ مزید منافقوں کے بارے میں فرمایا کہ یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر اللہ تعالیٰ نے مہر لگادی اور ان کے دلوں کو مردہ کردیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اخلاص کے ساتھ ایمان نہ لائے، نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے ارشادات سن کر ان سے نفع نہ اٹھایا، اپنی باطل

مَاذَا قَالَ اٰنِفًا ۫ قف اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَ اتَّبَعُوْۤا اَهْوَآءَهُمْ ﴿١٦﴾ وَ

ابھی انہوں نے کیا کہا؟ یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر اللہ نے مہر لگا دی اور وہ اپنی خواہشوں کے تابع ہوگئے ○ اور

الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّ اٰتٰىهُمْ تَقْوٰىهُمْ ﴿١٧﴾ فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ

جنہوں نے ہدایت پائی تو اللہ نے ان کی ہدایت اور زیادہ فرمادی اور انہیں ان کی پرہیز گاری عطا فرمائی ○ تو وہ قیامت ہی کا انتظار کر رہے ہیں

اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً ۚ فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا ۚ فَاَنّٰى لَهُمْ اِذَا جَآءَتْهُمْ ذِكْرٰىهُمْ ﴿١٨﴾

کہ ان پر اچانک آجائے تو بیشک اس کی (کئی) علامتیں تو آہی چکی ہیں پھر جب قیامت آجائے گی تو ان کا نصیحت ماننا انہیں کہاں مفید ہوگا؟ ○

فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ ؕ

توجان لو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور اے حبیب! اپنے خاص غلاموں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو

خواہشوں کے تابع ہوگئے اور نفاق کو اختیار کیا۔

آیت 17 ارشاد فرمایا: وہ ایمان والے جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا کلام غور سے سنا اور اس سے نفع اُٹھایا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی بصیرت، علم اور سینے کی کشادگی میں مزید اضافہ فرمادیا اور انہیں پرہیز گاری عطا فرمائی۔ پرہیز گاری عطا فرمانے سے مراد پرہیز گاری کی توفیق دینا ہے یا اس کا معنی یہ ہے کہ اُنہیں پرہیز گاری کی جزا دی اور اس کا ثواب عطا فرمایا۔ **اہم بات:** معلوم ہوا کہ نیکی کا صلہ مزید نیکی کی توفیق اور ہدایت کا صلہ مزید ہدایت ملنا بھی ہوتا ہے، یونہی علم سیکھنے کا صلہ مزید علم کی توفیق ملنا بھی ہے اور علم سیکھنے پر اللہ تعالیٰ مزید علم عطا فرماتا ہے اور دیگر عُلوم کی بھی راہ دکھاتا ہے۔

آیت 18 فرمایا کہ وہ کفار اور منافقین قیامت ہی کا انتظار کر رہے ہیں کہ ان پر اچانک آجائے کیونکہ توحید و رسالت پر دلائل دیئے جاچکے، سابقہ امتوں کے احوال ان کے سامنے بیان کر دیئے گئے، قیامت قائم ہونے اور اس کے ہولناک اُمور کے بارے میں خبریں دے دی گئیں، اس کے باوجود بھی اگر یہ ایمان نہیں لائے تو اب قیامت کے دن ہی ان کا ایمان لانا متوقَّع ہے، یہ لوگ قیامت سے غافل ہیں حالانکہ اس کی کئی علامتیں تو آہی چکی ہیں جن میں سے ایک نبی اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی تشریف آوری اور دوسری چاند کا دو ٹکڑے ہونا ہے، پھر جب قیامت آجائے گی تو اس وقت ان کا نصیحت ماننا کہاں مفید ہوگا کیونکہ اس وقت توبہ اور ایمان قبول ہی نہ کیا جائے گا۔

آیت 19 ارشاد فرمایا: **تو جان لو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔** یعنی جب آپ نے جان لیا کہ قیامت قائم ہوتے وقت نصیحت حاصل کرنے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا تو آپ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے بارے میں جو علم اور یقین رکھتے ہیں اس پر قائم رہیں۔ مزید فرمایا: **اور اے حبیب! اپنے خاص غلاموں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو۔** یہاں آیت میں اگر خطاب حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے ہو تو اس کا یہ مطلب نہیں ہوگا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے کوئی گناہ ہوا تھا کیونکہ آپ

ع ۸/۲

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوٰىكُمْ ﴿۱۹﴾ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْلَا نُزِّلَتْ

اور (اے لوگو!) اللہ دن کے وقت تمہارے پھرنے اور رات کو تمہارے آرام کرنے کو جانتا ہے ○ اور مسلمان کہتے ہیں: کوئی سورت

سُوْرَةٌ ۚ فَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَّذُكِرَ فِيْهَا الْقِتَالُ ۙ رَاَيْتَ الَّذِيْنَ

کیوں نہیں اتاری گئی؟ پھر جب کوئی واضح سورت اتاری جاتی ہے اور اس میں جہاد کا حکم دیا جاتا ہے تو تم ان لوگوں کو دیکھو گے جن کے

فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يَّنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ؕ فَاَوْلٰى لَهُمْ ﴿۲۰﴾

دلوں میں بیماری ہے کہ تمہاری طرف ایسے دیکھتے ہیں جیسے وہ دیکھتا ہے جس پر موت چھائی ہوئی ہو تو ان کے لئے بہتر تھا○

طَاعَةٌ وَّقَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ ۫ فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ ۫ فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ﴿۲۱﴾

فرمانبرداری کرنا اور اچھی بات کہنا، پھر جب (جہاد کا) حکم قطعی ہوگیا تو اگر اللہ سے سچے رہتے تو یہ ان کیلئے بہتر ہوتا○

یقیناً گناہوں سے معصوم ہیں بلکہ یہ کسی دوسرے مقصد کے پیش نظر فرمایا گیا۔ مزید فرمایا: **اور اللہ جانتا ہے۔** یعنی اے لوگو! اللہ تعالیٰ تمہارے تمام احوال کو جاننے والا ہے تو تم اس سے ڈرو۔ **اہم بات:** نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم گناہوں سے معصوم ہیں، اس کے باوجود آپ کو گناہ سے مغفرت طلب کرنے کا فرمایا گیا تاکہ اس معاملے میں امت آپ کی پیروی کرے۔ علامہ احمد صاوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: یہاں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف ”ذَنْبٌ“ کی جو نسبت کی گئی اس سے مراد آپ کے اہلِ بیت کی خطائیں ہیں، نیز اس آیت میں امت کے لئے بھی بشارت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے فرمایا کہ مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی بھی مغفرت طلب فرمائیں اور آپ کی شان یہ ہے کہ آپ شفاعت فرمانے والے اور مَقْبُوْلُ الشَّفَاعَت ہیں۔

(صاوی، 5/1958)

آیت 20، 21 **شانِ نزول:** ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے کا بہت ہی شوق تھا اور اسی شوق کی بنا پر وہ کہتے تھے کہ ایسی سورت کیوں نہیں اترتی جس میں جہاد کا حکم ہو، تاکہ ہم جہاد کریں اور یہی بات منافق بھی کہہ دیا کرتے تھے، اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی اور ان دو آیات میں ارشاد فرمایا گیا کہ مسلمان کہتے ہیں: کوئی سورت کیوں نہیں اتاری گئی؟ پھر جب کوئی واضح سورت اتاری جاتی ہے جس کا معنیٰ واضح ہو اور اس کا کوئی حکم منسوخ ہونے والا نہ ہو اور اس میں جہاد کا حکم دیا گیا ہو تو تم دلوں میں مُنافقت کا مرض رکھنے والوں کو دیکھو گے کہ وہ تمہاری طرف ایسے دیکھتے ہیں جیسے وہ شخص دیکھتا ہے جس پر موت کے وقت غشی چھائی ہوئی ہو، حالانکہ اگر یہ اس وقت اللہ تعالیٰ اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی فرمانبرداری کرتے اور اچھی بات کہتے تو یہ ان کے لئے بہتر تھا۔ تو جب جہاد کا حکم قطعی ہوگیا اور جہاد فرض کر دیا گیا تو منافقوں نے اس سے جان چھڑانے کیلئے کوششیں شروع کر دیں حالانکہ اگر یہ اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے وعدے میں سچے رہتے تو یہ ان کیلئے بہتر ہوتا۔

فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ وَ تُقَطِّعُوْۤا اَرْحَامَكُمْ ﴿٢٢﴾ اُولٰٓىِٕكَ

تو کیا تم اس بات کے قریب ہو کہ اگر تمہیں حکومت ملے تو زمین میں فساد پھیلاؤ اور اپنے رشتے کاٹ دوO یہ

الَّذِیْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَ اَعْمٰۤى اَبْصَارَهُمْ ﴿٢٣﴾ اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ

وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی تو اللہ نے انہیں بہرا کر دیا اور ان کی آنکھیں اندھی کر دیںO تو کیا وہ قرآن میں غور و فکر نہیں کرتے ؟

اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا ﴿٢٤﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰۤى اَدْبَارِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُمُ الْهُدَى

بلکہ دلوں پر ان کے تالے لگے ہوئے ہیںO بیشک وہ لوگ جو اپنے پیچھے پلٹ گئے اس کے بعد کہ ان کیلئے ہدایت بالکل واضح ہو چکی تھی

آیت 22 جب منافقوں کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ مشرکین کے خلاف جہاد کریں تو انہوں نے جہاد میں شرکت نہ کرنے سے متعلق یہ عذر پیش کیا کہ ہم مشرکوں کے خلاف جہاد کیسے کریں کیونکہ اس میں انسانوں کو قتل کرنا زمین میں فساد پھیلانا ہے اور دوسرا یہ کہ عرب والے ہمارے رشتہ دار ہیں تو ان سے جنگ کر کے انہیں قتل کرنا رشتے داری کو توڑ دینا ہے۔ ان کے رد میں فرمایا: اے منافقو! تم سے یہ بعید نہیں کہ اگر تمہیں حکومت مل جائے تو تم اپنی مرضی کے خلاف کام کرنے والے کو قتل کر کے زمین میں فساد پھیلاؤ اور رشتے داری توڑ دو۔ کیا دورِ جاہلیت میں تم آپس میں لڑائی نہیں کرتے تھے ؟ اور کیا اس دوران ایک دوسرے کو قتل نہیں کرتے تھے ؟ تو تمہارا جہاد میں شریک نہ ہونے کے لئے یہ عذر پیش کرنا کسی طرح بھی درست نہیں ہے۔ **اہم باتیں:** (1) منافقین اسلامی جہاد کو زمین میں فساد اور خرابیوں کا سبب سمجھتے تھے جبکہ اسلامی جہاد فساد کے خاتمے اور دینِ خدا کی سربلندی کے لئے ہوتا ہے۔ (2) اسلام میں رشتے داری کی بہت اہمیت ہے لیکن جہاں عدل و انصاف یا دین کا معاملہ ہو وہاں رشتے داری کا لحاظ نہ کرنے اور اس کے مقابلے میں دین کو ترجیح دینے کا حکم بھی اسلام ہی کا ہے۔

آیت 23 فرمایا کہ یہ فساد پھیلانے والے وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی اور انہیں اپنی رحمت سے دور کر دیا تو اس کا اثر یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں وعظ و نصیحت سننے سے بہرا کر دیا اور حق کی راہ دیکھنے سے ان کی آنکھیں اندھی کر دیں اس لئے اب وہ حق راستے کی طرف ہدایت حاصل نہیں کر سکتے۔

آیت 24 فرمایا کہ جن کے دلوں میں نفاق کے قفل لگے ہیں وہ نہ تو قرآن کریم میں غور و فکر کر سکتے ہیں اور نہ ہی وہ ہدایت حاصل کر سکتے ہیں کیونکہ ان کے دلوں پر تالے لگے ہوئے ہیں جس کی وجہ سے حق کی بات ان میں پہنچ ہی نہیں پاتی۔ **اہم بات:** تدبُّر قرآنِ پاک میں گہرے غور و خوض کو کہتے ہیں جو تعصبات اور جانبداری سے پاک اور عقل و نقل کے حقیقی تقاضوں کے مطابق ہو۔

آیت 25 فرمایا کہ جو لوگ ہدایت کا راستہ واضح ہو جانے کے بعد ایمان سے کفر کی طرف پلٹ گئے انہیں شیطان نے دھوکہ دیا اور ان کی نظر میں برائیوں کو ایسا مزین کیا کہ وہ انہیں اچھا سمجھنے لگے اور انہیں دنیا میں مدتوں رہنے کی امید دلائی تو ان پر شیطان کا فریب چل گیا۔ **اہم بات:** اس آیت میں اہلِ کتاب کے ان کفار کا حال بیان کیا گیا ہے جنہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو پہچانا اور آپ کی نعت و صفت اپنی کتاب میں دیکھی، پھر جاننے پہچاننے کے باوجود کفر اختیار کیا۔ یا ان لوگوں سے مراد منافق ہیں جو ایمان لا کر کفر کی طرف پھر گئے۔

الشَّیۡطٰنُ سَوَّلَ لَہُمۡ ؕ وَ اَمۡلٰی لَہُمۡ ﴿۲۵﴾ ذٰلِکَ بِاَنَّہُمۡ قَالُوۡا لِلَّذِیۡنَ کَرِہُوۡا مَا نَزَّلَ اللّٰہُ

شیطان نے انہیں فریب دیا اور انہیں (لمبی لمبی) امیدیں دلائیں ○ یہ اس لیے ہے کہ انہوں نے اللہ کے نازل کردہ کو ناپسند کرنے والوں سے کہا:

سَنُطِیۡعُکُمۡ فِیۡ بَعۡضِ الۡاَمۡرِ ۚ وَ اللّٰہُ یَعۡلَمُ اِسۡرَارَہُمۡ ﴿۲۶﴾ فَکَیۡفَ اِذَا تَوَفَّتۡہُمُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ

کسی کام میں ہم تمہاری اطاعت کریں گے اور اللہ ان کی چھپی ہوئی باتوں کو جانتا ہے ○ تو ان کا کیسا حال ہوگا جب فرشتے ان کے منہ

یَضۡرِبُوۡنَ وُجُوۡہَہُمۡ وَ اَدۡبَارَہُمۡ ﴿۲۷﴾ ذٰلِکَ بِاَنَّہُمُ اتَّبَعُوۡا مَاۤ اَسۡخَطَ اللّٰہَ

اور ان کی پیٹھوں پر ضربیں مارتے ہوئے ان کی روح قبض کریں گے ○ یہ اس لیے ہے کہ انہوں نے اللہ کو ناراض کرنے والی بات کی پیروی کی

ع ۳ وَ کَرِہُوۡا رِضۡوَانَہٗ فَاَحۡبَطَ اَعۡمَالَہُمۡ ﴿۲۸﴾ ع اَمۡ حَسِبَ الَّذِیۡنَ فِیۡ قُلُوۡبِہِمۡ مَّرَضٌ

اور انہوں نے اللہ کی خوشنودی کو پسند نہ کیا تو اس نے ان کے اعمال ضائع کردیئے ○ کیا جن کے دلوں میں بیماری ہے وہ اس گھمنڈ میں ہیں

آیت 26 فرمایا کہ ایمان سے کفر کی طرف پھر جانا اس لیے ہے کہ منافقوں نے اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ قرآن اور دین کے احکام کو ناپسند کرنے والے یہودیوں سے پوشیدہ طور پر یہ کہا: بعض کاموں جیسے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی عداوت، ان کے دشمنوں کی مدد کرنے اور لوگوں کو جہاد سے روکنے میں ہم تمہاری اطاعت کریں گے۔ انہوں نے یہ بات اگرچہ خفیہ طور پر کہی لیکن اللہ تعالیٰ ان کی چھپی ہوئی ان سب باتوں کو جانتا ہے۔

آیت 27، 28 یہاں بتایا گیا کہ منافق لوگ اپنی زندگی میں سازشیں کررہے ہیں تو اس وقت ان کا کیسا حال ہوگا جب فرشتے ان کی روح قبض کرنے کے لئے ان کے پاس آئیں گے اور وہ ان کے منہ اور ان کی پیٹھوں پر لوہے کے گُرزوں سے ضربیں مارتے ہوئے ان کی روح قبض کریں گے۔ ان کی اس ہولناک طریقے سے روح قبض کرنا اس لیے ہے کہ انہوں نے اس بات کی پیروی کی جو اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے والی ہے اور اس چیز کو ناپسند کیا جس میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہے تو اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے تمام نیک اعمال ضائع کردیئے۔ **اہم باتیں:** (1) یہاں اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے والی بات سے مراد لوگوں کو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے ساتھ جہاد میں جانے سے روکنا اور کافروں کی مدد کرنا ہے یا وہ بات تورات میں بیان کی گئی کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی صفات و احوال کو چھپانا ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ کی خوشنودی والے کاموں سے مراد ایمان و طاعت، مسلمانوں کی مدد اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے ساتھ جہاد میں حاضر ہونا ہے۔

آیت 29 فرمایا وہ لوگ جن کے دلوں میں نفاق کی بیماری ہے کیا وہ اس گُھمنڈ میں ہیں کہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ان کے دلوں میں موجود نفرت و عداوت کو اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم اور مسلمانوں کے سامنے ظاہر نہیں فرمائے گا تو ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ انہیں رسوا فرمائے گا اور ان کا پردہ فاش فرمادے گا۔

اَنۡ لَّنۡ یُّخۡرِجَ اللّٰہُ اَضۡغَانَہُمۡ ﴿۲۹﴾ وَ لَوۡ نَشَآءُ لَاَرَیۡنٰکَہُمۡ فَلَعَرَفۡتَہُمۡ بِسِیۡمٰہُمۡ ؕ

کہ اللہ ان کے چھپے ہوئے بغض و کینے کو ظاہر نہ فرمائے گا○ اور اگر ہم چاہتے تو تمہیں وہ منافقین دکھادیتے تو تم انہیں ان کی صورت سے پہچان لیتے

وَ لَتَعۡرِفَنَّہُمۡ فِیۡ لَحۡنِ الۡقَوۡلِ ؕ وَ اللّٰہُ یَعۡلَمُ اَعۡمَالَکُمۡ ﴿۳۰﴾ وَ لَنَبۡلُوَنَّکُمۡ حَتّٰی نَعۡلَمَ

اور ضرور تم انہیں گفتگو کے انداز میں پہچان لوگے اور اللہ تمہارے اعمال جانتا ہے○ اور ضرور ہم تمہیں آزمائیں گے یہاں تک کہ ہم

الۡمُجٰہِدِیۡنَ مِنۡکُمۡ وَ الصّٰبِرِیۡنَ ۙ وَ نَبۡلُوَا۠ اَخۡبَارَکُمۡ ﴿۳۱﴾ اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا وَ صَدُّوۡا

تم میں سے جہاد کرنے والوں اور صبر کرنے والوں کو دیکھ لیں اور تمہاری خبریں آزمالیں○ بیشک جنہوں نے کفر کیا اور اللہ کی

عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ وَ شَآقُّوا الرَّسُوۡلَ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا تَبَیَّنَ لَہُمُ الۡہُدٰی ۙ لَنۡ یَّضُرُّوا اللّٰہَ

راہ سے روکا اور رسول کی مخالفت کی اس کے بعد کہ ان کیلئے ہدایت بالکل ظاہر ہو چکی تھی وہ ہرگز اللہ کو کچھ نقصان نہیں

شَیۡئًا ؕ وَ سَیُحۡبِطُ اَعۡمَالَہُمۡ ﴿۳۲﴾ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ

پہنچا سکیں گے اور بہت جلد اللہ ان کے اعمال برباد کر دے گا○ اے ایمان والو! اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو

آیت 30 ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! اگر ہم چاہتے تو آپ کو دلائل اور علامات کے ذریعے ان منافقوں کی پہچان کروادیتے یہاں تک کہ آپ انہیں ان کی صورت سے ہی پہچان لیتے اور ضرور آپ انہیں گفتگو کے انداز سے پہچان لیں گے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے تمام اعمال جانتا ہے اور ہر ایک کو اس کے لائق جزا دے گا۔ **اہم بات:** یہ آیت نازل ہونے کے بعد رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے کوئی منافق پوشیدہ نہ رہا، آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سب کو ان کی صورتوں اور اندازِ کلام سے پہچان لیتے تھے۔

آیت 31 ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! ہم تمہیں جہاد کا حکم دے کر ضرور آزمائش میں ڈالیں گے یہاں تک کہ ہم تم میں سے جہاد کرنے والوں اور اس پر صبر کرنے والوں کو ظاہر فرمادیں اور تمہاری خبروں کو آزمالیں تاکہ ظاہر ہو جائے کہ طاعت و اخلاص کے دعوے میں تم میں سے کون سچا ہے۔

آیت 32 اس آیت میں منافقوں کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا کہ بیشک وہ لوگ جنہوں نے (ظاہری طور پر اسلام کا دعویٰ کیا اور باطنی طور پر) کفر کیا اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکا اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے جو جہاد کرنے کا کہا اور اس کے علاوہ جو احکام دیئے اس میں ان کی مخالفت کی حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی صداقت بالکل ظاہر ہو چکی تھی، وہ ہرگز اللہ تعالیٰ کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی شان اس سے بہت بلند ہے بلکہ وہ لوگ ایسا کر کے اپنی ہی جانوں کو نقصان پہنچا رہے ہیں اور بہت جلد اللہ تعالیٰ ان کے ظاہری نیک اعمال برباد کر دے گا کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے لئے نہ کئے گئے تھے۔

آیت 33 اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے ایمان والو! تم جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم پر ایمان لائے ہو اور ان کی اطاعت کرتے ہو اس ایمان اور اطاعت پر قائم رہو اور ریاکاری یا منافقت کر کے اپنے اعمال باطل نہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ اسی عمل کو

وَلَا تُبْطِلُوْۤا اَعْمَالَكُمْ ﴿۳۳﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ صَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ثُمَّ مَاتُوْا وَ هُمْ كُفَّارٌ

اور اپنے اعمال باطل نہ کرو۔ بیشک جنہوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا پھر کافر ہی مر گئے

فَلَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ﴿۳۴﴾ فَلَا تَهِنُوْا وَ تَدْعُوْۤا اِلَى السَّلْمِ ۖۗ وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ ۖۗ وَ اللّٰهُ مَعَكُمْ

تو اللہ انہیں ہرگز نہیں بخشے گا۔ تو تم سستی نہ کرو اور خود صلح کی طرف دعوت نہ دو اور تم ہی غالب ہوگے اور اللہ تمہارے ساتھ ہے

وَ لَنْ یَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ ﴿۳۵﴾ اِنَّمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ ؕ وَ اِنْ تُؤْمِنُوْا وَ تَتَّقُوْا

اور وہ ہرگز تمہارے اعمال میں تمہیں نقصان نہ دے گا۔ دنیا کی زندگی تو یہی کھیل کود ہے اور اگر تم ایمان لاؤ اور پرہیزگاری کرو

یُؤْتِكُمْ اُجُوْرَكُمْ وَ لَا یَسْـَٔلْكُمْ اَمْوَالَكُمْ ﴿۳۶﴾ اِنْ یَّسْـَٔلْكُمُوْهَا فَیُحْفِكُمْ تَبْخَلُوْا

تو وہ تمہیں تمہارے ثواب عطا فرمائے گا اور کچھ تم سے تمہارے مال نہ مانگے گا۔ اگر اللہ تم سے تمہارے مال طلب کرے اور زیادہ طلب کرے تو تم بخل کروگے

قبول فرماتا ہے جو ریاکاری اور نفاق سے خالی ہو اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے کیا گیا ہو۔ **اہم بات:** آدمی جو عمل شروع کرے خواہ وہ نفلی نماز یا روزہ یا کوئی اور ہی عمل ہو، اس پر لازم ہے کہ اس کو باطل نہ کرے بلکہ اسے پورا کرے۔ **درس:** کفر و شرک کرنے، اسلام قبول کرنے کے بعد مرتد ہو جانے، منافقت اختیار کرنے، نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم کی بارگاہ میں آواز بلند کرنے، صدقہ دے کر احسان جتانے اور تکلیف پہنچانے اور نیک اعمال کے ذریعے دنیا طلب کرنے سے نیک اعمال باطل ہوتے اور ان کا ثواب ضائع ہو جاتا ہے، لہٰذا ان تمام اعمال سے بچنا چاہئے۔

آیت 34 **شانِ نزول:** مفسّرین کا ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت قُلَیب والوں کے بارے میں نازل ہوئی۔ قلیب بدر میں ایک کنواں ہے جس میں ابو جہل اور اس کے ساتھ دیگر مقتول کفار ڈالے گئے تھے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: بیشک وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم کے ساتھ کفر کیا اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی رضا تک پہنچانے والے راستے سے روکا، پھر وہ کفر کی حالت میں ہی مر گئے تو اللہ تعالیٰ آخرت میں ہرگز ان کی مغفرت نہیں فرمائے گا کیونکہ وہ کفر پر مرے ہیں تو اسی کے مطابق ان کا حَشْر ہوگا۔ **اہم بات:** اس آیت کا حکم ہر اس کافر کے لئے عام ہے جو کفر پر مرا ہو، اللہ تعالیٰ اس کی ہرگز مغفرت نہ فرمائے گا۔

آیت 35 فرمایا: جب تمہارے دشمنوں یعنی کافروں کے اعمال باطل اور وہ مغفرت سے محروم ہیں تو تم ان کے مقابلے میں کمزوری نہ دکھاؤ اور کفار کو خود صلح کی طرف دعوت نہ دو کیونکہ اس میں ذلّت ہے اور ان سے جنگ کرو، اس میں تم ہی ان پر غالب ہوگے اور اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے تو جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہو وہی غالب آئے گا اور یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ ہرگز تمہارے اعمال میں تمہیں نقصان نہ دے گا بلکہ تمہیں پورا اجر عطا فرمائے گا۔ **اہم بات:** صلح کی پیشکش کرنے میں مزید تفصیل بھی ہے جو فقہی کتابوں میں دیکھی جاسکتی ہے۔

آیت 36،37 ان آیتوں میں اہلِ ایمان سے فرمایا کہ کافروں کے خلاف جہاد کرو اور دنیوی زندگی کی رغبت تمہیں جہاد چھوڑ دینے پر

وَيُخۡرِجۡ اَضۡغَانَكُمۡ ﴿٣٧﴾ هٰۤاَنۡتُمۡ هٰۤـؤُلَاۤءِ تُدۡعَوۡنَ لِتُنۡفِقُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ‌ۚ فَمِنۡكُمۡ

اور وہ بخل تمہارے دلوں کے کھوٹ کو ظاہر کر دے گا○ ہاں ہاں یہ تم ہو جو بلائے جاتے ہو تاکہ تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو تو تم میں

مَّنۡ يَّبۡخَلُ‌ۚ وَمَنۡ يَّبۡخَلۡ فَاِنَّمَا يَبۡخَلُ عَنۡ نَّفۡسِهٖ‌ؕ وَاللّٰهُ الۡغَنِىُّ وَاَنۡتُمُ الۡفُقَرَآءُ‌ۚ وَاِنۡ

کوئی بخل کرتا ہے اور جو بخل کرے وہ اپنی ہی جان سے بخل کرتا ہے اور اللہ بے نیاز ہے اور تم سب محتاج ہو اور اگر

تَتَوَلَّوۡا يَسۡتَبۡدِلۡ قَوۡمًا غَيۡرَكُمۡۙ ثُمَّ لَا يَكُوۡنُوۡۤا اَمۡثَالَكُمۡ ﴿٣٨﴾ ع ۸

تم منہ پھیرو گے تو وہ تمہارے سوا اور لوگ بدل دے گا پھر وہ تم جیسے نہ ہوں گے○

نہ ابھارے کیونکہ دنیا کی زندگی تو کھیل کود کی طرح ہے لہٰذا اس میں مشغول ہونا کچھ بھی نفع مند نہیں ہے۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا: اے لوگو! اگر تم ایمان لاؤ اور پرہیز گاری اختیار کرو تو اللہ تعالیٰ تمہیں تمہارے ایمان اور پرہیز گاری کا ثواب عطا فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ اپنے لئے تم سے تمہارے مال نہ مانگے گا کیونکہ وہ غنی اور بے نیاز ہے، البتہ تمہیں راہِ خدا میں کچھ مال خرچ کرنے کا حکم دے گا تاکہ تمہیں اس کا ثواب ملے۔ اگر اللہ تعالیٰ تم سے تمہارے مال طلب کرے اور زیادہ طلب کرے تو تم میں سے اکثر اس کی اطاعت کرنے کی بجائے بخل کرنے لگیں گے اور وہ بخل تمہارے دلوں کے کھوٹ کو ظاہر کر دے گا۔

آیت 38 ارشاد فرمایا کہ ہاں ہاں، تم لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں وہاں خرچ کرنے کے لئے بلایا جاتا ہے جہاں خرچ کرنا تم پر ضروری ہے تو تم میں کوئی صدقہ دینے اور فرض ادا کرنے میں بخل کرتا ہے اور جو بخل کرے وہ اپنی ہی جان سے بخل کرتا ہے کیونکہ وہ خرچ کرنے کے ثواب سے محروم ہو جائے گا اور بخل کرنے کا نقصان اٹھائے گا، اللہ تعالیٰ تمہارے صدقات اور طاعات سے بالکل بے نیاز ہے۔ مزید فرمایا: **اگر تم منہ پھیرو گے تو وہ تمہارے سوا اور لوگ بدل دے گا پھر وہ تم جیسے نہ ہوں گے۔** علامہ احمد صاوی رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: آیت کے اس حصے میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے خطاب ہے (اگر ایسا ہے) تو (یہ تبدیلی واقع نہیں ہوئی بلکہ) اس سے مقصود محض ڈرانا ہے کیونکہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم (کو یہ مقام حاصل ہے کہ ان) کے بعد کوئی شخص بھی ان کے رتبے تک نہیں پہنچ سکتا اور شرط کے لئے یہ ضروری نہیں کہ اس کا وقوع بھی ہو یا یہاں خطاب منافقوں سے ہے، (اگر ایسا ہے) تو یہ تبدیلی بالفعل ہوئی ہے (اور ان کی جگہ دوسرے لوگ آئے ہیں جو ان جیسے نہ تھے بلکہ مخلص اور انتہائی اطاعت گزار مومن تھے۔) (صاوی، 5/1964) **اہم بات:** بعض مقامات پر مال خرچ کرنا اللہ تعالیٰ نے فرض فرمایا ہے جیسے حق دار کو زکوٰۃ دینا، اور یہ اس وجہ سے ہرگز نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کو لوگوں کے مال کی حاجت ہے بلکہ اس وجہ سے ہے کہ اس میں بندوں کا ہی دینی اور دنیوی فائدہ ہے۔ **درس:** (1) اگر ہمارے معاشرے کے مالدار مسلمان اپنی زکوٰۃ ہی صحیح طور پر اپنے ملک کے غریبوں کو دے دیں تو اس ملک میں کوئی غریب نہ رہے۔ (2) بخل کرنے میں دینی اور دنیوی نقصانات ہیں جبکہ سخاوت میں دونوں طرح کے فائدے ہیں۔

ایاتھا ٢٩ — ٤٨ سُوْرَةُ الْفَتْحِ مَدَنِيَّةٌ ١١١ — رکوعاتھا ٤

سورۂ فتح مدنیہ ہے، اس میں انتیس آیتیں اور چار رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۙ﴿۱﴾ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَ مَا تَاَخَّرَ وَ

بیشک ہم نے تمہارے لیے روشن فتح کا فیصلہ فرما دیا○ تاکہ اللہ تمہارے صدقے تمہارے اپنوں کے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دے اور

سورۂ فتح کا تعارف یہ سورت مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں 4 رکوع اور 29 آیتیں ہیں۔ اس سورت کی پہلی آیت میں حضور پُرنور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو روشن فتح کی بشارت دی گئی، اس مناسبت سے اس سورۂ مبارکہ کا نام ''سورۂ فتح'' ہے۔ **فضیلت:** حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک سفر کے دوران میں نے حضور پُرنور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا، آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: آج رات مجھ پر ایک سورت نازل ہوئی ہے جو مجھے ان تمام چیزوں سے زیادہ پیاری ہے جن پر سورج طلوع ہوتا ہے، پھر آپ نے (اس سورت کی) یہ آیت تلاوت فرمائی: ترجمہ: بیشک ہم نے تمہارے لیے روشن فتح کا فیصلہ فرما دیا۔ (بخاری، حدیث: 5012)
خلاصۂ مضامین: اس سورت میں صلح حدیبیہ کا واقعہ بیان کیا گیا اور مسلمانوں کو یہ بشارت دی گئی ہے کہ یہ صلح مکۂ مکرمہ کی فتح کا پیش خیمہ ہے اور اب مسلمانوں کو کفار پر مکمل غلبہ حاصل ہونے کا وقت قریب ہے، اس سورت میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے اوصاف بیان کئے گئے۔ منافقوں کی علامات بیان کی گئیں اور بتایا گیا کہ جو مسلمان اندھے، لنگڑے اور بیمار ہیں وہ اپنے اس عذر کی وجہ سے جہاد میں شامل نہ ہو سکیں تو ان پر کوئی حرج نہیں۔ حدیبیہ کے مقام پر بیعت کرنے والے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو رضائے الٰہی کی بشارت دی گئی اور مسلمانوں سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ فرمایا گیا۔ اس سورت کے آخر میں بتایا گیا کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا گیا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ اسے سب دینوں پر غالب کر دے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم اور ان کے صحابۂ کرام آپس میں نرم دل جبکہ کافروں پر سخت ہیں، نیز نیک اعمال کرنے والے مسلمانوں سے مغفرت اور عظیم ثواب کا وعدہ فرمایا گیا۔
آیت 1 **شانِ نزول:** حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب ''اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا'' سے لے کر ''فَوْزًا عَظِيْمًا'' تک آیات نازل ہوئیں اس وقت حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم حدیبیہ سے واپس لوٹ رہے تھے اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو بہت حزن و ملال تھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے حدیبیہ میں اونٹ نحر فرما دیا تھا، (جب یہ آیات نازل ہوئیں) تو ارشاد فرمایا: مجھ پر ایک ایسی آیت نازل ہوئی ہے جو مجھے ساری دنیا سے زیادہ محبوب ہے۔ (مسلم، حدیث: 4637) اس آیت میں صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے خطاب فرمایا گیا ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ اے پیارے حبیب! بیشک ہم نے آپ کے لئے ایسی فتح کا فیصلہ فرما دیا ہے جو انتہائی عظیم، روشن اور ظاہر ہے۔ **اہم بات:** اکثر مفسّرین کے نزدیک اس آیت میں جس فتح کی بشارت دی گئی؛ اس سے صلح حدیبیہ کی فتح مراد ہے اور بعض مفسّرین وہ تمام اسلامی فتوحات مراد لیتے ہیں جو آئندہ ہونے والی تھیں جیسے مکہ، خیبر، حنین اور طائف وغیرہ کی فتوحات۔ اس صورت میں یہاں فتح کو ماضی کے صیغہ سے اس لئے بیان کیا گیا کہ ان فتوحات کا وقوع یقینی تھا۔ **نوٹ:** صلح حدیبیہ کا واقعہ جاننے کے لیے اسی مقام پر صراط الجنان کا مطالعہ فرمائیں۔
آیت 2، 3 ان آیات میں فتحِ مبین کا فیصلہ فرما دینے کے اسباب بیان فرمائے کہ اے حبیب! ہم نے آپ کے لئے روشن فتح کا فیصلہ فرما

يُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۙ﴿۲﴾ وَّيَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا ﴿۳﴾

اپنا انعام تم پر تمام کر دے اور تمہیں سیدھی راہ دکھا دے ○ اور اللہ تمہاری زبردست مدد فرمائے ○

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ ؕ

وہی ہے جس نے ایمان والوں کے دلوں میں اطمینان اتارا تا کہ ان کے یقین پر یقین میں اضافہ ہو

وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۙ﴿۴﴾ لِّيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ

اور آسمانوں اور زمین کے تمام لشکر اللہ ہی کی ملک ہیں اور اللہ علم والا، حکمت والا ہے ○ تا کہ وہ ایمان والے مردوں اور

الْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ ؕ

ایمان والی عورتوں کو ان باغوں میں داخل فرمادے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ہمیشہ ان میں رہیں گے اور تا کہ اللہ ان کی برائیاں ان سے

وَكَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِيْمًا ۙ﴿۵﴾ وَّيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ

مٹادے، اور یہ اللہ کے یہاں بڑی کامیابی ہے ○ اور تا کہ وہ منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو

دیا تا کہ اللہ تعالیٰ آپ کے صدقے آپ کے اپنوں کے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دے اور آپ کی بدولت امت کی مغفرت فرمائے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی دُنیوی اور دینی نعمتیں آپ پر تمام کردے اور تیسری وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی زبردست مدد فرمائے اور دشمنوں پر کامل غلبہ عطا فرمائے۔

آیت 4 اس آیت میں تائیدِ الٰہی کی صورت بیان فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے ہی صلح اور امن کے ذریعے ایمان والوں کے دلوں میں اطمینان اتارا تا کہ ان کے یقین میں مزید اضافہ ہو جائے اور عقیدہ راسخ ہونے کے باوجود نفس کو اطمینان حاصل ہو اور یاد رکھو کہ آسمانوں اور زمین کے تمام لشکر جیسے فرشتے اور ساری مخلوقات اللہ تعالیٰ ہی کی ملک ہیں اور وہ اس پر قادر ہے کہ جس سے چاہے اپنے رسول صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی مدد فرمائے لیکن اس نے کسی اور کو مدد کرنے پر مُقرر نہیں فرمایا بلکہ اے ایمان والو! تمہارے دلوں میں اطمینان اتارا تا کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی مدد کرنا اور ان کے دشمنوں کو ہلاک کرنا تمہارے ہاتھوں سے ہو اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ آسمانوں اور زمینوں کے تمام لشکروں کا علم رکھنے والا اور ان کا انتظام فرمانے میں حکمت والا ہے۔

آیت 5،6 مسلمانوں کی مزید تسلی اور بشارت کے لئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فتح و نصرت کا وعدہ فرمایا اور ایمان والوں کے دلوں کو تسکین دی، اس کی **ایک حکمت** یہ ہے اللہ تعالیٰ ایمان والے مَردوں اور عورتوں کو ان باغوں میں داخل فرمادے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے۔ **دوسری حکمت** یہ ہے کہ جنت میں داخل ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے ان گناہوں کو مٹادے جو ان سے سرزَد ہوئے تا کہ وہ گناہوں سے پاک اور صاف ہو کر جنت میں داخل ہوں، اور یہ جنت میں داخل کیا جانا اور برائیوں کا مٹا دیا جانا اللہ تعالیٰ کے یہاں بڑی کامیابی ہے۔ **تیسری حکمت** یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مدینہ منورہ کے منافق مَردوں اور منافقہ

وَالْمُشْرِكٰتِ الظَّآنِّيْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ ؕ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ ۚ وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ

عذاب دے جو اللہ پر برا گمان کرتے ہیں بری گردش انہیں پر ہے اور اللہ نے اُن پر غضب فرمایا

وَلَعَنَهُمْ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۝۶ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ

اور ان پر لعنت کی اور ان کے لیے جہنم تیار فرمائی اور وہ کیا ہی برا ٹھکانہ ہے ○ اور آسمانوں اور زمین کے سب لشکر اللہ ہی کی ملکیت میں ہیں

وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝۷ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝۸

اور اللہ عزت والا، حکمت والا ہے ○ بیشک ہم نے تمہیں گواہ اور خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا○

لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ؕ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝۹

تاکہ (اے لوگو!) تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح و شام اللہ کی پاکی بیان کرو○

عورتوں کو اور مکہ مکرمہ کے مُشرک مردوں اور مشرکہ عورتوں کو ان کے باطنی اور ظاہری کفر کی وجہ سے عذاب دے جو اللہ تعالیٰ پر بُرا گمان کرتے ہیں کہ وہ اپنے رسول، دوعالَم کے سردار محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم اور ان پر ایمان لانے والوں کی مدد نہ فرمائے گا۔ ان کے بُرے گمان کا وبال عذاب اور ہلاکت کی صورت میں انہیں پر ہے اور اللہ تعالیٰ نے اُن پر غضب فرمایا اور ان پر لعنت کی اور آخرت میں ان کے لیے جہنم تیار فرمائی اور جہنم کیا ہی برا ٹھکانہ ہے۔

آیت 7 **شانِ نزول:** بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ جب صلح حدیبیہ ہوگئی تو عبد اللہ بن اُبی نے کہا: کیا محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم) یہ گمان کرتے ہیں کہ جب انہوں نے اہلِ مکہ سے صلح کرلی یا مکہ کو فتح کرلیا تو ان کا کوئی دشمن باقی نہیں رہے گا (اگر ایسی بات ہے) تو فارس اور روم کدھر جائیں گے؟ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیتِ مبارکہ نازل فرمائی کہ آسمانوں اور زمین کے تمام لشکروں کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے اور اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ وہ ان میں سے جس لشکر کے ذریعے چاہے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم اور ایمان والوں کے دشمن (اور اس) کی سازش کو دور فرمادے اور اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ غالب ہے تو اس کے عذاب کو کوئی دور نہیں کر سکتا اور وہ اپنی تدبیر میں حکمت والا ہے۔

آیت 8 ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! بیشک ہم نے آپ کو خدا کی وحدانیت کا گواہ، لوگوں تک پیغامِ حق پہنچانے والا اور اپنی امت کے اَعمال اور اَحوال کا مشاہدہ فرمانے والا بنا کر بھیجا تاکہ آپ قیامت کے دن ان کی گواہی دیں اور دنیا میں ایمان والوں اور اطاعت گزاروں کو جنت کی خوشخبری دینے والا اور کافروں، نافرمانوں کو جہنم کے عذاب کا ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃُ اللہِ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: بیشک ہم نے تمہیں بھیجا گواہ اور خوشی اور ڈر سناتا کہ جو تمہاری تعظیم کرے اُسے فضلِ عظیم کی بشارت دو اور جو مَعَاذَ اللہ بے تعظیمی سے پیش آئے اسے عذابِ اَلیم کا ڈر سناؤ، اور جب وہ شاہد و گواہ ہوئے اور شاہد کو مشاہدہ درکار، تو بہت مناسب ہوا کہ امت کے تمام افعال و اقوال و اعمال و احوال اُن کے سامنے ہوں۔ (فتاویٰ رضویہ، 15/168)

آیت 9 اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو شاہد، مُبَشِّر اور نذیر بنا کر بھیجنے کے گویا 3 مَقاصِد بیان فرمائے ہیں،

Go to Index

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَؕ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْۚ فَمَنْ نَّكَثَ

بیشک جو لوگ تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں، ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے تو جس نے عہد توڑا

فَاِنَّمَا یَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖۚ وَ مَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَیْهُ اللّٰهَ فَسَیُؤْتِیْهِ اَجْرًا عَظِیْمًا۠ ﴿۱۰﴾ ع ۹

تو وہ اپنی جان کے خلاف ہی عہد توڑتا ہے اور جس نے اللہ سے کئے ہوئے اپنے عہد کو پورا کیا تو بہت جلد اللہ اسے عظیم ثواب دے گا ○

سَیَقُوْلُ لَكَ الْمُخَلَّفُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ شَغَلَتْنَاۤ اَمْوَالُنَا وَ اَهْلُوْنَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَاۚ

پیچھے رہ جانے والے دیہاتی اب تم سے کہیں گے کہ ہمیں ہمارے مال اور ہمارے گھر والوں نے مشغول رکھا تو اب آپ ہمارے لئے مغفرت کی دعا کردیں،

پہلا مقصد یہ ہے کہ لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم پر ایمان لائیں، دوسرا مقصد یہ ہے کہ لوگ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی تعظیم اور توقیر کریں، تیسرا مقصد یہ ہے کہ لوگ صبح و شام اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کریں۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ صبح و شام اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرنے سے مراد ان اوقات میں ہر نقص و عیب سے اس کی پاکی بیان کرنا ہے یا صبح کی تسبیح سے مراد نمازِ فجر اور شام کی تسبیح سے باقی چاروں نمازیں مراد ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) دین و ایمان مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی تعظیم کا نام ہے، جو ان کی تعظیم کا انکار کرے یا توہین کا کوئی قول و فعل کرے وہ اسلام سے خارج ہے۔ (۲) حضور پُرنور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی تعظیم اور توقیر انتہائی مطلوب ہے کیونکہ یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی تسبیح پر اپنے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی تعظیم و توقیر کو مُقَدَّم فرمایا ہے۔ (۳) سرکارِ دوعالَم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی ہر وہ تعظیم جو خلافِ شرع نہ ہو، کی جائے گی کیونکہ یہاں تعظیم و توقیر کے لئے کسی قسم کی کوئی قید بیان نہیں کی گئی، جیسے صحابہ، تابعین اور امام مالک رضی اللہ عنھم کے واقعات سے واضح ہے۔

آیت 10 نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کی عظمت و شان کے متعلق فرمایا: اے حبیب! بیشک جو لوگ آپ کی بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ تعالیٰ ہی سے بیعت کرتے ہیں کیونکہ رسول سے بیعت کرنا اللہ تعالیٰ ہی سے بیعت کرنا ہے جیسے رسول کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے اور جن ہاتھوں سے انہوں نے نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی بیعت کا شرف حاصل کیا، ان پر اللہ تعالیٰ کا دستِ قدرت ہے تو جس نے عہد توڑا اور بیعت کو پورا نہ کیا وہ اپنی جان کے خلاف ہی عہد توڑتا ہے کیونکہ اس عہد توڑنے کا وبال اسی پر پڑے گا اور جس نے اپنے عہد کو پورا کیا تو بہت جلد اللہ تعالیٰ اسے عظیم ثواب دے گا۔ **اہم باتیں:** (1) آیت میں بیعت سے مراد ''بیعتِ رضوان'' ہے جو اسی سورت کی آیت نمبر 18 میں مذکور ہے۔ (2) بیعتِ رضوان والے تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم بڑی ہی شان والے ہیں۔ (3) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بڑی شان والے ہیں کہ یہ بیعت انہیں کی وجہ سے ہوئی۔ (4) بزرگوں کے ہاتھ پر بیعت کرنا صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی سنت ہے، خواہ بیعتِ اسلام ہو یا بیعتِ تقویٰ، یا بیعتِ توبہ، یا بیعتِ اعمال وغیرہ۔ (5) بیعت کے وقت مصافحہ بھی سنت سے ثابت ہے، البتہ عورتوں کو کلام کے ذریعے بیعت کیا جائے کیونکہ سرکارِ دوعالَم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے بیعت کے لیے کسی غیر محرم عورت کے ساتھ مصافحہ نہیں کیا۔

آیت 11، 12 جب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے حُدَیْبِیَہ کے سال عمرہ کی نیت سے مکہ مکرمہ جانے کا ارادہ فرمایا تو مدینہ منورہ سے

يَقُوْلُوْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا

وہ اپنی زبانوں سے وہ بات کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہے۔ تم فرماؤ اگر اللہ تمہیں نقصان پہنچانا چاہے یا وہ تمہاری

اِنْ اَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا ؕ بَلْ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۱۱﴾

بھلائی کا ارادہ فرمائے تو اللہ کے مقابلے میں کون تمہارے لئے کسی چیز کا اختیار رکھتا ہے؟ بلکہ اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے ○

بَلْ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰۤى اَهْلِيْهِمْ اَبَدًا

بلکہ تم تو یہ سمجھے ہوئے تھے کہ رسول اور مسلمان ہرگز کبھی اپنے گھر والوں کی طرف واپس نہ آئیں گے

وَّ زُيِّنَ ذٰلِكَ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَ ظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ ۖۚ وَ كُنْتُمْ قَوْمًۢا بُوْرًا ﴿۱۲﴾

اور یہ بات تمہارے دلوں میں بڑی خوبصورت بنادی گئی تھی اور تم نے (یہ) بہت برا گمان کیا تھا اور تم ہلاک ہونے والے لوگ تھے ○

قریبی گاؤں والے اور دیہاتی جن کا تعلق غفار، مزینہ، جہینہ، اشجع اور اسلم قبیلے سے تھا، کفارِ قریش کے خوف سے آپ کے ساتھ نہ گئے حالانکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے عمرہ کا احرام باندھا تھا اور قربانی کے جانور بھی ساتھ تھے جس سے صاف ظاہر تھا کہ جنگ کا ارادہ نہیں ہے، پھر بھی بہت سے لوگ کام کا بہانہ بنا کر وہیں رہ گئے اور حقیقت میں ان کا گمان یہ تھا کہ قریش بہت طاقتور ہیں، اس لئے مسلمان بچ کر نہ آئیں گے۔ ان دو آیات میں ان دیہاتیوں کے بارے میں خبر دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے حبیب! اللہ تعالیٰ کی مدد سے معاملہ ان دیہاتیوں کے خیال کے بالکل خلاف ہوا ہے (اور جب اس کی خبر پہنچے گی تو) انہیں آپ کے ساتھ نہ جانے پر افسوس ہوگا اور جب آپ واپس جائیں گے تو وہ معذرت کرتے ہوئے آپ سے کہیں گے: ہمیں ہمارے مال اور ہمارے گھر والوں نے مشغول رکھا کیونکہ عورتیں اور بچے اکیلے تھے اور کوئی ان کی خبر گیری کرنے والا نہ تھا، اس لئے ہم آپ کے ساتھ جانے سے قاصر رہے، تو اب آپ ہمارے لئے مغفرت کی دعا کر دیں تاکہ اللہ تعالیٰ ہمارے اس قصور کو معاف کر دے۔ اے حبیب! یہ لوگ عذر پیش کرنے اور مغفرت طلب کرنے میں جھوٹے ہیں کیونکہ وہ اپنی زبانوں سے ایسی بات کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہے۔ (اور جب یہ لوگ آپ کے سامنے عذر پیش کریں تو) ان سے فرما دیں: اگر اللہ تعالیٰ تمہیں نقصان پہنچانا چاہے یا وہ تمہاری بھلائی کا ارادہ فرمائے تو اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کون تمہارے لئے کسی چیز کا اختیار رکھتا ہے؟ اس سے مراد یہ ہے کہ اگر تمہارے مال و اولاد پر آفت آنے والی ہوتی تو تم یہاں رہ کر وہ آفت دور نہ کر دیتے اور اگر نہ آنے والی ہوتی تو تمہارے جانے سے وہ ہلاک نہ ہو جاتے، پھر تم کیوں ایسی نعمتِ عُظمیٰ یعنی بیعتِ رضوان سے محروم رہے۔ اور یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں سے خبردار ہے بلکہ اے منافقو! اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ تم تو یہ سمجھے ہوئے تھے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم اور مسلمان ہرگز کبھی اپنے گھر والوں کی طرف واپس نہ آئیں گے اور دشمن ان سب کا وہیں خاتمہ کر دیں گے اور شیطان کی طرف سے یہ بات تمہارے دلوں میں بڑی خوبصورت بنادی گئی تھی یہاں تک کہ تم نے اس پر یقین کر لیا اور یہ گمان کر لیا کہ کفر غالب آئے گا، اسلام مغلوب ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا نہ ہوگا

وَ مَنْ لَّمْ يُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ فَاِنَّاۤ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَعِيْرًا ﴿۱۳﴾ وَ لِلّٰهِ

اور جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہ لائے تو بیشک ہم نے کافروں کے لیے بھڑکتی آگ تیار کر رکھی ہے ○ اور آسمانوں

مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ

اور زمین کی سلطنت اللہ ہی کے لیے ہے، جس کی چاہے مغفرت فرمائے اور جسے چاہے عذاب دے اور اللہ

غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۴﴾ سَيَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ اِذَا انْطَلَقْتُمْ اِلٰى مَغَانِمَ لِتَاْخُذُوْهَا ذَرُوْنَا

بخشنے والا، مہربان ہے ○ جب تم غنیمتیں حاصل کرنے کیلئے ان کی طرف چلو گے تو پیچھے رہ جانے والے کہیں گے: ہمیں بھی اپنے پیچھے

نَتَّبِعْكُمْ ۚ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِ ؕ قُلْ لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا كَذٰلِكُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ ۚ

آنے دو۔ وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کا کلام بدل دیں۔ تم فرماؤ: ہرگز ہمارے پیچھے نہ آؤ۔ اللہ نے پہلے سے اسی طرح فرما دیا ہے،

اور اس گمان کی وجہ سے تم ہلاک ہونے والے لوگ تھے۔ **اہم بات:** آیت نمبر 12 سے معلوم ہوا کہ اس سفر میں حضورِ اَقدس صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے ساتھ جانے والے 1400 حضرات سب کامل مومن ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ''مومنون'' فرمایا ہے، اب جو بد بخت ان میں سے کسی کے ایمان میں شک کرے وہ اس آیت کا منکر ہے۔

آیت 13 اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم پر ایمان نہ لائے اور ان میں سے کسی ایک کا بھی منکر ہو، وہ کافر ہے اور اپنے کفر کی وجہ سے اس بھڑکتی آگ کا مستحق ہے جو اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لئے تیار کر رکھی ہے۔

آیت 14 ارشاد فرمایا کہ آسمانوں اور زمین کی سلطنت اللہ تعالیٰ کے لئے ہے وہ ان میں جیسے چاہے تَصَرُّف فرمائے اور جس کی یہ شان ہے وہ اپنی مَشِیَّت کے مطابق جس کی چاہے مغفرت فرمائے اور جسے چاہے عذاب دے اور (اس کی مغفرت و رحمت عذاب کے مقابلے میں زیادہ ہے جیسا کہ آیت کے آخر میں یہ ارشاد فرمانے سے معلوم ہوا کہ) اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ **اہم باتیں:** (1) گناہگار مسلمان کی مغفرت فرما دینا اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور اسے عذاب دینا اس کا عدل ہے اور کسی کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور عدل پر اعتراض کرے۔ (2) اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کے غضب پر حاوی ہے اور عذاب کے مقابلے میں مغفرت زیادہ ہے لیکن اس وجہ سے گناہوں میں پڑنا بہت بڑی نادانی ہے۔

آیت 15 جب مسلمان حُدَیبِیَہ کی صلح سے فارغ ہو کر واپس ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان سے خیبر کی فتح کا وعدہ فرمایا اور وہاں کے غنیمت کے اَموال حدیبیہ میں حاضر ہونے والوں کے لئے خاص کر دیئے گئے۔ جب خیبر کی طرف روانگی کا وقت آیا تو مسلمانوں کو یہ خبر دی گئی کہ جو لوگ حدیبیہ میں حاضر نہیں ہوئے وہ غنیمت کے لالچ میں تمہارے ساتھ جانا چاہیں گے تاکہ اللہ تعالیٰ نے حدیبیہ کے حاضرین کے ساتھ جو وعدہ فرمایا کہ خیبر کی غنیمت ان کے لئے خاص ہے، اسے بدل دیں۔ آپ ان سے فرما دینا کہ تم ہمارے پیچھے ہرگز نہ آؤ، اللہ تعالیٰ نے ہمارے مدینہ منورہ آنے سے پہلے یونہی فرما دیا ہے کہ غزوۂ خیبر میں شرکت اور وہاں کی غنیمتیں انہیں ہی ملیں گی جنہوں نے حدیبیہ میں شرکت کی تھی۔ یہ جواب سن کر وہ (صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے) کہیں گے: ایسی بات نہیں ہے، بلکہ حقیقت یہ

فَسَیَقُوْلُوْنَ بَلْ تَحْسُدُوْنَنَا ؕ بَلْ كَانُوْا لَا یَفْقَهُوْنَ اِلَّا قَلِیْلًا ﴿۱۵﴾ قُلْ لِّلْمُخَلَّفِیْنَ

تو اب کہیں گے: بلکہ تم ہم سے حسد کرتے ہو بلکہ وہ منافق بہت تھوڑی بات سمجھتے ہیں ○ پیچھے رہ جانے والے

مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِیْ بَاْسٍ شَدِیْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ یُسْلِمُوْنَ ۚ

دیہاتیوں سے فرماؤ: عنقریب تمہیں ایک سخت لڑائی والی قوم کی طرف بلایا جائے گا تم ان سے لڑو گے یا وہ مسلمان ہو جائیں گے

فَاِنْ تُطِیْعُوْا یُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا ۚ وَ اِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّیْتُمْ مِّنْ قَبْلُ یُعَذِّبْكُمْ

پھر اگر تم فرمانبرداری کرو گے تو اللہ تمہیں اچھا ثواب دے گا اور اگر پھرو گے جیسے تم اس سے پہلے پھر گئے تھے تو وہ تمہیں

عَذَابًا اَلِیْمًا ﴿۱۶﴾ لَیْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّ لَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّ لَا عَلَى الْمَرِیْضِ حَرَجٌ ؕ

درد ناک عذاب دے گا ○ اندھے پر کوئی تنگی نہیں اور نہ لنگڑے پر کوئی مضائقہ اور نہ بیمار پر کوئی حرج ہے

ہے کہ تم ہم سے حسد کرتے ہو اور یہ گوارا نہیں کرتے کہ ہم تمہارے ساتھ غنیمت کا مال پائیں۔ حالانکہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ کہنا حسد کی وجہ سے نہیں بلکہ وہ منافق دین کی بہت تھوڑی بات سمجھتے ہیں اور ان کا حال یہ ہے کہ محض دنیا کی بات سمجھتے ہیں، حتّٰی کہ ان کا زبانی اِقرار بھی دنیا ہی کی غرض سے تھا اور آخرت کے اُمور کو بالکل نہیں سمجھتے۔ **اہم بات:** صلحِ حدیبیہ 6 ہجری میں ہوئی اور فتحِ خیبر 7 ہجری میں، خیبر نہایت آسانی سے فتح ہو گیا اور وہاں مسلمانوں کو بہت غنیمتیں ملیں۔

آیت 16 فرمایا: اے حبیب! ان دیہاتیوں سے فرما دیجئے: عنقریب تمہیں ایک سخت لڑائی کرنے والی قوم کی طرف بلایا جائے گا تاکہ تم ان سے جنگ کرو یا وہ لوگ مسلمان ہو جائیں، پھر اگر تم بلانے والے کی فرمانبرداری کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں دنیا میں غنیمت اور آخرت میں جنت کی صورت میں اچھا اجر دے گا اور اگر فرمانبرداری کرنے سے پھرو گے جیسے تم اس سے پہلے حدیبیہ کے موقع پر پھر گئے تھے تو وہ تمہیں آخرت میں دردناک عذاب دے گا۔ **اہم باتیں:** (1) سخت لڑائی والی قوم سے یمامہ کے رہائشی بنو حنیفہ مراد ہیں جو کہ مُسیلمہ کذّاب کی قوم کے لوگ ہیں اور ان سے جنگ کرنے کے لئے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دعوت دی۔ یا ان سے مراد فارس اور رُوم کے لوگ ہیں جن سے جنگ کرنے کیلئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دعوت دی۔ (2) یہ آیت حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی خلافت صحیح ہونے کی دلیل ہے، اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ (اس آیت کے نزول کے بعد تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے زمانہ میں کسی جہاد کے لئے ان دیہاتیوں کو دعوت نہیں دی گئی، آپ کے وصالِ ظاہری کے بعد) حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں مُرتدوں اور کافروں کے خلاف جہاد ہوئے اور ان جہادوں میں شرکت کی دعوت دی گئی (اس سے معلوم ہوا کہ جنگجو قوم کے خلاف لڑائی کی دعوت دینے والا برحق امام ہے)۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ ان حضرات کی اطاعت پر جنت کا وعدہ اور ان کی مخالفت پر جہنم کی وعید سنائی گئی۔

آیت 17 **شانِ نزول:** جب اوپر کی آیت نازل ہوئی تو جو لوگ اپاہج اور معذور تھے انہوں نے عرض کی: یا رسولَ اللہ! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، ہمارا کیا حال ہو گا؟ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی اور فرمایا گیا: جہاد سے رہ جانے کی صورت میں اندھے پر کوئی تنگی نہیں اور نہ

وَ مَنۡ یُّطِعِ اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗ یُدۡخِلۡہُ جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِہَا الۡاَنۡہٰرُ ۚ وَ مَنۡ یَّتَوَلَّ

اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے تو اللہ اسے باغوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور جو پھرے

یُعَذِّبۡہُ عَذَابًا اَلِیۡمًا ﴿۱۷﴾ لَقَدۡ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اِذۡ یُبَایِعُوۡنَکَ تَحۡتَ الشَّجَرَۃِ

ع ۲ النصف

اللہ اسے دردناک عذاب دے گا○ بیشک اللہ ایمان والوں سے راضی ہوا جب وہ درخت کے نیچے تمہاری بیعت کر رہے تھے

فَعَلِمَ مَا فِیۡ قُلُوۡبِہِمۡ فَاَنۡزَلَ السَّکِیۡنَۃَ عَلَیۡہِمۡ وَ اَثَابَہُمۡ فَتۡحًا قَرِیۡبًا ﴿ۙ۱۸﴾ وَّ مَغَانِمَ کَثِیۡرَۃً

تو اللہ کو وہ معلوم تھا جو ان کے دلوں میں تھا تو اس نے ان پر اطمینان اتارا اور انہیں جلد آنے والی فتح کا انعام دیا○ اور بہت سی غنیمتیں

یَّاۡخُذُوۡنَہَا ؕ وَ کَانَ اللّٰہُ عَزِیۡزًا حَکِیۡمًا ﴿۱۹﴾ وَعَدَکُمُ اللّٰہُ مَغَانِمَ کَثِیۡرَۃً تَاۡخُذُوۡنَہَا

جنہیں وہ لیں گے اور اللہ عزت والا، حکمت والا ہے○ اور اللہ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کیا ہے جو تم حاصل کروگے

لنگڑے پر کوئی مضائقہ اور نہ بیمار پر کوئی حرج ہے کہ یہ عذر ظاہر ہے اور ان کے لئے جہاد میں حاضر نہ ہونا جائز ہے۔ **مزید فرمایا کہ** جو شخص جہاد اور اس کے علاوہ دیگر احکام میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کا حکم مانے گا تو اللہ تعالیٰ اسے ایسے باغوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور جو اطاعت سے اِعراض کرے گا اور کفرو نفاق پر ہی قائم رہے گا تو (اس کی سزا کے طور پر) اللہ تعالیٰ اسے آخرت میں دردناک عذاب دے گا۔

آیت 18 فرمایا: اے حبیب! بیشک اللہ تعالیٰ ایمان والوں سے راضی ہوا جب وہ حدیبیہ کے مقام پر درخت کے نیچے تمہاری بیعت کر رہے تھے اور جس چیز پر بیعت کر رہے تھے اس سے متعلق ان کے دلوں میں موجود صدق، اخلاص اور وفا سب اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر اطمینان اتارا اور انہیں جلد آنے والی فتح کا انعام دیا۔ اس سے خیبر کی فتح مراد ہے جو کہ حدیبیہ سے واپس آنے کے چھ ماہ بعد حاصل ہوئی۔ **اہم باتیں:** (1) حُدَیْبِیَہ کے مقام پر جن صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے بیعت کی انہیں چونکہ رضائے الٰہی کی بشارت دی گئی، اس لئے اس بیعت کو ''بیعتِ رضوان'' کہتے ہیں۔ (2) اس بیعت کا ظاہری سبب کفارِ قریش کا حضرت عثمان غنی کو اپنے پاس روک لینا بنا۔ اس بیعت کے دوران حضورِ انور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے اپنا بایاں دستِ مبارک دائیں دستِ اَقدس میں لیا اور فرمایا کہ یہ عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو نورِ نبوت سے معلوم تھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید نہیں ہوئے جبھی تو ان کی بیعت لی۔ (3) بیعتِ رضوان میں شرکت کرنے والے سارے ہی مخلص مومن ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں کسی تخصیص کے بغیر مومن فرمایا۔ (4) ان تمام حضرات سے اللہ تعالیٰ خاص طور پر راضی ہو چکا ہے۔

آیت 19 فرمایا کہ حدیبیہ میں شرکت کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ دُنْیَوی انعام کے طور پر ''خیبر کی فتح'' عطا فرمائے گا اور اس فتح میں غنیمت کے طور پر خیبر والوں کے بہت سے اَموال بھی عطا فرمائے گا جنہیں وہ لیں گے اور اللہ تعالیٰ عزت والا ہے اور وہ تمہاری مدد سے بے نیاز ہے اور کامل حکمت والا ہے، اسی لئے اس نے اپنے دشمنوں کو تمہارے ہاتھوں سے ہلاک کروایا تاکہ تمہیں ثواب ملے۔

آیت 20 فرمایا کہ اے حدیبیہ میں شرکت کرنے والو! اللہ تعالیٰ نے تم سے خیبر کے علاوہ بھی بہت سے اموالِ غنیمت کا وعدہ کیا ہے

Go to Index

فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَ كَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ ۚ وَ لِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَ يَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا

تو تمہیں یہ جلد عطا فرمادی اور لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیئے اور تاکہ ایمان والوں کے لیے نشانی ہو اور تاکہ وہ تمہیں سیدھا راستہ

مُّسْتَقِيْمًا ﴿۲۰﴾ وَّ اُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ

دکھائے ○ اور دوسری غنیمتوں کا (بھی وعدہ فرمایا ہے) جن پر تمہیں قدرت نہیں، انہیں اللہ نے گھیر رکھا ہے اور اللہ ہر چیز پر

قَدِيْرًا ﴿۲۱﴾ وَ لَوْ قٰتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا

قادر ہے ○ اور اگر کافر تم سے لڑیں گے تو ضرور تمہارے مقابلہ سے پیٹھ پھیر دیں گے پھر وہ کوئی حمایتی اور مددگار

وَّ لَا نَصِيْرًا ﴿۲۲﴾ سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ ۖۚ وَ لَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ﴿۲۳﴾

نہ پائیں گے ○ اللہ کا دستور ہے جو پہلے لوگوں میں گزر چکا ہے اور تم ہرگز اللہ کے دستور میں تبدیلی نہ پاؤ گے ○

جنہیں تم آئندہ فتوحات کے ذریعے حاصل کرتے رہو گے، تو سرِدست تمہیں یہ خیبر کی غنیمت عطا فرمادی اور لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیئے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ خیبر والوں کے ہاتھ مسلمانوں سے روک دیئے یا یہ مراد ہے کہ مسلمانوں کے اہل وعیال سے دشمن لوگوں کے ہاتھ روک دیئے کہ وہ خوفزدہ ہو کر انہیں نقصان نہ پہنچا سکے۔ اس کا واقعہ یہ ہوا کہ جب مسلمان جنگِ خیبر کے لئے روانہ ہوئے تو خیبر والوں کے حلیف بنی اسد و غطفان نے چاہا کہ مسلمانوں کے پیچھے مدینہ طیبہ پر حملہ کر کے ان کے اہل وعیال کو لوٹ لیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ایسا رعب ڈالا کہ انہیں اس کی ہمت ہی نہ ہوئی۔ مزید فرمایا: **اور تاکہ ایمان والوں کے لیے نشانی ہو۔** یعنی یہ غنیمت دینا اور دشمنوں کے ہاتھ روک دینا اس لئے کیا تاکہ یہ ایمان والوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی مدد کی نشانی ہو اور وہ اپنی آنکھوں سے بھی دیکھ لیں کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے انہیں جو غیب کی خبر دی وہ سچی ہے اور تاکہ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے رب پر توکُّل کرنے اور اپنے کام اس کے سپرد کر دینے کا سیدھا راستہ دکھائے جس سے بصیرت اور یقین زیادہ ہو۔ **اہم بات:** اس سے معلوم ہوا کہ صلحِ حدیبیہ میں حاضر ہونے والے مومنین ہدایت پر تھے اور ہدایت پر رہے، ان میں سے کوئی ہدایت سے نہ ہٹا تو جو اس کا انکار کرے وہ اس آیت کا منکر ہے۔

آیت 21 ارشاد فرمایا: **اور دوسری غنیمتوں کا جن پر تمہیں قدرت نہیں۔** یعنی اللہ تعالیٰ نے ایک اور علاقے کی فتح اور اس سے حاصل ہونے والے اموالِ غنیمت کا تم سے وعدہ فرمایا ہے جسے فتح کرنے پر تمہیں قدرت نہ تھی، اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے انہیں گھیر رکھا ہے تاکہ تم ان پر فتح و غنیمت حاصل کرو اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر خوب قدرت رکھتا ہے۔ **اہم بات:** اس علاقے سے فارس اور رُوم یا خیبر یا فتحِ مکہ مراد ہے۔

آیت 22 فرمایا کہ اہلِ مکہ اگر صلح کرنے کی بجائے جنگ کرتے یا اہلِ خیبر کے حلیف قبیلہ اسد اور قبیلہ غطفان کے لوگ تم سے جنگ کی ہمت کریں تو یہ تمہارے مقابلے میں ضرور پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے تم ان پر غالب آؤ گے اور انہیں شکست ہوگی، پھر وہ اپنا کوئی حمایتی اور مددگار نہ پائیں گے۔

آیت 23 ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا دستور ہے کہ وہ ایمان والوں کی مدد فرماتا اور کافروں پر قہر فرماتا ہے جیسا کہ گزشتہ امتوں کے

Go to Index

وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ

اور وہی ہے جس نے وادیٔ مکہ میں کافروں کے ہاتھ تم سے روک دیئے اور تمہارے ہاتھ ان سے روک دیئے حالانکہ اللہ نے تمہیں ان پر

عَلَيْهِمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ﴿٢٤﴾ هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ

قابو دے دیا تھا اور اللہ تمہارے کام دیکھتا ہے○ وہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا اور تمہیں مسجد حرام سے

الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ ؕ وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَ

روکا اور قربانی کے جانوروں کو (روکا) اس حال میں کہ وہ اپنی قربانی کی جگہ پہنچنے سے رُکے ہوئے تھے اور اگر (مکہ میں) کچھ مسلمان مرد اور

نِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَـُٔوْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ بِغَيْرِ

مسلمان عورتیں نہ ہوتے جن کی تمہیں خبر نہیں (اور یہ بات نہ ہوتی) کہ تم انہیں روندڈالو گے پھر تمہیں ان کی طرف سے لاعلمی میں کوئی ناپسندیدہ

حالات سے ظاہر ہے اور تم ہرگز اللہ تعالیٰ کے اس دستور میں تبدیلی نہ پاؤ گے، یعنی یہ کبھی نہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کفار کے مقابلے میں ایمان والوں کی مدد بلاوجہ نہ فرمائے، اگر کبھی مسلمان شکست کھاجائیں تو یا وہ ایسے ایمان والے نہ ہوں گے جیسا اعلیٰ درجے کا ایمان خدا کو مطلوب ہے یا شکست میں ان کی اپنی غلطی ہوگی یا اس میں خاص حکمت ہوگی۔

آیت 24 **شانِ نزول:** اہلِ مکہ میں سے 80 ہتھیار بند جوان جبلِ تنعیم سے مسلمانوں پر حملہ کرنے کے ارادہ سے اُترے، مسلمانوں نے انہیں گرفتار کر کے سرکارِ دوعالَم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم کی خدمت میں حاضر کر دیا حضور پُرنور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے معاف فرمایا اور چھوڑ دیا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور ارشاد فرمایا: اللہ وہی ہے جس نے وادیٔ مکہ میں کافروں کے ہاتھ تم سے (لڑائی کرنے سے) روک دیئے اور تمہارے ہاتھ ان کافروں (کو قتل کرنے) سے روک دیئے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان کافروں پر قابو دے دیا تھا (اور تم انہیں آسانی سے قتل کرسکتے تھے، اگر تم انہیں قتل کر دیتے تو دونوں طرف سے لڑائی چھڑ جاتی اور اس لڑائی میں اگرچہ مسلمان ہی غالب آتے لیکن اس موقع پر یہ مسلمانوں کے حق زیادہ مفید نہ ہوتی، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے جنگ کا سبب پیدا ہی نہ ہونے دیا) اور اللہ تعالیٰ تمہارے کام دیکھتا ہے۔ بعض مفسرین کے نزدیک یہ معاملہ فتحِ مکہ کے دن ہوا اور اسی سے امامِ اعظم رضی اللہ عنہ نے یہ ثابت فرمایا ہے کہ مکہ مکرمہ صلح سے نہیں بلکہ قوت سے فتح ہوا تھا اور بعض مفسرین کے نزدیک صلحِ حدیبیہ کے موقع پر ایسا ہوا۔

آیت 25 فرمایا کہ کفارِ مکہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا اور تمہیں حدیبیہ کے مقام پر مسجدِ حرام تک پہنچنے اور کعبہ معظّمہ کا طواف سے روکا اور قربانی کے جانوروں کو حرم میں موجود اس مقام پر پہنچنے سے روکا جہاں انہیں ذبح کیا جانا تھا اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ کچھ مسلمان مرد اور کچھ مسلمان عورتیں مکہ مکرمہ میں موجود ہیں جنہیں تم پہچانتے نہیں اور کہیں ایسا نہ ہو کہ اپنے حملے میں تم انہیں بھی روند ڈالو، پھر تمہیں اس پر افسوس ہو کہ تم نے اپنے ہاتھوں اپنے مسلمان بھائیوں کو شہید کر دیا، اگر یہ بات نہ ہوتی تو ہم تمہیں اہلِ مکہ سے جہاد کی اجازت دیدیتے لیکن مسلمان مَردوں، عورتوں کی مکہ میں موجودگی کی وجہ سے ابھی تک مکہ کے کافروں کی بھی بچت ہو رہی ہے اور ان کا یہ بچاؤ اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے۔ اگر مسلمان کافروں سے ممتاز ہو جاتے تو

عِلْمٍ ۚ لِیُدْخِلَ اللّٰهُ فِیْ رَحْمَتِهٖ مَنْ یَّشَآءُ ۚ لَوْ تَزَیَّلُوْا لَعَذَّبْنَا

بات پہنچے گی (تو ہم تمہیں کفارِ مکہ سے جہاد کی اجازت دیدیتے۔ ان کا یہ بچاؤ) اس لیے ہے کہ اللہ اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے جسے چاہتا ہے۔ اگر

الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ﴿۲۵﴾ اِذْ جَعَلَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِیْ قُلُوْبِهِمُ

مسلمان (وہاں سے) ہٹ جاتے تو ہم ضرور ان میں سے کافروں کو دردناک عذاب دیتے ○ (اے حبیب! یاد کریں) جب کافروں نے اپنے دلوں میں

الْحَمِیَّةَ حَمِیَّةَ الْجَاهِلِیَّةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِیْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ

زمانہ جاہلیت کی ہٹ دھرمی جیسی ضد رکھی تو اللہ نے اپنا اطمینان اپنے رسول اور ایمان والوں پر اتارا

ع ۱۱ ۹ ۳ وَ اَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَ كَانُوْۤا اَحَقَّ بِهَا وَ اَهْلَهَا ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا ﴿۲۶﴾ ع

اور پرہیز گاری کا کلمہ ان پر لازم فرمادیا اور مسلمان اس کلمہ کے زیادہ حق دار اور اس کے اہل تھے اور اللہ سب کچھ جاننے والا ہے ○

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْیَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِیْنَ ۙ

بیشک اللہ نے اپنے رسول کا سچا خواب سچ کر دیا۔ اگر اللہ چاہے تو تم ضرور مسجد حرام میں امن و امان سے داخل ہوگے،

اس وقت ہم ضرور اہلِ مکہ میں سے کافروں کو تمہارے ہاتھ سے قتل کرا کے اور تمہاری قید میں لاکر دردناک عذاب دیتے۔ **اہم بات:** معلوم ہوا کہ نیک بندوں کے طفیل بدکاروں سے عذاب ٹل جاتا ہے اور یہ معاملہ صرف دنیا میں ہی نہیں بلکہ مسلمان گناہگاروں کے حق میں قبر و آخرت میں بھی نیکوں کے قرب کی برکتیں ہوتی ہیں۔

آیت 26 ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! وہ وقت یاد کریں جب کافروں نے اپنے دلوں میں زمانۂ جاہلیّت کی ہٹ دھرمی جیسی ضد رکھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم اور ان کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو مکے میں داخل ہونے اور کعبہ معظّمہ کے طواف سے روکا تو اللہ تعالیٰ نے اپنا اطمینان اپنے رسول اور ایمان والوں پر اتارا جس کی برکت سے اُنہوں نے آئندہ سال آنے پر صلح کی، اور پرہیز گاری کا کلمہ ایمان والوں پر لازم فرمادیا اور کافروں کے مقابلے میں مسلمان اس کلمہ کے زیادہ حق دار اور اس کے اہل تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے دین اور اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی صحبت سے مُشَرَّف فرمایا اور اللہ تعالیٰ سب کا حال جانتا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) پرہیز گاری کے کلمے سے مراد "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" ہے اور اسے "تقویٰ" کی طرف اس لئے منسوب کیا گیا کہ یہ تقویٰ و پرہیز گاری حاصل ہونے کا سبب ہے۔ (2) حدیبیہ میں شریک تمام حضرات مخلص مومن تھے، کیونکہ آیت میں مذکور سکینہ سب پر اترا، (3) پرہیز گاری کا کلمہ یعنی ایمان اور اخلاص ان سے جدا ہو ہی نہیں سکتا، اس میں ان سب کے حسنِ خاتمہ کی یقینی خبر ہے۔

آیت 27 **شانِ نزول:** رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے حدیبیہ سے پہلے مدینہ طیبہ میں خواب دیکھا تھا کہ آپ اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کے ساتھ مکہ معظّمہ میں امن سے داخل ہوئے اور اَصحاب رضی اللہ عنہم میں سے بعض نے سر کے بال منڈائے اور بعض نے ترشوائے۔ یہ خواب آپ نے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم سے بیان فرمایا تو انہیں خوشی ہوئی اور انہوں نے خیال کیا کہ اسی سال وہ مکہ

مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَ مُقَصِّرِيْنَ ۙ لَا تَخَافُوْنَ ؕ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ

کچھ اپنے سروں کے بال منڈاتے ہوئے اور کچھ بال ترشواتے ہوئے، تمہیں کسی کا ڈر نہیں ہو گا۔ تو اللہ کو وہ معلوم ہے جو تمہیں معلوم نہیں

مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿۲۷﴾ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ

تو اس نے مکے میں داخلے سے پہلے ایک نزدیک آنے والی فتح رکھی ہے ○ وہی (اللہ) ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے

الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿۲۸﴾ ؕ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ

ساتھ بھیجا تاکہ اسے سب دینوں پر غالب کر دے اور اللہ کافی گواہ ہے ○ محمد اللہ کے رسول ہیں

وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ

اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت، آپس میں نرم دل ہیں۔ تو انہیں رکوع کرتے ہوئے، سجدے کرتے ہوئے دیکھے گا،

مکرمہ میں داخل ہوں گے۔ جب مسلمان حدیبیہ سے صلح کے بعد واپس ہوئے اور اس سال مکہ مکرمہ میں ان کا داخلہ نہ ہوا تو منافقین نے طعنے دیئے اور کہا: اس خواب کا کیا ہوا؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور اس خواب کے مضمون کی تصدیق فرمائی کہ ضرور ایسا ہو گا، چنانچہ اگلے سال ایسا ہی ہوا اور مسلمان اگلے سال شان و شوکت سے مکہ مکرمہ میں فاتحانہ داخل ہوئے۔ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کا سچا خواب سچ کر دیا، اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو تم ضرور مسجدِ حرام میں امن سے داخل ہو گے، کچھ اپنے سروں کے تمام بال منڈاتے ہوئے اور کچھ تھوڑے سے بال ترشواتے ہوئے، تمہیں کسی دشمن کا ڈر نہیں ہو گا اور اللہ تعالیٰ کو وہ معلوم ہے جو تمہیں معلوم نہیں یعنی یہ کہ تمہارا داخل ہونا اگلے سال ہے اور تم اسی سال سمجھے تھے تو اس نے مکے میں داخلے سے پہلے ایک نزدیک آنے والی فتح یعنی ”خیبر کی فتح“ رکھی ہے کہ جس فتح کا وعدہ کیا گیا اس کے حاصل ہونے تک مسلمان راحت پائیں۔ **اہم بات:** حج وغیرہ میں بال منڈانا کتروانے سے افضل ہے کیونکہ یہاں پہلے بال منڈانے کا ذکر فرمایا ہے۔

آیت 28 ارشاد فرمایا کہ وہی اللہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے سب دینوں پر غالب کر دے خواہ وہ مشرکین کے دین ہوں یا اہلِ کتاب کے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو تمام اَدیان پر غالب فرما دیا۔ دلیل و حجت کے اعتبار سے بھی اسلام باقی تمام دینوں پر غالب ہے اور ظاہری قوت و شوکت کے اعتبار سے بھی زمانۂ رسالت سے آج تک کی اکثر صدیوں میں اسلام غالب رہا اور آخر زمانے میں بھی اسلام ہی تمام دینوں پر غالب ہو گا۔ آیت کے آخر میں ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ اپنے حبیب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی رسالت پر گواہ کافی ہے۔

آیت 29 ارشاد فرمایا: **محمد اللہ کے رسول ہیں۔** محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، یہ آپ کا سب سے بڑا تعارف ہے۔ اس کے بعد صحابۂ کرام علیہم الرضوان کے اوصاف بیان فرمائے کہ صحبت و معیتِ نبوی کا عظیم شرف پانے والے افراد کی خوبیاں یہ ہیں کہ اللہ کی خاطر وہ کافروں پر سخت اور شدید ہیں کیونکہ کفر سے نفرت خدا ہی کی وجہ سے ہے۔ صحابۂ کرام کی دوسری صفت یہ ہے کہ آپس میں نرم دل ہیں کیونکہ ان کی محبتیں بھی اللہ ہی کی خاطر ہیں اور ایمان سببِ محبت و شفقت اور باعثِ قرب و رحمت ہے۔

فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا ٛ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ

اللہ کا فضل و رضا چاہتے ہیں، ان کی علامت ان کے چہروں میں سجدوں کے نشان سے ہے۔ یہ ان کی صفت

مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۚۖۛ وَ مَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۚ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْــَٔهٗ

معانقة ١٤

تورات میں (مذکور) ہے اور ان کی صفت انجیل میں (مذکور) ہے۔ (ان کی صفت ایسے ہے) جیسے ایک کھیتی ہو جس نے اپنی باریک سی کونپل نکالی

فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ

پھر اسے طاقت دی پھر وہ موٹی ہو گئی پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہو گئی، کسانوں کو اچھی لگتی ہے (اللہ نے مسلمانوں کی یہ شان اس لئے

بِهِمُ الْكُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً

بڑھائی) تاکہ ان سے کافروں کے دل جلائے۔ اللہ نے ان میں سے ایمان والوں اور اچھے کام کرنے والوں سے بخشش

وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿٢٩﴾ ع

ع ٤ ۔ ١٢

اور بڑے ثواب کا وعدہ فرمایا ہے ○

تیسری صفت یہ ہے کہ تُو انہیں رکوع کرتے ہوئے، سجدے کرتے ہوئے دیکھے گا۔ یعنی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کثرت سے اور پابندی کے ساتھ نمازیں پڑھتے ہیں اسی لئے کبھی تم انہیں رکوع کرتے اور کبھی سجدہ کرتے ہوئے دیکھو گے چنانچہ خلفائے راشدین اور دیگر صحابۂ کرام علیہم الرضوان کے ذوقِ عبادت پر ان کی سیرتیں گواہ ہیں۔ مزید فرمایا: **ان کی علامت ان کے چہروں میں سجدوں کے نشان سے ہے۔** یعنی ان کی عبادت کی علامت ان کے چہروں میں سجدوں کے اثر سے ظاہر ہے۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ علامت وہ نور ہے جو قیامت کے دن اُن کے چہروں سے تاباں ہو گا اور اس سے پہچانے جائیں گے کہ انہوں نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے بہت سجدے کئے ہیں۔ مزید فرمایا: **یہ ان کی صفت تورات میں ہے اور ان کی صفت انجیل میں ہے۔** اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ توریت اور انجیل میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے بیان کردہ یہ اوصاف مذکور ہیں۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ یہاں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے جو اَوصاف بیان ہوئے یہ تورات میں مذکور ہیں اور انجیل میں مذکور ہے کہ ان کی مثال ایسے ہے جیسے ایک کھیتی ہو جس نے اپنی باریک سی کونپل نکالی، پھر اسے طاقت دی، پھر وہ موٹی ہو گئی، پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہو گئی اور ان چیزوں کی وجہ سے وہ کسانوں کو اچھی لگتی ہے۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ اسلام کی ابتداء اور اس کی ترقی کی مثال بیان فرمائی گئی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم تنہا اُٹھے، پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو آپ کے مخلص اَصحاب رضی اللہ عنہم سے تقویت دی۔ ایک قول یہ ہے کہ کھیتی سے مراد حضورِ اَقدس صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم ہیں اور اس کی شاخوں سے مراد صحابۂ کرام اور (ان کے علاوہ) دیگر مومنین ہیں۔ مزید فرمایا: **تاکہ ان سے کافروں کے دل جلیں۔** یعنی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو کھیتی سے تشبیہ اس لئے دی گئی ہے تاکہ ان سے کافروں کے دل جلیں۔ مزید آیت کے آخر میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو مغفرت اور اجرِ عظیم کی بشارت دی گئی ہے۔ **اہم باتیں:** (1) صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے جلنا کافروں کا طریقہ ہے۔ (2) تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے مغفرت اور اجرِ عظیم کا وعدہ ہے۔ **درس:** صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرت میں

ایاتها ١٨ | ٤٩ سُوْرَةُ الْحُجُرٰتِ مَدَنِيَّةٌ ١٠٦ | رکوعاتها ٢

سورۂ حجرات مدنیہ ہے، اس میں اٹھارہ آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ سننے والا،

مسلمانوں کے لئے بھی نصیحت ہے کہ ایک مسلمان اپنے مسلمان بھائی سے نفرت نہ کرے اور اس کے ساتھ سختی سے پیش نہ آئے بلکہ شفقت ونرمی سے پیش آئے اور اس کے ساتھ مہربانی بھرا سلوک کرے۔

سورۂ حجرات کا تعارف یہ سورت مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں 2 رکوع اور 18 آیتیں ہیں۔ حجرات کا معنی "حجرے اور کمرے" ہیں، اور اس سورت کی آیت نمبر 4 میں حجرات کا لفظ ہے اسی مناسبت سے اس سورت کا نام "سورۃُ الحُجرات" ہے۔ **خلاصۂ مضامین:** اس سورت میں حضور پُر نور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی بارگاہ کے خصوصی آداب، معاشرتی آداب اور مسلمانوں کی اَخلاقی تربیت کا بیان ہے، مزید یہ حکم دیا گیا کہ اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرادی جائے۔ اپنے ایمان کا احسان جتانے والوں کی سرزَنِش کی گئی اور یہ بتایا گیا کہ کسی کا اسلام قبول کرنا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم پر کوئی احسان نہیں ہے۔

آیت 1 **شانِ نزول:** (1) چند لوگوں نے عید الاضحیٰ کے دِن سرکارِ دوعالَم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے پہلے قربانی کرلی تو ان کو حکم دیا گیا کہ دوبارہ قربانی کریں۔ (2) بعض لوگ رمضان سے ایک دن پہلے ہی روزہ رکھنا شروع کر دیتے تھے، ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی اجازت کے بغیر کسی قول اور فعل میں اصلاً ان سے آگے نہ بڑھنا تم پر لازم ہے کیونکہ یہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے ادب واحترام کے خلاف ہے۔ تم اپنے تمام اَقوال و اَفعال میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو کیونکہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈروگے تو یہ ڈرنا تمہیں آگے بڑھنے سے روکے گا اور اللہ تعالیٰ تمہارے تمام اقوال کو سنتا اور تمام افعال کو جانتا ہے اور جس کی ایسی شان ہے اس کا حق یہ ہے کہ اس سے ڈرا جائے۔ **اہم باتیں:** (1) اس آیت کا شانِ نزول کچھ بھی ہو مگر یہ حکم سب کو عام ہے یعنی کسی بات میں، کسی کام میں حضور علیہ السّلام سے آگے ہونا منع ہے۔ (2) سیّد المرسَلین صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی شان اتنی بلند ہے کہ ان کی بارگاہ کے آداب اللہ تعالیٰ نے سکھائے ہیں۔ (3) اس آیت میں اللہ تعالیٰ اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم دونوں سے آگے نہ بڑھنے کا فرمایا گیا حالانکہ اللہ تعالیٰ سے آگے ہونا ممکن ہی نہیں ہے اور آیت کا مقصد یہ ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے آگے نہ بڑھو، ان کی بے ادبی اللہ تعالیٰ کی بے ادبی ہے۔ (4) علماءِ کرام چونکہ انبیاءِ کرام علیہم السّلام کے وارث ہیں اس لئے ان کا بھی ادب کرنا چاہیے یعنی اہلِ حق اور باعمل ہیں کیونکہ یہی علماء درحقیقت انبیاءِ کرام علیہم السّلام کے وارث ہیں جبکہ بدمذہبوں کے علماء اور بدعمل عالِم اس ادب کے مستحق نہیں ہیں۔

عَلِیۡمٌ ۝١ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَرۡفَعُوۡۤا اَصۡوَاتَكُمۡ فَوۡقَ صَوۡتِ النَّبِیِّ وَ لَا تَجۡهَرُوۡا لَهٗ

جاننے والا ہے ○ اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز پر اونچی نہ کرو اور ان کے حضور زیادہ بلند آواز سے کوئی بات نہ

بِالۡقَوۡلِ كَجَهۡرِ بَعۡضِكُمۡ لِبَعۡضٍ اَنۡ تَحۡبَطَ اَعۡمَالُكُمۡ وَ اَنۡتُمۡ لَا تَشۡعُرُوۡنَ ۝٢

کہو جیسے ایک دوسرے کے سامنے بلند آواز سے بات کرتے ہو کہ کہیں تمہارے اعمال برباد نہ ہوجائیں اور تمہیں خبر نہ ہو○

اِنَّ الَّذِیۡنَ یَغُضُّوۡنَ اَصۡوَاتَهُمۡ عِنۡدَ رَسُوۡلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِیۡنَ امۡتَحَنَ اللّٰهُ

بیشک جو لوگ اللہ کے رسول کے پاس اپنی آوازیں نیچی رکھتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے

آیت 2 **شانِ نزول:** (1) ایک مرتبہ کسی معاملے میں گفتگو کرتے ہوئے حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی آوازیں نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی بارگاہ میں بلند ہوگئیں، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (2) حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی بارگاہ میں منافقین اپنی آوازیں بلند کیا کرتے تھے تاکہ کمزور مسلمان اس معاملے میں ان کی پیروی کریں، اس پر مسلمانوں کو بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم میں آواز بلند کرنے سے منع کر دیا گیا تاکہ منافق اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوں۔ چنانچہ اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کے دو عظیم آداب سکھائے ہیں، پہلا ادب یہ ہے کہ اے ایمان والو! جب نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم تم سے کلام فرمائیں اور تم ان کی بارگاہ میں کچھ عرض کرو تو تم پر لازم ہے کہ تمہاری آواز ان کی آواز سے بلند نہ ہو بلکہ جو عرض کرنا ہے وہ آہستہ اور پست آواز سے کرو۔ دوسرا ادب یہ ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کو ندا کرنے میں ادب کا پورا لحاظ رکھو اور جیسے آپس میں ایک دوسرے کو نام لے کر پکارتے ہو اس طرح نہ پکارو بلکہ تمہیں جو عرض کرنا ہو وہ ادب و تعظیم اور عظمت والے اَلقاب کے ساتھ عرض کرو جیسے یوں کہو: یارسولَ اللہ! صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم، یا نَبِیَّ اللہ! صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم، کیونکہ ترکِ ادب سے نیکیوں کے برباد ہونے کا اندیشہ ہے اور اس کی تمہیں خبر بھی نہ ہوگی۔ **اہم باتیں:** (1) اس آیت کے شانِ نزول سے متعلق اور بھی روایات ہیں، ممکن ہے کہ اس آیت کے نزول سے پہلے مختلف اسباب پیدا ہوئے ہوں اور بعد میں ایک ہی مرتبہ یہ آیت نازل ہوگئی ہو، نیز یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے کوئی بے ادبی سرزد ہوئی ہو جس پر انہیں تنبیہ کی گئی ہو۔ (2) بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کا جو ادب و احترام اس آیت میں بیان ہوا، یہ آپ کی وفاتِ ظاہری سے لے کر قیامت تک کے لئے ہے۔ (3) علماءِ کرام کی مجالس میں بھی آواز بلند کرنا ناپسندیدہ ہے کیونکہ یہ انبیاءِ کرام علیہم السلام کے وارث ہیں۔

آیت 3 **شانِ نزول:** جب اوپر والی آیت نازل ہوئی تو اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور کچھ دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے بہت احتیاط لازم کرلی اور سرکارِ دوعالَم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی خدمتِ اَقدس میں بہت ہی پست آواز سے عرض معروض کرتے، ان حضرات کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی اور ان کے عمل کو سراہتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا: بیشک جو لوگ ادب اور تعظیم کے طور پر اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی بارگاہ میں اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے پرہیزگاری کے لئے پرکھ لیا (اور ان میں موجود پرہیزگاری کو ظاہر فرمادیا) ہے، ان کے لیے آخرت میں بخشش اور بڑا

قُلُوۡبَهُمۡ لِلتَّقۡوٰىؕ لَهُمۡ مَّغۡفِرَةٌ وَّاَجۡرٌ عَظِيۡمٌ ﴿۳﴾ اِنَّ الَّذِيۡنَ يُنَادُوۡنَكَ مِنۡ وَّرَآءِ الۡحُجُرٰتِ

پرہیز گاری کے لیے پرکھ لیا ہے، ان کے لیے بخشش اور بڑا ثواب ہے○ بیشک جو لوگ آپ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں

اَكۡثَرُهُمۡ لَا يَعۡقِلُوۡنَ ﴿۴﴾ وَلَوۡ اَنَّهُمۡ صَبَرُوۡا حَتّٰى تَخۡرُجَ اِلَيۡهِمۡ لَكَانَ خَيۡرًا لَّهُمۡؕ

ان میں اکثر بے عقل ہیں○ اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ تم ان کے پاس خود تشریف لے آتے تو یہ ان کے لیے بہتر تھا

وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۵﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنۡ جَآءَكُمۡ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوۡۤا

اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے○ اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کرلو

ثواب ہے۔ **اہم باتیں:** (1) تمام عبادات بدن کا تقویٰ ہیں اور حضورِ اَقدس صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کا ادب دل کا تقویٰ ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے دل تقویٰ کے لئے پرَکھ لئے ہیں، اسی لئے صحابۂ کرام علیہم الرضوان کے تعظیمِ نبی صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کے ایک سے بڑھ کر ایک واقعات ہیں۔

آیت 4 **شانِ نزول:** بنو تمیم کے چند لوگ دوپہر کے وقت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی خدمت میں پہنچے، اس وقت حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم آرام فرمارہے تھے، ان لوگوں نے حُجروں کے باہر سے حضورِ اَقدس صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کو پکارنا شروع کر دیا اور حضور پُر نور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم باہر تشریف لے آئے ان لوگوں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کو اس طرح پکارنا جہالت اور بے عقلی ہے۔

آیت 5 اس آیت میں ان لوگوں کو ادب کی تلقین کی گئی کہ انہیں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کو پکارنے کی بجائے صبر کرنا چاہئے تھا یہاں تک کہ حضورِ اَقدس صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم خود ہی مُقدّس حجرے سے باہر نکل کر ان کے پاس تشریف لے آتے اور اگر وہ اپنے اوپر لازم اس ادب کو بجالاتے تو یہ ان کے لیے بہتر تھا اور جن سے یہ بے ادبی ہوئی ہے اگر وہ توبہ کریں تو اللہ تعالیٰ اُنہیں بخشنے والا اور ان پر مہربانی فرمانے والا ہے۔

آیت 6 **شانِ نزول:** رسولِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو بنی مُصطلق سے صدقات وصول کرنے بھیجا۔ جب آپ رضی اللہ عنہ اُن کے علاقے کے قریب پہنچے تو بہت سے لوگ ان کی تعظیم کے لئے ان کا استقبال کرنے آئے، لیکن حضرت ولید رضی اللہ عنہ نے گمان کیا کہ یہ پرانی دشمنی کی وجہ سے مجھے قتل کرنے آرہے ہیں، چنانچہ آپ واپس ہو گئے اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم سے (اپنے گمان کے مطابق) عرض کر دیا کہ حضور! ان لوگوں نے صدقہ دینے سے منع کر دیا اور مجھے قتل کرنے کے درپے ہو گئے ہیں۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو حالات کی تحقیق کے لئے بھیجا، حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ وہ لوگ اذانیں کہتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں اور ان لوگوں نے صدقات پیش کر دیئے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ یہ صدقات لے کر خدمتِ اَقدس میں حاضر ہوئے اور واقعہ عرض کیا، اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ **اہم باتیں:** (1) اس آیت میں بطورِ خاص حضرت ولید رضی اللہ عنہ کو فاسق نہیں کہا گیا بلکہ ایک اسلامی قانون بیان کیا گیا ہے لہٰذا اس آیت کی بنا پر انہیں فاسق نہیں

اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ۝٦ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ

کہ کہیں کسی قوم کو انجانے میں تکلیف نہ دے بیٹھو پھر اپنے کیے پر شرمندہ ہونا پڑے○ اور جان لو کہ

فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ؕ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ

تم میں اللہ کے رسول تشریف فرما ہیں، اگر بہت سے معاملات میں وہ تمہاری بات مانیں تو تم ضرور مشقت میں پڑ جاؤ گے لیکن اللہ نے تمہیں

اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ

ایمان محبوب بنا دیا ہے اور اسے تمہارے دلوں میں آراستہ کر دیا اور کفر اور حکم عدولی اور نافرمانی تمہیں ناگوار کر دی، ایسے ہی لوگ

الرّٰشِدُوْنَ ۝٧ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝٨ وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ

رشد و ہدایت والے ہیں○ اللہ کا فضل اور احسان ہے اور اللہ علم والا، حکمت والا ہے○ اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ

کہہ سکتے۔(2) کسی کام میں جلدی نہ کی جائے ورنہ بعد میں پچھتانا پڑ سکتا ہے۔ **درس:** مذکورہ بالا آیت میں بیان کئے گئے اصول کو اگر ہم آج کل کے دَور میں پیشِ نظر رکھیں تو ہمارے معاشرے کی بہت سی برائیاں ختم ہو جائیں کیونکہ ہمارے ہاں لڑائی جھگڑے کا ایک بڑا سبب یہ ہے کہ جب کسی کو کوئی اطلاع دی جاتی ہے تو وہ اس کی تصدیق کئے بغیر ہی فوراً غصہ میں آ جاتا ہے اور وہ کام کر بیٹھتا ہے جس کے بعد ساری زندگی پریشان رہتا ہے۔

آیت 7،8 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے ایمان والو! جان لو کہ تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ کے رسول تشریف فرما ہیں، اگر تم میں سے کوئی ان سے جھوٹ بولے گا تو اللہ تعالیٰ انہیں خبردار کر دے گا اور وہ (اس کے حکم سے) تمہارا حال ظاہر کر کے تمہیں رُسوا کر دیں گے، لہٰذا تم ان سے کوئی باطل بات نہ کہو اور اگر تمہارے بتائے ہوئے بہت سے معاملات میں وہ تمہاری بات ہی مانیں تو اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ تم ضرور مشقت میں پڑ جاؤ گے لیکن اللہ تعالیٰ نے تم پر رحم کرتے ہوئے انہیں اس سے بچا لیا اور تمہارے دل میں ایمان کی محبت ڈال دی اور اسے تمہارے دلوں میں آراستہ کر دیا ہے جس کی برکت سے تم رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والٖہ وسلم کی حکم عدولی نہیں کرتے اور کفر، حکم عدولی اور نافرمانی تمہیں ناگوار کر دی ہے جس کے باعث تم نافرمانی سے مُتَنَفِّر ہو، ایسے ہی لوگ رشد و ہدایت والے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان سے حق راستے پر قائم ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کے اَحوال کا علم رکھنے والا اور ان پر انعام فرمانے میں حکمت والا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) گناہ نہ کرنا بھی کمال ہے لیکن گناہ سے دل میں نفرت پیدا ہو جانا بڑا کمال ہے کیونکہ یہ نفرت گناہوں سے مستقل طور پر بچا لیتی ہے۔(2) تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کفر و فسق اور گناہ سے دلی بیزار ہیں، ان کے دلوں میں ایمان، تقویٰ اور رُشد و ہدایت ایسی رَچ گئی ہے جیسے گلاب کے پھول میں رنگ و بُو۔

آیت 9 **شانِ نزول:** ایک مرتبہ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ والٖہ وسلم دراز گوش پر سوار ہو کر تشریف لے جا رہے تھے، اس دوران انصار کی مجلس کے پاس سے گزر ہوا تو وہاں تھوڑی دیر ٹھہرے، اس جگہ دراز گوش نے پیشاب کیا تو عبداللہ بن اُبی نے ناک بند کر لی۔ یہ دیکھ کر حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ والٖہ وسلم کے دراز گوش کا پیشاب تیرے مشک سے بہتر خوشبو

اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا ۚ فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ

آپس میں لڑ پڑیں تو تم ان میں صلح کرادو پھر اگر ان میں سے ایک دوسرے پر زیادتی کرے تو اس زیادتی کرنے والے سے لڑو

حَتّٰى تَفِیْٓءَ اِلٰۤى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَ اَقْسِطُوْا ؕ

یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے پھر اگر وہ پلٹ آئے تو انصاف کے ساتھ ان میں صلح کروادو اور عدل کرو،

اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ ۝۹ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ اَخَوَیْكُمْ

بیشک اللہ عدل کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے○ صرف مسلمان بھائی بھائی ہیں تو اپنے دو بھائیوں میں صلح کرادو

وَ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝۱۰ؑ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ الربع ۱۳ ع

اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم پر رحمت ہو○ اے ایمان والو! مرد دوسرے مردوں پر نہ ہنسیں، ہوسکتا ہے کہ

رکھتا ہے۔ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم تو تشریف لے گئے لیکن ان دونوں میں بات بڑھ گئی اور ان دونوں کی قومیں آپس میں لڑ پڑیں صورتِ حال معلوم ہونے پر سرکارِ دو عالَم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم واپس تشریف لائے اور ان میں صلح کرادی، اس معاملے کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی اور ارشاد فرمایا گیا: اے ایمان والو! اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو تم سمجھا کر ان میں صلح کرادو، پھر اگر ان میں سے ایک دوسرے پر ظلم اور زیادتی کرے اور صلح کرنے سے انکار کر دے تو مظلوم کی حمایت میں اس زیادتی کرنے والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف پلٹ آئے، پھر اگر وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف پلٹ آئے تو انصاف کے ساتھ دونوں گروہوں میں صلح کروادو اور دونوں میں سے کسی پر زیادتی نہ کرو اور ہر چیز میں عدل کرو، بیشک اللہ تعالیٰ عدل کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے تو وہ انہیں عدل کی اچھی جزا دے گا۔ **اہم باتیں:** (1) جنگ وجِدال گناہ ہے، مگر یہاں دونوں فریقوں کو مومن فرمایا گیا، اس سے معلوم ہوا کہ گناہ کفر نہیں ہے۔ (2) مسلمانوں میں صلح کرانا حضورِ اَقدس صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی سنت اور اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے۔

آیت 10 ارشاد فرمایا: مسلمان تو آپس میں بھائی بھائی ہی ہیں کیونکہ یہ آپس میں دینی تعلق اور اسلامی محبت کے ساتھ مَربوط ہیں اور یہ رشتہ تمام دُنْیَوی رشتوں سے مضبوط تر ہے، لہٰذا جب کبھی دو بھائیوں میں جھگڑا واقع ہو تو ان میں صلح کرادو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو تاکہ تم پر رحمت ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنا اور پرہیزگاری اختیار کرنا ایمان والوں کی باہمی محبت اور اُلفت کا سبب ہے اور جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوتی ہے۔

آیت 11 فرمایا: **اے ایمان والو! مرد دوسرے مَردوں پر نہ ہنسیں۔** یہ آیت اسلام کے خوب صورت معاشرتی احکام پر مشتمل ہے۔ فرمایا گیا کہ مرد مَردوں کا مذاق اڑاتے ہوئے ان پر نہ ہنسیں یعنی کوئی فرد یا گروہ دوسروں کا مذاق نہ اڑائے جیسے مال دار غریبوں کا، بلند نسب والے دوسرے نسب والوں کا، تندرست کسی اپاہج معذور کا مذاق نہ اڑائے کہ یہ کمی بیشی غیر اختیاری اور ظاہری ہے جبکہ ہوسکتا ہے کہ

يَكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْۤا

وہ ان ہنسنے والوں سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں دوسری عورتوں پر ہنسیں، ہو سکتا ہے کہ وہ ان ہنسنے والیوں سے بہتر ہوں اور آپس میں کسی کو

اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ؕ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ

طعنہ نہ دو اور ایک دوسرے کے برے نام نہ رکھو، مسلمان ہونے کے بعد فاسق کہلانا کیا ہی برا نام ہے اور جو توبہ نہ کریں

فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۱۱﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۫ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ

تو وہی ظالم ہیں ○ اے ایمان والو! بہت زیادہ گمان کرنے سے بچو بیشک کوئی گمان گناہ ہوجاتا ہے

وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ؕ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا

اور (پوشیدہ باتوں کی) جستجو نہ کرو اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو کیا تم میں کوئی پسند کرے گا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے

جن کا مذاق اڑایا جارہا ہے وہ ہنسی اڑانے والوں سے اللہ کی بارگاہ میں صدق اور اخلاص میں بہتر ہوں، پھر یہی حکم عورتوں کو دیا گیا کہ عورتیں بھی دوسری عورتوں پر نہ ہنسیں کیونکہ ہو سکتا ہے کہ دوسری عورتیں زیادہ بہتر ہوں۔ آیتِ مبارکہ میں عورتوں کا جداگانہ ذکر اس لئے کیا گیا کہ عورتوں میں ایک دوسرے کا مذاق اُڑانے اور اپنے آپ کو بڑا جاننے کی عادت بہت زیادہ ہوتی ہے۔ مزید فرمایا: **اور آپس میں کسی کو طعنہ نہ دو۔** یعنی قول یا اشارے کے ذریعے ایک دوسرے پر عیب نہ لگاؤ کیونکہ اگر ایک مومن نے دوسرے مومن پر عیب لگایا تو گویا اپنے ہی آپ کو عیب لگایا۔ مزید فرمایا: **اور ایک دوسرے کے برے نام نہ رکھو۔** برے نام رکھنے سے مراد یہ ہے کہ اگر کسی آدمی نے کسی برائی سے توبہ کرلی ہو تو اسے توبہ کے بعد اس برائی سے عار دلائی جائے یا برے نام رکھنے سے مراد کسی مسلمان کو کتا، گدھا یا سور کہنا ہے یا اس سے وہ اَلقاب مراد ہیں جن سے مسلمان کی برائی نکلتی ہو اور اس کو ناگوار ہو اور جو اَلقاب گویا کہ نام بن گئے اور اَلقاب والے کو ناگوار نہیں وہ القاب بھی منع نہیں، جیسے اَعمَش اور اَعرَج وغیرہ۔ **مزید فرمایا: مسلمان ہونے کے بعد فاسق کہلانا کیا ہی برا نام ہے** تو اے مسلمانو! کسی مسلمان کی ہنسی بنا کر یا اس کو عیب لگا کر یا اس کا نام بگاڑ کر اپنے آپ کو فاسق نہ کہلاؤ اور جو لوگ ان تمام افعال سے توبہ نہ کریں تو وہی ظالم ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) اہانت اور تحقیر کیلئے زبان یا اشارات یا کسی اور طریقے سے مسلمان کا مذاق اڑانا حرام و گناہ ہے۔ (2) عظمت کا دارومدار محض نسب پر نہیں تقویٰ و پرہیزگاری پر ہے۔ **درس:** (1) ایسا مذاق جو کسی شخص کو خوش کر دے جسے خوش طبعی اور خوش مزاجی کہتے ہیں، جائز ہے بلکہ کبھی کبھی خوش طبعی کرنا سنت بھی ہے لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ جھوٹ نہ بولا جائے، بے حیائی کی بات نہ ہو، اوٹ پٹانگ حرکتیں نہ کی جائیں اور کسی کو تکلیف نہ دی جائے۔ (2) مسلمان بھائی کو نسبی طعنہ دینا حرام اور مشرکوں کا طریقہ ہے، آج کل یہ بیماری مسلمانوں میں عام ہے۔ نسبی طعنہ کی بیماری عورتوں میں زیادہ ہے، انہیں اس آیت سے سبق لینا چاہیے۔

آیت 12 یہاں ایمان والوں کو چار احکام دیئے گئے ہیں: (1) بہت زیادہ گمان کرنے سے منع فرمایا کیونکہ کچھ گمان محض گناہ ہیں۔ (2) مسلمانوں کی عیب جوئی نہ کرو اور ان کے پوشیدہ حال کی جستجو میں نہ رہو جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی سَتّاری سے چھپایا ہے۔ (3) ایک

فَكَرِهْتُمُوْهُ ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲﴾ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ

تو یہ تمہیں ناپسند ہوگا اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا، مہربان ہے ○ اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور

مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ

ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں قومیں اور قبیلے بنایا تا کہ تم آپس میں پہچان رکھو، بیشک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے

دوسرے کی غیبت نہ کرو، کیا تم میں کوئی یہ پسند کرے گا کہ اپنے مَرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے، یقیناً یہ تمہیں ناپسند ہوگا، تو پھر مسلمان بھائی کی غیبت بھی تمہیں گوارا نہ ہونی چاہئے کیونکہ اس کو پیٹھ پیچھے برا کہنا اس کے مرنے کے بعد اس کا گوشت کھانے کی مثل ہے کہ جس طرح کسی کا گوشت کاٹنے سے اس کو ایذا ہوتی ہے اسی طرح اس کی بدگوئی کرنے سے اسے قلبی تکلیف ہوتی ہے اور در حقیقت عزت گوشت سے زیادہ پیاری ہے۔ (4) غیبت کے معاملے میں اللہ سے ڈرو اور اس سے سچی توبہ کرو، بیشک اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا، مہربان ہے۔ **اہم باتیں:** (1) گمان کی کئی اَقسام ہیں، ان میں سے چار یہ ہیں: (۱) واجب، جیسے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اچھا گمان رکھنا۔ (۲) مُستحَب، جیسے صالح مومن کے ساتھ نیک گمان رکھنا اور کئی صورتوں میں واجب۔ (۳) ممنوع حرام۔ جیسے اللہ تعالیٰ کے ساتھ برا گمان کرنا اور یونہی مومن کے ساتھ برا گمان کرنا۔ (۴) جائز، جیسے فاسقِ مُعلِن کے ساتھ ایسا گمان کرنا جیسے افعال اس سے ظہور میں آتے ہوں۔ (2) مسلمان پر بدگمانی خود حرام ہے جب تک ثبوتِ شرعی نہ ہو۔ (3) غیبت کے یہ معنی ہیں کہ کسی شخص کے پوشیدہ عیب کو جس کو وہ دوسروں کے سامنے ظاہر ہونا پسند نہ کرتا ہو اس کی برائی کرنے کے طور پر ذکر کرنا اور اگر اس میں وہ بات ہی نہ ہو تو یہ غیبت نہیں بلکہ بہتان ہے۔ (4) جس کی غیبت کی اگر اس کو اس کی خبر ہوگئی تو اس سے معافی مانگنی ضروری ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ اس کے سامنے یہ کہے کہ میں نے تمہاری اس اس طرح غیبت یا برائی کی تم معاف کردو، اس سے معاف کرائے اور توبہ کرے تب اس سے بریُ الذمہ ہوگا اور اگر اس کو خبر نہ ہوئی ہو تو توبہ اور ندامت کافی ہے۔ **درس:** (1) مسلمانوں کے عیب تلاش کرنا منافق کا شِعار ہے اور عیب تلاش کرنے کا انجام ذلت و رسوائی ہے، لہٰذا عیب تلاش کرنے والوں کو اس بات سے ڈرنا چاہئے کہ اس وجہ سے کہیں اللہ تعالیٰ ان کے پوشیدہ عیوب ظاہر نہ فرمادے۔ (3) کسی کے عیب تلاش کرنے کی بجائے اپنے اندر موجود عیبوں کو تلاش کرنے اور ان کی اصلاح کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ (4) ہر مسلمان کو غیبت سے بچنے کی بھرپور کوشش کرنی چاہئے، فی زمانہ اس حرام سے بچنے کی بہت زیادہ ضرورت ہے کیونکہ آج کل مسلمانوں میں یہ بلا بہت پھیلی ہوئی ہے اور وہ اس سے بچنے کی طرف بالکل توجہ نہیں کرتے اور ان کی بہت کم مجلسیں ایسی ہوتی ہیں جو چغلی اور غیبت سے محفوظ ہوں۔

آیت 13 فرمایا: اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد حضرت آدم علیہ السّلام اور ایک عورت حضرت حوا رضی اللہ عنہا سے پیدا کیا اور جب نسب کے اس انتہائی درجہ پر جا کر تم سب کے سب مل جاتے ہو تو نسب میں ایک دوسرے پر فخر اور بڑائی کا اظہار کرنے کی کوئی وجہ نہیں، سب برابر ہو اور ایک جدِّ اعلیٰ کی اولاد ہو۔ اور ہم نے تمہیں مختلف قومیں، قبیلے اور خاندان بنایا تا کہ تم آپس میں ایک دوسرے کی پہچان رکھو اور ایک شخص دوسرے کا نسب جانے اور اس طرح کوئی اپنے باپ دادا کے سوا دوسرے کی طرف اپنے آپ کو منسوب

اَتْقٰىكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ ۱۳ قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا

جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے بیشک اللہ جاننے والا خبردار ہے ○ دیہاتیوں نے کہا: ہم ایمان لے آئے، تم فرماؤ: تم ایمان تو نہیں لائے

وَ لٰكِنْ قُوْلُوْۤا اَسْلَمْنَا وَ لَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَ اِنْ تُطِیْعُوا اللّٰهَ وَ

ہاں یوں کہو کہ ہم فرمانبردار ہوئے اور ابھی ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی

رَسُوْلَهٗ لَا یَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَیْــٴًـا ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۱۴ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ

فرمانبرداری کروگے تو تمہارے اعمال سے کچھ کمی نہیں کرے گا بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے ○ ایمان والے تو وہی ہیں جو

اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا وَ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ

اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر انہوں نے شک نہ کیا اور اپنی جان اور مال سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا

نہ کرے، نہ یہ کہ اپنے نسب پر فخر کرنے لگ جائے اور دوسروں کی تحقیر کرنا شروع کر دے۔ مزید فرمایا: **بیشک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے۔** اہم بات: نسب ان امور میں سب سے بڑا امر ہے جن کی وجہ سے تکبر کیا جاتا ہے کیونکہ مال، حسن اور بزرگی کی وجہ سے کیا جانے والا تکبر ان چیزوں کے ختم ہونے پر ختم ہو جاتا ہے جبکہ نسب کی وجہ سے کیا جانے والا تکبر ختم نہیں ہوتا، اسی لئے یہاں بطورِ خاص اسے ذکر کیا گیا۔ درس: اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عزت و فضیلت کا مدار پرہیز گاری ہے، لہٰذا نسب پر فخر کرنے سے بچا جائے اور پرہیز گاری اختیار کی جائے۔

آیت 14 شانِ نزول: بنو اسد بن خزیمہ کے کچھ لوگ خشک سالی کے زمانہ میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام کا اظہار کیا، ان لوگوں نے مدینہ کے راستوں میں گندگی پھیلائی اور ان کی وجہ سے وہاں غلہ کے دام بڑھ گئے اور دوسری طرف صبح و شام رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں آکر اپنے اسلام لانے کا احسان جتاتے اور کہتے: ہمیں کچھ دیجئے۔ ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا: دیہاتیوں نے کہا: ہم ایمان لے آئے، اے حبیب! آپ ان سے فرما دیں تم سچے دل سے ایمان تو نہیں لائے ہاں یوں کہو کہ ہم ظاہری طور پر فرمانبردار ہوئے اور ابھی ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا اور اگر تم ظاہری و باطنی طور پر، سچائی اور اخلاص کے ساتھ نفاق کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کروگے تو اللہ تعالیٰ تمہارے نیک اعمال کے ثواب سے کچھ کمی نہیں کرے گا بلکہ تمہیں اپنی شان کے لائق جزا دے گا، بیشک اللہ تعالیٰ بندوں کے گناہوں پر پردہ ڈال کر انہیں بخشنے والا اور انہیں توبہ کی ہدایت دے کر ان پر مہربانی فرمانے والا ہے۔ اہم باتیں: (1) محض زبانی اقرار جس کے ساتھ قلبی تصدیق نہ ہو سے آدمی مومن نہیں ہوتا۔ (2) اطاعت و فرمانبرداری اسلام کے لغوی معنی ہیں اور شرعی معنی میں اسلام اور ایمان میں کوئی فرق نہیں۔

آیت 15 ایمان کا دعویٰ کرنے والے دیہاتیوں سے فرمایا گیا: اگر تم ایمان لانا چاہتے ہو تو یاد رکھو کہ ایمان والے تو وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ

اُولٰٓىٕكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ﴿۱۵﴾ قُلْ اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِیْنِكُمْؕ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ

وہی سچے ہیں ○ تم فرماؤ: کیا تم اللہ کو اپنا دین بتاتے ہو حالانکہ اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں

وَ مَا فِی الْاَرْضِؕ وَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۱۶﴾ یَمُنُّوْنَ عَلَیْكَ اَنْ اَسْلَمُوْاؕ قُلْ لَّا تَمُنُّوْا

اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے ○ اے محبوب! وہ تم پر احسان جتاتے ہیں کہ وہ مسلمان ہوگئے۔ تم فرماؤ: اپنے اسلام کا

عَلَیَّ اِسْلَامَكُمْۚ بَلِ اللّٰهُ یَمُنُّ عَلَیْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِیْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۱۷﴾

احسان مجھ پر نہ رکھو بلکہ اللہ تم پر احسان رکھتا ہے کہ اس نے تمہیں اسلام کی ہدایت دی اگر تم سچے ہو ○

اِنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِؕ وَ اللّٰهُ بَصِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸﴾ ع ۲ ۸ ۱۴

بیشک اللہ آسمانوں اور زمین کے سب غیب جانتا ہے اور اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے ○

اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم پر ایمان لائے، پھر انہوں نے اپنے دین و ایمان میں شک نہ کیا اور اپنی جان اور مال سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا اور یہی لوگ ایمان کے دعوے میں سچے ہیں۔ **اہم بات:** اللہ و رسول عزوجل و صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم پر ایمان کے بعد ایمانیات میں شک نہ کرنا بہت اہم ہے۔ ایمان تو مضبوط سے مضبوط تر ہونا چاہیے اور اس کی مضبوطی کے لئے تلاوت و ذکر و عبادات کی کثرت اور اہلِ علم و عمل کی صحبت ضروری ہے۔

آیت 16 **شانِ نزول:** جب اس سے پہلے کی دونوں آیتیں نازل ہوئیں تو دیہاتیوں نے قسمیں کھا کر کہا کہ ہم مخلص مومن ہیں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو فرمایا گیا: اے پیارے حبیب! آپ ان سے فرمادیں: کیا تم اللہ تعالیٰ کو اپنے دین کی خبر دے رہے ہو حالانکہ جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں موجود ہے اسے اللہ تعالیٰ جانتا ہے، مومن کا ایمان بھی اور منافق کا نفاق بھی اس کے علم میں ہے، تمہارے بتانے اور خبر دینے کی حاجت نہیں۔

آیت 17 فرمایا کہ اے محبوب! یہ لوگ آپ پر احسان جتاتے ہیں کہ ہم مسلمان ہوگئے ہیں تو آپ ان کی یہ غلط فہمی دور کر دیں اور انہیں بتادیں کہ تم نے اسلام لا کر مجھ پر کوئی احسان نہیں کیا بلکہ اللہ عزّوجلّ نے تم پر احسان کیا کہ تم کو ایمان کی دولت دیدی ورنہ کافر مرتے تو ہمیشہ کے لیے جہنم میں جاتے۔ **اہم بات:** کسی مخلوق کا حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم پر احسان نہیں بلکہ سب پر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کا احسان ہے۔

لا ورب العرش جس کو جو ملا اِن سے ملا ۔۔۔ بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی

آیت 18 اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جو علیم و خبیر تمام آسمانوں کے غُیوب جانتا ہے اس پر تمہارے دل کے حالات کیسے چھپ سکتے ہیں اس کی بارگاہ میں اپنا ایمان ظاہر کرنا عَبَث ہے۔

ایاتها ٤٥ | ٥٠ سُورَۃُ قٓ مَكِّيَّةٌ ٣٤ | رکوعاتها ٣

سورۂ ق مکیہ ہے، اس میں پینتالیس آیتیں اور تین رکوع ہیں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

قٓ ۚ وَالۡقُرۡاٰنِ الۡمَجِیۡدِ ۚ﴿۱﴾ بَلۡ عَجِبُوۡۤا اَنۡ جَآءَہُمۡ مُّنۡذِرٌ مِّنۡہُمۡ فَقَالَ الۡکٰفِرُوۡنَ

قٓ، عزت والے قرآن کی قسم ○ بلکہ انہیں اس بات پر تعجب ہوا کہ ان کے پاس انہی میں سے ایک ڈر سنانے والا تشریف لایا تو کافر کہنے لگے:

ہٰذَا شَیۡءٌ عَجِیۡبٌ ۚ﴿۲﴾ ءَ اِذَا مِتۡنَا وَ کُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِکَ رَجۡعٌۢ بَعِیۡدٌ ﴿۳﴾ قَدۡ عَلِمۡنَا

یہ تو عجیب بات ہے ○ کیا جب ہم مر جائیں اور مٹی ہو جائیں گے (تو اس کے بعد پھر زندہ کئے جائیں گے) یہ پلٹنا دور ہے ○ ہم جانتے ہیں

سورۂ ق کا تعارف یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں 3 رکوع اور 45 آیتیں ہیں۔ قٓ حروفِ مُقطّعات میں سے ایک حرف ہے اور اس سورت کی پہلی آیت میں یہ حرف موجود ہے، اس مناسبت سے اسے سورۂ قٓ کہتے ہیں۔ **خلاصہ مضامین:** اس سورت میں قدرتِ الٰہی کے دلائل، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کے ثبوت کا بیان اور اس بنیادی عقیدے کے منکرین کا رد ہے۔ سابقہ امتوں کا عبرتناک انجام بیان کر کے کفارِ مکہ کو نصیحت، موت کی سختیوں، حشر اور حساب کی ہولناکیوں کا بیان ہے۔

آیت 1،2 حرف ''قٓ'' حروفِ مُقطّعات میں سے ایک حرف ہے، اس کی مراد اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ مزید ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ عزت والے قرآن کی قسم! ہم جانتے ہیں کہ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم پر کفارِ مکہ ایمان نہیں لائے بلکہ انہیں اس بات پر تعجب ہوا کہ ان کے پاس انہی میں سے ایک ڈر سنانے والا تشریف لایا جس کی عدالت و امانت اور صدق و راست بازی کو وہ خوب جانتے ہیں، پھر بھی ان لوگوں کا سرکارِ دو عالَم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی نبوت اور آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے ڈر سنانے سے تعجب و انکار کرنا قابلِ حیرت ہے۔ **اہم بات:** قرآنِ مجید دنیا میں بھی عزت والا ہے کہ تمام کلاموں پر فائق ہے اور آخرت میں بھی عزت والا کہ اپنے ماننے والے کی شفاعت فرمائے گا۔

آیت 3،4 کفارِ مکہ نے کہا: مرنے کے بعد جب ہمارے جسم کے اَجزاء زمین میں بکھر جائیں گے اور ہم بوسیدہ ہو کر مٹی ہو جائیں گے تو پھر کیسے ممکن ہے کہ ہم پھر سے زندہ ہو جائیں۔ اس کے جواب میں فرمایا: اُن کے جسم کے جو حصے، گوشت، خون اور ہڈیاں وغیرہ زمین کھا جاتی ہے ان میں سے کوئی چیز ہم سے چھپی نہیں، اور اس کے ساتھ ساتھ ہمارے پاس ایک یاد رکھنے والی کتاب لوحِ محفوظ ہے جس میں ان کے اَسماء، اَعداد اور جو کچھ ان کے جسم میں سے زمین نے کھایا سب لکھا ہوا اور محفوظ ہے۔ جب ہمارے علم کا یہ حال ہے اور ہم انہیں ویسے ہی زندہ کرنے پر قادر بھی ہیں جیسے پہلے تھے تو پھر انہیں پہلے کی طرح

مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ ۚ وَعِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِيْظٌ ۝٤ بَلْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ

جو کچھ زمین ان سے گھٹاتی ہے اور ہمارے پاس ایک یاد رکھنے والی کتاب ہے○ بلکہ انہوں نے حق کو جھٹلایا جب وہ ان کے پاس آیا

فَهُمْ فِيْٓ اَمْرٍ مَّرِيْجٍ ۝٥ اَفَلَمْ يَنْظُرُوْٓا اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنٰهَا وَزَيَّنّٰهَا

تو وہ ایک ایسی بات میں ہیں جسے قرار نہیں○ تو کیا انہوں نے اپنے اوپر آسمان کو نہ دیکھا ہم نے اسے کیسے بنایا اور سجایا

وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ ۝٦ وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ

اور اس میں کہیں کوئی شگاف نہیں○ اور زمین کو ہم نے پھیلایا اور اس میں مضبوط پہاڑ ڈالے اور اس میں ہر

دوبارہ زندہ کر دیا جانا عقل سے کیسے دور ہے۔ **اہم باتیں:** (1) لوحِ محفوظ اللہ تعالیٰ کے علم کے لئے نہیں ہے بلکہ لوحِ محفوظ خاص بندوں کو علم دینے کے لئے ہے، لہٰذا جن فرشتوں کے پاس یا جن انبیاءِ کرام علیہمُ السّلام اور اولیاءِ عظام رحمۃُ اللہِ علیہم کے علم میں وہ کتاب ہے انہیں ان سب باتوں کی خبر ہے۔ (2) انسان کبھی خاک نہیں ہوتا بلکہ اس کا بدن خاک ہو جاتا ہے اور وہ بھی سارا بدن نہیں ہوتا بلکہ اس کے کچھ باریک اصلی اجزاء جنہیں ”عُجُبُ الذَّنَب“ کہتے ہیں، وہ ہمیشہ باقی رہتے ہیں اور قیامت کے دن انہی اجزا پر جسم کو دوبارہ بنایا جائے گا۔ (3) انبیاءِ کرام علیہمُ السّلام، شہداء اور اولیاءِ عظام رحمۃُ اللہِ علیہ کے مبارک جسم قبروں میں سلامت رہتے ہیں۔

آیت 5 یہاں حق سے مراد نبوت ہے جس کے ساتھ روشن معجزات ہیں یا اس سے مراد قرآنِ مجید ہے اور آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کفارِ مکہ نے صرف تعجب ہی نہیں کیا بلکہ جب ان کے پاس حق آیا تو انہوں نے سوچے سمجھے بغیر اسے جھٹلا دیا اور وہ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم اور قرآنِ مجید سے متعلق ایک ایسی بات میں پڑے ہوئے ہیں جسے قرار نہیں اور وہ یہ ہے کہ کبھی نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو شاعر، کبھی جادوگر اور کبھی کاہن کہتے ہیں، اسی طرح قرآنِ پاک کو کبھی شعر، کبھی جادو اور کبھی کہانت کہتے ہیں، کسی ایک بات پر قائم نہیں رہتے۔

آیت 6 اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب کافروں نے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کا انکار کیا اُس وقت کیا انہوں نے اپنے اوپر آسمان کو نہ دیکھا کہ ہم نے اسے کیسے اونچا اور بڑا بنایا اور ستونوں کے بغیر بلند کیا اور اسے روشن ستاروں سے سجایا اور اس میں کہیں کوئی شگاف نہیں، کہیں کوئی عیب اور کمی نہیں تو جو رب تعالیٰ یہ سب فرمانے پر قادر ہے تو وہی رب تعالیٰ مُردوں کو دوبارہ زندہ کر دے تو اس میں کیا بعید ہے؟

آیت 7 اس آیت کا معنی یہ ہے کہ کیا ان کافروں نے زمین کی طرف نہیں دیکھا کہ ہم نے زمین کو پانی کی سطح پر (اس طرح) پھیلایا (کہ پانی میں گھل کر فنا نہیں ہوتی ورنہ مٹی پانی میں گھل جاتی ہے) اور زمین پر بڑے بڑے پہاڑ کھڑے کر دیئے ہیں تاکہ زمین قائم رہے اور اس میں ہر سبزے، پھلوں اور پھولوں کے جوڑے اُگائے جو دیکھنے میں خوبصورت لگتے ہیں تو جو رب تعالیٰ ان سب چیزوں پر قادر ہے تو مُردوں کو دوبارہ زندہ کر دینا اس کی قدرت سے کہاں بعید ہے۔

زَوۡجٍۭ بَهِيۡجٍ ۙ﴿۷﴾ تَبۡصِرَةً وَّ ذِكۡرٰى لِكُلِّ عَبۡدٍ مُّنِيۡبٍ ﴿۸﴾ وَ نَزَّلۡنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا

بارونق جوڑا اگایا○ ہر رجوع کرنے والے بندے کیلئے بصیرت اور نصیحت کیلئے ○ اور ہم نے آسمان سے برکت والا پانی اتارا

فَاَنۡۢبَتۡنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّ حَبَّ الۡحَصِيۡدِ ۙ﴿۹﴾ وَ النَّخۡلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلۡعٌ نَّضِيۡدٌ ۙ﴿۱۰﴾ رِّزۡقًا

تو اس سے باغات اور کاٹا جانے والا اناج اُگایا○ اور کھجور کے لمبے درخت (اگائے) جن کے گچھے اوپر نیچے تہہ لگے ہوئے ہیں○ بندوں کی

لِّلۡعِبَادِ ۙ وَ اَحۡيَيۡنَا بِهٖ بَلۡدَةً مَّيۡتًا ؕ كَذٰلِكَ الۡخُرُوۡجُ ﴿۱۱﴾ كَذَّبَتۡ قَبۡلَهُمۡ قَوۡمُ نُوۡحٍ

روزی کے لیے اور ہم نے اس سے مردہ شہر کو زندہ کیا۔ یونہی (قبروں سے تمہارا) نکلنا ہو گا○ ان (کفارِ مکہ) سے پہلے نوح کی قوم

وَّ اَصۡحٰبُ الرَّسِّ وَ ثَمُوۡدُ ۙ﴿۱۲﴾ وَ عَادٌ وَّ فِرۡعَوۡنُ وَ اِخۡوَانُ لُوۡطٍ ۙ﴿۱۳﴾ وَّ اَصۡحٰبُ الۡاَيۡكَةِ

اور رس (نامی کنویں) والوں نے اور ثمود نے جھٹلایا○ اور عاد اور فرعون نے اور لوط کے ہم قوم لوگوں نے ○ اور جنگل والوں

آیت 8 فرمایا کہ آسمان و زمین اور ان سے متعلق بیان کی گئی تمام چیزیں ہر اس بندے کے لئے بصیرت اور نصیحت حاصل کرنے کا ذریعہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی انوکھی چیزوں اور خلقت کے عجائبات میں غور و فکر کر کے اس کی طرف رجوع کرنے والا ہو۔

آیت 9-11 یہاں سے قدرتِ الٰہی کی تیسری دلیل بیان کی جا رہی ہے، چنانچہ ان تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم نے آسمان سے بارش کا پانی اتارا جس سے ہر چیز کی زندگی بھی ہے اور بہت خیر و برکت بھی۔ تو اس پانی سے باغ اُگائے اور وہ اناج اُگایا جسے ہر سال بویا اور کاٹا جاتا ہے جیسے گندم اور جَو وغیرہ اور خاص طور پر کھجور کے لمبے درخت اُگائے جن کے گچھے اوپر نیچے تہہ لگے ہوئے ہیں اور یہ چیزیں بندوں کی روزی کے لیے اُگائی ہیں اور ہم نے بارش کے پانی سے اُس شہر کی سرزمین کو جس کے نباتات خشک ہو چکے تھے پھر سے سبزہ زار کر دیا اور جس طرح ہم نے بنجر زمین کو سرسبز و شاداب کیا اسی طرح قبروں سے تمہارا نکلنا ہو گا تو اللہ تعالیٰ کی قدرت کے یہ آثار دیکھ کر مرنے کے بعد پھر زندہ ہونے کا کیوں انکار کرتے ہو۔

آیت 12-14 ان کفارِ مکہ سے پہلے حضرت نوح علیہ السّلام کی قوم اور رَس والوں اور حضرت صالح علیہ السّلام کی قوم ثمود نے اپنے رسولوں علیہمُ السّلام کو جھٹلایا، اسی طرح حضرت ہود علیہ السّلام کی قوم عاد اور فرعون نے، حضرت لوط علیہ السّلام کے ہم قوم لوگوں نے اور حضرت شعیب علیہ السّلام کی قوم کے جنگل والوں اور تُبَّع نامی بادشاہ کی قوم نے، ان سب نے اپنے رسولوں علیہمُ السّلام کو جھٹلایا تو ان پر میرے عذاب کا وعدہ ثابت ہو گیا، لہٰذا اے اہلِ مکہ! تم بھی سابقہ قوموں جیسے عذاب سے ڈرو اور میرے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو نہ جھٹلاؤ۔ اس میں حضورِ اَقدس صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے لئے تسلی بھی ہے کہ آپ سے پہلے رسولوں علیہمُ السّلام کے ساتھ بھی ان کی قوم کے لوگ اسی طرح کیا کرتے تھے، لہٰذا ان کی طرح آپ بھی صبر فرمائیں، نیز ہم ہمیشہ رسولوں علیہمُ السّلام کی مدد فرماتے اور ان کے دشمنوں پر عذاب کرتے رہے ہیں تو آپ کی بھی مدد فرمائیں گے اور آپ کے دشمنوں کو بھی عذاب میں مبتلا کریں گے۔

وَ قَوْمُ تُبَّعٍ ؕ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيْدِ ﴿۱۴﴾ اَفَعَيِيْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ ؕ

اور تبع کی قوم نے، ان سب نے رسولوں کو جھٹلایا تو میرے عذاب کا وعدہ ثابت ہو گیا۔ تو کیا ہم پہلی بار بنانے کی وجہ سے تھک گئے؟

ع ۱۵ بَلْ هُمْ فِيْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴿۱۵﴾ع وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَ نَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ

بلکہ وہ نئی پیدائش کے متعلق شبہے میں ہیں۔ اور بیشک ہم نے آدمی کو پیدا کیا اور ہم جانتے ہیں جو وسوسہ اس کا نفس ڈالتا ہے

نَفْسُهٗ ۚۖ وَ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ﴿۱۶﴾ اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ عَنِ الْيَمِيْنِ

اور ہم دل کی رگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں۔ جب اس سے لینے والے دو فرشتے لیتے ہیں، ایک دائیں جانب

وَ عَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ ﴿۱۷﴾ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ﴿۱۸﴾

اور دوسرا بائیں جانب بیٹھا ہوا ہے۔ وہ زبان سے کوئی بات نہیں نکالتا مگر یہ کہ ایک محافظ فرشتہ اس کے پاس تیار بیٹھا ہوتا ہے۔

آیت 15 کفارِ مکہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کا انکار کرتے تھے، یہاں سے ان کے انکار کا جواب دیا جا رہا ہے کہ کیا ہم پہلی بار بنانے کی وجہ سے تھک گئے ہیں جس کی وجہ سے دوبارہ پیدا کرنا ہمارے لئے دشوار ہے؟ ہم تھکے ہرگز نہیں بلکہ وہ لوگ موت کے بعد پیدا کئے جانے سے متعلق شبے میں ہیں۔ کفارِ مکہ اقرار کرتے تھے کہ مخلوق کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا، پھر بھی وہ اس کو محال اور بعید سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کو دوبارہ پیدا فرمائے گا۔ یہ ان کی کمال جہالت تھی کیونکہ ایجاد کے مقابلے میں دوبارہ بنانا ظاہر نظر میں زیادہ آسان ہے اور یہ لوگ ایجاد پر تو قدرت مان رہے ہیں اور اس سے زیادہ آسان پر قدرت کا انکار کر رہے ہیں۔

آیت 16 اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم نے انسان کو پیدا کیا اور یہ اللہ تعالیٰ کے قادر ہونے کی ایک اعلیٰ دلیل ہے اور ہم اس وَسْوَسے تک کو بھی جانتے ہیں جو اس کا نفس ڈالتا ہے اور اس کے پوشیدہ اَحوال اور دلوں کے راز ہم سے چھپے ہوئے نہیں ہیں اور ہم اپنے علم اور قدرت کے اعتبار سے انسان کے دل کی رگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں اور بندے کے حال کو خود اس سے زیادہ جاننے والے ہیں۔

آیت 17 فرمایا کہ ہم اس وقت بھی انسان کے دل کی رگ سے زیادہ اس کے قریب ہوتے ہیں جب انسان کا ہر عمل اور ہر بات لکھنے پر مامور دو فرشتے اس کا ہر قول اور فعل لکھ لیتے ہیں، ان میں سے ایک فرشتہ دائیں جانب نیکیاں لکھنے کیلئے اور دوسرا بائیں جانب برائیاں لکھنے کیلئے بیٹھا ہوا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) اللہ تعالیٰ فرشتوں کے لکھنے سے بھی بے نیاز ہے کیونکہ وہ سب سے زیادہ پوشیدہ چیز کو بھی جانتا ہے اور نفس کے وسوسے تک اس پر ظاہر ہیں۔ (2) فرشتوں کا لکھنا اس لئے ہے تاکہ قیامت کے دن ہر شخص کے اعمال نامے اس کے ہاتھ میں دے دیئے جائیں۔

آیت 18 فرمایا کہ بندہ جو بات زبان سے نکالتا ہے اسے لکھنے کیلئے ایک محافظ فرشتہ اس کے پاس تیار ہوتا ہے خواہ وہ بندہ کہیں بھی ہو۔ **اہم باتیں:** (1) قضائے حاجت اور جماع کے وقت اعمال لکھنے والے فرشتے آدمی کے پاس سے ہٹ جاتے ہیں۔ (2) ان دونوں حالتوں میں آدمی کو بات کرنا جائز نہیں تاکہ اسے لکھنے کے لئے فرشتوں کو اس حالت میں اس سے قریب ہونے کی تکلیف نہ ہو۔ (3) یہ فرشتے آدمی کی ہر بات حتّٰی کہ بیماری کی حالت میں کراہنا تک لکھتے ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ صرف وہی چیزیں لکھتے ہیں جن میں اجر و ثواب یا

وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ ﴿۱۹﴾ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ ؕ

اور موت کی سختی حق کے ساتھ آگئی، یہ وہ ہے جس سے تو بھاگتا تھا○ اور صُور میں پھونک ماری جائے گی، یہ

ذٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيْدِ ﴿۲۰﴾ وَجَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّشَهِيْدٌ ﴿۲۱﴾ لَقَدْ كُنْتَ

یہ عذاب کی وعید کا دن ہے○ اور ہر جان یوں حاضر ہوگی کہ اس کے ساتھ ایک ہانکنے والا اور ایک گواہ ہوگا○ بیشک تو

فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ ﴿۲۲﴾ وَقَالَ قَرِيْنُهٗ

اس سے غفلت میں تھا تو ہم نے تجھ سے تیرا پردہ اٹھا دیا تو آج تیری نگاہ تیز ہے○ اور اس کا ساتھی فرشتہ کہے گا:

هٰذَا مَا لَدَيَّ عَتِيْدٌ ﴿۲۳﴾ اَلْقِيَا فِيْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ ﴿۲۴﴾ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ

یہ ہے جو میرے پاس تیار موجود ہے○ (حکم ہوگا) تم دونوں ہر بڑے ناشکرے ہٹ دھرم کو جہنم میں ڈال دو○ جو بھلائی سے بہت روکنے والا،

گرفت و عذاب ہو۔

آیت 19 فرمایا کہ موت کی سختی حق کے ساتھ آگئی جس کی شدت انسان پر غشی طاری کر دیتی اور اس کی عقل پر غالب آجاتی ہے اور سکرات کی حالت میں مرنے والے سے کہا جاتا ہے کہ یہ وہ موت ہے جس سے تو بھاگتا تھا۔ **اہم باتیں:** (1) یہاں آیت میں موت کی سختی آنے کو ماضی کے صیغہ کے ساتھ بیان فرما کر اس کا قریب ہونا ظاہر کیا گیا ہے۔ (2) حق سے مراد حقیقی طور پر موت آنا ہے یا اس سے مراد آخرت کا معاملہ ہے جس کا انسان خود معائنہ کرتا ہے یا اس سے مراد انجامِ کار سعادت اور شقاوت ہے۔

آیت 20 فرمایا کہ قیامت کے دن دوسری بار صور میں پھونک ماری جائے گی تا کہ مرجانے والے دوبارہ زندہ ہو جائیں (اور اس وقت فرمایا جائے گا:) یہ وہ دن ہے جس میں کافروں کو عذاب دینے کا اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ فرمایا تھا۔

آیت 21 فرمایا کہ قیامت کے دن ہر جان یوں حاضر ہوگی کہ اس کے ساتھ ایک فرشتہ چلانے والا ہوگا جو اسے میدانِ محشر کی طرف ہانکے گا اور ایک گواہ ہوگا جو اس کے عملوں کی گواہی دے گا۔ **اہم بات:** ہانکنے والا فرشتہ ہوگا اور گواہ خود اس کا اپنا نفس ہوگا یا ہانکنے والا فرشتہ ہے اور گواہ اپنے بدن کے اعضاء ہاتھ پاؤں وغیرہ ہوں گے۔

آیت 22 فرمایا کہ قیامت کے دن کافر سے کہا جائے گا: بیشک تو دنیا میں اس قیامت کا منکر تھا تو آج ہم نے تجھ سے وہ پردہ اٹھا دیا جو تیرے دل، کانوں اور آنکھوں پر پڑا ہوا تھا اور اس کی وجہ سے آج تیری نگاہ تیز ہے کہ تو ان چیزوں کو دیکھ رہا ہے جن کا دنیا میں انکار کرتا تھا۔ **درس:** غفلت بہت بڑا مرض ہے۔ نیکیوں سے دوری، گناہوں کی طرف میلان سب غفلت کے سبب ہیں۔ غفلت دور کرنے کا مفید ترین طریقہ یہ ہے کہ نیک لوگوں کی صحبت اختیار کی جائے، ذکرِ الٰہی اور درود شریف کی کثرت کی جائے، تلاوتِ قرآن کا معمول بنائیں اور موت کو یاد کرتے رہیں۔

آیت 23-26 کافر کا ساتھی فرشتہ جو اس کے اعمال لکھنے والا اور اس پر گواہی دینے والا ہے کہے گا: یہ اس کا اعمال نامہ ہے جو میرے پاس تیار موجود ہے۔ (اس اعمال نامے کے مطابق) اللہ تعالیٰ دو فرشتوں کو حکم دے گا: تم دونوں ہر اس شخص کو جہنم میں ڈال دو جو بڑا

مُعۡتَدٍ مُّرِيۡبِ ۨ ﴿٢٥﴾ الَّذِىۡ جَعَلَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَاَلۡقِيٰهُ فِى الۡعَذَابِ الشَّدِيۡدِ ﴿٢٦﴾ قَالَ قَرِيۡنُهٗ

حد سے بڑھنے والا، شک کرنے والا ہے O جس نے اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ٹھہرایا تم دونوں اسے سخت عذاب میں ڈال دو O اس کا ساتھی

رَبَّنَا مَاۤ اَطۡغَيۡتُهٗ وَلٰكِنۡ كَانَ فِىۡ ضَلٰلٍۢ بَعِيۡدٍ ﴿٢٧﴾ قَالَ لَا تَخۡتَصِمُوۡا لَدَىَّ

شیطان کہے گا: اے ہمارے رب! میں نے اسے سرکش نہیں بنایا تھا، ہاں یہ خود ہی دور کی گمراہی میں تھا O اللہ فرمائے گا: میرے پاس نہ جھگڑو،

وَقَدۡ قَدَّمۡتُ اِلَيۡكُمۡ بِالۡوَعِيۡدِ ﴿٢٨﴾ مَا يُبَدَّلُ الۡقَوۡلُ لَدَىَّ وَمَاۤ اَنَا بِظَلَّامٍ

میں پہلے ہی تمہاری طرف عذاب کی وعید بھیج چکا تھا O میرے ہاں بات بدلتی نہیں اور نہ میں بندوں پر ظلم

لِّلۡعَبِيۡدِ ﴿٢٩﴾ يَوۡمَ نَقُوۡلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امۡتَلَئْتِ وَتَقُوۡلُ هَلۡ مِنۡ مَّزِيۡدٍ ﴿٣٠﴾ وَاُزۡلِفَتِ ع ٢ ١٤ ١٦

کرنے والا ہوں O جس دن ہم جہنم سے فرمائیں گے: کیا تو بھر گئی؟ وہ عرض کرے گی: کیا کچھ اور زیادہ ہے؟ O اور جنت

ناشکرا، ہٹ دھرم، بھلائی سے بہت روکنے والا، حد سے بڑھنے والا اور دین میں شک کرنے والا ہے اور جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور معبود ٹھہرایا، تو تم دونوں اسے سخت عذاب میں ڈال دو۔ **اہم باتیں:** (1)ہمارے تمام اعمال فرشتوں کے پاس لکھے ہوئے ہیں۔ (2)ناشکری اور ہٹ دھرمی جہنم میں داخلے کا سبب ہیں۔ (3)نیکی کے کاموں سے روکنا کافروں کا طریقہ ہے۔

آیت 27،28 جب قیامت کے دن کافر کو جہنم میں ڈالنے کا حکم دیا جائے گا تو اس وقت وہ کہے گا: اے ہمارے رب! مجھے اس شیطان نے وَرغلایا اور کبھی بھی راہِ راست پر چلنے نہ دیا، اس لئے میں بے قصور ہوں۔ اس پر وہ شیطان جو دنیا میں اس پر مُسلّط تھا، کہے گا: اے ہمارے رب! میں نے اسے کبھی بھی سرکشی پر مجبور نہیں کیا تھا بلکہ میں تو اسے فقط مشورہ دیتا اور یہ اس پر عمل کرتا رہا اور گمراہی کی عمیق وادیوں میں جا گرا، لہٰذا میں اس سے بَری ہوں۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میرے پاس نہ جھگڑو کیونکہ جزا کے مقام اور حساب کی جگہ میں جھگڑا کچھ نفع نہیں دے گا اور میں نے پہلے ہی اپنی کتابوں میں اور اپنے رسولوں کی زبان سے یہ وعید بھیج دی تھی کہ جو سرکشی کرے گا اسے میں عذاب دوں گا اور اس وعید کے بعد میں نے تمہارے لئے کوئی حجت باقی نہیں چھوڑی۔

آیت 29 ارشاد فرمایا کہ میرے ہاں بات بدلتی نہیں اور نہ میں بندوں پر ظلم کرنے والا ہوں کہ انہیں جرم کے بغیر سزا دوں۔ **اہم بات:** دعا اور نیک کام سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک تقدیرِ مُبرَم حقیقی نہیں بدلتی بلکہ وہ تبدیلی ہمارے علم کے لحاظ سے ہوتی ہے، لہٰذا اس آیت میں اور حدیث میں کہ دعا سے قضا بدل جاتی ہے، تعارض نہیں۔

آیت 30 فرمایا کہ اے حبیب! آپ اپنی قوم کے سامنے اس دن کا ذکر فرمائیں جس دن ہم جہنم سے فرمائیں گے: کیا تو ان لوگوں سے بھر گئی جنہیں تجھ میں ڈالا گیا ہے؟ وہ عرض کرے گی: ابھی نہیں بھری بلکہ مجھ میں اور بھی گنجائش ہے۔ آیت کے آخری حصے کے معنی یہ بھی ہوسکتے ہیں کہ اب مجھ میں گنجائش باقی نہیں بلکہ میں بھر چکی ہوں۔

آیت 31 یہاں مؤمنین کا حال بیان کیا جارہا ہے کہ قیامت کے دن جنت ان لوگوں کے قریب لائی جائے گی جو دنیا میں کفر اور گناہوں سے بچتے رہے اور جنت ان سے دور نہ ہوگی بلکہ وہ جنت میں داخل ہونے سے پہلے اس کی طرف دیکھ رہے ہوں گے۔

الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ غَيْرَ بَعِيْدٍ ﴿۳۱﴾ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِكُلِّ اَوَّابٍ

پرہیز گاروں کے قریب لائی جائے گی، ان سے دور نہ ہوگی ۝ (کہا جائے گا:) یہ ہے وہ (جنت) جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا رہا، ہر رجوع کرنے والے،

حَفِيْظٍ ﴿۳۲﴾ مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ وَ جَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبِ ﴿۳۳﴾ ادْخُلُوْهَا

حفاظت کرنے والے کے لیے ۝ جو رحمٰن سے بن دیکھے ڈرا اور رجوع کرنے والے دل کے ساتھ آیا ۝ (ان سے فرمایا جائے گا) سلامتی

بِسَلٰمٍ ؕ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ ﴿۳۴﴾ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ فِيْهَا وَ لَدَيْنَا

کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ، یہ ہمیشہ رہنے کا دن ہے ۝ ان کے لیے جنت میں وہ تمام چیزیں ہوں گی جو وہ چاہیں گے اور ہمارے پاس

مَزِيْدٌ ﴿۳۵﴾ وَ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا فَنَقَّبُوْا

اس سے بھی زیادہ ہے ۝ اور ان سے پہلے ہم نے کتنی قوموں کو ہلاک فرمادیا، وہ گرفت میں ان سے زیادہ سخت تھیں تو انہوں نے شہروں

آیت 32 جب جنت قریب لائی جائے گی تو مُتّقی لوگوں سے کہا جائے گا: یہ وہ جنت ہے جس کا رسولوں کے ذریعے دنیا میں تم سے وعدہ کیا جاتا اور یہ وعدہ ہر اس شخص کے لئے ہے جو رجوع کرنے والا اور حفاظت کرنے والا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) ”رجوع کرنے والے“ سے مراد وہ شخص ہے جو مَعْصِیَت و نافرمانی کو چھوڑ کر اطاعت اختیار کرے، یا ”اَوَّاب“ وہ ہے جو گناہ کرے پھر توبہ کرے پھر اس سے گناہ صادر ہو پھر توبہ کرے، یا اس سے مراد وہ شخص ہے جو تنہائی میں اپنے گناہوں کو یاد کر کے ان سے مغفرت طلب کرے۔ (2) ”حفاظت کرنے والے“ سے مراد وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کے حکم کا لحاظ رکھے، یا وہ شخص جو اپنے آپ کو گناہوں سے محفوظ رکھے اور اُن سے استغفار کرے، یا وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی امانتوں اور اس کے حقوق کی حفاظت کرے۔

آیت 33،34 جو شخص اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دیکھے بغیر اس سے ڈرتا اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے اور ایسے دل کے ساتھ آتا ہے جو اخلاص مند، اطاعت گزار اور صحیح العقیدہ ہو، ایسے لوگوں سے بروزِ قیامت فرمایا جائے گا: بے خوف، امن اور اطمینان کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ نہ تمہیں عذاب ہوگا اور نہ تمہاری نعمتیں زائل ہوں گی، یہ جنت میں ہمیشہ رہنے کا دن ہے اور اب نہ فنا ہے نہ موت۔ **اہم بات:** جنتیوں کا بہت عزت کے ساتھ جنت میں داخلہ ہوگا۔

آیت 35 فرمایا کہ اہلِ جنت کے لئے جنت میں وہ تمام چیزیں ہوں گی جو وہ چاہیں گے اور جو وہ طلب کریں گے ہمارے پاس اس سے بھی زیادہ ہے۔ یہاں زیادہ سے مراد اللہ تعالیٰ کا دیدار اور اس کی تجلّی ہے جس سے وہ لوگ ہر جمعہ کو دارِ کرامت میں نوازے جائیں گے۔

آیت 36 اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! کفارِ مکہ سے پہلے اپنے رسولوں کو جھٹلانے والی کتنی قوموں کو ہم نے ہلاک فرمادیا، وہ لوگ ان کافروں سے زیادہ طاقتور اور زبردست تھے اور انہوں نے ہمارے عذاب سے بچنے کے لئے بہت سے شہروں میں پناہ تلاش کرنا چاہی مگر کوئی ایسی جگہ نہ پائی جہاں ہمارے عذاب سے انہیں پناہ مل سکے تو کفارِ مکہ کو چاہیے کہ سابقہ امتوں کے طرزِ عمل پر چلنے سے باز رہیں ورنہ اِن کا انجام بھی اُن جیسا ہو سکتا ہے۔

فِی الْبِلَادِؕ هَلْ مِنْ مَّحِیْصٍ ﴿۳۶﴾ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ

میں کوشش کی کہ کیا کوئی بھاگنے کی جگہ ہے○ بیشک اس میں نصیحت ہے اس کے لیے جو دِل رکھتا ہو یا کان لگائے

وَ هُوَ شَهِیْدٌ ﴿۳۷﴾ وَ لَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ۖۗ وَّ مَا مَسَّنَا

اور وہ متوجہ ہو○ اور بیشک ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دن میں بنایا اور ہمیں کوئی

مِنْ لُّغُوْبٍ ﴿۳۸﴾ فَاصْبِرْ عَلٰى مَا یَقُوْلُوْنَ وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ

تھکاوٹ نہ ہوئی○ توان کی باتوں پر صبر کرو اور سورج طلوع ہونے سے پہلے اور غروب ہونے سے پہلے اپنے رب کی تعریف کرتے ہوئے

وَ قَبْلَ الْغُرُوْبِۚ ﴿۳۹﴾ وَ مِنَ الَّیْلِ فَسَبِّحْهُ وَ اَدْبَارَ السُّجُوْدِ ﴿۴۰﴾ وَ اسْتَمِعْ یَوْمَ یُنَادِ الْمُنَادِ

اس کی پاکی بیان کرو○ اور رات کے کچھ حصے میں اس کی تسبیح کرو اور نمازوں کے بعد○ اور کان لگا کر سنو جس دن ایک قریب کی جگہ سے

آیت 37 فرمایا کہ اس سورت میں سابقہ امتوں کی ہلاکت وغیرہ کا جو بیان ہوا اس میں بیشک اُس شخص کے لیے نصیحت ہے جو (حق قبول کرنے والا) دِل رکھتا ہو یا قرآن اور نصیحت کو توجہ سے سنے اور دل و دماغ سے متوجہ و حاضر ہو۔ **اہم بات:** وعظ و نصیحت اور عبرت سے وہی فائدہ اٹھا سکتا ہے جس کے پاس عبرت پکڑنے والا دل ہو اور جو توجہ سے سنے۔

آیت 38 **شانِ نزول:** کچھ یہودی کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین اور ان کے درمیان موجود کائنات کو چھ دن میں بنایا جس میں سے پہلا دن اتوار اور آخری دن جمعہ ہے، پھر وہ (مَعَاذَاللہ) تھک گیا اور ہفتے کے دن اس نے عرش پر لیٹ کر آرام کیا۔ اس آیت میں ان کا رد ہے کہ اللہ تعالیٰ تھکنے سے پاک ہے اور وہ ایک آن میں سارا عالَم بنانے پر قادر ہے لیکن وہ چونکہ ہر چیز کو حکمت کے تقاضے کے مطابق ہستی عطا فرماتا ہے اس لئے اس نے کائنات کو چھ دن میں بنایا۔ اس میں بندوں کو تعلیم تھی کہ ہم قادر ہو کر جلدی نہیں کرتے تم مجبور ہو کر کیوں جلد بازی کرتے ہو۔

آیت 39،40 اللہ تعالیٰ کی شان میں یہودیوں کا یہ کلمہ سرکارِ دو عالَم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو بہت ناگوار ہوا اور شدید غضب کی وجہ سے چہرے مبارک پر سرخی نمودار ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی تسکین فرمائی اور خطاب ہوا: اے پیارے حبیب! ان یہودیوں کی باتوں پر صبر کریں بیشک آپ کا رب ان کا قول سن رہا ہے اور وہ انہیں اس کی سزا دے گا اور آپ سورج طلوع ہونے سے پہلے اور غروب ہونے سے پہلے یعنی فجر، ظہر اور عصر کے وقت اپنے رب کی تعریف کرتے ہوئے اس کی پاکی بیان کریں اور رات کے کچھ حصے یعنی مغرب، عشاء اور تہجُّد کے وقت میں اس کی تسبیح کریں اور نمازوں کے بعد بھی تسبیح کریں۔

آیت 41 یہاں سے قیامت کے اَحوال بیان کئے جارہے ہیں کہ اے مُخاطَب! میں قیامت کے جو اَحوال تمہارے سامنے بیان فرمارہا ہوں اسے غور سے سنو، جس دن ایک قریب کی جگہ سے پکارنے والا پکارے گا۔ **اہم باتیں:** (1) اس آیت میں قریب کی جگہ سے بیتُ المقدس کا صَخرہ مراد ہے جو آسمان کی طرف زمین کا سب سے قریبی مقام ہے۔ (2) پکارنے والے سے مراد حضرت اسرافیل علیہ السّلام ہیں اور آپ کی ندا یہ ہو گی: اے گلی ہوئی ہڈیو! بکھرے ہوئے جوڑو! ریزہ ریزہ شدہ گوشتو! پَراگندہ بالو! اللہ تعالیٰ تمہیں فیصلہ کے لئے جمع ہونے کا حکم دیتا ہے۔

مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ۙ﴿٤١﴾ يَّوْمَ يَسْمَعُوْنَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ ﴿٤٢﴾ اِنَّا نَحْنُ

پکارنے والا پکارے گاO جس دن لوگ حق کے ساتھ ایک چیخ سنیں گے، یہ (قبروں سے) باہر آنے کا دن ہو گا O بیشک ہم

نُحْيٖ وَنُمِيْتُ وَاِلَيْنَا الْمَصِيْرُ ۙ﴿٤٣﴾ يَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا ؕ

زندگی دیتے ہیں اور ہم موت دیتے ہیں اور ہماری طرف ہی پھرنا ہےO جس دن زمین ان پر سے پھٹ جائے گی تو وہ جلدی کرتے ہوئے نکلیں گے،

ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيْرٌ ﴿٤٤﴾ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ ۚ قف

یہ حشر ہم پر آسان ہےO ہم خوب جان رہے ہیں جو وہ کہہ رہے ہیں اور تم ان پر جبر کرنے والے نہیں ہو

ع ۳ ۱٦ ۱٧

فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ ﴿٤٥﴾ ع

تو اس شخص کو قرآن سے نصیحت کرو جو میری دھمکی سے ڈرےO

اٰياتها ٦٠ ۔ ٥١ سُوْرَةُ الذّٰرِيٰتِ مَكِّيَّةٌ ٦٧ ۔ ركوعاتها ٣

سورۂ ذٰریٰت مکیہ ہے، اس میں ساٹھ آیتیں اور تین رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

آیت 42 ارشاد فرمایا: **جس دن لوگ حق کے ساتھ ایک چیخ سنیں گے۔** اس چیخ سے مراد دوسرا نفخہ ہے اور جس دن سب لوگ یہ ندا اور چیخ سنیں گے وہ قبروں سے باہر آنے کا دن ہو گا۔

آیت 43 ارشاد فرمایا کہ بیشک ہم ہی دنیا میں زندگی اور موت دیتے ہیں اور آخرت میں جزاء و سزا کے لئے سب لوگوں کو ہماری بارگاہ میں ہی حاضر ہونا ہے۔

آیت 44 فرمایا کہ جب دوسرا صور پھونکا جائے گا تو قبر کی زمین پھٹ جائے گی اور مُردے میدانِ محشر کی طرف دوڑتے جائیں گے، یہ قبروں سے زندہ ہو کر نکلنا حشر ہے اور یہ ہمارے لئے بہت آسان ہے۔

آیت 45 فرمایا کہ اے پیارے حبیب! کفارِ قریش کا آپ کو جھٹلانا، قیامت کا انکار کرنا، ہماری قدرت میں تَرَدُّد کرنا ہم سے چھپا ہوا نہیں ہے اور ہم ان سب کو اس کی سزا دیں گے اور آپ ان پر جبر کرنے والے نہیں کہ انہیں طاقت کے ذریعے اسلام میں داخل کر دیں بلکہ آپ کی ذمہ داری دعوت دینا اور سمجھا دینا ہے، لہٰذا آپ قرآنِ مجید کے ذریعے کافروں کو میرے عقاب سے، غافلوں کو میرے عذاب سے اور اطاعت گزاروں کو میرے عتاب سے ڈرائیں۔

سورۂ ذاریات کا تعارف یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں 3 رکوع اور 60 آیتیں ہیں۔ ذارِیات کا معنی ہے خاک بکھیر کر اُڑا دینے والی ہوائیں، اور اس سورت کی پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان ہواؤں کی قسم ارشاد فرمائی ہے اس مناسبت سے اس کا نام ''سورۂ ذارِیات'' رکھا گیا۔ **خلاصہ ٔ مضامین:** اس سورت میں اسلام کے بنیادی عقائد جیسے توحید، نبوت اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ

وَالذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا ﴿١﴾ فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا ﴿٢﴾ فَالْجٰرِيٰتِ يُسْرًا ﴿٣﴾ فَالْمُقَسِّمٰتِ

بکھیر کر اڑا دینے والیوں کی قسم ○ پھر بوجھ اٹھانے والیوں کی ○ پھر آسانی سے چلنے والیوں کی ○ پھر حکم کو تقسیم کرنے

اَمْرًا ﴿٤﴾ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَصَادِقٌ ﴿٥﴾ وَّاِنَّ الدِّيْنَ لَوَاقِعٌ ﴿٦﴾ وَالسَّمَآءِ

والیوں کی ○ بیشک جس کی تمہیں وعید سنائی جارہی ہے وہ ضرور سچ ہے ○ اور بیشک بدلہ دیا جانا ضروری واقع ہونے والا ہے ○ راستوں

ذَاتِ الْحُبُكِ ﴿٧﴾ اِنَّكُمْ لَفِيْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ ﴿٨﴾ يُّؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ اُفِكَ ﴿٩﴾

والے آسمان کی قسم ○ تم طرح طرح کی بات میں ہو ○ اس قرآن سے وہی اوندھا کیا جاتا ہے جو اوندھا ہی کر دیا گیا ہو ○

کئے جانے کو ثابت کیا گیا اور اس کے مخالف چیزوں جیسے شرک، نبوت کی تکذیب اور حشر و نشر کے انکار کی نفی کی گئی ہے۔

آیت 4-1 اللہ تعالیٰ نے پہلی آیت میں خاک وغیرہ کو بکھیر کر اُڑا دینے والی ہواؤں کی، دوسری آیت میں بارش کے پانی کا بوجھ اٹھانے والی بدلیوں اور گھٹاؤں کی، تیسری آیت میں پانی پر آسانی کے ساتھ چلنے والی کشتیوں کی اور چوتھی آیت میں فرشتوں کی ان جماعتوں کی قسم ارشاد فرمائی جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے بارش اور رزق وغیرہ تقسیم کرتی ہیں اور جنہیں اللہ تعالیٰ نے کائنات کا نظام چلانے پر مامور کیا ہے اور عالَم کے نظام میں تصرُّف کرنے کا اختیار عطا فرمایا ہے۔ بعض مفسرین کا قول ہے کہ یہ تمام صفتیں ہواؤں کی ہیں کہ وہ خاک بھی اُڑاتی ہیں، بادلوں کو بھی اُٹھائے پھرتی ہیں، پھر اُنہیں لے کر سہولت کے ساتھ چلتی ہیں، پھر اللہ تعالیٰ کے شہروں میں اُس کے حکم سے بارش کو تقسیم کرتی ہیں۔ **اہم بات:** ان چیزوں کی قسم ارشاد فرمانے کا اصلی مقصود ان چیزوں کی عظمت بیان کرنا ہے کیونکہ یہ چیزیں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے کمال پر دلیل ہیں اور ان چیزوں کو بیان فرما کر عقل والوں کو موقع دیا جارہا ہے کہ وہ ان میں غور کرکے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے اور آخرت میں اعمال کی جزا ملنے پر استدلال کریں۔

آیت 6،5 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہواؤں، بدلیوں، کشتیوں اور فرشتوں کی قسم یاد کرکے فرمایا کہ اے لوگو! بیشک مرنے کے بعد زندہ کئے جانے اور اعمال کی جزاء ملنے کی جس بات کا تم سے وعدہ کیا جارہا ہے عذاب کی جو وعید سنائی جارہی ہے وہ ضرور سچ ہے اور اس میں جھوٹ کا امکان بھی نہیں ہے اور بیشک قیامت کے دن انصاف ضرور ہونا ہے اور حساب کے بعد نیک اور برے اعمال کا بدلہ ضرور ملنا ہے۔

آیت 8،7 ”ذَاتِ الْحُبُكِ“ کا معنی زینت والا یا راستوں والا ہے۔ ان دونوں معنی کے اعتبار سے ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اس حسن و جمال والے آسمان کی قسم جسے ہم نے ستاروں سے مُزَیَّن فرمایا ہے (یا) سیاروں کی گردش کے راستوں والے آسمان کی قسم! اے اہلِ مکہ! تم نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی شان میں اور قرآنِ پاک کے بارے میں مختلف باتوں کے قائل ہو، کبھی رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو جادوگر، کبھی شاعر، کبھی کاہن اور کبھی مجنون کہتے ہو (مَعَاذَ اللہ) اسی طرح قرآنِ کریم کو کبھی جادو، کبھی شعر، کبھی کہانت اور کبھی اگلوں کی داستانیں کہتے ہو۔

آیت 9 رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے زمانے کے کفار جب کسی کو ایمان لانے کا ارادہ کرتے دیکھتے تو اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے بارے میں کہتے کہ تم اُن کے پاس کیوں جاتے ہو؟ وہ تو شاعر، جادوگر اور جھوٹے ہیں (مَعَاذَ اللہ) اور اسی طرح قرآنِ پاک کے بارے میں کہتے کہ وہ شعر، جادو اور جھوٹ ہے (مَعَاذَ اللہ) تو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو تسلی دیتے

قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ ﴿١٠﴾ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ غَمْرَةٍ سَاهُوْنَ ﴿١١﴾ يَسْـَٔلُوْنَ اَيَّانَ يَوْمُ الدِّيْنِ ﴿١٢﴾

جھوٹے اندازے لگانے والے مارے جائیں ○ جو نشے میں بھولے ہوئے ہیں ○ پوچھتے ہیں کہ بدلے کا دن کب ہوگا؟ ○

يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُوْنَ ﴿١٣﴾ ذُوْقُوْا فِتْنَتَكُمْ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿١٤﴾

(یہ اس دن واقع ہوگا) جس دن وہ آگ پر تپائے جائیں گے ○ اور (فرمایا جائے گا) اپنا عذاب چکھو، یہ وہی عذاب ہے جس کی تم جلدی مچاتے تھے ○

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿١٥﴾ اٰخِذِيْنَ مَاۤ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ

بیشک پرہیز گار لوگ باغوں اور چشموں میں ہوں گے ○ اپنے رب کی عطائیں لیتے ہوئے، بیشک وہ اس سے پہلے نیکیاں

مُحْسِنِيْنَ ﴿١٦﴾ كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ﴿١٧﴾ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿١٨﴾

کرنے والے تھے ○ وہ رات میں کم سویا کرتے تھے ○ اور رات کے آخری پہروں میں بخشش مانگتے تھے ○

ہوئے فرمایا کہ اے پیارے حبیب! (آپ ان کی حرکتوں سے غمزدہ نہ ہوں، آپ پر اور) اس قرآن پر ایمان لانے سے اسی کا منہ پھیر دیا جاتا ہے جس کی قسمت میں ہی ہدایت سے منہ پھیر دیا جانا ہو، جو اَزل سے ہی محروم ہے وہی اس سعادت سے محروم رہتا ہے اور وہی بہکانے والوں کے بہکاوے میں آتا ہے۔

آیت 10-14 فرمایا کہ جھوٹے اندازے لگانے والے مارے جائیں جو جہالت کے نشے میں آخرت کو بھولے ہوئے ہیں اور وہ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے مذاق اڑانے اور جھٹلانے کے طور پر پوچھتے ہیں کہ انصاف کا دن کب آئے گا؟ کفار کے سوال کے انداز کے مطابق انہیں جواب دیتے ہوئے فرمایا گیا کہ انصاف کا دن وہ ہوگا جس دن انہیں آگ پر تپایا جائے گا اور عذاب دیا جائے گا اور ان سے فرمایا جائے گا کہ اب اپنا عذاب چکھو، یہ وہی عذاب ہے جس کے آنے کی تم جلدی مچاتے تھے اور دنیا میں مذاق اُڑاتے ہوئے میرے حبیب صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے کہتے تھے کہ وہ عذاب جلدی لے آؤ جس کا آپ ہمیں وعدہ دیتے ہو۔ **اہم بات:** بارگاہِ الٰہی میں حضورِ اَقدس صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کا مقام بہت بلند ہے کہ جب کفار نے آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی شان میں گستاخی کی تو اللہ تعالیٰ نے خود کفار کو جواب دیا۔ سُبحانَ اللہ۔

آیت 15،16 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ بیشک پرہیز گار لوگ ان باغوں میں ہوں گے جن میں لطیف چشمے جاری ہیں اور اللہ تعالیٰ انہیں جو کچھ عطا فرمائے گا اسے راضی خوشی قبول کرتے ہوں گے۔ بیشک وہ جنت میں داخل ہونے سے پہلے دنیا میں نیک کام کرتے تھے اسی لئے انہیں یہ عظیم کامیابی نصیب ہوئی۔ **درس:** ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنے گناہوں سے توبہ کرتا رہے اور نیک اعمال کی کثرت کرے تاکہ دنیا و آخرت کی سرفرازی نصیب ہو۔

آیت 17،18 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ پرہیز گار لوگ رات تہجُّد اور شب بیداری میں گزارتے اور رات میں بہت تھوڑی دیر سوتے تھے اور اتنا سو جانے کو بھی اپنا قصور سمجھتے تھے اور رات تہجُّد اور شب بیداری میں گزارنے کے باوجود بھی وہ خود کو گناہگار سمجھتے تھے اور رات کا پچھلا حصہ اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرنے میں گزارتے تھے۔ **اہم بات:** رات کا آخری حصہ اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرنے اور دعا کے لئے بہت موزوں ہے۔

وَ فِیْۤ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآىِٕلِ وَ الْمَحْرُوْمِ ﴿۱۹﴾ وَ فِی الْاَرْضِ اٰیٰتٌ لِّلْمُوْقِنِیْنَ ﴿۲۰﴾ وَ فِیْۤ

اور ان کے مالوں میں مانگنے والے اور محروم کا حق تھا○ اور زمین میں یقین والوں کیلئے نشانیاں ہیں○ اور خود تمہاری

اَنْفُسِكُمْ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَ فِی السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَ مَا تُوْعَدُوْنَ ﴿۲۲﴾ فَوَ رَبِّ السَّمَآءِ

ذاتوں میں، تو کیا تم دیکھتے نہیں؟○ اور آسمان میں تمہارا رزق ہے اور وہ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے○ تو آسمان اور زمین کے رب

ع ۲۳/۱۸ وَ الْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَاۤ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ ﴿۲۳﴾ هَلْ اَتٰىكَ حَدِیْثُ ضَیْفِ اِبْرٰهِیْمَ

کی قسم! بیشک یہ حق ہے ویسی ہی زبان میں جو تم بولتے ہو○ اے حبیب! کیا تمہارے پاس ابراہیم کے معزز

آیت 19 یہاں پرہیزگاروں کے بارے میں بتایا گیا کہ ان کے مالوں میں مانگنے والے اور محروم کا حق تھا۔ مانگنے والے سے مراد وہ ہے جو اپنی حاجت کے لئے لوگوں سے سوال کرے اور محروم سے مراد وہ ہے جو حاجت مند ہو اور حیاء کی وجہ سے سوال بھی نہ کرے۔

آیت 20 فرمایا کہ زمین میں پہاڑ، دریا، درخت، پھل اور نباتات وغیرہ ان لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت اور اس کی قدرت و حکمت پر دلالت کرنے والی نشانیاں ہیں جو اللہ تعالیٰ پر یقین رکھتے ہیں۔

آیت 21 فرمایا کہ تمہاری پیدائش کے مراحل میں، تمہارے اَعضا کی بناوٹ اور ترتیب میں، تمہارے جسم کے اندرونی نظام میں، پیدائش کے بعد مرحلہ وار تمہارے حالات کے بدلنے میں، تمہاری شکلوں، صورتوں اور زبانوں کے اختلاف میں، تمہاری ذہنی اور جسمانی صلاحیتوں کے مختلف ہونے میں اور تمہارے ظاہر و باطن میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے ایسے بے شمار عجائبات موجود ہیں جن میں غور کرکے تم اللہ تعالیٰ کی قدرت کے بارے میں جان سکتے ہو اور جب وہ ان عجیب چیزوں پر قدرت رکھتا ہے تو اے کافرو! تمہیں مارنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنا اس کے لئے کیا مشکل ہے۔

آیت 22 ارشاد فرمایا کہ آسمان میں تمہارا رزق ہے کہ اسی طرف سے بارش نازل کرکے زمین کو پیداوار سے مالا مال کیا جاتا ہے اور آخرت کا وہ ثواب و عذاب بھی آسمان میں لکھا ہوا ہے جس کا تم سے دنیا میں وعدہ کیا جاتا ہے۔

آیت 23 اس آیت کی تین تفسیریں ہیں: (1) آسمان اور زمین کے رب کی قسم! بیشک یہ قرآن حق ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والے فرشتے نے اسے اسی زبان میں بیان کیا ہے جو تم بولتے ہو۔ (2) اے لوگو! آسمان اور زمین کے رب کی قسم! میں نے تم سے جو بات کہی کہ تمہارا رزق آسمان میں ہے یہ ویسے ہی حق ہے جیسے تمہارے نزدیک وہ بات حق ہے جو تم (قسم کھاکر) کہتے ہو۔ (3) آسمان اور زمین کے رب کی قسم! بیشک تم سے جو ثواب اور عذاب کا وعدہ کیا جارہا ہے یہ ویسے ہی حق ہے جیسے تمہارے نزدیک وہ بات حق ہے جو تم (قسم کھاکر) کہتے ہو۔

آیت 24 یہاں سے سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی تسلی کے لئے انبیاءِ کرام علیہم السّلام کے واقعات بیان فرمائے گئے ہیں۔ سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا واقعہ اس لئے بیان فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے بعد تمام انبیاء علیہم السّلام آپ کی اولاد میں سے ہی تشریف لائے اور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے بھی بعض چیزوں میں ان کے طریقے کو اختیار فرمایا۔ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے پیارے حبیب! کیا آپ کے پاس ان فرشتوں کی خبر آئی جو حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی خدمت میں معزز مہمان بن کر حاضر ہوئے تھے۔ یہ فرشتے دس یا بارہ تھے اور ان میں حضرت جبریل امین علیہ السّلام بھی شامل تھے۔ **اہم بات:** مہمان نوازی انبیاء علیہم السلام کی سنّت

الْمُكْرَمِيْنَ ﴿٢٤﴾ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ ۚ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ﴿٢٥﴾ فَرَاغَ

وقف لازم

مہمانوں کی خبر آئی ○ جب وہ اس کے پاس آئے تو کہا: سلام، (ابراہیم نے) فرمایا، ''سلام'' اجنبی لوگ ہیں ○ پھر ابراہیم

اِلٰۤى اَهْلِهٖ فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ ﴿٢٦﴾ فَقَرَّبَهٗۤ اِلَيْهِمْ قَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ﴿٢٧﴾

اپنے گھر والوں کی طرف گئے تو ایک موٹا تازہ بچھڑا لے آئے ○ پھر اسے ان کے پاس رکھ دیا تو فرمایا: کیا تم کھاتے نہیں؟ ○

فَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ ؕ وَبَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ﴿٢٨﴾

تو اپنے دل میں ان سے خوف محسوس کیا، (فرشتوں نے) عرض کی: آپ نہ ڈریں اور انہوں نے اسے ایک علم والے لڑکے کی خوشخبری سنائی ○

فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِيْ صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِيْمٌ ﴿٢٩﴾ قَالُوْا

تو ابراہیم کی بیوی چلاتی ہوئی آئی پھر اپنے چہرے پر ہاتھ مارا اور کہا: کیا بوڑھی بانجھ عورت (بچہ جنے گی۔) ○ فرشتوں نے کہا:

كَذٰلِكِ ۙ قَالَ رَبُّكِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ ﴿٣٠﴾

تمہارے رب نے یونہی فرمایا ہے، بیشک وہی حکمت والا، علم والا ہے ○

اور اعلیٰ انسانی اخلاق میں سے ہے۔

آیت 25 جب فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے پاس آئے تو انہوں نے کہا: سلام۔ حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے بھی جواب میں سلام فرمایا اور کہا کہ یہ اجنبی لوگ ہیں۔ یہ آپ نے دل میں فرمایا کہ میں ان سے واقف نہیں، مُنکَر بمعنی اجنبی ہے۔ **اہم باتیں:** (1) سلام بڑی پرانی سنّت ہے کہ دوسرے انبیاءِ کرام علیہمُ السّلام کے دین میں بھی تھی بلکہ سلام کا طریقہ حضرت آدم علیہ السّلام کے سامنے پیش کیا گیا۔ (2) آنے والا بیٹھے ہوئے کو سلام کرے خواہ سارے لوگ سلام کریں یا ان میں سے ایک ظاہر یہ ہے کہ یہاں سب نے سلام کیا۔

آیت 26-28 سلام کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السّلام اپنے گھر تشریف لے گئے اور ایک موٹا تازہ اور نفیس بچھڑا بھون کر لے آئے، پھر اسے ان مہمانوں کے پاس رکھ دیا تاکہ اسے کھائیں۔ جب اُن فرشتوں نے نہ کھایا تو حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے فرمایا: کیا تم کھاتے نہیں؟ فرشتوں نے کوئی جواب نہ دیا تو آپ علیہ السّلام نے اپنے دل میں ان سے خوف محسوس کیا۔ اس وقت آپ کے دل میں بات آئی کہ یہ فرشتے ہیں اور عذاب کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا خوف دیکھ کر فرشتوں نے عرض کی: آپ ڈریں نہیں، ہم اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے ہیں اور اس کے بعد ان فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو ایک علم والے لڑکے کی خوشخبری سنائی۔

آیت 29،30 جب فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو علم والے لڑکے کی خوشخبری سنائی تو یہ بات آپ علیہ السّلام کی زوجہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے بھی سن لی، اس پر آپ رضی اللہ عنہا چِلّاتی ہوئی آئیں اور حیرت سے اپنے چہرے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا: کیا وہ عورت بچہ جنے گی جو (90 یا 99 برس کی) بوڑھی ہے اور اس کے ہاں کبھی بچہ پیدا نہیں ہوا۔ یعنی ایسی حالت میں بچہ ہونا انتہائی تعجب کی بات ہے۔ فرشتوں نے کہا: جو بات ہم نے کہی آپ کے رب نے یونہی فرمایا ہے، بیشک وہی اپنے اَفعال میں حکمت والا ہے اور اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿٣١﴾ قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ﴿٣٢﴾

ابراہیم نے فرمایا: تو اے بھیجے ہوئے فرشتو! پھر تمہارا کیا مقصد ہے؟ ○ انہوں نے کہا: بیشک ہم ایک مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں ○

لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِيْنٍ ﴿٣٣﴾ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِيْنَ ﴿٣٤﴾ فَاَخْرَجْنَا

تاکہ ان پر گارے کے پتھر برسائیں ○ جن پر تمہارے رب کے پاس حد سے بڑھنے والوں کے لیے نشان لگائے ہوئے ہیں ○ تو ہم نے

مَنْ كَانَ فِيْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٣٥﴾ فَمَا وَجَدْنَا فِيْهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿٣٦﴾

اس شہر میں موجود ایمان والوں کو نکال لیا ○ تو ہم نے وہاں ایک ہی گھر مسلمان پایا ○

وَتَرَكْنَا فِيْهَآ اٰيَةً لِّلَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿٣٧﴾ وَفِيْ مُوْسٰٓى اِذْ

اور ہم نے اس میں ان لوگوں کے لیے نشانی باقی رکھی جو دردناک عذاب سے ڈرتے ہیں ○ اور موسیٰ میں (بھی نشانی ہے) جب

اَرْسَلْنٰهُ اِلٰى فِرْعَوْنَ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿٣٨﴾ فَتَوَلّٰى بِرُكْنِهٖ وَقَالَ سٰحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ﴿٣٩﴾

ہم نے اسے روشن سند کے ساتھ فرعون کی طرف بھیجا ○ اور وہ (فرعون) اپنے لشکر سمیت پھر گیا اور بولا: (موسیٰ تو) جادوگر ہے یا دیوانہ ○

آیت 31-34 ان چار آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے فرمایا: اے فرشتو! کیا تم صرف بیٹے کی بشارت دینے آئے ہو یا اس کے علاوہ اور بھی کوئی کام ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم حضرت لوط علیہ السّلام کی مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں تاکہ (ان کی بستیوں کو اُلٹ پُلٹ کرنے کے بعد) ان پر گارے کے بنائے ہوئے پتھر چھوڑیں جن پر آپ کے رب کی طرف سے حد سے بڑھنے والوں کے لیے نشان لگائے ہوئے ہیں۔

آیت 35،36 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جب حضرت لوط علیہ السّلام کی قوم پر عذاب آیا تو پہلے ایمان لانے والے حضرات کو اللہ تعالیٰ نے نکال لیا اور اس شہر میں ایک ہی گھر کے لوگ مسلمان تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ حضرت لوط علیہ السّلام اور آپ کی دونوں صاحبزادیاں تھیں۔

آیت 37 فرمایا کہ ہم نے حضرت لوط علیہ السّلام کی قوم کو ہلاک کرنے کے بعد ان کی تباہی کی نشانی ان لوگوں کے لیے باقی رکھی جو دردناک عذاب سے ڈرتے ہیں تاکہ وہ عبرت حاصل کریں اور ان لوگوں جیسے افعال کرنے سے باز رہیں اور وہ نشانی ان کے اُجڑے ہوئے شہر تھے، یا وہ پتھر تھے جن سے وہ ہلاک کئے گئے۔ **درس:** حضرت لوط علیہ السّلام کی قوم جس جرم کی بنا پر تباہ کی گئی وہ مَردوں کا آپس میں اور لڑکوں کے ساتھ بدفعلی کرنا تھا، ان کے دردناک انجام سے ان لوگوں کو نصیحت حاصل کرنی چاہئے جو فی زمانہ مَردوں کے ساتھ ہم جنس پرستی کرنے اور اس کی ترغیب دینے کے لئے باقاعدہ تقریبات منعقد کرنے اور اسے قانونی جواز مُہیّا کرنے میں مصروف ہیں۔

آیت 38،39 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے واقعے میں بھی (عبرت کی) نشانی رکھی ہے وہ واقعہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو ان روشن معجزات کے ساتھ فرعون کی طرف بھیجا جو آپ علیہ السّلام نے فرعون اور اس کی قوم کے سامنے پیش فرمائے تو فرعون نے اپنی قوم کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السّلام پر ایمان لانے سے اِعراض کیا اور

فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ وَهُوَ مُلِيْمٌ ﴿٤٠﴾ وَفِيْ عَادٍ اِذْ اَرْسَلْنَا

اور ہم نے فرعون اور اس کے لشکر کو پکڑ کر دریا میں ڈال دیا اس حال میں کہ وہ (خود کو) ملامت کر رہا تھا○ اور قومِ عاد میں (بھی نشانی ہے) جب

عَلَيْهِمُ الرِّيْحَ الْعَقِيْمَ ﴿٤١﴾ مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ اَتَتْ عَلَيْهِ اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيْمِ ﴿٤٢﴾

ہم نے ان پر خشک آندھی بھیجی○ وہ جس چیز پر گزرتی تھی اسے گلی ہوئی چیز کی طرح کر چھوڑتی○

وَفِيْ ثَمُوْدَ اِذْ قِيْلَ لَهُمْ تَمَتَّعُوْا حَتّٰى حِيْنٍ ﴿٤٣﴾ فَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ

اور ثمود میں (نشانی ہے) جب ان سے فرمایا گیا: ایک وقت تک فائدہ اٹھا لو○ تو انہوں نے اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی

فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ﴿٤٤﴾ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مِنْ قِيَامٍ وَّمَا كَانُوْا مُنْتَصِرِيْنَ ﴿٤٥﴾

تو ان کی آنکھوں کے سامنے انہیں کڑک نے آ لیا○ تو وہ نہ کھڑے ہو سکے اور نہ وہ بدلہ لے سکتے تھے○

ع ٢ ٢٣ وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿٤٦﴾ وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْىدٍ

اور ان سے پہلے قوم نوح کو ہلاک فرمایا، بیشک وہ فاسق لوگ تھے○ اور آسمان کو ہم نے (اپنی) قدرت سے بنایا اور بیشک ہم

کہنے لگا کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام تو جادو گر یا دیوانے ہیں۔

آیت 40 ارشاد فرمایا کہ جب فرعون اور اس کی قوم نے سرکشی کی تو ہم نے انہیں پکڑ کر دریا میں ڈال دیا اور اس کا حال یہ تھا کہ وہ اپنے آپ کو ملامت کر رہا تھا کہ اس نے رب ہونے کا دعویٰ کیوں کیا اور وہ کیوں ایمان نہ لایا۔

آیت 41،42 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ قومِ عاد کی ہلاکت میں عبرت کی نشانیاں ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان پر خشک آندھی بھیجی یہ ہلاک کرنے والی ہوا تھی اور یہ ہوا آدمی، جانور یا دیگر اَموال میں سے جس چیز کو بھی چھو جاتی تھی تو اسے ہلاک کر کے ایسا کر دیتی تھی کہ گویا وہ مدتوں کی ہلاک شدہ اور گلی ہوئی ہے۔

آیت 43-45 ان تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ قومِ ثمود کو ہلاک کرنے میں بھی عبرت کی نشانیاں ہیں۔ جب انہوں نے اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی اور حضرت صالح علیہ السّلام کو جھٹلایا اور ان کی اونٹنی کی رگیں کاٹ دیں تو ان سے فرمایا گیا کہ تین دن تک دنیا میں اپنی زندگی سے فائدہ اٹھالو، تین دن بعد ان کی آنکھوں کے سامنے انہیں کڑک نے آلیا اور وہ ہَولناک آواز سے ہلاک کیے گئے اور عذاب نازل ہونے کے وقت نہ وہ کھڑے ہو کر بھاگ سکے اور نہ ہی وہ اس سے بدلہ لے سکتے تھے جس نے انہیں ہلاک کیا۔

آیت 46 فرمایا کہ ہلاک کی جانے والی ان قوموں سے پہلے ہم نے حضرت نوح علیہ السّلام کی قوم کو ہلاک کیا کیونکہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ حدود سے تجاوز کر کے کفر اور گناہوں پر قائم رہے۔

آیت 47 اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ ہم نے آسمان کو اپنے دستِ قدرت سے بنایا اور بے شک ہم اسے اتنی وسعت دینے والے ہیں کہ زمین اس کے سامنے ایسی ہے جیسے کہ ایک وسیع میدان میں گیند پڑی ہو۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ ہم نے آسمان کو اپنے دستِ قدرت سے بنایا اور بیشک ہم اپنی مخلوق پر رزق وسیع کرنے والے ہیں۔

وَ اِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَ الْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ

وسعت وقدرت والے ہیں ○ اور زمین کو ہم نے فرش بنایا تو ہم کیا ہی اچھا بچھانے والے ہیں ○ اور ہم نے ہر چیز کی دو قسمیں

خَلَقْنَا زَوْجَیْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۹﴾ فَفِرُّوْۤا اِلَى اللّٰهِ ؕ اِنِّیْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۵۰﴾ ۚ

بنائیں تاکہ تم نصیحت حاصل کرو ○ اور اللہ کی طرف بھاگو بیشک میں اس کی طرف سے تمہارے لئے کھلم کھلا ڈر سنانے والا ہوں ○

وَ لَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ؕ اِنِّیْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۵۱﴾ ۚ كَذٰلِكَ مَاۤ اَتَى

اور اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود نہ ٹھہراؤ بیشک میں اس کی طرف سے تمہارے لیے کھلم کھلا ڈر سنانے والا ہوں ○ یونہی جب

الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ﴿۵۲﴾ ۚ اَتَوَاصَوْا بِهٖ ۚ

ان سے پہلے لوگوں کے پاس کوئی رسول تشریف لایا تو وہ یہی بولے کہ (یہ) جادوگر ہے یا دیوانہ ○ کیا انہوں نے ایک دوسرے کو اس

بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ﴿۵۳﴾ ۚ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ فَمَاۤ اَنْتَ بِمَلُوْمٍ ﴿۵۴﴾ ۫ وَّ ذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى

بات کی وصیت کی تھی بلکہ وہ سرکش لوگ ہیں ○ تو اے حبیب! تم ان سے منہ پھیر لو تو تم پر کوئی ملامت نہیں ○ اور سمجھاؤ کہ سمجھانا

آیت 48 اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو فرش بنایا کہ زمین اس قدر وسیع ہے کہ گول ہونے کے باوجود فرش کی طرح بچھی ہوئی معلوم ہوتی ہے، نیز نہ تو لوہے کی طرح سخت ہے کہ اس پر چلنا پھرنا دشوار ہو جائے اور نہ پانی کی طرح پتلی کہ مخلوق اس میں ڈوب جائے۔ یہ رب تعالیٰ کی قدرت کی بڑی دلیل ہے۔

آیت 49 ارشاد فرمایا کہ اور ہم نے ہر چیز کی دو قسمیں بنائیں جیسے آسمان اور زمین، سورج اور چاند، رات اور دن، خشکی اور تری، گرمی اور سردی، جن اور انسان، ایمان اور کفر، سعادت اور بدبختی، حق اور باطل اور نر و مادہ وغیرہ اور یہ قسمیں اس لئے بنائیں تاکہ تم ان میں غور کرکے یہ سمجھ سکو کہ ان تمام قسموں کو پیدا کرنے والی ذات واحد ہے، اس کا کوئی شریک، مدِ مقابل اور مثل نہیں ہے، لہٰذا صرف وہی عبادت کا مستحق ہے۔ **اہم بات:** فی زمانہ سائنسی تحقیق بھی یہی ہے کہ درخت اور پتھروں میں بھی نر اور مادہ دو قسمیں ہیں۔

آیت 50، 51 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے پیارے حبیب! آپ فرما دیں کہ اے لوگو! تم کفر سے ایمان کی طرف، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے اطاعت کی طرف، اپنے گناہوں سے توبہ کی طرف دوڑتے ہوئے آؤ اور صرف اللہ ہی کی عبادت کرو، بیشک میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کفر اور نافرمانی پر عذاب سے کھلم کھلا ڈر سنانے والا ہوں۔

آیت 52، 53 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے پیارے حبیب! جیسے آپ کی قوم کے کفار نے آپ کو جھٹلایا اور آپ کو جادوگر اور مجنون کہا ایسے ہی جب کفارِ مکہ سے پہلے لوگوں کے پاس کوئی رسول تشریف لایا اور اس نے اپنی قوم کو اللہ پر ایمان لانے کی دعوت دی تو ان کے بارے میں بھی کفار نے یہی کہا کہ یہ جادوگر یا دیوانہ ہے۔ سابقہ کفار نے اپنے بعد والوں کو یہ وصیت تو نہیں کی کہ تم انبیاءِ کرام علیہم السلام کی تکذیب کرتے رہنا اور ان کی شان میں اس طرح کی باتیں بنانا لیکن چونکہ سرکشی دونوں میں ہے اس لئے یہ گمراہی میں ایک دوسرے کے موافق رہے۔

آیت 54، 55 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! آپ ان کفار سے منہ پھیر لیں کیونکہ آپ رسالت کی تبلیغ فرما چکے اور اسلام

تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٥٥﴾ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴿٥٦﴾ مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ

ایمان والوں کو فائدہ دیتا ہے○ اور میں نے جن اور آدمی اسی لئے بنائے کہ میری عبادت کریں○ میں ان سے کچھ رزق

مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ ﴿٥٧﴾ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ﴿٥٨﴾

نہیں مانگتا اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھانا دیں○ بیشک اللہ ہی بڑا رزق دینے والا، قوت والا، قدرت والا ہے○

فَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذَنُوْبًا مِّثْلَ ذَنُوْبِ اَصْحٰبِهِمْ فَلَا يَسْتَعْجِلُوْنِ ﴿٥٩﴾

تو بیشک ان ظالموں کے لیے عذاب کا ایک حصہ ہے جیسے ان کے ساتھیوں کے عذاب کا حصہ تھا تو یہ مجھ سے (عذاب مانگنے میں) جلدی نہ کریں○

ع ٣ ١٤ ٢
فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ يَّوْمِهِمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ﴿٦٠﴾ ع

تو کافروں کیلئے ان کے اس دن سے خرابی ہے جس کی انہیں وعید سنائی جاتی ہے○

کی دعوت اور ہدایت دینے میں انتہائی محنت کر چکے تو ان کے ایمان نہ لانے سے آپ پر کوئی ملامت نہیں۔ **درس:** آیت نمبر 55 سے معلوم ہوا کہ نیک کاموں کی ترغیب دیتے اور برے کاموں سے منع کرتے رہنا چاہئے کہ جسے سمجھایا جائے اس کے بارے میں امید ہوتی ہے کہ وہ برے کام چھوڑ کر نیک کام کرنے لگے گا اور مزید یہ کہ نیکی کی دعوت دینے اور برائی سے منع کرنے کی ذمہ داری پوری ہو جاتی ہے۔

آیت 56 ارشاد فرمایا کہ میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف دنیا طلب کرنے اور اس طلب میں مُنہمِک ہونے کے لئے پیدا نہیں کیا بلکہ انہیں اس لئے بنایا ہے تاکہ وہ میری عبادت کریں اور میری معرفت حاصل ہو۔ **درس:** پیدائش کا اصل مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں۔ تلاوت و نماز و ذکر و درود و دعا تو خالص عبادت کے کام ہیں۔ ان کے علاوہ رضائے الٰہی کے کاموں کی ہزاروں صورتیں ہیں اور عام زندگی کے کام مثلاً کھانا، پینا، سونا، پہننا وغیرہ بھی شریعت کے مطابق، اچھی نیت کے ساتھ کئے جائیں تو وہ بھی عبادت میں داخل ہو جاتا ہے۔ عشا و فجر باجماعت پڑھنے والے کے لئے پوری رات شب بیداری کا ثواب لکھا جاتا ہے۔

آیت 57، 58 فرمایا: اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ رزق یا کسی بھی معاملے میں مخلوق کا محتاج نہیں بلکہ ہر ایک کو رزق دینے والا اللہ تعالیٰ ہے اور وہی سب کی روزی کا کفیل بھی ہے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ بندوں سے یہ چاہتا ہے کہ وہ اس کی مخلوق کے لئے کھانا دیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ ہی بڑا رزق دینے والا ہے، وہ قوت والا ہے کہ مخلوق تک رزق پہنچانے میں اسے کسی کی مدد کی ضرورت نہیں اور رِزق پیدا کرنے پر قدرت رکھنے والا ہے۔ **درس:** جب خدا کافروں، نافرمانوں کو بھی رزق دیتا ہے تو فرماں برداروں اور شریعت کے مطابق کاروبار اور نوکری کرنے والوں کو کیوں رزق نہیں دے گا۔

آیت 59 ارشاد فرمایا کہ بے شک ان ظالموں کے لیے جنہوں نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو جھٹلا کر اپنی جانوں پر ظلم کیا ایسے ہی عذاب کا ایک حصہ ہے جیسے سابقہ امتوں کے کفار کا عذاب اور ہلاکت میں حصہ تھا جو کہ انبیاءِ کرام علیہم السّلام کو جھٹلانے میں اِن کے ساتھی تھے، لہٰذا اگر میں نے ان سے قیامت تک کے لئے عذاب مُؤَخَّر کر دیا ہے تو انہیں چاہئے کہ مجھ سے عذاب نازل کرنے کی جلدی نہ کریں۔

آیت 60 فرمایا کہ کافروں کے قیامت کے اس دن میں شدید ترین عذاب ہے جس کی انہیں وعید سنائی جاتی ہے۔

ایاتها ٤٩ ۔ ٥٢ سُوْرَةُ الطُّوْرِ مَكِّيَّةٌ ٧٦ ۔ رکوعاتها ٢

سورۂ طور مکیہ ہے، اس میں انچاس آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

وَالطُّوْرِ ﴿١﴾ وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ﴿٢﴾ فِيْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ ﴿٣﴾ وَّالْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ ﴿٤﴾ وَالسَّقْفِ

طور کی قسم ○ اور لکھی ہوئی کتاب کی ○ (جو) کھلے ہوئے صفحات میں (ہے) ○ اور بیتِ معمور کی ○ اور بلند

الْمَرْفُوْعِ ﴿٥﴾ وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ ﴿٦﴾ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ﴿٧﴾ مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ ﴿٨﴾

چھت کی ○ اور سلگائے جانے والے سمندر کی ○ بیشک تیرے رب کا عذاب ضرور واقع ہونے والا ہے ○ اسے کوئی ٹالنے والا نہیں ○

سورۂ طور کا تعارف یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں 2 رکوع اور 49 آیتیں ہیں۔ طور ایک پہاڑ کا نام ہے اور اس سورت کی ابتدا میں اللہ تعالیٰ نے اس پہاڑ کی قسم ارشاد فرمائی، اس مناسبت سے اس کا نام ”سورۂ طور“ رکھا گیا۔ **خلاصۂ مضامین:** اس سورت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم پر کفار کے اعتراضات کے بڑے پُر جلال انداز میں جوابات دیئے گئے، آخرت کی ہَولناکیوں اور شدّتوں کا ذکر کیا گیا، رسول کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو رسالت کی تبلیغ جاری رکھنے اور کفار کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈراتے رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔

آیت 1 ارشاد فرمایا کہ اس پہاڑ کی قسم جس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو کلامِ الٰہی سننے کا شرف عطا فرمایا۔ **اہم بات:** اس پہاڑ کو حضرت موسیٰ علیہ السّلام سے نسبت حاصل ہے، نسبت والی چیز عظمت والی ہو جاتی ہے۔

آیت 2،3 یہاں جس لکھی ہوئی کتاب کی قسم ارشاد فرمائی گئی اس کے مِصداق کے بارے میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں: اس کتاب سے مراد یا تورات شریف یا لوحِ محفوظ یا اعمال لکھنے والے فرشتوں کے دفتر یا قرآن پاک ہے۔

آیت 4 اس آیت میں بیتُ المعمور کی قسم ارشاد فرمائی گئی، یہ ساتویں آسمان میں عرش کے سامنے کعبہ شریف کے بالکل اوپر ہے۔ آسمانوں میں اس کی حرمت ایسی ہے جیسے زمین پر کعبہ مُعَظَّمہ کی حرمت۔ یہ آسمان والوں کا قبلہ ہے۔ **اہم بات:** تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے معراج کی رات بیتُ المعمور کو ملاحظہ فرمایا تھا۔

آیت 5 یہاں بلند چھت سے مراد آسمان ہے جو زمین کے لئے چھت کی طرح ہے اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اس سے مراد عرش ہے جو جنت کی چھت ہے۔

آیت 6 یہاں بھڑکائے جانے والے سمندر کی قسم ارشاد فرمائی گئی۔ مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام سمندروں کو آگ کر دے گا جس سے جہنم کی آگ میں اور بھی زیادتی ہو جائے گی۔ (خازن 186/4)

آیت 7،8 ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! آپ کے رب کا وہ عذاب جس کا کفار کو وعدہ دیا گیا ہے آخرت میں ضرور واقع ہونے والا ہے

يَّوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا ۙ﴿۹﴾ وَّتَسِيْرُ الْجِبَالُ سَيْرًا ؕ﴿۱۰﴾ فَوَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۙ﴿۱۱﴾

جس دن آسمان سختی سے ہلے گاO اور پہاڑ تیزی سے چلیں گےO تو اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہےO

الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ خَوْضٍ يَّلْعَبُوْنَ ۘ﴿۱۲﴾ يَوْمَ يُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ؕ﴿۱۳﴾ هٰذِهِ النَّارُ

وقف لازم

وہ جو شغل میں پڑے کھیل رہے ہیںO جس دن انہیں جہنم کی طرف سختی سے دھکیلا جائے گاO یہ وہ آگ ہے

الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿۱۴﴾ اَفَسِحْرٌ هٰذَآ اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ ۚ﴿۱۵﴾ اِصْلَوْهَا

جسے تم جھٹلاتے تھےO تو کیا یہ جادو ہے یا تمہیں دکھائی نہیں دے رہاO اس میں داخل ہو جاؤ،

فَاصْبِرُوْٓا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا ۚ سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ ؕ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶﴾

تو اب چاہے صبر کرو یا نہ کرو، سب تم پر برابر ہے، تمہیں اسی کا بدلہ دیا جا رہا ہے جو تم کرتے تھےO

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَعِيْمٍ ۙ﴿۱۷﴾ فٰكِهِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ۚ وَوَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ

بیشک پرہیزگار باغوں اور نعمتوں میں ہوں گےO اپنے رب کی عطاؤں پر خوش ہو رہے ہوں گے اور انہیں ان کے رب نے

اور کوئی اسے ٹال دینے کی قدرت نہیں رکھتا۔ **درس:** قرآنِ مجید کی وہ آیات جن میں عذابِ الٰہی کا ذکر ہے ان کی تلاوت کرتے وقت اپنے دل میں عذابِ الٰہی کا خوف پیدا کریں۔

آیت 9،10 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عذاب نازل ہونے کا وقت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ وہ عذاب اس دن ضرور واقع ہو گا جس دن آسمان چکی کی طرح گھومیں گے اور ایسی حرکت میں آئیں گے کہ اُن کے اَجزاء بکھر جائیں گے اور پہاڑ تیزی سے ایسے چلیں گے جیسے کہ غبار ہوا میں اُڑتا ہے اور یہ قیامت کے دن ہو گا۔

آیت 11،12 فرمایا: جس دن وہ عذاب واقع ہو گا تو اس دن ان لوگوں کے لئے خرابی ہے جو دنیا میں اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو جھٹلاتے رہے اور وہ اپنے کفر و باطل کے شغل میں پڑے کھیلتے رہے۔

آیت 13-16 کافروں کے عذاب کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو جھٹلانے والے جس دن جہنم کی طرف دھکیلے جائیں گے تو جہنم کے خازن ان سے کہیں گے: یہ وہ آگ ہے جسے تم جھٹلاتے تھے تو کیا یہ جادو ہے یا تمہیں دکھائی نہیں دے رہا۔ یہ اس لئے کہا جائے گا کہ وہ دنیا میں سرکارِ دو عالَم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی طرف جادو کی نسبت کرتے تھے۔ اور کافروں سے کہا جائے گا اس جہنم میں داخل ہو جاؤ، تو اب چاہے عذاب پر صبر کرو یا نہ کرو، سب تم پر برابر ہے اور یہ عذاب تمہیں اسی کا بدلہ دیا جا رہا ہے جو تم دنیا میں کفر و تکذیب کرتے تھے۔

آیت 17-20 کافروں کے عذاب کے بعد مومنوں کے ثواب کا بیان ہے۔ فرمایا: بیشک کفر اور گناہوں سے بچنے والے آخرت میں باغوں اور نعمتوں میں ہوں گے اور اپنے رب عزّوجلّ کی عطا کردہ نعمتوں اور اس بات پر خوش ہو رہے ہوں گے کہ انہیں ان کے رب عزّوجلّ نے جہنم

عَذَابَ الْجَحِيْمِ ﴿١٨﴾ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿١٩﴾ مُتَّكِـِٕيْنَ

آگ کے عذاب سے بچالیا○ اپنے اعمال کے بدلے میں خوشگوار نعمتیں کھاؤ اور پیو○ وہ قطار در قطار بچھے ہوئے تختوں پر

عَلٰى سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ ۚ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ﴿٢٠﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ

تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے اور ہم نے بڑی آنکھوں والی حوروں سے ان کا نکاح کر دیا○ اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی (جس) اولاد نے

ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ؕ

ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی تو ہم نے ان کی اولاد کو ان کے ساتھ ملا دیا اور اُن (والدین) کے عمل میں کچھ کمی نہ کی،

كُلُّ امْرِئٍۭ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ ﴿٢١﴾ وَاَمْدَدْنٰهُمْ بِفَاكِهَةٍ وَّلَحْمٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿٢٢﴾

ہر آدمی اپنے اعمال میں گروی ہے○ اور پھلوں، میووں اور گوشت جو وہ چاہیں گے ان کے ساتھ ہم نے ان کی مدد کی○

يَتَنَازَعُوْنَ فِيْهَا كَاْسًا لَّا لَغْوٌ فِيْهَا وَلَا تَاْثِيْمٌ ﴿٢٣﴾ وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ

جنتی لوگ جنت میں ایسے جام ایک دوسرے سے لیں گے جس میں نہ کوئی بیہودگی ہوگی اور نہ گناہ کی کوئی بات○ اور ان کے خدمت گار لڑکے

کے عذاب سے بچالیا اور اُن سے کہا جائے گا کہ اپنے ان اعمال کے بدلے میں جنت کی خوشگوار نعمتیں کھاؤ اور پیو، وہ جنت کی نعمتیں کھانے کے وقت قطار در قطار بچھے ہوئے تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے اور ہم نے بڑی آنکھوں والی حسین حوروں کو ان کی بیویاں بنا دیا۔

آیت 21 ارشاد فرمایا کہ جو لوگ ایمان لائے اور ان کی جس اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی تو ہم ان کی اس اولاد کو اپنے فضل و کرم سے جنت میں ان کے ساتھ ملا دیں گے کہ اگرچہ باپ دادا کے درجے بلند ہوں تو بھی اُن کی اولاد اُن کے ساتھ ملا دی جائے گی اور ان والدین کے عمل کے ثواب میں کچھ کمی نہ ہوگی۔ مزید فرمایا: **ہر آدمی اپنے اعمال میں گروی رکھا ہوا ہے۔** اس سے مراد یہ ہے کہ ہر کافر اپنے کفری عمل کی وجہ سے جہنم کے اندر (دائمی طور پر) ایسے قید ہے جیسے وہ چیز جسے رہن رکھا ہوا ہو جبکہ مومن اپنے عمل (کی وجہ سے دائمی طور پر جہنم) میں گروی نہیں رکھا ہوا۔ **اہم باتیں:** (1) اس آیت سے ثابت ہوا کہ جنت میں ماں باپ کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ اولاد کے درجات بلند فرما دے گا۔ (2) اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نیک لوگوں کا وسیلہ مقبول ہے۔

آیت 22 ارشاد فرمایا کہ جنت میں پھل، میوے اور گوشت جو وہ چاہیں گے وہ مُہیّا کر کے ہم ان کی مدد کرتے رہیں گے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ان کی نعمتیں بڑھتی ہی جائیں گی کم کبھی نہ ہوں گی۔

آیت 23 فرمایا کہ جنتی لوگ جنت میں شراب کے ایسے لذیذ اور پاکیزہ جام ایک دوسرے سے ہنسی خوشی لیں گے جس میں نہ کوئی بیہودگی ہوگی اور نہ گناہ کی کوئی بات جیسا کہ دنیا کی شراب میں طرح طرح کی خرابیاں تھیں کیونکہ جنت کی شراب پینے سے نہ عقل زائل ہوتی ہے، نہ پینے والا بے ہودہ بکتا ہے اور نہ گنہگار ہوتا ہے۔

آیت 24 ارشاد فرمایا کہ اہلِ جنت کے خدمت گار لڑکے ان کے ارد گرد پھریں گے اور ان کے حسن اور پاکیزگی کا یہ عالَم ہوگا کہ گویا وہ چھپا کر رکھے ہوئے ایسے موتی ہیں جنہیں کوئی ہاتھ ہی نہیں لگا۔

لَّهُمۡ كَاَنَّهُمۡ لُؤۡلُؤٌ مَّكۡنُوۡنٌ ﴿۲۴﴾ وَ اَقۡبَلَ بَعۡضُهُمۡ عَلٰى بَعۡضٍ يَّتَسَآءَلُوۡنَ ﴿۲۵﴾

ان کے گرد پھریں گے گویا وہ چھپا کر رکھے ہوئے موتی ہیں ○ اور آپس میں سوال کرتے ہوئے ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوں گے ○

قَالُوۡۤا اِنَّا كُنَّا قَبۡلُ فِىۡۤ اَهۡلِنَا مُشۡفِقِيۡنَ ﴿۲۶﴾ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيۡنَا وَ وَقٰٮنَا

کہیں گے: بیشک ہم اس سے پہلے اپنے گھر والوں میں ڈرنے والے تھے ○ تو اللہ نے ہم پر احسان کیا اور ہمیں (جہنم کی) سخت گرم ہوا کے

عَذَابَ السَّمُوۡمِ ﴿۲۷﴾ اِنَّا كُنَّا مِنۡ قَبۡلُ نَدۡعُوۡهُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الۡبَرُّ الرَّحِيۡمُ ﴿۲۸﴾ ع ۲۸/۳

عذاب سے بچا لیا ○ بیشک ہم اس سے پہلے (دنیا میں) اللہ کی عبادت کرتے تھے، بیشک وہی احسان فرمانے والا مہربان ہے ○

فَذَكِّرۡ فَمَاۤ اَنۡتَ بِنِعۡمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّ لَا مَجۡنُوۡنٍ ﴿۲۹﴾ ؕ اَمۡ يَقُوۡلُوۡنَ شَاعِرٌ

تو اے محبوب! تم نصیحت فرماؤ تو تم اپنے رب کے فضل سے نہ کاہن ہو، اور نہ ہی مجنون ○ بلکہ کافر کہتے ہیں: یہ شاعر ہیں،

نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيۡبَ الۡمَنُوۡنِ ﴿۳۰﴾ قُلۡ تَرَبَّصُوۡا فَاِنِّىۡ مَعَكُمۡ مِّنَ الۡمُتَرَبِّصِيۡنَ ﴿۳۱﴾ ؕ

ہم ان پر گردشِ زمانہ کا انتظار کر رہے ہیں ○ تم فرماؤ: تم انتظار کرتے رہو، پس بیشک میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں ○

آیت 25-28 ان چار آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جنت میں جنتی ایک دوسرے سے دریافت کریں گے کہ وہ دنیا میں کس حال میں تھے چنانچہ وہ کہیں گے: بیشک ہم اپنے گھروں میں اللہ تعالیٰ کے خوف سے اور اس اندیشہ سے سہمے ہوئے تھے کہ نفس و شیطان ایمان میں خلل کا باعث نہ ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ نے ہم پر رحمت اور مغفرت فرما کر احسان کیا اور ہمیں جہنم کی سخت گرم ہوا کے عذاب سے بچالیا بیشک ہم دنیا میں صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے، بیشک وہی احسان فرمانے والا مہربان ہے کہ جب کوئی اس کی عبادت کرے تو اسے ثواب عطا فرماتا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) جنتیوں کو اپنی دنیاوی مصروفیات یاد ہوں گی جن کا وہ تذکرہ کریں گے۔ (2) اللہ تعالیٰ کا خوف تقویٰ کی جڑ ہے کہ نیک عمل کرنے کے باوجود بھی اس سے ڈرے۔ (3) دنیا کا خوف آخرت کی بے خوفی کا ذریعہ ہے۔

آیت 29 ارشاد فرمایا کہ اے پیارے حبیب! آپ نصیحت فرماتے رہیں اور کفارِ مکہ جو آپ کو کاہن اور مجنون کہتے ہیں اس وجہ سے آپ باز نہ رہیں کیونکہ آپ اپنے رب کے فضل سے نہ کاہن ہیں اور نہ ہی دیوانے ہیں۔ **درس:** مبلغ کو نیکی کی دعوت دینے کے دوران اگر لوگوں کی طرف سے طعن و تشنیع کا سامنا ہو تو اس سے دلبرداشتہ ہو کر نیکی کی دعوت دینا نہیں چھوڑنی چاہیے۔

آیت 30،31 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے پیارے حبیب! کفارِ مکہ کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہیں اور ہم ان پر گردشِ زمانہ کا انتظار کر رہے ہیں کہ جیسے ان سے پہلے شاعر مر گئے اور ان کے جتھے ٹوٹ گئے یہی حال ان کا ہونا ہے اور وہ کفار یہ بھی کہتے ہیں کہ ان کے والد کی طرح ان کی موت بھی جوانی میں ہو گی۔ تو اے پیارے حبیب! آپ ان سے فرمادیں: تم میرے انتقال کرنے کا انتظار کرتے رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں کہ تم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آئے۔ چنانچہ یہ ہوا اور وہ کفار بدر میں قتل اور قید کے عذاب میں گرفتار ہوئے۔

Go to Index

اَمْ تَاْمُرُهُمْ اَحْلَامُهُمْ بِهٰذَآ اَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ﴿٣٢﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ ۚ بَلْ

کیا ان کی عقلیں انہیں یہی حکم دیتی ہیں؟ بلکہ وہ سرکش لوگ ہیں○ بلکہ وہ کہتے ہیں کہ اس نبی نے یہ قرآن خود ہی بنا لیا ہے

لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٣٣﴾ فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖٓ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ﴿٣٤﴾ اَمْ خُلِقُوْا مِنْ

بلکہ وہ ایمان نہیں لاتے○ اگر یہ سچے ہیں تو اس جیسی ایک بات تو لے آئیں○ کیا وہ کسی شے کے بغیر ہی

غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ ﴿٣٥﴾ اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ بَلْ لَّا يُوْقِنُوْنَ ﴿٣٦﴾

پیدا کر دیئے گئے ہیں یا وہ خود ہی (اپنے) خالق ہیں؟ ○ یا آسمان اور زمین انہوں نے پیدا کئے ہیں؟ بلکہ وہ یقین نہیں رکھتے○

اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَبِّكَ اَمْ هُمُ الْمُصَيْطِرُوْنَ ﴿٣٧﴾ اَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ يَّسْتَمِعُوْنَ فِيْهِ ۚ

یا ان کے پاس تمہارے رب کے خزانے ہیں؟ یا وہ بڑے حاکم ہیں○ یا ان کے پاس کوئی سیڑھی ہے جس میں چڑھ کر وہ سن لیتے ہیں۔

آیت 32 ارشاد فرمایا: کیا ان مشرکین کی عقلیں انہیں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی شان میں شاعر، جادوگر، کاہن اور مجنون کہنے کا حکم دیتی ہیں؟ ایسا کہنا بالکل عقل کے خلاف ہے مزید ارشاد فرمایا کہ ان کی عقلیں انہیں ایسا کرنے کا حکم نہیں دیتیں بلکہ وہ سرکش لوگ ہیں کہ دشمنی اور عناد میں اندھے ہو رہے ہیں۔

آیت 33،34 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ کیا کفارِ مکہ یہ کہتے ہیں کہ تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اپنے دِل سے یہ قرآن بنا لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایسی بات نہیں جیسی یہ گمان کر رہے ہیں بلکہ کفار ایمان نہیں لاتے ہیں مزید فرمایا کہ اگر یہ اپنے دعوے میں سچے ہیں تو اس جیسی فصاحت وبلاغت وغیرہ میں ایک بات تو بنا کر لے آئیں۔

آیت 35 گویا کہ ارشاد فرمایا اے کافرو! تم میرے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو توحید اور حشر ونشر کی بات میں کیسے جھٹلاتے ہو حالانکہ ان کی سچائی کی دلیل تو تمہاری اپنی ذات میں موجود ہے۔ تم غور کرو کہ کیا تم ماں باپ سے پیدا نہ ہوئے (یا) کیا تم نطفہ سے پیدا نہیں ہوئے اور یا تم خود ہی اپنے خالق ہو کہ تم نے اپنے آپ کو خود ہی بنا لیا ہو، اور جب یہ محال ہے تو تمہیں اس بات کا اقرار کرنا پڑے گا کہ تمہیں اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اور جب تم یہ اقرار بھی کرتے ہو تو پھر کیوں اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں کرتے اور بتوں کو پوجتے ہو؟

آیت 36 اس آیت میں ایک اور دلیل ارشاد فرمائی کہ کیا آسمان اور زمین ان مشرکین نے پیدا کئے ہیں؟ ہرگز نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کے سوا آسمان وزمین پیدا کرنے کی کوئی قدرت ہی نہیں رکھتا تو کیوں یہ لوگ اس کی عبادت نہیں کرتے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی قدرت اور خالقیت کا یقین نہیں کرتے۔

آیت 37 فرمایا کہ اے حبیب! کیا اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلانے والوں کے پاس آپ کے رب عزّوجلّ کے رزق اور اس کی رحمت وغیرہ کے خزانے ہیں کہ اس وجہ سے انہیں اختیار ہو کہ جہاں چاہیں خرچ کریں اور جسے چاہیں نبوت دیں یا وہ بڑے حاکم ہیں کہ جو چاہے کریں اور کوئی انہیں پوچھنے والا نہ ہو، تو ایسا ہرگز نہیں ہے۔

آیت 38 ارشاد فرمایا کہ یا ان مشرکین کے پاس کوئی سیڑھی ہے جو آسمان کی طرف لگی ہوئی ہے کہ اس پر چڑھ کر وہ فرشتوں کی باتیں سن

فَلْيَأْتِ مُسْتَمِعُهُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿٣٨﴾ اَمْ لَهُ الْبَنٰتُ وَلَكُمُ الْبَنُوْنَ ﴿٣٩﴾ اَمْ تَسْئَلُهُمْ

(اگر ایسا ہے) تو ان کے اس طرح سننے والے کو کوئی روشن دلیل لانی چاہیے ○ کیا اللہ کیلئے بیٹیاں اور تمہارے لئے بیٹے ہیں؟ ○ یا تم ان سے

اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ﴿٤٠﴾ اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ ﴿٤١﴾

کچھ اجرت مانگتے ہو کہ (جس سے) وہ تاوان کے بوجھ میں دبے ہوئے ہیں ○ یا ان کے پاس غیب ہے کہ وہ (اس کے ذریعے فیصلہ) لکھتے ہیں ○

اَمْ يُرِيْدُوْنَ كَيْدًا ۚ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا هُمُ الْمَكِيْدُوْنَ ﴿٤٢﴾ اَمْ لَهُمْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ ۚ

یا وہ کسی فریب کا ارادہ کر رہے ہیں تو کافر خود ہی (اپنے) فریب کا شکار ہونے والے ہیں ○ یا اللہ کے سوا ان کا کوئی اور خدا ہے؟

سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿٤٣﴾ وَاِنْ يَّرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَآءِ سَاقِطًا يَّقُوْلُوْا سَحَابٌ

اللہ ان کے شرک سے پاک ہے ○ اور اگر وہ آسمان سے کوئی ٹکڑا گرتا ہوا دیکھیں گے تو کہیں گے کہ یہ تہہ در تہہ

لیتے ہیں کہ کون پہلے ہلاک ہو گا۔ اگر انہیں اس کا دعویٰ ہو تو ان کے اس طرح سننے والے کو کوئی روشن دلیل لانی چاہیے جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے اپنی صداقت پر دلیل پیش فرمائی ہے۔

آیت 39 اس آیت میں کفار کی حماقت اور بے وقوفی کا بیان ہے کہ وہ اپنے لئے تو بیٹے پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف بیٹیوں کی نسبت کرتے ہیں حالانکہ بیٹیوں کو وہ خود اپنے لئے بُرا جانتے ہیں۔

آیت 40 کفار نے شریعت کے اَحکام کو پسِ پُشت ڈالا اور اپنی عقل کے مطابق جو انہیں اچھا لگا اس کی پیروی کی تو اللہ تعالیٰ نے ان سے ارشاد فرمایا: کیا رسولِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے دین کی تعلیم دینے پر تم سے کوئی اجرت مانگی ہے کہ اس کی وجہ سے تم تاوان کے بوجھ میں دبے ہوئے ہو اور اس بوجھ کی وجہ سے اسلام قبول نہیں کرتے، جب یہ بھی نہیں ہے تو پھر اسلام قبول نہ کرنے کا تمہارے پاس کیا عذر ہے؟

آیت 41 فرمایا کہ مشرکین کے پاس کیا غیب کا علم ہے جس کی وجہ سے وہ یہ حکم لگاتے ہیں کہ مرنے کے بعد نہیں اُٹھیں گے یا اٹھے بھی تو انہیں عذاب نہیں دیا جائے گا۔

آیت 42 فرمایا کہ اے حبیب! یہ مشرکین زبانی طور پر ہی آپ کی مخالفت نہیں کرتے بلکہ وہ کسی فریب کا ارادہ کر رہے ہیں اور دارُ النَّدْوَہ میں جمع ہو کر اللہ تعالیٰ کے حبیب نبی، ہادیٔ برحق صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو نقصان پہنچانے اور قتل کرنے کے مشورے کر رہے ہیں تو کافر خود ہی اپنے فریب کا شکار ہونے والے ہیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو مشرکین کے فریب سے محفوظ رکھا اور مشرکین کو بدر میں ہلاک کر دیا۔

آیت 43 فرمایا کہ کیا اللہ تعالیٰ کے علاوہ مشرکین کا کوئی اور خدا ہے جو انہیں روزی دیتا ہو اور انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا سکتا ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود ہی نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ ان کے شرک سے پاک ہے۔

آیت 44 کفارِ مکہ نے تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے مطالبہ کیا تھا کہ تم ہم پر آسمان ٹکڑے ٹکڑے کر کے گرا دو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر یہ لوگ آسمان کے ٹکڑے کو گرتے ہوئے دیکھ بھی لیں تو بھی اپنے کفر سے باز نہیں آئیں گے اور عناد کی وجہ سے یہی کہیں گے کہ یہ

مَّرْكُوْمٌ ﴿٤٤﴾ فَذَرْهُمْ حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ فِيْهِ يُصْعَقُوْنَ ﴿٤٥﴾ يَوْمَ لَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ

بادل ہے○ تو تم انہیں چھوڑ دو یہاں تک کہ وہ اپنے اس دن سے ملیں جس میں بیہوش کر دیئے جائیں گے○ جس دن ان کا کوئی فریب انہیں

كَيْدُهُمْ شَيْـًٔا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿٤٦﴾ وَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا عَذَابًا دُوْنَ ذٰلِكَ

کچھ کام نہ دے گا اور نہ ان کی مدد ہوگی○ اور بیشک ظالموں کے لیے اس سے پہلے ایک عذاب ہے مگر ان میں

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٤٧﴾ وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا وَسَبِّحْ

اکثر لوگ جانتے نہیں○ اور اے محبوب! تم اپنے رب کے حکم پر ٹھہرے رہو کہ بیشک تم ہماری نگاہوں (حفاظت) میں ہو اور اپنے قیام کے وقت

بِحَمْدِ رَبِّكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ﴿٤٨﴾ وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاِدْبَارَ النُّجُوْمِ ﴿٤٩﴾ ع ٢

اپنے رب کی تعریف کرتے ہوئے پاکی بیان کرو○ اور رات کے کچھ حصے میں اس کی پاکی بیان کرو اور تاروں کے جانے کے بعد○

بادل ہے اور ہم اس سے سیراب ہوں گے۔ **اہم بات:** قبولِ حق کی توفیق تبھی ہوتی ہے جب سننے اور ماننے کا ذہن ہو۔ اگر ضد کی کیفیت ہو تو بڑا معجزہ دیکھ کر بھی اسے ہدایت نہیں مل سکتی۔

آیت 45 فرمایا کہ اے حبیب! جب یہ مشرکین اپنے کفر سے نہیں پھریں گے تو آپ انہیں چھوڑ دیں اور ان کی طرف توجہ نہ فرمائیں یہاں تک کہ وہ اپنے اس دن سے ملیں جس میں بے ہوش کر دیئے جائیں گے۔ **اہم بات:** اس دن سے مراد پہلی بار صور پھونکے جانے کا دن ہے۔

آیت 46 فرمایا کہ مشرکین کو بے ہوش کر دیئے جانے کا دن وہ ہے جس دن ان کا کوئی فریب انہیں کچھ کام نہ دے گا بلکہ اُلٹا انہیں نقصان پہنچائے گا اور نہ ان سے عذاب دور کر دینے میں کسی کی طرف سے ان کی مدد ہوگی۔

آیت 47 فرمایا کہ اِن کافروں کے لئے اُن کے کفر کی وجہ سے آخرت کے عذاب سے پہلے دنیا میں بھی ایک عذاب ہے مگر ان میں اکثر لوگ اپنے انجام کو جانتے نہیں۔ آخرت سے پہلے عذاب سے مراد یا تو بدر میں قتل ہونا ہے یا بھوک و قحط کی سات سالہ مصیبت یا عذابِ قبر مراد ہے۔ **اہم بات:** اس آیت سے عذابِ قبر (کا حق ہونا) ثابت ہوتا ہے۔

آیت 48 فرمایا کہ اے حبیب! اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو حکم دیا ہے آپ اس پر قائم رہیں اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پیروی کرتے اور ممنوعات سے رکے رہیں اور اللہ تعالیٰ کے پیغامات پہنچاتے رہیں بیشک آپ ہماری حفاظت میں ہیں مشرکین آپ کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ مزید فرمایا: **اور اپنے قیام کے وقت اپنے رب کی تعریف کرتے ہوئے پاکی بیان کرو۔** آیت کے اس حصے کے دو معنی ہیں: (1) نماز کے لئے اپنے قیام کے وقت اپنے رب کی تعریف کرتے ہوئے اس کی پاکی بیان کرو۔ اس صورت میں حمد سے تکبیرِ اُولیٰ کے بعد سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ پڑھنا مراد ہے۔ (2) اے حبیب! آپ جب سو کر اٹھیں تو اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح کیا کریں۔

آیت 49 فرمایا کہ اور رات کے کچھ حصے میں اور تاروں کے چھپ جانے کے بعد اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور حمد بیان کرو۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ ان آیات میں تسبیح سے مراد نماز ہے۔

Go to Index

اٰیاتھا ٦٢ ٥٣ سُوۡرَۃُ النَّجۡمِ مَکِّیَّۃٌ ٢٣ رکوعاتھا ٣

سورۂ نجم مکیہ ہے، اس میں باسٹھ آیتیں اور تین رکوع ہیں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

وَ النَّجۡمِ اِذَا ہَوٰی ۙ﴿۱﴾ مَا ضَلَّ صَاحِبُکُمۡ وَ مَا غَوٰی ۚ﴿۲﴾ وَ مَا یَنۡطِقُ عَنِ الۡہَوٰی ؕ﴿۳﴾

تارے کی قسم، جب وہ اترے ○ تمہارے صاحب نہ بھٹکے اور نہ ٹیڑھا راستہ چلے ○ اور وہ کوئی بات خواہش سے نہیں کہتے ○

سورۂ نجم کا تعارف یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں 3 رکوع اور 62 آیتیں ہیں۔ عربی میں ستارے کو نجم کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اس سورت کی پہلی آیت میں ''نَجۡم'' کی قسم ارشاد فرمائی اسی مناسبت سے اس کا نام ''سورۂ نجم'' رکھا گیا۔ **فضائل:** (1) سجدہ والی سورتوں میں سب سے پہلے ''سورۂ نجم'' نازل ہوئی۔ (بخاری، حدیث 4863) (2) سورۂ نجم وہ پہلی سورت ہے جس کا رسولِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے اعلان فرمایا اور حرم شریف میں مشرکین کے سامنے پڑھی۔ (روح المعانی 14/ 63) **خلاصۂ مضامین:** اس سورت میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت، نبی اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی عظمت اور قیامت کے دن مخلوق کو دوبارہ زندہ کئے جانے کا بیان ہے، اس کے علاوہ واقعۂ معراج کا کچھ حصہ بیان کیا گیا، کبیرہ گناہوں سے بچنے والوں کی جزا اور ریاکاری کی مذمت بیان کی گئی اور کفارِ مکہ کی نصیحت کے لئے قومِ عاد، قومِ ثمود، حضرت نوح اور حضرت لوط علیہما السّلام کی قوم پر آنے والے عذابات کا ذکر کیا گیا ہے۔

آیت 1 ارشاد فرمایا: **تارے کی قسم۔** یہاں نجم سے کیا مراد ہے اس بارے میں مفسرین کے بہت سے قول ہیں اور ان کے اعتبار سے آیت کے معنیٰ بھی مختلف ہیں: (1) نجم سے مراد ''ثُرَیّا'' ہے، اس صورت میں آیت کے معنیٰ یہ ہوں گے کہ ثریا تارے کی قسم! جب وہ فجر کے وقت غروب ہو۔ اگرچہ ثریا کئی تارے ہیں لیکن ان پر نَجۡم کا اِطلاق عرب والوں کی عادت ہے۔ (2) نجم سے مراد قرآنِ پاک ہے۔ اس صورت میں آیت کے معنیٰ یہ ہوں گے کہ قرآن کی قسم! جب وہ رفتہ رفتہ نازل ہو۔ (3) نجم سے مراد تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی ذاتِ مبارکہ ہے، اس صورت میں آیت کے معنیٰ یہ ہوں گے کہ (پیارے چمکتے) تارے محمد مصطفی صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی قسم! جب وہ معراج کی رات آسمانوں سے اترے۔

آیت 2 ارشاد فرمایا: **تمہارے صاحب نہ بھٹکے۔** اس آیت میں ''صَاحِبُ'' سے مراد نبی اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم ہیں اور ''نہ بھٹکنے'' کے معنیٰ یہ ہیں کہ حضورِ انور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے کبھی حق اور ہدایت کے راستے سے عدول نہیں کیا اور ہمیشہ اپنے رب عزّوجلّ کی توحید پر اور عبادت کرنے میں رہے اور ''ٹیڑھا راستہ نہ چلنے'' سے مراد یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم ہمیشہ ہدایت پر فائز رہے، فاسد عقائد کا شائبہ بھی کبھی آپ کی مبارک زندگی تک نہ پہنچ سکا۔

آیت 3، 4 ارشاد فرمایا کہ میرے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم جو کلام تمہارے پاس لے کر آئے ہیں اس کی کوئی بات وہ اپنی طرف سے نہیں کہتے بلکہ اس قرآن کی ہر بات وہ وحی ہی ہوتی ہے جو انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت جبریل علیہ السّلام کے ذریعے کی جاتی ہے۔

اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰى ۙ﴿۴﴾ عَلَّمَهٗ شَدِیْدُ الْقُوٰى ۙ﴿۵﴾ ذُوْ مِرَّةٍ ؕ فَاسْتَوٰى ۙ﴿۶﴾ وَ

وہ وحی ہی ہوتی ہے جو انہیں کی جاتی ہے۔ انہیں سخت قوتوں والے، طاقت والے نے سکھایا، پھر اس نے قصد فرمایا۔ اس حال میں کہ

هُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ؕ﴿۷﴾ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۙ﴿۸﴾ فَكَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰى ۚ﴿۹﴾

وہ آسمان کے سب سے بلند کنارہ پر تھے۔ پھر وہ جلوہ قریب ہوا پھر اور زیادہ قریب ہوگیا۔ تو دو کمانوں کے برابر بلکہ اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔

آیت 5، 6 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی طرف وحی فرمائی وہ انہیں سخت قوتوں والے، طاقت والے نے سکھایا۔ بعض مفسرین نے یہ فرمایا ہے کہ سخت قوتوں والے، طاقتور سے مراد حضرت جبریل علیہ السّلام ہیں اور سکھانے سے مراد اللہ تعالیٰ کی تعلیم سے سکھانا یعنی اللہ تعالیٰ کی وحی کو حضور پُر نور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے مبارک قلب تک پہنچانا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ''شَدِیْدُ الْقُوٰى'' سے مراد اللہ تعالیٰ ہے اور اُس نے اپنی قدرت کے اظہار کے لئے اپنی ذات کو اس وصف کے ساتھ ذکر فرمایا۔ مزید فرمایا: **پھر اس نے قصد فرمایا۔** عام مفسرین نے ''فَاسْتَوٰى'' کا فاعل بھی حضرت جبریل علیہ السّلام کو قرار دیا ہے اور اس کے یہ معنی مراد لئے ہیں کہ حضرت جبریل امین علیہ السّلام اپنی اصلی صورت پر قائم ہوئے، ایک قول یہ ہے کہ ''فَاسْتَوٰى'' سے مراد سَرْوَرِ عالَم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا بلند جگہ اور اعلیٰ مقام میں اِسْتِوٰی فرمانا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس آیت میں اِسْتِوٰی فرمانے کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہے۔

آیت 7 ارشاد فرمایا: **اس حال میں کہ وہ آسمان کے سب سے بلند کنارہ پر تھے۔** عام مفسرین کے نزدیک یہ حال جبریلِ امین علیہ السّلام کا ہے لیکن امام رازی رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں کہ ظاہر یہ ہے کہ یہ حال رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا ہے کہ آپ اُفُقِ اعلیٰ یعنی آسمانوں کے اوپر تھے (دلیل یہ ہے کہ) جس طرح کہنے والا کہتا ہے کہ میں نے چھت یا پہاڑ پر چاند دیکھا، تو اس بات کے معنی یہی ہوتے ہیں کہ دیکھنے والا چھت یا پہاڑ پر تھا، اسی طرح یہاں بھی مراد یہ ہے کہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم آسمانوں کے اوپر پہنچے تو اللہ تعالیٰ کی تجلی آپ کی طرف متوجہ ہوئی۔

آیت 8 ارشاد فرمایا: **پھر وہ قریب ہوا۔** کون کس کے قریب ہوا اس کے بارے میں مفسرین کے کئی اقوال ہیں: (1) اس سے حضرت جبریل علیہ السّلام کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے قریب ہونا مراد ہے۔ اس صورت میں معنی یہ ہے کہ حضرت جبریل علیہ السّلام اپنی اصلی صورت دکھا دینے کے بعد حضور پُر نور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے قرب میں حاضر ہوئے پھر اور زیادہ قریب ہوئے۔ (2) اس سے تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا اللہ تعالیٰ کے قرب سے مُشَرَّف ہونا مراد ہے اور آیت میں قریب ہونے سے حضورِ انور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا اوپر چڑھنا اور ملاقات کرنا مراد ہے اور اتر آنے سے نازل ہونا، لوٹ آنا مراد ہے۔ اس قول کے مطابق آیت کا معنی یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم اللہ تعالیٰ کے قرب میں باریاب ہوئے پھر وصال کی نعمتوں سے فیض یاب ہو کر مخلوق کی طرف متوجہ ہوئے۔

آیت 9 اس آیت میں مذکور لفظِ ''قَوْسَیْنِ'' کا ایک معنی ہے دو ہاتھ (یعنی دو شرعی گز) اور ایک معنی ہے دو کمانیں۔ اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ حضرت جبریل اور تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے درمیان اتنا قرب ہوا کہ دو ہاتھ یا دو کمانوں کے برابر بلکہ اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جلوے اور اللہ تعالیٰ کے محبوب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے درمیان اتنی نزدیکی

فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى ۟ؕ ۱۰ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ۱۱ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى

پھر اس نے اپنے بندے کو وحی فرمائی جو اس نے وحی فرمائی○ دل نے اسے جھوٹ نہ کہا جو (آنکھ نے) دیکھا○ تو کیا تم ان سے ان کے

مَا يَرٰى ۱۲ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ۟ۙ ۱۳ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ۱۴ عِنْدَهَا

دیکھے ہوئے پر جھگڑتے ہو○ اور انہوں نے تو وہ جلوہ دوبار دیکھا○ سدرۃ المنتہٰی کے پاس○ اس کے پاس

ہوئی کہ دو ہاتھ یا دو کمانوں کے برابر بلکہ اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔ **اہم بات:** فاصلے کی یہ مقدار بتانے میں انتہائی قرب کی طرف اشارہ ہے کہ قرب اپنے کمال کو پہنچا اور باادب اَحباب میں جو نزدیکی تصوُّر کی جا سکتی ہے وہ اپنی انتہا کو پہنچی۔

آیت 10 بعض مفسرین نے اس آیت کا معنی یہ بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے حضرت جبریل علیہ السّلام کی طرف وہ وحی فرمائی جو حضرت جبریل علیہ السّلام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم تک پہنچائی اور اکثر مفسرین کے نزدیک اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندے حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کو وحی فرمائی جو اس نے وحی فرمائی۔ اس کی عظمت وشان کی وجہ سے یہ بیان نہیں کیا گیا کہ وہ وحی کیا تھی نیز یہ وحی بے واسطہ تھی اور یہ خدا اور رسول کے درمیان کے اَسرار ہیں جن پر اُن کے سوا کسی کو اطلاع نہیں۔

آیت 11 فرمایا کہ سرکارِ دوعالَم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کے قلب مبارک نے اس کی تصدیق کی جو چشمِ مبارک نے دیکھا۔ مراد یہ ہے کہ آنکھ سے دیکھا، دِل سے پہچانا اور اس دیکھنے اور پہچاننے میں شک نے راہ نہ پائی۔ کیا دیکھا؟ اس بارے میں بعض مفسرین کا قول یہ ہے کہ حضرت جبریل علیہ السّلام کو دیکھا، لیکن صحیح مذہب یہ ہے کہ سَرْوَرِ عالَم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے اپنے رب تعالیٰ کو دیکھا۔ اور یہ دیکھنا کیا سر کی آنکھوں سے تھا یا دل کی آنکھوں سے؟ اس بارے میں مفسرین کے دونوں قول پائے جاتے ہیں کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے رب کو اپنے قلب مبارک سے دیکھا جبکہ مفسرین کی ایک جماعت کے نزدیک نبی اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے رب عزّوجلّ کو حقیقتاً چشمِ مبارک سے دیکھا اور ہمارے نزدیک بھی یہی راجح ہے۔

آیت 12-14 ان تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ مشرکین کو جب معراج شریف کے واقعات معلوم ہوئے تو انہوں نے ان واقعات کا انکار کر دیا اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم سے طرح طرح کے سوالات کرنے لگے، تو اللہ تعالیٰ نے ان مشرکین سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ تم میرے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم سے ان کے دیکھے ہوئے کے بارے میں جھگڑتے ہو حالانکہ انہوں نے تو سدرۃُ المنتہٰی کے پاس وہ جلوہ بار بار دیکھا۔ **اہم باتیں:** (1) سدرۃُ المنتہٰی بیری کا ایک درخت ہے، فرشتے، شُہدا اور مُتّقی لوگوں کی اَرواح اس سے آگے نہیں جا سکتیں اس لئے اسے سدرۃُ المنتہٰی کہتے ہیں یا زمین سے اوپر جانے والی چیزیں اور اوپر سے نیچے آنے والی چیزیں اس تک آکر رک جاتی ہیں اس لئے اسے سدرۃُ المنتہٰی کہتے ہیں۔

آیت 15، 16 فرمایا کہ سدرۃ المنتہٰی کے پاس جنت الماویٰ ہے۔ یہ وہ جنت ہے جہاں حضرت آدم علیہ السّلام نے قیام فرمایا تھا اور اسی جنت سے آپ زمین پر تشریف لائے تھے۔ مزید فرمایا: **جب سدرہ پر چھا رہا تھا۔** یعنی سدرہ کو فرشتوں نے اور انوار نے گھیرا ہوا تھا۔

جَنَّةُ الْمَاْوٰى ﴿١٥﴾ اِذْ یَغْشَى السِّدْرَةَ مَا یَغْشٰى ﴿١٦﴾ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَ مَا طَغٰى ﴿١٧﴾ لَقَدْ رَاٰى مِنْ

جنتُ الماویٰ ہے○ جب سدرہ پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا○ آنکھ نہ کسی طرف پھری اور نہ حد سے بڑھی○ بیشک اس نے

اٰیٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ﴿١٨﴾ اَفَرَءَیْتُمُ اللّٰتَ وَ الْعُزّٰى ﴿١٩﴾ وَ مَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى ﴿٢٠﴾

اپنے رب کی بہت بڑی نشانیاں دیکھیں○ تو(اے لوگو!) کیا تم نے لات اور عزّیٰ دیکھا ○ اور ایک اور تیسری منات کو ○

اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَ لَهُ الْاُنْثٰى ﴿٢١﴾ تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِیْزٰى ﴿٢٢﴾ اِنْ هِیَ اِلَّاۤ اَسْمَآءٌ سَمَّیْتُمُوْهَاۤ

کیا تمہارے لئے بیٹا اور اس کیلئے بیٹی ہے○ جب تو یہ غیر منصفانہ تقسیم ہے○ یہ تو صرف چند نام ہیں جو تم نے

اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ

اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں اللہ نے ان (کی حقانیت) پر کوئی سند نہیں اتاری، وہ تو نرے گمان اور

آیت 17 ارشاد فرمایا کہ اس دیدار کے وقت آنکھ نہ کسی طرف پھری اور نہ ادب کی حد سے بڑھی۔ اس میں سرکارِ دوعالَم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم کی قوت کے کمال کا اظہار ہے کہ اُس مقام میں جہاں عقلیں حیرت زدہ ہیں آپ ثابت قدم رہے اور جس نور کا دیدار مقصود تھا اس سے بہرہ اندوز ہوئے، دائیں بائیں کسی طرف توجہ نہ فرمائی اور نہ مقصود کے دیدار سے آنکھ پھیری، نہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی طرح بے ہوش ہوئے بلکہ اس مقام میں ثابت رہے۔ **اہم بات:** اس سے معلوم ہوا کہ سیّد المرسَلین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم کی طاقت حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی طاقت سے زیادہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام تجلّی دیکھ کر بے ہوش ہو گئے اور حضور پُر نور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے اللہ تعالیٰ کی ذات کو دیکھا تو نہ آنکھ جھپکی، نہ دل گھبرایا اور نہ ہی بے ہوش ہوئے۔ (سبحان اللہ عزوجل)

آیت 18 فرمایا کہ بیشک حضور پُرنور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے شبِ معراج اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی اور عظیم نشانیاں دیکھیں اور ملک وملکوت کے عجائبات کو ملاحظہ فرمایا اور آپ کا علم تمام غیبی ملکوتی معلومات پر محیط ہو گیا۔

آیت 19، 20 ان آیات میں ارشاد فرمایا گیا کہ کیا تم نے ان بتوں کو تحقیق اور انصاف کی نظر سے دیکھا ہے؟ اگر تم نے اس طرح دیکھا ہو تو تمہیں معلوم ہو گیا ہوگا کہ یہ بت محض بے قدرت ہیں اور اللہ تعالیٰ جو کہ قادر اور برحق معبود ہے اسے چھوڑ کر ان بے قدرت بتوں کو پوجنا اور اس کا شریک ٹھہرانا کس قدر عظیم ظلم اور عقل ودانش کے خلاف ہے۔

آیت 21، 22 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ مشرکین مکہ یہ کہا کرتے تھے کہ یہ بت اور فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں، اس پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: کیا تمہارے لئے بیٹا اور اس کیلئے بیٹی ہے حالانکہ بیٹی تمہارے نزدیک بری چیز ہے تو یہ کتنی غیر منصفانہ تقسیم ہے کہ جو چیز اپنے لئے بری سمجھتے ہو وہ خدا کے لئے تجویز کرتے ہو۔

آیت 23 فرمایا کہ ان بتوں کا نام الٰہ اور معبود تم نے اور تمہارے باپ دادا نے بالکل غلط طور پر رکھ لیا ہے، حقیقت میں الٰہ اور معبود نہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کی حقّانیّت پر کوئی سند نہیں اتاری بلکہ بتوں کو پوجنا عقل اور اللہ تعالیٰ کی تعلیم کے خلاف نفس اور خواہشات کی

Go to Index

مَا تَهۡوَى الۡاَنۡفُسُ ۚ وَلَقَدۡ جَآءَهُمۡ مِّنۡ رَّبِّهِمُ الۡهُدٰىؕ ﴿٢٣﴾ اَمۡ لِلۡاِنۡسَانِ

نفس کی خواہشوں کے پیچھے لگے ہوئے ہیں حالانکہ بیشک ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے ہدایت آچکی ہے ○ کیا انسان کو

مَا تَمَنّٰىۖ ﴿٢٤﴾ فَلِلّٰهِ الۡاٰخِرَةُ وَالۡاُوۡلٰى ﴿٢٥﴾ ع وَكَمۡ مِّنۡ مَّلَكٍ فِى السَّمٰوٰتِ لَا تُغۡنِىۡ

ع ٥ ٢٥

ہر وہ چیز حاصل ہے جس کی اس نے تمنا کی؟ ○ تو آخرت اور دنیا سب کا مالک اللہ ہی ہے ○ اور آسمانوں میں کتنے ہی فرشتے ہیں کہ

شَفَاعَتُهُمۡ شَيۡـئًا اِلَّا مِنۡۢ بَعۡدِ اَنۡ يَّاۡذَنَ اللّٰهُ لِمَنۡ يَّشَآءُ وَيَرۡضٰى ﴿٢٦﴾ اِنَّ الَّذِيۡنَ

ان کی سفارش کچھ کام نہیں آتی مگر جبکہ اللہ اجازت دیدے جس کے لیے چاہے اور پسند فرمائے ○ بیشک

لَا يُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَةِ لَيُسَمُّوۡنَ الۡمَلٰٓـئِكَةَ تَسۡمِيَةَ الۡاُنۡثٰى ﴿٢٧﴾ وَمَا لَهُمۡ بِهٖ مِنۡ عِلۡمٍؕ

آخرت پر ایمان نہ رکھنے والے فرشتوں کے عورتوں جیسے نام رکھتے ہیں ○ اور انہیں اس کا کوئی علم نہیں،

اِنۡ يَّتَّبِعُوۡنَ اِلَّا الظَّنَّ ۚ وَاِنَّ الظَّنَّ لَا يُغۡنِىۡ مِنَ الۡحَـقِّ شَيۡــئًا ۚ ﴿٢٨﴾ فَاَعۡرِضۡ عَنۡ مَّنۡ تَوَلّٰى ۙ

وہ تو صرف گمان کے پیچھے ہیں اور بیشک گمان یقین کی جگہ کچھ کام نہیں دیتا ○ تو تم اس سے منہ پھیر لو

اِتّباع کی بنا پر ہے حالانکہ ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآنِ پاک اور رسول تشریف لائے اور انہوں نے بار بار بتایا ہے کہ بُت معبود نہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں۔

آیت 24 یہاں انسان سے مراد مشرک ہے اور اس کی تمنا سے مراد بتوں کی شفاعت ہے اور آیت کا معنیٰ یہ ہے کہ کافر بتوں کے ساتھ جو جھوٹی امیدیں وابستہ رکھتے ہیں کہ وہ ان کی شفاعت کریں گے یہ امیدیں سراسر باطل ہیں۔

آیت 25 اس آیت کا ایک معنیٰ یہ بھی ہے کہ کافر اپنے من پسند معبودوں کی عبادت کر رہے ہیں تو (یہ جان لیں کہ) آخرت اور دنیا سب کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے، اس کی مرضی ہے کہ کافر کو کفر کی سزا دنیا میں دے یا آخرت تک مہلت دے۔

آیت 26 فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قرب کے باوجود فرشتے اسی کی شفاعت کریں گے جس کی اللہ تعالیٰ اجازت دے یعنی مومنین کے لئے شفاعت کریں گے اور جب شفاعت کے معاملے میں فرشتوں کا یہ حال ہے تو بتوں سے شفاعت کی اُمید رکھنا جہالت ہے کیونکہ انہیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نہ قرب حاصل ہے اور نہ کفار شفاعت کے اہل ہیں۔

آیت 27–29 ان تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ بیشک وہ لوگ جو آخرت میں دوبارہ زندہ ہونے پر یقین نہیں رکھتے، وہ اللہ تعالیٰ کے فرشتوں کو اس کی بیٹیاں بتا کر ان کے عورتوں جیسے نام رکھتے ہیں حالانکہ انہیں خود بھی اس بات کا کوئی یقینی علم نہیں کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں اور اس بات میں وہ صرف گمان کی پیروی کر رہے ہیں جبکہ یقین کی جگہ گمان کچھ کام نہیں دیتا لہٰذا اے پیارے حبیب! آپ اس سے منہ پھیر لیں جو ہمارے قرآن پر ایمان لانے سے پھرا اور اس نے صرف دُنیوی زندگی کو چاہا اور

Go to Index

عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ اِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿٢٩﴾ ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ ؕ اِنَّ

جو ہماری یاد سے پھرا اور اس نے صرف دنیاوی زندگی کو چاہاO یہ ان کے علم کی انتہا ہے۔ بیشک

رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۙ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدٰى ﴿٣٠﴾ وَلِلّٰهِ مَا الربع

تمہارا رب اسے خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بہکا اور وہ خوب جانتا ہے جس نے ہدایت پائیO اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ

فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۙ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ

آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، تاکہ برائی کرنے والوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دے اور نیکی کرنے والوں کو

الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى ﴿٣١﴾ اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا

نہایت اچھا صلہ عطا فرمائےO وہ جو بڑے گناہوں اور بے حیائیوں سے بچتے ہیں مگر اتنا کہ گناہ کے پاس گئے

اللَّمَمَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاِذْ

اور رک گئے بیشک تمہارے رب کی مغفرت وسیع ہے، وہ تمہیں خوب جانتا ہے جب اس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا اور جب

آخرت پر ایمان نہ لایا۔ **درس:** مسلمان آخرت کا انکار تو نہیں کرتے لیکن فی زمانہ وہ آخرت کی تیاری سے انتہائی غافل اور صرف دنیا سنوارنے میں لگے ہوئے ہیں۔

آیت 30 ارشاد فرمایا: یہ ان کے علم کی انتہا ہے۔ اس کا ایک معنیٰ یہ ہے کہ اُن کے علم کی انتہا وہم اور گمان ہیں جو انہوں نے باندھ رکھے ہیں کہ (مَعَاذَ اللہ) فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں، وہ ان کی شفاعت کریں گے۔ مزید فرمایا کہ اے حبیب! بیشک تمہارا رب اسے خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بہکا اور وہ اسے بھی خوب جانتا ہے جس نے ہدایت پائی۔

آیت 31 فرمایا کہ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے اور اس نے کائنات کی تخلیق اس لئے فرمائی تاکہ مخلوق میں سے جنہوں نے برے اعمال کیے اسے جہنم کی سزا دے اور جنہوں نے دنیا میں اس کی اطاعت و فرماں برداری کی اور نیک اعمال کئے انہیں انتہائی اچھا صلہ یعنی جنت عطا فرمائے۔

آیت 32 ارشاد فرمایا کہ نیکی کرنے والے وہ لوگ ہیں جو بڑے گناہوں اور بے حیائیوں سے بچتے ہیں مگر اتنا کہ گناہ کے پاس گئے اور رک گئے کہ اتنا تو کبیرہ گناہوں سے بچنے کی برکت سے معاف ہو جاتا ہے، بیشک تمہارے رب عَزَّوَجَلَّ کی مغفرت وسیع ہے تو وہ جو گناہ چاہے بغیر توبہ کے معاف کر دے۔ مزید فرمایا: وہ تمہیں خوب جانتا ہے۔ **شانِ نزول:** یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جو نیکیاں کرتے اور اپنے عملوں کی تعریف کرتے تھے اور کہتے تھے ہماری نمازیں، ہمارے روزے، ہمارے حج۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے ایمان والو! تم فخریہ طور پر اپنی نیکیوں کی تعریف نہ کرو اور جس کی حقیقت کے بارے میں تم نہیں جانتے اس کے

اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِیْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ فَلَا تُزَكُّوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى ﴿۳۲﴾ ع ۷

تم اپنی ماؤں کے پیٹ میں حمل کی صورت میں تھے تو تم خود اپنی جانوں کی پاکیزگی بیان نہ کرو، وہ خوب جانتا ہے اسے جو پرہیزگار ہوا۔

اَفَرَءَیْتَ الَّذِیْ تَوَلّٰى ﴿۳۳﴾ وَ اَعْطٰى قَلِیْلًا وَّ اَكْدٰى ﴿۳۴﴾ اَعِنْدَهٗ عِلْمُ الْغَیْبِ

تو کیا تم نے اسے دیکھا جو پھر گیا۔ اور اس نے تھوڑا سا مال دیا اور روک رکھا۔ کیا اس کے پاس غیب کا علم ہے

فَهُوَ یَرٰى ﴿۳۵﴾ اَمْ لَمْ یُنَبَّاْ بِمَا فِیْ صُحُفِ مُوْسٰى ﴿۳۶﴾ وَ اِبْرٰهِیْمَ الَّذِیْ وَفّٰۤى ﴿۳۷﴾

تو وہ دیکھ رہا ہے۔ یا کیا اسے اس کی خبر نہیں دی گئی جو موسیٰ کے صحیفوں میں ہے۔ اور ابراہیم کے جس نے (احکام کو) پوری طرح ادا کیا۔

بارے میں یہ نہ کہو کہ میں اس سے بہتر ہوں، میں اس سے زیادہ پاکیزہ ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے حالات کو خود جاننے والا ہے، وہ خوب جانتا ہے جو پرہیزگار ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) گناہ وہ عمل ہے جس کا کرنے والا عذاب کا مستحق ہو یا یوں کہہ لیں کہ ناجائز کام کرنے کو گناہ کہتے ہیں۔ (2) گناہ کی دو قسمیں ہیں: (۱) صغیرہ۔ (۲) کبیرہ۔ (3) یہاں آیت میں فواحش سے وہ کبیرہ گناہ مراد ہیں جن کی قباحت اور فساد بہت زیادہ ہو جیسے زنا کرنا، قتل کرنا اور چوری کرنا وغیرہ اور صغیرہ گناہ وہ ہے جس میں بیان کردہ باتیں نہ پائی جاتی ہوں۔ (4) ریاکاری، اپنی نمود و نمائش اور خود پسندی کرنے کی سخت ممانعت ہے البتہ اگر نعمتِ الٰہی کے اعتراف اور اطاعت و عبادت پر مسرت اور اس کے ادائے شکر کے لئے نیکیوں کا ذکر کیا جائے تو جائز ہے۔ **درس:** عبادت اور اطاعت کے معاملے میں خود پسندی بہت بڑی حماقت ہے کہ ہماری عبادتوں کی اوقات ہی کیا ہے جس پر ناز کیا جائے یا جس کی بنا پر خود کو اچھا سمجھا جائے۔

آیت 34،33 **شانِ نزول:** ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت ولید بن مغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی، جو اسلام لے آیا تھا مشرکین نے اسے عار دلائی اور کہا کہ تو نے اپنے بزرگوں کا دین چھوڑ دیا اور تو گمراہ ہو گیا ہے تو اُس نے کہا: میں نے اللہ تعالیٰ کے عذاب کے خوف سے ایسا کیا ہے۔ عار دلانے والے کافر نے کہا کہ اگر تو شرک کی طرف لوٹ آئے اور اتنا مال مجھے دے تو تیرا عذاب میں اپنے ذمے لیتا ہوں۔ اس پر ولید اسلام سے مُنْحَرِف ہو گیا اور اسے ولید نے تھوڑا سا مال دیا اور باقی سے منع کر دیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ان دو آیات میں ارشاد فرمایا کہ کیا تم نے اسے دیکھا جو ایمان سے پھر گیا اور اس نے عذاب اپنے ذمے لینے والے کو طے شدہ مال میں سے تھوڑا سا مال دیا اور باقی مال روک لیا۔

آیت 35 اس آیت کا معنی یہ ہے کہ کیا اس شخص کے پاس غیب کا علم ہے اور اس علم کی بنا پر اسے معلوم ہو گیا ہے کہ واقعی اس کا ساتھی اس کے گناہوں کا بوجھ اٹھالے گا تو ایسا ہرگز نہیں ہے۔

آیت 36 ارشاد فرمایا: کیا اسے اس کی خبر نہیں دی گئی جو موسیٰ کے صحیفوں میں ہے۔ یہاں صحیفوں سے مراد یا تورات شریف کی تختیاں ہیں یا وہ صحیفے مراد ہیں جو تورات شریف سے پہلے نازل ہوئے۔

آیت 37 ارشاد فرمایا کہ حضرت ابراہیم نے احکام کو پورے طور پر ادا کیا، اس میں بیٹے کو ذبح کرنا بھی داخل ہے اور آپ کا اپنا آگ میں ڈالا جانا بھی شامل ہے اور اس کے علاوہ اور اَحکامات بھی داخل ہیں۔

اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ﴿۳۸﴾ وَ اَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ﴿۳۹﴾

(وہ بات یہ ہے) کہ کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسری کا بوجھ نہیں اٹھائے گی ○ اور یہ کہ انسان کیلئے وہی ہوگا جس کی اس نے کوشش کی ○

وَ اَنَّ سَعْیَهٗ سَوْفَ یُرٰى ﴿۴۰﴾ ثُمَّ یُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى ﴿۴۱﴾ وَ اَنَّ اِلٰى رَبِّكَ

اور یہ کہ اس کی کوشش عنقریب دیکھی جائے گی ○ پھر اسے اس کا بھرپور بدلہ دیا جائے گا ○ اور یہ کہ بیشک تمہارے رب ہی کی طرف

الْمُنْتَهٰى ﴿۴۲﴾ وَ اَنَّهٗ هُوَ اَضْحَكَ وَ اَبْكٰى ﴿۴۳﴾ وَ اَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ وَ اَحْیَا ﴿۴۴﴾

انتہا ہے ○ اور یہ کہ وہی ہے جس نے ہنسایا اور رلایا ○ اور یہ کہ وہی ہے جس نے موت اور زندگی دی ○

آیت 38 اس آیت سے اللہ تعالیٰ نے وہ مضمون بیان فرمایا ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی کتاب اور حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے صحیفوں میں ذکر فرمایا گیا تھا، چنانچہ ارشاد فرمایا: وہ بات یہ ہے کہ کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسری جان کا بوجھ نہیں اٹھائے گی اور کوئی دوسرے کے گناہ پر پکڑا نہیں جائے گا۔

آیت 39 اس سے مراد یہ ہے کہ آدمی اپنی ہی نیکیوں سے فائدہ پاتا ہے۔ایک قول یہ ہے کہ یہ مضمون بھی حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ علیہما السّلام کے صحیفوں کا ہے۔**اہم باتیں:** (1) میت کو نیک اعمال کا جو ثواب پہنچایا جاتا ہے وہ اسے پہنچتا ہے اور یہ بات کثیر اَحادیث سے ثابت ہے۔(2) ایصالِ ثواب کے درست ہونے پر صحیح العقیدہ علماءِ امت کا اِجماع ہے تو مسلمانوں میں جو معمول ہے کہ وہ اپنے فوت شدگان کو فاتحہ، سوم، چہلم، برسی اور عرس وغیرہ میں عبادات اور صدقات سے ثواب پہنچاتے رہتے ہیں، ان کا یہ عمل اَحادیث کے بالکل مطابق ہے۔(3) ایصالِ ثواب کے لئے شریعت کی طرف سے کوئی دن خاص نہیں بلکہ جب چاہیں جس وقت چاہیں ایصالِ ثواب کر سکتے ہیں۔

آیت 40 اس آیت کا معنیٰ یہ ہے کہ عنقریب قیامت کے دن ہر شخص کے اعمال اسے نظر آئیں گے۔اس کی ایک صورت یہ ہوگی کہ اس کا نامۂ اعمال اسے دیا جائے گا اور وہ اپنے نامۂ اعمال میں اور میزان میں اپنے عمل دیکھے گا۔اس میں مومن کے لئے بشارت ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے اس کے نیک اعمال دکھائے گا تاکہ اسے خوشی حاصل ہو اور کافر (کے لئے وعید ہے کہ وہ) اپنے برے اعمال دیکھ کر ان کی وجہ سے غمزدہ ہوگا۔

آیت 41 فرمایا کہ اعمال دیکھنے کے بعد پھر اللہ تعالیٰ ہر انسان کو اسکے اچھے اور برے اعمال کا بھرپور بدلہ دے گا۔

آیت 42 اس آیت کے ایک معنیٰ یہ ہے کہ اے سننے والو! بیشک تمام مخلوق کی انتہا تمہارے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف ہے، یہ بات اس لئے ارشاد فرمائی تاکہ گناہ گار گناہوں سے باز آجائے اور نیکوکار اپنے نیک اعمال اور زیادہ کرے۔

آیت 43 اس آیت کا معنیٰ یہ ہے کہ ایک ہی محل میں مختلف اوقات میں ایک دوسرے کے مخالف دو چیزوں، رونے اور ہنسنے کو پیدا کرنے پر اللہ تعالیٰ ہی قادر ہے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ انسان کے تمام اعمال اللہ تعالیٰ کی قضا، قدرت اور اس کے پیدا کرنے سے ہیں۔اس کے علاوہ مفسرین نے اس آیت کے اور معنیٰ بھی بیان فرمائے ہیں۔

آیت 44 اس آیت کے تین معنیٰ ہیں: (1) اللہ تعالیٰ نے ہی دنیا میں موت دی اور وہی آخرت میں زندگی عطا فرمائے گا۔(2) اللہ تعالیٰ نے ہی باپ دادا کو موت دی اور ان کی اولاد کو زندگی بخشی۔(3) اللہ تعالیٰ نے کافروں کو کفر کی موت سے ہلاک کیا اور

وَ اَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَیْنِ الذَّكَرَ وَ الْاُنْثٰى ﴿۴۵﴾ مِنْ نُّطْفَةٍ اِذَا تُمْنٰى ﴿۴۶﴾ وَ اَنَّ عَلَیْهِ النَّشْاَةَ

اور یہ کہ اسی نے نر اور مادہ دو جوڑے بنائے ○ نطفہ سے جب اسے ڈالا جائے ○ اور یہ کہ دوبارہ زندہ کرنا اسی کے

الْاُخْرٰى ﴿۴۷﴾ وَ اَنَّهٗ هُوَ اَغْنٰى وَ اَقْنٰى ﴿۴۸﴾ وَ اَنَّهٗ هُوَ رَبُّ الشِّعْرٰى ﴿۴۹﴾ وَ اَنَّهٗۤ اَهْلَكَ

ذمہ ہے ○ اور یہ کہ وہی ہے جس نے غنی کیا اور قناعت دی ○ اور یہ کہ وہی شعریٰ (نامی ستارے) کا رب ہے ○ اور یہ کہ اسی نے پہلی

عَادَا ۨ الْاُوْلٰى ﴿۵۰﴾ وَ ثَمُوْدَاۡ فَمَاۤ اَبْقٰى ﴿۵۱﴾ وَ قَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ ؕ اِنَّهُمْ

عاد کو ہلاک فرمایا ○ اور ثمود کو تو اس نے (کسی کو) باقی نہ چھوڑا ○ اور ان سے پہلے نوح کی قوم کو (ہلاک کیا) بیشک وہ ان (دوسروں) سے بھی

ایمانداروں کو ایمانی زندگی بخشی۔

آیت 46،45 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جب رحم میں نطفہ ڈالا جائے تو اس نطفہ سے انسانوں اور حیوانات کے نر اور مادہ دو جوڑے اللہ تعالیٰ نے ہی بنائے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کی قدرت معلوم ہوئی کہ ایک رحم، ایک ہی نطفہ مگر کبھی اس سے لڑکا بنتا ہے کبھی لڑکی، کبھی نر کبھی مادہ۔ سُبحَانَ اللہ۔

آیت 47 اس آیت کا معنیٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قیامت میں زندہ فرمانے کا وعدہ فرمالیا ہے لہٰذا وعدے کو پورا فرمانے کے لئے اللہ تعالیٰ مخلوق کو اس کی موت کے بعد زندہ فرمائے گا۔

آیت 48 فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہی لوگوں کو مال و دولت سے نواز کر غنی کرتا ہے اور قناعت سے بھی وہی نوازتا ہے۔

آیت 49 ارشاد فرمایا: **اور یہ کہ وہی شعریٰ کا رب ہے۔** شعریٰ ایک ستارہ ہے جو کہ شدید گرمی کے موسم میں جوزاء ستارے کے بعد طلوع ہوتا ہے۔ دورِ جاہلیّت میں کچھ لوگ اس کی عبادت کرتے تھے اس آیت میں انہیں بتایا گیا کہ سب کا رب اللہ تعالیٰ ہے تو شعریٰ ستارے کا رب بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے لہٰذا صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔

آیت 50 ارشاد فرمایا: **اور یہ کہ اسی نے پہلی عاد کو ہلاک فرمایا۔** قومِ عاد دو ہیں ایک حضرت ہود علیہ السّلام کی قوم یہ چونکہ حضرت نوح علیہ السّلام کے بعد سب سے پہلے تیز آندھی سے ہلاک ہوئے تھے اس لئے انہیں پہلی عاد کہتے ہیں اور ان کے بعد والوں کو دوسری عاد کہتے ہیں کیونکہ وہ انہیں کی اولاد میں سے تھے۔

آیت 51 ارشاد فرمایا: **اور ثمود کو تو اس نے (کسی کو) باقی نہ چھوڑا۔** ثمود حضرت صالح علیہ السّلام کی قوم تھی، اس قوم کو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل علیہ السّلام کی چیخ سے ہلاک کیا اور ان میں سے کوئی بھی باقی نہ بچا۔

آیت 52 فرمایا کہ عاد اور ثمود سے پہلے حضرت نوح علیہ السّلام کی قوم کو غرق کرکے ہلاک کیا بیشک وہ ان عاد اور ثمود سے بھی زیادہ ظالم اور سرکش تھے کہ حضرت نوح علیہ السّلام ان میں ایک ہزار برس کے قریب تشریف فرما رہے، لیکن انہوں نے حضرت نوح علیہ السّلام کی دعوت قبول نہ کی۔

كَانُوْا هُمْ اَظْلَمَ وَ اَطْغٰى ﴿٥٢﴾ وَ الْمُؤْتَفِكَةَ اَهْوٰى ﴿٥٣﴾ فَغَشّٰىهَا مَا غَشّٰى ﴿٥٤﴾

زیادہ ظالم اور سرکش تھے ○ اور اس نے الٹنے والی بستیوں کو نیچے گرایا○ پھر ان بستیوں کو اس نے ڈھانپ لیا جس نے ڈھانپ لیا ○

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكَ تَتَمَارٰى ﴿٥٥﴾ هٰذَا نَذِیْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰى ﴿٥٦﴾ اَزِفَتِ

تواے بندے! تواپنے رب کی کون کون سی نعمتوں میں شک کرے گا؟○ یہ پہلے ڈر سنانے والوں میں سے ایک ڈر سنانے والے ہیں○ قریب آنے والی

الْاٰزِفَةُ ﴿٥٧﴾ لَیْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَاشِفَةٌ ﴿٥٨﴾ اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِیْثِ تَعْجَبُوْنَ ﴿٥٩﴾

(قیامت) قریب آ گئی○ اللہ کے سوا اسے کوئی کھولنے والا نہیں○ تو کیا اس بات پر تم تعجب کرتے ہو؟○

وَ تَضْحَكُوْنَ وَ لَا تَبْكُوْنَ ﴿٦٠﴾ وَ اَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ ﴿٦١﴾ فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَ اعْبُدُوْا ﴿٦٢﴾ السجدة ع ٣ ١٣

اور ہنستے ہو اور روتے نہیں ہو○ اور تم غفلت میں پڑے ہوئے ہو○ تو اللہ کے لیے سجدہ کرو اور عبادت کرو○

آیت 53 فرمایا: **اور اس نے الٹنے والی بستیوں کو نیچے گرایا۔** ان بستیوں سے مراد حضرت لوط علیہ السّلام کی قوم کی بستیاں ہیں جنہیں حضرت جبریل علیہ السّلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اٹھا کر اوندھا کر کے زمین پر ڈال دیا اور ان بستیوں کو زیر وزبر کر دیا۔

آیت 54 فرمایا کہ بستیوں کو الٹنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں نشان لگے ہوئے پتھروں کی خوفناک بارش سے ڈھانپ دیا۔

آیت 55 فرمایا کہ اے بندے! تو اللہ تعالیٰ کی قدرت پر دلالت کرنے والی کون کون سی نعمتوں میں شک کرے گا؟

آیت 56 فرمایا کہ اے لوگو! جس طرح پہلے ڈر سنانے والے اپنی قوموں کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے تھے اسی طرح تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم بھی ایک ڈر سنانے والے عظیم رسول ہیں جو تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں۔

آیت 57،58 ان دو آیات کی ایک تفسیر یہ ہے کہ قیامت قریب آچکی ہے اور جب قیامت قائم ہونے کا وقت آئے گا تو اسے اللہ تعالیٰ ہی ظاہر فرمائے گا۔

آیت 59-61 ان تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کفارِ قریش سے فرمایا کہ تم میرے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم پر نازل ہونے کی وجہ سے اس قرآن کا انکار کرتے ہو اور اس کا مذاق اُڑاتے ہوئے ہنستے ہو اور اللہ تعالیٰ کے نافرمانوں کی جو وعیدیں اس میں بیان ہوئی ہیں انہیں سن کر روتے نہیں حالانکہ تم نافرمان ہو اور اس قرآن میں ذکر کی گئی عبرت اور نصیحت انگیز باتوں سے غفلت میں پڑے ہوئے ہو۔

آیت 62 ارشاد فرمایا کہ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو ہدایت عطا فرمائی ہے، اس کا شکر ادا کرنے کے لئے سجدہ کرو اور صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ **اہم بات:** یہ آیت آیاتِ سجدہ میں سے ہے، اسے پڑھنے اور سننے والے پر سجدۂ تلاوت کرنا واجب ہے۔

اٰیاتھا ۵۵ | ۵۴ سُوْرَةُ الْقَمَرِ مَكِّيَّةٌ ۳۷ | رکوعاتھا ۳

سورۂ قمر مکیہ ہے ، اس میں پچپن آیتیں اور تین رکوع ہیں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۝۱ وَاِنْ یَّرَوْا اٰیَةً یُّعْرِضُوْا وَیَقُوْلُوْا

قیامت قریب آگئی اور چاند پھٹ گیا○ اور اگر کفار کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں:

سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ۝۲ وَكَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْۤا اَهْوَآءَهُمْ وَكُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ ۝۳

یہ تو کوئی دائمی جادو ہے ○اور انہوں نے جھٹلایا اور اپنی خواہشوں کے پیچھے ہوئے اور ہر کام قرار پاچکا ہے○

سورۂ قمر کا تعارف یہ سورت اس آیت "سَیُهْزَمُ الْجَمْعُ" کے علاوہ مکیہ ہے۔ اس میں 3 رکوع اور 55 آیتیں ہیں۔ عربی میں چاند کو قمر کہتے ہیں۔ اِس سورت کی پہلی آیت میں چاند کے پھٹ جانے کا بیان کیا گیا ہے، اس مناسبت سے اس کا نام "سورۂ قمر" رکھا گیا ہے۔ **فضیلت:** ارشاد فرمایا: سورۂ اِقْتَرَبَ کی تلاوت کرنے والے (کا چہرہ قیامت کے دن روشن ہو گا کہ اس سورت) کو تورات میں "مُبَیِّضَة" یعنی روشن کرنے والی پکارا جاتا ہے کیونکہ یہ اپنی تلاوت کرنے والے کا چہرہ اس دن روشن کرے گی جس دن چہرے سیاہ ہوں گے۔ (شعب الایمان، حدیث: 2495) **خلاصۂ مضامین:** اس سورت میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت، نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی رسالت اور قرآنِ مجید کی صداقت وغیرہ اسلام کے بنیادی عقائد، سابقہ امتوں کے مختصر احوال، بدبخت کفار کا انجام اور متقی لوگوں کی جزا کا بیان ہے۔

آیت 1 فرمایا کہ قیامت کے نزدیک ہونے کی نشانی ظاہر ہوگئی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے معجزہ سے چاند دو ٹکڑے ہو کر پھٹ گیا۔ **اہم بات:** (1) چاند کا دو ٹکڑے ہونا یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے روشن معجزات میں سے ہے۔ (2) صحاحِ ستّہ کی کثیر اَحادیث میں بھی اس عظیم معجزے کا بیان ہے اور یہ خبر شہرت کے اس درجہ تک پہنچ گئی ہے کہ اس کا انکار کرنا عقل و انصاف سے دشمنی اور بے دینی ہے۔

آیت 2 اس آیت میں کفارِ مکہ کی ایک عادت بیان کی گئی کہ وہ اگر اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی صداقت اور نبوت پر دلالت کرنے والی کوئی نشانی جیسے چاند کا دو ٹکڑے ہونا دیکھتے ہیں تو اس نشانی میں غور کر کے اس کی حقیقت جاننے، اس کی تصدیق کرنے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم پر ایمان لانے سے منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں: محمد (صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم) جو کچھ ہمیں دکھا رہے ہیں یہ تو کوئی دائمی طاقتور جادو ہے۔

آیت 3 ارشاد فرمایا: کفارِ مکہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو اور ان معجزات کو بھی جھٹلایا اور وہ اپنی ان باطل خواہشوں کے پیچھے ہوئے جو شیطان نے ان کے دل میں ڈال دی تھیں (کہ اگر انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے معجزات کی تصدیق کی تو اُن کی سرداری

Go to Index

وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنَ الْاَنْۢبَآءِ مَا فِيْهِ مُزْدَجَرٌ ۙ﴿۴﴾ حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ

اور بیشک ان کے پاس وہ خبریں آچکیں جن میں کافی ڈانٹ ڈپٹ تھی ۞ (یہ قرآن) انتہاء کو پہنچی ہوئی حکمت ہے تو (ایسوں کو) ڈرانے والے امور

النُّذُرُ ۙ﴿۵﴾ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ ۘ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ اِلٰى شَيْءٍ نُّكُرٍ ۙ﴿۶﴾ خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ

وقف لازم

فائدہ نہیں دیتے ۞ تو تم ان سے منہ پھیر لو، جس دن پکارنے والا ایک سخت انجان بات کی طرف بلائے گا ۞ (تو) ان کی آنکھیں نیچے جھکی ہوئی ہوں گی۔

يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ ۙ﴿۷﴾ مُّهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ ؕ يَقُوْلُ

قبروں سے یوں نکلیں گے گویا وہ پھیلی ہوئی ٹڈیاں ہیں ۞ اس بلانے والے کی طرف دوڑتے ہوئے کافر کہیں

الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ﴿۸﴾ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ فَكَذَّبُوْا عَبْدَنَا وَقَالُوْا

گے: یہ بڑا سخت دن ہے ۞ ان سے پہلے نوح کی قوم نے جھٹلایا تو انہوں نے ہمارے بندے کو جھوٹا کہا اور کہنے لگے:

تمام عالَم میں مانی جائے گی اور قریش کی کچھ بھی عزت باقی نہ رہے گی۔) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ ہر کام اپنے وقت پر ہونے ہی والا ہے، سرکارِ دوعالَم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا دین غالب ہو کر رہے گا۔

آیت 4 ارشاد فرمایا: کفارِ مکہ کے پاس قرآنِ پاک کے ذریعے پچھلی امتوں کے لوگوں کی خبریں آچکی ہیں جو ہلاک کر دیئے گئے اور ان خبروں میں کفارِ مکہ کے لئے کفر اور تکذیب سے کافی روک اور انتہا درجہ کی نصیحت تھی۔

آیت 5 اس آیت کے ایک معنیٰ یہ بھی ہیں کہ یہ قرآن انتہا کو پہنچی ہوئی حکمت سے بھرپور ہے تو (کافروں کو پھر بھی) ڈرانے والے اُمور جیسے سابقہ امتوں پر آنے والے عذابات نے فائدہ نہ دیا۔

آیت 6-8 فرمایا کہ اے حبیب! ان کفار کی سرکشی کا نتیجہ یہ ہے کہ آپ ان سے منہ پھیر لیں کیونکہ وہ ڈر سنانے سے عبرت حاصل کرنے والے نہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت جہاد والی آیت سے منسوخ ہو چکی ہے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت منسوخ نہیں ہے۔ مزید فرمایا: **جس دن پکارنے والا ایک سخت انجان بات کی طرف بلائے گا۔** آیت کے اس حصے اور اگلی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! آپ وہ دن یاد کریں جب حضرت اسرافیل علیہ السّلام بیتُ المُقدس کی چٹان پر کھڑے ہو کر ایک ایسی سخت انجان بات کی طرف بلائیں گے کہ اس جیسی سختی کبھی لوگوں نے نہ دیکھی ہوگی اور وہ بات قیامت اور حساب کی ہَولناکی ہے۔ اس وقت لوگوں کا حال یہ ہو گا کہ ان کی نگاہیں جھکی ہوئی ہوں گی اور وہ اپنی قبروں سے اس حال میں نکلیں گے کہ کثرت کی وجہ سے گویا وہ ہر طرف پھیلی ہوئی ٹڈیاں ہیں اور وہ خوف اور حیرت کی وجہ سے یہ نہیں جانتے ہوں گے کہ کہاں جائیں، حضرت اسرافیل علیہ السّلام کی آواز کی طرف دوڑتے ہوئے ان میں سے کافر کہیں گے: یہ کافروں پر بڑا سخت دن ہے۔

آیت 9،10 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ کفارِ قریش سے پہلے حضرت نوح علیہ السّلام کی قوم نے حضرت نوح علیہ السّلام کو جھٹلایا اور انہوں نے ہمارے بندے کو جھوٹا کہا اور یہ کہنے لگے کہ یہ پاگل ہے اور انہوں نے حضرت نوح علیہ السّلام کو دین کی دعوت دینے پر جھڑکا

مَجْنُوْنٌ وَّ ازْدُجِرَ ﴿۹﴾ فَدَعَا رَبَّهٗۤ اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ ﴿۱۰﴾ فَفَتَحْنَاۤ اَبْوَابَ السَّمَآءِ

یہ پاگل ہے اور نوح کو جھڑکا گیا۔ تو اس نے اپنے رب سے دعا کی کہ میں مغلوب ہوں تو تو (میرا) بدلہ لے۔ تو ہم نے زور کے بہتے پانی

بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ ﴿۱۱﴾ وَّ فَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُیُوْنًا فَالْتَقَى الْمَآءُ عَلٰۤى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ﴿۱۲﴾

سے آسمان کے دروازے کھول دیئے۔ اور زمین کو چشمے کر کے بہا دیا تو پانی اس مقدار پر مل گیا جو مقدر تھی۔

وَ حَمَلْنٰهُ عَلٰى ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّ دُسُرٍ ﴿۱۳﴾ تَجْرِیْ بِاَعْیُنِنَا ۚ جَزَآءً لِّمَنْ

اور ہم نے نوح کو تختوں اور کیلوں والی (کشتی) پر سوار کیا۔ جو ہماری نگاہوں کے سامنے بہہ رہی تھی (سب کچھ) اس (نوح) کو جزا دینے

كَانَ كُفِرَ ﴿۱۴﴾ وَ لَقَدْ تَّرَكْنٰهَاۤ اٰیَةً فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۱۵﴾ فَكَیْفَ كَانَ عَذَابِیْ وَ

کیلئے (ہوا) جس کے ساتھ کفر کیا گیا تھا۔ اور ہم نے اس واقعہ کو نشانی بنا چھوڑا تو ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا؟ تو میرا عذاب اور

تو (بہت عرصہ ان کی اَذِیّتوں پر صبر کرنے کے بعد) حضرت نوح علیہ السّلام نے اپنے رب عزّوجلّ سے دعا کی کہ اے اللہ! عزّوجلّ، میں مغلوب ہوں تو تو ان سے میرا بدلہ لے۔

آیت 12،11 حضرت نوح علیہ السّلام کی قوم کے عذاب کا ذکر کرتے ہوئے ان دو آیات میں ارشاد فرمایا کہ ہم نے زور کے بہتے پانی سے آسمان کے دروازے کھول دیئے اور وہ پانی چالیس دن تک نہ تھما اور زمین سے اس قدر پانی نکالا کہ زمین چشموں کی طرح ہوگئی اور آسمان سے برسنے والے اور زمین سے ابلنے والے دونوں پانی اس مقدار پر مل گئے جو ان کے لئے مقدّر تھی اور لوحِ محفوظ میں لکھی ہوئی تھی کہ طوفان اس حد تک پہنچے گا۔

آیت 14،13 ارشاد فرمایا کہ جب حضرت نوح علیہ السّلام کی قوم پر عذاب آیا تو ہم نے حضرت نوح علیہ السّلام کو تختوں اور کیلوں والی ایسی کشتی پر سوار کیا جو ہماری حفاظت میں بہہ رہی تھی اور حضرت نوح علیہ السّلام کو نجات دینا اور ان کی کافر قوم کو غرق کر دینا اس پیارے نوح علیہ السّلام کو جزا دینے کے لئے ہوا جس کے ساتھ کفر کیا گیا تھا۔

آیت 15 اس آیت کی دو تفسیریں ہیں کہ ہم نے اس واقعہ کو کہ کفار غرق کر کے ہلاک کر دیئے گئے اور حضرت نوح علیہ السّلام کو نجات دی گئی، آنے والی امتوں کے لئے نشانی بنا چھوڑا تو ہے کوئی دھیان کرنے والا جو اس واقعہ سے نصیحت اور عبرت حاصل کرے یا ہم نے اس کشتی کو آنے والی امتوں کے لئے نشانی بنا چھوڑا تو ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا جو اس سے نصیحت حاصل کرے۔ **اہم بات:** اللہ تعالیٰ نے اس کشتی کو جزیرہ کی سرزمین میں اور بعض مفسرین کے نزدیک جودی پہاڑ پر مدتوں باقی رکھا یہاں تک کہ ہماری اُمت کے پہلے لوگوں نے بھی اس کشتی کو دیکھا۔

آیت 16 فرمایا کہ اے حبیب! (آپ دیکھیں کہ) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا! کیا میرے رسول کو جھٹلانے والوں کو عذاب پہنچایا نہیں!

نُذُرِ ﴿۱۶﴾ وَ لَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۱۷﴾ كَذَّبَتْ عَادٌ

میرا ڈرانا کیسا ہوا؟ اور بیشک ہم نے قرآن کو یاد کرنے / نصیحت لینے کے لیے آسان فرمادیا تو ہے کوئی یاد کرنے / نصیحت لینے والا؟ عاد نے جھٹلایا

فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَ نُذُرِ ﴿۱۸﴾ اِنَّاۤ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْ يَوْمِ

تو میرا عذاب اور میرا ڈرانا کیسا ہوا؟ بیشک ہم نے ان پر ایسے دن میں ایک سخت آندھی بھیجی جس کی نحوست

نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ ﴿۱۹﴾ تَنْزِعُ النَّاسَ ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ ﴿۲۰﴾ فَكَيْفَ كَانَ

(ان پر) ہمیشہ کے لیے رہی وہ آندھی لوگوں کو یوں اکھیڑ مارتی تھی گویا وہ اکھڑی ہوئی کھجوروں کے سوکھے تنے ہوں تو میرا عذاب

ع ۱ ۲۲ ۸ عَذَابِيْ وَ نُذُرِ ﴿۲۱﴾ وَ لَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۲۲﴾ ع

اور میرا ڈرانا کیسا ہوا؟ اور بیشک ہم نے قرآن یاد کرنے / نصیحت لینے کے لیے آسان کر دیا تو ہے کوئی یاد کرنے / نصیحت لینے والا؟

آیت 17 اس آیت کی دو تفسیریں ہیں: (1) اے حبیب! بیشک ہم نے عبرت اور نصیحت حاصل کرنے کے لئے آپ کی قوم کی زبان میں قرآنِ مجید نازل فرما کر ان کے لئے آسان کر دیا اور نصیحتوں اور عبرتوں سے قرآن کو بھر دیا اور اس میں وعدوں اور وعیدوں کو بیان کر دیا تو ہے کوئی جو اس سے نصیحت حاصل کرے۔ (2) بیشک ہم نے قرآن کو یاد کرنے کے لئے آسان کر دیا تو ہے کوئی جو اِسے یاد کرے۔ **اہم بات:** اس آیت میں قرآنِ کریم کی تعلیم دینے، حاصل کرنے اور اسے حفظ کرنے کی ترغیب ہے۔

آیت 18 اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ قومِ عاد نے اپنے نبی حضرت ہود علیہ السّلام کو جھٹلایا، اس پر عذاب آیا تو ان پر میرا عذاب کیسا ہوا اور میرے عذاب سے ڈر دلانے کے فرامین کیسے ہوئے جو عذاب سے پہلے ان کے پاس آ چکے تھے۔

آیت 19، 20 ارشاد فرمایا: بیشک ہم نے قومِ عاد پر ایسے دن میں ایک بہت تیز چلنے والی، نہایت ٹھنڈی آندھی بھیجی جس کی نحوست ان پر ہمیشہ کے لیے رہی حتی کہ وہ سب ہلاک ہوگئے۔ وہ آندھی لوگوں کو زمین سے یوں اکھیڑ دیتی تھی گویا وہ اکھڑی ہوئی کھجوروں کے سوکھے تنے ہوں اور پھر سر کے بل انہیں زمین پر اس طرح دے مارتی کہ ان کے سر تن سے جدا ہو جاتے تھے اور جس دن وہ آندھی آئی تھی وہ دن مہینے کا آخری بدھ تھا۔ **اہم بات:** بعض لوگ مہینے کے آخری بدھ کو منحوس کہتے ہیں اور دلیل میں یہ آیت پیش کرتے ہیں، مگر یہ غلط ہے کیونکہ اس بدھ کی نحوست صرف قومِ عاد کے لئے تھی۔

آیت 21 قومِ عاد کے واقعہ میں دو مرتبہ "فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ" فرمائے جانے کی ایک وجہ یہ ہے کہ پہلے مقام پر دُنْیَوی عذاب کا ذکر ہے اور اس مقام پر اُخروی عذاب کا ذکر ہے۔

آیت 22 قرآنِ پاک کے علاوہ جتنی آسمانی کتابیں نازل ہوئیں وہ صرف انبیاءِ کرام علیہمُ السّلام کو زبانی یاد تھیں اور ان کی امت کے لوگ صرف دیکھ کر ہی ان کی تلاوت کر سکتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی امت کو یہ خصوصیت عطا فرمائی ہے کہ قرآنِ کریم چھوٹوں، بڑوں بے شمار افراد کو زبانی یاد ہے۔

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِالنُّذُرِ ﴿٢٣﴾ فَقَالُوْٓا اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗٓ ۙ اِنَّآ اِذًا لَّفِيْ

ثمود نے ڈر سنانے والوں (رسولوں) کو جھٹلایا ○ تو انہوں نے کہا: کیا ہم اپنے میں سے ہی ایک آدمی کی تابعداری کریں جب تو ہم ضرور

ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ﴿٢٤﴾ ءَاُلْقِيَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنْۢ بَيْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ اَشِرٌ ﴿٢٥﴾ سَيَعْلَمُوْنَ غَدًا

گمراہی اور دیوانگی میں ہیں ○ کیا ہم سب میں سے (صرف) اس پر وحی ڈالی گئی؟ بلکہ یہ بڑا جھوٹا، متکبر ہے ○ بہت جلد کل جان جائیں گے

مَّنِ الْكَذَّابُ الْاَشِرُ ﴿٢٦﴾ اِنَّا مُرْسِلُوا النَّاقَةِ فِتْنَةً لَّهُمْ فَارْتَقِبْهُمْ وَاصْطَبِرْ ﴿٢٧﴾

کہ کون بڑا جھوٹا، متکبر تھا ○ بیشک ہم ان کی آزمائش کیلئے اونٹنی کو بھیجنے والے ہیں تو (اے صالح!) تم ان کا انتظار کرو اور صبر کرو ○

وَنَبِّئْهُمْ اَنَّ الْمَآءَ قِسْمَةٌۢ بَيْنَهُمْ ۚ كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ ﴿٢٨﴾ فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ

اور انہیں خبر دے دو کہ ان کے درمیان پانی تقسیم ہے، ہر باری پر وہ حاضر ہو جس کی باری ہے ○ تو انہوں نے اپنے ساتھی کو پکارا

آیت 23 اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ قومِ ثمود نے اپنے نبی حضرت صالح علیہ السلام کی دعوت کا انکار کر کے اور ان پر ایمان نہ لا کر انہیں جھٹلایا۔ **اہم بات:** قومِ ثمود نے اگرچہ صرف حضرت صالح علیہ السلام کو جھٹلایا تھا مگر چونکہ ایک نبی کا انکار سارے نبیوں کا انکار شمار ہوتا ہے اس لئے یہاں آیت میں جمع کا صیغہ ''اَلنُّذُر'' ذکر کیا گیا۔

آیت 24 حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کے لوگوں سے فرمایا تھا کہ اگر تم نے میری پیروی نہ کی تو تم گمراہ اور بے عقل ہو۔ اس پر لوگوں نے کہا کہ ہم اپنے میں سے ہی ایک آدمی کے کس طرح تابع ہو جائیں حالانکہ ہم بہت زیادہ ہیں اور وہ اکیلا ہے، ہم ایسا نہیں کریں گے اور اگر ایسا کریں جب تو ہم ضرور گمراہی اور دیوانگی میں ہیں۔

آیت 25،26 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم ثمود نے انہیں جھٹلاتے ہوئے کہا کہ کیا ہم سب میں سے صرف حضرت صالح علیہ السلام پر وحی نازل کی گئی ہے؟ ایسا نہیں ہے بلکہ یہ بڑا جھوٹا، مُتکبِّر ہے کہ نبوت کے دعویٰ سے بڑا آدمی بننا چاہتا ہے۔ (مَعَاذَ اللہ) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جب وہ حضرت صالح علیہ السلام کو جھٹلانے کی وجہ سے عذاب میں مبتلا کئے جائیں گے تو بہت جلد جان جائیں گے کہ ان میں سے کون بڑا جھوٹا اور مُتکبِّر تھا۔

آیت 27،28 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ قومِ ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام سے اونٹنی کا معجزہ مانگا تو ارشاد فرمایا کہ بیشک ہم ان کی آزمائش کے لئے اونٹنی کو بھیجنے والے ہیں تو اے صالح! علیہ السلام، تم اس بات کا انتظار کرو کہ وہ کیا کرتے ہیں اور اُن کے ساتھ کیا کیا جاتا ہے اور اُن کی ایذا پر صبر کرو اور انہیں خبر دے دو کہ ان کے درمیان پانی کی باری تقسیم کی گئی ہے کہ ایک دن اونٹنی کا ہے اور ایک دن ان کا ہے، لہٰذا جو دن اونٹنی کا ہے اُس دن صرف اونٹنی ہی پانی پینے آئے اور جو دن قوم کا ہے اُس دن قوم پانی لینے آئے۔

آیت 29 قومِ ثمود ایک عرصہ تک اس طریقے پر قائم رہی، پھر انہیں اپنی چراگاہوں میں اور مویشیوں پر پانی کی تنگی کی وجہ سے افسوس ہوا تو وہ لوگ اونٹنی کو قتل کرنے پر متفق ہو گئے اور اس کام کے لئے اپنے ساتھی کو پکارا، تو اس نے اونٹنی کو پکڑا اور تیز تلوار

فَتَعَاطٰى فَعَقَرَ ﴿٢٩﴾ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿٣٠﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً

تو اس نے (اونٹنی کو) پکڑا پھر (اس کی) کونچیں کاٹ دیں○ تو میرا عذاب اور میرا ڈرانا کیسا ہوا؟○ بیشک ہم نے ان پر ایک زور دار چیخ بھیجی

وَّاحِدَةً فَكَانُوْا كَهَشِيْمِ الْمُحْتَظِرِ ﴿٣١﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ

تو اسی وقت وہ باڑ بنانے والے شخص کی بچ جانے والی روندی ہوئی خشک گھاس کی طرح ہوگئے○ اور بیشک ہم نے قرآن کو یاد کرنے /

فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿٣٢﴾ كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطٍ بِالنُّذُرِ ﴿٣٣﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنَا

نصیحت لینے کے لیے آسان کر دیا تو ہے کوئی یاد کرنے / نصیحت لینے والا؟○ لوط کی قوم نے ڈر سنانے والوں (رسولوں) کو جھٹلایا○ بیشک

عَلَيْهِمْ حَاصِبًا اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ ؕ نَجَّيْنٰهُمْ بِسَحَرٍ ﴿٣٤﴾ نِّعْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا ؕ كَذٰلِكَ

ہم نے ان پر ایک پتھراؤ بھیجا سوائے لوط کے گھر والوں کے، ہم نے انہیں رات کے آخری پہر بچالیا○ اپنے پاس سے احسان فرما کر، ہم یونہی

سے اس کی کونچیں کاٹ دیں اور اسے قتل کر ڈالا۔

آیت 30 اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ میرا عذاب اور میرے ڈر کے فرمان جو عذاب نازل ہونے سے پہلے ان کے پاس میری طرف سے آئے تھے وہ کیسے ہوئے؟

آیت 31 اس آیت میں قومِ ثمود پر آنے والے عذاب کی کیفیّت بیان کی گئی ہے کہ جس دن انہوں نے اونٹنی کو قتل کیا تو اس کے چوتھے دن ان پر حضرت جبریل علیہ السّلام نے ایک زور دار چیخ ماری جس کی وجہ سے ان کی حالت ایسے ہوگئی جس طرح چرواہے جنگل میں اپنی بکریوں کی حفاظت کے لئے گھاس کانٹوں کا احاطہ بنالیتے ہیں، اس میں سے کچھ گھاس بچی رہ جاتی ہے اور وہ جانوروں کے پاؤں میں روند کر ریزہ ریزہ ہو جاتی ہے۔

آیت 32 اس آیت کا ایک معنیٰ یہ بھی ہے کہ ہم نے اس شخص کے لئے قرآنِ پاک کو آسان کر دیا جو اس سے نصیحت حاصل کرنا چاہے تو ہے کوئی ایسا شخص جو قرآن سے نصیحت حاصل کرے اور ان تمام چیزوں کو چھوڑ دے جو اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔ **اہم بات:** قرآنِ پاک کی ایک آیت حفظ کرنا ہر مُکَلَّف مسلمان پر فرضِ عَین ہے اور پورا قرآن مجید حفظ کرنا فرضِ کفایہ ہے اور سورۂ فاتحہ اور ایک دوسری چھوٹی سورت یا اس کے مثل، مثلاً تین چھوٹی آیتیں یا ایک بڑی آیت کو حفظ کرنا واجبِ عَین ہے۔

آیت 33 فرمایا کہ انہوں نے حضرت لوط علیہ السّلام کا انکار کر کے سب رسولوں کو جھٹلایا۔

آیت 34،35 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت لوط علیہ السّلام کو جھٹلانے اور ان کا انکار کرنے کی سزا میں ہم نے ان لوگوں پر چھوٹے چھوٹے سنگریزے برسائے اور ہم نے اپنے پاس سے احسان فرما کر حضرت لوط علیہ السّلام اور ان کی دونوں صاحبزادیوں کو اس عذاب سے محفوظ رکھا اور انہیں صبح ہونے سے پہلے بچالیا اور ہم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر کرنے والے ہر بندے کو یونہی صلہ دیتے ہیں کہ انہیں مشرکین کے ساتھ عذاب نہیں دیتے۔ **اہم بات:** شکر گزار بندہ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسولوں علیہم السّلام پر ایمان لائے اور ان کی اطاعت کرے۔

Go to Index

نَجْزِیْ مَنْ شَكَرَ ۝۳۵ وَ لَقَدْ اَنْذَرَهُمْ بَطْشَتَنَا فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ ۝۳۶ وَ لَقَدْ

شکر کرنے والے کو صلہ دیتے ہیں○ اور بیشک اس نے انہیں ہماری گرفت سے ڈرایا تو انہوں نے ڈر کے فرامین میں شک کیا○ انہوں نے

رَاوَدُوْهُ عَنْ ضَيْفِهٖ فَطَمَسْنَاۤ اَعْيُنَهُمْ فَذُوْقُوْا عَذَابِیْ وَ نُذُرِ ۝۳۷ وَ

اسے اس کے مہمانوں کے متعلق پھسلانا چاہا تو ہم نے ان کی آنکھوں کو مٹا دیا (اور فرمایا) میرے عذاب اور میرے ڈر کے فرامین کا مزہ چکھو○ اور

لَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ ۝۳۸ فَذُوْقُوْا عَذَابِیْ وَ نُذُرِ ۝۳۹ وَ لَقَدْ

بیشک صبح سویرے ان پر ٹھہرنے والا عذاب آیا○ تو میرے عذاب اور میرے ڈر کے فرمانوں کا مزہ چکھو○ اور بیشک ہم نے قرآن کو یاد کرنے / نصیحت

ع ۹ ۱۸

يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝۴۰ وَ لَقَدْ جَآءَ اٰلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ ۝۴۱ كَذَّبُوْا

لینے کے لیے آسان کر دیا تو ہے کوئی یاد کرنے / نصیحت لینے والا؟○ اور بیشک فرعونیوں کے پاس ڈر سنانے والے (رسول) آئے○ انہوں نے

آیت 36 فرمایا کہ حضرت لوط علیہ السّلام نے انہیں ہماری گرفت اور ہمارے عذاب سے ڈرایا تو انہوں نے ڈر کے فرمانوں میں شک کیا اور ان کی تصدیق کرنے کی بجائے انہیں جھٹلانے لگے۔

آیت 37 اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت لوط علیہ السّلام کی قوم نے انہیں ان کے معزز مہمانوں کے متعلق پھسلانا چاہا اور حضرت لوط علیہ السّلام سے (فاسد نیت سے) کہا کہ انہیں ہمارے حوالے کر دیں تو جیسے ہی وہ گھر میں آئے تو حضرت جبریل علیہ السّلام نے اپنا بازو انکے چہرے پر مل دیا جس سے ان کی آنکھوں کو مٹا دیا اور ان کہ آنکھیں ایسی ناپید ہو گئیں کہ ان کا نشان بھی باقی نہ رہا۔ وہ حیران ہو کر بھاگے، راستہ نہ پاتے تھے تو حضرت لوط علیہ السّلام نے اُنہیں دروازے سے نکالا۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ذریعے ان سے ارشاد فرمایا کہ میرے عذاب اور میرے ڈر کے فرمانوں کا مزہ چکھو جو تمہیں حضرت لوط علیہ السّلام نے سنائے تھے۔

آیت 38 ارشاد فرمایا کہ بے شک حضرت لوط علیہ السّلام کی قوم پر صبح سویرے ٹھہرنے والا عذاب آیا جو کہ آخرت تک باقی رہے گا۔ مراد یہ ہے کہ دُنیوی عذاب بَرزخی عذاب سے اور برزخی عذاب اُخروی عذاب سے ملا ہوا ہے لہٰذا نفسِ عذاب دائمی اور قائم ہے۔

اہم بات: اس آیت سے عذابِ قبر کا ثبوت بھی ہوتا ہے کیونکہ اگر عذابِ قبر حق نہ ہو تو ان کا عذاب مُستقر یعنی ٹھہرنے والا نہیں رہتا۔

آیت 39 دوسری بار یہ بات اس لئے فرمائی گئی کہ ان پر عذاب دو مرتبہ نازل ہوا تھا، پہلا عذاب خاص ان لوگوں پر ہوا تھا جو حضرت لوط علیہ السّلام کے گھر میں داخل ہوئے تھے اور دوسرا عذاب سب کو عام تھا۔

آیت 40 یہاں ایک بار پھر یہ بات ارشاد فرمانے کی حکمت یہ ہو سکتی ہے کہ قرآن کے اس پہلو کے حوالے سے لوگوں پر غفلت اور سہو ونسیان غالب نہ آئے۔

آیت 41،42 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ بیشک فرعونیوں کے پاس اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانے والے رسول حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السّلام آئے تو فرعونی اُن پر ایمان نہ لائے اور انہوں نے ہماری ان سب نشانیوں کو جھٹلا دیا جو حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو دی گئیں تھیں تو ہم نے اس جھٹلانے کی وجہ سے ان پر عذاب کے ساتھ ایسی گرفت کی جیسی ایک عزت والے، عظیم قدرت والے

بِاٰيٰتِنَا كُلِّهَا فَاَخَذْنٰهُمْ اَخْذَ عَزِيْزٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿۴۲﴾ اَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ

ہماری سب نشانیوں کو جھٹلا دیا تو ہم نے ان پر ایسی گرفت کی جیسی ایک عزت والے، عظیم قدرت والے کی گرفت کی شان ہوتی ہے○ کیا تمہارے کافر

اُولٰٓئِكُمْ اَمْ لَكُمْ بَرَآءَةٌ فِي الزُّبُرِ ﴿۴۳﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ ﴿۴۴﴾ سَيُهْزَمُ

اُن (پہلوں) سے بہتر ہیں یا کتابوں میں تمہارے لئے نجات لکھی ہوئی ہے ؟○ یا وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم سب بدلہ لے لیں گے○ عنقریب سب

الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ﴿۴۵﴾ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ ﴿۴۶﴾ اِنَّ

بھگا دیئے جائیں گے اور وہ پیٹھ پھیر دیں گے○ بلکہ ان کا وعدہ قیامت ہے اور قیامت سب سے زیادہ سخت اور سب سے زیادہ کڑوی ہے○ بیشک

کی گرفت ہوتی ہے کہ اس سے کوئی چھڑا نہیں سکتا۔ **درس:** سابقہ امتوں کی تباہی و بربادی کے واقعات سنانے سے مقصود اس امت کے لوگوں کو اس بات سے ڈرانا ہے کہ اگر انہوں نے بھی ان جیسے اعمال اختیار کئے، اللہ اور اس کے رسول کے فرامین کو پسِ پُشت ڈالا تو ان کی بھی بڑی سخت گرفت ہو سکتی ہے لہٰذا ہر ایک فرد کو چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی نافرمانی سے بچے تاکہ اللہ تعالیٰ کی گرفت سے محفوظ رہے۔

آیت 43 اس آیت میں کفارِ مکہ کو ڈراتے ہوئے فرمایا گیا کہ کیا تمہارے کافر حضرت نوح علیہ السّلام کی قوم عاد، ثمود، حضرت لوط علیہ السّلام کی قوم اور فرعون کی قوم سے زیادہ طاقتور ہیں؟ مراد یہ ہے کہ تم سے پہلے کے کافر زیادہ مضبوط اور طاقتور تھے اس کے باوجود ان کی سرکشی کی بنا پر جو کچھ ان کے ساتھ ہوا وہ تم نے سن لیا، تو کیا تمہیں یہ امید ہے کہ تمہیں ان جیسا عذاب نہیں ہو گا حالانکہ تمہارا حال ان سے بہت بدتر ہے، یا یہ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کتابوں میں تمہارے لئے نجات لکھی ہوئی ہے کہ تمہارے کفر کی گرفت نہ ہو گی اور تم امن میں رہو گے۔ ایسا تو ہرگز نہیں ہے۔

آیت 44، 45 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ کیا کفارِ قریش اپنی جہالت اور قوت و شوکت کی وجہ سے یہ کہتے ہیں کہ ہم سب مل کر محمد صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے بدلہ لیں گے ؟ اللہ تعالیٰ نے ان کا رد کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ عنقریب کفارِ مکہ کے گروہ میں شامل سب لوگ بھگا دیئے جائیں گے کہ ان میں سے ایک بھی قائم نہ رہے گا۔ **دوسری آیت کا شانِ نزول:** جب غزوۂ بدر کے دن ابو جہل نے کہا کہ ہم سب مل کر بدلہ لیں گے تو یہ آیت نازل ہوئی "سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ" اور سرکارِ دو عالَم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے زرہ پہن کر یہ آیت تلاوت فرمائی اور پھر ایسا ہی ہوا کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو فتح نصیب ہوئی اور کفار کو ہزیمت و شکست سے دوچار ہونا پڑا۔

آیت 46 فرمایا کہ بدر کی شکست کفارِ مکہ کا پورا عذاب نہیں بلکہ اس عذاب کے بعد انہیں قیامت کے دن اصل عذاب کا وعدہ ہے اور قیامت سب سے زیادہ کڑوی ہے کہ دُنیوی عذاب کے مقابلے میں اس کا عذاب بہت زیادہ سخت ہے کیونکہ دُنیوی عذاب جیسے قید ہونا، قتل ہونا اور شکست کھانا وغیرہ تو اُخروی عذاب کی ایک جھلک ہے۔

آیت 47 اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے والے، اس کے رسولوں کو جھٹلانے والے اور حشر کا انکار کرنے والے مشرکین دنیا میں گمراہ اور دیوانے ہیں کہ نہ سمجھتے ہیں اور نہ راہ یاب ہوتے ہیں۔

Go to Index

الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ﴿٤٧﴾ يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ ؕ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ ﴿٤٨﴾ وقف لازم

مجرم گمراہی اور دیوانگی میں ہیں○ جس دن وہ آگ میں اپنے چہروں کے بل گھسیٹے جائیں گے (فرمایا جائے گا)، دوزخ کا چھونا چکھو○

اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ﴿٤٩﴾ وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍۭ بِالْبَصَرِ ﴿٥٠﴾ وَلَقَدْ اَهْلَكْنَآ

بیشک ہم نے ہر چیز ایک اندازہ سے پیدا فرمائی○ اور ہمارا کام تو صرف ایک بات ہے جیسے پلک جھپکنا○ اور بیشک ہم نے تمہارے جیسے

اَشْيَاعَكُمْ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿٥١﴾ وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوْهُ فِي الزُّبُرِ ﴿٥٢﴾ وَكُلُّ صَغِيْرٍ وَّ

(بہت سے گروہ) ہلاک کردیئے تو ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا○ اور انہوں نے جو کچھ کیا وہ سب کتابوں میں موجود ہے○ اور ہر چھوٹی اور

كَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ ﴿٥٣﴾ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ ۙ﴿٥٤﴾ فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿٥٥﴾ ع ٣ ۱۰/۱۵

بڑی چیز لکھی ہوئی ہے○ بیشک پرہیزگار لوگ باغوں اور نہروں میں ہوں گے○ عظیم قدرت والے بادشاہ کے حضور سچ کی مجلس میں ہوں گے○

آیت 48 اس آیت مبارکہ میں کفار کو جہنم میں منہ کے بل گھسیٹے جانے کا ذکر ہے اور حدیثِ پاک میں بعض ایسے مسلمانوں کا بھی ذکر کیا گیا ہے جنہیں منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا، ان میں سے تین یہ ہیں: (1) بہادر کہلائے جانے کی نیت سے جہاد کرنے والا۔ (2) عالم اور قاری کہلائے جانے کی نیت سے علم حاصل کرنے اور قرآن پڑھنے والا۔ (3) سخی کہلائے جانے کی خاطر راہِ خدا میں مال خرچ کرنے والا۔

آیت 49 **شانِ نزول:** یہ آیت ان لوگوں کے رد میں نازل ہوئی جو اللہ تعالیٰ کی قدرت کے منکر ہیں اور نئے واقعات کو ستاروں وغیرہ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ ارشاد فرمایا کہ بیشک ہم نے ہر چیز حکمت کے تقاضے کے مطابق ایک اندازے سے پیدا فرمائی ہے۔ **اہم بات:** ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر ایمان لائے اور تقدیر کے بارے میں بحث نہ کرے کہ یہ ایمان کی بربادی کا سبب بن سکتی ہے۔

آیت 50 ارشاد فرمایا کہ ہم جس چیز کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمائیں تو وہ ہمارے صرف ایک مرتبہ حکم فرمانے کے ساتھ ہی اتنی دیر میں ہو جاتی ہے جتنی دیر پلک جھپکنے میں لگتی ہے۔

آیت 51 فرمایا کہ اے کفارِ قریش! بیشک ہم نے پہلی امتوں میں سے بہت سے کفار کے گروہ ہلاک کر دیئے ہیں، وہ بھی تمہاری طرح اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرتے اور اس کے رسولوں کو جھٹلاتے تھے تو تم میں کوئی ایسا شخص ہے جو ان کے انجام سے نصیحت حاصل کرے۔

آیت 52 مزید ارشاد فرمایا کہ اے کفارِ قریش! پہلی امتوں میں سے تم جیسے کفار نے جو کچھ کیا وہ سب ان کتابوں میں موجود ہے جنہیں ان پر مقرر فرشتوں نے لکھا ہے۔ بعض مفسرین نے اس آیت کے یہ معنیٰ بھی بیان کئے ہیں کہ بندوں کے تمام افعال اَعمال لکھنے والے فرشتوں کے صحیفوں میں موجود ہیں۔

آیت 53 فرمایا کہ چھوٹے اور بڑے تمام اعمال اپنی تفصیل سے لوحِ محفوظ میں لکھے ہوئے ہیں۔ **درس:** ان آیات میں ہر مسلمان کے لئے بڑی نصیحت ہے کہ اس کے تمام اعمال لوحِ محفوظ میں لکھے ہوئے ہیں اور اَعمال لکھنے والے فرشتے بھی اپنے صحیفوں میں اس کا ہر عمل لکھ رہے ہیں اور پھر قیامت کے دن ہر شخص ان اعمال ناموں کو اپنے سامنے پائے گا۔ لہٰذا ہر ایک کو چاہیے کہ وہ تمام گناہوں سے بچے اور جو گناہ سرزد ہو چکے ان سے سچی توبہ کرے۔

آیت 54، 55 ارشاد فرمایا کہ بیشک وہ لوگ جو کفر اور گناہوں سے بچے رہے، وہ ایسے باغوں میں ہوں گے جن میں موجود نعمتوں اور ان

Go to Index

ایاتھا ۷۸ | ۵۵ سُوْرَةُ الرَّحْمٰنِ مَدَنِيَّةٌ ۹۷ | رکوعاتھا ۳

سورۂ رحمٰن مکیہ ہے، اس میں اٹھتر آیتیں اور تین رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

اَلرَّحْمٰنُ ۙ﴿۱﴾ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ؕ﴿۲﴾ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۙ﴿۳﴾ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ﴿۴﴾ اَلشَّمْسُ وَ

رحمٰن نے، قرآن سکھایا ○○ انسان کو پیدا کیا ○ اسے بیان سکھایا ○ سورج اور

لوگوں کے لئے تیار کی گئی چیزوں کے اوصاف بیان سے باہر ہیں اسی طرح ان کے باغوں اور گھروں میں پانی، شراب، شہد اور دودھ کی نہریں ہوں گی اور وہ عظیم قدرت والے بادشاہ کی بارگاہ کے مُقرّب ہوں گے۔

سورۂ رحمٰن کا تعارف یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں 3 رکوع اور 78 آیتیں ہیں۔ اس سورت کا نام "سورۂ رحمٰن" اس لئے رکھا گیا کہ اس کی ابتدا اللہ تعالیٰ کے اَسماءِ حُسنٰی میں سے ایک اسم "اَلرَّحْمٰنُ" سے کی گئی ہے۔ **فضائل:** (1) ارشاد فرمایا: ہر چیز کی ایک زینت ہے اور قرآن کی زینت سورۂ رحمٰن ہے۔ (شعب الایمان، حدیث: 2494) (2) ارشاد فرمایا: سورۂ حدید، سورۂ واقعہ اور سورۂ رحمٰن کی تلاوت کرنے والے کو زمین و آسمان کی بادشاہت میں جنتُ الفردوس کا مکین پکارا جاتا ہے۔ (شعب الایمان، حدیث: 2496)

خلاصۂ مضامین: اس سورت میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت اور قدرت، نبی اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم کی نبوت اور قرآنِ مجید کے اللہ تعالیٰ کی وحی ہونے پر دلائل کا بیان اور آخر میں قیامت، جنت کی نعمتوں اور جہنم کی سختیوں اور ہَولناکیوں وغیرہ کا ذکر ہے۔

آیت 1، 2 **شانِ نزول:** (1) جب سورۂ فرقان کی آیت نمبر 60 نازل ہوئی جس میں رحمٰن کو سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا تو کفارِ مکہ نے کہا کہ رحمٰن کیا ہے ہم نہیں جانتے، اس پر اللہ تعالیٰ نے سورۃُ الرّحمٰن نازل فرمائی کہ رحمٰن جس کا تم انکار کرتے ہو وہی ہے جس نے قرآن نازل فرمایا۔ (2) اہلِ مکہ نے جب کہا کہ محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم) کو کوئی بشر سکھاتا ہے تو یہ آیت نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ رحمٰن نے قرآن اپنے حبیب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم کو سکھایا۔ **اہم باتیں:** (1) حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم کے پاس قرآن پاک بظاہر حضرت جبریل علیہ السّلام کے واسطے سے آیا لیکن در حقیقت اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم کو قرآن سکھایا۔ (2) حضور پُرنور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم کا علم اللہ تعالیٰ کی عطا سے ہے۔ (3) اللہ تعالیٰ نے سارا قرآن اپنے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم کو سکھا دیا تو اس میں متشابہات کا علم بھی آ گیا۔ (4) اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم کو قرآن سکھایا اور ایک جگہ واضح طور پر فرما دیا کہ آپ کو وہ سب کچھ سکھا دیا جو آپ نہ جانتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم کا علم تمام اَنبیاءِ کرام علیہمُ السّلام بلکہ تمام مخلوق سے زیادہ ہے۔

آیت 3، 4 "انسان" اور "بیان" کے مِصداق کے بارے میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں: (1) یہاں انسان سے مراد دو عالَم کے سردار محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم ہیں اور بیان سے جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ آئندہ ہوگا، کا بیان مراد ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم اَوّلین و آخرین اور قیامت کے دن کی خبریں دیتے تھے۔ (2) یہاں انسان سے مراد حضرت آدم علیہ السّلام ہیں اور بیان سے مراد تمام چیزوں کے اَسماء اور تمام زبانوں کا بیان مراد ہے۔

آیت 5 یعنی سورج اور چاند کی رفتار اللہ تعالیٰ نے مُعیّن فرما دی ہے جس اندازے کے ساتھ وہ اپنے بُروج اور مَنازل میں

الْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ﴿٥﴾ وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ ﴿٦﴾ وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ

چاند حساب سے ہیں۔ اور بغیر تنے والی نباتات اور درخت سجدہ کرتے ہیں۔ اور آسمان کو اللہ نے بلند کیا اور

الْمِيْزَانَ ﴿٧﴾ اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ ﴿٨﴾ وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ﴿٩﴾

ترازو رکھی۔ کہ تولنے میں ناانصافی نہ کرو۔ اور انصاف کے ساتھ تول قائم کرو اور وزن نہ گھٹاؤ۔

وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ ﴿١٠﴾ فِيْهَا فَاكِهَةٌ ۙ وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ ﴿١١﴾ وَالْحَبُّ

اور اس نے مخلوق کے لیے زمین رکھی۔ اس میں پھل میوے اور غلاف والی کھجوریں ہیں۔ اور بھوسے والا

حرکت کرتے ہیں کہ لوگ ان کی رفتار سے سالوں اور مہینوں کا حساب لگاتے ہیں۔

آیت 6 یہاں ''نجم'' سے مراد زمین سے پیدا ہونے والی وہ نباتات ہیں جو تنا نہیں رکھتیں جیسے سبزہ اور انگور کی بیل وغیرہ اور ''شجر'' سے مراد وہ نباتات ہیں جو تنا رکھتی ہیں جیسے گندم، جَو اور درخت وغیرہ اور ان کے سجدہ کرنے سے مراد یہ ہے کہ ان کے سائے سجدہ کرتے ہیں اور بعض مفسرین نے فرمایا کہ سجدہ کرنے سے مراد یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے فرماں بردار ہیں۔

اہم بات: سبزے اور درخت زمین پر اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمتیں ہیں۔

آیت 7، 8 ارشاد فرمایا: **اور آسمان کو اللہ نے بلند کیا۔** آسمان کو محل کے اعتبار سے بلندی یوں ہے کہ آسمان زمین سے اونچا ہے جبکہ رتبے کے اعتبار سے بلندی یہ ہے کہ وہ فرشتوں کا مَسکن ہے اور یہیں سے اللہ تعالیٰ کے اَحکام صادر ہوتے ہیں۔ مزید فرمایا: **اور ترازو رکھی۔** ایک قول یہ ہے کہ یہاں میزان سے مراد عدل کرنا ہے، اس صورت میں آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے (مخلوق کے درمیان تمام معاملات میں) عدل کرنے کا حکم دیا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ میزان سے مراد وہ تمام آلات ہیں جن سے اَشیاء کا وزن کیا جائے، معنیٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر اَشیاء ناپنے اور تولنے کے آلات پیدا فرمائے اور اپنے بندوں پر لین دین کے معاملات میں عدل قائم رکھنے اور برابری کرنے کے اَحکام نافذ فرمائے تاکہ وہ ناپ تول میں ناانصافی نہ کریں اور کسی کی حق تلفی نہ ہو۔

آیت 9 فرمایا کہ جب تم لوگوں کے لئے کوئی چیز ناپو یا تولو تو انصاف کے ساتھ ناپ تول کرو اور وزن میں کمی نہ کرو۔

آیت 10 ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس مخلوق کے لئے زمین کو فرش کی طرح بچھا دیا جو مخلوق اس میں رہتی اور بستی ہے تاکہ وہ اس میں آرام کریں اور فائدے اٹھائیں۔

آیت 11، 12 ان آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ زمین میں بے شمار اَقسام کے پھل میوے اور غلاف والی کھجوریں ہیں جن میں بہت برکت ہے اور بھوسے والا اناج جیسے گندم اور جَو وغیرہ پیدا فرمایا ہے، بھوسے کا ایک فائدہ یہ ہے کہ اس میں اناج دیر تک محفوظ رہے گا اور زمین میں خوشبودار پھول پیدا فرمائے تاکہ ان کی خوشبو سونگھ کر تمہیں فرحت حاصل ہو۔

ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ ﴿١٢﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿١٣﴾ خَلَقَ الْاِنْسَانَ

اناج اور خوشبودار پھول ہیں ○ تو (اے جن و انسان!) تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ؟ ○ اس نے انسان کو

مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ﴿١٤﴾ وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ﴿١٥﴾

ٹھیکری جیسی بجنے والی سوکھی مٹی سے پیدا کیا ○ اور اس نے جن کو بغیر دھوئیں والی آگ کے خالص شعلے سے پیدا کیا ○

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿١٦﴾ رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ﴿١٧﴾

تو (اے جن وانسان!) تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ؟ ○ وہ دونوں مشرقوں کا رب ہے اور دونوں مغربوں کا رب ہے ○

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿١٨﴾ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ﴿١٩﴾ بَيْنَهُمَا

توتم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ؟ ○ اس نے دو سمندر بہائے کہ دونوں ملے ہوئے (لگتے) ہیں ○ ان کے درمیان

آیت 13 فرمایا کہ اے جن وانس کے گروہ! جو نعمتیں تمہارے سامنے بیان کی گئیں، ان میں سے تم دونوں اپنے رب عزّوجلّ کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ؟ **اہم بات:** اس سورۂ مبارکہ میں یہ آیت 31 بار آئی ہے، یہ ہدایت اور نصیحت کرنے کا بہترین اُسلوب ہے اور اس اُسلوب کو اختیار کرنے کا مقصد یہ ہے کہ سننے والے کے نفس کو تنبیہ ہو اور اسے اپنے جرموں کا حال معلوم ہو جائے کہ اُس نے کتنی نعمتوں کو جھٹلایا ہے اور اس طرح وہ نعمتوں کا شکر ادا کرنے اور فرماں برداری کرنے کی طرف مائل ہو اور یہ سمجھ لے کہ اللہ تعالیٰ کی اس پر بے شمار نعمتیں ہیں۔

آیت 14 یہاں انسان سے مراد حضرت آدم علیہ السّلام ہیں اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السّلام کی پیدائش کی کیفیت کا ایک انداز بیان فرمایا ہے تفصیل یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السّلام کی پیدائش سے پہلے ہر قسم کی مٹی جمع فرمائی گئی، پھر اسے پانی سے گوندھا گیا تو وہ مٹی ایسا سیاہ گارہ بن گئی جس سے بو آتی تھی، اس سے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السّلام کا جسم مبارک بنایا اور جب وہ مٹی خشک ہو گئی توہوا گزرنے کی وجہ سے ٹھیکری کی طرح بجنے لگی۔

آیت 15 یہاں جن سے مراد ابلیس ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السّلام سے پہلے آگ سے پیدا فرمایا۔

آیت 16 فرمایا کہ اے جن وانسان کے گروہ! تمہاری تخلیق کی مختلف ہیئتوں میں اللہ تعالیٰ نے تم پر جو نعمتیں فرمائیں حتّٰی کہ تمہیں مُرَکَّبات میں سے افضل اور کائنات کا خلاصہ بنادیا، ان میں سے تم دونوں اپنے رب عزّوجلّ کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ؟

آیت 17 اس آیت میں دونوں مشرق اور دونوں مغرب سے گرمیوں اور سردیوں کے موسم میں سورج طلوع اور غروب ہونے کے دونوں مقام مراد ہیں۔

آیت 18 فرمایا کہ سردی اور گرمی کے دونوں مشرقوں اور مغربوں میں جو بے شمار فوائد ہیں جیسے ہوا کا مُعتدل ہونا، مختلف موسموں جیسے سردی گرمی بہار اور خزاں کا آنا اور ہر موسم کی مناسبت سے مختلف چیزوں کا پیدا ہونا وغیرہ، تو ان میں سے تم دونوں اپنے رب عزّوجلّ کی کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ؟

آیت 19، 20 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میٹھے اور کھاری دو ایسے سمندر بہائے کہ دیکھنے میں ان کی سطح ملی ہوئی لگتی ہے کہ ظاہری طور پر انکے درمیان کوئی چیز حائل نہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ان کے درمیان ایک آڑ ہے کہ وہ ایک دوسرے

بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ﴿۲۰﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۲۱﴾ يَخْرُجُ مِنْهُمَا

ایک آڑ ہے کہ وہ ایک دوسرے کی طرف بڑھ نہیں سکتے ○ تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ○ ان سمندروں سے

اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ﴿۲۲﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۲۳﴾ وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَئٰتُ

موتی اور مرجان (موتی) نکلتا ہے ○ تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ○ اور دریا میں پہاڑوں جیسی اٹھی ہوئی

فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ﴿۲۴﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۲۵﴾ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ﴿۲۶﴾

ع ۱۵ — النصف

کشتیاں اسی کی ہیں ○ تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ○ زمین پر جتنی مخلوق ہے سب فنا ہونے والی ہے ○

وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴿۲۷﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۲۸﴾

اور تمہارے رب کی عظمت اور بزرگی والی ذات باقی رہے گی ○ تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ○

کی طرف بڑھ نہیں سکتے اور دونوں میں سے کسی کا ذائقہ بھی تبدیل نہیں ہو تا حالانکہ پانی کی خاصیت یہ ہے کہ وہ دوسرے پانی میں فوراً مل جاتا ہے اور اس کا ذائقہ بھی تبدیل کر دیتا ہے۔

آیت 21 فرمایا کہ اے جن و انسان کے گروہ! اللہ تعالیٰ نے میٹھے اور کھاری دو سمندر بہا کر اور ان میں تمہارے پہننے کا زیور رکھ کر تم پر جو انعام کیا، تم ان نعمتوں میں سے اپنے رب عزّوجلّ کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

آیت 22 فرمایا کہ ان دونوں سمندروں سے موتی اور مرجان نکلتا ہے۔

آیت 23 فرمایا کہ اے جن اور انسان کے گروہ! اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ان سمندروں میں مَنافع پیدا فرما کر تم پر جو انعام کیا تم ان نعمتوں میں سے اپنے رب عزّوجلّ کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

آیت 24 فرمایا کہ دریا میں پہاڑوں جیسی اٹھی ہوئی کشتیاں جن چیزوں سے بنائی گئیں وہ بھی اللہ تعالیٰ نے پیدا کیں پھر کشتی بنانے کی عقل بھی رب نے دی اور دریاؤں میں ان کشتیوں کا چلنا یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ہے۔

آیت 25 فرمایا کہ اے جن اور انسان کے گروہ! اللہ تعالیٰ نے تمہارے فائدے کے لئے سمندر میں بڑی بڑی کشتیاں جاری فرما کر تم پر جو انعام فرمایا، تم ان نعمتوں میں سے اپنے رب عزّوجلّ کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

آیت 26 فرمایا گیا کہ زمین پر جتنے جاندار ہیں سب ہلاک ہونے والے ہیں کیونکہ دنیا میں انسان (اور دیگر جانداروں) کا وجود عارضی ہے لہٰذا وہ باقی نہیں رہے گا اور جو چیز باقی نہ رہے وہ فانی ہوتی ہے۔

آیت 27 فرمایا کہ زمین پر موجود تمام مخلوق فنا ہو جائے گی اور صرف تمہارے رب عزّوجلّ کی ذات باقی رہے گی جو عظمت و کبریائی والی ہے **اہم بات:** اس آیت کے آخری الفاظ کو دعا میں شامل کرنے سے دعا قبول ہوتی ہے۔

آیت 28 فرمایا کہ جو نعمتیں سب کے فنا ہونے پر مُرَتَّب ہیں جیسے دوبارہ زندہ ہونا، دائمی زندگی کا ملنا اور دائمی نعمتیں عطا ہونا وغیرہ، تم دونوں ان میں سے اپنے رب عزّوجلّ کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ **اہم بات:** فنا ہونا اس اعتبار سے نعمت ہے کہ ایمان والے

يَسۡـَٔلُهٗ مَنۡ فِي السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ كُلَّ يَوۡمٍ هُوَ فِيۡ شَاۡنٍ ۚ﴿۲۹﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا

آسمانوں اور زمین میں جتنے ہیں سب اسی کے سوالی ہیں، وہ ہر دن کسی کام میں ہے ○ تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو

تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۰﴾ سَنَفۡرُغُ لَكُمۡ اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ ۚ﴿۳۱﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا

جھٹلاؤ گے؟○ اے جنوں اور انسانوں کے گروہ! ابھی ہم تمہارے حساب کا قصد فرمائیں گے ○ تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو

تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۲﴾ يٰمَعۡشَرَ الۡجِنِّ وَالۡاِنۡسِ اِنِ اسۡتَطَعۡتُمۡ اَنۡ تَنۡفُذُوۡا مِنۡ اَقۡطَارِ السَّمٰوٰتِ

جھٹلاؤ گے؟○ اے جنوں اور انسانوں کے گروہ! اگر تم سے ہو سکے کہ آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل جاؤ

موت کے بعد اَبدی نعمتوں کو پائیں گے۔

آیت 29 ارشاد فرمایا کہ آسمانوں میں رہنے والے فرشتے ہوں یا زمین پر بسنے والی کوئی مخلوق الغرض کوئی بھی اللہ تعالیٰ سے بے نیاز نہیں بلکہ سب اس کے فضل کے محتاج ہیں۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے کمال کی طرف اشارہ ہے کہ ہر مخلوق عاجز ہے اور اللہ تعالیٰ کی محتاج ہے۔ مزید فرمایا: وہ ہر دن کسی کام میں ہے۔ **شانِ نزول:** کہا گیا ہے کہ یہ آیت ان یہودیوں کے رد میں نازل ہوئی جو کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہفتے کے دن کوئی کام نہیں کرتا، چنانچہ اس آیت میں ان کے قول کا باطل ہونا ظاہر فرمایا گیا۔ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر وقت اپنی قدرت کے آثار ظاہر فرماتا ہے، کسی کو روزی دیتا ہے، کسی کو مارتا اور کسی کو زندہ کرتا ہے، کسی کو عزت اور کسی کو ذلت میں مبتلا کر دیتا ہے، کسی کو مال دار اور کسی کو محتاج کرتا ہے۔ **اہم بات:** اللہ تعالیٰ کیلئے ''مصروف'' اور ''مشغول'' کا لفظ استعمال نہیں کر سکتے کیونکہ اللہ تعالیٰ ان اوصاف سے پاک ہے۔

آیت 30 فرمایا کہ اے جن و انسان کے گروہ! اللہ تعالیٰ کے جو احسانات بیان ہوئے ان کا مشاہدہ کرنے کے باوجود تم دونوں اپنے رب عزّوجلّ کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

آیت 31 ارشاد فرمایا کہ اے جن اور انسانوں کے گروہ! عنقریب ہم تم سے حساب لینے اور تمہیں تمہارے اعمال کی جزا دینے کا قصد فرمائیں گے۔ **اہم باتیں:** (1) ثِقل بوجھ کو کہتے ہیں، زمین پر موجود دیگر مخلوق کے مقابلے میں صرف جنوں اور انسانوں کو شرعی اَحکام کا مُکلَّف بنایا گیا، ان کی اس عظمت کی وجہ سے انہیں ''ثَقَلَانِ'' فرمایا گیا۔ (۲) انہیں ''ثَقَلَانِ'' اس لئے فرمایا گیا کہ یہ گناہوں کی وجہ سے بھاری ہیں۔ (2) اللہ تعالیٰ کے لئے ''فارغ'' کا لفظ استعمال نہیں کر سکتے کیونکہ اللہ تعالیٰ مصروفیت اور فراغت کے وصف سے پاک ہے۔ اس لئے یہاں آیت میں ''سَنَفۡرُغُ'' سے اس کا حقیقی معنی ''فراغت'' مراد نہیں بلکہ اس کا مجازی معنی ''قصد کرنا'' مراد ہے۔

درس: اس آیت میں تمام انسانوں کے لئے نصیحت ہے کہ مرنے کے بعد انہیں بہر حال اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے کئے ہوئے اعمال کا حساب دینا ہوگا اور پھر جس طرح کے عمل کئے ہوں گے اسی طرح کی جزا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملے گی۔

آیت 32 فرمایا کہ اے جن اور انسان کے گروہ! اللہ تعالیٰ کا قیامت کے دن اعمال کے حساب کے معاملے میں تمہیں تنبیہ کرنا بھی ایک نعمت ہے، تو تم دونوں اپنے رب عزّوجلّ کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

آیت 33 اللہ تعالیٰ نے جنوں اور انسانوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر تم میری قضا سے بھاگ سکتے ہو، میری سلطنت اور

Go to Index

وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ؕ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ۚ﴿۳۳﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۴﴾ يُرْسَلُ

تو نکل جاؤ، تم جہاں نکل کر جاؤ گے (وہاں) اسی کی سلطنت ہے O تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ؟O تم پر آگ کا

عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ ۙ۬ وَّنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ ۚ﴿۳۵﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا

بغیر دھویں والا خالص شعلہ اور بغیر شعلے والا کالا دھواں بھیجا جائے گا تو تم ایک دوسرے کی مدد نہ کر سکو گے O تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی

تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۶﴾ فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ۚ﴿۳۷﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا

نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ؟O پھر جب آسمان پھٹ جائے گا تو گلاب کے پھول جیسا (سرخ) ہو جائے گا جیسے سرخ چمڑا O تو تم دونوں اپنے رب کی

تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۸﴾ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْـَٔلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖۤ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ ۚ﴿۳۹﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا

کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ؟O تو اس دن کسی آدمی اور جن سے اس کے گناہ کے متعلق نہیں پوچھا جائے گا O تو تم دونوں اپنے رب کی

میرے آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل سکتے ہو تو نکل جاؤ اور خود کو میرے عذاب سے بچالو لیکن تم اس پر قادر ہو ہی نہیں سکتے کیونکہ ہر جگہ میری ہی سلطنت ہے۔ یہ حکم ان کا عجز ظاہر کرنے کے لئے ہے۔

آیت 34 فرمایا کہ اے جن اور انسان کے گروہ! اللہ تعالیٰ نے سزا دینے پر قادر ہونے کے باوجود تمہیں تنبیہ کر کے، اپنے عذاب سے ڈرا کر، تم پر جو انعامات فرمائے، تم دونوں اپنے رب عزوجل کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ؟

آیت 35 ارشاد فرمایا کہ اے (کافر) جن اور انسان! قیامت کے دن جب تم قبروں سے نکلو گے تو تم پر آگ کا بغیر دھویں والا خالص شعلہ اور بغیر شعلے والا کالا دھواں بھیجا جائے گا تو اس وقت تم اس عذاب سے نہ بچ سکو گے اور نہ آپس میں ایک دوسرے کی مدد کر سکو گے۔

آیت 36 فرمایا کہ اے جن اور انسان کے گروہ! کافر اور گناہ گار کا انجام پہلے سے بیان کر دینا اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم اور نعمت ہے تو تم دونوں اپنے رب عزوجل کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے ؟

آیت 37 ارشاد فرمایا کہ پھر جب قیامت کے دن آسمان اس طرح پھٹ جائے گا کہ جگہ جگہ سے چیرا ہوا ہو گا اور اس کا رنگ گلاب کے پھول کی طرح اور ایسا سرخ ہو گا جیسے رنگی ہوئی کھال ہوتی ہے۔ **درس:** قرآنِ مجید میں جہاں کہیں قیامت کے ہولناک مناظر بیان کئے گئے ہیں، ان کی تلاوت کرتے وقت اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگنی چاہئے کہ وہ ہمیں قیامت کی ہولناکیوں میں امن نصیب فرمائے، اٰمین۔

آیت 38 فرمایا کہ جب قیامت کے دن آسمان اللہ تعالیٰ کی ہیبت سے پھٹ جائیں گے تو اس وقت وہی تمہیں قیامت کے دن کی ہولناکیوں سے نجات دے گا، تو اے جن و انسان! تم دونوں اس نعمت کا انکار کس طرح کر سکتے ہو۔

آیت 39 اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے: جس دن آسمان پھٹے گا تو اس دن قبروں سے نکلتے ہی فوراً کسی آدمی اور جن سے اس کے گناہ کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا بلکہ حساب کی جگہ میں ان سے پوچھا جائے گا۔

آیت 40 فرمایا کہ اے جن اور انسان کے گروہ! تمہیں ان چیزوں کی خبر دینا جن سے ڈر کر تم گناہوں سے باز آجاؤ تو یہ بھی اللہ تعالیٰ

تُكَذِّبٰنِ ﴿٤٠﴾ يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَ الْاَقْدَامِ ﴿٤١﴾ فَبِاَیِّ

کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟○ مجرم اپنے چہروں سے پہچانے جائیں گے تو انہیں پیشانی اور پاؤں سے پکڑ ا جائے گا○ تو تم دونوں

وقف لازم

اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٤٢﴾ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِیْ یُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿٤٣﴾ یَطُوْفُوْنَ بَیْنَهَا

اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟○ یہ وہ جہنم ہے جسے مجرم جھٹلاتے تھے○ جہنمی جہنم اور انتہائی کھولتے ہوئے پانی میں

ع ٢ | ١٢

وَ بَیْنَ حَمِیْمٍ اٰنٍ ﴿٤٤﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٤٥﴾ وَ لِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ

چکر لگائیں گے○ تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟○ اور جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے

کی ایک نعمت ہے، تو تم دونوں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

آیت 41 ارشاد فرمایا کہ (قیامت کے دن) مجرم اپنے چہروں سے اس طرح پہچانے جائیں گے کہ اُن کے منہ کالے اور آنکھیں نیلی ہوں گی، تو حساب کے بعد جہنم کے خازن انہیں پکڑ کر ان کے ہاتھ گردن سے باندھ دیں گے اور ان کے پاؤں پیٹھ کے پیچھے سے لا کر پیشانیوں سے ملا دیں گے، پھر انہیں چہروں کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیں گے۔

آیت 42 فرمایا کہ اے جن اور انسان کے گروہ! فرشتوں کا تم میں سے مجرموں اور اطاعت گزاروں کو ان کی علامات سے پہچان لینا اور صرف مجرموں کو ذلت اور توہین سے دوچار کرنا اور اطاعت گزاروں کو محفوظ رکھنا اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے، تو تم دونوں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

آیت 43 اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ جب کفار جہنم کے قریب ہوں گے تو اس وقت جہنم کے خازن ان سے کہیں گے کہ یہ وہ جہنم ہے جسے تم دنیا میں جھٹلاتے تھے۔

آیت 44 اس آیت میں جہنمیوں کا حال بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ جہنمی جہنم اور اس کے انتہائی کَھولتے ہوئے پانی میں چکر لگائیں گے۔ اس کی ایک صورت یہ ہو گی کہ جب وہ جہنم کی آگ سے جل بُھن کر فریاد کریں گے تو انہیں اس جگہ لے جایا جائے گا جہاں کھولتے ہوئے پانی کا چشمہ ہے، وہاں انہیں جلتا اور کَھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا اور جب اس عذاب پر فریاد کریں گے تو انہیں اس جگہ لے جایا جائے گا جہاں آگ کا عذاب ہے۔

آیت 45 فرمایا کہ اے جن اور انسان کے گروہ! اللہ تعالیٰ کا اپنی نافرمانی کے اس انجام سے دنیا میں ہی آگاہ فرما دینا بھی اس کی نعمت ہے، تو تم دونوں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

آیت 46 اس آیت کے دو معنیٰ ہیں: (1) جسے دنیا میں قیامت کے دن اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے حضور حساب کی جگہ میں حساب کے لئے کھڑے ہونے کا ڈر ہو اور وہ گناہوں کو چھوڑ دے اور فرائض کی بجا آوری کرے تو اس کے لئے آخرت میں دو جنتیں ہیں۔ (2) جو اس بات سے ڈرے کہ اس کے تمام اعمال اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور وہ اس کے اعمال کی نگرانی رکھتا ہے اور اس خوف کی وجہ سے وہ بندہ گناہ چھوڑ دے تو اس کے لئے آخرت میں دو جنتیں ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) دو جنتوں سے مراد جنتِ عَدن اور جنتِ نعیم ہے۔ (2) دو جنتیں

جَنَّتٰنِ ﴿٤٦﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٤٧﴾ ذَوَاتَاۤ اَفْنَانٍ ﴿٤٨﴾ فَبِاَیِّ

اس کے لیے دو جنتیں ہیں ○ تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ؟○ شاخوں والی ہیں ○ تو تم دونوں

اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٤٩﴾ فِیْهِمَا عَیْنٰنِ تَجْرِیٰنِ ﴿٥٠﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٥١﴾

اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ؟○ ان میں دو چشمے بہہ رہے ہیں ○ تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ؟○

فِیْهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجٰنِ ﴿٥٢﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٥٣﴾ مُتَّكِـِٕیْنَ

ان دونوں جنتوں میں ہر پھل کی دو دو قسمیں ہیں ○ تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ؟○ (جنتی) ایسے بچھونوں پر

ملنے کی وجوہات مفسرین نے مختلف بیان فرمائی ہیں۔(۱) ایک جنت اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا صلہ ہے اور ایک نفسانی خواہشات ترک کرنے کا صلہ ہے۔(۲) ایک جنت اس کے فرماں برداری کرنے کا صلہ ہے اور ایک جنت گناہ چھوڑ دینے کا صلہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا خوف بڑی اعلیٰ نعمت ہے۔

آیت 47 فرمایا کہ اے جن اور انسان کے گروہ! جب اللہ تعالیٰ نے تمہارے اعمال کے ثواب کے لئے جنت بنائی ہے تو تم دونوں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ؟

آیت 48 یہاں سے ان دو جنتوں کے اوصاف بیان کئے جارہے ہیں، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ ان جنتوں کا ایک وصف یہ ہے کہ وہ دونوں جنتیں پھلوں سے لدی ہوئی شاخوں والی ہیں اور ہر شاخ میں قسم قسم کے میوے ہیں۔

آیت 49 فرمایا کہ اے جن اور انسان کے گروہ! اطاعت گزاروں کو ایسا ثواب دے کر اللہ تعالیٰ نے جو تم پر انعام فرمایا تو ان میں سے تم دونوں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ؟

آیت 50 یہاں ان جنتوں کا ایک اور وصف بیان ہوا کہ ان میں سے ہر ایک جنت میں صاف اور میٹھے پانی کے دو چشمے بہہ رہے ہیں، ان میں سے ایک کا نام تسنیم اور دوسرے کا نام سلسبیل ہے۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ ایک چشمہ خراب نہ ہونے والے پانی کا ہے اور ایک چشمہ ایسی شراب کا ہے جو پینے والوں کے لئے لذّت بخش ہے۔

آیت 51 فرمایا کہ اے جن اور انسان کے گروہ! اللہ تعالیٰ نے تمہیں یہ چشمے عطا کر کے تمہاری نعمت میں اضافہ فرمایا تو تم دونوں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ؟

آیت 52 ارشاد فرمایا: **ان دونوں جنتوں میں ہر پھل کی دو دو قسمیں ہیں۔** دو قسموں سے مراد یہ ہے کہ بعض وہ پھل ہیں جو دنیا میں دیکھے گئے اور بعض وہ عجیب پھل ہیں جو اس سے پہلے کبھی نہ دیکھے گئے یا اس سے مراد یہ ہے کہ بعض پھل خشک ہیں اور بعض تر یا یہ کہ بعض پھل خالص میٹھے ہیں اور بعض ترشی کی طرف مائل ہیں۔

آیت 53 فرمایا: اے جن اور انسان کے گروہ! تم ان نعمتوں میں سے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ؟

آیت 54 فرمایا کہ جنتی لوگ بادشاہوں کی طرح آرام اور راحت سے ایسے بچھونوں پر ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے ہوں گے جن کے اندرونی حصے موٹے ریشم کے ہوں گے۔ مزید فرمایا: **اور دونوں جنتوں کا پھل جھکا ہوا ہے۔** یعنی ان دونوں جنتوں کا پھل اتنا قریب ہو گا کہ بیٹھا

عَلٰى فُرُشٍۢ بَطَآئِنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ ؕ وَ جَنَا الْجَنَّتَیْنِ دَانٍ ﴿۵۴﴾ فَبِاَیِّ

تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے جن کے اندرونی حصے موٹے ریشم کے ہیں اور دونوں جنتوں کے پھل جھکے ہوئے ہوں گے ○ تو تم دونوں اپنے رب کی

اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۵﴾ فِیْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ ۙ لَمْ یَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ

کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ؟○ ان جنتوں میں وہ عورتیں ہیں کہ شوہر کے سوا کسی کو آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتیں، جنہیں ان کے شوہروں سے

قَبْلَهُمْ وَ لَا جَآنٌّ ﴿۵۶﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۷﴾ كَاَنَّهُنَّ الْیَاقُوْتُ

پہلے نہ کسی آدمی نے چھوا اور نہ کسی جن نے ○ تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟○ گویا وہ لعل

وَ الْمَرْجَانُ ﴿۵۸﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۹﴾ هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ

اور مرجان(موتی) ہیں ○ تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟○ نیکی کا بدلہ

اور لیٹا ہر شخص اسے چن لے گا جبکہ دنیا کے پھلوں میں یہ خاصیت نہیں ہے۔

آیت 55 فرمایا کہ اے جن اور انسان کے گروہ! ان لذیذ اور باقی رہنے والی نعمتوں میں سے تم دونوں اپنے رب عزّوجل کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

آیت 56 اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ ان جنتوں کے محلات میں جنّتی مَردوں کے لئے ایسی بیویاں ہوں گی جو اپنے شوہر کے علاوہ کسی اور کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھیں گی اور وہ بیویاں ایسی ہوں گی کہ انہیں ان کے جنتی شوہروں کے علاوہ نہ کسی آدمی نے چھوا ہو گا اور نہ ہی کسی جن نے، ان بیویوں سے مراد حورِعین ہیں کیونکہ وہ جنت میں پیدا کی گئی ہیں، اس لئے ان کے شوہروں کے سوا انہیں کسی نے نہیں چھوا۔ بعض مفسرین نے فرمایا ان سے مراد دنیا کی عورتیں ہیں، انہیں کنواریاں پیدا کیا جائے گا اور اس پیدائش کے بعد انہیں ان کے شوہروں کے علاوہ کسی اور نے نہ چھوا ہو گا۔ **اہم باتیں:** (1) تقویٰ اور شرم و حیا عورت کا بہت بڑا کمال ہے۔ (2) پردہ اللہ تعالیٰ کی وہ نعمت ہے جو جنت میں بھی ہو گی۔ (4) حوریں پیدا ہو چکی ہیں اور جنت کی تمام نعمتوں کی طرح وہ بھی موجود ہیں۔

آیت 57 فرمایا کہ اے جن اور انسان کے گروہ! اللہ تعالیٰ نے تمہاری طبیعت کے موافق تمہارے لئے بیویاں بنائیں تو تم اللہ تعالیٰ کا انکار کس طرح کرتے ہو اور تم دونوں اپنے رب عزّوجل کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

آیت 58 فرمایا کہ جنتی حوریں صفائی اور خوش رنگی میں لعل اور مونگے پتھر کی طرح ہیں۔

آیت 59 فرمایا کہ اے جن اور انسان کے گروہ! اللہ تعالیٰ نے تمہاری نگاہوں کی لذّت ان حوروں کو دیکھنے میں رکھی تو تم دونوں اپنے رب عزّوجلّ کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟

آیت 60 فرمایا کہ جو (قیامت کے دن) اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کھڑے ہونے سے ڈرا اور دنیا میں اس نے اچھے عمل کئے اور اپنے رب تعالیٰ کی فرماں برداری کی تو آخرت میں اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ اس طرح احسان فرمائے گا کہ اسے اس کی دُنیوی نیکیوں پر وہ جزا عطا فرمائے گا جو ان آیات میں بیان ہوئی۔

اِلَّا الْاِحْسَانُ ۚ﴿٦٠﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٦١﴾ وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ ۚ﴿٦٢﴾

نیکی ہی ہے ○ تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ؟ ○ اور ان کے علاوہ دو جنتیں (اور) ہیں ○

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۙ﴿٦٣﴾ مُدْهَآمَّتٰنِ ۚ﴿٦٤﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا

تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ؟ ○ وہ دونوں جنتیں نہایت سبز درختوں کی وجہ سے سیاہی کی جھلک دے رہی ہیں ○ تو تم دونوں

تُكَذِّبٰنِ ۚ﴿٦٥﴾ فِیْهِمَا عَیْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ ۚ﴿٦٦﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٦٧﴾

اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ؟ ○ ان میں دو چھلکتے ہوئے چشمے ہیں ○ تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ؟ ○

فِیْهِمَا فَاكِهَةٌ وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ ۚ﴿٦٨﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۚ﴿٦٩﴾ فِیْهِنَّ

ان جنتوں میں میوے اور کھجوریں اور انار ہیں ○ تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ؟ ○ ان میں

آیت 61 ارشاد فرمایا: اے جن اور انسان کے گروہ! تم اپنے رب عزّوجلّ کی نعمت کا انکار کس طرح کر سکتے ہو حالانکہ اس نے تمہاری نیکی کا ثواب جنت رکھی اور اسے تمہارے سامنے بیان کر دیا ہے۔

آیت 62 فرمایا کہ جن دو جنتوں کا ذکر اوپر گزرا ان کے علاوہ دو جنتیں اور بھی ہیں مگر یہ دونوں ان پہلی جنتوں سے مرتبے، مقام اور فضیلت میں کم ہیں۔ **اہم بات:** اس آیت میں بیان دو جنتیں دائیں جانب والوں کے لئے ہیں۔

آیت 63 ارشاد فرمایا: اے جن و انسان کے گروہ! اللہ تعالیٰ نے پہلے متقی لوگوں کے لئے دو جنتوں کا ذکر فرمایا اور اس کے بعد مزید دو جنتوں کا ذکر فرمایا تو تم اپنے رب عزّوجلّ کے فضل و کرامت کا انکار کس طرح کر سکتے ہو۔

آیت 64 اس آیت میں ان جنتوں کا وصف بیان کیا گیا ہے کہ ان کے درختوں کے پتے اتنے سبز ہیں کہ وہ سیاہی کی جھلک دے رہے ہیں۔ **اہم بات:** یہ انتہائی خوش نما رنگ ہے اور نورِ نظر کے لئے بہت مفید ہے۔

آیت 65 ارشاد فرمایا: اے جن اور انسانوں کے گروہ! اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے سبز جنتیں بنائیں کیونکہ سبز رنگ کی طرف دیکھنے سے بصارت میں اضافہ ہوتا ہے تو تم اس کی وحدانیّت کا انکار کس طرح کر سکتے ہو؟

آیت 66 فرمایا کہ ان دونوں جنتوں میں پانی کے چھلکتے ہوئے دو چشمے ہیں جن کا پانی ٹوٹتا نہیں۔

آیت 67 ارشاد فرمایا: اے جن اور انسان کے گروہ! تم میں سے نیک اعمال کرنے والوں کو ایسا عظیم ثواب عطا کر کے اللہ تعالیٰ نے تم پر انعام کیا تو تم دونوں اپنے رب عزّوجلّ کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ؟

آیت 68 جنتوں میں ہر طرح کے میوے ہوں گے۔ کھجور اور انار اگرچہ میوے میں داخل ہے لیکن ان کی فضیلت اور شرف کی وجہ سے انہیں خاص طور پر ذکر کیا گیا ہے۔

آیت 69 ارشاد فرمایا: اے جن اور انسان کے گروہ! اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ایسے پھل پیدا کئے جنہیں کھانے سے تمہیں لذت حاصل ہوتی ہے تو تم دونوں اپنے رب عزّوجلّ کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ؟

آیت 70 فرمایا کہ ان دونوں جنتوں میں اخلاق کے اعتبار سے اچھی اور صورت کے اعتبار سے حسین عورتیں ہیں۔ **اہم بات:** یہاں

خَيْرٰتٌ حِسَانٌ ﴿۷۰﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۱﴾ حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ

اچھے اخلاق والی، حسین شکل والی عورتیں ہیں ○ تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ○ خیموں میں پردہ نشین

فِی الْخِیَامِ ﴿۷۲﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۷۳﴾ لَمْ یَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَ

حوریں ہیں ○ تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ○ ان کے شوہروں سے پہلے انہیں نہ کسی آدمی نے چھوا اور

لَا جَآنٌّ ﴿۷۴﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۷۵﴾ مُتَّکِـِٕیْنَ عَلٰی رَفْرَفٍ خُضْرٍ

نہ کسی جن نے ○ تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ○ (جنتی) سبز قالینوں اور انتہائی خوبصورت بچھونوں پر

وَّ عَبْقَرِیٍّ حِسَانٍ ﴿۷۶﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۷۷﴾ تَبٰرَکَ اسْمُ رَبِّکَ

تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے ○ تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ○ تمہارے رب کا نام بڑی برکت والا ہے

اَخلاقی اچھائی کو پہلے ذکر کیا گیا معلوم ہوا کہ اچھی عادت اچھی صورت سے افضل ہے لہٰذا کسی عورت کا رشتہ دیکھتے وقت اس کے حسن کے مقابلے میں اس کی اچھی سیرت اور اچھے کردار، کو زیادہ ترجیح دینی چاہیے۔

آیت 71 ارشاد فرمایا: اے جن اور انسان کے گروہ! اللہ تعالیٰ نے تمہارے سامنے جنّتی عورتوں کے اوصاف بیان کر کے تم پر انعام فرمایا تو تم دونوں اپنے رب عزّوجلّ کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

آیت 72 ارشاد فرمایا کہ ان جنتوں میں خیموں میں پردہ نشین حوریں ہیں جو کہ اپنی شرافت اور کرامت کی وجہ سے ان خیموں سے باہر نہیں نکلتیں۔

آیت 73 ارشاد فرمایا: اے جن اور انسان کے گروہ! اللہ تعالیٰ نے وہ نعمتیں پیدا فرمائیں جو تمہارے لئے پردہ نشین اور (دوسروں سے) چھپی ہوئی ہیں تو تم دونوں اپنے رب عزّوجلّ کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

آیت 74 اس سے مراد یہ ہے کہ جیسے اُن دو جنتوں کی حوریں اپنے جنتی شوہروں کے علاوہ جن وانس کے چھونے سے محفوظ تھیں ایسے ہی اِن دونوں جنتوں کی حوریں بھی محفوظ ہیں، لہٰذا آیت میں تکرار نہیں۔

آیت 75 ارشاد فرمایا: اے جن اور انسان کے گروہ! اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے جنت میں وہ نعمتیں تیار کیں جنہیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا اور نہ ہی کسی انسان کے دل پر ان کا خیال گزرا تو تم دونوں اپنے رب عزّوجلّ کی ان نعمتوں کو جھٹلاؤ گے یا ان کے علاوہ دوسری نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔

آیت 76 اللہ تعالیٰ کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرنے والوں کو جو دو جنتیں عطا ہوں گی ان کے جنتی بچھونوں کا ظاہری حال بیان نہیں کیا گیا جبکہ دوسری دو جنتوں میں اہلِ جنت کو جو بچھونے عطا ہوں گے ان کا ظاہری حال یہاں بیان کر دیا گیا کہ وہ سبز اور مُنَقّش ہوں گے، اس سے ان بچھونوں میں فرق صاف ظاہر ہو رہا ہے۔

آیت 77 ارشاد فرمایا: اے جن اور انسان کے گروہ! تمہارے رب عزّوجلّ کے علاوہ تم پر کوئی احسان فرمانے والا نہیں، تو تم دونوں اپنے رب عزّوجلّ کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

آیت 78 اس آیت میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہی باقی رہے گی اور دنیا کی تمام نعمتیں فانی ہیں، نیز

ع ٣ ٣٢ ١٣

ذِی الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴿٧٨﴾

جو عظمت اور بزرگی والا ہے ○

اٰیاتها ٩٦ | ٥٦ سُوْرَةُ الْوَاقِعَةِ مَكِّيَّةٌ ٤٦ | ركوعاتها ٣

سورۂ واقعہ مکیہ ہے، اس میں چھیانوے آیتیں اور تین رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

وقف لازم

اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ﴿١﴾ لَیْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ ﴿٢﴾ خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ ﴿٣﴾

جب واقع ہونے والی واقع ہوگی ○ (اس وقت) اس کے واقع ہونے میں کسی کو انکار کی گنجائش نہ ہوگی ○ کسی کو نیچا کرنے والی، کسی کو بلندی دینے والی ○

اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا ﴿٤﴾ وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ﴿٥﴾ فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْۢبَثًّا ﴿٦﴾

جب زمین بڑے زور سے ہلا دی جائے گی ○ اور پہاڑ خوب چُورا چُورا کر دیئے جائیں گے ○ تو وہ ہوا میں بکھرے ہوئے غبار جیسے ہو جائیں گے ○

اللہ تعالیٰ نے اپنی عظمت وبزرگی بیان فرما کر آخرت کی نعمتوں کے بیان کا اختتام فرمایا۔

سورۂ واقعہ کا تعارف یہ سورت اس آیت ”اَفَبِهٰذَا الْحَدِیْثِ“ اور اس آیت ”ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ“ کے علاوہ مکیہ ہے۔اس میں 3رکوع اور 96آیتیں ہیں۔ ”واقعہ“ قیامت کا ایک نام ہے اور اس سورت کا نام ”واقعہ“ اس کی پہلی آیت میں مذکور لفظ ”اَلْوَاقِعَةُ“ کی مناسبت سے رکھا گیا ہے۔ **فضائل:** (1) ارشاد فرمایا: جو شخص روزانہ رات کے وقت سورۂ واقعہ پڑھے تو وہ فاقے سے ہمیشہ محفوظ رہے گا۔ (2) ارشاد فرمایا: اپنی عورتوں کو سورۂ واقعہ سکھاؤ کیونکہ یہ سورۃُ الغنٰی (یعنی محتاجی دور کرنے والی سورت) ہے۔ **خلاصۂ مضامین:** اس سورت میں قیامت قائم ہوتے وقت کے احوال، اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت کے دلائل، حشر کے اَحوال اور لوگوں کا انجام بیان کیا گیا ہے۔

آیت 1،2 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جب قیامت قائم ہوگی جو کہ ضرور قائم ہونے والی ہے تو اس وقت ہر ایک اس کا اعتراف کر لے گا اور اس کے واقع ہونے کا کوئی انکار نہیں کرسکے گا۔ قیامت چونکہ بہر صورت واقع ہوگی اس لئے اس کا نام واقعہ رکھا گیا ہے۔

آیت 3 اس آیت میں قیامت کا ایک وصف بیان کیا گیا کہ یہ کسی قوم کو اس کے اعمال کی وجہ سے جہنم میں گرا کر اسے نیچا کرنے والی ہے اور کسی قوم کو اس کے اعمال کی بنا پر جنت میں داخل کر کے اسے بلندی دینے والی ہے۔

آیت 4-6 ان تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جب (قیامت قائم ہوگی تو اس وقت) زمین تھر تھرا کر کانپے گی جس سے اس کے اوپر موجود پہاڑ اور تمام عمارتیں گر جائیں گی اور یہ اپنے اندر موجود تمام چیزیں باہر آجانے تک کانپتی رہے گی اور پہاڑ چُورا ہو کر خشک ستو کی طرح ریزہ ریزہ ہو جائیں گے اور وہ اس وجہ سے ہوا میں بکھرے ہوئے غبار جیسے ہو جائیں گے۔

Go to Index

وَّ كُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً ۟ؕ فَاَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۙ۬ مَاۤ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۟ؕ

اور (اے لوگو!) تم تین قسم کے ہوجاؤ گے ○ تو دائیں جانب والے (جنّتی) کیا ہی دائیں جانب والے ہیں ○

وَاَصْحٰبُ الْمَشْـَٔمَةِ ۙ۬ مَاۤ اَصْحٰبُ الْمَشْـَٔمَةِ ۟ؕ وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ۟ۚۙ اُولٰٓىِٕكَ

اور بائیں جانب والے (یعنی جہنمی) کیا ہی بائیں جانب والے ہیں ○ اور آگے بڑھ جانے والے تو آگے ہی بڑھ جانے والے ہیں ○ وہی

الْمُقَرَّبُوْنَ ۟ۚ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۟ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ۟ۙ وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ۟ؕ

قرب والے ہیں ○ نعمتوں کے باغوں میں ہیں ○ وہ پہلے لوگوں میں سے ایک بڑا گروہ ہوگا ○ اور بعد والوں میں سے تھوڑے ہوں گے ○

آیت 7- 10 ان چار آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے لوگو! تم قیامت کے دن تین قسموں میں تقسیم ہو جاؤ گے۔ **پہلی قسم** ان لوگوں کی ہوگی جو دائیں جانب والے ہوں گے۔ ایک قول یہ ہے کہ ان سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے نامۂ اعمال ان کے دائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ان سے مراد وہ لوگ ہیں جو میثاق کے دن حضرت آدم علیہ السّلام کے دائیں جانب تھے۔ ان کے بارے میں فرمایا کہ وہ کیا ہی اچھے ہیں اور وہ جنت میں داخل ہوں گے۔ **دوسری قسم** ان لوگوں کی ہوگی جو بائیں جانب والے ہوں گے۔ ان کے بارے میں بھی مفسرین کا ایک قول یہ ہے کہ ان سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے نامۂ اعمال ان کے بائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ان سے مراد وہ لوگ ہیں جو میثاق کے دن حضرت آدم علیہ السّلام کے بائیں جانب تھے۔ ان کے بارے میں فرمایا کہ کیا ہی برے ہیں کہ وہ بدبخت ہیں اور وہ جہنم میں داخل ہوں گے۔ **تیسری قسم** ان لوگوں کی ہوگی جو دوسروں سے آگے بڑھ جانے والے ہیں۔ یہاں آگے بڑھ جانے والوں سے کون لوگ مراد ہیں، اس بارے میں ایک قول یہ ہے کہ اس مقام پر نیکیوں میں دوسروں سے آگے بڑھ جانے والے مراد ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ان سے وہ لوگ مراد ہیں جو ہجرت کرنے میں سبقت کرنے والے ہیں اور وہ آخرت میں جنت کی طرف سبقت کریں گے۔ ایک قول یہ ہے کہ ان سے وہ لوگ مراد ہیں جو اسلام قبول کرنے کی طرف سبقت کرنے والے ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ ان سے وہ مہاجرین اور اَنصار صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم مراد ہیں جنہوں نے دونوں قبلوں کی طرف نمازیں پڑھیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ وہ جنت میں داخل ہونے میں آگے بڑھ جانے والے ہیں۔

آیت 11، 12 سب سے پہلے آگے بڑھ جانے والوں کی جزا بیان کرتے ہوئے ان دو آیات میں ارشاد فرمایا کہ وہی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مُقرّب درجات والے ہیں اور وہ نعمتوں کے باغوں میں ہوں گے۔

آیت 13، 14 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ آگے بڑھ جانے والے پہلے لوگوں میں سے بہت ہیں اور بعد والوں میں سے تھوڑے ہیں۔ پہلے لوگوں سے مراد کون؟ صحیح قول یہ ہے کہ یہاں وہ لوگ مراد ہیں جو مہاجرین و اَنصار میں سے (اسلام قبول کرنے میں) سابقین اَوّلین ہیں اور بعد والوں سے ان کے بعد والے لوگ مراد ہیں۔

عَلٰى سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ ﴿۱۵﴾ مُّتَّكِـِٕیْنَ عَلَیْهَا مُتَقٰبِلِیْنَ ﴿۱۶﴾ یَطُوْفُ عَلَیْهِمْ وِلْدَانٌ

(جواہرات سے) جڑے ہوئے تختوں پر ہوں گے ○ ان پر تکیہ لگائے ہوئے آمنے سامنے ○ ان کے ارد گرد ہمیشہ رہنے والے لڑکے

مُّخَلَّدُوْنَ ﴿۱۷﴾ بِاَكْوَابٍ وَّ اَبَارِیْقَ ۙ۬ وَ كَاْسٍ مِّنْ مَّعِیْنٍ ﴿۱۸﴾ لَّا یُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَ لَا

پھریں گے ○ کوزوں اور صراحیوں اور آنکھوں کے سامنے بہنے والی شراب کے جام کے ساتھ ○ اس سے نہ انہیں سر درد ہو گا اور نہ

یُنْزِفُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَ فَاكِهَةٍ مِّمَّا یَتَخَیَّرُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَ لَحْمِ طَیْرٍ مِّمَّا یَشْتَهُوْنَ ﴿۲۱﴾

ان کے ہوش میں فرق آئے گا ○ اور پھل میوے جو جنتی پسند کریں گے ○ اور پرندوں کا گوشت جو وہ چاہیں گے ○

وَ حُوْرٌ عِیْنٌ ﴿۲۲﴾ كَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ ﴿۲۳﴾ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۲۴﴾ لَا یَسْمَعُوْنَ

اور بڑی آنکھ والی خوبصورت حوریں ہیں ○ جیسے چھپا کر رکھے ہوئے موتی ہوں ○ ان کے اعمال کے بدلے کے طور پر ○ اس میں نہ کوئی

آیت 15، 16 یہاں سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے مُقَرَّب بندوں کا مزید حال بیان کیا جارہا ہے، چنانچہ ان دو آیات میں فرمایا کہ وہ جنت میں ایسے تختوں پر ہوں گے جن میں لعل، یاقوت اور موتی وغیرہ جواہرات جڑے ہوں گے اور وہ ان تختوں پر عیش و نشاط کے ساتھ تکیہ لگائے ہوئے ایک دوسرے کے آمنے سامنے موجود ہوں گے۔

آیت 17–21 ان پانچ آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہلِ جنت کی خدمت کے لئے ایسے لڑکے پیدا کئے ہیں جو ہمیشہ رہنے والے ہوں گے، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے مقرب بندوں پر خدمت کے آداب کے ساتھ کوزوں، صراحیوں اور آنکھوں کے سامنے بہنے والی پاک شراب کے جام کے دَور چلائیں گے، وہ شراب ایسی ہے کہ اسے پینے سے نہ انہیں سر درد ہو گا اور نہ ان کے ہوش میں کوئی فرق آئے گا اور (شراب پیش کرنے کے ساتھ ساتھ) خدمت گار لڑکے وہ تمام پھل میوے اہلِ جنت کے پاس لائیں گے جو وہ پسند کریں گے اور ان پرندوں کا گوشت لائیں گے جن کی وہ تمنا کریں گے۔ **اہم بات:** خدمت گار لڑکوں کا اہلِ جنت کو پھل اور گوشت پیش کرنا ان کی خصوصی خدمت کے طور پر ہو گا۔

آیت 22، 23 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے مُقَرَّب اہلِ جنت (کی خدمت) کے لئے بڑی آنکھ والی خوبصورت حوریں ہوں گی اور وہ حوریں ایسی ہوں گی جیسے موتی صَدَف میں چھپا ہوتا ہے کہ نہ تو اسے کسی کے ہاتھ نے چھوا، نہ دھوپ اور ہوا لگی اور اس وجہ سے وہ انتہائی صاف اور شفاف ہوتا ہے۔

آیت 24 فرمایا کہ مُقَرَّب بندوں کو یہ سب کچھ ان کے دُنْیَوی نیک اعمال اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے صِلہ میں ملے گا۔

آیت 25، 26 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جنت میں کوئی ناگوار اور باطل بات ان کے سننے میں نہ آئے گی البتہ وہ ہر طرف سے سلام سلام کا قول ہی سنیں گے کہ جنتی آپس میں ایک دوسرے کو سلام کریں گے، فرشتے اہلِ جنت کو سلام کریں گے اور اللہ

فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا تَاْثِيْمًا ﴿۲۵﴾ اِلَّا قِيْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا ﴿۲۶﴾ وَ اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ۙ مَاۤ اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ﴿۲۷﴾

بیکار بات سنیں گے اور نہ کوئی گناہ کی بات ○ مگر سلام سلام کہنا○ اور دائیں جانب والے کیا دائیں جانب والے ہیں○

فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ ﴿۲۸﴾ وَّ طَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ ﴿۲۹﴾ وَّ ظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ﴿۳۰﴾ وَّ مَآءٍ مَّسْكُوْبٍ ﴿۳۱﴾ وَّ

بغیر کانٹے والی بیریوں کے درختوں میں ہوں گے ○ اور کیلے کے گچھوں میں○ اور دراز سائے میں○ اور جاری پانی میں○ اور

فَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ ﴿۳۲﴾ لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّ لَا مَمْنُوْعَةٍ ﴿۳۳﴾ وَّ فُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ ﴿۳۴﴾ اِنَّاۤ اَنْشَاْنٰهُنَّ

بہت سے پھلوں میں○ جو نہ ختم ہوں گے اور نہ روکے جائیں گے ○ اور بلند بچھونوں میں ہوں گے ○ بیشک ہم نے ان جنتی عورتوں کو

ربُّ الْعِزَّت عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے اُن کی جانب سلام آئے گا۔

آیت 27 یہاں سے اہلِ جنت کے دوسرے گروہ کا ذکر فرمایا جارہا ہے کہ وہ لوگ جو دائیں جانب والے ہیں ان کی عجیب شان ہے (کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں معزز و مُکرّم ہیں) اور ان کی اچھی صفات کی وجہ سے ان کے لئے جو کچھ تیار کیا گیا ہے اسے تم نہیں جان سکتے۔

آیت 28 یہاں سے دائیں جانب والوں کی جزا بیان کی جارہی ہے کہ وہ ایسی جنّتوں میں مزے لوٹیں گے جن میں بیری کے ایسے درخت ہوں گے جن پر کانٹے نہیں لگے ہوں گے۔

آیت 29 فرمایا کہ دائیں جانب والے ان جنّتوں میں مزے کریں گے جن میں کیلے کے ایسے درخت ہوں گے جو جڑ سے چوٹی تک کیلے کے گچھوں سے بھرے ہوئے ہوں گے۔

آیت 30 ارشاد فرمایا کہ دائیں جانب والے ان جنتوں میں ہمیشہ رہنے والے دراز سائے میں ہوں گے۔ **اہم بات:** جنت میں سایہ ہے یا نہیں، اس بارے میں بعض مفسرین کا قول ہے کہ جنت میں سورج نہ ہونے کے باوجود سایہ ہے اور بعض مفسرین کے نزدیک جنت میں سایہ نہیں اور آیت میں سائے سے اس کا مجازی معنیٰ راحت و آرام مراد ہے۔

آیت 31 فرمایا کہ دائیں جانب والے ان جنتوں میں ہوں گے جن کی زمینی سطح پر پانی ہمیشہ کے لئے جاری ہوگا اور وہ جب چاہیں جہاں سے چاہیں کسی مشقت کے بغیر پانی حاصل کرلیں گے۔

آیت 32،33 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ دائیں جانب والے ان جنتوں میں ہوں گے جن میں مختلف اَجناس اور اَقسام کے بہت سے پھل ہیں اور وہ پھل کبھی ختم نہ ہوں گے کیونکہ جب بھی کوئی پھل توڑا جائے گا تو فوراً اس کی جگہ ویسے ہی دو پھل آجائیں گے اور اہلِ جنت کو ان پھلوں کے استعمال سے کوئی روک ٹوک نہ ہوگی۔

آیت 34 اس آیت کے معنیٰ یہ ہیں کہ دائیں جانب والے جنتوں میں آرام کے بستروں میں ہوں گے جو جواہرات سے سجے ہوئے اونچے اونچے تختوں پر بچھے ہوئے ہوں گے۔

آیت 35–37 ان تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ بیشک ہم نے ان جنتی عورتوں کو ایک خاص انداز سے پیدا کیا تو ہم نے انہیں ایسی

ع ٣٨ ١٤

إِنْشَآءً ﴿٣٥﴾ فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا ﴿٣٦﴾ عُرُبًا اَتْرَابًا ﴿٣٧﴾ لِّاَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴿٣٨﴾

ایک خاص انداز سے پیدا کیا ○ تو ہم نے انہیں کنواریاں بنایا ○ محبت کرنے والیاں، سب ایک عمر والیاں ○ دائیں جانب والوں کے لیے ○

ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٣٩﴾ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ﴿٤٠﴾ وَاَصْحٰبُ الشِّمَالِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ

پہلے لوگوں میں سے ایک بڑا گروہ ہے ○ اور بعد والے لوگوں میں سے بھی ایک بڑا گروہ ہے ○ اور بائیں جانب والے کیا بائیں جانب

الشِّمَالِ ﴿٤١﴾ فِيْ سَمُوْمٍ وَّحَمِيْمٍ ﴿٤٢﴾ وَّظِلٍّ مِّنْ يَّحْمُوْمٍ ﴿٤٣﴾ لَّا بَارِدٍ وَّلَا

والے ہیں ○ شدید گرم ہوا اور کھولتے پانی میں ہوں گے ○ اور شدید سیاہ دھوئیں کے سائے میں ہوں گے ○ جو (سایہ) نہ ٹھنڈا ہو گا اور نہ

كَرِيْمٍ ﴿٤٤﴾ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُتْرَفِيْنَ ﴿٤٥﴾ وَكَانُوْا يُصِرُّوْنَ عَلَى الْحِنْثِ الْعَظِيْمِ ﴿٤٦﴾

آرام بخش ○ بیشک وہ اس سے پہلے خوشحال تھے ○ اور بڑے گناہ پر ڈٹے ہوئے تھے ○

کنواریاں بنایا کہ جب بھی ان کے شوہر ان کے پاس جائیں گے وہ انہیں کنواریاں ہی پائیں گے اور وہ عورتیں اپنے شوہروں سے بے پناہ محبت کرنے والیاں ہیں اور ان سب کی عمر بھی ایک ہو گی کہ 33 سال کی جوان ہوں گی، اسی طرح ان کے شوہر بھی جوان ہوں گے اور یہ جوانی ہمیشہ قائم رہنے والی ہو گی۔ **اہم بات:** بعض مفسرین کے نزدیک ان عورتوں سے دنیا کی عورتیں مراد ہیں اور بعض مفسرین کے نزدیک ان سے مراد حوریں ہیں۔

آیت 38 اس آیت کی دو تفسیریں ہیں: (1) ہم نے ان عورتوں کو دائیں جانب والوں کے لئے پیدا کیا۔ (2) جو نعمتیں بیان کی گئیں یہ ان لوگوں کے لئے ہیں جو دائیں جانب والے ہیں۔

آیت 39،40 ان دو آیات میں دائیں جانب والوں کے دو گروہوں کا بیان کیا گیا ہے کہ وہ اس اُمت کے پہلوں اور بعد والوں دونوں گروہوں میں سے ہوں گے، پہلا گروہ سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ہیں اور بعد والوں سے قیامت تک کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے بعد والے مراد ہیں۔

آیت 41 ارشاد فرمایا کہ وہ لوگ جن کے نامۂ اعمال بائیں ہاتھوں میں دیئے جائیں گے، بد بختی میں ان کا حال عجیب ہے۔

آیت 42-44 ان تین آیات میں بائیں جانب والوں کے عذاب بیان فرمائے گے۔ (1) وہ جہنم کے اندر ایسی شدید گرم ہوا میں ہوں گے (2) وہ وہاں کھولتے پانی میں ہوں گے۔ (3) اس میں شدید سیاہ دھوئیں کے سائے میں ہوں گے۔ (4) وہ سایہ عام سایوں کی طرح نہ ٹھنڈا ہو گا اور نہ ہی آرام بخش۔

آیت 45-48 ان چار آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ بیشک بائیں جانب والے اس عذاب سے پہلے دنیا کے اندر کھانے پینے، اچھی رہائش وغیرہ نعمتوں سے خوشحال تھے اور وہ شرک جیسے بڑے گناہ پر ڈٹے ہوئے تھے اور سرکشی اور عناد کی وجہ سے یہ کہتے تھے: کیا جب ہم مر جائیں گے اور ہم ہڈیاں ہو کر رہ جائیں گے تو کیا ضرور ہم زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے ؟ یا کیا ہمارے پہلے باپ دادا بھی زندہ کر کے

وَكَانُوۡا يَقُوۡلُوۡنَ ۙ اَئِذَا مِتۡنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبۡعُوۡثُوۡنَ ۙ۝۴۷ اَوَ اٰبَآؤُنَا

اور کہتے تھے: کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا ضرور ہم اٹھائے جائیں گے؟○ اور کیا ہمارے پہلے

الۡاَوَّلُوۡنَ ۝۴۸ قُلۡ اِنَّ الۡاَوَّلِيۡنَ وَالۡاٰخِرِيۡنَ ۙ۝۴۹ لَمَجۡمُوۡعُوۡنَ ۙ اِلٰى مِيۡقَاتِ يَوۡمٍ

باپ دادا بھی ○ تم فرماؤ: بیشک سب اگلے اور پچھلے لوگ○ ضرور ایک معین دن کے وقت پر اکٹھے کیے

مَّعۡلُوۡمٍ ۝۵۰ ثُمَّ اِنَّكُمۡ اَيُّهَا الضَّآلُّوۡنَ الۡمُكَذِّبُوۡنَ ۙ۝۵۱ لَاٰكِلُوۡنَ مِنۡ شَجَرٍ مِّنۡ زَقُّوۡمٍ ۙ۝۵۲

جائیں گے○ پھر اے گمراہو، جھٹلانے والو! بیشک تم○ ضرور زقوم (نام) کے درخت میں سے کھاؤ گے○

فَمَالِـُٔوۡنَ مِنۡهَا الۡبُطُوۡنَ ۚ۝۵۳ فَشٰرِبُوۡنَ عَلَيۡهِ مِنَ الۡحَمِيۡمِ ۚ۝۵۴ فَشٰرِبُوۡنَ شُرۡبَ الۡهِيۡمِ ؕ۝۵۵

پھر اس سے پیٹ بھرو گے○ پھر اس پر کھولتا ہوا پانی پیو گے○ تو ایسے پیو گے جیسے سخت پیاسے اونٹ پیتے ہیں○

هٰذَا نُزُلُهُمۡ يَوۡمَ الدِّيۡنِ ؕ۝۵۶ نَحۡنُ خَلَقۡنٰكُمۡ فَلَوۡلَا تُصَدِّقُوۡنَ ۝۵۷ اَفَرَءَيۡتُمۡ مَّا تُمۡنُوۡنَ ؕ۝۵۸

انصاف کے دن یہ ان کی مہمانی ہے○ ہم نے تمہیں پیدا کیا تو تم کیوں سچ نہیں مانتے؟○ تو بھلا دیکھو تو وہ منی جو تم گراتے ہو○

اٹھائے جائیں گے؟ **درس:** آیت نمبر 46 میں بائیں جانب والوں کے جہنم کے عذاب کا حق دار ہونے کی ایک وجہ یہ بیان کی گئی کہ وہ بڑے گناہ پر ڈٹے ہوئے تھے، اس سے معلوم ہوا کہ گناہ پر اِصرار ایسی خطرناک چیز ہے جس کے انجام کے طور پر بندے کا ایمان مکمل طور پر سَلب ہو سکتا اور اس کا خاتمہ کفر کی حالت میں ہو سکتا ہے۔ لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ گناہوں پر قائم رہنا چھوڑ دے اور گزشتہ گناہوں پر سچے دل سے نادم ہو کر توبہ کر لے۔

آیت 49-56 ان آٹھ آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! آپ فرمادیں کہ تم سے پہلے اور بعد والے لوگ یہ سب ضرور مرنے کے بعد ایک مُعیّن دن کے وقت پر اکٹھے کیے جائیں گے اور وہ قیامت کا دن ہے، پھر اے راہِ حق سے بھٹکنے والو اور حق کو جھٹلانے والو! بیشک تم جب دوبارہ زندہ کئے جاؤ گے اور حساب کے بعد جہنم میں داخل ہو جاؤ گے تو ضرور زَقّوم نام کے کانٹے دار کڑوے درخت میں سے کھاؤ گے بلکہ بھوک کی شدّت کی وجہ سے تم اس سے پیٹ بھرو گے، پھر جب زقوم کھانے کے بعد تم پر پیاس کا غلبہ ہو گا تو کھولتا ہوا پانی عام طریقے سے نہیں بلکہ ایسے پیو گے جیسے سخت پیاسے اونٹ پیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ جو ذکر کیا انصاف کے دن یہ ان کی مہمانی ہے۔

آیت 57-59 ان تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے کافرو! تم کچھ بھی نہیں تھے، ہم تمہیں عدم سے وجود میں لے کر آئے تو تم مرنے کے بعد اٹھنے کو کیوں سچ نہیں مانتے اور اگر تمہیں اس بات میں کہ ہم تمہیں عدم سے وجود میں لائے ہیں شک ہے تو یہ بتاؤ کہ منی کے ایک قطرے سے جو بچہ پیدا ہوتا ہے، کیا اس سے عورتوں کے رحم میں لڑکے یا لڑکی کی شکل و صورت تم بناتے ہو یا ہم ہی اسے انسانی صورت دیتے ہیں اور اسے زندگی عطا فرماتے ہیں؟ جب ہم بے جان نطفے کو انسانی صورت عطا کر سکتے ہیں تو پیدا ہونے کے بعد مر جانے والوں کو زندہ کرنا ہماری قدرت سے کیا بعید ہے؟ **اہم بات:** مناسب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے واحد کا صیغہ استعمال کیا جائے۔

ءَ اَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ ﴿٥٩﴾ نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ

کیا تم اسے (آدمی) بناتے ہو یا ہم ہی بنانے والے ہیں؟○ ہم نے تمہارے درمیان موت مقرر کر دی اور ہم

بِمَسْبُوْقِيْنَ ﴿٦٠﴾ عَلٰۤى اَنْ نُّبَدِّلَ اَمْثَالَكُمْ وَنُنْشِئَكُمْ فِيْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٦١﴾ وَلَقَدْ

پیچھے رہ جانے والے نہیں ہیں○ اس سے کہ تم جیسے اور بدل دیں اور تمہیں ان صورتوں میں بنا دیں جن کی تمہیں خبر نہیں○ اور بیشک

عَلِمْتُمُ النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى فَلَوْلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿٦٢﴾ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ﴿٦٣﴾ ءَ اَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗۤ

تم پہلی پیدائش جان چکے ہو تو پھر کیوں نصیحت حاصل نہیں کرتے؟○ تو بھلا بتاؤ تو کہ تم جو بوتے ہو○ کیا تم اس کی کھیتی بناتے ہو

اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ﴿٦٤﴾ لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ ﴿٦٥﴾ اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ ﴿٦٦﴾

یا ہم ہی بنانے والے ہیں؟○ اگر ہم چاہتے تو اسے چورا چورا گھاس کر دیتے پھر تم باتیں بناتے رہ جاتے○ کہ ہم پر تاوان پڑ گیا ہے○

آیت 60، 61 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم نے اپنی حکمت اور مَشِیَّت کے تقاضے کے مطابق تم میں موت مقرر کر دی اور تمہاری عمریں مختلف رکھیں کہ تم میں سے کوئی بچپن میں تو کوئی بڑھاپے میں مرتا ہے، الغرض جو ہم مقدر کرتے ہیں وہی ہوتا ہے اور ہم اس بات سے پیچھے رہ جانے والے (بے بس) نہیں ہیں کہ تمہیں ہلاک کر کے تم جیسے اور بدل دیں اور تمہیں مَسخ کر کے بندر، سُوَر وغیرہ کی ان صورتوں میں بنا دیں جن کی تمہیں خبر نہیں۔ جب یہ سب ہماری قدرت میں ہے تو تمہیں دوبارہ پیدا کرنے سے ہم عاجز کس طرح ہو سکتے ہیں؟ **درس:** اس آیت سے معلوم ہوا کہ انسان کو موت کسی بھی وقت آسکتی ہے اور اس کے لئے کوئی جگہ بھی خاص نہیں ہے اور اس سے کسی صورت فرار ہونا بھی ممکن نہیں لہٰذا ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ ہر وقت نیک اعمال میں مصروف رہے، اپنی لمبی عمر پر بھروسہ نہ کرے اور آخرت کی تیاری سے کسی بھی وقت غفلت نہ کرے۔

آیت 62 ارشاد فرمایا کہ تم اپنی پہلی پیدائش کے بارے میں جان چکے ہو کہ ہم تمہیں عدم سے وجود میں لائے ہیں تو پھر (اسے سامنے رکھتے ہوئے دوسری پیدائش کے متعلق) کیوں غور نہیں کرتے کہ جو ربّ تعالیٰ پہلی بار تمہیں عدم سے وجود میں لا سکتا ہے تو وہ تمہارے مرنے کے بعد تمہیں دوسری بار زندہ کرنے پر بھی یقیناً قادر ہے۔

آیت 63، 64 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے لوگو! تم اس کھیتی میں غور کیوں نہیں کرتے جسے تم زمین میں کاشت کرتے ہو، کیا تم اس کی نشوونُما کر کے کھیتی بناتے ہو یا ہم ہی اسے کھیتی بنانے والے ہیں؟ اگرچہ زمین میں بیج ڈالنا تم لوگوں کا کام ہے لیکن اس بیج سے بالیں بنانا اور اس میں دانے پیدا کرنا اللہ تعالیٰ ہی کا کام ہے، تو جب اللہ تعالیٰ بیج سے فصل پیدا کرنے پر قادر ہے تو وہ تمہاری موت کے بعد تمہیں دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔

آیت 65-67 ان تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم اپنے لطف و رحمت سے کھیتی کی نشوونُما کرتے ہیں، اگر ہم چاہتے تو زمین میں جو بیج تم بوتے ہو اسے پھلنے پھولنے سے پہلے ہی چُورا چُورا کر دیتے جو کام کا ہی نہ رہے، پھر تم حیرت زدہ اور غمگین ہو کر یہ باتیں بناتے رہ جاتے کہ ہمارا مال بے کار ضائع ہو گیا، بلکہ ہم اپنے رزق سے محروم رہے۔

بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ﴿٦٧﴾ اَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِیْ تَشْرَبُوْنَ ﴿٦٨﴾ ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ

بلکہ ہم بے نصیب رہے ۞ تو بھلا بتاؤ تو وہ پانی جو تم پیتے ہو ۞ کیا تم نے اسے بادلوں سے اتارا

مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ﴿٦٩﴾ لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ ﴿٧٠﴾

یا ہم ہی اتارنے والے ہیں؟ ۞ اگر ہم چاہتے تو اسے سخت کھاری کر دیتے پھر تم کیوں شکر نہیں کرتے؟ ۞

اَفَرَءَيْتُمُ النَّارَ الَّتِیْ تُوْرُوْنَ ﴿٧١﴾ ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَآ اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِـُٔوْنَ ﴿٧٢﴾

تو بھلا بتاؤ تو وہ آگ جو تم روشن کرتے ہو ۞ کیا تم نے اس کا درخت پیدا کیا یا ہم ہی پیدا کرنے والے ہیں؟ ۞

نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً وَّمَتَاعًا لِّلْمُقْوِیْنَ ﴿٧٣﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِیْمِ ﴿٧٤﴾ الثلثة ع ٢ ١٥

ہم نے اسے یادگار بنایا اور جنگل میں سفر کرنے والوں کیلئے نفع بنایا ۞ تو اے محبوب! تم اپنے عظمت والے رب کے نام کی پاکی بیان کرو ۞

آیت 68، 69 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ کیا تم نے اس پانی پر غور نہیں کیا جو تم پیتے ہو، کیا تم نے اسے بادل سے اتارا ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ ہم ہی اپنی قدرتِ کاملہ سے اسے اتارنے والے ہیں اور جب تم نے یہ جان لیا تو صرف میری عبادت کر کے اس نعمت کا شکر ادا کیوں نہیں کرتے اور دوبارہ زندہ کرنے پر میری قدرت کا انکار کیوں کرتے ہو؟

آیت 70 ارشاد فرمایا کہ اگر ہم چاہتے تو اس پانی کو سخت کھاری کر دیتے، اگر ایسا ہو جاتا تو تم نہ اسے پی سکتے تھے، نہ اس سے کھیتی باڑی کر سکتے تھے تو تم پر اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے تمہاری معاشی بہتری، تمہارے فائدے اور پینے کے لئے میٹھا پانی نازل فرمایا تو پھر تم اللہ تعالیٰ کی نعمت اور احسان کا کیوں شکر ادا نہیں کرتے؟

آیت 71، 72 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ مجھے اس آگ کے بارے میں بتاؤ جو تم دو تر لکڑیوں سے روشن کرتے ہو، کیا تم نے اس کا درخت پیدا کیا ہے؟ ایسا ہرگز نہیں بلکہ ہم ہی اسے پیدا کرنے والے ہیں، تو جب تم نے میری قدرت کو پہچان لیا تو میرا شکر ادا کرو اور دوبارہ زندہ کرنے پر میری قدرت کا انکار نہ کرو۔ **اہم بات:** اہلِ عرب (اس زمانے میں) دو مخصوص لکڑیوں کو ایک دوسرے سے رگڑ کر آگ جلایا کرتے تھے، یہ اللہ تعالیٰ کا ہم پر بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے فی زمانہ ہمارے لئے ایندھن حاصل کرنے کے بہت سے آسان ذرائع جیسے گیس اور تیل وغیرہ ظاہر فرما دیئے ہیں اور ان سے ہم آسانی کے ساتھ اپنی ضروریّات پوری کر رہے ہیں۔ **درس:** جس طرح اُس درخت کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا جسے رگڑ کر ایندھن حاصل کیا جاتا تھا اسی طرح، گیس اور تیل وغیرہ کو بھی اللہ تعالیٰ نے ہی پیدا کیا ہے، لہٰذا ہر بندے پر لازم ہے کہ وہ ان نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے۔

آیت 73 اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آگ کے دو فوائد بیان فرمائے: **پہلا فائدہ** یہ ارشاد فرمایا کہ ہم نے اس آگ کو جہنم کی آگ کی یادگار بنایا تاکہ دیکھنے والا اس آگ کو دیکھ کر جہنم کی آگ کو یاد کرے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرے۔ **دوسرا فائدہ** یہ کہ آگ کو جنگل میں سفر کرنے والوں کیلئے نفع مند بنایا کہ وہ اپنے سفروں میں شمعیں جلا کر، کھانا وغیرہ پکا کر اور خود کو سردی سے بچا کر اُس سے نفع اُٹھاتے ہیں۔

آیت 74 فرمایا کہ اے حبیب! آپ اپنے عظمت والے رب عزّوجلّ کے نام کی ان تمام چیزوں سے پاکی بیان کریں جو مشرکین کہتے ہیں۔

فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ ﴿۷۵﴾ وَ اِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ ﴿۷۶﴾ اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ﴿۷۷﴾

تو مجھے تاروں کے ڈوبنے کی جگہوں کی قسم ○ اور اگر تم سمجھو تو یہ بہت بڑی قسم ہے ○ بیشک یہ عزت والا قرآن ہے ○

فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ﴿۷۸﴾ لَّا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ﴿۷۹﴾ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۰﴾ اَفَبِهٰذَا

پوشیدہ کتاب میں (ہے) ○ اسے پاک لوگ ہی چھوتے ہیں ○ یہ تمام جہانوں کے مالک کا اتارا ہوا ہے ○ تو کیا تم اس

الْحَدِيْثِ اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ ﴿۸۱﴾ وَ تَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۸۲﴾ فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ

بات میں سستی کرتے ہو؟ ○ اور تم اپنا حصہ یہ بناتے ہو کہ تم جھٹلاتے رہو ○ پھر کیوں نہیں جب

آیت 75 اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ستاروں کے ڈوبنے کی جگہوں کی قسم ارشاد فرمائی، ان جگہوں کے بارے میں مختلف اقوال ہیں: (1) ان سے مَشارق اور مَغارب مراد ہیں۔ (2) ان سے صرف مغارب مراد ہیں کیونکہ ستارے اسی جگہ غروب ہوتے ہیں۔ (3) ان سے قیامت کے دن ستاروں کے مُنتشِر ہونے کے بعد گرنے کی جگہیں مراد ہیں۔

آیت 76 فرمایا: اگر تمہیں علم ہو تو تم اس قسم کی عظمت جان لوگے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت پر دلالت کرتی ہے۔

آیت 77،78 فرمایا کہ بیشک جو قرآن محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر نازل فرمایا گیا یہ شعر اور جادو نہیں اور نہ ہی یہ کسی کا اپنا بنایا ہوا ہے بلکہ یہ عزت والا قرآن ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام اور اس کی وحی ہے اور یہ پوشیدہ کتاب لوحِ محفوظ میں موجود ہے جس میں تبدیل اور تحریف ممکن نہیں اور نہ ہی اس تک شیاطین پہنچ سکتے ہیں۔

آیت 79 اس آیت کی دو تفسیریں یہ ہیں: (1) اس محفوظ اور پوشیدہ کتاب کو فرشتے ہی چھوتے ہیں جو کہ شرک، گناہ سے پاک ہیں۔ (2) قرآن پاک کو وہ لوگ ہاتھ لگائیں جو باوضو ہوں اور ان پر غسل فرض نہ ہو۔ **شرعی احکام:** (1) قرآن عظیم کو چھونے کے لئے وضو کرنا فرض ہے۔ (2) جس کا وضو نہ ہو اسے قرآنِ مجید یا اس کی کسی آیت کا چھونا حرام ہے البتہ چھوئے بغیر زبانی یا دیکھ کر کوئی آیت پڑھے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ (3) قرآن کا ترجمہ فارسی یا اردو یا کسی اور زبان میں ہو تو اسے بھی چھونے اور پڑھنے میں قرآنِ مجید ہی کا سا حکم ہے۔

آیت 80 ارشاد فرمایا کہ یہ قرآن اس ربّ تعالیٰ کی طرف سے نازل کیا گیا ہے جو سب جہانوں کا مالک ہے تو پھر یہ شعر یا جادو کس طرح ہو سکتا ہے۔

آیت 81،82 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کفارِ مکہ کو ڈانٹتے ہوئے فرمایا کہ اے اہلِ مکہ! تو کیا تم اللہ تعالیٰ کے اس کلام کی تصدیق کرنے کی بجائے اس کا انکار کرتے ہو اور اس انکار کو معمولی سمجھتے ہو اور تم نے اس عظیم نعمت کا شکر کرنے کی بجائے قرآن کو جھٹلانا ہی اپنا حصہ قرار دے رکھا ہے۔

آیت 83-87 ان آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے کفار! تم ایسا کیوں نہیں کرتے کہ جب کسی پر نَزع کا وقت طاری ہو اور اس کی روح حلق تک پہنچ چکی ہو تو تم (اپنی طاقت و قوت کے بل بوتے پر) اس کی روح کو لوٹا دو، حالانکہ تم دیکھ رہے ہوتے ہو کہ اس پر موت کی غشی

الْحُلْقُوْمَ ﴿٨٣﴾ وَاَنْتُمْ حِيْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ ﴿٨٤﴾ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ ﴿٨٥﴾

جان گلے تک پہنچے ○ حالانکہ تم اس وقت دیکھ رہے ہو ○ اور ہم تم سے زیادہ اس کے قریب ہیں مگر تم دیکھتے نہیں ○

فَلَوْلَآ اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ ﴿٨٦﴾ تَرْجِعُوْنَهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٨٧﴾ فَاَمَّآ اِنْ كَانَ

تو اگر تمہیں بدلہ نہیں دیا جائے گا تو کیوں نہیں ○ روح کو لوٹا لیتے، اگر تم سچے ہو ○ پھر وہ فوت ہونے والا اگر

مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿٨٨﴾ فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ ۙ وَّجَنَّتُ نَعِيْمٍ ﴿٨٩﴾ وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحٰبِ

مقرب بندوں میں سے ہے ○ تو راحت اور خوشبودار پھول اور نعمتوں کی جنت ہے ○ اور اگر وہ دائیں جانب والوں میں

الْيَمِيْنِ ﴿٩٠﴾ فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴿٩١﴾ وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِيْنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿٩٢﴾

سے ہو ○ تو (اے حبیب!) تم پر دائیں جانب والوں کی طرف سے سلام ہو ○ اور اگر مرنے والا جھٹلانے والے گمراہوں میں سے ہو ○

فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيْمٍ ﴿٩٣﴾ وَّتَصْلِيَةُ جَحِيْمٍ ﴿٩٤﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ حَقُّ الْيَقِيْنِ ﴿٩٥﴾ فَسَبِّحْ

تو کھولتے ہوئے گرم پانی کی مہمانی ○ اور بھڑکتی آگ میں داخل کیا جانا ہے ○ یہ بیشک اعلیٰ درجہ کی یقینی بات ہے ○ تو اے محبوب! تم

طاری ہے اور روح نکلنے ہی والی ہے لیکن تم اس مرنے والے کی روح لوٹانے اور اس کی جان بچانے پر قادر نہیں البتہ ہم اس وقت اپنے علم وقدرت کے ساتھ تم سے زیادہ اس مرنے والے کے قریب ہوتے ہیں کہ ہر چیز کو جانتے ہیں لیکن تم اس چیز کو جانتے نہیں۔ جب تمہیں معلوم ہے کہ روح کو لوٹا دینا تمہارے اختیار میں نہیں ہے تو سمجھ جاؤ کہ یہ کام اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے، لہٰذا تم پر لازم ہے کہ اس پر ایمان لاؤ۔

آیت 88، 89 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر مرنے والا آگے بڑھ جانے والے اللہ تعالیٰ کے مقرب بندوں میں سے ہے تو اس کے لئے (موت کے وقت) راحت، خوشبودار پھول اور آخرت میں نعمتوں کی جنت ہے۔

آیت 90، 91 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر مرنے والا دائیں جانب والوں میں سے ہو تو اے اَنبیا کے سردار! صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم، آپ ان کا سلام قبول فرمائیں اور ان کے لئے غمگین نہ ہوں وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے سلامت اور محفوظ رہیں گے اور آپ ان کو اسی حال میں دیکھیں گے جو آپ کو پسند ہو۔

آیت 92-94 ان تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر مرنے والا جھٹلانے والوں گمراہوں میں سے ہو جو کہ بائیں جانب والے ہوں گے تو اس کے لئے (آخرت میں) کھولتا ہوا گرم پانی ہے اور اسے جہنم کی بھڑکتی آگ میں داخل کیا جانا ہے۔

آیت 95 فرمایا کہ ان تینوں گروہوں کے جو احوال اور جو مضامین اس سورت میں بیان کئے گئے، یہ بیشک اعلیٰ درجے کی یقینی بات ہے اور اس میں تَرَدُّد کی کوئی گنجائش نہیں۔

آیت 96 فرمایا کہ اے حبیب! تم اپنے عظمت والے رب کے نام کی ہر اس چیز سے پاکی بیان کرو جو اس کی شان کے لائق نہیں۔

ع ٣ ٢٢ ١٦

بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ع ﴿٩٦﴾

اپنے عظمت والے رب کے نام کی پاکی بیان کرو○

ایاتھا ٢٩ ۔ ٥٧ سُوْرَةُ الْحَدِيْدِ مَدَنِيَّةٌ ٩٤ ۔ رکوعاتھا ٤

سورۂ حدید مدنیہ ہے ، اس میں انتیس آیتیں اور چار رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿١﴾ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ

اللہ کی پاکی بیان کی ہر اس چیز نے جو آسمانوں اور زمین میں ہے اور وہی عزت والا، حکمت والا ہے ○ آسمانوں اور زمین کی سلطنت سب

اہم باتیں: (1): جب یہ آیت ”فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ“ نازل ہوئی تو سرکارِ دو عالَم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: اسے اپنے رکوع میں داخل کرلو اور جب یہ آیت ”سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى“ نازل ہوئی تو فرمایا اسے اپنے سجدوں میں داخل کرلو۔ (2) اس آیت سے ثابت ہوا کہ رکوع و سجود کی تسبیحات قرآنِ کریم سے ماخوذ ہیں۔

سورۂ حدید کا تعارف اس سورت کے مقامِ نزول کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ مکیہ ہے اور ایک قول یہ ہے کہ مدنیہ ہے۔ اس میں 4 رکوع اور 29 آیتیں ہیں۔ عربی میں لوہے کو حدید کہتے ہیں اور اس سورت کی آیت نمبر 25 میں اللہ تعالیٰ نے حدید یعنی لوہے کے فوائد بیان فرمائے ہیں، اسی مناسبت سے اس سورت کا نام ”سورۂ حدید“ رکھا گیا۔ **فضیلت:** تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ والہ وسلم سونے سے پہلے مُسَبِّحَات (سورتوں) کی تلاوت کرتے اور ارشاد فرماتے: ان سورتوں میں ایک ایسی آیت ہے جو ہزار آیتوں سے بہتر ہے۔ (ترمذی، حدیث: 2930) مُسَبِّحَات سے مراد وہ سورتیں ہیں جن کی ابتدا میں تسبیح کی آیات ہیں، جیسے سورۂ حدید، سورۂ حشر، سورۂ صف، سورۂ جمعہ اور سورۂ تغابُن۔ **خلاصۂ مضامین:** اس سورت میں عقیدے اور ایمان سے متعلق کلام، دینِ اسلام کی سربلندی اور اس کے اعزاز کی خاطر راہِ خدا میں مال خرچ کرنے کی ترغیب، دنیا اور آخرت کی حقیقت کا بیان، مصیبتوں پر صبر کرنے کی تلقین، تکبُّر و بخل کی مذمت کا بیان اور سابقہ امتوں کے حالات سے نصیحت حاصل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

آیت 1 اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جو کچھ زمین و آسمانوں میں ہے چاہے وہ جاندار ہو یا بے جان، سب زبانِ حال اور زبانِ قال سے اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتے ہیں یعنی یہ کہ وہ اللہ ہر نقص و عیب سے پاک ہے اور اس کے رب ہونے کا اقرار کرتے ہیں اور وہی اللہ عزوجل عزت اور اپنے تمام افعال میں حکمت والا ہے۔

آیت 2 ارشاد فرمایا کہ آسمانوں اور زمین اور ان میں موجود تمام چیزوں پر اللہ تعالیٰ کا مکمل طور پر تصرُّف ہے، وہ اپنی تمام مخلوق سے بے پرواہ ہے اور سب اسی کے محتاج ہیں، اس کی شان یہ ہے کہ وہ مخلوق کو پیدا کرکے انہیں زندگی دیتا ہے اور وہ دنیا میں زندوں کو

الْاَرْضِ ۚ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۲ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَ

اسی کے لیے ہے، وہ زندگی اور موت دیتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے○ وہی اول اور آخر اور ظاہر اور

الْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝۳ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ

باطن ہے اور وہ سب کچھ جانتا ہے○ وہی ہے جس نے آسمان اور زمین چھ دن میں پیدا کیے

ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۭ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ

پھر عرش پر استوا فرمایا جیسا اس کی شان کے لائق ہے، وہ جانتا ہے جو کچھ زمین کے اندر جاتا ہے اور جو کچھ اس سے باہر نکلتا ہے اور جو کچھ

مِنَ السَّمَآءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا ۭ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝۴

آسمان سے اترتا ہے اور جو کچھ اس میں چڑھتا ہے اور وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو اور اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے○

موت دیتا ہے اور وہ ہر ممکن چیز پر قادر ہے۔

آیت 3 اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی پانچ صفات بیان ہوئی ہیں۔ **پہلی صفت:** وہی اول ہے۔ مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات اور صفات کے اعتبار سے ہر چیز سے پہلے ہے کہ وہ اس وقت بھی تھا جب کسی چیز کا وجود نہ تھا۔ **دوسری صفت:** وہی آخر ہے۔ مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کے ہلاک اور فنا ہونے کے بعد رہنے والا ہے کہ سب فنا ہو جائیں گے اور وہ ہمیشہ رہے گا۔ **تیسری صفت:** وہی ظاہر ہے۔ مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ دلائل و براہین سے ایسا ظاہر ہے کہ ذرّے ذرّے میں اس کے وجود پر دلالت کرنے والے دلائل موجود ہیں۔ اور وہ ہر چیز پر غالب ہے۔ **چوتھی صفت:** وہی باطن ہے۔ مراد یہ ہے کہ حواس اللہ تعالیٰ کا اِدراک کرنے سے عاجز ہیں اور اس کی ذات ایسی پوشیدہ ہے کہ عقل کی اس تک رسائی نہیں اور یہ پوشیدگی دنیا اور آخرت دونوں میں ہے۔ **پانچویں صفت:** وہی ہمیشہ سے ہمیشہ تک ہر شے کو ہر طرح سے جانتا ہے۔ **اہم بات:** حضرت علامہ شیخ عبدُ الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "مدارجُ النُّبوہ" کے خطبے میں ذکر کیا ہے کہ یہ پانچوں صفات حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی بھی ہیں۔

آیت 4 اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ وہی ہے جس نے آسمان اور زمین دنیا کے اَیّام کے حساب سے چھ دن میں پیدا کئے۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو پلک جھپکنے میں زمین و آسمان پیدا کر دیتا لیکن اس کی حکمت کا یہی تقاضا ہوا کہ چھ دن کو اصل بنائے اور ان پر مدار رکھے۔ مزید ارشاد فرمایا کہ پھر اللہ تعالیٰ نے عرش پر اِستوا فرمایا جیسا اس کی شان کے لائق ہے، جو کچھ زمین کے اندر جاتا ہے خواہ وہ دانہ ہو یا پانی کا قطرہ، خزانہ ہو یا مردہ اور جو کچھ اس سے باہر نکلتا ہے خواہ وہ نباتات ہو یا دھات یا اور کوئی چیز اور جو کچھ آسمان سے اُترتا ہے جیسے رحمت و عذاب، فرشتے اور بارش اور جو کچھ آسمان میں چڑھتا ہے جیسے اَعمال اور دعائیں، ان سب کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور وہ عام طور پر اپنے علم و قدرت کے ساتھ اور خاص طور پر اپنے فضل و رحمت کے ساتھ تمہارے ساتھ ہے چاہے تم جہاں بھی ہو اور اللہ تعالیٰ تمہارے کام دیکھ رہا ہے تو وہ قیامت کے دن تمہیں تمہارے اعمال کے مطابق جزا دے گا۔ **درس:** اس آیت میں غفلت کی نیند

لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝٥ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَ

آسمانوں اور زمین کی سلطنت اسی کیلئے ہے اور اللہ ہی کی طرف سب کاموں کو لوٹایا جاتا ہے ○ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور

يُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ؕ وَهُوَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝٦ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَ

دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور وہ دلوں کی بات جاننے والا ہے ○ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور (اس کی راہ میں)

اَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَاَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ

اس مال میں سے خرچ کرو جس میں اللہ نے تمہیں دوسروں کا جانشین بنایا ہے تو تم میں جو ایمان لائے اور انہوں نے خرچ کیا ان کے لیے

كَبِيْرٌ ۝٧ وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۚ وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ وَقَدْ

بڑا ثواب ہے ○ اور (اے لوگو!) تمہیں کیا ہے کہ تم اللہ پر ایمان نہ لاؤ حالانکہ رسول تمہیں بلا رہے ہیں کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ اور بیشک

سونے والوں اور گناہوں میں مصروف لوگوں کے لئے بڑی نصیحت ہے، انہیں چاہئے کہ اپنی غفلت کی نیند سے بیدار ہو جائیں اور گناہ کرتے وقت اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور حیا کریں۔

آیت 5 ارشاد فرمایا کہ آسمانوں اور زمین کی سلطنت اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سب کاموں کو لوٹایا جاتا ہے لہٰذا نیک کاموں کو اختیار کرکے اس سے ملاقات کی تیاری کرو۔

آیت 6 اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ (کسی موسم میں) رات کی مقدار کم کرکے اور دن کی مقدار بڑھا کر رات کے کچھ حصے کو دن میں داخل کرتا ہے اور (کسی موسم میں) دن کی مقدار کم کرکے اور رات کی مقدار بڑھا کر دن کے کچھ حصے کو رات میں داخل کرتا ہے اور وہ قلبی اَسرار سب کو جانتا ہے۔ **اہم بات:** اس آیت کو ایک بار پھر ذکر سے مقصود یہ ہے کہ لوگ اللہ تعالیٰ کی قدرت میں غور کریں اور اس کی وحدانیّت پر ایمان لائیں۔

آیت 7 اس آیت کی ایک تفسیر یہ بھی ہے کہ اے لوگو! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور جو مال تمہارے قبضے میں ہے یہ سب اللہ تعالیٰ کے ہیں، اس نے تمہیں نفع اُٹھانے کے لئے دے دیئے ہیں، تم حقیقی طور پر ان کے مالک نہیں بلکہ وکیل کی طرح ہو، انہیں راہِ خدا میں خرچ کرو اور جس طرح وکیل کو مالک کے حکم سے خرچ کرنے میں کوئی تَرَدُّد نہیں ہوتا تو تمہیں بھی کوئی تَرَدُّد نہ ہو۔ اور تم میں سے جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کیا ان کے لیے بڑا ثواب ہے۔

آیت 8 ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! تمہیں کیا ہوا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لا رہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کے رسول تمہیں بلا رہے ہیں کہ تم اپنے رب تعالیٰ پر ایمان لاؤ اور اللہ تعالیٰ کی کتاب بھی سنا رہے ہیں، اب تمہیں ایمان قبول کرنے سے کیا عذر ہو سکتا ہے اور بیشک اللہ تعالیٰ تم سے اس وقت عہد لے چکا ہے جب تمہیں حضرت آدم علیہ السّلام کی پشت سے نکالا تھا کہ اللہ تعالیٰ تمہارا رب ہے اس کے سوا

اَخَذَ مِيْثَاقَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ⑧ هُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖۤ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَكُمْ

اللہ تم سے عہد لے چکا ہے۔ اگر تم یقین رکھتے ہو○ وہی ہے جو اپنے بندہ پر روشن آیتیں اتارتا ہے تاکہ تمہیں

مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ بِكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ⑨ وَ مَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ

اندھیروں سے نور کی طرف لے جائے اور بیشک اللہ تم پر ضرور مہربان رحمت والا ہے○ اور تمہیں کیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ نہ

اللّٰهِ وَ لِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ

کرو حالانکہ آسمانوں اور زمین سب کا وارث اللہ ہی ہے۔تم میں فتح سے پہلے خرچ کرنے والے اور

قٰتَلَ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَ قٰتَلُوْا ؕ وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ

جہاد کرنے والے برابر نہیں ہیں، وہ بعد میں خرچ کرنے والوں اور لڑنے والوں سے مرتبے میں بڑے ہیں اور ان سب سے اللہ نے سب

کوئی معبود نہیں۔ اگر تم اس عہد پر یقین رکھتے ہو تو ایمان لے آؤ۔

آیت 9 ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ وہی ہے جو حضرت جبریل کے واسطے سے اپنے بندے محمد مصطفی صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم پر حکم اور مُمانَعت، حلال اور حرام کے اَحکام پر مشتمل روشن آیتیں اتارتا ہے تاکہ اے میرے نبی صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی امت! یہ رسول صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم تمہیں کفر، شرک، شک، جہالت اور مخالفت کے اندھیروں سے ایمان، توحید، یقین اور علم کی طرف لے جائیں اور بیشک اللہ تعالیٰ تم پر ضرور مہربان اور رحمت والا ہے کہ اس نے تمہاری طرف اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو بھیجا اور ان پر قرآنِ پاک کی آیات نازل فرمائیں۔

آیت 10 ارشاد فرمایا: **اور تمہیں کیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرو۔** یعنی تم کس وجہ سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہیں کررہے حالانکہ آسمانوں اور زمین سب کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے اور تم عارضی مالک ہو تو اپنا مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو تاکہ اس کے بدلے ثواب تو پاسکو۔ مزید فرمایا: **تم میں فتح سے پہلے خرچ کرنے والے اور جہاد کرنے والے برابر نہیں ہیں۔** ارشاد فرمایا کہ: اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے صحابہ! مکہ کی فتح سے پہلے جب کہ مسلمان کم اور کمزور تھے، اس وقت جنہوں نے خرچ کیا اور جہاد کیا وہ فضیلت میں دوسروں کے برابر نہیں اور وہ فتحِ مکہ کے بعد خرچ کرنے والوں اور لڑنے والوں سے درجے کے اعتبار سے بڑے ہیں اور فتح سے پہلے اور بعد خرچ کرنے والوں سے اللہ تعالیٰ نے سب سے اچھی چیز یعنی جنت کا وعدہ فرمالیا ہے۔ **اہم بات:** آیت کے اس حصے ''اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً'' سے معلوم ہوا کہ مہاجرین اور انصار صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے بہت بلند ہے۔ ان کی عظمت کی گواہی خود اللہ تعالیٰ قرآنِ پاک میں دے رہا ہے۔ اس سے وہ لوگ نصیحت حاصل کریں جو ان کی شان میں زبانِ طعن دراز کرتے اور انہیں برے الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔

الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۰﴾ مَنْ ذَا الَّذِىْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ع ١٠/١٧

سے اچھی چیز کا وعدہ فرما لیا ہے اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے ○ کون ہے جو اللہ کو اچھا قرض دے

فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَلَهٗۤ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ﴿۱۱﴾ يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ

تو اللہ اس کیلئے اس کو کئی گنا بڑھا دے گا اور اس کیلئے اچھا اجر ہے ○ جس دن تم مومن مردوں اور ایمان والی عورتوں کو دیکھو گے

يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ بُشْرٰىكُمُ الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِىْ

کہ ان کا نور ان کے آگے اور ان کی دائیں جانب دوڑ رہا ہے (فرمایا جائے گا کہ) آج تمہاری سب سے زیادہ خوشی کی بات وہ جنتیں ہیں

مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۲﴾ يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ

جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں تم ان میں ہمیشہ رہو، یہی بڑی کامیابی ہے ○ جس دن منافق مرد

وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ ۚ قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ

اور منافق عورتیں مسلمانوں سے کہیں گے کہ ہم پر نظر کردو ہم تمہارے نور سے کچھ روشنی حاصل کرلیں، کہا جائے گا: تم اپنے پیچھے لوٹ جاؤ

فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ؕ فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ ؕ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَ

تو وہاں نور ڈھونڈو، جبھی ان کے درمیان ایک دیوار کھڑی کردی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہوگا جس کے اندر کی طرف رحمت اور

آیت 11 ارشاد فرمایا کہ کون ہے جو خوش دلی کے ساتھ اپنا مال راہِ خدا میں خرچ کرے تاکہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس کے خرچ کرنے کا ثواب اسے کئی گنا تک بڑھا کر دے اور اس اضافے کے ساتھ ساتھ اس کے لئے اچھا اجر ہے۔ **اہم بات:** یہاں آیت میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کو قرض سے اس طور پر تعبیر فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اپنی راہ میں خرچ کرنے پر جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔

آیت 12 اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کے بارے میں خبر دی کہ قیامت کے دن تم مومن مَردوں اور ایمان والی عورتوں کو پل صراط پر اس حال میں دیکھو گے کہ ان کے ایمان کا نور ان کے آگے اور ان کی دائیں جانب دوڑ رہا ہے اور وہ نور جنت کی طرف اُن کی راہ نمائی کر رہا ہے (پل صراط سے گزرنے کے بعد) فرمایا جائے گا کہ آج تمہاری سب سے زیادہ خوشی کی بات وہ جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، تم ان میں ہمیشہ رہو گے اور یہی بڑی کامیابی ہے۔

آیت 13 ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن جب مسلمان جنت کی طرف جا رہے ہوں گے تو اس وقت منافق مرد اور منافقہ عورتیں مسلمانوں سے کہیں گے کہ "ہم پر نظر کر دو تاکہ ہم تمہارے نور سے کچھ روشنی حاصل کر لیں اور ہم بھی تمہارے ساتھ چلیں۔ مومنوں کی طرف سے انہیں کہا جائے گا کہ تم جہاں سے آئے تھے وہیں لوٹ جاؤ اور وہاں نور ڈھونڈو۔ اس کے ایک معنیٰ یہ ہیں کہ تم ہمارا نور نہیں پا سکتے لہٰذا نور کی طلب کے لئے پیچھے لوٹ جاؤ۔ پھر وہ نور کی تلاش میں واپس ہوں گے اور کچھ نہ پائیں گے،

Go to Index

ظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ؕ﴿۱۳﴾ يُنَادُوْنَهُمْ اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى وَ لٰكِنَّكُمْ

اس کے باہر کی طرف عذاب ہوگا○ منافق مسلمانوں کو پکاریں گے: کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟ وہ کہیں گے: کیوں نہیں، مگر تم نے

فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَ تَرَبَّصْتُمْ وَ ارْتَبْتُمْ وَ غَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ حَتّٰى جَآءَ

تو اپنی جانوں کو فتنے میں ڈالا اور (مسلمانوں کے نقصان کے) منتظر رہے اور شک میں پڑے رہے اور جھوٹی خواہشات نے تمہیں دھوکے میں ڈالے رکھا

اَمْرُ اللّٰهِ وَ غَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿۱۴﴾ فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ

یہاں تک کہ اللہ کا حکم آگیا اور بڑے فریبی نے تمہیں اللہ کے بارے میں دھوکے میں ڈالے رکھا○ تو آج نہ تم سے کوئی فدیہ لیا جائے گا

وَّ لَا مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ مَاْوٰىكُمُ النَّارُ ؕ هِيَ مَوْلٰىكُمْ ؕ وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۵﴾ اَلَمْ يَاْنِ

اور نہ ہی کھلے کافروں سے۔ تمہارا ٹھکانہ آگ ہے، وہ آگ ہی تمہاری ساتھی ہے اور کیا ہی برا ٹھکانہ ہے ○ کیا

لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَ مَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ ۙ وَ لَا يَكُوْنُوْا

ایمان والوں کیلئے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کی یاد اور اس حق کے لیے جھک جائیں جو نازل ہوا ہے اور مسلمان ان

دوبارہ مومنین کی طرف پھریں گے تو اس وقت ان مومنین اور منافقین کے درمیان ایک دیوار کھڑی کر دی جائے گی اور اس میں ایک دروازہ ہوگا جس سے جنتی جنت میں چلے جائیں گے، اس دروازے کے اندر کی طرف جنت اور اس کے باہر کی طرف عذاب ہوگا۔ یہی دیوار ”اَعراف“ ہے۔

آیت 14 منافق، مسلمانوں کو اس دیوار ”اَعراف“ کے پیچھے سے پکاریں گے اور کہیں گے کہ کیا دنیا میں ہم تمہارے ساتھ عبادات نہیں کرتے تھے؟ مومنین کہیں گے: کیوں نہیں! تم ظاہری طور پر ہمارے ساتھ ہی تھے لیکن تم نے تو منافقت اور کفر اختیار کر کے اپنی جانوں کو فتنے میں ڈالا اور جھوٹی خواہشات نے تمہیں دھوکے میں ڈالے رکھا یہاں تک کہ موت کی صورت میں اللہ تعالیٰ کا حکم آگیا اور بڑے فریبی شیطان نے تمہیں اللہ تعالیٰ کے بارے میں دھوکے میں ڈالے رکھا کہ اللہ تعالیٰ بڑا حلیم ہے، تم پر عذاب نہ کرے گا اور نہ مرنے کے بعد اُٹھنا ہے تو تم اس کے اس فریب میں آگئے۔

آیت 15 جب قیامت کے دن اللہ تعالیٰ منافقوں کو مسلمانوں سے ممتاز کر دے گا تو ارشاد فرمائے گا: اے منافقو! آج تم سے کوئی فدیہ نہیں لیا جائے گا جسے دے کر تم اپنی جان کو عذاب سے بچا سکو اور نہ ہی کھلے کافروں سے فدیہ لیا جائے گا۔ تمہارا ٹھکانا آگ ہے اور وہ آگ کیا ہی برا ٹھکانا ہے۔

آیت 16 **شانِ نزول:** نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم ایک بار مسجد میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنھم کی ایک جماعت کے پاس تشریف لے گئے، وہ آپس میں ہنس رہے تھے۔ آپ اس حال میں آئے کہ چہرۂ انور سرخ تھا۔ آپ نے (ان سے) ارشاد فرمایا: تم ہنس رہے ہو حالانکہ ابھی تک تمہارے رب کی طرف سے امان نہیں آئی کہ اس نے تمہیں بخش دیا ہے اور تمہارے ہنسنے پر یہ آیت نازل ہوئی ہے

كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَ كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ

جیسے نہ ہوں جنہیں پہلے کتاب دی گئی پھر ان پر مدت دراز ہوگئی تو ان کے دل سخت ہوگئے اور ان میں بہت سے

فٰسِقُوْنَ ﴿۱۶﴾ اِعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ

فاسق ہیں ○ جان لو کہ اللہ زمین کو اس کے مرنے کے بعد زندہ کرتا ہے بیشک ہم نے تمہارے لیے نشانیاں بیان فرمادیں تاکہ تم

تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۷﴾ اِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ وَ الْمُصَّدِّقٰتِ وَ اَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعَفُ لَهُمْ

سمجھو ○ بیشک صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں اور وہ جنہوں نے اللہ کو اچھا قرض دیا ان کیلئے کئی گنا بڑھا دیا جائے گا

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، اس ہنسی کا کفارہ کیا ہے؟ ارشاد فرمایا اتنا ہی رونا۔ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کیا ایمان والوں کے لئے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ جب ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے اور قرآن کی آیتیں پڑھی جائیں تو ان کے دل نرم پڑ جائیں۔ مزید فرمایا: **اور مسلمان ان جیسے نہ ہوں جنہیں پہلے کتاب دی گئی۔** آیت کے اس حصے میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ان یہودیوں اور عیسائیوں کی مشابہت اختیار کرنے سے منع فرمایا جنہیں ان سے پہلے کتاب (تورات اور انجیل) دی گئی، جب ان پر (ان کے اور ان کے انبیاءِ کرام علیہم السّلام کے درمیان کی) مدت دراز ہوگئی تو (ان کا حال یہ ہوا کہ) انہوں نے اپنے ہاتھوں سے اللہ تعالیٰ کی کتاب میں تبدیلی کر دی اور اس کے بدلے تھوڑی سی قیمت حاصل کرلی اور اپنے علما اور راہبوں کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ اپنا رب مان لیا تو اس وقت ان کے دل سخت ہوگئے اور (اس سختی کی وجہ سے ان کا یہ حال ہوا کہ وہ) کسی نصیحت کو قبول نہیں کرتے۔ **اہم بات:** اس آیتِ مبارکہ کو سن کر بہت سے لوگ اپنے گناہوں سے تائب ہوئے اور ولایت کی عظیم منازل پر فائز ہوئے۔ **درس:** اس آیت سے وہ لوگ نصیحت حاصل کریں جو اپنی صورت اور سیرت یہودیوں اور عیسائیوں جیسی بناتے ہیں اور وہ لوگ بھی نصیحت حاصل کریں جو مسلمان کہلانے کے باوجود مسلمانوں کو یہودی اور عیسائی کے طور طریقے اپنانے کی کسی بھی انداز میں ترغیب دیتے ہیں۔

آیت 17 فرمایا کہ اے لوگو! تم جان لو کہ زمین کے خشک ہوجانے کے بعد اللہ تعالیٰ بارش برسا کر اور سبزہ اگا کر زمین کو زندہ کرتا ہے اور ایسے ہی دِلوں کو سخت ہوجانے کے بعد نرم کرتا ہے اور انہیں علم و حکمت سے زندگی عطا فرماتا ہے۔ مزید فرمایا کہ اے لوگو! بیشک ہم نے تمہارے لیے اپنی وحدانیَّت اور قدرت پر دلالت کرنے والی نشانیاں بیان فرمادیں تاکہ تم ان سے اللہ تعالیٰ کی قدرت کو سمجھو۔ **اہم باتیں:** (1) دل کی نرمی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے اور دل کی سختی بہت بڑی آفت ہے کیونکہ دل کی سختی کا انجام یہ ہوتا ہے کہ اس میں وعظ و نصیحت اثر نہیں کرتا، انسان کبھی اپنے سابقہ گناہوں کو یاد کرکے نہیں روتا۔ (2) دل کی سختی کے مختلف اَسباب اور علامات ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غفلت برتنا، موت کو یاد نہ کرنا۔ بے کار باتیں زیادہ کرنا اور فحش گوئی کرنا وغیرہ۔

آیت 18 ارشاد فرمایا کہ بیشک وہ مرد اور عورتیں جنہوں نے خوش دلی اور نیک نیت کے ساتھ حق داروں کو صدقہ دیا اور راہِ خدا میں خرچ کیا تو ان کا ثواب کئی گنا بڑھا دیا جائے گا اور ان کے لیے عزت کا ثواب ہے اور وہ جنت ہے۔

وَلَهُمْ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ۝۱۸ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ ۖۗ

اور ان کے لئے عزت کا ثواب ہے ○ اور وہ جو اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائیں وہی اپنے رب کے نزدیک صدّیق

وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ

اور گواہ ہیں۔ان کے لیے ان کا ثواب ہے اور ان کا نور ہے اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتیں جھٹلائیں

اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۝۱۹ اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ ع ۲ ۹ ۱۸

وہ دوزخی ہیں ○ جان لو کہ دنیا کی زندگی تو صرف کھیل کود اور زینت اور آپس میں فخرو غرور کرنا

وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ؕ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ

اور مالوں اور اولاد میں ایک دوسرے پر زیادتی چاہنا ہے۔(دنیا کی زندگی ایسے ہے) جیسے وہ بارش جس کا اُگایا ہوا سبزہ کسانوں کو اچھا لگا پھر

فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا ؕ وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ

وہ سبزہ سوکھ جاتا ہے تو تم اسے زرد دیکھتے ہو پھر وہ پامال کیا ہوا (بے کار) ہو جاتا ہے اور آخرت میں سخت عذاب ہے اور اللہ کی طرف سے بخشش

وَرِضْوَانٌ ؕ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ۝۲۰ سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ

اور اس کی رضا (بھی ہے) اور دنیا کی زندگی تو صرف دھوکے کا سامان ہے ○ اپنے رب کی بخشش اور

آیت 19 ارشاد فرمایا کہ وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائیں وہی کامل سچے اور گزری ہوئی امتوں میں سے جھٹلانے والوں پر اللہ تعالیٰ کے گواہ ہیں۔ان کے لیے ان کے نیک عمل کا ثواب ہے جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے اور ان کا وہ نور ہے جو حشر میں ان کے ساتھ ہو گا اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری قدرت و وحدانیّت پر دلالت کرنے والی آیتیں جھٹلائیں وہ دوزخی ہیں۔

آیت 20 اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دنیا کے بارے میں پانچ چیزیں اور ایک مثال بیان فرمائی ہے۔وہ پانچ چیزیں یہ ہیں (1،2) دنیا کی زندگی تو صرف کھیل کود ہے جو کہ بچوں کا کام ہے اور صرف اس کے حصول میں محنت و مشقت کرتے رہنا وقت ضائع کرنے کے سوا کچھ نہیں۔(3) دنیا کی زندگی زینت و آرائش کا نام ہے جو کہ عورتوں کا شیوہ ہے۔(4،5) دنیا کی زندگی آپس میں فخر و غرور کرنے اور مال اور اولاد میں ایک دوسرے پر زیادتی چاہنے کا نام ہے۔اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے دُنْیَوی زندگی کی ایک مثال ارشاد فرمائی کہ دنیا کی زندگی ایسی ہے جیسے وہ بارش جس کا اُگایا ہوا سبزہ کسانوں کو اچھا لگتا ہے، پھر وہ سبزہ کسی زمینی یا آسمانی آفت کی وجہ سے سوکھ جاتا ہے تو تم اس کا سبز رنگ جاتے رہنے کے بعد اسے زرد دیکھتے ہو، پھر وہ پامال کیا ہوا بے کار ہو جاتا ہے۔یہی حال دنیا کی اس زندگی کا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ دنیا کی زندگی تو صرف دھوکے کا سامان ہے۔

آیت 21 اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے لوگو! دنیا کی زندگی قلیل ہے تو نیک اعمال کرنے میں جلدی کرو اور ایک دوسرے سے

جَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۙ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ؕ

اس جنت کی طرف ایک دوسرے سے آگے بڑھ جاؤ جس کی چوڑائی آسمان وزمین کی وسعت جیسی ہے۔ اللہ اور اس کے سب رسولوں پر

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿٢١﴾ مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ

ایمان لانے والوں کیلئے تیار کی گئی ہے، یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے اور اللہ بڑے فضل والا ہے ○ زمین میں اور تمہاری جانوں میں

فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ

جو مصیبت پہنچتی ہے وہ ہمارے اسے پیدا کرنے سے پہلے (ہی) ایک کتاب میں (لکھی ہوئی) ہے بیشک یہ اللہ پر

يَسِيْرٌ ﴿٢٢﴾ لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ

آسان ہے ○ تاکہ تم اس پر غم نہ کھاؤ جو تم سے جاتی رہے اور اس پر اتراؤ نہیں جو تمہیں اللہ نے دیا ہے اور اللہ ہر متکبر،

آگے بڑھ جاؤ جن کی وجہ سے تم اللہ تعالیٰ کی بخشش اور جنت کے حق دار ٹھہرو جس کی چوڑائی ایسی ہے کہ ساتوں آسمان اور ساتوں زمینوں کے ٹکڑے ایک دوسرے سے ملا دیئے جائیں تو جتنے چوڑے وہ ہوں گے اتنی جنت کی چوڑائی ہے۔ یہ جنت ان لوگوں کے لئے تیار کی گئی ہے جو ایمان لاتے ہیں۔ یہ اللہ کا فضل ہے جو اس نے مسلمانوں پر فرمایا اور اللہ تعالیٰ اپنا فضل اپنی مخلوق میں سے جسے چاہے دے اور اللہ تعالیٰ لوگوں پر بڑا فضل فرمانے والا ہے۔ **اہم بات:** دعائے مغفرت نہایت محبوب شے ہے لٰہذا مسلمان بندے کو اپنی بخشش کی دعا کرتے رہنا چاہیے۔

آیت 22 اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قضا کا بیان فرمایا ہے کہ اے لوگو! زمین میں قحط کی، پھلوں کی کمی کی اور کھیتیوں کے تباہ ہونے کی، اسی طرح تمہاری جانوں میں بیماریوں کی اور اولاد کے غموں کی جو مصیبت تمہیں پہنچتی ہے وہ ہمارے اسے (یعنی زمین کو یا جانوں کو یا مصیبت کو) پیدا کرنے سے پہلے ہی ہماری ایک کتاب لوحِ محفوظ میں لکھی ہوئی ہوتی ہے اور انہیں لوحِ محفوظ میں لکھ دینا ہمارے لئے آسان ہے۔ **اہم بات:** بندے کو پہنچنے والی ہر مصیبت اس کی تقدیر میں لکھی ہوئی ہے اور ہر مصیبت اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہی پہنچتی ہے البتہ بعض مصیبتیں بعض وجوہات کی بنا پر بھی آتی ہیں اور یہ وجوہات بھی لوحِ محفوظ میں لکھی ہوئی ہیں۔

آیت 23 فرمایا کہ تمہیں پہنچنے والی مصیبتیں لوحِ محفوظ میں لکھ دینے کی حکمت یہ ہے کہ دنیا کا جو سامان تمہارے ہاتھ سے جاتا رہے تم اس پر غم نہ کھاؤ اور دنیا کا جو سامان اللہ تعالیٰ نے تمہیں دیا ہے تم اس پر خوش نہ ہو اور یہ سمجھ لو کہ جو اللہ تعالیٰ نے مقدر فرمایا ہے ضرور ہونا ہے مزید فرمایا کہ اللہ ہر متکبر، بڑائی جتانے والے کو ناپسند کرتا ہے۔ **اہم بات:** یہاں غم کی مذمت بیان ہوئی ہے اِس غم سے مراد انسان کی وہ حالت ہے جس میں صبر نہ ہو اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر راضی رہنا نہ پایا جائے اور ثواب کی امید بھی آدمی نہ رکھے جبکہ خوشی سے وہ اترانا مراد ہے جس میں آدمی شکر سے غافل ہو جائے البتہ وہ رنج وغم جس میں بندہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو اور اس کی رضا پر راضی ہو ایسے ہی وہ خوشی جس پر حق تعالیٰ کا شکر گزار ہو ممنوع نہیں۔

Go to Index

فَخُوْرِۣ ۝٢٣ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ

بڑائی جتانے والے کو ناپسند کرتا ہے ○ وہ جو بخل کریں اور لوگوں کو بخل کرنے کا کہیں اور جو منہ پھیرے تو بیشک اللہ ہی

هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۝٢٤ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ

بے نیاز، حمد کے لائق ہے ○ بیشک ہم نے اپنے رسولوں کو روشن دلیلوں کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور عدل کی ترازو اتاری

لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَ

تاکہ لوگ انصاف پر قائم ہوں اور ہم نے لوہا اتارا، اس میں سخت لڑائی (کا سامان) ہے اور لوگوں کیلئے فائدے ہیں اور

لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝٢٥ ع وَلَقَدْ — ع ٣ ٦ ١٩

تاکہ اللہ اس شخص کو دیکھے جو بغیر دیکھے اللہ اور اس کے رسولوں کی مدد کرتا ہے، بیشک اللہ قوت والا، غالب ہے ○ اور بیشک

آیت 24 اس آیت کی دو تفسیریں ہیں: (1) اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو پسند نہیں فرماتا جو اس مال کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں اور نیک کاموں میں خرچ نہیں کرتے اور لوگوں کو بھی بخل کرنے کا حکم دیتے ہیں اور اپنا مال روک لینے کی ترغیب دیتے ہیں اور جو واجب صدقات سے منہ پھیرے تو بیشک اللہ تعالیٰ ہی تمام مخلوق سے بے نیاز اور حمد کے لائق ہے۔ (2) وہ یہودی جو سابقہ کتابوں میں لکھے ہوئے تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے اوصاف چھپاتے ہیں اور ان کے اوصاف بیان کرنے سے خود بھی بخل کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی اس کا حکم دیتے ہیں تو ان کے لئے سخت وعید ہے اور جو ایمان لانے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرنے سے منہ پھیرے تو بیشک اللہ تعالیٰ ہی اپنی تمام مخلوق سے بے نیاز اور حمد کے لائق ہے تو ان سے کس طرح بے نیاز نہ ہوگا۔ **اہم بات:** اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرنے سے بخل کرنا، لوگوں کو بخل کرنے کی ترغیب دینا، یونہی حضور پُر نور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے اوصاف چھپانا اور ان اوصاف کو چھپانے کی ترغیب دینا انتہائی مذموم اعمال ہیں۔

آیت 25 اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو ان کی امتوں کی طرف روشن دلیلوں کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ ان چیزوں کو نازل فرمایا: (1) دین کے اَحکام اور مسائل بیان کرنے والی کتاب۔ (2) ترازو۔ ایک قول یہ ہے کہ یہاں ترازو سے مراد عدل ہے۔ معنیٰ یہ ہے کہ ہم نے عدل کا حکم دیا، اور ایک قول یہ ہے کہ ترازو سے وزن کرنے کا آلہ ہی مراد ہے اور ترازو سے مقصود یہ ہے کہ لوگ آپس میں تول کر چیزیں لینے دینے کے معاملے میں انصاف پر قائم ہوں اور کوئی کسی کی حق تَلفی نہ کرے۔ (3) لوہا۔ مفسرین نے فرمایا کہ یہاں آیت میں "اتارنا" پیدا کرنے کے معنیٰ میں ہے اور مراد یہ ہے کہ ہم نے لوہا پیدا کیا اور لوگوں کو اس کی صنعت کا علم دیا۔ لوہے کا فائدہ یہ ہے کہ اس میں انتہائی سخت قوت ہے، یہی وجہ ہے کہ اس سے اسلحہ اور جنگی سامان بنائے جاتے ہیں اور اس میں لوگوں کیلئے اور بھی فائدے ہیں کہ لوہا صنعتوں اور دیگر پیشوں میں بہت کام آتا ہے۔ آیت کے آخر میں ارشاد فرمایا کہ لوہا نازل کرنے سے مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو دیکھے جو جہاد میں لوہے کو استعمال کر کے اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کرتا ہے حالانکہ اس نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا نہیں ہوا، بیشک اللہ تعالیٰ قوت والا، غالب ہے۔

آیت 26 اس آیت کا معنیٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہما السّلام کو منصبِ رسالت سے مُشرّف فرمایا اور

اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّ اِبْرٰهِيْمَ وَ جَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَ الْكِتٰبَ فَمِنْهُمْ مُّهْتَدٍ ۚ وَ كَثِيْرٌ

ہم نے نوح اور ابراہیم کو بھیجا اور ان کی اولاد میں نبوت اور کتاب رکھی تو ان میں کوئی ہدایت یافتہ ہے اور ان میں

مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿٢٦﴾ ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلٰۤى اٰثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا وَ قَفَّيْنَا بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ

بہت زیادہ فاسق ہیں ○ پھر ہم نے ان کے پیچھے ان کے قدموں کے نشانات پر اپنے (مزید) رسول بھیجے اور ان کے پیچھے عیسیٰ بن مریم کو بھیجا

وَ اٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ ۙ۬ وَ جَعَلْنَا فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّ رَحْمَةً ؕ وَ رَهْبَانِيَّةَ

اور اسے انجیل عطا فرمائی اور اس کے پیروکاروں کے دل میں نرمی اور رحمت رکھی اور رہبانیت (دنیا سے قطع تعلقی) کو

ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ

انہوں نے خود ایجاد کیا، ہم نے ان پر یہ مقرر نہ کیا تھاہاں اللہ کی رضا طلب کرنے کے لئے (انہوں نے یہ بدعت ایجاد کی) پھر اس کی ویسی رعایت نہ کی

نبوت اور کتاب ان دونوں کی اولاد میں رکھی۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے بعد تمام انبیا علیہم السّلام ان کی اولاد سے ہوئے اور چاروں کتابیں یعنی تورات، انجیل، زبور اور قرآنِ پاک حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی اولاد میں سے منصبِ رسالت پر فائز ہونے والوں پر نازل ہوئیں۔ آخر میں ارشاد فرمایا کہ ان دونوں رسولوں کی اولاد میں سے کچھ لوگ ہدایت یافتہ ہیں اور ان میں بہت زیادہ فاسق ہیں۔

آیت 27 اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہما السّلام کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السّلام تک رسول بھیجے اور ان کے بعد حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السّلام کو بھیجا اور انہیں انجیل عطا فرمائی اور دین میں ان کی پیروی کرنے والے آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ محبت و شفقت رکھتے ہیں اور راہب بننا یعنی پہاڑوں وغیرہ میں خَلْوَت نشین ہونے، دنیا سے میل جول ترک کرنے، عبادتوں میں اپنے اوپر زائد مشقتیں بڑھا لینے، نکاح نہ کرنے، نہایت موٹے کپڑے پہننے کے عمل کو انہوں نے خود ایجاد کیا تھا اللہ تعالیٰ نے ان پر یہ چیزیں مقرر نہ کی تھیں، البتہ یہ بدعت انہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا طلب کرنے کے لئے ایجاد کی لیکن پھر ان کے بعد والے اس کی ویسی رعایت نہ کر سکے جیسی رعایت کرنے کا حق تھا بلکہ اس کو ضائع کر دیا اور تَثْلِیث و اتحاد (یعنی تین خدا ماننے اور حضرت عیسیٰ علیہ السّلام میں خدائی اور انسانیّت کا اتحاد ماننے) میں مبتلا ہوئے اور حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے دین سے کفر کر کے اپنے بادشاہوں کے دین میں داخل ہو گئے اور ان میں سے کچھ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے دین پر قائم رہے تو ان ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ نے ان کا ثواب عطا کیا اور ان میں سے بہت سے لوگ جنہوں نے رہبانیّت کو ترک کیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے دین سے مُنْحَرِف ہو گئے تو وہ نافرمان ہیں۔ **اہم بات:** اس آیت سے معلوم ہوا کہ بدعت یعنی دین میں کسی بات کا نکالنا اگر وہ بات نیک ہو اور اس سے رضائے الٰہی مقصود ہو تو اس پر ثواب ملتا ہے اسے جاری رکھنا چاہیے اور ایسی بدعت کو بدعتِ حَسَنہ کہتے ہیں البتہ دین میں بری بات نکالنا بدعتِ سَیِّئہ کہلاتا ہے، وہ ناجائز ہے اور بدعتِ سَیِّئہ حدیث شریف میں وہ بتائی گئی ہے جو خلافِ سنت ہو، اس کے نکالنے سے کوئی سنت اُٹھ جائے۔ اس سے ہزارہا مسائل کا فیصلہ ہو جاتا ہے جن میں آج کل لوگ اختلاف کرتے ہیں اور اپنی ہوائے نفسانی سے ایسے

رِعَايَتِهَا ۚ فَاٰتَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ اَجْرَهُمْ ۚ وَ كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿٢٧﴾ يٰاَيُّهَا

جیسی رعایت کرنے کا حق تھا تو ان میں ایمان والوں کو ہم نے ان کا ثواب عطا کیا اور ان میں سے بہت سے نافرمان ہیں ○ اے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَ يَجْعَلْ لَّكُمْ

ایمان لانے والو! اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ تو وہ اپنی رحمت کے دو حصے تمہیں عطا فرمائے گا اور وہ تمہارے لیے

نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٢٨﴾ لِّئَلَّا يَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ

ایک ایسا نور کر دے گا جس کے ذریعے تم چلو گے اور وہ تمہیں بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ○ تاکہ اہلِ کتاب جان لیں

اَلَّا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَ اَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ

کہ وہ اللہ کے فضل میں سے کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتے اور یہ کہ سارا فضل اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے

وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿٢٩﴾ ع

اور اللہ بڑے فضل والا ہے ○

ربع

اُمورِ خیر کو بدعت بتا کر منع کرتے ہیں جن سے دین کی تقویت و تائید ہوتی ہے ایسے اُمور کو بدعت بتانا قرآنِ مجید کی اس آیت کے صریح خلاف ہے۔

آیت 28 اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اہلِ کتاب کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السّلام پر ایمان لانے والو! رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے معاملے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس کے رسول محمد مصطفی صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم پر ایمان لاؤ تو اللہ تعالیٰ تمہیں دگنا اجر دے گا کیونکہ تم پہلی کتاب اور پہلے نبی پر بھی ایمان لائے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم اور قرآنِ پاک پر بھی ایمان لائے اور وہ قیامت کے دن تمہارے لیے پل صراط پر ایک ایسا نور کر دے گا جس (کی روشنی) کے ذریعے تم چلو گے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم پر ایمان لانے سے پہلے کے تمہارے سب گناہ بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

آیت 29 **شانِ نزول:** جب اوپر والی آیت نازل ہوئی اور اس میں اہلِ کتاب میں سے مومنین کو سرکارِ دوعالَم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے اوپر ایمان لانے پر دُگنے اجر کا وعدہ دیا گیا تو اہلِ کتاب میں سے کفار نے کہا: اگر ہم حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم پر ایمان لائیں تو ہمیں دُگنا اجر ملے گا ورنہ ہمارے لئے ایک اجر رہے گا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور اُن کے اس خیال کو رد کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے اہلِ کتاب کو آخری نبی پر ایمان لانے کا حکم اس لئے دیا ہے تاکہ اہلِ کتاب جان لیں کہ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم پر ایمان لائے بغیر وہ اللہ تعالیٰ کے فضل یعنی دُگنے اجر، نور اور مغفرت میں سے کچھ نہیں پاسکتے اور وہ یہ بھی جان لیں کہ سارا فضل اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے دیتا ہے کیونکہ وہ قادر اور مختار ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

اٰیاتها ٢٢ | ٥٨ سُوۡرَةُ الۡمُجَادَلَةِ مَدَنِيَّةٌ ١٠٥ | رکوعاتها ٣

سورۂ مجادلہ مدنیہ ہے، اس میں بائیس آیتیں اور تین رکوع ہیں

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

قَدۡ سَمِعَ اللّٰهُ قَوۡلَ الَّتِىۡ تُجَادِلُكَ فِىۡ زَوۡجِهَا وَتَشۡتَكِىۡۤ اِلَى اللّٰهِ ‌ۖ وَاللّٰهُ

بیشک اللہ نے اس عورت کی بات سن لی جو اپنے شوہر کے معاملے میں آپ سے بحث کررہی ہے اور اللہ کی بارگاہ میں شکایت کرتی ہے اور اللہ

سورۂ مجادلہ کا تعارف یہ سورت مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں 3 رکوع اور 22 آیتیں ہیں۔ بحث اور تکرار کرنے والی عورت کو عربی میں ''مُجَادِلَة'' کہتے ہیں اور اس سورت کی پہلی آیت میں حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کی نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے ظِہار کے مسئلے میں ہونے والی بحث کا ذکر ہے، اس مناسبت سے اس کا نام ''سورۂ مجادلہ'' رکھا گیا۔ **خلاصۂ مضامین:** اس سورت میں ظہار اور اس کے کفارے سے متعلق شرعی احکام اور مجلس کے چند آداب کا بیان، مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے احکامات پر عمل کرنے کی ترغیب، علماءِ دین کی تعریف اور ان کے مرتبہ و مقام کا بیان ہے، نیز اس سورت کے آخر میں بیان کیا گیا کہ مسلمان کافروں سے محبت نہ رکھیں اگرچہ وہ ان کے باپ، بیٹے، بھائی اور خاندان کے لوگ ہی کیوں نہ ہوں۔

آیت 1 **شانِ نزول:** حضرت اوس بن صامت رضی اللہ عنہ نے کسی بات پر اپنی زوجہ حضرت خولہ بنتِ ثعلبہ رضی اللہ عنہا سے کہا: تو مجھ پر میری ماں کی پشت کی مثل ہے۔ یہ کلمہ زمانۂ جاہلیّت میں طلاق شمار کیا جاتا تھا، تو حضرت اَوس رضی اللہ عنہ نے اپنی زوجہ سے کہا: میرے خیال میں تو مجھ پر حرام ہوگئی ہے۔ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے سرکارِ دوعالَم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی خدمت میں سارا واقعہ ذکر کیا تو پرانے دستور کے مطابق جواب ملا کہ ظہار سے عورت حرام ہو جاتی ہے۔ آپ نے بحث و تکرار کی اور جب اپنی خواہش کے مطابق جواب نہ پایا تو آسمان کی طرف سر اُٹھا کر کہنے لگیں: یا اللہ! عزّوجلّ، میں تجھ سے اپنی بے کسی اور پریشان حالی کی شکایت کرتی ہوں، میرے حق میں ایسا حکم نازل فرما جس سے میری مصیبت دور ہو جائے۔ اس کے بعد یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے پیارے حبیب! بیشک اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی بات سن لی جو اپنے شوہر کے معاملے میں آپ سے بحث کررہی ہے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے حال اور فاقے کی شکایت کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ تم دونوں کی آپس میں ہونے والی گفتگو سن رہا ہے، بیشک جو اللہ تعالیٰ سے مناجات کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی مناجات کو سننے والا اور شکایت کرنے والے کو دیکھنے والا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) حضرت خولہ بنتِ ثعلبہ رضی اللہ عنہا کا سرکارِ دوعالَم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے بحث و تکرار کرنا مخالفت یا مقابلہ کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ کرم طلب کرنے کے لیے تھا۔ (2) اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بے صبری کی شکایت بری ہے، بقیہ اپنی پریشانی دور کرنے کے لئے عرض کرنا تو دعا کہلاتا ہے۔

يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَاؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ۝١ اَلَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآىِٕهِمْ

تم دونوں کی گفتگو سن رہا ہے، بیشک اللہ خوب سننے والا، خوب دیکھنے والا ہے ○ تم میں سے وہ لوگ جو اپنی بیویوں کو اپنی ماں جیسی کہہ بیٹھتے ہیں

مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْؕ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـِٔیْ وَلَدْنَهُمْؕ وَاِنَّهُمْ لَیَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا

وہ ان کی مائیں نہیں، ان کی مائیں تو وہی ہیں جنھوں نے انہیں جنم دیا اور بیشک وہ ضرور ناپسندیدہ اور

مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًاؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ۝٢ وَالَّذِیْنَ یُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآىِٕهِمْ

بالکل جھوٹ بات کہتے ہیں اور بیشک اللہ ضرور بہت معاف کرنے والا، بہت بخشنے والا ہے ○ اور وہ جو اپنی بیویوں کو اپنی ماں جیسی کہیں

ثُمَّ یَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِیْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّتَمَآسَّاؕ ذٰلِكُمْ

پھر اپنی کہی ہوئی بات کا تدارک (تلافی) کرنا چاہیں تو (اس کا کفارہ) میاں بیوی کے ایک دوسرے کو چھونے سے پہلے ایک غلام آزاد کرنا ہے یہ وہ ہے

آیت 2 فرمایا کہ تم میں سے وہ لوگ جو اپنی بیویوں سے ظہار کرتے اور انہیں اپنی ماں جیسی کہہ بیٹھتے ہیں، اس سے وہ ان کی مائیں نہیں ہو گئیں بلکہ ان کی مائیں تو وہی ہیں جنھوں نے انہیں جنم دیا ہے اور بیشک ظہار کرنے والے بیویوں کو ماں کہہ کر بالکل جھوٹ بات کہتے ہیں، بیوی کو کسی طرح ماں کے ساتھ تشبیہ دینا ٹھیک نہیں اور بیشک اللہ تعالیٰ انہیں ضرور معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔ **ظہار کی تعریف:** ظہار کے یہ معنی ہیں کہ اپنی زوجہ یا اُس کے کسی جُزْوِ شائع یا ایسے جز کو جو کُل سے تعبیر کیا جاتا ہو، ایسی عورت سے تشبیہ دینا جو اس پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو، یا اس کے کسی ایسے عُضْوْ سے تشبیہ دینا جس کی طرف دیکھنا حرام ہو، مثلاً (بیوی سے) کہا: تو مجھ پر میری ماں کی مثل ہے، یا (یوں کہا کہ) تیرا سر، یا تیری گردن، یا تیرا نصف میری ماں کی پیٹھ کی مثل ہے۔ ظہار کا حکم یہ ہے کہ جب تک کفارہ نہ دیدے اُس وقت تک اُس عورت سے جماع کرنا، یا شہوت کے ساتھ اُس کا بوسہ لینا، یا اُس کو چھونا، یا اُس کی شرمگاہ کی طرف نظر کرنا حرام ہے اور کفارہ سے پہلے جماع کر لیا تو توبہ کرے اور اُس کے لیے کوئی دوسرا کفارہ واجب نہ ہوا، مگر پھر ایسا نہ کرے اور عورت کو بھی یہ جائز نہیں کہ شوہر کو قربت کرنے دے۔ **نوٹ:** مزید تفصیل کے لیے اسی مقام پر صراط الجنان کا مطالعہ فرمائیں۔

آیت 3 اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ لوگ جو اپنی بیویوں سے ظہار کریں، پھر اس ظہار کی وجہ سے ہونے والی حرمت کو ختم کرنا چاہیں تو ان پر ظہار کا کفارہ ادا کرنا لازم ہے، لہٰذا اُن پر ضروری ہے کہ ایک دوسرے کو چھونے سے پہلے ایک غلام آزاد کریں، یہ وہ حکم ہے جس کے ذریعے تمہیں نصیحت کی جاتی ہے تاکہ تم دوبارہ ظہار نہ کرو اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرو، بیشک اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں سے خبردار ہے اور وہ تمہیں ان کی جزا دے گا۔ **شرعی احکام:** (1) ظہار کرنے والا حق زوجیت کی ادائیگی کا ارادہ کرے تو کفارہ واجب ہے اور اگر یہ چاہے کہ حق زوجیت ادا نہ کرے اور عورت اُس پر حرام ہی رہے تو کفارہ واجب نہیں اور اگر حق زوجیت کی ادائیگی کا ارادہ تھا مگر زوجہ کا انتقال ہو گیا تو کفارہ واجب نہ رہا۔ (2) جب غلام آزاد کرنے پر قدرت ہے اگرچہ وہ خدمت کا غلام ہو تو کفارہ آزاد کرنے ہی سے ادا ہو گا اور اگر غلام کی اِستطاعت نہ ہو خواہ ملتا نہیں یا اِس کے پاس اُس کی قیمت نہیں تو کفارہ میں مسلسل دو مہینے کے روزے رکھے۔

تُوۡعَظُوۡنَ بِهٖ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِيۡرٌ ۝٣ فَمَنۡ لَّمۡ يَجِدۡ فَصِيَامُ شَهۡرَيۡنِ

جس کی تمہیں نصیحت کی جاتی ہے اور اللہ تمہارے کاموں سے خوب خبردار ہے ○ پھر جو شخص (غلام) نہ پائے تو میاں بیوی کے ایک دوسرے کو

مُتَتَابِعَيۡنِ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ يَّتَمَآسَّا ؕ فَمَنۡ لَّمۡ يَسۡتَطِعۡ فَاِطۡعَامُ سِتِّيۡنَ مِسۡكِيۡنًا ؕ

چھونے سے پہلے لگاتار دو مہینے کے روزے رکھنا (شوہر پر لازم ہے) پھر جو (روزے کی) طاقت نہ رکھتا ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا (لازم ہے)

ذٰلِكَ لِتُؤۡمِنُوۡا بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ ؕ وَتِلۡكَ حُدُوۡدُ اللّٰهِ ؕ وَلِلۡكٰفِرِيۡنَ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ ۝٤

یہ اس لیے کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھو اور یہ اللہ کی حدیں ہیں اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے○

اِنَّ الَّذِيۡنَ يُحَآدُّوۡنَ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ كُبِتُوۡا كَمَا كُبِتَ الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ

بیشک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں انہیں ذلیل و رسوا کر دیا جائے گا جیسے ان سے پہلے لوگ ذلیل و رسوا کر دیئے گئے

وَقَدۡ اَنۡزَلۡنَاۤ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ؕ وَلِلۡكٰفِرِيۡنَ عَذَابٌ مُّهِيۡنٌ ۝٥ ۚ يَوۡمَ يَبۡعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيۡعًا

اور بیشک ہم نے روشن آیتیں اتاریں اور کافروں کے لیے رسوا کر دینے والا عذاب ہے○ جس دن اللہ ان سب کو (دوبارہ زندہ کر کے) اٹھائے گا

آیت 4 اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ پھر جسے غلام نہ ملے تو اس صورت میں ظِہار کا کفارہ یہ ہے کہ میاں بیوی کے ایک دوسرے کو چھونے سے پہلے لگاتار دو مہینے کے روزے رکھنا شوہر پر لازم ہے، پھر جو اتنے روزے رکھنے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اس صورت میں ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا شوہر پر لازم ہے۔ یہ حکم اس لیے دیا گیا ہے تاکہ تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم پر ایمان رکھو، ان کی فرمانبرداری کرو اور جاہلیّت کے طریقے چھوڑ دو اور یہاں جو ظِہار اور اس کے کفارے کے اَحکام بیان ہوئے یہ اللہ تعالیٰ کی حدیں ہیں، ان کو توڑنا اور ان سے تجاوُز کرنا جائز نہیں اور کافروں کے لیے قیامت کے دن دردناک عذاب ہے۔

آیت 5 اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ بیشک وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کے احکام کی مخالفت کرتے ہیں وہ (دنیا میں) ایسے ہی ذلیل کئے جائیں گے جیسے ان سے پہلے لوگ رسولوں علیہم السّلام کی مخالفت کرنے کے سبب ذلیل و رسوا کیے گئے اور یہ ذلت اس لئے ہو گی کہ بیشک ہم نے رسولوں علیہم السّلام کی صداقت پر دلالت کرنے والی اور واضح احکام پر مشتمل روشن آیتیں اتاریں تو انہوں نے مخالفت کی، جبکہ آخرت میں ان کافروں کے لیے رسوا کر دینے والا عذاب ہے۔ **اہم بات:** حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی مخالفت اللہ تعالیٰ کی مخالفت ہے۔

آیت 6 فرمایا کہ کافروں کو رسوا کر دینے والا عذاب اس دن ہو گا جس دن اللہ تعالیٰ ان سب کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرے گا یہاں تک کہ کسی ایک کو باقی نہ چھوڑے گا، پھر انہیں رسوا کرنے کیلئے ان کے اعمال بتائے گا (کیونکہ) اللہ تعالیٰ نے ان کے تمام اعمال کو گن رکھا ہے جبکہ وہ لوگ بے فکری کے سبب دنیا میں کئے ہوئے اپنے اعمال بھول گئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ ہر چیز پر گواہ ہے اور اس سے کچھ بھی چھپا ہوا نہیں ہے۔

ع ٦

فَیُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ اَحْصٰىهُ اللّٰهُ وَ نَسُوْهُ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ ۠ ﴿۶﴾

پھر وہ انہیں ان کے اعمال بتائے گا، اللہ نے ان اعمال کو گن رکھا ہے اور وہ لوگ انہیں بھول گئے ہیں اور اللہ ہر چیز پر گواہ ہے○

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ ؕ مَا یَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ

(اے بندے!) کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے۔ جہاں کہیں تین شخصوں کی سرگوشی ہو

اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَ لَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَ لَاۤ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَ لَاۤ اَكْثَرَ

توان میں چوتھا اللہ ہی ہے اور پانچ کی سرگوشی ہو تو وہ اللہ ہی ان کا چھٹا ہوتا ہے اور اس سے کم اور اس سے زیادہ جتنے بھی لوگ ہوں،

اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَیْنَ مَا كَانُوْا ۚ ثُمَّ یُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ

اللہ ان کے ساتھ ہوتا ہے وہ جہاں کہیں بھی ہوں پھر اللہ انہیں قیامت کے دن بتادے گا جو کچھ انہوں نے کیا، بیشک اللہ ہر چیز کو

عَلِیْمٌ ﴿۷﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ نُهُوْا عَنِ النَّجْوٰى ثُمَّ یَعُوْدُوْنَ لِمَا نُهُوْا عَنْهُ

خوب جانتا ہے○ کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جنہیں پوشیدہ مشوروں سے منع فرمایا گیا تھا پھر وہ اسی کام کی طرف لوٹتے ہیں جس سے انہیں منع کیا گیا تھا

آیت 7 آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے سننے والے! کیا تو نے نہ دیکھا کہ جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب اللہ تعالیٰ جانتا ہے، اس سے کچھ بھی پوشیدہ نہیں حتّٰی کہ جہاں کہیں تین شخص سرگوشی سے بات کریں اور اپنے راز آپس میں ایک دوسرے کو آہستہ آواز سے بتائیں تو ان میں چوتھا اللہ تعالیٰ ہی ہے جو ان کا مشاہدہ کرتا ہے، ان کی سرگوشی اور ان کے رازوں کو جانتا ہے اور اگر پانچ لوگ سرگوشی سے بات کریں تو وہ اللہ تعالیٰ ہی ان کا چھٹا ہوتا ہے اور (یہ چیز اسی تعداد پر موقوف نہیں بلکہ) تین سے کم اور پانچ سے زیادہ جتنے بھی لوگ ہوں، اللہ تعالیٰ اپنے علم و قدرت سے ان سب کے ساتھ ہوتا ہے پھر اللہ تعالیٰ انہیں قیامت کے دن بتادے گا جو کچھ انہوں نے کیا اور انہیں ان کے اعمال کی جزا دے گا، بیشک اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے۔

آیت 8 **شانِ نزول:** یہود اور منافق آپس میں سرگوشیاں کرتے اور مسلمانوں کی طرف آنکھوں سے اشارے کرتے جاتے تھے تاکہ مسلمان یہ سمجھیں کہ اُن کے خلاف کوئی پوشیدہ بات کی جارہی ہے اور اس سے انہیں رنج ہو۔ اُن کی اس حرکت سے مسلمانوں کو غم ہوتا تھا اور وہ کہتے تھے کہ شاید ان لوگوں کو ہمارے ان بھائیوں کے شہید ہونے یا شکست کھانے کی کوئی خبر پہنچی جو جہاد میں گئے ہوئے ہیں اور یہ اسی کے بارے باتیں بنارہے اور اشارے کررہے ہیں۔ مسلمانوں نے سرکارِ دوعالَم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی بارگاہ میں اس کی شکایتیں کیں تو تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے سرگوشی کرنے والوں کو منع فرمادیا، لیکن وہ باز نہ آئے اور یہ حرکت کرتے ہی رہے، اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی اور ارشاد فرمایا گیا: کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جنہیں پوشیدہ مشوروں سے منع فرمایا گیا تھا پھر وہ اسی منع کئے ہوئے کام کی طرف لوٹتے ہیں اور آپس میں گناہ اور حد سے بڑھنے اور رسول کی نافرمانی کے مشورے کرتے ہیں۔ مزید فرمایا: اور جب یہ لوگ سرکارِ دوعالَم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوتے ہیں تو کسی اچھے الفاظ سے سلام نہیں کرتے اور ان کے سلام کے الفاظ وہ نہیں ہوتے

وَ یَتَنٰجَوْنَ بِالْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ وَ مَعْصِیَتِ الرَّسُوْلِ٘ وَ اِذَا جَآءُوْكَ

اور آپس میں گناہ اور حد سے بڑھنے اور رسول کی نافرمانی کے مشورے کرتے ہیں اور جب تمہارے حضور حاضر ہوتے ہیں

حَیَّوْكَ بِمَا لَمْ یُحَیِّكَ بِهِ اللّٰهُ ۙ وَ یَقُوْلُوْنَ فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ لَوْ لَا یُعَذِّبُنَا اللّٰهُ

تو اُن الفاظ سے تمہیں سلام کرتے ہیں جن سے اللہ نے تمہیں سلام نہیں فرمایا اور وہ اپنے دلوں میں کہتے ہیں کہ ہماری باتوں کی وجہ سے اللہ

بِمَا نَقُوْلُ ؕ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ ۚ یَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمَصِیْرُ ۝۸ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا

ہمیں کیوں عذاب نہیں دیتا؟ انہیں جہنم کافی ہے، وہ اس میں داخل ہوں گے تو وہ کیا ہی برا ٹھکانہ ہے○ اے ایمان والو!

اِذَا تَنَاجَیْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ وَ مَعْصِیَتِ الرَّسُوْلِ وَ تَنَاجَوْا بِالْبِرِّ

جب تم آپس میں مشورہ کرو تو گناہ اور حد سے بڑھنے اور رسول کی نافرمانی کا مشورہ نہ کرو اور نیکی اور پرہیز گاری کا

وَ التَّقْوٰى ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْۤ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝۹ اِنَّمَا النَّجْوٰى مِنَ الشَّیْطٰنِ

مشورہ کرو اور اس اللہ سے ڈرو جس کی طرف تمہیں اکٹھا کیا جائے گا○ وہ پوشیدہ مشورہ تو شیطان ہی کی طرف سے ہے

جن سے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو سلام فرمایا ہے۔ مزید فرمایا: کہ وہ اپنے دلوں میں کہتے ہیں: ہماری باتوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ہمیں کیوں عذاب نہیں دیتا؟ اس سے ان کی مراد یہ تھی کہ اگر حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نبی ہوتے تو ہماری اس گستاخی پر اللہ تعالیٰ ہمیں عذاب دیتا۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: انہیں عذاب کے طور پر جہنم کافی ہے جس میں یہ داخل ہوں گے تو یہ ان کا کیا ہی برا انجام ہے۔ مراد یہ ہے کہ ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہے، اگر کسی جرم پر فوراً عذاب نہ آئے تو یہ معنی نہیں کہ وہ جرم جرم نہیں، عذاب اس لئے نازل نہیں ہوا کہ ابھی اس کا وقت نہیں آیا اور جب وقت آجائے گا تو عذاب میں تاخیر نہ کی جائے گی۔ **اہم باتیں:** (1) اس سے معلوم ہوا کہ کسی کے سامنے سرگوشی سے بات کرنا اسے تشویش میں ڈال دیتا اور رنج و غم میں مبتلا کر دیتا ہے، لہٰذا اس سے بچنا چاہئے۔ (2) یہودی جب نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوتے تو یوں کہتے تھے ''اَلسَّامُ عَلَیْکُمْ'' یعنی تم پر موت آئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم بھی اس کے جواب میں ''عَلَیْکُمْ'' یعنی تم پر بھی موت آئے، فرمادیتے تھے۔

آیت 9 اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے ایمان والو! تم جب آپس میں مشورہ کرو تو یہودیوں اور منافقوں کی طرح گناہ، حد سے بڑھنے اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی نافرمانی کا مشورہ نہ کرنا بلکہ نیکی اور پرہیز گاری کا مشورہ کرنا اور اس اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا جس کی طرف تم اٹھائے جاؤ گے اور وہ تمہیں تمہارے اعمال کی جزا دے گا۔ **اہم باتیں:** (1) مسلمان، صلاح مشورے مسلمانوں ہی سے کریں، کفار سے نہ کریں اور انہیں اپنا مشیر وغیرہ نہ بنائیں۔ (2) آپس میں مشورے بھی اچھے ہی کریں، برے نہ کریں۔ (3) تنہائی میں بھی حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کا ادب و احترام ملحوظ رکھے۔ (4) وہ مبارک ہے جو اپنی تنہائی میں حضور پُرنور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے فضائل سوچے اور بدنصیب ہے وہ جس کا وقت حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی توہین کے بارے سوچنے میں گزرے۔

آیت 10 ارشاد فرمایا کہ وہ مشورہ تو شیطان ہی کی طرف سے ہے جس میں گناہ، حد سے بڑھنا اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی

لِیَحْزُنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ لَیْسَ بِضَآرِّهِمْ شَیْــٴًـا اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ

تاکہ وہ ایمان والوں کو غمگین کرے اور وہ اللہ کے حکم کے بغیر ایمان والوں کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتا اور مسلمانوں کو تو اللہ ہی پر

الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قِیْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِی الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا

بھروسہ کرنا چاہیے ○ اے ایمان والو! جب تم سے کہا جائے (کہ) مجلسوں میں جگہ کشادہ کرو تو جگہ کشادہ کردو،

یَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ ۚ وَ اِذَا قِیْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا یَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ

اللہ تمہارے لئے جگہ کشادہ فرمائے گا اور جب کہا جائے: کھڑے ہو جاؤ تو کھڑے ہوجایا کرو، اللہ تم میں سے ایمان والوں کے

وَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ﴿۱۱﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا

اور ان کے درجات بلند فرماتا ہے جنہیں علم دیا گیا اور اللہ تمہارے کاموں سے خوب خبردار ہے ○ اے ایمان والو!

نافرمانی ہو اور شیطان اپنے دوستوں کو اس پر اُبھارتا ہے تاکہ وہ ایمان والوں کو غمگین کردے اور وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر مسلمانوں کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا اور مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔

آیت 11 **شانِ نزول:** نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم اصحاب بدر کی بڑی عزت کرتے تھے، ایک روز چند بدری صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ایسے وقت پہنچے جب کہ مجلس شریف بھر چکی تھی، اُنہوں نے سلام کر کے جگہ ملنے کا انتظار کیا کہ اُن کیلئے مجلس شریف میں جگہ بنائی جائے مگر کسی نے جگہ نہ دی، سرکارِ دوعالَم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو یہ چیز گراں گزری تو آپ نے اپنے قریب والوں کو اُٹھا کر اُن کیلئے جگہ بنادی، اُٹھنے والوں کو اُٹھنا شاق ہوا تو اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی اور ارشاد فرمایا گیا اے ایمان والو! جب تم سے کہا جائے کہ مجلسوں میں جگہ کشادہ کرو تو جگہ کشادہ کردو، اللہ تعالیٰ تمہارے لئے جنت میں جگہ کشادہ فرمائے گا اور جب تمہیں اپنی جگہ سے کھڑے ہونے کا کہا جائے تو کھڑے ہوجایا کرو، اللہ تعالیٰ اپنی اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی اطاعت کے باعث تم میں سے ایمان والوں کے اور ان کے درجات بلند فرماتا ہے جن کو علم دیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔ **اہم باتیں:** (1) اس آیت کے شانِ نزول سے معلوم ہوا کہ بزرگانِ دین کے لئے جگہ چھوڑنا اور ان کی تعظیم کرنا جائز بلکہ سنت ہے حتّٰی کہ مسجد میں بھی ان کی تعظیم کرسکتے ہیں کیونکہ یہ واقعہ مسجدِ نبوی شریف میں ہی ہوا تھا۔ (2) حدیثِ پاک میں بزرگانِ دین اور دینی پیشواؤں کی تعظیم و توقیر کا باقاعدہ حکم بھی دیا گیا۔ (3) مجلس کے آداب میں یہ بات شامل ہے کہ جو شخص پہلے آکر بیٹھ چکا ہو اسے اس کی جگہ سے نہ اٹھایا جائے سوائے کسی بڑی ضرورت کے، یا یوں کہ اہم حضرات کیلئے نمایاں جگہ بنادی جائے۔ ویسے یہ ہونا چاہیے کہ بڑے اور سمجھدار حضرات سننے کیلئے زیادہ قریب بیٹھیں۔ (4) علماءِ دین بڑے درجے والے ہیں اور دنیا و آخرت میں ان کی عزت ہے۔

آیت 12 **شانِ نزول:** سرکارِ دوعالَم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی بارگاہ میں جب مالداروں نے عرض و معروض کا سلسلہ دراز کیا اور یہاں تک کہ غریب صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ موقع کم ملنے لگا تو عرض پیش کرنے والوں کو عرض سے پہلے صدقہ دینے کا حکم دیا گیا اور ارشاد فرمایا کہ اے ایمان والو! جب تم رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے تنہائی میں کوئی بات عرض کرنا چاہو تو اپنی عرض سے پہلے کچھ صدقہ دے لو کہ

اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَ اَطْهَرُ ؕ

جب تم رسول سے تنہائی میں کوئی بات عرض کرنا چاہو تو اپنی عرض سے پہلے کچھ صدقہ دے لو، یہ تمہارے لیے بہت بہتر اور زیادہ پاکیزہ ہے،

فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲﴾ ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ

پھر اگر تم (اس پر قدرت) نہ پاؤ تو بیشک اللہ بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے ○ کیا تم اس بات سے ڈر گئے کہ تم اپنی عرض سے پہلے کچھ

صَدَقٰتٍ ؕ فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا وَ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ

صدقے دو پھر جب تم نے (یہ) نہ کیا اور اللہ نے اپنی مہربانی سے تم پر رجوع فرمایا تو تم نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو

ع ۲/۲ وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ وَ اللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳﴾ ع اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ

اور اللہ اور اس کے رسول کے فرمانبردار رہو اور اللہ تمہارے کاموں کی خوب خبر رکھنے والا ہے ○ کیا تم نے ان لوگوں کو نہ دیکھا

اس میں بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم میں حاضر ہونے کی تعظیم اور فقرا کا نفع ہے، یہ عرض کرنے سے پہلے صدقہ کرنا تمہارے لیے بہت بہتر ہے کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی اطاعت ہے اور پھر اگر تم اس پر قدرت نہ پاؤ تو اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ **اہم باتیں:** (1) بعض روایتوں کے مطابق اس حکم پر حضرت علی المرتضیٰ کرّم اللہ وجہہ الکریم نے عمل کیا اور 1 دینار صدقہ کر کے 10 مسائل دریافت کئے۔ حضرت علی المرتضیٰ کرّم اللہ وجہہ الکریم کے علاوہ اور کسی کو اس حکم پر عمل کرنے کا وقت نہیں ملا۔ (2) اس آیتِ مبارکہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اولیاءِ کرام رحمۃ اللہ علیہم کے مزارات پر صدقہ کرنے کے لئے شیرینی وغیرہ لے کر جانا جائز ہے۔

آیت 13 فرمایا کہ کیا تم غریبی اور ناداری کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی بارگاہ میں اپنی عرض سے پہلے کچھ صدقہ دینے سے ڈر گئے، پھر جب تم نے صدقہ نہ دیا اور اللہ تعالیٰ نے اپنی مہربانی سے تم پر رجوع فرمایا اور پہلے صدقہ نہ دینے کا مُواخذہ تم پر سے اُٹھالیا تو تم دوسری عبادات بجالاؤ جیسے نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے فرمانبردار رہو اور یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ظاہری اور باطنی تمام کاموں کی خبر رکھنے والا ہے اور وہ تمہیں ان کی جزا دے گا۔ حضرت علی المرتضیٰ کرّم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں: جب یہ آیتِ مبارکہ "یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَاجَیْتُمُ الرَّسُوْلَ" نازل ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے مجھ سے فرمایا: تمہارے خیال میں ایک دینار ٹھیک ہے؟ میں نے عرض کی: لوگ اتنے کی طاقت نہیں رکھیں گے۔ ارشاد فرمایا "نصف دینار۔ میں نے عرض کی: یہ بھی نہیں دے سکیں گے۔ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: "پھر کتنا ہونا چاہئے؟ میں نے عرض کی: جَو کے ایک دانے کے برابر۔ ارشاد فرمایا "تم تو بڑے تنگ دست ہو۔ پھر یہ آیت نازل ہوگئی "ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ ؕ" حضرت علی المرتضیٰ کرّم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں: پس میرے سبب سے اللہ تعالیٰ نے اس امت پر آسانی فرمادی۔ (ترمذی، حدیث 3311)

آیت 14 **شانِ نزول:** یہ آیت ان منافقوں کے بارے میں نازل ہوئی جنھوں نے یہودیوں سے دوستی کی اور ان کی خیر خواہی میں لگے رہتے اور مسلمانوں کے راز ان سے کہتے۔ ان کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا کہ اے سننے والے! کیا تم نے ان لوگوں کو نہ دیکھا جنھوں نے یہودیوں کو دوست بنالیا جن پر اللہ تعالیٰ نے غضب فرمایا ہے اور ان کا حال یہ ہے کہ نہ مسلمان ہیں اور نہ یہودی بلکہ منافق ہیں۔

تَوَلَّوۡا قَوۡمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَیۡهِمۡ ؕ مَا هُمۡ مِّنۡكُمۡ وَ لَا مِنۡهُمۡ ۙ وَ یَحۡلِفُوۡنَ عَلَی الۡكَذِبِ

جنہوں نے ان لوگوں کو دوست بنالیا جن پر اللہ نے غضب فرمایا، وہ نہ تم میں سے ہیں اور نہ ہی ان میں سے۔ اور وہ جان بوجھ کر جھوٹی بات

وَ هُمۡ یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۱۴﴾ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمۡ عَذَابًا شَدِیۡدًا ؕ اِنَّهُمۡ سَآءَ مَا كَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۵﴾

پر قسم کھاتے ہیں ○ اللہ نے ان کے لیے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے، بیشک وہ بہت ہی برے کام کرتے ہیں ○

اِتَّخَذُوۡۤا اَیۡمَانَهُمۡ جُنَّةً فَصَدُّوۡا عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ فَلَهُمۡ عَذَابٌ مُّهِیۡنٌ ﴿۱۶﴾ لَنۡ تُغۡنِیَ

انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنالیا ہے تو انہوں نے اللہ کی راہ سے روکا تو ان کے لیے رسوا کر دینے والا عذاب ہے ○ ان کے مال

عَنۡهُمۡ اَمۡوَالُهُمۡ وَ لَاۤ اَوۡلَادُهُمۡ مِّنَ اللّٰهِ شَیۡـًٔا ؕ اُولٰٓئِكَ اَصۡحٰبُ النَّارِ ؕ هُمۡ فِیۡهَا خٰلِدُوۡنَ ﴿۱۷﴾

اور ان کی اولاد اللہ کے سامنے انہیں ہرگز کچھ کام نہ دیں گے، وہ دوزخی ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے ○

یَوۡمَ یَبۡعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِیۡعًا فَیَحۡلِفُوۡنَ لَهٗ كَمَا یَحۡلِفُوۡنَ لَكُمۡ وَ یَحۡسَبُوۡنَ اَنَّهُمۡ

جس دن اللہ ان سب کو اٹھائے گا تو اس کے حضور بھی ایسے ہی قسمیں کھائیں گے جیسے تمہارے سامنے کھا رہے ہیں اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ

مزید فرمایا: **اور وہ جان بوجھ کر جھوٹی بات پر قسم کھاتے ہیں۔** **شانِ نزول:** یہ آیت عبد اللہ بن نبتل منافق کے بارے میں نازل ہوئی جو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم کی مجلس میں حاضر رہتا اور یہاں کی بات یہودیوں کے پاس پہنچاتا، ایک روز حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے اس سے ارشاد فرمایا: تو اور تیرے ساتھی ہمیں کیوں گالیاں دیتے ہیں؟ وہ قسم کھا گیا کہ ایسا نہیں کرتا اور اپنے یاروں کو بھی لے آیا، اُنہوں نے بھی قسم کھائی کہ ہم نے آپ کو گالی نہیں دی اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔

آیت 15-17 ان 3 آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ منافقوں کے اس طرزِ عمل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے، بیشک وہ لوگ بہت ہی برے کام کرتے ہیں اور ان کے برے کاموں میں سے ایک یہ ہے کہ انہوں نے اپنی جھوٹی قسموں کو اپنی جان و مال کی حفاظت کیلئے ڈھال بنالیا ہے، پھر اپنی حیلہ سازی سے دوسروں کو بھی اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے اور دینِ اسلام میں داخل ہونے سے روکتے ہیں، تو اس سبب سے ان کے لیے آخرت میں رسوا کر دینے والا عذاب ہے۔ ان کے مال اور ان کی اولاد اللہ تعالیٰ کے سامنے انہیں کچھ کام نہ دیں گے اور قیامت کے دن انہیں عذابِ الٰہی سے بچا نہ سکیں گے، وہ دوزخی ہیں اور اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

آیت 18 فرمایا کہ وہ دن یاد کریں جس دن اللہ تعالیٰ ان سب منافقوں کو اٹھائے گا تو اس کی بارگاہ میں بھی قسمیں کھائیں گے کہ دنیا میں ہم مخلص مومن تھے منافق نہ تھے جیسے آج تمہارے سامنے دنیا میں کھا رہے ہیں اور وہ اپنی جھوٹی قسموں کو کارآمد سمجھتے ہیں کہ ان کی بدولت بچ جائیں گے (حالانکہ ایسا ہرگز نہ ہوگا) خبردار! بیشک وہی اپنی قسموں میں جھوٹے ہیں اور ایسے جھوٹے کہ دنیا میں بھی جھوٹ بولتے رہے اور آخرت میں بھی بولیں گے۔

عَلٰى شَیۡءٍ ؕ اَلَاۤ اِنَّهُمۡ هُمُ الۡكٰذِبُوۡنَ ﴿۱۸﴾ اِسۡتَحۡوَذَ عَلَیۡهِمُ الشَّیۡطٰنُ فَاَنۡسٰهُمۡ ذِكۡرَ اللّٰهِ ؕ

کسی چیز پر ہیں۔ خبردار! بیشک وہی جھوٹے ہیں ۝ ان پر شیطان غالب آگیا تو اس نے انہیں اللہ کی یاد بھلا دی،

اُولٰٓئِكَ حِزۡبُ الشَّیۡطٰنِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزۡبَ الشَّیۡطٰنِ هُمُ الۡخٰسِرُوۡنَ ﴿۱۹﴾ اِنَّ الَّذِیۡنَ یُحَآدُّوۡنَ

وہ شیطان کا گروہ ہیں، سن لو! بیشک شیطان کا گروہ ہی خسارہ پانے والا ہے ۝ بیشک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے

اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗۤ اُولٰٓئِكَ فِی الۡاَذَلِّیۡنَ ﴿۲۰﴾ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغۡلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیۡ ؕ اِنَّ

رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ سب سے زیادہ ذلیلوں میں ہیں ۝ اللہ لکھ چکا ہے کہ ضرور میں غالب آؤں گا اور میرے رسول بیشک

اللّٰهَ قَوِیٌّ عَزِیۡزٌ ﴿۲۱﴾ لَا تَجِدُ قَوۡمًا یُّؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ یُوَآدُّوۡنَ

اللہ قوت والا، سب پر غالب ہے ۝ تم ایسے لوگوں کو نہیں پاؤ گے جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہوں کہ وہ ان لوگوں سے دوستی کریں

آیت 19 فرمایا کہ منافقوں کا یہ حال اس لئے ہوا کہ ان پر شیطان غالب آگیا ہے، شیطان انہیں جن کاموں میں چاہتا ہے لگا دیتا ہے اور جب ان کی یہ حالت ہوگی تو پھر انہیں اللہ تعالیٰ کے ذکر کی کب پروا ہوگی اور یہ کب اپنے رب عزّوجلّ کو یاد کریں گے۔ وہ منافق شیطان کے گروہ ہیں اور سن لو! بیشک شیطان کا گروہ ہی خسارہ پانے والا ہے کہ جنت کی دائمی نعمتوں سے محروم اور جہنم کے ابدی عذاب میں گرفتار ہوگا۔ **اہم بات:** بندے پر شیطان کے غالب آنے کی علامت یہ ہے کہ شیطان اسے کھانے، پینے اور پہننے میں مشغول کر دیتا ہے، بندے کے دل کو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور اس کے انعامات میں غور و فکر کرنے اور ان نعمتوں کا شکر ادا کرنے سے غافل کر دیتا ہے، بندے کو اس کے رب تعالیٰ کا ذکر کرنے سے غافل کر کے جھوٹ، غیبت اور بہتان تراشی میں مصروف کر دیتا ہے اور بندے کے دل میں دنیا جمع کرنے اور دنیا سنوارنے کی لگن ڈال کر اسے غور و فکر کرنے اور اپنے انجام کے بارے میں سوچنے سے غافل کر دیتا ہے۔

آیت 20 فرمایا کہ بیشک وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے احکامات کی مخالفت کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ ذلیل لوگوں میں شامل ہیں۔ **اہم بات:** معلوم ہوا کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی مخالفت اللہ تعالیٰ کی مخالفت ہے کیونکہ زمانۂ رسالت کے کفار و منافقین اللہ تعالیٰ کی مخالفت نہیں کرتے تھے وہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی مخالفت کرتے تھے اور اسے اللہ تعالیٰ نے اپنی مخالفت فرمایا ہے۔

آیت 21 فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ لوحِ محفوظ میں لکھ چکا ہے کہ ضرور میں غالب آؤں گا اور میرے رسول غالب آئیں گے، بیشک اللہ تعالیٰ قوت والا ہے، اسے کوئی اس کے ارادے سے منع نہیں کر سکتا، عزت والا اور غلبے والا ہے، کوئی اسے مغلوب نہیں کر سکتا۔ **اہم بات:** یہاں آیت میں رسولوں علیہم السلام کے غالب آنے سے دلیل اور حجت کے ساتھ، یا تلوار کے ساتھ غالب آنا مراد ہے۔

آیت 22 اے پیارے حبیب! جو لوگ اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر سچا ایمان رکھتے ہیں آپ انہیں ایسا نہیں پائیں گے کہ وہ ان لوگوں سے دوستی کریں جنھوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے مخالفت کی، یعنی ان کا ایمان اس کو گوارا ہی نہیں کرتا کہ خدا اور رسول کے دشمن سے دوستی کریں اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا خاندان والے ہوں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے

مَنۡ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ وَلَوۡ كَانُوۡۤا اٰبَآءَهُمۡ اَوۡ اَبۡنَآءَهُمۡ اَوۡ اِخۡوَانَهُمۡ اَوۡ عَشِيۡرَتَهُمۡ ؕ

جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی اگرچہ وہ ان کے باپ یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا ان کے خاندان والے ہوں۔

اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِىۡ قُلُوۡبِهِمُ الۡاِيۡمَانَ وَاَيَّدَهُمۡ بِرُوۡحٍ مِّنۡهُ ؕ وَيُدۡخِلُهُمۡ

یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرما دیا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد کی اور وہ انہیں اُن باغوں میں داخل فرمائے گا

جَنّٰتٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا ؕ رَضِىَ اللّٰهُ عَنۡهُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡهُ ؕ

جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں ان میں ہمیشہ رہیں گے، اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے،

اُولٰٓئِكَ حِزۡبُ اللّٰهِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزۡبَ اللّٰهِ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ﴿۲۲﴾ ع ۳/۹

یہ اللہ کی جماعت ہے، سن لو! اللہ کی جماعت ہی کامیاب ہے ○

ایاتها ۲۴ | ۵۹ سُوۡرَةُ الۡحَشۡرِ مَدَنِيَّةٌ ۱۰۱ | رکوعاتها ۳

سورۂ حشر مدنیہ ہے، اس میں چوبیس آیتیں اور تین رکوع ہیں

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان نقش فرما دیا ہے اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد کی اور وہ انہیں اُن باغوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہیں گے، اللہ تعالیٰ ان کے ایمان، اخلاص اور طاعت کے سبب ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے کرم سے راضی ہوئے، یہ اللہ تعالیٰ کی جماعت ہے، سن لو! اللہ تعالیٰ کی جماعت ہی کامیاب ہے کہ یہ جہنم کے عذاب سے محفوظ اور جنت کی عظیم الشّان دائمی نعمتیں ہمیشہ کے لئے پائیں گے۔ **اہم باتیں:** (1) اس آیت سے معلوم ہوا کہ بد دینوں، بد مذہبوں، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کرنے والوں سے قلبی محبت، دوستی اور میل جول جائز نہیں۔ (2) کافروں سے دوستی کرنا مسلمان کی شان اور اس کے ایمان کے تقاضوں کے بر خلاف ہے۔ (3) اس آیت میں مخلص ایمان والوں کا ایک وصف یہ بیان ہوا کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت کرنے والوں سے دوستی نہیں کرتے اگرچہ وہ ان کے کیسے ہی قریبی رشتہ دار کیوں نہ ہوں۔ **درس:** اس آیت سے ان لوگوں کو درسِ عبرت حاصل کرنا چاہیے جو اپنے دُنْیَوی مفادات کی خاطر صلحِ کُلّیّت کے قائل ہوتے ہیں اور اللہ عزّوجلّ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والٰہٖ وسلّم کے دشمنوں کے ساتھ دوستیاں نبھاتے ہیں۔

سورۂ حشر کا تعارف یہ سورت مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں 3 رکوع اور 24 آیتیں ہیں۔ حشر کا معنی ہے لوگوں کو اکٹھا کرنا اور اس سورت کی دوسری آیت میں بنو نَضِیر کے یہودیوں کے پہلے حشر یعنی انہیں اکٹھا کر کے مدینے سے نکال دیئے جانے کا ذکر کیا گیا ہے، اس مناسبت سے اسے "سورۂ حشر" کہتے ہیں۔ **فضیلت:** ارشاد فرمایا: جس نے صبح کے وقت تین مرتبہ "اَعُوۡذُ بِاللّٰهِ السَّمِيۡعِ الۡعَلِيۡمِ مِنَ

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ① هُوَ الَّذِيْٓ

اللہ کی پاکی بیان کی ہر اس چیز نے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور وہی بہت عزت والا، بڑا حکمت والا ہے ○ وہی ہے جس نے

اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ ؕ مَا ظَنَنْتُمْ

وقف النبی علیہ السلام

ان کافر کتابیوں کو ان کے گھروں سے ان کے پہلے حشر کے وقت نکالا۔ تمہیں گمان نہ تھا کہ

اَنْ يَّخْرُجُوْا وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ

وہ نکلیں گے اور وہ سمجھتے تھے کہ ان کے قلعے انہیں اللہ سے بچالیں گے تو اللہ کا حکم ان کے پاس وہاں سے آیا جہاں سے

الشَّیْطَانِ الرَّجِیْم" کہا اور سورۂ حشر کی آخری تین آیات کی تلاوت کی تو اللہ تعالیٰ 70,000 فرشتے مقرر کر دیتا ہے جو شام تک اس کے لئے دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں اور اگر اسی دن انتقال کر جائے تو شہید کی موت مرے گا اور جو شخص شام کے وقت اُسے پڑھے تو اس کا بھی یہی مرتبہ ہے۔ (ترمذی، حدیث: 2931) **خلاصۂ مضامین:** اس سورت میں بتایا گیا کہ انسان، حیوان، نباتات، جمادات الغرض کائنات کی ہر چیز ہر نقص و عیب سے اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتی، اس کی قدرت و وحدانیّت کی گواہی دیتی اور اس کی عظمت کا اقرار کرتی ہے۔ بنو نَضِیر کے یہودیوں کو جلاوطن کرنے کا سبب بیان ہوا۔ فَیْئے کے مال کے اَحکام بیان کئے گئے اور مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم جو کچھ انہیں عطا فرمائیں وہ لے لیں اور جس سے منع فرمائیں اس سے باز رہیں اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہیں۔ مہاجرین و انصار اور ان کے بعد آنے والے مسلمانوں کی عظمت و شان بیان فرمائی گئی اور یہ بتایا گیا کہ جو اپنے نفس کے لالچ سے بچالیا گیا تو وہی کامیاب ہیں۔ منافقوں کی باطنی خباثت ذکر کی گئی اور ان منافقوں کو شیطان سے تشبیہ دی گئی۔ اور بتایا گیا کہ دوزخ والے اور جنت والے برابر نہیں اور جنت والے ہی کامیاب ہیں۔ آخر میں قرآنِ مجید کی عظمت بیان کی گئی اور اسے نازل کرنے والے رب تعالیٰ کے عظیم اور جلیل اوصاف اور اس کے اسماءِ حُسنٰی بیان کئے گئے۔

آیت 1 فرمایا گیا کہ آسمانوں اور زمین میں موجود ہر چیز نے اللہ تعالیٰ کی ہر نقص و عیب سے پاکی بیان کی اور وہی اللہ بہت عزت والا اور بڑا حکمت والا ہے۔ **اہم بات:** معلوم ہوا کہ ہر چیز زبانِ قال یا حال سے اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے جسے ہم نہیں سمجھتے، مگر ان کی تسبیح کی تاثیر جداگانہ ہے جیسے سبزے کی تسبیح سے عذابِ قبر دور ہوتا ہے۔

آیت 2 **شانِ نزول:** مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ سورت بنو نَضِیر کے یہودیوں کے بارے میں نازل ہوئی، جب نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم مدینہ طیبہ میں رونق افروز ہوئے تو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے اس شرط پر صلح کی کہ نہ آپ کے ساتھ ہو کر کسی سے لڑیں گے اور نہ آپ سے جنگ کریں گے۔ جب جنگِ بدر میں اسلام کی فتح ہوئی تو بنو نضیر نے کہا: یہ وہی نبی ہیں جن کی صفت توریت میں ہے، پھر جب اُحد میں مسلمانوں کو ہزیمت کی صورت پیش آئی تو یہ شک میں پڑے اور انہوں نے جو معاہدہ تھا وہ توڑ دیا اور ان کا ایک سردار کعب بن اشرف یہودی چالیس یہودی سواروں کو ساتھ لے کر مکہ مکرمہ پہنچا اور کعبہ معظمہ کے پردے تھام کر قریش کے سرداروں سے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے خلاف معاہدہ کیا۔ اللہ تعالیٰ کے علم دینے سے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم اس حال پر مُطّلع تھے اور بنو نضیر سے ایک خیانت اور بھی ہو چکی تھی کہ انہوں نے قلعہ کے اوپر سے تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم پر فاسد ارادے

لَمْ يَحْتَسِبُوْا ۚ وَ قَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ

انہیں گمان بھی نہ تھا اور اس نے ان کے دلوں میں رُعب ڈال دیا وہ اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں سے

وَ اَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ فَاعْتَبِرُوْا يٰۤاُولِي الْاَبْصَارِ ۝٢ وَ لَوْلَاۤ اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ

اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے ویران کرتے ہیں تو اے آنکھوں والو! عبرت حاصل کرو○ اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ نے ان پر

الْجَلَآءَ لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا ؕ وَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ ۝٣ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ

گھروں سے اجڑنا لکھ دیا تھا تو ضرور وہ دنیا ہی میں انہیں عذاب دے دیتا اور ان کے لیے آخرت میں آگ کا عذاب ہے○ یہ (سزا) اس لئے ہے کہ

سے ایک پتھر گرانے کا قصد کیا، اللہ تعالیٰ نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو خبردار کر دیا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ محفوظ رہے۔ غرض جب بنو نَضِیر کے یہودیوں نے خیانت اور عہد شکنی کی اور کفارِ قریش سے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے خلاف عہد کیا تو حضور پُرنور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے حضرت محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ عنہ کو حکم دیا اور اُنہوں نے کعب بن اشرف کو قتل کر دیا، پھر حضورِ انور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم لشکر کے ساتھ بنو نَضِیر کی طرف روانہ ہوئے اور ان کا محاصرہ کر لیا، اس درمیان میں منافقین نے یہودیوں سے ہمدردی اور موافقت کے بہت معاہدے کئے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان سب کو ناکام کیا، یہودیوں کے دلوں میں رعب ڈالا اور آخر کار انہیں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے حکم سے جلا وطن ہونا پڑا۔ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ وہی ہے جس نے بنونضیر کے یہودیوں کو مدینہ منورہ میں موجود ان کے گھروں سے ان کے پہلے حشر کے وقت نکالا۔ یہ جلاوطنی ان کا پہلا حشر ہے اور ان کا دوسرا حشر یہ ہے کہ امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنے زمانۂ خلافت میں خیبر سے شام کی طرف نکالا، یا دوسری تفسیر یہ ہے کہ (یہ جلاوطنی ان کا پہلا حشر ہے اور) آخری حشر روزِ قیامت کا حشر ہے۔ اس کے بعد اہلِ اسلام سے خطاب فرمایا جاتا ہے کہ اے مسلمانو! تمہیں گمان نہ تھا کہ وہ مدینہ منورہ سے نکلیں گے کیونکہ وہ قوت اور لشکر والے تھے، مضبوط قلعے رکھتے تھے اور وہ سمجھتے تھے کہ ان کے قلعے انہیں اللہ تعالیٰ سے بچالیں گے تو اللہ تعالیٰ کا حکم ان کے پاس وہاں سے آیا جہاں سے انہیں گمان بھی نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے سردار کعب بن اشرف کے قتل سے ان کے دلوں میں رعب ڈالا جس کے بعد وہ اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں سے ویران کرتے اور اُنہیں ڈھاتے ہیں تاکہ جو لکڑی وغیرہ اچھی معلوم ہو وہ جلاوطن ہوتے وقت اپنے ساتھ لے جائیں جبکہ مسلمانوں کے ہاتھوں سے کفار کے گھر اس طور پر ویران ہوتے ہیں کہ اُن کے مکانوں کے بقیہ حصے مسلمان گرا دیتے تھے تاکہ جنگ کیلئے میدان صاف ہو جائے۔ تو اے آنکھوں والو! ان یہودیوں کے طرزِ عمل اور ان کے انجام سے عبرت حاصل کرو۔

آیت 3، 4 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ تعالیٰ نے ان یہودیوں کا مال اور اولاد کے ساتھ گھروں سے جلا وطن ہونا لکھ دیا تھا تو وہ دنیا ہی میں انہیں عذاب دے دیتا اور بنو قریظہ کے یہودیوں کی طرح انہیں بھی قتل اور قید میں مبتلا کرتا اور بہرحال ان کے لیے آخرت میں آگ کا عذاب ہے جس سے سخت کوئی عذاب نہیں، انہیں یہ سزا اس لیے دی گئی ہے کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی مخالفت کرتے رہے اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت کرے تو بیشک اللہ تعالیٰ اسے سخت سزا دینے والا ہے۔

Go to Index

شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ ۚ وَمَنۡ يُّشَآقِّ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيۡدُ الۡعِقَابِ ۝٤ مَا قَطَعۡتُمۡ

انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی اور جو اللہ کی مخالفت کرے تو بیشک اللہ سخت سزا دینے والا ہے ○ (اے مسلمانو!) تم نے جو

مِّنۡ لِّيۡنَةٍ اَوۡ تَرَكۡتُمُوۡهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوۡلِهَا فَبِاِذۡنِ اللّٰهِ وَلِيُخۡزِىَ الۡفٰسِقِيۡنَ ۝٥ وَمَآ

درخت کاٹے یا ان کی جڑوں پر قائم چھوڑ دیئے تو یہ سب اللہ کی اجازت سے تھا اور اس لیے تاکہ اللہ نافرمانوں کو رسوا کرے ○ اور

اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوۡلِهٖ مِنۡهُمۡ فَمَآ اَوۡجَفۡتُمۡ عَلَيۡهِ مِنۡ خَيۡلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ

اللہ نے اپنے رسول کو ان سے جو غنیمت دلائی تو تم نے اس پر نہ اپنے گھوڑے دوڑائے تھے اور نہ اونٹ، ہاں اللہ

يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنۡ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ ۝٦ مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوۡلِهٖ

اپنے رسولوں کو جس پر چاہتا ہے غلبہ دے دیتا ہے اور اللہ ہر شے پر خوب قادر ہے ○ اللہ نے اپنے رسول کو

مِنۡ اَهۡلِ الۡقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوۡلِ وَلِذِى الۡقُرۡبٰى وَالۡيَتٰمٰى وَالۡمَسٰكِيۡنِ وَابۡنِ السَّبِيۡلِ ۙ

شہر والوں سے جو غنیمت دلائی تو وہ اللہ اور رسول کے لیے ہے اور رشتہ داروں کے لیے اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے

آیت 5 **شانِ نزول:** جب بنو نَضِیر اپنے قلعوں میں پناہ گزیں ہوئے تو سرکارِ دوعالَم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے ان کے درخت کاٹ ڈالنے اور اُنہیں جلا دینے کا حکم دیا، اس پر وہ دشمنانِ خدا بہت گھبرائے اور رنجیدہ ہوئے اور کہنے لگے کہ کیا تمہاری کتاب میں اس کا حکم ہے؟ (یہ سن کر) مسلمان اس بارے میں مختلف ہوگئے اور بعض نے کہا: درخت نہ کاٹو یہ غنیمت ہے۔ بعض نے کہا: اس سے کفار کو رسوا کرنا اور اُنہیں غیظ میں ڈالنا منظور ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور اس میں بتایا گیا کہ مسلمانوں میں جو درخت کاٹنے والے ہیں ان کا عمل بھی درست ہے اور جو کاٹنا نہیں چاہتے وہ بھی ٹھیک کہتے ہیں کیونکہ درختوں کو کاٹنا اور باقی چھوڑ دینا یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی اجازت سے تھے اور اجازت دینا اس لئے تھا کہ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ یہودیوں کو ذلیل کرے۔ **اہم باتیں:** (1) اس آیت سے معلوم ہوا کہ قرآن کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی طرف وحی بھیجی جاتی تھی کیونکہ آیت میں بیان کردہ درختوں کو کاٹنے کا اذنِ الٰہی قرآن میں کہیں مذکور نہیں تو یہ اجازت قرآن کے علاوہ وحی میں ہی دی گئی تھی۔ (2) جہاد میں کفار کو مغموم کرنے اور ان کی طاقت توڑنے کے لئے ان کا مال برباد کرنا جائز ہے۔

آیت 6 آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو بنو نضیر کے یہودیوں سے جو غنیمت دلائی تو تم نے ان پر نہ اپنے گھوڑے دوڑائے تھے اور نہ اونٹ، یعنی اس کیلئے تمہیں کوئی مشقت اور کوفت نہیں اٹھانا پڑی، صرف دو میل کا فاصلہ تھا، ہاں اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں علیہم السلام کو جس دشمن پر چاہتا ہے غلبہ دے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے۔ مراد یہ ہے کہ بنو نَضِیر سے جو مالِ غنیمت حاصل ہوئے اُن کیلئے مسلمانوں کو جنگ نہیں کرنا پڑی بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو اُن پر مُسلَّط کر دیا تو یہ مال حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی مرضی پر مَوقوف ہے، وہ جہاں چاہیں خرچ کریں۔

آیت 7 اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو شہر والوں سے جو غنیمت دلائی وہ اللہ تعالیٰ اور رسولِ

كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ ؕ وَ مَاۤ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَ مَا

تاکہ وہ دولت تمہارے مالداروں کے درمیان (ہی) گردش کرنے والی نہ ہو جائے اور رسول جو کچھ تمہیں عطا فرمائیں وہ لے لو اور جس سے

نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۟ۘ ⑦ لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ

وقف لازم

تمہیں منع فرمائیں تو تم باز رہو اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے○ ان فقیر مہاجروں کے لیے

الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ اَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا وَّ يَنْصُرُوْنَ

جو اپنے گھروں اور اپنے مالوں سے نکالے گئے اس حال میں کہ اللہ کی طرف سے فضل اور رضا چاہتے ہیں اور وہ اللہ اور اس کے رسول کی

اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۚ ⑧ وَ الَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَ الْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ

مدد کرتے ہیں، وہی لوگ سچے ہیں○ اور وہ جنہوں نے ان (مہاجرین) سے پہلے اس شہر کو اور ایمان کو ٹھکانہ بنالیا

کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کیلئے ہے اوران کے ساتھ ساتھ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے رشتہ داروں (یعنی بنی ہاشم اور بنی مُطّلِب) کیلئے اور یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے تاکہ وہ دولت تمہارے مالداروں کے درمیان گھومنے والی چیز نہ ہو جائے اور غریب، فقیر لوگ نقصان میں رہیں۔ مزید فرمایا: **اور رسول جو کچھ تمہیں عطا فرمائیں وہ لے لو اور جس سے تمہیں منع فرمائیں تو تم باز رہو۔** اس کے دو معنی ہیں: (1) رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم غنیمت میں سے جو کچھ تمہیں عطا فرمائیں وہ لے لو کیونکہ وہ تمہارے لئے حلال ہے اور جو چیز لینے سے منع کریں اس سے باز رہو اوراس کا مطالبہ نہ کرو۔ (2) رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم تمہیں جو حکم دیں اس کی اِتّباع کرو کیونکہ ہر حکم میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی اطاعت واجب ہے اور جس سے منع فرمائیں اس سے باز رہو۔ مزید فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو، نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی مخالفت نہ کرو بیشک اللہ تعالیٰ اسے سخت عذاب دینے والا ہے جو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی نافرمانی کرے۔

آیت 8 فرمایا گیا کہ مالِ غنیمت ان فقیر مہاجروں کے لیے بھی ہے جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکالے گئے اور ان کے گھروں اور مالوں پر کفارِ مکہ نے قبضہ کر لیا اور اُن کا حال یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا فضل یعنی آخرت کا ثواب اوراس کی رضا چاہتے ہیں اور اپنے جان ومال سے دین کی حمایت میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں، وہی ایمان اور اخلاص میں سچے ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان مہاجر مسلمانوں کو فقرا فرمایا جو اپنے اَموال وغیرہ مکہ معظمہ میں چھوڑ کر آئے تھے، اس سے معلوم ہوا کہ اگر کفار مسلمانوں کے مال پر قبضہ کرلیں تو وہ اس کے مالک ہو جائیں گے۔ (2) حضور پُر نور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی مدد کرنا اللہ تعالیٰ کی مدد کرنا ہے یعنی حقیقت میں اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کرنا ہے۔ (3) خلفاءِ راشدین رضی اللہ عنہم کی خلافت برحق ہے، کیونکہ ان خلافتوں کو سارے مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم نے حق کہا اور وہ سب سچے ہیں۔

آیت 9 اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جنہوں نے مہاجرین سے پہلے یا ان کی ہجرت سے پہلے بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے اس شہر مدینہ کو اپنا وطن اور ایمان کو اپنا ٹھکانہ بنالیا، اسلام لائے اور حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی تشریف آوری سے دوسال پہلے مسجدیں بنائیں، ان کا حال یہ ہے کہ وہ اپنی طرف ہجرت کرنے والوں سے محبت کرتے ہیں، اپنے گھروں میں اُنہیں ٹھہراتے

يُحِبُّوۡنَ مَنۡ هَاجَرَ اِلَيۡهِمۡ وَلَا يَجِدُوۡنَ فِيۡ صُدُوۡرِهِمۡ حَاجَةً مِّمَّاۤ اُوۡتُوۡا وَ

وہ اپنی طرف ہجرت کرنے والوں سے محبت کرتے ہیں اور وہ اپنے دلوں میں اس کے متعلق کوئی حسد نہیں پاتے جو ان کو دیا گیا اور

يُؤۡثِرُوۡنَ عَلٰۤى اَنۡفُسِهِمۡ وَلَوۡ كَانَ بِهِمۡ خَصَاصَةٌ ؕ وَمَنۡ يُّوۡقَ شُحَّ نَفۡسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ

وہ اپنی جانوں پر ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انہیں خود حاجت ہو اور جو اپنے نفس کے لالچ سے بچالیا گیا تو وہی

هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ۚ﴿۹﴾ وَالَّذِيۡنَ جَآءُوۡ مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ يَقُوۡلُوۡنَ رَبَّنَا اغۡفِرۡ لَنَا وَلِاِخۡوَانِنَا

لوگ کامیاب ہیں O اوران کے بعد آنے والے عرض کرتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے

الَّذِيۡنَ سَبَقُوۡنَا بِالۡاِيۡمَانِ وَلَا تَجۡعَلۡ فِيۡ قُلُوۡبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا رَبَّنَاۤ اِنَّكَ

جو ہم سے پہلے ایمان لائے اور ہمارے دل میں ایمان والوں کیلئے کوئی کینہ نہ رکھ، اے ہمارے رب! بیشک تو

اور اپنے مالوں میں نصف کا انہیں شریک کرتے ہیں اور وہ اپنے دلوں میں اُس مال کے بارے میں کوئی خواہش اور طلب نہیں پاتے جو ان مہاجرین کو دیا گیا اور وہ اپنے اَموال اور گھر ایثار کر کے مہاجرین کو اپنی جانوں پر ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انہیں خود مال کی حاجت ہو اور جس کے نفس کو لالچ سے پاک کیا گیا تو وہی کامیاب ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) بعض مفسرین کے نزدیک اس آیت کا تعلق پچھلی آیات کے ساتھ ہے اور اس میں انصار صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے بھی اس مال کا حصہ بیان کیا گیا ہے جو بنو نضیر کے یہودیوں سے حاصل ہوا۔ (2) صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت و شان اور اوصاف بیان کرنا اللہ تعالیٰ کی سنت ہے۔ (3) انصار صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی تعریف میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ وہ مہاجر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت کرتے ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ تمام مہاجر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت کرنا کمالِ ایمان کی نشانی ہے۔ (4) جن حضرات کے نفس کو لالچ سے پاک کر دیا گیا وہ حقیقی طور پر کامیاب ہیں۔

آیت 10 فرمایا کہ مہاجرین اور انصار کے بعد آنے والے عرض کرتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے جو ہم سے پہلے ایمان لائے اور ہمارے دل میں ایمان والوں کیلئے کوئی کینہ نہ رکھ، اے ہمارے رب! بیشک تو نہایت مہربان، رحمت والا ہے اور تو اپنی مہربانی اور رحم کے صدقے ہماری اس دعا کو قبول فرما۔ **اہم باتیں:** (1) مہاجرین و انصار کے بعد آنے والوں میں قیامت تک پیدا ہونے والے تمام مسلمان داخل ہیں اور ان سے پہلے ایمان لانے والوں میں تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم داخل ہیں۔ (2) صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے دل میں کینہ نہ رکھنا ایمان کی علامت اور ان کے بارے میں بغض سے بچنے کی دعا کرنا مسلمانوں کا طریقہ ہے۔ (3) صدرُ الافاضل مفتی نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جس کے دِل میں کسی صحابی کی طرف سے بغض یا کدورت ہو اور وہ اُن کے لیے دعائے رحمت و اِستغفار نہ کرے، وہ مؤمنین کی (آیت میں بیان کردہ تینوں) اَقسام سے خارج ہے۔ (خزائن العرفان) (4) معلوم ہوا کہ ہمیں اپنے دل میں کسی بھی مسلمان کے بارے میں بغض اور کینہ نہیں رکھنا چاہیے۔ (5) بزرگانِ دین خصوصاً صحابۂ کرام اور اہلِ بیت رضی اللہ عنہم کے عرس، ختم، نیاز اور فاتحہ اعلیٰ چیزیں ہیں کہ ان میں ان بزرگوں کے لئے دعا ہے۔

رکوع ۱۰

رَءُوۡفٌ رَّحِیۡمٌ ۝۱۰ اَلَمۡ تَرَ اِلَی الَّذِیۡنَ نَافَقُوۡا یَقُوۡلُوۡنَ لِاِخۡوَانِہِمُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا

نہایت مہربان، بہت رحمت والا ہے۝ کیا تم نے منافقوں کو نہ دیکھا کہ اپنے اہلِ کتاب کافر بھائیوں

مِنۡ اَہۡلِ الۡکِتٰبِ لَئِنۡ اُخۡرِجۡتُمۡ لَنَخۡرُجَنَّ مَعَکُمۡ وَ لَا نُطِیۡعُ فِیۡکُمۡ اَحَدًا اَبَدًا ۙ

سے کہتے ہیں کہ قسم ہے اگر تم نکالے گئے تو ضرور ہم تمہارے ساتھ نکلیں گے اور ہرگز تمہارے بارے میں کسی کا کہنا نہ مانیں گے

وَّ اِنۡ قُوۡتِلۡتُمۡ لَنَنۡصُرَنَّکُمۡ ؕ وَ اللّٰہُ یَشۡہَدُ اِنَّہُمۡ لَکٰذِبُوۡنَ ۝۱۱ لَئِنۡ اُخۡرِجُوۡا

اور اگر تم سے لڑائی کی گئی تو ہم ضرور تمہاری مدد کریں گے اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ یقیناً وہ ضرور جھوٹے ہیں۝ قسم ہے اگر وہ نکالے گئے

لَا یَخۡرُجُوۡنَ مَعَہُمۡ ۚ وَ لَئِنۡ قُوۡتِلُوۡا لَا یَنۡصُرُوۡنَہُمۡ ۚ وَ لَئِنۡ نَّصَرُوۡہُمۡ

تو یہ ان کے ساتھ نہ نکلیں گے اور قسم ہے اگر اُن سے لڑائی کی گئی تو یہ ان کی مدد نہ کریں گے اور قسم ہے اگر یہ ان کی مدد کریں گے

لَیُوَلُّنَّ الۡاَدۡبَارَ ۟ ثُمَّ لَا یُنۡصَرُوۡنَ ۝۱۲ لَاَنۡتُمۡ اَشَدُّ رَہۡبَۃً فِیۡ صُدُوۡرِہِمۡ مِّنَ اللّٰہِ ؕ

تو ضرور پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے پھر ان کی مدد نہ کی جائے گی۝ بیشک ان کے دلوں میں اللہ سے زیادہ تمہارا ڈر ہے

ذٰلِکَ بِاَنَّہُمۡ قَوۡمٌ لَّا یَفۡقَہُوۡنَ ۝۱۳ لَا یُقَاتِلُوۡنَکُمۡ جَمِیۡعًا اِلَّا فِیۡ قُرًی مُّحَصَّنَۃٍ اَوۡ

یہ اس لیے کہ وہ ناسمجھ لوگ ہیں۝ یہ سب (مل کر بھی) تم سے نہ لڑیں گے مگر قلعہ بند شہروں میں یا

آیت 11 اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! کیا آپ نے عبد اللہ بن اُبی سلول منافق اور اس کے ساتھیوں کو نہ دیکھا کہ اپنے اہلِ کتاب کافر بھائیوں بنو قریظہ اور بنو نضیر سے کہتے ہیں کہ اگر تم مدینہ منورہ سے نکالے گئے تو ضرور ہم تمہارے ساتھ جائیں گے اور ہرگز تمہارے خلاف کسی کا کہنا نہ مانیں گے اور اگر تم سے لڑائی ہوئی تو ہم ضرور تمہاری مدد کریں گے اور تمہارے ساتھ مل کر لڑیں گے۔ اللہ تعالیٰ گواہ ہے کہ یہودیوں سے منافقین کے یہ سب وعدے جھوٹے ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) معلوم ہوا منافق کفار کے بھائی ہیں مومنوں کے بھائی نہیں، اگرچہ وہ بظاہر کلمہ پڑھتے ہیں لیکن وقت پر کفار ہی کا ساتھ دیتے ہیں۔ (2) کفار کو بھائی سمجھنا اور بھائی کہنا منافقوں کا کام ہے۔

آیت 12 ارشاد فرمایا کہ اگر وہ یہودی مدینے سے نکالے گئے تو یہ منافق ان کے ساتھ نہ نکلیں گے اور اگر ان یہودیوں سے لڑائی کی گئی تو یہ منافق ان کی مدد نہ کریں گے، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ یہودیوں کو مدینہ منورہ سے نکال دیا گیا اور منافقین ان کے ساتھ نہ نکلے اور یہودیوں سے لڑائی ہوئی لیکن منافقوں نے یہودیوں کی مدد نہ کی۔ مزید ارشاد فرمایا کہ اگر بالفرض منافق یہودیوں کی مدد کریں گے تو ضرور پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے پھر جب یہ مددگار بھاگ نکلیں گے تو منافقوں کی مدد نہ کی جائے گی اور اللہ تعالیٰ انہیں ہلاک فرما دے گا۔

آیت 13 فرمایا کہ اے مسلمانو! بیشک ان منافقوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ سے زیادہ تمہارا ڈر ہے کہ تمہارے سامنے تو کفر کا اظہار کرنے سے ڈرتے ہیں اور یہ جانتے ہوئے بھی کہ اللہ تعالیٰ دلوں کی چھپی باتیں جانتا ہے دل میں کفر رکھتے ہیں۔ ان کا یہ ڈر اس لیے ہے کہ وہ ناسمجھ لوگ ہیں اور اللہ تعالیٰ کی عظمت کو نہیں جانتے۔

آیت 14 فرمایا کہ اے مسلمانو! سب یہودی مل کر بھی اعلانیہ تم سے نہ لڑیں گے بلکہ قلعہ بند شہروں میں یا دیواروں کے پیچھے چھپ کر

مِنۡ وَّرَآءِ جُدُرٍؕ بَاۡسُهُمۡ بَيۡنَهُمۡ شَدِيۡدٌؕ تَحۡسَبُهُمۡ جَمِيۡعًا وَّقُلُوۡبُهُمۡ شَتّٰىؕ

دیواروں کے پیچھے سے، ان کی آپس میں لڑائی بہت سخت ہے۔ تم انہیں اکٹھا سمجھتے ہو حالانکہ ان کے دل الگ الگ ہیں،

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمۡ قَوۡمٌ لَّا يَعۡقِلُوۡنَ ۚ﴿۱۴﴾ كَمَثَلِ الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ قَرِيۡبًا

یہ اس لیے کہ وہ بے عقل لوگ ہیں (ان کی مثال) ان لوگوں کی مثال جیسی ہے جو ابھی قریب زمانے میں ان سے پہلے ہوئے ہیں

ذَاقُوۡا وَبَالَ اَمۡرِهِمۡ ۚ وَلَهُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ ۚ﴿۱۵﴾ كَمَثَلِ الشَّيۡطٰنِ اِذۡ قَالَ لِلۡاِنۡسَانِ اكۡفُرۡ ۚ

انہوں نے اپنے کام کا وبال چکھا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے جیسے شیطان کی مثال جب اس نے آدمی سے کہا: ''کفر کر''

لڑیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ مدینہ منورہ کے اہلِ کتاب نے کبھی کھلم کھلا مسلمانوں کے مقابلے کی ہمت نہ کی، بلکہ غزوۂ خندق کے بعد جب مسلمانوں نے ان کی بدعہدی کی بنا پر ان سے مقابلہ کیا تو وہ اپنے کوچہ بند محلوں میں بند ہو کر بیٹھ گئے، پھر مجبوراً نکلے تو بنو قریظہ قتل اور بنو نضیر جلاوطن کر دیئے گئے، یوں اللہ تعالیٰ نے جیسا فرمایا تھا ویسا ہی ہوا۔ مزید فرمایا: **ان کی آپس میں لڑائی بہت سخت ہے۔** یعنی جب وہ یہودی آپس میں لڑتے ہیں تو بہت شدت اور سختی سے لڑتے ہیں لیکن مسلمانوں کے مقابلے میں بزدل اور نامرد ثابت ہوتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب ڈال دیا ہے۔ مزید فرمایا: **تم انہیں اکٹھا سمجھتے ہو حالانکہ ان کے دل الگ الگ ہیں۔** یعنی اے سننے والے تم انہیں ایک متحد، متفق اور ایک دوسرے سے اُلفت رکھنے والی جماعت سمجھتے ہو حالانکہ ان کے دل الگ الگ ہیں اور وہ ایک دوسرے سے کوئی الفت نہیں رکھتے اور ان کے دلوں کا الگ الگ ہونا اس لیے ہے کہ وہ بے عقل لوگ ہیں، نہ حق کو پہچانتے ہیں اور نہ اس کی پیروی کرتے ہیں۔ **اہم بات:** کفار مسلمانوں کے مقابلے میں کسی مصلحت جیسے ملکی و قومی مفادات کی وجہ سے ایک ہو جاتے ہیں ورنہ حقیقت میں ہر کوئی اپنے مفادات کا اسیر ہوتا ہے، لہٰذا مسلمان کفار پر کسی صورت اعتماد نہ کریں بلکہ اپنے مسلمان بھائیوں پر اعتماد کریں اور مسلمانوں کو بھی چاہیے کہ وہ ایک دوسرے کے اعتماد پر پورا اُتریں۔

آیت 15 اس آیت میں یہودیوں کی ایک مثال بیان کی گئی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ان کا حال مشرکین جیسا ہے جنہوں نے جنگِ بدر میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے ساتھ عداوت رکھنے کا اور کفر کرنے کا وبال چکھا اور ذلت و رسوائی کے ساتھ ہلاک کئے گئے اور اس کے ساتھ ساتھ ان کے لیے آخرت میں جہنم کا دردناک عذاب ہے تو دنیا و آخرت میں جو حشر ان مشرکوں کا ہوا وہی ان یہودیوں کا ہوگا۔

آیت 16 اس آیت میں منافقوں اور یہودیوں کی ایک مثال بیان کی جارہی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ منافقوں کا بنو نضیر کے یہودیوں کے ساتھ سلوک ایسا ہے جیسے شیطان کی مثال کہ اس نے اپنے مکر و فریب سے آدمی کو کفر کرنے کا کہا اور جب اس نے کفر کر لیا تو اس سے کہا کہ میں تجھ سے بیزار ہوں اور بیشک میں اس اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتا ہوں جو سارے جہان کا رب ہے۔ ایسے ہی منافقوں نے بنو نضیر کے یہودیوں کو مسلمانوں کے خلاف اُبھارا، جنگ پر آمادہ کیا، اُن سے مدد کے وعدے کئے اور جب یہودیوں نے مسلمانوں سے جنگ کی تو منافق اپنے گھروں میں بیٹھے رہے اور یہودیوں کا ساتھ نہ دیا۔ **اہم بات:** انسانوں کو کفر اور گناہ میں مبتلا کرنے کے لئے شیطان کا ایک راستہ یہ بھی ہے کہ شیطان کسی کام کو بندے کے سامنے نیک بنا کر پیش کرتا ہے اور بندہ نیک سمجھتے ہوئے وہ کام کرنا شروع کر دیتا ہے، پھر شیطان اسے رفتہ رفتہ گناہ کی طرف لے جاتا ہے یہاں تک کے بندہ گناہ میں مبتلا ہو جاتا ہے، پھر اس گناہ سے

فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّیۡ بَرِیۡٓءٌ مِّنۡكَ اِنِّیۡۤ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۱۶﴾ فَكَانَ

پھر جب اس نے کفر کر لیا تو کہا: بیشک میں تجھ سے بیزار ہوں، بیشک میں اس اللہ سے ڈرتا ہوں جو سارے جہانوں کا رب ہے ○ تو ان

عَاقِبَتَهُمَاۤ اَنَّهُمَا فِی النَّارِ خَالِدَیۡنِ فِیۡهَا ؕ وَ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۱۷﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ ع ٧ ٥

دونوں کا انجام یہ ہوا کہ وہ دونوں آگ میں ہوں گے ہمیشہ اس میں رہیں گے اور ظالموں کی یہی سزا ہے ○ اے ایمان

اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ لۡتَنۡظُرۡ نَفۡسٌ مَّا قَدَّمَتۡ لِغَدٍ ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیۡرٌۢ

والو! اللہ سے ڈرو اور ہر جان دیکھے کہ اس نے کل کے لیے آگے کیا بھیجا ہے اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ تمہارے اعمال سے

بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۸﴾ وَ لَا تَكُوۡنُوۡا كَالَّذِیۡنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنۡسٰىهُمۡ اَنۡفُسَهُمۡ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ

خوب خبردار ہے ○ اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اللہ نے انہیں ان کی جانیں بھلا دیں، وہی

ہونے والی رسوائی سے بندے کو خوفزدہ کر کے دوسرے گناہ پر مجبور کرتا ہے اور آخر کار بندے کو کفر کرنے پر مجبور کر دیتا ہے اور جب بندہ کفر کر لیتا ہے تو شیطان اسے تنہا چھوڑ کر چلا جاتا ہے اور یہ بندہ کفر کی حالت میں مر کر جہنم کے دردناک عذاب میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

آیت 17 فرمایا کہ شیطان اور کفر کرنے والے اس انسان کا اُخروی انجام یہ ہوا کہ وہ دونوں جہنم کی آگ میں ہیں اور ہمیشہ اس میں رہیں گے اور ظالموں کی یہی سزا ہے کہ وہ ہمیشہ جہنم کی آگ میں رہیں۔

آیت 18 اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے ایمان والو! تم جو کام کرتے ہو اور جو چھوڑتے ہو ہر ایک میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس کے حکم کی مخالفت نہ کرو اور ہر جان دیکھے کہ اس نے قیامت کے دن کے لئے کیا اعمال کیے اور تمہیں مزید تاکید کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو، بیشک اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے خبردار ہے؛ لہٰذا جب گناہ کرنے لگو تو سوچ لو کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اس گناہ کو دیکھ رہا ہے، وہ قیامت کے دن اس کی سزا دے گا۔ **درس:** اپنے اعمال کے بارے میں اصلاح کے لئے سوچنا بہت افضل عمل ہے اور یہی مراقبہ ہے۔ ہر مسلمان اپنے اُخروی معاملات کے بارے میں مراقبہ کرتا رہے۔

آیت 19 فرمایا کہ اے ایمان والو! ان یہودیوں اور منافقوں کی طرح نہ ہونا جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے حقوق کو بھلا دیا اور جیسی اس کی قدر کرنے کا حق تھا ویسی قدر نہ کی اور اس کے احکامات و ممنوعات کی ان کے حق کے مطابق رعایت نہ کی، تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی جانوں کو بھول جانے والا بنا دیا کہ وہ اس چیز کو نہیں سنتے جو انہیں نفع دے اور وہ کام نہیں کرتے جو انہیں نجات دے اور یہ بھول جانے والے ہی کامل فاسق ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) معلوم ہوا کہ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے حقوق یاد نہ رہے جیسے یہودی اور عیسائی ان جیسا ہونا ممنوع ہے۔ (2) اسلام کے سوا کسی اور دین میں رہ کر اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا قابلِ قبول نہیں، کیونکہ وہ کفار اپنے عقیدے کے مطابق اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے تھے، لیکن ارشاد فرمایا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو بھلا دیا یعنی چھوڑ دیا۔

الْفٰسِقُوْنَ ﴿۱۹﴾ لَا يَسْتَوِيْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ؕ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿۲۰﴾

نافرمان ہیں○ دوزخ والے اور جنت والے برابر نہیں، جنت والے ہی کامیاب ہیں○

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ وَ تِلْكَ

اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر اتارتے تو ضرور تم اسے جھکا ہوا، اللہ کے خوف سے پاش پاش دیکھتے اور ہم یہ

الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱﴾ هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ

مثالیں لوگوں کے لیے بیان فرماتے ہیں تاکہ وہ سوچیں○ وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں،

عٰلِمُ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴿۲۲﴾ هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ

ہر غیب اور ظاہر کا جاننے والا ہے، وہی نہایت مہربان، بہت رحمت والا ہے○ وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں،

آیت 20 فرمایا کہ جہنم والے جن کے لئے دائمی عذاب ہے اور جنت والے جن کیلئے ہمیشہ کا عیش او رراحت ہے، یہ دونوں برابر نہیں بلکہ جنت والے ہی کامیاب ہیں کہ انہوں نے اپنی زندگی اللہ تعالیٰ کی رضا میں گزاری اور آخرت میں اس کی نعمتوں کے مستحق ہوئے جبکہ کفار دونوں جگہ نقصان میں رہے۔

آیت 21 فرمایا کہ قرآنِ مجید کی عظمت و شان ایسی ہے کہ اگر ہم اسے کسی پہاڑ پر اتارتے اور اُس کو انسان کی سی تمیز عطا کرتے تو انتہائی مضبوط ہونے کے باوجود تم اسے ضرور جھکا ہوا اور اللہ تعالیٰ کے خوف سے پاش پاش دیکھتے، ہم یہ اور اس جیسی دیگر مثالیں لوگوں کے لیے بیان فرماتے ہیں تاکہ وہ سوچیں کہ جب ہم اشرف المخلوقات ہیں تو چاہیے کہ ہمارے اعمال بھی اشرف واعلیٰ ہوں۔ **اہم بات:** یہاں آیت میں قرآن سے مراد اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اتارنے سے اس کلام کو اس کی عظمت کے ظہور کے ساتھ اتارنا مراد ہے، اس آیت سے اشارۃً معلوم ہوا کہ حضورِ انور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا قلب شریف پہاڑ سے زیادہ قوی اور مضبوط ہے کیونکہ آپ کو اللہ تعالیٰ کا خوف اور اَسرارِ الٰہی سے واقفیت کامل طریقے سے حاصل ہونے کے باوجود آپ اپنے مقام پر قائم ہیں۔

آیت 22 فرمایا کہ وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس کی شان یہ ہے کہ وہ ظاہر اور پوشیدہ نیز موجود و معدوم سب کو جانتا ہے اور وہی بڑا مہربان رحمت والا ہے۔

آیت 23 اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے دس اوصاف بیان فرمائے ہیں: (1) اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ (2) ملک و حکومت کا حقیقی مالک ہے کہ تمام موجودات اس کے ملک اور حکومت کے تحت ہیں۔ (3) ہر عیب سے اور تمام برائیوں سے نہایت پاک ہے۔ (4) اپنی مخلوق کو آفتوں اور نقصانات سے سلامتی دینے والا ہے۔ (5) اپنے فرمانبردار بندوں کو اپنے عذاب سے امن بخشنے والا ہے۔ (6) ہر چیز پر نگہبان اور اس کی حفاظت فرمانے والا ہے۔ (7) ایسی عزت والا ہے جس کی مثال نہیں مل سکتی اور ایسے غلبے والا ہے کہ اس پر کوئی بھی غالب نہیں آسکتا۔ (8) اپنی ذات اور تمام صفات میں عظمت والا ہے۔ (9) اپنی بڑائی کا اظہار کرنا اسی کے شایاں اور لائق

اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ؕ

بادشاہ، نہایت پاک، سلامتی دینے والا، امن بخشنے والا، حفاظت فرمانے والا، بہت عزت والا، بے حد عظمت والا، اپنی بڑائی بیان فرمانے والا ہے،

سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿٢٣﴾ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ؕ

اللہ ان مشرکوں کے شرک سے پاک ہے ○ وہی اللہ بنانے والا، پیدا کرنے والا، ہر ایک کو صورت دینے والا ہے، سب اچھے نام اسی کے ہیں۔

يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿٢٤﴾ ع ٣

آسمانوں اور زمین میں موجود ہر چیز اسی کی پاکی بیان کرتی ہے اور وہی بہت عزت والا، بڑا حکمت والا ہے ○

٦٠ سُوْرَةُ الْمُمْتَحِنَةِ مَدَنِيَّةٌ ٩١

اٰیاتها ١٣ | رکوعاتها ٢

سورۂ ممتحنہ مدنیہ ہے، اس میں تیرہ آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

ہے کیونکہ اس کا ہر کمال عظیم ہے اور ہر صفت عالی ہے جبکہ مخلوق میں کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ تکبُّر یعنی اپنی بڑائی کا اظہار کرے۔ (10) اللہ تعالیٰ ان مشرکوں کے شرک سے پاک ہے۔

آیت 24 فرمایا کہ وہی اللہ ہے جس کی شان یہ ہے کہ وہ بنانے والا، عدم سے وجود میں لانے والا اور ہر ایک کو جیسی چاہے ویسی صورت دینے والا ہے، سب اچھے نام اسی کے ہیں جو کہ اس کی بلند صفات پر دلالت کرتے ہیں، آسمانوں اور زمین میں موجود ہر چیز تمام عیوب ونقائص سے اس کی پاکی بیان کرتی ہے اور وہی حقیقی طور پر عزت والا، حکمت والا ہے۔ **اہم بات:** سورۂ حشر کی آخری تین آیات کی بڑی فضیلت ہے کہ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ کے ساتھ صبح وشام پڑھنے والے کے لئے ستر ہزار فرشتے دعا کرتے ہیں۔

سورۂ مُمْتَحِنَۃ کا تعارف یہ سورت مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں 2 رکوع اور 13 آیتیں ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سورت کا نام "مُمْتَحِنَۃ" ہے، اس صورت میں اس کا معنی ہو گا عورتوں کا امتحان لینے والی سورت۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا نام "مُمْتَحَنَۃ" ہے، یعنی اس سورت میں ان عورتوں کا ذکر ہے جن کا امتحان لیا گیا ہے۔ اس سورت کا نام اس کی آیت نمبر 10 کے کلمہ "فَامْتَحِنُوْهُنَّ" سے ماخوذ ہے۔ **خلاصۂ مضامین:** اس سورت میں مسلمانوں کو کافروں کے ساتھ دوستی کرنے اور محبت رکھنے سے منع کیا گیا اور انہیں بتایا گیا کہ کفار کو جب بھی موقع ملے گا تو تمہیں نقصان پہنچانے میں کوئی کمی نہیں کریں گے اور یہ بھی بتایا گیا کہ قیامت کے دن کافر اولاد اور کافر رشتہ دار کوئی فائدہ نہیں دیں گے بلکہ اس دن ایمان اور نیک اعمال کام آئیں گے۔ اس کی مثال کے طور پر حضرت ابراہیم علیہ السّلام اور ان کے ساتھیوں کی سیرت بیان کی گئی کہ کس طرح انہوں نے اپنی مشرک قوم سے بیزاری کا اظہار کیا، یہودیوں اور مشرکوں سے تعلُّقات کے بارے میں اصول بیان کئے گئے اور مدینہ منورہ ہجرت کر کے پہنچنے والی مومنہ عورتوں کا امتحان لینے کا حکم دیا گیا اور ان کے بارے میں شرعی حکم بیان کیا گیا۔ آخر میں مسلمانوں کو یہودیوں کے ساتھ دوستی کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَّخِذُوۡا عَدُوِّىۡ وَعَدُوَّكُمۡ اَوۡلِيَآءَ تُلۡقُوۡنَ اِلَيۡهِمۡ بِالۡمَوَدَّةِ

اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ، تم انہیں دوستی کی وجہ سے خبریں پہنچاتے ہو

وَقَدۡ كَفَرُوۡا بِمَا جَآءَكُمۡ مِّنَ الۡحَـقِّ‌ۚ يُخۡرِجُوۡنَ الرَّسُوۡلَ وَاِيَّاكُمۡ‌ اَنۡ تُؤۡمِنُوۡا بِاللّٰهِ

حالانکہ یقیناً وہ اس حق کے منکر ہیں جو تمہارے پاس آیا، وہ رسول کو اور تمہیں اس بنا پر نکالتے ہیں کہ تم اپنے رب اللہ پر

رَبِّكُمۡ ؕ اِنۡ كُنۡتُمۡ خَرَجۡتُمۡ جِهَادًا فِىۡ سَبِيۡلِىۡ وَابۡتِغَآءَ مَرۡضَاتِىۡ‌ تُسِرُّوۡنَ اِلَيۡهِمۡ

ایمان لائے، اگر تم میری راہ میں جہاد کرنے اور میری رضا طلب کرنے کیلئے نکلے تھے (تو ان سے دوستی نہ کرو) تم ان کی طرف محبت کا خفیہ

بِالۡمَوَدَّةِ ‌ۖ وَاَنَا اَعۡلَمُ بِمَاۤ اَخۡفَيۡتُمۡ وَمَاۤ اَعۡلَنۡتُمۡ‌ ؕ وَمَنۡ يَّفۡعَلۡهُ مِنۡكُمۡ فَقَدۡ ضَلَّ

پیغام بھیجتے ہو اور میں ہر اس چیز کو خوب جانتا ہوں جسے تم نے چھپایا اور جسے تم نے ظاہر کیا اور تم میں سے جو یہ (دوستی) کرے تو بیشک

آیت 1 **شانِ نزول:** بنی ہاشم کے خاندان کی ایک باندی ''سارہ'' محتاجی سے تنگ ہو کر مدینہ منورہ میں سرکارِ دوعالَم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئی۔ حضرت عبد المطلب کی اولاد نے اس کی بہت امداد کی۔ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ اُس سے ملے تو اُنہوں نے اسے دس دینار دیئے، ایک چادر دی اور ایک خط اہلِ مکہ کے پاس بھیجا جس کا مضمون یہ تھا: حضور انور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم تم پر حملہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں، تم اپنے بچاؤ کی تدبیر کرلو۔ سارہ یہ خط لے کر روانہ ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو اس کی خبر دی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے اپنے چند اَصحاب کو جن میں حضرت علی المرتضیٰ کرّم اللہ وجہہ الکریم بھی تھے، روانہ کیا اور فرمایا: روضۂ خاخ کے مقام پر تمہیں ایک مسافر عورت ملے گی، اس کے پاس حاطب بن ابی بلتعہ کا خط ہے، وہ خط اس سے لے لو اور اسے چھوڑ دو، اگر خط دینے سے انکار کرے تو اس کی گردن ماردو۔ یہ حضرات روانہ ہوئے اور عورت کو ٹھیک اسی مقام پر پایا جہاں حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا تھا، اس سے خط مانگا تو اولا اس نے انکار کیا۔ حضرت علی المرتضیٰ کرّم اللہ وجہہ الکریم نے تلوار کھینچ کر عورت سے فرمایا: تو خط نکال دے ورنہ میں تیری گردن اڑا دوں گا۔ تو اس نے اپنے جُوڑے میں سے خط نکال کر دے دیا۔ جب یہ حضرات خط لے کر واپس پہنچے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا: اے حاطب! خط لکھنے کی وجہ کیا تھی؟ عرض کی: یارسولَ اللہ! صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم، میں جب سے اسلام لایا ہوں تب سے کبھی میں نے کفر نہیں کیا اور نہ ہی کبھی آپ کے ساتھ خیانت کی، دراصل مکہ (لیکن میرا وہاں کوئی رشتہ دار نہیں) مجھے اپنے گھر والوں کے بارے اندیشہ تھا اس لئے میں نے یہ چاہا کہ میں اہلِ مکہ پر کچھ احسان رکھ دوں تاکہ وہ میرے گھر والوں کو نہ ستائیں اور یہ بات جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اہلِ مکہ پر عذاب نازل فرمانے والا ہے، میرا خط انہیں بچا نہ سکے گا۔ تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے اُن کا یہ عذر قبول فرمایا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم، مجھے اجازت دیجئے تاکہ اس منافق کی گردن ماردوں۔ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے عمر! اللہ تعالیٰ خبردار ہے جب ہی اُس نے اہلِ بدر کے حق میں فرمایا کہ جو چاہو کرو میں نے تمہیں بخش دیا ہے۔ تب یہ آیات نازل ہوئیں۔ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے ایمان والو! کافروں کو اپنا دوست نہ بناؤ جو میرے اور تمہارے دشمن ہیں، تم انہیں دوستی کی وجہ سے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی پوشیدہ خبریں پہنچاتے ہو حالانکہ وہ تمہارے پاس آئے ہوئے حق یعنی اسلام اور

Go to Index

سَوَآءَ السَّبِيۡلِ ﴿۱﴾ اِنۡ يَّثۡقَفُوۡكُمۡ يَكُوۡنُوۡا لَـكُمۡ اَعۡدَآءً وَّيَبۡسُطُوۡۤا اِلَيۡكُمۡ اَيۡدِيَهُمۡ وَ

وہ سیدھی راہ سے بہک گیا○ اگر وہ تمہیں پالیں تو تمہارے دشمن ہوں گے اور تمہاری طرف اپنے ہاتھ اور اپنی زبانیں

اَلۡسِنَتَهُمۡ بِالسُّوۡٓءِ وَوَدُّوۡا لَوۡ تَكۡفُرُوۡنَ ؕ ﴿۲﴾ لَنۡ تَنۡفَعَكُمۡ اَرۡحَامُكُمۡ وَلَاۤ اَوۡلَادُكُمۡ ۚ

برائی کے ساتھ دراز کریں گے اور وہ چاہتے ہیں کہ کسی طرح تم کافر ہوجاؤ○ تمہارے رشتے اور تمہاری اولاد قیامت کے دن

يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ ۚ يَفۡصِلُ بَيۡنَكُمۡ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِيۡرٌ ﴿۳﴾ قَدۡ كَانَتۡ لَـكُمۡ

ہرگز تمہیں نفع نہ دیں گے، اللہ تمہارے درمیان جدائی کردے گا اور اللہ تمہارے کام خوب دیکھ رہا ہے○ بیشک ابراہیم اور اس کے

اُسۡوَةٌ حَسَنَةٌ فِىۡۤ اِبۡرٰهِيۡمَ وَالَّذِيۡنَ مَعَهٗ ۚ اِذۡ قَالُوۡا لِقَوۡمِهِمۡ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنۡكُمۡ وَمِمَّا

ساتھیوں میں تمہارے لیے بہترین پیروی تھی جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا: بیشک ہم تم سے اور ان سے بیزار ہیں جنہیں

تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ ۫ كَفَرۡنَا بِكُمۡ وَبَدَا بَيۡنَنَا وَبَيۡنَكُمُ الۡعَدَاوَةُ وَالۡبَغۡضَآءُ اَبَدًا

تم اللہ کے سوا پوجتے ہو، ہم نے تمہارا انکار کیا اور ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ کے لیے دشمنی اور عداوت ظاہر ہوگئی

معانقۃ ۱۲ السماع الوقف علی الْقِیٰمَۃِ ج ۱۲

قرآن کا انکار کرتے ہیں، رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو اور تمہیں اس بنا پر مکہ مکرمہ سے نکالتے ہیں کہ تم اپنے رب عزّوجلّ پر ایمان لائے ہو، اگر تم میری راہ میں جہاد کرنے اور میری رضا طلب کرنے کیلئے اپنے وطن سے نکلے تھے تو ان کافروں سے دوستی نہ کرو، تم انہیں خفیہ محبت کا پیغام بھیجتے ہو حالانکہ تمہیں یہ بات معلوم ہے کہ میں ہر اس چیز کو خوب جانتا ہوں جسے تم نے چھپایا اور جسے تم نے ظاہر کیا اور تم میں سے جو ان سے دوستی کرے گا تو بیشک وہ سیدھی راہ سے بہک گیا۔ **اہم باتیں:** (1) کفارِ مکہ مسلمانوں کے دشمن تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنا دشمن بھی فرمایا کیونکہ نیک بندوں کا دشمن اللہ تعالیٰ کا بھی دشمن ہے۔ (2) کفار کو مسلمانوں کے راز سے خبردار کرنا غداری اور دین و قوم سے بغاوت ہے۔ (3) حضرت حاطب رضی اللہ عنہ سے گناہ سرزد ہوا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں مومن فرمایا، اس سے معلوم ہوا کہ کبیرہ گناہ کرنے سے انسان کافر نہیں ہوتا۔ (4) ایمان کا دشمن جان کے دشمن سے زیادہ خطرناک ہے۔

آیت 2 فرمایا کہ کفار کی عداوت کا یہ حال ہے کہ تم ان کے ساتھ کتنے ہی اس قسم کے سلوک کرو، لیکن انہیں جب کبھی موقعہ ملے گا تو وہ تم سے اپنی دشمنی نکالنے میں کمی نہ کریں گے، اور ان کی تمنا یہ ہے کہ کسی طرح تم کافر ہو جاؤ تو ایسے لوگوں کو دوست بنانا اور اُن سے بھلائی کی اُمید رکھنا ہرگز نہ چاہیے۔

آیت 3 ارشاد فرمایا: اے ایمان والو! جن رشتے داروں اور اولاد کی وجہ سے تم کفار سے دوستی اور مُوالات کرتے ہو یہ قیامت کے دن ہرگز تمہیں نفع نہ دیں گے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمہارے اور ان کے درمیان جدائی کردے گا کہ فرمانبردار جنت میں ہوں گے اور کافرنافرمان جہنم میں اور اللہ تعالیٰ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔

آیت 4 اس آیت میں حضرت حاطب رضی اللہ عنہ اور دوسرے مومنین سے خطاب ہے۔ چنانچہ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ بیشک حضرت ابراہیم علیہ السلام اوران پر ایمان لانے والوں کی سیرت میں تمہارے لیے بہترین پیروی تھی، جب انہوں نے اپنی مشرک قوم سے کہا: بیشک

حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗۤ اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ

حتّٰی کہ تم ایک اللہ پر ایمان لے آؤ مگر ابراہیم کا اپنے (عرفی) باپ سے یہ کہنا (پیروی کے قابل نہیں) کہ میں ضرور تیرے لئے مغفرت کی دعا مانگوں گا

وَمَاۤ اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍؕ رَبَّنَا عَلَیْكَ تَوَكَّلْنَا وَاِلَیْكَ اَنَبْنَا

اور میں اللہ کے سامنے تیرے لئے کسی نفع کا مالک نہیں ہوں۔ اے ہمارے رب! ہم نے تجھی پر بھروسہ کیا اور تیری ہی طرف رجوع لائے

وَاِلَیْكَ الْمَصِیْرُ ۝۴ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَاۚ

اور تیری ہی طرف پھرنا ہے ○ اے ہمارے رب! ہمیں کافروں کے لئے آزمائش نہ بنا اور ہمیں بخش دے، اے ہمارے رب!

اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝۵ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْهِمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ

بیشک تو ہی بہت عزت والا، بڑا حکمت والا ہے ○ (اے مسلمانو!) بیشک ضرور تمہارے لیے ان میں اچھی پیروی تھی، اس کیلئے جو

یَرْجُوا اللّٰهَ وَالْیَوْمَ الْاٰخِرَؕ وَمَنْ یَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ ۝۶ ع

اللہ اور آخرت کے دن کی امید رکھتا ہے اور جو منہ پھیرے تو بیشک اللہ ہی بے نیاز، ہر حمد کے لائق ہے ○

ہم تم سے اور ان بتوں سے بیزار ہیں جنہیں تم اللہ تعالیٰ کے سوا پوجتے ہو، ہم تمہارے منکر ہوئے اور ہم نے تمہارے دین کی مخالفت اختیار کی اور جب تک تم ایک اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتے تب تک ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ کے لیے دشمنی اور عداوت ظاہر ہوگئی، البتہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے عُرفی باپ کے لئے مغفرت کی دعا مانگنا پیروی کے قابل نہیں کیونکہ یہ ایک وعدے کی بنا پر تھا اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ظاہر ہوگیا کہ وہ کفر پر ہی قائم ہے تو آپ نے اس سے بیزاری ظاہر کر دی، لہٰذا یہ کسی کیلئے جائز نہیں کہ اپنے کافر رشتہ دار کیلئے دعائے مغفرت کرے۔ آیت کے آخری حصے میں ہے: **اے ہمارے رب! ہم نے تجھی پر بھروسہ کیا۔** یہ بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اور اُن مومنین کی دعا ہے جو آپ کے ساتھ تھے۔ **اہم باتیں:** (1) مسلمانوں پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی پیروی مُطْلَقًا لازم ہے جبکہ دیگر انبیاءِ کرام علیہم السلام کی پیروی ہمارے لئے خاص اعمال میں سے ہے کیونکہ سابقہ انبیاءِ کرام علیہم السلام کی شریعت کے بہت سے اَحکام مَنسوخ بھی ہوگئے ہیں۔ (2) اللہ تعالیٰ کے اِذن اور اس کی اجازت سے اَنبیاءِ کرام علیہم السلام گناہگار مومنوں سے عذاب دور کریں گے اور ان کی شفاعت سے عذاب دور ہوگا۔ اس پر قرآن وحدیث کے دلائل بہت واضح ہیں۔

آیت 5 یہ دعا مانگنے میں بھی مسلمانوں کو ان کی پیروی کرنی چاہئے کہ اے ہمارے رب! عزّوجلّ، کافروں کو ہم پر غلبہ دے کر ہمیں ان کیلئے آزمائش نہ بنا کیونکہ وہ اپنے آپ کو حق پر اور مسلمانوں کو باطل پر گمان کرنے لگیں گے، نیز اے اللہ، ہمیں بخش دے، اے ہمارے رب! عزّوجلّ، بیشک تو ہی عزت والا اور حکمت والا ہے۔

آیت 6 فرمایا کہ اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی امت! تمہارے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان پر ایمان لانے والوں کی سیرت میں اچھی پیروی تھی، خاص طور پر اس کے لئے جو اللہ تعالیٰ کی رحمت و ثواب اور آخرت کی راحت کا طالب ہو اور جو ایمان لانے سے منہ پھیرے اور کفار سے دوستی کرے تو وہ سمجھ لے کہ ہمارے دین کو اس کی ضرورت نہیں، بیشک اللہ تعالیٰ ہی بے نیاز اور حمد کے لائق ہے۔

عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً ؕ وَاللّٰهُ قَدِيْرٌ ؕ

قریب ہے کہ اللہ تمہارے اور ان لوگوں کے درمیان محبت پیدا فرمادے جو ان میں سے تمہارے دشمن ہیں۔ اور اللہ بہت قدرت والا ہے

وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝٧ لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ

اور اللہ بہت بخشنے والا بڑا مہربان ہے ○ اللہ تمہیں ان لوگوں سے احسان کرنے اور انصاف کا برتاؤ کرنے سے منع نہیں کرتا جنہوں نے تم سے

وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ

دین میں لڑائی نہیں کی اور نہ تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا، بیشک اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت

الْمُقْسِطِيْنَ ۝٨ اِنَّمَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ

فرماتا ہے ○ اللہ تمہیں صرف ان لوگوں سے دوستی کرنے سے منع کرتا ہے جو تم سے دین میں لڑے اور انہوں نے تمہیں

آیت 7 **شانِ نزول:** جب اُوپر کی آیات نازل ہوئیں تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اپنے عزیز و اَقارب کی دشمنی میں بہت سخت اور ان سے بیزار ہوگئے، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر انہیں امید دلائی کہ اُن کفار کا حال بدلنے والا ہے، چنانچہ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے ایمان والو! قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اور کفارِ مکہ میں سے ان لوگوں کے درمیان جن سے تمہاری دشمنی ہوگئی ہے اس طرح محبت پیدا کردے کہ انہیں ایمان کی توفیق دیدے کیونکہ اللہ تعالیٰ حال تبدیل کرنے اور محبت کے اسباب آسان کرنے پر بہت قدرت والا ہے اور مشرکوں میں سے جو ایمان لائے اسے اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور اس پر مہربان ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ایسا ہی کیا اور فتح مکہ کے بعد اُن میں سے ایک کثیر تعداد ایمان لے آئی اور ان کی ایک دوسرے سے محبت بڑھی۔

آیت 8، 9 ان آیات کی تفسیر میں کثیر اَقوال اور اختلاف ہیں، یہاں صرف ایک راجح خلاصۂ کلام پیش کیا جاتا ہے۔ (1) جن کفار سے مسلمانوں کا امن و امان کا معاہدہ ہے یا جو ذِمّی کفار ہیں ان کے ساتھ بِر یعنی اچھا سلوک کرنے اور اِقساط کی ممانعت نہیں بلکہ اجازت ہے جبکہ ان کے علاوہ کے ساتھ ممانعت ہے۔ (2) کفار کے ساتھ بر وصلہ کی تین صورتیں ہیں: (۱) **اعلیٰ صورت:** اپنی کسی صحیح غرض کے بغیر بالقصد محض کافر کو نفع دینا اور بھلائی پہنچانا مقصود ہو۔ (۲) **درمیانی صورت:** اپنی ذاتی مصلحت جیسے کافر نے کچھ دیا تو اس کے بدلے میں اسے دینا یا رشتہ داری کا لحاظ کرتے ہوئے کچھ مالی سلوک کرنا۔ یہ اس کافر کے ساتھ جائز ہے جس سے مسلمانوں کا معاہدہ ہے اور جس سے معاہدہ نہیں اس سے ممنوع ہے۔ (۳) **ادنیٰ صورت:** اسلام اور مسلمانوں کی مَصلحت کے لئے جنگی چال کے طور پر کچھ دیا جائے۔ یہ حربی کافر یعنی جس سے معاہدہ نہیں اس کے ساتھ بھی جائز ہے۔ (3) آیتِ کریمہ ”لَا یَنْھٰىكُمْ“ میں ”بِر“ یعنی احسان کی درمیانی صورت مراد ہے کیونکہ اعلیٰ اس کافر سے بھی حرام ہے جس سے معاہدہ ہے اور ادنیٰ اس کافر کے ساتھ بھی جائز ہے جس سے معاہدہ نہیں۔ (4) یہاں بر (نیکی کرنے) اور اِقساط (انصاف کرنے) دونوں لفظوں میں یوں فرق ہو سکتا ہے کہ اِقساط کا مطلب ہے کہ جتنا کافر نے دیا اتنا ہی دیا جائے تو یہ اقساط یعنی برابری کرنا ہو گیا جبکہ اگر وہ کچھ نہ دے اور مسلمان اپنی رشتے داری یا کسی مصلحت کی وجہ سے اسے دیدے یا جتنا کافر نے دیا اس سے زائد دیدے تو یہ بِر یعنی احسان کرنا، نیکی کرنا کہلائے گا۔ اب زیرِ تفسیر دونوں آیات کا خلاصہ ملاحظہ ہو، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ تمہیں ان کافروں کے ساتھ احسان اور انصاف کا برتاؤ کرنے سے منع نہیں

مِّنۡ دِيَارِكُمۡ وَظٰهَرُوۡا عَلٰٓى اِخۡرَاجِكُمۡ اَنۡ تَوَلَّوۡهُمۡ‌ ۚ وَمَنۡ يَّتَوَلَّهُمۡ فَاُولٰٓـئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوۡنَ ﴿٩﴾

تمہارے گھروں سے نکالا اور تمہارے نکالنے پر (تمہارے مخالفین کی) مدد کی اور جو ان سے دوستی کرے تو وہی ظالم ہیں ○

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا جَآءَكُمُ الۡمُؤۡمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامۡتَحِنُوۡهُنَّ‌ ؕ اَللّٰهُ اَعۡلَمُ

اے ایمان والو! جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں (کفرستان سے) اپنے گھر چھوڑ کر آئیں تو ان کا امتحان کرو، اللہ ان کے ایمان کا حال

بِاِيۡمَانِهِنَّ‌ ۚ فَاِنۡ عَلِمۡتُمُوۡهُنَّ مُؤۡمِنٰتٍ فَلَا تَرۡجِعُوۡهُنَّ اِلَى الۡكُفَّارِ‌ ؕ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمۡ

بہتر جانتا ہے، پھر اگر وہ تمہیں ایمان والیاں معلوم ہوں تو انہیں کافروں کی طرف واپس نہ لوٹاؤ، نہ یہ ان (کافروں) کیلئے حلال ہیں

وَلَا هُمۡ يَحِلُّوۡنَ لَهُنَّ‌ ؕ وَاٰتُوۡهُمۡ مَّاۤ اَنۡفَقُوۡا‌ ؕ وَلَا جُنَاحَ عَلَيۡكُمۡ اَنۡ تَنۡكِحُوۡهُنَّ

اور نہ وہ (کافر) ان کیلئے حلال ہیں اور ان کے کافر شوہروں کو وہ (حق مہر) دیدو جو انہوں نے خرچ کیا ہو اور تم پر کچھ گناہ نہیں کہ ان سے نکاح کرلو

اِذَاۤ اٰتَيۡتُمُوۡهُنَّ اُجُوۡرَهُنَّ‌ ؕ وَلَا تُمۡسِكُوۡا بِعِصَمِ الۡكَوَافِرِ وَسۡـئَلُوۡا مَاۤ اَنۡفَقۡتُمۡ وَلۡيَسۡـئَلُوۡا

جب ان کے مہر انہیں دو اور کافرہ عورتوں کے نکاح پر نہ جمے رہو اور وہ مانگ لو جو تم نے خرچ کیا ہو اور کافر مانگ لیں

کرتا جنہوں نے تم سے دین میں لڑائی نہیں کی اور نہ تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا، بیشک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے اور وہ تمہیں صرف ان کافروں کے ساتھ دوستی کرنے سے منع کرتا ہے جو تم سے دین میں لڑے اور انہوں نے تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا اور تمہیں نکالنے پر تمہارے مخالفین کی مدد کی اور جو ان سے دوستی کرے تو وہی لوگ ظالم ہیں۔

آیت 10 اس آیت میں ہجرت کرکے آنے والی مسلمان عورتوں کے بارے میں 7 اَحکام دیئے گئے ہیں: (1) اے ایمان والو! جب کفرستان سے مسلمان عورتیں اپنے گھر چھوڑ کر تمہارے پاس آئیں تو ان کی جانچ کرلیا کرو کہ ان کی ہجرت خالص دین کیلئے ہے، ایسا تو نہیں کہ اُنہوں نے شوہروں کی عداوت میں گھر چھوڑا ہو۔ ان کی جانچ کا طریقہ یہ ہے کہ ان سے قسم لی جائے کہ وہ نہ شوہروں کی عداوت میں نکلی ہیں اور نہ اور کسی دُنْیَوی وجہ سے بلکہ اُنہوں نے صرف اپنے دین و ایمان کیلئے ہجرت کی ہے۔ (2) اگر جانچ کے بعد وہ تمہیں ایمان والیاں معلوم ہوں تو انہیں ان کے کافر شوہروں کی طرف واپس نہ لوٹاؤ کیونکہ نہ یہ مسلمان عورتیں ان کافروں کیلئے حلال ہیں اور نہ وہ کافر مرد ان مسلمان عورتوں کیلئے حلال ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کافر کی کافرہ بیوی ایمان لا کر ہجرت کر جائے تو وہ اس کافر کے نکاح سے نکل جائے گی۔ (3) ان کے کافر شوہروں کو وہ حق مہر دیدو جو انہوں نے ان عورتوں کو دیئے تھے۔ (4) تم پر کچھ گناہ نہیں کہ ان ہجرت کرنے والی عورتوں کو مہر دے کر ان سے نکاح کرلو اگرچہ دارُالحرب میں ان کے شوہر ہوں کیونکہ اسلام لانے سے وہ ان شوہروں پر حرام ہو گئیں۔ (5) کافرہ عورتوں کے نکاح پر نہ جمے رہو، یعنی جو عورتیں دارالحرب میں رہ گئیں یا مُرتَدَّہ ہو کر دارالحرب میں چلی گئیں ان سے زوجیت کا علاقہ نہ رکھو۔ (6) ان عورتوں کو تم نے جو مہر دیئے تھے وہ ان کافروں سے وصول کرلو جنہوں نے اُن سے نکاح کیا۔ (7) کافروں کی جو عورتیں ہجرت کرکے دارالاسلام میں چلی آئیں، ان پر کافروں نے جو خرچ کیا وہ اُن

مَآ اَنْفَقُوْا ؕ ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ ؕ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿١٠﴾ وَاِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ

جو انہوں نے خرچ کیا، یہ اللہ کا حکم ہے، وہ تم میں فیصلہ فرماتا ہے اور اللہ بہت علم والا، بڑا حکمت والا ہے ○ اور اگر تم مسلمانوں کے ہاتھ سے

مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ اِلَى الْكُفَّارِ فَعَاقَبْتُمْ فَاٰتُوا الَّذِيْنَ ذَهَبَتْ اَزْوَاجُهُمْ مِّثْلَ

تمہاری کچھ عورتیں کافروں کی طرف نکل جائیں پھر تم (کافروں کو) سزا دو تو جن کی بیویاں چلی گئی تھیں انہیں (مالِ غنیمت سے) اتنا دیدو

مَآ اَنْفَقُوْا ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿١١﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ

جتنا انہوں نے خرچ کیا تھا اور اللہ سے ڈرتے رہو جس پر تم ایمان رکھتے ہو ○ اے نبی! جب مسلمان عورتیں تمہارے حضور

الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ

اس بات پر بیعت کرنے کیلئے حاضر ہوں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ بدکاری کریں گی

وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ

اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ وہ بہتان لائیں گی جسے اپنے ہاتھوں اور اپنے پاؤں کے درمیان میں گھڑیں

مسلمانوں سے مانگ لیں جنہوں نے ان عورتوں سے نکاح کیا ہے۔ آیت کے آخر میں ارشاد فرمایا کہ یہاں جو اَحکام دیئے یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے، وہ تمہارے درمیان فیصلہ فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ علم والا، حکمت والا ہے۔

آیت 11 **شانِ نزول:** اس سے پہلے والی آیت نازل ہونے کے بعد مسلمانوں نے تو ہجرت کرنے والی عورتوں کے مہر اُن کے کافر شوہروں کو ادا کر دیئے جبکہ کافروں نے مرتدہ عورتوں کے مہر مسلمانوں کو ادا کرنے سے انکار کر دیا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس سے کچھ عورتیں مرتدہ ہو کر کافروں کی طرف نکل جائیں، پھر تم کافروں کو جہاد کے ذریعے سزا دو اور ان سے غنیمت پاؤ تو جن کی عورتیں مرتدہ ہو کر دارالحرب میں چلی گئی تھیں انہیں مالِ غنیمت سے اتنا دیدو جتنا انہوں نے ان عورتوں کو مہر دینے میں خرچ کیا تھا اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔ **اہم بات:** ان آیتوں میں جو یہ احکام دیئے گئے کہ مہاجرات کا امتحان لینا، کفار نے اپنی بیویوں پر جو خرچ کیا ہو وہ ہجرت کے بعد انہیں دینا، مسلمانوں نے اپنی بیویوں پر جو خرچ کیا ہو وہ ان کے مرتدہ ہو کر کافروں سے مل جانے کے بعد کافروں سے مانگنا، وغیرہا، یہ تمام اَحکام جہاد والی آیت سے یا غنیمت والی آیت سے یا اَحادیث سے منسوخ ہو گئے ہیں۔

آیت 12 فرمایا کہ اے حبیب! جب مسلمان عورتیں آپ کی بارگاہ میں اس بات پر بیعت کرنے کیلئے حاضر ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانے پر قائم رہیں گی، چوری نہ کریں گی، بدکاری نہ کریں گی، اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گی، کسی کے بچے کو اپنے شوہر کی طرف منسوب نہ کریں گی، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی فرمانبرداری کرنے میں آپ کی نافرمانی نہ کریں گی، تو ان سے بیعت لیں اور اللہ تعالیٰ سے ان کی مغفرت چاہیں بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا، مہربان ہے۔ **اہم باتیں:** (1) عورتوں سے لی جانے والی

Go to Index

وَ لَا يَعۡصِيۡنَكَ فِىۡ مَعۡرُوۡفٍ فَبَايِعۡهُنَّ وَ اسۡتَغۡفِرۡ لَهُنَّ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۱۲﴾

اور کسی نیک بات میں تمہاری نافرمانی نہ کریں گی تو ان سے بیعت لو اور اللہ سے ان کی مغفرت چاہو بیشک اللہ بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے ○

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَوَلَّوۡا قَوۡمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيۡهِمۡ قَدۡ يَـئِسُوۡا مِنَ الۡاٰخِرَةِ كَمَا

اے ایمان والو! ان لوگوں سے دوستی نہ کرو جن پر اللہ نے غضب کیا، بیشک وہ آخرت سے ناامید ہوچکے ہیں جیسے

يَـئِسَ الۡكُفَّارُ مِنۡ اَصۡحٰبِ الۡقُبُوۡرِ ﴿۱۳﴾ ع

کافر قبر والوں (کے دنیا میں لوٹنے) سے ناامید ہوچکے ہیں (یا، قبر والوں میں سے کفار (ثوابِ آخرت سے) ناامید ہوچکے ہیں۔) ○

ع ۷ ۲ ۸ الممتحنة

اٰیاتہا ١٤ ۔ ٦١ سُوۡرَةُ الصَّفِّ مَدَنِيَّةٌ ١٠٩ ۔ رکوعاتہا ٢

سورۂ صف مدنیہ ہے، اس میں چودہ آیتیں اور دو رکوع ہیں

بیعت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ان سے مصافحہ نہ فرمایا اور عورتوں کو اپنا دستِ مبارک چھونے نہ دیا۔ بیعت کی کیفیت میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ پانی کے ایک بڑے برتن میں سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے اپنا دستِ مبارک ڈالا پھر اسی میں عورتوں نے اپنے ہاتھ ڈالے اور یہ بھی کہا گیا ہے بیعت کپڑے کے واسطے سے لی گئی تھی اور بعید نہیں ہے کہ دونوں صورتیں عمل میں آئی ہوں۔ (2) پیر کسی کو مرید کرتے وقت عمومی توبہ کے ساتھ خاص ان گناہوں سے بھی توبہ کرائے جن میں مرید گرفتار ہے، مثلاً بے نمازی کو ترکِ نماز سے خاص طور پر توبہ کرائے۔ (3) پیر کو چاہئے کہ بیعت لینے کے بعد اپنے مرید کے لئے دعائے مغفرت کرے کہ اے اللہ! عزّوجلّ، اس کے گزشتہ گناہ بخش دے۔ (4) مسلمانوں کا مشائخ کے ہاتھ پر بیعت ہونا سنت ہے کیونکہ یہ مومنہ عورتیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے اس کی بیعت کرتی تھیں کہ ہم آئندہ گناہوں سے بچیں گی اور یہی مشائخ کی بیعت کا منشا ہے۔

آیت 13 اس آیت کی دو تفسیریں ہیں: (1) اے ایمان والو! مشرکوں سے دوستی نہ کرو، بیشک وہ آخرت کے منکر ہونے کی وجہ سے اس کے ثواب سے ایسے ناامید ہوچکے ہیں جیسے وہ قبر والوں کے دنیا میں واپس آنے سے ناامید ہوچکے ہیں۔ (2) اے ایمان والو! یہودیوں سے دوستی نہ کرو، بیشک وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو برحق نبی جاننے کے باوجود انکار کرنے کی وجہ سے آخرت کے ثواب سے ایسے ہی ناامید ہوچکے ہیں جیسے کفار مرے ہوئے لوگوں کے دنیا میں واپس آنے سے مایوس ہوچکے ہیں۔

سورۂ صف کا تعارف یہ سورت مکیہ ہے جبکہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور جمہور مفسرین کے قول کے مطابق مدنیہ ہے۔ اس میں 2 رکوع اور 14 آیتیں ہیں۔ صف کا معنی ہے سیدھی قطار اور اس سورت کی آیت نمبر 4 میں مذکور کلمہ ''صَفًّا'' کی مناسبت سے اس کا نام ''سورۂ صف'' رکھا گیا ہے۔ **خلاصۂ مضامین:** اس سورت میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور تقدیس بیان کی گئی اور مسلمانوں کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ بات نہ کہیں جو خود کرتے نہیں۔ یہ بتایا گیا کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اس طرح صفیں باندھ کر لڑتے ہیں گویا وہ سیسہ پلائی دیوار ہیں۔ مسلمانوں کو غلبۂ اسلام کی بشارت دی گئی اور ان کے سامنے اُخروی عذاب سے نجات کا راستہ بیان کیا گیا۔ آخر میں مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کے دین کا مددگار بننے کا حکم دیا گیا اور ان کے سامنے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے حواریوں کی ایک مثال بیان فرمائی گئی۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الۡاَرۡضِ ۚ وَهُوَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ ﴿١﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ

اللہ کی پاکی بیان کی ہر اس چیز نے جو آسمانوں میں اور جو زمین میں ہے اور وہی بہت عزت و الا، بڑا حکمت والا ہے ○ اے ایمان

اٰمَنُوۡا لِمَ تَقُوۡلُوۡنَ مَا لَا تَفۡعَلُوۡنَ ﴿٢﴾ كَبُرَ مَقۡتًا عِنۡدَ اللّٰهِ اَنۡ تَقُوۡلُوۡا مَا لَا تَفۡعَلُوۡنَ ﴿٣﴾

والو ! وہ بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ○ اللہ کے نزدیک یہ بڑی سخت ناپسندیدہ بات ہے کہ تم وہ کہو جو نہ کرو ○

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيۡنَ يُقَاتِلُوۡنَ فِيۡ سَبِيۡلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمۡ بُنۡيَانٌ مَّرۡصُوۡصٌ ﴿٤﴾

بیشک اللہ ان لوگوں سے محبت فرماتا ہے جو اس کی راہ میں اس طرح صفیں باندھ کر لڑتے ہیں گویا وہ سیسہ پلائی دیوار ہیں ○

آیت 1 ارشاد فرمایا کہ آسمانوں اور زمین میں موجود تمام اَشیاء ہر اس چیز سے اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتی ہیں جو اس کی بلند و بالا اور عظیم بار گاہ کے لائق نہیں، وہی عزت والا اور تمام اَفعال میں حکمت والا ہے۔

آیت 2،3 **شانِ نزول:** حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم چند صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی، ہم میں اس بات کا تذکرہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کونسا عمل محبوب ترین ہے اگر ہمیں معلوم ہو جاتا تو ہم اسی پر عمل کرتے، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں کہ اے ایمان والو! وہ بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں یعنی ایسے دعوے نہ کرو اور اپنی کہی ہوئی بات کے برعکس عمل نہ کرو کیونکہ اللہ کے نزدیک یہ بڑی سخت ناپسندیدہ بات ہے کہ تم وہ کہو جو نہ کرو۔ اس میں صحابۂ کرام کی تربیت فرمائی گئی ہے کہ ایسے دعوے کرنا درست نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ اس وقت کسی وجہ سے وہ یہ دعویٰ پورا نہ کر سکیں۔ **اہم باتیں:** (1) معلوم ہوا کہ قول اور فعل میں تضاد نہیں ہونا چاہیے بلکہ اپنے قول کے مطابق عمل بھی کرنا چاہیے۔ (2) اس تضاد کی بہت سی صورتیں ہیں جیسے لوگوں کو اچھی باتیں بتانا لیکن خود ان پر عمل نہ کرنا، یا کسی سے وعدہ کرنا اور اس وقت یہ خیال کرنا کہ میں یہ کام نہیں کروں گا، صرف زبانی وعدہ کر لیتا ہوں، وغیرہ

آیت 4 ارشاد فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے محبت فرماتا ہے جو اس کی راہ میں جنگ کے دوران اس طرح صفیں باندھ کر لڑتے ہیں گویا وہ سیسہ پلائی دیوار ہیں، ان میں ایک سے دوسرا ملا ہوا، ہر ایک اپنی اپنی جگہ جما ہوا اور دشمن کے مقابلے میں سب کے سب ایک چیز کی طرح ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) میدانِ جنگ میں نظم و ضبط کی اہمیت انتہائی بنیادی نوعیت کی ہوتی ہے۔ ڈسپلن کے بغیر جنگ جیتنا تقریباً ناممکن ہے۔ (2) جنگ کے علاوہ بھی اسلام کی ترویج و اشاعت اور تحفظ و بقا کے لئے کئے جانے والے کاموں میں نظم و ضبط اور کرنے والوں میں اتحاد و اتفاق نہایت ضروری ہے۔ آپس کی لڑائی خود کو کمزور کرتی ہے۔

وَ اِذۡ قَالَ مُوۡسٰی لِقَوۡمِہٖ یٰقَوۡمِ لِمَ تُؤۡذُوۡنَنِیۡ وَ قَدۡ تَّعۡلَمُوۡنَ اَنِّیۡ رَسُوۡلُ اللّٰہِ اِلَیۡکُمۡ ؕ

اور یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا، اے میری قوم مجھے کیوں ستاتے ہو حالانکہ تم جانتے ہو کہ میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں

فَلَمَّا زَاغُوۡۤا اَزَاغَ اللّٰہُ قُلُوۡبَہُمۡ ؕ وَ اللّٰہُ لَا یَہۡدِی الۡقَوۡمَ الۡفٰسِقِیۡنَ ﴿۵﴾ وَ اِذۡ قَالَ

پھر جب وہ ٹیڑھے ہوئے تو اللہ نے ان کے دل ٹیڑھے کردیئے اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا ○ اور یاد کرو جب

عِیۡسَی ابۡنُ مَرۡیَمَ یٰبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اِنِّیۡ رَسُوۡلُ اللّٰہِ اِلَیۡکُمۡ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیۡنَ یَدَیَّ

عیسیٰ بن مریم نے فرمایا: اے بنی اسرائیل ! میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں، اپنے سے پہلی کتاب تورات کی تصدیق کرنے والا

مِنَ التَّوۡرٰىۃِ وَ مُبَشِّرًۢا بِرَسُوۡلٍ یَّاۡتِیۡ مِنۡۢ بَعۡدِی اسۡمُہٗۤ اَحۡمَدُ ؕ فَلَمَّا جَآءَہُمۡ

ہوں اور اس عظیم رسول کی بشارت دینے والا ہوں جو میرے بعد تشریف لائیں گے ان کا نام احمد ہے پھر جب وہ ان کے پاس

بِالۡبَیِّنٰتِ قَالُوۡا ہٰذَا سِحۡرٌ مُّبِیۡنٌ ﴿۶﴾ وَ مَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنِ افۡتَرٰی عَلَی اللّٰہِ الۡکَذِبَ

روشن نشانیاں لے کر تشریف لائے تو انہوں نے کہا: یہ کھلا جادو ہے ○ اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے

آیت 5 ارشاد فرمایا: اے حبیب ! اپنی قوم کے سامنے وہ واقعہ بیان کریں جب حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے اپنی قوم سے فرمایا: اے میری قوم! آیات کا انکار کرکے اور میرے اوپر جھوٹی تہمتیں لگا کر مجھے کیوں ستاتے ہو حالانکہ تم یقین کے ساتھ جانتے ہو کہ میں تمہاری طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں اور رسول کی تعظیم واجب ہے اور انہیں ایذا دینا سخت حرام ہے۔ پھر جب وہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو ایذا دے کر راہِ حق سے مُنْحَرِف اور ٹیڑھے ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اِتّباعِ حق کی توفیق سے محروم کرکے ان کے دل ٹیڑھے کردیئے اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا جو اس کے علم میں نافرمان ہیں۔ **اہم بات:** اس آیت میں تنبیہ ہے کہ رسولوں علیہم السّلام کو ایذا دینا شدید ترین جرم ہے اور اس کے وبال سے دل ٹیڑھے ہو جاتے ہیں اور آدمی ہدایت سے محروم ہو جاتا ہے۔

آیت 6 ارشاد فرمایا کہ یاد کرو جب حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السّلام نے فرمایا: اے بنی اسرائیل! میں تمہاری طرف اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا رسول ہوں، اپنے سے پہلی کتاب تورات کی تصدیق اور اللہ تعالیٰ کی دیگر کتابوں کا اقرار کرتا ہوں اور اس عظیم رسول کی بشارت دیتا ہوں جو میرے بعد تشریف لائیں گے، ان کا نام احمد ہے۔ پھر جب وہ "احمد" صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کفار کے پاس روشن نشانیاں اور معجزات لے کر تشریف لائے تو انہوں نے کہا: یہ کھلا جادو ہے۔ **اہم باتیں:** (1) حضرت عیسیٰ علیہ السّلام صرف بنی اسرائیل کے نبی ہیں جیسا کہ سابقہ انبیا اپنی اپنی قوموں کے لئے ہی نبی بن کر آتے تھے جبکہ ہمارے آقا، محمد مصطفی صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم تمام جہان کے رسول ہیں اور ساری کائنات کے لئے رحمت ہیں۔ (2) حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم آخری نبی ہیں کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نے صرف آپ کی بشارت دی ہے۔

آیت 7 اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہے جسے اس کا رب عزّوجلّ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی زبانِ اقدس سے دینِ اسلام کی طرف بلائے جس میں دونوں جہان کی سعادت ہے اور وہ اس دعوت کو قبول کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کی

Go to Index

وَهُوَ يُدْعٰۤى اِلَى الْاِسْلَامِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝٧ يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا

حالانکہ اسے اسلام کی طرف بلایا جاتا ہو اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا○ وہ چاہتے ہیں کہ

نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۝٨ هُوَ الَّذِيْۤ

اللہ کا نور اپنے مونہوں سے بجھادیں اور اللہ اپنے نور کو مکمل کرنے والا ہے اگرچہ کافروں کو ناپسند ہو○ وہی ہے جس نے

اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ

اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے سب دینوں پر غالب کردے اگرچہ مشرکوں کو

الْمُشْرِكُوْنَ ۝٩ ع يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝١٠ ع ٩

ناپسند ہو○ اے ایمان والو! کیا میں ایسی تجارت پر تمہاری راہنمائی کروں جو تمہیں دردناک عذاب سے بچالے○

تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ

تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھو اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرو، یہ

آیات کو جادو بتا کر اس پر جھوٹ باندھے اور اللہ تعالیٰ ایسے ظالم لوگوں کو ہدایت کی توفیق نہیں دیتا کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے اَزلی علم سے جانتا ہے کہ کافر ہی رہیں گے۔

آیت 8 فرمایا کہ ان کا ارادہ یہ ہے کہ قرآنِ پاک کو جادو بتا کر اسلام کو باطل کردیں لیکن اللہ تعالیٰ دینِ اسلام کو ہر صورت میں غالب فرمائے گا اگرچہ کافروں کو یہ بات ناپسند ہو۔ **اہم بات:** حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کا دین اور آپ کا نام چمکتا رہے گا خواہ دشمن کتنی ہی دشمنی کرلیں۔ آج بھی اس کا نظارہ ہو رہا ہے کہ کفار نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی ذاتِ مبارکہ کے خلاف جتنا پروپیگنڈا کرتے یا توہین کی کوشش کرتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی ناموس کی حفاظت اور عظمت و شان کے ذکر میں اتنا ہی اضافہ ہوجاتا ہے۔

آیت 9 فرمایا کہ وہی اللہ ہے جس نے اپنے رسول محمد مصطفی صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو ہدایت کے ذرائع قرآن اور معجزات اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے سب دینوں پر غالب کردے اگرچہ مشرکوں کو یہ غلبہ ناپسند ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی عنایت سے دینِ اسلام غالب ہوا اور اس کے علاوہ تمام اَدیان اسلام سے مغلوب ہوگئے۔ **اہم باتیں:** (1) اللہ تعالیٰ نے اپنی پہچان اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے ذریعے کروائی کہ خدا وہ ہے جس نے اپنا رسول ہدایت و دینِ حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ (2) دینِ اسلام اپنے دلائل کی حقانیت میں ہمیشہ سے غالب ہے اور قوت و شوکت میں بھی چودہ سو سال کی اکثر صدیوں میں غالب رہا اور آج بھی دنیا کا حقیقت میں سب سے غالب اور بڑا دین ہے کہ تعداد میں عیسائیوں کو زیادہ کہا جاتا ہے حالانکہ عیسائیوں کی بہت بڑی تعداد خدا کے منکر اور دہریے ہوچکے ہیں۔

آیت 10-12 ان 3 آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے ایمان والو! کیا میں تمہیں وہ تجارت بتادوں جو تمہیں دردناک عذاب سے بچالے۔ سنو، وہ تجارت یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم پر ایمان رکھنے میں ثابت قدم رہو اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے

خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۱﴾ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا

تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانو۔ وہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں ان باغوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے

الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۲﴾ وَاُخْرٰى

نہریں رواں ہیں اور پاکیزہ رہائش گاہوں میں جو ہمیشہ رہنے کے باغوں میں ہیں، یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔ اور ایک دوسری (نعمت تمہیں

تُحِبُّوْنَهَا ؕ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

دے گا) جسے تم پسند کرتے ہو (وہ) اللہ کی مدد اور جلد آنے والی فتح (ہے) اور اے حبیب! مسلمانوں کو خوشخبری سنادو۔ اے ایمان والو!

كُوْنُوْۤا اَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيّٖنَ مَنْ اَنْصَارِيْۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ

اللہ کے (دین کے) مددگار بن جاؤ جیسے عیسیٰ بن مریم نے حواریوں سے فرمایا تھا: کون ہیں جو اللہ کی طرف ہو کر میرے مددگار ہیں؟

مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرو، اور جہاد کرنا تمہارے لیے جان، مال اور ہر ایک چیز سے بہتر ہے اور اگر ایسا کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے دنیا میں کئے ہوئے گناہ بخش دے گا اور قیامت کے دن تمہیں ان باغوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں رواں ہیں اور پاکیزہ رہائش گاہوں میں داخل فرمائے گا جو ہمیشہ رہنے کے باغوں میں ہیں اور یہ جزا ملنا ہی بڑی کامیابی ہے۔ **اہم باتیں:** (1) ایمان کے بعد نماز کا درجہ ہے لیکن چونکہ اس وقت جہاد کی سخت ضرورت تھی اس کے لئے یہاں ایمان کے بعد جہاد کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ (2) مجاہد کے سارے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں حتّٰی کہ حقوق العباد بھی کہ رب تعالیٰ اس کے حق والے کو جنت دے کر راضی کر دے گا اور حق معاف کرا دے گا لیکن دنیا میں ذمہ کے حقوق پورے کرنے ہی ہوں گے جیسے قرضہ معاف نہیں ہوتا، وہ دینا ہی پڑے گا۔

آیت 13 فرمایا کہ اے ایمان والو! اُخروی نعمتوں کے علاوہ اللہ تعالیٰ دنیا میں ایک اور نعمت تمہیں دے گا جسے تم پسند کرتے ہو اور وہ نعمت اللہ تعالیٰ کی مدد اور جلد آنے والی فتح ہے اور اے محبوب! صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم، مسلمانوں کو دنیا میں فتح کی اور آخرت میں جنت کی خوشخبری سنادیں۔ **اہم بات:** اس آیت میں فتح سے یا فتحِ مکہ مراد ہے یا فارس اور روم کے شہروں کی فتح مراد ہے۔ دوسرے قول کے مطابق اس آیت میں حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی خلافتوں کی طرف اشارہ ہے کیونکہ انہی کے دور میں فارس اور رُوم کے شہر فتح ہوئے، معلوم ہوا کہ ان کی خلافتیں برحق ہیں اور ان کی فتوحات اللہ تعالیٰ کو پیاری ہیں جن کی یہاں بشارت دی جارہی ہے۔

آیت 14 اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کے دین کے مددگار بن جاؤ جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے اس وقت اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کی تھی جب آپ علیہ السلام نے حواریوں سے فرمایا تھا: کون ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف ہو کر میری مدد کریں؟ حواریوں نے عرض کی: ہم اللہ تعالیٰ کے دین کے مددگار ہیں تو بنی اسرائیل سے ایک گروہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لایا اور ایک گروہ نے کفر کیا، ان دونوں میں جنگ ہوئی تو ہم نے ایمان والوں کو ان کے دشمنوں پر مدد دی تو ایمان والے غالب ہو گئے۔

قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ فَاٰمَنَتْ طَّآىِٕفَةٌ مِّنْۢ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ وَ كَفَرَتْ طَّآىِٕفَةٌۚ

حواریوں نے کہا: ہم اللہ کے (دین کے) مددگار ہیں تو بنی اسرائیل سے ایک گروہ ایمان لایا اور ایک گروہ نے کفر کیا

فَاَیَّدْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلٰى عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِیْنَ۠ ﴿۱۴﴾ ع ۲/۱۰

تو ہم نے ایمان والوں کو ان کے دشمنوں پر مدد دی تو وہ غالب ہوگئے ○

اٰیاتھا ۱۱ | ۶۲ سُوْرَةُ الْجُمُعَةِ مَدَنِیَّةٌ ۱۱۰ | رکوعاتھا ۲

سورۂ جمعہ مدنیہ ہے، اس میں گیارہ آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

آیت کے آخری حصے کی تفسیر میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اُٹھا لیے گئے تو ان کی قوم میں تین فرقے ہوگئے، ایک فرقے نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کہا: وہ اللہ تھا آسمان پر چلا گیا۔ دوسرے فرقے نے کہا: وہ اللہ تعالیٰ کا بیٹا تھا اُس نے اپنے پاس بلالیا۔ تیسرے فرقے نے کہا: وہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول تھے، اُس نے اُٹھالیا۔ یہ تیسرے فرقے والے مومن تھے اور اِن کی اُن دونوں فرقوں سے جنگ رہی پھر ہم نے محمد مصطفی صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی تصدیق کرنے سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے والوں کی مدد فرمائی، اس کی برکت سے یہ لوگ کافروں پر غالب ہوگئے۔ **اہم باتیں:** (1) مصیبت کے وقت اللہ تعالیٰ کے بندوں سے مدد مانگنا انبیاءِ کرام علیہم السلام کی سنت ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ کے پیاروں کی مدد کرنا درحقیقت اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کرنا ہے، کیونکہ حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مدد کی تھی مگر عرض کی کہ ہم اللہ تعالیٰ کے مددگار ہیں۔

سورۂ جمعہ کا تعارف یہ سورت مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں 2 رکوع اور 11 آیتیں ہیں۔ سات دنوں میں سے ایک دن کا نام ''جمعہ'' ہے اور اس دن سورج ڈھلنے کے بعد جو نماز ادا کی جاتی ہے اسے نمازِ جمعہ کہتے ہیں۔ اس سورت کی آیت نمبر 9 میں لفظ ''اَلْجُمُعَة'' موجود ہے، اسی مناسبت سے اس سورت کا نام ''سُوْرَةُ الْجُمُعَة'' رکھا گیا ہے۔ **خلاصۂ مضامین:** اس سورت میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور تقدیس بیان کی گئی، نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی عظمت وشان اور ان کے اوصاف بیان فرمائے گئے۔ یہ بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کا اپنی مخلوق پر یہ بڑا فضل ہے کہ اُس نے اُن کی ہدایت کیلئے اپنے حبیب محمد مصطفی صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ تورات کے احکام پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے یہودیوں کی مذمت کی گئی اور یہودیوں سے کہا گیا کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کے دوست ہیں تو ذرا موت کی تمنا کریں۔ نیز یہ بتایا گیا کہ وہ کبھی موت کی تمنا نہیں کریں گے اور یہودی جس موت سے بھاگتے ہیں وہ بہر صورت انہیں آکر رہے گی۔ سورت کے آخر میں نمازِ جمعہ کے اَحکام بیان فرمائے گئے ہیں۔

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴿۱﴾

جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اس اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں جو بادشاہ، نہایت پاکی والا، بہت عزت والا، بڑا حکمت والا ہے ○

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ

وہی ہے جس نے اَن پڑھوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو ان کے سامنے اللہ کی آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے

وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ۗ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲﴾ وَّ اٰخَرِيْنَ

اور انہیں کتاب اور حکمت کا علم عطا فرماتا ہے اور بیشک وہ اس سے پہلے ضرور کھلی گمراہی میں تھے ○ اور ان سے (بعد والے) دوسرے لوگوں کو

آیت 1 ارشاد فرمایا کہ آسمانوں اور زمین میں موجود تمام چیزیں اس اللہ تعالیٰ کی ہر نقص و عیب سے پاکی بیان کرتی ہیں جس کی شان یہ ہے کہ وہ حقیقی بادشاہ، انتہائی پاکی والا، عزت والا اور حکمت والا ہے۔ **اہم بات:** ہر مخلوق کی اپنی ذات کے اعتبار سے خدا کی تسبیح یہ ہے کہ ہر شے کی ذات اور اس کی پیدائش خالق و قدیر رب تعالیٰ کی قدرت، حکمت، اس کی وحدانیّت اور ہر نقص و عیب سے پاک ہونے پر دلالت کرتی ہے اور اس کے علاوہ ہر شے اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے لیکن ہم اس تسبیح کو سن اور سمجھ نہیں پاتے۔

آیت 2 ارشاد فرمایا کہ وہی اللہ ہے جس نے اَن پڑھوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا، وہ ان کے سامنے قرآنِ مجید کی آیتیں تلاوت فرماتے ہیں جن میں رسالت، حلال و حرام اور حق و باطل کا بیان ہے، انہیں باطل عقیدوں، مذموم اَخلاق، دورِ جاہلیّت کی خباثتوں اور قبیح اَعمال سے پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب اور حکمت (یعنی قرآن، سنت اور فقہ یا شریعت کے اَحکام اور طریقت کے اَسرار) کا علم عطا فرماتے ہیں اور بیشک لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے ضرور کھلی گمراہی میں تھے کہ شرک، باطل عقائد، اور خبیث اَعمال میں گرفتار تھے اور انہیں کامل مرشد وہادی و رہنما کی شدید حاجت تھی۔ **اہم باتیں:** (1) سیّد المرسَلین صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی ایک صفت ”نبی اُمّی“ ہے، اس کی بہت سی وجوہات ہیں جیسے آپ اُمتِ اُمِّیہ کی طرف مبعوث ہوئے۔ آپ کی بِعثَت اُمُّ القُریٰ یعنی مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ یونہی حضورِ انور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے کسی سے لکھنا پڑھنا نہ سیکھا تھا۔ (2) دل کی پاکی حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی نگاہِ کرم سے ملتی ہے، ایمان اور اَعمال پاکی کے اَسباب ہیں۔ (3) قرآن وحدیث آسان نہیں کہ ہر کوئی محض اپنی عقل سے سمجھ لے ورنہ ان کی تعلیم کے لئے حضور پُرنور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نہ بھیجے جاتے۔ (4) ہدایت کے لئے حدیث کی بھی ضرورت ہے۔

آیت 3 اس آیت کا تعلق پہلے والی آیت کے ساتھ ہے اور اس میں مزید ایسے افراد کا ذکر کیا گیا ہے جنہیں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم پاک کرتے اور علم عطا فرماتے ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) ”دوسروں“ سے وہ تمام لوگ مراد ہیں جو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کے بعد قیامت تک اسلام میں داخل ہوں گے اور اگلوں سے نہ ملنے سے مراد یہ ہے کہ ان کا زمانہ نہیں پایا بلکہ ان کے بعد آئے۔ (2) حضور، ہادیِ عالم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کا فیض صرف صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم تک موقوف نہیں بلکہ تا قیامت رہے گا، لوگ ان کی نگاہِ کرم سے پاک وصاف ہوتے ہیں اور ہوتے رہیں گے، علم سیکھتے ہیں اور سیکھتے رہیں گے۔

Go to Index

مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ③ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ

(بھی یہ رسول پاک کرتے اور علم دیتے ہیں) جو ان (موجودہ لوگوں) سے ابھی نہیں ملے اور وہی بہت عزت والا، بڑا حکمت والا ہےO یہ اللہ کا فضل ہے

يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ④ مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ

وہ اسے جسے چاہے دے اور اللہ بہت بڑے فضل والا ہےO جن پر تورات کا بوجھ رکھا گیا پھر

لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ؕ بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ

انہوں نے اس کا بوجھ نہ اٹھایا ان لوگوں کی مثال گدھے کی مثال جیسی ہے جو کتابیں اٹھائے ہو،ان لوگوں کی کیا ہی بری مثال ہے

كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ⑤ قُلْ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْٓا

جنہوں نے اللہ کی آیتوں کو جھٹلایا اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتاO تم فرماؤ: اے یہودیو!

اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَآءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ⑥

اگر تمہیں یہ گمان ہے کہ صرف تم اللہ کے دوست ہو دوسرے لوگ نہیں، تو ذرا مرنے کی تمنا کرو اگر تم سچے ہوO

آیت 4 فرمایا کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم اور ان کی امت کی فضیلت کے بارے میں جو ذکر کیا گیا یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، وہ جسے چاہے یہ فضل عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر بڑے فضل والا ہے۔

آیت 5 اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ لوگ جن پر تورات کے احکام کی پیروی کرنا لازم کیا گیا، پھر انہوں نے تورات پر عمل نہ کرکے اس ذمہ داری کا بوجھ نہ اٹھایا اور اس میں مذکور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی نعت و صفت دیکھنے کے باوجود آپ پر ایمان نہ لائے، ان لوگوں کی مثال گدھے جیسی ہے جو پیٹھ پر کتابیں اٹھائے اور بوجھ کے سوا اُن سے کچھ بھی نفع نہ پائے یہی حال ان یہودیوں کا ہے جو تورات اُٹھائے پھرتے ہیں لیکن اس سے نفع نہیں اُٹھاتے اور اس کے مطابق عمل نہیں کرتے۔ اُن لوگوں کی کیا ہی بری مثال ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلایا اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا جو اس کے علم میں ظالم ہیں۔ **اہم بات:** گدھے سے تشبیہ دی گئی، اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ گدھے میں جہالت کا معنی دوسرے جانوروں کی بہ نسبت زیادہ پایا جاتا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ عرف میں بھی دوسرے جانوروں کے مقابلے میں گدھے کو حقیر سمجھا جاتا ہے۔ **درس:** قرآنِ مجید پڑھ کر عمل نہ کرنے والوں کے لئے بھی علماء کرام یہ آیت بیان کرتے ہیں اور یہ سخت وعید ہے۔

آیت 6 یہودی کہتے تھے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں، اللہ تعالیٰ کے نزدیک آخرت کا گھر خالص ہمارے لئے ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو حکم دیا کہ آپ ان کے جھوٹ کو ظاہر کرنے کے لئے ان سے فرمادیں: اے یہودیو! تمہیں یہ گمان ہے کہ دوسرے لوگوں کو چھوڑ کر صرف تم اللہ تعالیٰ کے دوست ہو، اگر تم اپنے اس دعوے میں سچے ہو تو مرنے کی آرزو کرو تاکہ موت تمہیں اس تک پہنچادے۔

وَلَا یَتَمَنَّوْنَهٗۤ اَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْهِمْ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِالظّٰلِمِیْنَ ﴿۷﴾

اور وہ کبھی موت کی تمنا نہیں کریں گے اُن اعمال کے سبب جو اُن کے ہاتھ آگے بھیج چکے ہیں اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے ○

قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِیْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَیْبِ

تم فرماؤ: بیشک وہ موت جس سے تم بھاگتے ہو پس وہ ضرور تمہیں ملنے والی ہے پھر تم اس کی طرف پھیرے جاؤ گے جو ہر غیب

ع ۸ وَ الشَّهَادَةِ فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۸﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ

اور ظاہر کا جاننے والا ہے پھر وہ تمہیں تمہارے اعمال بتادے گا ○ اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کیلئے

آیت 7 فرمایا کہ یہودیوں نے جو کفر کیا اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو جھٹلایا اس کی وجہ سے یہ کبھی موت کی آرزو نہیں کریں گے اور اللہ تعالیٰ کافروں کو خوب جانتا ہے اور وہ انہیں سخت سزا دے گا۔ **اہم بات:** (1) یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے غیب کی خبر تھی جو سچی ثابت ہوئی کہ آیت میں جن یہودیوں کے بارے میں فرمایا گیا کہ یہ کبھی موت کی تمنا نہیں کریں گے انہوں نے ہرگز موت کی تمنا نہیں کی۔ (2) دنیا کی مصیبتوں کی وجہ سے موت کی دعا اور تمنا کرنا جائز نہیں۔ اگر کسی نے دعا کرنی ہی ہو تو یہ کرے کہ اے اللہ جب تک زندگی میرے لئے بہتر ہے، مجھے زندہ رکھ اور جب موت میرے لئے بہتر ہو، مجھے موت عطا کر دے۔

آیت 8 ارشاد فرمایا: اے حبیب! آپ ان یہودیوں سے فرما دیں: اپنے کفر کے وبال کی وجہ سے تم جس موت سے بھاگتے ہو اس سے کسی طرح نہیں بچ سکتے، بیشک وہ ضرور تمہیں آنے والی ہے پھر مرنے کے بعد تم اس اللہ تعالیٰ کی طرف پھیرے جاؤ گے جو ہر غیب اور ظاہر کا جاننے والا ہے اور اس سے تمہارا کوئی حال چھپا ہوا نہیں ہے، پھر وہ تمہیں تمہارے اعمال بتا دے گا کہ تم نے دنیا میں کیا اعمال کئے تھے اور وہ تمہیں ان اعمال کی سزا دے گا۔ **اہم بات:** قیامت کے دن لوگوں کو اعمال بتا دیئے جانے کی مختلف صورتیں ہوں گی، جیسے اعمال نامے دکھا کر اعمال بتائے جائیں گے، انسان کے اَعضاء اس کے اعمال کی گواہی دیں گے اور زمین لوگوں کے اعمال بیان کر دے گی۔ **درس:** اس آیت میں ہمارے لئے بہت عبرت ہے، پہلی بات یہ کہ موت سے فرار ممکن نہیں لہٰذا جب مرنا ہی ہے تو قبر و آخرت کی تیاری کی فکر کرنی چاہیے۔ دوسری بات کہ قیامت میں ہمارا خدا ہمارے تمام اعمال، ہمارے سامنے بیان فرمائے گا اور اس وقت ساری مخلوق کے سامنے گناہوں کا بیان کس قدر شرمندگی کا باعث ہوگا، اس لئے فوراً فوراً توبہ کر لینی چاہیے۔

آیت 9 فرمایا: اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کیلئے اذان دی جائے تو اللہ کے ذکر یعنی خطبہ سننے کی طرف جلدی کرو اور خرید و فروخت چھوڑ دو بلکہ جمعہ کی تیاری و جمعہ کے لئے جانے میں رکاوٹ ہر شے ہی چھوڑ دو، خواہ وہ نیکی کی دعوت دینا ہی ہو۔ اگر تم جانو تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے کہ جمعہ جیسی عظیم عبادت و سعادت کے لئے تھوڑی دیر کام کاج موقوف کر دینے میں تمہارا فائدہ ہی فائدہ ہے۔ اس آیت سے نمازِ جمعہ کے احکام بیان کئے جا رہے ہیں۔ یہاں اس آیت سے متعلق چند باتیں ملاحظہ ہوں: (1) اس آیت میں اذان سے مراد پہلی اذان ہے نہ کہ دوسری اذان جو خطبہ سے مُتَّصِل ہوتی ہے۔ (2) دوڑنے سے بھاگنا مراد نہیں ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ نماز کیلئے تیاری شروع کر دو اور ذِکْرُ اللہ سے جمہور علما کے نزدیک خطبہ مراد ہے۔ (3) اس آیت سے نمازِ جمعہ کی فرضیّت، خرید و فروخت وغیرہ دُنیَوی مَشاغل کی حرمت اور سعی یعنی نماز کے اہتمام کا وجوب ثابت ہوا اور خطبہ بھی ثابت ہوا۔ (4) اس آیت میں

مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٩﴾

اذان دی جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو اور خرید و فروخت چھوڑدو۔ اگر تم جانو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے ○

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا

پھر جب نماز پوری ہوجائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کو بہت یاد کرو

لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿١٠﴾ وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا ِۨانْفَضُّوْۤا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا ؕ

اس امید پر کہ تم کامیاب ہوجاؤ○ اور جب انہوں نے کوئی تجارت یا کھیل دیکھا تو اس کی طرف چل دیئے اور تمہیں کھڑا چھوڑ گئے

قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿١١﴾ ع

تم فرماؤ: جو اللہ کے پاس ہے وہ کھیل سے اور تجارت سے بہتر ہے اور اللہ بہترین روزی دینے والا ہے ○

ع ٢ / ١٣ / ١٢

بہتری سے مراد لُغوی بہتری ہے یعنی دنیاوی کاروبار سے نمازِ جمعہ اور خطبہ وغیرہ بہتر ہے، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ حاضری واجب نہ ہو، صرف مستحب ہو۔ **شرعی حکم:** جمعہ فرضِ عین ہے اور اس کی فرضیت ظہر سے زیادہ مُؤَکَّد ہے اور اس کا منکر کافر ہے۔

آیت 10 فرمایا کہ جب نماز پوری ہو جائے تو اب تمہارے لئے جائز ہے کہ معاش کے کاموں میں مشغول ہو جاؤ یا علم حاصل کرنے، مریض کی عیادت کرنے اور ان جیسے دیگر کاموں میں مشغول ہو کر نیکیاں حاصل کرو اور نماز کے علاوہ بھی ہر حال میں اللہ تعالیٰ کو یاد کیا کرو تاکہ تمہیں کامیابی نصیب ہو۔ **اہم باتیں:** (1) جمعہ کی نماز کے بعد کاروبار کرنا منع نہیں۔ ممانعت صرف جمعہ کے لئے ہے، البتہ جمعہ کے دن نیکیوں کا ثواب بڑھ جاتا اور عصر سے مغرب قبولیتِ دعا کا وقت ہے تو کام کاج کی بجائے عبادت میں مشغولی بہت بہتر ہے۔ (2) جمعہ تو نماز اور ذکرِ الٰہی کی بہت اعلیٰ صورت ہے لیکن اس کے علاوہ بھی ہر حال میں کثرت سے ذکر کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

آیت 11 **شانِ نزول:** ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم جمعہ کے دن کھڑے (ہو کر جمعہ کا خطبہ ارشاد فرمارہے) تھے کہ اچانک مدینہ طیبہ میں ایک تجارتی قافلہ آپہنچا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے اصحاب اس کی طرف چل دیئے حتّٰی کہ 12 آدمیوں کے سوا مسجد میں کوئی بھی باقی نہ بچا۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! جب انہوں نے کسی تجارت کے بارے میں جانا یا کھیل کے بارے میں سنا تو اس کی طرف چل دیئے اور آپ کو خطبے کی حالت میں منبر پر کھڑا چھوڑ گئے، آپ ان سے فرمادیں: جو نماز کا اجر و ثواب اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر رہنے کی برکت و سعادت ہے جو درحقیقت اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ کھیل اور تجارت سے بہتر ہے اور چونکہ اللہ تعالیٰ بہترین روزی دینے والا ہے اس لئے تم اسی کی طرف چلو اور اسی سے رزق طلب کرو۔

اہم باتیں: (1) جب یہ واقعہ رونما ہوا اس وقت بہت تنگی اور مہنگائی کا دور تھا اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اس خیال سے چلے گئے تھے کہ کہیں اَجناس ختم نہ ہو جائیں نیز اس آیت کے نزول سے پہلے اِس طرح کے فعل سے کہیں منع بھی نہیں کیا گیا تھا تو حکم کے نزول سے پہلے ایسا کرنا کوئی گناہ نہیں تھا، اسی لئے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کی تربیت فرمائی ہے کہ ایسا کرنا ان کی شان کے لائق نہیں، لہٰذا ان کے اس فعل پر کوئی اعتراض نہیں کیا جاسکتا۔ (2) اس سے ثابت ہوا کہ خطیب کو کھڑے ہو کر خطبہ پڑھنا چاہیے۔

ایاتها ١١ | ٦٣ سُوۡرَةُ الۡمُنٰفِقُوۡنَ مَدَنِيَّةٌ ١٠٤ | رکوعاتها ٢

سورۂ منافقون مدنیہ ہے، اس میں گیارہ آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

اِذَا جَآءَكَ الۡمُنٰفِقُوۡنَ قَالُوۡا نَشۡهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوۡلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعۡلَمُ اِنَّكَ

وقف لازم

جب منافق تمہارے حضور حاضر ہوتے ہیں تو کہتے ہیں: ہم گواہی دیتے ہیں کہ بیشک آپ یقیناً اللہ کے رسول ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ بیشک تم

لَرَسُوۡلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَشۡهَدُ اِنَّ الۡمُنٰفِقِيۡنَ لَكٰذِبُوۡنَ ۚ ١ اِتَّخَذُوۡۤا اَيۡمَانَهُمۡ جُنَّةً

یقیناً اس کے رسول ہو اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بیشک منافق ضرور جھوٹے ہیں ○ اور انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنالیا

سورۂ منافقون کا تعارف یہ سورت مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں 2 رکوع اور 11 آیتیں ہیں۔ اس سورت کی ابتدا میں منافقوں کی صفات بیان کی گئیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم اور مسلمانوں سے متعلق ان کا مَوقف ذکر کیا گیا، اس مناسبت سے اس سورت کو ''سورۂ منافقون'' کہتے ہیں۔ **خلاصۂ مضامین:** اس سورت میں بتایا گیا کہ منافق اپنے دلی عقیدے میں ضرور جھوٹے ہیں اور اپنی جان بچانے کیلئے انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنالیا ہے اور زبان سے ایمان لانے اور دل سے کفر کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے جس کی وجہ سے وہ ایمان کی حقیقت کو سمجھ ہی نہیں سکتے۔ مسلمانوں کو بتایا گیا کہ منافق لوگ تمہارے دشمن ہیں لہٰذا ان سے بچتے رہو۔ یہ بتایا گیا کہ منافقوں کا یہ گمان باطل ہے کہ وہ مدینہ منورہ پہنچ کر مسلمانوں اور ان کے آقا و مولیٰ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو مدینہ منورہ سے نکال دیں گے۔ آخر میں مسلمانوں کو ترغیب دی گئی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت و عبادت کرنے میں مصروف رہیں، اندرونی اور بیرونی دشمنوں سے مقابلے کے لئے راہِ خدا میں مال خرچ کریں اور اس میں دیر نہ کریں کیونکہ موت کا وقت کسی کو معلوم نہیں۔

آیت 1 اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے پیارے حبیب! جب منافق آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے ہیں تو اپنی دلی حالت کے برخلاف کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ بیشک آپ یقیناً اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ ان منافقوں کے جواب میں فرمایا ہے کہ اے حبیب! اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ آپ اس کے رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ یہ بھی گواہی دیتا ہے کہ منافق اِس گواہی دینے میں ضرور جھوٹے ہیں کیونکہ ان کا باطن ظاہر کے موافق نہیں۔ **اہم بات:** منافق خدا کو ماننے سے نہیں کتراتے تھے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی عظمت و شان تسلیم کرنا ان کے لئے بہت تکلیف دہ تھا اور ساری منافقت کی جڑ اور بنیاد ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی شان کا انکار تھی۔

آیت 2 فرمایا کہ منافقوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنالیا ہے تاکہ وہ ان کے ذریعے قتل اور قید کئے جانے سے محفوظ رہیں، یہ زبان سے قسمیں کھاتے ہیں لیکن ان کا عمل یہ ہے کہ لوگوں کو وسوسے اور شُبہے ڈال کر سرکارِ دوعالَم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم پر ایمان لانے اور جہاد سے روکتے ہیں، بیشک وہ بہت ہی برے کام کرتے ہیں کہ نفاق سے آپ کی بارگاہ میں آتے، دھوکے کے لئے ایمان کا اظہار کرتے، لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکتے اور کفر کو اختیار کرتے ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) جھوٹا آدمی جھوٹی قسموں کو اپنے تحفظ کے لئے استعمال کرتا ہے۔ (2) ایمان، اسلام اور نیک اعمال سے روکنا منافقوں کا وطیرہ ہے۔

فَصَدُّوۡا عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهُمۡ سَآءَ مَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ۝٢ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمۡ اٰمَنُوۡا

تو انہوں نے اللہ کے راستے سے روکا بیشک وہ بہت ہی برے کام کرتے ہیں ○ یہ اس لیے ہے کہ وہ (زبان سے) ایمان لائے

ثُمَّ كَفَرُوۡا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوۡبِهِمۡ فَهُمۡ لَا يَفۡقَهُوۡنَ ۝٣ وَاِذَا رَاَيۡتَهُمۡ تُعۡجِبُكَ اَجۡسَامُهُمۡ ؕ

پھر (دل سے) کافر ہوگئے تو ان کے دلوں پر مہر لگادی گئی تو اب وہ سمجھتے نہیں ○ اور جب تم انہیں دیکھتے ہو تو ان کے جسم تجھے اچھے لگتے ہیں

وَاِنۡ يَّقُوۡلُوۡا تَسۡمَعۡ لِقَوۡلِهِمۡ ؕ كَاَنَّهُمۡ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ؕ يَحۡسَبُوۡنَ كُلَّ

اور اگر وہ بات کریں تو تم ان کی بات غور سے سنو گے (حقیقتاً وہ ایسے ہیں) جیسے وہ دیوار کے سہارے کھڑی کی ہوئی لکڑیاں ہیں، وہ ہر بلند ہونے والی

صَيۡحَةٍ عَلَيۡهِمۡ ؕ هُمُ الۡعَدُوُّ فَاحۡذَرۡهُمۡ ؕ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى يُؤۡفَكُوۡنَ ۝٤ وَاِذَا قِيۡلَ لَهُمۡ

آواز کو اپنے خلاف ہی سمجھ لیتے ہیں، وہی دشمن ہیں تو ان سے محتاط رہو، اللہ انہیں مارے، یہ کہاں اوندھے جاتے ہیں؟ ○ اور جب ان سے کہا جائے

آیت 3 فرمایا کہ منافقوں کے یہ برے اعمال اس لیے ہیں کہ وہ زبان سے ایمان لائے پھر وہ دل سے کافر ہوگئے، منافقوں کی ان حرکتوں کی وجہ سے ان کے دلوں پر مہر لگادی گئی ہے تو اب ان کے دلوں میں ایمان کیسے داخل ہو۔ **اہم بات:** نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی محبت سے دل خالی ہو تو ایمان کا نور اس دل میں نہیں جاسکتا کیونکہ محبتِ رسول صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم ہی ایمان کا دوسرا نام ہے۔

آیت 4 عبد اللہ بن ابی صحت مند، خوبرُو اور خوش بیان آدمی تھا اور اس کے ساتھ والے منافقین قریب قریب ویسے ہی تھے، جب یہ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی مجلس شریف میں حاضر ہوتے تو خوب باتیں بناتے جو سننے والے کو اچھی معلوم ہوتی تھیں، چنانچہ اس آیت میں مسلمانوں کو ان کی حقیقت بتائی گئی کہ اے مسلمانو! جب تم منافقین کو دیکھتے ہو تو ان کے جسم تمہیں اچھے لگتے ہیں اور اگر وہ بات کریں تو تم ان کی بات غور سے سنو گے حالانکہ حقیقت میں وہ ایسے ہیں جیسے دیوار کے سہارے کھڑی کی ہوئی لکڑیاں جن میں بے جان تصویر کی طرح نہ ایمان کی روح، نہ انجام سوچنے والی عقل ہے، وہ ہر بلند ہونے والی آواز کو اپنے خلاف ہی سمجھ لیتے ہیں اور جب کوئی کسی مقصد کیلئے کوئی بات بلند آواز سے کہتا ہے تو یہ اپنے نفس کی خباثت کی وجہ سے یہی سمجھتے ہیں کہ انہیں کچھ کہا گیا اور انہیں یہ اندیشہ رہتا ہے کہ اُن کے حق میں کوئی ایسا مضمون نازل ہوا ہے جس سے اُن کے راز فاش ہو جائیں گے، وہ دشمن ہیں، اپنے دل میں شدید عداوت رکھتے ہیں تو ان سے بچتے رہو اور ان کے ظاہری حال سے دھوکا نہ کھاؤ، اللہ انہیں مارے، یہ کہاں الٹے پھیرے جاتے ہیں؟

آیت 5 **شانِ نزول:** ایک موقع پر مہاجرین و انصار کے کچھ افراد میں آپس میں جھگڑا ہو گیا۔ اس وقت عبد اللہ بن اُبی منافق نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی شان میں بہت گستاخانہ باتیں بکیں اور یہ کہا کہ مدینہ طیبہ پہنچ کر ہم میں سے عزت والے ذلیلوں کو نکال دیں گے، اور اپنی قوم سے کہنے لگا کہ اگر تم انہیں اپنا جوٹھا کھانا نہ دو تو یہ تمہاری گردنوں پر سوار نہ ہوں، اس کی یہ ناشائستہ گفتگو سن کر حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کو برداشت کی تاب نہ رہی اور اُنہوں نے اس سے فرمایا: خدا کی قسم! تو ہی ذلیل ہے جبکہ سرکارِ دوعالَم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے عزت و قوت دی ہے اور آپ مسلمانوں کے محبوب ہیں۔ عبد اللہ بن اُبی کہنے لگا: میں تو ہنسی مذاق کے طور پر یوں کہہ رہا تھا۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے یہ خبر حضور پُرنور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی خدمت میں پہنچائی تو حضورِ انور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے عبد اللہ بن اُبی سے دریافت فرمایا کہ تو نے یہ باتیں کہی تھیں؟ وہ مکر گیا اور قسم کھا گیا کہ میں نے کچھ بھی نہیں کہا، اس

Go to Index

تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَرَاَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۵﴾

کہ آؤ تاکہ اللہ کے رسول تمہارے لیے معافی چاہیں تو وہ اپنے سر گھمالیتے ہیں اور تم انہیں دیکھو گے کہ تکبر کرتے ہوئے منہ پھیر لیتے ہیں ○

سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

ان کے حق میں برابر ہے کہ تم ان کے لیے استغفار کرو یا ان کے لیے استغفار نہ کرو اللہ انہیں ہر گز نہیں بخشے گا، بیشک اللہ

لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۶﴾ هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ

نافرمانوں کو ہدایت نہیں دیتا○ وہی ہیں جو کہتے ہیں کہ ان پر خرچ نہ کرو جو رسول اللہ کے پاس ہیں

حَتّٰى يَنْفَضُّوْا ؕ وَلِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ ﴿۷﴾

یہاں تک کہ وہ ادھر ادھر ہو جائیں حالانکہ آسمانوں اور زمین کے خزانے اللہ ہی کی ملک ہیں مگر منافق سمجھتے نہیں○

کے ساتھی جو مجلس شریف میں حاضر تھے وہ عرض کرنے لگے کہ عبد اللہ بن اُبَی ٹھیک ہی کہتا ہے، حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کو شاید دھوکا ہوا اور بات یاد نہ رہی ہو۔ پھر جب اُوپر کی آیتیں نازل ہوئیں اور عبد اللہ بن اُبَی کا جھوٹ ظاہر ہو گیا تو اس سے کہا گیا کہ جاکر سرکارِ دوعالَم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے درخواست کر کہ وہ تیرے لئے اللہ تعالیٰ سے معافی چاہیں، یہ سن کر اس نے گردن پھیر دی اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب منافقوں کا جھوٹ ظاہر ہونے کے بعد نصیحت کرتے ہوئے ان سے کہا جائے کہ تم آؤ تاکہ اللہ تعالیٰ کے رسول تمہارے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ اپنے لطف و کرم سے تمہارے گناہ بخش دے اور تمہارے عیبوں پر پردہ ڈال دے تو وہ اس سے اِعراض کرتے ہوئے اپنے سروں کو دوسری طرف گھمالیتے ہیں (اور اے مسلمانو!) تم انہیں دیکھو گے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی بارگاہ میں حاضری سے تکبُّر کرتے ہوئے منہ پھیر لیتے ہیں۔

آیت 6 فرمایا کہ اے حبیب! آپ کا ان کیلئے استغفار کرنا اور نہ کرنا ان کے حق میں برابر ہے، اللہ تعالیٰ انہیں ہر گز نہیں بخشے گا کیونکہ وہ نفاق میں پختہ ہو چکے ہیں، بیشک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا جو اس کے علم میں نافرمان ہیں۔ یہ ارشاد اسی وقت تھا جب منافقوں کے لئے دعائے مغفرت کرنا ممنوع نہ تھا، بعد میں اس سے منع فرمادیا گیا ہے، اب منافقوں اور کافروں کے لئے مغفرت کی دعا کرنا منع ہے بلکہ کافر کیلئے دعائے مغفرت کرنا کفر ہے۔

آیت 7 فرمایا کہ منافقین وہی ہیں جو لوگوں سے یہ کہتے ہیں کہ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے پاس موجود مہاجر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پر خرچ نہ کرو تاکہ وہ غریبی سے پریشان ہو کر خود ہی ادھر ادھر ہو جائیں اور آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے ساتھ نہ رہیں، حالانکہ آسمانوں اور زمین کے تمام خزانوں کا اللہ تعالیٰ ہی مالک ہے اور درحقیقت وہی سب کو رزق دینے والا ہے، اگر لوگ ان پر خرچ کرنا بند کر دیں گے تو کیا ہوا، اللہ تعالیٰ انہیں رزق عطا فرمائے گا، مگر منافق یہ بات سمجھتے نہیں اسی لئے وہ ایسی واہیات بکتے ہیں۔

يَقُوۡلُوۡنَ لَئِنۡ رَّجَعۡنَاۤ اِلَى الۡمَدِيۡنَةِ لَيُخۡرِجَنَّ الۡاَعَزُّ مِنۡهَا الۡاَذَلَّ ؕ وَ لِلّٰهِ الۡعِزَّةُ

وہ کہتے ہیں: قسم ہے اگر ہم مدینہ کی طرف لوٹ کر گئے تو ضرور جو بڑی عزت والا ہے وہ اس میں سے نہایت ذلت والے کو نکال دے گا حالانکہ عزت

ع ۱۴/۸ وَ لِرَسُوۡلِهٖ وَ لِلۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَ لٰكِنَّ الۡمُنٰفِقِيۡنَ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ۠ ﴿۸﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تُلۡهِكُمۡ

تو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں ہی کے لیے ہے مگر منافقوں کو معلوم نہیں ○ اے ایمان والو! تمہارے مال

اَمۡوَالُكُمۡ وَ لَاۤ اَوۡلَادُكُمۡ عَنۡ ذِكۡرِ اللّٰهِ ۚ وَ مَنۡ يَّفۡعَلۡ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡخٰسِرُوۡنَ ﴿۹﴾

اور تمہاری اولاد تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کردیں اور جو ایسا کرے گا تو وہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں ○

وَ اَنۡفِقُوۡا مِنۡ مَّا رَزَقۡنٰكُمۡ مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ يَّاۡتِىَ اَحَدَكُمُ الۡمَوۡتُ فَيَقُوۡلَ رَبِّ

اور ہم نے تمہیں جو رزق دیا اس سے اس وقت سے پہلے پہلے کچھ (ہماری راہ میں) خرچ کرلو کہ تم میں کسی کو موت آئے تو کہنے لگے، اے میرے رب!

آیت 8 فرمایا کہ منافق کہتے ہیں: اگر ہم اس غزوہ سے فارغ ہونے کے بعد مدینہ کی طرف لوٹ کر گئے تو ضرور جو بڑی عزت والا ہے وہ اس میں سے نہایت ذلت والے کو نکال دے گا۔ منافقوں نے اپنے آپ کو عزت والا کہا اور مسلمانوں کو ذلت والا، اللہ تعالیٰ ان کا رد کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے کہ عزت تو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں ہی کے لیے ہے مگر منافقوں کو معلوم نہیں، اگر وہ یہ بات جانتے تو ایسا کبھی نہ کہتے۔ منقول ہے کہ یہ آیت نازل ہونے کے چند ہی روز بعد عبد اللہ بن اُبی منافق اپنے نفاق کی حالت پر مر گیا۔ **اہم باتیں:** (1) ہر مومن عزت والا ہے کسی مسلم قوم کو ذلیل جاننا یا اسے کمین کہنا حرام ہے۔ (2) مومن کی عزت ایمان اور نیک اعمال سے ہے، روپیہ پیسہ سے نہیں۔ (3) جو مومن کو ذلیل سمجھے وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ذلیل ہے۔

آیت 9 ارشاد فرمایا: کہ اے ایمان والو! منافقوں کی طرح تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہیں اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہ کردے اور جو ایسا کرے گا کہ دنیا میں مشغول ہو کر دین کو فراموش کردے گا، تو ایسے لوگ ہی نقصان اٹھانے والے ہیں کیونکہ اُنہوں نے فانی دنیا کے پیچھے آخرت کے گھر کی باقی رہنے والی نعمتوں کی پرواہ نہ کی۔ **درس:** اے کاش یہ نصیحت ہمارے دلوں میں بیٹھ جائے اور دنیا کا مال و دولت، بیوی بچے ہمیں خدا کی یاد سے غافل نہ کرسکیں۔ ولیوں اور نیکوں کی یہ بہت بڑی نشانی ہے کہ مال و اولاد کے باوجود ان کی زبانیں اور دل اللہ کی یاد میں مشغول رہتے ہیں۔

آیت 10 فرمایا کہ اے ایمان والو! ہم نے تمہیں جو رزق دیا اس میں جو صدقات واجب ہیں ادا کرو اور یہ موت کی علامات ظاہر ہونے اور زبان بند ہو جانے سے پہلے کرلو کہ ایسا نہ ہو کہ تم میں کسی کو موت آئے تو وہ دل میں کہنے لگے: اے میرے رب! تو نے مجھے تھوڑی مدت تک کیوں مہلت نہ دی تاکہ میں صدقہ دیتا اور نیک لوگوں میں سے ہو جاتا۔ **درس:** آیت کے الفاظ دل پر لرزہ طاری کر دینے والے ہیں کہ موت کے بعد آدمی بڑی تمنا، حسرت اور کاش کاش کہتا پھرے گا لیکن کچھ کر نہیں سکے گا، اس لئے جو نیکیاں کرنی ہیں دنیا میں کرلیں۔

لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۰﴾ وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا

تو نے مجھے تھوڑی سی مدت تک کیوں مہلت نہ دی کہ میں صدقہ دیتا اور صالحین میں سے ہو جاتا○ اور ہر گز اللہ کسی جان کو مہلت نہ دے گا

اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ۭ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۱﴾ ع

جب اس کا مقررہ وقت آجائے اور اللہ تمہارے کاموں سے خوب خبر دار ہے○

ع ٢ — ١٤

ایاتها ١٨ — ٦٤ سُوْرَةُ التَّغَابُنِ مَدَنِيَّةٌ ١٠٨ — رکوعاتها ٢

سورۂ تغابن مدنیہ ہے، اس میں اٹھارہ آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ۡ وَهُوَ

جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں سب اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں، اسی کی بادشاہت ہے اور اسی کیلئے سب تعریف ہے اور وہ

آیت 11 ارشاد فرمایا: یاد رکھو کہ جب اللہ تعالیٰ کا وعدہ آجائے گا تو وہ ہر گز کسی جان کو مہلت نہ دے گا اور اللہ تعالیٰ تمہارے تمام کاموں سے خبر دار ہے، وہ تمہیں ان کی جزا دے گا۔ **اہم بات:** یہاں آیت میں وعدے سے وہ وعدہ مراد ہے جس کا فیصلہ ہو چکا، جسے قضاءِ مُبرَم کہتے ہیں، البتہ قضاءِ مُعلّق میں تبدیلی واقع ہو سکتی ہے، آئی ہوئی موت ٹل جاتی اور عمریں بڑھ جاتی ہیں۔

سورۂ تغابُن کا تعارف اکثر مفسرین کے نزدیک یہ سورت مدنیہ ہے اور بعض مفسرین کا قول یہ ہے کہ آیت نمبر 14 ”یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ“ سے شروع ہونے والی تین آیتوں کے علاوہ یہ سورت مکیہ ہے۔ اس میں 2 رکوع اور 18 آیتیں ہیں۔ تغابُن کا لفظی معنی ہے خرید و فروخت میں نقصان پہنچانا اور یہ قیامت کے دن کا ایک نام بھی ہے۔ اس سورت کی آیت نمبر 9 میں بتایا گیا کہ قیامت کا دن ”یَوْمُ التَّغَابُنِ“ یعنی نقصان اور خسارے کا دن ہے، اس مناسبت سے اسے ”سورۂ تغابُن“ کہتے ہیں۔ **خلاصۂ مضامین:** اس سورت میں اللہ تعالیٰ کی وہ صفات بیان کی گئیں جو اس کے علم، قدرت اور عظمت پر دلالت کرتی ہیں۔ رسولوں علیہم السلام کو ان کے بشر ہونے کی وجہ سے جھٹلانے والی سابقہ امتوں کا انجام بیان کر کے کفار کو ڈرایا گیا اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کا انکار کرنے والوں سے قسم کے ساتھ فرمایا گیا کہ انہیں ضرور دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ قیامت کے بارے میں بتایا گیا کہ وہ دن ہارنے والوں کی ہار ظاہر ہونے کا دن ہے۔ یہ خبر دی گئی کہ تمہاری بیویوں اور تمہاری اولاد میں سے وہ تمہارے دشمن ہیں جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے روکتے ہیں تو ان سے احتیاط رکھو۔ آخر میں تقویٰ و پرہیز گاری اختیار کرنے، اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی کے لئے اس کی راہ میں مال خرچ کرنے، بخل اور لالچ سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی کی خاطر اپنا مال خرچ کرنے والے نیک لوگوں کو دگنے اجر کی بشارت دی گئی ہے۔

آیت 1 اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی چار شانیں بیان ہوئی ہیں (1) جو کچھ آسمانوں اور زمین میں موجود ہے سب اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتے ہیں۔ (2) اسی کی بادشاہت ہے، وہ اس میں جیسے چاہے تصرُّف فرماتا ہے، اِس میں اُس کا نہ کوئی شریک ہے نہ حصہ دار۔ (3) تمام

عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ① هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّ مِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ ؕ وَ اللّٰهُ

ہر چیز پر خوب قادر ہے ○ وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا تو تم میں سے کوئی کافر ہے اور تم میں سے کوئی مسلمان ہے اور اللہ

بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ② خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَ صَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ ۚ

تمہارے کام خوب دیکھ رہا ہے ○ اس نے آسمان اور زمین حق کے ساتھ بنائے اور تمہاری صورتیں بنائیں تو تمہاری اچھی صورتیں بنائیں

وَ اِلَیْهِ الْمَصِیْرُ ③ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ یَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَ مَا تُعْلِنُوْنَ ؕ وَ اللّٰهُ

اور اسی کی طرف پھرنا ہے ○ وہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور وہ جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو تم ظاہر کرتے ہو، اور اللہ

عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ④ اَلَمْ یَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ۫ فَذَاقُوْا وَبَالَ

دلوں کی بات خوب جانتا ہے ○ کیا تمہارے پاس تم سے پہلے لوگوں کی خبر نہ آئی جنھوں نے کفر کیا اور اپنے کام کا وبال

تعریفیں اسی کے لئے ہیں کیونکہ سب نعمتیں اسی کی ہیں۔(4) وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ **درس:** خدا کی عظمت و شان اور تسبیح و تقدیس کی آیات کو آنکھیں بند کرکے خدا کی محبت میں ڈوب کر پڑھیں تو دل ایمان کے نور اور روحانیت سے لبریز ہو جاتا ہے۔

آیت 2 اس آیت کی دو تفسیریں ہیں: (1) اے لوگو! اللہ تعالیٰ وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا اور عدم سے وجود میں لاکر تم پر احسان فرمایا اور اس کا حق یہ تھا کہ تم سب اللہ تعالیٰ پر ایمان لاکر اور اس کی اطاعت کرکے اس کے شکر گزار ہوتے لیکن تم مختلف گروہوں میں تقسیم ہو گئے کہ تم میں کوئی کافر ہے کوئی مسلمان، (یادرکھو کہ) اللہ تعالیٰ کافر کے کفر اور مومن کے ایمان کو جانتا ہے اور وہ ہر ایک کو قیامت میں عمل کے مطابق جزا دے گا۔(2) اے لوگو! وہی اللہ ہے جس نے تمہیں پیدا کیا تو تم میں سے کوئی ایسا ہے جسے کافر پیدا فرمایا اور کوئی ایسا ہے جسے مسلمان پیدا فرمایا ہے اور اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے تو وہ تمہارے ساتھ معاملہ فرمائے گا جو تمہارے اعمال کے مناسب ہو۔

آیت 3 ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین حق کے ساتھ بنائے جن میں ہزاروں دینی اور دُنیوی مصلحتیں ہیں اور اس نے تمہاری صورت بنائی تو دیگر مخلوق کے مقابلے میں تمہاری اچھی صورتیں بنائیں، اس احسان کے شکریے میں تم پر لازم ہے کہ اپنی سیرت بھی اچھی رکھو، نیز قیامت کے دن تمہیں اسی کی بارگاہ میں لوٹ کر جانا ہے۔ **اہم بات:** معلوم ہوا کہ انسانی صورت بہترین صورت ہے، اسے بگاڑنا حرام ہے، لہٰذا ناک کان کاٹنا، چہرے پر راکھ وغیرہ مل کر صورت بگاڑنا، مردوں کو عورت کی شکل یا عورتوں کو مردوں کی شکل بنانا حرام ہے۔

آیت 4 فرمایا کہ آسمانوں اور زمین میں موجود ہر چیز کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے، تمہاری نیتوں، دلی ارادوں اور اعمال کو بھی جانتا ہے، تمہارے ظاہری اور پوشیدہ کاموں سے بھی خبردار ہے حتّٰی کہ جو چیزیں صرف خیال ہی میں رہیں ان کی بھی خبر رکھتا ہے، لہٰذا ہر کوئی اللہ تعالیٰ کے ڈر اور اس سے حیا کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچے۔ **درس:** اس آیت کو پڑھتے رہنا اور اس کے متعلق سوچتے رہنا زندگی کا معمول بنالیں تو گناہ چھوڑنا آسان ہو جائے گا۔

آیت 5 فرمایا کہ اے کافرو! کیا تمہیں گزری ہوئی ان اُمتوں کے اَحوال معلوم نہیں جنھوں نے انبیاءِ کرام علیہم السّلام کی تکذیب کی، انہیں جھٹلایا اور دنیا میں بھی اپنے کفر کی سزا پائی اور ان کے لئے آخرت میں بھی دردناک عذاب ہے۔ **اہم بات:** صحیح تاریخ کا پڑھنا مفید ہے کہ اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے خوف اور امید حاصل ہوتی ہے۔

اَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝٥ ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالُوْۤا

چکھ لیا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۝ یہ اس لیے کہ ان کے پاس ان کے رسول روشن دلیلیں لاتے تو وہ کہتے:

اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا ۫ فَكَفَرُوْا وَتَوَلَّوْا وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝٦

کیا آدمی ہماری رہنمائی کریں گے تو انہوں نے کفر کیا اور منہ پھیر لیا اور اللہ نے بے پروائی فرمائی اور اللہ بے پرواہ، ہر حمد کے لائق ہے۝

زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا ؕ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ

کافروں نے گمان کرلیا کہ انہیں ہرگز دوبارہ زندہ نہیں کیا جائے گا، تم فرماؤ: کیوں نہیں، میرے رب کی قسم، تم ضرور دوبارہ زندہ کئے جاؤ گے پھر

لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ؕ وَذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝٧ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ

ضرور تمہارے اعمال تمہیں بتادیئے جائیں گے اور یہ اللہ پر بہت آسان ہے۝ تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول اور اس نور پر

آیت 6 فرمایا کہ سابقہ کافروں پر یہ دنیا کے عذاب اس لیے آئے کہ جب ان کے پاس ان کے رسول روشن دلیلیں لاتے اور معجزے دکھاتے (جن سے ان کی حقّانیّت ظاہر ہو جاتی) تو وہ کہتے: کیا آدمی ہماری رہنمائی کریں گے؟ تو انہوں نے رسولوں کا انکار کر کے کفر کیا اور ایمان لانے سے پھر گئے اور اللہ تعالیٰ تو ازل سے ہی ان کے ایمان اور ان کی طاعت وعبادت سے بے پرواہ ہے کیونکہ وہ اپنی مخلوق سے بے نیاز اور اپنے تمام افعال میں حمد کے لائق ہے۔ **اہم باتیں:** (1) ہر رسول علیہ السّلام کو معجزہ ضرور دیا گیا؛ کسی کو ایک اور کسی کو زیادہ معجزات عطا کئے گئے اور ہمارے حضور پُرنور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کو سب سے زیادہ معجزے عطا ہوئے ہیں۔ (2) کافروں نے بشر کے رسول ہونے کا انکار کیا۔ یہ ان کی بے عقلی اور نافہمی کی انتہا ہے۔ (3) برابری کا دعویٰ کرنے کے لئے نبی کو بشر کہنا کفر ہے اور بے ادبی کے انداز میں انبیاءِ کرام علیہم السّلام کو بشر کہہ کر پکارنا حرام ہے اور یہ طریقۂ کفار ہے۔

آیت 7 اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کفارِ مکہ نے یہ گمان کرلیا ہے کہ وہ مرنے کے بعد ہرگز نہ اٹھائے جائیں گے، اے حبیب! آپ ان کے گمان کا رد کرتے ہوئے ان سے فرمادیں: کیوں نہیں، میرے رب کی قسم! تم قیامت کے دن ضرور اٹھائے جاؤ گے، پھر تمہارے اعمال تمہیں بتادیئے جائیں گے تاکہ تم سے حساب لیا جائے اور تمہیں تمہارے اعمال کی سزا دی جائے اور (یاد رکھو کہ) یہ اللہ تعالیٰ پر آسان ہے کیونکہ اس کی قدرت کامل ہے۔

آیت 8 فرمایا کہ اے کافرو! جب تم نے سابقہ کافروں کا حال اور انجام جان لیا تو اللہ تعالیٰ، اس کے رسول محمد مصطفی صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم اور اس نور پر ایمان لاؤ جو ہم نے اتارا ہے تاکہ تم پر وہ عذاب نازل نہ ہو جو سابقہ کافروں پر نازل ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔ **اہم بات:** اس آیت میں نور سے مراد قرآن شریف ہے کیونکہ اس کی بدولت گمراہی کی تاریکیاں دور ہوتی ہیں اور ہدایت وضلالت دونوں واضح ہوتی ہیں۔

الَّذِيْٓ اَنْزَلْنَا ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝۸ يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ ذٰلِكَ

جو ہم نے اتارا اور اللہ تمہارے کاموں سے خوب خبر دار ہے ○ جس دن وہ جمع ہونے کے دن میں تمہیں اکٹھا کرے گا۔ وہ دن (ہارنے والوں کی) ہار

يَوْمُ التَّغَابُنِ ؕ وَ مَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَ يَعْمَلْ صَالِحًا يُّكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ

ظاہر ہونے کا دن ہے اور جو اللہ پر ایمان لائے اور اچھا کام کرے اللہ اس سے اس کی برائیاں مٹادے گا اور اسے ان باغوں میں داخل کرے گا

تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝۹ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے یہی بہت بڑی کامیابی ہے ○ اور جنہوں نے کفر کیا

وَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝۱۰ ع مَآ اَصَابَ

النصف ع ١٥

اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا، وہ لوگ آگ والے ہیں، ہمیشہ اس میں رہیں گے اور وہ کیا ہی برا ٹھکانہ ہے ○ ہر مصیبت

مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَ مَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ ؕ وَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝۱۱

اللہ کے حکم سے ہی پہنچتی ہے اور جو اللہ پر ایمان لائے اللہ اس کے دل کو ہدایت دیدے گا اور اللہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے ○

آیت 9 اس آیت میں جمع ہونے کے دن سے مراد قیامت کا دن ہے جس میں سب اوّلین وآخرین جمع ہوں گے اور اس دن میں کفار کی محرومی اور مسلمانوں کی کامیابی پورے طور پر ظاہر ہو گی، کفار اپنی ہار کا اقرار کر لیں گے، نیز اس دن اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے والوں اور نیک کام کرنے والوں کی برائیاں مٹادی جائیں گی اور انہیں ایسے باغوں میں داخل کیا جائے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور وہ ان میں ہمیشہ کے لئے رہیں گے اور یہی بڑی کامیابی ہے۔

آیت 10 فرمایا کہ وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت اور قدرت کا انکار کر کے کفر کیا اور ہماری ان آیتوں کو جھٹلایا جو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے پر دلالت کرتی ہیں، وہ آگ والے ہیں، ہمیشہ اس میں رہیں گے اور یہ ان کا کیا ہی برا انجام ہے۔ **اہم بات:** اس آیت سے معلوم ہوا کہ دوزخ میں ہمیشہ رہنا اور سخت عذاب ہونا صرف کفار کے لئے ہے۔ گنہگار مومن خواہ کیسا ہی گنہگار ہو دوزخ میں ہمیشہ نہ رہے گا اور اللہ تعالیٰ اسے رسوا نہ کرے گا۔

آیت 11 اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ موت کی، مرض کی اور مال کے نقصان وغیرہ کی، الغرض ہر مصیبت اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہی پہنچتی ہے اور جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور جانے کہ جو کچھ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی مَشِیَّت اور اس کے ارادے سے ہوتا ہے اور مصیبت کے وقت اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ پڑھے اور اللہ تعالیٰ کی عطا پر شکر اور بلا پر صبر کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل کو ہدایت دیدے گا تاکہ وہ اور زیادہ نیکیوں اور طاعتوں میں مشغول ہو اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے۔ **اہم بات:** بعض مصیبتیں ہمارے گناہوں کی شامت سے آتی ہیں مگر آتی اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہیں لیکن تکلیفیں، مشکلیں گناہوں کی معافی کا ذریعہ بھی بنتی ہیں اور نیک لوگوں پر مصیبتیں امتحان کے لئے آتی ہیں جو اُن کے درجات کی بلندی کا سبب بنتی ہیں۔

وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿١٢﴾

اور اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو پھر اگر تم منہ پھیرو تو (جان لو کہ) ہمارے رسول پر صرف صاف صاف پہنچا دینے کی ذمہ داری ہے ○

اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿١٣﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ

اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور ایمان والوں کو تو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہئے ○ اے ایمان والو! بیشک

مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَ اَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ۚ وَ اِنْ تَعْفُوْا وَ تَصْفَحُوْا وَ تَغْفِرُوْا

تمہاری بیویوں اور تمہاری اولاد میں سے کچھ تمہارے دشمن ہیں تو ان سے احتیاط رکھو اور اگر تم معاف کرو اور درگزر کرو اور بخش دو

آیت 12 اللہ تعالیٰ اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے حکم کو مانو، پھر اگر تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی فرمانبرداری سے منہ پھیرو تو جان لو کہ ہمارے رسول پر صرف صریح پہنچا دینے کی ذمہ داری ہے، چنانچہ اُنہوں نے اپنا فرض ادا کر دیا اور کامل طور پر دین کی تبلیغ فرمادی۔ **اہم بات:** اطاعت الٰہی کی طرح اطاعت رسول صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم بھی ضروری ہے، کیونکہ دونوں اطاعتوں کو ایک ہی طریقہ سے بیان فرمایا گیا ہے۔

آیت 13 اللہ وہ ہے جس کے سوا اور کوئی معبود ہے ہی نہیں اور ایمان والوں کو صرف اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ کرنا چاہئے۔ **اہم باتیں:** (1) توکُّل یہ ہے کہ اَسباب اختیار کئے جائیں مگر بھروسہ صرف رب تعالیٰ پر کیا جائے، لہٰذا بیماری میں علاج کرنا، مصیبت میں ظاہری حکام یا باطنی حکام جیسے اولیاءاللہ کی بارگاہ میں حاضر ہونا توکُّل کے خلاف نہیں۔ (2) اللہ تعالیٰ کی الوہیت و وحدانیت کے ساتھ توکل کے ذکر میں ایک نکتہ یہ ہے کہ توکل، حقیقت میں توحید ہی کے ثمرات میں سے ایک ہے۔ جس قدر عقیدۂ توحید مضبوط اور خدا کی وحدانیت پر یقین ہو گا، اتنا ہی توکل مضبوط ہو گا۔

آیت 14 **شانِ نزول:** چند مسلمانوں نے مکہ مکرمہ سے ہجرت کا ارادہ کیا تو ان کے بیوی بچوں نے انہیں روکا اور کہا: ہم آپ کی جدائی پر صبر نہ کرسکیں گے اور ہم آپ کے پیچھے ہلاک ہو جائیں گے، لہٰذا وہ ٹھہر گئے۔ کچھ عرصہ بعد اُنہوں نے ہجرت کی تو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھا کہ وہ دین میں بڑے ماہر اور فقیہ ہوگئے ہیں، یہ دیکھ کر اُنہوں نے اپنے بیوی بچوں کو سزا دینے کا ارادہ کیا اور یہ قصد کیا کہ ان کا خرچ بند کر دیں گے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ فرمایا کہ اے ایمان والو! تمہاری بیویوں اور تمہاری اولاد میں سے کچھ تمہارے دشمن ہیں کہ تمہیں نیک اعمال کرنے سے روکتے ہیں تو ان سے احتیاط رکھو اور ان کے کہنے میں آکر نیکی سے باز نہ رہو اور اگر تم انہیں معاف کر دو اور انہیں ڈانٹنے سے درگزر کرو اور ان کی خطا بخش دو تو بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا، مہربان ہے، وہ تمہارے گناہ بخش دے گا۔ **اہم باتیں:** (1) جو بیوی بچے اللہ تعالیٰ کی اطاعت، نماز، حج اور ہجرت سے روکیں وہ ایک اعتبار سے ہمارے دشمن ہیں کہ ہماری آخرت کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ (2) ہمارا وہ رشتہ دار جو اللہ تعالیٰ اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے روکے وہ دشمن ہے اور وہ اجنبی جو ہمیں اللہ تعالیٰ اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم تک پہنچائے وہ ہمارا عزیز ہے۔ (3) اللہ تعالیٰ اور

Go to Index

فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۴﴾ اِنَّمَاۤ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ؕ وَ اللّٰهُ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ عَظِیْمٌ ﴿۱۵﴾

تو بیشک اللہ بڑا بخشنے والا، بہت مہربان ہے ○ تمہارے مال اور تمہاری اولاد ایک آزمائش ہی ہیں اور اللہ کے پاس بہت بڑا ثواب ہے ○

فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَ اسْمَعُوْا وَ اَطِیْعُوْا وَ اَنْفِقُوْا خَیْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ ؕ وَ مَنْ یُّوْقَ

تو اللہ سے ڈرو جہاں تک تم سے ہوسکے اور سنو اور حکم مانو اور راہِ خدا میں خرچ کرو یہ تمہاری جانوں کے لیے بہتر ہوگا اور جسے

شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۶﴾ اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا یُّضٰعِفْهُ لَكُمْ

اس کے نفس کے لالچی پن سے بچالیا گیا تو وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں ○ اگر تم اللہ کو اچھا قرض دوگے تو وہ تمہارے لیے اسے کئی گنا بڑھادے گا

وَ یَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِیْمٌ ﴿۱۷﴾ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۱۸﴾ ع ۲ ۸ ۱۶

اور تمہیں بخش دے گا اور اللہ قدر فرمانے والا، بہت حلم والا ہے ○ وہ ہر پوشیدہ اور ظاہر کو جاننے والا، بہت عزت والا، بڑا حکمت والا ہے ○

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے مقابلے میں کسی کی اطاعت نہیں۔ (4) بیوی بچوں کے قصور معاف کردینا اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔

آیت 15 فرمایا کہ اے ایمان والو! تمہارے مال اور تمہاری اولاد آزمائش ہی ہیں کہ کبھی آدمی اُن کی وجہ سے گناہ میں مبتلا ہو جاتا ہے اور ان میں مشغول ہو کر اُمورِ آخرت کو سرانجام دینے سے غافل ہو جاتا ہے حالانکہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کے پاس بڑا ثواب ہے جو کہ تمہارے اَموال اور اولاد سے حاصل ہونے والی مَنفعت سے کہیں زیادہ عظیم ہے، تو تم لحاظ رکھو تاکہ ایسا نہ ہو کہ اَموال اور اولاد میں مشغول ہو کر ثوابِ عظیم کھو بیٹھو۔ **درس:** مال و دولت اور اولاد کو حاصلِ زندگی سمجھنے کی بجائے، خدا کی طرف سے امتحان کا پرچہ سمجھا جائے تو زندگی بامقصد گزارنا اور اطاعت الٰہی کرنا زیادہ آسان ہو جاتا ہے۔

آیت 16 فرمایا کہ جب تم نے اس نصیحت کو سن لیا اور ثواب کے بارے میں جان لیا تو تم اپنی طاقت کے مطابق اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم تمہیں جو فرمائیں اسے سنو اور حکم مانو اور اپنے فائدے کیلئے راہِ خدا میں مال خرچ کرو اور جو اپنے نفس کے لالچی پن سے بچا لیا گیا اور اس نے اپنے مال کو حکمِ شریعت کے مطابق خرچ کیا تو وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ **اہم بات:** نفسِ انسانی میں بخل اور لالچ کا عنصر عموماً غالب رہتا ہے۔ مجاہدہ و ریاضت کا ایک مقصد نفس کے اِن رذائل کو ختم کرنا ہوتا ہے۔

آیت 17، 18 اے ایمان والو! اگر تم خوش دِلی سے اور نیک نیّت کے ساتھ حلال مال سے صدقہ دوگے تو اللہ تعالیٰ تمہارے لیے اسے کئی گنا بڑھادے گا اور اس کی برکت سے تمہیں بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ تھوڑے عمل کے بدلے بہت زیادہ عطا کرکے قدر فرمانے والا ہے جبکہ گناہوں کی کثرت کے باوجود فوری عذاب نازل نہ کرکے حِلم فرمانے والا، نیز وہ ہر پوشیدہ اور ظاہر کو جاننے والا، عزت والا اور حکمت والا ہے۔ **اہم بات:** آیت نمبر 17 میں صدقہ دینے کو کرم کے طور پر قرض سے تعبیر فرمایا گیا، اس میں صدقہ دینے کی ترغیب ہے کہ صدقہ دینے والا نقصان میں نہیں ہے بلکہ بشرطِ قبول یقیناً اس کی جزا پائے گا۔

Go to Index

اٰیاتھا ١٢ ٦٥ سُوْرَةُ الطَّلَاقِ مَدَنِيَّةٌ ٩٩ رکوعاتھا ٢

سورۂ طلاق مدنیہ ہے، اس میں بارہ آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَ اَحْصُوا الْعِدَّةَ ۚ

اے نبی! (امت سے فرمادیں کہ) جب تم لوگ عورتوں کو طلاق دو تو ان کی عدت کے وقت پر انہیں طلاق دو اور عدت کو شمار کرتے رہو

وَ اتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ ۚ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُیُوْتِهِنَّ وَ لَا یَخْرُجْنَ اِلَّاۤ اَنْ یَّاْتِیْنَ بِفَاحِشَةٍ

اور اللہ سے ڈرو جو تمہارا رب ہے۔ تم عورتوں کو ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلیں مگر یہ کہ کسی صریح برائی کا

سورۂ طلاق کا تعارف یہ سورت مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں 2 رکوع اور 12 آیتیں ہیں۔ نکاح سے عورت شوہر کی پابند ہو جاتی ہے، اس پابندی کے اُٹھا دینے کو طلاق کہتے ہیں اور اس سورت میں چونکہ طلاق اور اس کے بعد کے یعنی عدت کے احکام بیان کیے گئے ہیں اس لئے اس سورت کا نام ”سورۂ طلاق“ رکھا گیا ہے۔ **خلاصۂ مضامین:** اس سورت میں صحیح طریقے سے طلاق دینے کا طریقہ، عدت اور رجوع کے مسائل بیان ہوئے ہیں۔ شوہر کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ عدت ختم ہونے تک اپنی حیثیت کے مطابق عورت کو رہائش اور خرچ مہیا کرے اور اگر بچے کو دودھ پلانے کی اجرت دینی پڑے تو وہ اجرت دینا بھی شوہر پر لازم ہے۔ آخر میں احکامِ الٰہی کی مخالفت کرنے والی قوموں پر نازل ہونے والے عذاب کا ذکر کر کے شرعی احکام کی مخالفت کرنے سے ڈرایا گیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی تشریف آوری کی حکمت بیان کی گئی اور اللہ تعالیٰ کی قدرت اور علم کے بارے میں بیان کیا گیا ہے۔

آیت 1 **شانِ نزول:** حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی کو حیض میں طلاق دیدی، اس کے بارے میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: اسے رجوع کرنے کا حکم دو تا کہ وہ ٹھہری رہے یہاں تک کہ پاک ہو جائے، پھر حیض آئے اور پاک ہو جائے، اب اگر چاہے تو روک لے اور چاہے تو اسے چھونے سے پہلے طلاق دیدے، پس یہی وہ عدت ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے کہ عورتوں کو اس طرح طلاق دی جائے۔ آیت کے ابتدائی حصے کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! اپنی امت سے فرمادیں کہ جب تم لوگ عورتوں کو طلاق دینا چاہو تو ان کی عدت کے وقت پر یعنی پاکی کے دنوں میں انہیں طلاق دو تا کہ ان کی عدت لمبی نہ ہو۔ اس آیت میں وہ عورتیں مراد ہیں جن سے ان کے شوہروں نے حقِ زوجیّت ادا کیا ہو اور ان کی عدت حیض سے شمار کی جائے، اگر انہیں طلاق دینی ہو تو ایسے پاکی کے دنوں میں ایک طلاق دیں جن میں ان سے جماع نہ کیا گیا ہو اور عدت گزرنے تک رجوع نہ کریں۔ اسے طلاقِ احسن کہتے ہیں۔ مزید فرمایا: **اور عدت کو شمار کرتے رہو۔** یعنی مرد طلاق دینے کے بعد عورت کی عدت شمار کرتے رہیں یہاں تک کہ اسے تین بار حیض آ جائے۔ یاد رہے کہ عدت کا شمار مرد و عورت دونوں کریں گے البتہ عورتوں میں بہت مرتبہ غفلت ہو جانے کی وجہ سے یہاں بطورِ خاص مَردوں کو عدت شمار کرنے کا فرمایا گیا۔ مزید فرمایا: **اور اللہ سے ڈرو جو تمہارا رب ہے۔** یعنی عورتوں کی عدت دراز کرنے اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی کرنے کے معاملے میں اس اللہ تعالیٰ سے ڈرو جو تمہارا حقیقی رب ہے۔ مزید فرمایا: **تم عورتوں کو ان کے گھروں**

Go to Index

مُّبَيِّنَةٍ ؕ وَ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَ مَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ لَا تَدْرِيْ

ارتکاب کریں اور یہ اللہ کی حدیں ہیں اور جو اللہ کی حدوں سے آگے بڑھا تو بیشک اس نے اپنی جان پر ظلم کیا۔ تم نہیں جانتے

لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا ① فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ

شاید اللہ اس کے بعد کوئی نیا معاملہ پیدا فرمادے ○ تو جب عورتیں اپنی مدت تک پہنچنے کو ہوں تو انہیں بھلائی کے ساتھ روک لو

اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَّ اَشْهِدُوْا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ وَ اَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ؕ ذٰلِكُمْ

یا انہیں بھلائی کے ساتھ جدا کردو اور اپنوں میں سے دو عادل گواہ بنالو اور اللہ کے لیے گواہی قائم کرو۔ یہ ہے

سے نہ نکالو۔ یعنی اے لوگو! عدت میں عورتوں کو ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ اس دوران وہ خود اپنے گھروں سے نکلیں، البتہ اگر وہ کسی صریح بے حیائی کا اِرتکاب کریں اور اُن سے کوئی اعلانیہ فسق صادر ہو جس پر حد آتی ہے جیسے زنا اور چوری وغیرہ تو پھر تم انہیں گھر سے نکال سکتے ہو۔ یاد رہے کہ عورت کو عدت شوہر کے گھر پوری کرنی لازم ہے۔ شوہر کو جائز نہیں کہ عورت کو عدت میں گھر سے نکالے۔ ہاں اگر عورت فحش بولے اور گھر والوں کو ایذا دے تو اسے نکالنا جائز ہے۔ جو عورت طلاقِ رجعی یا بائن کی عدت میں ہو اس کو گھر سے نکلنا بالکل جائز نہیں اور جو موت کی عدت میں ہو وہ حاجت پڑے تو دن میں نکل سکتی ہے، لیکن رات شوہر کے گھر ہی میں گزارنا ضروری ہے۔ مزید فرمایا: **اور یہ اللہ کی حدیں ہیں۔** یعنی تمہیں جو احکام دیئے گئے یہ اللہ تعالیٰ کی حدیں ہیں جن کے اندر رہنا بندوں پر لازم ہے اور جو اللہ تعالیٰ کی حدوں سے آگے بڑھا تو بیشک اس نے گناہ کر کے اپنی جان پر ظلم کیا۔ آخر میں فرمایا: **تم نہیں جانتے۔** یہاں طلاق دینے والے کو ترغیب دی گئی ہے کہ طلاقِ رجعی دے کر چھوڑ دینا ہی بہتر ہے، چنانچہ فرمایا کہ اے مُخاطب! تمہیں معلوم نہیں، ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ طلاق دینے کے بعد شوہر کے دل میں عورت کی طرف میلان پیدا فرمادے اور وہ رجوع کرنے کی طرف مائل ہو، اس لئے اگر رجعی طلاق دی ہو تو رجوع کرنا آسان ہو گا یا تین سے کم طلاقِ بائن دی ہوں تو خالی نکاح سے رجوع ہو سکتا ہے۔

آیت 2 جب اوپر بیان کردہ طریقے کے مطابق طلاق دی جانے والی عورتیں اپنی عدت کی اختتامی مدت کے قریب تک پہنچ جائیں تو تمہیں اختیار ہے، اگر تم ان کے ساتھ اچھا سلوک کرتے ہوئے رہنا چاہو تو رجوع کر لو اور دل میں دوبارہ طلاق دینے کا ارادہ نہ رکھو اور اگر تمہیں ان کے ساتھ اچھائی سے بسر کرسکنے کی اُمید نہ ہو تو ان کے حق، جیسے مہر وغیرہ ادا کر کے اُن سے جدائی کر لو اور انہیں اس طرح نقصان نہ پہنچاؤ کہ عدت کے آخر میں رجوع کر لو پھر طلاق دے دو، یوں اُن کی عدت دراز کر کے انہیں پریشانی میں ڈالو، نیز رجوع کرو یا جدائی اختیار کرو دونوں صورتوں میں تہمت دور کرنے اور جھگڑے سے بچنے کیلئے اپنوں میں سے دو ایسے مسلمانوں کو گواہ بنالو جو عادل یعنی شرعاً قابلِ قبول ہوں اور گواہ بنانے سے مقصود اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی ہو اور اس میں حق کو قائم کرنے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کے علاوہ اپنی کوئی فاسد غرض نہ ہو۔ یہ وہ حکم ہے جس سے اس شخص کو نصیحت کی جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اور جو اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور طلاق دے تو سنت کے مطابق دے، عدت والی کو نقصان نہ پہنچائے، نہ اُسے رہائش گاہ سے نکالے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق مسلمانوں کو گواہ کر لے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے نجات کی راہ نکال دے گا جس سے وہ دنیا و آخرت کے غموں سے خلاصی پائے گا اور ہر تنگی و پریشانی سے محفوظ رہے گا۔ آیت کے آخری حصے کا شانِ نزول یہ ہے کہ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ

يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۬ۙ وَ مَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۙ﴿۲﴾

جس سے اس شخص کو نصیحت کی جاتی ہے جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے لیے نکلنے کا راستہ بنادے گا۔ ○

وَّ يَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ؕ وَ مَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ؕ

اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں اس کا گمان بھی نہ ہو اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو وہ اسے کافی ہے بیشک اللہ اپنا کام پورا کرنے والا ہے،

قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ﴿۳﴾ وَ الّٰٓـِٔيْ يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآىِٕكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ

بیشک اللہ نے ہر چیز کیلئے ایک اندازہ مقرر کر رکھا ہے ○ اور تمہاری عورتوں میں جو حیض سے ناامید ہوچکی ہوں اگر تمہیں کچھ شک ہو

وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ میرا بیٹا مشرکین نے قید کرلیا ہے اور اسی کے ساتھ اپنی محتاجی ونا داری کی شکایت کی، سرکارِ دوعالَم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کا ڈر رکھو اور صبر کرو اور کثرت سے لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْم پڑھتے رہو، حضرت عوف رضی اللہ عنہ نے گھر آکر اپنی زوجہ سے یہ کہا اور دونوں نے یہ وظیفہ پڑھنا شروع کردیا، ابھی وہ پڑھ ہی رہے تھے کہ بیٹے نے دروازہ کھٹکھٹادیا، ہوا یوں کہ دشمن غافل ہوگیا تھا اور یہ موقع پاکر قید سے بھاگ آیا اور ایک روایت کے مطابق چلتے ہوئے دشمن کے سو اونٹ اور ایک روایت کے مطابق چار ہزار بکریاں بھی ساتھ لے آیا۔ حضرت عوف رضی اللہ عنہ نے خدمتِ اقدس میں حاضر ہوکر پوچھا کہ یہ اونٹ یا بکریاں ان کے لئے حلال ہیں؟ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے اجازت دی اور یہ آیت نازل ہوئی۔ **اہم باتیں:** (1) جس عورت کو رجعی طلاق دی ہو، عدت کے اندر اسے پہلے نکاح پر باقی رکھنا ''رجوع'' کہلاتا ہے۔ (2) رجوع کرنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ کسی لفظ سے رجوع کرے اور رجوع کرنے پر دو عادل شخصوں کو گواہ بنالے اور عورت کو بھی اس کی خبر کردے تاکہ عدت کے بعد کسی اور سے نکاح نہ کرلے، اور اگر کسی لفظ سے رجوع کیا مگر گواہ نہ بنائے یا گواہ بھی بنائے مگر عورت کو خبر نہ کی تو یہ مکروہ اور خلافِ سنت ہے مگر رجوع ہوجائے گا، اور اگر فعل سے رجوع کیا مثلاً اُس سے صحبت کی یا شہوت کے ساتھ بوسہ لیا یا اسی قسم کا کوئی دوسرا کام کیا تو رجوع ہوگیا مگر مکروہ ہے، لہٰذا اُسے چاہیے کہ پھر گواہوں کے سامنے رجوع کے الفاظ کہے۔ (3) رجوع کرنے میں عورت کی رضا ضروری نہیں۔

آیت 3 ڈرنے والے کو اللہ تعالیٰ وہاں سے روزی دے گا جہاں اس کا گمان بھی نہ ہو اور جو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرے اور اپنے تمام اُمور اسی کے سپرد کردے تو وہ اسے دونوں جہان میں کافی ہے، بیشک اللہ تعالیٰ اپنا کام پورا کرنے والا ہے، بیشک اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کیلئے ایک اندازہ مقرر کر رکھا ہے (لہٰذا تم توکُّل کرو یا نہ کرو، ملے گا وہی جو مقدر ہے، تو توکُّل چھوڑ کر ثواب سے محروم نہ ہو۔) **اہم بات:** ہر مسلمان کو تمام اُمور میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا چاہئے۔

آیت 4 **شانِ نزول:** صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے عرض کی: حیض والی عورتوں کی عدت تو ہمیں معلوم ہوگئی، اب جو حیض والی نہ ہوں تو اُن کی عدت کیا ہے؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا کہ تمہاری عورتوں میں جو بڑھاپے کی وجہ سے حیض آنے سے ناامید ہوچکی ہوں، اگر تمہیں اس میں کچھ شک ہو کہ ان کا حکم کیا ہے تو سن لو، ان کی اور جنہیں ابھی کم عمری کی وجہ سے حیض نہیں آیا ان کی عدت تین مہینے ہے اور حمل والیوں کی مدت یہ ہے کہ وہ اپنا حمل جَن لیں اور جو اللہ تعالیٰ سے ڈرے تو اللہ تعالیٰ اس کے کام میں آسانی فرمادے گا۔ **شرعی احکام:** (1) لڑکی نابالغہ ہو یا اس کے بالغ ہونے

فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ وَّالّٰٓـِٔيْ لَمْ يَحِضْنَ ؕ وَ اُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ؕ

تو ان کی اور جنہیں حیض نہیں آیا ان کی عدت تین مہینے ہے اور حمل والیوں کی عدت کی مدت یہ ہے کہ وہ اپنا حمل جن لیں

وَ مَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا ۝٤ ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ اَنْزَلَهٗۤ اِلَيْكُمْ ؕ وَ مَنْ

اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے لیے اس کے کام میں آسانی فرمادے گا ○ یہ اللہ کا حکم ہے جو اس نے تمہاری طرف اتارا اور جو

يَّتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَ يُعْظِمْ لَهٗۤ اَجْرًا ۝٥ اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ

اللہ سے ڈرے تو اللہ اس سے اس کی برائیاں مٹادے گا اور اس کیلئے ثواب کو بڑا کردے گا ○ عورتوں کو وہاں رکھو جہاں خود رہتے ہو

مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَ لَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ ؕ وَ اِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ

اپنی گنجائش کے مطابق اور انہیں تکلیف نہ دو کہ ان پر تنگی کرو اور اگر وہ حمل والیاں ہوں

کی عمر تو آگئی مگر ابھی حیض نہیں شروع ہوا تو اُن دونوں کی عدت تین ماہ ہے۔ (2) حاملہ عورتوں کی عدت وضعِ حمل ہے خواہ وہ عدت طلاق کی ہو یا وفات کی، موت یا طلاق کے بعد جس وقت بچہ پیدا ہو عدت ختم ہو جائے گی۔ یونہی اگر حمل ساقط ہو گیا لیکن بچے کے اَعضاء بن چکے ہیں تو عدت پوری ہو گئی اور بچے کے اَعضاء بننے سے پہلے حمل ساقط ہوا تو عدت ختم نہیں ہو گی۔

آیت 5 فرمایا کہ یہاں جو احکام بیان ہوئے یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے جو اس نے تمہاری طرف اتارا اور جو اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور اللہ تعالیٰ کے نازل فرمائے ہوئے احکام پر عمل کرے اور اپنے اوپر واجب حقوق احتیاط کے ساتھ ادا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی برائیاں مٹادے گا اور اس کیلئے ثواب کو بڑا کردے گا۔ **اہم بات:** تقویٰ دینی، دُنیوی نعمتیں ملنے کا سبب ہے، اس سے آفتیں دور ہوتی ہیں، دنیا میں رحمتیں آتی ہیں، اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کرم فرماتا ہے۔

آیت 6 جن عورتوں کو تم نے طلاق دی انہیں وہاں رکھو جہاں خود رہتے ہو، اپنی طاقت کے مطابق انہیں رہائش دو اور انہیں یوں تکلیف نہ دو کہ ان کے مکان کو گھیر کر ان کی جگہ تنگ کر دو، یا کسی ناموافق کو ان کے ساتھ رہائش دے دو نیز تم انہیں کوئی ایسی ایذا دے کر تنگی نہ پہنچاؤ کہ وہ گھر سے نکلنے پر مجبور ہو جائیں اور اگر طلاق والی عورتیں حمل والیاں ہوں تو ان پر شریعت کے مطابق خرچ کرتے رہو یہاں تک کہ وہ بچہ پیدا کر دیں، پھر اگر وہ تمہارے لیے بچے کو دودھ پلائیں تو انہیں ان کے کام کی اجرت دو اور اجرت سے متعلق آپس میں اچھے طریقے سے مشورہ کر لو اور نہ مرد عورت کے حق میں کوتاہی کرے، نہ عورت اِس معاملہ میں سختی کرے، پھر اگر تم آپس میں یہ معاملہ طے کرنے میں دشواری سمجھو اور بچے کی ماں کسی دوسری عورت کے برابر اُجرت پر راضی نہ ہو بلکہ زیادہ اجرت طلب کرے اور باپ زیادہ دینا نہ چاہے تو قریب ہے کہ اسے کوئی اور عورت دودھ پلادے گی یعنی پھر شوہر کسی دوسری کا انتظام کرلے۔ **شرعی احکام:** (1) طلاق یافتہ عورت کو عدت پوری ہونے تک رہنے کیلئے اپنی حیثیت کے مطابق مکان دینا اور نفقہ یعنی اخراجات دینا بھی شوہر پر واجب ہے۔ (2) نفقہ حاملہ اور غیر حاملہ دونوں کو دینا واجب ہے۔ (3) بچے کو دودھ پلانا ماں پر واجب نہیں، لیکن اگر بچہ ماں کے سوا

فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ۚ

تو ان پر خرچ کرتے رہو یہاں تک کہ وہ بچہ جَن دیں پھر اگر وہ تمہارے لیے (بچے کو) دودھ پلائیں تو انہیں ان کی اجرت دو

وَ اْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ ۚ وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗٓ اُخْرٰى ۞ ٦

اور آپس میں اچھے طریقے سے مشورہ کرلو اور اگر تم آپس میں دشواری سمجھو تو عنقریب اسے کوئی دوسری عورت دودھ پلادے گی○

لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰىهُ

مالی وسعت رکھنے والے کو چاہیے کہ اپنی گنجائش کے مطابق خرچ کرے اور جس پر اس کا رزق تنگ کیا گیا ہے تو اسے چاہیے کہ اس میں سے خرچہ دے

اللّٰهُ ؕ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰىهَا ؕ سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا ۞ ٧ ع

جو اسے اللہ نے دیا ہے، اللہ کسی جان پر بوجھ نہیں رکھتا مگر اسی قابل جتنا اسے دیا ہے، جلد ہی اللہ دشواری کے بعد آسانی فرمادے گا○

ع ١٧

وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهٖ فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا شَدِيْدًا

اور کتنے ہی شہر تھے جنہوں نے اپنے رب کے اور اس کے رسولوں کے حکم سے سرکشی کی تو ہم نے ان سے سخت حساب لیا

وَّعَذَّبْنٰهَا عَذَابًا نُّكْرًا ۞ ٨ فَذَاقَتْ وَبَالَ اَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهَا خُسْرًا ۞ ٩

اور انہیں برا عذاب دیا○ تو انہوں نے اپنے کام کا وبال چکھا اور ان کے کام کا انجام خسارہ ہوا○

کسی اور عورت کا دودھ نہ پیئے، یا باپ فقیر ہو تو پھر ماں پر دودھ پلانا واجب ہو جاتا ہے۔(4) بچے کی ماں جب تک اس کے باپ کے نکاح میں ہو یا طلاقِ رجعی کی عدت میں ہو تو پھر اسے دودھ پلانے کی اجرت لینا جائز نہیں، عدت کے بعد لینا جائز ہے۔

آیت 7 مالی وسعت رکھنے والا اپنی گنجائش کے مطابق اور تنگدستی میں مبتلا اپنی حیثیت کے مطابق طلاق والی اور دودھ پلانے والی عورتوں کو خرچہ دے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر جان پر اسی قابل بوجھ رکھتا ہے جتنا اسے رزق دیا ہے اور تنگدست آدمی خرچ کرنے سے ڈرے نہیں، جلد ہی اللہ تعالیٰ معاش کی تنگی کے بعد اسے آسانی عطا فرمادے گا۔

آیت 8 کتنے ہی شہر والے ایسے تھے جنہوں نے اپنے رب عزّوجلّ کے حکم اور اس کے رسولوں علیہم السّلام کے احکام سے سرکشی کی تو ہم نے ان سے ان کے اعمال کا سخت حساب لیا اور انہیں برا عذاب دیا۔ یہاں سخت حساب سے مراد آخرت کا حساب ہے اور برے عذاب سے مراد جہنم کا عذاب یا دنیا میں قحط اور قتل وغیرہ بلاؤں میں مبتلا کرنا ہے۔

آیت 9 مزید فرمایا کہ تو ان شہر والوں نے (سخت حساب اور برے عذاب کے ذریعے) اپنے کفر اور سرکشی کا وبال چکھا اور ان کے کام کا انجام خسارہ ہوا کہ وہ منافع سے محروم ہوگئے اور عذاب میں مبتلا ہوئے۔ **درس:** کفر و سرکشی اور گناہوں کا وبال کئی مرتبہ دنیا میں بھی سامنے آجاتا ہے۔ اسی لئے مصیبتوں سے چھٹکارے کے لئے استغفار و توبہ کا حکم دیا جاتا ہے۔

مع

اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمۡ عَذَابًا شَدِيۡدًا ۙ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰۤاُولِى الۡاَلۡبَابِ ۛۚ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا ۛۚ قَدۡ اَنۡزَلَ اللّٰهُ

اللہ نے ان کے لیے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے تو اللہ سے ڈرو، اے عقل والو جو ایمان لائے ہو، بیشک اللہ نے تمہاری طرف

اِلَيۡكُمۡ ذِكۡرًا ۙ ﴿۱۰﴾ رَّسُوۡلًا يَّتۡلُوۡا عَلَيۡكُمۡ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ لِّيُخۡرِجَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا

نصیحت اتاری ○ (نیز) رسول (بھیجا) جو تم پر اللہ کی روشن آیتیں پڑھتا ہے تاکہ وہ ان لوگوں کو اندھیروں سے نور کی طرف لے جائے

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوۡرِ ؕ وَمَنۡ يُّؤۡمِنۡۢ بِاللّٰهِ وَيَعۡمَلۡ صَالِحًا يُّدۡخِلۡهُ جَنّٰتٍ

جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے اور جو اللہ پر ایمان لائے اور اچھا کام کرے تو اللہ اسے ان باغوں میں داخل کرے گا

تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَاۤ اَبَدًا ؕ قَدۡ اَحۡسَنَ اللّٰهُ لَهٗ رِزۡقًا ﴿۱۱﴾ اَللّٰهُ الَّذِىۡ

جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، بیشک اللہ نے اس کے لیے اچھی روزی رکھی ○ اللہ وہی ہے

خَلَقَ سَبۡعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الۡاَرۡضِ مِثۡلَهُنَّ ؕ يَتَنَزَّلُ الۡاَمۡرُ بَيۡنَهُنَّ لِتَعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰهَ

جس نے سات آسمان بنائے اور انہی کے برابر زمینیں۔ حکم ان کے درمیان اترتا ہے تاکہ تم جان لو کہ اللہ

آیت 10، 11 دُنْیَوی عذاب کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے آخرت میں سخت عذاب تیار کر رکھا ہے تو اللہ تعالیٰ سے ڈرو اے عقل والو جو ایمان لائے ہو اور سابقہ جھٹلانے والی امتوں پر نازل ہونے والے عذاب سے عبرت حاصل کرو اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی کرنے سے بچو۔ مزید فرمایا: **بیشک اللہ نے تمہاری طرف نصیحت اتاری۔** یعنی اے لوگو! بیشک اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف نصیحت اتاری اور وہ نصیحت قرآن یا رسولِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم ہیں اور اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف اپنا رسول بھیجا جو تمہارے سامنے حلال و حرام کے بیان پر مشتمل اللہ تعالیٰ کی روشن آیتیں پڑھتے ہیں تاکہ وہ ان لوگوں کو کفر اور جہالت کے اندھیروں سے ایمان اور علم کے نور کی طرف لے جائیں جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور اچھا کام کرے تو اللہ تعالیٰ اسے ان باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، بیشک اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے اچھی روزی یعنی جنت رکھی ہے جس کی نعمتیں ہمیشہ باقی رہیں گی۔ **اہم باتیں:** (1) کفر اندھیرا اور اسلام روشنی ہے۔ (2) آیت 11 میں اللہ تعالیٰ نے کفر کے لئے ''ظُلُمٰت'' جمع کا صیغہ ذکر فرمایا اور اسلام کے لئے ''نور'' واحد کا صیغہ ارشاد فرمایا، معلوم ہوا کہ کفر ہزاروں قسم کا ہے مگر اسلام ایک ہی ہے۔ (3) حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کفر سے ایمان کی طرف، جہل سے علم کی طرف، فسق سے تقویٰ کی طرف نکالتے ہیں۔ (4) ایمان عمل سے مُقدّم ہے۔ (5) نجات کے لئے ایمان کے ساتھ نیک اعمال کی بھی ضرورت ہے۔

آیت 12 فرمایا کہ اے لوگو! اللہ وہی ہے جس نے اپنی کامل قدرت سے سات آسمان بنائے اور سات ہی زمینیں بنائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ان سب میں جاری اور نافذ ہے تاکہ تم جان لو کہ اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کا علم ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے، لہٰذا اس کے لئے مُردوں کو زندہ کرنا اور ساری مخلوق کا حساب لینا کچھ مشکل نہیں۔

عٰلٰى كُلِّ شَيۡءٍ قَدِيۡرٌ ۙ وَّ اَنَّ اللّٰهَ قَدۡ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيۡءٍ عِلۡمًا ﴿١٢﴾ ع

٢ ع ٥ ١٨

ہر شے پر خوب قادر ہے اور یہ کہ اللہ کا علم ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے ○

اٰیاتھا ١٢ | ٦٦ سُوۡرَةُ التَّحۡرِيۡمِ مَدَنِيَّةٌ ١٠٧ | رکوعاتھا ٢

سورۂ تحریم مدنیہ ہے،اس میں بارہ آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبۡتَغِيۡ مَرۡضَاتَ اَزۡوَاجِكَ ؕ وَاللّٰهُ

اے نبی! تم اپنی بیویوں کی رضا چاہتے ہوئے اپنے اوپر اس چیز کو کیوں حرام کرتے ہو جو اللہ نے تمہارے لئے حلال کی ہے اور اللہ

سورۂ تحریم کا تعارف یہ سورت مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں 2 رکوع اور 12 آیتیں ہیں۔ تحریم کا معنی ہے کسی چیز کو حرام ٹھہرانا اور اس سورت کا یہ نام اس کی پہلی آیت کے کلمہ "لِمَ تُحَرِّمُ" سے ماخوذ ہے۔ **خلاصۂ مضامین:** اس سورت میں وہ اَحکام بیان ہوئے ہیں جن کا تعلق تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے اپنی اَزواجِ مُطَہَّرات رضی اللہ عنہنّ کے ساتھ بعض واقعات سے ہے۔ نیز مومنوں کو حکم دیا گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرکے اور اپنے گھر والوں کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا حکم دے کر اپنی اور اپنے گھر والوں کی جانیں جہنم کی آگ سے بچائیں اور اہلِ ایمان کو گناہوں سے سچی توبہ کرنے کا حکم دیا گیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو کافروں اور منافقوں کے ساتھ جہاد کرنے کا حکم دیا گیا۔ آخر میں کافروں کے لئے حضرت نوح اور حضرت لوط علیہما السّلام کی بیویوں کی اور مسلمانوں کے لئے حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی مثال بیان فرمائی گئی۔

آیت 1 **شانِ نزول:** حضور اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم اُمُّ المؤمنین حضرت زینب بنتِ جحش رضی اللہ عنہا کے یہاں شہد نوش فرماتے اور اُن کے یہاں کچھ زیادہ دیر تشریف فرما رہتے تھے۔ حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما نے باہم مشورہ کیا کہ ہم میں سے جس کے ہاں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم تشریف فرما ہوں تو وہ ان سے عرض کرے: کیا آپ نے مغافیر تناوُل فرمایا ہے؟ مجھے آپ (کے دہنِ مبارک) سے مغافیر کی بُو آرہی ہے۔ (جب ایسا کیا گیا تو حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے) ارشاد فرمایا: نہیں، البتہ میں نے زینب بنتِ جحش رضی اللہ عنہا کے یہاں شہد نوش فرمایا تھا تو ہرگز میں دوبارہ ایسا نہیں کروں گا اور میں نے اس پر قسم کھائی، تم اس بات کی کسی اور کو خبر مت دینا۔ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔ آیت کے آخر میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بخشنے والا، مہربان ہے، اس نے آپ کی ان دونوں مبارک بیویوں کا یہ قصور معاف فرمادیا اور آپ کے لئے اس قسم کا کفارہ بیان فرما دیا ہے جس سے آپ کی ساری امت پر آسانی ہوگی۔ **اہم بات:** حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا شہد کو اپنے آپ پر حرام فرمالینا محض ازواجِ مُطَہَّرات رضی اللہ عنہنّ کو راضی کرنے کے لئے تھا، نہ کہ بے علمی کی وجہ سے کیونکہ اپنے منہ کی مہک غیب نہیں وہ تو محسوس ہوتی ہے۔

غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ① قَدۡ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمۡ تَحِلَّةَ اَيۡمَانِكُمۡ ۚ وَاللّٰهُ مَوۡلٰىكُمۡ ۚ وَهُوَ

بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے ○ بیشک اللہ نے تمہارے لیے تمہاری قسموں کا کھولنا مقرر فرما دیا ہے اور اللہ تمہارا مددگار ہے اور وہی

الۡعَلِيۡمُ الۡحَكِيۡمُ ② وَاِذۡ اَسَرَّ النَّبِىُّ اِلٰى بَعۡضِ اَزۡوَاجِهٖ حَدِيۡثًا ۚ فَلَمَّا نَبَّاَتۡ بِهٖ

بہت علم والا، بڑا حکمت والا ہے ○ اور جب نبی نے اپنی ایک بیوی کو راز کی ایک بات بتائی پھر جب اس نے اس بات کی (دوسری کو) خبر دیدی

وَاَظۡهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيۡهِ عَرَّفَ بَعۡضَهٗ وَاَعۡرَضَ عَنۡۢ بَعۡضٍ ۚ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ

اور اللہ نے اس بات کو نبی پر ظاہر کر دیا تو نبی نے اس بات کا کچھ حصہ تو جتا دیا اور کچھ سے چشم پوشی فرمائی پھر جب نبی نے اس بیوی کو اس کی خبر دی

قَالَتۡ مَنۡ اَنۡۢبَاَكَ هٰذَا ؕ قَالَ نَبَّاَنِىَ الۡعَلِيۡمُ الۡخَبِيۡرُ ③ اِنۡ تَتُوۡبَاۤ اِلَى اللّٰهِ

تو اس نے عرض کی: آپ کو کس نے بتایا؟ فرمایا: مجھے بہت علم والے، بہت خبر رکھنے والے نے بتایا ○ (اے نبی کی دونوں بیویو!) اگر تم دونوں اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرو

آیت 2 یہاں قسم کھولنے سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے قسم کا کفارہ مقرر کر دیا ہے لہٰذا آپ حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کو خدمت سے سرفراز فرمایئے، یا شہد نوش فرمایئے۔ یا قسم کھولنے سے مراد یہ ہے کہ قسم کے بعد اِنْ شَآءَ اللّٰہ کہا جائے تاکہ اس کے برخلاف کرنے سے قسم شکنی نہ ہو۔ نیز حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے کفارہ دیا یا نہیں دیا، اس کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے کفارہ میں ایک غلام آزاد کیا، اور ایک قول یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے کفارہ نہیں دیا کیونکہ آپ مغفور ہیں جبکہ کفارہ کا حکم اُمت کی تعلیم کیلئے ہے۔ مزید فرمایا کہ اے میرے حبیب اور ان کے گھر والو! اللہ تعالیٰ تمہارا مددگار ہے، اسی لئے وہ تمہارے گھر کے انتظامات خود فرماتا اور تمہارے گھر کے آداب سکھاتا ہے، وہ تمہاری مصلحتوں کا علم رکھنے والا اور اپنے اَفعال و اَحکام میں حکمت والا ہے تو وہ تمہاری طاقت کے مطابق ہی تمہیں کسی کام کا حکم دے گا اور کسی سے منع فرمائے گا۔ **اہم بات:** حلال کو اپنے اوپر حرام کر لینا بھی قسم کی ایک قِسم ہے، البتہ حرام کو اپنے اوپر حلال کر لینا قسم نہیں، مثلاً یوں کہا کہ اگر میں یہ کروں تو مجھ پر میری بیوی حرام، یہ قسم ہے اور یوں کہا کہ اگر فلاں کام کروں تو سور کھاؤں، یہ قسم نہیں۔

آیت 3 جب نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے اپنی زوجہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو دو چیزوں پر مشتمل راز کی ایک بات بتائی اور یہ بھی فرمادیا کہ یہ بات کسی کے سامنے ظاہر نہ کرنا، پھر جب حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو وہ بات بتادی، اور اللہ تعالیٰ نے ان کے عمل کو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم پر ظاہر کر دیا تو آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے سامنے ان میں سے صرف ایک چیز کا ذکر فرمایا کہ تم نے یہ بات ظاہر کر دی، یہ شانِ کریمی تھی کہ گرفت فرمانے میں ایک بات سے چشم پوشی فرمائی۔ پھر جب نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو اس کی خبر دی تو انہوں نے عرض کی: آپ کو کس نے بتایا؟ فرمایا: مجھے علم والے اور خبردار اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے جس سے کچھ بھی چھپا نہیں۔ **اہم بات:** نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو علیم و خبیر خدا نے محض چند جزئی واقعات کا علم نہیں دیا بلکہ اولین و آخرین میں سب سے زیادہ علم عطا فرمایا ہے۔

آیت 4 یہاں حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو مُخاطب کر کے فرمایا گیا کہ اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی دونوں بیویو! اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا تم پر واجب ہے کیونکہ تمہارے دل ضرور حق سے کچھ ہٹ گئے ہیں کہ تمہیں حضرت ماریہ رضی اللہ

فَقَدۡ صَغَتۡ قُلُوۡبُكُمَا ۚ وَ اِنۡ تَظٰهَرَا عَلَيۡهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوۡلٰىهُ وَ جِبۡرِيۡلُ

کیونکہ تمہارے دل ضرور کچھ ہٹ گئے ہیں (تو وہ توبہ قبول کرے گا) اور اگر نبی کے مقابلے میں تم ایک دوسرے کی مدد کرو تو بیشک اللہ خود ان کا مددگار ہے اور جبریل

وَ صَالِحُ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ۚ وَ الۡمَلٰٓئِكَةُ بَعۡدَ ذٰلِكَ ظَهِيۡرٌ ﴿۴﴾ عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنۡ طَلَّقَكُنَّ

اور نیک ایمان والے اور اس کے بعد فرشتے مددگار ہیں۝ اگر وہ (نبی) تمہیں طلاق دے دیں تو قریب ہے

اَنۡ يُّبۡدِلَهٗۤ اَزۡوَاجًا خَيۡرًا مِّنۡكُنَّ مُسۡلِمٰتٍ مُّؤۡمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ

کہ ان کا رب انہیں تم سے بہتر بیویاں بدل دے جو اطاعت والیاں، ایمان والیاں، ادب والیاں، توبہ کرنے والیاں، عبادت گزار، روزہ دار،

ثَيِّبٰتٍ وَّ اَبۡكَارًا ﴿۵﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا قُوۡۤا اَنۡفُسَكُمۡ وَ اَهۡلِيۡكُمۡ نَارًا وَّقُوۡدُهَا

بیاہیاں اور کنواریاں ہوں۝ اے ایمان والو! اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن

عنہا کو نبی علیہ السّلام کے اپنے اوپر حرام کر لینے کی بات پسند آئی جو کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم پر بھاری ہے اور اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے مقابلے میں تم ایک دوسرے کی مدد کرو اور باہم مل کر ایسا طریقہ اختیار کرو جو سرکارِ دوعالَم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو ناگوار ہو تو سن لو! بیشک اللہ تعالیٰ ان کا مددگار ہے، حضرت جبریل علیہ السّلام، نیک ایمان والے اور ان کی مدد کے بعد فرشتے بھی مددگار ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) حضرت جبریل علیہ السّلام تمام فرشتوں کے سردار ہیں اس لئے خصوصیت سے ان کا علیحدہ ذکر ہوا۔ (2) نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم مسلمانوں کے ایسے مددگار ہیں جیسے بادشاہ رعایا کا مددگار۔ اور مومن حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے ایسے مددگار ہیں جیسے خُدّام اور سپاہی بادشاہ کے، لہٰذا اس آیت کی بنا پر حضور پُرنور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو مسلمانوں کا حاجت مند نہیں کہا جا سکتا۔ (3) اس آیت میں حضرت جبریل علیہ السّلام اور نیک مسلمانوں کو مولیٰ یعنی مددگار فرمایا گیا اور فرشتوں کو ظہیر یعنی معاون قرار دیا گیا، معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے بندے مددگار ہیں، جہاں غیرُ اللہ کی مدد کی نفی ہے وہاں حقیقی مدد مراد ہے، لہٰذا آیات میں ٹکراؤ نہیں۔

آیت 5 فرمایا کہ اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی بیویو! اگر وہ تمہیں طلاق دے دیں تو ان کا رب عزّوجلّ اس بات پر قادر ہے کہ انہیں تم سے بہتر بیویاں عطا کر دے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے والیاں، اخلاص کے ساتھ اس کی وحدانیّت پر ایمان رکھنے والیاں، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی فرمانبردار اور اُن کی رضا کی طالب ہوں گی، کثرت سے توبہ کرنے والیاں، کثرت سے عبادت کرنے والیاں، روزہ دار، بیاہیاں اور کنواریاں ہوں گی۔ یہ فرما کر دراصل ازواجِ مُطَہَّرات رضی اللہ عنہنّ کو ڈرایا گیا ہے کہ اگر اُنہوں نے سرکارِ دوعالَم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو آزُردہ کیا اور حضورِ انور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے انہیں طلاق دی تو آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے دوسری بہتر بیویاں عطا فرما دے گا۔ اس ڈرانے سے ازواجِ مُطَہَّرات رضی اللہ عنہنّ مُتاثّر ہوئیں اور اُنہوں نے حضور پُرنور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی دِلجوئی اور رضا طلبی مُقدّم جانی، لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے انہیں طلاق نہ دی۔ **اہم بات:** بیوی وہ اچھی ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی فرمانبردار اور شوہر کی اطاعت گزار ہو نیز عبادت گزار اور گناہوں سے بچنے والی ہو اگرچہ وہ غریب ہو، لہٰذا نکاح کے لئے صرف عورت کا حسن اور اس کی مالداری نہ دیکھی جائے بلکہ اس کی دینداری دیکھی جائے اور اسے ہی ترجیح دی جائے۔

آیت 6 فرمایا کہ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی فرمانبرداری کر کے، عبادتیں بجالا کر، گناہوں سے

النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ

آدمی اور پتھر ہیں ،اس پر سختی کرنے والے، طاقتور فرشتے مقرر ہیں جو اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کرتے ہیں

مَا يُؤْمَرُوْنَ ﴿٦﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ ؕ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ

جو انہیں حکم دیا جاتا ہے○ اے کافرو! آج تم بہانے نہ بناؤ، تمہیں اسی کا بدلہ دیا جائے گا جو تم

ع ١٩
تَعْمَلُوْنَ ﴿٧﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ؕ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ

کرتے تھے○ اے ایمان والو! اللہ کی طرف ایسی توبہ کرو جس کے بعد گناہ کی طرف لوٹنا نہ ہو، قریب ہے کہ تمہارا رب

يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ

تمہاری برائیاں تم سے مٹادے اور تمہیں ان باغوں میں داخل کردے جن کے نیچے نہریں رواں ہیں جس دن اللہ نبی اور ان لوگوں کو

النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ

جو ان کے ساتھ ایمان لائے رسوا نہ کرے گا، ان کا نور ان کے آگے اور ان کے دائیں دوڑتا ہو گا، وہ عرض کریں گے،

باز رہ کر، اپنے گھر والوں کو نیکی کی ہدایت اور بدی سے منع کر کے اور انہیں علم و ادب سکھا کر اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔ یہاں آدمی سے کافر اور پتھر سے بت وغیرہ مراد ہیں اور معنی یہ ہے کہ جہنم کی آگ بہت ہی شدید حرارت والی ہے اور جہنم کی آگ ان چیزوں سے جلتی ہے جن کا ذکر کیا گیا ہے۔ مزید فرمایا کہ جہنم پر ایسے فرشتے مقرر ہیں کہ جو جہنمیوں پر سختی کرنے والے اور انتہائی طاقتور ہیں اور ان کی طبیعتوں میں رحم نہیں، وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کرتے ہیں جو انہیں حکم دیا جاتا ہے۔ **درس:** اپنے بیوی بچوں کی تربیت نہایت ضروری ہے۔ شرعی اعتبار سے واجب اور دنیاوی اعتبار سے سکون کا باعث ہے، لہٰذا انہیں اسلامی احکامات کی تعلیم خود دے یا دلوائے یونہی اسلامی تعلیمات کے سائے میں ان کی تربیت کرے۔ بہت سے لوگ گھر والوں کی تربیت پر توجہ نہیں دیتے، پھر پوری زندگی روتے ہیں لیکن پھر گیا وقت ہاتھ نہیں آتا۔

آیت 7 فرمایا کہ کافر جب جہنم میں داخل ہوتے وقت اس کی آگ کی شدّت اور اس کا عذاب دیکھیں گے تو اس وقت ان سے کہا جائے گا: اے کافرو! آج بہانے نہ بناؤ، کیونکہ اب تمہارے لئے عذر کی کوئی جگہ باقی نہیں رہی اور نہ ہی آج کوئی عذر قبول کیا جائے گا اور تمہیں ان اعمال کا ہی بدلہ ملے گا جو تم دنیا میں کرتے تھے۔

آیت 8 فرمایا:اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ایسی سچی توبہ کرو جس کا اثر توبہ کرنے والے کے اَعمال میں ظاہر ہو، زندگی عبادتوں سے معمور ہو اور بندہ گناہوں سے دور ہو جائے۔ قریب ہے کہ تمہارا رب توبہ قبول فرمانے کے بعد تمہاری برائیاں تم سے مٹادے اور قیامت کے اس دن تمہیں ان باغوں میں لے جائے جن کے نیچے نہریں رواں ہیں جس دن اللہ تعالیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم اور ان کے ساتھ کے ایمان والوں کو رُسوا نہ کرے گا، پل صراط پر ان کا نور ان کے آگے اور ان کے دائیں دوڑتا ہو گا اور جب ایمان والے دیکھیں گے کہ منافقوں کا نور بجھ گیا تو وہ عرض کریں گے: اے ہمارے رب! جنت میں داخل ہونے تک ہمارے لئے اس

Go to Index

رَبَّنَاۤ اَتۡمِمۡ لَنَا نُوۡرَنَا وَاغۡفِرۡ لَنَا ۚ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ ﴿٨﴾ يٰۤاَيُّهَا النَّبِىُّ جَاهِدِ

اے ہمارے رب! ہمارے لیے ہمارا نور پورا کردے اور ہمیں بخش دے، بیشک تو ہر چیز پر خوب قادر ہے○ اے نبی!

الۡكُفَّارَ وَالۡمُنٰفِقِيۡنَ وَاغۡلُظۡ عَلَيۡهِمۡ ؕ وَمَاۡوٰٮهُمۡ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئۡسَ الۡمَصِيۡرُ ﴿٩﴾ ضَرَبَ اللّٰهُ

کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو اور ان پر سختی کرو اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ کیا ہی برا ٹھکانہ ہے○ اللہ نے کافروں کیلئے

مَثَلًا لِّلَّذِيۡنَ كَفَرُوا امۡرَاَتَ نُوۡحٍ وَّامۡرَاَتَ لُوۡطٍ ؕ كَانَتَا تَحۡتَ عَبۡدَيۡنِ مِنۡ

نوح کی بیوی اور لوط کی بیوی کو مثال بنادیا، وہ دونوں ہمارے بندوں میں سے دو صالح بندوں کے نکاح میں

عِبَادِنَا صَالِحَيۡنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمۡ يُغۡنِيَا عَنۡهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيۡـًٔا وَّقِيۡلَ ادۡخُلَا النَّارَ

تھیں پھر ان دونوں عورتوں نے ان سے خیانت کی تو وہ (صالح بندے) اللہ کے سامنے انہیں کچھ کام نہ آئے اور فرمادیا گیا کہ جانے والوں کے ساتھ

نور کو باقی رکھ اور جب کافروں کو جہنم میں گرتا ہوا دیکھیں گے تو عرض کریں گے: اے ہمارے رب! ہمیں بخش دے، بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔ **اہم بات:** توبۂ نصوح یہ ہے کہ توبہ کے بعد آدمی پھر گناہ کی طرف نہ لوٹے۔ **درس:** سچی توبہ کی توفیق تبھی ہوتی ہے جب آدمی گناہوں والا ماحول اور گناہ کی طرف بلانے والے دوست چھوڑ دے، نیکوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا رکھے، علما کی باتیں سنے، نماز اور مسجد میں دل لگائے، تلاوت و ذکر و درود کو اپنا معمول بنائے۔ یہ سب چیزیں مل کر دل کو نرم، سوچ کو پاکیزہ اور نیکیوں کو آسان بناتی ہیں۔

آیت 9 فرمایا کہ اے حبیب! آپ حکمت کے تقاضوں کے مطابق اور موقع محل کی مناسبت سے کافروں پر تلوار سے جبکہ منافقوں پر سخت کلامی اور مضبوط دلائل کے ساتھ جہاد فرمائیں اور ان دونوں گروہوں پر سختی کریں، ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ کیا ہی بری لوٹنے کی جگہ ہے۔ **اہم بات:** صرف نرمی سے کبھی نظامِ دنیا نہیں چل سکتا۔ نرمی گرمی دونوں کی ضرورت پڑتی ہے۔ قرآن مجید میں دونوں کا بیان اور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی سیرت مبارکہ میں دونوں کا وجود ہے، ہاں یہ ہے کہ آقا کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی طبیعت میں نرمی و شفقت و رحمت غالب تھی اور کافروں کو رحمت و شفقت سے دعوت دے کر ہی اسلام کے قریب کرتے تھے لیکن جہاد وغیرہ کے موقع پر شدت کا اظہار ہوتا تھا۔

آیت 10 اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السّلام کی بیوی اور حضرت لوط علیہ السّلام کی بیوی کو مثال بنادیا کہ یہ دونوں عورتیں ہمارے قرب کے لائق دو بندوں کے نکاح میں تھیں، پھر انہوں نے کفر کرکے دین کے معاملے میں ان سے خیانت کی تو وہ دو مُقرَّب بندے اللہ تعالیٰ کے سامنے انہیں کچھ کام نہ آئے اور ان عورتوں سے موت کے وقت فرمایا گیا یا قیامت کے دن فرمایا جائے گا کہ تم دونوں عورتیں اپنی قوموں کے کفار کے ساتھ جہنم میں جاؤ کیونکہ تمہارے اور ان انبیاءِ کرام علیہم السّلام کے درمیان تمہارے کفر کی وجہ سے کوئی تعلق باقی نہ رہا (اسی طرح اے کفارِ مکہ! کفر کے ہوتے ہوئے تمہیں بھی میرے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے رشتہ داری کوئی کام نہ آئے گی)۔ **اہم باتیں:** (1) حضرت نوح علیہ السّلام کی بیوی کا نام واہلہ تھا، یہ اپنی قوم سے حضرت نوح علیہ السّلام کے بارے میں کہتی تھی کہ وہ مجنون ہیں اور حضرت لوط علیہ السّلام کی بیوی کا نام واعلہ تھا، یہ اپنا نفاق چھپاتی تھی۔ (2) ایمان کے بغیر بزرگوں کی صحبت قیامت میں فائدہ نہیں دے گی۔ (3) کفار کے لئے نبی علیہ السّلام کا رشتہ یا نبی کا نسب کام نہیں آتا، ہاں مومن رشتے داروں کے لئے ضرور مفید ہے۔

Go to Index

مَعَ الدّٰخِلِيْنَ ﴿١٠﴾ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ ۘ اِذْ قَالَتْ رَبِّ

تم بھی جہنم میں جاؤ ○ اور اللہ نے مسلمانوں کے لئے فرعون کی بیوی کو مثال بنا دیا جب اس نے عرض کی، اے میرے رب!

ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ

میرے لیے اپنے پاس جنت میں ایک گھر بنا اور مجھے فرعون اور اس کے عمل سے نجات دے اور مجھے ظالم لوگوں سے نجات عطا

الظّٰلِمِيْنَ ﴿١١﴾ وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا

فرما ○ اور عمران کی بیٹی مریم کو (مثال بنا دیا) جس نے اپنے پارسائی کے مقام کی حفاظت کی تو ہم نے اس میں اپنی طرف کی روح پھونکی

وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ ﴿١٢﴾

اور اس نے اپنے رب کی باتوں اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی اور وہ فرمانبرداروں میں سے تھی ○

آیت 11 جب حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے جادوگروں کو مغلوب کیا تو فرعون کی بیوی آسیہ آپ علیہ السّلام پر ایمان لے آئیں، اس پر فرعون نے انہیں سخت سزا دی اور چار میخوں سے آپ کے ہاتھ پاؤں بندھوا دیئے، سینے پر بھاری چکی رکھ دی اور اسی حال میں انہیں سخت دھوپ میں ڈال دیا۔ جب فرعون کی سختیاں بڑھ گئیں تو حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی: اے میرے رب! میرے لیے اپنے پاس جنت میں گھر بنا دے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا جنتی مکان ان پر ظاہر فرمایا اور اس کی خوشی میں ان پر فرعون کی سختیاں آسان ہوگئی۔ پھر عرض کی: مجھے فرعون، اس کے کفر و شرک اور ظلم سے نجات دے اور مجھے فرعون کے دین والے ظالم لوگوں سے نجات عطا فرما، چنانچہ ان کی یہ دعا قبول ہوئی اور اُن کی روح قبض فرمالی گئی۔ **اہم باتیں:** (1) جنت میں وہ گھر زیادہ درجے والا ہے جس میں بندے کو اللہ تعالیٰ کا قرب زیادہ ہو۔ (2) اللہ کی محبت میں اس سے ملاقات کے شوق میں موت کی تمنا اور دعا کرنا جائز ہے۔ (3) اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کرنا، مشکلات میں اس سے خلاصی کا سوال کرنا نیک بندوں کی سیرت ہے۔

آیت 12 اللہ تعالیٰ نے حضرت عمران رضی اللہ عنہ کی بیٹی حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو مثال بنا دیا جنہوں نے اپنی پارسائی کی حفاظت کی اور کسی مرد نے آپ کو نہیں چھوا اور اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل علیہ السّلام کے ذریعے اس میں اپنی طرف کی روح پھونکی اور اس نے اپنے رب عزّوجلّ کی باتوں اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی اور وہ فرمانبرداروں میں سے تھی۔ یہاں رب عزّوجلّ کی باتوں سے وہ شرعی اَحکام مراد ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے مقرر فرمائے اور کتابوں سے وہ کتابیں مراد ہیں جو انبیاءِ کرام علیہم السّلام پر نازل ہوئی تھیں۔ **اہم باتیں:** (1) حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے سوا کسی عورت کا نام قرآنِ مجید میں نہیں آیا۔ (2) آپ رضی اللہ عنہا جنت میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی اَزواج میں سے ہوں گی۔ (3) پھونک حضرت جبریل علیہ السّلام نے ماری اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم نے پھونکا، معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کا کام در حقیقت اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ (4) فیض دینے کے لئے دَم کرنا فرشتوں کی سنت ہے۔ مشائخ کے دَم درُود کی اصل یہ آیتِ کریمہ ہے نیز کثیر اَحادیثِ صحیحہ سے بھی دَم کرنا ثابت ہے۔ (5) حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو روحُ اللہ اس لئے کہتے ہیں کہ آپ کی پیدائش رُوحُ الْاَمین کی پھونک سے ہے۔

ایاتھا ۳۰ | ۶۷ سُوْرَۃُ الْمُلْكِ مَكِّيَّةٌ ۷۷ | رکوعاتھا ۲

سورۂ ملک مکیہ ہے، اس میں تیس آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ ۫ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرُ ۙ ۝۱ الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ

بڑی برکت والا ہے وہ جس کے قبضے میں ہی ساری بادشاہی ہے اور وہ ہر چیز پر خوب قادر ہے ○ وہ جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا

سورۂ ملک کا تعارف یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں 2 رکوع اور 30 آیتیں ہیں۔ اس سورت کے متعدد نام ہیں جیسے اس کی پہلی آیت میں ملک یعنی سلطنت اور بادشاہت کا ذکر ہے اس مناسبت سے اسے سورۂ ملک کہتے ہیں۔ اس کی پہلی آیت کے شروع میں لفظ ”تَبٰرَكَ“ ہے اس مناسبت سے اسے سورۂ تبارک کہتے ہیں۔ یہ سورت عذابِ قبر سے نجات دینے والی، عذاب سے بچانے والی اور عذاب کو روکنے والی ہے اس لئے اسے سورۂ مُنْجِيَہ، سورۂ وَاقِيَہ اور سورۂ مَانِعَہ کہتے ہیں۔ یہ سورت اپنے پڑھنے والے کے بارے میں جھگڑا کرے گی اس لئے اسے سورۂ مُجَادِلَہ کہتے ہیں اور یہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والے کی شفاعت کرے گی اس لئے اسے سورۂ شَافِعَہ کہتے ہیں۔ **فضائل:** (1) ارشاد فرمایا: یہ سورت عذابِ قبر کو روکنے والی اور اس سے نجات دینے والی ہے۔ (ترمذی، حدیث: 2899) (2) ارشاد فرمایا: قرآن پاک میں تیس آیتوں کی ایک سورت ہے، وہ اپنی تلاوت کرنے والے کی شفاعت کرے گی یہاں تک کہ اسے بخش دیا جائے گا۔ وہ سورت ”تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ“ ہے۔ (ابو داؤد، حدیث: 1400) **خلاصۂ مضامین:** اس سورت میں اللہ تعالیٰ کی عظمت، وحدانیّت، سلطنت اور قدرت کا بیان، حضور پُرنور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی رسالت، قرآن کی حقّانیّت، حشر و نشر اور قیامت کے دن اعمال کی جزاء و سزا کو انتہائی مُؤثّر انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ کفارِ مکہ کو عذابِ الٰہی سے ڈرایا گیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو تسلی دی گئی کہ آپ ان کے جھٹلانے کی وجہ سے غمزدہ نہ ہوں کیونکہ ان سے پہلے کافر بھی اپنے انبیاء علیہم السّلام کے ساتھ اسی طرح کا سلوک کرتے تھے۔ سورت کے آخر میں مؤمن اور کافر کا حال واضح کرنے کے لئے الٹا چلنے والے اور سیدھا چلنے والے کی ایک مثال بیان فرمائی گئی اور حضور پُرنور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو جھٹلانے والوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا گیا۔

آیت 1 فرمایا: بڑی برکت والا ہے وہ خدا جس کی رحمتیں، برکتیں اور مہربانیاں تمام مخلوق پر جاری ہیں اور مخلوق کی ابتدا سے لے کر ابد الآباد تک اس کی برکتوں، رحمتوں کا فیضان جاری ہے۔ یونہی وہ بادشاہِ حقیقی اپنی ذات اور صفات میں اور اَفعال میں مخلوق کی فانی، جسمانی، عارضی، محدود صفات سے پاک ہے کہ خدا کی صفات ابدی ازلی، دائمی، ذاتی اور لامحدود ہیں اور اسی خدا کے قبضۂ قدرت میں ساری کائنات کی ابدی حقیقی بادشاہی ہے اور تمام کاموں میں ہر طرح کا تَصَرُّف اسی کے اختیار میں ہے، لہٰذا وہ جس چیز کا چاہے حکم دے اور جس چیز سے چاہے منع کر دے، جسے چاہے زندگی دے اور جسے چاہے موت دے، جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے، جسے چاہے غریب بنادے اور جسے چاہے امیر کر دے، الغرض وہ ہر اس چیز پر قادر ہے جو اس کی قدرت کے تحت آنے کے لائق ہے۔

آیت 2 ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تمہاری موت اور زندگی کو اس لئے پیدا کیا تاکہ دنیا کی زندگی میں وہ اپنے اَحکامات اور

لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ ۙ﴿۲﴾ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ

تا کہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں کون زیادہ اچھے عمل کرنے والا ہے اور وہی بہت عزت والا، بہت بخشش والا ہے ○ وہ جس نے ایک دوسرے کے اوپر

طِبَاقًا ؕ مَا تَرٰى فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ؕ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ ﴿۳﴾ ثُمَّ

سات آسمان بنائے (اے بندے!) تو رحمٰن کے بنانے میں کوئی فرق نہیں دیکھے گا پس تو نگاہ اٹھا کر دیکھ، کیا تجھے کوئی رخنہ نظر آتا ہے؟ ○ پھر

ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَیْنِ یَنْقَلِبْ اِلَیْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّ هُوَ حَسِیْرٌ ﴿۴﴾ وَ لَقَدْ زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا

دوبارہ نگاہ اٹھا کر دیکھ، نگاہ تیری طرف ناکام ہو کر تھکی ماندی پلٹ آئے گی ○ اور ضرور بیشک ہم نے نیچے کے آسمان کو چراغوں سے

ممنوعات کے ذریعے تمہاری آزمائش کرے کہ کون زیادہ فرمانبردار، مخلص اور شریعت کے مطابق عمل کرنے والا ہے اور خدا ہی حقیقی عزت اور سچے غلبے والا ہے، کوئی اسے عاجز نہیں کر سکتا اور جو توبہ کرے اسے بخشنے والا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) موت (انسانوں اور حیوانوں میں) روح کے جسم سے جدا ہو جانے اور حواس کی طاقت زائل ہو جانے کا نام ہے جبکہ زندگی جسم میں روح کے وجود کے ساتھ حواس کی طاقت باقی رہنے کا نام ہے اور پیدا کرنے سے مراد یہ ہے کہ کسی چیز کو وجود بخشنا، اس سے معلوم ہوا کہ موت وجودی چیز ہے کیونکہ محض عدمی چیز پیدا نہیں ہو سکتی۔ (2) زندگی اور موت کے نظام کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری کے معاملے میں ہماری جانچ ہو جائے کہ ہم میں سے کون اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے اور کیسی اطاعت کرتا ہے۔ **درس:** دنیا ختم ہونے والی اور آخرت ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔ فانی دنیا کی خاطر، دائمی آخرت کا نقصان کرنا سراسر نادانی ہے۔

آیت 3،4 ان آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے آثار میں سے یہ ہے کہ اس نے کسی سابقہ مثال کے بغیر ایک دوسرے کے اوپر سات آسمان بنائے۔ اور ایک آسمان کا فاصلہ دوسرے آسمان سے کئی سو برس کی راہ ہے۔ تو اے بندے! تو اللہ تعالیٰ کے بنانے میں کوئی فرق نہیں دیکھے گا بلکہ انہیں مضبوط، درست، برابر پائے گا۔ تو آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھ تاکہ تو اپنی آنکھوں سے اس خبر کے درست ہونے کو دیکھ لے، پھر دوبارہ نگاہ اٹھا اور بار بار دیکھ، ہر بار نگاہ تیری طرف ناکام ہو کر تھکی ماندی پلٹ آئے گی کہ وہ ان میں کوئی خَلَل اور عیب نہ پا سکے گی۔ **اہم بات:** سائنس جس قدر ترقی کر رہی ہے، اسی قدر کائنات میں اللہ تعالیٰ کی قدرت و حکمت کی جامعیت و کاملیت دیکھ رہی ہے۔ کائنات میں زمین و آسمان، ستاروں، کہکشاؤں، ہواؤں، سمندروں، دریاؤں، بارشوں، چشموں، زیرِ زمین پانی کے ذخیروں، پہاڑوں، سونے چاندی اور دھاتوں کی کانوں، زیرِ زمین تغیرات، نہ دکھائی دینے والی لہروں، جان داروں کی پیدائش وغیرہا کے کروڑوں نظام چل رہے ہیں جن میں معمولی سا خلل بھی آ جائے تو بہت بڑی تباہی مچ جائے لیکن خالقِ کائنات ان تمام نظاموں کو انتہائی حکمت سے جاری رکھے ہوئے ہیں۔ سبحان اللہ العظیم

آیت 5 اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی ایک اور دلیل بیان فرمائی ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے نیچے کے آسمان کو ستاروں سے آراستہ کیا اور ان ستاروں کو شیطانوں کے لیے مارنے کا ذریعہ بنایا کہ جب شیاطین آسمان کی طرف فرشتوں کی گفتگو سننے اور باتیں چُرانے پہنچیں تو ستاروں سے شعلے اور چنگاریاں نکلیں جن سے انہیں مارا جائے اور اللہ تعالیٰ نے ان شیاطین کے لیے دنیا میں جلانے کے

بِمَصَابِیْحَ وَ جَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّیٰطِیْنِ وَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِیْرِ ۞٥ وَ لِلَّذِیْنَ

آراستہ کیا اور انہیں شیطانوں کو مار بھگانے کا ذریعہ بنایا اور ہم نے ان کے لیے بھڑکتی آگ کا عذاب تیار کر رکھا ہے ○ اور جنہوں نے

كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ ؕ وَ بِئْسَ الْمَصِیْرُ ۞٦ اِذَاۤ اُلْقُوْا فِیْهَا سَمِعُوْا لَهَا

اپنے رب کے ساتھ کفر کیا ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے اور وہ کیا ہی برا ٹھکانہ ہے ○ جب وہ کفار جہنم میں ڈالے جائیں گے تو اس کی چنگھاڑ سنیں گے

شَهِیْقًا وَّ هِیَ تَفُوْرُ ۞٧ تَكَادُ تَمَیَّزُ مِنَ الْغَیْظِ ؕ كُلَّمَاۤ اُلْقِیَ فِیْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ

اور وہ جوش مار رہی ہو گی ○ معلوم ہوتا ہے کہ غضب سے پھٹ جائے گی، جب کبھی کوئی گروہ اس میں ڈالا جائے گا تو اس کے داروغہ ان سے پوچھیں گے،

خَزَنَتُهَاۤ اَلَمْ یَاْتِكُمْ نَذِیْرٌ ۞٨ قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَآءَنَا نَذِیْرٌ ۙ۬ فَكَذَّبْنَا

کیا تمہارے پاس کوئی ڈر سنانے والا نہیں آیا تھا؟ ○ وہ کہیں گے: کیوں نہیں، بیشک ہمارے پاس ڈر سنانے والے تشریف لائے پھر ہم نے (انہیں) جھٹلایا

وَ قُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَیْءٍ ۖۚ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ كَبِیْرٍ ۞٩ وَ قَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ

اور ہم نے کہا: اللہ نے کوئی چیز نہیں اتاری، تم تو بڑی گمراہی میں ہی ہو ○ اور وہ کہیں گے: اگر ہم سنتے یا سمجھتے

بعد آخرت میں بھڑکتی آگ کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

آیت 6 فرمایا کہ بھڑکتی آگ کا عذاب شیطانوں کے ساتھ ہی خاص نہیں بلکہ انسانوں اور جنّوں میں سے جس نے بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا ان کے لیے ہم نے جہنم کا عذاب تیار کر رکھا ہے اور وہ کیا ہی برا ٹھکانا ہے۔ کہ وہ جگہ بھی تکلیف دِہ، وہاں کا کھانا پانی بھی تکلیف دہ، سانپ بچھو تکلیف دہ، غرض یہ کہ اس میں ہر تکلیف جمع ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں جہنم کے معمولی سے عذاب سے بھی محفوظ فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ والہ وسلم

آیت 7 فرمایا کہ جب کفار جہنم میں ڈالے جائیں گے تو وہ گدھے کی آواز کی طرح جہنم کی خوفناک چنگھاڑ سنیں گے اور اس وقت جہنم ایسے جوش مارتی ہو گی جیسے پانی ہنڈیا میں جوش مارتا ہے۔ **اہم بات:** قیامت کے دن جنّتی اگرچہ پل صراط پر سے گزریں گے لیکن اس وقت ان پر یہ انعام ہو گا کہ وہ جہنم کی ہلکی آواز بھی نہ سنیں گے۔ **دعا:** اے اللہ، ہمیں بھی اِن جنتیوں میں شامل کر دے۔ آمین

آیت 8-10 فرمایا کہ جہنم کفار پر غضبناک ہو گی اور یوں لگے گا جیسے غضب کی شدت کی وجہ سے جہنم ابھی پھٹ جائے گی۔ معلوم ہوا کہ جہنم میں احساس ہے اور وہ غضب بھی کرتی ہے۔ آیت میں مزید فرمایا کہ جب کبھی کفار کا کوئی گروہ جہنم میں ڈالا جائے گا تو جہنم کے داروغہ حضرت مالک علیہ السّلام ڈانٹتے ہوئے ان سے پوچھیں گے: اے کافرو! کیا دنیا میں تمہارے پاس کوئی ڈر سنانے والا نہیں آیا تھا جو تمہارے سامنے تمہارے رب عزّوجلّ کی آیات پڑھتا، تمہیں اس دن کی ملاقات سے ڈراتا اور عذاب کا خوف دلاتا۔ وہ کہیں گے: کیوں نہیں، بیشک ہمارے پاس ڈر سنانے والے خدائی احکام اور عذاب کی وعیدیں سنانے کے لئے تشریف لائے، لیکن ہم نے انہیں جھٹلایا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی وحی، پیغام نہیں اتارا۔ اے ہمیں ڈرانے والو! تم تو بڑی گمراہی میں ہی ہو۔ جہنم کے خازن کافروں سے کہیں گے:

مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ﴿١٠﴾ فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ ۚ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ﴿١١﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ

تو دوزخ والوں میں نہ ہوتے○ تواب انہوں نے اپنے گناہ کا اقرار کیا تو دوزخیوں کے لیے پھٹکار ہو○ بیشک جو لوگ

يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ﴿١٢﴾ وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ ۭ

بغیر دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں ان کے لیے بخشش اور بڑا ثواب ہے○ اور تم اپنی بات آہستہ کہو یا آواز سے،

اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿١٣﴾ اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ۭ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ﴿١٤﴾ ع هُوَ الَّذِيْ ع ١٤

بیشک وہ تودلوں کی بات خوب جانتا ہے○ کیا جس نے پیدا کیا وہ نہیں جانتا؟ حالانکہ وہی ہر باریکی کو جاننے والا، بڑا خبردار ہے○ وہی ہے جس نے

جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِيْ مَنَاكِبِهَا وَكُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ ۭ وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ ﴿١٥﴾

تمہارے لیے زمین کو تابع کر دیا تو تم اس کے راستوں میں چلو اور اللہ کی روزی میں سے کھاؤ اور اسی کی طرف اٹھنا ہے○

کیا تم نے رسولوں سے اپنے رب عزّوجلّ کی آیات نہیں سنیں اور انہیں نہیں سمجھا؟ کفار جواب دیں گے کہ اگر ہم نے دنیا میں رسولوں کی ہدایت کو دل سے سنا ہوتا اور اپنی عقل سے کام لیتے ہوئے اسے سمجھا ہوتا تو آج ہم دوزخ والوں میں سے نہ ہوتے۔ **درس:** قیامت کے دن کافروں کو ہمیشہ کے لئے جہنم میں ڈالا جائے گا جبکہ بعض گنہگار مسلمان بھی گناہوں کی سزا کے طور پر جہنم میں جائیں گے۔

آیت 11 ارشاد فرمایا کہ اب (جہنم میں داخل ہوتے وقت) انہوں نے اپنے گناہ کا اقرار کیا کہ ہم رسولوں کی تکذیب کرتے تھے اور جہنمیوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے دور کر دیا ہے۔

آیت 12 ارشاد فرمایا کہ جو لوگ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ سے ڈرتے ہیں حالانکہ انہوں نے اپنے رب عزّوجلّ کو دیکھا نہیں ہے اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہوئے اس پر ایمان لاتے ہیں تو ان کے لئے گناہوں سے بخشش اور اُن کی نیکیوں کا بڑا ثواب (یعنی جنت) ہے۔ **درس:** دنیا میں خدا کا ڈر بن دیکھے ہی ہوتا ہے، بندۂ مومن اپنی قوتِ ایمانی سے خدا کی عظمت اور اس کے غضب و جلال کے پیشِ نظر اس سے ڈرتا ہے۔

آیت 13 مشرکین، رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے خلاف باتیں کرتے تھے اور حضرت جبریل علیہ السلام ان کی گفتگو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم تک پہنچا دیتے، اس پر مشرکین نے آپس میں کہا کہ چپکے چپکے بات کیا کرو تا کہ محمد (مصطفٰی صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم) کا خدا سن نہ پائے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور انہیں بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی شان تو یہ ہے وہ دل کی بات کو زبان پر آنے سے پہلے ہی جانتا ہے تو وہ تمہاری زبانوں سے کی ہوئی گفتگو کو کیسے نہیں جان سکتا؟

آیت 14 خدا کے علم کی دلیل کے طور پر فرمایا کہ جس رب تعالیٰ نے اپنی کامل حکمت سے تمام اَشیاء کو وجود بخشا ہے اور انہی چیزوں میں تمہاری آہستہ یا بلند آواز سے کی گئی گفتگو بھی شامل ہے تو کیا اسے تمہاری باتوں کا علم نہ ہو گا حالانکہ اس کی شان تو یہ ہے کہ وہ ہر باریکی کو جاننے والا ہے اور وہ تمام باطنی چیزوں پر خبردار ہے۔

آیت 15 اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ وہی ہے جس نے زمین کو مناسب طور پر نرم فرما کر تمہارے تابع کر دیا تا کہ تمہارے لئے اس میں کنویں کھودنا، چشمے جاری کرنا، نہریں بنانا، عمارتیں تعمیر کرنا، کھیتی باڑی کرنا ممکن ہو جائے، ورنہ اگر وہ زمین کو ٹھوس پتھر

ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا هِيَ تَمُوْرُ ﴿١٦﴾

کیا تم اُس (اللہ) سے بے خوف ہوگئے جس کی سلطنت آسمان میں ہے اس بات میں کہ وہ تمہیں زمین میں دھنسا دے تو وہ زمین اچانک کانپنے لگے○

اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يُّرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ؕ فَسَتَعْلَمُوْنَ كَيْفَ نَذِيْرِ ﴿١٧﴾

یا تم اُس سے بے خوف ہوگئے جس کی سلطنت آسمان میں ہے اس بات میں کہ وہ تم پر پتھر اؤ بھیجے تو تم جلد جان لوگے کہ میرا ڈرانا کیسا تھا○

وَلَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿١٨﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ

اور بیشک ان سے پہلے لوگوں نے جھٹلایا تو میرا انکار کیسا ہوا؟○ اور کیا انہوں نے اپنے اوپر پر پھیلاتے ہوئے اور

صٰٓفّٰتٍ وَّيَقْبِضْنَ ؕۘ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ ؕ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍۢ بَصِيْرٌ ﴿١٩﴾

وقف لازم، وقف منزل، وقف غفران

سمیٹتے ہوئے پرندے نہیں دیکھے، انہیں رحمٰن کے سوا کوئی نہیں روکتا، بیشک وہ ہر چیز کو خوب دیکھنے والا ہے○

کی طرح بنا دیتا یا لوہا، پیتل وغیرہ کسی دھات کی بنا دیتا تو گرمیوں میں زمین انتہائی گرم ہو جاتی اور سردیوں میں انتہائی ٹھنڈی، اس طرح زمین پر چلنا دشوار ہو جاتا (اور اگر پانی کی طرح نرم بنا دیتا تو کوئی چیز اس پر ٹھہر ہی نہ سکتی) تو یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے زمین کو ایسا بنایا ہے کہ اس سے نفع حاصل کیا جاسکے تو تم اس کے راستوں میں چلو اور اللہ تعالیٰ کی روزی میں سے کھاؤ اور تمہیں قبروں سے جزاء کیلئے اسی کی طرف اٹھنا ہے۔

آیت 16، 17 ارشاد فرمایا کہ اے کفارِ مکہ! جس رب تعالیٰ کی سلطنت آسمان میں ہے، اس کی نافرمانی کر کے کیا تم اِس بات میں اُس سے بے خوف ہوگئے کہ وہ قارون کی طرح تمہیں بھی زمین میں دھنسا دے یا جس رب تعالیٰ کی سلطنت آسمان میں ہے، اس کی نافرمانی کر کے کیا تم اِس بات میں اُس سے بے خوف ہوگئے کہ وہ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی طرح تم پر بھی پتھر اؤ بھیجے، تو عذاب دیکھ کر تم جلد جان لوگے کہ میرا اپنے عذاب سے ڈرانا کیسا تھا؟ **درس:** یہ اللہ تعالیٰ کا اپنی مخلوق پر لطف و کرم اور رحمت ہے کہ کفر اور گناہوں کی وجہ سے فوری عذاب نازل نہیں کرتا بلکہ مہلت دیتا ہے تا کہ لوگوں کو توبہ کا وقت ملے۔

آیت 18 فرمایا کہ اے پیارے حبیب! کفارِ مکہ آپ کو جھٹلاتے ہیں تو اس پر آپ غم نہ فرمائیں کیونکہ کفارِ مکہ سے پہلی اُمتوں کے کفار جیسے قومِ نوح و عاد وغیرہ نے بھی میرے رسولوں کو جھٹلایا تو جب میں نے انہیں ہلاک کیا تو اس وقت میرا انکار کیسا ہوا؟ کیا انہوں نے میرے عذاب کو حق نہیں پایا؟ کیوں نہیں، ضرور انہوں نے میرے عذاب کو حق پایا ہے۔

آیت 19 ارشاد فرمایا کہ کیا کفارِ مکہ غافل ہیں اور انہوں نے اپنے اوپر ہوا میں اُڑتے وقت پر پھیلاتے ہوئے اور سمیٹتے ہوئے پرندے نہیں دیکھے، انہیں ہوا میں پر پھیلانے اور سمیٹنے کی حالت میں گرنے سے رحمن عزّوجلّ کے سوا کوئی نہیں روکتا حالانکہ پرندے بوجھل اور جسیم ہوتے ہیں اور بھاری چیز طبعاً پستی کی طرف مائل ہوتی ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے کہ وہ ٹھہرے رہتے ہیں، بیشک وہ سب کچھ دیکھ رہا ہے اور اس پر کوئی بھی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔ **اہم بات:** پرندوں کو، ہوا میں محض پَر نہیں روکتے بلکہ انہیں اللہ تعالیٰ روکے

اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ یَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ ؕ اِنِ الْكٰفِرُوْنَ اِلَّا فِیْ غُرُوْرٍ ۚ﴿۲۰﴾

یا وہ کون سا تمہارا لشکر ہے جو رحمٰن کے مقابلے میں تمہاری مدد کرے گا؟ کافر صرف دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں ○

اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ یَرْزُقُكُمْ اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهٗ ۚ بَلْ لَّجُّوْا فِیْ عُتُوٍّ وَّ نُفُوْرٍ ﴿۲۱﴾ اَفَمَنْ یَّمْشِیْ مُكِبًّا عَلٰى وَجْهِهٖۤ

یا کون ایسا ہے جو تمہیں روزی دے اگر اللہ اپنی روزی روک لے بلکہ وہ سرکشی اور نفرت میں ڈھیٹ بن گئے ہیں ○ تو کیا وہ جو اپنے منہ کے بل اوندھا چلے

اَهْدٰۤى اَمَّنْ یَّمْشِیْ سَوِیًّا عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۲۲﴾ قُلْ هُوَ الَّذِیْۤ اَنْشَاَكُمْ وَ جَعَلَ لَكُمُ

وہ زیادہ راہ پر ہے یا وہ جو سیدھی راہ پر سیدھا چلے؟ ○ تم فرماؤ: وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا اور تمہارے لیے

ہوئے ہے کہ پَروں میں یہ صلاحیت خدا ہی نے پیدا کی ہے۔ اسی طرح فی زمانہ ہوا میں محوِ پرواز ٹنوں وزنی ہوائی جہازوں کو مشین اور انجن گرنے سے نہیں بچاتے بلکہ انہیں بھی حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہی گرنے سے بچاتا ہے کہ اسی نے ہوا و فضا کو ایسا پیدا فرمایا ہے اور مشینیں بنانے والے دماغ بھی خدا ہی نے پیدا کئے ہیں اور ان اسباب کے ساتھ مُؤثّرِ حقیقی اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے۔ وہ نہ چاہے تو ہوا، اڑانے کی بجائے، گرانے والی بن جائے۔

آیت 20 کفارِ مکہ دو چیزوں پر اعتماد کرتے ہوئے ایمان قبول کرنے سے انکار کرتے اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے دشمنی رکھتے تھے۔ (1) مالی اور افرادی قوت (2) ان کا یہ عقیدہ کہ بت ان تک بھلائیاں پہنچاتے ہیں اور ان سے نقصانات دور کرتے ہیں۔ اس آیت میں پہلی چیز کا رد کرتے ہوئے فرمایا کہ اے کافرو! اگر اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب میں مبتلا کرنا چاہے تو تمہارا وہ کون سا لشکر ہے جو رحمٰن کے مقابلے میں تمہاری مدد کرے گا اور تم سے عذاب دور کر دے گا؟ بیشک تمہارا کوئی مددگار نہیں اور کافر صرف شیطان کے فریب میں ہیں کہ اُن پر عذاب نازل نہ ہوگا۔

آیت 21 اس آیت میں دوسری چیز کا رد کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے کافرو! اگر اللہ تعالیٰ اپنا رزق اور اس کے پہنچنے کے اَسباب (جیسے بارش یا دھوپ وغیرہ) روک لے تو ایسا کون ہے جو تمہیں کھلائے اور پلائے گا؟ کفار کا حال تو یہ ہے کہ انہوں نے ان نصیحتوں سے اثر نہیں لیا بلکہ وہ سرکشی اور نفرت میں ڈھیٹ بن گئے ہیں اسی وجہ سے وہ حق سے قریب نہیں ہوتے۔ **اہم بات:** ساری مخلوق کو حقیقی طور پر رزق دینے والا اللہ تعالیٰ ہے، لہٰذا وہی رازقِ حقیقی، عبادت کا حق دار ہے۔

آیت 22 ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! کیا وہ شخص جو اپنے منہ کے بل اوندھا چلے اور نہ آگے دیکھے نہ پیچھے، نہ دائیں دیکھے نہ بائیں، وہ زیادہ راہ پر ہے یا وہ شخص جو راستے کو دیکھتے ہوئے سیدھی راہ پر سیدھا چلے جو منزلِ مقصود تک پہنچانے والی ہے۔ اس مثال کا مقصود یہ ہے کہ کافر گمراہی کے میدان میں اس طرح جاتا ہے کہ نہ اسے منزل معلوم اور نہ وہ راستہ پہچانے جبکہ مؤمن آنکھیں کھولے راہِ حق دیکھتا اور پہچانتا چلتا ہے۔ یہ تو کافر اور مؤمن کی دُنیوی مثال ہے جبکہ آخرت میں کفار کو چہروں کے بل جہنم کی طرف ہانکا جائے گا۔

آیت 23 فرمایا، لوگوں سے فرمادیں کہ خدا وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا اور اس نے تمہارے لئے کان بنائے تاکہ تم سنو اور آنکھیں

السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿٢٣﴾ قُلْ هُوَ الَّذِیْ ذَرَاَكُمْ فِی الْاَرْضِ

کان اور آنکھیں اور دل بنائے، تم بہت کم شکر ادا کرتے ہو○ تم فرماؤ: وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں پھیلایا

وَاِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿٢٤﴾ وَیَقُوْلُوْنَ مَتٰی هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿٢٥﴾ قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ

اور اسی کی طرف تمہیں اکٹھا کیا جائے گا○ اور وہ کہتے ہیں: یہ وعدہ کب آئے گا اگر تم سچے ہو (تو بتاؤ)○ تم فرماؤ: یہ علم تو

عِنْدَ اللّٰهِ ۪ وَاِنَّمَاۤ اَنَا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿٢٦﴾ فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً سِیْٓـَٔتْ وُجُوْهُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا

اللہ ہی کے پاس ہے اور میں تو یہی صاف ڈر سنانے والا ہوں○ پھر جب وہ اسے قریب دیکھیں گے تو کافروں کے منہ بگڑ جائیں گے

بنائیں تاکہ تم دیکھو اور دل بنائے تاکہ تم غور و فکر کر سکو، لہٰذا آنکھ، کان، دل سب کو خدا کی عظمت و قدرت کی نشانیاں دیکھنے، سننے اور سمجھنے میں استعمال کرو، لیکن تم نے اِن اعضاء سے فائدہ نہ اُٹھایا کیونکہ جو سنا، وہ نہ مانا، جو دیکھا اُس سے عبرت نہ لی اور تم بہت کم شکر ادا کرتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے عطا فرمائے ہوئے اَعضاء سے وہ کام نہیں لیتے جس کیلئے وہ عطا ہوئے ہیں۔ **درس:** (۱) اس آیت میں خطاب اگرچہ کفار سے ہے لیکن مسلمانوں کے لئے بھی نصیحت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں کان، آنکھ اور دل کی جو نعمت عطا کی ہے اسے انہی مقاصد کے لئے استعمال کریں جس کے لئے یہ نعمت عطا ہوئی ہے۔ (۲) اعضاء کے درست استعمال کا آسان طریقہ یہ ہے کہ اپنی حتمی سوچ بنالیں کہ ہر کام سے پہلے چند لمحوں کے لئے غور کر لیں کہ میرا یہ عمل میرے رب کی رضا کے مطابق ہے یا خلاف؟

آیت 24 فرمایا کہ اے حبیب! آپ فرما دیں کہ اللہ عزّوجلّ وہی ہے جس نے تمہیں زمین کے کونے کونے میں پھیلایا اور تم (قیامت کے دن اپنے اعمال کے) حساب اور (ان کی) جزا کے لئے اسی کی طرف اٹھائے جاؤ گے۔ **اہم بات:** خدا کی قدرت کی نشانیاں بڑی ایمان افروز ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو زمین کے کونے کونے میں پھیلا دیا اور ہر جگہ ان کی ضروریات کی چیزیں بھی مہیا فرما دیں، چنانچہ پانی، ہوا، آگ، اناج، گوشت، سواری وغیرہا بنیادی ضروریات دنیا کے ہر خطے میں موجود ہیں۔

آیت 26،25 کفار مسلمانوں سے مذاق کے طور پر کہتے تھے کہ اگر تم قیامت یا عذاب کی خبر دینے میں سچے ہو، تو بتاؤ ان کا ظہور کب ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ان لوگوں کو بتا دیں کہ اس کا حقیقی و ذاتی علم تو اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے، میں تو عذاب اور قیامت کے آنے کا تمہیں ڈر سناتا ہوں اور مجھے اتنے ہی کام کا حکم دیا گیا ہے۔ **اہم بات:** آیت میں یہ نہیں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور پُر نور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو قیامت کا علم نہیں دیا، بلکہ یہ فرمایا کہ یہ حقیقی و ذاتی علم تو اللہ ہی کے پاس ہے۔ یہ الفاظ لاعلمی کے لئے متعین نہیں بلکہ جب معلوم ہونے کے باوجود بھی اگر بتانا مقصود نہ ہو تو بھی ایسے انداز میں بات کہی جاتی ہے۔ حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو قیامت کا علم دیا ہے اور اس پر وہ تمام اَحادیث شاہد ہیں جن میں آپ نے قیامت کی علامات ارشاد فرمائیں حتّٰی کہ سال بتانے کے علاوہ وقت، دن اور مہینہ بھی بتا دیا۔

آیت 27 اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب کفار آخرت میں اس عذاب کو اپنے قریب دیکھیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے تو

وَ قِيۡلَ هٰذَا الَّذِىۡ كُنۡتُمۡ بِهٖ تَدَّعُوۡنَ ﴿۲۷﴾ قُلۡ اَرَءَيۡتُمۡ اِنۡ اَهۡلَكَنِىَ اللّٰهُ وَمَنۡ مَّعِىَ

اور (ان سے) کہا جائے گا: یہی ہے وہ عذاب جو تم مانگتے تھے ○ تم فرماؤ: بھلا دیکھو تو اگر اللہ مجھے اور میرے ساتھ والوں کو ہلاک کردے

اَوۡ رَحِمَنَا ۙ فَمَنۡ يُّجِيۡرُ الۡكٰفِرِيۡنَ مِنۡ عَذَابٍ اَلِيۡمٍ ﴿۲۸﴾ قُلۡ هُوَ الرَّحۡمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ وَعَلَيۡهِ

یا ہم پر رحم فرمائے تو وہ کون ہے جو کافروں کو دردناک عذاب سے بچالے گا؟ ○ تم فرماؤ: وہی رحمٰن ہے، ہم اس پر ایمان لائے اور ہم نے

تَوَكَّلۡنَا ۚ فَسَتَعۡلَمُوۡنَ مَنۡ هُوَ فِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ ﴿۲۹﴾ قُلۡ اَرَءَيۡتُمۡ اِنۡ اَصۡبَحَ مَآؤُكُمۡ غَوۡرًا

اسی پر بھروسہ کیا تو تم جلد جان جاؤ گے کہ کون کھلی گمراہی میں ہے؟ ○ تم فرماؤ: بھلا دیکھو تو اگر صبح کو تمہارا پانی زمین میں دھنس جائے

فَمَنۡ يَّاۡتِيۡكُمۡ بِمَآءٍ مَّعِيۡنٍ ﴿۳۰﴾ ع

تو وہ کون ہے جو تمہیں نگاہوں کے سامنے بہتا ہوا پانی لادے؟ ○

کافروں کے چہرے سیاہ پڑ جائیں گے اور ان کی صورتیں خراب ہو جائیں گی اور جہنم کے فرشتے ان سے کہیں گے یہ وہ عذاب ہے جو مذاق کے طور پر تم مانگتے تھے، دیکھ لو یہ ہے وہ عذاب جس کی تمہیں طلب تھی۔

آیت 28 کفارِ مکہ، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی وفات کی آرزو رکھتے تھے اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے حبیب! ان کفار سے فرمادیں کہ ہمارے لئے زندگی اور موت دونوں ہی بہتر ہیں کہ تمہاری آرزو کے مطابق اللہ تعالیٰ مجھے اور میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو وفات دیدے تو (اس میں ہمارا فائدہ ہے کہ) ہم جنت میں چلے جائیں گے اور موت نہ دے بلکہ ہماری مدد فرماکر ہم پر رحم فرمائے اور ہماری عمریں دراز کردے تو بھی بہتر ہے۔ دونوں صورتوں میں فائدہ ہمارا ہی ہے اب تم بتاؤ کہ وہ کون ہے جو تمہیں اللہ تعالیٰ کے دردناک عذاب سے بچالے گا؟ تمہیں تو اپنے کفر کے سبب ضرور عذاب میں مبتلا ہونا ہے۔ **اہم بات:** جس موت کے بعد رحمت و جنت مل جائے، وہ موت بھی رحمت ہے اور جس زندگی کے بعد عذاب و جہنم میں داخلہ ہو، وہ زندگی بھی مصیبت ہے۔

آیت 29 ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! آپ ان مشرکین سے فرمادیں کہ جس کی طرف ہم تمہیں دعوت دیتے ہیں وہی رحمن ہے، ہم اس پر ایمان لائے اور اسی کی عبادت کرتے ہیں، ہم نے اسی پر تمام امور میں بھروسہ کیا اور جب تم پر عذاب نازل ہوگا تو تم جلد جان جاؤ گے کہ ہم گمراہی میں تھے یا تم؟

آیت 30 فرمایا کہ اے حبیب! مشرکوں سے پوچھیں کہ اگر تمہارا پانی زمین کی گہرائی میں دھنس جائے تو کون ہے جو نگاہوں کے سامنے بہتا ہوا پانی تمہارے پاس لے آئے۔ اس کے جواب میں وہ ضرور کہیں گے کہ یہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی قدرت میں ہے تو اس وقت ان سے کہا جائے گا کہ وہ بت جو کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتے تم انہیں کیوں عبادت میں اُس قادرِ برحق کا شریک کرتے ہو؟

ایاتها ٥٢ — ٦٨ سُوْرَةُ الْقَلَمِ مَكِّيَّةٌ ٢ — رکوعاتها ٢

سورۂ قلم مکیہ ہے، اس میں باون آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

نٓ وَ الْقَلَمِ وَ مَا یَسْطُرُوْنَۙ(۱) مَاۤ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍۚ(۲)

نٓ، قلم اور اس کی قسم جو لکھتے ہیں ○ تم اپنے رب کے فضل سے ہرگز مجنون نہیں ہو ○

سورۂ قلم کا تعارف یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس سورت میں 2 رکوع اور 52 آیتیں ہیں۔ اس سورت کی پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے قلم کی قسم ارشاد فرمائی، اس مناسبت سے اس کا نام ”سورۂ قلم“ رکھا گیا۔ اس سورت کا ایک نام ”سورۂ نون“ بھی ہے اور یہ نام اس سورت کی پہلی آیت کی ابتدا میں مذکور حرف ”نٓ“ کی مناسبت سے رکھا گیا ہے۔ **خلاصۂ مضامین:** کافروں نے تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے انہیں مجنون کہا تو اللہ تعالیٰ نے قلم اور اس کے لکھے ہوئے کی قسم ذکر کرکے کفار کے اس الزام کی نفی فرمائی اور آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو بے انتہاء اجر و ثواب ملنے اور آپ کے عظمت و بزرگی والے اخلاق کا ذکر فرمایا۔ کفارِ مکہ کے سامنے ایک باغ والوں کی مثال بیان کی گئی، پھر کفار و مسلمین کا تقابل بیان کیا گیا۔ کفار کی ایذاؤں پر صبر کرنے اور حکمِ الٰہی کے انتظار و پیروی کرنے کی تلقین کی گئی، حضرت یونس علیہ السّلام کا واقعہ بیان کیا گیا۔ سورت کے آخر میں کفار کے حسد و عناد کا ذکر کیا گیا اور فرمایا گیا کہ قرآن یا سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم تمام جہانوں کیلئے شرف کا باعث ہیں۔

آیت 1 ایک قول یہ ہے کہ اس آیت میں قلم سے مراد وہ قلم ہے جس سے لوگ لکھتے ہیں اور ”ان کے لکھے“ سے مراد لوگوں کی دینی تحریریں ہیں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ قلم سے مراد وہ قلم ہے جس سے فرشتے لکھتے ہیں اور ”ان کے لکھے“ سے بنی آدم کے اعمال کے نگہبان فرشتوں کا لکھا مراد ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ اس قلم سے وہ قلم مراد ہے جس سے لوحِ محفوظ پر لکھا گیا، یہ نوری قلم ہے اور ”ان کے لکھے“ سے لوحِ محفوظ پر لکھا ہوا مراد ہے۔ اس قلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے لوحِ محفوظ پر قیامت تک ہونے والے تمام اُمور لکھ دیئے ہیں۔

آیت 2 کفار نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی شان میں (گستاخی کرتے ہوئے) کہا: اے وہ شخص جس پر قرآن نازل کیا گیا ہے بیشک تم مجنون ہو۔ اللہ تعالیٰ نے قسم ارشاد فرما کر ان کی تردید فرمائی کہ اے حبیب! قلم اور ان کے لکھے کی قسم! آپ مجنون نہیں ہیں کیونکہ آپ پر، آپ کے رب تعالیٰ کا فضل ہے، اس نے آپ کو نبوت اور حکمت عطا کی، مکمل فصاحت، کامل عقل، پاکیزہ خصائل عطا کئے، مخلوق کے لئے جس قدر کمالات ہونا ممکن ہیں وہ سب علیٰ وجہِ الکمال عطا فرمائے اور ہر عیب سے آپ کو پاک رکھا۔ اِن اوصاف و کمالات کے ہوتے ہوئے آپ مجنون کیسے ہوسکتے ہیں؟ **اہم باتیں:** (1) دیگر انبیاءِ کرام علیہم السّلام سے کفار نے جاہلانہ گفتگو کی تو اُن مقدّس ہستیوں نے اپنے عظیم حِلم اور فضل کے لائق کافروں کو جوابات دیئے، لیکن حضور سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے متعلق

وَ اِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَیْرَ مَمْنُوْنٍ ③ وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِیْمٍ ④ فَسَتُبْصِرُ وَ یُبْصِرُوْنَ ⑤

اور یقیناً تمہارے لیے ضرور بے انتہا ثواب ہے ○ اور بیشک تم یقیناً عظیم اخلاق پر ہو ○ تو جلد ہی تم بھی دیکھ لوگے اور وہ بھی دیکھ لیں گے ○

بِاَیِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ ⑥ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِهٖ ۪ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ ⑦

کہ تم میں کون مجنون تھا ○ بیشک تمہارا رب ہی خوب جانتا ہے اسے جو اس کی راہ سے بہکا اور وہ ہدایت والوں کو بھی خوب جانتا ہے ○

کفار نے گستاخی کی تو خود رب العالمین نے اس کا جواب دیا۔(2) کفار کا نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو مجنون کہنا، صرف بغض و عداوت کا اظہار تھا کیونکہ مجنون وہ ہوتا ہے جس کی عقل سلامت نہ رہے جبکہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اقوال و افعال و تعلیمات و کردار سے عقل و دانش اور علم و حکمت کا ایسا کمال ظاہر ہوتا ہے کہ کسی بشر میں اس کی مثال ملنا ممکن نہیں۔

آیت 3 فرمایا کہ اے حبیب! ضرور تمہارے لیے رسالت کی تبلیغ، نبوت کے اِظہار، مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے اور کفار کی ان بے ہودہ باتوں، اِفتراؤں اور طعنوں پر صبر کرنے کا بے انتہاء ثواب ہے لہٰذا کفار جو آپ کی طرف جنون کی نسبت کررہے ہیں آپ اسے خاطر میں نہ لائیے اور رسالت کی تبلیغ کے اہم کام کو جاری رکھئے۔ **اہم باتیں:** (1) تمام مسلمانوں کی نیکیوں کا ثواب اضافے در اضافے کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے نامۂ اعمال میں درج ہوتا ہے۔(2) نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے کسی سے اپنی ذات کا بدلہ نہیں لیا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم زیادتی کرنے والوں کے عمل پر حِلم اور صبر کا مظاہرہ کرتے اور ان سے درگزر فرماتے تھے۔

آیت 4 یہ آیت گویا کہ "مَاۤ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ" کی تفسیر ہے کیونکہ تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے قابلِ تعریف اَخلاق اور پسندیدہ اَفعال آپ کی ذاتِ مبارکہ سے ظاہر تھے اور جس کی ایسی شان ہو اس کی طرف جنون کی نسبت کرنا درست نہیں۔

اہم بات: (۱) اچھے اخلاق، وہ خوبیاں ہیں جو انسان سے بغیر مشقت کے صادر ہوں۔ مجبوری یا مشقت سے جو اچھا کام کریں وہ اچھا تو ہے لیکن اسے اخلاق نہیں کہتے۔(۲) نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ذات مبارکہ میں رحمت و شفقت، جود و سخاوت، حلم و عفو، صبر و شکر، توکل و قناعت، تسلیم و رضا، اعتدالِ طبیعت، سلامتیِ فطرت، کمالِ جامعیت، نفاستِ مزاج، غلبۂ جمال، حسنِ جلال اور ہر خوبی و کمال اِس قدر رعنائی و دلکشی کے ساتھ موجود ہے کہ اس سے بڑھ کر تصور بھی نہیں کیا جاسکتا اور یہ تمام اخلاقِ حسنہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی سیرت کے مطالعہ سے روشن و واضح ہیں۔

آیت 5، 6 ارشاد فرمایا کہ اے پیارے حبیب! جب دنیا میں ان پر آپ کے معاملے کی حقیقت ظاہر ہوگی اور آپ کفار کو قتل کرکے اور ان کے مال بطورِ غنیمت حاصل کرکے ان پر غالب ہوں گے اور جب قیامت کے دن حق باطل سے ممتاز ہو جائے گا تو آپ بھی جان جائیں گے اور کفارِ مکہ بھی جان لیں گے کہ جنون آپ پر تھا یا وہ خود مجنون تھے۔

آیت 7 فرمایا کہ اے پیارے حبیب! آپ کا رب عزّوجلّ ان لوگوں کو خوب جانتا ہے جو حقیقت میں مجنون ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جو میرے راستے سے بہک گئے کیونکہ انہوں نے اپنی عقلوں سے فائدہ نہیں اٹھایا اور آپ کا رب عزّوجلّ ان لوگوں کو بھی خوب جانتا ہے جو درحقیقت عقلمند ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جو میرے راستے پر ہیں۔

فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِیْنَ ﴿۸﴾ وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَیُدْهِنُوْنَ ﴿۹﴾ وَلَا تُطِعْ

تو تم جھٹلانے والوں کی بات نہ سننا۔ انہوں نے تو یہی خواہش رکھی کہ کسی طرح تم نرمی کرو تو وہ بھی نرم پڑ جائیں۔ اور ہر ایسے آدمی کی بات نہ سننا

كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِیْنٍ ﴿۱۰﴾ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۭ بِنَمِیْمٍ ﴿۱۱﴾ مَّنَّاعٍ لِّلْخَیْرِ

جو بڑا قسمیں کھانے والا، ذلیل۔ سامنے سامنے بہت طعنے دینے والا، چغلی کے ساتھ ادھر ادھر بہت پھرنے والا۔ بھلائی سے بڑا روکنے والا،

آیت 8، 9 مشرکینِ مکہ کی خواہش تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اپنے دین میں کچھ ایسی نرمی کرلیں کہ بتوں کی پوجا کرلیں تو کفار بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بات مان کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کے معاملے میں نرمی کرلیں گے۔ اس پر فرمایا فرمایا: اے حبیب! کافروں، جھٹلانے والوں کی مداہنت کے متعلق ایسی بات نہ سننا۔ **اہم بات:** مُداہَنت یہ ہے کہ اپنی دنیا کی خاطر دین کے احکام میں خلافِ شرع نرمی برتنا جیسے لالچ کی وجہ سے یا کسی کے مرتبے کی رعایت کرتے ہوئے اسے برائی سے منع نہ کرنا یا منع کرنے پر قدرت نہ ہونے کی صورت میں اس کی برائی کو دل میں برا نہ جاننا۔ **درس:** دین کے معاملے میں پختگی اور استقامت ضروری ہے۔ خلافِ شریعت کام میں بلاوجہ کی خاموشی ایمان کی کمزوری اور کئی صورتوں میں مداہنت میں داخل ہے۔ امام عالی مقام، سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی میدانِ کربلا میں شہادت، استقامت کے اظہار اور مداہنت سے انکار کی عظیم مثال ہے، یونہی ائمہ دین جیسے امام اعظم ابو حنیفہ اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنھما نے حق بیان کرنے کی خاطر شدید ترین تکلیفیں اٹھائیں اور بزرگانِ دین کا ہمیشہ یہی شیوہ رہا ہے۔

آیت 10 کافروں کے متعدد عیوب بیان کرکے دوبارہ ان کی بات ماننے سے منع کیا گیا ہے۔ اس آیت میں دو عیب بیان کئے گئے ہیں کہ وہ "حَلَّاف و مَهِین" ہے۔ یعنی حق اور باطل دونوں طرح کے معاملات میں بہت زیادہ قسمیں کھانے والا اور ذلیل ہے۔ زیادہ قسمیں اور جھوٹی قسمیں کھانے والا لوگوں کی نگاہوں میں ذلیل ہوتا ہے۔ **اہم بات:** جمہور مفسرین کے نزدیک اس آیت سے لے کر آیت نمبر 16 تک جو مذموم اوصاف بیان کئے گئے، یہ ولید بن مغیرہ کے ہیں، جبکہ بعض مفسرین نے دیگر کئی کافروں کے نام ذکر کئے ہیں۔ **درس:** بات بات پر اللہ تعالیٰ کی یا قرآن کی قسمیں نہیں کھانی چاہئیں۔

آیت 11-13 ان تین آیتوں میں سات عیب بیان کئے گئے ہیں: (1) وہ "هَمَّاز" ہے، یعنی جو لوگوں کے سامنے ان کے بکثرت عیب نکالے یا بہت طعنے دے۔ (2) وہ چغلی کے ساتھ ادھر ادھر بہت پھرنے والا ہے۔ چغلی کی تعریف یہ ہے کہ لوگوں کے درمیان فساد ڈالنے کے لئے ایک کی بات دوسرے تک پہنچانا۔ (3) وہ بھلائی سے بڑا روکنے والا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ (ایسا) بخیل ہے کہ نہ خود نیک کاموں میں خرچ کرتا ہے اور نہ دوسرے کو نیک کاموں میں خرچ کرنے دیتا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: بھلائی سے روکنے سے مقصود اسلام سے روکنا ہے۔ (4) لوگوں پر ظلم کرنے میں حد سے بڑھنے والا ہے۔ (5) سخت گناہگار ہے۔ (6) وہ طبعی طور پر بد مزاج اور بدزبان ہے (7) اس کا نسب وہ نہیں جو وہ بیان کرتا ہے۔ ایسے شخص سے خبیث افعال کے صادر ہونے میں کیا تعجب ہے۔ **اہم باتیں:** اس سے تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی فضیلت، شانِ محبوبیّت اور بارگاہِ الٰہی میں آپ کا مقام معلوم ہوتا ہے کہ ولید نے اللہ تعالیٰ کے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی شان میں ایک جھوٹا کلمہ کہا تھا کہ (مَعَاذَ اللہ) آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم مجنون ہیں، اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے اس کے وہ عیوب ظاہر فرمادیئے جو واقعی اس میں موجود تھے۔ یہاں تک 9

مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ﴿۱۲﴾ عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ ﴿۱۳﴾ اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَّ بَنِيْنَ ﴿۱۴﴾ اِذَا تُتْلٰى

حد سے بڑھنے والا، بڑا گناہگار○ سخت مزاج، اس کے بعد اس کی اصل میں خطا ہے○ اس بنا پر (بات نہ مانو) کہ وہ مال اور بیٹوں والا ہے○ جب اس پر

عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۵﴾ سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ ﴿۱۶﴾ اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ

ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو کہتا ہے کہ اگلوں کی کہانیاں ہیں○ قریب ہے کہ ہم اس کی سور کی سی تھوتھنی پر داغ دیں گے○ بیشک ہم نے انہیں جانچا

عیب بیان ہوئے جبکہ دسویں عیب کا ذکر اگلی آیات میں ہے۔

آیت 15،14 اس آیت کا تعلق اسی سورت کی آیت نمبر 10 سے بھی ہو سکتا ہے۔ اس صورت میں معنی یہ ہو گا کہ اے حبیب! ان عیبوں کے ہونے کے ساتھ آپ اس کافر کی بات نہ مانیں کہ وہ مالدار اور بیٹوں والا ہے۔ اور اس آیت کا تعلق اس کے بعد والی آیت سے بھی ہو سکتا ہے۔ اس صورت میں اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا معنی یہ ہو گا کہ وہ کافر مال اور اولاد والا ہے، تو اسے چاہیے تھا کہ ان نعمتوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا اور ایمان لاتا لیکن اس لعین نے شکر کرنے کی بجائے مال اور اولاد کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کرنا شروع کر دیا اور جب اس کے سامنے قرآنِ پاک کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو وہ کہتا ہے کہ یہ اگلوں کی جھوٹی کہانیاں ہیں۔ اس صورت میں یہ ولید بن مغیرہ کا دسواں عیب بنتا ہے جبکہ مجموعی طور پر آیت نمبر 8 سے لے کر یہاں تک سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے دشمنوں کے 10 سے زیادہ عیب بیان کئے گئے ہیں۔

آیت 16 اس آیت میں اس کافر کے لئے وعید بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ہم اس کی سور کی سی تھوتھنی پر داغ کر اس کا چہرہ بگاڑ دیں گے اور اس کی بد باطنی کی علامت اس کے چہرے پر نمودار کر دیں گے تاکہ یہ اس کیلئے عار کا سبب ہو۔ **اہم بات:** یہ خبر دنیا میں اس طرح پوری ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے عیوب بیان کر کے اسے ایسا ذلیل و رُسوا کیا کہ جس طرح داغ کبھی ختم نہیں ہوتا اور آخرت میں یہ خبر اس طرح پوری ہو گی کہ جہنم میں داخل کرنے سے پہلے اس کے چہرے کو سیاہ کر دیا جائے گا یا اللہ تعالیٰ اس کی ناک پر ایسی علامت بنا دے گا جس سے اہلِ محشر پہچان لیں گے کہ یہی وہ کافر ہے جو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے عداوت رکھنے میں پیش پیش تھا۔

آیت 17 اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ہم نے کفارِ مکہ کو مال اور دولت شکر ادا کرنے کے لئے دی تھی تو جب انہوں نے میرے حبیب صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے دشمنی کر کے ناشکری کا راستہ اپنایا تو ہم نے کفارِ مکہ کو بھوک اور قحط کے ذریعے آزمائش میں مبتلا کر دیا جیسا کہ باغ والوں کو کیا تھا۔ **اہم بات:** اس آیت میں جس باغ کی مثال دی گئی ہے اس باغ کا نام ضروان تھا جس کا مالک ایک نیک مرد تھا، اس کی عادت تھی کہ جب باغ میں جاتا تو فقراء کو بلالیتا اور تمام گرے پڑے پھل فقراء لے لیتے۔ پھر باغ میں بستر بچھا دیئے جاتے اور جب پھل توڑے جاتے تو جتنے پھل بستروں پر گرتے وہ بھی فقراء کو دے دیئے جاتے اور جو خالص اپنا حصہ ہوتا اس سے بھی وہ دسواں حصہ فقراء کو دے دیتا، اسی طرح کھیتی کاٹتے وقت بھی اس نے فقراء کے حقوق مقرر کئے ہوئے تھے۔ اس کے انتقال کے بعد اس کے تین بیٹے وارث ہوئے، انہوں نے باہم مشورہ کیا کہ مال قلیل ہے اور کنبہ بہت زیادہ ہے اس لئے اگر ہم بھی خیرات جاری رکھیں گے تو تنگ دست ہو جائیں گے۔ اس پر انہوں نے آپس میں مل کر قسمیں کھائیں کہ صبح لوگوں کے اٹھنے سے پہلے ہی باغ میں چل کر پھل توڑ لیں گے تاکہ مسکینوں کو خبر نہ ہو۔

كَمَا بَلَوْنَآ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ ۚ اِذْ اَقْسَمُوْا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِيْنَ ﴿١٧﴾ وَلَا يَسْتَثْنُوْنَ ﴿١٨﴾

جیسا باغ والوں کو جانچا تھا جب انہوں نے قسم کھائی کہ ضرور صبح ہوتے اس باغ کو کاٹ لیں گے ○ اور اِن شَآءَ اللہ نہیں کہہ رہے تھے ○

فَطَافَ عَلَيْهَا طَآئِفٌ مِّنْ رَّبِّكَ وَهُمْ نَآئِمُوْنَ ﴿١٩﴾ فَاَصْبَحَتْ كَالصَّرِيْمِ ﴿٢٠﴾

تو اس باغ پر تیرے رب کی طرف سے ایک پھیری کرنے والا پھیری کر گیا جبکہ وہ سو رہے تھے ○ تو صبح کے وقت وہ باغ سیاہ رات کی طرح ہو گیا ○

فَتَنَادَوْا مُصْبِحِيْنَ ﴿٢١﴾ اَنِ اغْدُوْا عَلٰى حَرْثِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰرِمِيْنَ ﴿٢٢﴾ فَانْطَلَقُوْا

پھر انہوں نے صبح ہوتے ایک دوسرے کو پکارا ○ کہ اگر تم کاٹنا چاہتے ہو تو صبح سویرے اپنی کھیتی پر چلو ○ تو وہ چلے

وَهُمْ يَتَخَافَتُوْنَ ﴿٢٣﴾ اَنْ لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُمْ مِّسْكِيْنٌ ﴿٢٤﴾ وَّغَدَوْا عَلٰى

اور آپس میں آہستہ آہستہ کہتے جاتے تھے ○ کہ ہر گز آج کوئی مسکین تمہارے پاس باغ میں آنے نہ پائے ○ اور وہ خود کو روکنے پر

حَرْدٍ قٰدِرِيْنَ ﴿٢٥﴾ فَلَمَّا رَاَوْهَا قَالُوْٓا اِنَّا لَضَآلُّوْنَ ﴿٢٦﴾ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ﴿٢٧﴾

قادر سمجھتے ہوئے صبح سویرے چلے ○ پھر جب انہوں نے اس باغ کو دیکھا تو کہنے لگے: بیشک ہم ضرور راستہ بھٹک گئے ہیں ○ بلکہ ہم محروم ہو گئے ہیں ○

قَالَ اَوْسَطُهُمْ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ ﴿٢٨﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿٢٩﴾

ان میں جو بہتر تھا اس نے کہا: کیا میں تم سے نہیں کہتا تھا کہ تم تسبیح کیوں نہیں کرتے؟ ○ انہوں نے کہا: ہمارا رب پاک ہے، بیشک ہم ظالم تھے ○

آیت 18-32 ان 15 آیات میں اس واقعے کا بقیہ حصہ بیان کیا گیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ انہوں نے صبح سویرے پھل توڑنے کی قسم کھائی اور اِن شَآءَ اللہ کہنا بھول گئے۔ پھر یہ لوگ تو قسمیں کھا کر سو گئے اور اس باغ پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے رات میں ایک آگ آئی جو اسے تباہ کر گئی اور صبح کے وقت تک وہ باغ جل کر سیاہ رات کی طرح ہو گیا۔ یہ صبح سویرے اٹھے اور ایک دوسرے کو پکارنے لگے کہ اگر تم باغ کا پھل کاٹنا چاہتے ہو تو صبح منہ اندھیرے اپنی باغ کی طرف چلو، چنانچہ وہ لوگ باغ کی طرف چلے اور اس دوران آپس میں آہستہ آہستہ کہتے جاتے تھے کہ آج کوئی مسکین تمہارے باغ میں ہر گز نہ آنے پائے اور وہ خود کو اس ارادے پر قادر سمجھتے ہوئے صبح سویرے باغ کی طرف روانہ ہوئے لیکن جب باغ کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ باغ تو سارا جل چکا ہے اور اس میں پھل کا نام و نشان تک نہیں۔ یہ دیکھ کر کہنے لگے: یقیناً ہم کسی اور باغ پر پہنچ گئے ہیں کیونکہ ہمارا باغ تو بہت پھل دار ہے لیکن جب غور کیا تو پہچان لیا کہ یہ اپنا ہی باغ ہے۔ یہ دیکھ کر سمجھ آئی کہ یہ تو خدا کی طرف سے سزا ہے۔ اس پر شرمندہ ہو کر کہنے لگے: ہم راستہ نہیں بھولے بلکہ حق دار مسکینوں کو روکنے کی نیت کر کے ہم خود اس کے پھل سے محروم ہو گئے ہیں۔ ان میں سے جو عقلمند تھا اس نے کہا: کیا میں تم سے نہیں کہتا تھا کہ تم اللہ تعالیٰ کی تسبیح کیوں نہیں کرتے یعنی مسکینوں کا حق مارنے کا نہ سوچو اور خدا کو یاد کرو اور ایسے برے منصوبے نہ بناؤ اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر ادا کرو؟ اس پر سب نے کہا: ہمارا رب عَزَّوَجَلَّ پاک ہے، بیشک ہم ظالم تھے، اور اس وقت وہ ملامت کرتے ہوئے ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوئے اور آخر کار ان سب نے اعتراف کیا کہ ہم حد سے تجاوُز کر گئے۔ کہنے لگے: ہائے ہماری خرابی،

فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَلَاوَمُوْنَ ﴿۳۰﴾ قَالُوْا يٰوَيْلَنَاۤ اِنَّا كُنَّا طٰغِيْنَ ﴿۳۱﴾ عَسٰى رَبُّنَاۤ

پھر وہ ایک دوسرے کی طرف ملامت کرتے ہوئے متوجہ ہوئے ○ بولے: ہائے ہماری خرابی، بیشک ہم سرکش تھے ○ امید ہے کہ ہمارا رب

اَنْ يُّبْدِلَنَا خَيْرًا مِّنْهَاۤ اِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ ﴿۳۲﴾ كَذٰلِكَ الْعَذَابُ ؕ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ

ہمیں اس سے بہتر بدل دے یقیناً (اب) ہم اپنے رب کی طرف ہی رغبت رکھنے والے ہیں ○ سزا ایسی ہی ہوتی ہے اور بیشک آخرت کی سزا

اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۳﴾ ع اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿۳۴﴾ ع ٣٢ وقف لازم

سب سے بڑی ہے۔ کیا ہی اچھا ہوتا اگر لوگ جانتے ○ بیشک ڈر والوں کے لیے ان کے رب کے پاس چین کے باغ ہیں ○

اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ ﴿۳۵﴾ مَا لَكُمْ ۫ وقفة كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿۳۶﴾ ج اَمْ لَكُمْ كِتٰبٌ فِيْهِ

تو کیا ہم مسلمانوں کو مجرموں جیسا کردیں ○ تمہیں کیا ہوا؟ کیسا حکم لگاتے ہو؟ ○ کیا تمہارے لیے کوئی کتاب ہے جس میں

بے شک ہم سرکش تھے کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر نہ کیا اور اپنے باپ دادا کے نیک طریقے کو چھوڑ دیا، امید ہے کہ ہمارا رب عَزَّوَجَلَّ ہمیں اس سے بہتر بدل دے، اب ہم اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف ہی رغبت رکھنے والے ہیں۔ ان لوگوں نے سچے دل سے توبہ کی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اِس کے بدلے اُس سے بہتر باغ عطا فرمایا جس میں کثیر پیداوار ہوئی۔

آیت 33 اللہ تعالیٰ نے کفارِ مکہ کو اپنے عذاب سے ڈراتے ہوئے فرمایا کہ اے کفارِ مکہ! جس طرح ہم نے باغ والوں کے ساتھ کیا اسی طرح جو ہماری حدوں سے تجاوُز کرے اور ہمارے حکم کی مخالفت کرے اس کے لئے بھی ہماری سزا ایسی ہی ہوتی ہے، لہٰذا ہوش میں آؤ اور اپنا انجام خود سوچ لو کہ یہ تو دنیا کی سزا ہے اور بیشک آخرت کی سزا سب سے بڑی ہے۔ کیا ہی اچھا ہوتا اگر لوگ آخرت کے عذاب کو جانتے اور ہمارے حکم کی فرمانبرداری کرتے۔

آیت 34 ارشاد فرمایا کہ متقیوں یعنی کفر اور گناہوں سے بچنے والوں کے لئے آخرت میں ان کے رب عزّوجلّ کے پاس ایسے باغ ہیں جن میں صرف نعمتیں ہی ہیں اور وہ دنیا کی نعمتوں کی طرح بدمزہ اور زائل ہونے کے خوف سے پاک ہیں۔

آیت 35، 36 **شانِ نزول:** جب اوپر والی آیت نازل ہوئی تو مشرکین نے مسلمانوں سے کہا کہ جس طرح ہمیں دنیا میں آسائش حاصل ہے اسی طرح اگر ہم مرنے کے بعد پھر اُٹھائے بھی گئے تو آخرت میں بھی ہم تم سے اچھے رہیں گے اور ہمارا ہی درجہ بلند ہوگا، اس پر یہ آیات نازل ہوئیں اور فرمایا گیا کہ کیا ہم قیامت کی نجات اور جنت کے درجات کے معاملے میں مسلمانوں کو کافروں جیسا کردیں گے؟ ہرگز نہیں، نجات و جنت صرف مسلمانوں کے لئے ہے۔ تمہیں کیا ہوا کہ ایسی بات کہتے ہو اور قیامت کی جزاو سزا پر ایسے خود ساختہ فیصلے کر رہے ہو۔ **اہم بات:** اس سے معلوم ہوا کہ کافر اور مسلمان برابر نہیں بلکہ یہ دو الگ الگ قومیں ہیں۔

آیت 37، 38 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے اللہ تعالیٰ کے انعامات میں مسلمانوں اور کافروں کو برابر سمجھنے والو! کیا اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی فرشتہ تمہارے پاس ایسی کتاب لے کر نازل ہوا ہے جس میں لکھا ہو کہ تمہارے لئے (قیامت کے دن) وہ سب کچھ ہے جو تم پسند کرو اور اس میں سے پڑھ کر تم یہ بات کہتے ہو؟ مراد یہ کہ ایسا کچھ نہیں ہے۔

تَدْرُسُوْنَ ﴿۳۷﴾ اِنَّ لَكُمْ فِيْهِ لَمَا تَخَيَّرُوْنَ ﴿۳۸﴾ اَمْ لَكُمْ اَيْمَانٌ عَلَيْنَا بَالِغَةٌ

تم (ایسی بات) پڑھتے ہو○ کہ تمہارے لیے قیامت کے دن میں ضرور وہ سب کچھ ہے جو تم پسند کرو○ یا تمہارے لیے ہم پر قیامت کے دن تک

اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۙ اِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُوْنَ ﴿۳۹﴾ سَلْهُمْ اَيُّهُمْ بِذٰلِكَ زَعِيْمٌ ﴿۴۰﴾

پہنچتی ہوئی کچھ قسمیں ہیں کہ ضرور تمہیں وہی کچھ ملے گا جو تم فیصلہ کروگے○ تم ان سے پوچھو کہ ان میں کون اس کا ضامن ہے؟○

مع ۱۵ اَمْ لَهُمْ شُرَكَآءُ ۚ فَلْيَاْتُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ﴿۴۱﴾ يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ

یا ان کیلئے کچھ شریک ہیں تو وہ اپنے شریکوں کو لے آئیں اگر سچے ہیں○ جس دن معاملہ بڑا سخت ہوجائے گا

وَّيُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿۴۲﴾ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ

اور کافروں کو سجدے کی طرف بلایا جائے گا تو وہ (اس کی) طاقت نہ رکھیں گے○ ان کی نگاہیں نیچی ہوں گی، ان پر ذلت چڑھ رہی ہوگی

آیت 39 فرمایا: اے کافرو! کیا ہم تمہارے بارے میں ایسی قسمیں فرما چکے ہیں جو قیامت تک ہم پر لازم ہیں اور وہ قسمیں تب پوری ہوں گی جب قیامت کے دن ہم تمہارے لئے یہ حکم کردیں کہ آج تمہیں وہ سب کچھ ملے گا جو تم اپنے لئے اللہ تعالیٰ کے نزدیک خیر و کرامت کا دعویٰ کرتے ہو؟ مراد یہ ہے کہ خدا نے ایسی کوئی ذمہ داری نہیں لی اور کوئی ایسی قسم نہیں فرمائی۔ کافروں کے گمان محض فاسد خیالات ہی ہیں، اور کچھ نہیں۔ **اہم بات:** ایمان اور عمل صالح کی بنیاد پر جو امید رکھی جائے وہ محمود ہے اور ایمان کے بغیر جو امید رکھی جائے وہ محض دل کی جھوٹی تمنا ہے اور ایمان ہے تو فی نفسہٖ کرم کی امید درست ہے البتہ کامل امید مشکل ہے۔

آیت 40، 41 فرمایا: اے حبیب! ان کافروں سے پوچھیں کہ ان میں سے کون اس بات کا ضامن ہے کہ آخرت میں انہیں مسلمانوں سے بہتر یا اُن کے برابر ملے گا یا ان کے پاس کچھ شریک ہیں جو اس دعوے میں ان کی موافقت کررہے ہیں اور وہ ان کے ذمہ دار بنے ہیں، اگر وہ اپنے دعوے میں سچے ہیں تو اپنے ان شریکوں کو لے آئیں۔ حقیقت یہ ہے کہ نہ ان کا کوئی ضامن اور نہ ہی کوئی ان سے موافقت کرتا ہے۔

آیت 42، 43 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ مشرکین اپنے شریکوں کو اس دن لے آئیں جس دن ایک ساق کھولی جائے گی تاکہ وہ انہیں فائدہ پہنچائیں اور (قیامت کے دن) کفار و منافقین کو ان کے ایمان کے امتحان اور دنیا میں خدا کو سجدہ نہ کرنے پر ڈانٹنے کے طور پر سجدے کی طرف بلایا جائے گا تو وہ سجدہ نہ کرسکیں گے کیونکہ ان کی پشتیں تانبے کے تختے کی طرح سخت ہوجائیں گی اور اس وقت ان کا حال یہ ہوگا کہ دنیا میں ایمان قبول نہ کرنے اور سجدوں کو ترک کرنے پر ندامت سے ان کی نگاہیں نیچی ہوں گی، ان کے چہرے سیاہ ہوجائیں گے اور ان پر ذلت چڑھ رہی ہوگی حالانکہ انہیں رسولوں کی (مُقدّس) زبانوں سے دنیا میں سجدے کی طرف بلایا جاتا تھا اور اذانوں اور تکبیروں میں حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ، حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کے ساتھ انہیں نماز اور سجدے کی دعوت دی جاتی تھی لیکن یہ تندرست ہونے کے باوجود سجدہ نہ کرتے تھے **اہم بات:** جمہور علماء کے نزدیک یہاں آیت میں ساق کھلنے سے مراد وہ شدت اور سختی ہے جو قیامت کے دن حساب اور جزا کے لئے پیش آئے گی۔ بعض مفسرین کے نزدیک اس کا معنی یہ ہے کہ جس دن ساق یعنی پنڈلی کھولی جائے گی۔ اس معنیٰ کے اعتبار سے یہ آیت مُتشابہات میں سے ہے اور مُتشابہات کے بارے میں اَسلاف کا طریقہ یہ ہے کہ وہ ان کے معنیٰ میں کلام نہیں کرتے اور فرماتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لاتے ہیں اور اس سے جو مراد ہے وہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں۔ **درس:** یہاں آیت کی وعید

وَ قَدْ كَانُوْا یُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ وَ هُمْ سٰلِمُوْنَ ﴿۴۳﴾ فَذَرْنِیْ وَ مَنْ یُّكَذِّبُ بِهٰذَا الْحَدِیْثِ ؕ

اور بیشک انہیں (دنیا میں) سجدے کی طرف بلایا جاتا تھا جبکہ وہ تندرست تھے ○ تو جو اس بات کو جھٹلاتا ہے اسے مجھ پر چھوڑ دو

سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَیْثُ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَ اُمْلِیْ لَهُمْ ؕ اِنَّ كَیْدِیْ مَتِیْنٌ ﴿۴۵﴾

عنقریب ہم انہیں آہستہ آہستہ وہاں سے لے جائیں گے جہاں سے انہیں خبر بھی نہ ہوگی ○ اور میں انہیں ڈھیل دوں گا، بیشک میری خفیہ تدبیر بہت پکی ہے ○

اَمْ تَسْــٴَـلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ﴿۴۶﴾ اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَیْبُ فَهُمْ یَكْتُبُوْنَ ﴿۴۷﴾

یا کیا تم ان سے اجرت مانگتے ہو کہ وہ تاوان کے بوجھ میں دبے ہوئے ہیں ○ یا ان کے پاس غیب کا علم ہے کہ وہ لکھ رہے ہیں ○

اگرچہ کفار اور منافقین کے لئے ہے کہ قیامت میں سجدے کی طاقت نہیں رکھیں گے کیونکہ دنیا میں اس سے انکار کرتے تھے، لیکن اس میں مسلمانوں کے لئے بھی عبرت ہے جو دنیا میں نماز اور سجدے سے محروم ہیں۔

آیت 44 ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! جب آخرت میں کفار کا حال یہ ہوگا تو جو اس قرآنِ مجید کو جھٹلاتا ہے اس کے معاملے کو مجھ پر چھوڑ دیں میں اسے سزا دوں گا، قریب ہے کہ ہم کفار کو آہستہ آہستہ اپنے عذاب کی طرف وہاں سے لے جائیں گے جہاں سے انہیں خبر بھی نہ ہوگی کہ گناہوں اور نافرمانیوں کے باوجود انہیں صحت اور رزق سب کچھ ملتا رہے گا اور وہ اللہ تعالیٰ کے رزق کو گناہوں میں زیادتی کا ذریعہ بنالیں گے اور ہم انہیں توبہ کرنا بھلا دیں گے۔ **درس:** اس سے معلوم ہوا کہ نافرمانیوں کے باوجود دنیا کی نعمتیں ملتی رہنا بلکہ ان میں مزید اضافہ ہونا اللہ تعالیٰ کے فضل کی بجائے اس کی کوئی خفیہ تدبیر بھی ہو سکتی ہے۔ لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ اسے جب بھی کوئی نعمت ملے تو اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور اگر اس سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو توبہ میں دیر نہ کرے۔

آیت 45 اس آیت کی دو تفسیریں ہیں: (1) میں ان کفار کو ان کی موت آنے تک ڈھیل دوں گا اس لئے انہیں جلد سزا نہیں دوں گا، بیشک میرا عذاب بہت سخت ہے۔ (2) میں ان کفار کو لمبی عمر عطا کر کے اور ان کی موت میں تاخیر کر کے انہیں ڈھیل دوں گا تاکہ وہ اور گناہ کرلیں لیکن وہ لوگ سمجھ رہے ہوں گے کہ ان کی عمر لمبی ہونا ان کے حق میں بہتر ہے، بیشک میری خفیہ تدبیر بہت پکی ہے۔

اہم باتیں: (1) اللہ تعالیٰ سے اتنا ڈرنا منع ہے کہ بندہ رحمت سے ہی مایوس ہو جائے اور ایسی امید بھی منع ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے بے خوف ہو جائے یا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے پر بے باک ہو جائے۔ (2) صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جیسے عظیم حضرات، اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے بہت خوف زدہ رہتے تھے، جب ان کا یہ حال ہے تو ہم جیسوں کو خود ہی غور کرلینا چاہئے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے کس قدر ڈرنا چاہئے۔

آیت 46 فرمایا کہ اے حبیب! کیا آپ رسالت کی تبلیغ پر ان سے کوئی اجرت مانگتے ہیں کہ وہ تاوان ادا کرنا انہیں بھاری پڑ رہا ہے اور وہ اسی تاوان کے بوجھ تلے دبے ہونے کی وجہ سے ایمان نہیں لا رہے اور جب ایسا بھی نہیں ہے تو پھر ایمان قبول نہ کرنے کا ان کے پاس کیا عذر ہے؟ **اہم بات:** بغیر معاوضے کے خدا کا پیغام پہنچانا اور جنت کی طرف بلانا، لوگوں کی نظر میں اخلاص پر زیادہ دلالت کرتا ہے۔

آیت 47 فرمایا کہ اے حبیب! کیا ان کفار کے پاس لوحِ محفوظ ہے جس میں یہ لوگ موجود باتیں لکھ رہے ہیں اور اس بناء پر یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ کفر کے باوجود اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ایمان والوں سے اعلیٰ درجہ رکھتے ہیں؟

Go to Index

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ ۘ اِذْ نَادٰی وَهُوَ مَكْظُوْمٌ ؕ﴿۴۸﴾ لَوْلَاۤ اَنْ

تو تم اپنے رب کے حکم تک صبر کرو اور مچھلی والے کی طرح نہ ہونا جب اس نے اس حال میں پکارا کہ وہ بہت غمگین تھا۝ اگر اس کے رب کی

تَدٰرَكَهٗ نِعْمَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ لَنُبِذَ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ مَذْمُوْمٌ ﴿۴۹﴾ فَاجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَجَعَلَهٗ

نعمت اسے نہ پالیتی تو وہ ضرور چٹیل میدان میں پھینک دیا جاتا اور وہ ملامت کیا ہوا ہوتا۝ تو اسے اس کے رب نے چن لیا اور اپنے قربِ خاص کے

مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۵۰﴾ وَاِنْ يَّكَادُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَيُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ

حقداروں میں کرلیا۝ اور بیشک کافر جب قرآن سنتے ہیں تو ایسے معلوم ہوتا ہے کہ گویا اپنی آنکھوں سے نظر لگا کر تمہیں ضرور گرادیں گے

وَيَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ ﴿۵۱﴾ وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۵۲﴾ ع

اور وہ کہتے ہیں: یہ ضرور عقل سے دور ہیں۝ حالانکہ وہ تو تمام جہانوں کے لیے نصیحت ہی ہیں۝

آیت 48 ارشاد فرمایا: اے حبیب! کفار کو مہلت دینے اور ان کے خلاف آپ کی مدد کو مُؤخّر کرنے کے معاملے میں آپ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے حکم کا انتظار کریں اور کافروں کی طرف سے پہنچنے والی ایذاؤں پر صبر کریں۔ مزید فرمایا: **اور مچھلی والے کی طرح نہ ہونا۔** اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کے شانِ نزول کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ جب اُحد کے میدان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے پیٹھ پھیر کر بھاگنے والے مسلمانوں کے خلاف دعا کرنے کا ارادہ فرمایا تو یہ آیات نازل ہوئیں اور ایک قول یہ ہے کہ جب حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے ثقیف والوں کے خلاف دعا کا ارادہ فرمایا تو یہ آیات نازل ہوئیں اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! آپ اپنی قوم پر جلدی عذاب نازل کرنے کے معاملے میں مچھلی والے کی طرح نہ ہونا تاکہ کہیں ان کی طرح آپ بھی آزمائش میں مبتلا نہ ہو جائیں اور وہ وقت یاد کریں جب اُس نے اِس حال میں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کو پکارا کہ وہ مچھلی کے پیٹ میں بہت غمگین تھا۔ **اہم بات:** یہاں مچھلی والے سے مراد حضرت یونس علیہ السلام ہیں۔

آیت 49 اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ اگر حضرت یونس علیہ السلام کے رب عَزَّوَجَلَّ کی رحمت ان کی دستگیری نہ کرتی اور اللہ تعالیٰ اُن کے عذر اور دعا کو قبول فرما کر ان پر انعام نہ فرماتا تو وہ ضرور ملامت کئے ہوئے مچھلی کے پیٹ سے چٹیل میدان میں پھینک دیئے جاتے لیکن ایسا نہیں ہوا بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان پر رحمت فرمائی اور وہ بغیر ملامت کئے ہوئے مچھلی کے پیٹ سے باہر تشریف لائے۔

آیت 50 فرمایا کہ حضرت یونس علیہ السلام کی عاجزی، دعا اور اپنا عذر پیش کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں چن لیا اور ان کی نیکی کی صفات کو مزید ترقی دی اور انہیں ہر ایسا کام کرنے سے محفوظ کر دیا جسے چھوڑ دینا بہتر ہو۔

آیت 51، 52 آیت کا ایک سیاق و سباق یہ ہے کہ عرب میں بعض لوگ نظر لگانے میں شہرہ آفاق تھے اور جس چیز کو اُنہوں نے نقصان پہنچانے کے ارادے سے دیکھا تو وہ دیکھتے ہی ہلاک ہوگئی، اس لئے کفار نے اُن سے کہا کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو نظر لگائیں تو ان لوگوں نے حضور پُرنور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو بڑی تیز نگاہوں سے دیکھا لیکن کچھ بھی نہ کر سکے۔ آیت کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ کافر جب قرآن سنتے ہیں تو بغض وعداوت اور حسد کی نگاہوں سے آپ کو گھور گھور کر دیکھتے ہیں، ایسے لگتا ہے کہ گویا اپنی آنکھوں کے ساتھ

اٰیاتھا ۵۲ — ٦٩ سُوْرَةُ الْحَآقَّةِ مَكِّيَّةٌ ٧٨ — رکوعاتھا ۲

سورۂ حاقہ مکیہ ہے، اس میں باون آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

اَلْحَآقَّةُ ﴿۱﴾ مَا الْحَآقَّةُ ﴿۲﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحَآقَّةُ ﴿۳﴾ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ وَعَادٌۢ

یقینی طور پر واقع ہونے والی ○ یقینی طور پر واقع ہونے والی کیا ہے؟ ○ اور تمہیں کیا معلوم کہ وہ یقینی طور پر واقع ہونے والی کیا ہے؟ ○ ثمود اور عاد نے

نظر لگا کر تمہیں اپنی جگہ سے گرا دیں گے اور قرآن سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو مجنون کہتے ہیں حالانکہ قرآن تو جنّوں اور انسانوں کے لئے نصیحت ہے، لہٰذا وہ شخصیت مجنون کس طرح ہو سکتی ہے جو قرآن جیسی کتاب لے کر آئی ہو۔ **اہم بات:** نظر واقعی لگ جاتی ہے۔ حدیث مبارک میں ہے کہ ”نظر کا لگ جانا درست ہے۔“ (بخاری، حدیث:5740) آیت 51 پڑھ کر دم کرنا نظرِ بد دور کرنے کے لئے بہت مفید ہے۔

سورۂ حاقہ کا تعارف یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں 2 رکوع اور 52 آیتیں ہیں۔ حاقہ قیامت کا ایک نام ہے اور اس کا معنی ہے یقینی طور پر واقع ہونے والی، اور چونکہ اس سورت کو اسی نام کے سوال کے ساتھ شروع کیا گیا ہے اس لئے اسے ”سورۂ حاقہ“ کہتے ہیں۔ **خلاصۂ مضامین:** اس سورت میں بتایا گیا کہ قیامت کا واقع ہونا یقینی ہے اور اس کی دہشت اور ہولناکی کا کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا۔ کفارِ مکہ کو نصیحت کرنے کے لئے قومِ عاد اور قومِ ثمود کا انجام بیان ہوا اور یہ بیان ہوا کہ وہ دیگر جرائم کے علاوہ قیامت کو بھی جھٹلاتے تھے، نیز فرعون اور اس سے پہلے الٹنے والی بستیوں کا ذکر ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو جھٹلانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں زیادہ سخت گرفت سے پکڑ لیا۔ یہ بتایا گیا کہ جو لوگ حضرت نوح علیہ السّلام پر ایمان لائے انہیں اللہ تعالیٰ نے کشتی میں سوار کر کے طوفان سے بچا لیا اور نسلِ انسانی کو باقی رکھا۔ قیامت کی چند ہولناکیاں ذکر ہوئیں اور سعادت مندوں اور بدبختوں کا حال بیان ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے قسم یاد فرما کر بتایا کہ قرآنِ مجید اللہ تعالیٰ کی وحی ہے کسی شاعر کا کلام یا کاہن کا قول نہیں ہے۔ سورت کے آخر میں دلیل کے ساتھ بیان ہوا کہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ والہ وسلم سچے رسول ہیں۔

آیت 1-3 فرمایا: یقینی طور پر واقع ہونے والی۔ اس سے مراد قیامت ہے کیونکہ قیامت کا آنا درست اور ثابت ہے، اس کے آنے میں کوئی شک نہیں بلکہ اس کا واقع ہونا یقینی اور قطعی ہے۔ مزید فرمایا: یقینی طور پر واقع ہونے والی کیا ہے؟ یہ سوال قیامت کی عظمت اور بڑائی بیان کرنے کے طور پر ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ قیامت انتہائی عجیب اور عظیم الشّان ہے۔ پھر فرمایا کہ تمہیں کیا معلوم یعنی تم قیامت کی حقیقت کو نہیں جانتے کیونکہ تم نے اس کی ہولناکیوں کو ابھی دیکھا نہیں ہے، ورنہ اس کی دہشت، ہولناکی اور شدّت ایسی ہے کہ انسان کسی طرح اس کا اندازہ نہیں لگا سکتا اور نہ ہی کسی کی سوچ اس تک رسائی حاصل کر سکتی ہے۔ **درس:** گرمی کا موسم آنے سے پہلے گرمی سے بچنے کا اہتمام کرنے والے قیامت کی ہولناکی سے پہلے اس کی بھی تیاری کر لیں۔

آیت 4-6 حضرت صالح علیہ السّلام کی قوم ثمود نے اور حضرت ہود علیہ السّلام کی قوم عاد نے اس قیامت کو جھٹلایا جو اپنی دہشتوں اور

بِالْقَارِعَةِ ﴿٤﴾ فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ ﴿٥﴾ وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ

دلوں کو دہلا دینے والی کو جھٹلایا○ تو قومِ ثمود کے لوگ تو حد سے گزری ہوئی چنگھاڑ سے ہلاک کئے گئے○ اور عاد کے لوگ تو وہ نہایت سخت

صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ﴿٦﴾ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ حُسُوْمًا فَتَرَى

گرجتی آندھی سے ہلاک کیے گئے○ اللہ نے وہ آندھی ان پر لگاتار سات راتیں اور آٹھ دن پوری قوت کے ساتھ مسلط کردی تو تم ان

الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ﴿٧﴾ فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْ

لوگوں کو ان دنوں اور راتوں میں یوں پچھاڑے ہوئے دیکھتے گویا کہ وہ گری ہوئی کھجوروں کے سوکھے تنے ہیں○ تو کیا تم ان میں کسی کو بچا ہوا

بَاقِيَةٍ ﴿٨﴾ وَجَآءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهٗ وَالْمُؤْتَفِكٰتُ بِالْخَاطِئَةِ ﴿٩﴾ فَعَصَوْا

دیکھتے ہو؟○ اور فرعون اور اس سے پہلے والے اور الٹنے والی بستیوں نے خطاؤں کا ارتکاب کیا○ تو انہوں نے اپنے رب کے

رَسُوْلَ رَبِّهِمْ فَاَخَذَهُمْ اَخْذَةً رَّابِيَةً ﴿١٠﴾ اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ حَمَلْنٰكُمْ فِي الْجَارِيَةِ ﴿١١﴾

رسول کا حکم نہ مانا تو اللہ نے انہیں زیادہ سخت گرفت سے پکڑ لیا○ بیشک جب پانی نے سر اٹھایا تھا تو ہم نے تمہیں کشتی میں سوار کیا○

ہَولناکیوں سے دلوں کو دہلا دینے والی ہے، تو دونوں قومیں عذاب کا شکار ہوگئیں۔ ان میں قومِ ثمود کے لوگ تو شدّت میں حد سے گزری ہوئی چنگھاڑ یعنی سخت ہَولناک آواز سے ہلاک کر دیئے گئے اور عاد کے لوگ انتہائی سخت گرجتی آندھی سے ہلاک کر دیئے گئے اور وہ لوگ اپنی طاقت اور قوت کے باوجود بھی اس آندھی کو روک نہ سکے اور نہ ہی کوئی عذابِ الٰہی کو روک سکتا ہے۔

آیت 7، 8 اللہ تعالیٰ نے قومِ عاد پر ماہِ شوال کے آخر میں، شدید سردی کے موسم میں ایک بدھ سے دوسرے بدھ تک لگاتار سات راتیں اور آٹھ دن وہ آندھی پوری قوت کے ساتھ مُسَلَّط کردی اور ان کی جیسی حالت ہوئی، اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے مُخاطَب! اگر تم اس واقعے کے وقت وہاں موجود ہوتے تو ان لوگوں کو ان دنوں اور راتوں میں پچھاڑے ہوئے دیکھتے اور ہلاک ہونے کے بعد وہ لوگ ایسے معلوم ہوتے تھے جیسے وہ کھجور کے گرے ہوئے سوکھے تنے ہیں تو کیا تم ایمان والوں کے علاوہ ان میں سے کسی چھوٹے بڑے، مرد یا عورت کو بچا ہوا دیکھتے ہو؟ کہا گیا ہے کہ آٹھویں روز جب صبح کو وہ سب لوگ ہلاک ہوگئے تو ہواؤں نے اُنہیں اُٹھا کر سمندر میں پھینک دیا اور ان میں سے ایک بھی باقی نہ رہا۔

آیت 9، 10 فرعون اور اس سے بھی پہلی اُمتوں کے کفار اور نافرمانیوں کی شامت سے الٹنے والی بستیوں کے لوگ جیسے حضرت لوط علیہ السّلام کی قوم کی بستیوں کے لوگ، یہ سب قبیح اَفعال، گناہوں اور شرک کے مُرتکب ہوئے اور ہر امت نے منع کئے جانے کے باوجود کفر و شرک اور گناہوں سے رکنے میں اپنے اُس رسول کی نافرمانی کی جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے اُن کی طرف بھیجے گئے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ہر قوم کی انتہائی سخت گرفت فرمائی۔

آیت 11، 12 جب حضرت نوح علیہ السّلام کی قوم کے توحید و آخرت و رسالت کا انکار کرنے اور گناہوں پر قائم رہنے کی وجہ سے

لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَّتَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ ﴿۱۲﴾ فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ ﴿۱۳﴾

تاکہ اسے تمہارے لیے یادگار بنادیں اور سن کر یاد رکھنے والے کان اس واقعہ کو یاد رکھیں ○ پھر جب صور میں (پہلی مرتبہ) ایک پھونک ماری جائے گی ○

وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ﴿۱۴﴾ فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ﴿۱۵﴾

اور زمین اور پہاڑ اٹھا کر ایک دم چورا چورا کردیئے جائیں گے ○ تو اس دن واقع ہونے والی واقع ہوجائے گی ○

وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ ﴿۱۶﴾ وَّالْمَلَكُ عَلٰٓى اَرْجَآئِهَا ۭ وَيَحْمِلُ عَرْشَ

اور آسمان پھٹ جائے گا تو اس دن وہ بہت کمزور ہوگا ○ اور فرشتے اس کے کناروں پر (کھڑے) ہوں گے اور اس دن آٹھ فرشتے

رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ ﴿۱۷﴾ يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ﴿۱۸﴾

تمہارے رب کا عرش اپنے اوپر اٹھائیں گے ○ اس دن تم سب اس حال میں پیش کئے جاؤ گے کہ تم میں سے کسی کی کوئی پوشیدہ حالت چھپ نہ سکے گی ○

طوفان کے پانی نے سر اٹھایا اور وہ درختوں، عمارتوں، پہاڑوں اور ہر چیز سے بلند ہوگیا تھا تو اے لوگو! ہم نے تمہیں اس وقت حضرت نوح علیہ السّلام کی کشتی میں سوار کیا جب کہ تم اپنے باپ دادا کی پشتوں میں تھے تاکہ ہم مومنوں کو نجات اور کافروں کی ہلاکت کو تمہارے لیے یادگار بنادیں کہ یہ واقعہ لوگوں کے لئے عبرت و نصیحت کا سبب ہو اور سن کر یاد رکھنے والے لوگ اس واقعہ کی کام کی باتوں کو یاد رکھیں اور اپنی اصلاح کریں۔ **اہم بات:** یہاں آباء سے حضرت نوح علیہ السّلام کے تین بیٹے سام، حام اور یافث مراد ہیں اور سابقہ امتوں کے واقعات اور ان پر آنے والے عذابات اس لئے ذکر فرمائے تاکہ اس امت کے لوگ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی نافرمانی کرنے میں ان لوگوں کی پیروی کرنے سے ڈریں۔

آیت 13 - 15 یہاں سے قیامت کے احوال تفصیلاً بیان کئے جارہے ہیں، ان تمام آیات کو دل کے کانوں سے سنیں اور غور کریں کہ کیسا ہولناک دن آنے والا ہے لیکن ہم کس غفلت میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ فرمایا کہ پھر جب صور میں پہلی مرتبہ ایک پھونک ماری جائے گی اور زمین اور پہاڑ اپنی جگہوں سے اٹھا کر ایک دم چورا چورا کردیئے جائیں گے تو اس دن وہ قیامت قائم ہوجائے گی جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔

آیت 16، 17 قیامت کے دن کی ہَولناکی سے آسمان پھٹ جائے گا تو ابھی اس قدر مضبوط ہونے کے باوجود اس دن آسمان انتہائی کمزور ہوگا اور جن فرشتوں کا مسکن آسمان ہے وہ اس کے پھٹنے کے بعد اس کے کناروں پر کھڑے ہوجائیں گے، پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے اُتر کر زمین کا احاطہ کرلیں گے اور اس دن آٹھ فرشتے تمہارے رب عزّوجلّ کا عرش اپنے سروں کے اوپر اٹھائیں گے۔ **اہم بات:** عرش اٹھانے والے فرشتے ابھی چار ہیں اور قیامت کے دن ان کی مدد کیلئے چار کا اور اضافہ کیا جائے گا تو اس طرح آٹھ ہوجائیں گے۔ یا آٹھ فرشتوں سے فرشتوں کی آٹھ صفیں مراد ہیں جن کی تعداد اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

آیت 18 اس کا معنی یہ ہے کہ دنیا میں تمہاری جو حالت پوشیدہ تھی قیامت کے دن وہ پوشیدہ نہیں رہے گی کیونکہ قیامت، تمام مخلوق کے احوال ظاہر کردے گی تو نیک لوگ اپنی نیکیوں کی وجہ سے خوش ہوں گے اور گناہگار اپنے گناہوں کی وجہ سے غمزدہ ہوں گے۔

دعا: اللہ تعالیٰ ہمارے عیبوں کو اپنی رحمت سے دنیا و آخرت میں چھپائے رکھے اور ہمیں دونوں جہان کی رسوائی سے محفوظ رکھے۔ آمین

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ فَیَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِیَهْ ﴿۱۹﴾ اِنِّیْ ظَنَنْتُ اَنِّیْ مُلٰقٍ

توبہر حال جسے اس کا نامۂ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا تو وہ کہے گا: لو میرا نامہ اعمال پڑھ لو○ بیشک مجھے یقین تھا کہ میں اپنے حساب کو

حِسَابِیَهْ ﴿۲۰﴾ فَهُوَ فِیْ عِیْشَةٍ رَّاضِیَةٍ ﴿۲۱﴾ فِیْ جَنَّةٍ عَالِیَةٍ ﴿۲۲﴾ قُطُوْفُهَا دَانِیَةٌ ﴿۲۳﴾ كُلُوْا وَ

ملنے والا ہوں○ تو وہ پسندیدہ زندگی میں ہوگا○ بلند باغ میں○ اس کے پھل قریب ہوں گے○ (کہا جائے گا:) گزرے ہوئے دنوں میں

اشْرَبُوْا هَنِیْٓـٴًۢا بِمَاۤ اَسْلَفْتُمْ فِی الْاَیَّامِ الْخَالِیَةِ ﴿۲۴﴾ وَ اَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ

جو تم نے آگے بھیجا اس کے بدلے میں خوشگواری کے ساتھ کھاؤ اور پیو○ اور رہا وہ جسے اس کا نامۂ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا

فَیَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِیَهْ ﴿۲۵﴾ وَ لَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِیَهْ ﴿۲۶﴾ یٰلَیْتَهَا كَانَتِ

تو وہ کہے گا: اے کاش کہ مجھے میرا نامۂ اعمال نہ دیا جاتا○ اور میں نہ جانتا کہ میرا حساب کیا ہے○ اے کاش کہ دنیا کی موت ہی (میرا کام) تمام

آیت 19، 20 جب بارگاہِ الٰہی میں پیشی کے وقت اعمال نامے تقسیم ہوں گے تو جسے اس کا نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا تو وہ یہ سمجھ لے گا کہ وہ نجات پانے والوں میں سے ہے۔ وہ انتہائی فرحت سے اپنی جماعت، اہلِ خانہ اور رشتے داروں سے کہے گا کہ لو میرا نامۂ اعمال پڑھ لو، مجھے دنیا میں یقین تھا کہ آخرت میں مجھ سے حساب لیا جائے گا، اسی لئے میں نے اس کی تیاری کرلی تھی اور حساب دینے سے پہلے اپنا محاسبہ خود کرلیا تھا۔ **درس:** دنیا کی زندگی میں آخرت پر اعتقادی یقین رکھنے اور اس یقین کا اپنے عمل سے اظہار کرنے والا یعنی گناہوں سے بچنے اور نیکیاں اپنانے والا یہ خوشیاں حاصل کرے گا۔

آیت 21-24 جسے دائیں ہاتھ میں اعمال نامہ دیا جائے گا تو وہ عذاب سے محفوظ رہنے اور ثواب ملنے کی وجہ سے بلند باغ میں پسندیدہ زندگی میں ہوگا، اس کے پھل کھانے والے کے قریب ہوں گے کہ کھڑے بیٹھے لیٹے ہر حال میں جیسے چاہے بآسانی لے سکے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ دنیا میں تم نے جو نیک اعمال آخرت کیلئے کئے ان کے بدلے میں خوشگواری کے ساتھ کھاؤ اور پیو۔ **درس:** خوب صورت باغات، خوشگوار ہواؤں اور پسندیدہ موسموں سے لطف اندوز ہونے کے لئے لوگ ہزاروں، لاکھوں روپے خرچ کرکے دور دراز کے مقامات پر جاتے ہیں لیکن دنیا کے اس لطف سے کروڑوں گنا زیادہ پُرلطف جنت کے لئے جسمانی ومالی مشقت اٹھانے سے گریز کرتے ہیں۔ ع

دل میرا دنیا پہ شیدا ہوگیا　　　اے میرے اللہ یہ کیا ہوگیا

آیت 25-29 جس کا نامۂ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا تو وہ جب اپنے نامۂ اعمال کو دیکھے گا اور اس میں اپنے برے اعمال لکھے ہوئے پائے گا تو شرمندہ و رسوا ہوکر کہے گا: اے کاش کہ مجھے میرا نامۂ اعمال نہ دیا جاتا اور میں نہ جانتا کہ میرا حساب کیا ہے۔ اے کاش کہ دنیا کی موت ہی ہمیشہ کیلئے میری زندگی ختم کردیتی اور مجھے حساب کیلئے نہ اُٹھایا جاتا اور اپنا اعمال نامہ پڑھتے وقت مجھے یہ ذلت پیش نہ آتی۔ میرا وہ مال جو میں نے دنیا میں جمع کیا تھا میرے کچھ کام نہ آیا اور وہ ذرا سا بھی میرا عذاب ٹال نہ سکا۔ میرا سب زور جاتا رہا اور میں ذلیل و محتاج ہوکر رہ گیا۔ اس سے اس کی مراد یہ ہوگی کہ دنیا میں جو حجتیں میں کیا کرتا تھا وہ سب باطل ہوگئیں۔

Go to Index

الْقَاضِيَةَ ۚ ﴿٢٧﴾ مَآ اَغْنٰى عَنِّىْ مَالِيَهْ ۚ ﴿٢٨﴾ هَلَكَ عَنِّىْ سُلْطٰنِيَهْ ۚ ﴿٢٩﴾ خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ۙ ﴿٣٠﴾

کردینے والی ہوجاتی ○ میرا مال میرے کچھ کام نہ آیا ○ میرا سب زور جاتا رہا ○ (فرشتوں کو حکم ہوگا) اسے پکڑو پھر اسے طوق ڈالو ○

ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ﴿٣١﴾ ثُمَّ فِىْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ﴿٣٢﴾ اِنَّهٗ كَانَ

پھر اسے بھڑکتی آگ میں داخل کرو ○ پھر ایسی زنجیر میں جکڑ دو جس کی لمبائی ستر ہاتھ ہے ○ بیشک وہ

لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ ۙ ﴿٣٣﴾ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ﴿٣٤﴾ فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ

عظمت والے اللہ پر ایمان نہ لاتا تھا ○ اور مسکین کو کھانا دینے کی ترغیب نہیں دیتا تھا ○ تو آج یہاں اس کا

هٰهُنَا حَمِيْمٌ ۙ ﴿٣٥﴾ وَّلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ ۙ ﴿٣٦﴾ لَّا يَاْكُلُهٗۤ اِلَّا الْخَاطِـُٔوْنَ ﴿٣٧﴾ فَلَآ اُقْسِمُ ع

کوئی دوست نہیں ○ اور نہ دوزخیوں کے پیپ کے سوا کچھ کھانے کو ہے ○ اسے خطاکار لوگ ہی کھائیں گے ○ تو مجھے ان چیزوں کی قسم ہے

آیت 30-32 اس کے بعد اللہ تعالیٰ جہنم کے خازنوں کو حکم دے گا کہ تم اپنے رب عزّوجلّ کے اس نافرمان کو پکڑلو، پھر اس کے ہاتھ اس کی گردن سے ملا کر طوق میں باندھ دو، پھر اسے بھڑکتی آگ میں داخل کردو تاکہ اس کی جزا اس کے گناہ کے مطابق ہو، پھر ایسی زنجیر کو جس کی لمبائی فرشتوں کے ہاتھ سے ستر ہاتھ ہے اس میں اس طرح داخل کردو جیسے کسی چیز میں ڈوری داخل کی جاتی ہے۔

آیت 33، 34 اسے یہ شدید عذاب اس لئے دیا جائے گا کہ وہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرتا تھا اور اس کی عظمت و وحدانیّت کا اعتقاد نہ رکھتا تھا اور وہ اپنے کفر کے ساتھ ساتھ نہ اپنے نفس کو، نہ اپنے اہلِ خانہ کو اور نہ دوسروں کو مسکین کو کھانا دینے کی ترغیب دیتا تھا۔ **اہم باتیں:** (1) اس میں اشارہ ہے کہ وہ مرنے کے بعد اٹھائے جانے کا قائل نہ تھا کیونکہ مسکین کو کھانا دینے والا محض رضائے الٰہی اور ثوابِ آخرت کی اُمید پر مسکین کو دیتا ہے اور قیامت کے منکر کو ایسی کوئی امید نہیں۔ (2) مسکین وہ شخص ہے جس کے پاس کچھ نہ ہو یہاں تک کہ کھانے اور بدن چھپانے کے لیے اس کا محتاج ہے کہ لوگوں سے سوال کرے اور اس کے لئے سوال کرنا حلال ہے۔ (3) مسکین کو کھانا کھلانے کا ثواب بہت زیادہ ہے۔ (4) فی زمانہ ہر بھکاری اور مانگنے والے کو نہیں دینا چاہیے بلکہ جسے شرعی طور پر سوال کرنا جائز ہو جائے صرف اسے مانگنے پر دینا چاہیے۔

آیت 35-37 قیامت کے دن پکڑنے اور طوق ڈالے جانے کی جگہ پر کافر کا کوئی دوست نہیں جو اسے کچھ نفع پہنچائے یا اس کی شفاعت کرے اور نہ (اس کے لئے) دوزخیوں کے پیپ کے سوا کچھ کھانے کو ہے اور اس پیپ کو کفار ہی کھائیں گے جو کہ خطاکار ہیں۔

آیت 38، 39 یہاں سے قرآنِ پاک کی شان بیان کی گئی ہے، چنانچہ فرمایا کہ مشرکین قرآنِ پاک کے بارے میں جو کہتے ہیں وہ ہرگز درست نہیں، مجھے ان چیزوں کی قسم ہے جنہیں تم دیکھتے ہو اور ان چیزوں کی قسم ہے جنہیں تم نہیں دیکھتے۔ یہاں مَا تُبْصِرُوْنَ سے مراد وہ مخلوقات جنہیں تم دیکھ سکتے ہو اور مَا لَا تُبْصِرُوْنَ سے مراد وہ مخلوقات جنہیں تم نہیں دیکھ سکتے یا مَا تُبْصِرُوْنَ سے دُنیا اور مَا لَا تُبْصِرُوْنَ سے آخرت یا مَا تُبْصِرُوْنَ سے زمین کے اوپر موجود چیزیں اور مَا لَا تُبْصِرُوْنَ سے زمین کے اندر موجود چیزیں یا مَا تُبْصِرُوْنَ

بِمَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَ مَا لَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِیْمٍ ﴿۴۰﴾ وَّ مَا هُوَ بِقَوْلِ

جنہیں تم دیکھتے ہو○ اور ان چیزوں کی جنہیں تم نہیں دیکھتے○ بیشک یہ قرآن ضرور ایک معزز رسول سے باتیں ہیں○ اور وہ کسی شاعر کی

شَاعِرٍؕ قَلِیْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَ لَا بِقَوْلِ كَاهِنٍؕ قَلِیْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۲﴾ تَنْزِیْلٌ مِّنْ

بات نہیں ہے ۔ تم بہت کم یقین رکھتے ہو○ اور نہ کسی کاہن کی بات ہے تم بہت کم نصیحت مانتے ہو○ یہ قرآن سارے جہانوں کے

رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۴۳﴾ وَ لَوْ تَقَوَّلَ عَلَیْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِیْلِ ﴿۴۴﴾ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْیَمِیْنِ ﴿۴۵﴾

رب کی طرف سے اتارا ہوا ہے○ اور اگر وہ ایک بات بھی خود بنا کر ہمارے اوپر لگا دیتے○ تو ضرور ہم ان سے قوت کے ساتھ بدلہ لیتے○

ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِیْنَ ﴿۴۶﴾ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِیْنَ ﴿۴۷﴾ وَ اِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ

پھر ان کی دل کی رگ کاٹ دیتے○ پھر تم میں کوئی ان سے روکنے والا نہ ہوتا○ اور بیشک یہ قرآن ڈر والوں کے لئے

سے اجسام اور مَا لَا تُبْصِرُوْنَ سے روحیں یا مَا تُبْصِرُوْنَ سے ظاہری نعمتیں اور مَا لَا تُبْصِرُوْنَ سے باطنی نعمتیں مراد ہیں۔ ان کی تفسیر میں اور بھی قول ہیں اور ممکن ہے کہ سارے ہی معانی مراد ہوں۔

آیت 40-43 دیکھی جانے والی اور نہ دیکھی جانے والی چیزوں کی قسم ذکر فرما کر فرمایا گیا کہ بیشک یہ قرآن ایک کرم والے رسول محمد مصطفی صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے وہ باتیں ہیں جو ان کے رب عزّوجلّ نے فرمائیں اور قرآن کسی شاعر کی بات نہیں ہے جیسا کہ کفار کہتے ہیں، تم بالکل بے ایمان ہو اور اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ قرآن نہ شعر ہے نہ اس میں شِعْرِیَّت کی کوئی بات پائی جاتی ہے اور قرآن نہ کسی کاہن کی بات ہے جیسا کہ تم میں سے بعض کافر اللہ تعالیٰ کی اس کتاب کے بارے میں کہتے ہیں۔ تم بہت کم نصیحت مانتے ہو، نہ اس کتاب کی ہدایات کو دیکھتے ہو نہ اس کی تعلیموں پر غور کرتے ہو کہ اس میں کیسی روحانی تعلیم ہے اور نہ اس کی فصاحت و بلاغت اور بے مثال اعجاز پر غور کرتے ہو جو یہ سمجھ سکو کہ یہ کلام سارے جہانوں کے رب عزّوجلّ کی طرف سے اتارا ہوا ہے۔

آیت 44-47 سارا قرآن اپنی طرف سے بنا لینا تو دور کی بات ہے اگر بالفرض میرے حبیب صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم ایک بات بھی خود سے بنا کر ہمارے اوپر لگا دیتے جو ہم نے نہ فرمائی ہوتی یا ہم نے وہ بات کہنے کی انہیں اجازت نہ دی ہوتی تو ضرور ہم ان سے قوت کے ساتھ بدلہ لیتے پھر ان کی دل کی رگ کاٹ دیتے جس کے کاٹتے ہی موت واقع ہو جاتی ہے، پھر تم میں سے کوئی ہمیں ان سے بدلہ لینے سے روکنے والا نہ ہوتا۔ خلاصہ یہ ہے کہ اے کافرو! سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم تمہاری وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹی بات منسوب نہیں کر سکتے۔ یہ آیاتِ مبارکہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے کمالِ صدق اور بارگاہِ الٰہی میں نہایت درجے قابلِ اعتماد ہونے کی دلیل ہیں۔

آیت 48 بیشک یہ قرآن ان لوگوں کے لئے نصیحت ہے جو اللہ تعالیٰ کے فرائض کی بجا آوری کر کے اور اس کی نافرمانیاں چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے ہیں کیونکہ یہی لوگ اس کی نصیحتوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

لِّلْمُتَّقِیْنَ ﴿۴۸﴾ وَ اِنَّا لَنَعْلَمُ اَنَّ مِنْكُمْ مُّكَذِّبِیْنَ ﴿۴۹﴾ وَ اِنَّهٗ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ ﴿۵۰﴾

ضرور نصیحت ہے ○ اور بیشک ضرور ہم جانتے ہیں کہ تم میں سے کچھ جھٹلانے والے ہیں ○ اور بیشک وہ کافروں پر ضرور حسرت ہے ○

وَ اِنَّهٗ لَحَقُّ الْیَقِیْنِ ﴿۵۱﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِیْمِ ﴿۵۲﴾ ع

اور بیشک وہ ضرور یقینی حق ہے ○ تو (اے محبوب!) تم اپنے عظمت والے رب کے نام کی پاکی بیان کرو ○

ایاتھا ۴۴ | ۷۰ سُوْرَةُ الْمَعَارِجِ مَكِّيَّةٌ ۷۹ | رکوعاتھا ۲

سورۂ معارج مکیہ ہے، اس میں چوالیس آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

سَاَلَ سَآىٕلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ﴿۱﴾ لِّلْكٰفِرِیْنَ لَیْسَ لَهٗ دَافِعٌ ﴿۲﴾ مِّنَ اللّٰهِ

ایک مانگنے والے نے وہ عذاب مانگا جو کافروں پر واقع ہونے والا ہے، اس کو کوئی ٹالنے والا نہیں ○ ○ اللہ کی طرف سے ہوگا

آیت 49 فرمایا کہ اے لوگو! ضرور ہم جانتے ہیں کہ تم میں سے کچھ لوگ قرآن کو جھٹلاتے ہیں تو ہم انہیں ان کے جھٹلانے پر سزا دیں گے۔

آیت 50 بیشک وہ قرآن کافروں پر حسرت کا سبب ہوگا کہ جب وہ قیامت کے دن قرآن پر ایمان لانے والوں کا ثواب اور اس کا انکار کرنے والوں اور جھٹلانے والوں کا عذاب دیکھیں گے تو اپنے ایمان نہ لانے پر افسوس کریں گے اور حسرت وندامت میں گرفتار ہوں گے۔

آیت 51 آیت کا معنی یہ ہے کہ بیشک (قیامت کے دن) کفار کی ندامت یقینی حق ہے یا بیشک قرآن کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونا یقینی حق ہے یا بیشک قرآن یقینی حق ہے کہ اس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش ہی نہیں۔

آیت 52 فرمایا کہ اے حبیب! آپ اپنے عظمت والے رب عزّوجلّ کی ہر طرح کے نقص وعیب سے پاکی بیان کریں اور اس کا شکر ادا کریں کہ اُس نے تمہاری طرف اپنے اس جلیل کلام کی وحی فرمائی۔

سورۂ معارج کا تعارف یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں 2 رکوع اور 44 آیتیں ہیں۔ معارج کا معنی ہے بلندیاں اور اس سورت کی تیسری آیت میں مذکور لفظ ''اَلْمَعَارِجْ'' کی مناسبت سے اس کا نام سورۂ معارج رکھا گیا ہے۔ **خلاصۂ مضامین:** اس سورت میں بتایا گیا کہ کفارِ مکہ جس عذاب کا مذاق اُڑاتے ہیں اور اس کے جلد نازل ہونے کا مطالبہ کرتے ہیں وہ عذاب ان پر واقع ہونے والا ہے۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو کفار کی طرف سے پہنچنے والی اَذِیّتوں پر صبر کرنے کی تلقین کی گئی۔ قیامت، جہنم اور اس کے عذاب کی ہَولناکیاں بیان کی گئیں اور کافروں کا اُخروی حال بتایا گیا۔ یہ بتایا گیا کہ عام انسان کو جب کوئی ناگوار حالت پیش آتی ہے تو وہ اس پر صبر نہیں کرتا اور جب اسے مال ملتا ہے تو وہ اسے راہِ خدا میں خرچ نہیں کرتا۔ مسلمانوں کے آٹھ وہ اوصاف بیان ہوئے جن کی وجہ سے وہ مشرکین سے ممتاز ہیں۔ آخر میں کفارِ مکہ کی سرزَنِش کی گئی اور کفار کا اُخروی انجام بیان کیا گیا۔

آیت 1-3 کفارِ مکہ نے پوچھا کہ عذابِ الٰہی کا شکار کون ہوگا؟ تو فرمایا گیا ہے کہ یہ عذاب کافروں پر نازل ہونے والا ہے، اس عذاب کو

ذِی الۡمَعَارِجِ ؕ﴿۳﴾ تَعۡرُجُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ وَ الرُّوۡحُ اِلَیۡہِ فِیۡ یَوۡمٍ کَانَ مِقۡدَارُہٗ خَمۡسِیۡنَ

جو بلندیوں کا مالک ہے ○ فرشتے اور جبریل اس کی بارگاہ کی طرف چڑھتے ہیں، (وہ عذاب) اس دن میں ہوگا جس کی مقدار پچاس

اَلۡفَ سَنَۃٍ ۚ﴿۴﴾ فَاصۡبِرۡ صَبۡرًا جَمِیۡلًا ﴿۵﴾ اِنَّہُمۡ یَرَوۡنَہٗ بَعِیۡدًا ۙ﴿۶﴾ وَّ نَرٰىہُ قَرِیۡبًا ؕ﴿۷﴾ یَوۡمَ

ہزار سال ہے ○ تو تم اچھی طرح صبر کرو ○ بیشک وہ اسے دور سمجھ رہے ہیں ○ اور ہم اسے قریب دیکھ رہے ہیں ○ جس دن

تَکُوۡنُ السَّمَآءُ کَالۡمُہۡلِ ۙ﴿۸﴾ وَ تَکُوۡنُ الۡجِبَالُ کَالۡعِہۡنِ ۙ﴿۹﴾ وَ لَا یَسۡـَٔلُ حَمِیۡمٌ حَمِیۡمًا ﴿ۚۖ۱۰﴾

آسمان پگھلی ہوئی چاندی جیسا ہوجائے گا ○ اور پہاڑ اون کی طرح ہلکے ہوجائیں گے ○ اور کوئی دوست کسی دوست سے حال نہ پوچھے گا ○

یُّبَصَّرُوۡنَہُمۡ ؕ یَوَدُّ الۡمُجۡرِمُ لَوۡ یَفۡتَدِیۡ مِنۡ عَذَابِ یَوۡمِئِذٍۭ بِبَنِیۡہِ ﴿ۙ۱۱﴾ وَ صَاحِبَتِہٖ

وہ ان کو دکھائے جارہے ہوں گے۔ مجرم آرزو کرے گا، کاش! اس دن کے عذاب سے چھوٹنے کے بدلے میں اپنے بیٹے دیدے ○ اور اپنی بیوی

کوئی ٹال نہیں سکتا اور یہ عذاب اس اللہ تعالیٰ کی طرف سے واقع ہوگا جو ساتوں آسمانوں کا مالک ہے۔

آیت 4 مزید فرمایا کہ فرشتے اور حضرت جبریل علیہ السّلام قرب کے اس مقام کی طرف چڑھتے ہیں جو آسمان میں اللہ تعالیٰ کے احکام نازل ہونے کی جگہ ہے اور عالَم میں تَصَرُّف کرنے والے فرشتے وہاں سے اَحکام وصول کرتے ہیں۔ یہاں حضرت جبریل علیہ السّلام کے اعلیٰ مقام کی وجہ سے بطورِ خاص ان کا ذکر ہوا اگرچہ وہ جملہ فرشتوں میں داخل ہیں۔ مزید فرمایا: **اس دن میں ہوگا۔** اس کا ایک معنی یہ ہے کہ اگر فرشتوں کے علاوہ کوئی انسان ساتویں زمین کے نیچے سے اس مقام تک چڑھے جہاں سے اللہ تعالیٰ کے احکام نازل ہوتے ہیں تو وہ پچاس ہزار سال سے پہلے وہاں تک نہیں پہنچ سکتا جبکہ فرشتہ ایک لمحے میں یہ فاصلہ طے کرلیتا ہے۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ کفار پر وہ عذاب قیامت کے دن ہوگا جس کی مقدار دُنْیَوی سالوں کے حساب سے پچاس ہزار سال ہے۔ **اہم بات:** قیامت کی سختیوں کی وجہ سے بعض کفار کو وہ دن پچاس ہزار سال کے برابر لگے گا جیسا کہ یہاں ذکر ہوا اور بعض کو دوسرے اعتبار سے ایک ہزار سال جتنا لگے گا جبکہ مومن کیلئے وہ دن دنیا میں ادا کی جانے والی ایک فرض نماز سے بھی کم ہوگا۔

آیت 5-7 اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا: اے حبیب! آپ اپنی قوم کی طرف سے پہنچنے والی اَذِیَّتوں پر اور مذاق کے طور پر عذاب کا مطالبہ کرنے پر صبر جمیل فرمائیں اور کفار کی سختی پر تنگدل نہ ہوں کیونکہ کفارِ مکہ اس عذاب کو اپنے گمان میں بعید، بہت دور یعنی ناممکن سمجھ رہے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ واقع ہونے والا ہی نہیں اور اسی وجہ سے عذاب کا مطالبہ کرتے ہیں جبکہ ہم جانتے ہیں کہ یہ ہماری قدرت سے کوئی بعید نہیں اور نہ ہی ان پر عذاب نازل کرنا ہمارے لئے کوئی مشکل ہے۔

آیت 8،9 فرمایا: ایک مانگنے والے نے وہ عذاب مانگا ہے جو اس دن واقع ہوگا جس دن آسمان پگھلی ہوئی چاندی جیسا ہوجائے گا اور پہاڑ اُون کی طرح ہلکے ہوجائیں گے اور ہوا میں اُڑتے پھریں گے۔ اس دن کی دہشت اور ہَولناکی تصوُّر سے بالاتر ہے۔

آیت 10-14 قیامت کے دن کی ہولناکی کی وجہ سے کوئی دوست کسی دوست سے یہ نہیں پوچھے گا کہ تیرا حال کیا ہے اور نہ ہی اس سے کوئی بات کرے گا حالانکہ وہ دوست ان دوسرے دوستوں کو دکھائے جارہے ہوں گے اور وہ ایک دوسرے کو پہچانیں گے لیکن

وَ اَخِیْهِ ۝۱۲ وَ فَصِیْلَتِهِ الَّتِیْ تُـْٔوِیْهِ ۝۱۳ وَ مَنْ فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ثُمَّ یُنْجِیْهِ ۝۱۴

اور اپنا بھائی ○ اور اپنا وہ کنبہ جو اسے پناہ دیتا ہے ○ اور جتنے لوگ زمین میں ہیں سب کے سب، پھر یہ (بدلہ دینا) اسے بچالے ○

كَلَّا ؕ اِنَّهَا لَظٰى ۝۱۵ نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى ۝۱۶ تَدْعُوْا مَنْ اَدْبَرَ وَ تَوَلّٰى ۝۱۷ وَ جَمَعَ فَاَوْعٰى ۝۱۸

ہرگز نہیں، وہ تو بھڑکتی آگ ہے ○ کھال کھینچ لینے والی ○ بلارہی ہے اسے جس نے پیٹھ پھیری اور منہ موڑا ○ اور جوڑ کر رکھا پھر (اسے) محفوظ کرلیا ○

اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا ۝۱۹ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا ۝۲۰ وَّ اِذَا مَسَّهُ الْخَیْرُ

بیشک آدمی بڑا بے صبرا حریص پیدا کیا گیا ہے ○ جب اسے برائی پہنچے تو سخت گھبرانے والا ہو جاتا ہے ○ اور جب اسے بھلائی پہنچے

اپنے حال میں ایسے مبتلا ہوں گے کہ نہ اُن سے حال پوچھیں گے اور نہ بات کرسکیں گے۔ اس دن کافر یہ آرزو کرے گا: کاش! قیامت کے دن کے عذاب سے چھوٹنے کے بدلے میں مجھ سے میرے (محبوب ترین) بیٹے لے لئے جائیں، اور (زندگی بھر) میرا ساتھ نبھانے والی بیوی لے لی جائے اور دنیا میں میری مدد کرنے والے میرے بھائی لے لئے جائیں اور میرا وہ کنبہ لے لیا جائے جو مجھے اپنے پاس جگہ دیتا تھا، حتی کہ وہ یہ تمنا کرے گا کہ جتنے لوگ زمین میں ہیں سب اس کے ماتحت ہوں اور وہ ان سب کو فدیے میں دیدے اور پھر یہ بدلہ دینا اسے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچالے۔ **درس:** جن بیوی بچوں کی خاطر بندہ حرام کماتا اور گناہ کرتا ہے، قیامت میں وہ کام نہیں آئیں گے۔ اس لئے ان کی خاطر آخرت برباد نہ کی جائے۔

آیت 15، 16 یہاں کافر کی تمنا کارد کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ یہ سب کچھ فدیے میں دے دینا ہرگز اس کے کام نہ آئے گا اور نہ اسے کسی طرح عذاب سے بچاسکے گا۔ وہ جہنم تو کافروں پر بھڑکتی آگ ہے اور وہ ان (کے جسم) کی کھال کھینچ لے گی یہاں تک کہ ان کے جسم پر گوشت اور کھال (کا نشان تک) باقی نہ رہے گا۔ **اہم بات:** ایک بار کھال جل جانے کے بعد سزا ختم نہ ہوگی بلکہ اللہ تعالیٰ دوبارہ ان کے جسم پر کھال پیدا کردے گا تاکہ یہ عذاب کا مزہ چکھتے رہیں۔

آیت 17، 18 جہنم نام لے لے کر کہ اے کافر میرے پاس آ، اے منافق میرے پاس آ، اسے اپنی طرف بلائے گی جس نے حق قبول کرنے سے پیٹھ پھیری اور ایمان لانے سے اِعراض کیا اور اپنا مال جوڑ کر رکھا پھر اسے محفوظ کرلیا اور اس مال کے واجب حقوق ادا نہ کئے۔ جہنم کا یہ بلانا یا تو زبانِ حال سے ہوگا یا اللہ تعالیٰ آگ میں کلام کرنے کی صلاحیت پیدا کردے گا اور وہ کلام کرے گی یا جہنم پر مامور فرشتے بلائیں گے۔ **درس:** دنیا کی محبت، مال کی حرص اور نفسانی خواہشات، آخرت کے خسارے کا سبب ہیں۔

آیت 19-21 بیشک انسان بڑا بے صبرا اور حریص پیدا کیا گیا ہے کہ جب اسے تنگ دستی اور بیماری وغیرہ کی صورت میں کوئی برائی پہنچتی ہے تو وہ سخت گھبرانے والا ہو جاتا ہے یعنی وہ اس پر صبر نہیں کرتا اور جب اسے مال و دولت کی صورت میں کوئی بھلائی پہنچتی ہے تو وہ اسے اپنے پاس روک رکھنے والا ہو جاتا ہے۔ **درس:** غربت، تنگدستی اور ناداری کا سامنا ہو یا کسی بیماری وغیرہ میں مبتلا ہو جائے تو اس پر بے صبری اور شکوہ شکایت سے بچنا اور رضائے الٰہی پر راضی رہنا چاہیے، البتہ تنگدستی دور کرنے کے لئے محنت اور جدوجہد کرے، مرض کا علاج کروائے اور بارگاہِ الٰہی میں آسانی اور شفا کی دعا بھی کرتا رہے اور جب اللہ تعالیٰ اسے فراخ دستی اور شفا عطا فرمادے تو شکر ادا کرے، اطاعت میں مصروف رہے اور خدا کا دیا ہوا مال اسی کی راہ میں خرچ کرتا رہے۔

مَنُوْعًا ﴿٢١﴾ اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ ﴿٢٢﴾ الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ ﴿٢٣﴾ وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ

تو بہت روک رکھنے والا ہو جاتا ہے ○ مگر وہ نمازی ○ جو اپنی نماز کی ہمیشہ پابندی کرنے والے ہیں ○ اور وہ جن کے مال میں

حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ﴿٢٤﴾ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ﴿٢٥﴾ وَالَّذِيْنَ يُصَدِّقُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ﴿٢٦﴾

ایک معلوم حق ہے ○ اس کے لیے جو مانگے اور اس کے لیے جو محروم رہے ○ اور وہ لوگ جو انصاف کے دن کی تصدیق کرتے ہیں ○

وَالَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ﴿٢٧﴾ اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَاْمُوْنٍ ﴿٢٨﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ

اور وہ جو اپنے رب کے عذاب سے ڈر رہے ہیں ○ بیشک ان کے رب کا عذاب بے خوف ہونے کی چیز نہیں ہے ○ اور وہ جو

آیت 22،23 یہاں سے ان لوگوں کے بارے میں بیان کیا گیا ہے جن میں حرص اور بے صبری نہیں پائی جاتی اور یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے اوپر فرض پانچوں نمازیں ان کے اوقات میں پابندی سے ادا کرتے ہیں۔ **اہم بات:** اللہ تعالیٰ مومن بندے کو خشوع و خضوع والی نماز کی برکت سے دُنیوی عیوب مثلاً حرص اور ہَوَس وغیرہ سے بچالے گا۔

آیت 24،25 ان لوگوں میں بھی حرص اور بے صبری نہیں پائی جاتی جن کے مال میں سائل اور محروم کے لئے ایک معلوم حق ہے۔ معلوم حق سے مراد زکوٰۃ ہے جس کی مقدار معلوم ہے یا وہ صدقہ مراد ہے جو آدمی اپنے آپ پر مُعَیَّن کرلے اور اُسے مُعَیَّن اوقات میں ادا کیا کرے۔ **اہم باتیں:** (1) مستحب صدقات کیلئے اپنی طرف سے وقت مُعَیَّن کرنا شریعت میں جائز اور قابلِ تعریف ہے۔ (2) سائل سے مراد وہ شخص ہے جو حاجت کے وقت سوال کرے اور محروم سے مراد وہ شخص ہے جو حاجت کے باوجود حیا کی وجہ سے نہیں مانگتا اور اس کی محتاجی ظاہر نہیں ہوتی۔ **درس:** فقیروں، مسکینوں اور محتاجوں کا خیال رکھنا چاہئے اور انہیں اپنے مالوں میں سے کچھ نہ کچھ مال دیتے رہنا چاہئے۔

آیت 26 اس آیت میں تیسرا وصف بیان کیا گیا کہ ان لوگوں میں حرص اور بے صبری نہیں پائی جاتی جو اُخروی ثواب کی امید میں اپنی جانوں کو بدنی اور مالی عبادتوں میں مصروف رکھ کر اپنے اعمال کے ذریعے انصاف کے دن کی تصدیق کرتے ہیں اور مرنے کے بعد اُٹھنے، حشر و نشر، جزاء اور قیامت ان سب چیزوں پر ایمان رکھتے ہیں۔

آیت 27 یہاں چوتھا وصف بیان کیا گیا کہ ان لوگوں میں حرص اور بے صبری نہیں پائی جاتی جو فرض عبادات کے علاوہ بھی نیک اعمال بکثرت کرنے کے باوجود اپنی کوتاہیوں کی وجہ سے عذابِ الٰہی سے ڈر رہے ہیں کہ نجانے ان کے وہ اعمال قبول ہوتے بھی ہیں یا نہیں۔ **درس:** نیک بندے گناہوں سے بچتے رہنے اور بکثرت نیک اعمال کرنے کے باوجود عذابِ الٰہی کا خوف اپنے دلوں میں رکھتے ہیں اور انہیں اپنے اعمال رد ہو جانے کا خدشہ رہتا ہے۔

آیت 28 اس کا معنی یہ ہے کہ انسان چاہے کتنا ہی نیک، پارسا اور عبادت و اطاعت کی کثرت کرنے والا ہو لیکن اسے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بے خوف نہیں ہونا چاہئے۔ یا یہ معنی ہے کہ انسان کے لئے ممکن نہیں کہ وہ فرض عبادات اسی طرح ادا کرتا رہے جس طرح ادا کرنی چاہئیں اور تمام ممنوعات سے اسی طرح بچتا رہے جیسا بچنے کا حق ہے بلکہ کبھی دونوں طرف سے اس سے خطا واقع ہو جاتی ہے لہٰذا اسے چاہئے کہ وہ خوف اور امید کے درمیان رہے۔

آیت 29،30 ان دو آیات میں پانچواں وصف بیان کیا گیا کہ ان لوگوں میں حرص اور بے صبری نہیں پائی جاتی جو اپنی بیویوں یا اپنی

لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ﴿٢٩﴾ اِلَّا عَلٰۤى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ﴿٣٠﴾

اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں ○ مگر اپنی بیویوں یا اپنی کنیزوں سے تو بیشک ان پر کچھ ملامت نہیں ○

فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ﴿٣١﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ

تو جو ان دو کے سوا اور کوئی صورت چاہیں تو وہی حد سے بڑھنے والے ہیں ○ اور وہ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی

رٰعُوْنَ ﴿٣٢﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآئِمُوْنَ ﴿٣٣﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ﴿٣٤﴾

حفاظت کرنے والے ہیں ○ اور وہ جو اپنی گواہیوں پر قائم رہنے والے ہیں ○ اور وہ جو اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں ○

اُولٰٓئِكَ فِيْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ ﴿٣٥﴾ فَمَالِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا قِبَلَكَ مُهْطِعِيْنَ ﴿٣٦﴾ عَنِ الْيَمِيْنِ ع ١٥

یہ لوگ وہ ہیں جن کی (جنت کے) باغوں میں عزت کی جائے گی ○ تو ان کافروں کو کیا ہوا تمہاری طرف تیز نگاہ سے دیکھتے ہیں ○ گروہ کے گروہ دائیں

کنیزوں کے علاوہ دیگر لوگوں سے اپنی شرمگاہوں کی گناہ کے ارتکاب سے حفاظت کرتے ہیں تو بیشک اپنی بیویوں اور کنیزوں سے جنسی تعلقات پر کچھ ملامت نہیں۔

آیت 31 جو لوگ اپنی بیویوں اور اپنی ملکیّت میں موجود (ان) کنیزوں (جن سے صحبت حلال ہے) کے علاوہ (شہوت پوری کرنے کی) کوئی اور صورت چاہیں تو وہی لوگ حد سے بڑھنے والے ہیں کہ حلال سے حرام کی طرف تجاوُز کرتے ہیں۔

آیت 32 اس آیت میں چھٹا وصف بیان کیا گیا کہ ان لوگوں میں حرص اور بے صبری نہیں پائی جاتی جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی حفاظت کرنے والے ہیں کہ امانت میں خیانت نہیں کرتے اور نہ ہی عہد توڑتے ہیں۔ یہاں امانت میں شرعی امانتیں اور بندوں کی امانتیں دونوں داخل ہیں اور عہد میں مخلوق کے ساتھ کئے ہوئے عہد اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کئے ہوئے عہد نذریں اور قسمیں بھی داخل ہیں۔ **درس:** امانت کی پاسداری اور عہد کی پابندی ہمارے آقا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی عظیم سنت اور اسلام کا نہایت تاکیدی حکم ہے۔

آیت 33 اس آیت میں ساتواں وصف بیان کیا گیا کہ وہ انصاف کے ساتھ گواہی دیتے اور اس پر قائم رہتے ہیں، نہ اس میں رشتہ داری کا پاس کرتے ہیں نہ زبردست کو کمزور پر ترجیح دیتے ہیں اور نہ کسی حق دار کا حق تلف کرنا گوارا کرتے ہیں۔ بعض مفسرین کے نزدیک یہاں گواہی سے مراد توحید (اور رسالت) کی گواہی پر قائم رہنا ہے۔

آیت 34 اس آیت میں آٹھواں وصف بیان کیا گیا کہ ان لوگوں میں حرص اور بے صبری نہیں پائی جاتی جو اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں۔ یہاں نماز کا دوبارہ ذکر اس لئے فرمایا گیا ہے کہ نماز بہت اہم ہے یا ایک جگہ فرائض اور دوسری جگہ نوافل مراد ہیں۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ اس سے پہلی آیت میں ہمیشہ نماز پڑھنا اور اس کے وقت میں پڑھنا مراد ہے اور یہاں نماز کی حفاظت کرنے کا بیان ہے اور حفاظت سے مراد یہ ہے کہ وہ نماز کے ارکان، واجبات، سنتوں اور مُستحبات کو کامل طور پر ادا کرتے ہیں۔

آیت 35 فرمایا کہ جن لوگوں میں یہ اوصاف پائے جاتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کی جنت کے باغوں میں اَبدی ثواب اور سَرمَدی جزا کے ذریعے عزت کی جائے گی۔

آیت 36-39 **شانِ نزول:** یہ آیت ان کفار کے بارے میں نازل ہوئی جو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے گرد حلقے باندھ کر گروہ کے

وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِيْنَ ﴿۳۷﴾ اَيَطْمَعُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيْمٍ ﴿۳۸﴾ كَلَّا ۭ اِنَّا

اور بائیں جانب سے ○ کیا ان میں ہر شخص یہ طمع کرتا ہے کہ اسے چین کے باغ میں داخل کیا جائے گا ○ ہر گز نہیں، بیشک ہم نے

خَلَقْنٰهُمْ مِّمَّا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾ فَلَآ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ ﴿۴۰﴾ عَلٰٓى اَنْ

انہیں اس چیز سے پیدا کیا جسے جانتے ہیں ○ تو مجھے تمام مشرقوں اور تمام مغربوں کے رب کی قسم، بیشک ہم ضرور قادر ہیں ○ اس بات پر کہ

نُّبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ ۙ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ﴿۴۱﴾ فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا وَيَلْعَبُوْا حَتّٰى يُلٰقُوْا

ان سے اچھے لوگ بدل دیں اور کوئی ہم سے نکل کر نہیں جاسکتا ○ تو انہیں اپنی بیہودگیوں میں پڑے اور کھیلتے ہوئے چھوڑ دو یہاں تک کہ اپنے

يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ﴿۴۲﴾ يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ

اس دن سے ملیں جس کا انہیں وعدہ دیا جاتا ہے ○ جس دن قبروں سے جلدی کرتے ہوئے نکلیں گے گویا وہ نشانوں کی طرف

ع ۲ ۸ يُّوْفِضُوْنَ ﴿۴۳﴾ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۭ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ﴿۴۴﴾ ع

لپک رہے ہیں ○ ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی، ان پر ذلت چڑھ رہی ہوگی، یہ وہ دن ہے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا تھا ○

گروہ جمع ہوتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا مبارک کلام سن کر اسے جھٹلاتے، مذاق اُڑاتے اور کہتے تھے کہ اگر یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے جیسا کہ محمد (مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) فرماتے ہیں تو ہم ضرور ان سے پہلے جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ ان کے جواب میں فرمایا گیا کہ اے حبیب! ان کافروں کا کیا حال ہے جو آپ کے پاس بیٹھتے اور گردنیں اُٹھا اُٹھا کر دیکھتے بھی ہیں پھر بھی جو آپ سے سنتے ہیں اس سے نفع نہیں اُٹھاتے۔ کیا ان میں سے ہر کوئی یہ طمع کرتا ہے کہ اسے ایمان والوں کی طرح چین کے باغ میں داخل کیا جائے گا! ہرگز اسے داخل نہیں کیا جائے گا (کیونکہ) ہم نے سب آدمیوں کی طرح انہیں بھی منی سے پیدا کیا ہے اور صرف منی سے پیدا ہو جانا جنتی ہونے کا سبب نہیں بلکہ جنت میں داخل ہونے کا ذریعہ تو ایمان اور نیک اعمال ہیں اور جب وہ ایمان ہی نہیں لائے تو رب تعالیٰ کے یہ شایانِ شان نہیں کہ وہ انہیں جنت میں داخل کر دے۔

آیت 40، 41 جب معاملہ یہ ہے کہ ہم نے انہیں منی سے پیدا کر دیا تو مجھے سورج کے طلوع اور غروب ہونے کی تمام جگہوں کے مالک رب کی قسم! بیشک ہم اس بات پر ضرور قادر ہیں کہ انہیں ان کے جرموں کی وجہ سے ہلاک کر دیں اور ان کی بجائے وہ لوگ پیدا کر دیں جو ان جیسے نہ ہوں بلکہ وہ ہمارے فرمانبردار ہوں اور ہم انہیں ہلاک کرنے اور دوسرے لوگ پیدا کرنے سے عاجز نہیں لیکن ہماری حکمت اور مشیَّت کا تقاضا ہے کہ ان کی سزا کو مُؤخَّر کیا جائے۔

آیت 42-44 اے حبیب! جو مشرکین آپ کے دائیں بائیں بیٹھ کر آپ کی طرف تیز نگاہ سے دیکھتے ہیں ان کے ایمان قبول نہ کرنے پر غم نہ کریں بلکہ انہیں چھوڑ دیں کہ یہ اپنی بیہودگیوں میں پڑے رہیں اور اپنی دنیا میں کھیلتے رہیں یہاں تک کہ اپنے عذاب کے اس دن سے ملیں جس کا انہیں وعدہ دیا جاتا ہے اور یہ وہ دن ہے جس دن یہ قبروں سے جلدی کرتے ہوئے محشر کی طرف اس طرح نکلیں گے گویا

اٰیاتھا ٢٨ | ٧١ سُوْرَةُ نُوْحٍ مَّكِّيَّةٌ ٧١ | رکوعاتھا ٢

سورۂ نوح مکیہ ہے، اس میں اٹھائیس آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنَا نُوۡحًا اِلٰى قَوۡمِهٖۤ اَنۡ اَنۡذِرۡ قَوۡمَكَ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ يَّاۡتِيَهُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ ①

بیشک ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا کہ اس وقت سے پہلے اپنی قوم کو ڈرا کہ ان پر دردناک عذاب آئے○

قَالَ يٰقَوۡمِ اِنِّىۡ لَـكُمۡ نَذِيۡرٌ مُّبِيۡنٌ ۙ② اَنِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوۡهُ وَاَطِيۡعُوۡنِ ۙ③

اس نے فرمایا: اے میری قوم! بیشک میں تمہارے لیے کھلا ڈر سنانے والا ہوں○ کہ اللہ کی بندگی کرو اور اس سے ڈرو اور میرا حکم مانو○

يَغۡفِرۡ لَـكُمۡ مِّنۡ ذُنُوۡبِكُمۡ وَيُؤَخِّرۡكُمۡ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَآءَ لَا يُؤَخَّرُ ۘ وقف لازم

وہ تمہارے کچھ گناہ بخش دے گا اور ایک مقررہ مدت تک تمہیں مہلت دے گا بیشک اللہ کی مقررہ مدت جب آجائے تو اسے پیچھے نہیں کیا جاتا۔

وہ اپنے مقررہ نشانوں کی طرف ایسے لپک رہے ہیں جیسے جھنڈے گاڑنے والے اپنے جھنڈے کی طرف دوڑتے ہیں اور اس وقت ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی، ان پر ذلت چڑھ رہی ہوگی اور قیامت کا دن ان کا وہ دن ہے جس کا ان سے دنیا میں وعدہ کیا جاتا تھا اور وہ اسے جھٹلاتے تھے۔

سورۂ نوح کا تعارف یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں 2 رکوع اور 28 آیتیں ہیں۔ اس سورت میں چونکہ حضرت نوح علیہ السّلام اور ان کی قوم کا واقعہ بیان کیا گیا ہے اس مناسبت سے اسے ''سورۂ نوح'' کہتے ہیں۔ **خلاصۂ مضامین:** اس سورت میں حضرت نوح علیہ السّلام اور ان کی قوم کا واقعہ تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

آیت 1 حضرت نوح علیہ السّلام کی قوم بتوں کی پُجاری تھی، اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السّلام کو ان کی قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجا اور انہیں یہ حکم دیا کہ وہ اپنی قوم کو پہلے سے ہی ڈرا دیں کہ اگر وہ ایمان نہ لائے تو ان پر دنیا و آخرت کا دردناک عذاب آئے گا تاکہ ان کے لئے اصلاً کوئی عذر باقی نہ رہے۔ **اہم بات:** حضرت نوح علیہ السّلام وہ سب سے پہلے رسول ہیں جنہوں نے کفار کو تبلیغ کی اور سب سے پہلے آپ علیہ السّلام کی قوم پر ہی دُنیوی عذاب آیا۔

آیت 2-4 حضرت نوح علیہ السّلام نے اپنی قوم سے فرمایا: اے میری قوم! میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کھلا ڈر سنانے والا ہوں اور تمہیں حکم دیتا ہوں کہ تم اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت کا اقرار کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ اور اس کی نافرمانیوں سے بچ کر اس سے ڈرو اور ان تمام باتوں میں میرا حکم مانو جنہیں کرنے کا کہوں اور جنہیں کرنے سے منع کروں۔ اگر تم نے میرے احکامات کی تعمیل کی اور جو چیزیں دے کر میں تمہاری طرف بھیجا گیا ہوں، تم نے ان کی تصدیق کی تو اللہ تعالیٰ تمہارے کچھ وہ گناہ بخش دے گا جو تم سے ایمان لانے تک

لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝۴ قَالَ رَبِّ اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلًا وَّ نَهَارًا ۝۵ فَلَمْ یَزِدْهُمْ دُعَآءِیْۤ

کیاہی اچھاہوتا اگر تم جانتے ۝ عرض کی: اے میرے رب! بیشک میں نے اپنی قوم کو رات دن دعوت دی ۝ تو میرے بلانے سے ان کے بھاگنے میں ہی

اِلَّا فِرَارًا ۝۶ وَ اِنِّیْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوْۤا اَصَابِعَهُمْ فِیْۤ اٰذَانِهِمْ وَ اسْتَغْشَوْا ثِیَابَهُمْ

اضافہ ہوا ۝ اور بیشک میں نے جتنی بار انہیں بلایا تاکہ تو انہیں بخش دے تو انہوں نے اپنے کانوں میں اپنی انگلیاں ڈال لیں اور اپنے کپڑے اوڑھ لیے

وَ اَصَرُّوْا وَ اسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا ۝۷ ثُمَّ اِنِّیْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ۝۸ ثُمَّ اِنِّیْۤ اَعْلَنْتُ لَهُمْ

اوروہ ڈٹ گئے اور بڑا تکبر کیا ۝ پھر یقیناً میں نے انہیں بلند آواز سے دعوت دی ۝ پھر یقیناً میں نے ان سے اعلانیہ بھی کہا

وَ اَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا ۝۹ فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۝۱۰ یُّرْسِلِ

اور آہستہ خفیہ بھی کہا ۝ تو میں نے کہا: (اے لوگو!) اپنے رب سے معافی مانگو، بیشک وہ بڑا معاف فرمانے والا ہے ۝ وہ تم پر

صادر ہوئے ہوں گے یا وہ گناہ بخش دے گا جو بندوں کے حقوق سے متعلق نہ ہوں گے اور اللہ تعالیٰ موت کے وقت تک تمہیں مہلت دے گا کہ اس دوران تم پر قحط وغیرہ کی صورت میں کوئی عذاب نہ فرمائے گا لہٰذا تم عذاب آنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے میں جلدی کرلو کیونکہ جب اللہ تعالیٰ کا وعدہ آجاتا ہے تو اسے مُؤخَّر نہیں کیا جاتا، اگر تم اس بات کو جانتے تو ضرور ایمان لے آتے۔

آیت 5-9 جب قوم نے حضرت نوح علیہ السّلام کی بات نہ مانی تو آپ علیہ السّلام نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی: اے میرے رب! (تو جانتا ہے کہ) میں نے اپنی قوم کو رات دن تیری توحید اور تیری عبادت کی طرف بلایا، تیرے عذاب اور تیری قدرت سے ڈرایا لیکن میرے بلانے سے ان کے بھاگنے میں ہی اضافہ ہوا اور میں نے جتنی بار انہیں تیری وحدانیّت کا اقرار کرنے، تیرے احکامات پر عمل کرنے کی طرف بلایا تاکہ تو انہیں بخش دے تو انہوں نے اپنے کانوں میں انگلیاں ڈال لیں تاکہ میری دعوت کو سن نہ سکیں اور اپنے کپڑے اوڑھ لیے اور منہ چُھپالئے تاکہ مجھے دیکھ نہ سکیں کیونکہ انہیں اللہ تعالیٰ کے دین کی طرف نصیحت کرنے والے کو دیکھنا بھی گوارا نہ تھا اور وہ اپنے شرک و کفر پر ڈٹ گئے اور بڑا تکبُّر کیا اور میری دعوت کو قبول کرنا اپنی شان کے خلاف جانا۔ پھر میں نے انہیں محفلوں میں اس طرف بلند آواز سے اعلانیہ بلایا جس طرف بلانے کا تو نے مجھے حکم دیا تھا، پھر میں نے ان سے اعلانیہ بھی کہا اور اعلانیہ دعوت دینے کی تکرار بھی کی اور ایک ایک سے آہستہ اور خفیہ بھی کہا۔

آیت 10-12 حضرت نوح علیہ السّلام کی قوم لمبے عرصے تک آپ علیہ السّلام کو جھٹلاتی رہی تو اللہ تعالیٰ نے اُن سے بارش روک دی اور چالیس سال تک ان کی عورتوں کو بانجھ کردیا، ان کے مال ہلاک ہوگئے اور جانور مرگئے، تو حضرت نوح علیہ السّلام نے ان سے فرمایا: اے لوگو! تم اپنے رب عزّوجلّ کے ساتھ کفر و شرک کرنے پر اس سے معافی مانگو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لاکر اس سے مغفرت طلب کرو تاکہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنی رحمتوں کے دروازے کھول دے، بیشک اللہ تعالیٰ اُسے بڑا معاف فرمانے والا ہے جو (سچے دل سے) اس کی بارگاہ میں رجوع کرے، اگر تم توبہ کرلوگے اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت کا اقرار کرکے صرف اسی کی عبادت کروگے تو وہ تم پر موسلا دھار بارش بھیجے گا اور مال اور بیٹوں میں اضافے سے تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے لیے باغات بنادے گا اور تمہارے لیے نہریں بنائے گا تاکہ ان سے تم

السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ﴿١١﴾ وَّ يُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّ بَنِيْنَ وَ يَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّ

موسلا دھار بارش بھیجے گا اور مالوں اور بیٹوں سے تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے لیے باغات بنادے گا اور

يَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ﴿١٢﴾ مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا ﴿١٣﴾ وَ قَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا ﴿١٤﴾

تمہارے لیے نہریں بنائے گا۔ تمہیں کیا ہوا کہ تم اللہ سے عزت کی امید نہیں رکھتے۔ حالانکہ اس نے تمہیں کئی حالتوں سے گزار کر بنایا۔

اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ﴿١٥﴾ وَّ جَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا وَّ

کیا تم نے دیکھا نہیں کہ اللہ نے ایک دوسرے کے اوپر کیسے سات آسمان بنائے ؟ اور ان میں چاند کو روشن کیا اور

جَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا ﴿١٦﴾ وَ اللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا ﴿١٧﴾ ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ فِيْهَا وَ

سورج کو چراغ بنایا۔ اور اللہ نے تمہیں سبزے کی طرح زمین سے اُگایا۔ پھر تمہیں اسی میں لوٹائے گا اور

يُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا ﴿١٨﴾ وَ اللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًا ﴿١٩﴾ لِّتَسْلُكُوْا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا ﴿٢٠﴾ ع

تمہیں دوبارہ نکالے گا۔ اور اللہ نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا بنایا۔ تاکہ تم اس کے وسیع راستوں میں چلو۔

اپنے باغات اور کھیتیوں کو سیراب کرو۔ **اہم باتیں:** (1) بارگاہِ الٰہی میں توبہ واستغفار کرنے سے بے شمار دینی اور دُنیوی فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ (2) اولاد کے حصول، بارش کی طلب، تنگدستی سے نجات اور پیداوار کی کثرت کے لئے استغفار کرنا بہت مُجرَّب قرآنی عمل ہے۔

آیت 13، 14 حضرت نوح علیہ السّلام نے اپنی قوم سے فرمایا: تمہیں کیا ہوا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ پر ایمان لا کر اس سے عزت حاصل کرنے کی امید نہیں رکھتے حالانکہ اس نے تمہیں کئی حالتوں سے گزار کر بنایا کہ پہلے تم نطفہ کی صورت میں ہوئے، پھر تمہیں خون کا لوتھڑا بنایا، پھر گوشت کا ٹکڑا بنایا یہاں تک کہ اس نے تمہاری خِلقت کامل کی، اور تمہارا اپنی تخلیق میں نظر کرنا اللہ تعالیٰ کی خالقِیَّت، قدرت اور اس کی وحدانیَّت پر ایمان لانے کو واجب کرتا ہے۔

آیت 15، 16 حضرت نوح علیہ السّلام نے اپنی قوم سے فرمایا: کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے کے اوپر کیسے سات آسمان بنائے اور ان آسمانوں میں چاند کو روشن کیا اور سورج کو چراغ بنایا کہ وہ دنیا کو روشن کرتا ہے اور دنیا والے اس کی روشنی میں ایسے ہی دیکھتے ہیں جیسے گھر والے چراغ کی روشنی میں دیکھتے ہیں۔ **درس:** آسمان و زمین کے عظیم الشان نظام کی پیچیدگیوں اور حقائق کی دریافت سے سائنس کی نظر کائنات کی عظمت دیکھتی ہے جبکہ مومن کی نظر خالقِ کائنات کی عظمت کو دیکھتی ہے۔

آیت 17، 18 اللہ تعالیٰ نے تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السّلام کو زمین سے پیدا کیا اور تم انہی کی اولاد ہو، پھر اللہ تعالیٰ تمہیں موت کے بعد اسی میں لوٹائے گا اور تمہیں قیامت کے دن اس سے دوبارہ نکالے گا۔

آیت 19، 20 حضرت نوح علیہ السّلام نے قوم کو رب عزّوجلّ کی نعمتیں یاد دلاتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا بنایا تاکہ تم اس کے وسیع راستوں میں اس طرح (بآسانی) چلو جس طرح آدمی اپنے بستر پر چلتا ہے۔ **درس:** دل میں خدا کی یاد اور سوچ

قَالَ نُوْحٌ رَّبِّ اِنَّهُمْ عَصَوْنِیْ وَ اتَّبَعُوْا مَنْ لَّمْ یَزِدْهُ مَالُهٗ وَ وَلَدُهٗۤ اِلَّا خَسَارًا ﴿٢١﴾

نوح نے عرض کی، اے میرے رب! بیشک انہوں نے میری نافرمانی کی اور ایسے کے پیچھے لگ گئے جس کے مال اور اولاد نے اس کے نقصان ہی کو بڑھایا○

وَ مَكَرُوْا مَكْرًا كُبَّارًا ﴿٢٢﴾ وَ قَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَ لَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّ لَا سُوَاعًا ۙ

اور انہوں نے بہت بڑا مکرو فریب کیا○ اورانہوں نے کہا: تم اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا اور ہرگز وَدّ اور سُواع

وَّ لَا یَغُوْثَ وَ یَعُوْقَ وَ نَسْرًا ﴿٢٣﴾ وَ قَدْ اَضَلُّوْا كَثِیْرًا ۚ وَ لَا تَزِدِ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا ضَلٰلًا ﴿٢٤﴾

اور یَغُوث اور یَعُوق اور نَسر (نامی بتوں) کو نہ چھوڑنا○ اور بیشک انہوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کردیا اور تو ظالموں کی گمراہی میں ہی اضافہ کر○

میں تفکر و تدبر کا ملکہ ہو تو زمین و آسمان کی ہر چیز میں قدرتِ خداوندی کے شاہکار نظر آتے ہیں۔

آیت 22،21 حضرت نوح علیہ السّلام نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی: اے میرے رب! بیشک انہوں نے میری نافرمانی کی اور میں نے انہیں جو ایمان لانے اور اِستغفار کرنے کا حکم دیا تھا اِس کو اُنہوں نے نہ مانا اور میری نافرمانی کرنے میں اِن کے عام غریب اور چھوٹے لوگ اُن سرکش رئیسوں اور مال و اولاد والوں کی پیروی کرنے لگے جن کے مال اور اولاد نے اُن کے نقصان ہی کو بڑھایا اور وہ مال کے غرور میں مست ہو کر کفر و سرکشی میں بڑھتے رہے اور ان امیر لوگوں نے بہت بڑے مکرو فریب کئے کہ انہوں نے مجھے جھٹلایا، لوگوں کو ایمان قبول کرنے اور میری دعوت سننے سے روکا، مجھے اور میری پیروی کرنے والوں کو ایذائیں پہنچائیں۔ درس: مال اور اولاد کی زیادتی، غفلت کا سبب بن جاتی ہے۔ لہٰذا کافروں کے مال و دولت اور آسائشوں کو دیکھ کر ان سے مرعوب نہ ہوں اور اپنے مال اور اولاد کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کے ذکر سے غافل نہ ہوں۔

آیت 23 مالدار کفار نے اپنی عوام سے کہا کہ (حضرت نوح علیہ السّلام کی وجہ سے) اپنے معبودوں کی عبادت ہرگز ترک نہ کرنا اور ہرگز وَدّ، سُواع، یَغُوث، یَعُوق اور نَسر کو نہ چھوڑنا۔ وَدّ، سُواع وغیرہ حضرت نوح علیہ السّلام کی قوم کے بتوں کے نام ہیں جنہیں وہ پوجتے تھے۔ اُن لوگوں کے بُت تو بہت تھے مگر یہ پانچ اُن کے نزدیک بڑی عظمت والے تھے اس لئے بطورِ خاص ان پانچوں کا یہاں ذکر کیا گیا۔ وَدّ مرد کی صورت پر، سُواع عورت کی صورت پر، یَغوث شیر کی شکل میں، یَعوق گھوڑے کی شکل میں اور نَسر گدھ کی شکل میں تھا۔ بعض مفسرین کے نزدیک اہلِ عرب تک ان بتوں کے نام پہنچے اور اہلِ عرب نے ان ناموں کے بعض بُت تراش لئے اور ان کی پوجا کرنے لگ گئے۔

آیت 24 حضرت نوح علیہ السّلام نے جب اپنی قوم کے رئیسوں کی وہ بات بیان کی جو انہوں نے اپنی پیروی کرنے والوں سے کہی تھی تو اس کے بعد عرض کی: اور بیشک انہوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کردیا ہے۔ یعنی یہ بُت بہت سے لوگوں کیلئے گمراہی کا سبب بنے ہیں یا یہ معنی ہے کہ قوم کے رئیسوں نے بتوں کی عبادت کرنے کا حکم دے کر بہت سے لوگوں کو گمراہ کردیا ہے اور جب حضرت نوح علیہ السّلام کو وحی کے ذریعے معلوم ہو گیا کہ جو لوگ ایمان لا چکے ہیں ان کے علاوہ قوم میں سے اور لوگ ایمان لانے والے نہیں، تب آپ علیہ السّلام نے یہ دعا کی کہ اے میرے رب! تو بتوں کی پوجا کرنے والے مشرکین کی گمراہی میں ہی اضافہ کر اور اب انہیں ایمان لانے کی توفیق ہی نہ دے۔

مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا ۬ۙ فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا ﴿۲۵﴾ وَ

وہ اپنی خطاؤں کی وجہ سے ڈبو دیئے گئے پھر آگ میں داخل کیے گئے تو انہوں نے اپنے لیے اللہ کے مقابلے میں کوئی مدد گار نہ پائے ○ اور

قَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ﴿۲۶﴾ اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا

نوح نے عرض کی، اے میرے رب! زمین پر کافروں میں سے کوئی بسنے والا نہ چھوڑ ○ بیشک اگر تو انہیں چھوڑ دے گا تو یہ تیرے بندوں کو

عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْۤا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ﴿۲۷﴾ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ

گمراہ کردیں گے اور یہ اولاد بھی ایسی ہی جنیں گے جو بدکار، بڑی ناشکری ہو گی ○ اے میرے رب! مجھے اور میرے ماں باپ کو اور میرے گھر میں

بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا تَبَارًا ﴿۲۸﴾ ع

النصف ع ٢ ٨

حالتِ ایمان میں داخل ہونے والے کو اور سب مسلمان مردوں اور سب مسلمان عورتوں کو بخش دے اور کافروں کی تباہی میں اضافہ فرمادے ○

آیت 25 حضرت نوح علیہ السّلام کا کلام ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ لوگ اپنی خطاؤں کی وجہ سے طوفان میں ڈبو دیئے گئے، پھر غرق ہونے کے بعد آگ میں داخل کیے گئے تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کوئی مددگار نہ پائے جو انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچاسکتے۔ **اہم باتیں:** (1) اس آیت سے ثابت ہوا کہ قبر کا عذاب برحق ہے کیونکہ حضرت نوح علیہ السّلام کی قوم غرق ہونے کے بعد ہی آگ میں داخل کردی گئی اور یہ جہنم کی آگ نہیں ہوسکتی کیونکہ اس آگ میں کفار قیامت کے دن ہی داخل کئے جائیں گے اور ابھی قیامت واقع نہیں ہوئی۔ (2) جس انسان کو عذاب ہونا ہے وہ جہاں بھی مرے اور مرنے کے بعد اس کا جسم کہیں بھی ہو اسے عذاب ہو گا کیونکہ عذابِ قبر سے مراد وہ عذاب ہے جو مرنے کے بعد ہوتا ہے مردہ زمین میں دفن ہو یا نہ ہو اور اس عذاب کو عذابِ قبر اس لئے کہتے ہیں کہ زیادہ تر مُردے زمین میں ہی دفن کئے جاتے ہیں۔

آیت 26،27 جب کئی صدیوں تک تبلیغ کرنے کے باوجود قوم کے کفر پر ہی قائم رہنے کی وجہ سے حضرت نوح علیہ السّلام کو یقین ہو گیا کہ یہ لوگ ہدایت پر آنے والے نہیں تو آپ علیہ السّلام نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی: اے میرے پروردگار! زمین پر ان لوگوں میں سے کوئی بسنے والا نہ چھوڑ جنہوں نے تیرے ساتھ کفر کیا اور تیری طرف سے آنے والے احکامات کا انکار کیا۔ بیشک اگر تو ان سب کو یا ان میں سے بعض کو زمین پر چھوڑ دے گا تو یہ تیرے بندوں کو راہِ حق سے گمراہ کردیں گے اور یہ اولاد بھی ایسی ہی جنیں گے جو بدکار اور بڑی ناشکری ہو گی۔

آیت 28 کفار کے خلاف دعا کرنے کے بعد حضرت نوح علیہ السّلام نے اپنے لئے، اپنے والدین اور مومن مَردوں اور عورتوں کے لئے دعا کرتے ہوئے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی: اے میرے رب! مجھے اور میرے ماں باپ کو اور میرے گھر میں داخل ہونے والے کو اور قیامت تک آنے والے سب مسلمان مَردوں اور سب مسلمان عورتوں کو بخش دے اور کافروں کی تباہی میں اضافہ فرمادے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السّلام کی دعا قبول فرمائی اور ان کی قوم کے تمام کفار کو عذاب سے ہلاک کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے کفار کے بارے میں حضرت نوح علیہ السّلام کی دعا قبول فرمالی، لہٰذا یہ ممکن نہیں کہ انہوں نے جو دعا مسلمانوں کے بارے میں فرمائی اسے اللہ تعالیٰ قبول نہ فرمائے۔ **اہم بات:** حضرت نوح علیہ السّلام کے والدین مومن تھے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ انتقال کر جانے والے مسلمانوں کے لئے مغفرت کی دعا کرنی چاہیئے کہ اس سے انہیں فائدہ ہوتا ہے۔

ایاتھا ۲۸ — ۷۲ سُوْرَةُ الْجِنّ مَكِّيَّةٌ ۴۰ — رکوعاتھا ۲

سورۂ جن مکیہ ہے، اس میں اٹھائیس آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْۤا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ۙ﴿۱﴾

اے حبیب! تم فرماؤ، میری طرف وحی کی گئی ہے کہ جنات کے ایک گروہ نے (میری تلاوت کو) غور سے سنا تو انہوں نے کہا: بیشک ہم نے ایک عجیب قرآن سنا○

یَّهْدِیْۤ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ؕ وَ لَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَاۤ اَحَدًا ۙ﴿۲﴾ وَّ اَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا

جو بھلائی کی طرف رہنمائی کرتا ہے تو ہم اس پر ایمان لائے اور ہم ہرگز کسی کو اپنے رب کا شریک نہ ٹھہرائیں گے○ اور یہ کہ ہمارے رب کی شان بہت بلند ہے،

سورۂ جن کا تعارُف یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں 2 رکوع اور 28 آیتیں ہیں۔ اس سورت میں چونکہ جِنّات کے اَحوال اور ان کے اَقوال ذکر کئے گئے ہیں اس مناسبت سے اس کا نام ”سورۂ جن“ رکھا گیا۔ **خلاصۂ مضامین:** اس سورت میں بیان فرمایا گیا کہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی زبانِ اقدس سے قرآنِ مجید کی تلاوت سن کر جِنّات کا ایک گروہ ان پر ایمان لے آیا۔ جِنّات کا انسانوں کے متعلق گمان اور ان کے ساتھ تعلق بیان کیا گیا اور یہ بتایا گیا کہ جِنّات فرشتوں کی باتیں چوری چھپے سننے کے لئے آسمانوں کی طرف جاتے تھے اور سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی تشریف آوری کے بعد آسمانوں پر پہرے بٹھا دیئے گئے۔ جِنّات بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں اور ان میں بھی انسانوں کی طرح متعدد فرقے ہیں اور ان میں مسلمان اور کافر، نیک اور بد ہر طرح کے جِنّات ہیں۔ آخر میں یہ بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے پسندیدہ رسولوں کو غیب کا علم عطا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کی طرف جو وحی نازل فرماتا ہے فرشتے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔

آیت 1، 2 فرمایا: اے حبیب! آپ لوگوں سے فرمادیں: میری طرف وحی کی گئی ہے کہ نَصِیبِین کے کچھ جنوں نے فجر کی نماز میں میری تلاوت کو غور سے سنا تو انہوں نے اپنی قوم میں جا کر کہا: ہم نے ایک عجیب قرآن سنا جو اپنی فصاحت و بلاغت، مضامین کی خوبی وغیرہ میں ایسا ہے کہ مخلوق کا کوئی کلام اس سے نسبت نہیں رکھتا اور وہ توحید اور ایمان کے راستے کی طرف رہنمائی کرتا ہے تو ہم اس قرآن پر ایمان لائے اور ہم ہرگز کسی کو اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کا شریک نہ کریں گے۔ **اہم بات:** اس میں کافر انسانوں کے لئے درس ہے کہ عموماً انسان جنوں کو اپنے سے بہت طاقتور سمجھتے ہیں حتی کہ بہت سے لوگوں نے انہیں خدا مان رکھا ہے تو جب وہ جنات قرآن سن کر ایمان لے آئے تو تم بھی ایمان لے آؤ۔

آیت 3-5 جِنّات نے قوم کے سامنے بغرض تبلیغ کہا کہ ہمارے رب عزّوجلّ کی شان بہت بلند ہے اور اس نے اپنے لئے کوئی بیوی اور بچہ نہیں بنایا کیونکہ بیوی اور بچے حاجت اور ضرورت کے لئے بنائے جاتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ تو ہر نقص و عیب سے پاک ہے اور وہ بے نیاز ہے اور ہم میں سے کوئی بیوقوف ہی اللہ تعالیٰ پر حد سے بڑھ کر جھوٹی بات کہتا تھا اور اس کیلئے شریک، اولاد اور بیوی بتا کر

مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا ۙ﴿٣﴾ وَّ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا ۙ﴿٤﴾ وَّ اَنَّا ظَنَنَّاۤ

اس نے کوئی بیوی اور بچہ نہ بنایاO اور یہ کہ ہم میں سے کوئی بیوقوف ہی اللہ پر حد سے بڑھ کر بات کہتا تھاO اور یہ کہ ہم نے یہ خیال کیا تھا

اَنْ لَّنْ تَقُوْلَ الْاِنْسُ وَ الْجِنُّ عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۙ﴿٥﴾ وَّ اَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ

کہ آدمی اور جن ہر گز اللہ پر جھوٹ نہ باندھیں گےO اور یہ کہ آدمیوں میں سے کچھ مرد جنوں کے کچھ مردوں کی پناہ لیتے تھے

يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ۙ﴿٦﴾ وَّ اَنَّهُمْ ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ

تو انہوں نے ان جنوں کی سرکشی کو مزید بڑھا دیاO اور یہ کہ انہوں نے ویسے ہی گمان کیا جیسا (اے جنو) تم نے گمان کیا کہ اللہ ہر گز کوئی

اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا ۙ﴿٧﴾ وَّ اَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا

رسول نہ بھیجے گا (یا، ہر گز کسی کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ نہ کرے گا)O اور یہ کہ ہم نے آسمان کو چھوا تو اسے پایا کہ سخت پہرے اور آگ کی چنگاریوں سے

بے ادبی کرتا تھا اور ہم نے تو یہ خیال کیا تھا کہ آدمی اور جن ہرگز اللہ تعالیٰ پر جھوٹ نہ باندھیں گے اور اس پر بہتان نہیں لگائیں گے۔

اہم باتیں: (1) مذکورہ جنات اس سے پہلے مشرک تھے، آقا کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے قرآن سن کر مومن ہوئے۔ (2) جیسے انسانوں میں آقا کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی حالت ایمان میں زیارت کرنے والے صحابیت کے مرتبے پر فائز ہوئے، ایسے ہی یہ جنات بھی صحابی بن گئے۔ (3) نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم انسانوں اور جنوں سب کے لئے رسول اور سب کے سردار ہیں۔ قصیدہ بردہ میں ہے: محمد سید الکونین والثقلین، والفریقین من عرب ومن عجم۔ ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم دونوں جہانوں اور جنوں اور انسانوں کے سردار ہیں اور عرب و عجم کے دونوں گروہوں کے سردار ہیں۔

آیت 6 دورِ جاہلیّت میں عرب کے لوگ جب سفر کرتے اور کسی چٹیل میدان میں انہیں شام ہو جاتی تو وہ کہتے کہ ہم اس جگہ کے شریر جِنّات سے ان کے سردار کی پناہ چاہتے ہیں، اس طرح ان کی رات امن سے گزر جاتی۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اِن جِنّات نے اپنی قوم سے کہا کہ آدمیوں میں سے کچھ مرد جنوں کے کچھ مَردوں کی پناہ لیتے تھے اور جب جِنّات نے انسانوں کی یہ حالت دیکھی تو وہ سمجھے کہ ہم میں بہت قدرت ہے کیونکہ انسان بھی ہمارے حاجت مند ہیں، اسی وجہ سے جِنّات میں سرکشی بڑھ گئی اور وہ شیطانوں کی پیروی کرنے میں زیادہ راغب ہو گئے۔ **اہم بات:** آیت الکرسی، سورۂ فلق، سورۂ ناس اور حسبنا اللہ و نعم الوکیل۔ یہ وظائف ہر وظیفے سے مستغنی کر دینے والے ہیں۔

آیت 7 اس آیت کے دو معنی ہیں: (1) ایمان قبول کرنے والے جِنّات نے اپنی قوم سے کہا کہ اے جنو! انسانوں نے بھی ویسے ہی گمان کیا تھا جیسا کہ تم نے گمان کیا کہ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ہر گز کوئی رسول نہ بھیجے گا، پھر اللہ تعالیٰ نے آخری نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو بھیجا تو وہ ان پر ایمان لائے، لہٰذا اے جِنّات کے گروہ! تم بھی انسانوں کی طرح سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم پر ایمان لے آؤ۔ (2) اے کفارِ قریش! جِنّات بھی تمہاری طرح یہی گمان کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہر گز کسی کو مرنے کے بعد نہیں اٹھائے گا، پھر جب انہوں نے قرآن سنا تو وہ مرنے کے بعد اٹھائے جانے کا اقرار کرنے لگے تو تم جِنّات کی طرح اقرار کیوں نہیں کرتے؟

آیت 8، 9 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جِنّات نے کہا: ہم نے اپنی عادت کے مطابق آسمان والوں کا کلام سننے کیلئے آسمانِ دنیا پر جانا

وَّ شُهُبًا ۙ۝۸ وَّ اَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ؕ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ

بھر دیا گیا ہے ○ اور یہ کہ ہم پہلے آسمان میں سننے کے لیے کچھ بیٹھنے کی جگہوں پر بیٹھ جایا کرتے تھے، پھر اب جو کوئی سنے وہ اپنی تاک میں

شِهَابًا رَّصَدًا ۙ۝۹ وَّ اَنَّا لَا نَدْرِيْۤ اَشَرٌّ اُرِيْدَ بِمَنْ فِي الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ

آگ کا شعلہ پائے گا○ اور یہ کہ ہمیں نہیں معلوم کہ کیا زمین میں رہنے والوں سے کسی برائی کا ارادہ فرمایا گیا ہے یا ان کے رب نے ان کے ساتھ

رَبُّهُمْ رَشَدًا ۙ۝۱۰ وَّ اَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَ مِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ ؕ كُنَّا طَرَآئِقَ قِدَدًا ۙ۝۱۱

کسی بھلائی کا ارادہ فرمایا ہے ○ اور یہ کہ ہم میں کچھ نیک ہیں اور کچھ اس کے علاوہ ہیں، ہم مختلف راہوں میں بٹے ہوئے ہیں ○

چاہا تو اسے یوں پایا کہ فرشتوں کے سخت پہرے اور آگ کی چنگاریوں سے بھر دیا گیا ہے تاکہ جِنّات کو آسمان والوں کی باتیں سننے کے لئے آسمان تک پہنچنے سے روکا جائے حالانکہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے آسمان میں پہرے اور آگ کی چنگاریوں سے خالی کچھ جگہوں پر بیٹھ جایا کرتے تھے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی تشریف آوری کے بعد وہ جگہیں بھر دی گئی ہیں لہٰذا اب جو کوئی سننے کی کوشش کرے گا تو وہ اپنی تاک میں ستارے کی صورت میں آگ کا شعلہ پائے گا جس سے اس کو مارا جائے۔

اہم بات: آسمانوں کا نظام خالقِ کائنات کیسے چلاتا ہے؟ اس کی کچھ تفصیلات ہمیں قرآن و حدیث کے ذریعے بتائی گئیں اور اکثر کا ہمیں علم نہیں۔ ہم قرآن و حدیث کے ہر فرمان پر ایمان رکھتے ہیں، سائنس کا ان حقائق کو دریافت نہ کر سکنا، سائنس کی کمزوری ہے، نہ کہ حقیقت کے موجود نہ ہونے کی دلیل۔

آیت 10 اس آیت کی تفسیر میں ایک قول یہ ہے کہ ایمان قبول کرنے والے جِنّات کو یہ ڈر ہوا کہ زمین پر رہنے والے بہت سارے لوگ ایمان نہیں لائیں گے، اس پر انہوں نے اپنی قوم سے کہا ”ہم نہیں جانتے کہ جس قرآن پر ہم ایمان لائے ہیں زمین پر رہنے والے اس کا انکار کرتے ہیں یا اس پر ایمان لاتے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ جِنّات نے تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی تلاوت سننے سے پہلے آپس میں کہا کہ ہم نہیں جانتے کہ سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو انسانوں کی طرف بھیج کر ان کے ساتھ برائی کا ارادہ فرمایا گیا ہے یا ان کی بھلائی چاہی گئی ہے کہ اگر لوگ انہیں جھٹلائیں گے تو وہ سابقہ امتوں کی طرح ہلاک کر دیئے جائیں گے اور اگر ایمان لے آئیں گے تو ہدایت پا جائیں گے۔

آیت 11 اس آیت کی دو تفسیریں یہ ہیں: (1) ایمان قبول کرنے والے جِنّات نے اپنے ساتھیوں کو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم پر ایمان لانے کی دعوت دینے کے بعد ایک دوسرے سے کہا کہ قرآنِ کریم سننے کے بعد ہم میں کچھ مخلص مومن، مُتّقی اور اَبرار ہیں اور کچھ کامل نیک نہیں ہیں اور ہم مختلف مذاہب کی طرح مختلف اَحوال میں بٹے ہوئے ہیں۔ (2) جِنّات نے کہا کہ قرآنِ کریم سننے سے پہلے ہم میں سے کچھ جِنّات حضرت عیسیٰ علیہ السّلام پر ایمان لانے والے اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت کا اقرار کرنے والے ہیں اور کچھ کافر بھی ہیں اور ہم مختلف دینوں میں بٹے ہوئے ہیں۔

وَّ اَنَّا ظَنَنَّاۤ اَنْ لَّنْ نُّعْجِزَ اللّٰهَ فِی الْاَرْضِ وَ لَنْ نُّعْجِزَهٗ هَرَبًاۙ۝۱۲ وَّ اَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا

اور یہ کہ ہمیں یقین ہوگیا ہے کہ ہم ہرگز زمین میں اللہ کو بے بس نہیں کرسکتے اور نہ (زمین سے) بھاگ کر اسے بے بس کرسکتے ہیں ○ اور یہ کہ ہم نے جب

الْهُدٰۤى اٰمَنَّا بِهٖؕ فَمَنْ یُّؤْمِنْۢ بِرَبِّهٖ فَلَا یَخَافُ بَخْسًا وَّ لَا رَهَقًاۙ۝۱۳ وَّ اَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ

ہدایت (قرآن) کو سنا تو اس پر ایمان لائے تو جو اپنے رب پر ایمان لائے اسے نہ کسی کمی کا خوف ہوگا اور نہ کسی زیادتی کا ○ اور یہ کہ ہم میں کچھ مسلمان ہیں

وَ مِنَّا الْقٰسِطُوْنَؕ فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰٓىٕكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا۝۱۴ وَ اَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ

اور کچھ ظالم تو جو اسلام لائے تو وہی ہیں جنہوں نے ہدایت کا قصد کیا ○ اور بہرحال جو ظالم ہیں تو وہ جہنم کے ایندھن

حَطَبًاۙ۝۱۵ وَّ اَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِیْقَةِ لَاَسْقَیْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًاۙ۝۱۶ لِّنَفْتِنَهُمْ فِیْهِؕ

ہوگئے ○ اور یہ کہ اگر وہ راستے پر سیدھے ہوجاتے تو ضرور ہم انہیں وافر مقدار میں پانی دیتے ○ تاکہ اس بارے میں ہم انہیں آزمائیں

آیت 12 جنّات نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی آیات میں غور و فکر کرنے کے بعد ہمیں یقین ہوگیا ہے کہ ہم زمین کے کسی کنارے میں بھی رہ کر اللہ تعالیٰ کو بے بس نہیں کرسکتے اور نہ زمین سے بھاگ کر اسے بے بس کرسکتے ہیں۔

آیت 13 ایمان قبول کرنے والے جِنّات نے اپنے ساتھیوں سے کہا: ہم نے جب اس قرآنِ پاک کو سنا جو سب سے سیدھی راہ دکھاتا ہے تو ہم فوراً اس پر اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آئے اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی رسالت کی تصدیق کردی تو جو اپنے رب عزّوجلّ اور قرآن پر ایمان لائے تو اسے نیکیوں یا ثواب کی کسی کمی کا خوف ہے اور نہ بدیوں کی کسی زیادتی کا ڈر ہے تو ساتھیو! تم بھی ہماری طرح قرآن اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم پر ایمان لے آؤ۔ **اہم بات:** ایمان سے بڑی دولت کوئی نہیں اور کفر سے بڑی بربادی کوئی نہیں۔

آیت 14، 15 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جنّات نے کہا: قرآن سننے کے بعد ہم مختلف ہوگئے کہ ہم میں سے کچھ جنوں نے اسلام قبول کرلیا اور کچھ نے اسلام قبول کرنے سے انکار کردیا اور راہِ حق سے پھر گئے تو جنہوں نے اسلام قبول کرلیا انہوں نے تو ہدایت کا قصد کیا، اور جو کافر اور راہِ حق سے پھرنے والے ہیں وہ قیامت کے دن جہنم کے ایندھن ہوں گے۔ **اہم باتیں:** (1) کافر جن جہنم کی آگ کے عذاب میں گرفتار کئے جائیں گے۔ (2) جِنّات اگرچہ آگ سے پیدا کئے گئے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ وہ آگ کو آگ کے ذریعے عذاب میں مبتلا کردے یا جنّات کی ہیئت تبدیل کرکے انہیں عذاب دے۔

آیت 16 اس آیت کی دو تفسیریں ہیں: (1) اے حبیب! آپ اپنی امت سے فرمادیں کہ اگر انسان اسلام کے راستے پر سیدھے ہوجاتے اور ایمان لے آتے تو ضرور ہم دنیا میں ان پر رزق وسیع کرتے اور انہیں کثیر پانی عنایت فرماتے۔ (2) اے حبیب! آپ فرمادیں کہ اگر کافر اپنی گمراہی کے راستے پر قائم رہتے تو ہم ان پر اپنا رزق وسیع کردیتے۔ **اہم بات:** مسلمانوں کو رزق کی وسعت خدا کے انعام کے طور پر بھی ہوتی ہے اور امتحان کے طور پر بھی کہ شکر کرتے ہیں یا ناشکری؟ جبکہ کافر کے رزق میں وسعت اس کے لئے مہلت ہے یا اس کا امتحان۔

آیت 17 فرمایا کہ ہم ایمان لانے والوں پر رزق اس لئے وسیع کردیتے تاکہ اس بارے میں ہم انہیں آزمائیں کہ وہ اس پر ہمارا شکر ادا کرتے ہیں یا نہیں اور اسے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے میں خرچ کرتے ہیں یا شیطان کی مرضی کے مطابق خرچ کرتے ہیں۔

وَ مَنْ یُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ یَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًاۙ (١٧) وَّ اَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا

اور جو اپنے رب کی یاد سے منہ پھیرے تو وہ اسے چڑھ جانے والے عذاب میں ڈال دے گا ○ اور یہ کہ مسجدیں اللہ ہی کی ہیں تو اللہ کے ساتھ

مَعَ اللّٰهِ اَحَدًاۙ (١٨) وَّ اَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ یَدْعُوْهُ كَادُوْا یَكُوْنُوْنَ عَلَیْهِ لِبَدًاؕ (١٩) قُلْ

کسی کی عبادت نہ کرو ○ اور یہ کہ جب اللہ کا بندہ اس کی عبادت کرنے کے لئے کھڑا ہوا تو قریب تھا کہ وہ جن اس پر ہجوم کر دیتے ○ تم فرماؤ:

ع ١٩

مزید فرمایا: اور جو اپنے رب کی یاد سے منہ پھیرے۔ یعنی جو قرآنِ پاک سے یا اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت کا اقرار کرنے سے یا اس کی عبادت کرنے سے منہ پھیرے تو اللہ تعالیٰ اسے چڑھ جانے والے عذاب میں ڈال دے گا جس کی شدت دم بدم بڑھتی ہی جائے گی۔ **اہم بات:** مسلمانوں کو وسیع رزق دیا جانا انکی آزمائش کے لئے ہے کہ وہ اس کا استعمال کیسا کرتے ہیں۔

آیت 18 اور میری طرف وحی کی گئی ہے کہ جو مکان (بطورِ خاص) نماز ادا کرنے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لئے بنائے گئے ہیں ان کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے لہٰذا اے مسلمانو! جب تم ان مسجدوں میں جاؤ تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کی عبادت نہ کرو جیسے مشرک مسجد حرام میں جاکر بتوں کی عبادت کرتے اور عیسائی گرجوں میں جاکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا مان کر عبادت کرتے۔ **اہم باتیں:** (1) اس آیت سے مسجدوں میں درود و سلام اور ندائے یَارَسُوْلَ اللہ کی ممانعت پر استدلال کرنا نہایت بے علمی ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو تو مسجد میں عین حالتِ نماز میں پکارا جاتا ہے جب التحیات میں ہر نمازی اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّھَا النَّبِیُّ کہتا ہے۔ اسی طرح مسجد نبوی شریف میں سنہری جالیوں کے سامنے کھڑے ہو کر نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو مخاطب کر کے درود و سلام پڑھنا تو ہمیشہ سے پوری امت کا معمول ہے۔ وہ درود و سلام، خطاب و ندا کے الفاظ کے ساتھ بھی ہوتا ہے اور عین مسجد میں ہوتا ہے۔ (2) آیت میں پکارنے سے مراد معبود بنا کر پکارنا ہے، نہ کہ کسی بھی طرح کسی کو بھی پکارنا منع ہو جائے۔ (3) مسجد خاص اللہ تعالیٰ کی ہے اور اس کے علاوہ کسی کی مِلک ہے نہ ہو سکتی ہے۔

آیت 19 میری طرف یہ وحی کی گئی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کے بندے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نخلہ کے مقام پر فجر کے وقت میں نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوئے تو قریب تھا کہ وہ جن قرآن سننے کیلئے رش کرنے کی وجہ سے ایک دوسرے کے اوپر چڑھ جائیں کیونکہ انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی عبادت، تلاوت اور آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے قیام، رکوع اور سجود میں آپ کی اقتدا انتہائی عجیب معلوم ہوئی، اس سے پہلے انہوں نے کبھی ایسا منظر نہ دیکھا تھا اور نہ ہی ایسا بے مثل کلام سنا تھا۔ **اہم بات:** جنوں کا تلاوت سننے کے لئے رش کرنا تو اپنی جگہ مرحبا لیکن اگر آج محبوب کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تلاوت سننے کی سعادت مل جائے تو لوگوں کی ایک تعداد سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی مبارک آواز سننے کے لئے اپنی جان بھی قربان کر دے۔

آیت 20 کفارِ مکہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے کہا کہ بیشک آپ پوری قوم اور ان کے باپ دادا کے دینِ شرک کے مقابلے میں دینِ توحید کا بہت بڑا حکم لے کر آئے ہیں جس کی وجہ سے ساری قوم آپ کی دشمن بن گئی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو نقصان پہنچانے کے درپے ہے۔ اگر آپ اس نئے دین سے رجوع کر لیں تو ہم آپ کو لوگوں کے غیظ و غضب سے بچا لیں گے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے پیارے حبیب! آپ ان سے فرما دیں کہ میں تو اپنے رب عَزَّوَجَلَّ ہی کی عبادت کرتا ہوں اور کسی کو اس کا شریک نہیں ٹھہراتا۔ یعنی یہ کوئی ایسی انوکھی بات نہیں ہے کہ جس کی وجہ سے تم میرے دشمن بن جاؤ کیونکہ کفارِ مکہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام

Go to Index

اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّیْ وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖۤ اَحَدًا ﴿۲۰﴾ قُلْ اِنِّیْ لَاۤ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ﴿۲۱﴾

میں تو اپنے رب ہی کی عبادت کرتا ہوں اور کسی کو اس کا شریک نہیں ٹھہراتا ○ تم فرماؤ: بیشک میں تمہارے لئے کسی نقصان اور نفع کا مالک نہیں ہوں ○

قُلْ اِنِّیْ لَنْ یُّجِیْرَنِیْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ ۙ۬ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ﴿۲۲﴾ اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ

تم فرماؤ: یقیناً ہرگز مجھے اللہ سے کوئی نہ بچائے گا اور ہرگز اس کے سوا کوئی پناہ نہ پاؤں گا ○ مگر (میرا کام) اللہ کی طرف سے تبلیغ

وَرِسٰلٰتِهٖ ؕ وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا ﴿۲۳﴾ؕ

اور اس کے پیغامات (پہنچانا ہے) اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم نہ مانے تو بیشک اس کے لیے جہنم کی آگ ہے جس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے ○

حَتّٰۤى اِذَا رَاَوْا مَا یُوْعَدُوْنَ فَسَیَعْلَمُوْنَ مَنْ اَضْعَفُ نَاصِرًا وَّاَقَلُّ عَدَدًا ﴿۲۴﴾

یہاں تک کہ جب وہ اسے دیکھیں گے جس کی انہیں وعید سنائی جاتی تھی تو جلد جان جائیں گے کہ کس کا مددگار کمزور ہے اور کس کی تعداد کم ہے ○

کو مانتے تھے جن کا یہی دین یعنی دینِ توحید تھا اور جو شرک سے دور تھے۔

آیت 21 فرمایا کہ اے حبیب! جو مشرک آپ کی دعوتِ حق کو مسترد کر رہے ہیں، ان سے فرمادیں کہ میں تمہارے لیے کسی نفع نقصان کا مالک نہیں کیونکہ ان چیزوں کا (حقیقی) مالک وہ اللہ عزّوجلّ ہے جو ہر چیز کا مالک ہے۔ **اہم بات:** حقیقی مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے، اس کے بعد وہ جسے چاہے بادشاہت، عزت، دولت، مرتبہ، طاقت، معجزہ، کرامت دے، یہ اس کی مرضی ہے۔

آیت 22 فرمایا کہ اے حبیب! آپ ان مشرکین سے فرمادیں کہ بالفرض اگر میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کروں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراؤں تو ہرگز مجھے مخلوق میں سے کوئی اللہ عزّوجلّ کے عذاب سے نہ بچا سکے گا اور نہ ہی کوئی میری مدد کرے گا اور میں سختیوں کے وقت ہرگز اس کے سوا کوئی پناہ نہ پاؤں گا۔ **اہم بات:** حقیقت میں پناہ دینے والی صرف خدا کی ذات ہے، باقی قرآن مجید اور احادیث مبارکہ کے مطابق فرشتوں کا دنیا و آخرت میں مدد یا حفاظت کرنا یا انبیاء علیہم السلام کا معجزہ کے ذریعے دنیا میں مشکلات سے نجات جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات اور شفاعت کے ذریعے آخرت میں جہنم سے پناہ کا ذریعہ بننا یہ سب خدا کی مرضی سے ہے۔

آیت 23 ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! آپ مشرکین سے فرمادیں کہ میرا کام یہ ہے کہ میں تمہیں ان چیزوں کی تبلیغ کردوں جن کی تبلیغ کرنے کا مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور تم تک اللہ تعالیٰ کے وہ پیغامات پہنچادوں جو اس نے مجھے دے کر تمہاری طرف بھیجا ہے اور جو توحید کے معاملے میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی یوں نافرمانی کرے گا کہ انہوں نے جس چیز کا حکم دیا اور جس چیز کی طرف بلایا اس پر عمل کرنے کی بجائے شرک کرنے لگے تو بیشک ان کے لیے جہنم کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

آیت 24 فرمایا کہ وہ اپنے کفر پر رہیں گے یہاں تک کہ جب (قیامت کے دن) اس عذاب کو دیکھیں گے جس کا انہیں وعدہ دیا جاتا ہے تو جان جائیں گے کہ کافر کے مددگار کمزور ہیں نیز یہ کہ اسکے مددگاروں کی تعداد کم ہے یا مومن کے؟ مراد یہ ہے کہ اس دن کافر کا کوئی مددگار نہ ہوگا اور جبکہ مومن کے مددگار ہوں گے کہ انبیاء کرام علیہم السلام، اولیاء عظام، شہداء ذی شان، حفاظِ قرآن، حاجی صاحبان اور دیگر بہت سے لوگ شفاعت کے ذریعے مدد کریں گے۔

قُلْ اِنْ اَدْرِیْۤ اَقَرِیْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ یَجْعَلُ لَهٗ رَبِّیْۤ اَمَدًا ﴿۲۵﴾ عٰلِمُ الْغَیْبِ

تم فرماؤ: میں نہیں جانتا کہ جس کی تمہیں وعید سنائی جاتی ہے وہ نزدیک ہے یا میرا رب اس کے لئے ایک وقفہ کرے گا○ غیب کا جاننے والا

فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا ﴿۲۶﴾ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ یَسْلُكُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ

اپنے غیب پر کسی کو اطلاع نہیں دیتا○ سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے کہ ان کے آگے پیچھے پہرے دار

وَ مِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ﴿۲۷﴾ لِّیَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَ اَحَاطَ بِمَا لَدَیْهِمْ

مقرر کردیتا ہے○ تاکہ اللہ دیکھ لے کہ بیشک انہوں نے اپنے رب کے پیغامات پہنچادیئے ہیں اور اللہ نے وہ سب کچھ گھیر رکھا ہے جو ان کے پاس ہے

ع ۲-۹-۱۲

وَ اَحْصٰی كُلَّ شَیْءٍ عَدَدًا ﴿۲۸﴾ ع

اور اس نے ہر چیز کی گنتی شمار کر رکھی ہے○

آیت 25 **شانِ نزول:** جب مشرکین نے اوپر والی آیت میں دی گئی وعید کو سنا تو نضر بن حارث نے کہا کہ جس عذاب کی آپ ہمیں وعید سنا رہے ہیں یہ کب پورا ہو گا؟ اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ اے حبیب! آپ ان مشرکوں سے فرمادیں کہ (قیامت کے دن) اس عذاب کا واقع ہونا تو یقینی ہے البتہ میں اپنے اندازے اور سوچ بچار سے یہ نہیں جانتا کہ وہ نزدیک ہے یا میرا رب عزّوجلّ اسے نازل کرنے کے لئے ایک وقفہ کرے گا۔ **اہم بات:** آیت میں درایت سے جاننے کی نفی ہے اور درایت اپنے اندازے، تخمینے سے جاننے کو کہتے ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا قیامت کا وقت جاننا اپنے اندازوں یا سوچ بچار سے نہیں تھا بلکہ خدا کے بتانے سے تھا اور اس کی دلیل وہ تمام اَحادیث ہیں جن میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے قیامت کی علامت اور نشانیاں بیان فرمائیں۔

آیت 26،27 فرمایا: اللہ تعالیٰ غیب کا جاننے والا ہے تو وہ اپنے خاص غیب پر اپنے پسندیدہ رسولوں کے علاوہ کسی کو کامل اطلاع نہیں دیتا جس سے حقیقتِ حال مکمل طور پر مُنکشف ہو جائے اور اس کے ساتھ یقین کا اعلیٰ درجہ حاصل ہو (اور رسولوں کو) ان میں سے بعض غیوب کا علم، کامل اطلاع اور کشفِ تام کے ساتھ اس لئے دیتا ہے کہ وہ علمِ غیب ان کے لئے معجزہ ہو اور اللہ تعالیٰ ان رسولوں کے آگے پیچھے پہرے دار فرشتے مقرر کردیتا ہے جو شیطان کے اِختلاط سے ان کی حفاظت کرتے ہیں۔ **اہم بات:** معتزلہ فرقے نے اس آیت سے اولیاء کے لئے علمِ غیب ماننے سے انکار کیا ہے اور یہ انکار غلط و باطل ہے کیونکہ یہاں غیب، عام نہیں جس کے یہ معنی ہوں کہ رسولوں کے سوا کسی کو غیب کا کچھ بھی علم نہیں، بلکہ یہاں غیب کی خاص قسم مراد ہے اور آیت کا مفہوم یہ ہو گا کہ کچھ غیب ایسے ہیں جو صرف رسولوں ہی کو معلوم ہوتے ہیں، غیرِ رسول کو نہیں معلوم ہوتے۔ معتزلہ کو دوسرا جواب یہ ہے کہ آیت میں غیب سے خاص قیامت کا وقت مع تفصیلات مراد ہے کہ اِس خاص غیب کی اطلاع رسولوں کے سوا اوروں کو نہیں دی جاتی اور اس پر قرینہ یہ ہے کہ اوپر کی آیت میں قیامت ہی کے غیب کا ذکر ہے اور اس خاص علمِ قیامت میں بھی بہت وسیع و تفصیلی علم مراد ہے ورنہ اکابر اولیاء کو علمِ قیامت بھی حاصل ہوتا ہے۔ لہٰذا آیت سے صرف اتنا مطلب نکلا کہ بعض غیبوں یا خاص قیامت کے وقت کی تعیین پر اولیاء کو اطلاع نہیں ہوتی نہ یہ کہ اولیاء کوئی غیب نہیں جانتے۔

آیت 28 فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ رسولوں کے ہر طرف فرشتوں کا یہ پہرہ اس لئے لگایا جاتا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ دیکھ لے کہ

اٰیاتھا ۲۰ — ۷۳ سُوْرَةُ الْمُزَّمِّل مَكِّيَّةٌ ۳ — رکوعاتھا ۲

سورۂ مزمل مکیہ ہے، اس میں بیس آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۙ﴿۱﴾ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ۙ﴿۲﴾ نِّصْفَهٗۤ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ۙ﴿۳﴾ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ

اے چادر اوڑھنے والے ○ رات کے تھوڑے سے حصے کے سوا قیام کرو ○ آدھی رات (قیام کرو) یا اس سے کچھ کم کرلو ○ یا اس پر کچھ اضافہ کرلو

انہوں نے اپنے رب کے پیغامات اِختلاط سے محفوظ رکھ کر پہنچا دیئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو وہ سب کچھ معلوم ہے جو ان رسولوں اور فرشتوں کے پاس ہے اور اس نے اپنی پیدا کی ہوئی ہر چیز کی گنتی شمار کر رکھی ہے۔

سورۂ مزمل کا تعارف یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں 2 رکوع اور 20 آیتیں ہیں۔ مزمل کا معنی ہے چادر اوڑھنے والا اور اس سورت کی پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو "یٰۤاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ" فرما کر ندا کی ہے، اس مناسبت سے اسے "سورۂ مزمل" کہتے ہیں۔ **خلاصۂ مضامین:** اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے بڑے لطف و کرم والے انداز میں خطاب فرمایا اور انہیں رات کے کچھ حصے میں اپنی عبادت کرنے، خوب ٹھہر ٹھہر کر قرآنِ مجید کی تلاوت کرنے کا حکم دیا اور انہیں بتایا کہ ہم عنقریب آپ پر ایک انتہائی عظمت، جلالت اور قدر والا کلام نازل فرمائیں گے۔ یہ بتایا گیا کہ دن کے مقابلے میں رات کے وقت عبادت کرنے میں زیادہ دل جمعی حاصل ہوتی ہے۔ کافروں کی گستاخیوں پر رسولِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو صبر کرنے کی تلقین کی گئی اور آپ سے فرمایا گیا کہ جو لوگ آپ کو اور قرآنِ مجید کو جھٹلا رہے ہیں آپ کی طرف سے انہیں اللہ تعالیٰ کافی ہے۔ قیامت کے دن کفار کے عذاب کی کَیفیّت بیان کی گئی اور یہ بتایا گیا کہ دنیا و آخرت کے عذاب سے ڈرانے والی آیات مخلوق کے لئے نصیحت ہیں اور جو چاہے ان سے نصیحت حاصل کرے۔ آخر میں امت سے تہجد کی فرضِیّت منسوخ کردی گئی اور عبادت کے معاملے میں آسانی فرما دی گئی۔

آیت 1 **شانِ نزول:** (1) وحی نازل ہونے کے ابتدائی زمانے میں سیّد المرسَلین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم خوف سے اپنے کپڑوں میں لپٹ جاتے تھے، ایسی حالت میں حضرت جبریل علیہ السّلام نے آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو "یٰۤاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ" کہہ کر ندا کی۔ **اہم باتیں:** (1) قرآنِ پاک میں دیگر انبیاءِ کرام علیہمُ السّلام کو ان کے اسمائے مبارکہ یعنی ناموں سے پکارا گیا جبکہ سیّد المرسَلین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو نام سے نہیں بلکہ حالات و صفات و شان سے ندا کی گئی ہے۔ (2) ندا کے اس انداز سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی ہر ادا پیاری ہے۔

اپنا عزیز وہ ہے جسے تو عزیز ہے — ہم کو ہے وہ پسند جسے آئے تو پسند

آیت 2-4 فرمایا: اے چادر اوڑھنے والے حبیب! رات کے تھوڑے حصے میں آرام فرمائیے اور باقی رات نماز اور عبادت کے ساتھ قیام میں گزاریئے اور وہ باقی آدھی رات ہو یا اس سے کچھ کم کرلو یا اس پر کچھ اضافہ کرلو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم اور آپ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اسی مقدار کے مطابق رات کو قیام فرماتے اور ان میں سے جو حضرات قیام کی مقدار نہیں جانتے تھے تو وہ ساری رات قیام میں رہتے کہ کہیں قیام، واجب مقدار سے کم نہ ہو جائے یہاں تک کہ ان حضرات کے پاؤں سوج جاتے تھے۔ پھر تخفیف

وَ رَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا ؕ﴿۴﴾ اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْكَ قَوْلًا ثَقِیْلًا ﴿۵﴾ اِنَّ نَاشِئَةَ الَّیْلِ

اور قرآن خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو ○ بیشک عنقریب ہم تم پر ایک بھاری بات ڈالیں گے ○ بیشک رات کو قیام کرنا

هِیَ اَشَدُّ وَطْاً وَّ اَقْوَمُ قِیْلًا ؕ﴿۶﴾ اِنَّ لَكَ فِی النَّهَارِ سَبْحًا طَوِیْلًا ؕ﴿۷﴾ وَ اذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ

زیادہ موافقت کا سبب ہے اور بات خوب سیدھی نکلتی ہے ○ بیشک دن میں تو تمہیں بہت سے کام ہیں ○ اور اپنے رب کا نام یاد کرو

ہوئی اور بعض مفسرین کے نزدیک ایک سال کے بعد اسی سورت کی آخری آیت کے اس حصے ”فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنْهُ“ سے یہ حکم منسوخ ہو گیا اور بعض مفسرین کے نزدیک پانچ نمازوں کی فرضیّت سے یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ **اہم باتیں:** (1) اس آیت میں قیام سے مراد تہجد کی نماز ہے اور جمہور فقہاء کے نزدیک سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم پر نمازِ تہجد کی فرضیّت باقی رہی جبکہ امت کے حق میں منسوخ ہوئی۔ (2) ترتیل کا معنی یہ ہے کہ اطمینان کے ساتھ اس طرح قرآن پڑھا جائے کہ حروف جُدا جُدا رہیں، جن مقامات پر وقف کرنا ہے ان کا اور تمام حرکات (اور مدّات) کی ادائیگی کا خاص خیال رکھا جائے۔ **درس:** قرآن مجید صحیح پڑھنا ضروری ہے لہٰذا تجوید کے مطابق قرآن پڑھنا سیکھا جائے تاکہ ترتیل کے قرآنی حکم پر عمل ہو سکے۔

آیت 5 فرمایا: اے حبیب! ہم عنقریب آپ پر ایک عظمت اور قدر والا کلام نازل فرمائیں گے جو اس طور پر بھاری ہے کہ وہ ربُّ العالمین کا کلام ہے اور اس طرح بھی بھاری ہے کہ اسے اپنے اندر سمونے اور لوگوں تک پہنچانے کی ذمہ داری بہت بڑی ہے، لہٰذا آپ خود کو وہ عظیم بات قبول کرنے کے لئے تیار رکھیں۔

آیت 6 فرمایا کہ رات سونے کے بعد اٹھ کر عبادت کرنا دن کی نماز کے مقابلے میں زبان اور دل کے درمیان زیادہ مُوافقت کا سبب ہے اور اس وقت قرآنِ پاک کی تلاوت کرنے اور سمجھنے میں زیادہ دل جمعی حاصل ہوتی ہے کیونکہ وہ وقت اطمینان کا ہے، کامل اخلاص نصیب ہوتا ہے، ریاکاری کا اندیشہ کم ہوتا ہے۔ **درس:** تہجد گزاروں کی خوش نصیبی ہے جنہیں یہ عظیم دولت نصیب ہوتی ہے۔ اب تو دنیا بھر میں غیر مسلم بھی ذہنی سکون اور نفسیاتی علاج کے لئے رات کے آخری پہر میں اٹھنے کی مشقیں کرواتے ہیں۔

آیت 7 ارشاد فرمایا: اے حبیب! بیشک دن میں تو آپ بہت سے کاموں میں مصروف رہتے ہیں اس لئے پوری یکسوئی کے ساتھ عبادت نہیں ہو پاتی لہٰذا آپ رات کے اوقات کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے اور مُناجات کرنے کے لئے خاص رکھیں۔

گراں بہا ہے ترا گریۂ سحر گاہی اسی سے ہے تیرے نخلِ کہن کی شادابی

آیت 8 ارشاد فرمایا: **اور اپنے رب کا نام یاد کرو۔** اس کا ایک معنی یہ ہے کہ اے حبیب! آپ رات اور دن کے تمام اوقات میں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کا نام یاد کرتے رہیں چاہے وہ تسبیح اور کلمہ طیبہ پڑھنے سے ہو، نماز ادا کرنے، قرآنِ پاک کی تلاوت کرنے اور علم کا درس دینے کے ساتھ ہو۔ مزید فرمایا: **اور سب سے ٹوٹ کر اسی کے بنے رہو۔** یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت ایسی ہو کہ دِل اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کی یاد میں مشغول نہ ہو، اس کی عبادت کے وقت سب سے تعلق ختم ہو جائے۔ **اہم بات:** خدا کا نام یاد کرنا سب سے بڑی عبادت ہے اور ہر عبادت کی اصل روح، خدا کی یاد ہے، پھر یادِ الٰہی میں ایسی مشغولی کہ بدن کسی کام میں بھی لگا ہو لیکن دل خدا کی یاد ہی میں رہے، یہ عظیم تر سعادت ہے اور یہی راہِ ولایت ہے۔ دل کی یادِ الٰہی میں ایسی مشغولیت کو تصوف کی اصطلاح میں ”نسبت“ کہتے ہیں۔

Go to Index

وَ تَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ۸ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا ۹

اور سب سے ٹوٹ کر اُسی کے بنے رہو ○ وہ مشرق اور مغرب کا رب ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں تو تم اسی کو اپنا کارساز بناؤ ○

وَ اصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَ اهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا ۱۰ وَ ذَرْنِيْ وَ الْمُكَذِّبِيْنَ اُولِي النَّعْمَةِ

اور کافروں کی باتوں پر صبر کرو اور انہیں اچھی طرح چھوڑ دو ○ اور ان جھٹلانے والے مالداروں کو مجھ پر چھوڑو

وَ مَهِّلْهُمْ قَلِيْلًا ۱۱ اِنَّ لَدَيْنَآ اَنْكَالًا وَّ جَحِيْمًا ۱۲ وَّ طَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّ عَذَابًا اَلِيْمًا ۱۳ يَوْمَ

اور انہیں تھوڑی مہلت دو ○ بیشک ہمارے پاس بھاری بیڑیاں اور بھڑکتی آگ ہے ○ اور گلے میں پھنسنے والا کھانا اور دردناک عذاب ہے ○ جس دن

آیت 9 فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مشرق و مغرب اور ان کے درمیان موجود تمام چیزوں کا رب اور ان کا خالق و مالک ہے، اس کے علاوہ اور کوئی معبود ہی نہیں لہٰذا تم اپنے دینی اور دُنیوی تمام اُمور میں اسی کو اپنا کارساز بناؤ اور اسی پر بھروسہ کرو۔ **اہم بات:** حقیقی کارساز صرف اللہ تعالیٰ ہے اور سب کو اسی پر بھروسہ کرنا چاہیے، یعنی بندہ اسباب اختیار کرے لیکن ان اسباب کے بجائے حقیقی بھروسہ اللہ تعالیٰ پر رکھے۔ توکل کے حصول میں مفید طریقہ یہ ہے کہ اہل توکل بزرگوں کے واقعات پڑھے اور خود اپنی زندگی میں خدا کی مہربانیوں پر غور کرتا رہے۔

آیت 10 فرمایا: اے حبیب! کفارِ قریش اللہ تعالیٰ کے شریک مانتے اور بیوی اور اولاد ثابت کر کے خُرافات بکتے ہیں، نیز آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو جادوگر، شاعر، کاہن اور مجنون کہہ کر آپ کی شان میں گستاخیاں کرتے ہیں اور قرآن کو سابقہ لوگوں کی کہانیاں بتا کر اس کے بارے میں نازیبا کلمات کہتے ہیں، آپ کافروں کی ان باتوں پر صبر فرمائیں اور انہیں بدنی، زبانی، قلبی ہر اعتبار سے چھوڑ دیں اور ان کا معاملہ ان کے رب عَزَّوَجَلَّ کے سپرد کر دیں۔ **درس:** زندگی میں ہر شے کا جواب مقابلے میں بول کر یا کچھ کہہ کر ہی نہیں دیا جاتا، بہت سی جگہوں پر صبر اور خاموشی سب سے بڑا جواب ہوتی ہے۔

آیت 11 فرمایا کہ اے حبیب! آپ کو اور قرآن کو جھٹلانے والے ان مالداروں کو مجھ پر چھوڑ دیں، میں آپ کی طرف سے انہیں کافی ہوں اور انہیں بدر کے دن تک تھوڑی مہلت دیں۔ چنانچہ کچھ ہی مدت بعد یہ لوگ بدر کی جنگ میں قتل کر دیئے گئے۔ بعض مفسرین کے نزدیک یہاں تھوڑی مہلت دینے سے مراد قیامت کے دن تک مہلت دینا ہے۔

آیت 12، 13 فرمایا کہ جنہوں نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو جھٹلایا ان کے لئے ہمارے پاس آخرت میں لوہے کی بھاری بیڑیاں ہیں جو کہ عذاب دینے کے لئے ان کے پاؤں میں ڈالی جائیں گی اور بھڑکتی آگ ہے اور گلے میں پھنسنے والا کھانا ہے جو نہ حلق سے نیچے اترے گا اور نہ حلق سے باہر آ سکے گا اور اِنکے علاوہ ان ایسا دردناک عذاب ہے جس کی حقیقت کوئی نہیں جان سکتا۔ **درس:** قیامت کے دن کفار کے لئے تیار کئے گئے عذاب کے بارے میں پڑھ یا سن کر اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنا اور خدا سے ڈرنا، ہمارے اَسلاف کا طریقہ رہا ہے۔

آیت 14 ارشاد فرمایا کہ جس دن زمین اور پہاڑ اللہ تعالیٰ کی ہیبت اور جلال سے تھرتھرائیں گے اور پہاڑ اپنی سختی اور بلندی کے باوجود تھرتھرانے کی شدت کی وجہ سے ریت کا بہتا ہوا ٹیلہ ہو جائیں گے وہ قیامت کا دن ہو گا۔

تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَ الْجِبَالُ وَ كَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيْبًا مَّهِيْلًا ﴿۱۴﴾ اِنَّاۤ اَرْسَلْنَاۤ اِلَيْكُمْ

زمین اور پہاڑ تھرتھرائیں گے اور پہاڑ ریت کا بہتا ہوا ٹیلہ ہوجائیں گے ○ بیشک ہم نے تمہاری طرف

رَسُوْلًا ۙ۬ شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَاۤ اَرْسَلْنَاۤ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا ﴿ؕ۱۵﴾ فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ

ایک رسول بھیجے جو تم پر گواہ ہیں جیسے ہم نے فرعون کی طرف ایک رسول بھیجے ○ تو فرعون نے اس رسول کا حکم نہ مانا

فَاَخَذْنٰهُ اَخْذًا وَّبِيْلًا ﴿۱۶﴾ فَكَيْفَ تَتَّقُوْنَ اِنْ كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبًا ﴿ۖۗ۱۷﴾

تو ہم نے اسے سخت گرفت سے پکڑا ○ پھر اگر تم کفر کرو تو اس دن کیسے بچو گے جو بچوں کو بوڑھا کردے گا ○

السَّمَآءُ مُنْفَطِرٌۢ بِهٖ ؕ كَانَ وَعْدُهٗ مَفْعُوْلًا ﴿۱۸﴾ اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ

آسمان اس کی وجہ سے پھٹ جائے گا، اللہ کا وعدہ ہو کر رہنا ہے ○ بیشک یہ ایک نصیحت ہے، تو جو چاہے اپنے رب کی طرف

ع ۱ ۱۹ ۱۳ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴿ع۱۹﴾ اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَ نِصْفَهٗ وَ ثُلُثَهٗ

راستہ اختیار کرے ○ بیشک تمہارا رب جانتا ہے کہ تم اور تمہارے ساتھیوں میں سے ایک جماعت کبھی دو تہائی رات کے قریب قیام کرتی ہے

آیت 15، 16 ارشاد فرمایا کہ اے اہلِ مکہ! بیشک ہم نے اُسی طرح محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا جو کہ مومن کے ایمان اور کافر کے کفر کو جانتے ہیں جس طرح ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو فرعون کی طرف رسول بنا کر بھیجا اور جب فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی رسالت کا انکار کر کے اور ان پر ایمان نہ لا کر ان کا حکم نہ مانا تو ہم نے اس کی نافرمانی کی وجہ سے دریا میں ڈبو کر اسے سخت گرفت سے پکڑا، لہٰذا تم بھی اس بات سے ڈرو کہ کہیں میرے حبیب صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو جھٹلانے کی وجہ سے تم پر بھی فرعون کی طرح دنیا میں عذاب نہ آجائے۔

آیت 17، 18 ارشاد فرمایا کہ اگر تمہارے کفر کے باوجود تم سے فرعون کی طرح دنیا میں ہی مُؤاخذہ نہ ہوا تو تم قیامت کے اس دن کے عذاب سے کیسے بچو گے جو انتہائی ہَولناک ہوگا اور وہ اپنی دہشت سے بچوں کو بوڑھا کردے گا اور آسمان اس دن کی شدت کی وجہ سے پھٹ جائے گا، اللہ تعالیٰ نے قیامت قائم ہونے کا جو وعدہ دیا ہے وہ ہو کر رہنا ہے۔ **درس:** اس آیت میں قیامت کی ہولناکی کو بہت دل ہلا دینے والے انداز میں بیان کیا ہے کہ قیامت کے دن کی شدت و سختی بچے کو بوڑھا کردے۔ اس دن کو یاد رکھنا زندگی کا حصہ بنالیں، آج کی یہ یاد کل قیامت کے لئے بہت مفید ثابت ہوگی۔

آیت 19 فرمایا کہ بیشک دنیاو آخرت کے عذاب سے ڈرانے والی یہ آیات مخلوق کے لئے نصیحت ہیں، تو اب جو چاہے ایمان اور طاعت اختیار کر کے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف راستہ اختیار کرے۔

آیت 20 اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! بیشک تمہارا رب عزّوجلّ جانتا ہے کہ آپ اور آپ کے صحابہ میں سے ایک جماعت آپ کی پیروی کرتے ہوئے کبھی دو تہائی رات کے قریب قیام کرتی ہے اور کبھی آدھی رات اور کبھی ایک تہائی رات قیام میں گزارتی

وَ طَآىِٕفَةٌ مِّنَ الَّذِیْنَ مَعَكَ ؕ وَ اللّٰهُ یُقَدِّرُ الَّیْلَ وَ النَّهَارَ ؕ عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ

اور کبھی آدھی رات اور کبھی ایک تہائی رات۔ اور اللہ رات اور دن کا اندازہ فرماتا ہے، اسے معلوم ہے کہ (اے مسلمانو!) تم ساری رات قیام

فَتَابَ عَلَیْكُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ؕ عَلِمَ اَنْ سَیَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى ۙ وَ

نہیں کر سکو گے تو اس نے اپنی مہربانی سے تم پر رجوع فرمایا اب قرآن میں سے جتنا آسان ہو اتنا پڑھو۔ اسے معلوم ہے کہ عنقریب تم میں سے کچھ لوگ بیمار

اٰخَرُوْنَ یَضْرِبُوْنَ فِی الْاَرْضِ یَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ۙ وَ اٰخَرُوْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۖؗ

ہوں گے اور کچھ زمین میں اللہ کا فضل تلاش کرنے کیلئے سفر کریں گے اور کچھ اللہ کی راہ میں لڑتے ہوں گے

فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنْهُ ۙ وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ اَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ؕ

تو جتنا قرآن آسان ہو پڑھو اور نماز قائم رکھو اور زکوۃ دو اور اللہ کو اچھا قرض دو

وَ مَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَیْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَیْرًا وَّ اَعْظَمَ اَجْرًا ؕ وَ اسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ؕ

اور اپنے لیے جو بھلائی تم آگے بھیجو گے اسے اللہ کے پاس بہتر اور بڑے ثواب کی پاؤ گے اور اللہ سے بخشش مانگو،

اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۲۰﴾ ع ۲ ۱۴

بیشک اللہ بہت بخشنے والا بڑا مہربان ہے ○

ہے اور اللہ تعالیٰ رات اور دن کے اَجزا اور ان کی گھڑیوں کی مقدار جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مہربانی سے تم پر رجوع فرمایا اور تم سے مشقت دور کر دی لہٰذا اب نماز کے دوران قرآن میں سے جتنا تم پر آسان ہو اتنا پڑھو اور رات کا لمبا قیام تمہیں معاف ہے۔ اس تخفیف کی حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ عنقریب تم میں سے کچھ لوگ بیمار ہوں گے اور کچھ لوگ تجارت کے ذریعے زمین میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فضل تلاش کرنے یا علم حاصل کرنے کیلئے سفر کریں گے اور کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں کفار سے لڑتے ہوں گے، اس وجہ سے ان پر رات کا قیام دشوار ہو گا تو تم پر جتنا قرآن آسان ہو اتنا پڑھو اور فرض نماز قائم رکھو اور جو زکوۃ تم پر واجب ہو اسے ادا کرو اور نفلی صدقات کے ذریعے اللہ تعالیٰ کو اچھا قرض دو اور اپنے لیے جو بھلائی تم آگے بھیجو گے اسے اللہ تعالیٰ کے پاس بہتر اور بڑے ثواب کی پاؤ گے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اپنے گناہوں کی بخشش مانگو، بیشک اللہ تعالیٰ تمام گناہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔ **اہم باتیں:** (1) اس آیت ''فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ'' سے نماز میں مُطْلَقاً قراءت کی فرضِیَّت ثابت ہوئی۔ (2) اس آیت سے رات میں قیام کی مقدار منسوخ ہوئی، پھر (ایک قول کے مطابق) پانچ نمازوں کی فرضِیَّت سے امت کے حق میں تہجد کا اصل وجوب بھی منسوخ ہو گیا۔ (4) اچھے قرض سے مراد زکوۃ کے علاوہ راہِ خدا میں خرچ کرنا ہے جیسے رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرنے میں اور مہمان نوازی کرنے میں خرچ کرنا۔

Go to Index

ركوعاتها ٢ ۔ (٧٤) سُوْرَةُ الْمُدَّثِّرِ مَكِّيَّةٌ (٤) ۔ اٰياتها ٥٦

سورۂ مدثر مکیہ ہے، اس میں چھپن آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ﴿١﴾ قُمْ فَاَنْذِرْ ﴿٢﴾ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ﴿٣﴾ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ﴿٤﴾

اے چادر اوڑھنے والے ○ کھڑے ہوجاؤ پھر ڈر سناؤ ○ اور اپنے رب ہی کی بڑائی بیان کرو ○ اور اپنے کپڑے پاک رکھو ○

سورۂ مُدَّثِّر کا تعارف یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں 2 رکوع اور 56 آیتیں ہیں۔ مدثر کا معنی ہے چادر اوڑھنے والا، اور اس سورت کی پہلی آیت میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو اس وصف سے مُخاطب کیا گیا اس مناسبت سے اسے ”سورۂ مدثر“ کہتے ہیں۔ **خلاصہ مضامین:** اس سورت کی ابتدائی آیات میں تبلیغِ دین کے حوالے سے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی تربیت فرمائی گئی اور کافروں کی طرف سے پہنچنے والی ایذاؤں پر صبر کرنے کی تلقین کی گئی۔ قیامت کے دن کی ہَولناکی اور ولید بن مغیرہ مخزومی کی مذمت اور دردناک انجام بیان کیا گیا۔ جہنم کے اَوصاف بیان کئے گئے اور اس کے محافظوں کی تعداد بیان کی گئی۔ چاند، رات اور صبح کی قسم یاد کرکے فرمایا کہ دوزخ بہت بڑی چیز ہے۔ یہ بتایا گیا ہے کہ ہر شخص اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہے، نیز جنتیوں اور جہنمیوں کے مابین ہونے والی گفتگو بیان کی گئی۔ مشرکین کی نادانی اور بیوقوفی بیان کی گئی کہ جس طرح شیر سے خوفزدہ ہوکر گدھا بھاگتا ہے اسی طرح یہ لوگ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی تلاوتِ قرآن سن کر ان سے بھاگتے ہیں۔ اس سورت کے آخر میں بتایا گیا کہ قرآنِ مجید عظیم نصیحت ہے تو جو چاہے اس سے نصیحت حاصل کرے۔

آیت 1 **شانِ نزول:** سرکارِ دوعالَم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں حرا پہاڑ پر تھا کہ مجھے ندا کی گئی ”یَا مُحَمَّدُ اِنَّکَ رَسُوْلُ اللہ“ میں نے اپنے دائیں بائیں دیکھا تو کچھ نہ پایا اور جب اوپر دیکھا تو ایک شخص (یعنی وہی فرشتہ جس نے ندا کی تھی) آسمان اور زمین کے درمیان بیٹھا ہے، یہ دیکھ کر مجھ پر رُعب طاری ہوا اور میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا اور میں نے انہیں کہا کہ مجھے چادر اُڑھاؤ، انہوں نے چادر اُڑھادی، اس کے بعد حضرت جبریل عَلَيْهِ السَّلَام آئے اور انہوں نے کہا ”يٰۤاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ“ اے چادر اوڑھنے والے۔

آیت 2 ارشاد فرمایا: اے چادر اوڑھنے والے (نبی صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم،) آپ اپنی خواب گاہ سے کھڑے ہوجائیں پھر تمام لوگوں کو ایمان نہ لانے پر اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرائیں کیونکہ آپ تمام لوگوں کی طرف رسول بناکر بھیجے گئے ہیں۔

آیت 3 فرمایا کہ بتوں کے پُجاری اللہ تعالیٰ کی شان میں جو بکواس کرتے ہیں آپ اس سے اللہ تعالیٰ کی عظمت اور بڑائی بیان کریں۔ مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے اللہُ اَکْبَر فرمایا، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے بھی حضور پُرنور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی تکبیر سن کر تکبیر کہی۔

آیت 4 فرمایا کہ اے حبیب! آپ اپنے کپڑے ہر طرح کی نجاست سے پاک رکھیں کیونکہ نماز کیلئے طہارت ضروری ہے اور نماز کے علاوہ اور حالتوں میں بھی کپڑے پاک رکھنا بہتر ہے۔

وَ الرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝۵ وَ لَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ۝۶ وَ لِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ۝۷ فَاِذَا نُقِرَ فِی

اور گندگی سے دور رہو ○ اور زیادہ لینے کی خاطر کسی پر احسان نہ کرو ○ اور اپنے رب کے لیے ہی صبر کرتے رہو ○ پھر جب صور میں

النَّاقُوْرِ ۝۸ فَذٰلِكَ یَوْمَىٕذٍ یَّوْمٌ عَسِیْرٌ ۝۹ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ غَیْرُ یَسِیْرٍ ۝۱۰ ذَرْنِیْ

پھونکا جائے گا ○ تو وہ دن بڑا سخت دن ہوگا ○ کافروں پر آسان نہیں ہوگا ○ اسے مجھ پر چھوڑ دو

وَ مَنْ خَلَقْتُ وَحِیْدًا ۝۱۱ وَّ جَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا ۝۱۲ وَّ بَنِیْنَ شُهُوْدًا ۝۱۳ وَّ مَهَّدْتُّ لَهٗ

جسے میں نے اکیلا پیدا کیا ○ اور اسے وسیع مال دیا ○ اور سامنے حاضر رہنے والے بیٹے دیئے ○ اور میں نے اس کے لیے (نعمتوں کو)

آیت 5 اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو (پہلے کی طرح) بتوں کی عبادت سے دور رہنے پر قائم رہنے کا حکم دیا ہے لہٰذا جس طرح مسلمان کے اس قول ''اِھْدِنَا'' کا یہ معنی نہیں کہ اے اللہ ہم ہدایت پر نہیں اس لئے ہمیں ہدایت عطا فرما، بلکہ معنی یہ ہے کہ ہمیں ہدایت پر ثابت قدم رکھ تو اسی طرح اس آیت کا یہ مطلب نہیں کہ پہلے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم بتوں کی پوجا کرتے تھے اور اب منع کیا جارہا ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ جس طرح آپ پہلے بتوں کی پوجا کرنے سے دور تھے اسی طرح ہمیشہ اس سے دور ہی رہیئے۔

آیت 6 فرمایا کہ اے حبیب! آپ اپنا مال کسی کو اس نیت سے ہدیے کے طور پر نہ دینا کہ وہ آپ کو اس سے زیادہ دے گا۔ **اہم بات:** دنیا میں تحفے اور نیوتے دینے کے معاملے میں دستور ہے کہ دینے والا یہ خیال کرتا ہے کہ جس کو میں نے دیا ہے وہ موقع آنے پر مجھے اس سے زیادہ دیدے گا، اس قسم کے نیوتے اور ہدیے اگرچہ جائز ہیں لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو اس سے منع فرمایا گیا کیونکہ اس مَنصبِ عالی کے لائق یہی ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم جس کو جو کچھ دیں وہ محض کرم کے طور پر ہو اور جسے دیا اس سے نفع حاصل کرنے کی نیت نہ ہو اور عام مسلمانوں کو بھی اس اخلاقی بلندی کی پیروی کرنی چاہیے۔

آیت 7 فرمایا کہ اے حبیب! آپ اپنے رب عزّوجلّ کی رضا کے لئے اس کی اطاعت، اس کے احکامات، اس کے ممنوعات اور ان ایذاؤں پر صبر کرتے رہیں جو دین کی خاطر آپ کو (کُفّار کی طرف سے) برداشت کرنی پڑیں۔

آیت 8-10 ان آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جب دوسری بار صور میں پھونک ماری جائے گی تو وہ دن عذاب اور برے حساب کے اعتبار سے سخت دن ہوگا اور وہ کافروں پر آسان نہیں ہوگا کیونکہ ان سے سخت حساب لیا جائے گا اور ان کے اعمال نامے ان کے بائیں ہاتھوں میں دیئے جائیں گے اور ان کے چہرے سیاہ ہوں گے اور وہ محشر میں سب لوگوں کے سامنے رُسوا ہوں گے، جبکہ وہ دن اللہ تعالیٰ کے فضل سے مومنین پر آسان ہوگا۔

آیت 11-17 **شانِ نزول:** ولید بن مغیرہ مخزومی اپنی قوم میں وحید یعنی یکتا کے لقب سے مشہور تھا، اس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا کہ اے حبیب! آپ کی طرف سے اس سے انتقام لینے کے لئے میں کافی ہوں جسے میں نے اس کی ماں کے پیٹ سے مال اور اولاد کے بغیر اکیلا پیدا کیا، پھر اس پر انعام کیا کہ اسے وسیع مال دیا اور اسے ایسے دس بیٹے دیئے جنہیں مالدار ہونے کی وجہ سے مال کمانے کیلئے سفر کرنے کی حاجت نہ تھی اس لئے وہ سب باپ کے سامنے رہتے اور میں نے اس کے لیے دُنیوی نعمتوں کو خوب بچھا دیا کہ

تَمۡهِيۡدًا ﴿١٤﴾ ثُمَّ يَطۡمَعُ اَنۡ اَزِيۡدَ ﴿١٥﴾ كَلَّا ؕ اِنَّهٗ كَانَ لِاٰيٰتِنَا عَنِيۡدًا ﴿١٦﴾ سَاُرۡهِقُهٗ

خوب بچھادیا ○ پھر وہ طمع کرتا ہے کہ میں اور زیادہ دوں ○ ہرگز نہیں، یقیناً وہ تو ہماری آیتوں سے دشمنی رکھتا ہے ○ جلد ہی میں اسے (آگ کے پہاڑ

صَعُوۡدًا ﴿١٧﴾ اِنَّهٗ فَكَّرَ وَقَدَّرَ ﴿١٨﴾ فَقُتِلَ كَيۡفَ قَدَّرَ ﴿١٩﴾ ثُمَّ قُتِلَ كَيۡفَ

صعود پر چڑھاؤں گا ○ بیشک اس نے سوچا اور دل میں کوئی بات ٹھہرالی ○ تو اس پر لعنت ہو، اس نے کیسی بات ٹھہرائی ○ پھر اس پر لعنت ہو، اس نے کیسی

قَدَّرَ ﴿٢٠﴾ ثُمَّ نَظَرَ ﴿٢١﴾ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ﴿٢٢﴾ ثُمَّ اَدۡبَرَ وَاسۡتَكۡبَرَ ﴿٢٣﴾ فَقَالَ اِنۡ هٰذَاۤ اِلَّا سِحۡرٌ

بات ٹھہرائی ○ پھر نظر اٹھا کر دیکھا ○ پھر اس نے تیوری چڑھائی اور منہ بگاڑا ○ پھر پیٹھ پھیری اور تکبر کیا ○ پھر بولا: یہ تو وہی جادو ہے

اسے (قوم میں) عزت و مرتبہ بھی دیا، ریاست بھی عطا فرمائی، عیش بھی دیا اور لمبی عمر بھی عطا کی، پھر وہ میری ناشکری کے باوجود حرص کی وجہ سے یہ امید کرتا ہے کہ میں اسے مال و اولاد اور زیادہ دوں۔ ایسا ہرگز نہیں ہوگا اور آج کے بعد اس کی نعمتوں میں اضافہ نہیں ہوگا اوراس کی وجہ یہ ہے کہ وہ میری آیتوں سے دشمنی رکھتا ہے اور ان کا انکار کرتا ہے اور جلد ہی میں اسے آگ کے پہاڑ صعود پر چڑھاؤں گا۔ **اہم بات:** ولید بن مغیرہ کے دس بیٹوں میں سے تین مُشَرَّف بہ اسلام ہوئے اور ان میں سے ایک اسلامی لشکروں کے مشہور سپہ سالار اور ملک شام کے فاتح حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ہیں۔

آیت 26-18 شانِ نزول: جب یہ آیت "حٰمٓ ﴿١﴾ تَنۡزِيۡلُ الۡكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الۡعَزِيۡزِ الۡعَلِيۡمِ" نازل ہوئی اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے مسجد میں نماز کے دوران اس کی تلاوت فرمائی تو ولید نے اس آیت کو سنا اور اپنی قوم کی مجلس میں آکر اُس نے کہا کہ خدا کی قسم! میں نے محمد (صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم) سے ابھی ایک کلام سنا ہے، خدا کی قسم! اس کلام میں عجیب شیرینی، تازگی اور دل کشی ہے، وہ کلام سب پر غالب رہے گا۔ قریش کو اِن باتوں سے بہت غم ہوا اور ان میں مشہور ہوگیا کہ ولید اپنے آبائی دین سے مُنْحَرِف ہوگیا ہے۔ ابو جہل ولید کو سمجھانے کے لئے اسکے پاس آیا اور یہ کہا: کہ قریش کو یہ خیال ہے کہ تو نے محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم) کے کلام کی تعریف اس لئے کی ہے کہ تجھے ان کے دستر خوان کا بچا ہوا کھانا مل جائے۔ اس پر اُسے بہت طیش آیا اور کہنے لگا کہ کیا قریش کو میرے مال و دولت کا حال معلوم نہیں ہے اور کیا محمد (صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم) اور ان کے اَصحاب نے کبھی سیر ہو کر کھانا بھی کھایا ہے جو اُن کے دستر خوان پر کچھ بچے گا۔ پھر وہ ابو جہل کے ساتھ اُٹھا اور قوم میں آکر کہنے لگا: تمہیں خیال ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم) مجنون ہیں، کیا تم نے اُن میں کبھی دیوانگی کی کوئی بات دیکھی؟ سب نے کہا: ہرگز نہیں۔ ولید کہنے لگا: تم انہیں کاہن سمجھتے ہو، کیا تم نے انہیں کبھی کہانت کرتے دیکھا ہے؟ سب نے کہا: ہرگز نہیں۔ ولید بولا: تم انہیں شاعر گمان کرتے ہو، کیا تم نے کبھی انہیں شعر کہتے ہوئے پایا ہے؟ سب نے کہا: ہرگز نہیں، یہ سن کر قریش نے کہا: ولید! پھر بات کیا ہے؟ تو ولید سوچ کر بولا کہ بات یہ ہے کہ وہ جادوگر ہیں، تم نے دیکھا ہوگا کہ ان کی بدولت رشتہ دار رشتہ دار سے اور باپ بیٹے سے جدا ہو جاتے ہیں اور جو قرآن وہ پڑھتے ہیں وہ دل میں اثر کرتا ہے کیونکہ وہ جادو ہے۔ اس سے متعلق یہ آیات نازل ہوئیں۔ چنانچہ ان آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ ولید بن مغیرہ نے سوچا کہ وہ اُس قرآن کے بارے میں کیا کہے جو اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے سنا، چنانچہ اس نے غور و فکر کر کے اپنے دل میں ایک کلام مُرَتَّب کر لیا۔ اب فرمانِ الٰہی ہوتا ہے کہ اس پر

يُؤْثَرُ ﴿٢٤﴾ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ﴿٢٥﴾ سَاُصْلِيْهِ سَقَرَ ﴿٢٦﴾ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ ﴿٢٧﴾

جو منقول چلتا آرہا ہے ○ یہ آدمی ہی کا کلام ہے ○ جلد ہی میں اسے دوزخ میں دھنساؤں گا ○ اور تمہیں کیا معلوم کہ دوزخ کیا ہے؟○

لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُ ﴿٢٨﴾ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ﴿٢٩﴾ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ﴿٣٠﴾ وَمَا جَعَلْنَاۤ اَصْحٰبَ النَّارِ

نہ باقی رہنے دے گی اور نہ چھوڑے گی ○ آدمی کی کھال جلا دینے والی ہے ○ اس پر اُنیس داروغہ ہیں ○ اور ہم نے دوزخ کے داروغے

اِلَّا مَلٰٓىٕكَةً ۪ وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۙ لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ

فرشتے ہی بنائے اور ہم نے ان کی یہ گنتی کافروں کی آزمائش کیلئے ہی رکھی اس لیے کہ کتاب والوں کو یقین ہو جائے

وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِيْمَانًا وَّلَا يَرْتَابَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۙ وَلِيَقُوْلَ

اور ایمان والوں کا ایمان بڑھے اور اہلِ کتاب اور مسلمان شک نہ کریں اور تاکہ جن کے دلوں میں

الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْكٰفِرُوْنَ مَاذَاۤ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ؕ كَذٰلِكَ يُضِلُّ

مرض ہے وہ اور کافر کہیں: اس عجیب و غریب بات سے اللہ کی کیا مراد ہے؟ یونہی اللہ گمراہ

اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ؕ وَمَا هِيَ

کرتا ہے جسے چاہتا ہے اور ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور تمہارے رب کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور وہ جہنم تو

لعنت ہو، اس نے اپنے دل میں کیسی عجیب بات ٹھہرائی ہے۔ پھر اس پر لعنت ہو، اس نے اپنے دل میں کیسی حیرت انگیز بات ٹھہرائی ہے۔ پھر اس نے نظر اٹھا کر اپنی قوم کے چہروں کی طرف دیکھا۔ پھر اس نے کسی چیز میں غور کرنے والے کی طرح تیوری چڑھائی اور منہ بگاڑا۔ پھر اس نے ایمان لانے سے پیٹھ پھیری اور تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی اطاعت کرنے کو اپنی بڑائی کے خلاف سمجھا۔ پھر قرآنِ مجید کے بارے میں بولا: یہ تو وہی جادو ہے جو جادوگروں سے منقول چلتا آرہا ہے اور یہ کسی آدمی ہی کا کلام ہے، جلد ہی اللہ تعالیٰ اسے دوزخ میں دھنسا دے گا۔

آیت 27-30 فرمایا: اے مُخاطَب! تمہیں کیا معلوم کہ دوزخ کیا ہے؟ وہ ایسی جگہ ہے کہ عقل اس کی شدت اور سختی کا اندازہ نہیں لگا سکتی، وہ نہ کسی عذاب کے مُستحق کو چھوڑے گی اور نہ اس کے جسم پر کھال لگی رہنے دے گی، بلکہ عذاب کے مستحق کو جلائے گی اور لوگ جل جانے کے بعد پھر ویسے ہی کر دیئے جائیں گے اور جہنم پھر انہیں جلائے گی، اور اس پر انیس فرشتے حضرت مالک علیہ السّلام اور ان کے اٹھارہ ساتھی داروغہ کے طور پر مقرر ہیں۔ **دعا:** اللہ تعالیٰ ہمیں ایمان کی حالت میں ایمان کے ساتھ موت نصیب فرمائے اور جہنم کے عذاب سے ہمیں محفوظ رکھے۔ اٰمین۔

آیت 31 **شانِ نزول:** ”جب یہ آیت نازل ہوئی (جس میں دوزخ پر مقرر فرشتوں کی تعداد 19 بتائی گئی) تو ابوجہل نے قریش سے کہا:

ع ١ ٣١/١٥ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ ﴿٣١﴾ كَلَّا وَ الْقَمَرِ ﴿٣٢﴾ وَ الَّيْلِ اِذْ اَدْبَرَ ﴿٣٣﴾ وَ الصُّبْحِ اِذَاۤ اَسْفَرَ ﴿٣٤﴾

انسان کیلئے نصیحت ہی ہے ○ خبردار! چاند کی قسم ○ اور رات کی جب پیٹھ پھیرے ○ اور صبح کی جب وہ خوب روشن ہو جائے ○

اِنَّهَا لَاِحْدَى الْكُبَرِ ﴿٣٥﴾ نَذِيْرًا لِّلْبَشَرِ ﴿٣٦﴾ لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّتَقَدَّمَ اَوْ يَتَاَخَّرَ ﴿٣٧﴾

بیشک دوزخ بہت بڑی چیزوں میں سے ایک چیز ہے ○ آدمیوں کو ڈرانے والی ہے ○ اسے جو تم میں سے آگے بڑھنا چاہے یا پیچھے ہٹنا چاہے ○

مع ١٦ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ ﴿٣٨﴾ اِلَّاۤ اَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ ﴿٣٩﴾ فِىْ جَنّٰتٍ ۛ يَتَسَآءَلُوْنَ ﴿٤٠﴾

ہر جان اپنے کمائے ہوئے اعمال میں گروی رکھی ہے ○ مگر دائیں طرف والے ○ باغوں میں ہوں گے۔ وہ پوچھ رہے ہوں گے ○

تمہاری ماں تم پر روئے، محمد (مصطفی صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم) نے خبر دی ہے کہ دوزخ کے داروغہ انیس ہیں اور تم انتہائی بہادر اور تعداد میں کثیر لوگ ہو تو کیا تم میں سے دس مرد دوزخ کے ایک داروغہ کو نہیں پکڑ سکتے؟ ابو الاشد بن اُسید نے کہا: میں اکیلا ان میں سے سترہ کو کافی ہوں گا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دوزخ کے داروغے انسانوں سے نہیں بنائے جن پر کفار غالب آجائیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے فرشتے بنائے ہیں لہٰذا ان میں سے ایسا کون ہے جو فرشتوں پر غالب آسکے اور اللہ تعالیٰ نے ان فرشتوں کی یہ قلیل تعداد کافروں کی اس آزمائش کیلئے رکھی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حکمت پر اعتماد نہ کر کے اس تعداد میں کلام کریں اور کہیں کہ انیس کیوں ہوئے نیز تورات اور انجیل میں لکھا ہوا تھا دوزخ کے داروغے انیس ہیں، قرآنِ پاک میں بھی یہی تعداد بیان کی گئی تا کہ اپنی کتابوں کے موافق دیکھ کر یہودیوں کو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی صداقت کا یقین حاصل ہو۔ اہلِ کتاب میں سے جو لوگ ایمان لائے ہیں ان کا رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے ساتھ اعتقاد اور زیادہ ہو جائے اور اہلِ کتاب اور مسلمان اس گنتی میں شک نہ کریں۔ جن کے دلوں میں مُنافقت کا مرض ہے وہ اور کافر کہیں: اس عجیب و غریب بات سے اللہ تعالیٰ کی کیا مراد ہے؟ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور تمہارے رب عزّوجلّ کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور وہ جہنم اور اس کی صفت تو انسان کیلئے نصیحت ہی ہے۔

آیت 32-37 اللہ تعالیٰ نے چاند، رات اور صبح کی قسم ارشاد فرمائی کیونکہ ان میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے عجائبات ظاہر ہیں، اس کے بعد فرمایا کہ بیشک دوزخ بہت بڑی چیزوں میں سے ایک چیز ہے اور یہ دوزخ آدمیوں میں سے اس کو ڈرانے والی ہے جو تم میں سے ایمان لا کر بھلائی کی طرف یا جنت کی طرف آگے بڑھنا چاہے یا کفر اختیار کر کے جنت سے پیچھے ہٹنا چاہے اور جہنم کے عذاب میں گرفتار ہونا چاہے۔

آیت 38، 39 جنوں اور انسانوں میں سے ہر جان اپنے کئے ہوئے اعمال کی وجہ سے ایسے قید ہے جیسے وہ چیز جسے گروی رکھا ہوا ہے، البتہ کافر دائمی طور پر اور ایمان والے عارضی طور پر قید ہیں۔

آیت 40-47 فرمایا: ایمان والے آخرت میں باغوں میں ہوں گے اور جب جہنم میں داخل ہونے والے مومن اس سے نکل جائیں گے تو جنتی، کافروں سے ان کا حال پوچھیں گے کہ تمہیں کون سی چیز دوزخ میں لے گئی؟ وہ کہیں گے: ہم دنیا میں نماز پڑھنے والوں میں

عَنِ الْمُجْرِمِیْنَ ﴿۴۱﴾ مَا سَلَكَكُمْ فِیْ سَقَرَ ﴿۴۲﴾ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّیْنَ ﴿۴۳﴾ وَ لَمْ نَكُ

مجرموں سے ○ کون سی چیز تمہیں دوزخ میں لے گئی؟ ○ وہ کہیں گے: ہم نمازیوں میں سے نہیں تھے ○ اور مسکین کو

نُطْعِمُ الْمِسْكِیْنَ ﴿۴۴﴾ وَ كُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآىٕضِیْنَ ﴿۴۵﴾ وَ كُنَّا نُكَذِّبُ بِیَوْمِ الدِّیْنِ ﴿۴۶﴾

کھانا نہیں کھلاتے تھے ○ اور بیہودہ فکر والوں کے ساتھ بیہودہ باتیں سوچتے تھے ○ اور ہم انصاف کے دن کو جھٹلاتے رہے ○

حَتّٰۤى اَتٰىنَا الْیَقِیْنُ ﴿۴۷﴾ فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِیْنَ ﴿۴۸﴾ فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ

یہاں تک کہ ہمیں موت آئی ○ تو انہیں سفارشیوں کی سفارش کام نہ دے گی ○ تو انہیں کیا ہوا نصیحت سے

مُعْرِضِیْنَ ﴿۴۹﴾ كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ ﴿۵۰﴾ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ ﴿۵۱﴾ بَلْ یُرِیْدُ

منہ پھیرے ہوئے ہیں ○ گویا وہ بھڑکے ہوئے گدھے ہوں ○ جو شیر سے بھاگے ہوں ○ بلکہ ان میں سے

كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ یُّؤْتٰى صُحُفًا مُّنَشَّرَةً ﴿۵۲﴾ كَلَّا ؕ بَلْ لَّا یَخَافُوْنَ الْاٰخِرَةَ ﴿۵۳﴾

ہر شخص چاہتا ہے کہ اسے کھلے صحیفے ہاتھ میں دیدیے جائیں ○ ہرگز نہیں بلکہ وہ آخرت سے ڈرتے نہیں ○

سے نہیں تھے کیونکہ ہم نماز کے فرض ہونے کا اعتقاد نہیں رکھتے تھے اور مسکین کو صدقہ نہیں کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی آیات کے بارے میں بیہودہ فکر کرنے والوں کے ساتھ بیٹھ کر بیہودہ باتیں سوچتے تھے اور انکے بارے میں جھوٹی باتیں بولتے تھے اور ہم انصاف کے اس دن کو جھٹلاتے رہے، یہاں تک کہ ہمیں موت آئی اور ہم ان مذموم افعال کی وجہ سے ہمیشہ کے لئے جہنم میں داخل ہو گئے۔

درس: آیت میں جہنم میں داخلے کے اسباب یہ بیان ہوئے، نماز نہ پڑھنا، مسکین کو کھانا نہ کھلانا، بیہودہ باتیں کرنا، سوچنا، قیامت کو جھٹلانا، ان میں آخری تو واضح کفر کی صورت ہے جبکہ اس سے پہلے والے افعال میں اعتقادی صورت بھی ہے جو کفر بنتی ہے اور عملی صورت بھی جو حسبِ حال حرام بنتی ہے۔ ہم غور کرلیں کہ ان میں سے ہم کسی عملی کوتاہی کا شکار ہیں؟

آیت 48 انبیاءِ کرام علیہم السّلام، فرشتے، شُہداء اور صالحین جنہیں اللہ تعالیٰ نے شفاعت کرنے کا اِذن دیا ہے وہ ایمانداروں کی شفاعت کریں گے اور کافروں کی شفاعت نہیں کریں گے، لہٰذا کافروں کو قیامت کے دن شفاعت مُیَسَّر نہ ہوگی۔

آیت 49-51 فرمایا کہ مُشرک لوگ، نادانی اور بے وقوفی میں گدھے کی طرح ہیں کہ جس طرح شیر کو دیکھ کر خوفزدہ ہو کر گدھا بھاگتا ہے اسی طرح یہ لوگ نبیِّ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی تلاوتِ قرآن سن کر ان سے بھاگتے ہیں اور قرآن کی نصیحتوں سے اِعراض کرتے ہیں۔ **درس:** قرآن پڑھنے، سننے میں دل لگنا ایمان کی نشانی ہے اور تلاوت سے دل کا تنگ اور دور ہونا ایمان کی کمزوری کی علامت ہے۔

آیت 52، 53 کفارِ قریش نے نبیِّ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے کہا تھا کہ ہم اس وقت تک ہرگز آپ کی پیروی نہیں کریں گے جب تک کہ ہم میں ہر ایک کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے کتاب نہ آئے جس میں لکھا ہوا ہو کہ یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور فلاں بن فلاں کے نام ہے ہم اس میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی پیروی کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان میں سے ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ اسے اس کے نام پر نازل کئے ہوئے کھلے صحیفے ہاتھ میں دیدیے جائیں، ایسا ہرگز نہ ہوگا کہ صحیفے ان کے ہاتھ میں دیدئے جائیں بلکہ وہ

كَلَّاۤ اِنَّهٗ تَذْكِرَةٌۚ ﴿۵۴﴾ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗؕ ﴿۵۵﴾ وَ مَا یَذْكُرُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُؕ

سن لو! بیشک وہ نصیحت ہے ○ تو جو چاہے اس سے نصیحت حاصل کرے ○ اور وہ اللہ کے چاہنے سے ہی نصیحت حاصل کرسکتے ہیں۔

ع ۲ ۲۵ ۱۶ الثلثۃ

هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَ اَهْلُ الْمَغْفِرَةِ۠ ﴿۵۶﴾

وہی لائق ہے کہ (اس سے) ڈرا جائے اور مغفرت فرمانے والا ہے ○

اٰیاتھا ۴۰ | ۷۵ سُوْرَةُ الْقِیٰمَةِ مَكِّیَّةٌ ۳۱ | رکوعاتھا ۲

سورۂ قیامہ مکیہ ہے، اس میں چالیس آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

لَاۤ اُقْسِمُ بِیَوْمِ الْقِیٰمَةِۙ ﴿۱﴾ وَ لَاۤ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ﴿۲﴾

مجھے قیامت کے دن کی قسم ہے ○ اور مجھے اس جان کی قسم ہے جو اپنے اوپر ملامت کرے ○

لوگ آخرت سے ڈرتے نہیں کیونکہ اگر انہیں اس کا خوف ہوتا تو معجزات ظاہر ہونے کے بعد اس قسم کی حیلہ بازیاں نہ کرتے۔

آیت 54-56 آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے لوگو! سن لو، بیشک وہ قرآن شریف عظیم نصیحت ہے تو جو چاہے اس سے نصیحت حاصل کرے کیونکہ اس کا فائدہ اسے ہی ہوگا اور وہ اللہ تعالیٰ کے چاہنے سے ہی نصیحت حاصل کرسکتے ہیں۔ وہی اللہ اس لائق ہے کہ اس کے بندے اس سے ڈریں اور اس کے عذاب سے خوفزدہ ہوں، اس پر ایمان لائیں اور اس کی اطاعت کریں اور وہی بندوں کے سابقہ کفر اور گناہوں کی مغفرت فرمانے والا ہے۔

سورۂ قیامہ کا تعارف یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں 2 رکوع اور 40 آیتیں ہیں۔ اس سورت کی پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن کی قسم ارشاد فرمائی ہے، اس مناسبت سے اسے ''سورۂ قیامہ'' کہتے ہیں۔ **خلاصۂ مضامین:** اس سورت میں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کا انکار کرنے والوں کا رد، قدرت الٰہی اور قیامت کے دن کی نشانیوں کا بیان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے فرمایا کہ آپ یاد کرنے کی جلدی میں قرآنِ مجید نازل ہونے کے ساتھ اپنی زبان کو حرکت نہ دیں، اسے جمع کرنا، اسے پڑھنا اور اس کے معانی و اَحکام کو بیان کرنا ہمارے ذمہ ہے۔ دنیا سے محبت رکھنے اور اسے آخرت پر ترجیح دینے کی مذمت بیان ہوئی اور یہ بتایا گیا کہ قیامت کے دن لوگ دو طرح کے ہوں گے۔ نزع کی سختیاں اور ہولناکیاں بیان کی گئیں اور یہ بتایا گیا کہ قیامت کے دن بندوں کو رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف ہی چلنا ہوگا اور وہی ان کے درمیان فیصلہ فرمائے گا۔ سورت کے آخر میں مُردوں کو دوبارہ زندہ کرنے پر اللہ تعالیٰ کے قادر ہونے کی دلیل بیان فرمائی گئی۔

آیت 1، 2 مُشرکین کے مرنے کے بعد اٹھائے جانے کے انکار کرتے ہوئے فرمایا کہ جیسا تم گمان کرتے ہو درحقیقت ویسا نہیں ہے،

اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ ؕ﴿۳﴾ بَلٰى قٰدِرِیْنَ عَلٰۤى اَنْ نُّسَوِّیَ

کیا آدمی یہ سمجھتا ہے کہ ہم ہر گز اس کی ہڈیاں جمع نہ فرمائیں گے ○ کیوں نہیں ہم اس بات پر قادر ہیں کہ اس کے انگلیوں کے پوروں (تک) کو

بَنَانَهٗ ﴿۴﴾ بَلْ یُرِیْدُ الْاِنْسَانُ لِیَفْجُرَ اَمَامَهٗ ﴿۵﴾ یَسْـَٔلُ اَیَّانَ یَوْمُ الْقِیٰمَةِ ؕ﴿۶﴾ فَاِذَا بَرِقَ

ٹھیک کر دیں ○ بلکہ آدمی چاہتا ہے کہ وہ اپنے آگے کو جھٹلائے ○ پوچھتا ہے: قیامت کا دن کب ہو گا؟ ○ تو جس دن آنکھ

مجھے قیامت کے دن کی قسم ہے اور مجھے اس جان کی قسم ہے جو بکثرت نیکیاں کرنے والی ہونے کے باوجود اپنے اوپر اپنی کوتاہیوں کی وجہ سے ملامت کرے کہ تم مرنے کے بعد ضرور اٹھائے جاؤ گے۔

آیت 3 **شانِ نزول:** یہ آیت عدی بن ربیعہ کے بارے میں نازل ہوئی، اس نے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے پوچھا: قیامت کب واقع ہو گی اور اس کے اَحوال کیسے ہوں گے؟ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اسے بتایا تو اس نے کہا: اگر میں قیامت کا دن دیکھ بھی لوں تو بھی نہ مانوں اور آپ پر ایمان نہ لاؤں، کیا اللہ تعالیٰ بکھری ہوئی ہڈیاں جمع کر دے گا؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور اس کے معنی یہ ہیں کہ کیا اس کافر کا یہ گمان ہے کہ ہڈیاں بکھرنے، گلنے، ریزہ ریزہ ہو کر مٹی میں ملنے اور ہواؤں کے ساتھ اُڑ کر دور دراز مقامات میں مُنْتَشِر ہو جانے سے ایسی ہو جاتی ہیں کہ ان کو جمع کرنا ہماری قدرت سے باہر ہے، یہ فاسد خیال اس کے دِل میں کیوں آیا اور اس نے یہ کیوں نہیں جانا کہ جو پہلی بار پیدا کرنے پر قادر ہے وہ مرنے کے بعد دوبارہ پیدا کرنے پر ضرور قادر ہے۔

آیت 4 فرمایا کہ کیا کافر یہ گمان کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیوں کو جمع نہیں کر سکتے؟ کیوں نہیں، ہم اس کی ہڈیوں کو جمع کر سکتے ہیں اور ہم تو اس بات پر بھی قادر ہیں کہ اس آدمی کی انگلیاں جیسی تھیں کسی فرق کے بغیر ویسی ہی کر دیں اور اُن کی ہڈیاں اُن کے مقام پر پہنچا دیں، جب ہم چھوٹی چھوٹی ہڈیاں اس طرح ترتیب دے سکتے ہیں تو بڑی ہڈیوں کا کیا کہنا، انہیں تو بدرجہ اَولیٰ ترتیب دے سکتے ہیں۔

آیت 5، 6 ان دو آیات کے بیان کردہ مختلف معنی میں سے 2 یہ ہیں: (1) انسان کا مرنے کے بعد اٹھائے جانے کا انکار کرنا کسی شُبہے اور دلیل نہ ہونے کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ وہ سوال کرنے کے باوجود بھی اپنی بدی پر قائم رہنا چاہتا ہے کہ وہ مذاق اُڑانے کے طور پر پوچھتا ہے کہ قیامت کا دن کب ہو گا۔ (2) آدمی گناہ کو مُقَدَّم اور توبہ کو مُؤَخَّر کرتا ہے اور یہی کہتا رہتا ہے کہ اب توبہ کروں گا، اب عمل کروں گا یہاں تک کہ اسے موت آجاتی ہے اور وہ اپنی بدیوں میں ہی مبتلا ہوتا ہے۔ **اہم بات:** بہت سے مسلمانوں کو جب گناہوں سے رُک جانے، ان سے توبہ کرنے اور شریعت کے اَحکامات پر عمل کرنے کا کہا جائے تو ان کا یہ جواب ملتا ہے کہ ابھی تو بہت عمر پڑی ہے، جب بڑھاپا آئے گا تو گناہوں سے توبہ اور نیک اعمال کر لیں گے۔ اور بعض مسلمانوں تو ایسے بھی ہیں کہ اگر ان کی اولاد جوانی میں گناہوں سے دور اور نیکیوں کی طرف راغب ہونے لگے تو اسے عمر لمبی ہونے کا کہہ کر ان چیزوں سے روکنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کا دُنْیَوی نتیجہ تو یہ ہے کہ مسلمان دنیا بھر میں مغلوب نظر آ رہے ہیں اور کفّار مُسلم ممالک پر حملے کر کے ان کی اینٹ سے اینٹ بجا رہے ہیں جبکہ اس کا اخروی انجام اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

آیت 7-9 ان تین آیات میں اللہ تعالیٰ نے کافر کے قیامت کے وقوع کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے قیامت کی تین علامات بیان فرمائی ہیں۔ اس دن کی ہولناکی دیکھ کر آنکھ دہشت اور حیرت زدہ ہو جائے گی۔ چاند کی روشنی زائل ہو جائے گی جس سے وہ

الْبَصَرُ ۙ﴿۷﴾ وَ خَسَفَ الْقَمَرُ ۙ﴿۸﴾ وَ جُمِعَ الشَّمْسُ وَ الْقَمَرُ ۙ﴿۹﴾ یَقُوْلُ الْاِنْسَانُ یَوْمَىٕذٍ اَیْنَ الْمَفَرُّ ﴿ۚ۱۰﴾

دہشت زدہ ہوجائے گی ○ اور چاند تاریک ہوجائے گا ○ اور سورج اور چاند کو ملادیا جائے گا ○ اس دن آدمی کہے گا: بھاگنے کی جگہ کہاں ہے؟ ○

كَلَّا لَا وَزَرَ ﴿ؕ۱۱﴾ اِلٰى رَبِّكَ یَوْمَىٕذِ ﹰالْمُسْتَقَرُّ ﴿ؕ۱۲﴾ یُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ یَوْمَىٕذٍۭ بِمَا قَدَّمَ وَ اَخَّرَ ﴿ؕ۱۳﴾

ہرگز نہیں، کوئی پناہ نہیں ہوگی ○ اس دن تیرے رب ہی کی طرف جاکر ٹھہرنا ہے ○ اس دن آدمی کو اس کا سب اگلا پچھلا بتادیا جائے گا ○

بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِیْرَةٌ ۙ﴿۱۴﴾ وَّ لَوْ اَلْقٰى مَعَاذِیْرَهٗ ﴿ؕ۱۵﴾ لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ

بلکہ آدمی خود ہی اپنے حال پر پوری نگاہ رکھنے والا ہوگا ○ اگرچہ اپنی سب معذرتیں لاڈالے ○ تم یاد کرنے کی جلدی میں قرآن کے ساتھ

لِتَعْجَلَ بِهٖ ﴿ؕ۱۶﴾ اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَهٗ وَ قُرْاٰنَهٗ ﴿ۚۖ۱۷﴾ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ﴿ۚ۱۸﴾

اپنی زبان کو حرکت نہ دو ○ بیشک اس کا جمع کرنا اور اس کا پڑھنا ہمارے ذمہ ہے ○ توجب ہم اسے پڑھ لیں تو اس وقت اس پڑھے ہوئے کی اتباع کرو ○

تاریک ہوجائے گا۔ سورج اور چاند کو ملادیا جائے گا۔ یہ ملادینا طلوع ہونے میں ہوگا کہ دونوں مغرب سے طلوع ہوں گے یا بے نور ہونے میں ہوگا کہ دونوں کی روشنی ختم ہوجائے گی۔

آیت 10، 11 قیامت کا انکار کرنے والا انسان جب قیامت کے ان اَحوال کو دیکھے گا تو کہے گا: میں اس نازل ہونے والی ہَولناکی سے بچنے کے لئے کس طرف بھاگ کر جاؤں؟ فرمایا کہ وہاں بھاگ جانا اسے کوئی فائدہ نہیں دے گا کیونکہ اس طرح اسے نجات نہیں مل جائے گی اور اس دن نہ ہی پہاڑ یا قلعہ وغیرہ ایسی کوئی پناہ ہوگی جہاں جاکر وہ اللہ تعالیٰ کے آجانے والے حکم سے بچ سکے۔

آیت 12 فرمایا کہ جس دن یہ کام ہوں گے جن کا اوپر ذکر ہوا اس دن تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوگی اور ان کے اعمال کا حساب کیا جائے گا اور انہیں جزادی جائے گی، اللہ تعالیٰ جسے چاہے گا اسے اپنی رحمت سے جنت میں داخل کرے گا اور جسے چاہے گا اسے اپنے عدل سے جہنم میں ڈالے گا۔

آیت 13-15 قیامت کے دن آدمی کو بارگاہِ الٰہی میں پیش ہوکر مُحاسبہ کئے جانے اور اعمال کا وزن کئے جانے کے وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے سب اگلے پچھلے اور اچھے برے عمل بتادیئے جائیں گے بلکہ آدمی تو خبر دیئے جانے کا محتاج ہی نہ ہوگا کیونکہ وہ خود ہی اپنے حال پر پوری نگاہ رکھنے والا ہوگا کہ اس کے نفس نے کون کون سے برے عمل کئے اور ممکن ہے کہ وہ اپنی طرف سے ان برے اعمال پر کوئی معذرت پیش کرے لیکن اگرچہ وہ اپنی سب معذرتیں پیش کرڈالے جب بھی اسے نجات نہیں ملے گی۔

آیت 16-19 **شانِ نزول:** جب حضرت جبریل علیہ السّلام رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے پاس وحی لے کر آتے تو حضورِ اَقدس صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم حضرت جبریل علیہ السّلام کے (پڑھنے کے) ساتھ اپنی زبان اور ہونٹوں کو حرکت دیا کرتے تھے اور اس سے آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو تکلیف ہوتی جو کہ دوسروں کو بھی معلوم ہوجاتی تھی (اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی یہ مشقت گوارا نہ فرمائی اور) یہ آیات نازل کیں اور فرمایا: اے حبیب! آپ یاد کرنے کی جلدی میں قرآن کے ساتھ اپنی زبان کو حرکت نہ دیں، بیشک اس کو آپ کے سینۂ پاک میں محفوظ کردینا اور آپ کی زبان پر اس کا پڑھنا جاری کردینا ہمارے ذمہ ہے، لہٰذا جب ہماری جانب سے پڑھا جاچکے تو اس

Go to Index

ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ﴿١٩﴾ كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ ﴿٢٠﴾ وَ تَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ ﴿٢١﴾

پھر بیشک اسے بیان فرمانا ہمارے ذمہ ہے ○ خبردار! بلکہ (اے کافرو!) تم جلد جانے والی کو پسند کرتے ہو ○ اور آخرت کو چھوڑتے ہو ○

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ﴿٢٢﴾ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴿٢٣﴾ وَ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍۭ بَاسِرَةٌ ﴿٢٤﴾

کچھ چہرے اس دن تروتازہ ہوں گے ○ اپنے رب کو دیکھنے والے ہوں گے ○ اور کچھ چہرے اس دن بگڑے ہوئے ہوں گے ○

تَظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ﴿٢٥﴾ كَلَّاۤ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِیَ ﴿٢٦﴾ وَ قِيْلَ مَنْ ۜ سکتة

سمجھتے ہوں گے کہ ان کے ساتھ پیٹھ توڑ دینے والا سلوک کیا جائے گا ○ ہاں ہاں، جب جان گلے کو پہنچ جائے گی ○ اور کہا جارہا ہو گا کہ جھاڑ پھونک

وقت اس پڑھے ہوئے کی اِتباع کرو اور جب ہماری طرف سے کچھ نازل ہو تو اسے غور سے سنیں پھر اس کو بیان کرنا ہماری ذمہ داری ہے کہ اسے آپ کی زبان سے بیان کرا دیں اور قرآن کے معانی اور اَحکام میں سے جو چیز سمجھنا آپ کو مشکل لگے تو اسے بیان کرنا اور اس کی باریکیوں کو ظاہر فرمانا ہمارے ذمہ ہے۔ اس کے بعد جب حضرت جبریل علیہ السّلام آتے تو نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم اپنا سرِ انور جھکا لیتے اور جب وہ چلے جاتے تو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم اسی طرح پڑھتے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا۔ **اہم باتیں:** (1) حضور پُرنور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن کے حافظ، قاری، عالِم اور صاحبِ اَسرار ہیں کسی مخلوق کے شاگرد نہیں۔ (2) آیت 18 میں اللہ تعالیٰ کا حضرت جبریل علیہ السّلام کے پڑھنے کو اپنی طرف منسوب کرنا ان کی عظمت کی دلیل ہے۔ (3) حضرت جبریل علیہ السّلام صرف قرآن کے الفاظ لاتے تھے اور قرآن کے معانی، اس کے اَحکام اور اَسرار بلاواسطہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو عطا ہوتے تھے۔ (4) حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم بلاواسطہ اللہ تعالیٰ سے سیکھنے والے ہیں لہٰذا دنیا میں کوئی آپ جیسا عالِم نہیں۔

آیت 20، 21 اللہ تعالیٰ نے مرنے کے بعد اٹھائے جانے کا انکار کرنے والے کافروں سے فرمایا کہ اصل بات وہ نہیں جو تم گمان کرتے ہو بلکہ تم جلد جانے والی دنیا اور اس کی زندگی کو پسند کرتے ہو اور تم پر دُنْیَوی خواہشات کی محبت غالب آچکی ہے حتّٰی کہ تم آخرت کے گھر اور اس کی نعمتوں کو چھوڑ رہے ہو، یہی وجہ ہے کہ تم انہیں پانے کے لئے عمل نہیں کرتے بلکہ ان کا انکار کرتے ہو۔

آیت 22، 23 یہاں مخلص مومنین کے بارے میں فرمایا گیا کہ جب قیامت قائم ہو گی تو اس دن کچھ چہرے ایسے ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کی نعمت و کرم پر مَسرور ہوں گے اور ان سے اَنوار پھوٹ رہے ہوں گے اور انہیں اللہ تعالیٰ کے دیدار کی نعمت سے سرفراز کیا جائے گا۔ **اہم بات:** آیت 23 سے ثابت ہوا کہ آخرت میں مومنین کو اللہ تعالیٰ کا دیدار ہو گا، یہی اہلِ سنت کا عقیدہ ہے اور اس پر کثیر دلائل موجود ہیں اور یہ دیدار کسی کَیْفِیَّت اور جِہَت کے بغیر ہو گا۔

آیت 24 اس آیت سے کفار اور منافقین کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ قیامت کے دن کچھ چہرے ایسے ہوں گے کہ جب وہ اپنی بدبختی کے آثار دیکھیں گے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہو جائیں گے تو ان کا رنگ سیاہ ہو جائے گا اور ان سے خوشی کے آثار ختم ہو جائیں گے۔

آیت 25 فرمایا کہ جب وہ یہ اَحوال دیکھیں گے تو انہیں یقین ہو جائے گا کہ اب وہ عذاب کی شدت اور ہولناک مَصائب میں گرفتار کئے جائیں گے۔

آیت 26-28 جب موت کے وقت کسی کی جان گلے کو پہنچ جائے گی اور اس کے پاس موجود لوگ کہیں گے کہ کوئی طبیب یا جھاڑ

رَاقٍ ﴿۲۷﴾ وَّ ظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ ﴿۲۸﴾ وَ الْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ﴿۲۹﴾ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَىٕذِنِ

کرنے والا کون ہے؟ اور وہ سمجھ لے گا کہ یہ جدائی کا وقت ہے اور پنڈلی سے پنڈلی لپٹ جائے گی اس دن تیرے رب ہی کی طرف

الْمَسَاقُ ﴿۳۰﴾ فَلَا صَدَّقَ وَ لَا صَلّٰى ﴿۳۱﴾ وَ لٰكِنْ كَذَّبَ وَ تَوَلّٰى ﴿۳۲﴾ ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰۤى اَهْلِهٖ

ع ۱۷

چلنا ہوگا تو کافر نے نہ تو تصدیق کی اور نہ نماز پڑھی ہاں جھٹلایا اور منہ پھیرا پھر اپنے گھروالوں کی طرف اکڑتا ہوا

يَتَمَطّٰى ﴿۳۳﴾ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ﴿۳۴﴾ ثُمَّ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ﴿۳۵﴾ اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ

چلا گیا تیرے لئے خرابی ہے پھر خرابی ہے پھر تیرے لئے خرابی ہے پھر خرابی ہے کیا آدمی اس گھمنڈ میں ہے کہ اسے آزاد

پھونک کرنے والا ہے جو اس کا علاج یا دَم وغیرہ کرے تاکہ اسے شِفا حاصل ہو جائے لیکن وہ اس پر آنے والے اللہ تعالیٰ کے حکم کو ٹال نہیں سکیں گے اور اس وقت مرنے والے کو یقین ہو جائے گا کہ اب یہ مال، اولاد اور اہلِ خانہ سے جدائی اور اس کی محبوب دنیا سے نکل جانے کی گھڑی ہے۔

آیت 29 اس آیت کے تین معنی ہیں: (1) موت کی سختی اور کَرْب سے انسان کے پاؤں ایک دوسرے سے لپٹ جائیں گے۔ (2) دونوں پاؤں کفن میں لپیٹ دیئے جائیں گے۔ (3) ایک سختی کے ساتھ دوسری سختی جمع ہو جائے گی، یعنی ایک تو دنیا سے جدائی کی سختی اور اس کے ساتھ موت کی سختی بھی ہوگی یا ایک تو موت کی سختی اور اس کے ساتھ آخرت کی سختیاں بھی مل جائیں گی۔

آیت 30 فرمایا کہ اے حبیب! بندوں کا رجوع اللہ تعالیٰ کی طرف ہی ہے اور قیامت کے دن بندوں کو آپ کے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف ہی چلنا ہوگا اور وہی ان کے درمیان فیصلہ فرمائے گا۔

آیت 31-33 ابو جہل نے نہ تو قرآن کی تصدیق کی اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے لئے نماز پڑھی، ہاں اس نے قرآن کو جھٹلایا اور ایمان لانے سے منہ پھیرا، پھر اپنے گھر کو اَکڑتا ہوا مُتکبِّرانہ شان سے چلا گیا۔ **اہم بات:** کفّار اسلام کے فروعی اَحکام پر عمل کرنے کے اس اعتبار سے مُکلَّف ہیں کہ قیامت کے دن ان اَحکام پر عمل نہ کرنے کا بھی ان سے مُؤاخذہ ہوگا یعنی جس طرح کافر کو ایمان نہ لانے پر سزا دی جائے گی اسی طرح نماز چھوڑنے پر بھی اسے سزا دی جائے گی اور اس کی مذمت کی جائے گی اگرچہ دنیا میں کافر پر (ایمان قبول کرنے کے بعد سابقہ) نماز کی قضا واجب نہیں۔

آیت 34، 35 یہاں ابو جہل کو مُخاطب کر کے فرمایا گیا کہ تیرے لئے بے ایمانی کی حالت میں ذلت کی موت کی صورت میں خرابی ہے، پھر قبر کی سختیوں کی صورت میں خرابی ہے، پھر تیرے لئے مرنے کے بعد اٹھنے کے وقت مَصائب میں گرفتار ہونے کی صورت میں خرابی ہے، پھر جہنم کے عذاب کی صورت میں خرابی ہے۔ **اہم بات:** قرآن کی خبر پوری ہوئی اور جنگِ بدر میں ابو جہل ذلت کے ساتھ مارا گیا۔

آیت 36 فرمایا: کیا آدمی اس گھمنڈ میں ہے کہ اسے یوں آزاد چھوڑ دیا جائے گا کہ نہ اسے کسی چیز کا حکم دیا جائے اور نہ اسے کسی چیز سے منع کیا جائے، نہ وہ مرنے کے بعد اُٹھایا جائے، نہ اس سے اعمال کا حساب لیا جائے اور نہ اُسے آخرت میں جزا دی جائے۔ ایسا نہیں

سُدًى ﴿٣٦﴾ اَلَمۡ يَكُ نُطۡفَةً مِّنۡ مَّنِيٍّ يُّمۡنٰى ﴿٣٧﴾ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى ﴿٣٨﴾

چھوڑ دیا جائے گا○ کیا وہ اس منی کا ایک قطرہ نہ تھا؟ جو گرایا جاتا ہے ○ پھر خون کا لوتھڑا ہوگیا تو پیدا فرمایا پھر ٹھیک بنایا○

فَجَعَلَ مِنۡهُ الزَّوۡجَيۡنِ الذَّكَرَ وَالۡاُنۡثٰى ﴿٣٩﴾ اَلَيۡسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنۡ يُّحۡيِۦَ الۡمَوۡتٰى ﴿٤٠﴾ ع ٢ ١٨

تو اس سے مرد اور عورت کی دو قسمیں بنائیں ○ کیا جس نے یہ سب کچھ کیا وہ مردوں کو زندہ کرنے پر قادر نہیں ہے؟○

٧٦ سُوۡرَةُ الدَّهۡرِ مَدَنِيَّةٌ ٩٨

اٰیاتھا ٣١ — رکوعاتھا ٢

سورۂ دہر مدنیہ ہے، اس میں اکتیس آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

ہو گا بلکہ اسے دنیا میں اَمر و نہی کا پابند کیا جائے گا، مرنے کے بعد اُٹھایا جائے گا، اس سے اعمال کا حساب لیا جائے گا اور آخرت میں اسے اس کے اعمال کی جزا بھی دی جائے گی۔ **درس:** ہمیں بالکل آزاد نہیں چھوڑا گیا بلکہ ہمیں دنیا کی زندگی میں بہت سے احکام کا پابند کیا گیا ہے، مرنے کے بعد ہمیں اپنے اعمال کا حساب دینا ہے اور اعمال کے مطابق جزا بھی ملے گی، لہٰذا عقلمندی یہی ہے کہ آزادی کے نام پر آوارگی کی زندگی نہ گزاری جائے بلکہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی اطاعت واتباع کی پابندی کرکے جہنم سے آزادی حاصل کی جائے۔

آیت 37-39 اُس انسان کی یہ اَوقات کہاں ہے کہ وہ تکبُّر کرے اور اپنے پیدا کرنے والے کی نافرمانی کرے جو منی کا وہ گندہ قطرہ تھا جسے عورت کے رحم میں گرایا جاتا ہے، پھر وہ چالیس دن کے بعد منی سے خون کا لوتھڑا ہوگیا تو اللہ تعالیٰ نے اس سے انسان کو بنایا، پھر اس کے اَعضاء کو کامل کیا اور اس میں روح ڈالی تو اس منی سے اس نے مرد اور عورت کی صورت میں دو قسمیں بنائیں۔

آیت 40 فرمایا کہ جس نے یہ سب کچھ کر دیا تو کیا وہ مردوں کو زندہ کرنے پر قادر نہیں ہے حالانکہ یہ پہلی بار پیدا کرنے سے زیادہ آسان ہے۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم جب اس آیتِ کریمہ کی تلاوت فرماتے تو کہتے "سُبۡحَانَكَ اللّٰهُمَّ بَلٰى" یعنی اے اللہ! تو (ہر نقص و عیب سے) پاک ہے، کیوں نہیں (تو مُردوں کو زندہ کرنے پر ضرور قادر ہے)۔

سورۂ دَہر کا تعارف جمہور مفسرین کے نزدیک سورۂ دَہر مدینہ مُنوَّرہ میں نازل ہوئی، بعض مفسرین کے نزدیک یہ سورت مکہ مُکرَّمہ میں اور بعض مفسرین کے نزدیک اس سورت کی کچھ آیتیں مکہ مکرمہ میں اور کچھ آیتیں مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہیں۔ اس سورت میں 2 رکوع اور 31 آیتیں ہیں۔ لمبے زمانے کو عربی میں دہر کہتے ہیں، نیز سورۂ دہر کا ایک نام سورۂ انسان بھی ہے اور یہ دونوں نام اس کی پہلی آیت سے ماخوذ ہیں۔ **خلاصۂ مضامین:** اس سورت میں انسان کی تخلیق کی ابتدا کے بارے میں بیان ہوا اور یہ بتایا گیا کہ اس کا امتحان لینے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اسے سننے والا اور دیکھنے والا بنایا ہے۔ انسانوں کی دو قِسمیں بیان کی گئیں کہ بعض شکر گزار اور بعض ناشکرے ہیں۔ نیک مسلمانوں کی جزا جنت کے اَوصاف بیان کئے گئے اور ان کے وہ اعمال بتائے گئے جس کی وجہ سے وہ اس جزا کے مُستحق ہوئے۔ یہ بتایا گیا کہ نبیِٔ اکرم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم پر قرآنِ مجید تھوڑا تھوڑا کرکے نازل کیا گیا نیز آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو کفّار کی ایذاؤں

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِیْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ یَكُنْ شَیْـًٔا مَّذْكُوْرًا ۝۱ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ

بیشک آدمی پر ایک وقت وہ گزرا کہ وہ کوئی ذکر کے قابل چیز نہ تھا○ بیشک ہم نے آدمی کو ملی ہوئی

مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۖ نَّبْتَلِیْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِیْعًۢا بَصِیْرًا ۝۲ اِنَّا هَدَیْنٰهُ السَّبِیْلَ

منی سے پیدا کیا تاکہ ہم اس کا امتحان لیں تو ہم نے اسے سننے والا، دیکھنے والا بنا دیا○ بیشک ہم نے اسے راستہ دکھا دیا،

اِمَّا شَاكِرًا وَّ اِمَّا كَفُوْرًا ۝۳ اِنَّاۤ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِیْنَ سَلٰسِلَاۡ وَ اَغْلٰلًا وَّ سَعِیْرًا ۝۴

(اب) یا شکر گزار ہے اور یا ناشکری کرنے والا ہے○ بیشک ہم نے کافروں کے لیے زنجیریں اور طوق اور بھڑکتی آگ تیار کر رکھی ہیں○

پر صبر کرنے کی تلقین کی گئی۔ دنیا کی فانی نعمتوں سے محبت کرنے اور آخرت کی ہمیشہ باقی رہنے والی نعمتوں کو ترک کرنے کی مذمت کی گئی۔ آخر میں بتایا گیا کہ قرآنِ مجید تمام انسانوں کے لئے نصیحت ہے تو جو چاہے اس سے نصیحت حاصل کر کے اپنے رب عزّوجلّ کی طرف راہ اختیار کرے۔

آیت 1 اس آیت میں انسان سے مراد حضرت آدم علیہ السّلام ہیں۔ اس صورت میں آیت کا معنی یہ ہے کہ روح پھونکے جانے سے پہلے حضرت آدم علیہ السّلام پر چالیس سال کا وقت ایسا گزرا ہے کہ وہ کوئی قابلِ ذکر چیز نہ تھے کیونکہ وہ ایک مٹی کا خمیر تھے، نہ کہیں ان کا ذکر تھا، نہ ان کو کوئی جانتا تھا اور نہ کسی کو ان کی پیدائش کی حکمتیں معلوم تھیں۔ بعض مفسرین کے نزدیک یہاں انسان سے اس کی جنس یعنی حضرت آدم علیہ السّلام کی اولاد مراد ہے اور ہر انسان پیدائش سے پہلے آباؤ اجداد کے وجود میں جس صورت میں موجود ہوتا ہے وہ کوئی قابلِ ذکر حالت نہیں ہوتی۔

آیت 2 اللہ تعالیٰ نے آدمی کو مرد و عورت کی ملی ہوئی منی سے پیدا کیا جبکہ قدرتِ الٰہی انسان کی پیدائش کے سلسلے میں اس ذریعے کی محتاج نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السّلام کو ماں اور باپ دونوں کے بغیر، حضرت حوا رضی اللہ عنہا کو بغیر ماں کے اور حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو بغیر باپ کے پیدا کر دیا۔ مزید فرمایا کہ جب ہم نے انسان کو پیدا کیا تو اس وقت یہ ارادہ کیا کہ ہم اسے مُکلَّف کر کے اپنے اَحکامات اور مَمنوعات سے اس کا امتحان لیں تو ہم نے اسے سننے والا، دیکھنے والا بنا دیا تاکہ وہ دلائل کا مشاہدہ کر سکے اور آیات کو غور سے سن سکے۔

آیت 3 فرمایا کہ بیشک ہم نے ظاہری اور باطنی حَواس عطا کرنے کے بعد انسان کو دلائل قائم کر کے، رسول بھیج کر اور کتابیں نازل فرما کر ہدایت کا راستہ دکھا دیا، اب چاہے وہ ایمان قبول کر کے شکر گزار بنے یا کفر کر کے ناشکری کرنے والا بنے۔ **درس:** قرآن و حدیث کی روشن تعلیمات کی صورت میں اب راہِ ہدایت واضح ہے، آگے بندے کی مرضی ہے کہ شکر کے راستے پر چلتا ہے یا ناشکری پر۔

آیت 4 فرمایا کہ بیشک ہم نے آخرت میں کافروں کے لیے زنجیریں تیار کر رکھی ہیں جن سے باندھ کر انہیں دوزخ میں گھسیٹا جائے گا اور ان کے لئے طوق تیار کر رکھے ہیں جو ان کے گلوں میں ڈالے جائیں گے اور ان کے لئے بھڑکتی آگ تیار کر رکھی ہے جس میں انہیں جلایا جائے گا۔ **اہم بات:** ناشکری کی انتہاء کفر و شرک ہے اور ایسی ناشکری کی سزا جہنم کی بھڑکتی آگ اور زنجیریں اور طوق ہیں۔

اِنَّ الْاَبْرَارَ یَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا ۟ۚ(۵) عَیْنًا یَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ

بیشک نیک لوگ اس جام سے پیئیں گے جس میں کافور ملا ہوا ہو گا ○ وہ کافور ایک چشمہ ہے جس سے اللہ کے نہایت خاص بندے پیئیں گے،

یُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِیْرًا (۶) یُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَ یَخَافُوْنَ یَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِیْرًا (۷)

وہ اسے (جہاں چاہیں گے) بہا کر لے جائیں گے ○ اپنی منتیں پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی برائی پھیلی ہوئی ہو گی ○

وَ یُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِیْنًا وَّ یَتِیْمًا وَّ اَسِیْرًا (۸) اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ

اور وہ اللہ کی محبت میں مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں ○ ہم تمہیں خاص اللہ کی رضا کے لیے کھانا کھلاتے ہیں۔

لَا نُرِیْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّ لَا شُكُوْرًا (۹) اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا یَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِیْرًا (۱۰)

ہم تم سے نہ کوئی بدلہ چاہتے ہیں اور نہ شکریہ ○ بیشک ہمیں اپنے رب سے ایک ایسے دن کا ڈر ہے جو بہت ترش، نہایت سخت ہے ○

آیت 5، 6 ان دو آیات میں ایمان والوں کا حال بیان کیا ہے کہ بیشک نیک لوگ جنت میں اس جام میں سے پیئیں گے جس میں کافور ملا ہوا ہو گا، وہ کافور جنت میں ایک چشمہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ کے نہایت خاص بندے پیئیں گے اور وہ اپنے مکانات اور محلوں میں اسے آسانی کے ساتھ جہاں چاہیں بہا کر لے جائیں گے، نیز کافور ملا جام پینے سے انہیں کوئی نقصان نہ ہو گا کیونکہ جنتی لوگ جنت سے جو کچھ کھائیں پیئیں گے اس سے انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ سبحان اللہ، **دعا:** اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے فضل سے نیکیوں کا شوق اور عمل عطا کرکے ابرار (نیکوں) کے گروہ میں شامل فرمائے اور جنت میں داخلہ عطا فرمائے۔ آمین

آیت 7 یہاں نیک بندوں کے وہ اعمال ذکر فرمائے جارہے ہیں جن کی وجہ سے انہیں یہ ثواب حاصل ہوا۔ **پہلا عمل:** اللہ تعالیٰ کے نیک بندے طاعت و عبادت اور شریعت کے واجبات پر عمل کرتے ہیں حتّٰی کہ وہ عبادات جو واجب نہیں لیکن مَنّت مان کر انہیں اپنے اوپر واجب کر لیا تو انہیں بھی ادا کرتے ہیں۔ **دوسرا عمل:** اللہ تعالیٰ کے نیک بندے اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی شدت اور سختی پھیلی ہوئی ہو گی۔

آیت 8 اس آیت کے دو معنی ہیں: (1) اللہ تعالیٰ کے نیک بندے ایسی حالت میں بھی مسکین، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں جب کہ خود انہیں کھانے کی حاجت اور خواہش ہوتی ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ کے نیک بندے مسکین، یتیم اور قیدی کو اللہ تعالیٰ کی محبت میں اور اس کی رضا حاصل کرنے کے لئے کھانا کھلاتے ہیں۔ **اہم بات:** مسکین اسے کہتے ہیں جس کے پاس کچھ نہ ہو یہاں تک کہ وہ کھانے اور بدن چھپانے کے لیے اس بات کا محتاج ہے کہ لوگوں سے سوال کرے اور یتیم اس نابالغ بچے کو کہتے ہیں جس کا باپ فوت ہو چکا ہو۔ **درس:** اعمال کا اعلیٰ درجہ وہ ہے جو محبت الٰہی کی وجہ سے سر انجام دیا جائے، نماز صرف ذمہ داری سمجھ کر پڑھی تو کم ثواب اور خدا کی محبت کی وجہ سے پڑھی تو زیادہ ثواب ہے۔

آیت 9، 10 اللہ تعالیٰ کے نیک بندے ان سے کہتے ہیں کہ ہم تمہیں خاص اس لئے کھانا کھلاتے ہیں تاکہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہو اور ہم تم سے کوئی جزا یا شکر گزاری نہیں چاہتے اور اس لئے کھانا کھلاتے ہیں کہ بیشک ہمیں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ سے ایک ایسے دن کا ڈر ہے

Go to Index

فَوَقٰىهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقّٰىهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا ۝١١ وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً

تو انہیں اللہ اس دن کے شر سے بچالے گا اور انہیں تروتازگی اور خوشی دے گا ○ اور ان کے صبر کے سبب انہیں جنت اور ریشمی

وَّحَرِيْرًا ۝١٢ مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآىِٕكِ ۚ لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا ۝١٣

کپڑے بدلے میں دے گا ○ وہ جنت میں تختوں پر تکیہ لگائے ہوں گے، نہ اس میں دھوپ دیکھیں گے اور نہ سخت سردی ○

وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا ۝١٤ وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ

اور اس کے سائے ان پر جھکے ہوں گے اور جنت کے گچھے جھکا کر نیچے کردیئے گئے ہوں گے ○ اور ان پر چاندی کے برتنوں اور گلاسوں کے

فِضَّةٍ وَّاَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيْرَا۠ ۝١٥ قَوَارِيْرَا۠ مِنْ فِضَّةٍ قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا ۝١٦

دور ہوں گے جو شیشے کی طرح ہوں گے ○ چاندی کے شفاف شیشے جنہیں پلانے والوں نے پورے اندازہ سے (بھر کر) رکھا ہوگا ○

وَيُسْقَوْنَ فِيْهَا كَاْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيْلًا ۝١٧ عَيْنًا فِيْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا ۝١٨

اور جنت میں انہیں ایسے جام پلائے جائیں گے جس میں زنجبیل ملا ہوا ہوگا ○ زنجبیل جنت میں ایک چشمہ ہے جس کا نام سلسبیل رکھا جاتا ہے ○

قرء حفص بغیر الالف فی الوصل فیهما وقف علی الاول بالالف وعلی الثانی بغیر الالف

جس میں کافروں کے چہرے نہایت سخت بگڑے ہوئے ہوں گے لہٰذا ہم اپنے عمل کی جزا یا شکر گزاری تم سے نہیں چاہتے بلکہ ہم نے یہ عمل اس لئے کیا ہے تاکہ ہم اس دن خوف سے امن میں رہیں۔ **درس:** صرف رضائے الٰہی پانے کے لئے کسی کے ساتھ بھلائی کرنی چاہئے، لوگوں کو دکھانا، اپنی واہ واہ چاہنا اور جس کے ساتھ بھلائی کی اس پر احسان جتانا یا اس کی طرف سے کوئی بدلہ حاصل کرنا مقصود نہ ہو۔

آیت 11 فرمایا کہ تو ان نیک بندوں کے خوف کی وجہ سے اللہ تعالیٰ انہیں اس دن کے شر سے بچالے گا جس سے وہ ڈر رہے ہیں اور ان کے چہروں میں تروتازگی اور دلوں میں خوشی دے گا۔

آیت 12-14 اللہ تعالیٰ اپنے ان نیک بندوں کو گناہ نہ کرنے، اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے اور بھوک پر صبر کرنے کے بدلے جنت میں داخل کرے گا اور انہیں ریشمی لباس پہنائے گا اور وہ جنت میں تختوں پر تکیہ لگائے ہوں گے اور دنیا کی طرح وہاں انہیں گرمی یا سردی کی کوئی تکلیف نہ ہوگی اور جنتی درختوں کے سائے ان پر جھکے ہوئے ہوں گے اور جنت کے درختوں کے گچھے جھکا کر نیچے کردیئے گئے ہوں گے تاکہ وہ کھڑے، بیٹھے، لیٹے ہر حال میں باآسانی گچھے لے سکیں اور جیسے چاہے کھا سکیں۔

آیت 15، 16 ان نیک بندوں پر چاندی کے برتنوں اور گلاسوں میں جنتی شراب کے دور ہوں گے اور وہ برتن چاندی کے رنگ اور اس کے حسن کے ساتھ شیشے کی طرح صاف شفاف ہوں گے اور ان میں جو چیز پی جائے گی وہ باہر سے نظر آئے گی اور ان برتنوں کو پلانے والوں نے پورے اندازے سے بھر کر رکھا ہوگا کہ پینے والوں کی رغبت کی مقدار نہ اس سے کم ہوگی اور نہ زیادہ۔

آیت 17، 18 جنت میں ان نیک بندوں کو پاکیزہ شراب کے ایسے جام پلائے جائیں گے جن میں زنجبیل یعنی ایسا پانی ملا ہوا ہوگا جو ذائقے میں ادرک کی طرح ہوگا اور اس کے ملنے کی وجہ سے شراب کی لذت اور زیادہ ہوجائے گی اور زنجبیل جنت میں ایک چشمہ ہے

وَ يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ۚ اِذَا رَاَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا ﴿۱۹﴾

اور ان کے آس پاس ہمیشہ رہنے والے لڑکے (خدمت کیلئے) پھریں گے جب تو انہیں دیکھے گا تو تُو انہیں بکھرے ہوئے موتی سمجھے گا○

وَ اِذَا رَاَيْتَ ثَمَّ رَاَيْتَ نَعِيْمًا وَّ مُلْكًا كَبِيْرًا ﴿۲۰﴾ عٰلِيَهُمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّ اِسْتَبْرَقٌ ۫

اور جب تو وہاں دیکھے گا تو نعمتیں اور بہت بڑی سلطنت دیکھے گا○ان پر باریک اور موٹے ریشم کے سبز کپڑے ہوں گے

وَّ حُلُّوْۤا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ ۚ وَ سَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا ﴿۲۱﴾ اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً

اور انہیں چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے اور ان کا رب انہیں پاکیزہ شراب پلائے گا○(ان سے فرمایا جائے گا) بیشک یہ تمہارے لیے صلہ ہے

جسے جنتی فرشتے سَلْسَبِیل کہتے ہیں کیونکہ اس کا پانی رواں اور آسانی سے حلق میں اتر جانے والا ہے۔ **اہم بات:** اللہ تعالیٰ کے مُقرّب بندے خالص اسی چشمے سے پئیں گے جبکہ ان سے کم درجے والے نیک بندوں کی شرابوں میں اس چشمے کا پانی ملایا جائے گا اور یہ چشمہ عرش کے نیچے سے جنّتِ عدن سے ہوتا ہوا تمام جنتوں میں گزرتا ہے۔

آیت 19 ارشاد فرمایا کہ اور ان نیک بندوں کے آس پاس ہمیشہ رہنے والے لڑکے خدمت کیلئے پھریں گے، وہ لڑکے نہ کبھی مریں گے، نہ بوڑھے ہوں گے، نہ اُن میں کوئی تبدیلی آئے گی اور نہ وہ خدمت کرنے سے اُکتائیں گے اور ان کے حُسن کا یہ عالَم ہو گا کہ جب تو انہیں دیکھے گا تو تُو انہیں ایسے سمجھے گا جس طرح صاف شفاف فرش پر چمکیلے موتی بکھرے ہوئے ہوں۔ اس حسن اور پاکیزگی کے ساتھ جنتی لڑکے خدمت میں مشغول ہوں گے۔

آیت 20 ارشاد فرمایا: اے جنت میں داخل ہونے والے! جب تو جنت میں نظر اٹھائے گا تو وہاں ایسی نعمتیں دیکھے گا جن کا وصف بیان نہیں کیا جا سکتا اور تو وہاں بہت بڑی سلطنت دیکھے گا جس کی حد اور انتہا نہیں، نہ اسے زوال آئے گا، نہ جنتی کو وہاں سے منتقل کیا جائے گا اور اس سلطنت کی وُسعت کا یہ عالَم ہے کہ ادنیٰ مرتبے کا جنتی جب اپنے ملک کو دیکھے گا تو ایک ہزار برس کی راہ تک ایسے ہی دیکھے گا جیسے اپنے قریب کی جگہ دیکھتا ہو اور قوت و دبدبے کا یہ حال ہو گا کہ فرشتے بھی اجازت کے بغیر نہیں آئیں گے۔

آیت 21 ان جنتیوں کے بدن پر باریک اور موٹے ریشم کے سبز کپڑے ہوں گے اور انہیں چاندی کے (بھی) کنگن پہنائے جائیں گے اور ان کا رب عَزَّوَجَلَّ انہیں پاکیزہ شراب پلائے گا جو کہ انتہائی پاک صاف ہو گی، نہ اسے کسی کا ہاتھ لگا ہو گا، نہ کسی نے اسے چھوا ہو گا اور نہ وہ پینے کے بعد دنیا کی شراب کی طرح جسم کے اندر سڑ کر پیشاب بنے گی بلکہ اس شراب کی صفائی کا یہ عالَم ہے کہ جسم کے اندر اتر کر پاکیزہ خوشبو بن کر جسم سے نکلتی ہے اور جنت میں رہنے والوں کو کھانے کے بعد شراب پیش کی جائے گی، اسے پینے سے ان کے پیٹ صاف ہو جائیں گے اور جو کچھ انہوں نے کھایا ہو گا وہ پاکیزہ خوشبو بن کر ان کے جسموں سے نکلے گا اور ان کی خواہشیں اور رغبتیں پھر تازہ ہو جائیں گی۔

آیت 22 جب جنت میں داخل ہونے کے بعد جنتی اس کی نعمتوں کا مُشاہدہ کریں گے تو ان سے فرمایا جائے گا: بیشک یہ نعمتیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہاری اطاعت اور فرمانبرداری کا صلہ ہے اور تمہاری محنت کی قدر کی گئی ہے کہ تم سے تمہارا رب عَزَّوَجَلَّ راضی ہوا اور اس نے تمہیں ثوابِ عظیم عطا فرمایا۔

ع ۲۲ ۱۹

وَّ كَانَ سَعْیُكُمْ مَّشْكُوْرًا۠ ﴿۲۲﴾ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِیْلًاۚ ﴿۲۳﴾ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ

اور تمہاری محنت کی قدر کی گئی ہے○(اے حبیب!)بیشک ہم نے تم پر تھوڑا تھوڑا کرکے قرآن اتارا○تو اپنے رب کے حکم پر

رَبِّكَ وَ لَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًاۚ ﴿۲۴﴾ وَ اذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّ اَصِیْلًاۖۚ ﴿۲۵﴾ وَ مِنَ الَّیْلِ

ڈٹے رہو اور ان میں کسی گناہگار یا ناشکری کرنے والے کی بات نہ سنو○اور صبح و شام اپنے رب کا نام یاد کرو○اور رات کے کچھ حصے میں

فَاسْجُدْ لَهٗ وَ سَبِّحْهُ لَیْلًا طَوِیْلًا ﴿۲۶﴾ اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ یُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَ یَذَرُوْنَ وَرَآءَهُمْ

اسے سجدہ کرو اور لمبی رات میں اس کی پاکی بیان کرو○بیشک یہ لوگ جلد جانے والی سے محبت کرتے ہیں اور اپنے آگے ایک بھاری دن کو

آیت 23 فرمایا: اے پیارے حبیب! ہم نے آپ پر ایک ہی مرتبہ پورا قرآن نازل نہیں کیا بلکہ آیت آیت کرکے تھوڑا تھوڑا نازل کیا اور اس میں اللہ تعالیٰ کی بڑی حکمتیں ہیں۔ اس سے مقصود حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے دل کو تقویت دینا ہے، گویا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے پیارے حبیب! یہ کافر اگرچہ قرآن کو کہانت اور جادو کہتے ہیں لیکن میں تاکید کے ساتھ فرماتا ہوں کہ یہ قرآن میری طرف سے وحی ہے، حق ہے اور ہم نے اسے تھوڑا تھوڑا کرکے نازل کیا ہے لہٰذا آپ کافروں کی طعنہ زنی سے دِلبر داشتہ نہ ہوں کیونکہ آپ سچے نبی ہیں۔

آیت 24 **شانِ نزول:** عتبہ بن ربیعہ اور ولید بن مغیرہ یہ دونوں نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ اگر آپ عورتیں اور مال حاصل کرنے کے لئے اپنے دین کی تبلیغ کر رہے ہیں تو اس کام سے باز آ جائیے اور عتبہ نے کہا کہ اگر آپ ایسا کریں گے تو میں اپنی بیٹی سے آپ کی شادی کردوں گا اور مہر کے بغیر آپ کی خدمت میں حاضر کردوں گا اور ولید نے کہا کہ میں آپ کو اتنا مال دے دوں گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے فرمایا: اے پیارے حبیب! آپ رسالت کی تبلیغ فرما کر اور اس میں مشقتیں اٹھا کر اور دین کے دشمنوں کی ایذائیں برداشت کرکے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے حکم پر ڈٹے رہیں اور ان میں کسی گنہگار یا ناشکری کرنے والے کی بات نہ سنیں۔

آیت 25،26 بعض مفسرین کے نزدیک یہاں ذکر سے نماز مراد ہے، چنانچہ صبح کے ذکر سے فجر اور شام کے ذکر سے ظہر اور عصر کی نمازیں جبکہ رات کے کچھ حصے میں سجدہ کرنے سے مراد یہ ہے کہ مغرب اور عشاء کی نمازیں پڑھیں اور باقی لمبی رات میں اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرنے سے مراد یہ ہے کہ فرائض کی ادائیگی کے بعد نوافل پڑھتے رہیں، یوں اس میں تَہَجُّد کی نماز بھی شامل ہو گئی، اور بعض مفسرین کے نزدیک یہاں ذکر سے مراد زبان سے ذکر کرنا ہے اور مقصود یہ ہے کہ دن رات کے تمام اَوقات میں دِل اور زبان سے ذکرِ الٰہی میں مشغول رہیں۔

آیت 27 فرمایا کہ بیشک یہ کفارِ مکہ جلد جانے والی دنیا کی محبت میں گرفتار ہیں اور اسے آخرت پر ترجیح دیتے ہیں اور اپنے آگے قیامت کے اس دن کو چھوڑ بیٹھے ہیں جس کی شدّتیں اور سختیاں کفار پر بھاری ہوں گی، یہ لوگ نہ اس دن پر ایمان لاتے ہیں اور نہ اس دن کے لئے عمل کرتے ہیں۔ **اہم بات:** جب دین کو چھوڑ کر دنیا سے محبت کی جائے تو یہ بُری ہے اور کفار کا طریقہ ہے اور اگر دنیا کو دین کے لئے وسیلہ بنایا جائے تو اس سے محبت اچھی ہے۔

یَوْمًا ثَقِیْلًا ﴿۲۷﴾ نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ وَ شَدَدْنَاۤ اَسْرَهُمْ ۚ وَ اِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَاۤ اَمْثَالَهُمْ تَبْدِیْلًا ﴿۲۸﴾

چھوڑ بیٹھے ہیں ○ ہم نے انہیں پیدا کیا اور ان کے اعضا اور جوڑ مضبوط کئے اور ہم جب چاہیں ان جیسے اور بدل دیں ○

اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِیْلًا ﴿۲۹﴾ وَ مَا تَشَآءُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ

بیشک یہ ایک نصیحت ہے تو جو چاہے اپنے رب کی طرف راہ اختیار کرے ○ اور تم کچھ نہیں چاہتے مگر یہ کہ اللہ چاہے

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیْمًا حَكِیْمًا ﴿۳۰﴾ یُّدْخِلُ مَنْ یَّشَآءُ فِیْ رَحْمَتِهٖ ؕ وَ الظّٰلِمِیْنَ اَعَدَّ لَهُمْ

بیشک اللہ خوب علم والا، بڑا حکمت والا ہے ○ وہ اپنی رحمت میں جسے چاہتا ہے داخل فرماتا ہے اور ظالموں کے لیے اس نے

عَذَابًا اَلِیْمًا ﴿۳۱﴾ ع ۲

دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے ○

ع ۲٠

آیاتھا ۵۰ | ۷۷ سُوْرَةُ الْمُرْسَلٰتِ مَكِّیَّةٌ ۳۳ | رکوعاتھا ۲

سورۂ مرسلٰت مکیہ ہے، اس میں پچاس آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

آیت 28 ہم نے انہیں مٹی سے پیدا کیا اور ان کے اَعضاء اور جوڑ مضبوط کئے تا کہ ان کے لئے کھڑے ہونا، بیٹھنا، پکڑنا اور حرکت کرنا ممکن ہو جائے اور خالق کا حق یہ ہے کہ اس کا شکر ادا کیا جائے اور اس کی ناشکری نہ کی جائے اور ہم جب چاہیں انہیں ہلاک کر دیں اوران کی بجائے تخلیق میں ان جیسے اور لوگ لے آئیں جو کہ اطاعت شِعار ہوں۔

آیت 29 فرمایا کہ بیشک یہ سورت مخلوق کے لئے نصیحت ہے تو جو چاہے دنیا میں اپنی ذات کے لئے اپنے رب عزّوجلّ کی عبادت کر کے اور اس کے رسول کی پیروی کر کے اپنے رب عزّوجلّ کی طرف راہ اختیار کرے۔

آیت 30 تم کچھ نہیں چاہتے مگر تب ہی کچھ ہوتا ہے جب اللہ تعالیٰ چاہے کیونکہ سب کچھ اسی کی مَشِیَّت سے ہوتا ہے، بیشک وہ اپنی مخلوق کے اَحوال جانتا ہے اورانہیں پیدا کرنے میں حکمت والا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) انسان پتھر کی طرح بے اختیار نہیں بلکہ اسے اختیاراور ارادہ ملا ہے۔ (2) انسان اپنے ارادے میں بالکل مُستقل اور اللہ تعالیٰ سے بے نیاز نہیں بلکہ اس کا ارادہ اللہ تعالیٰ کے ارادے کے ماتحت ہے، لہٰذا انسان مختارِ مُطلَق نہیں، اسی عقیدے پر مدارِ ایمان ہے۔

آیت 31 اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اسے اپنے فضل واحسان سے ایمان عطا فرما کر اپنی جنت میں داخل فرماتا ہے اور کافروں کے لیے اس نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے اور وہ ظالم اس لئے ہیں کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کی بجائے بتوں وغیرہ کی عبادت کر کے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے۔

سورۂ مرسلات کا تعارف یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں 2 رکوع اور 50 آیتیں ہیں۔ جنہیں لگاتار بھیجا جائے انہیں

وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا ۙ﴿۱﴾ فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا ۙ﴿۲﴾ وَّالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا ۙ﴿۳﴾ فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا ۙ﴿۴﴾

قسم ان کی جو لگا تار بھیجی جاتی ہیں ○ پھر ان کی جو نہایت تیز چلنے والی ہیں ○ اور خوب پھیلانے والیوں کی ○ پھر خوب جدا کرنے والیوں کی ○

فَالْمُلْقِيٰتِ ذِكْرًا ۙ﴿۵﴾ عُذْرًا اَوْ نُذْرًا ۙ﴿۶﴾ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ ؕ﴿۷﴾

پھر ذکر کا القا کرنے والیوں کی ○ عذر کی گنجائش نہ چھوڑنے کیلئے یا ڈرانے کیلئے ○ بیشک جس بات کا تم سے وعدہ کیا جارہا ہے وہ ضرور واقع ہونے والی ہے ○

فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ ۙ﴿۸﴾ وَاِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ ۙ﴿۹﴾ وَاِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ ۙ﴿۱۰﴾ وَاِذَا الرُّسُلُ

پھر جب تارے مٹا دیئے جائیں گے ○ اور جب آسمان پھاڑ دیئے جائیں گے ○ اور جب پہاڑ غبار بنا کے اڑا دیئے جائیں گے ○ اور جب رسولوں کو

عربی میں مُرسَلات کہتے ہیں جیسے ہوائیں، فرشتے اور گھوڑے وغیرہ، اور اس سورت کی پہلی آیت میں مذکور لفظ ''وَالْمُرْسَلٰتِ'' کی مناسبت سے اسے ''سورۂ مرسلات'' کہتے ہیں۔ **خلاصہ مضامین:** اس سورت میں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے پر کلام کیا گیا ہے اور آخرت کے اَحوال بیان ہوئے ہیں۔ آخر میں کفار کے بعض اعمال پر ان کی سرزَنِش کی گئی اور فرمایا گیا کہ کفار اگر قرآنِ مجید پر ایمان نہ لائے تو پھر کس کتاب پر ایمان لائیں گے۔

آیت 1-5 ان 5 آیات میں اللہ تعالیٰ نے پانچ صفات کی قسم ارشاد فرمائی اور جن چیزوں کی یہ صفات ہیں ان چیزوں کی تفسیر میں بہت سی وجوہات ذکر کی گئی ہیں، ان میں سے 2 یہ ہیں۔ **(1) یہ پانچوں صفتیں ہواؤں کی ہیں۔** اس صورت میں معنی یہ ہے کہ ان ہواؤں کی قسم جو لگا تار بھیجی جاتی ہیں۔ پھر ان ہواؤں کی قسم جو زور سے جھونکے دیتی ہیں۔ پھر ان ہواؤں کی قسم جو بادلوں کو ابھار کر اٹھاتی ہیں۔ پھر ان ہواؤں کی قسم جو بادلوں کو جدا کرتی ہیں۔ پھر ان ہواؤں کی قسم جن کے زور دار جھونکوں سے درخت اکھڑ جاتے، شہر ویران ہو جاتے اور ان کے آثار مٹ جاتے ہیں تو اس سے بندوں کے دلوں میں خوف پیدا ہوتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے اِلتجائیں کرتے اور اس کا ذکر کرتے ہیں تو گویا کہ ان ہواؤں نے بندوں کو اللہ تعالیٰ کا ذکر اِلقا کر دیا۔ **(2) یہ پانچوں صفتیں فرشتوں کی ہیں۔** اس صورت میں معنی یہ ہے کہ ان فرشتوں کی قسم جو اللہ تعالیٰ کے احکامات دے کر لگا تار بھیجے جاتے ہیں۔ پھر ان فرشتوں کی قسم جو ہواؤں کی طرح تیز چلنے والے ہیں۔ پھر ان فرشتوں کی قسم! جو زمین پر اتر کر اپنے پروں کو پھیلا دیتے ہیں۔ پھر ان فرشتوں کی قسم! جو حق اور باطل کے درمیان فرق کرنے والی چیز لاتے ہیں۔ پھر ان فرشتوں کی قسم! جو رسولوں کے پاس اللہ تعالیٰ کی وحی لا کر انہیں اِلقا کرتے ہیں۔

آیت 6 فرمایا کہ ذکر کا اِلقا کرنا اس لئے ہے کہ مخلوق میں سے کسی کے لئے عذر بیان کرنے کی کوئی گنجائش نہ رہے یا انہیں (اللہ تعالیٰ کے عذاب سے) ڈرانے کے لئے ہے۔

آیت 7 اللہ تعالیٰ نے پانچ صفات کی قسم ذکر کر کے فرمایا کہ اے کفارِ مکہ! مرنے کے بعد اُٹھائے جانے، عذاب دیئے جانے اور قیامت کے آنے کا جو تم سے وعدہ کیا جارہا ہے یہ بات ضرور واقع ہونے والی ہے اور اس کے ہونے میں کچھ بھی شک نہیں۔

آیت 8-10 ان 3 آیات میں قیامت واقع ہونے کی علامات بیان کی جارہی ہیں۔ اس کی ایک علامت یہ ہے کہ اس دن ستاروں کو بے نور کر کے مٹا دیا جائے گا۔ دوسری یہ ہے کہ اس دن آسمان اللہ تعالیٰ کے خوف سے پھٹ جائیں گے اور ان میں سوراخ ہو جائیں گے۔ تیسری یہ ہے کہ اس دن پہاڑ غبار بنا کے اُڑا دیئے جائیں گے۔

آیت 11 اس سے وہ وقت مراد ہو سکتا ہے جس میں رسول اپنی امتوں پر گواہی دینے کے لئے حاضر ہوں گے۔ اس سے وہ وقت مراد

اُقِّتَتْ ؕ﴿۱۱﴾ لِاَیِّ یَوْمٍ اُجِّلَتْ ؕ﴿۱۲﴾ لِیَوْمِ الْفَصْلِ ۚ﴿۱۳﴾ وَ مَاۤ اَدْرٰىكَ مَا یَوْمُ الْفَصْلِ ؕ﴿۱۴﴾

ایک خاص وقت پر جمع کیا جائے گا○ کس بڑے دن کے لیے انہیں ٹھہرایا گیا تھا○ فیصلہ کے دن کے لیے○ اور تجھے کیا معلوم کہ وہ فیصلے کا دن کیا ہے؟○

وَیْلٌ یَّوْمَىٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ﴿۱۵﴾ اَلَمْ نُهْلِكِ الْاَوَّلِیْنَ ؕ﴿۱۶﴾ ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْاٰخِرِیْنَ ﴿۱۷﴾ كَذٰلِكَ

اس دن جھٹلانے والوں کیلئے خرابی ہے○ کیا ہم نے پہلے لوگوں کو ہلاک نہ فرمایا○ پھر بعد والوں کو ان کے پیچھے پہنچائیں گے○ مجرموں کے ساتھ

نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِیْنَ ﴿۱۸﴾ وَیْلٌ یَّوْمَىٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ﴿۱۹﴾ اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِیْنٍ ۙ﴿۲۰﴾

ہم ایسا ہی کرتے ہیں○ اس دن جھٹلانے والوں کیلئے خرابی ہے○ کیا ہم نے تمہیں ایک بے قدر پانی سے پیدا نہ فرمایا؟○

فَجَعَلْنٰهُ فِیْ قَرَارٍ مَّكِیْنٍ ۙ﴿۲۱﴾ اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ۙ﴿۲۲﴾ فَقَدَرْنَا ۖۗ فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ ﴿۲۳﴾

پھر اسے ایک محفوظ جگہ میں رکھا○ ایک معلوم اندازے تک○ تو ہم قادر ہیں تو ہم کیا ہی اچھے قدرت رکھنے والے ہیں○

ہو سکتا ہے جس میں رسول ثواب پا کر کامیابی حاصل کرنے کے لئے جمع ہوں گے۔ اس سے وہ وقت مراد ہو سکتا ہے جس میں رسولوں علیہمُ السّلام سے پوچھا جائے گا کہ (جب انہوں نے تبلیغ کی تو ان کی امتوں کی طرف سے) انہیں کیا جواب دیا گیا اور امتوں سے پوچھا جائے گا کہ انہوں نے اپنے انبیاءِ کرام علیہمُ السّلام کو (ان کی دعوت کا) کیا جواب دیا۔

آیت 12- 14 جھٹلانے والوں کو عذاب دینا، ایمان لانے والوں کی تعظیم کرنا اور ان چیزوں کو ظاہر کرنا جن پر ایمان لانے کی مخلوق کو دعوت دی جاتی تھی، جیسے قیامت کا قائم ہونا، بارگاہِ الٰہی میں حاضری وغیرہ، یہ تمام اُمور کس بڑے دن کے لئے مُؤَخَّر کئے گئے تھے! اس دن کے لئے مؤخر کئے گئے تھے جس میں اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کے درمیان فیصلہ فرمائے گا اور تو کیا جانے کہ وہ فیصلے کا دن کیا ہے اور اس کی ہَولناکی اور شدّت کا کیا عالَم ہے۔

آیت 15 قیامت کے اس ہَولناک دن میں ان لوگوں کے لئے خرابی ہے جو دنیا میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیَّت، انبیاءِ کرام علیہمُ السّلام کی نُبوّت، مرنے کے بعد زندہ کئے جانے، قیامت قائم ہونے اور اعمال کا حساب لئے جانے کے مُنکر تھے۔ **اہم بات:** یہ آیت لوگوں کو ایمان لانے کی مزید ترغیب دینے اور ایمان نہ لانے پر عذاب سے مزید ڈرانے کے لئے اس سورت میں 10 بار ذکر کی گئی ہے۔

آیت 16- 18 فرمایا کہ جب سابقہ اُمتوں جیسے حضرت نوح علیہ السّلام کی قوم، قومِ عاد اور قومِ ثمود نے اپنے رسولوں کو جھٹلایا تو کیا ہم نے ان پر دنیا میں عذاب نازل کر کے انہیں ہلاک نہ فرمایا اور تم میں سے جو لوگ پہلی امتوں میں سے اپنے انبیاءِ کرام علیہمُ السّلام کو جھٹلانے والوں کے راستے پر چل کر میرے حبیب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو جھٹلا رہے ہیں، ہم انہیں بھی سابقہ لوگوں کی طرح ہلاک فرما دیں گے اور مجرموں کے ساتھ ہم ایسا ہی کرتے ہیں کہ انہیں کفر کرنے اور انبیاءِ کرام علیہمُ السّلام کو جھٹلانے کی وجہ سے ہلاک فرما دیتے ہیں۔

آیت 19 جب اللہ تعالیٰ کی آیات اور اس کے انبیاءِ کرام علیہمُ السّلام کو جھٹلانے والوں پر دنیا میں عذاب آئے گا تو اس دن ان کے لئے خرابی ہے۔

آیت 20-23 اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایک بے قدر پانی یعنی نطفہ سے پیدا فرمایا، پھر اس پانی کو ایک محفوظ جگہ یعنی ماں کے

Go to Index

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٢٤﴾ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا ﴿٢٥﴾ اَحْيَآءً وَّاَمْوَاتًا ﴿٢٦﴾ وَّ

اس دن جھٹلانے والوں کے لئے خرابی ہے○ کیا ہم نے زمین کو جمع کرنے والی نہ بنایا○ زندوں اور مردوں کو○ اور

جَعَلْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ شٰمِخٰتٍ وَّاَسْقَيْنٰكُمْ مَّآءً فُرَاتًا ﴿٢٧﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٢٨﴾

ہم نے اس میں اونچے اونچے مضبوط پہاڑ بنا دیئے اور ہم نے خوب میٹھے پانی سے تمہیں سیراب کیا○ اس دن جھٹلانے والوں کے لئے خرابی ہے○

اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿٢٩﴾ اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى ظِلٍّ ذِيْ ثَلٰثِ شُعَبٍ ﴿٣٠﴾

اس کی طرف چلو جسے تم جھٹلاتے تھے○ اس دھوئیں کے سائے کی طرف چلو جس کی تین شاخیں ہیں○

لَّا ظَلِيْلٍ وَّلَا يُغْنِيْ مِنَ اللَّهَبِ ﴿٣١﴾ اِنَّهَا تَرْمِيْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ ﴿٣٢﴾ كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ ﴿٣٣﴾

جو نہ سایہ دے اور نہ وہ شعلے سے بچائے○ بیشک دوزخ محل جیسی چنگاریاں پھینکتی ہے○ گویا وہ (چنگاریاں) زرد رنگ کے اونٹ ہیں○

رحم میں رکھا اور اس پانی کو ماں کے رحم میں ایک معلوم اندازے تک رکھا اور وہ معلوم اندازہ ولادت کا وقت ہے جسے اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ وہ نو مہینے ہے یا اس سے کم زیادہ تو اللہ تعالیٰ نے اس پانی سے ماں کے رحم میں تمہاری تخلیق کے مراحل کا (حتمی) اندازہ فرمایا اور وہ (حتمی) اندازہ فرمانے پر کیا ہی اچھا قادر ہے۔

آیت 24 قیامت کے دن ان لوگوں کے لیے خرابی ہے جنہوں نے اپنے پہلی بار پیدا کئے جانے کو دیکھنے کے باوجود دوسری بار پیدا کئے جانے کا انکار کر دیا۔

آیت 25-27 ہم نے زمین کو تمام زندہ اور مُردہ لوگوں کو جمع کرنے والی بنایا ہے کہ زندہ لوگ اس کی پُشت پر مکانات اور محلات میں رہتے ہیں اور مردہ لوگ اس کے اندر اپنی قبروں میں رہتے ہیں اور ہم نے زمین میں اونچے اونچے پہاڑ بنا دیئے اور ہم نے زمین میں چشمے اور پانی نکلنے کے مقامات پیدا کر کے خوب میٹھے پانی سے تمہیں سیراب کیا اور یہ تمام باتیں مُردوں کو زندہ کرنے سے زیادہ عجیب ہیں لہٰذا جو ان چیزوں پر قادر ہے وہ دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔

آیت 28 قیامت کے دن ان لوگوں کی خرابی ہے جنہوں نے ان چیزوں کا مُشاہدہ کرنے کے باوجود اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت اور مُردوں کے زندہ ہونے کا انکار کیا۔

آیت 29 قیامت کے دن کافروں سے کہا جائے گا کہ اس آگ اور اس عذاب کی طرف چلو جسے تم دنیا میں جھٹلاتے تھے۔

آیت 30 اس دھوئیں سے جہنم کا دھواں مراد ہے، یہ دھواں اونچا ہو کر تین شاخوں میں تقسیم ہو جائے گا اور اس کی ایک شاخ کفّار کے سروں پر، ایک ان کے دائیں طرف اور ایک ان کے بائیں طرف ہو گی اور حساب سے فارغ ہونے تک انہیں اسی دھوئیں میں رہنے کا حکم ہو گا جب کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے بندے اس کے عرش کے سایہ میں ہوں گے۔

آیت 31-33 جہنم کا وہ دھواں ایسا ہے کہ نہ سایہ دے جس سے کفار اس دن کی گرمی سے کچھ امن پا سکیں اور نہ وہ کفار کو جہنم کی آگ کے شعلے سے بچائے گا۔ بیشک دوزخ اونچے محل جیسی بڑی بڑی چنگاریاں پھینکتی ہے اور ان چنگاریوں کا رنگ ایسا ہے گویا کہ وہ زرد رنگ کے اونٹ ہیں۔

Go to Index

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٣٤﴾ هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ ﴿٣٥﴾ وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ ﴿٣٦﴾

اس دن جھٹلانے والوں کے لئے خرابی ہے ○ یہ وہ دن ہے جس میں وہ بول نہ سکیں گے ○ اور نہ انہیں اجازت ملے گی کہ معذرت کریں ○

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٣٧﴾ هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ ۚ جَمَعْنٰكُمْ وَالْاَوَّلِيْنَ ﴿٣٨﴾ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ

اس دن جھٹلانے والوں کیلئے خرابی ہے ○ یہ فیصلے کا دن ہے ہم نے تمہیں اور سب اگلوں کو جمع کر دیا ○ اب اگر تمہارا

كَيْدٌ فَكِيْدُوْنِ ﴿٣٩﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٤٠﴾ ع اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ ظِلٰلٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿٤١﴾ وَّفَوَاكِهَ ع ١ ٢١

کوئی داؤ ہو تو مجھ پر چلالو ○ اس دن جھٹلانے والوں کیلئے خرابی ہے ○ بیشک ڈرنے والے سایوں اور چشموں میں ہوں گے ○ اور پھلوں

آیت 34 فرمایا: قیامت کے دن ان لوگوں کے لئے خرابی ہے جو اس دن کی ہَولناکیوں اور اس دن میں گُناہگاروں کے اَحوال کو جھٹلاتے ہیں۔

آیت 35 فرمایا کہ قیامت کا دن وہ دن ہے جس میں کفار نہ بول سکیں گے اور نہ کوئی ایسی حجت پیش کر سکیں گے جو ان کے کام آئے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ قیامت کے دن بہت سے مواقع ہوں گے جن میں سے بعض مواقع پر کفار کلام کریں گے اور بعض میں کچھ بول نہ سکیں گے۔

آیت 36 قیامت کے دن کفار کو معذرت کرنے کی اجازت نہیں ملے گی اور اس بات کا یہ مطلب نہیں کہ ان کے پاس کوئی عذر موجود ہو گا لیکن عذر بیان کرنے کی اجازت نہ ہو گی بلکہ در حقیقت اُن کے پاس کوئی عذر ہی نہ ہو گا کیونکہ دنیا میں حجتیں تمام کر دی گئیں اور آخرت کیلئے کسی عذر کی گنجائش باقی نہیں رکھی گئی، البتہ انہیں یہ فاسد خیال آئے گا کہ کچھ حیلے بہانے بنائیں، یہ حیلے پیش کرنے کی اجازت نہ ہو گی۔

آیت 37 فرمایا کہ قیامت کے دن ان لوگوں کے لئے خرابی ہے جنہوں نے اِن خبروں کو اور اپنے پاس آنے والی اُن حق باتوں کو جھٹلایا جو یقینی طور پر واقع ہوں گی۔

آیت 38، 39 یہ قیامت کا دن جنتیوں اور جہنمیوں کے درمیان فیصلے کا دن ہے اور اے میرے حبیب محمد مُصْطَفٰی صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کو جھٹلانے والو! ہم نے تمہیں اور ان لوگوں کو جمع کر دیا جو تم سے پہلے انبیاءِ کرام علیہم السّلام کو جھٹلاتے تھے، تمہارا اور ان کا سب کا حساب کیا جائے گا اور تمہیں اور انہیں سب کو عذاب دیا جائے گا، اب اگر عذاب سے بچنے کے لئے تمہارے پاس کوئی داؤ ہو تو مجھ پر چلالو اور کسی طرح اپنے آپ کو عذاب سے بچا سکتے ہو تو بچالو۔ یہ انتہا درجہ کی ڈانٹ ہے کیونکہ یہ بات تو وہ بھی یقینی طور پر جانتے ہوں گے کہ نہ آج کوئی داؤ چل سکتا ہے اور نہ کوئی حیلہ کام دے سکتا ہے۔

آیت 40 فرمایا کہ قیامت کے دن ان لوگوں کے لئے خرابی ہے جو اللہ تعالیٰ کی قدرت، مرنے کے بعد اٹھائے جانے اور قیامت کے دن جمع کئے جانے کا انکار کریں۔

آیت 41-44 بے شک وہ لوگ جو دنیا میں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے تھے وہ آخرت میں جنّتی درختوں کے سایوں اور جنت میں جاری چشموں میں ہوں گے اور جن پھلوں سے ان کا جی چاہے گا ان سے لذت اٹھائیں گے اور جنتیوں سے کہا جائے گا کہ اپنے ان نیک

مِمَّا یَشْتَهُوْنَ ﴿۴۲﴾ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا هَنِیْٓــٴًـۢا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی

میں سے جو وہ چاہیں گے ○ اپنے اعمال کے بدلے میں مزے سے کھاؤ اور پیو ○ بیشک نیکی کرنے والوں کو ہم

الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۴۴﴾ وَیْلٌ یَّوْمَىٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ﴿۴۵﴾ كُلُوْا وَ تَمَتَّعُوْا قَلِیْلًا اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ ﴿۴۶﴾

ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں ○ اس دن جھٹلانے والوں کیلئے خرابی ہے ○ (اے کافرو!) تم (بھی دنیا میں) کچھ دن کھالو اور فائدہ اٹھالو، بیشک تم مجرم ہو ○

وَیْلٌ یَّوْمَىٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ﴿۴۷﴾ وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا لَا یَرْكَعُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَیْلٌ یَّوْمَىٕذٍ

اس دن جھٹلانے والوں کیلئے خرابی ہے ○ اور جب ان سے کہا جائے کہ جھک جاؤ تو وہ نہیں جھکتے ○ اس دن جھٹلانے والوں کیلئے

ع ۲
۲۲ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ﴿۴۹﴾ فَبِاَیِّ حَدِیْثٍۭ بَعْدَهٗ یُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۰﴾ ع

خرابی ہے ○ پھر اس کے بعد وہ کون سی بات پر ایمان لائیں گے؟ ○

اعمال کے بدلے میں جو تم نے دنیا میں کئے تھے مزے سے ایسی لذیذ اور خالص چیزیں کھاؤ اور پیو جن میں ذرا سا بھی طبعی طور پر نقصان کا شائبہ نہیں۔ بیشک نیکی کرنے والوں کو ہم ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں لہٰذا تم بھی نیکیاں کرو تا کہ ایسی جزا حاصل کر سکو۔ **اہم بات:** اہلِ جنت کو ان کی مرضی کے مطابق جنّتی نعمتیں ملیں گی جبکہ دنیا میں آدمی کو جو مُیَسَّر ہوتا ہے اسی پر اسے راضی ہونا پڑتا ہے۔

آیت 45 قیامت کے دن مومن انتہائی عزت و کرامت کے ساتھ ہو گا جبکہ کافر انتہائی ذلت و رُسوائی کی آفت میں ہو گا۔ جب وہ مومن کو انتہائی عزت و کرامت میں دیکھے گا تو اس کی حسرت بڑھ جائے گی اور اس کے غم اور زیادہ ہو جائیں گے اور یہ بھی ایک روحانی عذاب ہے، اس لئے یہاں فرمایا گیا کہ اس دن جھٹلانے والوں کیلئے خرابی ہے۔

آیت 46 اللہ تعالیٰ نے سرزَنِش کرنے کے طور پر کفار کو مُخاطب کر کے فرمایا کہ اے دنیا میں جھٹلانے والو! تم دنیا میں کچھ دن کھالو اور اپنی موت کے وقت تک فائدہ اٹھالو، بیشک تم مجرم اور کافر ہو اور دائمی عذاب کے حقدار ہو۔

آیت 47 قیامت کے دن جھٹلانے والوں کے لئے خرابی ہے کیونکہ انہوں نے عارضی چیزوں سے فائدہ اٹھا کر اپنی جانوں کو دائمی عذاب کے لئے پیش کر دیا۔

آیت 48 قیامت کے دن جب کفار کو سجدے کے لئے بلایا جائے گا اور وہ سجدہ نہ کر سکیں گے تو کہا جائے گا کہ جب دنیا میں ان سے کہا جاتا کہ (ایمان لا کر) محمد مُصْطَفٰی صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور ان کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ نماز پڑھو تو یہ نماز نہیں پڑھتے تھے۔ اسی سبب سے آج یہ سجدہ کرنے سے محروم کر دیئے گئے۔

آیت 49 فرمایا کہ قیامت کے دن ان لوگوں کے لئے خرابی ہے جنہوں نے دنیا میں رکوع اور سجدہ کرنے سے انکار کیا اور اسلام قبول کرنے کا شرف حاصل نہ کیا۔

آیت 50 فرمایا کہ قرآن شریف اللہ تعالیٰ کی کتابوں میں سب سے آخری کتاب اور بہت ظاہر معجزہ ہے، جب یہ لوگ اس پر ایمان نہ لائے تو پھر اس کے بعد وہ کس کتاب پر ایمان لائیں گے۔

ایاتھا ٤٠

٧٨ سُوْرَةُ النَّبَاِ مَكِّيَّةٌ ٨٠

سورۂ نبا مکیہ ہے، اس میں چالیس آیتیں اور دو رکوع ہیں

رکوعاتھا ٢

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ ۚ ﴿١﴾ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ ۙ ﴿٢﴾ الَّذِیْ هُمْ فِيْهِ مُخْتَلِفُوْنَ ؕ ﴿٣﴾ كَلَّا

لوگ آپس میں کس چیز کے بارے میں سوال کر رہے ہیں؟○ بڑی خبر کے متعلق○ جس میں انہیں اختلاف ہے○ خبردار!

سَيَعْلَمُوْنَ ۙ ﴿٤﴾ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ﴿٥﴾ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا ۙ ﴿٦﴾ وَّ الْجِبَالَ اَوْتَادًا ۙ ﴿٧﴾

وہ جلد جان جائیں گے○ پھر خبردار! وہ جلد جان جائیں گے○ کیا ہم نے زمین کو بچھونا نہ بنایا؟○ اور پہاڑوں کو میخیں○

سورۂ نبا کا تعارف یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں 2 رکوع اور 40 آیتیں ہیں۔ عربی میں خبر کو ''نَبا'' کہتے ہیں اور اس سورت کی دوسری آیت میں یہ لفظ موجود ہے جس کی مناسبت سے اسے ''سورۂ نبا'' کہتے ہیں۔ نیز اس سورت کو سورۂ تَساؤل اور سورۂ عَمَّ یَتَسَآءَلُوْنَ بھی کہتے ہیں، اور یہ دونوں نام اس کی پہلی آیت سے ماخوذ ہیں۔ **خلاصہ مضامین:** اس سورت میں مختلف دلائل سے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کو ثابت کیا گیا ہے، نیز قیامت کے بارے میں مشرکین کی باہمی گفتگو، قیامت قائم ہونے کی خبر دے کر اس کے واقع ہونے پر دلائل، قدرتِ الٰہی کے چند آثار، دوبارہ زندہ کئے جانے اور مخلوق کے درمیان فیصلہ کئے جانے کا وقت اور یہ بتایا گیا کہ جہنم کافروں کے انتظار میں ہے۔

آیت 1-3 جب نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے کفارِ مکہ کو توحید کی دعوت اور مرنے کے بعد زندہ کئے جانے کی خبر دی اور قرآنِ کریم کی تلاوت فرما کر اُنہیں سنایا تو انہوں نے ایک دوسرے سے گفتگو کرنا شروع کر دی اور پوچھنے لگے کہ محمد (صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم) کیسا دین لائے ہیں؟ ان کی اس باہمی گفتگو کو یہاں بیان کیا گیا ہے، چنانچہ فرمایا کہ وہ کیا عظیم الشّان بات ہے جس میں کفارِ قریش ایک دوسرے سے پوچھ گچھ کر رہے ہیں؛ وہ اس بڑی خبر کے بارے میں گفتگو کر رہے ہیں جس میں انہیں اختلاف ہے۔ **اہم باتیں:** (1) اس آیت میں حقیقتاً سوال نہیں کیا گیا بلکہ اس بات کے عظیم الشّان ہونے کی وجہ سے اسے اِستفہام کے پیرائے میں بیان کیا گیا ہے۔ (2) بڑی خبر سے قرآنِ پاک مراد ہے اور اس میں اختلاف سے مراد یہ ہے کہ کفار میں سے کوئی تو قرآنِ پاک کو جادو، کوئی شعر، کوئی کہانت اور کوئی اور کچھ کہتا ہے۔ یا بڑی خبر سے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم کی نبوت اور آپ کا دین مراد ہے اور اس میں اختلاف سے مراد یہ ہے کہ کفار میں سے کوئی سیدِ عالَم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم کو جادوگر، کوئی شاعر اور کوئی کاہن کہتا ہے۔ یا بڑی خبر سے مرنے کے بعد زندہ کئے جانے کا مسئلہ مراد ہے اور اس میں اختلاف سے مراد یہ ہے کہ بعض کافر تو اس کا قطعی طور پر انکار کرتے ہیں اور بعض اس کے بارے میں شک میں ہیں۔

آیت 4، 5 فرمایا کہ کفار جیسی باتیں کر رہے ہیں در حقیقت ویسا ہے نہیں اور قیامت کے دن یہ اپنے انکار کا انجام جلد جان جائیں گے، یہ پھر خبردار ہو جائیں کہ اس وقت وہ اپنے انکار کا انجام جان جائیں گے۔

آیت 6-16 فرمایا: کیا ہم نے زمین کو بچھونا نہ بنایا تاکہ تم اس پر رہو اور وہ تمہارے ٹھہرنے کی جگہ ہو، اور کیا ہم نے پہاڑوں کو میخیں

Go to Index

وَّ خَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا ﴿۸﴾ وَّ جَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ﴿۹﴾ وَّ جَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا ﴿۱۰﴾ وَّ جَعَلْنَا النَّهَارَ

اور ہم نے تمہیں جوڑے پیدا کیا○ اور تمہاری نیند کو آرام کا ذریعہ بنایا○ اور رات کو ڈھانپ دینے والی بنایا○ اور دن کو روزی کمانے کا

مَعَاشًا ﴿۱۱﴾ وَّ بَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ﴿۱۲﴾ وَّ جَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا ﴿۱۳﴾ وَّ اَنْزَلْنَا

وقت بنایا○ اور تمہارے اوپر سات مضبوط آسمان بنائے○ اور ایک نہایت چمکتا چراغ (سورج) بنایا○ اور بدلیوں سے

مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا ﴿۱۴﴾ لِّنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّ نَبَاتًا ﴿۱۵﴾ وَّ جَنّٰتٍ اَلْفَافًا ﴿۱۶﴾ اِنَّ يَوْمَ

زور دار پانی اتارا○ تاکہ اس کے ذریعے اناج اور سبزہ نکالیں○ اور گھنے باغات○ بیشک فیصلے کا

الْفَصْلِ كَانَ مِيْقَاتًا ﴿۱۷﴾ يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا ﴿۱۸﴾ وَّ فُتِحَتِ

دن ایک مقرر وقت ہے○ جس دن صور میں پھونک ماری جائے گی تو تم فوج در فوج چلے آؤ گے○ اور آسمان کھول دیا

السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا ﴿۱۹﴾ وَّ سُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا ﴿۲۰﴾

جائے گا تو وہ دروازے بن جائے گا○ اور پہاڑ چلائے جائیں گے تو وہ ایسے ہو جائیں گے جیسے باریک چمکتی ہوئی ریت جو دور سے پانی کا دھوکا دیتی ہے○

نہ بنایا تاکہ ان سے زمین ثابت اور قائم رہے، اور کیا ہم نے تمہیں مرد اور عورت کے جوڑے نہ بنایا تاکہ تم ایک دوسرے سے سکون حاصل کرو، اور کیا ہم نے تمہاری نیند کو تمہارے جسموں کے لئے آرام کا ذریعہ نہ بنایا تاکہ اس سے تمہاری تھکن دور ہو اور تمہیں راحت و آرام حاصل ہو، اور کیا ہم نے رات کو ڈھانپ دینے والی نہ بنایا جو کہ اپنی تاریکی سے ہر چیز کو چھپا دیتی ہے تاکہ تمہارے معاملات پوشیدہ رہیں، اور کیا ہم نے دن کو روزگار کمانے کا وقت نہ بنایا تاکہ تم اس میں اللہ تعالیٰ کا فضل اور اپنی روزی تلاش کرو، اور کیا ہم نے تمہارے اوپر ایسے سات مضبوط آسمان نہ بنائے جن پر زمانہ گزرنے کا اثر نہیں ہوتا اور کیا ہم نے ان آسمانوں میں ایک نہایت چمکتا چراغ سورج نہ بنایا جس میں روشنی بھی ہے اور گرمی بھی، اور کیا ہم نے بدلیوں سے زور دار پانی نہ اتارا تاکہ اس کے ذریعے زمین سے انسانوں کے کھانے کے لئے اناج، جانوروں کے کھانے کے لئے سبزہ اور گھنے باغات نکالیں؟ جس نے اتنی چیزیں پیدا کر دیں وہ انسان کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کر دے تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟

آیت 17 فرمایا کہ بیشک وہ دن جس میں اللہ تعالیٰ مخلوق کا فیصلہ فرمائے گا وہ اس کے علم میں ایک مقرر وقت ہے۔

آیت 18 فرمایا کہ فیصلے کا دن وہ ہوگا جس دن صور میں دوسری بار پھونک ماری جائے گی تو تم اپنی قبروں سے حساب کیلئے حساب کی جگہ کی طرف فوج در فوج چلے آؤ گے۔

آیت 19 فرمایا کہ قیامت کے دن آسمان کھول دیا جائے گا تو وہ کثیر دروازوں والا ہو جائے گا اور اس میں ایسے راستے بن جائیں گے جن سے فرشتے اُتریں گے۔

آیت 20 فرمایا کہ پہاڑ چلائے جائیں گے تو وہ دیکھنے والے کی نظر میں ایسے ہو جائیں گے جیسے باریک چمکتی ہوئی ریت جسے دور سے دیکھا جائے تو یوں لگتا ہے جیسے پانی ہے حالانکہ وہ پانی نہیں ہوتی۔

اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتۡ مِرۡصَادًا ﴿٢١﴾ لِّلطّٰغِيۡنَ مَاٰبًا ﴿٢٢﴾ لّٰبِثِيۡنَ فِيۡهَاۤ اَحۡقَابًا ﴿٢٣﴾ لَا يَذُوۡقُوۡنَ فِيۡهَا

بیشک جہنم تاک میں ہے ○ سرکشوں کے لئے ٹھکانہ ہے ○ اس میں مدتوں رہیں گے ○ اس میں کسی طرح کی ٹھنڈک کا مزہ

بَرۡدًا وَّلَا شَرَابًا ﴿٢٤﴾ اِلَّا حَمِيۡمًا وَّغَسَّاقًا ﴿٢٥﴾ جَزَآءً وِّفَاقًا ﴿٢٦﴾ اِنَّهُمۡ كَانُوۡا لَا يَرۡجُوۡنَ

نہ چکھیں گے اور نہ کچھ پینے کو ○ مگر کھولتا پانی اور دوزخیوں کی پیپ ○ برابر بدلہ ہوگا ○ بیشک وہ حساب کا خوف

حِسَابًا ﴿٢٧﴾ وَّكَذَّبُوۡا بِاٰيٰتِنَا كِذَّابًا ﴿٢٨﴾ وَكُلَّ شَىۡءٍ اَحۡصَيۡنٰهُ كِتٰبًا ﴿٢٩﴾ فَذُوۡقُوۡا

نہ رکھتے تھے ○ اور انہوں نے ہماری آیتوں کو بہت زیادہ جھٹلایا ○ اور ہم نے ہر چیز لکھ کر شمار کر رکھی ہے ○ تو اب چکھو

فَلَنۡ نَّزِيۡدَكُمۡ اِلَّا عَذَابًا ﴿٣٠﴾ اِنَّ لِلۡمُتَّقِيۡنَ مَفَازًا ﴿٣١﴾ حَدَآئِقَ وَاَعۡنَابًا ﴿٣٢﴾ ع

تو ہم تمہارے عذاب ہی کو بڑھائیں گے ○ بیشک ڈر والوں کے لئے کامیابی کی جگہ ہے ○ باغات اور انگور ہیں ○

وَّكَوَاعِبَ اَتۡرَابًا ﴿٣٣﴾ وَّكَاۡسًا دِهَاقًا ﴿٣٤﴾ لَا يَسۡمَعُوۡنَ فِيۡهَا لَغۡوًا وَّلَا كِذّٰبًا ﴿٣٥﴾

اور اٹھتے جوبن والیاں جو ایک عمر کی ہیں ○ اور چھلکتا جام ہے ○ وہ جنت میں نہ کوئی بیہودہ بات سنیں گے اور نہ ایک دوسرے کو جھٹلانا ○

آیت 21-26 جہنم کفار اور مشرکین کا ٹھکانہ ہے لہٰذا وہ اس میں داخل ہوں گے اور اس میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہیں گے اور جہنم میں وہ کسی طرح کی ایسی ٹھنڈک محسوس نہ کریں گے جس سے انہیں راحت اور جہنم کی گرمی سے سکون ملے اور نہ جہنم کے کھولتے ہوئے پانی اور جہنمیوں کی پیپ کے علاوہ انہیں کچھ پینے کو ملے گا۔ جیسے عمل ہوں گے ویسی جزا ملے گی اور چونکہ کفر بدترین جرم ہے اس لئے سب سے سخت عذاب بھی کفار کو ہوگا۔ **اہم بات:** جو مسلمان اپنے گناہوں کی سزا پانے جہنم میں جائیں گے انہیں ہمیشہ کے لئے جہنم میں نہیں رکھا جائے گا بلکہ انہیں شفاعت یا محض فضلِ الٰہی سے یا سزا پوری ہوجانے پر جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کردیا جائے گا۔

آیت 27،28 کفار اس سزا کے حقدار اس وجہ سے ہوئے ہیں کہ وہ آخرت میں اپنے اعمال کا حساب ہونے کا خوف نہ رکھتے تھے کیونکہ وہ مرنے کے بعد اٹھنے کا انکار کرتے تھے اور انہوں نے ہماری وحدانیّت اور ہمارے انبیاءِ کرام علیہم السّلام کی صداقت کے دلائل پر مشتمل آیتوں کو بہت زیادہ جھٹلایا تھا۔

آیت 29،30 ہم نے لوحِ محفوظ میں ہر چیز لکھ کر شمار کر رکھی ہے اور کفار کے تمام نیک و بد اعمال ہمارے علم میں ہیں، ہم انہیں ان کے اعمال کے مطابق جزا دیں گے اور آخرت میں جب کفار کو عذاب دیا جائے گا تو اس وقت ان سے کہا جائے گا کہ اب اپنی سزا کے طور پر جہنم کا عذاب چکھو اور ہم تمہارے عذاب پر عذاب ہی کو بڑھائیں گے۔

آیت 31-35 وہ لوگ جو کفر اور دیگر برے اعمال سے بچتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے ہیں ان کے لئے جنت میں کامیابی کی جگہ ہے اور ایسے باغات ہیں جن میں طرح طرح کے نفیس پھلوں والے درخت ہیں اور ان کے لئے انگور ہیں اور ان کے لئے اٹھتے جوبن والی ایک عمر کی بیویاں ہیں اور ان کے لئے جنت کی نفیس شراب سے چھلکتا جام ہے اور جنت میں شراب پینے کی وجہ سے انہیں نہ کوئی بے ہودہ بات سننے میں آئے گی اور نہ وہاں کوئی کسی کو جھٹلائے گا۔ **درس:** عظیم الشان کامیابی یہی ہے کہ بندہ ہمیشہ کی جنت میں جگہ پانے میں کامیاب ہوجائے۔

جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا ﴿۳۶﴾ رَّبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا

(یہ) بدلہ ہے تمہارے رب کی طرف سے نہایت کافی عطا○ وہ جو آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کا رب ہے،

الرَّحْمٰنِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا ﴿۳۷﴾ يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا

نہایت رحم فرمانے والا ہے،لوگ اس سے بات کرنے کا اختیار نہ رکھیں گے○ جس دن جبریل اور سب فرشتے صفیں بنائے کھڑے ہوں گے۔

لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ﴿۳۸﴾ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ فَمَنْ

کوئی نہ بول سکے گا مگر وہی جسے رحمٰن نے اجازت دی ہو اور اس نے ٹھیک بات کہی ہو○ وہ سچا دن ہے، اب جو

شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ مَاٰبًا ﴿۳۹﴾ اِنَّآ اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِيْبًا يَّوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ

چاہے اپنے رب کی طرف راہ بنالے○ بیشک ہم تمہیں ایک قریب آئے ہوئے عذاب سے ڈرا چکے جس دن آدمی وہ دیکھے گا

ع ۲ | مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا ﴿۴۰﴾

جو اس کے ہاتھوں نے آگے بھیجا اور کافر کہے گا: اے کاش کہ میں کسی طرح مٹی ہو جاتا○

آیت 36-38 اللہ تعالیٰ نے اپنے اطاعت گزار بندوں سے جو وعدہ فرمایا ہے یہ اس وعدے کے مطابق تمہارے اعمال کے بدلے کے طور پر تمہارے رب کی طرف سے نہایت کافی عطا ہے اور تمہارا رب وہ ہے جو آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کا رب ہے اور وہ نہایت رحم فرمانے والا ہے اور جس دن حضرت جبریل علیہ السّلام اور سب فرشتے صفیں بنائے کھڑے ہوں گے تو اس دن لوگ اللہ تعالیٰ کے رعب و جلال اور خوف کی وجہ سے اس سے مصیبت دور کرنے اور عذاب اٹھا دینے کی بات کرنے کا اختیار نہ رکھیں گے البتہ جسے رحمٰن عزّوجلّ نے کلام کرنے یا شفاعت کرنے کی اجازت دی ہو اور اس نے دنیا میں ٹھیک بات کہی ہو اور اُسی کے مطابق عمل کیا ہو تو وہ بارگاہِ الٰہی میں کلام کر سکے گا۔ بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ ٹھیک بات سے کلمۂ طیّبہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه مراد ہے۔ **اہم بات:** نبیوں، فرشتوں اور دوسرے نیک لوگوں کی شفاعت برحق ہے۔

آیت 39 فرمایا کہ قیامت کا واقع ہونا برحق ہے، اب جو چاہے نیک اعمال کر کے اپنے رب عزّوجلّ کی طرف راہ بنالے تاکہ اس دن میں عذاب سے محفوظ رہ سکے۔

آیت 40 فرمایا کہ اے کفارِ مکہ! ہم دنیا میں تمہیں اپنی آیات کے ذریعے قیامت کے دن کے عذاب سے ڈرا چکے ہیں جو کہ قریب آگیا ہے اور یہ عذاب اس دن ہوگا جس دن ہر شخص اپنے تمام اچھے برے اعمال اپنے نامۂ اعمال میں لکھے ہوئے دیکھے گا اور کافر کہے گا: اے کاش کہ میں کسی طرح مٹی ہو جاتا تاکہ عذاب سے محفوظ رہتا۔ **اہم بات:** قیامت کے دن جب جانوروں اور چوپایوں کو اٹھایا جائے گا اور انہیں ایک دوسرے سے بدلہ دلایا جائے گا، اس کے بعد وہ سب خاک کر دیئے جائیں گے، یہ دیکھ کر کافر تمنا کرے گا کہ کاش! میں بھی ان کی طرح خاک کر دیا جاتا۔

اٰیاتها ٤٦ | ٧٩ سُورَةُ النّٰزِعٰتِ مَكِّيَّةٌ ٨١ | ركوعاتها ٢

سورۂ نٰزِعٰت مکیہ ہے، اس میں چھیالیس آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

وَالنّٰزِعٰتِ غَرۡقًا ۙ﴿١﴾ وَّالنّٰشِطٰتِ نَشۡطًا ۙ﴿٢﴾ وَّالسّٰبِحٰتِ سَبۡحًا ۙ﴿٣﴾

سختی سے جان کھینچنے والوں کی قسم○ اور نرمی سے بند کھولنے والوں کی○ اور آسانی سے تیرنے والوں کی○

فَالسّٰبِقٰتِ سَبۡقًا ۙ﴿٤﴾ فَالۡمُدَبِّرٰتِ اَمۡرًا ۘ﴿٥﴾ يَوۡمَ تَرۡجُفُ الرَّاجِفَةُ ۙ﴿٦﴾

پھر آگے بڑھنے والوں کی○ پھر کائنات کا نظام چلانے والوں کی (اے کافرو!تم پر قیامت ضرور آئے گی)○ جس دن تھرتھرانے والی تھرتھرائے گی○

وقف لازم

سورۂ نازعات کا تعارف یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔اس میں 2 رکوع اور 46 آیتیں ہیں۔انسانوں کی روحیں قبض کرنے والے فرشتوں کو نازعات کہتے ہیں اور چونکہ اس سورت کی پہلی آیت میں ان فرشتوں کی قسم ارشاد فرمائی گئی، اس مناسبت سے اسے ''سورۂ نازعات'' کہتے ہیں۔ **خلاصہ مضامین:** اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں توحید، نبوت اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کا بیان ہے اور اس کے علاوہ اس سورت میں قیامت کے دن کفار کو دوبارہ زندہ کیا جانے کا ذکر، قیامت کے دن کی دہشت سے کفار کا حال، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کا انکار کرنے میں کفار کے اَقوال کا بیان اور ان کفار کا رد، حضرت موسیٰ علیہ السّلام اور فرعون کا واقعہ بیان ہوا اور یہ بتایا گیا کہ آخرت میں انسان کو اعمال نامے دیکھ کر اپنے تمام دُنیوی اعمال یاد آجائیں گے اور جس نے سرکشی کی اور دنیا کی زندگی کو آخرت پر ترجیح دی تو اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور جو اپنے رب عزّوجلّ کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرا اور اس نے اپنے نفس کو خواہش کی پیروی کرنے سے روکا تو اس کا ٹھکانہ جنت ہے۔

آیت 1 فرمایا کہ ان فرشتوں کی قسم! جو کافروں کے جسموں سے ان کی روح سختی سے کھینچ کر نکالتے ہیں۔

آیت 2 فرمایا کہ ان فرشتوں کی قسم! جو مومنوں کے جسموں سے ان کی روحیں نرمی سے قبض کرتے ہیں۔

آیت 3 فرمایا کہ اور ان فرشتوں کی قسم! جو زمین اور آسمان کے درمیان مومنین کی روحیں لے کر آسانی سے تیرنے والے ہیں۔

آیت 4 فرمایا کہ پھر ان فرشتوں کی قسم! جو اپنی اس خدمت پر جلد پہنچتے ہیں جس پر وہ مقرر ہیں۔

آیت 5 فرمایا کہ پھر ان فرشتوں کی قسم! جو دنیا کے کاموں کا انتظام کرنے پر مقرر ہیں اور ان کاموں کو سرانجام دیتے ہیں، ان تمام قسموں کے ساتھ کہا جاتا ہے کہ اے کفارِ مکہ! تم ضرور دوبارہ زندہ کئے جاؤ گے اور ضرور تم سے حساب لیا جائے گا۔ **اہم باتیں:** (1) قدرتِ الٰہی تو یہ ہے کہ ہر چھوٹا بڑا کام کسی وسیلے کے بغیر خود اسی کے حکم سے ہو جائے، لیکن قانون یہ ہے کہ کام وسیلے کے ذریعے ہو کیونکہ دنیا کا ہر کام کائنات کا نظام چلانے پر مقرر فرشتوں کے سپرد ہے۔ (2) بعض نام اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے درمیان مُشترک ہیں، جیسے علی، سمیع، بصیر، انہیں میں سے مُدَبِّر بھی ہے کہ رب عزّوجلّ بھی مُدَبِّر ہے اور فرشتے بھی مُدَبِّراتِ اَمر یعنی کاموں کی تدبیر کرنے والے ہیں۔

آیت 6، 7 اے کافرو! تم اس دن ضرور زندہ کئے جاؤ گے جس دن (ایک سینگ میں) پہلی پھونک ماری جائے گی تو اس دن زمین اور پہاڑ

تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ؕ﴿۷﴾ قُلُوْبٌ يَّوْمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ ۙ﴿۸﴾ اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ۘ﴿۹﴾ يَقُوْلُوْنَ

اس کے پیچھے آنے والی○ دل اس دن خوفزدہ ہوں گے○ ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی○ کافر کہتے ہیں:

ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِي الْحَافِرَةِ ؕ﴿۱۰﴾ ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ؕ﴿۱۱﴾ قَالُوْا تِلْكَ

کیا بیشک ہم ضرور پھر الٹے پاؤں پلٹیں گے○ کیا اس وقت جب ہم گلی ہڈیاں ہوجائیں گے؟○ کہنے لگے: جب تو یہ

اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ۘ﴿۱۲﴾ فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ۙ﴿۱۳﴾ فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ؕ﴿۱۴﴾

پلٹنا نقصان کا پلٹنا ہے○ تو وہ (پھونک) تو ایک جھڑکنا ہی ہے○ تو فوراً وہ کھلے میدان میں آپڑے ہوں گے○

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ۘ﴿۱۵﴾ اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۚ﴿۱۶﴾ اِذْهَبْ

کیا تمہیں موسیٰ کی خبر آئی○ جب اسے اس کے رب نے پاک جنگل طویٰ میں ندا فرمائی○ (فرمایا) کہ فرعون کے

اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۫ۖ﴿۱۷﴾ فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰۤى اَنْ تَزَكّٰى ۙ﴿۱۸﴾ وَاَهْدِيَكَ

پاس جا، بیشک وہ سرکش ہوگیا ہے○ تو اس سے کہہ: کیا تجھے اس بات کی طرف کوئی رغبت ہے کہ تو پاکیزہ ہوجائے؟○ اور یہ کہ میں تجھے

(وقف لازم)

شدید حرکت کرنے لگیں گے اور انتہائی سخت زلزلہ آجائے گا اور تمام مخلوق مر جائے گی، پھر اس پہلی پھونک کے بعد دوسری پھونک ماری جائے گی جس سے ہر چیز باذن اللہ زندہ کردی جائے گی۔ **درس:** قیامت قریب ہے، جو کرنا ہے کرلیا جائے اور موت سر پہ کھڑی ہے، اس لئے نیک اعمال کرنے میں جلدی کرلی جائے۔

آیت 8،9 جس دن (صُور میں) پھونک ماری جائے گی تو اس دن مرنے کے بعد اٹھائے جانے کا انکار کرنے والے کفار کا حال یہ ہوگا کہ برے اعمال کی وجہ سے ان کے دل خوفزدہ ہوں گے اور اس دن کی دہشت سے ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی۔

آیت 10-14 جب کفار سے کہا جاتا ہے کہ تم مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرکے اُٹھائے جاؤ گے تو وہ کہتے ہیں کہ کیا ہم موت کے بعد پھر زندگی کی طرف واپس کردیئے جائیں گے؟ کیا جب ہماری ہڈیاں گل کر بکھر چکی ہوں گی تو پھر بھی ہم زندہ کئے جائیں گے؟ پھر مذاق اڑانے کے طور پر وہ کہنے لگے کہ اگر ہم مرنے کے بعد اُٹھائے گئے تو اس میں ہمارا بڑا نقصان ہے کیونکہ ہم دنیا میں اس بات کو جھٹلاتے رہے۔ اس پر انہیں بتایا گیا کہ تم مرنے کے بعد زندہ کئے جانے کو یہ نہ سمجھو کہ اللہ تعالیٰ کے لئے یہ کام کچھ دشوار ہے، کیونکہ اس پر کچھ بھی دشوار نہیں، وہ (دوسری) پھونک ایک ہولناک آواز ہوگی اور اس کے بعد فوراً وہ زندہ ہو کر کھلے میدان میں آپڑے ہوں گے۔

آیت 15-26 آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! مشرکوں کے جھٹلانے سے غمگین نہ ہوں کیونکہ انبیاءِ کرام علیہم السّلام کو کفار کی طرف سے ایسی باتیں پیش آتی رہتی ہیں، مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو ہی دیکھ لیں، جب انہیں ان کے رب عزّوجلّ نے ملکِ شام میں طور پہاڑ کے قریب واقع پاک جنگل طُویٰ میں ندا فرمائی کہ اے موسیٰ! تم فرعون کے پاس جاؤ، بیشک وہ سرکش ہوگیا ہے اور وہ کفر و فساد میں حد سے گزر گیا ہے اور اس سے کہو کہ کیا تجھے اس بات کی طرف کوئی رغبت ہے کہ تو ایمان قبول کرکے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں

اِلٰی رَبِّكَ فَتَخْشٰی ﴿۱۹﴾ فَاَرٰىهُ الْاٰیَةَ الْكُبْرٰی ﴿۲۰﴾ فَكَذَّبَ وَعَصٰی ﴿۲۱﴾ ثُمَّ

تیرے رب کی طرف راہ بتاؤں تو تو ڈرے ○ پھر موسیٰ نے اسے بہت بڑی نشانی دکھائی ○ تو اس نے جھٹلایا اور نافرمانی کی ○ پھر اس نے

اَدْبَرَ یَسْعٰی ﴿۲۲﴾ فَحَشَرَ فَنَادٰی ﴿۲۳﴾ فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰی ﴿۲۴﴾ فَاَخَذَهُ اللّٰهُ

(مقابلے کی) کوشش کرتے ہوئے پیٹھ پھیر دی ○ تو (لوگوں کو) جمع کیا پھر پکارا ○ پھر بولا: میں تمہارا سب سے اعلیٰ رب ہوں ○ تو اللہ نے

نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰی ﴿۲۵﴾ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ یَّخْشٰی ﴿۲۶﴾ ءَاَنْتُمْ ع ۲۶/۳

اسے دنیا و آخرت دونوں کے عذاب میں پکڑا ○ بیشک اس میں ڈرنے والے کے لئے عبرت ہے ○ کیا (تمہاری سمجھ کے مطابق) تمہارا

اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ بَنٰىهَا ﴿۲۷﴾ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا ﴿۲۸﴾ وَاَغْطَشَ لَیْلَهَا وَاَخْرَجَ

بنانا مشکل ہے یا آسمان کا؟ اسے اللہ نے بنایا ○ اس کی چھت اونچی کی پھر اسے ٹھیک کیا ○ اور اس کی رات کو تاریک کیا اور اس کے نور کو

ضُحٰىهَا ﴿۲۹﴾ وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا ﴿۳۰﴾ اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعٰىهَا ﴿۳۱﴾ وَالْجِبَالَ

ظاہر کیا ○ اور اس کے بعد زمین پھیلائی ○ اس میں سے اس کا پانی اور اس کا چارہ نکالا ○ اور پہاڑوں کو

مشغول ہو کر کفر، شرک، مَعصِیَت اور نافرمانی سے پاکیزہ ہو جائے؟ اور کیا تو اس بات کی طرف رغبت رکھتا ہے کہ میں تجھے تیرے رب عزّوجلّ کی ذات و صفات کی معرفت کی طرف راہ بتاؤں تاکہ تو اس کے عذاب سے ڈرے؟ کیونکہ اس کے عذاب سے ڈر اسی وقت لگے گا جب اس کی تمہیں معرفت ہو گی۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السّلام فرعون کے پاس گئے اور انہوں نے فرعون کو روشن ہاتھ اور عصا کی بہت بڑی نشانی دکھائی تو اس نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو جھٹلایا اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور اس نشانی کو جادو کہنے لگا، پھر اس نے مقابلے اور فساد انگیزی کی کوشش کرتے ہوئے ایمان قبول کرنے سے منہ موڑ لیا اور اس نے جادوگروں کو اور اپنے لشکروں کو جمع کیا، جب وہ جمع ہو گئے تو فرعون نے انہیں پکارا اور ان سے کہا: میں تمہارا سب سے اعلیٰ رب ہوں، تو اللہ تعالیٰ نے اسے دنیا و آخرت دونوں کے عذاب میں اس طرح پکڑا کہ دنیا میں اسے غرق کر دیا اور آخرت میں جہنم میں داخل فرمائے گا۔ بیشک فرعون کے ساتھ جو کچھ ہوا اس میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے لئے عبرت ہے۔

آیت 27 مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کا انکار کرنے والوں سے فرمایا گیا کہ کیا تمہاری سمجھ کے مطابق تمہارے مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے لئے تمہیں دوبارہ بنانا مشکل ہے یا آسمان کو بنانا؟ تم یہی کہو گے کہ آسمان کے مقابلے میں انسان کو پیدا کرنا زیادہ آسان ہے کیونکہ وہ آسمان سے بہت چھوٹا اور کمزور ہے۔ تو تمہاری سمجھ کے مطابق تمہیں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنا اللہ تعالیٰ پر زیادہ آسان ہے تو پھر تم اس کا انکار کیوں کرتے ہو؟ **اہم بات:** خدا کی قدرت ہر چھوٹی بڑی چیز کے لئے برابر ہے، یہاں کلام لوگوں کی سمجھ کے مطابق کیا گیا ہے۔

آیت 28-33 فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان کو بنایا اور کسی ستون کے بغیر اس کی چھت اونچی کی، پھر اسے ایسا ٹھیک کیا کہ اس میں کہیں کوئی خَلَل نہیں اور اس کی رات کو تاریک کیا اور سورج کے نور کو ظاہر فرما کر اس کی روشنی چمکائی اور اس کے بعد زمین پھیلائی جو پیدا تو آسمان سے پہلے فرمائی گئی تھی مگر پھیلائی نہ گئی تھی اور اس میں سے چشمے جاری فرما کر اس کا پانی اور اس کا چارہ نکالا جسے جاندار کھاتے ہیں

اَرْسٰىهَا ﴿٣٢﴾ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ﴿٣٣﴾ فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى ﴿٣٤﴾ يَوْمَ

جمایا○ تمہارے اور تمہارے چوپایوں کے فائدہ کے لئے○ پھر جب وہ عام سب سے بڑی مصیبت آئے گی○ اس دن

يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰى ﴿٣٥﴾ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِمَنْ يَّرٰى ﴿٣٦﴾ فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ﴿٣٧﴾

آدمی یاد کرے گا جو اس نے کوشش کی تھی○ اور جہنم ہر دیکھنے والے کے لئے ظاہر کر دی جائے گی○ تو بہر حال وہ جس نے سرکشی کی○

وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿٣٨﴾ فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴿٣٩﴾ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ

اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دی○ تو بیشک جہنم ہی (اس کا) ٹھکانہ ہے○ اور رہا وہ جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرا

وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ﴿٤٠﴾ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴿٤١﴾ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ

اور نفس کو خواہش سے روکا○ تو بیشک جنت ہی (اس کا) ٹھکانہ ہے○ تم سے قیامت کے بارے پوچھتے ہیں کہ وہ

اور پہاڑوں کو روئے زمین پر جمایا تاکہ اس کو سکون ہو اور جو کچھ زمین سے نکالا ہے وہ تمہارے اور تمہارے چوپایوں کے فائدے کیلئے ہے۔ **درس:** آسمان و زمین، دریا، پہاڑ، پانی وغیرہ خدا کی قدرت کی دلیلیں بھی ہیں اور اس کے فضل و احسان کا ثبوت بھی، لہٰذا ان سے خدا کی عظمت پر ایمان میں اضافہ بھی کریں اور ان نعمتوں پر خدا کا شکر بھی کریں۔

آیت 34-41 جب دوسری بار صُور میں پھونک ماری جائے گی اور اس وقت مردے زندہ کر دیئے جائیں گے تو اس دن آدمی کو اپنے اعمال نامے دیکھ کر وہ تمام اچھے برے اعمال یاد آجائیں گے جو اس نے دنیا میں کئے تھے اور اس دن جہنم ظاہر کر دی جائے گی اور تمام مخلوق اسے دیکھے گی تو جس نے سرکشی کی اور کفر اختیار کیا اور دنیا کی زندگی کو آخرت کی زندگی پر ترجیح دی تو بیشک جہنم ہی اس شخص کا دائمی ٹھکانہ ہے، اور وہ جو اپنے رب عزّوجلّ کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرا اور اس نے جانا کہ اسے اپنے رب عزّوجلّ کے حضور حساب کے لئے حاضر ہونا ہے اور اپنے نفس کو حرام چیزوں کی خواہش سے روکا تو بیشک ثواب کا گھر جنت ہی اس شخص کا ٹھکانہ ہے۔ **درس:** یہ آیات بہت سبق آموز ہیں کہ بندہ قیامت میں اپنے اعمال کو یاد کرے گا، نیک اعمال ہوئے تو خوش ہو گا ورنہ پچھتائے گا، پھر جہنم سامنے ہو گی تو دنیا کا سارا کروفر اور شان و شوکت بھول جائے گا۔ اس کے بعد سرکش و کافر ہوا تو جہنم ٹھکانہ ہو گا اور گناہ گار ہوا تو بھی جہنم کا خطرہ موجود ہو گا لیکن اگر دنیا میں خدا سے ڈرتا، گناہوں سے بچتا اور نفس کو حرام خواہشوں سے روک کر رکھتا تھا تو مرحبا مرحبا کہ پھر جنت ٹھکانہ ہو گا۔

آیت 42-46 مشرکین نے مذاق کے طور پر اللہ تعالیٰ کے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے کہا کہ قیامت کب قائم ہو گی؟ اللہ تعالیٰ نے ان کے سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ اے پیارے حبیب! کفارِ مکہ آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ وہ کب ظاہر ہو گی اور کس وقت قائم ہو گی؟ آپ کی یہ ذمہ داری نہیں کہ آپ انہیں یہ بتائیں بلکہ قیامت کے واقع ہونے کے علم کی انتہا آپ کے رب عزّوجلّ تک ہے۔ آپ کو اس لئے بھیجا گیا ہے کہ آپ ان لوگوں کو قیامت کی ہولناکیوں سے ڈرائیں جو ڈرانے سے فائدہ حاصل کرتے ہیں۔ کافر جس قیامت کا انکار کر رہے ہیں عنقریب اسے دیکھ لیں گے اور گویا کہ جس دن کافر قیامت کو دیکھیں گے تو اس کی ہولناکی اور دہشت کی وجہ سے اپنی زندگی کی مدت بھول جائیں گے اور یہ خیال کریں گے کہ وہ دنیا میں صرف ایک رات یا ایک دن چڑھے کے وقت برابر ہی

Go to Index

اَیَّانَ مُرْسٰىهَاؕ ﴿۴۲﴾ فِیْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَاؕ ﴿۴۳﴾ اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰىهَاؕ ﴿۴۴﴾ اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُنْذِرُ

کب کے لیے ٹھہری ہوئی ہے○ تمہارا اس کے بیان سے کیا تعلق؟○ تمہارے رب ہی تک اس کی انتہا ہے○ تم تو فقط اسے ڈرانے والے ہو

مَنْ یَّخْشٰىهَاؕ ﴿۴۵﴾ كَاَنَّهُمْ یَوْمَ یَرَوْنَهَا لَمْ یَلْبَثُوْۤا اِلَّا عَشِیَّةً اَوْ ضُحٰىهَا۠ ﴿۴۶﴾ ع ۲

جو اس سے ڈرے○ گویا جس دن وہ اسے دیکھیں گے (تو سمجھیں گے کہ) وہ صرف ایک شام یا ایک دن چڑھے کے وقت بر ابر ہی ٹھہرے تھے○

ایاتها ۴۲ | ۸۰ سُوْرَةُ عَبَسَ مَكِّيَّةٌ ۲۴ | رکوعها ۱

سورۂ عبس مکیہ ہے، اس میں بیالیس آیتیں اور ایک رکوع ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

عَبَسَ وَ تَوَلّٰۤىۙ ﴿۱﴾ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰىؕ ﴿۲﴾ وَ مَا یُدْرِیْكَ لَعَلَّهٗ یَزَّكّٰۤىۙ ﴿۳﴾ اَوْ یَذَّكَّرُ

تیوری چڑھائی اور منہ پھیرا○ اس بات پر کہ ان کے پاس نابینا حاضر ہوا○ اور تمہیں کیا معلوم شاید وہ پاکیزہ ہو جائے○ یا نصیحت حاصل کرے

رہے تھے۔ **اہم بات:** قیامت کے متعلق یہ جواب یا تو اس وقت کے اعتبار سے ہے جب قیامت کے وقت کا علم آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو عطا نہیں فرمایا گیا تھا، پھر بعد میں عطا کر دیا گیا، یا یہ جواب اس لئے اس انداز میں ہے کہ اس علم کو بتانے کی اجازت نہیں تھی۔

سورۂ عبس کا تعارف یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں 1 رکوع اور 42 آیتیں ہیں۔ عبس کا معنی ہے تیوری چڑھانا اور اس سورت کی پہلی آیت میں یہ لفظ موجود ہے اس مناسبت سے اسے ''سورۂ عبس'' کہتے ہیں۔ **خلاصۂ مضامین:** اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی عظمت و شان ظاہر فرمائی اور حضرت عبد اللہ بن اُمِّ مکتوم رضی اللہ عنہ کا واقعہ بیان فرمایا۔ یہ بتایا گیا کہ قرآنِ مجید کی آیات تمام مخلوق کے لئے نصیحت ہیں، جو چاہے ان سے نصیحت حاصل کرے اور جو چاہے ان سے اِعراض کرے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کرنے پر کفار کی سرزنش کی گئی اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت و قدرت کے دلائل بیان کئے گئے۔ آخر میں قیامت کے دہشت ناک مَناظر بیان فرمائے گئے نیز نیک مسلمانوں کا ثواب اور کافروں، فاجروں کا عذاب بیان کیا گیا۔

آیت 1-10 **شانِ نزول:** نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم ایک مرتبہ قریش کے سرداروں کو اسلام کی دعوت دے رہے تھے، اسی دوران حضرت عبد اللہ بن اُمِّ مکتوم رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے جو کہ نابینا تھے اور اُنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو بار بار ندا کر کے عرض کی کہ اللہ تعالیٰ نے جو آپ کو سکھایا ہے وہ مجھے تعلیم فرمائیے۔ حضرت عبد اللہ بن اُمِّ مکتوم رضی اللہ عنہ نے یہ نہ سمجھا کہ حضورِ اَقدس صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم دوسروں سے گفتگو فرما رہے ہیں اور میرے ندا کرنے سے قطعِ کلامی ہو گی۔ یہ بات حضور پُر نور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو گراں گزری اور ناگواری کے آثار چہرۂ اَقدس پر نمایاں ہوئے یہاں تک کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم اپنے دولت سرائے اقدس کی طرف واپس تشریف لے آئے۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں اور ان دس آیات میں فرمایا گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے اس بات پر اپنے

فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى ﴿٤﴾ اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى ﴿٥﴾ فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى ﴿٦﴾ وَمَا عَلَيْكَ

تو نصیحت اسے فائدہ دے ○ بہر حال وہ شخص جو بے پرواہ بنا ○ تو تم اس کے پیچھے پڑتے ہو ○ اور تم پر اس بات کا کوئی الزام نہیں کہ

اَلَّا يَزَّكّٰى ﴿٧﴾ وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى ﴿٨﴾ وَهُوَ يَخْشٰى ﴿٩﴾ فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى ﴿١٠﴾

وہ (کافر) پاکیزہ نہ ہو ○ اور رہا وہ جو تمہارے حضور دوڑتا ہوا آیا ○ اور وہ ڈر رہا ہے ○ تو تم اسے چھوڑ کر (دوسری طرف) مشغول ہوتے ہو ○

كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ﴿١١﴾ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ﴿١٢﴾ فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ﴿١٣﴾ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ﴿١٤﴾

وقف لازم

ایسے نہیں، بیشک یہ باتیں نصیحت ہیں ○ تو جو چاہے اسے یاد کرے ○ ان عزت والے صحیفوں میں ○ جو بلندی والے پاکی والے ہیں ○

ماتھے پر شکن چڑھائی اور منہ پھیرا کہ ان کے پاس ایک نابینا شخص حاضر ہوا اور اے پیارے حبیب! آپ کو کیا معلوم کہ شاید وہ آپ کا ارشاد سن کر پاکیزہ ہو جائے یا آپ کے کلام سے نصیحت حاصل کرے تو وہ نصیحت اسے فائدہ دے۔ جبکہ دوسرا وہ شخص جو اپنے مال کے تکبر میں مبتلا ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے اور ایمان لانے سے بے پرواہو تو آپ اس کے پیچھے پڑتے ہیں اور اس کے ایمان لانے کی امید میں اس پر کوشش کرتے ہیں (تاکہ دینِ اسلام کی قوت میں اضافہ ہو اور ان کے پیچھے چلنے والے اور لوگ بھی ایمان لے آئیں) حالانکہ آپ پر اس بات کا کوئی اِلزام نہیں کہ وہ کافر ایمان لا کر اور ہدایت پا کر پاکیزہ نہ ہو کیونکہ آپ کے ذمہ اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دینا ہے اور وہ ابنِ اُمِّ مکتوم، جو بھلائی کی طلب میں تمہارے حضور دوڑتا ہوا آیا اور وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا بھی ہے تو آپ اسے چھوڑ کر دوسری طرف مشغول ہوتے ہیں، ایسا کرنا آپ کی شان کے لائق ہر گز نہیں۔ **اہم بات:** مالدار کفار ہر وقت تبلیغ کے لئے مُیَسَّر نہیں ہوتے تھے اور اُس خاص وقت کے علاوہ دوسرے وقت ان کا ایمان کی بات سننے کیلئے آنا یقینی نہیں تھا جبکہ صحابی ہر وقت حاضر رہتے اور اُس خاص وقت کے علاوہ دوسرے وقت میں ان کا آنا یقینی تھا۔ دوسرا پہلو یہ تھا کہ کفار سے بات اِیمانیات کے متعلق ہو رہی تھی جبکہ صحابی سے بات ایمان کی تکمیل یا عمل وغیرہ کے متعلق ہونی تھی۔ تیسرا پہلو یہ تھا کہ کفار کا ایمان لانا یقینی نہیں تھا جبکہ صحابی کا آپ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کے فرمان پر عمل نسبتاً یقینی تھا۔ پہلے دو پہلوؤں کا تقاضا یہ تھا کہ کفار سے بات کرنے کو ترجیح دی جائے جبکہ تیسرے پہلو کا تقاضا تھا کہ صحابی سے بات کرنے کو ترجیح دی جائے، نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے پہلے دو پہلوؤں کو کثرتِ فوائد کے پیشِ نظر اپنے اِجتہاد سے ترجیح دی جبکہ حکمِ الٰہی میں بتا دیا گیا کہ تیسرا پہلو جو یقینی تھا اسے پہلے والے دو غیر یقینی پہلوؤں پر ترجیح دی جانی چاہیے تھی چنانچہ اسی کے حوالے سے آپ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی تربیت فرمادی گئی اور آپ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کو آپ کے تمام جہانوں کے لئے رحمت ہونے والی شان کے مطابق انداز اپنانے کا بھی فرمادیا گیا کہ اس طرح کے معاملات میں چہرے پر تیوری نہ چڑھائی جائے۔

آیت 11-16 بیشک قرآن کی آیات مخلوق کے لئے نصیحت ہیں تو بندوں میں سے جو چاہے ان آیات کو یاد کر کے ان سے نصیحت حاصل کرے اور ان کے تقاضوں کے مطابق عمل کرے اور جو چاہے ان سے اِعراض کرے اور یہ آیات ان صحیفوں میں لکھی ہوئی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک عزت والے، بلند قدر والے اور پاکی والے ہیں کہ انہیں پاکوں کے سوا کوئی نہیں چھوتا اور یہ صحیفے ان لکھنے والوں کے ہاتھوں سے لکھے ہوئے ہیں جو کرم والے، نیکی والے اور اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار ہیں اور وہ فرشتے ہیں جو ان کو لوحِ محفوظ سے نقل کرتے

بِاَيْدِىْ سَفَرَةٍ ۙ﴿۱۵﴾ كِرَامٍۭ بَرَرَةٍ ۭ﴿۱۶﴾ قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ ۭ﴿۱۷﴾ مِنْ اَيِّ شَيْءٍ

ان لکھنے والوں کے ہاتھوں سے (لکھے ہوئے)○ جو معزز نیکی والے ہیں○ آدمی مارا جائے، کتنا ناشکرا ہے وہ○ اللہ نے اسے کس چیز سے

خَلَقَهٗ ۭ﴿۱۸﴾ مِنْ نُّطْفَةٍ ۭ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ۙ﴿۱۹﴾ ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ ۙ﴿۲۰﴾ ثُمَّ اَمَاتَهٗ

پیدا کیا ہے ؟○ ایک بوند سے اسے پیدا فرمایا، پھر اسے طرح طرح کی حالتوں میں رکھا○ پھر راستہ آسان کر دیا اسے○ پھر اسے موت دی

فَاَقْبَرَهٗ ۙ﴿۲۱﴾ ثُمَّ اِذَا شَاۗءَ اَنْشَرَهٗ ۭ﴿۲۲﴾ كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ ۭ﴿۲۳﴾ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ

پھر اسے قبر میں رکھوایا○ پھر جب چاہے گا اسے باہر نکالے گا○ یقیناً اس نے اب تک پورا نہ کیا جو اللہ نے اسے حکم دیا تھا○ تو آدمی کو چاہیے

اِلٰى طَعَامِهٖٓ ۙ﴿۲۴﴾ اَنَّا صَبَبْنَا الْمَاۗءَ صَبًّا ۙ﴿۲۵﴾ ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا ۙ﴿۲۶﴾ فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا ۙ﴿۲۷﴾

اپنے کھانوں کو دیکھے○ کہ ہم نے اچھی طرح پانی ڈالا○ پھر زمین کو خوب چیرا○ تو اس میں اناج اُگایا○

ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) جن کاغذوں پر قرآن لکھا جائے، جن قلموں سے لکھا جائے اور جو لوگ لکھیں سب حرمت والے ہیں۔ (2) قرآنِ پاک کو سب سے اونچا رکھا جائے، ادھر پاؤں یا پیٹھ نہ کی جائے اور ناپاک آدمی اسے نہ چھوئے۔ (3) قرآنِ پاک کو حفظ کرنا چاہیے۔

آیت 17-22 کافر آدمی مارا جائے، وہ کتنا ناشکرا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کثیر نعمتوں اور بے انتہا احسانات کے باوجود اس کے ساتھ کفر کرتا ہے، کیا اس نے غور نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے کس حقیر چیز سے پیدا کیا ہے؟ وہ حقیر چیز منی کے پانی کی بوند ہے، تو اُس کی یہ اوقات کہاں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات ماننے سے تکبر کرے اور اس کے ساتھ کفر کرے۔ اس نے انسان کو ماں کے پیٹ میں کچھ عرصہ نطفے کی شکل میں، کچھ عرصہ جمے ہوئے خون کی صورت میں اور کچھ عرصہ گوشت کے ٹکڑے کی شکل میں رکھا، پھر اس کے ہاتھ، پاؤں آنکھیں اور دیگر اَعضاء بنائے یہاں تک کہ اسے انسانی صورت کا جامہ پہنا دیا۔ پھر اس کیلئے ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کا راستہ آسان کر دیا۔ پھر اسے دُنیوی زندگی کی مدت پوری ہونے کے بعد موت دی پھر اسے قبر میں رکھوایا تاکہ وہ موت کے بعد درندوں کی خوراک نہ بنے۔ پھر اس کی موت کے بعد اللہ تعالیٰ جب چاہے گا اسے حساب و جزا کے لئے قبر سے باہر نکالے گا۔ **اہم بات:** قرآن مجید نے عقل کو بہت اہمیت دی ہے اور بار بار تفکر و تدبر کا حکم دیا ہے کیونکہ عقلمند انسان کائنات اور نظامِ زندگی میں غور کرے گا تو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر کرنے اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کی طرف مائل ہو گا۔

آیت 23 کافر انسان کو تکبر سے، کفر سے، توحید اور مرنے کے بعد اٹھائے جانے کا انکار کرنے پر اصرار کرنے سے روکا گیا تھا لیکن اس کافر نے اب تک اللہ تعالیٰ کے اس حکم پر عمل کرتے ہوئے ایمان قبول کیا ہے اور نہ ہی وہ اپنے تکبر سے باز آیا ہے۔

آیت 24 تا 32 آدمی کو چاہیے کہ وہ اپنے کھانے کی ان چیزوں کو غور سے دیکھے جنہیں وہ کھاتا ہے اور وہ چیزیں اس کی زندگی کا سبب ہیں کہ ان میں بھی اس کے رب عزّوجلّ کی قدرت ظاہر ہے، انسان غور کرے کہ کس طرح وہ کھانے کی چیزیں اس کے بدن کا حصہ بنتی ہیں اور کس طرح رب عزّوجلّ وہ چیزیں عطا فرماتا ہے۔ کھانے کی یہ چیزیں ملنے کا قدرتی نظام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بادل سے زمین پر اچھی طرح بارش کا پانی ڈالا، پھر اس نے زمین کو خوب چیرا جس سے دانے کا کمزور پودا نمودار ہوتا ہے، اگر رب تعالیٰ زمین کو چیر نہ دیتا تو

وَّ عِنَبًا وَّ قَضْبًا ﴿۲۸﴾ وَّ زَيْتُوْنًا وَّ نَخْلًا ﴿۲۹﴾ وَّ حَدَآئِقَ غُلْبًا ﴿۳۰﴾ وَّ فَاكِهَةً وَّ اَبًّا ﴿۳۱﴾ مَّتَاعًا لَّكُمْ

اور انگور اور چارہ ○ اور زیتون اور کھجور ○ اور گھنے باغیچے ○ اور پھل اور گھاس ○ تمہارے فائدے کے لئے

وَلِاَنْعَامِكُمْ ﴿۳۲﴾ فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ ﴿۳۳﴾ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ﴿۳۴﴾ وَ اُمِّهٖ

اور تمہارے چوپایوں کے لئے ○ پھر جب وہ کان پھاڑنے والی چنگھاڑ آئے گی ○ اس دن آدمی اپنے بھائی سے بھاگے گا ○ اور اپنی ماں

وَ اَبِيْهِ ﴿۳۵﴾ وَ صَاحِبَتِهٖ وَ بَنِيْهِ ﴿۳۶﴾ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ

اور اپنے باپ ○ اور اپنی بیوی اور اپنے بیٹوں سے ○ ان میں سے ہر شخص کو اس دن ایک ایسی فکر ہوگی جو اسے (دوسروں سے)

يُّغْنِيْهِ ﴿۳۷﴾ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ﴿۳۸﴾ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ﴿۳۹﴾ وَ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ

بے پروا کردے گی ○ بہت سے چہرے اس دن روشن ہوں گے ○ ہنستے ہوئے خوشیاں مناتے ہوں گے ○ اور بہت سے چہروں پر

کمزور کونپل باہر کیسے نکلتی، اور تمہارے فائدے کے لئے اس زمین سے اللہ تعالیٰ نے گندم اور جَو وغیرہ اناج اُگایا جن سے غذا حاصل کی جاتی ہے اور زمین سے انگور، چارہ، زیتون، کھجور، گھنے باغیچے اور پھل پیدا کئے اور تمہارے چوپایوں کے فائدے کے لئے گھاس پیدا کی، تو جس رب تعالیٰ نے اپنے بندوں کو ایسی عظیم نعمتیں عطا کی ہیں اس کی عبادت سے منہ پھیرنا اور اس پر ایمان لانے سے تکبر کرنا کسی عقلمند انسان کے شایانِ شان کس طرح ہو سکتا ہے۔ **درس:** اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

دن لَہو میں کھونا تجھے، شب صبح تک سونا تجھے ۔ شرمِ نبی خوفِ خدا، یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں
رزقِ خدا کھایا کِیا، فرمانِ حق ٹالا کِیا ۔ شکرِ کرم ترسِ سزا، یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

آیت 33-37 جب دوسری بار صور پھونکنے کی کان پھاڑ دینے والی آواز آئے گی تو اس دن آدمی اپنے بھائی، اپنی ماں، اپنے باپ، اپنی بیوی اور اپنے بیٹوں سے بھاگے گا اور ان کی طرف توجہ نہیں کرے گا تاکہ ان میں کوئی اپنے حقوق کا مطالبہ نہ کرلے اور ان میں سے ہر ایک کو اس دن ایک ایسی فکر ہوگی جو اسے دوسروں سے لاپروا کر دے گی۔ **درس:** افسوس کہ ہم عمل سے غافل، نیکیوں سے دور اور گناہوں میں ڈوبے ہوئے ہیں، اور اس کا سبب یہی دنیا کی لذت، بیوی بچوں اور ماں باپ کی محبت ہوتی ہے جبکہ قیامت میں سب ایک دوسرے سے بھاگ رہے ہوں گے۔

آیت 38-42 مُکلَّف لوگوں کی دو قسمیں بیان کی جارہی ہیں۔ (1) سعادت مند۔ (2) بدبخت۔ قیامت کے دن سعادت مندوں کے چہرے ایمان کے نور سے یا رات کی عبادتوں سے یا وضو کے آثار سے روشن ہوں گے اور حساب سے فارغ ہونے کے بعد وہ اللہ تعالیٰ کی نعمت، اس کے کرم اور اس کی رضا پر ہنستے ہوئے خوشیاں منا رہے ہوں گے اور قیامت کے دن بدبختوں (کی بدعملیوں کی وجہ سے ان) کے چہروں پر گرد پڑی ہوگی اور (ان کے کفر کی وجہ سے) ان پر سیاہی چڑھ رہی ہوگی، یہ وہی کافر بدکار ہیں جن کے ساتھ ایسا سلوک کیا گیا۔ **دعا:** اے اللہ! ہمیں اپنے نبی صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے صدقے قیامت کے دن روشن چہرے والوں میں شامل کرنا اور رسوائی سے بچانا۔ آمین

عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ﴿۴۰﴾ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ﴿۴۱﴾ أُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ﴿۴۲﴾ ع

اس دن گرد پڑی ہوگی ○ ان پر سیاہی چڑھ رہی ہوگی ○ یہ لوگ وہی کافر بدکار ہیں ○

ایاتھا ۲۹ | ۸۱ سُورَةُ التَّكْوِيرِ مَكِّيَّةٌ ۷ | رکوعھا ۱

سورۂ تکویر مکیہ ہے، اس میں انتیس آیتیں اور ایک رکوع ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ﴿۱﴾ وَإِذَا النُّجُومُ انْكَدَرَتْ ﴿۲﴾ وَإِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ﴿۳﴾ وَإِذَا

جب سورج کو لپیٹ دیا جائے گا ○ اور جب تارے جھڑ پڑیں گے ○ اور جب پہاڑ چلائے جائیں گے ○ اور جب

الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ﴿۴﴾ وَإِذَا الْوُحُوشُ حُشِرَتْ ﴿۵﴾ وَإِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ﴿۶﴾ وَإِذَا

دس ماہ کی حاملہ اونٹنیاں چھوٹی پھریں گی ○ اور جب وحشی جانور جمع کئے جائیں گے ○ اور جب سمندر سلگائے جائیں گے ○ اور جب

سورۂ تکویر کا تعارف یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں 1 رکوع اور 29 آیتیں ہیں۔ تکویر کا معنی ہے لپیٹنا اور اس سورت کا یہ نام اس کی پہلی آیت میں مذکور لفظ ''كُوِّرَتْ'' سے ماخوذ ہے۔ **خلاصۂ مضامین:** اس سورت کی ابتدائی 13 آیات میں قیامت کے چند ہولناک اُمور بیان کر کے فرمایا گیا کہ جب یہ چیزیں واقع ہوں گی تو اس وقت ہر جان کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ کون سی نیکی یا بدی اپنے ساتھ لے کر بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہوئی ہے۔ الٹے اور سیدھے چلنے والوں، ستاروں، رات کے آخری حصے اور صبح کی قسم ارشاد فرما کر فرمایا گیا کہ بیشک قرآنِ مجید حضرت جبریل علیہ السّلام کا پہنچایا ہوا کلام ہے۔ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم اور قرآن مجید پر کئے گئے کفار کے اعتراضات کا جواب دیا اور یہ بتایا گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم غیب کی باتیں بتانے میں بخیل نہیں ہیں۔

آیت 1-14 ان 14 آیات میں 12 چیزیں ذکر کی گئیں ہیں: (1) جب سورج کا نور زائل کر دیا جائے گا۔ (2) جب ستارے جھڑ کر بارش کی طرح آسمان سے زمین پر گر پڑیں گے۔ (3) جب پہاڑ چلائے جائیں گے اور غبار کی طرح ہوا میں اڑتے پھریں گے۔ (4) جب وہ اونٹنیاں جن کے حمل کو دس مہینے گزر چکے ہوں گے، آزاد پھریں گی کہ ان کو نہ کوئی چرانے والا ہو گا اور نہ ان کا کوئی نگران ہو گا۔ (5) جب قیامت کے دن دوبارہ زندہ کئے جانے کے بعد وحشی جانور جمع کیے جائیں گے تاکہ وہ ایک دوسرے سے بدلہ لیں، پھر خاک کر دیئے جائیں۔ (6) جب سمندر سلگائے جائیں گے، پھر وہ خاک ہو جائیں گے۔ (7) جب جانوں کے جوڑ بنیں گے۔ یعنی نیک نیکوں کے ساتھ اور برے لوگ بروں کے ساتھ کر دیئے جائیں گے۔ یا یہ معنی ہیں کہ جانیں اپنے جسموں کے ساتھ یا اپنے عملوں کے ساتھ ملادی جائیں گی۔ (8) جب زندہ دفن کی گئی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ کس خطا کی وجہ سے اسے قتل کیا گیا؟ یہ سوال قاتل کی سرزنش کے لئے ہو گا تاکہ وہ لڑکی جواب دے کہ میں بے گناہ ماری گئی تھی۔ (9) جب نامۂ اعمال حساب کے لئے کھولے جائیں گے۔ (10) جب

Go to Index

النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ ۝٧ وَ اِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُىِٕلَتْ ۝٨ بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ۝٩ وَ اِذَا

جانوں کو جوڑا جائے گا○ اور جب زندہ دفن کی گئی لڑکی سے پوچھا جائے گا○ کس خطا کی وجہ سے اسے قتل کیا گیا؟○ اور جب

الصُّحُفُ نُشِرَتْ ۝١٠ وَ اِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ ۝١١ وَ اِذَا الْجَحِیْمُ سُعِّرَتْ ۝١٢ وَ اِذَا الْجَنَّةُ

نامۂ اعمال کھولے جائیں گے○ اور جب آسمان کھینچ لیا جائے گا○ اور جب جہنم بھڑکائی جائے گی○ اور جب جنت

اُزْلِفَتْ ۝١٣ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّاۤ اَحْضَرَتْ ۝١٤ فَلَاۤ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ ۝١٥ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ ۝١٦

قریب لائی جائے گی○ ہر جان کو معلوم ہو جائے گا جو حاضر لائی○ تو ان ستاروں کی قسم جو الٹے چلیں○ جو سیدھے چلیں، چھپ جائیں○

وَ الَّیْلِ اِذَا عَسْعَسَ ۝١٧ وَ الصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ ۝١٨ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِیْمٍ ۝١٩ ذِیْ قُوَّةٍ

اور رات کی جب پیٹھ پھیر کر جائے○ اور صبح کی جب سانس لے○ بیشک یہ ضرور عزت والے رسول کا کلام ہے○ جو قوت والا ہے،

آسمان اپنی جگہ سے ایسے کھینچ لیا جائے گا جیسے ذبح کی ہوئی بکری کے جسم سے کھال کھینچ لی جاتی ہے۔(11) جب جہنم کو اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کے لئے بھڑکایا جائے گا۔ یعنی بروزِ قیامت جہنم کی بھڑک میں مزید اضافہ کیا جائے گا۔(12) جب جنت کو اللہ تعالیٰ کے پیاروں کے قریب لایا جائے گا۔ اس کے بعد فرمایا کہ جب یہ 12 چیزیں واقع ہوں گی تو اس وقت ہر جان کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ کون سی نیکی یا بدی اپنے ساتھ لے کر حاضر ہوئی ہے۔ **اہم بات:** یہ دینِ اسلام کا ہی عظیم کارنامہ ہے جس نے بیٹیوں کو زمین میں زندہ دفن کر دینے والے لوگوں کو اس ظلم کا احساس دلایا اور ان لوگوں کی نظروں میں بیٹی کی عزت اور وقار قائم کیا اور بیٹیوں کے فضائل بیان کر کے معاشرے میں برسوں سے جاری اس دردناک عمل کا خاتمہ کر دیا، اس سے معلوم ہوا کہ اسلام عورتوں کو ہر طرح کے ظلم سے بچاتا ہے۔ **درس:** ان آیات میں خوب غور کرنا چاہئے تاکہ دل میں خوفِ خدا پیدا ہو۔

آیت 15-21 اے کافرو! تمہارا یہ گمان کہ قرآن جادو یا شعر یا اگلے لوگوں کی کہانیاں ہے، ہرگز درست نہیں، مجھے ان ستاروں کی قسم! جو الٹے چلیں اور سیدھے چلیں اور اپنے چھپنے کی جگہوں پر چھپ جائیں، اور رات کی قسم! جب وہ جانے لگے اور اس کی تاریکی ہلکی پڑ جائے، اور صبح کی قسم! جب وہ ظاہر ہو جائے اور اس کی روشنی خوب پھیل جائے، بیشک یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے عزت والے رسول حضرت جبریل علیہ السّلام کا پہنچایا ہوا کلام ہے جو کہ قوت والا ہے، عرش کے مالک کے حضور عزت و مرتبے والا ہے اور آسمانوں میں فرشتے اس کی اطاعت کرتے ہیں اور وہ اَنبیاءِ کرام علیہم السّلام تک اللہ تعالیٰ کی وحی پہنچانے پر امانت دار ہے۔ **اہم باتیں:** (1) ستاروں کے متعلق جو مختلف چالوں کا بیان ہے، یہ ستاروں کی مختلف اوقات میں مختلف حالتوں کا بیان ہے۔(2) حضرت جبریل علیہ السّلام اللہ تعالیٰ کی وحی اَنبیاءِ کرام علیہم السّلام تک پہنچانے میں امانت دار ہیں اور تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم اس وحی کو مخلوق تک پہنچانے میں اور اللہ تعالیٰ کے اَسرار و رُموز میں امانت دار ہیں۔

Go to Index

عِنۡدَ ذِی الۡعَرۡشِ مَکِیۡنٍ ﴿۲۰﴾ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِیۡنٍ ﴿۲۱﴾ وَ مَا صَاحِبُکُمۡ بِمَجۡنُوۡنٍ ﴿۲۲﴾

عرش کے مالک کے حضور عزت والا ہے ○ وہاں اس کا حکم مانا جاتا ہے، امانت دار ہے ○ اور تمہارے صاحب ہر گز مجنون نہیں ○

وَ لَقَدۡ رَاٰہُ بِالۡاُفُقِ الۡمُبِیۡنِ ﴿۲۳﴾ وَ مَا ہُوَ عَلَی الۡغَیۡبِ بِضَنِیۡنٍ ﴿۲۴﴾ وَ مَا ہُوَ بِقَوۡلِ

اور یقیناً بیشک انہوں نے اسے روشن کنارے پر دیکھا ○ اور یہ نبی غیب بتانے پر ہر گز بخیل نہیں ○ اور وہ (قرآن) ہر گز مردود

شَیۡطٰنٍ رَّجِیۡمٍ ﴿۲۵﴾ فَاَیۡنَ تَذۡہَبُوۡنَ ﴿۲۶﴾ اِنۡ ہُوَ اِلَّا ذِکۡرٌ لِّلۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۲۷﴾ لِمَنۡ شَآءَ مِنۡکُمۡ

شیطان کا پڑھا ہوا نہیں ○ پھر تم کدھر جاتے ہو؟ ○ وہ تو سارے جہانوں کے لیے نصیحت ہی ہے ○ اس کے لیے جو تم میں سے

اَنۡ یَّسۡتَقِیۡمَ ﴿۲۸﴾ وَ مَا تَشَآءُوۡنَ اِلَّاۤ اَنۡ یَّشَآءَ اللّٰہُ رَبُّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۲۹﴾ ع ۲۹

سیدھا ہونا چاہے ○ اور تم کچھ نہیں چاہ سکتے مگر یہ کہ اللہ چاہے جو سارے جہانوں کا رب ہے ○

آیت 22 یہ بھی اس سے پہلی آیات میں مذکور قسم کا جواب ہے کہ کفارِ مکہ جو میرے حبیب صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو مجنون کہتے ہیں ایسا ہر گز نہیں ہے۔ اس سے بارگاہِ الٰہی میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کا مقام معلوم ہوا کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی شان میں گستاخی کفار نے کی اور ان کی گستاخی کا جواب خود رب تعالیٰ نے دیا۔

آیت 23 اس کا معنی یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے سورج کے طلوع ہونے کی جگہ پر حضرت جبریل علیہ السلام کو ان کی اصلی صورت میں دیکھا۔

آیت 24 تفسیر بغوی میں ہے: یعنی میرے حبیب صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو علمِ غیب آتا ہے، وہ تمہیں بتانے میں بخل نہیں فرماتے بلکہ تمہیں بھی بتاتے ہیں۔ تفسیر بیضاوی میں ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو جو غیب کی باتیں بتائی جاتی ہیں انہیں بتانے میں وہ بخل نہیں کرتے۔ **اہم بات:** رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے علمِ غیب عطا فرمایا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے سینکڑوں احادیث میں ہزاروں غیبی باتیں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو بتائی تھیں۔

آیت 25، 26 کفارِ مکہ یہ کہتے تھے کہ کوئی جن یا شیطان حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو یہ کلام سناتا ہے، ان کا رد کرتے ہوئے ان دو آیات میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ قرآن، مردود شیطان کا پڑھا ہوا نہیں ہے، پھر تم قرآن کو چھوڑ کر کدھر جاتے ہو اور کیوں قرآن سے اِعراض کرتے ہو، حالانکہ اس میں شفا اور ہدایت ہے۔

آیت 27، 28 قرآنِ عظیم تمام جنّوں اور انسانوں کے لئے نصیحت ہے اور اس سے وہی نصیحت حاصل کر سکتا ہے جسے حق کی پیروی کرنا، اس پر قائم رہنا اور اس سے نفع حاصل کرنا منظور ہو۔ **اہم بات:** قرآن سے نصیحت پانے کے لئے بندے کی اپنی خواہش اور میلان ہونا بھی ضروری ہے۔ نصیحت کے طلب گار بن کر جو قرآن پڑھتے سنتے ہیں، ان کے ایمان و عمل میں پاکیزگی بڑھتی رہتی ہے۔

آیت 29 فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ کے چاہے بغیر کچھ چاہ بھی نہیں سکتے، تمہارا ارادہ اور چاہنا اللہ تعالیٰ کے ارادے کے تابع ہے۔ **اہم باتیں:** (1) انسان اپنے اختیاری کام میں مختار ہے، لیکن بندے کا عمل اور ارادہ دونوں ہی ارادۂ الٰہیہ کے تابع ہیں۔ (2) دنیا کا ہر کام اللہ تعالیٰ کی مَشِیَّت اور ارادے سے ہے مگر اس کی پسندیدگی سے نہیں۔

ركوعها ١ ٨٢ سُوۡرَةُ الۡاِنۡفِطَارِ مَكِّيَّةٌ ٨٢ اٰياتها ١٩

سورۂ انفطار مکیہ ہے، اس میں انیس آیتیں اور ایک رکوع ہے

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

اِذَا السَّمَآءُ انۡفَطَرَتۡ ۙ﴿۱﴾ وَ اِذَا الۡكَوَاكِبُ انۡتَثَرَتۡ ۙ﴿۲﴾ وَ اِذَا الۡبِحَارُ فُجِّرَتۡ ۙ﴿۳﴾ وَ اِذَا

جب آسمان پھٹ جائے گا ○ اور جب ستارے جھڑ پڑیں گے ○ اور جب سمندر بہادیے جائیں گے ○ اور جب

الۡقُبُوۡرُ بُعۡثِرَتۡ ۙ﴿۴﴾ عَلِمَتۡ نَفۡسٌ مَّا قَدَّمَتۡ وَ اَخَّرَتۡ ؕ﴿۵﴾ يٰۤاَيُّهَا الۡاِنۡسَانُ

قبریں کریدی جائیں گی ○ ہر جان کو معلوم ہو جائے گا جو اس نے آگے بھیجا اور جو پیچھے چھوڑا ○ اے انسان! تجھے کس چیز نے

مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الۡكَرِيۡمِ ۙ﴿۶﴾ الَّذِىۡ خَلَقَكَ فَسَوّٰٮكَ فَعَدَلَكَ ۙ﴿۷﴾ فِىۡۤ اَىِّ صُوۡرَةٍ

اپنے کرم والے رب کے بارے میں دھوکے میں ڈال دیا ○ جس نے تجھے پیدا کیا پھر ٹھیک بنایا پھر اعتدال والا کیا ○ جس صورت میں

سورۂ اِنفطار کا تعارف یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں 1 رکوع اور 19 آیتیں ہیں۔ اِنفطار کا معنی ہے پھٹ جانا اور اس سورت کا یہ نام اس کی پہلی آیت میں مذکور لفظ ''اِنۡفَطَرَتۡ'' سے ماخوذ ہے۔ **خلاصۂ مضامین:** اس سورت میں قیامت قائم ہوتے وقت کائنات میں ہونے والی ہیبت ناک تبدیلیاں بیان کر کے فرمایا گیا کہ اس وقت ہر جان کو وہ سب کچھ معلوم ہو جائے گا جو اس نے آگے بھیجا اور جو اس نے پیچھے چھوڑا۔ انسان کو عطا کی جانے والی نعمتیں بیان کر کے اسے جھنجھوڑا گیا کہ کس چیز نے تجھے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے بارے میں دھوکے میں ڈال دیا اور تو نے اس کی نافرمانی شروع کر دی۔ یہ بتایا گیا کہ ہر انسان پر کراماً کاتبین دو فرشتے مقرر ہیں جو اس کے اَعمال اور اَقوال کے نگہبان ہیں۔ اس سورت کے آخر میں نیکوں اور بدکاروں کا انجام اور احوالِ قیامت بیان کئے گئے ہیں۔

آیت 1-5 جب آسمان فرشتوں کے نازل ہونے کے لئے پھٹ جائے گا اور جب ستارے اپنی جگہوں سے اس طرح جھڑ کے گر پڑیں گے جس طرح پروئے ہوئے موتی ڈوری سے گرتے ہیں اور جب سمندروں میں قائم آڑ دور کر کے انہیں بہادیا جائے گا اور میٹھے اور کھاری سمندر مل کر ایک ہو جائیں گے اور جب قبریں کریدی جائیں گی اور ان کے مردے زندہ کر کے نکال دیئے جائیں گے تو اس دن ہر جان کو معلوم ہو جائے گا جو اس نے نیک یا برا عمل آگے بھیجا اور جو نیکی بدی پیچھے چھوڑی۔ **درس:** یہی وہ کڑا وقت ہے جس کی تیاری ضروری ہے اور اسی کی فکر کرنے کا قرآن مجید میں بیسیوں جگہ حکم دیا ہے۔ اے کاش کہ ہم قیامت کی فکر کرنے والے بن جائیں۔

آیت 6-9 اے انسان! تجھے کس چیز نے اپنے کرم والے رب عَزَّوَجَلَّ کے بارے میں دھوکے میں ڈال دیا کہ تو نے اس کی نعمت اور کرم کے باوجود اس کا حق نہ پہچانا اور اس کی نافرمانی کی جو تجھے عدم سے وجود میں لے کر آیا، پھر اس نے تمہارے اعضاء کو ٹھیک بنایا، پھر ان اعضاء میں مناسبت رکھی کہ ایک ہاتھ یا پاؤں دوسرے ہاتھ یا پاؤں سے چھوٹا یا لمبا نہیں، پھر تمہیں لمبے قد والا یا چھوٹے قد والا، خوب صورت یا بدصورت، گورا یا کالا، مرد یا عورت جس صورت میں چاہا جوڑ دیا، اور تم اللہ تعالیٰ کی ان کرم نوازیوں کو دیکھ کر بھی اس کی نافرمانی سے نہیں

مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ﴿۸﴾ كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ ﴿۹﴾ وَ اِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ﴿۱۰﴾ كِرَامًا

چاہا تجھے جوڑ دیا○ ہر گز نہیں، بلکہ تم انصاف ہونے کو جھٹلاتے ہو○ اور بیشک تم پر ضرور کچھ نگہبان مقرر ہیں○ معزز

كَاتِبِيْنَ ﴿۱۱﴾ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۱۲﴾ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ﴿۱۳﴾ وَ اِنَّ الْفُجَّارَ

لکھنے والے○ وہ جانتے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو○ بیشک نیک لوگ ضرور چین میں (جانے والے) ہیں○ اور بیشک بدکار

لَفِيْ جَحِيْمٍ ﴿۱۴﴾ يَّصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّيْنِ ﴿۱۵﴾ وَ مَا هُمْ عَنْهَا بِغَآئِبِيْنَ ﴿۱۶﴾ وَ مَآ اَدْرٰىكَ

ضرور دوزخ میں ہیں○ انصاف کے دن اس میں جائیں گے○ اور اس سے کہیں چھپ نہ سکیں گے○ اور تجھے کیا معلوم کہ

مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ﴿۱۷﴾ ثُمَّ مَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ﴿۱۸﴾ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْـًٔا

انصاف کا دن کیا ہے؟○ پھر تجھے کیا معلوم کہ انصاف کا دن کیا ہے؟○ جس دن کوئی جان کسی جان کے لئے کچھ اختیار نہ رکھے گی

وَالْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ﴿۱۹﴾ ع

اور سارا حکم اس دن اللہ کا ہو گا○

رکے بلکہ تم انصاف کے دن کو جھٹلانے لگے۔ **درس:** اگرچہ اللہ تعالیٰ کرم فرمانے والا ہے لیکن اس کے کرم کو پیشِ نظر رکھ کر اس کی نافرمانی کرنے کی جرأت نہیں کرنی چاہئے بلکہ اس کی پکڑ اور اس کے عذاب کو اپنے سامنے رکھتے ہوئے اس کی نافرمانی سے ہر دم بچتے رہنا چاہئے۔

آیت 10-12 اے لوگو! بیشک ہماری جانب سے تم پر کچھ فرشتے مقرر ہیں جو تمہارے اعمال اور اقوال کے نگہبان ہیں، وہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں معزز ہیں اور تمہارے اقوال اور اعمال لکھ رہے ہیں تا کہ تمہیں ان کی جزا دی جائے، وہ تمہارے ساتھ رہنے کی وجہ سے تمہارا ہر نیک اور برا عمل جانتے ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) فرشتے صرف انسانوں پر مقرر ہیں، دیگر مخلوق پر نہیں۔ (2) اللہ تعالیٰ کے کام اس کے بندوں کی طرف منسوب ہو سکتے ہیں کیونکہ حافظ و ناصر رب تعالیٰ ہے، مگر فرمایا کہ فرشتے حفاظت کرتے ہیں۔ (3) فرشتے بارگاہِ الٰہی میں عزت والے کریم ہیں۔ (4) ان پر ہمارے چھپے اور ظاہر کوئی عمل پوشیدہ نہیں، تب ہی تو وہ ہر عمل کو لکھ لیتے ہیں۔ **درس:** ہم دنیا میں معزز لوگوں کے سامنے گناہ کرنے میں شرماتے ہیں جبکہ عزت والے فرشتے ہر وقت ہمارے ساتھ ہوتے ہیں، ان سے تو زیادہ شرم کرنی چاہیے۔

آیت 13-19 بیشک وہ لوگ جنہوں نے فرائض کی ادائیگی اور گناہوں سے بچنے کے ذریعے اپنے ایمان کو سچا کر دکھایا، یہ ضرور نعمتوں سے بھرپور جنت میں جانے والے ہیں اور بیشک کافر لوگ ضرور جلا کر رکھ دینے والی دوزخ میں جانے والے ہیں اور وہ انصاف کے دن اُس جہنم میں جائیں گے جسے وہ دنیا میں جھٹلاتے رہے، اور اس جہنم سے کہیں چھپ نہ سکیں گے اور اے بندے! تجھے کیا معلوم کہ انصاف کا دن کیا ہے؟ پھر تجھے کیا معلوم کہ انصاف کا دن کیا ہے؟ انصاف کا دن وہ ہے جس دن کوئی کافر جان کسی کافر جان کیلئے کچھ اختیار نہ رکھے گی اور اس دن سارا حکم اللہ تعالیٰ کا ہو گا اور وہی ان کے بارے میں فیصلہ فرمائے گا۔ **اہم بات:** آیت 19 میں اگرچہ کفار کا حال بیان ہوا ہے، البتہ اس دن کی سختیوں، ہولناکیوں کے پیشِ نظر مسلمانوں کو بھی اس سے ڈرنا چاہئے کہ ایک تو ایمان پر خاتمے کا علم نہیں، اور دوسری بات یہ کہ بزرگانِ دین ایسی آیتیں پڑھ کر ہی رویا کرتے تھے۔

ایاتها ٣٦ — ٨٣ سُورَةُ الْمُطَفِّفِينَ مَكِّيَّةٌ ٨٦ — رکوعها ١

سورۂ مطففین مکیہ ہے، اس میں چھتیس آیتیں اور ایک رکوع ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۙ﴿١﴾ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ۖ﴿٢﴾ وَاِذَا كَالُوْهُمْ

کم تولنے والوں کے لئے خرابی ہے ○ وہ لوگ کہ جب دوسرے لوگوں سے ناپ لیں تو پورا وصول کریں ○ اور جب انہیں ناپ

اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ؕ﴿٣﴾ اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۙ﴿٤﴾ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ۙ﴿٥﴾

یا تول کر دیں تو کم کر دیں ○ کیا یہ لوگ یقین نہیں رکھتے کہ انہیں (دوبارہ زندہ کرکے) اٹھایا جائے گا ○ ایک عظمت والے دن کے لیے ○

سورۂ مُطَفِّفِین کا تعارف یہ سورت مکیہ ہے اور ایک قول یہ ہے کہ مدنیہ ہے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ سورت ہجرت کے زمانے میں مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے درمیان نازل ہوئی۔ اس میں 1 رکوع اور 36 آیتیں ہیں۔ مُطَفِّفِین کا معنی ہے: ناپ تول میں کمی کرنے والے، اور اس سورت کی پہلی آیت میں یہ لفظ موجود ہے، اسی مناسبت سے اسے ''سورۂ مُطَفِّفِین'' کہتے ہیں۔ **خلاصہ مُضامین:** اس سورت کی ابتدا میں ناپ تول میں کمی کرنے کے بارے میں وعید بیان کی گئی۔ یہ بتایا گیا کہ کفار کا اعمال نامہ سب سے نیچی جگہ سِجّین میں لکھا ہوا ہے اور جس دن وہ اعمال نامہ نکالا جائے گا تو اس دن قیامت کے منکروں کے لئے خرابی ہے۔ نیز یہ بتایا گیا کہ قیامت کے دن کو سرکش اور گناہگار ہی جھٹلاتا ہے۔ قرآن مجید کو سابقہ لوگوں کی کہانیوں پر مشتمل کتاب کہنے والوں کا رد کیا گیا اور یہ بتایا گیا کہ جس طرح وہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت کا اقرار کرنے سے محروم رہے اسی طرح بروزِ قیامت دیدارِ الٰہی سے محروم رہیں گے اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔ نیکوں کے نامۂ اعمال کی جگہ اور ان کی جزا بیان ہوئی۔ آخر میں بیان ہوا کہ دنیا میں جو کافر مسلمانوں پر ہنستے تھے بروزِ قیامت ان کا انجام دیکھ کر مسلمان ان پر ہنسیں گے۔

آیت 1-6 جب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی مدینہ منورہ میں تشریف آوری ہوئی تو اس وقت یہاں کے لوگ اور بالخصوص ابوجُہَینہ، ناپ تول میں خیانت کرتے تھے۔ ان لوگوں کے بارے میں یہ آیات نازل ہوئیں اور ان 6 آیات میں فرمایا گیا کہ کم تولنے والوں کیلئے خرابی ہے اور یہ وہ لوگ ہیں کہ جب دوسرے لوگوں سے ناپ لیں تو پورا وصول کریں اور جب انہیں ناپ یا تول کر دیں تو کم کر دیں، کیا جو لوگ یہ کام کرتے ہیں وہ یقین نہیں رکھتے کہ انہیں ایک عظمت والے دن کے لیے اٹھایا جائے گا اور اس دن ان سے ذرے ذرے کا حساب کیا جائے گا، اور عظمت والا دن وہ ہے جس دن سب لوگ اپنی قبروں سے نکل کر ربُّ العالمین کے حضور حساب اور جزا کے لئے کھڑے ہوں گے۔ **اہم بات:** ناپ تول میں کمی کرنے کی تمام صورتیں اس آیت میں داخل ہیں، جیسے کپڑا ناپتے وقت لچک دار کپڑے کو کھینچ کر ناپنا، الاسٹک کو کھینچ کر ناپنا، باٹ کم رکھنا، باٹ تو پورا ہو لیکن تولنے میں ڈنڈی مار دینا، چیز کو زور سے ترازو میں رکھ کر فوراً اٹھا لینا، ترازو کے پلڑوں میں فرق رکھنا، ترازو کے جس حصے میں باٹ رکھے جاتے ہیں اس کے نیچے کوئی چیز لگا دینا، وزن کرنے کے الیکٹرونک آلات کی سیٹنگ میں یا میٹر میں تبدیلی کرکے کم تول کے دینا وغیرہ۔ یہ سب طریقے حرام ہیں۔

Go to Index

يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَؕ۝۶ كَلَّاۤ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍؕ۝۷ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ

جس دن سب لوگ رب العالمین کے حضور کھڑے ہوں گے ○ یقیناً بیشک بدکاروں کا نامہ اعمال ضرور سجین میں ہے ○ اور تجھے کیا معلوم کہ

مَا سِجِّيْنٌؕ۝۸ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌؕ۝۹ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَۙ۝۱۰ الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ بِيَوْمِ

سجین کیا ہے؟ ○ (وہ) مہر لگائی ہوئی ایک کتاب ہے ○ اس دن جھٹلانے والوں کے لئے خرابی ہے ○ جو انصاف کے دن کو

الدِّيْنِؕ۝۱۱ وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖۤ اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍۙ۝۱۲ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ

جھٹلاتے ہیں ○ اور اسے نہیں جھٹلائے گا مگر ہر سرکش، بڑا گناہگار ○ جب اس پر ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو کہتا ہے (یہ قرآن)

اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَؕ۝۱۳ كَلَّا بَلْ سكتة رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ۝۱۴ كَلَّاۤ اِنَّهُمْ

اگلوں کی کہانیاں ہیں ○ (ایسا) ہرگز نہیں (ہے) بلکہ ان کے کمائے ہوئے اعمال نے ان کے دلوں پر زنگ چڑھا دیا ہے ○ یقیناً بیشک وہ

عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَؕ۝۱۵ ثُمَّ اِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيْمِؕ۝۱۶ ثُمَّ يُقَالُ

اس دن اپنے رب کے دیدار سے ضرور محروم ہوں گے ○ پھر بیشک وہ ضرور جہنم میں داخل ہونے والے ہیں ○ پھر کہا جائے گا:

آیت 13-7 بیشک وہ کتاب جس میں کافروں کے اعمال لکھے ہوئے ہیں سب سے نیچی جگہ سِجّین میں ہے اور تم اس جگہ کی حقیقت نہیں جان سکتے کہ وہ کتنا ہولناک مقام ہے، اور کافروں کا اعمال نامہ مُہر لگائی ہوئی ایک کتاب ہے جو نہ مٹ سکتی ہے نہ بدل سکتی ہے یہاں تک کہ ان سے اُن اعمال کا حساب لے لیا جائے اور اُن اعمال پر انہیں سزا دے دی جائے اور جس دن اعمال نامے کی وہ کتاب نکالی جائے گی تو اس دن اُن جھٹلانے والوں کیلئے خرابی ہے جو انصاف کے دن کو جھٹلاتے تھے اور اس دن کو وہی جھٹلاتا ہے جس میں یہ باتیں پائی جاتی ہوں کہ وہ حق سے تجاوز کرنے والا ہو اور مخلوق کے ساتھ معاملات کرنے میں ان پر ظلم کرنے والا ہو اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے گناہوں میں مُنہمِک ہو۔ جب اس کے سامنے قرآن کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو ان کے بارے میں کہتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی وحی نہیں بلکہ سابقہ لوگوں کی کہانیاں ہیں۔
اہم بات: سِجّین کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ یہ ساتویں زمین کے نیچے ایک مقام ہے اور یہ مقام ابلیس اور اس کے لشکروں کا محل ہے۔

آیت 14 اس سرکش اور گناہگار کا یہ کہنا غلط ہے کہ قرآن تو سابقہ لوگوں کے قصوں کی بات ہے، تو اصل بات یہ ہے کہ ان کے کفر و شرک جیسے برے اعمال کی شامت سے ان کے دل زنگ آلود اور سیاہ ہو گئے ہیں اسی وجہ سے وہ حق کو پہچان نہیں سکتے۔ **اہم بات:** گناہ دل کو میلا کرتے ہیں اور گناہوں کی زیادتی دل کے زنگ کا باعث ہے۔ دلوں کا زنگ دور کرنے کا طریقہ، نیک لوگوں کی صحبت، ذکرِ الٰہی کی کثرت اور موت کی یاد ہے۔

آیت 15 فرمایا کہ یقیناً بیشک وہ کفار قیامت کے دن اپنے رب عزّوجلّ کے دیدار سے محروم ہوں گے۔ **اہم بات:** ثابت ہوا کہ مؤمنین کو آخرت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ہو گا، کیونکہ دیدار سے محرومی کفار کے لئے وعید کے طور پر ذکر کی گئی ہے اور جو چیز کفار کے لئے وعید اور تہدید ہو وہ مسلمان کے حق میں ثابت نہیں ہو سکتی۔ اللہ تعالیٰ کا دیدار آخرت کی سب سے بڑی نعمت ہے۔

آیت 16، 17 کفار اللہ تعالیٰ کے دیدار سے محروم ہونے کے بعد جہنم میں داخل کر دیئے جائیں گے، پھر ان سے جہنم کے خازن کہیں

هٰذَا الَّذِیۡ کُنۡتُمۡ بِہٖ تُکَذِّبُوۡنَ ﴿۱۷﴾ کَلَّاۤ اِنَّ کِتٰبَ الۡاَبۡرَارِ لَفِیۡ عِلِّیِّیۡنَ ﴿۱۸﴾

یہ وہ ہے جسے تم جھٹلاتے تھے○ یقیناً بیشک نیک لوگوں کا نامہ اعمال ضرور علیین میں ہے○

وَ مَاۤ اَدۡرٰىکَ مَا عِلِّیُّوۡنَ ﴿۱۹﴾ کِتٰبٌ مَّرۡقُوۡمٌ ﴿۲۰﴾ یَّشۡہَدُہُ الۡمُقَرَّبُوۡنَ ﴿۲۱﴾ اِنَّ الۡاَبۡرَارَ

اور تجھے کیا معلوم کہ علیین کیا ہے ؟○ (وہ) مہر لگائی ہوئی ایک کتاب ہے○ قرب والے اس کی زیارت کرتے ہیں○ بیشک نیک لوگ

لَفِیۡ نَعِیۡمٍ ﴿۲۲﴾ عَلَی الۡاَرَآئِکِ یَنۡظُرُوۡنَ ﴿۲۳﴾ تَعۡرِفُ فِیۡ وُجُوۡہِہِمۡ نَضۡرَۃَ النَّعِیۡمِ ﴿۲۴﴾

ضرور چین میں ہوں گے○ تختوں پر نظارے کررہے ہوں گے○ تم ان کے چہروں میں نعمتوں کی تروتازگی پہچان لوگے○

یُسۡقَوۡنَ مِنۡ رَّحِیۡقٍ مَّخۡتُوۡمٍ ﴿۲۵﴾ خِتٰمُہٗ مِسۡکٌ ؕ وَ فِیۡ ذٰلِکَ فَلۡیَتَنَافَسِ

انہیں صاف ستھری خالص شراب پلائی جائے گی جس پر مہر لگائی ہوئی ہوگی○ اس کی مہر مشک (کی) ہے اور للچانے والوں کو

الۡمُتَنَافِسُوۡنَ ﴿۲۶﴾ وَ مِزَاجُہٗ مِنۡ تَسۡنِیۡمٍ ﴿۲۷﴾ عَیۡنًا یَّشۡرَبُ بِہَا الۡمُقَرَّبُوۡنَ ﴿۲۸﴾

تو اسی پر للچانا چاہئے○ اور اس کی ملاوٹ تسنیم سے ہے○ ایک چشمہ جس سے مقرب بندے پئیں گے○

گے کہ یہ وہ عذاب ہے جسے تم دنیا میں جھٹلاتے اور اس کے واقع ہونے کا انکار کرتے تھے۔

آیت 18-21 بیشک یقیناً وہ کتاب جس میں سچے دل سے ایمان لانے والے نیک لوگوں کے اعمال لکھے ہیں ساتویں آسمان میں عرش کے نیچے سب سے اونچے مقام عِلّیّین میں ہے اور تجھے کیا معلوم کہ عِلّیّین کی شان کتنی عجیب ہے اور وہ کیسی عظمت والی ہے اور وہ اعمال نامے عِلّیّین میں مُہر لگائی ہوئی ایک کتاب ہے جس میں ان نیک لوگوں کے اعمال لکھے ہیں اور جب وہ کتاب عِلّیّین تک پہنچتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے مُقرّب فرشتے اس کی زیارت کرتے ہیں۔

آیت 22-28 بیشک نیک لوگ ضرور جنت کی نعمتوں میں ہوں گے، وہ جنت میں تختوں پر بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کے اکرام اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو دیکھ رہے ہوں گے۔ جب تم ان کی طرف دیکھو گے تو تم ان کے چہروں میں نعمتوں کی تروتازگی پہچان لوگے کہ وہ خوشی سے چمکتے ہوں گے اور دل کی خوشی کے آثار ان چہروں پر نمایاں ہوں گے اور جنت میں انہیں صاف ستھری خالص شراب پلائی جائے گی جس کے برتنوں پر مُہر لگائی ہوئی ہوگی اور اَبرار ہی ان کی مہر توڑیں گے، ان برتنوں پر لگی مہر مشک کی بنی ہوئی ہے اور للچانے والوں کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی طرف سبقت کرکے اور برائیوں سے باز رہ کر، اسی پر للچانا چاہئے تاکہ انہیں مشک کی مہر لگی یہ شراب حاصل ہو اور اس میں تسنیم ملی ہوئی ہے جو جنت کی سب سے اعلیٰ شراب ہے اور تسنیم شراب کا وہ چشمہ ہے جس سے صرف اللہ تعالیٰ کے مُقرّب بندے پئیں گے اور باقی جنّتیوں کی شرابوں میں شرابِ تسنیم کے چند قطرے ملائے جائیں گے۔ **درس:** سبحان اللہ، اللہ تعالیٰ نے کتنی خوب صورت بات بیان فرمائی کہ للچانے والوں کو جنت کی ان نعمتوں پر للچانا چاہیے۔ دنیا کی فانی لذتوں پر کیا مرنا! جنت کی نعمتوں کے حصول میں جان توڑ کوشش کرنی چاہیے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اَجْرَمُوْا كَانُوْا مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یَضْحَكُوْنَ ﴿۲۹﴾ وَ اِذَا مَرُّوْا بِهِمْ

بیشک مجرم لوگ ایمان والوں پر ہنسا کرتے تھے○ اور جب وہ ان کے پاس سے گزرتے

یَتَغَامَزُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَ اِذَا انْقَلَبُوْۤا اِلٰۤى اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَكِهِیْنَ ﴿۳۱﴾ وَ اِذَا

تو یہ آپس میں (ان پر) آنکھوں سے اشارے کرتے تھے○ اور جب یہ کافر اپنے گھروں کی طرف لوٹتے تو خوش ہو کر لوٹتے○ اور جب

رَاَوْهُمْ قَالُوْۤا اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ لَضَآلُّوْنَ ﴿۳۲﴾ وَ مَاۤ اُرْسِلُوْا عَلَیْهِمْ حٰفِظِیْنَ ﴿۳۳﴾

مسلمانوں کو دیکھتے تو کہتے: بیشک یہ لوگ بہکے ہوئے ہیں○ حالانکہ ان کافروں کو مسلمانوں پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا گیا○

فَالْیَوْمَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ یَضْحَكُوْنَ ﴿۳۴﴾ عَلَى الْاَرَآىِٕكِ یَنْظُرُوْنَ ﴿۳۵﴾

تو آج ایمان والے کافروں پر ہنسیں گے○ تختوں پر بیٹھے دیکھ رہے ہوں گے○

هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوْا یَفْعَلُوْنَ ﴿۳۶﴾ ع

کیا بدلہ دیا گیا کافروں کو اس کا جو وہ کام کرتے تھے○

ع ۳۶ ۸

آیت 29-36: بیشک مجرم لوگ جیسے ابو جہل، ولید بن مغیرہ وغیرہ کفار کے سردار، ایمان والوں جیسے حضرت عمار، حضرت خباب اور حضرت بلال وغیرہ غریب مؤمنین پر ہنسا کرتے تھے اور جب وہ غریب مومنین ان مالدار کافر سرداروں کے پاس سے گزرتے تو یہ سردار آپس میں طعن کے طور پر ان مومنین پر آنکھوں سے اشارے کرتے تھے اور جب یہ کافر اپنے گھروں کو لوٹتے تو مسلمانوں کو برا کہہ کر آپس میں اُن کی ہنسی بناتے اور خوش ہوتے ہوئے لوٹتے اور جب مسلمانوں کو دیکھتے تو کہتے: بیشک یہ لوگ بہکے ہوئے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لے آئے اور دنیا کی لذتوں کو آخرت کی امیدوں پر چھوڑ دیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان کافروں کو مسلمانوں پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا گیا کہ وہ اُن کے احوال اور اعمال پر گرفت کریں بلکہ ان کفار کو اپنی اصلاح کا حکم دیا گیا ہے، تو جس طرح کافر دنیا میں مسلمانوں کی غربت اور محنت پر ہنستے ہیں اسی طرح قیامت کے دن ایمان والے کافروں پر ہنسیں گے، جب جہنم کا دروازہ کھولا جائے گا تو کافر جہنم سے نکلنے کے لئے دروازے کی طرف دوڑیں گے اور جب وہ دروازے کے قریب پہنچیں گے تو دروازہ بند ہو جائے گا اور بار بار ایسا ہی ہوگا اور مسلمان جنت میں تختوں پر بیٹھ کر کفار کی رسوائی اور عذاب کی شدت کو دیکھ رہے ہوں گے اور اس پر ہنستے ہوں گے اور کافروں کو ان کے کئے ہوئے ان اعمال ہی کا بدلہ دیا جائے گا جو اُنہوں نے دُنیا میں کئے تھے کہ مسلمانوں پر ہنستے تھے۔ **درس:** کسی غریب کی غربت کا مذاق نہیں اڑانا چاہیے اور خصوصا یہ حرکت مال دار کافر، غریب مسلمانوں کے ساتھ کریں یا امیر مسلمان ہی غریب مسلمانوں یا دین داروں کے ساتھ کریں تو اس کی برائی اور بڑھ جاتی ہے۔

رکوعھا ١ | ٨٤ سُوۡرَۃُ الۡاِنۡشِقَاقِ مَکِّیَّۃٌ ٨٣ | اٰیاتھا ٢٥

سورۂ انشقاق مکیہ ہے، اس میں پچیس آیتیں اور ایک رکوع ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

اِذَا السَّمَآءُ انۡشَقَّتۡ ۙ﴿۱﴾ وَ اَذِنَتۡ لِرَبِّہَا وَ حُقَّتۡ ۙ﴿۲﴾ وَ اِذَا الۡاَرۡضُ مُدَّتۡ ۙ﴿۳﴾

جب آسمان پھٹ جائے گا ○ اور وہ اپنے رب کا حکم سنے گا اور اسے یہی لائق ہے ○ اور جب زمین کو دراز کر دیا جائے گا ○

وَ اَلۡقَتۡ مَا فِیۡہَا وَ تَخَلَّتۡ ۙ﴿۴﴾ وَ اَذِنَتۡ لِرَبِّہَا وَ حُقَّتۡ ؕ﴿۵﴾ یٰۤاَیُّہَا الۡاِنۡسَانُ

اور جو کچھ اس میں ہے زمین اسے (باہر) ڈال دے گی اور خالی ہو جائے گی ○ اور وہ اپنے رب کا حکم سنے گی اور اسے یہی لائق ہے ○ اے انسان!

سورۂ اِنشقاق کا تعارف یہ سورت مکیہ ہے۔ اس میں 1 رکوع اور 25 آیتیں ہیں۔ اِنشقاق کا معنی ہے پھٹنا، اور اس سورت کا یہ نام اس کی پہلی آیت میں موجود لفظ ''اِنۡشَقَّتۡ'' سے ماخوذ ہے۔ **خلاصۂ مضامین:** اس سورت میں قیامت قائم ہوتے وقت کائنات میں ہونے والی بعض تبدیلیاں بیان کی گئیں۔ یہ بتایا گیا کہ ہر انسان مرنے کے بعد بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہو کر اپنے اعمال کا حساب ضرور دے گا اور اپنے اعمال کے مطابق جزا یا سزا پائے گا۔ یہ بیان ہوا کہ بروزِ قیامت جنہیں اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا تو ان سے آسان حساب لیا جائے گا اور وہ اپنے جنتی گھر والوں کی طرف خوشی خوشی لوٹے گا اور جنہیں اعمال نامہ پیٹھ کے پیچھے سے دیا جائے گا تو وہ عذاب سے چھٹکارا پانے کے لئے موت مانگیں گے اور انہیں جہنم کی بھڑکتی آگ میں ڈال دیا جائے گا۔ شَفق، رات اور چاند کی قسم ذکر کر کے فرمایا گیا کہ بروزِ قیامت مشرکین ہَولناک اُمور اور مشکل ترین اَحوال کا سامنا کریں گے۔ آخر میں کفار و مشرکین اور مُلحِدین وغیرہ کو دردناک عذاب سے ڈرایا گیا اور جو ایمان لائے اور نیک کام کئے تو انہیں دائمی ثواب کا مُژدہ سنایا گیا ہے۔

آیت 1-5 قیامت قائم ہونے کے وقت جب آسمان پھٹ جائے گا اور وہ اپنے پھٹنے کے بارے میں اپنے رب عزّوجلّ کا حکم سنے گا اور اس کی اطاعت کرے گا اور اسے یہی لائق ہے کہ وہ اپنے رب عزّوجلّ کا حکم سنے اور جب زمین کو برابر کر کے دراز کر دیا جائے گا اور اس پر کوئی عمارت اور کوئی پہاڑ باقی نہ رہے گا اور زمین اپنے اندر موجود سب خزانے اور مردے باہر ڈال دے گی اور خزانوں اور مُردوں سے خالی ہو جائے گی اور وہ اپنے اندر کی چیزیں باہر پھینک دینے کے بارے میں اپنے رب عزّوجلّ کا حکم سنے گی اور اس کی اطاعت کرے گی اور اسے یہی لائق ہے کہ وہ اپنے رب عزّوجلّ کا حکم سنے تو اس وقت انسان اپنے عمل کا نتیجہ ثواب اور عذاب کی صورت میں دیکھ لے گا۔ **اہم بات:** یہ پانچ آیات بچے کی ولادت میں آسانی کے لئے پڑھنا اور لکھ کر عورت کو تعویذ پہنا دینا بہت ہی مجرب ہے۔

آیت 6 اے انسان! تو اپنی موت آنے تک اچھے یا برے عمل کرنے میں محنت و مشقت کرتا رہتا ہے، پھر مرنے کے بعد تجھے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ضرور حاضر ہونا ہے اور تمہیں اپنے اعمال کے مطابق اس کی بارگاہ سے جزا ملے گی۔ **درس:** ہر انسان کو اس آیت میں غور اور اپنے اعمال کا محاسبہ کرنا چاہئے۔ آج کا محاسبہ، قیامت کے حساب میں آسانی کا سبب بنے گا جبکہ آج کی غفلت، وہاں سختی میں ڈال سکتی ہے۔

اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ ۚ﴿۶﴾ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۙ﴿۷﴾

بیشک تو اپنے رب کی طرف دوڑنے والا ہے پھر اس سے ملنے والا ہے ۝ تو بہر حال جسے اس کا نامۂ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا ۝

فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا ۙ﴿۸﴾ وَّيَنْقَلِبُ اِلٰۤى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ؕ﴿۹﴾ وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ

تو عنقریب اس سے آسان حساب لیا جائے گا ۝ اور وہ اپنے گھر والوں کی طرف خوشی خوشی پلٹے گا ۝ اور رہا وہ جسے اس کا نامۂ اعمال

وَرَآءَ ظَهْرِهٖ ۙ﴿۱۰﴾ فَسَوْفَ يَدْعُوْا ثُبُوْرًا ۙ﴿۱۱﴾ وَّيَصْلٰى سَعِيْرًا ؕ﴿۱۲﴾ اِنَّهٗ كَانَ فِيْۤ اَهْلِهٖ

اس کی پیٹھ کے پیچھے سے دیا جائے گا ۝ تو وہ عنقریب موت مانگے گا ۝ اور وہ بھڑکتی آگ میں داخل ہوگا ۝ بیشک وہ اپنے گھر والوں میں

مَسْرُوْرًا ؕ﴿۱۳﴾ اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ يَّحُوْرَ ۛۚ﴿۱۴﴾ بَلٰۤى ۛۚ اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِيْرًا ؕ﴿۱۵﴾ فَلَاۤ اُقْسِمُ

خوش تھا ۝ بیشک اس نے سمجھا کہ وہ ہرگز واپس نہیں لوٹے گا ۝ ہاں، کیوں نہیں! بیشک اس کا رب اسے دیکھ رہا ہے ۝ تو مجھے شام کے

معانقۃ ۱۷

آیت 7-9 قیامت کے دن جسے اس کا نامۂ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا تو عنقریب اس سے آسان حساب لیا جائے گا اور وہ حساب کے بعد اپنے جنتی گھر والوں کی طرف اپنی اس کامیابی پر خوشی خوشی پلٹے گا۔ **اہم بات:** قیامت کے دن بعض اہلِ ایمان کو اعمال نامہ دیا ہی نہیں جائے گا اور وہ بغیر حساب کتاب کے سیدھے جنت میں چلے جائیں گے اور بعض اہلِ ایمان جب بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہوں گے تو ان سے تحقیق اور جرح والا حساب نہیں ہو گا بلکہ صرف ان کے اعمال ان پر پیش کئے جائیں گے، وہ اپنی نیکیوں اور گناہوں کو پہچانیں گے، پھر انہیں نیکیوں پر ثواب دیا جائے گا اور ان کے گناہوں سے درگزر کیا جائے گا۔ یہ وہ آسان حساب ہے جس کا اس آیت میں ذکر ہے کہ نہ شدید اعتراضات کرکے اعمال کی تنقیح ہو، نہ یہ کہا جائے کہ ایسا کیوں کیا، نہ عذر طلب کیا جائے، نہ اس پر حجت قائم کی جائے۔ **درس:** اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قیامت کے دن آسان حساب لئے جانے کی دعا مانگتے رہنا چاہئے۔

آیت 10-12 قیامت کے دن کافر کا دایاں ہاتھ اس کی گردن کے ساتھ ملا کر طوق میں باندھ دیا جائے گا اور بایاں ہاتھ پس پشت کر دیا جائے گا اور اس میں اس کا نامہ اعمال دیا جائے گا، اس حال کو دیکھ کر وہ جان لے گا کہ وہ جہنم میں جانے والوں میں سے ہے تو اس وقت وہ موت کی دعا مانگے گا اور یَا ثُبُوْرَاهُ یعنی ہائے موت کہے گا تاکہ موت کے ذریعے عذاب سے چھٹکارا پا جائے، لیکن اسے موت نہ آئے گی اور اسے بھڑکتی آگ میں داخل کر دیا جائے گا۔

آیت 13-15 قیامت کے دن کافر کا یہ حال اس لئے ہو گا کہ وہ دنیا میں اپنے گھر میں اپنی خواہشوں، شہوتوں اور تکبر میں خوش تھا، اس نے یہ سمجھ رکھا تھا کہ وہ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف نہیں لوٹے گا، بلکہ وہ ضرور اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف لوٹے گا اور اس کے اعمال کا حساب کیا جائے گا، بیشک اس کا رب عَزَّوَجَلَّ اس کے کفر اور تمام گناہوں کو دیکھ رہا ہے اور اس کا کوئی عمل اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ نہیں ہے۔ **اہم بات** جو شخص دنیا کی رنگینیوں میں مشغول ہو کر اپنی آخرت سے غافل ہو جائے، وہ آخرت میں نقصان میں ہوگا اور حقیقت یہ ہے کہ یہی غفلت بندے کو مرواتی ہے۔

آیت 16 اس آیت سے اللہ تعالیٰ نے اپنی پیدا کی ہوئی چند چیزوں کی قسم ارشاد فرمائی ہے تاکہ لوگ ان میں غور و فکر کرکے عبرت حاصل کرنے کی طرف مائل ہوں۔

Go to Index

بِالشَّفَقِ ﴿۱۶﴾ وَالَّيْلِ وَمَا وَسَقَ ﴿۱۷﴾ وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ ﴿۱۸﴾ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا

اجالے کی قسم ہے ○ اور رات کی اور ان چیزوں کی جنہیں رات جمع کردے ○ اور چاند کی جب اس کا نور پورا ہو جائے ○ ضرور تم

عَنْ طَبَقٍ ﴿۱۹﴾ فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَاِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ

ایک حالت کے بعد دوسری حالت کی طرف چڑھو گے ○ تو انہیں کیا ہوا کہ وہ ایمان نہیں لاتے ○ اور جب ان کے سامنے قرآن پڑھا جاتا ہے

السجدۃ ۱۳

لَا يَسْجُدُوْنَ ﴿۲۱﴾ السجدۃ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُوْعُوْنَ ﴿۲۳﴾

تو سجدہ نہیں کرتے ○ بلکہ کافر جھٹلا رہے ہیں ○ اور اللہ اسے خوب جانتا ہے جو وہ اپنے دلوں میں رکھتے ہیں ○

آیت 17 فرمایا: رات کی قسم اور ان چیزوں کی قسم، جنہیں رات جمع کر دیتی ہے۔ ان چیزوں سے مراد یا تو جانور ہیں جو کہ دن میں مُنتشر ہوتے ہیں اور رات میں اپنے ٹھکانوں کی طرف چلے آتے ہیں یا ان سے مراد وہ اعمال ہیں جو رات میں کئے جاتے ہیں، جیسے تہجد کی نماز یا ان سے مراد تاریکی اور ستارے ہیں کہ یہ رات میں جمع ہوتے ہیں۔

آیت 18 فرمایا کہ چاند کی قسم! جب وہ پورا ہو جائے اور اس کا نور کامل ہو جائے۔ چاند کا نور اَیّامِ بِیض یعنی قمری مہینے کی تیرھویں، چودھویں اور پندرھویں تاریخ میں کامل ہوتا ہے۔

آیت 19 یہ اس سے اوپر آیات میں مذکور قسموں کا جواب ہے۔ بعض مفسرین کے نزدیک اس آیت میں عام انسانوں سے خطاب ہے اور ایک منزل سے دوسری منزل کی طرف چڑھنے سے مراد یہ ہے کہ اے لوگو! تمہیں ایک حال کے بعد دوسرا حال پیش آئے گا۔ ان احوال سے پہلے موت کی سختیوں اور ہولناکیوں میں مبتلا ہونا، پھر مرنے کے بعد اُٹھنا اور پھر حساب کی جگہ میں پیش ہونا مراد ہے۔ بعض مفسرین کے نزدیک اس آیت میں خاص نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے خطاب ہے اور ایک منزل سے دوسری منزل کی طرف چڑھنے سے مراد یہ ہے کہ ایک آسمان سے دوسرے آسمان کی طرف چڑھیں گے اور آپ معراج کی رات ایک آسمان پر تشریف لے گئے، پھر دوسرے آسمان پر اسی طرح درجہ بدرجہ اور مرتبہ بمرتبہ آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم اللہ تعالیٰ کے قرب کی منازل میں پہنچے۔

آیت 20 اس سے پہلی آیات میں جن چیزوں کی قسم ارشاد فرمائی گئی یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت پر دلیل ہیں اور ان چیزوں کو دیکھ کر کسی عقلمند کے لئے اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں تو اب کفار کے پاس اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے میں کیا عذر باقی رہ گیا ہے اور وہ دلائل ظاہر ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ پر کیوں ایمان نہیں لاتے۔

آیت 21 **شانِ نزول:** جب "سورۂ اِقْرَاْ" میں آیت "وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ" نازل ہوئی تو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے یہ آیت پڑھ کر سجدہ کیا، مؤمنین نے بھی آپ کے ساتھ سجدہ کیا البتہ کفارِ قریش نے سجدہ نہ کیا تو اُن کے اس فعل کی برائی میں یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ جب کفار کے سامنے قرآن پڑھا جاتا ہے تو وہ سجدۂ تلاوت نہیں کرتے۔ **اہم بات:** اس آیت سے ثابت ہوا کہ سجدۂ تلاوت کی آیت سننے والے پر سجدۂ تلاوت کرنا واجب ہے اور پڑھنے والے پر بھی واجب ہوتا ہے۔

آیت 22-25 جن دلائل کی وجہ سے ایمان لانے کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں رہتا وہ اگرچہ ظاہر ہیں لیکن کفار قرآن کی آیات کو اور

فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۲۴﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ﴿۲۵﴾ ع

تو تم انہیں دردناک عذاب کی بشارت سنادو○ مگر جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے اعمال کئے ان کے لیے وہ ثواب ہے جو کبھی ختم نہیں ہوگا○

ایاتها ۲۲ — ۸۵ سُوْرَةُ الْبُرُوْجِ مَكِّيَّةٌ ۲۷ — رکوعها ۱

سورۂ بروج مکیہ ہے، اس میں بائیس آیتیں اور ایک رکوع ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کو اپنے باپ دادا کی پیروی کی وجہ سے یا حسد کی وجہ سے یا اس خوف کی وجہ سے جھٹلا رہے ہیں کہ اگر انہوں نے ایمان قبول کر لیا تو ان کا دُنْیَوی مَنصب اور دنیا کے فوائد ختم ہو جائیں گے اور اللہ تعالیٰ اسے خوب جانتا ہے تو اے حبیب! تم انہیں ان کے کفر اور عناد پر دردناک عذاب کی بشارت سنادو مگر ان میں سے جو لوگ کفر سے توبہ کر کے سچے دل سے ایمان لے آئے اور انہوں نے اچھے اعمال کئے تو ان کے لیے آخرت میں وہ ثواب ہے جو کبھی ختم نہیں ہوگا بلکہ ہمیشہ رہے گا۔ **درس:** ان مسلمانوں کو بھی اپنی حالت پر غور کرنا چاہئے جو دنیا کی عزت، وجاہت، دولت اور مرتبے ختم ہونے کے خوف سے اسلام کی تعلیمات اور اس کے احکامات پر عمل کرنے سے خود بھی دور بھاگتے ہیں اور اپنی اولاد کو بھی دور رکھتے ہیں اور فقط کبھی کبھار نماز پڑھ لینا یا تھوڑا بہت اللہ کر لینا اپنی اُخروی نجات کے لئے کافی سمجھتے ہیں۔

سورۂ بُروج کا تعارف یہ سورت مکیہ ہے۔ اس میں 1 رکوع اور 22 آیتیں ہیں۔ ستاروں کی منزلوں کو بُروج کہتے ہیں اور اس سورت کی پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے بُرجوں والے آسمان کی قسم ارشاد فرمائی ہے اس مناسبت سے اسے ''سورۂ بروج'' کے نام سے مَوسوم کیا گیا ہے۔ **خلاصۂ مضامین:** اس سورت میں آسمان، قیامت کے دن، جمعہ اور عرفہ کے دن کی قسمیں ذکر کر کے فرمایا گیا کہ کفارِ قریش بھی اسی طرح ملعون ہیں جس طرح بھڑکتی آگ والی کھائی والوں پر لعنت کی گئی تھی۔ سابقہ امتوں جیسے اصحابُ الاُخدود، فرعون اور ثمود کے واقعات بیان کئے گئے اور بتایا گیا کہ جنہوں نے مسلمان مَردوں اور عورتوں کو آزمائش میں مبتلا کیا اور وہ کفر پر مر گئے تو ان کے لئے جہنم کا عذاب ہے۔ یہ بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ جب کسی ظالم کی پکڑ فرماتا ہے تو اس کی پکڑ بہت شدید ہوتی ہے اور وہ مُردوں کو دوبارہ زندہ کرنے پر قدرت رکھتا ہے، توبہ کرنے والوں کو بخشنے والا، نیک بندوں سے محبت فرمانے والا، عزت والے عرش کا مالک اور ہمیشہ جو چاہے کرنے والا ہے۔ آخر میں بتایا گیا کہ کفارِ مکہ سابقہ امتوں کے انجام سے نصیحت حاصل کرنے کی بجائے نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم اور قرآنِ مجید کو جھٹلانے میں لگے ہوئے ہیں، قرآن کو شاعری اور کہانت کی کتاب کہتے ہیں حالانکہ وہ تو بہت بزرگی والا قرآن ہے اور لوحِ محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔

Go to Index

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ۝۱ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ۝۲ وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ ۝۳

برجوں والے آسمان کی قسم ۝ اور اس دن کی جس کا وعدہ ہے ۝ اور گواہ دن کی اور اس دن کی جس میں (لوگ) حاضر ہوتے ہیں ۝

قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ۝۴ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ۝۵ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ ۝۶ وَّهُمْ عَلٰى

کھائی والوں پر لعنت ہو ۝ بھڑکتی آگ والے ۝ جب وہ اس کے کناروں پر بیٹھے ہوئے تھے ۝ اور وہ خود اس پر

آیت 1 فرمایا: **برجوں والے آسمان کی قسم۔** آسمان میں موجود برجوں کی تعداد بارہ ہے اور ان کی قسم اس لئے ارشاد فرمائی گئی کہ ان میں اللہ تعالیٰ کی حکمت کے عجائبات نمودار ہیں۔

آیت 2، 3 رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا: وعدے کے دن سے قیامت کا دن، حاضر ہونے کے دن سے عرفہ کا دن اور گواہ دن سے جمعہ کا دن مراد ہے۔ (ترمذی، حدیث:335) چنانچہ ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اور قیامت کے اس دن کی قسم! جس میں تمام زمین اور آسمان والوں کو جمع کرنے کا وعدہ ہے اور جمعہ کے اس دن کی قسم! جو کہ بندوں کے اعمال کا گواہ ہے اور عرفہ کے اس دن کی قسم! جس میں آدمی اور فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔

آیت 4-7 ان چار آیات میں فرمایا کہ کفارِ قریش بھی اسی طرح ملعون ہیں جس طرح بھڑکتی آگ والی کھائی والوں پر اس وقت لعنت کی گئی جب وہ اس کھائی کے کناروں پر کرسیاں بچھائے بیٹھے ہوئے تھے اور مسلمانوں کو آگ میں ڈال رہے تھے اور شاہی لوگ بادشاہ کے پاس آکر ایک دوسرے کے لئے گواہی دیتے تھے کہ انہوں نے حکم کی تعمیل کرنے میں کوتاہی نہیں کی اور ایمانداروں کو آگ میں ڈال دیا۔ یہاں کھائی والوں کا جو واقعہ ذکر کیا گیا اس سے متعلق مزید کچھ تفصیل یہ ہے کہ پہلے زمانے میں ایک بادشاہ تھا اور اس کا ایک جادوگر تھا، جب وہ جادوگر بوڑھا ہوگیا تو اس نے بادشاہ سے کہا: اب میں بوڑھا ہوگیا ہوں، آپ میرے پاس ایک لڑکا بھیج دیں تاکہ میں اسے جادو سکھادوں۔ بادشاہ نے اس کے پاس جادو سیکھنے کے لئے ایک لڑکا بھیج دیا، وہ لڑکا جس راستے سے گزر کر جادوگر کے پاس جاتا اس راستے میں ایک راہب رہتا تھا، وہ لڑکا (روزانہ) اس راہب کے پاس بیٹھ کر اس کی باتیں سننے لگا اور اُس راہب کا کلام اِس لڑکے کے دل میں اترتا جارہا تھا۔ ایک مرتبہ ایک بڑے درندے نے لوگوں کا راستہ بند کردیا، لڑکے نے سوچا: آج میں آزماؤں گا کہ جادوگر افضل ہے یا راہب؟ چنانچہ اس نے ایک پتھر اٹھایا اور کہا: اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، اگر تجھے راہب کے کام جادوگر سے زیادہ پسند ہیں تو اس پتھر سے جانور کو ہلاک کردے تاکہ لوگ راستے سے گزر سکیں۔ چنانچہ جب لڑکے نے پتھر مارا تو وہ جانور اس کے پتھر سے مرگیا۔ پھر اس نے راہب کے پاس جاکر اسے اس واقعے کی خبر دی تو اس نے کہا: اے بیٹے! آج تم مجھ سے افضل ہوگئے ہو، تمہارا مرتبہ وہاں تک پہنچ گیا ہے جسے میں دیکھ رہا ہوں۔ عنقریب تم مصیبت میں گرفتار ہوگے اور جب تم مصیبت میں گرفتار ہو تو کسی کو میرا پتا نہ دینا۔ اس کے بعد اس لڑکے کی دعائیں قبول ہونے لگیں اور اس کی دعا سے مادر زاد اندھے اور برص کے مریض اچھے ہونے لگ گئے۔ بادشاہ کو اس کے بارے میں علم ہوا تو اس سے کہا: اے بیٹے! تمہارا جادو یہاں تک پہنچ گیا ہے کہ تم مادر زاد اندھوں کو ٹھیک کردیتے ہو، برص کے مریضوں کو تندرست کردیتے ہو اور اس کے علاوہ اور بھی بہت کچھ کرتے ہو۔ اس لڑکے نے کہا: میں شفا نہیں دیتا بلکہ شفا تو میرا اللہ تعالیٰ دیتا ہے۔ بادشاہ نے اسے گرفتار کرلیا اور اس وقت تک اَذِیَّت دیتا رہا جب تک اس نے راہب کا پتانہ بتادیا۔ پھر راہب کو لایا گیا اور دین سے نہ پھرنے کے سبب اسے قتل کر

مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ ؕ﴿۷﴾ وَ مَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّاۤ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ

گواہ ہیں جو وہ مسلمانوں کے ساتھ کر رہے تھے ○ اور انہیں مسلمانوں کی طرف سے صرف یہی بات بری لگی کہ وہ اس اللہ پر ایمان لے آئے

الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۙ﴿۸﴾ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ؕ﴿۹﴾

جو بہت عزت والا، ہر تعریف کے لائق ہے ○ وہ جس کے لئے آسمانوں اور زمین کی سلطنت ہے اور اللہ ہر چیز پر گواہ ہے ○

اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ

بے شک جنہوں نے مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو آزمائش میں مبتلا کیا پھر توبہ نہ کی ان کے لئے جہنم کا عذاب ہے

دیا گیا۔ پھر اس لڑکے کو بلایا اور کہا کہ اپنے دین سے پھر جاؤ۔ اس لڑکے نے انکار کیا تو بادشاہ نے اسے قتل کرنے کے لیے مختلف طریقے اختیار کیے لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔ پھر اس نے بادشاہ کو ایک طریقہ بتایا تو اس کے مطابق عمل کرنے پر وہ لڑکا انتقال کر گیا۔ یہ دیکھ کر تمام لوگوں نے کہا کہ ہم اس لڑکے کے رب پر ایمان لائے۔ بادشاہ کو اس واقعے کی خبر دی گئی تو اس نے گلیوں کے دہانوں پر خندقیں کھودنے کا حکم دیا، کھدائی مکمل ہوئی تو ان میں آگ جلوائی گئی، پھر بادشاہ نے حکم دیا کہ جو اپنے دین سے نہ پھرے اسے آگ میں ڈال دو۔ چنانچہ لوگ اس آگ میں ڈالے جانے لگے۔ **اہم باتیں:** (1) اس واقعہ میں اہلِ ایمان کو صبر کرنے اور کفارِ مکہ کی ایذا رسانیوں پر تحمل کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ کے اولیا کی کرامات برحق ہیں۔ (3) بزرگوں کی صحبت کا فیض عبادات سے زیادہ ہے۔

آیت 8، 9 بادشاہ اور مسلمانوں کو آگ میں جلانے والے اس کے ساتھیوں کو مسلمانوں کی طرف سے صرف یہی بات بری لگی کہ وہ اس اللہ عزّوجلّ پر ایمان لے آئے جو عزت والا اور ہر حال میں تعریف کے لائق ہے اور اسی کے لئے آسمانوں اور زمین کی سلطنت ہے اور اس سلطنت میں اس کا کوئی شریک نہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر گواہ ہے اور اس سے مخلوق کا کوئی عمل چھپا ہوا نہیں بلکہ وہ ان کے تمام اعمال کو جانتا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) کافر، مومن کے ایمان کی وجہ سے اس کا دشمن ہے اور کوئی مومن، مومن رہتے ہوئے کفار کو خوش نہیں کر سکتا۔ (2) مومن کو چاہیے کہ اہلِ ایمان اس سے خوش رہیں، کافروں کی خوشی کی طلب بربادی ہے۔ جو کفار کو خوش کرنے کی کوشش میں مصروف ہو وہ دین میں مُداہَنَت کرنے والا ہے۔ **درس:** مسلمانوں کو ایسا ہونا چاہیے کہ کفار اپنے کفر کی وجہ سے ان کے ایمان پر تو باطل اعتراض کر سکیں لیکن ان کے اخلاق و کردار پر انگلی نہ اٹھا سکیں۔ اس سے ان مسلمانوں کو نصیحت حاصل کرنی چاہئے جن کے برے اخلاق کو پیش کر کے دنیا بھر میں مسلمانوں اور اسلام کو بدنام کیا جا رہا ہے۔

آیت 10 فرمایا: بیشک وہ جنہوں نے مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو آگ میں جلا کر آزمائش میں مبتلا کیا، پھر اس سے توبہ نہ کی اور اپنے کفر سے باز نہ آئے تو ان کے لئے آخرت میں جہنم کا عذاب ہے اور دنیا میں آگ کا عذاب ہے کہ اسی آگ نے انہیں جلا ڈالا اور یہ مسلمانوں کو آگ میں ڈالنے کا بدلہ ہے یا آگ کے عذاب کا معنیٰ ہے کہ توبہ نہ کرنے والوں کے لئے آخرت میں جہنم کا عذاب ہے اور ان کے لئے (قبر میں بھی) آگ کا عذاب ہے۔

وَ لَهُمۡ عَذَابُ الۡحَرِيۡقِ ؕ﴿۱۰﴾ اِنَّ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمۡ جَنّٰتٌ

اور ان کے لئے آگ کا عذاب ہے○ بیشک جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے ان کے لئے ایسے باغ ہیں

تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ ؕ ذٰلِكَ الۡفَوۡزُ الۡكَبِيۡرُ ﴿۱۱﴾ اِنَّ بَطۡشَ رَبِّكَ

جن کے نیچے نہریں رواں ہیں، یہی بڑی کامیابی ہے○ بے شک تیرے رب کی پکڑ

لَشَدِيۡدٌ ؕ﴿۱۲﴾ اِنَّهٗ هُوَ يُبۡدِئُ وَيُعِيۡدُ ۚ﴿۱۳﴾ وَهُوَ الۡغَفُوۡرُ الۡوَدُوۡدُ ۙ﴿۱۴﴾

بہت سخت ہے○ بیشک وہی پہلے پیدا کرتا ہے اور وہی دوبارہ پیدا کرے گا○ اور وہی بہت بخشنے والا ہے، نہایت محبت فرمانے والا ہے○

ذُو الۡعَرۡشِ الۡمَجِيۡدُ ۙ﴿۱۵﴾ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيۡدُ ؕ﴿۱۶﴾ هَلۡ اَتٰٮكَ حَدِيۡثُ الۡجُنُوۡدِ ۙ﴿۱۷﴾

عرش کا مالک بڑی عظمت والا ہے○ (ہمیشہ) جو چاہے کرنے والا ہے○ کیا تمہارے پاس لشکروں کی بات آئی○

آیۃ حصیۃ ۱۲

آیت 11 فرمایا کہ بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے اعمال کیے، ان کے لیے اس ایمان و نیک اعمال کے سبب ایسے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں رواں ہیں۔ یہی جنتی باغوں کا حصول بڑی کامیابی ہے۔

آیت 12 فرمایا کہ اے حبیب! بیشک آپ کا رب عزّوجلّ جب ظالموں کو اپنے عذاب میں پکڑتا ہے تو اس کی پکڑ بہت سخت ہوتی ہے اگرچہ یہ پکڑ ظالموں کو مہلت دینے کے بعد ہو کیونکہ انہیں مہلت دینا حکمت کی وجہ سے ہوتا ہے۔ **درس:** اس آیت میں ہر ظالم شخص کے لئے نصیحت ہے کہ اگرچہ ابھی اللہ تعالیٰ نے اس کی پکڑ نہیں فرمائی لیکن جب بھی اللہ تعالیٰ نے اس کی پکڑ فرمائی تو وہ بہت سخت ہو گی اور یہ گرفت دنیا اور آخرت کہیں بھی ہو سکتی ہے۔

آیت 13 بیشک اللہ تعالیٰ بندوں کو پہلے دنیا میں پیدا کرتا ہے پھر ان کی موت کے بعد قیامت کے دن انہیں دوبارہ زندہ کرے گا تاکہ انہیں ان کے اعمال کی جزا دے اور جو پہلی بار پیدا کرنے اور دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے جب وہ کسی کی پکڑ فرمائے گا تو وہ پکڑ بھی انتہائی سخت ہو گی۔

آیت 14 جو کافر اپنے کفر سے توبہ کرکے ایمان لے آئے، اسی طرح جو گناہگار مسلمان اپنے گناہوں سے توبہ کرلے تو اسے اللہ تعالیٰ ہی بخشنے والا ہے بلکہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو گناہگار مسلمان کو توبہ کے بغیر ہی بخش سکتا ہے اور وہی اپنے نیک بندوں سے محبت فرمانے والا ہے۔

آیت 15 فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ عرش کا مالک اور اپنی ذات و افعال میں بڑی عظمت والا ہے۔

آیت 16 مزید فرمایا کہ وہ ہمیشہ جو چاہے کرنے والا ہے، اسے کوئی چیز عاجز نہیں کر سکتی۔

آیت 17، 18 فرمایا: اے حبیب! بیشک آپ کے پاس فرعون اور اس کی قوم اور ثمود کے ان لشکروں کی خبر آئی ہے جنہیں کافر لوگ انبیاءِ کرام علیہم السّلام کے مقابلے میں لائے تھے اور وہ لشکر اپنے کفر کے سبب ہلاک کر دیئے گئے لہٰذا آپ اپنی قوم کو سابقہ کفار کے حالات اور ان کا انجام سنا کر ڈرائیں کہ اگر تم اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو تمہارا انجام بھی انہی جیسا ہو گا۔ **اہم بات:** عبرت حاصل کرنے کے لئے کفار کے عذاب کی خبریں بتانا، پڑھنا، سننا ثواب اور مطلوبِ قرآن ہے، دوسری طرف انبیاءِ کرام علیہم السّلام اور اللہ تعالیٰ کے اولیا کی سیرت و حالات سے متعلق سچی تاریخی خبریں پڑھنا، سننا اور سنانا تاکہ ان کی پیروی اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کا شوق

فِرْعَوْنَ وَثَمُوْدَ ﴿۱۸﴾ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ تَكْذِيْبٍ ﴿۱۹﴾ وَّاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِيْطٌ ﴿۲۰﴾

فرعون اور ثمود○ بلکہ کافر جھٹلانے میں لگے ہوئے ہیں○ اور اللہ ان کے پیچھے سے انہیں گھیرے ہوئے ہے○

بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ﴿۲۱﴾ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ﴿۲۲﴾ ع ۱۰ ۲۲

بلکہ وہ بہت بزرگی والا قرآن ہے○ لوحِ محفوظ میں○

ایاتھا ۱۷ — ۸۶ سُوْرَةُ الطَّارِقِ مَكِّيَّةٌ ۳۶ — رکوعھا ۱

سورۂ طارق مکیہ ہے اس میں سترہ آیتیں اور ایک رکوع ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

پیدا ہو، یہ بھی ثواب اور مطلوبِ قرآن ہے۔ اسی لئے قرآن مجید میں کفار کے افعالِ بد اور انجامِ بد کے علاوہ نیکوں کے افعالِ خیر اور انجامِ خیر کا بکثرت ذکر ہے، لہٰذا پچھلی امتوں کے واقعات کا بیان ہو یا امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے اولیا و صالحین کے واقعات کا بیان، دونوں ہی بہت عمدہ ہیں اور یہ تلقین و نصیحت عرس کے نام پر ہو یا سیمینار کے نام پر، دونوں ہی مقصدِ قرآنی کو پورا کرنے والی ہیں، البتہ خلافِ شریعت کاموں سے بچنا بہر حال ضروری ہے۔

آیت 19، 20 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! کفار نے نہ صرف سابقہ امتوں کے کفار کے حالات سن کر نصیحت حاصل نہ کی بلکہ وہ اِس کے ساتھ ساتھ پچھلی امتوں کی طرح آپ کو اور قرآنِ پاک کو بھی جھٹلانے میں لگے ہوئے ہیں حالانکہ قرآنِ پاک کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونے کا معاملہ واضح ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے انہیں گھیرے ہوئے ہے اور وہ اس بات پر قادر ہے کہ اِن کفار پر بھی ویسا ہی عذاب نازل کر دے جیسا اِن سے پہلے کفار پر نازل کیا گیا تھا۔

آیت 21، 22 قرآنِ مجید کے بارے میں کفار کا جو گمان ہے کہ یہ شعر اور کہانت ہے، ایسا ہر گز نہیں ہے بلکہ وہ تو بہت بزرگی والا قرآن ہے اور اس کا مرتبہ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ تمام کتابوں سے ثواب کے اعتبار سے بڑا ہے اور وہ لوحِ محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔ **اہم بات:** قرآنِ پاک خود ایسا عظمت والا ہے کہ جس پر غسل فرض ہو اُسے پاک ہوئے بغیر قرآنِ پاک کو پڑھنا حرام ہے، وضو کے بغیر اسے چھونا منع ہے اور قرآنِ پاک دوسروں کو ایسی عزت دیتا ہے کہ اس کو لانے والا فرشتہ سب فرشتوں سے افضل، جس مہینے میں آیا وہ مہینہ سب مہینوں سے افضل، جس رات میں نازل ہوا وہ رات سب راتوں سے افضل، جس زبان میں آیا وہ زبان تمام زبانوں سے افضل اور جس محترم نبی پر نازل ہوا وہ نبی تمام نبیوں اور رسولوں علیہم السّلام سے افضل ہیں۔

سورۂ طارق کا تعارف یہ سورت مکیہ ہے۔ اس میں 1 رکوع اور 17 آیتیں ہیں۔ اُس ستارے کو طارق کہتے ہیں جو رات میں خوب چمکتا ہے نیز رات میں آنے والے شخص کو بھی طارق کہتے ہیں، اور اس سورت کی پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس ستارے کی قسم ارشاد فرمائی ہے اس لئے اسے ”سورۂ طارق“ کہتے ہیں۔ **خلاصۂ مضامین:** اس سورت میں آسمان اور رات کے وقت خوب چمکنے والے ستارے کی قسم ذکر کر کے یہ فرمایا گیا ہے کہ ہر انسان پر حفاظت کرنے والا ایک فرشتہ مقرر ہے۔ انسان کو اپنی تخلیق کی ابتدا میں غور کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ بتایا گیا

وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ۙ﴿۱﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ ۙ﴿۲﴾ النَّجْمُ الثَّاقِبُ ۙ﴿۳﴾

آسمان کی اور رات کو آنے والے کی قسم ○ اور تمہیں کیا معلوم کہ رات کو آنے والا کیا ہے؟ ○ خوب چمکنے والا ستارا ہے ○

اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ؕ﴿۴﴾ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ؕ﴿۵﴾ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ

کوئی جان نہیں مگر اس پر نگہبان موجود ہے ○ انسان کو غور کرنا چاہیئے کہ اسے کس چیز سے پیدا کیا گیا ○ اچھل کر نکلنے والے پانی سے

دَافِقٍ ۙ﴿۶﴾ يَّخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ ؕ﴿۷﴾ اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ ؕ﴿۸﴾

پیدا کیا گیا ○ جو پیٹھ اور سینوں کے درمیان سے نکلتا ہے ○ بیشک اللہ اس کے واپس کرنے پر ضرور قادر ہے ○

کہ جب قیامت کے دن عقائد، اعمال اور نیتیں ظاہر کر دی جائیں گی تو اس وقت مرنے کے بعد زندہ کئے جانے کا انکار کرنے والے کے پاس کوئی طاقت اور کوئی مددگار نہ ہوگا جو اسے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا سکے۔ آسمان اور زمین کی قسم ذکر کر کے فرمایا گیا کہ قرآنِ مجید کوئی ہنسی مذاق کی بات نہیں بلکہ یہ حق اور باطل میں فیصلہ کر دینے والا کلام ہے۔ آخر میں بتایا گیا کہ کفار اللہ تعالیٰ کے دین کو مٹانے کے لئے طرح طرح کی چالیں چلتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں اپنی خفیہ تدبیر فرماتا ہے جس کی انہیں خبر نہیں۔

آیت 1-4 **شانِ نزول:** ایک رات رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ابو طالب کچھ ہدیہ لائے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے تناول فرما رہے تھے کہ اسی دوران ایک ستارہ ٹوٹا اور پوری فضا آگ سے بھر گئی۔ ابو طالب گھبرا کر کہنے لگا کہ یہ کیا ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ ستارہ ہے جس سے شیاطین مارے جاتے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے۔ ابو طالب کو اس سے تعجب ہوا تو اللہ تعالیٰ نے (اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق میں) یہ آیات نازل فرمائیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آسمان کی اور رات میں خوب چمکنے والے ستارے کی قسم ذکر کر کے فرمایا کہ ہر جان پر اس کے رب عزّوجلّ کی طرف سے ایک نگہبان مقرر ہے جو اس کے اعمال کی نگہبانی کرتا اور اس کی نیکی بدی سب لکھ لیتا ہے۔ یہاں نگہبان سے مراد فرشتے ہیں۔ **اہم بات:** رب تعالیٰ کے بعض نام اس کے بندوں کو دے سکتے ہیں، جیسے اللہ تعالیٰ کا ایک نام حافظ ہے اور یہاں آیت میں فرشتوں کو حافظ بتایا گیا، لہٰذا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے حافظ و ناصر ہیں اور قیامت میں شفاعت کے ذریعے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہماری حفاظت و نصرت فرمانا تو ہر مسلمان کو معلوم ہے۔

آیت 5 یہاں انسان کو اپنی تخلیق کی ابتدا میں غور کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے تاکہ وہ جان لے کہ جس نے اسے پہلی بار پیدا کیا ہے وہ اُس انسان کی موت کے بعد جزا دینے کے لئے اسے دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہے، لہٰذا انسان کو چاہیئے کہ وہ اس دن کے لئے عمل کرے جس دن اسے دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور اسے جزا دی جائے گی۔

آیت 6،7 اللہ تعالیٰ نے انسان کو اچھل کر نکلنے والے پانی یعنی مرد اور عورت کے نطفوں سے پیدا کیا جو کہ عورت کے رحم میں مل کر ایک ہو جاتے ہیں اور یہ نطفہ مَردوں کی پیٹھ اور عورتوں کے سینوں کے درمیان سے نکلتا ہے۔

آیت 8 فرمایا گیا کہ انسان کا اپنی تخلیق میں غور کرنے کا نتیجہ یہ ہے کہ جس رب تعالیٰ نے انسان کو نطفہ سے پہلی بار پیدا کر دیا تو وہ انسان کی موت کے بعد اسے دوبارہ زندگی کی طرف لوٹا دینے پر خاص طور پر قادر ہے۔

يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ ۝٩ فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ ۝١٠ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ۝١١

جس دن چھپی باتوں کو جانچا جائے گا ○ تو آدمی کے پاس نہ کچھ قوت ہوگی اور نہ کوئی مددگار ○ اس آسمان کی قسم جو لوٹ کر برستا ہے ○

وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ۝١٢ اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ۝١٣ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ۝١٤ اِنَّهُمْ

اور پھاڑی جانے والی زمین کی ○ بیشک قرآن ضرور فیصلہ کردینے والا کلام ہے ○ اور وہ کوئی ہنسی مذاق کی بات نہیں ہے ○ بیشک کافر

يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ۝١٥ وَّاَكِيْدُ كَيْدًا ۝١٦ فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ۝١٧ ع

اپنی چالیں چل رہے ہیں ○ اور میں اپنی خفیہ تدبیر فرماتا ہوں ○ تو تم کافروں کو ڈھیل دو، انہیں کچھ تھوڑی سی مہلت دو ○

اٰیاتها ١٩ ۔ ٨٧ سُوْرَةُ الْاَعْلٰى مَكِّيَّةٌ ٨ ۔ رکوعها ١

سورۂ اعلیٰ مکیہ ہے، اس میں انیس آیتیں اور ایک رکوع ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

آیت 9، 10 جس دن چھپی باتوں کو ظاہر کردیا جائے گا تو اس دن مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کا انکار کرنے والے آدمی کے پاس نہ کوئی ایسی قوت ہوگی جس سے وہ عذاب کو روک سکے اور نہ اس کا کوئی ایسا مددگار ہوگا جو اُسے عذاب سے بچا سکے۔ **اہم بات:** چھپی باتوں سے مراد عقائد، نیتیں اور وہ اعمال ہیں جن کو آدمی چھپاتا ہے۔ **درس:** بندے کے عقائد، نیتیں اور اعمال اگرچہ دنیا میں پوشیدہ ہوں، لیکن قیامت کے دن سب سامنے آجائے گا۔

آیت 11-14 اس آسمان کی قسم جس سے بار بار بارش اترتی ہے اور اس زمین کی قسم جسے سبزہ نکالنے کیلئے پھاڑا جاتا ہے، بیشک قرآن ضرور فیصلہ کردینے والا کلام ہے کہ یہ حق اور باطل میں فرق کردیتا ہے اور قرآن کوئی ہنسی مذاق کی بات نہیں ہے جو نکمی اور بے کار ہو۔ **اہم بات:** آسمان جس سے بار بار بارش اترتی ہے اور پھاڑی جانے والی زمین ان دونوں میں قدرتِ الٰہی کے بے شمار آثار نمودار ہیں جن میں غور کرنے سے آدمی کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کے بہت سے دلائل ملتے ہیں۔

آیت 15-17 خدا فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دین کو مٹانے اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو تکلیف پہنچانے کے لئے کفارِ مکہ طرح طرح کی چالیں چل رہے ہیں اور میں اپنی خفیہ تدبیر فرماتا ہوں جس کی انہیں خبر نہیں تو اے حبیب! کفار کی ہلاکت کی دعا نہ کریں بلکہ انہیں ڈھیل دیں اور انہیں چند روز کے لئے کچھ تھوڑی سی مہلت دیں کیونکہ وہ عنقریب ہلاک کردیئے جائیں گے، چنانچہ ایسا ہی ہوا اور غزوۂ بدر میں انہیں عذابِ الٰہی نے اپنی گرفت میں لے لیا۔

سورۂ اعلیٰ کا تعارف یہ سورت مکیہ ہے۔ اس میں 1 رکوع اور 19 آیتیں ہیں۔ اعلیٰ کا معنی ہے سب سے بلند، اور اس سورت کی پہلی آیت میں یہ لفظ موجود ہے، اسی مناسبت سے اسے ”سورۂ اعلیٰ“ کہتے ہیں۔ **خلاصۂ مضامین:** اس سورت میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح کا حکم دیا گیا اور اللہ تعالیٰ کی قدرت، وحدانیّت اور علم و حکمت پر دلالت کرنے والے آثار ذکر کئے گئے۔ یہ بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ۙ﴿۱﴾ الَّذِىْ خَلَقَ فَسَوّٰى ۪ۙ﴿۲﴾ وَ الَّذِىْ قَدَّرَ فَهَدٰى ۪ۙ﴿۳﴾

اپنے رب کے نام کی پاکی بیان کرو جو سب سے بلند ہے○ جس نے پیدا کرکے ٹھیک بنایا○ اور جس نے اندازے پر رکھا پھر راہ دکھائی○

وَ الَّذِىْۤ اَخْرَجَ الْمَرْعٰى ۪ۙ﴿۴﴾ فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰى ؕ﴿۵﴾ سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰۤى ۙ﴿۶﴾

اور جس نے چارہ نکالا○ پھر اسے خشک سیاہ کردیا○ (اے حبیب!) اب ہم تمہیں پڑھائیں گے تو تم نہ بھولو گے○

علیہ واٰلہٖ وسلم کے لئے قرآنِ مجید یاد کرنا آسان کردیا ہے۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو حکم دیا گیا کہ آپ قرآنِ مجید کے ذریعے نصیحت فرمائیں اور یہ بتایا گیا کہ جو اللہ تعالیٰ اور اپنے برے انجام سے ڈرتا ہے وہ نصیحت مانے گا اور جو بڑا بدبخت ہے وہ آپ کی نصیحت قبول کرنے سے دور ہٹے گا۔ یہ فرمایا گیا کہ جس نے خود کو پاک کرلیا، اللہ تعالیٰ کا نام لے کر نماز ادا کی اور دنیا کی زندگی کو آخرت پر ترجیح نہ دی تو وہ کامیاب ہوگیا۔ آخر میں بتایا گیا کہ خود کو پاک کرنے والوں کا اپنی مراد کو پہنچنا اور آخرت کا بہتر ہونا قرآنِ مجید سے پہلے نازل ہونے والے حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ علیہم السّلام کے صحیفوں میں بھی لکھا ہوا ہے۔

آیت 1 فرمایا کہ اے حبیب! آپ اس بات کو بیان فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں، صفات میں، اَسماء میں، اَفعال میں اور اَحکام میں ہر اس چیز سے پاک ہے جو اس کی شان کے لائق نہیں ہے اور پاک جگہوں میں عزت و احترام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا نام لیا جائے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: اسے اپنے سجدے میں داخل کردو۔ یعنی سجدہ میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کہو۔

آیت 2 اپنے اس رب عزّوجلّ کی پاکی بیان کرو جس نے ہر چیز کی پیدائش ایسی مناسب فرمائی جو پیدا کرنے والے کے علم و حکمت پر دلالت کرتی ہے۔ **اہم بات:** چھوٹی بڑی ہر چیز اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے۔ اور ہر چیز کو پیدا فرمانے میں کوئی حکمت ضرور ہے اور قرآن پاک میں کئی مقامات پر مختلف چیزوں کو پیدا کرنے کی حکمت بیان بھی ہوئی ہے۔

آیت 3 اس رب عزّوجلّ کے نام کی پاکی بیان کرو جس نے تمام مخلوقات میں سے ہر مخلوق کو اس کی ذات اور صفات میں صحیح اندازے پر رکھا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں، ستاروں، عَناصر، مَعادن، نباتات، حیوانات اور انسانوں کو مخصوص جسامت عطا کی اور ان میں سے ہر ایک کے باقی رہنے کی مدت مُعَیَّن اندازے پر رکھی اور ان کی صفات، رنگ، ذائقے، بو، حسن، قباحت، سعادت، بدبختی، ہدایت اور گمراہی کی مقدار خاص اندازے پر رکھی، اور اللہ تعالیٰ نے انسان کو اچھائی برائی اور سعادت و بدبختی کے راستے دکھادیئے۔ **اہم بات:** اللہ تعالیٰ نے انسان کو راستے دکھادیئے ہیں اور ان راستوں میں سے کسی ایک کو چن لینے پر اسے ایک طرح کا اختیار بھی دے دیا ہے اب اس کی مرضی ہے کہ وہ جس راستے کو چاہے اختیار کرے۔

آیت 4،5 اللہ تعالیٰ نے اپنی کامل قدرت کے ساتھ زمین سے مختلف اَقسام کی نباتات اور طرح طرح کی گھاس پیدا کی جسے جانور چرتے ہیں، پھر اس کا سرسبز ہونا ختم کرکے اسے خشک سیاہ کردیا۔ **درس:** دنیا اور اس کی نعمتوں کا حال بھی سرسبز چارے کی مانند ہے کہ یہ اگرچہ سبزے کی طرح خوشنما نظر آتی ہیں لیکن یہ بہت جلد فنا ہونے والی ہیں، لہٰذا بندہ، دنیا کی قلیل زندگی میں کھو کر اور فانی نعمتوں میں مست ہو کر آخرت کو بھولنے سے بچے۔

آیت 6 جب حضرت جبریل علیہ السّلام وحی لے کر نازل ہوتے تو وہ ابھی آیت کا آخری حصہ پڑھ کر فارغ نہیں ہوتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم اِس اندیشے سے اُس آیت کا ابتدائی حصہ پڑھنا شروع کردیتے کہ کہیں بھول نہ جائیں، اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے

اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ یَعْلَمُ الْجَهْرَ وَ مَا یَخْفٰی ۷ وَ نُیَسِّرُكَ لِلْیُسْرٰی ۸ فَذَكِّرْ

مگر جو اللہ چاہے بیشک وہ ہر کھلی اور چھپی بات کو جانتا ہے ○ اور ہم تمہارے لئے آسانی کا سامان کردیں گے ○ تو تم نصیحت فرماؤ

اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰی ؕ ۹ سَیَذَّكَّرُ مَنْ یَّخْشٰی ۱۰ لا وَ یَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَی ۱۱ لا الَّذِیْ

اگر نصیحت فائدہ دے ○ عنقریب وہ نصیحت مانے گا جو ڈرتا ہے ○ اور نصیحت سے وہ بڑا بدبخت دور رہے گا ○ جو

پیارے حبیب! ہم حضرت جبریل علیہ السّلام کے ذریعے تمہیں قرآن پڑھائیں گے تو جو کچھ آپ کے سامنے پڑھا جائے گا آپ اسے نہیں بھولیں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو بشارت ہے کہ آپ کو قرآنِ پاک حفظ کرنے کی نعمت کسی محنت کے بغیر عطا ہوئی ہے اور یہ آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا معجزہ بھی ہے۔ **اہم باتیں:** (1) حضرت جبریل علیہ السّلام حضورِ اَقدس صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے استاد نہیں بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے پیغام اس کے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی خدمت میں پہنچانے پر مامور ہیں۔ (2) حضورِ انور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا علم سب سے اعلیٰ ہے کہ خدا کے سکھانے سے ہے۔ (3) انبیاءِ کرام علیہم السّلام سے ہونے والی بھول بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہیں اور اس میں ہزارہا حکمتیں ہوتی ہیں، لہٰذا ہماری اور انبیاءِ کرام علیہم السّلام کی بھول میں بڑا فرق ہے۔

آیت 7 فرمایا: **مگر جو اللہ چاہے۔** اس اِستثناء کے بارے میں مختلف اَقوال ہیں: (1) اگر اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو کوئی چیز بھلانا چاہے تو وہ اس پر قدرت رکھتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں چاہا یعنی جو قرآن امت کے لئے محفوظ رکھنا تھا اس کا کوئی ایک لفظ بھی آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نہ بھولے بلکہ پورا پورا امت تک پہنچایا۔ (2) اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اے حبیب! آپ (قرآنِ مجید میں سے) جو کچھ پڑھیں گے اس میں سے کچھ نہ بھولیں گے البتہ جس آیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ خود چاہے گا وہ آپ کو بھلا دے گا اور اس کی صورت یہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ اس آیت کی تلاوت اور حکم دونوں منسوخ فرمادے گا۔ مزید فرمایا: **بیشک وہ ہر کھلی اور چھپی بات کو جانتا ہے۔** یعنی اللہ تعالیٰ بندوں کے ظاہری افعال اور اقوال جانتا ہے اور ان کے پوشیدہ اقوال اور افعال سے بھی خبردار ہے۔ **درس:** ایمان کا یہ حصہ ہماری فکر اور عملی زندگی کا حصہ بن جائے تو سب گناہ چھوٹ جائیں۔

آیت 8 اس آیت کے متعدد معانی ہیں: (1) اے پیارے حبیب! ہم آپ کو اس طریقے کی توفیق دیں گے جس سے وحی کو یاد کرنا آسان ہو جائے۔ (2) ہم آپ کو ایسے اعمال کرنے کی توفیق عطا کریں گے جس سے جنت کا راستہ آسان ہو جائے گا۔ (3) ہم آپ پر آسان شرعی احکام نازل کریں گے اور ان پر عمل کرنا لوگوں کے لئے دشوار نہ ہوگا۔

آیت 9 فرمایا: اے حبیب! اگر نصیحت فائدہ دے اور کچھ لوگ اس سے فائدہ حاصل کریں تو آپ اس قرآن مجید سے نصیحت فرمائیں۔ **اہم بات:** یہاں نصیحت کرنے میں جو نصیحت فائدہ دینے کی شرط لگائی گئی، اس کا یہ مطلب نہیں کہ اگر نصیحت فائدہ نہ دے تو نصیحت نہ کی جائے بلکہ نصیحت فائدہ دے یا نہ دے، دونوں صورتوں میں نصیحت کرنے کا حکم ہے کیونکہ قرآنِ پاک کی آیات میں مفہومِ مخالف کا اعتبار نہیں ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ سامنے والے کو نصیحت سے فائدہ نہ بھی ہو، تب بھی نصیحت کرنے والے کو تو ثواب کا فائدہ مل ہی جائے گا، نیز بہت مرتبہ سامنے والا تو نصیحت سے فائدہ نہیں اٹھاتا لیکن کسی دوسرے شخص کو فائدہ ہو جاتا ہے اور تیسری بات یہ کہ ہم عام لوگوں کو تو معلوم ہی نہیں کہ نصیحت فائدہ دے گی یا نہیں؟ لہٰذا ہمیں تو نصیحت کرنے ہی کا حکم ہے۔

آیت 10-13 اے حبیب! عنقریب آپ کی نصیحت وہ مانے گا جو اللہ تعالیٰ سے اور اپنے برے انجام سے ڈرتا ہے اور آپ کی نصیحت سے وہ دور ہوگا جو آپ کا دشمن بن کر بڑا بدبخت کافر ہے، اور وہ بدبخت کافر جہنم کی سب سے بڑی آگ میں جائے گا، پھر وہ نہ اس میں

يَصۡلَى النَّارَ الۡكُبۡرٰى ۝١٢ ثُمَّ لَا يَمُوۡتُ فِيۡهَا وَلَا يَحۡيٰى ۝١٣ قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ تَزَكّٰى ۝١٤ وَذَكَرَ

سب سے بڑی آگ میں جائے گا○ پھر وہ نہ اس میں مرے گا اور نہ جئے گا○ بیشک جس نے خود کو پاک کر لیا وہ کامیاب ہو گا○ اور اس نے

اسۡمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ۝١٥ بَلۡ تُؤۡثِرُوۡنَ الۡحَيٰوةَ الدُّنۡيَا ۝١٦ وَالۡاٰخِرَةُ خَيۡرٌ وَّاَبۡقٰى ۝١٧

اپنے رب کا نام لے کر نماز پڑھی○ بلکہ تم دنیاوی زندگی کو ترجیح دیتے ہو○ اور آخرت بہتر اور باقی رہنے والی ہے○

اِنَّ هٰذَا لَفِى الصُّحُفِ الۡاُوۡلٰى ۝١٨ صُحُفِ اِبۡرٰهِيۡمَ وَمُوۡسٰى ۝١٩ ع

بیشک یہ بات ضرور اگلے صحیفوں میں ہے○ ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں○

ایاتها ٢٦ ‏‏‏۸۸ سُوۡرَةُ الۡغَاشِيَةِ مَكِّيَّةٌ ٦٨ ‏‏‏رکوعها ١

سورۂ غاشیہ مکیہ ہے، اس میں چھبیس آیتیں اور ایک رکوع ہے

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

مرے گا کہ مر کر ہی عذاب سے چھوٹ سکے اور نہ ایسا جینا جئے گا جس سے کچھ بھی آرام پاسکے۔ **اہم بات:** دل میں خَشیّتِ الٰہی رکھنے والے پر نصیحت ضرور اثر کرتی ہے۔

آیت 14 اس آیت میں لفظ "تَزَكّٰى" کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد خود کو کفر و شرک اور گناہوں سے پاک کرنا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد نماز کے لئے طہارت حاصل کرنا ہے۔ اس صورت میں اس آیت سے نماز کے لئے وضو اور غسل کرنا ثابت ہوتا ہے۔

آیت 15 اس کا معنی یہ ہے کہ اور اس نے نماز شروع کرنے کی تکبیر کہہ کر پانچوں نمازیں پڑھیں۔ اس معنی سے نماز شروع کرنے کی تکبیر ثابت ہوئی۔ بعض مفسرین کے نزدیک "تَزَكّٰى" سے صدقۂ فطر دینا اور رب کا نام لینے سے عید گاہ کے راستے میں تکبیریں کہنا اور نماز سے نمازِ عید مراد ہے۔

آیت 16-19 دنیا فانی ہے اور آخرت باقی رہنے والی ہے اور باقی رہنے والی چیز فانی سے بہتر ہے، تم دنیا کی فانی زندگی کو آخرت کی باقی رہنے والی زندگی پر ترجیح دیتے ہو اسی لئے تم وہ عمل نہیں کرتے جو وہاں کام آئیں گے۔ بیشک پاکی حاصل کرنے والوں کے کامیاب ہونے اور آخرت کے بہتر ہونے کی بات قرآنِ پاک سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السّلام اور حضرت موسیٰ علیہ السّلام پر نازل ہونے والے صحیفوں میں بھی موجود ہے۔ **اہم بات:** آخرت کی زندگی، دنیوی زندگی سے بہتر ہے کہ وہاں کی نعمتیں ہر اعتبار سے دنیا کی نعمتوں سے افضل ہیں اور ان کے حصول میں کوئی مشقت نہ ہو گی۔

سورۂ غاشیہ کا تعارف یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں 1 رکوع اور 26 آیتیں ہیں۔ غاشیہ کا معنی ہے چھا جانے والی چیز۔ یہ قیامت کا ایک نام ہے اور سورت کی پہلی آیت میں یہ لفظ موجود ہے اسی مناسبت سے اسے "سورۂ غاشیہ" کہتے ہیں۔ **خلاصہ مضامین:** اس

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ۝١ وُجُوْهٌ يَّوْمَىٕذٍ خَاشِعَةٌ ۝٢ عَامِلَةٌ

بیشک تمہارے پاس چھا جانے والی مصیبت کی خبر آچکی ○ بہت سے چہرے اس دن ذلیل و رسوا ہوں گے ○ کام کرنے والے،

نَّاصِبَةٌ ۝٣ تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ۝٤ تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ۝٥ لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا

مشقتیں برداشت کرنے والے ○ بھڑکتی آگ میں داخل ہوں گے ○ انہیں شدید گرم چشمے سے پلایا جائے گا ○ ان کے لیے کانٹے دار

سورت میں قیامت کی ہولناکیاں، کفار کی بد بختی، مسلمانوں کی خوش بختی، اہلِ جنت اور اہلِ جہنم کے اوصاف بیان کئے گئے۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت، قدرت اور علم و حکمت پر اونٹ کی تخلیق، آسمان کی بلندی، پہاڑوں کو زمین میں نَصب کرنے اور زمین کو بچھانے کے ذریعے اِستدلال کیا گیا اور آخر میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے فرمایا گیا کہ آپ کی ذمہ داری صرف نصیحت کر دینا ہے اور یہ بتایا گیا کہ جو کفر کرے گا اللہ تعالیٰ اسے بڑا عذاب دے گا اور قیامت کے دن سب لوگ حساب اور جزا کے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے۔

آیت 1 یہاں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے خطاب ہے کہ آپ کے پاس ایسی مصیبت کی خبر آچکی جو چھا جانے والی ہے۔ اس سے مراد قیامت ہے جس کی ہولناکیاں ہر چیز پر چھا جائیں گی؛ یونہی اس دن کفار کے دلوں پر غشی اور چہروں پر سیاہی چھا جائے گی جبکہ فرمانبردار مسلمانوں کے دلوں پر خوشی اور چہروں پر روشنی چھا جائے گی۔

آیت 2 بہت سے چہرے جو دنیا میں اللہ والوں کے رُوبَرُو اکڑتے تھے، وہاں ہر طرح ذلیل ہوں گے، قبروں سے سر کے بل چل کر محشر میں پہنچیں گے، وہاں منہ کالے، دونوں ہاتھ بندھے ہوئے اور گلے میں طوق ہو گا، ہر دروازے پر بھیک مانگیں گے مگر دھتکارے جائیں گے اور ایک دوسرے پر لعنت کر رہے ہوں گے۔

آیت 4،3 ان سے وہ لوگ مراد ہیں جو اسلام پر نہ تھے، بت پرست تھے یا کتابی کافر جیسے راہب اور پجاری کہ اُنہوں نے اپنی طرف سے عبادت کے نام پر محنتیں بھی اُٹھائیں، مشقتیں بھی جھیلیں اور نتیجہ یہ ہوا کہ جہنم میں جائیں گے۔ یونہی بدمذہبوں کی اپنے باطل عقائد کے تحفُّظ و ترویج میں کوششیں کرنا اور کتابیں لکھنا وغیرہا سب بے فائدہ رہیں گی کیونکہ آخرت میں ثواب اور نجات کا مدار دامنِ مصطفی صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے وابستگی اور صحیح عقیدے پر ہے اور وہ انہیں نصیب نہیں۔ اگر آیت میں مشقت سے مراد آخرت کی مشقت ہے تو یہ مشقت اس لئے اٹھائیں گے کیونکہ دنیا میں ایمان و عبادات کی مشقت اٹھانا گوارا نہیں کیا اور مشقت کی صورت قیامت کے دن اس طرح ہو گی کہ وہ آگ کے پہاڑ پر چڑھیں گے، اتریں گے، اس کے علاوہ نجانے وہ لوگ کیسی کیسی مشقت اٹھائیں گے۔ **درس:** ایمان اور عقیدے کی حفاظت، سب سے اہم چیز ہے۔ ہر اس قول، فعل اور فرد سے دور رہیں جس سے ایمان کی بربادی کا خدشہ ہو۔

آیت 5-7 جہنمیوں کو جب پیاس لگے گی تو انہیں گرم چشموں کا پانی پلایا جائے گا جو ان کے اندرونی حصوں کو جلا کر رکھ دے گا اور کھانے میں انہیں کانٹوں کی خوراک دی جائے گی جو پیٹ میں آگ لگا دے گی اور اُن سے غذا کا نفع حاصل نہ ہو گا کیونکہ غذا کے دو ہی فائدے ہیں ایک یہ کہ بھوک کی تکلیف دور کرے، دوسرا یہ کہ بدن کو طاقت پہنچائے اور فَربَہ کرے تو یہ دونوں وصف جہنمیوں کے کھانے میں نہیں بلکہ وہ کھانا تو حقیقت میں شدید عذاب کی ایک قسم ہے۔ **اہم باتیں:** (1) قیامت کے دن عذاب مختلف طرح کا ہو گا اور

مِنْ ضَرِيْعٍ ۙ﴿۶﴾ لَّا يُسْمِنُ وَ لَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ ؕ﴿۷﴾ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ۙ﴿۸﴾

گھاس کے سوا کوئی کھانا نہیں ○ جو نہ موٹا کرے گا اور نہ بھوک سے نجات دے گا ○ بہت سے چہرے اس دن چین سے ہوں گے ○

لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ ۙ﴿۹﴾ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۙ﴿۱۰﴾ لَّا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً ؕ﴿۱۱﴾ فِيْهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ ۘ﴿۱۲﴾

وقف لازم

اپنی کوشش پر راضی ہوں گے ○ بلند باغ میں ○ اس میں کوئی بیہودہ بات نہ سنیں گے ○ اس میں جاری چشمے ہوں گے ○

جن لوگوں کو عذاب دیا جائے گا اُن کے بہت سے طبقے ہوں گے، انہی مختلف اَقسام کی وجہ سے قرآنِ پاک میں مختلف مقامات پر جہنمیوں کے کھانے کیلئے مختلف اَشیاء بیان کی گئی ہیں۔ (2) آیت نمبر 6 میں ضریع کا لفظ ہے۔ ضریع عرب میں ایک خاردار زہریلی گھاس ہے، جو جانور کے پیٹ میں آگ سی لگا دیتی ہے، نہایت بد مزہ اور سخت نقصان دِہ ہوتی ہے۔

آیت 8 یہاں سے مومنین کے اَحوال بیان فرمائے کہ بروزِ قیامت بہت سے چہرے عیش و خوشی میں اور نعمت و کرامت میں ہوں گے۔ مراد یہ ہے کہ قیامت میں پرہیز گار مومنین چین میں ہوں گے، نہ انہیں سورج کی گرمی ستائے گی، نہ زمین کی تپش، نہ انہیں خوف ہو گا نہ غم، نہ رب عزّوجلّ کا عتاب ہو، نہ فرشتوں کی لعن طعن، نہ قیامت کی گھبراہٹ، کیونکہ یہ دنیا میں خوفِ خدا سے بے چین رہے اور دنیا میں خوفِ خدا کی بے چینی قیامت کے چین کا ذریعہ ہے، لیکن یہ حال جنت میں تو ہر مومن کا اور حساب کتاب میں کامیابی کے بعد ہر کامیاب کا ہو گا، جبکہ حساب سے پہلے یہ راحت و چین نہایت نیک لوگوں ہی کا ہو گا ورنہ میدانِ قیامت میں مسلمان بھی گرمی اور تکلیف سے دوچار ہوں گے۔

آیت 9 فرمایا کہ قیامت میں جب مسلمان اپنا مرتبہ اور ثواب دیکھیں گے تو وہ دنیا میں کئے جانے والے اپنے نیک اعمال پر راضی اور خوش ہوں گے اور حقیقتاً نیکیوں پر خوش ہونے کا وقت بھی قیامت ہی ہے کیونکہ اپنے انجام کی خبر نہیں، لہٰذا جب محشر میں اعمال کی مقبولیت دیکھیں گے تو خوش ہوں گے، یونہی مومنوں کے نیک اعمال نہایت اچھی شکلوں میں ان کے ساتھ ہوں گے، جن کو دیکھ کر انہیں دلی شادمانی ہو گی۔

آیت 10 نیک اعمال کرنے والے جنت میں ہوں گے جو کہ شان کے لحاظ سے بھی بلند ہے اور مکان و جگہ کے لحاظ سے بھی اونچی ہے۔ مومنوں اور بلند جنت میں مناسبت یہ ہے کہ چونکہ مومن دنیا میں عاجز و مسکین بن کر رہے، تکبر اور غرور سے دور رہے، اس کے عِوض رب تعالیٰ انہیں بلندی اور شان عطا فرمادے گا۔

آیت 11 جنّتی جنت میں نہ تو ناجائز بات سنیں گے جیسے جھوٹ، غیبت اور نہ ہی تکلیف دِہ باتیں جیسے لعن طعن اور تشنیع۔ یونہی جنتی نہ کوئی بے فائدہ بات سنیں گے اور نہ کوئی بیہودہ بات اور نہ دوزخیوں کی چیخ پکار جس سے ان کے عیش و آرام میں خَلَل آئے۔ اس آیت سے اشارتاً یہ بھی سمجھایا گیا کہ بیہودہ باتوں سے بچنا نیک لوگوں کا شیوہ ہے۔ **درس:** آخرت میں لوگوں کو منہ کے بل جہنم میں گرانے میں زبان کے برے استعمال کا بہت دخل ہے اور بخشش و نجات میں زبان کے اچھے استعمال کا بہت اثر ہے۔

آیت 12 جنت میں بہت سے چشمے ہوں گے جن کا پانی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جاری ہے۔

فِيهَا سُرُرٌ مَّرْفُوعَةٌ ﴿١٣﴾ وَّ اَكْوَابٌ مَّوْضُوعَةٌ ﴿١٤﴾ وَّ نَمَارِقُ مَصْفُوفَةٌ ﴿١٥﴾

اس میں بلند تخت ہوں گے ○ اور رکھے ہوئے گلاس ہوں گے ○ اور صف در صف گاؤ تکیے لگے ہوئے ہوں گے ○

وَّ زَرَابِيُّ مَبْثُوثَةٌ ﴿١٦﴾ اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ﴿١٧﴾ وَ اِلَى السَّمَآءِ

اور عمدہ قالین بچھے ہوئے ہوں گے ○ تو کیا وہ اونٹ کو نہیں دیکھتے کہ کیسا بنایا گیا ہے ○ اور آسمان کو،

كَيْفَ رُفِعَتْ ﴿١٨﴾ وَ اِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ﴿١٩﴾ وَ اِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ﴿٢٠﴾

کیسا اونچا کیا گیا ہے ○ اور پہاڑوں کو، کیسے قائم کیا گیا ہے ○ اور زمین کو، کیسے بچھائی گئی ہے ○

آیت 13 جنت میں ایسے بلند تخت ہوں گے جن کی بلندی سو گز ہو گی مگر جب جنتی ان پر چڑھنا چاہیں گے تو وہ تخت خود بخود اوپر یا نیچے آ جائیں گے۔

آیت 14-16 چشموں کے کناروں پر ترتیب سے گلاس رکھے ہوئے ہوں گے جن کی ترتیب کا حسن اور صفائی دیکھنے سے بھی لذت حاصل ہو گی۔ جنتی جب اُن گلاسوں سے دودھ، شہد، شراب وغیرہا پینا چاہیں گے تو وہ انہیں خود ہی بھرے ہوئے ملیں گے۔ ان کے گھروں میں قالین بچھے ہوں گے جو بہت آرام دہ اور نہایت ہی خوشنما ہوں گے اور صف در صف گاؤ تکیے لگے ہوئے ہوں گے۔ **اہم بات:** جنت کی اشیاء میں نفاست اور حسنِ ترتیب ہو گی اور یہ چیزیں اسلام میں پسندیدہ ہیں، لہٰذا گھر کی اَشیاء نفاست وصفائی اور ترتیب سے رکھنی چاہئیں۔

آیت 17 جنت کی نعمتوں کا ذکر سن کر کفار نے تعجب کیا اور انہیں جھٹلایا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں عجائباتِ عالَم میں نظر کرنے کی ہدایت فرمائی کہ وہ دیکھیں، غور کریں اور سمجھیں کہ جس قادر حکیم نے دنیا میں ایسی عجیب و غریب چیزیں پیدا کی ہیں، اس کی قدرت سے جنتی نعمتوں کا پیدا فرمانا کس طرح قابلِ تعجب اور لائقِ انکار ہو سکتا ہے، چنانچہ فرمایا کہ کیا یہ اونٹ کو نہیں دیکھتے کہ کیسا بنایا گیا ہے؟ اونٹ قدرت کی عجیب صنعت ہے اور اس میں چند چیزیں بہت عجیب ہیں، جانور زینت کے لئے پالے جاتے ہیں، یا کھیتی باڑی کے لئے، یا بوجھ لادنے، یا سواری کے لئے، یا دودھ یا گوشت کے لئے، اونٹ میں یہ ساری باتیں موجود ہیں۔ یہ کانٹے اور معمولی چیزوں کو کھا کر گزارہ کر لیتا ہے اور دس پندرہ دن بغیر کھانے پانی کے نکال لیتا ہے۔

آیت 18 فرمایا: کیا کفارِ مکہ نے آسمان کو اس طور پر نہیں دیکھا جس کا وہ دن رات مشاہدہ کرتے ہیں کہ وہ ستونوں اور کسی سہارے کے بغیر کیسا اونچا کیا گیا ہے۔

آیت 19 فرمایا کہ کیا کفار نے ان پہاڑوں کو نہیں دیکھا جنہیں زمین میں نَصب کر دیا گیا کہ نہ وہ ہوا سے اڑتے ہیں اور نہ زلزلہ سے گرتے ہیں بلکہ زمین کیلئے سہارا اور اس کیلئے میخوں کے قائم مقام ہیں اور انسانوں کیلئے ہزارہا فوائد پر مشتمل ہیں، چنانچہ ان میں سے لعل، ہیرے، مَعدنیات، چشمے دریا وغیرہ ہزارہا قسم کی چیزیں نکلتی ہیں۔ **اہم بات:** اللہ تعالیٰ کے اولیاء رحمۃُ اللہ علیہم روحانی پہاڑ ہیں جو کبھی راہِ حق سے نہیں بھٹکتے، اپنے معتقدین کو قائم رکھتے ہیں، ایمان و عرفان کے سرچشمے ہیں، اَسرارِ الٰہیہ کے خزانے اِن سے برآمد ہوتے ہیں جن کا سلسلہ تا قیامت قائم رہے گا۔

آیت 20 فرمایا کہ جس زمین پر کافر چلتے پھرتے ہیں، کیا اس کی طرف انہوں نے یوں نہیں دیکھا کہ یہ کیسے بچھائی گئی ہے۔ اگر یہ

فَذَكِّرْ ۗ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ؕ﴿۲۱﴾ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ۙ﴿۲۲﴾ اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى وَ كَفَرَ ۙ﴿۲۳﴾

تو تم نصیحت کرو تم تو نصیحت کرنے والے ہی ہو○ تم کچھ ان پر زبردستی کرنے والے نہیں ہو○ ہاں جس نے منہ پھیرا اور کفر کیا○

فَيُعَذِّبُهُ اللّٰهُ الْعَذَابَ الْاَكْبَرَ ؕ﴿۲۴﴾ اِنَّ اِلَيْنَآ اِيَابَهُمْ ۙ﴿۲۵﴾ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ ﴿۲۶﴾ ع

ع ۱۳ النصف ۲۶

تو اسے اللہ بہت بڑا عذاب دے گا○ بیشک ہماری ہی طرف ان کا لوٹنا ہے○ پھر بیشک ہم پر ہی ان کا حساب (لینا) ہے○

ایاتھا ۳۰ — ۸۹ سُوْرَةُ الْفَجْرِ مَكِّيَّةٌ ۱۰ — رکوعھا ۱

سورۂ فجر مکیہ ہے، اس میں تیس آیتیں اور ایک رکوع ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

انصاف کی نگاہ سے ان شاہکاروں کو دیکھتے تو اللہ تعالیٰ کی قدرت کا انکار کرنے کی طرف کوئی راہ نہ پاتے۔ **اہم بات:** تنہا زمین کے متعلق ہی جدید علوم کی تعداد سینکڑوں میں ہے، جیسے علمِ جغرافیہ اور علمِ ارضیات کی مختلف شاخیں۔ بظاہر ساری زمین یکساں ہے مگر اس میں بے حد تنوُّع ہے۔ زمین، آسمان، جانور، پہاڑ وغیرہ کے متعلق جتنے علوم دریافت کئے جاتے رہیں، خدا کی عظمتیں اور قدرتیں اتنی ہی آشکار ہوتی جائیں گی۔ اس لئے جدید علوم کا حاصل کرنا نہایت نفع بخش ہے لیکن ایمان کے ساتھ ہو، الحاد و دہریت کے ساتھ نہیں۔

آیت 21 اللہ تعالیٰ کی قدرت کے عجائبات بیان کرنے کے بعد فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور اس کی قدرت کے دلائل بیان فرما کر لوگوں کو سمجھاؤ اور نصیحت کرو۔

آیت 22 فرمایا: اے حبیب! آپ کی یہ ذمہ داری نہیں کہ آپ انہیں مسلمان کرکے ہی چھوڑیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا پیغام احسن طریقے سے پہنچا دینا آپ کا کام ہے۔ اس کے بعد اگر سارے لوگ کافر رہیں تو آپ کا کچھ نہیں بگڑتا۔ یا یہ معنی ہے کہ آپ انہیں جبراً مسلمان نہ کریں بلکہ اسلام کی تعلیمات پہنچا کر قبول کرنے یا نہ کرنے کا اختیار ان پر چھوڑ دیں۔

آیت 23-26 اے حبیب! انہیں مسلمان کرکے چھوڑنا یا مجبور کرکے مسلمان بنانا آپ کی ذمہ داری نہیں بلکہ پیغام پہنچانا آپ کی ذمہ داری تھی تو آپ کے سمجھانے اور نصیحت فرمانے کے بعد جو ایمان لانے سے منہ پھیرے اور کفر کرے تو اللہ تعالیٰ اسے آخرت میں بڑا عذاب دے گا کہ اسے جہنم میں داخل کرے گا کیونکہ مرنے کے بعد انہیں ہماری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے اور حشر کے میدان میں ان کا حساب بھی ہم نے ہی لینا ہے۔ **اہم بات:** کفار کے لئے بہت سے عذاب ہیں: نزع کے وقت، قبر میں، محشر میں اور جہنم میں، ان سب میں بڑا عذاب دوزخ کا ہے، کیونکہ دوزخ کا عذاب دائمی ہے، اس میں سخت رسوائی بھی ہے، اس میں ہر طرح کا عذاب ہے، ان وجوہات سے اسے بڑا عذاب کہا گیا۔

سورۂ فجر کا تعارف سورۂ فجر مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس سورت میں 1 رکوع اور 30 آیتیں ہیں۔ فجر کا معنی ہے صبح، اور اس سورت کی پہلی آیت میں فجر کی قسم ارشاد فرمائی گئی اس مناسبت سے اسے "سورۂ فجر" کہتے ہیں۔ **خلاصۂ مضامین:** اس سورۂ مبارکہ کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں پانچ عظمت والی اَشیاء کی قسم بیان کرکے کفار کو سمجھایا گیا ہے اور سمجھانے کے لئے گزشتہ اَقوام کے اپنی قوت و طاقت کے باوجود عذابِ الٰہی کا شکار ہونے کو بیان کیا گیا ہے۔ نیز اس سورت میں یہ مضامین بیان ہوئے ہیں: غافلوں کی غفلت،

وَالْفَجْرِ ۝۱ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ۝۲ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ۝۳ وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ ۝۴ هَلْ فِيْ ذٰلِكَ

صبح کی قسم ○ اور دس راتوں کی ○ اور جفت اور طاق کی ○ اور رات کی جب وہ چل پڑے ○ کیا اس قسم میں

قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ ۝۵ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۝۶ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۝۷

عقلمند کے لیے قسم ہے؟ ○ کیا تم نے نہ دیکھا کہ تمہارے رب نے عاد کے ساتھ کیسا کیا؟ ○ اِرم (کے لوگ)، ستونوں (جیسے قد) والے ○

ان کی فطرت اور کردار کا بیان ہے۔ برائیوں کی جڑ یعنی مال کی محبت اور اس کے اثرات کا تذکرہ ہے۔ پھر قیامت کی ہولناکیوں اور عذابِ الٰہی کی شدّت کا بیان ہے۔ آخر میں مخلصین و مومنین کے انعام و اکرام کا ذکر ہے۔

آیت 1 فرمایا: **صبح کی قسم!** اِس صبح سے مراد یا تو یکم محرم کی صبح ہے جس سے سال شروع ہوتا ہے، یا یکم ذی الحجہ کی جس سے دس راتیں ملی ہوئی ہیں جن میں بطورِ خاص اَیّامِ حج آتے ہیں، یا عید الاضحیٰ کی صبح مراد ہے کہ یہ وہ صبح ہے جس میں حج کے اہم رکن طوافِ زیارت کا وقت شروع ہوتا ہے، یا اس سے مراد ہر دن کی صبح ہے کیونکہ وہ رات کے گزرنے، روشنی کے ظاہر ہونے اور تمام جانداروں کے رزق کی طلب کے لئے منتشر ہونے کا وقت ہے اور یہ وقت مُردوں کے قبروں سے اُٹھنے کے وقت کے ساتھ مشابہت و مناسبت رکھتا ہے۔

آیت 2 فرمایا: **اور دس راتوں کی۔** ان سے مراد ذی الحجہ کی پہلی دس راتیں ہیں کیونکہ یہ زمانہ حج کے اعمال میں مشغول ہونے کا زمانہ ہے۔ یا ان راتوں سے رمضان کے آخری عشرے کی راتیں مراد ہیں کیونکہ ان میں (اعتکاف مسنون ہے اور انہی راتوں میں) لیلۃُ القدر آتی ہے۔ یا ان راتوں سے مراد محرم کے پہلے عشرے کی دس راتیں ہیں (کہ ان دس دنوں میں انبیاءِ کرام علیہم السّلام کے بڑے بڑے واقعات رونما ہوئے) اور اس عشرے میں عاشورا کا دن بھی ہے۔ **اہم بات:** جو عاشورا کا روزہ رکھنا چاہے تو اسے 9 یا 11 محرم کا روزہ بھی رکھنا چاہئے۔

آیت 3 یہاں جفت اور طاق کے بارے میں متعدد اَقوال ہیں۔ (1) جفت سے مراد ذوالحجہ کی 10 تاریخ جس دن حج کے اہم اَفعال سرانجام دیئے جاتے ہیں اور طاق سے مراد 9 تاریخ جس دن میدانِ عرفات میں حج ہوتا ہے۔ (2) جفت سے مراد مخلوق اور طاق سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ (3) ہر چیز کے جفت اور طاق کی قسم ہے گویا جملہ مخلوقاتِ الٰہی کی قسم ہے۔ یا جفت سے 2 اور 4 رکعت والی نمازیں اور طاق سے 3 رکعت والی نماز یعنی مغرب مراد ہے۔

آیت 4 فرمایا: **اور رات کی جب وہ چل پڑے۔** رات کے چلنے سے مراد ہے کہ گزرنے لگے۔ اس رات سے خاص مُزدلفہ کی رات مراد ہے جس میں بندگانِ خدا اطاعتِ الٰہی کے لئے جمع ہوتے ہیں بلکہ اس رات اور مقامِ مزدلفہ کی فضیلت میں قرآن مجید کی آیت موجود ہے۔ یا اس سے شبِ قدر مراد ہے جس میں رحمت کا نزول ہوتا ہے اور جو ثواب کی کثرت کے لئے مخصوص ہے اور جس کے بارے میں خود قرآنِ پاک کی پوری سورت موجود ہے۔ نیز ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے ہر رات مراد ہے کہ رات بذاتِ خود بہت سے عجائبات و اَسرار پر مشتمل ہے۔

آیت 5 گزشتہ آیات میں پانچ قسمیں ارشاد ہوئیں اور ان کے بارے میں فرمایا کہ بیشک یہ مذکورہ بالا چیزیں عقل والوں کے نزدیک ایسی عظمت رکھتی ہیں کہ خبروں کو اُن کے ساتھ مُؤکّد کرنا بہت مناسب ہے۔ اِن ساری قسموں کا جواب یہ ہے کہ کافر کو ضرور عذاب دیا جائے گا۔ اِس جوابِ قسم پر اگلی آیتیں دلالت کرتی ہیں۔

آیت 6، 7 متعدد قسموں کے بعد جوابِ قسم یہ تھا کہ کافروں کو عذاب دیا جائے گا۔ کافروں کا آخرت کا عذاب تو قطعی ہے البتہ بارہا

Go to Index

الَّتِىۡ لَمۡ يُخۡلَقۡ مِثۡلُهَا فِى الۡبِلَادِ ۞ ۸ وَ ثَمُوۡدَ الَّذِيۡنَ جَابُوا الصَّخۡرَ بِالۡوَادِ ۞ ۹

کہ ان جیسا شہروں میں پیدا نہ ہوا○ اور ثمود (کے ساتھ) جنہوں نے وادی میں پتھر کی چٹانیں کاٹیں○

وَ فِرۡعَوۡنَ ذِى الۡاَوۡتَادِ ۞ ۱۰ الَّذِيۡنَ طَغَوۡا فِى الۡبِلَادِ ۞ ۱۱ فَاَكۡثَرُوۡا فِيۡهَا

اور فرعون (کے ساتھ) جو میخوں والا تھا○ جنہوں نے شہروں میں سرکشی کی○ پھر ان میں بہت

الۡفَسَادَ ۞ ۱۲ فَصَبَّ عَلَيۡهِمۡ رَبُّكَ سَوۡطَ عَذَابٍ ۞ ۱۳ اِنَّ رَبَّكَ لَبِالۡمِرۡصَادِ ۞ ۱٤

فساد پھیلایا○ تو ان پر تمہارے رب نے عذاب کا کوڑا برسایا○ بیشک تمہارا رب یقیناً دیکھ رہا ہے○

دنیا میں انہیں عذاب دیا گیا چنانچہ اسی کی مثالوں کے طور پر یہاں سے متعدد قوموں کے عذابات کا ذکر کیا گیا ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا کہ کیا تم نے قومِ عاد کو نہیں دیکھا؟ قومِ عاد کی دو قسمیں ہیں: (1) عادِ اُولیٰ (2) عادِ اُخریٰ۔ یہاں عادِ اُولیٰ مراد ہے جن کے قد بہت دراز تھے، انہیں عادِ اِرم بھی کہتے ہیں۔ کفار کو سمجھایا گیا کہ عادِ اُولیٰ جن کی عمریں بہت زیادہ اور قد بہت طویل تھے اور وہ خود نہایت قوی تھے، انہیں اللہ تعالیٰ نے ہلاک کر دیا تو یہ کفار اپنے آپ کو کیا سمجھتے ہیں اور عذابِ الٰہی سے کیوں بے خوف ہیں۔

آیت 8 قومِ عاد کی طاقت اور قد و قامت کے بارے میں بہت کچھ مروی ہے جس میں بہت کچھ اسرائیلی روایات میں سے ہے لیکن یہ بات قطعی ہے جو قرآن میں بیان کی گئی کہ وہ غیر معمولی قوت و طاقت اور قد کاٹھ والے تھے۔

آیت 9 فرمایا کہ کیا تم نے نہ دیکھا کہ تمہارے رب عزّوجلّ نے قومِ ثمود کے ساتھ کیا کیا جنہوں نے اپنی قوت و طاقت سے پہاڑ کاٹ کر مضبوط مکانات تعمیر کئے مگر اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی ہلاک کر دیا۔ **اہم بات:** قومِ ثمود نے حِجر سے وادئ قُریٰ تک بہت سے بڑے بڑے شہر آباد کئے تھے، سنگ تراشی میں استاذ تھے، بہت قد آور اور مالدار تھے۔ حضرت صالح علیہ السّلام ان میں نبی ہو کر تشریف لائے اور آپ کی مخالفت کی وجہ سے کفارِ ثمود ہلاک ہوئے۔

آیت 10 فرمایا: کیا تم نے نہ دیکھا کہ تمہارے رب عزّوجلّ نے فرعون کے ساتھ کیا کیا جو میخوں میں گاڑ کر سزائیں دینے والا تھا۔ فرعون نے جس کو سزا دینی ہوتی اس کے ہاتھ پاؤں میخوں سے باندھ دیتا یا ہاتھ پاؤں میں ہی میخیں گاڑ دیتا تھا۔

آیت 11-13 ان تین آیات میں اوپر بیان کردہ قومِ عاد، قومِ ثمود اور فرعون کے بارے میں فرمایا کہ انہوں نے شہروں میں سرکشی کی اور گمراہی میں انتہا کو پہنچے اور فرعون نے تو بندگی کی حد سے گزر کر خدائی کا دعویٰ کر دیا نیز انہوں نے کفر، قتل اور ظلم کے ذریعے زمین میں فساد برپا کیا تو ان کا جو انجام ہوا وہ اگلی آیت میں مذکور ہوا کہ ان پر اللہ تعالیٰ نے عذاب کا کوڑا برسایا اور مختلف طرح کے عذابوں میں مبتلا کیا جنہوں نے انہیں ہلاک کر دیا۔ **درس:** خدا کا نظام یہ ہے کہ سرکشوں کو بالآخر ہلاک کر کے دوسری قوموں کو ان کی جگہ لے آتا ہے۔ ظالموں کو کبھی دائمی حکومت نہیں ملتی۔

آیت 14 یہاں گزشتہ قوموں کا اَحوال مراد ہو سکتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ نہ تھے، ان کا ہر حال اللہ تعالیٰ پر کھلا ہوا تھا اور انہیں ان کی حرکات کی وجہ سے ہی عذاب دیا گیا۔ یونہی موجودہ اور آئندہ کے سارے لوگ بھی اللہ تعالیٰ کی نگہبانی میں ہیں کہ کوئی اللہ تعالیٰ پر پوشیدہ نہیں اور ہر ایک کا ہر عمل، ہر حال، ہر حرکت اللہ تعالیٰ کے سامنے ہے۔

فَاَمَّا الۡاِنۡسَانُ اِذَا مَا ابۡتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَاَكۡرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ ۙ۬ فَيَقُوۡلُ رَبِّىۡۤ اَكۡرَمَنِ ؕ ﴿۱۵﴾

تو بہر حال آدمی کو جب اس کا رب آزمائے کہ اس کو عزت اور نعمت دے تو اس وقت وہ کہتا ہے کہ میرے رب نے مجھے عزت دی○

وَاَمَّاۤ اِذَا مَا ابۡتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيۡهِ رِزۡقَهٗ ۙ۬ فَيَقُوۡلُ رَبِّىۡۤ اَهَانَنِ ﴿ۚ۱۶﴾ كَلَّا بَلْ

اور بہر حال جب (اللہ) بندے کو آزمائے اور اس کا رزق اس پر تنگ کر دے تو کہتا ہے کہ میرے رب نے مجھے ذلیل کر دیا○ ہر گز نہیں بلکہ

لَّا تُكۡرِمُوۡنَ الۡيَتِيۡمَ ۙ﴿۱۷﴾ وَلَا تَحٰٓضُّوۡنَ عَلٰى طَعَامِ الۡمِسۡكِيۡنِ ۙ﴿۱۸﴾ وَتَاۡكُلُوۡنَ التُّرَاثَ

تم یتیم کی عزت نہیں کرتے○ اور تم ایک دوسرے کو مسکین کے کھلانے کی ترغیب نہیں دیتے○ اور میراث کا سارا مال جمع کر کے

آیت 15، 16 فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بندوں کو مال و دولت اور نعمت و عزت دے کر بھی آزماتا ہے اور واپس لے کر بھی آزماتا ہے۔ اس میں مومن اور مطیع تو ہر حال میں رضائے الٰہی پر راضی رہتا ہے کہ نعمت پر شکر کرتا ہے اور مصیبت پر صبر، لیکن غافل اور جاہل کو اگر نعمت و عزت کے ذریعے آزمایا جائے تو وہ خود پسندی کا شکار ہو جاتا ہے اور اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے اور اللہ تعالیٰ کا فضل قرار دینے کی بجائے اپنا حق سمجھتا ہے اور اپنا کمال قرار دیتا ہے اور اِس دُنیوی مال و دولت کو اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبولیت کی دلیل قرار دیتا ہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ اُسے رزق کی تنگی میں مبتلا کر کے آزماتا ہے تو اللہ تعالیٰ سے شکوہ و شکایت کرتا ہے اور ہر ایک کے سامنے جا کر واویلا کرتا ہے اور مال و دولت کی اِس کمی کو اللہ تعالیٰ کے ہاں مَردُودِیَّت کی علامت سمجھتا ہے۔ یہ تمام کا تمام طرزِ عمل حقیقی مسلمان کی شان کے برخلاف ہے، سچے مسلمان کے نزدیک مقبولیت کا معیار تقویٰ ہے اور مردودیت کا سبب نافرمانی ہے۔ **اہم بات:** ان آیاتِ مبارکہ میں جو طرزِ عمل بیان کیا گیا ہے یہ حقیقتاً کفار کا ہے لیکن افسوس کہ آج کل کے بہت سے نام نہاد مسلمان بھی ایسی سوچ بنالیتے ہیں کہ اگر کفار مردود ہیں تو اتنی نعمت و ترقی میں کیوں ہیں اور اگر مسلمان مقبول ہیں تو اتنی ذلت و پستی میں کیوں ہیں حالانکہ مسلمان کی موجودہ پستی اسلام کی وجہ سے نہیں بلکہ اسلامی تعلیمات چھوڑنے کی وجہ سے ہے اور کفار کی ترقی ان کے کفر کی وجہ سے نہیں بلکہ زندگی گزارنے کی جو حقیقی اسلامی تعلیمات ہیں ان میں بہت ساری چیزوں پر عمل کی وجہ سے ہے۔

آیت 17 فرمایا کہ عزت و ذلت کا معیار وہ ہر گز نہیں جو تم نے سمجھا ہے کہ عزت، دولت کی وجہ سے اور ذلت، غربت کی وجہ سے ہوتی ہے، اصل عزت و ذلت کا معیار طاعت و مَعصِیَت پر ہے لیکن کفار اور ان کے جاہل مُقلِّد اس حقیقت کو نہیں سمجھتے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں تمہاری ذلت کا سبب یہ ہے کہ تم یتیم کی عزت نہیں کرتے اور دولت مند ہونے کے باوجود اُن کے ساتھ اچھے سلوک نہیں کرتے اور اُن کے حقوق نہیں دیتے جن کے وہ وارث ہیں۔

آیت 18 مزید فرمایا: تمہاری ذلت کا دوسرا سبب یہ ہے کہ تم خود بھی کھانے کی خیرات نہیں کرتے اور دوسروں کو بھی اس کی رغبت نہیں دیتے بلکہ اس سے روکتے ہو۔

آیت 19 ذلت کا تیسرا سبب یہ ہے کہ تم میراث کا مال کھا جاتے ہو اور حلال و حرام میں تمیز نہیں کرتے اور عورتوں اور بچوں کے وراثت کے حصے خود کھا جاتے ہو، جاہلیَّت میں یہی دستور تھا۔ اس بیان کردہ ظلم میں بہت سی صورتیں داخل ہیں اور فی زمانہ جو چچا، تایا، قسم کے لوگ یتیم بھتیجوں کے مال پر قبضہ کر لیتے ہیں یا روٹین میں جو بہنوں، بیٹیوں یا پوتیوں کو وراثت نہیں دی جاتی وہ بھی اسی میں داخل ہے کہ شدید حرام ہے۔

اَكْلًا لَّمًّا ﴿۱۹﴾ وَّ تُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ﴿۲۰﴾ كَلَّآ اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا ﴿۲۱﴾

کھا جاتے ہو○ اور مال سے بہت زیادہ محبت رکھتے ہو○ ہاں ہاں جب زمین ٹکرا کر ریزہ ریزہ کردی جائے گی○

وَّ جَآءَ رَبُّكَ وَ الْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ﴿۲۲﴾ وَ جِایْٓءَ یَوْمَىٕذٍۭ بِجَهَنَّمَ یَوْمَىٕذٍ

اور تمہارے رب کا حکم آئے گا اور فرشتے قطار در قطار (آئیں گے)○ اور اس دن جہنم لائی جائے گی، اس دن

یَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَ اَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى ﴿۲۳﴾ یَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ قَدَّمْتُ لِحَیَاتِیْ ﴿۲۴﴾

آدمی سوچے گا اور اب اس کے لئے سوچنے کا وقت کہاں؟○ وہ کہے گا: اے کاش کہ میں نے اپنی زندگی میں (کوئی نیکی) آگے بھیجی ہوتی○

آیت 20 یہاں کفار کی ذلت اور چوتھی خصلت بیان کی گئی ہے اور یہ حقیقت میں بقیہ جملہ اَمراض کی بنیاد ہے اور وہ ہے مال اور دنیا کی محبت۔ چنانچہ فرمایا کہ تم مال سے بہت زیادہ محبت کرتے ہو اور اسی سبب سے یتیموں کی عزت نہیں کرتے، مسکینوں کو کھانا نہیں کھلاتے، دوسروں کو صدقہ کی ترغیب نہیں دیتے بلکہ دوسروں کی زمین، جائیداد، مال، وراثت اور ملکیت پر قبضے کرتے ہو۔ **اہم بات:** مال کی محبت مُطلَقاً بری نہیں بلکہ بہت گہری محبت بری ہے۔ گہری محبت کی کئی صورتیں ہیں: جہاں خرچ کرنا ضروری ہے وہاں بھی خرچ نہ کرے، حلال و حرام میں تمیز باقی نہ رکھے، سوتے جاگتے مال حاصل کرنے کی فکر میں رہے، مال کی طلب میں آخرت سے بے پروا اور اللہ ورسول سے غافل ہو جائے، مال طلبی میں فرائض وواجبات ترک کردے، وغیرہا۔

آیت 21 فرمایا گیا کہ زمین ٹکرا کر پاش پاش کردی جائے گی اور اس پر پہاڑ اور عمارت کسی چیز کا نام ونشان نہ رہے گا، نہ کوئی پہاڑ، نہ غار، نہ عمارت، نہ پلازے، نہ پل نہ کچھ اور یہ سب کچھ پہلے نفخے کے وقت ہوگا جبکہ دوسرے نَفخہ پر زمین لوہے کی طرح سخت اور میدہ کی روٹی کی طرح چکنی وصاف ہو جائے گی۔

آیت 22 یہاں قیامت کا دوسرا منظر بیان فرمایا گیا کہ تمہارے رب عزّوجلّ کا حکم آئے گا اور فرشتے قطار در قطار آئیں گے۔ **اہم بات:** اللہ تعالیٰ کیلئے آنے کا بیان مُتشابہات میں سے ہے کہ اس کی حقیقی مراد اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور علماءِ تاویل کے اعتبار سے رب عزّوجلّ کے آنے سے مراد اس کے اَحکام کا آنا ہے، کیونکہ یہ قطعی ہے کہ اللہ تعالیٰ آنے جانے سے پاک ہے، اور حکمِ الٰہی آنے سے مراد حساب و کتاب کا حکم، اور لوگوں کا فیصلہ ہے یعنی قیامت کے دن یہ احکام آئیں گے۔ میدانِ محشر میں ہر آسمان کے فرشتوں کی علیحدہ قطار یا دوزخ اور جنت پر مقرر کردہ فرشتوں کی علیحدہ قطاریں یا مُقرّب فرشتوں یا اور اَقسام کے فرشتوں کی علیحدہ علیحدہ قطاریں ہوں گی۔

آیت 23 قیامت کے دن جہنم لائی جائے گی، چنانچہ جہنم کی ستر ہزار باگیں ہوں گی ہر باگ پر ستر ہزار فرشتے جمع ہو کر اس کو کھینچیں گے اور وہ جوش وغضب میں ہوگی یہاں تک کہ فرشتے اس کو عرش کے بائیں جانب لائیں گے، اس روز سب نفسی نفسی کہتے ہوں گے، سوائے سیّدِ انبیا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم "یَارَبِّ اُمَّتِیْ اُمَّتِیْ" فرماتے ہوں گے۔ اس دن انسان سوچے گا اور اپنی غلطیوں اور گناہوں کو سمجھے گا لیکن وہ وقت سوچنے کا نہیں ہوگا اور اس وقت کا سوچنا سمجھنا کچھ بھی فائدہ نہ دے گا اور اس سوچنے سے صرف حسرت حاصل ہوگی اور اسی وجہ سے قیامت کا ایک نام یَوْمُ الْحَسْرَۃِ یعنی حسرت کا دن بھی ہے۔

آیت 24 فرمایا: قیامت کے دن آدمی کہے گا کہ اے کاش! میں نے اپنی دنیا کی زندگی میں کوئی نیکی آگے بھیجی ہوتی یا کاش میں نے اس دائمی زندگی کے لئے کچھ بھیج دیا ہوتا، ساری عمر فانی زندگی کے لئے کمایا اور خدا کو یاد نہ کیا۔ کفار کے لئے یہ پچھتانا بھی عذاب ہوگا۔

فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهٗۤ اَحَدٌ ﴿۲۵﴾ وَّ لَا يُوْثِقُ وَ ثَاقَهٗۤ اَحَدٌ ﴿۲۶﴾ يٰۤاَيَّتُهَا النَّفْسُ

تو اس دن اللہ کے عذاب کی طرح کوئی عذاب نہیں دے گا ○ اور اس کے باندھنے کی طرح کوئی نہ باندھے گا ○ اے اطمینان والی

الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿۲۷﴾ ارْجِعِیْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿۲۸﴾ فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ ﴿۲۹﴾

جان ○ اپنے رب کی طرف اس حال میں واپس آ کہ تو اس سے راضی ہو وہ تجھ سے راضی ہو ○ پھر میرے خاص بندوں میں داخل ہو جا ○

وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ ﴿۳۰﴾

اور میری جنت میں داخل ہو جا ○

رکوع ۱ | ۹۰ سُوْرَةُ الْبَلَدِ مَكِّيَّةٌ ۳۵ | اٰیاتھا ۲۰

سورۂ بلد مکیہ ہے، اس میں بیس آیتیں اور ایک رکوع ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

آیت 26،25 اللہ تعالیٰ کے عذاب جیسا سخت عذاب کوئی نہ دے سکے گا اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی گرفت اور قید کی طرح کوئی باندھ سکے گا کہ اللہ تعالیٰ آگ کی بیڑیوں میں باندھ کر، آگ کے گھر میں، آگ کے کوڑوں اور دیگر چیزوں کا عذاب دے گا۔

آیت 27 جن کی زندگی اللہ تعالیٰ پر سچے ایمان اور اطاعت و عبادت میں گزری، ذِکرِ خدا سے جن کے دلوں کو سکون ملتا تھا، جو ایمان اور یقین پر ثابت قدم رہے، ان حضرات سے موت کے وقت کہا جائے گا: اے اطمینان والی جان! اور ایک قول کے مطابق یہ کلام آخرت میں ہوگا۔

آیت 28 مخلص مومن سے کہا جائے گا کہ اپنے رب عزّوجلّ کی طرف اس حال میں واپس آ کہ تو اس سے راضی ہو وہ تجھ سے راضی ہو، پھر میرے خاص بندوں میں داخل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا۔ **اہم بات:** رب عزّوجلّ کی طرف لوٹنے سے مراد اس کی رحمت، قرب اور حضوری میں حاضر ہونا ہے۔ **درس:** جو دنیا میں خدا کے ہر فیصلے پر راضی ہے اور تسلیم و تفویض کو اپنا شیوہ بنائے، اسے یہ بشارت ان شاء اللہ ضرور ملے گی۔

آیت 30،29 نفسِ مُطْمَئِنّہ کو خاص بندگانِ خدا کے گروہ میں شامل ہو کر جنت میں داخل ہونے کا فرمایا جائے گا۔ **اہم بات:** آیت 29 سے نیکوں کی مَعِیَّت کی فضیلت بھی ظاہر ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے اسے نیک بندوں کی مَعِیَّت میں جانے کا فرمایا اور پھر جنت میں جانے کا فرمایا۔ واقعی نیکوں کی صحبت اصلاحِ قلب اور دخولِ جنت کا ذریعہ ہے۔

سورۂ بلد کا تعارف یہ سورت مکیہ ہے۔ اس میں 1 رکوع اور 20 آیتیں ہیں۔ بلد کا معنی ہے شہر، اور اس سورت کی پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کے شہر مکہ کی قسم یاد فرمائی ہے اس مناسبت سے اسے ''سورۂ بلد'' کہتے ہیں۔ **خلاصۂ مضامین:** اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے شہرِ مکہ کی، حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی قسم ذکر کر کے فرمایا کہ بیشک ہم نے آدمی کو مشقت میں رہتا پیدا کیا ہے۔ بری جگہ اور بری نیت سے مال خرچ کرنے والے کی مذمت بیان ہوئی۔ یہ بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۙ﴿۱﴾ وَ اَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۙ﴿۲﴾ وَ وَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ ۙ﴿۳﴾ لَقَدْ

مجھے اِس شہر کی قسم○ جبکہ تم اس شہر میں تشریف فرما ہو○ اور باپ کی قسم اور اس کی اولاد کی○ یقیناً بیشک

خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ كَبَدٍ ؕ﴿۴﴾ اَیَحْسَبُ اَنْ لَّنْ یَّقْدِرَ عَلَیْهِ اَحَدٌ ۘ﴿۵﴾ یَقُوْلُ اَهْلَكْتُ مَالًا

وقف لازم

ہم نے آدمی کو مشقت میں رہتا پیدا کیا○ کیا آدمی یہ سمجھتا ہے کہ ہرگز اس پر کوئی قدرت نہیں پائے گا○ کہتا ہے کہ میں نے ڈھیروں مال

نے انسان کو دو آنکھیں، زبان اور دو ہونٹ دیئے ہیں اور اس کے سامنے اچھائی اور برائی دونوں کے راستے واضح کردیئے ہیں اب اسے اختیار ہے کہ وہ اپنے لئے جس راستے کو چاہے چن لے۔ اس سورت کے آخر میں مال خرچ کرنے کے مَصارف بیان کئے گئے ہیں۔

آیت 1، 2 پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ کی فضیلت کی وجہ سے اس کی قسم ذکر فرمائی اور دوسری آیت میں گویا فرمایا کہ اے پیارے حبیب! مکہ مکرمہ کو یہ عظمت آپ کے وہاں تشریف فرما ہونے کی وجہ سے ملی ہے۔

آیت 3 یہاں باپ سے حضرت ابراہیم علیہ السّلام اور ان کی اولاد سے حضرت اسماعیل علیہ السّلام مراد ہیں اور چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم بھی بالواسطہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی اولاد میں سے ہیں اس لئے اولاد کی قسم میں آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم بھی داخل ہیں۔ یا یہاں باپ سے حضرت آدم علیہ السّلام اور اولاد سے آپ علیہ السّلام کی ذُرِّیَّت مراد ہے، یا یہاں والد سے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم اور اولاد سے آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی امت مراد ہے۔

آیت 4 اللہ تعالیٰ نے شہر مکہ کی، حضرت ابراہیم علیہ السّلام اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی قسم یاد کرکے فرمایا کہ بیشک ہم نے آدمی کو مشقت میں رہتا پیدا کیا کہ وہ حمل کے دوران ایک تنگ و تاریک مکان میں رہے، ولادت کے وقت تکلیف اُٹھائے، دودھ پینے، دودھ چھوڑنے، مَعاش کے حصول اور زندگی و موت کی مشقتوں کو برداشت کرے۔ **اہم بات:** ان مَصائب اور تکالیف میں اللہ تعالیٰ کی بے شمار حکمتیں ہیں۔ مصیبت کے وقت بندہ خدا کو زیادہ یاد کرتا ہے، دوسروں کی تکلیف کا احساس ہوتا ہے اور اپنی اوقات بھی یاد رہتی ہے۔

آیت 5 **شانِ نزول:** یہ آیت اُسید بن کلدہ کے بارے میں نازل ہوئی، یہ انتہائی مضبوط اور طاقتور شخص تھا اور اس کی طاقت کا یہ عالَم تھا کہ چمڑہ پاؤں کے نیچے دبالیتا اور اعلان کرتا کہ کون اس چمڑے کو میرے پاؤں کے نیچے سے نکالے گا، چنانچہ دس دس آدمی اس چمڑے کو کھینچتے رہتے یہاں تک کہ وہ چمڑہ تو پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہوجاتا لیکن جتنا اس کے پاؤں کے نیچے ہوتا وہ ہرگز نہ نکل سکتا تھا اور ایک یہ قول ہے کہ یہ آیت ولید بن مغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی اور آیت کے معنی یہ ہیں کہ یہ کافر اپنی قوت پر غرور کرتا اور مسلمانوں کو کمزور سمجھتا ہے، یہ کس گمان میں پڑا ہوا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کو نہیں جانتا جو کہ قادر برحق ہے۔

آیت 6، 7 یہاں سے اس کافر کا قول ذکر کیا گیا، وہ کافر کہتا ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی دشمنی میں (لوگوں کو دے دے کر) ڈھیروں مال ختم کردیا (تاکہ وہ لوگ حضورِ اَقدس صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو تکلیف پہنچائیں۔) کیا اس کافر کا یہ گمان ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ نے نہیں دیکھا اور اللہ تعالیٰ اس سے نہیں پوچھے گا کہ اس نے یہ مال کہاں سے حاصل کیا اور کس کام پر خرچ کیا، ایسا ہرگز نہیں، اللہ تعالیٰ اس کی خبیث نیت اور باطنی فساد سے باخبر ہے اور وہ اسے اس کی سزا دے گا۔ **درس:** بری نیت سے اور بری جگہ پر مال خرچ کرنے کا

لُّبَدًا ۞٦ اَيَحۡسَبُ اَنۡ لَّمۡ يَرَهٗۤ اَحَدٌ ۞٧ اَلَمۡ نَجۡعَلۡ لَّهٗ عَيۡنَيۡنِ ۞٨ وَلِسَانًا وَّ شَفَتَيۡنِ ۞٩

ختم کر دیا۞ کیا آدمی یہ سمجھتا ہے کہ اسے کسی نے نہ دیکھا ۞ کیا ہم نے اس کی دو آنکھیں نہ بنائیں ۞ اور ایک زبان اور دو ہونٹ ۞

وَهَدَيۡنٰهُ النَّجۡدَيۡنِ ۞١٠ فَلَا اقۡتَحَمَ الۡعَقَبَةَ ۞١١ وَمَاۤ اَدۡرٰٮكَ مَا الۡعَقَبَةُ ۞١٢ فَكُّ

اور ہم نے اسے دوراستے دکھائے ۞ پھر بغیر سوچے سمجھے کیوں نہ گھاٹی میں کود پڑا ۞ اور تجھے کیا معلوم کہ وہ گھاٹی کیا ہے؟ ۞ کسی بندے

رَقَبَةٍ ۞١٣ اَوۡ اِطۡعٰمٌ فِىۡ يَوۡمٍ ذِىۡ مَسۡغَبَةٍ ۞١٤ يَّتِيۡمًا ذَا مَقۡرَبَةٍ ۞١٥ اَوۡ مِسۡكِيۡنًا ذَا مَتۡرَبَةٍ ۞١٦

کی گردن چھڑانا ۞ یا بھوک کے دن میں کھانا دینا ۞ رشتہ دار یتیم کو ۞ یا خاک نشین مسکین کو ۞

انجام بہت سخت ہے۔ گناہ کے کاموں، فلمیں اور سینما بنانے، نیز شادی کی ناجائز رسمیں پوری کرنے کے لئے مال خرچ کرنے والوں کے لئے عبرت ہے کہ کیا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ انہیں خدا دیکھ نہیں رہا؟ ہر گز نہیں، ان کا ایک ایک لمحہ اور حرکت خدا کو معلوم ہے۔

آیت 8-10 یہاں سے اللہ تعالیٰ نے اپنی چند نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے تا کہ اس کافر کو عبرت حاصل کرنے کا موقع ملے، چنانچہ فرمایا کہ کیا ہم نے اس کافر کی دو آنکھیں نہ بنائیں جن سے وہ دیکھتا ہے اور کیا ہم نے اسے زبان نہ دی جس سے وہ بولتا ہے اور اپنے دِل کی بات بیان میں لاتا ہے اور کیا ہم نے اسے دو ہونٹ نہ دیئے جن سے وہ اپنے منہ کو بند کرتا ہے اور بات کرنے، کھانے پینے اور پھونکنے میں اُن سے کام لیتا ہے اور کیا ہم نے اسے ماں کے دودھ سے بھرے پستانوں کی راہ نہ بتائی کہ پیدا ہونے کے بعد وہ اُن سے دودھ پیتا اور غذا حاصل کرتا رہا۔ یہاں "نَجۡدَيۡن" کے بارے میں ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے اچھائی اور برائی کے دوراستے مراد ہیں جو جنت یا جہنم تک پہنچاتے ہیں۔ **درس:** اللہ تعالیٰ نے انسان کو زبان عطا کی، جس سے زندگی کے معاملات میں نہایت آسانی ہے، ورنہ اشاروں سے زندگی بسر کرنا بہت مشکل ہے، لہٰذا بندہ زبان کا صحیح استعمال کر کے خدا کا شکر ادا کرے اور اچھی اور نیک باتوں کے علاوہ انسان کم کلام کیا کرے اور فضول و بے فائدہ کلام نہ کرے۔

آیت 11 جب اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ظاہر اور وافر ہیں تو اس پر لازم تھا کہ وہ ان نعمتوں کا شکر ادا کرے لیکن اس نے نیک اعمال کر کے ان عظیم نعمتوں کا شکر ادا نہ کیا۔ **اہم بات:** جس طرح گھاٹی میں چلنا اس پر دشوار ہے اسی طرح نیکیوں کے راستے پر چلنا نفس پر دشوار ہے، اس لئے نیک اعمال کرنے کو گھاٹی میں کودنے سے تعبیر کیا گیا۔

آیت 12-16 اور تجھے کیا معلوم کہ وہ گھاٹی کیا ہے اور اس میں کودنا کیا ہے، وہ گھاٹی اور اس میں کودنا یہ ہے: (1) کسی بندے کی گردن غلامی سے چھڑانا۔ یہ عمل خواہ اس طرح ہو کہ کسی غلام کو آزاد کر دے یا اس طرح ہو کہ مُکاتَب غلام کو اتنا مال دیدے جس سے وہ آزادی حاصل کر سکے یا کسی غلام کو آزاد کرانے میں مدد کرے یا کسی قیدی یا قرض دار کو رہا کرانے میں ان کی مدد کرے۔ (2) قحط اور تنگی کے دن رشتہ دار یتیم کو یا خاک نشین مسکین کو کھانا دینا جو کہ انتہائی تنگ دست اور مصیبت زدہ ہو، نہ اس کے پاس اوڑھنے کے لئے کچھ ہو اور نہ بچھانے کے لئے کچھ ہو، کیونکہ قحط کے دنوں میں مال نکالنا نفس پر بہت شاق اور اجرِ عظیم ملنے کا سبب ہوتا ہے۔ **درس:** مشکل میں پھنسے لوگوں کو رہائی دلانا، بھوکوں کو کھانا کھلانا، بے گھروں کو گھر دینا، مقروضوں کے قرضے ادا کرنا، یتیموں کا سہارا بننا یہ سب اعمال زندگی میں شامل کرنے چاہئیں تا کہ عمل کی اِن گھاٹیوں کو عبور کرنے کے وسیلے سے قیامت کی گھاٹی سے پار گزرنا آسان ہو جائے۔

ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَتَوَاصَوۡا بِالصَّبۡرِ وَتَوَاصَوۡا بِالۡمَرۡحَمَةِ ﴿١٧﴾ اُولٰٓئِكَ اَصۡحٰبُ

پھر یہ ان میں سے ہو جو ایمان لائے اور انہوں نے آپس میں صبر کی نصیحتیں کیں اور آپس میں مہربانی کی تاکیدیں کیں ○ یہی لوگ دائیں طرف

الۡمَيۡمَنَةِ ﴿١٨﴾ وَالَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا بِاٰيٰتِنَا هُمۡ اَصۡحٰبُ الۡمَشۡـَٔمَةِ ﴿١٩﴾ عَلَيۡهِمۡ نَارٌ مُّؤۡصَدَةٌ ﴿٢٠﴾ ع

والے ہیں ○ اور جنہوں نے ہماری آیتوں کے ساتھ کفر کیا وہی بائیں طرف والے ہیں ○ ان پر ہر طرف سے بند کی ہوئی آگ ہوگی ○

ایاتھا ١٥ | ٩١ سُوۡرَةُ الشَّمۡسِ مَكِّيَّةٌ ٢٦ | رکوعھا ١

سورۂ شمس مکیہ ہے، اس میں پندرہ آیتیں اور ایک رکوع ہے

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

آیت 17 فرمایا گیا کہ یہ تمام عمل اُس وقت مقبول ہیں جب یہ اعمال کرنے والا صاحبِ ایمان ہو اور ان لوگوں کے گروہ میں شامل ہو جو ایک دوسرے کو گناہوں سے باز رہنے، عبادات بجالانے اور مشکلات پر صبر کی نصیحتیں کرتے ہیں اور آپس میں مہربانی کی تاکیدیں کرتے ہیں کہ مومن ایک دوسرے کے ساتھ شفقت و محبت کا برتاؤ کریں۔ جو ایمان سے محروم ہے اس کے سب عمل بیکار ہیں۔

آیت 18 جن میں یہ اوصاف پائے جاتے ہیں یہ دائیں طرف والے ہیں جنہیں ان کے نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے اور وہ عرش کی دائیں جانب سے جنت میں داخل ہوں گے۔ **اہم بات:** آپس میں صبر کی نصیحتیں اور مہربانی کی تاکیدیں کرنے والے مسلمانوں کا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقام، رتبہ اور درجہ بہت بلند ہے۔

آیت 19، 20 جنہوں نے ہماری آیتوں کے ساتھ کفر کیا وہ بائیں طرف والے ہیں کہ انہیں ان کے نامۂ اعمال بائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے اور وہ عرش کے بائیں جانب سے جہنم میں داخل کئے جائیں گے اور ان پر ہر طرف سے بند کی ہوئی آگ ہوگی کہ نہ اس میں باہر سے ہوا آسکے گی اور نہ اندر سے دھواں باہر جاسکے گا۔

سورۂ شمس کا تعارف یہ سورت مکیہ ہے۔ اس میں 1 رکوع اور 15 آیتیں ہیں۔ سورج کو عربی میں شمس کہتے ہیں اور اس سورت کی پہلی آیت میں سورج کی قسم ذکر فرمائی گئی اس مناسبت سے اسے ”سورۂ شمس“ کہتے ہیں۔ **خلاصۂ مضامین:** اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے سورج، چاند، دن، رات، آسمان، زمین، انسانوں کے نفس اور اپنی ذات کی قسم ذکر کر کے فرمایا کہ جس نے اپنے نفس کو برائیوں سے پاک کرلیا وہ کامیاب ہوگیا اور جس نے نفس کو گناہوں میں چھپادیا وہ ناکام ہوگیا۔ کفارِ مکہ کے سامنے اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام اور ان کی نافرمانی کرنے والوں کا حال بیان کیا تاکہ ان پر واضح ہو جائے کہ جس طرح حضرت صالح علیہ السلام کی نافرمانی کرنے کی وجہ سے ان لوگوں کو ہلاک کیا گیا تو اسی طرح رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی نافرمانی کرنے کی وجہ سے انہیں بھی ہلاک کیا جاسکتا ہے۔

وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ۝١ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا ۝٢ وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا ۝٣ وَالَّيْلِ

سورج اور اس کی روشنی کی قسم ○ اور چاند کی جب وہ اس کے پیچھے آئے ○ اور دن کی جب وہ سورج کو چمکائے ○ اور رات کی جب

اِذَا يَغْشٰهَا ۝٤ وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا ۝٥ وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا ۝٦ وَ

وہ سورج کو چھپادے ○ اور آسمان کی اور اس کے بنانے والے کی قسم ○ اور زمین کی اور اس کے پھیلانے والے کی قسم ○ اور

نَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا ۝٧ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ۝٨ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ

جان کی اور اس کی جس نے اسے ٹھیک بنایا○ پھر اس کی نافرمانی اور اس کی پرہیز گاری کی سمجھ اس کے دل میں ڈالی○ بیشک جس نے نفس کو پاک کر لیا

آیت 1 یعنی سورج کی قسم جبکہ اس کی روشنی ظاہر ہو۔ اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی عظمت اور معبود ہونے میں اپنی وحدانیّت کا اظہار کرنے کے لئے متعدد چیزوں کی قسم ذکر فرمائی ہے اور یہ چیزیں ایسی ہیں کہ ان کے ساتھ مخلوق کے عظیم مَنافع وابستہ ہیں اور ان میں غور و فکر کر کے ہر انسان اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی وحدانیّت کے بارے میں جان سکتا ہے۔

آیت 2 فرمایا کہ چاند کی قسم جب وہ سورج غروب ہونے کے بعد نکل آئے۔

آیت 3 اس آیت کے دو معنی ہیں: (1) دن کی قسم جب وہ سورج کو خوب واضح کر دے۔ کیونکہ دن سورج کے نور کا نام ہے تو جتنا دن زیادہ روشن ہو گا اتنا ہی سورج کا ظہور زیادہ ہو گا کیونکہ اثر کی قوت اور کمال اثر کرنے والے کی قوت اور کمال پر دلالت کرتا ہے۔ (2) دن کی قسم جب دن دنیا کو یا زمین کو روشن کر دے یا رات کی تاریکی کو دور کر دے۔

آیت 4 اس آیت کے بھی دو معنی ہیں: (1) رات کی قسم جب وہ سورج کو چھپادے اور آسمان کے کنارے تاریکی سے بھر جائیں۔ (2) رات کی قسم کہ جب رات دنیا کو چھپائے۔ یہاں تک جو چار چیزیں بیان ہوئیں سب در حقیقت سورج کے چار اوصاف ہیں، کیونکہ سورج کے وجود سے ہی دن ہوتا ہے اور سورج کے غروب ہونے سے ہی رات ہوتی ہے اور جو شخص سورج میں تھوڑا سا بھی غور کرے گا تو وہ اس کے خالق کی عظمت کو جان لے گا۔

آیت 5 فرمایا کہ آسمان کی قسم اور اس کی قسم جس نے اسے انتہائی بڑا اور نہایت بلند بنایا ہے اور اسے بنانے والا اللہ تعالیٰ ہے۔

آیت 6 فرمایا کہ زمین کی قسم اور اس کی قسم جس نے اسے پانی پر پھیلایا تاکہ زمین پر موجود جانداروں کے لئے اس پر زندگی گزارنا ممکن ہو۔

آیت 7، 8 فرمایا کہ جان کی اور اس کی قسم جس نے اسے ٹھیک بنایا اور اسے کثیر قوتیں عطا فرمائیں جیسے بولنے، سننے، دیکھنے کی قوت اور فکر، خیال، علم، فہم سب کچھ عطا فرمایا پھر اس کی نافرمانی اور اس کی پرہیز گاری کی سمجھ اس کے دل میں ڈالی اور اچھائی برائی سے اسے باخبر کر دیا اور نیک و بد کے بارے میں بتادیا۔ **اہم بات:** ہر انسان کے وجود میں اللہ تعالیٰ نے خیر و شر کی بنیادیں رکھی ہیں کہ ان میں سے جسے اختیار کرنا چاہے، اپنی مرضی سے اختیار کر لے، کیونکہ یہ زندگی ہی امتحان کے لئے ہے، اس لئے کامیاب اور ناکام ہونے کے دونوں آپشن رکھے گئے ہیں۔

آیت 9، 10 اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلی آیات میں چند چیزوں کی قسمیں ذکر کر کے ان دو آیات میں فرمایا کہ بیشک جس نے اپنے نفس کو برائیوں سے پاک کر لیا وہ کامیاب ہو گیا اور بیشک جس نے اپنے نفس کو گناہوں میں چھپادیا وہ ناکام ہو گیا۔ **درس:** نفس کی پاکیزگی

Go to Index

زَكّٰىهَا ﴿٩﴾ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ﴿١٠﴾ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰىهَآ ﴿١١﴾ اِذِ انْۢبَعَثَ

وہ کامیاب ہو گیا○ اور بیشک جس نے نفس کو گناہوں میں چھپا دیا وہ ناکام ہو گیا○ قومِ ثمود نے اپنی سرکشی سے جھٹلایا○ جس وقت ان کا سب

اَشْقٰىهَا ﴿١٢﴾ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا ﴿١٣﴾ فَكَذَّبُوْهُ

سے بڑا بدبخت آدمی اٹھ کھڑا ہوا○ تو اللہ کے رسول نے ان سے فرمایا: اللہ کی اونٹنی اور اس کی پینے کی باری سے بچو○ تو انہوں نے اسے جھٹلایا پھر

ع ١٥/١٦ فَعَقَرُوْهَا ۪ۙ فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰىهَا ﴿١٤﴾ وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا ﴿١٥﴾

اونٹنی کی کوچیں کاٹ دیں تو ان پر ان کے رب نے ان کے گناہ کے سبب تباہی ڈال کر ان کی بستی کو برابر کر دیا○ اور اسے ان کے پیچھا کرنے کا خوف نہیں○

ایاتھا ٢١ | ٩٢ سُوْرَةُ الَّيْلِ مَكِّيَّةٌ ٩ | رکوعھا ١

سورۂ لیل مکیہ ہے، اس میں اکیس آیتیں اور ایک رکوع ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

کے لئے، اچھی صحبت، علمِ دین، باطنی امراض کی پہچان، قلبی خرابیوں کے ازالے کی عملی کوشش، کسی کامل مرشد کی رہنمائی، ذکرِ الٰہی کی کثرت، قبر و آخرت کی فکر اور اپنے اعمال کا محاسبہ وغیرہا اعمال کرنا نہایت موثر و مفید ہے۔ دوسری طرف بری صحبت، علمِ دین سے جہالت اور عبادت سے دوری نفس کو برباد کر دیتی ہے۔

آیت 11-15 یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک رسول اور ان کی نافرمانی کرنے والوں کا حال بیان کیا ہے کہ قوم ثمود نے اپنی سرکشی سے اپنے رسول حضرت صالح علیہ السّلام کو اس وقت جھٹلایا جب ان کا سب سے بڑا بدبخت آدمی قدار بن سالف ان سب کی مرضی سے اونٹنی کی کوچیں کاٹنے کے لئے اٹھ کھڑا ہوا تو حضرت صالح علیہ السّلام نے ان سے فرمایا: تم اللہ تعالیٰ کی اونٹنی کے درپے ہونے سے بچو اور جو دن اس کے لئے پانی پینے کا مقرر ہے اس دن پانی نہ لو تاکہ تم پر عذاب نہ آئے۔ تو انہوں نے حضرت صالح علیہ السّلام کو جھٹلایا، پھر اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں تو ان پر ان کے رب عزّوجلّ نے، ان کے اس گناہ کے سبب تباہی ڈال کر اور ان کی بستی کو برابر کر کے سب کو ہلاک کر دیا اور ان میں سے کوئی باقی نہ بچا اور اللہ تعالیٰ کو ان کے پیچھا کرنے کا خوف نہیں جیسا بادشاہوں کو ہوتا ہے، وہ جو چاہے کرے اور کسی کو اس کے آگے دَم مارنے کی مجال نہیں۔

سورۂ لیل کا تعارف یہ سورت مکیہ ہے۔ اس میں 1 رکوع اور 21 آیتیں ہیں۔ رات کو عربی میں لیل کہتے ہیں۔ اس سورت کی پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے رات کی قسم ارشاد فرمائی ہے اس مناسبت سے اسے "سورۂ لیل" کہتے ہیں۔ **خلاصۂ مضامین:** اس سورت میں رات، دن اور مذکر و مؤنث کو پیدا کرنے والے رب تعالیٰ کی قسم ذکر کر کے بتایا گیا کہ لوگوں کے اعمال جدا جدا گانہ ہیں۔ راہِ خدا میں مال خرچ کرنے والے، ممنوع و حرام کاموں سے بچنے والے اور دینِ اسلام کو سچا ماننے والے کی فضیلت بیان کی گئی اور راہِ خدا میں مال خرچ کرنے میں بخل کرنے

وَالَّيۡلِ اِذَا يَغۡشٰىۙ ﴿۱﴾ وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰىۙ ﴿۲﴾ وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالۡاُنۡثٰۤىۙ ﴿۳﴾ اِنَّ سَعۡيَكُمۡ

رات کی قسم جب وہ چھا جائے ○ اور دن کی جب وہ روشن ہو ○ اور مذکر اور مؤنث کو پیدا کرنے والے کی ○ بیشک تمہاری کوشش

لَشَتّٰىؕ ﴿۴﴾ فَاَمَّا مَنۡ اَعۡطٰى وَاتَّقٰىۙ ﴿۵﴾ وَصَدَّقَ بِالۡحُسۡنٰىۙ ﴿۶﴾ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلۡيُسۡرٰىؕ ﴿۷﴾

ضرور مختلف قسم کی ہے ○ تو بہر حال وہ جس نے دیا اور پرہیز گار بنا ○ اور سب سے اچھی راہ کو سچا مانا ○ تو بہت جلد ہم اسے آسانی مہیا کر دیں گے ○

والے، ثواب اور آخرت سے بے پرواہ بننے والے اور دینِ اسلام کو جھٹلانے والے کے بارے میں وعید بیان کی گئی ہے۔ یہ بتایا گیا کہ ہدایت دینا اللہ تعالیٰ کے ذمۂ کرم پر ہے اور وہی دنیا و آخرت کا مالک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نارِ جہنم کے عذاب سے ڈرایا اور بتایا کہ یہ عذاب اسے ملے گا جس نے قرآنِ مجید اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی نبوت کا انکار کیا۔ آخر میں یہ بیان کیا گیا کہ جس نے کسی کا بدلہ اتارنے اور ریاکاری کے طور پر مال خرچ نہیں کیا بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پاکیزگی حاصل کرنے کے ارادے سے مال خرچ کیا تو اِسے اُس آگ سے دور رکھا جائے گا اور وہ اللہ تعالیٰ کے بے پناہ انعامات پر خوش ہو جائے گا۔ ان آیات کا مِصداق حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

آیت 1 فرمایا کہ رات کی قسم جب وہ جہان پر اپنی تاریکی سے چھا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے رات کی قسم اس لئے ذکر فرمائی کہ وہ ساری مخلوق کے سکون کا وقت ہے اور رات میں ہر جاندار اپنے ٹھکانے پر آتا ہے اور اس میں مخلوق حرکت و بے قراری سے پُرسکون ہوتی ہے اور ان پر نیند چھا جاتی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ان کے بدنوں کے لئے راحت اور ان کی اَرواح کے لئے غذا بنایا ہے اور اس وقت اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے مناجات میں مشغول ہوتے ہیں۔

آیت 2 فرمایا کہ اور دن کی قسم جب وہ چمکے اور رات کے اندھیرے کو دور کر دے۔ اللہ تعالیٰ نے دن کی قسم اس لئے ذکر فرمائی کہ وہ رات کی تاریکی دور ہونے کا، سونے والوں کے بیدار ہونے کا، جانداروں کے حرکت کرنے کا اور مَعاش کی طلب میں مشغول ہونے کا وقت ہے۔ **اہم بات:** رات اور دن اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمتیں اور اس کی قدرت کی عظیم نشانیاں ہیں جن میں غور و فکر ایمان میں اضافے کا سبب بنتا ہے۔

آیت 3 فرمایا کہ اس عظیم قدرت والے قادر کی قسم! جو ایک ہی پانی سے مذکر اور مؤنث پیدا کرنے پر قادر ہے۔

آیت 4-10 **شانِ نزول:** اُمیہ بن خلف، حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو جو کہ اس کی غلامی میں تھے، دین سے مُنحَرِف کرنے کے لئے طرح طرح کی تکلیفیں دیتا اور انتہائی ظلم کرتا تھا۔ ایک دن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ اُمیہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو گرم زمین پر ڈال کر تپتے ہوئے پتھر ان کے سینے پر رکھے ہیں اور اس حال میں بھی ایمان کا کلمہ اُن کی زبان پر جاری ہے تو آپ رضی اللہ عنہ نے اُمیہ سے فرمایا: اے بدنصیب! تو ایک خدا پرست پر ایسی سختیاں کر رہا ہے۔ اُس نے کہا: آپ کو اس کی تکلیف ناگوار ہے تو اسے خرید لیجئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے مہنگی قیمت پر اُن کو خرید کر آزاد کر دیا۔ اس پر یہ سورت نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے رات، دن اور اپنی ذات کی قسم ذکر فرما کر فرمایا کہ تمہاری کوششیں مختلف ہیں، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ رضائے الٰہی کے طالب ہیں اور امیہ حق کی دشمنی میں اندھا ہے۔ اس سورت کا شانِ نزول اگرچہ خاص ہے، البتہ اس کے معانی تمام لوگوں کو عام ہیں۔ ان آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ بیشک تمہارے اعمال جداگانہ ہیں کہ کوئی اطاعت کر کے جنت کے لئے اور کوئی نافرمانی کر کے جہنم کے لئے عمل کرتا ہے تو وہ شخص جس نے اپنا مال راہِ خدا میں دیا اور اللہ تعالیٰ کے حق کو ادا کیا اور ممنوع و حرام چیزوں سے بچ کر پرہیزگار بنا اور سب سے اچھی اسلام کی

وَ اَمَّا مَنۡۢ بَخِلَ وَ اسۡتَغۡنٰی ۙ﴿۸﴾ وَ کَذَّبَ بِالۡحُسۡنٰی ۙ﴿۹﴾ فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلۡعُسۡرٰی ﴿ؕ۱۰﴾ وَ مَا یُغۡنِیۡ

اور رہاوہ جس نے بخل کیااور بے پرواہ بنا○ اور سب سے اچھی راہ کو جھٹلایا○ تو بہت جلد ہم اسے دشواری مہیا کردیں گے○ اور جب وہ ہلاکت میں

عَنۡہُ مَالُہٗۤ اِذَا تَرَدّٰی ﴿ؕ۱۱﴾ اِنَّ عَلَیۡنَا لَلۡہُدٰی ﴿۫ۖ۱۲﴾ وَ اِنَّ لَنَا لَلۡاٰخِرَۃَ وَ الۡاُوۡلٰی ﴿۱۳﴾

پڑے گاتو اس کا مال اسے کام نہ آئے گا○ بیشک ہدایت فرمانا ہمارے ہی ذمہ ہے○ اور بیشک آخرت اور دنیا دونوں کے ہم ہی مالک ہیں○

فَاَنۡذَرۡتُکُمۡ نَارًا تَلَظّٰی ﴿ۚ۱۴﴾ لَا یَصۡلٰىہَاۤ اِلَّا الۡاَشۡقَی ﴿ۙ۱۵﴾ الَّذِیۡ کَذَّبَ وَ تَوَلّٰی ﴿ؕ۱۶﴾ وَ سَیُجَنَّبُہَا

تو میں تمہیں اس آگ سے ڈراچکا جو بھڑک رہی ہے○ اس میں بڑا بدبخت ہی داخل ہوگا○ جس نے جھٹلایا اور منہ پھیرا○ اور عنقریب

راہ کو سچامانا تو بہت جلد ہم اسے جنت کے لئے آسانی مہیا کردیں گے اور اسے ایسی خصلت کی توفیق دیں گے جو اس کے لئے آسانی اور راحت کا سبب ہو اور وہ ایسے عمل کرے جن سے اس کا رب عَزَّوَجَلَّ راضی ہو، اور وہ شخص جس نے بخل کیا اور اپنا مال نیک کاموں میں خرچ نہ کیا اور اللہ تعالیٰ کے حق ادا نہ کئے اور ثواب اور آخرت کی نعمت سے بے پرواہ بنا اور سب سے اچھی اسلام کی راہ کو جھٹلایا تو بہت جلد ہم اسے ایسی خصلت مہیا کردیں گے جو اس کے لئے دشواری اور شدت کا سبب ہو اور اسے جہنم میں پہنچادے۔ **اہم باتیں:** (1) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ برحق مومن، صحابی اور بڑے متقی ہیں کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے کفار سے مختلف قرار دیا۔ (2) تمام انسان یکساں نہیں ہیں بلکہ مومن اور کافر، متقی اور فاسق، دنیادار اور دین دار مختلف ہیں، ان کے اعمال اور ان کی کوششیں جدا گانہ ہیں۔

آیت 11 فرمایا کہ جو شخص اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے سے بخل کررہا ہے وہ جب مر کر قبر میں جائے گا یا جہنم کی گہرائی میں پہنچے گا تو اس کا مال اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے میں اسے کچھ کام نہ آئے گا۔

آیت 12 اس آیت کے دو معنی ہیں: (1) حق اور باطل کی راہوں کو واضح کردینا، حق پر دلائل قائم کرنا اور احکام بیان فرمانا ہمارے ذمۂ کرم پر ہے۔ (2) جو ہم سے ہدایت طلب کرے اور ہدایت طلب کرنے میں کوشش کرے تو اسے ہدایت دینا ہمارے ذمۂ کرم پر ہے۔

آیت 13 اس آیت کی دو تفسیریں ہیں: (1) بیشک تم جانتے ہو کہ آخرت اور دنیا دونوں کے ہم ہی مالک ہیں اور پتھروں اور دیگر چیزوں سے بنے ہوئے جن بتوں کو تم پوجتے ہو وہ آخرت اور دنیا کے مالک نہیں تو تم آخرت اور دنیا کے مالک کی عبادت چھوڑ کر اُن بتوں کی عبادت کیسے کرنے لگ گئے جو آخرت اور دنیا میں سے کسی چیز کے مالک نہیں حالانکہ تمہیں یہ بات معلوم بھی ہے۔ (2) بیشک آخرت اور دنیا دونوں کے ہم ہی مالک ہیں اور ہم ان میں سے جو چیز جسے چاہیں عطا کریں لہٰذا دنیا اور آخرت کی سعادتیں ہم سے ہی طلب کی جائیں۔

آیت 14 - 16 آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے اہلِ مکہ! میں تمہیں اِس قرآن کے ذریعے اُس آگ سے ڈراتا ہوں جو بھڑک رہی ہے، اس میں بڑا بدبخت ہی ہمیشہ کے لئے لازمی طور پر داخل ہوگا اور بڑا بدبخت وہ ہے جس نے میرے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو جھٹلایا اور ان پر ایمان لانے سے اس نے منہ پھیرا۔

آیت 17، 18 اور سب سے بڑے پرہیزگار کو اس بھڑکتی آگ سے دور رکھا جائے گا اور سب سے بڑا پرہیزگار وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنا مال ریاکاری اور نمائش کے طور پر خرچ نہیں کرتا بلکہ اس لئے خرچ کرتا ہے تاکہ اسے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پاکیزگی ملے۔ تمام مفسرین کے نزدیک اس آیت میں سب سے بڑے پرہیزگار سے مراد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ **اہم بات:** اس سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بہت سے فضائل معلوم ہوئے: (1) دنیا میں ان سے کوئی گناہ سرزد نہ ہوگا کہ متقی گناہوں سے

الۡاَتۡقَی ۙ﴿۱۷﴾ الَّذِیۡ یُؤۡتِیۡ مَالَہٗ یَتَزَکّٰی ﴿ۚ۱۸﴾ وَ مَا لِاَحَدٍ عِنۡدَہٗ مِنۡ نِّعۡمَۃٍ

سب سے بڑے پرہیزگار کو اس آگ سے دور رکھا جائے گا○ جو اپنا مال دیتا ہے تاکہ اسے پاکیزگی ملے○ اور کسی کا اس پر کچھ احسان نہیں

تُجۡزٰۤی ﴿ۙ۱۹﴾ اِلَّا ابۡتِغَآءَ وَجۡہِ رَبِّہِ الۡاَعۡلٰی ﴿ۚ۲۰﴾ وَ لَسَوۡفَ یَرۡضٰی ﴿۲۱﴾ ع ۲۱/۱۷

جس کا بدلہ دیا جانا ہو○ صرف اپنے سب سے بلند شان والے رب کی رضا تلاش کرنے کے لئے○ اور بیشک قریب ہے کہ وہ خوش ہو جائے گا○

۹۳ سُوۡرَۃُ الضُّحٰی مَکِّیَّۃٌ ۱۱

ایاتھا ۱۱ | رکوعھا ۱

سورۂ ضحیٰ مکیہ ہے،اس میں گیارہ آیتیں اور ایک رکوع ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

بچنے والے کو کہتے ہیں اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سب سے بڑے متقی ہیں۔(2) انہیں جہنم سے بہت دور رکھا جائے گا تو یقیناً یہ ان کے لئے جنّتی ہونے کی بشارت ہے۔(3) رسولِ خدا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی امت میں سب سے بڑے متقی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔(4) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے تمام صدقات و خیرات قبول ہیں۔(5) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہر صدقے میں اعلیٰ درجے کا اخلاص ہے جس کی گواہی رب تعالیٰ دے رہا ہے۔

آیت 19، 20 **شانِ نزول:** جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرتِ بلال رضی اللہ عنہ کو بہت مہنگی قیمت پر خرید کر آزاد کیا تو کفار کو حیرت ہوئی اور اُنہوں نے کہا کہ حضرتِ صدیق رضی اللہ عنہ نے ایسا کیوں کیا؟ شاید حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا ان پر کوئی احسان ہو گا جو اُنہوں نے اتنی مہنگی قیمت دے کر انہیں خریدا اور آزاد کر دیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور ان دو آیات میں ظاہر فرما دیا گیا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ فعل محض رضائے الٰہی کے لئے ہے کسی کے احسان کا بدلہ نہیں اور نہ اُن پر حضرتِ بلال رضی اللہ عنہ وغیرہ کا کوئی احسان ہے۔

آیت 21 فرمایا کہ بیشک قریب ہے کہ وہ اُس نعمت و کرم سے خوش ہو جائے گا جو اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں عطا فرمائے گا۔ **اہم بات:** اس سے بھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان اور بارگاہِ خداوندی میں ان کا مقام معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے فرمایا: ”وَ لَسَوۡفَ یُعۡطِیۡکَ رَبُّکَ فَتَرۡضٰی“ ترجمہ: اور بیشک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لئے فرمایا: ”وَ لَسَوۡفَ یَرۡضٰی“ ترجمہ: اور بیشک قریب ہے کہ وہ خوش ہو جائے گا۔ طرزِ کلام دونوں مقبولوں سے یکساں ہے۔ سبحانَ اللہ۔

سورۂ وَالضحیٰ کا تعارف یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں 1 رکوع اور 11 آیتیں ہیں۔ چاشت کے وقت کو عربی میں ”ضُحٰی“ کہتے ہیں اور اس سورت کی پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے چاشت کے وقت کی قسم ارشاد فرمائی اس مناسبت سے اسے ”سورۂ وَالضحیٰ“ کہتے ہیں۔ **خلاصہ ٔ مضامین:** اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے چڑھتے دن اور رات کی قسم ذکر کر کے نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم پر کئے گئے کفار کے اعتراض کا جواب دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے فرمایا گیا کہ آپ کے لئے ہر پچھلی گھڑی پہلی سے بہتر ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے بچپن میں اللہ تعالیٰ نے جو انعامات فرمائے وہ

وَ الضُّحٰی ۙ﴿۱﴾ وَ الَّیۡلِ اِذَا سَجٰی ۙ﴿۲﴾ مَا وَدَّعَکَ رَبُّکَ وَ مَا قَلٰی ؕ﴿۳﴾ وَ

چڑھتے دن کے وقت کی قسم○ اور رات کی جب وہ ڈھانپ دے○ تمہارے رب نے نہ تمہیں چھوڑا اور نہ ناپسند کیا○ اور

لَلۡاٰخِرَۃُ خَیۡرٌ لَّکَ مِنَ الۡاُوۡلٰی ؕ﴿۴﴾ وَ لَسَوۡفَ یُعۡطِیۡکَ رَبُّکَ فَتَرۡضٰی ؕ﴿۵﴾

بیشک تمہارے لئے ہر پچھلی گھڑی پہلی سے بہتر ہے○ اور بیشک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہوجاؤ گے○

بیان کئے گئے۔ آخر میں یتیم پر سختی کرنے اور سائل کو جھڑکنے سے منع کیا گیا اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کا خوب چرچا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

آیت 1 **شانِ نزول:** ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ چند روز یا کچھ عرصہ وحی نہ آئی تو کفار نے اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ محمد (مصطفی صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم) کو اُن کے رب عزّوجلّ نے چھوڑ دیا اور ناپسند جانا ہے اس پر سورۂ وَالضُّحٰی نازل ہوئی اور بتا دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو نہ تو چھوڑا ہے اور نہ ہی ناپسند قرار دیا ہے۔ بعض مفسرین کے نزدیک اس آیت میں ''ضُحیٰ'' سے وہ وقت مراد ہے جس وقت سورج بلند ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس وقت کی قسم اس لئے ارشاد فرمائی کہ یہ وقت وہی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو اپنے کلام سے مشرف کیا اور بعض مفسرین کے نزدیک یہاں ''ضُحیٰ'' سے پورا دن مراد ہے۔

آیت 2 فرمایا کہ رات کی قسم جب وہ اپنی تاریکی سے ہر چیز کو ڈھانپ دے۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ چاشت سے مراد وہ چاشت ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام سے کلام فرمایا اور رات سے معراج کی رات مراد ہے اور بعض مفسرین نے فرمایا کہ چاشت سے جمالِ مصطفی صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے نور کی طرف اشارہ ہے اور رات سے آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے عنبرین گیسو کی طرف اشارہ ہے۔

آیت 3 یہ کفار کے اس اعتراض کا جواب تھا جو انہوں نے کیا تھا، ان کے جواب میں قسموں کے ساتھ فرمایا کہ اے حبیب صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم، تمہارے رب نے نہ تمہیں چھوڑا اور نہ ناپسند کیا۔ **اہم بات:** یہ شانِ نبوت کا بہت اعلیٰ بیان ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم ہر وقت خدا کی رحمتوں اور عنایتوں کے سائے میں ہیں۔

آیت 4 اس آیت کا ایک معنی یہ ہے کہ اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم، بیشک تمارے لئے آخرت دنیا سے بہتر ہے کیونکہ وہاں آپ کے لئے مقامِ محمود، حوضِ کوثر اور وہ بھلائی ہے جس کا وعدہ کیا گیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کا تمام اَنبیاء و رُسُل علیہم السّلام پر مُقدّم ہونا، آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی اُمت کا تمام اُمتوں پر گواہ ہونا، آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی شفاعت سے مومنین کے درجے بلند ہونا اور بے انتہا عزتیں اور کرامتیں ہیں جو بیان میں نہیں آسکتیں۔

آیت 5 فرمایا کہ اے حبیب! بیشک قریب ہے کہ آپ کا رب عزّوجلّ آپ کو دنیا اور آخرت میں اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔ **اہم باتیں:** (1) اللہ تعالیٰ کا اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے یہ وعدۂ کریمہ اُن نعمتوں کو بھی شامل ہے جو آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں عطا فرمائیں جیسے کمالِ نفس، اوّلین و آخرین کے علوم، دین کی سربلندی اور وہ فتوحات جو آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے عہد مبارک میں ہوئیں، اسلام کا مشرق و مغرب میں پھیل جانا، آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی اُمت کا تمام امتوں سے بہترین ہونا اور آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی وہ کرامات و کمالات جن کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے، اور یہ وعدہ آخرت کی عزت و تکریم کو بھی شامل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو شفاعتِ عامہ و خاصہ اور مقامِ محمود وغیرہ جلیل نعمتیں عطا فرمائیں۔

اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى ۞٦ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ۞٧ وَوَجَدَكَ

کیا اس نے تمہیں یتیم نہ پایا پھر جگہ دی○ اور اس نے تمہیں اپنی محبت میں گم پایا تو اپنی طرف راہ دی○ اور اس نے تمہیں

عَآئِلًا فَاَغْنٰى ۞٨ فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ ۞٩ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ۞١٠

حاجت مند پایا تو غنی کر دیا○ تو کسی بھی صورت یتیم پر سختی نہ کرو○ اور کسی بھی صورت مانگنے والے کو نہ جھڑکو○

(2) یہ آیتِ کریمہ صاف دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ وہی کرے گا جس میں رسول راضی ہوں اور اَحادیثِ شفاعت سے ثابت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رضا اسی میں ہے کہ سب گنہگارانِ اُمت بخش دیئے جائیں تو آیت و اَحادیث سے قطعی طور پر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی شفاعت مقبول اور حسبِ مرضیٔ مبارک گنہگارانِ اُمت بخشے جائیں گے۔

آیت 6 نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے والد ماجد سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ، ولادت نبوی سے پہلے ہی انتقال فرما گئے تھے اور عموماً یتیم کی زندگی تکلیف میں گزرتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے یتیموں کا سہارا بننے والے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بچپن ہی سے اپنی رحمتوں سے ٹھکانہ عطا فرمایا کہ پہلے سیدنا عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے پرورش کی، پھر ابو طالب کے گھر جوانی تک کا عرصہ گزارا۔

آیت 7 فرمایا کہ اے حبیب! اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی محبت میں گم پایا تو اپنی طرف راہ دی اور غیب کے اَسرار آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر کھول دیئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ماکان و مایکون کے علوم عطا کئے اور اپنی ذات و صفات کی معرفت میں سب سے بلند مرتبہ عنایت کیا۔ **اہم بات:** تمام اَنبیاءِ کرام علیہم السلام نبوت سے پہلے اور بعد میں بھی شرک، کفر اور تمام گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی توحید اور صفات کی ہمیشہ سے معرفت رکھتے ہیں۔

آیت 8 اس آیت کی دو تفسیریں ہیں: (1) اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو حاجت مند پایا تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مال (پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مال، پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مال) اور پھر غنیمت کے مال کے ذریعے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو غنی کر دیا۔ (2) اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو حاجت مند پایا تو قناعت کی دولت سے غنی کر دیا۔ **اہم بات:** حقیقی مالدار وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے قناعت کی دولت سے نوازا ہے۔

آیت 9 دورِ جاہلیت میں اہلِ عرب یتیموں کے مالوں پر قبضہ کر لیتے اور ان کے حقوق کے معاملے میں ان پر زیادتی کیا کرتے تھے، اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے حبیب! آپ کسی بھی صورت یتیم پر سختی نہ فرمائیے گا۔ **اہم بات:** دینِ اسلام کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ اس نے یتیموں کے حقوق واضح کئے، ان پر جاری ظلم و ستم کا خاتمہ کیا اور یتیموں کے ساتھ حسن سلوک کی تعلیم ارشاد فرمائی۔

آیت 10 فرمایا کہ اے حبیب! جب کوئی سوالی آ کر کچھ مانگے تو اسے کسی بھی صورت جھڑکیں نہیں بلکہ اسے کچھ دے دیں یا حسنِ اَخلاق اور نرمی کے ساتھ اس کے سامنے نہ دینے کا عذر بیان کر دیں۔ بعض مفسرین کے نزدیک اس آیت میں سائل سے طالبِ علم مراد ہے، لہٰذا اس کا اِکرام کرنا چاہیے اور جو اس کی حاجت ہو اسے پورا کرنا چاہئے اور اس کے ساتھ تُرش روئی اور بد خُلقی سے نہیں پیش آنا چاہئے۔

ع ١٨

وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ﴿١١﴾ ع

اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو○

اٰیاتھا ٨ | ٩٤ سُوْرَةُ اَلَمْ نَشْرَحْ مَكِّيَّةٌ ١٢ | رکوعھا ١

سورۂ الم نشرح مکیہ ہے، اس میں آٹھ آیتیں اور ایک رکوع ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ﴿١﴾ وَ وَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ﴿٢﴾ الَّذِیْۤ اَنْقَضَ

کیا ہم نے تمہاری خاطر تمہارا سینہ کشادہ نہ کر دیا؟○ اور ہم نے تمہارے اوپر سے تمہارا بوجھ اتار دیا○ جس نے تمہاری پیٹھ

آیت 11 یہاں نعمت سے مراد وہ نعمتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو عطا فرمائیں اور وہ نعمتیں بھی مراد ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے حضور پُرنور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے وعدہ فرمایا ہے اور نعمتوں کا چرچا کرنے کا اس لئے حکم فرمایا کہ نعمت کو بیان کرنا شکر گزاری ہے۔ **اہم باتیں:** (1) حضور پُرنور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی ذات ہمارے لئے اللہ تعالیٰ کی عظیم ترین نعمت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم ہی کے صدقے ایمان، قرآن اور خدا کا عرفان ملا، آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم ہی کے صدقے بہترین امت ہونے کا شرف ملا اور قیامت میں شفاعت نصیب ہوگی، لہٰذا سرکارِ دوعالَم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا ذکر کرنا، آپ کی عظمت و شان اور مقام و مرتبہ کا چرچا کرنا مطلوبِ دین ہے۔

سورۂ اَلَمْ نَشْرَحْ کا تعارف یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں 1 رکوع اور 8 آیتیں ہیں۔ سورت کا نام سورۂ اَلَمْ نَشْرَحْ، سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔ **خلاصۂ مضامین:** اس سورت میں سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو عطا کی گئی نعمتوں کا بیان مشکلات و مَصائب کے بعد آسانیاں عطا کرنے کا وعدہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو آخرت کے لئے دعا کرنے اور اللہ تعالیٰ پر توکُّل کرتے رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔

آیت 1 فرمایا: اے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم، ہم نے تمہارا سینہ کشادہ اور رحمت و کرم والا بنا دیا، جس میں ایمان کامل، وحی ثقیل، کلامِ الٰہی، علوم و معارف اور اولین و آخرین کے علوم سب سما گئے۔ یونہی آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا سینہ مبارک ظاہری طور پر بھی کھولا گیا کہ اَحادیث میں مذکور ہے کہ ظاہری طور پر نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے سینۂ مبارک کا کھلنا بھی بارہا ہوا، جیسے عمر مبارک کی ابتدا میں سینۂ اَقدس کھلا، نزولِ وحی کی ابتدا کے وقت اور شبِ معراج سینہ مبارک کھلا اور اس کی شکل یہ تھی کہ حضرت جبریل امین علیہ السّلام نے سینۂ پاک کو چاک کرکے قلب مبارک نکالا اور زریں طشت میں آبِ زمزم سے غسل دیا اور نور و حکمت سے بھر کر اس کو اس کی جگہ پر رکھ دیا۔

آیت 2، 3 آیت 2 میں بوجھ سے کیا مراد ہے اس کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ اس سے وہ غم مراد ہے جو حضور پُرنور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو کفار کے ایمان نہ لانے کی وجہ سے رہتا تھا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس بوجھ سے اُمت کے گناہوں کا غم مراد ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا قلب مبارک مشغول رہتا تھا۔ مراد یہ ہے کہ اے حبیب! ہم نے آپ کو شفاعت قبول کئے جانے والا بنا کر غم کا وہ بوجھ دور کر دیا جس نے آپ کی پیٹھ توڑ دی تھی۔

ظَهْرَكَ ﴿۳﴾ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ﴿۴﴾ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ﴿۵﴾

توڑی تھی۔ اور ہم نے تمہاری خاطر تمہارا ذکر بلند کردیا۔ تو بیشک دشواری کے ساتھ آسانی ہے۔

اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ﴿۶﴾ فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ﴿۷﴾ وَاِلٰى رَبِّكَ

بیشک دشواری کے ساتھ آسانی ہے۔ تو جب تم فارغ ہو تو خوب کوشش کرو۔ اور اپنے رب ہی کی طرف

آیت4 سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا ذکر بلند ہونے کی کئی صورتیں ہیں: (1) ذکر کی بلندی یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم پر ایمان لانا اور ان کی اطاعت کرنا مخلوق پر لازم کردیا ہے حتّٰی کہ کسی کا اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا، عبادت کرنا اس وقت تک مقبول نہیں جب تک وہ تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم پر ایمان نہ لے آئے۔ (2) حضورِ اَقدس صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے ذکر کی بلندی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا ذکر کیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اذان میں، اقامت میں، نماز میں، تشہد میں، خطبے میں اور کثیر مقامات پر اپنے ذکر کے ساتھ آپ کا ذکر کیا ہے اور قیامت تک اسے باقی رکھا اور انسانوں کی پیدائش سے پہلے سے یہ ذکر جاری ہے اور جب آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم میدانِ قیامت میں ساری مخلوق کے درمیان مقام محمود پر فائز ہوں گے تو آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم ہی کا ذکر زبانوں پر جاری ہوگا۔

آیت5 فرمایا کہ اے حبیب! جو شدت اور سختی آپ کفار کے مقابلے میں برداشت فرما رہے ہیں، اس کے ساتھ ہی آسانی ہے کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو ان پر غلبہ عطا فرمائیں گے نیز عنقریب مسلمانوں کی تنگدستی کی یہ دشواری ختم ہوجائے گی جس کا کفار مذاق اڑاتے ہیں۔

اہم بات: کسی مشکل، مصیبت یا دشواری کے آجانے کی وجہ سے گھبرانا نہیں چاہئے بلکہ اللہ تعالیٰ سے مشکل دور ہونے اور دشواری آسان ہو جانے کی امید رکھتے ہوئے دعا کرنی چاہئے اور یہ آیت پڑھتے رہنا چاہیے، اللہ تعالیٰ نے چاہا تو بہت جلد آسانی مل جائے گی۔

آیت6 اس آیت کو دوبارہ ذکر کرنے سے معلوم ہوا کہ ایک تنگی کے بعد دو سہولتیں اور آسانیاں ہیں۔ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سُرور کی حالت میں مسکراتے ہوئے باہر تشریف لائے اور ارشاد فرمایا: ایک تنگی دو آسانیوں پر ہرگز غالب نہیں آئے گی، تو بیشک دشواری کے ساتھ آسانی ہے۔ بیشک دشواری کے ساتھ آسانی ہے۔ (مستدرک، حدیث: 4004)

آیت7 اس آیت کی دو تفسیریں ہیں: (1) اے حبیب! جب آپ نماز سے فارغ ہو جائیں تو آخرت کے لئے دعا کرنے میں محنت کریں کیونکہ نماز کے بعد دعا مقبول ہوتی ہے۔ نماز کے آخر میں سلام سے پہلے بھی دعا مانگی جاتی ہے اور نماز کے بعد بھی دعا مانگنا سنت ہے۔ (2) اے حبیب! جب آپ مخلوق کو دین کی دعوت دینے سے فارغ ہو جائیں تو اپنے رب عزّوجلّ کی عبادت کرنے میں مشغول ہو جائیں۔

اہم باتیں: (1) نماز کے بعد خاص طور پر اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نماز کے بعد کی گئی دعائیں قبول فرماتا ہے۔ (2) بندے کو فارغ نہیں رہنا چاہئے اور نہ ہی کسی ایسے کام میں مشغول ہونا چاہئے جس کا کوئی دینی یا دُنیوی فائدہ نہ ہو۔ **درس:** جو واعظ اور مبلغ حضرات رات گئے تک مَحافل میں عوامُ النّاس کے سامنے بیان کرتے ہیں، انہیں بھی چاہئے کہ وہ اس کام سے فارغ ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کی کوشش کریں اور فجر کی نماز باجماعت ادا کریں۔

آیت8 فرمایا کہ اے حبیب! آپ خاص طور پر اپنے رب عزّوجلّ کی طرف رغبت رکھیں، اسی کے فضل کے طالب رہیں اور اسی پر توکُّل کریں۔

Go to Index

فَارْغَبْ ﴿٨﴾ ع

رغبت رکھو○

اٰیاتها ٨ | ٩٥ سُوْرَةُ التِّيْنِ مَكِّيَّةٌ ٢٨ | رکوعها ١

سورۂ تین مکیہ ہے، اس میں آٹھ آیتیں اور ایک رکوع ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ﴿١﴾ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ﴿٢﴾ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ﴿٣﴾

انجیر کی قسم اور زیتون کی○ اور طور سینا کی○ اور اس امن والے شہر کی○

درس: اللہ تعالیٰ کی طرف رغبت عظیم سعادت ہے۔ اگر دل، کریم پروردگار عزّوجلّ کی طرف شوق و محبت میں راغب ہو جائیں تو اس سے بڑھ کر اور کیا نعمت ہو سکتی ہے؟

سورۂ وَالتِّيْن کا تعارف یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں 1 رکوع اور 8 آیتیں ہیں۔ انجیر کو عربی میں اَلتِّيْنُ کہتے ہیں اور اس سورت کی پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے انجیر کی قسم ارشاد فرمائی ہے اس مناسبت سے اسے ''سورۂ وَالتِّيْن'' کہتے ہیں۔ **خلاصۂ مضامین:** اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے انجیر، زیتون، مبارک پہاڑ طورِ سینا اور امن والے شہر مکہ مکرمہ کی قسم کھا کر ارشاد فرمایا کہ بیشک ہم نے آدمی کو سب سے اچھی صورت میں پیدا کیا ہے۔ یہ بتایا گیا کہ اگر آدمی نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت کا اقرار نہیں کیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی تصدیق نہ کی تو اسے جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ڈال دیا جائے گا اور جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو واحد معبود مانا، اس کے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی تصدیق کی اور انہوں نے اچھے کام کئے تو ان کیلئے بے انتہا ثواب ہے۔ آخر میں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے اور حساب و جزا کا انکار کرنے والے کی مذمت بیان کی گئی ہے۔

آیت 1 اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے انجیر اور زیتون کی قسم ارشاد فرمائی کیونکہ ان چیزوں میں ایسے فوائد اور منافع موجود ہیں جو ان کے خالق، رب تعالیٰ کی قدرت پر دلالت کرتے ہیں، جیسے انجیر انتہائی عمدہ میوہ ہے۔ یونہی زیتون ایک مبارک درخت ہے۔ بعض مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ یہاں انجیر اور زیتون سے مراد، ان پھلوں کا علاقہ یعنی فلسطین ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی ہجرت گاہ ہے اور جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السّلام پیدا ہوئے۔ گویا اس آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی طرف نسبت رکھنے والے مقام کی قسم ہے، اگلی آیت میں حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی نسبت والے مقام اور اس سے اگلی آیت میں محمد مصطفی صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے نسبت رکھنے والے شہر مکہ کی قسم ہے۔ **اہم بات:** جس جگہ اور مقام کو اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کے ساتھ نسبت حاصل ہو جائے وہ جگہ بھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عظمت والی ہو جاتی ہے۔

آیت 2 ارشاد فرمایا: اور طورِ سینا کی۔ طور وہ پہاڑ ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو اپنے ساتھ کلام کرنے سے مشرف فرمایا اور سینا اس جگہ کا نام ہے جہاں یہ پہاڑ واقع ہے اور اس جگہ کو سینا اس کے خوش منظر ہونے یا مبارک ہونے کی وجہ سے کہتے ہیں۔ اور بعض مفسرین کے نزدیک ہر اس پہاڑ کو طورِ سینا کہتے ہیں جہاں کثرت سے پھل دار درخت ہوں۔

آیت 3 فرمایا کہ اور اس امن والے شہر مکہ مکرمہ کی قسم! **اہم بات:** انجیر، زیتون، طورِ سینا اور مکہ مکرمہ کی قسم ذکر فرمانے سے ان بابرکت

Go to Index

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْۤ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ﴿۴﴾ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ ﴿۵﴾

بیشک یقیناً ہم نے آدمی کو سب سے اچھی صورت میں پیدا کیا۔ پھر اسے ہر نیچی سے نیچی حالت کی طرف پھیر دیا۔

اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ ﴿۶﴾ فَمَا یُكَذِّبُكَ بَعْدُ

مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے تو ان کے لئے بے انتہاء ثواب ہے۔ تو اب کون سی چیز تجھے انصاف کے جھٹلانے پر

مقامات کی عظمت و شرافت ظاہر ہوئی اور انبیا علیہم السّلام کے ان مقامات پر رہنے کی وجہ سے ظاہر ہونے والی خیر و برکت واضح ہوئی۔

آیت 4 ارشاد فرمایا کہ بیشک ہم نے آدمی کو سب سے اچھی شکل و صورت میں پیدا کیا، اس کے اَعضاء میں مناسبت رکھی، اسے جانوروں کی طرح جھکا ہوا نہیں بلکہ سیدھی قامت والا بنایا، اسے جانوروں کی طرح منہ سے پکڑ کر نہیں بلکہ اپنے ہاتھ سے پکڑ کر کھانے والا بنایا اور اسے علم، فہم، عقل، تمیز اور باتیں کرنے کی صلاحیت سے مُزَیَّن کیا۔ اگر انسان اللہ تعالیٰ کی دیگر مخلوقات کو سامنے رکھتے ہوئے اپنی تخلیق میں غور کرے تو واضح ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے حسنِ صوری اور حسنِ معنوی کی کیسی کیسی عظیم نعمتیں عطا کی ہیں اور اس میں جتنا غور کیا جائے اتنا ہی زیادہ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور قدرت کی معرفت حاصل ہوتی جائے گی۔

آیت 5 اس آیت کے دو معنی ہیں: (1) انسان کو سب سے اچھی صورت پر پیدا کرنے کے بعد اسے بڑھاپے کی طرف پھیر دیا اور اس وقت بدن کمزور، اَعضاء ناکارہ، عقل ناقص، پُشت خم اور بال سفید ہو جاتے ہیں، جلد میں جھریاں پڑ جاتی ہیں اور وہ اپنی ضروریات انجام دینے میں مجبور ہو جاتا ہے۔ (2) جب اس نے اچھی شکل و صورت کی شکر گزاری نہ کی، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر جما رہا اور ایمان نہ لایا تو اس کا انجام یہ ہوا کہ ہم نے جہنم کے سب سے نچلے دَرکات کو اس کا ٹھکانہ کر دیا۔ **اہم بات:** پیدائش کے بعد طاقت اور قوت دینا اور اس کے بعد کمزوری کی طرف لوٹا دینا اس بات کی دلیل ہے کہ جو ذات اس چیز پر قادر ہے وہ ہماری موت کے بعد ہمیں دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔ **درس:** اللہ تعالیٰ کی عبادت پر کمربستہ ہونے کے لئے بڑھاپے کو منتخب کرنا عقلمندی نہیں کیونکہ بڑھاپے میں عبادت کے لئے اَعضاء میں وہ طاقت باقی نہیں رہتی جو جوانی میں ہوتی ہے۔

ریاضت کے یہی دن ہیں بڑھاپے میں کہاں ہمت جو کچھ کرنا ہے اب کر لو ابھی نوری جواں تم ہو

آیت 6 فرمایا کہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے تو ان کیلئے بے انتہا ثواب ہے اگرچہ بڑھاپے کی کمزوری کے باعث وہ جوانی کی طرح کثیر عبادات بجانہ لا سکیں اور ان کے عمل کم ہو جائیں لیکن اللہ تعالیٰ کے کرم سے انہیں وہی اجر ملے گا جو جوانی کے زمانہ میں عمل کرنے سے ملتا تھا۔ **اہم باتیں:** (1) ایمان، اعمال پر مقدم ہے اور ایمان کے بغیر کوئی نیکی درست نہیں۔ (2) لمبی عمر ملنا اور اعمال کا نیک ہونا بہت بڑی نعمت ہے۔

آیت 7 فرمایا کہ اے کافر انسان! کیا تو نے اپنی صورت میں، اپنی تخلیق کی ابتدا میں، اپنی جوانی اور بڑھاپے میں غور نہیں کیا تاکہ تو یہ کہہ دیتا کہ جو ذات ان چیزوں پر قادر ہے وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ مجھے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کر دے اور مجھ سے میرے اعمال کا حساب لے اور اس قطعی دلیل کے بعد اب کونسی چیز تجھے انصاف کے دن کو جھٹلانے پر آمادہ کرتی ہے اور تو اللہ تعالیٰ کی یہ قدرتیں دیکھنے کے باوجود کیوں مرنے کے بعد اٹھائے جانے، قیامت کے دن حساب ہونے اور اعمال کی جزا ملنے کا انکار کرتا ہے۔

بِالدِّيْنِ ۝ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ ۝٨

آمادہ کرتی ہے ○ کیا اللہ سب حاکموں سے بڑھ کر حاکم نہیں؟ ○

ایاتھا ۱۹ — ۹۶ سُوْرَةُ الْعَلَقِ مَكِّيَّةٌ ۱ — رکوعھا ۱

سورۂ علق مکیہ ہے، اس میں انیس آیتیں اور ایک رکوع ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۝١ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝٢

اپنے رب کے نام سے پڑھو جس نے پیدا کیا○ انسان کو خون کے لوتھڑے سے بنایا○

آیت 8 ارشاد فرمایا: **کیا اللہ سب حاکموں سے بڑھ کر حاکم نہیں؟** حضور پُرنور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو سورۂ ”وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ“ پڑھتے ہوئے ”اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ“ پڑھے تو اسے چاہئے کہ وہ یہ کہے ”بَلٰى وَاَنَا عَلٰى ذٰلِكَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ“ یعنی کیوں نہیں، یقیناہے اور میں اس بات پر گواہوں میں سے ہوں۔ (ترمذی، حدیث: 3358)

سورۂ علق کا تعارف یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اکثر مفسرین کے نزدیک یہ سورت سب سے پہلے نازل ہوئی اور اس کی پہلی پانچ آیتیں ”مَالَمْ يَعْلَمْ“ تک غارِ حرا میں نازل ہوئیں۔ اس میں 1 رکوع اور 19 آیتیں ہیں۔ خون کے لوتھڑے کو عربی میں ”علق“ کہتے ہیں، اور اس سورت کی دوسری آیت میں یہ لفظ موجود ہے، اس کی مناسبت سے اسے ”سورۂ علق“ کہتے ہیں۔ اس سورت کا ایک نام ”سورۂ اِقراء“ بھی ہے اور یہ نام اس کی پہلی آیت کے شروع میں موجود لفظ ”اِقْرَاْ“ کی مناسبت سے رکھا گیا ہے۔ **خلاصۂ مضامین:** اس سورت میں انسان کی تخلیق میں اللہ تعالیٰ کی حکمت، قراءت اور کتابت کی فضیلت، اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر انسان کی ناشکری، مال و دولت کی وجہ سے تکبر، اطاعت الٰہی اور نماز پڑھنے سے روکنے والے لیے وعید اور ابوجہل کی مذمت بیان کی گئی اور اس کی دھمکیوں کا جواب دیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے فرمایا کہ آپ اس کی دھمکیوں کی پرواہ نہ کریں۔

آیت 1، 2 ایک دن حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم غارِ حرا میں تھے، فرشتے نے آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر کہا: پڑھئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا: میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔ اس نے حضور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو پکڑ کر زور سے دبایا، پھر چھوڑتے ہوئے کہا: پڑھئے۔ ارشاد فرمایا: میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔ اس نے پکڑ کر دوبارہ زور سے دبایا، پھر چھوڑ دیا اور کہا: پڑھئے۔ ارشاد فرمایا: میں پڑھنے والا نہیں ہوں اس نے پکڑا اور تیسری بار دبایا، پھر چھوڑ کر کہا: ”اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۝١ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝٢ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝٣ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝٤ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ يَعْلَمْ ۝٥“ اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے ان آیات مبارکہ کو پڑھا۔ اس آیت کا ایک معنی یہ ہے کہ اپنے رب عزّوجلّ کے نام کا ذکر کرو جس نے تمام مخلوق کو پیدا کیا۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ اے حبیب! آپ کی طرف جو قرآن نازل کیا گیا اسے اپنے اس رب عزّوجلّ کے نام سے شروع کرتے ہوئے پڑھو جس نے تمام مخلوق کو پیدا کیا۔ **اہم باتیں:** (1) یہ قرآن مجید کی سب سے پہلی وحی ہے جو غارِ حرا میں جبرئیل امین علیہ السلام لے کر آئے۔ (2) سورت کی ابتدا میں بسم اللہ پڑھنا سنت، ورنہ مستحب ہے۔

اِقْرَاْ وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۙ﴿۳﴾ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۙ﴿۴﴾ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ؕ﴿۵﴾

پڑھو اور تمہارا رب ہی سب سے بڑا کریم ہے○ جس نے قلم سے لکھنا سکھایا○ انسان کو وہ سکھایا جو وہ نہ جانتا تھا○

كَلَّاۤ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰۤی ۙ﴿۶﴾ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰی ؕ﴿۷﴾ اِنَّ اِلٰی رَبِّكَ الرُّجْعٰی ؕ﴿۸﴾

ہاں ہاں، بیشک آدمی ضرور سرکشی کرتا ہے○ اس بنا پر کہ اپنے آپ کو غنی سمجھ لیا○ بیشک تیرے رب ہی کی طرف لوٹنا ہے○

اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یَنْهٰی ۙ﴿۹﴾ عَبْدًا اِذَا صَلّٰی ؕ﴿۱۰﴾ اَرَءَیْتَ اِنْ كَانَ عَلَی الْهُدٰۤی ۙ﴿۱۱﴾ اَوْ اَمَرَ

کیا تونے اس شخص کو دیکھا جو منع کرتا ہے○ بندے کو جب وہ نماز پڑھے○ بھلا دیکھو تو اگر وہ ہدایت پر ہوتا○ یا پرہیزگاری کا حکم

آیت 3 دوبارہ پڑھنے کا حکم تاکید کے لئے ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ دوبارہ قراءت کے حکم سے مراد یہ ہے کہ تبلیغ اور اُمت کی تعلیم کے لئے پڑھئے۔ مزید فرمایا کہ اے حبیب! آپ کا رب عزّوجلّ سب کریموں سے زیادہ کرم والا ہے، وہ اپنے بندوں کو نعمتیں عطا کرتا اور ان کی نافرمانیوں پر حِلم فرماتا ہے، وہ اپنی نعمتوں کا انکار کرنے اور اپنے ساتھ کفر کرنے کے باوجود انہیں عذاب دینے میں جلدی نہیں فرماتا۔

آیت 4 فرمایا کہ وہ رب عزّوجلّ بڑا کریم ہے جس نے قلم سے لکھنا سکھایا جس کے ذریعے غائب اُمور کی پہچان حاصل ہوتی ہے۔ **اہم بات:** اس آیت سے کتابت کی فضیلت ثابت ہوئی اور در حقیقت کتابت میں بڑے مَنافع اور فوائد ہیں، کتابت ہی سے علوم ضبط میں آتے ہیں، گزرے ہوئے لوگوں کی خبریں، ان کے احوال اور ان کے کلام محفوظ رہتے ہیں۔

آیت 5 یہاں آیت میں انسان سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور جو انہیں سکھایا اس سے مراد اَشیاء کے ناموں کا علم ہے۔ یا انسان سے حضور پُر نور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم مراد ہیں کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے تمام اَشیاء کے علوم عطا فرمائے۔

آیت 6-8 ابو جہل کو کچھ مال ہاتھ آگیا تو اس نے لباس، سواری اور کھانے پینے میں تکلفات شروع کر دیئے اور اس کا غرور و تکبر بہت بڑھ گیا۔ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ان تین آیات میں فرمایا کہ ہاں ہاں، بیشک آدمی اس بنا پر سرکشی کرتا ہے کہ مال و دولت کی وجہ سے اس نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ سے بے پرواہ سمجھ لیا، اے انسان! تجھے اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنا ہے تو تیری سرکشی و نافرمانی اور غرور و تکبر کا انجام عذاب ہو گا۔ **اہم باتیں:** (1) مخلوق میں سے کوئی لمحہ بھر کے لئے بھی اللہ تعالیٰ سے بے نیاز نہیں اور پوری مخلوق اپنی ہر حرکت اور سکون میں اپنے خالق و مالک کی محتاج ہے۔ (2) دنیا کی محبت اور مال پر تکبر غفلت کا سبب ہے۔ (3) مال و دولت اور منصب پر تکبر و غرور کرتے ہوئے جو لوگ اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل نہیں کرتے ان کا انجام بہت برا ہے۔

آیت 9، 10 **شانِ نزول:** یہ آیتیں بھی ابو جہل کے بارے میں نازل ہوئیں، ابو جہل نے نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو نماز پڑھنے سے منع کیا اور لوگوں سے کہا تھا کہ اگر میں اُنہیں ایسا کرتا دیکھوں گا تو (مَعَاذَ اللہ) گردن پاؤں سے کچل ڈالوں گا اور چہرہ خاک میں ملا دوں گا۔ ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جو میرے کامل بندے کو نماز پڑھنے سے منع کرتا ہے۔ **اہم بات:** اس وعید میں ہر وہ شخص داخل ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے اور نماز پڑھنے سے کسی شرعی وجہ کے بغیر روکے۔

آیت 11، 12 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! ذرا دیکھو تو اگر نماز سے روکنے والا وہ کافر ہدایت پر ہوتا اور دوسروں کو پرہیزگاری کا حکم دیتا تو وہ کتنے بلند مَراتب حاصل کرتا۔ اگر ابو جہل ایمان قبول کر لیتا تو اسے یہ مراتب ملتے کہ وہ مومن ہوتا، صحابی بن

بِالتَّقْوٰى ﴿١٢﴾ اَرَءَيْتَ اِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿١٣﴾ اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى ﴿١٤﴾ كَلَّا

دیتا (تو کیا ہی اچھا تھا)○ بھلا دیکھو تو اگر اس نے جھٹلایا اور منہ پھیرا (تو کیا حال ہو گا)○ کیا اسے معلوم نہیں کہ اللہ دیکھ رہا ہے○ ہاں ہاں

لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ ۙ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ ﴿١٥﴾ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ﴿١٦﴾ فَلْيَدْعُ نَادِيَهٗ ﴿١٧﴾

یقیناً اگر وہ باز نہ آیا تو ضرور ہم پیشانی کے بال پکڑ کر کھینچیں گے○ وہ پیشانی جو جھوٹی خطاکار ہے○ تو اسے چاہیے کہ اپنی مجلس کو پکارے○

ع ١٩ ٢١ السجدة ١٢

سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ﴿١٨﴾ كَلَّا ۭ لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ﴿١٩﴾ السجدة

ہم (بھی) جلد ہی دوزخ کے فرشتوں کو بلائیں گے○ خبردار! تم اس کی بات نہ مانو اور سجدہ کرو اور (ہم سے) قریب ہو جاؤ○

جاتا، قربِ نبوی سے اللہ تعالیٰ کا پیارا بن جاتا لیکن اس کی بد قسمتی کہ اس شرف سے محروم رہا۔ **اہم باتیں:** (1) نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کے زمانہ والوں کو ایمان کے ذریعہ جو درجے نصیب ہو سکتے تھے وہ بعد والوں کے لئے ممکن نہیں۔ (۲) بڑا بدنصیب وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ اچھا موقع دے اور وہ اس سے فائدہ نہ اٹھائے۔

آیت 13-16 فرمایا کہ اے حبیب! ذرا دیکھو تو، اگر اس کافر نے (مرتے دم تک) آپ کو جھٹلایا اور آپ پر ایمان لانے سے منہ پھیرا تو کیا حال ہو گا؟ کیا ابوجہل کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کے اس فعل کو دیکھ رہا ہے تو وہ اسے اس کی جزا دے گا، ہاں ہاں اگر وہ میرے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کو ایذا دینے اور انہیں جھٹلانے سے باز نہ آیا تو ضرور ہم اسے پیشانی کے بال پکڑ کر کھینچیں گے اور جہنم میں ڈالیں گے اور وہ جھوٹے اور خطار کار شخص کی پیشانی ہے۔

آیت 17، 18 **شانِ نزول:** جب ابوجہل نے نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کو نماز سے منع کیا تو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے اس کو سختی سے جھڑک دیا، اِس پر اُس نے کہا کہ آپ مجھے جھڑکتے ہیں، خدا کی قسم! میں آپ کے مقابلے میں نوجوان، سواروں اور پیدلوں سے اس جنگل کو بھر دوں گا، مکہ مکرمہ میں مجھ سے زیادہ بڑے جتھے اور مجلس والا کوئی نہیں ہے۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں، جن کا مفہوم یہ ہے کہ ابوجہل اپنی مجلس والوں کو پکار لینے کی دھمکی لگا رہا ہے تو اسے چاہیے کہ میرے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کے مقابلے میں اپنی مدد کیلئے اپنی مجلس کو پکارے، اگر اس نے ایسا کیا تو ہم بھی جلد ہی دوزخ کے فرشتوں کو بلائیں گے جن کا مقابلہ کرنے کی طاقت ان میں سے کسی کے پاس نہیں ہے۔ **اہم باتیں:** (1) حضورِ اَقدس صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کا دشمن اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے۔ (2) نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی شان ظاہر کرنے کے لئے فرشتوں کی فوج آنے کا بیان فرمایا ورنہ کفار کی ہلاکت کے لئے تو ایک ہی فرشتہ کافی ہے۔

آیت 19 فرمایا کہ اے حبیب! آپ نماز کے معاملے میں اس کافر کی بات نہ مانیں اور نماز پڑھتے رہیں اور اللہ تعالیٰ سے قریب ہو جائیں۔ **اہم باتیں:** (1) حضور پُر نور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی عبادتیں سَیِّئات کی معافی کے لئے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے قرب کے لئے ہیں۔ (2) سجدہ بہترین عبادت ہے کہ اس میں بندہ زمین پر اپنا سر رکھ کر اپنے عجز کا اظہار کرتا ہے اور زبان سے اللہ تعالیٰ کی عظمت کا اقرار کرتا ہے۔ (3) سجدے میں اللہ تعالیٰ کا قرب نصیب ہوتا ہے۔ (4) یہ آیت آیاتِ سجدہ میں سے ہے، اسے پڑھنے اور سننے والے پر سجدۂ تلاوت کرنا لازم ہے۔

رکوعها ١ — ٩٧ سُوْرَةُ الْقَدْرِ مَكِّيَّةٌ ٢٥ — اٰیاتها ٥

سورۂ قدر مکیہ ہے، اس میں پانچ آیتیں اور ایک رکوع ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ ۝١ وَ مَاۤ اَدْرٰىكَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ ۝٢ لَیْلَةُ الْقَدْرِ ۙ خَیْرٌ مِّنْ

بیشک ہم نے اس قرآن کو شبِ قدر میں نازل کیا○ اور تجھے کیا معلوم کہ شبِ قدر کیا ہے؟○ شبِ قدر ہزار مہینوں سے

سورۂ قدر کا تعارف یہ سورت مدنیہ اور ایک قول کے مطابق مکیہ ہے۔ اس میں 1 رکوع اور 5 آیتیں ہیں۔ قدر کے بہت سے معنی ہیں البتہ یہاں قدر سے عظمت و شرافت مراد ہے، اور چونکہ اس سورت میں لیلۃ القدر کی شان بیان کی گئی ہے اس مناسبت سے اسے ”سورۂ قدر“ کہتے ہیں۔ **خلاصۂ مضامین:** اس سورت میں قرآنِ مجید نازل ہونے کے ابتدائی زمانے کے بارے میں بتایا گیا اور جس رات میں قرآن مجید نازل ہوا اس کی فضیلت بیان کی گئی کہ یہ رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے، اس رات میں فرشتے اور حضرت جبریل علیہ السّلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے اترتے ہیں اور یہ رات صبح طلوع ہونے تک سراسر سلامتی والی ہے۔

آیت 1 فرمایا کہ بیشک ہم نے اس قرآن مجید کو لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا کی طرف یکبارگی شبِ قدر میں نازل کیا۔ **اہم باتیں:** (1) اس رات کو شبِ قدر اس لئے کہتے ہیں کہ اس شب میں سال بھر کے اَحکام نافذ کئے جاتے ہیں اور فرشتوں کو سال بھر کے کاموں اور خدمات پر مامور کیا جاتا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس رات کی دیگر راتوں پر شرافت و قدر کے باعث اس کو شبِ قدر کہتے ہیں۔ (2) سال بھر میں شبِ قدر ایک مرتبہ آتی ہے اور کثیر روایات سے ثابت ہے کہ وہ رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں ہوتی ہے اور اکثر اس کی بھی طاق راتوں میں سے کسی ایک رات میں ہوتی ہے۔ جمہور علما کے نزدیک رمضان المبارک کی ستائیسویں رات شبِ قدر ہوتی ہے اور یہی حضرتِ امام اعظم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

آیت 2، 3 ان دو آیات میں فرمایا کہ اور تجھے کیا معلوم شبِ قدر کیا ہے؟ اس کی ایک فضیلت یہ ہے کہ شبِ قدر ان ہزار مہینوں سے بہتر ہے جو شبِ قدر سے خالی ہوں اور اس ایک رات میں نیک عمل کرنا ہزار راتوں کے عمل سے بہتر ہے۔ **اہم باتیں:** (1) یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے حبیب (صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم) پر کرم ہے کہ آپ کے اُمتی شبِ قدر کی ایک رات عبادت کریں تو ان کا ثواب پچھلی اُمت کے ہزار ماہ عبادت کرنے والوں سے زیادہ ہو۔ (2) بزرگ چیزوں سے نسبت بڑی ہی مفید ہے کہ شبِ قدر کی یہ فضیلت قرآن کی نسبت سے ہے، اصحابِ کہف کے کتے کو ان بزرگوں سے منسوب ہو کر دائمی زندگی اور عزت نصیب ہوئی۔ (3) تمام آسمانی کتابوں سے قرآن شریف افضل ہے کہ قرآن مجید پڑھنے کا ثواب دیگر کتابوں سے زیادہ ہے۔

اَلْفِ شَهْرٍ ﴿٣﴾ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ ﴿٤﴾

بہتر ہے ○ اس رات میں فرشتے اور جبریل اپنے رب کے حکم سے ہر کام کے لیے اترتے ہیں ○

سَلٰمٌ ۛ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ﴿٥﴾

یہ رات صبح طلوع ہونے تک سلامتی ہے ○

وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ع ٥ / ٢٢ الثلثة معانقة ١٨

٩٨ سُوْرَةُ الْبَيِّنَةِ مَدَنِيَّةٌ ١٠٠

اٰیاتها ٨ — رکوعها ١

سورۂ بینہ مدنیہ ہے، اس میں آٹھ آیتیں اور ایک رکوع ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ

کتابی کافر اور مشرک (اپنا دین) چھوڑنے والے نہ تھے جب تک ان کے پاس

آیت 4 شبِ قدر کی دوسری فضیلت یہ ہے کہ اس رات میں فرشتے اور حضرت جبریل علیہ السّلام اپنے رب عزّوجلّ کے حکم سے ہر اس کام کے لیے جو اللہ تعالیٰ نے اِس سال کے لئے مقرر فرمایا ہے آسمان سے زمین کی طرف اترتے ہیں اور جو بندہ کھڑا یا بیٹھا اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول ہوتا ہے اسے سلام کرتے ہیں اور اسکے لیے دعاواِستغفار کرتے ہیں۔

آیت 5 شبِ قدر کی تیسری فضیلت یہ ہے کہ یہ رات صبح طلوع ہونے تک بلاؤں اور آفتوں سے سلامتی والی ہے۔ **درس:** یہ رات سلامتی والی ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ سے اس رات اپنی، اپنے اہلِ خانہ اور اسلامی ملک و مسلمان قوم کی سلامتی کی دعا مانگنی چاہیے اور یہ ہزار مہینوں سے افضل ہے تو اس رات میں کثرت سے عبادت، نوافل، ذکر و درود کا معمول رکھنا چاہیے اور یہ نزول قرآن کی رات ہے تو اس میں زیادہ سے زیادہ تلاوت کرنی چاہیے۔

سورۂ بَیِّنَہ کا تعارف جمہور مفسرین کے نزدیک یہ سورت مدنیہ ہے اور ایک روایت یہ ہے کہ یہ سورت مکیہ ہے۔ اس سورت میں 1 رکوع اور 8 آیتیں ہیں۔ بینہ کا معنی ہے روشن اور بہت واضح دلیل، اس سورت کی پہلی آیت کے آخر میں یہ لفظ موجود ہے اس مناسبت سے اسے ''سورۂ بَیِّنَہ'' کہتے ہیں۔ **خلاصۂ مضامین:** اس سورت میں یہودیوں، عیسائیوں اور مجوسیوں کے مذہب کا باطل ہونا بیان فرمایا گیا۔ یہ بتایا گیا کہ اہلِ کتاب میں دین کے معاملے میں پھوٹ کس وقت پڑی اور تورات وانجیل میں انہیں دیئے گئے اَحکام بیان کئے گئے۔ کافروں کا انجام نیز یہ تمام مخلوق میں سب سے بدتر ہیں۔ اس بات کو بیان کیا گیا اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے تو وہی تمام مخلوق میں سب سے بہتر ہیں، اس کے بعد ان کی جزا بیان کی گئی۔

آیت 1 فرمایا کہ کتابی کافر یہودی اور عیسائی اور مشرک بت پرست اپنا دین چھوڑنے والے نہ تھے جب تک ان کے پاس سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم جلوہ افروز نہ ہوں کیونکہ حضورِ اَقدس صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے یہ تمام لوگ یہی کہتے تھے کہ ہم

الْبَيِّنَةُ ۙ﴿۱﴾ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۙ﴿۲﴾ فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ؕ﴿۳﴾

روشن دلیل نہ آئے ○(یعنی) اللہ کا رسول جو پاک صحیفوں کی تلاوت فرماتا ہے ○ ان صحیفوں میں سیدھی باتیں لکھی ہوئی ہیں ○

وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ ؕ﴿۴﴾ وَمَاۤ اُمِرُوْۤا

اور جن لوگوں کو کتاب دی گئی انہوں نے (آپس میں) تفرقہ نہ ڈالا مگر اس کے بعد کہ وہ روشن دلیل ان کے پاس آچکی تھی ○ اور ان لوگوں کو تو

اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۙ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ

یہی حکم ہوا کہ اللہ کی عبادت کریں، اس کے لئے دین کو خالص کرتے ہوئے، ہر باطل سے جدا ہو کر اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں

وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ؕ﴿۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ

اور یہ سیدھا دین ہے○ بیشک اہلِ کتاب میں جو کافر ہوئے وہ اور مشرک سب جہنم کی آگ میں ہیں

اپنا دین چھوڑنے والے نہیں جب تک کہ وہ نبی تشریف فرما نہ ہوں جن کا ذکر تورات اور انجیل میں ہے اور جب وہ نبی تشریف لائے اور انہوں نے اپنی نبوت کا اعلان فرمایا تو اُن میں سے کچھ لوگ اِن پر ایمان لائے اور کچھ نے اِن کے ساتھ کفر کیا۔ **اہم بات:** (1) حضورِ اَقدس صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ایسی قوم کو درست فرمایا کہ جس کی اصلاح بظاہر ناممکن تھی۔ (2) آسمانی کتابوں پر عمل ان کے مَنسوخ ہونے سے پہلے ہدایت تھا اور احکام کے منسوخ ہونے کے بعد ان پر عمل گمراہی ہوگیا۔

آیت 2 فرمایا کہ وہ روشن دلیل اللہ تعالیٰ کے انتہائی شاندار رسول ہیں جو کہ سب صحیفوں کے مضامین کی جامع پاک کتاب قرآنِ پاک کی تلاوت کرتے ہیں۔ **اہم بات:** قرآنِ مجید ہر طرح سے پاک ہے کہ پاک جگہ سے پاک فرشتوں کے ذریعے پاک نبی پر آیا، پھر ہمیشہ پاک زبانوں، پاک سینوں، پاک ہاتھوں میں رہے گا، نیز ملاوٹ سے محفوظ ہے۔

آیت 3 فرمایا کہ ان صحیفوں میں حق اور عدل کی سیدھی باتیں لکھی ہوئی ہیں جو درستی پر دلالت کرتی ہیں۔

آیت 4 اس آیت سے مراد یہ ہے کہ پہلے سے تو سب اس بات پر متفق تھے کہ جب وہ نبی تشریف لائیں گے جن کی بشارت دی گئی ہے تو ہم ان پر ایمان لائیں گے لیکن جب وہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم جلوہ افروز ہوئے تو ان میں پھوٹ پڑ گئی اور ان میں سے بعض ایمان لائے جبکہ بعض نے حسد اور عناد کی وجہ سے کفر اختیار کیا۔

آیت 5 ارشاد فرمایا کہ ان لوگوں یعنی یہودیوں اور عیسائیوں کو تورات اور انجیل میں تو یہی حکم ہوا کہ تمام دینوں کو چھوڑ کر خالص اسلام کے پیروکار ہو کر اور شرک و نفاق سے دور رہ کر اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کریں اور فرض نماز کو اس کے اَوقات میں قائم کریں اور ان کے مالوں میں جو زکوٰۃ فرض ہو اسے دیں یہ سیدھا دین ہے۔ **اہم باتیں:** (1) کفار اس بات کے پابند ہیں کہ وہ اسلام قبول کرکے اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں۔ (2) دین میں عقائد اور اعمال دونوں ہی ضروری ہیں۔ (3) وہی عمل مقبول ہے جس میں خالص اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی نیت کی گئی ہو۔

آیت 6 یہاں کافروں کا اُخروی حال بیان فرمایا اور اہلِ کتاب کے ساتھ مشرکوں کا ذکر کیا گیا تاکہ انہیں یہ وہم نہ ہو کہ آیت میں بیان

Go to Index

خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ ؕ اُولٰٓىٕكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِیَّةِ ؕ﴿۶﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ

ہمیشہ اس میں رہیں گے، وہی تمام مخلوق میں سب سے بدتر ہیں۝ بیشک جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے

اُولٰٓىٕكَ هُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّةِ ؕ﴿۷﴾ جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

وہی تمام مخلوق میں سب سے بہتر ہیں۝ ان کا صلہ ان کے رب کے پاس بسنے کے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں،

ع ۲۳ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا ؕ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّهٗ ﴿۸﴾

ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اس سے راضی ہوئے، یہ صلہ اس کے لیے ہے جو اپنے رب سے ڈرے۝

ایاتھا ۸ — ۹۹ سُوْرَةُ الزِّلْزَالِ مَدَنِیَّةٌ ۹۳ — رکوعھا ۱

سورۂ زلزال مدنیہ ہے، اس میں آٹھ آیتیں اور ایک رکوع ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

کیا گیا حکم صرف اہلِ کتاب کے ساتھ خاص ہے۔ **اہم باتیں:** (1) اہلِ کتاب میں سے وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کو مانتے اور اس کی عبادت تو کرتے تھے لیکن انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی نبوت کو نہ مانا اور ان کی عزت وتوقیر نہ کی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں کافر قرار دیا۔ (2) کافر چاہے کتابی ہو یا مشرک جہنم میں ہمیشہ رہے گا اگرچہ ان کے کفر کی وجہ سے ان کے عذاب کی نوعیّت جدا ہو۔ (3) کفر جہنم میں داخل ہونے کا یقینی سبب ہے۔ (4) کافر اگرچہ کتنی ہی بڑی کوئی خدمت انجام دے رہا ہو وہ بدتر ہی ہے۔

آیت 7 معلوم ہوا کہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے تو وہ فرشتوں سے بھی افضل ہیں کیونکہ تمام مخلوق میں فرشتے بھی داخل ہیں، تفصیل یہ ہے کہ انسانوں میں سے جو حضرات نبوت ورسالت سے متصف ہوئے وہ تمام فرشتوں سے افضل ہیں جبکہ فرشتوں میں جو رسول ہیں وہ اولیا اور علما سے افضل ہیں (اور اولیا و علما عام فرشتوں سے افضل ہیں) جبکہ عام فرشتے گناہگار مومنین سے افضل ہیں کیونکہ فرشتے گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں۔

آیت 8 فرمایا کہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے عمل کئے ان کا صلہ ان کے رب عزّوجلّ کے پاس بسنے کے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، اللہ عزّوجلّ ان کی اطاعت اور اخلاص سے راضی ہوا اور وہ اُس کے کرم اور اس کی عطا سے راضی ہوئے، یہ عظیم بشارت اس کے لیے ہے جو دنیا میں اپنے رب عزّوجلّ سے ڈرے اور اس کی نافرمانی سے بچے۔ **اہم باتیں:** (1) دنیا کی نعمتیں نیک لوگوں کی حقیقی جزا نہیں اگرچہ اللہ تعالیٰ نیکیوں کے صدقے اِن سے بھی نواز دے۔ (2) جزا کے لئے جنت میں داخل ہونے کے بعد نہ وہاں سے نکلنا ہے اور نہ موت کا آنا ہے۔ (3) ہر ولی اور بزرگ کو رضی اللہ عنہ کہہ سکتے ہیں، یہ لفظ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ خاص نہیں۔ اس آیت میں یہ مضمون صاف موجود ہے۔

سورۂ زِلزال کا تعارف یہ سورت مکیہ اور ایک قول کے مطابق مدنیہ ہے۔ اس میں 1 رکوع اور 8 آیتیں ہیں۔ زِلزال کا معنی ہے ہلا دینا،

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ۝۱ وَ اَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ۝۲ وَ قَالَ الْاِنْسَانُ

جب زمین تھرتھرا دی جائے گی جیسے اس کا تھرتھرانا طے ہے ○ اور زمین اپنے بوجھ باہر پھینک دے گی ○ اور آدمی کہے گا:

مَا لَهَا ۝۳ یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا ۝۴ بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰی لَهَا ۝۵ یَوْمَئِذٍ یَّصْدُرُ

اسے کیا ہوا؟ ○ اس دن وہ اپنی خبریں بتائے گی ○ اس لیے کہ تمہارے رب نے اسے حکم بھیجا ○ اس دن لوگ مختلف حالتوں میں

اور اس سورت کی پہلی آیت میں یہ لفظ موجود ہے اس مناسبت سے اسے ''سورۂ زِلزال'' کہتے ہیں۔ **فضیلت:** ارشاد فرمایا ''سورۂ اِذَا زُلْزِلَتْ'' آدھے قرآن کے برابر ہے اور سورۂ ''قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ'' تہائی قرآن کے برابر ہے اور سورۂ ''قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ'' چوتھائی قرآن کے برابر ہے۔ (ترمذی، حدیث 2903) **خلاصۂ مضامین:** اس سورت میں قیامت قائم ہوتے وقت کی چند علامات بیان کرنے کے بعد بتایا گیا کہ قیامت کے دن زمین اللہ تعالیٰ کے حکم سے مخلوق کا وہ سب کچھ بیان کر دے گی جو اس پر انہوں نے کیا ہو گا۔ یہ بتایا گیا کہ قیامت کے دن لوگ مختلف حالتوں میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے اور جس نے ذرہ بھر نیکی یا گناہ کیا ہو گا تو وہ اسے دیکھے گا۔

آیت 1 ارشاد فرمایا کہ جب زمین اپنے زلزلے کے ساتھ تھرتھرا دی جائے گی اور زمین پر کوئی درخت، کوئی عمارت اور کوئی پہاڑ باقی نہ رہے گا حتّٰی کہ زلزلے کی شدت سے ہر چیز ٹوٹ پھوٹ جائے گی۔ زمین کا یہ تھرتھرانا اس وقت ہو گا جب قیامت نزدیک ہو گی یا قیامت کے دن زمین تھرتھرائے گی۔

آیت 2 فرمایا کہ جب زمین اپنے اندر موجود خزانے اور مردے سب نکال کر باہر پھینک دے گی۔ **اہم بات:** انسانوں اور جِنّات کو ثَقَلَین کہا جاتا ہے کیونکہ یہ مردہ ہوں یا زندہ زمین ان کا بوجھ اٹھاتی ہے۔

آیت 3 اس زلزلے کے وقت جو لوگ موجود ہوں گے وہ حیرت سے کہیں گے: زمین کو کیا ہوا کہ ایسی مُضطرِب ہوئی اور اتنا شدید زلزلہ آیا کہ جو کچھ اس کے اندر تھا اس نے سب باہر پھینک دیا۔

آیت 4،5 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جب یہ اُمور واقع ہوں گے تو اس دن زمین اللہ تعالیٰ کے حکم سے مخلوق کو اپنی خبریں بتائے گی اور جو نیکی بدی اس پر کی گئی وہ سب بیان کرے گی اور اس سے مقصود یہ ہو گا کہ زمین نافرمانوں سے شکوہ کر سکے اور فرمانبرداروں کا شکریہ ادا کر سکے، چنانچہ وہ یہ کہے گی کہ فلاں شخص نے مجھ پر نماز پڑھی، فلاں نے زکوٰۃ دی، فلاں نے روزے رکھے اور فلاں نے حج کیا جبکہ فلاں نے کفر کیا، فلاں نے زنا کیا، فلاں نے چوری کی، فلاں نے ظلم کیا حتّٰی کہ کافر تمنا کرے گا کہ اسے جہنم میں پھینک دیا جائے۔

درس: زمین ہمارے اعمال پر گواہ ہے اور قیامت کے دن یہ ہمارے سامنے ہمارے اعمال بیان کر دے گی۔

آیت 6 اس آیت کے دو معنی ہیں: (1) قیامت کے دن لوگ حساب کی جگہ پر پیش ہونے کے بعد وہاں سے کئی راہیں ہو کر لوٹیں گے،

النَّاسُ اَشْتَاتًا ۙ۬ لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ ؕ﴿۶﴾ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ؕ﴿۷﴾

لوٹیں گے تاکہ انہیں ان کے اعمال دکھائے جائیں۔ تو جو ایک ذرہ بھر بھلائی کرے وہ اسے دیکھے گا۔

وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ﴿۸﴾ ع

اور جو ایک ذرہ بھر برائی کرے وہ اسے دیکھے گا۔

ع ۱ ۸ ۲۴

ایاتھا ۱۱ — ۱۰۰ سُوْرَةُ الْعٰدِيٰتِ مَكِّيَّةٌ ۱۴ — رکوعھا ۱

سورۂ عٰدِیٰت مکیہ ہے، اس میں گیارہ آیتیں اور ایک رکوع ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

کوئی دائیں طرف سے ہو کر جنت جائے گا اور کوئی بائیں جانب سے ہو کر دوزخ جائے گا تاکہ انہیں ان کے اعمال کی جزا دکھائی جائے۔ (2) جس دن وہ اُمور واقع ہوں گے جن کا ذکر کیا گیا تو لوگ اپنی قبروں سے حساب کی جگہ مختلف حالتوں میں لوٹیں گے کہ کسی کا چہرہ سفید تو کسی کا چہرہ سیاہ ہو گا، کوئی سوار ہو گا اور کوئی زنجیروں میں جکڑا ہوا پیدل ہو گا، کوئی امن کی حالت میں تو کوئی خوفزدہ ہو گا تاکہ انہیں ان کے اعمال دکھائے جائیں۔

آیت 7، 8 اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر مومن اور کافر کو قیامت کے دن اس کے نیک اور برے اعمال دکھائے جائیں گے، کافر نے ذرہ بھر نیکی کی ہو گی تو وہ اس کی جزا دنیا ہی میں دیکھ لے گا یہاں تک کہ جب دنیا سے نکلے گا تو اس کے پاس کوئی نیکی نہ ہو گی اور مومن اپنی برائیوں کی سزا دنیا میں پائے گا تو آخرت میں اس کے ساتھ کوئی برائی نہ ہو گی۔ بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ پہلی آیت مومنین کے بارے میں اور دوسری آیت کفار کے بارے میں ہے۔ **درس:** نیکی تھوڑی سی بھی کارآمد ہے اور گناہ چھوٹا سا بھی وبال ہے۔

سورۂ عادِیات کا تعارف ایک قول کے مطابق یہ سورت مکیہ جبکہ ایک قول کے مطابق مدنیہ ہے۔ اس میں 1 رکوع اور 11 آیتیں ہیں۔ مجاہدین کے ان گھوڑوں کو عادِیات کہتے ہیں جنہیں وہ دشمن کا پیچھا کرنے کیلئے تیزی سے دوڑاتے ہیں۔ اس سورت کی پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان گھوڑوں کی قسم ارشاد فرمائی ہے اس مناسبت سے اسے ”سورۂ عادِیات“ کہتے ہیں۔ **خلاصۂ مضامین:** اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کے گھوڑوں کی قسم یاد کر کے فرمایا کہ انسان اپنے رب عزّوجلّ کی نعمتوں کی ناشکری اور انکار کرتا ہے اور وہ اس پر خود بھی گواہ ہے۔ مال کی محبت میں مضبوط اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے میں کمزور انسان کی مذمت بیان کی گئی اور وہ اعمال کرنے کی ترغیب دی گئی جو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حساب دیتے وقت کام آئیں گے۔

وَالْعٰدِیٰتِ ضَبْحًا ﴿١﴾ فَالْمُوْرِیٰتِ قَدْحًا ﴿٢﴾ فَالْمُغِیْرٰتِ

ان گھوڑوں کی قسم جو ہانپتے ہوئے دوڑتے ہیں ○ پھر سم مار کر پتھروں سے چنگاریاں نکالنے والوں کی ○ پھر صبح کے وقت غارت

صُبْحًا ﴿٣﴾ فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا ﴿٤﴾ فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ﴿٥﴾ اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ

کر دینے والوں کی ○ پھر اس وقت غبار اڑاتے ہیں ○ پھر اسی وقت دشمن کے لشکر میں گھس جاتے ہیں ○ بیشک انسان ضرور اپنے رب کا

لَكَنُوْدٌ ﴿٦﴾ وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِیْدٌ ﴿٧﴾ وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَیْرِ لَشَدِیْدٌ ﴿٨﴾

بڑا ناشکرا ہے ○ اور بیشک وہ اس بات پر ضرور خود گواہ ہے ○ اور بیشک وہ مال کی محبت میں ضرور بہت شدید ہے ○

آیت 1 اس آیت میں جن گھوڑوں کی قسم ارشاد فرمائی گئی ان سے مراد غازیوں کے گھوڑے ہیں جو جہاد میں دوڑتے ہیں تو ان کے سینوں سے آوازیں نکلتی ہیں۔ مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃُ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آیت سے معلوم ہوا: (1) غازیوں کی شان بہت اعلیٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے گھوڑوں کی قسم ارشاد فرمائی۔ (2) جب غازی کے گھوڑے نے اپنی پشت پر غازی کو لیا تو اس گھوڑے کی شان اونچی ہو گئی، تو جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ہجرت کی رات سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو اپنے کندھے پر لیا، حضرت علی المرتضیٰ کرّم اللہ وجہہ الکریم نے حضور پُر نور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو صہباء کے مقام میں اپنے زانو پر سلایا اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضورِ اَقدس صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے وصال کے وقت آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کا سر مبارک اپنے سینہ پر لیا بلکہ وہ آمنہ خاتون اور حلیمہ دائی جنہوں نے حضورِ اَقدس صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو اپنی گودوں میں کھلایا ان کی کیا شان ہو گی۔ (3) یہ کہ جب غازی کے گھوڑے کی سانس برکت والی ہے کہ اس کی قسم ارشاد ہوئی، تو ذاکر کی سانس بھی برکت والی ہے، جس سے شفا ہوتی ہے۔

آیت 2 یہاں مراد وہ گھوڑے ہیں جو پتھریلی زمین پر چلتے ہیں تو ان کے سُموں کی رگڑ سے آگ کی چنگاریاں نکلتی ہیں۔ **اہم بات:** غازی کے گھوڑے کے سم سے اس پتھر اور شعلے کو نسبت ہوئی تو یہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اتنا پیارا ہو گیا کہ اس کا بھی قسم میں ذکر فرمایا گیا، اس سے معلوم ہوا کہ مقبولوں سے دور کی نسبت بھی عزت کا سبب ہے۔

آیت 3-5 ان 3 آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ ان گھوڑوں کی قسم جو صبح کے وقت اسلام کے دشمنوں پر حملہ کر دیتے ہیں، پھر اس وقت دوڑتے ہوئے غبار اڑاتے ہیں، پھر اسی وقت دشمن کے لشکر میں بے خوف گھس جاتے ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) صبح کے وقت عموماً جہاد بابرکت ہے بلکہ اس وقت کئے جانے والے ہر دینی اور دُنیوی کام میں برکت ہوتی ہے۔ (2) جہاد کے وقت گھوڑوں کے دوڑنے سے جو غبار اڑتا ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کو پیارا ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اڑنے والا غبار ہے۔ (3) دشمن کے لشکر میں بے خوف گھس جانا بھی اللہ تعالیٰ کو پیارا ہے۔

آیت 6 اللہ تعالیٰ نے غازیوں کے گھوڑوں کی قسمیں ذکر کر کے فرمایا: بیشک انسان اپنے رب عزّوجلّ کا بڑا ناشکرا ہے۔ ناشکرے سے مراد وہ انسان ہے جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے مکر جاتا ہے یا اس سے مراد گناہگار انسان ہے یا وہ ہے جو مصیبتوں کو یاد رکھے اور نعمتوں کو بھول جائے۔

آیت 7 اس آیت کا ایک معنی یہ ہے کہ بیشک وہ انسان ناشکرا ہونے پر خود اپنے عمل سے گواہ ہے۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کے ناشکرے ہونے پر خود گواہ ہے۔

آیت 8-11 ان آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ بیشک انسان مال کی محبت اور طلب میں تو بہت مضبوط ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے

اَفَلَا یَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِی الْقُبُوْرِ ﴿۹﴾ وَ حُصِّلَ مَا فِی الصُّدُوْرِ ﴿۱۰﴾ اِنَّ

تو کیا وہ نہیں جانتا جب وہ اٹھائے جائیں گے جو قبروں میں ہیں؟○ اور جو سینوں میں ہے وہ کھول دی جائے گی○ بیشک

رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيْرٌ ﴿۱۱﴾

ع ۲۵

ان کا رب اس دن ان کی یقیناً خوب خبر رکھنے والا ہے○

اٰیاتھا ۱۱ | ۱۰۱ سُوْرَۃُ الْقَارِعَۃِ مَکِّیَّۃٌ ۳۰ | رکوعھا ۱

سورہ قارعہ مکیہ ہے، اس میں گیارہ آیتیں اور ایک رکوع ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

اَلْقَارِعَةُ ﴿۱﴾ مَا الْقَارِعَةُ ﴿۲﴾ وَمَآ اَدْرٰكَ مَا الْقَارِعَةُ ﴿۳﴾

وہ دل دہلا دینے والی○ وہ دل دہلا دینے والی کیا ہے؟○ اور تجھے کیا معلوم کہ وہ دل دہلا دینے والی کیا ہے؟○

اور نعمتوں کا شکر ادا کرنے کیلئے کمزور ہے تو کیا مال کی محبت میں مبتلا انسان نہیں جانتا کہ جب وہ مردے اٹھائے جائیں گے جو قبروں میں ہیں اور انہیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کیا جائے گا اور جو حقیقت سینوں میں ہے وہ کھول دی جائے گی تو اس وقت اللہ تعالیٰ انہیں ان کے نیک اور برے اعمال کا بدلہ دے گا، بیشک ان کا رب عزّوجلّ قیامت کے دن ان کے اعمال، ان کی نیتوں اور ان کی اطاعت و نافرمانی کی خوب خبر رکھنے والا ہے جیسا کہ ہمیشہ سے ہے۔ **اہم بات:** چونکہ مال بہت خیر کا ذریعہ ہے، اسی لئے اسے خیر فرمایا گیا۔ **درس:** مال کی چاہت اور طلب اگر خدا کے لئے ہے جیسے حج و زکوٰۃ و خیرات و اہلِ خانہ کی دیکھ بھال کے لئے تو منع نہیں بلکہ مطلوب ہے اور اگر صرف آرام و راحت کے لئے ہے تو مباح لیکن ناپسندیدہ ہے اور اگر گناہوں میں خرچ کے لئے ہے تو حرام و گناہ ہے۔

سورۂ قارعہ کا تعارف یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں 1 رکوع اور 11 آیتیں ہیں۔ قارعہ کا معنی ہے دل دہلا دینے والی، اس سورت کی پہلی آیت میں یہ لفظ موجود ہے اس مناسبت سے اسے ''سورۂ قارعہ'' کہتے ہیں۔ **خلاصہ مضامین:** اس سورت میں بتایا گیا کہ قیامت کی دہشت اور سختی سے تمام لوگوں کے دل دہل جائیں گے اور میدانِ قیامت میں لوگ پھیلے ہوئے پروانوں کی طرح ہوں گے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر دُھنی ہوئی اون کے ریزوں کی طرح اڑیں گے۔ یہ بتایا گیا کہ جس کی نیکیوں کا ترازو بھاری ہوگا وہ تو جنت کی پسندیدہ زندگی میں ہوگا اور جس کی نیکیوں کا ترازو ہلکا پڑے گا تو اس کا ٹھکانا شعلے مارتی آگ ہاوِیہ ہوگا جس میں انتہا کی سوزش اور تیزی ہے۔

آیت 1،2 قارعہ قیامت کے ناموں میں سے ایک نام ہے اور یہ نام اس لئے رکھا گیا کہ اس کی دہشت، ہولناکی اور سختی سے (انسانوں کے) دل دہل جائیں گے اور بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ حضرت اسرافیل علیہ السّلام کی آواز کی وجہ سے قیامت کو ''قارِعہ'' کہتے ہیں کیونکہ جب وہ صُور میں پھونک ماریں گے تو شدت سے تمام مخلوق مر جائے گی۔

آیت 3 اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اے حبیب! آپ قیامت کی ہولناکی اور دہشت کو ہماری طرف سے آنے والی وحی کے ذریعے ہی جان سکتے ہیں کیونکہ اپنی عقل سے کوئی بھی قیامت کی ہولناکی کو نہیں جان سکتا۔

يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ۙ﴿۴﴾ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ؕ﴿۵﴾

جس دن آدمی پھیلے ہوئے پروانوں کی طرح ہوں گے ○ اور پہاڑ رنگ برنگی دھنکی ہوئی اون کی طرح ہوجائیں گے ○

فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ۙ﴿۶﴾ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ؕ﴿۷﴾ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ ۙ﴿۸﴾

تو بہرحال جس کے ترازو بھاری ہوں گے ○ وہ تو پسندیدہ زندگی میں ہوگا ○ اور بہرحال جس کے ترازو ہلکے پڑیں گے ○

فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ؕ﴿۹﴾ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا هِيَهْ ؕ﴿۱۰﴾ نَارٌ حَامِيَةٌ ﴿۱۱﴾ ع ١ / ٢٦

تو اس کا ٹھکانہ ہاویہ ہوگا ○ اور تجھے کیا معلوم کہ وہ کیا ہے؟ ○ ایک شعلے مارتی آگ ہے ○

اٰیاتہا ٨ — ١٠٢ سُوْرَةُ التَّكَاثُرِ مَكِّيَّةٌ ١٦ — رکوعہا ١

سورۂ تکاثر مکیہ ہے، اس میں آٹھ آیتیں اور ایک رکوع ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

آیت 4 جس طرح پروانے شعلے پر گرتے وقت مُنْتَشِر ہوتے ہیں اور ان کے لئے کوئی ایک جہت مُعَیَّن نہیں ہوتی، یہی حال قیامت کے دن مخلوق کے اِنتشار کا ہوگا کہ جب انہیں قبروں سے اٹھایا جائے گا تو وہ پھیلے ہوئے پروانوں کی طرح مُنْتَشِر ہوں گے۔

آیت 5 قیامت کی ہولناکی اور دہشت سے مضبوط ترین پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر ہوا میں اس طرح اڑتے پھریں گے جس طرح رنگ برنگی اُون کے ریزے دُھنتے وقت ہوا میں اڑتے ہیں تو اس وقت کمزور انسان کا حال کیا ہوگا!

آیت 6-11 ان 6 آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ قیامت کے دن حق کی پیروی کرنے کی وجہ سے جس کی نیکیوں کے ترازو بھاری ہوں گے اور اس کے وزن دار نیک عمل زیادہ ہوں گے وہ تو جنت کی پسندیدہ زندگی میں ہوگا اور جس کی نیکیوں کے ترازو اس وجہ سے ہلکے پڑیں گے کہ وہ باطل کی پیروی کیا کرتا تھا تو اس کا ٹھکانہ ہاویہ ہوگا اور تجھے کیا معلوم کہ وہ کیا ہے؟ وہ ایک شعلے مارتی آگ ہے جس میں انتہا کی سوزش اور تیزی ہے۔ **اہم باتیں:** (1) اعمال کا وزن کئے جانے کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ قیامت کے دن مومن کی نیکیاں اچھی صورت میں لاکر میزان میں رکھی جائیں گی، اگر وہ غالب ہوئیں تو اس کے لئے جنت ہے اور کافر کی برائیاں بدترین صورت میں لاکر میزان میں رکھی جائیں گی اور اس کی تول ہلکی پڑے گی کیونکہ کفار کے اعمال باطل ہیں ان کا کچھ وزن نہیں تو انہیں جہنم میں داخل کیا جائے گا۔ اور جن کافروں کو اللہ تعالیٰ جلد دوزخ میں ڈالنا چاہے گا انہیں اعمال کے وزن کے بغیر دوزخ میں ڈال دے گا اور بقیہ کافروں کے اعمال کا وزن کیا جائے گا، اسی طرح بعض مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ اعمال کا وزن کئے بغیر بے حساب جنت میں داخل کر دے گا۔ (2) قیامت کے دن میزان قائم کیا جانا اور اعمال کا وزن ہونا حق ہے۔

سورۂ تکاثُر کا تعارف سورۂ تکاثُر مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں 1 رکوع اور 8 آیتیں ہیں۔ تکاثُر کا معنی ہے مال، اولاد اور خادموں کی کثرت پر فخر کرنا۔ اس سورت کی پہلی آیت میں یہ لفظ موجود ہے اس مناسبت سے اسے ''سورۂ تکاثر'' کہتے ہیں۔ **فضیلت:** ارشاد

اَلۡهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ۙ ﴿١﴾ حَتّٰى زُرۡتُمُ الۡمَقَابِرَ ؕ ﴿٢﴾ كَلَّا سَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ ۙ ﴿٣﴾ ثُمَّ كَلَّا

زیادہ مال جمع کرنے کی طلب نے تمہیں غافل کردیا ○ یہاں تک کہ تم نے قبروں کا منہ دیکھا ○ ہاں ہاں اب جلد جان جاؤ گے ○ پھر یقیناً

سَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ ؕ ﴿٤﴾ كَلَّا لَوۡ تَعۡلَمُوۡنَ عِلۡمَ الۡيَقِيۡنِ ؕ ﴿٥﴾ لَتَرَوُنَّ الۡجَحِيۡمَ ۙ ﴿٦﴾ ثُمَّ

تم جلد جان جاؤ گے ○ یقیناً اگر تم یقینی علم کے ساتھ جانتے (تو مال سے محبت نہ رکھتے) ○ بیشک تم ضرور جہنم کو دیکھو گے ○ پھر

لَتَرَوُنَّهَا عَيۡنَ الۡيَقِيۡنِ ۙ ﴿٧﴾ ثُمَّ لَتُسۡـَٔلُنَّ يَوۡمَئِذٍ عَنِ النَّعِيۡمِ ﴿٨﴾ ع

بیشک تم ضرور اسے یقین کی آنکھ سے دیکھو گے ○ پھر بیشک ضرور اس دن تم سے نعمتوں کے متعلق پوچھا جائے گا ○

فرمایا: کیا تم میں سے کوئی اس کی طاقت نہیں رکھتا کہ وہ روزانہ ایک ہزار آیتوں کی تلاوت کرے؟ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اس کی طاقت کون رکھتا ہے؟ ارشاد فرمایا: کیا تم میں کوئی (روزانہ) ''اَلۡهٰكُمُ التَّكَاثُرُ'' پڑھنے کی طاقت نہیں رکھتا؟ (یعنی یہ سورت پڑھنا ثواب میں ایک ہزار آیتیں پڑھنے کے برابر ہے)۔ (مستدرک، حدیث:2127) **خلاصۂ مضامین:** اس سورت میں بتایا گیا کہ زیادہ مال جمع کرنے کی حرص نے لوگوں کو آخرت کی تیاری سے غافل کردیا ہے اور یہ حرص ان کی دلوں میں رہی یہاں تک کہ انہیں موت آگئی۔ یہ بیان کیا گیا کہ نزع کے وقت زیادہ مال جمع کرنے کی حرص رکھنے والوں کو اس کا انجام معلوم ہو جائے گا اور اگر وہ اس کا انجام یقینی علم کے ساتھ جانتے تو مال سے کبھی محبت نہ رکھتے۔ آخر میں یہ بتایا گیا کہ مرنے کے بعد مال کی حرص رکھنے والے ضرور جہنم کو دیکھیں گے اور قیامت کے دن لوگوں سے نعمتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

آیت 1 ارشاد فرمایا کہ زیادہ مال جمع کرنے کی طلب نے اور اپنے مال اور اولاد پر فخر کرنے نے تمہیں اللہ تعالیٰ کی عبادات سے غافل کردیا۔ **درس:** کثرتِ مال کی حرص اور اس پر اور اولاد پر فخر کا اظہار کرنا مذموم ہے اور اس میں مبتلا ہو کر آدمی اُخروی سعادتوں سے محروم رہ جاتا ہے۔

آیت 2 فرمایا کہ کثرتِ مال کی حرص تمہارے دل میں رہی یہاں تک کہ تمہیں موت آگئی اور تم قبروں میں دفن ہوگئے۔ **درس:** مال اور اولاد کی حقیقت یہ ہے کہ یہ اس وقت تک انسان کے ساتھ رہتے ہیں جب تک اس کے جسم میں روح باقی ہے۔ قبر میں دفن ہوتے ہی مال اور اولاد اس کا ساتھ چھوڑ دیتے ہیں اور قبر میں اس کے ساتھ صرف اس کا عمل جاتا ہے۔

آیت 3-8 ان آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے لوگو! ہاں ہاں اب نزع کے وقت کثرتِ مال کی حرص اور اولاد پر فخر و غرور کرنے کے برے نتیجے کو جلد جان جاؤ گے، پھر یقیناً تم قبروں میں جلد جان جاؤ گے، یقیناً اگر تم مال کی حرص کا انجام یقینی علم کے ساتھ جانتے تو مال کی حرص میں مبتلا ہو کر آخرت سے غافل نہ ہوتے۔ بیشک تم مرنے کے بعد ضرور جہنم کو دیکھو گے، پھر بیشک تم ضرور اسے یقین کی آنکھ سے دیکھو گے، پھر بیشک ضرور قیامت کے دن تم سے ان نعمتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا جیسے صحت، فراغت، امن، عیش اور مال وغیرہ جن سے تم دنیا میں لذتیں اُٹھاتے تھے اور یہ پوچھا جائے گا کہ یہ چیزیں کس کام میں خرچ کیں؟ ان کا کیا شکر ادا کیا؟ اور ان نعمتوں کا شکر ترک کرنے پر انہیں عذاب کیا جائے گا۔ **درس:** قیامت کے دن ہر نعمت کے بارے میں سوال ہوگا چاہے وہ نعمت جسمانی ہو یا روحانی، ضرورت کی ہو یا عیش وراحت کی حتّٰی کہ ٹھنڈے پانی، درخت کے سائے اور راحت کی نیند کے بارے میں بھی سوال ہوگا۔

ایاتها ٣ | ١٠٣ سُورَةُ الْعَصْرِ مَكِّيَّةٌ ١٣ | رکوعها ١

سورۂ عصر مکیہ ہے، اس میں تین آیتیں اور ایک رکوع ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

وَالْعَصْرِ ۙ﴿۱﴾ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ۙ﴿۲﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

زمانے کی قسم ○ بیشک آدمی ضرور خسارے میں ہے ○ مگر جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے

سورۂ عصر کا تعارف جمہور مفسرین کے نزدیک یہ سورت مکیہ اور ایک قول کے مطابق مدنیہ ہے۔ اس میں 1 رکوع اور 3 آیتیں ہیں۔ عربی میں زمانے کو عصر کہتے ہیں اور سورت کی پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے زمانے کی قسم ارشاد فرمائی، اس مناسبت سے اسے ''سورۂ عصر'' کے نام سے مَوسوم کیا گیا۔ **خلاصۂ مضامین:** اس سورت میں زمانے کی قسم فرما کر بتایا گیا کہ اسلام قبول کر کے نیک اعمال کرنے والے، ایک دوسرے کو حق پر قائم رہنے کی تاکید کرنے اور صبر کی وصیت کرنے والے کے علاوہ آدمی ضرور نقصان میں ہے کیونکہ اس کی عمر ہر لحہ کم ہوتی جارہی ہے۔

آیت 1 اس آیت میں مذکور لفظ ''عصر'' کے بارے میں مفسرین کا ایک قول یہ ہے کہ اس سے زمانہ مراد ہے اور زمانہ چونکہ عجائبات پر مشتمل ہے اور اس میں احوال کا تبدیل ہونا دیکھنے والے کے لئے عبرت کا سبب ہوتا ہے اور یہ چیزیں اللہ تعالیٰ کی قدرت و حکمت اور وحدانیّت پر دلالت کرتی ہیں اس لئے ہوسکتا ہے کہ یہاں آیت میں زمانے کی قسم مراد ہو۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ''عصر'' اس وقت کو بھی کہتے ہیں جو سورج غروب سے پہلے ہوتا ہے، اس لئے ہو سکتا ہے کہ نقصان اٹھانے والے کے بارے میں اس وقت کی قسم یاد فرمائی گئی ہو جیسا کہ نفع اٹھانے والے کے بارے میں ''ضُحٰی'' یعنی چاشت کے وقت کی قسم ذکر فرمائی گئی۔ تیسرا قول یہ ہے اور اسی کی طرف دل جھکتا ہے کہ یہاں زمانے سے تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا مخصوص زمانہ مراد ہے جو کہ بڑی خیر وبرکت کا زمانہ ہے، تو جس طرح اللہ تعالیٰ نے ''لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ'' میں حضور پُرنور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے مَسکن ومکان کی قسم یاد فرمائی ہے تو اسی طرح یہاں ''وَالْعَصْرِ'' فرما کر اپنے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے مقدس زمانے کی قسم ارشاد فرمائی۔ **اہم بات:** معلوم ہوا کہ سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا زمانہ سب زمانوں سے افضل اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا شہر سب شہروں سے افضل ہے۔

آیت 2، 3 اللہ تعالیٰ نے قسم ذکر کر کے فرمایا کہ بیشک آدمی ضرور نقصان میں ہے کہ اس کی عمر جو اس کا سرمایہ اور اصل پُونجی ہے وہ ہر دم کم ہورہی ہے مگر جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے اور ایک دوسرے کو ایمان اور نیک عمل کی تاکید کی اور ایک دوسرے کو ان تکلیفوں اور مشقتوں پر صبر کرنے کی وصیت کی جو دین کی راہ میں انہیں پیش آئیں تو یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے فضل سے خسارے میں نہیں بلکہ نفع پانے والے ہیں کیونکہ ان کی جتنی عمر گزری وہ نیکی اور طاعت میں گزری ہے۔ **اہم باتیں:** (1) انسان کی زندگی کا جو حصہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں گزرے وہ سب سے بہتر ہے۔ (2) اس آیت سے کئی مسئلے معلوم ہوئے کہ خود نیک بنے، پھر دوسروں کو ہدایت کرے جیسا کہ آیت میں ترتیب سے بیان کیا گیا ہے۔ دوسرا یہ کہ ہمیشہ تبلیغ کرے۔ تیسرا یہ کہ ہر مسلمان کو مُبلّغ ہونا چاہیے، جسے جو مسئلہ صحیح طور پر

ع ٣ ٢٨

وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ۬ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝۳

اور ایک دوسرے کو حق کی تاکید کی اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی ○

ایاتھا ٩ — ١٠٤ سُوْرَۃُ الْھُمَزَۃِ مَکِّیَّۃٌ ٣٢ — رکوعھا ١

سورۂ ہمزہ مکیہ ہے، اس میں نو آیتیں اور ایک رکوع ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

وَیْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِۣ ۝۱ الَّذِیْ جَمَعَ مَالًا وَّ عَدَّدَهٗ ۝۲

اس کے لیے خرابی ہے جو لوگوں کے منہ پر عیب نکالے، پیٹھ پیچھے برائی کرے ○ جس نے مال جوڑا اور اسے گن گن کر رکھا ○

معلوم ہو، وہ لوگوں کو بتادے، صرف علما پر تبلیغ نہیں۔ چوتھا یہ کہ ہر حال میں تبلیغ کرے، صرف جلسہ یا اسٹیج پر موقوف نہ ہو۔ پانچواں یہ کہ عوام دل و زبان سے اور علما زبان و قلم سے جبکہ حُکّام زور و طاقت سے تبلیغ کریں اور اصل یہ کہ ہر کوئی اپنی حسبِ استطاعت نیکی کی دعوت عام کرنے کی کوشش کرے۔ **درس:** انسان کی زندگی قیمتی ترین سرمایہ ہے، اسے گناہوں اور غفلت میں برباد نہ کریں۔

سورۂ ہُمَزَۃ کا تعارف سورۂ ہُمَزَۃ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں 1 رکوع اور 9 آیتیں ہیں۔ ہُمَزَۃ کا معنی ہے لوگوں کے منہ پر عیب نکالنے والا، اور اس سورت کی پہلی آیت میں یہ لفظ موجود ہے اس مناسبت سے اسے ''سورۂ ہُمَزَۃ'' کہتے ہیں۔ **خلاصۂ مضامین:** اس سورت میں غیبت کرنے والے اور عیب نکالنے والے کے لئے آخرت میں شدید عذاب کی خبر دی گئی اور ان لوگوں کی مذمت کی گئی ہے جو دنیا کا مال جمع کرنے کے حریص ہیں گویا انہیں یہاں ہمیشہ رہنا ہے اور یہ کہ انہیں جہنم کے اس دَرَکہ (طبقے) میں پھینکا جائے گا جہاں آگ ان کی ہڈیاں پسلیاں توڑ ڈالے گی۔

آیت 1 **شانِ نزول:** یہ آیتیں ان کفار کے بارے میں نازل ہوئیں جو سرکارِ دوعالَم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پر اعتراضات کرتے تھے اور ان حضرات کی غیبت کرتے تھے، اور اس آیت میں مذکور حکم ہر غیبت کرنے والے کے لئے عام ہے۔ غیبت و عیب جوئی کی مذمت میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: معراج کی رات میں ایسی عورتوں اور مردوں کے پاس سے گزرا جو اپنی چھاتیوں کے ساتھ لٹک رہے تھے، تو میں نے پوچھا: اے جبرئیل! علیہ السّلام، یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے عرض کی: یہ منہ پر عیب لگانے والے اور پیٹھ پیچھے برائی کرنے والے ہیں اور ان کے بارے میں اللہ عزّوجلّ ارشاد فرماتا ہے: ''وَیْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ'' اس کے لیے خرابی ہے جو لوگوں کے منہ پر عیب نکالے، پیٹھ پیچھے برائی کرے۔ (شعب الایمان، حدیث: 6750)

آیت 2 اس آیت سے واضح ہوا کہ مال جوڑنا اور گن گن کر رکھنا لوگوں کے منہ پر عیب نکالنے اور پیٹھ پیچھے برائی کرنے کے مذموم اَوصاف پیدا ہونے کا ایک سبب ہے، ہمارے معاشرے میں مالدار لوگوں کی ایک تعداد ایسی ہے جو اس مرض میں بری طرح مبتلا ہے، اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت عطا فرمائے۔ **اہم بات:** مال جمع کرنا اور گن گن کر رکھنا چند صورتوں میں برا ہے: (1) حرام ذرائع سے مال جمع کیا جائے۔ (2) جمع شدہ مال سے شرعی حقوق ادا نہ کئے جائیں۔ (3) مال جمع کرنے میں ایسا مشغول ہو جانا کہ اللہ تعالیٰ کو بھول جائے۔

يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗۤ اَخْلَدَهٗ ۚ﴿۳﴾ كَلَّا لَيُنْۢبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ۖ﴿۴﴾ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ

وہ سمجھتا ہے کہ اس کا مال اسے (دنیا میں) ہمیشہ رکھے گا○ ہرگز نہیں، وہ ضرور ضرور چورا چورا کر دینے والی میں پھینکا جائے گا○ اور تجھے کیا معلوم

مَا الْحُطَمَةُ ؕ﴿۵﴾ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ۙ﴿۶﴾ الَّتِيْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ ؕ﴿۷﴾ اِنَّهَا عَلَيْهِمْ

کہ وہ چورا چورا کر دینے والی کیا ہے؟○ وہ اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ ہے○ وہ جو دلوں پر چڑھ جائے گی○ بیشک وہ ان پر

مُّؤْصَدَةٌ ۙ﴿۸﴾ فِيْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ۧ﴿۹﴾ ع ١ / ٢٩

بند کر دی جائے گی○ لمبے لمبے ستونوں میں○

ایاتها ٥ — ١٠٥ سُوْرَةُ الْفِيْلِ مَكِّيَّةٌ ١٩ — رکوعها ١

سورۂ فیل مکیہ ہے اس میں پانچ آیتیں اور ایک رکوع ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

آیت 3-9 ان 7 آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ لوگوں کے منہ پر عیب نکالنے، پیٹھ پیچھے برائی کرنے، مال جوڑنے اور گن گن کر رکھنے والا یہ سمجھتا ہے کہ اس کا مال اسے دنیا میں ہمیشہ رکھے گا اور مرنے نہیں دے گا جس کی وجہ سے وہ مال کی محبت میں مست ہے اور نیک عمل کی طرف مائل نہیں ہوتا، ایسا ہرگز نہیں ہوگا بلکہ وہ ضرور ضرور جہنم کے چورا چورا کر دینے والے طبقے میں پھینکا جائے گا جہاں آگ اس کی ہڈیاں پسلیاں توڑ ڈالے گی اور تجھے کیا معلوم کہ وہ چورا چورا کر دینے والی کیا ہے؟ وہ اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ ہے جو کبھی سرد نہیں ہوتی اور اس کا وصف یہ ہے کہ وہ جسم کے ظاہری حصے کو بھی جلائے گی اور جسم کے اندر بھی پہنچے گی اور دِلوں کو بھی جلائے گی۔ بیشک انہیں آگ میں ڈال کر دروازے بند کر دیئے جائیں گے اور دروازوں کی بندش آتشیں لوہے کے ستونوں سے مضبوط کر دی جائے گی تاکہ کبھی دروازہ نہ کھلے۔ **درس:** دل میں ذرا سی گرمی برداشت کرنے کی تاب نہیں تو جب جہنم کی آگ ان پر چڑھ جائے گی اور موت آئے گی نہیں تو اس وقت کیا حال ہوگا اور دلوں کو جلانا اس لئے ہے کہ وہ کفر، باطل عقائد اور فاسد نیتوں کے مقام ہیں۔

سورۂ فیل کا تعارف یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں 1 رکوع اور 5 آیتیں ہیں۔ عربی میں ہاتھی کو فیل کہتے ہیں، اور اس سورت میں ہاتھی والوں کا واقعہ بیان کیا گیا ہے اس مناسبت سے اسے ”سورۂ فیل“ کہتے ہیں۔ **خلاصہ مضامین:** اس سورت میں یمن کے بادشاہ ابرہہ کا واقعہ بیان کیا گیا کہ اس نے اپنی قوت اور مال پر بھروسہ کرتے ہوئے خانہ کعبہ پر حملہ کیا تو اس کی فوج پر اللہ تعالیٰ نے چھوٹے چھوٹے پرندے بھیجے جنھوں نے ان پر کنکر کے پتھر برسائے اور انہیں جانوروں کے کھائے ہوئے بھوسے کی طرح کر دیا۔

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ۝١ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ۝٢

کیا تم نے نہ دیکھا کہ تمہارے رب نے ان ہاتھی والوں کا کیا حال کیا؟O کیا اس نے ان کے مکرو فریب کو تباہی میں نہ ڈالاO

وَّاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ۝٣ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ۝٤ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ۝٥ ع

اور ان پر فوج در فوج پرندے بھیجےO جو انہیں کنکر کے پتھروں سے مارتے تھےO تو انہیں جانوروں کے کھائے ہوئے بھوسے کی طرح کر دیاO

ایاتھا ۴ ١٠٦ سُوْرَةُ قُرَيْشٍ مَّكِّيَّةٌ ٢٩ رکوعھا ١

سورۂ قریش مکیہ ہے، اس میں چار آیتیں اور ایک رکوع ہے

آیت 1-5 اس سورت میں جو واقعہ بیان کیا گیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے: ابرہہ بادشاہ نے جب حج کے موسم میں لوگوں کو بیتُ اللہ کا حج کرنے کی تیاری کرتے ہوئے دیکھا تو اُس نے اِس غرض سے صنعاء میں ایک کنیسہ (عبادت خانہ) بنایا کہ حج کرنے والے مکہ مکرمہ جانے کے بجائے یہیں آئیں اور اسی کنیسہ کا طواف کریں۔ عرب کے لوگوں کو یہ بات بہت ناگوار گزری اور ایک شخص نے موقع پاکر اس کنیسہ میں قضائے حاجت کی اور اس کو نجاست سے آلودہ کر دیا۔ جب ابرہہ کو یہ بات معلوم ہوئی تو اُس نے قسم کھائی کہ وہ کعبۂ مُعظّمہ کو گرادے گا، چنانچہ وہ اس ارادے سے اپنا لشکر لے کر چلا۔ اس لشکر میں بہت سے ہاتھی بھی تھے اور ان کا پیش رَو ایک بڑے جسم والا ہاتھی تھا جس کا نام محمود تھا، ابرہہ جب مکہ مکرمہ کے قریب پہنچا تو اس نے اہلِ مکہ کے جانور قید کر لئے اور ان میں حضرت عبد المطلب کے دو سو اونٹ بھی تھے۔ حضرت عبد المطلب ابرہہ کے پاس آئے تو اس نے ان کی تعظیم کی اور پوچھا کہ آپ کس مقصد سے یہاں آئے ہیں اور آپ کا کیا مطالبہ ہے؟ آپ نے فرمایا: میرا مطالبہ یہ ہے کہ میرے اونٹ مجھے واپس کر دیئے جائیں۔ ابرہہ نے کہا: مجھے تعجب ہے کہ میں اس خانۂ کعبہ کو ڈھانے کے لئے یہاں آیا ہوں جو آپ کا اور آپ کے باپ دادا کا مُعظّم و محترم مقام ہے، آپ اس کے لئے تو کچھ نہیں کہتے اور اپنے اونٹوں کی واپسی کا مطالبہ کر رہے ہیں! آپ نے فرمایا: میں اونٹوں ہی کا مالک ہوں اس لئے انہی کے بارے میں کہتا ہوں اور کعبہ کا جو مالک ہے وہ خود اس کی حفاظت فرمائے گا۔ یہ سن کر ابرہہ نے آپ کے اونٹ واپس کر دیئے، حضرت عبد المطلب نے واپس آکر قریش کو مشورہ دیا کہ وہ پہاڑوں کی گھاٹیوں اور چوٹیوں میں پناہ گزین ہو جائیں، چنانچہ قریش نے ایسا ہی کیا اور حضرت عبد المطلب نے کعبہ کے دروازے پر پہنچ کر بارگاہِ الٰہی میں کعبہ کی حفاظت کی دعا کی اور دعا سے فارغ ہو کر قوم کی طرف چلے گئے۔ ابرہہ نے صبح تڑکے اپنے لشکر کو تیاری کا حکم دیا تو اس وقت محمود نامی ہاتھی کی حالت یہ تھی کہ جب اسے کسی اور طرف چلاتے تو چلتا تھا لیکن جب کعبہ کی طرف اس کا رُخ کرتے تو وہ بیٹھ جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ابرہہ کے لشکر پر سمندر کی جانب سے پرندوں کی فوجیں بھیجیں اور ان میں سے ہر پرندے کے پاس تین کنکریاں تھیں دو دونوں پاؤں میں اور ایک چونچ میں تھی، وہ پرندے آئے اور کنکر کے پتھروں سے انہیں مارنے لگے، چنانچہ جس شخص پر وہ پرندہ سنگریزہ چھوڑتا تو وہ سنگریزہ اس کے خود کو توڑ کر سر سے نکلتا ہوا، جسم کو چیر کر ہاتھی میں سے گزرتا ہوا زمین پر پہنچ جاتا اور ہر سنگریزے پر اس شخص کا نام لکھا ہوا تھا جس سنگریزے سے اسے ہلاک کیا گیا، اس طرح ان پرندوں نے ابرہہ کے لشکریوں کو جانوروں کے کھائے ہوئے بھوسے کی طرح کر دیا۔ جس سال یہ واقعہ رونما ہوا اسی سال سرکارِ دوعالَم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی ولادت ہوئی۔

اہم باتیں: (۱) اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں خانہ کعبہ کی بہت عظمت ہے۔ (۲) خانہ کعبہ کو نقصان پہنچانے والوں کو خدا تباہ کر دیتا ہے، سوائے قربِ قیامت کے۔ (۳) خدا کی قدرت بہت عظیم ہے۔ وہ چاہے تو چھوٹے سے پرندوں کے ذریعے ہاتھیوں کو ہلاک کر دے۔

سورۂ قریش کا تعارف صحیح ترین قول کے مطابق یہ سورت مکیہ ہے۔ اس میں 1 رکوع اور 4 آیتیں ہیں۔ قریش ایک قبیلے کا نام ہے اور اس

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ ① اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ ② فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ

قریش کو مانوس کرنے کی وجہ سے ○ انہیں سردی اور گرمی دونوں کے سفر سے مانوس کرنے کی وجہ سے ○ تو انہیں اِس گھر کے رب کی

هٰذَا الْبَيْتِ ③ الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۙ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ④ ع ٣١

عبادت کرنی چاہیے ○ جس نے انہیں بھوک میں کھانا دیا اور انہیں خوف سے امن بخشا ○

اٰياتها ٧ | ١٠٧ سُوْرَةُ الْمَاعُوْنِ مَكِّيَّةٌ ١٧ | رکوعها ١

سورۂ ماعون مکیہ ہے، اس میں سات آیتیں اور ایک رکوع ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

سورت کی پہلی آیت میں یہ لفظ موجود ہے اس مناسبت سے اسے ”سورۂ قریش“ کہا جاتا ہے۔ **خلاصۂ مضامین:** اس سورت میں بیان کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے قریش کو تجارت کے لئے ہر سال میں دو سفر کرنے کی طرف رغبت دلائی اور ان کی محبت ان کے دل میں ڈال دی اس لئے انہیں چاہیے کہ بتوں کی بجائے اس رب تعالیٰ کی عبادت کریں جس نے انہیں بھوک میں کھانا دیا اور انہیں کئی قسم کے خوف سے امن عطا کیا۔

آیت 1-4 اس سورت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ایک ظاہری نعمت یہ بھی ہے کہ اُس نے قریش کو ہر سال میں دو سفروں کی طرف رغبت دلائی اور ان کی محبت ان کے دل میں ڈالی، چنانچہ قریش تجارت کے لئے سردی کے موسم میں یمن کا اور گرمی کے موسم میں شام کا سفر کرتے تھے اور ہر جگہ کے لوگ ان کی عزت و حرمت کرتے تھے۔ یہ امن کے ساتھ تجارتیں کرتے، ان تجارتوں سے فائدے اُٹھاتے اور مکہ مکرمہ جہاں نہ کھیتی ہے اور نہ معاش کے اسباب، وہاں رہائش رکھنے کیلئے مسلسل سرمایہ پہنچاتے، ان پر اللہ تعالیٰ کی یہ نعمت ظاہر ہے، تو چاہئے کہ وہ اس نعمت کا شکر ادا کرتے ہوئے کعبہ معظمہ کے رب کی عبادت کریں۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ خوف سے امن بخشنے سے مراد یہ ہے کہ تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی برکت سے انہیں خوف سے امان عطا فرمائی۔ **اہم باتیں:** (1) قریش اس قبیلے کا نام ہے جس میں سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی ولادتِ مبارکہ ہوئی۔ (2) کفار بھی شرعی عبادات کے مُکَلَّف ہیں کہ ایمان لائیں اور عبادت کریں۔ (3) کفر کی حالت میں کوئی نیکی، صحیح عبادت نہیں کیونکہ کفارِ مکہ طواف، حج، عمرہ اور حاجیوں کی خدمت کرتے تھے، مگر انہیں کالعدم قرار دیا گیا۔ (4) بھوک اور خوف دو ایسی چیزیں ہیں جو معاشرے میں گناہوں اور بدکاریوں کی تعداد میں اضافہ کرنے، جرائم کی شرح بڑھانے، بے امنی پھیلانے میں انتہائی اہم ادا کرتی ہیں جبکہ ان چیزوں کا دور ہو جانا معاشرے میں پاکیزہ ماحول اور امن قائم کرنے میں بہت معاون ہیں اور دینِ اسلام کے احکامات اور تعلیمات پر نظر کی جائے تو واضح ہو جائے گا کہ لوگوں کی بھوک کو ختم کرنا، انہیں سہولیات فراہم کرنا، پاکیزہ معاشرے کا قیام اور امن قائم کرنا اسلام کی بنیادی ترجیحات میں سے ہے۔

سورۂ ماعون کا تعارف یہ سورت مکیہ ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ سورت آدھی عاص بن وائل کے بارے میں مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی

Go to Index

اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ ۝١ فَذٰلِكَ الَّذِيْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ ۝٢ وَلَا يَحُضُّ

کیا تم نے اس شخص کو دیکھا جو دین کو جھٹلاتا ہے○ پھر وہ ایسا ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے○ اور مسکین کو کھانا

عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۝٣ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۝٤ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۝٥

دینے کی ترغیب نہیں دیتا○ تو ان نمازیوں کے لئے خرابی ہے○ جو اپنی نماز سے غافل ہیں○

اور آدھی عبد اللہ بن ابی سلول منافق کے بارے میں مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی۔ اس میں 1 رکوع اور 7 آیتیں ہیں۔ ماعون کا معنی ہے استعمال کی معمولی چیز، اور اس سورت کی آخری آیت میں یہ لفظ موجود ہے اس مناسبت سے اسے ''سورۂ ماعون'' کہتے ہیں۔ **خلاصۂ مضامین:** اس سورت میں ان کافروں کی مذمت کی گئی جو حساب اور جزا کے دن کو جھٹلاتے ہیں، یتیم کو دھکے دیتے ہیں اور مسکین کو کھانا دینے کی ترغیب نہیں دیتے۔ آخری آیات میں ان منافقوں کی مذمت کی گئی جو لوگوں کے سامنے نمازی بنتے اور تنہائی میں نمازیں چھوڑتے تھے اور لوگوں کے سامنے بھی جو نمازیں ادا کرتے ان سے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی بجائے لوگوں کو نمازی دکھانا مقصود ہوتا تھا اور ان کی ایک بری خصلت یہ تھی کہ اگر ان سے کوئی استعمال کی معمولی چیز مانگتا تو وہ منع کر دیتے تھے۔

آیت 1-3 **شانِ نزول:** اس آیت کے شانِ نزول سے متعلق مختلف اقوال ہیں: (1) یہ آیت عاص بن وائل سہمی کے بارے میں نازل ہوئی، وہ قیامت کے دن کا انکار کرتا تھا اور برے کام بھی کیا کرتا تھا۔ (2) یہ آیت ابو جہل کے بارے میں نازل ہوئی، مروی ہے کہ ابو جہل نے ایک یتیم کی پرورش کی ذمہ داری لی، ایک دن وہ یتیم ننگے بدن اس کے پاس آیا اور اپنے مال میں سے کچھ طلب کیا، اُس نے اسے دھکے دے کر نکال دیا۔ قریش کے سرداروں نے اس سے کہا کہ تم محمد (مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کے پاس جاؤ وہ تمہاری سفارش کر دیں گے، اس سے ان لوگوں کا مقصد نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا مذاق اڑانا تھا، چنانچہ وہ یتیم تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور اپنی فریاد پیش کی اور سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم اس یتیم کے ساتھ ابو جہل کے پاس گئے، اس نے فوراً یتیم کا مال اس کے حوالے کر دیا۔ یہ دیکھ کر قبیلہ قریش کے لوگوں نے اسے عار دلائی اور کہا کہ تو اپنے دین سے پھر گیا ہے۔ ابو جہل نے جواب دیا: خدا کی قسم! میں اپنے دین سے پھرا نہیں، اصل بات یہ ہے کہ میں نے اُن کی دائیں اور بائیں طرف ایک نیزہ دیکھا اور مجھے یہ ڈر لگا کہ اگر میں نے ان کی بات نہ مانی تو یہ نیزہ مجھے پھاڑ ڈالے گا۔ (3) یہ آیت کسی خاص آدمی کے بارے میں نازل نہیں ہوئی بلکہ اس میں ہر وہ شخص داخل ہے جو قیامت کے دن کا انکار کرتا ہے۔ ان 3 آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے انسان! کیا تم اس شخص کو پہچانتے ہو جو دلائل واضح ہونے کے باوجود حساب اور جزا کا انکار کرتا ہے، اگر نہیں پہچانتے تو سنو: یہ وہ شخص ہے جو اپنے کفر کی وجہ سے یتیم کو دھکے دیتا، ڈانٹتا اور مارتا ہے اور ظلم کرتے ہوئے اس کا حق اور اس کا مال اسے نہیں دیتا اور اپنے انتہا درجے کے بخل، دل کی سختی کی وجہ سے مسکین کو کھانا نہیں دیتا اور نہ ہی وہ کسی اور کو یتیم کو کھانا دینے کی ترغیب دیتا ہے کیونکہ وہ اس عمل پر ثواب ملنے کا اعتقاد نہیں رکھتا۔ **اہم بات:** یتیموں اور مسکینوں کے بارے میں اسلام کی تعلیمات بہت شاندار ہیں اور بچوں کے حقوق کی حفاظت اور معاشرے سے غربت و مسکینی ختم کرنے کے لئے جو اِقدامات دینِ اسلام نے کئے اور جو احکامات دینِ اسلام نے دیئے ان کی مثال کسی اور دین میں نہیں مل سکتی۔

آیت 5،4 فرمایا کہ ان نمازیوں کیلئے خرابی ہے جو اپنی نماز سے غافل ہیں۔ اس سے مراد منافقین ہیں کہ جب وہ لوگ تنہا ہوتے ہیں تو نماز نہیں پڑھتے کیونکہ وہ اس کے فرض ہونے کا اعتقاد نہیں رکھتے اور جب وہ لوگوں کے سامنے ہوتے ہیں تو نمازی بنتے، اپنے آپ کو

ع ٧ ٣٢

الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ ۝٦ وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ۝٧

وہ جو دکھاوا کرتے ہیں ○ اور برتنے کی معمولی چیزیں بھی نہیں دیتے ○

۱۰۸ سُوْرَةُ الْكَوْثَرِ مَكِّيَّةٌ ۱۵

اٰیاتھا ٣ — رکوعھا ١

سورۂ کوثر مکیہ ہے، اس میں تین آیتیں اور ایک رکوع ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

نمازی ظاہر کرتے اور انہیں دکھانے کے لئے اُٹھ بیٹھ لیتے ہیں اور حقیقت میں یہ لوگ نماز سے غافل ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) نماز سے غفلت کرنے یعنی کبھی نماز پڑھ لینے اور کبھی چھوڑ دینے سے بھی بچنا ضروری ہے اور یہ خاص منافقوں کا وصف ہے اور نماز میں غفلت کرنا یعنی نماز کے دوران دیگر کاموں کے بارے میں سوچ بچار کرنے لگ جانا یا شیطان کے وسوسوں کو قبول کرلینا وغیرہ اس سے بھی بچنے کی کوشش کرنی چاہیے اگرچہ اس کی شناعت یعنی برائی کم ہے۔ (2) نماز سے غفلت کی چند صورتیں ہیں، جیسے پابندی سے نہ پڑھنا، صحیح وقت پر نہ پڑھنا، فرائض وواجبات کو صحیح طریقے سے ادا نہ کرنا، شرعی عذر کے بغیر باجماعت نہ پڑھنا، نماز کی پرواہ نہ کرنا، تنہائی میں قضا کر دینا اور لوگوں کے سامنے پڑھ لینا وغیرہ، یہ سب صورتیں وعید میں داخل ہیں جبکہ شوق سے نہ پڑھنا، سمجھ بوجھ کر ادا نہ کرنا، توجہ سے نہ پڑھنا بھی نماز سے غفلت میں داخل ہے البتہ یہ صورتیں اس وعید میں داخل نہیں جو ماقبل آیت میں بیان ہوئی ہے۔

آیت 6 منافقین فرائض کی ادائیگی اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے نہیں بلکہ لوگوں کو دکھانے کے لئے کرتے ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) ریاکاری کی تعریف یہ ہے کہ اپنے عمل کو اس ارادے سے ظاہر کرنا کہ لوگ اسے دیکھ کر اس کی عبادت گزاری کی تعریف کریں۔ (2) نیت کی درستی کے ساتھ فرض عبادات اِعلانیہ کرنی چاہئے تا کہ لوگ فرض عبادات چھوڑنے کی اس پر تہمت نہ لگائیں اور نفلی عبادات پوشیدہ کرنی چاہئیں کیونکہ ان میں تہمت کا اندیشہ نہیں۔

آیت 7 فرمایا کہ اگر ان سے برتنے کی کوئی معمولی چیز جیسے سوئی، ہنڈیا یا پیالہ وغیرہ مانگے تو بخل کرتے ہوئے اسے نہیں دیتے۔ علما فرماتے ہیں: مستحب ہے کہ آدمی اپنے گھر میں ایسی چیز اپنی حاجت سے زیادہ رکھے جن کی ہمسایوں کو حاجت ہوتی ہے اور انہیں عاریۃً دیا کرے۔

سورۂ کوثر کا تعارف جمہور مفسرین کے نزدیک یہ سورت مکیہ اور بعض مفسرین کے نزدیک مدنیہ ہے۔ اس میں 1 رکوع اور 3 آیتیں ہیں۔ کوثر سے دنیا اور آخرت کی بے شمار خوبیاں مراد ہیں اور جنت کی ایک نہر کا نام بھی کوثر ہے۔ اس سورت کی پہلی آیت میں یہ لفظ موجود ہے اس مناسبت سے اسے "سورۂ کوثر" کہتے ہیں۔ **خلاصۂ مضامین:** اس سورت کی پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ کے اس فضل واحسان کا بیان ہے جو اس نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر فرمایا۔ دوسری آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل واحسان کے شکریے میں نماز پڑھتے رہیں اور قربانی کریں۔ تیسری آیت میں فرمایا گیا کہ جو اللہ تعالیٰ کے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا دشمن ہے وہی ہر خیر سے محروم ہے۔

اِنَّاۤ اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَ ؕ ﴿۱﴾ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَ انْحَرْ ؕ ﴿۲﴾ اِنَّ شَانِئَكَ

اے محبوب! بیشک ہم نے تمہیں بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں ○ تو تم اپنے رب کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کرو ○ بیشک جو تمہارا دشمن ہے

هُوَ الْاَبْتَرُ ۠ ﴿۳﴾

وہی ہر خیر سے محروم ہے ○

ع ۲۲

۱۰۹ سُوْرَةُ الْكٰفِرُوْنَ مَكِّيَّةٌ ۱۸

اٰیاتھا ۶ — رکوعھا ۱

سورۂ کافرون مکیہ ہے، اس میں چھ آیتیں اور ایک رکوع ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

آیت 1 کوثر کی تفسیر میں مفسرین کے مختلف اَقوال ہیں، ان سب اقوال کا خلاصہ یہ ہے کہ اے محبوب! بیشک ہم نے تمہیں بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں اور کثیر فضائل عنایت کرکے تمہیں تمام مخلوق پر افضل کیا، آپ کو حسنِ ظاہر بھی دیا حسنِ باطن بھی عطا کیا، نسبِ عالی بھی، نبوت بھی، کتاب بھی، حکمت بھی، علم بھی، شفاعت بھی، حوضِ کوثر بھی، مقامِ محمود بھی، امت کی کثرت بھی، دین کے دشمنوں پر غلبہ بھی، فتوحات کی کثرت بھی اور بے شمار نعمتیں اور فضیلتیں عطا کیں جن کی انتہا نہیں۔ **اہم باتیں:** (۱) تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر یہ عطا کسی عبادت اور ریاضت کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ ان پر یہ عطا اللہ تعالیٰ کے عظیم فضل اور احسان کی وجہ سے ہے کیونکہ یہاں عطا کا ذکر پہلے ہوا اور عبادت کا ذکر بعد میں ہوا۔ (۲) اللہ تعالیٰ نے آپ کو کوثر کا مالک بنادیا ہے تو آپ جسے چاہیں جو چاہیں عطا کرسکتے ہیں۔

آیت 2 فرمایا کہ اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، تو آپ اپنے اس رب عزّوجلّ کے لیے نماز پڑھتے رہیں جس نے آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو، کوثر عطا کرکے عزت و شرافت دی تاکہ بتوں کے پجاری ذلیل ہوں اور بتوں کے نام پر ذبح کرنے والوں کی مخالفت کرتے ہوئے اپنے رب عزّوجلّ کے لئے اور اس کے نام پر قربانی کریں۔ اس آیت کی تفسیر میں ایک قول یہ بھی ہے کہ نماز سے نمازِ عید مراد ہے۔

آیت 3 **شانِ نزول:** جب سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے فرزند حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تو کفار نے آپ کو اَبتر یعنی نسل ختم ہوجانے والا کہا اور یہ کہا کہ اب اُن کی نسل نہیں رہی، ان کے بعد اب ان کا ذکر بھی نہ رہے گا اور یہ سب چرچا ختم ہوجائے گا اس پر یہ سورۂ کریمہ نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اُن کفار کا بالغ رد فرمایا اور اس آیت میں ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، بیشک تمہارا دشمن ہی ہر بھلائی سے محروم ہے نہ کہ آپ، کیونکہ آپ کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا، آپ کی اولاد میں بھی کثرت ہوگی اور آپ کی پیروی کرنے والوں سے دنیا بھر جائے گی، آپ کا ذکر منبروں پر بلند ہوگا اور آخرت میں بھی آپ کے لئے وہ کچھ ہے جس کا کوئی وصف بیان ہی نہیں کرسکتا تو جس کی یہ شان ہے وہ اَبتر کہاں ہوا؟ بے نام و نشان اور ہر بھلائی سے محروم تو آپ کے دشمن ہیں۔ **اہم بات:** حضور پُرنور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقام اتنا بلند ہے کہ ان کے گستاخ کو اس کی گستاخی کا جواب خود رب تعالیٰ دیتا ہے۔

سورۂ کافرون کا تعارف یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں 1 رکوع اور 6 آیتیں ہیں۔ اس سورت کی پہلی آیت میں یہ لفظ موجود ہے اس مناسبت سے اسے ''سورۂ کافرون'' کہتے ہیں۔ **فضائل:** (1) حضور پُرنور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے حضرت نوفل رضی اللہ عنہ

قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ① لَاۤ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ② وَ لَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ

تم فرماؤ! اے کافرو!○ میں ان کی عبادت نہیں کرتا جنہیں تم پوجتے ہو○ اور تم اس کی عبادت کرنے والے نہیں جس کی میں

اَعْبُدُ ③ وَ لَاۤ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ④ وَ لَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ ⑤

عبادت کرتا ہوں○ اور نہ میں اس کی عبادت کروں گا جسے تم نے پوجا○ اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں○

لَكُمْ دِیْنُكُمْ وَ لِیَ دِیْنِ ⑥ ع

تمہارے لئے تمہارا دین ہے اور میرے لئے میرا دین ہے○

اٰیاتها ٣ | ١١٠ سُوْرَةُ النَّصْرِ مَدَنِيَّةٌ ١١٤ | رکوعها ١

سورہ نصر مدنیہ ہے، اس میں تین آیتیں اور ایک رکوع ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

سے ارشاد فرمایا: تم ”قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ“ پڑھ کر سویا کرو کیونکہ یہ سورت شرک سے بَری کرتی ہے۔(ابوداؤد، حدیث:5055)(2)ارشاد فرمایا: جس نے سورت ”قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ“ پڑھی تو گویا کہ اس نے قرآنِ مجید کے چوتھائی حصے کی تلاوت کی۔(معجم الصغیر، حدیث:165)

خلاصۂ مضامین: اس سورۂ مبارکہ میں مشرکوں کے عمل سے بیزاری کا اظہار کیا گیا اور کافروں کی اس امید کو ختم کر دیا گیا ہے کہ مسلمان اپنے دین اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کے معاملے میں کبھی ان سے سمجھوتا کریں گے۔

آیت 1-6 **شانِ نزول:** قریش کی ایک جماعت نے تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے کہا کہ آپ ہمارے دین کی پیروی کیجئے ہم آپ کے دین کی پیروی کریں گے۔ ایک سال آپ ہمارے معبودوں کی عبادت کریں، ایک سال ہم آپ کے معبود کی عبادت کریں گے۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ان سے فرمایا: اس بات سے اللہ تعالیٰ کی پناہ کہ میں اس کے ساتھ اس کے غیر کو شریک کروں۔ اس پر یہ سورۂ مبارکہ نازل ہوئی اور سرکارِ دوعالَم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم مسجدِ حرام میں تشریف لے گئے، وہاں قریش کی وہ جماعت موجود تھی جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے یہ گفتگو کی تھی۔ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے یہ سورت انہیں پڑھ کر سنائی تو وہ مایوس ہوگئے اور انہوں نے حضورِ اَقدس صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو اَذِیَّتیں پہنچانا شروع کر دیں۔ **اہم باتیں:** (1) یاد رہے کہ پہلی آیت میں وہ کفار مراد ہیں جو اللہ تعالیٰ کے علم میں ایمان سے محروم تھے اور کفر پر ہی مرنے والے تھے۔ (2) کفار سے دینی صلح حرام بلکہ کئی صورتوں میں کفر ہے۔ (3) مومن کے دل میں کفار کی ہیبت نہیں ہونی چاہیے۔ (4) کافر کو بوقتِ ضرورت موقع محل کی مناسبت سے کافر کہنا درست بلکہ اسلوبِ قرآنی کے موافق ہے۔ (5) انسان دُنْیَوی معاملات میں نرم ہو، مگر دین میں انتہائی مضبوط ہو، تاکہ کفار اس سے مایوس ہوں۔

سورہ نصر کا تعارف یہ سورت مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں 1 رکوع اور 3 آیتیں ہیں۔ عربی میں مدد کو نصر کہتے ہیں اور اس

اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰهِ وَ الۡفَتۡحُ ۙ﴿۱﴾ وَ رَاَیۡتَ النَّاسَ یَدۡخُلُوۡنَ فِیۡ دِیۡنِ اللّٰهِ اَفۡوَاجًا ۙ﴿۲﴾

جب اللہ کی مدد اور فتح آئے گی ○ اور تم لوگوں کو دیکھو گے کہ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہورہے ہیں ○

فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّكَ وَ اسۡتَغۡفِرۡهُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ﴿۳﴾

وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم ع ۲۵

تو اپنے رب کی تعریف کرتے ہوئے اس کی پاکی بیان کرو اور اس سے بخشش چاہو، بیشک وہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے ○

اٰیاتھا ۵ | ۱۱۱ سُوۡرَۃُ اللَّهَب مَکِّیَّۃٌ ٦ | رکوعھا ۱

سورۂ لہب مکیہ ہے، اس میں پانچ آیتیں اور ایک رکوع ہے

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

سورت کی پہلی آیت میں یہ لفظ موجود ہے اس مناسبت سے اسے ''سورۂ نصر'' کے نام سے مَوسوم کیا گیا ہے۔ **خلاصۂ مضامین:** اس سورۂ مبارکہ میں حضور پُرنور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو فتحِ مکہ کی بشارت دی گئی اور یہ بتایا گیا کہ عنقریب لوگ گروہ در گروہ دینِ اسلام میں داخل ہوں گے اور آخری آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی تعریف اور پاکی بیان کرتے رہنے اور امت کے لئے مغفرت کی دعا مانگنے کا حکم دیا گیا ہے۔

آیت 1-3 اس سورت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! جب آپ کے دشمنوں کے خلاف آپ کے پاس اللہ تعالیٰ کی مدد اور فتح آئے اور تم لوگوں کو دیکھو کہ پہلے وہ ایک ایک، دو دو کرکے اسلام میں داخل ہو رہے تھے اور اب وہ اللہ تعالیٰ کے دین میں فوج در فوج داخل ہو رہے ہیں تو اس وقت اپنے رب عزّوجلّ کی تعریف کرتے ہوئے اس کی پاکی بیان کرنا اور اس سے اپنی امت کے لئے بخشش چاہنا، بیشک وہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) پہلی آیت میں فتح سے اسلام کی عام فتوحات مراد ہیں یا خاص فتحِ مکہ مراد ہے۔ (2) اس آیت میں غیبی خبر دی گئی ہے۔ یہ غیبی خبر فتحِ مکہ کے موقع پر پوری ہوئی اور لوگ مختلف جگہوں سے تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے دین میں گروہ در گروہ آتے اور شرفِ اسلام سے مشرف ہوتے تھے۔ (3) اس سورت کے نازل ہونے کے بعد تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے ''سُبۡحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمۡدِهٖ اَسۡتَغۡفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوۡبُ اِلَیۡهِ'' کی بہت کثرت فرمائی۔

سورۂ لہب کا تعارف یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں 1 رکوع اور 5 آیتیں ہیں۔ لہب کا معنی ہے آگ کا شعلہ، عبدالمُطّلب کا ایک بیٹا عبدالعُزّیٰ جو کہ بہت ہی گورا اور خوبصورت آدمی تھا اس کی کنیت ابولہب ہے، اور اس سورت کی پہلی آیت میں یہ لفظ ''اَبِیۡ لَهَبٍ'' موجود ہے اس مناسبت سے اسے سورۂ ابی لہب یا سورۂ لہب کہتے ہیں۔ **خلاصۂ مضامین:** اس سورت میں بتایا گیا ہے کہ سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے دشمنی رکھنے اور انہیں ایذا پہنچانے کی وجہ سے ابولہب دنیا میں ذلت و رسوائی کے ساتھ ہلاک ہوگا اور آخرت میں اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا اور اسی طرح اس کی بیوی بھی اس عذاب میں اس کے ساتھ ہوگی کیونکہ وہ اس دشمنی میں اس کی مددگار تھی۔

Go to Index

تَبَّتۡ يَدَاۤ اَبِىۡ لَهَبٍ وَّتَبَّ ؕ‏ ﴿۱﴾ مَاۤ اَغۡنٰى عَنۡهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ؕ‏ ﴿۲﴾ سَيَصۡلٰى نَارًا

ابولہب کے دونوں ہاتھ تباہ ہو جائیں اور وہ تباہ ہو ہی گیا ○ اس کا مال اور اس کی کمائی اس کے کچھ کام نہ آئی ○ اب وہ شعلوں والی آگ

ذَاتَ لَهَبٍ ۖۚ‏ ﴿۳﴾ وَّامۡرَاَتُهٗ ؕ حَمَّالَةَ الۡحَطَبِ‌ ۚ‏ ﴿۴﴾ فِىۡ جِيۡدِهَا حَبۡلٌ مِّنۡ مَّسَدٍ ﴿۵﴾ ع ١ ٥ ٣٦

میں داخل ہوگا ○ اور اس کی بیوی لکڑیوں کا گٹھا اٹھانے والی ہے ○ اس کے گلے میں کھجور کی چھال کی رسی ہے ○

آیت 1 شانِ نزول: صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم بطحا میں جا کر ایک پہاڑی پر چڑھ گئے اور اونچی آواز سے "یَا صَبَاحَاهُ، یَا صَبَاحَاهُ" کہنے لگے، قریش سب جمع ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا: "اگر میں تم سے کہوں کہ صبح یا شام دشمن تم پر چھاپہ مارنے والا ہے تو کیا تم مجھے سچا سمجھو گے؟" سب نے جواب دیا: جی ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا: "سنو! میں تمہیں اللہ کے سخت عذاب کے آنے کی خبر دے رہا ہوں"، تو ابولہب نے کہا: تجھے ہلاکت ہو، کیا اسی لیے تو نے ہمیں جمع کیا تھا؟ اس پر یہ سورت اتری۔ (بخاری، حدیث: 4972) اس پر یہ سورت شریف نازل ہوئی اور فرمایا: ابولہب کے دونوں ہاتھ تباہ ہو جائیں اور وہ تباہ ہو ہی گیا۔ یہاں دونوں ہاتھ تباہ ہونے سے مراد ابولہب کی ذات کی ہلاکت ہے اور آیتِ مبارکہ میں ابولہب کی ہلاکت کی پیشین گوئی کی گئی ہے، چنانچہ وہ جنگِ بدر کے ایک ہفتے بعد کالے دانے کی بیماری سے بدترین موت مر گیا۔ اہم باتیں: (1) ابولہب سرکارِ دوعالَم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کا چچا تھا، بہت ہی گورا اور خوبصورت آدمی تھا، اِسی لئے اس کی کنیت ابولہب ہے۔ (2) حضور پُرنور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم اللہ تعالیٰ کے محبوب ترین بندے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے گستاخوں کو اللہ تعالیٰ نے خود جواب دیا۔ (3) سب سے بڑا مجرم اور سخت سزا کا مستحق حضور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کا گستاخ ہے۔

آیت 2 ابولہب نے جب پہلی آیت سنی تو کہا کہ جو کچھ میرے بھتیجے کہتے ہیں اگر سچ ہے تو میں اپنی جان کے لئے اپنے مال و اولاد کو فدیہ کر دوں گا۔ اس آیت میں اس کا رد فرمایا گیا کہ اس وقت کوئی چیز اس کے کام آنے والی نہیں۔

آیت 3 ابولہب قیامت کے بعد دوزخ میں داخل ہو کر آگ کا عذاب پائے گا، معلوم ہوا کہ ابولہب کا دوزخی ہونا یقینی ہے۔

آیت 4 اُمِّ جمیل بنتِ حرب بن اُمیہ جو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے نہایت عناد و عداوت رکھتی تھی اور بہت دولت مند عورت ہونے کے باوجود رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی عداوت کی انتہا میں خود اپنے سر پر کانٹوں کا گٹھا لا کر رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے راستہ میں تکلیف کی غرض سے ڈالتی تھی۔

آیت 5 اُمِّ جمیل کے گلے میں کھجور کی چھال سے بنی ہوئی رسی ہوتی جس سے وہ کانٹوں کا گٹھا باندھتی تھی۔ ایک دن یہ بوجھ اٹھا کر لا رہی تھی کہ آرام لینے کے لئے ایک پتھر پر بیٹھ گئی، ایک فرشتے نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کے پیچھے سے اس گٹھے کو کھینچا، وہ گرا اور اُمِّ جمیل کو رسی سے گلے میں پھانسی لگ گئی اور وہ مر گئی۔ اِس گستاخ، خبیثہ نے دنیا میں بھی عذاب کا مزہ چکھا اور آخرت میں بھی عذاب میں جائے گی اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ چونکہ یہ عورت اپنے خاوند کی سرکشی و دشمنی میں اس کے ساتھ تھی، اس لیے قیامت کے دن عذاب میں بھی اس کے ساتھ ہوگی اور اس کے گلے میں آگ کی رسی ہوگی۔

اٰیاتُھا ۴ ۱۱۲ سُوْرَۃُ الْاِخْلَاصِ مَکِّیَّۃٌ ۲۲ رکوعھا ۱

سورۂ اخلاص مکیہ ہے، اس میں چار آیتیں اور ایک رکوع ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ﴿۱﴾ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۚ﴿۲﴾ لَمْ يَلِدْ ۙ۬ وَلَمْ يُوْلَدْ ۙ﴿۳﴾

تم فرماؤ: وہ اللہ ایک ہے ○ اللہ بے نیاز ہے ○ نہ اس نے کسی کو جنم دیا اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا ○

سورہ اِخلاص کا تعارف ایک قول کے مطابق یہ سورت مکی اور ایک قول کے مطابق مدنی ہے۔ اس میں 1 رکوع اور 4 آیتیں ہیں۔ اس سورت کے تقریباً 20 نام ہیں، ان میں سے دو نام یہ ہیں: (1) اس میں اللہ تعالیٰ کی خالص توحید کے بیان کی وجہ سے اسے ”سورۂ اِخلاص“ کہتے ہیں۔ (2) اس میں اللہ تعالیٰ کی شان صمدیت یعنی بے نیازی کی وجہ سے اسے ”سورۂ تنزیہہ“ کہتے ہیں۔ **فضیلت:** ایک شخص نے سیّدِ عالَم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے عرض کی: مجھے اس سورت سے بہت محبت ہے۔ ارشاد فرمایا: اس کی محبت تجھے جنت میں داخل کردے گی۔ (ترمذی، حدیث: 2910) **خلاصۂ مضامین:** اس سورت میں اسلام کے سب سے اہم عقیدے اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت کا بیان ہے، نیز اللہ تعالیٰ کے صفاتِ کمال کے ساتھ مُتَّصِف ہونے کا ذکر اور عیسائیوں اور مشرکوں کا رد کیا گیا ہے۔

آیت 1 **شانِ نزول:** کفار نے رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے اللہ تعالیٰ کے متعلق طرح طرح کے سوال کئے، مثلا یہ کہ اللہ عزّوجلّ کا نسب کیا ہے؟ وہ سونے کا ہے یا چاندی کا ہے یا لوہے کا ہے یا لکڑی کا ہے؟ وہ کیا کھاتا ہے؟ کیا پیتا ہے؟ رَبُوبِیَّت اس نے کس سے ورثہ میں پائی؟ اور اس کا کون وارث ہو گا؟ ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمائی اور اپنی ذات وصفات کا بیان فرما کر معرفت کی راہ واضح فرمائی کہ وہ اللہ ایک ہے یعنی رَبُوبِیَّت والوہیت میں یکتا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ **اہم بات:** عرب میں کفار کی بہت سی قسمیں تھیں، دہریہ، مشرک، اللہ تعالیٰ کی صفات کے منکر اور اللہ تعالیٰ کے لئے اولاد ماننے والے وغیرہ، اس سورت میں ان سب کی تردید ہے، ”هُوَاللہ“ فرمانے میں دہریوں کی تردید ہے۔ ”اَحَدٌ“ فرمانے میں مشرکین کا مکمل رد ہے اور اگلی آیات میں بقیہ کفار کا رد ہے۔

آیت 2 فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز سے بے نیاز ہے، نہ کھائے، نہ پیئے، ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ وہ خود بے نیاز ہے لیکن ساری کائنات اس کی محتاج ہے اور تمام مخلوق کو دے کر بھی اس کے خزانوں میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔ بخاری شریف کی حدیث ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا: اللہ کا ہاتھ بھرا ہوا ہے، اسے رات دن کی بخشش بھی کم نہیں کرتی۔ آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ جب اس نے آسمان وزمین پیدا کئے ہیں اس نے کتنا خرچ کیا ہے، اس نے بھی اس میں کوئی کمی نہیں پیدا کی جو اس کے ہاتھ میں ہے۔ (بخاری، حدیث: 7411) **اہم بات:** اس آیت کا وظیفہ بہت زیادہ روحانیت والا ہوتا ہے لیکن کسی کامل کی اجازت لینا ضروری ہے۔

آیت 3 اللہ تعالیٰ اولاد سے پاک ہے کیونکہ اولاد باپ کی جنس سے ہوتی ہے، لہٰذا خدا کی اولاد بھی خدا ہوتی حالانکہ اللہ تعالیٰ

وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ﴿۴﴾ ع

اور کوئی اس کے برابر نہیں ○

ایاتها ٥ | ١١٣ سُوْرَةُ الْفَلَقِ مَكِّيَّةٌ ٢٠ | رکوعها ١

سورۂ فلق مکیہ ہے، اس میں پانچ آیتیں اور ایک رکوع ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

شرک سے پاک ہے، لہٰذا وہ اولاد سے بھی پاک ہے۔ یونہی اللہ تعالیٰ کسی سے پیدا نہیں ہوا کیونکہ وہ واجب الوجود، قدیم اور ہمیشہ سے ہے اور پیدا ہونا اس چیز کی صفت ہوتی ہے جو پہلے نہ ہو اور پھر وجود میں آئے۔ اس میں مشرکین اور یہود و نصاریٰ سب کی تردید ہے۔ مشرکین فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی لڑکیاں کہتے تھے، یہودی حضرت عزیر علیہ السّلام کو جبکہ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو خدا کا بیٹا مانتے تھے۔

آیت 4 فرمایا کہ ذات و صفات میں کوئی اس کے برابر نہیں، کیونکہ وہ واجب الوجود ہے، خالق ہے، باقی سب ممکن، مخلوق اور حادث ہیں، اس کی صفات ذاتی قدیم، غیر محدود ہیں جبکہ مخلوق کی صفات ایسی نہیں۔ جن صفات کے الفاظ میں ظاہری شرکت ہے جیسے علیم و قادر خدا کی بھی صفات ہیں اور مخلوق کے لئے بھی یہ الفاظ استعمال ہوتے ہیں، ان صفات میں بھی لامتناہی فرق ہے۔ تمام مخلوق فرشتے ہوں یا انبیا علیہم السّلام سب خدا کے بندے ہیں۔

سورۂ فلق کا تعارف یہ سورت مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اور یہی زیادہ صحیح ہے کیونکہ اس کے شانِ نزول سے اسی کی تائید ہوتی ہے۔ اس سورت میں 1 رکوع اور 5 آیتیں ہیں۔ فلق کے کئی معنی ہیں اور یہاں اس سے مراد ”صبح“ ہے، اور چونکہ اس سورت کی پہلی آیت میں یہ لفظ موجود ہے اس مناسبت سے اسے ”سورۂ فلق“ کہتے ہیں۔ **فضیلت:** حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور پُر نور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم جِنّات سے اور انسانوں کی نظر سے پناہ مانگا کرتے تھے یہاں تک کہ سورۂ فلق اور سورۂ وَالنّاس نازل ہوئیں، پھر آپ نے ان سورتوں کو پڑھنا شروع کر دیا اور ان کے علاوہ (دیگر وظائف) کو چھوڑ دیا۔ (ترمذی، حدیث: 2065)

خلاصۂ مضامین: اس سورۂ مبارکہ میں تمام مخلوق کے شر سے، رات کے اندھیرے کے شر سے، جادوگروں کے شر سے اور حسد کرنے والے کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنے کی تعلیم دی گئی ہے۔

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۙ﴿۱﴾ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۙ﴿۲﴾ وَ مِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۙ﴿۳﴾ وَ مِنْ

تم فرماؤ: میں صبح کے رب کی پناہ لیتا ہوں○ اس کی تمام مخلوق کے شر سے○ اور سخت اندھیری رات کے شر سے جب وہ چھا جائے○ اور ان

آیت 1 شانِ نزول: یہ سورت اور سورۃُ النّاس جو اس کے بعد ہے اس وقت نازل ہوئی جب لبید بن اعصم یہودی اور اس کی بیٹیوں نے حضور پُر نور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم پر جادو کیا اور آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے ظاہری اَعضاءِ پر اس کا اثر ہوا، البتہ دل، عقل اور اعتقاد پر کچھ اثر نہ ہوا۔ چند دنوں بعد حضرت جبریل علیہ السّلام آئے اور انہوں نے عرض کی: ایک یہودی نے آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم پر جادو کیا ہے اور جادو کا جو کچھ سامان ہے وہ فلاں کنوئیں میں ایک پتھر کے نیچے دبایا ہوا ہے۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ کرّم اللہ وجہہ الکریم کو بھیجا اور انہوں نے کنوئیں کا پانی نکالنے کے بعد پتھر اٹھایا تو اس کے نیچے سے کھجور کے درخت کے نرم حصے سے بنی ہوئی تھیلی برآمد ہوئی جس میں حضورِ اَقدس صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے وہ موئے مبارک جو کنگھی سے برآمد ہوئے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی کنگھی کے چند دندانے اور ایک ڈورا یا کمان کا چِلّہ جس میں گیارہ گرہیں لگی تھیں اور ایک موم کا پُتلہ تھا جس میں گیارہ سوئیاں چبھی ہوئی تھیں۔ یہ سب سامان حضور پُر نور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر کیا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ دونوں سورتیں نازل فرمائیں، ان دونوں سورتوں کی کل گیارہ آیتیں ہیں ہر ایک آیت کے پڑھنے کے ساتھ ایک ایک گرہ کھلتی جاتی تھی یہاں تک کہ سب گرہیں کھل گئیں اور حضور پُر نور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم بالکل تندرست ہوگئے۔ اس آیت میں پناہ مانگنے میں اللہ تعالیٰ کا اس وصف "صبح کے رب" کے ساتھ ذکر اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ صبح پیدا کر کے رات کی تاریکی دور فرماتا ہے تو وہ اس پر بھی قادر ہے کہ پناہ چاہنے والے سے وہ حالات دور فرمادے جن سے اسے خوف ہو، نیز جس طرح تاریک رات میں آدمی صبح طلوع ہونے کا انتظار کرتا ہے اسی طرح خوف زدہ آدمی امن اور راحت کا منتظر رہتا ہے۔ اس کے علاوہ صبح مجبور ولاچار لوگوں کی دعاؤں کا اور ان کے قبول ہونے کا وقت ہے تو اس آیت سے مراد یہ ہوئی کہ جس وقت کرب اور غم والوں کو آسانیاں دی جاتی ہیں اور دعائیں قبول کی جاتی ہیں، میں اُس وقت کو پیدا کرنے والے کی پناہ چاہتا ہوں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ "فلق" جہنم میں ایک وادی ہے۔ اہم باتیں: (1) وہ تعویذ اور عملیات جن میں کفر یا شرک کا کوئی کلمہ نہ ہو جائز ہیں، خاص کر وہ عمل جو آیاتِ قرآنیہ سے کئے جائیں یا اَحادیث میں وارد ہوئے ہوں۔ (2) جادو اور اس کی تاثیر حق ہے۔ (3) نبی کے جسم پر جادو کا اثر ہو سکتا ہے، جیسے تلوار، تیر اور نیزہ کا، یہ اثر شانِ نبوت کے خلاف نہیں، ہاں ایسا اثر نہیں ہو سکتا کہ جس سے نبوت کے متعلقہ اُمور میں خَلل آئے۔ (4) جادو کو دور کرنے میں سورۂ فلق اور سورۂ ناس میں خصوصی تاثیر ہے۔ جادو ٹونا اور عملیات واثرات اور بیماریوں کو ختم کرنے کیلئے قرآنِ پاک کی سورتوں اور آیتوں کو استعمال کیا جاسکتا ہے۔

آیت 2 اس آیت میں ہر مخلوق کے شر سے پناہ مانگی گئی ہے، خواہ جاندار ہو یا بے جان، مُکلّف ہو یا غیر مُکلّف اور بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ یہاں مخلوق سے مراد خاص ابلیس ہے جو سب سے بدتر ہے۔

آیت 3 اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہُ عنہا سے مروی ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے چاند کی طرف نظر کر کے ان سے فرمایا: اے عائشہ! اس کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ۔ یہ جب ڈوب جائے تو اندھیرا ہو جاتا ہے اس سے مراد مہینے کی آخری راتیں ہیں جن میں چاند چھپ جاتا ہے اور جادو کے عمل جو بیمار کرنے کے لئے ہیں اسی وقت میں کئے جاتے ہیں۔

آیت 4 مزید فرمایا کہ کہو کہ میں جادوگر عورتوں کے شر سے پناہ مانگتا ہوں جو ڈوروں میں گرہ لگا کر ان میں جادو کے منتر پڑھ کر پھونکتی ہیں، جیسا کہ لبید کی لڑکیوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم پر جادو کرنے کیلئے کیا تھا۔ اہم بات: ناجائز کاموں کیلئے تعویذ گنڈے ناجائز و حرام ہیں جبکہ جائز مقصد کیلئے قرآن مجید کی آیات یا اللہ تعالیٰ کے اَسماء پڑھ کر دم کرنا اور تعویذ بنانا، جائز ہے۔ جمہور صحابۂ کرام اور

ع ٥/٢٨

شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ ۙ﴿۴﴾ وَ مِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ﴿۵﴾ ع

عورتوں کے شر سے جو گرہوں میں پھونکیں مارتی ہیں ○ اور حسد والے کے شر سے جب وہ حسد کرے ○

ایاتہا ٦ | ١١٤ سُوْرَةُ النَّاسِ مَكِّيَّةٌ ٢١ | رکوعہا ١

سورۂ ناس مکیہ ہے، اس میں چھ آیتیں اور ایک رکوع ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۙ﴿۱﴾ مَلِكِ النَّاسِ ۙ﴿۲﴾ اِلٰهِ النَّاسِ ۙ﴿۳﴾

تم کہو: میں تمام لوگوں کے رب کی پناہ لیتا ہوں ○ تمام لوگوں کا بادشاہ ○ تمام لوگوں کا معبود ○

تابعین رضی اللہ عنہم اسے جائز سمجھتے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے عملِ مبارک سے بھی عملیات کے کئی طریقے ثابت ہیں۔

آیت 5 حسد والا وہ ہے جو دوسرے کی نعمت چھن جانے کی تمنا کرے۔ آیت کے شانِ نزول کے اعتبار یہاں حاسد سے بطورِ خاص یہودی مراد ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے حسد کرتے تھے یا خاص لبید بن اعصم یہودی ہے اور عمومی طور پر ہر حاسد سے پناہ کیلئے یہ آیتِ مبارکہ کافی ہے۔ **اہم بات:** اس سے معلوم ہوا کہ جادو اور حسد بدترین جرائم ہیں کہ شر کی عام صورتوں کے بعد ان کا ذکر خاص طور پر فرمایا گیا۔ حسد بدترین صفت ہے اور یہی سب سے پہلا گناہ ہے جو آسمان میں ابلیس سے سرزد ہوا اور زمین میں قابیل سے۔

سورۃُ النّاس کا تعارف سورۃُ النّاس زیادہ صحیح قول کے مطابق مدنی ہے۔ اس میں 1 رکوع اور 6 آیتیں ہیں۔ عربی میں انسانوں کو "اَلنَّاس" کہتے ہیں، اور اس سورت کی پہلی اور بعد کی آیتوں میں یہ لفظ موجود ہے۔ **خلاصۂ مضامین:** اس سورۂ مبارکہ میں ان جِنّات اور انسانوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنے کی تعلیم دی گئی ہے جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتے ہیں۔

آیت 1 اللہ تعالیٰ ساری مخلوق کا رب ہے مگر چونکہ انسان اشرفُ المخلوقات ہے، اس لئے ان کا خصوصیت سے ذکر فرمایا۔ **اہم بات:** اس سورت میں پانچ مرتبہ لفظ "اَلنَّاس" آیا ہے، اس میں حکمت یہ ہے کہ چونکہ انسان بچپن میں صرف پرورش ہی پاتا ہے، اس لئے سب سے پہلے "رَبِّ النَّاس" یعنی رَبُوبِیَّت والی صفت کا ذکر فرمایا۔ جبکہ انسان جوانی میں مست ہو کر بے راہ ہو جاتا ہے، اس وقت اس پر قانونی گرفت کی ضرورت ہے، اس لئے یہاں "مَلِكِ النَّاسِ" یعنی لوگوں کا بادشاہ فرمایا، اور چونکہ انسان بڑھاپے میں عبادت میں مشغول ہوتا ہے، اس لئے تیسری جگہ اللہ تعالیٰ کی صفتِ اُلوہِیَّت اور معبودیَّت کا ذکر فرمایا یعنی "اِلٰهِ النَّاسِ"۔ چوتھی جگہ اَلنَّاسِ سے صالحین مراد ہوسکتے ہیں کہ شیطان عموماً انہیں ہی وسوسوں کے ذریعے عبادت سے ہٹانے کی کوشش کرتا ہے اور پانچویں جگہ اَلنَّاسِ سے مراد شر پسند اور فسادی لوگ ہوسکتے ہیں کہ وہاں لوگوں کے شر سے پناہ مانگی گئی ہے۔

آیت 2 فرمایا گیا: **تمام لوگوں کا بادشاہ۔** یعنی ان کے کاموں کی تدبیر فرمانے والا ہے اور سب کا حقیقی حاکم ومالک کہ دنیا میں بھی کسی کو حکومت وملکیَّت ملے تو اسی کی عطا سے ملتی ہے۔

آیت 3 معبود ہونا اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ خاص ہے اور سارے لوگوں کا حقیقی معبود وہی ہے۔

Go to Index

مِنۡ شَرِّ الۡوَسۡوَاسِ ۬ۙ الۡخَنَّاسِ ۪ۙ﴿۴﴾ الَّذِیۡ یُوَسۡوِسُ فِیۡ صُدُوۡرِ النَّاسِ ۙ﴿۵﴾

بار بار وسوسے ڈالنے والے، چھپ جانے والے کے شر سے (پناہ لیتا ہوں)○ وہ جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے○

ع-١ ٦ ٢٩

مِنَ الۡجِنَّۃِ وَ النَّاسِ ﴿۶﴾ ع

جنوں اورانسانوں میں سے○

آیت 4 بار بار وسوسے ڈالنے والے اور چھپ جانے والے سے مراد شیطان ہے اور یہ اس کی عادت ہے کہ انسان جب غافل ہوتا ہے تو اس کے دِل میں وسوسے ڈالتا ہے اور جب انسان اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے تو شیطان دبک رہتا ہے اور ہٹ جاتا ہے۔ **اہم باتیں:** (1)برے خیال کو وسوسہ جبکہ اچھے خیالات کو اِلہام کہا جاتا ہے۔(2)وسوسہ شیطان کی طرف سے ہے، اُس پر لَا حَوْل پڑھنی چاہیے، اور اِلہام فرشتے کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے، اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر کرنا چاہیے۔

آیت 5 فرمایا گیا کہ وہ جولوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتاہے۔یعنی شیطان عمومی طور پر زبان و آواز سے نہیں بہکاتا، بلکہ براہ راست دل میں اثر ڈالتا ہے، بری چیز کو اچھی کر دکھاتا ہے لیکن بعض اوقات مختلف اقوال و افعال سے بھی وسوسے ڈالتا ہے جیسے راہِ باطن کے مسافروں کو رنگ برنگے کرشمے دکھا کر بہکانے کی کوشش کرتا ہے، غزوہ بدر میں سراقہ کی صورت میں آکر لشکرِ کفار کو برانگیختہ کیا، ہجرت مدینہ سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کے خلاف کفارِ قریش کے مشورے میں نجدی شیخ بن کر آیا، وغیرہا، لیکن عمومی طور پر شیطان کا بہکانا دل میں وسوسے ڈالنے ہی سے ہوتا ہے۔

آیت 6 وسوسے ڈالنے والا شیطان، جنوں میں سے بھی ہوتا ہے اور انسانوں میں سے بھی جیسے شَیاطینِ جن انسانوں کو وسوسے میں ڈالتے ہیں ایسے ہی انسانی شیاطین بھی واعظ و خیر خواہ بن کر آدمی کے دل میں وسوسے ڈالتے ہیں پھر اگر آدمی ان وسوسوں کو مانتا ہے تو اس کا سلسلہ بڑھ جاتا ہے اور وہ خوب گمراہ کرتے ہیں اور اگر اس سے متنفر ہوتا ہے تو ہٹ جاتے ہیں اور دبک رہتے ہیں۔ **درس:** جنوں کے شیاطین کے شر سے بھی پناہ مانگے اور انسانوں کے شیاطین کے شر سے بھی۔ جنوں کے شیاطین کے وسوسے سے بچنے کے لئے نیک صحبت، ذکرِ الٰہی اور اعوذ باللہ پڑھنا مفید ہے جبکہ انسانی شیطانوں کے وسوسوں سے بچنے کے لئے ایسوں کی صحبت سے بچنا، ان کی باتیں سننے اور پڑھنے سے بچنا ضروری ہے۔

الحمدللہ یہ تفسیر ۲۶ ذوالقعدہ ۱۴۴۴ھ بمطابق 16 جون 2023ء بروز جمعہ، بعدِ نماز جمعہ چار بجے مکمل ہوئی اور آخری تین سورتوں (سورۂ اخلاص، فلق اور ناس) کی تفسیر عین مسجد نبوی شریف میں گنبد خضری کی زیارت کرتے ہوئے تحریر کی۔ الحمدللہ علی احسانہ۔

دعا: اے اللہ! اس تفسیر کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما، اس میں ہونے والی خطاؤں کو معاف فرما، اسے میرے لیے اور بطورِ خاص میرے والدین، اساتذۂ کرام، معاونین اور پڑھنے والوں کے لیے ایمان کی سلامتی، بے حساب بخشش، اپنی اور اپنے محبوب صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی بارگاہ میں قرب کا سبب بنا اور مجھے قیامت میں صالحین کے گروہ میں شامل فرما کر جنت میں داخلہ عطا فرما۔

آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورتوں کی فہرست

نمبر شمار	سورت کا نام	صفحہ	نمبر شمار	سورت کا نام	صفحہ	نمبر شمار	سورت کا نام	صفحہ
19	سُوْرَةُ مَرْيَم	10	51	سُوْرَةُ الذّٰرِيٰت	631	83	سُوْرَةُ الْمُطَفِّفِيْن	843
20	سُوْرَةُ طٰهٰ	33	52	سُوْرَةُ الطُّوْر	640	84	سُوْرَةُ الِانْشِقَاق	847
21	سُوْرَةُ الْاَنْبِيَآء	63	53	سُوْرَةُ النَّجْم	647	85	سُوْرَةُ الْبُرُوْج	850
22	سُوْرَةُ الْحَج	91	54	سُوْرَةُ الْقَمَر	657	86	سُوْرَةُ الطَّارِق	854
23	سُوْرَةُ الْمُؤْمِنُوْن	118	55	سُوْرَةُ الرَّحْمٰن	666	87	سُوْرَةُ الْاَعْلٰى	856
24	سُوْرَةُ النُّوْر	142	56	سُوْرَةُ الْوَاقِعَة	677	88	سُوْرَةُ الْغَاشِيَة	859
25	سُوْرَةُ الْفُرْقَان	170	57	سُوْرَةُ الْحَدِيْد	687	89	سُوْرَةُ الْفَجْر	863
26	سُوْرَةُ الشُّعَرَآء	191	58	سُوْرَةُ الْمُجَادَلَة	699	90	سُوْرَةُ الْبَلَد	868
27	سُوْرَةُ النَّمْل	221	59	سُوْرَةُ الْحَشْر	708	91	سُوْرَةُ الشَّمْس	871
28	سُوْرَةُ الْقَصَص	245	60	سُوْرَةُ الْمُمْتَحِنَة	718	92	سُوْرَةُ الَّيْل	873
29	سُوْرَةُ الْعَنْكَبُوْت	274	61	سُوْرَةُ الصَّف	725	93	سُوْرَةُ الضُّحٰى	876
30	سُوْرَةُ الرُّوْم	294	62	سُوْرَةُ الْجُمُعَة	730	94	سُوْرَةُ اَلَمْ نَشْرَح	879
31	سُوْرَةُ لُقْمٰن	313	63	سُوْرَةُ الْمُنٰفِقُوْن	735	95	سُوْرَةُ التِّيْن	881
32	سُوْرَةُ السَّجْدَة	325	64	سُوْرَةُ التَّغَابُن	739	96	سُوْرَةُ الْعَلَق	883
33	سُوْرَةُ الْاَحْزَاب	332	65	سُوْرَةُ الطَّلَاق	745	97	سُوْرَةُ الْقَدْر	886
34	سُوْرَةُ سَبَا	364	66	سُوْرَةُ التَّحْرِيْم	751	98	سُوْرَةُ الْبَيِّنَة	887
35	سُوْرَةُ فَاطِر	383	67	سُوْرَةُ الْمُلْك	757	99	سُوْرَةُ الزِّلْزَال	889
36	سُوْرَةُ يٰسٓ	398	68	سُوْرَةُ الْقَلَم	765	100	سُوْرَةُ الْعٰدِيٰت	891
37	سُوْرَةُ الصّٰٓفّٰت	416	69	سُوْرَةُ الْحَآقَّة	774	101	سُوْرَةُ الْقَارِعَة	893
38	سُوْرَةُ صٓ	438	70	سُوْرَةُ الْمَعَارِج	780	102	سُوْرَةُ التَّكَاثُر	894
39	سُوْرَةُ الزُّمَر	454	71	سُوْرَةُ نُوْح	786	103	سُوْرَةُ الْعَصْر	896
40	سُوْرَةُ الْمُؤْمِن	478	72	سُوْرَةُ الْجِن	791	104	سُوْرَةُ الْهُمَزَة	897
41	سُوْرَةُ حٰمٓ السَّجْدَة	501	73	سُوْرَةُ الْمُزَّمِّل	798	105	سُوْرَةُ الْفِيْل	898
42	سُوْرَةُ الشُّوْرٰى	519	74	سُوْرَةُ الْمُدَّثِّر	803	106	سُوْرَةُ قُرَيْش	899
43	سُوْرَةُ الزُّخْرُف	537	75	سُوْرَةُ الْقِيٰمَة	809	107	سُوْرَةُ الْمَاعُوْن	900
44	سُوْرَةُ الدُّخَان	556	76	سُوْرَةُ الدَّهْر	814	108	سُوْرَةُ الْكَوْثَر	902
45	سُوْرَةُ الْجَاثِيَة	565	77	سُوْرَةُ الْمُرْسَلٰت	820	109	سُوْرَةُ الْكٰفِرُوْن	903
46	سُوْرَةُ الْاَحْقَاف	576	78	سُوْرَةُ النَّبَا	826	110	سُوْرَةُ النَّصْر	904
47	سُوْرَةُ مُحَمَّد	588	79	سُوْرَةُ النّٰزِعٰت	830	111	سُوْرَةُ اللَّهَب	905
48	سُوْرَةُ الْفَتْح	601	80	سُوْرَةُ عَبَس	834	112	سُوْرَةُ الْاِخْلَاص	907
49	سُوْرَةُ الْحُجُرٰت	614	81	سُوْرَةُ التَّكْوِيْر	838	113	سُوْرَةُ الْفَلَق	908
50	سُوْرَةُ قٓ	623	82	سُوْرَةُ الْاِنْفِطَار	841	114	سُوْرَةُ النَّاس	910

حدیث پاک

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسولِ اکرم صلَّی اللہ علیہ وسلَّم کا فرمانِ معظَّم ہے:

جس سینے میں کچھ بھی قرآن مجید نہ ہو تو وہ ویران گھر کی مثل ہے۔

(ترمذی،4/419،حدیث:2922)

978-969-722-589-7
01140215

فیضانِ مدینہ، محلہ سوداگران، پرانی سبزی منڈی، کراچی
UAN +92 21 111 25 26 92 0313-1139278
www.maktabatulmadinah.com / www.dawateislami.net
feedback@maktabatulmadinah.com / ilmia@dawateislami.net